قیمت فی پرچہ پانچ آنہ

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين
القرآن الحكيم

الهلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

کلکتہ : جمعہ ۹ ذوالحجہ ۱۳۴۵ ہجری		جلد ۱
Calcutta : Friday, June 10, 1927.

فهرست

افتتاحيه ۲

مطبوعات جديده

فتوحات شام كي سرياني تاريخ ۳

مذاكرۀ علميه

ذرۀ آب كي سرگذشت ۵

بريد فرنگ

جرمني ميں جمهوريه اور شاهيه كي كشمكش ۸
حسن و عشق اور تاج و تخت ۱۰

آثار عتيقه

اندلس ميں اسلامي تمدن كا آخري نقش قدم ۱۲

عالم شرق و اسلام

شام كي حركۀ استقلال ۱۳

مقالات

اسلام اور نيشنلزم ۱۷

بصائر و حكم

منكر اور مومن كا ايك دلچسپ مكالمه ۲۰

تفريح و ترويح فكر

بعض مشهور آدميوں كے لطيفے ۲۳

بريد شرق

مكتوب انگوره ۲۴
مكتوب مصر ۲۵
مكتوب فلسطين ۲۷

خواطر و سوانح

اخباري زندگي كا ايك لمحه ۲۸

عالم مطبوعات و صحائف

نهاية الارب اور مسالك الابصار ۲۹
مذهب اور دنياے جديد ۲۹

اعتذار

(۱) الهلال كي اشاعت ميں اندازه سے زياده تاخير هوئي - اميد تهي كه نئے تائپ كي مطلوبه مقدار پهلي مئي تك مل جائيگي اور پهلے هفته سے پرچه نكل جائيگا ، ليكن پهلي مئي كي جگه مئي كے اواخر تك بهي تائپ كي كافي مقدار طيار نهوسكي ، اور سارا مهينه اسي انتظار ميں نكل گيا - اب بهي جسقدر تائپ مهيا هوا تها وه كافي نه تها - كم از كم ايك هفته اور انتظار كي ضرورت تهي ليكن چونكه اب زياده تاخير نا قابل برداشت تهي ، اسلئے كسي نه كسي طرح پهلا نمبر مرتب كر كے شائع كر ديا جاتا هے - اميد هے كه اس هفته تائپ كي پوري مقدار حاصل هو جائيگي ، اور جرمني اور قاهره كا تائپ بهي پهنچ جايگا جسكا ايك عرصه سے انتظار تها .

(۲) اسي سبب سے اس نمبر كے بعض اهم مضامين درج هونے سے رهگئے - " باب التفسير " كا حصه تائپ كيلئے چهوڑ ديا گيا تها ، ليكن تائپ كي كمي كي وجه سے اميوز نه هوسكا اور اسكي جگه " مطبوعات جديده " كا ايك صفحه ديكر فارم پورا كرديا گيا - حالانكه اسكي جگه اس فارم ميں نه تهي - انشاء الله آينده نمبر سے تمام ابواب اپني اصلي ترتيب ميں درج هوسكينگے .

(۳) ايك اهم سوال آينده الهلال كے مضامين اور انكے طرز بيان كا هے - يه ظاهر هے كه الهلال كے فوائد عام نهيں هوسكتے جب تك كه اسكا دايرۀ بحث و نظر عام فهم نهو - اور عام فهم جبهي هوسكتا هے جبكه مطالب كے سهل هونے كے ساتهه انكا اسلوب بيان اور زبان بهي سهل هو - ليكن مشكل يه هے كه هر طرح كے مطالب كا عام فهم طريقه پر بيان كرنا آسان نهيں ، بعض دقيق اور علمي مطالب ايسے هوتے هيں كه انهيں كتنا هي كهولكر بيان كيا جاے ، ايك حد تك مشكل اور گراں ضرور هونگے - اس مشكل كا هم نے يه حل سونچا هے كه آينده الهلال ميں دونوں قسم كے مضامين درج كئے جائيں بڑا حصه تو سهل و عام فهم هو ، ليكن كچهه حصه بلند اور خاص قسم كا بهي هو - اس طرح عوام و خواص ، دونوں كے ذوق و نظر كا سامان مهيا هوجايگا - باقي رها زبان كا معامله ، تو وه هر حال ميں حتى الوسع سهل اور صاف اختيار كي جائيگي ، كسي درجه كا موضوع هو ، ليكن اسلوب بيان مشكل اور دير فهم نهوگا .

الہلال

◆

ہر جمعہ کو نمبر ۱ / ۱ - بالي گنج سرکلر روڈ - کلکتہ سے شایع ہوتا ہے

◆

قیمت سالانہ مع محصول	بارہ روپیہ
ہندوستان سے باہر کیلیے	سولہ روپیہ
قیمت شش ماہي	سات روپیہ
قیمت في پرچہ	پانچ آنہ

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر " منیجر الہلال " کے نام سے کي جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے ہوں اُنکے لفافہ پر " ایڈیٹر " کا نام ہونا چاهیے -

(۲) نمونہ مفت ارسال نہ ہوگا -

(۳) براہ عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پتہ صاف اور خوش خط لکھیے -

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداري لکھیے جسکي اطلاع آپکو وصول قیمت کي رسید میں دیدي گئي ہے -

(۵) اگر کسي صاحب کے پاس کوئي پرچہ نہ پہنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک ہفتہ کے اندر اطلاع دیں - ورنہ بصورت تاخیر بغیر قیمت کے روانہ نہیں کیا جائیگا -

(۶) اگر آپ دو تین ماہ کیلیے ایک جگہ سے دوسري جگہ جا رہے ہیں تو اپنا پتہ تبدیل نہ کرایے ' مقامي ڈاکخانہ کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیادہ عرصہ تک کے لیے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک ہفتہ پیشتر اطلاع دیکر پتہ تبدیل کرالیں -

(۷) مني آرڈر روانہ کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پتہ ضرور لکھدیں -

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لیے جنکا تعلق دفتر کے دفتري فرائض (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیرہ) سے نہیں ہے ٹکٹ ضرور بھیجیے ورنہ دفتر پر غیر معمولي خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

کي رهائي سے نئي اميديں فروغ پانے لگيں، هندو مسلمان کے باهمي تفرقه اور اسکے پيچ در پيچ معاملات کے جنکي ابتدا سنه ١٩٢٣ ميں هوچکي تهي، اب زياده وسيع اور گهري حالت اختيار کرلي، اور اسلئے اصلاح حال کي کوششوں کي اهميت اور مقدار بهي دہ چند هوگئي - نتيجه يه نکلا که دنوں نے هفتوں کي شکل اختيار کي، هفتے تيزي کے ساتهه مهينے بنے، اور مهينوں نے ديکهتے ديکهتے برس کا دائره پورا کرديا - اس طرح سنه ١٩٢٤ - کا خاتمه بهي سامنے آگيا اور مجهے سر اٹهانے کي مهلت نه ملي .

* * *

اب جو چيز ميرے ارادوں کي تعميل ميں سب سے بڑي روک تهي، وه مسٹر سي، آر، داس کا وجود تها - وه کسي طرح بهي اس پر راضي نهيں هوتے تهے که ميں کلکته کا قيام ترک کروں، اور ميں محسوس کرتا تها که ميرے تمام ارادوں کي تعميل کے لئے کلکته کا قيام ترک کرنا سب سے پهلي چيز هے - کئي ماه اس کشمکش ميں نکل گئے - بالآخر ستمبر سنه ٢٤ - ميں ميں نے اراده کرليا که کسي نه کسي طرح يه منزل طے کرليني چاهيے - چنانچه دهلي کے قيام کا اراده کيا اور نقل مکان کے تمام ضروري انتظامات عمل ميں لانا شروع کردیے - يهانتک که اواخر دسمبر ميں کتب خانه بهي صندوقوں ميں بند هوکر کلکته سے دهلي پهنچ گيا که ميرے نقل مکان کي سب سے بڑي متاع يهي تهي .

ليکن جنوري سنه ١٩٢٥ - ميں جب بلگام کانگرس سے واپس هوا اور ميرے نقل قيام کے معامله نے شهرت پائي، تو مسٹر سي، آر، داس اپنے اوصاف و محاسن کي ساري گيرائيوں اور محبت و رفاقت کي تمام کششوں کے ساتهه کچهه اس طرح راه روک کر کهڑے هوگئے که ميرے لئے دهلي کي طرف قدم اٹهانا ناممکن هوگيا - يقيناً ميرا اراده متزلزل نه هوتا اگر ان کے ساتهه ملک کے بعض اهم مقاصد کي اميديں بهي صف آرا نه هو جاتيں - يه وه وقت تها جب ملک کي عام حالت کي طرف سے ميں نهايت افسرده دل رهتا تها، اور نهايت اضطراب کے ساتهه محسوس کر رها تها که اگر کانگرس کے هندو رهنماؤں ميں سے ايک اولوالعزم شخص بهي ايسا نکل آئے جو هر طرح کي سياسي مشغوليتوں اور انکے سود و زياں کي آلودگياں چهوڑ کر صرف ملکي مسئله کے حل کے لئے اٹهه کهڑا هو، تو ميں باوجود هر طرح کے افسرده کن حالات کے اميد و مراد کا ايک کامياب قدم اٹها سکتا هوں - ميرے دل پر اس جوانمرد سياست کي خوبياں نقش تهيں - مجهے يقين تها که مهاتما گاندهي کے بعد يهي ايک شخص هے جو اگر آماده کار هوگيا تو بهت ممکن هے راه کي رکاوٹيں دور کي جاسکيں - وه مجهے همرهي و رفاقت کا يقين دلاتے تهے اور مستعد تهے که بنگال کاونسل کے آينده معرکه کے بعد همه تن اس کام کيلئے وقف هو جائينگے - نتيجه يه نکلا که اتني دور تک قدم اٹها دينے کے بعد، پهر واپس لوٹنا پڑا اور اس سلسله ميں وقت و مصارف کے جو گراں قدر نقصانات پيش آئے، برداشت کرلينے پڑے .

ليکن اس اثنا ميں مشيت الهي ايک دوسرا هي فيصله کر چکي تهي - مسٹر داس مجهے روک کر دارجلنگ گئے، ليکن وهاں پيام اجل خود انهيں روک لينے کي طياري کر رها تها - جولائي ميں يکايک ان کا انتقال هوگيا اور کلکته واپس آئے تو اس طرح واپس آئے که هميشه کے لئے رخصت هوچکے تهے، اور انکے ساتهه وقت کي وه اميديں بهي رخصت هوچکي تهيں جنکي صف کهڑي کرکے انهوں نے پانچ ماه پہلے ميري راه روکي تهي :

دریں چمن که بهار و خزان هم آغوش ست
زمانه جام بدست و جنازه بردوش ست

* * *

بهر حال کهانتک اس افسرده کن داستان کو طول ديا جائے ؟ مختصر يه هے که يکے بعد ديگرے اس طرح کے حالات پيش آتے رهے که وقت جو اپني تيز رفتاري ميں کبهي همارے حالات کي پروا نهيں کرتا، برابر نکلتا گيا، اور ديکهتے ديکهتے سنه ١٩٢٣ - کي جگه سنه ١٩٢٦ - کا خاتمه سامنے آگيا !

يک لمحه غافل بودم و صد ساله راهم دور شد !

اب بهي طبيعت کا ميلان کسي ايسي ذمه داري قبول کرنے کي طرف نه تها - ليکن انساني طبيعت کے انفعال و تاثر کا کچهه عجيب حال هے - گزشته ستمبر ميں اشغال کے پے درپے التوا اور ملک کي اجتماعي و ذهني ضروريات کے تقاضے سے طبيعت کچهه اس طرح متاثر هوئي که جب ايک موقعه پر بعض دوستان عزيز نے خصوصيت کے ساتهه الهلال کي اشاعت پر زور ديا اور اس کي ضرورت کے مختلف پهلوؤں پر توجه دلائي تو طبيعت انکار کي طرف مائل نه هو سکي - خيال هوا که ميرے ذاتي حالات کا مقتضا کچهه هي کيوں نه هو، ليکن ترجيح وقت کي ضرورت هي کو هے، اور کام کرنے والوں کيلئے ناگزير هے که اسکے سامنے سر تسليم خم کرديں -

ايک حقيقت بالکل واضح تهي اور اس کا ميرے پاس کوئي جواب نهيں تها - يه واقعه هے که اگر سنه ١٢ - اور سنه ١٦ - ميں الهلال ضروري تها تا که مقصد و عمل کي مسدود راه قوم پر کهول دے، تو سنه ٢٧ - ميں بهي وه کم ضروري نهيں هے تا که سفر کي سب سے بڑي نازک اور پر خطر منزل ميں وقت کي رهنمائي کرے - مجهے تسليم کرنا پڑا که اگر تقسيم عمل کے فقدان سے اس ضرورت کا کوئي دوسرا انتظام موجود نهيں، تو چاهيے که اپني تمام ناتوانيوں اور درماندگيوں کے ساتهه ضرورت و عمل کے مختلف گوشوں ميں جسقدر بهي کام کرسکتے هيں، کرتے رهيں - اقلاً کوشش سے باز نه آئيں - سعي کي تکميل اور توفيق کي مساعدت مشيت الهي کے فيصله پر موقوف هے، اور جو اسکے کرنے کي چيز هے وه اسي کے حواله کرديني چاهئے .

* * *

الهـلال کے تيسرے دور کا پهلا پرچه شائع کرتے هوے مقتضائے وقت کے فکر و تصور کے هر گوشے ميں جنبش پيدا کردي هے - افکار و مطالب کا هر طرف سے هجوم هے - قلم کي درماندگي اور گنجايش اوراق کي کوتاهي کسي طرح بهي اسکا ساتهه نهيں دے سکتي - جي چاهتا هے، گياره سال کي خاموشي کي تلافي ايک هي مجلس ميں کرديجے :

روي بازار مراد امروز عرفي با منست
ديدهٔ تر مي فروشم دامن تر مي خرم !

ليکن مشکل يه هے که طبيعتيں طوالت بيان کي متحمل نهيں اور رشتهٔ بيان کا يه حال هے که ايک مرتبه کهل جائے تو پهر جلد لپيٹا نهيں جا سکتا :

ايں رشته به انگشت نه پيچي که درازست !

مجبوراً قلم روکتا هوں - آج کے ليے اس سے زياده کي ضرورت نهيں - باقي مطالب جو اس موقعه کے لحاظ سے ضروري تهے، انکے ليے آينده اشاعت کا انتظار کيجيے - اب گياره برس کے بعد يه برهم شده مجلس ديريں پهر آراسته هوئي هے تو جهانتک جوش بيان اور ذوق سماع ساتهه ديگا، مجهے کهنا هے اور حريفان بزم کو سننا هے :

زخمه بر تار رگ جـاں مي زنم
کس چه داند تا چه دستاں مي زنم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مئے کہ می رود امروز در گلوئے دو کون
کمینہ جرعۂ تہ شیشہ ہائے دوش من ست!

الحمد للہ وحدہ - الہلال کا پہلا نمبر جون سنہ ۱۹۱۲ - میں شائع ہوا تہا اور آخری نمبر نومبر سنہ ۱۹۱۴ میں - پہر نومبر سنہ ۱۹۱۵ سے دوسرا سلسلۂ اشاعت "البلاغ" کے نام سے شروع ہوا اور مارچ سنہ ۱۹۱۶ میں ختم ہوگیا - اب یہ تیسرا سلسلۂ اشاعت ہے جو کامل گیارہ برس کے بعد از سر نو شروع ہوتا ہے :

ربنا آتنا من لدنک رحمۃ و ہیٔ لنا من امرنا رشدا .

⁂

اس دنیا میں انسان کی بے چارگی اور مشیت الہی کے حکم و سلطان کا سب سے بڑا مظہر انسانی ارادوں کی نا کامی اور قضاء مشیت کا فیصلہ ہے - اسی لئے بعض عرفاء نے کہا ہے کہ "عرفت ربی بفسخ العزائم" یہ عجیب بات ہے کہ سنہ ۱۹۲۶ - کے اواخر سے لیکر گذشتہ ستمبر تک کوئی خیال بہی میرے ذہن سے اسقدر بعید نہ تہا جسقدر الہلال کی سہ بارہ اشاعت اور اسکی ذمہ داریاں قبول کرنے کا خیال تہا - میری شخصی زندگی اور اسکی احتیاجات ' نیز قومی و علمی مقاصد اور اُنکا مقتضی ' دونو اس بات کے مخالف تہے کہ الہلال جیسے رسالہ کی ہفتہ وار اشاعت کی ذمہ داری تیسری مرتبہ اپنے اوپر لیتا - جہانتک میری شخصی حالت کا تعلق ہے ' سب سے پہلا سوال صحت کا تہا اور میں دیکہہ رہا تہا کہ وہ ' روز بروز کمزور ہو رہی ہے ' اور یہ زندگی کی ابتدائی احتیاطوں کے خلاف ہوگا اگر سنہ ۱۹۱۲ اور سنہ ۱۹۱۶ کی سی محنتیں پہر اسکے لئے مہیا کی جائیں - قومی و علمی مقاصد کا یہ حال تہا کہ بعض اہم تصنیفات کی تکمیل و اشاعت عرصہ سے ملتوی چلی آتی تہی ' اور الہلال جیسے رسالہ کی ہفتہ وار اشاعت کا بار اٹہا لینے کے بعد مشکل تہا کہ اُنکے لیے فراغ خاطر میسر آسکتا - اسکے علاوہ طبع و فکر کی کامجوئیوں اور طلب و نظر کی وسعت پیمائیوں نے بے شمار ارادے نہاں خانۂ دل میں جمع کر رکہے تہے - اُن سب کیلئے بہی اوقات فراغ کی ضرورت اور خلوت و انزوا کی جستجو تہی - یہی وجہ ہے کہ ۲ - جنوری سنہ ۱۹۲۳ - میں جب قید خانہ سے نکلا تو اس بارے میں ایک طے شدہ ارادہ اپنے سامنے رکہتا تہا - خیال تہا کہ جونہی وقت کی سیاسی مشغولیت مہلت دیگی ' پہلا کام یہ کرونگا کہ چار پانچ سال کیلئے کسی ایسے گوشے میں کہ صحت کی درماندگیوں کیلئے سودمند اور چند رفقاء علم و عمل کی موجودگی سے دلپسند ہوگا ' مقیم ہوجاونگا اور اپنے پیش نظر علمی و عملی مقاصد کی مشغولیت و تکمیل کے سوا اور کسی کام سے علاقہ نہیں رکہونگا :

فراغتے و کتابے و گوشۂ چمنے !

احباب و مخلصین میں جن حقیقت شناسوں کی نظر اُن کاموں کی اہمیت پر تہی وہ تو اُنہی کے متمنی تہے ' لیکن عام طور پر لوگوں کو طلب الہلال کی تہی - کوئی وقت بہی اسکی طلب و اصرار سے خالی نہیں جاتا تہا ' تاہم میری طبیعت کا یہ حال تہا کہ کسی طرح بہی اسکے لئے آمادہ نہیں ہوتی تہی - تمام تر جستجو اسی بات کی تہی کہ فراغ خاطر اور یکسوی طبع کے ساتہہ اپنی علمی زندگی میں مشغول ہوجاؤں اور ان ارادوں کی تکمیل کی سعی کروں جو مدتوں سے وقت و مہلت کے منتظر ہیں -

⁂

لیکن اس تمام طلب و جستجو کا بالاخر نتیجہ کیا نکلا ؟

یہ نکلا کہ وقت کے تقاضے ' احباب کے پیہم اصرار ' اور التوا و انتظار عمل کی ناقابل برداشت حالت سے عاجز آکر مشغولیت کی وہی صورت اختیار کرلینی پڑی جس سے سالہا سال تک اس درجہ گریز رہا تہا - یعنی فیصلہ کرلینا پڑا کہ الہلال جاری کردیا جائے ' اور ساتہہ ہی تصنیف و تالیف کا سلسلہ جاری رکہنے کی بہی کوشش کی جائے - اگر دونوں کاموں کا بہ یک وقت انجام دینا دشوار ہے تو دشواری پر غالب آنا چاہئے - اگر صحت ساتہہ نہیں دیتی تو کیا مضائقہ ؟ اُسے ساتہہ لینا چاہئے - ضرورت ہماری درماندگیوں اور کمزوریوں کا انتظار کیوں کرے ؟ کیوں وہی ہو جو ہماری پسند اور انتخاب ہے ؟ کیوں وہ نہ ہو جو وقت کا حکم اور مشیت الہی کا فیصلہ ہے ؟

سالہا سال سے جس تمنائے فراغ اور کیمیائے سکون کی جستجو تہی ' بالاخر اسکا نتیجہ نکلا تو یہ نکلا !

این رسم و راہ تازہ ز حرمان عہد ماست
عنقا بہ روزگار کسے نامہ بر نبود !

⁂

جنوری سنہ ۲۰ - سے لیکر دو سال تک کا زمانہ تحریک ترک موالات یا لا تعاون کا زمانہ تہا اور اسکی خود فروشانہ سرگرمیوں میں اسکی مہلت ہی نہیں مل سکتی تہی کہ مستقبل کی طرف نظر اٹہائی جائے - لیکن ۱۰ - دسمبر سنہ ۱۹۲۱ - کو جب میں گرفتار ہوگیا ' اور اُسکے چند ماہ بعد مہاتما گاندہی کی گرفتاری پر تحریک کی عملی سرگرمیاں ختم ہوگئیں ' تو قید خانہ کی کوتہی میں موقعہ ملا کہ مستقبل کی طرف نظر اٹہاؤں اور وقت کی ضرورتیں اور اپنی استعداد کار دیکہتے ہوئے آیندہ کاموں کا فیصلہ کروں - میں نے فیصلہ کیا ' اور اسپر مطمئن دل و دماغ لیکر ۲ - جنوری سنہ ۲۳ - کو باہر نکلا ' لیکن باہر نکلنے کے بعد ملک کی جو صورت حال سامنے آئی ' وہ بہی ایسی نہ تہی کہ نظر انداز کردی جاتی - تحریک کی عملی قوتیں ختم ہوچکی تہیں ' تفرقۂ و انتشار ہر گوشے میں نمایاں تہا ' کانگریس دو متحارب جماعتوں میں بٹ گئی تہی ' اور ایک دوسرے کے خلاف صف آرائی شروع ہوگئی تہی - ضروری تہا کہ بقدر استطاعت اصلاح حال کی کوشش کی جاتی - لیکن جب کوشش شروع کی تو بتدریج اسکا دامن پہیلتا گیا - یہانتک کہ پورا سنہ ۱۹۲۳ - اسی میں نکل گیا .

جنوری سنہ ۲۴ - میں حالات نے نئی صورتیں اختیار کیں - کانگریس کی ایک جماعت نے اسمبلی اور کاونسلوں کیلئے کہڑے ہوکر ملک کی سیاسی خاموشی میں ہلچل پیدا کردی - مہاتما گاندہی

مذاکرہ علمیہ

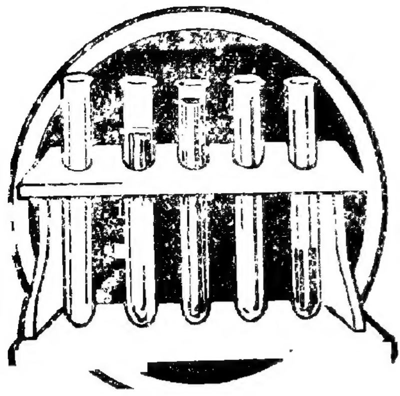

ذرۂ آب کی سرگزشت

علمی معلومات کے بہم پہنچانے کا ایک دلچسپ اور مفید طریقہ یہ ہے کہ تمثیلات و حکایات کے پیرایہ میں بیان کیے جائیں تاکہ وہ لوگ بھی دلچسپی لے سکیں جو علمی مضامین کے خشک مباحث کے متحمل نہیں ہوسکتے۔ یورپ کے بعض اہل قلم اس قسم کی کوششوں میں شہرت و امتیاز حاصل کرچکے ہیں۔ منجملہ انکے مسٹر ویرشداق ہیں جو شکاگو یونیورسٹی کے پروفیسر ہیں۔ انہوں نے رسالہ سائنٹفک امریکن میں ایک دلچسپ سلسلہ لکھنا شروع کیا تھا جسکے ہر نمبر میں کوئی نہ کوئی علمی موضوع بطریق تمثیل و حکایت بیان کرتے تھے۔ ہم آج اس سلسلہ کا پہلا نمبر ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں۔ یہ ذرہ آب کی سرگزشت ہے اور خود اسی کی زبانی بیان کی گئی ہے۔ پانی کا وہ چھوٹا سے چھوٹا خوردبینی (Microscopic) ذرہ جو چشم غیر مسلح (Naked eye) سے دکھائی بھی نہیں دیتا، اپنے نشو و نما کے مختلف درجوں سے گزر کر کس طرح ایک عظیم اور بے کنار سمندر کی شکل میں تبدیل ہو جاتا ہے؟ اور پھر ابتدا کی اس بے مائگی سے لیکر انتہا کی عظمت و پایان تک کیسے کیسے عجیب تغیرات و تاثرات اس پر گزرتے ہیں؟ وہ کبھی بادلوں کی چادر ہے۔ کبھی بارش کی بوند ہے۔ کبھی پہاڑوں کی چوٹیوں پر برف کی سطح منجمد ہے۔ اور کبھی نہروں کی روانی کی صورت میں گنگا جمنا اور دجلہ و فرات ہے۔ شبنم کا نمی اور قطرۂ بارانات ہے۔ یہ تمام عجائب اس مختصر سی داستان میں آپ سن لینگے۔ اس مضمون کے ساتھ دو تصویریں بھی درج کی جاتی ہیں جو ذرۂ آب کے تبدلات کے دو مختلف منظر پیش کرتی ہیں۔ ایک تصویر میں پہاڑی کا وہ منظر دکھلایا ہے جب وہ جم کر بالکل برف ہو گئی ہے۔ دوسری تصویر میں قلم قطرہ کی نہایت ہی عجیب کاریگری ہے۔ یعنی منجمد پانی کے وہ بلوری مربع ہیں جن میں طرح طرح کے نقوش بن گئے ہیں۔

میں پانی کا ایک ننھا سا ذرہ ہوں۔ اتنا چھوٹا ہوں کہ انسانی آنکھ لاکھ کوشش کرے مجھے دیکھ نہیں سکتی۔ قوی سے قوی خوردبین میں بھی میں نظر نہیں آسکتا۔ تاہم میں موجود ہوں۔ یقینی طور پر موجود ہوں۔ میرے وجود میں ہرگز کوئی شبہ نہیں کرسکتا۔ میں اپنے ہی جیسے ننھے ننھے ذروں سے مل کر موسلادھار مینہ کی صورت میں شور برپا کرتا ہوں، دریا کی شکل میں موجیں مارتا ہوں، پھر بے پایاں سمندروں کی نیلگوں سطح بنکر زمین کے چاروں طرف پھیل جاتا ہوں۔ میں اس سے بھی بڑھ کر ایک چیز ہوں۔ میں تمام حیوانات و نباتات کے جسموں میں موجود ہوں۔ بلکہ اکثر جسم مجھی سے بنے ہیں۔ میں زمین کے بھی تقریباً ہر مادہ میں موجود ہوں۔ حتی کہ سنگلاخ چٹانوں اور ٹھوس دھاتوں تک میں سمایا ہوا ہوں۔ میری سرگزشت بہت طولانی ہے۔ اگر سننا چاہتے ہو تو مجھے انکار نہیں۔

(میری پیدائش)

میں کس طرح پیدا ہوا؟ یہ کوئی نہیں بتا سکتا۔ لیکن مجھے معلوم ہے۔ بے شمار صدیاں گزر چکی ہیں۔ کم سے کم کئی کروڑ برس پہلے میں پیدا ہوا تھا۔ اس تمام مدت کے اندر کیسے کیسے عجیب و غریب حالات مجھپر گزرے؟ یہ ایک نہایت طویل داستان ہے۔ تم اسے شروع سے آخر تک کسی طرح بھی نہیں سن سکتے۔ اس کیلئے کئی سو برس درکار ہونگے۔ تمہاری عمر زیادہ سے زیادہ سو برس کی ہوتی ہے حالانکہ یہ بمشکل میری زندگی کی ایک ساعت ہے!

ایک زمانہ ایسا گزرا ہے جب میں پانی نہ تھا۔ کوئی دوسری ہی چیز تھا۔ پھر ایک عجیب طریقہ پر میری ہستی کی ابتدائی بناوٹ ہوئی۔ یہ کروڑوں برس پہلے کی بات ہے۔ دراصل میری ولادت ایک آتش فشاں پہاڑ یعنی آگ کے پہاڑ کی گردن میں ہوئی تھی۔ یہ پہاڑ اب موجود نہیں ہے۔ بجھکر خاک ہوگیا۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب زمین نئی نئی جمی تھی۔

میں اُس طرح پیدا نہیں ہوا جس طرح نر اور مادہ کے ملنے سے حیوان اور پھول پتے پیدا ہوتے ہیں۔ میری پیدائش دو ذاتوں سے نہیں، تین ذاتوں سے ہوئی ہے۔ "ہیڈروجین" کے دو جوہر "آکسیجن" کے جوہر سے مل گئے۔ انکے ملتے ہی میں اچانک ظاہر ہوگیا!

یہ تین جوہر جنکے ملنے سے میری خلقت ہوئی ہے، بہت پہلے سے موجود تھے۔ اتنے پہلے سے جسکا اندازہ کرنا ناممکن ہے۔ میرے ان اجداد کی تاریخ ضرور عجیب اور عظیم الشان واقعات سے لبریز ہوگی۔ اگر مجھے کسی طرح معلوم ہوجاتی تو میں آفتاب کی اصلیت اور ستاروں کے گزشتہ انقلابات کے تمام اسرار فاش کردیتا۔ یہ تینوں جوہر اثیر (ایتھر) یا لامتناہی فضا میں موجود تھے جس سے کہ آفتاب کی تکوین ہوئی ہے۔ پھر جب ستارے آفتاب سے جدا ہوگئے تو میرے ان تینوں بزرگوں نے اپنے لئے زمین پسند کرلی۔ وہ شاید جانتے تھے کہ زمین ہی زندوں کا مسکن بنیگی، لہذا انہوں نے کمال دانشمندی سے باقی تمام ستاروں پر اسے ترجیح دی۔ صرف ترجیح ہی نہیں دی بلکہ یہ احسان عظیم بھی کیا کہ اسے کرہ بننے کیلئے جس ابتدائی سروسامان کی ضرورت تھی، اُسکے بنانے میں اُس کا ہاتھ بھی بٹایا۔ حالانکہ وہ خود اس وقت نہایت کمزور اور کم مقدار تھے۔

میری تکوین کے وقت یہ تینوں حضرات، جیسا کہ ابھی کہہ چکا ہوں، آتش فشاں کی گردن میں معلق تھے۔ انکے لئے پہاڑ کے آتشیں پیٹ میں باہم ملاقات و معانقہ ناممکن تھا۔ کیونکہ وہاں سخت گرمی تھی اور دباؤ بھی بے حساب تھا۔ لہذا وہ اوپر کو چلے۔ یہاں انہوں نے حرارت میں جوذرا کمی پائی تو بے صبری سے بیچ گردن ہی

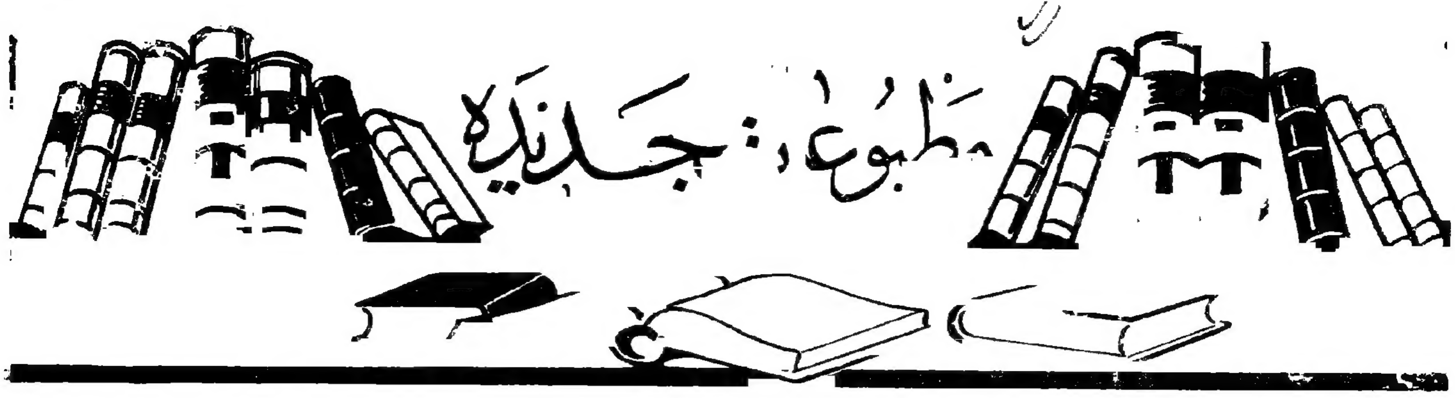

مطبوعات جديده

فتوح الشام کي سرياني تاريخ

پہلي صدي هجري کي اسلامي فتوحات پر عربي زبان ميں تاريخ کا وافر ذخيره موجود ہے ' ليکن يه کمي هميشه محسوس کي گئي ہے که تمام تر بعد کے مورخين کے قلم سے مدون هوا ہے - خود اُس عهد کي کوئي قلمي شهادت موجود نہيں - يہي وجه ہے که فتوحات مصر و شام کي تاريخي روايات پر زمانۂ حال کے نکته چينوں نے اعتراضات کئے هيں ' اور بعض سر گذشتوں کي نسبت خيال کيا ہے که مبالغه سے خالي نہيں هيں .

ليکن حال ميں مشہور انگريز مستشرق ڈاکٹر رائت کو ايک سرياني تاريخ کا پته چلا ہے - خيال کيا جاتا ہے که يه دمشق کے کسي مسيحي عالم کي تحرير ہے جو فتوحات شام کے زمانه ميں موجود تها اور اکثر واقعات اپني آنکھوں سے ديکھ چکا تها - بد قسمتي سے اسوقت تک پوري کتاب دستياب نہيں هوئي ہے - صرف ايک صفحه ملا ہے - وه بهي دست برد زمانه سے محفوظ نہيں - اُس ميں کل ۲۹ سطريں هيں - سات ابتدائي سطريں تو کيڑے نے بالکل کها ڈالي هيں - باقي سطور ميں بهي جا بجا الفاظ مٹ گئے هيں يا کرم خورده هيں - زمانۂ حال کے مشہور جرمن مستشرق پروفيسر نولڈک Noeldeke نے اس صفحه کي عبارت حل کي ہے اور اُس پر ايک مختصر رساله شائع کيا ہے - چونکه يه ايک نہايت قيمتي تاريخي شهادت ہے اسلئے اسکا خلاصه بعض ضروري تشريحات کے ساتهه هم شائع کر ديتے هيں .

اس صفحه ميں جنگ يرموک کا حال لکها ہے - معلوم ہے که فتوحات شام ميں يه جنگ سب سے بڑي اور فيصله کن جنگ تهي - اسي لئے يه کرم خورد صفحه مورخين کي نظر ميں غير معمولي اهميت رکهتا ہے - ذيل ميں اُسکي هر سطر کا ترجمه ملاحظه هو :-

۱ — ۷ ... (پڑهي نہيں گئي)

۸ — ... کانون ثاني (جنوري ميں معاهده قرار پايا اور همارے جانيں بچيں .

۹ — حمص اور دوسرے بہت سے گاؤں برباد اور انکے باشندے قتل هوے .

۱۰ — ... (کرم خورده) ... محمد ... مقتول اور قيدي بکثرت تهے .

۱۱ — ... (کرم خورده) جليل سے بيت ...

۱۲ — عرب اطراف (دمشق ؟) ميں پهيل گئے -

۱۳ — هر جگهه نمودار هوے -

۱۴ — اور آئے ... اور ... انکي طرف ... اور ... دوران -

۱۵ — سنه ... اور بيس ميں فوج کا هراول روانه هوا اور بهيڑوں کے گلے ضبط کر لئے .

۱۶ — اطراف حمص ميں ' اور رومي انکے مقابله پر آگئے -

۱۷ — ... اور تاريخ دس

۱۸ — ماه آب - (يعني اگست) ميں رومي دمشق سے مفرور هوگئے .

۱۹ — انکي تعداد دس هزار کے قريب تهي ' اور

۲۰ — ايک سال بعد رومي آئے اور ماه آب (اگست) کي ۲۰ تاريخ سنه

۲۱ — ۹۴۷ ميں رومي جابيه کے مقام ميں جمع هوگئے .

۲۲ — اور روميوں کے بہت زياده آدمي قتل هوئے

۲۳ — تقريباً پچاس هزار

۲۴ — سنه (۷) ۹۴ ميں ... ۲۵ — ... اور پهيل گئے

۲۶ — ... خوش هوے ۲۷ — ...

۲۸ — ... ۲۹ — ليکن رومي رنجيده هوے

(قوسين کے مابين جتنے الفاظ هيں مستشرق نولڈک کے بڑهائے هيں)

اس کرم خورده صفحه نے ايک اهم اور قيمتي بات دنيا کي معلومات ميں اضافه کردي ہے - ابتک جنگ يرموک کي ٹهيک تاريخ معلوم نہيں تهي - اسلامي مورخين نے کوئي معين تصريح نہيں کي ہے - اُنکا بيان صرف اس قدر ہے که رجب سنه ۱۵ ھ ميں هوئي تهي - ليکن اِس سرياني صفحه نے اُسکي تاريخ متعين کردي - اسميں ۲۰ آب سنه ۹۴۷ مذکور ہے - يه سنه مسيحي نہيں " سلوکيدي " ہے - سلوکيدي تاريخ شاه " سولیکوس " کي تخت نشيني سے شروع هوتي ہے - يه سکندر اعظم کي وفات کے بعد (سنه ۳۲۳ قبل مسيح) شام کا بادشاه تها - قديم زمانے ميں يهي تاريخ شام ' عراق ' فلسطين اور اناطوليه وغيره ممالک ميں رائج تهي - يہوديوں کي بول چال ميں اِس سنه کا نام " منيان هشطاروت " ہے - غرضکه اِس سرياني سند کے بموجب جنگ يرموک ۲۰ آب سنه ۹۴۷ سلوکيدي ميں هوئي تهي - يعني ۲۰ - اگست سنه ۶۳۶ عيسوي ميں - هجري حساب سے يه تاريخ ٹهيک ۱۲ - رجب سنه ۱۵ هوتي ہے .

اِس صفحه سے ايک اور اهم نقطه بهي حل هوجاتا ہے - يعني جنگ کے اصلي محل کا تعين - عرب مورخ اُسے خود " يرموک " ميں قرار ديتے هيں - ليکن يه سرياني مورخ " جابيه " بتاتا ہے - جابيه دريائے يرموک سے کچهه فاصله پر ہے - غالباً لڑائي جابيه هي ميں هوئي تهي - ليکن چونکه يرموک عرب ميں زياده مشهور تها اس لئے عربي مورخين نے اُسے يرموک هي کي طرف منسوب کرديا - پهر يه وجه بهي هوسکتي ہے که اسلامي لشکر نے اپنا پڑاؤ يرموک هي کے کنارے ڈالا هوگا - کيونکه يه لڑائي اگست کے مهينه ميں هوئي ہے جبکه شام ميں پاني کي قلت هوتي ہے - ضروري ہے که عرب دريا کے قريب رهنے پر مجبور هوئے هوں .

عرب مورخوں نے اِس جنگ ميں رومي فوج کي تعداد کئي لاکهه بتائي ہے - مورخ بلاذري وغيره قريب دو لاکهه کے قرار ديتے هيں - مقتولين کي تعداد بهي بلاذري نے تقريباً ستر هزار بتائي ہے - بعض يورپين مورخ اِسے مبالغه کہتے تهے - ليکن اِس سرياني صفحه نے عرب مورخين کي تصديق کردي - اِس ميں رومي مقتولين کي تعداد کا تخمينه پچاس هزار ہے جو عرب مورخين کے بيان کے قريب قريب ہے - ظاهر ہے مقتولين کي اِتني بڑي تعداد اُسي فوج ميں هوسکتي ہے جو ڈيڑه دو لاکهه سے کم نه هو .

هوتے یهي بدلي ایک عظیم‌الشان کالي گهٹا کي صورت میں تبدیل هوگئي- وه پورے آسمان پر چهاگئي تهي اور سورج کو زمین کے ایک حصه سے چهپادیا تها- اب هم دو مخالف اور متضاد قوتوں کے بیچ میں تھے- ایک طرف قوت جاذبه تهي - یه همیں مجبور کرتي تهي که ایک دوسرے سے ملیں اور باهم پیوسته هوں تاکه بڑے بڑے قطرے وجود میں آئیں - دوسري طرف قوت دفع کرنے والي تهي اور اسکي کوشش یه تهي که هم باهم ایک دوسرے سے جدا رهیں اور منتشر هو جائیں - لیکن یه قوت آهسته آهسته کمزور هوتي گئي اور پهلي قوت قوي هوتي گئي - لهذا هماري باهمي پیوستگي برابر بڑهتي رهي اور بڑے بڑے قطرے بنتے گئے .

هوتے هوتے یه قطرے اتنے بڑے اور وزني هوگئے که هوا میں انکے اٹهانے کي قوت باقي نه رهي - اب ایک عظیم انقلاب پیش آیا - قطرے مینهه کي صورت میں زمین پر آ کر گرے ، اور میں جو بالا نشین تها زمین بوس هوگیا- یا تو هوا کي گود میں اتني بلندي پر اڑا اڑا پهر رها تها، یا اب گر کر دریائے بخار کا ایک نهایت هي حقیر جزو هوکر ره گیا - اتنا حقیر که تم شاید تصور بهي نهیں کرسکتے- سوئي کي نوک پر پاني کي جتني بڑي بوند ٹهر سکتي هے ، اُس سے بهي کهیں زیاده میں چهوٹا تها - اِس بوند میں میرے جیسے کروڑوں ذرے موجود هوتے هیں !

(سمندر میں واپسي)

سمندر میں پهنچکر ایک اور انقلاب میں نے دیکها - فضا میں اگرچه میں آزاد تها تاهم هوا کے قبضه هي میں تها - هوا مجهے اٹهاتي اور پکڑتي تهي - لیکن سمندر میں خود میں نے گهلے هوئے مواد گهیرنا اور پکڑنا شروع کردیے - یه مواد مختلف قسم کے هیں اور تمهارے علماء نے انکے الگ الگ نام رکهے هیں- اِن میں سب سے زیاده مشهور کهانے کا نمک هے - اِس کا نام اصطلاح میں " کلورایڈ سوڈیم " یا " کلورایڈ سوڈیک " هے - اسکے بعد " کلورایڈ مگنیشیم " پهر " سلفائڈ مگنیشم " اور " کلشیم " اور " پوٹیشیم " اور " کاربن " اور " برومائڈ " اور " آیوڈایڈ " اور " فلورایڈ " وغیره هیں- انهي مواد میں سونا چاندي بهي داخل هیں- کیونکه سمندر کا پاني انسے خالي نهیں هے- هم نے باوجود رقیق ذرے هونے کے بهت سے مواد قید کرلئے، جس طرح هوا نے گیس هونے پر بهي همیں قید کر رکها تها- هم نے صرف یهي نهیں کیا بلکه خود هوا سے بهي اپني پراني قید کا بدله لے لیا - لیکن وه بهي انتقام پر اتر آئي - اُسکے غیظ و غضب سے هم پر حملے کرنا اور موجوں کي شکل میں همیں اُچهالنا شروع کیا - دوسري مصیبت یه پیش آئي که بعض علاقوں میں سورج بهي هم پر نهایت سختي سے اپني گرم شعاعیں ڈالنے لگا- اِس کا اثر یه هوا که همارا وزن کم هوگیا اور رفتار سست پڑگئي- اِس دوران میں میري حالت ناقابل بیان تهي - کبهي میں ساحل پر آکر گرتا تها، کبهي دهارے میں پڑکر خط استوا سے قطب تک چلا جاتا تها، اور کبهي زمین کے چاروں طرف چکر کهاتا پهرتا تها.

ستم یه هوا که هوا اور سورج دونوں مخالف هوکر همیں نیچا دکهانے پر تل گئے - ایک مرتبه میرے بهت سے بهائي بند آبي ذرے سطح سمندر پر غفلت میں پڑے تیر رهے تهے که اچانک هوا نے حمله کردیا اور قید کرلینا چاها- سورج بهي فوراً اسکي کمک پر مستعد هوگیا اور اپني شعاعوں کا لشکر اتار دیا - اب مقابله ناممکن تها- یه تمام ذرے قید هوگئے- میري جو شامت آئي تو میں بهي تماشه دیکهنے اوپر آگیا - هوا اور سورج نے دیکها تو مجهپر بهي هاتهه صاف کیا اور قید کرکے اوپر لے چلے- میري ناداني دیکهو که میں اِس قید پر بهت خوش هوا - میں نے خیال کیا که سمندر میں رهنے سے هوا میں رهنا کهیں اچها هے- چنانچه بغیر کسي عذر کے روانه هوگیا - بهت اوپر لیجاکر هوا نے مجهے چهوڑ دیا - میں خوش و خرم لامتناهي فضا میں رقص کرنے اور دوڑنے لگا- اب مجهے کوئي غم نه تها- جب ذرا جي گهبراتا تو نیچے نظر کرکے خشکي اور تري کا تماشه دیکهه لیا کرتا - مجهے معلوم نه تها که میري اس خوشي کي عمر بهت تهوڑي هے .

(برفاني دریا اور پهاڑ میں)

مدت دراز تک میں اِسي حالت سے آسمان پر سیاحي کرتا رها- کبهي تن تنها پهرتا - کبهي بهاپ کے ابر کے ساتهه هواخوري کرتا- آخر یه آزادي رنگ لائي- ایک دن میں سیر و تفریح میں مصروف تها که سخت سردي نے آ گهیرا- قریب تها که اکڑ کر ره جاؤں - میں بهاگا- فوراً برف کے ایک ننهے سے قطره میں جو نهایت شفاف ، بلوري اور مثلث تها ، میں جا بسا - یه مثلث قطره دوسرے برفاني مثلثوں کے ساتهه سرد هوا میں قائم تها- نور کي شعاعیں اُنپر پڑتیں اور منعکس هوکر هاله کي شکل میں سورج اور چاند کے گرد نظر آتیں- اِسکے بعد میرے برفاني مثلث نے آهسته آهسته بڑهنا شروع کیا- یهانتک که مسدس شکل کي ایک برفاني چادر سي بن گئي - یهي حال دوسرے مثلثوں کا بهي هوا- پهر سب باهم مل گئے ، اور برف کا بهاري بادل بن کر فضا میں چل پڑے - چلتے چلتے ایک بهت هي قدیم اور سربفلک پهاڑ ملا - میں نے یه پهاڑ کبهي نهیں دیکها تها - اِس پر برف جمي پڑي تهي- همارا بادل اچانک اُس کي چوٹي پر اُتر پڑا- اب بهي نجات ممکن تهي ، مگر غضب یه هوا که همارے بادل پر فوراً اور بهت سے برفاني بادل بهي آ گرے- میں انکے نیچے بالکل دفن هوگیا- یهاں کي سردي ناقابل بیان تهي - یا تو میں خط استوا کے سمندروں میں گرم سورج کے نیچے رهتا تها ، یا اب برف کي بے شمار تهوں کے نیچے دبا پڑا تها !

لیکن خوش نصیبي سے میرے اوپر کي برف کو ترس آ گیا - شاید خود اُسے بهي سردي لگي اور وه آهسته آهسته پهاڑ سے نیچے کي طرف پهسلنے لگي- اب مجهے پهر اِس مصیبت سے نکلنے کي امید بندهي - مگر ابهي قسمت میں آرام نه تها- اوپر سے اور برف برابر گررهي تهي - قبل اِسکے که میري برف پگهل کر پاني هو،

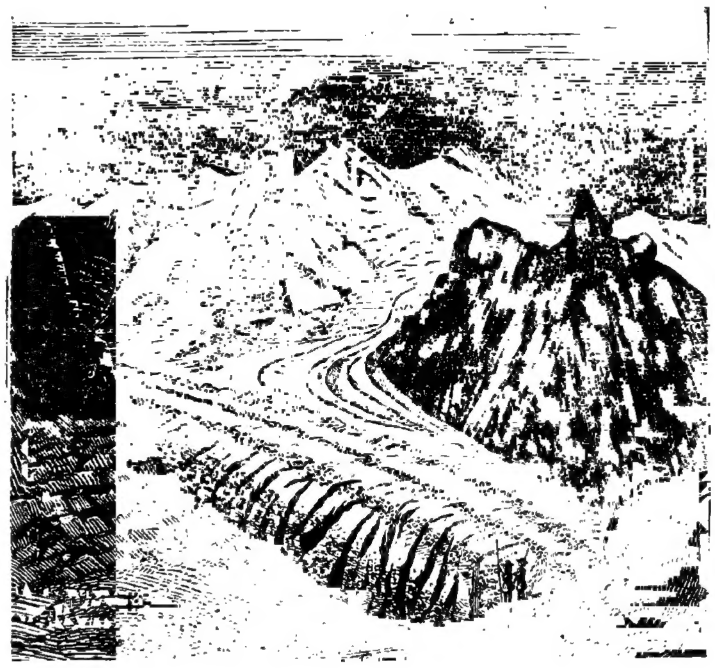

منجمد نهر کا ایک منظر جو کوه الپس کي چوٹیوں کے سبب عمل میں آتي هے

میں هم آغوش هوگئے- اُنکا ملنا نه تها- ایک طلسم تها- فوراً میرا وجود ظهور میں آگیا !

لیکن یه نه سمجھنا که اِن تینوں بزرگوں کو صرف ایک هي فرزند نصیب هوا- ایک اکیلا میں هي پیدا نهیں هوا تها- میرے ساتھ بیک وقت میرے کروڑوں بھائي بهن بھي پیدا هوگئے تھے- سب ٹھیک میری هي طرح پیدا هوئے اور بالکل میرا هي سا قد و قامت پایا- میں کیا کهوں هم سب کس دوزخ میں تھے؟ هماری جنم بھومي میں قیامت کي گرمي تھي- دم منهه کو آتا تها- گلا گھٹا جاتا تها- ایک پر ایک گرا پڑتا تها- آخر اِسکے سوا کوئي صورت نظر نه آئي که کسي طرح باهر نکل کھڑے هوں- چنانچه هم آهسته آهسته اوپر پہاڑ کي گردن تک پهنچے- یهاں جو ذرا دباؤ میں کمي هوئي اور همارِي قوت بڑھي' تو هم سب نے ایک ساتھ زور مارا اور اچانک باهر کود پڑے- همارا نکلنا کوئي معمولي سي بات نه تھي- ایک هولناک دھماکا تها- پہاڑ کي پوري چوٹي اُڑکر ریزه ریزه هوگئي- پھر هم نے فوراً بهاپ کے ایک ستون کي شکل اختیار کرلي- یه ستون بهت لمبا تها- هم سیدھے اوپر کي طرف اُٹھتے رهے- اب هم اپني سب سے پهلي قید سے آزاد هوگئے تھے.

(فضا میں پرواز)

پہاڑ کي چوٹي توڑ کر جب هم باهر نکلے تو میں نے اپنے آپ کو فضا میں اڑتا پایا- گرم هوا مجھے بهت اونچي بلندیوں پر لے گئي- میں نهیں کهه سکتا کتني دور تک پهنچا- میرے پاس ناپنے کا کوئي آله نه تها- تاهم مجھے یقین هے که زمین سے دس میل تو ضرور اوپر پهنچا هونگا- وهاں پهنچکر میں تھم گیا- آکسیجن اور نائٹروجن کے عناصر جن سے هوا مرکب هے' مجھے گھیرے تھے- میرے گرد کروڑوں آبي ذرے رقص کر رهے تھے- کسي کو قرار نه تها- حیرت انگیز سرعت سے اوپر نیچے هوتے رهتے تھے- ساتھ هي سخت تصادم بھي جاري تها- هر لمحه لاکھوں ذرے آپسمیں ٹکریں مارتے اور هوا کے عناصر بھي انسے متصادم هوتے- میں کهه نهیں سکتا کس غرض سے یه تمام رقص و تصادم جاري تها؟ بلکه مجھے یه بھي معلوم نهیں اُنکے وجود سے مقصود اصلي کیا تها؟ میں صرف اپنا مشاهده بیان کررها هوں- اسرار اور علل کا شناسا نهیں هوں.

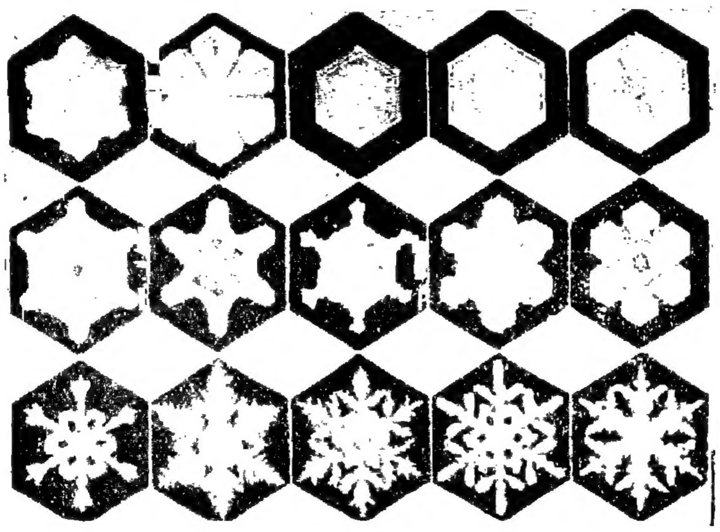

برف کے بلوري ٹکڑے جس طرح که خوردبین میں نظر آتے هیں

بهر حال هواؤں نے همیں اپني گود میں اُٹھا لیا اور مشرق کي سمت لے چلیں- تم کهوگے مشرق کي طرف کیوں لے گئیں؟ یه اِس لئے که اُن بلندیوں پر هوائیں همیشه پچھم سے پورب هي کي طرف چلتي هیں- هواؤں کي گود میں آرام سے بیٹھکر میں نے اپنے دوسرے ساتھیوں آبي اور خاکي ذروں کے ساتھ پورے کرۂ زمین کا پهلي مرتبه دوره لگایا.

یه بڑے اچھے دن تھے- همارے لئے خوشي هي خوشي تھي- هوا نهایت لطیف تھي- هم پاني کے ذرے پوري آزادي اور وسعت کے ساتھ چلتے پھرتے تھے- یه آزادي همارے لئے سب سے بڑي نعمت تھي- کیونکه حرکت همارِي فطرت میں هے- هم ایک دم بھي ٹھهر نهیں سکتے- اُس وقت حرکت کي همیں پوري آزادي تھي- لیکن اِسکا نتیجه یه ضرور تھا که هم میں هروقت سخت تصادم جاري رهتا تها- ایک لمحه میں لاکھوں مرتبه باهم ٹکراتے تھے!

اُس زمانه میں همارا مسکن بادلوں اور هواؤں کے اوپر تها- یه تمام چیزیں نشیبي فضا میں رهتي هیں اور هم اُنسے بلندی پر تھے- هم اپنے اوپر آسمان کو سیاه دیکھتے اور آفتاب نیلا دکھائي دیتا- تارے همیں ٹھیک دوپہر کو بھي نظر آجاتے تھے- وهاں هوا از بس لطیف هے- زمین سے دسواں حصه بھي اُس میں کثافت نهیں- لیکن هوا کي اِس لطافت نے آفتاب کي شعاعیں بهت تیزکردي تھیں- کیونکه لطیف هوا دھوپ بهت کم جذب کرتي هے- یهي باعث هے که وهاں سردي بھي بلا کي پڑتي هے- سورج کي شعاعیں بهت تیز تھیں لیکن مجھپر انکا کوئي اثر نهیں پڑتا تها- اُنکا اثر صرف اُنهیں جسموں پر پڑسکتا هے جو بهت سے ذروں سے مرکب هوکر بنے هوں- مجھپر کیسے اثر پڑتا؟ میں تو محض ایک ننها سا ذره تها.

(بادلوں میں داخله)

مدت دراز تک هم اِسي حالت میں رهے- پھر هوا کا وه حصه ٹھنڈا پڑگیا جهاں هم تھے- میں فوراً اپنے لاکھوں بھائیوں کے ساتھ خاک کے ایک ذره سے لپٹ گیا جو پاس هي اُڑرها تها- اِس حرکت کا نتیجه یه هوا که میں اچانک پاني کا ایک منجمد قطره بن گیا- لیکن یه قطره نهایت هي چھوٹا اور هلکا تها- یهي وجه هوئي که وه هوا میں برابر اُڑتا رها- میرے قطره کي طرح اور بھي بے شمار قطرے بن گئے تھے- یه سب میرے قطرے سے مل گئے اور اب هم ایک برفاني بادل کي صورت میں آسمان پر چھاگئے- یه قصه اُس وقت کا هے جب تمهاري انساني نسل کا کهیں پته بھي نه تها- بلکه کوئي بھي سانس لینے والا حیوان زمین پر موجود نه تها- البته مچھلیاں موجود تھیں- اگر وه اُس وقت آسمان کي طرف نگاه اُٹھاکر دیکھتیں تو اُنهیں اِس گنبد نیلگوں میں بادل کي ایک خوبصورت چادر هلتي نظر آتي!

اِس اثنا میں کبھي کبھي هوا کي هلکي موجیں هم سے آکر ٹکراتي تھیں اور همیں ایک دوسرے سے جدا کردیتي تھیں- اِس حالت میں همارا بادل غائب هوجاتا تها- کیونکه هوا کے تصادم سے گرمي بڑھ جاتي تھي اور همارے برفاني قطرے بھاپ بنکر اوجھل هوجاتے تھے- یه عمل مدت تک جاري رها- آخرکار ایک مرتبه ایسا هوا که هم اتفاق سے نشیبي فضا میں سیر کر رهے تھے- اچانک هوا کي موجیں آکر ٹکرا گئیں- اِس وقت اُنکي رفتار بهت زیاده تیز تھي- اِس سرعت کا لازمي نتیجه حرارت کي زیادتي هوئي- هم نے غبار کا ایک ذره پکڑ کر سهارا لینا چاها- مگر اچانک سیال پاني کي ننھي بوند بنکر رهگئے- یهي حال میرے دوسرے بھائي بندوں کا بھي هوا- سب پاني کي بوندیں بن گئے- پھر اِن سب بوندوں نے مل کر ایک چھوٹي سي آبي بدلي کي شکل اختیار کرلي- یه بدلي کي دوسري حالت تھي جو هم پر طاري هوئي.

همارِي یه دوسري بدلي آهسته آهسته بھاري اور موٹي هوتي گئي- کیونکه بے شمار آبي ذرے اُس میں آکر جمع هونے لگے- هوتے

تحقيقات کے بعد مجھے معلوم هوا هے که شاهي کے قيام ميں زياده تر اس وجه سے تاخير هو رهي هے که خود شاه پسندوں ميں پھوٹ پڑ گئي هے - اُنکي دو پارٹياں هوگئي هيں اور ايک دوسرے کو آگے بڑھنے سے روک رهي هے -

عجيب بات يه هے که دونوں پارٹيوں کے ليڈر دو ضدي عورتيں هيں - دونوں ميں سخت عداوت هے - ايک دوسري کو پيس ڈالنے پر تلي هوئي هے اور پس پرده سخت جنگ هو رهي هے - صديوں کے بعد آج جرمني پھر عورتوں کي سازشوں کا آماجگاه بن گيا هے .

يه دونوں لڑنے والي عورتيں کون هيں ؟ ساس اور بهو ! سابق قيصر وليم کي نئي دلهن اور سابق ولي عهد کي بيگم - يه هيں وه دو آتش مزاج اور اولوالعزم عورتيں جو پروشيا کے تخت کے لئے خانه جنگي کي طياريان کر رهي هيں !

يه ايک کھلا راز هے که شاهزادي هرمائن (سابق قيصر کي دوسري بيوي) اپنے بوڑھے شوهر کے دل و دماغ پر پوري طرح حاوي هے - خود قيصر وليم امريکا کے ايک مشهور اخبار ميں ايک حد تک اس کا اعتراف کر چکے هيں - قيصر نے اپنے مضمون ميں اپني دو محبتوں کي سرگزشت لکھي تھي - پهلي محبت کا تعلق متوفي ملکه اسٹا سے هے - اِس کے بارے ميں قيصر نے يه جمله لکھا تھا : " اُسکي جدائي کا داغ ميرے قلب سے کبھي مٹنے والا نهيں " ليکن واقعه يه هے که يه داغ مٹ گيا اور بدنصيب شهنشاه کے آنسو زندگي کي ايک نئي دلچسپي نے بهت هي جلد خشک کرديے - ايک دن يه غمزده انسان اپني ڈاک کا تھيلا ديکھ رها تھا - اچانک ايک خط نظر آيا - يه خط ايک بيوه کے لڑکے نے لکھا تھا .

قيصر کهتا هے " مجھے فوراً اپنے ايک مرحوم وفادار افسر کا نام ياد آگيا اور اس مناسبت نے دلچسپي پيدا کردي " چنانچه خط و کتابت جاري هوگئي اور قيصر کے دل ميں محبت کي گرمي پيدا هونے لگي - شاهزادي هرمائن کي شادي اسي اتفاقي خط و کتابت کا نتيجه هے - قيصر نے بڑي گرمجوشي سے اپني نئي بيوي کا ذکر کيا هے - ڈورن ميں آنے جانے والے واقف هيں که بوڑھا شهنشاه کس طرح اپني نئي دلهن کے قبضه ميں هے - سابق ملکه کے ساتھ وه ايک سخت گير شوهر تھا - مگر اب وه پورے معنوں ميں مطيع خاوند هے .

يه واقعه هے که جنگ ميں ناکامي کے بعد قيصر کي طبيعت بالکل بجھ گئي تھي - وه بقيه زندگي گوشه نشيني ميں گزارنا چاهتا تھا - مگر شاهزادي هرمائن نے آکر اس ميں ايک نئي روح پھونک دي - يه اُسي کے اِصرار کا نتيجه تھا که قيصر نے کھوئے هوئے تاج و تخت کا پھر خيال کيا اور برلن واپس جانے کي کوشش شروع کردي .

جاننے والے جانتے هيں که هرمائن کيسي بلند حوصله اور مستقل مزاج عورت هے ؟ وه اپنے سر پر تاج ديکھنے کيلئے سخت بيچين هے - ممکن هے وه پورے جرمني کي ملکه نه بن سکے - ليکن پروشيا کے تاريخي تخت پر بيٹھنے کا تو اُسنے عزم مصمم کرليا هے - قيصر کي اِس وقت بھي يهي ضد هے که اُسے سب لوگ " امپريس " (شهنشاه ملکه کے) لقب سے پکاريں .

ميدان ميں ايک طرف هرمائن هے اور پوري قوت سے کام کر رهي هے - دوسري طرف شاهزادي سيسيليا سابق ولي عهد کي بيوي کھڑي هے - يه شاهزادي اپنے شوهر کي طرف سے بالکل نا اميد هوگئي هے - اب اُسکي اميدوں کا مرکز اس کا لڑکا هے جسکي عمر اس وقت ٢١ برس کي هوگي - وه اسي کو تخت شاهي پر بٹھانا چاهتي هے - قيصر وليم کا يه پوتا نهايت خوبصورت ، خوش اخلاق ، ملنسار ، اور بهادر هے - جرمن رعايا اس سے محبت کرتي هے - اُس کي شخصيت کے متعلق طرح طرح کے عقيدتمندانه قصے تمام ملک ميں پھيلے هوئے هيں .

ان دونوں شاهزاديوں ميں جان توڑ مقابله هو رها هے - دونوں اس جنگ ميں غيرمعمولي همت و مهارت ظاهر کر رهي هيں ، اور دونوں نے لاکھوں دلوں پر قبضه کر ليا هے - مگر ايسے آثار موجود هيں جو هرمائن کي فتحمندي کا زياده يقين دلاتے هيں - بلکه اس وقت تک وه کئي کاميابياں حاصل بھي کرچکي هے - چنانچه اُسنے اپنے شوهر کيلئے حکومت سے دو لاکھ پچاس هزار ايکڑ زمين اور ايک لاکھ پونڈ نقد حاصل کرچکي هے - روز بروز اُسکا اقتدار بھي بڑھتا جاتا هے - بظاهر اُسکي کاميابي قريب هے - معزول قيصر کي واپسي کے خلاف جو قانوني بندش کئي سال سے قائم تھي ، چند مهينے بعد ختم هو جائيگي - خيال کيا جاتا هے که اُس وقت قيصر کو کوئي قوت بھي جرمني ميں داخل هونے سے روک نهيں سکتي !

يه عجيب بات هے که اس لڑائي ميں دونوں کے شوهر بڑي حد تک بے غرض هيں - معزول قيصر کي زندگي ختم هونے پر هے - اِس لئے اُسے اپني ذات کے لئے اب کچھ کرنا نهيں هے - صرف اپني محبوب بيوي کي رضا جوئي پيش نظر هے - اسي طرح سابق ولي عهد بھي تاج و تخت سے بيزار هے - صرف اپنے بيٹے کي محبت اُسے مجبور کر رهي هے که اپني بيوي کي کوششوں کا ساتھ دے .

پاؤں کي کيليں

بعض آدميوں کے پيروں ميں کيليں نکل آتي هيں - يه کيليں گٹھوں سے مختلف هوتي هيں - گٹھا پڑتا هے تو اُس ميں پاؤں کي کھال موٹي هو جاتي هے - کيل ميں بھي کھال موٹي هو جاتي هے مگر ساتھ هي بيچ ميں آهني کيل کي طرح ايک سخت سي کيل بھي پڑ جاتي هے اور سخت تکليف ديتي هے - عام طور پر اُسے کاٹ ديا جاتا هے اور عارضي آرام هو جاتا هے مگر وه پھر بڑھ جاتي هے اور پريشان کرتي هے - بهت سے لوگ اُسے نوک سے کھرچ ديتے هيں مگر زياده فائده نهيں هوتا .

يه نکمي کيليں تنگ جوتا پهننے سے پيدا هوتي هيں - کبھي پاؤں کے تلوے ميں هوتي هيں - کبھي انگليوں کے اوپر ، اور کبھي اُن کے درميان پڑ جاتي هيں - تنگ جوتے سے جس مقام پر زياده دباؤ پڑتا هے ، وهاں التهابي کيفيت پيدا هو جاتي هے - اگر جوتا اتارا نه جائے تو کھال کٹ جاتي هے ليکن اُتارنے کے بعد يه التهاب اکثر کيل کي شکل اختيار کرليتا هے .

يه کيليں تندرستي کے لئے نهايت مضر هيں - معده اور حلق پر بهت برا اثر ڈالتي هيں - يهي وجه هے که يورپ اور امريکا ميں اِس سے بچنے کے لئے عام طور پر ڈھيلے جوتے پهنے جاتے هيں - انگريز اِس بارے ميں سب سے زياده محتاط هيں - حتی که کبھي کبھي اُن کے جوتے اتنے ڈھيلے هوتے هيں که برے معلوم هوتے هيں - انگريزوں کي احتياط کا اندازه اِس سے هو سکتا هے که ايک مرتبه لارڈ ولنگٹن سے پوچھا گيا سپاهي کو سب سے زياده کس چيز کي ضرورت هے ؟ اُنھوں نے کها " تين چيزوں کي : ڈھيلا جوتا - ڈھيلا جوتا - ڈھيلا جوتا "

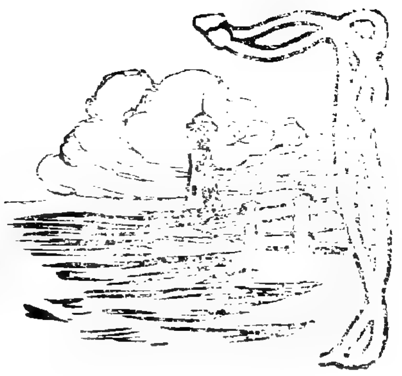

بريد فرنگ

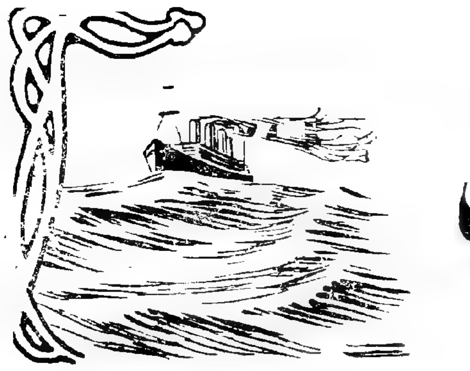

جمهورية اور شاهية كي نئي كشمكش

آج كل كي دو جرمن عورتوں كي مخفي جنگ

الہلال کے نامہ نگار مقیم برلن کے قلم سے

(اصل انگریزي سے ترجمه كيا گيا)

سابق قيصر جرمني

چند دن هوئے برلن كي سڑکوں نے ایک هیبت ناک منظر دیکھا - شاهراهوں پر اس طرح گولیاں چلیں اور لاشیں گرتي تھیں جس طرح عام بغاوتوں کے زمانه میں هوا کرتا هے - یه لڑائي جمهوریت پسندوں اور شاه پسندوں کے درمیان تھي - پولیس بھي بے دھڑک فیر کر رهي تھي اور علانیه جمهوریت پسندوں کے خلاف تھي - لڑائي كي اهمیت کا اندازه اس سے كيا جاسکتا هے که پریسیڈنٹ هینڈنبرگ کا حریف هرتیلان بھي اس میں شریک تھا اور سخت زخمي هوا .

لیکن یه لڑائي کتني هي سخت هو، مجھے اُس كي تفصیلات پر بحث کرنے كي ضرورت نهیں - ریوٹر ایجنسي نے اس فرض سے سبکدوش کردیا هے - مجھے اس وقت اصلي معامله پر غور کرنا هے - یه لڑائي اور اس جیسي بهت سي لڑائیاں جو جرمني میں هوتي رهتي هیں، بجائے خود زیاده اهمیت نهیں رکھتیں - اصلي اهمیت اُس سبب کو حاصل هے جو ان خانه جنگیوں کا اصلي موجب هے .

دنیا جانتي هے که جرمني میں اگرچه جمهوري حکومت قائم هوگئي هے مگر ملک کا عام رجحان شاهي كي طرف هے - جرمني آج بھي اُسي طرح تاج و تخت كي پرستش کرتا هے، جس طرح جنگ سے پہلے کرتا تھا - معزول قیصر اس وقت بھي جرمن دلوں کا ویسا هي دیوتا هے جیسا اپنے عروج کے زمانه میں تھا - جرمني میں جمهوري حکومت اس لئے قائم نهیں هوگئي هے که باشندوں كي اکثریت اسے چاهتي هے، بلکه اس وجه سے هے که جرمني کے لئے انگلستان اور فرانس کو خوش رکھنا ضروري هے اور وہ سابق قیصر اور خاندان هوهنزولرن كي حکومت پسند نهیں کرتے .

پھر دنیا یه بھي خوب جانتي هے که اب ان دونوں طاقتور حریفوں کا رعب و دبدبه تقریبا زائل هوگیا هے - اب جرمن علي الاعلان اپنے شاه پسندانه میلان کا اظهار کرتے اور جنگي سپهسالار اپنے آقا ولهلم كي وفاداري کے گیت گانے میں مصروف هیں - خود جنرل هنڈنبرگ موجوده رئیس جمهوریت بھي اپنے اس رجحان کے لئے مشهور هوچکا هے - ایک مرتبه تو اُس نے صاف صاف اعلان کردیا تھا که " سابق قیصر كي وفاداري كي جو قسم میں نے کھائي تھي، اُس سے ابتک آزاد نهیں هوا هوں " یهي باعث هے که جب وہ رئیس جمهوریت منتخب هوا تو عام طور پر دنیا نے خیال کیا که یه قیصر کے واپس آنیکي تمهید هے - یه خیال بے بنیاد بھي نه تھا - یه واقعه هے که اس بوڑھے جنرل نے سیاسي زندگي كي بوجھل ذمه داریاں زیاده تر اسي نیت سے قبول کیں که اپنے پیارے آقا کے لئے زمین طیار کرے - برلن کے سیاسي حلقوں میں تو یهانتک کها جاتا هے که هنڈنبرگ نے یه منصب خود قیصر کے اصرار و حکم سے قبول کیا هے - صرف هینڈنبرگ هي نهیں، جو جماعت اس وقت برسر حکومت هے، اُسکي اکثریت بھي سراسر شاه پسند هے .

میں جس پهلو پر روشني ڈالنا چاهتا هوں، وہ ابتک عام نظروں سے پوشیده هے - باوجود شاه پرستي کے عام میلان کے ابتک شاهي حکومت کا قیام کیوں وجود میں نهیں آسکا ؟ یه سوال اکثر دلوں میں پیدا هوتا هے مگر صاف جواب حاصل کئے بغیر رہ جاتا هے .

نئي برف کے آکر آکے ٹھوس بنا دیا - اب میں سخت اور شفاف برف كي چٹان کا ایک جزء بن گیا تھا - قدرت کے کرشمے دیکھو ! ایک وقت میں بھاپ کا ذرہ تھا - هر طرف اڑتا پھرتا تھا - اب ایک نهایت ٹھوس جسم کا جزء بن گیا - جب تک هوا میں رها، آزادي سے حرکت کرتا تھا - سمندر میں بھي زیاده بندش نه تھي - لیکن برف میں پڑ کر مجھے صدیوں ایک تنگ اور سرد قیدخانه میں رهنا پڑا - نه وهاں روشني نظر آتي تھي - نه کسي طرف جنبش کرسکتا تھا - اندھیرا گھپ - موت كي سي خاموشي - قبر سے بدتر قیدخانه !

(سمندر میں واپسي)

صدیاں گزرگئیں - میں نا امید هو چکا تھا - سمجھتا تھا کبھي رهائي نصیب نه هوگي - مگر یه بھي میري غلطي تھي - جس برف میں میں مقید تھا وہ برابر نیچے اُترتي جاتي تھي در اصل اُسنے ایک برفاني سیلاب كي شکل اختیار کرلي تھي - اُترتے اُترتے وہ زمین کے کنارے پهنچ گئي - میں بالکل غافل تھا - اچانک اُسکا ایک بڑا ٹکڑه ٹوٹ کر سمندر میں گرپڑا اور زور کا دھماکا هوا - میں سمجھا پهاڑ پھٹ پڑا هے - پھر خاموشي چھاگئي اور میري نا امیدي لوٹ آئي - لیکن بالآخر ایک دن جبکه میں غافل تھا، برف کا وہ ٹکڑه ایک چٹان سے ٹکرا کر پاش پاش هو گیا، اور میں قید سے آزاد هوگیا - اب میں پھر اُسي سمندر میں پڑا تیر رها هوں جس سے کسي زمانه میں هوا قید کرکے آسمان پر لے آئي تھي - یه هے میري سرگزشت کا ایک حصه - باقي حصے کسي دوسري فرصت میں بیان کرونگا .

اُسنے مجهے دیکهتے هي جوش کے ساتهه کہا "میرا نام ایلن هے" ایلن واقعي اپنے پورے معنوں میں منظر جمال هے - قد درمیاني ' جسم سڈول ' نه فربه نه لاغر ' هاتهه پاؤں تناسب و اعتدال کا نمونه - اُسکا رنگ صاف بتا رها تها که یهودي نهیں هے جیسا که مشهور هوگیا هے .

میرے خیال میں اُسکي سب سے زیاده عجیب چیز اُسکي آنکهیں هیں - سچ مچ کي سحر کار' جادو بهري آنکهیں ' نه چهوٹي نه بڑي ' صاف اور سنهري ' دراز پلکوں کے نیچے ساکن ' لطیف ابروؤں کے سایه میں مطمئن ' لیکن هزاروں معاني و مطالب حسن سے لبریز!

اپنے خندهٔ جانستاں سے بجلیاں گراتي هوئي میرے استقبال کو بڑهي - رسمي سلام و کلام کے بعد ایک صوفے پر بیٹهه گئي اور بغیر کسي انتظار کے اپني باریک ' ٹهنڈي ' مگر سنجیده آواز میں گفتگو شروع کردي :

"اب مجهے بے لاگ حقیقت کا اعلان کردینا چاهئے" اُسنے کہا "میں بہت دن خاموش رهي لیکن کب تک خاموشي کے ساتهه دنیا کي تهمتیں برداشت کرتي رهوں ؟ میں نے سخت عذاب جهیلا هے - آه ! کیسا نا قابل تحمل عذاب ! عالمگیر انساني تحقیر کا عذاب ! دشمنوں نے دنیا بهر میں مشهور کردیا هے که میں ایک بد چلن اور آواره گرد عورت هوں ! کیا میں بد چلن عورت هوں ؟ یه کیسي خوفناک تهمت هے ! "

اب اُسکے چهره پر هلکي سي زردي چها گئي :

"لوگوں نے سب هي کچهه کہا اور لکها - وه کون سا برا لفظ تها جو میري نسبت نهیں لکها گیا - کیا یه سچ نهیں هے ؟ "

ایک لمحه خاموشي کے بعد اُسنے پهر تقریر شروع کي :

"دشمنوں نے دنیا کو یقین دلانے کي پوري کوشش کي که مجهه میں وه تمام رذالتیں جمع هیں جو کسي عورت میں هوسکتي هیں - میں ساحره هوں - غارت گر هوں - آواره هوں - هرجائي هوں - پرنس کارل کو برباد کرنے والي هوں - اُسکي بیوي بچے سے اُسے جدا کرنے والي هوں - میں اُسے بهگا لائي هوں - اُسکے خاندان میں پهوٹ ڈالنے والي هوں - آه ! غریب و ناتواں ایلن رومانیا کي جمله مصائب کي تنها ذمه دار هے ! جب میں اپني انگلي یوں هلاتي هوں (اُسنے اپني مخروطي انگلي اٹهاکر کہا) تو رومانیا کا قدیم شاندار تخت شاهي لرز جاتا هے - اُلٹ کر پاش پاش هو جاتا هے ! "

اُس نے ایک غم ناک قہقهه مارا "بلا شبه یه عجیب هے اگر هولناک نهیں هے" یه کہکر وه کرسي سے اُٹهه کهڑي هوئي - پهر بیٹهه گئي اور سنجیدگي سے کہنے لگي :

"میں تمهیں حقیقت بتاتي هوں - تم نے سنا هوگا میں گزشته سال میلانو میں تهي - تمام اخباروں نے لکهه مارا که پرنس کارل میرے ساتهه بهاگ آیا هے - حالانکه یه قطعاً جهوٹ تها - اصلیت صرف اتني هے که رومانیا میں سخت سیاسي مشکلات در پیش تهیں - مصائب نے پرنس کو چاروں طرف سے گهیر لیا تها - اتفاقیه میري اُس سے ملاقات هوگئي - اُسے ایک سچے رفیق و مونس کي ضرورت تهي - اُس نے میري طرف دیکها اور میں نے اُس کي رفاقت و همرهي کا فیصله کر لیا "

اُس نے پہلو بدلا اور کرسي اپني انگلي سے کریدنے لگي :

"تم سمجهه سکتي هو" اُس نے رنجیده پیرایه میں کہا "میں کیسي سخت مشکل میں پڑ گئي تهي ؟ صرف یهي ایک خیال مجهے تسلي دیسکتا تها که سچي دوستي کے معني هیں نفس کي کامل قرباني ' اور میں اپني قرباني کرکے فرض دوستي ادا کر رهي هوں - بلا شبه جب کبهي میں دشمنوں کي تهمتیں سنتي تو میرا دل پاش پاش هو جاتا - لیکن پهر صبر و عزم سے کام لیتي اور سونچتي که یه حالت زیاده عرصه تک باقي نهیں ره سکتي - در اصل دشمنوں کي یه تمام شرارت اسلئے تهي که شاهزاده کو همیشه کے لئے تباه کردیا جائے اِس میں شک نهیں شرارت بهت دنوں تک کامیاب رهي - حتی که ایسا وقت بهي هم پر گزر چکا هے جب اِس دنیا میں ایک انسان بهي همارا همدرد نه تها "

"تم نے بروقت کیوں اِن تهمتوں کي اصلیت ظاهر نهیں کردي ؟ " میں نے سوال کیا .

"میں متکبر تهي" اُس نے تیزي سے جواب دیا "هاں میں متکبر تهي - میري خودداري کو سخت ٹهیس لگي تهي - میں دنیا کو مخاطب کرنا پسند نهیں کرتي تهي - میں اس دنیا سے جو سنگ دل انسانوں سے بهري هوئي هے نفرت کرتي هوں - شاید میں همیشه نفرت کرتي رهوں - میں کیوں دنیا کي کمینه تهمت تراشیوں کے جواب میں اپنے آپ کو نمایاں کرتي ؟ تم خود دیکهتي هو معامله بالکل صاف تها - کسي صفائي کي ضرورت هي نه تهي - مجهے یقین هے که میرا دامن بے داغ هے - پهر میں اپني صفائي کي کیوں کوشش کرتي ؟ جو آدمي اپني صفائي کرتا هے وه گویا خود اپنے اوپر تهمت اوڑهه لیتا هے "

تهوڑي دیر چپ رهنے کے بعد وه پهر بولي :

"اِس تمام قصه کي بنیاد صرف اتفاق پر هے - بالکل اتفاقیه طور پر پرنس سے میري ملاقات هوگئي - میں پرنس سے دوستي کا رشته جوڑنے پر مجبور هوگئي کیونکه اُس وقت اُسے دوستي کي ضرورت تهي - میں نے کوشش کي که ٹهیک وه روش اختیار کروں جو ایسے حالات میں کسي مخلص دوست کي هو سکتي هے - کیا ایک دوست کیلئے اسکي ضرورت هے که اپني دوستي کیلئے اپني برائت ثابت کرے ؟ "

"پهر اب کیوں تم نے رائے بدل دي ؟ کیا تمهارے اور پرنس کے درمیان کوئي نئي بات پیدا هوگئي هے یا عنقریب هونے والي هے ؟ " میں نے سوال کیا -

اُسنے شانے هلا کر بے صبري سے جواب دیا :

"همارے درمیان کوئي بات بهي واقع نهیں هوئي اور نه کبهي هوسکتي هے - کیونکه همارا معامله ایسي محبت کا معامله نهیں هے جو هوا و هوس کي محبت هو اور جیسا که لوگ یقین کر رهے هیں - همارا علاقه نفس انساني کے اُن پست درجوں سے کهیں بالا تر هے - کہا جاتا هے که دوستي ' حقیقي دوستي ؛ سورج کے نیچے کم یاب هے - اور مرد اور عورت کے درمیان تو اور زیاده - لیکن میں یه کہنے کي جرأت کرتي هوں که میں نے اِس دنیا میں ایک انسان کے ساتهه دوستي کي هے - پرنس کو ایک دوست کي ضرورت تهي - میں اُسکي دوست بن گئي - اُسے ابتک دوست کي ضرورت هے ' اِس لئے میں ابتک اُسکے ساتهه هوں - میں چونکه اسکي دوست هوں اسلئے اسکي تمام مصالح و فوائد کي بهي دوست هوں ' اور ایک لمحه کیلئے بهي گوارا نهیں کرسکتي که اسکي خوشحالیوں کي راه میں روک ثابت هوں "

مدّم جوش سے تقریر کررهي تهي - وه مجهے یقین دلانا چاهتي تهي که پرنس اور اُسکي بیوي هیلینا کے ملاپ اور مفاهمت کو وه ناپسند نهیں کرتي -

حسن و عشق اور تاج و تخت

رومانیا کا تخت شاهي ایک فتنه گر حسن کے رحم پر

(قیس کي داستان لیلی کي زباني)

الهلال کے مقاله نگار پیرس کے قلم سے

اس وقت دنیا کے کسي ملک میں بهي وه عجیب صورت حال درپیش نهیں هے جو ایک برس سے رومانیا کو ایک سخت داخلي اضطراب میں مبتلا کیے هوئے هے - ملک میں هر وقت خانه جنگي اور خونریزي برپا هو جانے کا اندیشه هے - نهیں کها جاسکتا حالات کي یه نازک صورت حال کس حد تک پهنچکر رکیگي ؟

یه تمام اضطراب و اختلال کیوں هے ؟ صرف اسلیے که پرنس کارل سابق ولي عهد رومانیا پر ایماندار عشق کا بے پناه تیر چل گیا اور وه ایک فتنه گر حسن کي نگاه برق پاش کا مقابله نه کرسکا :

عشق ازین بسیار کرد ست و کند !

دوران جنگ میں جب جرمن فوجیں بخارست (دارالحکومت رومانیا) پر قابض تهیں ' تو یه شاهزاده اپني فوج کے ایک افسر کي لڑکي پر فریفته هوگیا اور اُس سے اوڈیسا میں خفیه شادي کرلي - لیکن جنگ کے بعد جب دونوں رومانیا واپس آئے تو بادشاه پر یه رشته گراں گزرا اور اسنے علحدگي کا حکم دیدیا .

ملکه اور بهي زیاده سخت تهي - عرصه تک کشمکش جاري رهي - بالآخر شهزاده کو مجبور هو جانا پڑا اور اپني بیوي کو طلاق دیدي - ایک شیر خوار بچه اُسکي گود میں تها - طلاق کے بعد مع اپنے بچے کے رومانیا سے جلا وطن کردي گئي .

اسکے بعد شاهزاده کي شادي یوناني شاهزادي هیلینا سے کردي گئي - اُسوقت عام طور پر یقین کیا جاتا تها که اب ولي عهد مطمئن هوکر شاهي زندگي بسر کریگا اور یه ناگوار حادثه فراموش هوجایگا - لیکن واقعات اسکے برخلاف ثابت هوئے - چند هي دنوں بعد شاهزاده کو اپني نئي بیوي سے نفرت هوگئي اور اُس نفرت نے عشق و آفت کا ایک نیا محل ڈهونڈهه نکالا - دسمبر سنه ۱۹۲۵ کي صبح کو اچانک معلوم هوا که شاهزاده بخارست سے پوشیده نکل گیا هے ' اور میڈم لوپسکو نامي ایک عورت بهي اسکے ساتهه فرار هوگئي هے - شهزاده کي ایک تحریر اُسکي نشست کے کمره سے ملي - اس میں لکها تها که میں اب ولي عهدي سے دست بردار هو جاتا هوں - جس ولي عهدي سے مجهے اپني زندگي کي ابتدائي راحت بهي نهیں مل سکتي ' بهتر هے که اُسے کسي دوسرے کیلئے چهوڑ دوں !

اس واقعه نے تمام یورپ میں هلچل مچادي - ۴ - جنوري سنه ۱۹۲۶ - کو روماني پارلیمنٹ کا جلسه هوا اور اُسنے طے کیا که شهزاده کا پانچ برس کا لڑکا جو پرنس هلینا کے بطن سے هے ولي عهد مقرر کیا جائے - ساتهه هي اعلان کیا گیا که دس برس کیلئے پرنس کارل کا داخله رومانیا میں ممنوع قرار دیا جاتا هے .

پرنس پر یه کارروائي شاق گزري - اب وه اپنے ملک میں واپس آنا اور اپنا حق واپس لینا چاهتا هے - اس صورت حال کا نتیجه یه هے که ملک دو گروهوں میں بٹ گیا هے - حلقۂ حکومت پرنس کے خلاف هے ' مگر رعایا کي اکثریت اُسکي حمایت پر تلي هوئي هے - پرنس کي مخالفت میں سب سے زیاده سرگرم خود اُسکي ماں هے - اس ملکه کي سختي اِس حد تک پهنچ گئي هے که اُسے "دل میں خنجر رکهنے والي ماں" کے لقب سے خود روماني پکارنے لگے هیں .

ولي عهد کي موجوده روش کي تمام ذمه داري اُسکي نئي محبوبه میڈم لوپسکو کے سر ڈالدي گئي هے - یورپ کے اخبارات اُسکے خلاف مضامین شایع کر رهے هیں - اور اسے "خوفناک ساحره" اور "قزاق" کا لقب دیا جا رها هے - وه سال بهر تک تو خاموش رهي ' لیکن اب پهلي مرتبه زبان کهولي هے - حال میں ایک انگریز اخبار نویس خاتون اِس سے پیرس میں ملي تهي - اس خاتون نے اپني ملاقات کي سرگذشت حسب ذیل بیان کي هے :

"میں نے رومانیا کا تخت شاهي نهیں هلایا - نه پرنس کارل میري وجه سے تخت شاهي سے دست بردار هوا هے جیسا که دنیا نے همارے دشمنوں کے کهنے سے یقین کر رکها هے - میں نه تو ساحره هوں - نه قزاق هوں - میں محض پرنس کي ایک مخلص دوست هوں - میں پرنس کے فرائض کي راه میں کبهي روک نهیں بن سکتي "

اِن الفاظ سے مڈم لوپسکو نے اپني گفتگو شروع کي :

"میں نے پرنس کارل کو تخت شاهي سے علحده نهیں کیا" میڈم نے کها "میں اُنهیں بادشاه بننے سے هرگز نهیں روکتي - میں تو محض اُنکے رنج میں شریک اور جلاوطني کي رفیق هوں - اس سے زیاده میري کوئي حیثیت نهیں "

انگریز خاتون لکهتي هے : مڈم لوپسکو پیرس کے مضافات میں مقیم هے - مکان اچها خاصه دو منزله هے - مکان کے گرد آهني احاطه هے اور اسمیں مضبوط دروازے لگے هیں - همیشه خفیه پولس کے دو آدمي نگراني کرتے هیں - پهاٹک کي کنجي ایک وفادار دربان کے پاس رهتي هے - وهي کهولتا اور بند کرتا هے .

مکان کے اندر میں نے هر چیز آرام ده اور گهریلو پائي - نرم ریشمي فرش بچها تها - جابجا نفیس کرسیاں رکهي تهیں - خوبصورت گلدستے قرینے سے میزوں پر چنے تهے - غرضکه گهر کي مجموعي هیئت صاف بتا رهي تهي که اس میں کوئي با سلیقه عورت رهتي هے .

میرے لیے دروازه کهلا - میں معترف هوں که میڈم لوپسکو کو اچانک اپنے سامنے دیکهکر میں دم بخود ره گئي - یهي وه سرخ سر والي ساحرۂ حسن هے جسنے رومانیا کي پوري سلطنت اپني چشم و ابرو کے ایک اشاره سے هلا ڈالي ! یهي وه شهرۂ آفاق مگر پر اسرار عورت هے جسے بهت کم آدمیوں نے دیکها هے مگر سب نے اُسکے بارے میں خیال آفریني کي هے ! اسي کي نسبت مشهور هے که اسکي جانستاں اداؤں نے مستقبل کے ایک بادشاه سے اُسکا تاج و تخت چهڑوا دیا ! میں تسلیم کرتي هوں که میں نے اسکي جو تصویر اپنے ذهن میں کهینچ رکهي تهي ' وه اُس سے بالکل مختلف نکلي .

یه ایک نهایت حسین عورت هے - عمر بیس برس سے بهي کم هوگي - بال سرخ نهیں هیں جیسا که عام طور پر مشهور هوگیا هے - اُسکے بالوں کا رنگ پکے گیهوں کا رنگ هے جب ڈوبتے هوئے سورج کي زرد شعاعوں سے وه چمک دار هوجاتا هے - چهره کے گرد گهنے ' ریشمیں ' سنهري ' بالوں کا هجوم هے - بال نهایت شاندار هیں - نئے فیشن کے خلاف اپني پوري درازي رکهتے هیں - وه عورت نهیں هے - گلاب کا نازک ' تازه ' شگفته ' خنداں ' اور دلفریب پهول هے !

يوناني زبان كو حاصل تها - اُس عهد كي صنعت كتابت و تزئين كے آثار بهي محفوظ هيں - يعني ايسي كتابيں بهي محفوظ هيں جو مطلا و مذهب يا مصور لكهي گئي تهيں ' اور كاغذ كي جگه هرن كي جهلي استعمال كي گئي تهي - مذهبي اعمال و رسوم كي بعض اشياء بهي پائي جاتي هيں جو اسپين كے آخري مسيحي فرمانروا رادرك كے استعمال ميں آتي تهيں .

عمارت كا ايک دوسرا حصه اندلس كے اسلامي عهد تمدن كي يادگاروں پر مشتمل هے اسميں تقريباً دو هزار مجلدات عربي كتابوں كي هونگي - كچهه ذخيره تصاوير و نقوش اور صنعتي اشياء و نوادر كا بهي هے .

(اسكوريال كي خاموش شهادت)

ليكن كيا اندلس كے آٹهه سو برس كے اسلامي تمدن كا صرف اتنا هي ذخيره دنيا كے حصه ميں آيا تها جو اسكوريال ميں محفوظ هے؟ اور كيا يه ذخيره بهي اندلس كے دوسرے مسيحي دور كي علمي حفاظت كا نتيجه هے؟

نهيں ' تاريخ ان دونوں سوالوں كا جواب نفي ميں ديتي هے .

دنيا كي تاريخ ميں شايد هي علم و تمدن كيلئے ايسے تاريک و المناك ايام آئے هوں جيسے اسلامي حكومت كے زوال و اخراج كے بعد اندلس ميں آئے - سنه ١٤٩١ع ميں جب غرناطه كا آخري مسلمان فرمانروا ابو عبد الله اسلامي حكومتوں كي اعانت سے مايوس هوكر مجبور هوگيا كه غرناطه دشمن كے حواله كردے ' تو اُسوقت فرڈي نند اور اهالي غرناطه ميں ايک معاهده هوا تها - اسميں ٦٧ شرطيں تهيں جو آجتک صفحات تاريخ پر ثبت هيں - ان شرطوں ميں بعض شرائط اسلامي مدرسوں اور كتب خانوں كے بارے ميں بهي تهيں - جس طرح فرڈي نند نے مسلمانوں كي مذهبي آزادي اور شهري و مدني حقوق كے احترام كا عهد كيا تها ' اُسي طرح اس بات كا بهي عهد كيا تها كه تمام اسلامي مدرسے قائم رهنے دئے جائينگے ' اور اسلامي كتب خانے مسلمانوں كي ملكيت تسليم كئے جائينگے - ليكن اس معاهده اور اسكي ٦٧ شرطوں كا نتيجه كيا نكلا؟ مشهور مورخ لاوس اور رامبو كے لفظوں ميں يه نكلا كه " دنيا ميں شاذ هي كسي انساني گروه نے انسانوں كے قتل ' آباديوں كي ويراني ' علم و مدنية كي بربادي ' اور وحشت و بربرية كي اشاعت ميں ايسي مجنونانه بيدردي دكهلائي هوگي جيسي كه اسپين كے عام برادران مسيحيت نے دكهلائي - پچاس برس كے اندر نه صرف مسلمانوں سے ' بلكه علم و مدنية كي تمام علامتوں اور نشانيوں سے پورا جزيره نماے اندلس صاف كر ديا گيا "!

اسپين ميں علوم و كتب كي موجودگي اسلامي حكومت كي سب سے بڑي خصوصيت تهي ' ليكن جب مسيحي حكومت كا علم لهرانے لگتا تو اسكا پهلا نتيجه يه نكلتا كه مدرسوں كي عمارتيں منهدم هوجاتيں اور كتابوں كے انبار آگ كے حوالے كرديے جاتے - كامل ڈيڑهه سو برس تک (جو اندلس ميں اسلامي حكومت كے زوال اور مسيحي اقتدار كے عروج كا زمانه هے) اسكا سلسله جاري رها - جب كسي شهر سے عرب خارج كئے جاتے ' تو فاتح جماعت كا پهلا كام يه هوتا كه ڈهونڈه ڈهونڈهكر كتابيں جمع كي جاتيں اور آگ كے حوالے كردي جاتيں - آخري كتب خانه جو جلايا گيا ' وه غرناطه كا شاهي كتب خانه تها جسكي حفاظت كا خصوصيت كے ساتهه فرڈي نند نے معاهدهٔ تسليم ميں عهد كيا تها - مورخين يورپ نے اس كتب خانه كي كتابوں كي تعداد اسي هزار سے ايک لاكهه تک بيان كي هے - تاريخ نے جس انسان كو اتنے بڑے ذخيرهٔ علم و مدنية كے ضائع كرديني كي لازوال شهرت حاصل هوئي ' وه تاريخ اسپين كا مشهور كارڈنيل فرانسسكو زي مينس Cordinal Francisco Ximens هے .

كارڈنيل مذكور كو اسپين كي تاريخ ميں وهي درجه حاصل هے جو ايک دوسرے كارڈنل ريشيليو Richelieu كو فرانس كي تاريخ ميں حاصل هوا هے - دونوں مذهبي حلقه سے نكلكر حكومت و فرمانروائي كے حلقه ميں آئے ' اور ترقي كرتے كرتے نائب السلطنت كے عهده تک پهنچ گئے - يهي وجه هے كه مورخين نے دونوں شخصيتوں كا مقابله كيا هے اور انكے خصائص پر بحثيں كي هيں - زمانهٔ حال كے بعض مورخوں نے زي مينس كو ريشيليو پر ترجيح دي هے ' كيونكه وه آخر الذكر سے كهيں زياده علم و فن كا شائق تها - وه كهتے هيں كه اُسي كي كوشش سے اسپين كي پهلي يونيورسٹي وجود ميں آئي جو الكالا Alca'a ميں قائم هوئي تهي اور جسكي نسبت فرانسس اول نے كها تها " تمهارے زي مينس نے تنها وه كام كيا جو فرانس ميں پندره بادشاهوں كي ايک پوري صف كرسكي هے " اور پهر يه اُسي كي محنت و توجه كا نتيجه تها كه سنه ١٥١٧ ع ميں كتب مقدسه كي مختلف زبانوں كا ايک مكمل ايڈيشن مع ضميموں اور تشريحات كے چهه جلدوں ميں چهپكر شائع هوا .

تاهم مذهبي تعصب و جنون كي يه ايسي عجيب مثال هے كه سنه ١٤٩٩ ميں يهي كارڈنيل جو يونيورسٹي كا موسس اور فن طباعت كا قدردان هے ' ايک دوسرے مقدس آدمي فرڈيننڈ ڈي ٹالاويرا Ferdinand de Talavera كے ساتهه ملكر يه فتوى صادر كرتا هے كه غرناطه كا شاهي كتب خانه جلا ديا جاے ' كيونكه خود اِسي باني دار العلوم كے لفظوں ميں " اسكي كتابيں انجيل كي تعليم سے مطابقت نهيں ركهتيں "!

مشهور مورخ كانڈي Conde لكهتا هے :

" ان اسي هزار كتابوں كے علمي مطالب كي قدر و قيمت بجاے خود رهي ' ان ميں سے هر كتاب كي جلد اس درجه بيش قيمت اور عجيب و غريب صنعتوں سے بني هوئي تهي كه لوگوں نے جلتے هوئے انباروں ميں سے جلدوں كے پتّرے نكال لئے تهے تاكه اُنسے سونا چاندي اور قيمتي نگوں كي بڑي مقدار حاصل كرليں "!

يه معامله يهيں تک پهنچكر ختم نهيں هوگيا - شاهي كتب خانه جلا دينے كے بعد محكمهٔ تفتيش مقدس Inquisition نے اپنے عمال شهر ميں بهيجے تاكه مسلمانوں كے گهروں كي تلاشي ليں اور عربي كي جس قدر كتابيں مليں ضبط كرلي جائيں - مشهور فرانسيسي مستشرق پروفيسر دوزي Dozy كي تاريخ مسلمانان اندلس Histoire des Musalmans d' Espagne كي شهادت كے مطابق يه ذخيره بهي شاهي كتب خانه كے ذخيره سے كسي طرح كم نه تها .

كتب خانهٔ اسكندريه كے جلائے كي كهاني ميں بيان كيا گيا هے كه كتابيں چهه مهينے تک شهر كے حماموں ميں ايندهن كي جگه جلتي رهي تهيں - افسانه ميں كتابيں چهه ماه تک جل سكتي هيں - ليكن كسي واقعه ميں آگ كا عمل اتنا كمزور نهيں هو سكتا كه چهه ماه تک كتابوں كو مهلت زندگي ديدے - غرناطه كا حادثه افسانه نهيں هے - واقعه هے - اِس لئے جو كچهه بيان كيا گيا هے يه هے كه " كامل سات دن تک كتابوں كے ڈهير جلتے رهے تهے "!

ان حالات كے بعد ظاهر هے كه اندلس كے اسلامي تمدن كا كوئي علمي ذخيره ايسا باقي نهيں رها تها جو موجوده دنيا تک پهنچ سكتا -

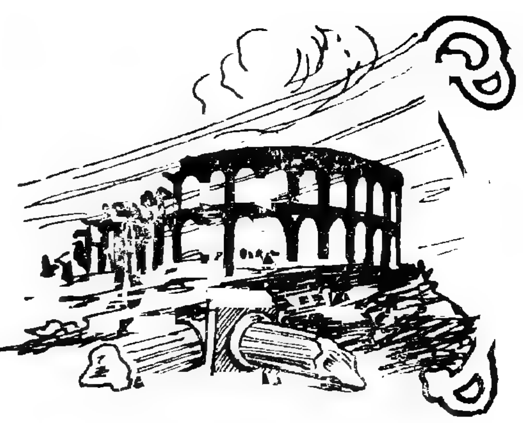

آثار عتیقه

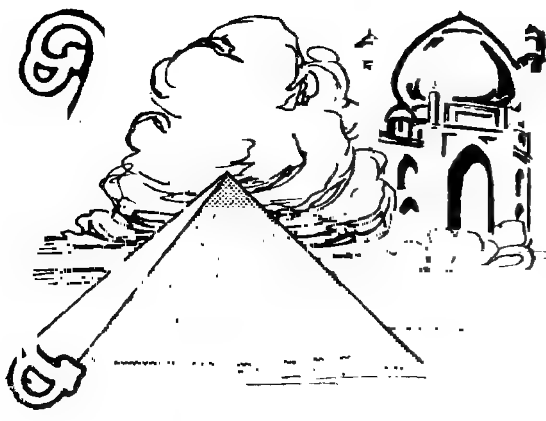

وہ اچانک کرسي کي پشت سے ٹیک لگاکر بیٹھہ گئي اور چھت کي طرف نظر اٹھاکر کہنے لگي - مجھے سخت حیرت هوئي کیونکہ اب اسنے ایک دلربا نازنین کي جگہ اچانک ایک حکیم اور فلسفي کا لب و لہجہ اختیار کرلیا تھا :

" دوستي اُس چیز سے بہت بلند هے جسے محبت کہتے هیں - دوستي سراسر قرباني اور اعتماد هے ' مگر محبت سراسر انانیت اور خود پرستي هے - یہي سبب هے کہ جب میں دیکھتي هوں لوگ همارے باهمي تعلق کو عشق و محبت کا تعلق بتاتے هیں تو میرے جذبات سخت مجروح هوجاتے هیں - اگر هم میں عشق هوتا تو میں اِتني خوش نصیب اور مطمئن نہ هوتي جتني اِس وقت هوں - محبت چند هفتے ' چند مہینے ' شاید چند برس رهتي هو - لیکن دوستي زندگي کا ایک ابدي معاهدہ هے - جوں جوں وقت گذرتا هے ' اسکا جوش افسردہ نہیں پڑتا بلکہ اور زیادہ بڑھتا جاتا هے "

" اعلی خیال هے " میں نے اسکي تصدیق کي " لیکن اب کیا ارادہ هے ؟ آیندہ کا پروگرام کیا هے ؟ "

مادام لوپیسکو کرسي سے اٹھہ کر دریچے کے پاس گئي - ریشمیں پردہ هٹاکر سورج پر نظر ڈالي - پھر لوٹ آئي :

" سچ یہ هے میں نے ابتک کچھہ بھي غور نہیں کیا هے " اُس نے بے پروائي سے جواب دیا " دراصل کوئي پروگرام نہیں هے - قدرتي طور پر معاملہ کا دار مدار ...... " وہ اچانک رک گئي " میں پیرس میں بہت خوش هوں " بات ٹالنے کے لئے کہنے لگي " میري دلي تمنا هے کہ لوگ مجھے تنہا چھوڑ دیں - بالکل بھول جائیں - میں خاموش زندگي بسر کرنا چاهتي هوں "

یہ اُس نے سچ کہا - یہ عجیب عورت پیرس سے صرف پندرہ منٹ کے فاصلہ پر مقیم هے - مگر تین تین هفتہ تک شہر نہیں جاتي - واقعي وہ تنہائي پسند هے .

" میں یہاں رهنا پسند کرتي هوں " اُس نے کہا " کیونکہ یہاں هر طرف خاموشي هے - موسم بہار میں یہ درخت هرے بھرے هو جائینگے "

میں نے اس افواہ کے متعلق سوال کیا کہ دونوں عاشق و معشوق عنقریب سیاحي شروع کرنے والے هیں - اُس نے جواب دیا :

" مجھے سیاحي کا شوق نہیں هے - میرے خیال میں رومانیا دنیا کا سب سے زیادہ خوبصورت ملک هے "

در حقیقت یہ نازنین حیرت انگیز جاذبیت اور کشش رکھتي هے - کوئي شخص بھي اُس کے تاثیر جمال سے اپني حفاظت نہیں کرسکتا - اُس کي شخصیت سادہ لیکن پورے معنوں میں موثر هے - اِس ملاقات کے بعد مجھے کوئي تعجب نہیں اگر رومانیا کا تخت شاهي اِس عورت کے خوف سے تھر تھرا رها هے !

اندلس میں اسلامي تمدن کا اخري نقش قدم

(کنیسۂ اسکوریال کے عربي آثار)

اندلس (اسپین) کے موجودہ دارالحکومت میڈرڈ سے تقریباً تیس میل کے فاصلہ پر ایک عظیم الشان مسیحي خانقاہ " اسکوریال " کے نام سے موجود هے جسے شاہ فلپ ثاني نے سنہ ۱۵۸۴ میں تعمیر کیا تھا - جہانتک عمارت کے طرز و قسم کا تعلق هے ' وسعت و بزرگي کے سوا اسمیں کوئي خاص بات ایسي نہیں جو قابل ذکر هو - اندلس کے آخري مسیحي عہد کي تمام عمارتوں کي طرح یہ عمارت بھي تعمیري فنون لطیفہ کي تمام خوبیوں سے خالي هے - با ایں همہ اسکي دلکشي میں کلام نہیں - همیشہ دنیا کے سیاح اور محقق اسکي زیارت کیلئے آتے رهتے هیں اور دنیا کي مشہور عمارتوں کے سلسلے میں اسکا نام بھي برابر لیا جاتا هے .

یہ اسلئے هے کہ اسي عمارت کے ایک حصہ میں اندلس کا شاهي کتب خانہ محفوظ هے - اندلس کے قبل از اسلام اور بعد از اسلام عہد کے متعلق جو کچھہ بھي موجودہ دنیا کي وراثت میں آیا هے ' وہ اسي خانقاہ کي سنگین دیواروں کے قبضہ میں هے ' اور اسلئے علم و تاریخ کے سراغ رسانوں کیلئے یہ مقام بھي لندن کے برٹش میوزیم ' پیرس کے قومي کتب خانے ' قاهرہ کے دارالآثار ' اور برلن کے کتب خانۂ مشرقي سے کم قدر و قیمت نہیں رکھتا - بلکہ بعض حالتوں میں کہیں زیادہ قیمتي هے .

(کتب خانے کے دو حصے)

اس کتب خانے میں تقریباً ۴۵ هزار نسخے کتابوں کے محفوظ هیں - پرانے سکوں ' تصویروں ' نقوش ' اور مختلف قسم کي تاریخي اشیاء و نوادر کي بھي ایک کافي مقدار جمع کي گئي هے - ایک حصہ اُن کتابوں اور تاریخي آثار کا هے جو اندلس کے قبل از اسلام عہد سے تعلق رکھتے هیں - دوسرا حصہ وہ هے جسکا تعلق عہد اسلام کے آثار سے هے - ان دونوں حصوں کي موجودگي بجاے خود تاریخ کي ایک نہایت عبرت انگیز داستان هے !

پہلے حصہ میں قبل از اسلام عہد کے وہ تمام نوادر و آثار موجود هیں جنکي اُس عہد کي تمدني استعداد دیکھتے هوئے توقع کي جا سکتي هے - تورات و انجیل کا وہ نسخہ جو اسپین کے مسیحي حکمرانوں کي تلاوت کا خاص نسخہ تھا ' اپني کامل و اصلي حالت میں موجود هے - ایک سو سے زیادہ لاطیني زبان کي مذهبي کتابیں بھي اُس عہد کي یادگار هیں - ایک بڑي تعداد اُن نوشتوں کي بھي هے جو قدیم اندلسي زبان میں لکھے گئے تھے اور اندلس کے ملکي و سیاسي انقلابات انکے وجود پر کوئي مخالفت اثر نہ ڈال سکے - ایک خاص مقدار مسیحي مذهبي کتب کي یوناني زبان میں بھي هے ' اور اس سے اُس مذهبي و علمي اقتدار کا سراغ لگتا هے جو ازمنۂ وسطی میں

نکلا هے اور شہر و محل کي کنجیاں فردنی نینڈ اور ازابلا کے حوالے کر رہا ہے .

(٣) ابو عبداللہ کي تلوار اور ڈھال .

(٤) ابو عبد اللہ کي ایک ریشمین اور مزرکش قبا .

(٥) قرآن رکھنے کي ایک طلائي رحل جو سلاطین موحدین کي خیال کي جاتي ہے .

(٦) ایک قدیم تاریخي مرقع جس میں غرناطہ کے اسلامي دار القضاء کا منظر دکھلایا گیا ہے اور جو قصر الحمراء کي ایک دیوار کے مرقع سے نقل کیا گیا ہے .

(٧) " اے وي روس دي کریت " یعني قاضي ابن رشد اعظم کي تصویر جو اُس سنگي بت کي نقل ہے جو اُس کے بعض یہودي شاگردوں نے طیار کیا تھا .

(٨) اندلس کے عرب جنگ آزماؤں کا ایک منظر .

(٩) غرناطہ کے محل شاهي کي طلائي کنجیاں جو عبد اللہ نے فردني نینڈ کے حوالے کي تھیں .

(١٠) الحمراء کے ایک سنگي بت کي نقل جسکي نسبت یقین کیا جاتا ھے کہ وہ اسلامي عہد وسطی کے ایک مسلمان فرمانروا کي شبیہ ھے .

(پروفیسر امیلیو کي منتخبات)

هم پروفیسر ایم امیلیو (M. Emilio) کے نہایت شکرگزار هیں کہ انہوں نے الہلال میں شائع کرنے کیلئے کتب خانۂ اسکوریال کے آثار و نوادر کے عکسي فوٹو اور ضروري تشریحات بھیج دي هیں - پروفیسر موصوف اسپین کے مستشرقوں میں اپنے ذوق علم اور مستعدي تصنیف کے لحاظ سے ممتاز درجہ رکھتے هیں اور متعدد کتابیں عربي علوم و آثار پر مرتب کرچکے هیں - هم وقتاً فوقتاً انکي فراهم کردہ معلومات الہلال کے صفحات پر شائع کرتے رهینگے - آج اس سلسلہ میں اسکوریال کے چار آثار هدیۂ قارئین هیں :

(١) سب سے پہلا منظر اسلامي اندلس کي آخري نگاہ تودیع ہے - یہ غرناطہ کا آخري فرمانروا ابو عبد اللہ ہے جو سنہ ٨٩٧ هجري میں اندلس سے خارج کیا گیا - اسکے اخراج پر یورپ کے هشت صد سالہ عربي حکومت کا همیشہ کے لئے خاتمہ هوگیا - تمام مورخین عرب و فرنگ متفق هیں کہ یہ نہایت کمزور دل و دماغ کا انسان تھا - اُسکا ارادہ پست ' دماغ وهمي ' اور طبیعت عیش پسند واقع هوئي تھي - وہ اپني نسل کا ویسا هي کمزور انسان تھا جیسا نسل عباسي کا آخري فرمانروا المعتصم باللہ یا نسل تیموري کا آخري نام لیوا بہادر شاہ تھا - لیکن تاریخ اِن شخصیتوں کو انکي شخصیتوں میں نہیں دیکھتي - انکے زوال میں ایک پورے عہد و ایام کا زوال اُسکے سامنے آجاتا ہے - ابو عبد اللہ اپني ذات سے کتنا هي برا هو ' لیکن وہ سر زمین یورپ میں اسلامي و عربي تمدن کا آخري نقش قدم تھا - اُسکے مٹنے سے صرف اسکي شخصیت هي نہیں مٹ گئي - بلکہ اسلام کا هشت صد سالہ نقش تمدن و عظمت بھي مٹ گیا :

همارے بعد بہت هم کو روے اهل وفا
کہ اپنے مٹنے سے مہر و وفا کا نام مٹا !

بہر حال ابو عبد اللہ کي یہ شبیہ خاندان بني احمر کے آخري فرمانروا کي شبیہ هي نہیں ہے بلکہ اسکے خال و خط کے پیچھے تاریخ عرب کي عظمت رفتہ کا ایک طول طویل سلسلہ دیکھا جاسکتا ہے - اگر ممکن هوتا تو هم اپنے اقبال رفتہ کا ایک مرقع ماتم کھینچتے ' اور اُسمیں بغداد کے معتصم ' اندلس کے ابو عبداللہ ' اور دهلي مرحوم کے بہادر شاہ کو پہلو بہ پہلو جگہ دیدیے ' تاکہ نگاہ نظر حسرت ڈال لیتے اور زخم هائے کہنہ کو کبھي کبھي نشتر غم سے چھیڑ دینے کیلئے ایک سامان عبرت و درد فراهم هوجاتا - یہ تین شخصیتیں در اصل هماري عظمت ماضي کے تین افسانے هیں :

و ما کان قیـــس هلکه هلک واحد
و لکــنه بنـیان قـوم تهـدمـــا !

(٢) دوسرا مرقع اسي منظر حسرت کا ایک دوسرا گوشہ ہے - یہ ابو عبداللہ کي ایک ریشمي اور مزرکش قبا ہے جو اِس وقت تک اپني اصلي حالت و شکل میں محفوظ ہے - اِس سے نہ صرف اُس عہد کے وضع و قطع لباس کا ایک شاهي نمونہ همارے علم میں آجاتا ہے ' بلکہ اسلامي اندلس کي مختلف صناعیوں کا بھي پورا سراغ لگتا ہے - کپڑے کي بناوٹ ' اُسکي خیاطي ' زر تار کامداني کے مشجر اور گل بوٹے جن سے اِسکا حاشیہ اور متن مزین ہے ' اس درجہ قیمتي اور صنعت گرانہ هیں کہ بعض اهل نظر نے صرف اس قبا سے مستنبط صنائع پر ایک پوري تحریر لکھي ہے .

(٣) تیسرا منظر ایک مرقع ہے جسمیں غرناطہ کے قاضیوں کي ایک مجلس دکھلائي گئي ہے - مرقع کے نیچے جو عبارت درج ہے ' اُس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ مرقع مشہور قصر " الحمراء " کي ایک دیوار پر منقش تھا - سولہویں صدي کے وسط میں ایک مصور نے اُس سے یہ نقل طیار کي - اس مرقع کي هر تصویر فن مصوري کے لحاظ سے اس درجہ صحیح اور باقاعدہ ہے کہ موجودہ زمانہ بھي بمشکل کوئي نقص نکال سکتا ہے - الحمراء کي دوسري تصویروں کي طرح یہ مرقع بھي اندلس کے عربي عہد کي اُن ترقیات پر گواہ ہے جو فن مصوري کي اعلی اقسام میں اُسے حاصل تھیں - تاریخي قدر و قیمت کا پہلو یہ ہے کہ اُس عہد کے شرفاء و علماء کي وضع قطع اور طریق لباس و نشست کا ایسا واضح منظر سامنے آجاتا ہے جسکا کسي دوسرے ذریعہ سے علم ممکن نہیں .

(٤) چوتھا منظر عربي فوج کي ایک جماعت کا منظر ہے جسکي نسبت خیال کیا جاتا ہے کہ قرون وسطی میں کسي صناع نے طیار کیا تھا اور اُن عرب سپاهیوں کا ایک سلسلہ دکھلاتا [illegible] تھا جنہوں نے فرانس پر فوج کشي کي تھي - اس سے عربي فوج کي وضع و قطــع اور آلات و اسلحہ پر نہایت قیمتي روشني پڑتي ہے .

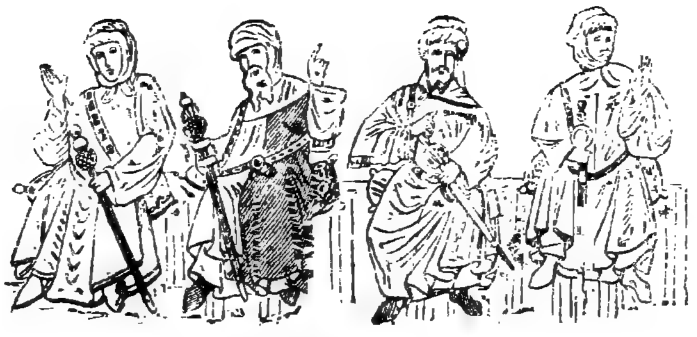

غرناطہ کے قاضیوں کي مجلس

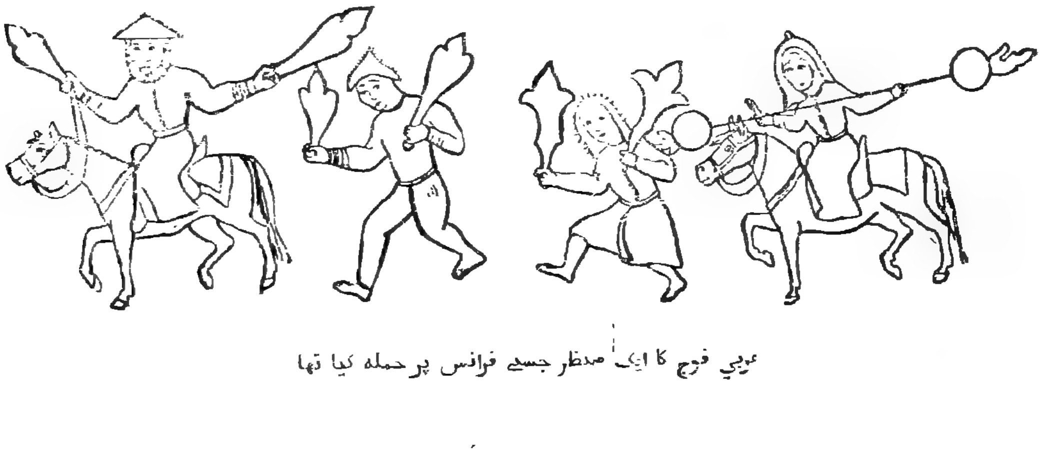

عربي فوج کا ایک منظر جسنے فرانس پر حملہ کیا تھا

ایک مدت کے بعد جب اسپین کو مذہبی تعصب کے جنون سے نجات ملی تو عہد اسلامی کے ذخیرۂ علم و تمدن کی جستجو شروع ہوئی ' لیکن اب قرطبہ اور غرناطہ کے کھنڈروں کے سوا اور کونسی چیز باقی رہ گئی تھی جو اِس جستجو کا استقبال کرتی ؟

ہاے اُس زود پشیماں کا پشیماں ہونا !

لیکن اتفاق سے انہی ایام میں ایک حادثہ ایسا پیش آگیا جسنے اسپین کیلئے عربی کتابوں کا ایک بڑا ذخیرہ فراہم کردیا - سولہویں صدی کے آخر میں اسپین کے دو جنگی جہاز بحر متوسط میں مشغول جنگ تھے کہ انہیں تین جہاز دولۃ مراکش کے ملگئے جو مولائی زیدان صاحب مراکش کیلئے نادر کتابوں کے ذخیرے لے جا رہے تھے - اسپینی جہازوں نے یہ جہاز گرفتار کر لیے اور اپنے ساتھ اسپین لے گئے - چونکہ اب اسپین کی مذہبی ذہنیت بدل چکی تھی - اسلیے یہ ذخیرہ آگ کے حوالے نہیں کیا گیا ' خانقاہ اسکوریال میں رکھدیا گیا - موجودہ کتابیں اِسی ذخیرہ کا ایک حصہ ہیں - پروفیسر ہارتونگ ڈارنبرگ Hartiwig Derenbourg نے کتب خانۂ اسکوریال کی عربی مخطوطات پر ایک مفید کتاب Les Manuscrits de L' Escurial لکھی ہے - وہ لکھتے ہیں کہ یہ ذخیرہ اگرچہ اندلس کا ذخیرہ نہ تھا - مولائی زیدان کی کتابیں تھیں جو اسنے غالباً بلاد مصر و شام سے منگوائی تھیں - تاہم اگر یہ کتابیں بھی پوری محفوظ رہجاتیں تو عربی علوم کے نوادر کا ایک نہایت قیمتی سرمایہ ہوتا - مگر معلوم ہوتا ہے مسلمانوں کے اخراج کے بعد اندلس کی قسمت میں علم و تہذیب کی دائمی بربادی ہی آئی تھی - جب مذہبی جنون نے کتابوں کا جلانا ضروری نہ سمجھا تو حوادث و ایام نے یہی عمل شروع کردیا - اس ذخیرہ کے اسکوریال میں رکھنے کے تھوڑے ہی عرصے بعد یکایک وہاں آگ لگ گئی ' اور دیگر اشیاء و نوادر کے ساتھ عربی ذخیرۂ کتب کا بھی ایک بڑا حصہ جل گیا - اب جسقدر ذخیرہ موجود ہے ' یہ وہ ہے جو اس آتش زدگی سے کسی طرح بچ رہا تھا - یہ زیادہ سے زیادہ دو ہزار کتابیں ہونگی - مشہور اسپینی مستشرق اِف ' کوڈیرا F. Codera نے بھی (جنہوں نے اسی کتب خانے سے ابن بشکوال کی کتاب الصلہ وغیرہ حاصل کرکے شائع کی ہے) قریب قریب ایسا ہی لکھا ہے .

(تاریخ کی صدائے عبرت)

کتب خانے کے ان دونوں حصوں کی موجودگی سے تاریخ کی ایک درد انگیز صداء عبرت پیدا ہوتی ہے جو ہر زائر و وارد کو سنائی دیتی ہے .

پہلے حصے میں اندلس کے قبل از اسلام عہد کا تمام ذخیرۂ کتب و آثار موجود ہے - حتی کہ یہ انجیل بھی موجود ہے جسکی سلاطین اسپین تلاوت کیا کرتے تھے - ان اشیا کی موجودگی اس حقیقت کا قطعی ثبوت بہم پہنچاتی ہے کہ عربوں نے فتح اندلس کے بعد جسقدر بھی ذخیرہ علم و آثار کا پایا ' اُسے تاریخ و علم کی مقدس امانت سمجھکر محفوظ رکھا اور آٹھ صدیوں تک اسکی حفاظت کرتے رہے - یہانتک کہ جب انقلابات زمانہ کے ہاتھوں جلاوطنی پر مجبور ہوئے تو اسوقت بھی اس امانت علم میں خیانت نہ کی ' یہ پورا ذخیرہ اسی طرح چھوڑ دیا ' جسطرح آٹھ سو برس پہلے حاصل کیا تھا - صدیوں تک ملکی لڑائیوں اور اسلامی اور مسیحی جنگوں کا سلسلہ جاری رہا ' اور اس اثنا میں ہمیشہ مسیحیت کا سلوک مسلمانوں کے ساتھ ویسا ہی رہا جو قرون وسطی میں اسکی مذہبی خصوصیت تسلیم کی گئی ہے ' تاہم مسلمانوں نے علم و تاریخ کی وہ امانتیں کبھی ضائع ہونے نہ دیں جو سرزمین اندلس نے اُن کے سپرد کی تھیں - اِس سے بھی بڑھکر یہ کہ اندلس کے اسلامی عہد میں بعض زمانے ایسے بھی گزرے ہیں جب علماء مذہب کی تنگ نظری اور تعصب سے علوم حکمیہ کی کتابیں ضائع ہوگئیں یا ضائع کرائی گئیں جیسا کہ ابن رشد کے زمانے میں ہوا تھا ' تاہم یہ جو کچھ بھی ہوا ' خود مسلمانوں کے اندر ہوا - اندلس کا مسیحی ذخیرہ ہمیشہ محفوظ رہا - اندلس کی پوری تاریخ میں ایک واقعہ بھی ایسا نہیں ملتا کہ کسی تنگ نظر سے تنگ نظر بادشاہ نے بھی مسیحی خانقاہوں کا علمی ذخیرہ تاراج کیا ہو - اگر ایسا کیا گیا ہوتا تو آج اندلس کے قبل از اسلام عہد کی ایک چیز بھی اسکوریال میں موجود نہ ہوتی .

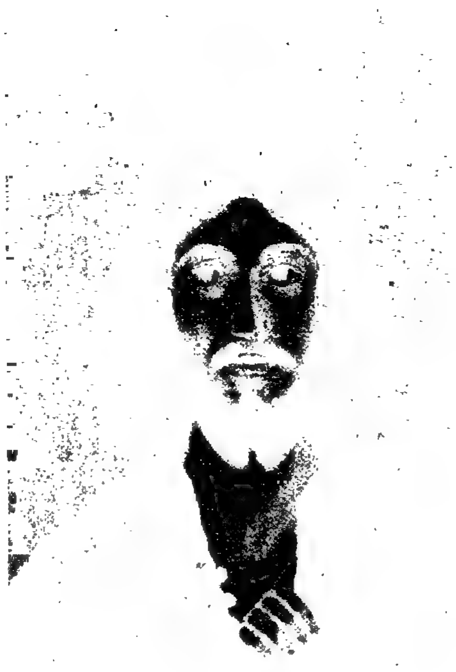

ابو عبداللہ آخری فرمانروائے غرناطہ

لیکن اسکے مقابلے میں کتب خانے کے مشرقی حصہ کی شہادت کیا ہے؟ یہ ہے کہ ایک ایسے عظیم و وسیع تمدن کا جسکی کوئی دوسری مثال اُس عہد کی تاریخ میں موجود نہیں ' تمام ذخیرۂ علم و تمدن انتہائی وحشت و جنون کے ساتھ ضائع کردیا گیا ' اور اب جو کچھ بھی موجود ہے ' اندلس کا نہیں ہے - مراکش کے ایک مسلمان فرمانروا کے علمی ذوق کی بچی بچائی پونجی ہے !

اگر " اسلامی " اور " مسیحی " تمدن کی تقسیم کی جا سکتی ہے ' تو اس تقسیم کی تاریخی خصوصیات کا اندازہ کرنے کیلئے اسکوریال کے صرف یہ دو منظر ہی کافی ہیں !

(اسکوریال کے بعض قیمتی آثار)

اسکوریال کے مشرقی حصہ میں ذخیرۂ کتب کے علاوہ چند تصاویر و آثار بھی موجود ہیں جو غالباً سولہویں صدی کے بعد مختلف مصادر سے جمع کیے گئے ہیں - اس ذخیرہ میں جو اشیا تاریخی حیثیت سے قدر و قیمت رکھتی ہیں ' وہ حسب ذیل ہیں :

(۱) غرناطہ کے آخری فرمانروا ابو عبداللہ کی تصویر جو فرڈی نینڈ کے حکم سے طیار کی گئی تھی .

(۲) اُس منظر کا مرقع جب ابو عبداللہ معاہدۂ تسلیم کے بعد غرناطہ سے

ابو عبداللہ کی ایک مزرکش قبا

مقالات

اسلام اور "نیشنلزم"

بہ بدمستی سزد گرتہم سازد مرا ساقی
ہنوز از بادۂ دوشینہ ام پیشا بودارد!

یہ عجیب بات ہے کہ ہندوستان میں جو زمانہ سب سے زیادہ باہر کے اسلامی معاملات کے انہماک کا زمانہ تھا۔ یعنی حرکت خلافت کا زمانہ، اُسوقت کسی شخص کو بھی یہ خیال نہیں گزرا کہ باہر کے اسلامی معاملات میں اس قدر دلچسپی لینا ہندوستانی قومیت کے نقطۂ خیال سے کہاں تک موزوں ہوسکتا ہے؟ یا یہ کہ نام نہاد پان اسلامیزم اور ہندوستانی نیشنلزم دو متضاد جذبے ہیں جو بہ یک وقت جمع نہیں ہو سکتے۔ بلاشبہ اُسوقت بھی ایک گروہ حرکت خلافت کا مخالف تھا، لیکن اُس میں ہندو مسلمان دونوں تھے، اور اُس کی مخالفت بھی اس بنا پر نہ تھی کہ یہ معاملہ ہندوستان کے جغرافیائی حدود سے باہر کا ہے، بلکہ اس لئے تھی کہ وہ اس قدر دُور تک جانا پسند نہیں کرتا تھا جس قدر دور یہ حرکت جانا چاہتی تھی۔ مطالبات خلافت پر موقوف نہیں، خود ہندوستان کے سیاسی مطالب کے لئے بھی وہ اس طریق عمل سے متفق نہ تھا۔

لیکن جونہی ۱۹۲۲ء میں حرکت کی سرگرمیاں رُکیں اور لوگوں کے ہاتھ پاؤں بیکار ہوئے فوراً طرح طرح کی بحثیں اور کاوشیں شروع ہوگئیں۔ اب ہر شخص سوچنے لگا کہ ہندوستان کے جغرافیائی حدود سے باہر کے معاملات میں اس قدر دلچسپی لینا کہاں تک قومیت و وطنیت کے جذبات کے ساتھ جمع ہوسکتا ہے؟ اتنا ہی نہیں بلکہ مسئلہ نے ایک قدم اور آگے بڑھایا اور مسلمانوں سے گزر کر اسلام کی تعلیم تک پہنچ گیا۔ اب سیکڑوں دماغ و قلم ہیں جنھیں اس سوال کی بحث و کاوش سے فرصت نہیں ملتی کہ اسلام کی دینی تعلیم کی روح قومیت کے موافق ہے یا مخالف؟

یہ حالت بظاہر کتنی ہی عجیب معلوم ہوتی ہو مگر فی الحقیقت عجیب نہیں ہے۔ علم الاجتماع کے مطالعہ کرنے والے ایسے ہی احوال و تغیرات میں جماعت کے ذہنی قوانین کی جستجو کیا کرتے ہیں۔ جب آدمی بیکار ہوتا ہے تو ضرورت سے زیادہ سوچنے لگتا ہے۔ مشغول آدمی کو زیادہ خیال آرائیوں کی مہلت ہی نہیں ملتی۔ یہی حال جماعتوں اور قوموں کا بھی ہے۔ جبوقت تک وہ عملی زندگی میں مشغول رہتی ہیں، ذہن و فکر کو ضرورت سے زیادہ دقیقہ سنجیوں کی مہلت ہی نہیں ملتی۔ لیکن جونہی ہاتھ پاؤں بیکار ہوجاتے ہیں، ذہن و خیال اُبھر آتا ہے اور اپنی کارستانیاں شروع کردیتا ہے۔ پہلے ارادہ کی ساری قوت عمل میں مشغول تھی، اب عمل کی جگہ تخیل کے لئے وقف ہوجاتی ہے۔ پہلے کسی کو ذہنی بلند پروازیوں کی فرصت ہی نہیں ملتی تھی۔ اب جس کسی کو دیکھو غیر ضروری بحثوں، بے محل کاوشوں، فرضی صورتوں، تخمینی سوالوں، بے قید تخیلات، اور مطلق العنان اوہام و ظنوں سے سرگراں ہوجاتا ہے!

ذہن و عمل کے قوا کا یہی عدم توازن ہے جس سے جماعتوں کی زندگی میں عملی استعداد کی افسردگی اور تعطل کی بنیاد پڑتی ہے، اور بعض اوقات یہ علت یہاں تک بڑھ جاتی ہے کہ عمل کی استعداد بالکل مفقود ہوجاتی ہے۔ یا اس درجہ کمزور پڑ جاتی ہے کہ کوئی نمایاں اور عظیم قدم نہیں اُٹھایا جاسکتا۔

ہر قوم کی تاریخ میں اس حالت کی مثالیں ڈھونڈھی جاسکتی ہیں۔ قومی عروج کے زمانے پر نظر ڈالوگے تو وہ سرتاپا عمل نظر آئے گا، لیکن تنزل کا عہد دیکھوگے تو عمل کی جگہ تخیل کی فرمانروائی ہوگی۔ پہلی حالت میں تخیل محدود مگر قدم بے روک ہوتا ہے۔ دوسری حالت میں قدم رُک جاتا ہے مگر خیال آسماں پیمائیاں شروع کردیتا ہے۔ عربوں نے جب روم اور ایران کے تخت اُلٹ دیئے تھے تو اُن کی سادگی فکر کا یہ حال تھا کہ قضا و قدر کے مسئلہ میں وہم و گمان کا دخل بھی جائز نہیں سمجھتے تھے۔ لیکن جب قضا و قدر اور جبر و اختیار کی گتھی سلجھانے کے لئے اُنھوں نے پچاس سے زیادہ مذہب گڑھ لئے، تو وحشی تاتاریوں کے جولانِ قدم سے اُن کے تمام دار الخلافے پامال ہورہے تھے!

آج بھی یورپ کی قوموں میں اس کی مثالیں صاف نظر آرہی ہیں۔ اینگلو سکسن نسل کے مقابلے میں فرانسیسی قوم زیادہ ذہنی اور تخیل پسند ہے، اور اس لئے کسی طرح بھی اپنا روزافزوں تنزل روکنے پر قادر نہیں ہے۔

۱۹۲۰ء میں حالات کی سرعت نے ذہن و تخیل کو زیادہ بے لگام ہونے کی مہلت ہی نہیں دی تھی۔ مہاتما گاندھی نے مسئلہ خلافت کو محض اُس کی سادہ اور عملی شکل میں دیکھا اور اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اُنھوں نے اس سے زیادہ سوچنے کی ضرورت ہی نہ سمجھی کہ مسلمانوں کا مطالبہ حق و انصاف کے خلاف نہیں ہے، اور اگر ہندوؤں نے اُن کا ساتھ دیا تو اس سے دونوں کے دل زیادہ قریب و متحد ہوجائیں گے۔ وہ اصل ملک کو اُس کی موجودہ منزل حیات میں اس سے زیادہ کاوش کی ضرورت بھی نہ تھی۔ وہ نہایت تیزی کے ساتھ اُٹھے، اور قبل اس کے کہ ذہن و خیال کو چنیں و چناں کی مہلت ملے، کام شروع کردیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ چند مہینوں کے اندر ایک عام حرکت ظہور میں آگئی۔ مطالبۂ خلافت ہندو مسلمانوں کا متفقہ مطالبہ بن گیا تھا۔ سیکڑوں ہزاروں ہندوؤں نے اسمیں ویسی ہی گہری اور بے ریا دلچسپی ظاہر کی جیسی خود مسلمان ظاہر کررہے تھے، بلکہ کہا جاسکتا ہے کہ بعض حالتوں میں خود مسلمانوں سے بھی اُنکے قدم پیش پیش تھے۔

لیکن جب عملی مشغولیت کا دَور ختم ہوگیا تو ردِّ فعل کا عمل درآمد شروع ہوگیا۔ وہی چیز جو چند دن پہلے ملک کا سب سے زیادہ مقبول عمل تھی، اب ایک مشتبہ اور بحث طلب چیز بن گئی، اور فکر و خیال نے طرح طرح کی کاوشیں شروع کردیں۔ جبوقت ہزاروں کی تعداد میں لوگ قید خانے جارہے تھے تاکہ ٹرکی کے ساتھ انصاف کیا جائے، اُسوقت کسی کو بھی یہ بات نہ سوجھی کہ اس مطالبہ کا اس درجہ انہماک ہندوستانی قومیت کے ساتھ میل کھاتا ہے یا نہیں؟ لیکن اب ہر شخص اسی خیال سے متفکر ہے، اور کوئی قلم و زبان نہیں جس پر یہ سوال طاری نہ ہو!

ایک طرف تو یہ لوگ ہیں جو نکتہ چینی کے رنگ میں اس مسئلہ پر بحث کررہے ہیں، دوسری طرف مسلمان اہل قلم ہیں، اور چونکہ خود اُنکے سامنے بھی کوئی صاف اور واضح حقیقت نہیں ہے، اس لئے کچھ عجیب طرح کے افراط و تفریط میں مبتلا ہیں۔ کچھ لوگ وہ ہیں جنھوں نے الہلال کے پچھلے صفحات پر اس قسم کی بحثیں دیکھی تھیں کہ اسلام کی وسعت نظر، وطنیۃ کی تنگ نظری کی متحمل نہیں، چونکہ بات کے محل اور موقعہ پر ان کی نظر نہیں ہے، اس لئے وہ اس کا مطلب یہ سمجھتے ہیں کہ اسلام "نیشنلزم" کا مخالف ہے اور کسی مسلمان کو "نیشنلسٹ" نہیں ہونا چاہئے۔ کچھ لوگ ایسے ہیں جو مسلمانانِ ہند کی سیاسی بے حسی سے سخت نالاں ہیں۔ وہ جب دیکھتے ہیں کہ باہر کے اسلامی مسائل کے لئے اُن میں جس قدر دلچسپی پیدا ہوجاتی ہے اُس قدر خود اپنے ملک کے لئے نہیں ہوتی تو وہ خیال کرتے ہیں کہ مسلمانوں کی وسعت علائق و احساس ہی اس صورت حال کے لئے ذمہ دار ہے اس لئے وہ کہتے ہیں کہ اب اسے خیرباد کہدینا چاہئے۔ حالانکہ نہ تو اسلام کی وسعت نظر کے یہ معنی ہیں کہ وہ قومیت کے ساتھ جمع نہیں ہوسکتا۔ نہ قومیت کے لئے اس بات کی ضرورت ہے کہ خواہ مخواہ اسلامی ذہنیت کا دائرہ تنگ کیا جائے۔ یہ دونوں صورتیں افراط و تفریط میں داخل ہیں، اور ہر معاملہ کی طرح یہاں بھی حقیقت اطراف میں نہیں بلکہ وسط میں ڈھونڈھنی چاہئے۔

وہ "وسط" کیا ہے؟

اس تحریر سے مقصود اُسی کی جستجو و تحقیق ہے۔ چونکہ مسئلہ کے اطراف وسیع ہیں اس لئے ضروری ہے کہ انھیں چند حصوں میں منقسم کردیا جائے۔ آج پہلا حصہ ہدیۂ قارئین ہے۔

۱

حیاۃ اجتماعیہ اور اس کا سلسلۂ ارتقاء

"قومیت" کیا ہے؟ انسان کی اجتماعی زندگی کے احساس و اعتقاد کی ایک ذہنی حالت کا نام ہے۔ یہ انسانوں کے کسی ایک گروہ کو دوسرے گروہ سے ممتاز کرتی ہے اور اس کے ذریعہ اُس کی ایک بڑی جمعیت باہم مربوط ہوکر زندگی بسر کرتی اور اجتماعی زندگی کے کشاکش سے عہدہ برا ہوتی ہے۔ اس لئے قبل اس کے کہ اس بارے میں اسلام کی تعلیم و دعوت پر نظر ڈالی جائے خود انسان کی حالت پر نظر ڈالنی چاہئے کہ اُس کے اجتماعی رشتوں اور رشتوں کے احساس و اعتقاد کا کیا حال ہے؟

جس طرح کائنات ہستی کی ہر شے پر قانون نشو و ارتقاء جاری ہے۔ یعنے ہر چیز ابتدائی حالت سے انتہائی درجہ تک، طفولیت سے رُشد و بلوغ تک، تنگی سے وسعت تک، پستی سے بلندی تک، اور نقص سے کمال تک بہ تدریج ترقی کرتی ہے، اور اس رفتار ترقی میں اُسے مختلف درجوں اور منزلوں سے گزرنا پڑتا ہے، اُسی طرح انسان کا احساس اجتماع بھی تدریجی ترقی کا ایک پورا ارتقائی سلسلہ ہے۔ وہ ایک نہایت محدود اور تنگ دائرہ سے شروع ہوتا ہے لیکن بہ تدریج بڑھتا اور پھیلتا ہے

عالم شرق و اسلام

شام کي حرکت استقلال

[illegible]

فرانسيسي مظالم کے چند خونيں مناظر

الهلال کے مقاله نگار مقيم بيروت کے قلم سے

شام کي حرکت استقلال پر کامل بيس مهينے گزر چکے - ان بيس مهينوں کے اندر اسکے فرزندوں کا خون جس بے دردي کے ساتهه بهايا گيا هے ، اور خود انهوں نے بهي جس بے پروائي کے ساتهه اپنا خون بهنے ديا هے ، وه ايک ايسي سرگزشت هے جو ظلم و مظلومي اور حق و استبداد کي تاريخ ميں ايک بڑے هي دردانگيز داستان کا اضافه کرتي هے !

ميں آج آپ کو چند تصاوير بهيجتا هوں - فرانسيسي حکومت نے محکمه ڈاک اور تار پر جيسا جابرانه احتساب قائم رکها هے ، اسے ديکهتے هوئے اميد نهيں که يه بسلامت پهنچ سکيں - ليکن اگر پهنچ گئيں تو کم از کم ايک لمحه کے لئے آپ ان قتيلان حريت و استقلال کي ياد سے اپنا دل و دماغ غمگين کر سکينگے جنهيں بيسويں صدي کے سورج کي روشني ميں يورپ کي سب سے بڑي متمدن قوم نے علانيه قتل کيا هے ، اور صرف اسليے قتل کيا هے که اپنے وطن عزيز کي غارتگريوں پر دل دردمند اور زبان ماتم سرا رکهتے تهے !

فرانس ، " انقلاب فرانس " کے مبادي حريت و استقلال کا فرانس ، کے سماز انسانوں کا علانيه قتل جائز رکهتا هے - اسليے که وه اپنے وطن کيليے حق اور استقلال کا لفظ بولنے کي جرأت کرتے هيں !

ان تصويروں ميں پهلا منظر دو شهيدان وطن کي نعشوں کا هے جنهيں دمشق کے ميدان مرجه (ساحة المرجه) ميں پهانسي دي گئي تهي اور پهانسي کے بعد انکي نعشيں چهوڑ دي گئي تهيں تاکه دو دن تک لٹکتي رهيں ، اور تمام باشندگان دمشق اپني آنکهوں سے ديکهه ليں که جرم وطن پرستي کي سزا اس دنيا ميں کيا هے ؟ ان ميں پهلي نعش جسکے سر پر طربوش هے شيخ احمد خياط کي هے - يه مشهور شامي زعيم حرکة سعيد عکاش کا عزيز تها - دوسري نعش جسکے سر پر عمامه هے شيخ عبد العزيز سلامي کي هے - يه اطراف دمشق کے ايک دروزي قبيله کے شيخ تهے .

ان دونوں شهيدان وطن کا جرم کيا تها ؟ يه تها که ۱۶ مئي سنه ۲۶ کو دروازهٔ دمشق کے سامنے دروزي قبائل کي ايک جانفروش جماعت نے فرانسيسي فوج کو سخت هزيمت دي تهي ، اور اُس هزيمت کي ذلت مٹانے کيلئے اس مهذب قوم کو ضرورت تهي که چند بے گناه انسانوں کا خون بهاکر اپنے دل انتقام پرست کو تسکين دے - چنانچه بهت سے آدمي گرفتار کئے گئے اور انميں سے شيخ خياط اور شيخ سلامي کو فوراً پهانسي پر چڑها ديا گيا - ان کا جرم يه قرار ديا گيا که يه شيخ سعيد عکاش کے دوستوں ميں سے هيں جسکا گروه دمشق سے باهر فرانسيسي فوجوں کو پے در پے شکستيں دے رها هے - جب انسے دريافت کيا گيا که کيا وه عکاش کے دوستوں ميں نهيں هيں ؟ تو ان دونوں سرفروشان حق نے بے تامل جواب ديا " شام کا کون ايسا بے عزت انسان هوسکتا هے جو عکاش جيسے بهادر اور جانفروش وطن کي دوستي سے انکار کرے ؟ "

دوسرے موقع ميں بهي ايک نعش سولي پر لٹک رهي هے ، يه بهي ايک وطن پرست غيور کي هے جسے "باغيوں" ميں شمار کيا گيا - اسکا نام احمد دباغ تها اور يه ان لوگوں ميں سے تها جنهوں نے فرانسيسي فوج کي خدمت و اعانت سے انکار کرديا تها - اگر آپ تصوير کو غور سے ديکهينگے ، تو نعش کے سينے پر کچهه حروف لکهے نظر آئينگے - در اصل يه ايک کاغذ هے جو پهانسي ديدينے کے بعد هر نعش کے سينے پر چسپاں کر ديا جاتا هے اور اسپر " مجرم " کے جرم کي نوعيت اور مقدار لکهدي جاتي هے - جب تک نعش لٹکتي رهتي هے يه کاغذ بهي چسپاں رهتا هے تاکه جب کبهي کسي شخص کي نظر پڑجاے تو وه اسکا جرم و گناه معلوم کرلے - کونسا جرم ؟ کونسا گناه ؟ حقوق وطن کي حفاظت کا جرم ! اور حقوق ملت کے احترام کا گناه ! اِس سے بڑهکر آج يورپ کي عدالت ميں مشرق کا کوئي جرم نهيں هے :

فمن شاء فلينظر الي فمنظري
نذير الي من ظن ان الهوى سهل

اکتوبر سنه ۲۵ سے ليکر اسوقت تک جتنے آدميوں کو پهانسي کے ذريعه قتل کي سزا دي گئي هے ، انکي تعداد سينکڑوں سے کسي طرح کم نهوگي - صرف دمشق کے ميدان مرجه ميں ستر سے زياده آدمي سولي کے تختے پر کهڑے هوچکے هيں - انميں سے چند سوليوں کي تصوير لينے کا ايک مقامي عکاس کو موقعه ملگيا تها - بعض ذرائع سے انکي نقليں مجهه تک پهنچ گئيں - اگر آپکے ذريعه يه مناظر شائع هوسکے تو ممکن هے برادران هند کي آنکهيں چند قطرات اشک بهانے ميں بخل نه کريں - ان جاندادگان عشق وطن کيلئے آنسوؤں کے يه چند قطرے بهي بهت قيمتي هونگے - کيونکه انکي قربانياں اِسوقت تک دنيا کي نظروں سے پوشيده هيں ، اور انهيں مورخ کے حقيقت سرا قلم کا ابهي مدتوں انتظار کرنا هے .

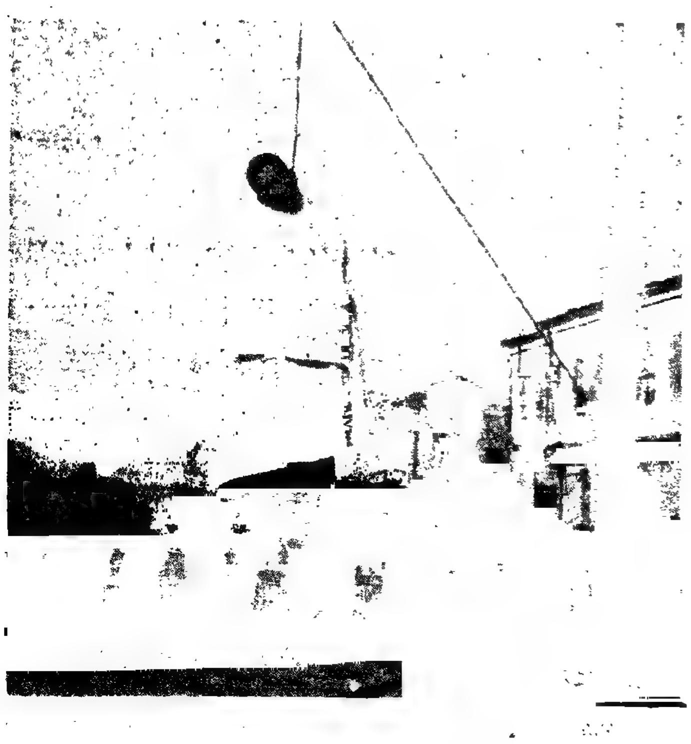

ومکان کی وحدت نمایاں ہوئی اور اس نقطۂ وحدت نے نسلی دائرہ سے زیادہ وسیع وعام دائرہ اپنے گرد کھینچ لیا۔ یہ دائرہ مختلف قبیلوں اور نسلوں کو باہم دگر مربوط ومتحد کردیتا ہے۔

”وطنیۃ“ کے بعد جذبۂ اجتماع کے لئے ”جنسیت“ کی منزل نمایاں ہوتی ہے۔ اس سے مقصود انسانی علاقہ کا ایک ایسا وسیع دائرہ ہے جو تمام پچھلے دائروں کو اپنے اندر سمیٹ لیتا ہے، اور اُن سب بالاتر رشتۂ اشتراک پیدا کرتا ہے۔ ضروری نہیں کہ یہ رشتہ کسی خاص اصل پر مبنی ہو۔ کہیں وطنیۃ نے ایک زیادہ وسیع صورت اختیار کرلی ہے اور دوسری وطنیتوں کو بھی اپنے اندر جذب کرلیتی ہے۔ کہیں ایسا ہوا ہے کہ کوئی بعید تاریخی نسل کا اشتراک نقطۂ اتحاد بن گیا ہے اور جس قدر انسانی جماعتیں اس سے وابستگی پیدا کرسکتی ہیں، پیدا کرلیتی ہیں، اگرچہ مختلف اقطاع ارضی میں آباد ہوں۔ رنگ اور زبان بھی اسمیں وجہ اشتراک کا کام دیتی ہے اور وہ تمام مختلف وطنیتیں اور نسلی جماعتیں شامل ہوجاتی ہیں جو رنگت میں یا زبان کے ابتدائی مُواد میں اشتراک رکھتی ہوں ”جنسیت“ کا یہ دائرہ تمدن کی وسعت وترقی اور ملکی وسیاسی مقاصد کی کش مکش سے بہ تدریج ظہور پذیر ہوا۔ مختلف وطنیتوں نے دیکھا کہ وہ وطنیۃ کے دائرہ سے بھی زیادہ وسیع دائرہ اتحاد اور ہمرشتگی کا پیدا کرسکتی ہیں جو مختلف وطنیتوں کو اپنے اندر سمیٹ لے گا، اس لئے انھوں نے ”جنسیت“ کی طرف قدم بڑھایا۔ امریکن جنسیت دنیا کی مختلف نسلوں اور وطنیتوں کا مجموعہ ہے۔ فرانسیسی جنسیت ہر اُس فرد کو اپنے میں شامل کرلیتی ہے جو چند خاص اجتماعی ومعیشتی عقائد واعمال میں شریک ہوجاتا ہے۔ لاطینی جنسیت اُن تمام قوموں کو منسلک کرتی ہے جو لاطینی حلقہ کی مختلف شاخوں سے تعلق رکھتی ہیں۔ سفید، سُرخ، زرد، اور گندمی رنگت کی بھی تقسیم پیدا ہوگئی، اور جنس کا کام دینے لگی۔

بہرحال احساس اجتماع کا یہ ایک ایسا دائرہ ہے جو تمام پچھلے دائروں سے زیادہ وسیع ہے اور انسانوں کی بڑی بڑی تعداد اسمیں سمٹ آتی ہے۔

”جنسیت“ کے بعد اس سے بھی زیادہ وسیع دائرہ اُس رشتہ کا پیدا ہوجاتا ہے جو جغرافیہ کی بڑی بڑی تقسیموں سے پیدا ہوگیا ہے۔ مثلاً ایشیا، افریقہ، مشرق، مغرب، اس دائرہ میں پہونچکر انسان محسوس کرنے لگتا ہے کہ اس کے باہمی علائق کی دُنیا وطن وجنس سے بھی زیادہ وسیع ہے۔ ایشیا کا باشندہ تمام ایشیا کو اپنا وطن سمجھنے لگتا ہے، اور یورپ کا باشندہ تمام براعظم یورپ میں اپنے لئے جذبۂ وطنیۃ محسوس کرتا ہے۔

جغرافیہ کی تقسیم پر پہنچکر اضافی وسعت کی تمام کڑیاں ختم ہوجاتی ہیں اور وہ منزل سامنے آجاتی ہے جو حقیقت کے عموم واطلاق کی آخری منزل ہے اور جہاں پہونچکر یہ سلسلۂ ارتقا درجۂ بلوغ وتکمیل تک پہنچ جاتا ہے۔ یہ منزل ”انسانیت“ اور ”ارضیۃ“ کی منزل ہے۔ یہاں پہونچکر انسان محسوس کرتا ہے کہ رشتوں، علاقوں کی تمام حدبندیاں اور اضافی نسبتیں جو اُسنے بنا رکھی تھیں، ان میں سے کوئی بھی حقیقی وفطری نہیں ہے۔ حقیقی رشتہ صرف ایک ہی ہے اور وہ یہ ہے کہ تمام کرۂ ارضی انسان کا وطن ہے، تمام نسل انسانی ایک ہی گھرانے کے افراد ہیں اور ہر انسان دوسرے انسان کا بھائی ہے۔ اس منزل پر پہونچکر انسان کے اجتماعی علائق کا سفر ختم ہوجاتا ہے اور وحدۃ نسلی، وحدۃ مکانی اور وحدت جنسی کی جگہ فاطر السماوات والارض کی بنائی ہوئی ایک ہی وحدۃ انسانی اپنی کامل اور بے پردہ صورت میں آشکارا ہوجاتی ہے!

انسانی علم ومعرفت کے سفر میں یہ منزل وحدت اور کل کی منزل ہے، اُس کا سفر جزو وفرد سے شروع ہوتا ہے، اور کلّ اور نوع کی وحدۃ پر ختم ہوجاتا ہے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں تعیّن اور شتیّۃ کے تمام پردے اُٹھ جاتے ہیں، اضافت اور نسبت کی تمام تنگ نظریاں اور حدبندیاں دور ہوجاتی ہیں، اور عارف منزل شناس دیکھ لیتا ہے کہ اس کائنات کثرت میں حقیقت بجز وحدۃ کے اور کچھ نہیں ہے۔ ہر گوشہ میں پہلے کثرت ہے، افراد ہیں، اجزاء ہیں، لیکن اگر جستجوئے حقیقت کا قدم رُکے نہیں تو بالآخر وحدۃ، نوع، اور کلّ کے سوا کوئی چیز باقی نہیں رہتی۔ نسل، وطن، قوم، جنس، سفید، سیاہ، افریقی، ایشیائی، بہت سے اسماء گڑھ لئے گئے تھے، حالانکہ مسمّیٰ ایک سے زیادہ نہ تھا اور وہ صرف ”انسان“ ہے:

عبارا تنا شتّٰی وحسنک واحد
وکل الی ذاک الجمال یشیر!

وحدت سے کثرت کی طرف

تم نے نوع انسانی کو اُس کی طفولیت کے گہوارہ میں دیکھا؟ یہ وہی انسان ہے جسکی وسعت نظر وعلائق کے لئے آج کرۂ ارضی کا پورا دائرہ بھی کافی نہیں ہے۔ وہ آسمان کی طرف دیکھ رہا ہے کہ نظام شمسی کے دوسرے ستاروں سے اپنا رشتۂ وجود جوڑلے، لیکن اُسوقت کیا حال تھا؟ اُسوقت اس کے ادراک واحساس کی غفلت ومحجوبیت کا یہ حال تھا کہ خود اپنے وجود کی وسعت ونوعیت کی بھی خبر نہیں رکھتا تھا۔ وہ اس طرح باہدگر علیحدگی اور بے رشتگی کی زندگی بسر کرتا تھا گویا ایک نوع کی جگہ مختلف انواع کے افراد ہیں۔ پھر آہستہ آہستہ اُس کے علم وادراک کی بند آنکھیں کھلنے لگیں۔ وہ محسوس کرنے لگا کہ اپنے انفرادی وجود میں تنہا نہیں ہے۔ ایک ایسے مجموعہ کا فرد ہے جس کا ہر فرد اُسی کی طرح انسان ہے۔ لیکن چونکہ علم واحساس کی یہ رفتار قرب سے بُعد کی طرف تھی، اس لئے سب سے پہلے وہ رشتہ نمایاں ہوا جو سب سے زیادہ قریب تھا، اور سب سے آخر اُس رشتہ کا سرا اُبھرا جو سب سے زیادہ دُور تھا۔ قُرب وبعد کے ان دونوں کناروں کے درمیان جس قدر منزلیں پیش آئیں، اُن میں سے ہر منزل اپنی ماقبل منزل سے دُور تر لیکن مابعد منزل سے قریب تر تھی۔ انسانی ادراک واحساس کے لئے سب سے زیادہ قریبی اور سامنے کا رشتہ کیا تھا؟ ماں باپ کا رشتہ، اس لئے سب سے پہلے اُسی کا احساس بیدار ہوا۔ سب سے زیادہ دُور کا رشتہ کیا تھا؟ ”انسانیۃ“ اور ”انسانی اخوت“ کا رشتہ۔ اس لئے سب سے آخر اسی منزل کی نمود ہوئی۔

انسانی اخوت کا رشتہ دُور کا رشتہ اس لئے ہوا کہ یہ ایک غیر محدود کثرت کو وحدت میں لانے کے بعد نمایاں ہوسکتا تھا اور چونکہ ہمیشہ کثرت وتعدد کی وسعت میں انسانی عقل گم ہوجایا کرتی ہے، اس لئے وحدت تک پہنچتے پہنچتے اُسے بہت دیر لگ جاتی ہے۔

اصل یہ ہے کہ کائنات ہستی وحدت وکثرت کی صورت آرائیوں کا ایک عجیب وغریب طلسم ہے، اس لئے جب کبھی کاروان عقل جستجوئے حقیقت میں نکلتا ہے، تو اُسے کثرت سے وحدت کی طرف بڑھنا پڑتا ہے، اور جب تک منزل بہ منزل پوری مسافت طے نہیں کرلیتا، حقیقت تک پہنچ نہیں سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ حقائق ہستی کے ہر گوشہ میں انسانی علم کی تاریخ ایک پوری داستان سیاحت ہے۔ درجہ بدرجہ اور منزل بہ منزل علم نے ترقی کی ہے اور جستجو نے سُراغ پایا ہے۔ جس طرح انسان کو صرف اتنی بات معلوم کرنے کے لئے کہ ایک ہزار ہمشکل جانور ایک ہزار قسمیں نہیں ہیں، بے شمار زمانہ مطلوب تھا، اسی طرح وہ خود اپنے وجود کی نوعی وحدت اور اسکے عالمگیر رشتے کا علم واحساس بھی فوراً حاصل نہیں کرسکتا تھا۔ ناگزیر تھا کہ ایک پوری مسافت منزل بہ منزل طے کی جائے، چنانچہ طے کی گئی، اور بالآخر وحدت انسانی کی منزل نمودار ہوگئی!

انسان کی حیات انفرادی

یہ انسان کی نوعی زندگی کی سرگزشت تھی اب کچھ دیر کے لئے اُس کی انفرادی زندگی پر بھی ایک نظر ڈال لو۔ نوعی زندگی کے علم کے لئے تاریخ کے اوراق اُلٹنے پڑے تھے، لیکن فرد کی زندگی کا صفحہ تو ہر وقت ہماری نظروں کے سامنے ہے۔ یہاں بھی دیکھو، کس طرح احساس اجتماع کا فطری سلسلۂ ارتقا درجہ بدرجہ ظہور کرتا ہے اور منزل بہ منزل آگے لے جاتا ہے؟ جب ایک بچہ ماں کی گود میں آنکھیں کھولتا ہے تو ماں کے سوا اور کسی انسانی رشتے کا احساس نہیں رکھتا۔ پھر آہستہ آہستہ اُس کا ادراک اُبھرتا اور پھیلتا ہے، اور احساس کی وہ کڑیاں نمودار ہونے لگتی ہیں جو قرب سے بُعد کی طرف اُس کی رہنمائی کرتی ہیں۔ پہلے صرف ماں باپ ہی کے دامن سے لپٹا تھا، یہ ”امومۃ“ اور ”ابوۃ“ کی ابتدائی کڑیاں تھیں۔ پھر اُس کے گھر کی چار دیواری اُسکی دُنیا ہوگئی۔ نظر طفولیت کی نارسائی اس سے آگے نہیں دیکھ سکتی تھی یہ ”عائلۃ“ کی منزل تھی۔ پھر اُس کی عمر کچھ زیادہ ہوئی تو اپنے گھرانے اور خاندان کے تمام رشتہ داروں کو بھی جاننے پہچاننے لگا اگرچہ وہ اُس کے گھر کی چار دیواری میں نہ رہتے ہوں۔ یہ وہی منزل ہے جسے پہلے ”قبیلۃ“ کے نام سے پہچان چکے ہو۔ اس اثنا میں مسکن ومکان کا رشتہ بھی بوجہ قریبی ہونے کے دائرہ احساس وادراک میں آجاتا ہے۔ پہلے اپنے ہمسایہ سے پھر اپنے محلے کے لوگوں سے پھر پوری بستی اور شہر سے مانوس ہوجاتا ہے۔ یہ وہی منزل ہے جو ”وطنیۃ“ کے نام سے نوع کو پیش آچکی ہے۔

ان ابتدائی احساسات کے بعد وہ وقت آتا ہے جب طفولیت کا عہد ختم ہوجاتا ہے اور نظر وادراک اس حد تک نشو ونما پالیتے ہیں کہ مشاہدہ کی طرح سماعت سے بھی علم واحساس حاصل کریں، تو تعلیم وتربیت کا سلسلہ شروع ہوتا ہے اور اس کی ذہنیت اسی سانچے میں ڈھلنا شروع ہوجاتی ہے جو انسان کی تمدنی زندگی نے پیدا کرلی ہے۔ لیکن اب بھی احساس اجتماع کی رفتار وہی رہتی ہے جو قرب سے بُعد کی طرف ہونی چاہئے۔ وہ اپنے دل میں پہلی کشش وطن کی طرف پاتا ہے۔ پھر قوم وجنس کا سرا کھینچتا ہے، سب سے آخر میں انسانیت آتی ہے اور اس کے دل کے دروازہ پر دستک دینے لگتی ہے!

اگر ایک بچہ کو باقاعدہ تعلیم وتربیت کی ہوا نہ لگے، تو اس صورت میں بھی اُسے ایسی ہی منزلیں پیش آئیں گی۔ البتہ بعض کڑیاں جو تہذیب وتمدن کے افکار وعقائد سے پیدا ہوگئی ہیں اُس کے سامنے نہ آئیں۔ وہ قدرتی طور پر پہلے اپنے مولد ومسکن کا رشتہ محسوس کرے گا۔ پھر اطراف وجوانب کی طرف کھنچے گا۔ پھر اپنے ملک واقلیم کا تصور کرے گا، اور سب سے آخر دنیا اپنے رشتۂ انسانیۃ کے ساتھ نمود کریگی!

جامع الشواہد
طبع ثانی

مولانا ابو الکلام صاحب کی یہ تحریر ۱۹۱۹ء میں شائع ہوئی تھی جب وہ رانچی میں نظر بند تھے۔ موضوع اس تحریر کا یہ تھا کہ اسلامی احکام کی رُو سے مسجد کن کن اغراض کے لئے استعمال کیجاسکتی ہے؟ اور اسلام کی رواداری نے کس طرح اپنی عبادت گاہوں کا دروازہ بلا امتیاز مذہب وملت تمام نوع انسانی پر کھول دیا ہے؟

۱۹۱۹ء میں جس قدر نسخے چھپے تھے، مدرسۂ اسلامیہ رانچی کو دے دیے گئے تھے جو بہت جلد ختم ہوگئے اب مصنف کی نظر ثانی کے بعد دوبارہ لیتھو میں چھپی ہے۔ قیمت بارہ آنے (۱۲/)

منیجر الہلال کلکتہ

اور بالآخر وسعت و بلوغ تک پہنچ جاتا ہے۔ دنیا کی تمام چیزوں کی طرح اُس کی بھی ایک کڑی ابتدا کی ہے اور ایک انتہا کی ہے۔ ابتدائی کڑی میں اُس کا احساس اُس کے جسم و دماغ کی طرح گہوارۂ طفولیت میں سوتا نظر آتا ہے۔ پھر جوں جوں دماغی ادراک نشوونما پاتا ہے، اجتماعی رشتوں، علاقوں کا احساس بھی وسعت پذیر ہوتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ بڑھتے بڑھتے اور پھیلتے پھیلتے اُس نقطۂ بلوغ و کمال تک پہنچ جاتا ہے جو اس سلسلۂ ارتقا کی آخری کڑی ہے۔

حلقات تسعۂ ارتقا

انسانی حالت پر ہمیشہ دو مختلف حیثیتوں سے نظر ڈالی جاتی ہے: نوعی اور انفرادی۔ نوعی سے مقصود یہ ہے کہ بہ حیثیت ایک نوع کے اُس پر جو کچھ گزر چکا ہے اس کی جستجو کی جائے۔ انفرادی سے مقصود یہ ہے کہ ہمیشہ ایک انسانی وجود پر جو کچھ گزرتا ہے اس کی تحقیق کی جائے۔ پہلی کے لئے تاریخ و آثار کا اور دوسری کے لئے خود انسان کی زندگی کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔

اس اعتبار سے اگر انسان کی حالت پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اجتماعی احساس و ادراک کا یہ سلسلۂ ارتقا نوع اور فرد دونوں زندگیوں میں یکساں طور پر موجود ہے، اور اس کی بڑی اور اصولی کڑیاں حسب ذیل ہیں:

(۱) امومتہ۔
(۲) ابوّۃ۔
(۳) عائلہ۔
(۴) قبیلہ۔
(۵) بلدیّہ۔
(۶) وطنیّہ۔
(۷) جنسیت و قومیتہ۔
(۸) برّاعظمیت یا تقسیم بہ لحاظ جغرافیہ۔
(۹) انسانیت و ارضیتہ۔

"امومتہ" کے معنی عربی میں ماں ہونے اور ماں کے رشتہ کے ہیں۔ اس سے مقصود انسان کی وہ ابتدائی حالت ہے جب وہ پیدا ہوتا ہے اور اس کی ساری دنیا صرف ماں کی گود ہوتی ہے۔ اس ابتدائی منزل میں انسان کا علاقۂ اجتماع صرف "امومتہ" میں محدود ہوتا ہے۔ فطرۃ کا فرشتہ اُس کی رہنمائی کرتا ہے اور اس کے معصوم ہاتھ ماں کی گردن میں حمائل ہو جاتے ہیں۔ یہ فردیتہ سے اجتماعیت کی طرف انسان کا پہلا قدم ہے۔

"ابوّۃ" سے مقصود باپ کا رشتہ ہے۔ ماں بچے کو باپ کے آغوش محبت میں رکھ دیتی ہے اور اب وہ ماں کے ساتھ ایک دوسرے وجود کا رشتہ بھی محسوس کرنے لگتا ہے۔ یہ اس سلسلہ کی دوسری کڑی ہے۔

تمدن کے وجود میں آنے سے پہلے انسان انفرادی اور خلقی زندگی بسر کرتا ہوگا۔ اُسوقت ازدواج مدنی (یعنی تعین و التزام کے ساتھ مرد و عورت کے ملنے) کا وجود نہ تھا۔ ممکن ہے عام حیوانات کی طرح والدین کا بنیادی رشتہ محض امومتہ کا رشتہ ہو اور ابوّۃ کا تعین اور تشخص وجود میں نہ آیا ہو۔ میں نے "ممکن ہے" کے لفظ سے اس لئے تعبیر کیا کہ اس بارے میں علمائے علم الانسان کے نظریات مختلف ہیں اور کوئی واضح روشنی موجود نہیں۔ بہرحال ابتدا میں ابوّۃ کا تشخص ہو یا نہ ہو جس دن سے یہ تشخص شروع ہوا، امومتہ کے بعد احساس اجتماع کی دوسری منزل یہی ہے۔

"عائلہ" عربی میں خاندان کو کہتے ہیں لیکن خاندان کا لفظ ہماری زبان میں زیادہ وسعت رکھتا ہے۔ "عائلہ" کا اطلاق اُس سے کمتر دائرے پر ہوتا ہے۔ اس سے مقصود وہ قریبی رشتہ دار ہیں جن کے اکٹھے ہونے سے ایک گھرانے کی مشترکہ زندگی کا نظام قائم ہوتا ہے۔ یہ اس سلسلۂ ارتقا کی تیسری کڑی ہے۔ انسان نے جب انفرادی زندگی کی جگہ مل جلکر رہنا شروع کیا تو اس کا پہلا منظر یہ تھا کہ وہ اپنے قریبی رشتہ داروں کا حلقہ بنا کر رہتا تھا تاکہ زندگی کی کش مکش میں تنہا رہنے کی جگہ ایک جتھا پیدا ہو جائے۔ "قریبی رشتہ داروں" کے اس احساس ہی سے اجتماعی ارتقا کی تیسری منزل وجود میں آتی ہے۔ کیونکہ اب ماں باپ کے علاوہ دوسرے انسانوں کا بھی رشتہ محسوس کیا جانے لگا اور اجتماعیتہ کے احساس میں وسعت ہوگئی۔

"قبیلہ" اس سلسلہ کی چوتھی کڑی ہے۔ اور یہ بہ نسبت "عائلہ" کے زیادہ وسیع حلقہ مہیا کرتی ہے۔ تمدن کے ابتدائی ایام میں جب کچھ عرصہ تک "عائلہ" کا نظام جاری رہا تو ہر خاندان کی نسل بڑھتی اور پھیلتی گئی۔ یہاں تک کہ پانچ پانچ دس دس پشتیں گزرنے کے بعد ہر خاندان کے افراد کی تعداد سینکڑوں ہزاروں تک پہنچ گئی۔ اتنی بڑی تعداد صرف عائلہ کی چار دیواری میں سمٹ نہیں سکتی تھی۔ اس لئے قدرتی طور پر ایک وسیع تر حلقۂ تعارف پیدا ہوگیا، اور باوجود مختلف جگہوں میں رہنے کے ہر فرد اُس حلقہ کی نسبت سے پہچانا جانے لگا۔ جنگ و صلح کے موقعہ پر بھی یہ حلقے ایک دوسرے کے مقابل صف آرا ہوتے ہونگے۔ اس طرح "قبیلہ" کی بنیاد پڑی، اور اب اس منزل میں پہنچکر وہی انسان جس کا احساس اجتماع صرف "امومتہ" اور "ابوّۃ" میں محدود تھا، اپنے آپ کو ایک وسیع حلقۂ انسانی کا رکن سمجھنے لگا۔ یہ پورا حلقہ ایک خاص مورث اعلیٰ کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرتا، اور اس کے وجود کو اپنی رشتہ داریوں اور قرب جوئیوں کے لئے اعتقاد و شرف کا مرکز ٹھہراتا۔ یہیں سے نسب کی بنیاد چلی اور اس کی حفاظت کی ضرورت محسوس ہونے لگی۔ عرب، افریقہ، ہندوستان، امریکہ، اور آسٹریلیا وغیرہ میں آجتک قبائل کا نقش قدم ڈھونڈھا جا سکتا ہے۔ عرب میں تو قبائل کی تقسیم اور نسب کی حفاظت کا ایسا دور دورہ رہا کہ تمدنی اور شہری زندگی کا اختلاط بھی اُسے نہ مٹا سکا۔ اسوقت بھی اندرون عرب میں ہر قبیلہ بہ حیثیت قبیلہ کے اُسی طرح موجود ہے جس طرح چھٹی صدی عیسوی سے پہلے تھا۔ ہندوستان میں راجپوتوں کے مختلف نسلی سلسلے اور سورج بنسی اور چندر بنسی کا انتساب بھی اسی کا نتیجہ ہے۔

یہ جو نسل انسانی کی آج بڑی بڑی اصولی تقسیمیں کی جا رہی ہیں۔ مثلاً سامی، آرین، منگولین، تو ان کی بھی بنیاد جب پڑی ہوگی، اسی "قبیلہ" کی منزل میں پڑی ہوگی۔ اب اگرچہ نسل انسانی اس منزل سے بہت آگے بڑھ چکی ہے، لیکن اس کی انفرادی زندگی میں یہ اب بھی ویسی ہی درمیانی منزل ہے، جیسی بہ حیثیت نوع کے تاریخ میں پیش آئی تھی۔ اب بھی جب انسان کا بچہ بڑا ہوتا ہے اور طفولیت کے سادہ احساسات کی جگہ تربیت و سماع کے اثرات نمایاں ہونے لگتے ہیں، تو وہ اپنے گھرانے کے حلقہ سے ایک زیادہ وسیع حلقہ رشتہ داریوں کا محسوس کرتا ہے۔ یہی احساس "عائلہ" کے بعد "قبیلہ" کا احساس ہے۔

اس چوتھی کڑی پر نسل کا دائرہ ختم ہو جاتا ہے، اور مکان کا رشتہ ظہور کرتا ہے۔ ابتک انسان کا احساس اجتماع صرف نسل کے رشتے میں محدود تھا۔ کیونکہ اُس کے دماغ کے لئے سب سے زیادہ قریبی رشتہ یہی تھا اور ہمیشہ اُس کے ادراک کا سفر قرب سے بعد کی طرف ہوتا ہے۔ لیکن اب ایک دوسرا رشتہ بھی دعوت اعتقاد دینے لگا۔ ابتدا میں انسان کی زندگی محض انفرادی زندگی تھی، پھر عائلہ اور خاندان کی بنیاد پڑی، لیکن پھر بھی وہ عرصہ تک ویسی ہی غیر شہری زندگی بسر کرتا رہا جیسی آجکل بھی صحرائی قبائل یا ایشیا اور یورپ کے جپسیوں کی زندگی ہے۔ وہ پانی، چارہ، اور غذا کی تلاش میں ایک جگہ سے دوسری جگہ نقل و حرکت کرتا رہتا تھا۔ لیکن جب ایک کافی مدت اس حالت پر گزر گئی، تو ہر قبیلہ اور گروہ کے لئے کوئی خاص حصۂ زمین مسکن و مولد کی شکل میں متعین ہو گیا۔ مثلاً کوئی خاص قبیلہ تھا جو خزاں میں ایک جگہ رہتا اور بہار میں دوسری جگہ چلا جاتا۔ عرصہ کے تواتر قیام سے یہ دونوں مقام اُس کے لئے مسکن و موطن بن گئے۔ یا کسی جماعت نے کسی ایک ہی مقام پر قیام اختیار کر لیا اور کچھ عرصہ کے بعد وہ اس جگہ میں اپنے لئے خصوصیت محسوس کرنے لگی۔ ساتھ ہی ایسا بھی ہوا کہ مختلف قبائل کسی ایک ہی حصۂ ارضی میں آس پاس رہنے لگے اور عرصہ تک قریب رہنے کی وجہ سے ان میں باہمی قرب و علائق کی ایک خاص حالت پیدا ہو گئی۔ ان اسباب سے اُس اجتماعی احساس اور جذبہ کی بنیاد پڑی جسے میں نے "بلدیّہ" سے تعبیر کیا ہے۔ یہ اس احساس کی پانچویں منزل ہے۔ اس منزل میں پہنچکر انسان ایک نیا رشتہ محسوس کرنے لگا جو کسی ایک ہی جگہ رہنے سہنے اور وہیں پیدا ہونے کے اشتراک کا رشتہ ہے۔

ایک مدت تک جس مقام پر انسان رہتا ہے قدرتی طور پر اُس سے زیادہ مانوس ہو جاتا ہے۔ اس اُنس کے اسباب ایک سے زیادہ ہیں۔ اوّل تو اُس مقام کی ارضی خصوصیات کے ساتھ اُس کی زندگی کے حالات کچھ اس طرح مل جل جاتے ہیں کہ وہاں کے ہر موسم اور ہر حالت کے ساتھ اُس کی زندگی کی کوئی نہ کوئی حالت وابستہ ہو جاتی ہے، اور اس کے تصور میں اُس کے لئے کشش پیدا ہو جاتی ہے۔ ثانیاً، مشاہدہ کے استمرار و تواتر میں بجائے خود حیوانی دماغ کے لئے تاثیر ہے۔ جن چیزوں سے اُس کا لگاتار واسطہ رہتا ہے قدرتی طور پر اُن سے زیادہ مالوف ہو جاتا ہے۔ ثالثاً، مکان و قیام کے ساتھ نسل و رفاقت کے بھی تمام رشتے جمع ہو جاتے ہیں۔ جس مقام پر انسان پیدا ہوا ہو اور پرورش پائی ہو وہیں اس کے تمام عزیز و اقارب اور جانے پہچانے ہوئے آدمی ہوتے ہیں اور اس لئے اُن کی محبتوں کی یاد وہاں کے چپہ چپہ میں بس جاتی ہے۔ غرضکہ انسان نے نسل کے بعد مکان و وطن کا رشتہ بھی محسوس کیا اور بہ تدریج اس کی گہرائیاں بڑھتی گئیں۔ یہاں تک کہ یہ اس کے جذبات محبت کا مرکز اور مکانی دل بستگی کے ولولوں کا محور بن گیا:

الا لیت شعری هل ابیتن لیلة
بواد، وحولی اذخر وجلیل!

"بلدیّہ" کے بعد چھٹی کڑی "وطنیّہ" کی آتی ہے۔ وطنیّہ "بلدیّہ" کے رشتہ کی ایک خاص ترقی یافتہ صورت کا نام ہے۔ جب تمدن میں مزید ترقی و وسعت ہوئی، بکثرت آبادیاں اور شہر بس گئے، اور انسان کے باہمی علائق بھی زیادہ وسیع ہو گئے، تو "بلدیّہ" کے جذبات میں بھی وسعت شروع ہو گئی، اور اب انسان نہ صرف اپنے مسکن و مولد ہی کو بلکہ اُس تمام علاقے کو اپنا وطن محسوس کرنے لگا جس کے ایک گوشہ میں وہ آباد تھا۔ پھر بتدریج اس دائرہ میں اور وسعت ہوئی، چھوٹے چھوٹے علاقوں کی جگہ زمین کے بڑے بڑے حصے داخل ہو گئے، یہاں تک کہ اب ایک پوری اقلیم بھی مفہوم وطنیّہ میں داخل ہو جاتی ہے!

نسل کے اجتماعی احساس نے افراد کی کثرت نسل کے [illegible] میں سمیٹ دی تھی۔ اب مکان

علم ترقی کرے گا ان عناصر کے شمار میں تخفیف ہوتی جائے گی. بہت ممکن ہو ایک زمانہ آئے جب ہم دعوئی سے کہہ سکیں کہ صرف ایک ہیڈروجین ہی تمام عناصر و کائنات کی اصل ہو: سب کچھ اُسی سے ظہور پذیر ہوا ہو"

میں "شاباش! اگر کائنات، ہیڈروجین سے بنی ہو تو بتاؤ مُرغوں کی وہ مستر پردادی کیونکر وجود میں آئی جسنے پہلا انڈا دیا تھا؟ ظاہر ہے وہ خود تو انڈے سے پیدا نہیں ہوئی"

وہ "یہ سب سے پہلی مُرغی پیدا نہیں ہوئی بلکہ ظہور پذیر ہوئی تھی"

میں "کس چیز سے ظہور پذیر ہوئی؟"

وہ "میں نہیں جانتا"

میں "تو تم اُس کا وجود ثابت نہیں کرسکتے؟"

وہ "میں ہر چیز کا عالم نہیں ہوں"

میں "تمھارے اس صریح اعتراف عجز کی داد دیتا ہوں. لیکن تم کہہ چکے ہو کہ اولین مادۂ حیات پیدا نہیں کیا گیا. اب ہم کائنات کی اصل و ابتداء کے موضوع پر پہنچ گئے۔ ہیڈروجینی انڈے کی بحث پر مگر تم نے اپنے جہل کا اعتراف کرلیا اور نہیں بتا سکے کہ وہ انڈا پیدا کیا گیا یا پیدا نہیں کیا گیا؟"

وہ "یہی سہی. لیکن میں برابر مدعی ہوں کہ کائنات اُس طرح پیدا نہیں ہوئی جس طرح توراۃ میں لکھا ہو"

میں "مجھے اس کی پرواہ نہیں کہ کائنات کس طرح خلق ہوئی ہو بہرحال کسی نہ کسی طرح وجود میں ضرور آئی ہو"

وہ "میں صفائی سے اعتراف کرتا ہوں کہ علم اس گتھی کے سلجھانے میں ناکام رہا ہو اور بقول "مسٹر لاینگ" کبھی مستقبل میں اس کا فیصلہ ہو سکے گا"

میں "تمھارے اس اعتراف جہل کی بھی میں قدر کرتا ہوں. اچھا اب بحث کا رُخ ذرا پھیر دیں. کیا تم یقین کرتے ہو کہ تمام بلوری مخلوقات سبزیاں، اور حیوانات صرف ایک ہیڈروجین کے مختلف مرکبات ہیں"

وہ "ہاں"

میں "کیا خالی ظرف سے کسی چیز کا نکالنا ممکن ہو؟"

وہ "ہرگز نہیں. لیکن جناب! میں نے یہ کب کہا کہ ہیڈروجن ایک خالی ظرف ہو؟"

میں "لیکن میں بھی تو یہ نہیں کہتا، اچھا یوں سہی، کیا کسی ظرف سے اُتنا نکالا جاسکتا ہو جتنا اُس میں نہیں ہو؟"

وہ "نہیں"

میں "تو کیا ہیڈروجین سے اُتنا حاصل کیا جاسکتا ہو جتنا اُس کے اندر نہیں ہو؟"

وہ "نہیں"

میں "کیا تم خیال کرتے ہو کہ مادۂ حیات ہیڈروجین سے وجود میں آیا ہو؟"

وہ "بیشک، تمام اسفنجی اجسام (fungi)، نباتات، حیوانات تمام اہل فن، مصور، شاعر، مصنف، فلاسفر، علماء، غرضکہ تمام کائنات اُسی اصلی ہیڈروجینی انڈے کی پیداوار ہیں"

میں "اس عجیب طلسمی انڈے کے خواص و ممیزات کیا ہیں؟"

وہ "اسمیں کوئی طلسم یا جادو نہیں۔ یہ نیچر، کائنات کی ماں ہو"

میں "ہاں والدہ ماجدہ! لیکن ضرور ہو کہ اس اصلی ہیڈروجینی انڈے میں کچھ خاصیتیں تھیں۔ خود ہیڈروجین کہاں سے آیا؟"

وہ "نہیں معلوم"

میں "یہ عجیب خواص اُس میں کیونکر پیدا ہوگئے؟"

وہ "نہیں معلوم"

میں "تم قائل ہو کہ ہیڈروجین میں کچھ خاصیتیں تھیں جنھوں نے بتدریج کائنات کو ظاہر کیا. لیکن کیا تم یہ تصور کرسکتے ہو کہ ہیڈروجین میں یہ خواص بغیر کسی صاحب ادراک اور عاقل ہستی کے عمل کے خود بخود موجود ہوگئے؟"

وہ "موضوع نہایت دقیق ہو۔ میری ناقص عقل اُس کے فہم کی قابلیت نہیں رکھتی"

میں "میرا سوال یہ ہو کہ ان عجیب خواص کا انڈا یا ہیڈروجینی کتلہ جس سے تمام کائنات رونما ہوئی اور جس سے مادۂ حیات اُچھل کر برآمد ہوا، ممکن ہو کہ بغیر کسی ذہانت اور عقلی قوت کے وجود کے موجود ہوگیا ہو؟ اگر ہیڈروجین میں عقل و ادراک نہیں تو تم جو اس سے بنے ہو، کیونکر عاقل اور صاحب ادراک ہو؟"

وہ "میں آج مزید گفتگو نہیں کرسکتا. شب بخیر!"

تیسری مجلس

میں ایک رسالہ اُٹھاکر دیکھنے لگا. اتفاق سے اسمیں یہ قصہ درج تھا کہ ایک شہزادے نے اپنی محبوبہ کو ایک آہنی انڈا تحفتہً بھیجا۔ محبوبہ اُسے دیکھ کر سخت برہم ہوئی اور اُسے زور سے زمین پر دے مارا. انڈا ٹوٹ گیا، اُس کے اندر سفیدی چاندی کی تھی، زردی سونے کی زردی کی ڈلی کے اندر چھوٹا سا طلائی تاج اور الماس کی انگوٹھی رکھی تھی۔ یہ قصہ پڑھ کر مجھے خیال ہوا کہ شاہزادہ کا بھیجا ہوا یہ انڈا اس عظیم انڈے کے مقابلہ میں ہیچ ہو جس کے اندر سورج، چاند، ستارے ثریا، زمین، عالم نباتات و حیوان اور دُنیا بھر کی عقل و حکمت بھری ہوئی ہو. میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ میرا بھائی آگیا اور کہنے لگا:

"کس سوچ میں ہو؟"

میں "کیا تم بتا سکتے ہو کہ دُنیا میں کوئی دریا بھی ایسا ہو جو کسی سرچشمہ سے نہ پھوٹا ہو؟"

وہ "بالکل معمولی سوال ہو۔ نہیں"

میں "کیا اثرات، بغیر موثرات کے موجود ہوسکتے ہیں؟"

وہ "ہر اثر کے لئے موثر و سبب کا وجود ضروری ہو. لیکن بواعث و اسباب کی بحث نہایت پیچیدہ ہو۔ شاید آپ "ڈیوڈ ہیوم" کے اس قول سے متفق نہیں کہ مسبب اور سبب کے مابین وہی تعلق ہو جو رات اور دن کے درمیان؟"

میں "ہاں میری یہ رائے نہیں. رات، دن کے بعد ضرور آتی ہو لیکن دونوں میں کوئی سببی علاقہ نہیں ہو. خیر آؤ، ہم اُسی عجیب طلسمی انڈے پر غور کریں. "نیچر" کیا ہو؟ کہاں سے آیا؟ کیسے آیا؟ کب آیا؟ کیا تم "نیچر" کی تعریف بیان کرسکتے ہو؟"

وہ "نیچر کی تعریف آسان نہیں: بقول ایک حکیم کے "آسمان کے نیچے چلو اور نیچر کی تعلیمات و قوانین سے آگاہ ہو" یا بقول ایک دوسرے حکیم کے، "نیچر کی بوقلمونی پر نظر کرو: ذرّے باہم وابستہ ہیں، جذب کرتے ہیں اور جذب ہوتے ہیں. نیچر کا قرب تمھیں اُس کے وصل سے شادکام کردے گا"

میں "تم کہہ چکے ہو کہ نیچر نے سب سے پہلا انڈا طیار کیا اور اُسے مختلف الاشکال زندہ پُرجمال مرکبات بنانے کی قوت بخشی، میں بغیر مزید معلومات حاصل کئے نیچر کی یہ قابلیت تسلیم نہیں کرسکتا. آخر بتاؤ تو نیچر ہو کیا بلا؟ فرشتہ ہو؟ بھوت ہو؟ کیا نیچر سنٹ کلاز (فرضی گلابی رنگ کا بوڑھا جو کرسمس میں اچھے بچوں کے لئے تحفے لاکر غائب ہوجاتا ہو) ہے، رات کو چپ چپاتے آتا اور صبح ہوتے ہی غائب ہوجاتا ہو؟"

وہ "براہ عنایت مذاق نہ کیجئے"

میں "تم کہتے ہو نیچر ہر چیز کی ماں ہو اور اُس کی اولاد سمندر کے کناروں پر بچھی ہوئی ریگ کے ذرّوں سے بھی زیادہ ہو، لیکن پھر بھی تم میری اس سے تعریف نہیں کراتے"

وہ "نیچر ہر قسم کی تعریف و تعارف سے برتر ہو. اُس کے دامن میں زمین آسمان دونوں بچوں کی طرح پڑے ہیں"

میں "تمھارے خیال میں نیچر ایک اَن دیکھی قوت نہیں ہو جسکی شخصیت، ذرات سے الگ ہوکر کارفرمائی کرتی ہو؟"

وہ "ہرگز نہیں حکیم سٹوارٹ مِل کہتا ہو "نیچر ہر ہونے والی چیز کا نام نہیں ہو بلکہ وہ صرف اُس چیز کا نام ہو جو انسان کی قوت و ذہانت کے بغیر واقع ہوتی ہو" وہ نیچر ہی ہو جسنے ہمیں آسمان، زمین، پھول پتی، مکھیاں اور سمندر کی مچھلیاں بخشی ہیں"

میں "لیکن تم کہہ چکے ہو کہ ہر چیز اولین ہیڈروجینی انڈے سے ہوئی ہو۔ اور اس طلسمی انڈے نے اپنی قوت نیچر سے حاصل کی ہو پس اب بتاؤ اس انڈے اور نیچر میں کیا فرق ہو؟"

وہ "دونوں کا تجزیہ و فصل بہت مشکل ہو۔ لیکن یہ یقینی ہو کہ ایک دوسرے کا مُسبَّب نہیں ہو"

میں "خیر ہم فرض کئے لیتے ہیں کہ شروع میں ہیڈروجینی انڈا موجود تھا اور اُسی سے تمام کائنات وجود میں آئی، لیکن کیا تم یہ نہیں تسلیم کروگے کہ اس انڈے کے لئے بھی کوئی خالق ہونا چاہئے اور اُسی خالق کو اُس کا نگراں اور مربی ہونا چاہئے؟ کائنات کا یہ ارتقا صرف ازلی و ابدی خدا ہی کی قدرت کا ایک کرشمہ ہونا چاہئے"

وہ "میں یہ تسلیم نہیں کرتا"

میں "پھر خدا کی جگہ پر کسے رکھتے ہو؟ اگر انڈا فعلاً موجود تھا تو اُس کے لئے کسی عاقل ہستی کا وجود ضروری ہو. اگر انڈا خود بخود موجود ہوا اور خود اُسی نے اپنے آپ کو بنایا ہو اور خود ہی اپنا مربی و محافظ تھا تو بس وہی وہ ہستی ہو جسے ہم خدا کے نام سے یاد کرتے ہیں لیکن اگر اُس انڈے میں اپنے سنبھالنے اور حرکت کرنے کی ذاتی قوت نہیں تو ضرور کوئی اُس سے بھی بڑی قوت ہوگی جسنے اُسے حرکت دی اور اُس میں حسب مرضی تصرف کیا!"

اسپر اُسنے غور کرنے کی مہلت مانگی،

چوتھی مجلس

دوسرے دن آنے کے ساتھ ہی کہنے لگا:

"جس چیز کو تم خدا کہتے ہو وہ محض "نظام" ہو جو کائنات میں جاری و ساری ہو۔ سٹوارٹ مل کہتا ہو: بلا استثنار تمام ظواہر اٹل قوانین کے ماتحت ہیں جن کی راہ میں کوئی طبیعی یا غیر طبیعی قوت حائل نہیں ہوسکتی"

میں "مل نے واقعی، علم منطق میں نفیس کتابیں تصنیف کی ہیں، کیا اچھا ہوتا اگر فلسفہ پر گفتگو کرتے وقت بھی وہ منطق ہی کی پیروی کرتا. مگر افسوس اس بحث میں آکر وہ اپنی ساری منطق بھول جاتا ہو. وہ کہتا ہو "تمام ظواہر یعنی ستاروں کی حرکت، آلو کی پیداوار، کرکٹ کا کھیل۔ شراب کا نشہ" اگر معاملہ کو صرف ستاروں ہی تک محدود رکھتا تو شاید ہم مخالفت میں زبان نہ کھول سکتے، مگر نشہ، آلو، کرکٹ کے ذکر پر آکر ہم اُسے خاموش کرسکتے ہیں، سادہ لوح کہہ سکتا ہو کہ ان امور کا کسی دوسری قوت سے کوئی تعلق نہیں، لیکن عقلمند جانتا ہو کہ اٹل قوانین کے اندر کوئی حقیقی قوت موجود ہو جو نیکی اور تقویٰ کی طرف آدمی کو لے جاتی ہو. خود مل نے بھی اپنی منطقی کتاب میں تصریح کی ہو کہ اٹل قوانین کے اندر جا کر ایک قوت مخفی ہو۔ یہ قوت اگرچہ حکومت نہیں کرتی مگر موجود ضرور ہو پس اب بتاؤ "نیچر" سے تمھارا مقصود کیا ہو؟ "نیچر" اور نیچر کے قوانین میں کیا فرق ہو؟ میں ہکسلے اور ٹنڈل وغیرہ کی کتابیں پڑھتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ وہ خواص اعصاب، بجلی، کیمیا، نباتات، حیوانات، وغیرہ مباحث پر بڑے سلیقہ سے گفتگو کرتے ہیں، لیکن جہاں فل[illegible] پر آئے اُنکے حواس گم ہوگئے، محض معمولی سطح کے آدمیوں کی طرح گفتگو کرنے لگتے ہیں. — اُن کی تمام تر ذہانت اسپر صرف ہوتی ہو کہ "خدا"، "معجزہ" اور "خلق" کے الفاظ پر بحث شروع کردیتے ہیں اور زیادہ سے زیادہ یہ ہنر دکھاتے ہیں کہ ان الفاظ کو دوسرے الفاظ "نیچر"، "فطرت"، "قانون"، "ناموس" سے بدل دیتے ہیں. میں "نیچر" اور "قانون" دونوں کی علحدہ علحدہ تعریف جاننا چاہتا ہوں. تم کہتے ہو قانون، قوت فعالہ ہو یعنی زبردست محرک. لیکن اپنے دعوے پر کوئی دلیل پیش نہیں کرتے. یہ محض فرضی

بصائر و حکم

مُرغی پہلے پیدا ہوئی یا انڈا؟

مومن اور منکر کا ایک دلچسپ مکالمہ

جدال فی اللہ بغیر علم!

چھ مجلسیں

پہلی مجلس

میرا بھائی ایک ایسا ہی "آزاد خیال" شخص ہے جیسے آزاد خیال اشخاص بیسویں صدی کی عام پیداوار ہیں۔ بحث و مناظرہ کا اسے بہت شوق ہے۔ اپنے تیز اور قطعی خیالات کے اظہار میں کبھی تامل نہیں کرتا اور جب کبھی گفتگو کرتا ہے تو اس کا معارضہ سخت اور حجت بے جھجک ہوتی ہے۔ ایک دن مجھ سے کہنے لگا:

"مجھے یقین نہیں آتا کہ "بلعام" کی گدھی بولی ہو جیسا کہ توراۃ میں بیان کیا گیا ہے!"

میں نے جواب دیا:

"میں نہایت خوش ہوں گا اگر دنیا بھر کے گدھوں کا منھ باندھ دیا جائے اور وہ کبھی اپنی کرخت آواز دنیا کو نہ سنا سکیں"

میرا جواب بھائی نے مذاق پر محمول کیا وہ سنجیدہ تھا اور علمی مباحث میں ہرگز مذاق گوارا نہیں کر سکتا تھا۔ اُسنے چیں بجبیں ہو کر کہا:

"میں مہمل گفتگو پسند نہیں کرتا۔ سنجیدہ دقیق مباحث میں میرا جی لگتا ہے"

میں نے کہا:

"بہت بہتر۔ کوئی سنجیدہ مسئلہ پیش کرو تا کہ میں بھی سنجیدگی سے گفتگو کروں"

ایک لمحہ غور کرنے کے بعد کہنے لگا:

"تعجب ہے آپ ہمیشہ مجھی سے سوال چاہتے ہیں۔ یہ کیا ضرور ہے کہ سدا میں ہی حملہ آور ہوں اور آپ مدافعت کریں؟ آج خود آپ ہی کیوں نہ پہلا گولہ پھینکیں؟ کیا مجھ پر حملہ کرنے کی جرأت نہیں رکھتے؟"

میں نے جواب دیا:

"کیوں نہیں؟ کسی عمارت کا ڈھا دینا تعمیر سے زیادہ آسان ہے لیکن مشکل یہ ہے کہ تم کوئی عمارت ہی نہیں رکھتے۔ تمھارے پاس کوئی مثبت چیز ہے ہی نہیں۔ صرف انکار اور منفی پہلو ہے۔ پھر میں کس چیز پر حملہ کروں؟ تاہم ایک مسئلہ میں تمھاری زبان سے ائمۂ الحاد کے فتوے سننا چاہتا ہوں"

اُسنے وعدہ کیا کہ میرے ہر سوال پر سنجیدگی کے ساتھ بحث کرے گا اور ملحدین کے افکار پوری وضاحت سے پیش کرے گا۔

میں نے سوال کیا۔

"مُرغی پہلے پیدا ہوئی یا انڈا؟"

ساتھ ہی میں نے کہا،

"سوال بالکل آسان اور صاف ہے۔ "معتقد علماء" نے اسے ضرور حل کیا ہوگا، تمھاری کیا رائے ہے؟"

وہ کچھ گھبرا سا گیا:

"یہ سوال بے فائدہ معلوم ہوتا ہے۔ اسپر بحث کی کیا ضرورت ہے؟"

اسنے جواب دیا۔

"ممکن ہے تمھارا خیال صحیح ہو"

میں نے کہا:

"لیکن اگر میری ذاتی رائے پوچھتے ہو تو میں اس سوال کو بہت اہم سمجھتا اور تمھارے جواب کا بےچینی سے منتظر ہوں۔ خود تم نے مجھ سے سوال کی خواہش کی تھی۔ اب تمھیں جواب سے گریز نہیں کرنا چاہئے"

وہ "یہ سوال بہ ظاہر بالکل معمولی ہے لیکن در اصل اپنے اندر ایک دقیق فلسفی بحث چھپائے ہے۔ یا تو آپ اسے کسی دوسری شکل میں پیش کیجئے یا اپنا مقصود واضح کر دیجئے"

میں "تم بہت ڈر رہے ہو۔ حالانکہ تمھیں ڈرنا نہیں چاہئے۔ یہ سوال کچھ جال نہیں ہے جسمیں پھنس جاؤ گے۔ مجھے اس موضوع کے متعلق صرف اتنی ہی واقفیت ہے کہ انڈا مرغی کے پیٹ سے نکلتا ہے اور مرغی بچے سے بنتی ہے"

اُسنے میری تصدیق کی۔ پھر میں نے کہا:

"اگر یہ سچ ہے تو کیا علم طبقات الارض کے ماہر سر چارلس لائل نے یہ اصل قرار نہیں دے دی ہے کہ "ماضی کو حاضر کے دلائل سے واضح کرنا چاہئے؟"

وہ "بیشک"

میں "تو انڈے اور مرغی کا یہ معاملہ ہمیشہ سے یوں ہی چلا آ رہا ہے؟"

وہ "ہاں"

میں "تو ضرور ہے کہ پہلی مرغی اور پہلے انڈے کا وجود اپنی اپنی جگہ پر مستقل ہوگا؟"

وہ "بیشک"

میں "اگر یہ صحیح ہے تو پہلی مرغی انڈے سے پہلے وجود میں آئی، کیونکہ وہ انڈے سے پیدا نہیں ہوئی ہے۔ اگر یہ تسلیم کر لیا جائے تو سر چارلس لائل کا اصول ٹوٹ جاتا ہے۔ کیونکہ حاضر کا مشاہدہ اس کے خلاف ہے اور ماضی کو واضح نہیں کرتا۔ ہم دیکھتے ہیں ہر مرغی انڈے سے پیدا ہوتی ہے۔ اور حاضر کی اس دلیل و مشاہدہ سے ہمیں یہی کہنا چاہئے کہ ہمیشہ مرغی انڈے ہی سے پیدا ہوتی رہی ہے۔ مگر تمھیں ابھی تسلیم کرنا پڑا کہ سب سے پہلی مرغی انڈے سے پیدا نہیں ہوئی"

اسپر وہ دیر تک خاموش رہنے کے بعد بولا:

"آپنے بلا بحث یہ کیسے تسلیم کر لیا کہ سب سے پہلی مرغی بغیر انڈے کے موجود ہوئی؟ خود مرغی کوئی مستقل وجود نہیں ہے۔ اُسی انڈے کی ترقی یافتہ مکمل صورت ہے۔ اگر ہم صحیح علمی اصول کی روشنی میں غور کریں تو فوراً اس نتیجہ پر پہنچ جائیں گے کہ انڈا پہلے ہوا ہے، لہذا ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ سب سے پہلی مرغی بھی انڈے ہی سے وجود میں آئی ہے"

میں "بہت خوب۔ تو اب یہ طے پا گیا کہ سب سے پہلی مرغی انڈے سے پیدا ہوئی ہے۔ یعنی انڈے کا وجود مرغی کے وجود سے پہلے ہوا یعنی سب سے پہلا انڈا مرغی کے پیٹ سے نہیں نکلا۔ اگر یہ تسلیم کر لیا جائے تو بھی لائل کا نظریہ ٹوٹ جاتا ہے۔ کیونکہ حاضر، ماضی کی تائید نہیں کر رہا ہے، سراسر مخالف ہے۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں ہر انڈا مرغی ہی سے پیدا ہوتا ہے۔ پھر یہ بھی بتا دو کہ اگر سب سے پہلا انڈا مرغی سے پیدا نہیں ہوا تو کہاں سے آیا؟ کیونکر آیا؟ کب آیا؟"

وہ "میں سمجھ گیا۔ آپ مجھے یہ کہنے پر مجبور کر رہے ہیں کہ انڈا خدا نے پیدا کیا"

میں "میں سائل ہوں، مجیب نہیں ہوں۔ مجھے معلوم ہے کہ آسمانی کتابوں کے قائل اس سوال کا یہ صاف اور معمولی جواب دے کر سبکدوش ہو جاتے ہیں کہ سب سے پہلا انڈا خدا نے خود پیدا کیا تھا لیکن یہ بے دلیل ہے۔ اگر تم علمی دلائل و براہین سے کوئی فیصلہ کن جواب دے سکو تو میں نہایت ممنون ہوں گا"

وہ "کیا انڈے کا مسئلہ تمام حقائق کائنات پر چسپاں ہو سکتا ہے؟"

میں "بیشک۔ ضرور ہے کہ شروع شروع گیہوں کا سب سے پہلا دانہ موجود ہوا ہو، سب سے پہلی بلی ہو، سب سے پہلی گائے ہو، سب سے پہلی بکری ہو، سب سے پہلا انسان ہو۔ . . . اگر تم انڈے کی گتھی سلجھا دو تو میں باقی تمام کائنات کو اُسی پر قیاس کر لوں گا، اور ہم آفرینش کا راز دنیا پر کھول سکیں گے"

وہ "آفرینش کا سوال بہت قدیم سوال ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ کائنات، تدریجی ارتقا کے ساتھ وجود میں آئی ہے"

میں "سچ ہے۔ لیکن اصل حیات اس سے مستثنیٰ ہے۔ زندگی کا پہلا تخم ضرور ہے کہ پیدا کیا گیا ہو۔ نظریۂ ارتقا مجھے مرعوب نہیں کر سکتا ارتقا کے لئے ضروری ہے کہ پہلے سے کوئی وجود موجود ہو، اور اُس میں تدریجی ترقی ہوئی ہو۔ لیکن عدم محض میں کیونکر ترقی ممکن ہے؟ ضرور ہے کہ پہلے انڈے کا وجود تسلیم کرو پھر اُس پر خلقت کی عمارت کھڑی کرو۔ پس میرا سوال یہی ہے کہ وہ سب سے پہلا انڈا کہاں سے آیا؟"

وہ "میں ڈاکٹر باسٹن کے اس نظریہ سے بالکل متفق ہوں کہ ہر جاندار غیر عضوی بے جان مواد سے وجود میں آیا ہے"

میں "لیکن ہکسلے اور ٹنڈال نے اس نظریہ کو باطل قرار دیا ہے اور تمام علماء نے وہی قدیم نظریہ تسلیم کیا ہے کہ جاندار، جاندار سے موجود ہوا ہے"

اسپر وہ لاجواب سا ہو گیا اور کہنے لگا باقی گفتگو کل ہوگی،

دوسری مجلس

دوسرے دن میں نے اُس سے کہا:

"کل میں زندگی کی اصل کے متعلق گفتگو کر رہا تھا۔ میرا سوال ایک ایسے انڈے کے متعلق تھا جو زندہ عناصر سے مرکب ہے لیکن تم نے ڈاکٹر باسٹن کا قول پیش کر دیا کہ انڈا غیر جاندار مواد سے وجود میں آیا ہے۔ حالانکہ میرا سوال جاندار انڈے کے متعلق تھا، مردہ انڈے سے بحث نہ تھی۔ لیکن خیر میں تمھاری خاطر فرض کئے لیتا ہوں کہ سب سے پہلا غیر عضوی مردہ مواد سے ظہور پذیر ہوا تھا مثلاً ہم کہیں سب سے پہلے انڈے کی اصل، ریت کا ایک ذرہ تھا، مگر یہ کہنے کے بعد بھی سوال بدستور قائم رہتا ہے۔ اب اُس کی صرف لفظی شکل بدل جاتی ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ ریت کا ذرہ کہاں سے آیا؟"

وہ "ریگ کا ذرہ اور ہر عنصر بہت سے ایسے دقیق ذرات واجزا سے مرکب ہے جنھیں انسانی نگاہ کسی طرح بھی مشاہدہ نہیں کر سکتی لیکن باوجود اس کے ہم ان غیر مرئی ذرات کے وجود کے قائل ہیں۔ سردست ہم عناصر کا وجود تسلیم کیا جاتا ہے لیکن جو حیات

L 5328

میں "عجیب سہی، معجزہ نہ سہی"

اس کے بعد میں نے سوال کیا:-

"کیا تم اسپنسر کے متبعین کا یہ عقیدہ تسلیم کرتے ہو کہ تمام ظواہر زمین و آسمان - ایک مجہول مخفی قوت کا اعلان ہیں جو اُن کے پس پردہ کار فرما ہے؟ اسی قوت کا نام میری بول چال میں "خدا" ہے"

اُس نے کوئی جواب نہیں دیا - میں نے کہا:

"انسان اپنے افعال و اعمال میں کچھ اختیار رکھتا ہے یا محض مشین کے ایک پُرزے کی طرح بغیر اپنے ارادہ و اختیار کے عمل کرتا ہے؟"

وہ "کالون کا مذہب یہ ہے کہ انسان مجبورِ محض ہے، قاتل اس لئے قتل کا ارتکاب کرتا ہے کہ وہ اس پر مجبور ہوتا ہے - قضا و قدر سے وہ بالکل بے بس ہو چکا ہوتا ہے"

میں "اس عقیدے کے ماننے والوں کا علاج یہ ہے کہ سب ایک ساتھ پھانسی پر لٹکا دیے جائیں اور ہمیشہ کے لئے دُنیا کو اُن سے نجات دے دی جائے"

آخر میں میں نے ایک سوال کیا:

"ہم کس منزل کی طرف جا رہے ہیں؟"

وہ "موت کی طرف - موت ہی ہم سب کی منزل مقصود ہے جس دن تم مر گئے، اُس دن سے تم معدوم ہو گئے - یہ سچ ہے کہ جسم کے ذرات غیر فانی ہیں، ہمیشہ باقی رہینگے - لیکن وہ چیز جسے تم شخصیت یا ضمیر کہتے ہیں، دائمی طور پر فنا ہو جائے گی - مجھے قیامت یعنی دوسری زندگی کا ہرگز یقین نہیں ہے - میں دوبارہ زندگی کے لطف اُٹھانے کا متمنی نہیں ہوں - مرتے ہی، عدم محض طاری ہو جائے گا - روز لوگوں کو مرتے دیکھتے ہو - اُن کی زندگی کا چراغ گل ہو جاتا ہے - آخری سانس کے ٹوٹتے ہی عقلی قوےٰ ختم ہو جاتے ہیں اور انسان خاک میں مل جاتا ہے، خاک ہی سے اُٹھا تھا، خاک ہی میں مل گیا - اِنْ ھِیَ اِلَّا حَیَاتُنَا الدُّنْیَا، نَمُوْتُ وَنَحْیَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِیْنَ!"

میں "تو تمھارا نظریۂ ارتقا، ایک منحوس مذہب ہے اور آخرت میں اُس سے کوئی بھی فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا، وہ انسان کو کس قدر جلد فنا کر دیتا ہے؟ پہلے تو وہ انسان کو ابدیت کا سبز باغ دکھاتا ہے اور جب وہ مسکین قبضہ میں آ جاتا ہے تو نا اُمید کر کے چھوڑ دیتا ہے اس کے پاس بدبخت انسان کے لئے اُمید اور یقین کا کوئی سُراغ نہیں"

وہ "ہمیں حقیقت کی پیروی کرنا چاہیے، نتائج کو چھوڑ دینا چاہیے"

میں: "تو تمھارا عقیدہ ہے کہ عمر ختم ہونے پر جسم انسانی کے اجزا اور عناصر مضمحل ہو کر اپنا عمل چھوڑ دیتے ہیں - یعنی قوت اصلیہ محرکہ ختم ہو جاتی ہے اور پورا کارخانہ اچانک رُک جاتا ہے - اگر یہی ہے تو پھر وہی طلسمی انڈا ہمارے سامنے آ موجود ہوتا ہے قدرتی طور پر تسلیم کرنا پڑے گا کہ انڈے میں کوئی محدود قوت پوشیدہ کر دی گئی تھی، جبھی تو ایک معین زمانہ کے بعد وہ ہاتھ پاؤں ڈال دیتا ہے - اس کے بعد دو ہی صورتیں ممکن ہیں: یا تو دائمی موت یا نئی زندگی کا آغاز، میرے دوست کیا یہ ممکن نہیں کہ جس نیچر نے ایک مرتبہ ہمارے طلسمی انڈے کو اپنی قوت کا مظہر بنایا تھا وہی کچھ مدت آرام لینے کے بعد پھر انگڑائی لے کر اُٹھے اور نئی قوت نئی مستعدی اور نئے چولے میں اپنی نمود کرے؟ یہ خیال ہماری خودداری اور شرف کے کس قدر خلاف ہے کہ ہمارا آغاز نجس نطفہ سے ہو اور خاتمہ دائمی فنا پر ہو جائے! یہ زندگی اور یہ موت دونوں نہایت مکروہ و نامبارک ہیں! انسان میں جو چیز سب سے افضل ہے یعنی اُس کی شخصیت، ضمیر، عقل، اور اگر خفا نہ ہو تو کہو [illegible]

ہڈیاں کسی نہ کسی شکل میں ہمیشہ برقرار رہیں؟ یہ کیسی عجیب منطق کیسی عجیب عقلیت، اور کیسا عجیب فلسفہ ہے؟"

اس گفتگو پر میرے مخاطب کے چہرے کا رنگ بدل گیا، وہ گہرے سوچ میں پڑ گیا - دیر کے بعد سر اُٹھا کر کہنے لگا "پھر ملینگے"۔

استدراک

مضمون مندرجۂ صدر ایک انگریز اہل قلم مسٹر جیکب ہارٹر کی کتاب سے ماخوذ ہے جو حال میں شائع ہوئی ہے - ہم نے یہاں "ترجمہ" کی جگہ "اخذ" کا لفظ اس لئے اختیار کیا کہ اردو میں انگریزی تحریر کے مطالب بہ تصرف منتقل کر دیے گئے ہیں - انگریزی عبارت کا بجنسہٖ ترجمہ نہیں کیا گیا ہے - ہمارا خیال ہے کہ اس قسم کے مطالب کو کسی ایک زبان سے دوسری زبان میں نقل کرنے کا بہتر اور مؤثر طریقہ یہی ہے - بعض مقامات میں حذف و اضافہ بھی کیا گیا ہے جو ہمارے خیال میں ضروری تھا۔

تفریح و ترویح فکر

بعض مشہور آدمیوں کے لطیفہ

انگلستان میں ایک مشہور ممثل (ایکٹر) تھا اُس کے زمانہ میں کوئی آدمی بھی اس فن میں اُس کا مقابلہ نہ کر سکتا تھا، ایک مرتبہ وہ اپنا تھیٹر لے کر مانچسٹر گیا - ہزاروں کی تعداد میں مخلوق دیکھنے آئی - خیال کیا گیا کہ ایکٹر یہاں بہت کامیاب ہوگا - مگر اتفاق سے اُنھیں دنوں میں ایک خوبصورت رقاصہ بھی مانچسٹر پہونچی۔ یہ عورت اگرچہ اپنے فن میں ذرا بھی مہارت نہیں رکھتی تھی، لیکن تھی نہایت حسین اور دلفریب۔ پبلک نے سُنا تو ایکٹر کو چھوڑ کر رقاصہ کی طرف رُخ پھیر دیا - شہر کے ایک معزز آدمی نے یہ حالت دیکھی تو فن سے دلچسپی ظاہر کرنے کے لئے ایکٹر کے پاس گیا، اور ہمدردی کی راہ سے کہنے لگا "افسوس، لوگوں کو فن کی قدر نہیں۔ تمھارے جیسے ماہر کو چھوڑ کر اُس جاہل عورت کے ہو گئے ہیں!" ایکٹر نے فوراً جواب دیا "نہیں حضرت! افسوس نہ کیجیے، فن، نیچر کا مقابلہ نہیں کر سکتا،" ایکٹر کا مقصود یہ تھا کہ میں تو صرف فن کا ماہر ہوں، لیکن رقاصہ، نیچر کی دولت یعنی حسن کی مالک ہے، میرا اُس کا کیونکر مقابلہ ہو سکتا ہے؟

* * *

ایک مرتبہ انگلستان کی ایک کمسن شاہزادی اپنی ماں کے ساتھ نہایت شان و شوکت سے لندن کی ایک سڑک پر جا رہی تھی۔ راستے میں فاقہ زدہ مزدوروں کی ایک بڑی بھیڑ دکھائی دی جو غل مچا رہی تھی۔ شاہزادی نے اپنی ماں سے دریافت کیا "یہ کون لوگ ہیں اور کیوں چلا رہے ہیں؟" ماں نے جواب دیا "یہ مزدور ہیں، روٹی کے لئے پریشان ہیں،" شاہزادی نے تعجب سے کہا "روٹی نہیں ملتی تو کیک کیوں نہیں خرید لیتے!"

پرنس آف ویلز کے متعلق مشہور ہے کہ بچپن میں ایک مرتبہ شاہی دعوت میں تھے - دسترخوان پر بڑے بڑے معزز لوگ جمع تھے اور بادشاہ اُن سے گفتگو میں مصروف تھا - کھانے کے دوران میں ولیعہد نے اچانک بادشاہ سے کہا "بابا، بابا!" بادشاہ نے لڑکے کو جھڑک دیا اور خاموش رہنے کا حکم دیا، جب گفتگو ختم ہوئی تو بادشاہ نے لڑکے سے کہا "کہو کیا کہتے تھے؟" ولیعہد نے کہا "اب کچھ نہیں۔ اُس وقت آپکے کیک میں ایک کیڑا تھا، میں اُسی کی بابت کہنا چاہتا تھا مگر آپنے مجھے چپ کر دیا اور کیڑا کھا گئے!"

شاہ ایڈورڈ کا قصہ ہے کہ ولیعہدی کے زمانہ میں اُنھوں نے ایک مرتبہ اپنی والدہ ملکہ وکٹوریہ کو خط لکھا اور ۵ پونڈ طلب کئے۔ ملکہ نے روپیہ کے بجائے لمبا چوڑا خط بھیجا اور کفایت شعاری کی خوبیاں بتائیں - ایک ہفتہ بعد ولیعہد نے ماں کو شکریہ کا خط لکھا "آپکا خط موصول ہوا - اب مجھے ۵ پونڈ کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ میں نے آپ کا خط ۲۰ پونڈ میں فروخت کر ڈالا!"

موجودہ شاہ جارج کے متعلق مشہور ہے کہ بچپن میں انھوں نے اپنی ایک کھلائی سے فرمائش کی کہ انھیں کوئی کہانی سُنائے - کھلائی نے کہا نہیں تم خود کوئی کہانی لکھ کر مجھے سُناؤ - چنانچہ شہزادہ نے حسب ذیل کہانی لکھی:

"ایک حقیر جھونپڑے میں میاں بیوی رہتے تھے، دونوں بالکل [illegible] گئے اور اُنھیں کھانے کو روٹی کا ایک ٹکڑا بھی نہ ملا - شوہر نے اپنی بیوی کو روتے دیکھ کر پوچھا:

"پیاری کیا بات ہے؟"

"بھوک سے میرا دم نکلا جاتا ہے،" عورت نے روتے ہوئے جواب دیا۔

شوہر نے کہا "میں ابھی بندوبست کرتا ہوں"

چنانچہ وہ اُٹھا، گھنٹی بجائی، خادم دوڑا آیا، اور اُس سے اُس نے کہا "میری بیوی کے لئے ابھی پلیٹ میں روٹی اور مکھن لاؤ"

۱۹۱۵ء میں مسٹر لائڈ جارج اپنی موٹر میں جا رہے تھے۔ راستہ میں شام ہو گئی۔ ڈرائیور موٹر روک کر اُترا اور لالٹین جلانے لگا۔ مسٹر لائڈ جارج بھی اُتر پڑے اور پیچھے کی بتی دیکھنے لگے۔ ڈرائیور اپنے کام سے فارغ ہو کر تیزی سے اپنی جگہ پر آ بیٹھا اور موٹر چھوڑ دی، اُسے کیا معلوم تھا کہ لائڈ جارج گاڑی کے پیچھے کھڑے ہیں، موٹر چل دی اور یہ پیچھے کھڑے چلاتے رہ گئے، اب رات اندھیری ہو گئی تھی۔ لائڈ جارج سخت پریشان تھے، اُن کا مکان ۵ میل دور تھا، مجبوراً پیدل چلے تھوڑی دور پر پاگل خانہ تھا، اُنھوں نے خیال کیا شاید یہاں کوئی سواری مل جائے، اطمینان سے آگے بڑھے اور پھاٹک پر دستک دی، دربان آرام کر رہا تھا، دستک سُن کر خفا ہوا، اور دروازہ کھولا، وزیر نے اپنی ضرورت بیان کی اور موٹر کے لئے درخواست کی، مغرور دربان نے حقارت سے سر ہلایا اور دروازہ بند کرنے لگا۔ لائڈ جارج نے اُسے روکا اور کہا "تم جانتے نہیں میں وزیر مال ہوں!" دربان نے کہا "درست، درست! وزیر صاحب اسوقت ہمارے پاگل خانے میں آپ جیسے چھ وزیر بند ہیں، اگر پسند کریں تو اُن سے حضور کی ملاقات کرا دوں! بہتر یہ ہے کہ اسی سڑک پر سیدھے چلے جاؤ، زیادہ مسافت نہیں ہے۔ تڑکے تڑکے گھر پہنچ جاؤ گے!"

وزیر کی پھر کچھ کہنے کی ہمت نہ پڑی اور خاموش روانہ ہو گئے، مگر خوش قسمتی سے ڈرائیور اُن کی تلاش میں موٹر لے کے واپس آیا۔

ایک مرتبہ ایک دولتمند عورت نے اپنے محلہ کے تمام لڑکوں کی دعوت کی۔ لڑکے کھاتے جاتے تھے اور باتیں کر رہے تھے - ایک لڑکے نے دوسرے سے کہا "کل میرے باپ نے مجھے ایک چمچہ خرید کر دیا ہے جس پر لکھا ہے 'باپ کا تحفہ بیٹے کو'" اُس پر دوسرے لڑکے نے کہا "بہت شیخی نہ بگھارو کل میرے باپ نے بھی مجھے ایک چمچہ دیا ہے جس پر لکھا ہے 'سیوائے ہوٹل'!" اس طرح لڑکے نے اپنے باپ کی چوری نادانستہ کھول دی۔

ایک فلسفی کہتا ہے "شادی کا مطلب یہ ہے کہ ۳ ہفتے تعارف کے، تین مہینے محبت کے، تین سال باہمی تکرار اور جھگڑے کے، پھر تیس سال [illegible]

نہیں بلکہ سراسر دعویٰ ہی دعویٰ ہے"

وہ "لیکن اب تمام علماء بالاتفاق یہی کہہ رہے ہیں کہ ہر چیز بلا کسی استثنا کے "قانون" ہی کے ذریعہ واقع ہوتی ہے"

میں "ہمارے ملک کی تمام تجارت، مال، کے ذریعہ چل رہی ہے لیکن ظاہر ہے خود مال اپنے ارادہ سے تجارت نہیں چلا رہا ہے۔ مال، قادر یا جاندار قوت نہیں ہے۔ تمام سلطنت قانون سے چل رہی ہے۔ مگر خود قانون حکمران نہیں ہے بلکہ جج اور مجسٹریٹ قانون کے بموجب عمل کرتے ہیں، کہا جاتا ہے نیچر میں کچھ قدیم موروثی قویٰ ہیں اور ڈاروِن کے بقول وہی فعّال و مؤثر قانونی قوت ہے جو نظام عالم میں جاری و ساری ہے۔ بہت بہتر۔ مگر آپ کچھ بہت دُور کی کوڑی نہیں لائے۔ زیادہ سے زیادہ آپ یہ کرسکے کہ "خدا" کے لفظ کی جگہ دو لفظ: نیچر اور قانون رکھ دیے۔ یعنی دو اندھے، بہرے، گونگے وجود۔ تم تو ان یونانیوں سے بھی بدتر ہو جو ایک نامعلوم دیوتا کی پرستش کرتے تھے۔ تم تسلیم کرتے ہو کہ وجود میں کوئی ایک قوت یا فعّال ہستی موجود ہے۔ یا یہ کہ ہیڈروجینی انڈے میں حیات پائی گئی۔ لیکن اس بارے میں کچھ نہیں جانتے کہ آخر یہ انڈا بنا کیسے؟ کیونکر محفوظ رہا؟ کس طرح ایسے عجیب اُدب بھر سکا جو انتہائی عقل و ذہانت پر دال ہیں؟ سچ یہ ہے کہ تم واجب الوجود خدا کی جگہ ایک غیر موجود کو بٹھاتے ہو حالانکہ ساتھ ہی ایک فعّال قوت کے وجود کو بھی مانتے ہو اور یہ کہ ذرات، ازلی ابدی قویٰ سے رُونما ہوئے ہیں۔ اب براہ عنایت مجھے بتا دو کہ اس ہیڈروجینی انڈے کا جوڑا کس سے لگا؟ کیونکر لگا؟ کب لگا؟ کون اُس کے نیچے اپنے پیٹ کے نیچے رکھ کر سینے بیٹھا؟ کس نے بچہ پیدا کرایا؟ تمھیں "خدا" پسند نہیں "قانون" اور "نیچر" کے لفظوں پر فریفتہ ہوگئے ہو۔ بہت بہتر۔ یہ رشتہ مبارک ہو اور پھل پھول لائے، لیکن تم یہ بتانے پر راضی نہیں کہ آخر "میاں قانون" نے "بی نیچر" سے کیونکر شادی کی اور بچے کیسے جنے؟ انسانی قلب میں کوئی حکمران قوت ضرور موجود ہے لیکن ہربرٹ اسپنسر کہتا ہے "ہم اس قوت کو ہرگز نہیں جان سکتے"۔ میں تم سے اس معاملہ میں گفتگو کرنا چاہتا ہوں کہ عقلی حس کی حقیقت سمجھنے سے قاصر ہے۔ مسٹر اسپنسر یہ بھی کہتا ہے کہ "نیچر ایک نامعلوم قوت کا مظہر ہے اور یہ کہ انسان اس قوت کے بھید سے قطعاً جاہل ہے" لیکن آخر کیونکر سمجھ سکے کہ قانون قدرت کے پیچھے ایک قوت موجود ہے؟ نیز مسٹر ولیس نے اس خیال کی کس بنیاد پر تائید کی اور کیونکر یقین قائم کیا کہ "ہم سبب اول کا علم کسی طرح بھی حاصل نہیں کرسکتے"۔ ان اقوال کی روشنی میں تم دیکھ سکتے ہو لا مذہبوں اور اہل مذاہب میں فقط لفظی جھگڑا ہے۔ اہل مذاہب جس چیز کو "خدا" کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں بعینہ اُسی چیز کو لا مذہب، نیچر کے مافوق قوت بتاتے ہیں۔ دونوں گروہ اس قوت کو فعّال اور ازلی ابدی قرار دیتے ہیں۔ سارا جھگڑا صرف لفظ "خدا" میں ہے"

وہ "لیکن فلاسفہ تمھارے خدا کا مذاق اُڑاتے ہیں کیونکہ تم نے اُسے ایک خاص شخصیت، اخلاق، اور عقلی و ذہنی اوصاف کا مالک بنا رکھا ہے"

میں "لیکن تم بھی تو تسلیم کرتے ہو کہ اگر وہ مافوق فطرت قوت معدوم ہوجائے تو کائنات میں کوئی چیز بھی رُونما نہیں ہوسکتی۔ یہ تسلیم کرکے تم بھی میرے اس ایمان میں شریک ہوجاتے ہو کہ ایک فعّال قوت موجود ہے۔ اب یہ بتاؤ کہ کیا یہ قوت کوئی ایسا اثر ظاہر کرسکتی ہے جو اُس کے اندر ذاتی طور پر موجود نہیں؟ زیادہ صاف لفظوں میں یوں سمجھو کہ اگر وہ قوت خود عاقل و مُدرک نہیں تھی تو اُس نے تمھیں کیونکر عاقل و مُدرک بنا دیا؟ تمھارے اندر یہ ذہانت و عقل کس سرچشمہ سے آئی؟"

وہ "مجھے اپنے آباء و اجداد سے ورثہ میں ملی ہے"

میں "درست! اور یہ بھی مسلّم ہے کہ تمھارے ایک جدِ امجد حضرت

اس جملہ پر وہ خفا ہوگیا۔ میں معذرت کرکے آگے بڑھا:

"اسپنسر وغیرہ فلاسفہ تسلیم کرتے ہیں کہ نیچر کے پرے ایک مجہول قوت موجود ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ اور بھی بہت سی بکواس کرتے ہیں۔ ذرّات و جزئیات کا ذکر کرتے ہیں، اُن کا حجم و وزن بتاتے ہیں اور اُنھیں جمع کرنے والی قوت کا بیان کرتے ہیں۔ یہ سب کچھ کرتے ہیں مگر جب میں پوچھتا ہوں یہ ذرات و جزئیات کیا چیز ہیں؟ تو کوئی جواب نہیں دیتے۔ مثلاً کہتے ہیں "۶۴ عنصر موجود ہیں اور یہ سب ہیڈروجینی کی مختلف شکلیں ہیں"۔ بہتر۔ لیکن خود ہیڈروجینی کیا ہے؟ کہاں سے آئی؟ کیونکر آئی؟ جواب ندارد۔ اصل یہ ہے فلاسفہ کا گروہ علم اور دین دونوں سے بے بہرہ ہے۔ قانون کشش کو بڑے شدّ و مدّ سے بیان کرتے ہیں۔ کہتے ہیں اسی قانون کے بموجب سیب زمین پر گرتا ہے۔ سورج، زمین کو اپنی طرف کھینچتا ہے اور زمین، سورج کو۔ مانتا ہوں، مگر خود کشش، جذب، جاذبیت کیا چیز ہے؟ کوئی جواب نہیں ملتا۔ "ایتھر" کا ذکر کرتے ہیں جو ہوا سے کہیں زیادہ لطیف ہے۔ اور کہتے ہیں "روشنی اسی ایتھر کے اہتزاز و ارتعاش کا نتیجہ ہے" بہت خوب۔ مگر خود "ایتھر" کیا ہے؟ خاموشی! آخر مجبور ہوکر لاگیت تک کو اعتراف کرلینا پڑا کہ "ہمیں یقین ہے ہم اشیاء کی ماہیت و حقیقت نہیں جانتے۔ لیکن بایں ہمہ یہ بھی یقین ہے کہ اشیاء کا سلسلہ معقول ہے"

اس پر گفتگو ختم ہوگئی۔

پانچویں مجلس

دوسرے دن پھر میں نے کہا:

"کیا تمھیں یقین ہے کہ ذرّہ سے لیکر سب سے زیادہ ترقی یافتہ حیوان حتیٰ کہ انسان تک کی پوری زنجیر میں کوئی کڑی الگ نہیں ہے؟"

وہ "ہرگز نہیں۔ اگرچہ پروفیسر ولیس کہتا ہے کہ نیچر میں متعدد ایسے دور اور بکثرت ایسے حالات پائے گئے ہیں جن میں خارجی مؤثرات نے مداخلت کی ہے لیکن ڈاروِن نے اس قول سے اختلاف کیا ہے۔ اہل الفکر کی رائے اگرچہ قابل احترام ہو لیکن محض ایک بے دلیل دعویٰ ہے"

میں "ولیس یہ بھی تو کہتا ہے کہ "انسان میں موسیقی، ریاضی، ذہانت اور رقت کے اوصاف اُسے ہرگز اپنے اسلاف حیوانات سے ورثہ میں نہیں ملے ہیں"

وہ "یہ دعویٰ ہے مگر دلیل؟"

میں "نیز وہ کہتا ہے: انسان میں جو ایک خاص قابلیت ہے وہ اُس کے اندر ایک خاص روح یا طبیعت کا پتہ دیتی ہے"

وہ "لیکن یہ بھی کوئی دلیل نہیں"

میں "اگر ہم اس علامہ کے قول سے متفق نہیں تو ہمیں تسلیم کرنا پڑے گا کہ نیچر ایک اندھی بڑھیا تھی، اُس کے پیٹ میں مُردہ اندھی قوتوں کے ذرات بھرے پڑے تھے جو تاریکی میں محض اتفاقات سے ٹکراتے اور ملے حالانکہ اس فیلسوف کا نظریہ یہ ہے کہ "عالم مادہ میں ایک دوسرا عالم روح بھی ہے جو ذرات کی امداد کرتا اور اُن میں قوت و حرکت پیدا کرتا ہے"

وہ "لیکن یہ بھی دلیل نہیں"

میں "تم قائل ہو کہ بسائط (غیر مرکب) یا جزئیات یا ذرات اولین مادہ ہیں۔ یہی سب سے پہلے ہوئے اور تمام کائنات انھی سے بنی۔ نیز تم یہ بھی مانتے ہو کہ یہ بسائط یا ذرات اپنی حرکت اور نشو و نما کے لئے ایک اور قوت کے محتاج تھے۔ لیکن جب میں تم سے اس قوت کی حقیقت دریافت کرتا ہوں تو تم سے کوئی جواب نہیں بن پڑتا۔ اس بارے میں زیادہ سے زیادہ تمھاری پرواز یہ ہوسکتی ہے کہ نتائج و ظواہر دیکھ کر اُس قوت کے متعلق کچھ سرسری رائے قائم کردو۔ لیکن مسٹر ولیس کا نظریہ یہ ہے کہ غیر عضوی مواد نے اولین [illegible] سے نباتات کا ظہور ہوا، نباتات سے

حسّاس حیوان پیدا ہوا اور حسّاس حیوان سے عاقل و ذہین حیوان یا انسان ظاہر ہوا۔ یہ علامہ کہتا ہے "یہ تمام ادوار ایک عجیب دانائی اور مکمل نظام پر دلالت کرتے ہیں۔ انھیں دیکھ کر یقین ہوجاتا ہے کہ ایک عالم رُوحانی ضرور موجود ہے جس کی ہمہ گیری کے سامنے عالم مادی محض دوسرے درجہ کی چیز ہے"

وہ "یہ تو اس علامہ کا قول ہے مگر عالم روح کے وجود کا ثبوت؟"

میں "قطعی ثبوت پیش کرنا تو بہت مشکل ہے۔ لیکن ہمیں تمام نظریوں کو سامنے رکھ کر اُس نظریہ کو بہرحال قبول کرنا پڑتا ہے جو عقل سے زیادہ قریب ہو۔ جذب، اتصال، کشش یعنی یہ مقناطیسی قوت کہاں سے آئی؟ نظریہ ارتقاء ہمیں کوئی جواب نہیں دیتا۔ نیچر کا قانون ہے کہ سیب آسمان پر اُڑ کر نہیں چلا جاتا بلکہ ہمیشہ ٹوٹ کر زمین ہی پر گرتا ہے۔ لیکن کل میری بیوی اس قانون کی راہ میں سدِّ راہ ہوگئی۔ اُس نے سیب ہاتھ سے روک لیا اور زمین پر گرنے نہیں دیا۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ کوئی اور مخفی قوت بھی ضرور موجود ہے"

وہ "اگر تم اُس عالم روح کا مجھے یقین دلا دو تو از حد ممنون ہونگا"

صحبت کل کے لئے ملتوی ہوگئی۔

چھٹی مجلس

میں: "مانتے ہو کہ ابتدائے آفرینش سے پست ترین اقوام تک میں بھی مذہب موجود تھا؟"

وہ "ہاں"

میں "تو انسان میں مذہب کا خیال اُسی طرح جبلّی ہے جس طرح چڑیوں میں اپنا گھونسلہ بنانے کا اور شہد کی مکھی میں چھتا طیار کرنے کا؟"

وہ "ہاں"

میں "مذہب کا یہ خیال انسان کی فطرت میں کیسے پیدا ہوا؟"

وہ "ترقی و ارتقاء کے ذریعہ"

میں "یعنی جس طرح سیب جنگلی سیب سے، بادام جنگلی بادام سے ترقی کرکے ظاہر ہوا ہے اُسی طرح انسان نے بندر کے درجہ سے ترقی کی ہے؟"

وہ "ہاں، علماء و فلاسفہ کا یہی خیال ہے"

میں "تو بندر میں بھی، کہ جس سے انسان نے ترقی کی ہے، ضرور ناقص اخلاقی شعور یعنی ضمیر موجود ہوگا؟ ضرور ہے حیوانات میں اس قسم کا کچھ نہ کچھ شعور موجود ہو، ورنہ اُن کی ترقی یافتہ صورت انسان میں ہرگز نہ پایا جاتا... اگر یہ صحیح ہے تو انسان کی اخلاقی ذہنیت نے اسی بندر سے بتدریج ترقی کی ہوگی اور وہ آہستہ آہستہ مذہب، عقائد وغیرہ پر غور کرنے لگا ہوگا پھر مثلاً اُسنے تورات بنائی، اُسنے انجیل لکھی، قرآن مرتب کیا، اور دنیا میں مذہب پھیل گیا؟"

وہ "بیشک"

میں "تو اب ہمیں بندر سے اُتر کر سانپ، بچھو، مچھلی اور چڑیوں کی بابت بھی یہی کہنا چاہیے کہ ان میں بھی یہ دینی شعور موجود تھا، پھر اور نیچے اُتر کر کیچڑ کو دیکھنا چاہیے جو مادۂ حیات کا ابتدائی سرچشمہ ہے۔ پھر چونکہ کیچڑ ننھے ننھے ذرات و جزئیات سے مرکب ہے اس لئے ان ذرات میں بھی اس شعور کو تسلیم کرنا چاہیے۔ پھر اور چند سیڑھیاں نیچے اُتر کر ہیڈروجین یعنی اُسی انڈے کے سامنے دست بستہ کھڑا ہونا چاہیے جو تمام کائنات کی اصل الاصول ہے اور بعد ادب مان لینا چاہیے کہ اس انڈے میں بھی یہ شعور موجود تھا۔ واقعی یہ عجیب انڈا تمام معجزوں کا باپ ہے!"

وہ خفا ہوگیا کیونکہ میں نے معجزہ کا لفظ استعمال کیا تھا، کہنے لگا:

"عجب کہیئے مگر براہ عنایت معجزہ نہ کہیئے"

کے ختم ہونے سے پہلے اُن کی تعداد ۹۰۰ تک پہنچ جائے گی، وزارت کا ایک بڑا کارنامہ، وہ قانون ہے جو حکام کے لئے بنایا گیا ہے: اِس قانون نے حکام کے فرائض و اختیارات صاف صاف واضح کردئے ہیں اور اُنھیں بے سبب معزولی کے خطرہ سے ہمیشہ کے لئے محفوظ کردیا ہے"

تعزیری قوانین کے متعلق وزیر نے بیان کیا:

"یہ ضابطۂ قوانین صرف دس مہینے سے جاری ہوا ہے، پہلے ضابطہ میں صرف ۲۶۰ دفعات تھیں مگر اسمیں ۶۳۰ دفعات ہیں۔ اِس کا نتیجہ یہ ہے کہ پہلے انصاف کی جو راہیں بند تھیں، اب کھل گئی ہیں۔ پہلے انصاف، سب کے لئے یکساں نہ تھا، امیروں اور طاقت وروں کے ساتھ رعایتیں کی جاتی تھیں اور غریبوں اور کمزوروں کا حق مارا جاتا تھا۔ مگر اب یہ ناممکن ہے۔ قانون کی نظر میں سب بالکل برابر ہوگئے ہیں"

وزیر کے بیان میں سب سے اہم حصہ وہ تھا جس میں اُنھوں نے موجودہ ترکی عدالتوں کی حیثیت کے متعلق یورپین مبصروں کی شہادتیں پیش کی تھیں، اُنھوں نے کہا۔

"معاہدۂ لوزان کے بموجب ہمنے ۵ سال کے لئے چار یورپین قانونی مشیر ملازم رکھے تھے۔ ہم نے اُن سے اپنی عدالتوں کی موجودہ حیثیت کے متعلق رپورٹ طلب کی تھی۔ اُنھوں نے اب یہ رپورٹ پیش کردی ہے۔ وہ لکھتے ہیں "اِس تمام مدت میں ترکی عدالتوں کے خلاف ہمارے سامنے ۶ شکایتیں پیش ہوئیں۔ ہم نے جانچ کرکے معلوم کرلیا کہ وہ سب کی سب بالکل بہتان ہیں۔ ہماری ملازمت عنقریب ختم ہونے والی ہے۔ ہم اپنے ملکوں کو واپس جائیں گے اور ہر جگہ یہ اعلان کرینگے کہ موجودہ ترکی عدالتیں، اپنے افسروں کی دیانت، قابلیت، انصاف پسندی، اور مقدمات کے جلد سے جلد فیصلہ کردینے کی وجہ سے دُنیا کی ترقی یافتہ سے ترقی یافتہ عدالتوں سے کسی طرح بھی کم درجہ نہیں ہیں"

وزارت تعلیم

مصطفےٰ نجاتی بک وزیر تعلیم نے اپنے محکمہ کے متعلق بیان کیا:

"سنہ ۱۹۲۳ء میں ابتدائی مدارس کی تعداد ۵،۶۵۵ تھی، مدرسوں کی تعداد ۱۰،۵۳۹۔ اور طالب علموں کی ۳،۴۶،۴۵۹ تھی لیکن اب مدرسے ۶،۸۸۸ ہیں، مدرس ۱۲،۲۶۶ ہیں اور طالب علم ۳،۸۵،۴۵۵ ہیں"

اِس کے بعد وزیر نے پُوری تفصیل سے اپنی وزارت کی کوششوں پر تبصرہ کیا اور بتایا ثانوی اور اعلیٰ تعلیم میں کیا کیا ترقیاں ہوئی ہیں۔ پھر تعلیم و تربیت کے اُس بورڈ کا ذکر کیا جو انگورہ میں قائم ہوا ہے۔ نیز تعلیمی انسپکٹروں کی کارگزاریاں سُنائیں جو تمام ملک میں دَورہ کرتے پھرتے ہیں، اُنھوں نے اپنی تقریر اِس تصریح پر ختم کی:

"اِس سے پہلے ہمارے ملک میں تعلیم نہ دنیا کے لئے مفید تھی نہ دین کے لئے، لیکن اب اُس کی حالت بالکل بدل گئی ہے۔ اب ہماری تعلیم ہر قسم کے دباؤ سے آزاد ہے، دل و دماغ کو آزاد کرتی ہے۔ جدید ترین علمی اصول پر جاری ہے۔ ترکی قومیت کا جذبہ جگاتی ہے، ترکی قوم کو صحیح معنوں میں زندہ قوم بنا رہی ہے۔ مختصر یہ کہ اب ہماری تعلیم کا مطمح نظر ترکی صدر جمہوریت کے لفظوں میں یہ ہے۔

"تعلیم کی غرض یہ نہیں ہونی چاہئے کہ اُس سے مستفید ہوکر لوگ باتونی اور مغرور بنیں۔ تعلیم کا اصلی مقصد یہ ہونا چاہئے کہ اپنی مادی و معنوی زندگی میں کامیابی حاصل کی جائے"

بَرّی و بحری فوج

رجب بک وزیر جنگ نے بَرّی فوج کے متعلق یہ نہایت مختصر مگر اہم تصریح کی:

"جمہوری فوج، اپنے جملہ انتظامات و ترتیبات کے ساتھ اپنا فرض ادا کرنے کے لئے طیار ہے۔ فوج کی صحیح حالت بیان کرنے کے لئے میں صرف اسی قدر کہوں گا کہ وہ مستقبل قریب میں وطن مقدس کی کامیاب حفاظت کے لئے پُوری طرح آراستہ ہے۔ مستقبل قریب سے میری مُراد یہ ہے کہ "کل"!

وزیر بحر احسان بک نے کہا:

"بحری وزارت جمہوری بیڑے کی تقویت کے لئے ہر ممکن کوشش کر رہی ہے"

ہیٹ کا قضیہ

جزیرۂ قبرص کے شرعی محکمہ نے ایک مسلمان کو اِس جرم پر میراث پانے سے محروم کردیا ہے کہ اُسنے ہیٹ پہننا شروع کردیا ہے۔ ٹرکی میں یہ خبر پہنچی تو اخبارات کے نامہ نگار یہاں کے مفتی اعظم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اُن سے سوال کیا۔ مفتی کا جواب حسب ذیل تھا:

"ٹرکی میں لاکھوں مؤمن، ہیٹ پہنتے ہیں۔ مگر اِس سے اُن کے دینی عقائد میں کوئی خلل نہیں پڑتا۔ قبرص کے شرعی محکمہ کا یہ حکم، جہالت تعصب اور ریاکاری پر مبنی ہے۔ شریعت کی نظر میں اس کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے"

مزدوروں کا قانون

عنقریب انگورہ کی قومی پارلیمنٹ اُس مسودۂ قانون پر غور کرنے والی ہے جو مزدوروں اور کارخانہ داروں کے متعلق طیار کیا گیا ہے۔

اِس قانون کا خلاصہ یہ ہے کہ دس سال سے کم عمر بچوں کو مزدور نہیں بنایا جائے گا۔ مزدوری کا وقت روزانہ دس گھنٹے ہوگا، درمیان میں ایک گھنٹہ آرام کے لئے مخصوص ہوگا لیکن اگر کوئی ناگزیر ضرورت پیش آجائے تو حکومت کی اجازت سے بارہ گھنٹے بھی مزدوروں سے کام لیا جاسکتا ہے۔ مگر اِس صورت میں زیادہ گھنٹوں کی مزدوری دُگنی دی جائے گی اور اِس کے بعد مزدور کو بارہ گھنٹے آرام کے لئے دیئے جائیں گے۔ کوئی مزدور اچانک کام سے علیحدہ نہیں کیا جاسکے گا۔ طرفین کو پندرہ دن پہلے نوٹس دینا ضروری ہے۔ علیحدگی کے وقت مزدور کو اُس کی پُوری اُجرت دی جائے گی۔ کارخانہ داروں کے لئے ضروری ہے کہ مزدوروں کی تندرستی کی حفاظت کریں۔ اُنکے لئے مفت دواخانے اور ڈاکٹر مہیا کریں اور اُنھیں زیادہ سے زیادہ آرام دینے کی کوشش کریں۔ جو مزدور کام کے دَوران میں مَر جائیں، اُن کی تجہیز و تکفین کارخانہ داروں کے ذمہ ہوگی۔ نیز اُنکے خاندان کو اُن کی روزانہ مزدوری کا چھ سو گنا تاوان ادا کرنا پڑے گا۔

پٹرول کے چشمے

عباس حلمی پاشا سابق خدیو مصر کا قائم کردہ صنعتی و تجارتی بنک "موفتہ" اور "شارکوئی" کے علاقہ میں پٹرول کے چشمے تلاش کر رہا ہے۔ حکومت نے اُسے زمین کھودنے کی اجازت دے دی ہے اگر یہ چشمے مِل گئے تو اُن سے کام لینے کے لئے بنک سرمایہ داروں سے معاملہ طے کرے گا۔

ترکی کلب

جدید قومی حرکت کے ساتھ اناطولیہ کے طول و عرض میں بکثرت کلب قائم ہوگئے تھے، یہ کلب پچھلے نازک زمانہ میں وطنی جہاد کے مرکز تھے، اور اب امن کے زمانہ میں قومیت کے مدرسے بن گئے ہیں۔ حال میں تمام کلب گھروں کی ایک بڑی کانفرنس انگورہ میں منعقد ہوئی، دوسو دس نمائندے مختلف علاقوں سے منتخب ہوکر شریک ہوئے۔ محمود اسعد بک وزیر محاکم عدالت نے صدارت کی۔ اُن کا خطبہ اِس جملہ سے شروع ہوا "جمہوریت ہی وہ بنیادی پتھر ہے جس پر ترکی کلب قائم ہیں" اور اس عبارت پر ختم ہوا "قومی جذبہ جیسا کہ ہمارا وطنی شاعر کہتا ہے: ایک بے روک سیلاب ہے جو زمانہ کا شکم توڑ کر بہتا اور راہ کی تمام رکاوٹیں اپنی قوت قاہرہ سے دُور پھینک دیتا ہے" میں اِسپر یہ اضافہ کرنا چاہتا ہوں کہ قومی جذبہ، روشن حقیقت کا سیلاب ہے جو تمام تاریکیاں نابود کردیتا ہے اور قوموں کو اُن کی قومی زندگی کی درخشاں صبح میں پہنچا دیتا ہے"

* * *

خط و کتابت کے وقت نمبر خریداری ضرور تحریر فرمایا کریں۔
منیجر "الہلال" کلکتہ

مکتوب مصر

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قاہرہ کے قلم سے)

(اصل عربی سے اُردو میں ترجمہ کیا گیا)

جدید وزارت

عدلی پاشا یکن کی وزارت پچھلے دنوں مستعفی ہوگئی تھی۔ استعفا کا سبب بالکل معمولی تھا۔ پارلیمنٹ میں مصری بنک کی اعانت کے سلسلہ میں بعض ممبروں نے تجویز پیش کی تھی کہ اِس اعانت پر وزارت کا شکریہ ادا کیا جائے۔ مجلس نے اتنی ذراسی بات پر شکریہ غیر ضروری سمجھا اور تجویز مسترد کردی۔ وزارت نے پارلیمنٹ کے اِس فعل کو بے اعتمادی پر محمول کیا اور استعفا دیدیا۔ حالانکہ یہ محض غلط فہمی تھی جیسا کہ سرکاری طور پر اعلان ہوچکا ہے۔ لیکن چونکہ استعفا پیش کیا جاچکا تھا اِس لئے وزارت نے واپس لینے میں اپنی سُبکی دیکھی اور فیصلہ پر قائم رہی۔

مقام مسرت ہے کہ اِس واقعہ سے سیاسی پارٹیوں کے اتحاد میں کوئی خلل پیدا نہیں ہوا۔ حالانکہ مصر کے برطانی "دوستوں" نے اِس کی بہت کوشش کی تھی۔ چنانچہ نئی وزارت میں پارٹیوں کا وہی تناسب ہے جو پُرانی وزارت میں تھا۔ بلکہ اُس کے تمام رُکن بھی وہی ہیں جو سابق وزارت میں تھے۔ صرف سابق وزیر اعظم عدلی پاشا نہیں ہیں لیکن اُنھی کی پارٹی کے ایک رُکن عبدالخالق ثروت پاشا وزیر اعظم ہیں۔

مصر ٹرکی کی روش اختیار کر رہا ہے

ٹرکی کے موجودہ انقلاب نے مصر کی اجتماعی و ذہنی حالت پر بہت اثر ڈالا ہے۔ مصر اگرچہ موجودہ تمدن سے مدت ہوئی متاثر ہوچکا تھا لیکن علماء ازہر کا رسمی اقتدار نئی اصلاحات کا مخالف تھا، اور نیا طبقہ ان کی مخالفت پر قادر نہ تھا۔ اب ترکی انقلاب نے ملک میں ایک نئی ذہنیت پیدا کردی ہے۔ مواد پہلے سے پختہ ہوچکا تھا۔ ایک نئی جنبش کی ضرورت تھی اور وہ ٹرکی کے انقلاب سے پیدا ہوگئی۔ اب اچانک صورت حال اِس درجہ منقلب ہوگئی ہے کہ معلوم ہوتا ہے ازہر کا اقتدار بھی ختم ہوچکا ہے۔ تعلیم یافتہ طبقہ اور موجودہ پارلیمنٹ، دونوں کی کوشش ہے کہ ٹرکی کی طرح مصر کی سیاسی زندگی پر سے بھی سرکاری علماء کا اقتدار اُٹھا دیں تاکہ سیاسی اصلاحات بے روک ٹوک نافذ کی جاسکیں لیکن جو لوگ قدیم و جدید کی نزاع میں معتدل روش رکھتے ہیں وہ بجا طور پر اندیشہ ظاہر کرتے ہیں کہ علماء قدیم کے جمود کا یہ رَدِّ عمل (ری ایکشن) افراط و تفریط تک پہنچ جائے گا۔

یہ جد و جہد اخبارات کے کالموں، کتابوں کے صفحوں، پارلیمنٹ کے جلسوں، مقرروں کی تقریروں، اسکولوں کے کمروں، حتیٰ کہ چائے خانوں تک میں نمایاں طور پر دیکھی جاسکتی ہے۔ علماء پر بُری طرح لے دے ہو رہی ہے اور اُنھیں ترقی و اصلاح کا دشمن ثابت کیا جارہا ہے۔ یہ جد و جہد اتنی وسیع اور قوی ہے کہ علماء اُس کے مقابلہ میں پیچھے ہٹتے چلے جارہے ہیں اور شکستوں پر شکستیں اُٹھا رہے ہیں چنانچہ نکاح و طلاق اور تعدد ازدواج کے مسائل میں علماء ازہر کی رائے کے خلاف حکومت نے بے تامل فیصلہ کردیا۔ نئے اصلاحی قوانین معیشت کے سلسلے میں یہ مسائل زیر بحث تھے۔

علماء ازہر کی بے وقعتی کا اندازہ اِس سے ہوسکتا ہے کہ گزشتہ پارلیمنٹ میں شیخ الازہر پر خیانت، غبن، اور فریب دہی کا علانیہ الزام لگایا گیا، اور سربر آوردہ ممبروں نے مطالبہ کیا کہ اُن پر مقدمہ چلایا جائے۔ اِس معاملہ کا تعلق اُس خلافت کانفرنس سے تھا جو دو برس پہلے علماء ازہر نے منعقد کی تھی۔ شیخ ازہر نے محکمہ اوقاف سے تین ہزار پونڈ (۴۵ ہزار روپیہ) یہ کہکر وصول کئے تھے کہ دینی مدارس پر خرچ کئے جائیں گے، لیکن اب یہ راز طشت از بام ہوگیا ہے کہ تمام

برید شرق

مکتوب انگورہ

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم انگورہ کے قلم سے)

ترکی اور بلغاریہ

مشہور "معاہدۂ ٹیرانا" کے بعد بلقان میں ایک نئی صورت حال پیدا ہوگئی ہے۔ یہ معاہدہ اٹلی اور البانیا کے مابین اسی سال ہوا ہے اور اس کی رو سے البانیا تقریباً اٹلی کی ماتحتی میں آگیا ہے۔ اس معاہدہ نے یوگوسلاویا (سرویا) کو بہت ناراض کر دیا ہے، اور اٹلی کے میدان میں آجانے کے بعد بلقان کا سیاسی توازن ٹوٹ گیا ہے۔ اس کے بعد ہی اٹلی نے ہنگری سے بھی ایک معاہدہ حال ہی میں سرانجام دیا ہے اس نے صورت حال میں اور بھی زیادہ پیچیدگی پیدا کر دی ہے۔ یہی نہیں بلکہ عنقریب رومانیا بھی اٹلی کی گود میں جا رہا ہے۔ اور کوشش کی جا رہی ہے کہ بلغاریہ کو بھی بلا لیا جائے، اس کے صاف معنی یہ ہیں کہ بلقان میں ایک نئی سرگرمی رونما ہوگئی ہے اور اٹلی، ہنگری، رومانیہ، البانیہ اور بلغاریہ کا جتھا بن گیا ہے یا عنقریب بن جانے والا ہے۔ اس جتھے کی اصلی غرض کیا ہے؟ دو سمجھی جاتی ہیں:

(۱) البانیہ پر اٹلی کا قبضہ

(۲) بالشویک روس کے خلاف مشرقی یورپ کی سلطنتوں کا اتحاد۔

درحقیقت یہ صورت حال برطانیہ کی خارجہ پالیسی نے پیدا کی ہے اور روس کے خلاف عالمگیر جہاد شروع کرنے کی طرف یہ اُس کا خطرناک عملی قدم ہے۔

اس بلقانی پیچیدگی نے یوگوسلاویا کی پوزیشن بہت خراب کر دی ہے، وہ اس جتھے میں شریک نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ البانیہ پر اٹلی کا اقتدار اُسے کسی حال میں بھی گوارا نہیں ہو سکتا۔ اس کا قدرتی نتیجہ یہ ہوا کہ وہ بالکل بے یار و مددگار رہ گیا ہے اور اُس کی سلامتی کو واقعی خطرہ درپیش ہے۔ یوگوسلاویا کے بعد اس صورت حال کا سب سے زیادہ اثر ترکی پر پڑتا ہے، کیونکہ بلقان کی ہر تبدیلی اُس کے حال و مستقبل پر گہرا اثر ڈال سکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ترکی بھی پریشان ہے اور یوگوسلاویا کے ساتھ علانیہ ہمدردی ظاہر کر رہا ہے۔

ترکی کی بظاہر یہ کوشش ہے کہ مذکورۂ بالا جتھے کے مقابلہ میں یوگوسلاویا، بلغاریہ، یونان اور ترکی مل کر ایک جتھا قائم کریں۔ مگر اس راہ میں سخت مشکلات ہیں۔ یوگوسلاویا، بلغاریہ کے بہت سے علاقے دبائے بیٹھا ہے اس لئے بلغاریہ اُس سے ملنے پر طیار نہیں۔ ادھر یونان اپنی ناقابل فراموش بربادیوں کی وجہ سے ترکی کا ساتھ دینے پر آمادہ نہیں۔ تاہم کوشش ہو رہی ہے۔ اس کوشش کی ایک تازہ مثال وہ اہم مضمون ہے جو محمود بک نے اپنے نیم سرکاری اخبار "حاکمیت ملت" میں بلغاریہ کے متعلق شائع کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"ترکی جمہوریت نے بلغاریہ سے تعلقات بڑھانے میں ہر ممکن سعی کی اور پورے اخلاص سے کام لیا۔ چنانچہ ایک خاص سفیر صوفیا بھیجا اور تجارتی معاہدہ کے لئے گفت و شنید کی۔ بڑی جد و جہد کے بعد بالآخر معاہدہ پر دستخط ہوگئے۔ مگر بعض مخفی اسباب کی وجہ سے دوستانہ تعلقات پھر بھی قائم نہ ہو سکے۔ ہمیں تعجب ہے کہ بلغاریہ کا سرکاری اخبار "لامگار" بلقانی اتحاد پر شرح و بسط سے گفتگو کرتا ہے مگر اس سلسلہ میں ترکی کا مطلق ذکر نہیں کرتا۔ بلغاریہ، بلقانی جتھے میں تنہا شامل ہو جانا چاہتا ہے مگر اپنے قریبی پڑوسی، ترکی، کا کوئی خیال نہیں کرتا"

اس کے جواب میں بلغاری اخبار کا یہ جملہ بہت معنی خیز ہے:

"محمود بک بلغاریہ کو الزام دیتے ہیں مگر یہ حقیقت بالکل بھول جاتے ہیں کہ بلغاریہ نے اب تک کوئی عملی کارروائی نہیں کی ہے۔ بلاشبہ بلقانی اتحاد کی بحث درپیش ہے، لیکن اسے بلغاریہ نے پیش نہیں کیا ہے، بلغاریہ اس وقت اپنی داخلی مشکلات میں اس درجہ منہمک ہے کہ ہرگز اس قسم کے کسی اتحاد کا خیال نہیں کر سکتا۔ اٹلی سے بلغاریہ کے تعلقات دوستانہ ہیں اور اُن کی بنیاد بلقان کے امن و سلامتی پر ہے۔ پھر ترکی جمہوریت اور اُس کے محترم صدر سے بھی ہمارے اخلاص میں کوئی فرق نہیں پڑا ہے۔ ہم ترکی کے موجودہ انقلاب کی پوری عزت کرتے اور اُس کے حیرت انگیز نتائج سے ہرگز چشم پوشی نہیں کر سکتے"

بہرحال ۱۹۱۴ء کی طرح اسوقت بھی بلقان کی گتھی بہت زیادہ اُلجھی ہوئی ہے۔ مستقبل کے متعلق سردست پیشین گوئی کرنا مشکل ہے۔

پورا ملک سپاہی بنجائے

قومی مدافعت کی کمیٹی کے اُس مسودۂ قانون کو تحقیقاتی کمیٹی نے پاس کر کے وزارت کے حوالہ کر دیا ہے جو تمام ملک کو سپاہی بنا دینے کے متعلق ادھر ایک برس سے زیر غور تھا۔ وزارت نے بھی اسے منظور کر لیا ہے اور عنقریب پارلیمنٹ کے سامنے پیش کرنے والی ہے۔

اس اہم بالشان قانون کا خلاصہ یہ ہے کہ بیس سال کی عمر سے ۴۶ سال کی عمر تک ہر باشندہ فوجی خدمت کے لائق ہے۔ فوجی خدمت جبری ہوگی۔ پیدل فوج میں خدمت کی مدت ڈیڑھ سال ہے۔ جنگی موسیقی میں دو سال۔ جندرمہ میں ڈھائی سال اور بحری فوج میں تین سال۔ بحری فوج، جندرمہ اور افسروں کے مدرسہ میں اٹھارہ سال سے کم عمر کا کوئی رضاکار منظور نہیں کیا جائے گا۔

اس قانون نے طالب علموں کے لئے بڑی سہولتیں پیدا کر دی ہیں۔ اعلیٰ تعلیم یافتوں کے لئے فوجی خدمت کی مدت صرف ۶ مہینے رکھی گئی ہے۔ ثانوی (سکنڈری) تعلیم پانے والوں کے لئے ۸ مہینے ابتدائی ڈگری حاصل کرنے والوں کے لئے دس مہینے۔ نیچے درجوں میں پڑھنے والے طالب علم اسوقت تک معاف ہیں جب تک اپنی تعلیم ختم نہ کر لیں۔ مگر شرط یہ ہے کہ یہ زمانہ انتیس ۲۹ سال کی عمر سے زیادہ نہ ہونا چاہئے۔ جو طالب علم اس عمر میں بھی فارغ التحصیل نہیں ہوگا اُسے فوجی خدمت میں زبردستی داخل کر دیا جائے گا، جو لوگ فوجی خدمت سے مستثنیٰ رہنا چاہتے ہیں اُنھیں چھ سو ترکی پونڈ ادا کرنا چاہئے۔ نیز کم از کم ۶ مہینے کسی مقام پر جنگی قواعد سیکھنا چاہئے۔

اس قانون سے حکومت کا صاف مقصد یہ ہے کہ پوری ترکی قوم کو سپاہی بنا دینا چاہتی ہے، یہ موجودہ حکومت کی بیدار مغزی اور دور بینی کی ایک بیّن دلیل ہے۔ اُمید ہے کہ اس کے نتائج مستقبل قریب میں نہایت شاندار ظاہر ہوں گے۔

ترکی کا میزانیہ

۱۹۲۷ء کے میزانیہ (بجٹ) کی تحقیقات ختم ہوگئی۔ اعداد شمار سے معلوم ہوتا ہے کہ حکومت کی آمدنی ۴۵۵،۸۰،۴۵،۱۹ ترکی پونڈ ہے اور خرچ ۰۰۴،۴۷،۴۴۴،۱۹ پونڈ ہے۔ یعنی آمدنی خرچ سے کسی قدر زیادہ ہی ہے۔

کمیٹی کی رپورٹ سے واضح ہوتا ہے کہ بری بحری فوج، جندرمہ (یعنی فوجی پولیس) اور چند دوسرے محکموں کے علاوہ حکومت کے پاس ۲۰،۷۸۴ چھوٹے بڑے عہدے دار اور ۸۱،۷۷۹ معمولی ملازم اور خدمت گار ہیں۔

ذیل کے نقشہ سے موجودہ سال کے مصارف کی اہم مدیں معلوم ہوں گی:

قومی پارلیمنٹ	۱۹،۹۶،۱۴۴	پونڈ ترکی
صدر جمہوریت کا عملہ	۳۱،۱۳،۰۳۴	،،
محکمۂ حسابات	۴،۴۴،۳۳۵	،،
محکمۂ مشورت	۲،۳۴،۴۲۴	،،
صدر معاملات مذہبی کا عملہ	۱۷،۹۶،۲۴۰	،،
وزارت مال	۲،۹۳،۸۱،۸۱۱	،،
نام قرضے	۹۸،۷۴،۷۰۹	،،
وزارت داخلیہ	۵۸،۷۲،۷۷۴	،،
ڈاک اور تار	۵۴،۷۱،۵۶۸	،،
امن عام	۵۹،۵۵،۶۳۳	،،
جندرمہ	۵۱،۹۵،۲۹۲	،،
مہاجرین کی آبادی	۲۵،۷۵،۸۵۹	،،
وزارت خارجیہ	۳۲،۱۴،۰۹۶	،،
مطبوعات	۳۱۹۴،۰۶۸	،،
محکمۂ حفظان صحت	۳۲،۰۲،۸۸۰	،،
محکمۂ عدالت	۵۱،۹۵،۷۵۶	،،
وزارت تعلیم	۶۱،۵۸،۹۳۰	،،
پبلک ورکس	۲،۵۷،۲۳،۰۴۳	،،
وزارت تجارت	۱۰،۰۵،۶۱۱	،،
بندرگاہوں کا محکمہ	۴،۲۴،۱۲۳	،،
وزارت زراعت	۳۷،۲۷،۲۹۸	،،
وزارت جنگ	۵،۸۰،۹۶،۱۳۴	،،
جنگی ضروریات	۵۱،۹۰،۴۵۷	،،
محکمۂ نقشہ کشی	۷،۴۵،۰۶۷	،،
وزارت بحر	۵۶،۲۷،۱۸۰	،،

محکمۂ قانون و عدالت

بجٹ پر بحث کے سلسلہ میں حکومت کے مختلف شعبوں کی کارگزاریوں پر بھی پارلیمنٹ میں دلچسپ تبصرے ہو رہے ہیں۔ چنانچہ محمود اسعد بک نے محکمۂ عدالت کے متعلق حسب ذیل تصریحات کیں۔

"عدالتوں کی وزارت پوری کوشش کر رہی ہے کہ اپنے عہدے داروں کو خوش حال بنائے تاکہ وہ دیانت کے ساتھ اپنے فرائض انجام دے سکیں۔ چنانچہ عدالت عالیہ کے ججوں کی تنخواہ پہلے ۱۹۰ پونڈ تھی اب ۴۰۰ پونڈ (ترکی) ماہوار کر دی گئی ہے۔ اسی طرح تمام عہدہ داروں کی تنخواہ میں ۹۵ فی صدی کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔ اس وقت پورے ملک میں سات سو سے زیادہ چھوٹی بڑی عدالتیں موجود ہیں، وزارت نے پوری کوشش کی ہے کہ اُس کے تمام ملازم، مدارس کے باقاعدہ تعلیم یافتہ ہوں۔ چنانچہ خاص اس مقصد سے اُسنے بکثرت تعلیم گاہیں جاری کی ہیں، وزارت کی مستعدی کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ اس قلیل مدت میں اُس کے ۸۰ فیصدی ملازم باضابطہ تعلیم یافتہ ہوگئے ہیں، انگورہ کے مدرسۂ قانون (لا کالج) میں جو صرف ۲ سال پہلے جاری ہوا ہے، اسوقت ۶۰۰ طالب علم موجود ہیں۔ سال رواں

"مسجد کا انتظام شمالی افریقہ کے محکمۂ اوقاف کے ہاتھ میں ہے۔ مسجد کے لئے تین امام اور ایک مفتی مقرر کیا گیا ہے۔ ان چاروں کا فرض یہ بھی ہے کہ مسلمانوں کی مختلف ضرورتیں پوری کرنے کی کوشش کریں"

مراکشی حاجیوں کے متعلق سوال کیا گیا تو موصوف نے کہا:

"گزشتہ برسوں میں مراکش اور شمالی افریقہ کے حاجیوں کی تعداد بہت کم تھی۔ کیونکہ حجاز کی حالت ابتر اور بدامنی عام تھی۔ مگر اب جبکہ سلطان ابن سعود نے حجاز میں امن امان قائم کر دیا ہے تو شمالی افریقہ کے مسلمانوں میں حج کا شوق بھی عام ہو گیا ہے۔ اس سال بکثرت حاجی جا رہے ہیں"

جزیرۃ العرب اور مسیحی تبلیغ کا مجنونانہ عزم

مسیحی یورپ، جزیرۃ العرب کی آزادی سلب کرنے پر ہی قانع نہیں ہے بلکہ اب اس کے تبلیغی حلقے کوشش کر رہے ہیں کہ اسلام کے اس گہوارے کو مسیحیت کا حلقہ بگوش بنا لیا جائے۔ یہ کوشش زیادہ تر برطانیہ کی تبلیغی جماعتوں کی طرف سے ہوتی رہتی ہے۔ اس کی تازہ مثال وہ اعلان ہے جو حجازی حکام کے ہاتھ فلسطین میں لگا ہے۔ یہ اعلان "انجمن تبلیغ مسیحیت در عالم و جزیرۃ العرب واقع نمبر ۱۹ ہیلنڈ روڈ اپر نور وڈ۔ لندن" کی طرف سے خفیہ عیسائیوں میں تقسیم کیا جا رہا ہے۔ اس پر مسٹر آسٹڈ صدر انجمن اور پادری پارکن کے دستخط ثبت ہیں۔

مصری اخبارات نے یہ اعلان شایع کر دیا ہے۔ اس کا لفظی ترجمہ حسب ذیل ہے:

یسوع مسیح جزیرۃ العرب کے لئے

"دیکھ میں ایک نئی چیز کروں گا۔ اب وہ نمود ہوگی۔ کیا تم اس کا لاحظہ نہ کرو گے؟ ہاں میں بیابان میں ایک راہ اور صحرا میں ندیاں بناؤں گا"

(یسعیاہ باب ۴۳ آیت ۱۹)

"عرب کے لئے نماز پڑھو"

"عرب کا رقبہ ۱۰ لاکھ مربع میل ہے۔ آبادی ۹۰ لاکھ سے ایک کروڑ ۲۰ لاکھ تک ہے۔ لیکن اب تک وہاں انجیل نہیں پہنچی ہے۔ باشندے بت پرستی کی موت مر رہے ہیں۔ جزیرۃ العرب اسلام کا گہوارہ ہے۔ اسی میں کعبہ ہے جس کی طرف ۲۲ کروڑ مسلمان شیطان کی ترغیب سے منہ کرتے ہیں تاکہ روز جھوٹی اور ریاکارانہ نماز پڑھیں۔ اے مسیحیو! عرب کے لئے نماز پڑھو اور دعائیں کرو تاکہ خدا انھیں نجات دے۔ انھیں شیطان نے دھوکہ دیا ہے اور ان کے لئے ایک جھوٹی کتاب بنائی ہے۔ یہ کتاب "قرآن" ہے۔ یہ قرآن، خدا کے زندہ اور نجات دینے والے کلمہ کی جگہ قائم ہو گیا ہے۔ عرب تک انجیل کون پہنچائے گا؟ وہ کون مرد خدا ہے جو اپنے گھر سے نکلے گنہگاروں پر روئے، اچھی کھیتی کرے، اور خوش و خرم اپنی لگائی ہوئی کھیتی کاٹے؟

یسوع مسیح نے یہ حکم دیئے ہیں:

(۱) "اور دیکھو، جس کا میرے باپ نے وعدہ کیا ہے میں اس کو تم پر نازل کروں گا لیکن جب تک عالم بالا پر سے تم کو قوت کا لباس نہ ملے اس شہر میں ٹھیرے رہو"

(لوقا باب ۲۴ آیت ۴۹)

(۲) اور اُسنے اُن سے کہا کہ تم تمام دنیا میں جا کر ساری خلق کے سامنے انجیل کی منادی کرو" (مرقس باب ۱۶- آیت ۱۵)

(۳) "پس تم جا کر سب قوموں کو شاگرد بناؤ اور انھیں باپ اور بیٹے اور روح القدس کے نام پر بپتسمہ دو اور انھیں یہ تعلیم دو کہ اُن سب باتوں کو مانیں جن کا میں نے تم کو حکم دیا ہے اور دیکھو میں دنیا کے آخر تک ہر روز تمھارے ساتھ رہوں گا"

(متی باب ۲۸- آیت ۱۹ و ۲۰)

"مسیح کے حکم پر عمل ہماری قدرت سے باہر نہیں ہے"

"یسوع نے پاس آ کر اُن سے باتیں کیں اور کہا کہ آسمان اور زمین کا کُل اختیار مجھے دیا گیا" (متی باب ۲۸: آیت ۱۸)

"لفظ "اور" اور "دنیا کے آخر تک" کے صاف معنی یہ ہیں کہ مسیح کا حکم ہر زمانہ میں اُس کے شاگردوں کے لئے عام ہے۔ اور ہم بھی اُسکے مخاطب ہیں۔ مسیح سب کی طرف سے فدیہ ہو کر مرا اور مر کر زندہ ہو گیا۔ وہ تمھاری طرف سے فدیہ ہوا، میری طرف سے فدیہ ہوا اور عرب کی طرف سے فدیہ ہوا۔ پس جو مسیح کے حکم کا مطیع ہے وہ یہ دعوت لیکر عرب میں جائے۔

"بے شمار حاجی سالانہ عرب کا ریگستان طے کر کے مکہ حج کو جاتے ہیں اسی شہر میں ..... بنی پیدا ہوا تھا (بنی کے ساتھ "کاذب" کا لفظ ہے) مدینہ میں اس کی زیارت کرتے ہیں، اسی میں اُس کی قبر ہے۔ پس مسیح کے حاجیوں میں کون ہے جو ان بے شمار حاجیوں کی ہدایت کے لئے جائے تاکہ وہ ایک ایک کر کے مسیح کے حاجی بنجائیں؟ اگر ہم عذاب جھیلنے میں مسیح کے شریک ہوئے ہیں تو ہم ملکوت الٰہی میں بھی اُس کے شریک بنیں گے۔ اللہ نے بیٹے سے کہا تیرا تخت ہمیشہ باقی رہنے والا ہے۔ پس اے مسیح کے حاجیو! چلو۔ آؤ دوڑیں اور بادشاہت لے آئیں!

"وہ برّے سے لڑینگے، اور برّہ اُن پر غالب آئے گا۔ کیونکہ وہ خداوندوں کا خداوند اور بادشاہوں کا بادشاہ ہے۔ اور جو بلائے ہوئے اور برگزیدہ اور وفادار اُس کے ساتھ ہیں وہ بھی غالب آئیں گے"

(مکاشفہ باب ۱۷- آیت ۱۴)

"اور خدا جو اطمینان کا چشمہ ہے، شیطان کو تمھارے پاؤں سے جلد کچلوا دے گا۔ ہمارے خداوند یسوع مسیح کا فضل تمھارے شامل حال رہے"

(رومیوں باب ۱۶- آیت ۲۰)

"اسرائیل کے بیٹوں سے کہہ کر آگے بڑھیں۔ ملک عرب کی طرف ــــ تمام جہان کی طرف کیونکہ . . . کیونکہ بادشاہ کا حکم فوری تھا"

(سموئیل اول باب ۲۱، آیت ۸؟)

"مسیح کے ساتھ میں نے نماز پڑھی۔ میں زندہ نہیں ہوں بلکہ مسیح مجھ میں زندہ ہے جسم کے اندر میری زندگی در اصل ایمان کی زندگی ہے خدا کے بیٹے کی زندگی جسنے مجھ سے محبت کی اور میرے لئے اپنی جان دی اور انھوں نے شہر آگ سے جلا دیا"

(یشوع باب ۶ آیت نم (؟)

"سو ۱۰۰ فدا کار مبلغوں کی شدید ضرورت ہے۔ وہ بے خوف و خطر قبائل عرب میں جائیں اور انھیں انجیل کی دعوت پہنچائیں۔ وہاں سو ۱۰۰ قبیلے ایسے موجود ہیں جنھیں انجیل کی دعوت آسانی سے پہونچائی جا سکتی ہے۔ یہ قبیلے خیموں میں ویسی ہی زندگی بسر کرتے ہیں جیسی "ابراہیم" بسر کرتے تھے۔ ان میں ایک قبیلہ "صلیبی" کہلاتا ہے اور ان قدیم "صلیبی مجاہدوں" کی نسل سے ہے جنھیں عربوں نے قید کر لیا تھا۔ دو مرتبہ اُسے زیارت میسر آ چکی ہے حالانکہ وہ اس سے زیادہ زیارت کا خواہشمند ہے۔ اس قبیلہ کے لوگ ابتک چند انگریزی لفظ استعمال کرتے ہیں۔ مثلاً "گو" (یعنی جاؤ) کام کرنے والے کم ہیں۔ کیا ان قبیلوں کو فنا ہو جانے کے لئے چھوڑ دینا روا ہے؟ کیا اللہ کے کنیسہ کو، جسے اُسنے اپنے خون سے خریدا ہے، مناسب نہیں ہے کہ اللہ کی دعوت کو لبیک کہے؟ اے شخص! تیرا جواب کیا ہے؟ کیا تو ندامت میں گرنا اور ہمیشہ کے لئے حقارت کا مورد بننا چاہتا ہے؟ یا تو اُس عمل کی طرف پیش قدمی کرنا چاہتا ہے جو اُس ذات کو پسند ہے جسنے ہم سے محبت کی، ہماری طرف سے فدیہ ہوئی، اور اپنے خون سے ہمارے گناہ دھو ڈالے؟

"کیا تو یہ چاہتا ہے کہ تیری بابت اور دوسروں کی بابت ابد الآباد تک کہا جائے کہ تیرے اور تیرے بھائیوں کے گناہ مسیح کے سب سے زیادہ قیمتی خون سے دھوئے گئے؟ تم نے اُس کے حکم جان لئے۔ ضرورت معلوم کی، خدا کی پکار سنی، مسیح سے قوت و حاجت حاصل کی، مگر اسکے بعد بھی تم نہیں گئے؟

"میری تجھ سے درخواست ہے کہ عرب کے لئے دعا کر۔ خود عرب میں جا۔ دوسروں کو عرب میں بھیج۔ کتاب مقدس عرب میں لیجا۔ کبھی اپنی نمازیں میں عرب اور عربوں کو نہ بھول۔ عرب اور عربوں کو مسیح کی طرف بلا۔ ۲۲۰ ملین مسلمانوں کو دین مسیح کی طرف دعوت دے۔ سو مبلغوں کے لئے دعا کر، کیونکہ عرب میں اُن کی سخت ضرورت ہے۔ دعا کر کہ کتاب مقدس عرب میں پہنچ جائے۔ دعا کر کہ خدا سو ۱۰۰ مبلغوں کو برکت دے۔ مسیح نے کہا ہے: "میں بہت جلد آؤں گا" آمین"

اس اعلان کی مجنونانہ و متعصبانہ اسپرٹ دیکھ کر کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ بیسویں صدی کی ایک صدا و دعوت ہے جو جدید تمدن کے مرکز اعظم لندن کی ایک مشنری سوسائٹی سے بلند کی گئی ہے، لیکن واقعہ یہی ہے، اور اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ انگلستان کی مذہبی جماعتیں عرب کی طرف کس نظر سے دیکھ رہی ہیں۔ یقیناً تاریخ اسلام کے اوراق شریف حسین اور اس کے لڑکوں کو کبھی معاف نہ کریں گے جسنے عرب کا دروازہ یورپ کے داخلہ کے لئے کھول دیا۔

فلسطین کی چٹھی

بحر میت ۔ شرق اردن ۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی قبر

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم بیت المقدس کے قلم سے)

(عربی سے اُردو میں ترجمہ کیا گیا)

بحر میت سے نمک

کچھ مدت سے تجویز تھی کہ بحر میت (مردہ سمندر) کے پانی سے نمک تیار کیا جائے۔ اب مجھے معتبر ذریعوں سے معلوم ہوا ہے کہ یہ تجویز عنقریب عملی صورت اختیار کرنے والی ہے۔ اس سلسلہ میں ایک اہم کام یہ ہونے والا ہے کہ دو ریلوے لائن قائم کی جائیں گی۔ ایک شہر کرک سے شروع ہو کر عمان اور حیفا تک جائے گی۔ دوسری خود مرکز سے عقبہ کو متصل کر دے گی۔ ان دونوں لائنوں سے بیشمار فوائد حاصل ہونگے نہر سویز سے یہ علاقے بلکہ دُور دُور کے علاقے بھی بے نیاز ہو جائینگے یہی نہیں بلکہ پورے مشرق قریب میں بحر میت کا نمک جرمنی کے نمک کا مقابلہ کر سکے گا اور فلسطین میں ایک نیا تجارتی مرکز قائم ہو جائے گا۔

انہی اسباب سے یہودی سرمایہ دار ان علاقوں میں زمینیں بکثرت خریدنے لگے ہیں۔ عربوں کو ابھی صورت حال سے پوری واقفیت نہیں ہے اس لئے زیادہ قیمت کی لالچ میں آ کر اپنی زمینیں فروخت کر رہے ہیں۔

شرق اردن میں نئی بیداری

عربی قوم کے حالات سمجھنے والے اُس صورت حال سے متعجب ہیں جو اچانک شرق یردن میں رونما ہو گئی ہے۔ اب سے پہلے اس علاقے میں کوئی سیاسی حرکت موجود نہ تھی۔ لیکن گزشتہ ہفتہ عرب باشندوں نے برطانوی وصایت اور شریف عبداللہ کی نام نہاد حکومت کے خلاف بہت موثر طریقہ پر آواز بلند کی ہے۔

دار الحکومت عمان میں پہلی مرتبہ سیاسی انجمن قائم ہوئی ہے جسمیں تمام سربرآوردہ عرب مشائخ اور روشن خیال نوجوان شریک تھے۔ انھوں نے برطانیہ اور امیر عبداللہ سے اپنے وعدے پورے کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔ انجمن کے نمائندوں نے امیر عبداللہ سے ملاقات بھی کی اور نمائندہ مجلس یا پارلیمنٹ کے قیام پر زور دیا۔ امیر عبداللہ نے ڈیڑھ مہینے کی مُہلت طلب کی ہے اور وعدہ کیا کہ وہ انگریزی حکومت سے گفت و شنید کرینگے۔

انجمن نے ایک عام جلسے میں اعلان کر دیا ہے کہ امیر عبداللہ کی حکومت کو برطانیہ سے براہ راست معاہدہ کرنے کا کوئی اختیار نہیں ہے، اور یہ کہ وہ تمام معاہدے کالعدم ہونگے جو ملک کی باضابطہ منظوری حاصل کئے بغیر کئے جائینگے۔ انجمن نے بلا تأمل یہ اعلان بھی کر دیا ہے "اگر شرق یردن میں ظلم و استبداد کا اسی طرح دور دورہ رہا تو باشندگان فلسطین خطرناک سے خطرناک راستہ اختیار کرنے پر مجبور ہو جائیں گے" برطانی حلقوں کی پریشانی کا بڑا سبب یہ بھی ہے کہ عربی قبائل میں

رقم خلافت کانفرنس پر صرف کردی گئی۔ اخبارات نے اس معاملہ کو بہت ابھارا اور علماء کے خلاف مظاہرہ شروع کردیا حتیٰ کہ بات پارلیمنٹ تک پہنچ گئی۔ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ شیخ ازہر کی حیثیت محض ایک عالم اور پرنسپل ہی کی نہیں ہے اُن کا درجہ مصر میں وہی ہے جو ٹرکی میں "شیخ الاسلام" کا تھا اور وہ ہمیشہ اس لقب سے مخاطب بھی کئے جاتے تھے۔ مگر دوران بحث میں پارلیمنٹ کے ممبروں نے صاف اعلان کردیا کہ "مصر میں شیخ الاسلام کا کوئی عہدہ نہیں ہے" اس اہم اعلان پر نہ کسی ممبر نے اعتراض کیا نہ صدر نے ٹوکنے کی ضرورت محسوس کی۔ گویا عملاً مان لیا گیا کہ مصر کسی شیخ الاسلام کا وجود تسلیم نہیں کرتا!

یہ اور اسی قسم کے واقعات یقین دلاتے ہیں کہ مصر میں بھی ٹرکی جیسا ایک انقلاب انگیز ذہنی انقلاب جلد رونما ہونے والا ہے۔ در اصل بلاد اسلامیہ کے لئے اب اس انقلاب کی منزل سے گزرنا ناگزیر ہوگیا ہے۔ علماء قدیم اصلاح و تجدید کی جگہ اصلاح کی مخالفت اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ زمانہ کا مزاج اس سختی کا متحمل نہیں۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ کسی معتدل اور صحیح امتزاجی حالت کی جگہ ردّ عمل شروع ہوجاتا ہے۔ پہلے افراط تھی، تو اب تفریط کا دور دورہ ہوجاتا ہے۔ ٹرکی میں یہی ہوا۔ مصر میں یہی ہو رہا ہے، اور دیگر اسلامی ممالک بھی جلد یا بدیر اسی حالت میں مبتلا ہونے والے ہیں۔ شاید اس افراط و تفریط کے بعد اعتدال و قوام کا دور شروع ہو۔ بظاہر حال تو اصحاب اعتدال کے لئے کوئی قریبی اُمید نظر نہیں آتی۔

عربی انسائیکلوپیڈیا

مصر میں علمی بیداری غیر معمولی وسعت اختیار کررہی ہے۔ جنگ کے بعد سے رفتار ترقی بہت تیز ہوگئی ہے۔ اچھے اچھے اہل علم و قلم پیدا ہوگئے ہیں۔ بڑی سرگرمی سے کوشش ہو رہی ہے کہ ملک جلد سے جلد متمدن ملکوں کے قریب پہنچ جائے۔ اس وقت تصنیف و ترجمہ کی سطح بھی سابق سے بلند ہوگئی ہے۔ قومی اخبارات نے بھی بہت زیادہ ترقی کی ہے اور قریب ہے کہ یورپین اخبارات کے درجہ پر پہنچ جائیں۔

اس سلسلہ میں سب سے اہم تجویز عربی انسائیکلوپیڈیا (دائرۃ المعارف) کی تجویز ہے۔ یہ تجویز اگرچہ پرانی ہے اور گیارہ جلدوں کی ایک ابتدائی دائرۃ المعارف موجود بھی ہے لیکن اسپر پہلے کبھی سنجیدگی کے ساتھ غور نہیں کیا گیا تھا اب خود حکومت نے اس کی طرف علمی قدم اُٹھایا ہے۔ وزیر اعظم اور وزیر تعلیم دونوں نے ملکر ایک کمیٹی مقرر کی ہے جس کا کام یہ ہوگا کہ اس تجویز کو عملی جامہ پہنانے کے طریقوں پر غور کرے۔ وزیر اعظم نے تصریح کی ہے کہ انگریزی، فرانسیسی اور دوسری زبانوں کی انسائیکلوپیڈیا کا عربی زبان میں حذف و اضافہ کے ساتھ ترجمہ "عربی انسائیکلوپیڈیا" مرتب کرنے کی بہترین صورت ہے۔ ملک کے علمی حلقے اس رائے کی تائید کررہے ہیں۔ بلکہ بعض اہل علم نے تو انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کے مقدمہ کا ترجمہ بھی شروع کردیا ہے۔ ایک موقر مصری اخبار نے یہ تجویز پیش کی ہے کہ اصل کتاب شروع کرنے سے پہلے اُس کی انڈیکس (یعنی فہرست اسماء و الفاظ) ترجمہ کرلی جائے تاکہ علمی اصطلاحات کے وضع و انتخاب کا مرحلہ طے ہوجائے۔ عربی انسائیکلوپیڈیا کی تجویز جس درجہ اہم ہے، حاجت بیان نہیں لیکن ہمیں اس رائے سے قطعاً اختلاف ہے کہ انگریزی اور فرنچ انسائیکلوپیڈیا کا ترجمہ حصول مقصد کے لئے کافی ہوگا۔ بغیر مستقل ادارۂ تصنیف و ترتیب کے یہ مسئلہ حل نہیں ہوسکتا اور جب خود حکومت کا محکمۂ تعلیم اس کے لئے آمادہ ہوگیا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ اس درجہ کا اہتمام ناقابل عمل ہو۔

عربی کا موجودہ ملک الشعراء

چند دن ہوئے مصر میں بڑی ادبی چہل پہل دیکھی گئی۔ اسمیں تقریباً تمام سربرآوردہ ادباء و شعراء نے حصہ لیا۔ صرف مصر ہی کے ادباء نے نہیں بلکہ فلسطین، شام، عراق، بحرین وغیرہ عربی ممالک نے بھی کافی دلچسپی ظاہر کی۔ بہت سے ادیب و شاعر بذات خود آکر شریک ہوئے، بہتوں نے اپنا کلام بھیجا۔ تقریب یہ تھی کہ مصر کے مشہور اور سابق درباری شاعر احمد شوقی بک کے کمال فن کے اعتراف میں قومی مظاہرہ کرتے ہوئے ایک مؤتمر عربی (عربی کانفرنس) منعقد کی جائے، سلطان مصر نے مؤتمر کی سرپرستی کی اور جملہ ارکان حکومت اور اسلامی سلطنتوں کے سفراء شریک ہوئے۔

مؤتمر کے جلسے کئی روز تک جاری رہے۔ عربی زبان اور اُسکی شاعری پر مبسوط مضامین پڑھے گئے۔ بیسیوں قصیدے سنائے گئے۔ فلسطین کے مفتی اعظم سید امین حسینی اور یہودیوں کے "حاخام اکبر" بھی مؤتمر کی شرکت کی غرض سے مصر آئے تھے۔

در اصل مصریوں میں وطنیت کے جذبات بہت ترقی کرگئے ہیں وہ اپنے وطن کی عزت بڑھانے کی ہر ممکن کوشش کرتے ہیں اور اسمیں کبھی کبھی حد اعتدال سے بھی تجاوز کرجاتے ہیں۔ مثال میں خود یہی واقعہ پیش کیا جاسکتا ہے۔ بلاشبہ احمد شوقی موجودہ عصر کے کہنہ مشق شاعر ہیں۔ مگر اُس درجے کے نہیں جو مصریوں نے اپنی مبالغہ پسندی سے اُنھیں دے دیا ہے۔ اُنھیں "امیر الشعراء" اور "ملک الشعراء" کا خطاب دینا اصلیت سے زیادہ ہے وقت کے عربی شعراء میں ان سے بلند پایہ رکھنے والے شعراء خود مصر میں موجود ہیں۔

ہمارے خیال میں عراق کے مشہور فلسفی شاعر جمیل صدقی زہاوی نے شوقی پر صحیح تنقید کی ہے۔ ہم اُسے یہاں نقل کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ زہاوی لکھتے ہیں:

"شوقی بڑے شاعر ہیں مگر ملک الشعراء نہیں ہیں۔ شوقی حال کے نہیں ماضی کے شاعر ہیں۔ شوقی آگے کی طرف چل رہے ہیں مگر اُن کا چہرہ پیچھے کی طرف مڑا ہوا ہے۔ موجودہ عربی نسل اُنھیں اس لئے پسند کرتی ہے کہ اُن کا کلام اُس کی ذہنیت و ذوق کے مطابق ہے۔ لیکن جب عربی عقل و ذہنیت مستقبل قریب میں اپنی موجودہ سطح سے بلند ہوجائے گی تو شوقی کا شعر مر جائے گا"

بہرحال یہ مظاہرہ نہایت شاندار اور پُر اثر تھا۔ کئی دن تک عظیم الشان اجتماع جاری رہا جسمیں تمام ادباء و شعراء عصر کے برقی اور بریدی پیام نظم و نثر سنائے گئے اور شرکاء نے تقریریں کیں۔ تیسرے دن رات کو ایک عالیشان ڈنر ہوا۔

مسٹر فلبی اور حجاز

مشہور انگریز مستشرق مسٹر فلبی جو کچھ عرصہ سے جدہ میں مقیم ہیں، پچھلے دنوں مصر آئے تھے۔ مصری اخبارات نے اُن کی حسب ذیل گفتگو شایع کی ہے:

"میں حجاز کی موجودہ تاریخ مرتب کررہا ہوں۔ اسمیں شریف حسین کی خود مختاری کے دن سے سلطان ابن سعود کے قبضہ تک تمام مستند حالات جمع کئے جائیں گے۔ اس کام سے فارغ ہونے کے بعد میں جزیرہ نمائے عرب کی مفصل تاریخ لکھوں گا۔ کیونکہ ایک انگریزی کمپنی نے اس کی فرمائش کی ہے"

سلطان ابن سعود کی شخصیت کے بارے میں مسٹر فلبی نے کہا:

"مجھے پورا یقین ہے کہ ابن سعود موجودہ زمانہ کے عظیم ترین آدمیوں میں سے ہے۔ وہ صرف سپہ سالار اور مدبر ہی نہیں ہے بلکہ اس سے بھی کچھ بڑھ کر ہے۔ بلاشبہ اب تک دُنیا نے اُنکی صرف جنگی قابلیت ہی دیکھی ہے، انتظامی قابلیت نہیں دیکھی ہے لیکن اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ وہ انتظامی قابلیت میں کم درجہ ہیں۔ انتظامی قابلیت ملک کی تنظیم و ترتیب اور سیاسی اصلاحات کا نام ہے۔ یہ چیز ہفتوں اور مہینوں میں ظاہر نہیں ہوسکتی۔ ابن سعود کی انتظامی قابلیت کا یہ کارنامہ ہی کیا کم ہے کہ اُنھوں نے نہایت قلیل مدت کے اندر حجاز میں ایسا امن امان قائم کردیا جیسا اس ملک میں عرصہ سے نہیں دیکھا گیا ہے"

"مسئلہ خلافت" کے متعلق مسٹر فلبی نے کہا:

"مجھے نہیں معلوم ابن سعود منصب خلافت حاصل کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں یا نہیں لیکن مجھے بہ تحقیق معلوم ہے کہ وہ اس سلسلہ میں کوئی کوشش نہیں کررہے ہیں۔ مجھے جہاں تک اس شخص کی ذہنیت کا پتہ چلا ہے میں کہہ سکتا ہوں کہ وہ خود کسی چیز کی طرف بڑھنا نہیں چاہتے الّا یہ کہ وہ خود انکے سامنے آجائے۔ فتح حجاز کی بھی انھوں نے کوئی کوشش نہیں کی تھی لیکن وہ خود بخود حاصل ہوگئی"

یمن و نجد کی کشیدگی کے متعلق اُنھوں نے کہا:

"ابن سعود نے بار بار اعلان کردیا ہے کہ اُنھیں امام یحییٰ سے جنگ کرنے کا ہرگز شوق نہیں۔ وہ اس لڑائی کو سخت ناپسند کرتے ہیں اور بغیر شدید مجبوری کے اس کی طرف کبھی قدم نہیں اُٹھائیں گے۔ شدید مجبوری کی خود اُنھوں نے یہ تفسیر کی ہے کہ امام یحییٰ اُن کی سرحدوں پر علانیہ حملہ کردیں۔ میرے خیال میں امام یحییٰ ایسا کبھی نہیں کریں گے۔ یہ کہ اٹلی اُنھیں اسپر مجبور کردے"

مسٹر فلبی کے اس آخری جملہ کو مصری اخبارات نے بہت اہمیت دی ہے اور ثابت کیا ہے کہ اٹلی کا عرب کے دونوں بادشاہوں کی لڑائی میں بہت نفع ہے۔ اٹلی خوب جانتا ہے کہ امام یحییٰ ابن سعود کو کامل شکست دینے کی قدرت نہیں رکھتے۔ اُنکے حملہ کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ابن سعود بھی حملہ آور ہونگے۔ اُسوقت اٹلی سیاسی میدان میں آکودے گا اور سلطان نجد سے مطالبہ کرے گا کہ یمن میں پیش قدمی نہ کریں کیونکہ یمن کے ساتھ اس کا معاہدۂ حمایت ہوچکا ہے اس طرح اسے عرب کے معاملات و مسائل میں مداخلت کا پورا موقع مل جائے گا۔

جدید انگریزی نجدی معاہدہ کے متعلق مسٹر فلبی نے کہا

"ابھی تک معاہدہ طے نہیں پایا ہے۔ لیکن گفت و شنید جاری ہے۔ اُمید ہے طرفین جلد ایسی شرطوں پر پہنچ جائیں گے جو دونوں کے لئے باعزت اور مفید ہوں گی"

مسجد پیرس

سلطان مراکش کے وزیر تشریفات (چیمبرلین) قاہرہ آئے ہیں۔ ان کا نام سید قدور بن غبریط ہے۔ یہ مراکش کے سربرآوردہ شخص ہیں، جدید تعلیم یافتہ اور روشن خیال ہیں۔ اپنے درباری عہدہ کے علاوہ شمالی افریقیہ کے محکمۂ اوقاف کے صدر بھی ہیں۔ پیرس میں جو عظیم الشان مسجد تعمیر ہوئی ہے وہ زیادہ تر انہی کی مساعی کا نتیجہ ہے۔ آج کے مصری اخبارات میں ان کا حسب ذیل بیان شائع ہوا ہے:

"میں مصر اس لئے آیا ہوں کہ یہاں کے مخیر اور فیاض مسلمانوں سے مسجد پیرس کی بعض ملحقہ ناکمل عمارتوں کی تکمیل کے لئے امداد حاصل کروں۔ یہاں سے میں فلسطین اور شام بھی جاؤں گا۔ شام میں میری ایک کوشش یہ بھی ہوگی کہ فرانسیسی حکام کو حجاز ریلوے کے دوبارہ اجراء پر آمادہ کروں تاکہ حاجیوں کو سفر میں آسانی ہو"

مسجد پیرس کی تاریخ تعمیر بیان کرتے ہوئے اُنھوں نے کہا:

"پیرس میں جامع مسجد تعمیر کرنے کا خیال ۵۰ برس سے موجود تھا مگر عمل میں نہ آسکا۔ پہلے فرانس میں مسلمانوں کی تعداد کم تھی۔ لیکن حالات میں جلد جلد تبدیلی ہوئی اور مسلمانوں کی تعداد ایک لاکھ ۵۰ ہزار سے بھی زیادہ ہوگئی۔ ظاہر ہے اب مسجد کا قیام ضروری تھا چنانچہ سلطان مغرب "بائی ٹیونس" اور امراء الجزائر کی فیاضیوں نے یہ عظیم الشان مسجد عروس البلاد پیرس میں تعمیر کردی۔

"مسجد ۸ ہزار مربع میٹر کے وسیع رقبہ میں بنائی گئی ہے۔ اُس کے ساتھ اندلسی وضع کا نہایت دلفریب باغیچہ ہے۔ صحن میں پانی کا عظیم الشان فوارہ ہے اور اُس کے گرد عربی طرز کے خوبصورت ستون کھڑے کئے گئے ہیں۔ مسجد کے ساتھ شفاخانہ بھی ہے ہفتہ میں تین دن اُس کے دروازے کھلتے ہیں اور غریب مسلمانوں کا مفت علاج کیا جاتا ہے۔ ایک کتب خانہ بھی قائم کیا گیا ہے یہ اگرچہ ابتدائی حالت میں ہے، لیکن بتدریج ترقی کرجائے گا۔ اُس میں وہ تمام کتابیں جمع کی جائیں گی جو دُنیا کی مختلف زبانوں میں اسلام اور مسلمانوں کے متعلق لکھی گئی ہیں۔ ایک علمی ایوان بھی ہے جس میں مسلم اور غیر مسلم علماء و ادباء جمع ہونگے اور مبادلۂ خیالات کریں گے۔ ساتھ ہی مشرقی طرز کا ایک حمام بھی بنایا گیا ہے جو تمام یورپ میں اپنی وضع کا تنہا حمام ہے۔ ایک مشرقی ہوٹل بھی کھولا گیا ہے۔ اس میں مشرقی عربی کھانے معتدل قیمت پر ملتے ہیں۔ چائے خانہ بھی ہے جسمیں جوق جوق فرانسیسی آتے ہیں اور عربی قہوہ پیتے ہیں۔

والے پُوری سنجیدگی صرف کرتے ہیں اور اُن کی اہمیت ظاہر کرنے کے لئے اپنے فوٹو بھی ساتھ بھیجدیتے ہیں۔ صرف فوٹو ہی نہیں بلکہ اپنی آمدنی کا تخمینہ اور انکم ٹیکس کی رسیدیں بھی روانہ کردیتے ہیں تاکہ اخبار نویس اُنھیں معمولی آدمی خیال نہ کرے۔

اخبارات کے بعض مباحث خاص طور پر اِن مجنونوں کا جنون خط نویسی اُبھار دیتے ہیں۔ مثلاً روحانیات، نباتیات، نسائیات وغیرہ۔ ان مباحث پر اخبار میں ایک مضمون بھی ہماری بدبختی کے لئے کافی ہوتا ہی۔ ہر طرف سے مجنونوں کے خط آنا شروع ہوجاتے ہیں۔

مجھے اعتراف کرنا پڑتا ہی کہ یہ جنوں مردوں سے کہیں زیادہ عورتوں میں ہی۔ ویسے بھی عورتوں کی ایک جنسی خصوصیت یہ ہی کہ انھیں لکھنے کے لئے کسی مناسبت اور ربط مقصد کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اُنکے ہر خط میں ایک نئے موضوع پر بحث ہوتی ہی۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ ہر مجنوں خاتون اپنے رازوں کے لئے کسی ایک اخبار نویس کو "صندوق" بنا دینا ضروری تصور کرتی ہی۔ بدقسمتی سے مجھے بھی ایک خاتون نے ایک مرتبہ اس عزت کا مستحق سمجھا۔ مسلسل تین سال تک ہر روز ایک خط پہنچ جاتا۔ ان خطوط میں اُس کی مفصل سوانحعمری ہوتی تھی۔ خانہ داری کے جھگڑے، شوہر کے معاملات، محبت کے اثرات، بیوفائی کے شکوے، غرضکہ کوئی بات نہ تھی جو ان خطوں میں تفصیل سے موجود نہ ہو۔ میں نے کبھی کسی خط کی رسید نہیں بھیجی۔ مگر محترم خانم کو رسید کی چنداں پرواہ نہ تھی اُسے صرف خط لکھنے سے کام تھا۔

خط لکھیں گے گرچہ مطلب کچھ نہ ہو

لیکن یہ سلسلہ ایک مرتبہ اچانک ٹوٹ گیا اور میں نے اطمینان کا سانس لیا۔ کہ محترم خاتون اب اپنے جنون سے شفا پاگئی اور مجھے بھی نجات ملگئی!

عورتوں کا سب سے سخت جنوں، مذہبی جنوں ہوتا ہی۔ جب یہ کسی "خوش نصیب" اخبار نویس سے خوش ہوجاتی ہیں تو اپنے خطوط کے ساتھ گنڈے تعویذ بھی بھیجا کرتی ہیں، اور بڑی بڑی قسمیں دلاکر مرسل الیہ کو مجبور کرتی ہیں کہ یہ تعویذ ضرور استعمال کرے۔ لیکن جب اخبار نویس سے وہ ناراض ہوئیں تو بس اُس کے لئے ہلاکت ہی ہلاکت ہی۔ وہ کون گالی ہی جو اُسے دی نہیں جاتی؟ اتنی بددعائیں اور لعنتیں آتی ہیں کہ غریب اخبار نویس کتنا ہی مستقل مزاج ہو ضرور کانپ اُٹھتا ہی!

بلاشبہ ہم مجنونوں کے خط پڑھنے پر مجبور نہیں ہیں۔ لیکن مصیبت یہ ہی کہ بہت سے مجنوں خط کتابت ہی کافی نہیں سمجھتے بذات خود بھی ملاقات کو تشریف لے آتے ہیں اور یہ مصیبت بالکل لاعلاج ہی!

ایک دن دفتر میں چپراسی نے ایک ملاقاتی کارڈ میرے حوالہ کیا۔ "مسیو گبورنل" نیچے کی سطر میں یہ لفظ تھے "ایک اہم شخصی معاملہ" میں نے اندر آنے کی اجازت دیدی۔ پہلی نظر میں خیال ہوا اچھا خاصہ سنجیدہ باوقار آدمی ہی۔

"جناب! میں آپکی کوئی خدمت بجا لاسکتا ہوں؟" خاموش ملاقاتی سے میں نے سوال کیا۔

"آپ اُس معاملہ سے واقف ہیں جس کے لئے میں حاضر ہوا ہوں" اُسنے متین آواز میں جواب دیا۔

"مجھے افسوس کے ساتھ انکار کرنا پڑتا ہی" میں نے عاجزی سے کہا۔

"تجاہل عارفانہ نہ برتئے، آپ خوب جانتے ہیں" حضرت کا جواب تھا۔

"جناب، آج پہلی مرتبہ مجھے ملاقات کا شرف حاصل ہوا ہی"

"لیکن آپ اپنے مضامین میں رمضیا ذکر کرتے ہیں!"

"عجیب! یہ پہلا موقعہ ہی کہ میں اسم گرامی سے واقف ہوا ہوں"

"ریاکاری چھوڑ دیجئے۔ بیوقوف نہ بنائیے... میں روز آپکے مضامین میں اپنا ذکر پڑھتا ہوں" اچانک اُس کی صورت بدل گئی۔ غصہ سے کانپنے لگا "تم میرے خاندان کے راز جانتے ہو۔ اپنے گندے مضامین میں یہ راز لکھکر مجھے رسوا کرتے ہو... آہ! لیکن خیر اب اس کا خاتمہ ہونا چاہئے۔ میں اس وقت اسی لئے آیا ہوں کہ اپنے آپ کو اور دنیا کو تمھاری شرارتوں سے نجات دیدوں..." آپ میری حیرانی کا اندازہ کرسکتے ہیں جب میں نے اس عجیب سلسلۂ کلام کے خاتمہ پر اچانک سنا "میں قتل کر ڈالونگا"

فوراً جیب سے بھرا ہوا پستول نکالا... "خدایا کیا کروں؟" میں نے خیال کیا "اب میرا کام تمام ہوا... عنقریب میرے دوست میرا جنازہ اُٹھانے آئیں گے... لیکن خود اس پاگل کا کچھ نہیں بگڑیگا۔ عدالت جنون کے عذر پر اسے رہا کردے گی..." میں نے ارادہ کیا اس عجیب ملاقاتی پر ٹوٹ پڑوں اور پستول چھین لوں لیکن یہ ناممکن تھا کیونکہ میری ایڈیٹری کا بڑا میز ہمارے مابین حائل تھا۔ افسوس اخبار نویسی کا منحوس میز! میں نے اپنے حواس بجا کئے:

"سگرٹ پیجئے" میں نے مصنوعی بےخوفی سے کہا اور فوراً کوٹ کی جیب سے سگرٹ کی خوشنما ڈبیا نکالکر پیش کردی۔ خلاف توقع سگرٹ نے اُس کا غصہ بالکل فرو کردیا۔ وہ خاموش بیٹھکر دھواں اُڑانے لگا

"واقعی میں خطاوار ہوں۔ مگر براہ عنایت مجھے وہ مضمون بتلائے جس میں آپ کو رُسوا کرنے کی میں نے جرأت کی ہی" میں نے ڈرتے ڈرتے بڑی لجاجت سے کہا۔

مجنوں نے جیب سے ایک پلندا نکالا اور میرے سامنے پھینک دیا میں نے غور سے تمام مضمون دیکھے۔ اُن میں کوئی ایک بھی شخصی معاملات پر نہ تھا۔ کسی میں مکانوں کی گرانی پر بحث تھی۔ کسی میں بازار کے نرخ پر کسی میں علمی نمائش پر اور کسی میں عورتوں کے کترے ہوئے بالوں اور اونچے لباس پر گفتگو تھی۔ اسی طرح عام معاشرتی معاملات سے سب کا تعلق تھا۔ میں نے حیرت سے مجنوں کو آنکھیں پھاڑ کر دیکھا۔ وہ میرا تعجب سمجھ گیا۔ کھڑا ہوگیا۔ اخبار اُٹھا کر جابجا سے پڑھنا اور ہر فقرے پر مجھے قہر آلود نظروں سے دیکھنا شروع کردیا۔ آخر میں اُسنے عورتوں کے کترے ہوئے بالوں پر مضمون پڑھنا شروع کیا اور جوش سے چلایا۔

"یہ دیکھو۔ اب بھی انکار کروگے؟ کیسے بند بند لفظوں میں میرے خاندان کا مضحکہ اُڑایا ہی؟ اس فقرے کے کیا معنی ہیں 'جو عورت اپنے بال کٹواتی ہی وہ ایک نہ ایک دن ضرور گنجی ہوجائے گی' یہ میرے چچا ڈاکٹر بگورنل پر کھلی چوٹ ہی! غلط کہتا ہوں؟ میرا چچا گنجا ہی۔ ایک دن وہ میڈم... پر خفا ہوئے۔ لیکن میں تفصیل کیوں بیان کروں؟ تمھیں سب معلوم ہی۔ میرے چچا کو بھی جانتے ہو۔ اس میڈم کو بھی اور اُس کی خفگی کے سبب کو بھی۔ تمھیں سب راز معلوم ہی۔ تم ہمیں بدنام کرنے پر تُلے ہوئے ہو۔ تم کمینہ ہو!"

خوش قسمتی سے اس سخت لفظ نے اُس کا غصہ پھر کم کردیا۔ میں نے گھنٹی بجائی۔ نوکر کے آنے پر مجھے اطمینان ہوا۔ مجنوں نے ایک پُرناز حقارت نظر مجھ پر ڈالی اور کہا۔

"جناب! اس مرتبہ معاف کرتا ہوں۔ آئندہ احتیاط رہے۔ مجھے اور میرے خاندان کو نہ چھیڑیئے ورنہ کیڑے مکوڑوں کی طرح کچل ڈالونگا"

وہ بغیر سلام کئے چلاگیا۔ میں نے بھی شاعت کی ضرورت محسوس نہیں کی، اور میں خیال کرتا ہوں اس ضرورت کے عدم احساس پر کوئی صاحب مجھے ملامت کرنا پسند نہ کرینگے۔

* * *

اشتہار

(امام ابن تیمیہ کے تازہ ترین رسالے)

شیخ الاسلام کے حسب ذیل رسالوں کا ترجمہ مولوی عبدالرزاق صاحب ملیح آبادی کے قلم سے حال ہی میں شائع ہوا ہی۔ قابل دید رسالے ہیں:

(۱) **مجذوب**: شریعت میں مجذوب کا کیا حکم ہی؟ وہ ولی اللہ ہوسکتا ہی یا نہیں؟ قیمت ۴ر (۲) **حسین و یزید**: تاریخ اسلام کی یہ سب سے زیادہ پیچیدہ گتھی سلجھا کر رکھدی ہی۔ قیمت ۵ر (۳) **صداقت رسول**: پوری سیرت نبوی اسطرح سمیٹکر جمع کردی ہی کہ رسول اللہ صلعم کی عظمت کا سکہ دلوں پر بیٹھ جاتا ہی۔ قیمت ۴ر (۴) **مناظرۂ ابن تیمیہ**: صوفیوں سے بادشاہ کے سامنے عظیم الشان مباحثہ ہوا تھا خود شیخ نے اپنے قلم سے تحریر فرمایا ہی قیمت ۵ر منیجر ہند بک ایجنسی پوسٹ بکس نمبر ۷۵ ا بالیگنج کلکتہ

عالم مطبوعات و صحائف

نہایۃ الارب اور مسالک الابصار

علمائے تاریخ نے ہر زبان کی ادبیات کی طرح عربی علم ادب کے بھی تین دَور قرار دیئے ہیں۔ پہلا دَور تحریر و تدوین کا ہی۔ دوسرا تکمیل و تنقیح کا۔ تیسرا توسیع و تہذیب کا۔ اس آخری دَور نے تصنیف و تالیف کی صناعت میں جو نئی نئی وسعتیں پیدا کیں، اُن میں ایک خاص قسم اُن کتابوں کی ہی جنھیں متاخرین "موسوعات" اور "مجامیع" سے تعبیر کرتے ہیں۔ "موسوعات" سے مقصود ایسی کتابیں ہیں جو کسی ایک موضوع پر نہیں لکھی جاتی تھیں بلکہ متعدد علوم و فنون کا مجموعہ ہوتی تھیں۔ بعض علماء نے اس کا دائرہ یہاں تک وسیع کیا کہ تمام علوم و فنون اور ان کی چھوٹی بڑی شاخیں اسمیں آگئیں۔ اس قسم کی "موسوعات" بیس سے لیکر ۵۰۰ جلد تک کی لکھی گئیں!

دراصل یہ موسوعات ایک طرح کی انسائیکلو پیڈیا تھیں، اُس عہد کے علماء موسوعات کا تاریخ علوم میں وہی درجہ ہی جو یورپ کی ستر ہویں صدی کے انسائیکلو پیڈین علماء کا موجودہ تاریخ علوم میں تسلیم کیا جاتا ہی۔ دونوں میں فرق یہ ہی کہ موسوعات کی ترتیب علوم کی ترتیب تھی جو ایک خاص حد تک پھیلکر ختم ہوجاتی ہی مگر انسائیکلو پیڈیا کے لئے لغت و قوامیس کی ترتیب اختیار کی گئی جس کا دائرہ بہت زیادہ وسیع ہی۔

اس عہد کی کتب موسوعات میں دو کتابوں کو بہت شہرت حاصل ہوئی تھی شہاب الدین احمد نویری کی نہایۃ الارب اور ابن فضل اللہ العمری کی مسالک الابصار، پہلی کتاب تیس سے زیادہ جلدوں میں ختم ہوئی ہی اور دوسری کم و بیش بیس جلدوں میں ہی۔

ان دونوں کتابوں کے مکمل نسخے عزیز الوجود تھے۔ پچھلے دنوں مصر کے مشہور محقق کتب احمد زکی پاشا نے عرصہ کی محنت و کاوش کے بعد انکے دو صحیح و کامل نسخے مرتب کئے ان کا بڑا حصہ قسطنطنیہ کے کتب خانوں سے بذریعہ عکس حاصل کیا گیا تھا۔ چار سال ہوئے حکومت مصر نے ان دونوں کتابوں کی اشاعت کا فیصلہ کیا اور کتب خانۂ خدیویہ کے "احیاء کتب عربیہ" کے سلسلہ میں ان کی طباعت شروع ہوگئی۔ گذشتہ سال دونوں کتابوں کی تین تین جلدیں چھپ گئی تھیں اب دو جلدیں مزید چھپکر شائع ہوگئی ہیں اور ہمارے سامنے ہیں۔ اگرچہ یہ عہد متاخرین کی تصنیف ہیں اور جو کچھ ہے جمع و تالیف ہی تاہم چونکہ اب وہ ذخیرہ بھی ہمارے پاس موجود نہیں جو ان کتابوں کے عہد تالیف میں موجود تھا، اس لئے ان دونوں کتابوں سے تاریخ و علوم کے مختلف اہم مسائل پر نہایت قیمتی روشنی پڑتی ہی۔ ہم عنقریب ان دونوں نئی جلدوں کے بعض مفید مطالب ہدیۂ قارئین کرینگے۔

مذہب اور دُنیائے جدید

حال میں پروفیسر وائیٹہڈ کی ایک تصنیف:

"Religion in the Making"

کے نام سے شائع ہوئی ہی۔ یہ دراصل ان کی چار تقریروں کا مجموعہ ہی جو انھوں نے گذشتہ سال بوسٹن یونیورسٹی میں کی تھیں۔ جو حضرات انگریزی کی جدید الطبع مصنفات پر نظر رکھتے ہیں، انھوں نے پروفیسر موصوف کی وہ کتاب ضرور دیکھی ہوگی جو پچھلے دنوں "علم اور دنیائے جدید" کے نام سے شائع ہوئی تھی، وہ بھی ان کی بعض تقریروں کا

نجدی تحریک نہایت تیزی سے پھیل رہی ہو۔ بکثرت قبیلے نجدی مذہب اختیار کرچکے ہیں اور بہت سے اختیار کرنے کی طیاری میں ہیں برطانوی حکام اِس دینی تحریک سے خائف ہیں اپنے علاقوں میں دیکھنا پسند نہیں کرتے۔ ابھی چند دن ہوئے برطانی حکام نے دو عرب سرداروں: رنیفان باشا الجالی شیخ المشائخ اور مثقال باشا الفائز شیخ قبائل صخر کو طلب کیا تھا اور بڑی آؤ بھگت کی تھی۔ مگر اُنھوں نے حکومت کا ساتھ دینے سے صاف انکار کردیا۔

اِس علاقہ کے باشندوں میں یہ تحریک بھی پھیل رہی ہو کہ امیر عبداللہ کی حکومت اُلٹ دی جائے اور ملک کا تعلق براہ راست برطانوی حکام سے ہوجائے۔ اِس تحریک کا مقصد یہ ہو کہ اگر ملک برطانی اقتدار سے نجات حاصل نہیں کرسکتا تو کم از کم برائے نام عربی حکومت کی دوہری مصیبت سے تو نجات حاصل کرلے۔ یقیناً برطانیہ کی براہ راست حکومت اِس سے کہیں زیادہ بہتر اور ذمہ دار ہوگی جسقدر اِس کے بٹھائے ہوئے پُتلے امیر عبداللہ کی ہو۔

(فوجی قانون کا اعلان)

شرق اردن کی مذکورۂ بالا بیداری اور دروزی مجاہدین کی آمد و رفت کی وجہ سے امیر عبداللہ نے علاقہ "ازرق" میں فوجی قانون (مارشل لا) کا اعلان کردیا ہو۔ اِس سے مقصود یہ ہو کہ ایک طرف ملک کی عام رائے مرعوب کردی جائے، دوسری طرف فرانس بھی خوش ہوجائے۔ فرانس مدت سے شاکی تھا کہ دروزی مجاہدین اِس علاقہ میں پناہ لیتے اور یہاں سے تر و تازہ ہوکر واپس آتے ہیں۔

یہودی بیت المال

گزشتہ ماہ یہودی بیت المال کی آمدنی ۷۷۰،۰۱ پونڈ یعنی ۱۰۵۲۶۵۵ روپے ہوئی۔ اِسی امریکہ کے یہودیوں کا عطیہ ۳۲۸۸۲ پونڈ کینیڈا کا ۲۰ ہزار ۵۳۶ پونڈ اور رومانیہ کا ۳۵۰۶ پونڈ ہو۔ دنیا کی ترقی خواہ قوموں کی اولوالعزمیاں ایسی ہوتی ہیں۔ اِس کے مقابلے میں ہماری ہمتوں کا جو حال ہو وہ معلوم ہو!

حضرت یوسف کی قبر

فلسطین کے ایک قدیم شہر "سیخم" میں کھدائی ہورہی ہو اگر یہ تحقیقات کامیاب ہوئی تو بہت صدیوں کے راز دُنیا کے سامنے آجائیں گے۔ اِس شہر میں یورپین محققین کی ایک جماعت حضرت یوسف علیہ السلام کی قبر تلاش کررہی ہو۔ خیال کیا جاتا ہو کہ اِس شہر سے بے شمار اسرائیلی روایات وابستہ ہیں اور اُن پر سے جلد پردہ اُٹھنے والا ہو۔

بروایت توراۃ سیخم ہی میں حضرت ابراہیم نے محراب بنائی تھی اور شاہ بلوط کے ایک بڑے درخت کو بطور مقدس علامت کے قرار دیا تھا۔ نیز اسی شہر میں حضرت یعقوب نے عامر کی اولاد سے زمین خریدی اور مقدس محراب بنائی۔ نیز سنگلاخ زمین میں ایک کنواں بنایا تھا جو ۸۰ فٹ گہرا اور ۹ فٹ کے قطر میں تھا۔ لیکن شیشام بن عامر، جسنے زمین بیچی تھی، یعقوب کی لڑکی "دینا" پر عاشق ہوگیا اور اُسے اِس بات پر آمادہ کرلیا کہ عقد سے پہلے ہی اُس کے ساتھ زن و شو کی زندگی بسر کرے۔ اِس پر یعقوب کے لڑکوں کو غصہ آیا اور انھوں نے "سیخامیوں" کو قتل کرڈالا۔ پھر یعقوب (علیہ السلام) اِس علاقے سے چلے گئے۔ مگر جانے سے پہلے اُنھوں نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ مخالف قبیلہ کے تمام دیوتا اور عبادت کے آلات ایک غار میں پھینک دیئے جائیں۔

موجودہ کھدائی سے ایک غرض اِن دیوتاؤں کی تلاش بھی ہو۔ سیخم میں یعقوب علیہ السلام کا کنواں ابتک موجود ہو۔ روایت ہو کہ یوسف علیہ السلام کی لاش بھی مصر سے لاکر اِسی علاقہ میں دفن کی گئی تھی۔ ایک مقبرہ عرصہ سے حضرت یوسف کی طرف منسوب ہو چونکہ یہ عربی قبائل کے تحت و تصرف میں تھا اِس لئے اب تک اسکی تحقیقات نہ ہوسکی۔

لیکن اب ڈاکٹر ارنسٹ سلین کو، جو اِس تحقیقاتی جماعت کے صدر ہیں، قبر کھولنے کی اجازت مل گئی ہو۔ اُمید کی جاتی ہو کہ حضرت یوسف کی لاش مومیا کی ہوئی صحیح و سالم دستیاب ہوجائے گی۔ نیز قدیم مصری کاغذ پر لکھی ہوئی تحریریں بھی نکلیں گی کیونکہ پہلے مصر میں انکی نعش مصری طریقہ پر دفن کی گئی تھی، وہاں سے کنعان میں لائی گئی۔ اگر یہ اُمیدیں کامیاب ہوئیں تو یقیناً اِس سوال کا جواب بھی مل جائے گا کہ حضرت یوسف کے عہد کا فرعون کون تھا؟

اسی شہر میں ایک ٹیلہ پر کھدائی کرتے ہوئے ایک اور قدیم شہر اور تمدن کے نشان ملے ہیں۔ علماء آثار کا خیال ہو کہ یہ عمارت مشہور اسرائیلی بادشاہ "عزبوم اول" کا قلعہ ہو۔ خیال کیا جاتا ہو اسی ٹیلہ میں حضرت یعقوب کی قوم کے دیوتا اور دوسری یادگاریں بھی مدفون ہیں۔

سیخم، فلسطین کا ایک نہایت ہی قدیم شہر ہو۔ اِس کی تاریخ کا آغاز اُسوقت سے ہوا ہو جب نئے عبرانی، کنعان کی سرزمین پر نمودار ہوئے تھے۔ خوش قسمتی سے اب تک اِس شہر کے بہت سے آثار دستیاب ہوچکے ہیں۔ اُس کی شہر پناہ اور دو بہت ہی عظیم الشان پھاٹک نکل آئے ہیں۔ نیز ایک محل کی بُنیادیں بھی ملی ہیں جو نو ستونوں پر قائم تھا اور اُس کے بڑے بڑے کمرے بھی مل گئے ہیں۔

غرضکہ یہ تحقیقات دُنیا کے علم میں معقول اضافہ کرے گی اور اسرائیلی تاریخ کے وہ پہلو روشنی میں آجائیں گے جو اب تک تاریکی میں ہیں۔

(پارٹیوں کا اتحاد)

سیاسی جماعتوں کے اختلاف کی وبا فلسطین میں بھی انگریزی قبضہ کے ساتھ پہنچی اور قومی اتحاد پارہ پارہ ہوگیا۔ مصلحین مدت سے کوشش کررہے ہیں کہ سیاسی پارٹیوں میں اتحاد قائم ہوجائے مگر آجتک کوئی صورت نہ نکل سکی۔ اب کچھ مدت کی خاموشی کے بعد پھر اِس قسم کی کوششیں شروع ہوئی ہیں، بظاہر کامیابی کی امید نہیں۔ کیونکہ اکثر لیڈر اپنی ذاتی اغراض کے بندے ہیں۔

ارتھوڈکس مسیحی

کل ارتھوڈکس مسیحیوں کی کانفرنس منعقد ہوئی، عیسائیوں میں یہ فرقہ یہاں سب سے زیادہ مظلوم ہو۔ کیونکہ کوئی طاقت و سلطنت اُس کی پشت پناہی پر موجود نہیں۔ لیکن معلوم ہوتا ہو اب یہ فرقہ بھی اپنے حقوق کے لئے عملی کوشش شروع کرنے والا ہو۔

شریف علی

مجھے معتبر ذریعہ سے معلوم ہوا کہ شریف علی سابق شاہ حجاز بہت جلد یہاں آنے والے ہیں۔ آمد کا مقصد یہ بیان کیا گیا ہو کہ محض تبدیل آب و ہوا مقصود ہو۔ لیکن بعض حلقوں میں یقین کیا جاتا ہو کہ اُنھیں اِس لئے بُلایا گیا ہو کہ فلسطین کے مسلمانوں میں برطانیہ کے موافق جذبات کو ترقی دیں۔ فلسطین میں شریف حسین اور اُن کے خاندان کا پروپیگنڈا سالہا سال سے جاری ہو۔ عوام کی ایک جماعت اُس سے متأثر ہوچکی ہو۔ برطانیہ کا ایک زمانہ میں خیال تھا کہ اگر اِس ملک نے براہ راست برطانی حکومت منظور نہیں کی تو یہاں بھی شریف حسین کا کوئی لڑکا بٹھا دیا جائے گا، مگر بعد کے حالات نے یہ خیال پُورا نہ ہونے دیا۔

شرفاء مکہ کے اِس خاندان کی بدبختی پر جس قدر بھی افسوس کیا جائے کم ہو۔ برطانیہ کے ہاتھوں ایسا روز بد دیکھنے کے بعد بھی وہ اب تک اُس کی اُنگلیوں پر ناچ رہا ہے۔ عراق میں امیر فیصل عبودیت کے فرائض انجام دے رہا ہو۔ شرق اردن میں امیر عبداللہ غلام بنا ہوا ہے، اور اب امیر علی فلسطین کو گمراہ کرنے آرہے ہیں!

تذکرہ

مولنا ابو الکلام صاحب آزاد کے زمانۂ نظربندی کی یادگار تصنیف تاریخ و ادب کے علاوہ حقائق دین اور معارف تجدید و دعوت کے اہم مباحث کا مجموعہ۔ آخر میں اپنے سوانح و خواطر حیات پر بے نظیر تحریر اب درجۂ اوّل کا کوئی نسخہ باقی نہیں رہا۔

درجۂ دوم قیمت سے، درجۂ سوم عار
منیجر البلاغ پریس۔ ۱۱۔ بالی گنج سرکلر روڈ کلکتہ

خواطر و سوانح

◆

میری اخباری زندگی کا ایک لمحہ

اخبار نویس کی ڈاک

حال میں ایک نہایت دلچسپ کتاب اِس نام سے فرانس میں شائع ہوئی ہو۔ اِسمیں فن اخبار نویسی کے تیس فرانسیسی ائمہ نے اپنی اپنی صحافتی زندگی کا سب سے زیادہ دلچسپ اور یادگار واقعہ لکھا ہو۔ کتاب از حد مقبول ہوئی ہو۔ لاکھوں کی تعداد میں اُس کے نسخے نکل چکے ہیں۔ کئی دوسری زبانوں میں بھی ترجمے شائع ہوگئے ہیں ناظرین کی دلچسپی و آگاہی کے لئے ہم اُس کا ترجمہ بالاقساط درج کرینگے۔ آج اُس کا پہلا مضمون ملاحظہ ہو۔ یہ مشہور اخبار نویس سیو کلیان ودیل نے حسب ذیل سُرخی سے لکھا ہو:

اخبار نویس اور مجنوں

مجھ سے دماغی امراض کے ایک ماہر ڈاکٹر نے کہا:

"میں اپنے مریض سے پہلا سوال یہ کرتا ہوں "کیا تم اخبار نویسوں سے خط و کتابت رکھتے ہو؟ اگر وہ اقرار کرتا ہو تو سمجھ لیتا ہوں اسکے علاج میں کافی وقت لگے گا"

"یہ کیونکر؟" میں نے تعجب سے سوال کیا۔

"میں یہ نہیں کہتا کہ اخبار نویسوں سے خط کتابت کرنے والے سب لوگ مجنوں ہوتے ہیں" اُسنے جواب دیا "لیکن مجھے یقین ہو کہ اُن میں سے اکثر ضرور پاگل ہوتے ہیں!"

مدت کے بعد مجھے ڈاکٹر کی سچائی پر ایمان لانا پڑا۔ میرا تجربہ بھی یہی ہو کہ پراگندہ دماغ اور پاگل ہی زیادہ تر اخبار نویسوں سے خط و کتابت کرتے ہیں۔ اِس مصیبت کو میرے ہم پیشہ ہی بہتر سمجھ سکتے ہیں۔

روز ڈاک میں میرے پاس ہزاروں خطوط پہنچتے ہیں۔ لکھنے والے ان کی تزئین و آرائش میں غیر معمولی محنت کرتے ہیں، قسم قسم کی روشنائی استعمال کی جاتی ہو۔ کوئی عبارت سرخ ہو، کوئی نیلی، کوئی سبز کہیں پر بڑے بڑے حروف، کہیں پر حروف کے گرد پھول پتیاں بنی ہوئیں۔ بسا اوقات عبارت کا آغاز سنجیدگی سے ہوتا ہو مگر چند سطروں کے بعد ہی معلوم ہوجاتا ہو کہ کسی مجنوں کا خط ہو!

مثلاً ایک واقعہ سنئے۔ پیرس کے باشندوں کو شکایت پیدا ہوئی کہ موٹروں کی کثرت نے راستہ چلنا مشکل کردیا ہو۔ اخبارات میں بھی اِس کا ذکر ہوا۔ اب کیا تھا؟ ہزاروں خط روزانہ ہمارے پاس آنا شروع ہوگئے۔ ہر خط میں اِس مشکل کا ایک نیا حل موجود ہوتا تھا۔ کیسا حل؟ ایسا حل کہ اگر میں بیان کروں تو شاید آپ یقین نہ کریں۔ ایک صاحب نے لکھا "اِس مشکل کا بہترین حل یہ ہو کہ دریائے سین اسفلٹ سے پاٹ دی جائے اور شہر کی سڑکوں کے بجائے اُسی پر موٹر چلیں!"

اور سنئے امن و امان کے حامیوں نے یہ تجویز لکھ بھیجی "تمام یورپ ایک جمہوریت کے ماتحت ہوجائے!" یہی نہیں بلکہ ازراہ عنایت اِس "افلاطونی جمہوریت" کا دستور العمل بھی مرتب کرکے بھیجدیا۔!

ایک "ماہر اقتصادیات" نے لکھا "حکومت، پارے کے بینک نوٹ تیار کرے تاکہ اقتصادی حالات کی تبدیلی کے ساتھ اُن کا رنگ وزن، اور نرخ بھی خود بخود تبدیل ہوتا رہے"

یہ عاقلانہ تجویزیں، مذاق سے پیش نہیں کی جاتیں۔ اُنکے سوچنے

Printed and Published by

Masud Hasan Zuberi at The Al-Balagh Press, 11, Ballygunge Circular Road, Calcutta

Editor : Maulana Abu-al-Kalam Azad.

مجموعہ تھی۔ یہ دونوں کتابیں ایک مکمل نظریۂ علم و مذہب کی متشکل ہیں۔ پہلی کتاب میں علم کے مستقبل پر نظر ڈالی ہے۔ اور اس میں اُسی اصول نظر کے ماتحت مذہب کے مستقبل پر بحث کی ہے۔

کتاب کے ۴ باب ہیں (۱) مذہب کی تاریخ (۲) مذہب اور عقائد (۳) جسم اور روح (۴) تبصرہ۔

اِن ابواب میں سب سے زیادہ اہم باب "جسم اور روح" کے مسئلہ پر ہے۔ پروفیسر موصوف لکھتے ہیں:

"ہم اِس مادی دنیا کے باہر اور اُن ظاہری اجزا کے علاوہ جو اس کی وضع و ترتیب میں شامل ہیں کوئی واقفیت نہیں رکھتے یہ اجزاء کیا کیا ہیں؟ مختصر لفظوں میں حسب ذیل ہے:

(۱) خالقیت (Creativity) جو ہر وجود کے وقتی ارتقا میں ظاہر ہوتی ہے۔

(۲) خیالی موجودات و اشکال کا عالم جو خود تو کوئی حقیقت نہیں رکھتا مگر حقیقت رکھنے والی چیزیں ایک خاص مناسبت کے ساتھ متشکل ہوجاتا ہے۔

(۳) وہ حقیقی مگر غیر مادی قوت جس کا تصور کرتے ہوئے ہم ایک ایسی معین قوت کا تصور کرنے لگتے ہیں جس کے کاموں میں قصد اور ارادہ کو دخل ہونا چاہیئے"

پروفیسر موصوف کے خیال میں "یہی غیر مادی اور حقیقی ہستی وہ ہے جسے انسان خدا کہتا ہے۔ وہی خدا جو ہر ذی عقل مذہب کا خدائے بزرگ و برتر ہے"

مذہب کے حقائق کی طلب و جستجو کا سب سے زیادہ اہم اور بنیادی مقام یہ ہے کہ یہ سفر کس نقطہ سے شروع کیا جائے؟ جن جن قدموں نے ٹھوکر کھائی ہے صرف اس لئے کھائی ہے کہ قدم اُٹھائے گئے مگر اس کا فیصلہ نہیں کیا کہ کس رُخ سے قدم اُٹھانا چاہیئے؟ نتیجہ یہ نکلا کہ جس قدر بڑھتے گئے منزل مقصود سے دُوری بھی بڑھتی گئی!

اسی لئے قرآن حکیم نے اس بارے میں عقل انسانی کی رہنمائی کی۔ وہ بتلاتا ہے کہ خدا کی ہستی اور اس کے اعمال و صفات کی جستجو دائرہ ہستی سے الگ ہو کر نہیں بلکہ خود اُس کے اندر سے کرنی چاہیئے اور اس سفر کی صحیح جہت یہ ہے کہ کائنات کے حسن و جمال اور نظم و اتقان کے مطالعہ و تفکر کے نقطہ سے قدم اُٹھائے جائیں۔

مذہب و عقل کے سلسلہ میں پروفیسر موصوف کی یہ خصوصیت قابل ذکر ہے کہ انھوں نے کتب سماویہ کی یہ حقیقت نظر انداز نہیں کی۔ مشہور حکیم کانٹ کا مذہب یہ تھا کہ خدا کی ہستی کا تصور دنیا کے نظام اخلاقی کی ایک ضرورت ہے مگر پروفیسر موصوف اس سے متفق نہیں ہیں وہ لکھتے ہیں کہ "کائنات ہستی کے ہمہ گیر حسن و جمال کے مطالعہ ہی سے ہم عالم ایجاد کا عقدۂ تخلیق حل کرسکتے ہیں۔ کانٹ کا نظام اخلاقی کیا ہے؟ وہ بھی اسی نظام جمال کا ایک منظر ہے"

پروفیسر موصوف نے صفات الٰہی کے موضوع پر بھی نظر ڈالی ہے اور ان کی نظر اُسی پہلو پر گئی ہے جو متکلین اسلام میں معتزلہ نے اختیار کیا تھا۔ معتزلہ کی نظر تنزیہہ کی طرف گئی تھی اور اشاعرہ کی نظر قدرت کی طرف، اس لئے معتزلہ خدا کی طرف کسی اعتبار سے بھی "شر" کی نسبت گوارا نہیں کرتے، لیکن اشاعرہ کہتے ہیں کہ اس کی قدرت و خلقت کے احاطہ سے کوئی چیز باہر نہیں، البتہ اس کے تمام احکام و اعمال حکمت و عدالت پر مبنی ہوتے ہیں۔

اسی طرح مسیحی علم کلام میں "نفی شر" کا مسئلہ سینٹ اگسٹائن کی طرف منسوب ہے۔

پروفیسر موصوف کہتے ہیں:

".. خدا کی اچھائی ہی خدا کی حد ہے۔ خدا کی ابدی ہستی اسی حال میں کامل کہی جاسکتی ہے جب شر کے منافی ہو"۔

اس سوال کے جواب میں کہ اگر خدا کی قدرت اور اس کے اعمال صرف خیر ہی میں محدود ہیں تو یہ قدرت کا نقص ہے، وہ کہتے ہیں کہ

".. اس کا ہم کوئی جواب نہیں دے سکتے البتہ ہم حق حسن اور خیر کا ایک ہمہ گیر نظام محسوس کر رہے ہیں۔ یہ خود ہم میں بھی موجود ہے اور اس کا مبدء خدا کی کامل ہستی ہے، جب ہم اس کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں اذعان ہوجاتا ہے کہ اس ابدی و ازلی مبدء میں شر کی گنجایش نہیں"

دراصل پروفیسر موصوف نے اس منزل پر پہونچکر سخت غلطی کی اور اسی لئے سوال اور جواب، دونوں حقیقت سے ہٹ گئے ہیں۔ یہ موقعہ بحث و تشریح کا نہیں، قارئین الہلال باب التفسیر کے مباحث کا انتظار کریں۔

* * *

الہلال کی قدیم جلدیں

گاہے گاہے باز خواں ایں دفتر پارینہ را
تازہ خواہی داشتن گر داغ ہائے سینہ را

الہلال کی پہلی اور دوسری اشاعت کی جلدوں کے لئے شائقین علم و ادب مشتاق تھے۔ چند جلدیں جو دفتر مہیا کرسکا ہے حسب ذیل قیمت پر بھیجی جاسکتی ہیں:

الہلال جلد سوم
" جلد چہارم — قیمت فی جلد ۸۔ روپیہ
" جلد پنجم
البلاغ (یعنے الہلال کا دوسرا سلسلۂ اشاعت) ۵۔ روپیہ

متفرق پرچے
فی پرچہ ۸ر قیمت پر بھیجے جاسکتے ہیں۔

منیجر الہلال

اشتہار اشتہار

بیت المقدس میں عیسائیوں اور مسلمانوں کی جنگ

اور تمام یورپین حکومتوں کے صلیبی جہاد کے مقابلہ میں سلطان صلاح الدین ایوبی کے شجاعانہ کارنامے حیات صلاح الدین میں دیکھیے جس میں عیسائیوں اور مسلمانوں کی معرکہ آرائیوں کے تفصیلی حالات کے علاوہ اُس جنگ کی کیفیت بھی درج ہے جس میں انگریزوں کے بادشاہ رچرڈ شیر دل، کو مسلمانوں کے ہاتھوں شکست اٹھا کر بھاگنا پڑا تھا اور جس میں اسقدر خون ریزی ہوئی کہ میدان جنگ میں خون گھوڑوں کے سینہ تک بھر گیا تھا، ولائتی سرورق اور سلطان صلاح الدین کا فوٹو قابل دید ہے قیمت [illegible]

سیرۃ الصدیق :- اسمیں مولنا حبیب الرحمن صاحب شروانی صدر الصدور امور مذہبی حیدرآباد دکن نے مورخانہ انداز اور نہایت موثر پیرایہ میں خلیفۂ اول کے حالات لکھے ہیں، جن لوگوں نے مولنا شبلی مرحوم کی الفاروق کو دیکھا ہے اسکو ضرور پڑھیں، کاغذ چکنا ولائتی، رنگین سرورق قیمت عہ (ایکروپیہ)

علمائے سلف :- اسمیں علمائے سلف کی زندگی کے ہر پہلو پر نظر ڈالی گئی ہے اور انکے کمال، اخلاق اور تحصیل علم کے لئے اُن کی محنتوں کا ذکر ہے۔ اس کے مطالعہ سے آپکو معلوم ہوگا کہ علما نے کسقدر آزادی سے اپنا فرض ادا کیا ہے، کاغذ چکنا ولائتی، رنگین سرورق، قیمت عہ (ایکروپیہ) رادھا رانی :- معصوم معشوقہ کی پر اسرار زندگی ۴ر

الصالحات :- ۴۷ صحابی خواتین کے مذہبی و معاشرتی زندگی کے سبق آموز حالات، بچوں، بچیوں اور عورتوں کے لئے یہ کتاب بہت ضروری ہے کیونکہ اس کتاب کے مطالعہ سے صحابیات کی پاکیزہ زندگی اور صحیح عمل کی تصویر سامنے آجاتی ہے۔ جلی قلم، سرورق ولائتی رنگین، قیمت عہ

سیرۃ الغازی مصطفے کمال پاشا :- غازی مصطفے کمال پاشا کی مستند سوانح عمری جو ترکی و مصر وغیرہ سے مستند مواد فراہم کرکے تیار کی گئی ہے۔ اسمیں غازی ممدوح کا فوٹو چکنا ولائتی کاغذ اور رنگین سرورق لگایا گیا ہے قیمت عہ جنگ یونان و ترکی قیمت بارہ آنے (۱۲) سفرنامہ انگورہ۔ قیمت ایکروپیہ (عہ)

مجاہدین ریف کے کارنامے :- یعنی تاریخ ریف جسمیں مراکش و ریف کی مکمل تاریخ کے علاوہ ہسپانیہ و فرانس کے مقابلہ میں مجاہدین کے حیرت خیز کارنامے بھی آپ پڑھ سکتے ہیں، قیمت چودہ آنے (۱۴) قتل زار روس، قیمت ۴ر جنگ دردانیال قیمت دس آنہ۔ پاربتی، بنگالی لڑکی کے مفارقت شوہر میں جانبازانہ جذبات ۴ر

غازی جمال پاشا کی یادداشتیں :- ان یادداشتوں میں عرب کی بغاوت، مصر کے جنگی معرکوں کی تفصیل، دردانیال کی جنگوں کے حالات اور انور پاشا کے فوجی و جنگی کارنامے نہایت خوبی سے لکھے گئے ہیں اور یورپ کی اُن سازشوں کا ذکر کیا گیا ہے جو اُسنے ٹرکی کے خلاف کی تھیں قیمت ۲ر۸ (دو روپے آٹھ آنے)

شہید ترک کا جنگی روزنامچہ :- اس کتاب کے پڑھنے سے آپ کو معلوم ہوگا کہ خالدہ ادیب خانم وزیر تعلیم انگورہ اپنے قلم کے زور سے قسطنطنیہ کے کس گوشہ میں علانیہ جہاد سنا رہی ہیں۔ قیمت عہ ترک ہوا باز :- جنگ اناطولیہ میں سلطان عبد الحمید مرحوم کے صاحبزادے شہزادہ عبد الرحیم کے کارنامے، یونانیوں پر ترکی ہوا بازی کی فتح، قیمت ۴ر

جہاں ترکی :- مسٹر پکتھال (انگریز نو مسلم) ایڈیٹر روزنامہ بمبئی کرانیکل کے معرکۃ الآرا ناول کا ترجمہ جسکو پڑھ کر ترکوں کے حیرت انگیز کارنامے اور دلچسپ واقعات آپکی اپنی آنکھوں کے سامنے معلوم ہونگے، قیمت عہ کلیات جعفر زٹل :- میر جعفر زٹل مشہور ہزل گو شاعر کے کلام کا مجموعہ، قیمت عہ، ہمالیان کی پریاں، قیمت [illegible]

آزادیٔ اسلام :- از مولنا ابو الکلام صاحب آزاد، قیمت ۴ر لیڈران اسلام :- علی برادران، مولنا حسرت، مولنا ابو الکلام آزاد، ڈاکٹر فضل الحق کی تقریریں قیمت ۸ر جہنم کی آبادی، قیمت ۵ر افسانۂ قیس :- مجنون و لیلیٰ کے حالات اور عاشقانہ جذبات قیمت ۴ر حوریہ :- ایک ترکی جاسوسہ کے کارنامے جسنے بڑے بڑے یونانی فوجی افسروں کو اپنا متوالا بنا کر اور اُن کی آنکھوں میں خاک ڈالکر اپنی خدمات انجام دی تھیں، قیمت ۸ر آریوں پر اسلامی بم اگر آپ دیکھنا چاہیں تو آپ غازی محمود دھرمپال کی تصانیف، کفر توڑ، سر توڑ، آواگون توڑ، بت شکن، رشلزم اور اسلام (وہ تقریر جو غازی موصوف نے آریہ دھرم ترک کرتے ہوئے فرمائی تھی) قیمت اصلی ۸ر رعایتی ۶ر جزار قیمت تین پیسہ ویدک ایشور کی حقیقت :- آریوں کے ہزاروں دیوتاؤں کے حالات قیمت ۳ر تحفۃ الہند مع کتھا سلوئی۔ ہندوؤں کے عقائد پر بحث از مولوی عبید اللہ صاحب سابق اننت رام قیمت ۱۲ر ترکوں کی کہانیاں :- قیمت ۲ر انگورہ میں ہندوستانی جاسوس ۲ر

تصانیف علامہ شبلی مرحوم :- الفاروق :- مع نقشہ دنیائے اسلام، ۸۰۰ صفحات، خلیفۂ دوم حضرت عمرؓ کی جنگی و انتظامی تدابیر، فتوحات اسلامی کا سیلاب مسلمانوں کی عظمت شوکت، دلیری، شجاعت اور صاحب دولت و حکومت ہونے کے اسباب، قیمت عا

المامون :- خلیفۂ مامون رشید کے حالات زندگی، قیمت عہ الہارون :- خلیفہ ہارون رشید کی سوانح عمری قیمت عا اورنگ زیب پر ایک نظر۔ شہنشاہ عالمگیر کے متعلق انگریز مورخوں کی شرارتیں اور غلطیاں اور شہنشاہ مرحوم کے صحیح حالات قیمت ۸ر رسائل شبلی۔ محققانہ علمی، تاریخی، اسلامی مضامین قیمت عہ

مقالات شبلی :- مولنا شبلی کے بے بہا مضامین کا مجموعہ قیمت عہ مجموعۂ نظم شبلی، قیمت ۸ر سیرۃ النعمان :- امام ابو حنیفہ کی علمی و فقیہانہ زندگی، آپکے اجتہاد و ذہن و حافظہ وغیرہ وغیرہ قیمت عہ سفرنامہ روم :- مصر و شام، بیروت، قسطنطنیہ، قاہرہ وغیرہ ممالک اسلامیہ کے حالات، ترکوں، عربوں، کے اخلاق سلطان سے ملاقات۔ قیمت عہ سوانح مولنا روم :- آپکی پاکیزہ و صوفیانہ زندگی کا تذکرہ قیمت عہ۔ الغزالی :- امام ابو محمد احمد غزالی کے سوانح قیمت عہ

واجد علیشاہ کا پریخانہ۔ یعنی محل خاص جسمیں واجد علیشاہ بادشاہ کے واقعات ہیں [illegible]

ملنے کا پتہ :- منیجر نجات بک ایجنسی بجنور (یو پی)

الہلال

[illegible]

قیمت فی پرچہ پانچ آنہ

آبِ حیات

جملہ اقسام کی انسانی وحیوانی بیماریوں کا فوری علاج جس کے متعلق
بیس (۲۰) سال میں تیس (۳۰) ہزار سرٹفکیٹ موصول ہو چکے ہیں
قیمت فی شیشی صرف دو روپیہ (عہ) نمونہ کی شیشی ۸
اکسیر عنبری مقوی اعضائے رئیسہ اور مردانہ طاقت بڑھانے
والی گولیاں قیمت فی شیشی چار (۴) روپیہ
نمک سلیمانی معدہ کی خرابیوں کو دور کرنے اور
خون صالح پیدا کرنے کی بہترین دوائی ہے
قیمت فی شیشی بارہ آنے (۱۲/)
مفصل فہرست ادویہ مفت
مینجر کارخانہ آب حیات پنڈی بہاؤ الدین
(پنجاب)

Ab-i-Hayat Pharmacy,
PINDI BAHA-UD-DIN, PUNJAB.

ہندوستان کا بہترین قومی اور ادبی ہفتہ وار اخبار

استقلال ہند (دہلی)

ایڈیٹر ــ کیجن سنگھہ

(دنیائے صحافت کا یہ روشن ستارہ ۲ جون سنہ ۱۹۲۷ کو طلوع ہوگا)
آپ کو استقلال ہند کیوں ضرور مطالعہ کرنا چاہئے؟ اس لئے کہ

(۱) استقلال ہند ہندوستانیوں کو پیام اتحاد سنائے گا -
(۲) استقلال ہند غلامی کی زنجیروں کو توڑے گا -
(۳) استقلال ہند غریبوں کو سرمایہ داروں کے دام تزویر سے رہائی دلائیگا -
(۴) استقلال ہند ہندوستانی ریاستوں کو غیر ملکی اقتدار سے بچائیگا -
(۵) استقلال ہند میں بلند پایہ سیاسی وادبی مضامین شایع ہونگے -
(۶) استقلال ہند سے بہتر افسانے آپ کو دیگر اخبارات میں نہ مل سکینگے -
(۷) استقلال ہند میں ہر ہفتہ غیر ملکی وقایع نگاروں کے مضامین شایع ہونگے -
(۸) استقلال ہند میں ظریفانہ مضامین کا خاص اہتمام ہوگا -
(۹) استقلال ہند میں واقعات حاضرہ کے متعلق پر لطف کارٹون شایع ہوا کریں گے -
(۱۰) استقلال ہند نامور شعراء ملک کا تازہ ترین کلام پیش کریگا -
(۱۱) استقلال ہند کے دائرہ ادارت میں اکثر محب وطن انشاء پرداز منسلک ہیں -
(۱۲) استقلال ہند بہترین کاغذ پر دیدہ زیب لکھائی چھپائی کے ساتھہ شایع ہوگا -

ان تمام محاسن کے باوجود قیمت فی پرچہ صرف ایک آنہ
قیمت سالانہ چار روپے ــ ششماہی دو روپے آٹھ آنے
آج ہی نمونہ کے لئے خط لکھئے
☛ مینیجر استقلال ہند ــ چاندنی چوک - دہلی ☚

اسلامی مذاق کی کتابیں

قرآن - حدیث - تصوف - فقہ - عقاید - تاریخ اور علوم جدید پر بہترین اور تازہ کتابیں دیکھنا چاہیں تو ہماری فہرست منگائیں - سرمایہ دار اگر مذہبی کتابوں کی تجارت پر روپیہ لگا کر فائدہ اٹھانا چاہیں تو قواعد منگا کر ملاحظہ فرماویں - پتہ یہ ہے

مینجر صوفی پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ کمپنی لمیٹیڈ پنڈی بہاؤ الدین پنجاب

The SUFI PRINTING and PUBLISHING Co. LTD
— PINDI BAHA-UD-DIN. (PUNJAB)

قرآن مجید

(مترجمہ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن رح)

یہ ترجمہ جس کے مسلمان مدتوں سے سراپا انتظار تھے بفضلہ تعالی نہایت آب و تاب کے ساتھہ چھپ کر مکمل ہو گیا ہے اور بکثرت طلب کیا جا رہا ہے - آج تک جسقدر ترجمے قرآن پاک کے ہوچکے ہیں یہ ترجمہ بہت سی خوبیوں کے لحاظ سے سب پر فوقیت رکھتا ہے - تحت لفظی ہونے کے باوجود با محاورہ اور سلیس ہے - زبان ایسی شستہ اور صاف کہ جس کو معمولی لکھا پڑھا بھی بخوبی سمجھ سکے - حمائل چھپائی اور کاغذ نہایت اعلی رنگین حنائی چھپی ہوئی کتاب ہے - ہدیہ مجلد چرمی منقش نقرئی پندرہ روپئے - جلد اعلی منقش طلائی ۱۸ روپیہ محصولڈاک و خرچ پیکنگ ۲ روپیہ فرمایش کے ساتھہ ۵ روپیہ پیشگی آنا ضروری ہیں - نمونہ مفت -

* * *

اخبار مدینہ (بجنور)

(ہفتہ میں دو بار)

سنہ ۱۹۱۲ع سے قابل اہل قلم اڈیٹروں کی زیر ادارت جاری ہے خدمت قوم و ملک پاسداری مذہب و ملت اس کا شعار ہے - آزادی وطن اور قومی مطالبات کا علمبردار، اردو جرائد میں کثیر الاشاعت، سیاست حاضرہ کا مفسر حق و صداقت کا مشتہر، عربی و انگریزی اخبارات کا خلاصہ، دنیا کے ہر گوشہ میں پہنچنے والا، ملاحظہ و مطالعہ خود ہمارے بیان کی تصدیق کردیگا - نمونہ مفت - قیمت سالانہ ۶ روپیہ - ششماہی تین روپیہ آٹھ آنہ - سہ ماہی ۲ روپیہ فی پرچہ ایک آنہ ممالک غیر سے ۸ روپیہ سالانہ -

* * *

غنچہ رسالہ ہفتہ وار

بچوں کا معلم بچیوں کا اتالیق، طالب علموں کا استاد، علم و فن کا خزینہ، معلومات کی کان اخلاقیات و ادبیات کا گنجینہ، ہفتہ وار خاص ملک و ملت کے نونہالوں کیلئے شائع ہوتا ہے - زبان سلیس اور عام فہم ہے اپنے بچوں کیلئے ضرور طلب فرمائیے - قیمت سالانہ ۴ روپیہ -

* * *

(محمد مجید حسن مالک اخبار مدینہ و غنچہ - بجنور)

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين
القرآن الحکیم

الهلال

ایک هفته وار مصور رساله

نمبر ٢ — کلکته : جمعه ٢٣ ذوالحجه ١٣٤٥ هجري — جلد ١
Calcutta : Friday, June 24, 1927.

فهرس

فتتاحیه ٢
دبیات ٥
  شاعر اور بلبل
  مادري محبت و شعور
طبوعات جدیده ٧
  فرانس میں عربي نسل
دائرۂ علمیه ٨
  برفي مچهلیاں
الم شرق و اسلام ١٠
  سنه ١٩٢٧
  شام کي حریت استقلال
مآثر و حکم ١٧
  انسانیت موت کے دروازه پر
قالات ١٥
  اسلام اور نشنلزم
الم مطبوعات و صحائف ١٩

اطلاعات ضروري

(١) هر چیز کي ابتدا هوتي هے اور تکمیل - الهلال کے یه دو نمبر نئے سلسلۂ اشاعت کي ابتدا تهي - همیں امید هے که تیسرے نمبر سے اسکي ظاهري و معنوي تکمیل شروع هو جائیگي -

(٢) اِن دونوں نمبروں میں متعدد اهم ابواب شروع نه هوسکے - اب آئنده نمبر کي ترتیب ابتدا سے ایسي اختیار کي جائیگي که زیاده سے زیاده ابواب و اقسام کي گنجایش نکل آئے - خاص مضامین میں سے علمي ' سیاسي مباحث اور باب التفسیر کے مختلف عنوان ' اور عام قسم کے مضامین میں سے افسانه و تاریخ کا حصه اهم هے - امید هے که آئنده نمبر سے شروع هو جائیگا -

(٣) تصاویر کا بهي مطلوبه ذخیره طیار هوگیا هے - ٹائپ کے حصه کے تمام مضامین تقریباً مصور هونگے - ایک خاص صفحه صرف تصاویر کا بهي بڑها دیا جائیگا - بعض مضامین کیلئے متعدد رنگوں میں سے کئي خوبي تصاویر ضروري تهیں - انکي اوجهین بهي بتدریج طیار هوتي هیں -

(٤) مصر اور جرمني کا ٹائپ بهي آگیا هے - امید هے که مزید حسن و زیبائش کا باعث هوگا -

(٥) عالم شرق و اسلام کے مشاهیر اهل قلم کے متعدد اهم مقالات (علاوه هفته وار چهٹیوں کے) پچهلي ڈاک میں آگئے هیں - اور آئنده درج هونگے -

(٦) شائقین الهلال سے امید هے که توسیع اشاعت کیلئے پوري کوشش کرینگے کیونکه الهلال کے گرانقدر مصارف صرف اسکي غیر معمولي اشاعت هي سے پورے کیے جاسکتے هیں -

(٧) رساله کي خریداري وغیره امور کے متعلق جو خطوط هوں ' براه عنایت انهیں مولانا ابوالکلام کے نام نه بهیجئے - اسکي وجه سے تعمیل میں تاخیر هو جاتي هے - براه راست " منیجر " کے نام سے آنا چاهئیں -

منیجر

الهلال

هر جمعه کو نمبر [illegible] - بالي گنج سرکلر روڈ - کلکته سے شایع هوتا هے

قیمت سالانه مع محصول	باره روپیه
هندوستان سے باهر کیلیے	سوله روپیه
قیمت شش ماهي	سات روپیه
قیمت في پرچه	پانچ آنه

۱ - [illegible] تمام خط و کتابت اور ترسیل زر "منیجر الهلال" کے نام [illegible]
[illegible] جو خطوط صاحبوں سے [illegible] هوں
[illegible] هونا چاهیے

۲ - [illegible] ترسیل نه هوگا

۳ - [illegible] نام اور پته صاف اور
خوشخط [illegible]

۴ - [illegible] جمعے [illegible] اطلاع آئے
[illegible] ملی هے

۵ - [illegible] اور تاریخ
[illegible] بلا تاخیر
[illegible]

۶ - [illegible] اطلاع
[illegible] تک کے لیے
[illegible] اطلاع دیں
[illegible]

۷ - [illegible] اوس پر اپنا نام و پته
ضرور لکھیں -

۸ - [illegible] جمله متعلق دفتر کے دفتري فرائض
[illegible] رسید اور اطلاع اجراء اخبار [illegible] نهیں هے
ٹکٹ ضرور بهیجیے ورنه دفتر پر [illegible] معمولي خط و کتابت
کے مصارف کا بار پڑیگا -

(حکايت برق و خرمن)

اِس بارے ميں ميرے اجزاء فکر اور اوراق نظر کي پريشان حاليوں کا بھي کچھه عجيب حال هے - علم کي زندگي سياست کي زندگي سے کچھه اس طرح مختلف واقع هوئي هے که دونوں کا ايک وقت اور ايک محل ميں جمع هونا بهت مشکل هے - ميري زندگي کي مشکلات ميں پهلي مشکل يه واقع هوئي که ميں نے چاها دونوں کو به يک وقت اور به يک محل جمع کردوں :

پنبه را آشتي ايں جا به شرار اُفتاده ست !

دراصل ذوق کي وسعت، طلب کي عدم قناعت، نظر کي بلند پيمائياں، اور فکر کي مشکل پسنديان نه تو ايک راه پر صبر کرسکتي هيں، نه سهل و آسان روشيں اختيار کرسکتي هيں - دنيا نے فکر و عمل کے الگ الگ گوشے بنائے هيں، اور استعداد و صلاحيت کے دائرے بناکر اُن ميں لکيريں کھينچ دي هيں، تاکه تقسيم عمل کے حدود قائم هوجائيں - ليکن يه تقسيميں اور حد بندياں هميشه نهيں چل سکتيں - کبھي کبھي ايسا بھي هوتا هے که طبيعت کا جوش اور فکر کي وسعت ان چھوٹے چھوٹے خانوں کي تنگ نائيوں ميں قانع نهيں رهسکتي، اور حد بندياں توڑکر باهر نکل جاتي هے - ميں فکر کي يکسوئي اور ايک هي راه پر پڑ جانے کي آسانيوں سے بے خبر نهيں هوں - ليکن کيا کروں ؟ مبدۂ ازل نے طبيعتيں تقسيم کرتے هوئے مجھه نا مراد کيليے يهي پسند کيا که هر راه کي پيمائش اور هر کوچے کي گردش کا اضطراب اسميں وديعت کرديا جاے - علم کا استغراق اور سياست کي خود فروشياں دنيا کيليے متضاد هوں تو هوں، ليکن ميرے ليے تو ايک هي دماغ کا سودا اور ايک هي دل کي تپش تھي :

روے دريا سلسبيل و قعر دريا آتش ست !

جهاں تک بن پڑا، آب و آتش کي اس يک جائي اور برق و خرمن کي اس بهم آميزي ميں کوتاهي بھي نه هوئي - سياسي زندگي کي سرگردانياں کيسي هي سخت کيوں نه رهي هوں، ليکن ذهن و فکر کي مشغوليتوں ميں کبھي خلل نه ڈال سکيں - لوگوں نے گوشه هائے چمن کے سکون اور مکتب خانوں کے بے خلل استغراق ميں علم و نظر کے مرحلے طے کيے هيں، ليکن يهاں جو کچھه پيش آيا يه تھا که سياسي و ملکي صف آرائيوں کے هنگامے تھے، يا نظر بندي کي سختياں اور قيد خانے کي کوٹھرياں تھيں - تاهم دماغ اپنے کاموں ميں مشغول اور فکر اپني کاوشوں ميں سرگرم تھا :

تا دست رسم بود زدم چاک گريباں
شرمندگي از خرقۂ پشمينه نه دارم

ليکن اس کارخانۂ طبيعت ميں کوئي چيز بھي اپنے قدرتي خواص معطل نهيں کردے سکتي - برق کے ليے گرنا اور خرمن کے لئے جلنا ناگزير هے - نتيجه يه نکلا که اگر ايک طرف ذوق علم کاغذ و قلم کے انبار لگا رها تھا، تو دوسري طرف سياسي مشغوليت کي آتش افروزياں بھي اپنے کام ميں سرگرم تھيں :

متاعي جمع کن شايد که غارتگر شود پيدا !

سنه ۱۶ - سے ليکر سنه ۲۱ - تک يکے بعد ديگرے اس طرح کے حالات پيش آتے رهے که ايک طرف ميں اپنا سرمايۂ فکر جمع کرتا جاتا تھا - دوسري طرف دست برد زمانه اُنهيں پوري بے دردي کے ساتھه منتشر کرتا جاتا تھا - اور چونکه يه خود اپني اختيار کرده زندگي کا لازمي نتيجه تھا، اس ليے [illegible]

(سنه ۱۶ - سے ۲۱ - تک)

سنه ۱۶ - ميں جب بنگال سے مجھے خارج کيا گيا اور رانچي گيا، تو يه وه وقت تھا که البلاغ اور دارالارشاد کي مشغوليت کے ساتھه ميں نے اپنے افکار و تحقيقات کي تحرير و ترتيب بھي شروع کردي تھي - جن امور کي تکميل و ترتيب پيش نظر تھي، وه کسي ايک هي موضوع سے تعلق نهيں رکھتے تھے - بے شمار گوشے سامنے آتے تھے، اور هرگوشۂ نظر ميں اس کثرت سے متفرق اور منتشر حقيقتيں نماياں هوتي تھيں که ان سب کا جمع کرنا، اور اصول و کليات کے ماتحت لانا آسان نه تھا - ضرورت تھي که عرصه تک فکر و کاوش کا معامله جاري رهے بهت سي چيزيں ابتدائي شکل ميں مرتب هوئي تھيں - بهت سي ناتمام تھيں - برسوں سے دماغ اس کا عادي هوگيا هے که هميشه کسي نه کسي گوشۂ تحقيق کي فکر اور کسي نه کسي عقدۂ کار کے حل ميں مشغول رهتا هے، اور اسليے بے شمار ياد داشتيں جو في الحقيقت کسي نه کسي معاملۂ علم و تحقيق کي اصولي بنياديں هوتي هيں، قلم سے نکلتي رهي هيں - اُسوقت تک کم از کم ايک هزار چھوٹے بڑے پرچے تو صرف ياد داشتوں هي کے سياه هوچکے هونگے !

تاليف نسخه هاے وفا کر رها تھا ميں
مجموعۂ خيال ابھي فرد فرد تھا !

يه تمام ذخيره، دماغ کا حاصل اور زندگي کا سرمايه تھا - اسميں سے کچھه حصه تو اپنے ساتھه رانچي لے گيا تھا - باقي حصه کلکته کے سکونتي مکان ميں چھوڑ ديا تھا - کيونکه اُسوقت حالات کي رفتار کچھه عجيب طرح کي تھي - نهيں کها جاسکتا تھا که مستقبل ميں کيا پيش آئگا - ليکن جب پانچ ماه کے بعد حکومت هند نے ميري نظر بندي کے احکام جاري کيے، تو ايک هي وقت ميں رانچي اور کلکته، دونوں جگه خانه تلاشي کي گئي - اور پھر اُس وقت سے لگاتار سلسله اس کا جاري هوگيا - رانچي ميں دو مرتبه اور کلکته ميں تين مرتبه يه معامله پيش آيا - کلکته ميں نه صرف ميرے سکونتي مکان اور مطبع هي کي تلاشي لي گئي بلکه اُن تمام مکانات کي بھي لي گئي جهاں کوئي ادني سا شبه بھي ميرے کاغذات کي موجودگي کا هوسکتا تھا - کاغذات زياده تر متفرق مسودات تھے - ياد داشتيں تھيں - مجمل اشارات تھے - ميں عموماً ياد داشت فارسي ميں يا عربي ميں لکھا کرتا هوں کيونکه اردو ميں اختصار ممکن نهيں - تلاشي کا کام زياده تر انگريز حکام يا بنگالي ماتحتوں کے ذمه تھا - اگر ان ميں کوئي مسلمان تھا بھي تو ٹوٹي پھوٹي اردو کے سوا کچھه نهيں جانتا تھا - نتيجه يه نکلا که هر کاغذ پر اسرار اور هر سطر سياسي راز بنگئي، اور سب کو ايک ڈھير کي شکل ميں جمع کرکے قبضه ميں لے ليا گيا - کاش احتياط کے ساتھه جمع کرتے اور احتياط کے ساتھه رکھتے - ليکن ان ميں کون تھا جسے ان چيزوں کا درد هوتا ؟ نتيجه يه نکلا که نصف سے زياده اوراق تو تلاشي کے وقت کي بے احتياطيوں ميں ضائع گئے، اور نصف جو باقي رهے، انهيں بھي اس بے احتياطي کے ساتھه اِدھر اُدھر چھوڑ ديا گيا که کوئي ايک چيز بھي اپني اصلي شکل ميں باقي نه رهي - پھر اس پر طره يه که يه برباد شده ذخيره بھي پورا واپس نهيں ملا - جو کاغذات کلکته سے ليے گئے تھے، بيان کيا جاتا هے که کچھه دنوں تک پوليس کمشنر کے دفتر ميں رکھے گئے - اتفاقاً وهاں کے ايک گوشه ميں آگ لگ گئي - اور دفتر کے سامان کے ساتھه بعض اوراق بھي جل گئے - پوليس کے دفتر ميں آگ بھي لگني تھي [illegible]

الهلال کا تیسرا دور

باز نوائے بلبـــلاں عشق تو یاد مي دهد !
هر که بعشق نیست خوش عمر به باد مي دهد !

* * *

(مقاصد و مطالب)

جب کسي چیز کے اوصاف اُسکي خصوصیات کا درجه حاصل کر لیتے هیں تو پهر ذات اور صفات کي تفریق اٹهه جاتي هے - ذات کا تصور هي اوصاف کے تصور کیلئے کافي هوتا هے - الهلال کے ظاهري و باطني اوصاف جتنے بهي تهے اور جیسے کچهه بهي تهے ' خصوصیات کا درجه رکهتے تهے ' اور اب بهي که گیاره برس کي کافي مدت گزر چکي هے ' بدستور خصوصیات هیں - پس جهانتک مقاصد و مطالب کا تعلق هے ' کسي تشریح و تفصیل کي ضرورت نهیں - صرف اسقدر کهدینا کافي هے که الهلال تیسري مرتبه اسلئے نکل رها هے تا که تیسري مرتبه الهلال نکلے - الهلال کے مقاصد و مطالب کي تشریح میں اگر صفحے کے صفحے لکهڈالے جائیں ' جب بهي اِتني وضاحت نه هوسکے گي ' جتني اس ایک جمله میں موجود هے :

تو خود حدیث مفصل بخوان ازین مجمل

لیکن ممکن هے بعض طبیعتوں کیلئے که معاني و حقیقت سے کهیں زیاده صورت و لفظ سے آشنائي رکهتے هیں ' یه کافي نهو اور اُنکا انتظار باقي رهے ' اسلئے بهتر هوگا که چند الفاظ اس بارے میں بهي حوالۂ قلم کردیے جائیں -

(مقاصد خاص و مقاصد عام)

الهلال جب سنه ۱۹۱۲ - میں نکلا تها تو اُس کے پیش نظر کچهه مقاصد تو خاص قسم کے تهے اور کچهه عام قسم کے -

عام مقاصد کا تعلق علم و ادب اور سیاست و صحافت کے عام مباحث سے تها ' اور مقصود یه تها که اردو زبان میں هر اعتبار سے ایک ایسا بلند پایه رساله وجود میں آجائے جو زمانه کي رفتار ترقي کا ساتهه دے سکے ' اور فکر و نگارش کے هر میدان میں ایک نئي قسم کي بلندي پیدا کردے -

خاص مقاصد کا تعلق اُس کي " دعوت " سے تها ' - وه دعوت جو مذهب میں مجتهدانه نظر و فکر کا ایک نیا دروازه کهولتي تهي ' اور سیاست میں آزادي فکر و عمل اور علوے نظر و رائے کي طرف مسلمانوں کو لیجانا چاهتي تهي - اُس کي دعوت کا معامله اس درجه وسیع اور گهرا هے که یا تو صرف مجمل اشاره کیا جا سکتا هے ' یا پوري تفصیل کي جاسکتي هے - ادهوري تفصیل یا تفصیل نما اجمال سود مند نهوگا - اس لئے صرف اشاره پر اکتفا کرتا هوں -

بهر حال اس کے مقاصد کا ایک حصه " دعوت " تها اور یه خاص تها - ایک حصه علم و ادب اور صحافـــت و کتابت کے اعلی نمونوں پر مشتمل تها اور یه عام تها - اس کي " دعوت " نے اگر قوم کي سیاسي و دیني ذهنیت (منٹیلٹي) میں انقلاب پیدا کرنا چاها تها ' تو تحریر و کتابت نے اردو ادبیات کي رفتار بدل دیني چاهي تهي - اِن دونوں قسموں کے مقاصد میں اُسے کهاں تک کامیابي حاصل هوئي ؟ اُس کے جواب کا معامله اب تاریخ کے سپرد هوچکا هے - بهتر هے که اس میں مداخلت نه کي جاے -

دنیا اور دنیا کے ساتهه هندوستان گیاره باره برس آگے بڑهچکا هے سنه ۱۲ اور ۲۷ کے درمیان تغیر و ترقي کي ایک بڑي مسافت حائل هے - تاهم جهانتک الهلال کے عام و خاص مقاصد کا تعلق هے ' صورت حال میں کوئي تبدیلي نهیں هوئي - اسکے لئے اب بهي دونوں میدان عمل ویسے هي منتظر و باز هیں ' جیسے سنه ۱۲ اور ۱۶ میں تهے - اب بهي اسکي " دعوت " کیلئے وقت کي احتیاج راه تک رهي هے - اور اسکي تحریر و کتابت اور آرایش اوراق و صحائف کي جگه بزم سخن میں خالي هے - البته حالات کي تبدیلي نے سفر میں نهیں لیکن منزل کے محل میں ضرور تبدیلي کردي هے - پهلے اگر اسکا سفر ابتدا کے نقطه سے شروع هوا تها تو آب بعد کي منزلوں سے شروع هونا چاهیے پهلے دعوت کي ضرورت اسلئے تهي که راه کهلے اور سفر شروع هو اب که دروازه کهل چکا هے اور قدم بهي رسم و راه سفر سے نا آشنا نه رهے ' اسکي صدائیں اسلئے مطلوب هیں که راه کي مشکلیں حل کي جائیں ' اور سعي و طلب کے جو قدم اُٹهه چکے هیں وه بے راهه روي سے محفوظ رهیں :

مرا دو خضر عناں گیر باید از چپ و راست
که دم زهي نه کنـــم ور نه عزم راه خطاست !

اِس سلسله میں اگرچه بهت سي چیزیں اهم هیں اور انهیں جلد از جلد بیان میں آنا چاهئے ' لیکن خصوصیت کے ساتهه تین موضوع وقت کي ضروریات کے اصلي موضوع هیں ' اور اسلیے الهلال کے صفحات پر اُنکا خصوصیت کے ساتهه انتظار کرنا چاهئے :

(۱) ملک کي موجوده سیاسي زندگي کے عملي مسائل .

(۲) مسلمانوں کي اجتماعي زندگي کا موجوده ذهني اور عملي انتشار جو پچهلي حرکت کے رد فعل (ري ایکشن) کي صورت میں نمایاں هوا ' اور اسکے عملي مسائل و مباحث .

(۳) مسلمانان هند کي قومي و اجتماعي ذهنیت کي تشکیل اور اسکے اهم مباحث .

(الهـــلال کے دیني اور علمي مباحث)

اِنکے علاوه ایک اَور قسم بهي اهم هے - الهـــلال نے اپنے دیني علمي مباحث میں نظر و تحقیق کا ایک خاص دروازه کهولا تها لیکن وه محض ابتدا تهي - ضرورت تهي که ان بنیادوں پر عمارتیں اُٹهائي جاتیں - باره سال گزر گئے - لوگ انتظار کرتے کرتے تهک گئے انتظار و طلب نے مایوسي کي شکل اختیار کرلي - لیکن مجهے مهلت نه ملي که اس کام کي تکمیل و اشاعت کي طرف متوجه هوتا - اصحاب علم و ذوق اُن چیزوں کے طلب گار تهے ' اُن پر میري ملکي مشغولیتیں شاق گزرتي تهیں - وه چاهتے تهے ' همه تن انهي کامو کیلئے وقف هو جاؤں - میں اپني سیاسي مشغولیت ترک کر دینے پر قادر نه تها - اب بهي قادر نهیں هوں - لیکن ساتهه هي یقین رکهت هوں که نه صرف علمي و دیني تحقیقات کے لحاظ سے بلکه خ قوم کي عملي زندگي کي صحیح نشوؤنما کیلئے اُن کاموں کي تکمیل سب سے زیاده ضروري هے -

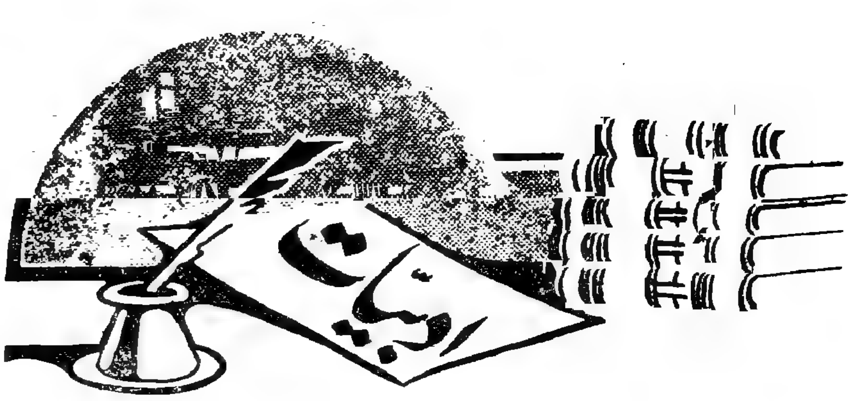

موجوده تركي شاعري كا ايک نمونه

شاعـــر اور بلبل

موجوده عهد كے ترک اهل قلم نے جديد تركي علم ادب كو دو قسموں ميں منقسم كر ديا هے- پهلي قسم "قبل از دستور" كي هے- دوسري "بعد از دستور" كي - "دستور" سے مقصود سنه ١٩٠٨ كا انقلاب هے جب عثماني پارليمنٹ قائم هوئي تهي -

عهد "بعد از دستور" كے شعرا ميں ضياء الدين خسرو زاده خصوصيت كے ساته قابل ذكر هيں - عالمگير جنگ سے پهلے انكے كلام كا ايک مجموعه "نغمۂ فلک" كے نام سے شائع هوا تها اور اس درجه مقبول هوا تها كه فرانسيسي اور طلياني زبانوں ميں بهي اسكا ترجمه هوگيا - اب آنكے كلام كا ايک نيا مجموعه "نغمۂ ارض" شائع هوا هے - "نغمۂ فلک" ميں اجرام سماوي كي بزم طرب آراسته كي گئي تهي - ليكن نغمۂ ارض زمين كے مناظر حسن اور سامان جمال كي طرف دعوت نظر اور صلاے ذوق هے !

اس مجموعه ميں پهلي نظم "شاعر اور بلبل" كے عنوان سے هے اور چار حصوں ميں ختم هوئي هے - هم آسكے ايک حصه كا ترجمه آج شائع كرتے هيں- آردو كے شائقين ادب اِس سے اندازه كرسكينگے كه موجوده تركي شاعري كے ذوق و تخيل كا كيا حال هے ؟

⁂

"شاعـــر اور بلبل"

شعرا نے بلبل ديكهي اور آس سے سوال كيا :

"گانا ختم كرنے كے بعد تيري جگهه كهاں هوتي ؟"

بلبل نے جواب ميں اپنے شيرين راگ شروع كرديے - سب كے دل دهڑک گئے - سب كے سر جهک گئے - ايک لمحه كامل خاموشي ميں گزر گيا !

آخر ايک شاعر نے سر آتهايا :

"كيسي عجيب چڑيا هے ! دنيا كي تمام زبانيں سمجهتي هے - اسي ليے روئے زمين كے سب ملكوں كي سياحت كرچكي هے !"

دوسرے نے كها :

"بے شک يه تمام زبانيں سمجهتي هے - ليكن خود ايک ايسي زبان بولتي هے جسے گو سمجهتے سب هيں مگر بول كوئي نهيں سكتا —"

سب گردنيں جهكاكر بحر خيال ميں ڈوب گئے - پهر كسي نے ايک لفظ بهي نه كها !

شاعر جمع تهے - رات كا وقت تها - تاريكي پهيلي هوئي تهي - چمن زار سے بلبل نكلي - قريب كے درخت پر آبيٹهي دلكش نغمے بلند هوگئے - هر شاعر كا سر بے اختيار آٹه گيا -

مجمع پر كامل خاموشي چهائي تهي !

راگ دلفريب اور فضا غمناک تهي !

ايک شاعر كي آنكهيں اشكبار هوگئيں :

"جا ' جا ' — او خوش گلو گويے جا — دوست عزيز — آه تو نے ميرے وطن كے شفاف آسمان كے نيچے پرورش پائي هے — ميرے دل كے دونوں پٹ تيرے لئے كهل گئے — ميں تجهسے محبت كرتا هوں — وطن عزيز اور ميرے دوستوں كا حال سنا — مجهے وه دل كشا باغ و چمن ياد هيں — وه بلوري نهر — وه چهوٹي سي پهاڑ كي چوٹي — زرافشاں كرنوں ميں چمكتي هوئي — وه آباد شهر' مجهے سب كچهه ابتک ياد هے — تيري شيريں آواز نے فراموشي كے بادل ميرے دماغ سے هٹا دیے — ياد داشت رفته واپس آگئي — تذكار محزون نے پهر زخم دل بنكر نشتر چبهو ديا - آه ! مجهے ايسا محسوس هوتا هے كه ميرے كان پاني بهنے كا شور سن رهے هيں — پهاڑوں اور جنگلوں سے پاني لهراتا هوا باغوں ميں چلا آرها هے - هرے بهرے باغ — سرد و شيريں پاني — افسوس ! ميں پرديس كي مصيبتيں كيوں جهيل رها هوں ؟ رنج و كلفت ميں كيوں اسير هوں — ؟"

بلبل نے راگ ميں جواب ديا :

"آسمان پر سورج چاند كي جوڑي هميشه بني رهے ! ستاروں كي بزم عشرت كبهي برهم نه هو ! هم هر وقت آنسے لطف آٹهاتے هيں — چشموں كے نغمے هر انسان كيلئے گاتے هيں — اميدوں كا طائر ميمون هر دل پر بازو كهولے آڑ رها هے — محبت كي ديوي سب سے هم آغوش هونے كو طيار هے — مسرت كي مقدار لا متناهي هے — عيش حيات كي صراحي كبهي خالي نهيں هوتي — كامراني كا جام هميشه سے گردش ميں هے — جلد جي چاهے پي لو — آخر كار هم ايک هي مكان كے صحن ميں جمع هونگے — وهاں' اس آخري وطن ميں كا اپنے محبوب عزيز كو گلے لگائينگے —"

روتے هوئے شاعر نے ٹهنڈي سانس بهري اور چپ هوگيا •

⁂

دوسرے شاعر كي المناک آواز بلند هوئي :

"ميرے وطن كي سرحديں كس طرح طے كيں ؟ — خوبصورت چڑيا ! هم وطنوں نے تجهے كيوں جانے ديا ؟ — كسي نے بهي آنجهے نهيں روكا ؟ — كيا تو پهر وهاں جائيگي ؟ — اگر جائيو تو مجهے بهي ساته ليتي جائيو — پهولوں سے لدے پهندے باغ اپنے ساتهه لے چل! آه وه باغ جنكي مخملي زمين پر ميري مسميں بهيگي تهيں — ميں يهاں غمزده هوں — زندگي اور كامراني كا بوسه حاصل كرنے سے پهلے هي قبر كي آغوش ميں چلا جاؤنگا - آه ' زندگي اور كامراني كا بوسه — نئے چمكتے هوے آفتاب كا بوسه — ماه دو هفته كي سرد اور پر عيش كرنوں سے هم آغوشي — ليكن ميري قبر پر ايک ناتمام آنسو بهي نهيں بهايا جائيگا —"

بلبل نے جواب ديا :

"آفتاب و ماهتاب كي جوڑي سلامت رهے — زندگي ميں سب آنسے مسرت لوٹتے هيں — هم سب كے سروں پر آسمان كي نيلي شبنمي تني هے — هر دل ميں آرزوئيں هيں — هر روح

ان مسودات ميں حسب ذيل کتابيں ايک حد تک مرتب تهيں :

تاريخ معتزله - سيرة شاه ولي الله - ديوان غالب اردو پر تبصره - خصائص مسلم - امثال القران - شرف جہاں قزويني پر تبصره - مقدمۂ تفسير کے تمام اجزاء - ترجمان القران کا مسوده سورۂ هود تک - تفسير البيان سورۂ نساء کے ابتدائي حصه تک - مضامين اور ياد داشتوں کا ذخيره انکے علاوه هے - قيام رانچي کے ابتدائي زمانے ميں دو رسالے نئے لکهنا شروع کيے تهے - ايک وحدة قوانين کائنات پر - دوسرا قانون انتخاب طبيعي اور معنوية کائنات پر - انکے اوراق بهي اسي ذخيره ميں شامل هوگئے -

اسکے بعد رانچي کي زندگي ميں وهاں کي مقامي خدمات سے جسقدر وقت بچا ، تصنيف و تاليف ميں صرف هوا - مقدمه ، ترجمه ، اور تفسير کے بارے ميں بہت سي تبديلياں فکر و خيال ميں هوگئي تهيں - تقريباً از سر نو کام شروع هوا تها - جنوري سنه ۲۰ - ميں اپنا تمام نيا ذخيره ليکر رانچي سے نکلا - اس مرتبه اراده کرليا تها که کم از کم ترجمان القران کسي نه کسي طرح شائع کر دينا چاهئے - اسي خيال سے متن قران کي کاپياں ايک دوست عزيز کے اپنے اهتمام و صرف سے لاهور ميں لکهواليں ، اور ترجمه کي کتابت کا کام بهي ستمبر ۱۹۲۱ - ميں شروع هوگيا -

اگر پانچ چهه ماه تک بهي يه حالت باقي رهتي ، تو باوجود هر طرح کي سياسي مشغوليت کي سرگرانيوں کے عجب نہيں که کسي نه کسي طرح يه ايک چيز مکمل هوجاتي - ليکن اسے کيا کيجيے که اگر ايک طرف ان خرمن سازيوں اور سرمايه اندوزيوں کي کوششيں جاري تهيں - تو دوسري طرف نگاه برق کي دعوت ميں بهي کوتاهي نہيں هوئي تهي - ۱۰ - دسمبر سنه ۱۹۲۱ - کو ميں گرفتار هوا ، اور پهر خانه تلاشيوں کا سلسله شروع هوگيا - مختلف اغراض سے (جنکي تشريح کا يه موقعه نہيں) پے در پے تلاشياں لي گئيں -

نتيجه يه نکلا که نه صرف بے شمار مسودات و اوراق ، بلکه کتابت کي هوئي کاپيوں کا بهي تمام ذخيره پريشان و منتشر هوکر پوليس کے قبضه ميں چلا گيا - ۶ - جنوري سنه ۲۳ - کو جب رها هوکر واپس آيا ، تو سنه ۱۹۱۶ - سے ليکر سنه ۲۰ - تک کي تمام محنت تقريباً رائگاں هوچکي تهي !

و عاقبتنا بسا عدنا لوصال و دهرنا * يومان يوم نوى و يوم صدود

مدت کي رد و کد کے بعد اوراق واپس ملے ، ليکن تمام تر ناقص ، منتشر اور برباد شده تهے - اب بغير نئي محنت کے ان کا کوئي حصه بهي کام نہيں دے سکتا تها - يه بربادي پہلي بربادي سے بهي زياده همت شکن تهي ، ليکن چونکه خود اختياري حالات کا نتيجه تهي ، اس لئے جس طرح پہلي مرتبه صبر و خاموشي کے ساته برداشت کرلي گئي تهي ، اس مرتبه بهي برداشت کرلي گئي - حتى که آج سے پہلے شايد اسکا تذکره بهي قلم و زبان سے کبهي نہيں هوا -

جن لوگوں کو تصنيف و تاليف کے معاملات کي خبر هے ، وه جانتے هيں که ايک مفکر اور اهل قلم کے لئے يه بات کتني مشکل اور اذيت ده هوتي هے که اپني لکهي هوئي چيز برباد ديکهے اور دوباره قلم اٹهانے پر مجبور هو - مشهور هے که جب کارلائل کي تاريخ انقلاب فرانس کا مسوده جل گيا ، تو عرصه تک اس کا يه حال تها که قلم پکڑتا اور بغير ايک حرف لکهے چهوڑ ديتا - کارلائل کا حادثه اتفاقي تها - اس ليے اسے شکايت زيب ديتي تهي اور اُس کي بے شکيبي بهي قابل ملامت نہيں - ليکن مجهے جو حوادث پيش آئے ، اتفاقي نه تهے - اختياري تهے - اس ليے دل کے ليے کتنے هي درد انگيز اور همت شکن هوں ، ليکن دماغ کے ليے ان ميں کوئي وجه شکايت نہيں هوسکتي تهي - مجهے دونوں مرتبه تسليم کرلينا پڑا که يا تو اس طرح کي زندگي اختيار نہيں کرني تهي - يا کي هے تو پهر اس کے تمام لازمي نتائج گوارا کرلينے چاهئيں - سرمد کا فيصله صرف ايک گوشۂ عشق هي کا نہيں بلکه انسان کي تمام مصيبتوں کيلئے عام و ابدي فيصله هے :

يا تن به رضاء دوست مي بايد داد * يا قطع نظر ز يار مي بايد کرد !

قصد کے خلاف اس حصۂ بيان ميں بہت طول هوگيا - مختصر يه هے که جہانتک ميري مذهبي اور علمي تدوينات کا تعلق هے ، حالات کي رفتار کچهه عجيب طرح کي رهي هے - عرصه کے انتظار و التواء اور بار بار کي تعمير و تخريب سے طبيعت کچهه اس طرح اکتا گئي هے که اب نه تو ترتيب و ضبط کي طرف مائل هے ، نه آرائش گفتار اور زينت بيان کا شوق هے - صرف يه چاهتا هوں که جس طرح بهي بنے ، اور جس شکل و حالت ميں بهي ممکن هو ، وه تمام مطالب و تحقيقات ايک مرتبه شائع هو جائيں ، جو اس تمام مدت کي دماغي گردش و جستجو کا نتيجه هيں -

چنانچه اب که الهـلال دوسري مرتبه شائع کرنا پڑا هے ، اسکے صفحات کا ايک خاص حصه اس مقصد کيلئے بهي وقف رهيگا -

البته يه ياد رهے که نه تو هر طبيعت ان مباحث کي شائق هے اور نه هر مخاطب انکے بار فهم کا متحمل :

بزم ميں اهل سخن بهي هيں تماشائي بهي !

رساله کي حسن ترتيب بهي اسکي متحمل نہيں که کوئي ايک هي قسم کي چيز زياده جگه روک لے - اسلئے ناگزير هے که حسب گنجائش جسته جسته جگه نکالي جاے ، اور ترتيب اشاعت ايسي اختيار کي جاے که صحبت کا ذائقه بدلتا رهے - ايک هي سلسلۂ بيان سے طبيعتيں اکتا نه جائيں

(عام مقاصد)

ليکن اگر ان خاص مقاصد سے قطع نظر کرلي جاے ، جب بهي عام مقاصد کي ضرورت و اهميت کا يه حال هے که اگر الهلال کے درجه کے دس رسالے بهي ملک ميں شائع هوں جب بهي ضرورت پوري نہوتي -

چند حقيقتيں صاف اور تسليم شده هيں - يقيناً ان ميں دو رايوں کي گنجائش نہيں : موجوده زمانه " پريس " اور مطبوعات کا زمانه هے - نه صرف علم و ادب کي ترقي کيلئے بلکه قومي و اجتماعي زندگي کي نشو و نما کيلئے بهي انکا وجود ناگزير هے - علم و ادب کي صحيح ترقي بجائے خود قوم کے اجتماعي ذهن و فکر کي ترقي هے - جيسي جيسي اسکي سطح بلند هوگي ، ويسي هي قومي زندگي کي سطح بهي بلند هوتي جائيگي - جہانتک " پريس " اور صحافة (جرنلزم) کا تعلق هے ، دنيا اسقدر آگے نکل چکي هے که اب دس برس پيشتر کي صحافة صديوں کي پراني چيز معلوم هوتي هے - قومي زندگي کي تعمير کيلئے ايک بنياد کي اينٹ زبان هے - زبان کي ترقي کے لئے پہلي چيز اُسکي ادبيات (لٹريچر) هيں - ادبيات کي نشو و نما بغير اعلى درجه کے رسائل و مطبوعات کے ممکن نہيں -

بهر حال اس طرح کي وه تمام باتيں جو معروف و معلوم هيں ، اگر صحيح هيں ، تو کيا اسکي ضرورت لوگ محسوس نہيں کرتے که تمام بر اعظم هند ميں کم از کم ايک رساله اُردو کا ايسا موجود هو جو اپني ظاهري اور باطني خصوصيات ميں دنيا کي ترقي يافته صحافة کا نمونه پيش کرسکے ؟

دنيا نے انيسويں صدي کے اوائل ميں طباعت و صحافة کا کام جس نقطه پر چهوڑا تها ، اُردو زبان کي صحافة سنه ۱۹۲۷ - ميں اُس پر قناعت کيے هوے هے - آخر يه حالت کب تک باقي رهيگي ؟

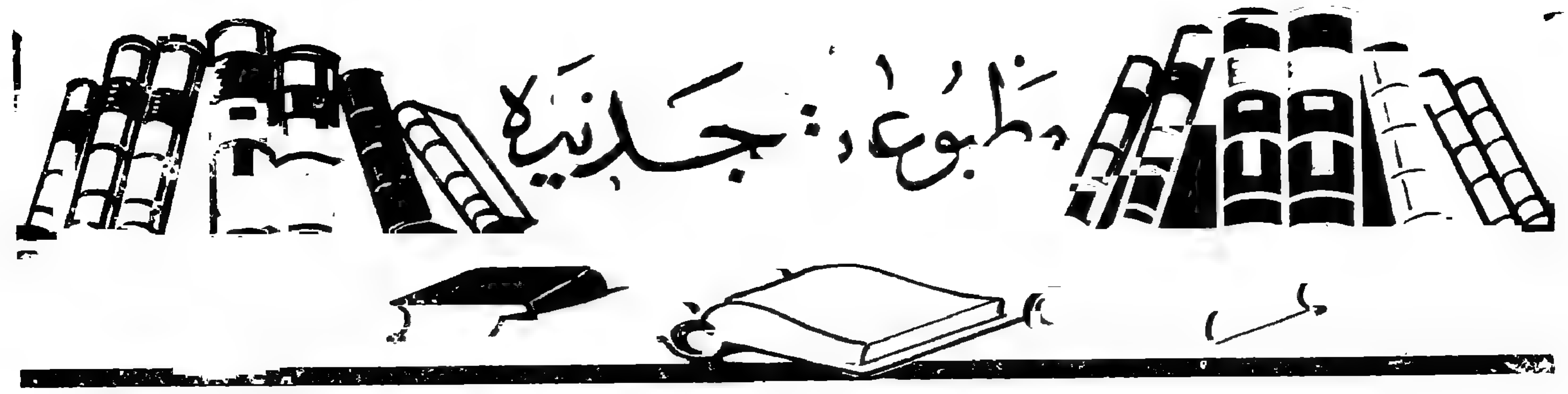

مطبوعاتِ جدیدہ

کیا یورپ میں عربي نسل موجود هے ؟

مندرجۂ صدر سوال کے جواب میں ڈاکٹر احمد شاهین ایک مصري اهل قلم نے ایک دلچسپ کتاب شائع کي هے جو مصر کي تازہ ڈاک میں آئي هے - اِس میں مختلف تاریخي اور جغرافیائي مصادر سے ثابت کیا هے که اسوقت تک براعظم یورپ کے مختلف مقامات میں عربي نسل کي آبادیاں موجود هیں - غالباً اس موضوع پر یه پہلي کتاب هے جو تاریخي تحقیقات کا ایک نیا میدان اهل نظر کیلئے مہیا کرتي هے - مصنف نے فرانس کي عربي النسل آبادي کے بارے میں جو کچهه لکھا هے' هم اس کا خلاصه یہاں ترجمه کر کے درج کرتے هیں :

" ساتویں صدي کے اوائل میں عربوں نے فرانس پر حکمراني کي تهي - کاسون کے علاقه پر اُنکا پورا قبضه تها اور یگور' رویگ' جیود' وان ڈگلے' لورا' اور وادي رون تک اُنکي فوجیں بڑهتي رهتي تهیں - اُنکا سب سے بڑا حریف ڈیوک ڈاکٹن تها' اور برابر مقابلے کر رها تها - لیکن جب اُسکا ایک نیا دشمن پرنس چارلس مارٹل پیدا هو گیا' تو اُس نے عربوں سے صلح کرلي اور اپني لڑکي عرب سپه سالار عثمان بن علي سے بیاہ دي - اِسکے بعد سنه ۲۵۵ ھ میں خود عربوں میں پهوٹ پڑ گئي - سپه سالار عثمان نے خلیفۂ اندلس سے الگ هو کر خود مختاري کا اعلان کر دیا - خلیفه نے اُسکي سرکوبي کیلیے ایک فوج گراں بهیجي - اهل یورپ نے یه حالت دیکهي تو باهم متفق هوکر عربوں کے مقابله پر آ گئے اور " بواتیه " کا تاریخي معرکه واقع هوا - عربوں کو شکست هوئي' اور وہ فرانس میں هرطرف بهاگ نکلے - فرانس کے عام باشندوں نے انکے ساتهه بد سلوکي نہیں کي' بلکه مفرورین کا گرم جوشي سے خیر مقدم کیا - اُنکي شرافت' نیکي' اور اخلاق کي شہرت وہ مدت سے سنتے آئے تهے ۔

فرانسیسیوں کا یه حسن ظن آج تک باقي هے - دیہاتوں میں ابتک عربوں کي شجاعت اور فیاضي کي داستانیں پهیلي هوئي هیں جب کاموں سے فارغ هوکر فرانسیسي کسان رات کے وقت بیٹھتے هیں تو یه پراني کہانیاں ایک دوسرے کو سنایا کرتے هیں ۔

مقام کونٹر کسویل کے قریب ایک گاؤں " کرنبلیه " نام موجود هے - یہاں کے باشندے عام فرانسیسیوں سے بالکل علحدہ زندگي بسر کرتے هیں - اُنسے رشته داریاں بهي منظور نہیں کرتے - اِنکي زبان بهي خاص هے دوسرے لوگ اُسے نہیں سمجهتے - کیونکه اُس میں عربي الفاظ بکثرت موجود هیں - یه لوگ شادي کي تقریب میں فرانسیسوں کي طرح ناچ کے جلسے بهي نہیں کرتے - اپني عورتوں کو باهر نکلنے سے بهي روکتے هیں - اُنکي اکثر عورتیں ابتک برقعه پہنتي هیں ۔

فرانس کے اندروني علاقوں میں بکثرت ایسے دیہاتي موجود هیں جو اپنے رنگ' ذهانت' اور محنت و مشقت میں عام فرانسیسیوں سے بالکل مختلف هیں - یه لوگ بهي دراصل عربي نسل سے هیں - ملک کي آب و هوا نے اُنپر زیادہ اثر نہیں ڈالا - صرف زبان بدل گئي هے - تاهم " الله " کا تلفظ اسوقت تک صاف کرتے هیں - اِس لفظ کا استعمال اُنکي زبان میں عام هے - اور بهي بہت سے عربي لفظ اُنکي بول چال میں موجود هیں ۔

یهي باعث هے که مشہور فرانسیسي مورخ مسیو جیمو نے لکھا هے :

" جب کسي کسان کو دبلا' سانولا' تیز نظر' اور جري پاؤ' تو سمجهه لو که وہ قدیم عربوں کي نسل سے هے "

ایک دوسرا مورخ تصریح کرتا هے :

" میں نے بہت سے فرانسیسي کسان ایسے دیکهے هیں جنکے نام ابتک عربي هیں - مثلاً فتح اللّٰه' عبد اللّٰه' باب الله وغیرہ - اُن کي زبان بهي عربي هے اگرچه بگڑ گئي هے - میرے سوال پر اُنهوں نے بتایا که اُن کا نسب محفوظ هے اور یه که وہ عربي النسل هیں "

ڈوسب اور ڈورپان بوگے کے علاقوں کے باشندے ابتک عربوں کو یاد کرتے اور اُن کي بڑي تعریفیں کرتے هیں - وہ تمام قدیم آثار اور شکسته قلعوں کو عربي بتاتے هیں - مغربي اور متوسط فرانس میں ابتک بہت سي عربي یادگاریں مثلاً پهاٹک اور کنویں وغیرہ موجود هیں - اُن کے نام بهي عربي هیں - اگرچه اُنهیں فرانسیسي لب و لہجه نے مسخ کر ڈالا هے ۔

تاریخ' عربي فتوحات کي برکتوں کے ذکر سے لبریز هے - اُنهوں نے صرف یهي نہیں کیا که اُن تاریک زمانوں میں علم کا نور فرانس میں پهیلایا بلکه هر طرح کي تمدني اصلاحات بهي جاري کیں - چنانچه آب پاشي کے ذرائع اُنهي نے مہیا کیے اور باشندوں کو اُنسے فائدہ اٹهانے کے طریقے سکهائے - مختلف قسم کے غلے لے گئے اور اُنکي کاشت رائج کي - الپس کے پہاڑوں پر عمدہ گهاس مویشیوں کیلئے اُنهي کي پیدا کي هوئي هے - اوبوسوں کے علاقے میں دري اور قالین بننے کے کارخانے قائم کئے - کورٹین نامي گاؤں میں ابتک اِن کارخانوں کے عرب مزدوروں کي نسل موجود هے - عربوں کے جانے سے پہلے فرانسیسي کشتي اور جهاز بنانا نہیں جانتے تهے - عربوں هي سے اُنهوں نے یه فن سیکها - موسیو فرومدین اور گیلومبه وغیرہ مورخین نے اپني کتابوں میں ثابت کیا هے که اهل فرانس نے فن تعمیر بهي عربوں هي سے سیکها تها - اِسکا زندہ ثبوت ابتک موجود هے - فرانس کا موجودہ فن تعمیر صاف بتا رها هے که عربي ذوق اُس میں کار فرما هے "

میں امیدوں کا بسیرا ہے — سب کا مسرت میں حصہ ہے — نہ تو سورج کي کرنوں نے کبھي بخل کیا - نہ چاند کي بخشش جمال میں کبھي کوتاهي هوئي — آخر کار هم سب ایک هي چار دیواري میں جمع هونگے — وهاں اپنے محبوب عزیز کے بوسہ هاے عشق سے لذت دوام حاصل کرینگے ! "

****

یکایک اُس وقت کالي گھٹائیں هٹ گئیں - ستاروں کے جھرمٹ میں بدر منیر جھومتا هوا بر آمد هوا -

تمام تاریکیاں معدوم هوگئي تھیں - آسمان کي مجلس شب افروز آراستہ تھي - نور کے فرشتے صف بستہ کھڑے تھے !

ایک شاعر نے دبي زبان سے کہا :

" بلبل اپني نغمہ سرائي میں صادق اور اپنے زیر و بم میں معصوم ہے — یہ دیکھو ماهتاب سامنے ہے — اُسکي روپہلي چاندني همیں دعوت نشاط دے رهي ہے ! آخر کار دوستوں سے ملاقات یقیني ہے — پھر هم کیوں رنج کریں ؟ کیا سورج کي چمک ' چاند کي مسکراهٹ ' ستارونکي شب افروزي ' پھولوں کا قہقہہ ' شاخوں کا رقص ' باد صبا کي اٹکھیلیاں ' دریاؤں کي خوش خرامي ' اور پھر فطرۃ کے اس تمام جلوہ زار عیش و جمال کے سامنے اس مطرب کائنات کي نغمہ سنجي ' همارے سرور روح کیلیے کافي نہیں ؟ "

سب کے چہروں پر اطمینان کا سکون پھیل گیا - لبوں پر تبسم دوڑنے لگا - گویا اِس طائر میمون نے فکروں کا پہاڑ سر سے گرا دیا -

اب هجر و فراق کا تلخ جام سب کے سامنے سے هٹ گیا تھا - عیش دوام کي صراحي سب کے منہ سے لگي تھي !

****

آتش دان کے سامنے ایک بوڑھا چپ بیٹھا تھا - افسردہ نگاهیں آگ پر تھیں - ٹھنڈي سانس لیکر بولا :

" آہ ! میں اِس ایندھن کي طرح هوں — قریب ہے کہ سب لکڑي جل جائیگي — بالکل جل جائیگي — اِسي طرح میں بھي عنقریب جل جاؤنگا — سر تا سر جل جاؤنگا — "

لیکن فوراً بلبل کي آواز کان میں آئي - مایوس بوڑھا جھنجھلا کر بولا :

" چپ او زباں دراز چڑیا چپ — جواني کے دن یاد نہ دلا — وہ دن جب جسم میں قوت اور چستي تھي — جب نہ آنکھیں دیکھنے سے تھکتي تھیں ' نہ کان سننے سے — خوشي کے دنوں کي یاد تازہ نہ کر — میں اب زندہ اور پر امید انسان کي جگہ هڈیوں کا ایک ڈھیر هوں — مجھے پچھلا زمانہ بھول جانے دے — "

بلبل نے جواب دیا :

" ماضي بعینہ مستقبل ہے — اگر مستقبل تاریک ہے تو ماضي کي یاد اُسے روشن کر دیگي — ماضي کي روح پرور نسیم ' حاضر کي گرمي هلکا کر دیگي — آفتاب زندگي هر وقت درخشاں ہے — خود هم اُسے اپنے فکروں کے بادلوں سے چھپا دیتے هیں — "

ماضي ' حاضر ' مستقبل ' تینوں بوڑھے کے دماغ میں آگئے اور مل جل گئے - دل میں گدگدي پیدا هوئي - آرزوں کے معطر پھول شگفتہ هوگئے - وہ پھول جو چالیس برس کي عمر میں کلیوں کي پنکھڑیاں توڑ کر مسکرائے تھے !

بوڑھے نے آهستہ سے کہا :

" بلبل نے سچ کہا — بے شک زندگي کا آفتاب هر وقت روشن ہے — شباب اور پیري ایک هي ہے — عاقل پیري کو بھي جواني بنا سکتا ہے — بشرطیکہ جواني کا پر جوش پاني بڑھاپے کے ساکن پاني میں ملا دے — مسرت کے دنوں کي یاد سے بڑھکر بھي کیا اس دنیا میں کوئي مسرت هو سکتي ہے ؟ "

پھر وہ چارپائي پر لیٹ گیا اور بلبل کے نغموں میں بے خبر سو گیا !

ماں

(مادري محبت و شعور پر چند خیالات)

" دنیا کا سب سے زیادہ دلکش اور مؤثر منظر کیا ہے ؟ ماں کے وجود کا منظر ہے جب وہ اپنے بچہ کو مامتا بھري نظروں سے دیکھتي ہے ! اِس سے زیادہ دلفریب نظارہ کوئي نہیں هوسکتا کہ هر قسم کے افکار و خیالات سے خالي الذهن ' سادہ دل بچہ کودتا اچھلتا پھرتا ہے ' اور اُسکي ماں مادرانہ محبت و هوشیاري سے اُسکي معصومانہ حرکتوں کي نگراني کر رهي ہے ! " (ٹامس ڈمال)

****

" اُس احساس سے زیادہ خوشگوار احساس شاید کوئي نہیں جو ماں کے دل میں اپنے بچہ کے کھلانے کے وقت پیدا هوتا ہے - اس احساس سے زیادہ الم ناک احساس کوئي نہیں جو ماں اپنے بچہ کو تکلیف میں دیکھکر محسوس کرتي ہے - اِس باب میں عورت ' مرد سے کہیں زیادہ زندگي اور زندگي کي حقیقت کا شعور رکھتي ہے "

" انسان ' باپ سے زیادہ ماں سے متاثر هوتا ہے - سب سے پہلي صورت جو همارے ذهن میں قائم هوتي ہے وہ هماري ماں هي کي صورت هوتي ہے - هم زندگي بھر اُس صورت سے متاثر رهتے هیں - جب هم حسن کا احساس کرتے هیں تو همارے سامنے اپني ماں کا وہ چہرہ آجاتا ہے جو همیں هنسایا کرتا تھا - کبھي هم اُسي کے خط و خال کو نا دانستہ حسن کا معیار قرار دیتے هیں - هم اپني ماں کے کس قدر مزاج داں هوتے هیں ؟ صرف اُس کي آنکھیں دیکھکر هم سمجھہ جاتے هیں کہ وہ خوش ہے یا ناخوش ' حالانکہ هم بالکل بچہ هوتے هیں اور همارا سادہ ذهن دنیا کي کوئي بات بھي سمجھنے کي صلاحیت نہیں رکھتا " (بوفي)

****

" دنیا کي کوئي زبان بھي مادري محبت کي قوت ' خوبصورتي اور بہادري کو الفاظ میں بیان نہیں کرسکتي - مرد جھجھک کر رہ جاتا ہے - اُس کي قوت جواب دے جاتي ہے ' مگر ماں اپنے بیٹے کي محبت میں کبھي کمزور اور سست نہیں پڑتي - ماں همیشہ امانت و اخلاص کا ستارہ بنکر زندگي کے اِس صحرا میں اپنے بچے کي رهنمائي کرتي رهتي ہے " (شاپن)

****

" باپ بے اعتنائي کرسکتا ہے - بھائي دشمن بن سکتا ہے - زن و شو میں عداوت پیدا هوسکتي ہے - لیکن ماں کي محبت میں کبھي فتور نہیں پڑ سکتا - وہ زندگي بھر یکساں حالت میں تر و تازہ رهتي ہے - لڑکا کتنے هي قصور کرے ' ماں کي محبت برقرار رهتي ہے - وہ همیشہ آس لگائے بیٹھي رهتي ہے کہ کسي نہ کسي دن اُس کا لخت جگر نادم هوکر اُس کي شفقت بھري گود میں ضرور آجائیگا - ماں زندگي بھر بچہ کي مسکراهٹ یاد رکھتي ہے - وہ مسکراهٹ جو اُس کے سینہ کو مسرت سے لبریز کردیتي تھي ! اِس یادکي موجودگي میں وہ کسي طرح بھي اپني مادري محبت سے دست بردار نہیں هوسکتي " (واشنگٹن ارونگ)

ذریعه جسم انساني تک پہنچ جاتي هیں - یه اثر اگرچه خطرناک نہیں هے مگر کافي گھبراهت اور دهشت طاري کردیتا هے - اس مچھلي کي یه برقي قوت ایک مرتبه عمل کرنے کے بعد پھر عارضي طور پر ختم هو جاتي هے اور جب تک کچھه عرصه سکون و آرام کي زندگي بسر نه کرلے کام نہیں دیسکتي -

تارپیڈو کي تقریباً بیس قسمیں گرم اور نیم گرم سمندروں کے متفرق حصوں میں پائي جاتي هیں -

(نیل کي برقي مچھلي)

برقي مچھلیوں کي دوسري جنس دریاے نیل میں پائي جاتي هے ' جس کو علمي اصلاح میں الکٹریکس مالپٹیرورس (Electricus Malapterurus) کہتے هیں - اس کي صورت تارپیڈو مچھلي سے مختلف هے - یه ایک چھوٹي سي مضبوط روغن دار مچھلي هے جس کي کھال چکني اور پر چھوٹے چھوٹے هوتے هیں - اسکي موچھیں بھي هوتي هیں مگر چھوٹي - بھورے جسم پر چھوٹے بڑے سیاه داغ هوتے هیں - اس مچھلي کا بھي برقي آله تقریباً تارپیڈو مچھلیوں کي طرح هوتا هے .

(ستاره بیں)

برقي مچھلیوں کي تیسري قسم داغدار هے - اس کا اصطلاحي نام ایسٹروسکوپس گوٹیٹس (Astrascopus guttatus) هے - اسکي شکل سب سے علحده اور عجیب هوتي هے - یه ایک چھوٹي مگر قوي الجثه مچھلي هے جو ایک فٹ لمبي اور صورت میں مینڈک سے مشابه هوتي هے - اسکا سر بڑا اور اوپر کي طرف چپٹا هوتا هے - اسکے ٹھوس اور کھردرے بدن پر چھوٹے چھوٹے چھلکے هوتے هیں - جسم کے اوپر کا حصه چھوٹے چھوٹے گول داغوں سے بھرا هوتا هے -

تارپیڈو برقي مچھلي

اس کي اصلي خصوصیت اُسکے سر کي ساخت هے - یه سر ایک مربع بکس کي طرح هوتا هے - دونوں آنکھیں سرے پر اس طرح لگي هوتي هے که ادھر اودھر یا نیچے نہیں دیکھه سکتیں - یہي وجه هے که اسکا نام ستاره بیں (Star gazer) رکھا گیا هے

اس مچھلي کي آنکھوں کے پیچھے چکنے چمڑے کے دو چھوٹے چھوٹے برقي خزانے هوتے هیں - پرنسٹن یونیورسٹي کے پروفیسر اُلرک ڈاهلگرن (Ulric Dahlgren) نے اس برقي خزانے کے اجزاء کا مطالعه کیا هے - اس برقي آله کي ساخت بالکل نئي وضع کي هے - اس میں بہت سے مسطح پرت مساوي مقدار کے هوتے هیں جنکو الکٹروپلیکس (Electroplax) کہتے هیں ' اور هر دو پرتوں کے درمیان ایک گاڑھا قوام هوتا هے - ستاره بیں مچھلیوں کي بہت سي دوسري قسمیں جاپان اور یورپ کے ساحلوں پر ملتي هیں - چونکه یه مچھلیاں گوشت خوار هیں ' اسلئے قرینه یہي هے که چھوٹي مچھلیاں برقي صدمے سے بیحس هوکر انکے وسیع دهانے کا نواله بن جاتي هونگي -

(برقي ایل)

جس مچھلي میں سب سے زیاده برقي قوت ودیعت کي گئي هے وه برقي ایل (Eel) هے جسکا اصطلاحي نام الکٹریکس الکٹروفورس (Electricus Electroforus) هے - یه مچھلي برازیل اور گائنا کے دریاؤں میں پائي جاتي هے - ایل مچھلي کو هندوستان میں بام مچھلي کہتے هیں اور کھائي بھي جاتي هے - برقي ایل اگرچه اپني لمبي اور سانپ نما شکل میں بام مچھلي سے مشابه هوتي هے مگر علم حیوانات کي تحقیقات میں اسکي باطني ساخت بام سے مختلف هے -

برقي ایل اپني برقي قوت میں تمام برقي مچھلیوں سے زیاده طاقتور هے - یه برقي آلات کے دو جوڑے رکھتي هے اور دونوں میں به کثرت چھوٹي چھوٹي کوٹھریاں هوتي هیں - اس برقي آله کا ایک جوڑا اسکي دم کے اوپر هوتا هے ' دوسرا پچھلے پروں کي جڑ میں - برازیل کي برقي ایل کي لمبائي چھه فٹ تک هوتي هے - اِس کا برقي صدمه ایسا تیز و شدید هوتا هے که مس هوتے هي جسم کو بالکل شل کردیتا هے .

ڈاکٹر ایم ' اي ' بلاک (M. E. Block) اپني کتاب مچھلیوں کي طبعي تاریخ (Natural History) میں برقي ایل پر متعدد تجربوں کا بیان کرتے هیں - ان سے ظاهر هوتا هے که یه مچھلیاں جب سکون و عافیت میں هوتي هیں تو برقي صدمه نہیں پہونچاتیں ' لیکن اگر انہیں چھیڑ کر بر انگیخته کردیا جاے تو تیز برقي لہر اٹھنے لگتي هے - انہیں جسقدر سخت غصه آیگا ' اُتنا هي زیاده برق کا صدمه بھي شدید هوگا - جب یه اپني آزادي کي حالت میں پاني کے اندر هوتي هیں تو ان میں برقي قوت زیاده رهتي هے ' مگر جب قید کرلي جاتي هیں تو گھٹ جاتي هے -

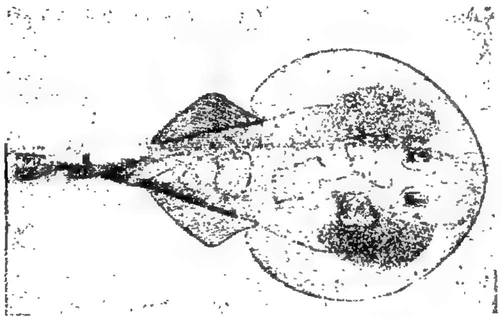

تارپیڈو کا برقي خزانه ایکس ریز کي تصویر میں

جب برقي مچھلي مرنے لگتي هے تو اسکي برقي قوت بھي کم هوتي جاتي هے - یہانتک که مرنے کے بعد بالکل زائل هوجاتي هے - ان مچھلیوں کي برقي لہر دھات کي اشیا اور تمام برق پذیر conductor اشیاء میں فوراً سرائت کرجاتي هے مگر شیشه اور ریشم پر اثر نہیں کرتي - چھوٹي مچھلیاں ان سے مس هوتے هي شل هو جاتي هیں اور یه به آساني اُن کا شکار کرلیتي هیں .

بعض لوگوں نے دعوا کیا هے که اگر دھات کے دو ٹکڑوں سے یه مچھلي چھو دي جائے تو دونوں ٹکڑوں کے درمیان ایک برقي شراره پیدا هوجایگا - مگر یه دعوی ابھي تجربے کا محتاج هے - ایک ماهر بیان کرتا هے که اٹھائیس آدمي ایک دوسرے کا هاتھه پکڑ کر حلقه میں کھڑے هوگئے ' اور اس حلقه کے ایک سرے پر برقي ایل کا جسم چھو دیا گیا - معاً حلقه کے تمام آدمیوں کو اسي طرح کا برقي صدمه محسوس هوا جیسا کسي بہت بڑے برقي آله کے استعمال سے هو سکتا هے !

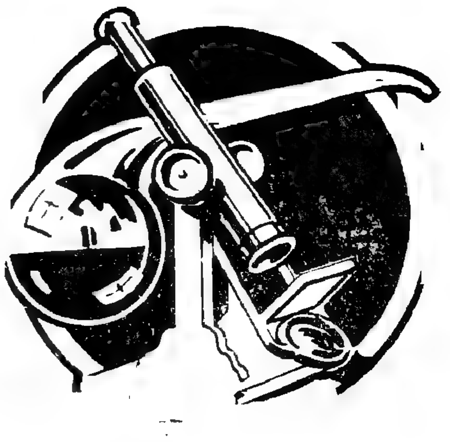

مذاکرہ علمیّہ

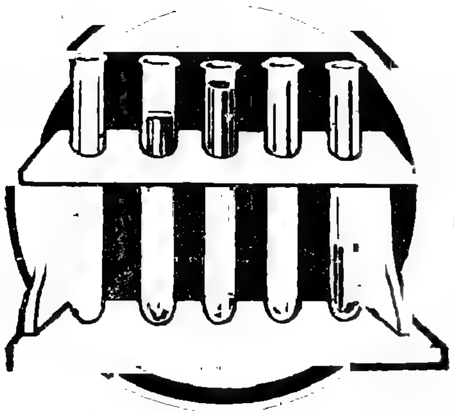

برقی مچھلیاں

حکمت الہی کی کارفرمائیاں بھی کیسی عجیب و غریب ہیں! انسان نے لاکھوں برس کی سراغ رسانیوں کے بعد کائنات کی ایک سب سے بڑی قوت کا کھوج لگایا جسکا نام قوت برق ہے - یہ قوت آج اُس کی کاروباروی کا سب سے بڑا خزانہ ہے - زمین اِس سے روشن ہوتی ہے - آسمان پر طیارے اسی کے ذریعہ اُڑتے ہیں - سواری کیلئے سب سے بڑا مرکب بھی ہے - کارخانوں کیلئے سب سے بڑی قوت حرکت اسی سے ملتی ہے - خبر رسانی میں اسی کی پیغام بری پر آج بحر و بر کا دار و مدار ہے - زمین کی طاقت کے تمام خزانے خالی ہو جائیں' لیکن اس لازوال خزانے کے ختم ہو جانے کا ابھی اندیشہ نہیں -

لیکن جب انسان نے اس عجیب خزانۂ قوت پر قبضہ کر کے فخر و غرور سے سر اٹھایا' تو قدرت نے اپنے پردۂ اسرار کا ایک نیا گوشہ کھول دیا - انسان نے دیکھا اور دیکھکر ششدر رہگیا کہ جس چیز کو وہ اپنی طاقتوں کا سب سے بڑا خزانہ سمجھکر اسقدر مغرور ہو رہا ہے' وہ قدرت کے کارخانۂ حیات میں اس سے زیادہ قدر و قیمت نہیں رکھتی کہ چند حقیر اور مجہول جانوروں کے جنگ و شکار کا ایک معمولی سا ہتیار ہے!

قدرت نے ہر جاندار کو اُسکی غذا کے حصول کیلئے مختلف قسم کی قوتیں اور طرح طرح کے آلات دیے ہیں - کسی جانور کے پاس بڑے بڑے پنجے ہیں - کسی کے پاس لمبے لمبے دانت ہیں' کوئی سینگ کے ہتیار سے لڑتا ہے' کوئی اپنی تیز سانس کے ذریعہ اپنا شکار کھینچ لیتا ہے - ایساہی ایک ہتیار برقی قوت کا خزانہ (بیٹری) بھی ہے - جن جانوروں کے پاس یہ خزانہ ہے' وہ اسے ایک ہتیار کی طرح کام میں لاتے ہیں - جب اُنکا شکار قریب آتا ہے' تو برقی قوت کی لہر اسے بے ہوش یا شل کرکے ڈالدیتی ہے' اور وہ اسے بہ آسانی اپنا نوالہ بنا لیتے ہیں!

ان جانوروں کا برقی خزانہ انکے دوران خون کی حرکت سے کچھہ ایسا عجیب تعلق رکھتا ہے کہ ہمیشہ برقی قوت اس سے حاصل ہوتی رہتی ہے - قوت کی تیزی اور اجراء کیلئے محرک کی ضرورت ہے - یہ کام اُنکے جوش اور غضب کے ہیجان سے لیا جاتا ہے - جونہی وہ جوش میں آتے ہیں' غضب و ہیجان کی حرارت برقی خزانہ کیلئے تازہ قوت بہم پہنچا دیتی ہے' اور برقی لہریں تیزی کے ساتھہ اٹھنے اور ٹکرانے لگتی ہیں!

ان جانوروں میں سب سے زیادہ عجیب برقی مچھلیاں ہیں - آج ہم انکی بعض اقسام کی تشریح کرتے ہیں - یہ تشریح اُس دلچسپ اور محققانہ مضمون سے ماخوذ ہے جو رسالہ سائنتفک امریکن کی پچھلی اشاعت میں شائع ہوا ہے۔

(پر اسرار جانور)

سنہ ۱۸۸۲ - کے موسم سرما میں جب پروفیسر ڈیوڈ اسٹار جارڈن مقام کی وسٹ Key west کی مچھلیوں کی اقسام و عادات کی تحقیق میں سرگرم تھا' تو ایک سیاح ایک چھوٹی سی مچھلی اپنے ہاتھہ میں لئے اُس کے دفتر میں وارد ہوا اور ایک دلچسپ قصہ بیان کیا - اُس نے کہا میں نے یہ مچھلی ساحل کے قریب دیکھی تھی میں نے اُس کے جسم میں چاقو بھونکدیا' مگر جوں ہی چاقو کا لوہ اس سے مس ہوا' ایک سخت صدمہ میں نے محسوس کیا او میرا بازو شل ہوگیا!

برقی مچھلی کا یہ پہلا انکشاف تھا -

(تارپیڈو مچھلی)

یہ مچھلی اُس جنس کی تھی جسے اب تارپیڈو Torpebo ی برقی رے (Electric ray) کہتے ہیں - اس جنس کی بھی ی سب سے چھوٹی قسم کی مچھلی تھی - بہاما (Bahama) اور مغربی کی (Key west) کے مقامی ماہیگیر اسے " نمب فش " (numb fish) یعنی شل کردینے والی مچھلی کہتے ہیں - قدیم زمانے میں اس طرح کی مچھلیاں جن اور بھوت کا جامہ بہ آسانی پہن لیتی ہونگی - معلوم نہیں الف لیلہ کے سند باد کا کبھی ان دریائی بھوتوں سے سابقہ پڑا تھا یا نہیں؟

ان مچھلیوں کا جسم بہت نرم' جسم کی ساخت مدور' اور کھال ہموار اور چکنی ہوتی ہے - یہ برقی مچھلیاں تمام گرم سمندروں میں ساحل کے قریب پائی جاتی ہیں - ان کی دو قسمیں جو امریکہ کی ریاستہاے متحدہ میں دستیاب ہیں' بحر اطلس ا بحر الکاہل کی تارپیڈو کہلاتی ہیں - انکا طول تین فٹ تک ہوتا ہے اور وزن ایک من دس سیر سے زیادہ نہیں ہوتا - رنگ عموماً سیاہ ہو ہے - عام طور پر غذا کے لئے استعمال نہیں کی جاتیں۔

تمام تارپیڈو مچھلیوں کا برقی آلۂ ساخت ایک ہی وضع ہوتا ہے - یہ آلہ ایک بڑی تھیلی کی طرح ہوتا ہے جس میں شہ کی مکھیوں کے چھتے کی طرح چھوٹی چھوٹی شش پہل کوٹھریاں بنی ہوتی ہیں - بڑی جنسوں میں ایسی کوٹھریاں چارسو تک دیکھی گئی ہیں - اس طرح کی تھیلیاں کھال کے نیچے' سر کے دونو جانب' آنکھوں کے پیچھے' اور بازؤں یا پیروں کے جڑ سے ملی ہوئی پائی گئی ہیں - اس تھیلی کی ہر کوٹھری گویا جسم کے پٹھو کی ایک تبدیل شدہ صورت ہے - وہ ایک شفاف اور متحرک گاڑھے قوام (Jelly) سے بھری ہوتی ہے۔

تارپیڈو مچھلی میں اس تھیلی کا برقی خزانہ سب سے ب ہوتا ہے - وہ اپنے دشمن پر اسی ہتیار سے حملہ کرتی اور اُسے شا کردیتی ہے - چاقو' برچھی' تلوار سے اس پر حملہ نہیں کیا جا سک کیونکہ دھات کی اشیاء فوراً برقی لہر قبول کرلیتی ہیں اور اُن -

موجوده زمانے کي سب سے بڑي خصوصیت یه بتلائي جاتي هے که علوم و تمدن کي ترقي اور سیر و حرکت کے حیرت انگیز وسائل نے قوموں اور ملکوں کا تفرقه دور کر دیا هے، بحر و بر کے ڈانڈے مل گئے هیں، اور ساري دنیا ایسي هوگئي هے، جیسے ایک مسلسل آبادي کے مختلف محلے اور حصے هوتے هیں !

لیکن اس پر بهي هم دیکهه رهے هیں که قوموں اور ملکوں کے مکان کا تفرقه جسقدر کم هوتا جاتا هے، دل اور دماغ کا تفرقه اتنا هي بڑهتا جاتا هے - جسقدر تیزي سے بیسویں صدي کي موٹریں اور طیارے دوڑ رهے هیں، اتني هي تیزي سے قوموں کے دل بهي ایک دوسرے سے برگشته هو رهے هیں !

لیکن اب سے تیره سو برس پہلے جب دنیا موجوده زمانے کے تمام وسائل قرب و اجتماع سے محروم تهي، بحر احمر کے کنارے، ریگستان عرب کے وسط میں، حجاز کي " چٹیل اور بے زراعت وادي " کے اندر، ایک صداء اجتماع بلند هوئي، اور نسل انساني کے منتشر افراد کا ایک نیا گهرانا آباد کیا گیا - انساني اجتماع و یگانگت کي یه پکار صرف اتنا هي نهیں چاهتي تهي که ملکوں کي سرحدیں اور جغرافیه کي حدیں ایک دوسرے سے قریب هوجائیں، بلکه اس کا مقصد نسل انساني کے بکهرے هوے دلوں اور برگشته روحوں کو ایک دوسرے سے جوڑ دینا تها -

یه پکار سني گئي - کرۀ ارضي کے سارے گوشوں اور خشکي اور تري کي ساري راهوں سے اس پکار کي بازگشت بلند هوئي - انجن اور برق کي برق رفتار سواریوں کے ذریعه نهیں، تار اور لا سلکي کے کهڑے هوے ستونوں پر سے نهیں، بلکه دل کے اعتقاد اور روح کے ایمان کے ذریعه اسکي پکار سب نے سني، اور اسکي پکار کا جواب سب کي زبانوں سے نکلا !

یه اسلام کي پکار تهي ! یه اسلام کا فریضۀ حج تها !

اس نے ملکوں کو اکٹها کردیا، قوموں کو جوڑ دیا، نسل اور زبان و مکان کے سارے تفرقے دور کردیے، گورے کو کالے کے ساته اور بادشاه کو فقیر بے نوا کے ساتهه ایک هي مقام میں، ایک هي وضع و لباس میں، ایک هي صورت و اعتقاد کے ساتهه، اسطرح جمع کردیا که انساني گمرهي کے بنائے هوے سارے امتیازات مٹ گئے، انساني اخوت و وحدت اپني اصلي صورت میں بے نقاب هوگئي !

عرفات میں حاجیوں کا اجتماع !

الهلال کے مقاله نگار مقیم جده ۲۸ - مئي کے مراسله میں لکهتے هیں :

" آجکل بحر احمر کا یه ساحلي مقام تمام کرۀ ارضي کے انسانوں کا مرکز بن گیا هے - خشکي اور تري، دونوں راهوں سے قوموں اور ملکوں کے قافلے پهنچ رهے هیں - ایسا معلوم هوتا هے که جده کي زمین شق هوگئي هے اور انسانوں کے انبوه اُگل رهي هے -

اخبارات سے آپکو معلوم هوچکا هوگا که برطاني نمایندہ جده میں مقیم تها تاکه سلطان ابن سعود سے نئے معاهده کے مواد پر گفتگو کرے - نمایندہ کے ساتهه سکریٹریوں کا بهي ایک پورا اسٹاف تها - ایک دن میں نے مغرب کي نماز ساحل کي ریگ پر ادا کي جهاں بعض رؤساء جده نے کلب کي طرح ایک روزانه اجتماع " نادي الصلوة " کے نام سے قائم کر رکها هے - نماز کے بعد جب میں لوٹتا اور بازار کے قریب پهنچا، تو کیا دیکهتا هوں برطاني نمایندہ کے اسٹاف کے چند انگریز کهڑے بازار کے نظاره میں غرق هیں - ان میں ایک شخص مسٹر رابرٹس نامي تهے جن سے میں ایک دو مرتبه مل چکا تها - میں نے انسے پوچها " آپ اس چیز کے نظاره میں اسقدر دلچسپي لے رهے هیں ؟ " انهوں نے کها :

" دیکهو ! یه هندوستانیوں کا گروه هے - یه پانچ پسته قد جاوي کهڑے هیں - انکے ساتهه ایک چیني کي منگولین صورت دکهائي دے رهي هے - دوسري طرف ایک ترکستاني کي سیاه ٹوپي اور افغاني کي بڑي سي پگڑي هے - انکے پیچهے ایک گروه یمني عربوں کا سرخ جبے پہنے جا رها هے اور انکے ساتهه اقصاء افریقه کا ایک جزائري بربر هنس هنس کر باتیں کر رها هے - تیسري طرف دو حبشي کهڑے هیں اور ایک مصري طربوش انکے پیچهے نظر آ رهي هے - اگر ان تمام قوموں کي آبادیاں جغرافیه کے نقشے میں ڈهونڈهي جائیں، تو کیسے کیسے عظیم سمندر اور بے کنار صحرا ان میں حائل نظر آئینگے ؟ لیکن یهاں ان سب کو جمع کر دیا گیا هے - سال کے اس موسم میں خود بخود دنیا کے تمام گوشے اس جگه یک جا هوجاتے هیں - کیا آج دنیا کے کسي حصے میں بهي ایسا منظر نظر آسکتا هے ؟ کیا اس منظر سے بهي بڑهکر کوئي منظر هے جو انساني اجتماع کي ایک عجیب و غریب قوت کا پته دے ؟ میں سوچ رها هوں که کس کے هاتهوں میں اس رشته کا سرا هے جس سے بحر و بر کے یه تمام گوشے کهینچ لیے جاسکتے هیں ؟

اسلام کے هاتهه میں ! چهٹي صدي کے صحراء عرب کا اسلام آج بهي انساني اخوت کي سب سے بڑي زنده قوت هے ! "

عالم شرق و اسلام

حج سنه ۱۳۴۵

" وادي غیر ذي زرع " میں قوموں کا ھجوم اور ملکوں کا اتصال !

وَ اذن في الناس بالحج یاتوک رجالاً وعلی کل ضامرٍ یاتین من کل فج عمیق !

منیٰ میں حاجیوں کا پڑاؤ

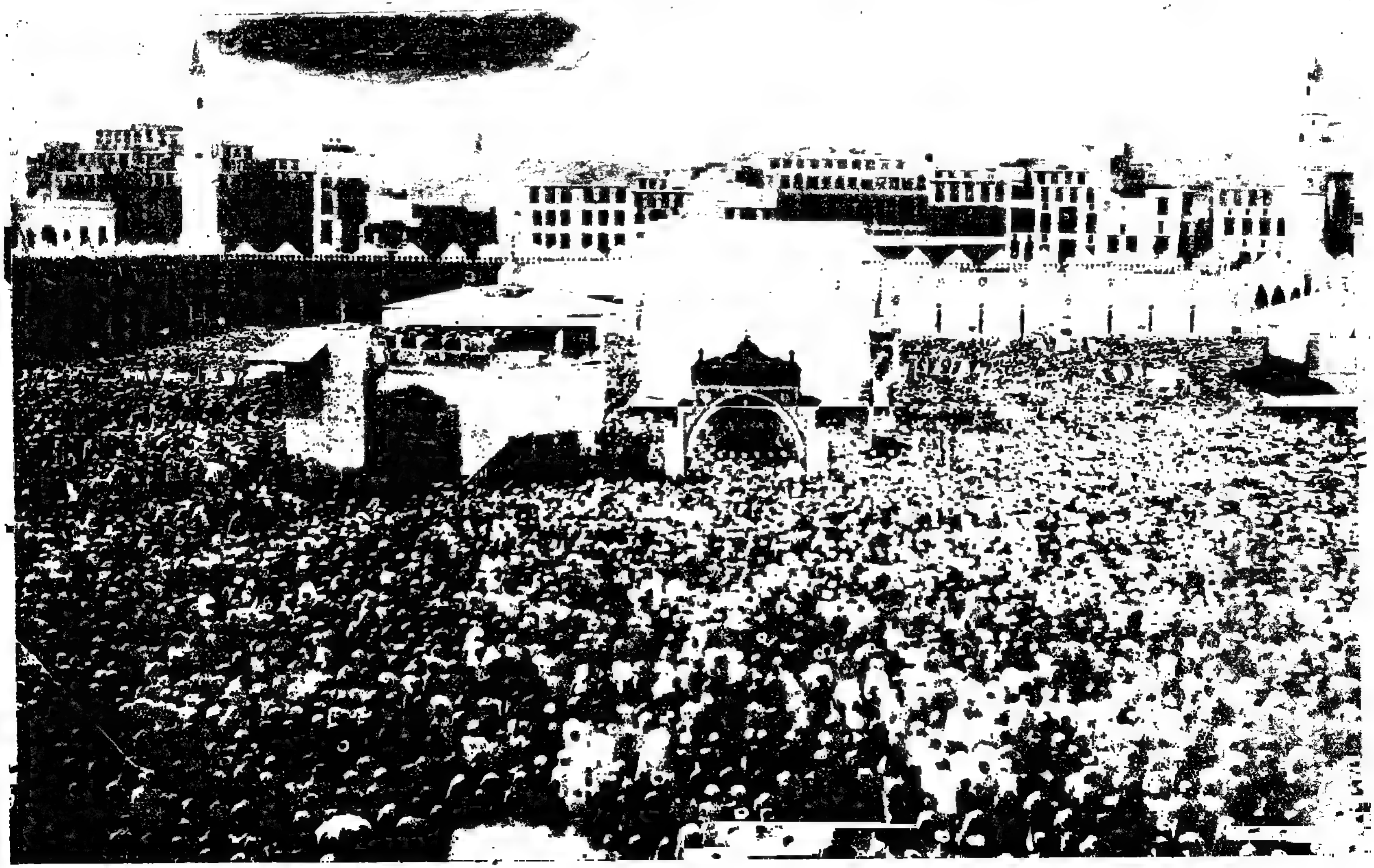

موسم حج میں مسجد حرام کا اجتماع جمعه

بصائر و حکم

انسانیت موت کے دروازہ پر!

مشاہیر عالم اپنی زندگی کے آخری اوقات میں!

امام علی علیہ السلام

ایک مغربی شاعر کہتا ہے: "اگر تم ایک انسان کو اُس کے تمام اوصاف و خصائل اور ضمیر و معنویت کی اصلی صورت میں دیکھنا چاہتے ہو تو انتظار کرو۔ اُس وقت تک انتظار کرو جب موت کا دروازہ اُس پر کھل جائے۔ اُس وقت وہ سارے بناوٹی پردے ہٹ جائینگے جو انسان اپنی حقیقی صورت پر ڈال لیا کرتا ہے۔ اُس کی روح موت کی دستک سنتے ہی سارا نقاب پھاڑ ڈالتی ہے اور بے حجاب ہو کر دنیا کے سامنے آجاتی ہے!" یہ بالکل صحیح ہے۔ انسانی حقیقت کا بے پردہ معائنہ صرف اُس کی زندگی کے آخری لمحوں ہی میں کیا جاسکتا ہے۔

ایک مرتبہ ہمیں خیال ہوا کہ اگر دُنیا کے اکابر و مشاہیر کے صرف وہ حالات جمع کر دیئے جائیں جن کا تعلق اُنکی زندگی کی آخری گھڑیوں سے ہے، تو یہ اخلاق، حکمت، اور موعظت کا نہایت عبرت انگیز مجموعہ ہوگا، اور انسانی طبیعت و اخلاق کے بے شمار نکتے اُن سے حل ہو جائینگے۔ چنانچہ اس خیال سے مشاہیر عالم کے حالات پر نظر ڈالی گئی، اور جستجو و تحقیق کے بعد ایک ضخیم مجموعہ مرتب ہوگیا۔ اسمیں تاریخ اسلام کے تمام اکابر و مشاہیر خلفاء راشدین سے لیکر علماء و حکماء تک آگئے ہیں۔ انکے علاوہ عام مشاہیر عالم کی وفات کا بھی کافی ذخیرہ ہے۔ بہ حیثیت مجموعی جب اس ذخیرہ پر نظر ڈالی گئی، تو یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ یہی متفرق حالات جو اپنی انفرادی صورت میں کوئی خاص اثر نہیں رکھتے تھے اب یکجا ہو کر تاریخ عالم کی کیسی مفید، پُرتاثیر، اور قیمتی چیز بن گئے ہیں؟ آج ہم اس مجموعہ میں سے حضرت علی علیہ السلام کی وفات کے حالات شائع کرتے ہیں۔ آئندہ بھی اس کا سلسلہ جاری رہے گا۔ یہ یاد رہے کہ اس سلسلہ سے مقصود صرف قبل از موت حالات کا بجنسہ جمع کر دینا ہے۔ کسی طرح کی بحث و نظر مقصود نہیں ہے۔ البتہ حالات کے جمع کرنے میں پوری کاوش و جستجو کی گئی ہے۔

جنگ جمل کے بعد اسلامی خلافہ کی نزاع دو شخصوں میں محصور ہوگئی تھی: امام علی بن ابی طالب اور معاویہ بن ابی سفیان۔ ان کے درمیان تیسری شخصیت عمرو بن العاص کی تھی اور اپنے سیاسی تدبر کی وجہ سے غیر معمولی اہمیت رکھتی تھی۔

جنگ صفین نے مسلمانوں میں ایک نیا فرقہ "خوارج" کا پیدا کر دیا تھا۔ یہ اگرچہ تمام تر سیاسی اغراض و مقاصد رکھتا تھا لیکن مسلمانوں کے دوسرے سیاسی فرقوں کی طرح اُس کے عقائد بھی دینی رنگ میں رنگے ہوئے تھے۔ اسنے اپنا سیاسی مذہب یہ آیت قرار دی تھی کہ "ان الحکم الا للہ" یعنی حکومت کسی آدمی کی نہیں ہونی چاہیئے۔ دراصل تاریخ اسلام کے خوارج موجودہ تمدن کے انارکسٹ تھے۔ لہٰذا وہ کوفہ اور دمشق، دونوں حکومتوں کے مخالف تھے۔

مکہ میں بیٹھ کر خارجیوں نے سازش کی۔ تین آدمیوں نے بیڑا اُٹھایا کہ پوری تاریخ اسلام بدل دینگے۔ اور اُنھوں نے بدل دی!

عمرو بن بکیر تمیمی نے کہا "میں حاکم مصر عمرو بن العاص کو قتل کردوں گا، کیونکہ وہ فتنہ کی متحرک روح ہے!"

برک بن عبداللہ تمیمی نے کہا "میں معاویہ بن ابی سفیان کو قتل کروں گا کیونکہ اُسنے شام میں قیصریت قائم کی ہے!"

ایک لمحہ کے لئے خاموشی چھا گئی۔ علی بن ابی طالب کے نام سے دل تھراتے تھے۔ بالآخر عبدالرحمن بن ملجم مرادی نے مہر سکوت توڑی: "میں علی کو قتل کردوں گا!"

ان ہولناک مہموں کے لئے ۱۷ رمضان کی تاریخ مقرر کی گئی۔ دو پہلے شخص اپنی مہم میں ناکام رہے۔ لیکن عبدالرحمن بن ملجم کامیاب ہوگیا۔ اس اجمال کی تفصیل حسب ذیل ہے:

مکہ سے چلکر عبدالرحمن کوفہ پہونچا۔ یہاں بھی خوارج کی ایک بڑی جماعت موجود تھی۔ عبدالرحمن اُن کے ہاں آیا جایا کرتا تھا۔ ایک دن قبیلہ تیم الرباب کے بعض خارجیوں سے اُسکی ملاقات ہوگئی۔ انہی میں ایک خوبصورت عورت قطام بنت شجنہ بن عامر بھی تھی۔ عبدالرحمن اُسپر عاشق ہوگیا۔ سنگ دل نازنین نے کہا "میرے وصل کی شرط یہ ہے کہ جو مہر طلب کروں وہ ادا کرو" ابن ملجم راضی ہوگیا۔ قطام نے اپنا مہر یہ بتایا "تین ہزار درہم، ایک غلام، ایک کنیز، اور علی کا قتل!" عبدالرحمن نے کہا "منظور، مگر علی کو کیونکر قتل کردوں؟" خونخوار معشوقہ نے جواب دیا "چھپکر اگر تو کامیاب ہوکر لوٹ آئے گا تو مخلوق کو شر سے نجات دے گا اور اپنے اہل و عیال کے ساتھ مسرت کی زندگی بسر کرے گا۔ اگر مارا جائے گا تو جنت اور لازوال نعمت حاصل کرے گا" عبدالرحمن نے مطمئن ہوکر یہ شعر پڑھے:

ثلاثۃ آلاف وعبد وقینۃ　　وضرب علی بالحسام المصمم [1]
فلا مہر اغلی من علی وان غلا　　ولا فتک الا دون فتک ابن ملجم [2]

(طبقات ابن سعد۔ کامل للمبرد وغیرہ)

روایتوں سے ثابت ہے کہ حضرت علی کے قلب میں آنے والے حادثہ کا احساس پیدا ہوگیا تھا۔ عبدالرحمن ابن ملجم کی طرف جب دیکھتے تو محسوس کرتے کہ اس کے ہاتھ خون سے رنگین ہونے والے ہیں۔ ابن سعد کی ایک روایت میں ہے کہ آپ فرماتے تھے "خدا کی قسم، مجھے آں حضرت صلعم نے بتلایا ہے کہ میری موت قتل سے ہوگی"

عبدالرحمن بن ملجم دو مرتبہ بیعت کے لئے آیا مگر آپنے لوٹا دیا۔ تیسری دفعہ آیا تو فرمایا "سب سے زیادہ بدبخت آدمی کو کون چیز روک رہی ہے؟ واللہ یہ چیز (اپنی ڈاڑھی کی طرف اشارہ کیا) اس کے خون سے (سر کی طرف اشارہ کرکے) ضرور رنگ جانے والی ہے" (ابن سعد)

کبھی کبھی جب اپنے ساتھیوں سے خفا ہوتے تو فرماتے "تمہارے سب سے زیادہ بدبخت آدمی کو آنے اور میرے قتل کرنے سے کون چیز روک رہی ہے؟ خدایا میں ان سے اُکتا گیا ہوں اور یہ مجھ سے اُکتا گئے ہیں۔ مجھے ان سے راحت دے، اور انھیں مجھ سے راحت دے" (ابن سعد)

ایک دن خطبہ میں فرمایا "قسم اس پروردگار کی جسنے بیج اُگایا اور جان پیدا کی! یہ اس سے ضرور رنگ جانے والی ہے (اپنی ڈاڑھی اور سر کی طرف اشارہ کیا) بدبخت کیوں انتظار کر رہا ہے؟"

لوگوں نے عرض کیا "امیر المومنین! ہمیں اُس کا نام بتلایئے ہم ابھی اُس کا فیصلہ کر ڈالیں گے" فرمایا "تو تم ایسے آدمی کو قتل کروگے جسنے مجھے ابھی قتل نہیں کیا ہے"

عرض کی گئی "تو ہم پر کسی کو خلیفہ بنا دیجئے" فرمایا "نہیں، میں تمھیں اُسی حال میں چھوڑ جاؤنگا جس حال میں تمھیں رسول اللہ صلعم چھوڑ گئے تھے"

لوگوں نے عرض کیا "اس صورت میں آپ خدا کو کیا جواب دیجئے گا؟"

فرمایا "کہوں گا "خدایا میں ان میں تجھے چھوڑ آیا ہوں، تو چاہے تو اُن کی اصلاح کرے اور چاہے اُنھیں بگاڑ دے"

(مسند امام احمد۔ مسند علی)

حادثہ سے پہلے

آپکی کنیز ام جعفر کی روایت ہے کہ واقعہ قتل سے چند دن پہلے میں آپکے ہاتھ دھلا رہی تھی کہ آپنے سر اُٹھایا۔ پھر داڑھی ہاتھ میں لی اور فرمایا "حیف تجھ پر، تو خون سے رنگی جائے گی" (ابن سعد)

آپکے بعض اصحاب کو بھی اس سازش کا کچھ پتہ چل گیا تھا۔ چنانچہ خود بنی مراد میں سے ایک شخص نے حاضر ہو کر عرض کیا "امیر المومنین ہوشیار رہیئے۔ یہاں کچھ لوگ آپکے قتل کا ارادہ کر رہے ہیں"

(الامامۃ والسیاسۃ)

یہ بھی معلوم ہوگیا تھا کہ کس قبیلہ میں سازش ہو رہی ہے؟ چنانچہ ایک دن آپ نماز پڑھ رہے تھے۔ ایک شخص نے آکر عرض کی "ہوشیار رہیئے کیونکہ قبیلہ مراد کے کچھ لوگ آپکے قتل کی فکر میں ہیں" (ابن سعد)

یہ بھی واضح ہوگیا تھا کہ کون شخص ارادہ کر رہا ہے؟ اشعث نے ایک دن ابن ملجم کو تلوار لگائے دیکھا اور اُس سے کہا "مجھے اپنی تلوار دکھاؤ" اُسنے تلوار دکھائی تو وہ بالکل نئی تھی۔ اُنھوں نے کہا "تلوار لگانے کی کیا وجہ ہے حالانکہ یہ زمانہ جنگ کا نہیں؟" عبدالرحمن نے کہا "میں گاؤں کے اونٹ ذبح کرنا چاہتا ہوں" اشعث سمجھ گئے اور اپنے خچر پر سوار ہوکر حضرت علی کے سامنے حاضر ہوئے اور کہا "آپ ابن ملجم کی جرأت و شجاعت سے واقف ہیں" آپنے جواب دیا "لیکن اُسنے مجھے ابھی تک قتل نہیں کیا ہے!"

(الکامل)

ایک دن آپ مسجد میں خطبہ دے رہے تھے۔ ابن ملجم منبر کے پاس بیٹھا تھا۔ لوگوں نے سنا کہ وہ دانت پیسکر کہہ رہا ہے "واللہ میں انھیں تیرے شر سے نجات دیدوں گا" امیر المومنین جب مسجد سے اپنے گھر لوٹے تو لوگ اُسے گریبان سے پکڑ کر لائے اور تمام واقعہ سنایا۔ آپنے فرمایا "لیکن ابھی تک اسنے مجھے قتل نہیں کیا ہے۔ چھوڑ دو" (الکامل)

ابن ملجم کا ارادہ اس قدر مشہور ہوگیا تھا کہ خود آپ بھی اُسے دیکھ کر عمرو بن معدیکرب کا یہ شعر پڑھا کرتے تھے:

ارید حباءہ ویرید قتلی　　عذیرک من خلیلک من مراد

ابن ملجم برابر برأت ظاہر کیا کرتا تھا لیکن ایک دن جھنجھلا کر کہنے لگا "جو بات ہونے والی ہے ضرور ہوکر رہے گی!"

اسپر بعض لوگوں نے کہا: آپ اسے پہچان گئے ہیں۔ پھر اسے قتل کیوں نہیں کر ڈالتے؟ فرمایا "اپنے قاتل کو کیسے قتل کروں؟" (کامل)

صبح شہادت

اقدام قتل جمعہ کے دن نماز فجر کے وقت ہوا۔ رات بھر ابن ملجم، اشعث بن قیس کندی کی مسجد میں اس کے ساتھ باتیں کرتا

---

[1] تین ہزار درہم، غلام، کنیز اور بے پناہ تلوار سے علی کا قتل!

[2] کوئی مہر علی سے زیادہ مہنگا نہیں اگرچہ کتنا ہی مہنگا ہو اور کوئی مار ابن ملجم کی مار سے بڑھ کر نہیں۔

شام کي حرکت استقلال

فرانسيسي مظالم کے چند خونين مناظر !

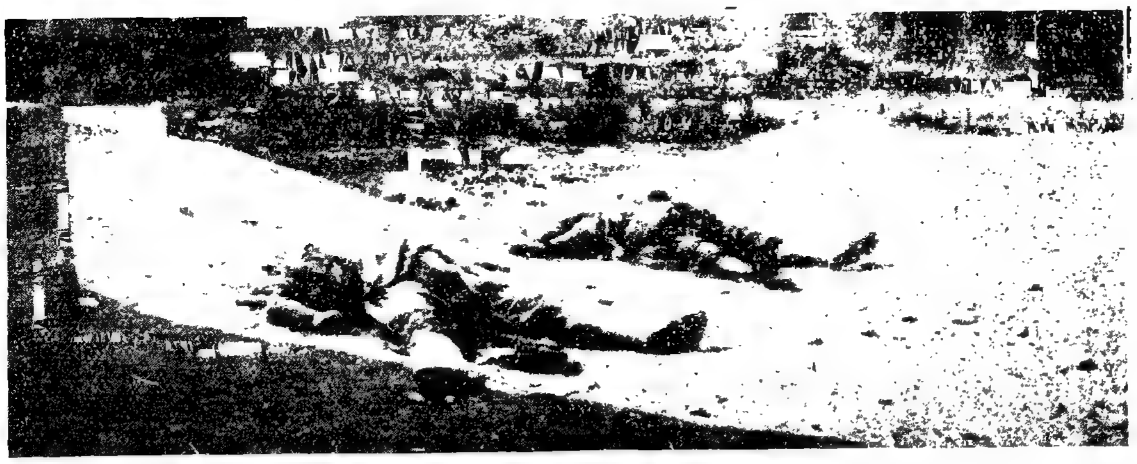

غوطه (دمشق) ميں دو وطن پرست غيور گوليوں سے مار ڈالے گئے اور انکي نعشيں سڑک پر چھوڑ دي گئيں -

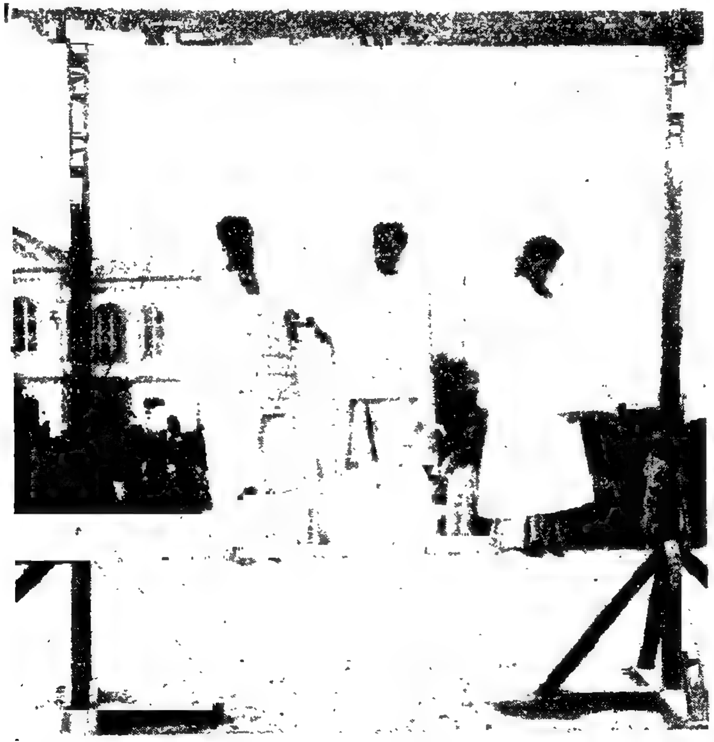

۷ - اکتوبر کے حادثه کے بعد بے شمار آدمي پهانسي پر چڑھاے گئے - ايک پهانسي کا منظر جسميں تين نعشيں لٹک رهي هيں !

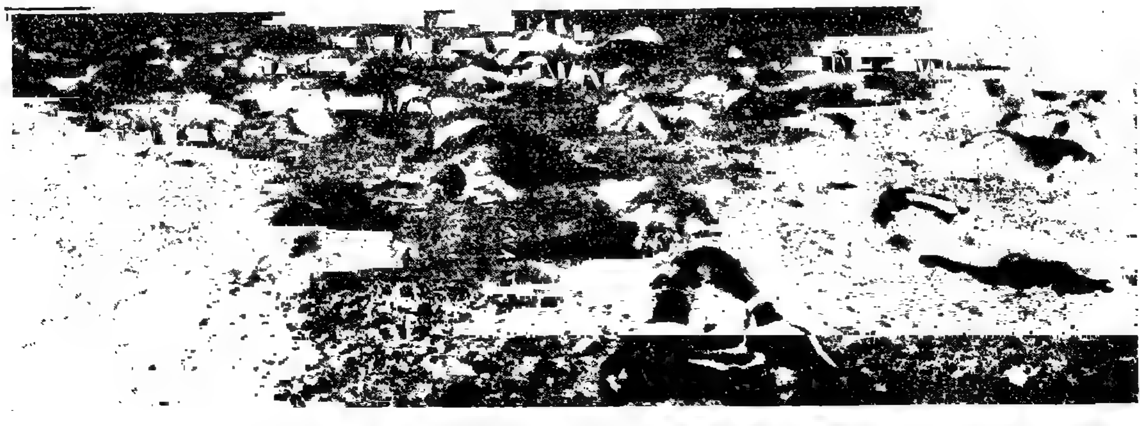

دمشق کے محله ميدان کا ايک منظر - بے گناہ اور غير مسلح آبادي کا قتل عام - بے شمار لاشيں سڑک پر پڑي هيں - عرصه تک يه اسي طرح پڑي رهيں !

میں تمھیں خدا ہی کے سپرد کرتا ہوں۔ تمھارے لئے سلامتی اور رحمت چاہتا ہوں"

اس کے بعد "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کہا اور ہمیشہ کے لئے آنکھیں بند کرلیں۔ (طبری جلد ۶)

دفن کے بعد

دفن کے بعد دوسرے دن حضرت امام حسن نے مسجد میں خطبہ دیا:

"لوگو! کل تم سے ایک ایسا شخص رخصت ہوگیا ہے جس سے نہ اگلے علم میں پیشقدمی کر گئے اور نہ پچھلے اُس کی برابری کرسکیں گے۔ رسول اللہ صلعم اُسے جھنڈا دیتے تھے اور اُس کے ہاتھ پر فتح ہوجاتی تھی۔ اُسنے چاندی سونا کچھ نہیں چھوڑا۔ صرف اپنے روزینے میں سے کاٹ کر ۷۰۰ درہم گھر کے لئے جمع کئے تھے" (ایک درہم تقریباً چار آنے کا ہوتا تھا) (مسند حسن)

زید بن حسین سے مروی ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام کی شہادت کی خبر کلثوم بن عمر کے ذریعہ مدینہ پہنچی۔ سنتے ہی تمام شہر میں کہرام پڑ گیا۔ کوئی آنکھ نہ تھی جو روتی نہ ہو۔ بالکل وہی منظر درپیش تھا جو رسول اللہ کی وفات کے دن دیکھا گیا تھا۔ جب ذرا سکون ہوا تو صحابہ نے کہا "چلو ام المومنین عائشہ کو دیکھیں کہ رسول اللہ کے بھتیجے کی موت سنکر اُن کا کیا حال ہے؟"

حضرت زید کہتے ہیں "سب لوگ ہجوم کرکے ام المومنین کے گھر گئے اور اجازت چاہی۔ اُنھوں نے دیکھا کہ حادثہ کی خبر یہاں پہلے سے پہنچ چکی ہے اور ام المومنین غم سے نڈھال، آنسوؤں سے تر بتر بیٹھی ہیں۔ لوگوں نے یہ حالت دیکھی تو خاموش لوٹ آئے"

حضرت زید فرماتے ہیں" دوسرے دن مشہور ہوا ام المومنین رسول اللہ کی قبر پر جارہی ہیں۔ مسجد میں جتنے بھی مہاجرین و انصار تھے، استقبال کو اٹھ کھڑے ہوئے اور سلام کرنے لگے۔ مگر ام المومنین نہ کسی کے سلام کا جواب دیتی تھیں، نہ بولتی تھیں ..... شدت گریہ سے زبان بند تھی۔ دل تنگ تھا۔ چادر تک سنبھلتی نہ تھی۔ بار بار پیروں میں الجھتی اور آپ لڑکھڑا لڑکھڑا جاتیں۔ بدقت تمام پہنچیں۔ لوگ پیچھے پیچھے چلے آرہے تھے۔ حجرہ میں داخل ہوئیں تو دروازہ پکڑ کر کھڑی ہوگئیں اور ٹوٹی ہوئی آواز میں کہا:

"اے نبی ہدایت! تجھ پر سلام! اے ابوالقاسم تجھ پر سلام! اے رسول اللہ! آپ پر اور آپکے دونوں ساتھیوں پر سلام! میں آپکے محبوب ترین عزیز کی موت کی خبر آپکو سنانے آئی ہوں! میں آپ کو آپکے عزیز ترین کی یاد تازہ کرنے آئی ہوں! بخدا آپ کا چُنا ہوا حبیب، منتخب کیا ہوا عزیز، قتل ہوگیا! واللہ وہ قتل ہوگیا جس کی بیوی افضل ترین عورت تھی! واللہ وہ قتل ہوگیا جو ایمان لایا اور ایمان کے عہد میں پورا اُترا! میں رونے والی غمزدہ ہوں! میں اُسپر آنسو بہانے اور دل جلانے والی ہوں! اگر قبر کھل جاتی تو تیری زبان بھی یہی کہتی کہ تیرا عزیز ترین اور معزز ترین وجود قتل ہوگیا! ..." (عقد الفرید ج ۲)

ایک روایت میں ہے کہ ام المومنین عائشہ نے جب امیر المومنین کی شہادت سنی تو ٹھنڈی سانس لی اور کہا "اب عرب جو چاہیں کریں! کوئی اُنھیں روکنے والا باقی نہیں رہا" (استیعاب)

مرثیہ

آپکے مشہور صحابی ابو الاسود الدؤلی نے مرثیہ کہا تھا جس کا پہلا شعر کتب ادب و محاضرات میں عام طور پر نقل کیا جاتا ہے:

الا ابلغ معاویۃ بن حرب ٭ فلا قرت عیون الشامتینا

* * *

مقالات

اسلام اور "نیشنلزم"

لا تقل دارہا بشرقی نجد
کل نجد للعامریۃ دار!

(۲)

انسان اپنی نوعی زندگی میں اپنے اجتماعی رشتوں کی مختلف منزلوں سے درجہ بدرجہ کیونکر گزرا؟ اُس کی انفرادی زندگی میں آج بھی یہ تمام منزلیں کس طرح یکے بعد دیگرے پیش آتی ہیں؟ اسکی مختصر سرگزشت تمھاری نظروں سے گزر چکی۔ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ:

(۱) قومیت اور وطنیت انسان کے اجتماعی رشتہ کی ایک خاص حالت کا نام ہے۔ لیکن یہ کوئی مستقل حالت نہیں ہے۔ ایک سلسلۂ دراز کی مختلف کڑیوں میں سے ایک کڑی ہے۔

(۲) یہ سلسلہ" انسان کی اجتماعی زندگی اور اجتماعی ربط و علائق کے احساس و اعتقاد" کا سلسلہ ہے۔ جس طرح کائنات ہستی کی ہر چیز اپنے ابتدائی نقطہ سے شروع ہوکر بہ تدریج بلوغ و کمال تک پہنچتی ہے اور جس طرح انسان نے اپنے علم و عمل کے ہر گوشے میں بہ تدریج ترقی کرکے حقیقت و کمال تک رسائی حاصل کی ہے، اُسی طرح اس معاملہ میں بھی اُس کا سفر ابتدا سے انتہا تک، طفولیت سے رُشد و بلوغ تک، اور نقص سے کمال تک پہنچا اور ختم ہوتا ہے۔ اس ارتقائی سلسلہ کی ابتدائی کڑی "امومۃ" اور انتہائی "انسانیۃ" ہے۔ جس رشتہ کو قومیت اور جنسیت سے آج تعبیر کیا جاتا ہے، وہ دراصل اس سلسلۂ ارتقا کی ایک درمیانی کڑی ہے۔

(۳) چونکہ درمیانی کڑی ہے، اس لئے وہ اجتماعی رشتہ کی کوئی حقیقی حالت نہیں ہے۔ محض ایک اضافی چیز ہے۔ جس طرح ایک زمانے میں انسان نظر کی تنگی اور علم کی کوتاہی سے صرف "امومۃ" اور "ابوۃ" یا "عائلہ و قبیلہ" کے رشتہ پر قانع تھا، اُسی طرح جب وسعت علائق کے ایک دو قدم اور آگے بڑھے، تو قومیت و جنسیت کا دائرہ پیدا ہوگیا۔ بلاشبہ یہ دائرہ پچھلے دائروں سے زیادہ وسیع ہے، لیکن فطرۃ کی حقیقی وسعت کے مقابلے میں پھر تنگ اور ناتمام ہے۔ فطرۃ اور حقیقت کی اصلی وسعت کیا ہے؟ "انسانیت" اور "ارضیۃ" کا عالمگیر رشتہ۔ یہی انسان کی اجتماعی زندگی کے لئے ایک ہی فطری رشتہ ہے۔ باقی سب اضافی، اور اس لئے غیر حقیقی ہیں۔

(۴) اس معاملہ کی پوری وضاحت کے لئے ضروری ہے کہ اسی قسم کی دوسری حالتیں بھی سامنے لائی جائیں۔ انسان نے صرف اپنے ہی کو نہیں بلکہ اپنے سے باہر کی بھی ہر چیز اسی طرح پائی ہے۔

اُسنے پہلے زمین کے اُس ٹکڑے کو سب کچھ سمجھا تھا جس میں پیدا ہوا تھا۔ اب بھی جب پیدا ہوتا ہے تو گھر کی چار دیواری ہی اس کی دنیا ہوتی ہے۔ اُسنے زمین کی عام مخلوقات پر نظر ڈالی، اور اُن میں سے ہر قسم اور نوع کو مدتوں کے بعد پہچان سکا۔ اُسنے آسمان کی طرف نظر اٹھائی، اور ہزاروں لاکھوں برس کے بعد یہ حقیقت معلوم کرسکا کہ سورج کا ایک نظام اجتماع ہے اور خود کرۂ ارضی بھی اُسی کا ایک فرد ہے۔

علم و ادراک کے ان تمام سفروں میں اُن کی درمیانی منزلیں جو درجہ رکھتی ہیں، وہی درجہ یہاں کی بھی درمیانی منزلوں کا ہے۔ زمین کے بارے میں انسانی علم کی ایک درمیانی منزل یہ تھی کہ آبادی صرف اس کے نصف حصہ میں ہے باقی سمندر ہے۔ یہ منزل علم اور حقیقت کی منزل تھی، یا جہل اور محجوبیت کی؟ اگر علم اور حقیقت کی منزل نہ تھی، تو پھر بعینہ وطنیۃ اور جنسیت بھی اس سفر کی ویسی ہی درمیانی منزلیں ہیں۔ یہ انسان کے جہل و نقص کی منزلیں کیوں نہ ہوں؟

انسان نے جب پہلے پہل جہاز رانی شروع کی تھی تو (مثلاً) ہر سمندر کے گوشہ کو پانی کی ایک مستقل دنیا یقین کرلیا تھا اور اُنکے بیشمار نام رکھدیئے تھے۔ پھر ایک وقت آیا جب اُسے معلوم ہوا کہ یہ اُسکے علم و نظر کی ناتمامی تھی۔ دراصل زمین کا سمندر ایک ہی ہے۔ اُسی کے مختلف گوشے ہیں جو ادھر اُدھر پھیل گئے ہیں۔ جب اُسنے ایک سمندر کو پچاس سمندر خیال کیا تھا، تو یہ منزل علم و حقیقت کی منزل تھی، یا نقص و جہل کی؟ اگر نقص و جہل کی تھی تو انسانی احساس و اعتقاد کی وہ حالت کیوں جہل و نقص کی حالت نہ ہو جب وہ یقین کرتا ہے کہ انسانیۃ کا ایک ہی رشتۂ اجتماع، ایک ہی رشتۂ اجتماع نہیں ہے بلکہ پچاس ٹکڑے اور بے شمار قسمیں ہیں؟ بلاشبہ جس طرح زمین کے ایک حصہ کا علم و یقین، اُس حالت کے مقابلے میں جب انسان کو زمین کا اتنا علم بھی حاصل نہ تھا، علم کی وسعت تھی اور حقیقت سے قرب تھا۔ اُسی طرح یہاں بھی قومیت و جنسیت کی حالت اُس حالت کے مقابلہ میں جب انسان عائلہ اور قبیلہ کے تنگ دائروں پر قانع تھا، علم کی زیادہ وسعت اور حقیقت سے زیادہ قرب ہے، لیکن ایک اضافی حالت ہوئی۔ علم اور حقیقت نہیں ہے۔ علم و حقیقت کی منزل اگر نمودار ہوجائے تو پھر وہ کمال کا نقطہ اور ارتقا کی انتہا ہوگی۔ اُس وقت کسی پچھلی منزل پر قانع رہنا ترقی نہیں ہوگی۔ تنزل ہوگا۔

اگر آج ایک شخص امریکہ کے وجود سے منکر ہو اور کہے کرہ کا صرف ایک ہی حصہ آباد ہے، تو تم کیا کہو گے؟ یقیناً یہی کہو گے کہ چھ سو برس پیشتر کا جہل قبول کرنے کے لئے دنیا طیار نہیں ہوسکتی اچھا، تم اُس شخص کے بارے میں کیا کہتے ہو جو کہتا ہے کہ انسان کو نسل و مکان یا جنس و قوم کے رشتے پر قناعت کرلینی چاہیے کیونکہ ایک زمانے میں اُس کا علم و ادراک انہی دائروں میں محدود تھا؟ تم نے ابھی کہا تھا کہ "دنیا چھ سو برس پیشتر کا جہل قبول کرنے کے لئے طیار نہیں" کیا اب تمھیں ٹھیک اُسی طرح یہ نہیں کہدینا چاہیے کہ "دنیا ہزاروں برس پیشتر کا جہل قبول

رہا۔ اُسنے کوفہ میں شبیب بن بجرہ نامی ایک اور خارجی کو بھی اپنا شریک بنا لیا تھا۔ دونوں تلوار لے کر چلے اور اُس دروازے کے مقابل بیٹھ گئے جس سے امیرالمومنین نکلا کرتے تھے۔ (ابن سعد)

اُس رات امیرالمومنین کو نیند نہیں آئی۔ حضرت حسن سے مروی ہے کہ سحر کے وقت میں حاضر ہوا تو فرمایا "فرزندا رات بھر جاگتا رہا ہوں۔ ذرا دیر ہوئی بیٹھے بیٹھے آنکھ لگ گئی تھی۔ خواب میں رسول اللہ صلعم کو دیکھا۔ میں نے عرض کیا "یا رسول اللہ! آپکی اُمت سے میں نے بڑی تکلیف پائی" فرمایا "دعا کر کہ خدا تجھے ان سے چھٹکارا دیدے" (کامل)

اسپر میں نے دعا کی "خدایا! مجھے ان سے بہتر رفیق عطا فرما اور انھیں مجھ سے بدتر ساتھی دے" (ابن سعد)

حضرت حسن (علیہ السلام) فرماتے ہیں اسی وقت ابن النباح مؤذن بھی حاضر ہوا اور پکارا "الصلوۃ!" (نماز) میں نے آپ کا ہاتھ تھام لیا۔ آپ اُٹھے۔ ابن النباح آگے تھا۔ میں پیچھے تھا۔ دروازے سے باہر نکل کر آپنے پکارا "لوگو، نماز!" روز آپ کا یہی دستور تھا کہ لوگوں کو نماز کے لئے مسجد میں جگاتے پھرتے تھے (ابن سعد)

ایک اور روایت میں ہے کہ موذن کے پکارنے پر آپ اُٹھے نہیں۔ لیٹے رہے۔ موذن دوبارہ آیا مگر آپ سے پھر بھی اُٹھا نہ گیا۔ سہ بارہ اُس کی آواز دینے پر آپ بہ مشکل اُٹھے اور یہ شعر پڑھتے ہوئے مسجد کو چلے:

اشدد حیازیمک للموت فان الموت لاقیکا
(موت کے لئے کمر کس لے کیونکہ موت تجھ سے ضرور ملاقات کرنیوالی ہے)
ولا تجزع من الموت اذا حل بوادیکا
(موت سے نہ ڈر اگر وہ تیرے یہاں نازل ہو جائے)

(احیاء العلوم جلد ۴)

"فزت برب الکعبۃ"!

آپ جوں ہی آگے بڑھے، دو تلواریں چمکتی نظر آئیں، اور ایک آواز بلند ہوئی "حکومت خدا کی ہے نہ کہ علی تیری!" شبیب کی تلوار تو طاق پر پڑی۔ لیکن ابن ملجم کی تلوار آپکی پیشانی پر لگی اور دماغ تک اُتر گئی۔ (ابن سعد)

زخم کھاتے ہی آپ چلائے "فزت برب الکعبۃ" (رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا) (احیاء ج ۴)

نیز پکارے "قاتل جانے نہ پائے" لوگ ہر طرف سے ٹوٹ پڑے۔ شبیب تو نکل بھاگا۔ (ابن سعد)

عبدالرحمٰن نے بھی تلوار گھمانا شروع کر دی۔ اور مجمع کو چیرتا ہوا آگے بڑھا۔ قریب تھا کہ ہاتھ سے نکل جائے لیکن مغیرہ بن نوفل بن حارث بن عبدالمطلب جو اپنے وقت کے پہلوان تھے دوڑے اور بھاری کپڑا اُس پر ڈال دیا اور زمین پر دے مارا (الکامل)

قاتل اور مقتول

امیرالمومنین گھر پہنچائے گئے۔ اپنے قاتل کو طلب کیا جب وہ سامنے آیا تو فرمایا "اے دشمن خدا! کیا میں نے تجھ پر احسان نہیں کئے تھے؟" اُسنے کہا "ہاں" فرمایا "پھر تونے یہ حرکت کیوں کی؟" کہنے لگا "میں نے اسے (تلوار کو) چالیس دن تیز کیا تھا اور خدا سے دعا کی تھی کہ اس سے اپنی بدترین مخلوق قتل کرائے" فرمایا "میں سمجھتا ہوں تو اسی سے قتل کیا جائے گا۔ اور خیال کرتا ہوں تو ہی خدا کی بدترین مخلوق ہے" (طبری جلد ۶)

آپ کی صاحبزادی حضرت ام کلثوم نے پکار کر کہا "او دشمن خدا تونے امیرالمومنین کو قتل کر ڈالا!" کہنے لگا "میں نے امیرالمومنین کو قتل نہیں کیا البتہ تیرے باپ کو قتل کیا ہے!" اُنھوں نے خفا ہو کر کہا "واللہ میں امید کرتی ہوں امیرالمومنین کا بال بیکا نہ ہوگا" کہنے لگا "پھر کیوں ٹسوے بہاتی ہو!" پھر بولا "بخدا میں نے مہینہ بھر اسے (تلوار کو) زہر پلایا ہے۔ اگر اب بھی یہ بے وفائی کرے تو خدا اسے غارت کر دے" (ابن سعد)

امیرالمومنین نے حضرت حسن سے کہا "یہ قیدی ہے۔ اس کی خاطر تواضع کرو۔ اچھا کھانا دو، نرم بچھونا بچھا دو۔ اگر زندہ رہوں گا تو اپنے خون کا سب سے زیادہ دعویدار میں ہونگا۔ قصاص لوں گا یا معاف کر دوں گا۔ اگر مر جاؤں تو اسے بھی میرے پیچھے روانہ کر دینا۔ رب العالمین کے حضور اس سے جواب طلب کروں گا۔ (ابن سعد) اے بنی عبدالمطلب ایسا نہ ہو کہ مسلمانوں کی خونریزی شروع کر دو اور کہو کہ "امیرالمومنین قتل ہو گئے! امیرالمومنین قتل ہو گئے!" خبردار میرے قاتل کے سوا کوئی دوسرا قتل نہ کیا جائے۔ اے حسن اگر میں اس کی اس ضرب سے مر جاؤں تو ایسی ہی ضرب سے اُسے بھی مارنا۔ اس کے ناک کان کاٹ کر لاش خراب کرنا کیونکہ میں نے نبی صلعم کو فرماتے سُنا ہے کہ خبردار ناک کان نہ کاٹو اگرچہ وہ کتا ہی کیوں نہ ہو" (طبری)

ایک روایت میں ہے کہ فرمایا "اگر تم قصاص لینے ہی پر اصرار کرو تو چاہئے کہ اسے اُسی طرح ایک ضرب سے مارو جس طرح اسنے مجھے مارا ہے لیکن اگر معاف کر دو تو یہ تقوی سے زیادہ قریب ہے (کامل) دیکھو زیادتی نہ کرنا۔ کیونکہ خدا زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا (ابن سعد)

وصیۃ

پھر آپ بیہوش ہو گئے۔ جب ہوش میں آئے تو جندب بن عبداللہ نے حاضر ہو کر کہا "خدانخواستہ اگر ہم نے آپ کو کھو دیا! تو کیا حسن کے ہاتھ پر بیعت کریں؟" آپنے جواب دیا "میں تمھیں نہ اس کا حکم دیتا ہوں نہ اس سے منع کرتا ہوں۔ اپنی مصلحت تم بہتر سمجھتے ہو" (طبری)

پھر اپنے صاحبزادوں حسن اور حسین کو بلا کر فرمایا "میں تم دونوں کو تقوی الٰہی کی وصیت کرتا ہوں۔ اور اس کی کہ دنیا کا پیچھا نہ کرنا اگرچہ وہ تمھارا پیچھا کرے۔ جو چیز تم سے دور ہو جائے اُسپر کڑھنا۔ ہمیشہ حق کہنا۔ یتیم پر رحم کھانا۔ بیکس کی مدد کرنا۔ آخرت کے لئے عمل کرنا۔ ظالم کے دشمن بننا۔ مظلوم کے حامی ہونا۔ کتاب اللہ پر چلنا۔ خدا کے باب میں ملامت کرنے والوں کی ملامت کی پرواہ نہ کرنا"

پھر اپنے تیسرے صاحبزادہ محمد بن الحنفیہ کی طرف دیکھا "جو نصیحت میں نے تیرے بھائیوں کو کی تونے حفظ کر لی؟" اُنھوں نے عرض کی "جی ہاں" فرمایا "میں تجھے بھی یہی وصیت کرتا ہوں نیز وصیت کرتا ہوں کہ اپنے ان دونوں بھائیوں کے عظیم حق کا خیال رکھنا۔ ان کی اطاعت کرنا۔ بغیر انکی رائے کے کوئی کام نہ کرنا"

پھر امام حسن و حسین (علیہما السلام) سے فرمایا "میں تمھیں اس کے بارے میں وصیت کرتا ہوں کیونکہ یہ تمھارا بھائی ہے۔ تمھارے باپ کا بیٹا ہے اور تم جانتے ہو کہ تمھارا باپ اس سے محبت کرتا تھا"

پھر امام حسن سے فرمایا "فرزندا میں تجھے وصیت کرتا ہوں خوف خدا کی۔ اپنے اوقات میں نماز قائم کرنے کی۔ میعاد پر زکوۃ ادا کرنے کی۔ ٹھیک وضو کرنے کی۔ کیونکہ نماز بغیر طہارت ممکن نہیں اور مانع زکوۃ کی نماز مقبول نہیں۔ نیز وصیت کرتا ہوں خطائیں معاف کرنے کی۔ غصہ پی جانے کی۔ رشتے جوڑنے کی۔ بردباری کی۔ دین میں عقل و دانش کی۔ ہر معاملہ میں تحقیق کی۔ قرآن سے مزاولت کی۔ پڑوسی سے حسن سلوک کی۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی۔ فواحش سے اجتناب کی" (طبری جلد ۶)

پھر اپنی تمام اولاد کو مخاطب کر کے کہا "خدا سے ڈرتے رہو اُس کی اطاعت کرو۔ جو تمھارے ہاتھ میں نہیں ہے اُس کا غم نہ کرو۔ اپنے پروردگار کی عبادت پر کمربستہ رہو، چست و چالاک بنو، سست نہ بنو۔ ذلت قبول نہ کرو۔ خدایا ہم سب کو ہدایت پر جمع کر۔ ہمیں اور انھیں دنیا سے بے رغبت کر دے۔ ہمارے اور انکے لئے آخرت اول سے بہتر کر" (الامامۃ والسیاسۃ)

آخری وصیت

وفات کے وقت یہ وصیت لکھوائی "یہ علی بن ابی طالب کی وصیت ہے۔ وہ گواہی دیتا ہے کہ اللہ وحدہ لاشریک لہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور یہ کہ محمد اُس کے بندے اور رسول ہیں۔ میری نماز، میری عبادت، میرا جینا، میرا مرنا، سب کچھ اللہ رب العالمین ہی کے لئے ہے۔ اُس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے پہلا فرمانبردار ہوں۔ پھر اے حسن میں تجھے اور اپنی تمام اولاد کو وصیت کرتا ہوں کہ خدا کا خوف کرنا اور جب مرنا تو اسلام ہی پر مرنا۔ سب ملکر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو، اور آپس میں پھوٹ نہ ڈالو۔ کیونکہ میں نے ابوالقاسم (رسول اللہ صلعم) کو فرماتے سُنا ہے کہ آپس کا ملاپ قائم رکھنا روزے نماز سے بھی افضل ہے۔ اپنے رشتہ داروں کا خیال رکھو، اُن سے بھلائی کرو، خدا تم پر حساب آسان کر دے گا۔ اور ہاں، یتیم! یتیم! یتیموں کا خیال رکھو۔ اُنکے منہ میں خاک مت ڈالو۔ وہ تمھاری موجودگی میں ضائع نہ ہونے پائیں۔ اور دیکھو تمھارے پڑوسی! تمھارے پڑوسی! اپنے پڑوسیوں کا خیال رکھو۔ کیونکہ یہ تمھارے نبی کی وصیت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برابر پڑوسیوں کے حق میں وصیت کرتے رہے یہاں تک کہ ہم سمجھے شاید آپ انھیں ورثہ میں شریک کر دینگے۔ اور دیکھو، قرآن! قرآن! ایسا نہ ہو قرآن پر عمل کرنے میں کوئی تم سے بازی لے جائے۔ اور نماز! نماز! کیونکہ وہ تمھارے دین کا ستون ہے۔ اور تمھارے رب کا گھر! اپنے رب کے گھر سے غافل نہ ہونا۔ اور جہاد فی سبیل اللہ! جہاد فی سبیل اللہ! اللہ کی راہ میں اپنی جان و مال سے جہاد کرتے رہو۔ زکوۃ! زکوۃ! زکوۃ، پروردگار کا غصہ ٹھنڈا کر دیتی ہے۔ اور ہاں، تمھارے نبی کے ذمی! تمھارے نبی کے ذمی! (یعنی وہ غیر مسلم جو تمھارے ساتھ زندگی بسر کرتے ہیں) ایسا نہ ہو اُن پر تمھارے سامنے ظلم کیا جائے۔ اور تمھارے نبی کے صحابی! تمھارے نبی کے صحابی! یاد رکھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابیوں کے حق میں وصیت کی ہے۔ اور فقراء و مساکین! فقراء و مساکین! انھیں اپنی روزی میں شریک کرو۔ اور تمھارے غلام! تمھارے غلام! غلاموں کا خیال رکھنا خدا کے باب میں اگر کسی کی بھی پرواہ نہیں کروگے تو خدا تمھارے دشمنوں سے تمھیں محفوظ کر دے گا۔ خدا کے تمام بندوں پر شفقت کرو۔ جب بات کرو تو میٹھی زبان میں بات کرو ایسا ہی خدا نے حکم دیا ہے۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر نہ چھوڑنا، ورنہ تمھارے اشرار تم پر مسلط کر دئیے جائینگے، پھر تم دعائیں کروگے مگر قبول نہ ہونگی۔ باہم ملے جلے رہو۔ بے تکلف اور سادگی پسند رہو خبردار ایک دوسرے سے نہ کٹنا اور نہ آپس میں پھوٹ ڈالنا۔ نیکی اور تقوی پر باہم مددگار رہو۔ مگر گناہ اور زیادتی میں کسی کی مدد نہ کرو۔ خدا سے ڈرو کیونکہ اس کا عذاب بڑا ہی سخت ہے۔ اے اہل بیت! خدا تمھیں محفوظ رکھے اور اپنے نبی کو تم میں یاد رکھے

کی بولی میں "شہادت" کے لفظ کے ساتھ جب کسی عقیدے کا اظہار کیا جاتا ہے، تو اُس کی ایک خاص حیثیت ہوتی ہے۔ یہ موقعہ تفصیل کا نہیں۔ مختصراً یوں سمجھنا چاہئیے کہ شہادت کے معنی گواہی دینے کے ہیں اور یہ اُسی وقت دی جاسکتی ہے جبکہ دو باتیں موجود ہوں: ایک یہ کہ جس بات کی گواہی دی جائے، اُسپر گواہ کو پورا پورا یقین ہو۔ ایسا یقین جیسا اپنی آنکھ سے دیکھی بھالی چیز پر ہوتا ہے۔ دوسری یہ کہ وہ کوئی ایسی بات ہو جس کی سچائی اور حقیقت پوشیدہ ہوگئی ہو اور دنیا میں عام طور پر اسے جھٹلایا جارہا ہو، اس لئے ضرورت ہو کہ اُسپر گواہی دیکر اُسے نمایاں اور عالم آشکارا کردیا جائے۔ اگر ایسا نہیں ہے تو اُس کے لئے "شہادت" کا لفظ موزوں نہ ہوگا۔ اظہار خیال کے دوسرے الفاظ کافی ہونگے۔

یہی وجہ ہے کہ اسلام نے "شہادت" کے لفظ کے ساتھ جن جن امور کا اعلان کیا ہے، وہ تمام تر وہی ہیں جو عقائد و ایمان کی بنیادی سچائیاں ہیں اور جن کی حقیقت انسان کے جہل و گمراہی سے اس درجہ پوشیدہ ہوگئی تھی کہ اُنکے جھٹلانے پر تمام دُنیا نے ایکا کرلیا تھا۔ ضرورت تھی کہ انکے لئے نوع انسانی کے دل و زبان سے از سرِ نو گواہی دلوائی جائے۔ تاکہ ایک طرف اُنکے یقین و اعتقاد کا اعلان ہوجائے، دوسری طرف اُنکے جھٹلانے کی تکذیب ہوجائے۔ پھر اس شہادت کے بھی مراتب اور اقسام ہیں لیکن ان کی تشریح کا یہ موقعہ نہیں۔

اب غور کرو کہ اس دعا میں جس طرح توحید اور رسالت کا اقرار لفظ "شہادت" کے ساتھ کیا گیا ہے، ٹھیک اُسی طرح انسانی برادری کی حقیقت پر بھی "شہادت" دی گئی ہے۔ اس سے تین باتیں واضح ہوگئیں:

اول یہ کہ اسلام کے نزدیک انسانی برادری کا قیام اس درجہ اہم تھا کہ اس کے اقرار کے لئے بھی "شہادت" کا لفظ اختیار کیا گیا جو اُسنے ایمان و عقائد کی بنیادی صداقتوں کے اقرار کے لئے مخصوص کردیا ہے۔

دوسرے یہ کہ یہ ایک ایسی بات تھی جس کے لئے زیادہ سے زیادہ مضبوط یقین و ایمان مطلوب تھا۔ ایسا یقین جو ایک گواہ گواہی دیتے ہوئے کسی بات کی واقعیت پر رکھتا ہے۔

تیسرے یہ کہ یہ ایک ایسی حقیقت تھی جو ہر طرف جھٹلائی جا رہی تھی۔ اور چونکہ جھٹلائی جارہی تھی، اس لئے ضرورت تھی کہ اُسپر "گواہی" دی جائے، اور اُس کی گواہی ہمیشہ کے لئے قائم کردی جائے۔

انسان کی عالمگیر اخوت کی راہ میں سب سے بڑی روک چار چیزیں تھیں: نسل۔ وطن۔ رنگت۔ زبان۔ انہی چار امتیازات کی بنا پر الگ الگ حلقے بنائے گئے تھے، اور انسانیت کا ایک دائرہ بے شمار چھوٹے چھوٹے دائروں میں بٹ گیا تھا۔ اسلام نے نہ صرف ان چاروں سے انکار کیا، بلکہ انکے خلاف اس درجہ واضح اور قطعی اعلانات کردیئے کہ کسی طرح کے شک و شبہ کی گنجائش باقی نہ رہی۔ "نسل" کی نسبت صاف صاف کہدیا کہ سب کی نسل ایک ہی ہے۔ "وطن" کی نسبت کہدیا کہ عرب ہو یا عجم، سب ایک ہی خدا کی زمین کے باشندے ہیں۔ "زبان" اور "رنگت" کی نسبت فیصلہ کردیا کہ یہ خدا کی حکمت و قدرت کی نشانیاں ہیں۔ کسی جگہ کی آب و ہوا ایک رنگ پیدا کرتی ہے۔ کہیں کی آب و ہوا دوسرا رنگ۔ کہیں ایک خاص طرح کی زبان ادائے مطلب کے لئے وجود میں آگئی۔ کہیں دوسری زبان۔ لیکن یہ اختلافات انسان کے امتیاز اور تفرقہ کی بنیادیں نہیں ہیں۔

پھر اس کے ساتھ ہی اُسنے اپنے اعمال کا جو نظام طیار کیا، اُس کے ہر گوشہ کی وضع و قطع ایسی رکھی جس کے ساتھ امتیاز نسل و قوم جمع ہی نہیں ہوسکتا۔ روزانہ اعمال و عبادات میں ایسی چیزیں رکھ دی گئیں کہ ہمیشہ انسانی وحدت و مساوات کا عملی اعتراف ہوتا رہے۔ نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج! سب میں یہ روح کام کر رہی ہے۔ انسانی اخوۃ کے قیام و نفوذ کا ایک پورا نظام ہے جو اپنے ہر فرد کو مجبور کر دیتا ہے کہ اس حقیقت کا اقرار کرے، اُس کے سامنے سر اطاعت خم کردے، اس کے یقین و ایمان کی عملی تصویر بنجائے!

اس بارے میں بے شمار چیزیں کھولنے اور بیان کرنے کی ہیں لیکن یہاں یہ ذکر ضمناً آگیا ہے، اس لئے صرف اشارات پر اکتفا کیا گیا۔

اسلام کو اپنی اس دعوت میں کہاں تک کامیابی ہوئی؟ انسانی برادری کا گم گشتہ حلقہ قائم ہوگیا یا نہیں؟ اس کا مفصل بیان آگے آئے گا۔ لیکن تاریخ اور مشاہدہ کا یہ فیصلہ تو بلا نزاع مسلم ہے کہ:

(۱) عرب کی نسلی اور وطنی عصبیت پر ایسی کاری ضرب لگی کہ پھر سر نہ اُٹھا سکی۔

(۲) عرب سے باہر وہ جہاں جہاں پہنچا، ایک ایسی انسانی اخوۃ کی دعوت جو وطنی اور نسلی امتیازات سے بالاتر تھی، اُس کے ساتھ ساتھ گئی۔ آٹھویں صدی عیسوی میں جب یورپ کی اجتماعی زندگی "عائلہ" اور "قبیلہ" کی سرحد سے آگے نہیں بڑھی تھی، اسلام اسپین اور فرانس میں انسانی اخوۃ کا پیغام سنا رہا تھا!

(۳) اُسنے ایک ایسا عالمگیر معاشرتی نظام قائم کردیا جو ہر طرح کے نسلی و وطنی تعصبات سے بالاتر ہے، اور جس کی بنیاد انسانی اخوۃ اور وحدۃ پر ہے۔

(۴) قرون وسطی (مڈل ایجز) کے بعد یورپ کے تمدن کا نیا دَور شروع ہوا، اور اسنے قومیت و جنسیت کا صور اس زور سے پھونکا کہ تمام دُنیا اس کی صدائے بازگشت سے گونج اُٹھی۔ اب "انسانیۃ" کی راہ میں جنسیت و قومیت کی کڑی حائل ہوگئی ہے لیکن اسلام نے اب سے تیرہ سو برس پہلے یہ تمام کڑیاں طے کرلی تھیں۔

(۵) اگر کہا جائے کہ اسلام کی دعوت سے بھی انسانیت کا عام حلقہ پیدا نہ ہوسکا۔ بلکہ "اسلامیت" کا ایک نیا حلقہ بن گیا، تو یہ صحیح ہے لیکن چند حقیقتیں تسلیم کرنی پڑیں گی:

اولاً یہ قصور زمانے کی استعداد کا ہے نہ کہ اسلام کی دعوت کا۔ مختلف وجوہ سے جن کی تشریح آگے آئے گی دُنیا کو عملاً منزل انسانیت تک پہنچنے کے لئے ابھی بڑا وقت درکار تھا۔

ثانیاً اگرچہ "اسلامیت" کا ایک نیا حلقہ پیدا ہوگیا مگر کیسا وسیع حلقہ؟ ایسا وسیع حلقہ کہ اسوقت تک کے تمام اجتماعی حلقوں میں سب سے زیادہ وسیع حلقہ وہی ہے۔ بلاشبہ وہ بھی ایک چار دیواری کھینچ دینے پر مجبور ہوگیا، لیکن کیسی چار دیواری؟ اس درجہ وسیع چار دیواری کہ دنیا کے تمام بنائے ہوئے حلقے اُس کے پھیلاؤ کے اندر آگئے۔ اُسنے کسی گوشے، کسی دائرہ، کسی ہیئت اجتماعیہ (سوسائٹی) کو بھی اپنی چار دیواری سے باہر رہنے نہیں دیا۔ اس اعتبار سے کہا جاسکتا ہے کہ کم از کم اسلام کی دعوت نے انسانی اجتماع کا ایک ایسا دائرہ پیدا کردیا جو نوع انسانی کے تمام پچھلے دائروں سے اونچا اور صرف ایک ہی دائرہ مطلقۂ انسانیۃ سے نیچے ہے۔ وہ انسان کو تمام نچلے درجوں سے بلند کرکے ایک ایسی سطح تک پہونچا دیتا ہے جہاں سے "انسانیت" کی آخری بلندی صرف ایک درجہ بلند ہے۔ وہ دُنیا کے قدم اُس سطح تک پہنچا دیتا ہے جہاں سے صرف ایک قدم آگے بڑھنا رہجاتا ہے۔ حالانکہ دنیا کی تمام قوموں کے لئے ابھی منزلوں کی منزلیں باقی ہیں!

اس اعتبار سے اگر گزشتہ اجتماع کی تمام کڑیوں پر دوبارہ نظر ڈالی جائے، تو اُن میں ایک نئی کڑی ساری کڑیوں سے اوپر مگر آخری "انسانیۃ وارضیۃ" سے نیچے بڑھا دینی پڑے گی، اور اس سلسلۂ ارتقا کی نو منزلوں کی جگہ دس منزلیں بنجائیں گی:

(۱) اموۃ
(۲) ابوۃ
(۳) عائلہ
(۴) قبیلہ
(۵) بلدیۃ
(۶) وطنیۃ
(۷) قومیت و جنسیت
(۸) براعظمیت یا تقسیم بہ لحاظ جغرافیہ
(۹) اسلامیت
(۱۰) انسانیۃ وارضیۃ

"اسلامیت" کی سرحد "انسانیۃ" کی سرحد سے متصل ہے اگر دنیا چاہے تو صرف ایک قدم میں منزل مقصود تک پہنچ جاسکتی ہے!

لیکن کیا دُنیا میں اس کی طلب موجود ہے؟ اس کے جواب کے لئے ہمیں دوسری مجلس کا انتظار کرنا چاہئیے۔

دُنیا کی بہترین پنسل
امریکن کارخانہ "شیفر"
کی
"لائف ٹائم" پنسل ہے
اسلئے کہ
(۱) "لائف ٹائم" یعنے عمر بھر کے لئے کافی ہے۔
(۲) اُس کا خول اسقدر خوشنما اور دیدہ زیب ہے کہ دنیا کی کوئی پنسل خوبصورتی میں اُس کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔
(۳) ارزانی میں بھی تمام قسموں کی پنسلوں کا مقابلہ کرتی ہے۔
یاد رکھئے
آپکو "لائف ٹائم" پنسل خریدنی ہے!

کرنے کے لیے طیار نہیں"؟ کیسی عجیب بات ہو کہ تم ایک ہی چیز کو ایک جگہ ٹھکرا دیتے ہو اور دوسری جگہ اپنے سر پر جگہ دیتے ہو؟ اس سے بھی بڑھ کر انسان کی عالمگیر غفلت و محجوبیت کا کوئی منظر ہو سکتا ہو کہ اُسے چھ سو برس پیچھے ہٹنے سے تو انکار ہو، لیکن اس سے انکار نہیں کہ ہزاروں برس پیچھے دھکیل دیا جائے؟

۳

اسلام اور عصبیت قوم و جنس

ان مقدمات کی تشریح کے بعد اب دیکھنا چاہیے کہ اسلام نے اس بارے میں دنیا کو جس طرف لیجانا چاہا تھا، وہ کونسی منزل اور کونسا نقطہ ہو؟

وہ منزل "انسانیۃ" کی منزل ہو۔ وہ نقطہ اس سلسلۂ ارتقا کا نقطۂ کمال ہو!

چھٹی صدی عیسوی میں جب اسلام کا ظہور ہوا، تو دنیا کے قدم "قبیلہ" اور "وطنیۃ" کی منزل سے آگے نہیں بڑھے تھے۔ اسلام کا ظہور عرب میں ہوا، اور عرب کی آبادی قبیلوں کا مجموعہ تھی۔ ہر قبیلہ اپنی نسلی جنسیت کے دائرہ کے اندر محدود تھا، اور اُس سے باہر کی کوئی وسعت قبول نہیں کرتا تھا۔ ان تنگ دائروں کے اعتقاد سے فخر و غرور، نسل انسانی کی تحقیر و تذلیل، اور باہمدگر غلبہ و تسلط کے جس قدر مہلک جذبات پیدا ہو جایا کرتے ہیں (جن کی تشریح آگے آئے گی) وہ سب کے سب اس شدت و قوت کے ساتھ اُن کے خمیر میں سرایت کر چکے تھے کہ شاید ہی کسی قوم کی تاریخ میں اس کی نظیر مل سکے۔ اُن میں کا ہر فرد اپنے قبیلہ کے انتساب سے بڑھ کر دنیا کی کوئی عظمت و کبریائی تسلیم نہیں کرتا تھا۔ سیکڑوں ہزاروں جانیں آن کی آن میں قربان ہو جاتی تھیں تاکہ قبیلہ کے شرف و غرور کو صدمہ نہ پہنچے۔ یہ معاملہ اس درجہ معلوم و مسلم ہو کہ تفصیل کی ضرورت نہیں۔ حماسہ میں آج بھی انکے اشعار پڑھتے ہیں تو جذبات نسل و نسب کی شدت و حرارت سے دل و دماغ تنور کی طرح گرم ہو جاتا ہو۔ دنیا کی کسی قوم کی شاعری ان جذبات میں عرب جاہلیۃ کا مقابلہ نہیں کر سکتی!

عربی میں قبیلہ، خاندان، نسل، و مکان کی اس حد بندی کے اعتقاد اور اس کے غلو کو "عصبیۃ" سے تعبیر کرتے تھے۔ اس عصبیت کی پہلی بنیاد عربیت پر تھی، یعنی غیر عرب کے مقابلہ میں عرب کی فضیلت، اور اس کے بعد عربیت میں بھی ہر قبیلہ اپنے نسلی امتیاز کے غرور سے سرگراں تھا۔

عرب سے باہر بھی دنیا کا تمام آباد حصہ قبیلہ اور وطن سے زیادہ وسیع دائرہ کوئی نہیں رکھتا تھا۔ رومی تمدن نے رومن قومیت کی بنیادیں استوار کی تھیں، لیکن اس کی بنیاد بھی نسل اور وطن ہی پر تھی۔ سسلی کے حاکم نے جب ایک رومانی کو گرفتار کر کے دُرّے سے پٹوایا تھا تو وہ اُسکی ہر ضرب پر چیختا تھا "میں رومانی ہوں"۔ مشہور رومی خطیب سیسرو نے اس حاکم کے خلاف تقریر کرتے ہوئے کہا تھا "ایک رومانی فورم کے وسط میں لٹایا جاتا ہو اور دُرّے سے پیٹا جاتا ہو۔ وہ نہ تو درد و اذیت کی شکایت کرتا ہو، نہ رو دھوتا ہو۔ صرف اس جملہ کی تکرار کرتا ہو کہ میں رومانی ہوں! اے مجلس قضاۃ! اس مظلوم کو یقین تھا کہ میں اپنے آپ کو رومانی کہکر ساری تکلیفوں اور بے عزتیوں سے بچا لے سکتا ہوں۔ کیونکہ ابھی تھوڑے دن کی بات ہو کہ رومانی ہونا کسی انسان کے لئے حفاظت اور شرف کی سب سے بڑی ضمانت تھی" یہ سیسرو کی قانونی تقریروں میں سب سے زیادہ فصیح تقریر تسلیم کی گئی ہو۔ سیسرو نے صرف اسیر زور دیا کہ وہ رومانی تھا۔ یہ نہیں کہا کہ انسان تھا۔ اُسے انسانیت کا نہیں، رومانیت کا استغراق تھا!

لیکن اسلام ان منزلوں میں رُک نہ سکا۔ اسنے اُن تمام رشتوں اور رشتوں کی بنیادوں سے انکار کر دیا جو انسان کے علم و نظر کی کوتاہیوں نے بنا رکھے تھے۔ وہ نسل، وطن، جنس، رنگ، زبان، کسی غیر حقیقی رشتے کو تسلیم نہ کر سکا۔ اُسنے انسان کو صرف ایک ہی رشتے کی دعوت دی۔ انسانیت اور انسانی برادری کے فطری رشتہ کی!

"اے مجمع انسانی! ہمنے تم سب کو ایک مرد اور	یا ایہا الناس! انا خلقنا کم من
ایک عورت سے پیدا کیا ہو، پھر	ذکر و انثی و جعلنا کم شعوبا و
ایسا کیا کہ تمھیں مختلف شاخوں	قبائل لتعارفوا، ان اکرمکم عند اللہ
اور قبیلوں کی صورت دے دی	اتقاکم، ان اللہ علیم خبیر (۴۹:۱۳)

بہت سے گروہوں اور ملکوں میں بکھر گئے۔ لیکن شاخوں اور قبیلوں کا یہ اختلاف صرف اس لئے ہو تاکہ ایک گروہ سے دوسرا گروہ پہچانا جا سکے۔ باقی رہی یہ بات کہ انسان کے شرف و عزت کا معیار کیا ہو تو اسکی بنیاد یہ طرح طرح کی گروہ بندیاں نہیں ہیں بلکہ انسان کی عملی زندگی ہو۔ اللہ کے حضور وہی سب سے زیادہ شریف ہو جو سب سے زیادہ اپنے کاموں میں پرہیزگار ہو"!

اس آیت کی ساری روح "لتعارفوا" کے لفظ میں ہو۔ اس لفظ نے اس حقیقت کا اعلان کر دیا کہ انسانوں کے گروہوں اور جماعتوں کے جتنے بھی حلقے بنے ہیں، خواہ وہ نسل کی بنا پر بنے ہوں خواہ وطن و جنس کی بنا پر، ان کی ساری قدر و قیمت صرف اتنی ہو کہ باہم دگر پہچان کا ذریعہ ہیں۔ اس سے زیادہ کوئی اثر نہیں رکھتے۔ تمام کرۂ ارضی پر پھیلی ہوئی نسل انسانی کے لئے ضروری تھا کہ مختلف حصوں اور گروہوں میں منقسم ہو جائے اور جب منقسم ہو گئی تو ناگزیر ہوا کہ ایک گروہ کو دوسرے سے پہچاننے کے لئے کوئی نہ کوئی ذریعۂ تعارف پیدا ہو جائے۔ یہ تمام حلقے تعارف کا ذریعہ ہیں۔ یہ افریقی ہو، یہ عربی ہو۔ یہ آرین ہو، یہ منگولین ہو۔ اس طرح ہر جماعت کی پہچان ہو جاتی ہو۔ لیکن اس تقسیم میں نہ تو کوئی امتیاز ہو، نہ یہ کوئی حقیقی تقسیم ہو۔ حقیقی امتیاز صرف ایک ہی ہو سکتا ہو، اور وہ انسان کی سعی و عمل کا امتیاز ہو۔

اب تمام نسل انسانی ایک سطح اور ایک صف میں کھڑی ہو گئی۔ حقیقت کسی کو بلندی نہیں دیتی، مگر اُس کو جو اپنے عمل سے شرف و رفعت کا استحقاق ثابت کر دے!

جو بڑھ کر خود اُٹھا لے ہاتھ میں، مینا اُسی کا ہو!

رشتۂ انسانیت کی وحدۃ و اخوۃ کی طرف ان لفظوں میں اشارہ کر دیا کہ "خلقنا کم من ذکر و انثی" تمام نوع انسانی ایک ہی نسل، ایک ہی خاندان، ایک ہی گھرانا ہو۔ پس جب فی الحقیقت نہ تو نسل میں امتیاز ہوا کہ نسل ایک ہی ہو، نہ وطن میں تفرق ہوئی کہ وطن بھی سب کا ایک ہی کرۂ ارضی ہو، تو پھر ان میں کا ایک گروہ دوسرے گروہ سے کیوں الگ ہو؟ کیوں ایک ہی خاندان اور ایک ہی گھرانے کے رشتہ دار ایک دوسرے سے کٹ کر غیر اور اجنبی بن جائیں؟

اس بارے میں اسلام کی بنیادی تصریحات اس درجہ مشہور و معلوم ہیں کہ یہاں اُن کے نقل کرنے کی ضرورت نہیں۔ مقصود صرف اشارہ ہو۔ من جملہ ان قرآنی تصریحات کے جو انسانی وحدۃ کا اعلان کرتی ہیں، وہ تمام آیتیں ہیں جن میں ظاہر کیا گیا ہو کہ مجمع انسانی کی اصل وحدۃ تھی۔ تفرقہ گمراہی اور فطرۃ الٰہی سے دُوری کا نتیجہ ہو:

وما کان الناس الا امۃ واحدۃ فاختلفوا، ولولا کلمۃ سبقت من ربک لقضی بینہم فیما فیہ یختلفون (۱۰:۱۹)

اسلام کے داعی اوّل کی تعلیم اور عمل کا جو کچھ حال تھا، وہ بھی محتاج بیان نہیں۔ آپنے نسل و جنس کے غرور و تنگ نظری کو عصبیۃ جاہلیۃ سے تعبیر کیا اور بار بار اعلان کر دیا کہ "لیس منا من مات علی العصبیۃ۔ لیس منا من دعی الی العصبیۃ۔ لیس منا من قاتل علی العصبیۃ" یعنی وہ ہم میں سے نہیں جو نسل و قوم کی عصبیت کے تعصب پر دنیا سے جائے۔ وہ ہم میں سے نہیں جو نسل و قوم کے تعصب کی طرف دعوت دے۔ وہ ہم میں سے نہیں جو اس تعصب کی بنا پر کسی دوسری جماعت سے لڑائی لڑے۔ حجۃ الوداع یعنی اُس حج کے موقعہ پر جو آپ کی زندگی کا آخری حج تھا، آخری خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: "لا فضل لعربی علی عجمی، ولا لعجمی علی عربی۔ کلکم ابناء آدم" (صحیحین) "لیس لاحد فضل علی احد الا بدین و تقوی۔ الناس کلہم بنو آدم و آدم من تراب"۔ (رواہ الحاکم) آج کے دن سے نسل و قومیت کے سارے امتیازات مٹ گئے۔ اب نہ کسی عرب کو عرب ہونے کی وجہ سے عجمی پر فضیلت ہو سکتی ہو۔ نہ عجمی کو عربی پر۔ فضیلت اسی کے لئے ہو جو اپنے عمل میں فضیلت رکھتا ہو۔ تمام انسان آدم کی اولاد ہیں، اور اس لئے سب ایک ہی صف میں اور ایک ہی درجہ کے ہیں!

اسلام کی دعوت میں انسانی وحدت و اخوۃ کی حقیقت کو کس درجہ اہمیت حاصل تھی؟ اس کا اندازہ مندرجۂ ذیل واقعہ سے ہو سکتا ہو۔ آنحضرت (صلعم) سے جو دعائیں پانچ وقت کی نماز میں ثابت ہیں، اُن میں سے ایک دعا یہ ہو۔ زید بن ارقم نامی ایک راوی کہتے ہیں کہ آپ ہر نماز کے بعد یہ دعا مانگتے تھے: (کان رسول اللہ صلعم یقول فی دبر کل صلوۃ):

"خدایا! ہمارا اور ساری کائنات	اللھم ربنا و رب کل شی۔ انا شھید
ہستی کا پروردگار! میں گواہ ہوں	انک الرب وحدک لا شریک لک!
کہ صرف تو ہی پروردگار عالم ہو۔	اللھم ربنا و رب کل شی، انا شھید
تیرے سوا کوئی نہیں۔ خدایا! ہمارا	ان محمدا عبدک و رسولک! اللھم
اور ساری کائنات ہستی کا پرو	ربنا و رب کل شی، انا شھید ان
دگار! میں گواہ ہوں کہ محمد اس	العباد کلہم اخوۃ (مسند امام احمد و ابو داؤد)

سے زیادہ نہیں ہو کہ تیرا بندہ ہو اور تیرا رسول ہو! خدایا! ہمارا اور تمام کائنات ہستی کا پروردگار! میں گواہ ہوں کہ تیرے سارے بندے آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ انھوں نے کتنے ہی تفرقے پیدا کر رکھے ہوں لیکن تو نے اُن سب کو ایک ہی رشتۂ انسانیت میں جوڑ دیا ہو"!

غور کرو، اس دعا میں کیسے بعد دیگرے تین شہادتیں ہیں۔ پہلی پروردگار عالم کی توحید و ربوبیت کی ہو۔ دوسری رسول کی رسالت اور بندگی کی ہو۔ یہ دونوں شہادتیں اسلام کے دینی عقائد کی بنیاد اور اولین اصول ہیں۔ اب ان دو اہم ترین عقیدوں کی شہادت کے ساتھ ہی تیسری شہادت جس بات کی دی جا رہی ہو ضروری ہو کہ وہ بھی اسلام کے نقطۂ نگاہ سے اس درجہ اہم ہو کہ ان دونوں کے بعد تیسری جگہ پا سکے۔ وہ کیا ہو؟ "ان العباد کلہم اخوۃ" خدایا! اگرچہ انسان نے تیری بنائی ہوئی انسانی برادری چھوڑ کر طرح طرح کی نئی برادریاں اور رشتے بنا رکھے ہیں، لیکن میں گواہی دیتا ہوں کہ جس طرح تیری وحدانیت اور تیرے رسول کی رسالت برحق ہو، اُسی طرح یہ بھی برحق ہو کہ سارے انسان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ انھوں نے جہل و محجوبیت سے کتنا ہی یہ مقدس رشتہ بھلا دیا ہو، لیکن یہ رشتہ حقیقی ہو اور قائم ہو!

داعی اسلام توحید اور رسالت کے بعد جس حقیقت کا اعلان عام کرنا چاہتا تھا، وہ انسان کی انسانی برادری تھی!

اس موقعہ پر یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے کہ قرآن و اسلام

دوسری سیٹھ بدری پرشاد کی جو وہاں کے مالکان آراضی میں سے ہے اور ہندوستان کی زمیندارانہ خصائل کا کامل نمونہ ہے۔ مصنف کے قلم کو "پریم" سے زیادہ بدری پرشاد کی تصویر کھینچنے میں کامیابی ہوئی ہے۔

یہ کہنا ضروری نہیں کہ ہندوستانی زندگی کے جس افسانہ پر سر اڈورڈ دائر کے قلم سے دیباچہ نکلے گا، سیاسی حیثیت سے اُسکی روح کیا ہوگی؟ افسانہ کا معاشرتی ماحصل جو کچھ بھی ہو، لیکن سیاسی ماحصل یہ ہے کہ ہندوستان کی اصلی آبادی دیہات کی آبادی ہے۔ اُس کے حقیقی اور عملی مسائل اقتصادی اور زرعی ہیں نہ کہ سیاسی۔ ضرورت اُنہی کے حل اور اصلاح کی ہے۔ سیاسی نظام کی ترقی نہ تو ضروری ہے نہ سود مند!

قصہ کوتہ گشت ورنہ دردِ سر بسیار بود!

آشور اور بابل کی نئی تاریخ

Ancient Records of Assyria And Babylonia

آشور (اسیریا) اور بابل کا بین النہرین تمدن، تاریخ قدیم کی وہ عجیب داستان ہے جو صرف ہزاروں برس پہلے کے کھنڈر اور زیر زمین اینٹوں ہی کی زبانی سنی جاسکتی ہے۔ قلم و کتابت کے ذریعہ بہت کم صدائیں ہم تک پہنچی ہیں۔ علمار آثار نے اس عہد کے آثار سے بہت کچھ ذخیرۂ علم حاصل کرلیا ہے۔ یہ اب تاریخ کی ایک مستقل شاخ ہوگئی ہے۔ تاہم بحث و تحقیق کا سلسلہ جاری ہے۔

حال میں شکاگو یونیورسٹی (امریکہ) کے ایک پروفیسر مسٹر ڈی۔ ڈی لکنبل (D. D. Luckenbill) نے اس موضوع پر دو جلدوں میں ایک کتاب لکھی ہے جو پچھلے ماہ شائع ہوگئی۔ اسمیں کوشش کی ہے کہ جس قدر بھی معلومات آثار قدیمہ کے ذریعہ حاصل ہوئی ہیں، وہ سب تاریخی ترتیب کے ساتھ جمع کردیجائیں۔ تاریخ کی ابتدا اُس زمانہ سے کی ہے جو تاریخ کی ابتدائی روشنی کا زمانہ ہے، اور ختم اُس عہد پر کیا ہے جب سرزمین نینوا تباہ ہوجاتی ہے۔ مصنف نے دیباچہ میں تصریح کی ہے کہ:

"اس تاریخ کا تمام تر دار و مدار آثار قدیمہ ہے۔ آثار سے جو معلومات حاصل کی جاتی ہیں وہ بہت حد تک ایک خاص طریق استدلال پر مبنی ہوتی ہیں۔ اگر اس طریق استدلال کے مقدمات میں سے ایک مقدمہ بھی غلط ثابت ہوجائے تو نتائج کا بہت بڑا سلسلہ نظر انداز کردینے کے قابل ہوجائے گا۔ اس لئے میں نے کوشش کی ہے کہ حتی الامکان استدلالی طریقہ کی جگہ استنباط و استخراج کے سادہ طریقہ پر قناعت کروں لیکن یہ ہر جگہ کام نہیں دے سکتا تھا۔ بعض مقامات ایسے ہیں کہ استدلال کے بغیر قدم بڑھایا ہی نہیں جاسکتا۔ ایسے موقعوں پر طریق استدلال کام میں لایا گیا ہے مگر یہ احتیاط کرلی ہے کہ اول تو صرف مستند علمار آثار کے بیانات پر قناعت کرلی جائے۔ ثانیاً حتی الوسع استدلال میں بھی قریبی اور صاف استدلال سے نکالے ہوئے نتائج لئے جائیں۔"

قدیم ہندوستان میں سانپ کی حیثیت

Indian Serpent-Lore ore The Nagas in Hindou Legend

ڈاکٹر جے۔ ووجل Vogel نے مندرجہ صدر نام سے ایک کتاب لکھی ہے۔ ہندوؤں کے علم الاصنام میں سانپ کے وجود نے کیوں اہمیت حاصل کرلی؟ اور کس طرح اس کی پرستش کا رواج ہوا؟ اس کتاب میں اس سوال کو حل کرنے کی کوشش کی ہے۔ مصنف نے پہلے ہندوستان میں سانپوں کی کثرت اور انکے اثرات پر بحث کی ہے۔ پھر "ناگ" اور اس کے تخیل پر نظر ڈالی ہے اور اس سلسلہ میں وہ تمام افسانے بھی درج کردیئے ہیں جن کا تعلق ناگ بادشاہوں اور ناگ کی قوم سے ہے۔

کتاب بہ حیثیت مجموعی دلچسپ ہے اگرچہ تحقیقات کا پایہ بلند نہیں ہے۔ ہم اس کے بعض حصوں کا ترجمہ آئندہ شائع کریں گے۔

تجہیز و تکفین کی فضول خرچیاں

Funeral Customs: Their Origin and Development

مسٹر پی۔ اس۔ پکل Puckle نے یہ کتاب اس غرض سے لکھی ہے کہ مسیحی رسوم کے مطابق تجہیز و تکفین کے جو طریقے یورپ میں رائج ہیں، ان پر تاریخ و فلسفہ کے نقطۂ خیال سے نظر ڈالی جائے، اور اقتصادی حیثیت سے اُن کا مسرفانہ پہلو بھی واضح کیا جائے۔ کتاب کا موضوع اگرچہ صرف یورپ کی زندگی سے تعلق رکھتا ہے لیکن تجہیز و تکفین کا مسئلہ عام ہے، اس لئے جا بجا نہایت دلچسپ اور مفید مباحث آگئے ہیں۔ یہ کیا بات ہے کہ موت جو زندگی کا خاتمہ اور حسرت و ماتم کا پیغام ہے، اُس ساز و سامان سے علحدہ نہ ہوسکی جو انسان نے زندگی کی شان و شوکت اور ہنگامہ آرائیوں کے لئے اختیار کئے تھے؟ وحشی قوموں سے لے کر موجودہ عہد کی متمدن قوموں تک، کوئی بھی اسپر راضی نہیں ہوتا کہ موت کا مرحلہ محض خاموشی و غمگینی کے ساتھ طے کرلے؟ مصنف اس کے جواب میں چار سبب بتلاتا ہے:

(۱) یہ قدیم اور عالمگیر اعتقاد کہ بعض رسوم کی ادائگی پر میت کی آئندہ عافیت موقوف ہے۔

(۲) اگر میت کے ساتھ انصاف اور فیاضی ملحوظ نہ رکھی گئی تو وہ زندوں کو ستانے لگے گا۔

(۳) رائے عامہ جسے حق حاصل ہے کہ جنازوں کی شان و شوکت یا سادگی و بے وقعتی پر اظہار خیال کرے۔

(۴) میت کے عزیزوں قریبوں کے دماغ کی وہ عارضی حالت جو کچھ عرصہ کے لئے دنیا اور دنیا کے تمام مصالح و فوائد سے بے پروا ہوجاتی ہے اور فضول خرچی کی مضرتوں کا احساس باقی نہیں رہتا۔

لوزان کی آئندہ مسیحی کانفرنس

معلوم نہیں قارئین الہلال کو اُس کانفرنس کا حال معلوم ہے یا نہیں جو سنہ ۱۹۱۰ میں اس لئے قائم کی گئی تھی تاکہ تمام مسیحی ممالک کے مذہبی عقائد و نظام کی وحدت و یک جہتی کے لئے مسلسل کوشش شروع کی جائے؟ یہ کانفرنس لوزان میں منعقد ہوئی تھی جس کا نام ترکی معاہدۂ صلح کے سلسلہ میں کافی شہرت حاصل کرچکا ہے۔ اب آئندہ اگست میں اس کا دوسرا اجلاس منعقد ہوگا۔ پچھلی ڈاک کے تمام اخبارات اس کے تذکرہ سے لبریز ہیں۔

یہ مسیحی مذہب کا حال ہے جسنے اول دن سے اصول و عقائد کے تفرقہ میں پرورش پائی تھی۔ لیکن اسلام کی بنیاد اس حالت میں پڑی کہ کلیسا اور کلیسا کے اختلافات کے لئے کوئی جگہ ہی نہیں رکھی گئی تھی۔ پھر کیا مسلمانوں کے لئے اسمیں کوئی عبرت نہیں ہوگی؟ کاش ہندوستان میں بھی کسی "لوزان" کی صدا بلند ہو!

ٹرکی کی جدید مردم شماری

ترکی حکومت نے نئی مردم شماری کا انتظام کیا ہے۔ اس سلسلہ میں اخبار نیر ایسٹ لنڈن نے لکھا تھا کہ "ٹرکی حکومت کی جانب سے بار بار ظاہر کیا گیا ہے کہ اُس کی موجودہ آبادی ساڑھے تیرہ ملین (ایک کروڑ پینتیس لاکھ) سے کم نہیں ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ اس سے بہت کم ہے" اسپر مطلب بے نے جو موجودہ ترکی حکومت میں دیوانی امور کے ڈائرکٹر جنرل ہیں، ایک بیان شائع کیا ہے اور نیر ایسٹ کی تغلیط کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ "یہ تخمینہ تمام سرکاری کاغذات سے ثابت شدہ ہے، اور بہت ممکن ہے کہ آئندہ مردم شماری میں اس سے بھی زیادہ تعداد ثابت ہو"۔

آزادی پر دنیا کی نئی نظر

مئی کے کنٹمپریری ریویو میں سر ہربرٹ سیموئل نے ایک مطول مقالہ "لبرٹی" (آزادی) کے عنوان سے لکھا ہے۔ انگلستان کے درمیانی طبقہ کا زاویۂ نگاہ معلوم کرنے کے لئے یہ ایک نہایت مفید تحریر ہے۔ یہ نہ تو اس میدان میں زیادہ دور تک جانا چاہتا ہے۔ نہ اسپر قانع ہے کہ قدم نہ اُٹھائے۔ پڑھنے والا محسوس کرتا ہے کہ اُسے ایک درمیانی جگہ مل گئی ہے۔

مقالہ نگار نے آزادی کی وہی پانچ قسمیں کی ہیں جو آجکل عام طور پر کی جاتی ہیں:

(۱) شخصی
(۲) دماغی
(۳) سیاسی
(۴) اقتصادی
(۵) قومی

پھر بتلایا ہے کہ ان میں سے ہر آزادی کا ایک حلقہ ہے۔ لیکن مشکل یہ پیش آجاتی ہے کہ ہر حلقہ دوسرے حلقہ سے متناقض ہوجاتا ہے۔ مجبوراً ان سب میں اتنی کمی بیشی کردینی پڑتی ہے کہ مجموعی حالت میں اعتدال پیدا ہوجائے۔ کبھی شخصی آزادی گھٹا دی جاتی ہے تاکہ سیاسی آزادی کو صدمہ نہ پہنچے۔ کبھی سیاسی آزادی محدود کردی جاتی ہے تاکہ شخصی آزادی کا درجہ گھٹ نہ جائے۔ ان تمام حلقوں کے ایسے حدود قائم ہوجانا جو باہمدگر موافق و مطابق ہوں، دنیا کی علمی مشکلات میں سے سب سے بڑی مشکل ہے۔ جس دن ہم یہ مشکل حل کرلینگے، آزادی کا علمی عقدہ بھی حل ہوجائے گا۔

جدید روس کا جدید تمدن

اسی رسالہ میں مسٹر سی۔ ایچ ہرفورڈ کا ایک نہایت دلچسپ مقالہ "بالشویزم کی تہذیب" پر نکلا ہے۔ مسٹر موصوف لکھتے ہیں:

"بالشوسٹ روس کو ہم اسوقت تک صرف تعصب ہی کی عینک میں سے دیکھتے رہے ہیں لیکن یہ حالت کب تک باقی رہے گی؟ کب تک حقیقت سے زیادہ ہمیں اپنے متعصبانہ جذبات کا پاس رہے گا؟ روس کے اس انقلاب کو ہم تمدن کا تنزل

عالم مطبوعات و صحائف

اس باب سے مقصود یہ ہے کہ اس کے نیچے وہ تمام مفید اور دلچسپ معلومات جمع کی جاسکیں جو مشرق و مغرب کی مطبوعات و صحائف سے اخذ کی جاسکتی ہیں۔

"صحائف" کے ساتھ "مطبوعات" کا لفظ اس لئے بڑھا دیا گیا ہے تاکہ اخبارات و رسائل کے علاوہ ہر قسم کی مطبوعہ چیزیں بھی اس کے دائرۂ نظر میں آجائیں۔ ہر ہفتہ دنیا کے مختلف حصوں میں ایک بڑی تعداد کتابوں کی شائع ہوتی رہتی ہے۔ ان کا بڑا حصہ ایسا ہے جو یا تو بآسانی میسر آجاتا ہے یا کم از کم علمی اخبارات و رسائل کے ذریعہ انکے ضروری مطالب و فوائد معلوم ہو جاتے ہیں۔ اس عنوان کے نیچے اُن کا تذکرہ کیا جاسکے گا، ضروری مطالب اخذ و نقل کئے جاسکیں گے، اور بعض حالتوں میں مختصراً نقد و تبصرہ بھی ہو جائے گا۔

اخبارات و رسائل کا یہ حال ہے کہ اگر تمام زبانوں کے اخبارات میں سے صرف انگریزی، عربی، اور ترکی زبان کے اخبارات ہی چُن لئے جائیں، اور ان میں سے بھی صرف وہی لئے جائیں جو نہایت وقیع درجہ کے ہیں، جب بھی ان کی تعداد اتنی بڑی ہوگی کہ نہ تو بہ آسانی خریدی جاسکتی ہے، نہ ہر شخص اپنے اوقات فراغ میں اُن سب کا مطالعہ کرسکتا ہے۔ اس لئے علم و اطلاع کا بہتر و سہل ذریعہ یہی ہے کہ اُن کا خلاصہ نظر سے گزرتا رہے۔ ہر اخبار میں خواہ وہ کتنا ہی اعلیٰ درجہ کا کیوں نہ ہو کام کی چیزیں چند ہی ہوتی ہیں اور بہ آسانی چُن لی جاسکتی ہیں۔ یہی حال کتابوں کا ہے۔ یورپ کی زبانوں میں متعدد رسائل کا موضوع یہی ہے۔ اُردو پریس نے ابھی تقسیم عمل کے اس درجہ تک کہاں ترقی کی ہے کہ اس قسم کے پرچے شائع ہوں؟ البتہ یہ ممکن ہے کہ چند صفحات اس کے لئے مخصوص کر دئے جائیں، الہلال میں یہ باب اسی غرض سے قرار دیا گیا ہے۔

اس باب کی اہمیت اور نفع کا اندازہ شاید فوراً نہ ہو سکے۔ خصوصاً اس وجہ سے کہ اس نمبر میں بہت کم جگہ اس کے لئے نکل سکی۔ لیکن اگر چند ہفتوں تک اس کا مطالعہ جاری رہا تو آپ محسوس کرلیں گے کہ یہ کس درجہ مفید اور دلچسپ چیز ہے؟ الہلال کے ان چند صفحات کا مطالعہ کرلینا مغرب و مشرق کی مطبوعات کے تمام وقیع ذخیرہ کا مطالعہ ہوگا۔

الہلال کے ان چند کالموں کے لکھنے کے لئے جس محنت و صرفہ کی ضرورت ہے، مشکل ہے کہ آپ اُس کا اندازہ لگا سکیں۔ جو چیز ہفتہ بھر کی لگاتار محنت و کاوش کے بعد لکھی جائے گی، وہ زیادہ سے زیادہ پندرہ بیس منٹ کے اندر آپ پڑھ لیں گے۔ ممکن ہے مطالب کی دلچسپی اتنا وقت بھی محسوس نہ ہونے دے۔ تاہم اس واقعہ سے آپ کو بے خبر نہیں رہنا چاہئے کہ سیکڑوں روپیہ کے صرف اور ایک اہل قلم کے پورے سات دن کی محنت سے یہ چند کالم تیار کئے جاتے ہیں بسا اوقات اس کی صرف ایک سطر لکھنے کے لئے ضرورت ہوگی کہ کئی کئی سو صفحوں کی کتاب یا اخبارات و رسائل اوّل سے لیکر آخر تک پڑھ ڈالے جائیں، اور بعض اوقات تو ایسا ہوگا کہ صفحوں کے صفحے پڑھ کر رکھ دینے پڑینگے اور ایک سطر بھی میسر نہ آئے گی!

اسوقت دفتر الہلال میں مغرب و مشرق کے وقیع اخبارات و رسائل کا بہت بڑا ذخیرہ ہفتہ وار آتا ہے۔ انگریزی، فرانسیسی، طلیانی، جرمن، اسپینی، عربی، ترکی، فارسی اور جاپانی زبان کے روزانہ، سہ روزہ، ہفتہ وار، ماہوار، سہ ماہی، ہر قسم کے اخبار و رسائل مہیا کئے گئے ہیں طلیانی اور اسپینی زبانوں کے سوا باقی تمام زبانوں کے مطالعہ اور اخذ و ترجمہ کا انتظام موجود ہے۔ اور اُمید ہے کہ بہت جلد ان دو زبانوں کے مطالعہ کا بھی انتظام ہو جائے گا۔ یہی حال نئی کتابوں کا ہے۔ شاید ہی کوئی ہفتہ اس سے خالی جاتا ہو کہ نئی مطبوعات کا وافر ذخیرہ یہاں نہ پہنچتا ہو۔ ہم کوشش کرینگے کہ حتی الوسع اس تمام ذخیرہ کا بہترین خلاصہ ہر ہفتہ درج کر دیا کریں۔

یہ واضح رہے کہ "عالم مطبوعات و صحائف"، کا باب "مطبوعات جدیدہ" سے مختلف ہے "مطبوعات جدید" کا عنوان اس لئے رکھا گیا ہے تاکہ آمدہ کتابوں پر نقد و تبصرہ کیا جائے، یا اگر کسی خاص کتاب کا کوئی اہم حصہ قابل اشاعت ہو تو اسے بجنسہ نقل کر لیا جائے، لیکن عالم مطبوعات و صحائف کا دائرۂ نظر عام و وسیع ہے۔ اسمیں ہر طرح کی مطبوعات سے ہر طرح کی ضروری معلومات منتخب کر کے درج کی جائیں گی۔

تاریخ کبیر ذہبی

تاریخ اسلام کے عہد متاخرین میں امام شمس الدین الذہبی (المتوفی سنہ ۷۴۸ھ) کو علم و تصنیف کا جو درجہ حاصل ہے، وہ اہل نظر سے مخفی نہیں۔ اُن کا عہد آئمہ فن کا عہد تھا تاہم جو قبولیت و شہرت اُن کی مصنفات کو حاصل ہوئی، اُس سے اُن کے بڑے بڑے معاصر حتی کہ شیوخ و اساتذہ بھی محروم ہیں۔ اُنکی مصنفات میں ایک بڑا حصہ تاریخ و رجال کا ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ اسوقت تک میزان الاعتدال کے سوا (جسے سب سے پہلے ہندوستان کے ایک عالم مولانا عبد الحئی مرحوم فرنگی محلی نے چھپوا کر شائع کیا) اور کوئی مطول کتاب شائع نہ ہو سکی۔

تاریخ میں ان کی سب سے بڑی کتاب "تاریخ الاسلام و طبقات المشاہیر الاسلام" ہے جو تاریخ کبیر ذہبی کے نام سے مشہور ہے۔ آٹھویں صدی ہجری کے بعد اسلام کی جسقدر تاریخیں لکھی گئیں، سب کی سب اس سے ماخوذ ہیں۔ کوئی متاخر مورخ ایسا نہیں جو اس کا حوالہ نہ دیتا ہو۔ اس کے مختلف نسخے دنیا کے مختلف کتب خانوں میں پائے جاتے ہیں لیکن تمام ناقص ہیں۔ بدقسمتی سے کسی ایک مقام پر بھی کوئی مکمل نسخہ موجود نہیں۔

یورپ کے مستشرقین اور مستشرق جماعتوں کا ایک خاص طریق کار یہ ہے کہ وہ جب کوئی خاص کتاب شائع کرنی چاہتے ہیں تو پہلے اس کے تمام موجودہ نسخوں کی ایک یادداشت طیار کر لیتے ہیں۔ یہ یادداشت نہایت قیمتی ہوتی ہے۔ اس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ دنیا کے مختلف مقامات میں اس کے کون کون سے نسخے موجود ہیں، اور کیونکر اُن سب سے اس کا ایک مکمل اور صحیح نسخہ مرتب کیا جا سکتا ہے؟ سنہ ۱۸۹۹ء میں ہالینڈ کے مشہور مستشرق پروفیسر دی گوئے de Goeje نے ایک یادداشت اس کتاب پر شائع کی تھی۔ اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی پہلی اور پانچویں جلد پیرس کے قومی کتب خانہ میں موجود ہے۔ دوسری اور چوتھی اکسفورڈ میں ہے۔ تیسری روم اور قاہرہ میں ہے۔ چھٹی، ساتویں، اور آٹھویں برٹش میوزیم کے کتب خانہ میں ہے۔ نویں سے لے کر بارہویں جلد تک قسطنطنیہ کے کتب خانہ ایا صوفیہ میں موجود ہیں لیکن ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ان میں سے اکثر جلدیں ناقص ہیں اور جب تک اُنکے ناقص اجزاء کے مقابلہ میں دوسرے نسخوں سے کامل اجزاء نہ مل جائیں مکمل نسخہ کی ترتیب مشکل ہے۔ اس یادداشت میں ان اجزاء کا بھی حال درج تھا، اور امید کی گئی تھی کہ مکمل نسخہ مرتب ہو جائیگا۔

ہندوستان میں بھی اس کے نسخے جابجا پائے جاتے ہیں مگر مکمل نسخہ کہیں نہیں ہے۔ رامپور کے کتب خانے میں تین جلدیں ہیں۔ لکھنؤ کے کتب خانۂ مولانا حامد حسین مرحوم میں بھی تین ہیں۔ بانکی پور میں ایک جلد ہے۔ مولانا ابوالکلام . . . کے کتب خانہ میں دو جلدیں ہیں دوسری اور چوتھی۔ غالباً حیدرآباد میں بھی بعض جلدیں پائی جاتی ہیں۔

اصل کتاب کی ایک کتابت میں بارہ جلدیں ہیں اور ایک میں تیرہ۔ مصنف نے ابتداء اسلام سے اپنے عہد تک یعنے ساتویں صدی ہجری تک کے حالات و تراجم جمع کرنے کا التزام کیا تھا۔ ترتیب یہ اختیار کی ہے کہ پوری مدت ستر بابوں میں منقسم ہے یعنی ہر بیس برس کے لئے ایک باب ہے۔ ہر باب میں پہلے وقائع و حوادث بہ ترتیب سنین جمع کئے ہیں۔ پھر وفیات و تراجم بہ ترتیب حروف تہجی بیان کئے ہیں دوسری اور چوتھی جلد جو مولانا کے کتب خانہ میں موجود ہیں، ان میں سنہ ۴۱ھ سے سنہ ۱۳۰ھ تک کے، اور سنہ ۱۹۱ھ سے سنہ ۲۴۰ھ تک کے حالات ہیں۔

دنیا اس کتاب کی اشاعت سے مایوس ہو چکی تھی۔ لیکن اب شائقین علم یہ سُنکر نہایت خوش ہونگے کہ نہ صرف اس کا مکمل نسخہ مرتب کرلیا گیا ہے، بلکہ اُس کی طباعت کا کام بھی شروع ہو گیا ہے۔ چنانچہ جرمنی سے پروفیسر ہارٹ من لکھتے ہیں کہ "تاریخ کا مکمل نسخہ جو گذشتہ پندرہ سال سے زیر تصحیح و تکمیل تھا اب مکمل ہو گیا ہے۔ اور پہلی جلد کی چھپائی بھی شروع ہو گئی ہے"۔

پروفیسر موصوف کا یہ خط مولانا ابوالکلام کے نام آیا ہے جن سے اُن کی خط و کتابت سنہ ۱۹۱۲ء سے جاری ہے۔ اسمیں انھوں نے مولانا کے کتب خانہ کی دونوں جلدیں طلب کی ہیں، اور اس کام کی نہایت دلچسپ تاریخ بھی بیان کی ہے تاکہ الہلال میں شائع کی جائے۔ پروفیسر موصوف یورپ کے اُن مشاہیر اہل علم میں سے ہیں جنھوں نے ازراہ عنایت الہلال کے لئے تحریر مقالات کا وعدہ فرمایا تھا۔ ہم آئندہ اُن کی تحریر کا ترجمہ بسلسلۂ مقالات شائع کرینگے۔

پریم

A. Tale of Madern India

مندرجۂ صدر نام سے مسٹر ایچ۔ کے۔ گورڈن نے ایک ناول لکھا ہے جو پچھلی ڈاک کی نئی کتابوں میں ہمارے پاس پہونچا ہے۔ اس میں پنجاب کی دیہاتی زندگی کی ایک دلچسپ داستان بیان کی گئی ہے، اور مصنف کا بیان ہے کہ یہ داستان نہیں ہے ایک سچی سرگزشت ہے۔ سر مائیکل اوڈوائر (سابق گورنر پنجاب) نے اسپر دیباچہ لکھا ہے اور یہ رائے قائم کی ہے کہ "زمانۂ حال کی ہندوستانی زندگی کے مسائل سمجھنے میں یہ سرگزشت بہت مدد دے گی"۔

اس افسانہ میں اگرچہ متعدد سیرتیں (کیرکٹرز) دکھائی گئی ہیں لیکن دو سیرتیں خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔ ایک تو خود "پریم" کی جو اپنی کاشتکاری کی پُرصعوبت زندگی شروع کرتا ہے

برید شرق

مکتوب قسطنطنیہ

(الہلال کے مقالہ نگار قسطنطنیہ کے قلم سے)

دو تاریخی دشمن رُو در رُو

سابق خدیو مصر کا مقدمہ

عباس پاشا حلمی، دورِ حاضر کے سر برآوردہ مشاہیر میں سے ہیں۔ جنگ عمومی کے آغاز تک مصر کے فرمانروا تھے۔ برطانیہ سے ان کی مخالفت تاریخی واقعہ بن گئی ہے۔ باہمی عداوت کی سرگزشت خود لارڈ کرومر نے اپنے پُرزور سیاسی قلم سے لکھی ہے اور "عباس ثانی" کے نام سے دنیا کے ہاتھوں میں موجود ہے۔ لارڈ موصوف نے عباس کی مذمت میں اپنی تمام قوت کتابت صرف کر دی ہے۔ مگر شروع سے آخر تک کتاب پڑھ ڈالنے کے بعد اس کے سوا کچھ ثابت نہیں ہوتا کہ "یہ خدیو، برطانیہ کا دشمن تھا" کیونکہ "برطانیہ نے اُس کے ملک پر غاصبانہ قبضہ کر لیا تھا"

یہاں ہم خدیو کی وطن پرستی کی تاریخ بیان کرنی نہیں چاہتے لیکن یہ ظاہر کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ آخر کار اسی وطن پرستی نے عباس حلمی کو اپنے تاج و تخت سے محروم کرایا۔ اتنا ہی نہیں بلکہ برطانیہ نے مصر میں اُس کی تمام ذاتی جائداد ضبط کر کے پورا پورا انتقام لے لیا۔

آج مصر میں خدیو کی کوئی ملکیت باقی نہیں ہے حالانکہ جنگ سے پہلے وہ مصر کا سب سے بڑا صاحب املاک تھا۔ خدیو کی سابق دولت کے متعلق بہت سے قصّے مشہور ہیں۔ وہ اپنے عہد حکومت میں دنیا کے چند سب سے زیادہ دولتمند فرمانرواؤں میں سے تھا

بہرحال وہ قدیم تاریخی دشمنی آج پھر منظرِ عام پر آ گئی ہے۔ پہلے اُس کا دائرہ شاہی محل، انگریزی ریزیڈنسی، اور سیاسی حلقوں میں محدود تھا۔ آج وہ عدالت کے ایوان میں جلوہ آرا ہے، اور جج اُس پر محاکمہ کرنے بیٹھے ہیں۔

مقدمہ کی نوعیت

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ سابق خدیو نے قسطنطنیہ کی مخلوط اعلیٰ عدالت میں حکومت برطانیہ پر دعویٰ دائر کیا ہے، اور اپنی جائداد کا معاوضہ طلب کیا ہے جو دورانِ جنگ میں ضبط کر لی گئی تھی۔ خدیو کا دعویٰ یہ ہے کہ برطانیہ نے اُس کی جائداد ضبط کرنے کے بعد اُسے صرف ۶،۰۰،۰۰۰ پونڈ معاوضہ ادا کیا۔ یہ رقم بہت کم ہے۔ اُسے ۲۸،۲۳۳،۸۰۲ پونڈ معاوضہ ملنا چاہیے

مدعا علیہ کا جواب دعویٰ

دعویٰ اپنے اجمال میں صاف اور سادہ ہے۔ لیکن تفصیلات نے بہت سی پیچیدگیاں پیدا کر دی ہیں جن کے حل کرنے میں اس وقت ترکی، مصر، برطانیہ، اور بعض دوسرے یورپین ملکوں کے قابل ترین علمائے قانون مشغول ہیں۔ یہ پیچیدگیاں دراصل برطانیہ کی طرف سے پیدا کی گئی ہیں۔ برطانوی وکیل مورس اموس نے کل عدالت میں اپنے اعتراضات پیش کئے تھے۔ سب سے بڑا اعتراض یہ ہے کہ موجودہ عدالت، جس کے سامنے مقدمہ پیش ہے، اس مقدمہ کی سماعت کا اختیار نہیں رکھتی۔ برطانی نمایندے نے اس کے لئے دو دلیلیں پیش کی ہیں۔ اول مدعی کی شخصیت۔ ثانیاً دعوے کا موضوع۔

انگریزی وکیل نے کامل تین گھنٹے تقریر کی۔ اور ان دونوں نقطوں پر ہر پہلو سے روشنی ڈالی۔ اُس کی تقریر کا خلاصہ یہ ہے:

"مدعی کی شخصیت، موجودہ عدالت کے دائرۂ اختیار سے باہر ہے۔ یہ اس لئے کہ خدیو کی جنسیت مصری ہے۔ اور یہ مسلم ہے کہ اس عدالت کے سامنے صرف اُنھی لوگوں کے دعوے آسکتے ہیں جو ترکی جنسیت رکھتے ہوں اور برطانیہ یا اُس کی رعایا کے خلاف دعویٰ رکھتے ہوں" اپنے دعوے کے ثبوت میں وکیل نے کہا "ابتک مصری حکومت سابق خدیو کو "مصری" ہی گردانتی ہے اور اُن کی ترکی جنسیت تسلیم نہیں کرتی۔ اس بارے میں مصری اور ترکی حکومت میں گفت و شنید بھی ہو چکی ہے۔ مگر مصری حکومت اپنے فیصلہ پر قائم ہے۔ میرے لئے سرکاری کاغذات پیش کرنا مشکل ہے۔ لیکن میرے پاس موجودہ مصری وزیر اعظم عبد الخالق ثروت پاشا کا خط موجود ہے جو اُن سے خاص اس موقعہ کے لئے حاصل کیا گیا ہے"

اس کے بعد وکیل نے وزیر اعظم مصر کا خط پیش کیا جو حسب ذیل ہے:

"آپ کا خط پہونچا۔ افسوس جواب میں بہت تاخیر ہوئی۔ اس کا اصلی سبب وزارت کا استعفا تھا۔ اسی استعفا کی وجہ سے اُس نوٹ پر دستخط بھی دیر سے ہوئے جو سابق خدیو عباس پاشا کے متعلق مصری حکومت ترکی سفیر کے حوالہ کرنے والی تھی۔ آج اس نوٹ پر دستخط ثبت ہو گئے اور ترکی سفیر کو دے دیا گیا۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ مصری حکومت سابق خدیو کی جنسیت کی تبدیلی تسلیم نہیں کرتی . . . میں آپ کی اس مہم میں پوری کامیابی کا خواہشمند ہوں"

خط سُنانے کے بعد انگریزی وکیل نے کہا:

"اب یہ مسئلہ بالکل صاف ہو گیا کہ عباس حلمی مصری ہیں۔ ترکی نہیں ہیں۔ ۲۹ اکتوبر ۱۹۱۴ء میں برطانیہ نے مصر پر اپنے حمایت (پروٹیکٹوریٹ) کا اعلان کیا۔ اُس وقت سے خدیو انگریزی رعایا ہو گئے۔ لہذا اُن کا موجودہ دعویٰ برطانیہ کا ایک داخلی معاملہ ہے۔ یعنی برطانیہ کی ایک رعایا نے حکومت برطانیہ پر دعویٰ کیا ہے۔ موجودہ عدالت کو ایسے مقدمات سننے کا قانوناً حق نہیں ہے۔ بنا بریں عدالت کو اس مقدمہ پر غور نہیں کرنا چاہئے"

اس کے بعد وکیل نے دوسرے نقطہ پر بحث شروع کی:

"خدیو اپنی جائداد کا معاوضہ طلب کرتے ہیں۔ حالانکہ موجودہ عدالت کو معاوضہ کے دعووں پر غور کرنے کا حق ہی نہیں ہے۔ کیونکہ یہ عدالت، معاہدۂ لوزان کے بموجب وجود میں آئی ہے اور معاہدہ میں صاف تصریح موجود ہے کہ ترکی برطانی عدالت صرف اُن دعووں پر غور کرے گی جو ٹرکی یا دول اتحاد طرفین پر کسی جائداد کے متعلق دائر کرینگے بشرطیکہ اُس جائداد کا طرفین کو علم ہو۔ لیکن خدیو کسی جائداد کا مطالبہ نہیں کر رہے ہیں بلکہ معاوضہ طلب کرتے ہیں۔ حالانکہ معاوضہ کا معاملہ اس عدالت کے اختیار سے باہر ہے"

یہ کہکر وکیل نے معاہدۂ لوزان کی دفعہ ۵۸ پڑھی جس کا مضمون یہ ہے:

"ٹرکی اور دول اتحاد باہمی رضامندی سے اُن تمام نقدی معاوضوں کے مطالبہ سے دست بردار ہوتے ہیں جن کا تعلق یکم اگست ۱۹۱۴ء سے تاریخ معاہدہ تک طرفین کی جائداد سے ہے عام اس سے کہ وہ جائدادیں تباہ ہو گئی ہوں یا ضبط کر لی گئی ہوں"

وکیل نے کہا "اس تصریح کے بعد خدیو کا دعویٰ بالکل بے بنیاد ہو جاتا ہے" یہاں پر انگریزی وکیل کو اعتراف کرنا پڑا کہ "لوزان کا معاہدہ اُن معاہدوں سے بالکل مختلف ہے جو دول اتحاد نے جرمنی، آسٹریا، اور بلغاریہ سے کئے ہیں۔ یہ معاہدے غالب اور مغلوب کے مابین ہوئے تھے، اسی لئے اُن میں غالب کی سخت شرطیں موجود ہیں۔ لیکن لوزان کا معاہدہ دو برابر کے حریفوں میں ہوا تھا غالب اور مغلوب میں نہیں ہوا تھا۔ اسی لئے اُس کی تمام شرطوں کی بنا مساوات پر ہے"

یہ تاریخی واقعہ بھی اُسے تسلیم کرنا پڑا کہ "لوزان کانفرنس میں اتحادیوں نے ٹرکی کو دبانے کی کوشش کی تھی۔ چنانچہ تین کرور پونڈ تاوان جنگ طلب کیا تھا۔ مگر ٹرکی نے صاف انکار کر دیا۔ اس کے بعد ڈیڑھ کرور طلب کیا۔ اسپر بھی ٹرکی راضی نہ ہوا۔ آخر ایک کرور بیس لاکھ پر اصرار کیا گیا۔ مگر ٹرکی نے اس بارے میں گفتگو کرنے سے قطعی انکار کر دیا۔ مجبوراً اتحادیوں کو مذکورۂ بالا دفعہ ۵۸ پر راضی ہونا پڑا، جس کی رُو سے طرفین ہر قسم کے مالی معاوضوں سے دست بردار ہو گئے"

اس کے بعد وکیل نے معاہدہ کی دفعہ ۶۵ اور ۶۶ پر بحث کی "بلاشبہ ان دفعوں میں طرفین نے تسلیم کیا ہے کہ ضبط شدہ جائدادیں واپس کر دیں گے یا اُن کی قیمت ادا کر دیں گے۔ مگر اس میں صاف تصریح موجود ہے کہ ایسے دعوے اُس عدالت میں پیش ہو سکتے ہیں جو طرفین خاص اسی غرض سے مقرر کرینگے موجودہ عدالت کی یہ حیثیت نہیں ہے، لہذا اس مقدمہ پر غور کرنا اُس کے اختیار سے باہر ہے"

اس کے بعد وکیل نے یہ اعتراض پیش کیا کہ "معاہدۂ لوزان کی رُو سے طرفین ایسی ہی جائدادوں کا مطالبہ کر سکتے ہیں جو کسی ایک فریق کے قبضہ میں ہیں۔ کیونکہ اگر قبضہ میں نہیں ہیں تو اُن کی واپسی بھی ناممکن ہے۔ مدعی عباس پاشا کی فی الحال کوئی

بتلاتے ہیں، لیکن واقعہ یہ ہو کہ وہ طرح طرح کے تمدنی اور تعلیمی ترقیات کے مدارج پُورے سرعت کے ساتھ طے کر رہا ہو۔ وقت آگیا ہو کہ ہم ہر طرح کے تعصبات سے الگ ہو کر اعتدال فکر کے ساتھ روسی انقلاب کا مطالعہ کریں"

ترک اور نسل ابراہیمی

پچھلے دنوں پروفیسر حقی بے نے جو جامعۂ قسطنطنیہ میں اسلامی تاریخ کے مدرس ہیں، ایک عجیب نظریہ اخبارات میں شائع کیا تھا۔ ماحصل اس کا یہ تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اُسی نسل سے تھے جو ترکوں کی نسل ہو۔ نظریہ کے اثبات میں تورات، قرآن، اور علم الاقوام سے دلائل پیش کرنے کی کوشش کی تھی، لیکن جتنی باتیں ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر نکالی گئی تھیں، اُن میں ایک بھی ایسی نہ تھی جو اہل علم کے لئے قابل التفات ہو۔ خصوصاً قرآن سے استدلال تو نہ صرف غیر مفید بلکہ عدم فہم و تدبر پر مبنی تھا۔

پچھلی ڈاک کے ترکی اخبارات میں پھر یہ بحث چھڑ گئی ہو توحید افکار میں ایک اہل قلم نے طویل طویل مضمون لکھا ہو، وقت کے مقالہ نگار نے اُس کے رد پر زور قلم صرف کر دیا ہو۔ توحید افکار کا مضمون حقی بک کی تائید میں ہو۔ وقت کا مضمون تغلیط میں۔ ضمناً یہ بحث بھی چھڑ گئی ہو کہ قدیم تقسیم اقوام کی بنا پر منگولین نسل کا ایک حلقہ قرار دیا گیا ہو۔ لیکن یہ کہاں تک نکتہ چینیوں سے محفوظ ہو؟ توحید افکار کے مقالہ نگار نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہو کہ قدیم تاتاری نسل اپنی ایک مستقل شاخ رکھتی ہو۔ مشرق اقصیٰ اُس کا محل و وطن نہ تھا۔ یہ دنیا کے وسطی حصوں سے وہاں پہنچی تھی۔

اس سلسلہ میں لفظ "تارخ" اور "آزر" کی اصلیت نے بھی ایک سخت نزاع پیدا کر دی ہو۔ یہ بحث بھی چھڑ گئی ہو کہ "تارخ" اور "آزر" اصلاً ایک ہی لفظ ہیں یا دو مختلف نام ہیں؟ قرآن حکیم میں حضرت ابراہیم کو "آزر" کا بیٹا بتلایا گیا ہو: اذ قال ابراھیم لابیہ آزر۔ لیکن تورات میں "تارخ" ہو۔ مفسرین نے اس کی یوں توجیہ کی ہو کہ "آزر" حضرت ابراہیم کا باپ نہ تھا چچا تھا۔ باپ "تارخ" ہی تھا۔ لیکن چونکہ اُسی نے حضرت ابراہیم کی پرورش کی تھی۔ نیز عربی میں چچا پر بھی باپ کا اطلاق ہوتا ہے، اس لئے قرآن نے "آزر" کو باپ کے لفظ سے تعبیر کیا۔

بہر حال یہ، اور اس طرح کی بحثیں ایک طرح کی کاوش فکر اور تفنن طبع ہیں۔ اس سے زیادہ ان کی کوئی وقعت نہیں جہاں تک حضرت ابراہیم کے باپ کی شخصیت کا سوال ہے، صاف بات یہی معلوم ہوتی ہو کہ "تارخ" اور "آزر" سے ایک ہی شخصیت مراد ہو۔ قدیم الفاظ و اعلام میں اس طرح کے تبدلات بکثرت ہوئے ہیں۔

امریکہ کے شامی اور استقلال شام

قارئین الہلال کو غالباً معلوم ہوگا کہ امریکہ میں شامی مہاجرین کی بڑی بڑی نوآبادیاں ہیں۔ انھوں نے امریکن جنسیت قبول کر لی ہو۔ اور عام امریکن آبادی کی طرح تمول و خوشحالی کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ اُن کے خاص عربی اخبارات ہیں، کلب ہیں، ہوٹل ہیں، جہاز رانی کی کمپنیاں ہیں، اور خاص نیویارک میں بڑے بڑے آباد محلے ہیں۔ غالب تعداد رومن کیتھولک مسیحی ہو۔ کثر مسلمان بھی ہیں۔

چونکہ ان کی جدید تمدنی زندگی کی ابتدائی نشو و نما فرانس کے زیر اثر ہوئی تھی، اس لئے قدرتی طور پر جذبات کا میلان اُسی طرف رہتا ہو۔ جنگ کے بعد جب فرانس نے شام پر غاصبانہ قبضہ کیا، تو انھوں نے شام کو مبارکباد دی۔ پھر جب شامیوں نے فرانسیسی مظالم سے عاجز آکر اعلان جنگ کر دیا، تو ان کے اخبارات علانیہ فرانس کے حامی اور دروزیوں کی "وحشت و جہالت اور ناشکر گزاری" پر متاسف تھے!

چونکہ مہاجرین امریکہ ابناء شام کی سب سے بڑی متمول اور طاقتور جماعت ہیں، اس لئے قدرتی طور پر انکے خیالات کا مسئلہ شام پر نہایت مُضر اثر پڑتا تھا۔

یہ حال دیکھ کر متعدد شامی لیڈروں نے امریکہ کا سفر کیا۔ پچھلے دنوں ڈاکٹر عبدالرحمٰن شہبندر گئے تھے، جنھوں نے امریکہ کی تمام شامی آبادیوں میں لکچر دئیے اور صورت حال سے مطلع کیا۔ اُنکے بعد مشہور شامی زعیم، امیر شکیب ارسلان نے اسی غرض سے امریکہ کا سفر کیا اور کئی ماہ تک مقیم رہے۔ اب معلوم ہوتا ہو کہ یہ تمام کوششیں پوری طرح بارآور ہوئی ہیں اور امریکن شامیوں کی رائے عامہ میں بہت کچھ تبدیلی ہو گئی ہو کئی ہفتہ سے امریکہ کے جس قدر عربی اخبارات آرہے ہیں، سب سے اس تبدیلی کا پتہ چلتا ہو۔ پچھلی ڈاک کے البیان اور الھدیٰ میں کئی مضامین شام کے مسئلہ استقلال پر نکلے ہیں۔ سب میں وہی نقطۂ خیال کام کر رہا ہو جو شام کا مخلصانہ وطنی نقطۂ خیال ہو۔ الھدیٰ لکھتا ہو:

"بلاشبہ ہم فرانس کے علم و ادب کے مقروض ہیں۔ ہمیں اس قرض کی اہمیت سے انکار نہیں لیکن ہم اس کے لئے طیار نہیں کہ اس کے معاوضہ میں اپنا وطن عزیز اور اُس کا وطنی استقلال مال غنیمت کی طرح حوالہ کر دیں۔ ہم فرانس کے آگے عبودیت و محکومیت کا سجدہ کرنے سے انکار کرتے ہیں"

پارہ کا فوری علاج

ہر شخص جانتا ہو کہ کچا پارہ اگر جسم کے اندر چلا جائے تو نہایت مضر ہوتا ہو۔ پارہ کا پھوٹنا مشہور ہو ایک مدت سے طبی حلقوں کو تلاش تھی کہ اسکا کوئی فوری اور قطعی علاج معلوم ہو جائے اب امریکہ کے مشہور طبی رسالہ "جرنل اف دی میڈیکل ایسوسی ایشن" میں اس کا مجرب اور سہل علاج بتلایا گیا ہو۔ امریکہ کے تمام مستند طبی حلقے اس کی تصدیق کرتے ہیں:

"اگر کوئی شخص پارہ کھا گیا ہو تو پہلے ایک یا دو گلاس دودھ پلا دو۔ پھر چند کچے انڈے کھلا دو۔ یہ چیزیں جب پارے سے ملتی ہیں تو فوراً ایک نمک طیار ہو جاتا ہو۔ اس سے یہ فائدہ ہوگا کہ معدہ میں پارہ ہضم نہ ہو سکے گا اور دودھ اور انڈے کی چکناہٹ معدہ کی دیواروں کو چکنا بھی کر دے گی تاکہ پارہ جذب نہ ہو سکے۔ البتہ یاد رہے کہ ہر حال میں دو باتوں کا ضرور خیال رکھنا چاہئے۔ ایک یہ کہ پارہ کے بعد جہاں تک جلد ممکن ہو یہ علاج عمل میں آجائے۔ دوسرے یہ کہ معدہ کی صفائی اچھی طرح کر دی جائے"

خط و کتابت کے وقت نمبر خریداری ضرور تحریر فرمایا کریں، نیز نام اور پتہ صاف ہونا چاہئے ورنہ تعمیل میں دیر ہوگی۔

منیجر "الہلال" کلکتہ

کیا آپکو معلوم نہیں
کہ
اسوقت دنیا میں بہترین فاؤنٹین قلم
امریکن کارخانہ "شیفر"
کا
"لائف ٹائم" قلم ہی؟

(۱) اتنا سادہ اور سہل کہ کوئی حصہ نزاکت یا پیچیدہ ہونے کی وجہ سے خراب نہیں ہو سکتا۔
(۲) اتنا مضبوط کہ یقیناً وہ آپکو آپ کی زندگی بھر کام دے سکتا ہو
(۳) اتنا خوبصورت، سبز، سرخ اور سنہری بیل بوٹوں سے مزین کہ اتنا خوبصورت قلم دنیا میں کوئی نہیں۔

کم از کم تجربہ کیجئے
یاد رکھئے جب آپ کسی دکان سے قلم لیں تو آپ کو "شیفر" کا
"لائف ٹائم"
لینا چاہئے!

مکتوب فلسطین

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم بیت المقدس کے قلم سے)
(عربی سے ترجمہ کیا گیا)

جامعۂ عبرانی

فلسطین کی عبرانی یونیورسٹی نے اعلان کیا ہے کہ وہ عربی زبان کا شعری لغت مرتب کر رہی ہے۔ اس سے مقصود لغت کی ایک ایسی کتاب ہے جس میں اُن تمام لفظوں اور محاوروں کی تحقیق کی جائے گی جو عربی اشعار میں استعمال ہوئے ہیں۔

یہ تجویز نہایت اہم اور ایک بڑی ضرورت پوری کرنے والی ہے عربی علم ادب سے مہارت رکھنے والے جانتے ہیں کہ عہد جاہلیت اور مولدین کے کتنے اشعار محض اس لئے مشکل ہو گئے ہیں کہ موجودہ کتب لغت میں اُن کے الفاظ اور محاوروں کی پوری تحقیق موجود نہیں۔

تحقیقات سے مجھے معلوم ہوا کہ اس غرض کے لئے یونیورسٹی نے علماء کی ایک کمیٹی بنائی ہے۔ مشہور یہودی علامہ ہرتنز اس کے صدر ہیں۔ کام شروع ہو گیا ہے۔ لیکن اس کی تکمیل میں تقریباً پندرہ برس لگیں گے۔

اسی سلسلہ میں یونیورسٹی کی ایک اور تجویز بھی قابل ذکر ہے۔ عربی ادب سے دلچسپی رکھنے والوں نے جرمنی کے مشہور مستشرق پروفیسر بکر کا نام سنا ہوگا۔ یہ اس وقت پروشیا کے وزیر تعلیم ہیں۔ اُنھوں نے سالہا سال کی کوششوں سے عربی زبان کی بکثرت قدیم قلمی تحریریں جمع کی ہیں۔ علمی دنیا میں ان کا مجموعہ نہایت نادر اور قیمتی سمجھا جاتا ہے۔ فلسطین کی یہودی یونیورسٹی نے گزشتہ ماہ یہ تجویز منظور کی ہے کہ پروفیسر مذکور سے یہ تاریخی مجموعہ خرید لیا جائے اور پورے اہتمام کے ساتھ شایع کر دیا جائے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ اگر یہ مجموعہ شایع ہوا تو تیس جلدوں میں ختم ہوگا۔

عبرانی یونیورسٹی کے کارناموں میں مشرق کی اکثر قوموں کے لئے بڑی ہی عبرت ہے۔

عبرانی اپنے بولنے والوں کی پراگندگی و بربادی کے بعد خود بھی برباد ہو گئی تھی۔ مردہ زبانوں میں اُس کا شمار تھا۔ مذہبی کتابوں اور عبادت خانوں کے باہر اُس کا نام و نشان تک باقی نہ رہا تھا لیکن سخت جان یہودیوں کی تیس برس کی کوششوں نے آج اُسے ایک زندہ زبان بنا دیا ہے۔ اسوقت فلسطین میں عربی کے بعد سب سے زیادہ مستعمل یہی زبان ہے۔ عدالتوں اور بازاروں تک میں بولی جاتی ہے، اسمیں نئے علوم و فنون ہیں۔ اعلیٰ تعلیم کا ذریعہ ہے۔ اپنی خاص یونیورسٹی رکھتی ہے جس کا شمار موجودہ عہد کی بہترین یونیورسٹیوں میں ہے!

عبرانی یونیورسٹی کی عظمت کا اندازہ صرف اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ دو سال کی قلیل مدت میں اُسنے ایک لاکھ ۴۰ ہزار کتابیں اپنے کتب خانہ میں جمع کر لی ہیں جو تمام تر یہودی علوم اور یہودی قوم سے تعلق رکھتی ہیں!

قومی مؤتمر

فلسطین کی قومی مؤتمر (کانگرس) نے ایک عام اجتماع منعقد کرنے کی دعوت شایع کی ہے۔ اس سے غرض اُس قانون پر بحث و اعتراض ہے جو گورنمنٹ نے فلسطینی قومیت یا جنسیت کے متعلق حال میں بنایا ہے۔ یہ قانون اُن تمام لوگوں کو فلسطینی جنسیت سے خارج کرتا ہے جو فلسطین کے باہر بود و باش رکھتے ہیں۔ نیز اُنھیں اپنے ملک میں واپس ہونے سے بھی منع کرتا ہے۔ اس قانون کی وجہ سے باشندے سخت ہیجان میں ہیں۔

مجلس تشریع

ملک میں مجلس تشریع (لیجسلیٹو کونسل) کے قیام کا مطالبہ عام ہے گورنمنٹ بھی اس پر غور کر رہی ہے۔ اس راہ میں بڑی رکاوٹ یہ ہے کہ جن لوگوں پر قوم کو اعتماد ہے، حکومت اُنھیں پسند نہیں کرتی۔ اور حکومت کے آدمیوں پر قوم کو اعتماد نہیں۔ اس صورت میں کونسل کا قیام کیسے ہو سکتا ہے؟ حکومت ڈرتی ہے کہ اپنا ایک نیا دشمن کیوں پیدا کرے؟ قوم خیال کرتی ہے حکومت کے ہاتھ میں ایک نیا ہتیار کیوں دے؟ لیکن متعدد سیاسی رہنماؤں نے اعلان کیا ہے کہ ہم حکومت کے ساتھ اتحاد عمل کرنے کو تیار ہیں بشرطیکہ وہ سچائی کے ساتھ قومی مطالبے کی طرف عملی قدم اُٹھائے۔ ایسے معاملات میں "سچائی" کی قید ہمیشہ مشتبہ ہوتی ہے!

ایک اہم انکشاف

پروفیسر ولیم یہاں آثار قدیمہ تلاش کر رہے ہیں۔ حال میں اُنھیں "تل نیشا" پر زمین کے اندر ایک دیوار ملی ہے۔ سولہ سے بیس فٹ تک موٹی ہے۔ خیال کیا جاتا ہے یہ سنہ ۳۰۰۰ قبل مسیح میں تعمیر ہوئی تھی۔

ڈاکٹروں کی تعداد

آخری اعداد و شمار بتاتے ہیں کہ اسوقت فلسطین میں کُل ۵۳۶ ڈاکٹر ہیں۔ ان میں ۳۷۳ یہودی ہیں ۴۰ عرب ہیں ۱۲۳ یورپین ہیں۔ یہودی ڈاکٹروں میں ایک تہائی عورتیں ہیں۔

امیر عبد اللہ

اخبارات نے امیر عبد اللہ کی ایک ملاقات کا حال شایع کیا ہے جو اُنھوں نے ایک مصری اخبار نویس سے حال میں کی تھی۔ امیر نے کہا:

"مصر میں ذہنی بیداری اس طرح اُبل رہی ہے جس طرح کڑاھا اُبلتا ہے۔ اس کے مستقبل اور نتیجہ کے متعلق ابھی کچھ نہیں کہا جا سکتا قدیم خیالات و افکار کے باب میں فکر کی آزادی میرے نزدیک نہایت مستحسن ہے۔ تجدید و اجتہاد میں جو چیز مجھے بہت پسند ہے وہ اعتدال ہے جلد بازی اور مشرقی فضائل و اخلاق کی تحقیر مجھے پسند نہیں"

مصر کی سیاسی بیداری کے متعلق امیر نے گفتگو کرنے سے انکار کیا۔ البتہ ڈرتے ڈرتے اتنی تصریح کی "مصر کے دوستوں کو یہ بیداری بہت مرغوب ہے"

اپنی ریاست کے متعلق اُنھوں نے کہا "میں اپنے ملک کو وہ تمام دستوری (پارلیمنٹری) حقوق دینا پسند کرتا ہوں جو اُسکے لئے مضر نہ ہوں" اور "اُس کی "عقلی استعداد" کے مطابق ہوں"

انگریزی معاہدہ کے متعلق کہا "معاہدہ ابھی آخری منزل میں نہیں پہونچا ہے۔ البتہ گفت و شنید ختم ہو گئی ہے۔ ممکن ہے مزید ترمیم ہو۔ بہر حال مجھے یقین ہے کہ یہ ویسا ہی معاہدہ ہوگا جیسا برطانیہ نے عراق سے کیا ہے"

اپنے والد شریف حسین سابق شاہ حجاز کے بارے میں اُنھوں نے کہا "اپنی آخری حاضری کے وقت میں نے عرض کیا تھا کہ کسی دوسرے ملک میں اقامت اختیار کریں۔ مگر اُنھوں نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا۔ میرے والد قبرص میں محض اپنی خوشی سے مقیم ہیں۔ وہ بالکل آزاد ہیں جس ملک میں چاہیں قیام کر سکتے ہیں"

فلسطین کی ایک بڑی شخصیت

فلسطین کے ایک ممتاز اور معزز سیاسی رہنما موسیٰ کاظم پاشا حسینی ہیں۔ شروع سے وطن کی آزادی کے لئے کوشاں ہیں۔ قومی انجمن کے فی الحال صدر ہیں۔ اخبارات نے اُن کی ایک سیاسی گفتگو شایع کی ہے۔ یہ فلسطین کی عام رائے کی صحیح ترجمانی کرتی ہے۔ اُس کا خلاصہ ذیل ہے:

"ملک کا مطالبہ یہ ہے کہ قومی حکومت دستوری بنیادوں پر قائم ہو۔ قومی مجلس اُس کی پشت پناہ اور نگراں ہو دنیا کی تمام حکومتوں کی طرح یہ حکومت بھی صرف ملکی مجلس ہی کے سامنے جوابدہ ہو۔ ہم برطانوی حکمرداری تسلیم نہیں کرتے۔ زیادہ سے زیادہ ہم یہ کر سکتے ہیں کہ ایک معین مدت تک کے لئے اپنے خارجی معاملات اجنبیوں کے ہاتھ میں رہنے دیں۔ لیکن ہم کامل اندرونی آزادی چاہتے ہیں ہم سردست اپنے ملک کے لئے وہی سیاسی حیثیت چاہتے ہیں جو عراق کو حاصل ہے۔ یعنی ہم انگریزوں سے اس شرط پر معاہدہ کر سکتے ہیں کہ ملک کی اندرونی آزادی محفوظ رہے اور دستوری حکومت قائم کرنے دیجائے۔ ہماری راہ میں سب سے بڑی مشکل یہودی قوم ہے ہم یہودیوں سے کوئی عداوت نہیں رکھتے۔ ہم اپنے ملک میں اُن کا خیر مقدم کرنے کے لئے ہر وقت تیار ہیں۔ مگر وہ زیادتی کرنا چاہتے ہیں ہمارے ملک کو غصب کرنا چاہتے ہیں، یہ بات ہم کبھی منظور نہیں کر سکتے۔ عربوں کو برطانیہ سے بیشمار شکایتیں ہیں۔ سب سے بڑی شکایت یہ ہے کہ اُسنے اُن کی آزادی سلب کر لی۔ دوسری شکایت یہ ہے کہ تقریباً تمام اعلیٰ اور درمیانی عہدے یہودیوں اور انگریزوں کے لئے خاص کر دیے۔ تیسری یہ کہ انگریزی حکومت نے ہماری تعلیم اپنے قبضہ میں کر لی ہے جس سے ملک کو سخت نقصان پہنچ رہا ہے۔ چوتھی یہ کہ بیشمار ٹیکس غریب ملک کو تباہ کر رہے ہیں۔ پانچویں یہ کہ ظالمانہ قانون جاری کئے گئے ہیں۔ اس قانون سے بڑھ کر اور کیا ظلم ہوگا کہ حکومت جسے مشتبہ سمجھے ۶ مہینے کے لئے بغیر مقدمہ چلائے قید کر سکتی ہے"

مکتوب مصر

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قاہرہ کے قلم سے)
(اصل عربی سے اُردو میں ترجمہ کیا گیا)

مصر و برطانیہ کی نزاع

"قوم کی روح کو نہ جنگی قانون مغلوب کر سکتا ہے نہ ظالم کا ظلم، نہ دنیا کی بڑی سے بڑی سلطنت کی قوت"

(سعد پاشا زغلول)

مصر کی موجودہ سیاسی جدوجہد کی پوری تاریخ اس ایک جملہ میں پنہاں ہے۔ برطانیہ نے ہر ممکن ذریعہ سے اس چھوٹی سی قوم کو مغلوب و مقہور کرنے کی کوشش کی۔ مگر اس نہتی قوم نے مغلوب ہونے سے ہمیشہ انکار کیا۔ برطانیہ کو مجبوراً ظلم و جور کے ہتیار رکھ دینا پڑے۔ [illegible] گری شروع کی۔ مگر اس بار قوم نے فریب سے بھی انکار کر دیا۔ برطانیہ کا آخری اور خطرناک حربہ، زیور پاشا کی وزارت تھی۔ یہ شخص مصری تھا مگر برطانیہ سے زیادہ مصر کے لئے مضر تھا۔ اسنے ملک کی سیاسی زندگی کا گلا گھونٹنے کی پوری کوشش کی، مگر قوم نے اُسے بھی چشم زدن میں گرا دیا۔ آج مصر پر حکومت خود مصر ہی کی ہے۔ آج مصر کی حکومت، عام رائے کے ماتحت ہے۔ عام رائے برطانیہ کے خلاف ہے؛ اس لئے ملک کی حکومت بھی برطانیہ کے خلاف ہے۔ عام رائے ملک میں برطانیہ کا کوئی امتیاز باقی رہنے

جائداد بھی برطانیہ کے قبضہ میں نہیں ہے۔ کیونکہ مصر اب ایک خود مختار سلطنت ہے اور برطانیہ کو اُس کے اندرونی معاملات میں مداخلت کا حق باقی نہیں رہا"

"علاوہ بریں" وکیل نے مزید استدلال کرتے ہوئے کہا "معاہدۂ لوزآن نے یہ بھی تصریح کردی ہے کہ برطانیہ اُنھی ملکوں کی جائدادیں واپس کرے گا جو اس معاہدہ کے وقت ٹرکی کے قبضہ سے نکلے ہیں۔ ظاہر ہے مصر کا شمار ایسے ملکوں میں نہیں ہے۔ مصر جنگ سے پہلے ہی ٹرکی سے علحدہ ہوچکا تھا"

اس موقعہ پر وکیل نے لاہائی کی عدالت عالیہ کے مشہور جج موسیو کوبرکا یہ قول نقل کیا کہ کسی ملک کے اپنی سلطنت سے علحدہ ہونے کے لئے ضروری نہیں ہے کہ وہ سلطنت یہ علحدگی تسلیم بھی کرلے فعلاً کسی ملک کی حکومت کا بے اختیار ہوجانا اس کے لئے کافی ہے کہ اُسے حکومت کے امتیاز سے محروم تسلیم کرلیا جائے"

اس قول سے وکیل نے یہ استدلال کیا کہ "ٹرکی نے اگرچہ مصر کی علحدگی سرکاری طور پر اُس وقت تسلیم نہیں کی تھی۔ مگر مصر فعلاً اُس سے علحدہ ہوچکا تھا اور اگر اُس وقت کی علحدگی قانوناً جائز نہ ہو تو بھی ۱۹۱۴ء میں انگریزی حمایت نے تو مصر کو قطعاً الگ کردیا تھا اور دول نے بھی اسے تسلیم کرلیا تھا۔ اگر یہ بھی معتبر نہ ہو تو مارچ ۱۹۲۲ء میں مصر کے اعلان خود مختاری پر تو کوئی رد و قدح نہیں ہوسکتی۔ یہ اعلان صرف دول یورپ ہی نے نہیں بلکہ خود ٹرکی نے بھی تسلیم کرلیا ہے"

غرضکہ انگریزی وکیل نے ہر ممکن دلیل سے ثابت کرنا چاہا کہ خدیو عباس کا موجودہ دعویٰ اگر بے بنیاد نہ ہو تو بھی اس عدالت میں پیش نہیں ہوسکتا۔ عدالت میں ۶۰ سے زیادہ سربرآوردہ ترک اور سفراء دول موجود تھے۔ مگر کسی نے بھی انگریزی وکیل کی تقریر پسند نہیں کی۔ اُس کی تقریر غیر دلچسپ اور افسردہ کن تھی تمام حاضرین اس بات پر مسکرا رہے تھے کہ وہ بار بار جوش میں آکر تمسخر انگیز حرکتیں کرنے لگتا تھا سب سے زیادہ تمسخر انگیز منظر، اُس کی عینک میں تھا۔ وہ اپنی عینک کسی طرح بھی سنبھال نہیں سکتا تھا۔ بار بار ناک پر رکھتا اور پھر گھبرا کر اُتار دیتا۔ جب رکھتا تھا تو اس طرح ججوں کو دیکھنے لگتا تھا گویا کتاب پڑھ رہا ہے۔ جب اُتار دیتا تھا تو اس طرح نظریں اُٹھا دیتا تھا گویا اندھیرے سے اچانک روشنی میں آگیا ہو!

برخلاف اس کے خدیو کے پیروکار بڑے سلیقہ اور وقار کے وکیل تھے۔ انکے سرگروہ مشہور قانون داں طاہر بک ہیں۔ یہ آستانہ کے مدرسۂ قانون کے مہتمم ہیں اور لوزآن کانفرنس میں ترکی وفد کے قانونی مشیر تھے۔

خدیو کے وکلاء کی بحث

خدیو کی طرف سے تین وکیل تھے۔ تینوں نے انگریزی وکیل کی بحث کے تین اہم نقطوں کو باہم تقسیم کرلیا تھا۔

طاہر بک نے خدیو کی جنسیت پر بحث کی اُنھوں نے کہا:

"خدیو، ترکی رعایا ہیں۔ کیونکہ ترکی قانون جنسیت اُنھیں ترکی رعایا قرار دیتا ہے اور مصری قانون جنسیت اُنھیں مصری تسلیم نہیں کرتا۔ خود برطانیہ معترف ہے کہ ۵ر نومبر ۱۹۱۴ء تک خدیو کا شمار ترکی رعایا میں تھا، پھر اس تاریخ کے بعد بقول اُس کے خدیو مصری رعایا ہوگئے۔ حالانکہ ۱۹۲۶ء کے مصری قانون جنسیت کی دفعہ ۲ خدیو کو مصری جنسیت سے خارج کررہی ہے۔ کیونکہ مصر میں اُن کی عدم موجودگی اور مصر میں اُن کے داخلہ کی ممانعت کی وجہ سے اُن پر وہ شرطیں عائد نہیں ہوتیں جو مصری رعایا ہونے کے لئے قانون میں درج ہیں۔ اس قانون میں صاف لکھا ہے کہ وہی لوگ مصری رعیت ہیں جو ۵ر اکتوبر ۱۹۱۴ء کو مصر میں موجود تھے اور اسکے بعد بھی برابر وہاں بود و باش رکھتے ہیں۔ خدیو عباس میں یہ دونوں شرطیں پوری نہیں ہوئیں۔ بلاشبہ ۱۹۱۴ء میں خدیو اپنے ملک واپس جانا چاہتے تھے مگر خود انگریزی سفیر مقیم قسطنطنیہ نے اُنھیں واپسی سے روک دیا"

اس کے بعد طاہر بک نے مصری وزیر اعظم عبد الخالق ثروت پاشا کے مذکورۂ بالا خط پر گفتگو کرتے ہوئے کہا:

"یہ نام نہاد خط، اس مقدمہ میں پیش کرنا درست نہیں۔ کیونکہ طرفین نے عدالت کے سامنے پہلے ہی طے کرلیا تھا کہ ایسے کاغذات پیش نہیں کئے جائیں گے جو پہلے سے طرفین کے معائنہ میں نہیں آچکے ہیں۔ انگریزی وکیل نے یہ کارروائی بالکل خلاف اصول کی ہے۔ تاہم میں اس خط پر چند لفظ کہے بغیر نہیں رہ سکتا یہ خط محض شخصی اور نجی کا خط ہے۔ سرکاری دستاویز نہیں ہوسکتا خود میرے پاس ترکی حکومت کے سرکاری کاغذات موجود ہیں جن سے میرے موکل کی ترکی جنسیت پوری طرح ثابت ہوتی ہے مگر میں نے پیش نہیں کئے کیونکہ میں کوئی کارروائی باہمی معاہدہ کے خلاف نہیں کرنی چاہتا۔ ثروت پاشا کے خط پر ایک سرسری نظر ڈالنے ہی سے ثابت ہوجاتا ہے کہ یہ خط صرف اس لئے حاصل کیا گیا ہے کہ مدعا علیہ مقدمہ پر اپنے موافق اثر ڈالے۔ نیز یہ ایک ایسی حکومت کے وزیر اعظم نے لکھا ہے جس کی مصلحت اسی میں ہے کہ میرا موکل مقدمہ ہار جائے۔ کیونکہ اُس کی جائداد اسی حکومت کے ہاتھ میں ہے اور وہ اس سے متمتع ہورہی ہے۔ اس خط کو کتنی ہی اہمیت دی جائے مگر وہ مصری قانون جنسیت کی دفعہ ۲ کو باطل نہیں کرسکتا جسنے خدیو کو مصری جنسیت سے محروم کردیا ہے"

اس کے بعد ترکی وکیل نے اپنے حریف کے اس بیان کی تردید کی کہ خدیو کی جنسیت کے بارے میں مصری اور ترکی حکومتوں کے مابین گفت و شنید ہوئی تھی۔ اُنھوں نے کہا:

"ترکی حکومت نے اس بارے میں مصری حکومت سے کوئی گفتگو نہیں کی۔ ترکی حکومت پوری تاکید سے خدیو کو ترکی سمجھتی رہی ہے۔ پھر وہ ایک ایسے صاف معاملہ پر گفتگو کرکے اُسے شبہ کیسے بنا سکتی تھی؟ ممکن ہے یہ حقیقت ثروت پاشا کے لئے تکلیف دہ ہو۔ ممکن ہے حکومت برطانیہ کو موجودہ مشکل سے نکالنے کے لئے مصری حکومت اپنے سر ذمہ داری لے لے مگر ان تمام کوششوں کے بعد بھی حقیقت، حقیقت ہی رہے گی۔ خدیو، ترکی سے مصری نہیں ہوجائیں گے۔ ہمارے موکل نے انگریزی وکیل کے اس بیان پر عصمت پاشا کو توجہ دلائی تھی۔ اسپر انھوں نے جو جواب بھیجا ہے وہ میں عدالت کے سامنے رکھ دیتا ہوں"

اس کے بعد انھوں نے عصمت پاشا کا حسب ذیل خط پڑھ کر سنایا:

"آپکی جنسیت کے متعلق ہمیں حکومت مصر کے کسی اعتراض کا آجتک علم نہیں۔ ہماری وزارت خارجیہ بھی اب تک ناواقف ہے کہ مصر میں ترکی سفیر کو مصری حکومت نے اس بارے میں کوئی نوٹ دیا ہے۔ آپکی جنسیت کے متعلق کوئی شبہ نہیں ہوسکتا۔ یہ معاملہ کسی حال میں بھی معرض بحث میں نہیں لایا جاسکتا"

طاہر بک کے بعد خدیو کے دوسرے وکیل مسیو برگریہ نے اس نقطہ پر بحث کی کہ مصر، ٹرکی سے کب علحدہ ہوا؟ اُنھوں نے ثابت کیا کہ ٹرکی مصر سے معاہدۂ لوزآن کے وقت سے دست بردار ہوا ہے نہ کہ اس سے پہلے۔ معاہدہ کی دفعہ ۱۶ میں صاف لکھا ہے کہ ٹرکی اپنی حدود کے باہر جملہ مقبوضات سے دست بردار ہوتی ہے پھر مصر اور سوڈان کے متعلق اسی دفعہ میں مزید تصریح ہے کہ ان دونوں ملکوں سے دست برداری ۵ر نومبر ۱۹۱۴ء سے تصور کی جائے گی۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مصر کی باضابطہ علحدگی معاہدۂ لوزآن سے ہوئی ہے۔ نہ کہ کسی اور معاہدہ یا واقعہ سے۔

اس کے بعد خدیو کے تیسرے وکیل مسیو گارز نے وکیل کے اُس اعتراض پر بحث کی کہ موجودہ عدالت اس مقدمہ پر غور نہیں کرسکتی۔ اُنھوں نے کہا:

"میرے موکل کی جائداد مصر میں تھی۔ برطانیہ نے اُسے ضبط کرلیا۔ ثبوت یہ ہے کہ ۲۹ر اکتوبر ۱۹۱۴ء کو جبکہ یہ واقعہ پیش آیا مصر برطانیہ کے قبضہ میں تھا اگرچہ اس قبضہ کا باضابطہ اعلان ۸ دسمبر ۱۹۱۴ء میں ہوا ہے"

اس کے بعد وکیل نے بین الاقوامی قوانین کی بہت سی کتابوں کے حوالے پڑھ کر بتایا کہ کسی ملک پر قبضہ اگر فعلاً موجود ہو اور اس قبضہ کے لئے کوئی معاہدہ یا اعلان نہ بھی ہوا ہو جب بھی وہ قبضہ قانوناً تسلیم کیا جائے گا۔ فعلاً اُس کا موجود ہونا اُس کی موجودگی کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ تمام علماء قانون نے قبضہ کی تعریف یہ کی ہے کہ کسی ملک کی مدافعت کی ذمہ داری اور اُس کے معاملات میں مداخلت کا نام قبضہ ہے۔ یہ چیز اُس وقت سے موجود تھی جب سے برطانیہ کی فوجیں مصر میں داخل ہوئیں۔

اپنے دعوی کی دلیل میں وکیل نے لارڈ ملنر اور دوسرے ذمہ دار انگریزوں کی تصریحات بھی پیش کیں اور بتایا کہ مصر فعلاً انگریزی حمایت میں تھا اگرچہ اُس کا باضابطہ اعلان ۱۸ دسمبر ۱۹۱۴ء کو ہوا۔ وکیل کی سب سے بڑی دلیل، جسنے پوری عدالت کو سکتہ میں ڈال دیا، انگریزی سپہ سالار مصر کا وہ اعلان تھا جو اُسنے اگست ۱۹۱۴ء میں شایع کیا تھا اور اسمیں لکھا تھا کہ برطانیہ نے اُسے مصر کی حمایت و مدافعت کے لئے مقرر کیا ہے۔

غرضکہ وکیل نے قطعی طور پر ثابت کردیا کہ ۲۹ر اکتوبر ۱۹۱۴ء میں جبکہ خدیو کی جائداد ضبط ہوئی ہے، مصر برطانیہ ہی کے قبضہ میں تھا۔ اس کے بعد وکیل نے اُن تمام اعتراضوں کو ایک ایک کرکے رد کردیا جو انگریزی وکیل نے معاہدۂ لوزآن پر بحث کرتے ہوئے ضبط شدہ جائدادوں اور اُن کے معاوضہ کے متعلق پیش کئے تھے۔

ترکی حکومت کا بیان

تمام کارروائی ختم ہونے کے بعد ترکی حکومت کے نمائندے وصفی راشد بک نے عدالت کے سامنے ۱۹ بڑے صفحوں پر لکھی ہوئی ایک دستاویز پیش کی۔ اسمیں ترکی حکومت نے مقدمہ کے بارے میں اپنے خیالات ظاہر کئے تھے۔ اسکے بعد ترکی وزیر خارجیہ کا یہ پیغام پڑھا گیا:

"عباس حلمی پاشا ترکی جنسیت رکھتے ہیں۔ ہم نے مصری حکومت سے جو گفت و شنید کی تھی وہ خدیو کے بارے میں نہیں بلکہ مصری قانون جنسیت کے بارے میں تھی۔ چونکہ خدیو جنگ عمومی کے قبل ہی سے قسطنطنیہ میں مقیم ہیں اس لئے مصری قانون کی دفعہ ۲ و ۳ کی رو سے وہ مصری رعایا نہیں ہوسکتے"

آخر میں عدالت نے انگریزی وکیل سے پوچھا کہ آپ کو کچھ اور کہنا ہے؟ وکیل نے انکار کیا۔ اسپر عدالت برخواست ہوگئی فیصلہ کی تاریخ کا بعد میں اعلان کیا جائے گا۔

کرینگے۔ مگر اُنھوں نے ایسا نہیں کیا۔ اُسوقت مصر کے وزیر اعظم برطانیہ کے ساختہ پرداختہ احمد زیور پاشا تھے۔ اُنھوں نے اس اہم واقعہ پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔ اب لارڈ جارج کی سیاحت مصر" نے یہ سوال مصری پارلیمنٹ میں پیدا کر دیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ لارڈ جارج مصر میں برطانوی نمائندے کیونکر ہو سکتے ہیں جبکہ اُنھوں نے شاہ مصر کے سامنے اپنے کاغذات پیش نہیں کئے؟

اس قانونی سوال کا جواب وزیر اعظم نے یہ دیا ہے کہ "سفرا کا اپنے کاغذات پیش کرنا، قرون وسطیٰ کی رسم ہے جبکہ بادشاہ باہم ایک دوسرے سے خط و کتابت کرتے تھے۔ موجودہ زمانہ میں یہ رسم کوئی معنی نہیں رکھتی اور بعض حکومتوں، مثلاً سوئٹزرلینڈ نے اسے بالکل موقوف کر دیا ہے۔ تاہم ابتک یہ رسم اکثر ملکوں میں باقی ہے اور مصر میں بھی تھی۔ لہذا اگرچہ زیور پاشا کی وزارت نے برطانوی نمائندے کی اس فرو گذاشت پر کوئی اعتراض نہیں کیا تاہم ابھی وقت ہے، موجودہ وزارت حکومت برطانیہ سے اس بارے میں گفتگو کریگی۔

"ہائی کمشنر"؟

دوران بحث میں ایک اور قانونی سوال پیدا ہو گیا۔ برطانوی نمائندہ "ہائی کمشنر" کیوں کہلاتا ہے؟ حالانکہ عام طور پر سیاسی نمائندے اس لقب سے نہیں پکارے جاتے۔

اس کے جواب میں وزیر اعظم نے بیان کیا "بین الاقوامی کتب قانون میں عام طور پر سیاسی نمائندوں کا لقب "Minstre Plenipotenitare" یا "Amlassadim" ہے۔ لیکن بعد میں ایک نیا لقب "ہائی کمشنر" کے نام سے رائج ہو گیا۔ یہ لفظ بین الاقوامی کتب قانون میں شاذ و نادر ہی کہیں نظر آتا ہے۔ بین الاقوامی طریق عمل نے بھی اس کے معنی ابتک پوری طرح متعین نہیں کئے ہیں۔ تاہم اس قدر طے پا گیا ہے کہ یہ لقب ایسے دو ملکوں کے سیاسی نمائندوں کے لئے استعمال کیا جاتا ہے جن کے سیاسی علائق صاف بنیادوں پر قائم نہیں ہوتے۔ یہی سبب ہے کہ معاہدۂ لوزان سے پہلے جدید ٹرکی میں انگلستان اور فرانس کے سیاسی نمائندے "ہائی کمشنر" کہلاتے تھے۔ اسی طرح اسوقت ولایات متحدہ امریکہ میں کنیڈا کا سیاسی نمائندہ "ہائی کمشنر" کہلاتا ہے۔ حالانکہ ایک لمحہ کے لئے بھی کنیڈا کو امریکہ کے زیر اثر نہیں کہا جا سکتا۔ اعلان خود مختاری سے پہلے مصر میں انگریزی نمائندہ اسی لقب سے یاد کیا جاتا تھا اس لئے اب تک اسی لقب سے پکارا جاتا ہے، کیونکہ مصر اور برطانیہ کے سیاسی علائق متعین اور صاف بنیادوں پر قائم نہیں ہیں"

محمل مصری

اس سال محمل مصری کہ معظمہ نہیں گئی۔ وجہ یہ ہوئی کہ گزشتہ سال موسم حج میں ایک ناگوار واقعہ پیش آ گیا تھا۔ کئی صدیوں سے یہ رسم چلی آتی ہے کہ محمل کے ساتھ ایک مصری فوج اور توپخانہ جاتا ہے۔ اس کی ضرورت اس لئے پیش آئی تھی کہ اُس وقت حجاز میں امن پوری طرح قائم نہ تھا اور مقامی حکومت، محمل کی حفاظت کی ذمہ داری نہیں لیتی تھی۔ حسب عادت گزشتہ سال بھی محمل کے ساتھ مصری فوج گئی۔ نجدیوں سے اُس کا بعض اُمور میں اختلاف ہوا اور اختلاف نے کشت و خون کی صورت اختیار کر لی۔ اس نزاع میں بہت سے نجدی مارے گئے کیونکہ وہ نہتے تھے اور مصری فوج کا کوئی قابل ذکر نقصان نہیں ہوا۔

اس واقعہ کے بعد سلطان ابن سعود نے حکومت مصر کو لکھا کہ آئندہ سے محمل کے ساتھ مسلح فوج نہ آئے۔ مصری حکومت نے اسے منظور نہیں کیا کیونکہ گزشتہ سال کے واقعہ کے بعد خطرہ کا امکان اور زیادہ بڑھ گیا ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ محمل کی روانگی ملتوی رہی۔

سلطان ابن سعود نے اپنی خواہش کے جواز پر تین دلیلیں پیش کی تھیں۔ ایک یہ کہ اب حجاز میں ہر طرح امن امان ہے اور حجاز کی حکومت محمل اور حجاج کی حفاظت کی ذمہ داری لیتی ہے۔ دوسرے یہ کہ کسی سلطنت میں غیر سلطنت کی مسلح فوج کا داخل ہونا، اُس کی خود مختاری کے منافی ہے۔ تیسرے یہ کہ شرعی احکام کے بموجب بھی یہ مناسب نہیں کہ ہتیار بند فوج بلا ضرورت حدود حرم میں داخل ہو۔

مصری حکومت نے اپنے انکار کی دو وجہیں قرار دی ہیں: ایک یہ کہ کئی صدیوں سے برابر یہ رسم چلی آتی ہے۔ دوسرے یہ کہ اُسے حکومت حجاز کی اس ذمہ داری پر پورا اطمینان نہیں ہے کہ وہ محمل اور مصری حاجیوں کی حفاظت کر سکے گی۔

بہرحال اس سال محمل نہیں گیا۔ البتہ مصری حاجیوں کی ایک بڑی تعداد حج کے لئے روانہ ہو گئی ہے۔

مکتوب چین

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم شنگھائی کے قلم سے)

اس وقت چین کی کیا حالت ہے؟

یہ سوال ہے جو بیرونی دنیا میں عام طور پر پوچھا جا رہا ہے۔ مگر کوئی صاف جواب نہیں ملتا۔ کیونکہ برطانوی دعایۃ (پروپیگنڈا) نے اصلیت پر پردے ڈال دیئے ہیں اور اس قدر غلط فہمیاں پھیلا دی ہیں کہ حقیقت معلوم کرنا بہت مشکل ہو گیا ہے۔

برطانیہ کو پورے چین سے پرخاش نہیں ہے۔ شمالی حکومت تو اُس کے زیر اثر ہے۔ اس لئے باوجود حد درجہ بدنظمی اور عام بدامنی کے اس حکومت کے خلاف اُس کی زبان نہیں کھل سکتی۔ بلکہ اُلٹی تعریفیں کی جا رہی ہیں۔

لیکن چین کی جنوبی حکومت کے خلاف اُس کے پریس کی تمام قوتیں وقف ہو گئی ہیں۔ جتنی بھی برائیاں ہیں۔ سب اُس کے سر تھوپی جا رہی ہیں۔ کیوں؟ اس لئے کہ یہ حکومت قوم پرستوں کی حکومت ہے اور برطانی ملک گیر پالیسی کے خلاف شمشیر بکف ہے!

بیرونی دنیا کو یقین دلایا جا رہا ہے کہ جنوبی چین کمیونسٹ روس کے اثر و اقتدار میں ہے۔ وہاں سرے سے کوئی باضابطہ حکومت ہی نہیں ہے۔ قتل و غارت اور بے امنی عام ہے۔ حالانکہ یہ صریح کذب افترا ہے۔

قوم پرست چین ہرگز روسی کیمونسٹوں کے اثر میں نہیں ہے۔ یہ سچ ہے کہ اُس میں کیمونسٹوں کو بہت قوت حاصل ہے۔ مگر وہ کیمونسٹ بھی خود چینی ہیں۔ کیمونزم کچھ روس کی ذاتی جائداد نہیں ہے۔ وہ معاشرتی عقائد کا ایک مذہب ہے اور ہر قوم اُسے قبول کر سکتی ہے بغیر اس کے کہ کیمونسٹ روس کے ماتحت یا زیر اثر ہو۔ بلاشبہ قوم پرست چین، روس کی طرف مائل ہے۔ لیکن اس کی وجہ بالکل معقول ہے۔ وہ روس ہی ہے جس نے دول یورپ کے جتھے سے نکلکر چین کے ساتھ انصاف کیا اور وہ تمام مراعات از خود چھوڑ دیں جو اُسے پچھلے غاصبانہ معاہدوں کی رُو سے حاصل تھیں اور جن کے برقرار رکھنے کے لئے برطانیہ جنگ پر تلا ہوا ہے اور تمام دول یورپ اور امریکہ کو بھڑکا رہا ہے۔

اسی طرح قومی حکومت کی سرحدوں میں امن و امان بھی عام ہے اتنا عام جتنا دنیا کی باقاعدہ سے باقاعدہ حکومت میں ہو سکتا ہے۔ یہاں چوری قزاقی کی وارداتیں سنی نہیں جاتیں۔ تقریباً روز بڑے بڑے شہروں میں عظیم الشان جلوس اور مظاہرے نکلتے رہتے ہیں، مگر انتظام ایسا مکمل ہے کہ کبھی کوئی تصادم نہیں ہوتا۔ پھر یہاں ہندوستان کی طرح مذہبی جھگڑے بھی پیدا نہیں ہوتے۔ کوئی مقام نہیں جہاں بودھ، کنفیوشس اور اہل اسلام موجود نہ ہوں۔ بہت سے علاقوں میں دیسی عیسائیوں کی بھی آبادیاں ملی جلی موجود ہیں۔ لیکن سب امن و صلح کے ساتھ رہتے ہیں۔ حکومت قومی ہے اس لئے کبھی کوئی باہمی نزاع پیدا ہی نہیں ہوتی۔

دنیا بھر میں یہ بھی مشہور کر دیا گیا ہے کہ جنرل چنگ کے شیک کی علیحدگی کے بعد قومی حکومت بہت کمزور ہو گئی ہے۔ حالانکہ یہ بھی غلط ہے۔ بلاشبہ جنرل مذکور یورپین اثرات سے متاثر ہو کر قومی حکومت سے باغی ہو گیا۔ یہ بھی سچ ہے کہ اُس کے ماتحت ایک بڑی فوج بھی ہے۔ کئی علاقوں پر قابض ہے اور نان کنگ اُس کا صدر مقام ہے۔ لیکن اس سے مرکزی حکومت کی قوت میں کوئی کمزوری پیدا نہیں ہوئی ہے۔ وہ آج بھی کافی طاقتور ہے اور اُسکی مظفر و منصور فوجیں شمالی چین کو فتح کرتی ہوئی برابر بڑھ رہی ہیں۔

پھر جنرل کے شیک کی بغاوت بھی ابتک ایک معما ہے۔ اسوقت تک مرکزی حکومت سے اُس کا کوئی قابل ذکر تصادم نہیں ہوا۔ اُسنے ہانکو پر حملہ نہیں کیا بلکہ سیدھا شمالی چین کی طرف روانہ ہو گیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اس کی بغاوت برطانیہ کے لئے عملاً کچھ مفید نہ ہو سکی بلکہ سراسر نقصان ہی پہنچا۔ پہلے اُس کے حلیف شمالیوں پر صرف کنٹون کا دباؤ تھا۔ اب یہ جنرل الگ ہو کر نئی طاقت سے دہرا دباؤ ڈال رہا ہے۔

علاوہ بریں اگر قوم پرست حکومت کو اس با اثر سپہ سالار کی علیحدگی سے نقصان پہونچا تو ساتھ ہی قدرت نے اُس کی فوراً تلافی بھی کر دی۔ عین وقت پر چین کا مشہور عیسائی جنرل "فینگ" (جو کئی سال تک پیکن کا حاکم رہ چکا ہے) اُس سے آملا اور اپنی تازہ دم منظم فوج لاکر اُس کی قوت میں نمایاں اضافہ کر دیا۔ یہ جنرل اپنی جنگی قابلیت کی ایک پوری تاریخ رکھتا ہے۔ تمام یورپ و امریکہ اور جاپان کے اخبارات ابسے چند سال پہلے تسلیم کر چکے ہیں کہ جیسی باقاعدہ فوج اس کے پاس ہے ایسی دوسرے چینی جنرل کے پاس نہیں ہے۔ لیکن اب جبکہ وہ کمیونسٹ ہو کر قوم پرست حکومت کے جھنڈے تلے آ گیا ہے تو کہا جا رہا ہے کہ اُس سے بُرا اور کمزور کوئی نہیں!

یہ اسی جنرل کے اتحاد کا نتیجہ ہے کہ قوم پرست فوجیں تیزی سے "پیکن۔ ہانکو ریلوے" اور "ٹین سن پیا کو" لائن پر بڑھتی چلی جاتی ہیں۔ ان کی قوت میں برابر اضافہ ہو رہا ہے۔ نئی نئی قوتیں اُن کی فتوحات دیکھ کر اُن سے ملتی جاتی ہیں۔ اس سلسلہ میں سب سے زیادہ اہم خبر یہاں کے چینی حلقوں میں یہ پھیلی ہوئی ہے کہ عنقریب صوبہ "شانسی" کا جنگی حاکم جنرل "ین ہو۔ شان"، قوم پرستوں کی جماعت میں شامل ہونے والا ہے۔ اگر یہ خبر صحیح نکلی تو قومی حکومت کو غیر معمولی قوت حاصل ہو جائے گی۔ (۱۳- جون کی سرکاری خبر مظہر ہے کہ یہ جنرل قوم پرستوں سے مل گیا۔ (الہلال)

غرضکہ اسوقت چین کی حالت قومی نقطۂ نظر سے نہایت عمدہ اور اُمید افزا ہے۔ قومی حکومت روز بروز طاقت ور ہو رہی ہے۔ پیکن کی (شمالی) حکومت کو سخت زوال ہو رہا ہے۔ برطانیہ اور دوسری سلطنتوں میں اس صورت حال سے سخت بےچینی پیدا ہو گئی ہے۔ وہ پیکن کے بچانے کی فکر کر رہی ہیں۔ لیکن کامیابی کی کوئی اُمید نظر نہیں آتی۔ کیونکہ خود پیکن اور اُس کی حکومت میں قوم پرستوں کے اثرات گھر کر چکے ہیں۔

دینا نہیں چاہتی، اس لئے حکومت بھی برطانوی امتیازات اُٹھا دینے پر تلی ہوئی ہے۔

مصر کی "خود مختاری" تسلیم کر لینے کے بعد بھی برطانیہ نے اپنے لئے کئی حاکمانہ امتیازات باقی رکھے ہیں۔ انگریزی فوج مصر کی سرزمین پر موجود ہے۔ مصری فوج کا سپہ سالار انگریز ہے۔ متعدد انتظامی محکموں پر انگریز عہدہ داروں کی نگرانی ہے۔ طور سینا اور طرابلس کے سرحدی علاقے انگریز افسروں کی ماتحتی میں ہیں۔

ظاہر ہے یہ امتیازات ملکی آزادی اور قومی خود مختاری کے قطعی منافی ہیں۔ ان کی موجودگی میں مصر کا اعلان خود مختاری بالکل بے معنی اور مضحکہ انگیز رہجاتا ہے۔ مصر نے سالہا سال صبر کیا، لیکن اب وہ طیار ہو گیا ہے کہ اپنے حقوق کا آخری مطالبہ شروع کر دے۔

انگریز افسروں اور سپہ سالار کی موقوفی

اس سلسلہ میں مصری حکومت کی پہلی کارروائی یہ تھی کہ اُس نے انتظامی محکموں کے تمام انگریز عہدہ دار برخاست کر دیے صرف محکمہ عدالت، محکمہ مال، اور بعض دوسرے عہدوں پر گنتی کے انگریز رہنے دیے، لیکن انکے لئے بھی خاص خاص شرطیں مقرر کر دی گئیں۔ یہ واقعہ عدلی پاشا کی وزارت میں ہوا تھا۔ اب ثروت پاشا نے آکر دوسرا قدم اٹھایا ہے، اور یہ قدم نہایت نتیجہ خیز ہے۔ مصری پالیمنٹ کی جنگی کمیٹی نے طے کر دیا کہ سردار سپاہ کا عہدہ توڑ دیا جائے اور اُس کے اختیارات ایک جنگی مجلس کے سپرد کر دیے جائیں۔ حکومت نے بھی یہ تجویز پسند کی اور اُسے جاری کرنا چاہا۔ مگر انگلستان اپنے غاصبانہ دعووں سے دست بردار ہونے کے لئے طیار نہیں ہے۔

برطانیہ کا دعویٰ ہے کہ ۲۸ فروری سنہ ۱۹۲۲ء کی تصریح میں یہ طے پا گیا ہے کہ مصری فوج انگریزی سردار سپاہ کے ماتحت رہے گی۔ حالانکہ یہ دعویٰ سراسر بے بنیاد ہے۔ اس تصریح میں فوج کا مطلقاً کوئی ذکر نہیں ہے اور نہ صرف اس تصریح میں بلکہ سنہ ۱۹۲ سے سنہ ۱۹۲۷ء تک کے کسی معاہدہ یا گفت و شنید میں اس کا ذکر نہیں پایا جاتا۔ مصری حکومت کی حجت یہ ہے کہ انگریزی حمایت (پروٹکٹوریٹ) کے زمانہ میں مصری فوج "سردار" کے ماتحت تھی لیکن اب اعلان خود مختاری کے بعد کوئی وجہ نہیں کہ قدیم نظام باقی رکھا جائے۔

غرضکہ اس وقت یہ مسئلہ برطانیہ اور مصر کے درمیان سخت نزاع کا موجب ہو گیا ہے۔ طرفین اپنی اپنی بات پر اڑے ہوئے ہیں اور ایک قدم بھی پیچھے ہٹنا منظور نہیں کرتے۔ اس مسئلہ کی اہمیت صاف ظاہر ہے۔ انگریز سپہ سالار کی ماتحتی میں مصری فوج رہنے کے معنی بجز اس کے کچھ نہیں ہیں کہ یہ فوج بھی انگریزوں ہی کی ہے۔ برطانیہ خوب سمجھتا ہے کہ "سردار" کی موقوفی کے بعد مصر کو جنگی قوت حاصل ہو جائے گی اور زبردستیوں کا وہ سلسلہ بند ہو جائے گا جو مدت سے برطانیہ جاری کئے ہوئے ہے۔

لارڈ جارج لائڈ کی بے ضابطگی

ابھی یہ معاملہ طے نہیں ہوا تھا کہ ایک اور نئی مشکل پیدا ہو گئی یہ مشکل برطانوی ہائی کمشنر لارڈ جارج لائڈ نے پیدا کی ہے۔ موصوف چند سال پہلے ہندوستان کے ایک صوبہ کے گورنر تھے۔ ہندوستان سے انگلستان واپس ہوئے اور فوراً مصر بھیجدیے گئے۔ مصر پہونچکر اُنھیں یاد نہیں رہا کہ اب ایک ایسے ملک میں آئے ہیں جو ہندوستان کی طرح برطانیہ کے ماتحت نہیں ہے۔ بات بات میں حاکمانہ شان دکھانے لگے۔ قاہرہ میں اُن کی آنکھیں شاہی استقبال اور مظاہر عبودیت ڈھونڈھتی تھیں۔ یہاں اس کا امکان نہ تھا، مایوس ہو کر دیہاتی علاقوں پر نظر ڈالی۔ وہاں علاقہ "منیا" میں چند قدیم الدار خائن موجود ہیں۔ اُنھوں نے ممدوح کی خواہش پوری کر دی۔ ایک پُر تکلف دعوت کا اہتمام کیا گیا۔ یہ اسپشل ٹرین پر دھوم دھام سے پہنچے۔ خشوع و خضوع کے مظاہرے قبول کئے، اور کسانوں میں بالکل ویسی ہی حاکمانہ تقریر کی جیسی تقریروں کے وہ ہندوستان میں عادی رہ چکے ہیں۔

لیکن جب اخبارات میں یہ خبر شائع ہوئی، تو عام رائے میں سخت برہمی پیدا ہو گئی۔ ہر طرف سے اعتراض شروع ہوا کہ برطانوی ہائی کمشنر کو اس کارروائی کا کیا حق تھا؟ اخبارات سے گزر کر یہ معاملہ پارلیمنٹ تک پہنچا۔ وہاں ممبروں نے نہایت سخت نکتہ چینی کی اور حکومت کو مجبور کیا کہ جواب طلب کرے۔

سب کو معلوم ہے کہ مصری پارلیمنٹ پر زغلول پاشا کی وطن پرست پارٹی حاوی ہے۔ اس واقعہ سے فائدہ اُٹھا کر انگریزی اخبارات نے لکھنا شروع کر دیا ہے کہ برطانیہ کی مخالفت صرف یہی جماعت کر رہی ہے۔ حالانکہ یہ قطعاً غلط ہے۔ برطانیہ کی مخالفت پر تمام جماعتیں متحد ہیں۔ ذیل میں ہم چند اقتباس صرف اُن تقریروں کے دیتے ہیں جو معتدل جماعت کے سربرآوردہ ممبروں نے اس معاملہ پر پارلیمنٹ میں کی ہیں۔

حسین یوسف عامر آفندی نے کہا "ہمیں برطانوی نمائندہ سے صاف کہدینا چاہئے کہ مصر اپنی آزادی کسی قیمت پر بھی فروخت کرنے کے لئے طیار نہیں۔ اگر ہم نے برطانیہ کے ساتھ مفاہمت کی پالیسی پسند کی تھی تو صرف اس لئے کہ ہمیں یہ پالیسی مصر کی خود مختاری کے لئے مفید معلوم ہوئی تھی۔ اگر برطانیہ ہماری ملائمت سے ناجائز فائدہ اُٹھانا چاہتا ہے تو ہم اپنی پالیسی بدل ڈالنے میں ایک لمحہ بھی پس و پیش نہیں کرینگے"

ابراہیم دسوقی آفندی نے کہا "برطانوی نمائندے کو حق ہے کہ ملک کے جس حصہ میں چاہے سیر کرے۔ نیز ملکی خائنوں کو بھی حق ہے کہ جس طرح چاہیں اُس کی آؤ بھگت کریں لیکن ساتھ ہی برطانوی نمائندے کو یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ مصر ایک آزاد ملک ہے، اور یہ اس سرزمین میں جب 'ملک' کا لفظ بولا جاتا ہے تو اس سے مقصود صرف وہ ہستی ہوتی ہے جو مصر کے تخت پر بیٹھی ہے۔ میں اُس پالیسی کے ہرگز کوئی معنی نہیں سمجھتا جس کا نتیجہ ملک کی خود مختاری کی قطعی پامالی ہو"

طراف علی آفندی نے کہا "مصر کی مصالحانہ پالیسی کو اُس کی کمزوری پر محمول نہیں کرنا چاہئے۔ ہم کمزور نہیں ہیں۔ ہمارے پاس حق ہے اور ہم حق کی قوت سے قوی ہیں"

سب سے زیادہ اہم اور پُر زور تقریر، معتدل جماعت کے مشہور زعیم ابراہیم الہلباوی بک کی تھی۔ یہ وہی شخص ہیں جو ایک زمانہ میں برطانیہ کے بڑے مداح اور مخلص خدمت گذار تھے سنہ ۱۹۰۹ء کے مشہور حادثہ "دنشوائی" میں انھی نے انگریز مجرموں کی طرف سے قانونی پیروی کی تھی اور اُنھیں سزا سے بچا لیا تھا۔ انھوں نے اپنی تقریر میں کہا:

"بہت سی تقریریں ہو چکی ہیں۔ لیکن معاملہ اس قدر اہم ہے کہ میں بھی گفتگو کرنے پر مجبور ہوں۔ دُنیا دیکھ لے کہ میں نوجوان نہیں ہوں، میرا سر سفید ہو گیا ہے۔ بڑھاپا اپنی جملہ کمزوریوں کے ساتھ مجھ پر ٹوٹ پڑا ہے۔ کوئی یہ نہ کہے کہ مصری پارلیمنٹ پُر جوش نوجوانوں کے تہور کا ساتھ دے رہی ہے۔ میں سعد پاشا کی جماعت میں سے بھی نہیں ہوں۔ البتہ میں مصری ہوں، اور چونکہ تمام مصر برطانوی نمائندے سے نالاں ہے اس لئے قدرتی طور پر میں بھی نالاں ہوں۔ اس برطانوی نمائندے نے سیاسی دستور العمل کی خلاف ورزی کی ہے۔ اُس نے ہمارے ملک کی آزادی کے لئے خطرہ پیدا کر دیا ہے..."

پارلیمنٹ میں اُس مصری پولیس افسر پر بھی بڑی لے دے ہوئی تھی جسنے "منیا" میں لارڈ جارج لائڈ کی تقریر ترجمہ کی تھی۔ ایک مقرر نے اس مناسبت سے نپولین اعظم کا یہ تاریخی واقعہ بیان کیا "ایک جنگ میں دشمن فوج کے ایک بڑے افسر نے نپولین کے لئے جاسوسی کی تھی جس سے بالآخر بادشاہ کو فتح ہوئی۔ فتح کے بعد جاسوس طرح طرح کی امیدیں لے کر نپولین کے خیمہ کی طرف دوڑا۔ وہ یقین کرتا تھا نپولین اس شاندار خدمت پر اُس سے مصافحہ کرے گا اور اپنے سینہ سے لگائے گا۔ لیکن نپولین نے جونہی اُسے دیکھا، ناگواری کے ساتھ اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ ایک لمبی لاٹھی کے سرے پر اشرفیوں کی تھیلی باندھی اور جاسوس سے کہا "یہ ہے تیرا صلہ، لے لے۔ تیرے جیسے خائن سے میں اپنا ہاتھ مس کرنا پسند نہیں کرتا"

ابراہیم الہلباوی بک نے سلطان عبد العزیز کا بھی ایک دلچسپ واقعہ بیان کیا۔ انھوں نے کہا "ستر برس گزرے سلطان عبد العزیز نے فرانس کی سیاحت کی تھی۔ ایک دن وہ پیرس میں جا رہے تھے۔ نپولین ثالث شاہ فرانس اُنکے پہلو میں بیٹھا تھا۔ سلطان فرانسیسی زبان نہیں جانتے تھے۔ لیکن ترکی وزیر خارجہ راشد پاشا جانتے تھے اور دونوں فرمانرواؤں کی گفتگو کا ترجمہ کرتے جاتے تھے۔ نپولین نے راشد پاشا سے کہا "سلطان المعظم سے کہو کہ جزیرۂ کریٹ میں اپنی رعایا پر رحم کریں اور نئے انتظامات جاری کریں" راشد پاشا نے اس جملہ کا ترجمہ ترکی میں اپنے آقا کو سنایا۔ اس پر سلطان کا جواب کیا تھا؟ وہ بالکل خاموش ہو گئے، گویا سنا ہی نہیں۔ نپولین نے خیال کیا سلطان مطلب نہیں سمجھے۔ راشد پاشا سے پھر ترجمہ کرنے کو کہا۔ مگر اُنھوں نے محسوس کر لیا تھا کہ سلطان ناراض ہو گئے ہیں چنانچہ دوبارہ ترجمہ کرنے سے معذرت کی۔ اس کے بعد کیا ہوا؟ سلطان نے اپنی قیام گاہ پر پہنچتے ہی عالی پاشا وزیر اعظم کو طلب کیا اور حکم دیا کہ فوراً راشد پاشا وزیر خارجہ کو برطرف کر دو۔ وزیر کو اس اچانک عتاب پر بہت تعجب ہوا۔ ڈرتے ڈرتے سبب پوچھا۔ سلطان نے کہا "راشد پاشا نے ایک ایسے جملہ کا ترجمہ مجھے سنایا جو ہرگز سنانا نہیں چاہئے تھا کیونکہ وہ میرے ساتھ بطور مترجم کے نہیں تھے۔ وزیر خارجہ کی حیثیت سے تھے۔ میرے وزیروں کو معلوم ہونا چاہئے کہ کون بات میری سلطنت کے مصالح اور عزت کے مطابق ہے کون مخالف ہے۔ جب ایک اجنبی بادشاہ نے ایک ایسی بات مُنہ سے نکالی تھی جس سے میری سلطنت کے معاملات میں مداخلت پائی جاتی ہے تو میرے وزیر خارجہ کا فرض تھا کہ اُس بات کا مجھے ترجمہ سنانے سے صاف انکار کر دیتا!"

ایک اور مشکل

لارڈ جارج لائڈ کی اس کارروائی نے ایک اور معاملہ کی یاد بھی تازہ کر دی ہے۔ عام سیاسی دستور یہ ہے کہ جب کسی سلطنت کا سفیر یا نمائندہ دوسرے ملک میں پہنچتا ہے تو اُس ملک کی حکومت کے سامنے اپنی تقرری کے کاغذات پیش کرتا اور اُس کی منظوری حاصل کرتا ہے۔ مصر میں بھی یہی دستور جاری تھا۔ جنگ سے پہلے تک جتنے برطانوی نمائندے آئے اپنے کاغذات خدیو کے سامنے پیش کرتے رہے۔ لارڈ کچنر نے بھی ایسا ہی کیا تھا۔ لیکن دوران جنگ میں یہ رسم موقوف ہو گئی کیونکہ اب مصر خود مختار نہیں رہا تھا۔ برطانیہ کا ایک مقبوضہ ملک تھا۔ مصر کے اعلان خود مختاری کے بعد سب سے پہلا برطانوی نمائندہ، یہی لارڈ جارج لائڈ تھے۔ یہ دسمبر سنہ ۱۹۲۵ء میں پہنچے۔ خیال تھا کہ اپنے کاغذات شاہ مصر کے سامنے پیش

کے لئے موت! لیکن جری دل موت سے کب ڈرتے ہیں؟"

اضطراب و مسرت!

پورا پیرس ہمہ تن گوش تھا۔ دو دن گزر گئے۔ دوشنبہ کی شام کو میدانوں اور پبلک مقاموں میں ایسا ہجوم تھا جیسا جنگ کے بعد کبھی دیکھا نہیں گیا۔ مضطرب دل اور لڑکھڑاتی زبانیں چلا رہی تھیں "خبر؟ خبر؟" "یہ لو خبر آگئی!" اچانک شور مچا "نجیسر پہنچ گیا!" اخبارات کے ضمیموں کی جلی سرخی تھی۔ بھیڑ اخبار فروشوں پر ٹوٹ پڑی۔ کش کش اور ہجوم میں بہت سے اخبار پھٹ گئے۔ ایک خریدتا تھا اور دس اُس کے ہاتھ سے چھینتے تھے۔ کئی عورتیں بھیڑ میں گر پڑیں۔ کئی لڑکے کچل گئے "سفید چڑیا نیویارک کے آسمان پر دیکھی گئی!" یہ خبر تھی جو اخبارات نے شائع کی تھی۔ اب کیا تھا؟ مسرت اور قومی فخر و غرور کی عام لہر دوڑ گئی۔ مصافحے اور معانقے ہونے لگے۔ ہر ہونٹ پر ہنسی تھی اور ہر آنکھ میں مسرت کے آنسو تھے۔

کپتان کی ماں!

اچانک مجمع میں ایک طرف جنبش ہوئی۔ انسانوں کا سیلاب ایک خاص گوشہ کی طرف بڑھ رہا تھا۔ ہجوم سے باہر نکلنا ناممکن تھا۔ میں نے بھی اپنی باگیں چھوڑ دیں۔ لاکھوں آدمی کی بھیڑ ایک سہ منزلہ مکان کے سامنے پہنچکر رک گئی۔ یہ کپتان کی ماں کا گھر تھا۔ سخت کشمکش تھی۔ سب کی خواہش تھی کہ مادام کے کمرے میں پہنچ جائیں۔ خوش قسمتی سے مجھے اوپر چڑھنے کا موقعہ ملگیا۔ ساٹھ برس کی ایک پُر وقار بوڑھی خاتون ہمارے سامنے تھی! مسرت نے اُس کا عجب حال کر دیا تھا۔ ہر لحظہ شادی مرگ کا اندیشہ تھا۔ اسوقت وہ پورے فرانس کی ماں تھی پورا پیرس اُسے کھڑا سلام کر رہا تھا!

یقینی خبر

ڈیڑھ دن پھر گزر گئے۔ "سفید چڑیا" کی کوئی خبر نہیں آئی۔ آج پورا پیرس اُداس ہے۔ سب کے دل دھڑک رہے ہیں۔ انتظار سے تنگ ہوکر پیرس پھر میدانوں کی طرف چلا۔ پہلے سے کہیں زیادہ ہجوم تھا لیکن تمام آوازیں بند ہوگئیں کامل سکون چھا گیا۔ ایک لمحہ کے بعد تالیوں کا شور بلند ہوا۔ بیک وقت لاکھوں تالیاں بج رہی تھیں۔ پھر یکایک نعرے بلند ہونے لگے "نجیسر پہنچ گیا!" "سرکاری طور پر تصدیق ہوگئی!" سرکاری عمارتوں پر جھنڈے اڑا دئے گئے — یورپ سے "مبارک! سلامت!" کے پیغام حکومت فرانس کے نام آنے لگے اب عصبی پیرس کی خوشی ناقابل بیان تھی! فرانس نے امریکہ کو شکست دیدی!!

لیکن...

"لیکن؟"

"لیکن" کا حال کوئی پیرس کے دل سے پوچھے "افسوس! خبر غلط تھی" اخبارات کی اس سرخی نے پیرس کا تمام سرور و عیش رنج و الم سے بدل دیا۔ تحقیقات سے ثابت ہوا کہ نیویارک کے آسمان پر جو "سفید چڑیا" منڈلاتی نظر آئی تھی، وہ فرانسیسی جہاز نہ تھا۔ امریکہ ہی کا ایک ہوائی جہاز تھا۔

اس وقت تمام پیرس اُداس ہے، کیونکہ اُس کے قومی فاتح کا کہیں پتہ نہیں۔ کیا وہ بحر اعظم کی موجوں پر ہے؟ کینیڈا کے پہاڑوں پر ہے؟ آئرلینڈ کے جنگلوں میں ہے؟ خدایا! وہ کہاں ہے؟ ہر زبان یہی سوال کرتی ہے مگر کوئی جواب نہیں ملتا۔ کپتان کے دو بھائی ہیں ایک اُسے انگریزی آبنائے میں تلاش کرکے نا امید واپس آچکا ہے۔ دوسرا ساحل امریکہ میں ڈھونڈھتا پھر رہا ہے۔ مگر ابتک کہیں کوئی سراغ نہیں ملا!

عقاب موت

پیرس کی بےچینی کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ اس بہادرانہ عزم سے پہلے بھی نجیسر اُسے محبوب تھا۔ دوران جنگ میں اس نوجوان نے ایسے حیرت انگیز کارنامے دکھائے تھے کہ اُس کا جنگی لقب "عقاب موت" ہوگیا تھا۔ جنگ میں اسے بار بار کاری زخم آئے۔ ۲۴ آپریشن کئے گئے۔ ڈاکٹروں نے فیصلہ کر دیا تھا کہ اب یہ فوج کے لائق نہیں رہا۔ مگر زخم بھرتے ہی وہ پھر فوج میں تھا۔ سپہ سالار نے کہا "تم فوج میں قبول نہیں کئے جاسکتے" اُسنے فوراً جواب دیا "لیکن میں فوج کو قبول کرسکتا ہوں" چنانچہ برابر لڑتا رہا۔ ۴۵ ہوائی معرکے سر کئے ۷۰ دشمن جہاز برباد کر ڈالے۔ فرانس کا سب سے بڑا جنگی تمغہ حاصل کیا۔ ۱۴ چھوٹے تمغے اور ستارے پائے۔ یہ سب حکومت فرانس کی طرف سے تھے۔ برطانیہ اور امریکہ کے تمغے اس کے علاوہ ہیں۔

کپتان کی ماں سے ملاقات

کپتان کی بوڑھی ماں کا کیا حال ہے؟

خوش قسمتی سے اس معزز خاتون نے چند لمحے مجھے بھی بخشے ہیں اُس کی ملاقات کو بے اختیار اور بغیر اطلاع کے پہنچ گیا تھا۔ دروازہ پر میں نے دستک دی، دستک کے ساتھ ہی پٹ کھل گئے اور میں نے ایک مضطرب آواز سُنی: "کوئی خبر لائے ہو؟" یہ غمزدہ ماں کی آواز تھی۔ افسوس، میرے پاس کوئی خبر نہ تھی۔ فرط تأثر سے میری آواز بند ہوگئی "خبر کا نہ ہونا خود اچھی خبر ہے" خاتون نے سر ہلاکر شکستہ آواز میں کہا۔ اس سے اُس جانگداز اندیشہ کا پتہ چلتا تھا جس میں اس کا الم زدہ دل مبتلا تھا! بایں ہمہ اس کے صبر و تحمل کا وقار بدستور قائم تھا۔ وہ اب بھی ہنستی تھی مگر ایسی ہنسی جس میں ہزاروں نالہ ہائے درد کی چیخیں پوشیدہ تھیں۔

"تمام دنیا آپکے قلق میں شریک ہے" میں نے ہمدردانہ لہجہ میں کہا

"صاحب تمھیں بھی امید ہے نہ؟" خاتون نے اضطراب سے کہا۔

"بلاشک! مجھے کیا بہتوں کو یقین ہے کہ کپتان امریکہ کے کسی غیر آباد علاقے میں پہنچ گیا ہے" میرا جواب تھا۔

مادم اب اپنے آنسو روک نہ سکی۔ "ماں! رو نہیں" اُس کے ایک لڑکے نے کہا۔

"کیا؟" خاتون نے سخت جدوجہد سے اپنے کو سنبھالکر کہا "میں روتی نہیں ہوں۔ مجھے اب تک یقین ہے۔ وہ ضرور لوٹ آئے گا۔ تین مہینے گزر جائیں۔ ۶ مہینے گزر جائیں، مگر یہ امید میرے دل میں برابر زندہ رہے گی!"

میں اس گھر میں زیادہ دیر ٹھہر نہیں سکتا تھا۔ بمشکل مجھ سے اجازت مانگی گئی۔ سڑک پہنچتے پہنچتے میرا رومال بھی تر تھا!

شاید اسوقت بھی وہ گرجا میں قربان گاہ کے سامنے اپنے گھٹنوں پر جھکی ہوئی "چارلی" یعنے پیرس کے گم شدہ محبوب کے لئے دعا مانگ رہی ہے۔

⁂

جامع الشواہد
طبع ثانی

مولانا ابوالکلام صاحب کی یہ تحریر ۱۹۱۹ء میں شائع ہوئی تھی جب رانچی میں نظر بند تھے۔ موضوع اس تحریر کا یہ تھا کہ اسلامی احکام کی رو سے مسجد کن کن اغراض کے لئے استعمال کی جاسکتی ہے؟ اور اسلام کی رواداری نے کس طرح اپنی عبادت گاہوں کا دروازہ بلا امتیاز مذہب و ملت تمام نوع انسانی پر کھول دیا ہے؟

۱۹ء میں جس قدر نسخے چھپے تھے، مدرسۂ اسلامیہ رانچی کو دیے گئے تھے جو بہت جلد ختم ہوگئے۔ اب مصنف کی نظر ثانی کے بعد دوبارہ لکھنؤ میں چھپی ہے۔ قیمت بارہ آنے (۱۲)

منیجر الہلال کلکتہ

خواطر و سوانح

میری اخباری زندگی کا ایک لمحہ

گذشتہ نمبر میں ہم نے ایک کتاب کا ذکر کیا تھا جو حال میں شائع ہوئی ہے اور جس میں تیس فرانسیسی اخبار نویسوں نے اپنی اپنی زندگی کے اہم واردات و حوادث بیان کئے ہیں۔ اس کتاب کی ایک سرگزشت پچھلی اشاعت میں آپکی نظر سے گزر چکی ہے۔ آج ایک دوسری سرگزشت درج کی جاتی ہے۔ یہ موسیو گستن شیرو کے قلم سے نکلی ہے جو عرصہ تک اخبار طان پیرس کے شرقی مقالہ نگار رہ چکے ہیں۔ اس سرگزشت میں انھوں نے اپنے قیام طرابلس کے زمانہ کے بعض واردات لکھے ہیں جب اٹلی اور اندرون طرابلس کے عربوں میں لڑائی جاری تھی:

صحرا کے خطرناک راہ!

یورپین تہذیب سے دُور، طرابلس، صحرائے افریقہ کے دامن میں پوشیدہ پڑا تھا۔ ۱۹۱۱ء میں یکایک اٹلی نے حملہ کیا اور مغربی ممالک پر اُس کے بند دروازے کھل گئے!

مجھے وہ رات عمر بھر یاد رہے گی جو میری اخباری زندگی کی سب سے زیادہ عجیب رات ہے۔ یہ رات مجھے طرابلس میں پیش آئی تھی۔

میں اپنے ہوٹل میں بیٹھا تھا کہ وہ نوجوان عرب کمرے میں آیا جو میری خدمت کرتا اور روز صبح گھوڑا تیار کر دیتا تھا۔ اُسنے کمرے میں ہر طرف آنکھیں پھاڑ کر دیکھا اور میرے تنہا ہونے کا پورا یقین حاصل کرکے کہنے لگا:

"محمد سعید ملاقات کرنی چاہتا ہے۔ اگر آپ رازداری کا وعدہ کریں تو میں آج ہی رات آپکو اُسکے پاس لے چلوں"

پھر مجھے متعجب دیکھ کر بولا:

"آپ اُسے نہیں جانتے مگر وہ آپکو جانتا ہے"

میں غور کرنے لگا۔

علی میرے زین کی رکاب صاف کرنے لگا۔

"ملعون یوسف آج پھر رکاب صاف کرنا بھول گیا" علی بڑبڑا رہا تھا۔

"آج رات جب ڈاکخانہ سے نکلئے گا تو میں آپ کا پیچھا کرونگا بشرطیکہ کوئی ساتھ نہ ہوا" اُسنے مجھے مخاطب کئے بغیر کہا۔

اُسوقت طرابلس محفوظ نہیں تھا۔ ذراسی بے احتیاطی بھی یورپین کے لئے موت کا باعث تھی۔ میرا فرانسیسی ہونا، میری زندگی کے لئے ضمانت نہ تھا۔ کسی طرف سے اچانک ایک گولی آکر میرا خاتمہ کر سکتی تھی۔ میں متردد تھا کہ بغیر کچھ معلوم کئے محمد سعید کے ہاں چلا جانا مناسب ہے یا نہیں؟ میرا قاعدہ تھا کہ روز رات کو تار گھر جاکر اپنے دن بھر کی معلومات پیرس کے اخبارات کو بھیجدیا کرتا تھا۔

شاید گیارہ بجے میں تار گھر سے نکلا۔ رات نہایت تاریک تھی سڑکوں پر کوئی روشنی نہ تھی۔ میں تنہا نہ تھا۔ ایک اٹالین اور ایک فرانسیسی اخبار نویس بھی میرے ساتھ تھے۔ تھوڑی دور چلکر وہ دونوں اپنے ہوٹل کے سامنے پہنچ گئے۔ اب مجھے اپنے ہوٹل کی طرف تنہا جانا تھا۔

ایک چوراہے پر پہنچکر مجھے محسوس ہوا کہ کسی کی پرچھائیں میں نے دیکھی ہے۔ میرا خیال صحیح تھا۔ میرا خدمتگار علی میرے پیچھے پیچھے آرہا تھا۔

بریدِ فرنگ

جرمنی کی چٹھی

کمزور قوموں کے لئے عبرت و موعظت

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم برلن کے قلم سے)

گزشتہ جنگ عمومی میں جتنی بربادیاں جرمنی پر آئیں، اُن کا تصور بھی بیرونی دُنیا نہیں کر سکتی۔ جنگ نے جرمنی کو بالکل دیوالیہ کر دیا تھا۔ تمام خزانے خیالی ہو گئے تھے۔ صنعت و حرفت فنا ہو گئی تھی۔ لاکھوں کی تعداد میں نوجوان قتل ہوئے تھے اور لاکھوں کی تعداد میں بیکار ہو گئے تھے۔ پورا ملک فقر و فاقہ میں مبتلا تھا پھر جنگ، شکست پر ختم ہوئی۔ ایسی شکست جس کی نظیریں تاریخ میں کم ملتی ہیں۔ تمام بیرونی مقبوضات نکل گئے۔ ۱۳ فی صدی اصلی ملک کم ہو گیا۔ ۱۰ فیصدی آبادی نکل گئی۔ ۲۵ سے ۷۵ فی صدی تک قیمت کی خام پیداوار جاتی رہی، مزید براں یہ کہ اس برباد شدہ ملک پر تاوان جنگ کا اتنا بھاری بوجھ ڈالدیا گیا جس کی مثال دُنیا نے کبھی نہیں دیکھی تھی۔

جرمنی کے دوست اور دشمن دونوں یقین کرتے تھے کہ اب اس ملک کی تاریخ ختم ہو گئی۔ اتنی سخت ہزیموں کے بعد بھی کبھی کوئی بچا ہے؟ لیکن پورے دس برس بھی ابھی اسیر نہیں گزرے تھے کہ یہ مردہ پھر قبر سے نکل آیا اور اس طرح زندہ ہو گیا کہ سچ مچ طلسم معلوم ہوتا ہے، جرمنی نے جو معجزہ دکھایا ہے اُس کے بیان کے لئے ہومر جیسے شاعر کی ضرورت ہے۔

آج جرمنی، پھر اول درجہ کی یورپین طاقت بنتی جاتی ہے۔ مجلس اقوام میں اسوقت اُسے وہی مرتبہ حاصل ہے جو برطانیہ اور فرانس کو ہے جنہوں نے آج سے ۸ برس پہلے ورسیلز کے محل میں بیٹھکر اُس کا گلا گھونٹا تھا۔ آج سے دو برس پہلے جرمنی کا سکہ تباہ ہو گیا تھا۔ نجات کی کوئی صورت بھی نظر نہ آتی تھی۔ مگر آج جرمنی دنیا کی تیسری اقتصادی قوت ہے اور برطانیہ اور امریکہ کے بعد سب سے بڑی تجارت کا مالک بن گیا ہے۔ اسوقت اُس کی صنعت و حرفت نہایت تیزی سے اُس سطح تک آ رہی ہے جہاں جنگ سے پہلے تھی!

آخر اس حیرت انگیز کامیابی کا راز کیا ہے؟ جواب بالکل صاف ہے۔ اس ملک پر ایک سرسری نظر ڈالنے ہی سے معلوم ہو جاتا ہے۔ جرمنی کو جس چیز نے موت کے منہ سے نکالا وہ اُسکی ہمت، محنت، اشتراک عمل، اور اپنی حالت کا صحیح اندازہ لگا لینا ہے۔ جرمن قوم کی یہ امتیازی صفت ہے کہ فتح و شکست، دونوں حالتوں میں بہادر رہتی ہے۔ قوم کے تمام افراد اور جماعتوں میں اتنی بڑی خود اعتمادی موجود ہے جو دنیا کی کسی دوسری قوم میں پائی نہیں جاتی۔ دراصل یہی خود اعتمادی اُس کی کامیابی کا اصلی راز ہے۔

جرمنی کی موجودہ ترقی صرف پچھلے تین سال سے شروع ہوئی ہے۔ یہ ملک تقریباً اُن تمام اقتصادی مشکلات پر غالب آ گیا ہے جو یورپ کی اکثر سلطنتوں کی زندگی خطرے میں ڈالے ہوئے ہیں۔ جرمنی نے سب سے پہلے اپنے سکے کی طرف توجہ کی۔ اسوقت دُنیا میں جرمنی ہی وہ ملک ہے جس کا سکہ اپنی حقیقی قیمت پر قائم ہے۔

جن لوگوں نے جرمنی کو دوران جنگ میں دیکھا ہے وہ موجودہ حالت میں دیکھ کر ششدر و دنگ ہو جائیں گے۔ جرمنی کے تاریک دن نکل گئے۔ درخشاں مستقبل صاف نظر آ رہا ہے۔ برلن اب پھر عروس البلاد ہے۔ جنگ سے پہلے پیرس، وائنا، اور بروکسل میں بھی وہ عظمت و جلال موجود نہ تھا جو آج برلن میں ہر طرف دیکھا جا سکتا ہے!

فتحمند فرانس منحوس دنوں کا انتظار کر رہا ہے جیسا کہ ایک فرانسیسی وزیر نے حال میں اعلان کیا ہے۔ مسرف دولتمندوں نے پیرس کی طرف سے منہ پھیر لیا ہے، اس لئے فرانس کے پائے تخت پر ہر جگہ اُداسی چھا گئی ہے۔ لیکن برلن کے تھیٹر اور کلب گھر عیش پسند امیروں سے لبریز ہیں۔

آج جبکہ تمام یورپ فقیر ہو رہا ہے اور روز بروز دولت کم ہو رہی ہے، جرمنی کی دولت میں روز افزوں ترقی ہے۔ سرکاری اعداد و شمار سے معلوم ہوا ہے کہ گزشتہ سال جرمن عورتوں نے صرف اپنے لباس پر ۲۷ کروڑ روپیہ صرف کیا تھا! ممکن ہے آپ خیال کریں بحالت موجودہ یہ جرمن عورتوں کا تباہ کن اسراف ہے، لیکن ایک جرمن وزیر نے جس روشنی میں اسے دیکھا ہے وہ آپکے خیال سے بالکل مختلف ہے۔

وزیر موصوف نے عورتوں کے اس اسراف کے بارے میں کہا "گزشتہ زمانہ میں ہمارے لئے کچھ مشکل نہ تھا کہ سال میں کپڑوں کے دو جوڑے دیکر عورتوں کو مطمئن کر دیتے۔ ایک جوڑے میں بھی کام نکل جایا کرتا تھا۔ لیکن اب حالت بالکل بدل گئی ہے۔ پہلے سال بھر کے کپڑوں میں جتنا خرچ ہوتا تھا اُس سے زیادہ اب عورتوں کی ریشمین جرابوں میں صرف ہو جاتا ہے۔ اگر گھر میں کم سے کم بارہ جوڑے موجود نہ ہوں تو عورت شکایت کرتی ہے کہ "پہننے کو کچھ بھی نہیں ہے!" لیکن میں عورتوں کو ہرگز ملامت نہیں کروں گا۔ دراصل ہمیں اُن کا شکر گزار ہونا چاہئے۔ اس اسراف سے وہ ملک کی بڑی خدمت انجام دے رہی ہیں۔ جنگ نے ہماری ہمتیں پست اور ولولے سرد کر ڈالے تھے۔ ہم کمر کھولکر کاہلی کی زندگی پر اُتر آئے تھے۔ مگر ہماری عورتیں اُٹھیں، دل کھولکر خرچ کرنے لگیں، اور اس طرح مردوں کو مجبور کر دیا کہ زیادہ سے زیادہ محنت کرکے ملک کے لئے دولت پیدا کریں"

تازہ ترین اعداد و شمار سے ثابت ہوتا ہے کہ اسوقت افراد کی شخصی آمدنی ۵۰،۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰ مارک سالانہ ہے۔ گویا ہر فرد کی آمدنی ۷۹۰ مارک ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جرمنی آج جنگ سے پہلے کی خوشحالی کے قریب پہنچ گیا ہے۔ جنگ سے پہلے افراد کی آمدنی اس سے صرف ۱۵ فیصدی زیادہ تھی۔

جرمنی کی صنعتی ترقی کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ۱۹۲۴ء میں برآمد کی قیمت ۷،۵۵۰،۰۰۰،۰۰۰ مارک تھی لیکن ۱۹۲۶ء میں بڑھ کر ۹،۸۸۰،۰۰۰،۰۰۰ مارک تک پہنچ گئی ہے۔ جرمنی کا تجارتی بیڑہ تباہ ہو گیا تھا لیکن اب پھر اس کا بیڑہ سمندروں میں پھیلا نظر آ رہا ہے۔ ۱۹۲۰ء میں یہ بیڑہ صرف ۶۰۰،۰۰۰ ٹن وزن کا تھا۔ اب ۱۹۲۶ء میں اُس کا وزن ۳،۲۰۰،۰۰۰ ٹن ہو گیا ہے۔ جرمنی کی خوشحالی اب اس درجہ پہنچ گئی ہے کہ حکومت نے ارادہ کیا ہے "ایپن" اور "مالیڈی" کے دو زرخیز علاقے بلجیم سے خریدلے!

جرمنی کی موجودہ خوشحالی کا ایک بڑا سبب یہ بھی ہے کہ اس وقت کام کرنے والوں کی تعداد پہلے سے بہت زیادہ ہو گئی ہے۔ جنگ سے پہلے جو لوگ بیکاری کی زندگی بسر کرتے تھے اب وہ کام کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ اسوقت ملک میں ۱۷،۵۰۰،۰۰۰ آدمی شدید محنت کے کام کر رہے ہیں، حالانکہ جنگ سے پہلے ایسے محنتی کارکنوں کی تعداد اس سے آدھی تھی۔

⁂

مکتوب فرانس

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم پیرس کے قلم سے)

فرانس کی عظمت!

۸ مئی کو لُند کے تڑکے پیرس کے آسمان پر ایک عظیم نعش اُڑتی دکھائی دی۔ اس پر ایک بڑی انسانی کھوپڑی، دو بیڈی ہڈیاں اور دو روشن شمعوں کی تصویریں بنی تھیں!

یہ نعش نہ تھی، فرانس کی قومی عظمت تھی، اور تاریخ کی ابدیت کی طرف جا رہی تھی۔ یہ علم و حکمت اور انسانی اولوالعزمی کے میدان میں فرانس اور امریکہ کا مقابلہ تھا، اور بالآخر خوفناک موت کی طرف جانے والا تھا۔

امریکہ کی طرف سے اعلان ہوا کہ ہم بحر اعظم اٹلانٹک کو بلا انقطاع ایک ہی پرواز میں عبور کر لیں گے۔ نیویارک سے اُڑینگے اور پیرس میں جا کر دم لیں گے! فرانس نے سُنا تو اُسے اس اعلان میں اپنی عظمت کی تحقیر محسوس ہوئی۔ اُسنے کہا "قبل اس کے کہ تم پیرس آؤ اور تاریخ کی لازوال شہرت حاصل کر لو۔ ہم تم سے بازی لے جائیں گے اور نیویارک پر اپنے جلال کا پرچم اُڑا آئیں گے!"

یہ بہادرانہ الفاظ تھے جو فرانس کی طرف سے کپتان نجیسر نے کہے۔

۳۵ سال کی عمر، بھرپور جوانی، دلفریب مردانہ حسن، نازنینان پیرس کی دل پسندیوں کا مرکز۔ یہ نجیسر ہے! مگر فرانس کی عظمت سب سے بالاتر ہے!

وہ اُٹھا، اپنے ایک رفیق کو ساتھ لیا۔ اور ہوائی جہاز میں اُڑ چلا۔ اتنی بڑی مہم اور صرف ایک انجن کا جہاز! مخلوق چلائی "موت! موت!" مگر کپتان نے جواب دیا "ہاں فرانس کی عظمت

السحر الحلال
في
مجلدات الهلال

گاہ گاہے باز خوان این دفتر پارینہ را
تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را

اردو صحافت کی تاریخ میں الہلال ہی وہ رسالہ ہے جو اپنی علحدہ [illegible] تمام ظاہری اور داخلی خصوصیات میں ایک انقلاب آفریں دعوت تھی۔ اُس نے ملک کے سیاسی، علمی، ادبی، اور دینی افکار و عقائد پر جو انقلاب انگیز اثرات [illegible] مرتب ہے وہ مستقبل [illegible] مورخ اُن پر [illegible] اور اُن کے اندر وہ عناصر [illegible] کے هندوستان کی [illegible] بعد کی [illegible] پذیر ہوئی۔

[illegible] گئے ہیں وہ بڑی سے بڑی قیمت پر بھی علحدہ [illegible] نہیں۔ پچھلے دنوں "البلاغ پریس" کا جب تمام سامان [illegible] مکان میں منتقل کیا گیا تو ایک مجموعہ الہلال کے پرچوں کا بھی محفوظ ملا۔ ہم نے کوشش کی [illegible] شائقین علم و ادب کے لئے جس قدر مکمل جلدیں مرتب کی جا سکتی ہیں مرتب کر لی جائیں اور [illegible] چھوڑا گیا ہے۔

الہلال [illegible] ایک ہفتہ وار مصور رسالہ [illegible] اردو صحافت کی [illegible] [illegible] سیاسی، اور [illegible] مقبولیت [illegible] شائقین علم و ادب نے اس کی تمام جلدوں کا معاوضہ سات سات سو روپیہ میں خرید لیا۔ اور حال میں ایک صاحب نے اس کی پہلی جلد مکمل (جو دفتر میں بھی موجود نہیں) ساڑھے چار سو روپیہ میں حیدرآباد سے خریدی ہے۔ جن لوگوں نے اس کے پرچے بحفاظت جمع [illegible]

[illegible] ہر نمبر اپنے مضامین کے لحاظ سے ایک مجموعہ [illegible] علم و ادب ہے۔ قیمت فی پرچہ ۸ آنہ۔ محصول ڈاک و پیکنگ اس کے علاوہ ہے۔

مہتمم "البلاغ پریس"

ہم دونوں شہر کے بازار سے گزر کر تنگ گلیوں میں داخل ہو گئے۔ ہر طرف خاموشی تھی۔ پورا شہر سو رہا تھا۔ بندوقوں کی آواز بھی بہت کم سنائی دیتی تھیں۔

میں نے اپنے تئیں اچانک عربوں کے محلہ میں پایا۔ الف لیلہ کے پُراسرار اور اونچی دیواروں سے گھرے ہوئے مکانات میرے دونوں طرف تھے!

علی ایک پست اور گول دروازے کے سامنے رُک گیا۔ اپنے دونوں ہونٹھ بھینچے اور ایک خاص قسم کی شیریں آواز میں چلایا:

"محمد! محمد!"

فوراً دروازہ کھلا۔ میں اندر داخل ہوا۔ خادم کے ہاتھ میں شمع تھی۔ اس کی روشنی میں مجھے ایک بھاری بھرکم شیخ دکھائی دیا۔

"آپ محمد سعید کے گھر میں ہیں" شیخ نے اپنی فصیح زبان میں کہا، "گویا آپ خود اپنے گھر میں ہیں۔ محمد سعید میں ہی ہوں۔ میں آپکا منتظر تھا۔ میری زندگی آپکے لئے حاضر ہے۔ کیا آپ میرے ساتھ تشریف لے چلیں گے؟ یہاں جتنے لوگ ہیں، سب میرے فرمانبردار اور آپکے دوست ہیں"

محمد سعید کی ظاہری ہیئت بتاتی تھی کہ مالدار ہے اور دوسرے بہت سے شیخوں کی طرح اس فتنہ کی وجہ سے خانہ نشین ہو گیا ہے۔ وہ مجھے ایک غلام گردش میں لے چلا میں نے دیکھا وہاں بہت سے لوگ سو رہے ہیں۔ پھر ہم ایک بڑے ایوان میں پہنچے۔ شیخ نے تالی بجائی اور ایک خادم نے پیتل کی صینی لاکے رکھدی۔ صینی میں ٹھنڈے پانی سے لبریز گلاس، مٹھائی کی تشتری، اور قہوہ کی پیالیاں تھیں۔

محمد سعید نے ایک بلند بیٹھک پر مجھے بٹھایا۔ اس پر دبیز اور نرم قالین بچھا تھا۔ خود بھی میرے سامنے بیٹھ گیا۔

"میں اپنے مکان میں آپ کا استقبال کرتا ہوں" محمد سعید نے میرے چہرے پر اپنی تیز سیاہ آنکھیں جما کر کہا "یہاں آپکو آنے کی زحمت دیکر میں نے عربی اخلاق کے خلاف عمل کیا ہے۔ معافی چاہتا ہوں لیکن مجھے یقین تھا۔ آپ ایک ایسے شخص کو تسلی دینے کی ضرور تکلیف گوارا کریں گے جس کی زندگی ختم ہو چکی ہے، اور جو یہاں اپنے گھر میں بیٹھا اپنے ملک کی بربادی دیکھ رہا ہے۔ میں بغیر کسی تمہید کے اپنی دعوت کا مقصد بیان کرتا ہوں۔ یہاں طرابلس میں آپ تین فرانسیسی موجود ہیں۔ میں جانتا ہوں آپ ان غاصب طلیانوں کی طرح نہیں ہیں۔ آپ عربوں سے محبت کرتے ہیں۔ محمد سعید اُس شخص کا بیٹا ہے جس نے آپ کی قوم کے ایک بڑے آدمی کی خدمت کی تھی اور اُس سے اپنے خدمت پر اعلیٰ سندیں حاصل کی تھیں۔ میرا باپ ٹیونس میں فرانس کے سپہ سالار اعظم ماسکولٹ کا معتمد تھا"

محمد سعید نے میرا تعجب محسوس کر لیا۔ وہ مسکرایا: "چند دن ہوئے آپ خود اُس کا ذکر کر رہے تھے۔ مجھے خبر پہنچ چکی ہے" شیخ نے پہلو بدل کر کہا "مجھے آزادی سے گفتگو کرنیکی اجازت دیجئے۔ میں مطمئن ہوں کہ خدا کے سامنے بے خوف کھڑا ہوں گا۔ کیونکہ مجھے اپنا کوئی ایسا گناہ معلوم نہیں جس پر میں نادم ہوں۔ لیکن اس بدنصیب ملک کی قسمت معلوم کرنے سے پہلے مرجانا میرے لئے نہایت تکلیف دہ ہے۔ آپنے خود اپنی آنکھوں سے پرسوں چودہ لاشیں پھانسی پر لٹکی دیکھی ہونگی۔ خدا اُنھیں کبھی معاف نہ کرے گا جنھوں نے ان معصوموں کی جان لی ہے! میں نے سنا ہے آپ نے ان بے گناہوں کے لئے چند کلمے شفقت کے کہے تھے۔ آپ میری بات غور سے سنئے اور صاف جواب دیجئے۔ کیا واقعی میری قوم فنا کر ڈالی جائے گی؟"

میں نے مضطرب شیخ کو ہر طرح اطمینان دلایا اور دیر تک باتیں کرتا رہا۔ پھر میں نے واپسی کا خیال کیا۔ وہ سمجھ گیا:

"میں آپکے ساتھ دو آدمی بھیجنے کو مستعد ہوں۔ وہ آپ کو حفاظت سے پہنچا دیں گے۔ لیکن ممکن ہے کسی کی تجسس نظریں پڑ جائیں۔ کیا یہ بہتر نہیں ہے آپ یہیں سو جائیں؟ صبح قریب ہے؟"

اُسنے پھر تالی بجائی۔ خادم کو قالین لانے کا حکم دیا۔ مجھ سے کہنے لگا: "آپ اسی جگہ سوئیں گے جہاں بیٹھے ہیں۔ آپ جانتے ہیں کس چیز پر آپ بیٹھے ہیں؟ آپ محمد سعید کی تھوڑی سی مگر پوری دولت پر بیٹھے ہیں"

یہ کہکر اُسنے اُس بیٹھک کا فرش حقارت سے اُلٹ دیا جس پر ہم بیٹھے تھے اور اوپر کا تختہ ہٹا کر جوش سے کہنے لگا:

"دیکھو"

میں نے دیکھا۔ مگر کیا دیکھا؟ عمر بھر اسے نہ بھولوں گا۔ میں نے دیکھا عظیم صندوق میں سونا اس طرح بھرا پڑا ہے جس طرح کوٹھی میں غلہ بھرا ہوتا ہے!

"یہ سب مجھے اپنے چچاؤں سے ملا ہے۔ قافلہ والوں سے اور خود میں نے کمایا ہے" اُسنے سادگی سے کہا "اگر اس سب کے لٹا دینے سے میری قوم کی جان بچ سکتی ہو تو میں اسے لٹا دینے پر بخوشی تیار ہوں"

پھر اُسنے بے پرواہی سے ڈھکنا چھوڑ دیا۔ وہ زور سے صندوق پر گرا۔ اور محمد سعید باہر چلا گیا۔ اُسنے اپنے خزانہ میں قفل تک نہیں لگایا۔ میں نے عربی شب بخیر کی آواز سنی اور پھر اُس کا پرجوش چہرہ غائب تھا!

میں آرام کی نیند سو گیا۔ میں اس قدر متأثر تھا کہ یہ خیال بھی نہیں ہوا کہ میں صحرا کے خزانہ پر لیٹا ہوں!

کیا یہ خواب تھا؟

نہیں، لیکن جب غور کرتا ہوں تو یہ واقعہ بھی کم از خواب نہیں! محمد سعید کی آرزو پوری نہیں ہوئی۔ اُس کا ملک اُس کی قوم کے لئے آزاد نہ ہو سکا۔ مگر اس کا پُراسرار خزانہ کبھی کبھی اب بھی مجھے اُس عظیم تہ خاک صندوق کی یاد آ جاتی ہے!

بیسویں صدی کا آدم خور گروہ

یورپ کی زبانوں میں ایک لفظ قدیم سے موجود ہے جس کا تلفظ انگریزی میں Cannibalism ہے۔ یعنی انسانی گوشت کھانے کا مذہب اور طریقہ۔ ازمنۂ وسطیٰ (مڈل ایجز) کی تاریخ شہادت دیتی ہے کہ یورپ میں انسانی گوشت کھایا جاتا تھا۔ صلیبی لڑائیوں کے مسیحی مجاہدین جب اسلامی ممالک میں پہنچے تھے تو جب کبھی غذا کی قلت ہوتی انسان کا گوشت کھانا شروع کر دیتے تھے۔ مشہور مورخ گبن اور میچاڈ شہادت دیتے ہیں کہ انطاکیہ، طرابلس، عکا، اور خود بیت المقدس میں صلیبی مجاہدین انسانی گوشت کا علانیہ استعمال کرتے تھے!

لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اس مذہب کے پیرؤں سے اب بھی سرزمین یورپ خالی نہیں ہے۔ پچھلی ڈاک کے انگریزی اخبارات میں ایک عجیب تفصیل آئی ہے۔ وسط یورپ سے ایک نامہ نگار لکھتا ہے کہ "زیگوسلاویا میں چھبیس آدمی اس جرم میں گرفتار کئے گئے ہیں کہ ان کی سب سے زیادہ مرغوب غذا آدمی کا گوشت ہے"!

پولیس کی تحقیقات ظاہر کرتی ہے کہ یہ لوگ ایک جنگل کے قریب خیموں میں رہتے تھے۔ اُس طرف سے جو آدمی نکلتا تھا اُسے قتل کر کے کھا جاتے تھے۔ مجرموں نے عدالت میں اقرار کیا ہے کہ اُنھوں نے ایک مہینے کے اندر صرف ۹ آدمی نوشجان کئے۔ پانچ عورتیں اور ایک طالب علم! یقیناً انکے نزدیک انسانی گوشت کی ایک خاص قسم طالب علم کا گوشت ہوگا!

اُنھوں نے اپنا عذر یہ بیان کیا کہ "ہم کام نہ ملنے کی وجہ سے بالکل غریب ہو گئے تھے۔ گوشت خرید نہیں سکتے تھے۔ صرف چاول اور آلو پر گزر تھی! مجبور ہو کر یہ طریقہ اختیار کیا"!

اُنھوں نے آدمی شکار کرنے کا طریقہ بھی بتایا ہے: "جب کوئی شخص اُس راستہ پر نظر آتا تھا، ہم اُس سے بڑے اخلاق سے ملتے تھے۔ میٹھی میٹھی باتیں کرتے تھے اور دم دلاسا دیکر اپنے خیموں میں لے آتے تھے۔ پھر اُسے مانوس اور غافل کرنے کے لئے یورپ کی اقتصادی و سیاسی حالت پر گفتگو شروع کر دیتے تھے۔ جب وہ مطمئن ہو کر بیٹھ جاتا اور وقت کے سیاسی مباحث میں غور و فکر کرنے لگتا تو پیچھے سے اُس کے سر پر کلہاڑی مار دیتے تھے۔ پھر اُس کے کباب بنا کر کھا لیتے تھے!"

اس بیان کی سادگی اور واقعیت کا تو اعتراف کرنا چاہئے۔ لیکن ہم نہیں کہہ سکتے کہ کلہاڑی مارنے کے فیصلہ کن عمل سے پہلے "اقتصادی اور سیاسی مباحث" کا تذکرہ کیوں ضروری سمجھا گیا تھا۔

طالب علم جسکی عمر صرف ۷۰ برس ہے!

پچھلے دنوں فرانس کی شہرۂ آفاق یونیورسٹی سوربون کے اعلیٰ علمی امتحان میں ایک طالب علم دیکھا گیا جس کی عمر اسوقت ۷۰ برس ہے۔ حاضرین کو زیادہ حیرت اس لئے بھی ہوئی کہ یہ عجیب طالب علم ملک کا ایک مشہور آدمی ہے۔ اس کا نام مسیو لوئی انڈریہ ہے۔ یہ فرنچ پارلیمنٹ کا ایک سابق ممبر، پولیس کا سابق کمشنر، اور کسی زمانہ میں فرانس کا دوسرے ممالک میں سفیر بھی رہ چکا ہے!

لوگوں کی حیرت دیکھ کر اُسنے سنجیدگی سے کہا "میں بوڑھا ہو گیا ہوں مگر میرا علمی شغف بدستور جوان ہے!"

اسنے کامل ۳ گھنٹہ امتحان کی کمیٹی کے روبرو زبانی امتحان دیا۔ اور قوی دلائل سے اپنا تاریخی موضوع بحث ثابت کر دیا۔ ممتحنوں نے بڑی سختی برتی اور اعتراض کرنے میں اُس کی عمر کی کوئی رعایت نہیں کی۔ جب پوری طرح اُس کا علمی تبحر ثابت ہو گیا تو فن تاریخ میں ڈاکٹر کی سند دی گئی۔

امتحان کا ایوان بڑے بڑے علماء و مشاہیر سے پُر تھا۔ مشہور مسیو کلیمنشو بھی موجود تھے۔ یہ "طالب علم" کے پرانے دوست ہیں۔ کامیابی پر سب سے پہلے انہی نے تالی بجائی۔ پھر تحسین و آفریں کی صداؤں سے پورا ایوان گونج اُٹھا۔

یہ "طالب علم" اپنی حاضر جوابی میں قدیم سے مشہور ہے۔ اُس کا یہ واقعہ اب تک لوگوں کو یاد ہے کہ ایک مرتبہ وہ پارلیمنٹ میں تقریر کر رہا تھا۔ ایک ممبر نے اُٹھکر اُسپر اعتراض کرنا شروع کر دیا۔ مقرر نے طعنہ زنی کی راہ سے معترض کو مخاطب کیا "میں "نامعلوم" محترم ممبر کا نہایت شکرگزار ہوں گا اگر وہ مجھے اپنی تقریر ختم کرنے کی اجازت مرحمت فرمائیں" معترض نے غصہ سے کہا "مسیو انڈریہ! میں نامعلوم نہیں ہوں، آپ مجھے خوب جانتے ہیں" مقرر نے فوراً یہ مسکت جواب دیا "میں نے کب کہا کہ آپ میرے لئے "نامعلوم" ہیں۔ البتہ مجھے معلوم نہیں کہ آپ دنیا کے نزدیک بھی "معلوم" ہیں!"

الہلال

[illegible]

[illegible]

قیمت فی پرچہ پانچ آنہ

قرآن مجید

(مترجمہ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن رح)

یہ ترجمہ جسکے لئے مسلمان مدتوں سے سراپا انتظار تھے بفضلہ تعالی نہایت آب و تاب کے ساتھہ چھپ کر مکمل ہو گیا ہے اور بکثرت طلب ہو رہا ہے - آج تک جسقدر ترجمے قرآن پاک کے ہوچکے ہیں یہ ترجمہ بہت سی خوبیوں کے لحاظ سے سب پر فوقیت رکھتا ہے تحت لفظی ہونے کے باوجود با محاورہ اور سلیس ہے - زبان ایسی شستہ اور صاف کہ جس کو معمولی لکھا پڑھا بھی بخوبی سمجھہ سکے لکھائی چھپائی اور کاغذ نہایت اعلی زمین حنائی چھپی ہوئی پختہ ہے - ہدیہ مجلد چرمی منقش انگریزی پندرہ روپئے جلد اعلی منقش طلائی ۱۸ روپیہ محصولڈاک وخرچ پیکنگ ۲ روپیہ فرمایش

کے ساتھہ ۵ روپیہ پیشگی آنا ضروری ہیں - نمونہ مفت

* * *

اخبار مدینہ (بجنور)

(ہفتہ میں دو بار)

سنہ ۱۹۱۲ع سے قابل اہل قلم اڈیٹروں کی زیر ادارت جاری ہے خدمت قوم و ملک پاسداری مذہب و ملت اس کا شعار ہے - آزادی وطن اور قومی مطالبات کا علمبردار " اردو جرائد میں کثیر الاشاعت " سیاست حاضرہ کا مفسر حق و صداقت کا مشتہر عربی و انگریزی اخبارات کا خلاصہ " دنیا کے ہر گوشہ میں پہنچنے والا " ملاحظہ و مطالعہ خود ہمارے بیان کی تصدیق کردیگا - نمونہ مفت - قیمت سالانہ ۶ روپیہ - ششماہی تین روپیہ آٹھہ آنہ - سہ ماہی ۲ روپیہ فی پرچہ ایک آنہ ممالک غیر سے ۸ روپیہ سالانہ -

* * *

غنچہ رسالہ ہفتہ وار

بچوں کا معلم بچیوں کا اتالیق " طالب علموں کا استاد " علم و فن کا خزینہ " معلومات کی فن اخلاقیات و ادبیات کا گنجینہ " ہفتہ وار خاص ملک و ملت کے نونہالوں کیلئے شائع ہوتا ہے - زبان سلیس اور عام فہم ہے اپنے بچوں کیلئے ضرور طلب فرمائیے - قیمت سالانہ ۴ روپیہ -

* * *

(محمد مجید حسن مالک اخبار
مدینہ و غنچہ بجنور

آب حیات

جملہ اقسام کی انسانی وحیوانی بیماریوں کا فوری علاج جس کے متعلق بیس (۲۰) سال میں تیس (۳۰) ہزار سرٹفکیٹ موصول ہوچکے ہیں قیمت فی شیشی صرف دو روپیہ (عہ) نمونہ کی شیشی ۸/

اکسیر عنبری مقوی اعضائے رئیسیہ اور مردانہ طاقت بڑھانے والی گولیاں - قیمت فی شیشی چار (۴) روپیہ

نمک سلیمانی معدہ کی خرابیوں کو دور کرنے اور خون صالح پیدا کرنے کی بہترین دوائی ہے قیمت فی شیشی بارہ آنے (۱۲/)

مفصل فہرست ادویہ مفت

منیجر کارخانہ آب حیات پنڈی بہاؤ الدین
(پنجاب)

Ab-i-Hayat Pharmacy,
PINDI BAHA-UD-DIN, PUNJAB.

اسلامی مذاق کی کتابیں

قرآن - حدیث - تصوف - فقہ - عقاید - تاریخ اور علوم جدید پر بہترین اور تازہ کتابیں دیکھنا چاہیں تو ہماری فہرست منگائیں - سرمایہ دار اگر مذہبی کتابوں کی تجارت پر روپیہ لگا کر فائدہ اٹھانا چاہیں تو قواعد منگا کر ملاحظہ فرماویں - پتہ یہ ہے

منیجر صوفی پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ کمپنی لمیٹڈ پنڈی بہاؤ الدین پنجاب

The
SUFI PRINTING and PUBLISHING Co. Ltd.
PINDI BAHA-UD-DIN. (Punjab)

Printed and Published by
MASUL HASAN ZUBERI AT THE AL-BALAGH PRESS, 11, BALLYGUNGE CIRCULAR ROAD, CALCUTTA.
EDITOR : MAULANA ABU-AL-KALAM AZAD.

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین
القرآن الحکیم

الهلال

ایک هفته وار مصور رساله

نمبر ۳ و ۴ — کلکته : جمعه ۱ - و ۸ - محرم ۱۳۴۶ هجری — جلد ۱
Calcutta : Friday, 1 & 8 July 1927.

فهرست

پنجاب هائي کورٹ کا ایک فیصله ۱
مذاکرۂ علمیه
انسان کی پیدائش کا اولین مقام ۴
عمالقه یا دراز قد آدمی ۵
بوعات جدیده
انسانی قابلیت کا مقیاس ۶
فرنگ
فرانس کی اولوالعزمی کی قربانی ۹
۲۷ - میں ۲۵ - پر ایک نظر
یدنش بندهو چترنجن داس ۱۱
ي الارض
یک سیاح کے تاثرات ۱۳
شرق
مکتوب قسطنطنیه ۱۴
عراق ۱۶
فلسطین ۱۷
شام ۱۸
مصر ۱۵
عتیقه .
کبلا کے آثار ۲۰
فرنگ (بقیه)
مکتوب فرانس ۲۳
الات
اسلام اور نیشنلزم ۲۵

پنجاب هائیکورٹ کا ایک فیصله

کیا هندوستان میں دلآزار اور نفرت انگیز مذهبی حملوں کی روک کیلیے کوئی قانون نهیں هے ؟

مولانا ابوالکلام نے حسب ذیل تحریر بعض اخبارات میں بغرض اشاعت بهیجی هے :

جناب من ! بکثرت لوگوں نے بذریعه خطوط اور تار دریافت کیا هے که " رنگیلا رسول " نامی کتاب کی اپیل کے فیصله سے جو صورت حال پیدا هوگئی هے ' اسکی نسبت میری راے کیا هے ؟ میں چاهتا هوں مندرجه ذیل سطور اس بارے میں شائع کردی جائیں :

میرے خیال میں بلاشبه اس فیصله سے وقت کا ایک نهایت ضروری سوال پیدا هوگیا هے - وه صرف مسلمانوں هی کیلیے نهیں بلکه اُن تمام لوگوں کیلیے قابل غور هے جو چاهتے هیں که ملک کی اخلاقی اور دماغی فضا شائسته اور پاک رهے ' اور لوگ قلم و زبان کی گندگیوں سے آلوده نهوں - هندوستان جیسے مختلف المذاهب ملک میں تو صلح و امن کا قیام بهی بهت کچهه اسی پر موقوف هے - اگر فی الحقیقت اس بارے میں کوئی قانونی روک موجود نهیں ' تو همیں منتظر رهنا چاهیے که هر مذهب کا پیرو دوسرے مذهب اور اسکے رهنماؤں کو علانیه گالیاں دینا شروع کردیگا - اور ظاهر هے که اسکے نتائج کیا هونگے ؟

میں نے کتاب زیر بحث نهیں دیکهی هے ' لیکن اب اسکے دیکهنے کی ضرورت بهی باقی نهیں رهی - جسٹس کنور دلیپ سنگه اپنے فیصله میں تسلیم کرتے هیں که " کتاب یقیناً بانی (داعی) اسلام کی هجو پر مشتمل هے - طرز تحریر معاندانه هے - اور مسلمانوں کے احساسات مجروح هونے کا احتمال هے - بلکه ان کے دلوں میں نفرت کے جذبات پیدا هونے کا خیال بهی حق بجانب هے " با ایں همه

دو نمبروں کا مجموعه هونے کی وجه سے اس نمبرکی قیمت ۷ - آنه هے - نه که ٥ - آنه جیسا که لوح پر هے -

الہلال

* * *

هر جمعه کو نمبر ۱۱ - بالی گنج سرکلر روڈ - کلکته سے شایع هوتا هے

* * *

قیمت سالانه مع محصول	باره روپیه
هندوستان سے باهر کیلیے	سوله روپیه
قیمت ششماهی	سات روپیه
قیمت فی پرچه	پانچ آنه

---

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر " منیجر الہلال " کے نام سے کی جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے هوں انکے لفافه پر " ایڈیٹر " کا نام هونا چاهیے -

(۲) نمونه مفت ارسال نه هوگا -

(۳) براه عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پته صاف اور خوش خط لکھیے

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداری لکھیے جسکی اطلاع آپکو وصول قیمت کی رسید میں دیدی گئی هے -

(۵) اگر کسی صاحب کے پاس کوئی پرچه نه پہنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک هفته کے اندر اطلاع دیں - ورنه بصورت تاخیر بغیر قیمت کے روانه نهیں کیا جائیگا -

(۶) اگر آپ دو تین هفته کیلئے ایک جگه سے دوسری جگه جا رهے هیں تو اپنا پته تبدیل نه کرایے ، مقامی ڈاکخانه کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیاده عرصه تک کے لئے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک هفته پیشتر اطلاع دیکر پته تبدیل کرائیں

(۷) منی آرڈر روانه کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پته ضرور لکھدیں -

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتری فرائض (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیره) سے نہیں هے ٹکٹ ضرور بهیجیے ورنه دفتر پر غیر معمولی خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

دشمني اور نفرت کے جذبات بڑھ رہے هيں اور اُنکا سب سے بڑا باعث اسي طرح کي مذهبي بد زباني اور مذهبي دلازاري کي کوششيں هيں؟ کيا يه واقعه نهيں هے که اب مسلمانوں اور آريه سماجيوں سے بهي گزر کر معامله مسلمانوں اور هندؤں کا بن گيا هے، اور اس قسم کے حملوں سے روز بروز دونوں جماعتوں کے دلوں کي برگشتگي بڑهه رهي هے؟ يقيناً جج کي نظر قانون پر رهني چاهيے - ليکن قانون پر نظر رکهنے کے معني يه نهيں هيں که وه تعزيرات هند کے صفحات سے باهر کے ليے اپني آنکهيں ميچ لے - يقيناً جج کے ليے ضروري هے که وه بيروني اثرات سے متاثر نهو، ليکن بيروني اثرات سے متاثر نهونے کا يه منشا نهيں هے که مقدمه کي نوعيت اور حالات کي افتاد کے ليے بهي اُسکے پاس کوئي گوشهٔ نگاه نهو -

ياد رکهنا چاهيے که قانون اور اخلاق، دونوں کا حکم بهت حد تک حالات اور گرد و پيش کے تابع هوتا هے - ايک هي فعل ايک وقت اور جگهه ميں جرم نهيں هوتا، مگر دوسري جگهه اور دوسري حالت ميں جرم هوجاتا هے - ميں تسليم کرتا هوں که اگر يورپ يا امريکه ميں اس قسم کي کتاب حضرت مسيح کي نسبت لکهي جاے، اور وهاں دفعه ۱۵۳ الف - کے مضمون کي کوئي دفعه موجود هو، تو اُسکي زد ميں کتاب نهيں آئيگي - اُسے قانوني گرفت ميں لانے کے ليے کسي دوسرے قانون کي ضرورت هوگي - يا غالباً گرفت ميں لانے کي ضرورت هي پيش نه آئے - ليکن هندوستان جيسے ملک کي حالت وهاں سے بالکل مختلف هے - يهاں اگر ايک شخص اسطرح کي مذهبي بد زباني اور هجو سرائي کرتا هے، تو قطعاً اُسکے اثرات بهت زياده شديد اور بهت زياده وسيع هوتے هيں، اور اسکي وجهه سے صرف لکهنے والے هي کے برخلاف نهيں، بلکه اُسکے هم مذهبوں کے خلاف بهي نفرت کے خيالات پهيل جاتے هيں - کها جاسکتا هے که هندوستان کے عوام کي يه ذهنيت غلط هے اور اس ميں اصلاح هوني چاهيے - ليکن ميں ياد دلاؤنگا که قانون اور عدالت کا فرض اصلاح (ريفارم) نهيں هے، بلکه صورت حال کے مطابق لوگوں کے عقائد و جذبات کا اعتراف کرنا هے - يه صورت حال اچهي هو يا بري ليکن موجود هے يا نهيں؟ اگر موجود هے، تو جب تک موجود هے، دفعه ۱۵۳ - الف کي زد ميں اس طرح کے تمام مذهبي حملے آنے چاهئيں - تعزيرات هند کا مجموعه هندوستان کي دماغي اصلاح کيليے مرتب نهيں هوا هے - امن و انتظام کے قيام کے ليے مرتب هوا هے - اُسے اس سے کوئي غرض نهيں که کيا هونا چاهيے؟ وه صرف يه ديکهتا هے که کيا هو رها هے؟ اور جو کچهه هو رها هے، اُسے ملحوظ رکهتے هوے باشندوں کے جذبات و مصالح کا کيونکر تحفظ کيا جا سکتا هے؟

اب دوسري دفعه ۲۹۸ - پر نظر ڈاليے - اپنے مقصد اور مقصد کے بيان ميں يه کسقدر واضح هے؟ مگر جسٹس موصوف کهتے هيں، اس قسم کے افعال کے ليے يه بهي سودمند نهيں - دفعه ميں "دلازاري" کا لفظ هے - وه خود تسليم کرتے هيں که کتاب دلازار هے - تاهم اُنکے خيال ميں يه دلازاري وه "دلازاري" نهيں هے جو ۲۹۸ - ميں مقصود هے - وه کهتے هيں که اگر اس قسم کي کتابيں اس دفعه کے ماتحت لائي جائيں، تو نتيجه يه نکليگا که هر طرح کي آزادانه نکته چيني جرم هوجائيگي - کيونکه کوئي نکته چيني کسي پيشواے مذهب کے خلاف کتني هي معتدل کيوں نهو، اُس کے پيرؤں کيليے ضرور دلازار هوگي -

مجهے افسوس کے ساتهه کهنا پڑتا هے که يهاں جسٹس موصوف کي تنقيح پهلي تنقيح سے بهي زياده تعجب انگيز هے - اگر يه طرز تنقيح تسليم کرليا جاے تو مجهے خوف هے که صرف ۲۹۸ - هي نهيں بلکه تعزيرات هند کي پانچ سو گياره دفعات ميں سے اکثر دفعات کا نفاذ مشتبه هوجائيگا!

تين چيزيں هيں، اور تينوں کا حکم ايک نهيں هوسکتا - ايک چيز نکته چيني هے - ايک سخت نکته چيني هے - ايک بدزباني اور هجو هے - دفعه ۲۹۸ - مذهبي "دلازاري" کو روکتي هے - ديکهنا يه چاهيے که ان تينوں قسم کي چيزوں ميں سے کونسي چيز اس "قانوني دلازاري" کے ماتحت آتي هے؟ بلا شبه هر مذهب کے ماننے والوں ميں ايسے غير روادار لوگ موجود هيں جو اپنے عقيده کے خلاف کسي طرح کي نکته چيني بهي نهيں سن سکتے - هر طرح کي نکته چيني ان کے ليے دلازار هوجاتي هے مگر يه معلوم هے که اس طرح کے معاملات ميں قانون کسي خاص انتهائي حالت کا اعتراف نهيں کرتا، بلکه هر طرح کي نرم و گرم حالتوں سے ايک معتدل اور مناسب اوسط نکال ليتا هے - دلازاري کے احساس کي ايسي حالت ايک انتهائي درجه کي حالت هے - قانون اسکا لحاظ نهيں کريگا - وه هر طرح کي گرم اور نرم طبائع سامنے رکهکر معلوم کريگا که اس بارے ميں احساس دلازاري کا اوسط درجه کيا هوسکتا هے؟ يه اوسط بالکل واضح هے - يه ايک ايسے آدمي يا جماعت کا احساس هے جو ايک طرف تو هر انسان کے آزادانه حق رائے زني کا پورا احترام کرتا هے - دوسري طرف اس حق کا بے اعتدالانه اور حمله آورانه استعمال بهي گوارا نهيں کرتا - ايسے شخص يا ايسي جماعت کيليے مذهبي نکته چيني، اگرچه کتني هي آزادانه کيوں نهو، کبهي "دلازار" نهيں هوسکتي - البته هر طرح کي بد زباني، هجو، تذليل و تحقير، اور هنسي اوڑانے کي کوشش ضرور "دلازار" هوگي - يهي "دلازاري" دفعه ۲۹۸ - کي زد ميں آتي هے، اور اگر زير بحث رساله کي روش اور زبان ايسي هي هے (اور خود جسٹس موصوف نے تسليم کيا هے که ايسي هي هے) تو پهر کوئي وجه نهيں که کيوں وه اس دفعه کي زد ميں نه آئے؟

بهر حال هندوستان کي اعلى عدالتوں ميں سے ايک عدالت کا فيصله اسکے خلاف هوگيا هے، اور اب اسکے سوا چاره نهيں که ايک صاف اور غير مشتبه قانون کے ذريعه اسطرح کي مذهبي دلازاريوں کا (نه که نکته چيني کا) سد باب کرديا جاے - هز ايکسلنسي گورنر پنجاب نے بهي مسلمانان پنجاب کے وفد کا جواب ديتے هوے اسکي ضرورت تسليم کرنے پر ميلان ظاهر کيا هے - ميں آينده زياده تفصيل کے ساتهه اس بارے ميں اپنا نقطهٔ خيال ظاهر کرونگا -

اطلاع

افسوس هے که همارا پچهلا اندازه صحيح نه نکلا اور طباعت و اشاعت کي مشکلات دور نه هوسکيں - اب اسکے سوا چاره نه تها که هر هفته کے پرچے يکجائي نکالديے جائيں - چنانچه يه نمبر ۳ اور ۴ کا مجموعه هے جو شائع هو رها هے - اسکے بعض فارم پهلے چهپ چکے تهے جنکي پيشاني پر صرف يکم جولائي هے - ليکن بعد کو جو فارم چهپے انپر ۱ — ۸ جولائي کرديا گيا هے - ضخامت بهي اِسکي اُس سے زياده هے جسقدر اخري صفحه کے عدد سے معلوم هوتي هے - ٹائيپ کے آخري حصه ميں ۱۲ الف - سے ۱۲ د تک چار صفحے مزيد بڑها ديے گئے هيں، اور رساله کي ضخامت پوري دو جزو هے -

هميں اس بد نظمي کے ليے جسقدر افسوس هے اُسکا اظهار الفاظ ميں سودمند نه هوگا جب تک عمل کے ذريعه ظهور ميں نه آئے - هم اس بارے ميں بجز اِسکے اور کچهه کهنا نهيں چاهتے که انتهائي کوشش جو مطبع کي دقتيں دور کرنے کے ليے کي جاسکتي هيں هم کر رهے هيں، اور انشاءالله هميں اُميد هے که يه اس مطبع کي آخري بدنظمي ثابت هوگي اور آينده هر نمبر ٹهيک اپنے وقت پر شائع هوگا -

متعدد باب جو اس وقت تک شروع نه هوسکے تهے، وه بهي آينده نمبر کے ليے کمپوز هو رهے هيں -

منيجر

وہ کہتے هیں کہ اس قسم کا فعل دفعہ ۱۵۳ - الف کي زد میں نہیں آتا جو پراسکیوشن کی طرف سے لگائي گئي ھے - کیونکہ انکے لفظوں میں " یہ دفعہ ایسے وسیع مفہوم کیلیے وضع نہیں هوئي ھے - یہ صرف اسلیے وضع هوئي ھے کہ کسي شخص یا جماعت پر جو اسوقت زندہ موجود ھو کسي کو حملہ کرنے کي جرأت نہو - گذشتہ مذهبي رهنماؤں کے خلاف حملے ' اگرچہ کیسے هي شرارت انگیز اور سفیہانہ کیوں نہوں ' اسکے مفہوم میں داخل نہیں هوسکتے "

دوسرے لفظوں میں جسٹس موصوف کي رائے یوں بیان کي جا سکتي ھے " ۱۵۳ - الف کا تعلق ایسي تحریر و تقریر سے ھے جسکے ذریعہ کسي جماعت کے خلاف دوسري جماعت میں دشمني و نفرت پیدا کي جائے - لیکن اگر ایک شخص کسي مذهب یا باني مذهب کے خلاف بد زباني کرتا ھے ' تو اسے یہ نہیں قرار دیا جا سکتا کہ اُس نے دو جماعتوں کے اندر دشمني و نفرت پیدا کرني چاهي ھے - کیونکہ یہ ایک شخص کا ذاتي فعل ھے - کسکي وجہ سے خود اُسکي ذات اس مذهب کے پیروؤں کے نزدیک قابل نفرت هو جاسکتي ھے ' لیکن اسے " دو جماعتوں میں دشمني و نفرت پیدا کرنا " نہیں کہا جا سکتا -

نتیجہ اس سے یہ نکلا کہ جسٹس موصوف نے دو صورتیں قرار دي هیں : ایک یہ کہ مثلاً ایک شخص کوئي ایسي کتاب لکھے جس سے مسلمانوں کے خلاف هندوؤں کے اندر یا هندوؤں کے برخلاف مسلمانوں کے اندر دشمني و نفرت پیدا هو سکتي ھے - دوسري صورت یہ ھے کہ کسي مذهب یا باني مذهب کے خلاف دلآزار حملہ کیا جائے - وہ کہتے هیں دفعہ ۱۵۳ - الف کا تعلق پہلي صورت سے ھے - دوسري صورت سے نہیں ھے -

اس میں شک نہیں کہ یہ دونوں صورتیں مختلف ضرور هیں - اس میں بھي شک نہیں کہ دفعہ ۱۵۳ - الف کا ابتدائي مفہوم جماعتوں سے تعلق رکھتا ھے نہ کہ افراد سے - لیکن اسکے ساتھہ هي میں انکے اس خیال سے متفق نہیں هوسکتا کہ زیر بحث معاملہ پر اس دفعہ کي زد نہیں پڑتي اور وہ اس دائرۂ اثر سے بالکل باهر ھے -

بلاشبہ میں ماهر قانون نہیں هوں - میں یہ بھي پسند نہیں کرونگا کہ جسٹس موصوف کي قانوني قابلیت کے اعتراف میں کوتاهي کروں - لیکن میں سمجھتا هوں ' معاملہ اسقدر صاف اور واضح ھے کہ اسمیں کسي طرح کي قانوني موشگافي کي ضرورت هي نہیں ھے - هر شخص جو قانون کے منشاء ' الفاظ ' اور حالات پر معمولي درجہ کي نظر بھي رکھتا ھے ' بغیر کسي کاوش کے معلوم کرسکتا ھے کہ جسٹس موصوف کي نظر صرف ایک هي پہلو پر گئي ھے - دوسرا پہلو انہوں نے نظر انداز کردیا ھے -

علاوہ بریں اگر دفعہ ۱۵۳ - الف کي زد اسطرح کے افعال پر نہیں پڑتي تو دفعہ ۲۹۸ - بھي موجود ھے لیکن مشکل یہ ھے کہ جسٹس موصوف کي تنقیح میں اسطرح کے معاملات دفعہ ۲۹۸ - کے ماتحت بھي نہیں آسکتے -

پہلے میں چند الفاظ اِن دونوں دفعات کي نسبت کہنا چاهتا هوں -

سنہ ۱۸۶۸ - میں جب ایکٹ نمبر ۴۵ - یعني مجموعہ تعزیرات هند نافذ هوا ' تو اس میں کوئي دفعہ ایسي موجود نہ تھي جسکے ذریعہ " مختلف طبقات میں دشمني و نفرت پیدا کرنے " کے افعال صاف اور صریح لفظوں میں روکے جاسکیں - اسمیں آٹھواں باب ان جرائم کي نسبت موجود تھا جو آسودگي عامۂ خلائق میں خلل انداز هوسکتے هیں - لیکن اسکي تمام دفعات زیادہ تر بلوے اور بلوے کے اشتعال وغیرہ سے تعلق رکھتي تھیں - البتہ ایک باب " جرائم متعلق مذهب " موجود تھا - اسمیں ۲۹۵ - سے لیکر ۲۹۸ - تک چار دفعات رکھي گئي تھیں - پہلي دفعہ کا تعلق مذهبي معابد اور متبرک مقامات کي توهین سے تھا - دوسري کا مذهبي اعمال و رسوم سے ' تیسري کا اموات و قبور سے - چوتھي دفعہ ۲۹۸ - تھي ' اور اُس کے الفاظ یہ تھے :

" جو شخص سوچ بچار کر مذهب کي نسبت کسي شخص کا دل دکھانے کي نیت سے کوئي بات کہے ' یا کوئي آواز نکالے ' یا کوئي حرکت کرے ' یا کوئي چیز سامنے لائے ' تو شخص مذکور کو دونوں قسموں میں سے کسي قسم کي قید کي سزا دي جائیگي "

واضعان تعزیرات هند نے خیال کیا تھا کہ یہ دفعات کافي هیں ' لیکن بعد کو تجربے سے معلوم هوا کہ کافي نہیں هیں - سنہ ۱۸۹۸ - میں ایکٹ نمبر ۴ - کے ذریعہ تعزیرات هند کي ترمیم کي گئي اور دفعہ ۱۵۳ - الف - کا اضافہ کیا گیا - میں تسلیم کرتا هوں کہ اس دفعہ کے الحاق سے اصلي مقصود گورنمنٹ کي سیاسي اغراض کا پورا کرنا تھا ' لیکن میں یہ تسلیم نہیں کر سکتا کہ اِس کا دائرہ اس درجہ تنگ ھے جس درجہ جسٹس موصوف نے قرار دیا ھے - اس دفعہ کے الفاظ یہ هیں :

" جو کوئي ایسي باتوں کے ذریعہ جو تلفظ سے ادا کي جائیں ' یا لکھي جائیں ' یا اشاروں کے ذریعہ ' یا نقوش مرئیہ کے ذریعہ ' یا اور کسي ذریعہ سے ملک معظم کي رعایا کے مختلف طبقات کے درمیان دشمني یا نفرت کے خیالات بڑھائے ' یا بڑھانے کا اقدام کرے ' تو اُسے ایسي قید کي سزا دي جائیگي ...... الخ "

اب تعزیرات هند میں دو دفعہ هوگئیں - ۲۹۸ - اور ۱۵۳ - الف -

پہلي دفعہ هر طرح کي مذهبي " دلآزاري " کو جرم قرار دیتي ھے جو عمداً عمل میں لائي جائے - دوسري دفعہ هر ایسے فعل کو جس کے ذریعہ برطانوي هندوستان کي دو مختلف جماعتوں کے درمیان دشمني اور نفرت کے خیالات پیدا هوں یا هوسکتے هوں ' تعزیري جرائم میں شمار کرتي ھے -

میں نے اپني عادت کے خلاف بار بار یہ دفعات پڑھیں اور صورت حال پر غور کیا - میں کوئي معقول وجہ نہیں دیکھتا کہ اس قسم کي تحریریں جیسي کہ زیر بحث تحریر ھے ' کیوں ان دونوں دفعات کي زد میں نہیں آتیں ؟ جسٹس دلیپ سنگھ کہتے هیں " اگرچہ کتني هي دلآزار اور سفیہانہ کیوں نہ هوں ' اس کي زد میں نہیں آتیں " مگر میں یہ کہنے کي جرأت کرتا هوں کہ اگرچہ کتني هي کم دلآزار اور کم سفیہانہ کیوں نہ هوں لیکن اگر وہ واقعي دلآزار اور سفیہانہ هیں ' تو اِن دفعات کي زد سے بچ نہیں سکتیں -

امر تنقیح طلب صرف یہ ھے کہ اس قسم کي چیزوں سے " دو مختلف جماعتوں میں دشمني اور نفرت کے خیالات " پیدا هوتے هیں یا نہیں ؟ نیز اِس سے " کسي فرد یا جماعت کي دلآزاري " هوتي ھے یا نہیں ؟ سب سے پہلے دفعہ ۱۵۳ - الف کو لیجیے - جسٹس موصوف کي نظر صرف فرد اور جماعت کے فرق کي طرف گئي ھے - بلا شبہ یہ فرق پیش نظر رہنا چاهیے - مگر سوال یہ ھے کہ دفعہ کا منشا صرف فعل کي صورت اور اُسکي لفظي نسبت سے تعلق رکھتا ھے ' یا اُسکا زور فعل کے اثر اور نتائج پر ھے ؟ اگر جواب اثبات میں ھے ' اور میں امید کرتا هوں کہ قانوني نقطۂ خیال سے اسکا صرف یہي جواب هوسکتا ھے ' تو پھر معاملہ کا فیصلہ نہایت آسان ھے - یہ کوئي نظري مسئلہ نہیں ھے - تمامتر واقعہ سے تعلق رکھتا ھے - دیکھنا یہ چاهیے کہ اس قسم کي مذهبي بد زباني اور هجوگوئي کا برطانوي هندوستان کي مختلف جماعتوں میں کیا اثر پیدا هوتا ھے یا هوسکتا ھے ؟ کیا یہ واقعہ نہیں ھے کہ برسوں سے ملک کي دو جماعتیں یعني مسلمانوں اور آریا سماجیوں میں با همدگر

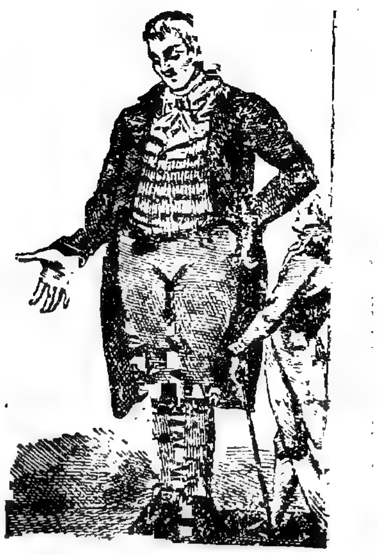

آئرلینڈ کا ایک عملاق جس کا قد ۲۵۵ سنٹي میٹرتھا -

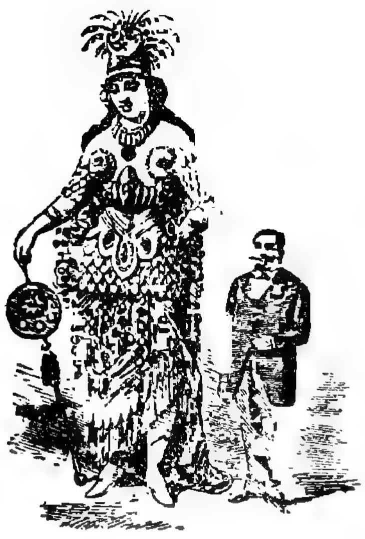

ایک جرمن عورت جس کا قد ۲۴۵ سنٹي میٹرتھا

عماليق يا دراز قد آدمي

درازي قد کي علمي توجيهه

قد کي درازي اگر ایک خاص معتدل حد تک هو تو حسن و جمال کي دلاويزيوں میں سے شمار کي جاتي هے - خواجه حافظ نے اسي قد کي درازي میں اپني " عمر دراز " کي " کوتاهي " کا پيغام سنا تھا :

بالا بلند ' سروقد خوش خرام من
کوتاه کرد قصهٔ عمر دراز من !

لیکن یہي " بالا بلندي " جب حد سے گزر جاتي هے تو حسن و دلاويزي کي جگه عجائب الخلقة میں شمار هونے لگتي هے مختلف قوموں میں ایسے عجیب الخلقة دراز قد آدمي پائے گئے هیں اور اب بھي پائے جاتے هیں - عربوں کي ایک قدیم شاخ نے مصر پر حمله کیا تھا - اسکے اکثر افراد قد آور تھے - اسي لیے عربي میں انکا نام " عماليق " پڑ گیا تھا - غیر معمولي دراز قد کو عربي میں " عملاق " کہتے هیں -

تھوڑي مدت گزري نیو یارک میں ایک عجیب آدمي ظاهر هوا تھا اسکي عمر ۲۴ سال تھي - یه شخص اِس قدر لانبا تھا که جب موٹر میں بیٹھا تو اُسکي چھت میں سوراخ کرنا پڑا تاکه اُسکا سر باهر نکلا رهے - کیونکه وہ اسي طرح بھي موٹر میں سما نه سکا تھا - بازاروں میں لوگوں نے اُسے دیکھا تو تصویریں لینے لگے - اُسکا قد ۸ - فٹ تھا !

سنه ۱۹۲۴ع میں ومبلي (لندن) کي مشہور نمائش میں ایک عملاق نمودار هوا تھا - اسکي عمر صرف ۲۳ سال تھي مگر قد دو میٹر ۸۴ - سنٹیمٹر تھا - یه لندن اِس لئے آیا تھا که اجرت لیکر اپني نمائش کرے - وہ اپنے قد کي درازي کي وجه سے همیشه اپني خاص چارپائي اور پاني کا ٹب ساتھه رکھتا تھا - کیونکه یه دونوں چیزیں اُسکے مناسب حال کہیں بھي دستیاب نہیں هوتي تھیں - اِسکي خوراک کتني تھي ؟ اسکا اندازہ اِس سے هو سکتا هے که اُسکے روز کے ناشته میں ۱۵ - انڈے ' ۳ - بڑي مچھلیاں ' ۵ - پلیٹ سالن کے ' ۱۲ - روغني ٹکیاں ' اور ۸ - پیالیاں چاے کي هوتي تھیں !

آج اهل یورپ کے بعض علمي رسائل میں یه بحث چھڑ گئي هے که اس طرح کي غیر معمولي دراز قدي کي علت کیا هے ؟

عام طور پر علماء کا خیال هے که اِسکي علت دماغي گلٹي هے - مشاهده سے معلوم هوچکا هے که هر انسان میں دماغ کے نیچے اور ناک کے پیچھے ایک گلٹي هوتي هے - اِسے عربي میں " الغدة النکفية " اور انگریزي میں Parotid gland کہتے هیں - یہي گلٹي قد کي کمي بیشي کي علت هوا کرتي هے -

انساني جسم گلٹیوں سے بھرا پڑا هے - وهي اُسے قائم رکھتي هیں اور اُسیکے اجزاء سے جسم کا توازن برقرار رهتا هے - چنانچه فربهي و لاغري ' بلند قامتي و پسته قدي ' ذهانت و بلادت ' دوران خون کي تیزي و سستي ' سب کا تعلق انهي گلٹیوں سے هے - اس دماغي گلٹي کا ایک اهم کام یه بھي هے که وہ ایسے مواد خارج کرتي رهتي هے جو خون کے ساتھه جاري رهتے اور هڈیاں بڑھاتے رهتے هیں - جب اِن مواد کا اخراج کم هو جاتا هے تو انسان پسته قد رہ جاتا هے - جب ضرورت سے زیادہ هو جاتا هے تو هڈیاں غیر معمولي طور پر لمبي هو جاتي هیں اور آدمي کا قد بھي بہت بڑہ جاتا هے .

یه دماغي گلٹي دو حصوں میں منقسم هے : ایک حصه آگے هوتا هے - دوسرا پیچھے هوتا هے - دونوں ایک عظمي (هڈي کے) صندوقچه میں بند هوتے هیں - یه صندوقچه کھوپڑي کے اندر بطور ایک چھوٹي سي کھوپڑي کے رکھا هوتا هے - رونٹجن شعاعوں کے ذریعه تحقیق هوا هے که لانبے آدمیوں

موجودہ زمانے کا سب سے بڑا عملاق ایک روسي ماشذوف نامي هے - قد ۲۸۵ سنٹي میٹر -

---

پتھرا گئے - معلوم هوتا هے ریگ کے بوجھه سے اِنکا چھلکا چٹک گیا تھا اور ریگ کے ذرے اندر پہنچ گئے تھے - امتداد زمانه سے اندروني اور بیروني دونوں حصے پتھرا گئے هیں اور لکھوکھا برس سے قائم هیں .

اسکے علاوہ بعض اور یادگاریں بھي دستیاب هوئي هیں - شاید وہ اِن انڈوں سے بھي زیادہ قیمتي ثابت هوں - وہ یادگاریں پتھرائے هوئے انساني دانت هیں اور کئي هزار برس کے پرانے هیں - وهاں انکي موجودگي اِس بات کا قطعي ثبوت هے که کسي زمانه میں یه صحرا انسانوں سے معمور تھا - تحقیقات سے ثابت هوا هے که یه دانت غاروں میں رهنے والے انسانوں کے نہیں هوسکتے (کیونکه اُن زمانوں میں زمین پر غار موجود هي نه تھے) خیال کیا جاتا هے یه انسان نہروں اور جھیلوں کے کنارے رهتے هونگے - مکان بھي نه تھے - آسمان کي چھت کے نیچے سوتے هونگے - اُسکے بعد بتدریج گھر بنانا شروع کیا - پھر پتھر کے اوزار طیار کئے - اِسي لئے اُس عهد کو " عهد حجري " کہتے هیں .

یه تحقیقاتي کمیشن اِس صحراء میں ابھي تین سال اور رهیگا - اُسے یقین هے که مزید تحقیقات کا دروازہ عنقریب کھلنے والا هے دنیا کا تمام حلقهٔ علم اسکے آخري نتائج کي راہ تک رها هے -

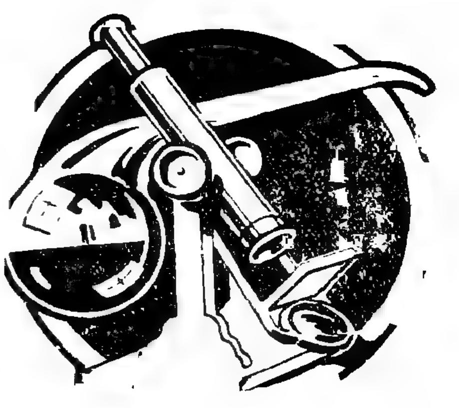

مذاکرۂ علمیہ

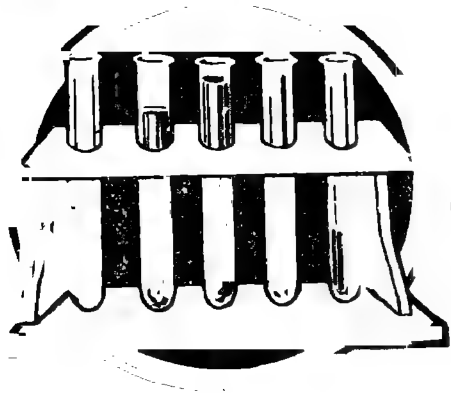

انسان کی تخلیق و ظہور کا اولین محل

(صحراء " گوبي " انسانيت کا اولين گهوارا هے)

ايک نيا نظريه

صحراء "گوبي" واقع منگوليا ميں يورپين علماء کي ايک جماعت تحقيقات ميں مصروف هے - اسکي غرض يه جديد نظريه ثابت کرنا هے که يهي صحراء انسانيت کا اصلي گهواره هے - يهيں سے نکل کر انسان کي نسل تمام دنيا ميں پهيلي .

اس جماعت کے صدر پروفيسر اندروز نے يورپ و امريکه کے علمي رسائل ميں حسب ذيل بيان شائع کيا هے :

"اس بات کے ثبوت ميں متعدد دلائل موجود هيں که انسان نے اپني سب سے پهلي نشوؤنما صحراء گوبي ميں حاصل کي هے - يه ثابت هوچکا هے که آن نهايت پرانے زمانوں ميں جبکه تمام يورپ اور امريکا برف سے ڈهکا هوا تها ' وسط ايشيا ميں ايک خطه ايسا موجود تها جو طوفان برف سے محفوظ تها - يه خطه يهي صحراء تها - اس وقت صرف يهي ايک زمين زندگي کي نشوؤنما کي صلاحيت رکهتي تهي -

پهر همارے سامنے اس امر کے بهي دلائل موجود هيں که انسان جس راسته سے دنيا کے دوسرے خطوں ميں آباد هونيکے ليے پهنچا ' وه راسته يورپ اور امريکا کے درميان واقع تها - علماء کو فرانس اور امريکا کي زمينوں کے اندر سے ايسے آثار دستياب هوے هيں جو باهمدگر پوري مشابهت رکهتے هيں ' اور صاف بتا رهے هيں که انکي اصل اور سرچشمه ايک هي هے - نيز انسے يه بهي ظاهر هوتا هے که وه وسط ايشيا سے تعلق رکهتے هيں -

اکثر علماء يقين کرتے هيں که هماري زمين ايک کروڑ برس پهلے عظيم الخلقت حيوانوں سے آباد تهي - يه تمام حيوان نابود هوگئے - بعض کي هڈياں ملتي هيں - انميں سب سے اهم حيوان وه تهے جنهيں آجکل علماء علم حيوان " ڈينو سر " اور " مسٹوڈن " کے نام سے موسوم کرتے هيں - صحراء گوبي ان حيوانوں سے ابهرا تها - کسي نامعلوم زمانه ميں وه منتشر هوے - ايک طرف سے چين پهنچے ' دوسري طرف سے امريکا ميں وارد هوے - يهي سبب اس مشابهت کا هے جو امريکا اور مشرق قريب کے زير زمين آثار ميں هم ديکهه رهے هيں .

ممکن هے اعتراض کيا جاے که ايسے بے آب و گياه ريگستان ميں زندگي کيونکر قائم ره سکتي ؟

اس کا جواب يه هے که تقريباً ايک کروڑ سال پهلے يه صحرا ريگستان نه تها - سر سبز و شاداب علاقه تها - هر طرف درختوں کي کثرت تهي ' دريا بهه رهے تهے ' زمين صاف تهي ' اور پهلوں او ترکاريوں سے لبريز تهي - اس وقت يه صحراء انسان کے ظهور او نشوؤ نما کيليے سب سے زياده موزوں مقام تها .

زندگي يهاں برابر بڑهتي اور ترقي کرتي رهي - يهانتک که رينگنے والے جاندار ظاهر هوے - پهر چهاتياں رکهنے والے حيوان پيدا هوے پهر انسان نے ظهور کيا - قديم انسان موجوده انسان سے کسي قد مختلف تها - امتداد زمانه کے ساتهه ساتهه اسنے بهي ترقي کي - اسکي نسل بڑهني لگي - يهانتک که يه علاقه اسکے ليے نا کافي هو گيا - پهر يه مصيبت بهي پيش آئي که يهاں کا جنگل خشک هونا شروع هوگيا - آهسته آهسته درخت سوکهنے لگے - پاني کم هونے لگا - مجبوراً انسان نے هجرت کي ' اور يه جنگل ريگستان هوکر رهگيا جيسا که اس وقت هم ديکهه رهے هيں .

يهاں سے نکل کر انسان سب سے پهلے چين ' هندوستان ' روس ' فرانس ' جرمني ' برطانيا ' اور امريکا پهنچا - اسکي جماعتيں برابر آگے بڑهتي اور نئي نئي زمينيں تلاش کرکے آباد هوتي گئيں - حتي که تمام قابل بود و باش سرزمينوں پر اسکا قبضه هوگيا "

يه اس جديد نظريه کا خلاصه هے - پروفيسر اندروز کي جماعت بحث و تمحيص کے بعد ايسے نتائج پر پهنچي هے جو اس نظريه کي پر زور تائيد کرتے هيں - چنانچه اسے "ڈينوسر" اور " مسٹوڈن " اور چهاتي رکهنے والے حيوانات کي هڈياں ملي هيں - ان هڈيوں کي کثرت اس يقين پر مجبور کرتي هے که يه حيوانات اس صحراء ميں باهر سے آئے هوے مسافر نهيں تهے - بلکه مقيم تهے - يه مان لينے کے بعد قدرتي طور پر يه بهي تسليم کر لينا پڑيگا که اس وقت يه مقام صحراء نه تها - سرسبز جنگل تها - اور يه که انميں سے بعض حيوانوں کي بلندي چهه ميٹر سے بهي زياده تهي .

صحراء گوبي کے ايک سر سبز گوشه کا منظر

اس تحقيقاتي کميشن کو سب سے اهم چيز جو هاتهه لگي هے ' وه ڈينو سر جانور کے انڈے هيں - ايسے قرائن موجود هيں جنسے خيال کيا جاتا هے که ڈينو سر کي ماده نے حسب عادت ريت کے گڑهے ميں انڈے ديے تهے - مگر اچانک آندهي آئي اور ريگ نے انڈوں کو چهپا ليا - لاکهوں برس نيچے رهنے کے بعد بالاخر يه انڈے

عمدگي سے کیے جاسکتے هیں - لیکن اگر دوسري صورت هوتي هے تو حیوان سے کام لیتا هوں - مثلاً اُن مقامات میں جہاں ریل اور سڑکیں نهیں هیں باربرداري کا کام جانور زیادہ اچھا کرسکتے هیں - آخري درجه میں انسان سے کام لیتا هوں - یه اصول اگرچه همارے اسلاف کو معلوم تها مگر اُن سے عملاً کام لینا صرف پچاس برس هي سے شروع هوا هے .

اب غور کرنا چاهئے، اهل و قابل اشخاص کا انتخاب کیونکر کیا جاے ؟ فرض کرو، حکومت امریکا کو ایک مرد یا عورت کي ضرورت هے - امریکا کي آبادي دس کروڑ هے - وہ کیا صفتیں هیں جو مطلوبه مرد اور عورت میں هوني چاهئیں ؟

عام طور پر پہلي شرط یه قرار دي جاتي هے که وہ شخص امریکن هو - یہیں پیدا هوا هو، یا امریکن قومیت اختیار کرچکا هو - دوسري شرط یه سمجھي جاتي هے که اُسکي عمر سوله برس سے زیادہ اور ساٹھه سے کم هو - اِس شرط کي رو سے دو ثلث آبادي دائرۂ انتخاب سے باهر نکل جاتي هے -

حالانکه انتخاب میں همیں کسي ایک شرط یا صفت هي پر اڑ جانا نهیں چاهئے - کیونکه کبهي عمر کا معامله قومیت سے زیادہ اهم هوتا هے - کبهي تربیت، قدرتي قابلیت سے زیادہ کار آمد هوتي هے - کبهي تجربه، قابلیت سے زیادہ ضروري هوتا هے - همیں اگر اصلح انسان کي ضرورت هے تو اسکے لیے قومیت، وطنیت، اور عمر کي شرطیں ابتدائي شرطیں کیوں سمجهي جائیں ؟

طویل غور و فکر اور تجربه کے بعد میں نے انساني انتخاب کا ایک پیمانه طیار کیا هے - اُسمیں ۲۳ - درجے رکهے هیں - انتخاب کے وقت اِس پیمانه سے فائدہ اٹهانا چاهئے - ذیل میں اُسکي تفصیل ملاحظه هو :

(۱) قومیت
(۲) نسل
(۳) شہریت
(۴) عمر
(۵) ابتدائي تربیت یا وراثت
(۶) ذهني قابلیت
(۷) جسماني قابلیت
(۸) عملي قابلیت
(۹) اولین ماحول
(۱۰) تعلیم
(۱۱) عام تربیت
(۱۲) تجربه
(۱۳) فطري قابلیت
(۱۴) فني مهارت
(۱۵) مزاج
(۱۶) سیکهنے کي قابلیت
(۱۷) حرکات و سکنات
(۱۸) عام ذهني یا بدني شکل
(۱۹) قد و قامت
(۲۰) سختي یا نرمي
(۲۱) رنگ
(۲۲) کاٹهي
(۲۳) مجموعي هیئت

جب مجهے کسي آدمي کي ضرورت هوتي هے تو میں یه پیمانه سامنے رکهه لیتا هوں اور هر شخص کو اِن تیئیس وجوہ انتخاب کي بنا پر جانچتا هوں - جسکے نمبر زیادہ نکلتے هیں، اُسے انتخاب کرلیتا هوں - البته جانچنے والے کیلیے بهي صاحب نظر هونا ضروري هے -

عام طور پر لوگ انتخاب میں فني مهارت (اکسپرٹ نس) کو دیکهتے هیں اور دوسري تمام صفات نظر انداز کرجاتے هیں - حالانکه یه سخت غلطي هے - جانور اور چڑیاں پالنے والے مذکورہ بالا صفات تمام کے تمام ملحوظ رکهتے هیں - کیونکه وہ سب ضروري، اور انسان و حیوان کے مفید و مضر هونے کا سبب هوتي هیں .

ان تیئس وجوہ انتخاب پر نظر ڈالنے سے معلوم هوگا که ان میں کچهه تو ایسے هیں جنکے لیے خارجي معلومات حاصل کرنے کي ضرورت هوگي - مثلاً تعلیم، جنسیت، تربیت وغیرہ - اور کچهه ایسے هیں جنکے لیے بے خطا قیافه شناسي کي ضرورت هوگي - قیافه شناسي کي یه استعداد بغیر اسکے حاصل نهیں هوسکتي که انساني دماغ و جسم کے علوم میں سے هر علم سے ضروري واقفیت حاصل کرلي جاے -

انساني مزاج اور قابلیت کا صحیح طور پر معلوم کرنا بہت مشکل هے - قد و قامت، رنگ روپ، اور جسم کي کاٹهي سے بهي طبیعت کا اندازہ کرنا آسان نهیں - اس بارے میں انسان، حیوان سے بہت کچهه مختلف هے - طویل تجربه کي ضرورت هے که انسان، انسان شناس نگاہ پیدا کرلے - بارها ایسا هوا که میں کسي مرد کي ذهانت یا کسي عورت کے حسن سے دهوکا کها گیا هوں -

اِنهي تجربوں کي بنا پر میري پخته رائے هے که اگر کسي شخص کے متعلق یقین هوجائے که وہ زندگي بهر کام میں لگا رهے گا، تو اُسکے امتحان میں دس بیس هزار ڈالر اور چار پانچ سال خرچ کرڈالنا کچهه بیجا نه هوگا -

بلا شبه مناسب اور اصلح آدمي کا انتخاب مشکل هے - لیکن مذکورہ بالا پیمانه اگر کام میں لایا جائے تو بڑي حد تک آساني هوجاتي هے اور انتخاب میں زیادہ غلطي نهیں هوتي -

(ایک مثال)

کچهه مدت پہلے ریلوے میں ایک معمولي جگه خالي هوئي تهي - اسکے لئے آدمي کا انتخاب میرے سپرد کیا گیا - میں نے اخبارات میں حسب ذیل اعلان شایع کیا :

” ریلوے میں کام کرنے کیلئے ایک امریکن نوجوان کي ضرورت هے - اُسے تجربه کار اور خوش اخلاق هونا چاهئے - ساٹهه ڈالر تنخواہ دي جائیگي - تین مهینے امتحان کیا جائیگا - پهر اضافه و ترقي کا سوال پیدا هوگا - درخواست کرنے والوں کو اپني تین تصویریں بهیجني چاهئیں : ایک اپنے رخسار اور کنپٹي کي - دوسري پورے چہرہ کي - تیسري پورے قد کي “

تین سو درخواستیں آئیں اور چهه گهنٹے مطالعه میں صرف هوئے - ۲۹۰ - میں نے پہلي هي نظر میں مسترد کردیں - کیونکه اُنکي شکلوں میں کوئي نمایاں عیب موجود تها - بعضوں کے لباس اور خط و خال سے صاف معلوم هوتا تها که محض ناکارہ هیں - بعضوں کي هیئت اور قطع بتلا رهي تهي که بڑے ضدي هیں - سیکهنے کي قابلیت نهیں رکهتے - بعضوں کے دل و دماغ اور اخلاق کي کمزوري عیاں تهي -

باقي دس تصویروں کي میں نے پوري دیدہ ریزي سے جانچ کي - دو آدمي مطلوب تهے - مگر جانچ میں چار پورے اترے - اور تجربه نے بتا دیا که میري جانچ درست تهي - خود آدمیوں سے ملاقات کرنے سے یه کہیں بہتر هے که اُن کي تصویریں منگا لي جائیں اور اُنکا دقت نظر کے ساتهه مطالعه کیا جاے “

(چار تصویریں)

اسکے بعد مصنف نے نو آدمیوں کي تصویریں درج کي هیں اور هر تصویر کے نیچے صاحب تصویر کے اوصاف بهي درج کردیے هیں :

(۱) دماغي آدمي — یه شکل ایک ایسے آدمي کي هے جو سنجیدہ، مطمئن، حلیم هے - کم منفعل هوتا هے - زیادہ غور کرتا هے - سوچ سمجهکر رائے قائم کرتا هے اور اُس سے کبهي هٹتا نهیں - حال سے زیادہ ماضي پر نظر رکهتا هے - سست عمل هے - مگر هوشیاري سے کام کرتا هے - همیشه ایک هي طریقه پر رهتا هے -

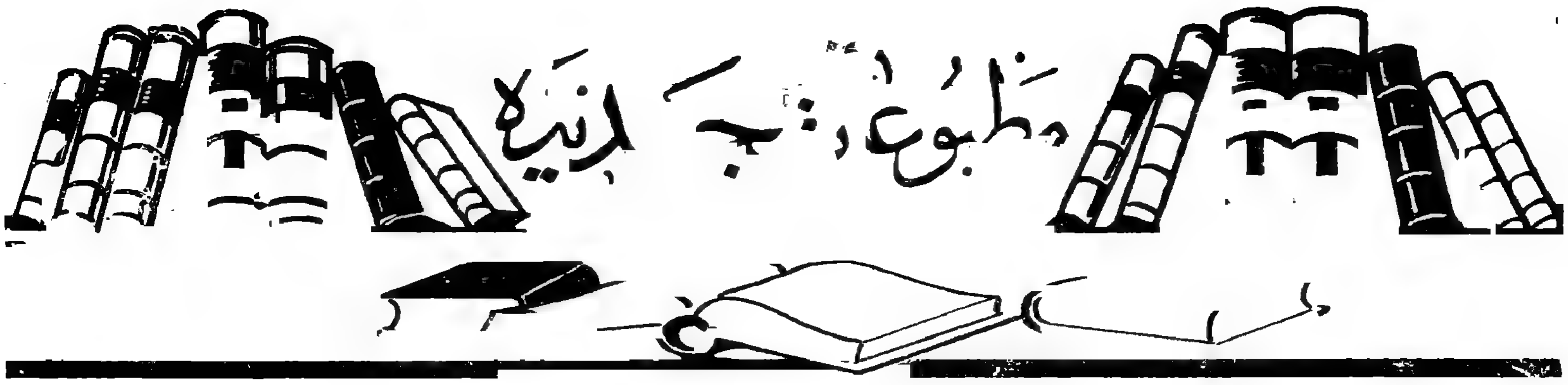

مطبوعات جدیده

قابلیت کا مقیاس و میزان

انسان کے انتخاب میں انتخاب اصلح

هر شخص جانتا هے که دنیا میں وهي کام کامیاب هوسکتا هے جسے اُس کا اهل اور قابل آدمي انجام دے - بهتر سے بهتر کام بهي کامیاب نهیں هوگا ' اگر اسکے لیے اهل آدمي میسر نه آئیگے -

لیکن هر کام کیلئے اُسکي ضرورت کے مطابق اهل آدمي کیونکر چنا جائے ؟ اسکا فیصله آسان نهیں هے -

دنیا میں قدرت الهي کے قوانین عمل میں سے ایک قانون " اِنتخاب اصلح " کا هے - یعنے قدرت هر چیز میں اصلح اور بهتر کو چهانٹ لیتي هے - غیر صالح اور کمتر کو چهوڑ دیتي هے - زندگي ' صحت ' طاقت ' اور کامراني کي ساري بنیاد اسي قانون پر هے - افسوس انسان کي نا مرادي پر ' اگر وه خود اپني جنس کے انتخاب میں ایسا نه کرسکے !

موجوده زمانے میں " اهل آدمي کا انتخاب " ایک مستقل علمي موضوع هو گیا هے - اسکے بڑے بڑے ماهر فن هیں - حال میں اس فن کے ایک بهت بڑے امریکن ماهر نے اس موضوع پر ایک کتاب لکهي هے جو امریکه کي ایک تجارتي انجمن کے اهتمام سے شائع هوي هے - یه دراصل اُن مقالات کا مجموعه هے جو مصنف کتاب نے وقتاً فوقتاً اس موضوع پر لکهے تهے ' اور امریکه کے مختلف علمي رسائل میں شائع هوے تهے - کتاب نهایت مفید اور دلچسپ هے ' اور چونکه ایک خالص نظري مسئله کو عملي اصول و قواعد کي شکل دي گئي هے ' اسلیے علمي حلقوں نے اُس کا نهایت پرجوش استقبال کیا هے - هم وقتاً فوقتاً اسکے بعض ضروري مباحث الهـلال میں شائع کرتے رهینگے - آج اسکے بعض ابتدائي مباحث کا ترجمه هدیهٔ قارئین کرتے هیں -

پهلے باب میں انتخاب اهل کي ضرورت پر بحث کرتے هوے مصنف لکهتا هے :

(انتخاب اصلح)

" تمام کام جبهي انجام پاسکتے هیں جب اهل آدمیوں کے سپرد کئے جائیں ' ورنه آلات کي ایجاد ' بجلي کے استعمال " اور کویله کي کفایت سے کوئي فائده حاصل نه هوگا - یه چیزیں کام میں مدد دیتي هیں ' لیکن کام کو کامیاب نهیں بنا سکتیں - کامیابي صرف اهل و اصلح کارکنوں کے انتخاب پر موقوف هے .

هم هر چیز انتخاب کرتے هیں - کوئي چیز خرید انتخاب کرکے خریدتے هیں - تم بازار میں ایک دانه سیب لیدے جاتے هو تو ایک ایک چن کر لیتے هو - یه نهیں کهتے که سب سیب هي هیں ' بغیر انتخاب کے لے لیں - یهي حال آدمیوں کا بهي هے - سیب کي طرح سب آدمي بهي یکساں نهیں هوتے - کچهه اچهے هوتے هیں ' کچهه برے - کچهه اهل هوتے هیں ' کچهه نا اهل - لهذا انمیں بهي انتخاب هونا چاهئے - اچها اور قابل لے لینا چاهئے - برا اور نا کاره چهوڑ دینا چاهئے - پهر محض اتناهي کافي نهیں هے که اهل و قابل کا انتخاب کرلیا جاے ' بلکه اُسے اُسي حیثیت میں بهي رکهنا چاهئے جسکا وه مستحق هے - مثلاً اگر ایک موسیقي داں کو موسیقي کي خدمت کیلئے منتخب کیا جائے ' تو اُسے در بدر پهر کر روٹي کمانے سے مستغني کردینا بهي ضروري هے - تاکه بے فکر هوکر اپني پوري قابلیت سے فائده پهنچاسکے "

(معیار انتخاب)

اِسکے بعد اس سوال پر بحث کرتے هوے که " هر کام کیلئے اهل اور صالح شخصیت کے انتخاب کیلئے کوئي معیار اور قاعده بن سکتا هے یا نهیں " ؟ لکهتا هے :

" میرے دفتر میں چالیس آدمي کام کرتے هیں - جب میں کوئي نیا کام شروع کرتا هوں اور نئے آدمیوں کي ضرورت محسوس هوتي هے ' تو سب سے پهلے غور کرتا هوں که یه کام آله کے ذریعه سے کیا جاسکتا هے ' حیوان کے ذریعه ' یا آدمي کي ضرورت هے ؟ اگر پهلي صورت ممکن هوتي هے تو وهي کام میں لاتا هوں - کیونکه آلات حیوان و انسان سے بهتر کام کرتے هیں - مثلاً پن چکي ' آب پاشي ' بهاري بوجهه اٹهانا - ظاهر هے یه کام آلات کے ذریعه آساني اور

میں یه گلٹي بهت بڑي هوتي هے ' اور بونوں میں بهت هي چهوٹي هوتي هے - اِس گلٹي کي ایک خاصیت یه بهي بیان کي جاتي هے که وه خون میں نمکین ماده کو معتدل رکهتي هے ' اور اُسے اُتني مقدار میں کردیتي هے ' جتني سمندر کے پاني میں هوتي هے -

تاریخ میں بهت سے عمالیق کے نام محفوظ هیں - فرانس میں ایک شخص " جاں تورنر " نامي گزرا هے - ۱۵ - برس کي عمر میں اُس کا قد غیر معمولي سرعت سے بڑهنے لگا - یهاں تک که ۸ - فٹ ۳ - انچ تک پهنچ گیا - اُس کا جوتا ۱۴ - انچ لمبا هوتا تها -

مرنے پر اُس کے دماغ کا وزن کیا گیا تو دو سیر ڈهائي اونس تها - سر کي جانچ کرنے پر معلوم هوا که اُس کي دماغي گلٹي بهت بڑي تهي -

ڈاکٹروں کا خیال هے که وه زمانه جلد آنے والا هے جب انسان چند نشتر کي پچکاریاں (یعني انجکشن) لیکر اپنا قد جتنا چاهے گا بڑها لے گا - اگر کتے کو انجکشن دیدیا جائیگا تو وه گهوڑے کے برابر هوجائیگا - یه بات بظاهر عجیب معلوم هوتي هے - مگر علم جس سرعت سے ترقي کر رها هے ' اُسے دیکهتے هوے اب کوئي بات بهي عجیب نهیں رهي هے -

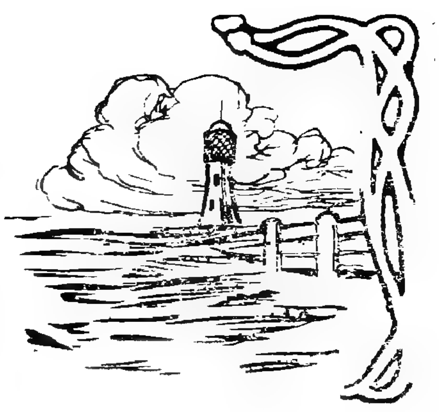

بریدِ فرنگ

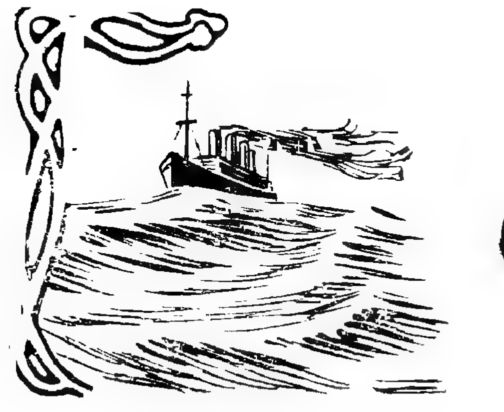

فرانسیسی اولو العزمی کی قربانی

کپتان ننجیسر کي مفقود الخبري !

بیسویں صدي کے تمام وسائل علم و احاطه کي شکست !

انسان کي علمي اولوالعزمیوں اور قدرت کي قہرمان حکومت میں ایک مسلسل جنگ جاري ہے !

اُس نے سمندر کے طوفانوں کا مقابله کیا اور طاقتور سے طاقتور جہاز طیار کر لیے '

اُس نے زمین کي پہنائي کا مقابله کیا ' اور بھاپ اور بجلي پر قبضه کرکے ایسي سواریاں بنالیں ' جو ایک مدت میں دو دو میل طے کرلیتي ہیں !

اُسنے آسمان کي طرف دیکھا - ہوا میں پرند ہر طرف اڑ رہے تھے ' لیکن انسان کیلیے کوئي جگه نه تھي - بالآخر اُس نے یہاں بھي کامیابي حاصل کي ' اور ایسے طیارے ایجاد کرلیے جو تمام کرۂ ارضي کي فضا میں چکر لگا رہے ہیں '

ان پے درپے کامیابیوں کے بعد اُسنے دم لیا ' اور فخر و غرور سے سر اٹھایا - خشکي ' تري ' ہوا : تینوں مسخر ہو چکے ہیں '

کپتان ننجیسر

لیکن قدرت ! اٹل ' بے پروا ' بے مہر ' اور قہرمان قدرت ! کیا اُسکے حاکمانه قوانین بھي مسخر ہوگئے ؟ کیا سچ مچ کو انساني اولوالعزمي کے آگے شکست دیدي ؟

اولوالعزم انسان کا سر اپني بے بسي کے تصور سے جھک گیا - کیونکه اُس نے دیکھا که ان ساري اولوالعزمانه کامرانیوں کے بعد بھي اُس تناسب میں کوئي فرق نہیں آیا ہے جو اُسکي بے بسي اور قدرت کي حاکمانه سطوت کا روز اول سے قائم ہوچکا ہے !

پہلے وہ چھوٹي چھوٹي باد باني کشتیوں ' جانوروں کي سواریوں ' اور دشت و جبال کے قافلوں میں قوانین قدرت کے سامنے بے بس تھا - اب بیسویں صدي کے دخاني جہازوں ' زیر آب کشتیوں ' برق رفتار ریلوں ' اور باد پیما طیاروں کے اندر بے بس ہے !

قدرت آگے بڑھنے سے نہیں روکتي - خود اُکساتي رہتي ہے که آگے بڑھے - لیکن یه گوارا نہیں کرتي که اُسکي بے بسي کي حدیں ٹوٹ جائیں - وہ برابر بڑھتا رہیگا - قدرت آگے برابر دعوت اقدام دیتي رہیگي- لیکن اُس کي بے بسي ' بیچارگي ' بے دست و پائي : تو وہ اٹل ہے ' آمٹ ہے ' نا قابل تغیر ہے ' ابدي ہے ' اُس کي پیشاني خلقت کي سر نوشت ہے جو قلم قدرت نے صبح ازل کي روشني میں نقش کردي ہے - اُس کا مقام بدلتا رہیگا - کل تک وہ جس جگه کھڑا تھا ' آج اُس سے سیکڑوں کوس اونچا ہوگیا ہے - کل اِس سے بھي بلندي پر ہوگا - مگر فضاء عالم لا متناہي ہے - وہ کتنا ہي بلند ہوتا جائے ' پھر بھي بلندي باقي ہي رہیگي !

قارئین الھــلال کپتان ننجیسر کي ہوائي مہم اور اُسکے نتیجه سے بے خبر نہیں ہیں - گذشته نمبر میں ہمارے مقاله نگار پیرس کي چٹھي شائع ہوچکي ہے جس کے نہایت موثر پیرایه میں اس مہم کي مفقود الخبري کي سرگذشت سنائي تھي - اب کئي ہفتے اور گزر چکے - اس عرصه میں رپوٹر نے دو مرتبه ایسي خبریں دیں ' جسسے امید بندھي که کم از کم کپتان کي موت کا سراغ لگ جائیگا - لیکن بعد کو پھر انکي تغلیط کردي گئي - نتیجه یه نکلا که دنیا اب تک اِس اولوالعزمي کے نتیجه سے بے خبر ہے !

ہر ایجاد کي طرح طیاروں کي ایجاد بھي علمي قربانیوں کي ایک بہت بڑي داستان ہے ' لیکن موجودہ عہد میں ہوائي مہموں کي مفقود الخبري کا یه غالباً چھٹا یا ساتواں واقعه ہوگا - اس سے پہلے انگلستان ' امریکه ' اٹلي ' اور ہالینڈ کے متعدد طیارے مفقود الخبر ہوچکے ہیں -

لیکن موجودہ عہد میں انساني قافلوں کي مفقود الخبري کس درجه عجیب واقعه ہے ؟ ریل ' ڈاک ' تار ' لاسلکي ' نے تمام دنیا کو ایک کردیا ہے ' خشکي اور تري کا چپه چپه اور گوشه گوشه ایک دوسرے سے ملگیا ہے ' بیسویں صدي کي معلوم ' محکوم ' اور مسخر دنیا ہے ' اور انسان کي علمي اور عقلي فتح مندیاں اپنے منتہاء عروج تک پہنچ چکي ہیں - تاہم قدرت کي حاکمانه سطوت کے مقابلے میں انسان اب بھي اسدرجه بے بس ہے که دنیا کے تمام وسائل علم و اطلاع جواب دیچکے ہیں اور اب تک نه تو اس ہوائي مشین کا کچھه سراغ لگ سکا ہے ' نه اُسکے اولوالعزم سائق کا کچھه پته چلا ہے - دنیا فرانس اور امریکه کے ہوائي مقابله کے نتیجه کیلئے مضطرب تھي ' لیکن آسے ایک دوسرے ہي مقابله کے نتیجه کي خبر سنني پڑي - وہ مقابله ' جسمیں ایک طرف قدرت الہي کي اٹل حاکمانه سطوت ہے ' دوسري طرف انسان کے ناقص اور محدود علم کي بلند پروازیاں ہیں ! و ما اوتیتم من العلم الا قلیلا -

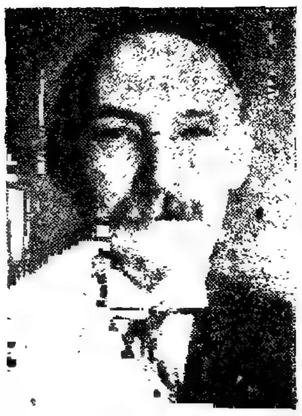

نمبر ۱

(۲) دماغي عملي آدمي — اپنے آپ کو بہت کچھ سمجھتا هے - بلند همت هے - محنتي هے - مضبوط اراده رکھتا هے - شک کو پاس آنے نهيں ديتا - فصيح اللسان هے - اپني قوت اور اپنے کام کي اهميت پر يقين رکھتا هے - صاف دماغ کا مالک هے -

(۳) عملي دماغي آدمي — خوش کلام - دلوں کا محبوب - سب کو راضي رکھنے والا ، بلند همت ، فراخ دل ، ترقي اور محنت کا شيدائي - بہت حرکت کرنے والا ، بہت نفع پہنچانے والا ، تنهائي ميں کام کرنے والا ، مستقل مزاج .

(۴) عمل کي قوت نفوذ رکھنے والا آدمي — مضبوط اراده ، مضبوط رائے ، سخت مزاج ، سنگ دل ، جلد منفعل هوجانے والا ، تنهائي پسند ، بھروسه اور اعتماد کے لائق - اس کي مثال اس هيرے کي سي هے جو خراد سے هنوز محروم هے -

(۵) مستعد عملي آدمي — سخت اور درشت مزاج ، عزم صادق کا مالک ، کم غور کرنے والا ، اپنے نفس پر بھروسه رکھنے والا ، کتني هي مشکلات هوں مگر اپنے اراده پر عمل کرنے والا -

(۶) دماغي عملي آدمي — خوش گفتار ، بڑي بڑي اسکيميں سوچنے والا ، دوسروں پر اثر ڈالنے والا ، اپنے اصلي خيالات چھپانے والا ، اپني رائے پر جما رهنے والا ، گرد و پيش پر نظر رکھنے والا ، اپنے اوپر بہت بھروسه رکھنے والا ، صاف دماغ کا مالک -

(۷) دماغي عملي آدمي — مستقل رائے رکھتا هے ، زياده نفع پہنچاتا هے ، معاملات پر صحيح رائے رکھتا هے - خوش تقرير هے - صاف بيان هے - فراخ دل هے - ترقي اور رفاه عام کے کام زياده پسند کرتا هے -

(۸) دماغي آدمي — نرم مزاج ، محبوب ، حليم ، مضبوط رائے رکھنے والا ، سست عمل ، مفکر ، متاثر نهيں هوتا ، حق کو سنتا هے اور قبول کرليتا هے -

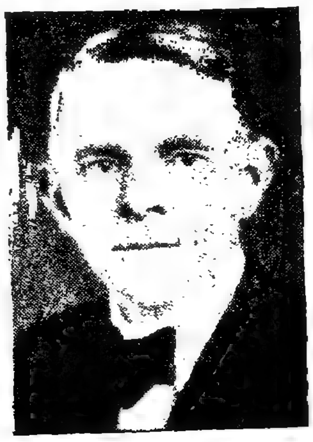

نمبر ۳

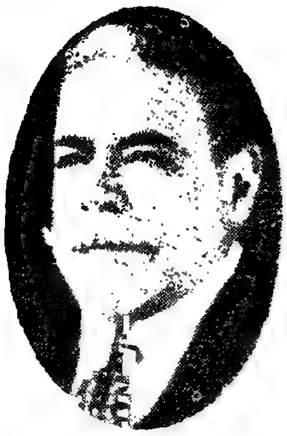

نمبر ۲

(۹) دماغي عملي آدمي — صاف رائے رکھتا هے ، بحث ميں قوي دليليں لاتا هے ، مخلص هے ، حق کا جويا هے ، زنده ضمير کا مالک ، معتمد هے ، مخاطب کو اپني گفتگو سے قائل کرديتا هے -

ان نو قسموں ميں اصولي قسميں در اصل چار هيں : دماغي ، عملي ، دماغي عملي ، عملي دماغي - اور انهي کے متعدده نمونے دکھائے گئے هيں - دماغي اور عملي کا مطلب واضح هے - " دماغي عملي " سے مقصود ايسي شخصيت هے جسکے خصائل ميں اگرچه عمليت کا عنصر بھي موجود هے ليکن غلبه دماغيت کو هے - " عملي دماغي " اسکے برعکس هے - اسميں عمليت غالب اور دماغيت مغلوب هوتي هے - خالص " دماغي " عملي قوت سے ، اور خالص " عملي " دماغي اوصاف سے عاري هوتا هے -

هم اس مضمون کي وضاحت کے ليے چار تصويريں بھي کتاب سے نقل کرديتے هيں جن سے چار اصولي قيافے واضح هو جائينگے :

(۱) دماغي

(۲) عملي

(۳) دماغي عملي

(۴) عملي دماغي

تصوير نمبر (۱) خالص دماغي کي هے - هرشخص جو انسان شناسي کي کچھه بھي نظر رکھتا هے ، پہلي نگاه هي ميں رائے قائم کرليگا که اسکے خط و خال کي مجموعي شهادت ذهن و فکر کا اعلان هے - عمليت سے خالي هے - مگر نمبر (۲) اسکے برعکس هے - يه ايک قسم عملي قيافه هے جسميں ذهنيت کي هلکي سي جھلک بھي نظر نهيں آتي - نمبر (۳) اور (۴) ميں پہلي ذهنيت کے غلبه اور عمليت کي موجودگي کا پته ديتي هے ، اور دوسري ميں عمليت کے غلبه کے ساتھه ذهنيت کا عنصر بھي نماياں هے -

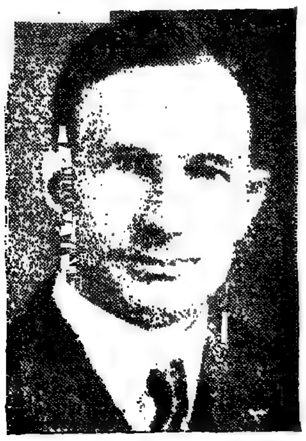

نمبر ۴

جولائی سنه ۱۹۲۷ مین جولائی سنه ۱۹۲۵ پر ایك نظر !

دیش بندھو چترنجن داس

۱۷ - جون سے پہلي جولائي تک تمام ملک کے دیش بندھو چترنجن داس کي یادگار میں جلسے منعقد کیے هیں - یه دیکھکر بے اختیار خیال سنه ۱۹۲۵ - کي طرف منتقل هوگیا - سنه ۲۵ - اور سنه ۲۷ - میں صرف دو برس کي مدت حائل هے، لیکن ان دو برسوں کے اندر ملک کي سیاسي و قومي زندگي میں کیسي کیسي عظیم تبدیلیاں هوگئیں ؟ سنه ۲۵ - اگرچه سنه ۲۰ - اور سنه ۲۱ - نه تھا - مگر پھر بھي سنه ۲۵ - تھا - ۲۶ - اور ۲۷ - نه تھا - کاش سنه ۲۷ - میں هم سنه ۲۵ - کي زندگي هي واپس لا سکیں !

اس تقریب سے مسٹر سي - آر - داس کي شخصیت بھي سامنے آگئي - في الحقیقت ملک کو اسکي موجوده منزل حیات میں ایسے هي سیاسي رهنماؤں کي ضرورت تھي - دو سال گزر گئے مگر ابتک داس کي جگه ملکي رهنماؤں کي صف میں خالي هے، اور نہیں معلوم کب تک خالي رهیگي !

جولائي سنه ۲۵ - میں مسٹر داس کي وفات پر ایک تحریر حوالۂ قلم هوئي تھي، تاکه ایک مقامي انگریزي اخبار کے خاص نمبر میں شائع هو - مناسب معلوم هوا که اس موقعه پر اسے شائع کردیا جائے - جولائي سنه ۲۷ - میں جولائي سنه ۲۵ - کے افکار و خیالات پر یه ایک نظر باز گشت هے !

(تاریخ کا انتظار)

فرانس کے مشہور مصنف وکٹر هیوگو Victor Hugo نے والٹیر Voltaire کي صد ساله یادگار مناتے هوے کہا تھا " زندگي کتني هي شاندار اور عظیم هو لیکن تاریخ اپنے فیصله کیلئے همیشه موت کي منتظر رهتي هے " اگر یه سچ هے تو هندوستان کے مورخ کا انتظار ختم هوچکا - دیش بندھو چترنجن داس کي زندگي کي عزت اب تاریخ کے اوراق کیلئے ایک فیصل شده واقعه هے - وه اپني زندگي میں اپنے لیے جو بات نہیں بتلا سکے تھے، اپني موت سے دنیا پر آشکارا کرگئے !

هندوستان نے اپني جدید تاریخ میں شاید هي کسي قومي رهنما کي موت پر ایسا عالمگیر ماتم کیا هوگا، جیسا دیش بندھو کي ناگہاني وفات پر هوا - ۱۹ - جون کو جب اُنکي نعش کلکته کي طولاني سڑکوں پر سے گزري تو اس عظیم الشان شہر نے اپني پوري آبادي استقبال کیلئے صف بسته کردي تھي - ماتمي انسانوں کا ایک صحرا تھا جو ایک کناره سے دوسرے تک پھیلا هوا تھا - غمگین دلوں اور اشکبار آنکھوں کي وه اَن گنت تعداد اسکے علاوه هے جو س کماري سے لیکر کشمیر تک، هر جگه هندوستان میں دیکھي جا سکتي تھي !

پہلي جولائي کي مغموم اور خاموش سه پہر کے اضافه نے اس ماتم کي تاثیر اور زیاده مکمل کردي - اس دن بر اعظم هند کے گوشے گوشے میں ماتمي مجلسیں منعقد هوئیں جنکي روئداد سے اسوقت تک اخباروں کے صفحے رنگے هوے هیں -

هندوستان جو بد قسمتي سے زندگي کے هر گوشے میں طرح طرح کے تفرقوں میں بٹ چکا هے، موت نے اس ماتم میں کس طرح متحد هوگیا تھا؟ مذهب، نسل، جماعت، کوئي اختلاف بھي یه اتحاد نه روک سکا - سب نے به یک وقت محسوس کیا که هم میں سے ایک بڑي زندگي جدا هوگئي هے - ان میں بہت سے ایسے بھي تھے جو انکي زندگي میں انکي پیروي نه کرسکے تھے - بہت سے ایسے بھي تھے جنکے قدم همیشه انکے خلاف اٹھا کرتے تھے - تاهم جب وه مر گئے، تو ان میں سے کوئي بھي اپنے آپکو انکي عزت سے نه روک سکا - زندگي کیلئے موت کا یہي فیصله هے جسکا تاریخ انتظار کیا کرتي هے !

(موت کا ماتم اور زندگي کے آثار)

هندوستان کے کروڑوں دلوں کا یه متحده احساس هندوستان کي موجوده تاریخ کا ایک اهم واقعه هے - ایسے هي واقعات سے لحساس قومیت کے ضعف و قوت اور اس کے نشو ونما کا صحیح اندازه لگایا جاسکتا هے - اس میں صرف ایک هر دلعزیز انسان کي موت کا غم هي نہیں هے - بلکه کروڑوں دلوں کي زندگي کي جھلک بھي دکھائي دے رهي هے - یه موت کي مایوسي میں زندگي کي امید هے - اس سے معلوم هوتا هے که ملک کي عام زندگي مین غفلت اور افسردگي کتني هي نمایاں هوگئي هو، لیکن اس کي تہه میں ایک گہري اور حقیقي بیداري جگه پکڑ چکي هے، اور جیسا که تاریخ کا تجربه شہادت دیتا هے، بیداري کي یه اندروني قوت جب ایک مرتبه جگه پکڑلے تو پھر اسے پامال نہیں کیا جاسکتا - یه اپنے نشو ونما اور تکمیل میں همیشه سے اٹل رهي هے اور همیشه اٹل رهیگي !

(دیش بندھو کي کامیابي کا راز)

لیکن میں اسوقت اتنا دور نہیں جانا چاهتا - میں تو صرف اس بات پر غور کرنا چاهتا هوں که اس شخصیت نے به حیثیت ایک سیاسي رهنما کے جو کامیابي حاصل کي، اسکا راز کیا هے ؟ هر شخص کو معلوم هے که ان کي ملکي رهنمائي کي عمر کوئي بڑي عمر نہیں هے - اُن کي نمایاں قابلیتوں پر اگرچه عرصه سے نظریں پڑ رهي تھیں اور سنه ۱۹۱۷ میں وه اچھي طرح پبلک پلیٹ فارم پر نمایاں هوگئے تھے، تاهم ان کي رهنمائي کا اصلي زمانه تحریک لا تعاون (نوان کوا پریشن) سے شروع هوتا هے - یه زیاده سے زیاده پانچ سال کا زمانه هے - اتنے قلیل عرصه کے اندر هي انہوں نے هندوستان کي تاریخ میں اپني نمایاں جگه بنا لي اور تمام ملک کے قلوب فتح کرلیے - همیں معلوم کرنا چاهیے که اس غیر معمولي کامیابي میں انکے ان غیر معمولي اوصاف کو زیاده دخل تھا ؟

جس طرح ایک مکمل تصویر بنانے کیلیے کوئي ایک رنگ هي کافي نہیں هوتا - اسي طرح ایک بڑے آدمي کیلیے بھي کوئي ایک قابلیت کافي نہیں هو سکتي - کتنے هي مختلف رنگ چاهئیں جنسے کمال اور بڑائي کي ایک شاندار تصویر کھینچي جا سکتي هے - دیش بندھو میں یه مختلف اوصاف اپني کافي مقدار میں جمع هوگئے تھے - وه دماغي اور اخلاقي، دونوں طرح کے وصفوں سے مالدار تھے - انکي ذهانت غیر معمولي تھي - اُنکي رائے تعجب انگیز حد تک صائب اور بحث و استدلال کي قوت اعلی درجه

ان تمام اصحاب کیلیے

جو

قدیم تمدن و صنعت کی قیمتی اشیا کا شوق رکھتے هین

دنیا مین عظیم الشان مقام

I. SHENKER,

118, BROMPTON ROAD, KENSINGTON, LONDON, S. W. 3.

هے

مغرب و مشرق کے قدیم آثار، پرانی قلمی اور مطبوعه کتابیں، پرانی تصویریں، پرانے سکے اور نقوش، پرانے زیور، آرائش و تزئین کا هر قسم کا سامان، اور هر طرح کے پرانے صنعتی عجائب و نوادر، اگر آپ کو مطلوب هیں، تو هم سے خط و کتابت کیجیے - کم از کم هماری نمایش گاهوں اور دکانوں کی فهرستیں هی منگوا لیجیے - اهل علم اور اهل دولت، دونوں کیلیے همارا ذخیرہ قیمتی هے -

نوادر عالم کا یه ذخیرہ

دنیا کے تمام حصوں سے غیر معمولی مصارف و مساعی کے بعد حاصل کیا گیا هے -

دنیا کے تمام قدیم تمدنی مرکزوں مثلاً مصر، شام، فلسطین، هندوستان، ایران، ترکستان، چین، وغیرہ ممالک میں همارے ایجنٹ همیشه گردش کرتے رهتے هیں -

با این همه

قیمتیں تعجب انگیز حد تک ارزاں هیں !

براعظم یورپ ، امریکه ، اور مشرق

کے تمام بڑے بڑے محل، کتب خانے، اور عجائب خانے، هم سے نوادر حاصل کرتے رهتے هیں - قاهرہ کے نئے ایوان شاهی کے نوادر ابهی حال میں هم هی نے فراهم کیے هیں -

اگر آپکے پاس نوادر موجود هوں

تو آپ فروخت کرنے کیلیے بهی پہلے هم هی سے خط و کتابت کیجیے - بہت ممکن هے که همارا سفری یا مقامی ایجنٹ آپسے مل سکے -

بات کے قائل نہیں تھے که انتظار کرو اور سوچو - " جو پتھر راستے میں آجاے اسے فوراً هٹا دینا چاهیے اور رکنا نہیں چاهیے " یہي آنکے سفر کا دستورالعمل تھا - شکسپیر نے هملت میں انساني دماغ کي وه حالت بتلائي هے جب وه حیران هوکر سوچتا هے " کروں یا نه کروں ؟ " یه " کروں یا نه کروں " آن میں نه تھا !

آنکا دوسرا وصف بھي ایک طرح اسي وصف کے ساتھه بیان کیا جا سکتا هے - هندوستان کي قومیت کي راه میں سب سے زیاده مشکل روک هندو مسلم مسئله کي پیچیدگیاں هیں - حالات ایسے گہرے اور شدید هیں که بسا اوقات ایک بڑا سے بڑا هندوستاني محب الوطن بھي فرقه وارانه تنگ نظري سے اپنے دماغ کي نگہداني نہیں کر سکتا - بڑي هي همت ' عشق وطن اور جنون آزادي کا بڑا هي طاقتور جذبه چاهیے جو همیں ایسي بلندي پر پہنچادے جہاں تک ان نچلے جذبات کي رسائي نه هو - میں وثوق کے ساتھه کہه سکتا هوں که چترنجن داس نے ایسي بلندي حاصل کرلي تھي اور وه کسي حال میں بھي اُس سے اُترنے کیلئے طیار نه تھے - اِس بارے میں آنکا دل فراخ اور فیاض تھا - وه ملک کي آزادي اور نجات کیلئے وه ساري چیزیں قربان کر دینے کیلئے طیار تھے ' جو اس اعلی مقصد سے کمتر درجه کي هو سکتي هیں - صرف یہي روح هندوستان کا مسئله حل کر سکتي هے - افسوس کے ساتھه اعتراف کرنا پڑتا هے که یه مقام اسوقت تک بہت کم هندوستاني رهنماؤں کو حاصل هو سکا هے -

موت سے دو دن پہلے

(میثاق بنـــگال)

هندو مسلم مسئله کے سلسلے میں " میثاق بنگال " (بنگال پیکٹ) ان کي زندگي کا مشہور واقعه هے - اس پر موافق مخالف ' دونوں طرح کي رائیوں کا نہایت پر جوش مظاهره هوچکا هے - لیکن اسوقت تک بہت کم لوگوں کو معلوم هوگا که یه میثاق وجود میں کیونکر آیا تھا ؟

جن لوگوں کو هندو مسلم مسئله کي عملي مشکلات کا علم هے ' وه جانتے هیں که معامله کس درجه مشکل اور پیچیده هے ؟ معامله کي کوئي جانب اختیار کي جائے ' ضروري هے که مشکلوں اور مزاحمتوں کا ایک طوفان عظیم سامنے آ جائے - گزشته فروري (سنه ۱۹۲۴) میں دهلي کي آل پارٹیز کانفرنس نے کامل ایک هفته تک نشست جاري رکھي لیکن بالاخر بلا کسي فیصله کے منتشر هوگئي - ایسا مشکل اور همت آزما معامله جب دیش بندهو کے سامنے اچانک آ گیا تو انہوں نے کیا کیا ؟ میں پہلي مرتبه لوگوں کو بتلانا چاهتا هوں که صرف پانچ منٹ کے اندر فیصله کردیا !

یہاں میں نے پانچ منٹ تھوڑے وقت کے معني میں مجازاً استعمال نہیں کیا هے - بلکه سچ مچ گھڑي کے پانچ منٹ مراد هیں - بنـگال لیجس لیٹو کاونسل کے انتخاب سنه ۲۳ - سے جب هم فارغ هوے ' تو مخالفین نے کانگرس کو ناکام رکھنے کے لئے هر طرح کے هتیار آزمانا شروع کردیے - ان میں سب سے زیاده موثر اور آزموده هتیار فرقه وارانه حقوق کا مسئله چھیڑ دینا تھا - اُس وقت کاونسل کے اندر اور باهر ' دونوں جگه جماعت کي کامیابي بہت کچھه اسپر موقوف تھي که مسلمان کیا طرز عمل اختیار کرتے هیں ؟ جیسا که معلوم هے ' مسلمان دو جماعتوں میں منقسم تھے : ایک جماعت کانگرس کے ساتھه تھي - ایک باهر - کانگرس کي کوشش تھي که تمام مسلمان کانگرس کا ساتھه دیں - مخالفین کوشش کر رهے تھے که هندو مسلم مسئله چھیڑ کر انہیں اس سے باز رکھا جائے - اس اثناء میں وه ایک عجیب چال چلے - انہوں نے ممبران کاونسل سے کہا که اگر کانگرس پارٹي میں شامل هي هونا چاهتے هو تو کم از کم اِس کا فیصله کرلو که مزید سیاسي حقوق ملنے پر مسلمانوں کي نمائندگي کا کیا حال هوگا ؟ یه انہوں نے اس لئے کہا که اُن کا خیال تھا ' مسلمانوں کي جانب سے جو مطالبات پیش هونگے ' اُنهیں کانگرس

تک دسترس تهي - أنكا دماغ ايک ايسا سانچه تها جو کوئي تيڑهي اور نا هموار چيز قبول هي نهيں کرتا تها - کوئي معامله کتنا هي الجها هوا هو ' وه فوراً صاف اور صحيح پهلو پا ليتے تهے اور پهر کج بحث مغالطے کتنا هي الجهائے ' أنكا دماغ متاثر نهيں هوتا تها - انکي قوت تقرير ايک مانی هوئي بات هے - انکي تقرير ميں نه تو صرف لفظي فريب فصاحت هوتي تهي نه صرف خشک استدلال ' بلکه خطابت (آرٹري) کے يه دونوں ضروري عنصر اپني مناسبت کے ساتهه موجود هوتے تهے ' اور جيسا که يوناني مقررين کا مقوله هے ' ايک مقرر کيليے سب سے بڑا وصف يهي هے که ان دونوں عنصروں کي ترکيب ميں بے اعتدالي سے محفوظ رهے - انکے دماغ سے کهيں زياده أنكا دل مکمل تها - حب الوطني کے شعلوں سے أنکے دل کا تنور هميشه گرم رهتا تها - وه اپني زندگي ميں بهي ايک جلتي هوئي چتا تهے - أنكي فياضي اور ابنائے جنس کي بے پاياں همدردي کا سب نے بطور ايک مسلم واقعه کے ذکر کيا هے - أنكي فياضي علمائے اخلاق کے نزديک اسراف سمجهي جائيگي - سب جانتے هيں که انهوں نے لاکهوں روپيے کمائے ' ليکن جس [illegible] پسندانه طرز پر کمائے [illegible] اور [illegible] بے دريغ خرچ کرڈالے [illegible] پاس آئے [illegible] فياضيوں کا [illegible] نهيں - انهوں نے وطن کي خدمت کيلئے سب کچهه کو زندگي کي ساري آسائشيں قربان کرديں - وه زندگي اعلى آسائش پسند سوسائٹي کي شاندار زندگي ترک کرکے کهدر کي ايک چادر پر قانع هوگئے تهے !

أنکے يه تمام اوصاف آج موافق مخالف ' سب کي نگاهوں ميں هيں - ليکن ميں صرف انهي پر قانع نهيں هو سکتا - ميں اس سے بهي زياده کوئي بات معلوم کرني چاهتا هوں - يه اوصاف کتنے هي غير معمولي هوں - ليکن ايسے نهيں هيں جن ميں دوسروں کا حصه نه هو - هندوستان اسوقت رهنماؤں اور رهنمائي کي قابليت رکهنے والوں سے مفلس نهيں هے - آسکے رهنماؤں کي صف کافي طويل هے - ان ميں ايسے لوگ بهي موجود هيں جو بجا طور پر ان اوصاف کا کم و بيش دعوا کر سکتے هيں - پس هميں صرف اسي حد تک رک نهيں جانا چاهيے - هميں جستجو کرني چاهيے که انکے رهنمايانه خصائص کے وه خاص اوصاف کيا تهے جنکي وجه سے انهوں نے اتنے قليل عرصه ميں ايسي ممتاز کاميابي حاصل کرلي ؟

(دو وصف)

ميرے خيال ميں انکے دو خاص وصف ايسے تهے جن ميں أنکي رهنمايانه زندگي کي کاميابي کا راز پوشيده هے - ميں ان دو وصفوں کو أنکي ساري قابليتوں ميں أبهرا هوا ديکهتا هوں :

اول يه که انکے اندر ايک نڈر اور بے باک قوة عمل موجود تهي -

ثانياً يه که انکي حب الوطني اور قوميت فرقه وارانه جذبات سے پوري طرح پاک و صاف تهي -

يه دو باتيں کهنے ميں بهت معمولي هيں ليکن حقيقت ميں ايسا نهيں هے - انهي دو وصفوں کے اندر ايک هندوستاني رهنما کيليے آج سب سے بڑي آزمايش مضمر هے - ميں خيال کرتا هوں دوسرے وصف کے بغير تو هندوستان جيسے ملک ميں سچي حب الوطني اور قوميت کا نشوؤنما هو هي نهيں سکتا -

نڈر اور بے باک قوت عمل سے ميرا مقصود يه هے که هم ميں ايک بے باک اور خطره ميں کود پڑنے والے سپاهي کي طرح کام کرنے کي روح موجود هو - جو بات همارے اعتقاد ميں سچي اور ضروري هو ' بغير تامل اور تذبذب کے کهنے اور کر بيٹهنے کيليے طيار هو جائيں - بهت زياده سوچنا ' دير تک متذبذب اور مترود رهنا ' قدم اٹهانا اور پيچهے هٹا ليا ' طرح طرح کے نقش بنانا اور بگاڑ ديا : ايک مفکر (ٹهنکر) کيليے بهترين اوصاف هوں ليکن ايک قائد (ليڈر) کيليے نه صرف غير ضروري ' بلکه ميں يه کهنے کي جرأت کرتا هوں که بسا اوقات عيوب ميں داخل هيں - ايک قائد کي راه ايک فلاسفر کي راه سے مختلف هوتي هے - قائد ميں تخيل سے زياده عمليت هوني چاهيے - آسے هم حکيم سے نهيں مگر سپه سالار سے تشبيه دے سکتے هيں - ايک سپه سالار اگر نقشۂ جنگ سوچنے ميں ايک مفکر کي طرح غرق هوجائے ' تو ميدان جنگ کيليے يقيناً کوئي دوسرا جنگ آزما ڈهونڈهنا پڑيگا - نپولين نے جنگ مرنگو کا نقشه ضرور ترتيب دے ليا تها ' ليکن کوه الپس کي نا قابل عبور چوٹي سے جب فرانسيسي فوج گزر گئي تو يه آسکے دماغ کا نهيں ' آسکي بے باک شجاعت و همت کا کام تها !

اگر تمهارا نيشنلزم سچا نيشنلزم هے - اگر تمهاري حريت طلبي ايک دهوکه نهيں - تو سب کو اطمينان دلادو - سب کے ساتهه فياضي اور فراخ دلي برتو - سب کو اپنے ساتهه لو - اور پهر دفتري اقتدار سے کهو که جگه خالي کردے - چترنجن داس

چترنجن داس کے اسي وصف کا مجهپر خاص طور پر اثر هے - ممکن هے وه سوچنے ميں سست هوں ' ليکن کر گزرنے ميں بے دهڑک اور بے باک تهے - کوئي معامله کيسا هي بحث طلب اور پيچ در پيچ کيوں نه هو ' وه فوراً ايک رائے قائم کرليتے اور پهر بے دهڑک چل کهڑے هوتے تهے - جهجهک اور تذبذب کو انکي سيرت (کيريکٹر) ميں جگه نهيں ملي تهي - وه عملي سياست ميں اس

۱۹ - جون سنه ۱۹۲۵ - کو کلکته کي تمام آبادي سڑکوں پر جمع هوگئي تهي تاکه مسٹر داس کي نعش کا استقبال کرے٬
لیکن اپریل سنه ۲۶ - میں یهي آبادي سڑکوں پر دوباره جمع هوگئي تاکه ایک
دوسرے کا سر پهوڑے !

پارٹي منظور نہ کرسکے گي- نتیجہ یہ نکلیگا کہ مسلمان مایوس ہوکر الگ ہوجائینگے ‘ اور مسلمانوں کي علحدگي کے بعد کانگرس پارٹي نہ تو کاونسل کے اندر کچھہ کرسکیگي - نہ باہر مضبوط ہوسکیگي -

چنانچہ مسلمانوں کے مطالبات کي ایک فہرست ایک بڑے سرکاري افسر کے یہاں طیار کي گئي - اچانک ایک دن صبح مجھے معلوم ہوا کہ آج مطالبات پیش کیے جائینگے - میں نے اُسي وقت مسٹر داس سے بذریعہ ٹیلي فون گفتگو کي - میں نے دریافت کیا کہ اگر یہ مطالبات پیش ہوے تو آپکا طرز عمل کیا ہوگا ؟ انہوں نے بلا کسي تامل کے جواب دیا " میں فوراً منظور کرلونگا - کوئي وجہ نہیں کہ ایک معقول مطالبہ منظور نہ کیا جاے اگرچہ بے موقعہ پیش ہوا ہو" - یقیناً انہوں نے یہ فیصلہ پانچ منٹ سے بھي کم میں کردیا تھا !

دارجلنگ میں جنازہ کا کلکتہ کي طرف کوچ

اس طرح ایک سخت خطرہ سے فوراً نجات ملگئي - البتہ ایک دوسرا خطرہ پیدا ہوگیا - یعنے مخالفت کا وہ طوفان عظیم جو اس کے خلاف شروع ہوا - لیکن اسکے فرو کرنے کیلئے بھي ہم اس وقت کافي طاقتور تھے -

(کارپوریشن کي میرشپ)

شاید کلکتہ سے باہر بہت کم لوگوں کو یہ بات معلوم ہوگي کہ جب کارپوریشن کلکتہ کے پچھلے انتخابات میں کانگرس کو کامیابي ہوئي ‘ اور کارپوریشن کے پہلے میر کے انتخاب کا مسئلہ پیش آیا ‘ تو مسٹر داس بالکل طیار نہ تھے کہ خود میر منتخب ہوں - پہلي مرتبہ جب اس بارے میں مجھہ میں اور اُن میں مشورہ ہوا تو انہوں نے زور دے کر کہا " میں چاھتا ہوں پہلا میر ایک مسلمان ہو - یہ اُس روح کا عملي ثبوت ہوگا جو کانگرس پارٹي نے مسلمانوں کي نسبت ظاہر کي ہے - اور چونکہ بجز تمھارے اور کوئي مسلمان ایسا موجود نہیں جسے ہم سب بالاتفاق منتخب کرلیں‘ اسلیے تم اسکے لیے

سیر فی الارض

اولم یسیروا فی الارض فینظروا کیف کان عاقبۃ الذین من قبلھم؟
(۳۰:۸)

سیاحان عالم کے مشاہدات و تاثرات

مغرب اقصیٰ اور اندلس پر ایک نظر اعتبار!

ایک مصری سیاح کے تاثرات

الجزائر

۹۷ سال سے الجزائر پر فرانس کا قبضہ ہے۔ فرانسیسوں کی چستی و چالاکی، ذہانت و ذوق مشہور ہے۔ الجزائر اس کی بہترین نمائش گاہ ہے۔ ملک کا اکثر حصہ، جنت کا نمونہ بن گیا ہے۔ اسمعیل پاشا خدیو نے مصر کے لئے دعا کی تھی کہ " افریقہ کا یہ خطہ یورپ بن جائے " خدا نے الجزائر میں اُن کی دعا قبول کرلی! ۔ محال ہے کہ کوئی سیاح اسے نیم متمدن افریقہ سمجھے۔ اب یہ یورپ کا ایک ٹکڑا اور بہترین ٹکڑا ہے، فرانس کا ٹکڑا ہے، بلکہ فرانس کا سب سے بہتر ٹکڑا ـــ پیرس ہے!

الجزائر "پیرس" بن گیا ہے۔ یعنی الجزائر کی سرزمین لیکن اس سرزمین کے باشندوں کا کیا حال ہے؟ کیا اُنھیں بھی "پیرس" کے باشندوں کی زندگی حاصل ہے؟ افسوس! اس زمین "بہشت" بن گئی ہے مگر اس کے بدنصیب باشندوں کے لئے غلامی اور غلامی کی زندگی کے "جہنم" کے سوا کچھ نہیں ہے! وہ نہ تو "افریقی" رہے اور نہ "فرانسیسی" بن سکے۔ فرانسیسی تمدن اس سرزمین پر قبضہ کرتا جاتا ہے، اور وہاں کے اصلی باشندے جگہ چھوڑتے جاتے ہیں گویا نئی تہذیب انہیں دھکیل رہی ہے، اور ملک کے اُن گوشوں کے اندر قید کر رہی ہے جو علم و تمدن کی روشنی سے محروم ہیں۔

الجزائر کے بڑے شہروں میں دیسی باشندوں کا کوئی گھر نظر نہیں آتا، بازاروں میں ان کی کوئی بڑی دوکان نہیں۔ چائے خانوں، سیرگاہوں، درجہ اول کی گاڑیوں میں کبھی الجزائری نظر نہیں آئے گا۔ گویا پورا ملک اپنے اصلی باشندوں سے خالی ہوگیا ہے بڑی تلاش کے بعد شہروں میں دو چار حقیر اور میلے کچیلے محلے ملتے ہیں۔ الجزائری انھیں محلوں میں قید ہیں۔ یورپین محلوں اور بازاروں میں اگر آتے بھی ہیں تو بھیک مانگنے، مزدوری کرنے، گاڑیاں چلانے وما کان اللہ لیظلمھم، ولکن کانوا انفسھم یظلمون!

الجزائر میں الجزائریوں کی تعداد برابر کم ہو رہی ہے۔ اور فرانسیسی بڑھ رہے ہیں۔ اُن کا ٹڈی دل یورپ سے چلا آرہا ہے اور الجزائری جوق جوق پہاڑوں اور بیابانوں کی طرف بھاگ رہے ہیں حتیٰ کہ اسوقت ان کی آبادی چھ میں ایک رہ گئی ہے۔ بڑے بڑے شہروں میں ان کی تعداد اور بھی کم ہے۔ پائے تخت میں ایک چوتھائی سے بھی کم ہونگے!

اگر تاریخ کا افسانہ صحیح ہو اور قومیں اُسی طرح فنا ہوجاتی ہیں جس طرح افراد اور حیوانات و نباتات، تو تاریخ کو اپنے دامن میں ایک نئے افسانۂ زوال کے لئے گنجائش نکال لینی چاہئے۔ عنقریب ایک بڑی قوم صفحۂ روزگار سے حرف غلط کی طرح مٹ جانیوالی ہے۔ یہ قوم الجزائر کی سرزمین پر پڑی سسک رہی ہے زیادہ سے زیادہ سو برس اُسے دم توڑنے میں اور لگیں گے۔ کون کہتا ہے جہل و غفلت کے ہاتھ پاؤں نہیں؟ جسے دیکھنا ہو الجزائر میں آئے۔ یہاں جہل کے ہاتھ ایک قوم کا گلا گھونٹ رہے ہیں، اور غفلت اپنے پیروں سے اُسے کچل رہی ہے!

مراکش

مراکش اور الجزائر میں بہت فرق ہے۔ زمین میں بھی اختلاف ہے۔ باشندوں کے طبائع و خصوصیات میں بھی اختلاف ہے۔ مراکش زیادہ، سرسبز اور خوبصورت ہے۔ مراکش، اسپین سے بہت مشابہ ہے۔ وہ در اصل اسپین ہی ہے صرف سمندر کی گردن نے دونوں کو ایک دوسرے سے الگ کر دیا ہے۔ مراکش اور اسپین کے باشندوں میں بھی بہت مشابہت ہے۔ ایک ہی خاندان کی دو شاخیں معلوم ہوتے ہیں!

اہل مراکش کی معاشرتی زندگی اور قدیم تاریخ، دونوں سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک وقت میں یہ قوم بہت بڑے تمدن کی مالک تھی مشرق اور مغرب کے مابین درمیانی کڑی تھی۔ آسمان تمدن پر ایک درخشاں سورج تھی اور چار دانگ عالم کو روشن کر رہی تھی۔ لیکن جس قدر اس کی ترقی کی رفتار تیز رہی تھی، اُسی قدر اس کا زوال بھی سریع السیر ہوا۔ یوں کہنا چاہئے کہ اسپر قبل از وقت بڑھاپا آگیا

مراکشیوں کی موجودہ معاشرتی زندگی کی ایک عجیب خصوصیت اُنکے ہر حلقہ اور ہر درجہ کی یکسان معنویت ہے۔ ایسی معنویت جو ایک ادارہ و تمدن رفتہ کی خبر دیتی ہے۔ سب پرانے بادشاہوں کا سا دراز اور طویل الذیل لباس پہنتے ہیں۔ سب کے چہروں پر بوڑھوں کی سی متانت اور سنجیدگی نظر آتی ہے۔ ہر مراکشی اپنی داڑھی اور وضع قطع میں ایک پیر مرشد اور ثقہ عالم معلوم ہوتا ہے سکون سکوت، آہستگی، سنجیدگی، ہر حال میں ملحوظ رہیگی۔ ہاتھ ہلائینگے تو رُک رُک کر، سر گھمائیں گے تو سوچ سوچ کر، بولیں گے تو ٹھہر ٹھہر کر، چلیں گے تو متانت و تمکنت سے دامن لباس سنبھالتے ہوئے! میرے خیال میں یہ لباس عیش پسند بادشاہوں کا تھا لیکن پوری قوم عیش پسند ہوگئی اور سب نے بادشاہوں کا لباس پہن لیا!

ناممکن ہے کہ آج کے مراکشی نے اسپین فتح کیا ہو اور آدھا فرانس تہ و بالا کر ڈالا ہو۔ نازک جوتیاں پہننے والا پہاڑوں پر کیسے دوڑ سکتا ہے؟ لمبے لمبے جبے، بھاری بھاری عمامے، انسان کو کب چست و چالاک بننے دے سکتے ہیں؟ لیکن نہیں وہی مراکشی تھے۔ اُس وقت مراکش جوان تھا۔ اب بوڑھا ہوگیا ہے!

مراکشیوں اور جزائریوں میں فرق

اہل مراکش کے چہروں پر مجھے وہ نیکی دکھائی دی جو اہل جزائر کے چہروں پر موجود نہیں۔ میں نہیں کہہ سکتا یہ محض ظاہری فرق ہے یا حقیقی ہے؟ مراکشی داڑھیوں کی پرورش کرتے ہیں۔ خدا انکے گھنے بالوں میں برکت دے! برخلاف انکے جزائری کلوں کی صفائی کرتے اور مونچھیں بڑھاتے ہیں۔ خدا اُنھیں طول و عرض میں پھیلائے! مراکشی کتنے ہی غیظ و غضب کا اظہار کرے مگر بغض و کینے سے اُس کا دل خالی ہے وہ واقعی نیک اور پاک دل ہوتا ہے۔

مراکشی کی ساکن نظریں اُس کے باطنی سکون کی خبر دیتی ہیں۔ لیکن اس سکون کے ساتھ غفلت بھی نمایاں دکھائی دیتی ہے اور بسا اوقات حماقت تک پہنچ جاتی ہے۔ لیکن اُن میں یہ غفلت و حماقت کہاں سے آئی؟ حالانکہ وہ شراب اور ہر قسم کے نشوں سے قطعی طور پر دُور ہیں۔ اگر واقعی ان میں غفلت و حماقت موجود ہے تو یہ اُس عیش و راحت کا نتیجہ ہوگی جسمیں وہ صدیوں سے مبتلا ہیں۔

میرے خیال میں مراکشی غفلت و حماقت کے اس قدر شکار نہیں ہوئے ہیں جس قدر مصائب نے اُنکے حواس گم کر دیئے ہیں ہر طرف سے اُن کے وطن پر اغیار کی یورش ہے۔ وہ بے بس ہو گئے ہیں۔ چارۂ کار نظر نہیں آتا۔ اس حالت نے اُنھیں مدہوش بنا دیا ہے حالانکہ وہ حقیقت میں مدہوش نہیں ہیں: وتری الناس سکاریٰ، وما ھم بسکاریٰ، ولکن عذاب اللہ شدید!

برخلاف ان کے جزائری کی نظریں تیز اور ولولوں سے لبریز ہیں۔ لیکن کمزوری اُنھیں نیچا کئے دیتی ہے۔ اُن کی نظروں سے ایسا معلوم ہوتا ہے، گویا بیمار شیر ہیں، اور زنجیروں میں کسے ہوئے ہیں۔ اُن میں زندہ دلی بھی ہے، اور اتنی ہے کہ اگر میدان خالی پائے تو خطرناک صورت اختیار کرلے!

اہل مراکش کی عربیت میرے لئے بہت مشکل تھی۔ برخلاف اس کے الجزائر کی زبان مصر و شام کی عربی سے زیادہ قریب ہے البتہ الجزائر کی زبان میں یہ خرابی بہت نمایاں ہوگئی ہے کہ انھوں نے بکثرت فرانسیسی لفظ داخل کرلئے ہیں فصیح عربی وہاں تقریبًا مفقود ہوتی جاتی ہے۔

اندلس

اندلس (اسپین) اسلام و عرب کی آٹھ صدیوں کا اندلس، بہت مفصل ہے۔ لاکھ مختصر کیا جائے مگر اس کا نقشہ کھینچا نہیں

طيار هو جاؤ" اسوقت تک الڈرمين کا انتخاب بهي نهيں هوا تها - انهوں نے پانچ الڈرمين ميں ايک نام ميرا اسي غرض سے رکها تها تاکه مجهے مير منتخب کيا جاسکے -

ليکن ميں نے نهايت اصرار کے ساتهه اس سے اختلاف کيا - ميں نے کہا - جہانتک ميري ذات خاص کا تعلق هے ميں نه تو اب اور نه کبهي آئنده اپنے آپ کو ان مناصب کے لئے مستعد کرسکتا هوں - ميري زندگي کي رفتار ابتدا سے دوسري هے - وه کسي طرح ان مناصب کے ساتهه جمع نهيں هوسکتي - باقي رها کسي مسلمان کا مير هونا' تو بلا شبه مسلمانوں کو پوري کشاده دلي کے ساتهه موقعه دينا چاهيے - ليکن اسوقت هر اعتبار سے ضروري هے که آپ هي مير منتخب کيے جائيں - خود مسلمانوں کي بهي خواهش يهي هے -

(ميرا اُن کا باهمي تعلق)

ميں چند الفاظ اپنے اور اُن کے باهمي تعلقات کي نسبت کہے بغير نهيں ره سکتا - اُن کي برادرانه محبت کي ياد ميرے دل کا ايک نا قابل اندمال زخم هے - همارا ايک دوسرے سے تعارف سوسائٹي ميں نهيں هوا - نه هم ميں اور کسي طرح کا ذاتي تعلق تها - محض قومي خدمت کے سلسله ميں ايک دوسرے سے روشناس هوے - ليکن طبيعتوں کي مناسبت نے بهت جلد دلي علاقه کي صورت اختيار کرلي - حتى که هم محسوس کرنے لگے که دو بهائيوں کي طرح ايک دوسرے سے منسلک هوچکے هيں -

سنه ۱۹۱۷ - سے پہلے ان کي شهرت زياده تر به حيثيت ايک کامياب بيرسٹر کے تهي - اسي سنه ميں وه پبلک پليٹ فارم پر نماياں هوئے - ميں اسوقت نظر بند هوچکا تها اور رانچي ميں مقيم تها - اخبارات ميں ان کي سرگرميوں کا حال پڑهتا رها - جنوري سنه ۲۰ ميں جب رها هوکر واپس آيا' تو پہلي مرتبه اُن سے شناسائي هوئي - ايک دعوت ميں جو مجهے دي گئي تهي' وه بهي شريک تهے - ليکن يه شناسائي محض سرسري تهي - اس کے بعد هي "نان کواپريشن" کي تحريک کا ابتدائي زمانه شروع هوگيا اور اگست ميں کانگريس کا خاص اجلاس کلکته ميں منعقد هوا - اس موقعه پر وه اس نظام عمل سے متفق نه هوسکے - سال کے آخر تک مخالف رهے - اور اس لئے يه زمانه هم دونوں نے باهمي مخالفت ميں بسر کيا - وه ناگپور کانگريس کے لئے مخالفانه طياريان کر رهے تهے - ميري کوششيں موافقانه تهيں -

ناگپور کانگريس ميں وه اس لائحه عمل سے متفق هوگئے' اور پهر هم دونوں از سرنو ملے تاکه بنگال کے کاموں کي نسبت مشوره کريں - في الحقيقت اسي زمانه سے ميرے اُن کے تعلقات کا اصلي زمانه شروع هوتا هے - اس تاريخ سے ليکر اُن کے انتقال تک ميرا اُن کا شب و روز ساتهه رها - روز بروز باهم ايک دوسرے سے قريب تر هوتے گئے - انهيں مجهپر اعتماد تها - اور ميرے دل پر ان کي خوبياں نقش تهيں -

باهمي علائق کا يه زمانه کچهه عجيب گونا گوں حالات ميں بسر هوا - اس ميں دسمبر سنه ۲۱ - کا وه يادگار وقت بهي شامل هے جب سب سے پہلے بنگال ميں "سول ڈس اوبيڈينس" کا قدم اٹهايا گيا اور دو هفته کے اندر اُس نے حکومت کو مجبور کرديا که سختي و مقابله کي جگه صلح و آشتي کا هاتهه بڑهائے - اس زمانه ميں هم رات کے دو بجے تک اکٹهے بيٹهتے' اور دوسرے دن کا پروگرام تجويز کرتے - ۹ دسمبر سنه ۲۱ - کو همیں معلوم هوگيا که اب هماري گرفتاري ميں تاخير نهيں کي جائيگي - اُس دن رات کے گياره بجے مسٹر کيرن شنکر رائے کے مکان پر همارا آخري اجتماع هوا' اور دوسرے دن سه پهر کو به يک وقت گرفتار کرليے گئے - قيد خانه ميں بهي هماري يک جائي قائم رهي - البته اُنهيں چهه ماه کي سزا دي گئي تهي - مجهے ايک سال کي - اس ليے وه مجهه سے چهه ماه پہلے رها هوگئے -

۲ - جنوري سنه ۲۳ - کو جب ميں رها هوا' تو کانگريس دو جماعتوں ميں بٹ چکي تهي - اور نئي سواراجيه پارٹي کے ليڈر مسٹر داس تهے - دونوں جماعتيں مجهے اپني طرف کهينچ رهي تهيں ليکن ميں کسي ميں بهي شريک نهيں هوا' اور اپنا وقت تمام تر اس کوشش ميں صرف کرديا که کسي طرح يه اختلاف دور هوجائے - يا کم از کم ايسي شکل اختيار کرلے که کانگريس کي مجموعي طاقت باهمي جنگ و جدال ميں ضائع نه جائے - چونکه دونوں طرف جماعت بندي کے شديد جذبات کام کر رهے تهے' اور متحده نقطۂ عمل اپني جگهه سے هٹ چکا تها' اسلئے قدم قدم پر مشکلات پيش آئيں - بالآخر کامل آٹهه ماه کي جد و جہد کے بعد مجهے اپني کوشش ميں کاميابي هوئي اور دهلي کے خاص اجلاس کانگريس ميں ايک متفقه فيصله هوگيا -

اس کوشش کے اثنا ميں مسٹر داس کا جو طرز عمل ظاهر و باطن رها' اسنے ميرے دل پر انکي غير معمولي صفات کا اثر اور زياده گہرائي کے ساتهه نقش کرديا - ميں اس کام ميں به حيثيت ايک صلح جو (پيس ميکر) کے مجبور تها که حسب ضرورت دونوں طرف رد و کد کروں' اور کبهي ايک جماعت کو دباؤں - کبهي دوسري کو - بارها هم ميں نهايت تيز اور سخت بحثيں بهي هوگئيں - مجهے جس طرح "نو چينجرز" کے جمود و تقليد سے اختلاف تها - اسي طرح "پرو چينجرز" کي بے قيدي سے بهي متفق نه تها - با اين همه ان تمام حالات کے اندر بهي جو حقيقت برابر مجهپر کهلتي گئي' وه به حيثيت ايک سياسي قائد اور مدبر کے مسٹر داس کي شخصيت تهي -

جہانتک هندو مسلم مسئله کا تعلق هے' ميرا انکا معامله کچهه عجيب طرح کا تها - ميں ڈرتا هوں که ملک کي موجوده آب و هوا ميں بهت کم لوگ اسے ٹهيک طور پر سمجهه سکينگے - هم جب کبهي اس طرح کے معاملات پر گفتگو کرتے تهے' تو بلا مبالغه هميں ايک ادنى احساس بهي کسي طرح کي تفريق کا نهيں هوتا تها - بارها وه کسي معامله ميں هندوں کي کسي جماعت کے نقطۂ خيال کے خلاف رائے ديتے - اور ميں مسلمانوں کے کسي گروه کي رائے سے متفق نه هو سکتا - ميرے دل ميں کبهي يه گمان بهي نهيں گذرتا که ان ميں ميرے هم مذهبوں کے خلاف کوئي فرقه وارانه جذبه هے - اسي طرح وه بهي کبهي اس کا خيال نهيں کر سکتے تهے که ميري حق پسندي فرقه وارانه خود غرضي سے آلوده هو سکتي هے - وه تمام معاملات جو آج ملک ميں فرقه وارانه نزاعات کا ايک طوفان برپا کرديتے هيں' همارے سامنے آتے تهے' اور هم اس آساني کے ساتهه فيصله کرليتے تهے که هم دونوں کے علاوه کسي تيسرے کو کانوں کان خبر بهي نهيں هوتي تهي - بارها هم نے ايک دوسرے سے يه سوال کيا که کيا تمام ملک کے اندر دس بيس انسان بهي ايسے پيدا نهيں هو سکتے جو اسي طرح انصاف اور حق پسندي کے ساتهه هر معامله پر نظر ڈاليں ؟

بے خبر نہ تھا۔ عاشورا کی مجلس کا خاتمہ ابھی نازنینوں کے ہاتھوں پر ہوا کرتا تھا۔ انکے چہرے کھلے ہوئے زہد شکن حسن سے تیر افگن، آنکھوں سے شوخی ٹپک رہی تھی، ادائیں مستانہ۔ ادہر ہاتھوں میں جام اور بلوری صراحیاں، آموجود ہوئیں۔ دَور چلنے لگا۔ کس چیز کا دَور؟ پانی کا؟ نہیں۔ شربت کا؟ نہیں۔ مے کا! یا درویشوں کی اصطلاح میں "شراب طہور" کا! محرم کی مجلس! حسین علیہ السلام کا ماتم! اور ساغر و پیمانہ! یہ ساقی! یہ سال بھر کے بھوکے خانقاہ نشین درویش!

ساقی نے تین پھیرے کئے۔ یاران قدح نوش پر مستی چڑھی کچھ عجب "سرور" کا عالم ہوا۔ ہر پہلو میں ایک ایک ساقی نے جگہ لے لی۔ پھر "نغمۂ معرفت" شروع ہوا۔ تمام حاضرین نے وجد کے ساتھ گانا شروع کیا۔ صرف ایک میں اپنی خشک طبعی کی وجہ سے اس "سعادت" سے محروم رہا تھا۔

اس "نغمۂ معرفت" کے چند بند ملاحظہ ہوں:

"کاف اور "نون" (کُن) کے خطاب سے بھی پہلے ہم موجود تھے۔ قبل اس کے کہ کسی کو دیدار ربانی حاصل ہو، ہم رب سے قاب قوسین او ادنیٰ تھے!"

"آدم سے پہلے، حوا سے پہلے ہم حق تھے اور حق کے ساتھ "سر مبہم" میں ہم آغوش تھے!"

"ہم ایک رات مریم بتول کے ساتھ رہے (معاذ اللہ!) ہم ہی عیسیٰ مسیح کے باپ تھے!" (معاذ اللہ)

"ہمیں کو موسیٰ کلیم نے پکارا تھا "رب ارنی" (خدایا مجھے اپنا جلوہ دکھا)

"ہمیں نے موسیٰ کو جواب دیا تھا "لن ترانی" (تو مجھے ہرگز دیکھ نہیں سکتا)

"ہم ہی طور سینا پر جلوہ گر ہوئے تھے!......"

جب رات زیادہ گئی۔ درویش اور نازنین حجروں کی طرف بڑھ گئے تو میں اپنے رفیق کے ساتھ دن بھر کی پیاس سے قریب موت، ٹیلا سے نیچے اُتر رہا تھا۔

حکومت نے اب "غم و ماتم" کی یہ مجلسیں موقوف کردی ہیں۔ استنبول کے عیاش، سابق خانقاہ نشین درویش، اُنکے غم میں مدتوں روئیں گے۔

موجودہ ترکی حکومت کی اصلاحات الحاد و بے دینی سے تعبیر کی جاتی ہیں کہ اُسنے اس طرح کے تمام "مذہبی" اور "مقدس" اعمال و رسوم بند کردیئے ہیں۔ لیکن کیا آپکے قارئین کرام میں سے کوئی بزرگ مجھے بتلائیں گے کہ اسلام کے نقطۂ خیال سے اس طرح کی رسوم کیا حکم رکھتی تھیں؟ اور ان کا انسداد "الحاد" اور "بے دینی" ہے یا "امر بالمعروف" اور "نہی عن المنکر" کا قیام ہے؟

امیر البحر برسٹل اور ترکی انقلاب

امیر البحر برسٹل، ٹرکی میں آمریکہ کے سیاسی نمائندے ہیں۔ اس ہفتہ انھوں نے ترکی انقلاب کے متعلق اپنے خیالات یہاں کے اخبارات میں شایع کئے ہیں۔ اُنکے خیالات کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

"مشرق قریب میں میری زندگی کے یہ ۸ برس میری پوری پچھلی زندگی کے اہم ترین سال ہیں۔ میں نے اس مدت میں بے شمار عقلی و ذہنی فوائد حاصل کئے۔ میں نے ایک قوم کی موت اور اُس کی دوبارہ زندگی اپنی آنکھوں سے دیکھی!

"ٹرکی کا موجودہ انقلاب، درحقیقت تاریخ جدید کا حیرت انگیز واقعہ ہے۔ یہ انقلاب اچانک نہیں ہوگیا جیسا کہ بہت سے لوگ غلطی سے سمجھتے ہیں۔ یہ سالہا سال سے اندر ہی اندر اپنی سرگرمی بچھا رہا تھا، یہاں تک کہ مناسب موقعہ پر نمایاں ہوگیا۔ بلاشبہ یہ انقلاب بہت جلد ہوگیا۔ لیکن اس کی اصلی وجہ یہ ہے کہ خوش قسمتی سے ٹرکی کو عین وقت پر ایسے اولوالعزم، مدبر، بہادر اور قابل رہنما مل گئے، جو بجا طور پر تاریخ کی عظیم ترین شخصیتوں کے ساتھ وزن کئے جا سکتے ہیں۔ ان ترکی رہنماؤں نے اپنی ان تھک کوششوں اور حیرت انگیز جوش سے ایک نہایت قلیل مدت کے اندر وہ نتائج حاصل کرلئے جنکے لئے قوموں کو صدیوں تک انتظار کرنا پڑتا ہے!

"کوئی شخص بھی اس حقیقت سے انکار نہیں کرسکتا کہ ٹرکی کی آخری جنگ، وطنی حکومت کا قیام، پھر سابق حکومت کی برطرفی اور جمہوریت کی تاسیس، ایسے عظیم الشان واقعات ہیں جو ہمیشہ یادگار رہیں گے، اور اُنکے ساتھ غازی مصطفےٰ کمال پاشا اور اُنکے رفقاء کے نام بھی ہمیشہ زندہ رہیں گے!

سنہ ۱۹۱۹ میں جب میں یہاں پہونچا، تو قریب تھا، یہ ملک دنیا کے نقشے سے مٹ جائے۔ لیکن آج کیا حال ہے؟ آج ٹرکی صحیح معنوں میں خود مختار، طاقتور اور زندہ ملک ہے۔ ایک امید افزا مستقبل اُس کے سامنے ہے۔ میں بغیر کسی جھجھک کے اعلان کرتا ہوں کہ جب کبھی مجھے ٹرکی کی جنگ آزادی کا خیال آتا ہے، میرا سر شریف اور بہادر قوم کی عظمت کے سامنے جھک جاتا ہے!

"تلوار کا جہاد ختم ہوچکا۔ اب تجارتی و اقتصادی جہاد شروع ہوا ہے۔ یہ جہاد پہلے جہاد سے بھی زیادہ سخت ہے اور عظیم قربانیاں طلب کرتا ہے۔ اس میدان میں بھی ترک پوری طرح ساعی ہیں لیکن میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اب تک انھیں نمایاں کامیابی حاصل نہیں ہوئی ہے۔ اس کی سب سے بڑی وجہ ملک کی ناتجربہ کاری ہے۔ مجھے امید ہے کہ اگر کوششیں جاری رہیں تو ترک یہ میدان بھی سر کرلینگے۔ نئی ریلوں کا جاری ہونا، نئی بندرگاہوں کا کھلنا، نئی سڑکوں کی تعمیر، زراعت کی ترقی، تعلیم کا عموم، حفظان صحت کا اہتمام اور اقتصادی معاملات سے عام دلچسپی، یہ ساری باتیں ایک نہایت روشن مستقبل کی خبر دے رہی ہیں!

"عدل و انصاف اور امن امان کا دَور دَورہ اور ماہرین فن مالیات و اقتصادیات کی کثرت ہمیں بہت کچھ امیدیں دلا رہی ہے۔ پھر ٹرکی کا صلح جویانہ مسلک، اپنے پڑوسیوں سے دوستانہ تعلقات جنگی قوت کے عاجلانہ استعمال سے پرہیز، ایسی باتیں ہیں جو دنیا بھر میں ٹرکی کو معزز بنا رہی ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ ٹرکی، بدامنی اور فساد کے اس تنور (مشرق قریب) کی ہمیشہ یوں ہی نگرانی کرتا رہے گا اور اُسے کبھی پھٹنے نہیں دے گا"۔

"میں خیال کرتا ہوں کہ اب آمریکہ، ٹرکی کو پہلے سے زیادہ جاننے پہچاننے لگا ہے۔ اہل آمریکہ عملی لوگ ہیں، اور ہمیشہ صرف نتائج ہی پر نظر رکھتے ہیں۔ قدیم ٹرکی کے متعلق مشہور تھا کہ یہاں ایک قوم کو دوسری قوم پر ترجیح دی جاتی ہے۔ لیکن اگر موجودہ حکومت نے موجودہ مساوات کو ہمیشہ کے لئے قائم کر دکھایا (جیسا کہ مجھے اُمید ہے کہ وہ کر دکھائیگی) تو کوئی وجہ نہیں کہ امریکہ میں بہت جلد عزت و عظمت حاصل نہ کرلے"

انگورہ۔قیصریہ ریلوے

گزشتہ ہفتہ "انگورہ، قیصریہ" ریلوے ..... لائن کا افتتاح ہوگیا۔ یہ ریلوے مختلف حیثیتوں سے غیر معمولی اہمیت رکھتی ہے۔ جنگی نقطۂ نظر سے تو یہ ترکی کے لئے بمنزلۂ روح ہے۔ جنگ آزادی کے زمانے میں ترکوں نے یہ حقیقت معلوم کرلی تھی۔ دشمن انگورہ کے دروازوں پر کھڑا دستک دے رہا تھا اور ترکی فوجیں دُور دُراز علاقوں میں بکھری پڑی تھیں۔ کیونکہ اندرون ملک میں کافی ریلوے لائنیں نہ تھیں۔ پہلے انگورہ سے قیصریہ تک گھوڑوں اور گاڑیوں پر چھ اور نو دن لگتے تھے۔ فوجی نقل و حرکت کے لئے اس سے دگنی مدت صرف ہوتی تھی۔ اب ریل بنجانے کے بعد یہ پوری مسافت صرف چند گھنٹے کی مسافت ہے!

تجارتی اور اقتصادی لحاظ سے بھی یہ ریلوے بہت مفید ہوگی۔ اندرون ملک کی پیداوار بہ آسانی ہر جگہ منتقل کی جاسکے گی اور ضروری اشیاء بہ آسانی وہاں پہنچ جایا کرے گی۔

اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ اس ریلوے نے ترکی عزم و اہلیت کا ناقابل رد ثبوت بہم پہونچا دیا ہے۔ یہ ریلوے صرف ترکی سرمایہ اور ترکی محنت سے طیار ہوئی ہے۔ باہر کے کسی آدمی سے کوئی مدد نہیں لی گئی۔ جب ترکی پارلیمنٹ نے اس کی اسکیم منظور کی تھی تو یورپ کے سرمایہ دار ہنستے تھے۔ وہ کہتے تھے ترک یہ کام تن تنہا انجام نہیں دے سکیں گے۔ لیکن ترکوں نے حیرت انگیز سرعت کے ساتھ انجام دے دیا اور یورپ کی زبانیں حیرت سے بند ہوگئیں!

یہی سبب ہے کہ اس کے افتتاح پر تمام ملک نے مسرت کا عام مظاہرہ کیا۔ افتتاحی جلسہ بھی بڑا شاندار تھا۔ اس جلسہ میں عصمت پاشا وزیر اعظم نے تقریر کرتے ہوئے کہا:

"قیصریہ کے باشندے ۳۰ سال سے کوشاں تھے کہ کسی طرح اُنکے زرخیز علاقے میں ریل جاری ہوجائے۔ مگر پچھلی حکومتوں کو اس کی توفیق نہ ملی۔ موجودہ جمہوریت نے ملکی آزادی کی طرف سے اطمینان حاصل کرتے ہی سب سے پہلا کام اپنے سامنے یہی رکھا تھا جسکی تکمیل آج ہمارے سامنے ہے۔ جب ہم نے اپنے داخلی پروگرام پر عمل کرنا چاہا اور ریلوے لائنوں کی تعمیر کا ارادہ کیا، تو ہر طرف سے صدائیں اُٹھیں "یہ ناممکن ہے" ہم نے کہا "ناممکن کیسے ہے؟ ہر باشندے کا فرض ہے کہ اپنے ملک کی خوشحالی کے لئے کوشاں ہو۔ فرض بھی کبھی ناممکن ہوا کرتا ہے؟" ہم اپنی قدرت و قابلیت کا دعویٰ کرتے تھے۔ مگر دوسرے حلقوں سے ہماری بے چارگی اور بے قدرتی کا اعلان کیا جاتا تھا لیکن آج کسی کو ہمیں ناقابل کہنے کی جرأت نہیں ہوسکتی۔ یہ ریلوے درحقیقت ہماری ایک داخلی اور خارجی فتح ہے۔ لیکن جس طرح ہماری جنگی فتوحات نے ہمیں مغرور اور غافل نہیں کیا تھا، اُسی طرح یہ فتح بھی ہماری ہمتوں کو اور آگے بڑھائے گی۔ یہ ریلوے محض ایک ابتدا ہے۔ کئی اور اہم لائنیں طیار ہورہی ہیں بہت سی عنقریب شروع کی جانے والی ہیں۔ ہم جلد تمام ملک میں، ایک سرے سے دوسرے سرے تک آہنی خطوط کا جال بچھا دینگے"

روسی انگریزی جھگڑا اور ٹرکی

ادہر کئی ہفتہ سے انگلستان اور روس کے تعلقات کی کشیدگی نے خطرناک صورت اختیار کرلی ہے۔ ابھی تک جنگ کا کوئی احتمال نہیں ہے۔ لیکن اگر جلد تصفیہ نہ ہوا تو مستقبل قریب میں جنگ یقینی ہے۔ اگر یہ جنگ ہوئی تو اُس میں ٹرکی کی کیا حیثیت ہوگی؟

یہ سوال ہے جو اسوقت انگلستان، روس، اور خود ٹرکی میں ہر جگہ پوچھا جا رہا ہے۔ یہ اس لئے کہ اس جنگ میں ٹرکی کو اپنے جغرافی محل و اطراف کی وجہ سے غیر معمولی اہمیت حاصل ہوگی۔ طرفین کوشاں ہیں کہ اُسے اپنے ساتھ ملالیں۔ مگر جہاں تک ترکی کی عام رائے کا تعلق ہے، روس کی طرف رجحان عام ہے۔ ترکی اخبارات روس کی حمایت میں مضامین شایع کررہے ہیں اور کہتے ہیں روس نے ٹرکی کی اُسوقت مدد کی تھی، جب انگلستان نے اپنے اتحادیوں کے ساتھ ملکر اُسے نیست و نابود کردینے کی

جاسکتا۔ اسپین کے چپہ چپہ میں عبرتیں ہیں۔ رومن زمانے کی یادگاریں ہیں، اس سے پہلے کی، اور اس کے بعد کی یادگاریں ہیں۔ لیکن تمدن قدیم کے سراغرساں عربی یادگاروں ہی کی قدر کرتے ہیں، اور انہی کے مشاہدے کے لئے تمام دنیا سے شدرحال کرکے آتے ہیں۔

اندلس میں ابتک بہ کثرت عربی آثار باقی ہیں اگرچہ متعصب اور جاہل اسپینیوں نے اُن کے مٹانے میں کوئی کوشش اُٹھا نہیں رکھی انھوں نے عرب اور عربوں کو اندھے دینی جوش کے ساتھ برباد کیا عربوں کا سمندر تک پیچھا کیا، اور اب خود عربی ممالک میں اُن کا قلع قمع کر رہے ہیں!

اسپینیوں نے عربی یادگاریں محو کرنے کی پوری کوشش کی مگر چند یادگاریں اتنی سخت جان تھیں کہ ابتک موجود ہیں۔ پتھر اور چونے کی یادگاروں کے علاوہ بہت سی معنوی یادگاریں بھی ایسی قائم ہیں کہ انھیں کوئی انسانی قوت مٹا نہیں سکتی۔ اسپینی زبان، بے شمار عربی الفاظ سے لبریز ہے۔ ان الفاظ کا نکال دینا ناممکن ہے۔ انکے نکال دینے کے بعد اسپینی زبان، زبان ہی نہیں رہے گی۔ پھر اسپین میں کتنے بے شمار چہرے ہیں، جو پکار پکار کر اعلان کر رہے ہیں کہ ہم عربی ہیں! پیشانی کی ساخت، ناک کی قطع، بالوں کی سیاہی، نرمی، اور پیچ و خم، سب عربی ہیں۔ کتنی آنکھیں ہیں جو عربی سیاح کی آنکھوں سے لپک کر معانقہ کرتیں اور زبان حال سے پکارتی ہیں:

دا نا سری اقدامنا فی نعالهم   وانفنا بین اللحی والحواجب!

پھر اسپین کی پوری سرزمین، اور اُس سرزمین کا ذرہ ذرہ عرب شہیدوں کے خون سے تر ہے! اسپینی لاکھ کوشش کریں، اپنی سرزمین سے شہیدوں کا خون جلاوطن نہیں کر دے سکتے!

اسپین میں ابتک عربوں کے محلے موجود ہیں اگرچہ عرب اُن میں آباد نہیں ہیں۔ مکیں نہیں رہے۔ لیکن مکان اب تک موجود ہیں! عربی بازار ہیں، عربی قلعے ہیں، عربی محل ہیں، عربی باغ ہیں۔ مسجدیں بھی ہیں جن کے میناروں پر اب موذن کی صداؤں کی جگہ سنہری صلیبوں کی نمائش ہوتی ہے!

عبرت کے مقامات میں بھی کبھی کوئی ہنسا ہے؟ لیکن میں نے اپنے تئیں اندلس کی عبرتگاہوں میں حیرت سے دیکھا کہ مسکرا رہا ہوں! میں قصر "الحمرا" کے سامنے کھڑا مسکرا رہا تھا۔ کیونکہ مجھے وہ بادشاہ اور امرا سر نیچے کئے اور کمر جھکائے رینگتے نظر آتے تھے جنھوں نے آباو اجداد کی عظمت اپنی عیش پسندی کی نذر کردی اور خود ذلیل وخوار ہوکر خس خاشاک کی طرح بہ گئے! میں نے اُنھیں پکار کر کہا "قد وجدنا ما وعدنا ربنا حقا، فهل وجدتم ما وعد ربكم حقا؟"

لیکن میرا یہ جذبہ زیادہ عرصہ تک قائم نہ رہ سکا۔ فوراً دل نے آہ کی اور دل کی آہ نے آنکھوں میں پہنچکر قطرات اشک کی صورت اختیار کرلی۔ قرآن حکیم کی یہ آیت کریمہ میری زبان پر تھی: کم ترکوا من جنات وعیون وزروع ومقام کریم ونعمة کانوا فیها فاکهین! کذلک واورثناها قوما آخرین فما بکت علیهم السماء والارض وما کانوا منظرین!

(علی عبدالرزاق)

جامع الشواہد
طبع ثانی
مولنا ابوالکلام صاحب کی یہ تحریر ۱۹۱۴ء میں شایع ہوئی تھی جب وہ رانچی میں نظر بند تھے موضوع اس تحریر کا یہ تھا کہ اسلامی احکام کی رُو سے مسجد کن کن اغراض کے لئے استعمال کیجا سکتی ہے؟ اور اسلام کی رواداری نے کس طرح اپنی عبادتگاہوں کا دروازہ بلا امتیاز مذہب وملت تمام نوع انسانی پر کھول دیا ہے؟
منیجر "الہلال" کلکتہ

بریدِ شرق

مکتوب قسطنطنیہ

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قسطنطنیہ کے قلم سے)

ٹرکی کا محرم۔ امیر البحر برسٹل کا بیان۔ انگورہ قیصریہ ریلوے۔ روسی انگریزی جھگڑا اور ٹرکی

ٹرکی کا محرم

ہجری سال ختم ہو رہا ہے۔ نئے سال کی آمد آمد ہے۔ یہاں چائے خانوں میں آجکل بعض لوگ جماہیاں لے رہے ہیں۔ اُنھیں سال نو کی ذرا بھی خوشی نہیں۔ محرم کے غم میں گھلے جاتے ہیں۔ محرم کے پرانے جلسوں اور مجلسوں کی موقوفی پر!

ان کا غم ایک حد تک بجا ہے۔ واقعی ٹرکی خصوصاً قسطنطنیہ کا محرم بہت دلچسپ ہوتا تھا۔ نئی حکومت نے جہاں اور بہت سی پرانی رسمیں موقوف کردی ہیں، محرم کے جلسے بھی روک دئے ہیں۔ حکومت کی یہ کتنی ہی بڑی اصلاح کیوں نہ ہو لیکن جنھیں ان جلسوں کی چاٹ پڑ چکی ہے، انھیں ناراض ہونے سے نہیں روکا جاسکتا۔ وہ کہتے ہیں "زندگی کا آدھا مزہ جاتا رہا"

حکومت نے سنہ۱۹۲۵ میں محرم کے مراسم موقوف کردئے۔ اب وہ افسانہ بن گئے ہیں۔ لیکن قبل اس کے کہ دُنیا اُنھیں فراموش کرے یا تاریخ اپنے صفحات میں ان کے لئے جگہ نکالے، ہم ایک مرتبہ اور انھیں یاد کرلینا چاہتے ہیں۔

میں جو کچھ لکھنے والا ہوں، سنی سنائی باتیں نہیں ہیں چشم دید واقعات ہیں۔ زیادہ تفصیل کا موقعہ نہیں۔ صرف خانقاہوں کے محرم کا ذکر کروں گا۔

حالت یہ تھی کہ خانقاہوں کے بے فکر ملّا اور نام کے صوفی سال بھر تک محرم کا بیچینی سے انتظار کیا کرتے تھے۔ کیونکہ اُن کی کمائی اور خوش وقتی کا اصلی موسم یہی تھا۔ پہلی محرم سے خانقاہوں میں سیاہ پردے پڑ جاتے تھے۔ اُنکے پُر اسرار رہنے والے اپنے سفید اور سبز عمامے اُتار کر سیاہ عمامے پہن لیتے تھے۔ پانی کے نل بند کر دئے جاتے تھے۔ لاکھ پیاس لگی ہو مگر وہاں پانی مل نہیں سکتا تھا۔ پانی کے ظروف تک ہٹا دئے جاتے تھے۔ جہلا سمجھتے تھے یہ لوگ اہل بیت کے محب ہیں، پانی تک نہیں پیتے! حالانکہ یہ محض فریب تھا۔ یہ محرم بھر سیراب رہتے تھے۔ پانی رنگین بوتلوں میں بھر کر مکان کے کونوں، غسل خانوں، اور پاخانوں میں رکھ دیا جاتا تھا! اور یہ "محرم کے روزے دار" وہاں جا جاکر اپنی پیاس بجھالیا کرتے تھے!

مجھے بارہا خانقاہوں میں محرم کی مجلسیں دیکھنے کا موقعہ ملا۔ سب سے آخری مجلس کی یاد ابتک میرے دل میں تازہ ہے۔ چونکہ یہ سب سے آخری مجلس تھی۔ اس کے بعد قانون نے اس طرح کی مجلسیں ممنوع ٹھرادیں۔ اس لئے اسے ایک تاریخی اہمیت حاصل ہوگئی ہے۔ ناظرین کی دلچسپی کے لئے میں اُس کا مختصر حال درج کئے دیتا ہوں۔

پرانی خانقاہ

باسفورس کی نیلگوں سطح کے کنارے، ایک سرسبز بلند پہاڑ پر، ایک عظیم خانقاہ تھی۔ محرم کے دنوں میں ایک دوست کے ساتھ میں اس خانقاہ میں گیا۔ تیسرا پہر تھا۔ پہاڑ دشوار گزار تھا۔ میں بہت تھک گیا تھا۔ پیاس سے حلق میں کانٹے پڑ گئے تھے عمارت میں داخل ہوتے ہی میں نے بے اختیار پانی مانگا۔ اپنی غلطی پر میں اب تک نادم ہوتا ہوں۔ ہر طرف سے درویشوں کی سیاہ تیز آنکھیں مجھ پر اُٹھ گئیں اور غیظ وغضب سے گھورنے لگیں ایک آواز بلند ہوئی "خارجی!" دوسری آواز بلند ہوئی "یزیدی!" تیسری آواز بلند ہونے والی تھی کہ میرے دوست نے اُسے روک دیا۔ درویش میرے رفیق سے واقف تھے۔ اُسنے اُنھیں یقین دلایا کہ یہ شخص (یعنی میں) خارجی نہیں ہے۔ محب اہل بیت کرام اور صوفیوں کا معتقد ہے۔ یہ حرکت محض نادانستہ ہوگئی ہے!" اگر میں اس مکاری اور ریاکاری کی حقیقت سے واقف نہ ہوتا تو یقیناً متاثر ہوتا اور عجب نہیں ان درویشوں کے ہاتھ چوم لیتا جو حضرت سید الشہدا علیہ السلام کے غم میں پیاسے رہتے ہیں۔

تھوڑی دیر بعد ہم ایک وسیع ایوان میں مدعو کئے گئے۔ نماز باجماعت ہوئی۔ پھر مرثیہ شروع ہوا۔ واقعی نہایت پُرتاثیر مرثیہ تھا۔ حاضرین کی روتے روتے ہچکی بندہ گئی تھی۔

نماز کی جگہ دسترخوان

مغرب تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ ہم سمجھے اب نماز ہوگی۔ مگر نماز کے بجائے ہم "عاشورا کی دعوت" پر بلائے گئے۔ درویشوں کو ہماری یہ حرکت بہت ناگوار گذری کہ ہم نے کھانے پر نماز پڑھنے کو کیوں مقدم رکھا؟ جب ہم دسترخوان پر پہونچے تو گھنی داڑھیوں کے اندر اُنکے گال غصہ سے لال نظر آرہے تھے!

کھانا پُر تکلف تھا۔ مگر پانی کا نام نہیں۔ میں شروع ہی سے بہت پیاسا تھا۔ حلق میں لقمے اٹکتے تھے۔ مگر خوف سے پانی کا نام بھی نہیں لے سکتا تھا۔ کھانا ختم ہوگیا۔ اب پانی کی امید بندھی مگر بالکل عبث۔ جہنمی پیاس کے ساتھ بیٹھا میں دل ہی دل میں اپنے رفیق کو کوس رہا تھا۔

سیاہ پوش پریوں کا غول!

اچانک ایک دروازہ کھلا اور ایوان میں سیاہ پوش پریوں کا غول داخل ہوگیا! مجھے کوئی تعجب نہیں ہوا کیونکہ حقیقت سے

فلسطین

قومیں مر کر پھر کس طرح جی اٹھتی ہیں؟

اسرائیل کے منتشر گھرانے کا اجتماع!

صیہونی تحریک

اس ہفتہ کی ڈاک میں ہمارے مقالہ نگار فلسطین کی کوئی تحریر نہیں آئی ہے۔ ممکن ہے کسی وجہ سے تاخیر ہو گئی ہو۔ لیکن مصری معاصر "السیاسہ" میں اُس کے نامہ نگار کی ایک نہایت دلچسپ تحریر شائع ہوئی ہے۔ چونکہ اس کا موضوع اہم اور ضروری ہے اس لئے ہم برید شرق کے سلسلہ میں اس کا ترجمہ یہاں درج کر دیتے ہیں۔

یہودیوں کی پراگندگی

پہلی صدی مسیحی میں رومن بھیڑیے نے اسرائیل کی بھیڑوں کا سراغ لگا لیا، اور پھر اس طرح حملہ آور ہوا کہ اس گھرانے کا پورا گلہ یا تو ہلاک ہو گیا، یا منتشر ہو گیا۔ اپنے وطن سے بھاگ کر یہودی دنیا بھر میں بکھر گئے۔ لیکن جہاں بھی پناہ لی، مارے، ستائے، اور ذلیل کئے گئے۔ لیکن یہ قوم ایسی سخت جان تھی کہ ہر قسم کی بربادیوں اور قتل عام پر بھی زندہ رہی۔ صرف زندہ ہی نہیں رہی بلکہ اپنا اجتماعی شیرازہ بھی دست بُرد زمانہ سے محفوظ رکھا۔

عربوں یا مسلمانوں کا عہد، یہودیوں کے لئے سب سے زیادہ مبارک ثابت ہوا۔ اسلامی ملکوں میں وہ ظلم و ستم سے محفوظ ہو گئے۔ اتنا ہی نہیں بلکہ اُنھیں پوری شہری اور مدنی آزادی حاصل ہو گئی۔ وہ اپنے تمام مذہبی شعائر قائم رکھ سکتے تھے اور اپنے تمام اجتماعی و معاشرتی اعمال میں خود مختار تھے۔ متعدد یہودی مورخوں نے تسلیم کیا ہے کہ اگر اسلام کی سیاسی قوت قائم نہ ہو جاتی، تو یہودی قوم قطعاً برباد ہو جاتی!

اپنی آخری بدنصیبی کے ابتدائی دور کے بعد اس قوم کے لئے سب سے زیادہ سخت زمانہ وہ تھا، جب اسلامی سلطنتیں تہ و بالا ہونے لگیں اور مسیحیت نے از سر نو سنبھالا لیا۔ اس منحوس عہد میں یہودیوں کی پراگندگی آخری حد تک پہنچ گئی۔ تاریک قرون وسطی (مڈل ایجز) کے مسیحی تعصب نے اُنھیں بُری طرح برباد کیا۔ کوئی مسیحی ملک نہ تھا جہاں یہودیوں پر عام جہاد کا اعلان نہ کر دیا گیا ہو۔ اُن کے مدرسے بند کر دیئے گئے۔ اُن کی انجمنیں توڑ دی گئیں۔ اُن کی کتابیں جلا دی گئیں۔ اُنکے علماء پھانسی پر لٹکائے گئے۔ اُنھیں مجبور کیا گیا کہ اپنا دین چھوڑیں یا قتل اور آگ میں جلنا منظور کریں!

بالآخر یہ تاریک دن بھی نکل گئے۔ نئی تہذیب کا سورج ظلمت کدۂ مغرب میں طلوع ہوا اور "اسرائیل" کی مُردہ لاش نے آہستہ آہستہ سانس لینا شروع کیا۔ دنیا سمجھی تھی یہ قوم فنا ہو گئی۔ مگر اچانک کیا دیکھتی ہے کہ اُس میں زندگی کے آثار پوری طرح موجود ہیں۔ اب یورپین ملکوں میں یہودیوں کو دینی و اجتماعی آزادی مل گئی اور وہ امن سے زندگی بسر کرنے لگے۔

مگر یہ دن زیادہ دراز نہیں نکلے۔ مسیحی یورپ نے یہودیوں سے سیاسی خطرہ محسوس کیا اور از سر نو ظلم شروع کر دیا۔ اس مرتبہ دینی تعصب کی جگہ سیاسی تعصب کار فرما تھا۔ انیسویں صدی کے آخر تک تقریباً یہی حالت رہی۔ یہودیوں کی مخالف تحریک کو اُس وقت کی بول چال میں «L' ANTI-SEMETiONE" یعنی مخالف سامی تحریک کہتے تھے۔ حالانکہ یہودیوں کو غیر سامی قرار دینا خود ایک سخت ظلم تھا۔ یہودی ہی دنیا میں خالص ترین سامی ہیں۔

یہودی مفکرین نے نہایت دانشمندی سے اب یہ طے کیا کہ یہاں ظلم و ستم سے نجات حاصل کرنے کی بجز اس کے کوئی صورت نہیں کہ اپنی ظاہری قومی خصوصیات، مثلاً زبان، لباس، طرز بود و باش سے دست بردار ہو جائیں، اور جس ملک میں رہیں، اسی کی وضع و قطع اختیار کر لیں تاکہ مخالفین کا تعصب اور ظلم کم ہو جائے۔ لیکن یہ تجویز بھی کچھ زیادہ سودمند ثابت نہ ہوئی خصوصاً روس میں جہاں یہودیوں کا قتل عام جاری تھا۔

وطنی مرکز کی طرف عود

اب یہودیوں میں اچانک ایک نیا خیال پیدا ہوا۔ فلسطین کی یاد ہر زمانہ میں اُنھیں بیچین رکھتی تھی۔ لیکن یہ یاد محض روحانی تھی۔ اب جو خیال پیدا ہوا اُسنے فلسطین کو ایک نئے روپ میں دکھایا۔ اُنھیں نظر آیا کہ یہ مقدس وطن جس سے نکلے ہوئے دو ہزار برس ہو چکے ہیں، از سر نو اُن کا وطن بن سکتا ہے۔

اس دعوت کا مُبشّر ایک روشن خیال، متدین، آسٹریا کا یہودی اخبار نویس تھا۔ اس کا نام ڈاکٹر تھیوڈر ہرتسل تھا۔ اسنے اپنی دعوت اُس وقت شروع کی جبکہ روس اور فرانس میں یہودیوں کے حقوق تلف ہو رہے تھے۔ اسنے ۱۸۹۶ء میں ایک کتاب "یہودی سلطنت" کے نام سے شایع کی اور قوی دلائل سے ثابت کیا کہ "یہودی مسئلہ کا تنہا حل یہی ممکن ہے کہ تمام یہودی ایک ملک میں جمع ہو جائیں، اور تمام سلطنتیں اُنکے ملک کی خود مختاری تسلیم کر لیں"

یہ دعوت دنیا بھر کے یہودیوں نے پسند کی اور ۱۸۹۷ء میں اپنی پہلی کانفرنس شہر "بال" میں منعقد کی۔ اسمیں مختلف ملکوں سے دو سو یہودی نمائندے شریک ہوئے تھے۔

اب سے تیس برس پہلے روس کے یہودیوں میں فلسطین کی طرف ہجرت کرنے کی تحریک موجود تھی۔ کئی سو یہودی ہجرت کر بھی چکے تھے اور بیت المقدس میں ایک انجمن "محبین صیہون" کے نام سے قائم بھی ہو گئی تھی۔ اس انجمن کا مقصد یہ تھا کہ دنیا بھر کے یہودیوں کو سرزمین مقدس کی طرف ہجرت کی دعوت دی جائے۔ مگر یہ انجمن کامیاب نہیں ہوئی۔ صرف چند زراعتی نو آبادیاں فلسطین میں قائم ہو سکیں۔

لیکن "بال کانفرنس" نے قومی وطن کی تحریک منظور کر لی اور اسے یہودیوں کی قومی تحریک بنا دیا۔ اس تحریک کا نام "صیہونی تحریک" قرار پایا (صیہون، ایک پہاڑ کا نام ہے جس کی بابت توراۃ میں لکھا ہے کہ بیت المقدس اسی پر تعمیر ہوا تھا) اور اُس کے لئے ایک قابل عمل پروگرام طیار کیا گیا۔ پروگرام حسب ذیل تھا:

"صیہونی تحریک کا مقصد یہ ہے کہ فلسطین میں یہودیوں کے لئے ایک ایسا قومی وطن پیدا کیا جائے جس کی حمایت بین الاقوامی قانون کے ذمہ ہو۔ اس مقصد کی تکمیل کے لئے مندرجۂ ذیل وسائل اختیار کئے جائیں:

(۱) یہودی کاشتکاروں اور دستکاروں کو فلسطین کی طرف ہجرت پر آمادہ کیا جائے۔

(۲) مقامی اور بین الاقوامی انجمنوں کے ذریعہ یہودیوں کی شیرازہ بندی کی جائے۔

(۳) یہودی قومیت کا جذبہ تمام قوم میں جگایا جائے۔

(۴) عثمانی حکومت کو یہودی وطن کی تجویز قبول کر لینے پر آمادہ کیا جائے۔

عملی جدوجہد کا آغاز

اس پروگرام کو کامیاب بنانے کے لئے وائنا میں مرکزی انجمن قائم کی گئی اور ڈاکٹر ہرتسل نے جدوجہد شروع کر دی۔ آخر ۱۸۹۹ء سے ۱۹۰۲ء تک کئی مرتبہ سلطان عبد الحمید سے ملاقاتیں کیں اور اُنھیں یہ تجویز قبول کر لینے پر بہت بہت راغب کیا، مگر وہ برابر انکار ہی کرتے رہے۔ جب اِدھر سے بالکل نا اُمیدی ہو گئی تو ڈاکٹر نے برطانیہ سے گفت و شنید شروع کی اور جزیرہ نمائے سینا میں یہودی نو آبادی قائم کرنے کی اجازت چاہی برطانیہ نے اسے منظور کر لیا، اور مصری حکومت بھی آمادہ ہو گئی کہ یہ علاقہ یہودیوں کے حوالہ کر دے۔ مگر بعد میں اس تجویز پر عمل نہیں کیا جا سکا، کیونکہ تحقیقات سے ثابت ہوا کہ یہ صحرا، آبادی کی صلاحیت نہیں رکھتا۔

ڈاکٹر ہرتسل نے پھر انگریزی حکومت کا دروازہ کھٹکھٹایا اور اُسنے یہودیوں کو جنوب افریقہ میں ایک وسیع علاقہ پیش کر دیا۔ لیکن چھٹی یہودی کانفرنس نے اسے بھی نامنظور کر دیا کیونکہ زمین کے ماہروں نے اپنی رپورٹ میں لکھا تھا "یہ زمین بھی آبادی کے لئے موزوں نہیں ہے"

ڈاکٹر ہرتسل کا ۱۹۰۴ء میں انتقال ہو گیا۔ لیکن مرنے سے پہلے دو کام ایسے کر گیا جو یہودی قومیت کے لئے عملی بنیاد بن گئے۔ ایک "یہودی نو آبادی بنک" اور دوسرا "یہودی بیت المال"

اس کے بعد بھی صیہونی کانفرنسیں برابر منعقد ہوتی رہیں اور یہودیوں میں قومی روح پھونکتی رہیں۔ اُن کی نظر فلسطین پر لگی ہوئی تھی، مگر مشکل یہ تھی کہ ترکی حکومت اس بارے میں ایک لفظ بھی سننا نہیں چاہتی تھی۔ خود فلسطین کے مسلمان اور عیسائی باشندے بھی اسے گوارا کرنے کے لئے طیار نہ تھے۔

عالمگیر جنگ عالم

۱۹۱۴ء میں جنگ عمومی کی پہلی توپ چلی، اور اُس کے ساتھ ساتھ یہودیوں میں بھی نئی حرکت پیدا ہو گئی۔ اُنکے مدبّروں نے فیصلہ کیا کہ جرمنی، ٹرکی، اور اس کے اتحادیوں کی فتح سے اُن کا کچھ بھی فائدہ نہ ہوگا بلکہ اُلٹا نقصان ہوگا۔ لہذا اُنھوں نے برطانیہ کا ساتھ دیا اور جنگ میں اپنی دولت و اثر سے اُس کی بہت بڑی مدد کی۔

اس تمام جدوجہد کا نتیجہ بالآخر یہ نکلا کہ یہودیوں کو اپنے مقصد میں کامیابی ہو گئی۔ ۲ نومبر ۱۹۱۷ء کا دن ان کی تاریخ میں ہمیشہ یادگار رہے گا۔ یہی وہ دن ہے جس میں برطانیہ نے یہودیوں کے قومی وطن کے قیام کی تجویز منظور کی۔ یہ یادگار دستاویز "تصریح بالفور" کے نام سے مشہور ہے۔ کیونکہ اُس وقت لارڈ بالفور برطانیہ کے وزیر خارجیہ تھے۔ انہی نے انگلستان کے مشہور یہودی ساہوکار لارڈ راتھچیلڈ کے نام سرکاری مراسلہ بھیجا تھا۔ اس مراسلہ کا لفظی ترجمہ حسب ذیل ہے:

تصریح بالفور

"میں انتہائی مسرت سے حکومت برطانیہ کی جانب سے آپکو اطلاع دیتا ہوں کہ ہز مجسٹی کی حکومت فلسطین میں یہودی قومی وطن کا قیام پسندیدگی کی نظر سے دیکھتی ہے۔ اس مقصد کی تکمیل کے لئے وہ ہر ممکن کوشش کرے گی۔ البتہ یہ ظاہر ہے کہ برطانیہ کوئی ایسی بات نہیں کر سکتی جو فلسطین کے غیر یہودی باشندوں کے

ٹھان لی تھی۔

اس سوال پر ترکی حکومت بھی سنجیدگی سے غور کر رہی ہے، کیونکہ جنگ کی صورت میں اُسے لامحالہ کسی ایک فریق کا ساتھ دینا پڑے گا۔

مکتوب عراق

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم بغداد کے قلم سے)
(عربی سے اُردو میں ترجمہ کیا گیا)

تعلیم

مجھے اپنے اس پہلے مراسلہ میں عراق کی تعلیمی حالت پر کچھ نہ کچھ تبصرہ ضرور کرنا چاہیئے۔ کیونکہ تعلیم کا معاملہ نہایت اہم ہے خصوصاً عراق جیسے ملک کے لئے جو خود مختاری کے لئے بیچین ہے مگر فقدان علم کی وجہ سے اپنی آرزو پوری نہیں کر سکتا۔

بدنصیبی سے عراق میں اعلیٰ تعلیم کے لئے کوئی درس گاہ موجود نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عراقیوں کو بیرونی دنیا پر بھروسہ کرنا پڑتا ہے۔ زیادہ تر طالب علم قسطنطنیہ اور بیروت جاتے ہیں۔ کچھ کلکتہ بھی بھیجے گئے ہیں۔ یورپ اور امریکہ جانے والوں کی تعداد ابھی بہت کم ہے۔

موجودہ حکومت نے یا تو اعلیٰ تعلیم کی طرف توجہ ہی نہیں کی یا کی مگر موانع حائل ہوگئے۔ بہر حال عراق میں اعلیٰ تعلیم بالکل مفقود ہے۔ البتہ حکومت ابتدائی تعلیم کی اشاعت میں زیادہ مستعدی کا اظہار کر رہی ہے۔ اسوقت ابتدائی مدارس میں طالب علموں کی تعداد ۲۳۸۰۰ ہے۔ مکاتب میں ۱۳۴۵۵ ہے۔ اور شبینہ مدرسوں میں ۲۰۷۸ ہے یعنی کل تعداد ۳۹۳۳۳ ہے۔ یہ تعداد اگر گذشتہ سالوں کے مقابلہ میں رکھی جائے، تو تقریباً ڈیوڑھی ہوگی۔

ابتدائی تعلیم کے بعد ثانوی (سکنڈری) تعلیم کا درجہ ہے اور اسی تناسب سے اُس کی ترقی بھی ہونا چاہیئے۔ لیکن یہاں صورت حال اس سے بالکل مختلف ہے۔ حکومت نے بغداد، موصل، نجف، بصرہ، حلّہ، عمارہ، کرک، سلیمانیہ میں ثانوی مدرسے قائم کئے ہیں مگر طالب علموں کی تعداد ابتک ۷۶۱ سے زیادہ نہیں ہوسکی!

ابتدائی اور ثانوی کے علاوہ دو مدرسے معلمین کی تعلیم کے لئے بھی ہیں۔ ایک مردوں کے لئے اور ایک عورتوں کے لئے۔ اول الذکر میں طالب علموں کی تعداد ۲۹۵ ہے اور ثانی الذکر میں ۸۸۔

تعلیم کی زبان عربی ہے اور درجۂ تعلیم کچھ زیادہ پست نہیں ہے۔ البتہ مدرسۃ الحقوق (یعنی مدرسۂ قانون) اور مدرسۃ الہندسہ (یعنی انجینیری کے اسکول) میں تعلیم کا معیار نہایت ناقص ہے۔ اس لئے کہ یہاں بھی تعلیم عربی ہی میں ہوتی ہے۔ اور عربی زبان میں ان علوم پر کتابیں بہت کم ہیں۔ عراقی طالب علم چونکہ کوئی یورپین زبان جانتے نہیں، اس لئے مجبوراً یہ طریقہ اختیار کرنا پڑا ہے کہ صرف اُن یادداشتوں کے ذریعہ تعلیم دی جاتی ہے جو طلبا اساتذہ کی تقریروں سے طیار کر لیتے ہیں۔

البتہ ایک بات بہت امید افزا ہے اور وہ یہ ہے کہ اب حکومت نے اپنے خرچ سے طالب علموں کو یورپ اور امریکہ بھیجنا شروع کردیا ہے۔ اسوقت ان طالب علموں کی تعداد چالیس تک پہنچی ہے لیکن اسی سال ۲۵ کا اور اضافہ بھی ہونے والا ہے۔ انکے علاوہ چند طالب علم وزارت جنگ نے انگلستان بھیجے ہیں اور محکمہ بیطری نے چند لڑکوں کو کلکتہ کی درس گاہوں میں بھیجدیا ہے۔

امیر فیصل سے ملاقات

چند دن ہوئے امیر فیصل "شاہ عراق" نے ایک مصری اخبار نویس کو اپنی ملاقات کا موقعہ دیا۔ مقامی اخبارات نے ملاقات کی حسب ذیل تفصیل شائع کی ہے:

انگریزی عراقی معاہدہ کے متعلق امیر فیصل نے کہا "اس معاہدہ کی مدت، سنہ ۱۹۲۸ء کے آغاز میں ختم ہوجائے گی۔ معاہدہ میں ایک دفعہ اس بارے میں موجود ہے کہ ہر چار سال بعد معاہدہ کی تجدید یا ترمیم ہوا کرے گی۔ عراق میں جوں جوں قابلیت پیدا ہوتی جائے گی، برطانیہ اُسے زیادہ آزادی اور حقوق دیتا جائے گا۔ یہاں تک کہ وہ ایک دن مجلس اقوام (لیگ آف نیشنز) کا ممبر ہوجائے گا، اور دُنیا کے دوسرے خود مختار ملکوں کی طرح ایک خود مختار ملک کی زندگی بسر کر سکے گا"

امیر فیصل نے کہا "مجھے یقین ہے عراق بہت جلد یہ درجہ حاصل کرلے گا۔ بہت جلد سے میری مراد ایک دو سال ہے"

مجھے اُمید ہے آپکے قارئین کرام کا ذوق سیاسی اس سے مستغنی ہوگا کہ میں امیر کے بیان پر رائے زنی کروں۔

عراق کی حکومت کو اب تک بیرونی سلطنتوں نے تسلیم نہیں کیا ہے۔ اس کے متعلق امیر فیصل نے کہا:

"ہماری نظر میں اس مسئلہ کی کوئی زیادہ اہمیت نہیں ہے۔ کیونکہ جن سلطنتوں کے فوائد عراق سے وابستہ ہیں، وہ ایک نہ ایک دن ہماری حکومت کے اعتراف پر ضرور مجبور ہوجائیں گی۔ اپنے پڑوسیوں کے ساتھ ہمارے تعلقات نہایت دوستانہ ہیں۔ مستقبل قریب میں ہم ٹرکی سے سیاسی تعلقات قائم کرسکیں گے۔ حکومت ایران کے نمائندے نے اگرچہ مجلس اقوام میں عراقی حکومت کا وجود تسلیم کرلیا ہے مگر طہران کی مرکزی حکومت نے اب تک عملی اعتراف کا کوئی ثبوت نہیں دیا"

اب تک عراق کے قنصل دوسرے ملکوں میں موجود نہیں ہیں۔ بیرونی دنیا میں عراق کے معاملات کا ذمہ دار صرف برطانیہ ہے۔ اس صورت حال کی تاویل ہمارے "خود مختار بادشاہ" نے یہ کی:

"عراق کو اس کی ذرا بھی فکر نہیں ہے۔ کیونکہ بجز ایران اور ٹرکی کے بیرونی دنیا میں ہمارے مصالح کہیں بھی نہیں ہیں۔ جب ان دونوں پڑوسیوں سے ہماری مفاہمت ہوجائے گی تو ہم سیاسی نمائندوں کا تبادلہ کریں گے۔ دوسرے ملکوں سے اس طرح کے علائق پیدا کرنے کا ہمیں کوئی خیال نہیں ہے!"

یہ کہنا ضروری نہیں کہ عراق کی "دو سال کے اندر" ملجانیوالی "خود مختاری" کے ساتھ یہ توجیہ کہاں تک جمع ہوسکتی ہے؟ مصر کے موجودہ ذہنی انقلاب کے متعلق امیر نے یوں اظہار خیال کیا:

"میں نے اس ذہنی انقلاب کی پوری تحقیق نہیں کی ہے۔ اس لئے میری رائے چنداں اہمیت نہیں رکھتی۔ تاہم اپنی محدود واقفیت کی بنا پر کہہ سکتا ہوں کہ اگر مصر برابر اسی طرح ذہنی ترقی کرتا گیا تو بہت جلد مغربی قوموں کے برابر ہوجائے گا۔ البتہ یہ بھی ضروری ہے کہ ذہنی انقلابوں کی بنیادیں ہمیشہ قومی روایات پر قائم ہونا چاہئیں۔ اسوقت مصر، تمام عربی ممالک کے لئے شمع ہدایت بنا ہوا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ اسکی ذہنی ترقی صالح روایات پر مبنی ہو، تاکہ دوسری عربی قومیں بھی اپنی عربیت و قومیت قائم رکھتے ہوئے اس کا ساتھ دے سکیں۔ پھر یہ بھی ضروری ہے کہ قومی بیداری صرف عقل و ذہن ہی تک محدود نہیں رہنا چاہیئے۔ عملی بیداری بھی ہونی چاہیئے۔ مجھے افسوس کے ساتھ اس حقیقت کا اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ مشرق کی موجودہ بیداری محض ذہنی و نظری ہے۔ حالانکہ قومیں عملی بیداری ہی سے کامل قومی ترقی حاصل کرسکتی ہیں"

عراقی فوج اور برطانیہ

انگریزی عراقی معاہدہ کی ایک دفعہ یہ ہے کہ سنہ ۱۹۲۸ء میں معاہدہ پر نظر ثانی کی جائے گی، اور برطانیہ اپنی تمام فوجی قوت ملک سے ہٹالے گا۔

اب جبکہ یہ مدت ختم ہو رہی ہے تو قدرتی طور پر عراقی حکومت کو خیال ہوا کہ اپنی قومی فوج میں اضافہ کرے۔ چنانچہ اُسنے جبری بھرتی کی تجویز منظور کرلی۔ برطانی ہائی کمشنر پہلے تو برابر خاموش رہا، لیکن جب حکومت نے عملاً کارروائی شروع کردینی چاہی تو اُسنے اعتراض کیا اور اس تجویز سے حکومت کی مخالفت ظاہر کی۔

اُسنے اپنے نوٹ میں لکھا ہے

"عراق کی مدافعت صرف عراقی فوج نہیں کرسکتی۔ اُسے برابر انگریزی قوت کی ضرورت ہے۔ عراق کے پاس ہوائی بیڑہ موجود نہیں ہے۔ اس بیڑے اور فوج کی تنظیم کے لئے کافی روپیہ بھی نہیں ہے۔ لہذا جبری بھرتی کی تجویز ناقابل عمل ہے۔ علاوہ بریں یہ غیر ضروری بھی ہے۔ کیونکہ برطانیہ اپنی "دوستی" میں برابر "وفادار" ہے اور عراق کی مدافعت کی ذمہ داری قبول کرچکا ہے"!

یہ ہے ہمارے امیر کی وہ موعودہ خود مختاری جس کا دو تین سال کے اندر انہیں انتظار ہے!

برطانی ہائی کمشنر کے اس اعتراض پر عراقی وزارت نے اپنا استعفا پیش کردیا۔ مگر امیر نے منظور نہیں کیا اور اسپر زور دیا کہ حکومت برطانیہ سے مزید گفت و شنید جاری کی جائے۔

اسوقت صرف یہ فوج ہی کی مشکل درپیش نہیں ہے بلکہ ایک دوسرا معاملہ بھی درپیش ہے۔ عراقی حکومت نے برطانیہ سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ ریلوے اور بندرگاہ سے دست بردار ہوجائے جیسا کہ اُسنے وعدہ کیا تھا مگر برطانیہ اسپر آمادہ نہیں ہے، اور ظاہر ہے کہ کیوں آمادہ ہو؟

کویت کی پنچایت

نجد و عراق میں کئی سال ہوئے ایک معاہدہ ہوا تھا اور فریقین نے اتفاق کیا تھا کہ وقتاً فوقتاً عراقی اور نجدی نمائندوں کی پنچایت منعقد ہوا کرے اور قبائل کے تمام باہمی معاملات کا فیصلہ اُسی کے ہاتھ میں ہو۔ چنانچہ اس قسم کی ایک پنچایت اسی ماہ کویت میں منعقد ہونے والی ہے۔ کیونکہ ادھر عراقی نجدی قبائل میں کئی لڑائیاں اور غارت گریاں ہوچکی ہیں۔

کُردستان

سلیمانیہ کی کمشنری میں کُردوں کے دو علاقے "شاہ بازار" اور "بنجوین" اب تک حکومت عراق کے مطیع نہیں ہوئے تھے۔ اتنا ہی نہیں بلکہ ان علاقوں کے باشندے قرب و جوار کے علاقوں پر حملے بھی کرتے رہتے تھے۔ اس ہفتہ حکومت نے "بنجوین" کے شہر پر فوجی قبضہ کرلیا ہے اور مشہور کُردی زعیم شیخ محمود سے لڑائی ہورہی ہے

* * *

ہے کہ ملک میں ہم نے پوری طرح امن امان قائم کردیا ہے اگرچہ کبھی کبھی ہتیار بند ٹولیاں غارت گری کرجاتی ہیں" ایک اعتبار سے یہ بیان صحیح ہے۔ بلا شبہ اسوقت دروز کوئی قابل ذکر جنگی کاروائی نہیں کررہے ہیں۔ لیکن یہاں ہر شخص جانتا ہے اور خود حکومت فرانس بھی جانتی ہے کہ یہ سکون، ایک آنے والے طوفان کا پیش خیمہ ہے۔

شام کی قومی تحریک

اس نقطہ پر پہنچنے کے بعد قدرتی طور پر سوال ہوتا ہے کہ آخر شام کی قومی تحریک کیا ہے؟ اُس کے مقاصد کیا ہیں؟ اُس کی تاریخ کیا ہے؟ جواب کے لئے بڑی تفصیل کی ضرورت ہے اور وہ اس مراسلہ میں ممکن نہیں۔ تاہم ایک سرسری نظر ڈالنا ضروری ہے تاکہ آپکے قارئین حقیقت حال سے بے خبر نہ رہیں۔

شام کی قومی تحریک کے متعلق یہ سمجھنا سخت غلطی ہے کہ وہ فرانس کی خصومت کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے۔ یہ تحریک جنگ عمومی سے پہلے بھی موجود تھی اور خود عثمانی حکومت کے مقابلہ میں شروع ہوئی تھی۔

جنگ عام میں شام کا رجحان دول اتحاد کی طرف تھا اور اسی رجحان کی وجہ سے شام کو مرحوم جمال پاشا کے ہاتھوں طرح طرح کی سختیاں جھیلنی پڑیں۔ اتحادیوں کی طرف یہ رجحان محض اس لئے تھا کہ شام امید کرتا تھا وہ اتحادیوں کے ذریعہ اپنی وطنی آزادی حاصل کرسکے گا۔ اتحادیوں میں فرانس سے اُسے بڑی عقیدت تھی۔ کیونکہ فرانس ۵۰ برس سے یہاں اپنا اثر پھیلا رہا تھا، اور شامی تحریک کی علانیہ پیٹھ ٹھونکتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جب جنگ کے خاتمہ پر فرانس کو شام کی وصایۃ (مینڈیٹ) ملی تو ملک میں مسرت کے نعرے بلند ہوگئے اور سادہ لوح باشندوں نے یقین کیا کہ اب فرانس کے ہاتھوں آزادی کی دولت ضرور ملجائے گی۔ مگر انھیں جلد ہی اپنی غلطی معلوم ہوگئی۔ اُنھوں نے دیکھ لیا کہ فرانس ترکوں سے بھی زیادہ مستبد اور سخت گیر ہے۔ صرف یہی نہیں کہ وہ آزادی دینی نہیں چاہتا، بلکہ اُن کی قومیت بھی برباد کرڈالنا چاہتا ہے۔

فرانس نے قبضہ حاصل کرتے ہی یہ کیا کہ ملک کے چار ٹکڑے کرڈالے، اور چاروں کو ایک دوسرے سے بالکل مختلف نظام اور دستور کے ماتحت رکھا۔ چنانچہ لبنان ایک علحدہ "جمہوریت" بنادی گئی۔ دمشق کی حکومت الگ کردی۔ جبل حوران کو بھی ایک علحدہ قطعہ بنادیا۔ اور اسی طرح بلاد علوین کو بھی ایک مستقل ملک قرار دے دیا۔ اس سے اس کا مقصد یہ تھا کہ ملک کے ان چاروں حصوں میں کسی قسم کا سیاسی، اجتماعی، اور انتظامی رشتہ و ارتباط باقی نہ رہے، بلکہ الگ الگ ہوکر ایک دوسرے کی مخالفت شروع کردیں۔

یہی نہیں بلکہ ہر حصۂ ملک میں فرقہ وارکش مکش بھی پیدا کردی جو مشرق میں مغربی حکومتوں کا سب سے بڑا آلہ کار ہے۔ پہلے مسلمانوں، عیسائیوں، یہودیوں میں پھوٹ ڈال دی۔ پھر ان میں سے ہر فرقہ کی مختلف شاخوں کو ایک دوسرے کے خلاف برانگیختہ کردیا۔ عرب اور غیر عرب کا جھگڑا، شیعہ اور سنی کا جھگڑا، ترکوں اور چرکسیوں کا جھگڑا، ارمنی اور یہودیوں کا جھگڑا، غرضکہ بے شمار فتنے پیدا کردیئے۔

لیکن باوجود ان تمام ریشہ دوانیوں کے مجموعی طور پر شام کے وطن پرست اب تک اپنی اصلی تحریک بچائے ہوئے ہیں۔ اُن کا مطالبہ صرف ایک ہے، اور وہ یہ ہے کہ فرانس شام کو خالی کردے۔ وطنی جماعت سے اتر کر معتدل پارٹی ہے، اور اسکا مطالبہ یہ ہے کہ شام کی موجودہ تقسیم منسوخ کردی جائے، اور ملک کو اندرونی خودمختاری دیدی جائے۔ تیسرا گروہ ابن الوقت لوگوں کا ہے۔ وہ فرانس کے بھی حامی ہیں اور گاہ گاہ ملک کے بھی حامی ہیں۔ ان میں سے اکثر لوگوں کا خیال ہے کہ جس طرح برطانیہ نے عراق اور شرق یردن میں دو برائے نام پادشاہ بٹھادیئے ہیں، اسی طرح فرانس کو بھی شام میں ایک "پادشاہ" کا پُتلہ بٹھادینا چاہئے۔ اس سلسلہ میں متعدد شاہزادوں اور امیروں کا نام لیا جاتا ہے جن کا ذکر اوپر آچکا ہے لیکن زیادہ میلان عباس حلمی سابق خدیو مصر یا اُن کے چھوٹے بھائی پرنس محمد علی اور پرنس یوسف کمال کی طرف ظاہر کیا جاتا ہے۔ ولعل اللہ یحدث بعد ذالک امرا۔

مکتوب مصر

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قاہرہ کے قلم سے)

(عربی سے ترجمہ کیا گیا)

انگریزی مصری نزاع

پچھلے مکتوب میں اس نزاع اور اُس کے بُنیادی نقطوں پر روشنی ڈال چکا ہوں۔ نزاع کی اصلی بُنیاد درحقیقت مصری فوج کا معاملہ ہے۔ مصری حکومت انگریزی "سردار" کا عہدہ منسوخ کرکے فوج اپنے ہاتھ میں رکھنا چاہتی ہے۔ برطانیہ اسے منظور نہیں کرتا۔ اور مصر کو مصنوعی آزادی اور نام نہاد خودمختاری دیکر بدستور محکوم رکھنا چاہتی ہے۔

اس نزاع میں برطانیہ نے اپنے وہ تمام حربے استعمال کئے جن کا وہ مدت سے عادی ہے۔ سر آسٹن چمبرلین نے پارلیمنٹ کے ایوان میں کھڑے ہوکر اپنا وہی پُرانا راگ الاپا "یورپین باشندوں کی زندگی خطرے میں ہے!" ساتھ ہی جنگی جہاز بھی بھیجدیئے۔ نیز براں تمام یورپ میں مصر کے خلاف دعایۃ (پروپگنڈا) شروع کردی گئی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ فرانس، اٹلی، اور بعض دوسرے یورپین ممالک کے اخباروں نے مصر کے خلاف زہر اُگلنا اور برطانیہ کو سخت سے سخت کارروائی کا مشورہ دینا شروع کردیا۔ درحقیقت فرانس اور اٹلی، دونوں مصر کی بیداری سے اُسی طرح خائف ہیں، جس طرح خود برطانیہ ہے۔ اٹلی کو خوف طرابلس کی وجہ سے ہے فرانس کو الجزائر، ٹیونس، مراکش، اور خود شام کی وجہ سے۔

لیکن ان تمام دھمکیوں اور تہدیدوں کا اثر کیا ہوا؟ عام طور پر خیال کیا جاتا تھا کہ مصری حکومت انگریزی قوت کے سامنے فوراً جھک جائے گی۔ لیکن اب معلوم ہوتا ہے کہ وہ زمانے لدگئے جب اس طرح کے مظاہرے رعب پیدا کردیا کرتے تھے۔ مصری حکومت خلاف توقع اسوقت تک اپنے مسلک پر قائم رہی ہے۔

جان بُل کی عادت ہے کہ جب دھمکی سے حریف مرعوب نہیں ہوتا تو خود نرم پڑجاتا ہے۔ چنانچہ مصری حکومت کی استقامت دیکھتے ہی لارڈ لائیڈ جارج بہت کچھ نرم پڑگئے ہیں اور اپنے مطالبات ہلکے کرتے جاتے ہیں۔ ابھی تک نزاع ختم نہیں ہوئی ہے۔ لیکن خیال کیا جاتا ہے کہ امروز فردا میں نرم گرم تصفیہ ہوجائے گا۔

انگریزی مصری گفت وشنید پردۂ راز میں ہے۔ لیکن یہاں کے اخبارات نے وہ بنیادی نقطے شایع کردیئے ہیں جن پر مصری حکومت کی آخری یادداشت مبنی ہے۔ وہ حسب ذیل ہیں:

(۱) مصری پارلیمنٹ بدستور تنفیذی قوت کی نگرانی کا حق رکھتی ہے۔

(۲) وزارت جنگ اور اُس کی تمام شاخوں پر مصری پارلیمنٹ کا اقتدار قائم رہے گا۔

(۳) وزارت جنگ کی تمام مجالس بدستور قائم رہیں گی اور اُن کی موجودہ قوت و اختیار میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔

(۴) تمام سرزمین مصر پر مصری حکومت کا اقتدار برقرار رہے گا، اور پوری مملکت کی نگرانی مصری پارلیمنٹ کے ہاتھ میں رہے گی۔

اگر برطانیہ نے یہ بُنیادیں تسلیم کرلیں، جس کا قوی امکان ہے، تو موجودہ نزاع کا خاتمہ ہوجائے گا۔

مصر کی ذہنی و اجتماعی ترقی

جنگ عظیم کے بعد مصر نے صرف سیاسی ترقی ہی نہیں کی بلکہ اُس کی ذہنی و اجتماعی حالت میں بھی عظیم تغیرات ہوئے۔ یہ تغیرات کس درجہ تک پہنچ چکے ہیں؟ اس کا جواب مشکل ہے۔ بیرونی دنیا اس کا اندازہ نہیں کرسکتی۔ البتہ سیاسی ترقی، ہمیشہ ذہنی و اجتماعی ترقی کا نتیجہ ہوتی ہے۔ مصر کی موجودہ سیاسی بیداری سے اُس کی ذہنی و اجتماعی بیداری کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ پچھلے دنوں یہاں "مؤتمر عربی" منعقد ہوئی تھی، جس کا تذکرہ اپنے پچھلے خط میں کرچکا ہوں۔ اس مؤتمر میں دوسرے عربی ممالک کے جو فضلا آکر شریک ہوئے تھے، انھیں مصر کی حالت دیکھ کر سخت حیرت ہوئی۔ ذیل میں صرف ایک مشہور شامی فاضل علامہ محمد کرد علی کے تاثرات درج کئے جاتے ہیں جن کا اظہار اُنھوں نے شام میں جاکر کیا ہے۔ موصوف کہتے ہیں:

"سب سے پہلے میں نے سنہ ۱۹۰۱ء میں مصر کی زیارت کی تھی آخری سفر کا ۲۶ سال کے بعد اب اتفاق ہوا۔ مجھے وہ انقلاب عظیم دیکھ کر سخت حیرت ہوئی جو اس چوتھائی صدی کے اندر مصر پر طاری ہوگیا ہے۔ میں نے اپنے اس آخری سفر میں مصر کا پوری طرح مطالعہ کیا۔ ہر طبقہ کو غور سے دیکھا۔ تقریریں سنیں، قصیدے سُنے، انجمنیں دیکھیں۔ تھیٹر دیکھے۔ اخبارات کا معائنہ کیا۔ کتبخانوں کی سیر کی۔ غرضکہ ہر پہلو پر نظر ڈالی۔ مجموعی طور پر میں نے یہ اثر قبول کیا کہ مصر نے حیرت انگیز ترقی کرلی ہے۔ سب سے زیادہ نمایاں حقیقت میں نے یہ دیکھی کہ فرانسیسی تہذیب، جس کی تخم ریزی فرانسیسی علماء نے انیسویں صدی کے اوائل میں کی تھی وہ مصر کے انگریزی اقتدار سے مغلوب نہ ہوسکی، بلکہ اُسنے انگریزی تہذیب کی خصوصیات کو شکست دیدی۔ مصر نے اس تمدن میں تراش خراش کرکے ایسی تبدیلی پیدا کرلی ہے کہ وہ فرانسیسی کی جگہ مصری یا عربی تمدن بن گیا ہے۔ اسوقت کا قاہرہ، پُرانے زمانہ کا بغداد، قرطبہ، اشبیلیہ، طلیطلہ، غرناطہ ہے اسے صحیح معنوں میں تمام عربی دنیا کا علمی و ذہنی مرکز تسلیم کرنا چاہئے۔ اسوقت ملک میں دس ہزار مکتب جاری ہیں لیکن مصری حکومت اسے کافی نہیں سمجھتی۔ دس ہزار مزید جاری کرنا چاہتی ہے"

دینی یا شہری حقوق کے منافی ہو۔ میں ممنون ہوں گا اگر آپ یہ تصریح صیہونی انجمن تک پہونچا دیں"

یہ تصریح دراصل ڈاکٹر حائم ویزمان کی کوششوں سے حاصل ہوئی تھی۔ یہ اُسوقت صیہونی انجمن کی انتظامی مجلس کے ممبر تھے اور اب اُس کے صدر ہیں۔ اس تصریح کے صادر ہوتے ہی فرانس، اٹلی، جاپان، اور امریکہ نے اسے تسلیم کرلیا۔ یہودیوں نے ایک لمحہ ضایع کئے بغیر عملی کارروائیاں شروع کردیں۔ ڈاکٹر ویزمان کی صدارت میں ایک نمائندہ وفد فلسطین بھیجا گیا تاکہ برطانوی حکام کی تائید سے یہودیوں کی مہاجرت اور آبادی کا سامان مہیا کرے۔

یہودیوں نے صرف اسی پر قناعت نہیں کی بلکہ مجلس اقوام سے بھی اس کی تصدیق چاہی۔ چنانچہ فلسطین کی برطانی وصایۃ (مینڈیٹ) کی دستاویز کے دیباچہ میں تحریر ہے "تمام دول اتحاد اس بات پر متفق ہیں کہ برطانی سلطنت اُس تصریح کو عملاً کامیاب بنانے کے لئے ذمہ دار ہے جو ۲ نومبر کو اُس کی جانب سے ظاہر کی گئی ہے"

اس دستاویز کی دفعہ ۲ میں ہے:

"حکمبردار حکومت اس امر کی ذمہ دار ہے کہ ملک (فلسطین) میں ایک ایسی سیاسی، انتظامی، اقتصادی صورت حال پیدا کردے جو یہودی وطن کے قیام کے لئے ضروری ہے"

چوتھی دفعہ میں ہے:

"یہ طے پاگیا کہ یہودیوں کی نمائندہ مجلس، فلسطین میں ایک ذمہ دار مجلس تسلیم کی جائے گی، اور اُن تمام اقتصادی و اجتماعی معاملات میں اُس سے مشورہ لیا جائے گا جن کا تعلق "یہودی وطن" سے ہے۔ یہ بھی طے پاگیا کہ صیہونی انجمن ہی ایک ایسی مجلس ہے جو یہودیوں کی قائم مقام اور ذمہ دار ہے۔ لہذا وہ اُسوقت تک یہودیوں کی نمائندہ تسلیم کیجائے گی جب تک اپنی یہ حیثیت برقرار رکھے گی۔ لہذا صیہونی انجمن کو اختیار دیا جاتا ہے کہ برطانیہ کے مشورہ سے وہ تمام تدابیر اختیار کرے جن سے "قومی وطن" کے لئے دُنیا بھر کے یہودیوں سے امداد و اعانت حاصل کی جا سکتی ہے"

غرضکہ اس دستاویز میں اسی طرح کی اور بھی کئی تصریحیں موجود ہیں۔

اجراء، عمل، اور ترقی!

جس دن سے بالفور کی تصریح جاری ہوئی ہے، یہودی اپنی تجویز کو حیرت انگیز سرگرمی اور جوش سے عملی جامہ پہنا رہے ہیں۔ اس مقصد کے لئے اُنھوں نے کئی مجلسیں بنا رکھی ہیں:

(۱) عام صیہونی انجمن۔ اس کی ۶۷ شاخیں ہیں اور دُنیا کے مختلف ملکوں میں پھیلی ہوئی ہیں۔ اس انجمن میں ہر یہودی مقررہ فیس ادا کرکے داخل ہو سکتا ہے۔ ۱۹۲۵ء میں اس کے ممبروں کی تعداد ۶ لاکھ تیس ہزار تھی۔ اس انجمن کی سالانہ کانفرنس درحقیقت صیہونی تحریک میں سب سے زیادہ با اختیار مجلس ہوتی ہے۔ یہی پروگرام بناتی، عزل و نصب کرتی، میزانیہ منظور کرتی اور نئے سال کے لئے مختلف مجلسیں منتخب کرتی ہے۔

ان کمیٹیوں میں سب سے زیادہ اہم اُس کی جمعیتہ عاملہ اور مرکزی جمعیتہ ہے۔ جمعیتہ عاملہ میں دس ممبر ہوتے ہیں۔ ۵ ہمیشہ لندن میں رہتے ہیں اور ۵ بیت المقدس میں۔ ان کا کام اُن تمام اقتصادی و سیاسی مسائل کا حل کرنا ہے جن کا تعلق فلسطین کے یہودیوں سے ہے۔

(۲) مالی مجالس۔ ان سے مقصود یہودی وطن کی مالی ضروریات کا پورا کرنا ہے۔ یہ مجالس دراصل تین بینک ہیں:

(۱) یہودی نوآبادی بینک۔ اس کا دفتر لندن میں ہے اور راس المال تیس لاکھ پونڈ ہے۔

(۲) فلسطینی انگریزی انجمن۔ اس کا راس المال بھی ۳۰ لاکھ پونڈ ہے

(۳) یہودی بیت المال۔ اس کا دفتر بھی لندن میں ہے اور سرمایہ ۲۲ لاکھ پونڈ ہے۔

یعنی یہودیوں کی قومی تحریک کے پاس اسوقت ۸۲ لاکھ پونڈ ۱۲ کرور روپیہ موجود ہے۔

یہ ہے وہ عملی قوت جس سے قومیں مرکر زندہ ہوتی ہیں! یہ وہ قوم تھی جس کا حوادث عالم خاتمہ کر چکے تھے جس کی پیشانی پر ذلت و مسکنت کی مُہر لگ چکی تھی۔ جو دنیا کے ہر گوشہ میں مظلوم، بے بس، اور تباہ حال تھی۔ جس کی کُل تعداد چند ملین نفوس سے زیادہ نہیں۔ بایں ہمہ جب اُسنے زندہ ہونے اور زندہ رہنے کا فیصلہ کرلیا تو دُنیا کی کوئی رکاوٹ بھی اس کی راہ نہ روک سکی۔ حتیٰ کہ بڑی بڑی طاقتور حکومتوں کو بھی راستہ خالی کردینا پڑا!

لیکن اُس کے مقابلہ میں ہمارا کیا حال ہے؟ اُن مشرقی اقوام کا کیا حال ہے جو صدیوں سے حکمرانی کرتی آئی ہیں۔ جو اب بھی حکومت کی عزت سے محروم نہیں، جنھیں حکومت کے تخت سے اُترے ابھی پوری ایک صدی بھی نہیں گزری ہے۔ جن کی تعداد کروڑوں نفوس سے متجاوز ہے۔ اور جو اپنی قومی کامرانیوں اور فتحمندیوں کی ایک مسلسل اور قریبی تاریخ رکھتی ہیں؟

جواب کی ضرورت نہیں، لیکن یہ سوال کرنے کی ضرورت ہے کہ کیا اب بھی وہ وقت نہیں آیا جب غفلت دُور ہوگی اور دانش رفتہ واپس آجائے گی؟ ان فی ذلک لذکریٰ لمن کان لہٗ قلب او القی السمع وھو شھید!

مکتوب شام

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم بیروت کے قلم سے)

(عربی سے ترجمہ کیا گیا)

شام کا مستقبل

شام کے فرانسیسی ہائی کمشنر ایم ہنری پونسو، مدت سے پیرس میں مقیم ہیں۔ ملک میں عام طور پر خیال کیا جا رہا ہے کہ ان کی غیر حاضری محض اس وجہ سے ہے کہ نئی اصلاحات کے اجراء کے لئے وہ مرکزی حکومت سے مشورے کر رہے ہیں۔

کچھ نہیں کہا جا سکتا اُن کی اس پُراسرار غیر حاضری کی اصلی وجہ کیا ہے؟ لیکن اس کی وجہ سے ملک میں عام بےچینی پھیلی ہوئی ہے۔ ایک گروہ اس صورت کو نیک شگون سمجھتا ہے اور بڑے بڑے ہوائی قلعے بنا رہا ہے۔ دوسرا گروہ اسے شگون بد سمجھتا ہے اور نا اُمیدی کا اظہار کر رہا ہے۔ شاید ہائی کمشنر کے رُوپوش کردینے میں حکومت کی بھی یہی مصلحت تھی کہ ملک کے جذبات میں اختلاف حال پیدا ہوجائے اور متحدہ مطالبے کی قوت کمزور پڑ جائے۔ اگر یہی مصلحت تھی تو اسمیں شک نہیں کہ یہ ایک حد تک کامیاب ہوئی ہے!

آئندہ شام کا نظام حکومت کیا ہوگا؟ یہ ایک ایسا سوال ہے جس کا جواب اسوقت کوئی بھی نہیں دے سکتا۔ حتیٰ کہ خود فرانس بھی نہیں دے سکتا۔ شام کے بارے میں فرانس کی پالیسی ابتک نہایت مضطرب رہی ہے۔ کبھی وہ چاہتا ہے اس ملک کو الجزائر کی طرح اپنا ایک محکوم نوآباد علاقہ بنا لے۔ کبھی سوچتا ہے ٹونس کی سی برائے نام ریاست قائم کردے۔ کبھی امیر عبدالقادر الجزائری مرحوم کی اولاد کی طرف میلان ظاہر کرتا ہے۔ کبھی شام کے تخت کے لئے سلطان عبدالحمید کے کسی لڑکے کو ڈھونڈھتا پھرتا ہے۔ کبھی شریف حسین سابق شاہ حجاز کے بیٹوں پر اُس کی نظر پڑتی ہے۔ غرضکہ اُس کا مسلک ابتک استوار نہیں ہوا ہے۔

شام کی موجودہ مشکلات درحقیقت اسی سیاسی اضطراب کا نتیجہ ہیں۔ جب تک فرانس اپنی روش مضبوط بنیادوں پر قائم نہیں کرے گا، اُسوقت تک یہ مشکلات دُور نہیں ہوں گی۔

ایک نیا نظریہ

آجکل دمشق میں مغرب اقصیٰ کے ایک وزیر سید قدور بن غبریط آئے ہوئے ہیں۔ انھوں نے اپنی آمد کی غرض یہ بتائی ہے کہ پیرس کی مسجد کے لئے چندہ جمع کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن یہاں کی عام رائے اسے تسلیم نہیں کرتی۔ لوگ کہتے ہیں یہ کام اتنا اہم نہ تھا کہ اس کے لئے ایک وزیر اپنے فرائض وزارت چھوڑ کر اتنا طویل سفر اختیار کرتا۔ پھر اگر یہ کام اتنا ہی اہم تھا تو بھی شام میں چندہ کی تحریک کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ کیونکہ ملک اندرونی شورشوں سے برباد ہو رہا ہے۔ چندے کے لئے سب سے مناسب مقام، مصر اور ہندوستان تھے۔ (ہم اس پر اتنا اضافہ کرنا چاہتے ہیں کہ "سب سے مناسب مقام" اب اگر صرف مصر ہی کو سمجھا جائے تو ہندوستان کو کوئی شکایت نہ ہوگی! - الہلال)

پھر آخر سید قدور بن غبریط کیوں آئے ہیں؟ اس کا جواب وہی دیا جا رہا ہے جس کا ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں، یعنی فرانس کی سیاسی حکمت عملی کا اضطراب۔ خیال کیا جاتا ہے اب فرانس، شام کو مراکش کے ماتحت کر دینا چاہتا ہے۔ اس کی صورت یہ تجویز ہوئی ہے کہ "سلطان" مراکش کے بھائی یا لڑکے کو شام کا "بادشاہ" بنا دیا جائے گا۔ اور حکومت کی باگیں مراکش کے فرانسیسی حکام کے ہاتھوں میں رہیں گی!

اگر یہ افواہ صحیح ہے تو بدنصیب شام کی طرح فرانس کے تدبر پر بھی ماتم کرنا چاہئے۔ شام، مراکش سے کہیں زیادہ متمدن اور ترقی یافتہ ملک ہے۔ بھلا شامی یہ تجویز ایک لمحہ کے لئے بھی قبول کرسکتے ہیں کہ مراکش کے ماتحت ہو جائیں؟ جب سے یہ افواہ مشہور ہوئی ہے ہر طرف عام ناراضی کا اظہار کیا جا رہا ہے۔ شام کے باشندے بڑے مہمان نواز ہیں، مگر اس افواہ نے اُنھیں سید قدور سے سخت متنفر کردیا ہے۔ چند دن کی بات ہے کہ دمشق کی بلدیہ (میونسپلٹی) کے رئیس نے مراکشی مہمان کے اعزاز میں ایک دعوت کا اہتمام کیا تھا اور معززین شہر کو خطوط کے ذریعہ دعوتیں بھیجی تھیں۔ مگر چونکہ اُسوقت تک یہ افواہ پھیل چکی تھی، اس لئے چھ سات آدمیوں سے زیادہ دعوت میں مجمع نہ ہوسکا اور اس مہمان "عزیز" نے معلوم کرلیا کہ شام اب اُنھیں اُنکے مقصد سفر سے الگ کرکے نہیں دیکھ سکتا!

جہاد آزادی

"دروز" ابتک جہاد آزادی سے تھکے نہیں ہیں۔ بلاشبہ اُنھیں سخت نقصانات برداشت کرنے پڑے۔ مٹھی بھر قوم اور فرانس جیسی سلطنت سے جنگ! تاریخ کی بڑی سے بڑی حیرت انگیز بات ہے۔ مگر یہ بہادر قوم کسی طرح بھی ہتیار رکھنے پر آمادہ نہیں ہوتی!

دروزیوں کی موجودہ قوت کیا ہے؟ اُن کا پروگرام کیا ہے یہ بات بھی ویسی ہی مبہم ہے جیسی خود فرانس کی حکمت عملی ہے۔ ہائی کمشنر نے پیرس میں تقریر کرتے ہوئے شام کی حالت یہ بتائی

اولاد میدان عمل میں ہمیشہ سرگرمی دکھاتی رہی۔ پنجاب میں آباد ہونے والے عام یونانیوں کے برعکس اس کی جدوجہد برابر جاری رہتی تھی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ انہی باختری یونانیوں نے ۱۹۰ قبل مسیح میں دوبارہ ٹکسلا اور دیگر قریبی علاقوں پر اپنا قبضہ جمالیا۔

تورانیوں کا دَور

یونانیوں نے ٹکسلا پر کچھ اوپر ایک سو سال تک حکومت کی۔ اس کے بعد سیستان کے رہنے والے تورانیوں نے جو ہندوستان میں آکر شاکا کہلائے تھے، دریائے اٹک کو عبور کرلیا اور پنجاب پر حملہ کردیا۔ قریب ایک صدی قبل مسیح میں ٹکسلا پر ان کا قبضہ ہوگیا تھا۔ اُن کے بعد اہل پارتھیا پہنچے اور اُن کا دَور دورہ رہا۔

اہلِ کشان کا حملہ

سنہ ۵۰ء یا سنہ ۶۰ء میں اہل کشان نے جو اول اول چین کے شمال مغرب سے آئے تھے، اہل پارتھیا کو مغلوب کرکے وادئ کابل اور ٹکسلا پر قبضہ کرلیا۔ دوسری صدی عیسوی میں اہل کشان کا ایک عظیم الشان بادشاہ کنشک تخت نشین ہوا۔ اس کی سلطنت وسط ایشیا سے حدود بنگال تک پھیلی ہوئی تھی۔ پشاور (پرش پور) اس کا سرمائی دارالخلافہ تھا۔ پانچویں صدی عیسوی تک اہل کشان کا عروج رہا۔ پھر ان کا زوال شروع ہوگیا۔ ٹکسلا کی کھدائی میں بہت سے ساسانی سکے بھی برآمد ہوئے ہیں۔ ان سے قیاس کیا جاتا ہے کہ اہل کشان کے زوال کا ابتدائی باعث کوئی ساسانی حملہ ہوا تھا۔

ٹکسلا کی تباہی

لیکن اس خاندان کی آخری اور مکمل تباہی اس وحشی قوم کے ہاتھوں ہوئی جس کو افتالی کہتے ہیں۔ یہ لوگ ۴۵۵ء میں ایک بہت بڑی فوج لے کر ہندوستان پر حملہ آور ہوئے۔ کشان کی سلطنت زیر نگیں کرلی۔ اور خاندان گپتا کی عظیم الشان سلطنت کو بھی تباہ اور برباد کردیا۔ ایک چینی سیاح فاہیان نامی نے ۴۰۰ء میں ٹکسلا آکر بُدھ مذہب کے مقدس مقامات کی زیارت کی تھی۔ اس کی تحریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت شمال مغربی ہندوستان میں بُدھ مذہب کی زیارت گاہیں بہت آباد اور مشہور تھیں۔ لیکن ان افتالی وحشیوں نے یہ تمام علاقہ بڑی بے دردی سے ویران کردیا۔ ٹکسلا اور دوسرے مقامات کی خانقاہیں اور مندر انہی لوگوں کے ہاتھوں برباد ہوئے۔ اس افتالی فتنہ کے بعد ٹکسلا کو پھر کبھی عروج نصیب نہیں ہوا۔ ساتویں صدی عیسوی میں ٹکسلا سلطنت کشمیر کا ایک صوبہ بن چکا تھا۔ اور مقامی حکام کی خانہ جنگیاں اس کے باقی ماندہ مندروں اور خانقاہوں کی تباہی کا باعث ہورہی تھیں

موجودہ آثار

اب ہم ان خانقاہوں مندروں اور دوسری چھوٹی چھوٹی چیزوں کا ذکر کرتے ہیں جو ٹکسلا کی کھدائی سے برآمد ہوئی ہیں۔

دھرماراجیکا ستوپہ

اس سلسلہ میں سب سے پہلے قابل ذکر "دھرماراجیکا ستوپہ" ہے (ابتدا میں لفظ "ستوپہ" صرف ان ٹیلوں کے لئے استعمال ہوتا تھا جو مُردوں کو دفن کرنے کی غرض سے بنائے جاتے تھے۔ لیکن بعد کو اس کا اطلاق ان ٹیلوں کے لئے مخصوص ہوگیا جو بُدھ یا بُدھ کے حواریوں کے تبرکات محفوظ کرنے یا کسی متبرک مقام کی یادگار قائم کرنے کے لئے بنائے جانے لگے) یہ ستوپہ، چیر ٹوپ کے نام سے بھی مشہور ہے۔ بڑا ستوپہ تمرا نالہ کی سطح سے بہت اوپر ایک اونچے میدان میں واقع ہے۔ اس کے نزدیک دوسرے چھوٹے چھوٹے ستوپے، مندر اور حواریوں کے رہنے کے مکان بھی ہیں۔ بڑا ستوپہ گول ہے۔ اس کے گرد ایک بلند چبوترہ ہے جس میں چاروں طرف زینے لگے ہیں۔ یہ چبوترہ ستوپے کے گرد طواف کرنے کے لئے بنایا گیا تھا۔ چھوٹے ستوپوں میں سے ایک ستوپے کا تبرک خانہ پتھروں کا بنا ہوا ہے۔ اس خانے کے اندر سے ایک ڈبیا ملی ہے جو چار انچ اونچی ہے۔ اس ڈبیا کے اندر ایک اور چھوٹی سی ڈبیا ہے اور اسمیں کچھ جلی ہوئی ہڈی، کچھ راکھ، اور سونے، موتی، اور ہڈی کے چند دانے پائے گئے ہیں۔ اسی خانہ میں پتھر کا ایک چھوٹا سا ستوپہ بھی دستیاب ہوا ہے جس کے نیچے کی طرف لعل، بلور، سنگ سلیمانی، یاقوت، نیلم، عقیق، فیروزہ، صدف، پکھراج، اور ہڈی کے سُفتہ دانے اور نگینے بڑی تعداد میں موجود تھے۔ ایک اور چھوٹے ستوپے کے تبرک خانہ سے کئی پُرانے سکے سیفٹی پن کی طرح سونے کا ایک زیور نیلم، بلور، اور یاقوت کے دانے، اور مونگے کے ٹکڑے دستیاب ہوئے ہیں۔ یہ چیزیں سرکار ہند نے لنکا کے پیروانِ بُدھ کو تحفہ کے طور پر دیدی ہیں اور اب لنکا کے ایک مندر میں موجود ہیں۔ ان کے علاوہ مندروں میں چونے اور مٹی کی کئی مورتیاں بھی ملی ہیں ایک اور چھوٹے ستوپے کے اندر سے چاندی کی ڈبیا ملی ہے جس کے اندر ایک اور چھوٹی سنہری ڈبیا تھی اس میں ہڈیوں کے چند باریک ٹکڑے رکھے ہوئے ہیں۔ ان ہڈیوں اور جسم انسانی کی سوختہ راکھ کی نسبت علمار آثار نے مختلف قیاسات لگائے ہیں۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ خود بدھ اعظم کے نعش کی راکھ ہے، لیکن اسوقت تک بُدھ کے جس قدر حالات معلوم ہوئے ہیں اُن سے اس قیاس کی پُوری طرح تصدیق نہیں ہوتی۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ بُدھ اعظم کی نہیں لیکن دوسرے اکابر مذہب کی نعش کا بقیہ ہے۔ غالباً یہ دوسرا قیاس ہی قرین صواب ہے۔

ایک مندر میں بُدھ کے ایک مجسمہ کا ٹکڑا ملا ہے اسمیں صرف پاؤں اور لباس کا نچلا حصہ باقی رہ گیا ہے۔ یہ پاؤں ایڑی سے انگوٹھے تک ۵ فٹ ۳ انچ ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مجسمہ قریباً ۳۵ فٹ بلند ہوگا! ایک اور چھوٹے ستوپے سے سلطنت کشان کے ۵ طلائی سکے بھی دستیاب ہوئے ہیں۔

ان ستوپوں اور مندروں کے ساتھ بعض دوسری عمارات بھی ہیں۔ ایک گلی میں بُدھ کی دو بڑی بڑی مورتیں پائی گئی ہیں جن کے سر ضائع ہوچکے ہیں لیکن مُورت کی وضع سے حالت استغراق ظاہر ہوتی ہے۔ ان ستوپوں سے ذرا آگے ایک کھلے میدان میں ایک تالاب برآمد ہوا ہے جس کے پہلوؤں میں چار چھوٹے چھوٹے ستوپے اور ہیں۔ یہ تالاب تورانی یا پارتھیائی عہد کا بنا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ ایک ستوپہ کے اندر سے برتن میں رکھی ہوئی کچھ راکھ اور عہد کنشک کے چند سکے بھی ملے ہیں۔

ان کے علاوہ اور کئی طرح کے تبرکات اور بدھ کی مختلف حالتوں کی مورتیاں اور قدیم سکے بھی ملے ہیں جن سے ٹکسلا کی تاریخ پر نہایت قیمتی روشنی پڑتی ہے۔

کنال ستوپہ

دوسرا ستوپہ جو کھدائی سے برآمد ہوا ہے وہ ستوپہ کنال کے نام سے موسوم ہے۔ ہوان چوانگ (چین کا مشہور سیاح) جب ٹکسلا آیا تھا تو وہ اسی شہر میں مقیم ہوا تھا۔ اسے آجکل سرسکھ کہتے ہیں۔ شہر کے مضافات میں جن چار بدھ یادگاروں کا اس سیاح نے ذکر کیا ہے، ان میں سے ایک راجہ ایلا پترا کا تالاب تھا۔ یہ متبرک تالاب حسن ابدال میں واقع تھا جسے سکھ آجکل پنجہ صاحب کہتے ہیں اور جس کے متعلق اُن کی کئی عجیب غریب روایات مشہور ہیں۔ دوسرا ایک ستوپہ ہے جس سے بُدھ کی ایک پیشین گوئی کے مطابق خزانہ برآمد ہونا چاہئے تھا۔ تیسرا ہڈیہ سروالا ستوپہ ہے جسے راجہ اشوک نے تعمیر کرایا تھا۔ چوتھا وہ ستوپہ ہے جسے راجہ اشوک نے اس مقام پر بنوایا تھا جہاں ایک روایت کے مطابق اس کے بیٹے کنال کی آنکھیں اُس کی سوتیلی ماں نے نکلوادی تھیں۔

ستوپہ کنال شہر سرکپ کے مشرقی جانب واقع ہے۔ اس کی کرسی شمالاً جنوباً ۱۰۵ فٹ لمبی، اور شرقاً غرباً ۶۴ فٹ چوڑی ہے یہ ستوپہ تیسری یا چوتھی صدی عیسوی کا بنا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ ایک چھوٹا سا ستوپہ اس ستوپے کے اندر سے بھی برآمد ہوا ہے۔

ستوپہ کنال کے نزدیک ایک خانقاہ بھی ہے۔ اس کی دیواریں جو ۱۳-۱۴ فٹ بلند تھیں اب بھی کہیں کہیں باقی ہیں۔ یہ خانقاہ قریباً دو سو فٹ لمبی اور ڈیڑہ سو فٹ چوڑی ہے۔ چاروں طرف برآمدے اور حجرے بنے ہوئے ہیں۔

شہر سرکپ

شہر سرکپ کے کھنڈروں سے تمام شہر کا پُورا پُورا نقشہ ظاہر ہوتا ہے۔ مکانات، بازار، دکانیں، گلیاں، چوک، شاہی محل، چھوٹے چھوٹے ستوپے، مندر، یونیورسٹی کی عمارات، تمام کی تمام نمودار ہوچکی ہیں

برآمدشدہ اشیاء

اس شہر کی کھدائی سے ایک کثیر تعداد مختلف اشیاء کی برآمد ہوئی ہے۔ جن کا صرف اجمالی ذکر کیا جاسکتا ہے:

مٹی کے مختلف برتن۔ پانی پینے کے پیالے۔ بڑے بڑے گھڑے۔ پختہ مٹی کی چھوٹی چھوٹی مورتیں۔ کھلونے۔ سادہ اور نقش دار طشتریاں۔ آہنی برتن، پھاوڑے۔ کرسیاں۔ تپائیاں۔ گھوڑوں کی لگامیں۔ کنجیاں۔ تلواریں۔ تیر۔ کانسی اور تانبے کے برتن۔ عطر دان۔ کئی ہزار سکے۔ سونے چاندی کے زیور... مثلاً طلائی کنگنوں کی جوڑیاں۔ طلائی بالیوں کا ایک جوڑا۔ طلائی جھمکے طلائی جھومر۔ سونے کی انگشتریاں۔ طلائی زنجیریں۔ طلائی ہار۔ طلائی تعویذ طلائی آویزے جن میں یاقوت کے نگینے لگے ہوئے ہیں۔ طلائی سکے۔ طلائی تمغے۔ عقیق۔ یاقوت اور شیشے کے نگینے۔ مختلف سکے اور سکے ڈھالنے کے سانچے وغیرہ وغیرہ۔

بہت سی چیزیں جو اُسوقت کی تہذیب، تعلیم، تاریخ، اور تمدن پر روشنی ڈالتی ہیں۔ دستیاب ہوچکی ہیں۔

جنڈیال کے ٹیلے

شہر سرکپ کے شمال کی جانب کچا کوٹ سے گزر کر جنڈیال کے دو اونچے اونچے ٹیلے ہیں ان میں سے ایک ٹیلے کی کھدائی سے ایک مندر کے کھنڈر... برآمد ہوئے ہیں۔ یہ مندر ایک مصنوعی ٹیلے پر جو سطح زمین سے ۲۵ فٹ بلند ہے تعمیر کیا گیا تھا۔ اس مندر کا طول ۱۵۸ فٹ ہے۔ اب تک یقین سے معلوم نہیں ہوسکا کہ یہ مندر کس مذہب کا ہے؟ البتہ یہ ظاہر ہے کہ تورانی یا پارتھیائی عہد میں جب ٹکسلا میں زرتشتیوں کا زور تھا، تعمیر ہوا تھا۔

دوسرا ٹیلہ پہلے ٹیلے سے ذرا پچھم کی طرف ہے۔ اس ٹیلے پر بھی ایک بہت بڑی عمارت کے کھنڈر... موجود ہیں انہی ٹیلوں کے قریب دو اور چھوٹے ٹیلے بھی ہیں۔ ان میں سے ایک کے اندر سے ایک ستوپہ برآمد ہوا ہے اور دوسرے سے ایک ستوپہ کے آثار۔

شہر سرسکھ

سرکپ والے مندر سے قریب ڈیڑہ میل خانپور کی طرف شہر سرسکھ کے کھنڈرات ہیں۔ یہ شہر ٹکسلا کا سب سے آخری اور جدید شہر ہے۔ غالباً راجہ کنشک نے آباد کیا تھا۔ شہر کی فصیل ساڑھے اٹھارہ فٹ موٹی ہے۔ اور فصیل کے باہر برج ہیں۔ سرسکھ کا عام نقشہ قریب قریب مستطیل ہے۔ یہاں سے چند تانبے کے سکے

آثار عتیقہ

ٹیکسلا

ہندوستان قدیم کا ایک مکمل منظر زمین کے نیچے!

دنیا کے ایک عظیم تمدن کی سرگزشت اطلال و آثار کی زبانی!

پیروان بدھ کے شہر، دار العلوم، خانقاہیں!

(از جناب میر ولی اللہ صاحب وکیل ایبٹ آباد)

راولپنڈی کے قریب ایک قدیم شہر کے جو آثار برآمد ہوئے ہیں، اور جن کا ذکر "ٹکسلا یونیورسٹی" کے نام سے تمام دنیا کے اخبارات میں ہو چکا ہے، موجودہ عہد میں علم الآثار کا نہایت قیمتی سرمایہ ہے۔ سب سے بڑی خصوصیت اس اثر کی یہ ہے کہ یہ ایک پرانی آبادی کا مکمل نقشہ دنیا کے سامنے نمایاں کر دیتا ہے۔ پورا شہر، شہر کی تقسیم، اس کے محلے، اس کی سڑکیں، اس کی عمارتیں، اس کے دینی و علمی حلقے، سب اس طرح سامنے آجاتے ہیں، گویا حوادث و ایام کے قلم نے پرانے کھنڈروں اور افتادہ دیواروں کی سیاہی سے صفحۂ ارض پر ایک پورا نقشہ کھینچ دیا ہے:

تلک آثارنا تدل علینا فاسئلوا حالنا عن الآثار

کسی پرانے تمدن کا اتنا مرتب، مکمل، اور یکجا اثر بہت کم میسر آیا ہے۔

اس انکشاف کے جستہ جستہ حالات اگرچہ شائع ہو چکے ہیں لیکن اسوقت تک پوری شرح و تفصیل کے ساتھ کوئی نظر نہیں ڈالی گئی تھی۔ امید ہے میر ولی اللہ صاحب کی مندرجۂ ذیل تحریر دلچسپی کے ساتھ پڑھی جائے گی۔ ہم کسی آئندہ اشاعت میں ٹکسلا کے ضروری نقوش و تصاویر بھی شائع کرینگے۔

جغرافیائی محل

راولپنڈی کے شمال مغرب میں بیس میل کے فاصلہ پر، ٹکسلا ریلوے سٹیشن کے شمال مشرق، ایک قطعۂ زمین ہے۔ یہاں آج سے چند سال پہلے صرف بے رونق زمین، اونچے اونچے ٹیلے، اور چھوٹی چھوٹی خشک پہاڑیاں تھیں، اور اب کچھ عرصہ سے زمین سے نکلے ہوئے مکانوں، خانقاہوں، مندروں کے کھنڈر .. دکھائی دیتے ہیں۔ لیکن آج سے ڈیڑھ دو ہزار برس پہلے اسی قطعہ میں عظیم الشان شہر آباد تھے۔ ایسے شہر جن کی دولت و شوکت اور علمی کارناموں کو یونان اور ایران کی شاندار سلطنتیں بھی حیرت و رشک کی نگاہوں سے دیکھا کرتی تھیں!

یہ علاقہ ایک شاداب وادی میں واقع ہے جو دریائے ہرو اور اس کے دو معاونوں لنڈی اور تمراہ سے سیراب ہوتی ہے۔ اس علاقہ کی حفاظت کے لئے قدرت نے ایک طرف مارگلہ اور دوسری طرف مری اور ہزارہ کے پہاڑوں سے ایک قطعہ بنا دیا ہے۔ یہی دریا اور پہاڑ زمانہ قدیم میں ٹکسلا کی آبادی اور رونق کا باعث تھے۔ چونکہ یہ علاقہ ہندوستان اور وسط ایشیا کی شاہراہ پر واقع ہے۔ اس لئے ہندوستان کی پرانی تاریخ میں اس علاقہ کو ایک خاص اہمیت حاصل رہی ہے۔ انگریزوں سے پہلے ہندوستان پر جتنی بیرونی قومیں حملہ آور ہوئیں، سب کی سب اسی راستہ سے داخل ہوئی تھیں۔ اور اسی وجہ سے اس علاقہ پر یکے بعد دیگرے کئی قومیں تھوڑے تھوڑے عرصہ تک حکمراں بھی رہی ہیں۔

انکشاف

چین کا مشہور سیاح ہوان چوانگ ساتویں صدی عیسوی میں یاترا کی غرض سے ہندوستان آیا تھا۔ اس کے سفرنامہ کی ان یادداشتوں نے جو ٹکسلا کے متعلق تھیں، غالباً سب سے پہلے آثار قدیمہ کے ماہرین کی توجہ اس طرف مبذول کی۔ ایک مدت سے گرد و نواح کے زمینداروں کو اس علاقہ میں پرانے سکے اور دیگر آثار ملتے رہتے تھے اور علم الآثار کے بعض انگریز شائقین بھی یہاں سے کچھ نہ کچھ ڈھونڈھ نکالتے تھے۔ لیکن آثار کے ان بیش بہا دفینوں کی باقاعدہ اور منظم کھدائی چند سال ہوئے سر جان مارشل سی، آئی، ای، ڈائرکٹر جنرل محکمہ آثار قدیمۂ ہند نے شروع کی اس کا نتیجہ ہے کہ آج ہمارے سامنے تین شہروں کے قریب قریب مکمل کھنڈر اور مختلف قوموں کے بے شمار سکے، زیور، برتن، اور بتوں کا ایک عدیم المثال عجائب خانہ موجود ہے!

ریلوے سٹیشن ٹکسلا کا نام پہلے "سرائے کالا" تھا۔ اب چند چند سال سے اسے ٹکسلا کہتے ہیں۔ سٹیشن کے قریب جو گاؤں آباد ہے۔ اس کا نام سرائے کالا یا "ڈھیری شاہان" ہے۔ ممکن ہے یہ نام شاہان قدیم کے بسائے ہوئے شہروں کے ان کھنڈروں کی وجہ سے پڑ گیا ہو جو اس علاقہ میں بکثرت موجود ہیں۔

تین شہر

اب تک تین چار میل کے فاصلہ کے اندر تین پرانے شہروں کے کھنڈر .. مل چکے ہیں۔ ان میں سب سے پرانے شہر کا نام "بھڑ" ہے۔ اس شہر کے کھنڈر سرائے کالا حویلیان ریلوے لائن اور تمرا نالہ کے درمیان واقع ہیں۔ اس شہر کی لمبائی شمالاً جنوباً ۱۲۱۰ گز اور چوڑائی شرقاً غرباً ۲۰۰ گز ہے۔ یہ شہر یونانیوں کے آنے سے کئی سو سال پہلے آباد ہوا تھا۔

دوسرا شہر "سرکپ" ہے اس کی فصیل اب تک موجود ہے فصیل کا محیط ۶ ہزار گز اور موٹائی ۱۵ بیس فٹ ہے۔ فصیل کے بیرونی جانب تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر حفاظت کے لئے برج بھی بنے ہوئے ہیں۔ یہ شہر غالباً دوسری صدی عیسوی میں آباد ہوا تھا۔

ٹکسلا کا تیسرا شہر "سرسکھ" ہے۔ معلوم ہوتا ہے یہ شہر شاہان کشان (غالباً راجہ کنشک) کا آباد کیا ہوا ہے۔ فصیل کا دور قریباً تین میل ہے اور دیوار ۱۸ فٹ موٹی ہے۔ فصیل کے باہر ۹۰-۹۰ فٹ کے فاصلہ پر برج بھی بنے ہوئے ہیں۔ "سرسکھ" کی فصیل کے اندر آجکل تین چھوٹے چھوٹے گاؤں میر پور، ٹوپکیاں اور پنڈ گاکڑا آباد ہیں۔

ان شہروں کے علاوہ بدھ مذہب والوں کے بنائے ہوئے ستوپوں، خانقاہوں، اور دیگر قدیم عمارات کے آثار بھی بکثرت پائے جاتے ہیں جن کا ذکر آگے آئیگا۔

تاریخی حالات

اس شہر کا اصلی نام "ٹکسلا" یا "تکھ شلا" تھا۔ یونانی مورخین نے اسے "ٹکسلا" لکھا ہے۔ شہر کی قدامت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ مہابھارت میں اس کا ذکر موجود ہے۔ معلوم ہوتا ہے پانچویں صدی قبل مسیح میں یہ علاقہ سلطنت ایران کا ایک حصہ تھا۔ اس کی تصدیق ان کتبوں سے ہوتی ہے جو نقش رستم میں دارا کی قبر اور خود ٹکسلا میں بھی ملے ہیں۔ بدھ مذہب کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ٹکسلا میں ایک بہت بڑی یونیورسٹی تھی جو علوم و فنون کی تعلیم و تحقیق کے لئے دنیا بھر میں مشہور تھی۔

سکندر اعظم کا حملہ

چوتھی صدی قبل مسیح کے اواخر میں سکندر اعظم نے پنجاب پر حملہ کیا۔ ٹکسلا کی سلطنت اسوقت دریائے اٹک سے دریائے جہلم تک پھیلی ہوئی تھی یہ بغیر کسی لڑائی کے سکندر اعظم کے حوالے کر دی گئی۔ جب سکندر نے راجہ پورس پر حملہ کیا۔ تو راجہ آمبھی والی ٹکسلا نے فوج سے سکندر کی امداد کی۔ اس کے صلہ میں سکندر نے راجہ کو نہ صرف سلطنت ٹکسلا ہی پر بحال رہنے دیا۔ بلکہ اپنے مفتوحہ علاقے کا ایک حصہ بھی دے دیا۔ ۳۲۳ قبل مسیح میں سکندر اعظم کی وفات کے بعد راجہ چندر گپت نے یونانی فوجوں کو دریائے اٹک کے پار ہٹا دیا اور پنجاب اور ٹکسلا کی تمام ریاستیں اس کے تصرف میں آگئیں۔ چندر گپت کی حکومت کی سخت گیری سے تنگ آکر ٹکسلا نے خود مختاری کے لئے جد و جہد کی اور بالآخر موریا حکومت کی ماتحتی سے آزاد ہو گیا۔ لیکن تھوڑے عرصہ کے بعد راجہ کا ولی عہد شہزادہ اشوک آپہونچا۔ اور اس علاقہ کو دوبارہ فتح کر کے ٹکسلا میں بہ حیثیت نائب السلطنت کے متمکن ہو گیا۔ تیسری صدی قبل مسیح کے آخری سالوں میں راجہ اشوک کی وفات پر سلطنت موریا کا شیرازہ پھر پریشان ہونا شروع ہو گیا۔ چنانچہ ٹکسلا بھی سلطنت کے دوسرے صوبوں کی طرح خود مختار ہو گیا، اور اس کی آزادانہ حکمرانیوں کا تیسرا دور شروع ہوا۔

دوسرا یونانی دور

یونانی حملہ آوروں کی ایک جماعت جو سکندر اعظم کے ساتھ آئی تھی، باختر میں آباد ہو گئی تھی۔ یہ نو آباد جماعت اور اس کی

برید فرنگ

مکتوب فرانس

(الہلال کے مقالہ نگار پیرس کے قلم سے)

شیخ سنوسی۔ اور آمریکہ کی ناکامیاب ہوائی مہم

شیخ سنوسی

اس ہفتہ اخبار " طان " نے اپنے ایک نامہ نگار کا نہایت دلچسپ مضمون شایع کیا ہے۔ یہ نامہ نگار ملک عسیر (یمن) گیا تھا اور مشہور مجاہد طرابلس السید احمد الشریف یعنی شیخ سنوسی سے ملاقات حاصل کی تھی۔ یہ مضمون دراصل اسی ملاقات کے متعلق ہے ذیل میں اُس کے اہم حصے ملاحظہ ہوں:

شیخ سنوسی کی شخصیت

شیخ سنوسی بھی اُن لوگوں میں سے ہیں جو کچھ مدت پہلے صاحب اختیار و قوت تھے۔ اُن کا نام دول یورپ کے دلوں پر رعب طاری کر دیتا تھا۔ اُن کی شخصیت تمام دنیا میں خاص اہمیت رکھتی تھی لیکن جس طرح جنگ عظیم نے بڑے بڑے بادشاہوں کے تاج اُن کے سروں سے اُتار پھینکے، اُسی طرح صحراء کے اس درویش بادشاہ کو بھی اُس کی حکومت سے محروم کر دیا۔ آج یہ اولوالعزم انسان جلاوطنی کی زندگی بسر کر رہا ہے۔ لیکن اسیر بھی اُس کی شخصیت اب بھی اُتنی ہی وزنی ہے جتنی کبھی تھی، بلکہ وہ معزول فرمانرواؤں میں اسوقت سب سے زیادہ با اثر، معزز، اور طاقتور ہے۔ یہ اس لئے کہ اُس کی بادشاہی صرف گوشت و پوست کے پتلوں پر قائم نہ تھی کہ اُن کے ٹوٹتے ہی وہ بے قدر و قیمت ہو جاتا۔ اُسکی حکومت جسموں کے ساتھ ساتھ دلوں اور روحوں پر بھی قائم تھی۔ وہ اب بھی قائم ہے اور کوئی انسانی قوت اُسے زائل نہیں کر سکتی۔

شیخ سنوسی آجکل عسیر میں موجود ہیں عسیر سے اُنکے دیرینہ خاندانی تعلقات ہیں۔ شیخ سنوسی کے دادا سید محمد سنوسی، سید احمد ادریسی کے شاگرد اور مُرید تھے اور انہی کے حکم سے طرابلس گئے تھے اس رشتہ کی وجہ سے شیخ سنوسی کا عسیر میں بہت اثر ہے۔ بلکہ کہا جاسکتا ہے کہ اسوقت عسیر کی حکومت شیخ سنوسی ہی کے ہاتھ میں ہے عسیر میں آکر اُنھوں نے دو کام بہت اہم کئے۔ ایک یہ کہ امیر علی ادریسی کو معزول کر دیا جو ایک ناسمجھ نوجوان تھا اور اُس کی جگہ اُس کے چچا امیر حسن ادریسی کو حاکم بنا دیا جو مدبر اور دانشمند آدمی ہے۔ دوسرا کام یہ کیا کہ نجد و عسیر میں معاہدہ کرا کے عسیر کو یورپین اقتدار سے بچا لیا۔

عسیر کے قلعہ میں

شیخ سنوسی سے مجھے قلعہ میں شرف ملاقات حاصل ہوا۔ رات کا وقت تھا۔ دو غلام ہمارے سامنے روشن موم بتیاں لئے چل رہے تھے اور پیچھے دس بارہ سپاہی ننگی تلواریں لئے ساتھ تھے۔ پھاٹک پر ہم ایک لحہ رُکنے پر مجبور ہوئے کیونکہ ایک سنتری کو بچھو نے کاٹ لیا تھا۔

ہم صحن میں پہنچے۔ جا بجا نوکر چاکر لیٹے تھے۔ ہمیں دیکھ کر کھڑے ہو گئے۔ پھر ایک تنگ دروازے میں گھسے اور ایک دوسرے صحن میں پہنچے۔ یہ بالکل خالی تھا۔ ہم برابر ایک صحن سے دوسرے صحن میں پہنچتے رہے۔ یہاں تک کہ ایک مکعب شکل کی مختصر عمارت کے سامنے پہونچے۔ یہی شیخ سنوسی سے ملاقات کی جگہ ہے۔

شیخ سنوسی کا حلیہ

میں اندر داخل ہوا تو جلیل القدر شیخ کو اپنے انتظار میں پایا۔ موصوف کا قد درمیانہ، جسم لاغر، صورت مراکشی، رنگ گورا ناک بڑی اور خمیدہ، داڑھی ہلکی اور چھوٹی، مونچھیں لمبی اور پتلی۔ لباس مراکشی۔ اس حال میں وہ مجھ سے ملے۔ ملاقات کے وقت اُن کے اعصاب میں سخت ہیجان تھا اور نہایت غضبناک معلوم ہوتے تھے۔ میں قالین پر بیٹھ گیا۔ شیخ میرے سامنے تھے۔ وزیر نے میرا تعارف ان لفظوں میں کرایا " یہ بڑے شریف آدمی ہیں ان کی بات پر بھروسہ کیا جا سکتا ہے"

شیخ سنوسی کا جوش

شیخ نے بڑے ہی جوش سے تقریر شروع کر دی۔ اٹلی کا نام جب جب زبان پر آتا تھا تو دانت پیستے تھے " ہم سنوسی آزادی کیساتھ زندہ رہیں گے اور آزاد ہی مریں گے" شیخ نے قہر آلود آواز میں کہا " ہم موت کے آخری لمحہ تک یورپین ملک گیری سے لڑینگے بہت ممکن ہے آج ہم فتح حاصل نہ کر سکیں۔ لیکن میدان سیاست میں ہمیشہ اچھے موقعے آتے رہتے ہیں۔ عنقریب ہمارا موقعہ بھی آجائے گا "

آزادی کی قیمت

" بعض ایسی سلطنتیں بھی موجود ہیں جو ہم سے کہتی ہیں " اپنی تلوار نیام میں رکھ لو، ہم تمھیں اتنی اتنی دولت دیتے ہیں!" یہ وہ سلطنتیں ہیں جو علم و حکمت کی دعویدار ہیں۔ مگر وہ عربی علم النفس سے قطعاً جاہل ہیں۔ اگر وہ پہاڑ اُحد کے برابر بھی ہمیں سونا تول دیں، اور افریقہ کی پوری ریگ کو الماس و زمرد بنا دیں، جب بھی ہمارا یہی جواب ہوگا " نہیں!" آزادی، چاندی سونے اور ہیرے اور موتی سے بھی زیادہ قیمتی چیز ہے۔ وہ کسی قیمت پر بھی فروخت نہیں کی جاسکتی"

سنوسی طریقہ

یورپ میں شاید یہی سمجھا جاتا ہے کہ سنوسیت محض ایک بدوی درویشوں کا طریقہ ہے۔ یہ سمجھنے والوں کی غلطی ہے۔ ہماری ہر خانقاہ بیک وقت، مسجد، مسافر خانہ، مدرسہ اور فوجی بارک ہے۔ ہر خانقاہ کا شیخ بیک وقت، نماز کا امام، مدرسہ کا معلم، مجلس کا واعظ اور فوج کا سپہ سالار ہے۔ تمام صحراء افریقہ ہماری خانقاہوں سے لبریز ہے۔ تمام خانقاہیں صرف ایک مرکز کے تابع ہیں اور اس مرکز کا امام خود میں ہوں!

" ہماری تحریک صرف طرابلس ہی میں عام نہیں ہے بلکہ سوڈان مصر، حجاز اور یمن تک میں پھیلی ہوئی ہے۔ بلا شبہ ان ملکوں میں اُسنے سیاسی قوت اپنے ہاتھ میں نہیں لی ہے۔ لیکن جب ہم چاہیں ہزاروں مجاہد ان علاقوں سے حاصل کر سکتے ہیں۔"

اٹلی نے کیا حاصل کیا؟

" میری عدم موجودگی میں بھی طرابلس اور بنی غازی میں سنوسی اٹلی سے نبرد آزمائی کر رہے ہیں اور ہمیشہ یوں ہی کرتے رہیں گے۔ وہاں میرے چچا کا لڑکا میرا قائم مقام ہے اور ہرگز ذلت قبول نہیں کر سکتا۔ اتنی طویل اور خونریز جنگوں کے بعد بھی اٹلی سمندر سے کچھ زیادہ دُور تک نہ جا سکا۔ اندرون ملک پر اٹلی کا قبضہ محال ہے۔"

صحرائی جنت

" مصریوں کے ہاتھ سے " جغبوب" چھین کر اٹلی والے خوش ہو رہے ہیں کہ " اب ہم سنوسیوں کو مار لیں گے!" لیکن یہ بھی ان کی سخت غلطی ہے۔ جغبوب ہمارا ایک مقدس شہر ہے، صرف اسوجہ سے نہیں کہ وہاں محمد سنوسی (رح) کی قبر ہے بلکہ اس وجہ سے بھی کہ وہ ہمارا عقلی مرکز ہے۔ وہیں ہماری سب سے بڑی علمی جامعہ (یونیورسٹی) ہے ہم نے اس صحرائی خطہ کو جنت بنا دیا ہے۔ اس میں نہریں جاری کی ہیں اور پورا شہر آباد کر دیا ہے۔ جغبوب پر قبضہ، اٹلی کی ایک بہت بڑی سیاسی غلطی ہے۔ عنقریب اُسے اپنی اس حماقت کی سزا مل جائے گی۔ ہم اپنے اس متبرک شہر کو ہرگز اٹلی کے علم کے نیچے نہیں دیکھ سکتے۔ ہم اپنے خون سے اسے دوبارہ خرید لیں گے!"

طلیانی جنسیت

" ہم سے اٹلی کہتا ہے " ہماری جنسیت قبول کر لو" ہرگز نہیں! یہ ہمارا جواب ہے اور قیامت تک یہی جواب رہے گا۔ میں اپنی اور اپنے چچیرے بھائی اور تمام سنوسیوں کی طرف سے اعلان کرتا ہوں کہ اپنی گردنیں کٹوا دینا ہمارے لئے اس سے کہیں زیادہ آسان ہے کہ طلیانی (اٹالین) جنسیت کی طرف اپنے آپ کو منسوب کریں۔ میں صحراء کا باشندہ تھا۔ اب حکومت حجاز کی رعیت ہوں۔ اگر حالات مجھے اس جنسیت کی محافظت نہ کرنے دیں تو میں مصری ہونا پسند کروں گا۔ میں مصریوں سے محبت کرتا ہوں۔ میں مصریوں کا شکر گزار ہوں۔ میں زندگی بھر اُن کا احسان مند رہوں گا۔ کیونکہ اُنھوں نے اپنے طرابلسی بھائیوں کی بڑی مدد کی تھی اور جغبوب کی بڑی شجاعت سے مدافعت کی تھی۔ وہ جغبوب جو سلطان عبدالمجید نے ہمیں مصری وقف سے بخش دیا تھا"

اسلامی روح

شیخ سنوسی بڑے غصہ، جوش، اور تلخی سے تقریر کر رہے تھے۔ اچانک وہ چپ ہو گئے۔ شاید سستانے لگے۔ پھر اُنھوں نے مجھ سے کہا:

" جب تم یورپ پہنچنا تو اٹلی والوں سے کہدینا کہ اُنھوں نے اب تک اسلامی روح نہیں سمجھی ہے۔ اگر سمجھی ہوتی تو ہرگز یہ خیال نہ کرتے کہ جغبوب پر قبضہ کر کے وہ ہمیں زیر کر لیں گے۔ بہت سی سلطنتیں جو آج بڑی ہیں کل چھوٹی ہو جائیں گی۔ جرمنی اور روس کو دیکھو

ہاتھی دانت کا بنا ہوا ایک آئینے کا دستہ، اور شاہنشاہ اکبر کے زمانے کے کچھ پیسے برآمد ہوئے ہیں۔

لال چک کے آثار

سرسکھ کے شمال مشرق میں ڈیرہ سو گز کے فاصلہ پر چار چھوٹے چھوٹے ٹیلے تھے جنھیں آجکل لال چک کہتے ہیں۔ ان ٹیلوں کے نیچے سے بدھ مذہب والوں کی ایک آبادی کے آثار نکلے ہیں۔ ان میں ستوپے، مندر، اور خانقاہیں ہیں۔ یہ غالباً چوتھی صدی عیسوی کی تعمیرات ہیں۔ ان کھنڈروں سے عہد اقتالی کے کئی نقرئی سکے بھی برآمد ہوئے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ عمارتیں چھٹی یا ساتویں صدی عیسوی سے پہلے جلکر پیوند زمین ہوگئیں۔ ایک ستوپے کی اندرونی بھرتی سے مختلف زمانوں اور مختلف بادشاہوں کے ایک سو چالیس سکے دستیاب ہوئے ہیں۔ ایک اور چھوٹے ستوپے کی بنیادی چنائی میں سے سونے، یاقوت، لعل، یشب، اور سیپ کے تیس منکے ملے ہیں۔ لیکن یادگاری ہڈی کا کوئی نشان باقی نہیں رہا ہے۔

بادل پور کا ستوپہ

بادل پور کا ستوپہ جو موضع بھیرہ کے قریب واقع ہے، دستبرد زمانہ کا زیادہ شکار رہا۔ کرسی کے سوا اس کے آثار بہت کم باقی ہیں۔ اس ستوپے کے مشرق کی طرف ایک وسیع خانقاہ کے بھی کھنڈر ہیں جو سکے یہاں سے برآمد ہوئے ہیں، وہ تمام کنشک ہوشک، اور واسودیو (یعنی شاہان کشان) کے عہد کے ہیں۔ یہ غالباً تیسری صدی عیسوی کی تعمیر ہے۔

مصوّر دیواریں

بدھ عمارات کے وہ سلسلے جو موہڑہ مرادو اور جولیان کے نزدیک واقع ہیں، نہایت محفوظ حالت میں برآمد ہوئے ہیں۔ یہاں بعض ستوپے ایسے ہیں جن کی تمام سطح پر تصویریں ہی تصویریں بنی ہوئی ہیں۔ ان ستوپوں کے ساتھ خانقاہیں بھی ہیں۔ کچھ عرصہ پہلے بعض پرانے کنوؤں کے کھنڈر... بھی نظر آتے تھے۔ جواب بھر چکے ہیں اور ان پر کاشت ہوتی ہے۔ خانقاہوں میں چاروں طرف حجرے تھے۔ ایک گوشہ میں غسل خانہ، مجلس خانہ، باورچی خانہ، نعمت خانہ، اور انبار خانہ تھا۔ ان مقامات پر بدھ کی حالت استغراق کی کئی مورتیاں ہیں۔

ٹکسلا کی آتشزدگی

جس آگ سے یہ عمارات تباہ ہوئیں وہ پانچویں صدی عیسوی سے پہلے کی نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ ان حجروں میں سے ایک یاقوت کی جلی ہوئی مُہر برآمد ہوئی ہے جسپر عہد گپتا کے براہمی خط میں یہ الفاظ کندہ ہیں "سری کلیشورا داسی"، اسی عہد کی ایک اور تحریر بھوج پتر پر لکھی ہوئی بھی ملی ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آتش زدگی کا حادثہ عہد گپتا سے پیشتر کا نہیں ہوسکتا، اور اس کا زمانہ پانچویں صدی عیسوی کا زمانہ ہے۔ یہاں سے ساسانی کشانی نمونے کے چند کھوٹے سکے، آہنی میخیں، قبضے، تانبے کے زیور، اور مٹی کی مورتیں بھی دستیاب ہوئی ہیں۔

ایک زیرتنقیب حصہ

بھلّر ستوپہ کے قریب بدھ مذہب کی یادگاروں کا ایک اور سلسلہ بھی زیرتنقیب (کھدائی) ہے۔ یہ سلسلہ سرائے کالا حویلیان ریلوے لائن کے قریب، سرائے کالا سے ۵ میل اور دریائے ہرو سے نصف میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ ہوان چوانگ کا بیان ہے کہ بھلّر ستوپہ شاہنشاہ اشوک نے اس مقام پر بنایا تھا، جہاں مہاتما بدھ نے اپنے سابق جنم میں اپنا سر قربان کیا تھا۔ اسوقت اُس ستوپے کا کوئی نشان باقی نہیں کیونکہ جو ستوپہ موجود ہے وہ تیسری یا چوتھی صدی عیسوی سے پہلے کا نہیں ہوسکتا۔ ستوپے کے سامنے ایک وسیع صحن ہے اور چاروں طرف کمروں اور ایک خانقاہ کے آثار ہیں۔

شہر "بھڑ"

شہر بھڑ جو ٹکسلا کا سب سے قدیمی شہر ہے، موضع بھڑ درگاہی کے پاس ہے۔ یہاں سے مٹی کے برتن، مٹی کی مورتیں، چاندی کے کھوٹے سکے، طلائی زیورات (چوڑی اور آویزہ وغیرہ) موتی نیلم، یاقوت، مونگے، اور دیگر قیمتی پتھروں کے منکے، ایک تنگ و تاریک کنواں، اور اس کنویں سے خالی مٹکے ایک دوسرے کے اوپر رکھے ہوئے، برآمد ہوئے ہیں۔ بعض اندرونی شہادتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ زیور.. تیسری صدی قبل مسیح میں یہاں رکھے گئے تھے۔

اگر آپ کو

دمہ

(ضیق النفس)

یا

کسی طرح کی بھی معمولی کھانسی کی
شکایت ہو، تو تأمل نہ کیجئے۔ اپنے
سے قریب دوا فروش کی دکان
سے فوراً ایک ٹین
HIMROD
کی مشہور عالم دوا کا منگوا کر
استعمال کیجئے!

کیا آپ کو معلوم نہیں

کہ

اسوقت دنیا میں بہترین فاؤنٹین قلم
امریکن کارخانہ "شیفر"
کا
"لائف ٹائم" قلم ہے؟

(۱) اتنا سادہ اور سہل کہ کوئی حصہ نزاکت یا پیچیدہ ہونے کی وجہ سے خراب نہیں ہوسکتا
(۲) اتنا مضبوط کہ یقیناً وہ آپ کو آپکی زندگی بھر کام دے سکتا ہے۔
(۳) اتنا خوبصورت، سبز، سرخ اور سنہری بیل بوٹوں سے مزین کہ اتنا خوبصورت قلم دنیا میں کوئی نہیں

کم از کم تجربہ کیجئے

یاد رکھئے
جب آپ کسی دکان سے قلم لیں تو
آپ کو "شیفر" کا
"لائف ٹائم"
لینا چاہئے!

مقالہ

اسلام اور نیشنلزم

۳

عصبیت نسل و وطن

گذشتہ مجلس میں ہم اس حد تک پہنچ چکے ہیں کہ اسلام کی دعوت "انسانیت" اور "انسانی برادری" کی دعوت تھی۔ اس لئے اُس کا رجحان ان تمام تعصبات کے خلاف تھا جو نسل و وطن کے امتیازات سے پیدا ہو گئے تھے۔ اب ضروری ہے کہ مختصراً عصبیت نسل و وطن کی بھی تشریح کر دی جائے۔ تاکہ واضح ہو جائے کہ اسلام کی روح جس چیز کی مخالف ہے، وہ صاف اور معین صورت میں کیا ہے؟

دو چیزیں ہیں: ایک نسل و وطن کا تحفظ ہے۔ ایک نسل و وطن کا تعصب ہے۔ اسلام کی روح تعصب کی مخالف ہے۔ تحفظ کی مخالف نہیں ہے۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ جب کبھی کوئی اس طرح کا دائرہ بنتا ہے، تو گو اس کی ابتدا تحفظ کے جذبات سے ہوتی ہے، لیکن آگے چلکر تحفظ تعصب کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ پہلے انسانوں کی ایک جماعت وطنیۃ اور قومیت کا دائرہ اس لئے کھینچتی ہے تاکہ اُس کے اندر رہکر دوسروں کے حملوں سے اپنی حفاظت کرے، یہ قومیت "دفاعی قومیت" ہوتی ہے لیکن جب کچھ عرصہ تک یہ دائرہ قائم رہتا ہے تو پھر قومی حفاظت کی جگہ قومی برتری اور وطنی گھمنڈ کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے، اور "دفاعی قومیت" اچانک "ہجومی قومیت" کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ اب قومیت اپنا بچاؤ ہی نہیں چاہتی۔ دوسروں پر حملہ بھی کرنا چاہتی ہے ساتھ ہی نسلی اور قومی برتری کا نشہ دوسرے انسانوں سے علیحدگی اور ان کی تحقیر و تذلیل کے جذبات بھی برانگیختہ کر دیتا ہے۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ مختلف قومی حلقوں میں باہمدگر تصادم شروع ہو جاتا ہے، اور انسانیت کے تمام اعلیٰ جذبات افسردہ ہو کر رہجاتے ہیں۔

اس صورت حال کا علاج صرف یہی تھا کہ حتی الامکان تنگ دائروں کا قیام ہی روک دیا جائے۔ جب کبھی کوئی تنگ دائرہ بنے گا، تو چونکہ یہ حقیقی انسانی دائرہ کی وسعت میں قطع و برید ہوگی، اس لئے ضروری ہے کہ وسعت نظر و احساس کی جگہ تنگی نظر و ضیق صدر کی بنیادیں پڑ جائیں۔ اسلام نے اسی لئے ان تمام تنگ دائروں کی ہمت افزائی کرنے سے انکار کر دیا، لیکن افسوس ہے کہ دنیا ابھی اتنی بلند نہیں ہوئی تھی کہ اس وسعت نظر کی متحمل ہو سکتی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اسلام کا ایک ایسا دائرہ تو بن گیا جو تمام پچھلے دائروں سے زیادہ وسیع ہے لیکن نوع انسانی کی حدبندیاں نہ ٹوٹ سکیں!

وطنی و نسلی عصبیت کی اگر تحلیل کی جائے تو تین چیزیں ایسی نکلیں گی جنھیں خاص خاص لفظوں میں تعبیر کر کے بتلایا جا سکتا ہے کہ اس عصبیت کے عناصر کیا کیا ہیں:

(۱) جماعتی تنگ نظری۔

"جماعتی تنگ نظری" سے مقصود یہ ہے کہ جب انسانوں کا کوئی گروہ دوسروں سے الگ ہو کر ایک چھوٹے سے دائرہ کے اندر محصور ہو جاتا ہے، تو اس کا دل تنگ، نظر محدود، اور ظرف کوتاہ ہو جاتا ہے اُس کی ذہنیت ایک محدود گوشے کے اندر سکڑ کے رہجاتی ہے۔ اُس کا جماعتی دماغ نظر کی وسعت، حوصلہ کی فراخی، اور ارادوں کی بلندی پیدا نہیں کر سکتا۔ زندگی اور زندگی کے ہر گوشہ میں پیمانۂ فکر وسعت سے نا آشنا ہو جاتا ہے۔ انسانی ہمدردی کے جذبات بھی نہایت تنگ اور محدود ہو جاتے ہیں۔ وہ صرف اپنے گرد اور تنگ گوشے ہی کو دیکھتا رہتا ہے۔ اُس سے باہر کا کوئی اثر قبول نہیں کر سکتا۔ وہ انسان ہونے پر بھی نوع انسانی سے الگ بننا چاہتا ہے۔ اُس میں اور انسانیت میں ایک نا قابل عبور دیوار کھنچ جاتی ہے!

جماعتی مزاج کی اس حالت کا اندازہ کرنے کے لئے سب سے زیادہ واضح مثال ہندوستان کی ذاتوں کا نظام (کاسٹ سسٹم) ہے۔ یہ دنیا کے اُس عہد کی سب سے زیادہ طاقتور اور دیرپا یادگار ہے جب اُس کے قدم "قبیلہ" کی منزل میں جم چکے تھے۔ "قبیلہ" کی حدبندی کو منو نے ذات کی تقسیم میں منقسم کر دیا، اور جماعتی حدبندی کی حفاظت کے لئے اُنکے الگ الگ کام اور پیشے قرار دے دیئے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ رفتہ رفتہ "انسانیت" کے تمام اعلیٰ جذبات فنا ہو گئے، اور حلقہ بندی کی ساری تنگ نظریاں اپنی انتہائی حالت میں پیدا ہو گئیں۔ اب دنیا منو کے عہد سے ہزاروں برس آگے بڑھ چکی ہے لیکن ہندوستان اب بھی طیار نہیں ہے کہ ان حدبندیوں کی سرحد عبور کر کے انسانیت کی وسعت کی طرف قدم اُٹھائے!

(۲) نسلی اور وطنی غرور و کبر۔

دوسری چیز نسلی اور وطنی بڑائی کا گھمنڈ ہے اور اس سے بڑھکر انسانیت اور انسانی حقوق کے لئے کوئی جذبہ مہلک نہیں یہ اعتقاد اور عمل کے تمام گوشے پامال کر دیتا ہے۔ انسانیت، عمل، استعداد، اور حق کی جگہ ایک غیر طبعی معیار فضیلت، یعنے نسل اور وطن کا معیار قائم ہو جاتا ہے۔ اس کے قدیم نمونے عرب جاہلیت کے غرور نسب اور ہندوستان کے برہمنوں کے نسلی گھمنڈ میں دیکھے جا سکتے ہیں۔ نئے نمونے یورپ کی قومیتوں اور جنسیتوں کی شکل میں دنیا کے سامنے ہیں۔ علم، استعداد اور مساوات کی اس سب سے بڑی صدی میں بھی ایک انگریز سب سے پہلے انگریز ہونے کو اور ایک امریکن سب سے پہلے امریکن ہونے پر نظر رکھتا ہے!

البتہ یاد رہے کہ "غرور" اور "خودداری" میں فرق ہے۔ جماعت اور فرد دونوں کے لئے مذموم غرور و کبر ہے۔ خودداری نہیں ہے۔

(۳) جماعتی برتری کا غلو۔

تیسری چیز وہ ہے جسے "جماعتی برتری کے غلو" سے تعبیر کرنا چاہئے۔ جب ایک دائرہ وطنیۃ اور قومیت کا بن جاتا ہے، تو آہستہ آہستہ اسمیں قومی برتری کے جذبات نشو و نما پانے لگتے ہیں ایک خاص حد تک تو اُن میں غلو نہیں ہوتا، لیکن جب اُس حد سے متجاوز ہو جاتے ہیں، تو پھر قومی گھمنڈ اور کبریائی کا ایک جنون ہوتا ہے جس کے نشہ سے قوم کا ہر فرد متوالا ہو جاتا ہے۔ وہ چاہتا ہے نوع انسانی کا ہر فرد اسکی قومی برتری کے سامنے سر بسجود ہو جائے اور زمین کا ہر ٹکڑہ اس کے قدموں سے پامال ہو۔ اُسکی حرص غیر محدود اور اس کے قومی مطامع لامتناہی ہوتے ہیں۔ رومیوں نے ساری دنیا کو دو قسموں میں بانٹ دیا تھا: حاکم اور محکوم۔ وہ صرف اپنے کو حاکم قوم سمجھتے۔ باقی ساری دنیا محکومیت کے لئے تھی۔ نپولین کی پے در پے لڑائیوں نے فرانس کی آبادیاں جوان مردوں سے خالی کر دیں۔ اُس کی عالمگیر اولوالعزمیوں کی وجہ سے تمام یورپ فرانس کا دشمن ہو گیا۔ تاہم نپولین جو جماعتی دماغ کے بھیدوں کا سب سے بڑا نباض تھا، جب کبھی عوام کے سامنے آتا اور نعرہ لگاتا "فرانس کی عظمت، فرانس کا جھنڈا، فرانس کے جھنڈے کے تین رنگ" تو فرانس اپنی ساری بربادیاں اور خونریزیاں بھول جاتا اور وطنیۃ کے جنون سے بیخود ہو کر پکارنے لگتا "زندہ باد فرانس" اتنا ہی نہیں بلکہ قومی اور وطنی گھمنڈ کے اس نشہ میں وہ یہ بھی بھول جاتا کہ جس شاہی استبداد سے نجات پانے کے لئے اُسنے ہزاروں فرانسیسوں کے سر گلوٹین کی چھری سے جدا کر دیئے تھے: وہی استبداد آج نپولین کی شخصیت میں ایک درجہ اور شدید ہو کر موجود ہو گیا ہے، اور شاہی کی جگہ "شہنشاہی" اُس پر مسلط ہے۔ وہ دیوانہ وار پکارتا "زندہ باد شہنشاہ"!

قیصر اور برن ہارڈی نے جرمنی کو "حاکم قومیت" اور "محکوم دنیا" کا جو جام پلایا تھا، اُس کی سیہ مستیاں بھی دنیا دیکھ چکی ہے۔ "دنیا میں سب سے بڑی قوم جرمن کو ہونا چاہئے یا برطانیہ کو؟" اس سوال نے ۵ برس تک تمام کرہ ارضی کو خون اور آگ کے حوالے کر دیا۔ آج "برطانی شہنشاہیت" کا بے پناہ جذبہ دنیا کی کسی قوم کو سر اُٹھانے نہیں دیتا۔ سب کو پامال اور سر بسجود دیکھنا چاہتا ہے۔ یہ کیا چیز ہے؟ یہ بھی یہی قومی برتری کا غلو اور جنون ہے۔ "قومیت" کا وہی حلقہ جو کبھی اس لئے بنا تھا کہ اپنی حفاظت کرے۔ اب اس لئے باقی ہے تاکہ دنیا کی کسی قوم اور ملک کے لئے حفاظت باقی نہ رہے!

اسلام کی دعوت جس عصبیت کی مخالف تھی اور جسے اسنے "عصبیۃ جاہلیۃ" سے تعبیر کیا، وہ یہ عصبیت ہے۔ اس سے یہ بات بھی ظاہر ہو گئی کہ آسنے "وطنیۃ" اور "قومیت" کی جس حالت سے اختلاف کیا، وہ وہی حالت ہے جب دفاع اور تحفظ کی جگہ ہجوم اور تعصب کے جذبات پیدا ہو جاتے ہیں البتہ چونکہ اصل بنیاد اس حالت کی یہی ہے کہ انسانیت کے وسیع رشتے کی جگہ تنگ اور محدود دائروں کا پیدا ہو جانا، اس لئے اس کی ذہنیت کا عام رجحان اسی طرف رہا کہ سرے سے تنگ دائرے وجود ہی میں نہ آئیں۔

۴

یورپ کی جدید قومیت

"قومیت" اپنے سادہ معنوں میں اگرچہ پہلے سے موجود تھی لیکن موجودہ زمانے میں "قومیت" کے لفظ سے جن اجتماعی عقائد و جذبات کی طرف ذہن منتقل ہو جاتا ہے، یہ در اصل یورپ کے نئے عہد تمدن کی پیداوار ہے۔ اس کی پیدائش انسانی آزادی و حقوق کی حفاظت کے لئے ہوئی تھی، لیکن اب انسان کی آزادی و حقوق کے لئے یہی چیز سب سے بڑی مصیبت بنگئی ہے!

اوّل نے کیسی سخت شکست اُٹھائی؟ دوسری کس طرح پارہ پارہ ہوگئی؟ لیکن پھر چند دنوں کے بعد صورت حال میں انقلاب ہوا۔ آج وہ پھر دنیا کی عظیم سلطنتیں بن گئی ہیں۔ اسی طرح آج اٹلی قوی ہے اور ہم ضعیف ہیں، لیکن کون جانتا ہے کل کیا ہوگا؟ کیا اٹلی کے پاس کوئی ضمانت موجود ہے کہ اُس کی قوت ہمیشہ یوں ہی برقرار رہیگی اور ہم کبھی کروٹ نہیں لینگے؟ میں اسے تسلیم نہیں کرسکتا۔"

غلامی یا سیاہ موت!

"میں ہرگز ہرگز اٹلی کی ملک گیر پالیسی کے آگے جھک نہیں سکتا۔ یہ ناممکن ہے! بالکل ناممکن ہے! قیامت تک ناممکن ہے! میں یہ نہیں کہتا کہ مجھے خوں ریزی مرغوب ہے۔ میں ہرگز جنگ کا خواہشمند نہیں ہوں۔ میں صلح چاہتا ہوں، اٹلی سے بھی صلح چاہتا ہوں۔ مگر صلح کی بنیاد کیا ہے؟ کیا غلامی؟ ہرگز نہیں۔ غلامی سے پہلے موت! سیاہ موت! پھر کیا ہے؟ اقتصادی امتیازات؟ میں شروع سے کہہ رہا ہوں کہ اقتصادی امتیازات دینے کو آمادہ ہوں۔ لیکن یہ اُسوقت جب طرابلس کی سرزمین پر اٹلی کا ایک سپاہی بھی باقی نہ رہے اگر ایسا نہ ہوسکے تو پھر اس کے سوا چارہ نہیں کہ جنگ! موت تک جنگ! قیامت تک جنگ!"

شیخ سنوسی کا غصّہ

اب شیخ سنوسی کا غصہ حد بیان سے تجاوز کرچکا تھا۔ وہ تمام بدن سے کانپ رہے تھے۔ آنکھیں سُرخ ہوگئی تھیں۔ میں نے آجتک کبھی کسی آدمی کو اتنے غیظ و غضب میں نہیں دیکھا۔ میں ہرگز اپنی اس حالت کی پردہ پوشی نہیں کرنی چاہتا کہ اُن کا غصہ دیکھ کر خوفزدہ ہوگیا تھا!

دیر تک چُپ رہنے کے بعد اُنھوں نے جرمنی کی تعریف شروع کی اور ہنڈنبرگ کو بہت سراہا۔ میں سمجھا اب غصہ ٹھنڈا ہوگیا۔ مگر اچانک وہ پھر زور سے چلائے "جغبوب! اٹلی والوں سے کہدینا کہ آزادی یا موت!..."

وہ جوش سے بالکل بیخود ہوگئے۔ کچھ اور کہنا چاہتے تھے۔ مگر ان کا جوش و غضب دیکھکر میں نے یہی بات موزوں سمجھی کہ مجلس ختم ہوجائے۔ خلاف دستور میں نے رخصت ہونے کی اجازت چاہی۔ شیخ بالکل خاموش ہوگئے۔ مگر تمام بدن سے کانپ رہے تھے اُنھوں نے منہ سے ایک لفظ بھی نہیں کہا۔ شاید کہہ ہی نہ سکے صرف ہاتھ کے اشارہ سے مجھے خداحافظ کہا۔

نیویارک سے پیرس تک

میں اپنے پچھلے مکتوب میں کپتان نجیسر کا مفصل ذکر کرچکا ہوں کہ کس طرح وہ پیرس سے ہوائی جہاز پر نیویارک کے لئے روانہ ہوا اور لاپتہ ہوگیا۔ کپتان نجیسر کی داستان، فرانس کی عظمت کی داستان تھی، اب امریکہ کی عظمت کی داستان بھی سن لیجئے۔ آج پورا پیرس، دل شکستہ پیرس، چارلس لنڈبرگ کے سامنے سر جھکائے کھڑا ہے۔ یہ ۲۲ سالہ نوجوان، امریکہ کی پوری عظمت کا نشان ہے۔

کپتان نجیسر ایک پرواز میں بحر اعظم اٹلانٹک عبور نہ کرسکا۔ اس کی عمر ۳۴ سال کی تھی۔ امریکہ کا ہوائی فاتح چارلس اس مہم میں کامیاب ہوگیا۔ آج تمام دنیا کی نظریں اس نوجوان کے چہرے پر گڑی ہوئی ہیں جس کے رُخسار ہنوز بچپن کے بھولے پن سے لبریز ہیں مگر جس کے دل میں نجیسر اور واشنگٹن کا خون بھرا ہوا ہے!

اسنے اپنا ہوائی جہاز خود اپنی نگرانی میں بنوایا تھا اُس کا نام "گہوارۂ موت" رکھا تھا۔ اسکی حیثیت اکبری تھی۔ لوگوں کو حیرت تھی کہ ایسے معمولی جہاز سے یہ مہم کیسے سر کی جاسکتی ہے؟ روانگی کی رات کو ہواباز نے اپنا بہت سا وقت نیویارک کے ایک سینما میں گزارا۔ واپسی پر اُسنے خادم کو ہدایت کی کہ ٹھیک ۲ بجے رات کو جگادے۔ چنانچہ اُسوقت سے اپنے جہاز کے پرزوں کا معائنہ کرتا رہا۔ پھر امریکن گھڑی کے حساب سے ٹھیک، ۷ بجکر ۵۲ منٹ صبح، اور یورپین گھڑی کے حساب سے ۱۱ بجکر ۵۲ منٹ دوپہر کو نیویارک کے ہوائی اسٹیشن سے اُڑا۔ یہ ۲۰ رمئی ۲۷ء کا دن تھا۔

اس کی گود میں اُس کی عزیز سیاہ بلّی بھی تھی اور وہ اُسے اپنے ساتھ لیجانا چاہتا تھا۔ مگر بعد میں یہ خیال کرکے کہ اتنی بلندی پر پہونچکر وہ شاید زندہ نہ رہے گی، اپنے ایک دوست کو یہ کہتے ہوئے دیدی "یہ مجھے اپنی جان سے زیادہ عزیز ہے۔ اسکی خوب خاطر کرنا!"

جب جہاز کے انجن نے حرکت کی تو اُس کا ایک دوست رونے لگا۔ ہواباز نے کہا "کیوں روتے ہو؟ رونے کی کوئی وجہ نہیں، خدا حافظ!" اب "گہوارۂ موت" ہوا میں تھا!

روانگی کے بعد نوجوان کی ماں نے کہا "چارلی، ضرور پیرس پہنچ جائے گا۔ مجھے یقین ہے۔ اگر جہاز میں جگہ ہوتی تو میں بھی اس کے ساتھ سفر کرتی!" زندہ قوم کی عورتوں کا یہ حال ہے!

۲۱ رمئی کی شام کو "گہوارۂ موت" پیرس میں تھا! جہاز اُترتے ہی امریکن سفارتخانہ کا ڈاکٹر دوڑا اور ہواباز کا طبی معائنہ کرنا چاہا۔ بہادر لڑکے نے ڈاکٹر کو روک دیا "کوئی ضرورت نہیں میں ذرا بھی تھکا نہیں ہوں"

پھر حاضرین کے اصرار پر اُسنے اپنے اس حیرت انگیز سفر کے متعلق صرف اس قدر کہا:

"نیویارک کے رصدخانے نے اُڑنے سے پہلے مجھے خبر دی کہ فضا کی حالت بہت ہی خراب ہے۔ راستہ میں مجھے اس کی پوری تصدیق ہوگئی۔ ۱۶۰۰ کیلومیٹر مسافت میں نے سخت برفانی آندھیوں میں طے کی۔ میں اس طوفان سے بچنے کے لئے کبھی ۳۰۰۰ میٹر بلندی پر اُڑجاتا تھا اور کبھی اتنا نیچا ہوتا تھا کہ سمندر کو چھو سکتا تھا میں اس حال میں سطح سمندر سے صرف ۲ میٹر بلند ہوتا تھا۔ راستہ بھر مجھے ذرا بھی نیند محسوس نہیں ہوئی۔ میں ایک ایسی حالت میں تھا جو نیند کی حالت قبول نہیں کرسکتی تھی۔ میں خیال کرتا ہوں کہ پیرس سے بھی آگے تک میں جاسکتا تھا۔ کیونکہ میرے جہاز میں کافی پٹرول بچ رہا ہے"

اس گفتگو کے بعد ہواباز آرام کے لئے چھوڑ دیا گیا۔ دوسرے دن امریکن سفارتخانے میں اُسے مدعو کیا۔ یہاں سفیر نے بے تار کی تاربرقی کے ذریعہ نوجوان کی ماں سے گفتگو کا انتظام کر رکھا تھا۔

"ہیلو" ہواباز نے اپنی ماں کو مخاطب کیا "معاملہ کچھ بھی نہ تھا! تم خیریت سے ہوگی۔ میں بالکل تندرست ہوں۔ مہم سر ہوگئی!"

"سب سے زیادہ کٹھن گھڑی کون سی تھی؟" اخبار نویسوں نے سوال کیا۔

"سب سے زیادہ کٹھن گھڑی، پیرس پہنچنے اور لاکھوں آدمیوں کے ہجوم میں کھڑے ہونے کی گھڑی تھی" ہواباز نے مسکراتے ہوئے جواب دیا "نیویارک سے پرواز بہت ہی تکلیف دہ تھی میں سمجھتا تھا اس سے زیادہ تکلیف پیش نہیں آئے گی۔ لیکن سمندر پر پہنچنے کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ وہ تکلیف کچھ بھی نہ تھی۔ میں اب نہایت ہی کثیف کُہر میں گھر گیا تھا۔ کچھ دکھائی نہیں دیتا تھا برف کی ہولناک بارش ہورہی تھی اور میں بار بار ہمت ہار جاتا تھا میں نے بڑی کوشش کی کہ برفانی طوفان کے اوپر نکل جاؤں مگر کامیابی نہیں ہوئی۔ اسوقت میں نے ناامیدی محسوس کی اور واپسی کا خیال کیا۔ مگر ناکامی کی ذلت، موت سے زیادہ سخت تھی۔ میں نے اپنے دل سے کہا "ایک دن مرنا ہے۔ کچھ پرواہ نہیں اگر اسی سمندر میں قبر بنجائے" میں برابر جد وجہد کرتا رہا یہاں تک کہ طوفان نکل گیا اور موسم خوشگوار ہوگیا۔ دوسرے دن دوپہر کے قریب مجھے سمندر میں ماہی گیروں کی چند بادبانی کشتیاں نظر آئیں۔ اب میری مسرت ناقابل بیان تھی۔ میں بالکل نیچے اُتر آیا۔ قریب تھا میرا جہاز کشتیوں کے مستول سے ٹکرا جائے۔ میں نے چلّاکر کہا "کیا یہی آئرلینڈ کا راستہ ہے؟" وہ حیرت سے میرے جہاز کو تک رہے تھے۔ شاید مجھے مجنوں سمجھے۔ اُنھوں نے کوئی جواب نہیں دیا یا دیا اور میں نے سنا نہیں۔ بہرحال تقریباً ۴ بجے شام کو مجھے دُور زمین دکھائی دی۔ میں پھر نیچے اُتر آیا اور غور سے وہ سنگلاخ چٹانیں دیکھیں جو سمندر میں بھوتوں کی طرح سر نکالے کھڑی تھیں۔ میں نے فوراً پہچان لیا کہ یہ آئرلینڈ ہے۔ اب مجھے اپنی کامیابی کا یقین تھا۔ میں آئرلینڈ اور انگلینڈ کی فضا میں بالکل نیچے اُڑ رہا تھا مگر کسی نے مجھے پہچانا نہیں۔ میں راستہ بھولا نہیں۔ سیدھا پیرس آگیا۔ لیکن عین وقت پر یہاں کے ہوائی اسٹیشن کا راستہ بھول گیا۔ مگر زیادہ دقت نہیں ہوئی۔ اسٹیشن کی روشنی نے میری رہنمائی کی"

اس گفتگو کے بعد ہواباز کپتان نجیسر کی ماں سے ملنے گیا۔ پیرس کی نازنینوں نے جو خوبصورت نجیسر کھو چکی ہیں، اُسے دیکھا تو چلائیں "واقعی یہ خوبصورت ہے!"

غرضکہ وہ ہوائی مہم سر ہوگئی جو اب تک ناممکن معلوم ہوتی تھی، نیویارک سے پیرس تک ۶ ہزار کیلومیٹر کی مسافت ایک پرواز میں طے ہوگئی اور صرف ساڑھے ۳۳ گھنٹوں کی مدت میں!

۲۵ ہزار ڈالر مہم سر کرنے والے کے لئے انعام تھا۔ ۲۲ سالہ نوجوان چارلس نے اسے حاصل کرلیا!

دُنیا کی بہترین پنسل
امریکن کارخانہ "شیفر"
کی
"لائف ٹائم" پنسل ہے
اسلئے کہ
(۱) "لائف ٹائم" یعنے عمر بھر کے لئے کافی ہے۔
(۲) اُسکا خول اس قدر خوشنما اور دیدہ زیب ہے کہ دُنیا کی کوئی پنسل خوبصورتی میں اُسکا مقابلہ نہیں کرسکتی،
(۳) ارزانی میں بھی تمام قسموں کی پنسلوں کا مقابلہ کرتی ہے
یاد رکھئے
آپکو "لائف ٹائم" پنسل خریدنی ہے!

ور چلی ہے۔ یہ قومیت کا تحفظ نہیں ہے۔ قومیت کا تعصب ہے، یہ "نسانیت" اور "انسانی برادری" کے عین ضد ہے۔ یہ "انسانی زادی و حقوق" کے اعتقاد کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتی۔ یہ آزادی کے نام سے آزادی کی پامالی، اور قومیت کے نام سے صرف طاقت کی معبودیت ہے!

نئی قومیت کے محاسن و مفاسد

اگر یورپ کی قومیتوں اور ان کے اعمال پر نظر ڈالی جائے تو حسب ذیل حقیقتیں سامنے آئیں گی:

(۱) "انسانی آزادی" اور "قومی حقوق" کے مبادیات البتہ قائم ہو گئے اور ان کی وجہ سے یورپ کے ذہن و اجتماع کا انقلاب منظم وجود میں آگیا۔ "جدید قومیت" کے اصول و عقائد نے جماعتوں کے اندر ایک ایسی نئی اجتماعی طاقت پیدا کر دی جو تمام پچھلی اجتماعی طاقتوں سے زیادہ منظم اور قوی تھی۔

(۲) قومیت کے نشو و نما سے پہلے یورپ مذہبی تعصبات میں مبتلا تھا۔ مسیحیت کی مذہبی جکڑ بندیاں اتنی سخت تھیں کہ ذہن و دماغ کو ہلنے نہیں دیتی تھیں۔ اب "قومیت" کے فروغ نے مذہب کے تعصبات ڈھیلے کر دیئے۔ مذہب کی جگہ قومیت اجتماع و ارتباط کا رشتہ بن گئی۔ قومیت نے جب سر اُٹھایا تھا، تو اُسے شاہی استبداد سے کہیں زیادہ پوپ اور کلیسا کے استبداد کا مقابلہ کرنا پڑا تھا۔ والٹیر نے بیت المقدس کی جگہ انسانی آزادی کے لئے جنگ مقدس (کروسیڈ) کا اعلان کیا تھا۔ جب اس معرکہ میں قومیت فتحمند ہوئی تو یہ فتح شاہی اور کلیسائی، دونوں طرح کے استبدادوں پر فتح تھی۔ اس صورت حال کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ قومیت جڑ پکڑتی جاتی تھی، اور مسیحی جمود اُکھڑتا جاتا تھا۔

(۳) "قومیت" کے فروغ سے پہلے یورپ ذہن و اعتقاد کے جن دائروں میں بند تھا، وہ حد درجہ تنگ تھے۔ اس لئے قومیت نے پچھلے دائروں سے ایک زیادہ وسیع دائرہ مہیا کر دیا اور اس کا قدرتی نتیجہ یہ نکلا کہ ہر گوشۂ فکر و عمل میں ایک ایسی وسعت پیدا ہو گئی جس کا اس سے پہلے وہم و گمان بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔

(۴) مذہبی اور نسلی تعصبات کی جگہ "قومیت" کے قائم ہو جانے کا پہلا نتیجہ یہ نکلا کہ ملک کے اندر تمام جماعتیں اور تمام طبقات باہم گر متحد اور منسلک ہو گئے۔ یہ احساس کہ "فلاں انسان ہمارا ہم قوم اور ہم وطن ہے" اتنا قوی اور موثر ہو گیا کہ اس پر کوئی تعصب غالب نہ آسکا۔ مسیحیت اور یہودیت کی تاریخی اور روایتی دشمنی مسلّم ہے۔ دنیا کے کسی گوشہ میں بھی بدنصیب یہودیوں نے وہ ظلم و ستم برداشت نہ کئے ہونگے جو یورپ کی مسیحی حکومتوں میں انھیں صدیوں تک جھیلنے پڑے۔ اٹھارویں صدی کے اواخر تک کسی انسان کے لئے یہودی ہونا ایک ناقابل معافی جرم تھا۔ لیکن اب "قومیت" کے جذبہ نے یہ تمام جذبات مغلوب کر دیئے۔ سب سے پہلے انگلستان اور فرانس نے، پھر بہ تدریج یورپ کی دوسری قومیتوں نے ان کا حق قومیت بھی اُسی طرح تسلیم کر لیا، جس طرح اُن ملکوں کے مسیحی باشندوں کا تسلیم کیا تھا۔ ایک یہودی، انگریز، فرانسیسی، جرمن ہو کر اُسی طرح ان ملکوں کے شہری اور قومی حقوق سے متمتع ہونے لگا، جس طرح مسیحی باشندے ہوتے تھے۔ انیسویں صدی میں انگریز یہودیوں کے لئے تمام برطانی عہدوں اور منصبوں کے دروازے کھول دیئے گئے حتی کہ وزارت کے بڑے سے بڑے مقام کے لئے بھی یہودیت مانع نہ رہی۔

یہ تھے "قومیت" کے محاسن۔ لیکن اس کے ساتھ ہی:

(۱) یہ جو کچھ بھی ہوا، صرف یورپ میں اور یورپ کے باشندوں میں ہوا۔ یورپ کے حدود سے باہر کے لئے نہ تو انسانی آزادی کا اعلان موثر ہو سکا، نہ قومی حقوق کا اعتقاد۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قدیم رومن اصول کے مطابق یورپ نے فیصلہ کر لیا کہ دنیا برتر اور کمتر اقوام میں منقسم ہے۔ آزادی اور حقوق کے تمام اصول برتر اقوام کے لئے ہیں نہ کہ کمتر اقوام کے لئے۔ یورپ اور امریکہ دنیا کا نصف برتر حصہ ہے، بقیہ دنیا کمتر حصہ ہے۔ اس لئے اُسے کوئی حق نہیں کہ انسانی آزادی اور قومی حقوق کا مطالبہ کرے جو برتر انسانوں کے لئے مخصوص ہیں!

(۲) فرانس جس وقت اپنے ملک کے اندر تیسرے انقلاب آزادی کی طیاریاں کر رہا تھا، تو اُس وقت کسی فرانسیسی کے ذہن میں اس بات کا خطرہ بھی نہیں گزرا کہ اسی آزادی کی امیر عبد القادر جزائری اور اس کی بدبخت قوم کو بھی ضرورت ہے یا نہیں جسے فرانس نے اپنی فوجی طاقت سے غلام بننے پر مجبور کر دیا ہے؟ آج فرانس کی معلّم حریت "قومیت" شام میں جو کچھ کر رہی ہے، دنیا کے سامنے ہے۔ انگلستان کہتا ہے وہ چھوٹی قوموں کا محافظ ہے۔ آزادی کا پشت پناہ ہے۔ محب الوطنوں کے لئے گوشۂ امن ہے۔ لیکن یہ سب کچھ کن حالات میں اور کن کے لئے ہے؟ بلاشبہ اُسنے روس کے فراریوں کو پناہ دی، فرانس کے جلاوطنوں کے لئے دروازے کھول دیئے، یونان کی آزادی کے لئے اپنا قومی شاعر بائرن پیدا کر دیا، اٹلی کے میزینی کو اپنی آبادیوں میں جگہ دے دی، اور یورپ کے بیشمار انقلابی نقشے لنڈن کی گلیوں اور مکانوں ہی میں کھینچے گئے، مگر مشرق اور ایشیا کے لئے اُس کی یہ "حریت پرور" قومیت کیا فیصلہ کرتی رہی؟ وہ روس اور آسٹریا کے مظلوموں کو پناہ دیتا رہا، لیکن خود اُس کے ظلم و تسلط کے مظلوموں کے لئے اُس کے پاس پناہ دینے کا کیا سامان تھا؟ جواب کی ضرورت نہیں کیونکہ آج مشرق اور ایشیا کا ہر گوشہ زبان حال سے جواب دے رہا ہے!

(۳) چونکہ "دفاعی قومیت" کی جگہ "ہجومی قومیت" کا جماعتی مزاج پیدا ہو گیا تھا، اس لئے خود یورپ کو بھی اپنی "قومی عصبیت" کے نتائج سے نجات نہ مل سکی۔ بلاشبہ غیر یورپین اقوام و بلاد کے مقابلہ میں اُسنے اپنے لئے آزادی و حقوق کا ایک بلند معیار قرار دے لیا، لیکن یہ معیار گروہ بندی کی تنگ نظری اور قومی برتری و تسلّط کے جذبات پر غالب نہ آسکا جو "ہجومی قومیت" کے لازمی خواص ہیں۔ "قومی برتری" کی حرص نے تصادم و کشاکش کی حالت پیدا کر دی، اور جماعتی ذہنیتوں پر "حق" کی جگہ اُسی "طاقت" کے …… اصول کی فرمانروائی قائم ہو گئی جس کے خلاف اس زور و شور سے اعلان جنگ کیا گیا تھا۔ "قومی برتری" کی اس کشاکش نے یورپین طاقتوں کے لئے ایک کبھی ختم نہ ہونے والی باہمی جنگ کی حالت پیدا کر دی ہے۔ ہر قومیت دوسری قومیت کو پیچھے ہٹانا اور خود آگے بڑھنا چاہتی ہے۔ مقابلہ کا ایک بڑا میدان مشرق کی کمزوریوں نے بہم پہونچا دیا۔ ہر قوم چاہتی ہے اس میدان میں سب سے بڑھ کر غاصب اور سب سے زیادہ طامع ثابت ہو۔ استعمار، تجارت، اسلحہ سازی، مادی تقدم، اور معنوی نفوذ؛ ہر گوشہ میں دوڑ جاری ہے۔ پچھلی عالمگیر جنگ قومی مزاج کی اسی مجنونانہ حالت کا نتیجہ تھی، اور ابھی اُس کے عالمگیر ذبح کا خون خشک نہیں ہوا تھا کہ ایک دوسرے تصادم کا میدان طیار ہونے لگا!

(۴) اسی طرح قومی "عصبیت" کی ساری مزاجی کیفیتیں اپنی پوری شدت کے ساتھ پیدا ہو گئیں۔ تمدن کی ترقی جذبات و امیال کی صورت بدل دیتی ہے۔ روح نہیں بدل سکتی۔ عرب جاہلیت کا غرور اور ہندوستان کے برہمنوں کی مغرورانہ تنگ دلی ایک نئی صورت میں اُبھر آئی جو پہلی صورت سے کہیں زیادہ طاقتور اور بے پناہ ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ "انسانیت" کا دائرہ اب بھی ویسا ہی تنگ ہے جیسا پہلے تھا۔

رَدِّ فعل

ضروری تھا کہ اس حالت کا رَدِّ فعل پیدا ہو۔ "ہجومی قومیت" کا مجنونانہ غلو اس حد تک پہنچ گیا ہے کہ اب دنیا کا تغیر پسند مزاج زیادہ عرصہ تک متحمل نہیں ہو سکتا۔

انیسویں صدی ابھی زیادہ آگے نہیں بڑھی تھی کہ اس کے آثار شروع ہو گئے۔ سوسائٹی کے نچلے طبقوں نے دیکھا کہ آزادی اور مساوات کی اتنی ہنگامہ آرائیوں کے بعد بھی حقیقی آزادی اور مساوات بدستور مفقود ہیں۔ موجودہ نظام قومیت جو آزادی و مساوات کی بنیادوں پر قائم ہوا تھا، اب خود آزادی و مساوات کی راہ میں روک بن گیا ہے۔ نئے دَور سے پہلے دنیا کا استبداد اور غیر مساویانہ امتیاز چند افراد اور خاندانوں میں محدود تھا۔ اب وہ بڑے گروہوں میں پھیل گیا ہے۔ اس لئے حق و مساوات کے مقابلہ میں طاقت اُتنی سمٹی ہوئی اور مرکزیت کی حالت میں نہیں ہے جس قدر پہلے تھی۔ تاہم جہاں تک انسانی آزادی و مساوات کا تعلق ہے، نوع انسانی اب بھی اُس سے اُسی طرح محروم ہے جس طرح پہلے تھی!

اس سے بھی زیادہ یہ کہ سرمایہ داری کی طاقت نے اب پہلے سے بھی کہیں زیادہ اقتدار حاصل کر لیا ہے۔ پہلے انسانوں پر جو اختیار و تسلّط صدیوں کی شاہی نسل اور امیرانہ روایت حاصل کر سکتی تھی اب وہ اختیار چند مہینوں اور برسوں کے اندر ایک سرمایہ دار محض روپیہ کے ذریعہ حاصل کر لیتا ہے اور دنیا کی صلح و جنگ اور ملکوں اور قوموں کی حکومت و محکومی کی باگ فوراً اُس کے ہاتھوں میں چلی جاتی ہے!

اُنیسویں صدی کے "سوشیلزم" کی تخم ریزی اسی رَدِّ فعل کا نتیجہ تھی۔ اب یہ بڑھتے بڑھتے "کمیونزم" تک پہونچ گیا ہے، اور نہ صرف یورپ کا نظام قومیت بلکہ ہیئت اجتماعیہ (سوسائٹی) کا پورا نظام اُلٹ دینا چاہتا ہے۔

عالمگیر جنگ یورپ اس نظام قومیت کی نامرادیوں کا سب سے بڑا اعلان تھا۔ ۵ سال تک خون اور آگ میں رہکر جب دنیا نے دوبارہ سنبھالا لیا تو زندگی اور امن کی جستجو از سر نو شروع ہو گئی۔ اُن تمام لوگوں نے جن کی ذہنیت کسی قومی نظام حکومت کی غرض پرستیوں سے آلودہ نہ تھی، محسوس کر لیا کہ پچھلا نظام اب دنیا کو زیادہ عرصہ تک مطمئن نہیں رکھ سکتا۔ یورپ کے حکما اور مفکرین میں ایک بڑا گروہ پیدا ہو گیا ہے جو قومیت کی اس عصبیت سے اُکتا گیا ہے اور "قومیت" کی جگہ "انسانیت" کی وسیع فضا ڈھونڈھ رہا ہے۔ طرح طرح کے نئے نظرئے اور نئی تجویزیں دماغوں میں نشو و نما پا رہی ہیں۔ "دنیا کے نظام اجتماع کی نئی تقسیم" اور "انسانی برادری کا غیر مشروط حلقہ"، وقت کا سب سے زیادہ اہم اور دلچسپ موضوع فکر ہے۔

اگر بحیثیت مجموعی دنیا کی موجودہ ذہنی فضا پر نظر ڈالی جائے، تو صاف نظر آتا ہے کہ ایک موسم ختم ہو رہا ہے اور دوسرے کی آمد آمد ہے۔ جس زمانہ سے ہم گذر رہے ہیں، عجب نہیں مستقبل کا مورخ اسمیں عہد تداخل کے آثار کی جستجو کرے۔ نہیں کہا جا سکتا نئے موسم کا پیغام کیا ہوگا؟ لیکن یہ ضرور ہے کہ دُنیا اسوقت تک جن اجتماعی دائروں میں محصور رہی ہے اُس سے ایک زیادہ وسیع دائرے کی طرف قدم بڑھائے۔ کیا وہ "انسانیت" اور "انسانی برادری" کی منزل ہوگی؟ کیا دُنیا اُس نقطہ تک پہنچ گئی ہے جس نقطہ تک اب سے تیرہ سو برس پہلے اسلام نے اُسے پہنچانا چاہا تھا مگر نہ پہنچ سکی؟ اس کا جواب صرف مستقبل ہی دے سکتا ہے۔ مگر سردست ہمیں اس جواب کی ضرورت نہیں ہے۔ ہمیں یہ سوال حل کرنا ہے کہ ۲۴

دفاعی قومیت کی پیدائش

ازمنۂ وسطی (مڈل ایجز) کے بعد جب یورپ نے کروٹ بدلی اور نئے تمدن کی نشو و نما شروع ہوئی، تو اس کے ساتھ ساتھ ایک نئے قسم کی اجتماعی زندگی بھی نشو و نما پانے لگی۔ یہ وہ وقت تھا، جب ایک طرف علم اور آزادی کی روح تمام یورپ میں پھیل رہی تھی، دوسری طرف شخصی حکومتوں کا استبداد اور اجنبی تسلط کا ظلم اپنی تمام پرانی روایتوں پر مضبوطی کے ساتھ قائم تھا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ایک نئی کش مکش شروع ہو گئی۔ ایک طرف شاہی تاج و تخت اور اس کے غیر محدود دعوے تھے۔ دوسری طرف علم و آزادی کے پیدا کئے ہوئے نئے نئے اصول اور نئے نئے ولولے تھے تاج و تخت کے مقابلے میں جب عوام کے جذبات آزادی جوش میں آئے تو خود بخود ایک نہایت موثر اور طاقتور لفظ وجود میں آگیا یہ لفظ پہلے سے موجود تھا لیکن اس کے ساحرانہ معانی لوگوں کو معلوم نہ تھے۔ اب ہر شخص کے سامنے آگئے۔ یہ لفظ "قوم" تھا، اور یہ انکشاف "قوم ہونے" یعنے "قومیت" کا انکشاف تھا۔ شاہی تاج و تخت کا دعوا تھا جیسا کہ بدنصیب لوئس شانزدہم نے بعد کو کہا: "حق اور طاقت میں ہوں" عوام اب اسے تسلیم کرنے کے لئے طیار نہ تھے۔ خود بخود سوال پیدا ہو گیا کہ اگر شاہی نسل اور تاج و تخت کی وراثت، حق اور طاقت کا جائز سرچشمہ نہیں ہے تو پھر کون ہے؟ وہ کونسی قوت ہے جس کے سامنے شاہی تاج و تخت کو بھی سر جھکا دینا چاہیئے؟ خود بخود جواب پیدا ہو گیا کہ "قوم" ہے۔ صرف "قوم" ہی ہر طرح کے حق و طاقت کا سرچشمہ ہے۔ صرف قوم ہی کو یہ حق پہنچتا ہے کہ اپنے اوپر حکومت کرے!

"رعیت" اور "قوم"

اُسوقت تک عوام کا اعتقاد یہ تھا کہ طاقت کا مرکز شاہی تاج و تخت ہے۔ اب طاقت کا ایک نیا مرکز نمودار ہو گیا جو خود اُسی کے اندر پوشیدہ تھا مگر اُسے خبر نہ تھی۔ یہ "قوم" اور "قوم ہونے" کی طاقت تھی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ یکایک صورت حال میں ایک عظیم انقلاب ہو گیا۔ یعنی "رعیت" کی جگہ "قومیت" نے لے لی۔ اب عوام "رعیت" نہ تھے۔ "قوم" تھے۔ جب تک وہ "رعیت" تھے ساری قوت شاہی اور شاہیت میں مرتکز تھی۔ اب وہ "قوم" ہو گئے تو ساری قوت خود اُنہی میں سمٹ آئی۔ صرف اتنی تبدیلی نے دنیا کی اجتماعی زندگی کا پورا نقشہ بدل دیا۔ کارلائل CARLYLE کے بلاغت طراز لفظوں میں "رعیت کا قوم ہو جانا دنیا کا ایک ہی مرتبہ اُلٹ پلٹ ہو جانا تھا۔ زبانوں کا کوئی لفظ بھی اُس انقلاب حال کی تعبیر نہیں کر سکتا جو صرف ان دو سادہ لفظوں کے اول بدل ہو جانے سے نوع انسانی کی تاریخ میں پیدا ہو گیا!"

دنیا میں صرف انسان ہی پیدا نہیں ہوتے۔ الفاظ بھی پیدا ہوتے ہیں، اور جس طرح ایک عظیم انسان کی پیدائش دنیا کے انقلاب کی پیدائش ہوتی ہے، اُسی طرح بعض عظیم لفظوں کی پیدائش میں بھی عظیم انقلابات مضمر ہوتے ہیں۔ بلاشبہ لفظ "قوم" کی پیدائش تاریخ کا انقلاب عظیم تھا، لیکن اگر کارلائل چند قدم آگے بڑھ سکتا تو دیکھتا کہ دنیا کا سب سے بڑا انقلاب لفظ "قوم" کی پیدائش میں نہیں بلکہ "انسان" کی پیدائش میں مضمر ہے۔ کون ہے جو اُس انقلاب کی عظمت کا نقشہ کھینچ سکتا ہے؟

جن ہاتھوں نے انقلاب فرانس کی ابتدائی تخم ریزی کی تھی، اُن میں والٹیر Voltaire اور روسو Rousseau سب سے آگے ہیں۔ روسو کی کتاب عقد اجتماعی Social Contract دنیا کے جدید جمہوری عہد کا اولین صحیفہ سمجھی جاتی ہے۔ یہ کتاب جب چھپی تھی، تو لوگ اس کی خیالی نقشہ آرائیوں پر ہنستے تھے، لیکن کارلائل کے تاریخی اور ضرب المثل لفظوں میں جب اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن شائع ہوا تو اُس کی جلد باندھنے کے لئے اُن لوگوں کا چمڑا استعمال میں لایا گیا جنھوں نے اس کی ہنسی اُڑائی تھی!

روسو نے انسانی آزادی و حقوق کا نقشہ کھینچتے ہوئے قوم اور قومیت کے بھی خال و خط آراستہ کئے ہیں۔ وہ انسان کی انفرادی آزادی کے اعتقاد کے ساتھ "قوم" کا حلقۂ ارتباط بھی قائم کرتا ہے اور اسے ایک "معاشرتی معاہدہ" سے تعبیر کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے سوسائٹی کا ہر فرد آزاد ہے اور تمام افراد کے حقوق مساوی ہیں، لیکن سوسائٹی کا انتظام قائم رکھنے کے لئے ایک منظم حلقہ کی ضرورت ہے۔ یہ حلقہ قومی نظام کا حلقہ ہے۔ "قوم" اور "قوم ہونا" ہی وہ تنہا نظام ہے جسے حکم اور نظم کی ساری قوتیں حاصل ہونی چاہئیں۔ اسمیں شک نہیں کہ روسو نے جس آزاد نظام معاشرت اور دنیا کے "آزاد اور روشن عہد" کا خواب دیکھا تھا، اُس کی تعبیر دنیا کو نہیں ملی، لیکن اُس کے "قومیت" اور "جمہوریت" کے اصول دنیا نے بغیر کسی تامل کے قبول کر لئے، اور پھر انقلاب فرانس کا وہ خونیں سیلاب نمودار ہوا جو عہد قدیم کے تمام شخصی اور شاہی اصول و عقائد بہا لے گیا!

گزشتہ دو صدیوں سے دنیا "قومیت" کے انہی بنیادی اصول پر گامزن ہے۔

جدید "قومیت" کے مبادیات

یہ جدید "قومیت" جن مبادیات اور عقائد پر قائم ہوئی، اسکے اہم اصول حسب ذیل ہیں:

(۱) باشندوں کا جو گروہ کسی خاص جغرافیائی حدود کے اندر، نسل، یا وطن، یا زبان، یا معاشرت کی یکانگت کی بنا پر آباد ہو، جب اُس کے افراد اپنے آپ کو ایک "قوم" محسوس کریں، تو وہ ایک "قوم" ہیں، اور کسی کو حق حاصل نہیں کہ انکے "قوم" ہونے سے انکار کرے۔

(۲) ہر قوم کا پیدائشی اور فطری حق ہے کہ وہ آزاد رہے، اور اپنی پسند کے مطابق اپنے تمام معاملات کا فیصلہ کرے۔ کسی دوسری قوم کو حق نہیں کہ اسمیں مداخلت کرے۔

(۳) "قومی آزادی" کے حق کی بنا قدرتی حق ہے، نہ کہ طاقت اور تحفظ۔ اگر ایک قوم کمزور ہے، یا اپنے معاملات کا بہترین انتظام نہیں کر سکتی، تو اس کی وجہ سے کسی دوسری طاقتور یا زیادہ شائستہ قوم کو یہ حق حاصل نہیں ہو جاتا کہ اُس پر حکومت کرے۔ طاقت کے ذریعہ کسی قوم کے حق قومیت کو سلب کرنا، دنیا کے عالمگیر اور قدرتی قانون کی خلاف ورزی ہے۔

(۴) ہر طرح اور ہر نوعیت کی بالادستی اور اقتدار کا مرکز "قوم" ہے۔ کوئی جماعت یا کوئی فرد کوئی ایسا اختیار کام میں نہیں لا سکتا جسے براہِ راست قوم سے بطریق جائز حاصل نہ کیا گیا ہو۔

(۵) قوم کے تمام افراد اپنے تمام شہری، معاشرتی، اور قانونی حقوق میں مساوی درجہ رکھتے ہیں۔ نسل، خاندان، اور پیشہ کی وجہ سے کسی کو کوئی امتیاز حاصل نہیں ہو سکتا۔ معاشرتی ترقی و تنزل کا معیار ہر فرد کی قدرتی اور اکتسابی قابلیت ہے۔ نہ کہ نسل و خاندان۔

قوم، قومیت، اور قومی حقوق کے یہ مبادیات دراصل انسانی آزادی و حقوق کے اُسی مواد سے پیدا ہوئے تھے جنھیں یورپ میں نئے تمدنی عہد نے پیدا کیا تھا۔ اور جن کے واعظ والٹیر، روسو، اور فرانس کے انسائیکلو پیڈین اصحاب تھے "قوم" اور "قومیت" کے حقوق اس نقطہ سے شروع ہوئے کہ انسان اور انسان کے حقوق کیا ہیں؟ اس اصل نے کہ "ہر انسان فطرۃً آزاد ہے اور اس کی آزادی کے لئے کوئی روک نہیں ہونی چاہئے جب تک وہ کسی دوسرے کی آزادی کے لئے روک نہ ہو" یہ قاعدہ بھی پیدا کر دیا کہ "ہر قوم کو آزاد ہونا چاہئے۔ اور کسی فرد یا جماعت کو یہ حق نہیں کہ اُس کی آزادی میں خلل انداز ہو"

ان مبادیات کا جس سرزمین نے بحیثیت ایک قوم کے دنیا میں اعلان کیا وہ امریکہ اور فرانس ہے۔ امریکہ کے اعلانات ۱۷۷۶ء اور ۱۷۷۹ء کے تاریخ میں ثبت ہو چکے ہیں۔ اُسنے انہی مبادیات کی بنا پر انگلستان کا مقابلہ کیا اور فتحمند ہوئی۔ فرانس کا اعلان اُسکے انقلاب کا اعلان ہے جو تاریخ میں "اعلانِ حقوق انسانی" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور جسے فرانسیسی اسمبلی نے ۲۷ر اگست ۱۷۸۹ء میں منظور کیا تھا۔

"ہجومی قومیت"

گزشتہ تفصیل سے یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ یورپ کی جدید "قومیت" کے عناصر انسانی آزادی و حقوق کے مواد سے حاصل کئے گئے تھے، اُس کا ظہور ہجوم کے لئے نہیں بلکہ دفاع کے لئے ہوا تھا۔ یہ دراصل پورے معنوں میں "دفاعی قومیت" تھی جو شاہی استبداد اور اجنبی تسلط کا مقابلہ کرنے کے لئے وجود میں آئی تھی۔ ایک طرف مظلوم اور پامال رعایا اُٹھی تاکہ بادشاہوں اور امیروں کے ظلم و ستم کے مقابلے میں "قومی حق" کا علم بلند کریں۔ دوسری طرف کمزور قوموں نے سنبھالا لیا تاکہ اجنبی حکمرانی کا مقابلہ کرنے کے لئے مرکز "قومیت" میں اپنی منتشر قوتیں جمع کر لیں۔ انگلستان اور فرانس نے شاہی تاج و تخت کے استبداد کا مقابلہ کیا۔ امریکہ نے انگلستان کی محکومیت سے انکار کر دیا۔ یونان اور بلقانی قوموں نے عثمانی شہنشاہی سے آزادی حاصل کر لی۔ پولینڈ روسی تسلط کے خلاف بار بار اُٹھا اور مقابل ہوا۔ اٹلی نے آسٹریا کی فوجیں ہمیشہ کے لئے اپنے وطن سے باہر کر دیں۔ اسی طرح یورپ کے ہر گروہ نے اپنے اپنے وطن کے جغرافیائی حدود بنائے اور اُن کے حصار میں اپنی "قومیت" کا قلعہ تعمیر کر لیا۔ نپولین کے زوال کے بعد جب یورپ کا نقشہ از سر نو بنایا گیا، تو یہ وطنی اور قومی حد بندیاں نقشہ کے خطوط میں داخل ہو گئیں۔

لیکن اس کے بعد کیا ہوا؟ کیا انسانی، آزادی و حقوق کے وہ تمام اصول جو اُن قومیتوں کا مایۂ خمیر تھے، دنیا میں قائم ہو گئے؟ کیا امریکہ کے "اعلان آزادی" اور انقلاب فرانس کے "اعلان حقوق انسانی" کے مبادیات نے دنیا کی تمام قوموں کے لئے حق آزادی کی نعمت مہیا کر دی؟ کیا واقعی طاقت کی جگہ حق کا اور استبداد کی جگہ آزادی کا دعوی تسلیم کر لیا گیا؟

دنیا نے حیرت و دہشت کے ساتھ دیکھا کہ ان میں سے کوئی بات بھی نہیں ہوئی۔ وہی "قومیتیں" جو انسان کے انفرادی و قومی حقوق کی حفاظت اور دفاع کے لئے وجود میں آئی تھیں کچھ دنوں کے بعد انسانی آزادی و حقوق کی پامالی و اتلاف کا ذریعہ ہو گئیں۔ اُن کی ابتدا "دفاعی قومیت" سے ہوئی تھی لیکن اُن کا ظہور "ہجومی قومیت" کی شکل میں ہوا۔ جماعتی تنگ نظری، وطنی غرور و کبر، اور قومی برتری و اقتدار کے تمام جذبات اُبھر آئے، اور انسانی آزادی و حقوق کے مبادیات و اصول اس لئے رہ گئے کہ ہر قوم صرف اپنے لئے اُن کا نفاذ چاہے اور اپنے سوا سب کو اُن سے محروم دیکھے!

یہ وہی "وطنی و قومی عصبیت" کی حالت ہے، جس کی تشریح اوپر

آب حیات

جملہ اقسام کی انسانی و حیوانی بیماریوں کا فوری علاج جس کے متعلق بیس (۲۰) سال میں تیس (۳۰) ہزار سرٹیفکیٹ موصول ہوچکے ہیں قیمت فی شیشی صرف دو روپیہ (عـہ) نمونہ کی شیشی ۸ر

اکسیر عنبری تقویت اعضائے رئیسہ اور مردانہ طاقت بڑھانے والی گولیاں قیمت فی شیشی چار روپیہ

نمک سلیمانی معدہ کی خرابیوں کو دور کرنے اور خون صالح پیدا کرنے کی بہترین دوائی ہے

قیمت فی شیشی بارہ آنے (۱۲ر)

مفصل فہرست ادویہ مفت

منیجر کارخانہ آب حیات پنڈی بہاؤ الدین
(پنجاب)

Ab-i-Hayat Pharmacy,
PINDI BAHA-UD-DIN, PUNJAB.

اسلامی مذاق کی کتابیں

قرآن، حدیث، تصوف، فقہ، عقائد، تاریخ اور علوم جدیدہ پر بہترین اور تازہ کتابیں دیکھنا چاہیں تو ہماری فہرست منگائیں۔ سرمایہ دار اگر مذہبی کتابوں کی تجارت پر روپیہ لگا کر فائدہ اٹھانا چاہیں تو قواعد منگا کر ملاحظہ فرمائیں۔ پتہ یہ ہے

منیجر صوفی پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ کمپنی لمیٹڈ پنڈی بہاؤالدین پنجاب

The Sufi Printing and Publishing Co. Ltd.
PINDI BAHA-UD-DIN, (PUNJAB.)

قرآن مجید

(مترجمہ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن

یہ ترجمہ جسکے لئے مسلمان مدتوں سے سراپا انتظار تھے بفضلہ تعالیٰ نہایت آب و تاب کے ساتھ چھپ کر شائع ہو گیا ہے اور بکثرت طلب کیا جا رہا ہے۔ آج تک جسقدر ترجمے قرآن پاک کے ہوچکے ہیں یہ ترجمہ بہت سی خوبیوں کے لحاظ سے سب پر فوقیت رکھتا ہے۔ تحت اللفظی ہونے کے باوجود با محاورہ اور سلیس ہے۔ زبان ایسی شستہ اور صاف کہ جس کو معمولی لکھا پڑھا بھی بخوبی سمجھ سکے لکھائی چھپائی اور کاغذ نہایت اعلیٰ رنگین حاشئے چھپی ہوئی پختہ ہے۔ ہدیہ مجلد چرمی منقش سنہری پندرہ روپئے۔ جلد اعلیٰ منقش طلائی ۱۸ روپیہ محصولڈاک و خرچ پیکنگ ۲ روپیہ فرمایش

کے ساتھ ۵ روپیہ پیشگی آنا ضروری ہیں نمونہ مفت

◆

اخبار مدینہ (بجنور)

(ہفتہ میں دو بار)

سنہ ۱۹۱۲ع سے مسلسل [illegible] الابرار کی زیر ادارت جاری ہے خدمت قوم و ملک باستواری مذہب و ملت اس کا شعار ہے آزادی وطن اور قومی مطالبات کا [illegible] اور جرأت میں الابرار [illegible] صداقت کا [illegible] مشاہیر علماء اور ادبا [illegible] دنیا کے ہر گوشہ میں پہونچتا ہے [illegible] زبان کی [illegible] نمونہ مفت - قیمت سالانہ ۶ روپیہ - ششماہی تین روپیہ آٹھ آنہ - سہ ماہی ۲ روپیہ [illegible] ممالک غیر سے ۸ روپیہ سالانہ۔

◆

غنچہ رسالہ ہفتہ وار

بچوں کا معلم بچوں کا اتالیق، طالب علموں کا استاد، علم و فن کا خزینہ، معلومات کی کان، اخلاقیات و ادبیات کا گنجینہ، ہفتہ وار خاص ملک و ملت کے نونہالوں کیلئے شائع ہوتا ہے - زبان سلیس اور عام فہم ہے اپنے بچوں کیلئے ضرور طلب فرمائیے - قیمت سالانہ ۴ روپیہ -

◆

(محمد مجید حسن مالک اخبار
مدینہ و غنچہ - بجنور

اگر آپ

علم و کتب کی وسعت اور دست طلب کی کوتاہی سے گھبرا گئے ہیں، تو کیوں کسی ایسے مقام کی جستجو
نہیں کرتے جہاں دنیا کی تمام بہترین اور منتخب کتابیں جمع کر لیگئی ہوں؟

ایسا مقام موجود ہے:

J. & E. Bumpus Limited
350: Oxford Street
LONDON, W. I

جو

دنیا میں کتب فروشی کا عظیم مرکز ہے

اور

جسے ملک معظم برطانیہ اور ان کے کتبخانۂ قصر کے لئے کتابیں بہم پہنچانے کا شرف حاصل ہے!

انگریزی کا تمام ذخیرہ جو برطانیہ اور برطانی نوآبادیوں اور ملحقہ ممالک میں شایع ہوتا ہے۔
یورپ کی تمام زبانوں کا ذخیرہ۔
مشرقی علوم و ادبیات پر انگریزی اور یورپین زبانوں کی تمام کتابیں۔
نئی اور پرانی، دونوں طرح کی کتابیں۔
تمام دنیا کے ہر قسم اور ہر درجے کے نقشے۔
ہر قسم کی تعلیمی کتابوں کے مسلسل سلسلے
بچوں کے لئے ہر قسم اور درجے کا ذخیرہ
قیمتی سے قیمتی، اور [illegible] سے [illegible] ایڈیشن۔
آپ ہمارے عظیم ذخیرہ سے حاصل کر سکتے ہیں۔
ہمارے یہاں سے ہر چھ ماہ کے بعد نئے ذخیرہ کی مفصل فہرست شائع ہوا کرتی ہے۔

الہلال

[illegible]

قیمت فی پرچہ پانچ آنہ

دنیا کي بہترین کتابوں کیلئے بہترین رهنما:

ٹائمز اف لندن کا ادبي ضمیمه

یه ضمیمه دنیا کي تمام کتابوں پر هفته وار دلچسپ اور وقیع تبصره کرتا هے -

اسکا معتدل نقد علمي حلقوں میں مسلم هے -

اس میں چند صفحات وقت کے جاري اور زیر بحث ادبي فوائد پر بھی هوتے هیں جنکي اهمیت کا عام طور پر اعتراف کیا گیا هے -

اپنے یہاں کے ایجنٹ سے تقاضه کیجئے که وه ٹائمز لندن کا هفته وار ادبي ضمیمه آپکے لئے مہیا کرے - لیکن اگر آپ چاهیں تو

The Publisher :

Printing House Square

London, E. C. 4.

سے براه راست طلب کر سکتے هیں

دنیا کے هر معلم اور ماهر فن تعلیم کیلئے

ضروري هے که

ٹائمز اف لندن کا تعلیمي ضمیمه مطالعه کرے

اگر آپ چاهتے هیں که فن تعلیم کے تمام نظري اور عملي تغیرات و ترقیات سے بے خبر نه رهیں ' تو آپکو یه ضمیمه بلا ناغه مطالعه میں رکھنا چاهیے -

یه هر هفته اس موضوع پر تمام اهم خبریں اور مباحث جمع کردیتا هے - ماهرین فن اور مشاهیر تعلیم کے قلم سے اسکے صفحات مرتب هوتے هیں -

اپنے یہاں کے ایجنٹ سے طلب کیجئے -

ورنه

The Publisher.

Printing House Square

London. E. C. 4.

سے طلب کرسکتے هیں -

کیا آپ تجارت کرني چاهتے هیں ؟

اگر آپ چاهتے هیں که یورپ اور امریکه کے تمام بڑے بڑے کارخانوں سے تجارتي تعلقات قائم کریں ' نفع بخش ایجنسیاں لیں ' هندوستان سے خام پیدا وار بھیجیں ' نئي نئي ایجادات سے اپنے ملک کو آشنا کریں ' تھوڑي سي محنت اور تھوڑا سا سرمایه لیکر ایک وقیع کار و بار شروع کردیں ' تو آپ کو ابتدا میں بہت سي باتیں معلوم کرني چاهئیں - اس طرح کي تجارت کے گر اور بھید سیکھنے چاهئیں - هندوستان کے تمام حلقوں اور یورپ و امریکه کے تمام کارخانوں اور کوٹھیوں کے حالات اور اصول معاملت معلوم کرنے چاهئیں - بغیر اس کے آپ کامیاب نہیں هوسکتے -

اگر آپ چاهتے هیں که بہت تھوڑا سا وقت خرچ کرکے یه ساري باتیں با قاعده علمي اصول پر معلوم کریں ' تو آپکو چاهیے که هم سے خط و کتابت کریں - هم بہ کام به حیثیت ایک ماهر فن کے کر رهے هیں - خط و کتابت کے بعد هي آپکو معلوم هوجائیگا که آپکے مقصد کیلئے هم کس درجه مفید هیں ؟

همارے تعلقات دنیا کے تمام تجارتي حلقوں سے هیں -

M. R. MARSDEN & CO.

Post Box 708.

Clive Street, Calcutta.

برونو مولر اینڈ کو - برلن

پوسٹ بکس نمبر ۲۴

BRUNO MULLER & CO. M. B. H.

Berlin-W 35

Post No. 24.

هر طرح کي مشینیں جو کرم ملکوں کے میووں کو خشک کرنے اور پھلوں کو محفوظ رکھنے کیلئے ضروري هیں ' اس کارخانے میں طیار کي جاتي هیں - تمام دنیا میں اس قسم کي مشینوں کا یه بہترین کارخانه هے - مندرجۂ بالا پته سے خط و کتابت کیجیے -

یاد رکھیے

میووں ' ترکاریوں ' اور هر طرح کے زرعي مواد کو خشک کرنے کا بہترین طریقه وه هے جو " نئے سستم " کے نام سے متمدن ممالک میں مشهور هے - اس " نئے سستم " کے مطابق کام کرنے والي مشینیں صرف اسي کارخانه سے مل سکتي هیں -

Printed and Published by
Masud Hasan Zuberi at The Al-Balagh Press, 11, Ballygunge Circular Road, Calcutta.
Editor : Maulana Abu-al-Kalam Azad.

لاتهنوا ولاتحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين
القرآن الحکیم

الہلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر - ۵ | کلکتہ : جمعہ ۱۵ - محرم ۱۳٤٦ هجری | جلد ۱
Calcutta : Friday, 15, July 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نهین ؟

ضروری هی که هم اسکا اب فیصله کرلین

آج کوئی زبان ترقی نهین کر سکتی اگر وه اپنا ترقی یافته طریق طباعة نهین رکهتی -

طباعة کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نهین که حروف کی چهپائی اختیار کی جای - پتهر کی چهپائی مین محدود رهکر اردو کی طباعة کبهی ترقی نهین کر سکتی -

هندی اور هندوستان کی تمام زبانون نی ، نیز عربی ، فارسی ، ترکی ، تینون سامی زبانون نی حروف کی چهپائی اختیار کرلی هی اور انکی طباعة یورپ کی طباعة کا مقابله کر رهی هی - کیون اردو زبان بهی ایسا نه کری جو اسی رسم الخط مین لکهی جاتی هی ؟

اردو کی سب سی بهتر حروف جو اس وقت تك بن سکی هین ، وه هین جن مین الهلال چهپتا هی - اور عربی کا بهترین خط نسخ وه هی جس مین یه سطرین کمپوز کی گئی هین - آپ ان دونون مین سی جسی چاهین پسند کرلین - لیکن پتهر کی چهپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین -

همارى راى مین بهترین حروف یهی هین - اگر فارسی اور ترکی کیلیي یه نا موزون نهین تو اردو کیلیي کیون نا موزون هون ؟

براه عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رائی سی همین اطلاع دیجیي - یاد رکهیي - طباعة کا مسئله آج زبان و قوم کیلیي سب سی زیاده اهم مسئله هی - ضروری هی که اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین -

الهلال

الہلال

[illegible] کلکتہ سے شائع ہوتا ہے

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

(۷) [illegible] وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پتہ ضرور لکھدیں

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر سے دفتری مراسلت (مثلاً رسید زر و اطلاع اجزاء اخبار وغیرہ) [illegible] کے ٹکٹ ضرور بھیجیے ورنہ دفتر پر غیر معمولی خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

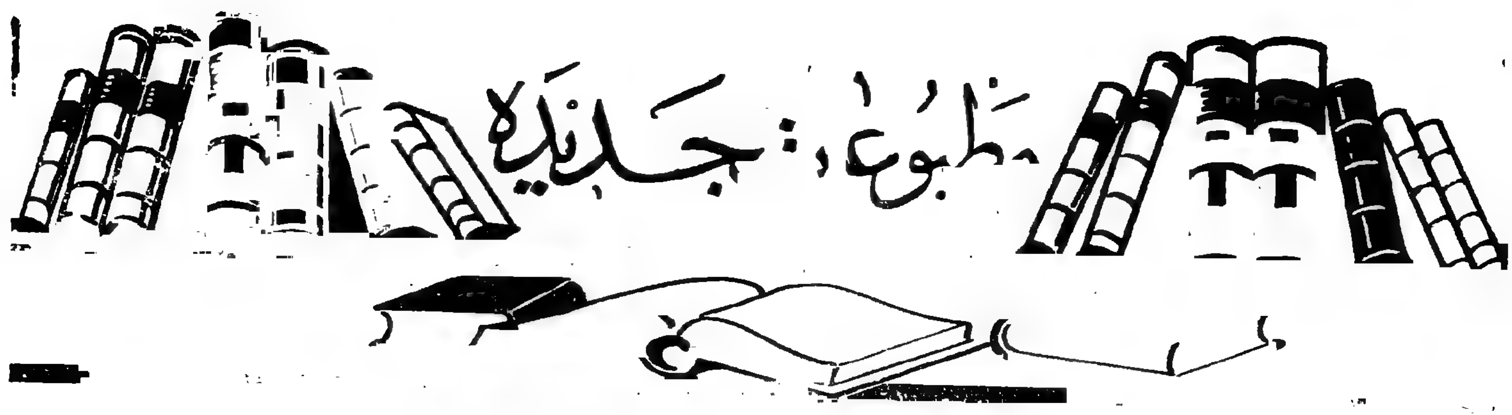

ايك صدى قبل ايك مغربى خاتون كى مشرقية

ايك مرد نما انگريز خاتون جو شام مين متوطن هوگى تهى -

ليڈي اسٹن هوپ

حال میں ایک فرانسیسي اهل قلم موسيو بلوشر نے ایک نئے قسم کے تاریخي موضوع پر کتاب لکھي ھے : " اٹھارھویں صدي میں مغرب و مشرق کا اتصال " اسمیں اُن تمام یوروپین اشخاص کے حالات جمع کیے ھیں جنھوں نے اِٹھارھویں صدي میں " مشرقیة " اختیار کرلي تھي - " مشرقیة " سے مصنف کا مقصود یه ھے که مشرقي ممالک کي رسوم ' معاشرت ' وضع و قطع ' اور ذوق و فکر کا اس طرح اختیار کرلینا ' گویا مغربیة ترک کر کے سرتا سر مشرقیة اپنے اوپر طاري کرلي ھے !

مصنف کو اس موضوع میں اُس سے کہیں زیادہ کامیابي ھوي ھے ' جتني کامیابي کي بظاهر توقع کي جاسکتي ھے - ایک بہت بڑي تعداد یورپ کي تمام اقوام کي نظر آتي ھے جسنے ترکي ' مصر ' شام ' عراق ' هندوستان ' اور چین میں توطن اختیار کرلیا تھا ' یا بہت زیادہ مدت تک کیلیے مقیم ھوگئي تھي ' اور اپنا مغربي جامه اُتار کر سرتاسر مشرقي جامه پہن لیا تھا - سترھویں اور اٹھارھویں صدي کے هندوستان کے هندوستاني انگریزوں ' هندوستاني فرانسیسیوں ' اور هندوستاني ڈچوں کے حالات سے تو هم بے خبر نہیں ھیں ' لیکن دوسرے مشرقي ممالک کے ان مشرقي مغربیوں کے حالات یقیناً همارے لیے نئي دلچسپي کا باعث ھونگے -

اب زمانے کي رفتار اُلٹ چکي ھے - اب مغربیوں کي مشرقیة کا نہیں بلکه مشرق کي " مغربیة " کا دور دورہ ھے - یقیناً ایک ایسے عہد میں یه حالات همارے لیے عبرت انگیز دلچسپي سے خالي نہونگے -

آج هم اس کتاب سے ایک انگریز خاتون کے حالات مع تصاویر کے نقل کرتے ھیں - یه خاتون مشہور انگریز مدبر سر ولیم پٹ کے خاندان سے تعلق رکھتي تھي - اِسے شام و لبنان کي مشرقیة نے کچھه اس طرح لبھا لیا تھا که اپنا وطن ' اپني قوم ' اور مغربي دنیا کے تمام علائق ترک کرکے همیشه کیلیے لبنان میں مقیم ھوگئي اور بالاخر وهیں پیوند خاک ھوئي :

(ليڈي اسٹن هوپ)

سنه ۱۷۷۶ - میں ایک انگریز لڑکي پیدا ھوئي - باپ کي طرف سے اُسکا رشته لارڈ اسٹن هوپ سے ' اور ماں کي طرف سے لارڈ چٹھم سے ملتا تھا -

لارڈ اسٹن هوپ " باغي لارڈ " کے لقب سے مشہور تھا - کیونکه وہ انقلاب فرانس کا بہت بڑا مداح اور جمہوریت کا حد غلو تک حامي تھا -

لارڈ چٹھم ' مشہور برطانوي وزیر اعظم ولیم پٹ کا باپ تھا - نپولین اعظم کے نام کے ساتھه پٹ کا نام بھي همیشه زندہ رھے گا - دونوں کي دشمني ' دشمني کي حد سے بھي تجاوز کرگئي تھي - ولیم پٹ نے جب جان دي ' تو اسکے آخري الفاظ یه تھے : " جنگ ' جنگ " یعني فرانس سے جنگ !

یه لڑکي بچپن ھي سے عجیب الاطوار تھي - انتہا پسندي اُسے اپنے دادھیال سے ورثه میں ملي تھي - مستقل مزاجي اور خیال کي آزادي ننھیال سے پائي تھي -

جب وہ چار برس کی تھي ' اُسکي ماں مرگئي - باپ نے نئي شادي کرلي - لڑکي اپنے باپ کي بیوي سے نباہ نه کرسکي اور اپني نانی کے گھر چلي گئي - ناني کي موت کے بعد اپنے ماموں ولیم پٹ کے ھاں اُٹھه آئي - یہاں اُسے انگلستان کے مشہور ترین آدمیوں اور یورپ کے بڑے بڑے مدبروں کے دیکھنے کا موقعه ملا ' اور یوروپین سیاست کے بہت سے راز اُس پر کھل گئے -

سنه ۱۸۰۶ - میں ولیم پٹ کا بھي انتقال ھوگیا - مگر مرنے سے پہلے بھانجي کے نام پندرہ سو پونڈ سالانه وظیفه مقرر کرگیا - اب اُسنے متوفي ماموں کا گھر بھي چھوڑ دیا اور دیہات میں اُٹھه گئي - کئي سال دیہاتي زندگي میں بسر کردیے -

اپنے ماموں کے گھر اور دیہات میں انگلستان کے بہت سے معزز نوجوانوں سے اُسکي دوستي ھوگئي تھي - بعض کي محبت نے اُسکے دل کا التفات حاصل بھي کیا ' مگر نا معلوم اسباب کي بنا پر وہ شادي نه کرسکي ' یا شادي کرني نه چاھي -

یه بات نه تھي که وہ بد صورت ھو اور مرد اُس سے نفرت کرتے ھوں - اُسکا شمار حسینوں میں تھا - سرو قامت اور چھریرا بدن رکھتي تھي - لیکن اُسکے خط و خال زنانه ھونے کي جگهه زیادہ تر مردانه تھے - اس لیے نسواني کشش اپنے اندر پیدا نہیں کرسکتے تھے -

(مشرق کی سیاحت)

سنه ۱۸۱۰ - میں اُسکا بھائي بھی مرگیا - اِس سے وہ بڑي محبت کرتي تھی اور اپني زندگي اُسکي خدمت کیلیے وقف کردي تھي - یه حادثه اسکے لیے ناقابل برداشت تھا - چنانچه غم غلط کرنے کیلیے سمندر کے سفر کا قصد کیا - پہلے صرف جبل طارق تک جانے کا

ان تمام اصحاب کیلیے

جو

قدیم تمدن و صنعت کی قیمتی اشیا کا شوق رکھتی هین

دنیا مین عظیم الشان مقام

I. SHENKER,

118, BROMPTON ROAD, KENSINGTON, LONDON, S. W.

هے

مغرب و مشرق کے قدیم آثار، پرانی قلمی اور مطبوعہ کتابیں، پرانی تصویریں، پرانے سکے اور نقوش، پرانے زیور، آرائش و تزئین کا هر قسم کا سامان، اور هر طرح کے پرانے صنعتی عجائب و نوادر، اگر آپ کو مطلوب هیں، تو هم سے خط و کتابت کیجیے - کم از کم همارے نمایش گاهوں اور ذخائر کی فهرستیں هی منگوا لیجیے - اهل علم اور اهل دولت، دونوں کیلیے همارا ذخیرہ قیمتی هے -

نوادر عالم کا یہ ذخیرہ

دنیا کے تمام حصوں سے غیر معمولی مصارف و مساعی کے بعد حاصل کیا گیا هے -

دنیا کے تمام قدیم تمدنی مرکزوں مثلاً مصر، شام، فلسطین، هندوستان، ایران، ترکستان، چین، وغیرہ ممالک میں همارے ایجنٹ همیشہ گردش کرتے رهتے هیں -

با این همه

قیمتیں تعجب انگیز حد تک ارزاں هیں !

براعظم یورپ ، امریکہ ، اور مشرق

کے تمام بڑے بڑے محل، کتب خانے، اور عجائب خانے، هم سے نوادر حاصل کرتے رهتے هیں - قاهرہ کے نئے ایوان شاهی کے نوادر ابهی حال میں هم هی نے فراهم کیے هیں -

اگر آپکے پاس نوادر موجود هوں

تو آپ فروخت کرنے کیلیے بهی پہلے هم هی سے خط و کتابت کیجیے - بہت ممکن هے کہ همارا سفری یا مقامی ایجنٹ آپسے مل سکے -

" اُس کي شخصيت ' ذاتي عظمت اور انوکهے اطوار سے مرکب هے - اِس مرکب کي تحليل کرنے کي ناکام کوشش کي جگه همیں اُسکا نام جنون رکهدينا چاهيے "

يه شاعر کي راے هے - ليکن خود خاتون نے شاعر کو کس نظر سے ديکها ؟ وه اپني ياد داشت ميں لکهتي هے :

" يه شخص تصنع کا عادي هے - زنانه اطوار رکهتا هے - هميشه اپنے پيروں کي سبکي اور نزاکت دکهانے کي کوشش کرتا هے - مذهب کے بارے ميں جب اس سے سوال کيا جاتا هے تو صاف جواب دينے سے ڈرتا هے "

وه اپنے ملاقاتيوں کے ساتهه ايوان ميں مردوں کي طرح بيٹها کرتي تهي - گفتگو کا انداز يه تها گويا مقرر تقرير کر رها هے - رات رات بهر باتيں کرتي رهتي - يهانتک که ملاقاتي بے اختيار هوکر سو جاتے تهے !

(بڑهاپا اور خاتمه)

اسکي زندگي کے آخري دن بڑي هي تکليف ميں کٹے - بڑهاپے کے زمانه ميں سود خوار يهوديوں کا افسون اُس پر چل گيا تها - قرض کي عادت پڑگئي تهي - اسراف کي کوئي حد نه رهي تهی - نتيجه يه نکلا که ديواليه هوگئي - صرف چار غلام باقي ره گئے - باقي تمام خدم و حشم رخصت کرنا پڑے اور تمام جائداد هاتهه سے نکل گئي - حتی که وليم پٹ کا وظيفه بهي قرضه کي نذر هوگيا - سنه ١٨٣٨ ميں اِس خود دار خاتون نے ملکه وکٹوريا اور وزير اعظم انگلستان کو اپني حالت زار سے آگاه کيا اور اعانت کيليے بڑي بڑي منتيں کيں مگر کوئي شنوائي نه هوئي -

نتيجه يه نکلا که صحـراء کي ملکه فاقے کرنے لگي - عمر کي زيادتي' بڑهاپے کي کمزوري ' پراني عظمت کي ياد ' موجوده بے سروساماني : غرضکه سيکڑوں مصيبتيں بيک وقت ٹوٹ پڑي تهيں - بالآخر بيمار هوئي اور سنه ١٨٣٩ - ميں اپنے پيچهے ايک عجيب تاريخ چهوڑ کر فوت هوگئي - بيروت کے انگريز قونصل نے سنا تو فوراً پهنچا ' اور تجهيز و تکفين کے رسوم انجام ديکر محل کے باغ ميں نعش دفن کردي -

مدت کي غفلت کے بعد سنه ١٩١١ - ميں انگلستان کو يه خاتون ياد آئي اور اُس کي قبر پخته بنوادي گئي - مصنف کا بيان هے که سنه ١٩١٣ - ميں اُس نے قلعه کے کهنڈر اور اسکي نئي بني هوي قبر دير الياس ميں ديکهي تهي -

* * *

افسانه

محبت اور قربانی
يا
سزا اور انتقام ؟

ويکٹر هيوگو کا " بشپ " اور تاريخ اسلام کا " بغدادي "

درس وفا اگر بود زمزمهٔ محبتی
جمعه به مکتب آورد طفل گریز پای را

(١)

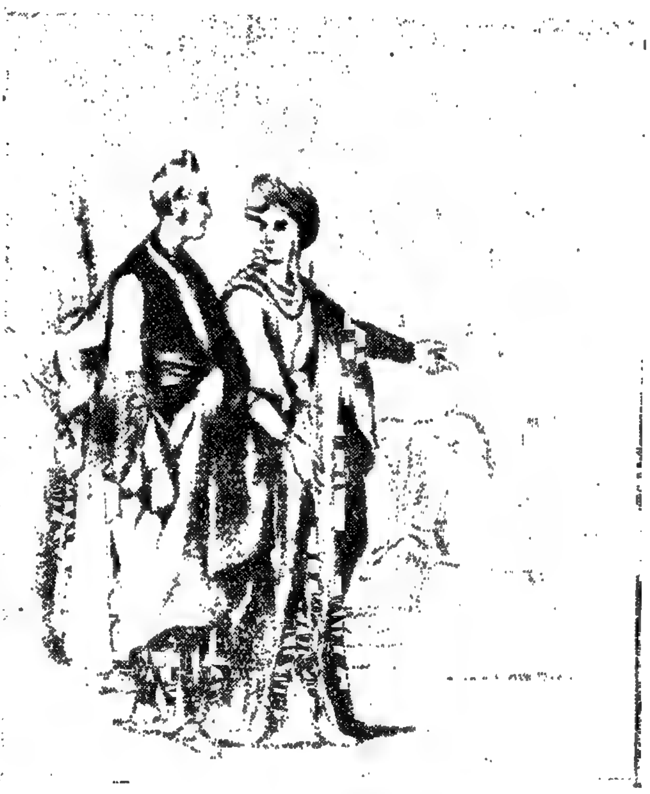

ليدي اسٹن هوپ لا مارتين کے همراه اپنے قلعه ميں
ليدي کے سر پر پگڑي هے اور لا مارتين برهنه سر هے -

انگريزي تعليم يافته اشخاص ميں بهت کم لوگ هونگے جنهوں نے فرانس کے مشهور انشا پرداز ويکٹر هيگو Victor Hugo کي مصنفات کے انگريزي ترجمے نه پڑهے هوں - نثر ميں اُس کي بهترين کتاب لا ميزيريبل Les Miserables تسليم کي گئي هے - اس قصه ميں اُس نے دکهلايا هے که انساني زندگي کي تمام شقاوتيں اور مصيبتيں صرف اس ليے موجود هيں که سوسائٹي کا نظام اور اخلاق غلط هے - اِس کے پاس رحم ' محبت ' عفو ' اور اصلاح کے ليے تو کوئي جذبه نهيں ' ليکن وه قانون اور سزا پر پورا اعتقاد رکهتي هے - نتيجه يه هے که انسان کو جرم اور مصيبت سے بچانے کے ليے وه کچهه نهيں کرسکتي - ليکن جرم پر سزا دينے اور مصيبت پر نفرت کرنے کے ليے هر وقت طيار رهتي هے !

ايک شخص جو اپني يا اپنے عزيزوں کي بهوک سے عاجز آکر چوري کرتا هے ' يا نيکي اور خدا پرستي کي تعليم نه ملنے کي وجه سے گمراه هو جاتا هے ' آپ کتني هي سزائيں دي جائيں ' وه جرم کرتا هي رهيگا - کيونکه سزا نے نه تو اس کي بهوک کا علاج کيا ' نه اس کي روح کي تاريکي کے ليے نيکي کي روشني بهم پهنچائي - اس کا علاج رحم اور محبت هے - مگر يهي چيز سوسائٹي کے پاس نهيں هے !

وه کهتا هے ' جرم اور گناه روح کا زخم هے - يه محبت کے مرهم هي سے اچها هوسکتا هے - ليکن دنيا کے پاس مرهم نهيں هے - صرف سزا کا تازيانه هے !

* * *

اراده تها - لیکن جب وهانتک پهنچ گئي تو آگے بڑهنے کا شوق دامنگیر هوا - یهانتک که مشرق کے تمام مشهور مقامات یونان٬ ترکي٬ مالٹا٬ مصر٬ وغیره کي اُس نے سیر و سیاحت کرلي - اُس وقت یه تمام ممالک عثماني سلطنت کے زیر نگیں تهے

(مشرقیة کي ابتدا)

ایک مرتبه اس سیاحت کے اثنا میں ایسا اتفاق هوا که اُسکي کشتي سمندر میں ٹوٹ گئي - قریب تها که سب ڈوب جاتے - لیکن عین وقت پر بچا لیے گئے - چونکه اس حادثه میں اس خاتون کے کپڑے ضائع هو گئے تهے٬ اسلیے ایک ترک افسر نے اپني جنگي وردي اتار کر دیدي اور اُسنے شکریه کے ساته قبول کرلي - یه پهلا موقعه تها که اپنا مغربي اور جنسي لباس ترک کرکے اسنے مشرقي اور مردانه کپڑے پهنے٬ لیکن یه وضع کچهه ایسي دل کو بها گئي که مدة العمر کے لیے مردانه مشرقي وضع اختیار کرلي!

ترکي ایک ترک افسر کي وردي پهنے اسکندریه میں داخل هوئي اپني سهیلي کو بهي مردانه لباس اختیار کرنے پر مجبور کیا - چند روز آرام کرکے فلسطین روانه هوئي - یهاں ترکي وردي اتار کر مصري ممالیک کا پر شوکت لباس اختیار کرلیا - سر پر عمامه٬ جسم پر قفطان اور جبه٬ سنهري تلوار کمر میں٬ اس انگریز خاتون کي جو سر ولیم پٹ وزیر اعظم برطانیه کي بهانجي تهي٬ دلپسند وضع تهي!

ملکه زینوبیا (زباء) کي اس ویران راجدهاني کے کهنڈروں میں (کیونکه وه فلسطین هي میں تهي) اُسے غیر معمولي کیفیت محسوس هوئي - یهاں اس مرد نما خاتون کو صحرا نشینوں نے ملکهٔ صحراء کا تاج پهنایا!

(مشرقیة کا فیصله)

معلوم هوتا هے٬ اسي زمانه میں اسکے اندر مشرقي توطن اور مشرقي زندگي کا خیال پیدا هوگیا تها٬ اور اُسنے اپني بقیه زندگي کیلیے ایک آخري فیصله کر لیا تها - وه حماة اور انطاکیه هوتي هوئي دیر الیاس نامي مقام پر پهنچي٬ اور یهاں آبادي سے باهر پهاڑ پر اپنے لیے ایک قلعه طیار کرایا - یهي قلعه اُسکا گهر اور یهي پهاڑ اُسکا وطن هوگیا - یورپ اور یورپ والوں کو بالکل بهول گئي - عربي حقه مزے سے لگاکر دهواں اڑاتي - گهوڑے پالتي - غلام خریدتي - اور ایک مشرق نژاد امیر کي سي زندگي بسر کرتي - اس کے پاس چالیس غلام تهے - خود اسي نے انهیں جنگي قواعد بهي سکهائي تهي -

آهسته آهسته اس نے بڑي قوت اور اهمیت حاصل کرلي - اب اُسکي حیثیت ایک طاقتور شیخ قبیله کي هوگئي تهي - بستي کے تمام قبائل اس کے مطیع هوگئے تهے - یه پوري فیاضي کے ساتهه انهیں روپیه دیتي٬ اور انهي کي زبان میں اُن سے باتیں کرتي - انکے تمام جهگڑے قضیے اسي کے سامنے آتے - یه تمام مقدمات کا ایک حکمران کي طرح فیصله کرتي اور مجرموں کو سزائیں دیتي - قرب و جوار کے سرکش لوگوں سے مقابله بهي جاري رهتا - اسکي دهاک تمام علاقه میں بیٹهه گئي تهي - لوگ اسکے رعب سے کانپتے تهے - اُسکے پاس ایک جلاد بهي نوکر تها جو عادي مجرموں کو قتل کرتا تها - قید خانه بهي بنایا تها - مجرموں کو اسمیں قید کرتي تهي -

۲۵ - برس یهاں رهي٬ اور استطرح رهي٬ که اس علاقه کي ایک طاقتور امیر سمجهي جاتي تهي - بسا اوقات دول یورپ بهي مجبور هوئیں که اُسکي خوشامدیں کریں - انگریز هونے پر بهي وه انگریزوں اور انگریزي حکومت سے سخت نفرت کرتي تهي - اس جوار میں جب کبهي انگریز ریشه دواني کرتے٬ یه فوراً اسکا توڑ کردیتي - اُسوقت انگلستان کي خارجي نظارت یقین کرتي تهي که یه عجیب و غریب انگریز عورت مشرق میں اُسکي ایک خطرناک دشمن هے!

اُسکي همت٬ شجاعت٬ قوت: کا اندازه اس سے هوسکتا هے که لبنان کے مشهور دروزي سردار "امیر شهاب" جیسے جبار سے بهي اسنے مقابله کیا تها!

اس سے بهي بڑهکر یه که محمد علي خدیو اول کے بیٹے ابراهیم پاشا نے جب شام پر حمله کیا٬ تو اس سے درخواست کي که یه غیر جانب دار رهے - یه ابراهیم پاشا وهي تها جس نے ایک طرف حجاز میں نجدیوں کا تخت الٹ دیا تها٬ دوسري طرف سلطنت عثمانیه کو اپنے جبروت کے آگے جهکنے پر مجبور کردیا تها!

لیدي اسٹن هوپ

مصر کے سفر [illegible] مشرقیة سے [illegible]

اسے گهوڑوں کا بڑا شوق تها - اصیل سے اصیل عربي گهوڑے اُسکے اصطبل میں بندهے رهتے تهے - بلیوں سے بهي بهت محبت تهي - اُسکا قلعه بلیوں سے بهرا رهتا تها - وه جادو٬ نجوم٬ اور تناسخ کي بهي قائل تهي -

(لامارتین سے ملاقات)

سنه ۱۸۳۲ - میں مشهور فرانسیسي شاعر و مصنف لامارتین (۱) اس سے ملا تها جب اُس نے مشرق قریب کا سفر کیا تها - اُسوقت وه بوڑهي هوچکي تهي - شاعر نے اسکي بابت اپنا تأثر جن لفظوں میں ظاهر کیا هے وه حسب ذیل هیں:

---

(۱) لامارتین انیسویں صدي کا مشهور فرانسیسي شاعر اور مصنف هے جس کي نسبت تسلیم کیا گیا هے که شعر موسیقي (لیریک) کے جدید مذهب (اسکول) کا باني وهي هے - مشرق اور مشرقي شاعري سے بهي اسے غیر معمولي دلچسپي تهي - خیال کیا جاتا هے٬ اسکے کلام کا وه حصه جس میں خدا کي حمد و ثنا ایک نئے اسلوب میں کي گئي هے اور اسکي صفات و تجلیات کے مظاهر کا استغراق نمایاں هوتا هے٬ دراصل اسلامي الاهیات و تصوف کے مطالعه کا پرتو هے - سنه ۱۸۳۰ - میں اُس نے اسلامي ممالک کا سفر کیا - اُسوقت سلطان عبد المجید خاں مرحوم تخت عثماني پر متمکن تهے - اُنهوں نے جب اس سیاح کے حالات سنے تو ملاقات کیلیے بلایا٬ اور اسمرنا اور لبنان میں ایک بهت بڑا قطعهٔ زمین بطور جاگیر کے بخشدیا - اُس کے بعد سے لامارتین کچهه عرصه اسمرنا میں رهتا - کچهه عرصه لبنان میں - اسي زمانه میں اس نے اپنا مشهور سفر نامهٔ مشرق مرتب کیا اور دولة عثمانیه کي تاریخ آٹهه جلدوں میں لکهي - مندرجهٔ متن رائے اُسکے سفر نامه سے ماخوذ هوگي٬ اگرچه مصنف نے حواله نهیں دیا هے - (الهلال)

" تو کیا وہ بات ٹهیک تهي " پولیس افسر نے متعجب هوکر کہا جو اس شخص نے هم سے بیان کي تهي؟ جب هم نے اِس سے دریافت کیا کہ یہ قیمتي سامان تمہیں کیونکر ملا؟ تو اُس نے کہا کہ......"

بشپ نے اُس کي بات ختم هونے کا انتظار نہیں کیا - خود هي کہکر پوري کردي:

" اُس نے کہا کہ یہ چیز مجهے ایک بوڑهے پادري نے دي تهي جس کے یہاں میں نے رات بسر کي تهي ' مگر تم نے اُسکي بات باور نہ کي اور گرفتار کرکے میرے پاس لے آئے - کیوں؟ یہي بات هے؟ اگر یہي بات هے تو تم نے غلطي کي "

پولیس افسر نے جین کو چهوڑ دیا - جین کي کند اور اکهڑ طبیعت کے لیے ممکن نہ تها کہ وہ اس لطیف مگر حیرت انگیز طرز عمل کي نزاکت محسوس کرسکتا - صورت حال کي عجیب ' غیر متوقع ' اور انقلابي نوعیت نے اسے مبهوت کردیا - اُس کي آنکهیں کهلي تهیں مگر اُسے کچهہ دکهائي نہیں دیتا تها - بشپ اُٹها اور چاندي کے دونوں شمعدان جو اُس کي چوري سے بچ رهے تهے ' اُٹها سامنے کردیے:

" میرے دوست! یہ اپني چیز لیلو اور خدا کے امن اور سلامتي کے ساتهہ جاؤ - مگر دیکهو ' جب کبهي تم واپس آؤ ' تو یاد رکهنا - تمهارے لیے بالکل غیر ضروري هے کہ باغ میں سے گزرنے کي زحمت برداشت کرو - تم اس گهر میں همیشہ اُس کے صدر دروازے سے داخل هوسکتے هو - رات هو یا دن - وہ کبهي اندر سے بند نہیں کیا جاتا - صرف بهڑا دیا جاتا هے "

جین نے بغیر اس کے کہ صورت حال سمجهہ سکا هو ' ایک ایسے آدمي کي طرح جو اپنے هوش و حواس میں نہ هو ' هاتهہ بڑها دیا اور شمعدان لے لیے - اب بشپ ایک قدم آگے بڑهتا هے اور جین کے کان میں کہتا هے:

" دیکهو یہ نہ بهولنا کہ تم نے مجهہ سے آج کیا وعدہ کیا هے؟ تم نے وعدہ کیا هے کہ اِس سامان کي قیمت سے ایک راست باز آدمي کي زندگي بسر کروگے "

جین نے کوئي وعدہ نہیں کیا تها - وہ تو مبهوت اور دم بخود کهڑا تها - بشپ نے اُس کے کہنے کا انتظار نہیں کیا - اُسے جو کہنا چاهیے تها ' وہ خود هي اُس کي طرف سے فرض کرلیا - قبل اس کہ منظر ختم هو ' بشپ کي زبان پهر کهلتي هے - وہ جین کے کاندهے پر شفقت سے هاتهہ رکهتا هے اور کہتا هے:

" جین والجین! میرے دوست! میرے عزیز بهائي! اب تم زیادہ عرصہ تک برائي کي زندگي میں نہیں رهسکتے - میں نے آج تمهاري روح تم سے خرید لي هے - میں اُسے تاریکي سے نکال کر خدا کے حوالہ کرتا هوں! "

میں نے جب کبهي قصہ کا یہ حصہ پڑها هے ' تو محسوس کیا هے کہ کوئي چیز ضرورت سے زیادہ یہاں آگئي هے - میں خیال کرتا هوں ' اگر وکٹر هیوگو یہ منظر وهیں پر ختم کردیتا جہاں بشپ نے شمعدان دیکر کہا تها " سلامتي کے ساتهہ جاؤ " تو یہ تصویر کہیں زیادہ موثر اور مکمل هوتي - اس سے زیادہ بشپ کو خود اپني زبان سے کہنے کي ضرورت نہ تهي - اس سیرة (کیریکٹر) کي ساري تاثیر اُس کي حالت کي رفعت اور کیفیت میں هے - صراحت اور وضاحت میں نہیں هے — بسا اوقات عمل کي تاثیر ایک مقدس خاموشي هوتي هے جسے چهونا نہیں چاهیے - زبان کي گویائي اُس میں مخل هوسکتي هے مگر اضافہ نہیں کرسکتي!

***

بہر حال جین یہاں سے نکلتا هے ' اور اب وہ وقت آتا هے کہ زندگي بهر کي خواب گراں کے بعد اچانک اُس کي آنکهیں کهلتي هیں اور وہ دیکهتا هے کہ افکار و احساسات کي ایک بالکل نئي دنیا اُس کے اندر پیدا هوگئي هے - یہ اُس کي زندگي میں پہلا موقعہ تها کہ نفرت ' حقارت ' اور ' سزا کي جگہ رحم ' محبت ' اور عفو و بخشش کي دل نواز صدا اُس کے کانوں میں پڑي تهي - یہ پہلا موقعہ تها کہ اُسے معلوم هوا ' اس دنیا میں صرف " قانون " اور " سزا " هي نہیں هے بلکہ اِن سے بهي ایک بالا تر حقیقت هے جو " محبت " اور " قرباني " هے اور جس کي وسعت اور گہرائیوں کي کوئي انتہا نہیں - وہ کتنا هي اس حقیقت کي تاثیر سے بچنا چاهتا لیکن یہ اُس کا روح و دل زخمي کیے بغیر نہیں رهسکتي تهي - وہ قید خانۂ طولون کا مشہور مجرم سہي ' مگر پهر بهي انسان تها - سانپ اور بهیڑیا نہ تها - سانپ کا پهن اور بهیڑیے کا پنجہ بهي تو محبت اور فیاضي کے سامنے نہیں اُٹهہ سکتا؟ نا ممکن تها کہ وہ بشپ کي رحمت و قرباني سے اپني شقاوت و معصیت کا مقابلہ نہ کرتا - اُس کا دل جسے سوسائٹي کي بے مہري ' قانون کي سنگ دلي ' اور زندگي کي محرومیوں نے پتهر کي طرح سخت کردیا تها ' اب محبت کي دل نوازیوں سے بے اختیار پگهلنے لگا - سچ مچ تو اُس کي روح اُس کي نہیں رهي تهي - اُسے بشپ کي نگاہ محبت نے خرید لیا تها - اس خرید و فروخت میں بشپ نے چند برتن کهوے ' لیکن جین نے اپني پوري زندگي جو گم هوچکي تهي واپس پالي - اگر بشپ جین کو قانون اور سزا کے حوالے کردیتا تو کیا پاتا؟ چاندي کے چند برتن جو اُس کے گهر سے چرائے گئے تهے - لیکن چاندي کے برتن زیادہ قیمتي هیں یا خدا کے ایک بهٹکے هوئے بندے کي خدا کے طرف واپسي؟ بشپ کا فیصلہ یہ تها کہ چاندي نہیں بلکہ انسان قیمتي هے! اُس نے برتنوں کے ساتهہ شمعدان بهي ملادیے - کیونکہ پهر بهي یہ سودا بہت ارزاں تها!

⁂

" میرے دوست! تم یہ اپنے شمعدان کیوں چهوڑ گئے؟ یہ بهي چاندي کے هیں اور دو سو میں فروخت هوسکتے هیں "

اس قصه میں ایک نہایت هي موثر سیرة (کیرکٹر) ایک قصبه کے بشپ (بڑے پادري) کي هے ' اور اسي سے قصه شروع هوتا هے - یه بشپ رحم اور محبت کا پیکر تھا - انسان کي شقاوت اور مصیبت کے لیے اُس کے دل میں نفرت کي جگه رحمت تھي - وہ اِس حقیقت سے بے خبر نه تھا که انساني روح نفرت و بغض سے نہیں بلکه محبت اور فیاضي سے شکار کي جاسکتي هے - وہ اپني تمام بیش قرار تنخواہ بے نواؤں کي اعانت اور بیماروں کي تیمارداري میں خرچ کرڈالتا اور کہتا "یه میرے گھر کا خرچ هے" - وہ اپنا تمام وقت ابناء جنس کي خبر گیري و خدمت میں صرف کردیتا اور کہتا "یه میرے اوقات کي تقسیم هے" - جب کبھي کوئي بیمار پڑتا ' یه اس کے سرهانے پہنچ جاتا - جب کبھي کوئي مصیبت میں مبتلا هوتا ' یه اُس کے دروازہ پر دستک دیتا - جب کبھي کوئي مجرم گرفتار هوتا ' یه اُسے توبهٔ و انابت کي تسکین دینے میں مشغول نظر آتا !

اُس کا دروازہ همیشه کھلا رهتا - هر آنے والے کے لیے وہ ایک هي آواز رکھتا تھا " اندر چلے آؤ " اُس کي راتیں خدا کے تصور میں بسر هوتي تھیں اور دن اس کے بندوں کي محبت میں !

***

اُسي زمانه میں ایسا اتفاق هوا که فرانس کا ایک مشہور مجرم اٹھارہ برس کي سزا جھیل کر تولون کے قید خانه سے رها هوا اور اُسي قصبه سے گزرا - جاڑے کا موسم تھا - ایک پہر رات گزر چکي تھي - بھوک اور تھکن سے چور چور هو رها تھا - سارے قصبه کا بار بار چکر لگایا که رات بھر کے لیے کہیں پناہ مل جائے مگر میسر نه آئي - وہ ایک رها شدہ قیدي تھا - کون تھا جو ایسي قابل نفرت مخلوق کو اپني چھت کے نیچے دیکھنا گوارا کرتا ؟ مجبوراً اس نے ایک احاطه کي شکسته کوٹھري میں پناہ لي ' لیکن وہ کتے کا گھر تھا - کتے نے بھي گوارا نه کیا که اُس کے ساتھ شب باش هو ! پھر اس نے سونچا ' میرے لیے صرف قید خانه هي میں جگه نکل سکتي هے - وہ قصبه کے قید خانه کے دروازہ پر پہنچا اور بڑي عاجزي سے درخواست کي که رات بھر کے لیے اسے جگه دیدي جائے - لیکن دروازہ کے محافظ نے کہا "یه سرائے نہیں هے - قید خانه هے - اگر یہاں آنا چاهتے هو تو پہلے اپنے کو گرفتار کراؤ"

افسوس بد قسمت انسان ! قید خانه بھي اُسے پناہ نہیں دے سکتا جب تک وہ جرم نه کرے !

***

آخر اتفاقات اُسے بشپ کے دروازہ پر پہنچاتے هیں - حسب معمول آواز آتي هے " اندر چلے آؤ " یه مکان میں جاتا هے اور اپني داستان مصیبت سناتا هے - بشپ ایک دوست اور بھائي کي طرح اُس کا خیر مقدم کرتا هے اور اپنے اور اپنے خاندان کے ساتھ میز پر بٹھا کر کھانا کھلاتا هے - گرم کمرہ ' گرم غذا ' آرام و عافیت سے رات بسر کرنے کا سامان : صورت حال کي یه تبدیلي جین والجین کي طبیعت میں (کیونکه رها شدہ قیدي کا یهي نام تھا) شگفتگي پیدا کردیتي هے - وہ بشپ سے بے تکلف هوکر باتیں کرنے لگتا هے - لیکن وہ سخت متعجب هوتا هے جب دیکھتا هے که بشپ اُسے گفتگو میں " جناب " کرکے مخاطب کرتا هے - اُس نے اپني زبان سے لاکھوں مرتبه دوسروں کو " جناب " کہا تھا ' لیکن خود اپنے لیے یه لفظ کبھي نہیں سنا تھا - اُس کي ساري عمر قید خانے کے سپاهیوں کي گالیاں سننے میں بسر هوئي تھي - وہ حیران هوکر کہتا هے " میں ایک رها شدہ قیدي هوں - اگر تم میرے حال سے واقف هوتے تو ایسا نه کہتے " لیکن بشپ کہتا هے " میں تم سے واقف هوں - کیونکه تم میرے بھائي هو ! "

کھانے کے بعد وہ جین کے لیے اپنے کمرے کے ساتھ کا کمرہ طیار کرادیتا هے - چاندي کا شمع دان روشني کے لیے رکھدیتا هے ' اور شب بخیر کہکر رخصت هوجاتا هے -

جین شکر گزار هوکر سو جاتا هے - عمر بھر میں یه پہلا موقعه تھا که قید خانه کے سخت اور ٹھنڈے فرش کي جگه ایک نرم اور گرم بستر سے اس کا جسم مس هوا تھا !

***

اب ایسا هوتا هے که پچھلے پہر اُس کي آنکھ کھلتي هے - اس کا دماغ جو شام کي مصیبتوں سے تھک کر معطل هوگیا تھا ' کئي گھنٹے آرام پا کر اپني اصلي حالت میں واپس آجاتا هے اور اپنا گرد و پیش سونچنے لگتا هے - اچانک اس کے خیالات میں جنبش هوتي هے - طمع و حرص کے مجرمانه جذبات بھڑک اُٹھتے هیں - جرم کا ذوق خفته بیدار هوجاتا هے - اسے یاد آتا هے که کھانے کي میز پر چاندي کے قیمتي برتن موجود تھے جو اسي کمرے میں ایک جگه رکھے هوئے هیں - وہ اُٹھتا هے - پہلے بشپ کے کمرے میں جاتا هے - نہیں معلوم جرم و گناہ کے کیسے خوفناک ارادے اُس کے اندر کھول رهے تھے ؟ لیکن جب بشپ کے ساکن اور نوراني چہرے پر نظر پڑتي هے تو جھجھک کے رہ جاتا هے - گھبراهٹ میں جلد جلد چاندي کے برتن اُٹھاتا هے ' اور باغ کي دیوار پھاند کر روانه هوجاتا هے -

***

بشپ صبح اُٹھتا هے - وہ خیال کرتا هے که اپنے مہمان کے لیے گیري گائے کا تازہ دودھ مہیا کرے - بیس اثنا میں خادمه آتي هے اور خبر دیتي هے که یه " مہمان عزیز " چاندي کے تمام برتن لیکر بھاگ گیا - بشپ سنتا هے ' لیکن اُس کي زبان سے شکایت کا ایک حرف نہیں نکلتا - وہ کہتا هے ' مٹي یا لوهے کے برتن بھي اُسي طرح کام دے سکتے هیں جس طرح چاندي کے برتن ' وہ به آساني مہیا کر لیے جائینگے !

اتنے میں دروازہ کھلتا هے اور پولیس کے سپاهي جین والجین کو گردن سے پکڑے نمودار هوتے هیں - اُن سے معلوم هوتا هے که صبح یه قصبه سے نکل کر تیزي سے بھاگا جا رها تھا - پولیس کے ایک سپاهي کو شبه هوا اور گرفتار کر لیا - شبه کي تصدیق اُس بقچه سے هوئي جو اس کي بغل میں تھا - اُس سے چاندي کے قیمتي برتن نکلے -

یهي موقعه بشپ کي سیرة (کیرکٹر) کي سب سے زیادہ موثر تصویر پیش کرتا هے - جونهي بشپ کي نظر جین پر پڑي ' بے تامل آگے بڑھا :

" میرے دوست کیا تم هو؟ " بشپ نے کہا " میں تمہیں دیکھ کر بہت خوش هوا - لیکن یه کیا بات هے که تم جاتے هوئے اپنے شمعدان یہیں چھوڑ گئے ؟ حالانکه وہ بھي تو چاندي کے هیں " اُس نے چاندي کے لفظ پر زور دیا " اور کم سے کم دو سو روپیه میں فروخت هو جا سکتے هیں ؟ "

پولیس افسر ایک دوسرے هي طرح کے معامله کا متوقع تھا - یه صورت حال دیکھي تو گھبرا گیا :

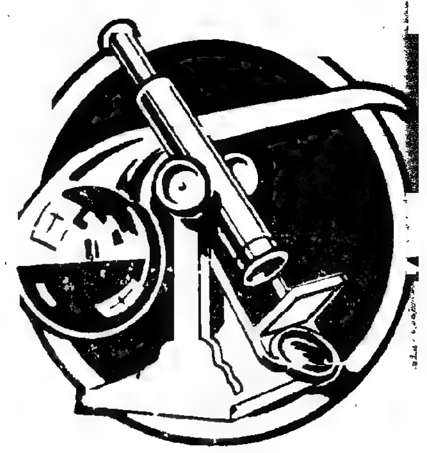

مذاکرۂ علمیّہ

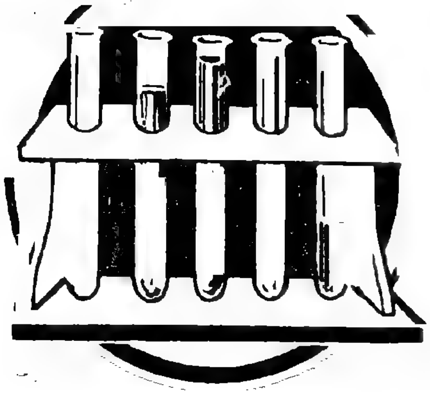

انساني عمر کي درازي اور اعادۂ شباب

یورپ کے طبي حلقے سالها سال سے اعادۂ شباب اور درازي عمر کے جن تجربوں میں مشغول تھے ' اُن میں سب سے زیادہ کامیابي ڈاکٹر وورو نوف کو هوي هے جو بندر کي گلٹیوں کي قلم انسان کے جسم میں لگا کر بوڑھاپے کو جواني سے بدل دیتا هے - اُس کي حیرت انگیز عملي کامیابیوں کا غلغله چار سال سے بلند هے ' اور اب اس درجه مشہور هو چکا هے که هر چوتھے پانچویں هفتے اِس بارے میں کوي نه کوني خبر ریوٹر ایجنسي کے ذریعه دنیا میں مشتهر هوجاتي هے -

سب سے پہلے سنه ۱۹۲۲ - میں روٹر نے یهه خبر مشتهر کي تهي که سابق قیصر جرمني نے ڈاکٹر وورو نوف کو بلایا هے تا که اس عملیه کا تجربه کریں - اُسکے بعد سنه ۱۹۲۴ - میں فرانس کي هافاس ایجنسي نے خبر دي که حکومت فرانس نے ڈاکٹر موصوف کو الجزائر بهیجا هے تا که وهاں کي بهیڑوں پر اس عملیه کا تجربه کریں - اُسي زمانے میں پیرس کے مشهور مصور رساله لا الستراسیوں نے اس عملیه کي تاریخ اور عملي نتائج پر متعدد مضامین لکهے ' اور تهوڑے عرصه کے بعد انگلستان کے اخبارات سے معلوم هوا که ڈاکٹر وورو نوف نے لندن کا سفر کیا هے اور شاهي طبي مجلس کے زیر اهتمام ایک وقیع جلسه میں تقریر کي هے - اس جلسه میں انهوں نے ایک ۷۵ - برس کا سالخورده آدمي بهي پیش کیا تها جو حد درجه کمزور هو چکا تها ' مگر اب اس عملیه کے ذریعه زیاده سے زیاده چالیس برس کا طاقتور جوان معلوم هوتا تها !

اس کے بعد فرانس اور انگلستان کے طبي رسالوں میں یه مبحث از سر نو چهڑ گیا - مختلف پهلوؤں سے اس پر بحثیں هوتي رهیں -

شاید هندوستان هي وه جگه هے ' جهاں اس عملیه کي کامیابي اور مقبولیت کا سب سے پہلے اور سب سے بهتر اندازه لگایا جا سکتا تها - بندروں کي سب سے بڑي آبادي افریقه کے بعد هندوستان میں هے - اور اگر عمده نسل کے بندروں کي جستجو هو تو وه غالباً صرف هندوستان اور اسکے جزیروں هي میں مل سکتے هیں - اس لیے هر ایسے عملیه کے لیے جس میں اِس " انسان سے ایک درجه فروتر " جانور کي ضرورت هو ' ضروري هے که هندوستان سے اپني ضرورت پوري کرنے کا انتظام کرے - سنه ۱۹۲۵ع میں اچانک معلوم هوا که شمالي هند میں ایک نئي قسم کي تجارت شروع هوگئي هے اور خوب فروغ پا رهي هے - یه تجارت بندروں کے فرانس بهیجنے کي تجارت تهي - معلوم هوا که فرانس کي ایک حیوانات فروش دکان سیکڑوں هزاروں کي تعداد میں عمده نسل اور قسم کے بندر طلب کر رهي هے ' اور بمبئي ' کلکته ' کولمبو سے ایک ایک جهاز میں سو سو بندر بهیجے جا رهے هیں - یه صورت حال اس بات کا قطعي ثبوت تهي که ڈاکٹر وورو نوف کا عملیه کم از کم مقبول خوب هو رها هے !

حال میں روٹر ایجنسي نے پیرس سے ایک نئي خبر شائع کي تهي - اس سے معلوم هوا تها که حکومت فرانس نے ڈاکٹر موصوف کو فرانس اور اٹلي کے سرحدي مقامات میں سے ایک نهایت پر فضا اور معتدل مقام دیدیا هے ' اور انهوں نے وهاں ایک قدیم قلعه میں بهت بڑي تعداد بندروں کي جمع کرلي هے - مقصود اس سے یه هے که خود یورپ میں بندر پال کر بڑي تعداد پیدا کرلي جائے ' تاکه اس عملیه کے انجام دینے میں سهولت هو -

اس خبر کے دو هفته بعد پیرس کے مشهور اخبار طان میں ایک ملاقات کا دلچسپ حال شائع هوا جو اسي سرحدي مقام کے قدیم قلعه میں (جو اب بندروں کي قیام گاه هے) مسٹر چرچل اور ڈاکٹر موصوف میں هوئي تهي - ملاقات کي سرگزشت ڈاکٹر ام - لوئي فارست کے قلم سے نکلي تهي جو ڈاکٹر وورو نوف کے پرانے دوست هیں -

چونکه یه معامله موجوده دنیا کا سب سے زیاده اهم طبي انکشاف هے ' اس لیے هم چاهتے هیں ایک جامع تحریر اس موضوع پر شائع کردیں - هم نے مختلف مصادر سے اس مبحث کے تین اهم حصے لے لیے هیں اور انهیں ضروري تصاویر کے ساتهه شائع کر دیتے هیں - پهلا ٹکره نیویارک کے مڈیکل جرنل کے ایک مضمون سے ماخوذ هے جو دنیا کے معتمد طبي رسائل میں سے هے - دوسرا پیرس کے مشهور مصور رساله " لا الستراسیون " کے مضامین سے مرتب کیا گیا هے جو اس موضوع پر شائع هوئے تهے - تیسرا " طان " پیرس سے لیا گیا هے جس میں مسٹر چرچل اور ڈاکٹر وورو نوف کي ملاقات کي سرگزشت بیان کي گئي هے - اس کا مختصر خلاصه هندوستان کے بعض انگریزي اخبارات میں بهي شائع هوگیا تها ' لیکن اب ڈاک کے اخبارات میں " طان " آگیا هے اور اس میں پوري سرگذشت درج هے -

(۱)

(انساني عمر کي درازي)

زندگي کي بیمه کرنے والي کمپنیوں کي سالانه رپورٹیں ظاهر کرتي هیں که گزشته صدي کے آخري پچیس برسوں میں انسان کي عمر پہلے سے باره برس زیاده هوگئي هے - امریکن پروفیسر ڈاکٹر میو نے واشنگٹن یونیورسٹي میں پچهلے مهینه تقریر کرتے هوئے کها :

نیکي اور بدي میں کشمکش شروع ہوگئي - مقابلہ سخت تھا مگر جیت نیکي ھي کیلیے تھي - جین نے تاریکي اور گناہ کا دشت بے کنار پیچھے چھوڑا ' اور ایک ھي جست میں نیکي اور خدا پرستي کي بلندیوں پر پہنچ گیا :

بال بکشا و صفیر از شجر طوبی زن
حیف باشد چو تو مرغے کہ اسیر قفسی !

نیکي کي دنیا بدي کي دنیا سے کس قدر دور معلوم ھوتي ھے اور پھر دیکھو تو کتني نزدیک ھے ؟ جب تک تم نے اُسکي طرف قدم نہیں اُٹھایا ' وہ اتني دور ھے کہ اُس کا نشان راہ بھي تمھیں دکھائي نہیں دیتا - لیکن جونھي تم اُسکي طرف چلے ' وہ اِتني نزدیک ھوجاتي ھے کہ ساري مسافت ایک قدم سے زیادہ نہیں ! یوناني علم الاصنام کي ضرب المثل تھي : " مریخ کے مندر اور عطارد کے مندر میں صرف ایک دیوار حائل ھے " کیونکہ دونوں ایک ھي احاطہ میں تھے' اور جہل و خونریزي کے مندر سے نکل کر علم و امن کے مندر میں جانے کیلیے صرف اِتنا کرنا پڑتا تھا کہ بیچ کے ایک دروازے سے نکلکر دوسرے دروازے میں قدم رکھدیا - یہ اس طرف اشارہ تھا کہ علم و جہل ' محبت و جنگ ' اور نیکي و بدي کي دنیائیں کتني ھي وسیع اور دور دراز نظر آتي ھوں ' مگر اُسکے لیے جو ایک سے نکل کر دوسري میں قدم رکھنا چاھے ؟ اس سے زیادہ مسافت نہیں ھے کہ ایک گھر کي چوکھٹ سے نکلے اور دوسري چوکھٹ میں قدم رکھدیا !

طے می شود ایں رہ بہ درخشیدن برقے
ما بے خبراں منتظر شمع و چراغیم !

⁂

بالاخر فرانس کا وہ مشہور مجرم جسکے لیے چوري پیشہ اور قتل تفریح تھي ' جسے دنیا کا قانون اور سوسائٹي کا انصاف اٹھارہ برس عذاب میں رکھہ کر بھي جرم سے روک نہیں سکا تھا ' جسکي شقاوت اور سیہ کاري اس حد تک پہنچ چکي تھي کہ قید خانہ سے نکلتے ھي پہلا وار اپنے محسن پر کر گزرا ' اور ذرا بھي ضمیر کي ملامت محسوس نہ کي : اب ایک شریف ' راست باز ' خدا پرست ' اور فیاض آدمي تھا جسکي دولت بندگان خدا کي بے لوث خدمت میں اور جسکي زندگي مصیبت زدوں اور بے سر و سامانوں کي غمخواري میں صرف ھوتي تھي ! اِتنا ھي نہیں بلکہ گذشتہ کے احساس اور مستقبل کي طلب نے اب اسکے اندر نیکي اور ایثار کي ایک ایسي اعلی روح پیدا کردي تھي جسکي طاقت کي کوئي انتہا اور جسکي وسعت کا کوئي کنارہ نہ تھا - بشپ کا نمونہ اُسے اپني روحاني بلندي کي سطح سے بھي ایک زیادہ بلندي کي طرف دعوت دے رھا تھا !

⁂

انسان کتنا ھي نیک بننا چاھے لیکن سوسائٹي اسے نیک بننے نہیں دیتي - وہ اُسکا زندگي کے ھر گوشے اور ھر موڑ پر تعاقب کرتي ھے - جین کچھہ سے کچھہ ھوگیا ' اُسکي روح بدل گئي ' اُسکا دل پلٹ گیا ' اُس کا سینہ جو کبھي شیطان کا نشیمن تھا ' مقدسوں کي نیکیوں کا آشیانہ اور فرشتوں کي پاکیوں کا خزینہ بن گیا ! تاھم سوسائٹي نہ تو اُسے معاف کرسکي ' نہ اُسکي راہ روکنے سے باز آئي - ایک کے بعد ایک آزمایشیں آتي گئیں ' اور اُسکي وہ نیکي جو بشپ نے شمعدان پکڑاتے ھوے اسکے دل کے ریشے ریشے میں اتار دي تھي ' متزلزل نہ ھوئي - وہ قربانیوں پر قربانیاں کرتا گیا - اس نے انسان کي خدمت اور محبت کیلیے اپنا سب کچھہ دیدیا - لیکن انسان اُسے انصاف کا ایک کلمہ ' اعتراف کا ایک اشارہ ' عزت کي ایک غلط انداز نظر بھي نہ دے سکا !

⁂

افسانہ بہت طول کھینچتا ھے - سالہا سال گزر جاتے ھیں - یورپ کے بعض اھم واقعات شروع ھوتے ھیں اور ختم ھو جاتے ھیں - " واٹرلو " کا معرکہ اور " فرانس کا تیسرا انقلاب " بھي ھو چکتا ھے ' لیکن جین کي عجیب و غریب زندگي کي مسلسل اور غیر مختتم قربانیاں ختم ھونے پر نہیں آتیں - وہ اپني زندگي کا تمام آخري حصہ صرف کر کے جس یتیم اور مظلوم لڑکي کي پرورش کرتا ھے اور سمجھتا ھے کہ اُسکي زندگي کي ساري نامرادیوں اور شقاوتوں کا صلہ اس بچہ کي محبت میں مل جایگا ' وہ بھي اُس سے بے پروا ھو جاتي ھے - جس شخص کي زندگي کو وہ ایک ایسے زھرہ گداز اور دھشت انگیز خطرہ میں پڑکر بچاتا ھے جس کا تصور بھي انسان کو سہمادے ' وہ بھي اُسکے ساتھہ انصاف نہیں کرسکتا اور اُس سے منھہ موڑ لیتا ھے - آخر وہ وقت آتا ھے جب اسي برس کي عمر میں تن تنہا بستر موت پر کروٹیں بدلتا ھے - اُسوقت انسان طیار ھوتا ھے کہ اُسکے ساتھہ انصاف کرے -

ساري عمر کي نیکي اور قرباني کے بعد اعتراف کي یہي چند گھڑیاں تھیں جو سوسائٹي اُسے دے سکي !

⁂

وکٹر ھیوگو کي یہ طیار کي ھوي سیرۃ (کیرکٹر) نہایت مقبول ھوي ھے - یورپ کے بڑے بڑے مصوروں نے اسکا مرقع کھینچنے میں اپنے کمالات کے جوھر دکھلاے ھیں - سب سے بہتر مرقع موس کا تسلیم کیا جاتا ھے جو گذشتہ صدي کا نامور فرانسیسي مصور تھا - اس مرقع میں اُس نے وہ منظر دکھلایا ھے جب پولیس کے سپاھي جین کو گرفتار کرکے لاتے ھیں اور بشپ کے سامنے پیش کرتے ھیں - جین دم بخود کھڑا ھے - اسکے ھاتھہ میں چوري کے مال کا بقچہ ھے - بشپ مسکراتا ھوا آگے بڑھتا ھے اور چاندي کے شمعدان اُسے پکڑا رھا ھے - نیچے یہ عبارت درج ھے " میرے دوست ! تم رات جاتے ھوے یہ شمعدان کیوں چھوڑ گئے ؟ یہ بھي تو چاندي کے ھیں اور دو سو روپیہ میں فروخت ھو سکتے ھیں " ؟

⁂

کچھہ عرصہ ھوا میں سفر میں تھا اور گزران وقت کے لیے یہ قصہ پڑھہ رھا تھا - میں نے خیال کیا ' وکٹر ھیوگو نے اپنے زور تخیل سے انساني سیرۃ کا ایک بڑا ھي بلند اور دلاویز نقشہ کھینچا ھے ' لیکن اگر اُس نے مشرق کي شاعري کي طرح (کیونکہ اُس نے سعدي اور حافظ کا مطالعہ کیا تھا) مشرق کے اخلاق و تصوف کا بھي مطالعہ کیا ھوتا تو اسے معلوم ھوجاتا کہ اس طرح کي اخلاقي سیرۃ یہاں کي عامي زندگي کے واقعات رہ چکے ھیں - پھر مجھے خیال آیا کہ سید الطائفہ جنید بغدادي (رح) اور ابن ساباط کا واقعہ کس درجہ اس سے مشابہ ' اور اپني تفصیلات میں کیسا شاندار اور موثر ھے ؟

⁂

" ابن ساباط " کي سرگزشت کیلیے آئندہ مجلس افسانہ سرائي کا انتظار کیجیے -

" وصاف "

ایک ٧٥ برس کا بوڑھا آدمي
عملیۂ تقلیم سے پہلے

اِن تجربوں کے بعد اُس نے انسان کو لیا اور خاطر خواہ کامیابي حاصل هوئي - چالیس سے ساٹھه برس تک کے آدمیوں پر تجربه کیا گیا جنکي شرائین سخت هوگئي تهیں' اور پیري کے جمله لوازم اُن پر ٹوٹ پڑے تهے - جوان آدمیوں کا خون اُن کے جسم میں پهنچایا گیا اور یه تمام عوارض دور هوگئے - یه خیال نہیں کرنا چاهیے که اس طریقه میں جوان آدمي کا بہت سا خون لیا جاتا هے - نہیں' بہت هي کم خون - اِتنا کم' جتنا معمولي زخم سے بهه جایا کرتا هے - اور وہ اِس عمل کے لیے کافي هوتا هے - ایک سنٹي میٹر مکعب سے دو سنٹي میٹر تک خون کافي هوتا هے - اِس میں اصلي شرط یه هے که دونوں کے خون کي فعالي خاصیت یکساں هو - یهي سبب هے که خون لینے سے پہلے اُس کي طبي جانچ کرلي جاتي هے - سب سے بهتر خون باپ کے لیے بیٹے کا هوتا هے - لیکن بهر حال طبي معائنه ضروري هے -

(٢) گلٹیوں کا نظریه

دوسرا طریقه گلٹیوں کي عملیات کا هے - یه طریقه اُس نظریه پر مبني هے جو آجکل بهت عام اور مقبول هو رها هے - نظریه یه هے که جسم کے پورے نظام کا دار و مدار اُن گلٹیوں پر هے جو خون میں بلا واسطه اپنا ماده پهنچاتي رهتي هیں - اِن گلٹیوں کي مثال بالکل اُس ننهے سے پرزه کي هے جو موٹر میں حرکت کے وقت پهلا شراره پیدا کرتا هے -

گلٹیوں کي جسم میں تاثیر مسلم هے - مثلاً جب گردن کي " غدۂ درقیه " (Thyroid Gland) خراب هو جاتي هے تو انسان میں غفلت و حماقت کي سي ایک کیفیت پیدا هوجاتي هے - اِس غدود یا گلٹي کے اوپر دو گلٹیاں آور بهي موجود هیں - یه اِتني چهوٹي هیں که پن کے سر سے زیاده نهیں هیں - اگر یه جسم سے نکال دي جائیں تو فوراً تشنج شروع هو جائے اور زیاده سے زیاده چهه گهنٹے کے اندر انسان مر جائے - اسي طرح گردوں کے اوپر کي گلٹیاں بهي اگر نکال دي جائیں تو چشم زدن میں اس طرح دم نکل جائے' گویا بجلي گر پڑي - وجه یه هے که یه دونوں گلٹیاں ایک خاص طرح کا ماده خارج کرتي رهتي هیں جس کا نام " اڈرینالین " هے - یهي ماده قلب کي حرکت کا اصلي موجب هے -

غرضکه اِس قسم کي بهت سي گلٹیاں انسان کے جسم میں موجود هیں- لیکن تجربه کرنے والوں نے اپنے علاج میں صرف تناسلي گلٹیوں سے کام لیا هے - یه ثابت هوچکا هے که تناسلي گلٹیوں هي سے وہ ماده خارج هوتا هے جس سے مرد کي آواز بهاري هوتي هے' چهرے پر بال نکلتے هیں' اور وہ تمام حالات پیدا هوجاتے هیں جنسے مرد' مرد هوتا اور اُس میں رونق شباب ظاهر هوتي هے -

(گلٹیوں کے عملیات)

اِن گلٹیوں کو قوي اور چست کیوں کر کیا جائے ؟ علماء نے اِس کے چند طریقے نکالے هیں

ایک طریقه یه هے که اِن گلٹیوں پر عمل جراحي کرتے هیں اور اُن کي شرائین مختلف دواؤں کے ذریعه تروتازه کر دي جاتي هیں' جن سے مادۂ منویه آتا هے اور جو بڑهاپے میں خشک هو جاتي هیں - یه طریقه اب تک پوري طرح کامیاب نهیں هوا هے' اگر هو بهي جائے تو صرف اُنهي بوڑهوں کے لیے مفید هوسکتا هے جن کے قوی ابهي مضبوط هیں اور جسم میں مادۂ منویه کافي مقدار میں پیدا هوتا رهتا هے - لیکن جن کے قوی بالکل کمزور هوگئے هیں' اُن کے لیے یه طریقه مفید نه هوگا - یهي وجه هے که یه طریقه مقبول نهیں هوا -

دوسرا طریقه پچکاري کے ذریعه مواد داخل کرنے کا هے - تندرست حیوان کي تناسلي گلٹیوں کے مواد کا خلاصه حاصل کیا جاتا هے' اور بوڑهے جسموں کي گلٹیوں میں پهنچا دیا جاتا هے - لیکن یه طریقه بهي زیاده کار آمد ثابت نهیں هوا - کیونکه اول تو ایسے مواد کا حاصل کرنا مشکل هے - پهر اِس کا اثر بهي زیاده دیر پا نهیں هوتا - کچهه مدت کے بعد جاتا رهتا هے -

یه طریقه سب سے پهلے ایک امریکن ڈاکٹر براؤن سیکر نے معلوم کیا تها اور خود اپنے جسم پر اسکا تجربه کیا تها - یه ڈاکٹر بهت بوڑها هو گیا تها - عمر ستر سے بهي زیاده هوگئي تهي- علمي اشغال کي قوت باقي نهیں رهي تهي - بڑے غور و فکر کے بعد اُسے خیال هوا که اِس طریقه کا تجربه کیوں نه کیا جائے ؟ چنانچه تناسلي گلٹیوں کے مواد کا خلاصه حاصل کیا اور اپنے جسم میں پچکاري کے نشتر کے ذریعه داخل کردیا- نتیجه حیرت انگیز تها - اچانک شباب کي قوتیں عود کر آئیں !

تیسرا طریقه وہ هے جسے پیوند یا قلم لگانے سے تعبیر کیا جاتا هے یعني جس طرح درختوں کي دو مختلف شاخوں کا باهمدگر پیوند لگایا جاتا هے' اسي طرح ایک جسم کا کچهه حصه دوسرے جسم میں لگا دیا جاے - اسي لیے هم نے اسے " تقلیم " کے لفظ سے تعبیر کیا هے جو عربي میں قلم لگانے کے معني میں بولا جاتا هے - ایک دوسرا لفظ " تطعیم " بهي هے - لیکن اسمیں قلم لگانے سے زیاده ٹیکه لگانے کا مفهوم پایا جاتا هے - مصر کے بعض رسائل نے غلطي سے اسے " تطعیم " کهنا شروع کر دیا هے - حالانکه تطعیم اِسکے لیے موزوں نهیں

وهي ٧٥ برس کا بوڑها
عملیه کے بعد

ڈاکٹر گورسکي

جس نے تجديد خون کے ذريعه اعادۂ شباب کے عمليه ميں کاميابي حاصل کي

" اعداد و شمار سے ثابت هوگيا هے که انسان کي عمر بڑه رهي هے- سولهويں صدي سے انيسويں صدي کے وسط يعني سنه ۱۸۵۰ع تک ' انسان کي عمر ميں بيس برس کا اضافه هوچکا هے - اس کے بعد بهي ترقي برابر جاري رهي - اِس وقت انسان کي متوسط عمر ۵۸ - سال تک پهنچ چکي هے "

پروفيسر مذکور کے خيال ميں اِس زيادتي کا اصلي سبب علم حفظان صحت کي ترقي اور عقل انساني کي وسعت هے - اب انسان بهت سے ايسے امراض پر غالب آگيا هے جو پهلے نا قابل علاج تهے - اُسنے بتايا که مرد کي زندگي کيليے سب سے زياده خطره پچاس اور اٹهاون سال کي درمياني عمر ميں هوتا هے - لهذا اِس موقعه پر غير معمولي احتياط کي ضرورت هے - عورت کي زندگي ۱۶ - اور ۱۸ - سال کي عمر ميں سب سے زياده خطرے ميں هوتي هے - تحقيقات سے معلوم هوا هے که اکثر عورتيں اِسي عمر ميں مرتي هيں -

عمر کي درازي ميں وراثت کو بهي بهت دخل هے - جن خاندانوں ميں عمر زياده هوتي هے ' اُنکي نسل زياده مدت تک زنده رهتي هے - يه اِس ليے که عمر کا تعلق جسم کي اُن خلايا يا تهيليوں سے هے جو زندگي کي محافظ اور پرورش کرنے والي هيں - علماء علم الحياۃ نے اب يه بات تسليم کرلي هے که زندگي کي اِن تهيليوں کي قوت و صلاحيت عام طور پر موروثي هوتي هے - لهذا طويل العمر خاندانوں کے افراد کو زياده عمر پانے کي اميد رکهني چاهيے - بشرطيکه بے اعتداليوں سے زندگي کي قوتيں قبل از وقت ضايع نه کرديں -

حال ميں مشهور روسي عالم ڈاکٹر وورو نوف نے اعلان کيا هے :

" عنقريب انسان ۱۲۵ - سال کي عمر حاصل کرليگا ' اور علم کي ترقي بهت جلد اس مدت کو ۱۴۰ - سال تک بڑها ديگي "

اور بهت سے علماء نے بهي اِسي قسم کے خيالات کا اظهار کيا هے- دنيا بهر ميں زندگي کي درازي کيليے ايک زبردست تحريک پيدا هوگئي هے -

(اعادۂ شباب)

ليکن سوال يه هے که انسان اِتني عمر ليکر کريگا کيا جبکه هم ديکهتے هيں که عام طور پر ساٹهه برس کے بعد هي بڑهاپے کي کمزورياں اُسے مغلوب کرليتي هيں ' اور اس کے بعد تو اُسکي زندگي موت سے بهي بدتر هو جاتي هے ؟

بلا شبه يه سوال بهت اهم هے -

ليکن علماء علم حيات اِس سے غافل نهيں هيں - اُن کا جواب يه هے که بڑهاپے کي يه حالت طبيعي اور اٹل نهيں هے بلکه عوارض کا نتيجه هے - اگر يه عوارض دور کردیے جائيں تو سو برس کي عمر ميں بهي انسان ويسا هي خوش حال رهسکتا هے - جيسا تيس برس کي عمر ميں هوتا هے - وه کهتے هيں - يه عوارض دور کرديے جاسکتے هيں -

بڑهاپے کي لاچارياں دور کرنے کا مسئله نيا نهيں هے - قديم سے انسان نے اِس پر غور کيا هے اور دواؤں کي شکل ميں اُسکے بهت سے حل تجويز کيے هيں- مگر تجربے اور عمل سے کوئي بهي کارگر ثابت نه هوا - اب معلوم هوتا هے که موجوده علماء شايد يه مهم سر کرليں -

(سائنس کانگرس کا اعلان عظيم)

گزشته سال سوئٹزر لينڈ ميں سائنس کانگرس نے اعلان کيا تها :

" يه خيال محض بے بنياد هے که بڑهاپا ايک طبعي حالت هے جو لازمي طور پر هر انسان پر طاري هوتي هے - بڑهاپا بهي دراصل بيماري کي طرح ايک عارضه هے - جس طرح هر بيماري کے جراثيم هوتے هيں' اُسي طرح اِس بيماري کے بهي جراثيم هيں' اور علم نے معلوم کر ليے هيں - اگر ان کے معدوم کر دينے ميں کاميابي هوگئي ' تو بڑهاپا بهي معدوم هو جايگا " !

(۲)

(اعادۂ شباب کے کامياب طريقے)

بڑهاپا دور کرنے يا به الفاظ علمي اس کے جراثيم معدوم کر دينے کے جو طريقے اِس وقت تک کامياب هوچکے هيں ' وه کچهه کم اهميت نهيں رکهتے - هم مختصراً اُن تمام طريقوں کا يهاں ذکر کر ديتے هيں -

(۱) تجديد مادۂ دمويه

اِس طريقه کا موجد پيرس کا ايک ڈاکٹر گورسکي هے - اِس طريقه کي طرف اِسے ڈاکٹر کارل کي کيمياوي تحقيقات سے رهنمائي هوئي - ڈاکٹر کارل حيوان کا کوئي عضو يا عضو کا کوئي حصه ايک عرق کے اندر جس ميں دو ثلث خون اور ايک ثلث اسي حيوان کي جنين کا جوهر شامل هوتا تها ' رکهديتا ' اور وه عضو حيرت انگيز طور پر زنده رهتا - ڈاکٹر گورسکي نے يه ديکهکر خيال کيا که اگر بوڑهے حيوان کے جسم ميں اُسي نسل کے جوان حيوان کا خون منتقل کرديا جائے تو اُسے جوان هوجانا چاهيے - چنانچه اُس نے تجربه کيا اور کامياب رها - چوده برس کا ايک بوڑها کتا اور ۲۴ - برس کا بوڑها گهوڑا ' دونوں جوان هوگئے !

مشهور عالم ڈاکٹر وورونوف

جو اعادۂ شباب کے عمليه تقليم کا موجد هے

بصائر و حکم

انسانیت موت کے دروازہ پر!

مشاہیر عالم اپنے اوقات وفات میں!

حسین بن علی علیہما السلام

دنیا میں انسانی عظمت و شہرت کے ساتھ حقیقت کا توازن بہت کم قائم رہ سکا ہے۔ یہ عجب بات ہے کہ جو شخصیتیں عظمت و تقدس اور قبول و شہرت کی بلندیوں پر پہنچ جاتی ہیں، دنیا عموماً تاریخ و حقیقت سے زیادہ افسانۂ و تخیل کے اندر انہیں ڈھونڈھنا چاہتی ہے۔ اسی لئے فلسفۂ تاریخ کے بانی اول ابن خلدون کو یہ قاعدہ بنا دینا پڑا کہ جو واقعہ دنیا میں جس قدر زیادہ مقبول و مشہور ہوگا، اتنی ہی زیادہ افسانہ سرائی اُسے اپنے حصار تخیل میں لے لیگی۔ ایک مغربی شاعر گوئٹے نے یہی حقیقت ایک دوسرے پیرایہ میں بیان کی ہے۔ وہ کہتا ہے: "انسانی عظمت کی حقیقت کی انتہا یہ ہے کہ افسانہ بنجائے!"

تاریخ اسلام میں حضرت امام حسین (علیہ و علی آبائہ و اجدادہ الصلوٰۃ والسلام) کی شخصیت جو اہمیت رکھتی ہے، محتاج بیان نہیں۔ خلفائے راشدین کے عہد کے بعد جس واقعہ نے اسلام کی دینی، سیاسی، اور اجتماعی تاریخ پر سب سے زیادہ گہرا اثر ڈالا ہے، وہ اُن کی شہادت کا عظیم واقعہ ہے۔ بغیر کسی مبالغہ کے کہا جاسکتا ہے کہ دنیا کے کسی المناک حادثہ پر نسل انسانی کے اس قدر آنسو نہ بہے ہونگے جس قدر اس حادثہ پر بہ چکے ہیں۔ تیرہ سو برس کے اندر تیرہ سو محرم گزر چکے، اور ہر محرم اس حادثہ کی یاد تازہ کرتا رہا۔ امام حسین کے جسم خونچکاں سے دشت کربلا میں جس قدر خون بہا تھا، اُس کے ایک ایک قطرہ کے بدلے دنیا اشک ہائے ماتم و الم کا ایک ایک سیلاب بہا چکی ہے!

بایں ہمہ یہ کیسی عجیب بات ہے کہ تاریخ کا اتنا مشہور اور عظیم تاثیر رکھنے والا واقعہ بھی تاریخ سے کہیں زیادہ افسانہ کی صورت اختیار کر چکا ہے؟ اگر آج ایک جویائے حقیقت چاہے کہ صرف تاریخ اور تاریخ کی محتاط شہادتوں کے اندر اس حادثہ کا مطالعہ کرے، تو اکثر صورتوں میں اُسے مایوسی سے دوچار ہونا پڑیگا۔ اسوقت جس قدر بھی مقبول اور متداول ذخیرہ اس موضوع پر موجود ہے، وہ زیادہ تر روضہ خوانی سے تعلق رکھتا ہے جس کا مقصد، زیادہ سے زیادہ گریہ و بکا کی حالت پیدا کر دینی ہے، نہ کہ تاریخی حیثیت سے بیان واقعات۔ بعض چیزیں جو تاریخ کی شکل میں مرتب ہوئی ہیں، وہ بھی در اصل تاریخ نہیں ہیں۔ روضہ خوانی اور مجلس طرازی کے مواد ہی نے ایک دوسری صورت اختیار کرلی ہے۔

اگر آج جستجو کی جائے کہ دنیا کی کسی زبان میں بھی کوئی ایک کتاب ایسی موجود ہے جو حادثۂ کربلا کی "تاریخ" ہو، تو واقعہ یہ ہے کہ ایک بھی نہیں!

ذیل میں ہم وفیات مشاہیر عالم میں سے (جس کا ذکر دوسرے نمبر میں ہو چکا ہے) حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے واردات و حوادث نقل کرتے ہیں۔ یہ حادثۂ کربلا کی "تاریخ" نہیں ہے، مگر تمام تاریخی واقعات کا مرتب مجموعہ ہے۔ کہا جاسکتا ہے کہ جہاں تک "تاریخ" کا تعلق ہے، اس حادثہ کے واقعات میں یہ پہلا مرتب مجموعہ ہے۔ یاد رہے کہ اس سلسلہ سے مقصود تاریخی بحث و نظر نہیں ہے، بلکہ مجرد واقعات وفات کا اس طرح یکجا کر دینا ہے کہ اُس سے ایک مرتب سلسلۂ بیان پیدا ہوجائے البتہ واقعات کے تفحص و تحقیق میں پوری کاوش کی گئی ہے۔ شاید اس قدر کاوش و جستجو کے ساتھ ان حالات کا تاریخی مجموعہ دوسری جگہ نہ ملے۔

تمہید

اہل بیت، شروع سے اپنے تئیں خلافت کا زیادہ حقدار سمجھتے تھے۔ امیر معاویہ بن ابی سفیان کی وفات کے بعد تخت خلافت خالی ہوا۔ یزید بن معاویہ پہلے سے ولی عہد مقرر ہو چکا تھا۔ اُسنے اپنی خلافت کا اعلان کر دیا۔ اور حسین بن علی علیہما السلام سے بھی بیعت کا مطالبہ کیا۔

امیر المومنین علی علیہ السلام نے کوفہ کو دار الخلافہ قرار دیا تھا، اس لئے وہاں اہل بیت کرام کے طرفداروں کی تعداد زیادہ تھی۔ اُنھوں نے حضرت حسین کو لکھا کہ آپ تشریف لائیے، ہم آپکا ساتھ دیں گے۔ آپنے اپنے چچیرے بھائی مسلم بن عقیل کو اہل کوفہ سے بیعت لینے کے لئے بھیجدیا اور خود بھی سفر کی طیاری کرنے لگے۔

دوستوں کا مشورہ

آپکے دوستوں اور عزیزوں کو معلوم ہوا تو سخت مضطرب ہوئے۔ وہ اہل کوفہ کی بے وفائی اور زمانہ سازی سے واقف تھے۔ بنی امیہ کی سخت گیر طاقتوں سے بھی بے خبر نہ تھے۔ انھوں نے اس سفر کی مخالفت کی۔ حضرت عبد اللہ ابن عباس نے کہا "لوگ یہ سنکر بہت پریشان ہیں کہ آپ عراق جا رہے ہیں۔ مجھے اصلی حقیقت سے آگاہ کیجئے" حضرت حسین نے جواب دیا "میں نے عزم کرلیا ہے۔ آج ہی کل میں روانہ ہوتا ہوں" ابن عباس بے اختیار پکار اُٹھے: "خدا آپکی حفاظت کرے۔ کیا آپ ایسے لوگوں میں جا رہے ہیں جنھوں نے اپنے امیر کو بے دست و پا کر دیا ہے، دشمن کو نکال دیا ہے، اور ملک پر قبضہ حاصل کرلیا ہے؟ اگر وہ ایسا کر چکے ہیں تو شوق سے تشریف لیجائیے لیکن اگر ایسا نہیں ہوا ہے۔ حاکم بدستور اُن کی گردن دبائے بیٹھا ہے۔ اسکے گماشتے برابر اپنی کارستانیاں کر رہے ہیں تو اُن کا آپ کو بلانا در حقیقت جنگ کی طرف بلانا ہے۔ میں ڈرتا ہوں، وہ آپ کو دھوکا نہ دیں، اور جب دشمن کو طاقتور دیکھیں، تو خود آپ سے لڑنے کے لئے آمادہ نہ ہوجائیں" مگر آپ اس طرح کی باتوں سے متاثر نہ ہوئے اور اپنے ارادہ پر قائم رہے۔

ابن عباس کا جوش

جب روانگی کی گھڑی بالکل قریب آگئی تو ابن عباس پھر دوڑے آئے۔ "اے ابن عم" اُنھوں نے کہا "میں خاموش رہنا چاہتا تھا، مگر خاموش رہا نہیں جاتا۔ میں اس راہ میں آپکی ہلاکت اور بربادی دیکھ رہا ہوں۔ عراق والے، دغاباز ہیں۔ اُنکے قریب بھی نہ جائیے یہیں قیام کیجئے، کیونکہ یہاں حجاز میں آپ سے بڑا کوئی نہیں ہے۔ اگر عراقی آپکو بلاتے ہیں تو اُن سے کہئے پہلے مخالفین کو اپنے علاقہ سے نکال دو، پھر مجھے بلاؤ۔ اگر آپ حجاز سے جانا ہی چاہتے ہیں تو یمن چلے جائیے۔ وہاں قلعے اور دشوار گزار پہاڑ ہیں۔ ملک کشادہ ہے۔ آبادی عموماً آپکے والد کی خیر خواہ ہے۔ وہاں آپ ان لوگوں کے دسترس سے باہر ہونگے۔ خطوں اور قاصدوں کے ذریعہ اپنی دعوت پھیلائیے گا۔ مجھے یقین ہے، اس طرح آپ کامیاب ہوجائیں گے"

لیکن حضرت حسین نے جواب دیا:

"اے ابن عم! میں جانتا ہوں تم میرے خیر خواہ ہو۔ لیکن میں اب عزم کر چکا"

ابن عباس نے کہا:

"آپ نہیں مانتے تو عورتوں اور بچوں کو تو ساتھ نہ لیجائیے۔ مجھے اندیشہ ہے آپ ان کی آنکھوں کے سامنے اُسی طرح قتل نہ کر ڈالے جائیں جس طرح عثمان بن عفان (رض) اپنے گھر والوں کے سامنے قتل کئے گئے تھے"

تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد حضرت ابن عباس نے جوش میں آکر کہا:

"اگر مجھے یقین ہوتا کہ آپکے بال پکڑ لینے اور لوگوں کے جمع ہونے سے آپ رُک جائیں گے تو واللہ میں ابھی آپ کی پیشانی کے بال پکڑ لوں!" (ابن جریر)

مگر آپ پھر بھی اپنے ارادہ پر قائم رہے۔

عبد اللہ بن جعفر کا خط

اسی طرح اور بھی بہت سے لوگوں نے آپکو سمجھایا۔ آپکے چچیرے بھائی عبد اللہ بن جعفر نے مدینہ سے خط بھیجا:

"میں آپ کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ یہ خط دیکھتے ہی اپنے ارادے سے باز آجائیے۔ کیونکہ اس راہ میں آپکے لئے ہلاکت اور آپکے اہل بیت کے لئے بربادی ہے۔ اگر آپ قتل ہوجائیں گے تو زمین کا نور بجھ جائے گا۔ اسوقت ایک آپ ہی ہدایت کا نشان اور ارباب ایمان کی امیدوں کا مرکز ہیں۔ سفر میں جلدی نہ کیجئے میں آتا ہوں" (ابن جریر۔ کامل۔ مقتل ابن احنف وغیر ذلک)

والی کا خط

یہی نہیں بلکہ انھوں نے یزید کے مقرر کئے ہوئے والی عمرو بن سعید بن العاص سے جاکر کہا "حسین بن علی کو خط لکھ کر ہر طرح مطمئن کر دو" عمرو نے کہا: آپ خود خط لکھ لائیے۔ میں مُہر کر دوں گا۔ چنانچہ عبد اللہ نے والی کی جانب سے یہ خط لکھا:

"میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ آپ کو اُس راستہ سے دُور کر دے جسمیں ہلاکت ہے اور اُس راستہ کی طرف رہنمائی کرے جسمیں سلامتی ہے۔ مجھے معلوم ہوا ہے آپ عراق جا رہے ہیں۔ میں آپکے لئے شقاق و اختلاف سے پناہ مانگتا ہوں۔ میں آپکی ہلاکت سے ڈرتا ہوں۔ میں عبد اللہ بن جعفر اور یحیٰی ابن سعید کو آپکے پاس بھیج رہا ہوں۔ انکے ساتھ واپس چلے آئیے۔ میرے پاس آپکے لئے امن، سلامتی نیکی، احسان، اور حسن جوار ہے۔ خدا اسپر شاہد ہے۔ وہی اس کا کفیل نگہبان اور وکیل ہے۔ والسلام"

ھے - اس میں ٹیکہ لگانے کے عملیہ کي طرح کوئی خارجي مادہ داخل نہیں کیا جاتا ' بلکہ ایک عضو کي قام دوسرے عضو سے پیوند کردي جاتي ھے -

اس کا طریقہ یہ ھے کہ تندرست جسم کي تناسلی گلٹیوں کا پیوند بوڑھے آدمي میں لگادیا جاتا ھے اور وہ بالکل جوان ھو جاتا ھے - سب سے پہلے سنہ ١٧٧٠ - میں ایک انگریز ڈاکٹر جان ھنٹر نے اس کا تجربہ کیا تھا - بوڑھے کتے میں جوان کتے کي گلٹیاں لگادیں اور اُسکا بڑھاپا دور ھوگیا - پھر سنہ ١٨٤٩ - میں ڈاکٹر برتھولد نے مرغ پر یہي تجربہ کیا اور کامیاب ھوا - انیسویں صدي کے آخر میں کئي اور پرندوں پر بھي اس عملیہ کے تجربے کامیاب ھو چکے ھیں -

لیکن یہ محض تجربے ھي تجربے تھے - ابھي اس حد تک معاملہ نہیں پہنچا تھا کہ عملي حقیقت کي طرح تسلیم کرلیا جاتا - مگر سنہ ١٨٩٤ - میں ڈاکٹر شٹناخ نے وائنا میں از سر نو تجربے شروع کیے - اِنکا سلسلہ ابتک جاري ھے - اِس ڈاکٹر کے تجربے زیادہ تر چوھوں پر تھے - تمام تجربے کامیاب ھوے اور ثابت ھوگیا کہ زیادہ سے زیادہ بوڑھے چوھے بھي جوان ھوسکتے اور چالیس مہینے تک زندہ رھسکتے ھیں - حالانکہ چوھوں کي عمر کا اوسط تیس مہینے سے زیادہ نہیں - اِس کے معني یہ ھوئے کہ اُنکي عمر میں تقریباً ٤٥ - في صدي کا اضافہ ھوگیا - اگر اِسي پر آدمي کي عمر کا بھي قیاس کیا جائے تو اسي سے سو برس تک پہنچ جانا ممکن معلوم ھوتا ھے -

(ڈاکٹر وورو نوف)

لیکن معلوم ھوتا ھے کہ عملیہ کي آخري کامیابي کي عزت ایک روسي ڈاکٹر کے نام لکھي جا چکي تھي جو عرصہ سے پیرس میں مقیم ھے - یعني ڈاکٹر وورو نوف -

ڈاکٹر موصوف نے اپنے تجربے حیوان سے شروع کیے - سب سے پہلے سنہ ١٩١٨ - میں ١٢ - برس کے بوڑھے دنبے میں ایک جوان دنبے کي تناسلي گلٹي کا پیوند لگایا - نتیجہ یہ ھوا کہ دو مہینے کے اندر بوڑھے دنبے کي حالت بدل گئي - پہلے اُسکا سر جھکا رھتا تھا - ھاتھہ پاؤں کانپتے تھے - پیشاب بند ھو ھو جاتا تھا ' اور توالد و تناسل کي قوت بالکل مفقود ھو چکي تھي - لیکن اِس علاج کے بعد اُسکي جواني واپس آگئي ' جوش شباب پیدا ھوگیا ' سینگ مارنے لگا ' اور مادا اُس سے حاملہ بھي ھوگئي - ڈاکٹر نے صرف اتنے تجربے ھي پر اکتفا نہیں کي - بلکہ کچھہ روز بعد یہ پیوند الگ کر کے دیکھا کہ اب دنبے کي حالت کیا ھوتي ھے ؟ ھوا یہ کہ پیوند کے الگ ھوتے ھي بڑھاپا لوٹ آیا - ڈاکٹر نے دوبارہ پھر پیوند لگا دیا ' وہ پھر از سر نو جوان ھوگیا !

(٨٥ برس سے چالیس برس !)

اِسکے بعد ٧٥ - برس کے ایک بوڑھے انگریز پر تجربہ کیا - یہ نہایت ھي ردي حالت میں تھا - کمزوري حد کو پہنچ چکي تھي - پیٹ کي کھال لٹک آئي تھي - بینائي تقریباً جاچکي تھي - کان بھي بہرے ھونے کے قریب تھے - اس نے اپني جواني کا تمام زمانہ ھندوستان کے گرم و سخت موسم میں بسر کیا تھا - وہ اس قدر کمزور تھا کہ ڈاکٹر کے مطب تک بھي خود نہیں چڑھ سکا جو پہلي منزل پر واقع تھا - نوکر اُسے اپني پیٹھہ پر لاد کے لے گیا -

لیکن اِس علاج کے بعد وہ جوان ھوگیا - قوت واپس آ گئي ' حتی کہ سر پر بال بھي نکل آئے - حالانکہ سالھا سال سے اُسکا سر گنجا ھو رھا تھا ! (صفحہ ١١ - کي دونوں تصویریں اسي شخص کي تصویریں ھیں)

ڈاکٹر وورو نوف کا بیان ھے کہ سب سے بہتر پیوند اُس قلم کا ھوتا ھے جو جوان آدمي کي تناسلي گلٹي سے لیا جاتا ھے - علاج کیلیے بہت ھي قلیل حصے کي ضرورت ھوتي ھے - اتنے قلیل کي کہ آدمي کي صحت کو ھرگز کوئي نقصان نہیں پہنچ سکتا - مگر چونکہ دنیا بھر کي قوموں کے قوانین نے اِسے ممنوع قرار دیدیا ھے - اس لیے مجبوراً ترقي یافتہ بندر کي گلٹیوں سے کام لیا جاتا ھے - کیونکہ حیوانات میں بندر سے زیادہ کوئي جانور انسان سے قریب نہیں ھے - تحلیل کرنے سے ثابت ھوا ھے کہ بندر کا خون بالکل انسان کے خون کي طرح ھے -

ابتک بکثرت آدمیوں کا علاج ھو چکا ھے ' اور سب پر کامیاب رھا ھے ' سب از سر نو جوان ھوگئے ھیں - ڈاکٹر وورو نوف کا آخري اعلان یہ تھا کہ " دسمبر سنہ ١٩٢٦ - تک وہ ایک ھزار بوڑھوں پر یہ عملیہ کرچکے ھیں ! "

(جنس اُناث اور عملیۂ تقلیم)

جس طرح بوڑھے مردوں کے لیے یہ عملیہ کامیاب ھوا ھے ' کیا بوڑھي عورتوں کے لیے بھي کامیاب ھوسکتا ھے ؟ کیا آیندہ زمانے میں دونوں جنس یکساں شباب کي طرف لوٹ سکیں گے ' یا زندگي اور انتفاع کے ھر میدان کي طرح ' اس میدان میں بھي عورتیں محروم رھجائیں گي ؟

حال میں ڈاکٹر وورو نوف نے اس سوال کا جواب دیتے ھوئے کہا ھے ؟

" اگر آپ چاھیں تو میں آپ سے اُس کمیونسٹ عورت کي ملاقات کرادوں جو ٦٥ برس کي عمر اور اس کي ساري محرومیاں لیکر میرے پاس آئي تھي اور اب از سر نو جوان بنکر واپس جا چکي ھے " !

(باقي آیندہ)

الہلال

کا

یہ ٥ - واں نمبر ھے

لیکن

اِس وقت تک توسیع اشاعت کے لیے دفتر نے آپکو کوئي زحمت نہیں دي ھے - کیا آپ کو خود اِس طرف توجہ نہ ھوگي ؟

اگر آپ انگلستان کی سیاحت کرنا چاہتے ہیں تو
یاد رکھیے
کہ
آپ کو ایک مستند اور آخرین رہنما
(گائڈ بک)
کی ضرورت ہے
جو
انگلستان کے تمام شہروں، سوسائٹیوں،
ہوٹلوں، کلبوں، تھیٹروں، رقص گاہوں،
قابل دید مقامات،
اور
آثار قدیمہ وغیرہ سے
آپ کو مطلع کر دے
نیز
جس سے وہ تمام ضروری معلومات حاصل کی
جاسکیں جن کی ایک سیاح کو قدم قدم پر
ضرورت پیش آتی ہے
ایسی مکمل گائڈ بک صرف
ڈنلاپ گائڈ ٹو گریٹ برٹین
THE DUNLOP
GUIDE
TO GREAT BRITAIN
کا دوسرا ایڈیشن ہے
ہندوستان کے تمام انگریزی کتب فروشوں اور بڑے
بڑے ریلوے اسٹیشنوں کے بک اسٹال سے مل سکتی ہے

الہلال کی مکمل جلدیں (قدیم)

گاہے گاہے باز خواں این قرار پارینہ را
تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را

الہلال کی پہلی اور دوسری اشاعت کی جلدوں کے لئے شائقین علم و ادب مشتاق تھے۔ چند جلدیں جو دفتر مہیا کر سکا ہے حسب ذیل قیمت پر بھیجی جاسکتی ہیں؛

الہلال جلد سوم
،، جلد چہارم قیمت فی جلد ۸ روپیہ
،، جلد پنجم
البلاغ (یعنی الہلال کا دوسرا سلسلۂ اشاعت) ۵ روپیہ۔ (منیجر الہلال)

گر آپ کو
دمہ
(ضیق النفس)
یا
کسی طرح کی بھی معمولی کھانسی کی
شکایت ہے، تو تامل نہ کیجیے۔ اپنے
سے قریب دوا فروش کی دکان
سے فوراً ایک ٹین
HIMROD
کی مشہور عالم دوا کا منگوا کر
استعمال کیجیے

کیا آپ کو معلوم نہیں
کہ
اسوقت دُنیا مین بہترین فاؤنٹین قلم
امریکن کارخانہ "شیفر"
کا
"لائف ٹائم" قلم ہے؟
(۱) اتنا سادہ اور سہل کہ کوئی حصہ نزاکت
یا پیچیدہ ہونے کی وجہ سے خراب نہیں
ہوسکتا
(۲) اتنا مضبوط کہ یقیناً وہ آپ کو آپکی
زندگی بھر کام دے سکتا ہے
(۳) اتنا خوبصورت، سبز سرخ اور سنہری
بیل بوٹوں سے مزین کہ اتنا خوبصورت قلم
دُنیا میں کوئی نہیں
کم ازکم تجربہ کیجیے
یاد رکھیے
جب آپ کسی دکان سے قلم لیں تو
آپ کو "شیفر" کا
"لائف ٹائم"
لینا چاہیے!

مگر آپ بدستور اپنے ارادے پر جمے رہے۔ (ابن جریر وغیرہ)

فرزدق سے ملاقات

مکہ سے آپ عراق کو روانہ ہوگئے۔ "صفاح" نام مقام پر مشہور محب اہل بیت شاعر فرزدق سے ملاقات ہوئی۔ آپنے پوچھا "تیرے پیچھے لوگوں کا کیا حال ہے؟" فرزدق نے جواب دیا "اُنکے دل آپکے ساتھ ہیں۔ مگر تلواریں بنی امیہ کے ساتھ ہیں" فرمایا "سچ کہتا ہے۔ اب معاملہ اللہ ہی کے ہاتھ ہے۔ وہ جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے۔ ہمارا پروردگار ہر لحہ کسی نہ کسی حکم فرمائی میں ہے۔ اگر اُس کی مشیئت ہماری پسند کے مطابق ہو تو اُس کی ستائش کریں گے۔ اگر امید کے خلاف ہو تو بھی نیک نیتی اور تقویٰ کا ثواب کہیں نہیں گیا ہے"

یہ کہا اور سواری آگے بڑھائی۔ (ایضاً)

مُسلم بن عقیل کے عزیزوں کی ضد

زرود نام مقام میں پہونچکر معلوم ہوا کہ آپکے نائب مسلم بن عقیل کو کوفہ میں یزید کے گورنر عبید اللہ بن زیاد نے علانیہ قتل کردیا اور کسی کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔ آپنے سُنا تو بار بار انا للہ و انا الیہ راجعون! پڑھنا شروع کیا۔ بعض ساتھیوں نے کہا:

"اب بھی وقت ہے۔ ہم آپکے اور آپکے اہل بیت کے معاملہ میں آپ کو خدا کا واسطہ دیتے ہیں۔ یہیں سے لوٹ چلئے۔ کوفہ میں آپ کا کوئی ایک بھی طرفدار اور مددگار نہیں ہے۔ سب آپکے خلاف کھڑے ہوجائیں گے"

آپ خاموش ہوگئے، اور واپسی پر غور کرنے لگے لیکن مسلم بن عقیل کے عزیز کھڑے ہوگئے "واللہ ہم ہرگز نہ ٹلیں گے" اُنھوں نے کہا "ہم اپنا انتقام لیں گے یا اپنے بھائی کی طرح مرجائیں گے" اسپر آپ نے ساتھیوں کو نظر اُٹھا کر دیکھا اور ٹھنڈی سانس لیکر کہا "ان کے بعد زندگی میں کوئی مزہ نہیں" (ایضاً)

راستہ میں بھیڑ چھنٹ گئی

بدوؤں کی ایک بھیڑ آپکے ساتھ ہوگئی تھی۔ یہ سمجھتے تھے کوفہ میں خوب آرام کرینگے۔ آپ اُنکی حقیقت سے واقف تھے۔ سب کو جمع کرکے خطبہ دیا۔

"اے لوگو! ہمیں نہایت دہشتناک خبریں پہونچی ہیں۔ مسلم بن عقیل، ہانی بن عروہ، اور عبد اللہ بن یقطر قتل کرڈالے گئے، ہمارے طرفداروں نے بیوفائی کی۔ کوفہ میں ہمارا کوئی مددگار نہیں جو ہمارا ساتھ چھوڑنا چاہے چھوڑدے۔ ہم ہرگز خفا نہ ہونگے"

بھیڑ نے یہ سُنا تو دائیں بائیں کٹنا شروع ہوگئی۔ تھوڑی دیر بعد آپکے گرد وہی آدمی رہ گئے جو مکہ سے ساتھ چلے تھے! (ایضاً)

حُر بن یزید کی آمد

قادسیہ سے جوں ہی آگے بڑھے، عبید اللہ بن زیاد والی عراق کے عامل حصین بن نمیر تمیمی کی طرف سے حُر بن یزید ایک ہزار فوج کے ساتھ نمودار ہوا اور ساتھ ہولیا۔ اسے حکم تھا کہ حضرت حسین کے ساتھ برابر لگا رہے، اور اُسوقت تک پیچھا نہ چھوڑے، جب تک اُنھیں عبید اللہ بن زیاد کے روبرو نہ پہنچادے۔ اسی اثنا میں نماز ظہر کا وقت آگیا۔ آپ تہ بند باندھے، چادر اوڑھے، نعل پہنے تشریف لائے اور حمد و نعت کے بعد اپنے ساتھیوں اور حُر کے سپاہیوں کے سامنے خطبہ دیا:

راہ میں ایک خطبہ

"اے لوگو! خدا کے سامنے اور تمھارے سامنے میرا عذر یہ ہے کہ میں اپنی طرف سے یہاں نہیں آیا ہوں۔ میرے پاس تمھارے خطوط پہنچے، قاصد آئے، مجھے بار بار دعوت دی گئی کہ ہمارا کوئی امام نہیں۔ آپ آئیے تاکہ خدا ہمیں آپکے ہاتھ پر جمع کردے۔ اگر اب بھی تمھاری یہی حالت ہے تو میں آگیا ہوں۔ اگر مجھ سے عہد و پیمان کرنے کے لئے طیار ہو جن پر میں مطمئن ہو جاؤں، تو میں تمھارے شہر میں چلنے کو آمادہ ہوں۔ اگر ایسا نہیں ہے بلکہ تم میری آمد سے ناخوش ہو، تو میں وہیں واپس چلا جاؤں گا جہاں سے آیا ہوں"

دشمنوں نے آپکے پیچھے نماز پڑھی

کسی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ دیر تک خاموش رہنے کے بعد لوگ مؤذن سے کہنے لگے "اقامت پکارو" حضرت حسین نے حُر بن یزید سے کہا "کیا تم علحدہ نماز پڑھو گے؟" اُسنے کہا "نہیں، آپ امامت کریں، ہم آپ ہی کے پیچھے نماز پڑھیں گے"

وہیں عصر کی بھی نماز پڑھی۔ دوست دشمن سب مقتدی تھے۔ سلام کے بعد آپنے پھر خطبہ دیا:

دوسرا خطبہ

"اے لوگو! اگر تم تقویٰ پر رہو اور حقدار کا حق پہچانو، تو یہ خدا کی خوشنودی کا موجب ہوگا۔ ہم اہل بیت اِن مدعیوں سے زیادہ حکومت کے حقدار ہیں۔ اِن لوگوں کا کوئی حق نہیں۔ یہ تیر ظلم و جور سے حکومت کرتے ہیں۔ لیکن اگر تم ہمیں ناپسند کرو، ہمارا حق نہ پہچانو، اور تمھاری رائے اب اُس کے خلاف ہوگئی ہو، جو تم نے مجھے اپنے خطوں میں لکھی اور قاصدوں کی زبانی پہنچائی تھی؛ تو میں واپس چلے جانے کے لئے بخوشی طیار ہوں"

اہل کوفہ کے خطوط

اسپر حُر نے کہا "آپ کن خطوں کا ذکر کرتے ہیں؟ ہمیں ایسے خطوں کا کوئی علم نہیں"

آپنے عقبہ بن سمعان کو حکم دیا کہ وہ دونوں تھیلے نکال لائے جن میں کوفہ والوں کے خط بھرے ہیں۔ عقبہ نے تھیلے انڈیل کر خطوط کا ڈھیر لگادیا۔ اسپر حُر نے کہا "لیکن ہم وہ نہیں ہیں جنھوں نے یہ خط لکھے تھے۔ ہمیں تو یہ حکم ملا ہے کہ آپکو عبید اللہ بن زیاد تک پہنچا کے چھوڑیں" حضرت امام نے فرمایا "لیکن یہ موت سے پہلے ناممکن ہے"

پھر آپنے روانگی کا حکم دیا۔ لیکن مخالفین نے راستہ روک لیا۔ آپنے خفا ہوکر حُر سے کہا "تیری ماں تجھے روئے! تو کیا چاہتا ہے؟" حُر نے جواب دیا "واللہ اگر آپکے سوا کوئی اور عرب میری ماں کا نام زبان پر لاتا تو میں اُسے بتا دیتا! لیکن آپ کی ماں کا ذکر میری زبان پر بُرائی کے ساتھ نہیں آسکتا" آپنے فرمایا "پھر تم کیا چاہتے ہو؟" اُسنے کہا "میں آپ کو عبید اللہ بن زیاد کے پاس لیجانا چاہتا ہوں" آپنے جواب دیا "تو واللہ میں تیرے ساتھ نہیں چلوں گا" اُسنے کہا "واللہ میں بھی آپ کا پیچھا نہیں چھوڑوں گا" جب گفتگو زیادہ بڑھی تو حُر نے کہا "مجھے آپ سے لڑنے کا حکم نہیں ملا ہے۔ مجھے صرف یہ حکم ملا ہے کہ آپ کا ساتھ نہ چھوڑوں یہاں تک کہ آپکو کوفہ پہنچا دوں۔ اگر آپ اسے منظور نہیں کرتے تو ایسا راستہ اختیار کیجئے جو نہ کوفہ جاتا ہو نہ مدینہ۔ میں ابن زیاد کو لکھتا ہوں۔ آپ اگر پسند کریں تو خود بھی یزید یا عبید اللہ کو لکھئے۔ شاید خدا میرے لئے کوئی مخلصی کی صورت پیدا کردے، اور آپکے معاملہ میں امتحان سے بچ جاؤں" یہ بات آپنے منظور کرلی اور روانہ ہوئے۔ (ابن جریر اور کامل وغیرہ)

ایک اور خطبہ

راستہ میں کئی اور مقامات پر بھی آپنے دوستوں اور دشمنوں کو مخاطب کیا۔ مقام بیضہ میں خطبہ دیا:

"اے لوگو! رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے: جو کوئی ایسے حاکم کو دیکھے جو ظلم کرتا ہے، خدا کی قائم کی ہوئی حدیں توڑتا ہے، عہد الٰہی شکست کرتا ہے، سنت نبوی کی مخالفت کرتا ہے، خدا کے بندوں پر

تاریخ راجگان ہند
موسوم بہ
وقائع راجستان

یہ کتاب نہیں بلکہ کشور ہندوستان کے لئے ایک آئینہ جہاں نما ہے۔ اسمیں جملہ ہندو اقوام وملل خصوصاً سرزمین ہند کی سرمایۂ ناز بہادر قوم "راجپوت"، اور اسکی مختلف شاخوں کا مفصل و مستند بیان از ابتدا تا انتہا موجود ہے۔ یہ ایک نگارخانہ ہے جسمیں اُن غیر قوموں کی جیتی جاگتی اور سچی تصویریں نظر آتی ہیں جو اقلیم ہند میں بیرونجات سے آئیں، اصلی باشندگان ہند کو مغلوب کرکے اقطاع ملک پر قابض ہوئیں اور ہندوستان میں زیر کر "ہندو" کہلانے لگیں یہ ایک مرقع ہے جسمیں مسلمانوں کی آمد اُنکے اقبال و زوال کی کیفیت اور ان کی سلطنت کے سقوط کا مفصل حال درج ہے یہ ایک آئینہ ہے جسمیں رزم و بزم جدال و قتال روایات و رسوم۔ تاریخی و جغرافیائی حالات وغیرہ وغیرہ تا زمانہ حال بیان کئے گئے ہیں۔ الغرض یہ کہ یہ ضخیم کتاب ایک نادر الوجود اور بیش بہا البم ہے۔ کرنیل ٹاڈ اور دیگر مورخین کی غلط بیانیوں کی فاضل محقق مولف نے نہایت شرح و بسط اور دلائل قاطعہ سے اصلاح و تردید فرمائی۔ اس بے نظیر کتاب کا ماخذ ریاست عالیہ رامپور کا بیش بہا کتبخانہ ہے اور دیگر ریاستوں کے کتبخانوں اور ان دستی کتابوں سے بھی مدد لی گئی ہے جو خزانوں میں محفوظ ہیں۔ علما و کلاء۔ مدرسین و مبلغین کے لئے یہ نادر کتاب معلومات کا ایک بیش بہا خزانہ ہے جو حالات تاریخی و جغرافیائی روایات و رسوم و عقائد و توہمات اسمیں درج ہیں وہ کسی ایک کتاب میں ہرگز نہیں مل سکتے۔

والیان ریاست تعلقداران، امرا و رؤسا کے کتبخانے بغیر اس بے نظیر کتاب کے ہرگز مکمل نہیں کہلا سکتے۔ فی زمانہ پرانی باتوں پر جو نیا رنگ چڑھا کر پیش کیا جارہا ہے اسکی قلعی کھولنے کے لئے یہ کتاب ایک زبردست آلہ اور الزامی جواب دینے کے لئے ایک مہلک حربہ ہے۔ تقطیع بڑی صفحات ۶۲۰

قیمت صرف مبلغ ۶، رعایتی ۵
آج ہی کارڈ لکھ کر منیجر ہمدم بک ایجنسی لکھنؤ سے منگائیے

دُنیا کی بہترین پنسل
امریکن کارخانہ "شیفر"
کی
"لائف ٹائم" پنسل ہے
اسلئے کہ
(۱) "لائف ٹائم" یعنے عمر بھر کے لئے کافی ہے۔
(۲) اُسکا خول اسقدر خوشنما اور دیدہ زیب ہے کہ دُنیا کی کوئی پنسل خوبصورتی میں اسکا مقابلہ نہیں کرسکتی۔
(۳) ارزانی میں بھی تمام قسموں کی پنسلوں کا مقابلہ کرتی ہے
یاد رکھئے
آپکو "لائف ٹائم" پنسل خریدنی ہے!

سرکشی سے حکومت کرتا ہو، اور دیکھنے پر بھی نہ تو اپنے فعل سے خالفت کرتا ہو، نہ اپنے قول سے؛ سو خدا ایسے آدمی کو اچھا ن بخشے گا۔ دیکھو، یہ لوگ شیطان کے پیرو بن گئے ہیں، رحمٰن سے گئے ہیں۔ فساد ظاہر ہے، حدود الٰہی معطل ہیں، مال غنیمت پر بضہ ہے، خدا کے حرام کو حلال اور حلال کو حرام ٹھرایا جا رہا ہے۔ کی سرکشی کو حق و عدل سے بدل دینے کا سب سے زیادہ حقدار تمھارے بے شمار خطوط اور قاصد میرے پاس پیام بیعت لیکر عہد کر چکے ہو کہ نہ تو مجھ سے بے وفائی کرو گے۔ نہ مجھے دشمنوں کر دو گے۔ اگر تم اپنی اس بیعت پر قائم رہو تو یہ تمھارے لئے راہ ہے۔ کیونکہ میں حسین ابن علی، ابن فاطمہ، رسول اللہ کا نواسہ ہوں۔ جان تمھاری جان کے ساتھ ہے۔ میرے بال بچے تمھارے بال کے ساتھ ہیں۔ مجھے اپنا نمونہ بناؤ۔ اور مجھ سے گردن نہ موڑو گر تم یہ نہ کرو، بلکہ اپنا عہد توڑ دو، اور اپنی گردن سے میری کا حلقہ نکال پھینکو، تو یہ بھی تم سے بعید نہیں۔ تم میرے باپ، اور عم زاد مسلم کے ساتھ ایسا ہی کر چکے ہو۔ وہ فریب خوردہ تمپر بھروسہ کرے۔ لیکن یاد رکھو، تم نے اپنا ہی نقصان کیا ہے۔ بھی اپنا ہی نقصان کروگے۔ تم نے اپنا حصہ کھو دیا۔ اپنی قسمت دی۔ جو بدعہدی کرے گا، خود اپنے خلاف بدعہدی کرے گا۔ نہیں خدا عنقریب مجھے تم سے بے نیاز کر دے۔ والسلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہ" (ابن جریر و کامل وغیرہ)

ایک اور تقریر

ایک دوسری جگہ یوں تقریر فرمائی:

"معاملہ کی جو صورت ہو گئی ہے تم دیکھ رہے ہو۔ دنیا نے اپنا رنگ دیا، منہ پھیر لیا، نیکی سے خالی ہو گئی۔ ذرا سی تلچھٹ باقی ہے حقیر زندگی رہ گئی ہے۔ ہولناکی نے احاطہ کر لیا ہے۔ افسوس تم دیکھتے کہ حق پس پشت ڈال دیا گیا ہے؟ باطل پر علانیہ عمل کیا جا رہا کوئی نہیں جو اس کا ہاتھ پکڑے۔ وقت آ گیا ہے کہ مومن، حق میں لقاء الٰہی کی خواہش کرے۔ میں شہادت ہی کی موت چاہتا ۔ ظالموں کے ساتھ زندہ رہنا بجائے خود جرم ہے"

زہیر کا جواب

خطبہ سنکر زہیر بن القین البجلی نے کھڑے ہو کر لوگوں سے کہا "تم بولو میں بولوں؟" سب نے کہا "تم بولو" زہیر نے تقریر کی:

"اے فرزند رسول اللہ! خدا آپکے ساتھ ہو! ہم نے آپکی تقریر ۔ واللہ، اگر دنیا ہمارے لئے ہمیشہ باقی رہنے والی ہو، اور ہم سدا میں رہنے والے ہوں، جب بھی آپ کی حمایت و نصرت کے لئے کی جدائی گوارا کر لیں گے اور ہمیشہ کی زندگی پر آپکے ساتھ مرجانے ترجیح دیں گے!" (ایضاً)

حُر کی دہمکی کا جواب

حر بن یزید آپکے ساتھ برابر چلا آ رہا تھا۔ بار بار کہتا تھا "اے حسین! معاملہ میں خدا کو یاد کیجئے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اگر آپ جنگ گے تو ضرور قتل کر ڈالے جائیں گے" ایک مرتبہ آپنے غضبناک فرمایا "تو مجھے موت سے ڈراتا ہے؟ کیا تمھاری شقاوت اس ک پہنچ جائے گی کہ مجھے قتل کر دو گے؟ سمجھ میں نہیں آتا تجھے کیا ب دوں؟ لیکن میں وہی کہوں گا جو رسول اللہ کے ایک صحابی جہاد پر جاتے ہوئے اپنے بھائی کی دہمکی سنکر کہا تھا:

مضی وما بالموت عار علی الفتیٰ   اذا ما نویٰ حقاً وجاہد مسلماً!

روانہ ہوتا ہوں، مرد کے لئے موت، ذلت نہیں ہے جبکہ اس کی نیت ہو اور اسلام کی راہ میں جہاد کرنیوالا ہو)

الرجال الصالحین بنفسہ   وفارق مثبوراً یغش ویرغما

(اور جبکہ اپنی جان دیکر صالحین کا مددگار ہو اور دغاباز، ظالم، ہلاک ہونیوالے سے جدا ہو رہا ہو) (ایضاً)

چار کوفیوں کی آمد

عذیب الہجانات نام مقام پر کوفہ سے ۴ سوار آتے دکھائی دیئے۔ ان کے آگے آگے طرماح بن عدی یہ اشعار پڑھ رہا تھا:

یا ناقتی لا تذعری من زجری   وشمّری قبل طلوع الفجر
(اے میری اونٹنی! میری ڈانٹ سے ڈر نہیں۔ طلوع فجر سے پہلے بہت تیز چل!)

بخیر رکبان وخیر سفر   حتی تحلی بکریم النجر
(سب سے اچھے مسافروں کو لے چل، سب سے اچھے سفر پر چل، یہاں تک کہ شریف النسب آدمی تک پہنچ جا)

الماجد الحر، رحیب الصدر   اتی بہ اللہ لخیر امر!
(وہ عزت والا ہے، آزاد ہے، فراخ سینہ ہے، اللہ اُسے سب سے اچھے کام کے لئے لایا ہے!)

ثمت ابقاہ بقاء الدہر!
(خدا اُسے ہمیشہ سلامت رکھے!)

حضرت حسین نے یہ شعر سنے تو فرمایا "واللہ مجھے یہی امید ہے کہ خدا کو ہمارے ساتھ بھلائی منظور ہے، چاہے قتل ہوں یا فتحیاب ہوں"

حر بن یزید نے ان لوگوں کو دیکھا تو حضرت سے کہا "یہ لوگ کوفہ کے ہیں۔ آپکے ساتھی نہیں ہیں۔ میں انہیں روکوں گا یا واپس کر دوں گا" آپنے فرمایا "تم وعدہ کر چکے ہو کہ ابن زیاد کا خط آنے سے پہلے مجھ سے کوئی تعرض نہیں کرو گے۔ یہ اگرچہ میرے ساتھ نہیں آئے، لیکن میرے ہی ساتھی ہیں۔ اگر ان سے چھیڑ چھاڑ کروگے تو میں تم سے لڑوں گا" یہ سنکر حر خاموش ہو گیا۔

کوفہ والوں کی حالت

آنے والوں سے آپنے پوچھا "لوگوں کو کس حال میں چھوڑ آئے ہو؟" اُنھوں نے جواب دیا "شہر کے سرداروں کو رشوتیں دیکر ملا لیا گیا ہے۔ عوام کے دل آپکے ساتھ ہیں مگر اُن کی تلواریں کل آپکے خلاف نیام سے باہر نکلیں گی" (ایضاً)

آپکے قاصد کا قتل

اس سے پہلے آپ قیس بن مسہر کو بطور قاصد کے کوفہ بھیج چکے تھے۔ عبید اللہ بن زیاد نے اُنھیں قتل کر ڈالا تھا۔ مگر آپ کو اطلاع نہ تھی۔ ان لوگوں سے قاصد کا حال پوچھا۔ اُنھوں نے سارا واقعہ بیان کیا۔ آپکی آنکھیں اشکبار ہو گئیں، اور فرمایا: منہم من قضی نحبہ ومنہم من ینتظر، وما بدلوا تبدیلا! (بعض ان میں سے مر چکے ہیں اور بعض موت کا انتظار کر رہے ہیں مگر حق پر ثابت قدم ہیں، اُسمیں کوئی تبدیلی نہیں کی ہے) خدایا! ہمارے لئے اور اُن کے لئے جنت کی راہ کھول دے! اپنی رحمت اور ثواب کے دار القرار میں ہمیں اور اُنھیں جمع کر!"

طرماح بن عدی کا مشورہ

طرماح بن عدی نے کہا:

"واللہ میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہا ہوں مگر آپکے ساتھ کوئی نہیں دکھائی دیتا۔ اگر صرف یہی لوگ ٹوٹ پڑیں جو آپکے پیچھے لگے ہوئے ہیں تو خاتمہ ہو جائے۔ میں نے اتنا بڑا انبوہ آدمیوں کا کوفہ کے عقب میں دیکھا ہے، جتنا کسی ایک مقام پر کبھی نہیں دیکھا تھا۔ یہ سب اس لئے جمع کئے گئے ہیں کہ ایک حسین سے لڑیں۔ میں آپکو خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ اگر ممکن ہو تو ایک بالشت بھی آگے نہ بڑھیے۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ ایسی جگہ پہنچ جائیں جہاں دشمنوں سے بالکل امن ہو تو میرے ساتھ چلے چلئے۔ میں اپنے پہاڑ "آجا" میں آپ کو اتار دوں گا۔ واللہ وہاں دس دن بھی نہ گزریں گے کہ قبیلۂ طے کے ۲۰ ہزار بہادر تلواریں لئے آپکے سامنے کھڑے ہو جائینگے۔ واللہ جب تک اُن کے دم میں دم رہے گا، آپ کی طرف کوئی آنکھ اُٹھا کر نہ دیکھ سکے گا"

آپنے جواب دیا:

"خدا تمھیں جزاء خیر دے، لیکن ہمارے اور اُن کے مابین ایک عہد ہو چکا ہے۔ ہم اُس کی موجودگی میں قدم پیچھے نہیں ہٹا سکتے۔ کچھ نہیں کہا جا سکتا، ہمارا اُن کا معاملہ کس حد پر پہنچکے ختم ہوگا؟" (ایضاً)

خواب

اب آپ کو یقین ہو چلا تھا کہ موت کی طرف جا رہے ہیں۔ "قصر بنی مقاتل" نامی مقام سے کوچ کے وقت آپ اونگھ گئے تھے۔ پھر چونک کر آواز بلند کہنے لگے "انا للہ وانا الیہ راجعون۔ الحمد للہ رب العالمین" تین مرتبہ یہی فرمایا۔ آپکے صاحبزادے علی نے عرض کیا "یہ انا للہ اور الحمد للہ کیوں؟" فرمایا "جان پدر! ابھی اونگھ گیا تھا۔ خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک سوار کہتا چلا جا رہا ہے "لوگ چلتے ہیں اور موت اُنکے ساتھ چلتی ہے!" میں سمجھ گیا کہ یہ ہماری ہی موت کی خبر ہے جو ہمیں سنائی جا رہی ہے" علی نے کہا "خدا آپ کو روز بد نہ دکھائے! کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟" فرمایا "بیشک ہم حق پر ہیں" اسپر وہ بے اختیار کہہ اُٹھے: "اگر ہم حق پر ہیں تو پھر موت کی کوئی پرواہ نہیں!"

یہ وہی آپکے صاحبزادے ہیں جو میدان کربلا میں شہید ہوئے اور علی الاکبر کے لقب سے مشہور ہیں (ابن جریر۔ شرح نہج البلاغہ۔ امالی سید مرتضیٰ وغیر ذلک)

ابن زیاد کا خط

صبح آپ پھر سوار ہوئے۔ اپنے ساتھیوں کو پھیلانا شروع کیا۔ مگر حُر بن یزید اُنھیں پھیلنے سے روکتا تھا۔ باہم دیر تک کشمکش جاری رہی۔ آخر کوفہ کی طرف سے ایک سوار آتا دکھائی دیا۔ یہ ہتیار بند تھا۔ حضرت حسین کی طرف سے اُسنے منہ پھیر لیا، مگر حُر کو سلام کیا، اور ابن زیاد کا خط پیش کیا۔ خط کا مضمون یہ تھا:

"حسین کو کہیں ٹکنے نہ دو۔ کھلے میدان کے سوا کہیں اُترنے نہ پائے۔ قلعہ بند یا شاداب مقام میں پڑاؤ نہ ڈال سکے۔ میرا یہ قاصد تمھارے ساتھ رہے گا اور دیکھتا رہے گا کہ تم کہاں تک میرے حکم کی تعمیل کرتے ہو"

حُر نے خط کے مضمون سے حضرت امام کو آگاہ کیا اور کہا "اب میں مجبور ہوں۔ آپکو بے آب گیاہ کھلے میدان ہی میں اُترنے کی اجازت دے سکتا ہوں" زُہیر بن القین نے حضرت سے عرض کیا "ان لوگوں سے لڑنا اُس فوج گراں سے لڑنے کے مقابلہ میں کہیں آسان ہے جو بعد میں آئے گی" مگر آپنے لڑنے سے انکار کر دیا "میں اپنی طرف سے لڑائی میں پہل نہیں کروں گا" زہیر نے کہا "تو پھر اُس سامنے کے گاؤں میں چل کر اُتریئے جو فرات کے کنارے ہے اور قلعہ بند ہو جائیے" آپ نے پوچھا "اُس کا نام کیا ہے؟" زہیر نے کہا "عقر" (عقر کے معنی ہیں کاٹنا یا بے ثمر و نتیجہ ہونا) یہ سنکر آپ منقبض ہو گئے اور کہا "عقر سے خدا کی پناہ!" (ایضاً)

کربلا میں ورود

آخر آپ ایک اُجاڑ سرزمین پر پہنچکے اُتر پڑے۔ پوچھا، اس سرزمین کا نام کیا ہے؟ معلوم ہوا "کربلا" آپنے فرمایا "یہ کرب اور بلا ہے!" یہ مقام پانی سے دُور تھا۔ دریا میں اور اُسمیں ایک پہاڑی حائل تھی۔ (الامامۃ والسیاسۃ)

یہ واقعہ ۲ محرم سنہ ۶۱ ہجری کا ہے۔

اگر آپ

علم وکتب کی وسعت اور دستِ طلب کی کوتاہی سے گھبرا گئے ہیں، تو کیوں کسی ایسے مقام کی جستجو
نہیں کرتے جہاں دُنیا کی تمام بہترین اور منتخب کتابیں جمع کرلی گئی ہوں؟

ایسا مقام موجود ہے!

J. & E. Bumpus Limited,
350, Oxford Street,
LONDON, W.1.

جو
دُنیا میں کتب فروشی کا عظیم مرکز ہے
اور
جسے مَلکِ معظم برطانیہ اور اُن کے کتبخانۂ قصر کے لئے کتابیں بہم پہنچانے کا شرف حاصل ہے!

انگریزی کا تمام ذخیرہ جو برطانیہ اور برطانی نوآبادیوں اور ملحقہ ممالک میں شایع ہوتا ہے۔

یورپ کی تمام زبانوں کا ذخیرہ۔

مشرقی علوم وادبیات پر انگریزی اور یورپین زبانوں کی تمام کتابیں
نئی اور پرانی، دونوں طرح کی کتابیں۔

تمام دُنیا کے ہر قسم اور ہر درجے کے نقشے۔

ہر قسم کی تعلیمی کتابوں کے مسلسل سلسلے۔

بچوں کے لئے ہر قسم اور درجہ کا ذخیرہ۔

قیمتی سے قیمتی، اور سستے سے ایڈیشن۔

آپ ہمارے عظیم ذخیرہ سے حاصل کرسکتے ہیں۔

ہمارے یہاں سے
ہر چھ ماہ کے بعد نئے ذخیرہ کی مفصّل فہرست شائع ہوا کرتی ہے۔

برید شرق

مکتوب چین

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم شنگھائی کے قلم سے)

چین کے بڑے سپہ سالار

قدیم چینی مثل ہے "فوج جمع کرلینا آسان ہے مگر اُس کے لئے سپہ سالار پیدا کرنا مشکل ہے" یہ مثل چین پر مدت سے صادق آرہی ہے۔ چین میں قحط الرجال ہے۔ بڑے آدمی کم پیدا ہوتے ہیں۔

لیکن اسوقت خلاف عادت چند ایسے آدمی پیدا ہوگئے ہیں جو دُنیا کے بڑے بڑے آدمیوں میں شمار کئے جاسکتے ہیں۔

"چنگ سولین"

جنگی حیثیت سے چین کا سب سے بڑا آدمی جنرل چنگ سولین سمجھا جاتا ہے۔ یہ شمالی افواج کا سپہ سالار اعظم اور پائے تخت پیکن کی حکومت کا مالک ہے۔ اب سے پہلے یہ منچوریا میں قزاقوں کا سردار تھا۔ جنگ بکسر کے دوران میں اُسنے شہرت حاصل کی۔ یہ اُسوقت بھی قزاقوں کی ایک بڑی ٹولی کا سردار تھا۔ یہ لوگ "سرخ داڑھی والے" کہلاتے تھے اور اُن کے نام سے باشندے تھراتے تھے۔ جنگ روس اور جاپان کے زمانہ میں بھی اسنے بہت نام پیدا کیا اور اپنے ڈاکوؤں کے ذریعہ روس کو بہت پریشان کیا۔ اُسوقت سے اسنے جاپان کی سرپرستی حاصل کرلی اور برابر ترقی کرتا رہا۔ یہاں تک کہ سنہ ۱۹۱۸ء میں منچوریا کا جنگی حاکم بنا دیا گیا۔

سنہ ۱۹۲۲ء میں جنرل "وو، پی، فو" سے اُس کا اختلاف ہوا اور سخت جنگ ہوئی۔ چنگ سولین نے شکست کھائی۔ مگر اُس کی ہمت میں فرق نہیں آیا۔ جاپان کی مدد سے اُسنے پھر قوت حاصل کرلی اور منچوریا میں اپنی کامل خودمختاری کا اعلان کردیا۔

سنہ ۱۹۲۶ء میں اُسنے "وو، پی، فو" سے صلح کرلی اور دونوں نے ملکر پیکن فتح کیا، نئی حکومت قائم کی، اور صدر جمہوریہ چین کو نکال باہر کیا۔ پھر "وو، پی، فو" کو بھی پیکن سے بے دخل کردیا۔ اب وہ پائے تخت کا تنہا مالک ہے۔

"وو، پی، فو"

یہ جنرل صوبہ ہونان کا حاکم ہے۔ یہ صوبہ اپنے رقبہ میں فرانس کے برابر ہے۔ گزشتہ سال اسے دریائے ینگ زی کے کنارے کنٹونیوں نے بہت سخت شکست دی۔ اس کے پاس ڈھائی لاکھ نہایت مسلح منظم فوج موجود تھی۔ مگر قوم پرستوں سے مل گئی۔ یہ تن تنہا میدان سے بھاگنے پر مجبور ہوا۔ لیکن آدمی اولوالعزم تھا۔ فوراً نئی فوج مرتب کرلی۔ اس کی تعداد ایک لاکھ بتائی جاتی ہے۔ یہ کنفوشس مذہب کا عالم اور چینی زبان کا شاعر ہے۔

"سن، شن، فنگ" اور "شنگ، ٹنگ، شنگ"

شمالی چین میں ان دو بڑے سپہ سالاروں کے علاوہ دو اور سپہ سالار بھی بہت مشہور ہیں: ایک مارشل "سن، شن، فنگ" دوسرا مارشل "شنگ، ٹنگ، شنگ"، اول الذکر کو کنٹونیوں نے شنگھائی کی دیواروں کے نیچے برباد کرڈالا۔ دوسرا اُس کی مدد کو چلا۔ لیکن ناکام ہوکر شمال کی طرف بھاگنے پر مجبور ہوا۔ یہ شخص اپنی جسمانی قوت کے اعتبار سے پورے چین میں ایک آدمی سمجھا جاتا ہے۔

جنوبی چین (یعنی قوم پرست چین) کی مشہور شخصیتیں حسب ذیل ہیں:

جنرل کے شیک

ڈاکٹر سن یٹ سن کا دست راست تھا۔ کنٹونی فوج کا سپہ سالار تھا۔ لیکن حال ہی میں بعض اختلافات کی بنا پر باغی ہوگیا اور نان کنگ میں اپنی علیحدہ حکومت قائم کرلی۔ اپنی جنگی قابلیت، شجاعت، ایثار اور حب الوطنی میں مشہور ہے۔ اس کی فوج میں ایک آسٹرین جنرل "جالنٹز" بھی موجود ہے اور بہت نام پیدا کررہا ہے۔

ادجین چن

کنٹون کا وزیر خارجہ ہے۔ لندن میں قانون کی تعلیم حاصل کی اور مدت تک وکالت کرتا رہا۔ پھر کنٹون آیا اور قومی حکومت کے سب سے بڑے سیاسی عہدے پر فائز ہوگیا۔

ایم بروڈین

مشہور روسی کمیونسٹ اور مدبر ہے۔ اس کی پوری زندگی انقلابی افکار پھیلانے میں گزری۔ سنہ ۱۹۲۲ء میں انگلستان گیا اور انگریز مزدوروں میں بغاوت پھیلانا چاہی۔ لیکن حکومت نے گرفتار کرکے قید کردیا۔ قید کی مدت ختم ہونے کے بعد ملک بدر کردیا گیا۔ یہ پہلا موقع نہ تھا کہ اُسنے قیدخانہ کی سیر کی۔ بارہا گرفتار اور قید ہوچکا ہے۔ اسوقت کنٹون میں اس سے زیادہ کسی کا اثر نہیں۔ چینی انقلاب میں اس کا بہت بڑا حصہ ہے اور اب تک اُس کی روح رواں بنا ہوا ہے۔

"ہسوان ٹنگ"

چین کے مشاہیر کے ذکر کے ساتھ ہمیں بے اختیار چین کا معزول نوجوان شہنشاہ "ہسوان ٹنگ" یاد آجاتا ہے۔ اب سے پندرہ برس پہلے جبکہ اُس کی عمر صرف ۴ برس تھی، اپنے آبائی تخت سے معزول کیا گیا۔ اسوقت اس کی عمر ۱۹ برس ہے۔ ٹیانسین میں جاپان کے زیر سایہ مقیم ہے۔ تین سال ہوئے اسنے ایک منچورین شاہزادی سے شادی کرلی ہے اور اب خاموش بیٹھا مستقبل کا انتظار کررہا ہے۔

چونکہ انقلاب چین کے حالات میں وہاں کے مشاہیر کا ذکر آیا کرتا ہے اور ناواقفیت کی وجہ سے لوگ ان کی حیثیت کا اندازہ نہیں کرسکتے، اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ آج مختصراً اُن شخصیتوں سے آپ کو روشناس کردوں جو موجودہ انقلاب میں زیادہ نمایاں حصہ رکھتے ہیں۔ ادہر چند دنوں کے اندر صورت حال میں جو نئے تغیرات ہوئے ہیں، انکی نسبت آئندہ ڈاک کے خط میں بتفصیل لکھوں گا۔

مکتوب قسطنطنیہ

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قسطنطنیہ کے قلم سے)

عید الاضحیٰ۔ انگورہ کی عید۔ خلق فرقہ سی۔ بیرونی ممالک میں ترکی حقوق۔ ٹرکی کی تعمیر۔ ترکستان اور بالشویک۔ ٹرکی اور روس۔ ترکی عورت اور حق انتخاب۔ غازی مصطفےٰ کمال پاشا کا سفر آستانہ۔ شورش کا استیصال۔ ایسٹرن ٹیلیگراف کمپنی اور حکومت۔ یہودیوں، یونانیوں اور ارمنیوں میں شادیاں

عید الاضحیٰ

کئی دن سے عید الاضحیٰ کے استقبال کی طیاریاں ہورہی ہیں۔ شہر میں غیر معمولی چہل پہل ہے اور اجنبی سے اجنبی آدمی بھی یہ محسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ کوئی بڑا اسلامی تہوار قریب آگیا ہے۔ میدان، قربانی کے جانوروں اور اُن کے خریداروں سے پُر نظر آتے ہیں۔ یورپ والوں کے لئے اس سے زیادہ عجیب منظر اور کیا ہوگا کہ جدید ترین فیشن میں ملبوس، ہیٹ لگائے، ترکی عورتیں اور مرد عید کے لئے قربانی کے بھیڑ خرید رہے ہیں اور انھیں اپنی موٹروں پر ساتھ بٹھا کر چلے جارہے ہیں۔ عرفہ کے دن (۹ ذی الحج) تو بازاروں کی یہ حالت تھی کہ خریداروں کے ہجوم سے راہ نہیں ملتی تھی۔ دکانیں آدمیوں سے لبریز تھیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سال بھر کے لئے پوری خرید فروخت آج ہی ہوجائیگی!

عرفہ کے دن تیسرے پہر ہی سے تمام شہر بن سنور کر دلہن بن گیا۔ جدہر دیکھو جمہوریت ترکی کے ہلالی جھنڈے لہرارہے ہیں۔ دکانوں پر بھی، مکانوں پر بھی، جہازوں اور بادبانی کشتیوں پر بھی۔ شہر کے تمام جنگی مرکزوں اور قلعوں سے توپیں دغنا شروع ہوئیں، اور انکی مسلسل صداؤں نے باشندوں میں مسرت کا جوش اور بھی زیادہ کردیا۔

عید کے دن صبح تڑکے ہی سے مسجدیں نمازیوں سے لبریز ہوگئیں اور بڑی ہی شان و شوکت سے نماز ادا کی گئی۔ اخبارات کے کالم عید کے مضامین سے پُر تھے۔ نیم سرکاری اخبار "ملیت" نے عید قرباں اور حج کے متعلق ایک طویل مضمون کعبہ اور عرفات وغیرہ کی تصویروں کے ساتھ شائع کیا۔ حج کے روحانی و اجتماعی فوائد بیان کئے۔ اُسے مسلمانوں کا بین الاقوامی اجتماع قرار دیا۔ ترکوں کو حج کی ترغیب دی۔ دوسرے اخباروں نے بھی اسی قسم کے مضامین شائع کئے ہیں۔

نماز کے بعد لوگ مسجدوں سے نکلے تو دروازوں پر "اسلامی دار شفقت" کے لڑکوں نے اُن کے سینہ پر پھول لگانا شروع کئے، "اسلامی دار شفقت" ایک یتیم خانہ ہے یہ اپنی عمارت کی بلندی و شوکت اور حسن انتظام کی وجہ سے تمام یورپ میں مشہور ہے۔ اس کے یتیم عید کے دن مسجدوں کے دروازے گھیرے کھڑے تھے۔ ہر نمازی کے کوٹ میں پھول لگادیتے تھے اور وہ کچھ نہ کچھ اُن کے چندہ کے صندوقچہ میں ضرور ڈال دیتا تھا۔

انگورہ کی عید

استنبول کی طرح انگورہ کی عید بھی حسب معمول بہت شاندار تھی غازی مصطفےٰ کمال پاشا نے قومی پارلیمنٹ کی عمارت میں لوگوں سے ملاقات کی اور عید کی مبارکباد قبول کی۔ اس کے بعد گھوڑ دوڑ

عمر بن سعد کی آمد

دوسرے دن عمر بن سعد بن ابی وقاص کوفہ والوں کی ۴ ہزار فوج لیکر آپہونچا۔ عبید اللہ بن زیاد نے عمر کو زبردستی بھیجا تھا۔ عمرو کی خواہش تھی کسی طرح اس امتحان سے بچ نکلے اور معاملہ رفع دفع ہوجائے۔ اُسنے آتے ہی حضرت حسین کے پاس قاصد بھیجا اور دریافت کیا، آپ کیوں تشریف لائے ہیں؟ آپنے وہی جواب دیا جو حر بن یزید کو دے چکے تھے: "تمھارے اس شہر کے لوگوں ہی نے مجھے بلایا تھا۔ اب اگر وہ مجھے ناپسند کرتے ہیں تو میں لوٹ جانے کے لئے طیار ہوں"

ابن زیاد کی سختی

عمر بن سعد کو اس جواب سے خوشی ہوئی اور امید بندھی کہ یہ مصیبت ٹل جائے گی۔ چنانچہ فوراً عبید اللہ بن زیاد کو خط لکھا۔ خط پڑھ کر ابن زیاد نے کہا:

الآن اذ علقت مخالبنا بہ   یرجو النجاۃ، ولات حین مناص

(اب کہ ہمارے پنجے میں آپھنسا ہے، چاہتا ہے نجات پائے مگر اب واپسی اور نکل بھاگنے کا وقت نہیں رہا!)

پھر جواب لکھوایا:

"حسین سے کہو پہلے اپنے تمام ساتھیوں کے ساتھ یزید بن معاویہ کی بیعت کریں۔ پھر ہم دیکھیں گے ہمیں کیا کرنا چاہیئے۔ حسین اور اُنکے ساتھیوں تک پانی نہ پہونچنے پائے۔ وہ پانی کا ایک قطرہ بھی پینے نہ پائیں جس طرح عثمان بن عفان پانی سے محروم رہے تھے"

پانی پر تصادم

عمر بن سعد نے مجبوراً پانسو سپاہی گھاٹ کی حفاظت کے لئے بھیجدیئے اور آپ اور آپکے ساتھیوں پر پانی بند ہوگیا۔ اس پر آپنے اپنے بھائی عباس بن علی کو حکم دیا کہ ۳۰ سوار اور ۲۰ پیدل لے کر جائیں اور پانی بھر لائیں۔ یہ پہنچے تو محافظ دستے کے افسر عمرو بن الحجاج نے روکا۔ باہم مقابلہ ہوا، لیکن آپ بیس مشکیں پانی کی بھر لائے۔

عمر بن سعد سے ملاقات

شام کو حضرت حسین نے عمر بن سعد کو کہلا بھیجا آج رات مجھ سے ملاقات کرو۔ چنانچہ دونوں بیس بیس سوار لیکر اپنے اپنے پڑاؤ سے نکلے اور ایک درمیانی مقام میں ملے۔ تخلیہ میں بہت رات گئے تک باتیں ہوتی رہیں۔ راوی کہتا ہے گفتگو بالکل خفیہ تھی لیکن لوگوں میں مشہور ہوگیا کہ حضرت امام نے عمر سے کہا تھا "ہم تم دونوں اپنے اپنے لشکر یہیں چھوڑ کر یزید کے پاس روانہ ہوجائیں" عمر نے کہا "اگر میں ایسا کروں گا تو میرا گھر کھدوا ڈالا جائیگا" آپنے فرمایا "میں بنادوں گا" عمر نے کہا "میری تمام جائداد ضبط کرلی جائے گی" "آپنے فرمایا" میں اپنی حجاز کی جائداد سے اس کا معاوضہ دیدونگا" مگر عمر نے منظور نہیں کیا۔ (ابن جریر وغیرہ)

تین شرطیں

اس کے بعد بھی تین چار مرتبہ باہم ملاقاتیں ہوئیں آپنے تین صورتیں پیش کی تھیں:

(۱) مجھے وہیں لوٹ جانے دو جہاں سے آیا ہوں۔

(۲) مجھے خود یزید سے اپنا معاملہ طے کرلینے دو۔

(۳) مجھے مسلمانوں کی کسی سرحد پر بھیجدو۔ وہاں کے لوگوں پر جو گزرتی ہے وہی مجھ پر بھی گزرے گی"

عمر کا خط

بار بار کی گفتگو کے بعد عمر بن سعد نے ابن زیاد کو پھر لکھا:

"خدا نے فتنہ ٹھنڈا کردیا۔ پھوٹ دور کردی۔ اتفاق پیدا کردیا۔ اُمت کا معاملہ درست کردیا حسین مجھ سے وعدہ کرتے ہیں کہ وہ ان تین صورتوں میں سے کسی ایک کے لئے طیار ہیں...... اس میں تمھارے لئے بھی بھلائی ہے اور اُمت کے لئے بھی بھلائی ہے"

شمر کی مخالفت

ابن زیاد نے خط پڑھا تو متاثر ہوگیا۔ عمر بن سعد کی تعریف کی اور کہا "میں نے منظور کیا" مگر شمر بن ذی الجوشن نے مخالفت کی اور کہا "اب کہ حسین قبضہ میں آچکے ہیں اگر بغیر آپکی اطاعت کے نکل گئے، تو عجب نہیں عزت و قوت حاصل کرلیں اور آپ کمزور و عاجز قرار پائیں۔ بہتر یہی ہے کہ اب اُنھیں قابو سے نکلنے نہ دیا جائے جب تک وہ آپ کی اطاعت نہ کرلیں۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ حسین اور عمر باہم رات رات بھر سرگوشیاں کیا کرتے ہیں"

ابن زیاد کا جواب

ابن زیاد نے یہ رائے پسند کرلی اور شمر کو خط دیکر بھیجا۔ خط کا مضمون یہ تھا کہ اگر حسین مع اپنے ساتھیوں کے اپنے آپکو ہمارے حوالے کردیں تو لڑائی نہ لڑی جائے اور اُنھیں صحیح و سالم میرے پاس بھیجدیا جائے۔ لیکن اگر وہ یہ بات منظور نہ کریں تو پھر جنگ کے سوا چارہ نہیں۔ شمر سے کہدیا کہ اگر عمر بن سعد نے میرے حکم پر ٹھیک ٹھیک عمل کیا، جب تو تم اس کی اطاعت کرنا، ورنہ چاہیئے کہ اُسے ہٹا کر خود فوج کی ریاست اپنے ہاتھ میں لے لینا اور حسین کا سر کاٹ کر میرے پاس بھیجدینا۔

ابن زیاد کے اس خط میں عمرو کو سخت تہدید بھی کی گئی تھی:

"میں نے تھیں اس لئے نہیں بھیجا ہے کہ حسین کو بچاؤ، اور میرے پاس سفارشیں بھیجو۔ دیکھو، میرا حکم صاف ہے اگر وہ اپنے آپکو حوالے کردیں تو صحیح و سالم میرے پاس بھیجدو۔ لیکن اگر انکار کریں تو پھر بے تامل حملہ کرو، خون بہاؤ، لاش بگاڑو۔ کیونکہ وہ اسی کے مستحق ہیں۔ قتل کے بعد اُن کی لاش گھوڑوں سے روند ڈالنا کیونکہ وہ باغی ہیں اور جماعت سے نکل گئے ہیں۔ میں نے عہد کرلیا ہے کہ اگر قتل کروں گا تو یہ ضرور کروں گا۔ اگر تم نے میرے حکم کی تعمیل کی تو انعام و اکرام کے مستحق ہوگے۔ نافرمانی کی تو معزول کئے جاؤ گے" (ابن جریر وغیرہ)

شمر بن ذی الجوشن اور حضرت حسین

شمر بن ذی الجوشن کے متعلق یاد رکھنا چاہیے کہ اسکی پھوپھی ام البنین بنت حزام امیر المومنین علی علیہ السلام کی زوجیت میں تھیں اور اُنھی کے بطن سے اُن کے چار صاحبزادے: عباس، عبد اللہ، جعفر، اور عثمان پیدا ہوئے تھے جو اس معرکہ میں امام حسین کے ساتھ تھے۔ اس طرح شمر ان چاروں کا اور انکے واسطے سے حضرت امام کا پھوپھیرا بھائی تھا۔ اسنے ابن زیاد سے درخواست کی تھی کہ اُس کے ان عزیزوں کو اماں دیدی جائے اور اُسنے منظور کرلیا تھا۔ چنانچہ اُسنے میدان میں چاروں صاحبزادوں کو بلا کر کہا "تم میرے دادھیالی ہو، تمھارے لئے میں نے امن و سلامتی کا سامان کرلیا ہے" لیکن انھوں نے جواب دیا "افسوس تمپر، تم ہمیں تو اماں دیتے ہو لیکن فرزند رسول اللہ کے لئے اماں نہیں ہے!"

شمر نے ابن سعد کو حاکم کوفہ کا خط پہونچا دیا اور وہ طوعاً و کرہاً بخوف عزل آمادۂ تعمیل ہوگیا۔ (ایضاً)

فوج کی ابتدائی حرکت

نماز عصر کے بعد عمر بن سعد نے اپنے لشکر کو حرکت دی جب قریب پہونچا تو حضرت عباس بیس سواروں کے ساتھ نمودار ہوئے۔ عمر نے ان سے کہا کہ ابن زیاد کا جواب آگیا ہے اور اُس کا مضمون یہ ہے۔ عباس واپس لوٹے کہ حضرت حسین کو اس کی اطلاع دیں۔ اس اثنا میں فریقین کے بعض پرجوش آدمیوں میں جو ردوکد ہوئی اسے راویوں نے محفوظ رکھا ہے۔

دونوں فوجوں میں زبانی ردوکد

حضرت امام کے طرفداروں میں سے حبیب بن مظاہر نے "خدا کی نظر میں بدترین لوگ وہ ہوں گے جو اُس کے حضور اس حالت میں پہنچیں گے کہ اُس کے نبی کی اولاد اور اس شہر کوفہ کے تہجد گزار عابدوں کے خون سے اُن کا ہاتھ رنگین ہوگا"، ابن سعد کی فوج میں سے عزرہ بن قیس نے جواب دیا "شاباش! اپنی بڑائی کرو۔ پیٹ بھر کے اپنی پاکی کا اعلان کرو" زہیر بن القین نے کہا "اے عزرہ! خدا ہی نے ان نفسوں کو پاک کردیا ہے اور ہدایت کی راہ دکھائی ہے۔ خدا سے ڈر، اور ان پاک نفسوں کے قتل پر گمراہی کا مددگار نہ بن" عزرہ نے جواب دیا "اے زہیر! تم تو اس خاندان کے حامی نہ تھے۔ کیا آج سے پہلے تک تم عثمانی (حضرت عثمان کے حامی) نہ تھے؟" زہیر نے کہا "ہاں یہ سچ ہے۔ میں نے حسین کو کبھی کوئی خط نہیں لکھا نہ کبھی کوئی قاصد بھیجا۔ لیکن راستہ نے ہم دونوں کو جمع کردیا ہے۔ میں نے اُنھیں دیکھا تو رسول اللہ یاد آگئے اور رسول اللہ کی ان سے محبت یاد آگئی۔ میں نے دیکھا وہ کتنے قوی دشمن کے سامنے جارہے ہیں۔ خدا نے میرے دل میں انکی محبت ڈال دی۔ میں نے اپنے دل میں کہا میں ان کی مدد کروں گا اور اللہ اور اُس کے رسول کے اُس حق کی حفاظت کروں گا جسے تم نے ضایع کردیا ہے"

امام حسین کو جب ابن زیاد کے خط کا مضمون معلوم ہوا تو اُنھوں نے کہا "اگر ممکن ہو تو آج انھیں ٹال دو، تاکہ آج رات اور اپنے رب کی نماز پڑھ لیں، اُس سے دعا کریں، مغفرت مانگیں کیونکہ وہ جانتا ہے میں اُس کی عبادت کا دلدادہ، اُس کی کتاب کا پڑھنے والا، اُس سے بہت دعا و استغفار کرنے والا ہوں"، چنانچہ یہی جواب دیا گیا اور فوج واپس گئی (ابن جریر و یعقوبی)

(باقی آیندہ)

جامع الشواہد

طبع ثانی

مولانا ابو الکلام صاحب کی یہ تحریر ۱۹۱۹ء میں شایع ہوئی تھی جب وہ رانچی میں نظر بند تھے۔ موضوع اس تحریر کا یہ تھا کہ اسلامی احکام کی رو سے مسجد کن کن اغراض کے لئے استعمال کی جاسکتی ہے اور اسلام کی رواداری نے کس طرح اپنی عبادت گاہوں کا دروازہ بلا امتیاز مذہب و ملت تمام نوع انسانی پر کھول دیا ہے؟

۱۹ء میں جس قدر نسخے چھپے تھے، مدرسۂ اسلامیہ رانچی کو دے دیئے گئے تھے جو بہت جلد ختم ہوگئے اب مصنف کی نظر ثانی کے بعد دوبارہ لیتھو میں چھپی ہے۔ قیمت بارہ آنے (۱۲ر)

مینجر الہلال کلکتہ

امام ابن تیمیہ کے تازہ ترین رسالے

شیخ الاسلام کے حسب ذیل رسالوں کا ترجمہ مولوی عبد الرزاق صاحب ملیح آبادی کے قلم سے حال ہی میں شایع ہوا ہے۔ قابل دید رسالے ہیں:

(۱) مجذوب: شریعت میں مجذوب کا کیا حکم ہے؟ وہ ولی اللہ ہوسکتا ہے یا نہیں؟ قیمت ۴ر (۲) حسین و یزید: تاریخ اسلام کی یہ سب سے زیادہ پیچیدہ گتھی سلجھا کر رکھدی ہے قیمت ۵ر (۳) صداقت رسول: پوری سیرت نبوی اس طرح سمیٹ کر جمع کردی ہے کہ رسول اللہ صلعم کی عظمت کا سکہ دلوں پر بیٹھ جاتا ہے قیمت ۴ر (۴) مناظرۂ ابن تیمیہ: صوفیوں سے بادشاہ کے سامنے عظیم الشان مباحثہ ہوا تھا خود شیخ نے اپنے قلم سے تحریر فرمایا ہے قیمت ۲ر

مینجر ہند بک ایجنسی، پوسٹ بکس نمبر ۱۰۲۵ء۔ بالی گنج، کلکتہ

ب کے لئے پیشتر سے میدان کھلا ہی اور اپنا کام کررہا ہی۔ نئی صدائیں یں یا نہ ہوں، قسطنطنیہ یورپ کا ترقی یافتہ شہر ہے۔ یہی وجہ ہی کہ ی کمال پاشا نے یہاں آنے کی ضرورت محسوس نہیں کی اور یہ شہر اب ان کی زیارت سے محروم رہا۔ لیکن اب اُس کی اُمید بر آنے والی غازی تشریف لا رہے ہیں۔ مشہور شاہی محل "بکلربک" اور طولما کی صفائی ہو رہی ہو۔ موصوف اسی میں اُتریں گے۔ شہر بھر میں تقبال کی عام طیاریاں ہیں۔ وہ چاہتا ہو اس موقعہ پر اپنی عقیدت خلاص کا ایک تاریخی مظاہرہ کرے۔ امید ہی کہ دو ہفتے بعد غازی دانگی کی خبر ہمیں معلوم ہوجائے گی۔ (تازہ تار برقیوں سے معلوم ہوتا غازی موصوف قسطنطنیہ پہنچ گئے اور شہر نے عظیم الشان استقبال ۔ الہلال)

شورش کا استیصال

ٹرکی کے مشرقی صوبے تمدن سے ہنوز دور ہیں۔ یہی وجہ ہی کہ ں میں سرکشی اور شورش پسندی زیادہ پائی جاتی ہو۔ وہ موجودہ اصلاحات مخالف اور جمہوری عہد کو نامبارک خیال کرتے ہیں۔ پچھلے برسوں نھوں نے بغاوت بھی کردی تھی، اور حکومت کے لئے شدید خطرہ یدا ہوگیا تھا۔ لیکن حکومت نے بروقت سرکوبی کردی اور امن امان ائم ہوگیا۔

امن امان تو قائم ہوگیا، مگر فساد کی جڑیں بدستور موجود رہیں۔ بہت جلد نشوونما حاصل کرلے سکتی تھیں۔ یہ حالت دیکھ کر حکومت نے فیصلہ کیا کہ شورش پسند عناصر پوری طرح منتشر کردیئے جائیں۔ نانچہ جدید احکام کے مطابق آئندہ ماہ اگست میں ۸۰ خاندان مشرقی صوبوں سے مغربی صوبوں میں منتقل کردیئے جائیں گے۔ اس سے صرف ہی فائدہ نہیں ہوگا کہ مشرقی صوبوں کا امن مضبوط ہوجائے گا بلکہ خود ان سرکش خاندانوں کی بھی اصلاح ہوجائے گی۔ متمدن علاقوں یں آکر ان کی آنکھیں کھل جائیں گی۔ اپنے آپ کو اور اپنی آئندہ نسلوں کو ضروریات زمانہ کے مطابق بنانے پر مجبور ہوجائیں گے۔

مشرقی خبر رسانی کی کمپنی اور حکومت

سنہ ۱۹۲۴ء میں ترکی حکومت نے یہ کمپنی بند کردی تھی۔ کیونکہ اسنے جدید قوانین کے ماتحت اپنے آپکو رجسٹری کرانے سے انکار کردیا تھا یزدہ رقم بھی ادا نہیں کی تھی جو یونانی قبضہ کے دوران میں اُسکے ذمہ واجب الادا تھی۔ لیکن اب کمپنی نے از سرنو درخواست پیش کی ہی اور حکومت کے تمام مطالبے منظور کرلئے ہیں۔ لہذا اُس کا دفتر دوبارہ کھل گیا ہی اور کام شروع ہونے والا ہی۔

اس کمپنی نے ۳۰ سال تک خبریں پہنچانے کا ٹھیکہ لیا ہی۔ سمندر کے نیچے اس کے تار بچھے ہوئے ہیں، اور بڑے بڑے اسٹیشن اودیسا، قسطنطنیہ، چناق قلعہ، کلیتیما، قارا تپہ، سانقس میں ہیں۔

ٹھیکہ کی اہم شرط یہ ہو کہ کمپنی کے جملہ ملازم ترک ہوں گے۔ البتہ ماہرین فن دوسری قوموں سے بھی لئے جا سکتے ہیں۔ لیکن ان کی تعداد کا اوسط دس میں ایک سے زیادہ نہیں ہونا چاہئے۔ یہ شرط بھی ہی کہ ضرورت کے وقت حکومت کمپنی کے تاروں پر قابض ہوکے خود استعمال کر سکتی ہی۔

یہودیوں، یونانیوں، ارمنیوں میں ازدواج

ترکی حکومت کے جدید قوانین کی رو سے ہر شخص کو حق ہی کہ جس قوم کے فرد سے چاہے شادی کرلے۔ اس سے پہلے نکاح کا معاملہ ہر قوم کے دینی پیشواؤں کے ہاتھ میں تھا۔ انکی منظوری اور تصدیق کے بغیر کوئی نکاح جائز نہیں ہوتا تھا۔ لیکن اب یہ پابندی اُٹھ گئی۔ اب نکاح کی مذہبی رسوم ادا کرنے اور رجسٹرار کے ہاں نام اور رضامندی ثبت کردینے سے نکاح قانوناً مکمل ہوجاتا ہی۔ م

مقالات

محرم الحرام سنہ ۱۳۴۶ ہجری

نئے ہجری سنہ کا آغاز!

تذکار ہجرۃ نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام

وحدثتنی یا سعد عنہا فزدتنی
جنوناً، فزدنی من حدیثک یا سعد!

آج جبکہ یہ سطریں لکھ رہا ہوں، محرم کی تیرہویں تاریخ ہو۔ پورے تیرہ دن اس واقعہ پر گزر چکے ہیں کہ پچھلا ہجری سال ختم ہوچکا اور نیا سال شروع ہوچکا ہو۔ لیکن ہزاروں لاکھوں مسلمانوں میں شاید ایک شخص بھی ایسا نہ ہوگا جسنے غور کیا ہوگا کہ اس سال اختتام و آغاز میں تاریخ عالم کے کیسے عظیم و انقلاب انگیز واقعہ کی یاد پوشیدہ ہے؟ وہ عظیم واقعہ جس کی یادآوری سے بڑھ کر تاریخ اسلام کے کسی واقعہ میں بھی ہمارے لئے عبرت کی عظمت اور موعظت کی سرچشمگی نہیں تھی، آج جس واقعہ سے بڑھ کر تاریخ اسلام کا کوئی واقعہ بھی ہماری یادداشت سے دور اور ہمارے دل کی اثرپذیریوں سے مہجور نہیں ہوگیا ہو!

جماعتی حافظہ اور اس کا مزاج

انفرادی زندگی میں ہم دیکھتے ہیں کہ ایک شخص کے اخلاق اور سیرۃ (کیرکٹر) کا اندازہ اُس کے حافظہ کی اُفتاد سے کرلیا جاسکتا ہی۔ ایک نیک سیرۃ آدمی کے حافظہ میں غیرضروری اور بُری باتوں کی یادداشت کے لئے کوئی جگہ نہیں نکل سکتی لیکن ضروری اور اچھی باتیں وہ کبھی نہیں بھول سکتا۔ برخلاف اس کے ایک بد اخلاق آدمی کو کتنی ہی کار آمد اور اچھی باتیں سنائی جائیں لیکن اُس کے حافظہ میں اُن کے لئے کوئی جگہ نہیں نکلے گی۔ وہ صرف بیکار اور بُری باتیں ہی یاد رکھ سکتا ہی۔

یہی حال جماعتوں اور قوموں کے دماغ کا بھی ہی۔ اُنکے ادبار و تنزل کی ایک بہت بڑی نشانی یہ ہوتی ہو کہ جماعتی حافظہ کا مزاج بالکل اُلٹ جاتا ہو۔ جو باتیں یاد رکھنی چاہئیں، وہ اس طرح بھلادی جاتی ہیں کہ باربار یاد دلانے پر بھی یاد نہیں آتیں، اور جو باتیں بھلا دینی چاہئیں، وہ نہ صرف یاد رکھی جاتی ہیں، بلکہ اُن کی یادآوریوں کا ایسا اہتمام کیا جاتا ہو کہ بھلانے کی کتنی ہی کوششیں کی جائیں، کبھی بھلائی نہیں جاسکتیں۔ صدر اول کے مسلمانوں کی مذہبی اور اجتماعی زندگی سے موجودہ عہد کے مسلمانوں کی زندگی کا مقابلہ کرو تو اس حقیقت کی سب سے زیادہ واضح مثال سامنے آجائے گی۔ اُسوقت مسلمان اُٹھتے بیٹھتے جو باتیں یاد رکھا کرتے تھے، آج کسی کو اُن کا وہم و گمان بھی نہیں ہوتا۔ اور جو باتیں آجکل کی بے شمار تقریبوں، تہواروں، یادگاروں، اور اجتماعوں کے ذریعہ یاد رکھی جاتی ہیں، وہ اُس وقت کے کسی مسلمان کے وہم و گمان میں بھی نہیں گزری ہوں گی۔ اُسوقت اُن کا حافظہ صرف وہی چیزیں یاد رکھنی چاہتا تھا جن کی یادداشت میں ان کی قومی زندگی کے لئے عبرت و موعظت تھی۔ آج ہمارا حافظہ صرف وہی باتیں یاد رکھنی چاہتا ہو جن کی یادداشت میں قومی زندگی کے لئے غفلت و اعراض ہو۔ وہ اُن چیزوں کو بھول نہیں سکتے تھے جنہیں یاد رکھنا چاہئے۔ ہم اُن چیزوں کو بھلا نہیں سکتے جنھیں ہمیشہ کے لئے بھلا دینا چاہئے!

سارت مشرّقۃ وسرت مغرّباً
شتّان بین مشرّق ومغرّب!

واقعۂ ہجرۃ

تاریخ عالم کا یہ عظیم واقعہ جس کی یاد سال کے اس اختتام و آغاز میں پوشیدہ ہو، ہجرۃ نبوی کا واقعہ ہو، کیونکہ پہلی محرم سے نیا اسلامی سال شروع ہوتا ہو، اور اُس کی بُنیاد واقعہ ہجرت پر رکھی گئی ہو۔ ہر سال جب ۳۰۔ ذوالحجہ کا دن ختم ہوتا اور پہلی محرم کا چاند طلوع ہوتا ہو، تو وہ اس عظیم واقعہ کی یاد ہمارے دلوں میں تازہ کردینی چاہتا ہے۔ یہ فی الحقیقت اس واقعہ کی ایک جاری و قائم یادگار ہو!

یہ دنیا کی تمام قومی یادگاروں کی طرح قوت کی کامرانیوں کی یادگار نہیں ہو۔ بلکہ کمزوری کی فتحمندیوں کی یادگار ہو۔ یہ اسباب و وسائل کی فراوانیوں کی یادگار نہیں ہو۔ بے سروسامانیوں کی کامیابیوں کی یادگار ہو۔ یہ طاقت اور حکومت کے جاہ و جلال کی یادگار نہیں ہو۔ محکومی و بے چارگی کے ثبات و استقلال کی یادگار ہو۔ یہ فتح مکہ کی یادگار نہیں ہو جسے دس ہزار تلواروں کی چمک نے فتح کیا تھا۔ یہ فتح مدینہ کی یادگار ہو جسے تلواروں کی چمک نے نہیں بلکہ ایک آوارۂ غربت اور بے سروسامان انسان کی "ہجرۃ" نے فتح کیا تھا! تم نے بدر کی جنگی فتح اور مکہ کے مسلح داخلہ کی شان و شوکت ہمیشہ یاد رکھی ہو۔ لیکن تم نے مدینہ کی بے ہتیار کی فتح فراموش کردی، حالانکہ تاریخ اسلام کی ساری آنے والی فتح مندیاں اسی اولین فتح میں ایک بیج کی طرح پوشیدہ

دیکھنے گئے۔ پہلی دَوڑ میں عربی اور ترکی گھوڑے شریک تھے۔ دوسری میں انگریزی نسل کے گھوڑے بھی شامل ہو گئے تھے۔

"خلق فرقہ سی"

"خلق فرقہ سی" قومی جماعت کا نام ہو اور اسوقت ٹرکی میں صرف یہی ایک سیاسی جماعت موجود ہو۔ اس کی سالانہ مؤتمر بھی ہوا کرتی ہو۔ یہ وقت اس کے جلسوں کا تھا۔ مگر انتخابات کی وجہ سے ملتوی کر دیا گیا۔ موجودہ پارلیمنٹ کی مدت جلد ختم ہو جانے والی ہو۔ نئے انتخابات کے لئے طیاریاں ہو رہی ہیں۔ اس سال کی قومی مؤتمر کو بہت اہمیت دی جا رہی ہو کیونکہ اسمیں غازی مصطفےٰ کمال پاشا اپنا وہ طویل و عریض خطبہ سنائیں گے جس کا ٹرکی کے اندر اور باہر مُدت سے انتظار کیا جا رہا ہو۔ اس خطبہ میں موجودہ قومی حکومت کی پُوری تاریخ بیان کی جائے گی۔ اس کے سُنانے میں کئی دن صرف ہوں گے۔ خیال کیا جاتا ہو یہ خطبہ اپنے موضوع، اسلوب، اور طوالت کے لحاظ سے سیاسی خطبوں کی تاریخ میں نمایاں جگہ حاصل کریگا۔ اسے خطبہ نہیں، تاریخ کی ضخیم کتاب کہنا چاہیئے!

بیرونی ممالک میں ترکی حقوق

ترکی پارلیمنٹ نے حکومت کو اختیار دے دیا ہو کہ جن ملکوں میں ترکوں کی جائدادیں ضبط کی جا رہی ہیں، اُن ملکوں کے باشندوں کی جو جائدادیں ترکی سرزمین میں موجود ہیں، حکومت اُنھیں ضبط کر لے۔

پارلیمنٹ کے اس فیصلہ نے بحث کا دروازہ کھول دیا ہو۔ عام طور پر سوال کیا جا رہا ہو کہ کیا ایسے ممالک موجود ہیں جہاں ترکوں کے ساتھ یہ برتاؤ کیا جا رہا ہو؟ تحقیقات سے معلوم ہوا کہ یونان اور یوگوسلاویا میں یہ صورت حال موجود ہو۔

ٹرکی کی نئی تعمیر

امریکن کمپنی "اولن" نے مرسین اور سمسون کی بندرگاہوں کی توسیع کا ٹھیکہ ترکی حکومت سے حاصل کر لیا ہو اور عنقریب کام شروع ہونے والا ہو۔ کمپنی نے کئی ریلوے خطوط جاری کرنے اور کئی نئے شہر آباد کرنے کی بھی درخواست کی تھی۔ مگر چونکہ کافی ضمانت پیش نہ کر سکی اس لئے حکومت نے منظوری دینے سے انکار کر دیا۔

ترکستان اور بالشویک

"ڈنیکین" اور "کولچک" کی خونریز بغاوتوں کے بعد اب یورپ کی سرمایہ دار سلطنتیں روسی ترکستان میں ریشہ دوانیاں کر رہی ہیں تاکہ اس ملک کو بالشویکوں کے برخلاف بغاوت پر آمادہ کریں اور سوویٹ جمہوری نظام حکومت درہم برہم کر ڈالیں۔

ہندوستان میں کم لوگوں کو معلوم ہوگا کہ موجودہ ترکی جمہوریت نے دُنیا بھر کے لوگوں کے لئے اپنے ملک کے دروازے کھول دیئے ہیں۔ ہر خیال کے لوگ یہاں جمع ہو سکتے ہیں اور اپنی تحریکیں چلا سکتے ہیں، بشرطیکہ اس ملک کی اندرونی سیاست میں دخل نہ دیں۔ یہی وجہ ہو کہ اگرچہ بالشویک روس سے ترکوں کے تعلقات دوستانہ ہیں، تاہم اُنھوں نے ترکستانی بغاوت پسندوں کو اپنے ملک میں رہنے اور روس کے خلاف پروپیگنڈا پھیلانے کی اجازت دیدی ہو۔

ان لوگوں نے "جدید ترکستان" نام ایک اخبار جاری کیا ہو اور مغربی ترکستان میں بغاوت پھیلانی چاہتے ہیں۔ مغربی ترکستان کا رقبہ ۰۰۰،۰۰،۲۷ کیلومیٹر اور آبادی ۰۰۰،۰۰،۳۰،۱ ہو۔

لیکن باخبر لوگ جانتے ہیں کہ سرمایہ دار سلطنتوں کی یہ کوششیں کامیاب نہیں ہوں گی۔ بلاشبہ اُنھیں چند کرائے کے ترکستانی مل گئے ہیں۔ لیکن ملک کی عام آبادی بالشویکوں کے ساتھ ہو۔ کیونکہ جس قدر آرام، خوشحالی، اور آزادی اُسے اس عہد میں نصیب ہوئی ہو، اتنی کسی پچھلے زمانہ میں نہیں ہوئی تھی۔ زار کی حکومت اس ملک پر حد درجہ ظلم کیا کرتی تھی۔ ترکی زبان کی تعلیم موقوف تھی۔ تمام مدرسے بند کر دیئے گئے تھے۔ دینی کتابوں کی اشاعت ممکن نہ تھی۔ ہزاروں آدمی بے دریغ قتل کئے جاتے تھے مگر بالشویک عہد میں ملک کو پُوری اندرونی آزادی حاصل ہو گئی، اور صحیح معنی میں جمہوری حکومت قائم ہو گئی۔ پھر خود روسیوں کی بھی وہاں ایک بڑی آبادی موجود ہو۔ آخری اعداد و شمار کی رُو سے مغربی ترکستان میں ۴ لاکھ روسی آباد ہیں۔ یہ سب جنگجو ہیں، اور اپنی دولت، تعلیم، ترقی کی وجہ سے غیر معمولی اہمیت رکھتے ہیں۔

ترکستانیوں کو پناہ دینے کی وجہ سے روس، ٹرکی پر ناراض نہیں ہو۔ کیونکہ وہ ترکی قوانین سے واقف ہو۔ صرف یہی لوگ یہاں نہیں ہیں بلکہ آذربیجان اور "سفید روس" کے بغاوت پسند بھی پہلے سے موجود ہیں اور پُوری آزادی سے اپنے خیالات کی اشاعت کر رہے ہیں۔

ٹرکی اور روس

ہم اپنے کسی پچھلے مکتوب میں اُس ترکی روسی معاہدے کا ذکر کر چکے ہیں جو ۴ سال کی مسلسل گفت و شنید کے بعد طے پایا ہو۔ اس معاہدے کے متعلق سرکاری طور پر بھی اعلان کیا گیا تھا کہ محض تجارتی معاہدہ ہو۔ لیکن اب، جبکہ روس اور برطانیہ کے تعلقات کی کشیدگی نے جنگ کا احتمال پیدا کر دیا ہو اور ساری دُنیا کی نظریں جغرافیائی موقعہ کی وجہ سے ٹرکی پر لگی ہوئی ہیں، اس معاہدے پر سے بھی پردہ اُٹھنے لگا ہو۔ یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ معاہدے کی اصلی شرطیں کیا کیا ہیں؟ لیکن برطانی حلقے اسے سیاسی معاہدہ قرار دیتے اور سخت اندیشوں کا اظہار کر رہے ہیں۔

ترکی اخبار بھی معاہدے پر اظہار رائے کر رہے ہیں۔ قدرتی طور پر ان کی ہمدردیوں کا میلان روس کی طرف ہو۔ اخبار "جمہوریت" نے ایک طویل افتتاحیہ شایع کیا ہو جسمیں لکھا ہو:

"گزشتہ چند صدیوں سے خرس روس ہمارا سب سے بڑا اور خونخوار دشمن تھا۔ لیکن اس آخری معاہدے نے دشمنی کی تمام باتیں یک لخت بھلا دی ہیں۔ زار کی حکومت، جنگ عظیم کا سب سے بڑا سبب تھی۔ وہ ٹرکی کی لاش پر اپنی عمارت کھڑی کرنی چاہتی تھی۔ لیکن حرص و طمع نے اُسے ہمیشہ کے لئے کالعدم کر دیا اور انقلاب پرست نوجوان روس نمودار ہو گیا۔ اُسوقت ہم نے دیکھا کہ ہماری دوستی اور حیات کا جھنڈا اُس کے کاندھوں پر لہرا رہا ہو!

"ترکوں کی تمنا تھی کہ بالشویک روس کامیاب ہو جائے۔ روسیوں کی آرزو تھی کہ ترکی قوم فتحمند ہو جائے۔ دونوں نے ایک دوسرے کی طرف امداد کا ہاتھ بڑھایا۔ دشمن مشترک تھا۔ میدان جنگ میں دونوں بھائیوں نے معانقہ کیا اور تلوار کے زور سے اپنی آزادی قائم کر دی۔ یہ حقیقت ہو کہ روس نے عین وقت پر ٹرکی کو برباد ہونے سے بچا لیا۔

"اس صورت حال میں کون خیال کر سکتا ہو کہ ہم ان سرمایہ دار حکومتوں کی دھمکی میں آ کر اپنے دوست سے بیوفائی کرینگے؟ ترکی قوم کی نظر میں مادیت سے زیادہ اخلاق کا وزن ہو۔ ہم ہرگز بیوفائی کا دھبہ اپنی پیشانی پر نہیں لگا سکتے"

صرف برطانیہ ہی نہیں بلکہ بلقان میں بھی اس معاہدہ کی وجہ سے کھلبلی پڑ گئی ہو۔ سب سے زیادہ پریشانی یونان کو ہو۔ ایتھنس کا نیم سرکاری اخبار "برتیا" لکھتا ہو:

"اس معاہدہ کو معمولی سمجھنا یا اُس سے غفلت برتنا سخت غلطی ہوگی۔ ٹرکی اور روس، دونوں کے ارباب حل و عقد زیادہ سے زیادہ قریب اور باہم وابستہ رہنا چاہتے ہیں۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ مستقبل قریب میں اُن کا اتحاد عمل دُنیا کی قسمت پر زبردست اثر ڈالنے والا ہو۔ خصوصاً عالم اسلامی کی پُوری قسمت اسی اتحاد سے وابستہ ہو۔ مسلمانوں میں بالشویزم مقبول ہوتا چلا جاتا ہو۔ مسلمان سمجھتے ہیں یورپ کی غلامی سے اُنھیں یہی بھوت نجات دے سکتا ہو۔ ٹرکی کی دوستی، بالشویزم کے لئے بمنزلہ رُوح کے ہو"

ترکی عورت اور حق انتخاب

موجودہ ترکی انقلاب کی تاثیر و قوت کا سب سے بڑا مظہر، ترکی عورت ہو۔ چند سال پہلے تک ترکی عورت کو ملک کی سیاسی، اجتماعی اور ادبی زندگی میں کوئی اہمیت حاصل نہ تھی۔ اب سے ۵۰ برس پہلے تو وہ محض ایک بے حقیقت وجود تھی۔ اُسے تعلیم سے جبراً روکا جاتا تھا۔ سخت اور غیر شرعی پردے میں زبردستی رکھا جاتا تھا، اور اُس کے حقوق کے لئے کوئی شنوائی نہ تھی۔

لیکن اب کیا حالت ہو؟ اب حالت یہ ہو کہ شاذ و نادر ہی کوئی ترکی عورت گذشتہ زندگی اختیار کرنے پر راضی ہو سکتی ہو۔ بکثرت عورتیں تعلیم یافتہ ہیں۔ شاعر ہیں۔ انشاپرداز ہیں۔ مقرر ہیں۔ ڈاکٹر ہیں ..... لیکن ترکی عورت اسی درجہ پر قانع نہیں ہو۔ اب وہ مُلکی پارلیمنٹ میں انتخاب کا حق بھی مانگتی ہو۔ اس تحریک کی لیڈر انجمن نسواں کی رئیس "نزیہہ محی الدین" خانم ہیں انھوں نے پرسوں اپنا اعلان شایع کیا ہو اور حکومت سے مطالبہ کیا ہو کہ عورتوں کو بھی حق انتخاب دیا جائے۔ اتنا ہی نہیں بلکہ اُنھوں نے یہ بھی اعلان کیا ہو کہ آئندہ انتخابات کے موقعہ پر ترکی عورتیں صرف اُنھیں مرد امیدواروں کے لئے کوشش کریں گی، جو عورتوں کے اس حق کے حامی ہونگے!

ترکی قانون اساسی میں تصریح مذکور ہو کہ حق انتخاب صرف مردوں کے لئے ہو۔ ظاہر ہے قانون اساسی کی تبدیلی کے لئے پارلیمنٹ کی اکثریت کو رائے دینا چاہیئے۔ عورتیں چاہتی ہیں کہ اس مرتبہ پارلیمنٹ میں اُن کے حامیوں کی اکثریت ہو جائے تاکہ اُن کا مطالبہ پُورا ہو سکے۔

غازی مصطفےٰ کمال پاشا کا سفر آستانہ

بیزنطینہ، قسطنطنیہ، شہنشاہوں کا یہ عظیم شہر، نہیں معلوم عظمت و جلال کے کتنے جلوے دیکھ چکا ہو! روم کی عظمت اُسنے دیکھی، قسطنطین کا جاہ و جلال اُسنے دیکھا، محمد فاتح کا دبدبہ اُسنے دیکھا ... مگر وہ ہنوز نئے نئے جلووں کے لئے مضطرب ہو۔ موجودہ عہد کی ایک عظیم شخصیت کے انتظار میں ہو۔ یعنی غازی مصطفےٰ کمال پاشا کے لئے چشم براہ ہو!

مُدت سے قسطنطنیہ کی آرزو تھی کہ غازی ممدوح اُسے اپنی آمد سے مشرف کریں۔ غازی کو اچھی طرح معلوم ہو کہ اس شہر میں اُن کا استقبال اتنا شاندار ہوگا، جتنا کبھی کسی بڑے سے بڑے شہنشاہ کا ہوا ہوگا۔ مگر اسپر بھی وہ اب تک نہیں آئے۔ حالانکہ اناطولیہ کے ایک ایک گاؤں کا بار بار دورہ کر چکے ہیں۔ یہ صرف اس لئے ہوا کہ موصوف ٹھوس عمل پسند کرتے ہیں۔ دھوم دھام، شان و شوکت ناپسند کرتے ہیں۔ اناطولیہ اگرچہ ترکی سلطنت کی ریڑھ کی ہڈی ہو، مگر سابق سلاطین نے اُسے ہمیشہ حقارت کی نظر سے دیکھا اور ترقی دینے کی کبھی کوشش نہیں کی۔ موجودہ ترکی انقلاب کی تمام اُمیدیں اناطولیہ ہی سے وابستہ ہیں۔ اسی لئے غازی کمال پاشا اور اُن کے رفقا وہیں دَورے کرتے رہے اور قومیت اور زندگی کی روح پھونکتے رہے۔ قسطنطنیہ کے متعلق معلوم ہو کہ وہ ٹرکی کا سب سے زیادہ ترقی یافتہ شہر ہے۔ یہاں ترکی

ومیوں کے سنین مجمع صحابہ میں زیر بحث رہے، اور بعضوں نے اُنکو ار کرنے کی رائے بھی دی، لیکن عام رجحان اسی طرف تھا کہ نیا نہ مقرر کرنا چاہیے۔

اس حقیقت پر بھی نظر رہے کہ سنہ کی ضرورت اور استعمال ری جگہ حساب کتاب کے دفاتر تھے، اور حضرت عمر نے بہ اتفاق ، دفاتر کے لئے وہی زبانیں اختیار کرلی تھیں جو پیشتر سے وحہ ممالک میں رائج تھیں۔ ایران کے لئے فارسی، شام کے سریانی، اور مصر کے لئے قبطی تھی (مسعودی و بلاذری) ظاہر کہ جب دفاتر کے لئے ایران و شام کی زبانیں اختیار کرلی گئی یں، تو قدرتی طور پر سنہ بھی وہی اختیار کرلینا تھا جو اُن ملکوں حساب کتاب میں رائج تھا، اور اُس کے قواعد بندھے چلے آتے ۔ لیکن حضرت عمر اور صحابہ نے ایسا نہیں کیا۔ ایران اور روم مصر کی زبانیں اختیار کرلیں، مگر سنہ اپنا قائم کرنا چاہا۔ غور کرنا ہئے، اس اجتناب کی علت کیا تھی؟

یہ علت تو قطعاً نہیں ہوسکتی کہ صحابۂ کرام محض قومی تعصب اور دلی کی بنا پر دوسری قوموں کی اچھی اور کارآمد باتوں سے بھی جتناب کرتے تھے۔ اولاً تو اس بارے میں خود اسلامی احکام کا حال ہے کہ رکاوٹ کی جگہ صریح ترغیب دی گئی ہے۔ ثانیاً اس عہد کے بے شمار واقعات موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اس قسم کے تعصبات کو اُس وقت کے مسلمانوں کی ذہنیت میں کوئی نہیں ملی تھی۔ وہ دنیا کے تمام علمی و تمدنی ذخیرہ کو خواہ کسی قوم ور ملک سے تعلق رکھتا ہو، اپنا قومی ورثہ سمجھتے تھے۔ خود اسی عہد میں حضرۃ عمر نے بے شمار معاملات میں غیر قوموں کے علمی اور تمدنی صول معلوم کئے ہیں، اور اُن میں جو باتیں کارآمد اور ضروری نظر ئی ہیں بلا تأمل اختیار کرلی ہیں۔ جب کبھی کوئی ایسا معاملہ پیش تا، وہ ایرانیوں، رومیوں، اور مصریوں کو بہ اصرار طلب کرتے ور اُن سے مشورہ لیتے۔ دفاتر حکومت کی تقسیم، خراج و محصول تعین، اراضی کی پیمائش اور تشخیص، خزانہ کا قیام، حساب و تاب کے اصول و قواعد، اور اسی طرح کے بہت سے معاملات ہیں ن میں ایرانی اور رومی قواعد کا تتبع کیا گیا۔ فقہ کا ایک اہم باب رائض ہے۔ یعنے ورثہ کی تقسیم کے اصول و قواعد۔ چونکہ اس کا علق فن حساب سے ہے، اس لئے حضرۃ عمر نے چاہا، اُس کے واعد کی ترتیب و درستگی کے لئے ایک ماہر حساب سے مدد لی جائے۔ ورخین نے تصریح کی ہے کہ اس غرض سے ایک رومی مسیحی مدینہ میں لب کیا گیا تھا۔ طلبی کے فرمان میں والی شام کو جو الفاظ لکھے تھے ہ یہ ہیں: "ابعث لنا برومی یقیم لنا حساب فرائضنا" ایک ومی کو بھیجدو تاکہ وہ ہمارے فرائض کا حساب اُستوار کردے۔ (صراط ستقیم حافظ ابن تیمیہ) جب حضرت عمر کو فرائض جیسے شرعی مسئلہ کے حساب میں ایک رومی عیسائی سے مدد لینا ناگوار نہ ہوا، تو ظاہر کہ ایرانی یا رومی سنہ کے اختیار کرلینے میں قومی تعصب کیوں انع ہوتا جس کا تعلق صرف حساب تاریخ سے ہے؟ پس یقیناً کوئی وسری ہی علت ہونی چاہیے جس کی وجہ سے انھوں نے ایرانی ور رومی سنین جیسے مدون و رائج سنہ چھوڑ دیئے، اور ایک نیا سنہ ازسرنو قائم کیا۔

اصل یہ ہے کہ اسلام کی تعلیم اور تربیت نے صحابۂ کرام کا دماغ س سانچے میں ڈھال دیا تھا، وہ ایسا سانچا تھا جس میں کوئی سرے درجہ کا خیال سما ہی نہیں سکتا تھا۔ وہ صرف اول درجہ خیالات کے لئے تھا۔ بہت ممکن ہے کہ دنیا کے تمدنی علوم و فنون رائج نہ ہونے کی وجہ سے وہ کوئی بات علمی طریقوں اور مصطلح لفظوں میں نہ ادا کرسکتے ہوں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ بعض اوقات وہ ایک بات کی علت اُس شکل و صورت میں نہ دیکھتے ہوں جس صورت میں آج دُنیا دیکھ رہی ہے، لیکن اُن کی طبیعت کی اُفتاد اور ذہنیت کی روش کچھ اس طرح کی بن گئی تھی کہ جب کبھی کسی معاملہ پر سوچ بچار کرتے تھے تو خواہ علت و موجب سمجھ سکیں یا نہ سمجھ سکیں، لیکن دماغ جاتا اُسی طرف تھا جو علم و حکمت کے بہتر سے بہتر اور بلند سے بلند پہلو ہوسکتے ہیں۔ یہی معنی ہیں انبیاء کرام کے مقام "تزکیہ" کے کہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ (۶۲:۲) یعنی دل و دماغ کی اس طرح تربیت کردی جاتی ہے کہ ایک موزون اور مستقیم سانچا ڈھل جاتا ہے۔ اب جب کبھی کوئی ٹیڑھی چیز اسمیں رکھی جائے گی، وہ قبول ہی نہیں کرے گا۔ صرف سیدھی اور موزون چیزیں ہی اسمیں سما سکتی ہیں!

اسلام کی تربیت نے صحابہ کے دل و دماغ میں قومی شرف و خودداری کی روح پھونک دی تھی۔ قومی زندگی کی بنیادیں جن اینٹوں پر اُستوار ہوتی ہیں، اُن میں سے ایک ایک اینٹ کے لئے اُن کے اندر پہچان اور لگاؤ تھا۔ اگرچہ وہ لفظوں اور تعبیروں میں انہیں بیان نہ کرسکیں۔ جب حضرۃ عمر نے سنہ اور تاریخ کی ضرورت محسوس کی، تو اگرچہ متمدن اقوام کے سنین رائج و مستعمل تھے، لیکن اُن کی طبیعت اُن کی طرف مائل نہ ہوسکی۔ اس لئے کہ ایسا کرنا نہ صرف قومی شرف و خودداری کے خلاف تھا، بلکہ قومی زندگی کی بنیادی اینٹوں میں سے ایک اینٹ کھودینی تھی۔

قومی زندگی کی بنیادی مقومات میں سے ایک نہایت اہم چیز سنہ اور تاریخ ہے۔ جو قوم اپنا قومی سنہ نہیں رکھتی، وہ گویا اپنی بنیاد کی ایک اینٹ نہیں رکھتی۔ قوم کا سنہ اُس کی پیدائش اور ظہور کی تاریخ ہوتا ہے۔ یہ اُس کی قومی زندگی کی روایات قائم رکھتا اور صفحۂ عالم پر اُس کے اقبال و عروج کا عنوان ثبت کردیتا ہے۔ یہ قومی زندگی کے ظہور و عروج کی ایک جاری و قائم یادگار ہے۔ ہر طرح کی یادگاریں مٹ جاسکتی ہیں لیکن یہ نہیں مٹ سکتی۔ کیونکہ سورج کے طلوع و غروب اور چاند کی غیر متغیر گردش سے اس کا دامن بندھ جاتا ہے، اور دنیا کی عمر کے ساتھ ساتھ اس کی عمر بھی بڑھتی رہتی ہے۔ آج اگسٹس، بکرماجیت، جلال الدین ملک شاہ، اور اکبر اعظم کے نام اُن کے سنین کے اندر ہر روز ہمارے سامنے آتے ہیں، اور ہمارا حافظہ اُن سے گردن نہیں موڑ سکتا!

ممکن نہ تھا کہ قومی زندگی کا ایک ایسا اہم معاملہ حضرۃ عمر اور صحابہ کے سامنے آتا اور اُن کا دماغ غلط فیصلہ کرتا۔ اگر ایسا ہوتا تو اسلام کی دماغی تربیت غلط ہوجاتی۔ کچھ ضروری نہیں کہ انھوں نے اپنے اس احساس کی کوئی توجیہ و تعلیل بھی کی ہو۔ نتائج تعبیر اور تعلیل سے نہیں بلکہ فعل صحیح سے پیدا ہوتے ہیں۔ دیکھنا صرف یہ ہے کہ وہ اپنے اندر اس کے خلاف میلان پیدا نہ کرسکے۔ وہ باوجود غیر قوموں کی ہر طرح کی علمی و تمدنی چیزیں قبول کرلینے کے اُن کا سنہ قبول نہ کرسکے۔ خود بخود انکی طبیعت کا فیصلہ یہی ہوا کہ قومی سنہ سب سے الگ، اور ایسا ہونا چاہیے جس کی بنیاد اپنی تاریخ کے کسی قومی واقعہ پر ہو۔ انھوں نے اپنے دفتروں کے لئے ایرانیوں اور رومیوں کی زبان لے لی، انکے حساب کتاب کے قواعد قبول کرلئے، اُنکے حساب کی مصطلحات اور اشارات سے بھی انکار نہیں کیا؛ لیکن سنہ اور تاریخ لینے پر آمادہ نہ ہوسکے۔ یہ قومی زندگی کی بنیادی اینٹوں میں سے ایک اینٹ تھی، اس لئے ضروری تھا کہ یہ اپنی ہو، اور اپنے ہی ہاتھ سے رکھی جائے۔ انھوں نے ایسا ہی کیا، اور اسلام نے جو ذہنیت اُن کی پیدا کردی تھی، اُسے یہی کرنا تھا!

متاخرین کی تعلیل و توجیہ

افسوس ہے کہ صدر اول کے مسلمانوں کی تاریخ کا چہرہ، متاخرین کی نقاشیوں سے اپنے اصلی خال و خط کھوچکا ہے۔ ہر عہد کا مورخ دراصل اُسی عہد کی دماغی آب و ہوا کا مخلوق ہوتا ہے؛ اس لئے سلف کے واقعات کی تصویر کھینچتے ہوئے اُسی رنگ و روغن سے کام لیتا ہے جو اُس کے عہد کی آب و ہوا مہیا کرسکتی ہے۔ اسلام کی حقیقی اجتماعی زندگی کا اصلی دور صحابۂ کرام کے عہد پر ختم ہوگیا، اور اُس کے بعد جوں جوں زمانہ گذرتا گیا، اُس دور کی معنوی خصوصیات مفقود ہوتی گئیں۔ متاخرین اہل نظر و قلم کا زمانہ آیا تو یہ وہ وقت تھا، جب صدر اول کی دماغی آب و ہوا کی جگہ بالکل ایک مختلف قسم کی فضا نشوونما پاچکی تھی۔ اس لئے ان مصنفوں نے جب اُس عہد کے حالات پر قلم اُٹھایا، تو بجائے اس کے کہ اُس عہد کا ذوق و مزاج پیدا کرکے اُس کا مطالعہ کرتے، اپنے عہد کے پیدا شدہ ذوق کے رنگ میں اُس کی ہر بات رنگ ڈالی۔ تاریخ ہی پر موقوف نہیں ہے۔ ہر گوشہ تک اس معاملہ کے اثرات پہنچے حتی کہ فقہ و احکام تک کا گوشہ اس سے محفوظ نہ رہ سکا۔ اگر عہد صحابہ سے لیکر آخری عہد تدوین کتب تک کی کتابیں سلسل موجود ہوتیں اور صدیوں کی ترتیب کے ساتھ ان پر نظر ڈالی جاسکتی، تو صاف نظر آجاتا کہ صدر اول کے واقعات و معاملات بعد کے ہر عہد میں نئے نئے لباس بدلتے آئے ہیں، اور اُن کی تعبیر و الفاظ کی جزئیات میں ہر عہد کی ذہنی خصوصیات کا پَرتو موجود ہے۔ مثلاً اگر تیرہ صدیوں کی تیرہ مسلسل تاریخیں موجود ہوتیں، تو تم اُنگلی رکھکر بتلا سکتے کہ صدر اول کے ایک ہی واقعہ نے اپنی جزئیات و صور میں کس طرح تیرہ مختلف لباس پہن لئے ہیں؟

بطور مثال کے اسی واقعہ پر نظر ڈالی جائے۔ امام شعبی کی روایت میں صاف موجود ہے "ولم یحب التاریخات القدیمۃ" یعنے حضرت عمر ایک تاریخ کے تعین کی ضرورت محسوس کررہے تھے، مگر پسند نہیں کرتے تھے کہ قدیم تاریخیں اختیار کریں۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ وہ کسی دوسری قوم کی تاریخ کا اختیار کرنا پسند نہیں کرتے تھے۔ اور یہ معاملہ اُن کی نظر میں ایسا تھا جس کے لئے ضرورت تھی کہ مسلمانوں کی ایک قومی تاریخ قرار دی جائے لیکن بعد کے مورخین نے اپنے ذوق و میلان طبع کے مطابق اس کی توجیہیں شروع کردیں۔ واقعہ کی اصلی علت پر تو نظر نہیں گئی نئے نئے معنی پہنانے لگے۔ میں یہاں صرف دو عہدوں کی دو مختلف نظروں کا ذکر کروں گا۔

علامۂ مقریزی نے نویں صدی ہجری کے اوائل میں اپنی بے نظیر تاریخ مصر لکھی ہے۔ وہ لکھتے ہیں حضرت عمر اور صحابہ نے ایرانی اور رومی تاریخ پسند نہیں کی، کیونکہ دونوں کے حساب میں کبیسہ تھا۔ (یعنی دورۂ ارضی کی کسر پوری کرنے کے لئے چند سالوں کے بعد مہینوں کے دنوں میں کمی بیشی۔ جس طرح کہ تقویم گریگوری میں ہر چوتھے سال ایک دن کی کمی کردی گئی ہے) چونکہ اسلام نے "نسئی" سے روکا تھا، اور کبیسہ پر "نسئی" کا شبہ ہوسکتا تھا، اس لئے مناسب نہ تھا کہ ایسا طریقہ اختیار کیا جاتا۔ مورخ موصوف کو یہ دور از کار دقیقہ سنجی اس لئے کرنی پڑی کہ قومی تقویم کی ضرورت و اہمیت کے لئے اُن کے ذہن میں کوئی جگہ نہ تھی، اور چونکہ اور کوئی معقول تعلیل سمجھ میں نہیں آئی اس لئے ناچار "نسئی" کی شرعی ممانعت کی وادی میں پہنچ گئے۔ حالانکہ کسی اعتبار سے بھی یہ تعلیل لائق اعتنا نہیں

تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب ظاہری فتحمندیوں کے اعلان کا وقت آیا تھا، تو اُس وقت اسی معنوی فتحمندی کی یاد لوگوں کو دلائی گئی تھی: ثانی اثنین اذ ہما فی الغار اذ یقول لصاحبہ: لا تحزن ان اللہ معنا، فانزل اللہ سکینتہ علیہ وایدہ بجنود لم تروھا وجعل کلمۃ الذین کفروا السفلیٰ، وکلمۃ اللہ ہی العلیا، واللہ عزیز حکیم! (۹: ۴۰)

تذکارِ محرم

اسی ہجری سنہ کے ساٹھویں برس کربلا کا حادثہ ظہور میں آیا۔ یہ حادثہ اسدرجہ الم ناک اور درد انگیز تھا، اور اُس کے سیاسی اثرات اس درجہ قوی اور وسیع تھے، کہ جوں جوں وقت گزرتا گیا، اُس کی یاد ایک ماتمی یادگار کی حیثیت اختیار کرتی گئی۔ یہاں تک کہ محرم کے ورود کی تمام یادگاریں صرف اسی حادثہ کے تذکرہ و ماتم میں محدود ہوگئیں اور دوسرے تمام پہلو یک قلم فراموش کردیئے گئے۔ اس میں شک نہیں کہ حادثہ کربلا کی المناکیاں اور عبرت انگیزیاں ناقابلِ فراموش ہیں۔ لیکن ہمارے حافظہ و فکر کی یہ بہت بڑی غفلت ہوگی اگر اس حادثہ کے استغراق میں تذکرہ و عبرت کے دوسرے پہلو فراموش کردیئے جائیں۔ یہ سنہ ہجری کے ساٹھویں برس کے ایک واقعہ کی تذکار ہے لیکن خود سنہ ہجری کے پہلے برس کے تذکار سے کیوں چشم بصیرت بند کرلی جائے؟

سنہ ہجری کی ابتدا

اسلام کے ظہور سے پہلے دنیا کی متمدن قوموں میں متعدد سنہ جاری تھے۔ زیادہ مشہور یہودی، رومی اور ایرانی سنین تھے۔ عرب جاہلیۃ کی اندرونی زندگی اس قدر متمدن نہیں تھی کہ حساب کتاب کی کسی وسیع پیمانے پر ضرورت ہوتی۔ اوقات و مواسم کی حفاظت اور یادداشت کے لئے انکے ہاں کوئی مشہور واقعہ لے لیتے اور اُسی سے وقت کا حساب لگا لیتے۔ منجملہ سنین جاہلیۃ کے عام الفیل تھا۔ یعنی شاہ حبش کے حجاز پر حملہ کرنے کا سال۔ عرصہ تک یہی واقعہ عرب کے حساب و کتاب میں بطور سنہ کے مستعمل رہا۔ ظہور اسلام کے بعد یہ اہمیت خود عہد اسلام کے واقعات نے لے لی۔ صحابۂ کرام کا قاعدہ تھا کہ عہد اسلامی کے واقعات میں سے کوئی ایک اہم واقعہ لے لیتے اور اسی سے حساب لگاتے۔ ہجرۂ مدینہ کے بعد ہی سورۂ حج کی وہ آیت نازل ہوئی تھی جس میں قتال کی اجازت دی گئی تھی: اذن للذین یقاتلون بانھم ظلموا، وان اللہ علی نصرھم لقدیر (۲۲: ۴۰) اس لئے کچھ دنوں تک یہی واقعہ بطور ایک سنہ کے مستعمل رہا۔ لوگ اسے "سنہ اذن" سے تعبیر کرتے اور یہ تعبیر وقت کے ایک خاص عدد کی طرح یادداشت کا کام دیتی۔ اسی طرح سورۂ برأۃ کے نزول کے بعد "سنہ برأۃ" کا بھی بول چال میں رواج رہا۔ عہد نبوی کا آخری سنہ "سنۃ الوداع" تھا۔ یعنے آنحضرت (صلعم) کے آخری حج کا واقعہ جو "حجۃ الوداع" کے نام سے مشہور ہوگیا تھا اور ہجرت کے دسویں سال پیش آیا تھا۔ بعض روایات سے اس طرح کے متعدد سنوں کا پتہ چلتا ہے۔ مثلاً سنۃ التمحیص، سنۃ الترفئہ۔ سنۃ الزلزال۔ سنۃ الاستئناس۔ بیرونی نے آثار الباقیہ میں اس طرح کے دس سنوں کا ذکر کیا ہے۔

آنحضرۃ (صلعم) کے وفات کے بعد کچھ عرصہ تک یہی حالت جاری رہی۔ لیکن حضرت عمر (رض) کی خلافت کا عہد شروع ہوا تو ممالک مفتوحہ کی وسعت اور دفاتر حکومت کے قیام سے حساب کتاب کے معاملات زیادہ وسیع ہوئے، اور ضرورت پیش آئی کہ سرکاری طور پر کوئی ایک سنہ قرار دیدیا جائے۔ چنانچہ اس معاملہ پر غور کیا گیا۔ اور سنہ ہجری کا تقرر عمل میں آیا۔ اُس وقت تک واقعۂ ہجرت پر سولہ برس گزر چکے تھے۔

ضرورت کا احساس اور صحابہ کا مشورہ

سنہ ہجری کا تقرر کیونکر عمل میں آیا؟ کیوں حضرۃ عمر (رض) اور تمام صحابہ کا ذہن اس طرف گیا کہ اسلامی سنہ کی ابتدا واقعۂ ہجرت سے کی جائے؟ یہ تاریخ اسلام کا ایک ضروری اور نتیجہ خیز بحث تھا، لیکن افسوس ہے کہ اسوقت تک نظر و فکر سے محروم رہا۔

اس بارے میں متعدد روایتیں منقول ہیں۔ سب سے زیادہ مشہور روایت میمون بن مہران کی ہے جسے تمام مورخین نے نقل کیا ہے۔ خلاصہ اسکا یہ ہے کہ

دفع الی عمر بن الخطاب صک محلہ شعبان فقال ای شعبان ھو؟ أشعبان الذی نحن فیہ، او الآتی؟ ثم جمع وجوہ الصحابہ فقال ان الاموال قد کثرت وما قسمنا منہا غیر موقت، فکیف التوصل الی ما یضبط بہ ذلک؟ فقالوا یجب ان یعرف ذلک من رسوم الفرس فعندھا استحضر عمر الہرمزان وسألہ عن ذلک، فقال ان لنا حسابا نسمیہ "ماہ روز" فعربوا الکلمۃ وقالوا "مورخ"، ثم طلبوا وقتا یجعلونہ اولا لتاریخ دولۃ الاسلام، فاتفقوا علی ان یکون المبدء من سنۃ الھجرۃ (تاریخ کبیر ذہبی - وتاریخ مصر مقریزی)

"ایک مرتبہ ایک کاغذ حضرت عمر کے سامنے پیش کیا گیا جس میں شعبان کا مہینا درج تھا۔ حضرت عمر نے کہا شعبان سے مقصود کونسا شعبان ہے؟ اس برس کا، یا آئندہ برس کا؟ پھر آپنے سربرآوردہ صحابہ کو جمع کیا اور ان سے کہا: اب حکومت کے مالی وسائل بہت زیادہ وسیع ہوگئے ہیں، اور جو کچھ ہم تقسیم کرتے ہیں وہ ایک ہی وقت میں ختم نہیں ہوجاتا۔ اس لئے ضروری ہے کہ حساب و کتاب کے لئے کوئی ایسا طریقہ اختیار کیا جائے کہ اوقات ٹھیک طور پر منضبط ہوسکیں۔ اسپر لوگوں نے کہا کہ ایرانیوں سے مشورہ کرنا چاہیے۔ اُنکے یہاں اس کے طریقے کیا تھے؟ چنانچہ حضرۃ عمر نے ہرمزان کو بلایا۔ اُسنے کہا ہمارے یہاں ایک حساب موجود ہے جسے "ماہ روز" کہتے ہیں۔ اسی ماہ روز کو عربی میں "مورخ" بنا لیا گیا۔ پھر یہ سوال پیدا ہوا کہ اسلامی حکومت کی تاریخ کے لئے جو سنہ اختیار کیا جائے، اُس کی ابتدا کب سے ہو؟ سب نے اتفاق کیا کہ ہجرت کے برس سے کیجائے۔ چنانچہ ہجری سنہ قرار پایا"

ابن حبان نے قرہ بن خالد سے ایک دوسری روایت بھی نقل کی ہے۔ اسمیں ایک دوسرے واقعہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ

کان عند عمر عامل جاء من الیمن فقال لعمر اما تؤرخون تکتبون فی سنۃ کذا وکذا من شہر کذا اکذا؟ فاراد عمر والناس ان یکتبوا من مبعث رسول اللہ صلعم ثم قالوا من عند وفاتہ، ثم ارادوا ان یکون ذلک من الھجرۃ (تاریخ کبیر ذہبی و مقریزی جلد ۲)

"حضرت عمر کے پاس یمن سے ایک عامل آیا تھا۔ اسنے کہا لکھنے پڑھنے میں آپ لوگ تاریخ نہیں لکھتے۔ اس طرح کہ فلاں بات فلاں سنہ میں اور سنہ کے فلاں مہینے میں ہوئی؟ اسپر حضرۃ عمر اور اور لوگوں کو اس معاملہ کا خیال ہوا۔ پہلے انھوں نے ارادہ کیا کہ آنحضرت کے مبعوث ہونے کے وقت سے سنہ کا حساب شروع کریں۔ پھر خیال ہوا کہ آپ کی وفات سے شروع کیا جائے۔ لیکن آخر میں یہ رائے قرار پائی کہ ہجرۃ سے سنہ کا تقرر ہو"

ان روایات کی مزید تشریح امام شعبی کی روایت سے ہوتی ہے جو محب طبری نے نقل کی ہے۔ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ

ان ابا موسی الاشعری کتب الی عمر انہ تاتینا منک کتب لیس لھا تاریخ وقد کان عمر دون الدواوین ووضع الخراج واحتاج الی تاریخ ولم یحب التاریخات القدیمۃ فجمع علیہ عند ذلک واستشار الناس فاتفقوا علی ان یکون المبدء من الھجرۃ (ریاض النضرۃ)

"ابو موسیٰ اشعری نے حضرۃ عمر کو لکھا کہ آپکی جانب سے ہمارے نام خطوط آتے ہیں مگر ان پر کوئی تاریخ نہیں ہوتی، اور یہ وقت وہ تھا کہ حضرت عمر نے حکومت کے مختلف دفاتر قائم کردیئے تھے اور خراج کے اصول و قواعد طے کئے گئے تھے، اور اس لئے محسوس کر رہے تھے کہ ضبط اوقات کے لئے ایک خاص تاریخ قرار پا جائے۔ پرانی تاریخیں موجود تھیں لیکن وہ پسند نہیں کرتے تھے کہ انھیں اختیار کریں۔ اب موسیٰ اشعری نے لکھا تو انہیں زیادہ توجہ ہوگئی۔ صحابہ کو جمع کرکے مشورہ کیا۔ مشورہ میں سب کی رائے یہی قرار پائی کہ ہجرۃ کا واقعہ بنیاد ٹھہرا کر سنہ ہجری اختیار کیا جائے"

ابو ہلال عسکری نے الاوائل میں اور مقریزی نے تاریخ میں حضرۃ سعید بن المسیب سے نقل کیا ہے کہ واقعۂ ہجرت سے سنہ شروع کرنے کی رائے حضرت علی علیہ السلام نے دی تھی۔ وہ کہتے ہیں:

جمع عمر الناس فسألہم من ای یوم یکتب التاریخ؟ فقال علی بن ابی طالب من یوم ھاجر رسول اللہ صلعم وترک مکۃ ففعلہ عمر (کتاب الاوائل قلمی۔ مقریزی طبع ثانی جلد ۲ صفحہ ۵۶)

"جب حضرت عمر نے صحابہ سے مشورہ کیا کہ کس دن سے تاریخ کا حساب شروع کیا جائے؟ تو حضرت علی نے فرمایا۔ اس دن سے جس دن آں حضرت نے ہجرت کی اور مکہ سے مدینہ آئے"

یعقوبی نے بھی اسے منجملہ اُن امور کے قرار دیا ہے جو حضرت علی کی رائے سے انجام پائے۔ سنہ ۱۶ کے واقعات میں لکھتا ہے:

وفیہا ارخ عمر الکتب واراد ان یکتب التاریخ منذ مولد رسول اللہ ثم قال من المبعث، فاشار علیہ علی بن ابی طالب ان یکتبہ من الھجرۃ، فکتبہ من الھجرۃ (جلد ۲: ۱۶۶)

"اسی زمانہ میں حضرت عمر نے ارادہ کیا کہ ضبط کتابت کے لئے ایک تاریخ قرار دے دی جائے۔ پہلے انھیں خیال ہوا آنحضرت کی ولادت سے شروع کریں پھر خیال کیا آپ کی بعثت کے واقعہ سے ابتدا کی جائے۔ لیکن حضرۃ علی نے رائے دی کہ ہجرۃ سے شروع کرنا چاہیے"

قومی سنہ کی ضرورت و اہمیت

ان روایات کے مطالعہ کے بعد ضروری ہے کہ بعض امور پر غور کیا جائے:

سب سے پہلی بات جو سامنے آتی ہے، یہ ہے کہ حضرت عمر اور صحابہ نے یہ ضرورت کیوں محسوس کی کہ ایک نیا سنہ قرار دیا جائے؟ امام شعبی کی روایت میں ہے کہ حضرت عمر تاریخ کے تعین و تقرر کی ضرورت محسوس کر رہے تھے لیکن پسند نہیں کرتے تھے کہ دوسری قوموں کی تاریخ اختیار کریں۔ پہلی روایت میں جس ہرمزان کو بلانے اور مشورہ کرنے کا ذکر ہے، یہ خوزستان کا بادشاہ تھا اور مسلمان ہوکر مدینہ میں مقیم ہوگیا تھا۔ حضرۃ عمر کی مجالس شوریٰ میں اس کا بار بار ذکر آتا ہے۔ (بلاذری وطبری وغیرہما) بیرونی لکھتا ہے کہ جب حضرت عمر نے اس سے مشورہ کیا تو اُسنے نہ صرف ایرانیوں کا طریقہ ہی بتلایا بلکہ رومیوں کے طریقہ کی بھی تشریح کی۔ ایرانیوں کے یہاں کا آخری سنہ یزدگرد کا سنہ تھا، اور رومیوں کا مشہور سنہ سکندر کی پیدایش سے شروع ہوتا تھا۔ بعض صحابہ کو خیال ہوا۔ انھی دونوں میں سے کوئی سنہ اختیار کرلیا جائے، لیکن حضرت عمر اور اور لوگ اس سے متفق نہ ہوئے (۱)۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایرانیوں

---

(۱) بیرونی نے یہ تفصیل میمون بن مہران کی روایت کے سلسلہ ہی میں کی ہے اور اُسکے الفاظ روایت مندرجہ متن سے مختلف ہیں۔ چونکہ اُسنے کوئی تخریج روایت نہیں کی تھی اس لئے حسب اصول فن روایت اُس سے اساسی استدلال نہیں

السحر الحلال
في
مجلدات الهلال

[illegible]
[illegible]

[illegible]

[illegible] ممکن نہیں - اس کی [illegible] سیاسی' اور اجتماعی مواد و مباحث کا بہترین مجموعہ ہیں - ان کی مقبولیت و قدر کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ سنہ ۱۹۱۸ میں بعض شائقین علم و ادب نے اس کی تمام جلدوں کا مکمل سٹ سات سو روپیہ میں خرید لیا - اور حال میں ایک صاحب نے اس کی پہلی جلد مکمل (جو دفتر میں بھی موجود نہیں) ساڑھے چارسو روپیہ میں حیدرآباد سے خریدی ہے - جن لوگوں کے پاس کے پرچے [illegible] جمع

[illegible]

جلد "[illegible]" جسے دوسری مرتبہ الہلال [illegible] شائع ہوا)

قیمت [illegible] روپیہ

علاوہ جلد اول کے ہر جلد کے متعدد پرچے بھی موجود ہیں جن میں سے ہر پرچہ اپنے مضامین کے لحاظ سے ایک مستقل مجموعہ علم و ادب ہے - قیمت فی پرچہ ۱ - آنہ محصول ڈاک و پیکنگ اس کے علاوہ ہے -

منیجر " الہلال پریس "

اول تو یہ اُن روایات کے خلاف ہے جو اوپر گزر چکیں، کیونکہ اُن میں تمام قدیم تقویموں کی ناپسندیدگی کا ذکر ہے۔ نہ کہ کسی خاص تقویم کا۔ ثانیاً "نسئی" مصطلحۂ جاہلیۃ اور "کبیسہ" مصطلحۂ حساب قطعاً دو مختلف چیزیں ہیں جس "نسئی" کو اسلام نے روکا اور قرآن نے کفر کی زیادتی سے تعبیر کیا، وہ یقیناً قمری مہینوں کی طبعی ترتیب کو اس طرح درہم برہم کر دینا تھا کہ کبھی شعبان، محرم بن جاتا تھا، اور کبھی رمضان ذوالحجہ قرار پاجاتا تھا۔ اور جس کا نتیجہ یہ تھا کہ اعمال و طاعات کے معین اوقات الٹ پلٹ ہوجاتے تھے اور اُن کے تقرر و تعین کی اہمیت و مصلحت باقی نہیں رہتی تھی۔ لیکن "کبیسہ" بالکل ایک دوسری چیز ہے۔ اُس کا مقصد دوسرا ہے، اور اُس کے اجراء کے نتائج دوسرے ہیں۔ اُس کا کوئی اثر اس طرح کا مرتب نہیں ہوتا۔ وہ محض اس لئے ہے کہ سال بھر کے تین سو ساٹھ دن قرار دے دینے کے بعد جو کسر رہجاتی ہے اُسے کچھ عرصہ کے بعد پورا کر دیا جائے تاکہ زیادہ مدت گزرنے کے بعد مہینوں اور برسوں کا فرق نہ بنجائے۔ پس کسی طرح بھی یہ بات تسلیم نہیں کی جاسکتی کہ حضرت عمر اور اکابر صحابہ "نسئی" کی حقیقت سے اس درجہ بے خبر تھے کہ تقویم کے کبیسہ کو بھی "نسئی" سمجھ لیتے، یا اُنھیں کبیسہ پر "نسئی" کا شبہ ہوسکتا۔

یہ نویں صدی کی ابتدا تھی۔ لیکن سو برس کے بعد یعنے ہزار دیں صدی کے اوائل میں یہی واقعہ ایک دوسرا رنگ اختیار کرلیتا ہے۔ حافظ جلال الدین سیوطی سے تقویم و سنین کے متعلق ایک سوال کیا گیا تھا۔ اُس کے جواب میں انھوں نے ایک رسالہ لکھا ہے۔ اسمیں لکھتے ہیں کہ حضرت عمر اور صحابۂ کرام نے رومی اور ایرانی سنہ اختیار کرنے سے اس لئے اجتناب کیا کہ یہ عیسائیوں اور مجوسیوں کا سنہ تھا اور اسلام نے اُنھیں روک دیا تھا کہ کفار کا طور طریقہ اختیار کرکے اس کے رواج و قبولیت کا باعث نہ ہوں۔ اب غور کرو۔ بات کہاں سے کہاں پہنچ گئی؟ کجا کفار کے طور طریقہ سے اجتناب کا معاملہ، اور کجا یہ معاملہ جو حساب و کتاب کے ایک علمی اصول و قواعد کا معاملہ ہے! حافظ موصوف نے یہ تعلیل کرتے ہوئے عہد فاروقی کی آدھی تاریخ فراموش کردی۔ اگر اس قسم کے معاملات میں غیر قوموں سے اخذ و استفادہ جائز نہ ہوتا، تو حضرت عمر بے شمار معاملات میں ایران و روم کے قدیم انتظامات اور تمدنی طریقوں سے فائدہ اٹھانا کیوں جائز رکھتے؟ یہ صحیح ہے کہ صحابۂ کرام کو غیر قوموں کی بہت سی باتوں سے اجتناب تھا۔ یہ بھی واقعہ ہے کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سی باتوں کو روکا اور عدم اتباع و تشبہ پر زور دیا، مگر وہ باتیں دوسری ہیں، اُن کا محل دوسرا ہے، مقصد دوسرا ہے، اور اثرات دوسرے ہیں۔ اس معاملہ سے اسے کیا تعلق؟

واقعۂ ہجرت کا اختصاص

اس جملہ معترضہ نے بہت طول کھینچا۔ بہر حال اس معاملہ میں پہلی بات جو قابل غور تھی، وہ قومی سنہ کا تقرر اور اُس کی اہمیت کا احساس تھا۔ بغیر کسی دُور دراز توجیہ کے اختیار کئے، یہ بات سامنے آجاتی ہے کہ حضرت عمر اور اکابر صحابہ کی اس پہلو پر نظر تھی۔ وہ محسوس کرتے تھے کہ قومی زندگی کی تقویم کے لئے قومی سنہ ضروری ہے، اور اس لئے چاہئے کہ یہ باہر سے نہ لیا جائے۔ اندر ہی طیار کیا جائے۔

اس کے بعد دوسرا اہم نقطہ نظر، واقعۂ ہجرۃ کا اختصاص ہے۔ اس پہلو پر بھی غور کرنا چاہئے کہ سنہ کی ابتداء قرار دینے کے لئے جس قدر بھی سامنے کی چیزیں ہوسکتی تھیں، اُن میں سے کسی چیز کی طرف اُن کی نگاہ نہ گئی۔ ہجرۃ نبوی کا واقعہ جو آغاز اسلام کی بے سر و سامانیوں اور کمزوریوں کی یاد تازہ کرتا تھا،

اختیار کیا گیا، آخر اس کی علت کیا تھی؟

بہتر ہے کہ یہ بحث آئندہ مجلس پر ملتوی رکھا جائے۔ آجکی مجلس قصد سے زیادہ طولانی ہوچکی ہے۔ ممکن ہے کہ ایک ہی نشست کی اتنی طوالت بعض طبائع پر شاق گزر رہی ہو۔

ہوائے الاسکا کی پیمایش

سائنٹفک امریکن میں الاسکا (قطعۂ ارض مابین امریکہ و جاپان) کی پیمایش بذریعہ طیارات پر ایک نہایت دلچسپ مضمون نکلا ہے۔ مقالہ نگار لکھتا ہے:

"تین طیاروں کے ذریعہ سے ایک سرکاری مہم نے الاسکا کے جنگلوں پہاڑوں اور جھیلوں کی صرف پندرہ دنوں میں اتنی پیمایش کرلی جو معمولی پیمایش کے ذریعہ پندرہ برس میں بھی نہیں ہوسکتی تھی۔ اس مہم نے ایسے ایسے مقامات کی تصویریں لیں جہاں اب تک انسان کا گذر نہیں ہوا تھا اور جو بیش قیمت جنگلوں اور جھیلوں سے بھرے ہیں۔ اس ۴۰ ہزار میل کی پیمایش کی مہم میں دس ہزار میل صرف پندرہ دنوں میں ناپ لئے گئے اور طیاروں نے دس ہزار فٹ کی بلندی سے ایسے صحیح اور صاف نقشے کھینچ لئے کہ جنگلوں کے درخت بھی گن لئے جاسکتے ہیں"۔

فرانس کا جنگی نظام

منچسٹر گارجین میں مسٹر ڈیوڈ لو کا ایک مضمون مندرجۂ صدر عنوان پر شائع ہوا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"فرانس نے گزشتہ جنگ کے بعد پہلا مسئلہ جو پیش نظر رکھا وہ اپنے فوج کی ترتیب و تنظیم ہے۔ اب یہ نظم قریب تکمیل کے ہے ۱۹۲۷ء میں پارلیمنٹ اسپر فیصلہ صادر کرے گی۔ فرانس کا مقصد یہ ہے کہ ساری فرانسیسی قوم جنگ کے لئے ہمہ دم تیار رہے۔ جس وقت جنگ کا موقع آجائے تو تیاری میں وقت ضایع نہ ہو۔ یہ پوری مشین جو امن کے زمانہ میں تیار کھڑی تھی فوراً چلنے لگے"

کیا بحالت موجودہ دنیا امن و سکون کا وہم و گمان بھی کرسکتی ہے؟ یہ فرانس ہے۔ یعنی مجلس اقوام کا، برطانیہ کے بعد دوسرا پیامبر امن!!

جدہ میں عربی بنک

سلطان ابن سعود نے امیر حبیب فلاح کو اس بات کی اجازت دے دی ہے کہ جدہ میں ایک عربی بنک قائم کیا جائے جسکی شاخیں پورٹ سعید، سویز، اور قاہرہ میں ہوں گی۔ اس بنک کا خاص مقصد یہ ہے کہ حجاج کے لئے سہولتیں بہم پہونچائی جائیں۔

ترکی خواتین کا لباس

ترکی انجمن نسواں نے ترکی خواتین کے لئے ایک نیا لباس تجویز کیا ہے۔ چونکہ موجودہ لباس جو ترکی خواتین استعمال کررہی تھیں بالکل یورپین عورتوں کا سا لباس تھا، جسپر بے اندازہ روپیہ صرف ہوتا تھا۔ اس لئے نئے لباس کی ضرورت محسوس ہوئی۔ یہ لباس اقتصادی اور خوبصورتی، دونوں پہلوؤں سے بہتر ہوگا۔

فہرس

آیندہ سے فہرست پہلے صفحہ کی جگہ یہاں آخری صفحہ پر درج ہوا کرے گی

مطبوعات جدیدہ

ایک مغربی خاتون کی مشرقیتہ ۳

افسانہ

محبت اور قربانی، یا سزا اور انتقام ۵

مذاکرۂ علمیہ

انسانی عمر کی درازی اور اعادۂ شباب ۹

بصائر و حکم

انسانیت موت کے دروازہ پر!
حضرت حسین علیہ السلام ۱۵

برید شرق

مکتوب چین ۱۹
مکتوب قسطنطنیہ 〃

مقالات

۱۔ محرم الحرام اور
سنہ ہجری کا اختتام و آغاز ۲۱
علمی خبریں ۲۴

تصاویر

(۱) لیڈی اسٹن ہوپ ۴
(۲) لیڈی اسٹن ہوپ اور لا مارٹین ۵
(۳) "بشپ اور اُس کا مجرم" ۷
(۴) ڈاکٹر گورسکی
(اعادۂ شباب کے ایک عملیہ کا موجد) ۱۰
(۵) ڈاکٹر وورونوف
(عملیۂ تعلیم کا موجد) 〃
(۶) ایک ۷۵ برس کا بوڑھا
عملیۂ اعادۂ شباب سے پہلے ۱۱
(۷) عملیہ کے بعد 〃

الهلال

قيمت في پرچه پانچ آنه

دنیا کي بہترین کتابوں کیلئے بہترین رهنما:

ٹائمز آف لندن کا ادبي ضمیمه

یه ضمیمه دنیا کي تمام کتابوں پر عمده اور دلچسپ اور وقیع تبصره کرتا هے

اسکا معتدل نقد علمي حلقوں میں مسلم هے -

اس میں چند صفحات وقف هوتے هیں جو زیر بحث ادبي فوائد پر بهي هوتے هیں جنکي اهمیت کا عام طور پر اعتراف کیا گیا هے

اپنے یہاں کے ایجنٹ سے دریافت کیجئے که یه ٹائمز لندن کا هفته وار ادبي ضمیمه آپکے لئے [illegible] لیجئے اگر آپ چاهتے هوں تو

The Publisher :

Printing House Square

London, E. C 4.

سے براه راست طلب کر سکتے هیں

دنیا کے هر معلم اور ماهر فن تعلیم کیلئے

ضروري هے که

ٹائمز آف لندن کا تعلیمي ضمیمه مطالعه کرے

اگر آپ چاهتے هیں که فن تعلیم کے تمام نظري اور عملي تغیرات و ترقیات سے بے خبر نه رهیں' تو آپکو یه ضمیمه بلا ناغه مطالعه میں رکهنا چاهیے -

یه هر هفته اس موضوع پر تمام اهم خبریں اور معلومات جمع کردیتا هے - ماهرین فن اور مشاهیر تعلیم کے قلم سے اسکے صفحات مزین هوتے هیں

بک سیلر سے یا ایجنٹ سے طلب کیجئے -

ورنه

The Publisher,

Printing House Square

London. E. C 4.

سے طلب کرسکتے هیں

کیا آپ تجارت کرني چاهتے هیں ؟

اگر آپ چاهتے هیں که یورپ اور امریکه کے تمام بڑے بڑے کارخانوں سے تجارتي تعلقات قائم [illegible] هندوستان سے [illegible] ملک کو [illegible] ایک وقیع [illegible] باتیں معلوم کرني چاهتے هیں [illegible] سیدهے چاهتے هیں [illegible] تمام کارخانوں اور [illegible] معاملت [illegible] چاهتے هیں - [illegible]

اگر آپ چاهتے هیں [illegible] باتیں [illegible] آپکو [illegible] آپکے مقصد [illegible] هیں ؟

همارے [illegible] هیں

M. R. MARSDEN & CO.

Post Box 708,

Clive Street, Calcutta.

برونو مولر اینڈ کو - برلن

پوسٹ بکس نمبر ۲۴

BRUNO MULLER & CO. M. B. H.

Berlin-W 35

Post No. 24.

[illegible] کے عمدوں کو خشک [illegible] اور [illegible] کارخانے میں [illegible] عمدوں کا یه [illegible] و تجارت کیجئے [illegible]

[illegible] خشک [illegible] کے نام سے متمدن ممالک میں مشہور هے - [illegible] کے مطابق کام کرنے والي مشینیں صرف اسي کارخانه سے مل سکتي هیں -

Printed and Published by

Masud Hasan Zuberi at The Al-Balagh Press, 11, Ballygunge Circular Road, Calcutta.

Editor : Maulana Abu-al Kalam Azad.

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين
القرآن الحكيم

الہلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ٦ | کلکتہ : جمعہ ٢٢ ۔ محرم ١٣٤٦ ہجری | جلد ١
Calcutta : Friday, 22, July 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نہین ؟

ضروری هی که هم اسکا اب فیصله کرلین

آج کوئی زبان ترقی نہین کر سکتی اگر وه اپنا ترقی یافته طریق طباعة نہین رکھتی ۔

طباعة کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نہین که حروف کی چھپائی اختیار کی جای ۔ پتھر کی چھپائی مین محدود رهکر اردو کی طباعة کبھی ترقی نہین کر سکتی ۔

هندی اور هندوستان کی تمام زبانون نی، نیز عربی، فارسی، ترکی، تینون سامی زبانون کی حروف کی چھپائی اختیار کرلی هی اور انکی طباعة یورپ کی طباعة کا مقابله کر رهی هی ۔ کیون اردو زبان بھی ایسا نه کری جو اسی رسم الخط مین لکھی جاتی هی ؟

اردو کی سب سی بهتر حروف جو اس وقت تك بن سکی هین، وه هین جن مین الهلال چھپتا هی ۔ اور عربی کا بہترین خط نسخ وه هی جس مین یه سطرین کمپوز کی گئی هین ۔ آپ ان دونون مین سی جسی چاهین پسند کر لین ۔ لیکن پتھر کی چھپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین ۔

همارى راى مین بہترین حروف یهی هین ۔ اگر فارسی اور ترکی کیلیي یه نا موزون نہین تو اردو کیلیي کیون نا موزون هون ؟

براه عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی راى سی همین اطلاع دیجیي ۔ یاد رکھیي ۔ طباعة کا مسئله آج زبان و قوم کیلیي سب سی زیاده اهم مسئله هی ۔ ضروری هی که اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین ۔

الهلال

الہلال

ہر [illegible] کلکتہ سے شائع ہوتا ہے

[illegible] محصول — [illegible]

ہندوستان [illegible] — [illegible]

قیمت ششماہی — [illegible]

قیمت فی پرچہ — چار آنہ

(۱) [illegible]

(۲) [illegible]

(۳) [illegible]

(۴) [illegible]

(۵) [illegible]

(۶) [illegible] طالع [illegible]

(۷) [illegible]

(۸) ایسی صورت [illegible] کی جملہ تعلق دفتر [illegible] ([illegible] قطع [illegible] اخبار وغیرہ) [illegible] ہیں۔ [illegible] دفتر پر غیر معمولی خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا۔

ازمنهٔ وسطی مین عربی طبابة

عربی طبابة اور اطباء یورپ مین

روم کے کتب خانه ویٹیکن کے بعض مشرقي آثار

دنیا کے اکثر علوم وفنوں کي طرح فن طب نے بهي عربي تمدن کے هاتهوں نشوؤنما حاصل کي هے - قدیم متمدن اقوام نے دیگر علوم کي طرح اسے بهي پیدا کیا ' مدون کیا ' ؛ اور اس درجه تک پهنچاکر چهوڑ دیا جو ایک عمارت کي نا تمام در و دیوار کا ابتدائي درجه هوتا هے - چهٹي صدي عیسوي میں اسلام نے ظهور کیا اور ریگستان عرب میں انسانوں کي ایک جماعت طیار کر کے مشرق و مغرب میں پهیلادي - یه آئي ' اور اس نے علم و تمدن کے هرگوشے پر نظر ڈالي - بنیادیں هر جگه تهیں ' اور دیواریں بهي اکثر جگهوں میں اٹهنے لگي تهیں ' لیکن تکمیل کهیں بهي نهیں هوي تهي - اس کے ذوق علم و تمدن کي وسعت نے هر گوشے کو هاتهه لگایا اور هر دیوار پر اینٹیں رکهیں - نتیجه یه نکلا که آج علم و فن کي کوئي شاخ بهي ایسي نهیں هے جسکے سلسلۂ وسعت و تکمیل کي ایک سب سے بڑي کڑي عربي و اسلامي تمدن کي علمي جد و جهد نهو - یهي سبب هے که مورخین علوم نے عربي تمدن کو عهد قدیم و حاضر کیلیے " واسطة العقد " قرار دیا هے - یعنے درمیان کي کڑي - یهي کڑي هے جسکا ایک سرا دنیا کے تمام قدیم علوم و تمدن سے اور دوسرا جدید ترقیات سے جڑا هوا هے - یه عهد قدیم کو جدید سے ملاتي هے ' اور عهد جدید کي سب سے قریب ترکڑي هے !

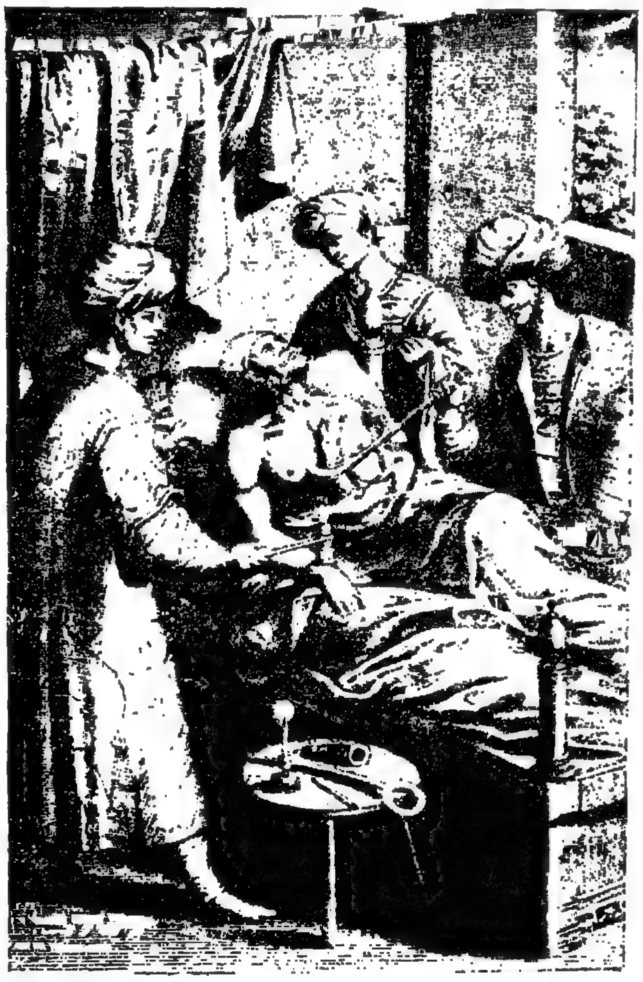

عرب اطباء اٹلي کے شاهي محل میں

ازمنۂ وسطی (مڈل ایجز) میں یورپ کي تمام درس گاهوں میں عربي حکما کا فلسفه هي نهیں بلکه طب بهي پڑها جاتا تها - ذکریا رازي ' ابن رومیه ' بوعلي سینا ' ابن رشد ' ابن زهر ' ابن طفیل ' ابن مسکویه ' کي کتابیں فن کا اصلي سرمایه تهیں - جدید طب کي تاریخ میں آج تک کینن Canon یعني قانون شیخ کا ذکر موجود هے جو سولهویں صدي تک پیرس اور روم کے طبي مدرسوں کے نصاب تعلیم میں داخل تها - فلسفه کي طرح طب کي تاریخ میں بهي ایوي سینا Avicenna ' ایویروس دي گریٹ Averroes ' اور ایوے پاکا Avempaca کے نام آتے هیں جو در اصل شیخ الرئیس بوعلي سینا ' ابن رشد ' اور ابن باجه کے عربي ناموں کے یوروپین مخارج هیں ' اور اس سے پته لگایا جاسکتا هے که اِن ناموں نے اس عهد کے یورپ میں کس درجه شهرت اور قبولیت حاصل کرلي تهي ؟ روم اور میلانو کی بعض قدیم خانقاهوں کي محرابوں پر شیشے کے رنگین چوکهٹوں میں جهاں ارسطو ' بقراط ' اور جالینوس کي تصویریں بنائي گئي تهیں ' وهاں بوعلي سینا ' ابن رشد ' فارابي ' اور ذکریا رازي کي تصویریں بهي منقش تهیں - یه شیشے اس وقت تک پوپ کے محل میں موجود هیں اور بعض مستشرقین نے ان کے عکس اپني مصنفات میں شائع کیے هیں -

عربي فن طب کے اس عروج و احاطه کا سب سے بڑا زنده ثبوت اسکي بے شمار مصطلحات هیں جو اسوقت تک یورپ کي زبانوں میں مستعمل هیں - اگر انهیں الگ کر دیا جاے تو طب کے بے شمار اسماء و افعال کیلیے انکے پاس کوئي ذریعۂ بیان باقي نهیں رهیگا - انگریزي زبان یورپ کي دوسري زبانوں کے مقابله میں اصلاً کم علمي هے ' تاهم انگریزي طب میں بهي سینکڑوں الفاظ ملینگے جو در اصل عربي اسماء و مصطلحات هي سے وجود میں آئے هیں - مثلاً :

تمر هندي (اِملي)	**Tamarind**
یاسمین	**Jasmine**
یشب	**Jasper**
تریاق	**Theriac**
قند	**Candy**
روغن بلسان	**Balsam**
عنبر	**Amber**
کافور	**Camphar**
بلور	**Blawer**

ان تمام اصحاب کیلیے

جو

قدیم تمدن و صنعت کی قیمتی اشیا کا شوق رکھتی هین

دنیا مین عظیم الشان مقام

I. SHENKER,

118, BROMPTON ROAD, KENSINGTON, LONDON, S. W. 3.

هے

مغرب و مشرق کے قدیم آثار، پرانی قلمی اور مطبوعہ کتابیں، پرانی تصویریں، پرانے سکے اور نقوش، پرانے زیور، آرائش و تزئین کا هر قسم کا سامان، اور هر طرح کے پرانے صنعتی عجائب و نوادر، اگر آپ کو مطلوب هیں، تو هم سے خط و کتابت کیجیے - یا کم از کم همارے نمایش گاهوں اور ذخائر کی فهرستیں هی منگوا لیجیے - اهل علم اور اهل دولت، دونوں کیلیے همارا ذخیرہ قیمتی هے -

نوادر عالم کا یه ذخیرہ

دنیا کے تمام حصوں سے غیر معمولی مصارف و مساعی کے بعد حاصل کیا گیا هے -

دنیا کے تمام قدیم تمدنی مرکزوں مثلاً مصر، شام، فلسطین، هندوستان، ایران، ترکستان، چین، وغیرہ ممالک میں همارے ایجنٹ همیشہ گردش کرتے رهتے هیں -

با این همه

قیمتیں تعجب انگیز عهد تک ارزاں هیں !

براعظم یورپ ، امریکه ، اور مشرق

کے تمام بڑے بڑے محل، کتب خانے، اور عجائب خانے، هم سے نوادر حاصل کرتے رهتے هیں - قاهرہ کے نئے ایوان شاهی کے نوادر ابهی حال میں هم هی نے فراهم کیے هیں -

اگر آپکے پاس نوادر موجود هوں

تو آپ فروخت کرنے کیلیے بهی پہلے هم هی سے خط و کتابت کیجیے - بہت ممکن هے کہ همارا سفری یا مقامی ایجنٹ آپسے مل سکے -

مذاکرۂ علميّه

انساني عمر کي درازي اور اعادۂ شباب

(۲)

مسٹر چرچل اور ڈاکٹر وورو نوف کا مکالمه

ڈاکٹر وورو نوف

ذيل کے مضمون ميں مشهور فرانسيسي اهل قلم ايم - لوئي نارست نے ڈاکٹر وورونوف سے اپني ايک ملاقات کا حال بيان کيا هے - ڈاکٹر وورو نوف اور اُنکے عمليه تقليم کا حال هم گذشته اشاعت کے اسي باب ميں بيان کر چکے هيں - يه اس سلسله کا تيسرا ٹکره هے :

" مسٹر ونسٹن چرچل ' ڈاکٹر وورونوف ' اور ميں ' ريويرا کے قريب ايک خوبصورت گاؤں ايز ميں ' موسيو ايم بالسن کے مهمان تهے - سه پهر کے ناشته کے وقت ڈاکٹر وورو نوف کے نئے انکشافات پر بهت هي دلچسپ گفتگو هونے لگي - اس گفتگو سے معلوم هوا که ان کے عمليه کے ذريعه صرف حيات انساني هي نهيں بڑه جاسکتي ' بلکه دنيا کي اقتصادي ترقي ميں بهي غير معمولي انقلابات رو نما هونے والے هيں -

(دنيا کا آينده اقتصادي انقلاب)

ڈاکٹر وورونوف همیں يه بتلا رهے تهے که اُنهوں نے اطاليه کے سرحد پر گريمالڈي کے قلعه ميں کيوں بود باش اختيار کي هے ؟ اور ايسے نظر فريب مناظر کے درميان جيسے که اس مقام ميں هيں ' اپنے بندروں کي قيام گاه اور اپنے عمل و تجارب کا کارخانه کيوں بنايا هے ؟

ڈاکٹر موصوف نے بيان کيا که حيواني غدود کے افعال و خواص کي تحقيقات نے مجهے نئے نئے نتائج پر پهنچا ديا هے - ميں نه صرف هر انسان کو از سر نو جوان بنا دے سکتا هوں ' بلکه قريب هے که جانوروں کي ايک نئي نسل بهي پيدا کردوں - خصوصاً غير معمولي قوت رکهنے والي بهيڑ جس کے گوشت اور اُون کا وزن اتنا زياده هوجائيگا ' جتنا آج تک کسي کے وهم و گمان ميں بهي نهيں آيا !

مسٹر ونسٹن چرچل يه گفتگو انتهائي دلچسپي سے سن رهے تهے - دونوں ميں نهايت دلچسپ گفتگو هوئي - ميں لفظ به لفظ تو اُسے لکهه نهيں سکتا مگر حسب ذيل روئداد لکهتے هوئے اُس کي معنوي صحت کا ذمه دار هوں :

مسٹر ونسٹن چرچل نے پوچها " کيا يه سچ هے که آپ اپنے grafting (پيوند) کے عمل سے هر اُس جانور کا گوشت اور چمڑے کا وزن بڑها دے سکتے هيں جو انسان کي غذا اور ديگر ضروريات کے لئے کام ميں لائے جاتے هيں ؟ "

" قطعاً - ميں نے يه بهي کيا هے اور اس سے بهي بڑهکر " - ڈاکٹر وورونوف نے بغير کسي تامل کے جواب ديا -

" کيا آپ هر انگريزي بهيڑ کے اُون کے وزن ميں ايک پاؤ کا اضافه کر دے سکتے هيں ؟ " مسٹر چرچل نے مزيد تشريح کي -

" بهت آساني سے - ميں نے اس سے بهي زياده کاميابي حاصل کي هے " ڈاکٹر کا قطعي جواب تها !

" آپ نے کتنے معمولوں (subject) پر اس کا تجربه کيا هے ؟ "

" سيکڑوں جانوروں پر - بهيڑ کے تو گله کے گله پر "

" کيا ميں برطانوي وفد بهيج سکتا هوں تاکه وه اِن عملي نتايج کي جانچ پرتال کرے ؟ "

" به خوشي - جس وقت آپ کا جي چاهے "

وه جانور جن پر ڈاکٹر وورونوف نے اپنے تجربے کئے هيں ' الجزائر ميں هيں ' اور آئنده اکتوبر ميں برطانوي ماهرين حيوانات اُن کا معائنه کرنے کے ليے جانے والے هيں - اب يه معلوم کرنا آسان هے که اقتصادي نقطۂ نظر سے يه انکشاف کيسي عظيم الشان اهميت رکهتا هے ؟

مسٹر چرچل

الانبيق	Alembic

اسكا مادہ يوناني ھے ليكن يورپ ميں عربي سے آيا كيونكه الف لام موجود ھے -

الكيميا	Alchemy
الكحل	Alcohol
البق (داغِ چشم)	Albuge
لبان	Olibanum
روغن نفط	Naphtha
الاكسير	Elixir
قرنية العين	Carnea
شجر البان	Ben
سمسم	Sesame
جرثومه	Germ
مسک	Musk
عرق	Arrack
نرجس (نرگس)	Nareissus
زعفران	Saffran
شقائق النعمان	Aneman
فلفل	Pepper
فاد زهر	Bezaar
ليمون	Lemon
سنا مكي	Senna
مرواريد	Margaret
صابون	Soape
رب	Rab
لوز	Lozenge
فرزجه	Pessary
شربت	Syrupus
لعوق	Linctus
ريوند	Rhie
قرنفل	Caryophylli
بورق	Borice
صندل	Santali
كرويه (زيره)	Carui
كباب چيني	Cubebae
قنب (بهنگ)	Cannb
طرطير	Tartaratum
زنجبيل	Zingiber
سنبل	Sumbul
مرح	Myrrhae
جلابه	Jalap
شياف	Suppo
مر	Myrrha

اسي طرح بے شمار الفاظ هيں -

(عربي عمليات طبيه کے آثار)

پندرهويں صدي تک يورپ ميں امراض کے علاج کا تمام دارو مدار عربي طب اور عرب اطباء پر تها - يورپ کے بادشاہ جب کبهي کسي پيچيدہ مرض ميں مبتلا هوتے ، تو مصر و شام سے عرب اطباء اُسي طرح بلائے جاتے تهے ، جس طرح موجودہ زمانے ميں يورپ کے اطباء مشرقي ممالک ميں بلائے جاتے هيں - اس عهد کے بعض قيمتي آثار اس وقت تک يورپ ميں موجود هيں - اِن سے عربي اطباء کے وهاں قيام کرنے اور بعض حيرت انگيز معالجات انجام دينے کا ثبوت ملتا هے - مشهور فرانسيسي مستشرق پروفيسر رينو Reinaud نے اپني تحرير ”حروب صليبيه کے بعد يورپ اور مشرق کے علمي اتصال“ ميں اِس طرح کي پانچ تصويريں نقل کی هيں جن ميں سے تين تصويريں شاهان يورپ کے معالجات سے تعلق رکهتي هيں - ان ميں سے ايک تصوير هم آج الهـلال ميں شائع کرتے هيں -

يه مرقع پوپ کے محل ميں صقليه (سيسلي) کے قديم اوراق وکتب کے ساتهه آيا تها - جن اهل نظر نے اس کي جانچ کي هے وہ متفق هيں که :

(۱) يه تصوير تيرهويں يا چودهويں صدي کي هے - اور سيسلي ميں طيار کي گئي هے -

(۲) شاهان سيسلي ميں سے ايک بادشاہ کو اس حالت ميں دکهلايا گيا هے که عرب اطباء اس کا معالجه کر رهے هيں -

(۳) يه معالجه ، داغ دينے کا عمليه تها - يه اُس کي حالت ، اُس کے طريقے ، اور اس کے اوزار کي شکل و قطع واضح کرتي هے - عربي ميں اِس طرح داغ دينے کو ”کي“ کهتے هيں - اب بهي بعض ممالک ميں داغنے کا طريقه رائج هے - ليکن جديد طب نے اِسے غير ضروري قرار ديديا هے -

(۴) شاهان سيسلي ميں سے يه کس کي تصوير هے ؟ اس بارے ميں اهل نظر نے مختلف رائيں قايم کي هيں - بعض کا خيال هے که يه فريڈريک دوم کي تصوير هے جو عربي علوم و تمدن کا بهت بڑا قدر دان تها ، اور جس نے هر علم و فن کے مسلمان علماء اپنے دربار ميں جمع کيے تهے - يه سنه ۱۲۲۰ ع - ميں تخت نشين هوا تها -

ليکن بعض خيال کرتے هيں يه اس قدر پراني نهيں هے - غالباً يه اُس وقت کي هے جب نيپلس اور سيسلي کي حکومتيں مل کر ”دو سيسليوں کي حکومت“ سمجهي جاتي تهيں ، اور چارلس دوم حکمران تها - اس چارلس کے متعلق بهي تاريخي تصريحات موجود هيں که اس نے کئي بار اپنے علاج کے ليے مصر اور مراکش سے عرب اطباء طلب کيے تهے - اگر يه خيال صحيح هو تو اس صورت ميں يه چودهويں صدي کي تصوير هوگي - کيونکه چارلس دوم آف نيپلس نے سنه ۱۳۰۹ع ميں انتقال کيا هے -

بهرحال اس ميں شک نهيں يه قديم عهد کي ايک قيمتي يادگار هے - اِس سے اُس عهد کے عرب اطباء کي شکل و صورت ، وضع و لباس ، اور طريق عمليات پر جو روشني پڑتي هے ، اس کي تاريخي قدر و قيمت کا موجودہ عهد کے مورخين نے اعتراف کيا هے -

برید فرنگ

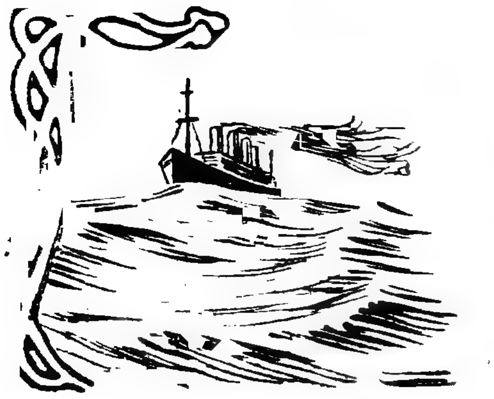

مکتوب لندن

(الهـــلال کے مقاله نگار لندن کے قلم سے)

اِس هفته یهاں کا سب سے زیاده اهم واقعه شاه فواد سلطان مصر کا پهلي مرتبه برطانیه کے دارالحکومت میں ورود هے - لندن کے لیے مشرقي فرماں رواؤں کي آمد میں اب کوئي ندرت نهیں رهي هے - ایک زمانه وه تها جب سلطان عبدالعزیز اور شاه ناصرالدین نے یورپ اور انگلستان کا سفر کیا تها ، اور دنیا کے اس سب سے بڑے صدر مقام کي ساري توجه اُن کي مهمان نوازي اور پذیرائي میں مرکوز هوگئي تهي - ایک زمانه آج کل کا هے جبکه لندن کے ریجنٹ اسٹریٹ کے لیے "مشرقي بادشاهوں" کا وجود روز مره کا نظاره هوگیا هے - اب لندن اُن کے استقبال کا نهیں بلکه ان کي دوڑ دهوپ کا تماشا دیکها کرتا هے !

با ایں همه مختلف قسم کے حالات ایسے جمع هوئے هیں که سلطان فواد کے ورود نے غیر معمولي اهمیت اور دلچسپي پیدا کردي هے - سب سے پهلي بات تو وه حالات هیں جن میں اس میهماني و میزباني کا اجتماع هوا هے -

سیاسي تاریخ میں یه پهلي مثال هے که دو ملکوں کے تعلقات اِس درجه کشیده هوں جیسے که اس وقت مصر و انگلستان کے هیں ، اور پهر ایک کا پادشاه دوسرے کا میهمان بنا هو - ایک طرف انگریزي مصري جهگڑا جاري تها - انگریزي بیڑا مصري سمندروں میں تخویف و تهدید کے مظاهرے کررها تها - دوسري طرف شاه انگلستان اور شاه مصر کے مابین پیام و سلام بهي هورهے تهے !

کچهه مدت هوئي شاه انگلستان نے شاه مصر کو اپنے ملک میں مدعو کیا تها - لیکن اِس تازه جهگڑے کي وجه سے عام طور پر خیال کیا جاتا تها که اِس دعوت کے قبول کرنے کا یه موزوں وقت نهیں هے - مگر خلاف توقع دعوت منظور کرلي گئي ، اور آج سلطان موصوف کا لندن کے اسٹیشن پر استقبال بهي هوگیا !

جن غیر معمولي حالات میں یه دعوت قبول کي گئي تهي ، ویسا هي ایک غیر معمولي حادثه بهي پیش آتے آتے ره گیا - لندن کے لیبر اخبارات کي اطلاعات اگر صحیح تسلیم کرلي جائیں ، تو معلوم هوتا هے عین سفر کے وقت ایک سخت جهگڑا پیدا هونے والا تها - عام طور پر قاعده هے که جب کسي ملک کا پادشاه سفر کرتا هے ، تو کم از کم وزیر اعظم ضرور ساتهه هوتا هے - حکومت برطانیه مصر کي موجوده وزارت کو پسند نهیں کرتي کیونکه اُس نے قوم پروروں کا ساتهه دیا هے - اِس لیے کوشش کي گئي که وزیراعظم سلطان کے ساتهه سفر نه کریں - لیکن جب یه خبر باهر نکلي ، تو راے عامه میں سخت اضطراب پیدا هوگیا - بالاخر یهي طے هوا که وزیر اعظم ضرور ساتهه جائیں - چنانچه وه بهي سلطان کے ساتهه آئے هیں - معلوم هوا هے که مصري پارلیمنٹ نے مصارف سفر کے لیے بیس هزار پاونڈ کي منظوري دیدي هے -

مصر اور انگلستان ، دونوں ملکوں میں سوال کیا جارها هے که شاه مصر کي سیاحت کا مقصد کیا هے ؟ شاه جارج نے کیوں اُنهیں دعوت دي ؟ کیوں اُنهوں نے منظور کرلي ؟ سرکاري جواب تو دونوں جگه یه دیا جاتا هے که سیاحت محض "سیاحت" هے - سیاست سے اُسے کوئي تعلق نهیں - لیکن یهاں کے جو حلقے اندروني حالت پر نظر رکهتے هیں ، وه اچهي طرح جانتے هیں که اس طرح کي سیاحتیں بغیر اهم سیاسي مقاصد کے نهیں هوا کرتیں -

اِدهر کئي سال سے برطانیه دیکهه رها هے که مصر سے اُس کے موجوده تعلقات برقرار نهیں ره سکتے - مصري قوم میں سیاسي بیداري پیدا هوگئي هے - وه غیر مساویانه علائق برداشت نهیں کر سکتي - اب اُسے خوشنما الفاظ سے نهیں بهلایا جا سکتا - مصنوعي آزادي اُسے مطمئن نهیں کرسکتي - لهذا طوعاً و کرهاً اُسے یه حقیقت تسلیم کر لیني پڑي هے که "تبدیلي کے بغیر چاره نهیں" جیسا که سنه ۲۰ میں لارڈ ملنر نے اعتراف کیا تها -

فواد اول سلطان مصر

مصر بهي دیکهتا هے که اُس میں انگلستان سے جنگ کرنے کي قوت نهیں - برطاني عداوت اُسے کوئي فائده نهیں پهنچا سکتي - انگریز نهر سویز کسي حال میں بهي چهوڑ نهیں سکتے - لهذا اسي میں بهتري هے که انگریزوں سے ایسے تعلقات پیدا هوجائیں جو هر طرح دوستانه هوں ، مگر ساتهه هي جن سے مصر کي خودمختاري کو کوئي نمایاں گزند بهي نه پهنچے -

ایسے تعلقات کي بنیاد کیا هوسکتي هے ؟ مصر اور انگلستان دونوں ملکوں کے ذمه دار حلقوں کا خیال هے که یه بنیاد ایک نئے حلف نامه سے رکهي جا سکتي هے - دونوں ملک باهم ایک حلف نامه ترتیب دیکر ایک دوسرے کو مطمئن کردیں - برطانیا مصر کي کامل آزادي تسلیم کرلے اور اندروني مداخلت سے باز آجاے - مصر برطانیا کو نهر سویز کي طرف سے پورا یقین دلادے که همیشه برطانیا کے لیے محفوظ رهیگي اور اس کے خلاف کبهي اُس کا قدم نهیں اُٹهیگا -

(بندروں کي پرورش گاه)

جسطرح ایک مالي درختوں میں قلم لگاتا ھے ' اسي طرح علم نے جراح کے نشتر کے ذریعه علم الحیات میں عظیم الشان معجزے پیدا کر دیے ھیں - انکے سمجھنے کیلئے ڈاکٹر وررونوف کي تحقیقات کا مطالعه انکے آغاز عمل سے کرنا چاھئے - یعني اس روز سے مطالعه کرنا چاھیے ' جس روز سے انھوں نے بندر کے غدود کي قلم آدمي میں لگا کے ' بوڑھوں کو جوان بنانا شروع کر دیا ھے -

ایسے لوگ بہت ھي کم ھیں جنھوں نے گریمالدي کے قلعه میں ڈاکٹر وررونوف کے بندروں کي قیام گاه اچھي طرح دیکھي بھالي ھو - یه مقام آدھے فرانسیسي اور آدھے اطالوي سرحد کے اندر واقع ھے - البته اسکا دروازه فرانس ھي میں ھے -

یه قلعه نسبتاً جدید طرز کي ایک عمارت ھے ' مگر اسکے پہلو میں اسلامي حکومت کي ایک قدیم یادگار بھي موجود ھے - یه ایک برج ھے جو دس صدیوں سے زیاده پرانا ھے ' اور شاید اُس اعادۂ شباب کا نشان ھے جو اُسکے سایه میں پرورش پا رھا ھے - یه قیام گاه بجاے خود دنیا میں ایک نمونۂ بہشت ھے - ھرے بھرے نباتات ' لہلہاتے سبزه زار ' صاف اور خوشگوار ھوا ' اسپر نیلگوں بحر متوسط کا دلفریب منظر ! یه مقام ملکه وکٹوریا کو اسقدر پسند تھا که وه یہاں ایک پتھر کے بنچ پر بیٹھکر دیر تک سمندر کو دیکھا کرتي تھیں - آج ھملوگ اُسي بنچ پر بیٹھکر ڈاکٹر وررو نوف سے اُنکے انکشافات پر گفتگو کرتے رھے !

" ڈاکٹر وررو نوف - تمہارے والد کا کیا حال ھے ؟ " میں نے ایک دن پوچھا -

ڈاکٹر وررو نوف نے جواب دیا - " میں انکے بارے میں متردد ھوں - اُنھیں بہت سخت زکام ھوگیا ھے - تم جانتے ھو انکي عمر سو برس کے قریب ھے "

(نورا)

اسکے بعد میں نے " نورا " کے بارے میں دریافت کیا - جواب ملا که وه مر گئي -

دنیا اس " نورا " سے ناواقف ھے - " نورا " ایک بندریا تھي مگر انسانوں سے زیاده انسانیت رکھتي تھي - وه بلا کي ذھین تھي - ڈاکٹر وررو نوف اُسے اسلیے عزیز رکھتے تھے که وه بہت دلیري اور خوشي سے ھر طرح کے عمل جراحي کیلیے مستعد ھوجاتي تھي - وه شاید نسل انساني کے مفاد کیلیے اپني قرباني کي ضرورت محسوس کرتي تھي !

" نورا " نے ایک حسین خاتون کي زندگي میں بڑا اضافه کردیا ھے - اب وه اپني عمر سے کہیں زیاده کمسن ھوگئي ھے - اس کے بعد نورا میں بھي دوسري کمسن بندریا کے غدود کا پیوند لگا دیا گیا تھا ' اور وه پھر سے جوان ھوگئي تھي - لیکن افسوس ھے که کچھه دنوں کے بعد وضع حمل کرتے ھوے مر گئي ' اور موجوده دنیا کے ایک سب سے بڑے طاقتور عالم کو داغ مفارقت دے گئي !

(اسوقت تک کي عملي کامیابي)

ھر شخص یه جاننا چاھتا ھے که ڈاکٹر وررو نوف نے ابتک کتنے کامیاب تجربے کیے ھیں ؟ اور بندر کے غدود کا قلم لگا کر کتنے بوڑھوں کو جوان بنا دیا ھے ؟ اس کا جواب اُنھي کي زباني حسب ذیل ھے -

" میں ایک ھزار سے زیاده قلم لگانے کا عمل کر چکا ھوں - اس تعداد میں باستھه طبیب بھي شامل ھیں - آپ سمجھه سکتے ھیں که یه لوگ بغیر اس عمل کو سمجھے ھوئے ھرگز عمل جراحي کے لیے راضي نه ھوتے "

" غدود کے قلم لگانے کے نتیجے سے صرف وھي لوگ انکار کرسکتے ھیں جو بغیر سمجھے بوجھے ھر بات سے انکار کردینے کے عادي ھیں - ان کا یه طرز عمل علم کے اصول کے قطعاً خلاف ھے "

" آپ پر یه بات بھي واضح ھوني چاھیے که اگر مجھے میرے ھزاروں تجربوں سے کامیاب اور صحیح نتیجه حاصل نه ھوتا ' تو میں ساري دنیا میں قوي اور تندرست بندرونکي اس درجه تلاش نه کراتا اور اس صرف کثیر کے ساتھه بندروں کي یه قیام گاه نه بناتا جس کا وسیع کارخانه آپ دیکھه رھے ھیں "

" میں امید کرتا ھوں که عنقریب بحر متوسط کے ساحلوں پر بندروں کي بے شمار قیام گاھیں تعمیر ھوجائیں گي - یه مقام ان کي نشو و نما کے لیے خاص طور پر مناسب ھے - یه جانور بھي نسل انساني کے لیے اسي طرح کارآمد ھے جس طرح بیل یا بھیڑ "

" میں نے قلعه گریمالدي میں بندروں کي قیام گاه اس لیے بنائي که غیر ملکي بندر اس آب و ھوا کے عادي ھوجائیں - یه گویا ان کي مرکزي قیام گاه ھوگي جہاں سے دوسرے مرکزوں میں بھیجے جائیں گے - اس وقت ھمارے پاس ایک علحده اور منتخب جانور خانه بھي ھے جس میں بندروں کي خاص طور پر پرورش اور دیکھه بھال کي جاتي ھے - سرد راتوں سے محفوظ رکھنے کے لیے آنھیں مصنوعي گرمي پہنچائي جاتي ھے اور اس وقت تک قایم رکھي جاتي ھے جب تک اس میں تدریجي کمي کرکے بندروں کو یہاں کي آب و ھوا کا عادي نہیں کر دیا جاتا "

" مختصر یه که میرا مقصد اس جانور کو بھي اسي طرح پالتو اور مانوس بنا لینا ھے - جس طرح انسان نے رفته رفته گھوڑے ' بھیڑ ' اور بکریوں کو بنا لیا ھے "

(عارضه سرطان کي تحقیقات)

" في الحال دنیا میں بندروں کي تعداد بہت زیاده نہیں ھے - بندروں کو نا موافق آب و ھوا سے اور مناسب غذا کي کمي سے سخت جنگ کرني پڑتي ھے - میں نے افریقه کے جنگلوں میں دیکھا ھے که جس طرح انسان قحط سالي میں موت کا شکار ھو جاتے ھیں ' اسي طرح ایک ایک دن میں ھزاروں بندر بھي غذا نه ملنے سے مر جاتے ھیں -

" دنیا میں سب سے زیاده تعداد اُن جانوروں کي ھے ' جنھیں انسان کے ذریعه غذا ملتي ھے - بندروں کي جان بچانے کیلیے بھي یہي طریقه اختیار کرنا چاھیے - انھیں بھي موقع دینا چاھیے که انسان کے تہذیب و تمدن سے مستفید ھوں اور بھوکے نه مریں - اگر ایسا ھوا تو وه عجائب خانوں کي محض زینت ھونے کي جگه نوع انساني کو عظیم الشان فوائد پہنچائینگے "

" بندروں کي ساخت اور طبیعت انسان سے بہت کچھه ملتي جلتي ھے - علم تشریح کے نقطۂ نظر سے تو بندر انسان کا بہت ھي قریبي رشته دار ھے - علم طب نے جانوروں پر تجربے کر کے بہت ترقي کي ' مگر افسوس ھے که یه تمام تجربے اُن جانوروں پر کیے گئے جو انساني ساخت و طبیعت سے بہت دور ھیں "

" سرطان کي تحقیقات سفید چوھوں اور سوروں پر کي جا رھي ھے - میرے خیال میں یه تحقیقات کبھي مکمل اور مفید نہیں ھو سکتي جب تک که اعلی قسم کے بندروں پر تجربے نه کیے جائیں "

زنجيروں ميں جکڑا پڑا تھا اور سخت تکليفيں اٹھا رہا تھا - فيلپ نے اسے اِس حالت ميں ديکھا تو رو ديا - ايک دن اُسے خيال ہوا - اب اس مجنون کے مصائب کا خاتمه ہو جانا چاہئے - چنانچه وه اسکے پاس گيا اور روتے ہوے کہا :

"ميرے عزيز بھائي ! مجھے تمھاري ذات پر پورا بھروسه ہے - تم ايک عقلمند' ديانت دار' اور بردبار آدمي ہو - ميري مدد کرو - آؤ' ہم دونوں ملکر ان پاگلوں کي خدمت کريں اور اُنھيں اِس موذي مرض سے عمر بھر کے لئے نجات دلاديں - تمام ملک ميں تمھاري نيکي اور دانشمندي کے چرچے ہو رہے ہيں - کہو تم طيار ہو ؟"

سچي محبت کي يه دلنواز صدا سنتے ہي اچانک مجنون کا دماغ صحيح ہوگيا - ڈاکٹر کے الفاظ نے اُس پر جادو کا اثر کر دکھايا - فيلپ نے اسکي بيڑياں فوراً کٹواديں ' اور وه زندگي بھر اسکے ساتھه وفاداري اور سلامت روي کے ساتھه کام کرتا رہا "

اِس قسم کے اور بھي بہت سے علاج اُس نے کئے تھے - عقلي امراض کے دور کرنے کے ليے بہت سے نئے طريقے ايجاد کيے - فيلپ درحقيقت اِس فن کا امام ہے - ابتک اِس راه ميں اُسي کي پيروي کي جا رہي ہے -

اگر غور کيجيے تو اس مختصر سے واقعه ميں اقوام مشرق کيليے کيسي عظيم عبرت و موعظت پوشيده ہے ؟ ايک قوميں وه ہيں جو اپنے اُن مشاہير کي ياد بھي نہيں بھلا سکتيں' جنھوں نے اُنکے پاگلوں کيليے زندگي اور تندرستي کي راه نکالي تھي - ايک ہم ہيں که اپنے اُن مصلحوں اور پيشواؤں کي بھي عزت کرنے کيليے آماده نہيں جو صرف پاگلوں کي زندگي ہي کيليے نہيں بلکه تمام ذي ہوش افراد قوم کي زندگي و سعادت کے ليے قربانياں کر رہے ہيں !

کسي آبادي ميں مريضان جنون کي تعداد زياده سے زياده اِتني ہوسکتي ہے که ہر دس ہزار ميں ايک انسان مجنون تصور کرليا جاے - اس اعتبار سے کہنا چاہئے که ڈاکٹر فلپ پينيل نے ايک لاکھه انسانوں ميں سے دس انسانوں کي خدمت کي' مگر فرانس اسے فراموش نه کر سکا - ليکن مشرق ميں تو ايسے جاں نثاران قوم موجود ہيں جو لاکھه ميں سے دس کے ليے نہيں بلکه پورے لاکھه کے ليے زندگي اور سعادت کے دروازے کھولنا چاہتے ہيں ' مگر لوگوں کا کيا حال ہے ؟ يه حال ہے که گردن موڑ کر اُنھيں ديکھنے کے ليے بھي طيار نہيں !

فرانس نے صرف يہي ايک صد ساله يادگار نہيں منائي ہے - يورپ ميں اب عام دستور ہوگيا ہے که تمام مشاہير قوم کي يادگاريں ہر پچيس' پچاس' اور سو سال کے بعد منائي جاتي ہيں - غالباً اس قسم کي صد ساله يادگار سب سے پہلے سنه ۱۸۸۷ ع ميں منائي گئي تھي جب که "والٹير" کي وفات پر سو سال گزرے تھے - اُسي موقعه پر ويکٹر ہيوگو نے وه تاريخي تقرير کي تھي جو دنيا کے موجوده علم ادب کي اول درجه کي چيزوں ميں سے تسليم کي جاتي ہے -

(اسموئيل کرومپٹن کي صد ساله برسي)

ليکن جب فرانس عقلي امراض کے سب سے بڑے ڈاکٹر کي صد ساله برسي منا رہا تھا ' تو انگلستان بھي تذکار مشاہير کي مشغوليت سے فارغ نه تھا - فرانس ذہن و جذبات کا گھر ہے اور انگلستان عمليات و صنائع کا - يه فرق اس معامله ميں بھي نماياں تھا - فرانس عقلي امراض کے سب سے بڑے طبيب کي برسي منا رہا تھا ' تو انگلستان انساني ضروريات کے سب سے بڑے صناع کي ياد ميں مشغول تھا !

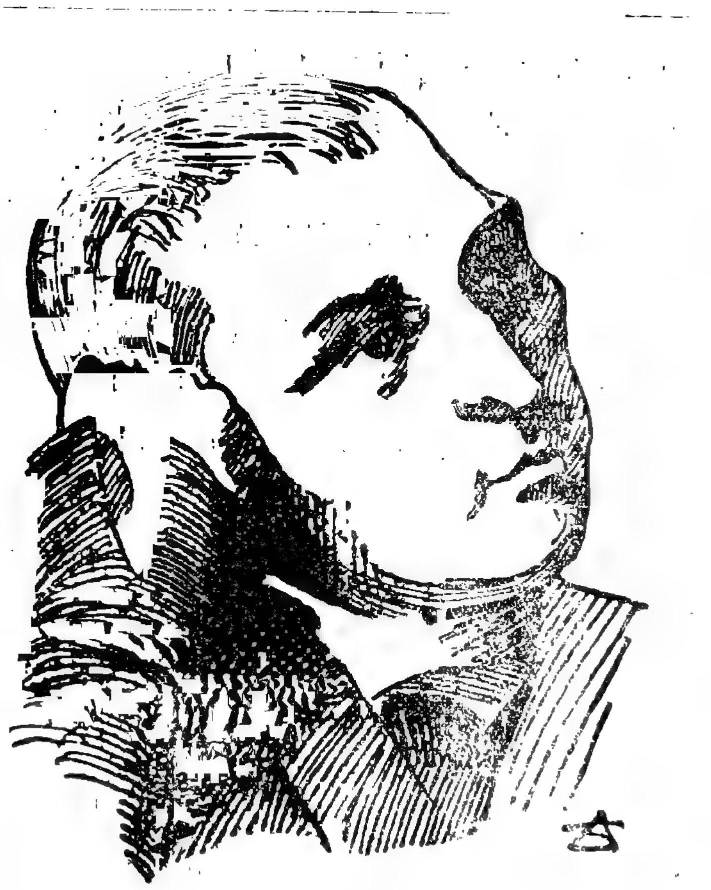

يه صناع اسموئيل کرومپٹن ہے جس نے سب سے پہلے سوت کاتنے کي ايسي مشين ايجاد کي تھي جس کي وجه سے کپڑا بننے کي صنعت دست انساني کي احتياج سے بے نياز ہوگئي - اور کپڑے کي ساخت کا سب سے بڑا اقتصادي انقلاب ظہور ميں آگيا -

ميں جس وقت پيرس کے نيم سرکاري اخبار طان ميں اس برسي کي روئداد پڑھ رہا تھا ' تو ميرا ذہن بے اختيار ہندوستان کي اُس عظيم شخصيت کي طرف منتقل ہوگيا جو دنيا کو " کرومپٹن " کي جگه اُس غير معلوم مگر بلا نزاع " عظيم الشان انسان " کي طرف متوجه کرنا چاہتي ہے ' جس نے اب سے ہزاروں برس پہلے ہاتھه سے چلانے کا سہل اور ساده چرخا ايجاد کيا تھا - ميں نے اپنے دل ميں کہا " افکار و اصول کے يه کيسے دو مختلف نقطے ہيں جو ايک دوسرے کے مقابلے ميں نمودار ہو گئے ہيں ؟ انيسويں صدي کے مغرب کا کرومپٹن' اور بيسويں صدي کے مشرق کا گاندھي ! " معامله اتنا عظيم ہے که مجھے رائے زني کي جرأت سے احتراز کرنا چاہيے - اس قسم کے اختلافات کا ہميشه حال نے نہيں بلکه مستقبل نے فيصله کيا ہے - کرومپٹن پر ايک صدي گزر چکي ہے - گاندھي پر کم از کم ايک چوتھائي صدي گزر جانے دو !

صد ساله برسي کا يه عظيم اجتماع بولٹن ميں ہوا تھا - اس موقعه پر سوت کاتنے کے چرخوں اور مشينوں کي نمائش بھي کي گئي تھي - تمام قديم ترين آلات حتى که چار ہزار برس پہلے کے مصري چرخے بھي جمع کيے گئے تھے - اس سے مقصود يه تھا که يه بات واضح کر کے دکھلا دي جاے که اسموئيل کرومپٹن سے پہلے سوت کاتنے کے آلات نے کہاں تک ترقي کي تھي ' اور اُن کے مقابله ميں موجد کي ايجاد نے کيسي حيرت انگيز مشين ايجاد کردي ؟ سر ٹامس فلکر نے جو بولٹن کے مير ہيں ' نمائش کا افتتاح کيا - اُنھوں نے موجد کي تاريخ بيان کرتے ہوئے کہا :

" ہميں اِس پاک دل اور بے ريا ديہاتي کي اولوالعزمي کے سامنے جھک جانا چاہيے جس نے دنيا کو ايسي عجيب ايجاد بغير کسي ذاتي طمع يا نفع کے بلا معاوضه ديدي ' اور خود اپنے بال بچوں کے ساتھه نہايت غربت کي زندگي بسر کرتا رہا "

بولٹن کے سب سے بڑے ميدان ميں موجد کا اسٹيچو کھڑا ہے - اور اپنے خط و خال سے اُس کي اولوالعزمي ' ثابت قدمي ' اور فراخ

- خیال کیا جاتا ہے کہ اس شاہي سیاحت کے اثناء میں بے ضابطہ طور پر اسي " حلف نامه " پر تبادلۂ خیال ہوگا - یہ نہیں کہا جاسکتا کہ ایسي معاهدة جس میں ایک طرف مسلح گھمنڈ اور دوسري طرف بے سروسامان قومیت ہے' حقیقت و صداقت کے ساتھہ وجود میں آ بھي سکتي ہے یا نہیں ؟

انگلستان کا پریس جس زور و شور سے سلطان فواد کي پذیرائي کر رہا ہے ' اور آج کے سرکاري اهتمامات بھي جس درجہ کے کیے گئے تھے ' وہ یقیناً غیر معمولي هیں - یہاں کے تمام مشرقي اور مشرق دوست حلقے محسوس کررہے هیں کہ اس کي تہہ میں کوئي خاص چیز کام کر رهي ہے -

انگلستان کے وهي سرکاري اور نیم سرکاري اخبارات جو کل تک مصر کے خلاف بڑے زور و شور سے خامہ فرسائي کر رہے تھے' اب سلطان مصر کي تعریفوں کے پل باندہ رہے هیں - سلطان کے اعزاز و تکریم کا جذبہ یہاں تک بڑھگیا ہے کہ اب اُن کي " مشرقیت " بھي مغرب کے اس صدر مقام پر شاق گزر رهي ہے - کوشش کي جارهي ہے کہ اُنھیں " مغربي " بنا دیا جائے - ڈیلي نیوز کے مقالہ نگار خارجیہ کو پہلي مرتبہ اس حقیقت کا انکشاف هوا ہے کہ سلطان فواد محمد علي خدیو اول کے خاندان سے هیں' اور محمد علي یوروپین ترکي کا باشندہ تھا - ایشیائي ترکي کا نہ تھا - وہ لکھتا ہے :

" اس موقعہ پر هم یہ حقیقت فراموش نہیں کرسکتے کہ همارا مہمان عزیز اگرچہ اس اعتبار سے همارا مہمان ہے کہ وہ باهر سے انگلستان میں آیا ہے ' لیکن اس اعتبار سے اُسے مہمان نہیں کہہ سکتے کہ وہ مغرب میں مشرق کا مہمان ہے - وہ مشرق کا نہیں بلکہ خود مغرب کا ایک فرمانروا ہے جیسے اتفاقات نے مشرق کے ایک تاج و تخت کا مالک بنادیا ہے - همارے قارئین میں سے هر شخص تاریخ مصر کي اس ابتدائي حقیقت سے با خبر ہوگا کہ وهاں کے حکمراں خاندان کا مورث اعلی محمد علي اعظم تھا جو البانیا کے ایک قصبہ قوالہ کا باشندہ تھا ' اور البانیا یورپ هي کا ایک ٹکڑا ہے - مشرق اور ایشیا میں نہیں ہے - في الحقیقت سلطان فواد کي شخصیت میں آج هم ایک یوروپین نژاد فرمانروا کي پذیرائي کر رہے هیں ! "

محمد علي کے خاندان کي مغربیت سو برس تک انگلستان کو یاد نہ آئي ' لیکن اب اچانک اس کا انکشاف هو گیا ہے !

آپ کے دوست انریبل مسٹر پٹیل یہاں سے واپس روانہ ہوگئے جہاں تک میں اندازہ کر سکا هوں ' کہہ سکتا هوں کہ ایک خاص معیار عمل کے اندر رهکر انھوں نے یہاں کے سرکاري حلقوں پر اچھا اثر ڈالا ہے - لیجسلیٹو اسمبلي کي ریاست کے ساتھہ کانگرسي ہونے کي روایات ملحوظ رکھنا ' اور کھدر کي دھوتي اور ٹوپي بھي سنبھالے رکھنا ' آسان نہ تھا ' لیکن اُنھوں نے کسي نہ کسي طرح بات بنائے رکھي - یہاں کے هندوستاني حلقوں میں خیال کیا جاتا ہے کہ غالباً آیندہ کمیشن میں هندوستاني ممبري کي جگہ اُنھي کو دي جائیگي -

اس هفتہ میں آپ کے اس ارشاد کي تعمیل نہ کر سکا کہ جو کچھہ لکھوں هندوستان کے متعلق لکھوں - آیندہ ڈاک سے اس کا سلسلہ شروع کروں گا - مجھے امید ہے ' سلطان فواد اور مصر کا معاملہ بھي آپ کے صفحات کے لیے غیر ضروري اور غیر دلچسپ نہ هوگا -

* * *

مکتوب فرانس

(الهلال کے مقالہ نگار پیرس کے قلم سے)

فیلپ بینیل کي صد سالہ برسي

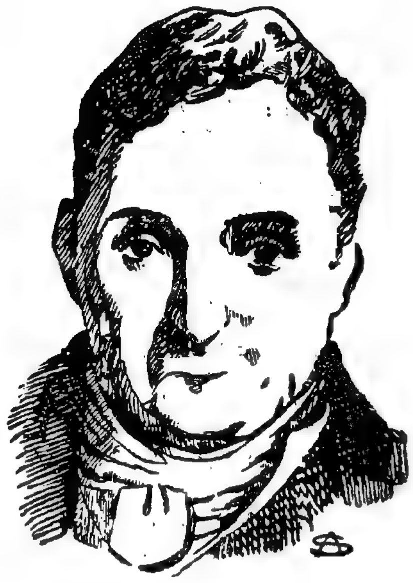

اس موسم کا ایک شاندار واقعہ یہ تھا کہ فرانس میں بڑے دھوم دھام سے فیلپ بینیل کي صد سالہ برسي منائي گئي -

فیلپ بینیل سنہ ۱۷۴۵ - میں پیدا هوا ' اور سنہ ۱۸۲۶ - میں فوت هوا - یہ عقلي امراض کا سب سے بڑا طبیب تسلیم کیا گیا ہے - اِس سے پہلے پاگلوں کو بہت تکلیف دیجاتي تھي - زنجیروں میں باندہ دیا جاتا تھا - غلیظ مکانوں میں رکھا جاتا تھا - بدترین غذا کھلائي جاتي تھي - چوپایوں سے بھي بدتر سلوک کیا جاتا تھا - اِس طبیب نے اِس برتاؤ کے خلاف سب سے پہلے آواز بلند کي ' اور پاگلوں پر رحم اور شفقت کرنے کا عام جذبہ پیدا کردیا - پہلے جنون لا علاج مرض سمجھا جاتا تھا - اسي نے سب سے پہلے بتایا کہ لا علاج نہیں ہے -

فرانس کے مشہور پاگل خانہ " بیسیٹر " کے اعلی افسر ڈاکٹر روبینو فچ نے فیلپ کي برسي پر ایک مضمون لکھا ہے اور اخبار " ماتان " کے افتتاحي کالموں میں شایع هوا ہے - مضمون نگار لکھتا ہے :

" فیلپ اسي پاگل خانہ میں معالج تھا جس مین اِس وقت میں خدمت کر رها هوں - فیلپ کا درجہ خواص کي نظر میں " مسیح جدید " کا درجہ ہے - اِسنے عقلي بیماریوں کے علاج میں رحم اور شفقت کو عام کیا - اِسنے ظلم اور سختي کے خلاف اُس وقت صدا بلند کي جب پورے فرانس میں هولناکي پھیلي هوئي تھي ' اور هر طرف خون بہہ رہا تھا !

" بیسیٹر پاگل خانہ سے فیلپ کا تعلق ستمبر سنہ ۱۷۹۳ - میں هوا - اُسوقت یہاں پچاس پاگل موجود تھے - یہ زنجیروں میں بندھے رهتے تھے - ان میں سب سے زیادہ مشہور اور تاریخي پاگل شاهي باڈي گارڈ کا ایک پرانا سپاهي تھا - یہ نہایت هي قوي هیکل تھا اور غیر معمولي جسماني قوت رکھتا تھا - شراب کي عادت پڑگئي اور همیشہ مدهوش رهنے لگا - نتیجہ یہ نکلا کہ دماغ خراب هوگیا - فوج سے نکال دیا گیا - جوش جنون میں اُسے یہ سوجھا کہ میں فرانس کا سپہ سالار اعظم هوں - جو کوئي یہ بات تسلیم نہ کرتا ' اُسے بري طرح مارنے لگتا - آخر پاگل خانہ بھیج دیا گیا - یہاں وہ دس برس سے

" بنابریں مصري حکومت نے فیصله کیا هے که فوج اور سرحدوں کا موجوده نظام بر قرار رهے ' لیکن ساتهه هي مصري وزیر جنگ کے اختیارات کو کوئي تهیس بهي نه لگے - وه بدستور مصري پارلیمنٹ کے سامنے جوابده رهیگا "

" اِس طریقه پر ' جو مصلحت اور نظام کے هر طرح مطابق هے ' مصري حکومت نے اِس مشکل کا معقول حل ڈهونڈه نکالا هے - حکومت کو پورا یقین هے که ابتک جو دوستانه رویه برطانیا نے گفت و شنید میں اختیار کر رکها هے ' وه برابر قایم رهے گا اور اُن تمام اسباب کو دفع کر سکے گا جو موجوده مشکل اور دوسري مشکلات کا موجب هیں "

اِس بیان سے صاف معلوم هوتا هے که برطانیا کے ابتدائي مطالبات مصري سیادت و حکمراني کے منافي تهے ' اس لیے مصري حکومت نے اُنہیں تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تها - پهر اُنمیں کچهه ترمیم و تبدیلي هوئي ' اور ایسي شکل میں پیش کیے گئے جو مصري حکومت کي نظر میں ایک حد تک لائق قبول تهے ' لهذا اُسنے تسلیم کر لیا اور جهگڑا ختم هو گیا -

(حج براه مصر)

اِس سال موسم حج کي کامیابي کا اندازه اُس سرکاري رپورٹ سے کیا جا سکتا هے جو صرف آٹهه روز کی هے - اِس سے معلوم هوتا هے که ۲۲ - مئي سے ۳۰ - مئي تک سوئز کي بندرگاه سے سفر کرنے والے حاجیوں کي تعداد حسب ذیل تهي :

۱۵۰۷ مصري ۲۰۲ ترک ۸۸ جزائري ۹۸ تیونسي
۷۷ مراکش ۱۲۶ طرابلسي ۱ روسي ۲ روماني ۱۴۷ ایراني
۱۴ عربي ۲۷ سروین ۵۲ افغاني ۲۳ افریقي ۱۷ اسپیني
۵۹۸ فلسطیني ۲۶ سنگالي ۴۳۲ شامي ۱۵۷ هندوستاني
۲۴ جاوي ۱۷۱ عراقي - یعني کل ۳۷۸۵ حاجي تهے -

جون کے پہلے هفته کي رپورٹ سے ظاهر هوتا هے که :

۳۱۵ منگولي ۲۶۲ ترک ۲۷۶ جزائري ۱۲۰۵ تیونسي
۲۰۲ مراکشي ۳۰۷ طرابلسي ۲ روسي ۵۸۲ ایراني ۱۸۱۹ شامي
۵ سروین ۲ بلغاري ۵۸۱ عراقي ۱۹ نیجیریئي ۴۳ حجازي -
یعني کل ۶۶۷۰ حاجیوں نے سوئز کي راه سے سفر کیا -

مجموعي تعداد تقریباً ساڑهے دس هزار هوئي - صرف دو هفته کے اندر اِتنے حاجیوں کا نهر سویز سے گزرنا اِس سال کے موسم حج کي شاندار کامیابي کا ایک بین ثبوت هے -

مکتوب شام

(الهـــلال کے مقاله نگار مقیم دمشق کے قلم سے)

اپنے پچهلے مکتوب میں شام کي مضطرب سیاسي حالت پر روشني ڈال چکا هوں - آج بهي وهي حالت هے جو اُس وقت تهي - نه توکوئي تبدیلي هوئي هے - نه کسي قریبي تبدیلي کے آثار نظر آتے هیں - البته ایک اهم واقعه ضرور پیش آیا هے اور تمام ملک کي دلچسپي کا مرکز بن گیا هے -

ایک مدت سے شام کا فرانسیسي هائي کمشنر موسیو بونسو شام سے غائب تها اور پیرس میں مقیم تها - بیان کیا گیا تها که وه شام کے آئنده نظام حکومت پر مرکزي حکومت سے گفت و شنید کر رها هے - اُس کي طویل غیر حاضري نے ظاهر بینوں کو طرح طرح کي امیدوں میں مبتلا کردیا تها - لوگ کهتے تهے - هائي کمشنر کي پیرس میں موجودگي ضرور نتیجه خیز ثابت هوگي - یهي وجه هے که اِن سب کو واپسي کا بڑي بے چیني سے انتظار تها -

لیکن اب انتظار کي مدت ختم هوگئي - هائي کمشنر واپس آ گیا هے - لیکن امیدوں کے یه تمام خوش آئند خواب اس وقت تک تعبیر سے محروم هیں - اس وقت تک هائي کمشنر نے نه توکوئي اعلان کیا هے ' نه بظاهر آثار نظر آتے هیں - مگر طرح طرح کي افواهیں ضرور پهیل رهي هیں -

مجهے با خبر حلقوں سے جو کچهه معلوم هوا هے ' یه هے که پیرس میں هائي کمشنر اور شامي وفد کے مابین بهت سي ملاقاتیں هوئیں اور عرصه تک بحث و مذاکره جاري رها - شامي وفد نے نرم سے نرم شرطیں پیش کي تهیں - لیکن هائي کمشنر نے صرف چند منظور کرلیں - باقي تمام رد کر دیں - مثلاً وفد کا مطالبه تها که تمام سیاسي مجرموں کو عام معافي دیدي جاے - مگر حکومت نے سیاسي قائدین کو معافي دینے سے انکار کر دیا - وفد نے پورے ملک کو ایک هي نظام حکومت کے ماتحت رکهنے کا مطالبه کیا تها - لیکن حکومت نے اِسے صرف اِس صورت میں منظور کرنا گوارا کیا که نظام حکومت ریاست هاے متحده کا نظام هو - یعنے چهوٹے چهوٹے صوبے الگ الگ قائم رهیں اور اپني جگه خود مختار هوں - مگر انهیں کسي مرکزي نظم میں متحد کر دیا جاے - اِس سے مقصود یه هے که ملک میں وحدت جنس و قوم پیدا نه هو سکے - ایک قوم بهت سے ٹکڑوں میں منقسم هوکر اپني وطني قوت ضائع کر دے -

اصل یه هے که همیشه اجنبي اقتدار ملک کي قومي وحدت کا مخالف هوتا هے - وه هر طرح کي صورت حال گوارا کرلے سکتا هے لیکن یه بات گواره نهیں کرسکتا که ملک میں قومي وحدت کي روح پیدا هوجاے - شام میں یه روح پہلے سے موجود هے - زبان ' وطن ' رسم و رواج ' اور اجتماعي خصوصیات نے تمام شامیوں کو ایک رشته مین منسلک کردیا هے - لیکن فرانس چاهتا هے ' انکے ٹکڑے ٹکڑے کردے - وه ایک رشتۂ قومیت قائم نه رکهه سکیں - بهر حال دیکهئے - فرانس کا آینده طرز عمل اس بارے میں کیا هوتا هے ؟

شام و عراق کي سرحدوں پر قبائل عرب کي خانه جنگي صدیوں سے جاري هے - اب دونوں ملکوں کي حکومتیں اسکا قطعي سدباب کردینا چاهتي هیں - جنانچه حال میں طرفین کے دستخط سے عربي ' انگریزي ' اور فرانسیسي زبانوں میں ایک اعلان هوائي جهاز کے ذریعه ' سرحدي قبائل میں تقسیم کیا گیا هے - اسکا ترجمه حسب ذیل هے :

" شام و عراق کي سرحدوں پر بسنے والے قبائل کو آگاه کیا جاتا هے که شام اور عراق ' دونوں ملکوں کي حکومتوں نے متفق هوکر طے کرلیا هے که تمهاري آپس کي خانه جنگي ' کشت و خون ' اور چوري و قزاقي قطعاً نا جائز اور ممنوع هے - نیز هتیار بند هوکر سرحد کے اُس پار جانا بهي ممنوع هے - آئنده جو کوئي اِس طرح کي کوئي بات کریگا ' اُسے نهایت سخت سزا دیجائیگي "

دلي ثابت کر رها هے - انگلستان کے تمام سوت کے کارخانوں میں اس کي تصویریں آویزاں هیں اور بڑي عزت و احترام کي نظروں سے دیکھي جاتي هیں -

یه صناع سنه ۱۷۵۳ ع میں پیدا هوا اور سنه ۱۸۲۷ ع میں انتقال کر گیا -

(عثماني شہزادہ کي وفات)

اس هفته کا ایک افسوس ناک واقعه پرنس برهان الدین کي وفات هے جو سلطان عبدالحمید خاں مرحوم کے سب سے چھوٹے لڑکے تھے -

آپ کو معلوم هے که سنه ۱۹۰۸ ع میں جب دوسرے انقلاب دستور کے بعد سلطان موصوف معزول کردیے گئے ' تو حسب معمول ان کے خاندان سے کوئي تعرض نہیں کیا گیا تھا - سلطاني خاندان کے دوسرے شہزادوں کي طرح اُن کي بھي تنخواهیں مقرر کردي گئي تھیں - سنه ۱۹۱۶ ع میں جب سلطان عبدالحمید کا انتقال هوگیا ' تو اُن کے لڑکوں نے سلطان کي ذاتي جائداد اور اموال و متاع کے ورثه کا دعوی کیا - سلطان عبدالحمید کي ذاتي جائداد کا فیصله اس قدر مشکل تھا ' جتنا شاید هي دنیا کے کسي فرمانروا کي جائداد کا هوا هو - ترکي میں جو کچھه تھا سب اُنھي کا تھا ' اور اُن کا جو کچھه تھا ' اس میں سے کچھه بھي اُن کا نه تھا - بهر حال ایک کمیشن کا تقرر هوا ' اور اُس نے دعوے کي سماعت کے بعد فیصله کر دیا - اس فیصله میں دعوے کا بهت قلیل حصه تسلیم کیا گیا تھا - اکثر مطالبات رد هوگئے تھے - سلطان کي اولاد اس فیصله پر راضي نه هوئي ' لیکن چونکه اس کے بعد هي جنگ نے انقلاب انگیز صورت اختیار کرلي تھي ' اس لیے مزید کار روائي کا موقعه نه تھا -

جنگ کے بعد جب دوبارہ امن و امان کا وقت آیا ' تو قومي مجلس نے جمهوري حکومت کا اعلان کر دیا ' اور پھر کچھه عرصے بعد خاندان سلطاني کے تمام افراد جلا وطن کر دیے گئے - ان میں سلطان عبدالحمید کا خاندان بھي تھا - اس خاندان کے بعض افراد بیروت چلے گئے - بعض نے یورپ کي راہ لي - انھي میں پرنس برهان الدین بھي تھے - انھوں نے جلا وطني کے بعد ترکي حکومت پر سلطان عبدالحمید کے ورثه کا از سر نو دعوی کیا تھا - انھیں پوري اُمید تھي که اس میں کامیاب هونگے - یه زیادہ تر سوئٹزر لینڈ میں بعض ترک امراء کے ساتھه رها کرتے تھے - خود ان کي مالي حالت عثماني خاندان کے دوسرے ارکان سے بهتر نه تھي - پچھلے مہینے پیرس آئے تاکه ترکي سفیر سے ملاقات کریں - شهر کے ایک سب سے ادنی درجه کے هوٹل میں ٹھہرے جو انکي مفلسانه حالت کا لازمي نتیجه تھا - وهیں اچانک بیمار پڑے اور انتقال کر گئے -

دنیا کے انقلابات صرف تاریخ هي میں نہیں ڈھونڈھنے چاهئیں - خود همارا عهد بھي اپني تاریخ مرتب کر رها هے - زار ' قیصر ' اور عبدالحمید ' موجودہ صدي کے سب سے بڑے شخصي اور مستبد فرمانروا تھے - اُن کے جاہ و جلال اور سطوت و جبروت کے هیبت انگیز واقعات دیکھنے والے هزاروں لاکھوں کي تعداد میں ابھي زندہ موجود هیں - لیکن انقلاب کي ایک هي گردش نے انھیں کتني بلندي سے کتني پستي تک پهنچا دیا ؟ آج ان میں سے ایک کا لڑکا پیرس کے سب سے زیادہ ادنی هوٹل میں دم توڑ چکا هے ' اور اُس کے سرهانے ایک آنکھه بھي ایسي موجود نہیں جو اُس پر آنسو بها رهي هو - و تلک الایام نداولها بین الناس !

* * *

مکتوب مصر

(الهـــلال کے مقاله نگار مقیم قاهرہ کے قلم سے)

(انگریزي مصري نزاع)

پچھلے هفتے انگریزي مصري نزاع پر گفتگو کرتے هوے وہ بنیادیں بتا چکا هوں جو مصري حکومت نے تصفیه کے لیے پیش کي تھیں - آج ایک هفته گزرنے کے بعد بھي دنیا کي معلومات اِس جھگڑے کے متعلق آگے نه بڑھسکیں ' کیونکه تمام گفتگو پردۂ راز میں هے - طرفین کي پارلیمنٹوں میں مطالبه کیا گیا که گفت و شنید شایع کردي جائے ' مگر دونوں حکومتوں نے ایک هي جواب دیا - یعني ابھي تک فریق ثاني نے اسکي اشاعت کي اجازت نہیں دي هے - اس سے صاف ظاهر هوتا هے که دونوں اُسے شائع کرنا سردست مناسب نہیں سمجھتیں -

اس صورت حال نے دونوں ملکوں میں سخت انتشار پیدا کردیا هے - برطاني اخبارات دعوی کر رهے هیں که مصر دب گیا اور انگریزي مطالبات منظور کرلیے - مصري اخبارات مدعي هیں که برطانیا سختي سے باز آگیا ' اسلیے مصر نے بھي مصالحت کے لیے آمادگي ظاهر کردي - مگر کیونکر ؟ کهانتک ؟ اسکا کوئي جواب نہیں ملتا !

لیکن یهه یقیني هے که تصفیه هوگیا هے - باقي رها یه سوال که کس کي ضد پوري هوي ؟ تو اس بارے میں کوئي قطعي بات نہیں کهي جا سکتي - البته عبد الخالق ثروت پاشا مصري وزیر اعظم کي ایک تصریح ضرور موجود هے - یه تصریح انهوں نے مصري پارلیمنٹ میں کي هے - اگرچه یه بھي مبهم هے ' تاهم معامله پر کچھه نه کچھه روشني ضرور ڈالتي هے - اُنھوں نے کها :

" یهه بات سخت افسوسناک هے که پچھلے دنوں مصري اور برطانوي حکومتوں میں غلط فهمي پیدا هوگئي تھي - اس غلط فهمي نے برطانیا کو آمادہ کیا که اپنے هائي کمشنر کے ذریعه مصري حکومت کے پاس ایک نوٹ بھیجے - اس نوٹ میں مصري فوج اور محکمۂ سرحد کے متعلق چند مطالبے درج تھے - ساتھه هي یه بھي درج تھا که برطانیا متمني هے که نزاع دوستانه طور پر ختم کردي جاے - مصري حکومت نے برطانوي نوٹ پر اچھي طرح غور و خوض کرنے کے بعد فیصله کیا که اسکے مطالبے اپني مجموعي هیئت میں مصري حکمراني ' مصري پارلیمنٹ کے حقوق ' اور ملک کے قانون اساسي کو نقصان پهنچانے والے هیں "

" چونکه ایسے معاملات میں حکومت کو اپني مرضي سے فیصله کرنے کا اختیار نہیں - قانون کي رو سے پارلیمنٹ کے سامنے پیش کرنے پر مجبور هے - لهذا اُسنے بغیر کسي تامل کے کهدیا که یه مطالبات انکي مجموعي هیئت میں منظور نہیں کئے جا سکتے "

" مگر چونکه مصري حکومت هر غلط فهمي کے دور کرنے کے لیے مستعد رهتي هے ' اس لیے اُسنے معامله کو ایک اور طریقه پر سلجھا دینا چاها جس کا اُسے قانوناً اختیار تھا اور جو مصر کے بنیادي حقوق کے منافي نہیں هے - چنانچه اُسنے فوج کے مسئله میں غور و بحث کے بعد طے کیا که برطانیا کے کون کون مطالبے قابل قبول هیں اور کون نا قابل قبول - جو امور فوج کیلیے مفید تھے ' یا جنسے کوئي مضرت پیدا نہیں هوتي تھي ' اُنھیں اُسنے بطور خود منظور کرلیا "

سیر فی الارض

أولم يسيروا في الأرض فينظروا كيف كان عاقبة الذين من قبلهم؟

(۳۰-۸)

سیاحانِ عالم کے مشاہدات و تاثرات

ایک مصری سیاح کے تاثرات

ٹیونس اور البانیہ

ٹیونس

اگر الجزائر فرانس کا محکوم ہے تو ٹیونس بھی فرانس کے جولانِ حکومت سے پامال ہوچکا ہے۔ جو فرانسیسی یہاں ہیں وہی فرانسیسی وہاں بھی ہیں۔ محکومی اور ماتحتی، موت کی طرح سخت اور سُست رفتار ہے۔ ایک خفیہ زہر ہے۔ دوسرا علانیہ ہے۔ لہذا کچھ عجیب نہیں اگر دونوں ملکوں کی زندگی باہم مشابہ ہو۔ بلکہ پہلی نظر میں تو دونوں کی زندگی ایک ہی طرح کی معلوم بھی ہوتی ہے۔ لیکن میرے خیال میں باوجود اس گہری مشابہت کے دونوں میں بڑا فرق ہے۔ ایک بیماری سو برس کی پُرانی ہے، دوسرے کی ۴۰ برس سے بھی کم کی ہے۔ ٹیونس میں جدید زندگی کے مبادیات موجود ہیں، اور امیدوں کے لئے بھی ویسی مایوسیاں نہیں ہیں جیسی الجزائر اور مراکش میں محسوس ہوتی ہیں۔

ٹیونس کی بیداری ٹیونسی قوم کی سعی و ہمت کا نتیجہ ہے۔ شمالی افریقہ میں ظلم کی یکسانیت سے مظلومیت کی حالت یکساں نہیں ہو جاسکتی تھی۔ مراکش، الجزائر، ٹیونس، ریف، ان تمام مقامات میں یوروپین استعمار یکساں قوت و خصائل کے ساتھ نمودار ہوا، لیکن ان تمام مختلف مقامات کی جماعتی حالت و استعداد یکساں نہ تھی۔

ٹیونس کی بیداری کے اور بھی متعدد اسباب ہیں۔ بعض قوی ہیں، بعض ضعیف ہیں۔ بعض اچھے ہیں، بعض بُرے ہیں۔ بعض غذا نافع کے حکم میں داخل ہیں۔ بعض سم قاتل کا حکم رکھتے ہیں۔ کبھی بُرائی سے بھی بھلائی پیدا ہوجاتی ہے۔ کبھی زہر سے بھی شفا حاصل ہوتی ہے۔ جب خدا کسی قوم کی بھلائی چاہتا ہے تو ہر چیز اُس کی خدمتگزار ہوجاتی ہے۔ ہر راہ اُسے منزل مقصود کی طرف پہونچاتی ہے۔ لیکن جب کسی قوم کی تباہی کے دن آجاتے ہیں تو ہر چیز اُسے نقصان پہنچاتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے ٹیونس پر خدا کی مہر و عنایت ہے۔ اسی لئے اُس کے سامنے بھلائی اور ترقی کی راہیں کھلتی چلی جاتی ہیں۔

ٹیونس میں مدرسے ہیں اور قوم میں علم و نور پھیلا رہے ہیں۔ ٹیونس میں عربی اخبارات ہیں، اور اگرچہ بہت پست اور بے بضاعت ہیں، لیکن بہرحال ملک کی بیداری کا سرچشمہ ہیں۔ ٹیونس میں ایک کرسی بھی ہے، جسے "تختِ شاہی" کہتے ہیں۔ اُس پر ایک ٹیونسی مورت بھی رکھی رہتی ہے، جسے بادشاہ یا وہاں کی اصطلاح میں "بائی" کہتے ہیں۔ اُس کے سر پر ایک غلاف بھی چڑھا ہے۔ اُسے "تاج" کہکر پکارتے ہیں۔ "بائی" کی عیش و عشرت بالکل ویسی ہی ہے جیسی مشرقی بادشاہوں کی ہوا کرتی تھی۔ بہت سے ابن الوقت اس کے محل کا اُسی طرح طواف کرتے ہیں جس طرح مومن کعبہ کا طواف کرتے ہیں۔ اُس کے دروازوں اور چوکھٹوں کو چومتے ہیں اور اجر و ثواب کی اُمیدیں رکھتے ہیں!

ٹیونس میں نوجوان بھی ہیں۔ قریب ہے کہ اُن کی آنکھیں کھل جائیں اور "زندگی" کا جلوہ دیکھ لیں۔ ٹیونس میں ترقی کا جذبہ بھی موجود ہے۔ اگر محکومی کی بندشیں ذرا بھی ڈھیلی ہوجائیں تو قریب ہے کہ خوب پھلے اور پھولے۔ مگر موجودہ قید و بند بھی اُسے روک نہیں سکتی۔ یہ جذبہ، سنگ چقماق کی طبیعت رکھتا ہے۔ جتنا رگڑا جاتا ہے، اُتنا ہی چمکتا اور مشتعل ہوتا ہے!

ٹیونس کی بیداری کا ایک سبب، اجنبی تسلط و جبر بھی ہے۔ ٹیونس خواب خرگوش میں پڑا سو رہا تھا۔ اجنبی توپوں نے گرج کر اُسے بیدار کردیا اور اس طرح بیدار کیا کہ پھر اُس کی آنکھیں بند نہ ہوئیں۔ اجنبی تسلط ذی استعداد قوموں کے لئے تازیانۂ عبرت ہوتا ہے، اور نالائق قوموں کے لئے پیامِ ہلاکت!

ٹیونس کی بیداری میں تقلید و جمود اور قدامت پرستی کے عناصر کو بھی بڑا دخل ہے۔ ٹھیک اُسی طرح جس طرح یہ عناصر مصر کی موجودہ بیداری کا ایک سبب بن گئے ہیں۔

اس دنیا میں شر محض کا وجود نہیں۔ تقلید و جمود اور قدامت پرستی میں کتنا ہی بڑا شر کیوں نہ ہو، لیکن اسمیں نفع بھی موجود ہے۔ کسی قوم کے لئے مناسب نہیں کہ اپنا ماضی بالکل بھلا دے۔ ماضی اور قدیم کا صالح جوہر ہمیشہ قوم میں موجود رہنا چاہئے، ورنہ قوم اپنی قومیت کی اساسی روح سے محروم ہوجائے گی۔ یہ قدامت پرست طبقہ اپنے اندر ماضی اور قدیم کی نقش محفوظ رکھتا اور قوم کو اُس کے اصلی خط و خال دکھلاتا رہتا ہے۔ یہ طبقہ کتنا ہی مُضر ہو مگر اس سے یہ فائدہ ضرور ہے کہ ماضی اور قدیم کی یاد فراموش ہونے نہیں پاتی، اور تغیر طلب قوتوں کی بے اعتدالیاں اعتدال کی حالت پیدا کرلیتی ہیں۔

اے مصلحین! اس مخلوق پر رحم کھاؤ، جس کا نام "قدامت پرست" ہے۔ یہ تمھاری نظروں میں ایک پُرانی نعش ہی کیوں نہ ہو، مگر یہ تمھارے ہی ماضی کی نعش! اس کی حفاظت کرو۔ اسے نابود کردینے میں جلدی نہ کرو۔ اگر یہ نابود ہوگئی، تو قدامت کی نعش کے ساتھ قدامت کی روح بھی نابود ہوجائے گی!

احمد زوغو کی مملکت "البانیہ"

البانیہ میں سفر بہت تکلیف دہ ہے۔ سمندر سے سفر کی صورت یہ ہے کہ یوگوسلاوی جہاز ہر ہفتہ یونان جاتے ہوئے البانی ساحلوں پر بھی رُکتے ہیں۔ یہی راستہ میں نے اختیار کیا۔ یوگوسلاوی بندرگاہ راگیز سے سوار ہوا اور البانی ساحل دیرازو میں اُتر پڑا۔

میرے ساتھی مسافر ایک ہاتھ کی اُنگلیوں پر گنے جاسکتے تھے۔ جہاز کا کپتان کرواتی نسل کا متدین تھا۔ رات کو وہ ہمارے ساتھ دیر تک باتیں کیا کرتا۔ ایک دن مجھے ایک گوشے میں لیجا کر کہنے لگا:

"دیکھو، البانیہ قریب آگیا۔ ہر چیز دیکھنا مگر زبان کسی وقت بھی نہ کھولنا۔ جاسوسوں سے ہوشیار رہنا۔ البانی پولیس تمھیں زیادہ تنگ نہیں کرے گی۔ لیکن بالکل ممکن ہے کہ اندھیری رات میں دو گولیاں ہوا میں اُڑتی آئیں اور تمھارا سینہ توڑ کر پار نکل جائیں۔ تمھارا کام تمام ہوجائے گا مگر قیامت تک پتہ نہیں چلے گا کہ یہ گولیاں کہاں سے آئی تھیں؟"

ہمارا جہاز پہلے قطارو میں رُکا۔ پھر خوبصورت خلیج انٹیفاری میں ٹھہرا۔ صبح ۶ بجے ہم بندرگاہ دورازو کے سامنے تھے۔ یہاں سے سخت تکلیف دہ سفر کے بعد بالآخر ٹیرانا پہنچ گئے، جو البانیہ کا پایۂ تخت ہے۔

یہ شہر، ترکی قصبات کا منظر پیش کرتا ہے۔ تنگ گھومی ہوئی سڑکیں، اُن پر چھوٹی چھوٹی دکانیں، دکانوں میں دُکاندار اپنے کاموں میں ٹھیک اُسی طریقہ پر مشغول جیسے صدیوں پہلے اُنکے آبا و اجداد تھے۔ کہیں ترکی ٹوپیاں بن رہی ہیں۔ کہیں لکڑی کا سامان طیار ہورہا ہے۔ کہیں تانبے کے ظروف بنائے جارہے ہیں۔ کہیں کمہار بیٹھا اپنا آنواں گھما رہا ہے۔ ساتھ ہی ترکاری والے بھی دکان لگائے بیٹھے ہیں۔ حجام استرے رگڑ رہے ہیں، موچی جوتے گانٹھ رہے ہیں۔ پھر ان سب کا وہ شور و ہنگامہ کہ کان پڑے آواز سنائی نہیں دیتی۔ تاہم پورے اطمینان سے کہا جاسکتا ہے کہ شہر کے قدرتی مناظر نہایت دلفریب ہیں۔ مساجد کے میناروں نے فضا میں بلند ہوکر منظر اور بھی زیادہ دلچسپ بنادیا ہے!

شہر کے سامنے ایک وسیع میدان ہے۔ اسمیں ایک چھوٹی سی عمارت کھڑی ہے اور سینما کی عمارت معلوم ہوتی ہے، حالانکہ وہ دراصل ملک کی پارلیمنٹ ہے۔

پارلیمنٹ کے پچھواڑے فوجی بارکیں ہیں۔ حال ہی میں تعمیر ہوئی ہیں اور شہر کی شب و روز نگرانی کرتی ہیں۔

میں نے اپنا اسباب شہر کے سب سے بڑے ہوٹل میں رکھا۔ اس ہوٹل کا نام "بین الاقوامی" ہوٹل ہے۔ لیکن وہ ترکی ہے اور اُس کی ہر چیز بھی ترکی ہے۔ ہوٹل، میدان کے سامنے ہے۔ میدان میں موٹر کاروں کا ہجوم رہتا ہے۔ یہ تمام موٹریں بہت پُرانی اور جنگ عظیم کی میراث ہیں۔

عورتیں صاف پانی بھرنے کے لئے چشموں پر جوق جوق جاتی ہیں۔ مگر کیا مجال کہ اُن کے جسم کا کوئی حصہ نظر آجائے۔ سر سے پاؤں تک کپڑوں میں لپٹی ہوئی، حتیٰ کہ منہ بھی چھپائے ہوئیں۔ صرف ایک طرف کی آنکھ کھلی ہوتی ہے۔ آہو کی آنکھ، غضب کی

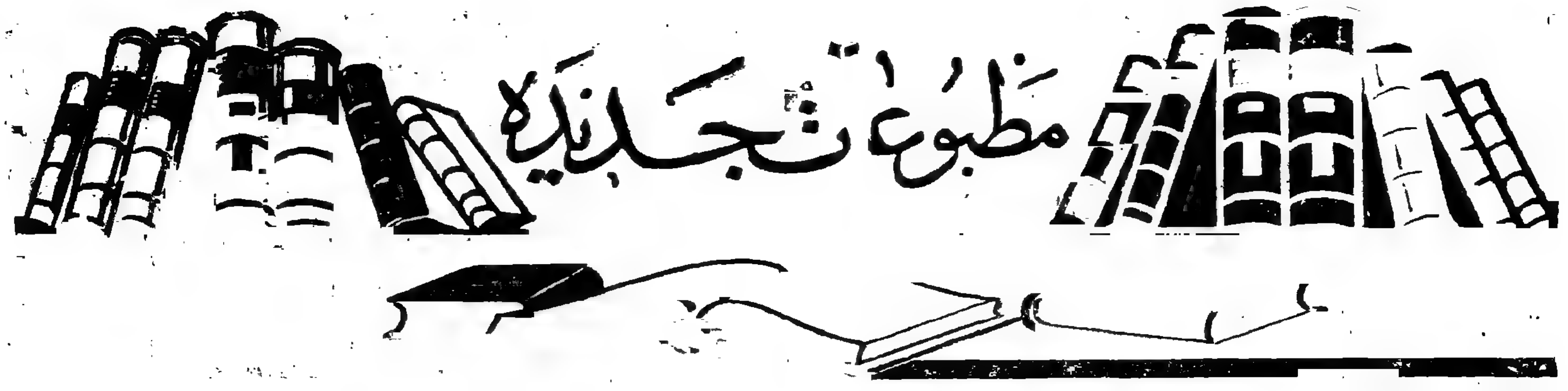

مطبوعات جديده

علم الآثار مصر

(روح کے متعلق قديم مصريوں کا عقيده)

مصر کي قديم تهذيب دنيائے قديم کي تاريخ کا ايک نهايت اهم باب هے - اگر يه باب الگ کر ديا جاے تو نوع انساني کي عقلي ترقيات کي ايک نهايت اهم کڑي مفقود هو جائيگي -

اب سے سو برس پہلے مصر کے اهرام اور حيرت انگيز آثار دنيا کيليے معما تهے - آج وه معما نهيں هيں' مدرسه کا کام دے رهے هيں - قديم مصري خط " هيرو گليفي " پڑه ليا گيا هے - قديم مصري زبان کے ضخيم لغت طيار هوگئے هيں - قديم مصري تحريريں دستياب هوگئي هيں - اور ان سب کے مجموعے سے علوم اثريه کا ايک مرتب ذخيره مدون هو گيا هے جسے مصريات (اجپٹيا لوجيا) سے تعبير کيا جاتا هے اور روز بروز اسکي وسعت بڑهتي جاتي هے - حال ميں ڈاکٹر احمد بک کمال مرحوم کي بے نظير کتاب آثار مصر پر شائع هوي هے - يه قاهره کے دار الآثار کے ناظر تهے - انهوں نے تمام عمر اثريات مصر کي تحقيقات ميں بسر کر دي - يه کتاب اس موضوع پر علمي دنيا کي آخرين تحقيقات پيش کرتي هے - هم چاهتے هيں وقتاً فوقتاً اسکے بعض اهم مباحث الهلال ميں شائع کرتے رهيں -

(بقاء روح کا مصري اعتقاد)

" قديم مصري تمدن کے سب سے زياده عجيب آثار جو هم تک پهنچے هيں' انکے مقبرے اور انکي ممي کي هوي نعشيں هيں - اهرام بهي دراصل اسي غرض سے بنائے گئے تهے که مقبره کا کام ديں - اس سے انکے مذهبي عقائد پر جو موت' بعد الموت' اور روح کے خلود و ابديت سے تعلق رکهتے تهے' غير معمولي روشني پڑتي هے

(مقبروں کي تاسيس)

قديم مصر ميں مقبروں کا آغاز اِس طرح هوا که پہلے مردے کو زمين کهود کر تنگ گڑهے ميں گاڑ ديتے تهے - نعش لٹانے کا بهي رواج نه تها - سر سينه پر جهکا ديا جاتا تها اور گهٹنوں بٹها کر زمين برابر کر ديتے تهے - اِسکے بعد قبر ياد رکهنے کيليے زمين اونچي کرنے لگے - قبر پر مٹي کا ڈهير لگا ديا جاتا تها - پهر مردے کو اوپر کي مٹي سے بچانے کے ليے قبر کے اندر چهت بنانے لگے - پهر چهت کے گرد مٹي کي ديواريں بناديتے کا رواج پڑا - اِس کے بعد تابوت کا خيال پيدا هوا' اور پتهر کے تابوتوں ميں مردے رکهے جانے لگے - پهر قبر کو بيروني صدموں سے بچانے کيليے اُس پر عمارتيں بنانے لگے - اِنهي عمارتوں نے ترقي کرتے کرتے اهرام کا عظيم و مهيب درجه حاصل کر ليا - اِس وقت بهي درياے نيل کے مصب اور فيوم کے مابين تقريباً سو هرم موجود هيں' اگرچه انميں سے اکثر منهدم هو جانے کے قريب هيں -

اب يه بات محقق هوگئي هے که مصر کے اهرام در حقيقت مقبرے هي تهے - قديم مورخين کا يه خيال بالکل بے بنياد هے که يه قلعے هيں' يا طوفان سے بچنے کے ليے بنائے گئے تهے' يا ان ميں خزانے مدفون هيں - قديم مصري زبان ميں اهرام کے نام هي سے اُن کا مقصد اور موضوع معلوم هو جاتا هے - مثلاً " مسکن ابدي " " مقام کمال " " مکان خلود " " مقر روح " وغيره -

مقبروں کے باب ميں يه تدريجي ترقي کيوں هوئي ؟ اس ليے که روح کي ابديت کا اعتقاد بهي مصريوں ميں به تدريج ترقي پذير هوا تها - جس زمانه ميں وه روح کي بقا کے قائل نه تهے' قبروں کے معامله کو کوئي اهميت نهيں ديتے تهے - پهر جوں جوں يه عقيده بڑهتا گيا' مقبروں کي اهميت بهي بڑهتي گئي - مقبروں کو اِس عقيده سے کيا تعلق هے ؟ بهت قريبي تعلق هے - مصريوں کا يه عقيده اِس شکل ميں تها که جب تک جسم محفوظ رهتا هے' روح بهي قائم رهتي هے - کيونکه جسم سے علحده روح کا وجود نهيں هو سکتا - اِس عقيده کا لازمي نتيجه يه تها که وه مردے کا جسم زياده سے زياده مدت تک محفوظ رکهنے کي کوشش کرتے تهے - اِتنے مستحکم مقبرے بنانا' اور لاشوں کو ممي کرنا' اِسي غرض سے تها -

(زندگي کا مصري تخيل)

يه عقيده کيونکر موجود هوا ؟ مصريوں کا خيال تها که زندگي ايک آدمي سے دوسرے آدمي ميں ناک اور منهه کي راه منتقل هوتي هے - اور يه که انساني جسم کے بعض اعضاء زندگي کي حفاظت کرتے هيں' مگر صرف اسي حالت ميں جب که خود اُن کي بهي حفاظت کي جائے - چنانچه هاتهه کي نبض زندگي کي محافظ هے' اس ليے هاتهه ميں چوڑي پهنا کر نبض کي حفاظت کي جاتي تهي - گردن کو بهي ايسا هي عضو سمجهتے تهے اور اس کي حفاظت کے ليے هار پهنتے تهے - کان کے ليے بالياں' سينه کے ليے چاندي سونے کي لوحيں' بازو کے ليے بازو بند' اسي ليے اُن ميں رائج هوئے بهت ممکن هے که دنيا ميں زيور کا استعمال اِسي عقيده سے شروع هوا هو -

(موت)

اُن کا اعتقاد تها که زندگي همشه رهتي هے - ليکن نيند کي حالت ميں اور کبهي کبهي غشي کي حالت ميں آدمي سے جدا هو جاتي هے - وه کهتے تهے جب جسم بگڑ جاتا هے تو زندگي کا علاقه بهي اُس سے هميشه کے ليے منقطع هو جاتا هے - اسي خيال سے نعش کي حفاظت کا خيال پيدا هوا - اور بالآخر ممي کرنے کا طريقه رائج هو گيا - يه طريقه اتنا عجيب' اتنا صحيح' اور اتنا بے خطا تها' که چار چار هزار برس گزر جانے پر بهي آج اصلي حالت ميں ان کي نعشيں موجود هيں ! "

گر آپ انگلستان کی سیاحت کرنا چاہتے ہیں تو

یاد رکھیے

کہ

آپکو ایک [illegible] اور آخرین رہنما

(گائڈ بک)

کی ضرورت ہے

جو

انگلستان کے تمام شہروں، سوسائیٹوں،
ہوٹلوں، کلبوں، تھیٹروں، رقص گاہوں،
قابل دید مقامات،

اور

آثار قدیمہ وغیرہ سے
آپکو مطلع کردے

نیز

جس سے وہ تمام ضروری معلومات حاصل کی
جاسکیں جن کی ایک سیاح کو قدم قدم پر
ضرورت پیش آتی ہے

ایسی مکمل گائڈ بک صرف
ڈنلاپ گائڈ ٹو گریٹ برٹین

THE DUNLOP
GUIDE
TO GREAT BRITAIN

کا دوسرا ایڈیشن ہے

ہندوستان

کے تمام انگریزی کتب فروشوں اور بڑے
بڑے ریلوے اسٹیشنوں کے بک اسٹال سے مل سکتی ہے

الہلال کی قدیم مکمل جلدیں

گاہے گاہے باز خواں ایں دفتر پارینہ را
تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را

الہلال کی پہلی اور دوسری اشاعت کی جلدوں کے کثیر شائقین علم و ادب مشتاق تھے۔ چند جلدیں جو دفتر مہیا کر سکا ہے حسب ذیل قیمت پر بھیجی جاسکتی ہیں:

الہلال جلد سوم
” جلد چہارم — قیمت فی جلد ۱۰ روپیہ
” جلد پنجم

البلاغ (یعنی الہلال کا دوسرا سلسلۂ اشاعت) ۸ روپیہ (منیجر الہلال)

[illegible]

[illegible]

دمہ

(ضیق النفس)

یا

کسی طرح کی بھی معمولی کھانسی کی
شکایت ہے، تو تأمل نہ کیجیے۔ اپنے
سے قریب دوا فروش کی دکان
سے فوراً ایک ٹین

HIMROD

کی مشہور عالم دوا کا منگوا کر
استعمال کیجیے

کیا آپ کو معلوم نہیں

کہ

اسوقت دُنیا میں بہترین فاؤنٹین قلم
امریکن کارخانہ شیفر“

کا

”لائف ٹائم“ قلم ہے؟

(۱) اتنا سادہ اور سہل کہ کوئی حصہ نزاکت
یا پیچیدہ ہونے کی وجہ سے خراب نہیں
ہوسکتا

(۲) اتنا مضبوط کہ یقیناً وہ آپ کو آپکی
زندگی بھر کام دے سکتا ہے

(۳) اتنا خوبصورت، سبز، سرخ اور سنہری
بیل بوٹوں سے مزین کہ اتنا خوبصورت قلم
دُنیا میں کوئی نہیں

کم از کم تجربہ کیجئے

یاد رکھئے

جب آپ کسی دکان سے قلم لیں تو
آپ کو ”شیفرز“ کا
”لائف ٹائم“
لینا چاہئے!

آنکھ! ایک دن میں نے چند عورتوں کی تصویر اُتارنا چاہی۔ اُن کی نظر مجھ پر پڑ گئی۔ اُنھوں نے مجھے گھونسے دکھا کر دھمکانا اور مغلظ گالیاں دینا شروع کردیا!

رات کو شہر میں بڑی چہل پہل ہوتی ہے۔ پوری آبادی، معلوم ہوتا ہے، باہر نکل آئی۔ امراء، سکون و وقار سے چلتے ہیں۔ ہر ایک کے آگے پیچھے حبشی خواجہ سرا تلواریں لئے ہوتے ہیں۔ ہر کوئی اپنی جگہ پر البانیہ کا بادشاہ معلوم ہوتا ہے۔ اسوقت عورتیں بھی چہل قدمی کرتی نظر آتی ہیں۔ بڑی بڑی سیاہ چادریں اوڑھے ہوتی ہیں۔ اُنکی سب سے زیادہ مرغوب خارجی آرائش یہ ہے کہ رات کو بھی چھتریاں لگائے رہیں!

پورا ملک مسلح ہے۔ ایک آدمی بھی نہتا دکھائی نہیں دیتا۔ اِس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہر طرف امن امان قائم ہے۔ ہر کوئی اپنی جان کو ڈرتا ہے، اور کسی پر زیادتی نہیں کرتا۔ میں ٹیرانا میں دو ہفتے رہا مگر میں نے ایک دن بھی بازاروں میں جھگڑا فساد نہیں دیکھا۔

البانیہ کے باشندے عموماً بڑے دیانت دار ہوتے ہیں۔ چوری کی کبھی کوئی واردات نہیں سُنی جاتی۔ مکانوں کے دروازے عموماً شب و روز کھلے رہتے ہیں۔ قفل لگانے کا رواج تقریباً مفقود ہے۔ ایک اجنبی کے لئے یہاں کے بازاروں میں خرید و فروخت بہت مشکل ہے۔ تمام یورپ اور امریکہ کے طلائی، نقرئی، اور نکل کے سکے چلتے ہیں۔ آدمی جب تک اِن تمام سکوں سے واقف نہ ہو، بے شمار قسم کے ہیں، لین دین نہیں کرسکتا۔ مگر تم بے کھٹکے بازار میں جاسکتے ہو۔ جو چاہو خریدو۔ دکاندار جو سکّے بھی دے، بے گنے لے لو۔ ناممکن ہے تمھیں کبھی دھوکہ دیا جائے۔ ایک دن میں نے بوٹ خریدے دکاندار نے میرے نوٹ کی ریزگاری دے دی۔ اسمیں ترکی، روسی، امریکی، اور صربی (سرویا) سکّے ملے جلے تھے۔ میں نے رقم بغیر گنے جیب میں ڈالی اور روانہ ہوگیا۔ ابھی ۵۰ ساٹھ قدم ہی چلا تھا کہ پیچھے سے آواز آئی۔ مُڑ کے دیکھا تو تین چار آدمی بے تحاشا دوڑے چلے آرہے ہیں۔ چلّاتے ہیں۔ ہاتھ ہلاتے ہیں۔ میں رُک گیا۔ کیا دیکھتا ہوں جوتے والا کھڑا ہانپ رہا ہے:

”جناب!“ اُسنے ندامت سے آنکھیں نیچی کرکے کہا ”مجھ سے سخت قصور ہوا۔ میں بڑا ہی بیوقوف ہوں۔ بازار میں بیٹھنے کے لائق نہیں۔ آپ کو کم رقم دی ہے۔ یہ لیجئے آپکے دام ہیں۔ معاف کیجئے!“

لیکن پُرامن البانیہ کے سر پر اب جنگ کا بھوت چڑھ رہا ہے۔ ٹیرانا اسوقت فوج سے لبریز ہے۔ شب و روز جنگی قواعد اور جنگی مظاہرے ہو رہے ہیں۔ تمام فوجی بارکیں سپاہیوں سے پُر ہیں حتیٰ کہ اکثر مسجدیں بھی سپاہیوں کے لئے خالی کر دی گئی ہیں۔

مگر یہ جنگی طیاریاں کیوں ہیں؟ ”یوگو سلاویا کی طرف سے اندیشہ ہے“ یہ جواب دیا جاتا ہے۔ مگر یہ پوری حقیقت نہیں ہے۔ پوری حقیقت کچھ اور ہی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ احمد زوغو کو اپنی شخصیت بڑھانے کی فکر ہے۔ ٹرکی کے مصطفیٰ کمال، اٹلی کے موسولینی، اسپین کے پرائمو ڈریویرا کی طرح احمد زوغو بھی البانیہ کا مطلق العنان ڈیکٹیٹر ہے۔ مگر وہ اِس منصب پر قانع نہیں۔ وہ البانیہ کا نپولین بنا چاہتا ہے۔ تاج شاہی کے لئے اُس کا سر مضطرب ہے۔ وہ چاہتا ہے، تلوار کی نوک سے ایک طلائی تاج اُٹھائے اور اپنے سر پر رکھ لے!

احمد زوغو کا خاص باڈی گارڈ بہت ہی خوفناک ہے۔ تین ہزار زبردست سپاہی اُس کی شب و روز حفاظت کرتے ہیں اُسکے محل کے سامنے ایک مکان میں اُس کی ماں رہتی ہے۔ روز اُسکی م

م ملاقات کو جاتا ہے۔ مگر اِس طرح جاتا ہے کہ دونوں دروازوں کے سامنے سپاہی صفیں باندھ کر کھڑے ہوجاتے ہیں اور وہ برہنہ شمشیروں کی چھاؤں میں پندرہ ۲۰ قدم کی مسافت طے کرتا ہوا

بصائر و حکم

انسانیت موت کے دروازہ پر!

مشاہیر عالم اپنے اوقاتِ وفات میں!

حسین بن علی علیہما السلام

۲

آپکی حسرت اور اصحاب کی وفاداری!

فوج کی واپسی کے بعد رات کو آپنے اپنے ساتھی جمع کئے اور اور خطبہ دیا:

”خدا کی حمد و ستائش کرتا ہوں، رنج و راحت ہر حال میں اُس کا شکر گزار ہوں۔ الٰہی! تیرا شکر کہ تونے ہمارے گھر کو نبوت سے مشرف کیا، قرآن کا فہم عطا کیا۔ دین میں سمجھ بخشی، اور ہمیں دیکھنے سننے اور عبرت پکڑنے کی قوتوں سے سرفراز کیا۔ اما بعد۔ لوگو! میں نہیں جانتا آج روئے زمین پر میرے ساتھیوں سے افضل اور بہتر بھی لوگ موجود ہیں، یا میرے اہل بیت سے زیادہ ہمدرد اور غمگسار اہل بیت کسی کے ساتھ ہیں۔ اے لوگو، تم سب کو اللہ میری طرف سے جزاءِ خیر دے! میں سمجھتا ہوں کل میرا اِن کا فیصلہ ہو جائے گا۔ غور و فکر کے بعد میری رائے یہ ہے کہ تم سب خاموشی سے نکل جاؤ۔ رات کا وقت ہے۔ میرے اہل بیت کا ہاتھ پکڑ لو اور تاریکی میں ادھر اُدھر چلے جاؤ۔ میں خوشی سے تمھیں رخصت کرتا ہوں۔ میری طرف سے کوئی شکایت نہ ہوگی۔ یہ لوگ صرف مجھے چاہتے ہیں۔ میری جان لے کر تم سے غافل ہو جائیں گے“

یہ سُنکر آپ کے اہل بیت بہت رنجیدہ اور بےچین ہوئے۔ حضرت عباس نے کہا ”یہ کیوں؟ کیا اِس لئے کہ ہم آپکے بعد زندہ رہیں؟ خدا ہمیں وہ دن نہ دکھائے!“

حضرت نے مسلم بن عقیل کے رشتہ داروں سے کہا ”اے اولاد عقیل! مسلم کا قتل کافی ہے۔ تم چلے جاؤ۔ میں نے تمھیں اجازت دی“ وہ کہنے لگے ”لوگ کیا کہیں گے؟ یہی کہینگے کہ ہم اپنے شیخ، سردار، اور عم زادوں کو چھوڑ کر بھاگ آئے۔ ہم نے اُن کے ساتھ نہ کوئی تیر پھینکا، نہ نیزہ چلایا، نہ تلوار کھائی۔ نہیں واللہ یہ ہرگز نہ ہوگا۔ ہم تو آپ پر اپنی جان، مال، آل اولاد سب کچھ قربان کر دیں گے۔ آپکے ساتھ ہو کر لڑیں گے۔ جو آپ پر گزرے گی وہی ہم پر بھی گزرے گی۔ آپکے بعد خدا ہمیں زندہ نہ رکھے!“

آپکے ساتھی بھی کھڑے ہو گئے۔ مسلم بن عوسجہ اسدی نے کہا: ”کیا ہم آپ کو چھوڑ دیں گے؟ حالانکہ اب تک آپکا حق ادا نہیں کر سکے ہیں۔ واللہ نہیں، ہرگز نہیں۔ میں اپنا نیزہ اِن دشمنوں کے سینے میں توڑ دوں گا۔ جب تک قبضہ ہاتھ میں رہیگا، تلوار چلاتا رہوں گا۔ نہتا ہو جاؤں گا تو پتھر پھینکوں گا۔ یہاں تک کہ موت میرا خاتمہ کر دے!“

سعد بن عبداللہ الحنفی نے کہا ”واللہ ہم آپ کو اُسوقت تک نہیں چھوڑیں گے جب تک خدا جان نہ لے کہ ہم نے رسول اللہ کا حق محفوظ رکھا۔ واللہ اگر مجھے معلوم ہو کہ میں قتل ہوں گا، جلایا جاؤں گا، آگ میں بھونا جاؤں گا، پھر میری خاک ہوا میں اُڑا دی جائے گی۔ اور ایک مرتبہ نہیں، ۷۰ مرتبہ مجھ سے یہی سلوک کیا جائے گا۔ پھر بھی میں آپ کا ساتھ نہیں چھوڑوں گا۔ یہاں تک کہ آپکی حمایت میں فنا ہو جاؤں“

زہیر بن القین نے کہا ”بخدا اگر میں ایک ہزار مرتبہ بھی آرے سے چیرا جاؤں تو بھی آپ کا ساتھ نہ چھوڑوں۔ خوشا نصیب! اگر میرے قتل سے آپ کی اور آپکے اہل بیت کے اِن نونہالوں کی جانیں بچ جائیں!“ (ابن جریر، کامل، شرح نہج البلاغہ وغیرہا)

حضرت زینب کی بےچینی اور آپکا توصیۂ صبر

حضرت زین العابدین سے روایت ہے کہ جس رات کی صبح میرے والد شہید ہوئے ہیں، میں بیٹھا تھا اور میری پھوپھی زینب میری تیمارداری کر رہی تھیں۔ اچانک میرے والد نے خیمہ میں اپنے ساتھیوں کو طلب کیا۔ اُس وقت خیمے میں ابوذر غفاری کے غلام جُوَی تلوار صاف کر رہے تھے اور میرے والد یہ شعر پڑھ رہے تھے:

یا دہر اف لک من خلیل ❊ کم لک بالاشراق والاصیل!
اے زمانہ! تیرا بُرا ہو، تو کیسا بیوفا دوست ہے! صبح اور شام تیرے ہاتھوں
من صاحب او طالب قتیل   والدہر لا یقنع بالبدیل!
کتنے مارے جاتے ہیں؟ زمانہ کسی کی رعایت نہیں کرتا۔ کسی سے عوض قبول نہیں کرتا۔
وانما الامر الی الجلیل   وکل حی سالک السبیل!
اور سارا معاملہ، اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔ ہر زندہ موت کی راہ پر چلا جا رہا ہے!

تین چار مرتبہ آپنے یہی شعر دُہرائے۔ میرا دل بھر آیا۔ آنکھیں ڈبڈبا گئیں۔ مگر میں نے آنسو روک لئے۔ میں سمجھ گیا مصیبت ٹلنے والی نہیں۔ میری پھوپھی نے یہ شعر سُنے، وہ بے قابو ہو گئیں، بے اختیار دوڑتی ہوئی آئیں اور شیون و فریاد کرنے لگیں۔

حضرت امام نے یہ حالت دیکھی تو فرمایا ”اے بہن یہ کیا حال ہے؟ کہیں ایسا نہ ہو کہ نفس شیطان کی بےصبریاں ہمارے ایمان و استقامت پر غالب آجائیں“ انھوں نے روتے ہوئے کہا:

ں حالت پر صبر کیا جاسکے کہ آپ اپنے ہاتھوں قتل ہو رہے ہیں؟ شیت کا ایسا ہی فیصلہ ہے" اسیران کی بیقراریاں اور زیادہ ور شدت غم سے بے حال ہوگئیں۔ یہ حالت دیکھ کر آپنے ایک ر صبر واستقامت پر فرمائی۔ آپنے کہا "بہن! خدا سے ڈر، خدا سے تسلّی حاصل کر۔ موت دنیا میں ہر زندگی کے لئے ہے۔ آسمان ہمیشہ جیتے نہ رہیں گے۔ ہر چیز فنا ہونے والی ہے۔ پھر موت کے۔ اس قدر رنج وبے قراری کیوں ہو؟ دیکھ، ہمارے لئے، مان کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں اسوۂ ہ، یہ نمونہ ہمیں کیا سکھلاتا ہے؟ یہ ہمیں ہر حال میں صبر، ثبات ور رضا کی تعلیم دیتا ہے۔ چاہئے کہ کسی حال میں بھی اس سے منحرف

(یعقوبی وابن جریر)

پوری رات عبادت وتلاوت میں گزاری

ری رات آپنے اور آپکے ساتھیوں نے نماز، استغفار، او ضرع میں گزاری۔ راوی کہتا ہے دشمن کے سوار رات بھر ہمار رد چکر لگاتے رہے۔ حضرت حسینؑ بلند آواز سے یہ آیت پڑھ ے "الا یحسبن الذین کفروا انما نملی لھم خیر لانفسھم الھولیں دادوا اثما و لھم عذاب مھین۔ ماکان اللہ لیذ ن علی ما انتم علیہ حتی یمیز الخبیث من الطیب"، دشمن سوار نے یہ آیت سنی تو چلا کر کہنے لگا "قسم رب کعبہ کی، ہم ہی ہیں، اور تم سے الگ کر دیئے گئے ہیں!"

عشرہ کی صبح

عہ یا سنیچر کے دن دسویں محرم کو نماز فجر کے بعد عمر بن سعد اپنی نے کر نکلا۔ حضرت حسین نے بھی اپنے اصحاب کی صفیں قائم کیں ے ساتھ صرف ۳۲ سوار، ۴۰ پیدل، کل ۷۲ آدمی تھے۔ میمنہ ر بن القین کو مقرر کیا۔ میسرہ، حبیب بن مظاہر کے سپرد کیا۔ علم اپنے عباس بن علی کے ہاتھ میں دیا۔ خیموں کے پیچھے خندق کھود کر یں بہت سا ایندھن ڈھیر کر دیا گیا تھا اور آگ جلا دی تھی تاکہ پیچھے سے حملہ آور نہ ہوسکے۔

شمر کی یاوہ گوئی

فوج سے شمر بن ذی الجوشن گھوڑا دوڑاتا نکلا۔ آپ کے لشکر کے یرا اور آگ دیکھ کر چلایا "اے حسین! قیامت سے پہلے ہی تونے بول کر لی؟" حضرت نے جواب دیا "اے چرواہے کے لڑکے! آگ کا زیادہ مستحق ہے!" مسلم بن عوسجہ نے عرض کیا "مجھے اجازت اسے تیر مار کر ہلاک کر ڈالوں۔ کیونکہ بالکل زد پر ہے" حضرت نے یا "نہیں۔ میں لڑائی میں پہل نہیں کروں گا" (ایضاً)

دعا کے لئے ہاتھ اٹھا دیئے!

دشمن کا رسالہ آگے بڑھتے دیکھ کر آپنے دعا کے لئے ہاتھ اٹھا کر ی! ہر مصیبت میں تو ہی میرا بھروسہ ہے! ہر سختی میں تو ہی میرا پشت ہے! کتنی مصیبتیں پڑیں، دل کمزور ہوگیا، تدبیر نے جواب دے دیا، ت نے بیوفائی کی، دشمن نے خوشیاں مچائیں، مگر میں نے صرف سے التجا کی اور تو نے ہی میری دستگیری کی! تو ہی ہر نعمت لک ہے۔ تو ہی احسان والا ہے۔ آج بھی تجھی سے التجا کی جاتی ہے!" رح نہج البلاغہ)

دشمن کے سامنے خطبہ

جب دشمن قریب آگیا تو آپنے اونٹنی طلب کی۔ سوار ہوئے۔ قرآن سامنے رکھا، اور دشمن کی صفوں کے سامنے کھڑے ہو کر بلند آواز سے یہ خطبہ دیا:

"لوگو! میری بات سنو۔ جلدی نہ کرو۔ مجھے نصیحت کر لینے دو۔ اپنا عذر بیان کرنے دو۔ اپنی آمد کی وجہ کہنے دو۔ اگر میرا عذر معقول ہو، اور تم اسے قبول کر سکو، اور میرے ساتھ انصاف کرو، تو یہ تمھارے لئے خوش نصیبی کا باعث ہوگا اور تم میری مخالفت سے باز آجاؤ گے لیکن اگر سننے کے بعد بھی تم میرا عذر قبول نہ کرو اور انصاف کرنے سے انکار کر دو؛ تو پھر مجھے کسی بات سے بھی انکار نہیں ہے۔ تم اور تمھارے سارے ساتھی ایکا کر لو، مجھ پر ٹوٹ پڑو، مجھے ذرا بھی مہلت نہ دو۔ میرا اعتماد ہر حال میں صرف پروردگار عالم پر ہے اور وہ نیکوکاروں کا حامی ہے"

آپ کی اہل بیت نے یہ کلام سنا تو شدت تاثر سے بے اختیار ہوگئیں اور خیمہ سے آہ وبکا کی صدا بلند ہوئی۔ آپنے اپنے بھائی عباس اور اپنے فرزند علی کو بھیجا تاکہ انھیں خاموش کرائیں۔ اور کہا "ابھی انھیں بہت رونا باقی ہے" پھر بے اختیار پکار اٹھے "خدا عباس کی عمر دراز کرے" یعنی حضرت عبد اللہ ابن عباس کی۔ راوی کہتا ہے یہ جملہ اس لئے آپکی زبان سے نکل گیا کہ مدینہ میں عبد اللہ ابن عباس نے عورتوں کو ساتھ لیجانے سے منع کیا تھا۔ مگر آپنے اسپر توجہ نہ کی تھی۔ اب ان کا جزع وفزع دیکھا تو عبد اللہ بن عباس کی بات یاد آگئی۔ پھر آپنے از سر نو تقریر شروع کی:

"لوگو! میرا حسب نسب یاد کرو۔ سوچو میں کون ہوں؟ پھر اپنے گریبانوں میں منہ ڈالو اور اپنے ضمیر کا محاسبہ کرو۔ خوب غور کرو کیا تمھارے لئے میرا قتل کرنا اور میری حرمت کا رشتہ توڑنا روا ہے؟ کیا میں تمھارے نبی کی لڑکی کا بیٹا، اس کے عم زاد کا بیٹا نہیں ہوں؟ کیا سید الشہداء حمزہ میرے باپ کے چچا نہیں تھے؟ کیا ذوالجناحین جعفر الطیار میرے چچا نہیں ہیں؟ کیا تم نے رسول اللہ کا یہ مشہور قول نہیں سنا کہ آپ میرے اور میرے بھائی کے حق میں فرماتے تھے "سیدا شباب اہل الجنۃ"؟ (جنت میں نوعمروں کے سردار) اگر میرا یہ بیان سچا ہے، اور ضرور سچا ہے کیونکہ واللہ میں ہوش سنبھالنے کے بعد سے لے کر آجتک کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ تو بتلاؤ، کیا تمھیں برہنہ تلواروں سے میرا استقبال کرنا چاہئے؟ اگر تم میری بات یقین نہیں کرتے تو تم میں ایسے لوگ موجود ہیں جن سے تصدیق کر لے سکتے ہو۔ جابر بن عبد اللہ انصاری سے پوچھو۔ ابو سعید خدری سے پوچھو۔ سہل بن سعد ساعدی سے پوچھو۔ زید بن ارقم سے پوچھو، انس بن مالک سے پوچھو۔ وہ تمھیں بتائیں گے کہ انھوں نے میرے اور میرے بھائی کے بارے میں رسول اللہ صلعم کو یہ فرماتے سنا ہے یا نہیں؟ کیا یہ بات بھی تمھیں میرا خون بہانے سے نہیں روک سکتی؟ واللہ اس وقت روئے زمین پر بجز میرے کسی نبی کی لڑکی کا بیٹا موجود نہیں۔ میں تمھارے نبی کا بلا واسطہ نواسہ ہوں! کیا تم مجھ اس لئے ہلاک کرنا چاہتے ہو کہ میں نے کسی کی جان لی ہے؟ کسی کا خون بہایا ہے؟ کسی کا مال چھینا ہے؟ کہو کیا بات ہے؟ آخر میرا قصور کیا ہے؟"

کوفہ والوں کا جواب

آپنے بار بار پوچھا مگر کسی نے جواب نہیں دیا۔ آخر آپنے بڑے بڑے کوفیوں کو نام لے لے کر پکارنا شروع کیا "اے شبث بن ربعی! اے حجار بن ابجر! اے قیس بن الاشعث! اے یزید بن الحارث! کیا تم نے مجھے نہیں لکھا تھا کہ "پھل پک گئے، زمین سرسبز ہوگئی، نہریں ابل پڑیں، آپ اگر آئیں گے تو اپنی فوج جرار کے پاس آئیں گے۔ جلد آیئے" اسپر ان لوگوں کی زبانیں کھلیں، اور انھوں نے کہا "ہرگز نہیں، ہم نے تو نہیں لکھا تھا" آپ چلا اٹھے "سبحان اللہ! یہ کیا جھوٹ ہے واللہ، تم ہی نے لکھا تھا!" اس کے بعد آپنے پھر پکار کر کہا: "اے لوگو! چونکہ تم اب مجھے ناپسند کرتے ہو اس لئے بہتر ہے کہ مجھے چھوڑ دو، میں یہاں سے واپس چلا جاتا ہوں"

ذلت منظور نہیں

یہ سنکر قیس بن الاشعث نے کہا "کیا یہ بہتر نہیں کہ آپ اپنے آپ کو اپنے عم زادوں کے حوالہ کر دیں؟ وہ وہی برتاؤ کرینگے جو آپ کو پسند ہے۔ آپ کو ان سے کوئی گزند نہیں پہنچے گا"

آپنے جواب دیا "تم سب ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہو۔ اے شخص کیا تو یہ چاہتا ہے کہ بنی ہاشم تجھ سے مسلم بن عقیل کے سوا ایک اور خون کا بھی مطالبہ کریں؟ نہیں، واللہ، میں ذلت کے ساتھ اپنے آپ کو کبھی ان کے حوالے نہیں کروں گا" (ابن جریر)

یہ کہہ کر آپنے اونٹنی بٹھا دی۔ عقبہ بن سمعان کو حکم دیا کہ اسکی کونچیں باندھ دے اور دیکھا کہ دشمن کے لشکر نے آپکی طرف حرکت شروع کر دی ہے۔

زہیر کا کوفہ والوں سے خطاب

زہیر بن القین اپنا گھوڑا بڑھا کر لشکر کے سامنے پہنچے اور چلائے "اے اہل کوفہ! عذاب الٰہی سے ڈرو! ہر مسلمان پر اپنے بھائی کو نصیحت کرنا فرض ہے۔ دیکھو، اسوقت تک ہم سب بھائی بھائی ہیں، ایک ہی دین اور ایک ہی طریقہ پر قائم ہیں جب تک تلواریں نیام سے نہیں نکلتیں۔ تم ہماری نصیحت اور خیرخواہی کے ہر طرح حقدار ہو۔ لیکن تلوار کے درمیان آتے ہی باہمی حرمت ٹوٹ جائے گی اور ہم تم الگ الگ دو گروہ ہو جائیں گے۔ دیکھو خدا نے ہمارا اور تمھارا اپنے نبی کی اولاد کے بارے میں امتحان لینا چاہا ہے۔ ہم تمھیں اہل بیت کی نصرت کی طرف بلاتے اور سرکش عبید اللہ بن زیاد کی مخالفت پر دعوت دیتے ہیں۔ یقین کرو، ان حاکموں سے کبھی تمھیں کوئی بھلائی حاصل نہ ہوگی۔ یہ تمھاری آنکھیں پھوڑیں گے، تمھارے ہاتھ پاؤں کاٹیں گے، تمھارے چہرے بگاڑ دینگے، تمھیں درختوں کے تنوں پر پھانسی دیں گے، اور نیکوکاروں کو چن چن کر قتل کرینگے۔ بلکہ وہ تو کب کا کر بھی چکے ہیں۔ ابھی حجر بن عدی، ہانی بن عروہ وغیرہ کے واقعات اتنے پرانے نہیں ہوئے ہیں کہ تمھیں یاد نہ رہے ہوں"

کوفیوں نے یہ تقریر سنی تو زہیر کو برا بھلا کہنے لگے اور ابن زیاد کی تعریفیں کرنے لگے۔ "بخدا ہم اسوقت تک نہیں ٹلیں گے جبتک حسین اور ان کے ساتھیوں کو قتل نہ کر لیں یا انھیں امیر کے روبرو حاضر نہ کر دیں" یہ ان کا جواب تھا۔

زہیر نے جواب دیا "خیر، اگر فاطمہ کا بیٹا سمیہ کے چھوکرے (یعنی ابن زیاد) سے کہیں زیادہ تمھاری حمایت ونصرت کا مستحق ہے تو کم از کم اولاد رسول کا اتنا پاس تو کرو کہ اسے قتل نہ کرو۔ انسے اور اس کے عم زاد یزید بن معاویہ کو چھوڑ دو تاکہ آپس میں اپنا معاملہ طے کر لیں۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یزید کو خوش کرنے کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ تم حسین کا خون بہاؤ" (ابن جریر وشرح نہج البلاغہ)

حر بن یزید کی موافقت

عدی بن حرملہ سے روایت ہے کہ ابن سعد نے جب فوج کو حرکت دی تو حر بن یزید نے کہا "خدا آپ کو سنوارے: کیا آپ اس شخص سے واقعی لڑائی کرینگے؟" ابن سعد نے جواب دیا "ہاں واللہ لڑائی! ایسی لڑائی جس میں کم سے کم یہ ہوگا کہ سر کٹیں گے اور ہاتھ، شانوں سے اڑ جائیں گے" حر نے کہا "کیا ان تین شرطوں

دشمن یہ خیال نہ کریں کہ ہماری ڈھیل ان کے لئے بھلائی ہے۔ ہم صرف اس ڈھیل دے رہے ہیں کہ ان کا جرم اور زیادہ ہوجائے۔ خدا مومنین کو اسی حال چھوڑ رکھنے والا نہیں ہے۔ وہ پاک کو ناپاک سے الگ کر دے گا۔

اگر آپ

علم وکتب کی وسعت اور دستِ طلب کی کوتاہی سے گھبرا گئے ہیں، تو کیوں کسی ایسے مقام کی جستجو نہیں کرتے جہاں دُنیا کی تمام بہترین اور منتخب کتابیں جمع کرلیگئی ہوں؟

ایسا مقام موجود ہی!

J. & E. Bumpus Limited
350, Oxford Street,
LONDON, W.1.

جو
دُنیا میں کتُب فروشی کا عظیم مرکز ہی
اور
جسے ملکِ معظم برطانیہ اور اُن کے کتبخانۂ قصر کے لئے کتابیں پہنچانے کا شرف حاصل ہی!

انگریزی کا تمام ذخیرہ جو برطانیہ اور برطانی نو آبادیوں اور مُلحقہ ممالک میں شایع ہوتا ہی۔
یورپ کی تمام زبانوں کا ذخیرہ
مشرقی علوم وادبیات پر انگریزی اور یورپین زبانوں کی تمام کتابیں
نئی اور پُرانی، دونوں طرح کی کتابیں
تمام دنیا کے ہر قسم اور ہر درجہ کے نقشے
ہر قسم کی تعلیمی کتابوں کے مسلسل سلسلے
بچّوں کے لئے ہر قسم اور درجہ کا ذخیرہ
قیمتی سے قیمتی، اور سستے سے سستے ایڈیشن
آپ ہمارے عظیم ذخیرہ سے حاصل کرسکتے ہیں

ہمارے یہاں سے
ہر چھ ماہ کے بعد نئے ذخیرہ کی مفصّل فہرست شایع ہوا کرتی ہی۔

پر ٹوٹ پڑے:

انا زہیر وانا ابن القین   اذودہم بالسیف عن حسین
میں زہیر ہوں، ابن القین ہوں۔ اپنی تلوار کی نوک سے اُنھیں حسین سے دور کردونگا

صفیں درہم برہم کر ڈالیں۔ پھر لوٹے اور حضرت حسین کے شانے پر ہاتھ مار کر جوش سے یہ شعر پڑھے:

اقدم ہدیت ہادیا مہدیا   فالیوم تلقی جدک النبیا
بڑھ، خدانے تجھے ہدایت دی، آج تو اپنے نانا نبی سے ملاقات کریگا
وحسنًا والمرتضیٰ علیًا   وذا الجناحین الفتی الکمیا
اور حسن سے اور علی مرتضیٰ سے، اور بہادر جوان جعفر طیار سے
واسد اللہ الشہید الحیا
اور زندہ شہید اسد اللہ حمزہ سے!

پھر دشمن کی طرف لوٹے اور قتل کرتے رہے یہاں تک کہ قتل ہوگئے!

غفاری بھائیوں کی بہادری

اب آپ کے ساتھیوں نے دیکھا کہ دشمن کو روکنا ناممکن ہے چنانچہ انھوں طے کیا کہ آپکے سامنے ایک ایک کرکے قتل ہوجائیں۔ چنانچہ دو غفاری بھائی آگے بڑھے اور لڑنے لگے۔ یہ شعر اُن کی زبان پر جاری تھے:

قد علمت حقا بنو غفار   وخندف بعد بنی نزار
بنی غفار اور قبائل نزار نے اچھی طرح جان لیا ہے
لنضربن معشر الفجار   بکل عضب صارم تبار
کہ ہم بے پناہ شمشیر آبدار سے فاجروں کے ٹکڑے اُڑا دیں گے
یا قوم ذودوا عن بنی الاحرار   بالمشرفی والقنا الخطار
اے قوم! تلواروں اور نیزوں سے شریفوں کی حمایت کرو!

جابری لڑکوں کی فداکاری

انکے بعد دو جابری لڑکے سامنے آئے۔ دونوں بھائی تھے۔ زار قطار رو رہے تھے۔ حضرت نے اُنھیں دیکھا تو فرمانے لگے "اے میرے بھائی کے فرزندو! کیوں روتے ہو؟ واللہ مجھے یقین ہے ابھی چند لمحے بعد تمھاری آنکھیں ٹھنڈی ہوجائیں گی" اُنھوں نے گریہ سے ٹوٹی ہوئی آواز میں عرض کیا "ہم اپنی جان پر نہیں روتے۔ ہم آپ پر روتے ہیں۔ دشمن نے آپ کو گھیر لیا ہے اور ہم آپکے کچھ بھی کام نہیں آسکتے"۔ پھر دونوں نے بڑی ہی شجاعت سے لڑنا شروع کیا۔ بار بار چلاتے تھے "السلام علیک یا ابن رسول اللہ!" آپ جواب دیتے تھے "وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ!" اور وہ دشمن پر ٹوٹ پڑتے تھے۔ آخر دونوں شہید ہوگئے۔

حنظلہ بن اسعد کی شہادت

انکے بعد حنظلہ بن اسعد، حضرت کے سامنے آکر کھڑے ہوئے اور باآواز بلند دشمن سے مخاطب ہوئے "اے قوم! میں ڈرتا ہوں عاد وثمود کی طرح تمھیں بھی روز بد نہ دیکھنا پڑے! میں ڈرتا ہوں تم برباد نہ ہوجاؤ! اے قوم! حسین کو قتل نہ کرو، ایسا نہ ہو خدا تم پر عذاب نازل کردے!" بالآخر یہ بھی شہید ہوگئے۔

علی اکبر کی شہادت

غرضکہ یکے بعد دیگرے تمام اصحاب قتل ہوگئے۔ اب بنی ہاشم اور خاندان نبوت کی باری تھی۔ سب سے پہلے آپکے صاحبزادے علی اکبر میدان میں آئے اور دشمن پر حملہ کیا اُن کا رجز یہ تھا:

انا علی بن حسین بن علی   نحن ورب البیت اولی بالنبی
میں علی بن حسین بن علی ہوں۔ قسم رب کعبہ کی ہم نبی کے قرب کے زیادہ حقدار ہیں
تاللہ لایحکم فینا ابن الدعی
قسم خدا کی نامعلوم باپ کے لڑکے کا بیٹا ہم پر حکومت نہیں کریگا!

بڑی شجاعت سے لڑے۔ آخر مرہ بن منقذ العبدی کی تلوار سے شہید ہوگئے۔ ایک راوی کہتا ہے میں نے دیکھا کہ خیمہ سے ایک عورت تیزی سے نکلی۔ اتنی حسین تھی جیسے اُٹھتا ہوا سورج! وہ چلا رہی تھی "آہ! بھائی! آہ! بھتیجے!" میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا "زینب بنت فاطمہ بنت رسول اللہ صلعم!" لیکن حضرت حسین نے اُن کا ہاتھ پکڑ لیا اور خیمے میں پہونچا آئے۔ پھر علی کی نعش اُٹھائی اور خیمے کے سامنے لاکر رکھدی۔ (ایضًا)

ایک جوان رعنا

اِن کے بعد اہل بیت اور بنی ہاشم کے دوسرے جانفروش قتل ہوتے رہے یہاں تک کہ میدان میں ایک جوان رعنا نمودار ہوا وہ کرتہ پہنے، تہ بند باندہے، اور پاؤں میں نعل پہنے تھا۔ بائیں نعل کی ڈوری ٹوٹی ہوئی تھی۔ وہ اس قدر حسین تھا کہ اس کا چہرہ چاند کا ٹکڑا معلوم ہوتا تھا۔ شیر کی طرح بپھرتا آیا اور دشمن پر ٹوٹ پڑا۔ عمرو بن سعد ازدی نے اُس کے سر پر تلوار ماری۔ نوجوان چلایا "ہائے چچا!" اور زمین پر گر پڑا۔ آواز سنتے ہی حضرت حسین بھوکے باز کی طرح ٹوٹے اور غضبناک شیر کی طرح قاتل پر لپکے۔ بے پناہ تلوار کا وار کیا۔ قاتل نے ہاتھ اُٹھا دیا مگر ہاتھ کہنی سے کٹ کر اُڑ چکا تھا۔ زخم کھاکر قاتل نے پکارنا شروع کیا۔ فوج اُسے بچانے کے لئے ٹوٹ پڑی۔ مگر گھبراہٹ میں بچانے کی جگہ اُسے روند ڈالا۔ راوی کہتا ہے: جب غبار چھٹ گیا تو کیا دیکھتا ہوں حضرت حسین لڑکے کے سرہانے کھڑے ہیں۔ وہ ایڑیاں رگڑ رہا ہے۔ اور آپ فرما رہے ہیں "اُن کے لئے ہلاکت جنھوں نے تجھے قتل کیا ہے! قیامت کے دن تیرے نانا کو یہ کیا جواب دیں گے؟ بخدا تیرے چچا کے لئے یہ سخت حسرت کا مقام ہے کہ تو اُسے پکارے اور وہ جواب نہ دے، یا جواب دے مگر تجھے اُس کی آواز نفع نہ پہونچا سکے! افسوس تیرے چچا کے دشمن بہت ہوگئے اور دوست باقی نہ رہے!" پھر لاش اپنی گود میں اُٹھالی۔ لڑکے کا سینہ آپکے سینہ سے ملا ہوا تھا اور پاؤں زمین پر رگڑتے جاتے تھے۔ اس حال سے آپ اُسے لائے اور علی اکبر کی لاش کے پہلو میں لٹادیا۔ راوی کہتا ہے میں نے لوگوں سے پوچھا یہ کون ہے؟ جواب ملا "قاسم بن حسن بن علی بن ابی طالب"

مولود تازہ کی شہادت

حضرت حسین پھر اپنی جگہ پر کھڑے ہوگئے۔ عین اُسوقت آپکے یہاں لڑکا پیدا ہوا۔ وہ آپکے پاس لایا گیا۔ آپنے اُسے گود میں رکھا اور اُس کے کان میں اذان دینے لگے۔ اچانک ایک تیر آیا اور بچہ کے حلق میں پیوست ہوگیا۔ بچہ کی روح اُسی وقت پرواز کرگئی۔ آپنے تیر اُس کے حلق سے کھینچکر نکالا، خون سے چُلو بھرا اور اُس کے جسم پر ملنے اور فرمانے لگے "واللہ تو خدا کی نظر میں حضرت صالح کی اونٹنی سے زیادہ عزیز ہے اور محمد خدا کی نظر میں صالح سے زیادہ افضل ہیں! الٰہی! اگر تونے ہم سے اپنی نصرت روک لی ہے تو وہی کر جس میں بہتری ہے!" (یعقوبی وابن جریر وغیرہما)

بنی ہاشم کے مقتول

اسی طرح ایک ایک کرکے اکثر بنی ہاشم اور اہل بیت شہید ہوگئے۔ اِن میں سے ذیل کے نام مورخین نے محفوظ رکھے ہیں:

(۱) محمد بن ابی سعید بن عقیل (۲) عبداللہ بن مسلم بن عقیل (۳) عبداللہ بن عقیل (۴) عبدالرحمٰن بن عقیل (۵) جعفر بن عقیل (۶) محمد بن عبداللہ بن جعفر (۷) عون بن عبداللہ بن جعفر (۸) عباس بن علی (۹) عبداللہ بن علی (۱۰) عثمان بن علی (۱۱) محمد بن علی (۱۲) ابوبکر بن علی (۱۳) ابوبکر بن الحسن (۱۴) عبداللہ بن الحسن (۱۵) قاسم بن الحسن (۱۶) علی بن الحسین (۱۷) عبداللہ بن الحسین۔

ایک بچے کی شجاعت

اِن سب کے بعد اب خود آپ کی باری تھی۔ آپ میدان میں تنہا کھڑے تھے۔ دشمن یلغار کرکے آتے تھے مگر کسی کو وار کرنے کی ہمت نہیں پڑتی تھی۔ ہر ایک کی خواہش تھی کہ اس قتل کا گناہ دوسرے کے سر ڈالے لیکن شمر بن ذی الجوشن نے لوگوں کو برانگیختہ کرنا شروع کیا۔ ہر طرف سے آپ کو گھیر لیا گیا۔ اہل بیت کے خیمے میں عورتیں اور چند کم عمر لڑکے رہ گئے تھے۔ اندر سے ایک لڑکے نے آپ کو اس طرح گھرا دیکھا تو جوش سے بے خود ہوگیا اور خیمہ کی لکڑی لے کر دوڑ پڑا۔ راوی کہتا ہے اس کے کانوں میں دُر پڑے ہل رہے تھے۔ یہ گھبرایا ہوا دائیں بائیں دیکھتا ہوا چلا۔ حضرت زینب کی نظر پڑ گئی دوڑ کر پکڑ لیا۔ حضرت حسین نے بھی دیکھ لیا اور بہن سے کہا "روکے رہو۔ آنے نہ پائے" مگر لڑکے نے زور کرکے اپنے آپ کو چھڑا لیا اور حضرت کے پہلو میں پہنچ گیا۔ عین اسی وقت بحر بن کعب نے آپ پر تلوار اٹھائی۔ لڑکے نے فوراً ڈانٹ بتائی "او خبیث! میرے چچا کو قتل کریگا" سنگدل حملہ آور نے اپنی بلند تلوار لڑکے پر چھوڑ دی۔ اُسنے ہاتھ پر روکی۔ ہاتھ کٹ گیا۔ ذراسی کھال لگی رہ گئی۔ بچہ تکلیف سے چلایا۔ حضرت نے اُسے سینے سے چمٹا لیا اور فرمایا "صبر کر۔ اسے ثواب خداوندی کا ذریعہ بنا۔ اللہ تعالیٰ تجھے بھی تیرے صالح بزرگوں تک پہونچا دے گا۔ رسول اللہ صلعم، علی بن ابی طالب، حمزہ، جعفر اور حسن بن علی تک!"

حضرت حسین کی شجاعت

اب آپ پر ہر طرف سے نرغہ شروع ہوا۔ آپنے بھی تلوار چلانا شروع کی۔ پیدل فوج پر ٹوٹ پڑے اور تن تنہا اُس کے قدم اُکھاڑ دئیے۔ عبداللہ بن عمار، جو خود اس جنگ میں شریک تھا، روایت کرتا ہے کہ میں نے نیزے سے حضرت حسین پر حملہ کیا اور اُن کے بالکل قریب پہنچ گیا۔ اگر میں چاہتا تو قتل کرسکتا تھا مگر یہ خیال کرکے ہٹ گیا کہ یہ گناہ اپنے سر کیوں لوں۔ میں نے دیکھا دائیں بائیں ہر طرف سے اُن پر حملے ہو رہے تھے، لیکن وہ جس طرف مڑ جاتے تھے دشمن کو بھگا دیتے تھے۔ وہ اُسوقت کرتہ پہنے اور عمامہ باندہے تھے۔ واللہ میں نے کبھی کسی شکستہ دل کو جس کا گھر کا گھر خود اُس کی آنکھوں کے سامنے قتل ہوگیا ہو، ایسا شجاع، ثابت قدم، مطمئن، اور جری نہیں دیکھا۔ حالت یہ تھی کہ دائیں بائیں سے دشمن اس طرح بھاگ کھڑے ہوتے تھے جس طرح شیر کو دیکھ کر بکریاں بھاگ جاتی ہیں۔ دیر تک یہی حالت رہی۔ اسی اثنا میں آپ کی بہن زینب بنت فاطمہ (علیہا السلام) خیمہ سے باہر نکلیں۔ اُنکے کانوں میں بالیاں پڑی تھیں۔ وہ چلاتی تھیں "کاش آسمان، زمین پر ٹوٹ پڑے!" یہ وہ موقعہ تھا جبکہ عمر بن سعد حضرت حسین سے بالکل قریب ہوگیا تھا۔ زینب نے پکار کر کہا "اے عمر! کیا ابوعبداللہ تمھاری آنکھوں کے سامنے قتل ہوجائیں گے؟" عمر نے منہ پھیر لیا مگر اُس کے رخسار اور داڑہی پر آنسوؤں کی لڑیاں بہنے لگیں۔

آپکے حلق میں تیر پیوست ہوگیا

لڑائی کے دوران میں آپکو بہت سخت پیاس لگی۔ آپ پانی پینے فرات کی طرف چلے۔ مگر دشمن کب جانے دیتا تھا؟ اچانک ایک تیر آیا اور آپکے حلق میں پیوست ہوگیا۔ آپنے تیر کھینچ لیا پھر اپنے ہاتھ منہ کی طرف اُٹھائے تو دونوں چلو خون سے بھر گئے آپنے خون آسمان کی طرف اچھالا اور خدا کا شکر ادا کیا "الٰہی! میرا شکوہ تجھی سے ہے۔ دیکھ تیرے رسول کے نواسے سے کیا برتاؤ ہو رہا ہے!"

تو نیز بر سر بام آ کہ خوش تماشائیست!

شمر کو سرزنش

پھر آپ اپنے خیمے کی طرف لوٹنے لگے تو شمر اور اُس کے ساتھیوں

میں سے کوئی ایک بھی قابل قبول نہیں جو اُسنے پیش کی ہیں؟" ابن سعد نے کہا "بخدا اگر مجھے اختیار ہوتا تو ضرور منظور کرلیتا۔ مگر کیا کروں؟ تمھارا حاکم منظور نہیں کرتا"

حُر بن یزید یہ سُنکر اپنی جگہ پر لوٹ آیا۔ اس کے قریب خود اُس کے قبیلہ کا بھی ایک شخص کھڑا تھا۔ اس کا نام قرۃ بن قیس تھا۔ حُر نے اُس سے کہا "تم نے اپنے گھوڑے کو پانی پلا لیا؟" بعد میں قرہ کہا کرتا تھا حُر کے اس سوال ہی سے میں سمجھ گیا تھا کہ وہ لڑائی میں شریک ہونا نہیں چاہتا اور مجھے ٹالنا چاہتا ہے تاکہ اُس کی شکایت حاکم سے نہ کردوں "میں نے گھوڑے کو پانی نہیں پلایا ہے میں ابھی جاتا ہوں،" یہ کہکر میں دوسری طرف روانہ ہوگیا۔ میرے الگ ہوتے ہی حُر نے امام حسین کی طرف آہستہ آہستہ بڑھنا شروع کیا۔

اس کے قبیلہ کے ایک شخص مہاجر بن اوس نے کہا "کیا تم حسین پر حملہ کرنا چاہتے ہو؟" حُر خاموش ہوگیا۔ مہاجر کو شک ہوا۔ کہنے لگا:

"تمھاری خاموشی مشتبہ ہے۔ میں نے کبھی کسی جنگ میں تمھاری یہ حالت نہیں دیکھی۔ اگر مجھ سے پوچھا جائے کہ کوفہ میں سب سے بڑا بہادر کون ہے؟ تو تمھارے نام کے سوا کوئی نام میری زبان پر نہیں آسکتا۔ پھر یہ تم اس وقت کیا کررہے ہو؟"

حُر نے سنجیدگی سے جواب دیا:

"بخدا میں جنت یا دوزخ کا انتخاب کررہا ہوں۔ واللہ میں نے جنت منتخب کرلی اگرچہ مجھے ٹکڑے ٹکڑے کرڈالا جائے"

یہ کہا اور گھوڑے کو ایڑ لگاکر لشکر حسین میں پہنچ گیا!

حضرت حسین کی خدمت میں پہنچکر کہا "ابن رسول اللہ میں ہی وہ بدبخت ہوں جسنے آپ کو لوٹنے سے روکا، راستہ بھر آپکا پیچھا کیا، اور اس جگہ اُترنے پر مجبور کیا۔ خدا کی قسم، میرے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہ تھی کہ یہ لوگ آپ کی شرطیں منظور نہیں کریں گے اور آپکے معاملہ میں اس حد تک پہنچ جائیں گے۔ واللہ اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ وہ ایسا کرینگے تو ہرگز اس حرکت کا مرتکب ہوتا۔ میں اپنے قصوروں پر نادم ہوکر توبہ کے لئے آپکے پاس آیا ہوں۔ میں آپ کے قدموں پر قتل ہوجانا چاہتا ہوں۔ کیا آپکے خیال میں یہ میری توبہ کے لئے کافی ہوگا؟"

حضرت نے شفقت سے فرمایا "ہاں، خدا تیری توبہ قبول کرے تجھے بخش دے۔ تیرا نام کیا ہے؟" اُسنے کہا "حُر بن یزید" فرمایا، "تو حُر (یعنی آزاد) ہی ہے جیسا کہ تیری ماں نے تیرا نام رکھ دیا ہے۔ تو دُنیا اور آخرت میں انشاء اللہ حُر ہے"

کوفیوں سے حُر کا خطاب

پھر حُر، دشمن کی صفوں کے سامنے پہونچا اور کہا "اے لوگو! حسین کی پیش کی ہوئی شرطوں میں سے کوئی شرط منظور کیوں نہیں کرلیتے تاکہ خدا تمھیں اس امتحان سے بچالے؟" لوگوں نے جواب دیا "یہ ہمارے سردار عمر بن سعد موجود ہیں، جواب دیں گے" عمر نے کہا "میری دلی خواہش تھی کہ اُن کی شرطیں منظور کرسکتا"

اس کے بعد حُر نے نہایت جوش و خروش سے تقریر کی اور اہل کوفہ کو اُن کی بدعہدی و غدر پر شرم و غیرت دلائی۔ لیکن اُس کے جواب میں اُنھوں نے تیر برسانا شروع کردیا۔ ناچار خیمہ کی طرف لوٹ آیا۔

جنگ کا آغاز

اس واقعہ کے بعد عمر بن سعد نے اپنی کمان اُٹھائی اور لشکر حسین کی طرف یہ کہہ کر تیر پھینکا "گواہ رہو، سب سے پہلا تیر میں نے چلایا ہے" پھر تیر باری شروع ہوگئی۔ تھوڑی دیر بعد زیاد بن ابیہ اور عبید اللہ بن زیاد کے غلام یسار اور سالم میدان میں نکلے اور مبارز طلب کی۔ قدیم طرز جنگ میں مبارزت کا طریقہ یہ تھا کہ فریقین کے لشکر سے ایک ایک جنگ آزما نکلتا اور پھر دونوں باہم گر پیکار کرتے۔ لشکر حسین سے حبیب بن مظاہر اور بُریر بن حضیر نکلنے لگے، مگر حضرت حسین نے اُنھیں منع کیا۔ عبد اللہ بن عمیر الکلبی نے کھڑے ہوکر عرض کیا: "مجھے اجازت دیجئے" یہ شخص اپنی بیوی کے ساتھ حضرت کی حمایت کے لئے کوفہ سے چلکر آیا تھا۔ سیاہ رنگ، تنومند، کشادہ سینہ تھا، آپنے اُس کی صورت دیکھ کر فرمایا "بیشک یہ مرد میدان ہے" اور اجازت دی۔ عبد اللہ نے چند پھیروں میں دونوں حریف زیر کرکے قتل کرڈالے اُس کی بیوی ام وہب ہاتھ میں لاٹھی لئے کھڑی تھی اور جنگ کی ترغیب دیتی جاتی تھی۔ پھر یکایک اُسے اس قدر جوش آیا کہ میدان جنگ کی طرف بڑھنے لگی۔ حضرت حسین یہ دیکھ کر بہت متاثر ہوئے۔ فرمایا "اہل بیت کی طرف سے خدا تمھیں جزائے خیر دے لیکن عورتوں کے ذمہ لڑائی نہیں ہے"

گھٹنے ٹیک کر نیزے سیدھے کردئیے

اس کے بعد ابن سعد کے میمنہ نے حملہ کیا۔ جب بالکل قریب پہنچ گئے تو حضرت کے رفقاء زمین پر گھٹنے ٹیک کر کھڑے ہوگئے اور نیزے سیدھے کردئیے۔ نیزوں کے مُنہ پر گھوڑے بڑھ نہ سکے اور لوٹنے لگے حضرت کی فوج نے اس موقعہ سے فائدہ اُٹھایا اور تیر مار کر کئی آدمی قتل اور زخمی کرڈالے۔

عام حملہ

اب باقاعدہ جنگ جاری ہوگئی۔ طرفین سے ایک ایک دو دو جواں مرد نکلتے تھے اور تلوار کے جوہر دکھاتے تھے۔ حضرت حسین کے طرفداروں کا پلہ بھاری تھا۔ جو سامنے آتا تھا مارا جاتا تھا۔ میمنہ کے سپہ سالار عمرو بن الحجاج نے یہ حالت دیکھی تو پکار اُٹھا "بیوقوفو! پہلے جان لو کن سے لڑرہے ہو؟ یہ لوگ جان پر کھیلے ہوئے ہیں۔ تم اسی طرح ایک ایک کرکے قتل ہوتے جاؤگے۔ ایسا نہ کرو۔ یہ مٹھی بھر ہیں۔ پتھروں سے انھیں مارسکتے ہو" عمر بن سعد نے یہ رائے پسند کی اور حکم دیا کہ مبارزت موقوف کی جائے اور عام حملہ شروع ہو۔ چنانچہ میمنہ آگے بڑھا اور کشت و خون شروع ہوگیا۔ ایک گھڑی بعد لڑائی رُکی تو نظر آیا کہ حسینی فوج کے نامور بہادر مسلم بن عوسجہ خاک و خون میں پڑے ہیں۔ حضرت حسین دوڑکر لاش پر پہنچے۔ ابھی سانس باقی تھی۔ آہ سرد بھر کر فرمایا "مسلم! تجھ پر خدا کی رحمت! فمنهم من قضى نحبه و منهم من ينتظر وما بدلوا تبديلا!" مسلم بن عوسجہ اس جنگ میں آپکی جانب سے پہلے شہید تھے (ابن جریر، کامل)

گھوڑے بیکار ہوگئے

میمنہ کے بعد میسرہ نے یورش کی۔ شمر بن ذی الجوشن اس کا سپہ سالار تھا۔ حملہ بہت ہی سخت تھا۔ مگر حسینی میسرے نے بڑی ہی بہادری سے مقابلہ کیا۔ اس بازو میں صرف ۳۲ سوار تھے۔ جس طرف ٹوٹ پڑتے تھے، صفیں اُلٹ جاتی تھیں۔ آخر طاقتور دشمن نے محسوس کرلیا کہ کامیابی ناممکن ہے۔ چنانچہ فوراً نئی کمک طلب کی بہت سے سپاہی اور پانسو تیر انداز مدد کو پہنچ گئے۔ انھوں نے آتے ہی تیر برسانا شروع کردئیے۔ تھوڑی دیر میں حسینی فوج کے تمام گھوڑے بیکار ہوگئے اور سواروں کو پیدل ہوجانا پڑا۔

حُر کی شجاعت

ایوب بن مشرح روایت کرتا ہے کہ حُر بن یزید کا گھوڑا خود میں نے زخمی کیا تھا۔ میں نے اُسے تیروں سے چھلنی کرڈالا۔ حُر بن یزید زمین پر کود پڑے۔ تلوار ہاتھ میں تھی۔ بالکل شیر ببر معلوم ہوتے تھے۔ تلوار ہر طرف متحرک تھی اور یہ شعر زبان پر تھا:

ان تعقروا بی فانا ابن الحر   اشجع من ذی لبد ہزبر

اگر تم نے میرا گھوڑا بیکار کردیا تو کیا ہوا؟ میں شریف کا بیٹا ہوں، خوفناک شیر سے بھی زیادہ بہادر ہوں!

خیمے جلادئیے

لڑائی اپنی پوری ہولناکی سے جاری تھی۔ اب دوپہر ہوگئی مگر کوئی فوج غلبہ حاصل نہ کرسکی۔ وجہ یہ تھی کہ حسینی فوج نے تمام خیمے ایک جگہ کردئیے تھے اور دشمن صرف ایک ہی رُخ سے حملہ کرسکتا تھا۔ عمر بن سعد نے یہ دیکھا تو خیمے اکھاڑ ڈالنے کے لئے آدمی بھیجے حسینی فوج کے صرف ۴-۵ آدمی یہاں مقابلہ کے لئے کافی ثابت ہوئے خیموں کی آڑ سے دشمن کے آدمی قتل کرنے لگے۔ جب یہ صورت بھی ناکام رہی تو عمر بن سعد نے خیمے جلاڈالنے کا حکم دیا۔ سپاہی آگ لے کر دوڑے۔ حسینی فوج نے یہ دیکھا تو مضطرب ہوئی۔ مگر حضرت حسین نے فرمایا "کچھ پرواہ نہیں۔ جلانے دو۔ یہ ہمارے لئے اور بھی زیادہ بہتر ہے۔ اب وہ پیچھے سے حملہ نہیں کرسکیں گے" اور ہوا بھی یہی۔

ام وہب کا قتل

اسی اثنا میں زہیر بن القین نے شمر پر زبردست حملہ کیا اور اُس کی فوج کے قدم اُکھاڑ دئیے۔ مگر کبتک؟ ذرا دیر کے بعد پھر دشمن کا ہجوم ہوگیا۔ اب حسینی لشکر کی بے بسی صاف ظاہر تھی۔ بہت سے لوگ قتل ہوچکے تھے۔ کئی نامی سردار مارے جاچکے تھے حتی کہ عبد اللہ بن عمیر کلبی بھی، جس کا ذکر اوپر گزرچکا، قتل ہوچکا تھا۔ اُس کی بہادر بیوی ام وہب بھی شہید ہوچکی تھی۔ یہ میدان جنگ میں بیٹھی اپنے مقتول شوہر کے چہرے سے مٹی صاف کررہی تھی اور یہ کہتی جاتی تھی "تجھے جنت مبارک ہو!" شمر نے اسے دیکھا اور قتل کروا ڈالا۔ (ابن جریر۔ شرح نہج البلاغہ)

نماز پڑھنے نہیں دی

ابو ثمامہ عمرو بن عبد اللہ صائدی نے اپنی بے بسی کی حالت محسوس کی اور حضرت حسین سے عرض کیا "دشمن اب آپ سے بالکل قریب آگیا ہے۔ واللہ آپ اُسوقت تک قتل ہونے نہیں پائیں گے جب تک میں قتل نہ ہوجاؤں لیکن میری آرزو ہے کہ اپنے رب سے نماز پڑھ کر ملوں جس کا وقت آگیا ہے" یہ سُنکر حضرت نے سر اُٹھایا اور فرمایا "دشمنوں سے کہو ہمیں نماز کی مہلت دیں" مگر دشمن نے درخواست منظور نہیں کی اور لڑائی جاری رہی۔

حبیب اور حُر کی شہادت

یہ وقت بہت سخت تھا۔ دشمن نے اپنی پوری قوت لگادی تھی۔ غضب یہ ہوا کہ حسینی میسرہ کے سپہ سالار حبیب بن مظاہر بھی قتل ہوگئے۔ گویا فوج کی کمر ٹوٹ گئی۔ حبیب کے بعد ہی حُر بن یزید کی باری تھی۔ وہ جوش سے یہ شعر پڑھتے ہوئے دشمن کی صفوں میں گھس پڑے:

آلیت لا اُقتل حتی اَقتلا   ولن اُصاب الیوم الا مقبلا

میں نے قسم کھائی ہے کہ قتل نہیں ہونگا جب تک قتل نہ کرلوں، اور مرونگا تو اسی حالمیں دونگا کہ آگے بڑھ رہا ہونگا!

اضربہم بالسیف ضربا مقصلا   لا ناکلا عنہم ولا مہللا

انہیں تلوار کی کاری ضربوں سے ماروں گا، نہ بھاگوں گا نہ ڈرونگا!

زہیر کی شہادت

چند لمحے کی بات تھی۔ حُر زخموں سے چور ہوکر گرے اور جان بحق تسلیم ہوگئے۔ اب ظہر کا وقت ختم ہورہا تھا۔ حضرت نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ صلوۃ الخوف پڑھی۔ نماز کے بعد دشمن کا دباؤ اور بھی زیادہ ہوگیا۔ اس موقعہ پر آپکے میمنہ کے سپہ سالار زہیر بن القین نے میدان اپنے ہاتھ میں لے لیا اور شعر پڑھتے ہوئے دشمن

حکم دیتا ہی کہ مجرم کو سزا دیجائے۔

کیوں؟

اس لئے کہ اُسنے چوری کی ہی۔

اُس بدبخت نے چوری کیوں کی؟

اس لئے کہ وہ انسان ہی، اور انسان بھوک کا عذاب برداشت نہیں کرسکتا۔ اس لئے کہ وہ شوہر ہے، اور شوہر اپنی بیوی کو بھوک سے ایڑیاں رگڑتے دیکھ نہیں سکتا۔ اس لئے کہ وہ باپ ہی، اور باپ کی طاقت سے باہر ہے کہ اپنے بچوں کے اُن آنسوؤں کا نظارہ کرسکے جو بھوک کی اذیت سے اُن کے معصوم چہروں پر بہ رہے ہوں!

پھر اگر بدقسمت انسان قیدخانہ اور تازیانے کی سزائیں جھیل کر بھی اس قابل نہیں ہوجاتا کہ بغیر غذا کے زندہ رہ سکے، تو "مقدس انصاف" اصلاح اور انسانیت کا آخری قدم اُٹھاتا ہے، اور کہتا ہی اسے سولی کے تختے پر لٹکا دو! یہ گویا انسان کے پاس اُس کے ابناء جنس کی مصیبتوں اور شقاوتوں کا آخری علاج ہے!

یہ ہی انسان کی شہری اور متمدن زندگی کا اخلاق! وہ خود ہی انسان کو بُرائی پر مجبور کرتا ہی اور خود ہی سزا بھی دیتا ہی۔ پھر ظلم اور بے رحمی کے اس تسلسل کو "انصاف" کے نام سے تعبیر کرتا ہی۔ اُس "انصاف" کے نام سے، جو دنیا کی سب سے زیادہ مشہور مگر سب سے زیادہ غیر موجود حقیقت ہی!

* * *

چوتھی صدی ہجری کا بغداد دنیا کا سب سے بڑا شہر اور انسانی تمدن کا سب سے بڑا مرکز تھا۔ اس لئے ضروری تھا کہ انسانی آبادی و تمدن کے یہ تمام لازمی نتائج موجود ہوتے۔ گندگی میں مکھیاں اور دلدل میں مچھر اُس تیزی سے پیدا نہیں ہوتے جس تیزی سے شہروں کی آب و ہوا جرم اور مجرموں کو پیدا کرتی ہی۔ بغداد کے قیدخانے مجرموں سے بھرے ہوئے تھے۔ پھر بھی اسکی آبادیوں میں مجرموں کی کوئی کمی نہ تھی!

* * *

بغداد میں آج کل جس طرح حضرت شیخ جنید بغدادیؒ کی زندگی و درویشی کی شہرت ہی، اُسی طرح ابن ساباط کی چوری اور عیاری بھی مشہور ہی۔ پہلی شہرت نیکی کی ہی۔ دوسری بدی کی۔ دُنیا میں بدی، نیکی کی ہر چیز کی طرح، اُس کی شہرت کا بھی مقابلہ کرنا چاہتی ہے اگرچہ نہیں کرسکتی۔

دس برس سے ابن ساباط مدائن کے محبس میں قید ہی۔ اُس کے خوفناک حملوں سے لوگ محفوظ ہوگئے ہیں۔ تاہم اُسکی عیاریوں اور بے باکیوں کے افسانے لوگ بھولے نہیں۔ وہ جب کبھی کسی دلیرانہ چوری کا حال سنتے ہیں تو کہنے لگتے ہیں "یہ دوسرا ابن ساباط ہی" اس دس برس کے اندر کتنے ہی نئے ابن ساباط پیدا ہوگئے مگر پرانے ابن ساباط کی شہرت کا کوئی مقابلہ نہ کرسکا۔ بغداد والوں کی بول چال میں وہ "جرائم کا شیطان اور برائیوں کا عفریت" تھا!

ابن ساباط کے خاندانی حالات عوام کو بہت کم معلوم ہیں۔ جب وہ پہلی مرتبہ سوق التجارین میں چوری کرتا ہوا گرفتار ہوا تو کوتوالی میں اس کے حالات کی تفتیش کی گئی۔ معلوم ہوا یہ بغداد کا باشندہ نہیں ہی۔ اس کے ماں باپ طوس سے ایک قافلہ کے ساتھ آرہے تھے۔ راہ میں بیمار پڑے اور مرگئے۔ قافلہ والوں کو رحم آیا اور اپنے ساتھ بغداد پہنچا دیا۔ یہ اب سے دو برس پیشتر کی بات ہی۔ یہ دو برس اسنے کہاں اور کیونکر بسر کئے؟ اس کا حال کچھ معلوم نہ ہوسکا۔ گرفتاری کے وقت اُس کی عمر بمشکل سولہ برس کی تھی۔ کوتوالی کے چبوترے پر لٹا کر تازیانے مارے گئے اور چھوڑ دیا گیا۔

اس پہلی سزا نے اُس کی طبیعت پر کچھ عجیب طرح کا اثر ڈالا۔ وہ اب تک ایک ڈرا سہما کمسن لڑکا تھا۔ اب اچانک ایک دلیر اور بے باک مجرم کی روح اُس کے اندر پیدا ہوگئی۔ گویا اُس کی تمام شقاوتیں اپنے ظہور کے لئے تازیانے کی ضرب کی منتظر تھیں۔ مجرمانہ اعمال کے تمام بھید اور بدیوں گناہوں کے تمام مخفی طریقے جو کبھی اُس کے وہم و گمان میں بھی نہیں گزرے تھے، اب اس طرح اُس پر کھل گئے، گویا ایک تجربہ کار اور مشاق مجرم کا دماغ اُس کے سر میں اُتار دیا گیا۔ تھوڑے ہی دنوں کے اندر وہ ایک پکا عیار اور ایک چھٹا ہوا جرائم پیشہ انسان تھا!

اب وہ چھوٹی چھوٹی چوریاں نہیں کرتا تھا۔ پہلی مرتبہ جب اُسنے چوری کی تھی، تو دو دن کی بھوک اُسے نان بائی کی دکان پر لے گئی تھی۔ لیکن اب وہ بھوک سے بے بس ہوکر نہیں بلکہ جرم کے ذوق سے وارفتہ ہوکر چوری کرتا تھا۔ اس لئے اُس کی نگاہیں نان بائی کی روٹیوں پر نہیں بلکہ صرافوں کی تھیلیوں اور سوداگروں کے ذخیروں پر پڑتی تھیں۔ دن ہو یا رات، بازار کی منڈی ہو یا امیر کا دیوانخانہ، ہر وقت اور ہر جگہ اُس کی کارستانیاں جاری رہتیں۔ اُس کے اندر ایک فاتح کا جوش تھا، سپہ سالار کا سا عزم تھا، سپاہی کی مردانگی تھی، مدبر کی سی دانشمندی تھی، لیکن دنیا نے اُس کے لئے یہی پسند کیا کہ وہ بغداد کے بازاروں کا چور ہو۔ اس لئے اُس کی فطرۃ کے تمام جوہر اسی راہ میں نمایاں ہونے لگے۔ افسوس، فطرۃ کس فیاضی سے بخشتی ہی، مگر انسان کس بے دردی سے برباد کرتا ہی!

* * *

کچھ دنوں کے بعد جب ابن ساباط کی دراز دستیاں حد سے بڑھ گئیں تو حکومت کو خصوصیت کے ساتھ توجہ ہوئی۔ آخر ایک دن گرفتار کرلیا گیا۔ اب یہ ایک کمسن لڑکا نہ تھا۔ شہر کا سب سے بڑا چور تھا۔ عدالت نے فیصلہ کیا کہ ایک ہاتھ کاٹ ڈالا جائے۔ فوراً تعمیل ہوئی، اور جلاد نے ایک ہی ضرب میں اسکا پہنچا الگ کردیا۔

ابن ساباط کے ہاتھ کا کٹنا، کٹنا نہ تھا، بلکہ سیکڑوں نئے ہاتھوں کو اُس کے شانے سے جوڑ دینا تھا۔ معلوم ہوتا ہی، دنیا کے سارے شیطان اور عفریت اس واقعہ کے انتظار میں تھے۔ جونہی اُس کا ہاتھ کٹا، اُنھوں نے اپنے سیکڑوں ہاتھ اُس کے حوالے کردیئے۔ اب اُسنے عراق کے تمام چور اور عیار جمع کرکے اپنا اچھا خاصہ جتھا بنالیا اور فوجی ساز و سامان کے ساتھ لوٹ مار شروع کردی۔ تھوڑے ہی عرصہ کے اندر اُس کے دلیرانہ حملوں نے تمام عراق میں تہلکہ مچادیا۔ وہ قافلوں پر حملے کرتا، دیہاتوں میں ڈاکے ڈالتا، محل سراؤں میں نقب لگاتا، سرکاری خزانے لوٹ لیتا، اور پھر یہ سب کچھ اس ہوشیاری اور فرزانگی کے ساتھ کرتا کہ اُس پر یا اُسکے ساتھیوں پر کوئی آنچ نہ آتی۔ ہر موقعہ پر صاف بچکر نکل جاتا۔ لوگ جب اُس کے مجرمانہ کارنامے سنتے تو دہشت و حیرت سے مبہوت رہجاتے۔ "یہ ڈاکو نہیں ہی جرم کی ایک خبیث روح ہی۔ وہ انسان کو لوٹ لیتی ہی مگر انسان اُسے چھو نہیں سکتا!" یہ بغداد والوں کا متفقہ فیصلہ تھا!

* * *

مگر ظاہر ہے، یہ حالت کب تک جاری رہ سکتی تھی؟ آخر وہ وقت آگیا کہ ابن ساباط تیسری مرتبہ قانون کے پنجے میں گرفتار ہوجائے۔ ایک موقعہ پر جب اُسنے اپنے تمام ساتھیوں کو بحفاظت نکال دیا تھا اور خود نکل بھاگنے کی طیاری کر رہا تھا، حکومت کے سپاہی پہنچ گئے اور گرفتار کرلیا۔

اس مرتبہ وہ ایک رہزن اور ڈاکو کی حیثیت میں گرفتار ہوا تھا اس کی سزا قتل تھی۔ ابن ساباط نے جب دیکھا کہ جلاد کی تلوار سر پر چمک رہی ہی تو اس کے مجرمانہ خصائل نے اچانک ایک دوسرا رنگ اختیار کرلیا۔ وہ طیار ہوگیا کہ اپنے بچاؤ کے لئے اپنے ساتھیوں کی جانیں قربان کردے۔ اُسنے عدالت سے کہا۔ اگر اُسے قتل کی سزا نہ دی جائے تو وہ اپنے جتھے کے تمام چور گرفتار کرادے گا۔ عدالت نے منظور کرلیا۔ اس طرح ابن ساباط خود تو قتل سے بچ گیا لیکن اُس کے سو سے زیادہ ساتھی اُس کی نشان دہی پر موت کے گھاٹ اُتار دیئے گئے! ان سو چوروں میں ایک بھی ایسا نہ تھا جسنے قتل ہونے سے پہلے ابن ساباط کے نام پر لعنت نہ بھیجی ہو۔ بدعہدی اور بے وفائی ایسی بُرائی ہی جسے بُرے بھی سب سے بڑی بُرائی سمجھتے ہیں۔ ابن ساباط نے اپنے اس طرز عمل سے ثابت کردیا کہ وہ جرم سے بھی بڑھ کر بُرائی کا کوئی ایک درجہ رکھتا تھا!

* * *

بہر حال اب ابن ساباط مدائن کے قیدخانہ میں زندگی کے دن پورے کر رہا ہی۔ اُس کی آخری گرفتاری پر دس برس گزر چکے ہیں دس برس کا زمانہ اس کے لئے کم مدت نہیں ہی کہ ایک مجرم کی سیاہ کاریاں بھلادی جائیں، لیکن ابن ساباط جیسے مجرم کے کارنامے مدتوں تک نہیں بھلائے جاسکتے۔ دس برس گزرنے پر بھی اُس کے دلیرانہ جرائم کا ذکر بچہ بچہ کی زبان پر ہی۔ لوگوں کو یہ بات تو کبھی بھولے سے بھی یاد نہیں آتی کہ ابن ساباط ہے کہاں اور کس حالت میں؟ کیونکہ یہ معلوم کرنے کی اُنھیں ضرورت بھی نہیں ہی۔ البتہ وہ اُس کے دلیرانہ کارنامے بھولنا نہیں چاہتے، کیونکہ اس تذکرہ میں اُن کے لئے لطف اور دلچسپی ہی۔ اُنہیں ابن ساباط کی نہیں، اپنی دلچسپیوں کی فکر ہی!

* * *

انسان کی بے مہریوں کی طرح اُس کی دلچسپیوں کا بھی کیسا عجیب حال ہی؟ وہ عجیب عجیب اور غیر معمولی باتیں دیکھ کر خوش ہوتا ہی، لیکن اس کی پرواہ نہیں کرتا کہ اس کی دلچسپی کا یہ تماشا کیسی کیسی مصیبتوں اور شقاوتوں کی پیدائش کے بعد ظہور میں آسکا ہی؟ اگر ایک چور دلیری کے ساتھ چوری کرتا ہی تو یہ اُس کے لئے بڑی ہی دلچسپی کا واقعہ ہی۔ وہ اُس کی صورت دیکھنے کے لئے بیقرار ہوجاتا ہی۔ وہ گھنٹوں اسپر رائے زنی کرتا ہی اور وہ تمام اخبار خرید لیتا ہی جن میں اُس کی تصویر چھپی ہو یا اُس کا تذکرہ کیا گیا ہو۔ لیکن اس واقعہ میں چور کے لئے کیسی شقاوت ہی؟ اور جس مسکین کا مال چوری گیا ہی اُس کے لئے کیسی مصیبت ہی؟ اس کے سوچنے کی وہ کبھی زحمت گوارا نہیں کرتا!

اگر ایک مکان میں آگ لگ جائے تو انسان کے لئے یہ بڑا ہی دلچسپ نظارہ ہوتا ہی۔ سارا شہر امنڈ آتا ہی۔ جس کسی کو دیکھو بے تحاشا دوڑا جاتا ہی لوگ اس نظارہ کے شوق میں اپنا کھانا پینا تک بھول جاتے ہیں اگر چند زندہ انسانوں کے جھلسے ہوئے چہرے آگ کے شعلوں کے اندر نمودار ہوجائیں اور اُن کی چیخیں اتنی بلند ہوں کہ دیکھنے والوں کے کانوں تک پہنچ سکیں، تو پھر اس نظارہ کی دلچسپی انتہائی حد تک پہنچ جاتی ہی، تماشائی جوش نظارہ میں مجنون ہوکر ایک دوسرے پر گرنے لگتے ہیں۔ لیکن انسانی دلچسپی کے اس جہنمی منظر میں اُس مکان اور اُسکے مکینوں کے لئے کیسی ہلاکت اور تباہی ہی؟ اور جان و مال کی کیسی اتلاک

نے یہاں بھی تعرض کیا۔ حضرت نے محسوس کیا کہ ان کی نیت خراب ہے۔ خیمہ لوٹنا چاہتے ہیں۔ فرمایا "اگر تم میں دین نہیں اور تم روز آخرت سے ڈرتے نہیں، تو کم سے کم دنیا وی شرافت پر تو قائم رہو۔ میرے خیمے کو اپنے جاہلوں اور اوباشوں سے محفوظ رکھو" شمر نے جواب دیا "اچھا ایسا ہی کیا جائے گا۔ اور آپ کا خیمہ محفوظ رہے گا"

آخری تنبیہ

اب بہت دیر ہو چکی تھی۔ راوی کہتا ہے کہ دشمن اگر چاہتا تو آپ کو بہت پہلے قتل کر ڈالتا۔ مگر یہ گناہ، کوئی بھی اپنے سر لینا نہیں چاہتا تھا۔ آخر شمر بن ذی الجوشن چلایا "تمھارا برا ہو! کیا انتظار کر رہے ہو؟ کیوں کام تمام نہیں کرتے؟" اب ہر طرف سے پھر نرغہ ہوا آپنے پکار کر کہا "کیا میرے قتل پر ایک دوسرے کو ابھارتے ہو؟ واللہ میرے بعد کسی بندے کے قتل پر بھی خدا اتنا ناخوش نہیں ہوگا جتنا میرے قتل پر ناخوش ہوگا"

شہادت!

مگر اب وقت آچکا تھا۔ زرعہ بن شریک تمیمی نے آپکے بائیں ہاتھ کو زخمی کیا۔ پھر شانے پر تلوار ماری۔ آپ کمزوری سے لڑکھڑائے۔ لوگ ہیبت سے پیچھے ہٹے۔ مگر سنان بن انس نخعی نے بڑھ کر نیزہ مارا اور آپ زمین پر گر پڑے۔ اُسنے ایک شخص سے کہا "سر کاٹ لے"۔ وہ سر کاٹنے کے لئے لپکا مگر جرأت نہ ہوئی۔ سنان بن انس نے دانت پیس کر کہا "خدا تیرے ہاتھ شل کر ڈالے!" پھر خود گھوڑے سے اُترا۔ آپکو ذبح کیا اور سر، تن سے جُدا کر لیا!

جعفر بن محمد بن علی سے مروی ہے کہ قتل کے بعد دیکھا گیا کہ آپکے جسم پر نیزے کے ۳۳ زخم اور تلوار کے ۳۴ گھاؤ تھے!

قاتل

سنان بن انس قاتل کے دماغ میں کسی قدر فتور تھا۔ قتل کے وقت اُس کی عجیب حالت تھی۔ جو شخص بھی حضرت کی نعش کے قریب آتا، وہ اُسپر حملہ آور ہوتا تھا۔ وہ ڈرتا تھا کوئی دوسرا اُن کا سر کاٹ نہ لے جائے۔ قاتل نے سر کاٹ کر خولی بن یزید اصبحی کے حوالہ کیا اور خود عمر بن سعد کے پاس دوڑتا گیا۔ خیمہ کے سامنے کھڑا ہو کر چلایا:

اوقر رکابی فضۃ وذہبا انا قتلت الملک المحجبا
مجھے چاندی سونے سے لاد دو، میں نے بڑا بادشاہ مارا ہے!
قتلت خیر الناس اما وابا وخیرہم اذ ینسبون نسبا
میں نے اسے قتل کیا ہے جسکے ماں باپ سب سے افضل ہیں اور جو اپنے نسب میں سب سے اچھا ہے!

عمر بن سعد نے اُسے اندر بلا لیا۔ بہت خفا ہوا۔ کہنے لگا "واللہ تو مجنون ہے!" پھر اپنی لکڑی سے اُسے مار کر کہا "پاگل! ایسی بات کہتا ہے۔ بخدا اگر عبید اللہ بن زیاد سنتا تو تجھے ابھی مروا ڈالتا!"

(ابن جریر)

لوٹ کھسوٹ

قتل کے بعد کوفیوں نے آپکے بدن کے کپڑے تک اُتار لئے پھر آپکے خیمے کی طرف بڑھے۔ زین العابدین بستر بیمار پر پڑے تھے۔ شمر اپنے چند سپاہیوں کے ساتھ پہونچا اور کہنے لگا "اسے بھی کیوں نہ قتل کر ڈالیں؟" لیکن اس کے بعض ساتھیوں نے مخالفت کی، کہا "کیا بچوں کو بھی مار ڈالوگے؟" اسی اثنا میں عمر بن سعد بھی آگیا اور حکم دیا "کوئی عورتوں کے خیمے میں نہ گھسے۔ اس بیمار کو کوئی نہ چھیڑے۔ جس کسی نے خیمہ کا کوئی اسباب لوٹا ہو واپس کر دے" زین العابدین نے یہ سنکر اپنی بیمار آواز سے کہا "عمر بن سعد! خدا تجھے جزا ء خیر دے! تیری زبان نے ہمیں بچا لیا"۴

نعش روند ڈالی

عمر بن سعد کو حکم تھا کہ حسین کی نعش گھوڑوں کی ٹاپوں سے روند ڈالے۔ اب اس کا وقت آیا۔ اُسنے پکار کر کہا "اس کام کے لئے کون طیار ہے؟" دس آدمی طیار ہوئے اور گھوڑے دوڑا کر جسم مبارک روند ڈالا!

چوں بگزرد نظری خونین کفن بہ حشر ❊ خلقے فغاں کنند کہ این ادخواہ کیست؟

اس جنگ میں حضرت حسین کے ۷۲ آدمی مارے گئے اور کوفی فوج کے ۸۸ مقتول ہوئے (ابن جریر۔ کامل۔ یعقوبی) (باقی)

افسانہ

محبت اور قربانی
یا
انتقام اور سزا؟

وکٹر ہیوگو کا "بشپ" اور تاریخ اسلام کا "بغدادی"

درس وفا اگر بود زمزمۂ محبتے
جمعہ بہ مکتب آورد طفل گریز پائے را!

(دوسرا حصہ)

ہجرہ کی تیسری صدی قریب الاختتام ہے۔ بغداد کے تخت خلافت پر المعتضد باللہ عباسی متمکن ہے۔ معتصم کے زمانے سے دار الخلافہ کا شاہی اور فوجی مستقر سامرہ میں منتقل ہو گیا ہے۔ پھر بھی سرزمین بابل کے اس نئے بابل میں پندرہ لاکھ انسان بستے ہیں۔ ایران کے اصطخر، مصر کے ممفس، اور یورپ کے روم کی جگہ اب دنیا کا تمدنی مرکز بغداد ہے۔

* * *

دنیا کی اس ترقی یافتہ مخلوق کا جسے "انسان" کہتے ہیں کچھ عجیب حال ہے۔ یہ جتنا کم ہوتا ہے، اُتنا ہی نیک اور خوش ہوتا ہے۔ اور جتنا زیادہ بڑھتا ہے، اُتنی ہی نیکی اور خوشی اس سے دُور ہونے لگتی ہے۔ اُس کا کم ہونا خود اُس کے لئے اور خدا کی زمین کے لئے برکت ہے۔ یہ جب چھوٹی چھوٹی بستیوں میں گھانس پھونس کے جھونپڑے ڈالکر رہتا ہے، تو کیسا نیک، کیسا خوش، اور کس درجہ حلیم ہوتا ہے؟ محبت اور رحمت اُس میں اپنا آشیانہ بناتی ہے اور روح کی پاکیزگی کا نور اُس کے جھونپڑوں کو روشن کرتا ہے۔ لیکن جونہی یہ جھونپڑوں سے باہر نکلتا ہے، اُس کی بڑی بڑی بھیڑیں ایک خاص رقبہ میں اکٹھی ہو جاتی ہیں، تو اُس کی حالت میں کیسا عجیب انقلاب ہو جاتا ہے؟ ایک طرف تجارت بازاروں میں آتی ہے، صنعت وحرفت کا رخانے کھولتی ہے، دولت سر بفلک عمارتیں بناتی ہے، حکومت داب و شان و شکوہ کے سامان آراستہ کرتی ہے۔ لیکن دوسری طرف نیکی رخصت ہو جاتی ہے، محبت اور فیاضی کا سراغ نہیں ملتا، امن و راحت کی جگہ انسانی مصیبتوں اور شقاوتوں کا ایک لازوال دَور شروع ہو جاتا ہے۔ وہی انسان کی بستی جو پہلے نیکی و محبت کی دنیا اور راحت و برکت کی بہشت تھی، اب افلاس و مصیبت کا مقتل اور جرموں اور بدیوں کی دوزخ بنجاتی ہے۔ وہی انسان جو جھونپڑوں کے اندر محبت و فیاضی کی گرمجوشی تھا، اب شہر کے سر بفلک محلوں کے اندر بے مہری و خود غرضی کا پتھر ہوتا ہے۔ جب وہ اپنے عالیشان مکانوں میں عیش و نعمت کے دسترخوان پر بیٹھتا ہے، تو اس کے کتنے ہی ہم جنس سڑکوں پر بھوک سے ایڑیاں رگڑتے ہیں! جب وہ عیش و راحت کے ایوانوں میں حسن و جمال کی محفلیں آراستہ کرتا ہے، تو اُس کے ہمسایہ میں یتیموں کے آنسو نہیں تھمتے اور کتنی ہی بیوائیں ہوتی ہیں جن کے بدنصیب سروں پر چادر کا ایک تار بھی نہیں ہوتا! زندگی کی قدرتی یکسانی کی جگہ اب زندگی کی مصنوعی مگر بے رحم تفاوتیں ہر گوشے میں نمایاں ہو جاتی ہیں!۔

پھر جب انسانی بے مہری اور خود غرضی کے لازمی نتایج ظاہر ہونے لگتے ہیں، کمزوری، افلاس، اور بے نوائی سے مجبور ہو کر بدبخت انسان جرم کی طرف قدم اُٹھاتا ہے، تو اچانک دنیا کی زبان کا سب سے زیادہ بے معنی لفظ وجود میں آجاتا ہے۔ یہ "قانون" اور "انصاف" ہے۔ اب بڑی بڑی شاندار عمارتیں تعمیر کی جاتی ہیں اور اُن کے دروازہ پر لکھا جاتا ہے "انصاف کا گھر"۔ انصاف کے اس "مقدس گھر" میں کیا ہوتا ہے؟ یہ ہوتا ہے کہ وہی انسان جسنے اپنی بے رحمی و تغافل سے مفلس کو چوری پر اور نیک انسانوں کو بداطوار بنجانے پر مجبور کر دیا تھا، قانون کا پُر ہیبت جُبّہ پہنکر آتا ہے، اور فرشتوں کا سا معصوم اور راہبوں کا سا سنجیدہ چہرہ بنا کر

سخت محنت! افسوس، انسان کو اپنے رزق کے لئے کیسی کیسی زحمتیں برداشت کرنی پڑتی ہیں! دیکھو، یہ چٹائی بچھی ہے۔ یہ چمڑے کا تکیہ ہے میں اسے دیوار کے ساتھ لگا دیتا ہوں" اُسنے تکیہ دیوار کے ساتھ لگا کر رکھ دیا "بس ٹھیک ہے۔ اب تم اطمینان کے ساتھ ٹیک لگا کر یہاں بیٹھ جاؤ اور اچھی طرح سستا لو۔ اتنی دیر میں مَیں تمھارا ادھورا کام پورا کئے دیتا ہوں"

اُسنے یہ کہا، اور ابن سآباط کے کاندھے پر نرمی سے ہاتھ رکھ کر اُسے بیٹھ جانے کا اشارہ کیا۔ پھر جب اُس کی نظر دوبارہ اُس کی عرق آلود پیشانی پر پڑی، تو اُسنے اپنی کمر سے رُومال کھولا اور اس کی پیشانی کا پسینہ پونچھ ڈالا۔ جب وہ پسینہ پونچھ رہا تھا تو اُس کی آنکھوں میں باپ کی سی شفقت اور ہاتھوں میں بھائی کی سی محبت کام کر رہی تھی!

صورت حال کے یہ تمام تغیرات اس تیزی سے ظہور میں آئے کہ ابن سآباط کا دماغ مختل ہو کر رہ گیا۔ وہ کچھ سمجھ نہ سکا کہ معاملہ کیا ہے؟ ایک مدہوش اور بے ارادہ آدمی کی طرح اُسنے اجنبی کے اشارہ کی تعمیل کی اور چٹائی پر بیٹھ گیا۔

اب اُسنے دیکھا کہ واقعی اجنبی نے کام شروع کر دیا ہے۔ اُسنے پہلے وہ گٹھری کھولی جو ابن سآباط نے باندھنی چاہی تھی مگر نہیں بندھ سکی تھی۔ پھر وہ تھان کھول کر بچھائے اور جس قدر بھی تھان موجود تھے، اُن سب کو دو حصوں میں منقسم کر دیا۔ ایک حصہ میں زیادہ تھے۔ ایک میں کم۔ پھر دونوں کی الگ الگ دو گٹھڑیاں باندھ لیں۔ یہ تمام کام اُسنے اس اطمینان اور سکون کے ساتھ کیا، گویا اسکے لئے کوئی انوکھی بات نہ تھی۔

پھر اچانک اُسے کچھ خیال آیا۔ اُسنے اپنی عبا اُتار ڈالی، اور اسے بھی گٹھڑی کے اندر رکھ دیا۔

اب وہ اُٹھا اور ابن سآباط کے قریب گیا:

"میرے دوست، تمھارے چہرے کی پژمردگی سے معلوم ہوتا ہے کہ تم صرف تھکے ہوئے ہی نہیں ہو بلکہ بھوکے بھی ہو۔ بہتر ہوگا کہ چلنے سے پہلے دودھ کا ایک پیالہ پی لو۔ اگر تم چند لمحے انتظار کر سکو تو میں دودھ لے آؤں" اُسنے کہا، جبکہ اُس کے پُرشکوہ چہرہ پر بدستور مسکراہٹ کی دلاویزی موجود تھی۔ ممکن نہ تھا کہ اس مسکراہٹ سے انسانی قلب کے تمام اضطراب محو نہ ہو جائیں!

قبل اس کے کہ ابن سآباط جواب دے، وہ تیزی کے ساتھ لوٹا، اور باہر نکل گیا۔

* * *

اب ابن سآباط تنہا تھا۔ لیکن تنہا ہونے پر بھی اس کے قدموں میں حرکت نہ ہوئی۔ اجنبی کے طرز عمل میں کوئی بات ایسی نہ تھی جس سے اس کے اندر خوف پیدا ہوتا۔ وہ صرف متحیر اور مبہوت تھا!

اجنبی کی ہستی اور اُس کا طور طریقہ ایسا عجیب و غریب تھا کہ جب تک وہ موجود رہا، ابن سآباط کو تحیر و تاثر نے سوچنے سمجھنے کی مُہلت ہی نہ دی۔ اجنبی کی شخصیت کی تاثیر سے اس کی دماغی شخصیت مغلوب ہو گئی تھی۔ لیکن اب وہ تنہا ہوا، تو آہستہ آہستہ اُس کا دماغ اپنی اصلی حالت پر واپس آنے لگا۔ یہاں تک کہ تمام دماغی خصائل پوری طرح اُبھر آئے، اور وہ اُسی روشنی میں معاملات کو دیکھنے لگا جس روشنی میں دیکھنے کا ہمیشہ سے عادی تھا۔

وہ جب اجنبی کا متبسم چہرہ اور دلنواز صدائیں یاد کرتا، تو شک اور خوف کی جگہ اُس کے اندر ایک ناقابل فہم جذبہ پیدا ہو جاتا جو آجتک اُسے کبھی محسوس نہیں ہوا تھا۔ لیکن پھر جب وہ سوچتا کہ اس تمام معاملہ کا مطلب کیا ہے؟ اور یہ شخص ہے کون؟ تو اس کی عقل حیران رہجاتی اور کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی۔ اُسنے اپنے دل میں کہا "یہ تو قطعی ہے کہ یہ شخص اِس مکان کا مالک نہیں ہے۔ مکان کے مالک کبھی چوروں کا اس طرح استقبال نہیں کیا کرتے۔ .... مگر پھر یہ شخص ہے کون؟ ......"

اچانک ایک نیا خیال اُس کے اندر پیدا ہوا۔ وہ ہنسا "استغفر اللہ میں بھی کیا احمق ہوں۔ یہ بھی کوئی سوچنے اور حیران ہونے کی بات تھی؟ معاملہ بالکل صاف ہے۔ تعجب ہے مجھے پہلے کیوں خیال نہیں ہوا؟ یقیناً یہ بھی کوئی میرا ہی ہم پیشہ آدمی ہے، اور اسی نواح میں رہتا ہے۔ اتفاقات نے آج ہم دونوں چوروں کو ایک ہی مکان میں جمع کر دیا۔ چونکہ یہ اسی نواح کا آدمی ہے، اس لئے اس مکان کے تمام حالات سے واقف ہوگا۔ اُسے معلوم ہوگا کہ آج مکان رہنے والوں سے خالی ہے اور بہ اطمینان کام کرنے کا موقعہ ہے۔ اسی لئے وہ روشنی کا سامان ساتھ لے کر آیا۔ لیکن جب دیکھا کہ میں پہلے سے پہنچا ہوا ہوں تو آمادہ ہو گیا کہ میرا ساتھ دے کر ایک حصہ کا حقدار بنجائے ......"

* * *

وہ ابھی سوچ رہا تھا کہ دروازہ کھلا، اور اجنبی ایک لکڑی کا بڑا پیالہ ہاتھ میں لئے نمودار ہو گیا

"یہ لو، میں تمھارے لئے دودھ لے آیا ہوں۔ اسے پی لو۔ یہ بھوک اور پیاس، دونوں کے لئے مفید ہوگا" اُسنے کہا، اور پیالہ ابن سآباط کو پکڑا دیا۔ ابن سآباط واقعی بھوکا پیاسا تھا۔ بلا تأمل منہ کو لگا لیا اور ایک ہی مرتبہ میں ختم کر دیا۔

اب اُسے معاملہ کی فکر ہوئی۔ اتنے دیر کے وقفہ نے اُس کی طبیعت بحال کر دی تھی

"دیکھو، اگرچہ میں تم سے پہلے یہاں پہنچ چکا تھا اور ہاتھ لگا چکا تھا، اور اس لئے ہم لوگوں کے قاعدہ کے بموجب تمھارا کوئی حق نہیں، لیکن تمھاری ہشیاری اور مستعدی دیکھ لینے کے بعد مجھے کوئی تأمل نہیں کہ تمھیں بھی اس مال میں شریک کر لوں۔ اگر تم پسند کرو گے تو میں ہمیشہ کے لئے تم سے معاملہ کر لوں گا۔ لیکن دیکھو، میں کہے دیتا ہوں کہ آج جو کچھ بھی یہاں سے لے جائیں گے، اُس میں تم برابر کا حصہ نہیں پا سکتے، کیونکہ دراصل آج کا کام میرا ہی کام تھا"، اُسنے صاف آواز میں کہا۔ اُس کی آواز میں اب تأثر نہیں تھا۔ تحکم تھا۔

اجنبی مسکرایا۔ اُسنے ابن سآباط پر ایک ایسی نظر ڈالی جو اگرچہ شفقت و مہر سے خالی نہ تھی، لیکن اس کے علاوہ بھی اُسمیں کوئی چیز تھی۔ لیکن ابن سآباط سمجھ نہ سکا۔ اُسنے خیال کیا۔ شاید یہ شخص اس طریق تقسیم پر قانع نہیں ہے۔ اچانک اُس کی آنکھوں میں اُس کی خوفناک مجرمانہ درندگی چمک اُٹھی۔ وہ غصہ سے مضطرب ہو کر کھڑا ہو گیا:

"بے وقوف، چپ کیوں ہے؟ یہ نہ سمجھنا کہ دودھ کا ایک پیالہ پلا کر اور چکنی چپڑی باتیں کر کے تم مجھے احمق بنا لو گے۔ تم نہیں جانتے میں کون ہوں۔ مجھے کوئی احمق نہیں بنا سکتا۔ میں ساری دنیا کو احمق بنا چکا ہوں۔ بولو۔ اسپر راضی ہو یا نہیں؟ اگر نہیں ہو تو ......"

لیکن ابھی اُس کی بات پوری نہیں ہوئی تھی کہ اجنبی کے لب متحرک ہوئے۔ اب بھی اُس کے لبوں سے اُس کی مسکراہٹ نہیں ہٹی تھی:

"میرے عزیز دوست! کیوں بلا وجہ اپنی طبیعت آزردہ کرتے ہو؟ آؤ یہ کام جلد نپٹالیں جو ہمارے سامنے ہے۔ دیکھو میں نے دو گٹھڑیاں باندھ لی ہیں۔ ایک چھوٹی ہے۔ ایک بڑی ہے۔ تمھارا ایک ہاتھ ہے اس لئے تم زیادہ بوجھ نہیں سنبھال سکتے۔ لیکن میں دونوں ہاتھوں سے سنبھال لوں گا۔ چھوٹی گٹھڑی تم اُٹھا لو۔ بڑی میں اُٹھا لیتا ہوں۔ باقی رہا میرا حصہ جس کے خیال سے تمھیں اتنی آزردگی ہوئی ہے، تو میں بھی نہیں چاہتا۔ اسوقت اُس کا فیصلہ کراؤں۔ تم نے کہا ہے کہ تم ہمیشہ کے لئے مجھ سے معاملہ کر سکتے ہو۔ مجھے بھی ایسا ہی معاملہ پسند ہے۔ میں چاہتا ہوں تم ہمیشہ کے لئے مجھ سے معاملہ کر لو"

"ہاں، اگر یہ بات ہے تو پھر سب کچھ ٹھیک ہے۔ تمھیں ابھی معلوم نہیں میں کون ہوں؟ پورے ملک میں تمھیں مجھ سے بہتر کوئی سردار نہیں مل سکتا" اُسنے بڑی گٹھری کے اُٹھانے میں اجنبی کو مدد دیتے ہوئے کہا۔

یہ گٹھری اس قدر بھاری تھی کہ ابن سآباط اپنی حیرانی نہ چھپا سکا۔ وہ اگرچہ اپنے نئے رفیق کی زیادہ جرأت افزائی کرنا پسند نہیں کرتا تھا۔ پھر بھی اُس کی زبان سے بے اختیار نکل گیا

"دوست، تم دیکھنے میں تو بڑے دُبلے پتلے ہو لیکن بوجھ اُٹھانے میں بڑے مضبوط نکلے" ساتھ ہی اُسنے اپنے دل میں کہا "یہ جتنا مضبوط ہے، اُتنا عقلمند نہیں ہے ورنہ اپنے حصے سے دستبردار نہ ہو جاتا۔ اگر آج یہ احمق نہ ملجاتا تو مجھے سارا مال چھوڑ کر صرف ایک دو تھانوں پر قناعت کر لینی پڑتی"

اب ابن سآباط نے اپنی گٹھری اُٹھائی جو بہت ہی ہلکی تھی، اور دونوں باہر نکلے۔ اجنبی کی پیٹھ جسمیں پہلے سے خم موجود تھا، اب گٹھری کے بوجھ سے بالکل ہی جُھک گئی تھی۔ رات کی تاریکی میں اتنا بھاری بوجھ اُٹھا کر چلنا نہایت دشوار تھا۔ لیکن ابن سآباط کو قدرتی طور پر جلدی تھی۔ وہ بار بار حاکمانہ انداز سے اصرار کرتا کہ تیز چلو۔ اور چونکہ خود اُس کا بوجھ بہت ہلکا تھا، اس لئے خود تیز چلنے میں کسی طرح کی دشواری محسوس نہیں کرتا تھا۔ اجنبی تعمیل حکم کی پوری کوشش کرتا۔ لیکن اتنا بھاری بوجھ اُٹھا کر دوڑنا انسانی طاقت سے باہر تھا۔ اس لئے پوری کوشش کرنے پر بھی زیادہ تیز نہیں چل سکتا تھا۔ کئی مرتبہ ٹھوکریں لگیں، بارہا بوجھ گرتے گرتے رہ گیا، ایک مرتبہ اتنی سخت چوٹ کھائی کہ قریب تھا گر جائے۔ پھر بھی اُسنے رُکنے یا سُستانے کا نام نہیں لیا۔ برابر اپنے ساتھی کے ساتھ بڑھتا ہی رہا۔

لیکن ابن سآباط اسپر بھی خوش نہ تھا۔ اُسنے پہلے تو ایک دو مرتبہ تیز چلنے کا حکم دیا۔ پھر بے تأمل گالیوں پر اُتر آیا۔ ہر لمحہ کے بعد ایک سخت گالی دیتا اور کہتا تیز چلو۔ اتنے میں جسر دجلہ آیا۔ یہاں چڑھائی تھی۔ جسم کمزور اور تھکا ہوا، بوجھ بے حد بھاری؛ اجنبی سنبھل نہ سکا اور بے اختیار گر پڑا۔ ابھی وہ اٹھنے کی کوشش کر ہی رہا تھا کہ اوپر سے ایک سخت لات پڑی۔ یہ ابن سآباط کی لات تھی۔ اُسنے غضبناک ہو کر کہا: "کتے کے بیٹے! اگر اتنا بوجھ سنبھال نہیں سکتا تھا تو لاد کر لایا کیوں؟" اجنبی ہانپتا ہوا اُٹھا۔ اُس کے چہرہ پر درد و شکایت کی جگہ شرمندگی کے آثار پائے جاتے تھے۔ اُسنے فوراً گٹھری اُٹھا کر پیٹھ پر رکھی اور پھر روانہ ہو گیا۔

* * *

اب یہ دونوں شہر کے کنارے، ایک ایسے حصہ میں پہنچ گئے جو بہت ہی کم آباد تھا۔ یہاں ایک ناتمام عمارت کا پرانا اور شکستہ احاطہ تھا۔ ابن سآباط اس احاطہ کے ایک جانب پہنچ کر رُک گیا

بربادیوں کے بعد آگ اور موت کی یہ ہولناک دلچسپی جو وجود میں آسکتی ہو؟ اس بات کے سوچنے کی نہ تو لوگوں کو فرصت ملتی ہے۔ نہ وہ سوچنا چاہتے ہیں!

اگر انسان کے ابناءِ جنس میں سے ایک بدبخت مخلوق سُولی کے تختہ پر لٹکا دیا جائے، تو یہ اُن تمام نظاروں میں سے جن کے دیکھنے کا انسان شائق ہوسکتا ہے، سب سے زیادہ دلکش نظارہ ہوتا ہے۔ اتنا دلکش نظارہ کہ گھنٹوں کھڑے رہ کر لٹکتی ہوئی نعش دیکھتا رہتا ہے مگر اُس کی سیری نہیں ہوتی۔ لوگ درختوں پر چڑھ جاتے ہیں، ایک دوسرے پر گرنے لگتے ہیں، صفیں چیر چیر کر نکل جانا چاہتے ہیں کیوں؟ اس لئے کہ اپنے ایک ہم جنس کو جانکنی میں تڑپتے اور پھر ہوا میں معلق جھولتے دیکھ لینے کی لذت حاصل کرلیں! لیکن جس انسان کے پھانسی پانے سے انسانی نظارہ کا یہ سب سے زیادہ دلکش تماشا وجود میں آیا، خود اُس پر کیا گزری؟ اور کیوں وہ اس منحوس اور شرمناک موت کا مستحق ٹھہرا؟ سیکڑوں ہزاروں تماشائیوں میں سے ایک کا ذہن بھی اس غیر ضروری اور غیر دلچسپ پہلو کی طرف نہیں جاتا!

تیسرا حصہ

گرمیوں کا موسم ہے۔ آدھی رات گزر چکی ہے۔ مہینہ کی آخری راتیں ہیں۔ بغداد کے آسمان پر ستاروں کی مجلس شبینہ آراستہ ہے مگر چاند کے برآمد ہونے میں ابھی دیر ہے۔ دجلہ کے پار کرخ کی تمام آبادی نیند کی خاموشی اور رات کی تاریکی میں گم ہے۔

اچانک تاریکی میں ایک متحرک تاریکی نمایاں ہوئی۔ سیاہ لبادے میں ایک لپٹا ہوا آدمی خاموشی اور آہستگی کے ساتھ جا رہا ہے۔ وہ ایک گلی سے مڑ کر دوسری گلی میں پہنچا، اور ایک مکان کے سائبان کے نیچے کھڑا ہوگیا۔ اب اُسنے سانس لی۔ گویا یہ مدت کی بند سانس تھی جسے اب آزادی سے اُبھرنے کی مہلت ملی ہے۔ پھر اُسنے آسمان کی طرف نظر اُٹھائی "یقیناً تین پہر رات گزر چکی ہے" وہ اپنے دل میں کہنے لگا "مگر کیا بدنصیبی ہے کہ جس طرف رُخ کیا ناکامی ہی ہوئی۔ کیا پوری رات اسی طرح ختم ہوجائے گی؟"

یہ خوفناک ابن ساباط ہے جو دس برس کی طول طویل زندگی قیدخانہ میں بسر کرکے اب کسی طرح نکل بھاگا ہے، اور نکلنے کے ساتھ ہی اپنا قدیم پیشہ از سرِنو شروع کر رہا ہے۔ یہ اس کی نئی مجرمانہ زندگی کی پہلی رات ہے، اس لئے وقت کے بے نتیجہ ضائع جانے پر اُس کا بے صبر دل پیچ و تاب کھا رہا ہے۔

اُسنے ہر طرف کی آہٹ لی۔ زمین سے کان لگا کر دُور دُور کی صداؤں کا جائزہ لیا، اور مطمئن ہوکر آگے بڑھا۔ کچھ دُور چلکر اسنے دیکھا ایک احاطہ کی دیوار دُور تک چلی گئی ہے اور وسط میں بہت بڑا پھاٹک ہے۔ کرخ کے اس علاقہ میں زیادہ تر اُمراء کے باغ تھے، یا سوداگروں کے گودام تھے۔ اسنے خیال کیا یہ احاطہ یا تو کسی امیر کا باغ ہے، یا کسی سوداگر کا گودام۔ وہ پھاٹک کے پاس پہونچکر رُک گیا اور سوچنے لگا، اندر کیونکر جائے؟ اُسنے آہستگی سے دروازہ پر ہاتھ رکھا، لیکن اُسے نہایت تعجب ہوا کہ دروازہ اندر سے بند نہیں تھا صرف بھڑا ہوا تھا۔ ایک سکنڈ کے اندر ابن ساباط کے قدم احاطہ کے اندر پہنچ گئے۔

اُسنے دہلیز سے قدم آگے بڑھایا تو ایک وسیع احاطہ نظر آیا اس کے مختلف گوشوں میں چھوٹے چھوٹے حجرے بنے تھے، اور وسط میں ایک نسبتہً بڑی عمارت تھی۔ یہ درمیانی عمارت کی طرف بڑھا۔ عجیب بات ہے کہ اس کا دروازہ بھی اندر سے بند نہ تھا، چھوتے ہی کھل گیا۔ گویا وہ کسی کی آمد کا منتظر تھا۔ یہ ایک ایسی بے باکی کے ساتھ جو صرف مشاق مجرموں ہی کے قدموں میں ہوسکتی ہے، اندر چلا گیا۔ اندر جاکر دیکھا تو ایک وسیع ایوان (ہال) تھا۔ لیکن سامان راحت و زینت میں سے کوئی چیز بھی نہ تھی۔ قیمتی اشیا کا نام و نشان نہ تھا۔ صرف ایک کھجور کے پتوں کی پُرانی چٹائی بچھی تھی، اور ایک طرف چمڑے کا ایک تکیہ پڑا تھا۔ البتہ ایک گوشہ میں پشمینہ کے موٹے کپڑے کے بہت سے تھان اس طرح بے ترتیب پڑے تھے۔ گویا کسی نے جلدی میں پھینک دیئے ہیں اور اُن کے قریب ہی بھیڑ کی کھال کی چند ٹوپیاں بھی پڑی تھیں۔ اُسنے مکان کی موجودات کا یہ پورا جائزہ کچھ تو اپنی اندھیری میں دیکھ لینے والی آنکھوں سے لے لیا تھا اور کچھ اپنے ہاتھ سے ٹٹول ٹٹول کر۔ لیکن اُس کا ہاتھ ایک ہی تھا۔ یہ بغداد والوں کی بول چال میں "ایک ہاتھ کا شیطان" تھا جو اب پھر قید و بند کی زنجیریں توڑ کر آزاد ہوگیا ہے!

دس برس کی قید کے بعد آج ابن ساباط کو پہلی مرتبہ موقعہ ملا تھا کہ اپنے دلپسند کام کی جستجو میں آزادی کے ساتھ نکلے۔ جب اسنے دیکھا، اس مکان میں کامیابی کے آثار نظر نہیں آتے، اور یہ پہلا قدم بیکار ثابت ہوگا، تو اس کے تیز اور بے لگام جذبات سخت مشتعل ہوگئے۔ وہ دل ہی دل میں اس مکان کے رہنے والوں کو گالیاں دینے لگا۔ جو اپنے مکان میں رکھنے کے لئے قیمتی اشیاء فراہم نہ کرسکے۔ ایک مفلس کا افلاس خود اُس کے لئے اس قدر درد انگیز نہیں ہوتا جس قدر اُس چور کے لئے جو رات کے پچھلے پہر مال و دولت تلاش کرتا ہوا پہنچتا ہے۔ اسمیں شک نہیں، پشمینہ کے بہت سے تھان یہاں موجود تھے اور وہ کتنے ہی موٹے اور ادنیٰ قسم کے کیوں نہ ہوں مگر پھر بھی اپنی قیمت رکھتے تھے، لیکن مشکل یہ تھی کہ ابن ساباط تنہا تھا۔ اور صرف تنہا ہی نہیں تھا بلکہ دو ہاتھوں کی جگہ صرف ایک ہاتھ رکھتا تھا۔ وہ ہزار ہمت کرتا، مگر اتنا بڑا بوجھ اس کے سنبھالے سنبھل نہیں سکتا تھا۔ وہ تھانوں کی موجودگی پر معترض نہ تھا۔ اُن کے وزن کی گرانی اور اپنی مجبوری پر متاسف تھا۔ اتنی وزنی چیز چرا کر لیجانا آسان نہ تھا!

"ایک ہزار لعنت کرخ اور اُس کے تمام باشندوں پر" وہ اندر ہی اندر بڑبڑانے لگا "نہیں معلوم یہ کون احمق ہے جسنے یہ ملعون تھان جمع کر رکھے ہیں؟ غالباً کوئی تاجر ہے۔ لیکن یہ عجیب طرح کا تاجر ہے جسے بغداد میں تجارت کرنے کے لئے اور کوئی چیز نہیں ملی۔ اتنا بڑا مکان بنا کر اُس میں گدھوں اور خچروں کی جھول بنانے کا سامان جمع کر دیا" اُسنے اپنے ایک ہی ہاتھ سے ایک تھان کی ٹٹول ٹٹول کر پیمایش کی "بھلا یہ ملعون بوجھ کس طرح اُٹھایا جا سکتا ہے؟ ایک تھان کے اُٹھانے کے لئے کم کر دس گدھے ساتھ لانے چاہئیں"

لیکن بہرحال کچھ نہ کچھ کرنا ضروری تھا۔ رات جا رہی تھی، اور اب وقت نہ تھا کہ دوسری جگہ تاکی جاتی۔ اُسنے جلدی سے ایک تھان کھولا اور اُسے فرش پر بچھا دیا۔ پھر کوشش کی زیادہ سے زیادہ تھان جو اُٹھائے جاسکتے ہیں اُٹھالے۔ مشکل یہ تھی کہ مال کم قیمت مگر بہت زیادہ وزنی تھا۔ کم لیتا ہے تو بیکار ہے۔ زیادہ لیتا ہے تو لیجا نہیں سکتا۔ عجب طرح کی کش مکش میں گرفتار تھا۔ بہرحال کسی نہ کسی طرح یہ مرحلہ طے ہوا، لیکن اب دوسری مشکل پیش آئی۔ صوف کا کپڑا بیحد موٹا تھا۔ اُسے مڑور دیکر گرہ لگانا آسان نہ تھا۔ دونوں ہاتھوں سے بھی یہ کام مشکل تھا چہ جائے کہ ایک ہاتھ سے؟ بلاشبہ اس کے پاس ہاتھ کی طرح پاؤں ایک نہ تھا۔ دو تھے۔ لیکن وہ بھاگنے میں مدد دے سکتے تھے صوف کی گٹھری باندھنے کے لئے سود مند نہ تھے۔ اُسنے بہت سی تجویزیں سوچیں، طرح طرح کے تجربے کئے دانتوں سے کام لیا۔ کٹی ہوئی کہنی سے سہارا دیا۔ لیکن کسی طرح بھی گٹھری میں گرہ نہ لگ سکی، وقت کی مصیبتوں میں تاریکی کی شدت نے اور زیادہ اضافہ کر دیا تھا۔

اندرونی جذبات کے ہیجان اور بیرونی فعل کی بے سود محنت نے ابن ساباط کو بہت جلد تھکا دیا۔ وقت کی کمی، عمل کا قدرتی خوف، مال کی گرانی، محنت کی شدت، اور فائدہ کی قلت، اُس کے دماغ کے لئے تمام مخالف تاثرات جمع ہوگئے تھے۔

⁂

اچانک وہ چونک اُٹھا۔ اُس کی تیز قوت سامعہ نے کسی کے قدموں کی نرم آہٹ محسوس کی۔ ایک لمحہ تک خاموشی رہی۔ پھر ایسا محسوس ہوا، جیسے کوئی آدمی دروازہ کے پاس کھڑا ہے۔ ابن ساباط گھبرا کر اُٹھ کھڑا ہوا، مگر قبل اس کے کہ وہ کوئی حرکت کرسکے، دروازہ کھلا اور روشنی نمایاں ہوئی خوف اور دہشت سے اُس کا خون منجمد ہوگیا۔ جہاں کھڑا تھا، وہیں قدم گڑ گئے۔ نظر اُٹھا کر دیکھا تو سامنے ایک شخص کھڑا ہے۔ اُس کے ایک ہاتھ میں شمعدان ہے، اور اُسے اس طرح اونچا کر رکھا ہے کہ کمرے کے تمام حصے روشن ہوگئے ہیں۔

⁂

اس شخص کی وضع و قطع سے اُس کی شخصیت کا اندازہ کرنا مشکل تھا۔ ملگجے رنگ کی ایک لمبی عبا اُس کے جسم پر تھی جسے کمر کے پاس ایک موٹی رسّی لپیٹ کر جسم پر چست کر لیا تھا۔ سر پر سیاہ قلنسوہ (اونچی دیوار کی ٹوپی) تھی، اور اس قدر کشادہ تھی کہ اُس کے کنارے ابروؤں کے قریب تک پہنچ گئے تھے۔ جسم نہایت نحیف تھا۔ اتنا نحیف کہ صوف کی موٹی عبا پہننے پر بھی اندر کی اُبھری ہوئی ہڈیاں صاف دکھائی دے رہی تھیں، اور قد کی درازی نے جسمیں کمر کے پاس خفیف سی خمیدگی پیدا ہوگئی تھی، یہ نخافت اور زیادہ نمایاں کردی تھی۔ لیکن یہ عجیب بات تھی کہ جسم کی اس غیر معمولی نخافت کا کوئی اثر اُس کے چہرہ پر نظر نہیں آتا تھا۔ اتنا کمزور جسم رکھنے پر بھی اُس کا چہرہ کچھ عجیب طرح کی تاثیر و گرانی رکھتا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے ہڈیوں کے ایک ڈھانچے پر ایک شاندار اور دلاویز چہرہ جوڑ دیا گیا ہے۔ رنگت زرد تھی، رخسار بے گوشت تھے، جسمانی تنومندی کا نام و نشان نہیں تھا۔ لیکن پھر بھی چہرہ کی مجموعی ہیئت میں کوئی ایسی شاندار چیز تھی کہ دیکھنے والا محسوس کرتا تھا، ایک نہایت طاقتور چہرہ اُس کے سامنے ہے۔ خصوصاً اُس کی نگاہیں ایسی روشن، ایسی مطمئن، ایسی ساکن تھیں، کہ معلوم ہوتا تھا، دنیا کی ساری راحت اور سکون انہی دو حلقوں کے اندر سما گئی ہے!

چند لمحوں تک یہ شخص شمع اونچی کئے ابن ساباط کو دیکھتا رہا پھر اس طرح آگے بڑھا، گویا اُسے جو کچھ سمجھنا تھا، سمجھ چکا ہے۔ اُس کے چہرہ پر ہلکا سا زیر لب تبسم تھا۔ ایسا دلاویز اور شیریں تبسم جس کی موجودگی انسانی روح کے سارے اضطراب اور خوف دُور کر دے سکتی ہے۔ اُسنے شمعدان ایک طرف رکھ دیا، اور ایک ایسی آواز میں جو شفقت و ہمدردی میں ڈوبی ہوئی تھی، ابن ساباط سے کہا:

"میرے دوست! تم پر خدا کی سلامتی ہو۔ جو کام تم کرنا چاہتے ہو، یہ بغیر روشنی اور ایک رفیق کے انجام نہیں پاسکتا۔ دیکھو، یہ شمع روشن ہے اور میں تمھاری رفاقت کے لئے موجود ہوں۔ روشنی میں ہم دونوں اطمینان اور سہولت کے ساتھ یہ کام انجام دے لیں گے"

وہ ایک لمحہ کے لئے رُکا۔ جیسے کچھ سوچنے لگا ہو پھر اُسنے کہا: "مگر میں دیکھتا ہوں تم بہت تھک گئے ہو۔ تمھاری پیشانی پسینہ سے تر ہو رہی ہے۔ یہ گرم موسم، بند کمرہ، تاریکی اور تاریکی میں ایسی

السحر الحلال
فی
مجلدات الہلال

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] ے علاوہ ہے ۔

منیجر " السلام پریس "

اور اجنبی سے کہا یہیں بوجھ اُتار دو۔ پھر خود کود کر اندر گیا اور اجنبی نے باہر سے دونوں گٹھریاں اندر پھینک دیں۔ اس کے بعد اجنبی بھی کود کر اندر ہوگیا، اور دونوں عمارت کے اندرونی حصّہ میں پہنچ گئے۔ اس عمارت کے نیچے ایک پُرانا سرداب (تہ خانہ) تھا جس میں ابن ساباط نے قید خانے سے نکلکر پناہ لی تھی۔ لیکن اسوقت وہ سرداب میں نہیں اُترا۔ وہ نہیں چاہتا تھا۔ اجنبی پر ابھی اس درجہ اعتماد کرے کہ اپنا اصلی محفوظ مقام دکھلادے۔

* * *

جس جگہ یہ دونوں کھڑے تھے دراصل ایک ناتمام ایوان تھا یا تو اسپر پوری چھت پڑی ہی نہ تھی، یا پڑی تھی تو امتداد وقت سے شکستہ ہوکر گر پڑی تھی۔ ایک طرف بہت سے پتھروں کا ڈھیر تھا ابن ساباط انہی پتھروں میں سے ایک پر بیٹھ گیا۔ دونوں گٹھریاں سامنے دھری تھیں۔ ایک گوشہ میں اجنبی کھڑا ہانپ رہا تھا۔ کچھ دیر تک خاموشی رہی۔

یکایک اجنبی بڑھا اور ابن ساباط کے سامنے آکر کھڑا ہوگیا اب رات ختم ہونے پر تھی۔ پچھلی پہر کا چاند درخشندہ تھا۔ کھلی چھت سے اُس کی دھیمی اور ظلمت آلود شعاعیں ایوان کے اندر پہنچ رہی تھیں۔ ابن ساباط دیوار کے سائے میں تھا۔ لیکن اجنبی جو اُس کے سامنے آکر کھڑا ہوگیا تھا، ٹھیک چاند کے مقابل تھا، اس لئے اُس کا چہرہ صاف دکھائی دے رہا تھا۔ ابن ساباط نے دیکھا کہ تاریکی میں ایک درخشاں چہرہ، ایک نورانی تبسّم، ایک پُراسرار اندازِ نگاہ کی دلاویزی سامنے ہے!

"میرے عزیز دوست اور رفیق!" اجنبی نے اپنی اسی دلنواز اور شیریں آواز میں جو دو گھنٹہ پہلے ابن ساباط کو سحر کرچکی تھی کہنا شروع کیا "میں نے اپنی خدمت پوری کرلی ہے۔ اب میں تم سے رخصت ہوتا ہوں۔ اس کام کے کرنے میں مجھ سے جو کمزوری اور سستی ظاہر ہوئی اور اُس کی وجہ سے بار بار تمھیں پریشان خاطر ہونا پڑا، اُس کے لئے میں بہت شرمندہ ہوں اور تم سے معافی چاہتا ہوں۔ مجھے اُمید ہے تم معاف کردوگے۔ اس دُنیا میں ہماری کوئی بات بھی خدا کے کاموں سے اس قدر ملتی جلتی نہیں ہے جس قدر یہ بات کہ ہم ایک دوسرے کو معاف کردیں اور بخشدیں۔ لیکن قبل اس کے کہ میں تم سے الگ ہوں، تمھیں بتلا دینا چاہتا ہوں کہ میں وہ نہیں ہوں، جو تم نے خیال کیا ہے۔ میں اُسی مکان میں رہتا ہوں جہاں آج تم سے ملاقات ہوئی تھی، اور تم نے میری رفاقت قبول کرلی تھی۔ میری عادت ہے کہ رات کو تھوڑی دیر کے لئے اُس کمرے میں جایا کرتا ہوں جہاں تم بیٹھے تھے۔ آج آیا تو دیکھا، تم اندھیرے میں بیٹھے ہو اور تکلیف اُٹھا رہے ہو۔ تم میرے گھر میں میرے عزیز مہمان تھے۔ افسوس میں آج اس سے زیادہ تمھاری تواضع اور خدمت نہ کرسکا۔ تم نے میرا مکان دیکھ لیا ہے۔ آیندہ جب کبھی تمھیں ضرورت ہو، تم بلا تکلف اپنے رفیق کے پاس چلے آسکتے ہو۔ خدا کی سلامتی اور برکت ہمیشہ تمھارے ساتھ رہے"

یہ کہا اور آہستگی سے اُس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیکر مصافحہ کیا، اور تیزی کے ساتھ نکلکر روانہ ہوگیا۔

اجنبی خود تو روانہ ہوگیا لیکن ابن ساباط کو ایک دوسرے ہی عالم میں پہونچا دیا۔ اب وہ مبہوت اور مدہوش تھا۔ اُس کی آنکھیں کھُلی تھیں۔ وہ اُسی طرف تک رہی تھیں جس طرف سے اجنبی روانہ ہوا تھا، لیکن معلوم نہیں اُسے کچھ سوجھائی بھی دیتا تھا یا نہیں؟

* * *

دوپہر ڈھل چکی ہے۔ بغداد کی مسجدوں سے جوق جوق نمازی نکل رہے ہیں۔ دوپہر کی گرمی نے امیروں کو تہ خانوں میں اور غریبوں کو دیواروں کے سائے میں بٹھا دیا تھا۔ اب دونوں نکل رہے ہیں۔ ایک تفریح کے لئے، دوسرا مزدوری کے لئے۔ لیکن ابن ساباط اس وقت تک وہیں بیٹھا ہے جہاں صبح بیٹھا تھا۔ رات والی دونوں گٹھریاں سامنے پڑی ہیں، اور اُس کی نظریں اس طرح اُن میں گڑی ہوئی ہیں گویا اُن کی شکنوں کے اندر اپنے رات والے رفیق کو ڈھونڈھ رہا ہے!

بارہ گھنٹے گزر گئے، لیکن جسم اور زندگی کی کوئی ضرورت بھی اُسے محسوس نہیں ہوئی۔ وہ بھوک جس کی خاطر اُسنے اپنا ایک ہاتھ کٹوایا تھا، اب اُسے نہیں ستاتی۔ وہ خوف جس کی وجہ سے سورج کی روشنی اُس کے لئے دنیا کی سب سے زیادہ نفرت انگیز چیز ہو گئی تھی، اب اُسے محسوس نہیں ہوتا! اُس کے دماغ کی ساری قوت صرف ایک نقطہ میں سمٹ آئی ہے۔ اور رات والے عجیب غریب "اجنبی" کی صورت ہے۔ وہ خود تو اُس کی نظروں سے اوجھل ہوگیا، مگر اُسے ایک ایسے عالم کی جھلک دکھا دی، جو اب تک اُس کی نگاہوں سے پوشیدہ تھا!

اُس کی ساری زندگی گناہ اور سیہ کاری میں بسر ہوئی تھی اُسنے انسانوں کی نسبت جو کچھ دیکھا سُنا تھا، وہ یہی تھا کہ خود غرضی کا پُتلہ اور نفس پرستی کی مخلوق ہے۔ وہ نفرت سے مُنہ پھیر لیتا ہے، بے رحمی سے ٹھکرا دیتا ہے، سخت سے سخت سزائیں دیتا ہے؛ لیکن وہ نہیں جانتا تھا کہ محبت بھی کرتا ہے، اور اسمیں فیاضی، بخشش، اور قربانی کی بھی روح ہوسکتی ہے۔ بچپن میں اُسنے بھی خدا کا نام سُنا تھا اور لوگوں کو خدا پرستی کرتے دیکھا تھا۔ لیکن جب زندگی کی کشاکش کا میدان سامنے کھُلا تو اُس کا عالم ہی دوسرا تھا۔ اُسنے قدم اُٹھا دیا اور حالات کی رفتار جس طرف لے گئی، بڑھ گیا۔ نہ تو خود اُسے کبھی مُہلت ملی کہ خدا پرستی کی طرف متوجہ ہوتا، اور نہ انسانوں نے کبھی اس کی ضرورت محسوس کی کہ اُسے خدا سے آشنا کرتے۔ جوں جوں اُس کی شقاوت بڑھتی گئی، سوسائٹی اپنی سزا وعقوبت کی مقدار بھی بڑھاتی گئی۔ سوسائٹی کے پاس اُسکی شقاوت کے لئے بے رحمی تھی، اس لئے یہ بھی دنیا کی ساری چیزوں میں سے صرف بے رحمی ہی کا خوگر ہوگیا۔

لیکن اب اچانک اُس کے سامنے سے پردہ ہٹ گیا۔ آسمان کے سورج کی طرح محبت کا بھی ایک سورج ہے۔ یہ جب چمکتا ہے تو روح اور دل کی ساری تاریکیاں دُور ہوجاتی ہیں۔ اب یکایک اس سورج کی پہلی کرن ابن ساباط کے دل کے تاریک گوشوں پر پڑی، اور وہ بہ یک دفعہ تاریکی سے نکلکر روشنی میں آگیا۔

اجنبی کی شخصیت اپنی پہلی ہی نظر میں اُس کے دل تک پہنچ چکی تھی، لیکن وہ جہالت دگرہی سے اس کا مقابلہ کرتا رہا۔ اور حقیقت کے فہم کے لئے طیار نہیں ہوا۔ لیکن جونہی اجنبی کے آخری الفاظ نے وہ پردہ ہٹا دیا جو اُسنے اپنی آنکھوں پر ڈال لیا تھا، حقیقت اپنے پوری شان تاثیر کے ساتھ بے نقاب ہوگئی، اور اب اس کی طاقت سے باہر تھا کہ اس تیر کے زخم سے سینہ بچالے جاتا!

اُسنے اپنی جہالت سے پہلے خیال کیا تھا۔ اجنبی بھی میری طرح کا ایک چور ہے، اور اپنا حصہ لینے کے لئے میری رفاقت و اعانت کررہا ہے۔ اُس کا ذہن یہ تصور ہی نہیں کرسکتا تھا کہ بغیر غرض اور انتفاع کے ایک انسان دوسرے کے ساتھ اچھا سلوک کرسکتا ہے۔ لیکن جب اجنبی نے چلتے وقت بتلایا کہ وہ چور نہیں، بلکہ اُسی مکان کا مالک ہے جس مکان کا مال و متاع غارت کرنے کے لئے وہ گیا تھا، تو اُسے ایسا محسوس ہوا، جیسے یکایک ایک بجلی آسمان سے گر پڑی:

"یہ چور نہیں تھا۔ مکان کا مالک تھا۔ لیکن اُس نے چور کو پکڑ کے اور سزا دلا دینے کی جگہ اُس کے ساتھ کیا سلوک کیا؟" اس "کیا سلوک کیا؟" کا جواب اُس کی روح کے لئے ناسور اور اُس کے دل کے لئے ایک دہکتا ہوا انگارا تھا۔ وہ جس قدر سوچتا، روح کا زخم گہرا ہوتا جاتا، اور دل کی تپش بڑھتی جاتی۔ اس تمام عرصہ میں اجنبی کے ساتھ جو کچھ گزرا تھا، اُس کا ایک ایک واقعہ، ایک ایک حرف یاد کرتا، اور ہر بات کی یاد کے ساتھ ایک تازہ زخم کی چبھن محسوس کرتا۔ جب ایک مرتبہ حافظہ میں یہ سرگزشت ختم ہوجاتی، تو پھر نئے سرے سے یاد کرنا شروع کردیتا، اور آخر تک پہونچا کر پھر ابتدا کی طرف لوٹتا۔ "میں اُس کے یہاں چوری کرنے کے لئے گیا تھا۔ میں چور تھا۔ میں اس کا مال و متاع غارت کرنا چاہتا تھا۔ میں نے اُسے بھی چور سمجھا۔ اُسے گالیاں دیں۔ بے رحمی سے ٹھوکر لگائی..... مگر اُسنے میرے ساتھ کیا سلوک کیا؟" ہر مرتبہ اس آخری سوال کا جواب سوچتا اور پھر یہی سوال دُہرانے لگتا۔

* * *

سُورج ڈوب رہا تھا۔ بغداد کی مسجدوں کے مناروں پر مغرب کی اذان کی صدائیں بلند ہو رہی تھیں۔ ابن ساباط بھی اپنے غار کے گوشہ میں اُٹھا۔ چادر جسم پر ڈالی اور بغیر کسی جھجھک کے باہر نکل گیا۔ اب اس کے دل میں خوف نہیں تھا۔ کیونکہ خوف کی جگہ ایک دوسرے ہی جذبہ نے لے لی تھی!

وہ کرخ کے اُسی حصہ میں پہونچا جہاں رات گیا تھا۔ رات والے مکان کے پہچاننے میں اُسے کوئی دقت پیش نہیں آئی۔ مکان کے پاس ہی ایک لکڑہارے کا جھونپڑا تھا یہ اُس کے پاس گیا اور پوچھا:

"یہ جو سامنے بڑا سا احاطہ ہے، اسمیں کون تاجر رہتا ہے؟"

"تاجر" بوڑھے لکڑہارے نے تعجب کے ساتھ کہا "معلوم ہوتا ہے تم یہاں کے رہنے والے نہیں ہو۔ یہاں تاجر کہاں سے آیا؟ یہاں تو شیخ جنید بغدادی رہتے ہیں"

ابن ساباط اس نام کی شہرت سے بے خبر نہ تھا لیکن صورت آشنا نہ تھا۔

ابن ساباط مکان کی طرف چلا۔ رات کی طرح اسوقت بھی دروازہ کھُلا تھا۔ یہ بے تامل اندر چلا گیا۔ سامنے وہی رات والا ایوان تھا۔ یہ آہستہ آہستہ بڑھا اور دروازہ کے اندر نگاہ ڈالی۔ وہی رات والی چٹائی بچھی تھی۔ رات والا تکیہ ایک جانب دھرا تھا۔ تکیہ سے سہارا لگائے "عجیب اجنبی" بیٹھا تھا۔ تیس چالیس آدمی سامنے تھے۔ واقعی "اجنبی" "تاجر" نہیں تھا۔ شیخ جنید بغدادی ؒ تھے!

اتنے میں عشا کی اذان ہوئی لوگ اُٹھ کھڑے ہوئے۔ جب سب لوگ جا چکے تو شیخ بھی اُٹھے جونہی انھوں نے دروازہ کے باہر قدم رکھا، ایک شخص بے تابانہ بڑھا اور قدموں پر گر گیا۔ یہ ابن ساباط تھا۔ اُس کے دل میں سمندر کا تلاطم بند تھا۔ آنکھوں میں جو کبھی تر نہیں ہوئی تھیں دجلہ کی سوتیں بھر گئی تھیں۔ دیر تک رُکی رہیں مگر اب نہیں رُک سکتی تھیں۔ آنسوؤں کا سیلاب آجائے تو پھر دل کی کونسی کثافت ہے جو باقی رہ سکتی ہے؟

شیخ نے شفقت سے اُس کا سر اُٹھایا۔ یہ کھڑا ہوگیا مگر زبان نہ کھُل سکی اور اب اس کی ضرورت بھی کیا تھی؟ جب نگاہوں کی زبان کھُل جاتی ہے تو مُنہ کی زبان کی ضرورت باقی نہیں رہتی!

* * *

اس واقعہ پر کچھ عرصہ گذر چکا ہے۔ شیخ احمد ابن ساباط کا شمار سید الطائفہ کے حلقۂ ارادت کے اُن فقرا میں ہے جو سب میں پیش

اُردو

[illegible]

قیمت في پرچه پانچ آنه

دنیا کی بہترین کتابوں کیلئے بہترین رہنما:

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] House [illegible]

London, W.C. [illegible]

[illegible]

دنیا کے ہر معلم اور ماہر فن تعلیم کیلئے

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

کیا آپ تجارت کرنی چاہتے ہیں؟

[illegible]

[illegible]

ہمارے تعلقات [illegible]

M. R. MARSDEN & CO.

Post Box 708.

Clive Street, Calcutta.

برونو مولر اینڈ کو برلن

[illegible]

BRUNO MULLER & CO. M. B. H.

Berlin-W

Post No. [illegible]

[illegible]

[illegible]

Printed and Published by
MASUD HASAN ZUBERI AT THE AL-BALAGH PRESS, 11, BALLYGUNGE CIRCULAR ROAD, CALCUTTA.
EDITOR: MAULANA ABU-AL KALAM AZAD.

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين القرآن الحکیم

الهلال

ایک ہفتہ وار مصوّر رسالہ

نمبر ۷ کلکتہ : جمعہ ۲۹ ۔ محرم ۱۳۴۶ هجری جلد ۱

Calcutta : Friday, 29, July 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نہین ؟

ضروری هی که هم اسکا اب فیصله کرلین

آج کوئی زبان ترقی نہین کر سکتی اگر وه اپنا ترقی یافته طریق طباعة نہین رکھتی ۔

طباعة کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نہین که حروف کی چھپائی اختیار کی جای ۔ پتھر کی چھپائی مین محدود رهکر اردو کی طباعة کبھی ترقی نہین کر سکتی ۔

هندی اور هندوستان کی تمام زبانون نی، نیز عربی، فارسی ، ترکی، تینون سامی زبانون نی حروف کی چھپائی اختیار کرلی هی اور انکی طباعة یورپ کی طباعة کا مقابله کر رهی هی ۔ کیون اردو زبان بھی ایسا نه کری جو اسی رسم الخط مین لکھی جاتی هی ؟

اردو کی سب سی بہتر حروف جو اس وقت تك بن سکی هین ، وه هین جن مین **الهلال** چھپتا هی ۔ اور عربی کا بہترین خط نسخ وه هی جس مین یه سطرین کمپوز کی گئی هین ۔ آپ ان دونون مین سی جسی چاهین پسند کر لین ۔ لیکن پتھر کی چھپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین ۔

همارى رای مین بہترین حروف یہی هین ۔ اگر فارسی اور ترکی کیلیي یه نا موزون نہین تو اردو کیلیي کیون نا موزون هون ؟

براه عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی همین اطلاع دیجیيي ۔ یاد رکھیيي ۔ طباعة کا مسئله آج زبان و قوم کیلیي سب سی زیاده اهم مسئله هی ۔ ضروری هی که اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین ۔

الهلال

الهلال

هر جمعه کو نمبر ۱۱ - بالي گنج سرکلر روڈ - کلکته سے شایع هوتا هے

قیمت سالانه مع محصول	باره روپیه
هندوستان سے باهر کیلیے	سوله روپیه
قیمت شش ماهي	سات روپیه
قیمت في پرچه	پانچ آنه

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر "منیجر الهلال" کے نام سے کي جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے هوں انکے لفافه پر "ایڈیٹر" کا نام هونا چاهیے -

(۲) نمونه مفت ارسال نه هوگا -

(۳) براه عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پته صاف اور خوش خط لکھیے -

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداري لکھیے جسکي اطلاع آپکو وصول قیمت کي رسید میں دیدي گئي هے -

(۵) اگر کسي صاحب کے پاس کوئي پرچه نه پهنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک هفته کے اندر اطلاع دیں - ورنه بصورت تاخیر بغیر قیمت کے روانه نهیں کیا جائیگا -

(۶) اگر آپ دو تین ماه کیلئے ایک جگه سے دوسري جگه جا رهے هیں تو اپنا پته تبدیل نه کرایے ' مقامي ڈاکخانه کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیاده عرصه تک کے لئے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک هفته پیشتر اطلاع دیکر پته تبدیل کرالیں -

(۷) مني آرڈر روانه کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پته ضرور لکھدیں -

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتري فرائض (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیره) سے نهیں هے ٹکٹ ضرور بهیجیے ورنه دفتر پر غیر معمولي خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

علم الآثار مصر

(قديم مصری عقائد ۔ معاد اور حشر و نشر)

مقتبس از تحقيقات ڈاکٹر احمد کمال بک مرحوم

(۲)

(ممي کرنا)

لاش کے ممي کرنے کا طريقه يه تها که پہلے ناک کے راستے سے دماغ نکال ليتے تھے - پھر معده اور آنتيں نکال کر پيٹ صاف کرتے تھے - قسم قسم کے خوشبوئيں اندر بھرتے تھے - پھر جسم کو نمک ديکر ستر دن تک نول تار ميں رکھتے تھے - اس کے بعد دھوتے تھے اور کپڑے کي پٹيوں ميں ملفوف کر ديتے تھے - جسم کي حفاظت کيليے ٹونے اور ٹوٹکے بھي کرتے ' اور قسم قسم کے تعويذ لٹکاتے - يه دستور عام تها که چہرے اور انگليوں پر سونے کا ملمع کر ديتے تھے - خيال تها که جس طرح سونا بگڑتا نہيں ' اِسي طرح اِس عمل سے جسم بھي نہيں بگڑے گا - قبر کے اندر مردے کے کئي بت بھي رکھديتے تھے - تاکه اگر جسم ميں کچھه بگاڑ پيدا هو تو اِن بتوں کي وجه سے روح برابر آتي جاتي رهے - ممي کرنے کا جو طريقه مصريوں نے ايجاد کيا تها ' وه علم کي اتني ترقي پر بھي جو بيسويں صدي تک هو چکي هے ' موجوده دنيا ايجاد نه کر سکي - حتى که اس کا مصالحه بھي هميں معلوم نہيں -

(سحر)

ليکن روح کي واپسي کے ليے صرف اسي قدر کافي نہيں تها - سحر کي بھي ضرورت سمجھي جاتي تھي - اِس موقعه پر جو سحر کيا جاتا تها ' وه " اوزيس " کے افسانه سے اخذ کيا گيا تها - افسانه يه هے که " اوزي ريس " کو اُس کے بھائي " ست " نے قتل کر کے اُس کي بوٹياں کاٹيں اور هر بوٹي دوسري بوٹي سے بہت دور پھينک دي - اُن کا خيال تها که اوزي ريس پہلا آدمي تها جسے موت آئي - اِس سے پہلے آدمي مرتے نہيں تھے - اس کے قتل کے بعد اُس کي بيوي " ايزيس " بہن " نفتيس " ' بيٹے " هوريس " ' دوست " انوبس " اور " توت " نے سحر کے زور سے اُس کي منتشر بوٹياں جمع کرليں - اُنهيں باهم جوڑا ' اور جب پورا جسم جمع هوگيا تو اُسے برهنه ' ريگ پر کھڑا کرديا - پھر " هوريس " اور " توت " نے جادو کا اوزار اُس کے منهه ' آنکھه ' کان ' بازو ' اور پيروں پر رکھا - اوزار رکھنا تها که فوراً پورا جسم اِسطرح جڑ گيا ' گويا کبھي کٹا هي نه تها - ليکن روح اب بھي واپس نه آئي - وه تو قاتل " ست " کے قبضه ميں تھي - يه ديکھکر " هوريس " ' " توت " اور اُن کے ساتھيوں نے روح کي جستجو شروع کي - آخر معلوم هوا که روح تين جانوروں : بيل ' هرن ' اور بط ميں سما گئي هے - انهوں نے کوشش جاري رکھي ' اور اِن جانوروں کے جسم سے روح نکالنے ميں کامياب هوگئے - اُس وقت " هوريس " خوشي خوشي روح لايا ' اور اپنے باپ " اوزي ريس " کے منهه پر بوسه ديکر اُس کے جسم ميں اتار دي - " اوزي ريس " زنده هوگيا - شايد اُسي وقت سے بوسه ' محبت کي علامت قرار پا گيا هے !

اس واقعه کے بعد سے " اوزي ريس " دائمي زندگي کا ديوتا تسليم کرليا گيا - کيونکه موت اُسے مغلوب نه کرسکي - اس ديوتا سے دوسرے ديوتاؤں ' فرعونوں ' اور تمام مصريوں کو زندگي حاصل هوئي - سقاره ميں چھٹے خاندان کے ايک هرم پر " کتاب ابديت " کا يه باب کنده هے اور پڑھه ليا گيا هے -

(آخرت کي زندگي)

مصريوں کا ابتدا ميں عقيده يه تها که آخرت ميں بھي انسان بالکل ويسي هي زندگي بسر کرتا هے ' جيسي دنيا ميں اسکي زندگي هوتي هے - فرق صرف اسقدر هے که يہاں کے مصائب و آلام وهاں نہيں هيں - يہي سبب هے که وه مردے کي قبر ميں وه تمام چيزيں رکھديا کرتے تھے جو دنياوي زندگي ميں اُسے مرغوب تھيں - چنانچه قسم قسم کے کھانے ' کپڑے ' زيور ' ساتھه دفن کر ديتے تھے اور سمجھتے تھے ' وه مرنے کے بعد بھي اِنسے متمتع هوگا - يہي نہيں بلکه قبر کي ديواروں پر ان چيزوں کي تصويريں بھي بنا ديتے تھے - نيز اُسکي دلچسپي کي چيزوں مثلاً شکار ' دريا ' ميدان جنگ وغيره کے مناظر بھي کنده کرديتے - اُنهيں يقين تها که سحر کے ذريعه يه تمام تصويريں اور نقوش اصلي هوجائينگے ' اور اُن سے مردے کو وهي لطف حاصل هوگا جو زندگي ميں حاصل هوتا تها !

ليکن بتدريج اِن خيالات ميں وسعت هوئي - اُنهوں نے محسوس کيا که دنياوي زندگي آخري زندگي کا کوئي اعلى نمونه نہيں هے - چنانچه اسي کا نتيجه هے که " جنت " کا خيال پيدا هوا -

(جنت)

ليکن جنت کے تخيل نے بھي بتدريج ترقي کي - شروع ميں اُنکي جنت ' سر زمين مصر هي جيسا ايک خيالي خطه تها جسميں نہريں جاري تھيں ' سبزه لہلهاتا تها ' زندگي کي جمله دلفريبياں جمع تھيں - ليکن اس جنت ميں باوجود هر قسم کے آرام و راحت کے ' آدمي کو محنت کرنے پر بھي مجبور هونا پڑتا تها - اُسے اپنا باغ خود درست کرنا پڑتا اور کھانے کے ليے خود هي کھيتي کرني پڑتي تھي - بعد ميں محنت کا خيال جاتا رها ' اور بلا کسي تکليف کے کھانا پاني حاصل هونے لگا - اِس کے بعد جنت سر زمين مصر سے اُٹھکر ملاء اعلى ميں پہنچ گئي جہاں کي رونق اور دلفريبي حد تصور سے باهر هے !

يه معاد کے مصري عقيدے کي انتہائي ترقي تھي -

ان تمام اصحاب کیلیے

جو

قدیم تمدن و صنعت کی قیمتی اشیا کا شوق رکھتی هین

دنیا مین عظیم الشان مقام

I. SHENKER,

118, BROMPTON ROAD, KENSINGTON, LONDON, S. W. 3.

هے

مغرب و مشرق کے قدیم آثار، پرانی قلمی اور مطبوعه کتابیں، پرانی تصویریں، پرانے سکے اور نقوش، پرانے زیور، آرائش و تزیئن کا هر قسم کا سامان، اور هر طرح کے پرانے صنعتی عجائب و نوادر، اگر آپ کو مطلوب هیں، تو هم سے خط وکتابت کیجیے - کم از کم هماری نمایش گاهوں اور ذخائر کی فهرستیں هی منگوا لیجیے - اهل علم اور اهل دولت، دونوں کیلیے همارا ذخیره قیمتی هے -

نوادر عالم کا یه ذخیره

دنیا کے تمام حصوں سے غیر معمولی مصارف و مساعی کے بعد حاصل کیا گیا هے -

دنیا کے تمام قدیم تمدنی مرکزوں مثلاً مصر، شام، فلسطین، هندوستان، ایران، ترکستان، چین، وغیره ممالک میں همارے ایجنٹ همیشه گردش کرتے رهتے هیں -

با این همه

قیمتیں تعجب انگیز عهد تک ارزاں هیں !

براعظم یورپ ، امریکه ، اور مشرق

کے تمام بڑے بڑے محل، کتب خانے، اور عجائب خانے، هم سے نوادر حاصل کرتے رهتے هیں - قاهره کے نئے ایوان شاهی کے نوادر ابهی حال میں هم هی نے فراهم کیے هیں -

اگر آپکے پاس نوادر موجود هوں

تو آپ فروخت کرنے کیلیے بهی پہلے هم هی سے خط وکتابت کیجیے - بهت ممکن هے که همارا سفری یا مقامی ایجنٹ آپسے مل سکے -

والٹیر

جسنے کلیسائي اور شاهي استبداد کے خلاف اعلان جنگ کر دیا تھا !

مہذب ' سنجیدہ ' با اصول ' فیاض ' اور دوستوں کا وفادار دکھائي دیتا هے - کبھي اپنے دوستوں پر جان و مال قربان کرنے پر تلا هے - کبھي دشمنوں کو پاؤں سے روند ڈالنے پر اڑا هے - والٹیر ایسي هي متناقص صفات و اخلاق کا مجموعہ هے !

لیکن یہ صفتیں اُسکي شخصیت کي اصلي بنیادیں نہیں هیں - اُسکي شخصیت کے ستون جس چٹان پر قائم تھے ' وہ اُسکي اعلی دماغي قابلیت اور حیرت انگیز ذهانت تھي - ثبوت کے لیے کسي تاریخي شہادت کي ضرورت نہیں - اُسکي کتابیں خود سب سے بڑي شہادت هیں - ننانوے ضخیم جلدیں اُسکي یادگار هیں - اُنکا هر صفحہ روشني کے حرفوں میں لکھا هے - هر سطر اپني جگھہ پر ایک کامل سحر هے - اِتني بڑي ' اِتني کثیر ' اِتني متنوع کتابیں ' کم لوگوں نے چھوڑي هیں - وہ معلومات و مباحث کي وسعت و تنوع کے لحاظ سے انسائیکلو پیڈیا کا حکم رکھتي هیں - تاهم حشو و زوائد بہت کم هیں -

خود والٹیر کا قول هے " میرا پیشہ یہ هے کہ جو کچھہ میرے ذهن میں آئے اُسے کہڈالوں " زندگي بھر اسنے اسي پر عمل کیا - لیکن اسکے ذهن میں همیشہ وهي آتا تھا جو کہنے کے لائق هوتا تھا - لغو افکار سے اسکا دماغ بالا تر تھا ' اُسکي سب سے بڑي مہارت یہ تھي کہ هر خیال کو ایسے پیرایہ میں ادا کردیتا تھا کہ سامعین وجد کرنے لگتے تھے !

والٹیر کي سب سے زیادہ موثر ' دلچسپ ' اور عجیب تحریریں وہ هیں ' جو اس نے مسیحي کلیسا کے خلاف لکھي هیں - معلوم هے کہ اُس نے کلیسا کے جمود اور تعصب کے خلاف (خود اُسي کے لفظوں میں) جنگ مقدس (کروسیڈ) کا اعلان کیا تھا - اِن تحریروں میں اُس نے فصاحت و بلاغت کے دریا بہا دیے هیں - لفظ اور سطریں نہیں هیں ' جرار فوجیں هیں جو حملہ آور هو رهي هیں - در حقیقت مسیحي کلیسا کے هزار سالہ تخت حکومت کے پائے اسي کے نوک قلم سے ٹوٹے ' اور اس طرح ٹوٹے کہ پھر کسي طرح بھي استوار نہ هوسکے !

والٹیر کي شہرت صرف اسکي کتابوں اور قصیدوں هي سے نہیں هوئي بلکہ وہ بہت بڑا مقرر اور لسان بھي تھا - اِنھیں مختلف قابلیتوں کے مجموعہ نے اُسے اپنے زمانہ کا سب سے بڑا آدمي بنا دیا !

والٹیر ' غضب کا محنتي تھا - کام سے کبھي نہیں تھکتا - یہي سبب هے کہ وہ اتنا بڑا علمي ذخیرہ چھوڑ گیا ' جتنا اسکے کسي هم عصر کے امکان میں نہ تھا - اُسکي غیر معمولي چستي کے ثبوت میں خود اُسي کے بہت سے اقوال پیش کیے جا سکتے هیں - وہ کہتا هے :

" سستي اور عدم ایک چیز هے "

ایک اور جگھہ لکھتا هے :

" تمام آدمي اچھے هیں ' بجز اُنکے ' جنکے پاس کرنے کے لیے کوئي کام نہیں ! "

اُسکے سکریٹري کا بیان هے :

" والٹیر بڑا سخي تھا - صرف اپنے وقت میں بخل کرتا تھا "

اُسکا مشہور مقولہ هے :

" زندگي کے مصائب کم کرنے کے لئے نفس کو همیشہ زیادہ سے زیادہ کام میں مشغول رکھنا چاهئے ... میري عمر جتني زیادہ هوتي جاتي هے ' محنت کي ضرورت کا اتنا هي زیادہ یقین هوتا جاتا هے - جو شخص محنت کا عادي هو جاتا هے ' اُسے محنت میں اتني مسرت حاصل هوتي هے کہ زندگي کي تمام کلفتیں بھول جاتا هے "

اُسکا یہ قول ضرب المثل هو گیا هے :

" اگر خود کشي منظور نہیں هے تو اپنے لیے کوئي کام پیدا کرلو "

اِسي جملہ سے لوگوں نے خیال کیا هے کہ اسکے دل میں خود کشي کا خیال پیدا هوا کرتا تھا - اسي لیے وہ همیشہ کام میں منہمک رهتا تھا -

(اٹھارهویں صدي کي روح)

ویکٹر هیوگو کا قول هے :

" والٹیر اور اُس کي روح کا سمجھہ لینا پوري اٹھارهوي صدي کي روح کا سمجھہ لینا هے "

" اٹلي ایک بڑي تہذیب کا منبع تھا - جرمني سے اصلاح دیني کا سرچشمہ پھوٹا - لیکن فرانس ؟ تو فرانس میں والٹیر تھا - والٹیر ایک پوري قوم تھا - انقلاب عظیم کي دعوت تھا - نہیں ' سرتاپا انقلاب تھا - فرانس کا مشہور انقلاب ' جس نے خون کي موجوں سے ایک نئي دنیا پیدا کر دي ' والٹیر هي کا ایک افسون حیات تھا - یہ شخص اپنے اندر سب کچھہ رکھتا تھا - اُس میں " مونٹین " کا شک تھا - " رابیلیہ " کا تمسخر تھا - " لوتھر " کي حملہ آورانہ قوت تھي - اُسي نے میرابو ' مورات ' ڈانٹن ' روبسپیرو ' پیدا کیے تھے ' اور وہ بارود بنائي تھي جس سے اُنھوں نے دنیا کے تمام نظام هاے قدیم کي عمارتیں بہ یک دفعہ هوا میں اڑادیں ! "

لامارٹین کہتا هے :

" اگر انسان کا عمل اُس کي عظمت کا میزان هے تو بلا شک والٹیر موجودہ یورپ کا سب سے بڑا کاتب تھا - قدرت نے اُس کي عمر میں برکت دي - ۸۳ سال زندہ رها - قدیم نظام کے معائب معلوم کیے ' اس کے خلاف جهاد کیا ' اور جب مرا تو وهي فتحمند تھا - "

کسي مصنف کو بھي اپنے عہد میں اِتنا اقتدار حاصل نہیں هوا ' جتنا والٹیر نے حاصل کیا تھا - تمام جہان اُس کا مخالف تھا - کلیسا جو اُس وقت تک سب سے بڑي قوت تھي ' دشمن تھا - حکومت خون کي پیاسي تھي - اُسے قید کیا گیا - جلا وطن کیا گیا - ذلیل کیا گیا - اُس کي کتابیں روکي گئیں ' جلائي گئیں '

مغرب کی تاریخ جدید کی تاریخی شخصیتین

انقلاب فرانس کے ارکان ثلاثه

والٹیر

FRANCOIS DE VOLTAIRE.

اردو علم ادب کي بے مايگي هر گوشۂ علم و فن ميں نماياں هے - ليکن سب سے زيادہ افسوس ناک کمي يه هے کہ اِس وقت تک علوم و ادبيات کي وہ اُمهات و اصول بهي اردو ميں منتقل نه هوسکيں جن کے بغير موجودہ عهد کي کوئي زبان ' ترقي پذير زبان تسليم نهيں کي جا سکتي - " اُمهات و اصول " کا لفظ جب کبهي علوم و کتب کے ليے بولا جاتا هے تو اُس سے مقصود يه هوتا هے کہ هر علم و فن کي وہ بنيادي چيزيں ' جو بمنزلۂ اصل و اساس هيں ' اور جنهوں نے اپنے اپنے دائرۂ بحث و نظر ميں مباديات و قواعد کا درجه حاصل کر ليا هے - مثلاً منطق ميں ارسطو کا مقاله ' رياضي ميں اقليدس کے مقالات ' قانون ميں سولن کے مباحث ' طب ميں جالينوس کے رسائل خمسه ' نظام حکومت ميں افلاطون کي جمهورية ' تاريخ ميں ميں هيرو دوٹس کي کتاب ' فن بلاغة ميں جاحظ کے مقدمات ' قصص ميں الف ليله ' منطق استقرائي ميں بيکن کا مقاله ' وغيرہ ذالک - علوم و ادب کا کتنا هي وسيع و وقيع ذخيرہ فراهم هوجائے ' مگر وہ سب برگ و بار هيں -- سب سے پہلے اُن کي جڑيں زبان ميں اُستوار هوني چاهيئں - لطف يه هے کہ يه کام کچهه ايسا دشوار بهي نهيں - اهل علم کي اگر ايک مختصر جماعت مستعد هوجائے ' تو دو تين سال کے اندر اُمهات علوم و ادب کا بڑا حصه اردو ميں منتقل هو جا سکتا هے - ليکن مشکل يه هے کہ نه تو اس وقت تک هم ميں ايسے اهل علم پيدا هوئے هيں جنهيں خدمت علم کا اس درجه شوق هو ' نه ملک ميں علمي طلب هے جو اهل علم کو اِس طرف متوجه کرے - بنياد ان تمام کار و بار علم کي قومي تعليم هے ' اور وهي اس وقت تک مفقود هے -

اِس سلسله کا ايک اهم گوشه يورپ کي جديد تاريخ اجتماع و تمدن کي اُمهات و اصول اور اُنکے رجال علم و نظر هيں - موجودہ دور کي تاريخ ' انقلاب فرانس سے شروع کي جاتي هے - انقلاب فرانس کي تخم ريزي جس عهد ميں هوئي ' وہ اٹهارهويں صدي کا ابتدائي حصه هے - اِس عهد ميں چند شخصيتيں ايسي پيدا هوگئي تهيں ' جنکي دماغي سيرت ميں وقت کي تمام انقلابي قوتيں سمٹ آئي تهيں - وہ سرتا پا پيکر انقلاب تهيں - اُنهي کے دماغ و قلم نے انقلاب فرانس کي تخم ريزي کي ' اور اُنهي کے مباديات واصول هيں جن سے يورپ کے نئے دور کي تاريخ کا آغاز هوا - مورخين نے انهيں " انقلاب کے ارکان ثلاثه " سے تعبير کيا هے - اگرچه تعداد ميں تين سے زيادہ هيں ' ليکن قلم و کتابت کي تقسيم ميں اُنکے حلقے تين هي هيں :

(۱) والٹير Valtaire -

(۲) روسو Rausseou -

(۳) اور انسائيکلو پيڈيا کے اهل قلم The Encyclopedie -

آخري جماعت اس لقب سے اسليے موسوم هوئي کہ اس نے سب سے پہلے فرانسيسي زبان ميں انسائيکلو پيڈيا مرتب کي ' اور علم اور حريت فکر کے مباحث کي اشاعت اُس کے اوراق و مجلدات کے ذريعه هوئي - اس ميں سب سے زيادہ نامور اهل قلم دو تهے : ڈيڈرو diderot اور ڈلامبرٹ D' Alembert -

ايک مدت سے مجهے خيال تها کہ ان ارکان ثلاثه کي وہ تحريريں جن کا شمار اُمهات و مباديات ميں سے کيا جاتا هے ' اردو ميں منتقل کردي جائيں ' تاکہ علاوہ اردو علم ادب کي تکميل کے ' غير انگريزي داں طبقه کے مطالعه کيليے تاريخ جديد کے ذهني مباديات مهيا هوجائيں ' اور وہ اسکے محاسن و نقائص ' دونوں سے با خبر هوسکيں - کئي سال هوے ' ميں نے روسو کا "لا کنٹرکٹ سوشيل" Le Contrat Social اور ايميل Emilius ترجمه کيليے بعض دوستوں کو ديا تها - کچهه حصه کا ترجمه هوا بهي ' ليکن افسوس هے کہ انکي بے ذوقي تکميل سے مانع هوي اور اُسکے بعد مجهے بهي توجه کرنے کي مهلت نه ملي - ميرے کرنے کے کام دوسرے هيں جن کي تکميل و اشاعت سے ابتک عهدہ برا نه هوسکا - ان کاموں کے ليے وقت کهاں سے لاؤں ؟

ليکن اب الهلال شائع هوا هے تو اسکے صفحات کے تنوع ميں هر طرح کے بحث و نظر کي گنجائش هے - خيال هوا ' کم از کم ايک سلسله مضامين اس موضوع پر ايسا مرتب کرديا جاے ' جس سے ايک حد تک کتابوں کے فقدان کي تلافی هوسکے - چنانچه آج " والٹير " سے يه سلسله شروع کيا جاتا هے - اس کے تين حصے هيں - پهلا حصه جو آج شائع کيا جاتا هے اُسکي دماغي سيرة پر اجمالي نظر هے اور اُسکے مختصر حالات زندگي پر مشتمل هے - دوسرے ميں اُسکے اصول و تعليمات کا خلاصه هے - تيسرے ميں اسپر نقد و تبصره هے - اور وهي اس سلسله کي سب سے زيادہ اهم چيز هوگي -

(والٹير)

ايک دن والٹير ' مشهور رقاصه رومانيل کے ساتهه اُسکي گاڑي ميں بيٹها تها - رقاصه تهيٹر جا رهي تهي جهاں اُسے والٹير کے شهرۂ آفاق ڈراما " ميروب " کي مشق کرنا تهي - وہ بهت پريشان تهي - کهنے لگي " کاميابي کے ساتهه يه ڈراما اور اُسکے دقيق جذبات دکهانے کيليے ضروري هے کہ ميرے جسم ميں شيطان حلول کر جائے "

" سچ هے بيگم ! هر فن ميں کاميابي اسي پر موقوف هے کہ شيطان جسم ميں حلول کر جائے " والٹير کا جواب تها !

والٹير کے تمام دشمنوں نے خصوصاً کليسائی حريفوں نے بيک زبان کها هے کہ شيطان اسکے اندر حلول کيے تها - چنانچه سينٹ برف کا قول هے " ابليس اُسکے جسم ميں تها " روميسٹر کهتا هے " يهه شخص ' جهنم کي تمام قوتوں اور هولنا کيوں کا مالک تها " !

دراصل والٹير اپنے وقت کا پورا آدمي تها - يورپ کي اٹهارويں صدي کي ادبيات کي سچي تصوير اِس فلسفي شاعر ميں هم ديکهه سکتے هيں - اُسکي تصانيف ميں اُس عصر کي جمله بهلائياں اور برائياں ' دونوں جمع هوگئي هيں - کبهي وہ نهايت مذموم ' کج خلق ' بد اطوار ' فحاش ' بے اصول ' مفرط ' اور کمينه نظر آتا هے - کبهي از حد لطيف '

پڑا - یه اُس کا پهلا عشق تها - اسلیے عمر بهر اسکي چبهن دل میں باقي رهي !

سنه ۱۷۱۵ - میں والٹیر اپنے والد سے علحده هوکر پیرس پهونچا - اِسي زمانه میں لوئي چهاردهم نے انتقال کیا اور لوئي پانزدهم تخت نشین هوا - بادشاه کمسن تها ' اسلئے سلطنت کي باگیں اُسکے مربي فلیپ ڈورلاین کے هاتهوں میں آگئیں - یه شخص کم همت اور ضعیف الارادہ تها - ملک میں بد امني پهیل گئي - پیرس اِسکا مرکز تها - والٹیر شورش پسندوں میں داخل هوگیا ' اور اپني بے باکي اور جرأت کي وجهه سے بهت جلد ممتاز جگه حاصل کرلي -

اُسکي جرأت کا اندازه صرف اِس ایک واقعه سے کیا جا سکتا هے که نائب سلطنت نے کفایت شعاري کے خیال سے شاهي اصطبل کے آدهے گهوڑے بیچ ڈالنے کا حکم دیا تها - اِس پر والٹیر نے ایک مضمون میں لکها " کاش نائب سلطنت آدهے گدهوں کي فروخت کا بهي حکم صادر کردیتے جو حکومت کي اونچي کرسیوں پر بیٹهتے هیں ! "

حکام کي نظر سے یه مضمون گذرا تو سخت برهم هوے - پهر نائب سلطنت کي هجو میں دو قصیدے شایع هوئے اور خیال کیا گیا که والٹیر نے هي لکهے هیں - اب پوري حکومت اسکي دشمن هوگئي - ایک دن کسي تفریح گاه میں نائب سلطنت نے والٹیر کو دیکها اور بلاکر کها " میں تم سے شرط باندهتا هوں که عنقریب تمهیں ایک ایسي جگهه بهیجدونگا جسے تمهاري ان آنکهوں نے کبهي نهیں دیکها هے ! " والٹیر نے تمسخر سے سوال کیا " وه کون جگهه هوسکتي هے ؟ " نائب نے کها " باسٹل کي تاریک کوٹهریاں ! "

اِس گفتگو پر پورے چوبیس گهنٹے بهي نهیں گذرے تهے که والٹیر باسٹل کے خوفناک قید خانه میں بند تها - یه واقعه سنه ۱۷۱۷ - کا هے - کاش اُس وقت حکومت کو معلوم هوتا که ایک دن یهي باسٹل والٹیر کے پیدا کرده انقلاب کے هاتهوں منهدم هوکر رهیگا !

اِس وقت تک والٹیر اپنے اصلي نام " فرانسوا ماري اروبه " سے مشهور تها - لیکن قید هونے کے بعد آینده حکومت کے شکنجه سے بچنے کے لیے ' ایک فرضي نام اختیار کرلیا جو والٹیر تها - یه فرضي نام اس درجه مشهور هوا که آج تاریخ کے سوا کهیں بهي اس کا اصلي نام نهیں ملسکتا -

قید خانه میں اُسنے بڑي همت و جرأت سے کام لیا ' اور اپني شهرهٔ آفاق کتاب " هنریاڈ " تصنیف کي - یه در اصل هنري چهارم کا قصه هے جو پهلے پروٹسٹنٹ هوا تها - پهر دوباره کیتهولک هو گیا ' اور آخرکار قتل کیا گیا -

قید خانه میں وه گیاره مهینے رها - اِس اثنا میں اُسے سخت جسماني تکلیفیں دي گئیں - لیکن بعد میں خود نائب سلطنت کو رحم آ گیا - عزت کے ساتهه رها کر دیا گیا اور سالانه وظیفه بهي مقرر هوگیا - والیٹر کي شوخ طبعي کا اندازه اِس سے هو سکتا هے که اُس نے نائب سلطنت کو شکریه کا خط اِن الفاظ میں لکها تها :

" اعلیٰ حضرت نے میرے رزق کا جو اهتمام کیا هے ' اس کے لیے شکر گزار هوں - مگر میري دست بسته درخواست هے که میري سکونت کے انتظام کرنے کي حضور کبهي زحمت گوارا نه کریں !

اُسکا اشاره قید خانه کي طرف تها -

باسٹل سے نجات پانے کے بعد والٹیر نے اپنا مشهور ڈراما " اوڈیپ " لکها - یه ایک نهایت هي درد انگیز قصه هے - بهت مقبول هوا اور مسلسل ۴۵ دن تک پیرس کے تهیٹروں میں دکهایا گیا - والٹیر کے والد کو اِسکا حال معلوم هوا تو خاص اُسکے دیکهنے کے لیے پیرس آیا - تماشه دیکهتے وقت اپني مسرت بار بار یه کهکر ظاهر کرتا " آه شیطان آه شیطان ! "

اسي ڈراما میں اُسنے اپنے یه انقلاب انگیز خیالات ظاهر کیے تهے :

" همارے کاهن ویسے نهیں هیں جیسا ساده لوح عوام اُنهیں سمجهتے هیں "

" اِن کاهنوں کے علوم و معارف کیا هیں ؟ در اصل هماري ساده لوحي اور زود اعتقادي هي اُن کے علوم و معارف هیں ! "

" همیں اپني قوت پر یقین کرنا اور ایمان لانا چاهیے - هر چیز خود اپني آنکهوں سے دیکهني چاهیے - درحقیقت هماري عقل هي همارا معبود ' همارا عبادت خانه ' اور همارا کاهن هے "

اِس ڈراما سے والٹیر نے چار هزار فرانک حاصل کیے - اُس نے یه رقم ضایع نهیں کي - بلکه اُسے اپنا رأس المال قرار دیا اور بڑي هوشیاري سے اُسے بڑهاتا رها - اُسکا اصول تها که آدمي کو اپني روزي اپني محنت سے کماني چاهیے اور اپني کمائي سے کچهه نه کچهه پس انداز ضرور کرنا چاهیے - وه کها کرتا تها " فلسفه چهانٹنے سے پهلے آدمي کو زنده رهنے کي حکمت سیکهني چاهیے " !

الهلال

کا

یه ۷ - وان نمبر هے

لیکن

اِس وقت تک توسیع اشاعت کے لیے دفتر نے آپکو دوي زحمت نهیں دي هے - کیا آپ کو خود اِس طرف توجه نه هوئي ؟

اس میں شک نهیں که اصحاب ذوق نے جس طرح الهلال کا استقبال کیا ' شاید هي اُسکي کوئي دوسري نظیر اردو اخبارات مین مل سکے - لیکن مشکل یه هے که پرچه کي ترتیب و طباعت کا معیار بهت بلند هے ' اور قیمت اُسکے مقابله میں بهت کم - اب یا تو قیمت بڑهاني چاهیے - یا اتني وسیع اشاعت هوني چاهیے که اُس سے قیمت کي کمي کي تلافي هوجاے -

حتی که چھاپنے ' بیچنے ' اور پڑھنے والوں تک کو سزا دی گئی - مگر والٹیر کے عزم و همت میں فرق نه آیا - وہ تمام دشمنوں پر غالب آیا - تمام مشکلات پر فتحمند هوا - اُس نے همیشه حق و حقیقت کا اظہار کیا اور بالاخر دنیا کی گردنیں اُس کے علمی و عقلی جبروت کے آگے جھک گئیں - یا تو اُسے ذلیل سمجھا جاتا تھا - یا پھر یه هوا که پادشاہ ' شهنشاہ ' اور روم کے پوپ تک ' اُس کی خوشامدیں کرنے لگے - سب اُس کی هیبت سے لرز اٹھے - پاپاؤں کی روحانی گدی اور بادشاهوں کے زریں تخت هلنے لگے آدھی دنیا نے اِس ساحر کے لیے اپنے دل کھول دئے' اور اُس کی زبان و قلم کا هر لفظ باشندگان یورپ کے دلوں میں اُتر گیا !

والٹیر ایک ایسے زمانه میں پیدا هوا تھا جس کی سب سے بڑی ضرورت تخریب اور شکست و ریخت تھی - جرمنی کا نیٹشے کہتا ہے " هنسنے والے شیروں کے نمودار هونے کی ضرورت هے " والٹیر نے یه نہیں کہا' مگر وہ سچ مچ کو شیر کی طرح گرجتا اور هنستا هوا اٹھا ' اور قدیم نظام کی کہنه عمارت ڈھا دی - در حقیقت یورپ کی موجودہ بیداری اور تہذیب کا سہرا دو هی آدمیوں کے سر هے : والٹیر اور روسو - اِنهی دونوں نے انقلاب فرانس کی تخم ریزی کی' اور وہ سب کچھه مہیا کر دیا جس کی اس انقلاب کو ضرورت تھی - بدنصیب لوئی شانزدهم نے قتل هونے سے چند دن پہلے قید خانه میں والٹیر اور روسو کی کتابیں دیکھی تھیں - وہ بے اختیار چلا اٹھا " اِنهی دو آدمیوں نے فرانس کو برباد کیا هے ! " ظاهر هے که فرانس کی بربادی سے بدنصیب بادشاہ کا مقصود اپنے خاندان کی بربادی تھی - نپولین اعظم کہا کرتا تھا " بوربون (فرانس کا خاندان شاهی) اپنا تخت و تاج محفوظ رکھه سکتا تھا اگر والٹیر اور روسو کا منهه بند کر دیتا " خود والٹیر کہتا هے " کتابیں هی قوموں پر حکومت کرتی هیں " اسی کا مقوله هے " دماغی تربیت سے بڑھکر کوئی ذریعه آزادی کا نہیں " ایک اور موقعه پر اُس نے کہا " جب قوم سوچنے لگ جائے تو پھر منزل مقصود سے اُسے روکنا نا ممکن هو جاتا هے " والٹیر کے ظهور کے ساتھه فرانس نے سوچنا شروع کیا ' اور دنیا کی کوئی قوت بھی اُسے آگے بڑھنے سے روک نه سکی -

(مختصر سوانح حیات)

والٹیر کا اصلی نام " فرانسو ماری اوریه " هے - سنه ۱۶۹۴ ع میں پیرس میں پیدا هوا - اُس کا باپ رجسٹرار تھا اور ماں ایک شریف گھرانے کی خاتون تھی - خیال کیا جاتا هے که والٹیر نے اپنی غصه ور طبیعت اپنے باپ سے ورثه میں پائی تھی ' اور ذهانت ماں سے - والٹیر کے پیدا هونے میں اُس کی ماں کو اِتنی تکلیف هوئی که جانبر نه هو سکی - وہ خود بھی از حد کمزور تھا - حتی که اُس کی دائی نے گود میں لیتے هی کہه دیا تھا " بچه ایک دن سے زیادہ نہیں جیئگا " لیکن اُس کا اندازہ غلط تھا - وہ ۸۴ سال تک زندہ رہا - البته بیماریوں اور جسمانی تکلیفوں میں همیشه مبتلا رہا -

والٹیر کا ایک بڑا بھائی بھی تھا - اسکا نام " ارمان " تھا لیکن وہ ازاد خیالی کے جرم میں کلیسا کے حکم سے قتل کر ڈالا گیا - اُسکا ایک واقعه بہت مشهور هے - وہ جب قید تھا اور پھانسی کا حکم صادر هوگیا تھا ' تو بعض دوستوں نے رائے دی - توبه کر کے جان بچالے - لیکن یه سنکر وہ بہت غضب ناک هو گیا - اُس نے کہا " دوستو ! شکریه - اگر تم خود پھانسی پر لٹکنا پسند نہیں کرتے تو اُن لوگوں کی راہ کیوں روکتے هو جو پھانسی پانا پسند کرتے هیں ؟ "

والٹیر کا باپ اپنے دونوں لڑکوں کی شکایت کیا کرتا تھا " خدا نے مجھے دو پاگل بیٹے دیے هیں : ایک کو نثر کا جنون هے ' دوسرے کو نظم کا " والٹیر نے شعر کہنا اُس وقت سے شروع کیا جبکه وہ اپنا نام بھی صحیح طور پر نہیں لکھه سکتا تھا - اُسکا باپ عملی زندگی کا عادی تھا - اُسنے اپنے لڑکے کی یه حالت دیکھکر افسوس کے ساتھه یقین کر لیا که یه بالکل ناکارہ نکلے گا - اُسے کیا معلوم تھا ' ایک دن اُسکا یہی " ناکارہ " تمام یورپ کا سب سے بڑا اهل قلم تسلیم کیا جائگا !

والٹیر کی ماں کے انتقال کے بعد اُسکا خاندان پیرس چھوڑ کر دیہات میں جا بسا - یہاں ایک دولتمند فاحشه نے والٹیر کو دیکھا اور اُسمیں آثار ذهانت و نجابت پائے - چنانچه مرنے سے پہلے وہ یه نیک کام کر گئی که دو هزار فرنک والٹیر کو هبه کر دیے - تا که " اس روپیه سے اُسے کتابیں خرید دی جائیں "

والٹیر کو اِن کتابوں سے بڑا نفع هوا - وہ عمر بھر اِس آبرو باخته عورت کا احسان مند رہا - اِسکے بعد ایک راهب کو اُس سے محبت هو گئی - لیکن یه راهب دراصل ملحد تھا - اِس نے اُسے شک و الحاد کی تلقین کی ' اور کلیسا کے طرف سے نفرت و انکار دلنشین کر دیا -

اِسکے بعد وہ پادریوں کے مدرسه میں دینی تعلیم حاصل کرنے کیلیے داخل کیا گیا - یہاں اُسنے فن مناظرہ اور علم کلام سیکھا - اُس وقت بڑا علمی کمال یه سمجھا جاتا تھا که ایک هی مسئله کو به زور جدل دو متناقض پہلوؤں سے ثابت کردیا جائے - والٹیر نے اِس فن میں کمال حاصل کر لیا - نتیجه یه نکلا که کسی مسئله پر بھی اُسے یقین باقی نه رہا - مدرسه میں وہ بڑا محنتی طالب علم مشهور تھا - حتی که فرصت کے اوقات میں بھی جبکه اور لڑکے کھیل کود میں مصروف هوتے ' وہ اساتذہ سے لاهوتی مسائل پر بحث کیا کرتا - اپنی طالب علمانه زندگی کے متعلق وہ کہا کرتا تھا " پادریوں نے مجھے لاطینی زبان اور بہت سی بیہودہ بکواس سکھادی هے ! "

تعلیم ختم کرنے کے بعد اُسے عملی دنیا کی طرف توجه هوئی ' اور اپنے لیے کوئی پیشه منتخب کرنا چاها - اُسنے اپنے باپ سے بلا پس و پیش کہدیا " میں شعر و ادب کو اپنا پیشه بناؤنگا " باپ بہت خفا هوا اور بہت سمجھایا - مگر اُسنے ایک نه سنی اور اپنی هٹ پر قائم رہا - لطف یه هے که اِس پیشه کے متعلق خود اُسکی رائے یه تھی : " شعر و ادب اُن لوگوں کا مشغله هے جو اجتماعی زندگی میں بے فائدہ بننا اور اپنے عزیزوں اور دوستوں کے سر پر بوجھه هونا چاهتے هیں - یه اُن لوگوں کا پیشه هے جو بھوکوں مر جانا پسند کرتے هیں "

۲۱ - برس کی عمر تک والٹیر نے اپنے تئیں رندی و عیاشی کیلیے وقف کر رکھا تھا - راتیں باهر گزارتا تھا اور دن گھر پر :

همه شب شراب خوردن همه روز خواب کردن !

اُسکے والد کو اِس تھتک سے بڑی تکلیف تھی - اُسنے لاکھه کوشش کی مگر اصلاح کی کوئی صورت نه نکلی - آخر اپنے ایک سخت گیر رشته دار کے هاں بھیجدیا - شروع میں تو اِس نئے مربی نے بڑی سختی کی - لیکن پھر اُسکی غیر معمولی قابلیت و ذهانت دیکھکر آزاد چھوڑ دیا - والد کو معلوم هوا تو اُسنے واپس بلا لیا اور هالینڈ میں فرانسیسی سفیر کے حواله کر دیا که اپنی نگرانی میں رکھے - یہیں هالینڈ کے پائے تخت لاهائی میں والٹیر نے ایک دو شیزہ سے عشق کیا' مگر راز جلد کھل گیا' اور حضرت کو هزاروں حسرتوں کے ساتھه وطن بھاگنا

پر جوش نو مسلم هي کا استقبال کر سکتے تھے - بونا پارتي (بونا پارت کو اسکي فوج محبت سے اور انگریز حقارت سے "بونا پارتي" کہتے تھے) اسکے لیے بھي بے دریغ طیار هو گیا "

نپولین کے مورخوں میں فین سب سے زیادہ جوش مخالفت رکھتا هے - اس نے اپني تاریخ صرف اسلیے لکھي هے تا که وہ تمام مواد جمع کر دے جو نپولین کي مخالف جماعتوں نے اسکے خلاف راے عامه پیدا کرنے کیلیے طیار کیا تھا - وہ اس معامله میں اسکي " انتها درجه کي شیطنت " محسوس کرتا هے ' اور واقعه کے ناگوار پہلوؤں کي تکمیل کیلیے اتنا حصه اور بڑھا دیتا هے که " اس نے بار بار مسلمان مشایخ کو خوش کرنے کیلیے مسیحي مذهب کي هنسي اڑائي اور عیسائیوں کو گالیاں دیں "

بوربون خاندان اور انکے حامیوں نے نپولین کے خلاف تبلیغ و اشاعت کا ایک خاص صیغه قائم کر رکھا تھا - هر مهینه کوئي نه کوئي رساله انگلستان سے چھپکر نکلتا اور تمام یورپ میں تقسیم کیا جاتا - اس کام کیلیے تنخواہ دار اهل قلم مهیا کیے گئے تھے - انهي میں ایک شخص تهیبر نامي تھا - اسنے ایک رساله اس موضوع پر لکھا تھا که " کیا بونا پارت ترک (مسلمان) هو گیا هے ؟ " تهیبرس اس رساله کا ذکر کرتے هوے لکھتا هے " اس میں نپولین کي کئي تصویریں اس طرح کي بنائي گئي تھیں ' جیسي از منهٔ وسطیٰ (مڈل ایجز) میں پیغمبر اسلام کي بنائي گئي تھیں - نهایت خونخوار قیافه - چشم و ابرو سے قتل و خونریزي کے جذبات ٹپک رهے هیں - ایک هاتھه میں برهنه تلوار هے - دوسرے میں قرآن "

چند سالوں کے بعد جب نپولین نے پوپ کو پیرس بلایا تاکه اس کي تاج پوشي کي رسم ادا کرے ' تو لندن کے ایک اخبار کا کارٹون بہت مشهور هوا تھا - اس میں نپولین کے ایک هي دھڑ پر دو رو پشت چہرے بنائے تھے - ایک پر پگڑي تھي - ایک برهنه تھا - پگڑي والے سر کے منهه سے یه الفاظ نکل رهے تھے " میں مشرق میں اس لیے آیا هوں تا که دین محمدي زنده کردوں " مگر برهنه سر کہه رها تھا " میں مشرق سے واپس آگیا تاکه نوٹر دم کے گھنٹوں کا مقدس بلاوا سنوں ! " پہلا جمله نپولین کے اعلان مصر سے ماخوذ تھا - دوسرا اس کي ایک پر جوش تقریر سے ' جس میں اس نے مذهب کي ضرورت اور تاثیر پر زور دیتے هوئے کہا تھا " میرے حافظه میں کسي چیز کي یاد اس قدر عمیق تاثیر پیدا نهیں کرتي ' جس قدر گرجے کے گھنٹے کي مسلسل صدائیں "

لیکن جب که مخالفین نے اس معامله کو اس درجه اهمیت دي ' تو موافقین نے بھي اس کي اهمیت گھٹانے میں کوئي کمي نهیں کي - نپولین کے اکثر ثنا خواں اس بارے میں ساکت رهے هیں - بعضوں نے ذکر کیا بھي هے تو اس سے زیاده نهیں که اس نے اپنے اعلانات میں اپنے آپ کو اسلام کا دوست ظاهر کیا تھا - بعض نے انکار و تغلیط میں صراحت سے بھي کام لیا هے اور لکھه دیا هے که " یه واقعه هي سرے سے غلط هے " فوشے اور کلیبر مورخانه سنجیدگي کے ساتھه لکھتے هیں " منجمله ان تهمتوں کے جو شهنشاہ کے دشمنوں نے تراشي تھیں ایک تهمت یه بھي تھي " کین تھیوم اور لیس کیس نے (اور آخر الذکر ان لوگوں میں سے هے جو سینٹ هلینا میں نپولین کے رفیق رهے تھے) اس معامله کا کوئي ذکر نهیں کیا هے - بیورین نپولین کا سکریٹري اور مصر و شام میں اس کے ساتھه تھا - وہ نپولین کے واقعات مصر بہت تفصیل سے بیان کرتا هے ' لیکن اس معامله کا کوئي ذکر نهیں کرتا - خود نپولین نے سینٹ هلینا میں اپنے سوانح حیات پر اپنے خیالات قلمبند کرائے تھے جو دو جلدوں میں مرتب هوکر شائع هوئے - اس میں وہ مصر کے واقعات کا به تفصیل ذکر کرتا هے - اسلام کا بھي ذکر کرتا هے - یه بھي کہتا هے که اگر ضرورت هوتي تو اسلام قبول کر کے تمام اسلامي ممالک زیر نگیں کر لیتے اور ایک عظیم مشرقي مملکت کي بنیاد رکھدیتے میں مجھے تامل نه هوتا - لیکن اس کا اعتراف نهیں کرتا که اس نے اسلام قبول کر لیا تھا -

(مصر کے مسلمان مورخ)

نپولین کے حملهٔ مصر کا زمانه اگرچه مشرق کے دماغي و علمي تنزل کے بلوغ کا زمانه تھا ' اور مصر و شام کے عهد وسطیٰ کي رهي سهي علمي قوتیں نویں صدي هجري میں تقریباً ختم هو چکي تھیں ' تا هم جامع ازهر کے وسیع حلقهٔ درس و تدریس کي بدولت علم کي کمیت بدستور قائم تھي - اگرچه کیفیت مفقود هوچکي تھي - شهاب الدین خفاجي صاحب درة الغواص - سید مرتضیٰ زبیدي صاحب تاج العروس - شمس الدین الشامي صاحب سیرة الشامیه و عقود الجمان - ابو بکر مرعي صاحب کواکب الدریه - نور الدین الحلبي صاحب سیرة حلبیه - ابن فضل الله المحبي صاحب خلاصة الاثر - ابو الفتح اسحاقي صاحب لطائف الاخبار - ابو العباس مقري صاحب نفح الطیب - شمس الدین بکري صاحب تحفة البهیه - ابن یوسف الحلاق صاحب تحفة الاحباب - شمس الدین تمرتاشي صاحب تنویر الابصار - شرنبلالي شارح متون حنفیه - شیخ اسماعیل زرقاني شارح موطا و مواهب - وغیرہ علماء مصر کا زمانه تقریباً گیارهویں اور بارهویں صدي هجري کا زمانه هے ' اور اس عهد سے متصل هے جب نپولین مصر میں داخل هوا هے - هجري سنه کے حساب سے حملهٔ مصر سنه ١٢١٣ - میں هوا هے - یعني تیرهویں صدي کے بالکل اوائل میں -

چنانچه هم دیکھتے هیں که اس زمانے میں بھي علماء مصر و شام ' خصوصاً علماء ازهر کي ایک بہت بڑي تعداد موجود تھي جو درس و تدریس کے ساتھه تصنیف و تالیف کا مشغله بھي رکھتي تھي - ان میں سب سے زیاده نمایاں اشخاص جنکا نپولین اور فرانسیسي حکام سے زیاده سابقه رها ' یا انھوں نے اس عهد کے حالات قلمبند کیے ' حسب ذیل هیں :

(١) شیخ عبد الله الشرقاوي : جامع ازهر کے مشاهیر اساتذہ میں سے تھے - نپولین نے مصر کے شهري انتظام کے لیے چوده ارکان کي ایک مجلس شوریٰ بنائي تھي جو " دیوان " کے نام سے پکاري جاتي تھي - شیخ شرقاوي کو اسکا رئیس منتخب کیا تھا - انھوں نے ٢٠ - سے زیاده کتابیں یادگار چھوڑي هیں - ان میں ایک قیمتي کتاب تحفة الناظرین هے جس میں فرانسیسیوں کے حمله سے لیکر انکي واپسي تک کے چشم دید حالات بالاختصار بیان کیے هیں - سنه ١١٥٠ میں پیدا هوے ' اور ١٢٢٧ مطابق سنه ١٨١٢ میں انتقال کیا - تحفة الناظرین مصر میں چھپ گئي هے -

(٢) شیخ سلیمان فیومي : یه بھي اساتذهٔ ازهر میں سے تھے ' اور مشیخت کے درجه تک پهونچ چکے تھے - نپولین نے انھیں بھي " دیوان " کا رکن منتخب کیا تھا - نپولین کے جانے کے بعد جب سردار عسکر کلیبر کو سلیمان حلبي نے قتل کر ڈالا اور فرانسیسیوں نے فوجي عدالت میں تحقیقات کي ' تو یه بڑے مخمصه میں پھنس گئے - لیکن بالاخر نجات پائي - انھوں نے بھي ایک مختصر رساله

تاریخ و عبر

فرانس کا فاتح اعظم اور اسلام

کیا نپولین مسلمان هوگیا تها ؟

اتهارهویں صدي کے اوائل کا ایک تاریخي مبحث

نپولین کا حملۂ مصر اس کي فاتحانه اوالعزمیوں کا ایک غیر معمولي واقعه هے - اُس کي زندگي کے تمام مورخوں نے یه واقعه بڑي شرح و تفصیل سے لکها هے - یکم جولائي سنه ۱۷۹۸ ع کو فرانسیسي فوج نے سر زمین مصر پر قدم رکها تها ' اور سنه ۱۸۰۱ ع میں واپسي پر مجبور هوئي تهي -

لیکن اس حمله کي داستان کا ایک واقعه ایسا هے جس میں نه توتمام مورخ متفق هوسکے - نه کوئي ایک رائے مضبوطي کے ساتهه ظاهر کي جاسکي - بعضوں نے اُسے اِس درجه غیر وقیع تصور کیا که یکقلم نظر انداز کر دیا - بعضوں نے اس قدر اهمیت دي که خاص خاص عنوان اور ابواب اُس کے لیے ترتیب دیے - نپولین کے عهد میں اور اُس کے کچهه عرصه بعد تک اُس کي مخالفت اور موافقت کے جذبات نهایت شدید تهے - اس لیے یه واقعه مخالفوں کے لیے بهت زیاده اهم ' مگر موافقوں کے لیے نظر انداز کر دینے کے قابل تها -

یه نپولین کے مسلمان هونے یا اپنے تئیں مسلمان ظاهر کرنے کا واقعه هے -

تمام تاریخیں متفق هیں که نپولین نے مصر پهنچنے سے پہلے هي ایسے اعلانات طیار کر لیے تهے جن میں باشندگان مصر کو مخاطب کیا گیا تها اور مملوکوں کے خلاف (جو وهاں عملاً حکمراني کر رهے تهے اگرچه حکماً سیادت دولة عثمانیه کو حاصل تهي) اُبهارا تها - ان اعلانات میں نپولین نے یه بهي لکها تها " میں اسلام و قرآن کا مخالف نهیں هوں - بلکه سچا حامي هوں - میں چاهتا هوں ' اصلي اسلام تازه هوجائے ' اُس کي عظمت و شوکت برقرار رهے ' اور اُس کے دشمن ناکام و نامراد هوں " اس میں بهي سب کا اتفاق هے که اس نے مصر جاتے هوئے راسته میں اسلام اور قرآن کي نسبت غیر معمولي واقفیت حاصل کرلي تهي - وه مصر کے علما و مشائخ کو اپني واقفیت سے متعجب کردینے کي کوشش کرتا ' اور اُنهیں بار بار یقین دلاتا که اسلام کي بهت بڑي عزت اُس کے دل میں هے - اس سے بهي کسي نے انکار نهیں کیا هے اور خود اُس نے بهي اپنے سینت هلینا کے خود نوشته تذکره میں اعتراف کیا هے ' که اسلام قبول کرنے کے مسئله پر اُس نے مصر کے مشائخ سے طول طویل گفتگو کي تهي ' اور وه کم سے کم شرطیں معلوم کرلي تهیں جو مسلمان هونے کے لیے ضروري هیں - یه واقعه بهي مسلم هے که اُس کے بعض فوجي افسر مسلمان هوگئے تهے اور مسلمان خاندانوں میں رشته داریاں کرلي تهیں - چنانچه ژاک مینیو جو کلیبر کے قتل کے بعد مصر کا فوجي حاکم منتخب هوا تها ' علانیه مسلمان هوگیا تها ' اور " عبدالله جاک " کے نام سے مشهور تها - اُس نے ایک مسلمان عورت سے نکاح بهي کر لیا تها -

لیکن ان تمام متفقه امور کے ساتهه جس بات میں اختلاف هے ' وه یه هے که نپولین نے اپنے آپ کو اسلام کا پیرو بهي ظاهر کیا تها یا نهیں ؟

اُس کے مخالفین کهتے هیں - وه مسلمان هوگیا تها - یا کم از کم اپنے آپ کو مسلمان ظاهر کیا تها - اُنهوں نے نپولین کے جرائم کي فهرست میں یه واقعه بهي شامل کیا هے ' اور اس سے اُسکي طبعي منافقت ' بے دیني ' اور ابن الوقتي پر استدلال کیا هے -

نپولین نے جب شام پر حمله کیا ' تو سر سڈني اسمتهه نے جو انگریزي بیڑه کا امیر البحر تها شام کے عیسائیوں کے نام ایک اعلان بهیجا تها - اسمیں لکها تها : " وه انگریز امیر البحر پر جو ایک سچا مسیحي بهادر هے پوري طرح بهروسه کریں ' اور نپولین کي کچهه پروا نه کریں جو پہلے ایک بے اصول مرتد تها ' اور اب مصر کے شیخوں کے هاتهه پر مسلمان هو چکا هے ! "

نپولین کے مشهور بحري حریف لارڈ نیلسن نے اپني مشهور اور تاریخي آشنا ' لیڈي هملٹن کو لکها تها :

" یه کوئي تعجب کي بات نهیں که وه (نپولین) مصر میں دین محمدي کا غازي بن گیا هے اور اِسکي خبریں هندوستان کے تباه شده مسلمان نبابوں (نوابوں) تک پهنچ گئي هیں - مجهے یقین هے - اگر اُسے استریلیا کے باشندوں کو خوش کرنے کي ضرورت هوتي تو وه بلا تامل اپنے تمام فوجي افسروں کے ساتهه اُس درخت کے تنه کي پوجا شروع کر دیتا جسپر وه مردوں کي کهوپڑیاں رکها کرتے هیں ! "

انقلاب فرانس کا مشهور ابن الوقت تیلراند ' **Talleyrand** نپولین کے تذکره میں لکهتا هے " اُس نے کبهي اس بات پر ندامت ظاهر نهیں کي که وه مصر کے اماموں اور شیخوں کے سامنے مملوکوں کي پگڑي اور جبه پهنکر گیا تها ' اور کها تها ' میں دین محمدي زنده کرنے اور اسکے لیے جنگ مقدس کرنے آیا هوں ! "

نپولین کا مشهور انگریز سوانح نویس ایلي سن کهتا هے " یه اُس کي زمانه ساز اور ابن الوقت طبیعت کا سب سے زیاده مکمل مظهر تها - اگر نیلسن نے ابو قیر کا بیڑا تباه نه کر دیا هوتا اور قسمت اس سے موافق هوتي ' تو یقیناً وه هندوستان کے ساحل پر قرآن حمایل کیے هوے اُترتا ' اور حیدر علي سے کهتا : میں دین محمدي کے دشمنوں کو هندوستان سے نکالنے کیلیے آگیا هوں - اُسکے بعد اگر وه دیکهتا که هندوستان کے کروڑوں بت پرستوں کو رام کرنے اور انگریزوں کے بر خلاف اُبهار نے کیلیے اِسکي ضرورت هے که اپنے آپ کو مقدس دیوتاؤں کا پرستار ظاهر کرے ' تو اس میں بهي اُسے اُتنا هي تامل هوتا ' جتنا تامل مسلمان هونے میں هوا تها ! " -

سر والٹر اسکاٹ کا قلم اُن تمام انگریز اهل قلم میں جنهوں نے اُس عهد میں نپولین پر قلم اُتهایا هے ' زیاده مستند تسلیم کیا گیا هے - وه بهي اس واقعه میں نپولین کي " منافقانه طبیعت " کا پورا ظهور دیکهتا هے اور لکهتا هے " مصر کے متعصب شیخ صرف ایک

شیخ خلیل بکري

جو نپولین کے زمانه میں نقیب السادات مصر تھے -

درج کیے جاتے تھے - یه دنیا میں عربي زبان کا سب سے پہلا اخبار تھا - اس کي تحریر سید مذکور کے ذمه تھي - اس طرح واقعات و حوادث کي کتابت و تدوین کا انہیں ایسا مستند موقعه مل گیا جو دوسروں کو حاصل نه تھا - سنه وفات ۱۲۳۰ ھ ھے -

(دو شامي مورخ)

لیکن مصر سے باهر دو مشرقي قلم اور بھي تھے جو اس عهد کے حوادث و سوانح ضبط کتابت میں لا رهے تھے : نقولا ترک ' اور امیر حیدر شهاب -

پہلا مصنف لبنان کے ایک مسیحي خاندان سے تعلق رکھتا تھا جو قسطنطنیه سے آکر وهاں مقیم هوگیا تھا - اس نے نپولین کي زندگي هي میں نپولین کي تاریخ عربي زبان میں لکھي تھي جس کا پہلا حصه مع فرانسیسي ترجمه کے سنه ۱۸۳۹ ع میں پیرس سے شائع هوا - اس حصه میں فرانسیسیوں کے مصر سے اخراج تک کے واقعات درج هیں - اس کتاب کي قدر و قیمت بہت بڑھ جاتي ھے جب خیال کیا جائے ' که یه مشرق کي سب سے پہلي کتاب ھے جو نپولین کے حالات میں لکھي گئي ' اور اُس وقت لکھي گئي جب خود یورپ میں بھي اس کي کوئي بڑي تاریخ نہیں لکھي گئي تھي - نپولین کے حملۂ شام کے واقعات کا بڑا حصه مصنف کے چشم دید واقعات میں سے ھے - اس نے سنه ۱۲۴۴ - مطابق سنه ۱۸۲۸ - میں انتقال کیا -

امیر حیدر لبنان کے خاندان " شهاب " کا ایک صاحب علم و قلم امیر تھا - اُس نے کئي کتابیں شام و لبنان کي تاریخ میں لکھي هیں جن میں نپولین کے حملۂ مصر و شام کے حوادث بھي آگئے هیں - ان میں سے غرر الحسان اور نزهة الزمان خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر هیں - امیر موصوف کا سال وفات سنه ۱۲۵۱ - مطابق ۱۸۳۵ ع ھے -

(علماء مصر کي تصویریں)

فرانسیسیوں نے مصري دیوان کے تمام ارکان کي تصویریں کھینچ لي تھیں - اور بطور عجائب شرق کے اپنے ساتھ فرانس لے گئے تھے - جبرتي نے یه تصویریں دیکھي هیں ' اور ان کي صناعیوں پر تعجب ظاهر کیا ھے - مستشرق مارسل نے جسے نپولین عربي طباعت کے اهتمام کے لیے اپنے ساتھ لایا تھا ' اپني کتاب " معلومات مصر " میں یه تمام تصویریں درج کردي هیں - هم ان میں سے شیخ شرقاوي ' شیخ بکري ' اور شیخ سلیمان فیومي کي تصویریں اس تحریر کے ساتھ شائع کردیتے هیں - ان سے اُس عهد کے علماء و مشائخ مصر کي وضع و قطع اور شکل و شمائل نظروں کے سامنے آجائیگي - مصر و شام میں تاریخ اسلام کے ازمنۂ وسطی سے لیکر بارهویں صدي تک ' معاشرتي زندگي تقریباً یکساں رهي ھے - اس لیے یه تصویریں اگرچه صرف ڈیڑھ سو برس پیشتر کي هیں ' لیکن اُن کي وضع و قطع سے تقریباً چار سو برس پیشتر تک کي وضع و قطع کا اندازه کر لیا جاسکتا ھے - ساتویں ' آٹھویں ' اور نویں صدي هجري کے علماء مصر و شام ' مثلاً امام ذهبي ' امام مزي ابن دقیق العید ' تقي الدین سبکي ' حافظ برزالي ' حافظ ابن حجر عسقلاني ' حافظ سخاوي ' جلال الدین سیوطي ' وغیرهم کا لباس اور وضع و قطع تقریباً ایسي هي هوگي ' جیسي شرقاوي اور فیومي کي ھے - شیخ بکري کي زندگي چونکه امراء کي سي زندگي تھي ' اس لیے وه سمور کا چغه پہنے هیں اور هاتھ میں مصري شبقه یعنے تمباکو کا پائپ ھے -

(عربي مورخین کي شہادت)

اب دیکھنا چاهیے که نپولین کے اظهار و عدم اظهار اسلام کے بارے میں ان مورخین کي شہادت کیا ھے ؟ اس بارے میں سب سے زیاده معتبر شہادت انہي لوگوں کي هوسکتي ھے - ان میں سے چند مورخ تو خود اُن لوگوں میں سے هیں ' جن کے سامنے نپولین کے اظهارات هوئے هونگے - مثلاً شیخ مهدي شیخ الازهر ' اور شیخ شرقاوي رئیس الدیوان - اور بعض ایسے هیں جو اپنے چشم دید حالات قلمبند کر رهے هیں اور اس بارے میں کوئي خاص مورخانه تعصب نہیں رکھتے - مثلاً شیخ جبرتي اور سید اسماعیل خشاب -

ان کي شہادت یه ھے که نپولین نے نه صرف اپنے تئیں اسلام کا دوست ظاهر کیا تھا ' بلکه مسلمان هونے کا بھي دعوی کیا تھا - وه اسلامي لباس پہنکر علما و مشائخ سے ملتا ' مسجد میں جاتا ' اور نماز جمعه میں شریک هوتا - چنانچه اُس نے اپني تصویر بھي اس لباس میں اُترواني تھي جو آجتک موجود ھے ' اور جسے پروفیسر مارسل نے اپني کتاب میں درج کیا ھے - مزید تفصیل آئنده نمبر میں ملیگي -

شیخ سلیمان فیومي

جو اُس عهد کے مشاهیر علماء مصر میں سے تھے

حوادث مصر پر لکھا ھے : " الوقائع و النوازل " سنه ۱۲۳۲ ھ مطابق سنه ۱۸۱۶ میں انتقال کیا -

(۳) شیخ خلیل البکري - مصر میں عرصه سے خاندان وفائیه کا سجادۂ طریقت قائم ھے - چونکه نسلاً حضرة " ابوبکر " کي اولاد میں هیں - اسلیے " بکري " کہلاتے هیں - جو شخص سجاده نشین هوتا ھے ' اسے " نقیب السادات " کے لقب سے موسوم کیا جاتا ھے جو سرکاري لقب ھے - نپولین کے زمانه میں سجاده نشین شیخ خلیل تھے - نپولین نے انھیں بھي دیوان کا رکن چنا تھا - ان میں اور نپولین اور دوسرے فرانسیسي افسروں میں بہت زیاده رسم و راه پیدا ھوگئي تھي - نپولین اکثر اِنکے مکان پر آتا - یه اُسکي دعوتوں میں شریک ھوتے - اِنھي نے نپولین کو ایک چرکسي غلام بطور ھدیه کے دیا تھا جسے نپولین اپنے همراه فرانس لے گیا تھا - یه شاعر اور ادیب تھے - اُسوقت کے حوادث مصر پر متعدد قصائد لکھے هیں - بعض فرانسیسي مستشرقین اپنے ساتھه لیگئے اور پیرس میں ترجمه کے ساتھه شائع کیا - سنه ۱۲۳۵ ھ مطابق سنه ۱۸۲۰ میں انتقال کیا -

نپولین مصري اسلامي لباس میں

جب اس نے جامع ازھر اور جامع حسیني میں نماز جمعه ادا کی تھي

(۴) شیخ محمد مهدي - یه اُسوقت جامع ازھر کے شیخ تھے - اصلاً قبطي تھے - بچپنے میں مسلمان ھوگئے اور ازھر میں تحصیل علوم کرکے علم و فضل کا درجه حاصل کرلیا - یہانتک که مشیخت کے درجه تک پہونچ گئے - یه بھي نپولین کے دیوان کے رکن تھے - انھوں نے ایک کتاب الف لیله کي روش پر تحفة المستیقظ لکھي تھي جسے فرانسیسي اپنے ساتھه لیگئے اور فرنچ ترجمه کے ساتھه پیرس میں چھاپ کر شائع کیا - انھوں نے سنه ۱۲۳۰ - مطابق ۱۸۱۵ ع میں انتقال کیا -

(۵) عبدالرحمن جبرتي - یه اُس عہد کا سب سے بڑا مورخ ھے - " جبرت " حبش کے قریب ایک موضع کا نام ھے - اس کے مورث اعلی وهیں سے مصر آئے تھے - جب نپولین مصر آیا اور دیوان شوری مقرر کیا ' تو اس کے لیے ایک کاتب کي ضرورت ھوئي - اس کام پر اِسي کا تقرر ھوا - اسطرح اِسے موقعه مل گیا که بہت زیاده قریب سے اس قوم کے حالات و اعمال کا مطالعه کرے -

اس نے اپنے زمانه کے حوادث مصر پر ایک ضخیم کتاب عجائب الآثار لکھي ھے جو تاریخ جبرتي کے نام سے مشهور ھے - اسمیں پہلے ابن ایاس کي تاریخ مصر کي آخري تاریخ سے لیکر اپنے وقت تک کے مختصر حالات دیے هیں تا که ابن ایاس کي تاریخ کے لیے یه تاریخ ذیل اور تکمله کا کام دیے - پھر سنه ۱۱۴۲ - هجري سے لیکر سنه ۱۲۳۶ - تک کے تمام اهم حوادث مصر تاریخ وار روز نامچه کي طرح لکھے هیں اور کوئي ضروري بات نظر انداز نہیں کي ھے - غالباً سنه ۱۲۴۰ - مطابق سنه ۱۸۲۵ ع میں انتقال کیا -

افسوس ھے ' اس تاریخ کي قدر و قیمت سے مشرقي دنیا برابر غافل رهي - حالانکه یه اٹھارھویں صدي کے اواخر اور انیسویں صدي کے اوائل کے حوادث مصر کي سب سے زیاده مستند تاریخ ھے - نپولین کا حملۂ مصر اور محمد علي خدیو اول کا ظهور ' تاریخ مشرق کے نہایت اهم واقعات هیں - جبرتي نے انکي چشم دید سرگزشت ایک روزنامچه کي طرح مرتب کر کے پیش کردي ھے -

(۶) سید اسماعیل خشاب - نپولین اپنے ساتھه عربي حروف اور مطبع بھي لے گیا تھا ' اور اس سے ایک سرکاري اخبار بھي جاري کیا تھا - اِس میں عدالت اور فوج کے حالات اور سرکاري اعلانات

مرادبک مملوک

جو مصر کے دفاع میں نپولین سے لڑا مگر ناکام رها

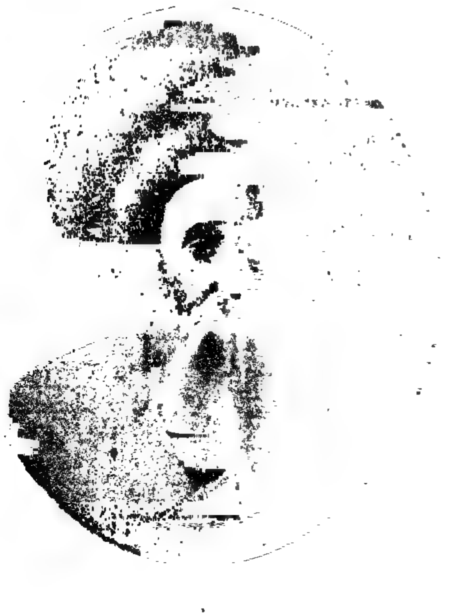

شیخ عبدالله شرقاوي

صاحب تحفة الناظرین و رئیس دیوان مصر

دبیت

تین ہزار سال پہلے کی شاعری

قدیم مصری شاعری

مصر، دنیا کے قدیم ترین تمدن کا مرکز ہے۔ یونان اور روم جبکہ جہل کی ظلمتوں میں لپٹے پڑے تھے، تو مصر میں علم و حکمت کا آفتاب نصف النہار پر تھا۔

دنیا "توت آنخ آمون" کے نام سے واقف ہو چکی ہے۔ حال ہی میں اس کا مقبرہ اور صحیح و سالم جثہ برآمد ہوا ہے۔ ہم اسی بادشاہ کے ایک عزیز بادشاہ کے زمانہ کا ذکر کرنا چاہتے ہیں۔ اس کا نام "آمی نوتپ" چہارم تھا۔ یہ "توت آنخ آمون" کا بہنوئی تھا، اور سنہ ۱۴۰۰ قبل مسیح میں مصر کے تخت پر حکمراں تھا۔

قدیم شاہان مصر میں اس بادشاہ کو خاص امتیاز حاصل ہے۔ اس کے عہد میں مصر کا تمدن اپنے پورے عروج تک پہنچا۔ مصر نے صرف مادی ترقی ہی نہیں کی تھی معنوی ترقی کے بھی کئی مرحلے طے کئے تھے۔ اس سے پہلے مصریوں میں طرح طرح کے توہمات عام تھے۔ عام اعتقاد تھا کہ مرنے کے بعد انسان کو دوبارہ زندگی صرف اسی طرح مل سکتی ہے کہ اس کی قبر پر شیطانوں کی تصویریں بنائی جائیں۔ میزوں پر کھانا پینا رکھا جائے۔ ننھی ننھی مورتیں اس کے کفن میں بطور تعویزوں کے لٹکا دی جائیں۔ خیال تھا یہ سب چیزیں "کا" کو زندہ کر دیتی ہیں، اور "کا" زندہ ہو کر مردے میں از سر نو روح پھونک دیتا ہے۔ قدیم مصری زبان میں "کا" وہی چیز ہے جسے آجکل ہمزاد کہا جاتا ہے۔ ان کا بھی عقیدہ تھا کہ ہمزاد ہمیشہ انسان کے ساتھ رہتا ہے۔ صرف موت اسے جدا کر دیتی ہے۔ لیکن اگر مذکورۂ بالا چیزیں قبر میں مہیا کر دی جائیں تو ہمزاد کا تعلق مردے سے باقی رہتا ہے اور کبھی نہ کبھی اس کی دوبارہ زندگی کا باعث ہوتا ہے۔

"آمی نوتپ چہارم" نے یہ تمام متوہمانہ عقائد باطل کر دیئے۔ اسی قدر نہیں بلکہ مصر کے تمام دینی عقائد بھی بدل ڈالے۔ ایک نیا مذہب ایجاد کیا۔ اور اس کی بنیاد آفتاب پرستی پر رکھی۔ پہلے مصریوں کا معبود اعظم "آمون" تھا۔ اس بادشاہ نے اسے منسوخ کر کے "اخناتن" کی عبادت جاری کی۔ "اخناتن" دو مصری لفظوں سے مرکب ہے "اخنا" اور "آتن"۔ "اخنا" کے معنی ہیں روشنی اور نور۔ "آتن" کا اطلاق سورج پر ہوتا تھا۔ لیس "اخناتن" کے معنی ہوئے "سورج کی روشنی"۔

اس بادشاہ کے عہد کے بہت سے آثار اور مقبرے برآمد ہوئے ہیں۔ ان مقبروں میں مذکورۂ بالا خرافات کا کوئی نشان نہیں ملتا۔ ان میں نہ تو شیطانوں کی تصویریں ہیں، نہ چھوٹی چھوٹی مورتیں۔ نہ کھانے کے میز ہیں۔ ان میں جو کچھ ہے وہ بادشاہ اور ملکہ کے جلسوں اور جشنوں کی تصویریں ہیں، یا مصر کی روزمرّہ کی زندگی کے مرقع ہیں۔ علماء مصریات کا خیال ہے کہ یہ آثار سب سے زیادہ قیمتی ہیں۔ کیونکہ یہ اس عہد کی زندگی ہمارے سامنے پیش کر دیتے ہیں۔

قدیم مصری نظم

اسی عہد کے ایک قبرستان میں بہت سے اشعار کندہ ملے ہیں۔ یہ پڑھ لئے گئے ہیں۔ ان کا ترجمہ بھی ہو گیا ہے۔ یہ درحقیقت معبود اعظم "آتن" (آفتاب) کی تعریف و ستائش کے قصیدے ہیں لیکن یہ اس سے بھی بڑھ کر کچھ ہیں۔ یہ تین ہزار سال پہلے کی ترقی یافتہ انسانی ذہنیت دنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ شعر، انسانی جذبات و قلبی کیفیات کا آئینہ ہوتا ہے۔ اس مصری شعر کے اندر موجودہ انسانیت، اپنی قدیم شکل دیکھ سکتی ہے۔ ذیل میں اس کے چند نمونے ملاحظہ ہوں:

"آتن" کا جلال!

کیا دلفریب ہے تیرا طلوع افق آسمان میں!
اے رو پہلے طباق! اے سرچشمۂ حیات!
ہر صبح ہم تجھے آسمان کے پورب میں دیکھتے ہیں
تو پوری زمین اپنے حسن سے معمور کر دیتا ہے!
تو ہی خوبصورت ہے، عظیم ہے، روشن ہے، زمین پر بلند ہے!
تیری شعاعیں تمام زمینوں کو اپنے دامنوں میں لئے ہوئے ہیں!
ہاں، تمام زمینوں کو لئے ہوئے، جنھیں تو ہی نے بنایا ہے!
اور تو ہی نے ان پر انسانوں کو آباد کیا ہے!
ہاں، انسانوں کو، جنھیں تو ہی نے پیدا کیا ہے!
وہ انسان، جنھیں تو نے محبت کے بندھن سے جوڑ دیا!
کہتے ہیں، تو دور ہے، بہت دور ہے!
مگر تو دور کہاں ہے؟ تیری شعاعیں تو زمین پر پھیلی ہوئی ہیں!
اے بلند تر! کیا دن کی تابناکی تیرا ہی ایک جلوۂ نورانی نہیں ہے؟

رات

اے بادشاہ! جب تو آسمان کے پچھم میں لیٹ جاتا ہے
تو سارے جہان پر موت کی تاریکی چھا جاتی ہے!
آدمی اپنے گھروں میں سو جاتے ہیں
منہ لپیٹے، بے حرکت، صرف سانس چلتی ہے!
کوئی کسی کو نہیں دیکھتا۔ آنکھیں بند ہوتی ہیں
انکے سرہانے چور کھڑا ہوتا ہے، مگر انھیں خبر نہیں!
شیر کچھار سے نکلتے ہیں، سانپ ڈسنا شروع کرتے ہیں!
کیا ملکۂ ظلمت کی فرمانروائی نہیں؟
کیا دنیا رعب سناٹے میں نہیں ہے؟
ہاں سب کا بنانے والا افق کی محل سرا میں محو خواب ہے!

دن اور انسان

یہ کیسی ہما ہمی ہے؟
زمین مسرت سے کیوں اچھل رہی ہے؟
دیکھو بادشاہ کی سواری افق میں نمودار ہو گئی!
تو نے کائنات روشن کر دی!
تاریکی کا پتہ نہیں!
تو آسمان پہ مگر تیری شعاعیں زمین پر!
یہ ہمارے بادشاہ کا جلال ہے!
آدمی خوشی سے اپنے پیروں پر کھڑے ہو گئے
تو نمودار ہوا اور زندگی کا آغاز ہوا!
سب نہا دھو کر گئے۔
سب کے ہاتھ مشرق کی طرف اٹھ گئے۔
ہاں مشرق کی طرف، تیری راجدھانی کی طرف!
تیری بندگی کے بعد دنیا کے کام شروع ہوئے!

دن اور حیوان و نبات

چوپائے چراگاہوں میں پہنچ گئے۔
درخت اور پودے کھلکھلانے لگے
چڑیاں بھی گھونسلوں سے اڑ گئیں
پر اٹھائے تیری تسبیح کرتی ہوئیں!
ہر پرند اڑ رہا ہے!
ہر کوئی تیری روشنی میں زندگی پا رہا ہے!

دن اور پانی

کشتیاں آنے جانے لگیں
اپنے مستول ہوا میں اڑاتی ہوئیں!
سب راہیں تیرے نور سے روشن ہو گئیں!
مچھلیاں سطح پر دوڑ آئیں!
اے نور! وہ تیرے سجدے میں گر پڑیں!
تیری شعاعوں نے موجیں توڑ دیں!
سمندر کی تہ پر پہنچ گئیں!

انسان کی پیدائش

تو ہی نے عورت سے انسان کو پیدا کیا!
تو ہی نے مرد میں زندگی کا تخم رکھا!
ماں کے پیٹ میں بچے کو زندگی تجھی سے ملی!
وہ نہ روتا ہے نہ گھبراتا ہے
رحم مادر میں پڑا سوتا ہے!
تیرا دست شفقت اس پر دھرا ہے!
ماں کے پیٹ سے نکلتا ہے اور نور دیکھتا ہے!
تو اس کا معصوم منہ کھول دیتا ہے!
تب وہ بولتا ہے!
پھر تو ہی اس کی ضرورتیں پوری کرتا ہے
اے بادشاہوں کے بادشاہ! تیرا نام بڑا ہے!

حیوان کی پیدائش

مرغی کا انڈا!
اس کے اندر بچہ!
یہ تیری ہی قدرت ہے!
زندگی، یہ تیری ہی صنعت ہے۔
تو ہی نے انڈے میں سانس ڈالی؟۔
دیکھو، بچہ باہر نکل آیا!

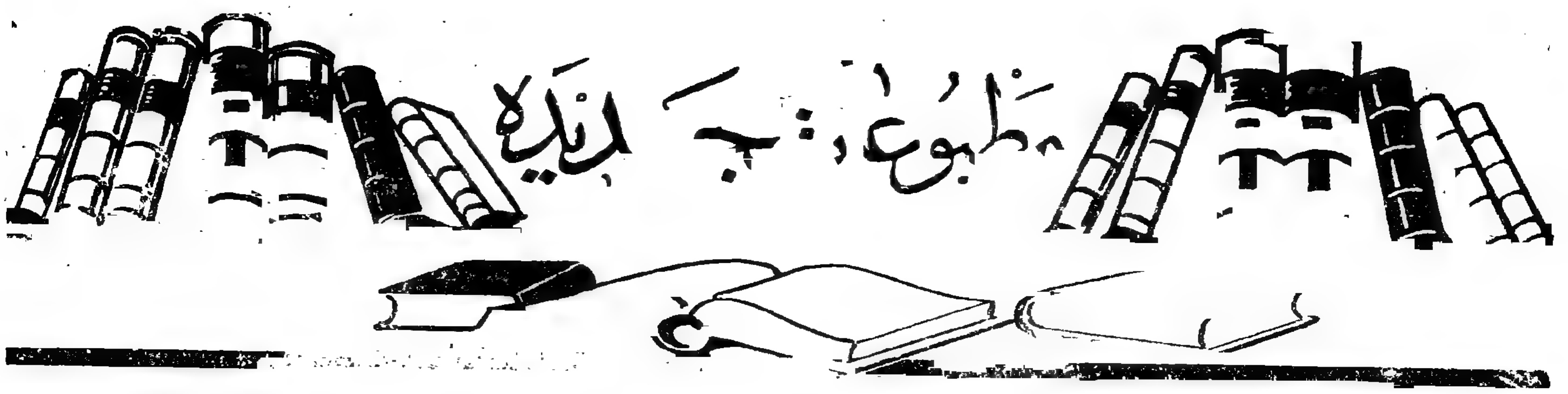

پان یورپین تحریک اور امن عالم

ایک جرمن مدبر کي تجویزیں

اسوقت جبکه جنیوا میں اسلحه کي تخفیف و تحدید کے مسئله پر بحثیں هو رهي هیں' ایک نئي کتاب کے مضامین یقیناً دلچسپي کے ساتهه پڑھے جائینگے جو حال میں شائع هوي هے۔ اور " پان یورپین تحریک " یعني وحدة اقوام یورپ کي تحریک کے ایک جرمن داعي کاونٹ رچرڈ کوڈنهو کیلرگي Richard Caudenhove Kalergi کے قلم سے نکلي هے -

اس کتاب میں مصنف نے پہلے امن عالم کي ضرورت پر بہت موثر پیرایه میں نظر ڈالي هے - پهر ثابت کیا هے که اسکا تنہا ذریعه یہي هے که " یورپین طاقتوں کي روز افزوں هتیار بندي موقوف کردي جاے " لیکن " هتیار بندي " سے مقصود کیا هے ؟ صرف لوهے اور آگ کے هتیار ؟ مصنف اس سے انکار کرتا هے - وه کہتا هے " صرف لوهے کے هتیاروں سے نہتا کردینا کچهه مفید نه هوگا - یورپ کو اُس کے سیاسي' اخلاقي' اور اقتصادي حربوں سے بهي نہتا کردینا چاهئے - اسکے بغیر هتیار بندي کي مخالف تحریک بے فائده هے - جبتک بغض و حسد کے چهالے قوموں کے دلوں میں موجود رهینگے' اُس وقت تک دنیا میں امن و امان قائم نہیں هوسکتا "

اسکے بعد مصنف لکهتا هے : " یورپ کي سلامتي کي دو هي صورتیں ممکن هیں : مختلف قوموں کے ما بین عدل قائم هو جاے' اور جنگ اور جنگ کے اسباب روکنے کے لیے سلطنتیں اپني قوت استعمال کرنے پر متفق هو جائیں "

آگے چلکر مصنف نے مختلف مغربي طاقتوں کي موجوده جنگ جویانه حالت پر نظر ڈالي هے :

" وارسلیز کے معاهده نے جرمني کو نہتا کردینے کا فیصله کردیا هے - لیکن یه کہاں کي عقلمندي هے که جرمني کو اُسکے مسلح پڑوسیوں کے درمیان نہتا کر کے چهوڑ دیا جاے ؟ یورپ کے امن و امان کے کي بنیادي شرط یه هے که تمام سلطنتیں ایک ساتهه اور ایک هي قسم کا قدم اٹهائیں - یا تو سب مسلح هو جائیں ' یا سب هتیار رکهدیں - بعض کا هتیار بند رهنا اور بعض کا هتیار رکهدینا ' امن کا نہیں جنگ کا موجب هے "

" یورپین سواحل کي سلامتي کي سب سے زیاده آسان اور عملي صورت یه هے که برطانیا اپنے جنگي بیڑے کے ذریعه حفاظت کي ذمه داري لے لے - نه یه که هر سلطنت اپني بحري قوت بڑها کر جنگ کا ایک اور خطره پیدا کردے - اگر برطانیا اس پر راضي هو جائے که اپنا جنگي بیڑا یورپ کي ضرورتوں کیلیے وقف کردیگي تو بلا شک دنیا کا امن و امان یقیني هو جائیگا - لیکن برطانیا یه اُسي وقت منظور کر سکتي هے جب تمام دول یورپ طے کر لیں که اپني مجموعي بحري قوت' برطانیا کي بحري قوت سے کم کر دینگي "

" ترکي کو مستثنی کر دینے کے بعد روس هي ایک ایسي سلطنت هے جسکي سرحدیں خشکي میں یورپ سے ملتي هیں - روسي سرحدیں بہت وسیع هیں اور بے شمار مشکلات کا سبب بني هوئي هیں - روس کا اپنے تمام پڑوسیوں سے جهگڑا هے - سب سے زیاده اهم اُسکے سیاسي اور اجتماعي جهگڑے هیں - پهر روس کي آبادي بهي بہت بڑي هے - جنگي طیاریاں بهي عظیم هیں - اس سے بهي زیاده خطرناک بات یه هے که اُس کي اصلي غرض تمام دنیا میں انقلاب پیدا کرنا هے - روسي مدبر حیرت انگیز مستعدي سے انقلاب کي تخم ریزي کررهے هیں - جو شخص یه خیال کرتا هے که روس اپنے مقاصد کي اشاعت امن و آشتي سے کرني چاهتا هے ' وه سخت فریب خورده هے - روس جنگ کو اپنے مقاصد کي کامیابي کا ایک هي ذریعه سمجهتا هے "

" روس سے مفاهمت کي صرف یہی ایک صورت هے که یورپ اُس کي سرحدوں کا احترام کرے اور وه یورپ کي سرحدوں کا "

" یورپ کو کسی حال میں بهي روس پر حمله کا اراده نہیں کرنا چاهیے - نه اُس کے اندروني معاملات میں کسي قسم کي مداخلت کرني چاهیے "

" یورپ کي داخلي سلامتي اُس وقت تک نا ممکن هے جب تک اُس کے موجوده سیاسي نظام میں کامل تبدیلي نه هوجائے - یورپ کي حفاظت کے لیے کوئي نه کوئي نظام ضرور مرتب هونا چاهیے "

" یورپ سے اچانک هتیار رکها لینا نا ممکن هے - اِس معامله میں پیش قدمي اُن سلطنتوں کو کرني چاهیے جو اِس کي زیاده ضرورت محسوس کرتي هیں - جب یه سلطنتیں باهم ایک رائے پر متفق هو جائیں گي ' تو دوسري سلطنتیں بهي اُن کي پیروي پر مجبور هو جائیں گي - جنگي قوت کے اعتبار سے یورپ کي نو سلطنتیں زیاده اهم هیں - اگر یه آپس میں متحد الخیال هو جائیں تو تمام دول یورپ کو سر جهکا دینا پڑیگا جن کي تعداد اِس وقت ۲۵ - هے - مجلس اقوام یا دول عظمي میں سے کسي ایک کو اِس مقصد کے لیے کانفرنس بلاني چاهیے - کانفرنس میں حسب ذیل امور طے کرنے چاهئیں :

(۱) تمام دول یورپ پخته عهد کر لیں که اُن میں سے کوئي کسي پر اعلان جنگ نه کرے گي -

(۲) هر باهمي نزاع مابین الاقوامي پنچائت کے سامنے فیصله کے لیے پیش کیا جایگا -

(۳) غیر یورپین حملوں کے مقابله میں تمام یورپ متحد هو جائیگا -

(۴) اگر اس معاهده پر دستخط کرنے والي ایک سلطنت' دوسري پر حمله کرے گي' تو تمام دول مل کر اُسے سزا دیں گي -

(۵) غیر یورپین سلطنتوں سے دول یورپ نے جتنے معاهدے کر رکهے هیں ' سب منسوخ کر دیے جائیں "

اگر آپ

علم وکتب کی وسعت اور دستِ طلب کی کوتاہی سے گھبرا گئے ہیں، تو کیوں کسی ایسے مقام کی جستجو
نہیں کرتے جہاں دُنیا کی تمام بہترین اور منتخب کتابیں جمع کرلی گئی ہوں؟

ایسا مقام موجود ہے!

J. & E. Bumpus Limited,
350, Oxford Street,
LONDON, W.1.

جو

دُنیا میں کتُب فروشی کا عظیم مرکز ہی

اور

جسے **ملک معظم** برطانیہ اور اُنکے کتبخانۂ قصر کے لئے کتابیں بہم پہنچانے کا شرف حاصل ہی!

انگریزی کا تمام ذخیرہ جو برطانیہ اور برطانی نو آبادیوں اور مُلحقہ ممالک میں شایع ہوتا ہی

یُورپ کی تمام زبانوں کا ذخیرہ

مشرقی علوم وادبیات پر انگریزی اور یُورپین زبانوں کی تمام کتابیں

نئی اور پُرانی، دونوں طرح کی کتابیں

تمام دُنیا کے ہر قسم اور ہر درجے کے نقشے

ہر قسم کی تعلیمی کتابوں کے مسلسل سلسلے

بچوّں کے لئے ہر قسم اور درجہ کا ذخیرہ

قیمتی سے قیمتی اور سستے سے سستے ایڈیشن

آپ ہمارے عظیم ذخیرہ سی حاصل کرسکتی ہیں

ہمارے یہاں سی

ہر چھ ماہ کے بعد نئے ذخیرہ کی مفصّل فہرست شایع ہوا کرتی ہی

پوری قوت سے چلاتا ہے،
خالق کی ستائش کرتا ہے!
اپنے پنجوں پر دوڑتا پھرتا ہے!

دنیا کی پیدائش

تیری صنعتیں کیسی عجیب ہیں؟
ہماری عقل سے بھی بالا ہیں!
اے ایک اکیلے معبود!
تیری جیسی قوت کس میں ہے؟
تو نے زمین پیدا کی جس طرح پیدا کرنا چاہا!
تیرے اکیلے ہاتھوں نے زمین بنائی!
تو نے آدمی اور چھوٹے بڑے حیوان پیدا کیے!
تمام زمین کی مخلوق، پیروں سے چلنے والی!
تمام آسمان کی مخلوق، پروں سے اڑنے والی!
تو نے سرزمین شام پیدا کی، نوبیا پیدا کیا!
تو ہی نے مصر کی سرزمین بھی پیدا کی!
ہر انسان کو اس کی جگہ پر بسایا!
اس کی زندگی کا سامان مہیا کر دیا!

اسے دولت دی،
اسپر موت لکھی،
سب کی شکلیں الگ الگ،
سب کی زبانیں جدا جدا،
کوئی کالا، کوئی گورا،
اے سب کے مالک! یہ سب تیرا ہی جلوہ ہے!

دریائے نیل

تو نے دوسرے عالم میں نیل پیدا کیا،
اپنی پسند کے مطابق اسے جاری کیا،
سب نے اس سے اپنی زندگی پائی،
اے پروردگار! کمزوروں کے مددگار!
اے زمین کے ہر گھر کے مالک!
اے روز روشن کے آفتاب!
تو ہی نے سب کو پیدا کیا،
تو ہی پہاڑوں پر موسلا دھار مینہ برساتا ہے،
پانی موجیں مارتا زمین پر بہتا ہے!
سب ملکوں میں آدمی اپنے کھیت سینچتے ہیں،
اے ابدیت کے مالک! تیرے کارنامے کیسے شاندار ہیں!
سب جانور بھی تیرے ہی پانی سے سیراب ہوتے ہیں
لیکن مصر کا نیل دوسری دنیا سے آتا ہے!
تیری شعاعیں اسپر پڑتی ہیں!
سبزہ لہلہا اٹھتا ہے!
باغ جھومنے لگتے ہیں!
تیرا نور زندگی ہے!
تجھی سے کائنات باقی ہے!

بصائر و حکم

انسانیت موت کے دروازہ پر!

مشاہیر عالم اپنے اوقات وفات میں

حسین بن علی علیہما السلام

۳

حضرت زینب نے پامال لاشیں دیکھیں

دوسرے دن عمر بن سعد نے میدان جنگ سے کوچ کیا۔ اہل بیت کی خاتونوں اور بچوں کو ساتھ لے کر کوفہ روانہ ہوگیا۔ قرہ بن قیس (جو شاہد عینی ہے) روایت کرتا ہے کہ ان عورتوں نے جب حضرت حسین اور ان کے لڑکوں اور عزیزوں کی پامال لاشیں دیکھیں تو ضبط نہ کرسکیں اور آہ و فریاد کی صدائیں بلند ہوگئیں۔ میں گھوڑا دوڑا کر قریب پہونچا۔ میں نے کبھی اتنی حسین عورتیں نہیں دیکھی تھیں۔ مجھے زینب بنت فاطمہ (علیہا السلام) کا یہ بین کسی طرح بھی نہیں بھولتا "اے محمد! تجھ پر آسمان کے فرشتوں کا درود و سلام! یہ دیکھ حسین ریگستان میں پڑا ہے! خاک و خون سے آلودہ ہے! تمام بدن ٹکڑے ٹکڑے ہے! تیری بیٹیاں قیدی ہیں! تیری اولاد مقتول ہے! ہوا ان پر خاک ڈال رہی ہے!" راوی کہتا ہے دوست دشمن کوئی نہ تھا جو انکے بین سے رونے نہ لگا ہو۔

(ابن جریر)

۷۲ سر!

پھر تمام مقتولوں کے سر کاٹے گئے۔ کل ۷۲ سر تھے۔ شمر بن ذی الجوشن، قیس بن الاشعث، عمرو بن الحجاج، عزرہ بن قیس، یہ تمام سر عبید اللہ بن زیاد کے پاس لے گئے۔

حضرت کا سر ابن زیاد کے سامنے

حمید بن مسلم (جو خولی بن یزید کے ساتھ حضرت حسین کا سر کوفہ میں لایا تھا) روایت کرتا ہے کہ حسین کا سر، ابن زیاد کے روبرو رکھا گیا۔ مجلس حاضرین سے لبریز تھی۔ ابن زیاد کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی۔ چھڑی آپکے لبوں پر مارنے لگا۔ جب اسنے بار بار یہی حرکت کی تو زید بن ارقم صحابی چلا اٹھے: "ان لبوں سے اپنی چھڑی ہٹالے۔ قسم خدا کی، میری ان دونوں آنکھوں نے دیکھا ہے کہ رسول اللہ اپنے ہونٹ ان ہونٹوں پر رکھتے تھے اور ان کا بوسہ لیتے تھے" یہ کہکر وہ زار و قطار رونے لگے۔ ابن زیاد خفا ہوگیا "خدا تیری آنکھوں کو رلائے! واللہ اگر تو بڈھا ہوکر سٹھیا نہ گیا ہوتا تو ابھی تیری گردن مار دیتا!" زید بن ارقم یہ کہتے ہوئے مجلس سے چلے گئے "اے عرب! آج کے بعد سے تم غلام ہو! تم نے ابن فاطمہ کو قتل کیا۔ ابن مرجانہ (یعنی عبید اللہ) کو حاکم بنایا۔ وہ تمھارے نیک انسان قتل کرتا اور تمھارے شریروں کو غلام بناتا ہے۔ تم نے ذلت پسند کرلی۔ خدا انھیں مارے جو ذلت قبول کرتے ہیں!" (بعض روایات میں یہ واقعہ خود یزید کی طرف منسوب ہے مگر صحیح یہی ہے کہ ابن زیاد نے چھڑی ماری تھی)

ابن زیاد اور حضرت زینب

راوی کہتا ہے جب اہل بیت کی خاتونیں اور بچے عبید اللہ کے سامنے پہنچے تو حضرت زینب نے نہایت ہی حقیر لباس پہنا ہوا تھا۔ وہ پہچانی نہیں جاتی تھیں۔ ان کی کنیزیں انھیں اپنے بیچ میں لیے تھیں۔ عبید اللہ نے پوچھا "یہ کون بیٹھی ہے؟" انھوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ تین مرتبہ یہی سوال کیا مگر وہ خاموش رہیں۔ آخر ان کی ایک کنیز نے کہا "یہ زینب بنت فاطمہ ہیں!" عبید اللہ شماتت کی راہ سے چلایا "اس خدا کی ستائش جسنے تم لوگوں کو رسوا اور ہلاک کیا، اور تمھارے نام کو بٹہ لگایا!" اسپر حضرت زینب نے جواب دیا "ہزار ستائش اس خدا کے لیے جس نے ہمیں محمد صلعم سے عزت بخشی، اور ہمیں پاک کیا، نہ کہ جیسا تو کہتا ہے۔ فاسق رسوا ہوتے ہیں۔ فاجروں کے نام کو بٹہ لگتا ہے!" ابن زیاد نے کہا "تو نے دیکھا خدا نے تیرے خاندان سے کیا سلوک کیا؟" حضرت زینب بولیں "ان کی قسمت میں قتل کی موت لکھی تھی اس لیے وہ مقتل میں پہنچ گئے۔ عنقریب خدا تجھے اور انھیں ایک جگہ جمع کریگا اور تم باہم اس کے حضور سوال و جواب کرلوگے!" ابن زیاد غضبناک ہوا۔ اس کا غصہ دیکھ کر عمرو بن حریث نے کہا "خدا امیر کو سنوارے! یہ تو محض ایک عورت ہے۔ عورتوں کی بات کا خیال نہیں کرنا چاہیے"

پھر کچھ دیر بعد ابن زیاد نے کہا "خدا نے تیرے سرکش سردار اور تیرے اہل بیت کے نافرمان باغیوں کی طرف سے میرا دل ٹھنڈا کر دیا!" اسپر حضرت زینب اپنے تئیں سنبھال نہ سکیں۔ بے اختیار رو پڑیں۔ انھوں نے کہا: "واللہ تو نے میرے سردار کو قتل کر ڈالا! میرا خاندان مٹا ڈالا! میری شاخیں کاٹ دیں! میری جڑ اکھاڑ دی! اگر اس سے تیرا دل ٹھنڈا ہو سکتا ہے تو ٹھنڈا ہو جائے!" ابن زیاد نے مسکرا کر کہا "یہ شجاعت ہے! تیرا باپ بھی شاعر اور شجاع تھا!" زینب نے کہا "عورت کو شجاعت سے کیا سروکار؟ میری مصیبت نے مجھے شجاعت سے غافل کر دیا ہے۔ میں جو کچھ کہہ رہی ہوں، یہ تو دل کی آگ ہے!"

ابن زیاد اور امام زین العابدین

اس گفتگو سے فارغ ہوکر ابن زیاد کی نظر زین العابدین علی بن الحسین پر پڑی۔ یہ بیمار تھے۔ ابن زیاد نے ان سے ان کا نام پوچھا۔ انھوں نے

---

[1] بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت انس نے یہ کہا تھا (منہاج السنہ)

نے کہا "علی بن الحسین" ابن زیاد نے تعجب سے کہا "کیا اللہ نے علی بن الحسین کو قتل نہیں کرڈالا؟" زین العابدین نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ابن زیاد نے کہا "بولتا کیوں نہیں؟" اُنھوں نے جواب دیا "میرے ایک اور بھائی کا نام بھی علی تھا۔ لوگوں نے اُسے مار ڈالا" ابن زیاد نے کہا "لوگوں نے نہیں، خدانے مارا ہی!" اسیر زین العابدین نے یہ آیت پڑہی "اللہ یتوفی الانفس حین موتھا۔ وماکان لنفس ان تموت الا باذن اللہ[1]!" اسپر ابن زیاد چلایا "خدا تجھے مارے! تو بھی اُنہی میں سے ہی" پھر اُسکے بعد ابن زیاد نے چاہا، انہیں بھی قتل کرڈالے لیکن زینب بیقرار ہوکر چیخ اُٹھیں "میں تجھے خدا کا واسطہ دیتی ہوں اگر تو مؤمن ہی اور اس لڑکے کو ضرور ہی قتل کرنا چاہتا ہی تو مجھے اسی کے ساتھ مار ڈال!" امام زین العابدین نے بلند آواز سے کہا "اے ابن زیاد! اگر تو اِن عورتوں سے اپنا ذرا بھی رشتہ سمجھتا ہی تو میرے بعد اُن کے ساتھ کسی متقی آدمی کو بھیجنا جو اسلامی معاشرت کے اصول پر اِن سے برتاؤ کرے" ابن زیاد دیر تک زینب کو دیکھتا رہا۔ پھر لوگوں سے مخاطب ہوکر کہنے لگا "رشتہ بھی کیسی عجیب چیز ہی؟ واللہ مجھے یقین ہی کہ یہ سچے دل سے لڑکے کے ساتھ قتل ہونا چاہتی ہی۔ اچھا، لڑکے کو چھوڑ دو یہ بھی اپنے خاندان کی عورتوں کے ساتھ جائے" (ابن جریر کامل۔ وغیرہ)

ابن عفیف کا قتل

اس واقعہ کے بعد ابن زیاد نے جامع مسجد میں شہر والوں کو جمع کیا اور خطبہ دیتے ہوئے اُس خدا کی تعریف کی "جسنے حق کو ظاہر کیا، حق والوں کو فتحیاب کیا، امیر المؤمنین یزید بن معاویہ اور اُن کی جماعت غالب ہوئی اور کذاب ابن کذاب حسین بن علی اور اُس کے ساتھیوں کو ہلاک کرڈالا...!" یہ سنکر عبد اللہ بن عفیف ازدی (جو حضرت علی کے مشہور صحابی ہیں اور جنگ جمل و صفین میں زخمی ہوکر اپنی دونوں آنکھیں کھو چکے تھے) کھڑے ہوگئے اور چلائے "خدا کی قسم اے ابن مرجانہ! کذاب ابن کذاب تو تو ہی نہ کہ حسین بن علی" ابن زیاد نے یہ سنکر اُنھیں قتل کروا ڈالا۔

یزید کے سامنے

اس کے بعد ابن زیاد نے حضرت حسین کا سر بانس پر نصب کرکے زحر بن قیس کے ہاتھ یزید کے پاس بھیجدیا۔ غاز بن ربیعہ کہتا ہی- جس وقت زحر بن قیس پہونچا، میں یزید کے پاس بیٹھا تھا۔ یزید نے اُس سے سوال کیا "کیا خبر ہی؟" قاصد نے جواب دیا "فتح و نصرت کی بشارت لایا ہوں! حسین بن علی اپنے اٹھارہ اہل بیت اور ۶۰ حمایتیوں کے ساتھ ہم تک پہنچے- ہم نے اُنھیں بڑھ کر روکا اور مطالبہ کیا کہ اپنے آپکو ہمارے حوالہ کردیں ورنہ لڑائی لڑیں۔ اُنھوں نے اطاعت پر لڑائی کو ترجیح دی چنانچہ ہمنے طلوع آفتاب کے ساتھ ہی اُن پر حملہ بول دیا- جب تلواریں اُنکے سروں پر پڑنے لگیں تو اس طرح ہر طرف بھاگنے اور جھاڑیوں اور گڑھوں میں چھپنے لگے جس طرح کبوتر، باز سے بھاگتے اور چھپتے ہیں۔ پھر ہمنے اُن سب کا قلع قمع کردیا- اسوقت اُنکے لاشے برہنہ پڑے ہیں۔ اُنکے کپڑے خون میں تربتر ہیں- اُن کے رخسار غبار سے میلے ہو رہے ہیں، اُن کے جسم دہوپ کی شدت اور ہوا کی تیزی سے خشک ہو رہے ہیں- گِدوں کی خوراک بن گئے ہیں!"

یزید رونے لگا

راوی کہتا ہی یزید نے یہ سنا تو اُس کی آنکھیں اشکبار ہوگئیں- کہنے لگا "بغیر قتل حسین کے بھی میں تمھاری اطاعت سے خوش ہوسکتا تھا۔ ابن سمیہ (یعنی ابن زیاد) پر خدا کی لعنت! واللہ اگر میں وہاں ہوتا تو حسین سے ضرور درگذر کر جاتا - خدا حسین کو اُپنے جوار رحمت میں جگہ دے!" قاصد کو یزید نے کوئی انعام نہیں دیا (ابن جریر- کامل تاریخ کبیر ذہبی)

یزید کا تأثر

یزید کے غلام قاسم بن عبد الرحمٰن سے روایت ہی کہ جب حضرت حسین اور اُن کے اہل بیت کے سر یزید کے سامنے رکھے گئے تو اُسنے یہ شعر پڑہا:

یفلقن ہاما من رجال اعزۃ　　علینا وہم کانوا اعق واظلما

تلواریں ایسوں کی سر پھاڑتی ہیں جو ہمیں عزیز ہیں، حالانکہ در اصل وہی حق فراموش کرنے والے ظالم تھے۔

پھر کہا "واللہ اے حسین! اگر میں وہاں ہوتا تو تجھے ہرگز قتل نہ کرتا!"

اہل بیت دمشق میں

حضرت حسین کے سر کے بعد ابن زیاد نے اہل بیت کو بھی دمشق روانہ کردیا۔ شمر بن ذی الجوشن اور مُحَفّر بن ثعلبہ اس قافلے کے سردار تھے۔ امام زین العابدین راستہ بھر خاموش رہے- کسی سے ایک لفظ بھی نہیں کہا۔ یزید کے دروازے پر پہنچکر محفر بن ثعلبہ چلایا "میں امیر المؤمنین کے پاس فاجر کمینوں کو لایا ہوں!" یزید یہ سنکر خفا ہوا۔ کہنے لگا "محفر کی ماں سے زیادہ کمینہ اور شریر بچہ کسی عورت نے پیدا نہیں کیا!"

یزید اور امام زین العابدین

پھر یزید نے شام کے سرداروں کو اپنی مجلس میں بلایا۔ اہل بیت کو بھی بٹھایا اور امام زین العابدین سے مخاطب ہوا "اے علی! تمھارے ہی باپ نے میرا رشتہ کاٹا، میرا حق بھلایا، میری حکومت چھیننا چاہی اسپر خدا نے اُس کے ساتھ وہ کیا جو تم دیکھ چکے ہو"

امام زین العابدین نے جواب میں یہ آیت پڑہی: "ما اصاب من مصیبۃ فی الارض ولا فی انفسکم الا فی کتاب من قبل ان نبرأھا ان ذلک علی اللہ یسیر لکیلا تاسوا علی ما فاتکم ولا تفرحوا بما آتاکم واللہ لا یحب کل مختال فخور[1]" یہ جواب یزید کو ناگوار ہوا۔ اُسنے چاہا اپنے بیٹے خالد سے جواب دلوائے۔ مگر خالد کے سمجھ میں کچھ نہ آیا تب یزید نے خالد سے کہا "کہتا کیوں نہیں" "ما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم ویعفو عن کثیر[2]"

پھر یزید دوسرے بچوں اور عورتوں کی طرف متوجہ ہوا۔ اُنھیں اپنے قریب بلا کر بٹھایا۔ اُن کی ہیئت خراب ہو رہی تھی۔ دیکھ کر متاسف ہوا اور کہنے لگا "خدا ابن مرجانہ کا برا کرے! اگر تم سے اُس کا کوئی رشتہ ہوتا تو تمھارے ساتھ ایسا سلوک نہ کرتا، نہ اس حال سے تمھیں میرے پاس بھیجتا"

حضرت زینب کی بیباکانہ گفتگو

حضرت فاطمہ بنت علی سے مروی ہی کہ "جب ہم یزید کے سامنے بٹھائے گئے تو اُسنے ہمپر ترس ظاہر کیا- ہمیں کچھ دینے کا حکم دیا۔ بڑی مہربانی سے پیش آیا۔ اسی اثنا میں ایک سرخ رنگ کا شامی کھڑا ہوا اور کہنے لگا "امیر المؤمنین! یہ لڑکی مجھے عنایت کر دیجئے" اور میری طرف اشارہ کیا۔ اُسوقت میں کمسن اور خوبصورت تھی- میں خوف سے کانپنے لگی اور اپنی بہن زینب کی چادر پکڑلی۔ وہ مجھ سے بڑی تھیں زیادہ سمجھدار تھیں، جانتی تھیں یہ بات ہو نہیں سکتی۔ اُنھوں نے پکار کر کہا "تو کمینہ ہی۔ نہ تجھے اس کا اختیار ہی نہ اسے (یزید کو) اسکا حق ہی!" اس جرأت پر یزید کو غصہ آگیا- کہنے لگا "تو جھوٹ بکتی ہی واللہ مجھے یہ حق حاصل ہی۔ اگر چاہوں تو ابھی کر سکتا ہوں" زینب

---

[1] خدا ہی موت کے وقت جانیں لیتا ہی- کوئی بھی بغیر اس کی اذن کے مر نہیں سکتا۔

[1] تمھاری کوئی مصیبت بھی نہیں جو پہلے سے لکھی نہ ہو- یہ خدا کے لئے بالکل آسان ہی- یہ اس لئے کہ نقصان پر تم افسوس کرو اور فائدہ پر مغرور نہ ہو- خدا مغروروں اور فخر کرنے والوں کو ناپسند کرتا ہی- [2] جو مصیبت بھی آتی ہی خود تمھارے اپنے ہاتھوں آتی ہی- اور بہت سی غلطیاں تو خدا معاف کردیتا ہی-

الہلال کی قدیم مکمل جلدیں

گاہے گاہے باز خواں ایں دفتر پارینہ را
تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را

الہلال کی پہلی اور دوسری اشاعت کی جلدوں کے لئے شائقین علم و ادب مشتاق تھے۔ چند جلدیں جمع دفتر مہیا کرسکا ہی حسب ذیل قیمت پر بھیجی جاسکتی ہیں

الہلال جلد سوم
الہلال جلد چہارم　　قیمت فی جلد ۱۰- روپیہ
" جلد پنجم

البلاغ (یعنی الہلال کا دوسرا سلسلۂ اشاعت) قیمت ۸ روپیہ (منیجر الہلال)

اگر آپکو
دمہ
(ضیق النفس)
یا
کسی طرح کی بھی معمولی کھانسی کی شکایت ہی، تو تأمل نہ کیجئے
اپنے سے
قریب دوا فروش کی دکان
سے فوراً ایک ٹین
HIMROD
کی
مشہور عالم دوا کا منگواکر
استعمال کیجئے

اگر آپ انگلستان کی سیاحت کرنا چاہتے ہیں تو

یاد رکھئے

کہ

آپکو ایک مستند اور آخرین رہنما

گائڈ بک

کی ضرورت ہے

جو

انگلستان کے تمام شہروں، سوسائیٹوں،

ہوٹلوں، کلبوں، تھیٹروں، رقص گاہوں،

قابل دید مقامات،

اور

آثار قدیمہ وغیرہ

آپکو مطلع کردے

نیز

جس سے وہ تمام ضروری معلومات حاصل کیجا سکیں

جنکی ایک سیاح کو قدم قدم پر

ضرورت پیش آتی ہے

ایسی مکمل گائڈ بک صرف

ڈنلاپ گائڈ ٹو گریٹ برٹن

The Dunlop Guide to great Britain

کا دوسرا ایڈیشن ہے

ہندوستان

کے تمام انگریزی کتب فروشوں اور بڑے

بڑے ریلوے اسٹیشنوں کی بک اسٹال سے ملسکتی ہے

تاریخ راجگان ہند

موسوم بہ

وقائع راجستان

یہ کتاب نہیں بلکہ کشور ہندوستان کے لئے ایک آئینہ جہان نما ہے۔ اسمیں جملہ ہندو اقوام وملل خصوصًا سرزمین ہند کی سرمایۂ ناز بہادر قوم "راجپوت" اور اسکی مختلف شاخوں کا مفصل ومستند بیان از ابتدا تا انتہا موجود ہے۔ یہ ایک نگارخانہ ہے جسمیں اُن غیر قوموں کی جیتی جاگتی اور سچی تصویریں نظر آتی ہیں جو اقلیم ہند میں بیرونجات سے آئیں، اصلی باشندگان ہند کو مغلوب کرکے اقطاع ملک پر قابض ہوئیں اور ہندوستان میں کہر "ہندو" کہلانے لگیں یہ ایک مرقع ہے جسمیں مسلمانوں کی آمد۔ اُنکے اقبال وزوال کی کیفیت اور انکی سلطنت کے سقوط کا مفصل حال درج ہے۔ یہ ایک آئینہ ہے جسمیں رزم بزم جدال وقتال روایات ورسوم۔ تاریخی وجغرافیائی حالات وغیرہ وغیرہ ازمانۂ حال بیان کئے گئے ہیں۔ الغرض یہ کہ یہ ضخیم کتاب ایک نادر الوجود اور بیش بہا البم ہے۔ کرنیل ٹاڈ اور دیگر مورخین کی غلط بیانیوں کی فاضل ومحقق مولف نے نہایت شرح وبسط اور دلائل قاطعہ سے اصلاح وتردید فرمائی۔ اس بے نظیر کتاب کا ماخذ ریاست عالیہ رامپور کا بیش بہا کتبخانہ ہے اور دیگر ریاستوں کے کتبخانوں اور ان دستی کتابوں سے بھی مدد لی گئی ہے جو خزانوں میں محفوظ ہیں علماء وکلاء۔ مورخین ومبلغین کے لئے یہ نادر کتاب معلومات کا ایک بیش بہا خزانہ ہے جو حالات تاریخی وجغرافیائی روایات ورسوم وعقائد وتوہمات اس میں درج ہیں وہ کسی ایک کتاب میں ہرگز نہیں مل سکتے۔ والیان ریاست تعلقداران، امراء ورؤساء کے کتبخانے بغیر اس بے نظیر کتاب کے ہرگز مکمل نہیں کہلا سکتے۔ فی زمانہ پرانی باتوں پر جو نیا رنگ چڑھاکر پیش کیا جا رہا ہے اسکی قلعی کھولنے کے لئے یہ کتاب ایک زبردست آلہ اور الزامی جواب دینے کے لئے ایک مہلک حربہ ہے۔ تقطیع بڑی صفحات ۶۳۰!

قیمت صرف مبلغ للعہ، رعایتی صعہ

آج ہی کارڈ لکھکر منیجر ہمدم بک ایجنسی لکھنؤ سے منگائیے

دُنیا کی بہترین پنسل

امریکن کارخانہ "شیفر"

کی

"لائف ٹائم" پنسل ہے

آپکو معلوم ہے کہ

(۱) "لائف ٹائم" یعنے عمر بھر کے لئے کافی ہے۔

(۲) اُسکا خول اسقدر خوشنما اور دیدہ زیب ہے کہ دُنیا کی کوئی پنسل خوبصورتی میں اسکا مقابلہ نہیں کرسکتی۔

(۳) ارزانی میں بھی تمام قسموں کی پنسلوں کا مقابلہ کرتی ہے

یاد رکھئے

آپکو "لائف ٹائم" پنسل خریدنی ہے!

کیا آپکو معلوم نہیں

کہ

اسوقت دُنیا میں بہترین فاونٹین قلم

امریکن کارخانہ "شیفر"

کا

"لائف ٹائم" فونٹین قلم ہے؟

(۱) اتنا سادہ اور سہل کہ کوئی حصہ نزاکت یا پیچیدہ ہونے کی وجہ سے خراب نہیں ہوسکتا

(۲) اتنا مضبوط کہ یقینًا وہ آپ کو آپ کی زندگی بھر کام دے سکتا ہے

(۳) اتنا خوبصورت، سبز، سرخ اور سنہری بیل بوٹوں سے مزین کہ اتنا خوبصورت قلم دُنیا میں کوئی نہیں

کم ازکم تجربہ کیجئے

یاد رکھئے

جب آپ کسی دکان سے قلم لیں تو آپکو "شیفر" کا "لائف ٹائم" لینا چاہئے!

بریدِ فرنگ

مکتوبِ امریکہ

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم واشنگٹن کے قلم سے)

آمریکہ میں تمدنی اور صناعی ترقی کے افراط کا ردِّ فعل۔ آمریکہ کی عورتیں زندگی سے بیزار ہو رہی ہیں اس لئے کہ زندگی کی نسوانی مسرتیں ناپید ہوگئی ہیں!

آمریکہ عجائب و غرائب کی دنیا ہے، تجارت، صنعت و حرفت، دولت، علم کی ایسی فراوانی ہے کہ اُس کا تصور بھی بیرونی دنیا کے لئے مشکل ہوگا۔ دنیا کا عام خیال یہ ہے کہ دولت اور مادی طاقت حاصل ہو جائے تو دنیوی زندگی کی تمام راحتیں حاصل ہو جاتی ہیں۔ پھر کیا آمریکہ میں ...... زندگی کی راحتیں حاصل ہیں؟ کیا آمریکن مسرتِ حیات کی جستجو سے فارغ ہوگئے ہیں؟

مجھے بغیر کسی تأمل کے جواب دینا ہے کہ نہیں!

قوموں کی اجتماعی زندگی کا مرکزی نقطہ عورت ہے۔ اسی کی زندگی سے ہم سوسائٹی کی اجتماعی حالت کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ عورت، انسانی سوسائٹی کی نبض ہے۔ قومی مزاج کا پورا حال، اس نبض پر انگلی رکھنے سے آشکارا ہو جاتا ہے۔ عورت، قوموں کی سعادت و شقاوت کا آئینہ ہے وہ پوری قوم کو اپنے وجود میں پیش کرتی ہے!

آمریکہ کی موجودہ اجتماعی زندگی کے سکون یا اضطراب کا اندازہ کرنے کے لئے ہمیں سب سے پہلے "آمریکن عورت کی دماغی سیرۃ" پر نظر ڈالنی چاہیئے۔

چند دن ہوئے مڈل وسٹ میں ایک کمیٹی گئی تھی۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ اُن اسباب کی تحقیق کرے جنھوں نے تیس سال سے ۴۵ سال کی عمر والی شادی شدہ عورتوں کو اپنی موجودہ زندگی سے بیزار کر رکھا ہے اس کمیٹی نے اپنی رپورٹ ۹۳ صفحوں میں شائع کی ہے۔ تمام اسباب و حالات پر بحث کے بعد وہ اس نتیجہ پر پہنچی ہے کہ "آمریکن عورت، علم کے ہاتھوں پریشان ہے!"

اس اجمال کی مختصر تشریح حسبِ ذیل ہے:

امریکن دلہن

شہروں کو چھوڑ کر قصبوں کا بھی یہ حال ہے کہ آمریکن دلہن اپنے نئے گھر میں پہنچتی ہے تو علم و فضل سے آراستہ ہوتی ہے وہ اچھی طرح اُن علمی و صناعی آلات کے استعمال سے واقف ہوتی ہے جن سے اُسے اپنا گھر چلانا ہے آمریکہ کی گھریلو زندگی میں بھی کلیں داخل ہوگئی ہیں۔ بہت کم کام عورت کو اپنے ہاتھ سے کرنا پڑتا ہے۔ تمام کام آلات سے لئے جاتے ہیں جن میں ایک طرف تو محنت کم ہوتی ہے دوسری طرف وقت بھی بہت بچتا ہے۔ گھر میں روز کے مشکل کام، گھر کی صفائی، برتنوں کی دھلائی کھانا پکانا، کپڑے دھونا ہیں۔ لیکن اِن کاموں میں عورت کو بہت کم محنت کرنا پڑتی ہے۔ مشینیں اور آلات اُس کی خدمت کے لئے حاضر ہوتے ہیں۔ عورت جلد اِن سے فارغ ہو جاتی ہے۔ اگر گھر میں بچے نہیں ہیں تو ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھی رہتی ہے۔

وہ سوچتی ہے "اب میں کیا کروں؟" اُسے اخبار کا خیال آتا ہے اخبار پڑھنے لگتی ہے، پھر رسالے دیکھتی ہے۔ پھر کتابیں مطالعہ کرتی ہے۔ مگر کب تک؟ تھک جاتی ہے۔ اب سوچتی ہے "کیا کروں؟" اس سوال کا اُسے کوئی جواب نہیں ملتا۔ جماہیاں لیتی ہے۔ اونگھنے لگتی ہے۔ سو جاتی ہے۔ مگر جاگتے ہی پھر یہی بھیانک سوال اُس کے سامنے آموجود ہوتا ہے اور وہ کوئی جواب نہیں پاتی!

"آہ! میری مسرت!" وہ ٹھنڈی سانس لے کر کہتی ہے "میری شادی تو ہوگئی، مگر میری مسرت کہاں ہے؟" وہ اپنے شوہر کا خیال کرتی ہے۔ شوہر اُس کی نظر کے سامنے کہاں ہے؟ وہ تو اپنے دفتر میں بیٹھا ہے اور اپنی بیوی کی طرف سے بالکل غافل تجارتی حساب میں مستغرق ہے! عورت سوچتی ہے "میرے شوہر کو کبھی مجھ سے محبت تھی؟" ممکن ہے کبھی ہو، مگر اب تو اُسے محبت پر غور کرنے کی مہلت ہی کہاں ہے؟ اب اُس کی تجارتی زندگی نے کامیابی کا منہ دیکھ لیا ہے۔ اب تو اُسے بیوی کی جگہ "ڈالر" (امریکن سکہ) سے محبت ہے۔ ہفتہ کے ۶ دن تجارت میں منہمک رہتا ہے۔ گھر میں آتا ضرور ہے۔ مگر اس قدر متفکر، اس قدر پراگندہ خاطر، اس قدر خستہ، کہ اُسے اپنی "قدیم محبوبہ" سے ملاطفت کا خیال بھی نہیں ہوتا۔ اُس کا جسم گھر میں ہوتا ہے، دماغ دفتر میں۔ باتیں بیوی سے کرتا ہے، خیال حساب میں ہوتا ہے۔ بیوی ضبط کرتی ہے اور ضبط کرتی ہے۔ بے صبری سے اتوار کا انتظار کرتی ہے۔ لو اتوار بھی آگیا! مگر شوہر اس کے پہلو میں نظر نہیں آتا۔ آج اتوار ہے، وہ میدان میں "گلوف" یا "فٹ بال" کھیل رہا ہے۔ ہفتہ کے ۶ دن سخت دماغی کام کیا ہے۔ آج اپنی "تندرستی" کا حق ادا کر رہا ہے!" مگر اُس کی بدنصیب بیوی کا حق؟ بیوی کا حق تو "ڈالر" "تجارت" اور "صحت" کی چکی میں پڑ کر پس گیا!

بیوی کا دل گھر سے اُچاٹ ہو جاتا ہے۔ میدانوں، تماشہ گاہوں اور کلب گھروں کی راہ لیتی ہے۔ مگر بالکل عبث۔ گھر میں تسلی نہیں ملی۔ دوسری جگہ کب مل سکتی ہے؟

علم حقائقِ اشیاء

آمریکہ کی سب سے زیادہ قابلِ فخر درسگاہیں، مشترک زنانہ مردانہ یونیورسٹیاں ہیں۔ لیکن امریکن عورت کی خانگی شقاوت کی بنیادیں بھی یہیں ملتی ہیں۔ یہاں عورت اپنی زندگی کے بہترین تین چار سال گذارتی ہے۔ وہ کیا سیکھتی ہے؟ اعلیٰ دقیق علوم: فلسفہ، علم النفس، علم الحیاۃ وغیرہ وغیرہ جو اُسکی جنسی زندگی میں ہرگز کوئی کام نہیں دیتے۔ ایک دن میں نے ایک خوبصورت دوشیزہ سے سوال کیا "تم یہ علوم کیوں پڑھتی ہو؟" اُسنے فوراً جواب دیا "حقائقِ اشیاء معلوم کرنے کے لئے!" لیکن اب "حقائقِ اشیاء" کا یہ قیمتی علم بلائے جان ہوگیا ہے!

آمریکہ کے تمام جوان مرد اور عورتیں اسی حقائقِ اشیاء کے جنون میں مبتلا ہیں۔ پھر یہ حقائق "علمی اصول" پر معلوم ہونے چاہئیں! وہ زندگی کی ہر بات "علمی مسئلہ" کی شکل میں دیکھنے کے عادی ہوگئے ہیں اور ہر علمی مسئلہ محلِ بحث و نظر ہے! محبت، شادی، اولاد، محبت خانہ داری، کھیل، یہ سب اپنی جگہ پر "حقائق" ہیں، "علمی مسائل" ہیں۔ علم الحیاۃ اور علم الاقتصاد کے اصول پر انھیں حل ہونا چاہئے! پھر وہ حل بھی ایسا ہو جو ہر اعتبار سے علمی و منطقی ہو! یہی سبب ہے کہ آمریکہ میں جرأت کی مثالیں کم ملتی ہیں۔ آمریکن نوجوان اُسی کام میں جرأت دکھاتا ہے، جسمیں جرأت کرنا اقتصادی حیثیت سے مفید ہو۔ آمریکہ کی یہ مشترک یونیورسٹیاں اس لئے وجود میں آئی ہیں کہ "مرد اور عورت کی تفریق باطل ہو جائے" یہ قول ایک یونیورسٹی کی خاتون پرنسپل کا ہے۔ ایک مشہور فرنچ پروفیسر کے سامنے میں نے یہ قول نقل کیا، تو وہ چلا اُٹھا "اُف، نا قابلِ تصور منگ دلی ہے!"

زندگی کے قدرتی جذبات کی لطافت کی جگہ اب ایک سراپا صناعی اور آلاتی زندگی ہے جسمیں آمریکہ کا ہر فرد مبتلا ہوگیا ہے!

ناول اور افسانے

میں نے بہت سی یونی ورسٹیوں کے کتب خانوں کی سیر کی۔ مجھے یہ دیکھکر سخت حیرت ہوئی کہ اُن کی فہرستیں ناولوں اور افسانوں سے تقریباً خالی ہیں۔ اقتصادیات، طبیعیات، فلسفہ، نفسیات غرضکہ دقیق علوم کی کتابیں بھری ہوئی ہیں۔ آمریکن نوجوان زیادہ زیادہ تر یہی خشک کتابیں پڑھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ رقیق جذبات اُن میں بہت کم ہوگئے ہیں۔ مادی اور فلسفی ہو کر رہ گئے ہیں۔ روح اور قلب کی قوتیں دب گئی ہیں۔

مہارتِ فنی کا غلو

پھر آمریکہ کی خانگی زندگی کو تلخ بنانے والی ایک چیز اور بھی ہے۔ ہر مرد کی تعلیم عام طور پر کسی ایک خاص علم و فن ہی کی ہوتی ہے تاکہ کسی ایک پیشہ میں درجۂ اختصاص حاصل ہو جائے۔ نتیجہ یہ ہے کہ اگر اُسکی بیوی بھی اُس خاص فن میں ماہر نہیں ہوتی جسمیں اُس کے شوہر نے مہارت حاصل کی ہے، تو دونوں کی زندگی میں بے لطفی بلکہ تلخی پیدا ہو جاتی ہے۔ شوہر کا دماغی رجحان اور بیوی کا دماغی رجحان باہم مختلف ہو جاتا ہے۔ دونوں اپنی صحبتوں کے لئے کوئی دلچسپ موضوع بحث نہیں پاتے۔ رسمی گفتگو کے بعد اپنے اپنے خیالات میں غرق ہو جاتے ہیں۔ اُسوقت عورت کو محسوس ہوتا ہے کہ اُسنے جو تعلیم یونی ورسٹی میں حاصل کی تھی، بے فائدہ نکلی۔ وہ افسوس سے ہاتھ ملتی ہے۔ مگر افسوس کرنے سے خانگی مسرت حاصل نہیں ہو سکتی!

قبل از وقت شادی

اِن مشترک تعلیم گاہوں نے ایک اور سخت مضرت بھی پیدا کر دی ہے۔ نوجوان مرد اور عورتیں ایک ساتھ تعلیم حاصل کرتے ہیں، اور اُن میں بتدریج دوستی پیدا ہو جاتی ہے۔ دوستی محبت کی شکل اختیار کرتی ہے۔ اور محبت کا نتیجہ شادی ہوتا ہے۔ یہ کچھ بُرا نہ تھا، اگر ایسی عمر میں ہوتا جو پختہ کاری کی عمر ہے۔ لیکن حالت یہ ہے کہ اکثر شادیاں ۱۹ اور ۲۱ برس کی عمر میں ہو جاتی ہیں، اور اس لئے سخت مشکلات کا پیش خیمہ بنجاتی ہیں۔ مرد اور عورت دونوں عملی زندگی کی ازدواجی ذمہ داریوں سے بے خبر ہوتے ہیں۔ بلکہ دونوں ہنوز طالب العلم ہوتے ہیں۔ گھر میں چار چار بچے کھیلتے ہوتے ہیں مگر اُن کے ماں اور باپ دونوں یونیورسٹی کے کمروں میں اساتذہ کے سامنے بیٹھے ہوتے ہیں! اس صورتِ حال سے جو پریشانیاں پیدا ہو سکتی ہیں، محتاجِ بیان نہیں۔ لیکن تعجب ہے آمریکہ کے عقلاء اس کا سدِّ باب نہیں کرتے بلکہ

نے کہا "ہرگز نہیں! خدانے تمھیں یہ حق ہرگز نہیں دیا۔ یہ بات دوسری ہو کہ تم ہماری ملت سے نکل جاؤ اور ہمارا دین چھوڑ کر دوسرا دین اختیار کرو"۔ یزید اور بھی زیادہ خفا ہوا۔ کہنے لگا "دین سے تیرا باپ اور تیرا بھائی نکل چکا ہے!" زینب نے بلاتامل جواب دیا "اللہ کے دین سے، میرے باپ کے دین سے، میرے بھائی کے دین سے، میرے نانا کے دین سے تو نے، تیرے باپ نے، تیرے دادا نے ہدایت پائی ہے!" یزید چلایا "اے دشمن خدا! تو جھوٹی ہے!" زینب بولیں "تو زبردستی حاکم بن بیٹھا ہے۔ ظلم سے گالیاں دیتا ہے۔ اپنی قوت سے مخلوق کو دباتا ہے!"

حضرت فاطمہ بنت علی کہتی ہیں یہ گفتگو سنکر شاید یزید شرمندہ ہو گیا۔ کیونکہ پھر کچھ نہ بولا۔ مگر وہ شامی پھر کھڑا ہوا اور وہی بات کہی۔ اس پر یزید نے غضبناک آواز میں اسے ڈانٹ بتائی "دور ہو کمبخت! خدا تجھے موت کا تحفہ بخشے!"

یزید کا مشورہ کرنا

دیر تک خاموشی رہی۔ پھر یزید شامی رؤسا و امراء کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا "ان لوگوں کے بارے میں کیا مشورہ دیتے ہو؟" بعضوں نے سخت کلامی کے ساتھ بدسلوکی کا مشورہ دیا مگر نعمان بن بشیر نے کہا "انکے ساتھ وہی کیجئے جو رسول اللہ صلعم انھیں اس حال میں دیکھ کر کرتے" حضرت فاطمہ بنت حسین نے یہ سنکر کہا "اے یزید! یہ رسول اللہ کی لڑکیاں ہیں!" اس نسبت کے ذکر سے یزید کی طبیعت بھی متأثر ہوگئی۔ وہ اور درباری اپنے آنسو نہ روک سکے۔ بالآخر یزید نے حکم دیا کہ انکے قیام کے لئے علیحدہ مکان کا انتظام کر دیا جائے۔

یزید کی بیوی کا غم

اس اثنا میں واقعہ کی خبر یزید کے گھر میں عورتوں کو بھی معلوم ہوگئی۔ ہند بنت عبد اللہ یزید کی بیوی نے منھ پر نقاب ڈالا اور باہر آکر یزید سے کہا "امیر المؤمنین! کیا حسین بن فاطمہ بنت رسول اللہ کا سر آیا ہے؟" یزید نے کہا "ہاں! تم خوب رو، بین کرو، رسول اللہ کے نواسے اور قریش کے اصیل پر ماتم کرو۔ ابن زیاد نے بہت جلدی کی، قتل کر ڈالا، خدا اُسے بھی قتل کرے!"

"حسین کی اجتہادی غلطی!"

اس کے بعد یزید نے حاضرین مجلس سے کہا "تم جانتے ہو یہ سب کس بات کا نتیجہ ہے؟ یہ حسین کے اجتہاد کی غلطی کا نتیجہ ہے۔ اُنھوں نے سوچا میرے باپ یزید کے باپ سے افضل ہیں۔ میری ماں یزید کی ماں سے افضل ہے۔ میرے نانا یزید کے نانا سے افضل ہیں، اور میں خود بھی یزید سے افضل ہوں، اس لئے حکومت کا بھی یزید سے زیادہ مستحق ہوں۔ حالانکہ اُن کا یہ سمجھنا کہ اُن کے والد میرے والد سے افضل تھے صحیح نہیں۔ علی اور معاویہ نے باہم جھگڑا کیا اور دنیا نے دیکھ لیا کہ کس کے حق میں فیصلہ ہوا؟ رہا اُن کا یہ کہنا کہ اُن کی ماں میری ماں سے افضل تھی، تو بلاشبہ یہ ٹھیک ہے۔ فاطمہ بنت رسول اللہ میری ماں سے کہیں افضل ہیں۔ اسی طرح اُن کا یہ کہنا کہ اُن کے نانا، میرے نانا سے افضل تھے تو قسم خدا کی، کوئی بھی اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھنے والا رسول اللہ سے افضل بلکہ رسول اللہ کے برابر کسی انسان کو نہیں سمجھ سکتا۔ حسین کے اجتہاد نے غلطی کی۔ وہ یہ آیت بالکل بھول گئے "اللھم مالک الملک، توتی الملک من تشاء وتنزع الملک ممن تشاء وتعز من تشاء وتذل من تشاء، بیدک الخیر، انک علی کل شیٔ قدیر" (الآیۃ)

پھر اہل بیت کی خاتونیں، یزید کے محل میں پہونچائی گئیں۔ خاندان معاویہ کی عورتوں نے انھیں اس حال میں دیکھا تو بے اختیار رونے پیٹنے لگیں۔

یزید کی سعی تلافی

پھر یزید آیا تو فاطمہ بنت حسین نے اُس سے کہا "اے یزید! کیا رسول اللہ کی لڑکیاں کنیزیں ہوگئیں؟" یزید نے جواب دیا "اے میرے بھائی کی بیٹی! ایسا کیوں ہونے لگا؟" فاطمہ نے کہا "بخدا ہمارے کان میں ایک بالی بھی نہیں چھوڑی گئی" یزید نے کہا "تم لوگوں کا جتنا گیا ہے، اُس سے کہیں زیادہ میں تمھیں دوں گا"، چنانچہ جسنے اپنا جتنا نقصان بتایا، اُس سے دوگنا تگنا دیدیا گیا۔

یزید کا دستور تھا روز صبح شام کے کھانے میں علی بن حسین کو اپنے ساتھ شریک کیا کرتا۔ ایک دن حضرت حسن کے کمسن بچے عمرو کو بھی بلایا اور ہنسی سے کہنے لگا "تو اس سے لڑیگا؟" اور اپنے لڑکے خالد کی طرف اشارہ کیا۔ عمرو بن حسن نے اپنے بچپنے کے بھولے پن میں جواب دیا "یوں نہیں۔ ایک چھری مجھے دو، اور ایک چھری اسے دو، پھر ہماری لڑائی دیکھو!" یزید کھلکھلا کر ہنس پڑا اور عمرو بن حسن کو گود میں اُٹھا کر سینے سے چمٹا لیا اور کہا "سانپ کا بچہ بھی سانپ ہی ہوتا ہے!"

یزید کی "زُود پشیمانی"

یزید نے اہل بیت کو کچھ دن اپنا مہمان رکھا۔ اپنی مجلسوں میں اُن کا ذکر کرتا اور بار بار کہتا "کیا حرج تھا اگر میں خود تھوڑی سی تکلیف گوارا کر لیتا، حسین کو اپنے گھر میں اپنے ساتھ رکھتا۔ اُن کے مطالبہ پر غور کرتا، اگرچہ اس کی وجہ سے میری قوت میں کچھ کمی ہی کیوں نہ پڑ جاتی۔ لیکن اس سے رسول اللہ صلعم کے حق اور رشتہ داری کی تو حفاظت ہوتی۔ خدا کی لعنت ابن مرجانہ (یعنی ابن زیاد) پر جسنے حسین کو لڑائی پر مجبور کیا۔ حسین نے کہا تھا میرے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دیدیں گے یا مسلمانوں کی سرحدوں پر جا کر جہاد میں مصروف ہو جائیں گے۔ مگر ابن زیاد نے اُن کی کوئی بات بھی نہیں مانی۔ اور قتل کر ڈالا۔ اُن کے قتل نے تمام مسلمانوں میں مجھے مبغوض بنا دیا۔ خدا کی لعنت ابن مرجانہ پر! خدا کا غضب ابن مرجانہ پر!"

اہل بیت کو رخصت کرنا

پھر جب اہل بیت کو مدینہ بھیجنے لگا تو امام زین العابدین سے ایک مرتبہ اور کہا "ابن مرجانہ پر خدا کی لعنت! واللہ اگر میں حسین کیساتھ ہوتا اور وہ میرے سامنے اپنی کوئی شرط بھی پیش کرتے تو میں اُسے ضرور منظور کر لیتا۔ میں اُن کی جان ہر ممکن ذریعہ سے بچاتا اگرچہ ایسا کرنے میں خود میرے کسی بیٹے کی جان چلی جاتی۔ لیکن خدا کو وہی منظور تھا جو ہو چکا۔ دیکھو، مجھ سے برابر خط کتابت کرتے رہنا، جو ضرورت بھی پیش آئے، مجھے خبر دینا" بعد میں حضرت سکینہ برابر کہا کرتی تھیں "میں نے کبھی کوئی ناشکر انسان یزید سے زیادہ اچھا سلوک کرنے والا نہیں دیکھا!"

اہل بیت کی فیاضی

یزید نے اہل بیت کو اپنے ایک معتبر آدمی اور فوج کی حفاظت میں رخصت کر دیا۔ اس شخص نے راستہ بھر اِن مصیبت زدوں سے اچھا برتاؤ کیا۔ جب یہ منزل مقصود پر پہنچ گئے تو حضرت زینب بنت علی اور حضرت فاطمہ بنت حسین نے اپنی چوڑیاں اور کنگن اُسے بھیجے اور کہا "یہ تمھاری نیکی کا بدلہ ہے۔ ہمارے پاس کچھ نہیں ہے کہ تمھیں دیں" اُس شخص نے زیور واپس کر دیئے اور کہلایا "واللہ میرا یہ برتاؤ کسی دنیاوی طمع سے نہیں تھا۔ رسول اللہ صلعم کے خیال سے تھا!"

مدینہ میں ماتم

اہل بیت کے آنے سے بہت پہلے مدینہ میں یہ جانگسل خبر پہنچ چکی تھی۔ بنی ہاشم کی خاتونوں نے سنا تو گھروں سے چلاتی ہوئی نکل پڑیں۔ حضرت عقیل بن ابی طالب کی صاحبزادی آگے آگے تھیں اور یہ شعر پڑھتی جاتی تھیں:

ماذا تقولون ان قال النبی لکم
ماذا فعلتم وانتم آخر الامم؟
کیا کہو گے جب نبی تم سے سوال کریں گے کہ اے وہ جو سب سے آخری امت ہو،

بعترتی وباہلی بعد مفتقدی
منہم اساری ومنہم ضرجوا بدم
تم نے میری اولاد اور خاندان سے میرے بعد یہ کیا سلوک کیا کہ ان میں سے بعض قیدی ہیں اور بعض خون میں نہائے پڑے ہیں!

مرثیہ

حضرت حسین کی شہادت پر بہت سے لوگوں نے مرثئے کہے۔ سلیمان بن قتہ کا مرثیہ بہت زیادہ مشہور ہوا۔

مررت علی ابیات آل محمد
فلم ارہا کعہدہا یوم حلت
میں خاندان محمد کے گھروں کی طرف سے گزرا مگر وہ کبھی ایسے نہ تھے جیسے اُس دن جب ان کی حرمت لوٹی گئی!

فلا یبعد اللہ الدیار واہلہا
وان اصبحت من اہلہا قد تخلت
خدا ان مکانوں اور مکینوں کو دور نہ کرے! اگرچہ وہ اب اپنے مکینوں سے خالی پڑے ہیں!

وان قتیل الطف من آل ہاشم
اذل رقاب المسلمین فذلت!
کربلا میں ہاشمی مقتول کے قتل نے مسلمانوں کی گردنیں ذلیل کر دیں!

وکانوا رجاء ثم صاروا رزیۃ
فقد عظمت تلک الرزایا وجلت!
ان مقتولوں سے دنیا کی امیدیں وابستہ تھیں مگر وہ مصیبت بن گئے۔ آہ! یہ مصیبت کتنی بڑی اور کتنی سخت ہے!

الم تران الارض اضحت مریضۃ
لفقد حسین والبلاد اقشعرت
کیا تم نہیں دیکھتے کہ زمین حسین کے فراق میں بیمار ہے اور دنیا کانپ رہی ہے؟

وقد اعولت تبکی السماء لفقدہ
وانجمہا ناحت علیہ وصلت
آسمان بھی اُس کی جدائی پر رو رہا ہے۔ ستارے بھی ماتم کرتے اور سلام بھیج رہے ہیں!

* * *

جامع الشواہد

طبع ثانی

مولانا ابو الکلام صاحب کی یہ تحریر سنہ ۱۹۱۹ء میں شائع ہوئی تھی جب وہ رانچی میں نظربند تھے۔ موضوع اس تحریر کا یہ تھا کہ اسلامی احکام کی رو سے مسجد کن کن اغراض کے لئے استعمال کیجا سکتی ہے؟ اور اسلام کی رواداری نے کس طرح اپنی عبادت گاہوں کا دروازہ بلاامتیاز مذہب و ملت تمام نوع انسانی پر کھول دیا ہے؟

سنہ ۱۹ء میں جسقدر نسخے چھپے تھے، مدرسہ اسلامیہ رانچی کو دے دیئے گئے تھے جو بہت جلد ختم ہوگئے۔ اب مصنف کی نظرثانی کے بعد دوبارہ لیتھو میں چھپی ہے۔ قیمت ۱۲ ار

منیجر الہلال کلکتہ

ہیں۔ لیکن معلوم ہوتا ہے ابھی یہ منزل دُور ہے۔ کم سے کم آئندہ انتخابات میں اُس کی کوئی اُمید نہیں کی جا سکتی۔ کیونکہ اس ہفتہ حکومت انگورہ نے اعلان کر دیا ہے کہ عورتوں کو حق انتخاب بالفعل نہیں دیا جا سکتا۔ وجہ یہ بتائی ہے کہ اُنھوں نے ابھی کافی ترقی نہیں کی ہے۔

برطانیہ کی سازشیں

یونانی اخبارات کی اس خبر نے ترکی اخبارات کو سخت مشتعل کر دیا ہے کہ " برطانیہ نے حکومت یونان سے خواہش کی ہے کہ روس کے خلاف تمام دول بلقان کی ایک خفیہ کانفرنس منعقد کرے مگر اُس میں ٹرکی کو شریک نہ ہونے دے" ترکی اخبارات کی رائے میں یہ تجویز ٹرکی کے لئے ایک مبارزت ہے۔ انگورہ کا سر برآوردہ اخبار "جمہوریت" اپنی پچھلی اشاعت میں یُوں اظہار خیال کرتا ہے:

"اگر یہ خبر صحیح ہے تو اس کے صاف معنی یہ ہیں کہ برطانیہ روس کے ساتھ ٹرکی کی مخالفت پر بھی تُلا ہوا ہے۔ اگر اس تجویز سے برطانیہ کا مقصود یہ ہے کہ ٹرکی کو دھمکا کر روس سے الگ کر لے، تو ہم صاف لفظوں میں اسکی تعمیل سے انکار کرتے ہیں۔ اب وہ زمانے گئے جب ٹرکی ایسی دھمکیوں سے مرعوب ہو جایا کرتا تھا۔ گزشتہ تین صدی کے تجربوں نے ہمیں خوب سکھا دیا ہے کہ ہمیں صرف اپنی قوت پر بھروسہ کرنا چاہئیے۔ اور ہم صرف اپنی قوت ہی پر اعتماد رکھتے ہیں۔ ہمارے پاس اتنی قوت موجود ہے جو ہمیں ہر مشکل سے بچا سکتی ہے۔ روس سے ہماری دوستی، زندگی اور موت کا معاملہ ہے۔ روس کو ہماری دوستی کی ضرورت ہے۔ ہمیں روس کی دوستی کی ضرورت ہے۔ ہم روس سے ہرگز علٰحدہ نہیں ہو سکتے"

ٹرکی اور افغانستان

باخبر حلقوں میں خیال کیا جاتا ہے کہ برطانیہ عنقریب افغانستان سے چھیڑ چھاڑ شروع کرے گا۔ روسی خطرے نے برطانیہ کو بدحواس کر دیا ہے۔ وہ دیکھتا ہے روس کے تعلقات افغانستان سے بہت گہرے ہیں۔ افغانستان، ہندوستان کا پڑوسی ہے، لہذا روسی افغانی دوستی، ہندوستان کے لئے خطرناک ہے۔ اور چونکہ اس دوستی میں ہندوستان کے لئے خطرہ ہے اس لئے یا تو افغانستان کو روس سے توڑ لینا چاہئیے، یا برطانیہ سے دست بگریباں ہونے کے لئے طیار ہو جانا چاہئیے۔

یہ ہے برطانیہ کا نقطۂ نظر، اور اسی بنا پر وہ بہت جلد افغانستان سے نئی معاملت شروع کرنی چاہتا ہے۔ ہمیں جہاں تک حالات کا علم ہے ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ برطانیہ کو افغانستان کے روس سے الگ کرنے میں ویسی ہی ناکامی ہوگی، جیسی ٹرکی کے معاملہ میں ہو چکی ہے۔ افغانستان، روس سے علٰحدہ نہیں ہو سکتا۔ اُسے خوب معلوم ہے کہ برطانیہ اُسے ہرگز کوئی نفع نہیں پہونچائے گا۔ لیکن روس اُسے بے شمار نفع پہونچا رہا ہے۔

یہی باعث ہے کہ پچھلے چند ماہ سے افغانستان کے مدبر ماسکو اور انگورہ کا دَورہ کر رہے ہیں۔ فی الحال انگورہ میں مشہور افغانی مدبر محمود خاں طرزی موجود ہیں۔ سرکاری طور پر اُن کی آمد صرف سیر و سیاحت کی غرض سے بتائی گئی ہے۔ خود اُنھوں نے بھی اخبار "حاکمیت ملت" کے نامہ نگار سے یہی بیان کیا ہے۔ لیکن اُن کے یہ الفاظ خاص معنی رکھتے ہیں "افغانستان کی دلی آرزو ہے کہ ٹرکی سے اسکے تعلقات اور بھی زیادہ مضبوط ہو جائیں"

مقالات

مُحَرَّمُ الحرام ۱۳۴۶ ہجری

نئے ہجری سنہ کا آغاز!

تذکار ہجرۃ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام

۲

واقعۂ ہجرۃ کا اختصاص

پچھلی تحریر میں یہ حقیقت واضح ہو چکی ہے کہ حضرۃ عمرؓ اور مجمع صحابہ نے ایک نئے سنہ کی ضرورت اس لئے محسوس کی کہ قومی زندگی کے قیام و تکمیل کے لئے قومی سنہ کی ضرورت تھی، اور اسلام کی تعلیم و تربیت نے اُن کی قومی ذہنیت کا جو مزاج پیدا کر دیا تھا، اُس کا مقتضٰی یہی تھا کہ اس ضرورت کی کھٹک طبیعتوں میں پیدا ہوتی۔ لیکن اب اس کے بعد معاملہ کا سب سے زیادہ ضروری سوال سامنے آتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ قومی سنہ کا مبدء قرار دینے کے لئے سامنے کی جتنی چیزیں بھی ہو سکتی تھیں، اُن میں سے کوئی چیز بھی اختیار نہیں کی گئی، اور ایک دُور کی چیز جو بظاہر اس غرض کے لئے کوئی مناسبت نہیں رکھتی، اُن کے سامنے آ گئی، اور اُسی پر سب کا اتفاق ہو گیا۔ آخر اس کی علت کیا ہے؟

مسلمانوں کا قومی سنہ قرار دینے کے لئے قدرتی طور پر جو چیزیں سامنے کی تھیں، وہ اسلام کا ظہور تھا۔ داعی اسلام کی پیدائش تھی۔ نزول وحی کی ابتدا تھی۔ بدر کی تاریخی فتح تھی۔ مکہ کا فتحمندانہ داخلہ تھا۔ حجۃ الوداع کا اجتماع تھا جو اسلام کی ظاہری اور معنوی تکمیل و فتح کا آخری اعلان تھا۔ لیکن ان تمام واقعات میں سے کوئی واقعہ بھی اختیار نہیں کیا گیا۔ ہجرۃ مدینہ کی طرف نظر گئی جو نہ کوئی پیدائش کا جشن ہے، نہ کسی ظہور کی شوکت۔ نہ کسی جنگ کی فتح ہے، نہ کسی غلبہ و تسلط کا شادیانہ۔ بلکہ اُس زمانہ کی یاد تازہ کرتا ہے جب آغاز اسلام کی بے سر و سامانیاں اور ناکامیاں اس حد تک پہنچ گئی تھیں کہ داعی اسلام کے لئے اپنے وطن میں زندگی بسر کرنا بھی ناممکن ہو گیا تھا۔ بیچارگی اور مظلومیت کی انتہا تھی کہ اپنا وطن، اپنا گھر، اپنے عزیز و اقارب، اور اپنا سب کچھ چھوڑ کر، صرف ایک رفیق غمگسار کے ساتھ، رات کی تاریکی میں، رہسپار دشت غربت ہوا تھا!

یہ بھی ظاہر ہے کہ اس قسم کے معاملات میں قدرتی طور پر دوسری قوموں کے نمونے سامنے آیا کرتے ہیں۔ حضرۃ عمرؓ اور صحابہ کے سامنے بھی یہ نمونے موجود تھے۔ لیکن وہ اُن کی تقلید پر آمادہ نہ ہو سکے اور اُنھوں بالکل ایک دوسری ہی راہ اختیار کی۔

دُنیا کے قومی سنین

قومی سنہ دراصل قوم کی پیدائش اور عروج و اقبال کی تاریخ ہوتا ہے۔ اس کے ذریعہ قومیں اپنی تاریخ کا سب سے زیادہ اہم اور نمایاں واقعہ یاد رکھنا چاہتی ہیں۔ اُس کا دَور ہر بارہ مہینے کے بعد ختم ہوتا اور از سر نو شروع ہوتا ہے، اور اس طرح سال نو کی مسرتوں کے ساتھ اُس کی تاریخی روایات کی شادمانیاں بھی تازہ ہو جاتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دُنیا میں جس قدر سنہ رائج ہوئے، سب کی بُنیاد کسی ایسے واقعہ پر نظر آتی ہے جس سے کسی قومی فتح و اقبال کا آغاز ہوا ہے۔ چونکہ اس طرح کا آغاز عموماً کسی بڑے انسان کی پیدائش سے ہوا ہے، یا کسی بڑے بادشاہ کی تخت نشینی سے، یا کسی بڑی جنگ کی فتح اور کسی نئی سرزمین کے قبضہ و تسلط سے۔ اس لئے دنیا کے اکثر سنوں کی ابتدا مشاہیر و اکابر کی پیدائش اور تخت نشینی ہی سے ہوتی ہے۔ بیرونی نے آثار الباقیہ نامی کتاب صرف سنین و تواریخ کے موضوع پر لکھی ہے، اور اس درجہ کی لکھی ہے کہ آج بھی اس سے بہتر کتاب نہیں لکھی جا سکتی۔ وہ دُنیا کے تمام سنین کا استقصا کر کے لکھتا ہے" قوموں کا طریقہ اس بارے میں یہ رہا ہے کہ بانیان حکومت و مذاہب کی پیدائش، بادشاہوں کی تخت نشینی، انبیاء کی بعثت، ملکوں کی فتح و تسخیر، سلطنت کے انقلاب و انتقال، اور حوادث عظیمۂ ارضیہ سے تواریخ و سنین کی ابتدا کیا کرتے ہیں"

قدیم سنوں میں بابلی، یہودی، رومی، مسیحی، ہندوستانی، اور ایرانی سنین سب سے زیادہ مشہور و مستعمل رہے ہیں، ان سب کی ابتدا کسی ایسے ہی واقعہ سے ہوتی ہے۔ بابلی سنہ کی بُنیاد بخت نصر اول کی پیدائش پر رکھی گئی تھی کیونکہ اُس کے ظہور سے بابل کی عظمت کا آغاز ہوا۔ یہودیوں نے پہلے مصر سے خروج کے واقعہ پر سنہ کی بُنیاد رکھی تھی۔ کیونکہ اسی واقعہ سے اُن کی قومی آزادی کا دَور شروع ہوتا تھا۔ پھر جب فلسطین میں یہودی حکومت قائم ہو گئی تو حضرت سلیمانؑ کی تخت نشینی سے بھی سنہ کا حساب کرنے لگے۔ پھر ہیکل کی بربادی کے بعد جب دوبارہ تعمیر کا واقعہ ظہور میں آیا۔ تو چونکہ اس سے یہودیوں کے اجتماع و توطن کا نیا دَور شروع ہوتا تھا اس لئے اس کی یاد آوری کے جذبہ نے تاریخ و سنہ کی صورت اختیار کر لی۔ رومیوں کا سب سے زیادہ مشہور سنہ اسکندری سنہ ہے جو سکندر فاتح کی پیدائش سے شروع ہوتا ہے۔ پھر آگسٹس کی پیدائش سے نیا سنہ شروع ہوا جس کی فتحمندیوں نے رومی عظمت کا نیا دَور شروع کر دیا تھا۔ مسیحی

اسے پسند کرتے ہیں اور اس کی ہمت افزائی کرنے میں بھی مضائقہ نہیں کرتے۔ امریکہ کے بوڑھوں میں یہ مقولہ عام ہے "نوجوانوں کو چھوڑ دو کہ ساتھ بڑھیں کھیلیں، ساتھ پڑھیں لکھیں، بچپن ہی سے باہم محبت کریں اور اپنی نسل بڑھتے دیکھیں!"

امریکن عورت کی روزمرہ کی زندگی

مردوں کی طرح عورتوں کی زندگی بھی روپیہ کمانے اور خرچ کرنے میں بسر ہوتی ہے۔ بازاروں میں کپڑے کی اکثر بڑی دکانوں پر تھیں جلی حروف میں یہ عبارت لکھی نظر آئے گی "یہاں عورتوں کو کپڑے سینے کی مفت تعلیم دیجاتی ہے" جابجا سائن بورڈوں پر یہ الفاظ پڑھو گے "یہاں علم تدبیر منزل (خانہ داری) پر لیکچر مفت سنائے جاتے ہیں،" یہ اس امر کا ثبوت ہے کہ امریکن عورت بالکل بے کار نہیں رہتی وہ اپنی خانگی زندگی میں تو ضرور بدنصیب ہوتی ہے، مگر برابر علمی و صنعتی ترقی کر رہی ہے۔ لیکن درا صل اسی ترقی نے اُسے مسرت سے محروم بھی کر رکھا ہے۔

آمریکن عورت، بہت مسرف ہوتی ہے۔ اس کا ثبوت ہر روز بازار میں دیکھا جا سکتا ہے۔ دوکانیں عورتوں سے لبریز رہتی ہیں۔ دوکانداروں کا اپنے اعلانوں میں خطاب عموماً عورتوں ہی سے ہوتا ہے کیونکہ وہ جانتے ہیں مردوں کو خرید فروخت کی مہلت نہیں۔ مرد روپیہ کمانا جانتے ہیں، خرچ کرنا نہیں جانتے۔ عورتیں اُن کی ہفتہ بھر یا مہینہ بھر کی آمدنی پر قابض ہو جاتی ہیں اور بازاروں میں آکر بے دریغ خرچ کر ڈالتی ہیں۔ عورتوں کے اسراف کا اندازہ صرف اتنی بات سے کیا جا سکتا ہے کہ گزشتہ دس سال کے اندر منھ پر ملنے والے روغنوں کی فروخت میں فی صدی دو ہزار کا اضافہ ہو گیا ہے!

زنانہ کلب

آمریکہ کے زنانہ کلب، دنیا میں اپنی نظیر آپ ہی ہیں۔ بڑے ہی شاندار، خوبصورت، اور جدید ترین سامان سے آراستہ ہوتے ہیں عورت چونکہ گھر میں شوہر کو نہیں پاتی، اور دلچسپی سے محروم ہوتی ہے، اس لئے اپنا زیادہ وقت کلب ہی میں گزارتی ہے۔ عام دستور یہ ہے کہ عورت اپنے شوہر کو موٹر میں بٹھا کر اُس کے دفتر میں چھوڑ آتی ہے اور باقی پورا دن کلب میں صرف کرتی ہے۔ شام کو پھر موٹر میں بیٹھتی ہے اور شوہر کو دفتر سے لے آتی ہے۔ دونوں رات کا کھانا عموماً ہوٹل میں کھاتے ہیں اور پھر گھر آکر سو رہتے ہیں!

سب سے زیادہ زنانہ کلب ڈٹرائٹ میں ہیں۔ یہ کلب بہت ہی دلچسپ اور مفید ہیں۔ لیکن اُن کا یہ عیب بھی بہت بڑا ہے کہ عورت سے غور و فکر کی قوت سلب کر لیتے ہیں اور اُس کے دماغ میں اس قدر معلومات ٹھونس دیتے ہیں کہ وہ انھیں ہضم نہیں کر سکتی اور دماغی بدہضمی میں مبتلا ہو جاتی ہے۔ دن بھر کلب گھروں میں علمی تقریریں ہوتی رہتی ہیں۔ ایک دن میں نے شیکاگو کے ایک زنانہ کلب میں چار مختلف مضمونوں پر لیکچر سنے۔ مضمون یہ تھے:

(۱) مرد کا کام اپنے گھر میں
(۲) غذا کی تاثیر جسم انسانی پر
(۳) موجودہ ادبیات اور خوارق عادات
(۴) سحر و ساحری کی حقیقت۔

میں نے بڑے غور سے لیکچر سنے تھے۔ آخر میں سوچنے لگا میں نے کیا سنا تھا؟ باوجود سخت کوشش کے میں اس کا کوئی جواب نہ دے سکا۔ کیونکہ دماغ مختل ہو چکا تھا۔ صرف دو باتیں حافظہ میں محفوظ رہ گئی تھیں۔ ایک یہ کہ دوپہر کو کھانا نہیں کھانا چاہیئے۔ دوسرے یہ کہ دنیا کی موجودہ اقتصادی حالت ایسی ہو گئی ہے کہ انسان، دولت جمع کرنے کا آلہ بن گیا ہے۔ صرف ایک دن میں میرا یہ حال ہوا لیکن اُن عورتوں کا کیا حال ہوگا جن کی ساری زندگی انہی کلب گھروں اور اُن کے لیکچروں میں گزرتی ہے؟

بچوں کی ماں

آمریکہ میں بیشمار انجمنیں اس غرض سے موجود ہیں کہ ماؤں کے لئے مفت مشورے مہیا کریں۔ ان میں ہمیشہ لیکچروں کا سلسلہ جاری رہتا ہے اور ماؤں کو بتایا جاتا ہے کہ وہ کون کون کتابیں پڑھیں؟ کس قسم کا کھانا کھائیں؟ کیا سوچیں؟ کیا دیکھیں؟ غرضکہ ہر معاملہ میں باقاعدہ علمی مشورہ دیا جاتا ہے۔ اس کے صاف معنی یہ ہیں کہ آمریکہ میں جس طرح سب معاملات اصول و قواعد کے ماتحت رکھے گئے ہیں، اُسی طرح نسوانیت بھی علمی اصول پر "منطبق" کی جا رہی ہے۔ یہی حد سے زیادہ "علمی انطباق" انسانیت اور مرد و عورت کی جنسیت کی فطرۃ کا خاتمہ ہے!

دنیا میں آمریکہ کی نوجوان عورتوں سے منظم تر کوئی چیز موجود نہیں۔ وہ اظہار نہیں ہوتی۔ اپنے شوہر کی طرح کسی نہ کسی علم یا ہنر میں ماہر ہوتی ہے۔ اپنے گھر کو مرتب و منظم رکھ سکتی ہے۔ امریکن عورت انگلستان کی عورت سے کہیں زیادہ منظم اور سلیقہ مند ہوتی ہے۔

امریکن ماں اپنے بچوں سے بیحد محبت کرتی ہے۔ ہندوستان کی طرح آمریکہ میں بھی اولاد اپنے ماں باپ کی ملکیت سمجھی جاتی ہے۔ گھروں میں بچوں کے لئے علحدہ کمرے نہیں ہوتے۔ پورا گھر بچوں کے لئے کھلا ہوتا ہے اور وہ دن بھر اودھم مچائے رہتے ہیں۔ اسی طرح دائیاں اور کھلائیاں رکھنے کا بھی رواج کم ہے۔ خود ماں ہی دائی ہوتی ہے۔ ماں اپنے بچوں میں کسی کی مداخلت گوارا نہیں کرتی۔ وہ اُن کا مستقبل اپنے مستقبل سے وابستہ سمجھتی ہے۔ اُن پر وہ تمام تعلیم و تربیت کے اصول منطبق کرتی ہے جو کلب گھروں میں سنتی اور کتابوں میں پڑھتی ہے!

لیکن اس کے باوجود بھی اُس کی زندگی بڑی حد تک مسرت سے خالی ہوتی ہے، کیونکہ، جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا، علم کی فراوانی اور تجارت کی افزونی نے اُسے ازدواجی مسرتوں کا دائرہ تنگ کر رکھا ہے۔ آمریکہ کی عورت، علم اور مادی ترقی سے اب نالاں ہے! چونکہ*

* آمریکہ کی عورت خوش نہیں ہے اس لئے باوجود بیشمار دولت رکھنے کے آمریکہ بھی خوش نہیں ہے۔ وہ تمدن کی شدت سے اُکتا گیا ہے۔ وہ پیچھے کی طرف دیکھ رہا ہے۔ کون کہہ سکتا ہے کہ موجودہ صورت حال کا آئندہ ردّ عمل (ری ایکشن) کیا ہوگا؟

بریدِ شرق

مکتوب انگورہ

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم انگورہ کے قلم سے)

شورائے دولت۔ ترکی ڈاکٹر کی تحقیقات۔ وزیر خارجیہ کی تصریحات ترکی پارلیمنٹ۔ ترکی عورت اور حق انتخاب۔ برطانیہ کی سازشیں۔ ٹرکی اور افغانستان۔

شورائے دولت

"مجلس شورائے دولت" کے نام سے ترکی پارلیمنٹ نے ایک مجلس کا قیام منظور کر لیا ہے۔ اُس کی صدارت کے لئے مشہور ترکی قانوندان نصرت بک منتخب ہوئے ہیں۔ اس مجلس کا کام یہ ہوگا کہ حکومت کی تمام وزارتوں اور محکموں کو ضرورت کے وقت مشورہ دے، نیز اُن جھگڑوں کا تصفیہ کرے جو مختلف محکموں میں پیدا ہو جایا کرتے ہیں۔

ترکی ڈاکٹر کی تحقیقات

مشہور ترکی ڈاکٹر حسن رشاد بک کے متعلق اخبارات نے یہ خبر شایع کی ہے کہ اُنھوں نے آتشک کا حکمی علاج دریافت کر لیا ہے۔ اُن کا دعویٰ ہے کہ اُن کی دوا کا صرف ایک انجکشن ہمیشہ کے لئے اس خبیث بیماری کی جڑ کاٹ دیتا ہے۔ ترکی حکومت ڈاکٹر موصوف کو اپنے خرچ سے یورپ بھیج رہی ہے تاکہ وہاں ماہرین فن کے سامنے اپنے تجربے دکھائیں۔

وزیر خارجیہ کی تصریحات

ڈاکٹر توفیق رشدی بک ترکی وزیر خارجیہ نے اس ہفتہ اخباری نمایندوں کے سامنے حسب ذیل تصریحیں کی ہیں:

"اس وقت ٹرکی کے تعلقات متمدن دنیا کے جملہ ملکوں سے دوستانہ ہیں۔ اسوقت دنیا کی کسی سلطنت سے بھی ہمارا کوئی اختلاف نہیں۔ پچھلے دنوں جو افسوسناک حادثے بعض سلطنتوں کے مابین واقع ہوئے ہیں، اُنھوں نے ہمارے مسلک پر کوئی اثر نہیں ڈالا۔ ہمارے مسلک کی بنیاد اس عقیدے پر ہے کہ دنیا کا امن و امان ہمارے ملک کے لئے مفید ہے۔ یہی باعث ہے کہ ہم حکومتوں کے درمیان پڑ کر خود نفع نہیں اُٹھاتے۔ کیونکہ یہ ہمارے مقصد امن کے خلاف ہے۔

"بلقانی ریاستوں سے بھی ہمارے تعلقات دوستانہ ہیں۔ ہم انھیں اور بھی مضبوط کرنے کی کوشش میں ہیں۔ روس سے ہمارے علائق خاص طور پر بہت ہی اچھے ہیں۔ روس نے کبھی ہمارے داخلی معاملات میں مداخلت نہیں کی۔ وہ ہمیشہ ہمارا دوست رہا اور اس وقت بھی دوست ہے۔

"چین کی موجودہ تحریک آزادی سے ہمیں پوری دلچسپی ہے۔ ہم اس عظیم الشان مشرقی قوم کی آزادی کے دل سے متمنی ہیں۔ مصر سے ہمیں جو دلی تعلق ہے وہ کسی شرح و تفصیل کا محتاج نہیں۔"

ترکی مجلس کا نیا انتخاب

موجودہ ترکی مجلس (پارلیمنٹ) کی مدت ختم ہو گئی۔ اب نئے انتخابات کا وقت ہے۔ قانون کی رُو سے اس مجلس کی عمر ماہ اپریل تک تھی۔ مگر اُسے دو مہینے اور بڑھا لئے۔ اب وہ دو مہینے بھی گزر چکے ہیں۔ نئے انتخابات ۱ جولائی میں شروع ہونگے۔ باخبر لوگ جانتے ہیں کہ انتخابات کا نتیجہ کیا ہوگا؟ تمام ملک کو غازی مصطفےٰ کمال پاشا اور اُن کی جماعت پر پورا اعتماد ہے۔ لہذا آیندہ مجلس میں ہمیں تقریباً انہی ممبروں کا انتظار کرنا چاہئے جو موجودہ مجلس کے ارکان تھے۔

ترکی عورت اور حق انتخاب

نئے انتخابات کے پیش آجانے کی وجہ سے اس کا غوغا بہت بڑھ گیا ہے۔ حقوق طلب خواتین بڑی سختی سے مقابلہ کی تیاریاں کر رہی

اندر کی استعداد کی تکمیل کے ساتھ ہی باہر کی استعداد بھی اسکے اندر پیدا ہو جائے۔

اس حقیقت کی وضاحت کے لئے مثال کی ضرورت ہی۔ خدا کی رحمت و ربوبیت نے تمام کائنات ہستی کو بخشش کا خزانہ اور فیضان عام کی بارش بنا رکھا ہی۔ زندگی اور وجود کے لئے جن جن چیزوں کی ضرورت ہی، اُن میں سے ہر چیز موجود ہی، اور اُس کی موجودگی صرف اس لئے ہی تاکہ استعداد کو ڈھونڈھ لے، صلاحیت کو پالے، اور انفعال کو فعل سے اور انجذاب کو جذب سے مالا مال کر دے۔ سورج روز آسمان پر چمکتا ہی۔ ستارے ہمیشہ زمین کی طرف جھانکتے ہیں۔ ہوائیں یکساں گرمجوشی سے چلتی ہیں، بادلوں کی رفتار میں کبھی رکاوٹ نہیں پڑتی۔ سورج کی کرنیں سمندروں کو کھینچنے اور پانی کے ذخیرے جمع کرنے میں کبھی کوتاہی نہیں کرتیں۔ زمین کی سطح اپنے سارے خزانے لئے ہوئے موجود ہی۔ خاک کے ذرّوں میں سے ہر ذرہ اپنا خاصہ اور اپنی تاثیر رکھتا ہی۔ موسموں کی تبدیلی اور لیل و نہار کی گردش بھی اپنے مقصد اور حکمت سے باہر نہیں۔ یہ، اور اسی طرح کی تمام اَن گنت اور بے حد و حساب چیزیں:

وان تعدوا نعمۃ اللہ لاتحصوھا (۱۴: ۳۴)
اور اگر تم خدا کی نعمتیں اور بخشائشیں شمار کرنی چاہو
تو وہ اتنی ہیں کہ کبھی تمھارا اندازہ احاطہ نہیں کر سکتا!

قوتوں کا خزانہ اور بخشائشوں اور ربوبیتوں کا فیضان عام ہی، اور اپنی مجموعی صورت میں کائنات ہستی کی وہ "خارجی استعداد" ہی جو وجود کے لئے خلق و تسویہ کا سامان مہیا کرتی اور ہمیشہ اُس کے انتظار میں چشم براہ رہتی ہی۔ لیکن خارج کی اس استعداد سے صرف وہ اشیاء فائدہ اُٹھا سکتی اور اپنے حصّہ کی بخشش پا سکتی ہیں جن کے اندر خود اُن کے "اندر کی استعداد" وجود میں آگئی ہی۔ یہ اندرونی استعداد باہر کے کارخانۂ استعداد کی تاثیر کے لئے بمنزلۂ انفعال ہی۔ جب تک انفعال کا لب سوال وا نہ ہوگا، فعل و تاثیر کا جواد فیضان، حرکت میں نہیں آسکتا!

دہقان ایک بیج اُٹھاتا ہی اور زمین کے حوالے کر دیتا ہی۔ اب دیکھو، اس ایک بیج کے بارآور ہونے کے لئے قدرت الٰہی نے کس طرح اپنا تمام کارخانۂ ہستی مہیا کر دیا ہی؟ سورج منتظر ہے کہ اپنی گرمی اس کے لئے وقف کر دے، بادل طیار ہیں کہ اپنے ذخیروں کا منہ کھول دے۔ زمین مستعد ہی کہ اپنی آغوش اُس کے لئے وا کر دے؛ لیکن اس تمام کارخانۂ بخشش سے وہ جبھی فائدہ اُٹھا سکتا ہی جبکہ خود اُسکے اندر کی استعداد صحیح و صالح ہو۔ اگر ایسا نہیں ہی، تو پھر یہ تمام کارخانۂ بخشش و نوال اُس کے لئے بیکار ہوگا۔ سورج اپنا دہکتا ہوا تنور دکھلا کر بھی اسے گرم نہ کر سکے گا، بادل اگر اپنا تمام ذخیرۂ آب ختم کر ڈالے، جب بھی اُسے زندگی کی رطوبت کا ایک قطرہ نہیں ملیگا!

پھر ایک صالح بیج جب زمین میں اپنی جگہ بنا لیتا ہی، تو اُس کے اندر کی استعداد ظاہر ہوتی ہی اور اندر ہی اندر پکنے اور بڑھنے لگتی ہی۔ اُس وقت وہ ایک چھوٹا سا وجود ہوتا ہی جس کے اندر باریک ذرّوں اور ریشوں کے سوا کوئی چیز نظر نہیں آتی۔ لیکن انہیں ذرّوں اور ریشوں کے اندر اُس کی آنے والی ہستی کی ساری بڑائیاں اور عظمتیں پوشیدہ ہوتی ہیں۔ حتی کہ کہا جا سکتا ہی ایک عظیم اور تناور درخت کی ساری ٹہنیاں اور پتے، اور اس کے ہزاروں پھول اور پھل انہیں ذرّوں اور باریک ریشوں کے اندر موجود ہوتے ہیں۔ وہ بتدریج نشو و نما پاتا ہی، اور یکے بعد دیگرے تخلیق و تسویہ کے مختلف درجوں سے گزرتا ہی۔ پھر جب یہ سب کچھ ہو چکتا ہی، تو وہ وقت آجاتا ہی جب زمین کی سطح چاک ہوتی ہی اور اُس کی پہلی شاخ باہر نکلتی ہی۔ چنانچہ وہ اُبھرتا ہی، اور کائنات فطرة کے جس کارخانۂ فیضان سے زمین کے اندر اکتساب فیض کر رہا تھا، اب اُس سے زمین کی سطح پر بخشش و نوال حاصل کرنے لگتا ہی۔ اُس وقت تم دیکھتے ہو کہ عالم نباتات کا یہ جوان نوخاستہ سرو قد کھڑا ہی، اور کارخانۂ فطرة کے ہر سامان سے زندگی اور قوت کا مطالبہ کر رہا ہی۔ اب تم اُس کی ہستی کا اعتراف کرتے ہو، لیکن تم بھول جاتے ہو کہ باہر کی استعداد اُس کے لئے جو کچھ بہم پہنچا رہی ہی یہ دراصل اُسی استعداد کا جواب اور نتیجہ ہی جو زمین کے اندر اُس کی داخلی طبیعت نے پیدا کر لی تھی!

عالم حیوانات میں دیکھو تو یہ حقیقت اور زیادہ نمایاں ہو جاتی ہی۔ حیوان اور انسان کا جو وجود عالم ہستی میں قدم رکھتا ہی، اور بچپن سے لے کر بڑھاپے تک کی منزلیں طے کرتا ہی، دراصل یہ وہی وجود ہی جو پہلے خود اپنی ہستی کے اندر تخلیق و تکمیل کی منزلیں طے کر چکا ہے۔ اگر اُس کی داخلی استعداد کا دَور صحت اور قوت کے ساتھ ختم نہ ہوتا، تو اس کی خارجی استعداد کا یہ دَور وجود ہی میں نہ آتا۔ وہ پہلے شکم مادر میں جنین کا ابتدائی مادّہ تھا۔ پھر اندر ہی اندر بڑھنے اور پھیلنے لگا، بہ تدریج تخلیق و تسویہ کی مختلف منزلیں وجود میں آئیں۔ پہلے چھوٹے چھوٹے کیڑے تھے جنھوں نے ایک جونک کی سی شکل اختیار کر لی۔ پھر یہ جونک بڑھتے بڑھتے گوشت کا ایک لوتھڑا بن گئی، لوتھڑے میں ہڈیوں کا ڈھانچہ بننا شروع ہوا، اور ڈھانچے پر گوشت پوست کا غلاف چڑھ گیا، پھر گوشت اور ہڈیوں کا یہی مجموعہ نظم و تناسب کے ایک ایسے سانچے میں ڈھل گیا، کہ شکل و ہیئت کی تمام رعنائیاں اور خال و خط کی ساری دلآویزیاں مکمل ہو گئیں۔ پھر جب اندر ہی اندر تکمیل و تسویہ کے یہ تمام مراتب طے ہو گئے، تو یہ وجود اس قابل ہوا کہ شکم مادر سے باہر قدم نکالے۔ اور تم نے دیکھا کہ خلقت اور ہستی کا ایک زندہ اور مستعد وجود تمھارے سامنے ہی: ثم انشأناہ خلقاً آخر، فتبارک اللہ احسن الخالقین! (۲۳: ۱۴)

بہرحال دنیا میں ہر چیز کی تخلیق و تکمیل کے لئے ضروری ہی کہ اس میں کارخانۂ فیضان فطرة سے اکتساب فیض کی صحیح استعداد پیدا ہو۔ اور اس استعداد کے ظہور کا پہلا محل اندرونی ہی دوسرا بیرونی۔ جب تک کوئی چیز اپنے اس پہلے دَور میں صحیح استعداد پیدا نہیں کر لے گی، دوسرے دَور کی استعداد پیدا نہیں کر سکتی۔ خارج کے نشو و نما کے لئے داخل کا نشو و نما، بمنزلۂ سبب و علت ہی۔ جب تک سبب موجود نہ ہوگا، نتائج ظہور میں نہیں آئیں گے۔

جماعت کی داخلی استعداد

فرد اور جماعت دونوں کا ایک ہی حال ہی۔ یہ افراد و اشیا کی مثالیں تھیں۔ انہی کو جماعتوں اور قوموں پر بھی منطبق کرو۔ اشیاء و افراد کی طرح "جماعت" بھی پیدا ہوا کرتی ہی۔ اس کی تخلیق، نشو و نما، اور ترقی و تکمیل کے لئے بعینہ وہی قوانین ہیں، جو اشیاء و افراد کے لئے ہیں۔ جس طرح فطرة الٰہی کی ربوبیت نے مخلوقات کی زندگی اور نشو و نما کے لئے اپنی بخشائشوں کے بادل زمین پر پھیلا دئیے ہیں، ہر شئے زندگی دینے والی، ہر شے پرورش کرنے والی، اور ہر شئے وجود و کمال تک لیجانے والی ہی، ٹھیک اُسی طرح "جماعت" اور "اُمت" کے ظہور و نشور کے لئے بھی ہر طرح کی بخشائشوں اور ہر طرح کی فیض رسانیوں کا سامان مہیا کر دیا ہی۔ ربوبیت اُس کے ظہور کا انتظار کرتی اور بخشائش فطرة اُس کے قدم اُٹھانے کی راہ تکتی ہی۔ لیکن جس طرح افراد و اشیاء کے لئے فطرة کا تمام سامان فیض صرف اُسی حالت میں مفید ہو سکتا ہی جبکہ خود ان کے اندر صحیح و صالح استعداد موجود ہو۔ اسی طرح "جماعت" کا مولود بھی وقت کے فیضان اور قومی و مرزبومی ماحول کی بخشائشوں سے اُسی حالت میں فائدہ اُٹھا سکتا ہی، جبکہ خود اُس کے اندر اکتساب انفعال کی صحیح استعداد موجود ہو۔ پھر جس طرح اس استعداد کی تکمیل کے پہلا مرحلہ داخلی ہی، دوسرا خارجی، اسی طرح جماعتوں اور قوموں کی مزاجی استعداد کے لئے بھی پہلا مرحلہ داخلی ہی۔ دوسرا خارجی۔ کوئی جماعت، کوئی قوم، انسان کی کوئی ہیئت اجتماعیہ، کش مکش حیات کی کامیابیاں حاصل نہیں کر سکتی، اگر پہلے ایک تخم اور جنین کی طرح اپنی داخلی استعداد کی منزل طے نہیں کر لیتی۔ اسکی داخلی تخلیق و تکمیل کا بھی ایک معین وقت اور وقت کی معین مقدار ہی، اگر ایک جماعت وجود و کمال کا پورا درجہ حاصل کرنا چاہتی ہی، تو ناگزیر ہی کہ پہلے داخلی استعداد کی تکمیل کا وقت بسر کر لے۔ اُس کے بعد خارج کے اعمال و فتوح کا دروازہ خود بخود اُس پر کھل جائے گا۔ کیونکہ خارج کی تمام کامرانیاں اُس کی داخلی استعداد کی تکمیل کا نتیجہ و ثمرہ ہوتی ہیں۔

جس طرح اشیاء و افراد کے جسم کی داخلی استعداد کا دارومدار اُن کے اندر ہی اندر نشو و نما پانے اور اندر ہی اندر پکنے پر ہی، اُسی طرح فرد اور جماعت کی دماغی اور اخلاقی استعداد کا دارومدار اُن کی ابتدائی تعلیم و تربیت پر ہی جسے قرآن حکیم نے اپنی اصطلاح میں "تزکیہ" کے لفظ سے تعبیر کیا ہی۔ "تزکیۂ اخلاق و نفس" سے مقصود یہ ہی کہ ایک جماعت کو بہ حیثیت ایک جماعت کے جس طرح کے ذہن و مزاج کی ضرورت ہی، وہ اس کے ایک ایک فرد کے اندر پیدا کر دیا جائے، اور اس رسوخ و نفوذ کے ساتھ پیدا کر دیا جائے گویا ایک آہنی کالبد لیکر ان میں سے ہر فرد کا دل و دماغ اُس میں ڈھال دیا گیا ہی۔ جس طرح عالم اجسام میں جسم کی بہتر خلقت اور بہتر نشو و نما طاقت و برتری کا موجب ہوتی ہی، اُسی طرح قوموں اور جماعتوں کے لئے اُن کے افراد کا اخلاق اور اخلاق کی بہتر قسم اور بہتر نشو و نما جماعتی طاقت اور برتری کا باعث ہوتی ہی۔ یہی اخلاق "جماعت" کی زندگی کی اصلی استعداد ہی۔ اسی استعداد سے وہ سب کچھ پاتی ہیں، اور بغیر اس استعداد کے کچھ بھی نہیں کر سکتیں۔ تزکیۂ نفوس کا عمل یہی استعداد پیدا کرتا ہی۔ اسی کی تولید و تکمیل، جماعتوں اور قوموں کی "داخلی استعداد" ہی۔

"جماعت" کی داخلی استعداد کے لئے جس ذہنی و اخلاقی تربیت کی ضرورت ہوتی ہی، وہ اگرچہ فرداً فرداً ہر فرد جماعت سے تعلق رکھتی ہی، لیکن اُس کا سارا زور "جماعتی ذہن و اخلاق" کی طرف ہوتا ہی۔ یعنی وہ جماعت کے لئے ذہن و اخلاق کا ایک خاص مزاج پیدا کر دینا چاہتی ہی۔ چونکہ یہ مزاج پیدا نہیں ہو سکتا، جب تک جماعت کا ہر فرد اپنا انفرادی ذہن و اخلاق معدوم کر کے جماعتی مزاج پیدا نہ کر لے، اس لئے وہ ذہن و عمل کا ایک خاص سانچا ڈھال لیتی ہی اور پھر تمام افراد کا ذہن و اخلاق اُسی میں ڈھالنا شروع کر دیتی ہی۔ یہاں تک کہ تمام افراد کی ذہنی و اخلاقی خصوصیات ایک ہی انداز اور روش کی ہو جاتی ہیں، اور اپنے بیشمار انفرادی اختلافات رکھنے پر بھی ذہن و اخلاق کی طبیعت میں یک قلم تماثل اور تشابہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اُن کی خواہشیں یکساں نہیں ہو سکتیں اور یکساں نہیں ہوتیں۔ اُن کی طبیعتوں کی عام روش ایک طرح کی نہیں ہو سکتی اور ایک طرح کی نہیں ہوتی۔ وہ اپنی سمجھ میں اپنی رائے میں، اپنی زندگی و معیشت کے تمام معاملات میں ایک نہیں ہو جا سکتے اور ایک نہیں ہو جاتے؛ لیکن وہ ذہن و عمل کی اُن ساری باتوں میں جو جماعتی زندگی کی بنیادیں اور اخلاق و سیرة کی فضیلت کا معیار ہیں، اس طرح یکساں اور ایک نگاہ و عمل ہو جاتے ہیں، کہ معلوم ہوتا ہی، سب کے اندر ایک ہی دماغ کام کر رہا ہی اور سب کے

سنہ کا تو نام ہی میلادی سنہ ہے۔ یعنے اس کی ابتدا حضرت مسیح علیہ السلام کی پیدائش کے واقعہ پر رکھی ہے۔

ہندوستان میں جہاں ہر گروہ کے لئے الگ الگ زبان اور الگ الگ پیشہ قرار دیا گیا تھا، وہاں مختلف حلقوں کے لئے مختلف سنہ بھی قرار پا گئے تھے۔ جوتشیوں نے اپنے حساب کے لئے خاص جوتشی سنہ قرار دیا تھا۔ عوام اپنی یادداشت کے لئے الگ سنہ رکھتے تھے۔ حکومتوں اور بادشاہوں کے سنہ اُن کے لئے مخصوص تھے، مگر ان سب کی بنیاد کسی نہ کسی ایسے ہی واقعہ پر تھی۔ آخری سنہ جو سب سے زیادہ مشہور ہوا اور آجتک مستعمل ہے، بکرماجیتی سنہ ہے، اور یہ راجہ بکرماجیت کی پیدائش سے شروع ہوتا ہے۔ ایرانیوں میں بھی جس قدر سنہ رائج ہوئے، سب کی ابتدا پیدائش، تخت نشینی، اور کسی ایک خاندان سے دوسرے خاندان میں انتقال حکومت کا واقعہ ہے۔ اس رسم کی کہ ہر بادشاہ پچھلا سنہ منسوخ کرکے اپنی تخت نشینی کا نیا سنہ جاری کرے اور اُسے سنہ جلوس کہا جائے، ایرانیوں ہی نے بنیاد ڈالی۔ مسلمانوں اور ایرانیوں میں جب جنگ ہوئی ہے، تو ایران کا سرکاری سنہ یزدگرد آخری فرماں روائے ایران کا سنہ جلوس تھا۔

حضرۃ عمر کا تردد

اُن روایات سے جو پچھلی تحریر میں درج ہو چکی ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر کو بھی ابتدا میں یہی خیال ہوا تھا کہ آں حضرت (صلعم) کی پیدائش یا بعثت کے وقت سے سنہ کی ابتدا کی جائے۔ سعید بن مسیب اور یعقوبی کی روایت میں ہے کہ آپنے جب حضرت علی سے مشورہ کیا تو اُن کی رائے یہ ہوئی کہ واقعۂ ہجرت سے ابتدا کرنی چاہئے۔ یہ بات آپکے دل میں اُتر گئی اور صحابہ بھی اس سے متفق ہو گئے۔ ابن مہران کی روایت میں ہے کہ مبدء تاریخ کے بارے میں جب عمل صحابہ نے مشورہ کیا تھا۔ مختلف رائیں لوگوں نے دیں۔ بالآخر سب اسپر متفق ہو گئے کہ واقعۂ ہجرۃ سے ابتدا کی جائے: فاتفقوا علیٰ ان یکون المبدء من الہجرۃ۔ ان تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس معاملہ پر اچھی طرح غور و فکر کیا گیا تھا، اور ہر طرح کی رائیں ظاہر ہوئی تھیں۔ چونکہ سامنے کی صاف بات یہی تھی کہ آنحضرت کی ولادت یا بعثت سے تاریخ شروع کی جائے جو ظہور اسلام کی اصلی بنیاد ہے، اس لئے حضرت عمر کا خیال ابتدا میں اسی طرف گیا۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کوئی بات اسمیں ایسی تھی کہ آپ کی طبیعت کو اسپر انشراح نہیں ہوتا تھا۔ متردد تھے۔ بات قرینہ کی تھی لیکن دلمیں بیٹھتی نہ تھی۔ بالآخر مزید مشورہ کیا، اور حضرت علی علیہ السلام نے رائے دی کہ واقعۂ ہجرت سے ابتدا کرنی چاہئے۔ یہ رائے اتنی بہتر اور جچی تلی تھی، کہ فوراً حضرت عمر کے دل میں اُتر گئی، اور تمام اکابر صحابہ بھی اسپر متفق ہو گئے۔ گویا ایک بھولی ہوئی بات تھی جو سب کے حافظہ میں تازہ ہو گئی۔ اب معلوم کرنا چاہئے کہ واقعۂ ہجرۃ کی وہ کونسی مناسبت تھی جسنے حضرت علی کو کہ مدینۂ علم نبوت کے باب اور حکمت و سنتہ رسالت کے محرم اسرار تھے، اس طرف توجہ دلائی؟ اور پھر وہ کونسی ایسی مشہور و معلوم خصوصیت تھی، جس کی وجہ سے اتنی دُور کی بات تمام اکابر صحابہ کے فہم میں فوراً در آئی؛ اور اس طرح تسلیم کرلی گئی، جیسے ایک مسلّم اور طے شدہ بات ہو؟

واقعۂ ہجرۃ صحابہ کے نظر میں

ہاں، آج ہمارے لئے کہ اسلام کے صدر اول کا دماغ اور رُوح، دونوں کھو چکے ہیں، یہ بات کتنی ہی تعجب انگیز ہو، مگر صحابۂ کرام کے لئے جو اسلام کے بخشے ہوئے دل اور اُس کے بنائے ہوئے دماغ، دونوں کے مالک تھے، یہ بات اتنی صاف، اتنی کھلی ہوئی، اور اس طرح جانی بوجھی ہوئی تھی کہ اُس کی طرف صرف ایک اشارہ کر دینا ہی کافی تھا۔ داعی اسلام کے تزکیہ و تربیت اور درس کتاب و حکمت نے اُن کے اندر ایک ایسا صالح مزاج پیدا کر دیا تھا، کہ کوئی بات خواہ کتنی ہی سامنے کی اور مقبول و معمول کیوں نہ ہو، لیکن اگر حقیقت اور دانائی کی گہرائیوں سے ذرا بھی ہٹی ہوئی ہوتی تھی، تو فوراً اُن کی طبیعت میں کھٹک پیدا ہو جاتی تھی، اور پھر جمتی تھی تو اُسی وقت جب اصلی اور کامل چیز سامنے آجاتی تھی۔ تم اُن لوگوں کی نیکیاں اور پاکیاں ہمیشہ یاد رکھتے ہو، لیکن تم نے اُن کے علم اور دانائی کی گہرائیاں بھلا دی ہیں، حالانکہ صرف اُن کے دل ہی زیادہ نیک نہ تھے بلکہ اُن کی دانائی و حکمت بھی سب سے زیادہ گہری تھی۔ جیسا کہ خود اُنہی میں سے ایک حقیقت شناس انسان نے کہا تھا: اولٰئک اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ کانوا افضل ھذہ الامۃ: ابرھا قلوباً، واعمقھا علماً، واقلھا تکلفاً، اختارھم اللہ لصحبۃ نبیہ ولاقامۃ دینہ (عن عبداللہ ابن مسعود۔ رواہ الدارمی)

اس بارے میں قوموں کا طریقہ اُن کے سامنے آیا، اور خود اُنھیں بھی یہ بات صاف دکھائی دی کہ داعی اسلام کی پیدائش یا بعثت کو اپنی قومی تاریخ کی بنیاد ٹھہرائیں، لیکن چونکہ یہ بات اُس معیار نظر سے ہٹی ہوئی تھی جو اس طرح کے معاملات میں اسلام نے قائم کیا تھا، اس لئے نہایت واضح اور نمایاں ہونے پر بھی اُن کی طبیعت کو مطمئن نہ کر سکی۔ وہ ایسا محسوس کرنے لگے کہ کوئی دوسری بات ہونی چاہئے۔ وہ دوسری بات کیا تھی؟ ہجرت مدینہ کا واقعہ۔ جونہی یہ بات سامنے آئی، سب کے دلوں نے قبول کرلی۔ تاریخ کا یہ مبدء دنیا کی تمام تاریخوں اور قومی یادگاروں کے خلاف تھا۔ صرف خلاف ہی نہ تھا۔ بلکہ صریح اُلٹا تھا۔ دنیا کی تمام قومیں فتح و اقبال سے اپنی تاریخ شروع کرتی ہیں۔ انھوں نے بیچارگی و درماندگی کے واقعہ سے اپنی تاریخ شروع کی۔ دُنیا کی تمام قوموں نے چاہا اپنے ظہور کی سب سے بڑی فتح یاد رکھیں۔ اُنھوں نے چاہا اپنی تاریخ ظہور کی سب سے بڑی بے سروسامانی یاد رکھیں۔ دنیا کی تمام قوموں کا فیصلہ یہ تھا کہ اُن کی قومی تاریخ اُسوقت سے شروع ہوئی، جب اُن کی تاریخ کا سب سے بڑا انسان پیدا ہوا، اور اُسنے جنگ و قتال کے میدانوں میں فتح حاصل کی۔ لیکن ان کا فیصلہ یہ تھا کہ قومی تاریخ کی ابتدا اُس دن سے ہوئی، جب بڑے انسان کی نہیں بلکہ سب سے بڑے عمل کی پیدائش ہوئی؛ اور جنگ کے میدانوں میں نہیں بلکہ صبر و استقامت کے میدانوں میں فتح حاصل ہوئی۔ دُنیا کی تمام قوموں کا یقین تھا کہ اُن کی طاقت و شوکت کی بنیاد اُسوقت پڑی، جب اُنھوں نے ملکوں اور سلطنتوں پر قبضہ کرلیا۔ ان کا یقین یہ تھا کہ طاقت و شوکت کا دروازہ اُسدن کھلا، جب ملکوں پر اُنھوں نے قبضہ نہیں کیا، بلکہ اپنا ملک و وطن بھی ترک کر دیا۔ بلاشبہ اُن کی یہ سمجھ دنیا کی ساری قوموں سے اُلٹی سمجھ تھی، لیکن اُس سمجھ سے عین مطابق تھی جو اسلام کی تربیت نے اُنکے اندر پیدا کر دی تھی، وہ اپنی اجتماعی زندگی کی تعمیر قوموں کی تقلید سے نہیں بلکہ اسلام کی روح فکر و عمل سے کرنی چاہتے تھے۔

مصیبت یہ ہے کہ دنیا معنی سے زیادہ لفظ کی اور رُوح سے زیادہ جسم کی پرستار ہے۔ وہ پھل ڈھونڈھتی ہے لیکن تخم کی جستجو نہیں کرتی۔ وہ منارۂ محراب کی بلندیاں اور خوشنمائیاں دیکھتی ہے، لیکن زیر زمین بنیادوں کے لئے نگاہ نہیں رکھتی۔ صحابۂ کرام نے جب پیدائش و بعثت کے واقعات عظیمہ ترک کر کے ہجرۃ کا واقعہ انتخاب کیا، تو اُن کی نظر بھی پیدائش و ظہور، فتح و اقبال اور جشن و کامرانی ہی پر تھی۔ وہ کچھ ناکامی و نامرادی کے طلب گار نہ تھے۔ البتہ وہ فتح و اقبال کی صورت اور برگ و بار نہیں دیکھتے تھے حقیقت اور تخم و اساس پر نظر رکھتے تھے۔ اُن پر یہ حقیقت کھل چکی تھی کہ اسلام کی پیدائش و ظہور اور فتح و اقبال کی اصلی بنیاد اُن واقعات میں نہیں ہے جو بظاہر نظر آتے ہیں۔ ہجرت مدینہ اور اُس کے اعمال و حقائق میں ہیں۔ اس لئے جو اہمیت دُنیا کی نگاہیں پیدائش، بعثت، بدر، اور فتح مکہ کو دیتی تھیں، وہ اُن کی نظروں میں ہجرۃ مدینہ کو حاصل تھی۔

ہجرۃ نبوی کی حقیقت

لیکن واقعۂ ہجرۃ کیا تھا؟ وہ ایک ہی واقعہ نہ تھا۔ بے شمار اعمال و وقائع کا مجموعہ تھا۔ ایک لمحہ کے لئے اُس کی حقیقت پر بھی غور کر لینا چاہئے۔

اسلام کے ظہور کی تاریخ در اصل دو بڑے اور اصولی عہدوں میں منقسم ہے۔ ایک عہد، مکہ کی زندگی اور اعمال کا ہے۔ دوسرا، مدینہ کے قیام اور اعمال کا۔ پہلا آنحضرت (صلعم) کی بعثت سے شروع ہوتا ہے اور ہجرۃ پر ختم ہو جاتا ہے۔ اس کی ابتدا غار حرا کے اعتکاف سے ہوئی ہے اور تکمیل غار ثور کے انزوا پر۔ دوسرا ہجرۃ سے شروع ہوتا ہے اور حجۃ الوداع پر ختم ہو جاتا ہے۔ اس کی ابتدا مدینہ کی فتح سے ہوئی، اور تکمیل مکہ کی فتح پر۔

دنیا کی نظروں میں اسلام کے ظہور و اقبال کا اصلی دَور، دوسرا دَور تھا۔ کیونکہ اسی دَور میں اسلام کی پہلی غربت ختم ہوئی اور ظاہری طاقت و حشمت کا سروسامان شروع ہوا۔ بدر کی جنگی فتح ہتیاروں کی پہلی فتح تھی۔ مکہ کی فتح، عرب کی فتح کا اعلان عام تھا۔ لیکن خود اسلام کی نظروں میں اُس کی زندگی کا اصلی دَور، دوسرا نہیں، پہلا تھا۔ وہ دیکھتا تھا کہ اُس کی ساری قوتوں کی بنیادیں دوسرے میں نہیں پہلے دَور میں اُستوار ہوئی ہیں۔ بلاشبہ بدر کے ہتیاروں نے اپنی غیر مسخر طاقت کا دنیا میں اعلان کر دیا۔ لیکن جو ہاتھ ان ہتیاروں کے قبضوں پر جمے تھے، اُن کی طاقتیں کس میدان میں طیار ہوئی تھیں؟ بلاشبہ مکہ کی فتح عرب کی فیصلہ کُن فتح تھی، لیکن اگر مدینہ کی فتح ظہور میں نہ آتی، تو مکہ کی فتح کی راہ کیونکر کھلتی؟ یہ سچ ہے کہ مکہ ہتیاروں سے فتح ہوا، لیکن مدینہ ہتیاروں سے نہیں بلکہ ہجرت اور اُس کے دَور کے اعمال سے فتح ہوا تھا۔ پس دوسرے دَور میں جسم کتنا ہی طاقتور ہو گیا ہو، لیکن اُس کی رُوح پہلے ہی دَور میں ڈھونڈھنی چاہئے!

پہلا دَور تخم تھا۔ دوسرا اُس کے برگ و بار تھے۔ پہلا دَور بنیاد تھی دوسرا ستون و محراب تھا۔ پہلا نشوونما کا عہد تھا۔ دوسرا ظہور و انفجار کا۔ پہلا معنی و حقیقت تھا۔ دوسرا صورت و اظہار۔ پہلا روح تھا۔ دوسرا جسم۔ پہلے نے پیدا کیا، درست کیا، اور مستعد کر دیا۔ دوسرے نے قدم اُٹھایا، آگے بڑھا، اور فتح و تسخیر کا اعلان کر دیا۔ دوسرے کا ظہور کتنا ہی شاندار ہو، لیکن اولین بنیاد و استعداد کی عظمت پہلے ہی کو حاصل ہے!

استعداد داخلی و خارجی

وجود اور زندگی کے ہر گوشہ کے لئے خدا کا قانون وجود ایک ہی ہے۔ تم اُس کے کتنے ہی مختلف نام رکھ دو مگر وہ خود ایک سے زیادہ نہیں ہے۔ اب ایک لمحہ کے لئے ٹھہرو، اور غور کرو کہ تخلیق و تکمیل وجود کے لئے خدا کا قانون حیات کیا؟

فرد کی طرح جماعت کا بھی وجود ہے۔ عالم صورت کی طرح عالم معنی بھی اپنی ہستی رکھتا ہے، لیکن کوئی چیز ہو، تخلیق و تکمیل کے لئے ضروری ہے کہ یکے بعد دیگرے دو مختلف دَوروں سے گزرے۔ پہلا دَور "استعداد داخلی" کا ہے۔ دوسرا "استعداد خارجی" کا۔ ضروری ہے کہ پہلے اندر کی استعداد وجود میں آئے، اور ضروری ہے کہ

السحر الحلال
في
مجلدات الهلال

* * *

گاه گاهے بازخوان این دفتر پارینه را
تازه خواهی داشتن گر داغهائے سینه را

* * *

اردو صحافت كي تاريخ ميں الهلال هي وه رساله هے جو اپني تمام ظاهري اور باطني خصوصيات ميں ايک انقلاب آفريں دعوت تهي- اُس نے ملک کے سياسي ' علمي ' ادبي ' اور ديني افكار و عقائد پر جو انقلاب انگيز اثرات ڈالے ' قريب هے كه مستقبل هند كا مورخ اُن پر بحث كريگا اور اُن کے اندر وه عناصر و مباديات ڈهونڈهيگا جن سے هندوستان كي سنه ١٩١٩ کے بعد كي اجتماعي ذهنيت ظهور پذير هوئي ۔

الهلال اگرچه ايک هفته وار مصور رساله تها ' ليكن چونكه وه اردو صحافت كي مختلف شاخوں ميں اجتهاد نظر و فكر كي نئي روح پيدا كرني چاهتا تها ' اِس لئے اُس كا هر نمبر مختلف اقسام اور مختلف اذواق كا مجموعه تها- اُس کے هر نمبر ميں مختلف ابواب ' مذهب ' سياست ' ادبيات ' علوم و فنون ' اور معلومات عامه کے هوتے تهے- اور اُسكا هر باب اپني مجتهدانه خصوصيات کے لحاظ سے اپني نظير آپ هوتا تها- پهر اس كي ظاهري خوبياں اُردو صحافت ميں اعلى طباعت و ترتيب كا پهلا نمونه تهيں- اردو كا وه پهلا هفته وار رساله تها ' جس ميں هاف ٹون تصاوير کے اندراج كا انتظام كيا گيا ' اور ٹائپ ميں چهپنے كي وجه سے بهت سي ايسي خوبياں پيدا هوئيں جو پتهر كي چهپائي ميں ممكن نهيں- اِس كي جلديں جديد اُردو علم ادب کے علمي ' مذهبي ' سياسي ' اور اجتماعي مواد و مباحث كا بهترين مجموعه هيں- اِن كي مقبوليت و قدر كا اندازه اِس سے هوسكتا هے كه سنه ١٩١٨ ميں بعض شايقين علم و ادب نے اِس كي تمام جلدوں كا مكمل ست سات سو روپيه ميں خريد ليا - اور حال ميں ايک صاحب نے اِس كي پهلي جلد مكمل (جو دفتر ميں بهي موجود نهيں) ساڑهے چارسو روپيه ميں حيدرآباد سے خريدي هے- جن لوگوں نے اس کے پرچے بحفاظت جمع كئے هيں وه بڑي سے بڑي قيمت پر بهي علحده كرنے كيليے تيار نهيں- پچهلے دنوں "البلاغ پريس" كا جب تمام اسٹاک نئے مكان ميں منتقل كيا گيا تو ايک ذخيره الهلال کے پرچوں كا بهي محفوظ ملا ' هم نے كوشش كي كه شايقين علم و ادب کے لئے جس قدر مكمل جلديں مرتب كي جا سكتي هيں مرتب كرلي جائيں اور جن جلدوں كي تكميل ميں ايک دو پرچوں كي كمي هو اُنهيں دوباره چهپوا ليا جاے-

چنانچه الحمدلله يه كوشش ايک حد تک مشكور هوئي اور اب علاوه متفرق پرچوں کے چند سالوں كي جلديں پوري مكمل هوگي هيں - هم اِس اعلان کے ذريعه شايقين علم و ادب كو آخري موقعه ديتے هيں كه اِس قيمتي ذخيره کے حاصل كرنے ميں جلدي كريں ' چونكه جلدوں كي ايک بهت هي محدود تعداد مرتب هوسكي هے اس لئے صرف اُنهيں درخواستوں كي تعميل هوسكے گي جو سب سے پهلے پهونچيں گي- هر جلد مجلد هے اور ابتدا ميں تمام مضامين كي انڈكس به ترتيب حروف تهجي لگادي گئي هے -

الهلال مكمل جلد دوم ١٠ روپيه الهلال مكمل جلد سوم ١٠ روپيه
" " " چهارم ١٠ روپيه " " " پنجم ١٠ روپيه

جلد "البلاغ" (جب دوسري مرتبه الهلال اِس نام سے شائع هوا)
قيمت ٨ روپيه

علاوه جلد اول کے هر جلد کے متفرق پرچے بهي موجود هيں جن ميں سے هر پرچه اپنے مضامين کے لحاظ سے ايک مستقل مجموعه علم و ادب هے- قيمت في پرچه ٨ - آنه - محصول ڈاک و پيكنگ اِس کے علاوه هے -

منيجر "البلاغ پريس"

اندر ایک ہی روح بول رہی ہے!

یہ موقعہ نہیں ہے کہ اطناب سے کام لیا جائے، ورنہ ضرورت تھی کہ اُن اخلاق و خصائص میں سے ایک ایک چیز کی شرح و تفصیل کی جاتی، اور واضح کیا جاتا کہ قرآن و سنت نے جماعتی طبیعت کے کیا کیا بنیادی اوصاف بتلائے ہیں، اور اُس کی داخلی استعداد کے ارکان و مبانی کیا کیا ہیں؟

بہرحال اشیاء و افراد کی طرح جماعات و اقوام میں بھی زندگی کی اصلی سرچشمگی اُن کی داخلی استعداد میں پنہاں ہوتی ہے۔ نہ کہ خارجی اعمال میں۔ کیونکہ خارج کے اعمال اس سے زیادہ نہیں ہیں کہ داخلی استعداد کے لازمی نتائج و ثمرات ہیں۔

پہلا دور داخلی استعداد کا دور تھا

ظہور اسلام کا پہلا دور جو بعثت سے شروع ہو کر ہجرۃ پر ختم ہوا اور جس کا نقطۂ تکمیل ہجرۃ کا معاملہ تھا، دراصل جماعت کی داخلی استعداد کا دور تھا۔ اور اس لئے ظہور اسلام کی تمام فتح مندیوں اور کامرانیوں کا مبدء یہی دور تھا۔ نہ کہ مدنی زندگی کا دوسرا دور بلاشبہ دُنیا کی ظاہر بین نگاہوں میں یہ دور مصیبتوں کا دور اور بے چارگیوں اور درماندگیوں کا تسلسل تھا، لیکن بہ باطن امت مسلمہ کی ہر آنے والی فتحمندی اسی کی مصیبتوں اور کلفتوں کے اندر نشوونما پا رہی تھی۔ یہی مصیبتیں تھیں جو "جماعت" کے ذہن و اخلاق کے لئے تعلیم و تربیت کا مدرسہ اور تزکیۂ نفوس و ارواح کا امتحان گاہ تھیں۔ بدر کے فتحمند اسی کے اندر سبق لے رہے تھے۔ فتح مکہ کے کامران اسی کے اندر بن اور ڈھل رہے تھے۔ اتنا ہی نہیں بلکہ یرموک اور قادسیہ کی پیدائش بھی اسی کے آزمائشوں اور خود فروشیوں میں ہو رہی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم نے اُس جہاد کو تو صرف جہاد کہا جو مدنی زندگی میں اسلحۂ جنگ سے کرنا پڑا تھا۔ لیکن نفس و اخلاق کے تزکیۂ و تربیت کا جو جہاد اس پہلے دور میں ہو رہا تھا، اسے "جہاد کبیر" سے تعبیر کیا۔ کیونکہ فی الحقیقت بڑا جہاد یہی جہاد تھا: فلا تطع الکافرین وجاہدہم بہ جہاداً کبیرا

(۵۳ : ۲۵)

بالاتفاق سورۂ فرقان مکی ہے۔ مکی زندگی میں جس بڑے جہاد کا حکم دیا گیا تھا، ظاہر ہے کہ وہ قتال کا جہاد نہ تھا۔ صبر و استقامت اور عزم و ثبات کا جہاد تھا اور انہی اوصاف میں جماعت کی داخلی استعداد کی اصلی بنیادیں تھیں

ہجرۃ تکمیل کار کا اعلان تھی

ہجرۃ کا واقعہ اس دور کی مصیبتوں کی انتہا تھا، اس لئے اُس کی برکتوں اور سعادتوں کی بھی آخری تکمیل تھا۔ صحابۂ کرام اس حقیقت سے بے خبر نہ تھے۔ اور کیونکر بے خبر ہو سکتے تھے جبکہ اُن کی دماغی تربیت کی اصلی روح اسی معاملہ میں مضمر تھی؟ پس جب یہ سوال سامنے آیا کہ اسلامی سنہ کی ابتدا کس واقعہ سے کی جائے؟ تو انھیں کسی ایسے واقعہ کی جستجو ہوئی جو امت کے قیام و اقبال کا اصلی سرچشمہ ہو۔ آنحضرۃ کی پیدائش کا واقعہ یقیناً سب سے بڑا واقعہ تھا لیکن اُس کے تذکار میں شخصیت سامنے آتی تھی۔ شخصیت کا عمل سامنے نہیں آتا تھا۔ بعثت کا واقعہ بھی سب سے بڑا واقعہ تھا، لیکن وہ معاملہ کی ابتدا تھی، انتہا و تکمیل نہ تھی۔ بدر کی جنگ اور مکہ کی فتح، عظیم واقعات تھے لیکن وہ اسلام کی فتح و اقبال کی بنیاد نہ تھے۔ کسی دوسری بنیاد کے نتائج و ثمرات تھے۔ یہ تمام ... واقعات اگر سامنے آئے، لیکن ان میں سے کسی پر بھی طبیعتیں مطمئن نہ ہو سکیں۔ بالآخر جب ہجرۃ کا واقعہ سامنے آگیا، تو سب کے دلوں نے قبول کر لیا، کیونکہ انھیں یاد آگیا، اسلام کے ظہور و عروج کا مبدأ حقیقی اسی واقعہ میں پوشیدہ ہے، اور اس لئے یہی واقعہ ہے جسے اسلامی تاریخ کا مبدء بننا چاہئے۔

ہجرۃ مدینہ کی فتح تھی

اور پھر یہ حقیقت کس درجہ واضح ہو جاتی ہے جب اس پہلو پر نظر ڈالی جائے کہ ظہور اسلام کی تمام فتحمندیوں میں سب سے پہلی فتح مدینہ کی فتح تھی اور اُس کی تکمیل ہجرۃ ہی کے واقعہ سے ہوئی۔ تعبیر مدینہ کے ساتھ "فتح" کا لفظ سنکر تعجب ہوا ہوگا کیونکہ تم صرف اُسی فتح کے شناسا ہو جو جنگ کے میدانوں میں حاصل کی جاتی ہے۔ لیکن تمھیں معلوم نہیں کہ میدان جنگ کی فتح سے بھی بڑھ کر دلوں کی آبادیوں اور روحوں کی اقلیموں کی فتح ہے، اور اسی فتح سے میدان جنگ کی فتحمندیاں بھی حاصل ہوتی ہیں۔ عین اُسوقت جبکہ اسلام کا داعی اپنے وطن اور اہل وطن کی شقاوتوں سے مایوس ہو گیا تھا۔ باشندگان یثرب کی ایک جماعت پہنچتی ہے، اور رات کی تاریکی میں پوشیدہ ہو کر اپنی روح کا ایمان اور دل کی اطاعت پیش کرتی ہے۔ اُسوقت دنیوی جاہ و جلال کا نام و نشان نہیں ہوتا سیف و سنان کی ہیبت و جبروت کا وہم و گمان بھی نہیں کیا جا سکتا۔ سرتاسر غربت اولی کی بے سروسامانیاں اور عہد مصائب و محن کی درماندگیاں ہوتی ہیں۔ بایں ہمہ یثرب کی پوری آبادی اُس کے سامنے جھک جاتی ہے، اور ایمان کے ایسے جوش اور عشق و اطاعت کی ایسی خود فروشیوں کے ساتھ اُس کے استقبال کے لئے طیار ہو جاتی ہے جو تاریخ عالم کے کسی بڑے سے بڑے فاتح اور شہنشاہ کو بھی میسر نہ آئی ہوگی۔ قیس بن صرمہ انصاری نے کیسے سچے اور دلنشیں لفظوں میں اہل مدینہ کے جوش و خروش ایمانی کی تصویر کھینچی ہے؟ وکان عبد اللہ ابن عباس یختلف الیہ و یتحفظ منہ ہذہ الابیات:

ثوی فی قریش بضع عشرۃ حجۃ   یذکر لو یلقی حبیباً مواتیا
ویعرض فی اہل المواسم نفسہ   فلم یر من یؤوی ولم یر داعیا
فلما اتانا واستقرت بہ النوی   واصبح مسروراً بطیبۃ راضیا
واصبح لا یخشی ظلامۃ ظالم   بعید ولا یخشی من الناس باغیا
بذلنا لہ الاموال من حل مالنا   وانفسنا عند الوغی والتاسیا
نعادی الذی عادی من الناس کلہم   جمیعاً، وان کان الحبیب المصافیا
ونعلم ان اللہ لا رب غیرہ   وان کتاب اللہ اصبح ہادیا!

دلوں اور روحوں کی اس فتح و تسخیر سے بڑھکر بھی اور کوئی فتح ہو سکتی تھی؟ لیکن یہ فتح کیونکر ہوئی؟ دور ہجرۃ کے آلام و محن میں اس کا آغاز ہوا، اور ہجرۃ نے اس فتح کی تکمیل کر دی!

یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم نے واقعہ ہجرۃ کا ذکر اس طریقہ پر کیا ہے، جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ بے سروسامانی و غربت کے اسی عمل ہی میں فتح و نصرت الٰہی کی سب سے بڑی معنویت پوشیدہ تھی:

ثانی اثنین اذ ہما فی الغار، اذ یقول لصاحبہ: لا تحزن ان اللہ معنا! فانزل اللہ سکینتہ علیہ وایدہ بجنود لم تروہا، وجعل کلمۃ الذین کفروا السفلیٰ و کلمۃ اللہ ہی العلیا، واللہ عزیز حکیم (۹:۴۰)	غار کے دو ساتھیوں میں سے جب ایک نے دوسرے سے کہا۔ غم و رنج نہ کرو یقیناً خدا ہمارے ساتھ ہے، اور اُسکی مشیت و حکمت ہمارے لئے فتح و نصرت کی راہ باز کرنے والی ہے پھر ایسا ہوا کہ خدا نے اپنی تسکین و طمانیت اُس پر اُتار دی اور فتح و نصرت کے ایسے

لشکروں سے اسکی مدد کی جنھیں دنیا کی ظاہر بین اور حقیقت ناآشنا آنکھیں نہیں دیکھ سکتی تھیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اُن سرکشوں کی بات جو انکار کرتے تھے، ہمیشہ کے لئے پست ہو گئی، اور کلمۂ حق ہی کو سربلندی اور کامیابی حاصل ہوئی۔ [۴]

فہرست

آثار عتیقہ

علم الآثار مصر ۳
مغرب کی تاریخ جدید کے رجال تاریخ
والٹیر ۴

تاریخ و عبر

فرانس کا فاتح اعظم اور اسلام ۸

مطبوعات جدیدہ

پان یورپین تحریک اور امن عالم ۱۲

ادبیات

تین ہزار برس پیشتر کی شاعری ۱۳

بصائر و حکم

انسانیت موت کے دروازہ پر!
حسین بن علی علیہما السلام ۱۶

برید فرنگ

مکتوب آمریکہ ۱۹

برید شرق

مکتوب انگورہ ۲۰

مقالات

تذکار ہجرت نبوی ۲۱

تصاویر

والٹیر ۵
نپولین بوناپارٹ مصری لباس میں ۸
مراد بک مملوک 〃
شیخ عبداللہ شرقاوی 〃
شیخ سلیمان فیومی ۹
شیخ خلیل بکری نقیب السادات 〃

---

[۴] یہ آیت سورۂ برآۃ کی ہے۔ سورۂ برآۃ بالاتفاق اُسوقت نازل ہوئی ہے جب اسلام کی ظاہری فتحمندیاں تکمیل تک پہنچ چکی تھیں اس سے معلوم ہوا کہ اسلام کی تمام فتح مندیوں کے ظہور کے بعد بھی اسکی ضرورت باقی تھی کہ واقعہ ہجرۃ کی معنوی فتحمندی یاد دلائی جائے۔

ادبِ لطیف

قيمت في پرچه پانچ آنه

دنیا کي بہترین کتابوں کیلئے بہترین رهنما:

ٹائمز اف لندن کا ادبي ضمیمه

یه ضمیمه دنیا کي تمام کتابوں پر هفته وار دلچسپ اور وقیع تبصره کرتا هے -

اسکا معتدل نقد علمي حلقوں میں مسلم هے -

اس میں چند صفحات وقت کے جاري اور زیر بحث ادبي فوائد پر بھي هوتے هیں جنکي اهمیت کا عام طور پر اعتراف کیا گیا هے -

اپنے یہاں کے ایجنٹ سے تقاضه کیجئے که وه ٹائمز لندن کا هفته وار ادبي ضمیمه آپکے لئے مہیا کرے - لیکن اگر آپ چاهیں تو

The Publisher :

Printing House Square
London, E. C 4.

سے براه راست طلب کر سکتے هیں

دنیا کے هر معلم اور ماهر فن تعلیم کیلئے

ضروري هے که

ٹائمز اف لندن کا تعلیمي ضمیمه مطالعه کرے

اگر آپ چاهتے هیں که فن تعلیم کے تمام نظري اور عملي تغیرات و ترقیات سے بے خبر نه رهیں ' تو آپکو یه ضمیمه بلا ناغه مطالعه میں رکھنا چاهیے -

یه هر هفته اس موضوع پر تمام اهم خبریں اور مباحث جمع کردیتا هے - ماهرین فن اور مشاهیر تعلیم کے قلم سے اسکے صفحات مرتب هوتے هیں -

اپنے یہاں کے ایجنٹ سے طلب کیجئے -

ورنه

The Publisher.

Printing House Square
London, E. C 4.

سے طلب کرسکتے هیں -

کیا آپ تجارت کرني چاهتے هیں ؟

اگر آپ چاهتے هیں که یورپ اور امریکه کے تمام بڑے بڑے کارخانوں سے تجارتي تعلقات قائم کریں ' نفع بخش ایجنسیاں لیں ' هندوستان سے خام پیداوار بھیجیں ' نئي نئي ایجادات سے اپنے ملک کو آشنا کریں ' تھوڑي سي محنت اور تھوڑا سا سرمایه لیکر ایک وسیع کار و بار شروع کردیں ' تو آپ کو ابتدا میں بہت سي باتیں معلوم کرني چاهئیں - اس طرح کي تجارت کے گر اور بھید سیکھنے چاهئیں - هندوستان کے تمام حلقوں اور یورپ و امریکه کے تمام کارخانوں اور کوٹھیوں کے حالات اور اصول معاملت معلوم کرنے چاهئیں - بغیر اس کے آپ کامیاب نہیں هوسکتے -

اگر آپ چاهتے هیں که بہت تھوڑا سا وقت خرچ کرکے یه ساري باتیں با قاعده علمي اصول پر معلوم کرلیں ' تو آپکو چاهیے که هم سے خط و کتابت کریں - هم یه کام به حیثیت ایک ماهر فن کے کر رهے هیں - خط و کتابت کے بعد هي آپکو معلوم هوجائیگا که آپکے مقصد کیلئے هم کس درجه مفید هیں ؟

همارے تعلقات دنیا کے تمام تجارتي حلقوں سے هیں -

M. R. MARSDEN & CO.
Post Box 708.
Clive Street, Calcutta.

برونو مولر اینڈ کو ر ن

* * *

پوسٹ بکس نمبر ۲۴

* * *

BRUNO MULLER & CO. M. B. H.

Berlin-W 35

* * *

Post No. 24.

* * *

هر طرح کي مشینیں جو گرم ملکوں کے میووں کو خشک کرنے اور میووں کو محفوظ رکھنے کیلئے ضروري هیں ' اس کارخانے میں تیار کي جاتي هیں - تمام دنیا میں اس قسم کي مشینوں کا یه بہترین کارخانه هے - مندرجهٔ بالا پته سے خط و کتابت کیجیے -

یاد رکھیے

میووں ' ترکاریوں ' اور هر طرح کے زرعي مواد کو خشک کرنے کا بہترین طریقه وه هے جو " نئے سستم " کے نام سے متمدن ممالک میں مشہور هے - اس " نئے سستم " کے مطابق کام کرنے والي مشینیں صرف اسي کارخانه سے مل سکتي هیں -

Printed and Published by
MASUD HASAN ZUBERI AT THE AL-BALAGH PRESS, 11, BALLYGUNGE CIRCULAR ROAD, CALCUTTA.
EDITOR : MAULANA ABU-AL-KALAM AZAD.

لا تهنوا و لا تحزنوا و انتم الاعلون ان کنتم مؤمنین
القرآن الحکیم

الهلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ٨ | کلکته : جمعه ٦ - صفر ١٣٤٦ هجری | جلد ١

Calcutta : Friday, 5, August 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نهین ؟

ضروری هی که هم اسکا اب فیصله کرلین

آج کوئی زبان ترقی نهین کر سکتی اگر وه اپنا ترقی یافته طریق طباعة نهین رکھتی ۔

طباعة کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نهین که حروف کی چھپائی اختیار کی جای ۔ پتھر کی چھپائی مین محدود رهکر اردو کی طباعة کبھی ترقی نهین کر سکتی ۔

هندی اور هندوستان کی تمام زبانون نی، نیز عربی، فارسی، ترکی، تینون سامی زبانون نی حروف کی چھپائی اختیار کرلی هی اور انکی طباعة یورپ کی طباعة کا مقابله کر رهی هی ۔ کیون اردو زبان بھی ایسا نه کری جو اسی رسم الخط مین لکھی جاتی هی ؟

اردو کی سب سی بهتر حروف جو اس وقت تك بن سکی هین، وه هین جن مین الهلال چھپتا هی ۔ اور عربی کا بهترین خط نسخ وه هی جس مین یه سطرین کمپوز کی گئی هین ۔ آپ ان دونون مین سی جسی چاهین پسند کرلین ۔ لیکن پتھر کی چھپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین ۔

هماری رای مین بهترین حروف یهی هین ۔ اگر فارسی اور ترکی کیلیي یه نا موزون نهین تو اردو کیلیي کیون نا موزون هون ؟

براه عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی همین اطلاع دیجیی ۔ یاد رکھیی ۔ طباعة کا مسئله آج زبان و قوم کیلیي سب سی زیاده اهم مسئله هی ۔ ضروری هی که اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین ۔

الهلال

الهلال

* * *

هر جمعه کو نمبر ۱۱ - بالي گنج سرکلر روڈ - کلکته سے شایع هوتا هے

* * *

قیمت سالانه مع محصول	باره روپیه
هندوستان سے باهر کیلیے	سوله روپیه
قیمت شش ماهي	سات روپیه
قیمت في پرچه	پانچ آنه

---

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر " منیجر الهلال " کے نام سے کی جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے هوں آنکے لفافه پر " ایڈیٹر " کا نام هونا چاهیے -

(۲) نمونه مفت ارسال نه هوگا -

(۳) براه عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پته صاف اور خوش خط لکھیے -

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداري لکھیے جسکي اطلاع آپکو وصول قیمت کي رسید میں دیدي گئي هے -

(۵) اگر کسي صاحب کے پاس کوئي پرچه نه پہنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک هفته کے اندر اطلاع دیں - ور نه بصورت تاخیر بغیر قیمت کے روانه نهیں کیا جائیگا -

(٦) اگر آپ دو تین ماه کیلئے ایک جگه سے دوسري جگه جا رهے هیں تو اپنا پته تبدیل نه کرایے ' مقامي ڈاکخانه کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیاده عرصه تک کے لئے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک هفته پیشتر اطلاع دیکر پته تبدیل کرالیں -

(۷) مني آرڈر روانه کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پته ضرور لکھدیں -

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتري فرائض (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیره) سے نهیں هے ٹکٹ ضرور بهیجیے ورنه دفتر پر غیر معمولي خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

(۲) روڈسیا کا انکشاف : سنه ۱۹۲۱ ع میں ایک سیاح کو جنوبي افریقه میں ایک کھوپڑي ملي - یه بھي پہلي کھوپڑي کي طرح ایک تیسري تشریحي حالت رکھتي هے - علماء تشریح و وظائف اعضاء کي تحقیق میں یه غالباً ابتدائي قسم کے وحشي انسان کي کھوپڑي هے -

(۳) جاوا کا انکشاف : جاوا کي ایک غار سے بھي ایک قیمتي کھوپڑي ملي هے جسکي نسبت دو مختلف رائیں قائم کي گئي هیں - ایک جماعت کا خیال هے ' یه گم شده حلقه کي خبر دیتي هے - دوسري جماعت کا خیال هے ' یه بندر هي کي کوئي زیاده اونچي قسم هے - وه کہتے هیں ' اس کھوپڑي میں پیشاني کا بیحد ابھار اور رخسار کي هڈیوں کي نوعیت ' گم شده حلقه کي نوعیت سے مختلف هے -

(۴) سب سے زیاده قیمتي انکشاف " وحشي انسان " کا انکشاف هے جسکے جسم کي هڈیاں اور سر کي کھوپڑیاں بکثرت جمع هوگئي هیں - اسکا جسم اور چهره بالکل موجوده انسانوں کا سا تھا - لیکن اسکے جسم پر بکثرت بال تھے - ایسے بال جیسے بندر کے جسم پر هوتے هیں - بعض قدیم سیاحوں نے استریلیا ' امریکه ' اور جزائر جنوب میں ایسے زنده انسان دیکھے بھي هیں -

(۵) آخري انکشاف پروفیسر ڈارٹ کا مشهور انکشاف هے جو سنه ۱۹۲۵ - میں هوا - پروفیسر موصوف کو تانگس میں ایک بالکل نئي قسم کي کھوپڑي ملي هے جو پچاس قدم سے زیاده زمین کے اندر مدفون تھي - یه کھوپڑي تمام پچھلے آثار سے کہیں زیاده گم شده حلقه کا اذعان پیدا کرتي هے - اسکے تمام حصے موجوده انسان کي کھوپڑي جیسے هیں - البته منهه کا نچلا حصه بہت زیاده باهر نکلا هوا هے ' اور یه بات علم وظائف اعضاء میں طے پاچکي هے که انساني چهرے کا نچلا حصه ابتدا میں ایسا هي ابھرا هوا تھا - پھر به تدریج گھٹتے گھٹتے موجوده تناسب تک پہنچ گیا -

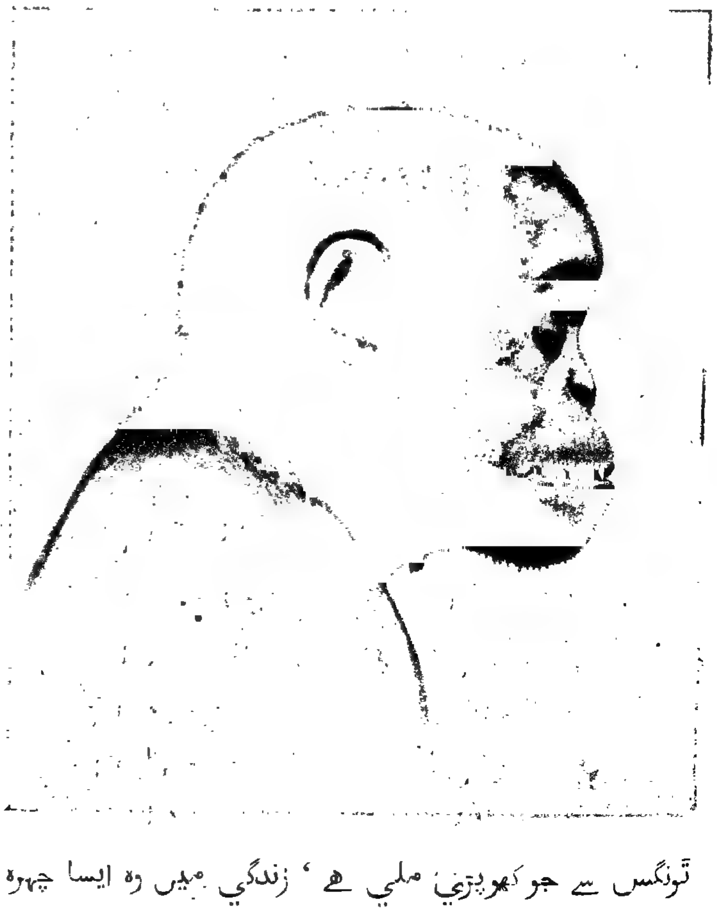

تونگس سے جو کھوپڑي ملي هے ' زندگي میں وه ایسا چهره رکھتي هوگي ' جیسا اس تصویر میں دکھلایا گیا هے -

ریڈیم

خزانۂ فطرۃ کا سب سے زیاده کمیاب جوهر !

حال میں اخبارات نے یه خبر شایع کي تھي که " ریڈیم کا بازار گر گیا هے اور ایک اونس ریڈیم کي قیمت ۳۳۰٬۰۰۰٬۰۰۰ ڈالر کي جگه اچانک ۲۵٬۰۰۰٬۰۰۰ ڈالر هوگئي هے - اِس کمي کي وجه یه هے که بلجیم کانگو (افریقه) کے علاقه " کاتنکا " میں ریڈیم کي ایک بہت بڑي مقدار نظر آئي هے - زیگوسلاویا کي تانبے کي بعض قدیم کانوں میں بھي ریڈیم پایا گیا هے - اگر یه تمام ریڈیم حاصل کر لیا گیا تو قیمت میں اور بھي کمي هوجائے گي "

لیکن اِس خبر سے لوگوں کو غلط فهمي هوسکتي هے - ممکن هے کوئي خیال کر بیٹھے که جب ریڈیم کے بھاؤ میں اس طرح اُتار چڑھاؤ هو رها هے تو هر دولت مند آدمي کیلیے اسکي زیاده سے زیاده مقدار خرید لینا ممکن هے - مثلاً امریکه کا هنري فورڈ جیسا کروڑ پتي اگر چاهے ' تو بآساني آده سیر ریڈیم خرید لے - اپنے بینک نوٹوں کا بیگ بغل میں دبائے ' اور بازار جاکر جب چاهے ریڈیم لے آئے -

لیکن یه صحیح نہیں هے - هنري فورڈ کي تمام دولت بھي آده سیر ریڈیم خرید نہیں سکتي - امریکا کے دوسرے قارون راکفلر اور مللو بھي اگر اپنے خزانے جمع کر دیں ' اور امریکا ' فرانس ' انگلستان ' بلکه سارے عالم کي سلطنتیں بھي اپنے جمله خزانے پیش کردیں ' جب بھي آده سیر ریڈیم حاصل نہیں کیا جاسکتا !

یه عجیب بات هے - مگر واقعه هے - کیوں ؟ اس لیے که گزشته اٹھائیس برس میں ' یعني جب سے ریڈیم دریافت هوا هے ' دنیا اُس کي اِتني مقدار حاصل هي نہیں کر سکي هے ' جسے ترازو میں آده سیر کے باٹ سے تول سکیں - اِس وقت تک وه صرف آده پاؤ کي مقدار میں حاصل هو سکا هے !

جن خوش نصیبوں کے قبضه میں ریڈیم هے ' یا جنھیں اُس کي ضرورت پڑتي هے - مثلاً سائنس داں اور ڈاکٹر ' وه اُس کے ایک ایک ذره کي قدر کرتے اور زیاده سے زیاده قیمت پر خریدنا چاهتے هیں - ریڈیم کي خرید و فروخت اونس کے حساب سے نہیں هوتي ' ٹن کے حساب کا تو وهم بھي نہیں کیا جا سکتا - کیونکه ریڈیم سونے سے بھي کہیں زیاده قیمتي هے - اُس کي قیمت سونے سے ایک لاکھه گنا زیاده هے - ریڈیم کي خرید و فروخت رتیوں کے حساب سے هوتي هے - اِس وقت تک ریڈیم کي سب سے بڑي مقدار جو ایک جگهه سے دوسري جگهه منتقل هوئي هے ' صرف دو گرام هے - اور معلوم هے که ایک گرام ' اونس کا تیسواں حصه هوتا هے - یه مقدار بھي فروخت نہیں هوئي هے بلکه حکومت زیگوسلاویا نے انگلستان کو علمي تحقیقات کے لیے عاریتاً دیدي هے -

اِس کي کوئي امید نہیں که کانگو میں ریڈیم کي کان اُس کي موجوده مقدار میں غیر معمولي اضافه کردے گي - خیال کیا جاتا هے که اِس وقت اُس کي جتني مقدار دنیا کے هاتھه میں موجود هے ' اُس سے صرف ۲۵ گنا زیاده ریڈیم کانگو کي کان سے حاصل کیا جاسکتا هے - لیکن اُس کا نکالنا بجائے خود ایک نہایت مشکل اور بڑے خرچ کا کام هے - اِس کان کي هر ۵۰۰ ٹن وزني چٹان میں سے زیاده سے زیاده ایک گرام ریڈیم نکلے گا - وه بھي خالص نہیں بلکه " کلورل " اور دوسرے مواد سے ملا هوا ! اِن مواد سے اُسے علحده کرنے

مذاکرہ علمیّہ

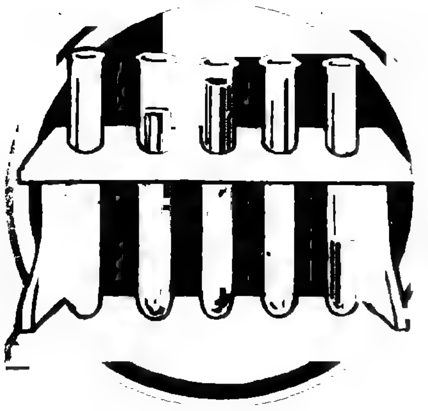

نظریۂ ارتقا کا گم شدہ حلقہ

کیا حلقۂ مفقودہ مل گیا ہے ؟

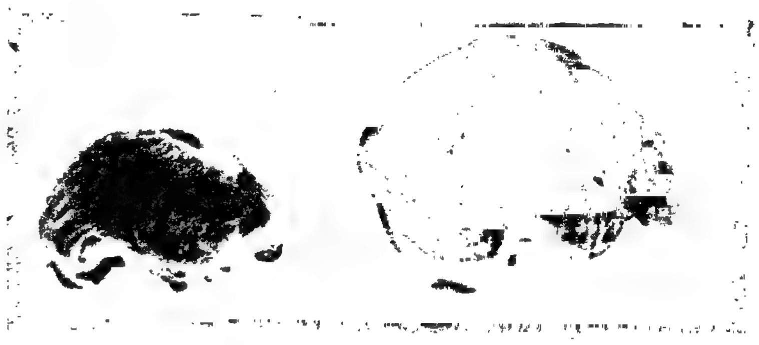

انسان کا دماغ

گوریلا کا دماغ

نظریۂ ارتقا کے "حلقۂ مفقودہ" سے مقصود وہ ذهني حیوان هے ' جسکي نسبت خیال کیا جاتا هے کہ انسان کي موجودہ شکل اور هیئت کے ارتقا سے پہلے زمین پر موجود تها - وہ انسان میں ' جو سلسلۂ ارتقا کي آخري کڑي هے ' اور ترقي یافتہ جانوروں میں ' جو هئیت انساني سے بہت زیادہ قرب رکھتے هیں ' درمیاني برزخ تها -

اس نظریہ کے قائلین کا خیال هے کہ بندر کي ترقي یافتہ قسمیں مثلاً گوریلا ' اس قسم کي مخلوق هیں جنکي ظاهري هیئت ' جسماني بناوٹ ' تشریحي نظام ' اور اعضاء معنوي کے وظائف و خواص ' انسان سے بہت زیادہ قریب اور ملتے جلتے هیں - لیکن اسدرجہ قرب اور تماثل نہیں هے کہ اسکے بعد هي انسان کا وجود آ جاے - ضروري هے کہ درمیان میں کوئي ایک یا ایک سے زیادہ کڑیاں رهي هوں اور وهاں "جانور" کي سرحد ختم هوئي هو اور "انسان" کي حدود کا آغاز هوا هو - چونکہ علم الحیوانات کي موجودہ اور مدون معلومات میں کوئي ایسا مخلوق موجود نہیں هے ' اسلیے انهیں اسکي جستجو هوئي ' اور اسکا نام "حلقۂ مفقودہ" یعني گم شدہ حلقہ قرار پا گیا - علماء علم الحیوانات نصف صدي سے اس گم شدہ حلقہ کي جستجو میں هیں - آثار قدیمہ اور علم طبقات الارض کي تحقیقات کے سلسلہ میں بارها اس طرح کي چیزیں دستیاب هوئیں کہ خیال هوا ' گم شدہ حلقہ کا سراغ ملگیا هے ' لیکن پهر مطالعۂ و تفحص سے اس خیال کي تصدیق نہو سکي -

لیکن سنہ ۱۹۲۰ - سے بعض نئے انکشافات پے درپے هو رهے هیں ' اور انهوں نے ایک نیا مواد بحث پیدا کر دیا هے - اگرچہ ان میں بهي کوئي چیز ایسي نہیں هے جسے علمي وثوق کے ساتھ "حلقۂ مفقودہ" قرار دیا جا سکے - تاهم علماء حیوانات و تشریح کا خیال هے کہ قرائن و آثار بہت حد تک تشفي بخش هیں ' اور بہت ممکن هے کہ انکي بحث و فحص سے گم شدہ حلقہ کا مسئلہ حل هو جاے -

حال میں امریکہ کے بعض علماء حیوانات نے اس قسم کا مواد یک جا کرکے اس کي نوعیت پر نہایت دلچسپ نظر ڈالي هے - هم اس کا مختصر خلاصہ قارئین الهلال کي معلومات کے لیے درج کردیتے هیں -

یہ امریکن پروفیسر (جس کا نام ڈاکٹر وهائٹ هے) لکھتا هے :

"گزشتہ دس سال کے اندر جو انکشافات هوئے هیں ' وہ سلسلۂ بحث کا نہایت قیمتي سرمایہ هیں - علم کي احتیاط کا مقتضی یهي هے کہ اظہار وثوق میں جلدي نہ کي جائے - لیکن اگر ایسا نہ هوتا ' تو یہ انکشافات اپني موجودہ حالت میں بهي اتنے واضح هیں ' کہ کہا جا سکتا تها ' گم شدہ حلقوں کا سراغ مل گیا هے -

اس وقت سب سے زیادہ قوي قرائن رکھنے والے آثار پانچ هیں :

(۱) انسان هڈل برگ : یہ ایک کهوپڑي هے جو جرمني کے مندرجۂ بالا مقام میں ملي تهي - تشریحي تحقیقات کے بعد ثابت هوگیا هے کہ یہ نہ تو موجودہ انسان کي کهوپڑي هوسکتي هے ' نہ کسي جانور کي - یہ ضرور ایک تیسري اور درمیاني قسم هے -

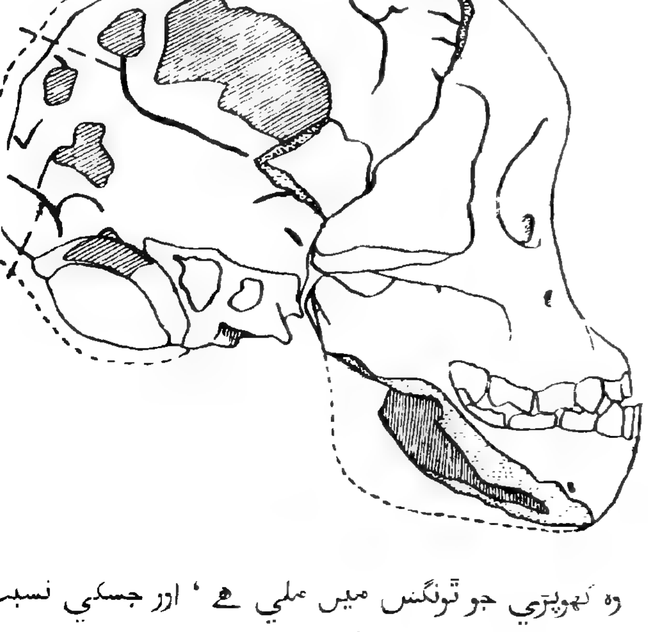

وہ کهوپڑي جو تونگس میں ملي هے ' اور جسکي نسبت خیال کیا گیا هے کہ گم شدہ حلقہ کي کهوپڑي هے

برخلاف اِسکے شعاع " بیٹا " اُس سے دس گني زیادہ تیز ھے ، یعني ھر سکنڈ میں ۲٬۰۰٬۰۰۰ میل کي سرعت رکھتي ھے - گویا آفتاب کے نور کي طرح تیز رفتار ھے - تحقیقات سے ثابت ھوا ھے کہ یہ شعاع جلد میں نصف انچ تک گہري اتر جاتي ھے ، اور شیشہ ، ایلومینیم ، اور سیسے کي پتلي چادروں کو بھي توڑ کر ۱ ۱۲- انچ گہرائي تک چلي جاتي ھے !

تیسري شعاع " گاما " شعاع ایکس (ایکس رِیز) سے بہت مشابہ ھے - فرق صرف یہ ھے کہ اُسکي مثبت لہر X (ایکس) سے طول میں کم ھے - لیکن یہ شعاع نفوذ و سریان کي بہت بڑي قوت رکھتي ھے - سیسے کي بارہ انچ موٹي تختي کو بھي توڑ کر نکل جاتي ھے !

اِس سے بھي زیادہ حیرت انگیز تحقیق یہ ھے کہ " شعاع الفا " پھوٹنے کے بعد نامعلوم طریقہ پر اپنے اندر دو منفي کہربائي لہریں جمع کر لیتي ھے ، اور یہ لہریں بالاخر هیلیم (Helium) کے ذرے بن جاتي ھیں - اِسکے معني یہ ھوے کہ ریڈیم سے ھمیشہ ایک اور مادے کا فوارہ بھي چھوٹتا رھتا ھے - یہ مادہ ریڈیم سے مختلف ھے - اتنا مختلف ، جتنا کوئي مادہ کسي دوسرے مادہ سے مختلف ھو سکتا ھے -

(سورج اور ریڈیم)

درحقیقت یہ عجیب بات ھے کہ خود ریڈیم کے اندر هیلیم بالکل موجودہ نہیں ھے - تاھم کسي مخفي سبب سے اُسکے ذرے ریڈیم سے برابر بہتے رھتے ھیں !

یہي بات دیکھکر علماء کا خیال اِس سب سے زیادہ حیرت انگیز حقیقت کي طرف منتقل ھوا کہ کائنات کا قیام دراصل صرف کہرباء یا بجلي کي قوت پر ھے - اِسي سے کائنات کے اُس سب سے زیادہ مخفي اور عجیب راز کي تحقیقات کا دروازہ کھلا جسکا تصور بھي کبھي انسان نہیں کرسکتا تھا - یعني آفتاب کي روشني ، حرارت ، اور قوت کے سر چشمے کا انکشاف ھوا -

آفتاب میں هیلیم کا وجود ، زمین میں اُسکے وجود کي تحقیق سے پہلے ھي معلوم کر لیا گیا تھا - اسپکٹرسکوپ کے ذریعہ پتہ چل گیا تھا کہ آفتاب کے ھالے میں هیلیم کي بہت بڑي مقدار موجود ھے - وہ عظیم الشان ھالہ جو سورج کے گرد حلقہ بنائے قائم ھے خلا میں لاکھوں میل تک اپني آتشیں زبانیں پھیلائے ھوے ھے !

ریڈیم کا طلسم یہ سوال پیدا کرتا ھے کہ آفتاب کے آتشي ھالے میں هیلیم کا وجود کیا اِس بات کي دلیل نہیں ھے کہ خود آفتاب کے اندر بھي ریڈیم سے لبریز خزانے موجود ھیں ؟ کیا یہ ممکن نہیں ھے کہ آفتاب کا تمام نور ، حرارت ، اور قوت ، اِسي ریڈیم کا کرشمہ ھو ؟

اگر ایک گرام ریڈیم سے اِتني حرارت پیدا ھوتي ھے کہ ۳/۴ گھنٹہ میں ایک گرام یخ کو پگھلا کر کھولا دیتي ھے ، تو آفتاب میں ریڈیم کا خزانہ کتني سخت حرارت پیدا کرتا ھوگا ؟

اِس کا اندازہ کرنے کیلیے اس قدر جان لینا ضروري ھے کہ آفتاب کا وزن :

۱۰۰۰۰۰۰۰۰٬۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰٬۰۰۰۰۰۰۰۰۰٬۰۰۰۰۰ - ٹن ھے -

یعني زمین سے ۳٬۳۲٬۰۰۰ - گنا وزني ھے - ظاھر ھے ، اِتنے بڑے کرہ میں کتنا بڑا خزانہ ریڈیم کا موجود ھوگا جو آفتاب کي اِس محیر العقول روشني ، گرمي ، اور قوت کا منبع ھے !

سائنس نے یہ بات دریافت کرلي ھے کہ آفتاب کي حرارت ، اُسکے احتراق (جلنے) کا نتیجہ نہیں ھے - یہي حال ریڈیم کا بھي ھے - اُسکي حرارت ، احتراق کي وجہ سے نہیں ھے - بلا شبہ کچھہ احتراق بھي ھوتا ھے مگر اِس قدر کم ، کہ نہ ھونے کے برابر ھے - پھر یہ بھي ثابت ھوگیا ھے کہ ریڈیم کي قوي النفوذ شعاع " گاما " سورج کي شعاعوں سے بہت مشابہ ھے - پس کیا یہ ممکن نہیں کہ آفتاب کي یہ شعاعیں جو ھم تک ۹٬۳۰٬۰۰٬۰۰۰ میل مسافت طے کرکے منظم شکل میں پہنچتي ھیں ، دراصل ریڈیم کي " گاما " شعاعیں ھي ھوں ؟ بہت ممکن ھے ، کہ ایسا ھي ھو - دنیا بھر کے سائنس داں اِس وقت اِس اھم مسئلہ پر غور و بحث کر رھے ھیں -

ٹھیک اِسي معقول اور علمي طریقہ پر زمین کے اندروني گرم مادوں ، مثلاً آتش فشاں لاوا اور کھولتے اور گرم معدني چشموں وغیرہ کا اصلي سبب بھي ریڈیم ھي قرار دیا جا رھا ھے - تحقیقات کا سلسلہ جاري ھے - ممکن ھے چند سال بعد اِس باب میں علم کوئي قطعي رائے قائم کر سکے ، اور وہ حقائق اچانک دنیا کے سامنے آجائیں ، جو ابتک قدرت کے سر بستہ راز سمجھے جاتے تھے -

پھر یہ بھي ایک عجیب بات ھے ، جیسا کہ اوپر اشارہ کیا گیا کہ ریڈیم اگرچہ مسلسل حرارت و قوت پیدا کرتا رھتا ھے ، مگر خود اُسکے جوھر میں کوئي نمایاں کمي واقع نہیں ھوتي - اِس کا اندازہ اِس سے کیا جا سکتا ھے کہ ایک گرام ریڈیم سال بھر میں ۱۱٬۶۰٬۰۰۰ - وزن حرارت پیدا کرتا ھے - یہ حرارت تقریباً تیرہ سیر منجمد برف کو پگھلا کر کھولا دے سکتي ھے - مگر اِس سے خود ریڈیم میں صرف ۱ ۲٬۵۰۰ - کي کمي لاحق ھوتي ھے جو بہ منزلۂ عدم ھے - تاھم کمي ضرور ھے ، اور ایک بہت بڑي مدت کے بعد وہ اِس بیش قیمت جوھر کو حقیر دھات کي شکل میں تبدیل کردے سکتي ھے - علماء کا خیال ھے ، ریڈیم اپني خصوصیات سے محروم ھونے کے بعد سیسہ ھو جاتا ھے - لیکن اس تبدیلي کے لیے کم سے کم ۳٬۴۶۰ - برس کا زمانہ گذرنا چاھیے - اس لحاظ سے کہا جا سکتا ھے کہ مثلاً جو ریڈیم زمین میں ۱۵۰۰ - برس قبل از مسیح سے موجود ھے ، وہ ابتک ریڈیم ھي ھے - سیسہ نہیں ھوا ھے !

اِس سے بھي زیادہ عجیب بات یہ ھے کہ ریڈیم ایک بالکل مختلف مادے سے کیمیاوي طریق پر تبدیل ھوکر اپني شکل میں آتا ھے - اِس تبدیلي کا تصور قدیم حکماء کو بھي ھوگیا تھا - وہ اپني عقل کے زور سے خیال کرتے تھے کہ تمام دھاتیں سونے کي شکل میں تبدیل کي جا سکتي ھیں اور ان دھاتوں سے اکسیر حیات طیار ھو سکتي ھے -

ریڈیم کي تکوین ، علماء کي نظر میں نہایت ھي حیرت انگیز معما ھے - تحقیقات سے ثابت ھوگیا ھے کہ ریڈیم کا مورث اعلی یا اصل اورانیم ھے - اِس اورانیم میں تین بڑي تبدیلیاں ھوتي ھیں - علماء نے اِن تبدیلیوں کے تین نام رکھے ھیں : اورانیم س ۱ - اورانیم س ۲ - اورانیم س ۳ - آخر الذکر تبدیلي کے بعد اورانیم ، یونیم ھو جاتا ھے ، پھر یونیم ترقي کرکے ریڈیم ھو جاتا ھے - ریڈیم میں تنزل ھوتا ھے تو وہ پہلے پرلونیم ھوتا ھے ، پھر سیسہ بن جاتا ھے - اورانیم اور سیسہ کے مابین اصلي ذرے ۱۶ - ھیں پوري تبدیلي کے لیے کم از کم ۶٬۰۰٬۰۰٬۰۰٬۰۰۰ سال درکار ھوتے ھیں -

کے لیے کم از کم ۵۰۰ ٹن دوسرے کیمیاوي اجزاء درکار ھونگے - ۱‘۰۰۰ ٹن پتھر کا کویله خرچ ھوگا - ۱۰‘۰۰۰ ٹن مقطر پاني لگے گا - ایک مہینه تک ۱۵۰ - مزدور کام کریں گے - پانچ ھفتے ماھرین کیمیا کي ایک بڑي جماعت کو صرف کرنا ھونگے - پھر اِس کے بعد مزید چار مہینے اُسے کار آمد بنانے میں لگیں گے - اِن تمام کوششوں ' محنتوں' اور کثیر مصارف کے بعد ' شاید ایک گرام ریڈیم دستیاب ھو سکے - اگر کانگو کي پوري کان سے فایده اٹھایا جائے ' تو بھي زیاده سے زیاده نصف اونس ریڈیم ملنے کي امید ھے - اِس کے معني یه ھوے که اِس تمام درد سري کے بعد ریڈیم کي موجوده مقدار میں یعني تقریباً دو چھٹانک میں صرف تیس گرام کا اور اضافه ھو جائیگا !

(ریڈیم کي نوعیت)

آخر ریڈیم ھے کیا چیز جس کي جستجو میں سارا عالم سرگرداں ھورھا ھے' اور جس کي مدح و ثنا میں دنیا کے تمام علماء رطب اللسان ھیں ؟

ماھر کیمیا سے پوچھو - وہ بڑے جوش سے جواب دے گا " ریڈیم اگرچه لوھے ' تانبے' ٹونٹے کي طرح ایک دھات ھے' مگر سب دھاتوں سے زیاده وزني ھے ' حتی که سیسے سے بھي زیاده - سب دھاتوں سے زیاده قیمتي ھے' حتی که سونے چاندي بلکه لعل اور الماس سے بھي زیاده - ریڈیم ' نیچر کے خزانے کا سب سے زیاده بیش قیمت جواھر ھے - یھي وہ پارس ھے جس کے عشق میں قدیم فلاسفه اور حکماء دیوانے ھو رھے تھے ' اور سمجھتے تھے ' اس کے ذریعه ھر دھات سونا بن جا سکتي ھے ! "

ڈاکٹر کے پاس جاؤ - اُسے بھي قصیده خواں پاؤ گے - وہ کہے گا " یھي وہ اکسیر حیات ھے جس کي مدتوں سے تلاش تھي - یه عنقریب دنیا کي جمله بیماریوں کا تریاق بننے والا ھے "

سائنس داں سے سوال کرو - فوراً بول اٹھے گا " یه سب سے زیاده عجیب چیز ھے جو دنیا نے دیکھي ھے - یه اِسي کے خواص کي برکت ھے که ذراتي ترکیب (ایٹم) کا نظریه قائم ھوسکا ھے جو عنقریب تمام علوم میں عظیم الشان اور حیرت انگیز انقلاب پیدا کردیگا "

عالم طبقات الارض (جیالوجي) سے مخاطب ھو - وہ فوراً کہے گا " ریڈیم ' آتش فشاں پہاڑوں اور زمین کي اندروني حرارت کا بہترین مفسر ھے "

عالم فلکیات سے دریافت کرو - وہ کہے گا " ریڈیم ' آفتاب اور ستاروں کے نور حرارت کا سر چشمه اور اُن کي قوت کا راز ھے "

علم الحیاۃ (بیالوجي) کا ماھر تو یہانتک کہدیگا " شاید ریڈیم ھي زندگي کا اصلي منبع ھے "

علم ھندسه کا عالم کہیگا " اگر ریڈیم کي کافي مقدار حاصل ھوجائے تو اِتني عظیم الشان قوت انسان کے قبضه میں آجائے جس کا اسوقت تصور بھي مشکل ھے - ایسے حیرت انگیز آلات ایجاد ھو جائیں جنکے مقابله میں موجوده آلات بالکل ھیچ ھیں - وہ آلات ایسے محیر العقول کام کر سکینگے جن کا عشر عشیر بھي حال کے آلات سے ممکن نہیں - پھر صنعت و حرفت میں بھي بالکل کایا پلٹ ھو جائیگي - ابھي ریڈیم کي جتني قلیل مقدار موجود ھے ' وھي بے شمار فوائد پہنچا رھي ھے - اُسکا ایک ادنی کرشمه یه ھے که اُس سے ایک ایسا روغن ایجاد ھوگیا ھے جو گھڑي کي سوئیاں' بحري اور ھوائي جہازوں کے آلات' اور برقي کنجیاں' اندھیري راتوں میں روشن رکھتا ھے - قیمتي جواھرات اُس سے طیار ھو جاتے ھیں - اگر کچھه مدت کے لیے سفید (بے رنگ) یاقوت' ریڈیم کے زیر اثر رکھدیا جائے' تو ھمیشه کے لیے زمرد بن جاتا ھے - نقلي اور مصنوعي نہیں - حقیقي' بیش قیمت زمرد ! "

اس عجیب و غریب اور نادر چیز " ریڈیم " کا خاصه کیا ھے؟ مختصر جواب یه ھے که " شعاعي قوت " - شعاعي قوت کے کیا معني ھیں ؟ ٹھیک وھي جو اِن دو لفظوں سے سمجھے جاتے ھیں - یعني شعاعوں کي شکل میں قوت - مزید تفصیل آگے آتي ھے -

(ریڈیم کا انکشاف)

حیرت انگیز ریڈیم کا اکتشاف اِس طرح ھوا که سنه ۱۸۹۵ ع میں مشھور فرنچ سائنس داں ھنري بکریل اپني علمي تحقیقات میں مصروف تھا - فوسفورسي روشني کے تجربے کر رھا تھا - اچانک اُسنے دیکھا' ایک خاص عنصر " اورانیم " کے اجزاء فوٹو گرافي کي تختي پر تاریکي میں اثر ڈال رھے ھیں - حتی که اگر سیاه کاغذ سے چھپا دیا جاے ' جب بھي اُنکا اثر پہنچ جاتا ھے - اِس پر اُسے بڑي حیرت ھوئي مگر ریڈیم کي طرف رھنمائي نه ھوسکي - البته علمي دنیا نے یه تسلیم کر لیا که اورانیم میں شعاعي قوت موجود ھے' اور اُس سے کام لیا جانے لگا - چنانچه اُسوقت سے شیشه اور چیني کے ظروف رنگنے میں اکسائڈ اورانیم برابر استعمال ھونے لگا ھے -

اِسکے بعد ایک نوجوان پولش خاتون میڈم کري نے اورانیم کے مخفي خواص کي پیرس میں تحقیقات شروع کي - اُسنے بہت جلد معلوم کر لیا که یه شعاعي قوت والا ماده ' خود اورانیم نہیں ھے' بلکه کوئي اور عنصر ھے اور اکسائڈ اورانیم سے ملا ھوا ھے - یه دیکھکر اُسنے یه ماده تحلیل کرنا اور مختلف قسم کے تیزابوں سے بار بار دھونا اور صاف کرنا شروع کیا - اب اُسکي حیرت و مسرت بے حساب تھي - کیونکه تحلیل کے بعد جو ماده باقي رھگیا تھا ' اُسکي شعاعي قوت برابر بڑھتي چلي جا رھي تھي - اِسکے بعد وہ الکٹرسکوپ کي مدد سے تین اونس ایک نیا عنصر حاصل کر لینے میں کامیاب ھوگئي - یه عنصر اورانیم سے بھي ساٹھه گنا زیاده سخت تھا - فوراً اِس ماده کے چند کیمیاوي خواص بھي دریافت ھو گئے - اُسنے بڑے فخر و مباھات سے اپنے عظیم انکشاف کا اعلان کر دیا ' اور اپنے وطن کے نام پر اُسکا نام " پولونیم " رکھا - یه " پولونیم " ریڈیم کے انکشاف کي طرف عملي قدم تھا - تین سال کي مزید تحقیقات کے بعد اِسي خاتون نے اعلان کیا که اکسایڈ اورانیم میں شعاعي قوت کا اصلي سر چشمه اُسنے دریافت کر لیا ھے - اِسي سر چشمه کا نام بالآخر " ریڈیم " پڑا - اور آھسته آھسته اُسکے مزید خواص معلوم کیے گیے -

اِسکے بعد سر ارنست آرتھر فورڈ نے دریافت کیا که ریڈیم کي شعاعیں تین قسم کي ھیں - چنانچه یوناني ابجد کے تین ابتدائي حرفوں پر اُنکے نام رکھ گئے - پہلي شعاع کا نام " الفا " دوسري کا " بیٹا " تیسري کا " گاما "

(ریڈیم کے خواص)

پھر تحقیقات سے ثابت ھوا که پہلي شعاع " الفا " مثبت کھربائي لہروں کا مجموعه ھے - وہ اِس قدر تیز رفتار ھے که ھر سکنڈ میں ۲۰‘۰۰۰ میل حرکت کرتي ھے - یعني توپ کے گولے سے بھي ۴۰‘۰۰۰ مرتبه زیاده تیز رفتار ھے - لیکن یه شعاع ' نفوذ و سریان کي زیاده قوت نہیں رکھتي - شیشے کي نہایت رقیق تختي حائل کر کے اُسے روک دیا جا سکتا ھے -

مغرب کی تاریخ جدید کی تاریخی شخصیتین

” دنیا میں هر شخص کا ایک کام هوتا هے - میرا کام یهي هے که میں تلخ مگر مفید سچائي عوام پر ظاهر کردوں - جهانتک میري استطاعت میں تها ‘ میں نے انسانیت ‘ شرافت ‘ اور روا داري کي دعوت دي هے - اگر دنیا نے نهیں سنا ‘ تو یه میرا قصور نهیں هے - میں نے اپنے لیے ایک قاعده بنا لیا هے - میں عالمگیر سچائیوں کا ساتهه دونگا - میں کسي پر الزام نهیں لگاتا ‘ کسي کي تضحیک نهیں کرتا ‘ کسي معین شخص پر حمله نهیں کرتا - میرا حمله انسانوں پر هے - میں کسي خاص فعل کو برا نهیں کهتا - میں شر کو برا کهتا هوں “ (روسو)

انقلاب فرانس کے ارکان ثلاثه

جان جاک روسو

JEAN JACQUES ROUSSEU

یه سلسله شروع کرتے هوے گذشته نمبر میں هم نے والتیر کے مختصر حالات درج کیے تهے ‘ اور لکها تها که آینده نمبروں میں اسکے اجتماعي اصول و مبادیات پر ایک مقاله شائع کیا جائیگا - پهر اس پر نقد و تبصره کیا جایگا - لیکن پهر همیں خیال هوا که اس ترتیب کي جگهه یه ترتیب بهتر هوگي که پہلے اِن تینوں ارکان انقلاب کے مختصر حالات و افکار شائع کردیے جائیں - پهر اُنکے اصول و مبادیات کا خلاصه دیدیا جاے - اُس کے بعد به یک دفعه اُن پر نقد و تبصره کیا جاے - چنانچه آج روسو پر ایک مختصر تحریر شائع کي جاتي هے - یه غالباً دو نمبروں میں ختم هو جائیگي - اسکے بعد فرانسیسي انسایکلو پیڈیا اور اسکے مصنفین کے حالات و افکار پر نظر ڈالي جائیگي ‘ اور اسکي اشاعت کے بعد نقد و تبصره کا سلسله شروع هوگا - حال میں ایک نهایت قیمتي مجموعه روسو کے تمام مکاتیبات کا بهي پیرس سے شائع هو رها هے - تین جلدیں گذشته سال شائع هو چکي تهیں - چوتهي جلد پچهلي ڈاک سے هندوستان پهنچي هے - یه مجموعه اسقدر دلچسپ اور گوناگوں معلومات سے لبریز هے که ضرورت هے ‘ کم از کم ایک دو تحریریں روسو کے مکاتیب پر بهي لکهي جائیں - اگر یه لکهي جا سکیں تو یه بهي اسي سلسله کي ایک کڑي هوگي -

انقلاب فرانس کے دماغي ارکان در اصل از منۂ وسطی (میڈل ایجز) کے کلیسائي اور شاهي استبداد کا رد فعل تهے - اسلیے ناگزیر تها که پچهلے افراط کے مقابله میں ایک نئي تفریط پیدا هو جاے - والتیر ‘ روسو ‘ اور ڈیدرو ‘ ذهن و عقل کي اسي تفریط کي مخلوق هیں - انکي ذهني روح تعمیر سے نهیں بلکه تخریب کے هیجان سے پیدا هوئي - وه اثبات کے نهیں ‘ نفي کے واعظ تهے - مسیحي کلیسا نے جمود اور شاهي نظام کے استبداد نے ” اثبات “ اور ” اعتقاد “ کا جو غلو پیدا کردیا تها ‘ اس نے اس رد فعل میں ” نفي “ اور ” شک “ کا اغراق پیدا کردیا - یه بلا شبه اُس زمانے کي طبیعت کا قدرتي مقتضی تها - پچهلي ” تعمیر “ کي درستگي کیلیے ایک نئي ” تخریب “ کي ضرورت تهي - انهوں نے کلیسائي اور شاهي جمود کا بت توڑ دیا - لیکن جیسا که قاعده هے ‘ اس بت شکني میں وه خود بهي ایک نیا بت کده بنا گئے - اور اسکے لیے پهر دنیا کو ایک نئے بت شکن کا انتظار هے !

بهر حال انقلاب فرانس کے مبادیات پر یه جدید نقد و نظر ‘ اس سلسله کي اصلي چیز هوگي - جو مولانا ابو الکلام کے قلم سے نکلي هے ‘ اور اُن کے قید خانه کے مسودات میں سے هے -

* * *

ایک مرتبه ایک مجلس میں انگریزي عام ادب کا غیر معمولي انسان اور انقلاب فرانس کا سب سے بهتر وقائع نگار ‘ کارلائل موجود تها - لوگ حکما کي خیالي نقشه آرائیوں پر بحث کر رهے تهے - ایک شخص نے کها ” اجتماع و معاشرت کے انقلابات کے نقشے ایک دل خوش کن تخیل سے زیاده نهیں هیں “ جونهي اس رائے زني کي بهنک کارلائل کے کانوں میں پڑي ‘ اُس نے مجمع کو مخاطب کرکے کها :

” حضرات کچهه عرصه گزرا ‘ اس دنیا میں ایک شخص تها - روسو - اس نے ایک کتاب لکهي تهي - جب یه کتاب شایع هوئي تو بهت سے آدمیوں نے اُس کي هنسي اڑائي - لیکن جب اس کا دوسرا ایڈیشن شائع هوا ‘ تو اُس کي جلد باندهنے کے لیے اُنهي لوگوں کے جسم کا چمڑا استعمال کیا گیا تها ‘ جنهوں نے اس کي هنسي اڑائي تهي ! “

اگر ریڈیم بگڑکر سیسه هوجاتا هے تو یهاں قدرتي طور پر سوال پیدا هوتا هے که کیا شروع هي سے زمین مین ریڈیم کي بهت بڑي کمیت موجود تهي ؟ اور کیا تمام موجوده سیسا اصل میں ریڈیم هي تها ؟ بهت ممکن هے ایسا هي هو' اگر ایسا هي هے تو پهر زمین شروع میں اپني موجوده حالت سے بالکل مختلف هوگي- شروع میں زمین ایک ننها سا آتشیں کره تهي یا خود آفتاب کا ایک چهوٹا سا جزء -

عام طور پر علماء کا یهي خیال هے که زمین اصل میں ایک آتشي کره تهي اور آفتاب یا کسي دوسرے عظیم کره سے کٹ کر جدا هوئي هے - پهلے زندگي سے بالکل خالي تهي- پهر بتدریج سرد هونے کے بعد زندگي کے تخم سے آباد هوئي' اور ذي روح کا مسکن بن گئي - زندگي کے یه تخم ' ایتهر میں پڑے بهه رهے تهے - اگر واقعه یهي هے تو سوال پیدا هوتا هے ' کیا یه ممکن نهیں که زندگي کے یه تخم اصل میں ریڈیم هي کے گیس هوں ؟ بهت ممکن هے ایسا هي هو - کیونکه سائنس نے قطعي طور پر ثابت کر دیا هے که شعاعي قوت کا زندگي کے حقیقي عناصر سے گهرا تعلق هے - دلیل اسکي یه هے که بعض بیج ریڈیم کي شعاعوں کے زیر اثر آتے هي فوراً کونپلیں پیدا کر دیتے هیں ' اور پهر غیر معمولي سرعت و قوت سے بڑهنے لگتے هیں !

لیکن علماء کا پخته خیال هے که ریڈیم کي' اس کي اصلي اور بے میل شکل میں زیاده کمیت ' زمین کي سطح پر کبهي موجود نه تهي - یه اسلیے که اسکے کیمیاوي خواص اسے تقریباً نا ممکن ثابت کررهے هیں - وه همیشه دوسرے مواد سے مرکب ملتا هے - خالص ریڈیم کا حصول بهت هي مشکل هے - اگر حاصل هو بهي جاے تو اسکا اصلي حالت میں محفوظ رکهنا اور بهي مشکل هوگا - کیونکه وه هوا سے جلد متاثر هوجاتا هے - یهي وجه هے که ریڈیم کي عام تجارت اسکے مختلف نمکوں : بروماءڈ ' کلوراءڈ ' کاربونیٹ ' سلفیٹ ' کي شکل میں هوتي هے -

(طبي فوائد)

روشني کے کرشموں کے علاوه ریڈیم سے طب میں بهي بڑے بڑے کام لیے جا رهے هیں - طب میں اسکے استعمال کي طرف سب سے پهلے سنه ۱۹۰۱ - میں پیرر کوري نامي طبیب کو رهنمائي هوئي - یه شخص ریڈیم کي دریافت کرنے والي میڈم کوري کا شوهر هے - لیکن ریڈیم کے علاج کا اصلي موجد هنري ڈوءینیسي هے - سنه ۱۹۰۶ - میں اسنے دریافت کیا که اگر سیسه کي تختي میں ریڈیم کي شعاعیں دو مرتبه چهان لي جائیں' تو وه جسم کے ان ریشوں کو زائل کردیتي هیں جو سرطاني مادوں سے آلوده هوتے هیں - مگر تندرست ریشوں پر ان کا کوئي برا اثر نهیں پڑتا -

اس وقت سے ریڈیم مختلف امراض کے علاج میں استعمال هونے لگا - مثلاً سرطان ' طرح طرح کے ورم ' نقرس ' عصبي درد ' عرق النساء ' ریڑهه کا درد ' ذیابیطس ' خون کي کمي ' هیضه ' ٹیفوڈ وغیره - خیال کیا جاتا هے که ریڈیم ' ایکس ریز کے جلے هوے زخم اچهے کردیتا هے - ٹیفوڈ ' هیضه' اور سپهري کے جراثیم قتل کرڈالتا هے - معدے کو درست کرتا هے - اشتها پیدا کرتا هے ' اور ان تمام کیمیاوي تبدیلیوں میں مساعد هوتا هے جو انساني جسم میں برابر جاري رهتي هیں -

(ریڈیم کے مضر اثرات)

لیکن جهاں ریڈیم کے بے شمار فوائد هیں ' اسکي مضرتیں بهي هیں - مدت تک ریڈیم کے زیر اثر رهنا سخت نقصان کا موجب هوتا هے - جو لوگ ریڈیم کے علاج میں مشغول رهتے هیں ' وه اپني حفاظت سیسے کي صدریاں پهنکر کرتے هیں - تاهم انکي صحت کو آخر کار سخت نقصان پهنچتا هے - ریڈیم کي شعاعیں براه راست کوئي تکلیف نهیں پهنچاتیں - لیکن آهسته آهسته خون کے سفید اور سرخ ذرے بگاڑ دیتي هیں - خون کا دباؤ هلکا کردیتي هیں - اکثر خون میں کمي بهي پیدا هوجاتي هے - ناخون بد صورت اور انکے گرد کي کهال کهري اور موٹي هوجاتي هے - چهره اور هاتهوں کي جلد میں بهي التهاب پیدا هو جاتا هے -

ریڈیم کي ابهي جتني مقدار حاصل هوئی هے ' وه تمام مریضوں کے علاج کیلیے بالکل نا کافي هے - تا هم اسے نهایت هوشیاري سے استعمال کیا گیا هے ' اور ایسے طریقے ایجاد کیے گئے هیں که اسکا نفع زیاد سے زیاده عام هو سکے - ریڈیم کي شعاعي قوت کا گیس چهوٹي چهوٹي نلیوں میں اس طرح بند کیا گیا هے ' که اس سے علاج میں کام لیا جا سکے- هر نلي ۱۸ - ۲۰ - روپیه میں فروخت هوتي هے اور زیاده سے زیاده چار دن تک کام دیتي هے - یه نلي بیمار کے جسم مین اسي طرح داخل کردي جاتي هے ' جس طرح انجکشن کي سوئي داخل کي جاتي هے -

اِس وقت کوئي شخص بهي پیشین گوئي نهیں کرسکتا که ریڈیم کے آئنده فوائد اور کیا کیا دریافت هونگے ؟ اور کن کن طریقوں پر اسے استعمال کیا جا سکے گا ؟ امید کي جاتي هے که سائنس کوئي ایسا طریقه ایجاد کرسکے ' جس سے ریڈیم کے حصول میں آساني هوجاے ' اور علماء طبقات الارض کا یه نظریه ایک دن صحیح ثابت هوجاے که هماري زمین کے شکم میں سراسر ریڈیم هي بهرا پڑا هے - اگر کبهي یه نظریه صحیح ثابت هوگیا تو کون اندازه کرسکتا هے که انسان کو کتني قوت ' کتني حرارت ' اور کسقدر روشني حاصل هو جائیگي ؟

الهلال

کا

یه ۸ - وان نمبر هی

لیکن

اسوقت تک ضرورت باقي هے که توسیع اشاعت کي طرف آپ کو توجه دلائي جاے -

اس میں شک نهیں که اصحاب ذوق نے جس طرح الهلال کا استقبال کیا ' شاید هي اسکي کوئي دوسري نظیر اردو اخبارات میں مل سکے - لیکن مشکل یه هے که پرچه کي ترتیب و طباعت کا معیار بهت بلند هے ' اور قیمت اسکے مقابله میں بهت کم - اب یا تو قیمت بڑهاني چاهیے - یا اتني وسیع اشاعت هوني چاهیے که اس سے قیمت کي کمي کي تلافي هوجاے -

آخري عهد مصائب كي يادگار هيں - اُنميں سب سے بلند درجه اُسكے " مكالمات " اور " اعترافات " كو حاصل هے - اِن سے بهي بڑهكر اُسكي وه تحريريں هيں ' جو اُسنے پيرس كے اُسقف (لاٹ پادري) اور جنيوا كي حكومت كے جواب ميں لكهي تهيں -

(روسو اور كليسا كا معركه)

اِس جنگ ميں كون فتحمند رها : روسو يا اُسكے دشمن ؟

اِسكا جواب مدت هوئي خود زمانه دے چكا هے ! زندگي ميں اُسكے ليے دنيا چار بالشت زمين كا گوشه بهي مهيا نه كر سكي ' ليكن اسكے مرنے كے بعد يورپ كا تمام بر اعظم اپنے ذهن و فكر كا صرف ايك هي حكمراں ركهتا تها ' اور وه يهي معتوب عالم " روسو " تها !

ليكن آج همیں روسو كي زندگي پر تبصره كرنا نهيں هے - روسو كي زندگي پر تبصره رسائل كے مقالات ميں نهيں ' ضخيم كتابوں ميں هو سكتا هے - آج هم صرف اُسكي فكري اور قلمي معركه آرائيوں ميں سے ايك خاص معركه دكهانا چاهتے هيں - يهي اسكے قلم كے معركے هيں جو تهوڑے عرصے كے اندر انقلاب فرانس كے خونيں معركوں كي شكل ميں مبدل هو گئے - يه معركه اُس ميں اور پيرس كے اُسقف كے درميان واقع هوا تها - بلكه يوں كهنا چاهيے ' علم و عقل كے نئے ظهور اور مسيحي كليسا كے قديم جهل و جمود ميں هوا تها - هم اختصار پر مجبور هيں -

(اُسقف كا بيان)

اُسقف نے اپنا بيان اِس افسوس كے ساتهه شروع كيا هے كه فرانس ميں كفر اور الحاد پهيلتا جاتا هے - پهر يه ثابت كيا هے كه يه صورت حال ' قرب قيامت كي علامت هے جيسا كه پولس رسول نے پيشين گوئي كي هے - پهر اس مقدس مگر هولناك تمهيد كے بعد وه روسو پر پے در پے حملے شروع كر ديتا هے :

" يهي وه الحاد هے جسے ايك شخص (يعني روسو) نے اپني كتاب " اميل " Emilius ميں پيش كيا هے - اِس شخص نے گناه ميں نشو و نما پائي هے - يه ايك ايسي زبان بولتا هے جو فلاسفه كي زبان هے - مگر وه خود فلسفه سے تهي دست هے - يه ايك ايسا ذهن هے جس ميں معلومات بے ترتيبي سے ٹهونس ديے گئے هيں - مگر وه هنوز تاريك هے ' اور صرف اپني تاريكي هي پر قانع نهيں هے بلكه دوسرے دلوں ميں بهي تاريكي اتار رها هے - يه ايك ايسي طبيعت هے جو عجيب و غريب افكار كي دلداده اور مجهول راستوں كي شيفته هے - اِس ميں اخلاق كا افلاس اور فكر كي ثروت ' دونوں بيك وقت جمع هو گئي هيں - ايك طرف اُسے متقدمين كے اصول سے شغف هے ' دوسري طرف عقلي بدعتوں كي ايجاد كا جنون هے - وه خلوت پسند بهي هے اور شهرت پسند بهي - علم كي محبت كا بهي دعوى ركهتا هے اور علم كي عداوت كا بهي علم اٹهائے هے - انجيل كے كمال كا بهي اعتراف كرتا هے اور اُسے جڑ سے اكهاڑ پهينكنے كي بهي كوشش كرتا هے - فضيلت كي ايسي خوبصورت تصويريں اتارتا هے كه بے اختيار تحسين و آفرين كا نعره بلند هو جاتا هے - مگر پهر فوراً هي فسق و فجور كے پهاوڑوں سے اپني بنائي هوئي شاندار عمارت گرا بهي ديتا هے - يه نوع انساني كا معلم بنكر سامنے آيا هے ' مگر الحاد اور گمراهي كے سوا كچهه نهيں ركهتا - يه ضلالت كا امام هے - فساد كا مرشد هے - شيطان كا پيام بر هے - تاريكي كا رهبر هے - اور اس سے بهي كچهه زياده هے - وه اپني كتاب ميں انسان كو حيوان كے درجه ميں ركهتا هے - ايك اور رساله ميں نفس پرستي كي تبليغ كرتا هے - پهر تربيت كي كتاب لكهتا هے - مگر سراسر الحاد كي دعوت ديتا هے ! "

آگے چلكر اُسقف نے روسو كي كتاب " تربيت " پر اعتراض كيے هيں اور اس پر زور ديا هے كه يه " دعوت الحاد " هے - يه كتاب آج همارے هاتهوں ميں موجود هے - اسميں جس " الحاد " كي دعوت دى گئي هے وه صرف يه هے ' كه وه كهتا هے : " بچه كي دماغي تربيت و تعليم ايسي هوني چاهيے كه وه خود اِس قابل هو جائے كه دين حق كي معرفت پيدا كر سكے ' اور اسے تقليد و رسوم كي بنا پر نهيں بلكه فهم و بصيرت كے ساتهه منتخب كرے - همیں اس بات سے احتراز كرنا چاهيے كه اُسے كوئي ايسي دماغي جكڑ بندي كي تعليم ديں جس سے اُس ميں دماغي بصيرت اور مجتهدانه فكر كي قوت پيدا نه هو سكے اور دل و دماغ كسي جابرانه تاثير سے منفعل هو جائيں - همیں اس سے بهي احتراز كرنا چاهيے كه اسكے دماغ ميں كوئي ايسي بات اُتار ديں ' جسے وه خود اپني عقل سے معلوم نهيں كر سكتا "

اِس پر اسقف نے اعتراض كرتے هوئے لكها هے : " همیں اِس نظريه پر كوئي اعتراض نهيں هے - ليكن سوال يه هے كه كيا بچه كو گمراه هو جانے كيليے چهوڑ دينا چاهيے ؟ اگر ايسا نهيں كرنا چاهيے بلكه اُسے هميشه فطرة كي سچي راه پر ركهنا چاهيے ' تو وه سچا طريقه كيا هے ؟ كتاب تربيت كا مولف بند بند لفظوں ميں الحاد كي طرف دعوت ديتا هے - ليكن هم فطرت كے سچے طريقے يعني مسيحيت كو پيش كرتے هيں - درحقيقت دين مسيحي فطرتي دين هے - فطرت هميشه اِسي كي طرف رهنمائي كرتي هے - عقل انساني بجز انجيل كے راسته كے كوئي دوسري راه قبول هي نهيں كر سكتي - يه اس ليے كه انجيل كا دين ' فطرت اور عقل كا دين هے ! "

روسو اُسقف كي تمام تشريحات برداشت كر لے سكتا تها ' ليكن يقيناً اس بات كي برداشت اُسكي طاقت سے باهر هو گي كه " مسيحيت فطرة كي سچائي هے " اور وه " فطرة اور عقل كے دين كي طرف رهنمائي كرتي هے " ياد ركهنا چاهيے كه يه پرجوش اُسقف اور اسكے تمام هم مشرب جس " مسيحيت " اور " انجيل " پر عامل تهے اور اُسكي دعوت دے رهے تهے ' وه " كليسا " اور " پوپ " كي " مسيحيت " تهي - نه كه مسيحيت كي پہلے عهد كي ساده اور بے ميل مسيحيت - امريكن مصنف ڈريپر كے لفظوں ميں " اٹهارويں صدي كے تمام اجتماعي انقلابات غير ضروري هو جاتے ' اگر كليسا اور پوپ كي نمايندگي كي جگه مسيحيت اور مذهب كي كوئي دوسري نمايندگي وجود ميں آ سكتي "

در اصل ازمنهٔ وسطى سے مسيحيت كا جو جهل پرور اور مستبد مزاج پيدا هو گيا تها ' اسكا قدرتي رد فعل والٹير اور روسو كا انكار اور كفر تها !

اسكے بعد اسقف كهتا هے " اگر دين مسيحي هي وه سچا طريقه هے جسكے سوا فطرت انساني كوئي دوسري راه تصور هي نهيں كر سكتي - تو پهر روسو كا ديني تعليم و تربيت پر نكته چيني كرنا بجز اسكے كوئي معني نهيں ركهتا كه وه مخلوق كو هدايت سے هٹا كر ضلالت كي طرف بلا رها هے ! "

روسو نے كها تها " هر بچه جو اپنے بچپنے ميں خدا پر ايمان ركهتا هے ' ايك طرح كا بت پرست هے ' اور خدا كو انسان كي

یه هے یورپ کے اٹھارھویں صدي کي عجیب و غریب شخصیت جان جاک روسو - اور یه هے اُس کي انقلاب انگیز اور عالم افگن تعلیمات کا ساحرانه نفوذ، جس کي طرف کارلائل نے ان ضرب المثل بن جانے والے لفظوں میں اشاره کیا تھا !

نپولین کہا کرتا تھا " انقلاب فرانس کچھه نه تھا مگر روسو " ایک اور موقعه پر اُس نے کہا " روسو هي انقلاب کا باپ تھا " بلاشبه روسو انقلاب فرانس کا باپ تھا، لیکن وه اس سے بھي بڑھکر تھا - اُس نے صرف فرانس هي میں نہیں بلکه اپنے پورے عہد کي عقلي و اجتماعي زندگي میں انقلاب پیدا کردیا - اس کے مبادیات و اصول کو لوگ صحیح سمجھیں یا غلط، لیکن عملي دنیا کا فیصله یہي هوا که وه آنکھه بند کرکے اُس کي رهنمائي پر چل پڑي، اور اُس کے سوا دوسروں کي رهنمائي قبول کرنے سے انکار کردیا - اٹھارھویں صدي سے لیکر اس وقت تک دنیا کے قوموں کي حکومتوں میں، ان کي سوسایٹي اور معاشرت میں، اُن کے عقلي اعمال و عقائد میں، ان کے علم و فن کے کار و بار میں، ایک بہت بڑي زنده حقیقت روسو اور روسو کے اصول و مبادي هیں !

(مختصر حالات زندگي)

سنه ١٧١٢ ع میں روسو جنیوا میں پیدا هوا تھا - اُس کا باپ آیزک روسو ایک غریب آدمي تھا، مگر سست، ناکاره، اور بد اخلاق - گھڑیوں کي مرمت کرتا اور عورتوں کو ناچنا سکھا کر پیٹ پالتا لیکن اُس کي ماں بہت هي شریف عورت تھي - اُس کي شرم و حیا اور شریفانه نسواني جذبات کا تمام سوانح نگاروں نے اعتراف کیا هے - روسو میں اپنے ماں اور باپ، دونوں کے اخلاق جمع هوگئے تھے - البته بعد میں اُس نے بہت کچھه اصلاح کرلي تھي -

روسو کي ابتدائي تعلیم نہایت ناقص تھي - اُسے بچپن هي سے افسانے اور خیالي قصے پڑھنے کا شوق هوگیا تھا - لیکن اُس کے تمام سوانح نگار تسلیم کرتے هیں که یه مطالعه اُس کے عجیب ذهن کے لیے مضر نہیں بلکه مفید ثابت هوا -

روسو ابھي پوري طرح جوان بھي نہیں هوا تھا که اپني روزي کمانے پر مجبور هوگیا - اُس کے والد نے اُسے دستکاري کا پیشه اختیار کرنے پر مجبور کیا مگر اس میں کامیابي نہیں هوئي - کئي مقامات میں اُس نے نوکري کي مگر اپني تنگ مزاجي اور خاص قسم کي طبیعت کي وجه سے کہیں جم نه سکا - نه وه اپنے کسي آقا کو خوش کرسکتا تھا - نه اُس کا کوئي آقا اُسے مطمئن کردینے کي قابلیت رکھتا تھا !

اپني زندگي کا یه زمانه اُس نے سخت مصائب میں گزارا - تنگ دستي همیشه اُس کي رفیق رهي - بے اطمینانی نے کبھي ساتھه نه چھوڑا - صحبت نہایت خراب تھي - سوسائٹي کا سب سے زیاده بدترین طبقه اُس کے حصے میں آیا تھا -

(ترقي و شہرت کا پہلا موقعه)

٣٠ - سال اِس طرح گزر گئے - اب تک وه بالکل گم نام تھا - لیکن قدرت کي نظر عنایت اُس پر شروع هي سے تھي - وه اُسے اپنے مدرسۂ مصائب میں طیار کر رهي تھي -

سنه ١٧٤٩ ع میں اچانک اُس کے اقبال کا ستارا طلوع هوا - فرانس کے ایک علمي مجمع (اکادیمي) نے ایک موضوع مقرر کیا، اور اهل علم کو اُس پر بحث کي دعوت دي - مقابله سخت تھا - منتخب علماء میدان میں اُتر پڑے تھے - تاهم روسو نے همت کي اور مضمون لکھا - اُس کا مضمون سب سے بہتر ثابت هوا - مجمع علمي نے اِس گمنام " عالم " کي قابلیت کا اعتراف کیا اور اُسے مقابله کا انعام دیکر همت افزائي کي - اِس طرح دنیا نے پہلي مرتبه سنا که روسو، فرانس میں ایک بڑا عالم هے !

(حکومت اور کلیسا کا متحده حمله)

اب روسو پر شہرت کا دروازه کھل گیا - بڑي تیز گامي سے وه آگے بڑھا، اور تھوڑے هي عرصه کے اندر اپنے عہد کا سب سے بڑا عالم تسلیم کرلیا گیا -

مگر کیا اِس شہرت و عزت سے اُس کي زندگي کي مصائب دور هوگئیں ؟ نہیں، اور زیاده هوگئیں - پہلے وه صرف تنگ دستي کا شکار تھا، اب وه حکومت اور کلیسا کي دشمني کا بھي شکار هوگیا - جوں هي اُس کي تصانیف سوشل کنٹریکٹ، هلواز، اور امیل نامي شائع هوئیں، حکومت اور کلیسا کے ایوانوں میں تہلکه مچ گیا - دونوں نے بیک وقت اُس پر یورش کردي، اور انتقام لینے کیلیے اپنے تمام هتیار سنبھال لیے !

(مصائب و محن اور خاتمه)

" امیل " کے شائع هوتے هي، ٩ جون سنه ١٧٦٢ ع میں حکومت فرانس نے روسو کي گرفتاري کا فرمان جاري کردیا - مجبوراً اُسے فرار هي میں سلامتي نظر آئي - فرانس سے بھاگ کر جنیوا پہنچا مگر یہاں کي حکومت بھي اُس کے لیے فرانس سے بہتر ثابت نه هوئي - اُس نے بھي اس کي گرفتاري ضروري سمجھي - یه حال دیکھکر اس نے هالینڈ کا رخ کیا - مگر هالینڈ بھي ایک ایسے شخص کے استقبال کے لیے طیار نه تھا - اُس نے بھي دار و رسن سے استقبال کرنا چاها - اب اس کے سوا چاره نه تھا که اٹلي میں پناه لے - وه اٹلي پہنچا - مگر اٹلي پوپ کا پایۂ تخت تھا - وه اِس کے پہنچنے سے پہلے هي اس کے کفر و انکار پر گرفتاري و قتل کا فتوی صادر کرچکا تھا - بے بس هوکر وهاں سے بھي نکلا - اور انگلستان کي راه لي - اُسے امید تھي که انگلستان کے ایک گوشه میں پناه حاصل کرسکیگا - لیکن افسوس هے که وه بھي بے رحم نکلا - اب اُس کي مصیبت کا جام چھلک گیا تھا -

اب یورپ میں اُسے کہیں پناه نہیں مل سکتي تھي - جہاں چھپتا تھا - وهیں دشمن کا هاتھه دراز هوجاتا تھا : ضاقت علیهم الارض بما رحبت و ضاقت علیهم انفسهم کے عالم میں مبتلا تھا - ابھي یه مصیبت بڑھتي هي جاتي تھي که ایک دوسري مصیبت بھي شروع هوگئي - یعني طرح طرح کے جسماني امراض و آلام نے آگھیرا - آخر اِسي حالت میں، که دنیا اپني ساري وسعت کے ساتھه اُس پر تنگ هوچکي تھي، سنه ١٧٧٨ ع میں انتقال کیا، اور گوشۂ قبر میں پناه لي !

اِن مصائب نے رسو کے دل و دماغ پر کیا اثر ڈالا ؟ کیا وه اِن سے مرعوب هوگیا تھا ؟ کیا اپنے عقائد و افکار سے دست بردار هوگیا تھا ؟ کیا اُسنے اپنے بے پناه دشمن کے سامنے هتیار ڈالدیے تھے ؟

اگر وه ایسا کرتا تو یقیناً عیش کي زندگي بسر کرتا - مگر صرف زندگي هي بسر کرتا - زندگي کي عظمت حاصل نه کرسکتا - اپني موت کے ساتھه هي مرجاتا - اُسکي ساري عظمت، اُسکي دماغي قابلیتوں سے زیاده، اُسکے دل کي مضبوطي میں هے - بلا شبه وه اپنا جسم کونے کونے میں چھپاتا پھرا، مگر اُسکا قلم بے پناه شمشیر بنکر همیشه دشمن کا قلع قمع کرتا رها - اُسکي بلیغ ترین کتابیں، اِسي

معرکوں کے بعد اُنکي هيبت فرانسيسي فوجوں پر اِس قدر بيٹهه گئي تهي کہ اُنکا نام سنتے هي ميدان سے بهاگ جاتي تهيں - پچهلے دو سال برابر دروزيوں کا پله بهاري رها ' واقعات ثابت کر رهے تهے کہ فرانس کو بہت جلد سرجهکانا پڑيگا - بلکه حقيقت يه هے کہ دو مرتبه فرانس نے اندر هي اندر سرجهکا دينے کا فيصله بهي کر ليا تها -

مگر افسوس ' نتيجه بالکل برخلاف نکلا - فرانس نے وهي طريقه اختيار کيا جو ايسے موقعه پر هميشه طاقتور حريف اختيار کيا کرتا هے - اُس نے جنگ کو طول دينا شروع کر ديا - يه طوالت بے سرو سامان دروزيوں کيليے نا قابل تحمل تهي - وه دنيا کي اول درجه کي سلطنت کے مقابله ميں تنہا تهے - خود انکے وطن کي دوسري جماعتيں بهي انکے ساتهه شريک نه تهيں - جنگ نے زراعت ' تجارت ' اور هر طرح کے وسائل معيشت سے انهيں محروم کر ديا تها - بہت دنوں تک جمے رهے - ليکن آخر کب تک قدرتي موانع سے جنگ کرتے ؟ بے بس هوکر ترک جنگ پر آماده هوگئے - اب پورا ملک پهر فرانس کے رحم پر هے ' اُسوقت تک کيليے ' که مجاهدين وطن تازه دم هوکر کوئي دوسرا قدم اُٹها سکيں -

يه واقعه تمام مشرق کيليے ايک نيا تازيانۂ عبرت هے - اِسنے ايک مرتبه پهر يه حقيقت ظاهر کردي که تمام دول يورپ کس طرح مشرق کے غلام بنانے اور غلام رکهنے پر متفق هوگئي هيں - اُنميں باهم کتني هي منافست و رقابت کيوں نه هو ' مگر مشرقي قوموں کا سر کچلنے ميں وه اپني تمام رقابتيں بهول جاتي هيں - اِتنا هي نہيں بلکه ايک دوسري کي امداد و اعانت پر بهي آماده هو جاتي هيں - شامي جهاد آزادي ' اِس کي تازه مثال هے - جاننے والے اچهي طرح جانتے هيں که وه فرانس نہيں هے جسنے آج وطن پرستاران شام کو نيچا دکهايا هے - بلکه وه برطانيا هے جسکي اخلاقي و مادي امداد و اعانت نے فرانس کو فتحمند کيا هے - فرانس تو اپنا پورا زور لگا کر تهک چکا تها - وه پايۂ تخت دمشق کي بهي حفاظت نہيں کر سکتا تها - روز دروز آتے تهے اور پوري آزادي سے دمشق کي سڑکوں پر حملے کرتے تهے - حالانکه يہاں فرانس کا جنگي مرکز قائم تها - ليکن يه اُس وقت کي بات هے ' جب فرانس اِس جهاد کے مقابله ميں اکيلا تها - برطانيا کي اعانت اُسے حاصل نه تهي - يه واقعه هے که اُس نے گهبرا کر دو مرتبه اِراده کرليا تها که شاميوں کے مطالبات منظور کرلے ' اور اپنے ظالمانه مطامع سے باز آجاے -

برطانيه اِس معامله ميں کيونکر شريک هوا ؟ مختصر تفصيل اِس کي يه هے که جب دروزيوں کو فرانس کے مقابله ميں نماياں کاميابياں هونے لگيں تو فلسطين ' شرق اردن ' اور عراق ميں بهي اس کي صداے بازگشت بلند هونے لگي - شرق اردن کے تيور سب سے زياده خراب تهے - بلکه جابجا شورش بهي شروع هوگئي تهي - برطانيا نے ديکها که اگر اس علاقه ميں آگ لگ گئي تو فلسطين اور عراق تک اس کے شرارے پہنچ جائينگے ' اور پوري عربي قوم ميں حريت طلبي کي نئي سرگرمي پيدا هوجائيگي - برطانيا نے خيال کيا ' يه تمام بے چيني صرف اِس وجه سے هے که دروزيوں کي کاميابيوں نے عربوں کے دل بڑها ديے هيں اور فرانس کي پيهم شکستوں سے خود برطانيا کا رعب و داب بهي بے اثر هوتا جاتا هے - وه فرانس کي پيٹهه ٹهوکنے کيليے طيار هوگئي - فلسطين کے برطانوي حکام نے علانيه فرانس کي طرف امداد کا هاتهه بڑهايا ' اور اپني جنگي قوت سے دروزيوں پر دباؤ ڈالنے لگے -

بد قسمتي سے جغرافيائي اور جنگي حالات نے دروزيوں کو شرق اردن کا سخت محتاج بنا ديا تها - اُن پر تمام دروازے بند تهے - صرف شرق اردن کا دروازه کهلا تها - يہيں وه پناه ليتے تهے - يہيں تازه دم هوتے تهے - اور اسي راسته سے انهيں باهر کي مدد بهي مل جاتي تهي - برطانيا کے مخالف هوتے هي يه دروازه بهي اُنپر بند هوگيا - اتنا هي نہيں بلکه انهيں سرحدوں پر پريشان بهي کيا جانے لگا - اب دروزيوں کو دو سلطنتوں سے به يک وقت مقابله کرنا پڑا : فرانس اور برطانيا - يه بهي انهوں نے کيا - اور پورے باره مهينے تک ميدان ميں جمے رهے - مگر کبتک جمے رهتے ؟ سامان جنگ ختم هوگيا - رسد بند هوگئي - اب بجز بيٹهه جانے کے کوئي چارۂ کار باقي نہيں رها تها - چنانچه اِس هفته بے بس هوکر بيٹهه جانے کا فيصله کرلينا پڑا ! انا لله و انا اليه راجعون !

شام کے پايۂ تخت دمشق کا ايک منظر عام

يقيناً تاريخ عرب و اسلام شريف حسين اور اُسکے بيٹوں کو کبهي معاف نہيں کريگي ' جنکي بدولت يه تمام مصائب بلاد عربيه پر نازل هوے - شام ' فلسطين ' شرق اردن ' عراق ' يه تمام ممالک برطانيا اور فرانس کے قبضه ميں صرف اِسي خاندان کي خيانت اور طماعي سے گئے - اِس شامي جهاد آزادي کي ناکامي ميں بهي شريف حسين کے منجهلے لڑکے امير عبدالله کا بہت بڑا حصه هے - يه بے حميت برطانيا کے ٹکڑوں پر شرق اردن ميں پڑا هے - اور برطاني ملک گيري کي بنياديں اپني عزت فروشي سے مضبوط کر رها هے - اس نے دروز سے بڑي هي بے دردي اور بے حميتي کا سلوک کيا - وه جب پناه کي اميديں ليکر اسکي سر زمين ميں پہنچے ' تو اس نے انهيں فوراً نکل جانے کا حکم ديا - اُنهوں نے پهاڑوں اور ريگستانوں ميں جاکر پناه لي - مگر اسنے وهاں بهي اُنکا تعاقب کيا ' اور ايک ايک کرکے سب کو فرانس کے حواله کرديا !

اُنکي سب سے آخري جماعت ' علاقۂ ازرق ميں پناه گزيں تهي - اِسکي تعداد دو هزار تهي - امير عبدالله کو معلوم هوا تو اُسنے وهاں ايک طاقتور فوج بهيجدي - جنگي قانون کا اعلان کرديا ' اور انهيں مجبور کرديا که اپنے آپ کو فرانس کے حواله کرديں - چنانچه تمام لوگوں نے مجبور هوکر اپنے تئيں فرانس کے حواله کر ديا - حواله کرنے والوں ميں خود خاندان اطرش کے لوگ بهي هيں - مثلاً متعب بک اطرش ' علي بک اطرش ' عبدالغفار اطرش وغيرهم -

صورت میں یقین کرتا هے - عقل انساني اس عمر میں' خدا کا منــزه اور مطلق تصور کرهي نہیں سکتي !"

اسقف کا اِس پر اعتراض یه هے "اگر بچه بت‌پرست هوتا توکئي خداؤں کا قائل هوتا - اگر اسکے تفکر میں تجسم هوتا (یعني خدا کو انسان کي صورت دیتا) تو پروردگار کا جسم بتاتا - حالانکه مسیحي بچوں کا ایسا اعتقاد نہیں هوتا - وه صحیح معنوں میں موحد هوتے هیں - مولف (روسو) نے یه کہکر در اصل مسیحیت کو بت پرستي قرار دیا هے !"

روسو نے لکھا تھا "میں جانتا هوں که نظام عالم کو ایک قادر وحکیم اراده چلا رها هے - میں یه دیکھتا یا محسوس کرتا هوں' اور اسکي معرفت میري زندگي کیلیے ضروري هے - لیکن یه عالم کب سے اور کس طرح هے ؟ اشیاء کي اصل ایک هے یا متعدد هیں ؟ انکي طبیعت کیا هے ؟ یه میں نہیں جانتا' ورنه مجھے جاننے کي ضرورت هے ... یہي باعث هے که میں یه حقیر مسائل نظر انداز کر جاتا هوں - ممکن هے یه میري عقل کو مشغول کر لیں' مگر مجھے کوئي فائده نہین پہنچا سکتے - پھر یه مسائل میري عقل سے بالا تر بھي هیں ..."

اِس پر اسقف اعتراض کرتا هے " بے باک مصنف کا اِس قول سے کیا مقصود هے ؟ وه جانتا هے که کائنات کا نظام ایک قادر و حکیم اراده کے ماتحت هے - وه اعتراف کرتا هے که اِس حقیقت کا علم اسکے لیے ضروري هے - لیکن باوجود اِسکے کہتا هے " نہیں معلوم اشیاء کي اصل ایک هے یا ایک سے زیاده هے ؟ پھر دعوی کرتا هے که مجھے اِس نقطه کے معلوم کرنے کي کوئي ضرورت نہیں - مصنف' در اصل خدا کي وحدانیت پر شک رکھتا هے - اِس علم کے بعد که کائنات ایک قادر وحکیم اراده کے تصرف و اختیار میں هے' کیا یه سوال پیدا هو سکتا هے که اشیاء کي اصل ایک هے یا کئي هیں ؟ کیا یه ممکن هے که پہلي حقیقت کا علم ضروري هو اور دوسري کي معرفت غیر ضروري قرار پائے ؟ کیا یه صریح تناقض اور الحاد نہیں هے ؟ وه کہتا هے میں خدا کي طبیعت و حقیقت سے باخبر هوں' لیکن ساتھه هي یه دعوی بھي کرتا هے که یه موجود حقیقي' علم' قدرت' اراده' اور حکمت رکھتا هے ! اس سے تو معلوم هوا که وحدانیت اُسکے خیال میں ایک " حقیر سا مسئله " هے' اور کسي طرح بھي اُسکي عقل میں نہیں آ سکتا - لیکن معلوم هوتا هے' متعدد خداؤں کا تصور اُسکي عقل کے نزدیک معقول هے - بھلا اِس حماقت سے بڑھ کر بھي کوئي حماقت هو سکتي هے ؟"

روسو معجزات کو اس معني میں تسلیم نہیں کرتا که وه خارق عادت هیں - معجزات پر گفتگو کرتے هوئے اُسنے لکھا هے " یا للعجب ! همیشه آدمیوں هي کي گواهیاں ! آدمي' اپنے هي جیسے آدمیوں سے سنتے هیں اور دوسرے آدمیوں کو سناتے هیں ! میرے اور خدا کے درمیان آدمیوں کے کتنے اَن گنت واسطے قائم هوگئے هیں !"

اس پر اسقف لکھتا هے " اگر آدمیوں کي گواهي معتبر نہیں هے تو پھر هم پوچھتے هیں مؤلف نے اسپارٹا' ایتھنز' اور روم کو کیونکر جانا جنکي عظمت کا وه همیشه راگ گایا کرتا هے ؟ اِن قدیم جمہوریتوں اور مؤلف کے مابین آدمیوں کے کتنے بہت سے واسطے موجود هیں ؟ وه اِن واسطوں پر شک نہیں کرتا - لیکن مسیحي معجزات کي روایت میں وه کوئي واسطه منظور کرنا نہیں چاهتا - در اصل اُسکے اعتراض کي اصلي علت' الحاد هے - وه خدا هي کو نہیں مانتا !"

اسقف کا بیان بہت طویل هے - اِس مضمون میں اُسکا پورا خلاصه بھي ممکن نہیں - لیکن اُسکا آخري اعتراض ضرور نقل کر دینا چاهیے - روسو نے بادشاهوں کے وجود پر سختي سے حمله کیا هے - اُسقف اسکے جواب میں لکھتا هے :

" یه بھي مؤلف کا الحاد هي هے جس سے متأثر هوکر وه بادشاهوں کے وجود پر نکته چیني کرتا هے - بادشاهوں کو برباد کرکے وه ایسے قواعد جاري کرنا چاهتا هے' جنکا نتیجه بجز بد امني اور طوائف الملکي کے اور کچھه نہیں هوگا - مصنف کے مذهب اور دین حق میں کتنا تضاد هے ؟ مصنف بد اخلاقي اور بد امني کي تعلیم دیتا هے - لیکن دین حق خشیت الہي اور بادشاه کي اطاعت کا حکم دیتا هے - دین کا حکم یه هے که هر آدمي اپنے آقا کي فرمانبرداري کرے - دین کہتا هے پادشاهي' خدا کي قوت هے - اُسکا پاک سایه هے - اور اُسي نے زمین پر نازل کي هے - جو اِس کا مخالف هے' وه خود خدا کا باغي هے - اُس پر خدا کي ابدي لعنت هو !"

اس طرح اُسقف نے اپنا رساله قرب قیامت کي هولناکي سے شروع کرکے " ابدي لعنت " کي پیشکش پر ختم کر دیا هے !

یه روسو کے سب سے بڑے کلیسائي مناظر کا حمله تھا - اب دیکھنا چاهیے' روسو نے اسکا دفاع کیونکر کیا هے ؟ روسو کے سخت سے سخت نکته چیں بھي تسلیم کرتے هیں که اُسکا جواب اُسکي مناظرانه قوت بیانیه کا بے نظیر ثبوت تھا -

هم آینده اشاعت میں اسکا خلاصه درج کرینگے -

عالم مشرق و اسلام

مکتوب شام

(الهلال کے مقاله نگار مقیم دمشق کے قلم سے)

دروزي جهاد آزادي کا خاتمه

میں یه مکتوب اِس حال میں لکھه رها هوں که هاتھه میں رعشه هے' آنکھوں میں آنسو هیں' دل میں حسرت و الم هے - میں هي نہیں' اِس وقت شام میں کون هے جو خون کے آنسو نہیں رو رها هے ؟ دمشق کے آسمان پر اندھیرا چھا گیا هے - اور شام کے مرغزار مایوسي کي خزاں سے مرجھا گئے هیں - اسلیے که آزادي کي امیدیں ملتوي هوگئیں - تین سال هوئے شام کے ابطال وطن نے آزادي کا علم بلند کیا تھا - آج وه علم گر گیا هے - اِس لیے پورا ملک اور اُسکي قومي غیرت' سر نگوں هے !

ملک شام خصوصاً دمشق نے اپني سرزمین پر تاریخ کے عظیم ترین واقعات مشاهده کیے هیں - دروز کا جهاد آزادي بھي ایک ایسا هي عظیم واقعه هے - مشرق کي تاریخ میں همیشه یه زریں حروف میں ثبت رهے گا - جبل دروز' جو اِس جهاد کا مرکز تھا' صرف پچاس ساٹھه هزار کي آبادي رکھتا هے - یہي آبادي' دروزیوں کي مرکزي آبادي هے - اور یہي دروز هیں جنھوں نے فرانس جیسي عظیم الشان سلطنت کے قدم' شام سے اکھاڑ دیے تھے ! ابتدائي

بصائر و حکم

انسانیت موت کے دروازہ پر!

مشاہیر عالم اپنے اوقات وفات میں!

عمرو بن العاص

حضرت عمرو بن العاص (رض) کی شجاعت، تدبر، فتوحات سے تاریخ کے صفحات لبریز ہیں۔ مصر کی فتح سراسر انھی کے تدبر و قیادت کا نتیجہ تھی۔ خلافت اموی کے قیام میں انہی کی سیاست کارفرما تھی۔ اپنے عہد کی سیاست میں ہمیشہ پیش پیش رہے۔ مورخین نے اتفاق کیا ہے کہ عرب کی سیاست تین سروں میں جمع ہو گئی تھی: عمرو بن العاص، معاویہ بن ابی سفیان، زیاد بن ابیہ۔ اتفاق سے یہ تینوں سر ملکر ایک ہو گئے۔ انھوں نے سیاسی حکمت عملیوں سے اسلامی سیاست کا دھارا اُس طرف پھیر دیا جدہر وہ پھیرنا چاہتے تھے۔ حضرت علی علیہ السلام اور خلافت راشدہ کے نظام کو صرف امیر معاویہ کی سیاست نے شکست نہیں دی تھی۔ اس میں سب سے زیادہ کارفرما دماغ عمرو بن العاص کا تھا۔

ایک ایسے سیاسی مدبر نے موت کا کس طرح خیر مقدم کیا تھا؟ ذیل کی سطروں میں اس کی تفصیل ملے گی:

ایک عجیب سوال

جب بیماری نے خطرناک صورت اختیار کر لی اور عرب کے اس دانشمند کو زندگی کی کوئی اُمید باقی نہ رہی، تو اُسنے اپنی فوج خاصکر افسر اور سپاہی طلب کئے۔

لیٹے لیٹے اُن سے سوال کیا "میں تمھارا کیسا ساتھی تھا؟"

"سبحان اللہ! آپ نہایت ہی مہربان آقا تھے۔ دل کھول کر دیتے تھے۔ ہمیں خوش رکھتے تھے۔ یہ کرتے تھے۔ وہ کرتے تھے..."

وہ بڑی سرگرمی اور جوش سے جواب دینے لگے۔

ابن عاص نے یہ سنکر سنجیدگی سے کہا "میں یہ سب کچھ صرف اس لئے کرتا تھا کہ تم مجھے موت سے بچاؤ گے کیونکہ تم سپاہی تھے اور میدان جنگ میں اپنے سردار کے لئے سپر تھے۔ لیکن یہ دیکھو، موت سامنے کھڑی ہے اور میرا کام تمام کر دینا چاہتی ہے۔ آگے بڑھو اور اُسے مجھ سے دور کر دو!"

سب ایک دوسرے کا حیرت سے مُنہ تکنے لگے۔ پریشان تھے، کیا جواب دیں؟

"اے ابو عبداللہ!" دیر کے بعد اُنھوں نے کہا "واللہ ہم آپکی زبان سے ایسی فضول بات سننے کے ہرگز متوقع نہ تھے۔ آپ جانتے ہیں کہ موت کے مقابلہ میں ہم آپکے کچھ بھی کام نہیں آسکتے۔"

انھوں نے آہ سرد بھری "واللہ میں یہ حقیقت خوب جانتا ہوں" اُنھوں نے حسرت سے کہا "واقعی تم مجھے موت سے ہرگز نہیں بچا سکتے۔ لیکن اے کاش! یہ بات پہلے سے سوچ لیتا! اے کاش میں نے تم میں سے کوئی ایک آدمی بھی اپنی حفاظت کے لئے نہ رکھا ہوتا۔ ابن ابی طالب (حضرت علی) کا بھلا ہو۔ کیا ہی خوب کہہ گیا ہے: آدمی کی سب سے بڑی محافظ خود اُس کی اپنی موت ہے!" (طبقات ابن سعد)

دیوار کی طرف مُنہ کرکے رونے لگے

راوی کہتا ہے ہم عمرو بن العاص کی عیادت کو حاضر ہوئے۔ وہ موت کی سختیوں میں مبتلا تھے۔ اچانک دیوار کی طرف مُنہ پھیر لیا اور پھُوٹ پھُوٹ کر رونے لگے۔ اُنکے بیٹے عبداللہ نے کہا "آپ کیوں روتے ہیں؟ کیا رسول اللہ آپ کو یہ یہ بشارتیں نہیں دے چکے ہیں؟" اُنھوں نے بشارتیں سُنائیں۔ لیکن ابن عاص نے روتے ہوئے سر سے اشارہ کیا۔ پھر ہماری طرف منہ پھیرا اور کہنے لگے:

زندگی کے تین دور

"میرے پاس سب سے افضل دولت "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کی شہادت ہے۔

"مجھ پر تین حالتیں گزری ہیں:

"ایک وقت وہ تھا کہ رسول اللہ سے زیادہ میں کسی کی اپنے دل میں دشمنی نہیں رکھتا تھا۔ میری سب سے بڑی تمنا یہ تھی کہ کسی طرح قابو پاکر آپ کو قتل کر ڈالوں۔ اگر میں اس حالت میں مرجاتا تو یقیناً جہنمی مرتا"

"پھر ایک وقت آیا جب خدا نے میرے دل میں اسلام ڈال دیا۔ میں رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ عرض کیا: یا رسول اللہ! ہاتھ بڑھائیے، میں بیعت کرتا ہوں۔ آپنے دست مبارک دراز کیا۔ مگر پھر میں نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ فرمایا "عمرو! تجھے کیا ہوا؟" میں نے کہا "ایک شرط چاہتا ہوں" فرمایا "کونسی شرط؟" میں نے عرض کیا "یہ شرط کہ میری بخشش ہو جائے" اسپر ارشاد ہوا "اے عمرو! کیا تجھے معلوم نہیں کہ اسلام اپنے سے پہلے کے تمام گناہ مٹا دیتا ہے؟ ہجرت بھی مٹا دیتی ہے؟ حج بھی مٹا دیتا ہے؟" (یہ ابن العاص کی مشہور روایت ہے جسے شیخین نے بھی روایت کیا ہے)

"اُسوقت میں نے اپنا یہ حال دیکھا کہ نہ تو رسول اللہ سے زیادہ مجھے کوئی دوسرا انسان محبوب تھا، اور نہ رسول اللہ سے زیادہ کسی کی عزت میری نگاہ میں تھی۔ میں سچ کہتا ہوں، اگر کوئی مجھ سے آپ کا حلیہ پوچھے، تو میں بتا نہیں سکتا۔ کیونکہ انتہائی عظمت و ہیبت کی وجہ سے میں آپ کو نظر بھر کے دیکھ ہی نہیں سکتا تھا۔ اگر اس حالت میں مرجاتا تو میرے جنتی ہونے کی پوری اُمید تھی!"

"پھر ایک زمانہ آیا جس میں ہمنے بہت سے اونچ نیچ کام کئے۔ میں نہیں جانتا اب میرا کیا حال ہوگا؟"

مٹی آہستہ آہستہ ڈالنا

"جب میں مروں تو میرے ساتھ رونے والیاں نہ جائیں۔ نہ آگ جائے۔ دفن کے وقت مجھ پر مٹی آہستہ آہستہ ڈالنا۔ میری قبر سے فارغ ہوکر اُسوقت تک مجھ سے قریب رہنا، جب تک جانور ذبح کرکے اُن کا گوشت تقسیم نہ ہو جائے۔ کیونکہ تمھاری موجودگی سے مجھے انس حاصل ہوگا پھر میں جان لوں گا کہ اپنے پروردگار کے قاصدوں کو کیا جواب دوں؟" (طبقات ابن سعد)

بگڑتا زیادہ ہوں، بنتا کم ہوں!

ہوش حواس آخر وقت تک قائم تھے۔ معاویہ بن خدیج عیادت کو گئے۔ تو دیکھا۔ نزع کی حالت ہے۔ پوچھا کیا حال ہے؟ آپنے جواب دیا "پگھل رہا ہوں۔ بگڑتا زیادہ ہوں، بنتا کم ہوں۔ اس صورت میں بوڑھے کا بچنا کیونکر ممکن ہے؟" (عقد الفرید و ابن سعد)

حضرت ابن عباس سے سوال جواب

حضرت عبداللہ بن عباس عیادت کو آئے۔ سلام کیا۔ طبیعت پوچھی۔ کہنے لگے "میں نے اپنی دنیا کم بنائی مگر اپنا دین زیادہ بگاڑ لیا۔ اگر میں نے اُسے بگاڑا ہوتا جسے سنوارا ہے، اور اُسے سنوارا ہوتا جسے بگاڑا، تو یقیناً بازی لیجاتا۔ اگر مجھے اختیار ملے تو ضرور اسکی آرزو کروں۔ اگر بھاگنے سے بچ سکوں تو ضرور بھاگ جاؤں۔ اب وقت تو میں منجنیق کی طرح آسمان اور زمین کے درمیان معلق ہو رہا ہوں۔ نہ اپنے ہاتھوں کے زور سے اوپر چڑھ سکتا ہوں، نہ اپنے پیروں کی قوت سے نیچے اُتر سکتا ہوں۔ اے میرے بھتیجے! مجھ کوئی ایسی نصیحت کر جس سے فائدہ اُٹھاؤں"

ابن عباس نے جواب دیا "آہ! اے ابو عبداللہ! اب نصیحت کا وقت کہاں؟ آپ کا بھتیجا تو خود بوڑھا ہوکر آپ کا بھائی بن گیا ہے۔ اگر آپ رونے کے لئے کہیں تو میں رونے کو حاضر ہوں۔ جو مقیم ہے وہ سفر کا کیونکر یقین کر سکتا ہے؟"

عمرو بن العاص یہ جواب سنکر بہت افسردہ ہوئے اور کہنے لگے "اُف! کیسی سخت گھڑی ہے! کچھ اوپر اَسّی برس کا سن! اے ابن عباس تو مجھے پروردگار کی رحمت سے مایوس کرتا ہے؟ الہٰی! یہ ابن عباس ہے جو مجھے تیری رحمت سے نا امید کر رہا ہے! الہٰی! مجھے خوب تکلیف دے، یہاں تک کہ تیرا غصہ دور ہو جائے اور تیری رضامندی لوٹ آئے"!

ابن عباس نے کہا "ہیہات! ابو عبداللہ! آپنے جو چیز لی تھی وہ تو نئی تھی اور اب دے رہے ہیں وہ چیز جو پرانی ہے! یہ کیسے ممکن ہے؟"

اسپر وہ آزردہ خاطر ہو گئے: "ابن عباس! مجھے کیوں پریشان کرتا ہے؟ جو بات کہتا ہوں، اُسے کاٹ دیتا ہے!" (استیعاب)

موت کی کیفیت

عمرو بن العاص زندگی میں اکثر کہا کرتے تھے "مجھے اُن لوگوں پر تعجب ہے جن کے موت کے وقت حواس درست ہوتے ہیں مگر موت کی حقیقت بیان نہیں کرتے" لوگوں کو یہ بات یاد تھی جب وہ خود اس منزل میں پہونچے، تو حضرت عبداللہ بن عباس نے یہ مقولہ یاد دلایا (ایک روایت میں ہے کہ خود اُنکے بیٹے نے سوال کیا تھا) عمرو بن العاص نے ٹھنڈی سانس لی: "جان من!" اُنھوں نے جواب دیا "موت کی صفت بیان نہیں ہو سکتی۔ موت ناقابل بیان ہے۔ لیکن میں اسوقت صرف ایک اشارہ کر سکتا ہوں۔ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے گویا آسمان، زمین پر ٹوٹ پڑا اور میں

(سلطان پاشا اطرش)

ليکن جهاد آزادي کے علم بردار سلطان پاشا اطرش نے هتيار ڈالنے سے انکار کر ديا - دمشق ميں اُنکے بعض دوستوں کے پاس ميں نے اُنکا ايک تار پڑها هے - اُسميں وه لکهتے هيں :

" ميں نے هتيار رکهنے سے انکار کر ديا هے - کيونکه مرد هتيار نهيں رکها کرتے - ميں صحراء کي طرف اپنے خاندان کے ساتهه جا رها هوں کيونکه برطاني حکام اور امير عبدالله نے مجهے علاقهٔ ازرق ميں رهنے نهيں ديا ! "

مجهے معتبر ذرايع سے معلوم هوا سے که انگريزوں نے سلطان پاشا اطرش سے کها تها که " فلسطين چلے آئيں ' هم امن دينگے " اِس سے اُنکي غرض يه تهي که فرانس پر دباؤ رکهنے اور اپني مطلب براريوں کے ليے اُنهيں نظر بند کرکے رکهه چهوڑيں - مگر سلطان پاشا نے انکار کر ديا :

" ميں نے قسم کهائي هے که کسي ايسے ملک ميں هرگز نهيں رهونگا جس پر اجنبي علم لهراتا هو ! "

يهه اُنکا قطعي جواب تها !

پهر آخر سلطان پاشا کهاں پناه لينگے ؟ يه سوال تها جو برطاني ' فرانسيسي ' اور عربي حلقوں ميں گشت لگا رها تها - مگر اسکا جواب بهت جلد مل گيا اور ايسا ملا که سب کو حيرت هوگئي - لوگوں کو اچانک معلوم هوا که سلطان پاشا اطرش اور اُنکے ۴۵ رفيق ' سلطان ابن سعود کے مهمان هوکر حجاز جا رهے هيں ' اور پانچ سو سے زياده دروزي جو ابتک مسلح هيں اور هتيار نه رکهنے کا فيصله کر چکے هيں ' وه بهي عنقريب اسي طرف روانه هونے والے هيں -

لوگوں کو حيرت اِس وجه سے هوئي که نجدي از حد متعصب مشهور هيں - اس صورت ميں وه دروزيوں کے سردار کا کيونکر استقبال کرسکتے هيں جو اسلام کے تمام فرقوں ميں سب سے زياده عام اسلامي رسوم و عوائد سے دور هيں ؟ ليکن واقعه يه هے که سلطان ابن سعود نے ايک مرتبه پهر اپني اور اپني قوم کي بے تعصبي اور عربي حميت کا ثبوت دنيا کے سامنے پيش کرديا - اُنهوں نے جونهي سنا که دروزي مجاهدين پر عرصهٔ زمين تنگ هے ' فوراً دعوت دي اور اپنے جوار حمايت ميں پناه دينے کا اعلان کرديا - اُن کے طرز عمل نے صرف يهي ثابت نهيں کرديا که وه اپنے عقائد ميں حد درجه بے تعصب هيں ' حتیٰ که دروز جيسے عقائد رکهنے والوں کو بهي اپنا مهمان بنا ليتے هيں ' بلکه يه بهي ثابت کرديا که وه فرانس اور برطانيا ' دونوں سے بے خوف هيں اور اداء فرض اسلامي و عربي کي راه ميں ان کي کوئي پروا نهيں کرتے - ميں يه بات بهي آپ کے علم ميں لاني چاهتا هوں که مجاهدين شام اور سلطان ابن سعود کے درميان راه و رسم پيدا کرنے کے ليے بعض هندوستاني زعماء نے جو سعي مشکور کي تهي ' اس کا يهاں هر شخص کو اعتراف هے - يقيناً آپ کے ليے اس کي ضرورت نه هوگي که مزيد تشريح کي جائے -

سب سے زياده تعجب لوگوں کو اِس پر هوا که سلطان پاشا اطرش ' دومة الجندل ميں قيام کريں گے - " دومة الجندل " کے لفظ ميں عربي تاريخ و روايت کے جو جذبات پوشيده هيں ' ان سے آپ بے خبر نه هونگے - جغرافيائي حيثت سے اس مقام کي جو اهميت هے ' وه بهي آپسے پوشيده نه هوگي - يه وهي مقام هے جسے آج کل " جوف " کهتے هيں - يه نجد ' حجاز ' اور شرق اردن کي سرحدوں پر واقع هے ' اور جنگي نقطهٔ نظر سے تينوں ملکوں کے ليے اهم ترين مقام هے - سلطان پاشا کا يهاں قيام يه معني رکهتا هے که وه شام کي سياست سے بالکل الگ نهيں هوگئے هيں ' اور اُن کے دلوں کي اميديں اب تک زندگي کي آرزوئيں رکهتي هيں !

(امن کے مظاهرے)

دروزيوں کے هتيار رکهدينے کے بعد هي هر طرف حکومت نے امن کے مظاهرے کرنا شروع کر ديے هيں - دمشق کے اندر جتنے مورچے اور جنگي چوکياں تهيں ' سب اُٹها لي گئي هيں - فوجي قانون کي عدالت بهي اُٹهه گئي هے - جنگي قوانين بهي امروز فردا ميں اُٹها ديے جائينگے - حکومت کي طرف سے کئي نئي سڑکيں جاري کرنے کا اعلان هوا هے - کئي نئي عمارتوں کي تعمير بهي شروع هوگئي هے - اِن تمام باتوں سے حکومت کا مقصد يه دکهلانا هے که اب ملک حالت امن ميں هے ' اور اُس کي قوت تمام مخالفوں پر غالب آگئي هے -

هاں ' ان کے جسموں پر تو غالب آگئي هے ' ليکن دلوں پر جو زخم لگ چکے هيں ' وه ايسے نهيں هيں جو صديوں سے پهلے مندمل هو سکيں !

(هائي کمشنر کي مهر سکوت)

اب تک هائي کمشنر موسيو بونسو ' بالکل خاموش تهے ' اور اپنا انداز کچهه اس طرح کا بنا رکها تها ' گويا وه ملک کو کچهه دينے اور اُس کے مطالبات منظور کرنے والے هيں - مگر دروزيوں کے هتيار رکهتے هي اُن کي مهر سکوت بهي ٹوٹ گئي - اُنهوں نے ايک اخبار کے نامه نگار سے شام کے مستقبل کے متعلق يه عجيب تصريح کي هے :

" اخبارات مجهے ملامت کر رهے هيں که ميں خاموش هوں - مجهسے بولنے کا اصرار کيوں هے ؟ کيا يه چاها جاتا هے که ميں کوئي ايسا وعده کرلوں جسے بعد ميں پورا نه کروں ؟ ميں عمل پسند کرتا هوں - قول پسند نهيں کرتا "

اخبار کے نمائندے نے بهت اصرار سے پوچها " آخر شام کے مطالبات کب منظور کيے جائنگے ؟ کچهه تو کهيے ؟ " هائي کمشنر نے جواب ديا " آپ مجهسے يه خواهش کيوں کرتے هيں که دو دن کے اندر آسمان طيار کردوں ؟ "

هميں اس جواب کي معقوليت سے انکار نهيں - دو دن کے اندر موسيو بونسو کا آسمان جبهي بن سکتا هے ' جب بنانے والے نوک شمشير سے بنا ڈالنے کا عزم کرليں - اگر ايسا نهيں هے تو يقيناً دو صدياں بهي اس کے ليے کافي نهيں - شام نے مجبور هوکر تلوار اٹهائي اور اپنا آسمان سياست تعمير کرنا شروع کرديا ' مگر افسوس هے که يه مرحله پهلے قدم ميں طے هونے والا نه تها - ان کي شمشيريں جن سے وه آلهٔ تعمير کا کام لے رهے تهے ' ٹوٹ گئيں - اب دنيا کو انتظار کرنا چاهيے که يه ٹوٹي هوئي شمشيريں پهر ڈهالي جائيں ' اور از سر نو شام کي قسمت کا آسمان تعمير کيا جا سکے !

نهيں کها جاسکتا يه وقت کب آئيگا ؟ مگر يقين رکهيے اِس وقت کي آمد ميں هميں کوئي شک نهيں هے - اگر شام کي تمام آبادي سے قطع نظر بهي کرلي جائے ' جب بهي صرف دروزي قبائل هي کا گروه ايک ايسا گروه هے جو اس طرح کي هزار نا کاميابيوں اور بربادیوں کے بعد بهي جنگ آزادي سے باز نهيں آسکتا - آج وه تهک کر بيٹهه گئے هيں ' تو کسي دوسرے دن اُٹهه بهي سکتے هيں - اس سفر ميں وقفهٔ و سکون کے بغير چاره نهيں - يه ضروري هے که جونهي اُنهيں دوسرا موقعه ملا ان ميں سے هر متنفس کا سر اُس کي هتيليوں پر آجائيگا - اور وه پهر دُنيا کو اپنے جهاد آزادي سے متعجب کرديں گے !

موسم گرما کا نایاب تحفہ

صرف ہمدرد دواخانہ سے ملیگا

قیمت ۱۲ر

شربت روح افزا ۲۹۳ع (رجسٹرڈ)

جو تقریباً ۲۰ سال کے عرصہ میں اپنی بے شمار خوبیوں کی وجہ سے اسم بامسمّیٰ ہو کر بلا تفریق مذہب عام ہر دلعزیزی و شرف مقبولیت حاصل کرکے: صرف ہندوستان بلکہ ممالک غیر تک شہرت حاصل کر چکا ہے اور جسکو چشم بد (حریص) سے محفوظ رکھنے کے لئے تمام ہندوستان کے واسطے گورنمنٹ سے رجسٹرڈ بھی کرا لیا گیا ہے۔

محترم ناظرین! آپ میں جو اصحاب اس کا استعمال کر چکے ہیں اُن سے تو اسکے تعارف کرانے کی ضرورت نہیں کیونکہ آپ کی مسلسل و پیہم شائقانہ خریداری اسکی پسندیدگی و قدردانی کی خود دلیل ہے لیکن ہندوستان جیسے وسیع بر اعظم میں جن لوگوں کو اس کے استعمال کا اب تک اتفاق نہیں ہوا اُن سے اس کی بیشمار خوبیوں میں سے چند عرض کی جاتی ہیں۔

اسکی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس شربت کا استعمال کسی مذہب کے خلاف نہیں۔ دوسری خوبی یہ ہے کہ ہر تندرست انسان بلا قید عمر و مزاج موسم گرما میں خوش ذائقہ و فرحت بخش چیز کی حیثیت سے استعمال کر سکتا ہے۔

ناظرین! یہ شربت کیا ہے؟ اعلیٰ قسم کے نواکہات مثل انگور۔ انار، سیب۔ رنگترہ وغیرہ اور بہت سی اعلیٰ قسم کی ادویہ کا مرکب ہے جو خاص ترکیب اور جانفشانی سے تیار کیا جاتا ہے۔ مفرح قلب ہے خوش ذائقہ ہے۔ تشنگی اور گھبراہٹ کو دور کرتا ہے اختلاج قلب دردسر و دوران سر و متلی وغیرہ کی شکایات کو رفع کرتا ہے۔ سوداوی امراض کے واسطے عموماً اور گرم مزاج والے اصحاب کے واسطے خصوصاً بہت مفید ہے۔ معنوی خوبیوں کے علاوہ جو استعمال سے تعلق رکھتی ہیں ظاہرا طور پر رنگ دلفریب اور پیکنگ کی صفائی دیدہ زیب ہے اس کی اشاعت سے محض ذاتی نفع مقصود نہیں بلکہ ہم خرما و ہم ثواب کے مصداق ملک کی خدمت کرنا اور ہندوستانی اشیاء کی ترویج کو ترقی دینا مد نظر ہے۔ ہمیں امید ہے کہ آپ بوتل دیکھ کر اور استعمال کر کے جو بیدار شدہ نوخیز ہندوستان کی صنعت کا اُمید افزا نمونہ ہے اور جس کی ہر چیز دیسی ہے خوش ہونگے اور باوجود اس قدر خوبیاں ہونے کے قیمت اس لئے کم رکھی ہے کہ ہر حیثیت کے لوگ اس سے فائدہ حاصل کر سکیں۔

نوٹ۔ اس شربت کی عام مقبولیت کو دیکھ کر بہت سے ہمارے ہم پیشہ حضرات ناجائز فائدہ اٹھانے کی مختلف ترکیبیں نکالتے ہیں۔ مثلاً کوئی اس شربت کا ملتا جلتا نام رکھ لیا ہے۔ لہذا آپ شربت خریدتے وقت دھوکا نہ کھائیں بلکہ بوتل پر ہمدرد دواخانہ کا خوشنما لیبل اور اس پر لفظ رجسٹرڈ ضرور ملاحظہ فرمائیں۔

واضح رہے کہ یہ شربت ہمدرد، دواخانہ کی مخصوص چیز ہے اور اصلی صرف ہمدرد دواخانہ دہلی ہی سے مل سکتا ہے۔

پتہ۔ ہمدرد دواخانہ دہلی

تار کا کافی پتہ ہمدرد، دہلی

اگر آپ انگلستان کی سیاحت کرنا چاہتے ہیں تو
یاد رکھئے

کہ آپ کو ایک مستند اور آخرین رہنما گائڈ بک کی ضرورت ہے جو انگلستان کے تمام
شہروں، سوسائیٹیوں، ہوٹلوں، کلبوں، تھیٹروں، رقص گاہوں،
قابل دید مقامات، اور آثار قدیمہ وغیرہ سے آپکو مطلع کرے۔ نیز جس سے وہ تمام
ضروری معلومات حاصل کیجا سکیں جن کی ایک سیاح کو قدم قدم پر
ضرورت پیش آتی ہے

ایسی مکمل گائڈ بک صرف
ڈنلاپ گائڈ ٹو گریٹ برٹین
The Dunlop Guide to Great Britain
کا دوسرا ایڈیشن ہے۔ ہندوستان کے تمام انگریزی کتب فروشوں اور بڑے بڑے
ریلوے اسٹیشنوں کے بک اسٹال سے مل سکتی ہے

اگر آپکو

دمہ
(ضیق النفس)
یا
کسی طرح کی بھی معمولی کہنہ کھانسی کی شکایت ہے تو
تامل نہ کیجئے اپنے سے قریب دوا فروش کی دکان
سے فوراً ایک ٹین

HIMROD

کی
مشہور عالم دوا کا منگوا کر
استعمال کیجئے

اگر آپ

عِلم وکتب کی وسعت اور دستِ طلب کی کوتاہی سے گھبرا گئے ہیں، تو کیوں کسی ایسے مقام کی جستجو
نہیں کرتے جہاں دُنیا کی تمام بہترین اور منتخب کتابیں جمع کر لی گئی ہوں؟

ایسا مقام موجود ہے!

J. & E. Bumpus Limited,
350, Oxford Street,
LONDON, W.1.

جو

دنیا میں کتب فروشی کا عظیم مرکز ہی

اور

جسے ملک معظم برطانیہ اور اُنکے کتبخانہ قصر کے لئے کتابیں بہم پہنچانے کا شرف حاصل ہی!

انگریزی کا تمام ذخیرہ جو برطانیہ اور برطانی نوآبادیوں اور ملحقہ ممالک میں شایع ہوتا ہی

یُورپ کی تمام زبانوں کا ذخیرہ

مشرقی علوم و ادبیات پر انگریزی اور یُورپین زبانوں کی تمام کتابیں

نئی اور پُرانی، دونوں طرح کی کتابیں

تمام دُنیا کے ہر قسم اور ہر درجہ کے نقشے

ہر قسم کی تعلیمی کتابوں کے سلسلے

بچّوں کے لئے ہر قسم اور درجہ کا ذخیرہ

قیمتی سے قیمتی اور سستے سے سستے ایڈیشن

آپ ہمارے عظیم ذخیرہ سے حاصل کر سکتے ہیں

ہمارے یہاں سے

ہر چھے ماہ کے بعد نئے ذخیرہ کی مفصّل فہرست شایع ہوا کرتی ہی

لیکن سنہ ۱۹۲۵ء میں تعداد اموات ۵۹،۰۰۰ تک پہنچ گئی۔ اسی طرح آتشک اور ملیریا بھی بہت عام ہے اور بُری طرح مخلوق کو برباد کر رہا ہے۔

شراب

"میں شراب نوشی کے بارے میں آپ سے کچھ کہوں گا۔ میں محسوس کرتا ہوں کہ ہم اٹالین شراب نوشی میں افراط کرنے لگے ہیں۔ پروفیسر مورتارا نے اپنی کتاب "اصول اقتصاد" میں لکھا ہے کہ اٹلی میں ۳۰ لاکھ ایکٹر زمین میں انگور کے باغ نصب ہیں۔ یعنی اٹلی کے انگوری باغوں کا رقبہ فرانس اور اسپین کے انگوری باغوں کے رقبہ سے ۱۰ لاکھ ایکٹر زیادہ ہے۔ اور یہ معلوم ہے کہ دنیا میں سب سے زیادہ شراب انہی دو ملکوں میں بنتی ہے۔"

"لیکن یہ امر قابل اطمینان ہے کہ شراب خواری سے موتیں برابر کم ہوتی جاتی ہیں۔ سنہ ۱۹۲۲ء میں ۱۸۶۴ موتیں ہوئی تھیں لیکن سنہ ۱۹۲۵ء میں گھٹ کر ۱۳۱۵ ہو گئیں۔ پہلے ملک میں ۱۸۷،۰۰۰ شراب خانے تھے۔ ہم نے ۲۵ ہزار بند کر دیے۔ آئندہ ہم اور بھی بہت سے شرابخانے بند کرنے والے ہیں۔ ہم بڑی آسانی سے یہ کر سکتے ہیں۔ کیونکہ ہم فیسشزم والے شرابیوں کے ووٹوں کے محتاج نہیں ہیں، جیسا کہ جمہوری عہد میں لوگ محتاج ہوا کرتے تھے۔ اب وہ عہد، ایک افسانہ بن چکا ہے۔"

آبادی

"ہمیں اُمید ہے کہ نا کتخدائی کے محصول سے حکومت کو سالانہ ۴ کروڑ سے ۵ کروڑ پونڈ تک آمدنی ہوگی۔ لیکن کیا آپ سمجھتے ہیں یہ محصول میں نے خزانہ بھرنے کے لئے لگایا ہے؟ ہرگز نہیں۔ پھر اسکی کیا وجہ ہے؟ میں ابھی جواب دیتا ہوں۔

"بعض "عقلمند" کہتے ہیں ہم بہت ہیں، ہماری آبادی بہت زیادہ ہے۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ ہم بہت ہی کم ہیں۔ سیاسی، اقتصادی، اور معنوی قوت کے حصول کے لئے قوم کی آبادی زیادہ سے زیادہ ہونی چاہیے۔ میں صاف لفظوں میں سوال کرتا ہوں کہ ۴۰ ملین (ایک ملین ۱۰ لاکھ کا ہوتا ہے) اٹالین، نوے ملین جرمن، اور دو سو ملین سلافیوں کا کیونکر مقابلہ کر سکتے ہیں؟ یہ مٹھی بھر اٹالین، ۴۰ ملین فرانسیسیوں اور ۹۰ ملین اُن کے مفتوحہ ممالک کی آبادی کے سامنے کتنی دیر ٹھہر سکتے ہیں؟ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ ۴۶ ملین انگریزوں اور ساڑھے چار سو ملین اُن کی مفتوحہ آبادیوں کے سامنے ہماری کیا حیثیت ہو سکتی ہے؟ اگر اٹلی چاہتا ہے کہ آفتاب کے نیچے اپنی ہستی برقرار رکھے، تو بجز اس کے کوئی چارہ نہیں کہ آئندہ ۵۰ سال میں اُسے اپنی آبادی کم سے کم ۶ کروڑ تک پہونچا دینی چاہیے!"

"نسل کی کمی، قوموں کی تباہی کا سب سے پہلا سبب ہوتی ہے۔ روم کی تاریخ ہماری عبرت کے لئے کافی ہے۔ شہنشاہ اگسٹس کے عہد میں روم کی کیا حالت تھی؟ ظاہر میں تو بڑی شان و شوکت تھی، مگر باطن میں سلطنت، نمک کے پہاڑ کی طرح پگھل رہی تھی۔ رومن جمہوریت کی آخری صدی، یعنی جولیس سیزر کے وقت سے اگسٹس تک وہ زمانہ تھا جسمیں رومن ارباب حل و عقد روم کی نسل کی کمی سے لرزہ براندام تھے۔ اسی کا نتیجہ یہ ہوا کہ شہنشاہ اگسٹس نے جبری نکاح کا قانون جاری کر دیا۔ مورخوں میں اختلاف ہے کہ یہ قانون مفید ہوا یا مُضر؟ میرے خیال میں قانون کی مثال دوا کی سی ہے۔ دوا وقت ہی پہ مفید ہو سکتی ہے۔ نا وقت استعمال سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔ اسی طرح قانون بھی جب ضرورت کے وقت نافذ ہوتا ہے تو نفع پہونچاتا ہے، ورنہ بیکار یا نقصان رساں ثابت ہوتا ہے۔ مجھے اس سے بحث نہیں کہ یہ قانون مفید ہوا یا مُضر لیکن میرے خیال میں یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ قوموں کی قسمت، نسل کی کمی بیشی سے وابستہ ہے۔"

"تاریخ پر ایک نظر ڈالئے۔ یہ حقیقت واضح ہو جائے گی۔ فرانس کس زمانہ میں دُنیا کا حاکم تھا؟ صرف اُس زمانہ میں جبکہ اُس کے پاس خاص اپنے فرزندوں کی ایک جرار فوج موجود تھی۔ اُس زمانہ میں جبکہ ۴۵ ملین فرانسیسیوں کے مقابلہ میں صرف چند ملین جرمن اور چند ملین اسپینی تھے۔ مگر بعد میں فرانس کمزور ہو گیا، کیونکہ اُس کی نسل گھٹنے لگی۔ سنہ ۱۸۷۰ء سے اب تک فرانس کی آبادی میں صرف ۲۰ لاکھ کا اضافہ ہوا ہے، حالانکہ اس کے مقابلہ میں جرمنی کی آبادی میں ۲۰ ملین اور اٹلی کی آبادی میں ۱۶ ملین کا اضافہ ہو چکا ہے۔"

"اسوقت یورپ کے بعض ملکوں میں شرح پیدائش یہ ہے:

سویڈن میں فی ہزار ۱۷
فرانس میں فی ہزار ۱۸
ناروے میں ۱۹
جرمنی میں ۲۰
ڈنمارک میں ۲۱
اٹلی میں ۲۹
بلغاریہ میں فی ہزار ۴۰

بلغاریہ سے زیادہ آبادی یورپ کے کسی ملک میں بھی نہیں بڑھ رہی ہے۔"

یہ تمام اعداد و شمار پیش کرنے کے بعد مقرر نے کہا:

"پس اگر ہماری آبادی ترقی نہیں کرے گی، تو ہم ہرگز اپنی عظیم الشان سلطنت قائم نہیں کر سکیں گے۔ بلکہ ہم عنقریب مفتوح و محکوم ہو جائیں گے۔ اب وقت آگیا ہے کہ حقائق کا اعلان کر دیا جائے۔ ورنہ ہم ہمیشہ یوں ہی اوہام اور دل خوش کُن مگر بے نتیجہ خیالات میں زندگی بسر کرتے رہیں گے۔"

انتظامی حالت

اس کے بعد مسولینی نے ملک کی انتظامی حالت پر بحث کرتے ہوئے بتایا کہ اسوقت حکومت کے ہاتھ میں ایک لاکھ کی تعداد میں پولیس موجود ہے اور وہ جدید ترین اسلحہ سے مسلح اور بہترین ذرائع نقل و حرکت کی مالک ہے۔ چنانچہ فی الحال اٹالین پولیس کے پاس ۴۷، نئی قسم کی موٹریں ۲۹۰ لاریاں، ۱۹۸ موٹر سائیکلیں، ۹۸ اسٹیمر اور ۱۲ ہزار بائیسکلیں ہیں۔

پھر اتنی کثیر مقدار میں پولیس رکھنے کی ضرورت ثابت کرنے کے لئے مسولینی نے اعداد و شمار پیش کئے اور بتلایا کہ ملک میں جرائم کی کس قدر کثرت ہے؟ چنانچہ صرف ایک علاقہ "پونٹین" میں ایک سال کے اندر حسب ذیل بڑے بڑے جرم واقع ہوئے:

پولیس سے لڑائیاں ۱۷۱ مرتبہ۔
عمداً آگ لگانے کے واقعات ۲۷۸
قتل ۱۶۹!
چوریاں ۲۰۸۲
لوٹ ۴۰۴

فیسشٹ حکومت کے مقاصد

اٹالین ڈکٹیٹر کی تقریر کا یہ حصہ سب سے زیادہ اہم ہے۔ اس لئے ہم اُس کا بڑا حصہ ترجمہ کرنے پر مجبور ہیں:

"آپ سب اُن حالات سے باخبر ہیں جن میں میں نے وزارت داخلیہ کا قلمدان لیا تھا۔ نیز آپ کو ۳۱ر نومبر کا وہ تاریخی دن بھی یاد ہے جسکی نظیر اس ملک میں مدتوں سے نہیں دیکھی گئی۔ ساتھ ہی وہ معمولی واقعہ بھی آپکے ذہن میں ہوگا جو میرے قتل کے اقدام سے تعلق رکھتا ہے۔ ٹھیک اُسی تاریخی دن، میں نے میز پر سے ایک کاغذ اٹھایا تھا اور پنسل سے اُس پر وہ نظام عمل لکھ دیا تھا جس پر ملک کی حکومت کو چلنا چاہیے۔ اس نظام عمل کا خلاصہ یہ تھا کہ فیسشزم کے مخالف مٹا دیئے جائیں۔ یہ نظام عمل پوری طرح کامیاب ہوا، اور آج اس سرزمین پر ہمارا کوئی مخالف باقی نہیں رہا ہے!

"بیرونی دنیا میں مشہور کر دیا گیا ہے کہ میں نے ۲ لاکھ سیاسیوں کو نظر بند کر رکھا ہے۔ یہ سفید جھوٹ ہے۔ حقیقت صرف اس قدر ہے کہ ہم نے ۱۴۵ سیاسیوں کو تنبیہ کی، ۱۹۵۹ کو ملامت کی، اور صرف ۶۹۸ کو جلاوطن کر دیا"!

قارئین الہلال شاید ان دو لفظوں "تنبیہ" اور "ملامت" کے موجودہ اٹالین معانی نہ سمجھے ہونگے۔ مسولینی کی لغت میں "تنبیہ" کے معنی یہ ہیں کہ مخالف کو زبردستی کسٹرائل (رینڈی کے تیل) کی ایک پوری بوتل پلا دینا۔ اور "ملامت" کے معنی یہ ہیں کہ اُس کے پیٹ میں پٹرول کا ایک پورا ٹین اُتار دینا! یہ کسٹرائل اور پٹرول مسولینی کے بہت ہی خوفناک ہتیار ہیں۔ ان کے نام سے مخالف تھراتے ہیں۔ ادنیٰ سی مخالفت پر یہ عجیب و غریب مگر خوفناک سزائیں بے تامل دیدیجاتی ہیں!

اس کے بعد مقرر نے کہا

"بعض لوگ سمجھتے ہیں، سیاسی مجرموں کو جلد معافی ملنے والی ہے۔ میں اس کی تغلیط کرتا ہوں۔ سنہ ۱۹۳۲ء سے پہلے معافی کا سوال پیش ہی نہیں ہو سکتا۔ کہا جاتا ہے یہ بہت سختی ہے۔ کیا یہ سختی ہے؟ ہرگز نہیں۔ یہ ایک قسم کا جُلاب ہے اور اس سے مقصود بجز اس کے اور کچھ نہیں ہے کہ وہ عناصر دُور کر دیئے جائیں جو ہماری ہیئت اجتماعیہ میں فساد پیدا کرتے ہیں۔ کیا طبیب کا مریض کو مسہل دینا سختی ہے؟ میں نہیں سمجھتا دُنیا کا کوئی دانش مند انسان اس کا جواب اثبات میں دے سکتا ہے"

اٹالین انقلاب

"ہمارے انقلاب کو کون خونخوار قرار دے سکتا ہے؟ ہمارا انقلاب درحقیقت دنیا کا سب سے زیادہ قدرتی انقلاب ہے۔ جو ہمیں سفاک کہتا ہے، وہ ہمارے سامنے آئے، اور ہم سے دُو دَر رُو باتیں کرلے۔ کیا دُنیا اس قدر جلد انقلاب فرانس کو بھول گئی؟ انقلاب فرانس، صحیح معنوں میں خونریز تھا۔ تقریباً ۲۰ آدمی روزانہ گلوٹین (انقلاب فرانس کے آلہ قتل) کی نذر ہوتے تھے۔ یہ اُن ہزاروں مقتولوں کے علاوہ ہیں جنھیں قید خانوں میں مارا گیا، آگ میں جلایا گیا، پانی میں غرق کیا گیا۔ صرف مرد ہی قتل نہیں کئے جاتے تھے بچے اور عورتیں بھی قتل ہوتی تھیں۔ مجھے زیادہ تفصیل کی ضرورت نہیں۔ آپنے یقیناً وہ کتاب پڑھی ہوگی جس کا نام "عہد ہولناکی میں مقتول عورتیں" ہے۔ اس کتاب میں لکھا ہے کہ دو ہزار عورتیں بے دردی سے مار ڈالی گئی تھیں۔ بہت سی عورتیں صرف اس جرم میں ماری گئیں کہ اُنھوں نے صلیب کو بوسہ دیا تھا۔ اور انقلاب فرانس کے حکمراں سمجھتے تھے، یہ مذہبی عقیدت رجعت پسندی کی علامت ہے۔ فرانس کے انقلابیوں کا عقیدہ تھا کہ "انقلاب کی کامیابی کے لئے خونریزی ضروری ہے" پھر ہم پر کیوں ملامت کی بوچھاڑ ہے؟ ہم تو صرف اپنی "مدافعت" کر رہے ہیں۔ نہ کہ انقلاب فرانس کی طرح حملہ!"

"بعض لوگ کہتے ہیں، ہر مجلس (پارلیمنٹ) میں مخالف جماعتوں کا وجود ضروری ہے۔ میں حقارت کے ساتھ یہ اصول ماننے سے انکار کرتا ہوں۔ میں کوئی مخالف جماعت دیکھنا گوارا نہیں کر سکتا۔ اٹلی میں فیسشٹوں کے علاوہ کسی جماعت کے لئے گنجائش نہیں ہے۔ ہاں، میں نہ تو کوئی مخالف اخبار جاری ہونے دوں گا، نہ کسی مخالف جماعت کا قائم ہونا گوارا کروں گا۔ آج پورا اٹلی صرف ایک جماعت رکھتا ہے، اور وہ میری جماعت ہے!"

"بعض لوگ خیال کرتے ہیں، مجھے حکومت کرنے کا شوق ہے۔ لیکن یہ غلط ہے۔ میرا سخت سے سخت دشمن بھی مجھے خود غرض اور حکومت کا بھوکا پیاسا نہیں بتا سکتا۔ میں حکومت کے سر پر صرف اس لئے ہوں

برید فرنگ

اٹلی کے نئے اصول حکمرانی

مسولینی کی عجیب و غریب تقریر

موجودہ دنیا میں جمہوریت کے رد عمل نے شخصیت اور شخصی استبداد کے جو مظاہر پیدا کر دئے ہیں، شاید ان میں سب سے زیادہ عجیب منظر اٹلی کا مسولینی ہے۔ ضرورت ہے کہ دقت نظر کے ساتھ اس کا مطالعہ کیا جائے۔

پچھلے دنوں اٹلی کی مجلس (پارلیمنٹ) کا افتتاح کرتے ہوئے مسولینی نے جو تقریر کی تھی، وہ اپنی نوعیت کی پہلی تقریر ہے جو کسی موجودہ زمانے کی مجلس حکومت کے سامنے کی گئی ہے۔ اسمیں موسولینی نے وہ تمام پارلیمنٹری روایات پس پشت ڈالدیں جن پر آجتک عمل درآمد چلا آتا تھا۔ یورپ نے یہ تقریر دہشت اور استغراب کے ساتھ سنی، لیکن اپنے سیاسی حلقوں کے پیچ در پیچ معاملات کی وجہ سے نکتہ چینی کی جرأت نہ کر سکا۔ البتہ امریکہ کے اخبارات نے اسپر سختی سے نکتہ چینی کی ہے۔ انکا متفقہ فیصلہ ہے کہ "مسولینی مجنون ہو گیا ہے"!

مسولینی مجنون ہو یا نہ ہو، لیکن اسمیں شک نہیں کہ یورپ کی موجودہ سیاست کا دماغ کوئی مجنونانہ قدم ضرور اٹھانے والا ہے!

اس تقریر کا بہت مختصر خلاصہ ریوٹر ایجنسی نے ہندوستان کے اخبارات میں بھیجا تھا۔ اب یورپ کی تازہ ڈاک میں پوری تقریر آگئی ہے۔ ہم اس کے بعض حصوں کا ترجمہ شایع کر دیتے ہیں تاکہ قارئین الہلال یورپ کے موجودہ سیاسی مزاج کی ایک اہم حالت کا صحیح اندازہ لگا سکیں۔

مسولینی نے مجلس کا افتتاح کرتے ہوئے کہا:

"مجھے نہایت افسوس سے اعلان کرنا پڑتا ہے کہ آج میری تقریر مختصر نہیں ہوگی جیسی میری پچھلی تقریریں ہوا کی ہیں۔ آج مجھے بہت سے معاملات پر بحث کرنی ہے۔ آج میں اٹالین قوم کے سامنے اسکی اصلی تصویر پیش کرنی چاہتا ہوں۔ آج میری تقریر میں بہت سے اعداد و شمار بھی ہوں گے، اس لئے نہیں کہ اعداد و شمار، قوموں کی قسمت کا فیصلہ کرتے ہیں، جیسا کہ بعض علماء کا خیال ہے۔ بلکہ اس لئے کہ اعداد و شمار قوموں پر صحیح حکومت کرنے کے لئے ضروری ہیں، خصوصاً موجودہ زمانہ میں، جبکہ حکومتوں کے فرائض از حد پیچیدہ ہو رہے ہیں۔

"بنا بریں میری یہ تقریر بہت ضروری بھی ہوگی، اور شاید بہت تکلیف دہ بھی ثابت ہو۔ ضروری اس لئے کہ میں کوئی غیر ضروری بات نہیں کہوں گا۔ تکلیف دہ اس لئے کہ میں ایسی تصریحیں کروں گا جو شاید تلخ ہوں اور دنیا کے بعض مسلم مبادیات کا خاتمہ کردیں۔ البتہ وہ دلچسپ بھی ضرور ہوگی۔ کیونکہ میں اسمیں وہ خاص منطق استعمال کروں گا جو خود میں نے ایجاد کی ہے، جیسا کہ آپ سب کو معلوم ہے (قہقہہ)

"میں اپنی تقریر کے اس حصہ میں ہنسوں گا، ہنساؤں گا، اور فیسیٹزم کے داخلی اور خارجی دشمنوں پر طعنہ زنی کروں گا۔ میں یہ تسلیم نہیں کرتا کہ حکومت کے وزیر اعظم کو ہمیشہ غیر دلچسپ تقریر کرنی چاہئے اور اس میں صرف پیچیدہ اور مغلق الفاظ استعمال کرنے چاہئیں۔

"میری تقریر تین حصوں پر منقسم ہوگی:

(۱) نسل اور صحت کے لحاظ سے اٹالین قوم کی حالت

(۲) ملک کی انتظامی حالت

(۳) حکومت کی حکمت عملی کے نتائج حال و مستقبل میں۔

تندرستی

"ہر متمدن ملک میں تندرستی کا مسئلہ سب سے زیادہ اہم مسئلہ ہونا چاہئے۔ اگر یہ صحیح ہے تو ہمیں دیکھنا چاہئے کہ ہماری تندرستی فی الحال کیسی ہے؟ قوم کی جسمانی قوت بڑھ رہی ہے یا گھٹ رہی ہے؟ یہ سوال صرف ڈاکٹروں ہی سے مخصوص نہیں ہے۔ اسپر حکومت کو، بلکہ پورے ملک کو، نہیں، ملک کے ایک ایک فرد کو غور کرنا چاہئے"

اس کے بعد مقرر نے بتایا کہ گذشتہ ۴۰ برس کے اندر جلد موٹی ہو جانے کی بیماری اٹلی میں سب سے زیادہ عام رہی، مگر اب حکومت کی کوششوں نے ملک کو اس سے نجات دیدی ہے۔ چنانچہ ۱۹۲۵ء میں پورے ملک میں اس بیماری کے صرف ۱۰۰ مریض باقی رہ گئے تھے۔

تپ دق کے متعلق وزیر اعظم نے بتایا کہ اسوقت بھی یہ مرض بہت عام ہے اور ترقی کر رہا ہے۔ ۱۹۲۶ء میں اس سے ۵۲،۲۹۳ موتیں ہوئیں

(بقیہ مضمون صفحہ ۱۳)

دونوں کے درمیان پڑ گیا ہوں (الکامل جلد ۱) گویا میری گردن پر رضوی پہاڑ رکھا ہے۔ گویا میرے پیٹ میں کھجور کے کانٹے بھر گئے ہیں۔ گویا میری سانس سوئی کے ناکے سے نکل رہی ہے!" (ابن سعد)

دولت سے بیزاری

اسی حال میں انھوں نے ایک صندوق کی طرف اشارہ کرکے اپنے بیٹے عبد اللہ سے کہا "اسے لے لے" آپکے بیٹے عبد اللہ کا زہد مشہور ہے۔ انھوں نے کہا "مجھے اس کی ضرورت نہیں" عمرؓ نے کہا "اسمیں دولت ہے" عبد اللہ نے پھر انکار کیا۔ اسپر ہاتھ مل کر کہنے لگے "کاش اسمیں سونے کے بجائے بکری کی مینگنیاں ہوتیں!" (الکامل ج ۱)

دعا

جب بالکل آخری وقت آگیا تو انھوں نے اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے مٹھیاں کس لیں۔ اور دعا کے یہ کلمات زبان پر تھے: "الٰہی! تو نے حکم دیا اور ہم نے عدول حکمی کی۔ الٰہی! تو نے منع کیا اور ہم نے نافرمانی کی۔ الٰہی! میں بے قصور نہیں ہوں کہ معذرت کروں طاقتور نہیں ہوں کہ غالب آجاؤں۔ اگر تیری رحمت شامل حال نہ ہوگی تو ہلاک ہو جاؤں گا!" (ابن سعد، الکامل) اس کے بعد ۳ مرتبہ "لا الہ الا اللہ" کہا اور جان بحق تسلیم ہو گئے! (ابن سعد)

کیا آپکو معلوم نہیں
کہ
اسوقت دنیا میں بہترین فاونٹین قلم
امریکن کارخانہ "شیفر"
کا
"لائف ٹائم" قلم ہے؟

(۱) اتنا سادہ اور سہل کہ کوئی حصہ نزاکت یا پیچیدہ ہونے کی وجہ سے خراب نہیں ہو سکتا
(۲) اتنا مضبوط کہ یقیناً وہ آپ کو آپ کی زندگی بھر کام دے سکتا ہے
(۳) اتنا خوبصورت، سبز، سرخ اور سنہری بیل بوٹوں سے مزین کہ اتنا خوبصورت قلم دنیا میں کوئی نہیں

کم از کم تجربہ کیجئے

یاد رکھئے
جب آپ کسی دکان سے قلم لیں تو آپ کو "شیفر" کا
"لائف ٹائم"
لینا چاہئے!

گے؟" میں نے سوال کیا۔

سب لاجواب ہوکر میرا منہ تکنے لگے۔ ایک نے کہا "پھر تمھاری کیا رائے ہے؟" میں نے کہا:

"ایک سخت اور نتیجہ خیز حرکت کی ضرورت ہو!"

"مگر ہمارا کیا حشر ہوگا؟ یہ برطانوی توپیں دیکھ رہے ہو!" وزیر داخلیہ نے آہستہ سے کہا۔

"تم وہاں چلے آنا جہاں میں جا رہا ہوں!" یہ میرا آخری جواب تھا۔

اب میں سلطان وحیدالدین سے رخصت ہونے کے لئے قصر "یلدز" میں پہونچا۔ سلطان نے اپنے کمرے میں مجھ سے باتیں شروع کیں۔ کمرے کی کھڑکیاں کھلی تھیں۔ باسفورس کی نیلگوں سطح سامنے تھی۔ برطانوی بیڑے لنگر انداز تھے۔ اُن کی توپوں کے دہانے خاص سلطان کے محل کی طرف تھے۔ ہم دونوں کی نظریں ایک ساتھ اُٹھیں اور انگریزی آہن پوشوں (ڈریڈناٹوں) پر پڑیں۔ سلطان اپنی خیانت سے واقف تھا۔ ہماری نظریں سمندر سے اُٹھ کر کمرے میں واپس آئیں، اور ایک دوسرے سے مل گئیں۔ مگر سلطان نے اپنی نظریں فوراً نیچی کرلیں۔ ریاکاری سے کہا "مصطفی! یہ دیکھتے ہو! میرا دل خون ہوتا ہے! افسوس عظیم ترکی قوم اب اس حالت کو پہنچ گئی کہ اُس کا سلطان، دشمنوں کے ہاتھ میں قید ہے! اُس کی زندگی اُنکی توپوں کے رحم پر ہے! تم اناطولیہ جا رہے ہو۔ میری دعا ہے خدا تمھارا رفیق و مساعد ہو۔ ترکی قوم سے کہنا کہ اُس کا سلطان اس حال میں ہے!"

ایک لمحہ خاموش رہ کر سلطان نے پھر کہا "تمھارے کارنامے آج اس کتاب میں چلے گئے ہیں!" یہ کہکر اُنھوں نے اپنے سامنے رکھی ہوئی ایک کتاب پر زور سے ہاتھ مارا۔ پھر کہنے لگے "ہاں، اب تمھارے کارنامے تاریخ کے حوالے ہوگئے ہیں۔ اب تم اُنھیں بھولجاؤ اور نئے کارنامے کر دکھاؤ کہ سلطنت تباہی سے نکلے!"

اس جملہ سے سلطان کا مطلب یہ تھا کہ میں اناطولیہ جاکر اتحادیوں کے مخالف خیالات کا خاتمہ کرڈالوں۔ میں اُن کی غرض سمجھ گیا:

"اعلیٰ حضرت! یقین کریں میں کسی ایسے کام کی انجام دہی میں کبھی کوتاہی نہیں کروں گا جس سے ملک کو نجات حاصل ہو!"

میں نے یہ کہا اور سلطان کو تسکین ہوگئی۔ دونوں کی زبانوں پر بات ایک ہی تھی، لیکن دونوں کے مقصد میں کتنا عظیم بُعد تھا؟

قصر سے میں نہایت متأثر نکلا اور "شیشلی" میں اپنے مکان پہونچا۔ یہاں مجھے ایک دوست نے خبر پہنچائی کہ "اتحادی طاقتوں نے سازش کی ہے کہ تمھارے جہاز کی روانگی میں دیر ہوجائے تاکہ اُنکے جہاز بھی سفر کے لئے طیار ہو جائیں اور بیچ سمندر میں تمھارا جہاز غرق کردیں!"

یہ سنتے ہی میں فوراً موٹر پر تیزی سے ساحل کی طرف روانہ ہوگیا کیونکہ اب ایک منٹ کی دیر بھی خطرناک تھی۔ میں نے جہاز پر پہنچتے ہی کپتان کو روانگی کا حکم دیا۔ لیکن جہاز روانہ نہ ہوا۔ بار بار میرے سوال کرنے پر کپتان نے کہا: "محکمۂ جہاز رانی کے ماہر اسوقت جہاز کے کل پُرزے معائنہ کر رہے ہیں۔ اُن کا حکم ہے، جبتک وہ اجازت نہ دیں جہاز نہ چلے"۔ اب مجھے یقین ہوگیا کہ واقعی سازش کی گئی ہے۔ میں نے بڑی سختی سے کپتان کو حکم دیا "ان ماہروں سے کہدو۔ فوراً جہاز سے نکل جائیں۔ اگر وہ نہ مانیں تو تم اُن کی پرواہ نہ کرو، جہاز کا لنگر اُٹھا دو"

کپتان کو مجبوراً یہی کرنا پڑا۔ کچھ دُور آگے چلکر میں نے کپتان کو حقیقت حال سے واقف کیا۔ وہ بہت گھبرایا اور کہنے لگا "میرا جہاز بہت پرانا اور سست رفتار ہے۔ جنگی جہازوں سے بھاگ نہ سکے گا" میں نے کہا "کوئی پرواہ نہیں۔ ساحل کے قریب قریب چلو، اگر جہاز غرق ہوگا تو میں خشکی تک جان بچا لے جا سکوں گا"

چنانچہ میری حسب ہدایت جہاز کنارے کنارے چلا۔ یہاں تک کہ میں منزل مقصود تک پہنچ گیا۔

بعد میں معلوم ہوا کہ انگریزوں کے جنگی جہاز میرے پیچھے چلے تھے۔ مگر خوش قسمتی سے میں بہت آگے نکل گیا تھا۔ اور سمندر میں طوفان شروع ہوگیا تھا جسنے انگریزی جہازوں کو آگے بڑھنے سے روک دیا۔ اصل یہ ہے کہ اُس حکیم کارساز کا فیصلہ ہوچکا تھا کہ میرے ناچیز ارادے کامیاب ہوں۔ اس لئے دشمنوں کی کوئی تدبیر میری راہ روک نہ سکی!"

غازی کا ورود

بہر حال تالیوں اور نعروں کے شور میں غازی ممدوح کا جہاز قدیم شاہی محل "طولما باغچہ" پہونچا۔ ایک طرف پُرجوش باشندوں کا شور تھا، دوسری طرف تمام قلعوں اور جنگی نقطوں سے توپوں کی سلامی داغی جا رہی تھی!

"طولما باغچہ" میں غازی نے آرام نہیں کیا۔ فوراً فوجی اور ملکی افسروں کو ملاقات کے لئے طلب کرلیا۔ اُس کے بعد ملاقات کے ایوان میں پہنچے۔ یہاں شہر کے ۸۰۰ نمائندے سلام کے لئے جمع تھے۔

میں نے ایک مرتبہ یہ شاہی ایوان اب سے پہلے بھی دیکھا تھا۔ یہ وقت سلطانوں کا تھا۔ اسمیں پُرشکوہ تخت شاہی رکھا تھا۔ اُسکے گرد زرکش لباسوں، چمکیلے تمغوں، مطلا تلواروں سے آراستہ، وزراء و اُمراء کھڑے تھے۔ اور شاہی ہیبت و جلال کا ایک عجیب منظر پیدا ہوگیا تھا!

آج پھر مجھے اس کی زیارت کا موقعہ ملا۔ لیکن آج وہ ہر قسم کی چمک دمک سے خالی تھا۔ بالکل سادہ تھا۔ کسی قسم کا کوئی تکلف نظر نہیں آتا تھا۔ صرف شہر کے نمائندے جمع تھے۔ آزادی سے چلتے پھرتے تھے۔ اور مساویانہ رُوح میں اپنے رئیس حکومت سے مصافحہ کر رہے تھے۔ بلاشبہ پچھلی شوکت و جبروت اب مفقود ہوگئی ہے لیکن سادگی اور حقیقت نے اس سے کہیں زیادہ حقیقی تاثیر عظمت پیدا کردی ہے!

یہیں آستانہ کی مجلس بلدیہ (میونسپلٹی) کا سپاس نامہ پیش ہوا۔ غازی نے جواب میں ایک برجستہ تقریر کی۔ اُن کی آواز حسب عادت بہت صاف، بلند، اور مضبوط تھی۔ پورا ایوان گونج رہا تھا۔ تقریر کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

غازی کی تقریر

"میں خوش نصیب ہوں کہ آج آپکے واسطہ سے آستانہ، اُسکے باشندوں، اُس کی انجمنوں، اور اُس کی تمام جماعتوں کو سلام کر رہا ہوں۔ سچ یہ ہے کہ میں اُن شاندار مظاہرات سے از حد متأثر ہوا ہوں جن کے ذریعہ میرے ہموطنوں نے مجھ سے اپنی محبت کا اظہار کیا ہے۔ آپ میری جانب سے بہت بہت شکریہ قبول کیجئے۔

"آج پورے ۸ سال کے بعد میں نے آستانہ کی صورت دیکھی ہے۔ اگر یہ صحیح ہے کہ حسرت اور فراق کی گھڑیاں بہت سخت، دراز، اور تلخ ہوتی ہیں، تو آپ آسانی سے اندازہ کرسکتے ہیں کہ میں نے آستانہ کی جُدائی میں یہ آٹھ برس کیونکر گذارے ہونگے؟"

"آستانہ، جو دو عظیم دنیاؤں کے مابین واقع ہے، ترکی وطن کی زینت، ترکی تاریخ کی دولت، ترکی قوم کی آنکھ کا تارا ہے۔ تمام ابنائے وطن کے دلوں میں اُس کی محبت جڑ پکڑے ہوئے ہے۔ ایک مرتبہ جب منحوس حوادث نے یہ شہر گھیر لیا تھا، تو نہ صرف تمام ترکوں کے بلکہ تمام مشرق کے دل زخمی ہوگئے تھے۔ اُن میں ایک میں بھی تھا اور اپنے پہلو میں خونچکاں دل لئے پھرتا تھا"

"لیکن آج ہم دیکھتے ہیں، تاریک راتوں نے نورانی آفتاب کی شعاعیں پیدا کردیں۔ رات کب کی ختم ہوچکی ہے، اور ہماری تاریخ کا نیا دن طلوع ہوچکا ہے!"

"مضطرب اور روتے ہوئے آستانہ کو میں نے ۸ سال پہلے اس حال میں چھوڑا تھا، کہ میرا دل زخموں سے چور تھا، اور ایک تنفس بھی مجھے خدا حافظ کہنے کے لئے نہیں آیا تھا۔ لیکن آج میں آستانہ آیا ہوں، تو اُس کا خندۂ مسرت اور قہقہۂ انبساط میرے سامنے ہے۔ اُسکا حسن اب دوبالا ہوگیا ہے۔ میرا دل بھی مطمئن ہے، میں اسوقت اپنے آپ کو استانبولیوں کی محبت بھری گود میں پاتا ہوں۔

"گزشتہ ۸ سال، یعنی ہماری ہیئت اجتماعیہ کا عہد جدید، بغاوتوں، انقلابوں، اور اُن کے نتائج سے لبریز ہے۔ ہماری قوم نے سیاسی، اجتماعی، تمدنی ترقی کے لئے اس عہد میں جو قابلیت ظاہر کی ہے، وہ بلاشبہ عظیم قابلیت ہے۔ ہمپر فرض ہے کہ پوری ہوشیاری اور پورے عزم سے اس قابلیت کو برابر ترقی دیتے رہیں۔ وطن کی تعمیر اور قوم کی ترقی، بہت ہی عظیم غیرت اور بہت ہی عظیم جہاد کا مطالبہ کرتی ہے۔ اسوقت ہمارا ایک عظیم ترین کام یہ ہے کہ مفید اور ضروری علم و فن کے ذریعہ قوم کے جذبات اور ضمیر کی تربیت کریں تاکہ وہ جلد سے جلد حقیقی تمدن اور حقیقی سعادت تک پہنچ جائے!"

"میں آپ سے اے عزیزان آستانہ! یہ کلمے اس محل میں کہہ رہا ہوں۔ اب سے ۸ برس پہلے خیال کیا جاتا تھا کہ اسمیں ایک ایسی شخصیت رہتی ہے جسے، ولیوں کی قوت حاصل ہے! آج یہ محل اس شخص سے خالی ہے جسے "ظل اللہ فی الارض" (زمین پر خدا کا سایہ) کہتے تھے۔ آج یہ محل، قوم کی ملکیت ہے، جو سایہ نہیں بلکہ محسوس حقیقت ہے۔ اسوقت میرا وجود اس محل میں صرف اس لئے ہے کہ میں بھی قوم کا ایک فرد اور اپنی قوم کا مہمان ہوں..."

اس تقریر کے بعد غازی نے ایک ایک کرکے تمام حاضرین سے مصافحہ کیا۔ پھر محل کے باغ میں فوجی قواعد دیکھی۔ یہاں تک کہ رات ہوگئی۔

خیال کیا جاتا ہے کہ موصوف اسی اثنا میں تھریس کا بھی دورہ کریں گے۔ یہ افواہ بھی گشت کر رہی ہے کہ صوفیا اور بلگراڈ بھی جائیں گے تاکہ بلغاریہ اور یوگوسلاویا سے عہد نامے سرانجام دیں۔

جامع الشواہد
طبع ثانی

مولانا ابوالکلام صاحب کی یہ تحریر سنہ ۱۹۱۹ء میں شایع ہوئی تھی جب وہ رانچی میں نظر بند تھے۔ موضوع اس تحریر کا یہ تھا کہ اسلامی احکام کی رُو سے مسجد کن کن اغراض کے لئے استعمال کیجا سکتی ہے؟ اور اسلام کی رواداری نے کسطرح اپنی عبادتگاہوں کا دروازہ بلا امتیاز مذہب و ملت تمام نوع انسانی پر کھولدیا ہے۔

سنہ ۱۹ء میں جسقدر نسخے چھپے تھے، مدرسہ اسلامیہ رانچی کو دے دئے گئے تھے جو بہت جلد ختم ہوگئے۔ اب مصنف کی نظر ثانی کے بعد دوبارہ لیتھو میں چھپی ہے قیمت ۱۲؍۔ (منیجر الہلال) کلکتہ

کہ حکومت کو میری ضرورت ہے۔ اٹلی کا فیصلہ یہی ہے کہ موسولینی حکومت کرے۔ لہذا موسولینی برابر حکومت کرتا رہیگا!"

دُنیا کا امن

"حضرات! دُنیا کا امن ہنوز خطرے میں ہے۔ ابھی کل کی بات ہے کہ برلن میں ۱۱ لاکھ ۲۰ ہزار آدمیوں کا مظاہرہ ہوا تھا۔ اُن کے جھنڈوں پر یہ عبارت کندہ تھی۔ "ٹرلیسٹے سے ریگا تک!" لہذا ابھی امن و امان کی گفتگو قبل از وقت ہے۔ ہمیں پوری مستعدی سے اپنی بڑی، بحری اور ہوائی قوتوں کو ترقی دینی چاہئے۔ ہمارے پاس کم سے کم ۵۰ لاکھ بڑی فوج ہر وقت طیار رہنی چاہئے۔ میری نظر میں سب سے زیادہ اہمیت ہوائی قوت کی ہے۔ ہمارا ہوائی بیڑا زیادہ سے زیادہ طاقتور ہونا چاہئے۔ ہمارے ہوائی جہازوں کو اتنا بڑا ہونا چاہئے کہ اُن کی آواز، دُنیا کی تمام آوازوں کو دبا دے، اور اُن کے پر سُورج کی کرنیں زمین تک پہنچنے سے روک دیں۔ سنہ ۱۹۳۵ سے سنہ ۱۹۴۰ تک کا درمیانی زمانہ یورپ کی قسمت کا آخری فیصلہ کرے گا۔ اُسوقت ہمارے پاس اتنی قوت ہونی چاہئے کہ ہم دُنیا کو اپنی آواز سننے اور اپنے حقوق منوانے پر مجبور کر سکیں"....!

اس تقریر کا ایک قابل لحاظ پہلو یہ بھی ہے کہ اس میں بادشاہ کا کہیں ذکر نہیں ہے۔ امریکن اخبارات اس سے استدلال کرتے ہیں کہ عنقریب شاہ معزول ہو جائے گا اور اٹلی کے تخت شاہی پر بھی موسولینی ہی کے قدم چڑھتے نظر آئیں گے۔

تصحیح

الہلال نمبر ۳-۴ کے مذاکرہ علمیہ میں ایک مضمون بہ عنوان "عمالیق" درج ہوا تھا۔ اسمیں درازی قد کے طبی اسباب پر بحث کرتے ہوئے ایک خاص قسم کی سر کی گلٹی کا ذکر کیا گیا ہے۔ اسمیں ایک غلطی ہو گئی ہے۔ براہ عنایت قارئین الہلال اس کی تصحیح کر لیں۔ انگریزی میں اس گلٹی کا نام Paraliad gland چھپ گیا ہے۔ حالانکہ صحیح نام Pituitary gland ہے۔ میں عبد الرحیم صاحب میڈیکل اسکول امرتسر کا شکر گزار ہوں جنھوں نے اسپر توجہ دلائی۔ انگریزی کی غلطی کی وجہ سے اس کے ترجمہ میں بھی غلطی ہو گئی۔ چونکہ مضمون کے مسودہ ہی میں یہ غلطی ہو گئی تھی، اس لئے جب اُس کے لئے عربی اصطلاح دیکھی گئی تو قدرتی طور پر وہ لفظ اختیار کیا گیا جو Paraliad gland کے لئے ہے اور وہ "الغدۃ النکفیۃ" ہی ہے۔ لیکن چونکہ یہ وہ گلٹی ہی نہیں ہے۔ اس لئے یہ "غدۃ النکفیۃ" بھی نہیں ہے۔ Pituitary gland کے لئے عربی تشریح میں دماغی اور نخامی غدہ کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے۔

ان دونوں گلٹیوں کے محل اور خواص میں فرق یہ ہے کہ "غدہ نکفیہ" کان اور کنپٹی کے درمیان ہوتی ہے، اور اس کا فعل یہ ہے کہ ایک خاص طرح کی رطوبت خارج کرتی رہے۔ لیکن غدۂ دماغی کا محل دوسرا ہے۔ وہ سر کے نیچے اور ناک کے عقب میں واقع ہے، اور اس کے خواص وہ ہیں جو مضمون مذکور میں بیان کئے گئے ہیں۔ صاحب "توضیح فی اصول التشریح" نے (جو جدید فن تشریح میں لکھی گئی ہے) اس کے لئے صرف دماغی گلٹی کا لفظ استعمال کیا ہے۔ (ابو الکلام)

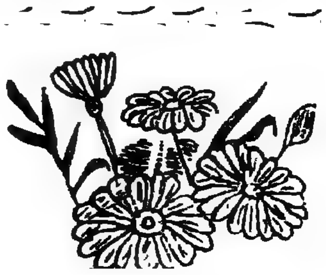

برید شرق

مکتوب قسطنطنیہ

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قسطنطنیہ کے قلم سے)

غازی مصطفی کمال پاشا کی آمد۔ تاریخ کی یاد۔ غازی کی تقریر

غازی کی آمد

بالآخر غازی مصطفی کمال پاشا، قسطنطنیہ پہنچ گئے۔ کئی ہفتے سے پورا شہر استقبال کی طیاریاں کر رہا تھا۔ آج صبح سُورج نکلا تو شہر عروس نو کی طرح آراستہ تھا۔ پہلے سے معلوم تھا کہ بندرگاہ "ازمیت" سے غازی، یخت (جہاز) "ارطغرل" پر بیٹھیں گے اور اُسی پر آستانہ پہنچیں گے۔ چنانچہ مقامی حکام اور شہر کے نمائندے پہلے ہی سے ازمیت کی طرف استقبال کو روانہ ہو گئے تھے۔ یہاں کے سمندر میں جتنے بھی جہاز، اسٹیمر، اور کشتیاں موجود تھیں، باشندوں سے لبریز ہو گئی تھیں، اور سب "جزائر امراء" کی طرف استقبال کے لئے روانہ تھیں۔ باقی جتنی مخلوق تھی، ساحلوں پر سمٹ آئی تھی۔ سویرے میں نے مکان کی بالائی منزل سے منہ نکالکر دیکھا، تو سمندر کے کنارے کنارے انسانی سروں کا ایک صحراء بے کنار نظر آتا تھا!

غازی کا یخت، جوں ہی "جزیرۃ الامراء" کے سامنے پہونچا، بیک وقت لاکھ منہ کھل گئے، اور اتنا بڑا نعرہ بلند ہوا، کہ سواحل ایشیا اور سواحل یورپ کے پہاڑ تک گونج اٹھے!

یہ منظر دیکھ کر بے اختیار میرے آنسو نکل پڑے۔ مجھے اب سے ۸ سال پہلے کا زمانہ یاد آ گیا۔ یہ زمانہ ترکی تاریخ کا سب سے زیادہ تاریک زمانہ تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا، جب جنگ عظیم نے ترکی سلطنت کی چولیں ہلا ڈالی تھیں، تمام شیرازہ بکھر گیا تھا۔ خود پایۂ تخت پر اتحادیوں کا قبضہ تھا۔ اور سلطان اُنکے ہاتھ میں قیدی تھا۔ مجھے یاد آیا، اُس وقت اس شہر پر کیسا سناٹا چھایا ہوا تھا؟ مَوت کا سا سناٹا! تمام زبانیں گنگ تھیں۔ اتحادی بیڑے اپنی بے پناہ توپوں کے دہانے محل سلطانی کی طرف کئے صف آرا تھے، اور سلطان کا دل خوف سے تھرا رہا تھا۔ مجھے یاد آیا کہ یہی مصطفے کمال جن کے سامنے آج لاکھوں نظریں فرش راہ ہو رہی ہیں، اب سے ۸ برس پہلے اسی قسطنطنیہ میں سر نیچا کئے، غمگین صورت بنائے، بازاروں میں جاتے تھے، اور خود میں نے اپنی انھیں آنکھوں سے اُن کا پژمردہ چہرہ دیکھا تھا۔ وہ اُسوقت بھی گمنام نہ تھے۔ وہ دآنیال کے ہیرو تھے۔ مگر جنگ، شکست پر ختم ہوئی تھی، اس لئے جنگ کے تمام ہیرو سرنگوں ہو رہے تھے۔ کوئی اُن کی بات تک نہ پوچھتا تھا، بلکہ اُن سے نفرت کیجاتی تھی، کیونکہ عام اعتقاد یہی تھا کہ ملک پر تمام مصیبتیں انہی کے ہاتھوں نازل ہوئی ہیں!

مصطفے کمال پاشا کی آمد نے تمام پچھلے ہولناک واقعات کی یاد دلوں میں تازہ کر دی۔ جنھیں معلوم ہے اُنھیں معلوم ہے، جنھیں معلوم نہیں، وہ دوسروں سے پوچھتے ہیں، ۸ سال پہلے غازی مصطفے کمال قسطنطنیہ سے کیونکر گئے تھے؟ یقیناً یہ سوال اب تاریخ کا عنوان بن گیا ہے۔ ضروری ہے، ہم اُسپر چند کلمے کہیں۔ لیکن ہماری تشریح سے کہیں بہتر یہ ہوگا کہ خود غازی موصوف کی زبان سے یہ کہانی سنا دی جائے۔ حال ہی میں اُنھوں نے ایک اخبار کے نمائندے سے کہا تھا:

اب سے ۸ برس پہلے!

"جب آستانہ میں اتحادیوں کے مظالم حد سے تجاوز کر گئے، اور علانیہ زیادتیاں ہونے لگیں، تو میرے لئے یہاں قیام ناممکن ہو گیا۔ میں نے عزم بالجزم کر لیا کہ اناطولیہ چلا جاؤں۔ وہاں ترکی قوم کو تمام حالات سے مطلع کروں، اور اگر ممکن ہو، تو اس راہ میں اپنی جان بھی قربان کر دوں۔ میں نے اپنے اس ارادہ سے بعض دوستوں کو آگاہ کیا۔ اُن کی سعی و اعانت سے مجھے کامیابی ہوئی۔ تقریب یہ ہوئی کہ علاقۂ صامسون اور اناطولیہ کے بعض حصوں میں اتحادیوں کے خلاف شورش پیدا ہونے لگی۔ داماد فرید پاشا وزیر اعظم ڈرے، کہیں یہ شورش خطرناک صورت اختیار نہ کر لے۔ اُنھوں نے ایک ایسا شخص اناطولیہ بھیجنا چاہا جو ہر طرح کی بے چینی کا قلع قمع کر دے سکتا ہو۔ اُن کی نظر انتخاب مجھ پر پڑی اور مجھے مشرقی صوبوں کا جنگی انسپکٹر مقرر کر دیا گیا۔ مگر اُن کے دل میں کچھ کھٹک ضرور تھی۔ وہ بار بار اپنا فیصلہ منسوخ کر دیتے تھے۔ خود وہی نہیں، وزیر جنگ کو بھی میرے انتخاب پر اعتراض تھا۔ حتی کہ وزیر جنگ نے حکم پر دستخط ثبت کرنے سے انکار بھی کر دیا تھا۔ اُسنے کہا تھا میں مُہر کئے دیتا ہوں۔ اگر اس انتخاب سے کوئی خرابی پیدا ہوئی تو میں انگریزوں سے یہ کہکر پیچھا چھڑا لوں گا کہ مجھے اس شخص کے انتخاب کا کوئی علم نہیں تھا۔ میری مُہر چوری سے لگا دی گئی ہے!"

لیکن بالآخر میری باضابطہ تقرری ہو گئی۔ ۱۶ر مئی سنہ ۱۹۱۹ء کو مجھے جہاز "باندرمہ" سے روانہ ہونا تھا۔ روانگی کے وقت میں وزیروں سے رخصت ہونے کے لئے باب عالی گیا۔ وزراء نہایت بدحواس ہو رہے تھے۔ وزیر داخلیہ نے دَوڑ کر مجھ سے کہا:

"تم نے کچھ سُنا؟ شرارت کی حد ہو گئی! یونانیوں نے سمرنا پر فوجیں اُتار دیں!"

وزیر بحریہ نے بھی یہی کہا۔ میں نے کہا:

"پھر اب کیا کروگے؟"

"ہم احتجاج کرینگے" اُنھوں نے دیر تک سوچنے کے بعد افسردگی سے کہا۔

"یہ ٹھیک ہے۔ مگر کیا تمھارے احتجاج سے یونانی سمرنا خالی کر دیں

یہ وہ علاقہ ہے جس میں قدرت اپنی تمام رعنائیوں اور نعمتوں کے ساتھ خود اُتر آئی ہے۔ میں آپ کو ایک بہت بڑے راز سے واقف کرتا ہوں۔ میرے دوست موسیو ڈلکاسا برطانیہ سے گفت و شنید کر رہے ہیں کہ فرانس انگریزوں کے لئے مصر چھوڑ دے، اور انگریز مراکش میں ہماری کوئی مخالفت نہ کریں۔“

”میرے دوستو! ایک لمحہ کے لئے دولت و ثروت کے اُن خزانوں کا تصور کرو جو مراکش میں تمھیں حاصل ہونگے۔ پُوری سرزمین زرخیز ہے۔ بیش قیمت کانوں سے لبریز ہے۔ تم وہاں کی کانیں کھودوگے۔ بےحساب غلہ پیدا کروگے۔ روئی اتنی حاصل ہوگی، جس کا اسوقت تصور بھی نہیں کیا جا سکتا“

”کیا اس کے بعد بھی تم باہمی منافست میں مبتلا رہوگے؟ حالانکہ تم ہی دونوں گروہ اس نئی سرزمین کے مالک ہو۔ تم دونوں کو تمام فرانسیسیوں پر خاص امتیاز حاصل ہے۔ سب سے پہلے تم ہی نے اس سرزمین میں اسلام کا جھنڈا نیچا کیا۔ اسلام کے ملک پر مسیحیت کا سکہ بٹھا دیا، اور اسلام اور مسلمانوں سے واقفیت بہم پہونچائی۔ لہذا تم ہی افریقہ کے تمام اسلامی ملکوں کے مالک بنوگے۔ راس قابس سے بحر اٹلانٹک تک، اور بحر متوسط سے صحرا اعظم تک، تمام علاقے تمھارے ہی ہیں۔ پس باہم متحد ہو جاؤ، اور پھوٹ ڈالکر فرانس کی مجتمعہ قوت پارہ پارہ نہ کرو“

اس تقریر پر ہر طرف سے مرحبا کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔ دونوں طرف سے حریف اُٹھے اور باہم مصافحہ کرنے لگے۔ شراب کے نئے جام بھرے گئے، اور مسرت کے نعروں میں خالی ہوگئے!

یہ واقعہ اور اس واقعہ کا پورا منظر اب تک میری آنکھوں میں ہے۔ اُس دن میں سمجھا کہ فرانس کی مشرقی حکمت عملی کیا ہے اور اُس کی بنیاد کس چیز پر ہے؟ اُس دن مجھے معلوم ہوا کہ ہمارا ملکی اتحاد صرف اس بنیاد پر قائم ہے کہ اہل ملک کے لئے ہمیشہ مشرق میں نئے شکار مہیا کرتے رہیں۔ ہماری سوسائٹی کے مختلف طبقوں کا باہمی اتحاد اس لئے نہیں ہے کہ انصاف میں وہ متفق ہیں۔ صرف اس لئے ہے کہ ظلم میں کوئی اختلاف نہیں!

اٹلی اور یمن

یمن پر اٹلی کا دانت مدت سے ہے لیکن برطانیہ کی رقابت ہمیشہ اُس کا راستہ روک دیتی تھی۔ اب باہم سمجھوتہ ہوگیا ہے۔ اور اٹلی یمن کی طرف بے کھٹکے بڑھ رہا ہے۔ یہ واقعہ ہے کہ پچھلے چند ماہ کے اندر اٹلی نے صنعاء میں بہت اثر پیدا کر لیا۔ ایک زمانہ میں امام یحیٰی اٹلی کا نام بھی سننا نہیں چاہتے تھے، مگر اب وہ اُس سے معاہدہ کر رہے ہیں، سامان جنگ لے رہے ہیں اور اپنی فوجی تربیت کے لئے اٹالین افسروں کے طلبگار رہیں!

گزشتہ ہفتہ ان ”دوستانہ علائق“ نے ایک نیا قدم اُٹھایا ہے۔ یمن کی تاریخ میں پہلی مرتبہ اُس کا سیاسی وفد یورپ گیا ہے۔ سرکاری طور پر اعلان کیا گیا ہے کہ ”یمنی وفد، یورپ کے بڑے بڑے شہروں کی سیاحت کرے گا تاکہ یورپین تمدن کا مطالعہ کرے، پھر قسطنطنیہ اور انگورہ جائے گا“ اس اعلان میں اٹلی کا کوئی ذکر نہیں۔ حالانکہ اس کی اصلی غرض اٹلی ہی ہے۔ یہ وفد روم پہنچ گیا ہے۔ امام یحیٰی کے منجھلے بیٹے امیر محمد اُس کے رئیس ہیں، اور سید عبد اللہ ابراہیم، سید عباس علی، قاضی علی عمری، قاضی راغب رکن ہیں۔ قاضی راغب، حکومت صنعاء کے وزیر خارجہ ہیں اور یمن میں تنہا شخص ہیں جو ایک یورپین زبان (فرانسیسی) جانتے ہیں۔ اس وفد نے آتے ہی موسولینی اور شاہ اٹلی سے طویل ملاقاتیں کیں۔ ہم نہیں جانتے [illegible] لیکن اٹلی کے [illegible] کرنے پر مجبور ہیں [illegible]

م ”اٹلی کی یمن اور امام یمن سے دوستی کے یہ معنی ہرگز نہیں ہیں کہ وہ حجاز یا ابن سعود پر دست درازی کرنا چاہتا ہے۔ موسولینی نے یمن سے جو ”حلف نامہ“ کیا ہے، اُس کا مقصد صرف یہ ہے کہ جزیرہ نمائے عرب میں امن و امان برقرار رہے۔ اٹلی بحر احمر میں وسعت حاصل کرنے پر مجبور ہے، اس توسع کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اٹالین [illegible] کے تعلقات، عرب کی قوموں سے [illegible] مستحکم ہو جائینگے“ (السیاسۃ

باب التفسیر

تفسیر سُورۂ فاتحہ کا ایک صفحہ

صفاتِ الٰہی کے انسانی تصوّر کی تکمیل

اور

اُس کا سلسلۂ ارتقا

الحمد للہ رب العالمین

قرآن حکیم نے انسان کو خدا کے اعتقاد اور تصوّر کی دعوت دیتے ہوئے، سب سے پہلے جن صفات کا حسن و جمال بے نقاب کیا ہے، وہ تین صفتیں ہیں: ربوبیت، رحمت، عدالت!

الحمد للہ رب العلمین:
الرحمن الرحیم،
مالک یوم الدین!
(فاتحہ)

ساری تعریفیں، ہر قسم اور ہر طرح کی ثنائیں، حسن و جمال کی شیفتگی اور خوبیوں کمالوں کے اعتقاد کے ساتھ جو کچھ بھی کہا جا سکتا ہے، وہ سب کچھ؛ اللہ کے لئے ہے! وہ اللہ، جو تمام جہانوں کا پیدائش کرنے والا ہے۔ جس کی ربوبیت کائنات ہستی کی ہر مخلوق کو اس کی زندگی اور بقا کا تمام سامان بخشتی، اور اُس کی پرورش کی ساری ضرورتیں مہیا کرتی ہے! جو رحمت والا ہے، اور جس کی رحمت کی بخشائشیں تمام عالم خلقت کو اپنے نوال محبت سے مالامال کر رہی ہیں! جس کے قبضہ و تصرف میں جزاء و سزا اور مکافات کا دن ہے، اور جس کی عدالت نے ہر کام کے لئے بدلہ اور ہر بات کے لئے نتیجہ کا قانون جاری و نافذ کر دیا ہے!

سورۂ فاتحہ قرآن کی ابتدا ہے، اور فاتحہ کی ابتدا تصوّر الٰہی کی اسی بنیادی جلوہ نمائی سے ہوتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ قرآن نے خدا کے تصور و اعتقاد کا جو نقشہ کھینچا ہے، وہ ربوبیت، رحمت، اور عدالت کا نقشہ ہے۔ انہی تین صفتوں کے تفکر سے ہم قرآن کے تصوّر الٰہی کی معرفت حاصل کر سکتے ہیں۔

تصور الٰہی کا تدریجی ارتقا

دُنیا کی ہر چیز کی طرح انسان کا فکر و عمل، اور انسانی فکر و عمل کی ہر بات کی طرح اُس کے روحانی تصورات نے بھی بہ تدریج پستی سے بلندی کی طرف اور نقص سے کمال کی طرف ترقی کی ہے۔ روحانی تصورات کی پہلی بنیاد ایک خالق کائنات ہستی کا تصوّر ہے جس وقت سے انسان کی تاریخ روشنی میں آئی ہے، اُس کے اس تصوّر کی تاریخ بھی شروع ہو جاتی ہے۔ اگر پُرانے سے پُرانے عہد کے تصوّر سے لیکر، موجودہ ادیان عالم کے عہد تک کے تمام تصورات سامنے رکھے جائیں، اور یکے بعد دیگرے اُن کی نوعیت پر نظر ڈالی جائے، تو صاف نظر آجائے گا کہ ایک تدریجی ارتقار کا سلسلہ ہے جو اشیاء و اجسام کے ارتقار کی طرح انسان کے تصوّر و اعتقاد میں بھی جاری ہے، اور جوں جوں انسان کی فکری اور معنوی استعداد ترقی کرتی جاتی ہے، اُس کا یہ تصوّر بھی زیادہ بلند اور شائستہ ہوتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ ارتقا کے ہر سلسلے کی طرح اس سلسلہ کی بھی تکمیل کی آخری کڑی نمایاں ہو جاتی ہے!

فطرۃ کا ولولہ اور ذہن کا تصوّر!

لیکن یاد رہے کہ یہاں خدا کے تصوّر سے مقصود اُس کی صفات کا تصور ہے۔ اُس کی ہستی کا اعتقاد نہیں ہے۔ اُس کی ہستی کا اعتقاد ذہن و فکر کی پیداوار نہ تھی جو اُس کی استعدادی تبدیلیوں سے متاثر ہوتی۔ یہ اُس کی فطرۃ کی آواز تھی، جو خود اُس کے اندر سے اُٹھتی تھی، اور ایک بالاتر ہستی کے یقین کے جوش سے اُسے معمور کر دیتی تھی۔ چونکہ یہ ایک فطری جذبہ تھا، اور فطری جذبات و میال کی نوعیت ہر وقت اور ہر حالت میں یکساں رہتی ہے، اس لئے انسان کا اعتقاد الٰہی بھی ہمیشہ یکساں رہا۔ اُس میں ذہن و فکر کے تغیرات مداخلت نہیں کر سکتے تھے۔

لیکن خدا کی ہستی کا تصوّر، اُس کی صفات کے تصوّر سے الگ نہیں ہو سکتا تھا۔ انسانی عقل ذات مجرد کے تصوّر سے عاجز ہے۔ وہ جب کبھی کسی چیز کا تصور کرتی ہے تو گو اُس کی ذات کا تصوّر کرنا چاہے، لیکن تصوّر میں اُس کی صفتیں ہی آتی ہیں، اور صفتوں ہی کے جمع و تفرقہ سے ذات کے تصوّر کا نقشہ وجود میں آتا ہے۔ یہیں سے اس فطری جذبہ میں انسانی عقل کی مداخلت شروع ہوئی، اور یہی اُس کی درماندگیوں اور غلط اندیشیوں کی پہلی ابتدا ہے۔ فطرۃ کے جذبۂ یقین نے ایک بالاتر ہستی کا [illegible]

خواص و سوانح

"میری صحیفہ نگاری کی زندگی کا ایک لمحہ"

(مشہور فرانسیسی اخبار نویس، فرانسس ڈلیزی کے قلم سے)

قارئین الہلال ابھی بھولے نہ ہونگے کہ ہم نے الہلال کے پہلے اور دوسرے نمبر میں ایک فرانسیسی کتاب کا ذکر کیا تھا جسمیں فرانس کے تیس بڑے بڑے اخبار نویسوں نے اپنی صحافتی زندگی کے اہم واقعات لکھے ہیں۔ اسی کتاب میں فرانسس ڈلیزی نے الجزائر اور ٹیونس کے متعلق ایک نہایت دلچسپ اور عبرت انگیز سانحہ قلمبند کیا ہے۔ یہ اُس وقت کی بات ہے جب فرانس میں یہ مسئلہ زیر بحث تھا کہ ٹیونس کا باقاعدہ الحاق دفتر مستعمرات سے کردیا جائے یا اسے قائم و جاری حالت میں رہنے دیا جائے؟ غاصبانہ تسلط تو دونوں حالتوں میں تھا لیکن پہلی حالت صاف اور کھلی تھی، دوسری میں منافقانہ پردہ پوشی تھی۔ اسی اثنا میں پیرس کی ایک مقتدر سیاسی جماعت نے ایک سیاسی ضیافت کا انتظام کیا اور اسمیں ملک کے بڑے بڑے اخبارات کے ایڈیٹر بھی مدعو کئے گئے۔ مقالہ نگار بھی انہی لوگوں میں سے ہے اور اُس کی سرگزشت حوالۂ قلم کرتا ہے۔ اس مختصر سی سرگزشت میں یورپ کے سیاسی اور سرمایہ دارانہ اخلاق کا جیسا مکمل نقشہ دکھلایا گیا ہے، شاید ایک بہت بڑی کتاب سے بھی اُتنی وضاحت نہ ہوسکے۔ طرز بیان کی تعریضی ظرافت نے سرگزشت کی دلچسپی اور زیادہ بڑھا دی ہے:

فرانس کی مشرقی حکمت عملی کے راز

میں نے ابھی اخبار نویسی کے پیشہ میں قدم رکھا ہی تھا کہ سنہ ۱۹۰۲ء میں مجھے اُس ضیافت (ڈنر) میں شرکت کا اتفاق ہوا جو "انجمن فتوحات" ہر ماہ ملک کے مدبروں کو جمع کرنے کے لئے دیا کرتی تھی۔

گرانڈ ہوٹل کے بڑے ہال میں تقریباً ۱۵۰ آدمی جمع تھے۔ ہال کی دیواروں کی آرائش نظر فریب تھی۔ وسط میں خوبصورت گول میز تھا۔ گرد قیمتی کرسیاں بچھی تھیں۔ حاضرین میں لیون اور بورڈو کے سرمایہ دار، لیل اور نانسی کے کارخانہ دار، مارسیلز کی جہازراں کمپنیوں کے مالک، مجلس (سینیٹ) کے سربرآوردہ ممبر، ماوراء البحر نوآبادیوں کے نمائندے، اور چند مشاہیر اخبار نویس شامل تھے۔

قسم قسم کے لذیذ کھانے اور نفیس شرابیں ہماری منتظر تھیں۔ دلفریب جاموں میں جب معطر شیمپین انڈیلی گئی، اور بلبلے سطح پر جوش مار کر اُبھرے، تو ہم اخبار نویسوں کا جوش، حد جنون تک پہنچ گیا۔ ہم بےچین تھے کہ فرانسیسی پرچم سمندر پار کے تمام ملکوں پر لہراتا دیکھیں!

کھانے کے بعد رئیس مجلس مسیوا ٹین نے اعلان کیا "ہم ایک اہم مسئلہ پر غور کرنا چاہتے ہیں۔ مسئلہ یہ ہے کہ ٹیونس کو نوآبادیوں کی وزارت کے ماتحت کردیا جائے یا ابھی اسمیں توقف کیا جائے؟"

شروع میں ہم اخبار نویسوں نے خیال کیا۔ اس مسئلہ پر کوئی سخت بحث نہیں ہوگی۔ چنانچہ بددلی کے ساتھ ہمنے اپنی جیبوں سے یادداشت کی کاپیاں نکال لیں۔

ایک سابق وزیر اُٹھا اور تقریر شروع:

"ٹیونس، اب تک فرانس کے زیر حمایہ (پروٹیکشن) ہے اس لئے قانون کی نظر میں وہ محکوم نہیں ہے۔ ایک اجنبی ملک کی حیثیت رکھتا ہے۔ اُس کا تعلق براہ راست وزارت خارجیہ سے ہے۔ اُس کا دستور حکومت الگ ہے۔ اُس کا جنگی خانہ مستقل ہے۔ اس صورت حال کا نتیجہ یہ ہے کہ الجزائر میں رہنے والے فرانسیسیوں کے ساتھ ہم ایک خاص قسم کا برتاؤ کرتے ہیں، اور ٹیونس کے فرانسیسیوں کے ساتھ دوسری قسم کا۔ یہ صورت اُسوقت جائز ہوسکتی تھی جب فرانسیسی نوجوں نے ٹیونس کی سرزمین پر قدم رکھا تھا۔ لیکن اب جبکہ ہم نے پورا تسلط حاصل کرلیا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ اس ملک کا وہ امتیاز باقی رکھا جائے جس کا وہ مستحق نہیں ہے۔ اب وقت آگیا ہے کہ فرانس سے ٹیونس کا کامل الحاق ہوجائے"

وزیر کی تقریر پر حاضرین کی ایک جماعت نے بڑے جوش سے تالیاں بجائیں۔ ہم سمجھے بحث ختم ہوگئی۔ مگر اچانک کیا دیکھتے ہیں کہ ایک اور سابق وزیر کھڑا ہوگیا:

"مجھے اس گمراہ کُن تجویز سے قطعی اختلاف ہے" اُسنے شانے ہلا کر کہا "فرانس نے بورڈو کے معاہدہ میں وعدہ کیا ہے کہ ٹیونس کے بائی (یا دشاہ) کی حکومت باقی رکھے گا۔ فرانس نے یہی عہد تمام دل سے بھی کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس کی خلاف ورزی سخت سیاسی مشکلات کا موجب ہوگی۔ ملک کی دیسی آبادی میں شورش پیدا ہوجائیگی اور فرانس کی پیشانی پر بدعہدی کا سیاہ دھبا لگ جائے گا"

اس تقریر پر بھی تالیاں بجیں، دونوں تقریروں کا لب لہجہ ویسا ہی شاندار تھا جیسا مجلس (پارلیمنٹ) کی تقریروں کا ہوتا ہے۔ دونوں تقریروں میں تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد "فرانس کی عظمت" "ٹیونس کی مصلحت" "تہذیب کی خدمت" "خدمت اقوام کا فرض" اور اس قسم کے تمام پامال جملے آتے تھے اور حاضرین تحسین و آفرین کی صدائیں بلند کرتے تھے۔ ہم غریب اخبار نویس کسی شمار قطار میں نہ تھے۔ لوگوں کو تالیاں بجاتے دیکھتے تو خود بھی بے تحاشا تالیاں بجانے لگتے!

اب گرم مباحثہ شروع ہوگیا۔ سرمایہ داروں، کارخانہ داروں، تاجروں، کمپنیوں کے مالکوں نے بھی تقریریں شروع کردیں۔

ایک مقرر نے کہا "یہ کیوں نہیں کہتے کہ تم ٹیونس کی کانیں تباہ کرنی چاہتے ہو؟"

"اور تم الجزائر کی کانوں کے دشمن ہو" دوسرے مقرر نے بغیر کسی تامل کے جواب دیا!

"اور تم بدمعاش ہو!" ایک تاجر جوش میں بیخود ہو کر چلایا۔

"لیکن تم ڈاکو ہو! بےحیا بدزبان!" ایک طرف سے آواز بلند ہوئی۔

"شریرو!" ایک تاجر نے غصہ سے کانپتے ہوئے کہا "فرانس کے کپوتو! تمہاری چوری، کھلا ہوا راز ہے۔ تم مارسیلز میں روسی گیہوں منگاتے ہو مگر چنگی سے بچنے کے لئے اُسے پہلے ٹیونس بھیجتے ہو پھر وہاں سے فرانس میں داخل کرتے ہو تاکہ ٹیونس کی کم چنگی سے فائدہ اُٹھا سکو!"

"یہ کون گدھا بول رہا ہے؟" ایک شخص نے پوری بے پروائی سے پکار کر کہا۔

"تم گدھوں کے جدامجد ہو" برجستہ جواب تھا!

اب مجھ پر یہ راز کھلا کہ ٹیونس کا معاملہ، نہ تو فرانس کی عظمت سے تعلق رکھتا ہے نہ تہذیب تمدن کی خدمت سے۔ محض سرمایہ داری کا سوال ہے۔ الجزائر کے فرانسیسی اور اُنکے حامی ٹیونس کو نوآبادیوں کی وزارت کے ماتحت اس لئے کردینا چاہتے ہیں تاکہ وہاں کے فرانسیسی اُن سے زیادہ فائدہ نہ اُٹھا سکیں۔

"تم ٹیونس کی دولت کھا کے پھول گئے ہو!" ایک مقرر نے کہا۔

"حاسدو! شیطان کے بھائیو! ہم تمھیں پیروں سے روند ڈالیں گے" ٹیونس کے ایک فرانسیسی کا جواب تھا جبکہ وہ جوش سے کھڑا ہوگیا تھا!

غرضکہ کوئی گالی نہ تھی جو استعمال نہ کی گئی ہو۔ کوئی الزام نہ تھا جو ایک نے دوسرے پر نہ لگایا ہو۔ اب شراب، سروں پر خوب چڑھ چکی تھی۔ آنکھیں لال تھیں۔ گھونسے تن رہے تھے۔ خطرناک ارادوں نے ہر چہرہ پر ہولناکی کا غازہ مل دیا تھا۔ آخر ایک آواز بلند ہوئی "مسیوا ٹین! مسیوا ٹین!"

مسیوا ٹین اپنی کرسی سے اُٹھے۔ اب ہر طرف خاموشی چھا گئی۔ اسوقت بھی میری آنکھوں میں اس چوڑے سینہ والے سیاسی مدبر کی تصویر پھر رہی ہے۔ اُسکی آنکھیں نہایت متحرک اور تیز تھیں چہرہ سے از حد مکار معلوم ہوتا تھا۔

"میرے ٹیونسی دوستو!" مقرر نے داہنی طرف مُنہ کرکے کہا "تم یقیناً میرے اخلاص سے انکار نہیں کرسکتے۔ آج سے بیس برس پہلے میں ہی وہ پہلا شخص تھا جسنے فرانس کو ٹیونس کی فتح پر آمادہ کیا تھا۔ میں نے ہی تحریک کی تھی کہ اُس "نیم وحشی" ملک میں تمدن و تہذیب کی روشنی پھیلائی جائے ..."

جملہ حاضرین نے پُرجوش تالیاں بجائیں۔

"اور اے میرے الجزائری دوستو!" مقرر نے بائیں طرف رُخ کرکے کہا "تم بھی میری خیرخواہی اور دوستی سے بخوبی واقف ہو الجزائر سے میری محبت کسی دلیل کی محتاج نہیں۔ الجزائر بھی میرا وطن ہے۔ کیونکہ میں اسی خوبصورت ملک میں پیدا ہوا تھا۔ الجزائر کی محبت مرتے دم تک میرے دلمیں باقی رہیگی"

بائیں رُخ سے پُرجوش تالیوں کا شور بلند ہوا!

غرضکہ اس چالاک مقرر نے کچھ ایسی شیریں زبانی سے گفتگو شروع کی کہ دونوں فریق خوش ہوگئے اور اس فرانس کے سب سے بڑے مکار انسان کے اخلاص پر ایمان لے آئے!

"عزیزو!" مقرر نے اپنی آواز کو حد درجہ موثر بنا کر کہا "جب میں تمھیں باہم اس طرح لڑتے جھگڑتے دیکھتا ہوں، تو میرا دل سینہ میں بیٹھنے لگتا ہے۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ الجزائر اور ٹیونس بغیر ایک دوسرے پر حسد کئے ترقی کریں؟ میں آپسے اُمید کرتا ہوں کہ یہ پست خیالات دُور کردیں۔ ذرا اپنی آنکھیں اُٹھا کر اوپر کی طرف دیکھئے!

"یہ دیکھئے، مراکش کی زرخیز سرزمین آپکے سامنے موجود ہے

اُس میں حسن و جمال کے سوا کچھ نہیں ہے۔ لیکن تعمیر و ایجاب کا عمل بغیر تخریب و سلب کے انجام نہیں پا سکتا۔ ہر بناؤ کے لئے ایک بگاڑ اور ہر نظم کے لئے ایک برہمی ناگزیر ہے۔ اس لئے اُس کے جمال تعمیر کی دلاویزیوں پر تخریب کی ہولناکیوں کا پردہ پڑ گیا۔ بارش کا عمل زمین کے لئے پیام روح ہے۔ اُس کے ایک ایک قطرہ کے اندر، نہیں معلوم زندگی کی کتنی تعمیریں اور وجود کی کتنی بخششیں پنہاں ہوتی ہیں؟

لیکن تعمیر حیات کا یہ پُرسکون عمل جبھی ظہور میں آسکتا ہے جب پہلے سلسلۂ تخریب کی ایک ہیبت انگیز ہولناکی پھیل جاتی ہے۔ بادل گرجنے لگتے ہیں۔ بجلی کڑکنے لگتی ہے۔ اضطراب و تصادم سے فضاء کائنات لرز اُٹھتی ہے۔ اور ایسا محسوس ہونے لگتا ہے، جیسے کوئی بڑی ہی سخت بربادی و خونناکی ظہور میں آنے والی ہے۔ لیکن پھر تھوڑی ہی دیر کے بعد یہ حالت منقلب ہوجاتی ہے، اور اچانک دکھائی دیتا ہے کہ فطرة نے قہر و جلال کا جامہ اُتار کر رحمت و جمال کا لباس پہن لیا۔ کیونکہ رعد و برق کی خوفناکیوں کی جگہ باران رحمت کی ربوبیتیں نمایاں ہوجاتی ہیں۔ قرآن حکیم نے جابجا قدرت الٰہی کی اس بظاہر قہر نمائی اور بہ باطن رحمت فرمائی کی طرف اشارات کئے ہیں:

ومن آیاته یریکم البرق خوفاً و	اور اُس کی حکمت و قدرت کی
طمعاً، وینزل من السماء ماءً فیحیی	نشانیوں میں سے ایک نشانی
به الارض بعد موتها، ان فی	یہ ہے کہ بجلی کڑکتی ہے اور تمھارے
ذلک لآیات لقوم یعقلون!	اندر خوف اور امید، دونوں طرح
(۳۰ : ۲۳)	کے اثرات پیدا ہوجاتے ہیں۔ پھر

وہ آسمان سے پانی برساتا ہے اور زمین کو اُس کی موت کے بعد از سر نو زندگی بخشدیتا ہے۔ بلاشبہ اسمیں قدرت الٰہی کی بڑی نشانیاں ہیں۔ مگر اُن کے لئے جو عقل رکھتے ہیں!

سورۂ بقرہ کی تمثیل میں بھی اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے: او کصیب من السماء فیه رعدٌ وبرق۔ تخریب کے عمل میں شورش اور ظہور ہے۔ اس لئے رعد و برق کی ہولناکی بارش کی حیات پرور دلاویزی سے زیادہ نمایاں اور بے پردہ ہوتی ہے۔

انسان کا ذہن طفولیت طبیعت حیوانی کے مقتضٰی کے مطابق، بارش کی دلاویزی تو جلد نہیں پا سکتا تھا۔ لیکن رعد و برق کی ہولناکی سے فوراً ڈر گیا تھا۔ بجلی کی کڑک میں اس کے لئے پہلے خوف تھا۔ طمع پیچھے تھی!

بہرحال زندگی اور فطرة کائنات کے مظاہر کی پہلی تاثیر خوف و دہشت ہی کی تاثیر تھی۔ بادلوں کی گرج، بجلی کی کڑک، آتش فشاں پہاڑوں کا انفجار، زمین کا بھونچال، آسمان کی ژالہ باری، دریاؤں کا سیلاب، سمندروں کا تلاطم؛ ان سب میں اُس کی عقل کے لئے رعب اور ہیبت تھی، اور اسی ہیبت کے اندر وہ ایک غضبناک خدا کی ڈراؤنی صورت دیکھ رہا تھا۔ وہ بجلی کی کڑک اور ہلاکت سے محبت نہیں کرسکتا تھا۔ وہ بادلوں کی گرج پر شیفتہ نہیں ہوسکتا تھا۔ وہ پہاڑوں کی آتش افشانی اور آسمان کی سنگ باری سے پیار نہیں کر سکتا تھا۔ اور اُس کا ذہن و ادراک خدا کے صرف انہی کاموں سے آشنا ہوا تھا!

ایک اور قریبی سبب بھی اس تصور کا باعث ہوا۔ خود اُس کی زندگی بھی امن و راحت سے زیادہ اضطراب و ہلاکت سے دوچار تھی۔ وہ اپنی حقیقی اور فطری حیات بہشتی سے محروم ہوچکا تھا، اور اب زندگی اور آبادی کی ایک نئی تعمیر درپیش تھی۔ وہ کمزور اور نہتا تھا، اور زمین کی ہر چیز اُس کی دشمن تھی۔ دلدل کے مچھروں کے جھنڈ اُسکے چاروں طرف منڈلاتے تھے۔ زہریلے جانور ہر طرف رینگتے تھے۔ طرح طرح کے بے پناہ درندوں کا پے در پے حملہ تھا۔ اُس کی زندگی سرتاسر جنگ اور کشمکش تھی۔ جس طرف دیکھتا تھا، ہلاکت ہی کا سامان نظر آتا تھا۔ اس ماحول کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ خالق کائنات کا تصور کرتے ہوئے اُس کا ذہن اُس کی ہلاکت آفرینیوں کی طرف جاتا۔ وجود اور زندگی بخشنے والی صفتوں کی طرف نہ جاتا۔ وہ صرف صفات سلبیہ کا تماشائی ہوسکتا تھا۔ ایجاب و تعمیر کی حقیقت شناسی ابھی اُس پر نہیں کھلی تھی!

تصور الٰہی کا یہ دور سرتاسر قہر و غضب کے تصور کا دور تھا۔ اس کی ابتدا ایک مبہم اور غیر معین خوف سے ہوئی، اور پھر بہ تدریج ایک معین شکل و شباہت کی صورت اختیار کرلی۔ پھر اس صورت کی وضع و قطع میں ترقی شروع ہوئی اور ایک ناتراشیدہ حالت سے ایک مکمل خال و خد تک پہنچ گئی۔ امریکہ، آسٹریلیا، اور افریقہ میں عہد قدیم کے جو آثار ایسے ملے ہیں جن سے نوع انسانی کی ابتدائی پرستشوں کا پتہ چلتا ہے، اُن سے اس ابتدائی تصور کی کڑی طیار کی جاسکتی ہے۔ پرستش کی ناتراشیدہ، بے ڈھنگی، اور ناقص، مگر خوفناک صورتیں انسان کے عہد طفولیت کی یادگار ہیں۔ انسان کے دور حجری (یعنی وہ زمانہ جب آلات و ظروف کے لئے صرف پتھر استعمال کیا جاتا تھا) کے آثار میں بھی اس تصور کا سراغ لگتا ہے۔ اس طرح کے بکثرت پتھر ملے ہیں جن پر انسان کے ابتدائی ذہن کی مصوری نے اپنے معبود کی صورت کا نقشہ کھینچنا چاہا تھا، اور کوشش کی تھی کہ زیادہ سے زیادہ ہولناک صورت بنادے۔ اُس میں عجیب طرح کا دھڑ ہے۔ غیر متعلق و مربوط چہرہ ہے، مختلف قسم کے خوفناک جانوروں کی صورت کے غیر متناسب اجزاء جمع کردیئے ہیں، اور مصوری کے نقص اور تصور کی ناتمامی نے ہیئت کی بدصورتی اور ہولناکی کا اثر اور زیادہ کردیا ہے۔ خوفناک جانوروں کی پرستش بھی اسی عہد میں شروع ہوئی۔ سانپ، اژدہا، مگرمچھ، اور اسی طرح کے جانور جن پر انسان بہ آسانی قبضہ نہیں کرسکتا تھا، اُس کے تصور میں ایک طرح کی الوہیت پیدا کرلیتے تھے۔

اس دور کے ابتدائی عہد سے جب انسان آگے بڑھا۔ تو خدا کے تصور میں زیادہ نظم و اسلوب پیدا ہوا۔ اب ایسی ایسی طاقتوں کا تصور کیا گیا جن کی الگ الگ صورتیں، الگ الگ دائرے، اور الگ الگ اعمال تھے۔ لیکن جہاں تک صفات کا تعلق ہے، سب قہر و غضب ہی کی صفات رکھتے تھے۔ ہندوستان، مصر، بابل، یونان، وغیرہ ممالک جہاں نوع انسان کو مختلف مرز بومی اسباب سے ترقی و تربیت کا زیادہ موقعہ ملا تھا، اس دور میں نمایاں ہوتے ہیں، اور آثار قدیمہ ہمیں سراغ رسانی میں مدد دیتی ہیں۔ ان تمام ممالک میں علم الاصنام کی سب سے ابتدائی کڑیاں وہی ہیں، جو خالص قہر و غضب کی تصورات تھیں۔ ہیرو ڈوٹس نے مصریوں کے جو حالات بیان کئے ہیں اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن کا سب سے زیادہ قدیمی معبود ہورس تھا جو ہلاکت اور بربادی کی طاقت تھی۔ یونان کا علم الاصنام اپنی لطافت تخیل اور بلندی نوعیت کے لحاظ سے تمام دنیا کے اصنامی تخیلات پر فوقیت رکھتا ہے، لیکن اُن کے یہاں بھی غضب و قہر کے دیوتاؤں کے تصورات، باقی دیوتاؤں سے زیادہ قدیم تھے۔ آریس جو آگے چلکر جنگ کا خدا ہوگیا، دراصل غضب و انتقام کا خدا تھا۔ آذیس جسے آگے چلکر جہنم کی داروغگی ملی، شروع شروع میں ہلاکت اور انتقام کا دیوتا تھا۔ بابل اور آشور کے آثار سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ بابل تصور الٰہی کے اُس عہد کا سب سے بڑا مرکز ہے، جو مظاہر فطرة کی پرستش کے سلسلے میں کواکب پرستی کا عہد تھا۔ لیکن یہاں بھی پرستش کی تمام ابتدائی صورتیں غضب و قہر ہی کی مظاہر تھیں۔ بابل کے آثار اصنام میں سب سے زیادہ قدیم اثر ایک عجیب الخلقت جانور کا ہے۔ جو ہلاکت اور انتقام کا معبود تھا۔ ہندوستان کی اصنام پرستی میں قہر و غضب کے دیوتاؤں کو جو قدامت حاصل ہے، وہ محتاج بیان نہیں۔

عالم مطبوعات و صحائف

پروفیسر ہیوار کی یادداشت کتب

یورپ کے مستشرقین (اورینٹلسٹ) نے قدیم آثار و علوم کی تحقیقات کے جو مختلف طریقے اختیار کئے ہیں، اُن میں ایک نہایت قیمتی طریقہ نوادر کتب کی مکمل یادداشتیں مرتب کرنے کا ہے۔

"یادداشتوں" سے مقصود یہ ہے کہ پرانی اور نادر کتابوں کے مختلف نسخے دنیا کے مختلف گوشوں میں پھیلے ہوئے ہیں کہیں اُن کا کوئی حصہ ہے، کہیں کوئی حصہ۔ کہیں ایک حصہ مسلّم ہے اور باقی ناقص ہے۔ کہیں دوسرا حصہ محفوظ اور پہلا حصہ ناقص ہوگیا ہے۔ کسی نسخہ کی کتابت غلط ہے لیکن ضخامت پوری ہے۔ کسی کی ضخامت ناقص مگر کتابت اچھی ہے۔ اب اس منتشر اور مختلف الاوصاف ذخیرہ سے ایک مکمل نسخہ کیونکر فراہم کیا جائے؟ اس کا صرف یہی طریقہ ہے کہ ان تمام نسخوں پر نظر ڈالی جائے، اور ایک جگہ کا نقص دوسری جگہ کی تکمیل سے پورا کرنے کی کوشش کی جائے۔ مثلاً اگر ایک کتاب کی ۵ جلدیں ہیں اور دس جگہ ۱۰ نسخے موجود ہیں، تو بہت ممکن ہے کہ ایک جگہ جو جلد گم ہو، وہ دوسری جگہ موجود ہو، یا ایک جگہ کے نسخے میں جو ورق ناقص ہوگیا ہو، وہی دوسری جگہ کے نسخے میں صحیح و سالم مل جائے۔ مستشرقین یورپ نے متعدد اہم اور نادر کتابوں کے متعلق اس طرح کی معلومات فراہم کی ہیں اور انھیں یادداشت کی صورت میں قلمبند کرلیا ہے۔

یہ یادداشتیں نہایت قیمتی ہیں ان سے بہ یک نظر معلوم ہوجاتا ہے کہ فلاں کتاب کا مکمل نسخہ دنیا کے فلاں فلاں کتب خانوں کے فلاں فلاں نسخوں، جلدوں، صفحوں، صفحوں کی سطروں، سطروں کے صحیح و سالم لفظوں کے باہدگر جمع ہوجانے سے وجود میں آجا سکتا ہے!

یہ یادداشتیں مستشرقین یورپ کے ذوق علم اور محنت جستجو کی سب سے بڑی نمائش گاہ ہیں۔ بعض حالتوں میں صرف ایک چھوٹی سی کتاب کے مکمل اور صحیح نسخہ کی معلومات جمع کرنے کے لئے تمام دنیا کا سفر کیا گیا ہے، اور ۵۰--۶۰ جگہوں کے نسخوں سے اُس کا ایک ایک ورق، ایک ایک سطر، ایک ایک لفظ، جمع کیا گیا ہے! ہمدانی کا جغرافیۂ عرب سنہ ۱۸۹۱ء میں پروفیسر ڈیوڈ مولیر Muller نے تصحیح و ترتیب کے بعد شائع کردیا۔ شائع کرنے سے پہلے جو یادداشت انھوں نے اور لیڈن یونیورسٹی کے دیگر مستشرقین نے مرتب کی تھی، وہ ہمارے پاس موجود ہے، اور اسے دیکھ کر ان پرستاران علم کی محنتوں کی بے اختیار داد دینی پڑتی ہے۔ ہمدانی کے جغرافیہ کے سترہ نسخوں کا اُنھوں نے پتہ لگایا تھا جو کرۂ ارضی کے مختلف گوشوں میں پھیلے ہوئے تھے لیکن ان میں کوئی بھی نقص سے خالی نہ تھا۔ انھوں نے ان سب کے ایک ایک صفحہ، ایک ایک سطر، ایک ایک لفظ پر نظر ڈالی، اور نسخوں اور انکے اوراق و سطور کے حوالوں کے ساتھ ایسی یادداشت مرتب کرلی جس سے بہ یک نظر معلوم ہوجاتا ہے کہ ان سترہ جگہوں سے ایک ایک ٹکڑا چن کر کس طرح ایک صحیح و مکمل نسخہ مرتب کرلیا جاسکتا ہے۔

مثلاً یادداشت بتلاتی ہے کہ کتاب کے صفحہ ۲ کی سطر کا پہلا لفظ برلین کے نسخہ میں کرم خوردہ ہے لیکن روم کے نسخہ میں صحیح و سالم

کا ولولہ پیدا کیا، تو ذہن و فکر نے چاہا، اُس کا تصور کرے۔ لیکن جب تصور کیا، تو یہ اُس کی ذات کا تصور نہ تھا۔ اُس کی صفات کا تصور تھا۔ وہ یکے بعد دیگرے صفات الٰہی کے نقشے کھینچتا گیا، اور اپنی تبدیلیوں کے ساتھ ساتھ اپنے خالق و معبود کی شکل و شباہت بھی بدلتا گیا۔ وہ ہر تبدیلی کے بعد ایک نئی صورت کا خدا اپنے سامنے دیکھتا، مگر نہیں سمجھتا کہ یہ صورت اُسکے خدا کی صورت نہیں ہے۔ خود اُسی کے ذہن و ادراک کی صورت ہے۔ خدا کی صورت ایک ہی تھی، لیکن اس کی نظر ہمیشہ یکساں نہ تھی۔ نظر و مشاہدہ میں جیسی جیسی تبدیلیاں ہوتی گئیں، منظور و مشہود بھی بدلتا گیا۔ اس راہ میں عقل انسانی کی پہلی اور بنیادی درماندگی یہی ہے:

اے بروں از وہم و قال و قیل من!
خاک بر فرق من و تمثیل من!

عقل انسانی کا ادراک محدود تھا۔ اُس کے تصور کے سامنے محسوسات کی دیوار کھنچ گئی تھی۔ وہ حواس کے دائرہ میں محصور اور حدوث و امکان کی جبلی بندشوں میں اسیر تھا۔ وہ صرف محسوسات ہی کا تعقل کر سکتا تھا، اور اُنہی کی شکل و شباہت میں ہر چیز کو دیکھ سکتا تھا۔ پھر اُس کے عقل و ادراک کی یہ جتنی بھی رسائی تھی، یہ یک دفعہ کام نہیں دے سکتی تھی۔ نشو و نما اور ارتقاء کی محتاج تھی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ جونہی فطرۃ کے مجرد اور بے میل جذبہ سے ذہن و فکر کی صورت آرائیاں اور شباہت آفرینیاں ملیں، خدا کے تصور کی جگہ ایک ایسی ہستی کا تصور پیدا ہوگیا، جو خالق کا تصور نہ تھا۔ خود انسان کے ذہنی تصورات کی مخلوق تھا۔ وہ اپنے ادراک کے آئینہ میں خود اپنے چہرہ کا عکس دیکھتا، اور اُسی کو اپنا معبود سمجھ کر سر بسجود ہو جاتا۔ اُس کا دل ہمیشہ خدا کی صورت دیکھنی چاہتا۔ مگر اُس کا دماغ ہمیشہ اپنی ہی صورت کی پرستش کرتا۔ مولانا نے ایک چرواہے کی حکایت میں جس کے لئے حضرت موسیٰ کا زمانہ فرض کیا گیا ہے، اسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے:

اے کہ اندر چشمۂ شور ست جات — تو چہ دانی شط و جیحوں و فرات؟
چوں قدم آمد، حدث گردد عبث — پس کجا داند قدیمی را حدث؟
چوں توہم میکنی تو نور ذات — ذات نبود، وصف ہا و صفات
وہم مخلوق ست و مولود آمدست — حق نزائیدست او لم یولدست!

بہرحال خدا کی ہستی کے اعتراف و یقین کے فطری جذبہ نے جب تصور کی شکل اختیار کی، تو یہ ذہن و فکر کا عمل تھا، اور ضروری تھا کہ اُس کی حالت اور استعداد کی ترقی کے ساتھ ساتھ اسمیں بھی ترقی ہوتی رہتی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اگر آج انسان کے تمام الٰہی تصورات یکے بعد دیگرے سامنے لائے جائیں، تو وہ انسانی ذہن کے سلسلۂ ارتقا کی سب سے زیادہ واضح تاریخ ہوگی۔ وہ اگرچہ بظاہر خدا کے تصور کا ارتقا ہوگا، لیکن بہ باطن خود ذہن انسانی کے ارتقا کے تمام حلقے ایک ایک کرکے سامنے آجائیں گے۔ کانٹ کے لفظوں میں کہا جا سکتا ہے کہ "ذہن انسانی کی استعداد فکر کا سب سے بڑا معیار، اُس کا تصور الٰہی ہے۔ جب کبھی اُسنے ایک نچلا درجہ چھوڑ کر بلند تر درجے پر قدم رکھا ہے، تو سب سے پہلے خدا ہی کی طرف نظر اُٹھائی ہے" اسی مطلب کی طرف اخوان الصفا کے مصنفوں نے زیادہ صاف لفظوں میں اشارہ کیا تھا: "انسان کی کسی جماعت اور اُس کے کسی عہد کی عقلی استعداد کا اندازہ کرنے کے لئے سب سے پہلی چیز یہ ہے کہ اُسکے تصور الٰہی پر نظر ڈالی جائے۔ جس درجہ یہ تصور شائستہ اور بلند ہوگا، اُتنی ہی اُس جماعت اور اُس عہد کی عقلی استعداد ترقی یافتہ ثابت ہوگی"! ہیگل نے بھی اسی طرف توجہ دلائی ہے: "تاریخ میں کسی قوم کی عقلی اور تمدنی استعداد معلوم کرنے کے لئے سب سے پہلے یہ معلوم کرو کہ اُسنے اپنی پرستش کے لئے کیسا خدا منتخب کیا تھا؟"

انسانی ذہن و فکر کی اس درماندگی میں وحی و نبوت کی دستگیری ہمیشہ نمایاں ہوتی رہی۔ لیکن وہ اس راہ میں عقل انسانی کی اُسی حد تک رہنمائی کر سکتی تھی، جس حد تک اُس کی استعداد ساتھ دینے کے لئے طیار تھی۔ انبیاء کرام (علیہم السلام) کی تعلیمات کا پیرایہ و اسلوب بھی دراصل اُن کے زمان و مکان کی عقلی استعداد کا نتیجہ ہوتا ہے وہ مجمع انسانی کے معلم و مربی تھے۔ اس لئے اُسی درجہ کا سبق دے سکتے تھے، جس درجہ کہ فہم و تحمل کی استعداد مخاطبین میں پیدا ہوگئی تھی۔ وہ اس سلسلۂ ارتقا سے باہر نہیں ہیں۔ اسی کے نشو و ترقی کی مختلف کڑیاں ہیں۔

تصور الٰہی کے دو بنیادی اصول

نوع انسانی کے تصور الٰہی کی تاریخ پر نظر ڈالی جائے، تو اگرچہ اُس کی نوعیت کی بے شمار صورتیں اور قسمیں سامنے آئیں گی، لیکن بڑی اور اصولی تقسیم دو بنیادی نوعیتوں کی بنا پر کی جا سکتی ہے:

(۱) تجسم اور تنزہ

(۲) صفات جلالیہ اور جمالیہ

ذہن انسانی نے جب فطرۃ کی آواز سنی اور خدا کا تصور کرنا چاہا، تو وہ بغیر شکل و شباہت کے اُس کا تصور نہ کر سکا۔ یہی تجسیم اور تمثیل کی بنیاد ہے۔ یعنے خدا کے لئے ایسی صفات تجویز کرنا جیسی صفات مخلوقات و موجودات کے ہم محسوس کر رہے ہیں۔

پھر چونکہ اُس کا ذہن و فکر عہد طفولیت میں تھا اور نشو و ترقی کے لئے ایک طولانی عمر کا محتاج تھا، اس لئے اس شکل و شباہت کا نقشہ بھی زیادہ شائستہ اور بلند نہ کھینچ سکا۔ وہ دراصل اپنے ہی صفات کا عکس طیار کر رہا تھا، اُس کی صفات ابتدائی عہد کے ناقص اور ادنیٰ درجہ میں تھیں اس لئے ویسے ہی صفات سے اُسنے اپنے خدا کا خال و خد بھی آراستہ کیا!

یہ صفات ابتدا میں سرتاسر قہر و جلال کی صفات تھیں۔ پھر ان میں رحم و جلال کی بھی آمیزش ہوئی، لیکن غلبہ قہر و جلال ہی کو رہا۔ اُس کے تصور میں پہلے دہشت آئی۔ پھر اُمید نے ظہور کیا۔ وہ پہلے خدا سے صرف ڈرتا تھا۔ پھر اُمید کی نگاہوں سے دیکھنے لگا۔ پھر آہستہ آہستہ محبت بھی کرنے لگا!

چنانچہ اس سلسلہ کے ارتقائی تغیرات میں یہی دو باتیں سب سے زیادہ نمایاں اور بمنزلہ اصل و معیار ہیں۔ اس سلسلہ کی ابتدا تجسم اور قہر و جلال سے ہوتی ہے، اور تکمیل تنزہ اور رحمت و جمال پر۔ درمیان کی تمام کڑیاں، ارتقائی کڑیاں ہیں۔ جوں جوں انسان کی معنوی استعداد ترقی کرتی گئی، وہ تجسم سے تنزہ کی طرف اور صفات قہر و جلال سے رحمت و جمال کی طرف ترقی کرتا گیا۔ یہاں تک کہ تکمیل کی آخری منزل نمودار ہوگئی۔

تجسم اور تنزہ پر دوسری جگہ مستقلاً بحث کی گئی ہے۔ یہاں اس کا ذکر تبعاً آگیا ہے۔ یہاں کا اصلی موضوع صرف صفات قہر و جلال اور رحمت و جمال کے ارتقائی تغیرات ہیں۔

(یہ یاد رکھنا چاہئے کہ یہاں "ابتدا" اور "ابتدائی عہد" کے الفاظ سے نوع انسان کی حقیقی ابتدا مقصود نہیں ہے۔ کیونکہ قرآن حکیم کی تصریحات کے مطابق نوع انسانی کی ابتدائی زندگی، اُس کی فطری اور بے آمیز زندگی تھی، اور چونکہ وہ فطرۃً حالت ہدایت میں پیدا کیا گیا ہے نہ کہ ضلالت میں، اس لئے اُس کے تمام عقائد و تصورات بھی اپنی فطری ہدایت پر قائم تھے۔ منحرف اور کج اندیش نہ تھے۔ لیکن اُس کے بعد مختلف اسباب سے وہ حالت باقی نہ رہی فطرۃ کی سادہ ہدایت کی جگہ اکتساب کی گمراہیاں پیدا ہوگئیں، اور بڑھتے بڑھتے اس درجہ تک پہنچ گئیں، کہ پہلی حالت بالکل منقلب ہوگئی۔ اسی عہد سے انسان کی معنوی زندگی کی ایک دوسری نشئۃ شروع ہوتی ہے، اور اُس کی "ابتدائی" زندگی اور "عہد طفولیت" سے اسی دوسرے عہد کی ابتدا مقصود ہے۔ شرح اس حقیقت کی اشارات میں ممکن نہیں اور یہ محل تفصیل نہیں)

دَور قہر و جلال

یہ عجیب بات ہے کہ تاریخ میں انسان کا قدیم سے قدیم تصور الٰہی جو ہمارے سامنے آتا ہے، وہ سرتاسر خوف اور دہشت کا تصور ہے رحم، محبت، اور جمال کا اسمیں کوئی عنصر نظر نہیں آتا۔ خدا کا تصور اُسکے لئے صرف ڈرنے کی چیز تھی۔ امید، اُنس، اور محبت کی چیز نہ تھی۔ وہ اُس کے قہر و غضب کی ہولناکیوں سے ڈرتا تھا، اس لئے اُس سے بچنے کے لئے اُس کی پرستش کرتا تھا۔

انسان کی پرستش خدا سے بچنے کے لئے تھی۔ خدا کی طرف بڑھنے اور اُس سے محبت کرنے کے لئے نہ تھی۔ وہ ایک ڈراؤنی اور ہولناک طاقت سے محبت کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا!

بظاہر یہ بات عجیب معلوم ہوتی ہے مگر فی الحقیقت عجیب نہیں ہے۔ انسان خدا کی صفات کو کائنات عالم کے فطری مظاہر میں دیکھتا تھا۔ یہی مظاہر اُس کے تصور میں خدا کے اعمال کا تصور پیدا کرتے تھے۔ فطرۃ کائنات میں کون و فساد ہے۔ یعنے وہ کائنات کی زندگی اور بقا کے لئے بہ یک وقت بناؤ اور بگاڑ، دونوں کا عمل جاری رکھتی ہے۔ انسان نے جب اپنی ابتدائی عقل و ادراک سے مظاہر فطرۃ پر نظر ڈالی، تو اُس کی نظر فطرۃ کے بناؤ کا حسن نہ دیکھ سکی۔ اُسکے بگاڑ کی ہولناکیوں سے سہم گئی۔ فطرۃ کا جمال ایجاب و تعمیر سلب و تخریب کے نقاب میں پوشیدہ ہے۔ اُس تک پہنچنے کے لئے عقل و ادراک کی زیادہ تیز اور دُور رس نگاہ کی ضرورت تھی۔ یہ ابھی اُسے میسر نہیں آئی تھی۔ پس صورت کائنات کا پہلا اثر جو اُس کے ذہن و ادراک کی نارسائی نے قبول کیا، جمال و رحمت کی دلاویزی نہ تھی۔ جلال و قہر کی ہولناکی تھی۔ اسی ہولناکی سے اُسنے خدا کی شکل و شباہت کا نقشہ بھی کھینچ لیا۔ قدرتی طور پر یہ نقشہ ڈراؤنا تھا۔ محبوب و دلاویز نہ تھا۔

اس عالم اثر و تاثر میں ہر چیز کی طرح ہر فعل بھی ایک قدرتی طبیعت اور مزاج رکھتا ہے۔ تخریب کے مزاج میں شورش اور ہولناکی ہے، اور تعمیر سرتاسر سکون اور خاموشی ہے۔ تعمیر جمع، نظم، ترتیب، اور ایجاب ہے۔ تخریب تفرقہ، برہمی، اضطراب، اور سلب و نفی ہے۔ جمع و نظم کی حالت ہی سکون ہے۔ اور تفرقہ و برہمی کی حالت ہی شورش و اضطراب کی حالت ہے۔ دیوار جب بنتی ہے تو کوئی ہولناکی محسوس نہیں ہوتی لیکن اُس کے گرنے میں دھماکا ہوتا ہے۔ اس لئے قدرتی طور پر تخریب کا عمل تعمیر سے زیادہ نمایاں اور پُر شور ہے۔ تخریب کی ہیبت فوراً ڈرا دیتی ہے، لیکن تعمیر کی دلاویزی آہستہ آہستہ نمایاں ہوتی ہے۔ تخریب کا دھماکا دُور سے بھی سُن لیا جا سکتا ہے، لیکن تعمیر کا خاموش عمل دیکھنے کے لئے نزدیک آنے کی ضرورت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حیوانی طبیعت تعمیری اور ایجابی افعال سے اُنس پکڑنے میں دیر لگاتی ہے لیکن تخریبی اور سلبی افعال سے فوراً ڈر جاتی ہے۔ جانور ڈرتے زیادہ ہیں۔ اُنس کم پکڑتے ہیں۔ انسان کا بچہ بھی ابتدا میں ہر چیز سے سہمتا اور ڈرتا ہے۔ پھر جوں جوں اُس کی ذہنی استعداد بڑھتی جاتی ہے، ڈر کم ہوتا جاتا ہے اور موانست بڑھتی جاتی ہے۔

نوع انسانی کا اُسکے عہد طفولیت میں یہی حال تھا۔ کائنات فطرۃ فی الحقیقت سرتاسر وجود، تعمیر، اور ایجاب ہے، اور اس لئے

السحر الحلال
فی
مجلدات الہلال

* * *

گاه گاهے باز خوان این دفتر پارینه را
تازه خواهی داشتن گر داغهائے سینه را

* * *

اردو صحافت کي تاریخ میں الهلال هي وه رساله هے جو اپني تمام ظاهري اور باطني خصوصیات میں ایک انقلاب آفریں دعوت تهي- اُس نے ملک کے سیاسي ' علمي ' ادبي ' اور دیني افکار و عقائد پر جو انقلاب انگیز اثرات ڈالے ' قریب هے که مستقبل هند کا مورخ اُن پر بحث کریگا اور اُن کے اندر وه عناصر و مبادیات ڈهونڈهیگا جن سے هندوستان کي سنه ۱۹۱۹ کے بعد کي اجتماعي ذهنیت ظهور پذیر هوئي •

الهلال اگرچه ایک هفته وار مصور رساله تها ' لیکن چونکه وه اردو صحافت کي مختلف شاخوں میں اجتهاد نظر و فکر کي نئي روح پیدا کرني چاهتا تها ' اِس لئے اُس کا هر نمبر مختلف اقسام اور مختلف اذواق کا مجموعه تها- اُس کے هر نمبر میں مختلف ابواب ' مذهب ' سیاست ' ادبیات ' علوم و فنون ' اور معلومات عامه کے هوتے تهے- اور اُسکا هر باب اپني مجتهدانه خصوصیات کے لحاظ سے اپني نظیر آپ هوتا تها- پهر اس کي ظاهري خوبیاں اُردو صحافت میں اعلی طباعت و ترتیب کا پهلا نمونه تهیں- اردو کا وه پهلا هفته وار رساله تها ' جس میں هاف ٹون تصاویر کے اندراج کا انتظام کیا گیا ' اور ٹائپ میں چهپنے کي وجه سے بهت سي ایسي خوبیاں پیدا هوئیں جو پتهر کي چهپائي میں ممکن نهیں- اِس کي جلدیں جدید اُردو علم ادب کے علمي ' مذهبي ' سیاسي ' اور اجتماعي مواد و مباحث کا بهترین مجموعه هیں- اِن کي مقبولیت و قدر کا اندازه اِس سے هوسکتا هے که سنه ۱۹۱۸ میں بعض شایقین علم و ادب نے اِس کي تمام جلدوں کا مکمل ست سات سو روپیه میں خرید کیا - اور حال میں ایک صاحب نے اِس کي پهلي جلد مکمل (جو دفتر میں بهي موجود نهیں) ساڑهے چارسو روپیه میں حیدرآباد سے خریدي هے- جن لوگوں نے اس کے پرچے بحفاظت جمع کئے هیں وه بڑي سے بڑي قیمت پر بهي علحده کرنے کیلیے تیار نهیں- پچهلے دنوں "البلاغ پریس" کا جب تمام اسٹاک نئے مکان میں منتقل کیا گیا تو ایک ذخیره الهلال کے پرچوں کا بهي محفوظ ملا ' هم نے کوشش کي که شایقین علم و ادب کے لئے جس قدر مکمل جلدیں مرتب کي جا سکتي هیں مرتب کرلي جائیں اور جن جلدوں کي تکمیل میں ایک دو پرچوں کي کمي هو اُنهیں دوباره چهپوا لیا جاے-

چنانچه الحمدلله یه کوشش ایک حد تک مشکور هوئي اور اب علاوه متفرق پرچوں کے چند سالوں کي جلدیں پوري مکمل هوگئي هیں - هم اِس اعلان کے ذریعه شایقین علم و ادب کو آخري موقعه دیتے هیں که اِس قیمتي ذخیره کے حاصل کرنے میں جلدي کریں ' چونکه جلدوں کي ایک بهت هي محدود تعداد مرتب هوسکي هے اس لئے صرف اُنهیں درخواستوں کي تعمیل هوسکے گي جو سب سے پهلے پهونچیں گي- هر جلد مجلد هے اور ابتدا میں تمام مضامین کي انڈکس به ترتیب حروف تهجي لگادي گئي هے -

الهلال مکمل جلد دوم ۱۰ روپیه الهلال مکمل جلد سوم ۱۰ روپیه
,, ,, ,, چهارم ۱۰ روپیه ,, ,, ,, پنجم ۱۰ روپیه

جلد "البلاغ" (جب دوسري مرتبه الهلال اِس نام سے شائع هوا) قیمت ۸ روپیه

علاوه جلد اول کے هر جلد کے متفرق پرچے بهي موجود هیں جن میں سے هر پرچه اپنے مضامین کے لحاظ سے ایک مستقل مجموعه علم و ادب هے- قیمت في پرچه ۸ آنه - محصول ڈاک و پیکنگ اِس کے علاوه هے -

منیجر " البلاغ پریس "

ہے۔ وہاں سے لے لیا جا سکتا ہے۔ روم کے نسخہ میں پانچویں سطر پڑھی نہیں جاتی لیکن سلوسٹر دے ساسی کے نسخہ میں موجود ہے۔ وہاں سے لے لی جائے۔ اسی طرح پوری کتاب کا ایک ایک لفظ بذریعۂ یادداشت مرتب کر لیا ہے۔ ساتھ ہی تمام نسخوں کے چھوٹے چھوٹے لفظی اختلافات کے بھی حوالے دیدیئے ہیں۔ بعد کو یہ اختلافات کتاب کے ساتھ شائع کر دیئے گئے۔ ان کی ضخامت اصل کتاب سے بھی دوگنی ہے۔ ایک پوری جلد صرف فہرست اور اختلافات پر مشتمل ہے!

اسی طرح طبقات ابن سعد کی یادداشت دو جلدوں میں مرتب ہوئی تھی۔ اس کے ایک ایک ورق اور ایک ایک سطر کے لئے بار بار دنیا کا سفر کیا گیا تھا۔ اس کی ایک ایک سطر، دس دس، بیس بیس جگہوں کے نسخوں کو باہدگر ملانے کے بعد حاصل ہو سکی۔ بعد کو یہ کتاب چھپ گئی، لیکن اس کی یادداشت اب بھی علم و جستجو کا ایک قیمتی خزانہ ہے۔

یہ یادداشتیں زیادہ تر علمی جماعتوں نے مرتب کی ہیں مگر بعض ایسی بھی ہیں جو کسی ایک شخص کی تنہا جستجوئے علم کا نتیجہ ہیں۔ انیسویں صدی کے مستشرقین میں پروفیسر رینوڈ Reinaud، اتین کاٹرمیر Etienne quatremere، ڈیرنبرگ Deren loung، گستاؤ فلوگل Fluegel، فلایشر Fleischer، اور دی گویہ De goeje، کی یادداشتیں نہایت قیمتی ہیں۔ زمانۂ حال کے مستشرقین میں مشہور جرمن مستشرق پروفیسر تھیوڈر نولڈیک Theodar Nöeldeke، اور پروفیسر گولڈزیہر Goldziher کی یادداشتیں شائع ہو چکی ہیں اور نہایت قیمتی معلومات پر مشتمل ہیں۔

حال میں ایک نہایت قیمتی یادداشت پروفیسر ہیوار Huart نے شائع کی ہے جو ہمیں گزشتہ مہینے پیرس سے وصول ہوئی ہے۔ اس یادداشت میں پروفیسر موصوف نے نہ صرف اپنی جستجوؤں کے نتائج درج کئے ہیں بلکہ گزشتہ دور کے دو بہت بڑے فرانسیسی مستشرقوں پروفیسر دی سلان De Slane اور پروفیسر دیرن برگ Deren Laung کی بعض غیر مطبوعہ یادداشتوں سے بھی ضروری فوائد اخذ کئے ہیں۔

پروفیسر دی۔ سلان کا انتقال ۱۸۷۹ء میں ہوا۔ وہ انیسویں صدی کے مشاہیر مستشرقین میں تھے۔ مقدمۂ ابن خلدون، تاریخ بربر ابن خلدون، اور ابن خلکان کا فرانسیسی ترجمہ انہی کے قلم کا رہین منت ہے۔ مقدمہ ابن خلدون کے ترجمہ و اشاعت کا کام در اصل ایٹن کواترمٹر نے شروع کیا تھا۔ مگر تکمیل انہی کے قلم دستی سے ہوئی۔ قومی کتب خانہ پیرس کے مشرقی مخطوطات کی فہرست بھی انہی نے مرتب کی تھی۔

پروفیسر دیرن برگ کا انتقال ۱۹۰۸ء میں ہوا۔ یہ اسی نام کے مستشرق باپ کا مستشرق بیٹا ہے۔ سیبویہ کی الکتاب (جو کلکتہ میں ایشیاٹک سوسائٹی چھاپ چکی ہے) یورپ میں انہی کے اہتمام سے چھپی تھی۔ کتاب الفخری، دیوان نابغہ، کتاب الاعتبار ابن منقذ وغیرہ بھی انہی کی سعی و محنت سے مرتب و شائع ہوئی۔ بعد کو الفخری کی نقل مصر میں شرکت احیاء کتب عربیہ نے بھی چھاپ دی۔

پروفیسر ہیوار موجودہ عہد کے مستند فرانسیسی مستشرق ہیں۔ یہ پہلے مصر کے فرانسیسی قنصل خانہ میں کاتب تھے۔ پھر ترقی کرتے کرتے قنصل جنرل ہو گئے۔ اب ایک مدت سے پیرس کے مدرسہ لغات حیۂ عالمیہ کے معلم ہیں۔ اسلامی و عربی علوم و ادب پر ان کی مصنفات بکثرت شائع ہو چکی ہیں۔ تاریخ عرب، تاریخ ادبیات عرب، تاریخ بغداد جدید، وغیرہ کتابیں مشہور و مقبول ہیں۔ ابوزید بلخی کی کتاب الخلیقہ انہی کے سعی و اہتمام سے شائع ہوئی۔ کای فونگو (چین) کی ایک قدیم مسجد کے عربی و فارسی نقوش پر بھی ان کا ایک رسالہ شائع ہو چکا ہے۔ اس یادداشت میں عربی اور فارسی، دونوں زبانوں کے بعض نوادر پر معلومات موجود ہیں۔ ایک ترکی (عثمانی) کتاب کا بھی ذکر ہے۔ ہم آیندہ اس کے بعض اہم فوائد ہدیۂ قارئین کریں گے۔

* * *

امام ابن قیم کی کتاب العلم والعلماء

امام ابن قیم کی مصنفات کا بڑا ذخیرہ شائع ہو چکا ہے، لیکن روز بروز نئی کتابیں نکلتی ہی آتی ہیں۔ حافظ ابن رجب نے طبقات میں ان کی ایک کتاب کا نام "کتاب العلم والعلماء" لکھا ہے۔ اُبتک اس کا کوئی سراغ نہیں ملا تھا۔ اب معلوم ہوا ہے کہ اس کا ایک نہایت عمدہ نسخہ جسپر اُن کے شاگرد فیروزآبادی (صاحب قاموس) کا دستخط ثبت ہے، دمشق میں نکل آیا ہے اور اسکی اشاعت کا اہتمام کیا جا رہا ہے۔

* * *

العبر فی اخبار البشر

الہلال نمبر۲ میں ہم نے امام شمس الدین ذہبی، کی تاریخ کبیر کی نسبت اطلاع دی تھی۔ اب معلوم ہوا ہے کہ ان کی ایک دوسری تاریخ "العبر فی اخبار البشر" بھی زیر تصحیح و طباعت ہے۔

امام موصوف نے اپنے تذکرہ میں خود تصریح کی ہے کہ انھوں نے پہلے مطول و مبسوط تاریخ الاسلام (تاریخ کبیر) لکھی۔ پھر اس سے مختصرات منتخب کرکے چار چھوٹی چھوٹی کتابیں الگ کرلیں:

(۱) الدول الاسلامیہ: یہ تاریخ کبیر کا اختصار ہے، اور بعض کتابتوں میں چار جلدیں ہیں بعض میں دو۔ اس کا سب سے زیادہ بہتر اور مکمل نسخہ قسطنطنیہ کے کتب خانہ کوپرلی میں ہے۔

(۲) طبقات الحفاظ: اسمیں صرف اُن حفاظ حدیث کے حالات لے لئے ہیں جن کے تراجم بہ سلسلۂ تاریخ، تاریخ کبیر میں آئے تھے۔ حافظ جلال الدین سیوطی کی طبقات اسی کا اختصار و تکملہ ہے۔ سنہ ۱۸۳۳ء میں پروفیسر وستنفیلڈ نے اسے تین جلدوں میں چھاپکر شائع کیا۔

(۳) طبقات القراء: اسمیں قراء کے تراجم تاریخ کبیر سے اخذ کرکے بہ ترتیب طبقات جمع کئے ہیں۔ اسکے نسخے پیرس کے قومی کتبخانہ اور قسطنطنیہ کے کتبخانۂ کوپرلی اور ینی جامع میں موجود ہیں۔ متعدد علماء نے اس کے ذیل بھی لکھے تھے۔ حافظ سیوطی کا ذیل چھپ گیا ہے۔

(۴) العبر فی اخبار البشر یہ ایک مختصر تاریخ عام دو جلدوں میں ہے۔ اسمیں اور دول الاسلامیہ میں یہ فرق ہے کہ اُسکی ترتیب حروف ہجی کی ترتیب ہے۔ اس کی ترتیب سنین کی ترتیب ہے۔ سنہ ہجری کی ابتدا سے لے کر سنہ ۷۴۰ھ کے تمام حوادث و وفیات اسمیں مل جاتے ہیں۔ ابن شماع (متوفی سنہ ۹۳۶) نے اس کا ذیل لکھا تھا۔ اسکے نسخے برٹش میوزیم اور ایا صوفیا قسطنطنیہ کے کتب خانوں میں ہیں۔

اسی آخری کتاب کے متعلق معلوم ہوا ہے کہ بعض اہل علم کی سعی سے قاہرہ میں چھپنا شروع ہو گئی ہے۔ عنقریب پہلی جلد مکمل ہوکر شائع ہو جائے گی۔

* * *

فہرست

مذاکرۂ علمیہ ۲
نظریۂ ارتقا کا گم شدہ حلقہ
ریڈیم ۳
تاریخ مغرب جدید کی تاریخی شخصیتیں ۶
روسو
عالم شرق و اسلام ۱۰
شام کے جہاد حریت کا خاتمہ
بصائر و حکم
انسانیت موت کے دروازہ پر ۱۳
حضرت عمرو ابن العاص
برید فرنگ ۱۴
مسولینی کی ایک اہم تقریر
برید شرق
مکتوب قسطنطنیہ ۱۶
خواطر و سوانح
"اخباری زندگی کا ایک لمحہ" ۱۹
باب التقریظ
تفسیر سورۂ فاتحہ کا ایک صفحہ ۲۱
عالم مطبوعات و صحائف ۲۳
ایک نئی یادداشت کتب
کتاب العلم والعلماء
العبر

میرٹھ
کی
اصلی مشہور و معروف
قینچی
نانہ اسٹور متصل تحصیل میرٹھ سے منگائیے

البلاغ

9

البلاغ پریس کلکتہ

[illegible]

دنیا کي بہترین کتابوں کیلئے بہترین رهنما:

ٹائمز اف لنڈن کا ادبي ضمیمه

یه ضمیمه دنیا کي تمام کتابوں پر هفته وار دلچسپ اور وقیع تبصره کرتا هے -

اسکا معتدل نقد علمي حلقوں میں مسلم هے -

اس میں چند صفحات وقت کے جاري اور زیر بحث ادبي فوائد پر بھي هوتے هیں جنکي اهمیت کا عام طور پر اعتراف کیا گیا هے -

اپنے یہاں کے ایجنت سے تقاضه کیجئے که وه ٹائمز لنڈن کا هفته وار ادبي ضمیمه آپکے لئے مہیا کرے - لیکن اگر آپ چاهیں تو

The Publisher :

Printing House Square

London, E. C 4.

سے براه راست طلب کر سکتے هیں

دنیا کے [illegible] معلم اور ماهر فن تعلیم کیلئے

ضروري هے که

ٹائمز اف لنڈن کا تعلیمي ضمیمه مطالعه کرے

اگر آپ چاهتے هیں که فن تعلیم کے تمام نظري اور عملي تغیرات و ترقیات سے بے خبر نه رهیں ' تو آپکو یه ضمیمه بلا ناغه مطالعه میں رکھنا چاهیے -

یه هر هفته اس موضوع پر تمام اهم خبریں اور مباحث جمع کردیتا هے - ماهرین فن اور مشاهیر تعلیم کے قلم سے اسکے صفحات مرتب هوتے هیں -

اپنے یہاں کے ایجنت سے طلب کیجئے -

ورنه

The Publisher,

Printing House Square

London, E. C 4.

سے طلب کرسکتے هیں -

کیا آپ تجارت کرني چاهتے هیں ?

اگر آپ چاهتے هیں که یورپ اور امریکه کے تمام بڑے بڑے کارخانوں سے تجارتي تعلقات قائم کریں ' نفع بخش ایجنسیاں لیں ' هندوستان سے خام پیدا وار بھیجیں ' نئي نئي ایجادات سے اپنے ملک کو آشنا کریں ' تھوڑي سي محنت اور تھوڑا سا سرمایه لیکر ایک وقیع کار و بار شروع کردیں ' تو آپ کو ابتدا میں بہت سي باتیں معلوم کرني چاهئیں - اس طرح کي تجارت کے گر اور بھید سیکھنے چاهئیں - هندوستان کے تمام حلقوں اور یورپ و امریکه کے تمام کارخانوں اور کوٹھیوں کے حالات اور اصول معاملت معلوم کرنے چاهئیں - بغیر اس کے آپ کامیاب نہیں هوسکتے -

اگر آپ چاهتے هیں که بہت تھوڑا سا وقت خرچ کرکے یه ساري باتیں با قاعده علمي اصول پر معلوم کرلیں ' تو آپکو چاهیے که هم سے خط و کتابت کریں - هم یه کام به حیثیت ایک ماهر فن کے کر رهے هیں - خط و کتابت کے بعد هي آپکو معلوم هو جائیگا که آپکے مقصد کیلئے هم کس درجه مفید هیں ؟

همارے تعلقات دنیا کے تمام تجارتي حلقوں سے هیں -

M. R. MARSDEN & CO.

Post Box 708.

Clive Street, Calcutta.

برونو مولر اینڈ کو - برلن

پوسٹ بکس نمبر ۲۴

BRUNO MULLER & CO. M. B. H.

Berlin-W 35

Post No. 24.

هر طرح کي مشینیں جو گرم ملکوں کے میووں کو خشک کرنے اور پھلوں کو محفوظ رکھنے کیلئے ضروري هیں ' اس کارخانے میں تیار کي جاتي هیں - تمام دنیا میں اس قسم کي مشینوں کا یه بہترین کارخانه هے - مندرجۂ بالا پته سے خط و کتابت کیجیے -

یاد رکھیے

میووں ' ترکاریوں ' اور هر طرح کے زرعي مواد کو خشک کرنے کا بہترین طریقه وه هے جو " نئے سستم " کے نام سے متمدن ممالک میں مشہور هے - اس " نئے سستم " کے مطابق کام کرنے والي مشینیں صرف اسي کارخانه سے مل سکتي هیں -

Printed and Published by
Masud Hasan Zuberi at The Al-Balagh Press, 11, Ballygunge Circular Road, Calcutta
Editor : Maulana Abu-al-Kalam Azad.

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین (القرآن الکریم)

الهلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ۹ — کلکته : جمعه ١٣ ـ صفر ١٣٤٦ هجری — جلد ١

Calcutta : Friday, 12, August 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نہین ؟

آج کوئی زبان ترقی نہین کر سکتی اگر وه اپنا ترقی یافته طریق طباعة نہین رکھتی ۔ طباعة کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نہین که حروف کی چھپائی اختیار کی جای ۔ پتھر کی چھپائی مین محدود رهکر اردو کی طباعة کبھی ترقی نہین کر سکتی ۔

اردو کی سب سی بہتر حروف جو اس وقت تك بن سکی هین ، وه هین جن مین الهلال چھپتا هی ۔ اور عربی کا بہترین خط نسخ وه هی جس مین یه سطرین کمپوز کی گئی هین ۔ آپ ان دونون مین سی جسی چاهین پسند کر لین ۔ لیکن پتھر کی چھپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین ۔

براه عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی همین اطلاع دیجیی ۔ یاد رکھیی ۔ طباعة کا مسئله آج زبان و قوم کیلیي سب سی زیاده اهم مسئله هی ۔ ضروری هی که اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین ۔

الهلال

قارئین الهلال کی آراء

اس باری مین اس وقت تك ٥٦١ مراسلات وصول هوی هین ۔ تقسیم آراء حسب ذیل هی :

عربی حروف کی حق مین	٥٦	اردو حروف کی حق مین	١٨٢
موجوده مشترك طباعة کی حق مین	١٠٥	حروف کی حق مین بشرطیکه نستعلیق هون	٤٠
پتھر کی چھپائی کی حق مین	١٧٨		

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بھی متفق ظاهر کیا هی ۔

آراء کی دیکھنی سی معلوم هوا که اس باری مین بعض اهم تفصیلات پر لوگون کی نظر نہین هی ۔ اور اسلیی شرح وبیان کی ضرورت هی ۔ آینده اس باری مین مولانا به تفصیل اپنی خیالات ظاهر کرینگی مگر ضرورت هی که بقیه حضرات بھی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بھیج دین ۔

الهلال

نوجوان چونک اُتھا - اِدھر اُدھر گھبراھت سے دیکھنے لگا - سمجھا ' اُسکے هم مدرسه پکار رهے هیں - مگر وهاں کوئي انسان بھي نظر نه آیا -

" دیوکلس !" — " دیوکلس !" نوجوان تمنائي نے نگاہ اتھا کر بت کو دیکھا - کیا دیکھتا هے که سچ مچ اُسکے هونٹ هل رهے هیں ! ... اچانک سنگ مرمر کے هاتھه میں جنبش هوئي ...... دیوي نے اپنا هاتھه دیوکلس کے کندھے پر رکھه دیا ...... بجلي کي ایک طاقتور لهر اُسکے بدن میں دوڑ گئي - بید کي طرح تھر تھرانے لگا - خوف کي شدت سے اُسکے حواس معطل هوگئے ......

لیکن آواز ابتک آ رهي تھي " دیوکلس ! " " دیوکلس !"

" دیوکلس ! تونے مجھے پکارا - لے' میں آگئي - تیري مناجات میں نے سن لي ۔ بول ' کیا مانگتا هے ؟"

دهشت سے نوجوان کي سانس رک گئي - بے اختیار زمین پر گر پڑا - قریب تھا ' بیهوش هو جائے - جب کچھه عرصه کے بعد اُسکے هوش حواس واپس آنے لگے - تو اُس نے خوفزدہ نظروں سے دیوي کو دیکھا :

" هاں مقدس دیوي !" اُسنے کانپتي هوئي آواز سے کہا " میں هي تیرے حضور زار نالي کر رها تھا - مجھے " حقیقت " کي جستجو هے - میں " حقیقت " کو دیکھنا چاهتا هوں - میں اُسے بے نقاب دیکھنا چاهتا هوں ... "

" تو حقیقت کي کھوج میں هے !" دیوي نے اپني پر رعب آواز میں کہا " حقیقت خود یهي " وجود " هے - حقیقت کهاں نهیں هے ؟ لیکن هاں ' بے پردہ ' بے نقاب حقیقت ' کبھي کوئي کائناتي نگاہ نه دیکھه سکي - کسي نے اسکے دیکھنے کي جرأت بھي نهیں کي - بے نقاب حقیقت انسان کي حد نگاہ سے باهر هے - تاهم اگر تیري یهي ضد هے تو سمجھه لے' تجھے بڑي قیمت ادا کرني پڑیگي ' ایسي بڑي ' جسکي شاید تجھے قدرت نهیں - تجھے دولت ' عظمت ' حسن — سب سے دست بردار هوجانا پڑیگا - تجھے زندگي کا بھي آرزومند نه هونا چاهیے - دیوتاؤں نے " حقیقت " سے بڑھکر کوئي دولت کائنات کي اولاد کو نهیں دي هے "

" میں اِن سب سے همیشه کیلیے بخوشي دست بردار هوتا هوں " دیوکلس نے خوش هوکر کہا " میں سورج بھي چھوڑنے پر طیار هوں "

دیوي نے اپنا سر جھکا لیا - هر طرف خاموشي پھیل گئي - درخت " زفس " کي اِس با عظمت لڑکي کي تعظیم میں جھک گئے !

دیوي نے پھر سر اتھایا :

" بهتر " اُسنے آدمیوں کي طرح لفظوں میں کہا " تجھے حقیقت دکھادي جائیگي - لیکن ایک هي مرتبه میں تو اُسے نهیں دیکھه سکتا - میں هر سال ایک دفعه تجھے وهاں لیجایا کرونگي - تو اُسکے چھپانے والے پردوں میں سے ' هر مرتبه ' ایک پردہ چاک کرسکے گا ... تو زندگي کے لباس میں رهے گا ' یهانتک که حقیقت عریاں اپني آنکھوں سے دیکھه لے "

***

نوجوان کا چهرہ مسرت امید سے دمکنے لگا - وہ خاموش رها که دیکھے اب دیوي کیا کرتي هے - اچانک وہ حیرت سے دم بخود هوگیا - دیوي نے اپني سنگ مرمر کي چادر اتار دي - دیوکلس کي آنکھیں دختر زفس کے حسن و جلال سے چکا چوند هوگئیں - چشم زدن میں بت نور کا پتله بن گیا - ... اب اُس میں حرکت هوئي - ... اُسنے نوجوان کو گود میں اتھا لیا - لامتناهي فضا میں پرواز شروع کردي - ایک نامعلوم خطه میں جا پهنچي - دیوکلس نے دیکھا ' ایک سر بفلک پهاڑ پر وہ کھڑا هے ...

یهاں' پهاڑ پر ' نوجوان نے کالي بدلیوں کے اندر ایک پرچھائیں سي دیکھي - جوش شناخت میں اسکي روح اُسکے حلقه هاے چشم میں سمٹ آئي مگر وہ اسکے خال و خط نه دیکھه سکا !

" یهي حقیقت هے " دیوي نے اپني انگلي سے اشارہ کرکے کہا " یهي اپني دھندلي شعاعیں زمین پر ڈالتي هے اور فلسفي اور حکیم اُن میں نور حق کا سایه ڈھونڈھتے هیں - اگر یه شعاعیں نه هوتیں تو دنیا تاریک رات کي طرح اندھیري هوجاتي - انسان کي نگاہ حقیقت کو اِنهي شعاعوں میں دیکھه سکتي هے - تم دیکھه رهے هو ' وہ کس قدر هلکي ' کیسي دھندلي شعاعیں هیں ؟ حقیقت بے حد روشن هے - اتني روشن که سورج کي روشني سے بھي تم اسکا قیاس نهیں کرسکتے - مگر وہ اِن پردوں کے اندر چھپي هوئي هے - صرف اُسکا سایه هي نظر آسکتا هے - آگے بڑھ ' اور اُسکا ایک پردہ چاک کر ڈال "

دیوکلس نے دیوي کے حکم کي تعمیل کي -

هاتھه لگتے هي پردہ سفید پرند بن گیا - تھوڑي دیر نوجوان کے سر پر منڈلایا - پھر سیدھا آسمان کے طرف اُڑ گیا !

دیوکلس نے اب دیکھا - حقیقت کي شعاعیں پهلے سے زیادہ صاف اور روشن هیں !

دیوي اُسے پھر زمین پر اُڑا لائي - وہ اپني اکادیمي میں گیا ' اور دیوي اپنا مرمري جامه پهنکر پھر بت بن گئي !

***

دیوکلس نے دیوي سے اپنا وعدہ پورا کیا - آرام و راحت سے منهه موڑ لیا ' خلوت میں بیٹھا ' اور غور و فکر میں یکقلم مستغرق هوگیا -

اب وہ انسانوں کے کسي مجمع میں نظر نهیں آتا تھا - ایتھنس کے تمام میلے اس سے خالي هوگئے تھے -

دوسرے سال اپنے مقررہ وقت پر' وہ پھر سنگ مرمر کے بت کے سامنے سر بسجود تھا - دیوي نے حرکت کي ' اور پهلي مرتبه کي طرح اُسے غیر معلوم پهاڑ پر اُڑا لے گئي - اب اُسنے حقیقت کا دوسرا پردہ چاک کردیا - اس مرتبه روشني اور بھي زیادہ تیز هوگئي - پھر وہ زمین پر واپس آ گیا - اُسکي زهد و خلوت پسندي اب اور زیادہ گهري هوگئي تھي -

***

اُسکے رفیق اِس تبدیلي پر متعجب تھے - اُنهوں نے اُسے بهت بهت پھسلایا ' مگر وہ اپنے گوشهٔ انزوا سے باهر نه نکلا -

ایتھنس کي بعض حسین دو شیزہ لڑکیوں سے اُسکي ملاقات تھي - ایک فتنه گر حسن اُس سے محبت بھي کرتي تھي - اُسکي یه حالت دیکھکر ایک دن اُسکے پاس گئي :

" دیوکلس ! کیا بات هے ؟" دوشیزہ نے مسکرا کر کہا " تم مجھه سے بیزار کیوں هوگئے ؟ یه دیکھو ' میري آنکھیں ستاروں کي طرح چمکتي هیں - میرے بال شعاعوں سے بھي زیادہ چمکیلے هیں - میرا جسم کیسا دلفریب هے ؟ میں نے تمهارے سوال محبت کا جواب دیا تھا ' مگر اب میں خود تم سے جواب محبت کي سائل هوں - مجھے دیکھو ' میري محبت کي تحقیر نه کرو - خود دیوتا بھي محبت سے انکار نهیں کرتے "

افسانه

حقیقت کہاں هی ؟

یونانی علم الاصنام کا ایك افسانهٔ حکمت

قديم يونان کے مرکز ايتهنس ' فلسفه کے گهوارے اور حکمت کے سر چشمے پر ' رات کي خاموشي چها گئي تهي -

رات نے اپني سياه قناتيں تان ديں - محو خواب شهر کي لمبي سانسوں کے سوا کوئي آواز سنائي نهيں ديتي - اتنے ميں چاند نکل آيا - روپهلي چاندني کوه و دشت پر پهيل گئي - مندروں کي سنهري برجياں چمک اٹهيں - زيتون اور خرمے کے درخت بے ساخته کهلکهلا اٹهے !

شهروں کي ملکه ايتهنس سو رهي هے - دروازوں پر چوکيدار اونگهه رهے هيں - ليکن ' صرف ايک نوجوان هے جو اب تک جاگ رها هے !

ديوکلس حسن ' ذهانت ' دولت کے خزانوں کا مالک هے - اکاڈيمي ميں حکمت کا طالب علم هے - اپنا پورا دن ' اور رات کے بهي بهت سے گهنٹے ' علم و حکمت کے پهلو ميں گزارتا هے - صحبت و معاشرت سے بيزار هے - ايک پورے حکيم کي طرح پورا خلوت پسند هے - تفکرات کے سمندر ميں شب و روز غواصي ؛ بس يهي اُس کا مشغله هے -

ايتهنس ' يعني حکمت کي ديوي کا مرمري خوبصورت بت اکاڈيمي کے صحن ميں نصب تها - ديوکلس سب طالب علموں سے زياده ' حکمت کے اس خاموش مجسمه کے پاس جاتا اور هميشه اُس کے تصور ميں غرق رهتا - اُس کي دل کي مناجاتوں کا قبله يهي تها - اُس کے دماغ کے استغراق کا مرکز اِسي ميں تها - وه اس کي دلفريب صورت پر غور کرتا - وه اُس کے جمال معني و حقيقت کي جستجو ميں محو هوجاتا - وه اُس سے حکمت کي وحي اور علم کا پيام رباني طلب کرتا - وه حکمت کي جستجو ميں حکمت کے مجسمه کا عاشق تها !

* * *

آج رات ديوکلس پهر ديوي کے سامنے دست بسته کهڑا هے -

رات ڈهل گئي ' مگر وه بے حس و حرکت کهڑا هے - اچانک اُس نے سر اٹهايا اور بت کے قدموں پر گر پڑا - بوسوں پر بوسے ليے - آنسوؤں سے اُس کے پاؤں دهونے لگا :

" اے علم و حکمت کے مظهر محبوب ! رحم ' رحم ' مجهے ايک نظر ديکهه لے ! ايک مرتبه کے ليے ميري التجائيں سن لے ! "

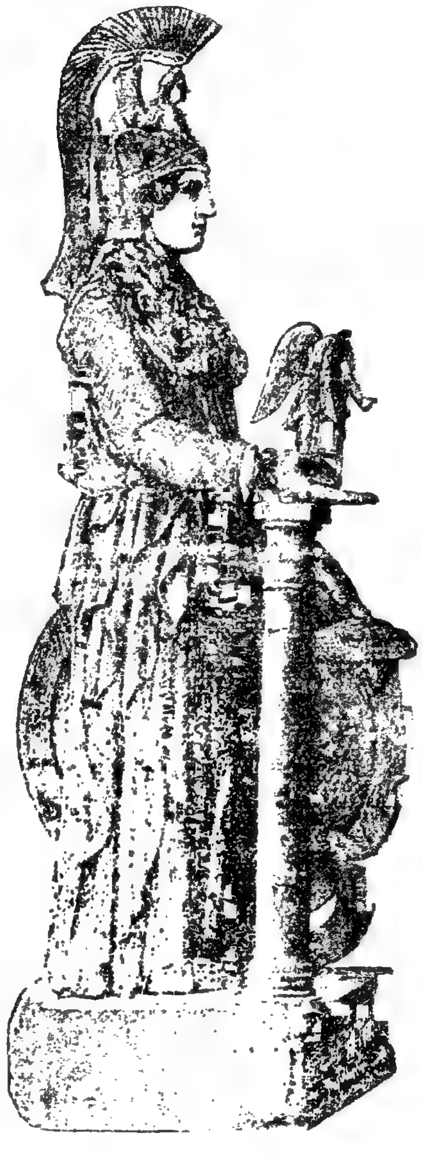

وه دير تک آنکهوں کے آنسوؤں اور زبان کي دعاؤں سے مناجات کرتا رها - پهر اُس نے نظر اُٹهائي - چاند نے اپني شعاعيں جمع کرکے ديوي کے چهرے کي رعنائي بے حساب کردي تهي !

هوا چلتے چلتے رُک گئي - پتوں کا شور تهم گيا - پهلے سے زياده سکون طاري هوگيا - نوجوان کا دل تنگ هوا - اُس نے لمبي آه بهري ' اور آه کے ساتهه هي آنسوؤں کي لڑياں رخساروں پر پهيل گئيں :

" مقدس ديوي ! " ديوکلس نے جوش سے چلا کر کها " تيرے هي قدموں پر ميرا سر دهرا هے - تيري هي عبادت پر ميري روح جهکي هے - تو نے ميرے دل کو حکمت کے عشق سے معمور کر ديا - تو نے کمال کا لازوال شوق پيدا کرديا - تو نے حقيقت کي جستجو کي آگ سلگا دي - يه آگ اب جلائے ڈالتي هے - يا تو هميشه کے ليے اِسے ٹهنڈا کردے ' يا حقيقت کا جمال پنهاں ايک مرتبه دکها دے - هاں ' حقيقت ' مقدس ' عظيم حقيقت ' اِس مهيب کائنات کي حقيقت ' اس هولناک ازليت و ابديت کي حقيقت ' هر وجود کي روح ' مجرد حقيقت ' عرياں حقيقت - وه حقيقت ' جس کي جستجو ميں تمام فلاسفه سرگرداں رهے ' اور حکيموں کو بستر خواب پر کبهي نيند نه آئي - حکمت کي پاک ديوي ! حقيقت کا چهره ميري آنکهوں کے سامنے بے نقاب کردے - ميں اسے جاننا اور ديکهنا چاهتا هوں - ميں اُسے سارے پردوں اور نقابوں کے اندر سے ديکهنا چاهتا هوں - ميں اس کي پرشش پر دل بد چکا هوں - ميں اُس کي راه ميں اپني زندگی اور زندگي کي تمام مسرتيں ' اپني دولت ' عزت ' حسن ' شباب ' محبت ' سب کچهه قربان کردونگا "

ديوکلس نے يه کها اور گردن اٹها کر ديوي کا منهه ديکها - وه بدستور خاموش اور بے حس و حرکت تهي - نوجوان نے اپني پيشاني پهر اُس کے مرمري قدموں پر رکهدي اور گڑگڑانے لگا - اُس کي روح ' اُس کي آنکهيں ' اُس کي زبان ' تينوں ديوي کے قدموں پر تهے - روح آتش شوق سے جل رهي تهي - آنکهيں جوشش عشق ميں بهه رهي تهيں - زبان ولولهٔ مناجات سے وارفته تهي !

* * *

اچانک درختوں کے پتے هلے ' ڈاليوں ميں جنبش هوئي ' نسيم کے جهونکے چلے - هوا ميں ايک آواز گونجي : " ديوکلس ! " " ديوکلس ! "

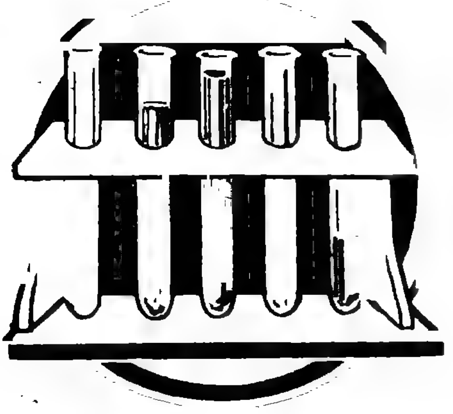

مذاکرۂ علميّه

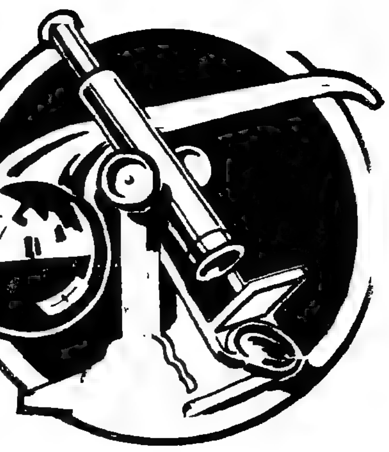

زمين پر کائنات حيات کا آغاز

علم و نظر کي درماندگياں

روئے زمين پر ذي روح مخلوقات بهت مدت سے موجود هيں - ماهرين طبقات الارض کا تخمينه دس کروڑ سال کا هے - بلا شبه يه تخمينه ظني هے - ليکن يه يقيني هے که بهت هي قديم زمانوں سے زمين پر زندگي موجود هے - زمين کي زياده سے زياده گهري اور پراني پرتوں اور تهوں ميں بهي زنده کائنات کے نشان ملے هيں -

(نظام شمسي)

زمين پر زندگي کا آغاز کب هوا اور کس طرح هوا ؟ اِس سوال سے پہلے يه بحث سامنے آتي هے که موجوده صورت اختيار کرنے سے پہلے خود زمين کي حالت کيا تهي اور اُس پر کتنے دور انقلاب کے گزر چکے هيں ؟

زمين ' نظام شمسي ميں داخل هے - اِس نظام ميں آفتاب مرکزي حيثيت رکهتا هے - اور سياره (گردش کرنے والے ستارے) اُسکے گرد گهوم رهے هيں - يه ستارے سورج سے بهت دور هيں - مرکز سے جتني دوري بڑهتي هے ' اُتنا هي فاصله بهي زياده هو جاتا هے - ذيل ميں تخميني فاصله ملاحظه هو :—

عطارد	—	۱‘۴۰‘۰۰‘۰۰۰	ميل
زهره	—	۲‘۶۰‘۰۰‘۰۰۰	„
زمين	—	۳‘۷۰‘۰۰‘۰۰۰	„
مريخ	—	۵‘۶۰‘۰۰‘۰۰۰	„
مشتري	—	۱۹‘۲۰‘۰۰‘۰۰۰	„
زحل	—	۵۵‘۵۰‘۰۰‘۰۰۰	„
اورانوس	—	۷۳‘۰۰‘۰۰‘۰۰۰	„
نبٹون	—	۱‘۱۵‘۰۰‘۰۰‘۰۰۰	„

مريخ اور مشتري کے مابين ايک عظيم دائره موجود هے - اِس ميں سو سے زياده چهوٹے چهوٹے سيارات ' آفتاب کے گرد گردش کرتے هيں - اور اُس سے تقريباً دس کروڑ ميل دور هيں -

هر بڑے ستارے کے ساتهه ايک يا کئي چاند هيں - اور اسکے گرد چکر لگاتے رهتے هيں - چنانچه زمين کے ساتهه ايک ' مشتري کے ساتهه چار' زحل کے ساتهه دس' اورانوس کے ساتهه چار' اور نبٹوں کے ساتهه ايک هے -

آفتاب اپنے مرکز ميں ره کر تمام کواکب کو اپني طرف جذب کرتا اور کهينچتا هے - يه تمام کواکب اور آفتاب مختلف قسم کي دهاتوں چٹانوں' اور مشتعل گيسوں سے مرکب هيں - يه دهاتيں اُسي قسم کي هيں ' جيسي زمين ميں هم ديکهتے هيں - آفتاب اِن تمام کواکب سے بهت بڑا هے - زمين کا قطر اسکے مقابله ميں صرف ۱/۱۰۸ هے - زمين کا حجم آفتاب کے حجم کے سامنے صرف ۱/۱۲۸۰۰۰۰ هے - مشتري سب سے بڑے ستاروں ميں هے - مگر اسکا قطر بهي آفتاب سے ۱/۱۵ کي نسبت رکهتا هے - فلکيوں نے تمام کواکب اور آفتاب کے وزن کا بهي تخمينه لگايا هے - انکے اندازه ميں آفتاب اپنے تمام کواکب کے مجموعي وزن سے بهي سات سو گنا زياده وزني هے - زمين تو اسکے مقابله ميں بالکل هي بے حقيقت هے - وه زمين سے ۳۲۴۰۰۰ گنا زياده وزني هے !

آسمان پر آفتاب کے علاوه اور نظام شمسي سے باهر' بعض اور کرے بهي موجود هيں - ان ميں سے بعض نظام شمسي سے بهي زياده بڑے هيں - يه اثير (ايتهر) اور گيسي مواد سے مرکب هيں - اور خود اپنے گرد گردش کرتے رهتے هيں -

اِس مشاهده کے بعد اگر هم نظام شمسي کو ديکهيں ' اس کے انداز پر غور کريں' اور اپنے مرکزي آفتاب ' اور اسکے حلقه کے کواکب کي گردش پر نظر ڈاليں' پهر اسکے بعد اثير کے کروں پر غور کريں' تو باهمي مشابهت کي وجه سے فوراً ذهن ميں يه خيال پيدا هو جايگا که شايد آفتاب کي تاريخ اثير هي سے وابسته هے -

اِس خيال کي تائيد اِس امر واقع سے بهي هوتي هے که اگر هم کسي سيال ماده ميں گردشي حرکت پيدا کرديں ' تو فوراً ديکهينگے که وه کئي حلقوں ميں منقسم هوگيا هے - سب حلقے مرکز کے گرد گهوم رهے هيں اور خود هر حلقه اپنے اندر ايک گردشي حرکت رکهتا هے - يه حرکت بهت بڑي علمي اهميت رکهتي هے - جيسا که ابهي معلوم هوگا -

(زمين ميں حرارت)

اگر هم زمين کے اندر اُتريں (جيسا که کانوں ميں يا کنوئيں کهودتے وقت ديکها گيا هے) تو هر ۳۳ ميٹر گهرائي ميں حرارت ' سنٹي گريڈ کا ايک درجه بڑهتي جائيگي - اِس حساب سے ايک لاکهه کيلو ميٹر نيچے ' حرارت کا درجه تقريباً تين هزار هوگا - معلوم هے که اتني حرارت جمله معدنيات کے پگهلا ڈالنے اور اکثر معلومه مرکبات کو گيس بناديے کيليے بالکل کافي هے - پهر همیں يه بهي معلوم هے که زمين کا نصف قطر تقريباً چهه هزار کيلوميٹر (۶۰‘۰۰‘۰۰۰ میٹر) هے - بنابريں زمين کے مرکزي حصه کا حجم ' جو مشتعل معدني مواد سے مرکب هے ' اُسکي اِس سطح يا چهلکے کے حجم سے بهت زياده هے جسپر هم آباد هيں -

زمين کا مرکزي حصه سيال هے يا ٹهوس ؟ اِس بارے ميں علماء ميں اختلاف هے - بڑا گروه اُسے ٹهوس بتاتا هے ' کيونکه زمين کي

ديوكلس نے دو شيزه پر ايک سرد نظر ڈالي اور كہا :

" محبت ميرے دل سے اُسي طرح اڑ گئي هے جس طرح دوسرا پرده اڑ گيا تها " اُسنے يه كہا اور ايک طرف كو چلديا !

دو شيزه حيرت سے اُسے ديكهتي رهي - بهلا يه رمزوه كيونكر سمجهه سكتي تهي ؟ اُسنے خيال كيا ' ديوكلس ديوانه هوگيا هے -

⁂

ايک سال بعد ديوكلس نے تيسرا پرده چاک كيا - اُسكي نظر اور بهي زياده تيز هوگئي - اسكا نفس ناطقه زياده شائسته اور بلند مرتبت هوگيا !

اب فلسفه كے حلقوں سے بهي وه الگ هوگيا - اگر كبهي اتفاق سے وه عوام كے سامنے بولتا تو لوگوں كے كان اُسكے ليے وقف هو جاتے - انساني دلوں كے ليے اُسكي آواز ميں ايک ايسي تاثير تهي كه يونان كے صحنهاے حكمت ميں كسي بڑے سے بڑے حكيم كي آواز كو بهي نه ملي هوگي - پورے ايتهنس نے جمع هوكر فيصله كرديا كه ديوكلس ' استاد عظيم افلاطون اور دوسرے تمام حكيموں سے بازي ليگيا - اُس سے منتيں كي گئيں كه فلسفه كي امامت قبول كرلے مگر اسنے بے پروائي سے انكار كر ديا -

اسي زمانه ميں ايسا هوا كه ايتهنس پر دشمنوں نے حمله كر ديا - ديوكلس وطن كي مدافعت ميں پيش پيش تها - بے نظير شجاعت سے لڑا - آخر زخموں سے چور چور لوٹا - ايتهنس كو فتح هوئي - بهادروں كو فورم ميں پهولوں كے تاج تقسيم كيے گيے - سب سے بڑا تاج ديوكلس كے واسطے طيار هوا تها - مگر عين وقت پر جب اُسے پكارا گيا ' تو وه موجود نه تها !

⁂

برسوں پر برس گذرتے چلے گيے - هر برس ديوكلس حقيقت كا ايک پرده چاک كر آتا تها - ابهي وه جوان تها مگر اسكا سر سفيد هوگيا - كمر جهک گئي - آنكهيں دهنس گئيں - قوي كمزور پڑ گيے - اِسپر بهي وه خوش تها ' كيونكه وه عنقريب " حقيقت " كا مشاهده كرنے والا تها ' اُس حقيقت كا بے پرده بے نقاب مشاهده ' جسے كبهي كسي بشر نے نهيں ديكها !

⁂

آخر فيصله كي رات آگئي - آج " حقيقت " پر سے آخري پرده بهي اُٹهه جايگا - آج بے نقاب حقيقت اسكے سامنے هوگي !

ديوي ' ديوكلس كو حسب عادت اڑالے گئي - اور حسب معمول حقيقت ' كے سايه كے سامنے كهڑا كر ديا :

" ديكهه ' حقيقت كس قدر تابان هے ! پچهلے برسوں ميں جتنے پردے تونے چاک كيے ' وه اسكے چهرے كے پردے نه تهے - تيري هي غفلت كے پردے تهے جو تونے اپني آنكهوں پر ڈال ليے تهے - تونے ايک ايک كركے تمام غفلتيں دور كرديں - آج آخري پردے كي باري هے - اِسكے بعد تو روبرو حقيقت كا جلوه ديكهه ليگا - اگر تو اپنے كيے پر پشيمان هے ' يا تيرے دل ميں ذرا بهي خوف موجود هے ' تو اب بهي وقت هے - لوٹ جا ' اور باقي زندگي چين سے گزار "

ديوكلس ' جوش طلب سے ديوانه هوكر چلايا :

" اِسي منزل كي طلب ميں تو ميں نے ساري عمر گزاردي - اب ميں " حقيقت " سے كس طرح منهه موڑ سكتا هوں ؟ ميں آخري پرده بهي چاک كرونگا - ميں حقيقت كو ضرور بے نقاب ديكهونگا "

اُسنے يه كہا اور آگے بڑها - اُسكا دل دهڑكنے لگا - هاتهه كانپنے لگا - وه اپني بزدلي پر شرمنده هو رها تها مگر عمل كي هيبت و دهشت سے بے بس تها - اس نے دانت بهينچے ' آنكهيں بند كيں ' دل كڑا كے آگے بڑها ' هاتهه بڑهايا ' اور آخري پرده بهي كهينچ ليا ......

اُف ' هولناكي !

پرده هٹتے هي روشني غائب هوگئي —— گهٹا ٹوپ اندهيري چها گئي ... كچهه بهي دكهائي نهيں ديتا تها !

ديوكلس نے اتنے زور سے چيخ ماري كه قريب تها ' اسكا سينه شق هو جاے :

" حقيقت كہاں هے ؟ حقيقت كہاں هے ؟ اے ديوي ! حقيقت كہاں هے ؟ مجهے تو كچهه سوجهائي نهيں ديتا - وه ' جو آخري پردے كے پيچهے تهي ' كہاں چلي گئي ؟ ساري دنيا تاريک هو رهي هے ... "

" تيري آنكهيں پهوٹ گئيں ! " حكمت كي ديوي نے وقار سے كہا " اے كائنات كے بيٹے ' تيري آخري غفلت بهي اڑ گئي ! بے نقاب حقيقت كوئي بهي نهيں ديكهه سكتا - اگر ديكهه سكتا هے تو اُسے پردوں هي ميں لپٹا ديكهه سكتا هے - كوئي دس پردوں كے اندر سے ديكهتا هے - كوئي اِس سے كم ميں ديكهتا هے - كوئي اِس سے بهي زياده ميں - مگر حقيقت عرياں كا مشاهده ناممكن هے ... تونے ديكهنا چاها ' تو تونے ديكهه ليا كه تو كيا ديكهه سكتا هے ! ... "

ديوكلس نے يه سنا اور منهه كے بهل زمين پر گر پڑا - اب اُسكے جسم ميں روح موجود نه تهي ... شايد " حقيقت " كي جستجو ميں اُسنے دوسري دنيا كي راه لي تهي ... "

الهلال

كا

يه ٩ - وان نمبر هى

ليكن

اسوقت تک ضرورت باقي هے كه توسيع اشاعت كي طرف آپ كو توجه دلائي جاے -

اس ميں شک نهيں كه اصحاب ذوق نے جس طرح الهلال كا استقبال كيا ' شايد هي اُسكي كوئي دوسري نظير اردو اخبارات ميں مل سكے - ليكن مشكل يه هے كه پرچه كي ترتيب و طباعت كا معيار بهت بلند هے ' اور قيمت اُسكے مقابله ميں بهت كم - اب يا تو قيمت بڑهاني چاهيے - يا اتني وسيع اشاعت هوني چاهيے كه اُس سے قيمت كي كمي كي تلافي هوجاے -

پیدا هوتے هیں، اور ایک جان سے دوسرے وجود کی جان متولد هوتی هے - چنانچه اس نے تجربه کرکے دکھا دیا که انجیکشن کا قوام، گوشت کا ست، اور آلو جیسی ترکاریاں جو انکی مزعومه پیدایش کا سب سے بهتر اور اصلح محل هیں، جب هوا سے بالکل محفوظ کردی جاتی هیں یا بهت اچھی طرح اُبالدی جاتی هیں، تو ان میں جراثیم کی پیدایش بالکل نهیں هوتی - موجوده علماء مادیئین کا خیال هے که پاستیور نے اپنے تجارب سے مذهب تولد ذاتی کی دلیلیں کمزور کردی هیں -

عهد آخر کے حکما میں ارنست هیگل، مذهب تولد ذاتی کا سب سے بڑا عالم هے - وه کهتا هے " اگر فی الحال تولد ذاتی کا وقوع ناممکن نظر آتا هے تو اِس سے بطلان لازم نهیں آجاتا - کیونکه جس زمانه میں یه واقع هوا تھا، اُس وقت سمندروں کا پانی ایک خاص طبعی حالت اور کیمیاوی خاصیت رکھتا تھا - حرارت کا درجه، نمک کی نوعیت، اور پگھلے هوئے گیسوں کی کیفیت کچھه اور هی طرحکی تھی - ایک محدود زمانه تک یهی حالت رهی - پھر اُس کے بعد کبھی پیش نهیں آئی - لهذا تولد ذاتی کے اِس وقت محال نظر آنے سے یه ثابت نهیں هو سکتا که اُس عهد میں بھی محال تھا - اب زمین کی وه حالت باقی نهیں رهی هے جو اُس وقت تھی جب تولد ذاتی شروع هوا تھا -

لیکن اس مذهب کے مخالف کهتے هیں، مشاهده اس خیال کی تصدیق نهیں کرتا - علماء علم الحیات نے سخت کوششیں کیں - طرح طرح کے تجربے کیے، قسم قسم کے ماحول طیار کیے، مختلف مواد میں کمی بیشی کی، حرارت اور تمام معلوم شعاعوں کی روشنی مهیا کی، لیکن پھر بھی زندگی بے جان مواد سے پیدا نه هوسکی - وه یه بھی کهتے هیں که زندگی کے آغاز کے وقت سمندروں کی حالت کیسی هی خاص اور زندگی پیدا کرنے کے لیے صالح کیوں نه هو، لیکن اس حالت سے بهتر نهیں هوسکتی جو مختلف وسائل جمع کرکے علماء حیات نے اب مهیا کردی هے - تاهم کوئی کامیابی نهیں هوئی -

(مختلف نظریے)

پھر آخر زمین پر زندگی کا آغاز کیوں کر هوا؟ اوپر کی بحث سے یه گتھی ذرا بھی نه سلجھی -

ایک بهت بڑا ماهر علم الحیات کهتا هے " زمین پر زندگی ننھے ننھے کیڑوں اور سوکھے جراثیم کی شکل میں آئی، مگر یه اُن چھوٹے بڑے معدنی ٹکڑوں کے ذریعه پهنچی تھی جو دوسرے ستاروں سے ٹوٹ کر هماری زمین پر گرے تھے - اس وقت وه اُس زندگی کے لیے مناسب ماحول رکھتی تھی " اِس عالم کا خیال هے که کواکب میں زندگی ازل سے موجود هے - اِنهی کواکب کے اجزاء ٹوٹ کر دوسرے کواکب میں زندگی کے جراثیم پهنچاتے رهے هیں -

مشهور عالم علم الحیات هل مهتز اور تامسن کی بھی یهی رائے هے - پروفیسر ارهنیس نے یه نظریه اور زیاده وضاحت و اضافه کے ساتھه بیان کیا هے - وه کهتا هے " زندگی بھی اُسی طرح ازلی هے جس طرح خود ماده ازلی هے - زندگی کے تخم یا جراثیم کواکب سے همیشه جدا هوتے رهتے هیں - آفتاب کے نور میں یه خاصیت موجود هے که وه اِن حقیر جراثیم کو پھیلاتا اور فضا میں بهاتا هے - آفتاب کے نور کی یه خاصیت مکسویل کے تجربوں سے یقینی طور پر ثابت هوچکی هے - بنابریں فضا اِن جراثیم سے لبریز هے - یه جراثیم پانی اور هوا سے محروم هونے پر بھی زنده رهتے هیں - نیز بالائی فضا کی سخت سردی بھی برداشت کرلیتے هیں - علماء کا خیال هے که وهاں برودت صفر سے ۲۲۰ - درجه نیچے هے - یه جراثیم هر لمحه بهت بڑی مقدار میں آسمانی اجزاء کے ساتھه ایک ستاره سے دوسرے ستارے میں گرتے رهتے هیں - آفتاب کی قوت دافعه اس نقل و حرکت میں اُنهیں مدد دیتی هے "

لیکن تولد ذاتی کا مذهب بھی اس وقت تک سپر انداز نهیں هوا هے - ارنست هیگل کے بعد بقلوگر نے اس کی از سر نو صدائیں بلند کیں - اُس کا نظریه بھی هیگل کے نظریه سے مشابه هے - وه کهتا هے " قابل حیات مادۂ زلالیه (Albumen) بلا کسی واسطے کے اُس وقت خود بخود موجود هوگیا تھا جب زمین کے پانی میں زندگی قبول کرنے کی صلاحیت پیدا هوگئی تھی - اِس ماده کی تکوین، سیانوجن (نٹروجن اور کاربون کا مرکب) آکسیجن، اور دوسرے پگھلے هوئے معدنی مواد کے اتحاد کا نتیجه تھی - جوں هی اِن اشیاء کا باهم اجتماع هوا، قابل حیات مادۂ زلالیه وجود میں آگیا - پھر تدریجی ترقی کے بعد ادنی جانداروں کی شکل میں تبدیل هوگیا - یهی ابتدائی جاندار، جمله حیوانات و نباتات کی اصل هیں " اِس عالم کا خیال هے که شروع میں صرف ایک جاندار نے ظهور کیا تھا - پھر اُس سے دو جاندار پیدا هوگئے - یهی دونوں جمله ذی روح کائنات کے مورث اعلی هیں - ایک سے نبات کا سلسله شروع هوا - دوسرے سے حیوان کا -

سنه ۱۸۸۰ - میں ایک عالم پریبر نے تمام علماء سے مختلف مذهب اختیار کیا - وه کهتا هے " عالم کون میں زندگی ازلی و قدیم هے - زمین پر زندگی اسوقت بھی موجود تھی جب وه ایک آتشی کره تھی " وه یه بھی تسلیم نهیں کرتا که جمادات سے زندگی کا آغاز هوا - اُسکا دعوی هے که خود جمادات کسی ازلی زندگی سے پیدا هوتے هیں - ظاهر هے که یه قول شاذ اور کمزور هے - مشاهدے کے بھی خلاف هے - هر کس و ناکس جانتا هے که زنده کائنات ایک خاص درجه تک هی حرارت برداشت کرسکتی هیں - زیاده سے زیاده حرارت برداشت کرنے والے جراثیم کے تخم بھی سنٹی گریڈ کے ۱۲۰ - درجه میں ۲۰ - منٹ سے زیاده زنده نهیں ره سکتے - ایسی حالت میں زندگی کا اسوقت موجود هونا جب یه کره ایک آتشی کره تھا، کیونکر تسلیم کیا جا سکتا هے؟

(وما اوتیتم من العلم الا قلیلا)

غرضکه زندگی کی گتھی باوجود علم کی اس تمام جد و جهد کے، ابتک سلجھه نهیں سکی هے - یه ایک معما هے جس کا حل عقل انسانی کی دسترس سے باهر تھا اور اب تک باهر هے - جس قدر بھی نظریے قائم کیے گئے هیں، اول تو وه نظریه سے زیاده نهیں، پھر ان میں بھی اس قدر فکر کا اضطراب اور رائے کا اختلاف هے که ظلمات بعضها فوق بعض کے مصداق هیں - اب سے تیره سو برس پهلے اس بارے میں ادعاء علم نے نهیں بلکه زبان وحی نے ایک اعلان کیا تھا یسئلونک عن الروح قل الروح من امر ربی دنیا آج بھی اس سے زیاده کچھه نهیں جانتی - اور اس لیے وما اوتیتم من العلم الا قلیلا کا حکم بدستور عقل انسانی پر حکمراں هے!

* * *

منجمد سطح اور اُسکے اوپر کي فضا اپنا بوجهه اُس پر ڈالے هوئے هے - زمین پر اِس وقت جس طرح کے آتش فشاں پہاڑ نظر آتے هیں ایسے هي پہاڑ اُن قدیم زمانوں میں بهي موجود تهے جو زمین کي عمر کا ابتدائي زمانه تها - اصطلاح طبقات الارض میں یه دور " عهد ارضي " کہلاتا هے -

گرم چشموں کا وجود اِس بات کي قطعي دلیل هے که زمین کا باطن ایک عظیم مشتعل کرہ هے - چونکه جزء همیشه کل کے ماتحت هوتا هے اس لیے عملاً تسلیم کرنا پڑتا هے که زمین کي یه پتلي پپڑي یا چهلکا بهي ایک زمانه میں اپنے کل کي طرح مشتعل هوگا - زمین اپني تاریخ کے کسي قدیم دور میں آتشي کرہ تهي -

چاند کو بهي اگر دوربین سے هم دیکهیں تو اُس میں آتش فشانوں کے نمایاں نشان پائینگے - اِس سے صاف ثابت هوتا هے که چاند پر بهي تقریباً ویسے هي تاریخي انقلاب طاري هوچکے هیں جیسے زمین پر گزر چکے هیں -

(کانت اور لاپلاس کا نظریه)

اِس طرح کے مشاهدات پر غور کرنے کے بعد جرمن فلاسفر کانت اور اس کے بعد فرنچ ریاضي داں لاپلاس نے یه نظریه قائم کیا که شروع میں پورا نظام شمسي نہایت هي گرم گیس کا کتله تها - یه کتله کسي نا معلوم محرک کے ذریعه خود اپنے گرد گهومنے لگا - اس حرکت نے حلقے پیدا کیے - پهر ان کے مرکز میں کثافت و انجماد پیدا هوگیا ' اور اِس کیفیت کے بعد یهي مرکز آفتاب بن گیا - پهر گردشي حرکت کي وجه سے اُن حلقوں کے اندر بهي حلقے پیدا هوتے گئے - اِن ثانوي حلقوں میں سے هر حلقے کے مرکز میں کثافت و انجماد کي کیفیت پیدا هوئي اور ایک نیا کوکب ناري بن گیا - پهر اس مرکز سے محیط حلقوں میں بهي کثافت و انجماد کا عمل شروع هوا اور بتدریج ایک یا کئي چاند پیدا هوگئے - مگر یه بهي اُس وقت آتشیں تهے - بتدریج ٹهنڈے هوکر موجوده شکل میں آئے هیں - بعض کواکب کے گرد اب تک اُس تاریخي عهد کے حلقے موجود هیں - چنانچه دوربین میں زحل کے گرد علاوه اُس کے دس چاندوں کے ' تین تهہ رکهنے والا گیسي حلقه بهي دکهائي دیتا هے -

خاص زمین کے متعلق مذکوره بالا علماء کا نظریه یه هے که وه بتدریج ٹهنڈي هونا شروع هوئي ' یہانتک که اُس کي سطح جم گئي - جب زمین کي حرارت ۳۵۰ درجه پر پهنچي تو اُس پر پارے کي موسلا دهار بارش هوئي - جب حرارت اَور کم هوئي اور ۱۰۰ درجه پر آئي ' تو ابلتے هوئے پاني کي بارش شروع هوگئي - مگر چونکه زمین اور اُس کي فضا کي حرارت هنوز بهت زیاده تهي ' اِس لیے پاني جمع نه هوسکا اور بهاپ بنکر اڑ گیا - پهر جب حرارت ۱۰۰ درجه سے بهي کم هوگئي تو اُس وقت بارش کا پاني جمع هوا اور سمندروں کي تکوین هوئي - اُس زمانه کے سمندروں کا رقبه موجوده سمندروں سے بهت زیاده تها - کیونکه اُس وقت زمین کا داخلي حصه به سبب شدت حرارت کے پاني سے خالي تها - اور اُسکي موجوده سلوٹیں وجود میں نہیں آئي تهیں جنهوں نے بعد میں پہاڑ اور سمندر کي گهرائیاں بنائیں - سمندر کے متعلق یه خیال محض نظریه نہیں هے بلکه علماء طبقات الارض کا مشاهده هے -

(کائنات حیات)

اب زنده کائنات کي بحث سامنے آتي هے - ظاهر هے بهت شدید حرارت میں زندگي موجود نہیں هوسکتي - اس لیے لازمي طور پر تسلیم کرنا پڑتا هے که زمین اپنے اولین زمانوں میں زندگي سے خالي تهي - یه تسلیم کرنے کے معني یه هوئے که هم یه بهي تسلیم کرتے هیں که زمین پر زندگي همیشه سے موجود نہیں تهي - بعد میں اُسکا آغاز هوا -

اب یه سوال پیدا هوتا هے که زندگي یا اولین ذي روح کائنات کا آغاز کن مواد سے هوا ؟ کیا اُن جمے هوے معدني مواد سے جو شدید حرارت کي وجه سے اولین سمندروں میں پاني کي طرح بهه رهے تهے ' اور گرمي کے کم هونے پر جم گئے ؟ اگر یه مان لیا جائے تو بحث ختم هوجاتي هے -

(دو مذهب)

لیکن بعض موانع ایسے موجود هیں که اِس بات کا فوراً تسلیم کرلینا ممکن نہیں - اس کا فیصله اِس مسئله کے فیصله پر موقوف هے که غیر ذي روح اشیا سے ذي روح اشیا پیدا هوسکتي هیں یا نہیں ؟ اس بارے میں جمهور اهل علم کا مذهب یه هے که نہیں هوسکتیں یا کم از کم نہیں هوتي هیں ' لیکن تولد ذاتي کے قائل اسکے خلاف هیں -

مذهب جمهور کي بنیاد واضح هے - وه کہتے هیں اس طرح کي کوئي تخلیق علمي طریقه پر ثابت نہیں هوئي هے - ایک زمانه میں عوام کا یه خیال خواص میں بهي پهیلا هوا تها که بهت سے جانور مٹي ' پاني ' اور مختلف غیر ذي روح مواد سے پیدا هو جاتے هیں - مثلاً وه سمجهتے تهے ' حشرات الارض مٹي اور پاني سے پیدا هو جاتے هیں - مکهیاں اور مچهر گندگي اور کیچڑ سے پیدا هوکر اڑنے لگتے هیں - مینڈک کے بچے بارش کے ساتهه هي زمین سے اُٹهنے لگتے هیں - یا پنیر اور اسي طرح کي چیزوں میں خود بخود کیڑے رینگنے لگتے هیں - لیکن اب تحقیقات سے ثابت هوگیا که یه تمام جاندار غیر جاندار مادے سے پیدا نہیں هوتے - بلکه جاندار مخلوق هي سے جان حاصل کرتے هیں - ان سب کي پیدایش مختلف قسم کے کیڑوں اور مکهیوں کے انڈے سے هوتي هے جن میں سے بعض چشم غیر مسلح سے اور بعض خورد بینوں سے دیکهے جاسکتے هیں - پنیر کے کیڑوں پر ایک زمانه میں بهت زور دیا جاتا تها - مگر ثابت هوگیا که وه خاص قسم کي مکهي کے انڈوں سے پیدا هوتے هیں ' اور اگر انکي حفاظت کي جائے تو وه بڑے هوکر مکهي کي شکل اختیار کرلینگے - یه بات سترهویں صدي کے وسط هي میں پایۀ تحقیق تک پهنچ گئي تهي که مٹي وغیره سے جانداروں کي پیدایش کا خیال غلط هے -

لیکن دوسرا مذهب اُن لوگوں کا هے جو " تولد ذاتي " کے قائل هیں - خوردبین کي ایجاد نے اِنهیں تقویت دي - اُنهوں نے اعلان کیا که ایک خاص طرح کے جاندار ' مرده پتیوں کے رس جیسے سیال مادوں میں پیدا هو جاتے هیں - لیکن میلن اڈورڑ اور شوان وغیره علماء علم الحیات نے اس سے انکار کیا - وه کہتے هیں اگر هم ان سیال مادوں کو آگ پر رکهکر کهولائیں اور اُن جراثیم سے آلوده نه هونے دیں جو هوا میں موجود هیں ' تو ان میں کبهي یه جاندار پیدا نه هونگے - یه بهي در اصل هوا کے جراثیم کي پیداوار هیں -

مذهب " تولد ذاتي " کے ماننے والوں نے جراثیم (خوردبیني کیڑوں) کي نسبت بهي دعوا کیا تها که یه اُن قابل حیات اور معدني مواد سے پیدا هوتے هیں جو سیال مادوں اور بیمار جسموں میں موجود هیں - لیکن پاسٹیور نے اسکي تغلیط کي - اس نے ثابت کیا که اس میں بهي وهي غلطي هے جو بڑے جانوروں کي پیدایش کے سطحي معائنه میں هوئي تهي - یه جراثیم بهي هوا کے جراثیم سے

دارا شاہ ایران کے نقوش خط میخي میں جن سے ارلن‌سن نے خط میخي کے پڑھنے کي کنجي معلوم کي -

هوا هے - خیال کیا جاتا هے ' دسویں صدي میں یهه دفن هوگیا تها - اِسمیں تبتي ' چیني' اور ترکي زبانوں کي ۵۰۰ فت مکعب تحریریں موجود هیں -

شمالي ایشیا اور جنوب روس میں ایک اسکیتهي بادشاہ کي قبر ملي هے - یه قبر دریائے ڈینیپر کے کنارے علاقه ملیٹو پول کے قریب واقع هے - اِس کي تاریخ چوتهي صدي قبل مسیح تک پهنچتي هے - بادشاہ کے ساتهه اُس کي تلواریں ' کمانیں ' ذرع ' خود ' قسم قسم کے زیور ' طلائي کنگها ' اور دوسري بهت سي چیزیں دفن تهیں - اِتنا هي نهیں بلکه اِس سامان کے پهلو میں بادشاہ کا سائیس ' خادم خاص ' شمشیر بردار ' اور پانچ گهوڑے بهي مدفون ملے هیں -

آثار قدیمه کے انکشاف کا میدان ابهي بهت وسیع هے - کیونکه ابهي مصر میں بکثرت ایسے قبرستان موجود هیں جنهیں هاتهه بهي نهیں لگایا گیا هے - عرب ' چین ' اور وسط ایشیا میں تو اب تک کچهه کام هوا هي نهیں هے - یمن میں بے شمار آثار ' بتوں کي شکل میں نمایاں هیں ' اِس وقت تک اِن کي تحقیق نهیں هوئي هے - زمین کے اندر جو کچهه دفن هے ' وہ اِس کے علاوہ هے -

امید کي جاتي هے که جس وقت آثار قدیمه کا علم ترقي کرجائیگا تو انسان کي تدریجي ترقي کي پوري تاریخ معلوم هوجائیگي -

ذیل کي فهرست سے معلوم هوگا که اِس وقت کن کن ملکوں میں آثار قدیمه کي تحقیقات هو رهي هے اور کون کون جماعتیں یه کام کر رهي هیں :

رشید (مصر) کا مشهور پتهر جس سے شمپولین نے هیرو گلیفي خطوط کا راز حل کیا -

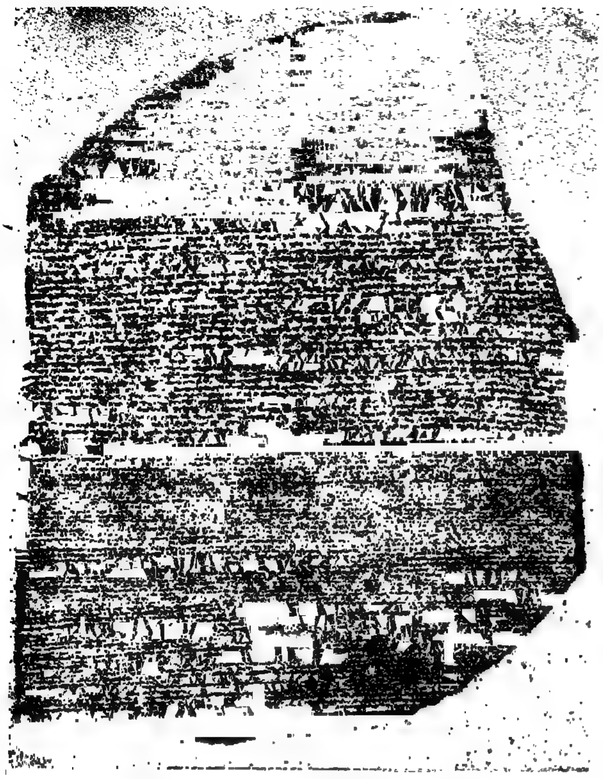

(۱) امریکه کا عجائب خانۂ تاریخ طبیعي - اِسکي جماعتیں منگولیا میں کام کر رهي هیں - اِنکا موضوع بحث علم الحیوان ' طبقات الارض ' اور تنقیب هے -

(۲) امریکن متروپولیت عجائب خانۂ فنون - اِسکي جانب سے قدیم مصري تمدن کي تحقیقات هو رهي هے -

(۳) پنسلفانیا کي یونیورسٹي ' بابل ' فلسطین ' اور مصر میں تحقیقات کر رهي هے -

(۴) هار فرڈ یونیورسٹي اور عجائب خانۂ فنون جمیله کي جماعتیں مصر میں ایتهوپیا کي شهنشاهي کے عهد کي تحقیقات میں مصروف هیں -

(۵) هارفرڈ یونیورسٹي ' هونڈوراس میں تحقیقات کر رهي هے -

(۶) کارنیگي انسٹیٹیوٹ ' یوکاٹن (امریکا) میں تحقیقات کر رها هے -

(۷) امریکن سوسائٹي ایشیائے کوچک میں -

(۸) امریکن انڈین میوزیم ' میکسیکو اور کوہ اوزارک میں - اِس کا موضوع بحث امریکا کے سرخ فام انسانوں کي اصلیت معلوم کرنا هے -

(۹) برٹش فرنچ امریکن کمیٹي - بیت المقدس میں -

(۱۰) کارنافون (کانٹ کمیٹي) مصر میں -

(۱۱) ولی ز (برطانیا) کي کمیٹي - بابل اور اُور میں -

(۱۲) محکمۂ آثار قدیمه اور کونٹ پرورک - ٹیونس میں قرطاجنه کي تحقیقات کر رهے هیں -

(۱۳) سر جوزف ڈولین - قسطنطنیه میں عهد بیزنطیني کي تحقیقات کر رهے هیں -

توت آنخ آمون کا تابوت اور اُس کي نعش کا نظارہ

علم الآثار

(Archaeology)

مصر کي ايک سب سے زياده محفوظ ممي

جديد علم الآثار کي بنا غالباً سب سے پہلے شمبولين نے ڈالي - اِسنے علاقه " رشيد " (مصر) ميں ايک سنگي لاٹ ديکهي - اِس لاٹ پر ايک هي تحرير تين قسم کے رسم الخط ميں لکهي تهي : هيرو گليفي (قديم مصري کاهنوں کا خط)' ديموتيکي (قديم مصري عوام کا خط)' خط قبطي (يه خط در اصل يوناني هے - مصر کے فرمانروا خاندان بطليموس نے اِسے جاري کيا تها) درحقيقت يهي تحرير بعد ميں علم الآثار کي بنياد بن گئي - اُس سے هيروگليفي اور ديموتيکي ' دونوں رسم الخط معلوم هو گئے - اِتنا هي نهيں بلکه قديم مصري زبان بهي اسکے ذريعه مدون کر لي گئي -

آثار قديمه کے انکشاف ميں اتفاقات زمانه کو بہت دخل هوتا هے ' اگرچه صحيح قياس و اندازه سے بهي بڑي مدد ملتي هے - چنانچه يورپ کا ايک قديم ترين اثر اِس طرح دريافت هوا که اسپين ميں بعض آدميوں نے محض اتفاق سے ايک غار ميں جهانکا تو اُسکي ديواروں پر اُنهيں تصويريں نظر آئيں - يه تصويريں اُن حيوانات کي هيں جو اب روئے زمين پر موجود نهيں هيں - ليکن قديم ترين زمانوں ميں موجود تهے - دور حجري کے انسانوں نے يه تصويريں بنائي تهيں - ان سے ايک طرف يه معلوم هوگيا که اِس قسم کے حيوان ايک وقت ميں موجود تهے' دوسري طرف يه پته چل گيا که انسان کي فني ترقي کے ابتدائي نمونے کيسے تهے ؟

اِسي طرح يونان کے ايک علاقه ميں ايک مرتبه ريل گاڑي ٹوٹ گئي - بعض مسافر ٹہلتے هوئے اتفاق سے ايک ٹيلے پر چڑه گئے - وهاں اُنهيں ايک قديم آبادي کے نشان ملے - تحقيقات سے ثابت هوا که يه آبادي' سن عيسوي سے ايک هزار برس پہلے يهاں قائم تهي -

اِسي طرح يونان ميں ايک شخص کو اتفاق سے ٹوٹے هوئے ظرف کا ايک ٹکڑه ملا - اِس پر يه پهيلي کنده تهي " ديو جانس فلسفي سے پوچها گيا : وه کون حبشي هے جو سفيد روٹي کهاتا هے ؟ حکيم نے جواب ديا : وه رات هے جو دن کو نگل ليتي هے "

ايک دوسري نعش مکمل حالت ميں

آثار قديمه کے انکشاف ميں افواهوں اور افسانوں سے بهي بڑي مدد ملتي هے - چنانچه شهر تدمر کا پته اِسي طرح چلا که اُن اطراف کے بدؤں ميں ايک ٹيله کے متعلق مشهور تها که اسکے نيچے شهر تدمر مدفون هے -

اسي طرح شهر ٹراوڈه کا پته اس طرح چلا که ايک جرمن لڑکا هومر کي اليڈ پڑه رها تها - پڑهتے پڑهتے اُسے شوق هوا که اس عجيب مقام کي سير کرے جسکي توصيف ميں هومر نے فصاحت و بلاغت کے دريا بها دیے هيں - لڑکے پر بڑي بڑي مصيبتيں پڑيں مگر يه شوق اُسکے دل سے نه گيا - علماء تاريخ کهتے تهے که ٹراوڈه کا کوئي وجود نهيں هے ' محض هومر کا تخيل هے - ليکن نوجوان نے اُنکي بات نه سني اور ۳۵ سال کي عمر ميں اُس مقام پر جا پهنچا جهاں ٹراوڈه کي موجودگي بتائي گئي تهي - چند سال زمين کهودتا رها - يهانتک که ٹراوڈه کے نشان مل گئے !

سب سے بڑا قديم اثر جو اس وقت تک دريافت هوا هے ' وه مشهور اٹالين شهر " پامپي " هے - پهلي صدي عيسوي ميں آتش فشاں پهاڑ نے اسے اپني راکه سے توپ ديا تها - اب يه کهود کر نکال ليا گيا هے - اسکي سڑکوں پر ابتک گاڑي کے پهيوں کے نشان موجود هيں - ديواروں پر سرکاري اعلان چسپاں هيں - دکانيں بدستور موجود هيں - ايک شراب خانه ميں مرمري ميز اپني اصلي حالت پر رکها هوا هے - اسکے کنارے کثرت استعمال سے گهسے هوئے هيں - گهروں ميں پاني کے نل لگے هوئے هيں - کمروں ميں تصويريں آويزاں هيں - محلوں ميں بدستور باغيچے اور چمن هيں - اگرچه سب تقريباً پتهرا گئے هيں -

اسي طرح ٹيونس کے سمندر ميں ايک کشتي ملي هے - يه دو هزار برس پہلے غرق هوئي تهي - اِس ميں سنگ مرمر کے ۶۵ ستون رکهے گئے تهے -

مغربي چين ميں ايک مدفون کتب خانه دستياب

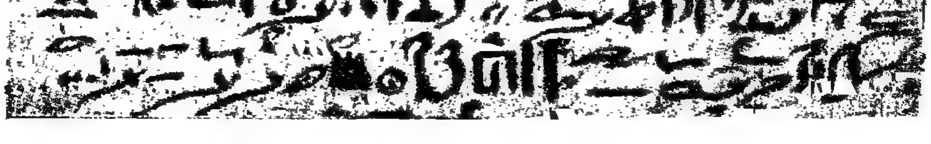

دنيا کي سب سے پراني کتاب طب : مسٹر اڈوين اسمتهه نے اس منقش پتهر پر طبي مسائل پڑهے جو مصر سے برامد هوا تها - اس پر هيرٹيک حروف کنده هيں جو هيرو گليفي خط کي ايک شاخ هے -

(پادریوں کا چنگل)

" مر مر کے اسکے جلادوں کے پنجه سے رهائي حاصل کي تهي - مگر وائے بدنصیبي ' فوراً قسیسوں کے چنگل نے اسے آ دبوچا ! میں یه اس لیے نہیں کہتا که مجھے اِس پر کوئي تعجب ہے - لیکن بلا شبهه یه عجیب ہے که ایسا شریف و نجیب انسان اور پیرس کا اُسقف اعظم ' جو صرف شریف النسب هي نہیں بلکه شریف النفس بهي ہے ' کیونکر اپني جماعت کي بزدلي میں شریک هوگیا ؟ حالانکه اسے ایسي دنائت سے بلند هونا چاهیے تها - ایک مذهبي پیشوا هونے کي حیثیت سے اُسکا فرض تها که مظلوم پر ترس کهائے ' نه یه که اُلٹا مظلوم کے کچلنے پر کمربسته هو جائے - وه مظلوم ' جو پہلے هي سے زمانه کے هاتهوں کچلا جاچکا ہے "

" اِس اسقف اعظم کے تمام حاشیه بردار اِس ناکرده گناه کے مٹادالنے پر تل گئے هیں - وه یقین کرتے هیں که هم اسے ضرور بالضرور مٹادینگے - حقیر سے حقیر واعظ اور ادنی سے ادنی مجاور بهي کوشش کر رها ہے که اِس خود ساخته دشمن کے گلا گهونٹنے کا فخر صرف اُسي کو حاصل هو' اور اِسکے سر پر فیصله کن ضرب اُسي کے پاؤں کي ٹهوکر سے لگے !

(اُسقف نے کیوں فتوی شائع کیا ؟)

" اے میرے سردار ! کون شک کرسکتا ہے که اگر پیرس کي مجلس حکومت نے میرے خلاف حکم صادر نه کیا هوتا ' تو آپکو میري کتاب سے بغض کم هوتا ؟ بلاشبه بعض لوگ یهي خیال ظاهر کرتے هیں - مگر آپ کا حق پسند دل اِسے هرگز تسلیم نہیں کرسکتا ' کیونکه یه خلاف واقعه ہے - اے میرے آقا ! مجھے بتایئے آپنے ایسے پہلے میرا رد کرنے کي زحمت کیوں گوارا نہیں کي ؟ میں نے آپکے منصب کے خلاف رساله شائع کیا ' میں نے دي لامبرٹ کے نام خطوط چهاپے ' کئي کتابیں لکھیں ' مگر آپکے قلم کو کبهي جنبش نه هوئي ! حالانکه میري اِن کتابوں میں بالکل ویسے هي خیالات موجود تهے ' جیسے کتاب التربیت میں ظاهر کیے گئے هیں - کیا آپنے میري یه کتابیں نہیں پڑهي تهیں ؟ حالانکه اگر نه پڑهي هوتیں تو اپنے اِس رد میں اُن پر بحث نه کرسکتے - کیا آپ کي یه خاموشي آپکے دیني فرائض کے خلاف نه تهي ؟ حالانکه بقول آپکے اِن کتابوں میں بهي الحاد کي دعوت دي گئي ہے - کیا یه حقیر مؤلف اُس وقت کم خطا کار تها ' اور اب زیاده هوگیا ہے ؟ حالانکه آپ اُسے پیدائشي خطا کار قرار دیتے هیں - آخر کیا بات تهي جو اِتني مدت تک زبان مبارک نه هلي ؟ یه وجه تو نه تهي که اُس وقت آپکے دشمن کم تهے ' اور میں بهي خائنوں سے گهرا هوا نه تها ؟ اُس وقت عوام میں میري کتابیں مقبول هوچکي تهیں اور آپ عوام کے غصے سے ڈرتے تهے ؟ لیکن اب ' جبکه حالات میں تبدیلي پیدا هوئي - میرے دشمنوں نے ایکا کرکے مجھه پر یورش کردي ' مجھے ملحد اور باغي مشهور کیا ' حکومت نے بهي هتیار سنبهال لیے ' اور آپکے دشمنوں نے بهي کہنا شروع کردیا که پیشوائے اعظم هوکر آپ اِس ملحد کے خلاف کچھه نہیں کہتے ' گویا اپني خاموشي سے اُسکي حمایت کر رهے هیں ' تو آپ اپنے منصب کي حفاظت کے خیال سے اُٹهے ' اور اپنے دشمنوں کا منهه بند کرنے کیلیے میرے خلاف فتوی شائع کردیا - اے میرے آقا ! کیا اسي سبب نے آپکو میرے خلاف برانگیخته کیا ؟ اگر ایسا هي ہے تو بلاشبه میرے دماغ کو شدت تحیر سے سکته هو جانا چاهیے ! "

اِس تمهید کے بعد روسو' اُسقف کے بیان کا رد شروع کرتا ہے -

(صفات الهي)

اُسقف نے لکھا تها :

" روسو کہتا ہے - میں خدا کي حقیقت سے بے خبر هوں ' لیکن ساتهه هي یه دعوی بهي کرتا ہے که یه موجود حقیقي علم ' قدرت ' اراده ' اور حکمت رکھتا ہے !"

روسو جواب دیتا ہے : " خدا کي صفت ' علم ہے - لیکن اسکا علم کیا ہے ؟ انسان کا علم تو اُسکي قوت تفکر میں ہے ' لیکن علم اقدس کسي تفکر و تأمل کا محتاج نہیں - اُسکي تفکیر کے لیے نه تو مقدمات هیں ' نه نتائج هیں ' نه فرض و قیاسات هیں - اُسکا علم ازلي ہے - جو تها ' جو ہے ' جو هوگا ' سب اُس پر آشکارا ہے - تمام حقائق اُسکے سامنے ذرۂ ریگ سے بهي چهوٹے هیں - تمام دنیا اُسکي نظر میں قطرۂ آب سے بهي محدود ہے ' تمام اگلے پچهلے زمانے اُسکے نزدیک لمح بصر سے بهي مختصر هیں "

" باقي رهي قدرت الهي ' تو قدرت الهي کا یه حال ہے که انسان کو اپني قوت عمل کے لیے وسائل عمل کي ضرورت هوتي ہے - لیکن خدا کو کسي وسیلے کي ضرورت نہیں - قوت الهي خود اپني قوت سے عمل کرتي ہے - خدا قادر ہے ' کیونکه وه اراده رکھتا ہے - اور اُسکا اراده هي اُسکي قدرت ہے !"

" خدا لاریب خیر ہے - انسان کا خیر یه ہے که که اپنے بني نوع سے محبت کرے - لیکن خدا کا خیر اُسکا وه نظام ہے جس سے وه کائنات کو سنبهالے اور تمام اجزاء کو باهم جوڑے هوئے ہے -

" خدا لاریب عادل ہے - عدل الهي بهي اُسکے خیر هي کا ایک نتیجه ہے - انسان کا ظلم ' خود انسان کا اپنا عمل ہے ' خدا کا عمل نہیں ہے - روح کا اضطراب ' جس کي وجه سے فلاسفه قدرت الهي کے منکر هوجاتے هیں ' میري نظر میں اِس لا متناهي قدرت کو اور زیاده واضح کرنے والا ہے - انسان کا عدل یه ہے که هر حقدار کو اُسکا حق دیدے - خدا کا عدل یه ہے که هر ایک سے اپني نعمتوں اور بخششوں کا حساب لے !"

(حقیقت الهي)

" یهه صفات میں نے عقل کي منطق کي راه سے معلوم کي هیں - لیکن میرے دماغ میں اُنکا مفهوم مرتب و مفصل نہیں ہے - میں اُنهیں تسلیم کرتا اور انپر اصرار کرتا هوں ' مگر اُنکي پوري حقیقت کا احاطه نہیں کر سکتا - عقل اِسکا احاطه کر هي نہیں سکتي - اِسکے معني دوسرے لفظوں میں یه هوے که میں حقیقت سے لا علم هوں - اور اسلیے میري حیثیت یه نہیں ہے که میں جانتا هوں اور اصرار کرتا هوں - میں اپنے دل سے بے فائده کہتا هوں " یهي خدا ہے " میں بے فائده اُسکا شعور کرنا چاهتا هوں - میں بے فائده اپنے ذهن میں اُسکا تصور کرتا هوں - " بے فائده " اس لیے که اِس سے خدا کي حقیقت پر ذرا بهي روشني نہین پڑتي - میں هرگز معلوم نہیں کر سکتا ' خدا ایسا کیوں ہے ؟ اُس میں یه صفات کیونکر قائم و موجود هیں ؟

" میں اُسکي حقیقت جاننے کي جتني زیاده کوشش کرتا هوں اُتني هي اُسکي حقیقت پوشیده هوتي جاتي ہے - میري یه عقل کي بے بسي مجھه میں اُسکا اعتقاد و ایمان اور بهي زیاده مستحکم کر دیتي ہے - میں جس قدر اُس کا تصور کم کر سکتا هوں ' اُسي قدر اُس سے زیاده وابسته هوتا اور اُتنا هي اُسکي عبادت پر جهکتا جاتا هوں - بالاخر اُس کے رو برو گر پڑتا هوں اور کہتا هوں " میرا وجود تجهي سے ہے اے خالق کائنات ! میں جس قدر زیاده تجهه میں غور کرتا هوں ' تو اتنا هي زیاده میرا نفس بلند کرتا جاتا ہے ' مگر تیري حقیقت برابر مجھه سے مستور هي رهتي ہے ! تجهه میں میرا فنا هو جانا ' میري عقل کا سب سے بڑا کارنامه ہے ! تیري عظمت نے میري عقل مبهوت کردي ہے ' مگر میري نا تواني کو بهي قوت سے بدل دیا ہے !"

مغرب کی تاریخ جدید کی تاریخی شخصیتین

انقلاب فرانس کے ارکان ثلاثه

جــان جـــاک روسو

اُسقف کا جواب

(۲)

پچھلے نمبر میں قارئین الهلال پیرس کے اُسقف اعظم کے اعتراضات روسو پر سن چکے هیں - آج روسو کا جواب پیش کیا جاتا ہے - یه جواب پورے دو سو صفحے کی باریک حروف کی کتاب میں پھیلا هوا ہے - اِس لیے اختصار کے سوا چارہ نه تها - تاهم اهم اور مفید پہلو ایک حد تک واضح کردیے گئے هیں -

(معذرت)

روسو نے اپنا جواب معذرت سے شروع کیا ہے :

" اگر آپ صرف میري کتاب هي پر اعتراض کرتے تو میں هرگز آپ سے کوئي تعرض نه کرتا - آپکو چھوڑ دیتا که جتني چاهیں نکته چیني کرتے رهیں - لیکن آپنے صرف کتاب هي پر نہیں بلکه میري ذات پر بهي بحث کي ہے - آپ کو دنیا میں جتني عزت اور قوت حاصل ہے ' اُسي مناسبت سے آپ میں یه بات بهي هوني تهي که اُن تہمتوں سے بلند تر هوتے جن سے آپ نے مجھے آلودہ کرنا چاها ہے "

(داستان مظلومي)

اِسکے بعد روسو نہایت بلاغت و مہارت سے اپنے قارئین کي همدردي حاصل کرني چاهتا ہے - وہ اپني مسکیني و مظلومي ظاهر کرتا ہے ' تمام یورپ کا اُسکے خلاف متحد هو جانا اور عرصۂ زمین تنگ کر دینا یاد دلاتا ہے ' پھر لکھتا ہے :

" جنیوا کے غلام ' روسو کے هاتھه میں کوئي قوت نہیں که اُن ظالم اور سرکش ججوں سے جواب طلب کرسکے ' جنکے سامنے اُس پر تہمت لگائي گئي ' اور جنهوں نے اُسے طلب کیے بغیر اُسکے خلاف فیصله صادر کردیا ہے - اِتنا هي نہیں بلکه اُسے قید کرنے کے بهي درپے هو گئے هیں - یه " غلام " اگر عدالت میں طلب کیا جاتا ' تو اپني برأت ظاهر کرنے ضرور حاضر هوتا ' مگر چونکه اُسے بلایا نہیں گیا ' اس لیے اُسے از خود حاضر هونے کي ضرورت بهي نه تهي - چنانچه وہ حاضر نہین هوا - اس پر اُسکے خلاف جنگي قوت جمع کي گئي - اُسنے قوت کے مقابله سے گریز کیا ' اور اس سر زمین سے بھاگ نکلا جہاں کمزوروں پر ظلم کیا جاتا ہے ' بغیر جرم کے سزا دیدي جاتي ہے ' اور بغیر جواب سنے بیڑیاں پہنا دي جاتي هیں "

" اُسنے مجبوراً اپنا محبوب خلوت خانه چھوڑا - اُن دوستوں کي جدائي سہي جنسے بڑھ کر اُسکے لیے کوئي عیش نه تها - اپنا ناتواں جسم لیکر هزاروں اندیشوں کے ساتھه سر زمین حریت میں پہنچا - آہ میرا وطن جنیوا ! میں نے تیري آزادي کے کیسے کیسے گیت گائے ؟ تیرے حسن و جمال کي کیسي کیسي تصویریں بنائیں ؟ دنیا میں تیرا نام کس درجه روشن کیا ؟ آہ ! میں کیا کہوں ؟ میرا دل سینے میں بیٹھا جاتا ہے ' میرا هاتھه کانپ رها ہے ' میرا قلم گرا پڑتا ہے . . . لیکن مجھے خاموش هي رهنا چاهئے - مجھے جرم کا ذکر بهي نہیں کرنا چاهئے . . . کاش میں خفیه طور پر هي اپني ناقابل برداشت مصائب کہه سکتا ! کاش میں اپني دل کي گہرائي هي میں اپنے وطن کي شکایت کا خیال کر سکتا ! . . . . . "

" یه سب کچھه کیوں ہے ؟ میں اسکا حقیقي سبب نہیں پوچھتا - میں صرف اِسکا قریبي موجب معلوم کرنا چاهتا هوں - مجھه پر الحاد کي تہمت لگانے کي جرأت کي گئي ہے - مگر تہمت لگانے والے بالکل بھول گیے که جس کتاب پر انهیں اعتراض ہے ' وہ سب کے هاتھوں میں موجود اور سب کي آنکھوں کے سامنے کھلي هوئي ہے - مجھه پر تہمت لگانے والے افسوس سے هاتھه ملتے هیں : " کاش یه کتاب کسي طرح مفقود هوجائے تا که هم پیٹ بھرکے تہمتیں تراش کرسکیں ! " لیکن اُنکي یه امید کبھي پوري نہیں هوگي - کتاب اُنکي حسرت کے لیے همیشه باقي رهے گي ' اور آئندہ آنے والي نسلین فیصله کرینگي - وہ اعلان کرینگي که یه تمام گناہ ' اُسکے مؤلف کي بد عملیاں نہیں هیں ' لیکن فضیلت کے ایک دوست کي ٹھوکریں هیں ! "

(ایک ملحد کا ذکر)

" میں معاصرین پر اظہار رائے نہیں کرونگا - میں کسي کو بهي نقصان پہنچانا نہیں چاهتا - لیکن کیا تم نے سپنوزا کا نام نہیں سنا ؟ اُسکے الحاد میں کسے شک هو سکتا ہے ؟ وہ خود الحاد کا مدعي تها - علانیه الحاد کي تعلیم دیتا تها - مگر نه کوئي اُسکے اطمینان میں خلل ڈالتا تها - نه اُسکي کتابیں چھپنے سے روکي جاتي تهیں - اور نه هي تاجروں کو اُنکي اشاعت کي ممانعت کي گئي - وہ فرانس آیا تو اسکے لیے ایک پر جلال استقبال طیار تها - تمام ملکوں کے دروازے اُس پر کھلے تهے - وہ هر جگهه امن کي بلکه حکومتوں کي حمایت پاتا تها - بادشاہ اُنکا خیر مقدم کرتے تهے ' اور وعظ و درس کے ممبر اُسکے لیے نصب کراتے تهے - یه ملحد زندگي بهر مسرت و آرام بلکه عزت و احترام پاتا رها "

(عہد حکمت و انسانیت !)

" لیکن آج ' جبکه ببانگ دهل دعوي کیا جاتا ہے که یه فلسفۂ و حکمت اور انسانیت کا زمانه ہے ' دنیا کا حال کیا ہے ؟ یه ہے که ایک شخص انساني محبت کے جذبه سے مجبور هوکر آتا ہے ' اور پوري احتیاط و احترام سے اپنے بعض خیالات پیش کرتا ہے - کیسے خیالات ؟ وہ خیالات جو اُس موجود اعظم کي عظمت نے اُسکے دماغ پر نازل کیے هیں - لیکن دین الهي و حقیقت کے اِس حامي و ناصر کي زندگي تلخ کردي جاتي ہے - یورپ بهر میں اُسے کہیں پناہ نہیں ملتي - اُسے خدا کا پیدا کیا هوا پاني پینے سے اور اُسکے اُگائے هوے درختوں کي لکڑي جلانے سے بهي روک دیا جاتا ہے - وہ ذلیل و خوار پھرتا ہے - جس گوشه میں جاکر پناہ ڈھونڈھتا ہے ' وهیں سے نکالدیا جاتا ہے - نه اُسکي غربت پر کسي کو ترس آتا ہے - نه اُسکي بیماریوں پر کسي کا دل کڑھتا ہے - شریر سے شریر مجرموں اور خوني سے خوني ڈاکوؤں کا بهي اِس بے دردي سے کبھي تعاقب نہیں کیا گیا هوگا ' جیسا اِس بیکس و مظلوم کا کیا گیا ہے - اگر وہ ایک لمحه کیلیے بهي کسي حکومت کے رحم پر بھروسه کرلیتا ' تو آج یقیناً تاریک قید خانے میں پڑا سڑتا هوتا ' یا پھانسي کے تختے پر اُسکي لاش سوکھه رهي هوتي ! "

گر آپ

علم وکتب کی وسعت اور دستِ طلب کی کوتاہی سے گھبرا گئے ہیں، تو کیوں کسی ایسے مقام کی جستجو نہیں کرتے جہاں دُنیا کی تمام بہترین اور منتخب کتابیں جمع کر لیگئی ہوں؟

ایسا مقام موجود ہے!

J. & E. Bumpus Limited,
350, Oxford Street,
LONDON, W.1.

جو

دُنیا میں کتب فروشی کا عظیم مرکز ہے

اور

جسے ملک معظم برطانیہ اور اُنکے کتبخانۂ قصر کے لئے کتابیں بہم پہنچانے کا شرف حاصل ہے!

انگریزی کا تمام ذخیرہ جو برطانیہ اور برطانی نوآبادیوں و ملحقہ ممالک میں شایع ہوتا ہے

یُورپ کی تمام زبانوں کا ذخیرہ

مشرقی علوم وادبیات پر انگریزی اور یُورپین زبانوں کی تمام کتابیں

نئی اور پُرانی، دونوں طرح کی کتابیں

تمام دنیا کے ہر قسم اور ہر درجے کے نقشے

ہر قسم کی تعلیمی کتابوں کے سلسلے

بچوں کے لئے ہر قسم اور درجہ کا ذخیرہ

قیمتی سے قیمتی اور سستے سے سستے ایڈیشن

آپ ہمارے عظیم ذخیرے سے حاصل کر سکتے ہیں

ہمارے یہاں سے

ہر چھ ماہ کے بعد نئے ذخیرے کی مُفصّل فہرست شائع ہوا کرتی ہے

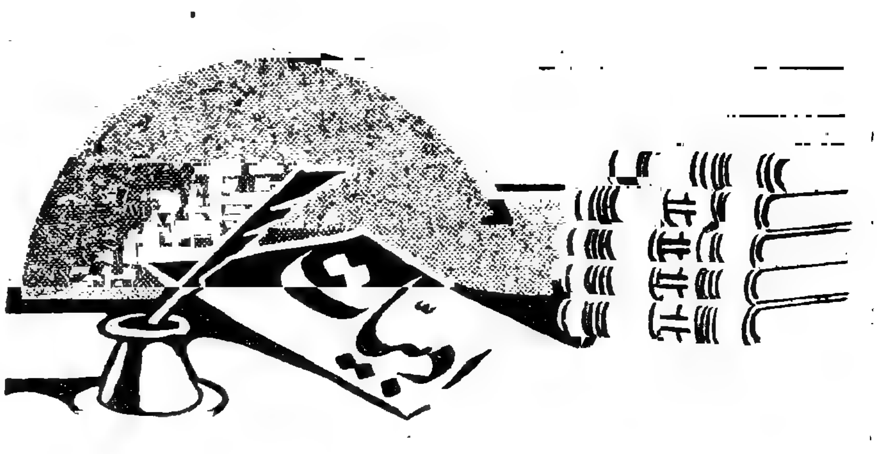

حکمت اور شعر کے مختارات

حکما و شعراء مغرب کے بعض افکار و خواطر

(حسن)

حسن خدا کي مخلوق پر اُس کا مہر ھے — بيتشر'

حسن بغير نزاکت کے ايسا ھے' جيسے بے نمک کھانا — امرسن -

ارسطو سے پوچھا گيا " حسن کيا ھے ؟ " اُس نے جواب ديا " يہ سوال اندھوں سے کرنا چاھيے " — بيکن

حسن ' جہاں بھي ھوتا ھے ' سراھا جاتا ھے — گوئٹے

حسن ' ايک جال ھے ' جس سے قدرت عقلوں کا شکار کرتي ھے — ليگس -

عورت کا اپنے حسن پر غرور اُس کي طرف سے اقرار ھے کہ اُس کے پاس حسن کے سوا کوئي چيز قابل فخر نہيں — ميڈ مزيل ڈي لسپيناس

خوبصورت عورت آنکھ کے ليے جنت ھے ' قلب کے ليے دوزخ ھے ' جيب کے ليے ويراني ھے -

خوبصورت ' بد صورت سے اُسي طرح بچے' جس طرح ذھين ' غبي سے بچتا ھے — پوپ

تمھاري يہي کيا کم فتحمندي ھے کہ تم خوبصورت ھو؟ — ھوگز

جب ھم ميں اِس قدر صلاحيت پيدا ھو جائيگي کہ ھم خدا کے ھر عمل ميں حسن و جمال محسوس کرنے لگيں گے' تو اُس وقت ھم دعوی کرسکيں گے کہ ھم اُس کي حقيقت سے واقف ھوگئے ھيں — رسکن

حسن ' تمام نوع انساني کے ليے سعادت ھے - ھر مخلوق اُس کے زير اثر آکر بھول جاتي ھے کہ وہ محدود ھے — شيلر

حسن سے محروم عورت' زندگي کي نصف لذت سے محروم ھوتي ھے — مڈيم ڈي مونٹارين

حسن بہت ھي کم عمر چيز ھے — ڈي لنٹلر

اِس يقين سے زيادہ عورت کے ليے کسي بات کا يقين مشکل نہيں کہ وہ اپنے حسن سے محروم ھوگئي ھے — روشبراون

کبھي عورت خوبصورت ھوتي ھے ' مگر اُس کا حسن اُس وقت تک نہيں کھلتا ' جب تک اُس کا دل محبت کے ليے نہيں کھل جاتا — لا پروايير -

حسن ' قدرت کا عورت کو سب سے پہلا عطيہ ھے ' اور يہي سب سے پہلے اُس سے چھن بھي جاتا ھے — ميرہ -

عورت اپنے محبوب کي جدائي گوارا کرسکتي ھے مگر اپنے حسن کي جدائي گوارا نہيں کرسکتي — روشبراون

مرد کو شادي کے معاملہ ميں اعلی حسن سے پرھيز کرنا چاھيے - کيونکہ حسن قبضہ ميں آتے ھي گھٹ جاتا ھے' مگر اُس کي مصيبتيں زندگي بھر باقي رھتي ھيں — روسو

جس عورت ميں بجز حسن کے اور کوئي جوھر نہيں ھوتا ' اُس کي مثال روغني روٹي کي سي ھے - يہ گرم اچھي معلوم ھوتي ھے اور سرد ھوتے ھي اپنا سارا ذائقہ کھوديتي ھے — سيبجور

(عورت)

تمدن اچھي عورتوں کے اقتدار کا نام ھے — امرسن

عورت کي شيريني گلاب کي طرح جلد ختم ھو جاتي ھے — گوئٹے

زندگي کي سب سے لذيذ شيريني ' بيوي کا اپنے شوھر کو مخلصانہ سلام ھے — ولز

عورت کي انانيت اپنے اندر دو انانيتيں رکھتي ھے — مڈيم ڈي اسٹائل

خدا کي انسان پر سب سے قيمتي بخشش' عورت ھے - گويار

کاش ' عورت تنہا ميرا ھي حصہ ھوتي ! — اربيڈس

عورت انسان اور فرشتہ کے بين بين ايک مخلوق ھے — بلزاک

عورت اُس شخص کو حقير سمجھتي ھے جو اُس سے محبت نہيں کرتا ھے' مگر وہ خود اُس سے محبت نہيں کرتي — ايلز يبتھ ' اسٹوڈرٹ

⁂

انسان اپنے نفس کو اُسي وقت سمجھ سکتا ھے جب وہ مصيبت ميں پڑتا ھے — الفرڈ ڈي موسيہ

شک ' ھميشہ اميد کے پيچھے لگا رھتا ھے — بلزاک -

ترقي لنگڑي چال چلتي ھے — سانت بو

نا مکمل تعزيت سے رنج زيادہ ھوجاتا ھے — روسو

عظمت ' طمع ' فوج ' جنگي جہاز' تاج ' تخت ؛ يہ انسان کے کھلونے ھيں جب وہ بڑا ھوجاتا ھے — وکٹر ھيوگو

ميري تمام مصائب کي علت يہ ھے کہ ميں لوگوں سے حسن ظن رکھتا تھا — روسو

(ذھانت)

ذھانت کيا ھے ؟ يہ محض سمجھنے کي صلاحيت ھي کا نام نہيں ھے - کيونکہ حيوان بھي سمجھ رکھتا ھے مگر ھم اُسے ذھين نہيں کہہ سکتے - سپاھي اپني ڈيوٹي سمجھتا اور پوري کرتا ھے مگر ذھين نہيں کہلاتا - بندر کي ذھانت ' محض ايک بے نتيجہ عقلي اضطراب ھے - جو بچہ اپني حرکتوں سے تمہيں ھنساتا ھے ' ذھين نہيں ھے - کيونکہ اُس ميں بندر کي جبلت آگئي ھے - جو عورت بہت سي اشياء کا علم رکھتي ھے ' ذھين نہيں ھے - کيونکہ معمولي باتيں اُس کے دماغ کو پراگندہ کر ڈالتي ھيں - کيا حساب داں ذھين ھوتا ھے ؟ شاعر کي نظر ميں حساب داں ماليخوليا کا مريض ھے ! کيا شاعر' ذھين ھوتا ھے ؟ رياضي داں شاعر کو سراسر بيوقوف سمجھتا ھے ! ماھر ماليات کي نظر ميں ناول نويس ' دو پاؤں کا احمق حيوان ھے ! جو آدمي ' دور از کار نظريے بناتا ھے ' کيا ذھين ھے ؟ کيا ھميشہ خاموش رھنے والا ذھين ھے ؟ کيا اپني عينک کے شيشوں سے' سرد اور بے اثر نظروں سے تمہيں ديکھنے والا ذھين ھے ؟ نہيں !

ذھانت کي تعريف ناممکن ھے — لا مارتين

برید فرنگ

روس کا نفس پرست شاہی راہب

راسپوٹین

خاندان زار کی تاریخ کا آخری صفحہ

زمن حذر نہ کنی گر لباس دیں دارم
نہفتہ کافرم و بت در آستیں دارم!

انیسویں صدی کا سب سے زیادہ ہولناک مگر عبرت انگیز واقعہ روس کے خاندان شاہی کی بربادی ہے۔ خود زار، زارینہ، ولی عہد، تمام شاہزادے، تقریباً پورا خاندان گولی مار کر قتل کر ڈالا گیا! یہ واقعہ فرانس کے لوئی شانزدہم اور اُس کے خاندان کے قتل سے بھی وحشتناک ہے! روس کے خاندان شاہی کی بربادی اور انقلاب سلطنت پر بکثرت کتابیں لکھی جا چکی ہیں، اور اُن تمام اسباب پر شرح و بسط سے بحث کی جا چکی ہے جو ان عظیم تغیرات و حوادث کا موجب ہوئے۔ ان اسباب میں سب سے بڑا اور سب سے عجیب سبب وہ ہے، جو بیسویں صدی کی متمدن دنیا کے لئے سخت حیرت انگیز ہو رہا ہے۔ یعنی روس کے حکمران اور اُس کی ملکہ کی مذہبی توہم پرستی، زود اعتقادی، اور علم و عقل سے محرومی ہے! یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ ان تمام تباہیوں کی اصلی علت ایک راہب تھا، جسکے دام تزویر میں زارینا اور زار پھنس گئے تھے۔

مشہور روسی شاہزادہ پرنس یوسوپوف کا روزنامچہ پچھلے دنوں شائع ہوا ہے۔ اس سے اس معاملہ پر اور بھی زیادہ گہری روشنی پڑتی ہے۔ اس بارے میں پرنس کے بیانات بہت اہم ہیں کیونکہ وہ تمام واقعات کا شاہد عینی تھا۔ صرف شاہد عینی ہی نہیں بلکہ راہب راسپوٹین کا قاتل بھی وہی ہے۔

اس روزنامچہ پر ابھی دنیا نے پوری طرح رائے زنی نہیں کی تھی، کہ اس سلسلہ کے ایک دوسرے راز کا انکشاف ہو گیا۔ یعنے یکایک دنیا کے ہاتھوں میں ایک نئی کتاب پہنچ گئی جو خود اسی راہب کی لڑکی صوفیا کے قلم سے نکلی ہے اور اُس کی یادداشتوں کا مجموعہ ہے۔ اس نئے بیان نے معاملہ کا ایک دوسرا رُخ واضح کر دیا، اور دنیا اس نئے انکشاف سے انگشت بدنداں ہو کر رہ گئی!

پچھلے دنوں ان دونوں کتابوں کا مختصر خلاصہ ہندوستان کے انگریزی اخبارات میں شائع ہوا تھا، لیکن ہمیں جستجو تھی کہ زیادہ تفصیل کے ساتھ حالات روشنی میں آئیں۔ خصوصاً پرنس کی بیان کردہ تفصیلات معلوم ہوں جسنے ملکہ کے اصلی خطوط بھی شائع کر دیئے ہیں۔ اب یہ تمام ذخیرہ ہمارے سامنے ہے۔ ہم پہلے پرنس کے روزنامچہ کی ایک پوری فصل درج کرتے ہیں، جس سے اس عجیب و غریب راہب کے حالات و اعمال پر پوری روشنی پڑے گی:

راسپوٹین کون تھا؟

راسپوٹین، جس سے زارینا کی عقیدت، پرستش کی حد تک پہنچ گئی تھی، سائبریا کے ایک گاؤں میں پیدا ہوا تھا۔ اس کا باپ اپنے عہد کا مشہور قزاق تھا، راسپوٹین نے ہوش سنبھالتے ہی باپ کا پیشہ اختیار کر لیا اور قرب و جوار کے علاقے تاخت و تاراج کرنے لگا۔ یہ بڑا ماہر ڈاکو تھا۔ گھوڑے چرانے میں اُسے خاص کمال تھا۔ بار بار گرفتار ہوا مگر حیرت انگیز طور پر ہمیشہ بچ نکلتا رہا۔ ایک مرتبہ اُسے پولیس نے بُری طرح زد و کوب بھی کیا تھا۔ چنانچہ اُس کے زخم کا نشان عمر بھر اُس کے سر میں نمایاں رہا۔

راہب کیسے بنا؟

ایک مرتبہ اتفاق سے اُس کا گزر ایک پُرانی خانقاہ میں ہوا۔ یہ خانقاہ دراصل خطا کار راہبوں کے قید کرنے کا محبس تھا۔ راسپوٹین کی ملاقات وہاں چند راہبوں سے ہوئی۔ وہ بلا کا ذہین تھا اُسنے دیکھا راہبوں کی زندگی، دنیا کمانے کے لئے بہترین زندگی ہے۔ قزاقانہ طرز معیشت نے اُسے جسمانی تکالیف برداشت کرنے کا خوگر بنا دیا تھا۔ اُسنے خیال کیا "میں بڑی آسانی سے راہب بن سکتا ہوں" چنانچہ وہ برابر ان راہبوں سے ملتا جلتا رہا۔ اُن سے انجیل پڑہی۔ عبادت و ریاضت کے طریقے معلوم کئے۔ وہ بہت جلد مسیحی مذہب اور رہبانیت کا عالم بن گیا۔

اب اُسنے سخت مجاہدے اور ریاضتیں شروع کر دیں۔ تھوڑے ہی دنوں میں اُس کی شہرت قرب و جوار میں پھیل گئی۔ لوگ اس قزاق کو "ولی اللہ" سمجھنے لگے۔ اسی زمانہ میں سینٹ پیٹرزبرگ (لینن گراڈ) کے ایک بشپ نے اُسے دیکھا، اس کے زہد و تقشف اور مجاہدہ و ریاضت سے نہایت متأثر ہوا۔ اپنے ساتھ پایۂ تخت لے گیا اور محل شاہی میں داخل کر دیا۔

زارینا کی عقیدت

زارینا (ملکۂ روس) اُسے دیکھتے ہی معتقد ہو گئی۔ راسپوٹین نے بھی یہ بات محسوس کر لی۔ اپنا اثر اور زیادہ پختہ اور وسیع کرنے لگا۔ حتیٰ کہ زار پر بھی اُس کا جادو چل گیا۔ شہنشاہ اور ملکہ انتہائی خشوع و خضوع کے ساتھ اُس کے آگے اپنے گھٹنوں پر جھکتے تھے،

کیا آپ کو معلوم نہیں
کہ
اسوقت دُنیا کا بہترین فاونٹین قلم
امریکن کارخانہ "شیفر"
کا
"لائف ٹائم" قلم ہے؟

(۱) اتنا سادہ اور سہل کہ کوئی حصہ نزاکت یا پیچیدہ ہونے کی وجہ سے خراب نہیں ہو سکتا
(۲) اتنا مضبوط کہ یقیناً وہ آپ کو آپکی زندگی بھر کام دے سکتا ہے
(۳) اتنا خوبصورت، سبز، سرخ اور سُنہری بیل بوٹوں سے مزین کہ اتنا خوبصورت قلم دُنیا میں کوئی نہیں

کم از کم تجربہ کیجئے
یاد رکھئے
جب آپ کسی دکان سے قلم لیں تو آپ کو
"شیفر" کا
"لائف ٹائمر"
لینا چاہئے!

یاد رکھئے

موسم گرما کا نایاب تحفہ

صرف ہمدرد دواخانہ سے ملیگا

شربت روح افزا ۲۹۳ (رجسٹرڈ)

جو تقریبا ۲۰ سال کے عرصہ میں اپنی بے شمار خوبیوں کی وجہ سے اسم باسمیٰ ہوکر بلا تفریق مذہب عام ہر دلعزیزی و شہرت مقبولیت حاصل کر کے نہ صرف ہندوستان بلکہ ممالک غیر تک شہرت حاصل کر چکا ہے اور جسکو چشم بد (حریص) سے محفوظ رکھنے کے لئے تمام ہندوستان کے واسطے گورنمنٹ سے رجسٹرڈ بھی کرا لیا گیا ہے۔

محترم ناظرین! آپ میں جو اصحاب اس کا استعمال کر چکے ہیں اُن سے تو اس کے تعارف کرانے کی ضرورت نہیں کیونکہ آپ کی مسلسل و پیہم مشتاقانہ خریداری اسکی پسندیدگی و قدردانی کی خود دلیل ہے لیکن ہندوستان جیسے وسیع براعظم میں جن لوگوں کو اس کے استعمال کا اب تک اتفاق نہیں ہوا اُن سے اس کی بیشمار خوبیوں میں سے چند عرض کی جاتی ہیں۔

اس کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس شربت کا استعمال کسی مذہب کے خلاف نہیں۔ دوسری خوبی یہ ہے کہ ہر تندرست انسان بلا قید عمر و مزاج موسم گرما میں خوش ذائقہ و فرحت بخش چیز کی حیثیت سے استعمال کر سکتا ہے۔

ناظرین! یہ شربت کیا ہے؟ اعلیٰ قسم کے فواکہات مثل انگور، سیب، زنگترہ وغیرہ اور بہت سی اعلیٰ ادویہ کا مرکب ہے جو خاص ترکیب اور جانفشانی سے تیار کیا جاتا ہے۔ مفرح قلب ہے۔ خوش ذائقہ ہے۔ تشنگی اور گھبراہٹ کو دور کرتا ہے۔ اختلاج قلب دوران سر درد سر وتلی وغیرہ کی شکایات کو رفع کرتا ہے۔ سوداوی امراض کے واسطے عموماً اور گرم مزاج والے اصحاب کے واسطے خصوصاً بہت مفید ہے۔

معنوی خوبیوں کے علاوہ جو استعمال سے تعلق رکھتی ہیں ظاہرا طور پر رنگ دلفریب اور پیکنگ کی صفائی دیدہ زیب ہے اسکی اشاعت سے محض ذاتی نفع مقصود نہیں بلکہ ہم خرما و ہم ثواب کے مصداق پبلک کی خدمت کرنا اور ہندوستانی اشیاء کی ترویج کو ترقی دینا مدنظر ہے۔ ہمیں اُمید ہے کہ آپ بوتل دیکھکر اور استعمال کر کے جو بیدار شدہ نوخیز ہندوستان کی صنعت کا اُمید افزا نمونہ ہے اور جس کی ہر چیز دیسی ہے خوش ہوں گے اور باوجود اس قدر خوبیاں ہونے کے قیمت اس لئے کم رکھی ہے کہ ہر حیثیت کے لوگ اس سے فائدہ حاصل کر سکیں۔

نوٹ: اس شربت کی عام مقبولیت کو دیکھ کر بہت سے ہمارے ہم پیشہ حضرات ناجائز فائدہ اُٹھانے کی مختلف ترکیبیں نکالتے ہیں مثلاً کوئی اس شربت کا ملتا جلتا نام رکھ لیا ہے۔ لہذا آپ شربت خرید کرتے وقت دھوکا نہ کھائیں بلکہ بوتل پر ہمدرد دواخانہ کا خوشنما لیبل اور اس پر لفظ رجسٹرڈ ضرور ملاحظہ فرمائیں واضح رہے کہ یہ شربت ہمدرد دواخانہ کی مخصوص چیز ہے اور اصلی صرف ہمدرد دواخانہ دہلی ہی سے مل سکتا ہے۔

پتہ۔ ہمدرد دواخانہ دہلی

تار کا کافی پتہ ہمدرد، دہلی

اگر آپ انگلستان کی سیاحت کرنا چاہتے ہیں تو

یاد رکھئے

کہ آپ کو ایک مستند اور آخرین رہنما گائڈ بک کی ضرورت ہے جو انگلستان کے تمام
شہروں، سوسائٹیوں، ہوٹلوں، کلبوں، تھیٹروں، رقص گاہوں، قابل
دید مقامات، اور آثار قدیمہ وغیرہ سے آپ کو مطلع کردے۔ نیز جس سے وہ تمام ضروری
معلومات حاصل کیجا سکیں جن کی ایک سیاح کو قدم قدم پر

ضرورت پیش آتی ہے

ایسی مکمل گائڈ بک صرف

ڈنلاپ گائڈ ٹو گریٹ برٹین

The Dunlop Guide to Great Britain

کا دوسرا ایڈیشن ہے۔ ہندوستان کے تمام انگریزی کتب فروشوں اور بڑے بڑے
ریلوے اسٹیشنوں کے بک اسٹال سے مل سکتی ہے

اگر آپ کو

دمہ

(ضیق النفس)

یا

کسی طرح کی بھی معمولی کھانسی کی شکایت ہے تو
تامل نہ کیجئے۔ اپنے سے قریب دوا فروش کی دکان
سے فوراً ایک ٹین

HIMROD

کی

مشہور عالم دوا کا منگوا کر
استعمال کیجئے

راہب نے بھی یہ بات محسوس کرلی تھی، اور اُس کی فاسقانہ طبیعت ہرگز گوارا نہیں کرسکتی تھی کہ ایسی حسین لڑکی اُس کے دائرہ عقیدت سے نکل جائے۔ چنانچہ ہر ممکن تدبیر سے اپنا اثر بڑھاتا اور دوشیزہ کو اپنے سے زیادہ سے زیادہ قریب کرتا جاتا تھا"

"مس موصوفہ نے مجھے اپنے والد کے محل میں راسپوٹین سے ملاقات کے لئے دعوت دی۔ وہ اُس کے بارے میں اس طرح گفتگو کرتی تھی جس طرح پیغمبروں کے بارے میں کی جاتی ہے۔ لیکن مجھے اُس سے طبعًا نفرت تھی۔ اُسے میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا، تاہم میرا دل اُس کی کراہت سے لبریز تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جب وہ ایوان میں داخل ہوا، تو مجھے اپنا احساس چھپانے کے لئے جدوجہد کرنی پڑی۔ اُسنے سب سے مصافحہ کیا اور سب کا بوسہ لیا، حتیٰ کہ مس م... کا بھی۔ میں نے بھی مصافحہ کیا مگر اپنا بوسہ لینے نہیں دیا (روس میں قاعدہ ہے کہ بزرگ چھوٹوں کا بوسہ لیا کرتے ہیں) میں نے دیکھا کہ مس کا بوسہ لیتے وقت اُس کی آنکھیں غیر معمولی طور پر چمکنے لگی تھیں۔ میں سمجھ گیا کہ اُس کے اندر بہیمیت پوری طرح کام کر رہی ہے۔

میں نے اُس کے خط و خال پر نظر غائر ڈالی۔ درمیانہ قد تھا۔ مضبوط کاٹھی تھی۔ سر بڑا، بال لمبے اور داڑھی گھنی تھی۔ سر کا ایک حصہ بالوں سے بالکل خالی تھا۔ یہ اُسی زخم کا نشان تھا جو قزاقی کے زمانہ میں لگا تھا۔ اُس وقت اُس کی عمر ۴۰ سال کی ہوگی۔ لمبا اوورکوٹ اور بہت ڈھیلے پائنچوں کا پائجامہ پہنے تھا۔ اُس کا چہرہ بالکل روسی کسانوں کا سا تھا۔ بیضوی شکل کا، مگر ہر طرح کے تناسب سے محروم وہ یقینًا نہایت بدصورت آدمی تھا۔ جیسے کہ تمام بدنفس انسان ہوا کرتے ہیں"

"اُس کی حرکات و سکنات متکبرانہ تھیں۔ حاکمانہ شان رکھتی تھیں یہ صرف اس لئے کہ اُسے حاضرین پر اپنے اثر کا یقین تھا۔ سب لوگ اُسے انتہائی عقیدت کی نظروں سے دیکھتے تھے۔ وہ خود بھی اُنھیں متجسسانہ نظروں سے دیکھتا۔ وہ اُنکے خیالات معلوم کرنے کی کوشش میں تھا۔ لیکن مس م... پر اُس کی نظریں بالکل دوسرا انداز رکھتی تھیں وہ اُسے پُرہوس نگاہوں سے دیکھتا تھا۔ ہر لمحہ میری نفرت بڑھتی جاتی تھی اور صاف نظر آتا تھا کہ ولیوں کے اس لباس میں ایک خبیث نفس ملفوف ہے۔"

"چائے کے بعد وہ اپنی جگہ سے اُٹھ کر میرے قریب آگیا اور رازدارانہ انداز سے کہنے لگا "تمھاری دوست مس م... کس قدر حسین ہے! کوشش کرو کہ تمھاری رفیق زندگی بنجائے، صرف جسم ہی سے نہیں بلکہ رُوح سے بھی۔ تمھارے بارے میں اُسنے مجھ سے بارہا گفتگو کی ہے۔ وہ تمھاری طرف بہت مائل ہے۔ مجھے یقین ہے، شادی کے بعد تم دونوں حقیقی مسرت و سعادت پاؤگے!"

اس ملاقات سے چند دن بعد مس م... نے مجھ سے کہا "راسپوٹین تم سے از حد حسن ظن رکھتا ہے اور دوبارہ ملاقات کرنی چاہتا ہے"

راہب اور زار کی والدہ

"اُس وقت کوئی بھی اُس خطرے سے واقف نہ تھا جو روس کے شاہی خاندان کو اس پُراسرار راہب کی وجہ سے لاحق ہوگیا تھا۔ یہی سبب تھا کہ قصر شاہی میں اُس کی بڑی آؤ بھگت ہوتی تھی۔ زار کے تمام مقرب اُس کا اثر و اقتدار دیکھ کر اُس کی خوشامد میں لگے رہتے۔ لیکن مجھے اور میری ماں کو اُس سے سخت نفرت تھی۔ ہم محسوس کرنے لگے تھے کہ ایک نہ ایک دن زار کو اس راہب کے ہاتھوں روز بد دیکھنا پڑے گا۔ چنانچہ میری ماں نے زارینہ کو کئی مرتبہ متنبہ کیا اور اس جاہل کے دور کردینے پر زور دیا۔ خاندان شاہی کے چند اور لوگوں کا بھی یہی خیال تھا۔ اُنھوں نے بھی میری ماں سے اتفاق کیا۔ حتیٰ کہ خود زار کی والدہ نے بھی راہب کی بہت مخالفت کی۔ مگر زارینہ کچھ اس طرح اس "مقدس مرشد" کے دام میں پھنس گئی تھی کہ اُس کی مخالفت میں ایک لفظ بھی سُن لینا گوارا نہیں کرتی تھی"!

جنگ عظیم

سنہ ۱۹۱۴ء میں جنگ عظیم کا آغاز ہوا۔ ہم سب خوف سے کانپ اُٹھے کیونکہ جانتے تھے، اب اس راہب سے کیسے کیسے خطرے پیدا ہوسکتے ہیں۔ مصیبت یہ تھی کہ زار اور زارینہ نے اپنے دوستوں سے بے اعتنائی برتی اور سراسر راہب کے ہو رہے۔ جب کبھی ہم لوگوں نے اُس کے خلاف منت التجائیں کرنی چاہیں، تو ملکہ نے صاف صاف کہدیا:

"میں اپنے روبرو راسپوٹین کی شان میں ایک حرف بھی کہنے کی اجازت نہ دوں گی!"

راہب کی تصویر

"جنرل ڈاہنکو نائب وزیر داخلیہ، راسپوٹین کی حقیقت سے واقف تھا۔ اُسنے بڑی کوشش سے "کلیسٹیزم" والوں کے ایک جلسہ کا مرقع حاصل کیا۔ اس مرقع میں راسپوٹین ناگفتہ بہ فسق و فجور کی حالت میں نظر آتا تھا۔ جنرل نے تصویر، زارینہ کے سامنے رکھدی۔ مگر زارینہ کی عقیدت پر کوئی اثر نہیں پڑا۔ وہ اُلٹی جنرل پر خفا ہوئی۔ تصویر جعلی قرار دی گئی، اور جن جن لوگوں پر راسپوٹین نے جعل بنانے کا شبہ کیا، اُنھیں سخت سزائیں ملیں"!

راہب جرمن جاسوس تھا

جنگ میں روسی فوجیں جس طرح برباد ہوئیں، اُس کی داستان بہت ہی دردناک ہے۔ لیکن یہ واقعہ ہے کہ ان تمام مصائب کی اصلی علت راسپوٹین ہی کی ذات اور اُس کی خیانت تھی۔ وہ در اصل، جرمن جاسوس بن گیا تھا۔ روسی فوجوں کی نقل و حرکت کی خبریں جرمنی اور آسٹریا کے جنگی دفاتر کو روز بھیجا کرتا تھا۔ یہ بات زیادہ مدت تک چھپ نہیں سکتی تھی۔ بہت جلد تمام ملک اس عظیم مکار کی حقیقت سے واقف ہوگیا، اور محل شاہی سے اُس کی علحدگی پر زور دینے لگا مگر جوں جوں اُس کی مخالفت بڑھتی گئی، زارینہ کی عقیدت بھی بڑھتی گئی۔ آخر اُس کا اقتدار یہاں تک بڑھ گیا کہ سپہ سالاروں کا عزل و نصب اور میدان جنگ کے نقشوں کی تجویز بھی اُسی کی رائے سے ہونے لگی۔ وہ خود اپنی رائے سے کچھ نہیں کرتا تھا۔ جرمن افسر اُسے وقتاً فوقتاً لکھتے رہتے تھے کہ فلاں روسی افسر کو معزول کرا دینا چاہئے فلاں مقام ہمارے لئے مُضر ہے۔ وہاں سے فوج ہٹا دینی چاہئے۔ یہ اُنکے احکام کے مطابق یہاں رائے ظاہر کردیتا، اور زار اُسکی فوراً تعمیل کرتا۔ نہ کرتا تو زور ڈالنے کے لئے ملکہ موجود تھی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ روس کی تمام فوجیں گاجر مولی کی طرح کٹنے لگیں۔ وہ جس طرف رُخ کرتیں، دیکھتیں جرمن فوج پہلے سے اُن کی ہلاکت کا سامان طیار کئے موجود ہے۔

بااین ہمہ زار اور ملکہ کا تمام اعتماد اسی "مرشد" پر تھا۔ وہ کہتے تھے اس جنگ میں ہم فوج سے نہیں بلکہ اپنے مرشد کی توجہ اور برکت سے فتح پائیں گے"!

راہب کی لڑکی کا بیان

یہ تو پرنس یوسوپوف کا بیان تھا۔ اب خود راسپوٹین کی لڑکی کا بیان سُنئے۔ وصاحب البیت ادریٰ بما فیہ۔ اس لڑکی کا نام صوفیہ راسپوٹین، ہے۔ اب تک دنیا اس کے وجود سے بے خبر تھی۔ لیکن حال ہی میں یہ ظاہر ہوئی، اور ایک مختصر کتاب میں اپنی یادداشتیں جمع کرکے چھاپ دیں۔ یہ اپنے باپ اور زارینہ کے تعلقات پر ایک بالکل مختلف قسم کی روشنی ڈالتی ہے۔ اُس کے بیان نے یورپ کے اخبارات میں تہلکہ مچا دیا ہے۔ وہ لکھتی ہے:

عقیدت نہیں عشق تھا!

"زارینہ کا تعلق میرے باپ سے دینی عقیدت کے رنگ میں شروع ہوا۔ مگر بہت جلد عقیدت نے محبت کی شکل اختیار کرلی، اور بتدریج محبت، عشق کے درجہ تک پہنچ گئی۔ اُسنے کئی بار میرے والد سے کہا "میں، زار سے بیزار ہوگئی ہوں، وہ ایک دوسری عورت سے وابستہ ہے۔ میں اُس سے طلاق لے لوں گی، بشرطیکہ تم مجھ سے شادی کرلو!" میرا باپ نادان نہ تھا۔ وہ جانتا تھا، یہ واقعہ کیسے ہولناک نتائج پیدا کرے گا؟ چنانچہ وہ زارینہ کو ایسا کرنے سے ہمیشہ روکتا تھا"

اس کے بعد صوفیہ لکھتی ہے

"یہ کوئی فرضی بات نہیں ہے۔ اس کا ثبوت خود زارینہ کے روزنامچے میں موجود ہے، جو اسوقت بالشویک حکومت کے قبضہ میں ہے۔ زارینہ، خود مجھ سے بھی بہت محبت کرتی تھی اور اکثر کہا کرتی تھی "میں بہت جلد تمھارے گھر میں آجاؤں گی۔ اُس وقت میں تمھاری ماں اور تم میری لڑکی ہوجاؤ گی!"

صوفیہ نے اپنے روس سے بچ نکلنے کی داستان بھی لکھی ہے۔ وہ لکھتی ہے

"جب میرا باپ قتل ہوگیا تو میرے پاس دو ہزار نقرئی روبل (روسی سکہ) موجود تھے۔ میں نے سپاہیوں کو یہ رقم رشوت میں دی اور جان لے کر بھاگ نکلی"

راسپوٹین کی اخلاقی سیرت، ملکہ کی اُس سے بےحد و غایت وابستگی اور وہ تمام حالات جو اس سلسلے میں سامنے آتے ہیں، اگر بغور دیکھے جائیں، تو صوفیہ کا بیان قرین صواب معلوم ہوتا ہے۔ البتہ یہ ضروری نہیں ہے کہ اس صورت میں بدنصیب ملکہ کو "مرشد" کی مذہبی عقیدت سے خالی تصور کرلیا جائے۔ اس دنیا میں مذہبی عقیدت جب جہل و توہم پرستی سے ملجاتی ہے تو اُس کے عجائب و خوارق کی کوئی انتہا نہیں رہتی۔ بارہا یہ بات دیکھی گئی ہے کہ لوگ مذہبی عقیدت کے ساتھ ہر طرح کے اخلاقی اور مذہبی معاصی کے بھی مرتکب ہوتے ہیں، اور نہ صرف اس سے مذہبی عقیدت متاثر نہیں ہوتی، بلکہ معاصی و فسوق پر بھی مذہب کے پُراسرار تقدس کا پردہ پڑجاتا ہے۔ ہمیں اس میں کوئی تعجب نہ ہوگا اگر ثابت ہوجائے کہ یہ بدبخت ملکہ اپنے اس "مرشد" کی ناجائز خواہشوں کا شکار تھی اور اسپر بھی اُسے اپنا مرشد اور "مقدس ولی" یقین کرتی تھی۔ جب جواز و عدم جواز کا معیار حقیقت کی جگہ عقیدت ہوجاتی ہے، تو پھر کوئی چیز بھی ناجائز نہیں ہوسکتی۔ مذہب و تقدس کی ریاکاری کی تاریخ اس طرح کے واقعات کی ایک مسلسل داستان ہے اور اب تک دنیا اُس میں برابر اضافہ کئے جاتی ہے۔

جامع الشواہد

طبع ثانی

مولانا ابوالکلام صاحب کی یہ تحریر سنہ ۱۹۱۹ء میں شایع ہوئی تھی جب وہ رانچی میں نظر بند تھے۔ موضوع اس تحریر کا یہ تھا کہ اسلامی احکام کی رُو سے مسجد کن کن اغراض کے لئے استعمال کی جاسکتی ہے؟ اور اسلام کی رواداری نے کس طرح اپنی عبادت گاہوں کا دروازہ بلا امتیاز مذہب ملت تمام نوع انسانی پر کھول دیا ہے؟

سنہ ۱۹ء میں جسقدر نسخے چھپے تھے، مدرسۂ اسلامیہ رانچی کو [illegible] گئے تھے جو بہت جلد ختم ہوگئے۔ اب مصنف کی نظر ثانی کے بعد دوبارہ لیتھو میں چھپی ہے۔ قیمت ۱۲؍ (بارہ آنے) منیجر الہلال کلکتہ

اور اُسے "مسیح ثانی" تصور کرتے تھے۔ وہ جب چاہتا بلا اجازت محل میں داخل ہو جاتا۔ زار اور زارینا کو طلب کر لیا کرتا۔ محل میں اُسے بالکل ویسی ہی آزادی حاصل تھی جیسی خود زار کو۔ کسی کی مجال نہ تھی کہ راسپوٹین کی شان میں ایک لفظ بھی منہ سے نکال سکتا۔ ملکہ کو از حد غلو تھا اُسنے اپنے آپ کو بالکل اس دجّال کے حوالہ کر دیا تھا"

ملکہ کی مجنونانہ عقیدت کا ثبوت اُس کے اُن خطوں سے بھی ملتا ہے جو دسمبر ۱۹۱۶ء یعنی انقلاب حکومت سے صرف تین مہینے پہلے اُسنے زار کو لکھے تھے۔ پرنس یوسوپوف نے یہ خطوط اپنے روزنامچہ میں نقل کر دئیے ہیں۔ ان سے روس کے خاندان شاہی کی ذہنیت پر عجیب روشنی پڑتی ہے۔ صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ زار کس درجہ کمزور دل و دماغ کا آدمی تھا، اور زارینہ کس درجہ پست خیال مگر ساتھ ہی اپنے شوہر پر کس قدر حاوی تھی؟ ذیل میں صرف چند خط بطور نمونے کے ملاحظہ ہوں:

زارینہ کے خطوط

ایک خط میں زارینہ "بروٹوف" کو وزیر داخلیہ بنانے کی سفارش کرتی ہے۔ یہ شخص راسپوٹین کا پروردہ تھا۔ راسپوٹین چاہتا تھا اسے وزیر داخلیہ بنا کر پس پردہ تمام ملک پر حکومت کرے۔ زارینہ اپنے شوہر کو لکھتی ہے:

"بروٹوف کو وزیر بنا دو۔ مخالفوں کی مخالفت کی ذرا بھی پرواہ نہ کرو، ورنہ وہ جری ہو جائیں گے اور برابر یونہی دباتے رہیں گے یہ سمجھیں گے تم اُن سے ڈر گئے ہو۔ وزیر اعظم اور ڈوما (پارلیمنٹ) کے صدر کی کیا حقیقت ہے؟ یہ ذلیل آدمی ہیں۔ کیونکہ "مقدس باپ" (یعنی راسپوٹین) نے اُن کی بابت یہی خیال ظاہر کیا ہے۔ بروٹوف کو میری خاطر وزیر بنا دو۔ کیونکہ وہ تم پر، تمھارے بچوں پر اور روس پر جان دیتا ہے۔ ایک بڑے پادری نے مجھ سے کہا ہے "وہ سلطنت کبھی برباد نہیں ہو سکتی، جس کی حفاظت پر ولی ہوتے ہیں!" یہ قول بالکل صحیح ہے۔ لہذا ہمیں چاہئے کہ اپنے ولی (راسپوٹین) پر بھروسہ کریں، اس کی اطاعت کریں، اُس کی نصیحتوں پر عمل کریں۔ ہمارے وَلی کی یہی نصیحت ہے کہ بروٹوف وزیر بنا دیا جائے۔ لہذا اسکے قبول کرنے میں تامل نہ کرو۔ یہ نہ سمجھنا کہ ہمارے ولی سے کوئی بات بھی مخفی رہتی ہے۔ مسیح نے اُسے سب کچھ دکھا دیا ہے۔ وہ جب کوئی دعا کرتا ہے، پوری ہو جاتی ہے۔ جس بات کو اچھا کہدیتا ہے، اچھی ہو جاتی ہے۔ جسے بُرا کہدیتا ہے، وہ بُرا ہی ثابت ہوتا ہے۔ ہم سے تم سے بہت غلطیاں ہو جاتی ہیں، مگر ہمارے اس مقدس مرشد سے کبھی غلطی نہیں ہوتی۔ اُس سے غلطی ہو ہی نہیں سکتی...!"

ایک دوسرے خط میں لکھتی ہے:

"ڈوما (پارلیمنٹ) فوراً توڑ دو۔ مخالفوں کی کوشش ہے کہ اس وقت ڈوما کے جلسے برابر جاری رہیں، تاکہ فساد کی راہیں بند نہ ہونے پائیں۔ وزیر اعظم نے یہ کہکر تمھیں دہوکا دیا ہے کہ اگر ڈوما توڑ دی جائے گی تو اُسکے ممبر ملک میں پھیل کر رعایا کو بھڑکائیں گے۔ یہ وزیر اعظم کا کھُلا دہوکا ہے۔ کیونکہ ہمارے مرشد کا قول ہے: اگر یہ لوگ رعایا سے جا کر بدگوئی کریں گے تو کوئی بھی ان کا یقین نہ کرے گا۔ ان کی اصلی قوت، ان کے ایک جگہ جمع رہنے میں ہے۔ لہذا ڈوما توڑ کر ان شریروں کو منتشر کر دو"

ایک دوسرے خط کا مضمون یہ ہے:

"معاملہ خوب سوچ لو۔ یقین کرو ہمارے مرشد کی نصیحت میں تمھارے لئے سراسر بھلائی ہے... پیارے! میری دلی آرزو ہے کہ تم ڈوما توڑ دو۔ یہ لوگ اندر اندر سازش کر رہے ہیں اور تم سے آکر چکنی چپڑی باتیں بناتے ہیں۔ تم اپنی نیکی کی وجہ سے ان کی باتوں میں آجاتے ہو۔ یقین کرو، ہمارے مرشد نے جو کچھ کہدیا ہے، وہی ٹھیک ہے۔ اُنکی نصیحت پر چلکر ہم کامیاب ہو سکتے ہیں..."

ایک اور خط میں حسب ذیل پر جوش الفاظ ملتے ہیں:

"یہ لوگ تمھیں بیوقوف بنا رہے ہیں۔ تمھارا مذاق اُڑاتے ہیں تم اتنے کمزور کیوں ہو گئے ہو؟ اٹھو، پیٹر اعظم بنجاؤ۔ ان بدمعاشوں کو لات مار کر گرا دو۔ مجھے تمھاری کمزوری دیکھ کر سخت صدمہ ہوتا ہے ہمت باندہو اور ڈوما کو توڑ دو۔ ان تمام بغاوت پسندوں کو ایک ایک کرکے سائبریا جلاوطن کر دو۔ ہم اس وقت جنگ میں ہیں۔ اندرونی بغاوت، میدان جنگ کی شکست سے بھی زیادہ مہلک ہو گی۔ تمھارا خیال وہ کیوں نہیں ہے جو میرا ہے؟ میں نہیں سمجھ سکتی ایسا کیوں ہے؟ بلاشبہ میں ایک عورت ہوں۔ لیکن عقل و ضمیر رکھتی ہوں میں جانتی ہوں، روس کی نجات اُسی میں ہے جو ہمارے مرشد کا حکم ہے۔ تمھیں یاد نہیں فرانسیسی مدبر مسیو فلپ نے کیا کہا تھا؟ اُسنے کہا تھا: روس کو حکومت خود اختیاری دینا، روس کو برباد کر ڈالے گا اور خود زار کو بھی! یہی ہر سچے روسی کا بھی خیال ہے۔ میں جانتی ہوں، تمھیں میری اس سخت کلامی سے تکلیف ہو گی۔ مگر میں اسپر مجبور ہو گئی ہوں۔ روس کی ملکہ، زار کی بیوی، اور ولی عہد کی ماں ہونے کی حیثیت سے میرا فرض ہے کہ اپنے خیالات تم تک پہونچا دیا کروں نیز اپنے مرشد کی نصیحتوں سے بھی تمھیں خبردار کرتی رہوں...!"

پانچویں خط میں بھی "مرشد" کے احکام کی تعمیل پر پُورا زور دیا گیا ہے:

"میری زندگی کا سب سے بڑا ارمان یہ ہے کہ تمھیں دشمن کے سامنے اس طرح سربلند دیکھوں، جس طرح شیر، لومڑیوں کے سامنے ہوتا ہے تم ان جمہوریت پسند کمینوں کے ساتھ کیوں جھکتے ہو؟ طاقتور حاکم کیوں نہیں بنجاتے؟ اگر تم اکڑ جاؤگے تو یہ سب بزدل سر جھکا دینگے۔ یاد رکھو، تمھاری اور روس کی نجات صرف اسمیں ہے کہ اس مرشد کامل کے حکموں کی تعمیل کرتے رہو...!"

مقدس نفس پرستی!

یہ حال ملکہ کی عقیدت کا تھا، حالانکہ اس راہب کی نجی زندگی ناقابل بیان حد تک فاسقانہ تھی۔ اُسوقت روس میں "کلیسٹیزم" کا بہت زور تھا۔ "کلیسٹیزم" باقاعدہ نفس پرستی کا دوسرا نام ہے۔ اس "مذہب" کے متبعین کا عقیدہ تھا کہ قوائے شہوانی، خدا کا ایک عظیم عطیہ ہیں۔ اس بخشش کا شکریہ اسی طرح ادا کیا جا سکتا ہے کہ اُن سے انسان دل کھولکر متمتع ہو، اور ہرگز اُنکے استعمال میں بخل نہ کرے۔ چنانچہ یہ لوگ فسق و فجور میں اس درجہ بے روک تھے کہ کسی طرح بھی قلم اُس کی طرف اشارہ نہیں کر سکتا۔ تفصیلات ناگفتہ بہ ہیں۔ راسپوٹین بھی اسی گروہ میں شامل تھا۔ قصر شاہی میں زہد و تقشّف ظاہر کرتا، اور باہر آکر شراب خواری اور ہر طرح کے فسق و فجور میں منہمک ہو جاتا!

زمن حذر نہ کنی گر لباس دیں دارم
نہفتہ کافر و بُت در آستیں دارم!

راہب سے پرنس کا تعارف

آگے چلکر پرنس یوسوپوف لکھتا ہے:

"راہب راسپوٹین سے میری پہلی ملاقات سنہ ۱۹۱۹ء میں یعنی جنگ عمومی سے ۵ سال پہلے ہوئی تھی۔ میرے دوست ج... کی لڑکی مس م... روس کی حسین ترین دوشیزہ تھی۔ پہلی ہی نظر میں انسان اُسکے معصوم حسن و جمال اور قلب کی طہارت کا قائل ہو جاتا تھا۔ میرے بھائی کو اُس سے عشق تھا۔ وہ بھی اُس کی محبت میں سرشار تھی۔ لیکن بدقسمتی سے وہ بھی راسپوٹین کے جال میں پھنس گئی۔ اپنے دل کی نیکی اور حد سے زیادہ تقوی کی وجہ سے یقین کرتی تھی کہ وہ، ولی اللہ اور قدیس ہے

فدائیان اسلام پر مصائب کا ہجوم

کیوں ہے؟

اگر آپ کو قوم کے ظاہری و باطنی امراض اور انکے علاج کا علم حاصل کرنا ہے تو الجمعیۃ ملاحظہ فرمائیے۔

"الجمعیۃ" تمام ہندوستان میں ایک ہی اخبار ہے جو علما کی زبان کہلانے کا مستحق ہے اور جسکا اہم ترین مقصد ملت بیضا کی محافظت ہے۔ مقدس مذہب اسلام کے خلاف حملوں کا دنداں شکن جواب دینا اور واقعات کی محققانہ تنقید اس کا مخصوص طریقہ ہے

اس زمانے میں اجتماعی اور تمدنی زندگی کے لئے اخبار بھی ایک ضروری چیز ہو گیا ہے اور ہر قوم کو اپنی تمدنی زندگی قائم رکھنے کے لئے اس کی حاجت ہے۔ اس لئے تمام مسلمانوں کو لازم ہے کہ وہ مذہب کی حفاظت کے فریضے کو تمام فرائض سے اہم سمجھیں اور اس اخبار کو جو مذہب کا محافظ ہے اور اصلاح قوم کا علمبردار بھی اشاعت اور ترقی کے اعلی درجے پر پہنچائیں۔ حق کی آواز جسقدر کثرت سے لوگوں کے کان میں جائے اسیقدر کامیابی ہے۔

اخبار الجمعیۃ کی پانچ (۵) خصوصیات

(۱) تمام سیاسی و مذہبی مسائل پر عالمانہ و فاضلانہ بحث کرتا ہے (۲) تبلیغ و اشاعت اسلام کے متعلق مسلسل مضامین شائع کرکے مخالفین اسلام کو خاموش کرتا ہے۔ (۳) عربی، فارسی، اردو، انگریزی اخبارات کے تراجم پیش کرتا ہے (۴) حضرت مولنا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب صدر جمعیۃ علماء ہند کے فتاوے کی اشاعت کرتا ہے (۵) ایک کالم تفریح کا بھی ہوتا ہے جس سے اسکی دلچسپی میں اور زیادہ اضافہ ہوتا ہے۔ ہفتہ میں دو بار شائع!!

[illegible]

اختتام پر مجلس کے انتخاب کے ساتھ صدر جمہوریت کا بھی انتخاب ہوتا ہے۔ پرانا صدر دوبارہ صدر ہو سکتا ہے بشرطیکہ مجلس وطنی کے انتخاب میں کامیاب ہو جائے۔

خاص روایات

مجلس وطنی کی بعض روایات بالکل انوکھی ہیں مثلاً یہ کہ وہ کسی حال میں بھی برخواست نہیں کی جا سکتی، جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔ پھر وہ سال کے بارہ مہینوں میں کبھی چھٹی نہیں لیتی۔ ہمیشہ اُس کے جلسے منعقد ہوتے ہیں۔ حالانکہ دُنیا کی دوسری پارلیمنٹیں عام طور پر کسی ایک موسم میں بند رہتی ہیں۔ لیکن خود مجلس کو اختیار ہے کہ جب چاہے اپنے آپکو منتشر کر دے۔ اس صورت میں انتخابات از سر نو جاری ہونگے۔ اسی طرح اگر مجلس کبھی چھٹی لے لے تو اُس کے دوبارہ اجتماع کے لئے صدر جمہوریت یا مجلس وکلار (وزرار) کی دعوت کی ضرورت نہیں۔ وہ خود ہی بلا کسی کی دعوت یا حکم کے جمع بھی ہو جاتی ہے۔ جب کبھی مجلس چھٹی پر ہو یا ٹوٹ جائے تو اُس کے دوبارہ اجتماع یا انتخاب سے پہلے حکومت نہ کوئی قانون جاری کر سکتی ہے نہ کوئی اور نئی کارروائی کر سکتی ہے۔ حالانکہ دوسرے ملکوں میں طریقہ یہ ہے کہ ایسی صورتوں میں حکومت ضروری قانون جاری کر دیا کرتی ہے اور بعد میں پارلیمنٹ کی منظوری حاصل کر لیتی ہے۔

دینی امور

لیکن ملک میں صرف ایک شعبہ ایسا موجود ہے جس پر مجلس وطنی کو کوئی اختیار نہیں ہے۔ وہ شعبہ دینیات کا ہے۔ یہ اس لئے کہ ٹرکی میں سیاست اور دین کو بالکل الگ کر دیا گیا ہے۔ دینی امور کی انجام دہی کے لئے ایک مستقل شعبہ بنا دیا گیا ہے۔ اس شعبہ کے صدر کا رتبہ، وکیل یا وزیر کا رتبہ ہے۔ یہ صدر مجلس کے سامنے جواب دہ نہیں ہے۔ رئیس الوکلار یا وزیر اعظم اُس سے جواب طلب کر سکتا ہے۔ اور وہی مجلس وطنی کو اس شعبہ کے حالات سے مطلع کرتا ہے۔

مجلس وطنی تمام معاملات پر اپنے ارادہ و اختیار سے بحث کرتی ہے اُس میں دوسری پارلیمنٹوں کی طرح پارلیمنٹری کمیٹیاں موجود نہیں ہیں۔ مجلس وکلار ضروری مسائل مجلس وطنی کے سامنے پیش کرتی ہے اور وہ براہ راست اُس پر بحث کرتی ہے۔

"محاکم استقلال"

ٹرکی کے "محاکم استقلال" کا نام تمام عالم میں مشہور ہو چکا ہے۔ یہ بھی مجلس وطنی کی ایک غیر معمولی عدالتی قوت کا نام ہے۔ محاکم استقلال سے مقصود وہ خاص عدالتیں ہیں جو جمہوریت پر خطرے کے وقت وسیع اختیارات کے ساتھ قائم کر دی جاتی ہیں۔ یہ ایک طرح کی جنگی عدالت کہی جا سکتی ہے۔ یہ فوراً فیصلہ کرتی ہے۔ لیکن اُس کے فیصلہ کی تنفیذ بغیر مجلس وطنی کی منظوری کے نہیں ہو سکتی۔ جب یہ عدالتیں قائم ہو جاتی ہیں تو اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ ملک حالت امن و سلامتی میں نہیں ہے۔

مخالف پارٹیاں

مجلس وطنی میں مخالف پارٹیاں موجود نہیں ہیں۔ اُسمیں صرف ایک ہی پارٹی ہے اور وہ جمہوریت یا مصطفٰے کمال پاشا کی پارٹی ہے مجلس وطنی کے کل ممبروں کی تعداد ۲۸۸ ہے۔ اسمیں کمالی پارٹی کے آدمی ۲۷۰ ہیں۔ یعنی کل ۱۸ ممبر اس پارٹی سے باہر ہیں۔ ظاہر ہے اتنی قلیل جماعت کو مخالف پارٹی نہیں کہہ سکتے۔

مجلس کا الاؤنس

مجلس وطنی کے ممبروں کو ماہوار الاؤنس نہیں ملتا۔ بلکہ انتخاب میں کامیابی کے دن پورے پارلیمنٹری سال کے لئے یک مشت ملجاتا ہے۔ ہر ممبر کو ۵ سو ترکی پونڈ یعنی تقریباً ساڑھے ۵ سو انگریزی پونڈ الاؤنس ملتا ہے۔

صدر جمہوریت کا سالانہ الاؤنس تیرہ ہزار ترکی پونڈ ہے۔ اُس کے قیام اور سرکاری جلسوں کے مصارف اس کے علاوہ ہیں۔ اُسے تین موٹریں بھی دی جاتی ہیں۔ ایک اُس کی ذات خاص کے لئے ہوتی ہے اور دو، اُس کے وزرار کے لئے۔ ہر وکیل یا وزیر کو سالانہ ۷ سو ترکی پونڈ ملتے ہیں۔ مجلس وطنی کے مصارف کا آخری بجٹ ۶۶۰۱۴۴ پونڈ ترکی تھا۔

"تورک اوجاغی"

"تورک اوجاغی" کا نام مدت سے اخبارات کے صفحوں پر گشت کر رہا ہے۔ مگر کم آدمی اس کی حقیقت سے واقف ہیں "تورک اوجاغی" کے معنی ہیں ترکی وطن۔ یہ دراصل ایک عظیم الشان انجمن ہے۔ سنہ ۱۹۱۲ء میں قائم ہوئی تھی اور اس کا مقصد یہ تھا کہ ترکی قوم میں قومیت و وطنیت کے جذبات برانگیختہ کئے جائیں۔ اُسے ذہنی و دماغی ترقی کے لئے طیار کیا جائے، اور ملک کو اجنبی مداخلت و تسلط سے بچایا جائے۔ جنگ سے پہلے اسے بہت اہمیت و قوت حاصل تھی۔ عام طور پر نوجوان ترک اُس کے حامی تھے۔ حکومت کے اکثر عہدے دار اُسی کے ارکان اور ممبر تھے۔ جنگ عمومی نے اسے عارضی طور پر کمزور کر دیا تھا۔ مگر جنگ کے شکست پر ختم ہوتے ہی پھر اُسنے قوت حاصل کر لی اور پچھلے جہاد آزادی میں ..... بڑے بڑے کارہائے نمایاں انجام دئیے۔ یہ جہاد کامیابی پر ختم ہوا اور انجمن کا ایک اساسی مقصد بھی پورا ہو گیا۔ اس لئے اُس کے پروگرام میں ترمیم کی ضرورت محسوس کی گئی۔ چنانچہ سنہ ۱۹۲۳ء میں اُس کی عام کانفرنس انگورہ میں منعقد ہوئی اور پروگرام میں تغیر و تبدل کیا گیا..... اُس کے موجودہ پروگرام میں یہ تین دفعات بہت اہم ہیں۔

(۱) جمہوری افکار کی اشاعت۔
(۲) جدید تمدن کو مقبول بنانا۔
(۳) مساوات کی تعلیم و تبلیغ۔

جنگ آزادی کے بعد سے اس انجمن کا صدر دفتر قسطنطنیہ کے بجائے انگورہ میں منتقل ہو گیا ہے۔ سنہ ۱۹۲۶ء میں اُس کی سالانہ کانفرنس کا افتتاح خود غازی مصطفٰے کمال پاشا نے کیا تھا۔ اسوقت سے اُسے بہت زیادہ اہمیت و مقبولیت حاصل ہو گئی ہے۔

اس انجمن کی ۲۷۳ شاخیں ہیں اور تمام ملک میں پھیلی ہوئی ہیں مرکزی انجمن کی انتظامی مجلس ۱۲ ارکان سے مرکب ہوتی ہے۔ شاخوں کی انتظامی مجلسوں میں سے ۷ رکن ہوتے ہیں۔ ہر شاخ کو پوری آزادی ہے کہ مقامی حالات و مصالح کی رعایت سے اپنا الگ پروگرام بنالے چنانچہ بعض علاقوں میں یہ انجمن صرف وبائی امراض کے خلاف جد و جہد کرتی ہے۔ بعض میں بچوں کی تربیت اُسنے اپنے ذمہ لے لی ہے۔ بعض میں عورتوں کی ترقی اُس کا مقصد ہے۔

اس انجمن میں مرد اور عورتیں یکساں طور پر شریک ہیں۔ چنانچہ قسطنطنیہ کی انجمن کی صدر ایک عورت ہی ہے۔ یہ خاتون نہایت تعلیم یافتہ اور معزز ہے۔ اس کا نام نقیہ خانم ہے۔ انجمن کی صدارت کے ساتھ ساتھ وہ ایک ثانوی مدرسہ (سکنڈری اسکول) کی مہتمم بھی ہے۔

ٹرکی میں "خلق فرقہ سی" کے بعد سب سے زیادہ طاقتور انجمن یہی ہے اور بہت مفید کام کر رہی ہے۔

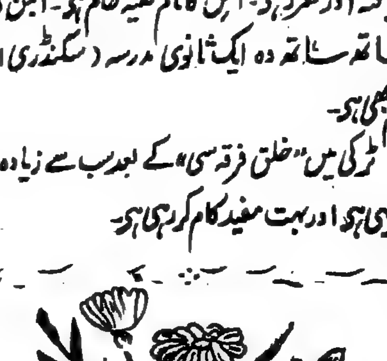

مکتوب قسطنطنیہ

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قسطنطنیہ کے قلم سے)

غازی مصطفٰے کمال پاشا کے سفر آستانہ کی تفصیل گزشتہ ہفتہ لکھ چکا ہوں لیکن جس جوش و خروش کا اظہار باشندگان شہر نے اُنکے استقبال کے موقعہ پر کیا اور جس کا سلسلہ آجتک جاری ہے، اُس کی تصویر قلم سے کھینچنا آسان نہیں ہے۔ میں نے گزشتہ ۱۵ سال میں یہاں بڑے بڑے تاریخی مظاہرے دیکھے۔ ان میں سے ہر مظاہرے کے متعلق یہی خیال ہوتا تھا کہ اس سے بڑے مظاہرے کا ہونا مشکل ہے۔ لیکن مجھے اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ جو کچھ میں نے اس موقعہ پر دیکھا، اسکے مقابلے میں پچھلے تمام مظاہرے بے حقیقت ہیں!

غازی بروسہ میں

پرسوں غازی ممدوح شہر بروسہ تشریف لے گئے جہاں عصمت پاشا تبدیل آب و ہوا کے لئے مقیم ہیں۔ اُن کی ملاقات کے بعد غازی اسی دن رات کو واپس چلے گئے۔ اس سفر میں اُن کے ساتھ وزیر خارجہ توفیق رشدی بک اور وزیر عدالت محمود اسعد بک وغیرہ بھی تھے۔

افغانستان اور ٹرکی

۴ دن پہلے یہاں ہز اکسلنسی محمود طرزی خاں وزیر خارجیہ افغانستان ترکی وزیر خارجیہ توفیق رشدی بک کے ساتھ وارد ہوئے۔ آمد کی غرض غازی مصطفٰے کمال پاشا سے ملاقات کرنا تھی۔ چنانچہ ملاقات ہو گئی اور ممدوح یورپ روانہ ہو گئے۔

سیاسی حلقوں میں اس ملاقات کو اہمیت دیجاتی ہے۔ کیونکہ، جیسا کہ اپنے پچھلے مکتوب میں عرض کر چکا ہوں، اسوقت روسی انگریزی نزاع نے افغانستان کے لئے خطرہ پیدا کر دیا ہے اور وہ برطانیہ کی تعدی سے بچنے کے لئے ابھی سے ہاتھ پاؤں مار رہا ہے۔

بیزنطینی آثار

تاریخ پر نظر رکھنے والے جانتے ہیں کہ روم کی عظمت کے زوال کے بعد ایک زمانہ میں قسطنطنیہ نے کتنا عروج حاصل کر لیا تھا؟ یونان اور روم کا تمام علم و فن سمٹ کر اسی عروس البلاد میں جمع ہو گیا تھا۔

پھر یہ بھی معلوم ہے کہ یونان اور روم کے عہد عظمت میں گھوڑ دوڑ کے میدانوں کو کتنی اہمیت تھی۔ اُنکی آرائش کا کیسا اہتمام کیا جاتا تھا؟ ان میں کامیابی حاصل کرنے والونکی کتنی تعظیم و تکریم ہوتی تھی؟ اُس عہد میں یہ چیز اس قدر اہمیت رکھتی تھی کہ ہومر کو بھی اس کا ذکر کرنا پڑا۔ عام طور پر یہ میدان کسی بلند ٹیکرے پر بنائے جاتے تھے۔ تقریباً ۴۰۰ میٹر لمبے اور ۲۰۰ میٹر چوڑے ہوتے تھے۔ ان کا نام "ہیڈروم" تھا۔ قسطنطنیہ میں بھی ایک "ہیڈروم" تھا اور از حد وسیع اور شاندار تھا۔ قسطنطنیہ کے شہنشاہوں نے اس کی آراستگی پر صدیوں محنت کی یہاں تک کہ وہ دُنیا بھر میں مشہور ہو گیا تھا اور دُور دُور سے سیاح اُسے دیکھنے کے لئے آتے تھے۔

تحقیقات سے پتہ چلا کہ یہ "ہیڈروم" ٹھیک استنبول کے قلب میں اُس میدان کے اندر واقع تھا، جس کے ایک طرف اب جامع سلطان احمد ہے، اور دوسری طرف جامع ایا صوفیہ ہے۔ حکومت عثمانیہ نے اس میدان میں تنقیب (کھدائی) کی اجازت دینے سے ہمیشہ انکار کر دیا تھا لیکن جمہوری حکومت نے اجازت دے دی۔ چنانچہ پروفیسر اسٹیلی کاسن کی ماتحتی میں ماہرین آثار کی ایک جماعت کھدائی میں مشغول ہے۔ اسوقت تک جتنے آثار برآمد ہو چکے ہیں اور آئندہ جتنے نکلیں گے، وہ سب ترکی حکومت کی ملک ہونگے۔

بریدِ شرق

نوجوان ٹرکی پر ایک نظر

کچھ عرصہ سے بعض جرائدِ مصر نے ایک خاص نمائندہ ٹرکی بھیجا ہے تاکہ وہاں کی موجودہ اجتماعی زندگی کا مطالعہ کرے۔ اس کی بکثرت تحریریں مصر کے اخبارات میں شایع ہو رہی ہیں، اور اہم فوائد پر مشتمل ہیں۔ ذیل میں ہم بعض تحریروں کا خلاصہ درج کرتے ہیں:

انگورہ

ترکی جمہوریت کی جنم بھومی "انگورہ" ہنوز ایک قصبہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ اُسے شہر کہنا ایک حد تک غلط ہوگا۔ مکان عموماً پست، یک منزلہ اور قدیم طرز کے ہیں۔ سڑکیں بھی تنگ ہیں۔ ہوٹل نہایت معمولی درجے کے ہیں۔ شہری زندگی کے لوازم کم دستیاب ہوتے ہیں۔ معیشت بہت گراں ہے۔ متوسط زندگی بسر کرنے کے لئے دو پونڈ سے بھی زیادہ صرف ہو جاتے ہیں۔ ہوٹلوں کا کرایہ بہت زیادہ ہے۔ دس بارہ روپیہ روز دینا پڑتے ہیں، مگر پھر بھی آرام نہیں ملتا۔ وجہ یہ ہے کہ انگورہ بڑے شہروں سے دور ہے اور ضروریاتِ زندگی بہ آسانی نہیں مہیا کیجا سکتیں۔

سوال ہو سکتا ہے کہ پھر ترکی مدبروں نے آستانہ اور دوسرے آباد شہر چھوڑ کر یہی گاؤں اپنا پایۂ تخت کیوں قرار دیا؟ اس کا جواب خود ترک مدبر بار بار دے چکے ہیں۔ وہ کہتے ہیں "اناطولیہ، اس ملک کی ریڑھ کی ہڈی ہے۔ سلاطینِ آلِ عثمان نے اناطولیہ کی طرف سے ہمیشہ غفلت و اعراض کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ترکی قومیت برباد ہو گئی۔ ترکی قومیت کی بربادی، خود سلطنت کی بربادی تھی۔ اب ہم اپنے اصلی ملک کی طرف متوجہ ہوئے ہیں۔ اب ہماری تمام اُمیدیں صرف اُسی میں مرکوز ہیں، لہٰذا ہم نے قلب کو مرکز بنایا ہے تاکہ یہیں سے نئی قومیت کی روح ملک کی رگ رگ میں دوڑا دیں" علاوہ بریں وہ اس پہلو پر بھی توجہ دلاتے ہیں کہ "اب ہم یورپ کے اثر سے دور رہنا چاہتے ہیں یہ بات حاصل نہیں ہو سکتی اگر ہم اس دور اُفتادہ مقام میں اپنی حکومت قائم نہ کرتے"

سوال ہو سکتا ہے کہ اگر یہی بات ہے تو پایۂ تخت کو شہر کی صورت کیوں نہیں دیتے؟ اس کا جواب ترک مدبروں نے یہ دیا ہے کہ "ہمارا ملک جنگوں نے برباد کر ڈالا ہے۔ ہماری قوم کا دل و دماغ صدیوں کے ظلم و جمود سے تباہ ہو چکا ہے۔ ہم پہلے اپنے ملک کی اقتصادی، تجارتی، زرعی، حالت درست کریں گے۔ قوم کو قوم بنائیں گے۔ اسکے بعد ہمیں شہروں کی آراستگی کا خیال کرنا چاہئے"!

انگورہ کو پایۂ تخت قرار دینے میں ترک مدبروں کی ایک مصلحت یہ بھی ہے کہ وہ شہروں کے عیش و نشاط اور لہو و لعب سے دور رہنا اور شب و روز محنت اور کام کرنا چاہتے ہیں۔ قسطنطنیہ میں جبتک حکومت کا مرکز رہا، کبھی اس مستعدی سے کام نہیں ہوا جیسا اب انگورہ میں ہو رہا ہے۔

لیکن یہ بات نہیں ہے کہ ترکوں نے انگورہ کو بالکل اُسکی سابق حالت ہی میں چھوڑ دیا ہے۔ وہ آہستہ آہستہ اُسے ترقی دے رہے ہیں۔ انگورہ کے اطراف میں ایک نئے شہر کی بنیادیں پڑ گئی ہیں۔ اپنے وقت پر وہ مکمل ہو جائے گا۔ فی الحال انگورہ کی آبادی ۵۰ سے زیادہ ۵۰ ہزار ہے۔

انگورہ کے مناظر پر بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے۔ لیکن جس منظر نے میرے دل پر سب سے زیادہ اثر کیا، وہ ترک افسروں اور سپاہیوں کا وقار اور خاموشی سے سڑکوں پر سے گزرنا تھا۔ میں جب اُنھیں دیکھتا تھا تو بے اختیار قلب اُن کی عظمت کے سامنے جھک جاتا تھا میں سوچتا تھا "یہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے خونریز جنگیں سر کیں اور تمام یورپ کو مغلوب کر کے اپنی قوم کا گرا ہوا جھنڈا از سرِ نو بلند کر دیا"! ترکی افسر اور سپاہی ہمیشہ سے اپنی سنجیدگی اور وقار میں مشہور ہیں۔ مگر اب اتنی طویل جنگوں کے بعد اُن کی کچھ عجیب حالت ہو گئی ہے۔ وہ رعب و جلال ہے کہ اُس کی نظیر دنیا کی کسی فوج میں نہیں ملتی۔

مجلسِ وطنی کی عمارت

انگورہ کی سب سے زیادہ شاندار عمارت، مجلسِ وطنی یا ترکی پارلیمنٹ کی عمارت ہے۔ یہ دو منزلہ عمارت ہے۔ اوپر کے طبقہ میں صدرِ مجلس کا دفتر ہے۔ نیچے کے کمروں میں مجلس کے مختلف شعبوں کے دفتر ہیں۔ بائیں پہلو میں ایک وسیع ایوان ہے۔ ۲۵ میٹر لمبا اور ۱۲ میٹر چوڑا۔ یہی پارلیمنٹ کے جمع ہونے کی جگہ ہے۔ اسمیں ترکی قالینوں کا فرش ہے۔ صدر میں ڈیڑھ میٹر بلند چبوترہ ہے۔ چبوترے کے وسط میں صدرِ مجلس کی جگہ ہے۔ اسکے دونوں پہلوؤں پر نصف میٹر نیچے کاتبوں کے بیٹھنے کی جگہ ہے اس سے ذرا اور نیچے ایک اور چبوترہ ہے۔ اور اسی پر کھڑے ہو کر مقرر تقریریں کرتے ہیں۔ اس کے سامنے ایک کٹہرا ہے جسمیں سرکاری رپورٹر بیٹھتے ہیں۔ اس کے بعد ممبروں کے بیٹھنے کی جگہیں ہیں۔ ہر نشست میں دو اور کبھی تین آدمی بیٹھتے ہیں۔ یہ تمام نشستیں باہم قریب قریب ہیں، کیونکہ ایوان باوجود اپنی وسعت کے ناکافی ہے۔ ایوان کی سطح سے تین میٹر بلندی پر پیچھے تماشائیوں کی جگہ ہے۔ اسی کے داہنے پہلو پر ایک مذہّب و مطلّا نشست ہے جس کے لئے ایک خاص دروازہ بنا دیا گیا ہے۔ یہ نشست غازی مصطفےٰ کمال پاشا کی ہے۔ وہ جب چاہتے ہیں، اسمیں بیٹھ کر جلسے کی کارروائی دیکھا کرتے ہیں۔ ایوان کے صدر میں مجلس کے داہنے بائیں سفراءِ دول کی نشستیں ہیں۔ مجلس کے جلسے عموماً عصر کے بعد شروع ہوتے ہیں۔

مجلسِ وطنی

ترکی انقلاب کا سب سے عجیب کارنامہ یہی مجلس ہے۔ اس میں بیک وقت دو متضاد چیزیں جمع ہو گئی ہیں: شخصی تفویض اور جمہوری روح۔ یہ مجلس اپنے اندر ایسے عجیب اصول و قواعد اور غیر معمولی روایات رکھتی ہے جن کی نظیر دنیا کی کسی پارلیمنٹ کی تاریخ میں موجود نہیں۔ اس اجمال کی تفصیل حسبِ ذیل ہے:

موجودہ مجلسِ وطنی کا نام ترکی زبان میں "بیوک ملت مجلسی" ہے۔ یہ اُس مجلس قومی کی پیداوار ہے جو جنوری ۱۹۲۱ء میں قائم ہوئی تھی۔ اسی نے اپنے حوصلہ مندانہ اقدامات سے ٹرکی کی تاریخ بدل دی۔ اسی نے قدیم نظامِ سلطنت توڑا، اور جمہوریت قائم کی (۲۳ر اکتوبر ۱۹۲۳ء میں) اسی نے خلافت سے دست برداری کا اعلان کیا (۱۹۲۴ء) اسی نے دستورِ اساسی بنایا (۲۰ اپریل ۱۹۲۴ء) یہی وہ دستورِ اساسی ہے جسپر موجودہ مجلسِ وطنی قائم ہوئی ہے۔

ٹرکی میں جملہ قوتیں اور اختیارات صرف مجلسِ وطنی ہی کو حاصل ہیں۔ اس کے ہم پلہ کوئی دوسری قوت موجود نہیں۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ ترکی دستور، حکومت صرف ایک ہی مجلس پر قائم ہے۔ حالانکہ دُنیا کے دوسرے دستوری ملکوں میں عموماً دو مجلسیں ہوتی ہیں: مجلسِ عوام اور مجلسِ خواص۔

ترکی مجلسِ وطنی کو دُنیا کی دوسری پارلیمنٹوں سے یہ امتیاز بھی حاصل ہے کہ وہ تقسیمِ اختیارات کا نظریہ تسلیم نہیں کرتی۔ یہی باعث ہے کہ تینوں قسم کے اختیارات اور قوتیں، یعنی تشریعی (قانون سازی) تنفیذی، اور عدالتی، تنہا اُسی میں جمع ہیں۔ اس صورتِ حال کا قدرتی نتیجہ یہ ہے کہ ٹرکی میں وزارتی مسئولیت کا وجود نہیں ہے، بلکہ سرے سے اُس معنی میں کوئی وزارت اور تنفیذی قوت موجود ہی نہیں ہے، جس معنی میں دُنیا کے دوسرے دستوری ملکوں میں ان کا وجود تسلیم کیا جاتا ہے۔ یہ اس لئے کہ تنفیذی قوت، خود مجلسِ وطنی ہی ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ وہ اپنے ارکان کی ایک جماعت کے ذریعہ یہ قوت استعمال میں لاتی ہے۔ ارکان کی اس جماعت کو صدرِ جمہوریت یا صدرِ مجلس منتخب کرتا ہے اور معلوم ہے، صدرِ جمہوریت اور صدرِ مجلس دونوں کا انتخاب خود مجلس کرتی ہے۔ پھر ان ارکان کے انتخاب کی لازمی شرط یہ بھی ہے کہ مجلس اُنھیں منظور کر لے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ صدرِ جمہوریت یا صدرِ مجلس کے انتخاب کردہ ارکان بھی درحقیقت مجلس ہی کے منتخب کردہ ہوتے ہیں۔ یہی ارکان، وزراء ہیں جنھیں ترکی اصطلاح میں "وکیل" کہتے ہیں۔ یعنی وہ تنفیذی قوت کے اجراء میں مجلس کے وکیل یا نائب ہیں۔ انہی وکلاء کی مجلس، حکومت کی مجلس (کیبنٹ) ہے۔

اس صورتِ حال کا ایک لازمی نتیجہ یہ بھی ہے کہ قانونِ اساسی کی رو سے مجلسِ وطنی کسی حال میں بھی توڑی یا برخواست نہیں کی جا سکتی اگر کبھی مجلسِ وکلاء اور مجلسِ وطنی میں اختلاف پیدا ہو جائے تو آخر الذکر نہیں، ہمیشہ اول الذکر ہی کو مستعفی ہونا پڑے گا!

اسی طرح عدالتی قوت بھی مجلسِ وطن ہی کے ہاتھ میں ہے۔ وہ اسکے استعمال کا حق عدالتوں کو بخشتی ہے۔ گویا عدالتیں بذاتِ خود کوئی حیثیت نہیں رکھتیں۔ وہ بھی مجلسِ وطنی کے محض "وکیل" ہیں۔

مجلسِ وطنی اور صدرِ جمہوریت

صدرِ جمہوریت ہی مجلسِ وطنی کا صدر ہوتا ہے۔ وہ جب چاہے مجلس کے جلسوں کی صدارت کرے۔ اُس کی عدم موجودگی میں اُس کا نائب صدارت کرتا ہے۔ صدرِ جمہوریت کے اختیارات یہ ہیں کہ مجلسِ وکلاء کا انتخاب وہی کرتا ہے (جس کی تصدیق کے لئے مجلسِ وطنی کی منظوری ضروری ہے) سفراء کے کاغذات وہی قبول کرتا ہے۔ مجلسِ وطنی کے جملہ قوانین اُسی کے نام سے شایع ہوتے ہیں۔ مجلس کے سالانہ افتتاح کے موقعہ پر یکم جنوری کو وہی افتتاحی تقریر کرتا ہے۔ مجرموں کو معافی دینے کا بھی اُسے حق ہے، مگر بہت محدود۔ لیکن جنگ و صلح کا اعلان اور معاہدوں کا انعقاد اُس کے اختیارات سے بالکل باہر ہے۔ یہ کام صرف مجلسِ وطنی کے ہیں۔ صدرِ جمہوریت، مجلس کے سامنے جواب دہ نہیں ہے۔ مجلس اُس سے صرف اُسی وقت باز پرس کر سکتی ہے جب وہ ملکی خیانت کا مرتکب ہو۔ اُس کی صدارت کی مدت ۴ سال ہے۔ یہی مدت، مجلسِ وطنی کی طبیعی عمر ہے۔ اس کے

ملت ترک کردي تهي - راه حق سے کت گیا تها - صالحین کے طور طریقه سے دور هوگیا تها - تونے نیک انسان قتل کرکے اُن کي جماعت فنا کرڈالي - تابعین کي جڑیں کاٹ کر اُن کا پاک درخت اکهاڑ پهینکا - افسوس تو نے خالق کي نافرماني میں مخلوق کي اطاعت کي - تو نے خون کي ندیاں بهادیں - جانیں لیں - آبروئیں برباد کیں - کبر و جبر کي روش اختیار کي - تونے نه اپنا دین هي بچایا ' نه دنیا هي پائي - تو نے خاندان مروان کو عزت دي ' مگر اپنا نفس ذلیل کیا - اُن کا گهر آباد کیا ' مگر اپنا گهر ویران کرلیا - آج تیرے لیے نه نجات هے نه داد فریاد - کیونکه تو آج کے دن اور اِس کے بعد سے غافل تها - تو اِس امت کے لیے مصیبت اور قهر تها - الله کا هزار هزار شکر که اُسنے تیري موت سے امت کو راحت بخشي' اور تجهے مغلوب کرکے اُسکي آرزو پوري کردي ! "

(حجاج کي عجیب رحمت طلبي !)

راوي کهتا هے - حجاج یه سن کر مبهوت هوگیا - دیر تک سناٹے میں رها - پهر اُس نے ٹهنڈي سانس لي ' آنکهوں میں آنسو ڈبڈبا آئے ' اور آسمان کي طرف نظر اُٹهاکر کها :

" الهي ! مجهے بخش دے ' کیونکه لوگ کهتے هیں که تو مجهے نهیں بخشے گا ! " پهر یه شعر پڑها :

رب ان العباد قد أیأسوني و رجائي لک الغداة عظیم !

الهي ! بندوں نے مجهے نا امید کرڈالا ' حالانکه میں تجهه سے بڑي هي امید رکهتا هوں !

یه کهکر اُسنے آنکهیں بند کرلیں -

اسمیں شک نهیں ' رحمت الهي کي بے کنار وسعت دیکهتے هوئے اُسکا یه انداز طلب ایک عجیب تاثیر رکهتا هے اور اِس باب میں بے نظیر مقوله هے - یهي وجه هے که جب حضرت حسن بصري سے حجاج کا یه قول بیان کیا گیا تو وه پہلے تو متعجب هوے " کیا واقعي اُسنے یه کها ؟" کها گیا " هاں اُسنے ایسا هي کها هے " فرمایا " تو شاید !" (یعني شاید اب بخشش هو جائے)

اطلاع

اس نمبر کے تمام فارم طیار هوچکے تهے - صرف آخري چو صفحه باقي تها که ایک حادثه کي وجه سے خوشنویس اپنے وطن چلے گئے ' اور اُن کي جگه جس خوشنویس سے کتابت کا انتظام کیا گیا ' وه بهي بروقت کام نه کر سکے - نتیجه یه نکلا که اُن تمام مضامین کي کتابت رهگئي جو آخري چو صفحه میں دیے جاتے هیں - ممکن تها که یه تمام حصه کمپوز کراکے شامل کردیا جاتا ' لیکن اسکي وجه سے ایک دن کي تاخیر هوجاتي - چونکه اب هم سب سے زیاده ضروري بات رساله کي بروقت اشاعت سمجهتے هیں - اسلیے یهي مناسب نظر آیا که یه نمبر ۲۲ صفحه هي کا شائع کردیا جاے' مگر اشاعت میں تاخیر نهو - انشاء الله اسکي تلافي آیندہ اشاعت میں هوجائیگي - اب خوشنویسوں کا بهي ایسا انتظام کر لیا گیا هے که آینده رکاوٹ پیش نه آے - منیجر

* * *

مراسلـه

لکهنو سے ایک انگریزي روزانه کا اجراء

لیمیٹڈ کمپني

هندوستان میں صوبه جات متحده آگره و اوده کا جو اهم مرتبه هے وه محتاج تشریح نهیں - مگر صوبهٔ هذا کے مسلمانوں کي انتهائی بد نصیبي هے که اس زمانه میں جب که اُن کو قدم قدم پر ایک حقیقي رهنما و همدرد وکیل کي ضرورت هے ' اُن کے پاس ایک بهي روزانه انگریزي اخبار نهیں هے -

اله آباد اور علي گڑه سے دو انگریزي اخباروں کے نکالنے کي کوشش هوئي مگر اول الذکر محض تجارتي اغراض لیکر دنیا میں آیا تها اور مؤخر الذکر اگرچه اسلام کے تعلیمي مرکز سے جاري هوا ' مگر اس میں بد قسمتي سے شخصي عنصر اس درجه غالب تها که وه ترقي نه کر سکا - دونوں جس بے سروساماني کي حالت میں آئے تهے اُسي طرح رخصت هوگئے - اُن کي موت نے افسوس ناک نتائج پیدا کردیے - یعني مسلمانوں کو اپنے روزانه انگریزي اخبارات سے بد ظني پیدا هوگئي - جس کے باعث معقول انگریزي روزانه اخبار اب تک نهیں نکل سکا - چنانچه اس وجه سے اور کچهه اس سبب سے که جناب آنریبل سید رضا علي صاحب پبلک سروس کمیشن کے ممبر هوگئے تهے - انگریزي روزانه اخبار کي وه اسکیم جو وسط سنه ۱۹۲۶ع میں لکهنو میں طیار هوئي تهي عملي جامه نه پهن سکي - لیکن اس ایک برس کي مدت سیاسي نقطهٔ نظر سے نهایت اهم ثابت هوئي - اور موجوده اور آنے والي پیچیدگیوں نے قوم کے رهنماؤں کو مجبور کیا که وه آنریبل سر مهاراجه صاحب بهادر محمودآباد کي سرکردگي میں معقول سرمایه اور بهترین اسٹاف کے ساتهه مسلمانوں کا انگریزي روزانه اخبار لکهنؤ سے جاري کریں - یه اسکیم نهایت شاندار هے جو نه صرف مسلمانوں کے ایک زبردست روزانه انگریزي اخبار اور بهترین پریس کي حامل هوگي ' بلکه مسلمانوں کي ذاتي منفعت کا بهي معقول ذریعه ثابت هوگي -

ایک کمپني قائم کي گئي هے جس کے ڈائرکٹر حسب ذیل هیں :

سر مهاراجه صاحب بهادر والي محمود آباد - سر سید علی امام صاحب بیرسٹر ایٹ لا - پٹنه - راجه صاحب نانپاره ضلع بهرائچ - آنریبل راجه نواب علی خاں صاحب تعلقه دار - ممبر کونسل آف اسٹیٹ - مولوي محمد نسیم صاحب - بي - اے - ایڈوکیٹ لکهنؤ -

کمپني مذکور کي اسکیم نهایت تجربه کار اور واقف کار اصحاب نے تیار کي هے ' اور ایک اعلی درجه کے پریس اور انگریزي اخبار کے اجراء کا مشوره دیا هے - پریس انگریزي اور اُردو هر قسم کا بهترین کام کریگا - پریس اور اخبار کے انتظامات صرف معتبر اور آزموده کار هاتهوں میں رهینگے - چنانچه ایڈیٹوریل اور انتظامي خدمات کے لیے بهترین اشخاص منتخب کیے گئے هیں - اور اسکیم میں کثیر منافع کا پهلو رکها گیا هے تاکه جو لوگ کمپني کے حصص خریدیں اُن کو منافع کي شکل میں معقول مالي فائده پهونچتا رهے -

کمپني کے متعلق پراسپکٹس انگریزي اور اُردو میں چهپ رهے هیں - حصوں کے خریداري کے فارم بهي تیار هیں - مسٹر حسن عابد جعفري رکن بیرسٹر ایٹ لا سے محمود آباد هاؤس قیصر باغ لکهنو کے پته پر ملسکتے هیں - اور اُنهي سے تمام مزید حالات بهي معلوم هو سکتے هیں -

خاکســاران

آل نبي - محمد یعقوب - تصدق احمد خاں - وغیره -

بصائر و حکم

انسانیت موت کے دروازہ پر!

مشاہیر عالم اپنے اوقات وفات میں

حجاج بن یوسف ثقفی

خلافت اموی کے حکام میں حجاج ابن یوسف سے زیادہ کسی شخص کو شہرت حاصل نہیں ہوئی، مگر یہ شہرت عدل و فیض رسانی کی نہیں تھی۔ سیاست و قہر کی تھی۔ تاریخ اسلام میں حجاج کا قہر ضرب المثل ہو گیا ہو! یزید بن معاویہ کی وفات کے بعد اموی سلطنت کی بنیادیں ہل گئی تھیں۔ وہ حجاج ہی تھا جسنے اپنی بے پناہ تلوار اور بے روک سفاکی سے از سرِ نو اس کی گرتی ہوئی عمارت مستحکم کر دی۔

بنی امیہ کے لئے سب سے بڑا خطرہ حضرت عبد اللہ بن الزبیر سے تھا۔ ان کی حکومت کا مرکز مکہ میں تھا اور اُس کا دائرہ شام کی سرحدوں تک پہنچ گیا تھا۔ حجاج ابن یوسف نے یہ خطرہ ہمیشہ کے لئے دُور کر دیا۔ مکہ کا محاصرہ کیا، کعبہ پر منجنیقیں لگا دیں، اور حضرت عبد اللہ بن الزبیر کو نہایت سفاکی کے ساتھ قتل کر ڈالا۔

عراق شروع سے شورش پسند قبائل کا مرکز تھا۔ یہاں کی سیاسی بے چینی کسی طرح ختم نہ ہوتی تھی۔ والیوں پر والی آتے تھے، اور بے بس ہو کر لوٹ جاتے تھے۔ لیکن حجاج ابن یوسف کی تلوار نے اپنی ایک ہی ضرب میں عراق کی ساری شورہ پشتی ختم کر ڈالی۔ خود اُس عہد کے لوگوں کو اسپر تعجب تھا۔ قاسم بن سلام کہا کرتے تھے "کوفہ کی خودداری اور نخوت اب کیا ہو گئی؟ اُنھوں نے امیر المومنین علی کو قتل کیا، حسین بن رسول کا سر کاٹا۔ مختار جیسا صاحب جبروت ہلاک کر دیا، مگر اس بدصورت ملعون (حجاج) کے سامنے بالکل ذلیل ہو کر رہ گئے! کوفہ میں ۱ لاکھ عرب موجود ہیں، مگر یہ خبیث ۱۲ سوار لے کر آیا اور سب کو غلام بنا ڈالا!"

حجاج کا عراق میں اولین خطبہ، ادب عربی کی اتنی مشہور چیز ہو کہ صرف اشارہ کر دینا کافی ہوگا: أما والله، انی لاحمل الشر بحمله، وأحذوه بنعله، وأجزیه بمثله، وانی لاری ابصاراً طامحة، وأعناقاً متطاولة، ورؤساً قد اینعت وحان قطافها، وکأنی انظر الی الدماء بین العمائم واللحی تترقرق! حجاج کی تلوار جس درجہ سفاک تھی، اُتنی ہی اُس کی زبان بھی بلیغ تھی۔ اُس کا یہ خطبہ خطیبانہ بلاغت کا بے نظیر نمونہ ہو "میں دیکھتا ہوں کہ نظریں اُٹھی ہوئی ہیں، گردنیں اونچی ہو رہی ہیں، سروں کی فصل پک چکی ہو، اور کٹائی کا وقت آگیا ہو! میری نظریں وہ خون دیکھ رہی ہیں جو پگڑیوں اور داڑھیوں کے درمیان بہہ رہا ہو!"

حجاج نے جیسا کہا تھا، ویسا ہی کر دکھایا۔

بیان کیا گیا ہو کہ جنگوں کے علاوہ حالت امن میں اُسنے ایک لاکھ ۲۰ ہزار آدمی قتل کئے تھے (عقد الفرید۔ البیان والتبیین وغیرہ) بڑے بڑے اخیار و ابرار مثلاً سعید بن جبیر وغیرہ کی گردنیں اُڑا دیں۔ مدینہ میں بے شمار صحابہ کے ہاتھوں پر سیسے کی مُہریں لگا دیں، حضرت عبد اللہ بن الزبیر اور حضرت عبد اللہ بن عمر جیسے جلیل القدر صحابیوں کو قتل کیا، موجودہ زمانے کی استعماری سیاست کی طرح اس کا بھی اصول یہ تھا "حکومت کے قیام کے لئے ہر بات جائز ہو" اور "حکومتیں رحم و عدل سے نہیں بلکہ قہر و تعزیر سے قائم ہوتی ہیں"!

اس عہد کے عرفاء و صلحاء، حجاج کو خدا کا قہر و عذاب خیال کرتے تھے۔ حضرت حسن بصری کہا کرتے تھے "حجاج، اللہ کا عذاب ہو۔ اسے اپنے ہاتھوں کے زور سے دُور کرنے کی کوشش نہ کرو، بلکہ خدا سے تضرع و زاری کرو۔ کیونکہ اُسنے فرمایا ہو "ولقد اخذناهم بالعذاب فما استکانوا لربهم وما یتضرعون"

یہی سبب ہو کہ جوں ہی اُس کی موت کی خبر سُنی گئی حضرت حسن اور عمر بن عبد العزیز سجدے میں گر پڑے۔ "اس امت کا فرعون مر گیا!" بے اختیار ان کی زبانوں سے نکل گیا!

اب دیکھنا چاہیے اس جابر و قہرمان انسان نے موت کا مقابلہ کیونکر کیا؟ جس گھاٹ ہزاروں مخلوق کو اپنے ہاتھوں اُتار چکا تھا، خود اسمیں کیسے اُترا؟

بیماری

عراق پر ۲۰ برس حکومت کرنے کے بعد ۵۴ سال کی عمر میں حجاج بیمار ہوا۔ اُس کے معدے میں بے شمار کیڑے پیدا ہو گئے تھے۔ اور جسم کو ایسی سخت سردی لگ گئی تھی کہ آگ کی بہت سی انگیٹھیاں بدن سے لگا کر رکھ دی جاتی تھیں پھر بھی سردی میں کوئی کمی نہیں ہوتی تھی!

موت پر خطبہ!

جب زندگی سے نا اُمیدی ہو گئی تو حجاج نے گھر والوں سے کہا "مجھے بٹھا دو اور لوگوں کو جمع کرو" لوگ آئے تو اُسنے حسب عادت ایک بلیغ تقریر کی۔ موت اور اُسکی سختیوں کا ذکر کیا، قبر اور اُس کی تنہائی کا بیان کیا، دنیا اور اُس کی بے ثباتی یاد کی، آخرت اور اُسکی ہولناکیوں کی تشریح کی، اپنے گناہوں اور ظلموں کا اعتراف کیا پھر یہ شعر اُس کی زبان پر جاری ہو گئے:

ان ذنبی وزن السموات والار   ض وظنی بخالقی ان یحابی

میرے گناہ آسمان اور زمین کے برابر بھاری ہیں، مگر مجھے اپنے خالق سے امید ہو کہ رعایت کرے گا۔

فلئن من بالرضاء فهو ظنی   ولئن مر بالکتاب عذابی

اگر وہ اپنی رضامندی کا احسان مجھے دے تو یہی میری امید ہو۔ لیکن اگر وہ عدل کر کے میرے عذاب کا حکم دے۔

لم یکن ذاک منه ظلماً   وهل یظلم رب یرجی لحسن مآب؟

تو یہ اُس کی طرف سے ہرگز ظلم نہیں ہوگا۔ کیا یہ ممکن ہو کہ وہ رب ظلم کرے جس سے صرف بھلائی ہی کی توقع کی جاتی ہو؟

پھر وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دیا۔ موقعہ اس قدر عبرت انگیز تھا کہ مجلس میں کوئی بھی اپنے آنسو روک نہ سکا!

خلیفہ کے نام خط

اس کے بعد اُسنے اپنا کاتب طلب کیا اور خلیفہ ولید بن عبد الملک کو حسب ذیل خط لکھوایا:

"اما بعد، میں تمھاری بکریاں چراتا تھا۔ ایک خیرخواہ گلہ بان کی طرح اپنے آقا کے گلے کی حفاظت کرتا تھا۔ اچانک شیر آیا، گلہ بان کو طمانچہ مارا، اور چراگاہ خراب کر ڈالی۔ آج تیرے غلام پر وہ مصیبت نازل ہوئی ہو جو ایوب صابر پر نازل ہوئی تھی۔ مجھے اُمید ہو کہ جبار و قہار اس طرح اپنے بندے کی خطائیں بخشنا اور گناہ دھونا چاہتا ہو!"

پھر خط کے آخر میں یہ شعر لکھنے کا حکم دیا:

اذا ما لقیت الله عنی راضیاً   فان شفاء النفس فیما هنالک

اگر میں نے خدا کو اپنے سے راضی پایا تو بس میری مراد پوری ہو گئی

فحسبی بقاء الله من کل میت   وحسبی حیاة الله من کل هالک

سب مر جائیں مگر خدا کا باقی رہنا میرے لئے کافی ہو! سب ہلاک ہو جائیں مگر خدا کی زندگی میرے لئے کافی ہو!

لقد ذاق هذا الموت من کان قبلنا   ونحن نذوق الموت من بعد ذلک

ہم سے پہلے یہ موت چکھ چکے ہیں، ہم بھی اُنکے بعد موت چکھیں گے!

فان مت فاذکرنی بذکر محبب   فقد کان جمانی رضاک مسالکی

اگر میں مر جاؤں تو مجھے محبت سے یاد رکھنا، کیونکہ تمھاری خوشنودی کے لئے میری راہیں بے شمار تھیں۔

والا ففی دبر الصلوة بدعوة   یلقی بها المسجون فی نار مالک

یہ نہیں تو کم سے کم ہر نماز کے بعد دعا میں یاد رکھنا کہ جس سے جہنم کے قیدی کو کچھ نفع پہونچے۔

علیک سلام الله حیاً ومیتاً   ومن بعد ما تحیا عتیقاً لمالک

تجھ پر ہر حال میں اللہ کی سلامتی ہو، جیتے جی، میرے پیچھے، اور جب دوبارہ زندہ کئے جاؤ!

سکرات موت کے شدائد

حضرت حسن بصری عیادت کو آئے تو حجاج نے اُن سے اپنی تکلیفوں کا شکوہ کیا۔ حسن نے کہا "میں تجھے منع نہیں کرتا تھا کہ نیکوکاروں کو نہ ستا، مگر افسوس تو نے نہیں سُنا" حجاج نے خفا ہو کر جواب دیا "میں تجھ سے یہ نہیں کہتا کہ اس مصیبت کے دُور ہونے کی دعا کر۔ میں تجھ سے یہ دعا چاہتا ہوں کہ خدا جلد میری روح قبض کر لے اور اب زیادہ عذاب نہ دے!"

اسی اثنا میں ابو منذر یعلی بن مخلد مزاج پرسی کو پہنچے۔

"حجاج! موت کے سکرات اور سختیوں میں تیرا کیا حال ہو؟" اُنھوں نے سوال کیا۔

"اے یعلی!" حجاج نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "کیا پوچھتے ہو؟ شدید مصیبت! سخت تکلیف! ناقابل بیان الم! ناقابل برداشت درد! سفر دراز! توشہ قلیل! آہ! میری ہلاکت! آہ! میری ہلاکت! اگر اُس جبار و قہار نے مجھ پر رحم نہ کھایا!"

ابو منذر کی بے لاگ تقریر

ابو منذر نے کہا "اے حجاج! خدا اپنے اُنھیں بندوں پر رحم کرتا ہو جو رحم دل اور نیک نفس ہوتے ہیں۔ اُس کی مخلوق سے بھلائی کرتے ہیں، محبت کرتے ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ تو فرعون و ہامان کا ساتھی تھا۔ کیونکہ تیری سیرت بگڑی ہوئی تھی۔ تو نے اپنی

البلاغ

البلاغ پریس کلکتہ

طبعت فی [illegible]

ان تمام اصحاب کیلیے

جو

قدیم تمدن و صنعت کی قیمتی اشیا کا شوق رکھتی هین

دنیا مین عظیم الشان مقام

I. SHENKER,

118, BROMPTON ROAD, KENSINGTON, LONDON, S. W. 3.

هے

مغرب و مشرق کے قدیم آثار، پراني قلمي اور مطبوعہ کتابیں، پراني تصویریں، پرانے سکے اور نقوش، پرانے زیور، آرائش و تزئین کا هر قسم کا سامان، اور هر طرح کے پرانے صنعتي عجائب و نوادر، اگر آپ کو مطلوب هیں، تو هم سے خط و کتابت کیجیے - کم از کم هماري نمایش گاهوں اور ذخائر کي فهرستیں هي منگوا لیجیے - اهل علم اور اهل دولت، دونوں کیلیے همارا ذخیرہ قیمتي هے -

نوادر عالم کا یہ ذخیرہ

دنیا کے تمام حصوں سے غیر معمولي مصارف و مساعي کے بعد حاصل کیا گیا هے -

دنیا کے تمام قدیم تمدني مرکزوں مثلاً مصر، شام، فلسطین، هندوستان، ایران، ترکستان، چین، وغیرہ ممالک میں همارے ایجنٹ همیشہ گردش کرتے رهتے هیں -

با این همه

قیمتیں تعجب انگیز حد تک ارزاں هیں !

براعظم یورپ ، امریکه ، اور مشرق

کے تمام بڑے بڑے محل، کتب خانے، اور عجائب خانے، هم سے نوادر حاصل کرتے رهتے هیں - قاهرہ کے نئے ایوان شاهي کے نوادر ابهي حال میں هم هي نے فراهم کیے هیں -

اگر آپکے پاس نوادر موجود هوں

تو آپ فروخت کرنے کیلیے بهي پہلے هم هي سے خط و کتابت کیجیے - بہت ممکن هے که همارا سفري یا مقامي ایجنٹ آپسے مل سکے -

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين
القرآن الحكيم

الهلال

ایک هفته وار مصور رساله

نمبر ١٠ — كلكته : جمعه ٢٠ ـ صفر ١٣٤٦ هجری — جلد ١
Calcutta : Friday, 19, August 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نهین ؟

آج کوئی زبان ترقی نهین کر سکتی اگر وه اپنا ترقی یافته طریق طباعة نهین رکهتی ۔ طباعة کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نهین که حروف کی چهپائی اختیار کی جای ۔ پتهر کی چهپائی مین محدود رهکر اردو کی طباعة کبهی ترقی نهین کر سکتی ۔

اردو کی سب سی بهتر حروف جو اس وقت تك بن سکی هین ، وه هین جن مین الهلال چهپتا هی ۔ اور عربی کا بهترین خط نسخ وه هی جس مین یه سطرین کمپوز کی گئی هین ۔ آپ ان دونون مین سی جسی چاهین پسند کر لین ۔ لیکن پتهر کی چهپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین ۔

براه عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی همین اطلاع دیجیی ۔ یاد رکهیی ۔ طباعة کا مسئله آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیاده اهم مسئله هی ۔ ضروری هی که اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین ۔

الهلال

قارئین الهلال کی آراء

اس باری مین اس وقت تك ٥٨٣ مراسلات وصول هوی هین ۔ تقسیم آراء حسب ذیل هی :

عربی حروف کی حق مین	٦٠	اردو حروف کی حق مین	١٩٠
موجوده مشترك طباعة کی حق مین	١١١	حروف کی حق مین بشرطیکه	
پتهر کی چهپائی کی حق مین	١٧٩	نستعلیق هون	٤٣

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بهی متفق ظاهر کیا هی ۔

آراء کی دیکهنی سی معلوم هوا که اس باری مین بعض اهم تفصیلات پر لوگون کی نظر نهین هی ۔ اور اسلیی شرح وبیان کی ضرورت هی ۔ آینده اس باری مین مولانا به تفصیل اپنی خیالات ظاهر کرینگی مگر ضرورت هی که بقیه حضرات بهی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بهیج دین ۔

الهلال

الہلال

[illegible]

[illegible]

[illegible]

کے مصارف [illegible] بار پڑیگا -

كسي موقعه پر بهي اُنهوں نے ميري زبان سے كوئي ايسا لفظ سنا جو اُس سے مختلف تها، جسكا ميں اپني كتابوں ميں اعلان و اشتهار كرتا رها هوں ؟ وه صاف صاف كهيں، اُنكي دليليں، اُنكي نكته چينياں، اُنكا تمسخر، كبهي ميرے عقيدے ميں كوئي تزلزل پيدا كر سكا هے ؟ وه بتائيں، كبهي، ايك لمحه كيليے، اُنهوں نے محسوس كيا كه ميں كوئي ايسا عقيده يا خيال ركهتا هوں جو علي الاعلان دنيا كے سامنے ظاهر نهيں كرتا ؟ هاں، ميں اپنے تمام دوستوں اور تمام دشمنوں كو ايك ساتهه دعوت ديتا هوں - دوستوں كو دوستي كا واسطه ديتا هوں - دشمنوں كو دشمني كي قسم ديتا هوں - بے رو و رعايت، بے خوف و خطر، مردانه وار ميدان ميں آئيں، اور جو كچهه بهي ميري نسبت كهه سكتے هوں، بے كهٹكے كهه ڈاليں ! ميں اپنے دوستوں اور دشمنوں، دونوں كي شرافت و ديانت پر بغير كسي پس و پيش كے بهروسه كرتا هوں - ميں اپني پوري شرافت اُنكے سامنے ركهے ديتا هوں - ميں هرگز كسي سے بحث اور حجت نهيں كرونگا - جو كچهه بهي وه كهه دينگے، بے چون و چرا تسليم كر لونگا !"

(انبياء كرام كي عظمت)

" ميں اُن تمام انسانوں كي عزت كرتا هوں جنهوں نے مذاهب و اديان قائم كيے هيں - وه سب عظيم كمال اور اعلى فضائل كے مالك تهے - اُنكي عظمت و فضيلت هميشه محترم و مسلم رهے گي - سب كا دعوى تها كه وه خدا كے پيغام بر هيں - ممكن هے وه حقيقت ميں پيغمبر هوں يا نه هوں - سب لوگ كوئي ايك دعوى تسليم نهيں كراسكتے - دلائل يكساں طور پر سب كي دسترس ميں نهيں هيں - ليكن اگر وه في الواقع پيغمبر نه بهي هوں، جب بهي اِس سے يه لازم نهيں آتا كه وه كذاب اور دجال هوں - كون كهه سكتا هے كه الاهييات ميں مسلسل تفكر اور فضائل كا غير مقيد عشق انساني روح كو كس حد تك پهنچا دے سكتا هے ؟ منطق كو كيا حق هے كه مداخلت كرے كه معامله عاميانه سطح پر لے آئے ؟ غير متناهي بلندي پر پهنچنے كے بعد همارا سر چكرا جاتا هے، اور هماري نظريں اشياء كو اُنكي حقيقي شكل ميں ديكهنے سے قاصر هو جاتي هيں "

(معجزات)

معجزات پر روسو نے لكها تها " يا للعجب ! هميشه آدميوں هي كي گواهياں ! آدمي، اپنے هي جيسے آدميوں سے سنتے هيں اور دوسرے آدميوں كو سناتے هيں ! ميرے اور خدا كے درميان آدميوں نے كتنے اَن گنت واسطے قائم هوگئے هيں ؟ "

اِس پر اُسقف نے اعتراض كيا تها " اگر آدميوں كي گواهي معتبر نهيں تو هم پوچهتے هيں - مؤلف نے اسپارٹا، ايتهنز، اور روم كو كيونكر جانا ... ؟ "

روسو جواب ديتا هے :

" اگر معامله اِس درجه اهم نه هوتا، يا ميں اے آقا، آپكا اِس درجه احترام نه كرتا هوتا، تو آپ ديكهتے، آپ كے اِس طريق استدلال نے ميرے ليے اپنے ناظرين كو هنسانے كي كيسي عمده فرصت مهيا كردي تهي - ليكن حاشا و كلا ! ميں هرگز اُس لہجه سے دست بردار نهيں هونگا جو اِس موضوع بحث كے ليے ضروري هے، اور اُس شخص كے مرتبه كے لايق هے جس سے تخاطب كي عزت حاصل كرنے پر مجبور هوگيا هوں - ميرے ليے اس قدر كافي هے كه آپ كي غلطي ظاهر كردوں "

" ميں نهايت عاجزي سے جناب والا كو ياد دلاتا هوں - بے شك، يه بالكل معقول هے كه انساني معاملات انساني شهادتوں سے طے كيے جائيں، كيونكه اُن كے ثابت هونے كا اِس كے سوا كوئي طريقه موجود نهيں - بلا شبه ميں نے اسپارٹا اور ايتهنز كو آدميوں هي كي شهادتوں سے جانا - ليكن ميں به ادب دريافت كرتا هوں كه ميرے اور خدا كے درميان اِن واسطوں كي كيا ضرورت هے ؟ كيا ضرور هے كه يه واسطے مجهه سے اتنے دور هوں كه خود اُن كے جاننے كے ليے، مجهے اور بهت سے انساني واسطے تلاش كرنے پڑيں ؟ كيا يه معقول هے كه خدا، جان جاك روسو سے گفتگو كرنے كے ليے هميشه ايك موسى (عليه السلام) كو ڈهونڈهتا پهرے ؟ "

" پهر يه بهي نهيں بهولنا چاهيے كه اسپارٹا پر ايمان لانا ضروري نهيں هے - اگر كوئي اُس پر ايمان نه لائے تو لعنت كا مستحق نهيں هو جائيگا - اسپارٹا كے وجود پر شك كرنے كي وجه سے هرگز كوئي دوزخ كا كندا نهيں بن جا سكتا - ليكن اگر ايك شخص ديني تعليمات كي تصديق نهيں كريگا تو اسكے ليے ابدي عذاب هے - جس بات كے نه ماننے كي اتني بڑي سزا هو، ضروري هے كه اسے ماننے كے ذرائع و دلائل بهي اسي مناسبت سے قطعي اور واضح هوں "

" كوئي بات بهي جو هماري چشم ديد نهيں هے، بغير معقول دليل كے ثابت نهيں هو سكتي - اور هر بڑي سے بڑي روايت بهي صدق و كذب كي محتمل هے ...... "

" اگر معجزات خود ميں نے اپني آنكهوں سے ديكهے هوتے، جب بهي ميں اس غير معقول طريق ايمان سے انكار كر ديتا - سحر كي تصديق ميرے ليے اس سے كهيں آسان هے كه خدا كے كلمه كي غير معقول طريقه پر تصديق كروں "

(موجوده مسيحيت)

اِسكے بعد روسو موجوده مسيحي دين پر اظهار خيال كرتا هے :

" اُسقفوں اور پادريوں نے مسيحيت كو اُسكي اصلي روح سے محروم كرديا هے - اب يه سوال نهيں كيا جاتا كه ايك مومن فرائض و واجبات كهاں تك انجام ديتا هے ؟ اور نيكي ميں اُسكي دوڑ كهاں تك هے ؟ سوال صرف يه هوتا هے كه وه كس قسم كے خرافات (جنهيں غلط طور پر " عقائد " كا نام ديديا گيا هے) مانتا هے ؟ وه كيتهولك هے يا پروٹسٹنٹ ؟ تم سے يه كوئي نهيں پوچهيگا كه خدا سے ڈرتے بهي هو يا نهيں ؟ ليكن هر كوئي اِس بات پر تمهاري جان لينے كيليے طيار هوجائيگا كه تم فلاں ولي كي كرامت كے قائل بهي هو يا نهيں ؟ دين اپني اصلي شكل ميں صاف، ساده، ستهرا تها - اُسے اِن جبه پوشوں نے خرافات و خزعبلات اور غير مفهوم قيل و قال كا غير مرتب مجموعه بنا ديا هے - اگر تم اِس تمام كثافت سے جو آج كل دين كے نام سے موسوم هے، از سر تا پا آلوده هو، تو بس، تم مومن كامل هو - اب تمهيں كسي نيكي كي ضرورت باقي نهيں رهي - سيدهے آسمان كي بادشاهت (جنت) ميں داخل هوجاؤگے !"

" انساني جماعت كو دين سے كيا فائده حاصل هو سكتا هے، جبكه دين اتني پست سطح پر آجاے ؟ اِس صورت ميں دين كا مقصد كيا ره جاتا هے ؟ صرف يه كه انسانوں ميں بغض و عداوت كي تخم ريزي كرے، اور خونريز ميدانوں كا سامان بهم پهنچائے ! بلا شبه جب دين اِس حالت ميں آجاے تو اُسكے وجود سے، اُسكا عدم كهيں زياده بهتر هے - هميں كوشش كرني چاهيے

مغرب کی تاریخ جدید کی تاریخی شخصیتیں

انقلاب فرانس کے ارکان ثلاثہ

✣

جان جاک روسو

✣

اسقف کا جواب

(۳)

(وحدانیت یا تعدد ؟)

اسقف نے لکھا تھا " ... وحدانیت اسکے (روسو) خیال میں ایک حقیر مسئلہ ھے اور کسي طرح بھي اسکي عقل میں نہیں آسکتا - لیکن متعدد خداؤں کا تصور اسکي عقل کے نزدیک معقول ھے ... "

روسو جواب دیتا ھے :

" متعدد خداؤں کا کس نے ذکر کیا ؟ اے میرے آقا اسقف ! تجھہ پر میرا صدمہ پڑے ! میں نے یہ کب کہا ؟ بے شک تمہاري دلي آرزو یہي ھوگي کہ میں اس درجہ احمق ھوتا ' اور اس طرح کي احمقانہ گفتگو کرتا - لیکن اگر میں ایسا احمق ھوتا تو تمہیں میرے " عالمانہ رد " لکھنے کا یہ فخر بھي حاصل نہ ھوتا ! "

" بلا شبہ میں نہیں جانتا کائنات کیوں بني ھے ' اور کیونکر بني ھے ؟ میرے سوا جو لوگ معرفت کے مدعي ھیں ' وہ بھي اس باب میں مجھہ سے زیادہ علم نہیں رکھتے - لیکن میں صاف دیکھتا ھوں کہ اس تمام حرکت کا محرک ایک ھي وجود ھے - تمام مخلوقات ایک ھي رخ رکھتي ' اور ایک ھي قسم کے مقاصد پورے کر رھي ھے - یہ اس حقیقت کي روشن دلیل ھے کہ کوئي ایک بلند تر ارادہ کارفرما ھے ' اور کوئي ایک ھي بالاتر قوت عمل پیرا ھے - اس ارادے اور اس قوت کو میں ایک ھي ذات سے منسوب کرتا ھوں ' کیونکہ وہ دونوں باھم متفق ھیں ' اور ان دونوں کو ایک ھي ذات کا خاصہ سمجھنا ' دو ذاتوں کي طرف منسوب کرنے سے زیادہ معقول ھے - تعدد ' صرف اسي وقت تسلیم کیا جاسکتا ھے جب اسکا کوئي ثبوت موجود ھو - لیکن کائنات میں کوئي اس قسم کا ثبوت موجود نہیں - یہ خیال سراسر وھم ھے کہ خیر کا خالق اور شر کا خالق ایک نہیں ھوسکتا - جس چیز کو ھم شر سمجھتے ھیں ' وہ علي الاطلاق شر ھي نہیں - شر مطلق سے مجھے انکار ھے - یہ اعتباري شر بھي خیر سے برسر پیکار نہیں ھے ' بلکہ نظام عالم کي تکمیل میں خیر کا ممد و معاون ھے "

(روسو کا عقیدہ)

اسکے بعد روسو اپني کتاب اور اپنے شخصي عقیدے کي طرف متوجہ ھوتا ھے :

" اب میں وہ سبب بیان کرتا ھوں جس نے مجھے یہ کتاب شائع کرنے پر مجبور کیا - اس تمام شور و غوغا کے باوجود بھي میں اس کتاب کو اپنے عہد کي بہترین کتاب تسلیم کرتا ھوں - آگ کے شعلے ' حکومتوں کے فیصلے ' مذھبي پیشواؤں کے فتوے ' مجھے ھرگز مرعوب نہیں کرسکتے - وہ میرے لب و لہجہ میں ھرگز کوئي تبدیلي پیدا نہیں کرسکتے - نہ تو لاھوتي ' ایمان کي ریاکارانہ تلقین کرکے مجھے جھوٹا بناسکتے ھیں ' نہ فلاسفہ مجھے منافقت کا طعنہ دیکر الحاد پر آمادہ کرسکتے ھیں - میں برابر اپنے دین کا اعلان کرونگا ' کیونکہ میں دین رکھتا ھوں - میں ببانگ دھل اسے شہرت دونگا ' کیونکہ مجھہ میں اعلان و اشتہار کي شجاعت موجود ھے - آہ ! میں نے کتني تمنائیں کیں کہ سب لوگوں میں اتني ھي شجاعت ھوتي ! اگر سب میں اتني شجاعت ھوتي ' تو انسانیت کو کتنا نفع پہنچتا ؟

(" حضرت مسیح کا شاگرد ")

" اے میرے آقا ! میں مسیحي ھوں - میں اخلاص کے ساتھہ انجیلي مذھب کا مسیحي ھوں - ھاں میں مسیحي ھوں ' لیکن پادریوں کا شاگرد نہیں ھوں ' بلکہ خود مسیح (علیہ السلام) کا شاگرد ھوں - میرا استاد ' کتابوں کي عبارتوں پر بحث نہیں کرتا تھا ' لیکن عمل پر نظر رکھتا اور عمل ھي پر زور دیتا تھا - اس نے ھمیں جس ایمان کي تلقین کي ھے ' اس کے قواعد و اصول بہت زیادہ اور پیچ در پیچ نہیں ھیں - صرف گنتي کي چند موٹي موٹي باتیں ھیں - لیکن اس نے جس نیکي کي تعلیم دي ھے ' اس کي شاخیں بے شمار اور اسکي راھیں بے حساب ھیں - اسنے ھمارے ایمان میں موشگافیاں نہیں کي ھیں ' لیکن عمل صالح کي پورے شرح و بسط سے تفسیر کي ھے - اس نے ایمان کیلیے صرف دو تین موٹي باتیں ضروري ٹھرائي ھیں ' لیکن عمل کي نیکي کیلیے کوئي گنتي نہیں بتائي ھے ' کیونکہ عملي نیکیاں ان گنت ھیں - اس نے جہاں کہیں انبیاء کے نمونوں پر زور دیا ھے ' وھاں ایمان سے زیادہ ان کے اعمال بتائے ھیں - اس نے اپني اور تمام نبیوں کي تعلیم کا لب لباب اس ایک جملہ میں بیان کر دیا " اپنے بھائي سے محبت کرنا ' پورا دین ھے ! "

(دوستوں اور دشمنوں کو دعوت)

اسکے بعد لکھتا ھے :

" مجھے ھمیشہ خلوت کي پر مسرت زندگي حاصل نہیں رھي - لوگوں سے ملنے جلنے پر بھي مجبور ھوتا رھا ھوں - میري ھر طبقہ کے لوگوں سے ملاقات ھے - میں نے مختلف سیاسي اور دیني جماعتوں کے لوگ دیکھے ھیں - میں مومنوں سے بھي ملا ھوں اور ملحدوں سے بھي - میں نے حکماء بھي دیکھے ھیں ' جہلاء بھي - متعصب بھي دیکھے ھیں ' غیر متعصب بھي - سنجیدہ بھي میري صحبت میں بیٹھے ھیں ' اور مسخرے بھي - میرے دوست بھي بہت ھیں اور دشمن بھي - میں دنیا میں تمام آدمیوں کو جنھوں نے مجھے کبھي دیکھا یا جانا ھے ' گلا پھاڑ پھاڑ کر پکارتا اور دعوت دیتا ھوں - وہ سامنے آئیں ' اور میرے عقیدے کي بابت جو کچھہ جانتے ھوں ' برملا کہہ ڈالیں ! وہ جرأت سے بڑھیں ' اور بتائیں ' کبھي ' کسي حال میں بھي انھوں نے میرے عقیدے میں کوئي تبدیلي دیکھي یا محسوس کي ؟ قہوہ خانے کي صحبتوں ' کھانے کي میز کي نشستوں ' بے تکلفي کي ملاقاتوں ' سنجیدہ یا مذاق کي گفتگوؤں ' غرضکہ کبھي

سر کونن ڈائل

لومبروزو (Lombroso) جو اٹلي کا مشہور ماہر طبیعییات هے اور جس نے باسٹیور کے بعد جراثیم کے علم کي تدوین کي ' نه صرف اس کا معترف هوا بلکه اس موضوع پر ایک رساله بهي لکهکر شائع کیا - کیمیل فلا ماریاں (Camille Flammarian) آنیسویں صدي کے علماء فلکییات میں نهایت سر برآورده عالم تها - غالباً چار پانچ سال پہلے اُس کا انتقال هوا هے - یه نه صرف اِسکا معترف تها بلکه نهایت پر جوش معتقد تها - اُسکي آخري دو کتابیں اسي موضوع پر هیں اور یورپ کي تمام زبانوں میں شائع هو چکي هیں - پروفیسر هکسلي ' ڈاکٹر لوئس ' سر جان کاکس ' پروفیسر پارکس ' پروفسر ژولنر ' ڈاکٹر ویبر ' ولیم لیو پولڈ وغیرهم ؛ جو انیسویں صدي کے دائرۂ علم و نظر کے مسلم ارکان تهے ' کم و بیش اس کا اعتراف کرچکے هیں -

امریکه کے مشاهیر علم و نظر میں چارلس نارٹن اور ولیم ڈاسن جو شکاگو یونیورسٹي (امریکه) میں علم النفس (سائکوا لوجي) کے استاد تهے ' اسکي تصدیق و حمایت میں برابر مقالات و رسائل شائع کرتے رهے - انگلستان کے عام مشاهیر سیاست و ادب میں مسٹر بالفور اور مسٹر اسٹیڈ (سابق محرر ریویو آف ریویوز) کا نام بهي اسکے معتقدین کي فهرست میں مشهور هوچکا هے - مسٹر اسٹیڈ نے تو روحاني سوال و جواب کا ایک باقاعده دفتر کهول دیا تها - اُنکے عالم ارواح کے دوستوں میں سب سے زیاده مشهور دوست اسکاٹ لینڈ کي " مارگریٹ " تهي - اُنکا بیان تها که وه مارگریٹ کے ذریعه عالم ارواح کي تمام ضروري شخصیتوں سے نامه و پیام کر لیا کرتے هیں !

موجوده عهد کے مشاهیر اهل علم میں چارلس الیٹ ' ولیم جیمس ' جیمس هیزلوب ' اور سر آلیور لاج Oliver Lodge خصوصیت کے ساتهه قابل ذکر هیں - چارلس الیٹ اور ولیم جیمس هارورڈ یونیورسٹي (امریکه) میں علم النفس کے استاد هیں ' جیمس هیزلوب کولمبیا یونیورسٹي (امریکه) میں علوم عقلیه کے مستند ماهر تسلیم کیے جاتے هیں ' اور سر آلیور لاج کي علمي شهرت محتاج بیان نهیں - یه تمام علماء اس مذهب پر علمي تیقن کے ساتهه اعتقاد رکهتے هیں اور اُسکي اشاعت و تبلیغ انکي تحریر و تقریر کا موضوع بحث هے - سر آلیور لاج کا لڑکا پچهلي عالمگیر جنگ میں قتل هوگیا تها - اُن کا بیان هے که مرنے کے بعد هي اُس کي روح نے اِنهیں مخاطب کیا ' اور اب بهي وه جب چاهیں ' اُسے بلا سکتے هیں اور اس سے سوال و جواب کر سکتے هیں !

(سر کونن ڈائل)

لیکن موجوده زمانے کے مغربي روحانیین میں شاید هي کسي اهل قلم نے اس تبلیغي جوش و سرگرمي کے ساتهه اس مذهب کا اعتقاد ظاهر کیا هوگا ' جیسا که کچهه عرصه سے انگلستان کے مشهور فسانه نویس سر کونن ڈائل Conan Doyle کي شخصیت میں ظاهر هوا هے - عالمگیر جنگ یورپ کے بعد سے لیکر اِس وقت تک ' بمشکل کوئي مهینه ایسا گزرا هے ' جس میں سر ڈائل کي کوئي نه کوئي تحریر و تقریر اس موضوع پر شائع نه هوئي هو - حال میں انگلستان کي انجمن روحانیئین نے ایک نهایت دلچسپ مجموعه باره مقالات کا شائع کیا هے - اِن میں سے آٹهه مقالات سر ڈائل کے لکهے هوے هیں - یه کتاب پچهلي ڈاک سے همیں وصول هوئي هے اور اس موضوع پر افکار و تاثرات کا ایک دلچسپ مجموعه هے -

موجوده انگریزي علم ادب میں سرکونن ڈائل کا نام اُن کے مخصوص مذهب افسانه نویسي کي وجه سے اس قدر مشهور هوچکا هے که شاید هي کوي افسانه نویس اس قدر مشهور هوا هو - انهوں نے فن سراغ رساني کي افسانه نویسي میں ایک نئے مذهب (اسکول) کي بنیاد ڈالي اور " شرلاک هومز " کے نام سے اُس کے حیرت انگیز کار نامے قلمبند کیے - اُن کے قلم سے اگرچه مختلف معاشرتي اور نفسیاتي مواضیع پر بهت سے افسانے نکل چکے هیں ' لیکن انکي شهرت کي اصلي تاریخ شرلاک هومز کے کارناموں هي سے شروع هوي - ان افسانوں کي مقبولیت کا اندازه صرف اس بات سے کیا جا سکتا هے که شرلاک هومز کا جو فرضي مکان نمبر ۱۰ - بیکر اسٹریٹ لنڈن میں دکهایا گیا تها ' وه هزاروں لاکهوں انسانوں کے دماغ میں ایک حقیقي شے کي طرح موثر هو چکا هے ' اور جب کبهي سیاحان عالم پهلي مرتبه لنڈن جاتے هیں تو یه جاننے پر بهي که " شرلاک هومز " محض ایک فرضي سراغ رساں سیرۃ (کیریکٹر) هے ' اپني طبیعت کو اس جذبه سے نهیں روک سکتے که ایک مرتبه بیکر اسٹریٹ جا کر کسي ایسے مکان کي زیارت کرلیں جسکا نمبر دس هو !

احمد ریاض بے " عبد الحمید ثاني و دور سلطنتي " (یعني سلطان عبد الحمید ثاني اور اسکے عهد حکومت کي تاریخ) میں لکهتا هے که سلطان موصوف شرلاک هومز کے کارناموں کے اسقدر شائق تهے که حکم تها ' جونهي کوئي نیا افسانه شائع هو ' فوراً ترکي میں ترجمه کرکے پیش کردیا جاے - ایک خاص شخص ادیب بے اس کام پر مامور تها - آخري زار روس کي نسبت بهي بیان کیا گیا هے که وه کهتا تها " مجهے کتابوں کي قسم میں سے کوئي چیز بهي دل پسند نهیں هے - الا شرلاک هومز "

روح کا تمثل ایک سفید دهویں کي شکل میں
جیسا که اس مذهب کے معتقدین کا خیال هے

یهي شرلاک هومز کا مصنف اب دنیا میں عالم ارواح کا سب سے زیاده پرجوش و سرگرم نقیب اور داعي هے !

(سرکونن ڈائل کے مقالات)

جس نئي کتاب کا هم نے ابهي ذکر کیا هے ' اسکے آٹهه مقالات دراصل سر کونن ڈائل کے روحاني اعتقاد کي پیدایش و تکمیل کي مسلسل داستاں هیں - پہلے مقاله میں اُس نے بتلایا هے که کس

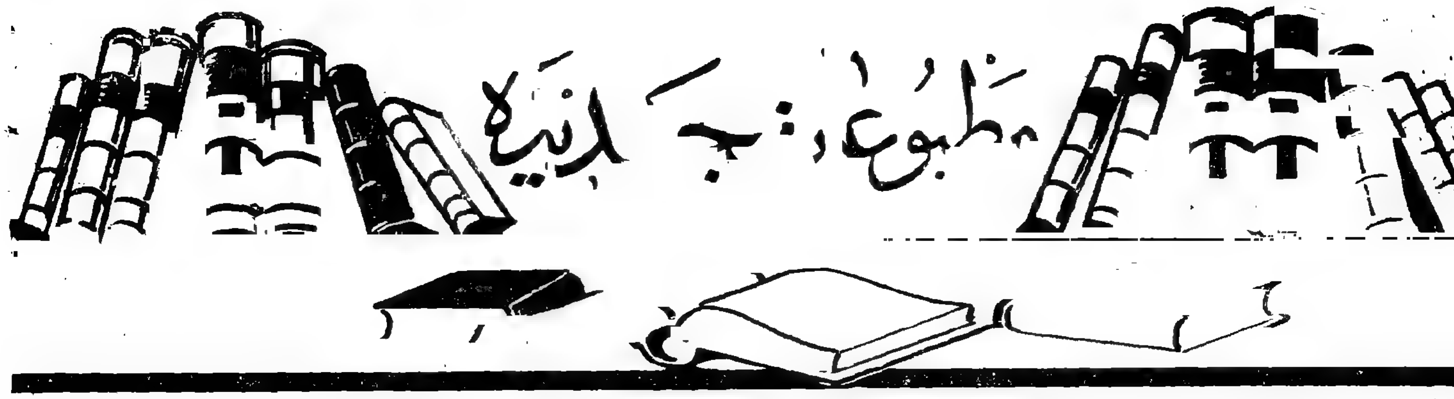

که دين کو اِس پستي سے نکالیں - انسانيت کے هم پر حقوق هيں - يهي حقوق همیں مجبور کرتے هيں که دين کو خرافات سے پاک کرکے اصلي صورت میں پيش کرديں - تمهاري يه سزائیں‘ دهمکياں ‘ پهانسياں ‘ اور آگ کے شعلے همیں هرگز مرعوب نهيں کرسکتے “

(عهد جديد کي پيشين گوئي)

” جب لوگوں کي آنکهوں پر سے پرده اٹهيگا اور حقيقت نظر آئيگي تو بلاشک و شبه وه موجوده دين کو حقارت کے ساتهه ٹهکرا دينگے - کيونکه يه حقيقي دين نهيں هے - وه سب سے پهلا کام يه کرينگے که اِن خود غرض اور رياکار پيشواؤں کے احترام سے انکار کرديں - وه ان سے کهينگے : تم هي نے همارا دين بگاڑا ‘ اور تم هي هماري شقاوت کا سبب هو - جب وه مبارک زمانه آئيگا تو اُس کا سب سے زياده مبارک عمل يهي هوگا “

(خاتمه)

اپنا جواب روسو اس عبارت پر ختم کرتا هے :

” اے اُسقف اعظم ! تم اور تمهارے گروه کے ليے باتيں بنانا بهت آسان هے - تم لوگ اپنے حقوق کے سوا دوسروں کے حقوق نهيں جانتے - تمهيں صرف وهي قانون معلوم هيں جن سے غيروں کو جکڑتے هو - خود اپنے نفس کے مقيد کرنے والے قانون تمهاري کتاب میں نهيں لکهے گئے - تم صرف اتنے هي پر قانع نهيں هو که عدالت و انصاف سے بالاتر رهو ‘ بلکه انساني عواطف و جذبات کا بهي اپنے تئيں پابند نهيں سمجهتے - تم کمزور پر تکبر سے ظلم کرتے هو ‘ اور تم سے کوئي باز پرس نهيں کرتا - لوگوں کي توهين تمهارے ليے ويسي هي آسان هے ‘ جيسي انکے لئے تمهاري سنگ دلي سهل هے - تم همیں اِس طرح روندتے هو جس طرح خاک روندي جاتي هے - تم کبهي همیں آگ میں جلاتے هو ‘ کبهي سولي پر چڑهاتے هو ‘ کبهي صرف توهين و تذليل پر اکتفا کرليتے هو - تمهارے قهر و غضب کيليے ضروري نهيں که هم سے کوئي خطا بهي سرزد هوئي هو - اگر تمهاري مصلحت کا اقتضا يهي هے تو پهر اثبات جرم کے ليے کسي بات کي ضرورت نهيں - اور همیں شکايت کرنے کي بهي اجازت نهيں - اگر هم اِسکي جرأت کريں که اپني براءت اور تمهاري غلطي ظاهر کريں ‘ تو هم گستاخي کے مجرم قرار ديے جاتے هيں !“

(اسقف سے آخري خطاب)

” اے ميرے آقا ! آپ نے مجهه پر علانيه طعن و تشنيع کي - بلکه مجهے گالياں بهي دے ڈاليں - اگر ميري طرح آپ بهي کوئي معمولي آدمي هوتے اور میں اپني کتاب کے ساتهه آپ کو عدالت کے سامنے لے جا سکتا ‘ تو آپ ديکهه ليتے که عدالت کا فيصله آپ کے حق میں اتنا هي سخت هوتا ‘ جتنا سخت يه گناه هوا هے - ليکن آپ ايک ايسي جماعت میں سے هيں ‘ جو منصف و عادل هونے سے هميشه کے ليے مستثنی کردي گئي هے - رها میں ‘ تو میں ايک محض بے حقيقت آدمي هوں - مجهے اتنا اور کهنے کي اجازت ديجيے که آپ ديني پيشوا هيں - انجيل کے عالم هيں - آپ کا فرض هے که مخلوق کو اُس کے فرائض کي تعليم ديں - ليکن يه تعليم خود اپنے نفس سے شروع هوني چاهيے - آپ کو ايک لمحه کے ليے سونچنا تها که ميرے معامله میں آپ کا فرض کيا تها ؟ اور کهانتک تها ؟ میں نے اپنا فرض ادا کرديا - اب کچهه کهنے کو باقي نهيں رها ‘ اِس ليے چپ هوجاتا هوں ! “

استحضار و مخاطبات ارواح

(عالم ارواح اور سر کونن ڈائل کے نئے مباحث)

قارئين الهلال اس سے بے خبر نه هونگے که آنيسويں صدي کے وسط میں استحضار و مخاطبات ارواح (روحوں کے آنے اور مختلف محسوس ذرائع سے سوال و جواب کرنے) کا جو مذهب امريکه میں ظاهر هوا تها ‘ وه برابر نشوؤ نما پاتا رها ‘ اور اِس وقت يورپ اور امريکه میں اُس کے معتقدوں کي ايک بهت بڑي جماعت موجود هے - اس جماعت میں هر درجه اور هر طبقه کے آدمي پائے جاتے هيں - فلسفه و حکمت کے ماهر‘ علوم و فنون کے اساتذه ‘ علمي و صناعي انکشافات و اختراعات کے مشاهير ‘ ادب و کتابت کے مسلم ارکان ‘ عام اهل قلم و نظر ؛ کوئي حلقه ايسا نهيں هے جهانتک اس اعتقاد کے اثرات نه پهونچ چکے هوں - اسکے اصول و قواعد مدون هوچکے هيں ‘ بے شمار کتابيں لکهي جا چکي هيں ‘ تحقيقات و تجارب کے با قاعده مجامع کام کر رهے هيں ‘ پچاس سے زياده اخبارات و رسائل صرف اسي موضوع پر پر شائع هورهے هيں ‘ ايک مکمل مذهب علمي کي شکل میں قواعد و مباديات مرتب هوگئے هيں ‘ اور معامله نے اس حد تک اهميت حاصل کرلي هے که وقت کے بعض اکابر اهل علم نے اپنے درس و نظر کے ليے صرف يهي موضوع منتخب کرليا هے !

آنيسويں صدي کے اواخر کے علماء میں سے پروفيسر رسل ويلز نے جو ناموس نشوؤ ارتقا کے انکشاف میں ڈارون کا معاصر و شريک تها ‘ صاف صاف لفظوں میں اسکا اعتراف کيا تها ‘ اور اسے عصر حاضر کے خوارق سے تعبير کيا تها - پروفيسر وليم کروکس نے جو انگلستان کا سب سے بڑا عالم کيميا تسليم کيا گيا هے ‘ اور جس نے سب سے پہلے ماده کے اشعاع کي حقيقت معلوم کي اور برق کے ليے وه نيا آله ايجاد کيا جو اُسي کے نام سے مشهور هے ‘ کئي ماه کي تحقيقات و امتحان کے بعد يه راے قائم کي تهي که ” مخاطبات ارواح کے مشاهدات نا قابل انکار هيں “ ڈاکٹر ميرس (Muers) اور رچرڈ هاڈسن کيمبرج يونيورسٹي میں علم النفس کے مسلم اساتذه تهے - ان دونوں نے بهي بغير کسي جهجهک کے اپنے اعتراف کا اعلان کرديا تها - پروفيسر

اردو طباعت کا مسئله اور افکار و آراء

(تصویر کا دوسرا رخ)

یه اس تصویر کا ایک خاص رخ تها جو سر کونن ڈائل اور اُن کے هم مشرب دیکهه رهے هیں ' لیکن اِس کا دوسرا رخ بهي هے ' اور اگر اُس پر نظر ڈالي جاے تو یه معامله اسقدر سهل و آسان نهیں رهتا که سر کونن ڈائل کي طرح کسي غیر آباد مکان میں بهوتوں اور روحوں کے " موٹي لاٹهي سے میز ٹهونکنے " کا شور سنکر فیصله کر دیا جاے !

جهانتک اس مذهب کے مخالفین و منکرین کا تعلق هے ' دور حاضر کی تین جماعتیں همارے سامنے آتي هیں :

(۱) عام علماء مادیئین جنهوں نے اس معامله کو اس درجه اهمیت هي نهیں دي که اس پر توجه کي جاے -

(۲) ایک بڑي تعداد اُن علماء مادیئین کي جنهوں نے اسپر بحث کي هے ' اور اس نتیجه پر پهنچے هیں که علمي اصول پر " اثبات " کے حد تک یه معامله نهیں پهنچا هے -

(۳) بعض اهل علم جنهوں نے خصوصیت کے ساتهه اس مذهب کا مطالعه کیا اور عرصه تک تحقیقات میں مشغول رهے ' اور بالاخر اس نتیجه پر پهنچے که استحضار آرواح کا معامله اس سے زیاده اهمیت نهیں رکهتا که یا تو کمزور طبائع کا انفعالي تاثر هے ' یا خوش اعتقادي کا ذهني فریب ' یا چند ایسے شعبده گروں کي شعبده گري جو جدید علم کیمیا اور فنون عجیبه کي مدد سے زیاده بهتر اور محفوظ قسم کا شعبده دکهلا سکتے هیں -

صحیح راے قائم کرنے کیلیے ضروري هے که معتقدین ' متوقفین ' اور منکرین ' تینوں کے مباحث و دلائل پر نظر ڈالي جاے - هم آینده کسي موقع پر شرح و بسط کے ساتهه اس موضوع پر اپنے مطالعۂ و نظر کے نتائج شائع کرینگے -

ضروری اطلاع

جو حضرات الهلال وي - پي - پارسل کے ذریعه طلب فرماتے هیں ' اُنهیں معلوم هونا چاهیے که وي - پي کا روپیه مني آرڈر کي طرح وقت پر وصول نهیں هوجاتا - اکثر دیر هوجاتي هے ' اور چونکه روپیه کي وصولي کے بعد هي خریدار کا نام رجسٹر میں درج کیا جا سکتا هے ' اسلیے اسوقت تک پرچه جاري نهیں هوتا جب تک روپیه وصول نه هو جاے - اگر اس وجه سے اجراء میں دیر هوجاتي هے تو اس میں دفتر کي مجبوري ظاهر هے - اس کا علاج یهي هے که قیمت بذریعه مني آرڈر بهیج دي جاے -

منیجر

اردو ٹائپ

ایک مراسلة

آپ نے ۲۹ جولائي کے " الهلال " میں پہلے صفحه پر اردو ٹائپ کے متعلق ایک اعلان شایع کیا هے اور اس بارے میں رائیں طلب فرمائي هیں - اپني رائے آپ نے یه دي هے که جس ٹائپ میں الهلال چهپتا هے یعني جو ٹائپ صفحه ۳ سے استعمال کیا گیا هے وه اعلان مذکور کے ٹائپ سے بهتر هے - مجهے بهي اس سے اتفاق هے - لیکن اس ٹائپ میں بهي اصلاح اور ترمیم کي گنجایش اور ضرورت هے - یه مان کر که اردو کي لیے ٹائپ کي اشد ضرورت هے اس بارے میں اپني رائے عرض کرتا هوں -

سب سے اول ایک اصول کي بات بتانا ضروري هے - چونکه اب یه سوال اٹهایا گیا هے اسلیے نهایت ضروري هے که پنجاب اور یو - پي - کے تعلیمي محکموں سے سب سے پہلے استصواب کیا جائے - پنجاب کي نسبت مجهے زیاده واقفیت هے - یهاں تعلیمي اور سرکاري مطبوعات کي کتابت کے خاص قاعدے وضع کئے جاچکے هیں جن پر برسوں سے عمل هو رها هے -

بهتر تو یه هوتا که آپ اپنے اعلان کے ساتهه تمام حروف تهجي اور علامات وغیره کي ساري شکلیں جو آپ کے مجوزه ٹائپ میں هیں دیدیتے تاکه رائے دینے والوں کو آساني هوتي - خیر ' سردست جو کچهه میري سمجهه میں آیا عرض کیا جاتا هے -

" مد " کي علامت آپ کے ٹائپ میں صرف خفیف سي فتحه کي علامت کي شکل میں پائي جاتي هے - جیسي صفحه ۳ کالم اول کي اخیر سطر میں " آخر " پر موجود هے - یه علامت زیاده واضح اور نستعلیق کے الف ممدوده کي سي هوني چاهیے - اعلان مذکور یعني صفحه اول میں جو علامت " آج " پر لگائي گئي هے کیوں نه اسي کو اختیار کیا جائے ؟ وه بهت صاف اور واضح هے -

تشدید کي علامت اس ٹائپ میں نهیں پائي جاتي - یه اضافه هوني چاهیے -

جزم کي علامت بهي اس ٹائپ میں نهیں پائي جاتي - یه بهي اضافه هوني چاهیے -

شین معجمه اس ٹائپ سے غایب معلوم هوتا هے - سین مهمله پر نقطے لگا کر کام چلایا گیا هے - اسے کیوں خارج کیا جائے ؟

آجکل کتابت اور املا کا مسلمه قاعده یه هے که صرف هائے مخلوط التلفظ دو چشمي لکهي جاتي هے - مگر آپ کے ٹائپ میں اس کا لحاظ نهیں - اِس کے بنانے والے ذوق کے " کتابت والے " کے هم مشرب معلوم هوتے هیں جن سے شیخ مرحوم کو یه شکایت تهي :

هائے رے حسرت دیدار میري هائے کو بهي
لکهتے هیں هائے دو چشمي سے کتابت والے

ہے کو کیوں هے لکها جائے ؟ یه ضرور هے که اس کلمه کو هائے هوز سے لکهیں تو نیچے ایک شوشه بڑهانا پڑیگا کیونکه یه حرف جب

طرح پہلے پہل آسے مذهب مخاطبات ارواح کي طرف توجه هوي ' اور کس طرح ایک جاحد منکر کي جگه وہ مصدق معتقد بن گیا - دوسرے میں اپنے متعدد تجربے اور مشاهدے بیان کیے هیں - تیسرے اور چوتھے میں منکرین کے وجوہ انکار پر بحث کي هے - پانچویں سے لیکر آٹھویں مقاله تک کا موضوع عالم مادي و روحي کے علائق هیں اور اس ضمن میں اُن امکانات کي نہایت دلنشیں تصویر کھینچي هے جو بیان کردہ علائق کي ترقي سے دنیا کي معنوي زندگي میں ایک عظیم الشان انقلاب پیدا کر دینگے !

(سرکونن ڈائل کا بیان)

پہلے مقاله کا خلاصه حسب ذیل هے :

" سنه ۱۸۸۶ - سے پہلے میں جنوبي افریقه میں طبابت کرتا تھا - اُس وقت میرے عقائد کا یه حال تھا که اُن لوگوں پر هنستا تھا جو روح کے مصطلحه وجود پر یقین رکھتے هیں - میں خیال کرتا تھا که اِس سے زیادہ بے عقلي اور وهم پرستي کي اور کوئي بات نہیں هوسکتي -

میں بھي آج کل کے تمام جدید تربیت یافتوں کي طرح سائنس پر ایمان رکھتا تھا - میرا مذهب ' مذهب مادي تھا - میرا اعتقاد تھا که روح ' بجز اسکے کچھه نہیں که جسم کے وظائف و ترکیب هي کا ایک نتیجه هے ' اور عقل کا مرکز دماغ میں هے - میرا یقین تھا که دوائیں انساني طبیعت میں تبدیلي پیدا کر سکتي هیں - اور آسے نیک اور بد بنادے سکتي هیں - اُس وقت کبھي میرے ذهن میں یه موٹي سي بات نہیں آئي که ایک ماهر موسیقي همیشه ماهر موسیقي هي رهیگا اگرچه اُسکي بانسري ٹوٹ جائے - زیادہ سے زیادہ یه هوگا که وہ اپنا هنر ظاهر نه کر سکے گا ' لیکن اُسکا کمال اُس میں بدستور موجود رهیگا -

سب سے پہلے جس کتاب نے میرے خیالات میں تبدیلي پیدا کي اور مجھے الحاد و مادیت سے نکالا ' وہ " میرز " کي کتاب " شخصیت انساني " هے - یه کتاب اس لائق هے که اُن کتابوں میں سے شمار کي جائے جنھوں نے انساني افکار کا بہاؤ ایک طرف سے دوسري طرف پھیر دیا هے - مثلاً ڈارون کي کتاب اصلیت انواع اور بیکن کي کتاب منطق جدید -

اِس کتاب کے مطالعه کے بعد میں نے انتقال فکري کے تجربے شروع کیے - میرے ایک دوست مسٹر پال کو بھي اِس موضوع سے بڑي دلچسپي تھي - میں اُنکے پیچھے بیٹھه جاتا اور کاغذ پر بعض نقشے بناتا - مجھے هر مرتبه یه دیکھکر حیرت هو جاتي تھي که وہ میرے بنائے هوئے نقشے بعینه اپنے کاغذ پر اتار لیتے تھے ' حالانکه وہ میرا کاغذ نہیں دیکھتے تھے - پھر میں نے یه تجربه بھي کیا که وہ دوسرے مکان میں بیٹھا کریں - لیکن پھر بھي میں نے دیکھا وہ نقشوں کي بالکل صحیح نقل اتار لیتے تھے !

اُس وقت مجھے یقین هوا که عقل کو دماغ کا ویسا فعل سمجھنا صحیح نہیں هو سکتا جس طرح هم صفرہ کو جگر کا فعل سمجھتے هیں -

اِسکے بعد میں نے تھیاسوفي کا مطالعه شروع کیا - میں نے دیکھا که اِس تحریک کي علم بردار اور رهنما مدام بلیوٹسکي ذهین مگر مکار عورت هے - لیکن اِس دروغ گو عورت کي موجودگي سے اِس تحریک پر حرف نہیں آسکتا - یه ایک صحیح تحریک هے - یه ضرور ترقي کریگي - مگر اُسي وقت ' جب اسکے ارکان وہ چولا اتار دینگے جو اِس عورت نے اسے پہنا رکھا هے ' اور اِس تحریک کے حقیقي سر چشموں تک پہنچینگے جو مشرق کي سر زمین پر موجود هیں -

پھر میں نے وہ تمام کتابیں پڑھیں جو علماء عقلیات نے مذهب کے خلاف لکھي هیں - لیکن مجھے کوئي تشفي نہیں هوئي - کیونکه وہ کبھي ایجابي بات کہتے هي نہیں - اُنکے پاس جو کچھه هے ' سلبي اور انکاري هے -

مدت تک دنیا کي دوسري مشغولیتوں اور مسلسل سفر میں رهنے کے بعد پھر مجھے اِس اهم موضوع کے لیے مہلت ملي - بتدریج مجھه میں یه خیال پیدا هونے لگا که هماري اس زندگي کے علاوہ کوئي اور مخفي زندگي بھي ضرور موجود هے ' اور وہ شاید هماري زندگي سے زیادہ لطیف اور خوشگوار هے -

سنه ۱۸۹۲ یا سنه ۹۳ میں انجمن علوم نفسیه نے مجھے اور ڈاکٹر اسکاٹ اور مسٹر بوڈمر کو ایک مکان کي تحقیقات کیلیے بھیجا - اِس مکان کے متعلق مشہور تھا که اُس میں روحیں رهتي هیں اور شور و هنگامه برپا کیا کرتي هیں -

هم دو رات اِس مکان میں رهے - پہلي رات کوئي واقعه نہیں هوا - دوسري رات ڈاکٹر اسکاٹ مایوس هوکر چلے گئے - صرف میں اور مسٹر بوڈمر رہ گئے - هم نے هر طرح کے دھوکے سے بچنے کا پورا انتظام کرلیا تھا - زینه پر تار بچھا دیے تھے تاکه ادنی سي حرکت کا بھي همیں علم هو جائے -

ٹھیک آدھي رات کو هم نے اچانک سخت شور سنا - ایسا معلوم هوا ' گویا کوئي میز کو موٹي لاٹھي سے پیٹ رها هے - هم نے فوراً دروازہ کھولا اور باورچي خانه کے طرف دوڑ پڑے جہاں سے آواز آ رهي تھي - مگر همیں سخت حیرت هوئي - باورچي خانے کا دروازہ اور کھڑکیاں بالکل بند تھیں - زینه پر بچھے هوے تار بھي اپني جگھه سے نہیں هٹے تھے !

اِسکے بعد رات بھر هم نے کوئي آواز نہیں سني -

اِس واقعه کے چند سال بعد یه مکان جل گیا - اُسکا باغ کھودا گیا تو زمین سے دس برس کے ایک لڑکے کي هڈیاں نکلیں - یه رات کا شور در حقیقت اِسي لڑکے کي روح کا شور تھا - وہ اِسي گھر میں قتل هوا تھا اور اُسکي روح اس میں رهنے والوں کو پریشان کیا کرتي تھي -

اِس سلسله میں یه نظریه بہت سے لوگوں کے سامنے هے که اگر کسي جوان آدمي کي زندگي کسي غیر طبیعي اچانک حادثه سے تلف هو جائے ' تو اُسکي روح کي حیویت موت کے بعد بھي باقي رهتي هے اور عجیب عجیب صورتوں میں ظاهر هوتي هے "

کانن ڈائل نے آخر میں لکھا هے " اِس قسم کے بے شمار واقعات مشاهدہ کرنے کے بعد میں نے اِس علم کا وسیع مطالعه کیا - یہانتک که اب مجھے اِس پر پورا یقین هوگیا هے - میرا اعتقاد هے که روحوں سے گفتگو کي جاسکتي هے "

اس کے بعد کے مقالات میں وہ تجربے اور مشاهدے به تفصیل بیان کیے هیں جو سالها سال تک وہ " اپنے اذعان و تشفي کیلیے " جمع کرتا رها - پھر اُن اعتراضات اور شکوک کے جوابات دیے هیں جو اُن کے خیال میں منکرین مذهب استحضار کے " بنیادي " اعتراضات هیں -

آثار عتیقه

چهپائي اور سياهي وغيره مساله كا صرف لابدي طور پر كس ميں زياده هوتا هے ؟ ٹائپ ميں يا ليتهو ميں ؟ يه ياد رهے كه اگر ٹائپ ميں طباعت كا صرف ليتهو سے بهت زياده هوا تو كاتب جو ٹائپ كي وجه سے بيكار هوگئے هونگے ' كتابت كي اُجرت كا نرخ گهٹا دينگے ' اور اس طرح ٹائپ كي ترويج عام ميں مزاحم هونگے ' كيونكه سب كاتب تو كمپوزيٹر بن جانے سے رهے -

آخر ميں يه عرض كرنا هے كه ميں نهيں سمجها اعلان مذكور ميں آپ نے عربي كے ساتهه فارسي اور تركي زبانوں كو بهي " سامي " كيسے قرار ديا ؟ يه تو كوئي بات نهيں كه اگر ان دونوں زبانوں كا املا دهنے سے بائيں كو چلتا هے اور عربي كا بهي يهي حال هے جو حقيقت ميں سامي زبان هے ' تو يه دونوں زبانيں بهي سامي بتائي جائيں - غالباً آپ عجلت ميں فارسي اور تركي زبانوں كو سامي كهه گئے -

آپ كا مخلص

برج موهن دتا تريه - كيفي دهلوي

الهلال :

يه اور بعض ديگر مراسلات جو اس باب ميں آئي هيں ' شائع كردي جاتي هيں - جناب كيفي نے اس معامله ميں جو دلچسپي لي هے اور اپنے خيالات تفصيل سے ظاهر كيے هيں ' اسكے ليے هم اُن كے شكر گذار هيں - ليكن اس تحرير سے معلوم هوتا هے كه اردو ٹائپ كے اقسام ' اُس كي تاريخ ' اور اُس كي فني اور صناعي مشكلات اُن كے سامنے نهيں هيں - ضرورت هے كه ايك مرتبه به تفصيل يه امور واضح كرديے جائيں - هم اِن مراسلات كي اشاعت كے بعد اس موضوع پر به تفصيل اپنے خيالات ظاهر كرينگے -

البته دو باتيں ايسي هيں جنهيں اسي وقت واضح كردينا ضروري هے - صاحب مراسله لكهتے هيں " خود آپ نے اپني پسند اُس ٹائپ كي نسبت ظاهر كي هے جس ميں رساله كمپوز هوتا هے " حالانكه واقعه يه هے كه اُس ٹائپ كي نسبت ظاهر كي هے جس ميں پہلے صفحه كا اعلان كمپوز هوا هے -

فارسي اور تركي كے سامي نه هونے كي نسبت اِنهوں نے جو كچهه لكها هے صحيح هے ' اور اُن كے متنبه كرنے كے بعد عبارت پر نظر ڈالي گئي تو واقعي يه غلطي موجود هے - دراصل مقصود يه تها كه فارسي اور تركي بهي سامي رسم الخط ميں لكهي جاتي هيں - يه مطلب نه تها كه يه زبانيں بهي سامي هيں -

◆

سات عجائب عالم

جديد علم آثار و تنقيب كی روشني مين

ايك زمانے ميں دنيا كي سب سے زياده عجيب اور مشهور چيزيں سات " عجائب عالم " سمجهي جاتي تهيں - قديم دنيا كي كتب تواريخ ميں ' سياحت ناموں ميں ' نظر و فكر كے عام مباحث ميں ' بول چال كي ضرب المثلوں ميں ؛ هر جگه ان سات عجيب چيزوں كا ذكر برابر آتا هے :

(۱) اهرام مصر
(۲) بابل كے معلق باغ
(۳) اسكندريه كا ساحلي مناره
(۴) ڈائنا كا مندر
(۵) مسولوس كا مقبره
(۶) روڈس كا مجسمه
(۷) مشتري كا مجسمه

قديم يوناني اور عبراني مورخوں كي زباني ان عجائب كي تفصيل دنياے جديد كے تاريخي اوراق تك پهنچي هے - بعض قديم آثار كے كتبوں ميں بهي اِنكي طرف اشارات پائے گئے هيں - آخري عهد كے بعض حكماء يونان و اسكندريه نے مشتري كے مجسمه اور معبد كا ذكر ايسے موقعوں پر كيا هے ' جب اُنهيں عجائب و غرائب كيليے كسي قريبي اور معروف تمثيل كي ضرورت هوي هے - مثلاً ايك حكيم ' افلاطون كي تعريف كرتے هوئے لكهتا هے :

" وه انسان هونے پر بهي صرف ايك هي مرتبه پيدا هوسكا ' جس طرح مشتري كا مجسمه پتهر سے بنائے جانے پر بهي صرف ايك هي مرتبه بن سكا هے ! "

(عرب مورخين كي تصريحات)

عربي مورخين كے علم و نظر كي وسعت اُن كے پيش رووں كے اِس مشهور خيال سے بے خبر نهيں رهسكتي تهي - اُنهوں نے بهي " سات عجائب عالم " كا جابجا ذكر كيا هے ' اور يوناني علم ادب كي طرح عربي ادب و محاضرات كي بهي يه ايك ضرب المثل هوگئي هے - مشهور عرب جغرافيه نويس ابو عبد الله ادريسي منارۂ اسكندريه كا ذكر كرتے هوئے لكهتا هے " يه اُن سات عجيب عمارتوں ميں سے ايك تهي جن كي تمام دنيا ميں شهرت رهچكي هے "

عربي ادبيات ميں غالباً كسي ايك كتاب ميں اِن كے حالات نهيں لكهے گئے - ابن النديم كئي كتابوں كا ذكر كرتا هے جو " عجائب دنيا " پر لكهي گئي تهيں - ليكن نهيں كها جاسكتا اُن

لفظ کے شروع میں آئے تو شوشہ لابد ہے۔ درمیان اور آخر میں نہیں - معلوم یہ هوتا ہے کہ عربي کے املا میں چونکہ هائے هوز کا دوچشمي شکل میں استعمال بہت تھا بلکہ وہ همیشہ دوچشمي هي لکھي جاتي ہے جبکہ وہ آخر کلمہ نہو' اسي کا اتباع اردو ٹائپ میں کیا گیا۔ اردو کے مروجہ قاعدۂ املا کے مطابق تو آپ کے جریدہ کا نام هي غلط لکھا هوا ہے - لوح کو تو جانے دیجیے کیونکہ وهاں "الهلال" خط نسخ میں ہے اور اس لیے هائے دو چشمي ہے - لیکن هر صفحہ پر جو جریدہ کا نام درج ہے وہ تو نسخ نہیں بلکہ اردو خط میں ہے - مگر یہاں بھي هائے دوچشمي هي استعمال کي گئي ہے- یہ قاعدہ مذکور کے مطابق غلط ہے - آپ کے ٹائپ میں هائے هوز جہاں دو چشمي نہیں وهاں عجیب مروڑ والي شکل اختیار کرتي ہے- جیسے صفحہ ۳ کالم ۲ میں "چہرے" اور "نہیں" کا چہرہ بگاڑا گیا ہے - حالانکہ یہي هائے هوز اسي کالم میں مضمون "علم الاثار مصر" کي اول سطر میں "پہلے" کي شکل میں بہت خوب اور صحیح لکھي گئي ہے - متشابہ موقعوں پر هائے هوز کو اس "پہلے" کي شکل میں هي کیوں نہ لکھا جائے ؟

نون غنہ جب لفظ کے آخر میں آیا ہے اوس میں نقطہ نہیں دیا گیا - یہ بالکل درست ہے- لیکن یہي نون غنہ جب کلمہ کے بیچ میں واقع هو تو کسطرح لکھا جائیگا ؟ اس وقت کے املا میں اس پر الٹا جزم لگاتے هیں - مگر جزم آپ کے یہاں ہے هي نہیں -

میں نہیں کہہ سکتا۔ کہ کسرۂ اضافت کا وجود آپ کے ٹائپ میں ہے کہ نہیں -

کشش اکثر قاعدۂ نستعلیق قدیم و املاے جدید کے خلاف پائي جاتي ہے - جیسے مضمون مذکور کي چوتھي اور پانچویں سطروں میں "رکھتے" اور "کردیتے" میں "ی" سے پہلے واقع هوئي ہے -

املاے قدیم اور جدید دونوں کا مسلمہ اصول ہے کہ حروف کے امتزاج میں کوئي شوشہ فالتو نہیں هوتا - مثلاً "بنتا" میں تین شوشے یا دندانے هونگے - اگر آپ ایک اور دندانہ بڑھا دیں تو املا کي غلطي کے علاوہ قاري کو زحمت هوگي- اسي مضمون کي گیارھویں سطر میں "ایجاد" کا لفظ آیا ہے - اس میں "ی" اور جیم کے درمیان ایک دندانہ یا شوشہ ٹائپ میں پیدا کردیا ہے جو نہونا چاهیے - اگر یہ کمپوزیٹر کا تصرف نہیں تو اسکي اصلاح هوني چاهیے -

کوئي وجہ نہیں کہ هاے هوز آخر کلمہ ' نسخ میں لکھي جائے ' جیسي کہ "آثار عتیقہ" میں لکھي ہے- "نہ" کي شکل آپ کے ٹائپ میں "نہ" ہے جو نستعلیق نہیں - یہ کیوں ؟

"یا" آخر کلمہ کي تین صورتیں هوتي هیں : یاے معروف - یاے مجہول - یاے مفتوح - آپ کے ٹائپ میں صرف دو موجود هیں - یاے معروف گول لکھي گئي ہے - یہ ٹھیک - لیکن یاے مجہول و مفتوح دونوں لمبي هیں - یہ ٹھیک نہیں - جب یا کي ایک اور شکل همارے پاس موجود ہے - یعني نصف دایرہ یا کٹي هوئي تو کیوں نہ اُسے بھي استعمال کیا جائے' تا کہ یاے مفتوح و یاے مجہول باهم متمیز هو جائیں ؟

اردو ٹائپ چونکہ کہیں کہیں موجود ہے ' اس لیے همکو یہ موقع میسر ہے کہ اُس کي اصلاح و ترمیم کرکے اپنا ایک مکمل هندوستاني قومي ٹائپ بنائیں جو لیتھو کي جگہ لے - اور کیا پبلک اور کیا سر رشتۂ تعلیم' دونوں اُسے قبول کرلیں - آپ کے ٹائپ میں "یا" آخر کلمہ کے نیچے بھي دو نقطے دیے جاتے هیں - مگر آپ کے اخبار کے اسي نمبر کے اُس حصہ میں جو کاتب کا لکھا هوا ہے' ایسي "ی" کے نیچے نقطے نہیں دیے گئے - یہ دو عملي کیا معني ؟ ان دو نقطوں کي ضرورت کیا ہے ؟ کاتب کا وقت اور پریس کي سیاهي فضول کیوں خرچ هو؟ جرمني کا اردو ٹائپ بھي اسي اسراف کا مرتکب ہے - دیوان غالب جو وهاں سے ٹائپ میں چھپ کر آیا ہے' اوس میں چند ایسي بد عنوانیاں نظر آئیں جو شاید آپ کے ٹائپ میں نہیں هیں - اس کتاب کا صفحہ ۱۲۱ ملاحظہ فرمائیں - اِس کے آخر میں ایک نا مکمل غزل ہے :

رهیے اب ایسي جگہ چل کر جہاں کوئي نہو:
زباں کوئي نہو

"کوئي" کا لفظ چار جگہ تو ردیف کا جز بنکر آیا ہے اور دو جگہ مصرعوں کے متن میں - پانچ جگهہ تو اس حرف کي شکل اور شان یکساں ہے ' لیکن ایک جگہ اُن نے نرالي شان میں لکھا گیا ہے :

"پڑیئي" گر بیمار تو کوئي نہو بیمار دار

سمجھہ میں نہیں آتا کہ ایک هي لفظ اور ایک هي تحریر اور ایک هي معني میں دو شکلین کیونکر اختیار کر سکتا ہے ؟ یہ بد عنواني نہ هوني چاهیے - اسي غزل کے مطلع کے دوسرے مصرع میں "هم سخن" کا لفظ آیا ہے - لفظ "سخن" میں "س" اس انداز سے "خ" کے ساتھہ ملایا گیا ہے جس طرح حرف شناس بچے لکھا کرتے هیں - حروف کي ملاوٹ کا یہ طریق پسندیدہ نہیں -

اردو ٹائپ کي وکالت کرتے هوئے مطمح نظر صرف یہي نہ هونا چاهیے کہ ارباب صحافت کو کاتبوں کي ناز برداري سے نجات ملے' اور اخبار و جراید جلد اور ایک هي خط میں چھپ جائیں - بلکہ آپ کا فرض ہے کہ اسے ایک قسم کا قومي ادارہ تصور فرمائیں - اور آج کل کے مروجہ طرز املا پر کچھہ ترقي کریں - نہ یہ کہ اس کي ضروریات بھي پوري نہوں - مبتدیوں کے لیے اردو کا قاعدہ بھي چھپیگا اور علما کي تصانیف عالیہ بھي - اس لیے یہ ایسا هونا چاهیے کہ انشا کي تمام ضروریات اس سے پوري هو جائیں ' اور یہ فن املا کا کماحقہ نمایندہ بنکر کتابت کا نعم البدل ثابت هو -

اور مولانا ! اس کا بھي خیال رکھیے کہ آج کل انساني مصروفیت کے هر شق میں جمالیت کا بڑا زور اور رسوخ ہے - جو ٹائپ تجویز هو' وہ خط نستعلیق کے برابر تو دیدہ زیب هونا چاهیے - یہ کیا هوا کہ بچوں کے کٹکھنے یا کیڑے مکوڑے کاغذ پر چھاپ کر پیش کردیے - میں کوئي وجہ نہیں دیکھتا کہ ٹائپ وضع کرتے وقت خوبصورتي کا خون کیا جائے - کیا وجہ ہے کہ نستعلیق کي نقل نہ کي جائے ؟ کیوں اُسے اول جلول بنایا جائے ؟ آپ کے ٹائپ میں تمام دائرے بد نما اور چپٹے هیں - کیوں نہ گول هوں ؟ اخر اِس میں کون سي دقت حایل ہے ؟

میں دیکھتا هوں کہ آپکے ٹائپ میں بڑي سرخیاں نسخ میں هیں- یعني اردو ٹائپ کے ساتھہ ایک مطبع کو نسخ کا ٹائپ بھي رکھنا پڑیگا - یہ دو عملي بد عملي کا حکم رکھتي ہے- خفي و جلي کے کئي درجے قائم کرکے تمام و کمال ٹائپ نستعلیق میں هونا چاهیے -

میں پھر عرض کرونگا کہ سب سے پہلے آپ یہ کیجیے کہ ٹائپ رایٹر کے "کي بورڈ" کي طرح آپ کے ٹائپ میں جو جو چیزیں هیں' اُن سب کا نمونہ ایک صفحہ پر چھپوا کر شایع فرمائیے تاکہ پتہ چلے اس میں کیا کچھہ ہے اور کیا نہیں ہے -

ٹائپ سے متعلق ایک اقتصادي پہلو بھي ہے جسے نظر انداز نہیں کر سکتے - یعني یہ بھي دیکھنا ہے کہ کاغذ اور اس کے ساتھہ

كي تعمير كس زمانه ميں هوئي تهي ؟ چهٹي صدي قبل مسيح ميں يه مندر پهر گر پڑا اور يونانيوں نے عوام سے روپيه جمع كركے تيسري مرتبه تعمير كيا -

پانچويں صدي قبل مسيح ميں يوناني مورخ هيرودٹس نے يه عمارت ديكهي تهي - وه لكهتا هے :

” پورا مندر سنگ مرمر كا هے ‘ اور اُن قديم مندروں سے ‘ جن كي بنيادوں پر قائم هوا هے ‘ چارگنا زياده وسيع هے - چاروں طرف سنگ مرمر كے ستونوں كي قطاريں هيں ‘ اور هر زاويه ميں آٹهه آٹهه مزيد ستون هيں - هر ستون كي بيٹهك يوناني تصويروں سے آراسته كي گئي هے “

سنه ۳۵۶ ق م ميں مشهور ظالم بادشاه هيروسٹراٹس كو خيال هوا كه كوئي ايسا كام كر جائے جس سے اُس كا نام تاريخ ميں يادگار رهے- اُس نے اس مندر كي عمارت يك قلم برباد كردي - كيونكه دنيا كي اِتني عجيب اور قيمتي عمارت كا برباد كرنے والا يقيناً تاريخ كے حافظه ميں فراموش نهيں هوسكتا - اُسي وقت سے يوناني زبان ميں يه ضرب المثل مشهور هوگئي هے ” اگر شهرت كے ليے ڈائنا كا مندر بنا نهيں سكتے تو اسے برباد كرڈالو “

ليكن يونانيوں كو يه معبد اس درجه عزيز تها كه وه اس كي عدم موجودگي برداشت نهيں كرسكتے تهے - انهوں نے پهر از سر نو تعمير شروع كي اور قومي سرمايه سے مصارف كا انتظام كيا - بيان كيا گيا هے كه تمام ملك ميں اس كي تعمير كا جوش اس قدر پهيل گيا تها كه عورتوں نے اپنے زيور تك چندے ميں ديديے تهے - اُسي زمانه ميں سكندر اعظم كا اس شهر ميں گزر هوا - اُس نے خواهش كي كه اپنے جيب خاص سے پورا عبادت خانه بنوا كر ديوي كي نذر كردے - مگر شهر كے باشندوں نے يه ذلت گوارا نه كي ‘ اور سكندر كي ناراضي سے بچنے كے ليے يه حيله كرديا كه ” آپ خود بهي ديوتا هيں ‘ اور ايك ديوتا كے ليے دوسرے ديوتا كو نذر دينا جائز نهيں “

خيال كيا جاتا هے كه سنه ۳۲۳ ق م ميں يه عمارت مكمل هوگئي تهي- يه ۴۲۵ فٹ لمبي تهي- سنگ مرمر كے ۱۲۷ - كهمبے تهے - اور هر كهمبا ۶۰ فٹ بلند تها - پورا عبادت خانه بڑي سليقه مندي سے آراسته كيا گيا تها - بڑے بڑے مصوروں نے تصويريں بنائي تهيں اور اس كے در و ديوار كي آرايش كے ليے بطور چڑهاوے كے پيش كي تهيں- ايك تصوير سكندر اعظم كي بهي تهي - وه اپنے گهوڑے پر سوار دكهايا گيا تها - كها جاتا هے كه سكندر نے جب يه تصوير ديكهي تو ناپسند كي- ليكن جب قريب پهنچا تو اُس كا گهوڑا هنهنا اُٹها - اِس پر مصور نے طعنه زني كي راه سے كها : ” حضور كا گهوڑا اپنے سوار سے كهيں بهتر فن كي شناخت ركهتا هے “ يه قول يوناني زبان ميں ضرب المثل هوگيا تها - يوناني سے يورپ كي زبانوں ميں منتقل هوگيا -

اِسكے بعد سنه ۲۶۰ ع ميں يه مندر پهر برباد هوگيا - اس مرتبه اِسے عيسائيوں نے ڈهايا تها اور اُس پر گرجا بنا ديا تها - مگر يه گرجا بهي زياده عرصه تك قائم نه ره سكا - تهوڑے هي عرصه كے بعد بے نام و نشان هوگيا -

ڈائنا ‘ ايشيائي ديوي ارٹميس كي مورت هے - اشوريوں نے اسے امومة يعني مامتا كے جذبات كا مظهر قرار ديا تها - يهي وجه هے كه اسكے سينه پر بهت سے پستان دكهائے گئے تهے ‘ ليكن جب يونانيوں نے اسكي عبادت شروع كي تو اُسكي شكل بدل دي- اُنهوں نے اِسے ايك ذهين ‘ قوي ‘ اور جوان عورت كي صورت ميں طيار كيا تها -

(۲)

مقبرۂ موسولس

(The Tomb of Mausolus)

ايشيائے كوچك ميں بدرم نام ايك ساحلي شهر هے - يه عهد مسيحي سے پهلے ايران كے ماتحت تها - سمندر اور پهاڑ كے درميان واقع هونے كي وجه سے اُسكا جغرافيائي موقعه اِس قدر محكم هے كه باوجود ماتحت هونے كے بهي وه عرصه تك اپني اندروني خود مختاري برقرار ركهه سكا - چوتهي صدي قبل مسيح ميں يهاں ايك بادشاه حكمراں تها - اُسكا نام ” موسولوس “ تها - اُسنے اپنا پايۂ تخت يهي شهر بدرم قرار ديا تها - اِس شهر كا نام اُس وقت هيلي كارنيسس (Halicarnasous) تها -

سنه ۳۵۳ ق - م - ميں اِسنے وفات پائي - اسكي ملكه ارٹميزيا (Artemisia) بهت غمگين هوئي اور كسي طرح بهي تسلي حاصل نه كرسكي- آخر اُس نے اِس طرح اپنا دل بهلانا چاها كه اپنے شوهر (بادشاه) كي قبر پر ايك ايسا مقبره طيار كرے جيسا دنيا ميں كهيں موجود نه هو- يه ايك بيوي كے طرف سے اپنے شوهر كيليے وه يادگار محبت تهي‘ جو آگے چل كر ايك شوهر (شاهجهان اعظم) كے طرف سے اپني بيوي (تاج محل) كيليے قائم هونے والي تهي - دراصل يه مقبره ” بيوي “ كا ” شوهر “ پر ايك قرض محبت تها ‘ جسے سر زمين هند كے ايك وفا پرست ” شوهر “ شاهجهاں نے ادا كرديا !

چنانچه اُسنے ماهر يوناني معمار جمع كيے - اُنهيں بهت كچهه انعام و اكرام ديا ‘ اور مقبره بنوانا شروع كيا - ليكن ابهي دو برس بهي پورے نهيں گزرے تهے كه فرط غم سے ملكه كا بهي انتقال هو گيا -

مقبره ابهي طيار نهيں هوا تها - معماروں نے باهم مشوره كيا كه اب همين كيا كرنا چاهيے ؟ بالاخر سب كي راے يهي قرار پائي كه اس ملكه نے هم پر بڑے بڑے احسان كيے هيں - هميں چاهيے اُن كے شكريه ميں اُس كا نا تمام كام پورا كرديں - چنانچه اُنهوں نے كام جاري ركها ‘ يهانتك كه تعمير ختم هوگئي ‘ اور ايك ايسا مقبره طيار هوگيا جيسا چشم فلك نے پهلے كبهي نهيں ديكها تها -

اب ” موسولوس “ يورپ كي تمام زبانوں ميں مقبره كيليے بولا جاتا هے- انگريزي لفظ ” Mausoleum “ اِسي ” موسولوس “ سے بنا هے-

مقبره ايك منزل كا تها - اِسي منزل ميں بادشاه كي قبر تهي - چهت پر سفيد سنگ مرمر كے ۳۶ سڈول ستون نصب كيے گئے تهے - اِن ستونوں پر مخروطي شكل كا باره منزلوں كا مناره تها - اِس پر بادشاه كي رتهه بنائي گئي تهي جسے چار اصيل گهوڑے كهينچ رهے تهے - عمارت كي پوري بلندي ۱۴۰ - فٹ تهي -

خود عمارت زياده بلند اور شاندار نه تهي - ليكن سبك اور نازك اِس قدر تهي كه حيرت هوتي تهي - مخروطي مناره كي بنياديں جن ستونوں پر قائم تهيں ‘ وه اِس قدر پتلے تهے كه دور سے بالكل نظر نهيں آتے تهے - شبه هوتا تها كه عمارت هوا ميں معلق كهڑي هے !

مورخين كا خيال هے كه يه مقبره بارهويں صدي عيسوي تك صحيح و سالم موجود تها - اِسي زمانے ميں صليبي فوجوں نے شهر بدرم پر قبضه كيا اور مقبره كے پتهر اكهاڑ كر اپنا قلعه بنانے لگے - پهر سنه ۱۵۲۲ ع ميں جب سلطان سليم نے اِس شهر پر حمله كيا ‘ تو صليبيوں نے مقبره كے باقي مانده ستون بهي اكهاڑ ليے -

ميں اِن عجائب کا بھي ذکر تھا يا نہيں ؟ البتہ تاريخوں ' سفر ناموں' اور تقويم بلدان کي کتابوں ميں فرداً فرداً اِن کا ذکر موجود ھے - خصوصاً بابل کے معلق باغوں ' اسکندريہ کے منارہ ' اور مصر کے اھرام (مخروطي مناروں) کا تو نہايت مفصل تذکرہ موجود ھے - ابن جرير طبري ' ابن حوقل' ادريسي ' مسعودي ' ابوعبد للہ البکري (صاحب المسالک و الممالک) ابوعبداللہ غرناطي (صاحب نخبۃ الاعجاب) ابن جبير' ابوالفداء ' ابن اثير ' بيروني ' عبداللطيف بغدادي ' ياقوت حموي ' قزويني ' مقريزي ؛ سب نے اِن کا ذکر کيا ھے - حموي ' بغدادي ' اور مقريزي کے مباحث اھرام مصر اور منارۂ اسکندريہ کے متعلق اس درجہ محققانہ ھيں' کہ جن جن پہلوؤں پر انہوں نے روشني ڈال دي ھے ' اُن پر موجودہ زمانے کي اثري تحقيقات بھي کوئي اضافہ نہيں کرسکتي - حالانکہ مصري آثار کي جديد تحقيقات نے نئے نئے انکشافات کے انبار لگا دیے ھيں -

دنيا کي تمام عجيب اور مشہور چيزوں کي طرح ان عمارتوں کي نسبت بھي عوام ميں طرح طرح کے دور از عقل خرافات مشہور ھوگئے تھے ' اور عہد قبل از اسلام کے بعض مورخوں اور سياحوں نے بھي انہيں قبول کر ليا تھا - ليکن محققين عرب نے پوري دقت نظر کے ساتھہ اُن روايات پر نظر ڈالي ' اور بعض کي مشاھدات کي بنا پر اور بعض کي علمي قواعد کي بنا پر تغليط کي - ياقوت حموي ' بيروني' عبد اللطيف بغدادي ' اور مقريزي ؛ اگرچہ تمام روايات نقل کرديتے ھيں ' ليکن جابجا اُن کي تغليظ بھي کرتے جاتے ھيں - حموي اور بغدادي نے منارۂ اسکندريہ کا مشاھدہ اور تخطيط کرکے جو کچھہ لکھا ھے ' اور جس طرح بے اصل روايتوں کي تکذيب کي ھے ' اس سے زيادہ تحقيق آج تک نہيں کي جا سکي -

ياقوت حموی اسکندريہ کے منارہ اور مصر کے عجائب کا ذکر کرتے ھوئے لکھتا ھے " وھذہ أخبار نقلنا ھا کما وجدنا ھا في کتب العلماء وھي بعيدۃ المسافۃ من العقل' لايؤ من بھا إلا من غلب عليہ الجھل" يعني يہ تمام روايتيں ھم نے جس طرح علماء کي کتابوں ميں پائيں' بجنسہ نقل کرديں' ليکن يہ عقل سے نہايت ھي بعيد ھيں' اور انہيں کوئي نہيں مان سکتا' الا وہ شخص کہ اُس کي عقل پر جہل غالب آگيا ھو" آگے چل کر ايک دوسرے موقعہ پر لکھتا ھے " اما خبرالمنارۃ فقد رووا لھا اخباراً ھائلۃ و ادعوا لھا دعاوي عن الصدق عادلۃ " يعني منارہ کے متعلق عجيب عجيب باتيں روايت کي گئي ھيں اور طرح طرح کے دعوے کيے گئے ھيں جو سچائي سے ھٹے ھوئے ھيں - پھر جہاں اپنے معائنہ کا ذکر کيا ھے ' وھاں لکھتا ھے " شاھدتہ في جماعۃ من العلماء وکل عاد منا متعجباً من تخرص الرواۃ" يعني ميں نے علماء کي ايک جماعت کے ساتھہ منارہ کي سير کي ' اور ھم ميں سے ھر شخص جب مشاھدہ کے بعد لوٹا' تو وہ راويوں کے اوھام و ظنوں پر متعجب تھا (معجم البلدان - ۱ : ۲۴۲) عبد اللطيف بغدادي اور مقريزي کي تصريحات بھي ايسي ھي ھيں - حموي نے منارہ کي تعميري حالت ديکھکر جو اُس کے عہد تک باقي تھي ' اُس کي شکل و مساحت پر بھي غور کيا تھا اور اس کا نقشہ بنايا تھا - حموي کے بعد کے مصنفين مثلاً قزويني وغيرہ نے اُسي سے منارہ کا نقشہ نقل کيا ھے -

(جديد علم الاثار کي تحقيقات)

اب سے تقريباً ڈيڑھہ سو برس پہلے قديم آثار کي تحقيقات و تنقيب کا نيا دور شروع ھوا ' اور اس سلسلہ ميں ان سات عجائب عالم کي تحقيقات پر بھي انفرادي اور جمعيتي کوششيں مبذول ھوئيں - روڈس ' اسکندريہ ' اور اھرام کي تحقيقات اسقدر دشوار نہ تھي - کيونکہ مقامات معلوم تھے اور محل معين ؛ ليکن بقيہ عمارتوں کي تحقيقات کا کام بہت دشوار تھا - تاھم جستجو جاري رھي ' اور بالاخر تمام ضروري معلومات روشني ميں آگئيں -

جہانتک ھميں معلوم ھے ' اُردو ميں ان قديم عجائب کي جديد اثري تحقيقات پر اِس وقت تک کچھہ نہيں لکھا گيا ھے - ھم چاھتے ھيں ' مختصراً انکي تاريخ اور موجودہ اثري تحقيقات ايک دو مقالوں ميں بيان کر ديں - يورپ کے اھل قلم ان عجائب کي تاريخ لکھتے وقت عموماً عربي عہد کي تاريخي و علمي تحقيقات نظر انداز کر جاتے ھيں - يا معلوم کرتے ھيں تو اکثر حالتوں ميں ناقص اور غير محققانہ ھوتي ھيں - اس سلسلۂ مقالات سے ايک مقصود يہ بھي ھے کہ جن جن عمارتوں کے متعلق عربي مورخين کي تصريحات موجود ھيں ' وہ اپنے اپنے موقعوں پر نماياں ھو جائيں -

(۱)

ڈائنا کا مندر

The Temple of Diana

ايک قديم مورخ کا قول ھے :

" ميں نے بابل کے معلق باغ ديکھے - مشتري اور روڈس کے مجسمے ديکھے ' اھرام مصر اور موسولس کا عاليشان مقبرہ ديکھا ' ليکن جب ميں نے ڈائنا کا سر بفلک مندر ديکھا تو تمام عجائب عالم ميري نظر سے گر گئے "

قديم مورخوں نے دنيا کي سات عجيب چيزوں ميں سے کسي کے متعلق بھي اس قدر نہيں لکھا ھے ' جس قدر اِس مندر کے متعلق لکھا ھے - ليکن بارجود اِس کے يہ کيسي عجيب بات ھے کہ دنيا نے سب سے زيادہ يہي چيز فراموش کردي ؟ حتیٰ کہ يہ بھي کسي کو ياد نہ رھا کہ يہ عمارت واقع کس جگہ تھي ؟

سب سے پہلے سنہ ۱۸۶۵ع ميں ايک انگريز ڈاکٹر وڈ نامي نے شہر افسس ميں اس کا پتہ لگايا - اِس کے بعد سنہ ۱۹۰۴ع ميں برٹش ميوزيم نے ايک اور شخص مسٹر ھوگارٹ کو مزيد تحقيقات کے ليے بھيجا - اس شخص نے عرصہ تک تحقيقات جاري رکھي' اور اس کے بعد اپني تحقيقات کے نتائج شايع کيے - اس کا بيان ھے کہ يہ مندر تين پرانے مندروں کے کھنڈروں پر تعمير ھوا تھا - مندر کي ديواروں کے نيچے تقريباً تين ھزار آثار پائے گئے - يہ مشرقي طرز کے ھيں ' اور اِس بات کي زندہ شہادت ھيں کہ يونان کي صنعتي ترقي دراصل مشرق ھي کي تقليد سے شروع ھوئي تھي -

قديم يوناني شہر افسس جہاں يہ مندر واقع تھا ' اب بالکل برباد ھوگيا ھے - اُس کي جگہ اِس وقت ايک ترکي شہر اياسو لوگ نامي آباد ھے اور ايشيائے کوچک ميں واقع ھے -

مندر کي تاريخ سنہ ۷۰۰ قبل مسيح سے شروع ھوتي ھے - کيوں کہ اُس کي ديواروں ميں بعض ايسي علامتيں موجود ھيں کہ خيال کيا جاتا ھے ' اُن کا تعلق اُسي زمانہ سے ھے -

سنہ ۶۶۰ ق م ميں يورپ کي ايک وحشي قوم نے اِس علاقہ پر حملہ کيا اور يہ عمارت برباد کر ڈالي - اِس کے بعد پھر از سر نو تعمير کيا گيا - مگر زيادہ مدت تک قائم نہ رہ سکا - کيونکہ مسالہ خراب لگايا گيا تھا - يہ اب تک تحقيق نہيں ھوسکا کہ دوسري مرتبہ

عالم شرق و اسلام

شامی جهاد وطنی کا التوا

◆

موجوده عهد کي ایک قومي جد و جهد پر نظر تردیع !

شهر دمشق کا ایک عمومي منظر

جس کي دو تهائي تاریخي رونق و عظمت فرانسیسي توپوں کي گوله باري اور فوجي حکام کے قتل و غارت گري سے همیشه کیلیے برباد هوگئي !

سلطان پاشا اطرش اور دروزي مجاهدین کا معسکر سویداء میں

فرانس اعلان کرتا هے که " اب ملک میں امن قائم هوگیا هے " مگر یه " امن " کیونکر قائم هوا ؟ اس طرح قائم هوا که دمشق کے چاروں طرف اور خود شهر کے اندر ، بري تباه کن مراکب کي صفوں سے ناکه بندیاں کي گئیں ، اور اس طرح " امن " کے لیے قتل عام کا اعلان کیا گیا !

ان تمام اصحاب کیلیي

جو

قدیم تمدن و صنعت کی قیمتی اشیا کا شوق رکھتی هین

دنیا مین عظیم الشان مقام

I. SHENKER,

118, BROMPTON ROAD, KENSINGTON, LONDON, S. W. 3.

هے

مغرب و مشرق کے قدیم آثار، پراني قلمي اور مطبوعه کتابیں، پراني تصویریں، پرانے سکے اور نقوش، پرانے زیور، آرائش و تزئین کا هر قسم کا سامان، اور هر طرح کے پرانے صنعتي عجائب و نوادر، اگر آپ کو مطلوب هیں، تو هم سے خط و کتابت کیجیے - کم از کم همارے نمایش گاهوں اور ذخائر کي فهرستیں هي منگوا لیجیے - اهل علم اور اهل دولت، دونوں کیلیے همارا ذخیره قیمتي هے -

نوادر عالم کا یه ذخیره

دنیا کے تمام حصوں سے غیر معمولي مصارف و مساعي کے بعد حاصل کیا گیا هے -

دنیا کے تمام قدیم تمدني مرکزوں مثلاً مصر، شام، فلسطین، هندوستان، ایران، ترکستان، چین، وغیره ممالک میں همارے ایجنت همیشه گردش کرتے رهتے هیں -

با این همه

قیمتیں تعجب انگیز عهد تک ارزاں هیں !

براعظم یورپ ، امریکه ، اور مشرق

کے تمام بڑے بڑے محل، کتب خانے، اور عجائب خانے، هم سے نوادر حاصل کرتے رهتے هیں - قاهره کے نئے ایوان شاهي کے نوادر ابهي حال میں هم هي نے فراهم کیے هیں -

اگر آپکے پاس نوادر موجود هوں

تو آپ فروخت کرنے کیلیے بهي پہلے هم هي سے خط و کتابت کیجیے - بهت ممکن هے که همارا سفري یا مقامي ایجنت آپسے مل سکے -

مقالات

ادب عربی اور جدید مصری مباحث

لیلی مجنون

ایك مصری اهل قلم کي نظری تحقیقات

بلاد اسلامیه کے ادبي و علمي مباحث و افکار کي صدائیں بهت کم هندوستان تک پهنچتي هیں - اول تو یهاں ایسے علمي مجامع کا وجود هي نهیں جو مشرقي و اسلامي ممالک کے علمي مجامع و محافل سے تعارف رکھتے هوں - ثانیاً ' عربي کے ادبي و علمي مباحث کے ذوق سے نه صرف نئي تعلیم یافته جماعتیں بلکه قدیم جماعتیں بهي تقریباً محروم هیں - اس لیے نه تو اِن وادیوں کي اُنهیں خبر هے - نه وهاں کي صداؤں کیلیے کوئي ذوق اور دلچسپي رکھتي هیں -

هم چاهتے' هیں گاه گاه الهلال کے صفحات پر وهاں کے بعض اهم عصري مباحث کے نمونے شایع کرتے رهیں -

کچهه عرصه سے مصر میں ادب و شعر عربي کي دو متقابل جماعتیں پیدا هوگئي هیں ' اور اُن میں بحث و مناظره کا معرکه گرم هے - ایک جماعت متجددین مفرطین کي هے جنهیں اردو اخبارات کي اصطلاح میں ادبي " انتها پسند " (اکسٹریمسٹ یا ریڈیکل) کهنا چاهیے - دوسري جماعت ادبي محافظین کي هے ' جنهیں سیاسي جماعتوں کي تقسیم میں قدامت پسند (کنسرویٹو) وغیره الفاظ سے یاد کیا جاتا هے - ادب و شعر کي اِن دو اِنتهائي جانبوں نے افراط و تفریط کے عجیب عجیب زاویے پیدا کردیے هیں - ان دونوں انتهائي جماعتوں کے درمیان بعض اصحاب اقتصاد و اعتدال بهي هیں ' لیکن بهت کم - کیونکه جماعت کا ذهني مزاج فکر و عمل کے هر گوشے میں ' اعتدال سے مالوف نهیں هوتا - افراط و تفریط هي کي طرف مائل رهتا هے -

سیاست کي طرح ادب و شعر میں بهي اِن دو مذهبوں کا ظهور ' هر ملک کے علمي اور فکري عهد کے ذهني خواص میں سے هے - انیسویں صدي کے اوائل میں جب یورپ کي ادبیات کا آخري انقلاب ظهور میں آیا ' تو اُس وقت بهي طریق مدرسیه (Classic) اور طریق رومانیه (Romantic) کے متبعین میں کشمکش پیدا هوئي اور انتهائي اطراف نمایاں هوگئے - البته یورپ کي زبانوں اور عربي زبان کي نوعیت میں یه اصولي فرق هے که اٹهارویں صدي میں جب رومانیه طریقه کے متجددین پیدا هوئے تهے ' تو اُس وقت یورپ کا مدرسي علم ادب کوئي ایسي ترقي یافته حالت نهیں رکھتا تها که هر گوشه میں ترقي و توسع کا محتاج نهو - وه زیاده سے زیاده دو صدیوں کي ابتدائي ادبي ترقي کا نتیجه تها جو حروب صلیبیه کے بعد سے یورپ میں شروع هوئي تهي - اور پهر جو کچهه بهي تها ' صرف ادب کي ایک خاص شاخ میں محدود تها - یعني شعر قصصي اور قصص تمثیلیه میں - لیکن عربي علم ادب کي حالت اس سے بالکل مختلف هے - اُس پر نشو و ترقي کي تیره صدیاں گزر چکي هیں - وه تمدن و علوم کي تمام حالتیں ' اور اسالیب بیان و تعبیر افکار کے تمام دور طے کر چکي هے - اس لیے اُسکي عصري احتیاج بهت حد تک محدود هے ' اور نئے نئے اسالیب و مذاهب کے اخذ و اختیار میں بهت زیاده احتیاط و توسط کي ضرورت هے - مغربي اسالیب بیان کي کورانه تقلید اور ابداع و تجدد کے افراط و غلو کي جگه چاهیے که مجتهدانه نظر و اعتبار سے کام لیا جاے ' اور عربي ادب و شعر کي خصوصیات کمال و جمال کے تحفظ کے ساتهه قدیم راهوں میں نئي نئي راهوں کي داغ بیل ڈالي جاے -

بهر حال سیاست و معاشرت کي طرح ادب و شعر میں بهي دو متقابل جماعتیں پیدا هوگئي هیں - ادبي تجدد و انقلاب کي اِس حرکت کا سب سے بڑا قائد ڈاکٹر طه حسین استاذ جامعهٔ مصریه هے - ڈاکٹر موصوف کي شخصیت میں مصر کے موجوده عهد کي ایک غیر معمولي ذهانت نمایاں هوئي هے - وه پیدایشي نابینا هے - اُس کا دماغ حواس خمسه میں سے ایک سب سے بڑے حاسهٔ علم سے محروم تها - لیکن باوجود اسکے اُس نے جامع ازهر میں علوم عربیه کي تحصیل کي اور یورپ کي متعدد زبانوں میں بهي درجهٔ رسوخ و نظر حاصل کرلیا - وه ابهي جامع ازهر میں مشغول تعلیم تها که جامعهٔ مصریه اُسکي حیرت انگیز ابوالعلائي ذهانت کي شهرت سے متاثر هوئي اور اپنے صرف سے پیرس اور روم بهجوادیا تاکه مغربي لغات و علوم کي تحصیل سے بهي فارغ هوجاے - کئي سال وهاں بسر کرنے کے بعد جب قاهره واپس آیا تو اِسي جامعه میں استاذ (پروفیسر) مقرر هوگیا -

پچهلے دنوں ڈاکٹر موصوف نے عهد مولدین کے شعراء پر ایک سلسلهٔ مقالات شروع کیا تها ' جس نے مصر کے ادبي حلقوں میں موافق و مخالف آراء کے پرجوش مباحثے پیدا کردیے - ان مقالات میں وه اوائل عهد بنو امیه کے بعض شعراء غزلیئین کے وجود سے انکار کرتا هے ' اور اُنکے وجود کو محض قصصي اور شعري وجود قرار دیتا هے جیسا که بعض مستشرقین یورپ کا بهي خیال هے - هم آج اُن مقالات کا ایک حصه ' حذف و اختصار کے بعد شائع کرتے هیں - اِس کا تعلق " لیلی مجنوں " کے مشهور قصه سے هے - یه سوال که کیا في الحقیقت قیس عامري اور لیلی کے معاشقه کا قصه حقیقي هے ؟ پہلے بهي اُٹهه چکا هے - چنانچه ابوالفرج اصفهاني نے کتاب الاغاني میں اُن لوگوں کي رائیں نقل کي هیں جنهیں ان شخصیتوں کي حقیقت میں شبه تها ' لیکن هم خیال کرتے هیں اس ادعا اور وثوق کے ساتهه غالباً کبهي انکار نهیں کیا گیا جیسا انکار ڈاکٹر موصوف کو هے -

هم بالفعل اس باب میں اپني راے ظاهر نهیں کرینگے کیونکه اسکے لیے شرح و تفصیل کي ضرورت هے - صرف ڈاکٹر موصوف اور اُن کے ناقدین کے مباحث کا خلاصه هدیهٔ قارئین کر دینگے - ڈاکٹر موصوف کي تحریر کا ترجمه حسب ذیل هے :

اطراف دمشق کا ایک تاریخي قصبه جو گوله باري سے بالکل تباه کردیا گیا - تباهي کے بعد فرانسیسي پہنچے هیں اور دیکهه رهے هیں که مکانوں کے کهنڈروں اور مقتول لاشوں کے سوا کوي زنده چیز باقي نهیں هے !

* * *

حتی المحاریب تبکی وهی جامدة
حتی المنابر ترثی وهی عیدان !

دمشق کي ایک قدیم مسجد جسے فرانسیسي حکام نے منهدم کردیا اور انهدام کے بعد اب اس سے کمین گاه کا کام لے رهے هیں !

دمشق کي مشهور اور تاریخي مسجد " جامع التکیه " کا داخلي منظر - جسے سلطان سلیم خاں نے تعمیر کیا تها - فرانسیسیوں نے اس پر قبضه کرکے اُسے فوجي اصطبل بنا دیا - عین محراب و ممبر کے پاس گهوڑے باندهے گئے !

ليلى مجنون

از ڈاکٹر طه حسين

اب سے پہلے میں بہت سے ادیبوں کو ناراض کرچکا ہوں - بشاربن برد ~~مبرد~~ پر اُنکي خلاف توقع میں نے نکته چیني کي تھی - افسوس ' آج پھر میں اُنھیں ناخوش کرنے پر مجبور ہوں میں سچ کہتا ہوں ' مجھے اُنکي ناخوشي میں کوئي لطف حاصل نہیں ہوتا - لیکن کیا کروں - بحث ونقد کي دیانت مجھے اِس پر مجبور کرتي ہے - جب سے میں نے عربي شاعري پر بحث شروع کی ہے ' اهل ادب کي ملامت کا نشانه بن گیا ہوں وہ ناخوش ہیں - کیونکه میں نے ابونواس اور حسین بن الضحاک کو بشار بن مبرد پر ترجیح دي تھي - آج اُنکي ناراضی اور زیادہ ہوجائیگي ' کیونکه میں متعدد شعراء کے وجود سے انکار کرونگا ' یا اُنکي شخصیت کي اهمیت گھٹاؤنگا - میں آج کہونگا که یه شاعر یا توسرے سے موجود هي نه تھے - یا تھے ' مگر اپنے زمانه میں کوئي نمایاں شخصیت نہیں رکھتے تھے - بعد میں لوگوں نے اُنھیں بڑھا دیا - اُنکي طرف بہت سے ایسے اشعار منسوب کردیے جو اُنھوں نے کبھی نہیں کہے تھے -

میں جانتا ہوں ' بہت سے اهل ادب میرا طریق بحث پسند نہیں کرتے - وہ صرف اثبات اور ایجاب هي کا ذوق رکھتے ہیں ' اور هر وہ طریق بحث ناپسند کرتے ہیں جو انکار یا شک پر ختم ہو - اُنکے خیال میں وہ شخص محقق نہیں ہے جو "مجنوں" کے وجود سے انکار کرے ' یا اسمیں شک وشبہه کا اظہار کرے - جو کوئي ایسي جرأت کرے ' وہ اُنکے نزدیک مجرم ہے - کیونکه اُنکے خیال مین وہ عربي علم ادب کي عظمت گھٹانے والا ہے - اُنکے نزدیک بڑا محقق وہ ہے جو ادبي قصص ومحاضرات کے هر وجود پر علمي ایمان رکھتا ہو ' اور هر افسانۂ شعري ' حقیقت کے لباس میں دیکھتا ہو - کیونکه اُنکے خیال میں ایسا کرنے سے عربي عظمت بڑھتي اور عربي ادب کي خدمت ہوتي ہے ' اور اسلیے ایسا کرنے میں حقیقت کي پروا کرنا ضروري نہیں - آنکھیں بند کر لیني چاهئیں ' اور جہل و اعتراف کي وادیون میں بڑھے چلنا چاهیے !

وہ علم وادب میں بھي وهي راہ اختیار کرني چاهتے ہیں جو سیاست میں اختیار کي جاتي ہے - صرف جذبات برانگیخته کرو اور مرحبا کے نعرے سنو ! بلا شبہه اِس طرح تم اِن لوگوں کو خوش کردے سکتے ہو - لیکن افسوس ہے که اس طریقه میں اُن لوگوں کیلیے کوئي دعوت نہیں ہوسکتي جو قوم ' ملک ' اور جماعت کي رضامندي دیکھنے سے پہلے علم ' حقیقت ' اور دیانت کے چشم و ابرو پر نظر رکھتے ہیں !

(شعراء غزلیئین)

بد قسمتي یا خوش قسمتي سے میں نے علم اور ضمیر کي رضا مندي کو لوگوں کي تعریف وتحسین پر ترجیح دے رکھي ہے - یہي سبب ہے که آج میں بغیر کسي احتیاط اور پیش بندي کے اعلان کرتا ہوں که شعراء کي وہ جماعت ' جسے میں " اهل غزل " کے نام سے پکارتا ہوں ' عربي ادب کي تاریخ میں وہ درجه نہیں رکھتي تھي جو آج لوگوں نے اُسے دے رکھا ہے -

یه شعراء در اصل دو نمایاں قسموں میں بٹے ہوئے ہیں - دونوں کے متعلق میرے خاص خیالات ہیں - ایک قسم " خیالي شعراء " (" شعري سیرتوں ") کي ہے - اسمیں مجنوں ' قیس بن ذریح ' عروہ بن حزام ' جمیل بن معمر ' وغیرہ داخل ہیں - دوسري قسم " حقیقي شعراء " کي ہے - یه وہ لوگ ہیں جو نه تو خیالي محبت کے قائل تھے - نه فکري مراتب عفت وتقوی کے دلدادہ تھے - وہ هر ارضي انسان کي طرح زندگي اور اُسکي آلودگیوں سے آلودہ ہوئے اور اپنے اشعار میں اُنکے راگ گاتے رہے - اِس جماعت کا سرگروہ " عمرو بن ابي ربیعه " ہے -

هاں ' مجھے عمرو بن ابي ربیعه کے تاریخي وجود سے انکار نہیں - میں یه بھي تسلیم کرتا ہوں که جتنے اشعار اُسکي طرف منسوب ہیں ' اکثر اُسي کے ہیں ' اور یه که اُسکي شخصیت اُس زمانه میں بھي تقریباً ویسي هي تھي ' جیسي اس زمانه میں هم تصور کرتے ہیں - یہي حال کثیر اور عبیداله بن قیس الرقیات کا ہے -

(قیس مجنوں)

لیکن مجھے قیس بن ملوح (مجنوں) کے بارے میں پورا شک ہے - میں اُسے تاریخي شخص یقین نہیں کرتا - میں تسلیم نہیں کرتا که اس نام کا کوئي شاعر موجود تھا اور لوگ اُسے جانتے اور اُسکے منہه سے اشعار سنتے تھے - مجھے یه بھي یقین نہیں که جو اشعار اُسکي طرف منسوب ہیں ' اُسي کے ہیں - میں خیال کرتا ہوں که قیس بن ملوح (مجنوں) من جمله اُن خیالي آدمیوں کے تھا جنھیں جماعتیں اپنا کوئي خاص تخیل یا زندگي کا کوئي خاص اسلوب ظاهر کرنے کے لیے فرض کر لیا کرتي ہیں (یعني افسانۂ و شعر کي ایک خیالي سیرۃ) میرے خیال میں قیس بن ملوح ایک خیالي شخص ہے - شعر کے راویوں اور داستاں سراؤں نے اُسے شعري و عشقي ضرورتوں سے ایجاد کیا تھا - تا که مجالس و محافل کي دلچسپیوں کا سامان کریں - یا وقت کي ایک ادبي و شعري ضرورت پوري کردیں -

یہاں پر میں اُن اصحاب کو مخاطب کیے بغیر نہیں رہ سکتا جنھوں نے مجنوں کے سچے عشق اور رقیق جذبات کي ثنا خواني میں بے فائدہ کوشش کي ہے - اگر وہ اس کي جگه یه بات دکھاتے که مجنون ' عہد اموي کے بعض خیالات وجذبات اور شعر و نثر کے خاص خاص اُسلوبوں کا رمز و مظهر ہے ' تو اُنکي کوشش زیادہ مفید ہوتي ' اور اُموي دور کي ایک ایسي خصوصیت ظاهر ہو جاتي جسے عہد عباسي نے شروع ہوکر اپنے لہو و لعب اور جسماني عیش وعشرت کے سیلاب میں همیشه کے لیے غرق کردیا -

مجنوں پر ایمان رکھنے والوں کو سمجھه لینا چاهیے که یه قصه محض افسانه ہے - صحیح تنقید هرگز اِس کا وجود تسلیم نہیں کر سکتي - اُس شخص کے بارے میں تم کیا فیصله کروگے - جسکے نام نسب ' قبیله ' اور واقعات میں اتفاق کي جگه سخت اختلاف ہو ؟ اِس سے بھي بڑھه کر یه که راوي خود اُس کے وجود پر متفق نه ہوں اور اُسکے حالات سخت مشتبه لہجه میں روایت کرتے ہوں ؟

ایسے شخص کے بارے میں تمھاري رائے کیا ہو سکتي ہے جس کے واقعات ابو الفرج اصفہاني صرف اس وجه سے روایت کرنا چاهتا ہے که اس کا موضوع اُسے مجبور کرتا ہے ؟ پھر لطف یه که روایات کي صحت کي ذمه داري لینے سے اسے پوري طرح انکار ہے - وہ پورا بوجھه اصلي راویوں کي گردن پر ڈال دیتا ہے اور خود الگ ہو جاتا ہے - راویوں کے متعلق همیں معلوم ہے که وہ ' بجز رواۃ حدیث کے ' زیادہ محتاط نه تھے - اکثر مشتبه واقعات بھي بیان کر جاتے تھے - لیکن باوجود اپني اس بے احتیاطي کے وہ مجنوں کے بارے میں اختلاف رکھتے ہیں اور اُسکے وجود سے انکار کرتے یا شک ظاهر کرتے ہیں - نیز اُسکا نام ' نسب ' حلیه ' اور سوانح حیات بالاتفاق بیان نہیں کرسکتے - پس جب خود اصل راویوں کا یه حال ہے ' تو کیا همارے لیے یه سمجھنا نا مناسب ہوگا که مجنوں محض ایک افسانه ہے ؟

دنیا مین

کتب فروشی کا عظیم مرکز

اگر آپ

علم و کتب کي وسعت اور دست طلب کي کوتاهي سے گهبرا گئے هیں' تو کیوں کسي ایسے مقام کي جستجو نہیں کرتے جہاں دنیا کي تمام بہترین اور منتخب کتابیں جمع کرلي گئي هوں ؟

ایسا مقام موجود ہے :

J. & E. Bumpus Limited,
350, Oxford Street,
LONDON, W. 1.

جسے ملک معظم برطانیه اور أنکے کتبخانۂ قصر کے لئے کتابیں بہم پہنچانے کا شرف حاصل ہے !

انگریزي کا تمام ذخیرہ جو برطانیه اور برطاني نو آبادیوں اور ملحقه ممالک میں شایع هوتا ہے

یورپ کي تمام زبانوں کا ذخیرہ

مشرقي علوم و ادبیات پر انگریزي اور یورپین زبانونکي تمام کتابیں

نئي اور پراني ' دونوں طرحکي کتابیں

تمام دنیا کے هر قسم اور هر درجه کے نقشے

هر قسم کي تعلیمي کتابوں کے مسلسل سلسلے

بچوں کے لئے هر قسم اور درجه کا ذخیرہ

قیمتي سے قیمتي اور سستے سے سستے ایڈیشن

آپ همارے عظیم ذخیرہ سے حاصل کر سکتے هیں

همارے یہاں سے

هر چهه ماه کے بعد نئے ذخیرہ کي مفصل فہرست شائع هوا کرتي ہے

ھے ، تو اِس کي بنياد غالباً اسي طرح اور اسي عھد ميں پڑي تھي -

اگر ايک طرف شاھي و تاجداري کي پيدايش اور اُس کي درجه به درجه ترقي سامنے رکھي جاے ، اور دوسري طرف تصور الھي کي اس کڑي پر اور اُسکي تمام ارتقائي کڑيوں پر نظر ڈالي جاے ؛ تو به يک نظر واضح ھوجايگا که دوسرا تصور ، ٹھيک ٹھيک پہلے کا عکس ھے ، اور دونوں نقشے ايک ھي ذھني مبدء سے نکلے ھيں - انسان نے ايک ھي زمانه ميں اور ايک ھي طرح کے ذھن و خيال سے حکومت و کبريائي کے دو تخت بنائے - ايک زمين پر آراسته کيا - دوسرا آسمانوں کي ملکوتي فضا ميں بچھا ديا - ايک پر وہ اپنے ابناء جنس کو بٹھا کر ، اُن کے سامنے اطاعت و غلامي کا سر جھکاتا - دوسرے پر اپنے خدا کا جاہ و جلال ديکھکر سر بسجود ھو جاتا -

يه جو مختلف قوموں کے قديم الھي تصورات ميں ھم ديکھتے ھيں که چھوٹے اور بڑے خداؤں کي تقسيم کي گئي ، ھر جگه کيليے محلي (مقامي) خداؤں اور آسماني سر پرستوں کا تخيل پيدا ھوا - نذر ، بھينٹ ، اور قرباني ، کي پيش کش ضروري سمجھي گئي ، تقرب الھي کے ليے وسائط و وسائل کے عقيده نے رواج پايا ، بڑے خدا تک پہنچنے کيليے چھوٹے خداؤں کي شفاعت ضروري تصور کي گئي ، معبودوں کے غضب و انتقام سے بچنے کيليے طرح طرح کے مادي اعمال استعمال ميں لائے جانے لگے ، خدا کي تمثيلي صورت کي نشست کيليے تخت يا تخت کے قسم کي کوئي چيز ضروري سمجھي گئي ، اُس کے سر کي آراستگي کيليے " تاج " بھي وضع کيا گيا ، اور اُس کي حکمراني کے انصرام اور مشوروں کيليے دربار اور دربار کے ارکان بھي پيدا ھوگئے ؛ تو يه تمام باتيں في الحقيقت دنيا کي شاھي و حکمراني ھي کا پرتو ھيں -

دنيا ميں جس وقت سے شاھي و حکمراني کي بنياد پڑي ھے ، يه تمام باتيں اُس کے لوازم و خصائص ميں سے سمجھي جاتي ھيں اور مفھوم حکومت کے بنيادي اجزاء ھيں - طاقت اور اختيار کي سب سے بڑي بڑائي پادشاہ کيليے ھوتي ھے - ليکن پادشاہ بذات خود تمام کار و بار حکومت انجام نھيں دے سکتا اور نه دينا پسند کرتا ھے - اُس کے ماتحت وزير و امير ھوتے ھيں ، اور وہ احکام شاھي کے مطابق تمام کام انجام ديتے ھيں - اسي چيز نے تصور الھي ميں بڑے معبود اور چھوٹے معبودوں کا تخيل پيدا کيا - خيال کيا گيا که چھوٹے معبود بڑے معبود کے نيچے رھکر کائنات قدرت کے تمام کار و بار انجام ديتے ھيں -

يھيں سے تصور الھي ميں " تقسيم عمل " کا تخيل بھي ترقي پذير ھوا - حکومت اور انتظام کے ھر صيغه کے ليے کوي ايک امير اور وزير مقرر ھوتا اور ھر بستي اور شھر کے اوپر کوي ايک حاکم با اختيار ھوتا - پادشاہ سب کے اوپر تھا ، ليکن رعايا کا علاقه اپنے اپنے حاکموں سے تھا - براہ راست پادشاہ سے نه تھا - حاکموں اور وزيروں کو اختيار پادشاہ ھي سے ملتا ھے ، ليکن جب مل جاتا ھے ، تو وہ اپنے اپنے دائرۂ حکومت ميں خود مختار ھوتے ھيں - رعايا کا فرض ھوتا ھے که اُنھي کے کھے پر چلے اور اپني ساري داد فرياد اُنھي کي چوکھٹوں پر لے جاے - اسي تقسيم عمل اور حکومت بالوسائط کا نقشه تصور الھي ميں بھي قائم ھوا - اور پہلے کارخانۂ کائنات کے ھر صيغه کے ليے الگ الگ خداؤں کي ، پھر زمين کے ھر حصے اور آبادي کے ليے محلي خداؤں اور کارسازوں کي تقسيم عمل ميں آئي - يه بات که خدا تک براہ راست کوئي نھيں پہونچ سکتا - ھر انسان کي پہونچ صرف درميان کے وسيله ھي تک ھوسکتي ھے ، اور اُسي کے وسيله سے وہ معبود حقيقي تک پہونچ سکتا ھے ، ٹھيک ٹھيک يھي بات تھي که کوي آدمي براہ راست پادشاہ تک نھيں پہونچ سکتا - ھر شخص کي پہونچ صرف اپنے اپنے حاکموں اور وزيروں اميروں ھي تک ھوسکتي ھے - وہ چاھيں تو دربار شاھي تک بھي پہنچاديں -

پادشاھوں تک عوام کا براہ راست نه پہنچ سکنا ، شاھي عظمت و کبريائي کے تخيل کا نتيجه تھا - بنياد اس خيال کي يه تھي که جو شخصيت جس قدر بھي عوام کي رسائي سے بلند ھوگي ، اُتني ھي عظيم اور مقدس ھوگي - جوں جوں يه تخيل پادشاھوں کي شخصيت کے ساتھه ترقي کرتا گيا ، اور اُن تک پہنچنے کے ليے نئے نئے واسطے اور وسيلے بنتے گئے ، خدا کے تصور ميں بھي ايک منظم سلسلۂ وسائل کا تخيل پيدا ھوتا گيا - اس تخيل کي انتھا يه تھي که کوي انسان معبود حقيقي سے واسطه پيدا ھي نھيں کرسکتا - اُسکا علاقه جو کچھه بھي اور جيسا کچھه بھي ھے ، صرف وسائط سے ھے - يعنے اُن کار فرما طاقتوں سے ھے جن کے سپرد تدبير عالم کا تمام کارخانه کر ديا گيا ھے - اسي طرح نذرانه ، پيش کش ، قرباني ، بھي ٹھيک ٹھيک وھي بات ھے ، جو ايک طرف انساني پادشاھي و سروري کے ليے وجود ميں آئي ، دوسري طرف تصور الھي ميں بھي سرايت کر گئي -

علم مصريات Egyptiology سے مصر کے قديم الھي تصورات پر نھايت قيمتي روشني پڑي ھے - اس سے معلوم ھوتا ھے که مصريوں کے سب سے زيادہ قديم معبود وھي تھے جنھيں محلي يا جماعتي معبود کھنا چاھيے - حضرت مسيح (عليه السلام) سے تقريباً نو ھزار برس پہلے تمام سر زمين مصر محلي معبودوں ميں منقسم تھي - اِس عھد کے ايک ھزار برس بعد ، يعنے ۸۰۰۰ - قبل مسيح) ميں ايسے معبودوں کا تصور پيدا ھوا جو محلي نه تھے - مثلاً " اوزي ريس " اور اُس کے ثالوث کي پرستش شروع ھوي جو انسانيت کا ديوتا تسليم کيا جاتا تھا - بعض کتبوں سے معلوم ھوتا ھے که اس عھد کے بعد مشرق سے کواکب پرستي کا تخيل مصر پہنچا اور " رارب " (سورج کے ديوتا) کا عالمگير اقتدار تسليم کر ليا گيا - ھيروڈوٹس اگرچه اس عھد کے ھزاروں برس بعد مصر پہنچا ھے ، ليکن اُس نے بھي يه پراني روايتيں معلوم کي ھيں - وہ لکھتا ھے که مصر کے قديم زمانے مين ھر ھر بستي کيليے الگ الگ خدا تھا - جب ايک آدمي اپنے گانوں سے نکل کر کسي دوسرے گانوں ميں جاتا تھا ، تو جب تک وھاں رھتا ، اپنے گانوں کے خدا کي پرستش ترک کرديتا اور اُسي دوسرے گانوں کے خدا کي پوجا کرتا " کيونکه وہ لوگ يقين کرتے تھے که ايک مقام کا خدا صرف اپني ھي حکومت ميں کارسازي کي قدرت رکھتا ھے - دوسرے مقام کے انتظامات ميں دست اندازي نھيں کر سکتا " !

مصر کي طرح ھندوستان بھي تاريخ تمدن کي سب سے بڑي قدامت رکھتا ھے - يھاں بھي محلي اور قبائلي معبودوں کا تصور ، اقتدار الوھيت کي درجه بدرجه تقسيم ، کارخانۂ کائنات کے نظم کيليے تقسيم عمل ، اور اسي طرح کے تمام تخيلات ، اسي عھد کے نشؤ و نما کا پته ديتے ھيں -

يونانيوں کے تصور نے تو کوہ المپس کے معبودوں کا ايک پورا دربار حکومت ترتيب ديديا تھا جسکا مرقع آج تک در و ديوار کي آرايش کا کام دے رھا ھے اور جسکے مناظر ھومر کي زندۂ جاويد اليڈ ميں بار بار

بابُ التفسیر

تفسیر سورہ فاتحہ کا ایک صفحہ

انسانی تصور الہی کی تکمیل
اور
اس کا سلسلۂ ارتقا

(٢)

(دور قہر و جلال)

گذشتہ نمبر میں اس دور کي شرح و تفصیل کا صرف ابتدائي حصہ درج ہوسکا - جس مقام پر پچھلا مقالہ ختم ہوا ہے ' اُسکے بعد مسودہ میں مزید شرح وتفصیل ہے - خلاصہ اُس کا یہ ہے کہ علم الآثار اور قدیم اصنامي و مذہبي روایات وقصص سے معلوم ہوتا ہے کہ اِس ابتدائي دور میں تصور انساني درجہ بدرجہ حسب ذیل منزلوں سے گزرا - یہ گویا اس سلسلۂ ارتقا کي پہلي اصولي کڑي کي فرعي کڑیاں تھیں :

(١) ایک مجہول خوف ودہشت کا تصور -
(٢) ابتدائي تشخص وتعین -
(٣) مظاہر فطرت کي مہلک اور سلبي قوتوں کا تصور -
(٤) خوفناک اور مہلک جانوروں میں ما فوق الطبیعۃ طاقتوں کا تخیل -
(٥) غیر مرئي دیوتاؤں کا تصور -
(٦) دیوتاؤں کے تصور میں ترتیب ونظم کا ظہور -
(٧) کائنات فطرت کے اعمال ومظاہر میں تقسیم عمل کا تصور - یعني اس تصور کي ابتدا کہ ہر چیز کي تخلیق و نگراني کیلیے الگ الگ خدائي طاقتیں ہیں - آگے چلکر یہ تفسیم عام ہوگئي - لیکن اس دور میں صرف فطرۃ کے سلبي اور تخریبي افعال میں ہوئي تھي -

(صفات رحمت و جمال کي آمیزش)

ایک مدت تک ذہن انساني صرف صفات قہر و جلال ہي کا تماشائي رہا - خود اُسکا ذہني مزاج بھي ابھي رقیق و لطیف صفات کے نشوؤ بلوغ سے محروم تھا ' اسلیے وہ خداکے تصور میں بھي اُن کا جلوہ نہیں دیکھہ سکتا تھا - لیکن جب کچھہ عرصہ کے بعد انسان کي مدني زندگي نے چند قدم آگے بڑھاے اور اجتماعي معیشت میں ترقي ہوي ' تو معیشت کے نظم ' روابط کے قیام ' علائق کي وسعت ' زندگي کے امن ' اور عقل و ادراک کے منجھہ جانے سے فکر و احساس کا دائرہ اُتنا تنگ نہیں رہا ' جس قدر پہلے تھا - اس لیے قدرتي طور پر اُسکے جذبات و امیال کي کیفیت میں بھي ترقي ہوي ' اور ابتدائي زندگي کي سختي اور نا تراشیدگي کي جگہ رقت و لطافت کے احساسات اُبھرنے لگے - اس حالت کا لازمي نتیجہ یہ تھا کہ تصور الہي کے دائرہ میں بھي ایک نئي وسعت پیدا ہوگئي ' اور نئے نئے جذبات سے وہ آشنا ہونے لگا -

یہ تصور الہي کي دوسري اصولي کڑي ہے - اس منزل میں پہنچ کر انسان نے دیکھا کہ خدا کا چہرہ اگرچہ غضب و ہیبت کے خال و خد سے ہولناک ہے ' لیکن کبھي کبھي اس پر رحمت و جمال کا تبسم بھی طاري ہوجاتا ہے - یہ تبسم ابتدا میں بہت ہلکا تھا - جوں جوں انسان کے لطیف جذبات منجھتے گئے ' یہ تبسم جمال بھی زیادہ نمایاں اور دلاویز ہوتا گیا - یہانتک کہ انسان کے تصور الہي مین قہر و جلال کے ساتھہ ' رحمت و جمال کے تصور کا عنصر بھي شامل ہوگیا -

یہ رحمت و جمال کے دور کي ابتدا تھي - اس دور میں خدا کي ایجابي صفات کا تصور بالکل ابتدائي اور ناقص حالت میں شروع ہوتا ہے ' اور ایک خاص حد تک نشو و نما پاتا ہے - ابتدائي درجہ میں اسکا عنصر بہت خفیف ہوتا ہے - آگے چل کر زیادہ نمایاں ہوجاتا ہے - تاہم مجموعي حیثیت سے غلبہ قہر و جلال کي صفات ہي کا رہتا ہے -

(تجسم و تمثل کا دوسرا قدم)

اِس دوسرے دور میں تجسم و تمثل (یعني خدا کي صفات کو مخلوق کي صفات کي طرح تصور کرنے) نے بھي ایک بہت ہي سست قدم آگے کي طرف بڑھایا - تنزیہہ کي منزل ذہن انساني کیلیے بڑي مشکل اور بڑي ہي دور کي منزل تھي - اسلیے اس راہ میں اُسکے قدم تیز نہیں اُٹھہ سکتے تھے - تاہم اُٹھتے تھے ' اور اہستہ اہستہ تمثل کي سطح بلند ہوتي جاتي تھی -

پہلے تمثل سرتا سر ادنی قسم کے حیواني صفات کا تھا - کیونکہ خود انساني صفات بھي اسي درجہ میں تھیں - پھر انسان کي معنوي ترقي کے ساتھہ ساتھہ تمثل کي نوعیت میں بھي ترقي ہوتي گئي ' اور اونچے درجہ کي حیواني صفات سے تصور آشنا ہوگیا - پھر اس میں بھي ترقي ہوئي - انساني اور کائناتي صفات و اعمال میں سے جو صفات و اعمال اونچے درجے کے انسان کي نظروں میں آ سکتے تھے ' اُن سے خداکا تصور آراستہ کیا جانے لگا -

(الوہیت اور شاہیت)

مثلاً جب اجتماعي معیشت کي ترقي و وسعت سے حکومتوں اور حکمرانوں کا ظہور ہوا ' اور طاقتور انسانوں نے کمزور افراد کو مسخر کرکے اپني شاہي ومالکي کي عظمت و سطوت پیدا کرلي ' تو ذہن انساني کے سامنے طاقت اور اقتدار کا ایک نیا پر شکوہ نمونہ آگیا - اسلیے قدرتي طور پر وہ خدا کے تصور میں بھي ایک طرح کي شاہي و حکمراني کا جاہ و جلال دیکھنے لگا ' اور ساز و سامان حکومت کے وہ تمام اجزاء اُس میں بھي پیدا ہوگئے ' جو دنیا کے پادشاہوں اور انکے درباروں میں پیدا ہوگئے تھے - یہ جو آگے چلکر خدا کے عالمگیر تصور میں ایک شہنشاہ اور اُسکے دربار حکومت کے تمام لوازم کا تخیل سرایت کرگیا - حتی کہ آج خدا کا نام سنتے ہي ہمارے تصور میں ایک بڑے پادشاہ کے تخت عظمت و جلال کا نقشہ پیدا ہوجاتا

مطبوعات الهلال بك ايجنسى

معارف ابن تيميه و ابن قيم

[illegible]

اس سلسلہ میں [illegible]

[illegible] ہندوستان [illegible] اصلاح [illegible]

[illegible] امام ابن قیم [illegible]

[illegible] اردو ترجمہ [illegible]

[illegible]

[illegible] مطبوعات کے [illegible] حاصل [illegible] حالات درج [illegible]

۸ آنہ سالانہ ۲ روپیہ پیشگی

منيجر الهلال بك ايجنسى

(حلقه نمبر ٢٤ شيرانواله دروازه لاهور پنجاب)

" Al-Hilal Book Agency,"

24, LAHORE, PANJAB.

السحر الحلال فی مجلدات الهلال

گاہ گاہے باز خواں این دفتر پارینہ را
تازہ خواہی داشتن گر داغ ہاے سینہ را

[illegible] ایسی تمام [illegible] تھی۔

[illegible] چونکہ وہ [illegible] نئی روح [illegible] مذهب [illegible] آپ [illegible] طاقت [illegible] مذهبی [illegible] ان کی [illegible] بعض [illegible] جمع [illegible] دوبارہ چھپوا [illegible]

[illegible] ہوئی اور اب [illegible] الهلال ہوئی [illegible] مرتب [illegible] ہو سکی هے [illegible] سب سے [illegible] ہر جلد [illegible] تمام مضامین کی [illegible] ترتیب حروف تہجی [illegible]

الہلال مجلد جلد دوم ۱۰ روپیہ الہلال مجلد جلد سوم ۱۰ روپیہ

" " " چہارم ۱۰ روپیہ " " " پنجم ۱۰ روپیہ

جلد " البلاغ " (جب دوسری مرتبہ الہلال اس نام سے شائع ہوا)

قیمت ۸ روپیہ

علاوہ جلد اول کے هر جلد کے متفرق پرچے بھی موجود هیں جن میں سے هر پرچہ اپنے مضامین کے لحاظ سے ایک مستقل مجموعہ علم و ادب هے۔ قیمت فی پرچہ ۴ آنہ۔ محصول ڈاک و پیکنگ اِس کے علاوہ هے۔

منیجر " البلاغ پریس "

همارے سامنے آتے هیں - اس دربار میں زفس یا زیوس Zeus (مشتري) عصاء شاهي هاتهه میں لیکر تخت ریاست پر متمکن هوتا - هیرا اُسکي بیوي ملکه کي طرح اُسکے بائیں جانب بیٹهتي - دونوں طرف تخت کے نیچے بقیه معبود اور دیوتا بیٹهتے ' اور هیبیا Hebe (زفس کي بیٹي اور شباب کي دیوي) ساقي گري کا فرض انجام دیتي - هومر الیڈ کي چوتهي نظم شروع کرتے هوے کہتا هے : " دیوتاؤں نے زفس کے گرد مجلس شوری آراسته کي - سنهري ایوان میں سب جمع هوئے - هیبیا نے عیش و نشاط کے جاموں کو گردش دي " الخ

هندوستان اور یونان ' دونوں نے اپنے معبودوں کیلیے سر بفلک پہاڑ کي پراسرار چوٹیاں منتخب کي تهیں۔ هندوستان میں همالہ کي برف آلود چوٹیاں دیوتاؤں کا مسکن اور دربار بنیں - یونانیوں کے پاس همالہ جیسا پہاڑ نه تها ' لیکن اِلمپس کي ابر آلود چوٹیاں کافي بلند تهیں - اُنهوں نے خیال کیا ' ابر کے پر اسرار اور هیبت انگیز پرده کے پیچهے اُن کے معبودوں کا دربار جاه و جلال آراسته هے !

دیوتاؤں کیلیے طرح طرح کي سواریوں کا تخیل ' هندوستان ' یونان ' اور مصر کے مقدس رتهه ' آشور اور بابل کے تخت رواں ' ایران کا عجیب الخلقت مرکب : سب اسي تخیل کے برگ و بار هیں - هندوستان ' مصر ' یونان ؛ تینوں نے معبودوں کي سواري کے جلوس اور تزک و احتشام کے سامان ویسے هي آراسته کیے تهے ' جیسے پادشاهوں کي سواریاں اُن وقتوں میں نکلا کرتي تهیں - علم و تاریخ کي خوش قسمتي سے اُن عهدوں کي شاهیت اور الوهیت : دونوں کے نقشے همارے سامنے آگیے هیں !

پادشاهت اور اُلوهیت کے اسي تماثل کا نتیجه تها که دونوں میں ایک عجیب طرح کا مخفي لزوم و علاقه پیدا هوگیا - یعني دونوں باهمدگر ایک دوسرے کے تخیل سے اِسطرح متاثر و منفعل هونے لگے که ایک کا اثر دوسرے پر پڑتا ' اور دوسرے کے اثر سے پهلا متاثر هوتا - کیونکه دو قریب قریب اور متماثل تخیل به یک وقت نشوؤ نما پانے لگے تهے - اگر ایک طرف شاهي و سروري کے اعتقاد نے خدا کے تخیل میں اپنا ساز و سامان حکومت پیدا کر دیا ' تو دوسري طرف خدا کے تصور کي شان الوهیت و تقدیس ' شاهي و سروري میں بهي پیدا هوگئي ' اور اس طرح ذهن انساني کے لیے دو هم شکل چیزوں میں حد امتیاز قائم کرنا دشوار هوگیا -

یهیں سے انساني پادشاهت میں شان اُلوهیت و کبریائي کے اعتقاد کي بنیاد پڑي - هندوستان ' مصر ' دو آبۂ دجله ؤ فرات ' اور ایران ' قدیم تمدن کے چار بنیادي مقامات هیں ' لیکن ان چاروں جگهوں کي تاریخ میں شاهي و سروري کے تاج کے گرد ' اُلوهیت و سماویت کا مقدس هاله نظر آ رها هے - هندوستان اور مصر میں پادشاه کا منصب ایک آسماني منصب تسلیم کیا گیا - اُن کے خاندان ' نسب ' پیدایش ' نشو و نما ' موت ' اور هر طرح کے معاملات میں غیر انساني قسم کے اسرار و رموز کي تقدیس پیدا هوگئي - وه خود بهي ایک دیوتا هوگئے ' خدا کا مظهر ' اوتار ' اور پهر زیاده هلکے لفظوں میں خدا کا سایه تسلیم کیے گئے ' اور " مشبه " اور " مشبه به " کا امتیاز اس طرح اُٹهه گیا که اب اس کا فیصله دشوار هو گیا هے که ان دونوں چیزوں میں " مشبه " کون تها اور " مشبه به " کسے قرار دینا چاهیے ؟

یه جو تمام قدیم قوموں میں اُنکي پادشاهتوں کي ابتدا دیوتاؤں سے تسلیم کي گئي هے ' یا پادشاهوں کا سلسلۂ نسب اجرام سماویه سے ملا دیا گیا هے ' یا پادشاهت کي ابتدا آغاز خلقت کے کسي ایسے عهد سے هوتي هے جب دیوتاؤں اور آسماني طاقتوں کے ما وراء طبیعت کارنامے انجام پا رهے تهے ؛ تو یه بهي اِسي صورت حال کا قدرتي نتیجه هے - قدیم مصریوں کا عام اعتقاد تها که تخت مصر پر پهلا دور دیوتاؤں کي براه راست حکومت کا گزرا هے - دوسرا دور ایسے انسانوں کي حکومت کا تها جن میں پوري نهیں آدهي دیوتائي تهي - بیس هزار برس جب ان دونوں دوروں پر گزر چکے ' تب انسانوں کا دور حکومت شروع هوا - هندوستان میں بهي چندر بنسي اور سورج بنسي خاندانوں کا تخیل قائم هوا ' جنکا سلسلۂ نسب چاند اور سورج پر جا کر ختم هوتا هے - آشوریوں اور بابلیوں کا بهي یهي خیال تها - وه کهتے تهے ' پادشاهت کا سب سے پهلا سلسله سورج دیوتا سے شروع هوا هے -

انساني پرستش کے تخیل نے بهي اسي دور میں نشوؤنما پائي - تمام ایسے انسان جو عام سطح سے کوئي بلند طاقت حاصل کر لیتے تهے ' به آساني دیوتاؤں کا درجه حاصل کر لیتے - عجب نهیں اِس کي ابتدا اِسي الوهیت اور پادشاهت کے تشابه سے هوئي هو -

مظاهر فطرة کي پرستش کے سلسله میں اجرام سماوي کي پرستش بهي اسي دور میں شروع هوئي ' اور انساني تخیل نے به تدریج اپنے ماحول سے متاثر هوکر اُن کي جسماني شکل و شباهت وضع کر لي - غالباً کواکب کي مختلف جسماني صورتیں سب سے پہلے دو آبۂ دجلۂ و فرات میں پیدا هوئي هیں - اُس کے بعد مصر اور یونان میں کواکبي اصنام کي پرستش کا ظهور هوا ' اور اُن کي اِلهي روایات نشوؤ نما پانے لگیں - پهر ایک مدت کے بعد جب علم هئیة کي ابتدائي معلومات سے انسان آشنا هوا ' تو کواکب پرستي کے تخیل میں زیاده نظم و اسلوب پیدا هو گیا ' اور ذهن و فکر کي رقت و لطافت ترقي کرنے لگي -

مختارات

شرم اور خاموشي ' عورت کا بهترین زیور هے — اریبڈس

تهوڑي فرقت محبت کو بڑهاتي ' اور زیاده فرقت محبت کو قتل کر ڈالتي هے — میرابو

عورت کے محبت بهرے دل سے زیاده بڑي چیز دنیا میں کوئي نهیں — لوتهر

عورت اس لیے پیدا کي گئي هے که مرد کو مانوس کرے — والٹیر

مرد کو خدا سے همیشه دعا کرني چاهیے که عورت اُس کي حقیقت نه جاننے پائے — تهیکرے

ادم سب سے زیاده خوش نصیب انسان تها - کیونکه اُس کي ساس نه تهي — پارفیه

(اتفاق سے ایک شعري خطاب)

" اتفاق ' آه تم کیا جانو اتفاق کیا هے ؟ اتفاق ایک سفید کبوتر هے جو اپني چونچ میں زیتون کي شاخ لیے هوئے ' نااتفاقي کے طوفان سے نجات دینے کي خوش خبري سنا رها هے !

اتفاق چهچهاتي هوئي ایک بلبل هے اور اپنے شیریں راگوں سے غمزده دلوں میں طرب پیدا کر رهي هے !

اتفاق ' خوبصورت عندلیب هے - آسمان میں اڑتي چلي جاتي هے ' اور وهاں سے نسیم جنت بن کر واپس آتي هے !

اتفاق ' آسماني فرشته هے جو اپنے نوراني پر بهادر روحوں پر پهیلا دیتا هے ! "

الہلال

البلاغ پریس کلکتہ

قيمت في پرچه پانچ آنه

دنیا کی بہترین کتابوں کیلئے بہترین رہنما:

[illegible] ضمیمہ

[illegible] دلچسپ [illegible] ہوتا ہے

[illegible] ہے۔

[illegible]

[illegible] گیا ہے۔

[illegible]

The [illegible]

[illegible]

Lond[illegible] [illegible]4

سے [illegible]

دنیا کے ہر معلم اور ماہر فن تعلیم کیلئے

ضروری ہے کہ

ٹائمز آف لنڈن کا تعلیمی ضمیمہ مطالعہ کرے

[illegible] آپ چاہتے ہیں کہ فن تعلیم کے تمام نظری اور عملی تجربات [illegible] سے بے خبر نہ رہیں، تو آپکو یہ ضمیمہ بلا ناغہ مطالعہ کرنا چاہیے۔

[illegible] ہر ہفتہ اس موضوع پر [illegible] ماہرین فن [illegible] ہوتے ہیں۔

[illegible] سے طلب کیجئے۔

The Publisher.

Printing H[illegible]

London, E. C. 4.

سے طلب کرسکتے ہیں

کیا آپ تجارت کرنی چاہتے ہیں؟

اگر آپ چاہتے ہیں [illegible] کارخانوں سے [illegible] ہندوستان سے [illegible] ملک [illegible] ایک [illegible] بلکہ [illegible] سیکھنے [illegible] تمام [illegible] چاہئیں [illegible] ہوسکے۔

اگر آپ [illegible] کا فائدہ [illegible] ہم سے خط و کتابت [illegible] آپکے مقصد [illegible]

ہمارے تعلقات [illegible] سے ہیں

M. R. MARSDEN & CO

Post Box 708.

Clive Street, Calcutta.

برونو مولر اینڈ کو - برلن

[illegible]

BRUNO MULLER & CO. M. B. H.

Berlin-W 35

Post No. 24

ہر طرح کی مشینیں [illegible] خشک کرنے [illegible] ضروری ہیں، اس کارخانے میں [illegible] اس قسم کی مشینوں [illegible] ہے۔ [illegible] خط و کتابت کیجئے۔

یاد رکھیے

[illegible] ہر طرح کے [illegible] خشک کرنے [illegible] وہ ہے جو "[illegible]" کے نام سے متمدن ممالک میں مشہور ہے۔ اس "[illegible]" کے مطابق کام کرنے والی مشینیں صرف اسی کارخانہ سے مل سکتی ہیں۔

Printed and Published by
MASUD HASAN ZUBERI AT THE AL-BALAGH PRESS, 11, BALLYGUNGE CIRCULAR ROAD, CALCUTTA
EDITOR : MAULANA ABU-AL-KALAM AZAD.

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مومنین
القرآن الحکیم

الهلال

ایک ہفتہ وار مصوّر رسالہ

نمبر ١١ کلکته : جمعه ٢٧ ۔ صفر ١٣٤٦ هجری جلد ١

Calcutta : Friday, 26. August 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نهین ؟

آج کوئی زبان ترقی نهین کر سکتی اگر وه اپنا ترقی یافته طریق طباعة نهین رکهتی ۔ طباعة کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نهین که حروف کی چهپائی اختیار کی جای ۔ پتهر کی چهپائی مین محدود رهکر اردو کی طباعة کبهی ترقی نهین کر سکتی ۔

اردو کی سب سی بهتر حروف جو اس وقت تك بن سکی هین ، وه هین جن مین الهلال چهپتا هی ۔ اور عربی کا بهترین خط نسخ وه هی جس مین یه سطرین کمپوز کی گئی هین ۔ آپ ان دونون مین سی جسی چاهین پسند کر لین ۔ لیکن پتهر کی چهپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین ۔

براه عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی همین اطلاع دیجیی ۔ یاد رکهیی ۔ طباعة کا مسئله آج زبان و قوم کیلیي سب سی زیاده اهم مسئله هی ۔ ضروری هی که اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین ۔

الهلال

قارئین الهلال کی آراء

اس باری مین اس وقت تك ٦٥٧ مراسلات وصول هوی هین ۔ تقسیم آراء حسب ذیل هی :

عربی حروف کی حق مین	٨٤	اردو حروف کی حق مین	٢١٠
موجوده مشترك طباعة کی حق مین	١٢١	حروف کی حق مین بشرطیکه نستعلیق هون	٥٦
پتهر کی چهپائی کی حق مین	١٨٦		

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بهی متفق ظاهر کیا هی ۔

آراء کی دیکهنی سی معلوم هوا که اس باری مین بعض اهم تفصیلات پر لوگون کی نظر نهین هی ۔ اور اسلیی شرح وبیان کی ضرورت هی ۔ آینده اس باری مین مولانا به تفصیل اپنی خیالات ظاهر کرینگی مگر ضرورت هی که بقیه حضرات بهی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بهیج دین ۔

الهلال

الهلال

هر جمعه کو نمبر ۱۱ - بالي گنج سرکلر روڈ - کلکته سے شایع هوتا هے

قیمت سالانه مع محصول	باره روپیه
هندوستان سے باهر کیلیے	سوله روپیه
قیمت شش ماهي	سات روپیه
قیمت في پرچه	پانچ آنه

---

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر " منیجر الهلال " کے نام سے کي جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے هوں أنکے لفافه پر " ایڈیٹر " کا نام هونا چاهیے -

(۲) نمونه مفت ارسال نه هوگا -

(۳) براه عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پته صاف اور خوش خط لکھیے -

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداري لکھیے جسکي اطلاع آپکو وصول قیمت کي رسید میں دیدي گئي هے -

(۵) اگر کسي صاحب کے پاس کوئي پرچه نه پہنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک هفته کے اندر اطلاع دیں - ور نه بصورت تاخیر بغیر قیمت کے روانه نهیں کیا جائیگا -

(۶) اگر آپ دو تین ماه کیلئے ایک جگه سے دوسري جگه جا رهے هیں تو اپنا پته تبدیل نه کرایے ' مقامي ڈاکخانه کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیاده عرصه تک کے لئے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک هفته پیشتر اطلاع دیکر پته تبدیل کرالیں -

(۷) مني آرڈر روانه کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پته ضرور لکھدیں -

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتري فرائض (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیره) سے نهیں هے ٹکٹ ضرور بهیجیے ورنه دفتر پر غیر معمولي خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

مقالات

ليلى مجنون

از ڈاکٹر طاهه حسين

(۲)

قيس کے بارے ميں عام راوي تو صرف اختلاف بيان هي پر قانع هيں ليکن ثقه راويوں کو انکار يا شک ميں تامل نهيں هے - ميں تمام اقوال پيش کرکے تحرير کو طول دينا نهيں چاهتا - آغاني کي پهلي اور دوسري جلد ميں کافي ذخيره موجود هے ' اور بآساني ديکها جا سکتا هے -

بعض راويوں کا انکار تو اِس درجه تک بڑه گيا تها که وه کهتے تهے :

" بني عامر (مجنوں کے قبيله) کے دل اِس قدر ٹهوس هيں که ان ميں اِتني زياده محبت هو هي نهيں سکتي - هاں بے عقل باشندگان يمن سے يه بعيد نهيں - ليکن بني نزار اِس سے کوسوں دور هيں "

ايک اور راوي تصريح کرتا هے :

" ميں قبيلۂ عامر کے ايک ايک خاندان ميں پهرا اور سب سے مجنوں کے متعلق سوال کيا - مگر کسي نے بهي اُس کي واقفيت کا اظهار نهيں کيا - بلکه سخت انکار کيا "

ايک دوسرے راوي کا بيان هے :

" ميں نے بني عامر کے ايک بدوي سے مجنوں کا حال پوچها - اُس نے بهت سے عامري مجنونوں کے نام بتائے اور اُن کے اشعار سنائے مگر قيس بن ملوح کے وجود سے برابر انکار کرتا رها "

پهر اُن راويوں پر نظر ڈالو جو اس مجنوں کے واقعات کے راوي هيں - وه خود آپس ميں سخت اختلاف رکهتے هيں ' حتى که اُس کے نام تک پر متفق نهيں - کوئي قيس بتاتا هے - کوئي مهدي کهتا هے - کوئي اقرع قرار ديتا هے - کوئي بحتري پر زور ديتا هے - پهر اُس کے حسب و نسب کے بارے ميں اختلاف شروع هوجاتا هے - پهر خود اُس کا جنون بهي سب تسليم نهيں کرتے - کوئي کهتا هے ' وه بالکل ديوانه تها - کوئي اُسے عاقل گردانتا هے - اصمعي کا قول هے " وه مجنون نهيں تها - صرف ابو حيه نميري کي طرح تهوڑي سي سنک تهي " اِس کے بعد يه بحث شروع هوتي هے ' آخر وه مجنوں کيسے مشهور هوا ؟ بعض کهتے هيں " وه پهلے هي سے ديوانه تها " بعض اِس کے خلاف هيں اور يه وجه بيان کرتے هيں که " اُس نے ايک شعر ميں اپنے آپ کو مجنوں کها تها - اِس ليے اُس کا يه لقب پڑگيا جيسا که بهت سے شعراء کا حال هے - مثلاً نابغه " اختلاف ابهي ختم نهيں هوتا ' بلکه جنون کے سبب تک پهنچتا هے - کچهه لوگ کهتے هيں " محبت نے اُسے ديوانه بنا ديا تها " بعض کهتے هيں " در اصل اُس نے اپنے ايک شعر ميں خدا کي مشيئت پر اعتراض کيا تها ' اس ليے خدا نے اُس پر اپنا قهر نازل کيا ' اور ديوانه هوگيا وه شعر يه هے : (اور کيا بے نظير شعر هے !)

قضاها لغيري و ابتلاني بحبها
فهلا بشيئ غير ليلى ابتلانيا ؟

(خدا نے ميري محبوبه کو تو دوسرے کے ليے کرديا - ليکن مجهے اُس کي محبت ميں مبتلا کرديا - کيا يه نهيں هو سکتا تها که ليلى کے سوا مجهے کسي دوسري مصيبت ميں مبتلا کر ديا جاتا ؟)

بعض راوي اِس کا رد کرتے هيں - اُن کا بيان هے که خدا کا قهر جنون کي شکل ميں نهيں بلکه برص کي شکل ميں اُترا تها - غرضکه جتنے منهه اُتني هي باتيں هيں - ايسي صورت ميں کون يقين کرسکتا هے که مجنوں جيسا کوئي مشهور شخص دنيا ميں کبهي موجود تها ؟

بلا شبه يه اعتراض پيدا هوتا هے که اگر مجنوں موجود نه تها تو يه پورا قصه کهاں سے آگيا ؟ اس کا جواب خود ادب اور شعر کے راويوں نے ديديا هے - ابن کلبي لکهتا هے :

" بني اميه کا ايک نوجوان اپني چچيري بهن پر عاشق هوگيا تها - جوش عشق ميں اُس نے اشعار کهے - پهر ڈرا ' مبادا راز کهل جائے اور طرفين کي رسوائي هو - لهذا اُس نے اس راز داري کے ليے مجنوں کا نام اختراع کرليا اور اپنے اشعار اُس کي طرف منسوب کرديے "

پهر هم يه بهي جانتے هيں که اُس زمانه ميں شعر و ادب کے ايسے راوي موجود تهے جنکا کام محض لوگوں کا دل بهلانا اور گرمي صحبت کے ليے داستانسرائي کرني تهي - وه اشعار و حکايات بناتے تهے اور بصره ' کوفه ' بغداد وغيره بڑے بڑے شهروں ميں پهيلا ديتے تهے - جس طرح آج کل کے بعض اخبار نويس لنڈن اور پيرس ميں طرح طرح کے افسانے مشهور کرديا کرتے هيں - يه معمولي لوگ نه تهے - اِن ميں ايسے لوگ بهي داخل تهے جنهيں آج کل ثقه راوي يقين کيا جاتا هے - اِنهوں نے اشعار و حوادث گڑهنے ميں غير معمولي مهارت حاصل کي تهي - وه صاحب علم و فکر تهے - اس ليے اُس زمانه ميں بهي عوام اُنهيں صادق و معتبر سمجهتے تهے اور ان کي روايت بغير شک و شبه کے قبول کر ليتے تهے - اس طرح کے راويوں ميں سے دو راويوں کے نام ميں يهاں پيش کرونگا - " حماد راويه " اور " خلف احمر " اِن دونوں شخصوں نے بے شمار مصنوعي واقعات و اشعار بنائے هيں - يه دونوں عربي زبان کے ماهر اور بدوي قبائل سے بهي بهتر عربيت کے اسرار و دقائق جاننے والے تهے - دونوں اپنے دين ميں متهم اور لهو و لعب کے دلداده تهے - بعض هم عصر شعراء انکے شريک حال هوگئے تهے - اسليے ان کے راز جانتے تهے اور انکي صداقت ميں شبه کرتے تهے -

يه حال صرف رواة ادب و شعر هي کا نهيں هے - اهل علم جانتے هيں که انساب ' سير ' اور فتوح و غزوات کے بهت سے راوي بهي ايسے هي تهے - سيرت ابن هشام اٹهاکر ديکهو - اس ميں ايک بڑا ذخيره اشعار کا پاؤگے - ليکن خود ابن هشام روايت کے بعد تصريح کرتا جاتا هے " فن شعر کے اکثر عالم اس قصيده سے انکار کرتے هيں "

ان تمام اصحاب کیلیے

جو

قدیم تمدن و صنعت کی قیمتی اشیا کا شوق رکھتے ھین

دنیا مین عظیم الشان مقام

I. SHENKER,

118, BROMPTON ROAD, KENSINGTON, LONDON, S. W. 3.

ھے

مغرب و مشرق کے قدیم آثار ' پراني قلمي اور مطبوعہ کتابیں ' پراني تصویریں ' پرانے سکے اور نقوش ' پرانے زیور ' آرائش و تزئین کا ھر قسم کا سامان ' اور ھر طرح کے پرانے صنعتي عجائب و نوادر ' اگر آپ کو مطلوب ھیں ' تو ھم سے خط وکتابت کیجیے - کم از کم ھماري نمایش گاھوں اور ذخائر کي فہرستیں ھي منگوا لیجیے - اھل علم اور اھل دولت ' دونوں کیلیے ھمارا ذخیرہ قیمتي ھے -

نوادر عالم کا یہ ذخیرہ

دنیا کے تمام حصوں سے غیر معمولي مصارف و مساعي کے بعد حاصل کیا گیا ھے -

دنیا کے تمام قدیم تمدني مرکزوں مثلاً مصر ' شام ' فلسطین ' ھندوستان ' ایران ' ترکستان ' چین ' وغیرہ ممالک میں ھمارے ایجنٹ ھمیشہ گردش کرتے رھتے ھیں -

با این ھمہ

قیمتیں تعجب انگیز عہد تک ارزاں ھیں !

براعظم یورپ ، امریکہ ، اور مشرق

کے تمام بڑے بڑے محل ' کتب خانے ' اور عجائب خانے ' ھم سے نوادر حاصل کرتے رھتے ھیں - قاھرہ کے نئے ایوان شاھي کے نوادر ابھي حال میں ھم ھي نے فراھم کیے ھیں -

اگر آپکے پاس نوادر موجود ھوں

تو آپ فروخت کرنے کیلیے بھي پہلے ھم ھي سے خط وکتابت کیجیے - بہت ممکن ھے کہ ھمارا سفري یا مقامي ایجنٹ آپسے مل سکے -

کے باپ نے قیس کو اپني لڑکي دینے سے انکار کردیا - سبب یه بتایا که قیس اُس کي لڑکي پر عاشق هے اور عشق طشت از بام هوچکا هے - بعینه یهي واقعه هم دوسرے عشقیه قصوں میں بهي پاتے هیں - یه گویا اُس عهد کے عشقیه قصوں کا ایک مقبول عام انداز بیان تها - راویوں کا بیان یه هے که عربوں میں یه رسم تهي که وه عاشق سے لڑکي کا بیاه نهیں کرتے تهے - میں نهیں جانتا یه بیان صحیح هے یا غلط ؟ عرب جاهلیة کا دستور تو اِس کے برعکس تها - گمان غالب یه هے که راویوں نے یه دستور محض اپنے دل سے ایجاد کیا هے تا که عشقیه قصوں میں عشاق کي محرومیوں کي ایک معقول وجه هاتهه آجاے -

یه واقعه بهي کچهه کم مضحکه انگیز نهیں که خلیفهٔ وقت نے اعلان کر دیا تها که اگر قیس ' پرده میں بیٹهنے کے بعد بهي لیلی سے تعرض کرے تو قتل کر ڈالا جائے - پہلے واقعه کي طرح یه واقعه بهي اکثر عشقیه قصوں میں دهرایا گیا هے - هم بجا طور پر سوال کر سکتے هیں که کیا خلفاء کیلیے بجز اِسکے کوئي کام باقي نهیں رها تها که بدوي عاشقوں کے معاملات محبت میں حاکمانه مداخلت کرتے رهیں ؟ کبهي اُنکے قتل کا حکم دیں - کبهي اُنهیں معاف کردیں ؟ آخر وه کون سي شرعي بنیاد تهي جس کي بنا پر وه اِس قسم کے احکام صادر کرتے تهے ؟ کیا شریعت میں بے اختیارانه عشق اتنا بڑا جرم هے که اُس کي تعزیر قتل هے ؟

اِسي طرح یه واقعه بهي ایک پر لطف ایجاد هے که قیس جنون عشق میں وحشي هوگیا تها - اِیسا وحشي که اُس کا جنگل کے سوا کهیں جي نهیں لگتا تها - هرنوں سے موانست هوگئي تهي - اور شب و روز کا ساتهه تها - داستان گو کي مبالغه پسندي کے لیے اِتنا کافي نه تها - وه ایک قدم اور آگے بڑهتا هے ' اور همیں بتلاتا هے که ایک دن وه (راوي) قیس کي جستجو میں اُس درخت تک پهنچ گیا جسکے نیچے قیس هرنوں کے ساتهه بسیرا لیتا تها - اور اِس طرح پهنچا که نه تو قیس کو اُسکي خبر هوئي ' نه اُسکے رفیق و مونس هرنوں کو - پہلے یه سراغ رساں راوي چپکے سے درخت پر چڑه جاتا هے ' پهر اُترتا هے اور قیس سے سوال و جواب شروع کر دیتا هے - هرن آواز سنتے هي بهاگ گئے - قریب تها که قیس بهي چل دے - مگر راوي نے فوراً لیلی کا نام لے لیا - علي بابا کے " سم سم " کي طرح " لیلي " کے لفظ نے فوراً اپنا طلسمي اثر دکهایا اور قیس کي وحشت دور هوگئي - اب وه آدمیت سے باتیں کرنے لگا - لیکن پهر اچانک ایک نازک بدن هرني نظر آگئي اور اُس کا جوش جنوں از سرنو تازه هوگیا !

یه سب راویوں کا تخیل و تصنع هے - هم اِسے هرگز واقعه نهیں سمجهه سکتے - یه مبالغه کي ایک خاص قسم هے - داستان گو جب معقول گفتگو کرنے سے عاجز هو جاتے هیں تو بے سر و پا باتیں شروع کر دیتے هیں - اکثر قدیم عشقیه قصوں میں یهي چیز نظر آتي هے - دنیا کي سب سے پراني قصصي نظم الیڈ کا بهي یهي حال هے - یوناني شعر و ادب کے مغربي نقادوں نے اِسي اسلوب پر الیڈ کي بهي تنقید کي هے - اُسکے غیر معقول رکیک ' اور مبالغه آمیز اشعار ' کم زور شعراء کا الحاقي کلام قرار دیا هے - اور معقول و دلچسپ اشعار کو ماهر شاعروں کا تخیل بتایا هے - (یعنے اُن مغربي نقادوں نے جنهوں نے هومر کے حقیقي وجود سے انکار کیا هے)

میرے خیال میں اِس تفصیل کے بعد اگر مجنوں کے ساتهه بهت رعایت کي جائے اور اُسے محض خیالي شخص نه قرار دیا جائے ' جب بهي اُسکے مشکوک و مشتبه هونے میں تو کلام نهیں هوسکتا - بلا شبه بحث کا خاتمه شک و انکار پر ناپسندیده هے - لیکن همیں علم و حقیقت کي خاطر کبهي کبهي اس پر مجبور هوجانا پڑتا هے -

همارے سامنے متعدد عشقیه عربي قصے موجود هیں - یه قصے کئي باتون میں باهم مشترک هیں اور کئي باتوں میں مختلف هیں - مثلاً یه چیز سب میں یکساں طور پر موجود هے که ان تمام قصوں کے ابطال عشق (هیروز) بدوي هیں - سب کی محبت یکساں طور پر انتهائي قسم کي هے - محبت نے سب کو یکساں طور پر بڑي بڑي تکلیفیں دیں - سب کي محبت پاک تهي - سب نے تقریباً ایک هي طرح اپنے جذبات کا اپنے اشعار میں اظهار کیا هے - سب کے اشعار رقیق اور تقریباً ایک هي درجه کے هیں - سب کے واقعات ' مصائب ' طرز عمل ' اور خلفاء و حکام کي مداخلت کي نوعیت بهي یکساں هے - اختلاف صرف اُن کے ناموں میں هے ' اُن کے قبائل میں هے ' یا اُس ماحول میں جس میں انهوں نے پرورش پائي تهي -

قیس بن ملوح (مجنوں) کے انکار اور قیس بن ذریح (عاشق لبنی) میں شک کرنے کے بعد همیں اُن کي جگه دوسرے اشخاص یا دوسري چیزیں قائم کرني چاهئیں ' ورنه بحث بے نتیجه هوگي - نفي و سلب کے بعد اثبات و ایجاب ناگزیر هے - میري رائے میں قیس بن ملوح ' قیس بن ذریح ' جمیل بن معمر ' اور عروه بن حزام کي جگه صحیح لفظوں میں صرف ایک چیز ثابت و موجود هے - یعني عهد مولدین کے قصص عشقیه کا فن اور مذهب (اسکول) میرا یقین هے که یه فن ' عهد اموي میں ظاهر هوچکا تها ' یا کم سے کم اُس کي نمایاں بنیادیں پڑچکي تهیں - آهسته آهسته اِس میں ترتیب و ترقي هوئي ' یهاں تک که ایک مستقل فن بن کر موجوده زمانه کي عشقیه قصه نویسي کے قریب قریب پهنچ گیا -

اس حقیقت کے انکشاف کے بعد مجهے اس کي کوئي پروا نهیں که قیس بن ملوح کي شخصیت تاریخي هے یا غیر تاریخي ؟ میرے سامنے چند عشقیه قصے موجود هیں : قصهٔ قیس بن ملوح ' قصهٔ قیس بن ذریح ' قصهٔ جمیل بن معمر ... وغیره - اب میري بحث کا موضوع یه قصے هیں جنهیں متمدن تخیل نے پیدا کیا هے ' نه که خود عشاق - مجهے وه اشخاص تلاش کرنے چاهیئیں جنهوں نے یه قصے بنائے - نه که وه عشاق جن کے حالات یه قصے بیان کرتے هیں - مجهے قصه نویسوں کي اختراعي قابلیت اور نظم و نثر میں اُن کي مهارت فني سے بحث کرني هے - مجهے اُس ادبي فن پر غور کرنا چاهیے جو ادب و علوم کي دوسري شاخوں کي طرح ' اسلام سے پہلے عرب میں نا پید تها ' اور اسلامي تمدن کے گهواره میں پیدا هوگیا -

بلا شبه میں جانتا هوں ' اِس بحث کي راه میں سخت موانع در پیش هیں - یهي ایک مانع کیا کم هے که ان قصوں کے مصنفوں کے نام معلوم نهیں - تاهم همیں چاهیے که ادب عربي کي خصوصیات و کمالات کي تحقیق و کشف کے لیے اس دشوار گزار وادي میں قدم اٹهائیں ' اور اِن قصوں کا ادبي تجزیهٔ و تحلیل کرکے اُن کا عیب و هنر الگ الگ دکهادیں - همیں چاهیے که عهد اموی کے اُن ادبي ' اخلاقي ' سیاسي ' اجتماعي ' اسباب کا سراغ لگائیں جنهوں نے ان قصوں کے لیے پہلے پهل زمین طیار کي ' اور پهر ان اسباب کي بهي جستجو کریں جنسے عهد عباسي میں یه تمام عمارتیں منهدم هوگئیں -

اصل یه هے که عرب ، روم ، ایران ، اور یونان ؛ باهم بهت حد تک مشابه هیں - رومیوں نے یونان پر جنگي فتح حاصل کي تهي مگر یونان نے رومیوں پر ادبي فتح پا لي - یهي حال عربوں کا هوا - اُنهوں نے ایران کو اپنے قومي جوش سے مسخر کیا ، مگر خود ایراني ادب و ذهنیت سے مغلوب هوگیے - اس ادبي فتح کے جلوے روم اور بغداد میں یکساں طور پر نظر آتے هیں - یونان اور ایران ، دونوں نے یه کیا که روم اور عرب کے تمدن پر دست درازي کي اور قطع و برید کرکے اسے مسخ کر ڈالا - یهي صورت حال انساب اور تاریخ و سیر میں بهي پیش آئي هے -

ان وجوه کي بنا پر همیں پورا حق هے که اپنے ثقه راویوں کي روایت پر بهي شبه کریں - اور جب وه مجنوں جیسے قصه میں اس قدر باهم مختلف هوں تو آور بهي زیاده شک و احتیاط کریں -

همارے پاس بحث و تحقیق کا ایک طریقه آور بهي هے - لیکن وه محض ایک فني طریقه هے - تاریخ سے تعلق نهیں رکهتا - مجنوں کے اشعار میں هم اِس طریقه سے کام لے سکتے هیں - شعر همیں خود بتادے گا که یا تو وه بتکلف بنایا گیا هے ، اس لیے محبت کا سچا جذبه پیش نهیں کرتا - یا مختلف شاعروں کا کلام هے اور راویوں نے سهواً یا عمداً اُسے مجنوں کي طرف منسوب کر دیا هے -

جاحظ نے بالکل ٹهیک کها هے :

" کوئي شعر نهیں جس میں لیلی کا ذکر هو اور لوگوں نے قیس بن ملوح (مجنوں) کي طرف منسوب نه کر دیا هو - اور کوئي شعر نهیں جس میں لبنی کا ذکر هو اور قیس بن ذریح کے سر تهوپ نه دیا گیا هو - یه واقعه هے که مجنوں کي طرف بهت سے شعر منسوب کر دیے گئے هیں ، حالانکه خود مجنوں کو اُنسے کوئي تعلق نهیں - یه شعر اُن شاعروں کے هیں جو نه تو مجنوں تهے ، اور نه محبت نے اُنکا وه حال کر دیا تها جو مجنوں کا تها "

شاعر کي تحقیق کس طریقه پر کرني چاهیے ؟ خود شاعر کي شخصیت سب سے پهلي چیز هے - یه اس لیے که شاعر اپنے شعر میں اپني شخصیت ضرور رکهتا هے - اگر شاعر ، کامل هے تو اُسکا دیوان اُسکي نفسیت اور جذبات کا آئینه اور اُسکي پوري شخصیت کا مظهر هوتا هے - اُس کي مختلف نظموں میں ایک هي روح ، ایک هي نفسیت ، ایک هي قوت کار فرما نظر آئیگي - بلا شبه تمام اشعار یکساں نه هونگے - لطافت و رونق اور رقت و جودت میں کمي بیشي هوگي - لیکن شاعر کي شخصیت سب میں نمایاں هوگي ، اور وحدت شعري اِس درجه واضح هوگي که ذوق سلیم فوراً فیصله کر دیگا که یه شعر فلاں کا هے یا یه شعر فلاں شاعر کے اسلوب پر هے - همارے خیال میں یه طریق تحقیق نا قابل شک اور فنون ادب میں یکساں طور پر قابل عمل هے - خصوصاً شعر غنائي (گانے کے اشعار) میں اُسکي اهمیت غیر معمولي هے - کیونکه شعر کي یه صنف ، نفس کا شفاف آئینه اور جذبات کا سچا مظهر هوتا هے -

اِس اصول کي بنا پر کیا هم مجنوں کے اشعار میں اُس کي کوئي نمایاں شخصیت دیکهه سکتے هیں ؟ میرا دعوی هے که نهیں - اِس دعوے کے ثبوت میں بحث دراز کرني نهیں چاهتا - میري تحقیقات کا خلاصه مختصر لفظوں میں یه هے که مجنوں کي طرف جتنے اشعار منسوب کیے گئے هیں ، وه :

(۱) یا تو مشهور شعراء کے هیں اور راویوں نے غلطي سے مجنوں کي طرف منسوب کر دیے هیں -

(۲) یا مجهول شعراء کے هیں اور لیلی کا ذکر دیکهکر لوگوں نے مجنوں کے سمجهه لیے هیں -

(۳) یا خود راویوں نے جان بوجهه کر بنائے هیں -

(۴) یا مغنیوں نے اپني گرم بازاري کے لیے گڑهے هیں اور مجنوں کے سر تهوپ دیے هیں -

میں نے بڑي کوشش کي ، مگر ان اشعار میں کسي مشترک شخصیت کي روح نه دیکهه سکا -

مجنوں کے بارے میں اپني رائے ایک آور طریقه سے بهي هم ثابت کر سکتے هیں - وه یه که راوي اُس تعلق کي نوعیت بیان کرنے میں بهي بهت مختلف هیں جو قیس بن ملوح (مجنوں) اور لیلی کے درمیان تها -

بعض کهتے هیں لیلی مجنوں میں بچپنے هي سے تعارف هوگیا تها - دونوں بکریاں چرایا کرتے تهے - آهسته آهسته دل کو تعلق هوا - یهاں تک که بچپنے کے اُنس نے جواني میں عشق کي صورت اختیار کرلي - جوان هونے پر لیلی قیس سے چهپا دي گئي تهي - اِس صدمه نے اُسے مجنوں بنا دیا -

بعض یه قصه تسلیم نهیں کرتے - اُن کا دعوی هے که دونوں میں بچپن سے تعارف نهیں هوا - بلکه اتفاق سے ایک سفر میں ملاقات هوگئي - ایک سفر میں قیس نے چند نازنینیں دیکهیں - سلام کیا - اُنهوں نے جواب دیا اور بات چیت کے لیے بٹها لیا - قیس سواري سے اُترا - امرء القیس کي طرح اپني اونٹني ذبح کرڈالي اور گوشت بهون بهون کر اُنهیں کهلانے لگا - یهاں تک که شام هوگئي - شام کو ایک آور نوجوان وارد هوا - سب لڑکیاں قیس کو چهوڑ کر اُس کي هو رهیں - اِس پر قیس خفا هوکر چلا گیا اور جوش میں اشعار کهے - دوسرے دن صبح پهر اُدهر گیا تو لڑکیاں موجود نه تهیں - صرف لیلی موجود تهي - اُس نے قیس کو بلایا - قیس نے کل کي طرح پهر اپني اونٹني ذبح کي اور محبت کا اظهار کیا - ابتدا میں لیلی نے بے رخي دکهائي - قیس بهت غمگین هوا - لیکن پهر لیلی کو ترس آگیا - اپني محبت کا بهي اعتراف کرلیا -

بعض اِسے بهي تسلیم نهیں کرتے - وه کهتے هیں - قیس عورتوں کے صحبت کا دلداده تها - لیلی ایک سرو قامت ، خوش اندام ، خوش رفتار ، نازک بدن دوشیزه تهي - قبیله کے نوجوان اُس کے هاں بیٹهتے اُٹهتے تهے - قیس نے سنا تو وه بهي آنے جانے لگا - آخر کار دام محبت میں گرفتار هوگیا !

اِسي قسم کي آور روایتیں بهي هیں - اِنسے صاف معلوم هوتا هے که لیلی کي شخصیت بهي قیس سے کچهه کم ما به النزاع نهیں هے - ایک روایت میں اُسے بکریاں چرانے والي لڑکي بتایا هے - دوسري میں بدوي دوشیزه ، جو نوجوانوں کو روکتي اور اُن سے گفتگو کرنا پسند کرتي هے - تیسري میں اُس وضع کي ایک مهذب اور نستعلیق خاتون ، جیسي بڑے بڑے اسلامي شهروں میں هوا کرتي تهیں - کیا صرف یهي ایک اختلاف ، لیلی کي شخصیت مشتبه کر دینے کے لیے کافي نهیں هے ، جیسا که پهلا اختلاف مجنوں کي شخصیت پوري طرح مشکوک کر دیتا هے ؟

مجنوں کے قصه میں آور بهي اندروني شهادتیں ایسي موجود هیں جو میري رائے کي تائید کرتي هیں - مثلاً یه روایت که لیلي

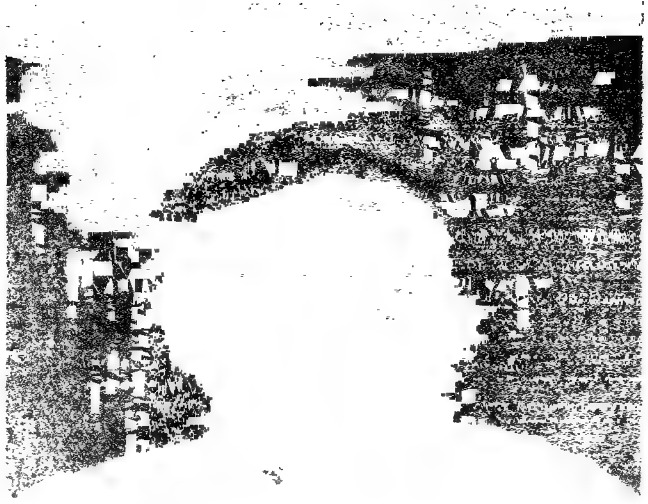

قسطنطنیه میں بار دوم : سنه ۱۸۹۲

صحبت اور معاشرت بھي اکتسابي تعلیم وتربیت کا سب سے بڑا ذریعه ھے' بلکه بسا اوقات درس وتدریس کي باقاعده تعلیم سے بھي کہیں زیاده مؤثر ھوتي ھے - لیکن جہاں تک اُسکي زندگي کے حالات روشني میں آئے ھیں' کوئي قرینه اِس کا موجود نہیں که اُسے مشرق وایشیا کي عام مقلدانه ورسمي سطح سے کوئي بلند درجه کي صحبت ملي ھو-

سیر و سیاحت' بھي ذھن کي نشو و ترقي کا بہت بڑا ذریعه ھے' لیکن اُس نے اپني ابتدائي زندگي میں ھندوستان اور حجاز کے سوا اور کسي مقام کا سفر نہیں کیا تھا - ظاھر ھے که اِن دونوں مقامات میں کوئي سرچشمه ایسا موجود نه تھا جس سے ایک مجتہدانه فکر و نظر کي پیدایش ھو سکے - انیسویں صدي کے اوائل میں اِن مقامات کا تعلیمي تنزل منتہاء کمال تک پہنچ چکا تھا -

سب سے زیاده یه که اُس نے جتني بھي اور جیسي کچھه بھي تعلیم حاصل کي تھي' وه وھي تعلیم تھی جو بجاے خود مسلمانوں کے ذھني تنزل کي پیداوار ھے اور کئي صدیوں سے اسلامي دنیا کے دماغي تنزل کا سب سے بڑا سبب بن گئي ھے - اس تعلیم سے ذھن وفکر کي تمام قوتیں پژمرده ھو جا سکتي ھیں' لیکن آزادانه نشوؤنما نہیں پا سکتیں -

بایں همه وه سنه ۱۸۷۰ - میں جب که اُس کي عمر به مشکل تیس برس کي ھوگي' یکایک قاھره میں نمایاں ھوتا ھے' اور صرف چالیس دن کے قیام سے اس عظیم مشرقي دار الحکومت کے تمام علمي حلقوں کو اپني طرف متوجه کر لیتا ھے - حتی که اُس کي " عجیب اور نئي قسم کي علمي قابلیتوں " کي شہرت دارالخلافة قسطنطنیه تک پہنچتي ھے' اور اس کي تمام اصلاحي اور انقلابي قوتیں نمایاں ھوجاتي ھیں!

وه ادب عربي کا ایک عجمي متعلم تھا جس نے بعید ترین عجمي ممالک میں عجمي اساتذه سے ناقص اور گمراه قسم کي ادبي تعلیم حاصل کي تھي - لیکن وه عربي زبان کے سب سے بڑے مرکز' قاھره میں سب سے پہلے صحیح وصالح فن عربیة کا درس دیتا ھے اور عربي کتابت وتحریر کا ایک نیا دور پیدا کر دیتا ھے - آج مصر وشام کے تمام مشاھیر اھل قلم اعتراف کرتے ھیں که "کتابت عربیه میں ھم سب اسي عجمي کے عیال ھیں" موجوده عہد میں عربي کا سب سے بہتر کاتب' شیخ محمد عبده تھا' اور وه اسي کا شاگرد تھا !

اُس نے علوم حکمیه کي جسقدر بھي تعلیم حاصل کي تھي' وه وھي موجوده مدارس عربیه کے متون و شروح کي عقیم وکج اندیش تعلیم تھي' لیکن وه ذھین و مستعد طلبا کي ایک جماعت منتخب کرکے علوم حکمیه کا درس و املاء شروع کردیتا ھے' اور قدیم معقولات کي وه تمام گمرھیاں ایک ایک کرکے واضح کرتا ھے جنکے اعتقاد و جمود نے صدیوں سے مشرقي دنیا کا ذھني ارتقا معطل کردیا ھے !

مذھب اور علم' دونوں میں اُسکي مصلحانه ذھنیت نمایاں ھوتي ھے' اور کسي گوشه میں بھي اُسکے قدم وقت کي مقلدانه سطح سے مس نہیں ھوتے - سیاست میں وه سر تاپا انقلاب کي دعوت ھوتا ھے' اور جہاں کہیں جاتا ھے' چند دنوں کے اندر مستعد اور صالح طبیعتیں چن کر انقلاب و تجدد کي روح پھونک دیتا ھے - اُس نے به یک وقت مصر' ایران' اور عراق؛ تینوں مقامات میں اصلاح و انقلاب کي تخم ریزي کر دي !

وه اپنے اولین قیام مصر سے تقریباً باره برس بعد پہلي مرتبه یورپ کا سفر کرتا ھے' اور پیرس میں وقت کے سب سے بڑے فلسفي اور علم ودین کي نام نہاد نزاع میں سب سے بڑے حریف دین و مذھب' پروفیسر رینان سے ملتا ھے - وه پہلي ھي ملاقات میں اس " عجیب الاطوار مشرقي فیلسوف " سے اس درجه متاثر ھوتا ھے که اخبار طان میں سید موصوف کے ایک مقاله کا رد کرتے ھوے لکھتا ھے : "میں نے اسکے شخصیت میں ابن سینا اور ابن رشد کي روح دیکھي" جیسا که اوپر گزر چکا ھے - یاد رھے که انسان کي قابلیت کیسي ھي کیوں نه ھو' لیکن مخاطب کے تاثر کے لیے وه بہت کچھه قوت بیانیه اور فصاحت تکلم کا محتاج ھوتا ھے - جس وقت سید جمال الدین رینان سے پیرس میں اور لارڈ سالسبري سے لنڈن میں ملا ھے' اُس وقت اسکي فرانسیسي زبان کي تعلیم کي تاریخ صرف اتني تھي که اثناء قیام مصر میں ایک شخص سے لاطیني الف بے قلمي لکھوا لي تھي' اور پھر کچھه عرصه کے بعد ایک کتاب خرید لي تھي جو عربي میں فرانسیسي کي ابتدائي تعلیم کیلیے لکھي گئي تھي - کوئي ثبوت موجود نہیں که اُس نے کسي انسان سے با قاعده فرانسیسي زبان کي

ایران میں بار دوم : سنة ۱۸۹۰

قسطنطنيه ميں : سنه ۱۸۷۰

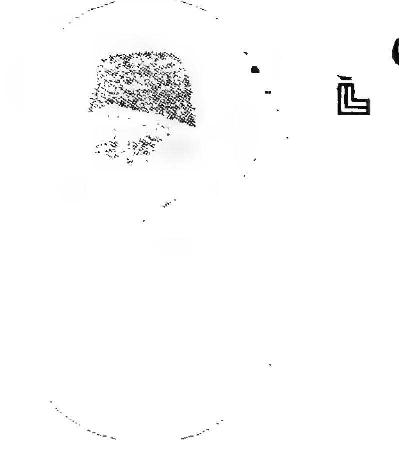
پيرس ميں : سنه ۱۸۸۳

مشرق کی تاريخ جديد کی تاريخی شخصيتين

قائدين فکر :

سيد جمال الدين اسد آبادی

" تقريباً دو ماه گزرے هيں که ايک شخص سيد جمال الدين نامي سے ميري ملاقات هوئي - اس شخص کي شخصيت کا ميرے دماغ پر جو اثر پڑا ' وه ايسا هے جو بهت کم شخصيتيں مجهه پر ڈال سکي هيں - يه اثر بهت قوي اور گهرا تها ' اور اسي کا نتيجه هے که مجهے خيال هوا ' سوربون يونيورسٹي کے خطبات کا موضوع يه قرار دوں که " اسلام اور اُس کا علم سے علاقه " سيد جمال الدين کي ذهنيت ايک ايسي ذهنيت هے جو: رسمي اسلام کے موثرات کي پوري طرح مقاومت کرسکتي هے - ميں جب اِس شخص سے باتيں کر رها تها ' تو اُس کے افکار کي آزادي ' طبيعت کي فضيلت ' اور اظهار حقيقت کي جرأت ديکهکر مجهے خيال هوا ' ميں اِس وقت اُن مشاهير عالم ميں سے کسي ايک کو مخاطب کر رها هوں جو دنيا کے گزشته علمي زمانوں ميں گزر چکے هيں اور جن سے تاريخ کے ذريعه هم نے واقفيت حاصل کي هے - ميں گويا ابن سينا ' ابن رشد ' يا اُن حکماء عظام ميں سے کسي حکيم کو اپنے سامنے ديکهه رها تها جنهوں نے فکر انساني کو جهل و اوهام کے قيود سے نجات دلانے کيليے تاريخ عالم کي پانچ صديوں تک اپني شجاعانه جد وجهد جاري رکهي تهی " ! (فيلسوف رينان)

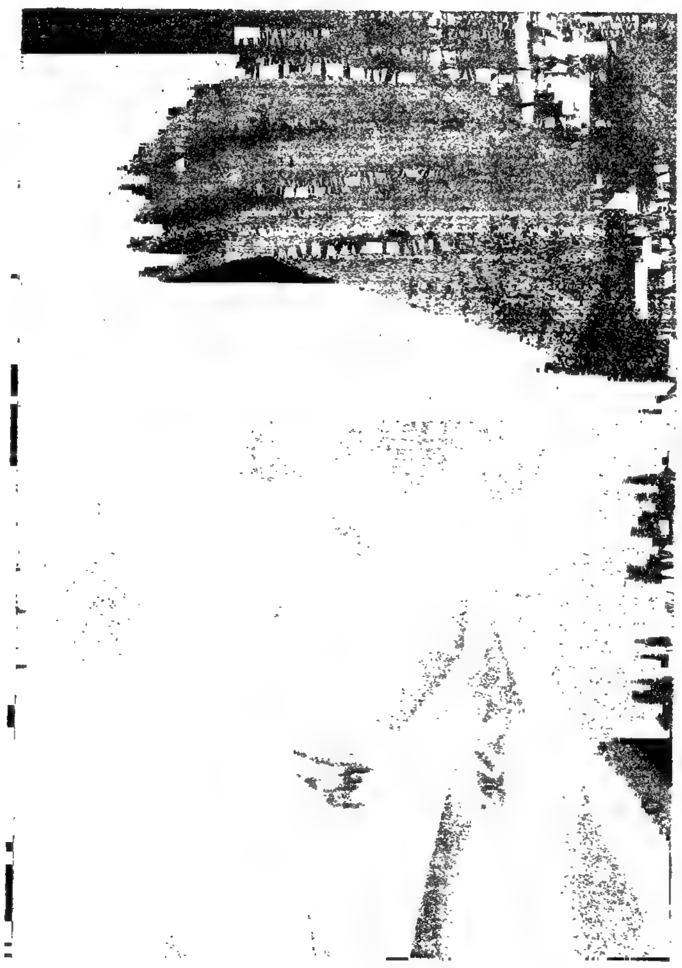
۳۰ - برس کي عمر ميں مصر کا پهلا سفر : سنه ۱۸۶۹

(سيد جمال الدين)

کلکته ميں : سنه ۱۸۷۹

انيسويں صدي کي تاريخ مشرق نے اصلاح و تجدد کي جس قدر شخصيتيں پيدا کي هيں ' اُن ميں کوئي شخصيت بهي وقت کي عام پيداوار سے اس قدر مختلف اور اپني طبعي ذهانت اور غير اکتسابي قوتوں ميں غير معمولي نهيں هے ' جس قدر سيد جمال الدين کي شخصيت هے - بغير کسي تامل کے کها جا سکتا هے که مشرق جديد کے رجال تاريخ اور قائدين فکر کي صف ميں اُس کي شخصيت کئي اعتبار سے اپنا سهيم و شريک نهيں رکهتي !

وه ايک گمنام اور مجهول ماحول ميں پيدا هوا - ايسے مجهول ماحول ميں که آج تک يه بات بهي قطعي طور پر معلوم نه هوسکي که وه في الحقيقت باشنده کهاں کا تها ؟ اسعدآباد کا جو هرات کے قريب اور افغانستان ميں واقع هے ' يا اسدآباد کا جو همدان کے قريب اور ايران ميں واقع هے ؟

اُس کے وطن کي طرح اُس کي ابتدائي زندگي کے حالات پر بهي ظن و تخمين کے پردے پڑے هوئے هيں - تاهم يه قطعي هے که تعليم و تربيت کا اسے کوئي موقع ايسا نهيں ملا تها جو کسي اعتبار سے بهي ممتاز اور قابل ذکر هو - انيسويں صدي کے کامل تنزل يافته افغانستان اور پنجاب کے علماء اپنے گهروں اور مسجدوں ميں علوم رسميه کي جيسي کچهه تعليم ديا کرتے تهے ' زياده سے زياده تعليم جو اُس نے حاصل کي تهي ' وه وهي تهي - جن اُستادوں سے اُس نے تعليم حاصل کي ' وه بهي يقيناً معمولي درجه کے تهے - اُن ميں کوئي شخص ايسا نه تها جس کي علمي شخصيت قابل ذکر هو -

دنيا کے نئے تمدني انقلاب اور نئے علوم سے آشنا هونے کا بهي اُسے کوئي خاص موقع حاصل نهيں هوا تها - اُس کا ابتدائی زمانه زياده تر افغانستان ميں بسر هوا ' يا ايک روايت کے مطابق ايران ميں ' اور يه دونوں مقامات اُس وقت مغربي تمدن و علوم کي تعليم و تعلم کا کوئي سامان نهيں رکهتے تهے -

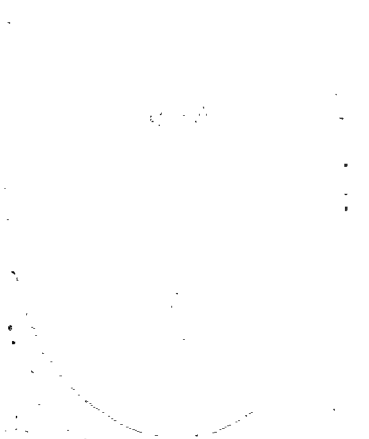
بصره ميں به لباس عربي سنه ۱۸۸۹

اِس منارہ كي تعمير سے غرض يہ تهي كہ جہازوں كو كهاڑيوں اور چٹانوں سے هوشيار كيا جائے اور بندرگاہ كا سيدها راستہ دكها ديا جائے - اِس وقت مختلف مقامات ميں كئي اور منارہ بهي موجود هيں - مثلاً " منارۂ اوستيا " ليكن اِن مناروں سے بعض خطرے بهي پيدا هوگيے هيں - كيونكہ اُنكي روشني دور سے ستارہ كي طرح معلوم هوتي هے اور جہازوں كو راستہ بهلا ديتي هے "

مورخ نے منارہ كا خرچ ۸۰۰ وزن بتايا هے - اِسكے معني يہ هوئے كہ تقريباً ۱۵ - لاكهہ روپے صرف هوئے تهے - منارہ كي عظمت كے مقابلہ ميں يہ رقم بہت كم معلوم هوتي هے -

منارہ كا بنانے والا سوستراتس سكندر اعظم كے مشہور معمار ڈيمكراتيس كا بيٹا تها - اِسنے اپنا نام منارہ پر اِن لفظوں ميں كندہ كيا تها :

" كنيڈوس كے باشندے سوستراتس ولد ڈيمكراتيس كي طرف سے نجات دينے والے ديوتاؤں كو هديہ ' تاكہ وہ سمندر ميں سفر كرنے والوں كو نجات بخشيں "

جن سياحوں اور جغرافيہ نويسوں نے تيرهويں صدي عيسوي ميں يہ منارہ ديكها تها ' اُنكا بيان هے كہ يہ ۶۰۰ فٹ يعني سو قد آدم بلند تها - عمارت كي وضع بابلي تهي - كئي منزليں اوپر نيچے تهيں - هر منزل اپنے نيچے كي منزل سے چهوٹي اور اوپر كي منزل سے بڑي تهي - زيريں دو منزليں مربع تهيں اور اوپر كي دو مستدير تهيں - هر منزل ميں ايك بڑا روشن دان تها - بنياديں سنگلاخ تهيں اور چونے كي جگہ سيسہ كي جڑائي كي گئي تهي تا كہ سمندر كي موجيں نقصان نہ پہنچا سكيں - پوري عمارت سنگ مرمر كي تهي - چوٹي پر ايك بہت بڑا تنور تها - اس ميں شب و روز آگ جلا كرتي تهي - رات كو اُس سے روشني حاصل هوتي اور دن كو دهواں نكلتا رهتا -

كہا جاتا هے كہ منارہ كے اندر تين سو كمرے تهے اور انميں فوجي پہرا رهتا تها -

بعض قديم راويوں نے بيان كيا هے كہ مينار كي زمين پر شيشہ جڑا تها اور چوٹي پر ايك عظيم الشان آئينہ لگا تها جسے حركت دے سكتے تهے اور اُسكے ذريعہ آفتاب كي شعاعيں جمع كركے سو ميل كي مسافت پر جہاز جلا ديے جاتے تهے - ليكن يہ محض بے بنياد باتيں هيں - البتہ يہ ممكن هے كہ معمار نے كوئي معدني آئينہ اِس غرض سے لگا ديا هو كہ روشني ميں اضافہ هو جائے -

فتح مصر كے بعد عربوں نے ايك مدت تك اِس منارہ كي حفاظت كي اور اُس سے كام ليتے رهے - ليكن وليد بن عبد الملك كے زمانہ ميں شہنشاہ قسطنطنيہ نے مسلمانوں كو نقصان پہنچانے كيليے ايك مكار آدمي دمشق بهيجا اور اُس نے يہ كہكر خليفہ كو دهوكا ديا كہ اِس منارہ كے نيچے بہت بڑا خزانہ مدفون هے - خليفہ نے لالچ ميں آكر كهودنے كا حكم ديديا - ليكن ابهي صرف آدهي عمارت منہدم هوي تهي كہ وليد متنبہ هوگيا اور اُس نے خيال كيا ايسي قيمتي اور مفيد عمارت كا ڈهانا سخت غلطي هے - اس نے انهدام كے روكنے كا حكم ديا اور از سر نو تعمير كي كوشش كي - ليكن اب اگلي سي تعمير دشوار تهي - كئي با كمال معماروں نے كوشش كي ليكن كامياب نہ هوئے - يہانتك كہ اُسكي چوٹي كا آئينہ زمين پر گر گيا اور پاش پاش هوگيا - اِسكے بعد نصف عمارت باقي رهگئي تهي - باشندوں نے اسے مسجد بنا ليا تها - ليكن سنہ ۱۳۷۵ ع ميں زلزلہ آيا اور پورا منارہ سمندر ميں جا گرا - كہا جاتا هے كہ قلعہ قائد بك كے قريب ابتك سمندر كي تہہ ميں منارہ كے پتهر چمكتے دكهائي ديتے هيں -

(٤)

مشتري كا مجسمہ

The Statue of Jupiter

" جوپيٹر " روماتيوں كا مشہور ديوتا هے - بعينہ يهي ديوتا ' يونان ميں " زفس " (Zeus) كے نام سے پوجا جاتا تها - بلا استثنا تمام قديم مورخوں نے اِس بت كا ذكر كيا هے جسے ايتهنز ميں " فيڈياس " نے بنايا تها - سب اِسے بالاتفاق دنيا كے سات عجائب ميں شمار كرتے هيں - موجودہ دنيا اُس كے نام و نشان سے بالكل خالي هے - صرف چند سكے دستياب هوئے هيں جن پر اُسكي شكل كا ٹهپا هے ' اور شہر ايتهنز ميں اُسكي بنياديں اور بيٹهك كا نچلا حصہ بر آمد هوا هے -

جرمن ماهرين آثار عتيقہ كي تحقيقات كا نتيجہ يہ هے كہ " زفس " كا بت خانہ مستطيل تها - اُسكے دونوں كناروں پر چهہ چهہ ستون اور دونوں پہلوؤں پر ۱۳ - ستون تهے - اندر كا ايوان ۹۵ فٹ لانبا اور ۴۳ فٹ چوڑا تها ' اور ستونوں كي دو قطاريں كهڑي كركے تين حصوں ميں بانٹ ديا گيا تها - " زفس " كا بت درمياني حصہ ميں ايك كنارے پر نصب تها - بت اصل ميں چوبي تها مگر اُس پر هاتهي دانت اور سونا جڑا هوا تها - هاتهي دانت جسم كو ظاهر كرتا تها اور سونا لباس كو -

قديم مورخ پوسينيا كي تصريح كے مطابق ' بت ايك تخت پر بيٹها تها - اُسكے سر پر زيتون كي پتے والي شاخ كا تاج تها - دهنے هاتهہ ميں فتح كا نشان تها جو هاتهي دانت اور سونے سے بني هوي عورت كي شكل ميں تها - بائيں هاتهہ ميں عصا تها ' جس پر مختلف قيمتي معدنيات كي پچے كاري تهي - عصا پر جهكا هوا ايك گدہ تها - بت كا جوتا اور تمام لباس ' سونے كا تها - تخت سونے ' آبنوس ' هاتهي دانت ' اور جواهرات سے بنايا گيا تها اور اُس پر بكثرت دلفريب تصويريں منقش تهيں !

ايك روماني شہنشاہ هارڈين كے ايك سكے ميں اِس بت كي تصوير پائي گئي هے اور اُس سے مورخ موصوف كے قول كي پوري تصديق هوتي هے - فرق صرف اس قدر هے كہ عصا پر بيان كردہ گدہ موجود نہيں هے -

بت كي تعمير كے سلسلہ ميں يہ بات مشہور هے كہ جب اُسكا سر بنانے كا وقت آيا تو لوگوں نے فيڈياس سے پوچها " سر كي وضع كيسي ركهوگے ؟ " اُس نے فوراً جواب ديا " ميں هومر كے اِس قول كي پيروي كرونگا : ابن قرونس گويا هوا - اپني سياہ ابروؤں والا سر عجب سے هلايا - بالوں كے گچهے اُسكے لازوال سر پر هل رهے تهے ! "

بت كي تصوير ايك اور سكہ پر بهي ملي هے - اِسميں سر كے بال لانبے هيں ' اور گردن پر پڑے هيں - داڑهي بهي گهني اور لمبي هے اور اُس پر دونوں طرف سے مونچهيں پهيلي هوئي هيں -

خيال كيا جاتا هے كہ ايتهنز ميں اِس بت كي تعمير سنہ ۴۵۰ ق م ميں هوئي تهي -

(عرب مورخين)

هم آئيندہ نمبر ميں بقيہ عجائب كا ذكر كركے بتلائينگے كہ عرب مورخين كي تصريحات كيا هيں ؟

تعليم حاصل کي هو ' ليکن يه واقعه هے که وہ فرانسيسي زبان ميں بهتر سے بهتر تحرير و تقرير کر سکتا تها - ترکي ' روسي ' اور انگريزي بهي اسي طرح اُس نے سيکهه لي تهي -

مشهور هے که جب پيرس ميں روسي سفير نے اُس سے ملنا چاها ' تو اُس نے ملاقات کي تاريخ ايسي مقرر کرائي جو دو هفته بعد آنے والي تهي - اُس کے بعد وہ ايک کتب فروش کے يهاں گيا اور اُس سے کها " مجهے فرانسيسي ميں روسي زبان سکهانے والي کتاب چاهيے - ميں خريد لونگا - بشرطيکه تم اس کا بهي انتظام کردو که آج سے ايک هفته بعد کوئي روسي زبان بولنے والا آدمي مجهه سے ملاقات کرسکے " کتب فروش نے کتاب بهي دي ' اور ايک ايسے شخص کا انتظام بهي کرديا جو اُسي کے يهاں ملازم تها - جمال الدين نے ايک هفته تک بطور خود کتاب ديکهي ' پهر آٹهويں دن سے چودهويں دن تک روز ايک گهنٹه روسي سے باتيں کرتا رها - اور پندرهويں دن وہ طيار هوگيا تها که روسي سفير سے بغير کسي مترجم کي وساطت کے ملاقات کرے !

(سيد کے سوانح حيات)

اگر سيد جمال الدين کي زندگي ميں لوگ اُس کے حالات سے واقف نه هوسکے تو يه چنداں عجيب بات نهيں هے - دنيانے هميشه اپنے اکابر و اعاظم سے اُن کي زندگي ميں غفلت برتي هے ' اور جب تک وہ دنيا سے رخصت نهيں هوگئے هيں ' اُن کے حقوق کا اعتراف نهيں کيا هے - خصوصاً مصلحين و مجددين اُمم کے ليے تو زندگي ميں تغافل اور موت کے بعد تعظيم و احترام ' اس دنيا کا ايک عام اور غير متغير قانون هے - ليکن يه صورت حال کس درجه عجيب اور تاسف انگيز هے که اُس کي وفات پر پورے تيس برس گزر چکے هيں ' اور وہ تمام مشرقي ممالک بيدار هو چکے هيں جهاں اُس نے اصلاح و انقلاب کي ابتدائي تخم ريزي کي تهي ' تاهم اُس کي زندگي بدستور تاريخ کي روشني سے محروم هے ' اور اُس سے زياده مشرق کچهه نهيں جانتا ' جتنا يورپ کے بعض محب شرق اهل قلم نے بتلا ديا هے !

افسوس اس جهل و غفلت پر! هم صرف اپنے قدماء کي شناخت هي کے ليے يورپ کے محتاج نهيں هيں - بلکه اپنے عهد کے اهل فضل و کمال کيليے بهي اس کے محتاج هيں - جب تک وہ انگلي سے اشاره کر کے نه بتلادے ' هم خود اپني قوم اور عهد کے بڑے بڑے انسانوں کو بهي نهيں پهچان سکتے !

هندوستان ميں تو الهـلال کي اشاعت سے پہلے ' غالباً لوگ سيد جمال الدين کے نام سے بهي آشنا نه تهے - سنه ۱۸۷۹ع ميں جب وہ حيدرآباد اور کلکته ميں مقيم تها ' تو هندوستاني مسلمانوں ميں سے صرف ايک شخص يعني مرحوم عبدالغفور شهباز تها ' جسے اسکے فضل و کمال کي تهوڑي سي شناخت نصيب هوئي تهي ' اور اُس کے چند فارسي مقالات کا اُردو ترجمه شائع کيا تها !

حال ميں برلن سے ايک رساله سيد جمال الدين کے اعمال حيات پر شائع هوا هے - اُسکے مطالعه سے خيالات ميں بے اختيار جنبش پيدا هوگئي - خيال هوا که پورے شرح و تفصيل کے ساتهه مشرق جديد کے اس قائد فکر کے سوانح حيات پر نظر ڈالني چاهيے - متفرق لفظوں اور متعدد تصويروں کا يه مرقع جو آج شائع هو رها هے ' اسي سلسلۂ مضامين کي تمهيدي قسط هے -

سات عجائب عالم

(۳)

اسکندريه کا مناره

(THE PHAROS OF ALEXANDRIA)

سکندر اعظم نے مصر فتح کرنے کے بعد هي شهر اسکندريه آباد کيا تها - پچاس سال کے اندر اِس شهر نے پوري ترقي حاصل کرلي ' اور بحر متوسط کي سب سے بڑي بندرگاه بن گيا - سکندر کے بعد اُسکے جانشين مصر ميں علم دوست تهے - اُنهوں نے اسکندريه کو اور رونق دي اور علم و حکمت کا مرکز بنا ديا - سنه ۲۸۵ ق م ميں بطليموس اول حاکم هوا - اُسنے شهر کي روز افزوں تجارتي ترقي ديکهکر خيال کيا که رات کے وقت جهاز راني کي سهولت کيليے ايک مناره تعمير کرديناچاهيے - چنانچه اسکندريه کے قريب جزيرۂ فيروس ميں يه مناره طيار کيا گيا اور فيروس کے نام سے مشهور هوگيا -

مورخين ميں اختلاف هے که اصل ميں يه نام جزيره کا تها يا مناره کا ؟ بهر حال يه واقعه هے که اِسکے بعد جهاز راني کيليے روشني کے جتنے بهي مناره تعمير هوئے ' اُنميں سے اکثر " فيروس " هي کے نام سے پکارے گئے - بلکه لاتيني ' اِطالي ' اسپيني ' اور قديم انگريزي زبان ميں تو اِس لفظ کے معني هي مناره روشني کے هوگئے - فرانسيسي ميں ابتک اس معني ميں " فار " کا لفظ مستعمل هے -

خيال کيا جاتا هے که مصري ' روشني کے مناروں سے واقف تهے ' اور بهت سے مناره بنا چکے تهے - مگر بطليموس کا يه مناره اپني بلندي اور ساخت کي وجه سے بهت ممتاز اور مشهور هوگيا -

مشهور روماني مورخ پليني نے (جو سنه ۷۹ ع ميں آتش فشاں پهاڑ فيزوف کے پهٹنے سے هلاک هوا) اسکندريه کا شهر اور يه مناره ديکها تها - وہ لکهتا هے :

"اسکندريه کي ايک شهرۂ آفاق عمارت ' وہ برج هے جسے شاه مصر نے جزيرۂ فير ميں تعمير کيا هے - يه جزيره ' اسکندريه کے راسته ميں واقع هے - برج کي تعمير ميں ۸۰۰ وزن خرچ هوئے تهے - بطليموس کي عظمت اور فراخ دلي کي يه شهادت کافي هے که اُسنے برج کے معمار سوسٹراٹس کو اجازت ديدي تهي که اِس حيرت انگيز عمارت ميں اپنا نام کنده کرکے بقاء دوام حاصل کر لے !

خوار بچه چهوڑ گیا - جب بچه جوان هوا اور اپني ماں سے اپنے باپ کا حال سنا تو سخت غضب ناک هوا اور تمهارے ملک پر ٹوٹ پڑا - اُس نے بے حساب مخلوق قتل کي - جب غصه ٹهنڈا هوا تو اس نے مغلوبوں کو اس وضع کے اختیار کرنے پر مجبور کردیا جو آج کل تمهاري وضع هے ! " راوي کا اِس قصه سے مقصود یه تها که هماري وضع ذلت کي وضع هے ' اور اُنهي کے ایک بادشاه نے همیں اُس کے اختیار کرنے پر مجبور کیا هے ! میں نے یه افسانه سن کر اُن کے بادشاه کا شکریه ادا کیا که معامله اِتنے هي پر ختم هوگیا اور اُس " فاتح " نے همیں هندو بننے اور هندو رسم و رواج اختیار کرنے پر مجبور نهیں کیا !

(۴) مسلمانوں کا حمله — منافرت کي بڑي وجه ' هندوستان پر مسلمانوں کا حمله هے - یمین الدوله سلطان محمود غزنوي کي جنگوں نے اُنهیں بهت هي سخت نقصان پهنچایا - اُن کي آبادیاں برباد هوگئیں - اُنهیں منتشر و پراگنده کردیا گیا - اُن کي صرف سلطنت هي نهیں گئي ' بلکه مفتوحه علاقوں سے اُن کے علوم و فنون بهي مٹ گئے ' اور ایسے دور دراز خطوں میں جلا وطن هوگئے ' جهاں تک رسائي مشکل هے - مثلاً کشمیر اور بانارسي (بنارس) وغیره - (بنارس کو دور اس لیے کها هے که یه پنجاب اور وسط هند سے دور ' مشرق کي طرف هٹا هوا هے)

یهي دیني اور سیاسي اسباب هیں جن کي بنا پر هندؤں میں مسلمانوں اور تمام اجنبیوں سے سخت نفرت و عداوت پیدا هوگئي هے -

(۵) پهر اُنکے اخلاق میں ایک اور بات بهي راسخ هوگئي هے اور کسي طرح نکل نهیں سکتي - یه اُن کے انتهائي علمي و ذهني تنزل کا نتیجه هے - وه یقین کرتے هیں که دنیا صرف اُنهي کي دنیا هے - انسان صرف اُنهي کي سرزمین پر موجود هیں - بادشاه صرف اُنهي کے بادشاه هیں - دین صرف اُنهي کا دین هے - اور علم صرف اُنهي کا علم هے - یهي وجه هے که نهایت مغرور اور بر خود غلط هوگئے هیں - اگر اُنسے علماء عرب و عجم کا ذکر کیا جاتا هے تو مخاطب کو جاهل خیال کرتے اور اُسکي تصدیق پر هرگز آماده نهیں هوتے هیں - حالانکه اگر وه سیر و سیاحت کے عادي هوتے اور اپنے پهاڑي حدود طے کرکے غیر قوموں سے ملتے ' تو یه جاهلانه و طفلانه خیال اُنمیں پیدا نه هوتا -

لیکن یاد رهے که اُن کے پیش رؤں کا یه حال نه تها - اُنکا مشهور فاضل " براهمهر " برهمنوں کي تعظیم کے بیان میں کهتا هے " جب یونانیوں نے باوجود ناپاک هونے کے علوم و فنون میں کمال حاصل کیا اور سب پر بازي لے گئے ' تو اُنکی بهي تعظیم واجب هوگئي - اُن کا درجه بهي برهمن کا درجه هوگیا " !

خود میري حالت یه هوئي که مدت تک اُنکے منجموں کے سامنے زانوے شاگردي ته کرتا رها - کیونکه میں اُنکي زبان اور اُنکے طریقوں سے بے خبر تها - لیکن جب کچهه اُن کي زبان میں دخل پیدا هوگیا تو میں اُنهیں اپنے یهاں کے علوم کي بنا پر اشیاء کي علتوں اور حساب و ریاضي کے براهین سمجهانے لگا - اسپر وه سخت متعجب هوئے اور استفاده میں باهم پیش قدمي کرنے لگے - بڑي حیرت سے پوچهتے تهے : " هندوستان کے کن کن علماء کو تم نے دیکها هے ؟ کن کن سے فائده اٹهایا هے ؟ " کیونکه اُنکے خیال میں علم ' هندوستان کے سوا کهیں هے هي نهیں - جب میں نے اُن سے کها که میں پهلي مرتبه اُن سے ملا هوں اور جو کچهه کهه رها هوں ' یه دنیا کے دوسرے حصوں کے علوم هیں ' تو وه اور زیاده متعجب هوئے ' اور بعضوں نے تو مجهے جادوگر سمجهنا شروع کر دیا "

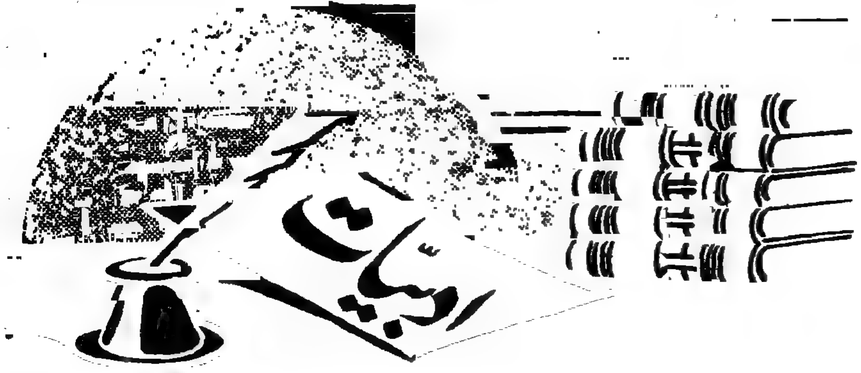

قدیم یونانی ادب کا ایك نمونه

(بلیٹس کا گیت)

(فرانسیسي ترجمے سے اردو میں منتقل کیا گیا)

(میري سهیلي کي شادي)

راستے میں ابتک گلاب کے پهول بکهرے پڑے هیں - شمعیں بهي ٹمٹما رهي هیں … …

یه میري سهیلي " ملیسا " کي شادي کي رات کا واقعه هے - میں اپني ماں کے ساتهه گهر لوٹي - اس وقت میرے سر میں خیالات کا هجوم تها :

" آج میري سهیلي کو جو بات نصیب هوئي هے ' کل مجهے بهي نصیب هوگي " میں خیال کرنے لگي " میں بهي ایسے هي شاندار جلوس میں نکلوں گي - میري رتهه بهي پهولوں سے لدي هوگي ' زیتون کي شاخیں اُسپر سایه کیے هونگي ' بانسریاں بجتي هونگي ' اور میري سهیلیوں کي میٹهي آوازیں سریلي بانسریوں میں مل جائنگي - میں بهي ایک دن اپنے بر کے پهلو میں " ملیسا " کي طرح نگاهیں نیچي کیے بیٹهونگي - مجهپر وه عجیب راز کهل جائینگے جو یه موقعه اپنے دامن میں چهپائے هوئے هے … اسکے بعد ؟ …… یه که میں اپنے بچوں کو اپني دوده بهري چهاتیوں سے لگالوں گي -

(راز)

… دوسرے دن میں اپني سهیلي سے ملنے گئي - آنکهیں ملتے هي دونوں کے رخسار سرخ هوگئے - وه مجهے اپنے کمرے میں لے گئي اب هم بالکل اکیلے تهے - مجهے اس سے بهت سي باتیں کهني تهیں - مگر اُسکي صورت دیکهتے هي کچهه یاد نه رها !

میري سهیلي جیسي همیشه سے تهي ' ویسي هي اب بهي هے - کوئي فرق اس میں نظر نهیں آیا - لیکن یه عجیب بات هے که میں اُس سے کچهه مرعوب سي تهي - میں اُس سے آنکهه نهیں ملا سکتي تهي -

اچانک میرا ڈر دور هوگیا - میں اُسکے زانو پر بیٹهه گئي - اُسکے کان میں سب باتیں کهدیں - اُس نے بهي اپنا سر میرے سر پر رکهدیا اور پورا راز کهه ڈالا !

(بانسري)

" لیکاسي " نے خوبصورت بانسري مجهے هدیه دي - وه مجهے بانسري بجانا سکهانے لگا ……

تاریخ و عبر

ہندوستان اور حکیم ابو ریحان بیرونی

نو سو برس پہلے ہندوستان کي ذہني اور معاشرتي حالت

ایک عرب محقق و سیاح کے مشاہدات و تاثرات

مستشرقین یورپ کي کوششوں سے ابو الریحان محمد بن احمد البیروني کي شہرۂ آفاق کتاب "کتاب الہند" یا "تحقیق ما للہند من مقولۃ مقبولۃ فی العقل او مرذولۃ" سنہ ۱۸۸۷ میں شائع ہوچکي ہے - بیروني پانچویں صدي ہجري کا مشہور حکیم اور محقق ہے - گیارھویں صدي مسیحي کے اوائل یعني اب سے نو سو برس پہلے اس نے ہندوستان کي سیاحت کي تھي - یہ زمانہ سلطان محمود غزنوي کي فتوحات کا تھا - محمد بن القاسم کي فتح سندہ کے بعد یہ پہلا موقعہ تھا کہ مسلمان بہ حیثیت جماعت اندرون ہند میں بڑھے - مسلمان ' یہاں کے باشندوں سے نا واقف تھے ' اور ہندو ' مسلمانوں سے نا آشنا - بیروني ' ہندوستان میں بطور سیاح کے داخل ہوا - سنسکرت زبان حاصل کي - ہندو علماء کي صحبت میں بیٹھا - ہندو علوم کي تحصیل کي - اُنکے حالات سے واقف ہوا - اور پھر غزني میں بیٹھکر اپني یہ جلیل القدر کتاب مرتب کي - اس کتاب کے متعلق بالاتفاق تمام محققین حال کا فیصلہ ہے کہ اُس عہد کے ہندوستان پر اس سے بہتر اور محققانہ بیان کسي مصنف کا موجود نہیں - یہ کتاب ہمارے سامنے نو صدي پہلے کا ہندوستان پیش کرتي ہے - اِس میں زیادہ تر بحث ہندو فلسفہ ' الہیات ' نجوم ' ریاضي وغیرہ علوم سے کي ہے - لیکن ضمناً اُس وقت کي معاشرتي حالت پر بھي بہت کچھ روشني پڑتي ہے - ذیل میں ہم اُسکے جستہ جستہ اقتباسات پیش کرتے ہیں - اِن سے قارئین الہلال اندازہ کر سکینگے کہ قدیم ہندوستان کي معاشرتي ذہنیت کا کیا حال تھا ' اور اس طویل مدت میں کتنا کم تغیر اُس میں واقع ہوا ہے ؟ غالباً کسي ملک کے ذہني اور معاشرتي جمود و تصلب کي اس سے بہتر مثال دنیا میں موجود نہیں -

(ہندوستان کے سمجھنے میں دشواریاں)

بیروني نے اپني کتاب کے مقدمہ میں وہ دشواریاں بیان کي ہیں جو غیر قوموں کو ہندوستان کے سمجھنے میں پیش آتي تھیں - وہ لکھتا ہے :

" ہندوستاني ہم سے اُن تمام باتوں میں مختلف ہیں جو قوموں میں اشتراک یا تعارف کا ذریعہ ہوا کرتي ہیں - مثلاً :

(۱) زبان ــــ اگرچہ سب قوموں کي زبانیں الگ الگ اور مختلف ہیں لیکن ہندوستان کي زبان (سنسکرت) عربي کي طرح بہت ہي وسیع و دقیق ہے - اجنبي کے لیے اُسکي تحصیل ' عربي سے بدرجہا زیادہ دشوار ہے - اِس زبان میں ایک ہي چیز کے بہت سے نام اور ایک ہي لفظ کے بہت سے معني پیدا ہوتے ہیں - اُنکا احاطۂ و ادراک اِس قدر مشکل ہے کہ اسماء و مسمیات کي تمیز بجز خاص ذہانت و قابلیت رکھنے والوں کے ' عام لوگوں کے لیے تقریباً نا ممکن ہے - ہندو اپني زبان کي اِس پیچیدگي پر اُسي طرح ناز کرتے ہیں جس طرح بعض دوسري قومیں کرتي ہیں ' حالانکہ یہ در حقیقت زبان کا عیب ہے - نہ کہ خوبي -

ہندوستان کي زبان کي دو قسمیں ہیں : عامي اور فصیح ــــ عامي ' عوام اور بازاریوں کے استعمال کے لیے ہے - فصیح ' علم و ادب اور مجالس سلاطین و حکماء کے لیے - یہ اپنے اشتقاق ' تصریف ' نحو کے دقائق ' اور بلاغت کي باریکیوں کي وجہ سے اِس قدر مغلق ہے ' کہ ماہر علماء کے سوا اس سے کوئي فائدہ نہیں اٹھا سکتا -

پھر یہ زبان ایسے حروف سے مرکب ہے جنمیں سے بعض حروف عربي اور فارسي حروف سے کوئي مشابہت نہیں رکھتے - بلکہ یوں کہنا چاھئے کہ ہماري زبانیں اور حلق اُنکے صحیح تلفظ کي قدرت ہي نہیں رکھتے - یہي باعث ہے کہ عربي خط میں انکي تحریر نا ممکن ہے ' اگرچہ نقطوں ' علامتوں ' اور اعراب سے انہیں کتنا ہي مقید کردیا جائے -

پھر بعض حروف مستعمل ہیں ' بعض متروک - ساتھہ ہي نقل و صحت کا بھي اُن کے ہاں زیادہ اہتمام نہیں ہے - نتیجہ یہ ہے کہ کتاب ایک دو نقلوں کے بعد برباد ہو جاتي ہے ' اور اُس کي زبان ایک نئي زبان بن جاتي ہے - عوام کیا خواص بھي اُسے سمجھہ نہیں سکتے - خود میرا تجربہ ہے کہ میں نے اُنہي کے منہہ سے کوئي لفظ سنا ' پھر مزید تاکید و تصحیح کے خیال سے اُن کے سامنے دھرایا ' تو میں نے دیکھا ' خود اُن کے لیے اُس کا دوبارہ سمجھنا دشوار ہو گیا تھا !

ایک اور خصوصیت یہ ہے کہ بعض دوسري عجمي زبانوں کي طرح ان کي زبان میں بھي دو تین ساکن حرف ایک ساتھہ جمع ہو جاتے ہیں ' اور اکثر الفاظ میں ابتدا بہ سکون ہے - ہماري زبانیں اِس قسم کے الفاظ بولنے کي عادي نہیں - یہي سبب ہے کہ ان کے اکثر الفاظ ہم آساني سے بول نہیں سکتے -

(۲) دیني اختلاف ــــ باشندگان ہند ہم سے دین میں بھي کلي اختلاف رکھتے ہیں - نہ اُن کا کوئي عقیدہ ہمارے لیے قابل تسلیم ہے ' نہ ہمارا کوئي عقیدہ اُن کے لیے قابل قبول - وہ آپس میں بھي مذہبي اختلافات رکھتے ہیں - مگر یہ اختلافات فرعي ہیں - دوسري قوموں سے اُن کا اختلاف اصولي ہے - وہ سب قوموں کو " ملیچ " (ملچھہ) یعني ناپاک کے لقب سے پکارتے ہیں اور اُن سے ملنا جلنا ناجائز سمجھتے ہیں - حتیٰ کہ اُس پاني اور آگ کو بھي نا پاک سمجھتے ہیں جو کسي غیر باشندۂ ہند کے استعمال میں آگئي ہو !

پھر اُن کے خیال میں یہ نجاست اِس درجہ شدید ہے کہ پاکي کي کوئي صورت بھي ممکن نہیں - یہ کسي حال میں بھي جائز نہیں کہ غیر ہندو ' اگرچہ ہندو مذہب کا کتنا ہي قائل ہوجائے ' اُن میں داخل ہوسکے ' یا جو آدمي اُن کے دین سے ایک مرتبہ نکل گیا ہے ' وہ پھر اُس میں لوٹ سکے - اِس صورت حال کا قدرتي نتیجہ یہ ہے کہ وہ تمام دنیا سے بالکل الگ ہوگئے ہیں - کوئي بندھن بھي ہمیں اور اُنہیں جوڑنے والا موجود نہیں -

(۳) رسوم و عادات ــــ یہ مغایرت اِس درجہ شدید ہے کہ وہ اپنے بچوں کو ہم سے ' ہمارے لباس سے ' ہماري وضع قطع سے ڈرایا کرتے ہیں - حتیٰ کہ ہمیں شیطنت کي طرف منسوب کرتے ہیں - ہم سے نفرت اُن کے دلوں میں اِس قدر راسخ ہے کہ خود میں نے اپنے کانوں سے اُنہیں کہتے سنا " تمھاري سر زمین کے ایک بادشاہ نے آکر ہمارا ایک بادشاہ مار ڈالا تھا - مقتول اپنے پیچھے ایک شیر

اگر آپ

علم و کتب کی وسعت اور دستِ طلب کی کوتاہی سی گھبرا گئے ہیں تو کیوں کسی ایسے مقام کی جستجو
نہیں کرتے جہاں دُنیا کی تمام بہترین اور منتخب کتابیں جمع کر لی گئی ہوں؟

ایسا مقام مَوجود ہی!

J. & E. Bumpus Limited,
350, Oxford Street,
LONDON, W.1.

جو

دُنیا میں کتب فروشی کا عظیم مرکز ہے

اور

جسے ملک معظم برطانیہ اور اُنکے کتبخانۂ قصر کے لئے کتابیں بہم پہنچانے کا شرف حاصل ہے!

انگریزی کا تمام ذخیرہ جو برطانیہ اور برطانی نوآبادیوں اور ملحقہ ممالک میں شایع ہوتا ہے

یوُرپ کی تمام زبانوں کا ذخیرہ

مشرقی علوم و ادبیات پر انگریزی اور یورپین زبانوں کی تمام کتابیں

نئی اور پُرانی دونوں طرح کی کتابیں

تمام دنیا کے ہر قسم اور ہر درجے کے نقشے

ہر قسم کی تعلیمی کتابوں کے مسلسل سلسلے

بچّوں کے لئے ہر قسم اور درجے کا ذخیرہ

قیمتی سے قیمتی اور سستے سے سستے ایڈیشن

آپ ہمارے عظیم ذخیرہ سے حاصل کر سکتے ہیں

ہمارے یہاں سے

ہر چھ ماہ کے بعد نئے ذخیرہ کی مفصّل فہرست شایع ہوا کرتی ہے

میرے دل میں اُس وقت کوئی عجیب اور نا معلوم اثر پیدا ہو رہا تھا - لیکاسی نے بانسری میرے ہاتھ سے نرمی کے ساتھ لے لی اور بہت ہی دھیمی آواز میں ایک راگ سنایا - میرا دل زور سے دھڑکنے لگا - ......

ہمارے پاس کہنے کو کوئی بات نہ تھی - ہم باری باری بانسری بجا کر دل بہلاتے رہے -

ہم بالکل بے خودی کے عالم میں تھے - اچانک مینڈک چلانے لگے - اب ہم چونکے - رات قریب آ پہنچی -

مجھے بہت دیر ہو گئی ہے - لیکن میں اپنی ماں کو یقین دلانے کی کوشش کرونگی کہ میں اِس وقت تک اپنی کھوئی ہوئی پیٹی ڈھونڈھ رہی تھی !

(جھونپڑا)

میرا چھوٹا سا جھونپڑا ' جہاں ہمارا نرم بستر رکھا ہے ؟ مجھے سب سے زیادہ پسند ہے - وہ مجھے اس لیے پسند ہے کہ ہم نے اسی میں اپنی سب سے اچھی راتیں بسر کی ہیں !

ہمارا بستر ' درختوں کے پتوں اور پھولوں سے بنا ہے - وہ بھی مجھے بہت محبوب ہے ' کیونکہ وہ ہم دونوں کو جمع کرتا ہے !

میں کبھی کبھی بہت غمگین ہو جاتی ہوں - لیکن جب محبت کے پہلو میں ہوتی ہوں ؛ تو اپنے آپ کو بھی بھول جاتی ہوں - مجھپر ایک طرح کی غشی سی طاری ہو جاتی ہے -

(قسم)

" اُس " نے کہا :

" جب دریا کا پانی اُبل کر برف آلود پہاڑوں کی چوٹیاں چھپا دے "

" جب انسان ' سمندر کی موجوں پر گیہوں اور جو بو کر کاٹنے لگے "

" جب سورج کی روشنی ' تاریکی ہو جائے "

" جب چاند گر کر چور چور ہو جائے "

" تو اُس وقت میرے لیے بھی روا ہوگا کہ تجھسے منہہ موڑ لوں ' اور تجھے بھی حق ہوگا کہ مجھے بالکل بھلا دے ! اے بلیٹس ! اے میری محبت ! "

(رات)

جب رات آجاتی ہے اور اندھیرا پھیل جاتا ہے ' تو میں خاموشی کے ساتھ گھر سے نکل جاتی ہوں - ہرے بھرے میدانوں میں پہنچتی ہوں - میرا شوہر وہاں بے خبر پڑا سوتا ہے -

کبھی میں گھنٹوں کھڑی اُسے دیکھتی رہتی ہوں - بالکل چپ ' سناٹے میں ...... میں اُسے اپنے قریب تنہا دیکھکر خوش ہوتی ہوں - پھر میں اپنا منہ اُسکے منہ سے قریب کرتی ہوں - کیوں ؟ اسلیے کہ اُسکی سانس کے بوسے لوں !

اُس وقت ستاروں کی چمکیلی آنکھوں کے سوا ہمیں کوئی نہیں دیکھتا !

صبح ہو جاتی ہے -

" اِتنی جلدی روشنی لوٹ آئی ! " میں اپنے دل سے کہتی ہوں کس جگہ روشنی نہیں پہنچ سکتی ؟ کس غار میں سورج کی شعاع کبھی دکھائی نہیں دیتی ؟ مجھے اُسکی تلاش ہے - تاکہ ہمارا استغراق محبت کبھی ختم نہ ہو ... ہمیشہ کیلیے ! سورج کی کرنیں ہمیں پریشان کرنے نہ پائیں -

اقتباسات

تراژکی اور بد مستی

کون ہے جس نے مشہور روسی رہنما اور لینن کے بعد سب سے زیادہ حیرت انگیز روسی انسان " تراژکی " کا نام نہیں سنا ؟ یہ شخص جس نے اپنی انتظامی اور جنگی قابلیتوں کا لوہا دشمن تک سے منوا لیا ہے ' انقلاب روس سے پہلے امریکہ میں ایک معمولی درجہ کا بے وقعت اخبار نویس تھا اور شہر بوسٹن میں غریبانہ زندگی بسر کرتا تھا - اُسی زمانہ کا یہ واقعہ اب اخباروں میں شایع ہوا ہے کہ ایک دن تراژکی کو شہر کے کوتوال نے اِس جرم میں گرفتار کرلیا کہ وہ سڑکوں پر بدمست پھر رہا تھا - چنانچہ ۲۴ گھنٹہ قید میں رکھا گیا -

اُس وقت کوتوال کو کیا معلوم تھا کہ اُسکا یہی قیدی عنقریب دنیا کے مشہور انسانوں میں شمار کیا جایگا ؟ (السیاسہ)

(ہنسی)

مشہور فرانسیسی مصنف زیپلے کہتا ہے :

" ہنسی ' انسان کا ایک امتیازی وصف ہے "

یہ قول بالکل صحیح ہے - بہت سے قدیم فلاسفہ بھی یہی کہہ چکے ہیں - ہنسی اور مسکراہٹ ' دو الگ الگ چیزیں ہیں - ہنسی کی بھی کئی قسمیں ہیں : گونجنے والی ہنسی ' خشک ہنسی ' کھوکھلی ہنسی ...

ہنسی کا خاصہ انسان میں بے فائدہ نہیں ہے - ہنسی میں بہت سے جسمانی فوائد ہیں - دل کھولکر ہنسنے کے بعد انسان کو سانس لینے میں بہت آرام محسوس ہوتا ہے - کیونکہ جس طرح دوڑنے کے بعد پھیپھڑونکی ہوا صاف ہوجاتی ہے ' اُسی طرح ہنسنے کے بعد اسکی حالت ہوتی ہے - پھر ہنسی کا اعضاء ہضم یعنی معدہ وجگر وغیرہ پر بھی بہت اچھا اثر پڑتا ہے - پیٹ بھر کے کھانے کے بعد ہنسی غیر معمولی سرعت سے کھانا ہضم ہونے میں مدد دیتی ہے - اسی لئے دستر خوان پر ہنسنے ہنسانے والی باتیں کرنا مستحسن ہے ' اور اسی لیے تنہا بیٹھہ کر کھانا ناپسند کیا جاتا ہے ' کیونکہ اس کا نتیجہ بسا اوقات یہ ہوتا ہے کہ انسان ضعف معدہ یا دائمی قبض میں مبتلا ہو جاتا ہے - لقمہ منہہ میں لیکر ہنسنا نہیں چاہیے ' ورنہ آلات تنفس میں لقمہ کے اجزاء اٹک جانے کا اندیشہ ہے - اگر کبھی ایسی صورت پیش آ جائے تو پیٹھہ پر زور سے گھونسا نہیں مارنا چاہیے ' کیونکہ یہ سخت خطرناک ہے -

ہنسی پورے نظام عصبی کے لیے مفید ہے - جب انسان ہر خوشی کے موقعہ پر ہنسنے کا عادی ہو جاتا ہے تو اُسے ہر مرتبہ ہنسنے میں خوشی حاصل ہونے لگتی ہے - البتہ بلا وجہ ہنسنا حماقت ہے -

لیکن آخر ہم ہنستے کیوں ہیں ؟ جو باتیں ایک شخص کو ہنساتی ہیں ' بسا اوقات دوسرے کو نہیں ہنساتیں - اس کا جواب مشکل ہے !

(سنڈے ریویو)

◆

کیا آپ کو معلوم نہیں

کہ
اسوقت
دنیا کا بہترین فاونٹین قلم
امریکن کارخانہ "شیفر"
کا
"لائف ٹائم" قلم ہے؟

(۱) اتنا سادہ اور سہل کہ کوئی حصہ نزاکت یا پیچیدہ ہونے کی وجہ سے خراب نہیں ہوسکتا

(۲) اتنا مضبوط کہ یقیناً وہ آپکو آپکی زندگی بھر کام دے سکتا ہے

(۳) اتنا خوبصورت، سبز، سرخ اور سنہری بیل بوٹوں سے مزین کہ اتنا خوبصورت قلم دنیا میں کوئی نہیں

کم از کم تجربہ کیجئے

یاد رکھئے

جب آپ کسی دکان سے قلم لیں تو آپ کو "شیفر"
کا
"لائف ٹائم"
لینا چاہئے!

جامع الشواہد

طبع ثانی

مولانا ابوالکلام صاحب کی یہ تحریر ۱۹۱۹ء میں شایع ہوئی تھی جب وہ رانچی میں نظر بند تھے۔ موضوع اس تحریر کا یہ تھا کہ اسلامی احکام کی رو سے مسجد کن کن اغراض کے لئے استعمال کیجا سکتی ہے؟ اور اسلام کی رواداری نے کس طرح اپنی عبادت گاہوں کا دروازہ بلا امتیاز مذہب و ملت تمام نوع انسانی پر کھول دیا ہے؟

۱۹۱۹ء میں جسقدر نسخے چھپے تھے، مدرسہ اسلامیہ رانچی کو دے دئے گئے تھے جو بہت جلد ختم ہو گئے۔ اب مصنف کی نظر ثانی کے بعد دوبارہ لیتھو میں چھپی ہے۔ ۱۲؍ (منیجر الہلال کلکتہ)

حیرت انگیز رعایت

پندرہ روپے کی تین گھڑیاں
صرف دس روپے میں
محصولڈاک اور پیکنگ بھی معاف

آپ کے لئے + آپ کے کمرہ کے لئے + بیوی کے لئے

گولڈن ریسٹ واچ ریلوے ریگولیٹر پاکٹ واچ مشہور عالم بی ایم جرمن میڈ

۱۰؎
گارنٹی
گارنٹی ۵ سال
گارنٹی ۳ سال

انتہائی نئے فیشن کی خوشنما نفیس	اصل سوئس کیس خوبصورت مضبوط	دیکھنے میں خوبصورت چال کا اچھا
پائدار ایمپائر بکسوں کی قیمت سے	الارم نہایت صحیح بتانے والی قیمت صرف	پرزوں کا مضبوط ٹائم کا سچا
اسٹریپ سات روپے آٹھ آنہ	چین پانچ روپے آٹھ آنے	بیحد سستا قیمت دو روپے
محصولڈاک پیکنگ منی آرڈر فیس	محصولڈاک پیکنگ منی آرڈر فیس	محصولڈاک پیکنگ منی آرڈر فیس

یہ تینوں گھڑیاں اگر آپ یکمشت طلب فرمائیں تو صرف دس روپے میں بھیجی جائیں گی یہ رعایت محض مال کی نکاسی اور فرم کی شہرت کی وجہ سے ہے اور یہ رعایت اسی وقت تک رہے گی جب تک یہ گھڑیاں اسٹاک میں رہیں گی اسکے بعد ہم تعمیل کے ذمہ دار نہ ہونگے آپ فوراً ہی آرڈر بھیجدیں ایسا نہ ہو کہ اسٹاک ختم ہو جائے اور آپ کی فرمائش کی تعمیل نہ ہو سکے

النوٹ۔ یکیادہ گھڑی کے خریداروں کیلئے کوئی رعایت نہیں ہے۔ ان سے انکی قیمت مندرجہ بالا لی جائیگی۔ اور محصولڈاک و پیکنگ وغیرہ بھی ان کو ادا کرنا ہوگا +

پتہ امریکن واچ ہوس اسٹاکسٹ ویسٹ اینڈ واچ کمپنی نمبر ۸۳ مقام دہلی

فدائیان اسلام پر مصائب کا ہجوم

کیوں ہے؟

اگر آپ کو قوم کے ظاہری و باطنی امراض اور انکے علاج کا علم حاصل کرنا ہے تو الجمعیۃ ملاحظہ فرمائیے

"الجمعیۃ" تمام ہندوستان میں ایک ہی اخبار ہے جو علما کی زبان کہلانے کا مستحق ہے اور جسکا اہم ترین مقصد ملت بیضا کی محافظت ہے۔ مقدس مذہب اسلام کے خلاف حملوں کا دنداں شکن جواب دینا اور واقعات کی محققانہ تنقید اس کا مخصوص طریقہ ہے

اس زمانے میں اجتماعی اور تمدنی زندگی کے لئے اخبار بھی ایک ضروری چیز ہو گیا ہے اور ہر قوم کو اپنی تمدنی زندگی قائم رکھنے کے لئے اسکی حاجت ہے۔ اس لئے تمام مسلمانوں کو لازم ہے کہ وہ مذہب کی حفاظت کے فریضے کو تمام فرائض سے اہم سمجھیں اور اس اخبار کو جو مذہب کا محافظ ہے اور صلاح قوم کا علمبردار بھی اشاعت اور ترقی کے اعلیٰ درجے پر پہنچا دیں حق کی آواز جسقدر کثرت سے لوگوں کے کان میں جائے اسیقدر کامیابی ہے

اخبار الجمعیۃ کی پانچ خصوصیات

(۱) تمام سیاسی و مذہبی مسائل پر عالمانہ و فاضلانہ بحث کرتا ہے۔
(۲) تبلیغ و اشاعت اسلام کے متعلق مسلسل مضامین شائع کرکے مخالفین اسلام کو خاموش کرتا ہے۔
(۳) عربی، فارسی، اردو، انگریزی اخبارات کے تراجم پیش کرتا ہے۔
(۴) حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب صدر جمعیۃ علماء ہند کے فتاوے کی اشاعت کرتا ہے۔
(۵) ایک کالم تفریح کا بھی ہوتا ہے جس سے اسکی دلچسپی میں اندازاً اضافہ ہوتا ہے۔

ہفتہ میں دو بار شائع ہوتا ہے۔ چندہ سالانہ چھ روپیہ (للعہ) ششماہی تین روپیے چار آنے (۳؎)

منیجر "الجمعیۃ" دہلی

یاد رکھئے

موسم گرما کا نایاب تحفہ

صرف ہمدرد دواخانہ سے ملیگا

شربت روح افزا ۲۹۳ (رجسٹرڈ)

جو تقریباً ۲۰ سال کے عرصہ میں اپنی بے شمار خوبیوں کی وجہ سے اسم بامسمی ہو کر بلا تفریق مذہب عام ہر دلعزیزی و شہرت مقبولیت حاصل کر کے نہ صرف ہندوستان بلکہ ممالک غیر تک شہرت حاصل کر چکا ہے اور جس کو چشم بد (حاسدین) سے محفوظ رکھنے کے لئے تمام ہندوستان کے واسطے رجسٹرڈ بھی کرا لیا گیا ہے۔

محترم ناظرین! آپ میں جو اصحاب اس کا استعمال کر چکے ہیں ان سے تو اس کے تعارف کرانے کی ضرورت نہیں کیونکہ آپکی مسلسل و پیہم مشتاقانہ خریداری اس کی پسندیدگی و قدردانی کی خود دلیل ہے لیکن ہندوستان جیسے وسیع براعظم میں جن لوگوں کو اس کے استعمال کا اب تک اتفاق نہیں ہوا ان سے اس کی بے شمار خوبیوں میں سے چند عرض کی جاتی ہیں۔

اسکی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس شربت کا استعمال کسی مذہب کے خلاف نہیں۔ دوسری خوبی یہ ہے کہ ہر تندرست انسان بلا قید عمر و مزاج موسم گرما میں خوش ذائقہ و فرحت بخش چیز کی حیثیت سے استعمال کر سکتا ہے

ناظرین! یہ شربت کیا ہے؟ اعلیٰ قسم کے فواکہات مثل انگور، سیب، رنگترہ وغیرہ اور بہت سی اعلیٰ ادویہ کا مرکب ہے جو خاص ترکیب اور جانفشانی سے تیار کیا جاتا ہے۔ مفرح قلب ہے۔ خوش ذائقہ ہے۔ تشنگی اور گھبراہٹ کو دور کرتا ہے۔ اختلاج قلب درد سر دوران سر، متلی وغیرہ کی شکایت کو رفع کرتا ہے۔ سوداوی امراض کے واسطے عموماً اور گرم مزاج والے اصحاب کے واسطے خصوصاً بہت مفید ہے۔

معنوی خوبیوں کے علاوہ جو استعمال سے تعلق رکھتی ہیں ظاہرا طور پر رنگ دلفریب اور پیکنگ کی صفائی دیدہ زیب ہے اسکی اشاعت سے محض ذاتی نفع مقصود نہیں بلکہ ہم خرما و ہم ثواب کے مصداق پبلک کی خدمت کرنا اور ہندوستانی اشیاء کی ترویج کو ترقی دینا مد نظر ہے۔ ہمیں امید ہے کہ آپ بوتل دیکھ کر اور استعمال کر کے جو بیدار شدہ نوخیز ہندوستان کی صنعت کا امید افزا نمونہ ہے اور جس کی ہر چیز دیسی ہے خوش ہونگے اور باوجود اس قدر خوبیاں ہونے کے قیمت اس لئے کم رکھی ہے کہ ہر حیثیت کے لوگ اس سے فائدہ حاصل کر سکیں۔ قیمت فی بوتل ایک روپیہ آٹھ آنے (عہ) حکیموں اور عطاروں کے علاوہ، تاجران کو بشرطیکہ وہ ایک درجن یا اس سے زیادہ خریدیں، دو آنے (۲) فی روپیہ کمیشن دیا جائے گا۔

نوٹ: اس شربت کی عام مقبولیت کو دیکھ کر بہت سے ہمارے ہم پیشہ حضرات ناجائز فائدہ اٹھانے کی مختلف ترکیبیں نکالتے ہیں مثلاً کوئی اس شربت کا ملتا جلتا نام رکھ لیا ہے۔ لہذا

آپ شربت خرید کرتے وقت دھوکا نہ کھائیں بلکہ بوتل پر ہمدرد دواخانہ کا خوشنما لیبل اور اس پر لفظ رجسٹرڈ ضرور ملاحظہ فرمائیں۔

واضح رہے کہ یہ شربت ہمدرد، دواخانہ کی مخصوص چیز ہے اور اصلی صرف ہمدرد دواخانہ دہلی سے ہی مل سکتا ہے۔

پتہ۔ ہمدرد دواخانہ دہلی

تار کا کافی پتہ ہمدرد، دہلی

اگر آپ انگلستان کی سیاحت کرنا چاہتے ہیں تو

یاد رکھئے

کہ آپ کو ایک مستند اور آخرین رہنما گائڈ بک کی ضرورت ہے جو انگلستان کے تمام
شہروں، سوسائیٹیوں، ہوٹلوں، کلبوں، تھیٹروں، رقص گاہوں، قابل دید مقامات
اور آثار قدیمہ وغیرہ سے آپکو مطلع کر دے نیز جس سے وہ تمام ضروری معلومات
حاصل کیجا سکیں جن کی ایک سیاح کو قدم قدم پر ضرورت پیش آتی ہے
ایسی مکمل گائڈ بک صرف ڈنلاپ گائڈ ٹو گریٹ بریٹن

The Dunlop Guide to Great Britain

کا دوسرا ایڈیشن ہے۔ ہندوستان کے تمام انگریزی کتب فروشوں اور بڑے بڑے ریلوے اسٹیشنوں کے
بک اسٹال سے مل سکتی ہے

اگر آپکو

دمہ

(ضیق النفس)

یا

کسی طرح کی بھی معمولی کھانسی کی شکایت ہو
تامل نہ کیجئے۔ اپنے سے قریب دوا فروش کی دک
سے فوراً ایک ٹین

HIMROD

کا
مشہور عالم دوا کا منگواکر
استعمال کیجئے

انگلستان	پر	۴۴۶	ملین (ایک ملین ۱۰ لاکھ)	ڈالر تقریباً ۳ روپیہ
رانس	"	۳۸۴۴	"	"
ٹلی	"	۱۹۳۲	"	"
لجیم	"	۴۳۷	"	"
وس	"	۲۳۲	"	"
ولینڈ	"	۱۹۳	"	"
وگوسلاویا	"	۱۰۶	"	"

امریکہ میں الحاد کی مقبولیت

الحادی انجمنوں کی دعوت و تبلیغ

اسوقت امریکہ میں سب سے زیادہ طاقتور اور مقبول دعوت، الحاد اور ترک ادیان کی دعوت ہے۔ ملحدانہ خیالات دنیا میں قدیم زمانوں سے موجود ہیں اور دنیا کے نئے علمی دَور نے مذہبی عقائد کا قدیم رسوخ متزلزل کر دیا ہے، تاہم اسوقت تک کسی ملک میں بھی الحاد عوام میں مقبولیت حاصل نہ کر سکا، اور عامۃ الناس کا میلان مذہب ہی کی طرف رہا مگر اب امریکہ میں الحاد ایک عام پسند دعوت کی حیثیت اختیار کر رہا ہے اور روز بروز اُس کی جماعتیں زیادہ قوت و رواج حاصل کر رہی ہیں۔ امریکہ کے کالج اور یونیورسٹیاں اس دعوت کی اشاعت و تبلیغ کا سب سے بڑا میدان ہیں۔ انہی میدانوں میں قوم کے دل و دماغ طیار ہوتے ہیں، اور اگر یہ الحاد کی اشاعت و تبلیغ کا مرکز بن گئے ہیں، تو ظاہر ہے کہ امریکی دل و دماغ کا سانچا اب مذہب کا نہیں بلکہ الحاد کا سانچا ہے!

مشہور امریکی اخبار "ورلڈ" نے اس ملحدانہ تحریک کی تحقیقات کے لئے اپنا ایک خاص نمائندہ مقرر کیا تھا۔ اسنے ۱۸ مہینے دورہ کر کے اپنا مفصل بیان شائع کر دیا ہے۔ ہم اس بیان کے بعض اہم نقاط پر نظر ڈالیں گے۔

اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ دہریت عام کرنے کے لئے ایک نہایت طاقتور انجمن موجود ہے۔ یہ انجمن اسوقت تک ۲۰ کالجوں اور تین یونیورسٹیوں میں اپنی باقاعدہ شاخیں قائم کر چکی ہے۔ نیز امریکی جنگی بیڑہ کے افسروں اور سپاہیوں میں بھی اُسنے بہت اثر پیدا کر لیا ہے۔ امریکہ کے بیشمار اساتذہ انجمن کے ممبر ہیں اور اُس کے مقاصد پھیلا رہے ہیں۔

سب سے پہلے جس یونیورسٹی نے علانیہ الحاد کو اپنا مذہب قرار دیا، وہ صوبۂ نیویارک کی روچیسٹر یونیورسٹی ہے۔ اسنے باضابطہ طور پر انجمن الحاد کی رکنیت قبول کر لی ہے اور اپنے دائرے میں اُس کی شاخ قائم کر دی ہے۔ اس شاخ کا نام عجیب ہے "ملعون ارواح والوں کی انجمن" اس نام نے بڑی مقبولیت حاصل کی۔ اب تمام الحادی مدارس کے طالب علموں نے یہی نام اختیار کر لیا ہے۔ اسی قسم کے کئی اور نام بھی مختلف شاخوں نے تجویز کئے ہیں۔ مثلاً نیویارک کی ایک الحادی کمیٹی کا نام ہے "اُن لوگوں کی انجمن جن کا کوئی خدا نہیں ہے" فیلاڈلفیا کی ایک انجمن کا نام "سیاہ بھیڑوں کی انجمن" ہے۔ ایک اور شاخ "شیطان کے فرشتوں" کے نام سے مشہور ہے۔ ایک انجمن "دائرۂ کفار" کہلاتی ہے۔ ایک دوسری جماعت اپنے آپ کو "ملعون روحوں کی جماعت" کہتی ہے، اور اس کے صدر کا لقب "اعلیٰ حضرت شیطنت پناہ" ہے!

انجمن الحاد حسب ذیل اصول کی تبلیغ کرتی ہے:

۱۔ عقل کے سوا کوئی خدا نہیں۔
۲۔ آسمانی کتابوں میں جتنے قصے مذکور ہیں، محض بے بنیاد افسانے ہیں۔
۳۔ جنت، دوزخ کا کوئی وجود نہیں۔
۴۔ دین، طبیعت سے ماوراء امور کی پرستش کا نام ہے، اور ایسے امور کا کوئی وجود نہیں۔ اس لئے اُسے مٹا دینا چاہئے۔
۵۔ کلیسا کا نظام، دنیا کے لئے خطرہ ہے۔

حکومت سے اُس کے مطالبے حسب ذیل ہیں:

۱۔ تمام گرجوں پر بلا کسی امتیاز کے محصول مقرر کرنا چاہئے۔
۲۔ سرکاری عہدوں پر اور مجلس خواص اور مجلس عوام میں جتنے بھی پادری ہیں، سب نکال دئے جائیں۔
۳۔ مذہبی انجمنوں کو کوئی مالی مدد نہ دی جائے۔
۴۔ تمام مدارس میں دینی تعلیم ممنوع قرار دی جائے۔
۵۔ ہر قسم کے دینی رسوم اور تہوار موقوف کر دئے جائیں۔
۶۔ توراۃ و انجیل کی قسم ناجائز قرار دی جائے۔
۷۔ اتوار کو مذہبی دن تسلیم نہ کیا جائے۔
۸۔ وہ تمام دینی فرائض و شعائر منسوخ کر دئے جائیں جنھیں دینی فضائل و حسنات خیال کیا جاتا ہے۔ اُن کی جگہ صحیح آداب اور آزادی و مساوات کے اصول عام کئے جائیں۔
۹۔ امریکی سکے پر سے یہ عبارت محو کر دی جائے "خدا پر میرا توکل ہے"

اخبار "ورلڈ" کے خاص نمائندے نے اپنی تحقیقات کے دوران میں ان لوگوں سے ملاقاتیں کیں جو اس دعوت کے رہنما ہیں۔ انجمن الحاد کے ناظم مسٹر ہوپ ٹوڈ نے اپنی گفتگو میں کہا:

"ہم جانتے ہیں کہ کالجوں اور یونیورسٹیوں کے طالب علموں میں ایک بہت بڑی جماعت ہے جو الحاد قبول کر چکی ہے مگر خوف سے اعلان نہیں کرتی۔ خاموشی اور سکون سے اپنے دائرے میں اُس کی تبلیغ و اشاعت کر رہی ہے"

ایک اور بڑے ملحد نے کہا

"خدا پر ایمان، اب ایک فرسودہ عقیدہ ہے اور موجودہ تمدن رُوح کا ساتھ نہیں دے سکتا۔ جن کتابوں کو آسمانی کتابیں خیال کیا جاتا ہے خرافات و قصص سے زیادہ وقعت نہیں رکھتیں۔ اگر ہم اِن کتابوں پر عمل کرینگے تو اپنے ہاتھوں اپنی قدر کھو دیں گے اور اپنی خوشی سے پاگلوں کے زمرے میں داخل ہو جائینگے۔ مزید برآں، اِن نام نہاد آسمانی کتابوں میں ایسے فحش قصے درج ہیں جنھیں کوئی با اخلاق آدمی پڑھنا گوارا نہیں کر سکتا (موجودہ توراۃ کے بعض مضامین کی طرف اشارہ ہے) موجودہ علم، دین کی بیخ کنی کر رہا ہے۔ علماء وقت، جدید ترین علمی افکار کی اشاعت کر کے تحریک الحاد کی عظیم خدمت انجام دے رہے ہیں۔ انجمن الحاد نے حال میں چند سوالات شائع کئے تھے۔ انکے جوابوں سے معلوم ہوا کہ ۸۵ فیصدی علماء عصر ملحد ہیں، یا کم از کم لا ادری ہیں۔ اُن کی تعلیم کا نتیجہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ خدا، روح، اور ابدیت کے اعتقاد سے انکار کیا جائے"

انڈیانا یونیورسٹی سے ایک رسالہ "واگا بونڈ" نام شائع ہوتا ہے یہ اس درسگاہ کے ملحد طالب علموں کا ترجمان انکار ہے۔ اسکے محرر نے پچھلی اشاعت میں اپنے دستخط سے ایک مضمون "میں ملحد کیوں ہوں؟" کی سرخی سے شائع کیا ہے۔ اسمیں وہ لکھتا ہے:

"خدا کا عقیدہ بھی فیشن کا حکم رکھتا ہے۔ آج ایک عقیدہ مقبول ہوتا ہے، کل دوسرا اُس کی جگہ لے لیتا ہے۔ ایک زمانہ میں زئس کا نام یونان میں آدمیوں کے دل ہلا ڈالتا تھا۔ یہ یونان کا سب سے بڑا معبود تھا۔ اسی طرح "جوبیٹر" (مشتری) کے سامنے رومانیوں کے سر ہیبت و اجلال سے خم ہو جاتے تھے۔ لیکن آج دُنیا اِن ناموں پر ہنستی ہے۔ اگر یہ صحیح ہے کہ تاریخ اپنا اعادہ کرتی رہتی ہے تو ہمیں یقین کرنا چاہئے کہ وہ زمانہ دُور نہیں جب "یہواہ" (عبرانی میں خدا کا نام) بھی اپنی تمام عظمت کھو کر مضحکہ بن جائے گا!"

یہ تحریک صرف مَردوں ہی میں نہیں بلکہ عورتوں میں بھی عام ہو رہی ہے۔ متعدد الحادی انجمنوں کی صدر، عورتیں ہیں۔ چنانچہ پنسلوینیا کی انجمن کی صدر مسز کرسٹین واکر ہے۔ اس کی عمر ۱۸ برس کی ہے۔ تین سال پہلے بہت سخت مذہبی تھی، لیکن اب سرگرم ملحد ہے۔ اسی طرح مغربی صوبوں میں ایک سترہ برس کی دوشیزہ اس تحریک کی قائد ہے۔ اس کا نام کوئن رسلکو ہے۔ اسی نام سے وہ ایک رسالہ بھی نکالتی ہے۔ یہ رسالہ الحاد کی تبلیغ میں بہت پیش پیش ہے۔ اس کا قول ہے "جو شخص بھی خدا پر یقین رکھتا ہے، ضرور ہے کہ اُس کے عقلی قوا میں خلل ہو!"

امریکہ کے سیاسی مدبر اس الحادی طوفان سے سخت خائف ہیں اور اس کی مقاومت کی تدبیروں پر غور کر رہے ہیں۔

ترکی قالین

ترکی کے قالین دنیا بھر میں مشہور ہیں۔ پچھلے چند سال سے یُونانی تاجروں نے یہ پروپیگنڈا جاری کر رکھا ہے کہ قالین بافی کی صنعت ٹرکی کے یونانیوں کے ہاتھ میں تھی وہ جب جلا وطن کر دئے گئے ہیں، یہ صنعت بھی ٹرکی سے یونان میں چلی گئی ہے۔ اس پروپیگنڈا نے بالآخر ترکی حکومت کی توجہ اپنی طرف منعطف کی۔ چنانچہ اُسنے اس بارے میں ایک بیان شائع کیا ہے۔

اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ علاقۂ سمرنا میں (جو اِس صنعت کا مرکز ہے) جنگ سے پہلے ۸،۲۹۰ کارخانے قالین سازی کے تھے۔ اُن میں ۲۰،۵۲۰ ترک، اور ۳،۷۵۰ یونانی اور ارمنی کاریگر کام کرتے تھے۔ یعنی اُسوقت بھی ترک کاریگروں کی تعداد یونانیوں اور ارمنوں کی تعداد سے تقریباً دگنی تھی۔

ان دونوں قوموں کے اخراج کے بعد اس صنعت کا کیا حال ہوا؟ کیا وہ باقی نہیں رہی جیسا کہ یونانی کہتے ہیں؟

نہیں۔ کیونکہ اس سرکاری بیان میں مذکور ہے کہ باوجود جنگ کی بربادیوں کے یہ صنعت برابر ترقی کرتی رہی۔ سنہ ۱۹۲۶ء میں ۱۱،۳۰۵ کارخانے تھے جن میں اسوقت ۳۰،۹۴۰ ترک کاریگر کام کر رہے ہیں۔ جنگ سے پہلے ۹،۰۹۰،۶۸۰ ہاتھ مربع قالین ہر سال بنتے تھے لیکن سنہ ۱۹۲۶ء میں اُن کی مقدار ۱۱،۰۸۴،۹۲۴ ہاتھ مربع تک پہنچ گئی۔ اس سے ٹرکی کی صنعتی ترقی کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

خدیو عباس کے مقدمہ کا فیصلہ

قسطنطنیہ میں کسی شخص کو بھی شبہ نہ تھا کہ خدیو عباس اپنے مقدمہ میں کامیاب ہونگے۔ لیکن افسوس ہے کہ عدالت کا فیصلہ اُنکے خلاف صادر ہوا: "موجودہ عدالت کو اس دعوے پر غور کرنے کا کوئی حق نہیں ہے" ججوں کا متفقہ فیصلہ یہ ہے۔ یعنی عدالت نے انگریزی وکیل کی منطق تسلیم کر لی، اور اپنے آپ کو ایسے مقدمات کے فیصلہ کا مختار نہیں سمجھا۔ عدالت نے مدعی سے مدعا علیہ کو ۵۰۰ ترکی پونڈ مصارف مقدمہ بھی دلائے ہیں!

اس فیصلہ پر ٹرکی کے اخبارات سخت برہم ہیں اور اسے صریح ناانصافی پر محمول کر رہے ہیں۔ اس فیصلہ نے ایک نئی تحریک پیدا کر دی ہے، اخبارات زور دے رہے ہیں کہ اس قسم کی مخلوط عدالتیں آئندہ قطعی موقوف کر دیجائیں، کیونکہ وہ انصاف نہیں کر سکتیں۔ اُنھیں سیاسی مصالح سے دب جانا پڑتا ہے (مقتبس از جرائد عربیہ و ترکیہ)

بریدِ فرنگ

ریاست ہائے متحدہ امریکہ

بین الاقوامی سیاست سے علحدگی

۲؍دسمبر ۱۸۲۳ء میں یعنی ایسے ایک سو چار برس پہلے ولایات متحدہ آمریکہ کے پانچویں صدر جیمس مونرو نے آمریکہ کی مجلس حکومت (سینٹ) کے سامنے ایک تقریر کی تھی۔ یہ تقریر بعد میں تاریخی تقریر بن گئی اور اسنے عظیم الشان سیاسی نتائج پیدا کئے۔ اس تقریر میں پریسیڈنٹ نے امریکہ کی خارجی حکمت عملی کے لئے ایک اصول پیش کیا تھا جو بعد میں "مذہب مونرو" کے نام سے مشہور ہوا۔ اس اصول کا منشا یہ تھا کہ "آمریکہ کو اپنے معاملات خود ہی طے کرنے چاہئیں اور کسی بیرونی سلطنت کو اُن میں مداخلت کا موقعہ نہیں دینا چاہئے"، مقصود اس سے یہ تھا کہ براعظم امریکہ تمام دوسرے براعظموں سے الگ تھلگ رہ کر اپنے لئے ایک مخصوص اور مستقل سیاسی دُنیا پیدا کرلے۔

چونکہ ولایات متحدہ آمریکہ اپنے براعظم میں سب سے زیادہ آباد، مالدار اور طاقتور جمہوریت ہے، اس لئے دوسرے براعظموں سے الگ تھلگ ہوجانے کی وجہ سے اُسے آمریکہ کے تمام دوسری جمہوریتوں پر ایک طرح کی فوقیت یا وصایت (منڈیٹ) حاصل ہوگئی ہے اور اسی اصول پر عمل کرتے ہوئے متعدد موقعوں پر وہ دوسری جمہوریتوں کے معاملات میں مداخلت بھی کرچکی ہے۔ چنانچہ ۱۸۶۷ء میں جب فرانس اور میکسیکو میں نزاع ہوئی، اور پھر جب ۱۸۹۸ء میں اسپین اور کوبا کا معاملہ پیش آیا، تو ولایات متحدہ نے اسی اصل کی بنا پر عملاً مداخلت کی۔ مونرو سے پہلے صدر واشنگٹن نے بھی اپنے ہموطنوں کو یہی نصیحت کی تھی کہ یورپی سلطنتوں سے اس طرح کے معاہدات نہ کریں جن سے امریکہ کی بین الاقوامی سیاست سے علحدگی کی حالت میں خلل پیدا ہونے کا امکان ہو۔

یہی وہ قاعدہ تھا جس کی بنا پر عالمگیر جنگ کے بعد مجلس صلح کے موقعہ پر آمریکہ میں سخت اختلاف آراء پیدا ہوگیا۔ ڈاکٹر ولسن اور اُنکے ہم خیالوں کی رائے تھی کہ اب آمریکہ کو گوشۂ تنہائی سے نکلکر دُنیا کی بین الاقوامی سیاست میں حصہ لینا چاہئے۔ لیکن مذکورۂ بالا قاعدہ کے معتقد اس کے مخالف تھے۔ وہ کہتے تھے آمریکہ کو بدستور بین الاقوامی سیاست سے علحدہ رہنا چاہئے۔ بالآخر دوسری جماعت ہی کو فتح حاصل ہوئی کیونکہ آمریکہ کی عام رائے اُنہی کے حق میں تھی۔ ڈاکٹر ولسن کو اپنی شکست کا اعتراف کرلینا پڑا۔

بلاشبہ اس اختلاف میں ڈاکٹر ولسن کو شکست ہوئی اور پرانا قاعدہ بدستور برقرار رہا لیکن یہ سوال بہرحال ہمیشہ معرض بحث میں رہے گا کہ آخر آمریکہ کب تک دُنیا کے سیاست سے علحدہ رہیگا؟ بلکہ یوں کہنا چاہئے حوادث کا سیلاب اُسے کبتک اُسکی جگہ پر چھوڑے رکھے گا؟ ظاہر ہے، جنگ کے بعد دنیا کے سیاسی اور اقتصادی حالات میں انقلاب عظیم ہوگیا ہے، آمریکہ کی تجارت بھی بیحد وسیع ہوگئی ہے، ایسی حالت میں کیونکر ممکن ہے کہ مذہب مونرو کے حامی زیادہ عرصہ تک اپنی استقامت رائے قائم رکھ سکیں،

امریکی صدر جمہوریت

ولایات متحدہ آمریکہ کا نظام حکومت، انگلستان اور فرانس وغیرہ ممالک کے نظام سے بہت مختلف ہے۔ دُنیا میں کسی صدر جمہوریت کو اتنے اختیارات حاصل نہیں ہیں جتنے آمریکی صدر جمہوریت کو ہیں۔ شاہ انگلستان اور صدر جمہوریۂ فرانس قریب قریب جملہ اختیارات سے محروم ہیں۔ لیکن آمریکہ کے صدر کے ہاتھ میں وسیع اختیارات ہوتے ہیں خصوصاً جنگ یا دوسرے نازک موقعوں پر اُسے تقریباً مطلق العنان حاکم کی حیثیت ازروئے قانون حاصل ہوجاتی ہے۔

دُنیا کی دوسری حکومتوں کی طرح آمریکہ میں وزیر اعظم کا عہدہ نہیں ہے۔ صدر جمہوریت ہی اپنے مددگاروں کی مجلس کا رئیس ہوتا ہے لیکن ان مددگاروں کو مجلس حکومت (سینٹ) اور مجلس خواص میں بیٹھنے کی اجازت نہیں ہوتی۔ صدر آمریکہ اور صدر فرانس میں ایک فرق یہ بھی ہے کہ آخر الذکر کا انتخاب، عوام اور خواص کی دونوں مجلسیں یکجا ہوکر کرتی ہیں۔ لیکن امریکی صدر کا انتخاب اس طرح ہوتا ہے کہ ہر ریاست خاص اس غرض کے لئے اپنے نمائندے مقرر کردیتی ہے۔ یہ نمائندے اپنی اپنی ریاستوں کے صدر مقام میں جمع ہوتے ہیں اور صدر جمہوریت کے لئے کسی شخص کا انتخاب کرتے ہیں۔ تمام ولایتوں کے سر بمہر اصوات (ووٹس) پایۂ تخت واشنگٹن بھیجدئے جاتے ہیں۔ پھر واشنگٹن کی دونوں مجلسیں جمع ہوکر ان اصوات کا شمار کرتی ہیں اور ۴ سال کے لئے صدر جمہوریت کا اعلان کردیتی ہیں۔

صدر جمہوریت آمریکہ کے لئے ایک شرط یہ بھی ہے کہ اُس کی عمر کم سے کم ۳۵ سال کی ہو، اُسنے کم سے کم ۱۴ برس آمریکہ میں گذارے ہوں، اور اس ملک کا مستقل باشندہ ہو۔ صدر جمہوریۂ فرانس کے برخلاف آمریکہ کے صدر کا ایک نائب بھی ہوتا ہے۔ اور اپنی مدت کے دوران میں صدر کے فوت ہوجانے، یا مستعفی ہوجانے یا اپنے فرائض نہ ادا کرسکنے کی حالت میں نائب صدر اُس کی جگہ کام کرتا ہے اور صدر کا نیا انتخاب نہیں ہوتا۔ صدر کی موجودگی میں نائب صدر کا کام صرف اس قدر ہوتا ہے کہ وہ مجلس خواص کی صدارت کرتا ہے۔

ولایات متحدہ

جمہوریہ آمریکہ ۴۸ ریاستوں سے مرکب ہے ہر ریاست میں دو مجلسیں ہیں ان کا کام اندرون ریاست میں قانون بنانا اور حکومت کرنا ہے۔ لیکن تمام ریاستوں کے مشترک اور عام معاملات نیز خارجی سیاست، جمہوریت کے مرکزی مقام واشنگٹن کی دونوں مجلسوں کے ہاتھ میں ہوتے ہیں۔ مجلس عوام کے ممبروں کی تعداد ۴۳۵ ہوتی ہے جو ہر دو برس میں ایک مرتبہ منتخب ہوتے ہیں۔ مجلس خواص میں ۹۶ ممبر ہوتے ہیں۔ یعنی ہر ریاست کی طرف سے عام اس سے کہ اُس کی آبادی کم ہو یا زیادہ، دو دو نمائندے ہوتے ہیں۔ ان کی مدت ۶ سال ہوتی ہے مگر ہر دو سال بعد ان میں سے ایک تہائی کا انتخاب ازسرنو ہوا کرتا ہے اور اس طرح ۶ سال کے اندر نئی مجلس پیدا ہوجاتی ہے۔ مجلس خواص صدر جمہوریت کے ساتھ معاہدے منظور کرنے میں شریک ہوتی ہے۔ بغیر اُس کی منظوری کے کوئی معاہدہ جائز نہیں ہوسکتا۔

آمریکہ کے بیرونی مقبوضات

ایک طرف جمہوریۂ آمریکہ، دول یورپ کو آمریکہ کے معاملات میں مداخلت کرنے کی اجازت نہیں دیتی۔ دوسری طرف خود بھی ملک گیری کی حکمت عملی پر عمل پیرا ہے اور براعظم امریکہ کے باہر بھی نوآبادیاں رکھتی ہے!

(۱) جزیرہ کوبا کا شمار اگرچہ ماتحت ممالک میں نہیں ہے لیکن عملاً آمریکہ ہی کی اُسپر حکومت ہے۔ اس جزیرہ کی آبادی ۲۹،۰۰،۰۰۰ ہے

(۲) الاسکا ایک وسیع علاقہ ہے مگر آبادی ۵۵،۰۰۰ سے زیادہ نہیں ہے۔ اسمیں شکار کے جانور اور قیمتی کانیں بہت ہیں۔

(۳) پورٹریکو۔ اس کی آبادی ۱۲،۳۰،۰۰۰ ہے، یہاں قہوہ، تمباکو اور شکر کی پیداوار بہت ہے۔

(۴) جزائر ہاوائی۔ آبادی ۲۵۵،۰۰۰۔ اکثر باشندے زرد رنگ کے ہیں، قہوہ، چاول، اور کیلا بہت پیدا ہوتا ہے۔

(۵) جزائر فلپائن وسیع علاقہ ہے۔ آبادی ایک کرور ہے۔

آمریکہ اور باقی دنیا کا مقابلہ

ذیل کے نقشہ سے معلوم ہوگا کہ کرۂ ارض میں مختلف حیثیتوں سے آمریکہ کا درجہ کیا ہے:

دنیا کے مجموعی رقبہ میں آمریکہ کا رقبہ

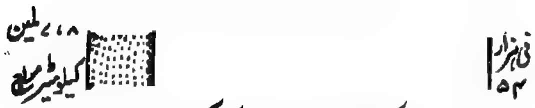

دنیا کی مجموعی آبادی میں آمریکہ کی آبادی

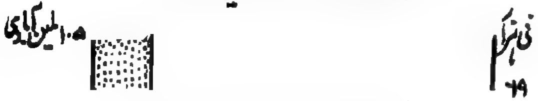

دنیا کی مجموعی پیداوار میں آمریکہ کی پیداوار

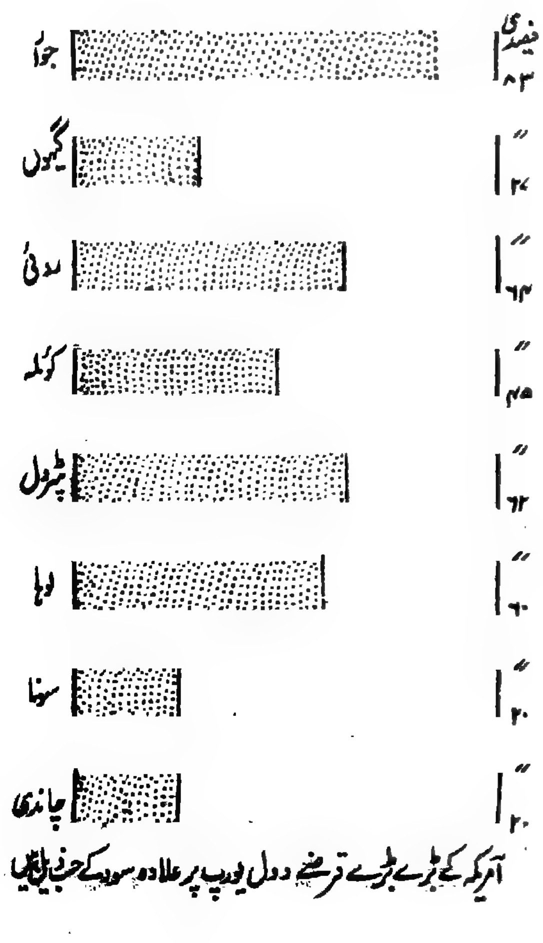

آمریکہ کے بڑے بڑے قرضے دول یورپ پر علاوہ سود کے حسب ذیل ہیں

اگر ہم مرجائینگے تو کیا کوئی بھی ہمیشہ زندہ رہیگا۔ کیا موت کسی کے لئے کوئی عیب ہو؟

(استیعاب)

وفات

عین وفات کے وقت یہ شعر پڑھے:

الا لیتنی لم اُغن فی الملک ساعۃ   ولم اکُ فی اللذات اعشی النواظر
کاش میں نے کبھی سلطنت نہ کی ہوتی! کاش لذتیں حاصل کرنے میں میں اندھا نہ ہوتا!
وکنت کذی طمرین عاش ببلغۃ   لیالی حتی زار ضنک المقابر
کاش میں اُس فقیر کی طرح ہوتا جو تھوڑے پر زندہ رہتا ہو!

(عقد الفرید)

یزید کا مرثیہ

یزید نے مرثیہ کے یہ شعر کہے تھے:

جاء البرید بقرطاس یخب بہ   فاوجس القلب من قرطاسہ فزعا
قاصد خط لئے دوڑا ہوا آیا، تو قلب خوف زدہ ہو گیا۔
قلنا لک الویل ما ذا فی کتابکم   قالوا الخلیفۃ امسی مثبتا وجعا
ہم نے کہا تیری ہلاکت! خط میں کیا ہو؟ کہنے لگا خلیفہ سخت بیماری اور تکلیف میں ہو۔
فمادت الارض او کادت تمید بنا   کأن اغبر من ارکانہا انقلعا
قریب تھا زمین ہمیں لیکر جھک جائے۔   گویا اُس کا کوئی ستون اکھڑ گیا ہو
اودی ابن ہند واودی المجد یتبعہ   کانا جمیعا فظلا یسریان معا
ہند کا لڑکا (معاویہ) مرگیا اور عزت بھی مرگئی۔ دونوں ہمیشہ ساتھ رہتے تھے اب بھی دونوں ساتھ چلے جارہے ہیں۔
لا یرفع الناس ما اوہی وان جہدوا   ان یرفعوہ ولا یوہون ما رفعا
جو گر رہا ہے اُسے آدمی لاکھ کوشش کریں اُٹھا نہیں سکتے اور جو اُٹھ رہا ہے اُسے لاکھ چاہیں گرا نہیں سکتے۔
اغر ابلج یستسقی الغمام بہ   لو قارع الناس عن احلامہم قرعا
مبارک و خوبصورت جس کے واسطے سے باران رحمت طلب کیا جاتا ہو۔ اگر لوگوں کی عقلوں کا امتحان ہو تو وہ سب پر بازی لے جائیگا۔

(استیعاب۔ طبری)

یزید کا خطبہ

تین دن یزید گھر سے نہیں نکلا۔ پھر مسجد میں آیا اور حسب ذیل خطبہ دیا:

„تمام ستائش اُس خدا کے لئے ہو جو اپنی مشیت کے مطابق عمل کرتا ہے۔ جسے چاہتا ہو، دیتا ہے۔ جسے چاہتا ہو محروم کر دیتا ہو کسی کو عزت دیتا ہو، کسی کو ذلت دیتا ہو۔ لوگو! معاویہ، خدا کی رسیوں میں سے ایک رسی تھا۔ جب تک خدا نے چاہا اُسے دراز کیا پھر اُسے اپنی مشیت سے کاٹ ڈالا۔ معاویہ اپنے پیش رووں سے کم تر اور بعد والوں سے بہتر تھا۔ میں اُسے پاک ثابت کرنے کی کوشش نہیں کرونگا۔ اب وہ اپنے رب کے پاس پہنچ گیا ہو۔ اگر اُس سے درگزر کرے تو یہ اُس کی رحمت ہو اگر اُسے عذاب دے تو یہ اُس کے گناہ کا عذاب ہوگا۔ میں اُس کے بعد برسر حکومت آیا ہوں۔ نہ سرکش ہوں نہ کمزور ہوں۔ جلد بازی نہ کرو۔ اگر خدا کوئی بات ناپسند کرتا ہو، بدل ڈالتا ہو۔ اگر پسند کرتا ہو تو آسان کر دیتا ہو“

برید شرق

مکتوب آستانہ

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قسطنطنیہ کے قلم سے)

ایشیائے کوچک اور یورپ کا اتصال۔ ٹرکی میں اشاعت اسلام۔ ۲۳ جولائی کی عید۔ ترکی موسیقی یا مغربی موسیقی؟۔ غازی مصطفےٰ کمال کا سفر آدرنہ۔ درہ دانیال کی قلعہ بندی

ایشیا اور یورپ کا اتصال

غازی مصطفےٰ کمال پاشا کا سفر آستانہ، محض تفریح کے لئے نہ تھا بلکہ وہ برابر اہم مسائل کے حل میں مصروف رہے۔ ایک ضروری مسئلہ یہ بھی تھا کہ یورپین ٹرکی کو ایشیائے کوچک سے متصل کر دیا جائے۔ چنانچہ اس بارے میں دو تجویزیں زیر غور ہیں۔ ایک یہ کہ باسفورس پر ایک عظیم معلق پل تعمیر کیا جائے۔ یہ پل اُسی طرح کا ہوگا جیسا بروکلین کا پل ہو، جو اس جزیرے کو نیویارک سے متصل کرتا ہو۔ دوسری تجویز یہ ہو کہ باسفورس کے نیچے سرنگ کھودی جائے اور اُس میں ریلوے جاری ہو۔ مبصرین کا رجحان اسی آخری تجویز کی طرف ہو۔ ترکی میزانیہ میں اس غرض کے لئے ایک رقم موجود ہو۔ مگر وہ ناکافی ہے۔ خیال کیا جاتا ہو کسی جرمن کمپنی کو اس کا ٹھیکہ دیا جائے گا۔ جب یہ پل یا زمین دوز ریل جاری ہو جائے گی تو ایشیائے کوچک سے یورپین ٹرکی بالکل متصل ہو جائے گا اور نقل و حرکت میں بڑی سہولت ہو جائے گی۔

ٹرکی میں اشاعت اسلام

ادہر کچھ مدت سے اُن لوگوں کے لئے دقتیں پیش آرہی تھیں، جو دین اسلام قبول کرنا چاہتے تھے، کیونکہ جدید قانون مدنی کے اعلان کے بعد وہ قواعد منسوخ ہو گئے ہیں جو اس بارے میں پہلے جاری تھے۔ پہلے دستور یہ تھا کہ جب کوئی غیر مسلم اسلام قبول کرنا چاہتا تھا تو حاکم کے سامنے درخواست پیش کرتا تھا۔ حاکم اُس کے اصلی دین کے پیشوا کو طلب کرتا، اور پیشوائے دین اپنے اس ہم مذہب کو جس قدر سمجھا بجھا سکتا تھا، سمجھاتا بجھاتا۔ اگر وہ اُس کی نصیحت قبول کر لیتا، تو اپنے سابق دین پر برقرار رہتا۔ ورنہ مسلمان قاضی کو بلایا جاتا اور وہ اُسے کلمۂ اسلام کی تلقین کر کے مسلمان بنا لیتا۔

لیکن اب جدید قانون نے یہ سب رسمیں موقوف کر دی ہیں۔ اب اسلام لانے کے لئے صرف اس قدر کرنا پڑتا ہو کہ مفتی کے سامنے اپنی درخواست پیش کر دیتا ہو اور وہ اسلام کے اصول و تعلیمات واضح کر کے اُسے مسلمان بنا لیتا ہو۔

یہاں کے اخبارات کا بیان ہو کہ نومسلموں کی تعداد روز بروز بڑھتی جاتی ہو۔

۲۳ جولائی کی عید

تمام ترکی قوم نے ۲۳ جولائی کو بڑے جوش و خروش سے عید منائی۔ یہ عید در اصل اُس تاریخی دن کی یادگار ہو جسمیں قوم نے عبدالحمید کی مطلق العنان حکومت کو "دستور" یا "مشروطیت" (کانسٹیٹیوشن) پر مجبور کیا تھا۔ یہ واقعہ ۲۳ جولائی ۱۹۰۸ء میں پیش آیا تھا۔ اگرچہ اب اعلان جمہوریت کے بعد یہ دستور بھی منسوخ ہو گیا ہو، لیکن چونکہ یہ دن، دور جدید کا سنگ بنیاد ہو، اس لئے ترکی قوم اب تک اُسے ایک قومی و وطنی عید کی طرح مناتی ہو۔

ترکی موسیقی یا مغربی موسیقی؟

یہاں ایک مدت سے یہ بحث چھڑی ہوئی تھی کہ ترکی موسیقی باقی رہے یا اُس کی جگہ مغربی موسیقی قبول کر لی جائے؟ یورپین موسیقی کے حامی کہتے تھے کہ ترکی موسیقی، ناقص ہو۔ اتنی ناقص کہ ۵ آدمی بھی ایک ساتھ ہو کر کوئی راگ پوری طرح ادا نہیں کر سکتے۔ ترکی موسیقی کے حامی کہتے تھے کہ بلاشبہ ترکی موسیقی میں ترقی کی بہت گنجائش ہو مگر وہ ناقص نہیں ہو۔ اس بحث نے بالآخر مقابلہ کی صورت اختیار کر لی اور کل ترکی موسیقی کے ۱۲۰ ماہر اپنا فن دکھانے کے لئے جمع ہوئے۔

آپکے قارئین غالباً اس واقعہ سے واقف ہونگے کہ ایک زمانہ میں ترکی موسیقی ترقی یافتہ موسیقی تھی۔ ترک اس فن کے اُستاد تسلیم کئے جاتے تھے۔ اُنھوں نے اس میں بہت سی ایجادیں کی تھیں اب تک اُن کی بعض ایجادیں مغربی موسیقی میں موجود ہیں۔ یہی باعث ہے کہ وہ اب تک اپنی موسیقی پر ناز کرتے اور اس سے دست بردار ہونے پر طیار نہیں ہیں (یورپ کے مورخین نے اعتراف کیا ہو کہ موجودہ قسم کا فوجی باجہ اور فوجی راگ سب سے پہلے ترکوں ہی نے ایجاد کیا۔ الہلال)

چنانچہ کل کے یادگار جلسے میں بے شمار مخلوق جمع تھی۔ جلسہ کا افتتاح، موسیقی کے مشہور پروفیسر رؤف یکتا بک نے اپنی تقریر سے کیا۔ اُنھوں نے کہا:

„ترکی موسیقی کو یورپین موسیقی پر نمایاں امتیاز حاصل ہو لیکن چونکہ ہمارے مخالف اس فن شریف سے بے بہرہ ہیں اس لئے میں نئی دلائل کی جگہ شہرۂ آفاق فرانسیسی ماہر فن، سن سانس کا قول پیش کرتا ہوں۔ اس اُستاد نے لکھا ہو "جس موسیقی کو ہم حقارت کے ساتھ مشرقی موسیقی کہتے ہیں، وہ مغربی موسیقی سے بہت بلند اور ممتاز ہو!“

اس کے بعد ۱۲۰ ترکی اُستادوں نے اپنے اسلاف مثلاً بکر الیلی، سید نوح، شیخ ذکائی وغیرہ کے راگ ایک ساتھ گائے، اور اس

بصائر و حکم

انسانیت موت کے دروازہ پر!

مشاہیر عالم اپنے اوقات وفات میں!

امیر معاویہ بن ابی سفیان

امیر معاویہؓ بن ابی سفیان کی شخصیت تعارف سے بے نیاز ہو۔ عرب کا عزم، حزم، عقل، تدبر، پورے تناسب سے اس دماغ میں جمع ہوگیا تھا۔ عربی کتب ادب و تاریخ اُن کی تدبر و سیاست کے واقعات سے لبریز ہیں۔ تقریباً پوری زندگی امارت و حکومت میں بسر ہوئی۔ اور ہمیشہ اُن کی سیاست کامیاب رہی وہ اُس عہد کے ایک پورے سیاسی آدمی تھے۔

ایک عجیب عزم

جب مرض نے خطرناک صورت اختیار کرلی اور لوگوں میں اُنکی موت کے چرچے ہونے لگے، تو امیر معاویہؓ کو فتنہ و فساد کا اندیشہ پیدا ہوا۔ ولی عہد، یزید، (جسے جبراً بزور شمشیر ولی عہد منوایا گیا تھا) دارالخلافہ سے دُور تھا اور ابتری پیدا ہوجانے کا قوی احتمال تھا۔ اُنھوں نے فوراً اپنے تیمارداروں سے کہا:

"میری آنکھوں میں خوب سرمہ لگاؤ۔ سر میں تیل ڈالو"

حکم کی تعمیل کی گئی، سرمہ اور روغن نے بیمار چہرے میں تازگی پیدا کردی۔

پھر اُنھوں نے حکم دیا:

"میرا بچھونا اونچا کرو۔ مجھے بٹھادو۔ میرے پیچھے تکیے لگادو"

اس حکم کی بھی تعمیل کی گئی۔

پھر کہا:

"لوگوں کو حاضری کی اجازت دو۔ سب آئیں اور کھڑے کھڑے سلام کرکے رخصت ہوجائیں۔ کوئی بیٹھنے نہ پائے"

لوگ اندر آنا شروع ہوئے۔ جب وہ سلام کرکے باہر جاتے تو آپس میں کہتے "کون کہتا ہو خلیفہ مر رہے ہیں؟ وہ تو نہایت ترو تازہ اور تندرست ہیں!"

جب سب لوگ چلے گئے تو امیر معاویہ نے یہ شعر پڑھا:

وتجلدی للشامتین اریھم   انی لریب الدہر لا اتضعضع

شماتت کرنے والوں کے سامنے اپنی کمزوری ظاہر ہونے نہیں دیتا میں انھیں ہمیشہ یہی دکھاتا ہوں کہ زمانہ کی مصائب مجھے مغلوب نہیں کرسکتیں۔ (طبری ج ۶)

دُنیا کی بے ثباتی

دورانِ علالت میں قریش کی ایک جماعت، عیادت کو آئی۔ امیر معاویہ نے اس کے سامنے دُنیا کی بے ثباتی کا نقشہ ان لفظوں میں کھینچا: "دنیا آہ دنیا! اس کے سوا کچھ نہیں جسے ہم اچھی طرح دیکھ چکے ہیں اور جس کا خوب تجربہ کر چکے ہیں۔ خدا کی قسم، ہم اپنی جوانی کے عالم میں دُنیا کی بہار کی طرف دوڑے، اور اُس کے سب مزے لُوٹے مگر ہمنے دیکھ لیا کہ دنیا نے جلد پلٹا کھایا۔ بالکل کایا پلٹ کردی۔ ایک ایک کرکے تمام گرہیں کھول ڈالیں۔ پھر کیا ہوا؟ دُنیا نے ہم سے بیوفائی کی۔ ہماری جوانی چھین لی۔ ہمیں بوڑھا بنا دیا۔ آہ، یہ دُنیا کتنی خراب جگہ ہو؟ یہ دُنیا کیسا بُرا مقام ہو؟"

(احیاء علوم الدین جلد ۴)

آخری خطبہ

امیر معاویہ نے اپنی بیماری میں آخری خطبہ یہ دیا:

"اے لوگو! میں اُس کھیتی کی بالی ہوں جو کٹ چکی ہو۔ مجھے تم پر حکومت ملی تھی۔ میرے بعد جتنے حاکم آئیں گے، مجھ سے بُرے ہونگے ٹھیک اُسی طرح، جیسے اگلے حکام مجھ سے اچھے تھے۔

(احیاء ج ۴)

حسرت

جب وقت آخر ہوا تو کہا، مجھے بٹھادو۔ چنانچہ بٹھادئیے گئے۔ دیر تک ذکر الٰہی میں مصروف رہے۔ پھر رونے لگے اور کہا:

"معاویہ! اپنے رب کو اب یاد کرتا ہو جبکہ بڑھاپے نے کسی کام کا نہیں رکھا اور جسم کی چولیں ڈھیلی ہوگئیں۔ اُس وقت کیوں نہ یہ خیال آیا جب شباب کی ڈالی تر و تازہ اور ہری بھری تھی؟"

پھر چلا کر روئے اور دعا کی:

"اے رب! سخت دل، گنہگار، بوڑھے پر رحم کر! الٰہی! اُس کی ٹھوکریں معاف کردے! اُس کے گناہ بخش دے! اپنے وسیع حلم کو اُس شخص کے شامل حال کر جسنے تیرے سوا کسی سے اُمید نہیں کی، تیرے سوا کسی پر بھروسہ نہیں کیا!"

(احیاء ج ۴)

بیٹیوں سے خطاب

تیمارداری اُن کی دونوں لڑکیاں کرتی تھیں۔ ایک مرتبہ انھیں کروٹ بدلانے لگیں تو اُنھیں بغور دیکھ کر کہا: تم ایک ڈانواں ڈول وجود کو کروٹیں بدلوا رہی ہو۔ اُسنے دُنیا بھر کے خزانے جمع کرلئے لیکن کاش وہ دوزخ میں نہ ڈالا جائے۔ پھر یہ شعر پڑھا:

لقد سعیت لکم من سعی ذی نصب   وقد کفیتکم التطواف والرحلا

میں نے تمھارے لئے بہت سخت محنت سے کوشش کی اور تمھیں دربدر ٹھوکریں کھانے سے بے پرواہ کردیا۔ (طبری)

اپنی فیاضی کی یاد

وفات سے کچھ پہلے اشہب بن رمیلہ کے یہ شعر پڑھے جو اُسنے قباع کی مدح میں کہے تھے:

اذا مات، مات الجود وانقطع الندی   من الناس الا من قلیل مصرد

تیری موت کے ساتھ سخاوت اور فیاضی بھی مرجائیگی۔

وردت اکف السائلین وامسکوا   من الدین والدنیا بخلف مجدد

سائلوں کے ہاتھ لوٹا دئیے جائینگے اور دین اور دُنیا کی محرومیاں اُن کے انتظار میں ہوں گی۔

یہ سُن کر اُن کی لڑکیاں چلا اُٹھیں: ہرگز نہیں، امیر المومنین! خدا آپ کو سلامت رکھے!

اُنھوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ صرف یہ شعر پڑھ دیا:

واذا المنیۃ انشبت اظفارھا   الفیت کل تمیمۃ لا تنفع

جب موت اپنے ناخن گاڑ دیتی ہو تو کوئی تعویذ بھی نفع نہیں پہنچاتا

نصیحت

پھر بیہوش ہوگئے۔ تھوڑی دیر بعد آنکھ کھولی اور اپنے عزیزوں کو پاس دیکھ کر کہا:

"اللہ عزوجل سے ڈرتے رہنا۔ کیونکہ جو ڈرتا ہو، خدا اُس کی حفاظت کرتا ہو۔ اُس شخص کے لئے کوئی پناہ نہیں جو خدا سے بے خوف ہو"

(طبری)

یزید کی آمد

امیر معاویہؓ کی نازک حالت سے، قاصد کے ذریعہ، ولی عہد (یزید) کو مطلع کیا گیا۔ وہ فوراً روانہ ہوا۔ پہنچتے پہنچتے حالت اور بھی ابتر ہو چکی تھی۔ یزید جب پہونچا تو سکرات موت کی حالت شروع ہوچکی تھی اسنے باپ کو پکارا مگر وہ بول نہ سکے۔ یزید رونے لگا اور یہ شعر پڑھے:

لو عاش حی علی الدنیا لعاش اما   م الناس لا عاجز و لا وکل

اگر کوئی آدمی بھی دنیا میں ہمیشہ زندہ رہتا تو بلا شک آدمیوں کا امام زندہ رہتا، وہ نہ عاجز ہو، نہ کمزور ہو۔

الحول القلب والاریب ولن   یدفع وقت المنیۃ الحیل

وہ بڑا ہی عاقل و مدبر و فہیم ہو۔ لیکن موت کے وقت کوئی تدبیر بھی کام نہیں آتی۔

یزید سے خطاب

معاویہ نے یہ سُنکر آنکھیں کھول دیں اور کہا:

"اے فرزند! مجھے جس بات پر خدا سے سب سے زیادہ خوف ہے، وہ تجھ سے میرا برتاؤ ہو۔ جان پدر! ایک مرتبہ میں رسول اللہ صلعم کے ساتھ سفر میں تھا۔ جب آپ ضروریات سے فارغ ہوتے یا وضو کرتے تو میں دست مبارک پر پانی ڈالتا۔ آپنے میرا کرتا دیکھا وہ مونڈھے پر سے پھٹ گیا تھا۔ فرمایا "معاویہ! تجھے کرتا پہنا دوں؟" میں نے عرض کیا "میں آپ پر قربان! ضرور" چنانچہ آپنے کرتا عنایت کیا مگر میں نے ایک مرتبہ سے زیادہ نہیں پہنا۔ وہ اب تک میرے پاس موجود ہو۔ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بال ترشوائے۔ میں نے تھوڑے سے بال اور کترے ہوئے ناخن اُٹھا لئے تھے۔ وہ بھی آج تک میرے پاس شیشی میں رکھے ہیں۔ دیکھ، جب مر جاؤں تو غسل کے بعد یہ بال اور ناخن میری آنکھوں کے حلقوں اور منہ میں رکھ دینا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کرتا بچھاکر مجھے اُس پر لٹانا اور کفن پہنانا۔ اگر مجھے کسی چیز سے نفع پہنچ سکتا ہو تو وہ یہی ہو"

(استیعاب۔ عقد الفرید)

سکرات موت

سکرات کے عالم میں یہ شعر زبان پر جاری تھا:

فہل من خالد اما ہلکنا   وہل بالموت یا للناس عار

ہم نے یہی مناسب سمجھا کہ اُس کے ارکان کا انتخاب، تمام باشندوں کی طرف سے ہو۔ لیکن وقت کی تنگی اور باشندوں کے اشغال کی کثرت مانع آئی۔ مجبوراً ہمنے یہ کیا کہ ہر ہر محلے سے معزز آدمیوں کی ایک ایک جماعت طلب کی۔ میں یہ نہیں کہتا کہ صرف یہی لوگ معزز اور نیک ہیں۔ کیونکہ تمام مسلمان، جسم واحد کی مانند ہیں۔ ہمنے تمھیں اسی غرض سے طلب کیا ہو کہ جدید مجلس شوریٰ کے لئے ارکان کا انتخاب کرو۔ انسان پر فرض ہو کہ ایسے معاملات میں اپنے قلب کا فرمانبردار نہ بنے، کیونکہ قلب ہمیشہ ہوا و ہوس کی طرف مائل ہوجاتا ہو۔ تمھیں عقل و تدبر سے کام لینا چاہئے اور تجربہ کار اور قابل لوگوں کو منتخب کرنا چاہئے۔ کیونکہ اگر یہ مجلس صحیح بنیادوں پر قائم ہوجائے گی تو ملک اُس سے بڑے بڑے فوائد حاصل کرسکے گا۔ تم وہی لوگ منتخب کرو جنھیں مخلص اور باشندوں کے حقوق کی حفاظت کرنے والا یقین کرتے ہو۔ یہ اس لئے کہ حکومت تو اپنے حقوق کسی نہ کسی طرح حاصل ہی کرلیتی ہو۔ لیکن باشندوں کے حقوق تلف ہوسکتے ہیں۔ لہذا ایسے لوگوں کا انتخاب ہونا چاہئے جو تمھارے حقوق کے تحفظ کی قابلیت و جرأت رکھتے ہوں۔ یہ لوگ تمھارے نمائندے اور وکیل ہونگے۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

سُلطان کی دوسری تقریر

سُلطان نے دوسری تقریر مجلس شوریٰ کے ارکان کے سامنے کی۔ اُس کا خلاصہ حسب ذیل ہو:

"حضرات ارکان مجلس! میں آپ کو سلام کرتا اور اُس اعتماد پر آپکو مبارکباد دیتا ہوں جس کا آپکے ابنائے ملک نے آپ کو اہل سمجھا اور آپ کو اس مجلس کے لئے منتخب کیا۔ مجلس شوریٰ درحقیقت اُن بنیادوں میں سے ایک بنیاد ہو جن پر قانونی حکومتیں قائم ہوا کرتی ہیں۔ یہی وہ شوریٰ ہو جو اللہ تعالیٰ کے اس قول میں وارد ہو "وامرہم شوریٰ بینہم" میں یہ دیکھ کر نہایت مسرور ہوں کہ آپ اس مجلس میں شریک ہوکر ملک کی خدمت اور حدود شرعیہ کے قیام و حفاظت کی کوششوں میں حکومت کا ہاتھ بٹانے آئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری گردن پر ایک بڑی امانت رکھ دی ہو۔ ہم اس بوجھ کے اُٹھانے میں اپنے تئیں اہل فضل و حمیت کی امداد و اعانت کا محتاج پاتے ہیں۔ یہی سبب ہو کہ ہم نے شہر کے رؤسا و اکابر کو اس مجلس کے لئے دعوت دی اور اُنھوں نے آپ کو اپنے اعتماد کا اہل سمجھکر منتخب کرلیا۔ اب ہم نے اپنی ذمہ داری اُٹھا کر آپکے کاندھوں پر رکھ دی ہو۔ میں بصد عجز و زاری اللہ بزرگ و برتر سے دعا کرتا ہوں کہ وہ آپ کو ملک اور اہل ملک کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔ آپ اپنے فرائض کی انجام دہی کے اثنا میں دیکھ لیں گے کہ حکومت اصلاحات کے جاری کرنے میں پوری طرح سنجیدہ اور مستعد ہو۔ یقیناً آپنے اس کا آغاز اپنی آنکھوں سے دیکھ بھی لیا ہوگا۔ ہمنے تفتیش و اصلاح کی ایک علحدہ مجلس بنا دی ہو جس کا کام یہ ہے کہ حکومت کے تمام محکموں کی جانچ کرے، اور اُن صورتوں پر غور کرے جن سے اُن کی اصلاح و درستگی ہوسکتی ہو۔ یہ کمیٹی اپنے عمل کا ایک مرحلہ طے کرچکی ہو، لیکن ابھی اُسے بہت کچھ کرنا باقی ہو۔

عنقریب آپکی مجلس میں بڑی بڑی تجویزیں پیش ہوں گی۔ حکومت کے محکموں کے میزانیہ بھی پیش ہونگے۔ آپ اُن پر غور کرینگے اور اپنے فیصلے صادر کریں گے۔ ملک کو سب سے زیادہ ضرورت پانی کی ہو۔ آپکے سامنے جدید قسم کے کنوئیں کھودنے کی تجویز آئے گی۔ اسی طرح اور بہت سے مفید کام آپ کو کرنا ہونگے۔ مثلاً جدہ اور مکہ کے مابین عمدہ سڑکوں کا اجراء، مکہ کی بعض سڑکوں کی توسیع، ڈاک اور تار کے صیغہ کی اصلاح۔ اس محکمہ نے وہ تمام طیاریاں مکمل کرلی ہیں جو بین الاقوامی ڈاکخانوں کے ضمن میں شامل ہونے کے بعد اب اُسے عمل میں لانی ہیں۔

نیز تعلیم کی اشاعت کا مسئلہ بھی بہت اہم ہو۔ آپکو اس پر غور کرنا اور تمام ملک کے لئے ایک ہی تعلیمی لائحہ (پروگرام) بنانا ہو۔ حکومت چاہتی ہو تعلیم تمام ملک میں عام ہوجائے۔ کوئی قریہ بلکہ کوئی قبیلہ بھی اس سے محروم نہ رہنے پائے۔ نیز حفظان صحت، حجاج کے آرام و راحت، مطوفون کی تنظیم، اور اسی طرح کے تمام اہم کام آپکے سامنے ہیں اور آپکی توجہ کے منتظر ہیں۔ آخر میں اس مجلس کے افتتاح کا اعلان کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے التجا کرتا ہوں کہ ہمارے تمام کاموں کو کامیاب کرے۔ والسلام علیکم"

مجلس شوریٰ کا نظام

مجلس شوریٰ کا نظام بالاختصار حسب ذیل ہو:

دفعہ (۱) یہ مجلس ۸ ارکان سے مرکب ہوگی۔

دفعہ (۲) مجلس شوریٰ کا صدر نائب السلطنت ہوگا۔

دفعہ (۳) ارکان مجلس کا انتخاب حسب ذیل اصول پر ہوگا:

(۱) ۴ رکن، اہل فضل و تجربہ کے مشورے سے منتخب ہونگے۔

(۲) باقی ۴ رکن حکومت اپنی رائے سے نامزد کرے گی۔ ان میں دو رکن نجدی ہونگے۔

دفعہ (۴) مجلس شوریٰ کی رکنیت کی مدت دو سال ہوگی۔ لیکن نصف ارکان ہر سال بدلجایا کرینگے (عام اس سے کہ منتخب ہوں یا نامزد کئے ہوئے) پُرانے ارکان کا دوبارہ انتخاب بھی ہوسکتا ہو۔

دفعہ (۵) مجلس شوریٰ کے رکن بننے کے لئے حسب ذیل شرطیں ہیں:

(الف) اسکی عمر ۲۵ سال سے کم نہ ہو۔

(ب) تجربہ کار اور معاملات کا سمجھنے والا ہو۔

(ج) سزا یافتہ اور دیوالیہ نہ ہو۔

(د) نیک چلن ہو۔

دفعہ (۶) حسب ذیل امور مجلس شوریٰ کے سامنے حکومت کی جانب سے پیش ہونگے:

(۱) حکومت کے مختلف محکموں اور بلدیہ (میونسپلٹی) اور نہر زبیدہ کے میزانیہ (بجٹ)

(۲) اقتصادی و عمرانی لوائح پر عمل کرنے کی اجازت۔

(۳) تجارتی امتیازات اور اقتصادی و مالی تجاویز۔

(۴) نظارت نافعہ (پبلک ورکس) کے لئے کسی جائداد کی ضبطی۔

(۵) نئے قوانین اور انتظامات۔

(۶) میزانیہ میں اگر سال کے اندر مزید اضافہ کی ضرورت ہو۔

(۷) اگر کسی محکمہ کو ۱۰۰ پونڈ سے زیادہ کسی خرچ کی ضرورت پیش آجائے۔

(۸) اجنبی ملازموں کی تقرری۔

(۹) حکومت کے محکمے اگر کمپنیوں یا تاجروں سے دو سو پونڈ سے زیادہ کی خرید و فروخت کریں۔

دفعہ (۷) مجلس دو قسموں پر تقسیم ہوگی۔ ہر قسم اُن معاملات پر غور و بحث کرے گی جو اُس کا ناظم پیش کریگا۔ پھر دونوں ایک دوسرے کو اپنے فیصلے سے آگاہ کرینگی اور اپنے کاغذات کا مبادلہ کریں گی تاکہ دونوں کو غور و بحث کا موقعہ ملے۔ اس کے بعد مجلس کے کسی عام جلسے میں دونوں کا فیصلہ منظوری کے لئے پیش کیا جائے گا۔

دفعہ (۸) مجلس کا نصاب (کورم) چار ارکان اور صدر کی موجودگی سے پورا ہوجائے گا اور تجویزیں مجلس کی ۲ ثلث اصوات (ووٹس) سے پاس ہوں گی۔

دفعہ (۹) مجلس ہر ہفتہ دو مرتبہ منعقد ہوگی۔ لیکن صدر کی دعوت پر اس سے زیادہ مرتبہ بھی جمع ہوسکتی ہو۔

دفعہ (۱۰) مجلس کو حق ہو کہ قوانین کی تطبیق میں اگر حکومت سے کوئی غلطی واقع ہوجائے، تو اُسے متنبہ کردے۔

دفعہ (۱۱) اگر حکومت کوئی لائحہ پیش کرے اور مجلس اُسے رد کردے یا اُسمیں ترمیم ضروری سمجھے، اور حکومت مجلس کا فیصلہ منظور نہ کرے، تو ایسی صورت میں نائب السلطنت کو حق ہوگا کہ لائحہ کو مزید توضیح و تشریح کے ساتھ دوبارہ مجلس کے سامنے پیش کردے۔ اگر مجلس اب بھی اسے منظور نہ کرے، تو پھر آخری فیصلہ خود سلطان المعظم کرینگے۔

مجلس کو حق ہو کہ اپنے صدر کے ذریعہ ہر اُس تجویز کے بارے میں سلطان سے رجوع کرے جسپر ایک ماہ گزرچکا ہو اور کوئی شاہی حکم جاری نہ ہوا ہو۔

مجلس کے ارکان

مجلس شوریٰ کے لئے حسب ذیل ارکان منتخب ہوئے ہیں:

(۱) شیخ یوسف قطان۔
(۲) شیخ احمد سجی۔
(۳) شیخ صالح شطا۔
(۴) شیخ عبداللہ زوادی۔
(۵) شیخ محمد بن یحییٰ بن عقیل۔
(۶) شیخ عبداللہ ابراہیم جفالی۔
(۷) شیخ عبدالعزیز بن زید۔
(۸) شیخ عبدالوہاب عطار۔

ایک اُمید افزا واقعہ

کچھ مدت ہوئی، بعض اہل مکہ نے سلطان ابن سعود کے پاس بھیجنے کے لئے ایک محضر طیار کیا تھا اور اُس میں محکمہ حفظان صحت کی شکایتیں لکھی تھیں۔ یہ محضر ایک شخص حسن سلیمان کو دیا گیا تاکہ سلطان تک پہنچادے۔ اُس زمانہ میں نائب السلطنت امیر فیصل مکہ میں موجود نہ تھے۔ اُن کی غیر موجودگی میں اُن کے مشیر خاص شریف حسین عدنان اور شیخ عبدالعزیز عتیقی، حکومت کے فرائض انجام دیتے تھے۔ اس محضر کا حال اِن دونوں کو معلوم ہوا تو اُنھوں نے شخص مذکور کو طلب کیا اور حکم دیا کہ محضر انکے حوالے کردے۔ اُسنے انکار کیا۔ اسپر شریف حسن عدنان نے غصہ میں آکر اُسے دو گھنٹہ کے لئے قید کردیا۔

شخص مذکور نے رہا ہوتے ہی حکومت کے اِن دونوں بڑے عہدے داروں پر (جو گورنر کے قائم مقام تھے) مقدمہ دائر کردیا۔ نالش میں حسب ذیل الزام لگائے تھے:

(۱) اُنھوں نے سلطان المعظم کی توہین کی کیونکہ وہ محضر لے لینا چاہا جو سلطان کی خدمت میں پیش ہونے والا تھا۔

(۲) اُنھوں نے مدعی کو سلطان تک پہنچنے سے روکنا چاہا۔

(۳) اُنھوں نے بغیر کسی قانونی موجب کے مدعی کو قید کیا۔

(۴) اُنھوں نے سرکاری محکمہ کے خلاف شکایتوں کی تحقیقات نہیں کی۔

سلطان نے دعویٰ سُنکر کاغذات مجلس تفتیش کے حوالے کردئے اور حسب ذیل دو سوالوں کے جواب طلب کئے:

(۱) کیا مدعا علیہما کو اس کارروائی کا حق تھا جو اُنھوں نے کی؟

(۲) کیا اُنھیں ایسی کارروائیاں کرنے کے لئے چھوڑ دینا چاہئے؟

مجلس تفتیش نے پوری طرح تحقیقات کی، مدعی، مدعا علیہما اور گواہوں کے بیانات سُنے، اور بالآخر سلطان کے سوالوں کے یہ جواب بھیجے:

(۱) اُنھیں اس کارروائی کا ہرگز حق نہ تھا۔

(۲) اُنھیں بغیر سزا کے نہیں چھوڑنا چاہئے۔

نیز مجلس نے یہ قانون بھی بنایا کہ جو عہدہ دار بھی خلاف انصاف و قانون کام کرے گا، یا کسی کے حق پر دست درازی کرے گا، اُسے سرکاری خدمت سے بلا توقف الگ کردیا جائے گا۔

مجلس کا فیصلہ معلوم کرکے سلطان نے دونوں عہدے داروں کو فوراً برخاست کردیا اور آئندہ کے لئے بھی اُنھیں سرکاری خدمت سے محروم کردیا۔

خوبی سے ادا کئے کہ سب کو تسلیم کرلینا پڑا کہ ترکی موسیقی، عظیم صلاحیت رکھتی ہے۔

غازی مصطفے کمال کا سفر ادرنہ

مشہور ترکی تاریخی شہر ادرنہ کے ایک وفد نے آکر غازی مصطفے کمال پاشا کو اپنے شہر میں آنے کی دعوت دی۔ موصوف نے دعوت منظور کرلی۔ خیال کیا جاتا ہے اس سلسلہ میں وہ تھریس کے اہم شہروں کا بھی معائنہ کریں گے۔

درۂ دانیال کی قلعہ بندی

اخبارات کا بیان ہے کہ مصطفے کمال پاشا نے آستانہ میں پہنچ کر جنگی اور ملکی افسروں اور ماہروں کے ساتھ اُن تدابیر پر بھی غور کیا ہے جن سے مستقبل میں قسطنطینیہ کی حفاظت بھی ہوجائے اور وہ آزاد تجارتی بندرگاہ بھی باقی رہے۔ چنانچہ طے پایا ہے کہ امریکہ سے ایک قرض حاصل کیا جائے اور اس روپیہ سے درۂ دانیال، اور باسفورس کی پورے طور پر قلعہ بندی کردی جائے۔ ناظرین کو معلوم ہے کہ معاہدۂ لوزان میں اس بارے میں بعض پابندیاں موجود ہیں۔ مگر اب بظاہر ترک اُن پابندیوں کی پرواہ کرنا نہیں چاہتے۔

اطلاع ضروری

الہلال میں لاہور کی "الہلال بک ایجنسی" کا اشتہار شائع ہو رہا ہے۔ اور اُس کا پتہ صاف درج ہے لیکن بعض حضرات صرف الہلال کا نام دیکھ کر درخواست الہلال کے دفتر میں بھیجدیتے ہیں اور بلا ضرورت خط و کتابت کرنی پڑتی ہے۔

اس "الہلال بک ایجنسی" سے رسالہ الہلال کلکتہ کو کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ لاہور کی ایک بک ایجنسی ہے۔ اور اسی کا پورا پتہ اُس کے اشتہار کے نیچے درج ہے۔

آپ تمام دنیا دو قدم آگے رہنا چاہیں تو
نخب لاجواب لاہور
کا مطالعہ کریں اس کے مستقل خریداروں کو چھ سو صفحوں کی انعامی کتابیں مفت دی جاتی ہیں انعامی کتابوں کی فہرست اور نمونہ کا رسالہ دو آنہ کے ٹکٹ بھیجکر طلب کریں
مینجر انتخاب لاجواب لاہور

مکتوب حجاز

اصلاح و ترقی کا اعلان اور عالم امید و بیم!

ذیل میں ہم اپنے مقالہ نگار مقیم جدہ کا مکتوب ترجمہ و اختصار کے بعد درج کرتے ہیں۔ انہوں نے وعدہ کیا ہے کہ آیندہ مسلسل مقالات بھیجتے رہیں گے۔ مقالہ نگار نے جس احتیاط اور اعتدال نظر کے ساتھ حالات حجاز پر نظر ڈالی ہے، ہم اُس کا اعتراف کرتے ہیں، مگر ہمیں خوف ہے کہ بحالت موجودہ اُنھوں نے حکومت کی بیان کردہ "اصلاحات" سے جو امیدیں قائم کی ہیں وہ قبل از وقت ثابت ہوں گی اس راہ میں سب سے پہلی چیز اہل، کارداں، اور مخلص کارکنوں کا وجود ہے اور جہاں تک ہماری معلومات ہے، ہم وثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ حکومت حجاز اُن سے یکقلم تہی دست ہے۔ خود مقالہ نگار بھی اس کا اعتراف کرتے ہیں۔

ولعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا

امید و بیم

حجاز کی موجودہ حالت، ہر اعتبار سے، امید و بیم کے متضاد اثرات کی ایک مرکب تصویر ہے!

ایک طرف امید کی شعاعیں چمکنا شروع ہوگئی ہیں تاکہ صدیوں کی تاریکی کا مقابلہ کریں۔ دوسری طرف مایوسی کی ظلمت اتنی شدید و وسیع ہے کہ نہیں کہا جاسکتا مستقبل قریب میں ہمیں روشنی کی تابناکی کا انتظار کرنا چاہیے، یا ظلمت کے احاطۂ در فتح مندی کا؟

ایک طرف سلطان ابن سعود کی شخصیت اور اُس کی سطوت وطاقت کا ظہور ہے جس نے تھوڑے ہی عرصہ کے اندر ملک میں امن قائم کردیا، تمام سرکش جماعتیں قابو میں آگئیں، نظم و اصلاح کے لئے زمین طیار ہوگئی، اور اگر حکومت کے مزاج میں صلاحیت اور اعضاء حکومت میں کاردانی ہو، تو بہت جلد سرزمین حجاز کا ایک نیا دور شروع ہوسکتا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی دوسری طرف نظر اُٹھائیے تو حکومت کا مزاج غیر صالح، کارداں اشخاص تقریباً ناپید، اصحاب اغراض کا ہر طرف سے ہجوم، مخلص و مغرض میں امتیاز مسدود، اور اہل و غیر اہل کے لئے کوئی معیار نہیں ہے۔ سلطان صحرا سے نکلکر حجاز آئے ہیں اور آتے ہی ایک منظم و متمدن حکومت کی از سر نو تخلیق کی مہم پیش آگئی ہے۔ ارادے پیدا ہوتے ہیں، مگر وجود میں نہیں آسکتے۔ ہمت اُٹھتی ہے، مگر قدم نہیں اُٹھا سکتی۔ کام اہم اور مشکلات سے لبریز ہے۔ ضرورت صلاحیت، صبر، استقامت، اور انتظار کی ہے، لیکن اوپر سے لے کر نیچے تک ہر وجود نفع عاجل کا شیفتہ ہے، اور اس لئے کوئی صحیح اور دقیق قدم اُٹھ نہیں سکتا۔

اصلاحات کا اعلان

لیکن حال میں مجلس شوریٰ کے قیام اور بعض ارکان حکومت کے تغیر و تبدل سے طلبگاران اصلاح کو جو نئی اُمیدیں دلائی گئی ہیں وہ ضرور قابل توجہ ہیں، اور ضروری ہے کہ اُن کا اعتراف کیا جائے ممکن ہے کہ اُن کی موجودہ صورت و حالت آپکی نظروں میں زیادہ وقعت حاصل نہ کرسکے، لیکن اہل حجاز کے لئے جو صدیوں سے "اصلاح" اور "قانون و ادارہ" کے معانی سے ناآشنا ہوچکے ہیں، یہ یقیناً ایک اُمید افزا اقدام ہے۔

سلطان کی تقریریں

مجلس شوریٰ کے افتتاح کے لئے "جیاد" میں ایک شاندار جلسہ ہوا تھا۔ سلطان نے اس موقعہ پر دو تقریریں کیں: ایک عام حاضرین کو مخاطب کرکے۔ دوسری مجلس شوریٰ کے ممبروں کے سامنے پہلی تقریر کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

"میں مکہ کے باشندوں کو اس اجتماع کا مقصد بتانا چاہتا ہوں۔ ہماری دلی خواہش ہے کہ یہاں کے باشندے ہم سے (یعنے اہل نجد سے) زیادہ سے زیادہ اختلاط رکھیں اور زیادہ سے زیادہ میل جول بڑھائیں اس اختلاط کے فوائد بے شمار ہیں۔ یہی فائدہ کیا کم ہے کہ ہم میں باہم محبت و اخوت مستحکم ہوگی اور اُن سازشیوں کی تمام کوششیں ایگاں جائیں گی جو ہمارے تعلقات خراب کرنے کے لئے ہر وقت مستعد رہتے ہیں۔

"راعی اور رعیت کی دُوری اور بے تعلقی، خود غرضوں کے لئے میدان کشادہ کردیتی ہے۔ وہ بڑی آسانی سے حق کو باطل اور باطل کو حق کی صورت میں پیش کرنے کا موقعہ پا جاتے ہیں۔ اگر راعی اور رعیت میں نزدیکی نہیں ہے تو ظاہر ہے، ہر خود غرض جب چاہے، حکام کو گمراہ کرسکتا ہے۔ حاکم ہرگز حقیقت حال سے واقف نہیں ہوسکتا اور بلا قصد رعایا کے لئے مصیبت پیدا کرسکتا ہے۔ لیکن اگر حاکم و محکوم میں تعارف و تقارب کے رشتے موجود ہوں، تو خود غرض لوگ حکام کو دہوکا دینے سے ڈرینگے۔ مبادا اُن کی بدنیتی اور دروغگوئی طشت از بام ہوجائے"

"آج کے اجتماع سے یہی غرض ہے کہ ہمارے اور باشندوں کے درمیان زیادہ سے زیادہ قربت و اختلاط قائم ہوجائے۔ ہم اعلان کرتے ہیں کہ ہمارے اور عام مخلوق کے درمیان ہرگز کوئی پردہ نہیں ہے۔ ہمارے محل کا دروازہ ہمیشہ ہر انسان کے لئے کھلا ہوا ہے۔ نیز ہم بحمد اللہ تعالی ہمیشہ اپنے تمام عہدہ داروں کو رعایا سے حسن سلوک کی وصیت کرتے رہتے ہیں۔"

"بلاشبہ، عام مخلوق سے دُوری، نفس و جسم کے لئے آرام و راحت کا موجب ہے۔ لیکن دین اور شرافت کا تقاضہ اس سے منع کرتا ہے۔ دین، مخلوق سے دُوری کی اجازت نہیں دیتا۔ شرافت، مخلوق سے بے پرواہی روا نہیں رکھتی۔ کیونکہ اختلاط اور تعارف میں ہزاروں مصلحتیں اور نیکیاں ہیں۔ یقین کرو ہم اپنی پوری قوت سے اصلاح حال کی کوشش کررہے ہیں۔ سال رواں میں انشاء اللہ ہم بہت سی نئی اصلاحات بھی جاری کرینگے۔ ہماری نظر کے سامنے ہر لمحہ یہ فرمان ربانی موجود ہے" قل اعملوا فسیری اللہ عملکم" (عمل کرو، خدا تمھارا عمل دیکھے گا) ابن آدم اگر نیکی کرتا ہے، تو اپنے فرض سے سبکدوش ہوجاتا ہے۔ نتائج و ثمرات کی بخشش صرف اللہ ہی کے ہاتھ ہے!"

"یہ بالکل یقینی ہے کہ حکام کی درستگی، رعایا کی درستگی ہے۔ بنابریں ہمارا فرض ہمیں مجبور کرتا ہے کہ ہمیشہ اُس خیر و صلاح کی جستجو میں لگے رہیں جس سے ایک طرف مسلمانوں کی درستگی ہو، دوسری طرف ہمیں خدا کی رضامندی حاصل ہو۔"

"ہم نے بعض عہدے دار معزول کردیئے ہیں۔ یہ اس لئے نہیں کہ اُنھوں نے کوئی خطا کی تھی، بلکہ اس لئے کہ اُن سے بہتر آدمی مل گئے تھے۔ میں معزول عہدے داروں کا شکر گزار ہوں کہ اُنھوں نے اپنے فرائض ایمانداری سے انجام دیئے تھے۔"

"ہم نے آپ ہی کے آدمیوں کی ایک مجلس بنادی ہے کہ حکومت کے مختلف انتظامی محکموں کی دیکھ بھال کریں، اُنکے نظام پر نظر ڈالیں ہم نے تمام تر ذمہ داری اس مجلس کے کاندھوں پر ڈالدی ہے کیونکہ اہل مکہ اپنے مصالح ہم سے زیادہ سمجھتے ہیں۔ ہمیں اُمید ہے کہ یہ مجلس اپنے فرائض، بحسن و خوبی انجام دے گی۔"

"ہم نے مجلس شوریٰ کے معاملہ پر خوب غور کیا۔ چونکہ یہ مجلس از حد اہم اور باشندوں کے لئے غایت درجہ ضروری و مفید ہے اس لئے

برابر موجود ہوتا تھا۔

ایک واقعہ

حاکم جوف امیر عبداللہ بن عقیل کی بابت مجھے ایک بات ضرور کہدینی چاہئیے۔ یہ حاکم، دوسرے عرب حکام کے برخلاف ذی علم اور وسیع المعلومات ہے۔ شریعتہ حقہ کے مطابق حکومت کرتا ہے۔ اس کے علاقے میں جرائم بالکل ناپید ہیں۔ مثال کے طور پر ایک چشم دید واقعہ لکھتا ہوں:

ایک دن میں امیر موصوف کی مجلس میں موجود تھا کہ ایک شخص نے آکر کہا "میں حائل سے آرہا ہوں۔ جوف سے ۴ دن کے فاصلے پر ایک بھری ہوئی بوری میں نے پڑی دیکھی ہے" حاکم نے سوال کیا "اُس بوری میں کیا ہے؟" شخص مذکور نے جواب دیا کہ "مجھے نہیں معلوم" اس واقعہ کے دوسرے دن ایک اور شخص نے یہی خبر پہنچائی۔ حاکم نے اُس سے بھی یہی سوال کیا۔ اُسنے کہا "اسمیں قہوہ ہے" حاکم نے پوچھا "تو نے کیوں کر جانا؟" اُسنے کہا "اپنی لاٹھی سے دباکر" اسپر حاکم نے اپنے سپاہیوں کو حکم دیا کہ اسے ۵ بید لگادو۔ مجھے اس سزا پر بہت تعجب ہوا اور امیر سے استفسار کیا۔ اسنے جواب دیا "بوری دیکھنا جرم نہیں ہے، لیکن اسنے یہ جستجو کیوں کی کہ اُس میں کیا ہے؟ اسے اس کا کوئی حق نہ تھا۔ کیونکہ بوری اس کی نہ تھی" اس کے بعد امیر نے مجھے بتایا کہ اہل نجد، عموماً نہایت دیانت دار اور پرہیزگار ہیں اگر راستے میں سونا بھی پڑا ہو تو کبھی اُن کی نیت نہیں بدلے گی!

جوف کا دار الحکومت، ایک قلعہ نما عظیم محل میں واقع ہے۔ اس کا نام "قصر مارد" ہے۔ یہودیوں نے اپنے عروج کے زمانے میں تعمیر کیا تھا باشندوں کا بیان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے ۴۰۰ سال پہلے یہ بنا تھا۔

جوف کے باشندے باوجود غریب ہونے کے بڑے مہمان نواز ہیں۔ مہمان کی خدمت و خاطر فرض عین سمجھتے ہیں۔ یہ لوگ خوب تندرست ہیں۔ میں نے کوئی شخص بھی کمزور، اور دُبلا نہیں دیکھا۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا، پوری آبادی میں ایک انسان بھی بیمار نہیں ہے وجہ یہ ہے کہ یہاں کی آب و ہوا نہایت عمدہ ہے، پیداوار کافی ہے اور باشندے طبعی اور سادہ زندگی بسر کرتے ہیں۔

امیر عبد اللہ نے مجھ سے یہ بھی بیان کیا کہ انگریز اور امریکن سیاحوں نے بار بار کوشش کی کہ علمی اور جغرافیائی تحقیقات کے بہانہ سے آگے بڑھیں۔ مگر سلطان ابن سعود نے اجازت نہیں دی۔ وہ جانتے ہیں کہ اسی قسم کے حیلوں سے اُنھوں نے مشرقی ملکوں میں اپنے قدم جمالئے۔ ایک مرتبہ ایک انگریز مسٹر آنچسر بہت سی موٹریں اور روپیہ لے کر آیا اور یہ ظاہر کیا کہ جوف کی مٹی بہت عمدہ ہے اس لئے وہ مٹی کے برتن بنانے کا کارخانہ قائم کرے گا۔ مگر سلطان نے قیام کی اجازت نہیں دی۔ ایک اور یورپین نے کہا کہ خود پائے تخت ریاض میں پٹرول کے زمین دوز چشمے موجود ہیں۔ میں انھیں نکال دے سکتا ہوں۔ مگر سلطان نے اسے بھی منظور نہیں کیا۔ حالانکہ نجد کے باشندوں کو پٹرول کی بہت ضرورت ہے۔ سلطان کی دلی آرزو ہے کہ خالص اسلامی علمی جماعتیں نجد میں آئیں اور یہاں کی قیمتی کانیں نکالیں مگر وہ یورپین کمپنیوں، "تاجروں" اور "علمی محققوں" کی آمد و رفت سے ڈرتے ہیں۔

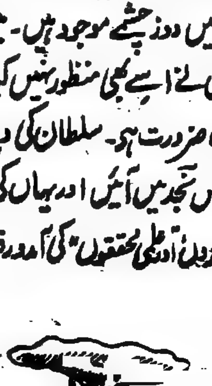

خواطر و سوانح

زندگی پر آخری نظر

ایک کروڑپتی نے خودکشی کرتے وقت کیا محسوس کیا؟

مسٹر جیمس وہائٹ، لندن کا مشہور کروڑپتی تھا۔ لیکن ایک ناگہانی خسارہ نے اُسے دیوالیہ کردیا۔ گزشتہ ماہ اُسنے زندگی سے بیزار ہوکر خودکشی کرلی۔ لیکن مرنے سے پہلے ذیل کی تحریر لکھ کر اپنی میز پر رکھدی تھی

"میں اسوقت ابدیت و خلود کے دروازہ پر کھڑا ہوں اور دُنیا کے نام اپنا آخری پیام لکھ رہا ہوں۔ میں نے زندگی پر اُس نقطۂ نظر سے نگاہ ڈالی ہے، جو ایک مرنے والے انسان ہی کا نقطۂ نگاہ ہوسکتا ہے!

⁂

میرے فنا پذیر عقیدے میں دُنیا کا قدیم عالمگیر تمدن ۴ اگست ۱۹۱۴ء (یعنی جنگ عمومی کے آغاز کی طرف اشارہ کرتا ہے) میں مرگیا۔ اس کے بعد سے ابتک جدید عالمگیر تمدن کی پیدائش نہیں ہوئی ہے۔

⁂

میں نے بادشاہوں کی میزبانی کی امیروں کو بے تکلفانہ اُنکے سادہ ناموں سے پکارا۔ میری ملکیت میں شاندار جہاز تھا جس پر میں نے پورے کرۂ ارضی کی سیر کی۔ میرے اصطبل میں اصیل گھوڑوں کی صفیں بندھی تھیں۔ میں تھیٹروں کا بھی مالک تھا۔ بڑی بڑی اخبار جاری کرنے والی کمپنیوں میں بھی میرے حصے تھے۔ میں نے عظیم الشان تجارتی کاروبار کئے۔ میرا رأس المال پندرہ کروڑ پونڈ (۴۵ کروڑ روپیہ) تک پہنچگیا تھا۔ میں نے صرف ایک دن کے اندر ۵۰۰،۰۰۰، پونڈ نفع کمایا تھا۔ ان حالات میں، میں امید کرتا ہوں کہ سب لوگ مجھ سے اتفاق کرینگے کہ مجھے زندگی کے بارے میں اظہار رائے کا حق حاصل ہے۔

⁂

"مجھ پر زندگی کے گرم اور سرد، ہر طرح کے موسم گزر چکے ہیں۔ میں نے فاقہ کشی کی مصیبت کا مزہ بھی چکھا ہے، اور میں نے دولت کی سرگرانی بھی محسوس کی ہے۔ مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ تین دن کے بھوکے کا احساس کیا ہوتا ہے؟ اور مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ دولت کی فراوانی دل و دماغ پر کیا اثر ڈالتی ہے؟ مجھ پر وہ وقت گزر چکا ہے جب میری کوئی آرزو بھی ایسی نہ تھی جو میری قدرت سے باہر ہو۔ میں نے وہ دن بھی دیکھے ہیں جب ہزاروں انسان اپنے پیٹ کی روٹی کے لئے میرا ہاتھ تکتے تھے!

⁂

"گھوڑدوڑ کے ایک دور میں میں نے ۱۰۰،۰۰۰ پونڈ جیتے تھے لیکن ایک وقت وہ بھی تھا جب تاش کی ایک بازی میں میری جیت صرف ایک شلنگ تھی! دولتمندی کے "لاکھ" اور غربت کا "شلنگ" دونوں کی جیت کے الگ الگ اثر میرے دل نے محسوس کئے۔ ایک مرتبہ ۱۹۱۱ء میں لندن سے ڈیل تک کی ۸۰ میل کی مسافت، میں نے اپنے پیروں سے طے کی تھی، کیونکہ میرے پاس ریل کا کرایہ نہ تھا۔ پھر ایک وقت وہ بھی دیکھا جب پوری ٹرین صرف میرے لئے روانہ ہوتی تھی تاکہ مجھے مانچسٹر پہنچادیا کرے!

⁂

"میری زندگی کے ان آخری لمحوں میں میرا حافظہ، زندگی کے تمام انقلابات ایک ایک کرکے میری آنکھوں کے سامنے سے گزار رہا ہے۔ اسوقت میں اس قابل ہوں کہ زندگی پر ایک منصفانہ فیصلہ کی نظر ڈال سکوں!

⁂

"زندگی کے متعلق میرا نرم سے نرم فیصلہ یہ ہے کہ وہ ایک عظیم انسانی کڑھائی ہے جو طمع، شہوت، اور طاقت کے مہیب آتشیں مادوں پر پک رہی ہے۔ تمام بلند، رقیق، شریف جذبات ناپید ہوچکے ہیں۔ اُن کی جگہ خبیث، فاجرانہ، پرشور عناصر نے لے لی ہے۔ قوت اور مال کی خواہش اس قدر زبردست ہوگئی ہے کہ بالشویزم کے سوا کوئی دوسری قوت اُس کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔

⁂

"زندگی کے تمام دن باہم مشابہ ہیں، اُکتا ڈالنے والے ہیں، تھکا ڈالنے والے ہیں۔ ایک ہی قسم کے چہرے، ایک ہی قسم کے مزاج، ایک ہی قسم کے دل، ایک ہی قسم کی چیزیں! ہر نیا دن ویسا ہی بُرا جیسا پچھلا دن تھا! ہر نفس طمع و ہوس سے اُسی طرح لبریز جس طرح دُنیا کا ہر باشندہ! زیادہ مال کی مجنونانہ طلب! زیادہ عیش کی غرض پرستانہ خواہش! مگر کام بہت کم، نیکی اور بھی کم! انسانوں کی بھیڑ مال جمع کرنے پر ٹوٹ پڑی ہے۔ کسی کو خودداری کا خیال نہیں۔ کسی کو شرافت کی پروا نہیں۔ ایک حساس آدمی کے لئے یہ منظر موت سے کم نہیں!

⁂

"اسٹیج پر دولت کا کوئی دیوتا نمودار ہوتا ہے۔ خوشامدیوں، چاپلوسوں، ابن الوقتوں کی بھیڑیں اُسپر ٹوٹ پڑتی ہیں، وہ کھلاتا پلاتا ہے۔ جلسے کرتا ہے، لہو و لعب کے تمام سامان مہیا کرتا ہے۔ اُسکی بڑی تعریفیں ہونے لگتی ہیں۔ اُس کی دوستی کا لاکھوں دم بھرنے لگتے ہیں۔ اُسے ایسا محسوس ہونے لگتا ہے کہ اس زمین پر مجھ سے بڑا، مجھ سے زیادہ خوش نصیب کوئی انسان نہیں۔ میں خدا کا پسندیدہ اور اس کی مخلوق کی آنکھ کا تارہ ہوں!

"لیکن ادہر اُس کا سونا چاندی ختم ہوا، اُدہر دُنیا کی نظریں یکایک پھر گئیں۔ اب نہ دوست دوست ہیں نہ عزیز عزیز۔ حسرت اور ندامت صرف یہ دو مکروہ رفیق زندگی بھر کی رفاقت، کر لئے اُسکے پہلو میں

سیر فی الارض

اَوَلَم یَسِیرُوا فِی الاَرضِ فَیَنظُرُوا کَیفَ کَانَ عَاقِبَۃُ الَّذِینَ مِن قَبلِھِم

(۳۰ : ۸)

سیاحانِ عالم کے مشاہدات و تاثرات

ایک مصری سیاح نجد میں

حال میں ایک مصری سیاح نے نجد کی سیاحت کی ہے۔ اُس کے مشاہدات کا خلاصہ حسبِ ذیل ہے:

صحرائی سفر کا آغاز

صحرا میں سفر کا یہ پہلا اتفاق تھا۔ میں وہاں کے راستوں، سواریوں اور باشندوں کے طرزِ معیشت سے بالکل ناواقف تھا۔ میرے اس سفر کا آغاز، شرق اردن کے پائے تخت، عمان سے ہوا۔ میں نے ایک موٹر کرایہ پر لی اور صحرا میں داخل ہوگیا۔ راستے میں کہیں درخت، گھاس، پانی، اور جاندار مخلوق نظر نہیں آئی۔ ہاں کبھی کبھی اونٹوں کے قافلے چلتے دکھائی دیتے تھے۔ اب سے پہلے یہ راستہ نہایت خطرناک تھا۔ بغیر کافی جنگی قوت کے کسی کا بھی جان و مال محفوظ نہ تھا۔ مگر اب بالکل امن و امان ہے۔ کامل ایک دن کے سفر کے بعد میں "قریات الملح" میں پہنچ گیا۔

قریات الملح

اسی مقام سے سلطان ابن سعود کی سلطنت شروع ہوتی ہے۔ یہاں پہنچتے ہی وہاں کے بعض شیوخ قبائل سے اپنا ارادہ ظاہر کیا کہ پائے تخت نجد، ریاض، جانے کا عزم ہے۔ اُنھوں نے نہایت خوش اخلاقی سے میرا خیر مقدم کیا اور میرے لئے فوراً ۵ اونٹ مہیا کردئے۔ ایک میری سواری کے واسطے تھا اور ۴ میرے خدمتگاروں کے لئے۔ یہ خدمتگار بھی انہی شیوخ نے محض اپنی مہربانی سے میری خدمت کے لئے ساتھ کردئے تھے۔ اتفاق سے ۵۰ اونٹوں کا ایک اور قافلہ بھی ریاض جارہا تھا۔ میں بھی اسی میں شامل ہوگیا۔

یہاں یہ سنکر میرے ہوش اُڑ گئے کہ مجھے بہت طول طویل سفر کرنا پڑے گا۔ یعنی قریات الملح سے جوف تک ۹ دن۔ جوف سے حائل تک ۱۰ دن۔ حائل سے بریدہ تک ۸ دن۔ بریدہ سے ریاض تک ۸ دن یعنی پایۂ تخت تک پہنچنے کے لئے مسلسل ۳۵ دن صحرا میں چلنا پڑے گا۔ پھر راستہ میں ۲۰ دن آرام کے لئے مزید چاہئیں۔ گویا پورے دو مہینے اس بیابانی دنیا میں بسر کرنے ہونگے!

"قریات الملح" جہاں سے ہمارا سفر اونٹ پر شروع ہوا، ایک چھوٹا سا گاؤں ہے اور نجد کو شرق اردن سے جُدا کرتا ہے۔ یہ جبل آلکہ سے ڈیڑھ دن کے فاصلہ پر ہے۔ اس کا حاکم اعلیٰ، ایک نجدی افسر ہے اور احکام شریعت کے بموجب حکومت کرتا ہے۔ اس کی آبادی ۵۰۰ سے زیادہ نہیں ہوگی۔ یہاں کی معیشت، گیہوں کی زراعت، نخلستان، اور اونٹوں اور مویشیوں کی پرورش ہے۔ یہاں نمک بھی بنتا ہے، اور صحرائی مسافروں کے ہاتھ اچھی قیمت پر بکتا ہے۔ محصول، زکوٰۃ کے نام سے وصول کیا جاتا ہے۔ زکوٰۃ کا نصاب یہ ہے کہ سالانہ ہر ۶ اونٹ پر، ۲ مجیدی، ہر ۱۰ اونٹنیوں پر ۱۱۱ قرش مصری (ایک قرش ۲ ؍ کا ہوتا ہے) ہر سو بکریوں پر دو بکریاں وصول کی جاتی ہیں۔ یہاں جرائم اور فواحش کا نام تک سننے میں نہیں آتا۔ حاکم کو "امیر" کہتے ہیں۔

امیر قریات الملح نے اپنے چبوترے پر (جو اس کی بیٹھک یا دربارِ عام کی جگہ ہے) میرا استقبال کیا۔ میرے لئے قہوہ حاضر کیا گیا۔ امیر نے بہت اصرار کیا کہ چند دن اُس کا مہمان رہوں۔ مگر مجھے سفر کی جلدی تھی۔ دوسرے دن وہ مجھے اپنے ہمراہ قبیلۂ بنی صخر میں لے گیا۔ یہ قبیلہ اس گاؤں سے ۱۵ کیلومیٹر کے فاصلہ پر پشمی خیموں کے اندر زندگی بسر کرتا ہے۔ اپنی شجاعت، جرأت، اور غارت گری میں اس قدر مشہور ہے کہ تمام عرب اُس کے نام سے تھراتا ہے۔

صحرا کی زندگی

آگے بڑھنے سے پہلے مجھے صحرا کی زندگی کے متعلق چند تمہیدی کلمے کہدینے چاہئیں۔ سفر شروع کرنے سے پہلے ہی مجھے معلوم ہوگیا تھا کہ نجد میں سیاحت کے لئے ضروری ہے کہ چہرے پر داڑھی موجود ہو۔ چنانچہ میں نے اپنی داڑھی کی پرورش شروع کردی تھی۔ نجد کی سرحد میں داخل ہوتے ہوئے میری داڑھی کافی حد تک دراز ہوچکی تھی۔ میں نے بدوی لباس بھی خرید لیا تھا۔ لیکن یہ معلوم نہ تھا کہ سر بھی منڈانا پڑے گا۔ قریات الملح میں مجھے اس کی خبر ہوئی۔ میں نے اپنا سر نجدی اُسترے کے رحم پر چھوڑ دیا۔ چند لمحوں کے اندر کھوپڑی صاف تھی۔ میں نے آئینہ دیکھا تو اپنی صورت پہچان نہ سکا۔ لمبی داڑھی، مونچھیں صاف، سر گھٹا ہوا۔ ایک عجیب شکل نکل آئی!

مجھے پہلی ہی منزل میں معلوم ہوگیا کہ یہ سفر کس قدر تکلیف دہ ہوگا۔ شہری زندگی بسر کرنے والوں کے لئے اس سے بڑھ کر عذاب کیا ہوگا کہ وہ صابون تک نہ پائیں۔ صحرا میں صابون، نایاب ہے اور بہت قیمت پر بکتا ہے۔ خود صحرائی عربوں کو اس کی ضرورت نہیں ہوتی۔ وہ اپنے کپڑے کبھی نہیں دھوتے۔ کھانے کے بعد ہاتھ بھی نہیں دھوتے۔ اُن کا عام مقولہ ہے، "عربوں کا صابون، اُن کی داڑھی ہے!" یہاں کی زندگی میں پہلی مرتبہ مجھے داڑھی کا فائدہ معلوم ہوا۔ یقیناً داڑھی، صحرا میں بہت مفید چیز ہے۔ رومال کی پوری قائم مقامی کرتی ہے۔ کھانے کے بعد ہاتھ منہ اسی مقدس رومال سے پونچھ لئے جاتے ہیں!

قریات الملح سے جوف تک ہمیں ۹ دن چلنا تھا۔ اس تمام راستے میں ہمیں صرف ۳ کنوئیں ملے۔ آگے کے لئے ہم نے پانی بھر لیا۔ میں نے عجیب بات یہ دیکھی کہ اونٹوں نے ۹ دن کی مدت میں صرف ایک مرتبہ پانی پیا۔ میرے ساتھی مسافروں نے بتایا کہ جاڑے میں اونٹ پندرہ پندرہ دن بغیر پانی پئے چلتے رہتے ہیں۔ میرے یہ ساتھی، صحرائی بدو تھے۔ میں نے اُنھیں نہایت خوش اخلاق پایا۔ اُن کے اخلاق کا ایک ثبوت یہ ہے کہ اگرچہ اُنھیں مصر اور اُس کے بادشاہ سے کوئی طمع یا خوف نہیں، لیکن چونکہ وہ جانتے تھے کہ میں مصری ہوں، اس لئے راستے بھر بلند آواز سے مصر اور اُس کے بادشاہ کے لئے دعائیں مانگتے رہے۔ اُنکے اس طرزِ عمل نے مجھ پر بہت اثر کیا۔ میں نے محسوس کیا کہ اسلام نے کتنی مختلف قوموں کو ایک رشتہ میں منسلک کرکے بھائی بھائی بنا دیا ہے!

یہ بدو اگرچہ اپنی فطری سادگی پر قائم ہیں، تاہم اُنکے اقوال اور حرکات و سکنات، اُن کی غیر معمولی ذہانت کا پتہ دیتے ہیں۔ یہ لوگ فضول گوئی سے پرہیز کرتے ہیں۔ سیاسی اختلافات سے بھی گریز کرتے ہیں۔ راستہ بھر میں نے کبھی نہیں سُنا کہ اُنھوں نے نجد یا حجاز کی سیاست پر ایک لفظ بھی کہا ہو۔ جب کبھی میں نے کوئی ذکر چھیڑا تو وہ یہ کہکر پہلو بچا لیجاتے تھے "حکومت، خدا کی ہے اور پھر عبد العزیز بن سعود کی۔" اُن کی گفتگو کا اصلی موضوع، عرب کی شجاعت، سخاوت اور دینی فضائل و مکارم تھا۔ عربی شعر اگرچہ صحرا ہی میں پیدا ہوا، مگر چونکہ نجدی ہمیشہ ذکر الٰہی میں مشغول رہتے ہیں، اس لئے شعر و شاعری کو زیادہ پسند نہیں کرتے۔ اُن کی دینی روح سمجھنے کے لئے یہ واقعہ کافی ہے کہ راستے میں ہمیں ایک مقام ملا۔ اس کا نام "حظیظہ" ہے۔ یہ دراصل وسطِ صحرا میں ریگ کی جگہ مٹی کا ٹیلہ ہے۔ اسکی مٹی اتنی چکنی ہے کہ اونٹ کا پاؤں اُس پر جم نہیں سکتا اور انسان کے لئے بھی اُس پر چڑھنا بہت مشکل ہے۔ بدوؤں میں عام طور پر مشہور ہے کہ اس ٹیلے کے نیچے سونے کا خزانہ مدفون ہے۔ لیکن چونکہ ساتھ ہی یہ بھی مشہور ہے کہ قوم لوط اسی مقام پر آباد تھی اور یہیں برباد ہوئی، اس لئے اُن کی دینی روح کسی طرح گوارا نہیں کرتی کہ یہ مقام جاکر دیکھیں جہاں عذاب الٰہی نازل ہوچکا ہے۔ چنانچہ یہ واقعہ ہے کہ صدیوں سے اس ٹیلے کو کسی انسانی قدم نے نہیں چھوا!

آٹھویں دن ہم ایک مقام پر پہونچے جسے "فرجیہ" کہتے ہیں۔ مجھے سخت حیرت ہوئی۔ کیونکہ اسکے گرد کے پہاڑ برف سے ڈھکے تھے اور نیچے ہر طرف سبزہ زار تھا۔ صحرا میں ایسا منظر میرے لئے بالکل خلاف توقع تھا۔ یہ جگہ سوئٹزرلینڈ کے مناظر پیش کرتی تھی۔ بلکہ اس کے منظر میں صحرا کی مہیب خاموشی نے ایک عجیب جلال و جمال کا مرکب منظر پیدا کردیا تھا!

"جوف"

نویں دن ہم جوف پہنچ گئے۔ حاکم جوف عبد اللہ محمد بن عقیل نے جوں ہی سُنا، اپنے آدمی استقبال کے لئے بھیجدئے اور بذاتِ خود بھی قصبے کے پھاٹک پر آکر خیر مقدم کیا۔

"جوف" ایک چھوٹا سا قصبہ ہے۔ چاروں طرف پہاڑ ہیں۔ یہاں کی کھجور، عرب بھر میں مشہور ہے۔ گیہوں، جو، اور بعض ترکاریوں کی بھی کاشت ہوتی ہے۔ انگور، شفتالو، اخروٹ، نارنگی، لیموں، اور خربوزہ بھی پیدا ہوتا ہے۔ باشندے تجارت پیشہ بھی ہیں اور دستکار بھی۔ کھال کی دباغت یہاں اچھی ہوتی ہے۔ اونی کپڑوں کی وجہ سے بھی اسے بہت شہرت حاصل ہے۔ نجد کی مشہور عبا "عبی الجوف" یہیں تیار ہوتی ہے۔ اونٹ اور بھیڑ بکری کی تجارت کی بھی یہ ایک بڑی منڈی ہے۔ اس کے صحرا میں شتر مرغ، ہرن، اور گورخر بکثرت موجود ہیں۔ شتر مرغ کا گوشت، عرب بہت پسند کرتے ہیں۔ میری دعوت میں [illegible]

مطبوعات الهلال بك ايجنسى

معارف ابن تيميه و ابن قيم

دیني علوم کے بيش بها جواهر ريزي

اس سلسله ميں هم نے اماميين کي ان نادر و اعلی درجه کي بلند پايه عربي تصانيف کے اُردو تراجم کا سلسله شروع کيا هے ' جنکا مطالعه اصلاح عقائد اسلام اور اشاعت و معارف کتاب و سنت کے ليے نهايت ضروري و ناگزير هے - اميد که يه "سلسلۂ تراجم" بد نصيب هندوستان کي دماغي اصلاح کا کام دے :

آسوۂ حسنه — امام ابن قيم کي فن سيرت ميں شهرۂ آفاق کتاب "زاد المعاد" کے خلاصه کا اُردو ترجمه - بلا جلد ۲ روپے مجلد اڑهائي روپيه -

کتاب الوسيله — لفظ "وسيله" کي بحث کے علاوه امام ابن تيميه نے اسلام کے اصل الاصول "توحيد" کي مبسوط بحث کي هے - بلا جلد اڑهائي روپيه ' مجلد سوا تين روپيه -

اصحاب صفه — انکي تعداد ' ذريعه معاش ' طريق عبادت اور انکے مفصل حالات بيان کيے هيں دس آنے -

تفسير سورۃ الکوثر — امام ابن تيميه کے مخصوص انداز تفسير کا اُردو ترجمه - چار آنے -

العروۃ الوثقی — خالق و مخلوق کے درميان واسطه کا فرق بدلائل بيان کيا هے - چهه آنے -

سيرت امام ابن تيميه — حضرت امام کے ضروري حالات زندگي نهايت خوش اسلوبي سے بيان کيے هيں - نو آنے

نجد و حجاز — علامه سيد محمد رشيد رضاء مصري کي تازه کتاب کا اُردو ترجمه - سوا روپيه -

آئمه اسلام — ترجمه رفع الملام عن ائمة الاعلام - باره آنے

خلاف الامه — فی العبادات - پانچ آنے

صبح سعادت — يه ايک علمي ' اسلامي ' سه ماهي رساله هے جس کے خريدار کو هم نے کمال کوشش و کاوش سے اُردو ' عربي ' فارسي ' انگريزي ' اور دوسري زبانوں کي تمام اهم اور اعلی مطبوعات کے متعلق بهترين تازه معلومات بهم پهنچانے کا اهتمام کيا هے- اسکے علاوه آئمه و اسلام و بزرگان دين کے حالات ' لطائف افسانه ' نظميں اور ممالک اسلاميه کے معتبر ذرائع سے حاصل کيے هوے حالات درج کيے جاتے هيں - في پرچه ۸ آنه سالانه ۲ روپيه پيشگي -

⁂

منيجر الهلال بك ايجنسى

(حلقه نمبر ۲۴ شيرانواله دروازه لاهور پنجاب)

"Al-Hilal Book Agency,"
24, LAHORE, PANJAB.

السحر الحلال في مجلدات الهلال

* * *

گاه گاہے بازخوان این دفتر پارینه را
تازه خواهی داشتن گر داغهائے سینه را

* * *

اردو صحافت کي تاريخ ميں الهلال هي وه رساله هے جو اپني تمام ظاهري اور باطني خصوصيات ميں ايک انقلاب آفريں دعوت تهي -

الهـلال اگرچه ايک هفته وار مصور رساله تها ' ليکن چونکه وه اردو صحافت کي مختلف شاخوں ميں اجتهاد نظر و فکر کي نئي روح پيدا کرني چاهتا تها ' اِس لئے اُس کا هر نمبر مختلف اقسام اور مختلف اذواق کا مجموعه تها - اُس کے هر نمبر ميں مختلف ابواب ' مذهب ' سياست ' ادبيات ' علوم و فنون ' اور معلومات عامه کے هوتے تهے - اور اُسکا هر باب اپني مجتهدانه خصوصيات کے لحاظ سے اپني نظير آپ هوتا تها - پهر اس کي ظاهري خوبياں اُردو صحافت ميں اعلی طباعت و ترتيب کا پهلا نمونه تهيں - اردو کا وه پهلا هفته وار رساله تها ' جس ميں هاف ٹون تصاوير کے اندراج کا انتظام کيا گيا ' اور ٹائپ ميں چهپنے کي وجه سے بهت سي ايسي خوبياں پيدا هوئيں جو پتهر کي چهپائي ميں ممکن نهيں - اِس کي جلديں جديد اُردو علم ادب کے علمي ' مذهبي ' سياسي ' اور اجتماعي مواد و مباحث کا بهترين مجموعه هيں - اِن کي مقبوليت و قدر کا اندازه اِس سے هوسکتا هے که سنه ۱۹۱۸ ميں بعض شايقين علم و ادب نے اِس کي تمام جلدوں کا مکمل ست سات سو روپيه ميں خريد ليا - اور حال ميں ايک صاحب نے اِس کي پهلي جلد مکمل (جو دفتر ميں بهي موجود نهيں) ساڑهے چارسو روپيه ميں حيدرآباد سے خريدي هے - جن لوگوں نے اِس کے پرچے بحفاظت جمع کئے هيں وه بڑي سے بڑي قيمت پر بهي علحده کرنے کيلیے تيار نهيں - پچهلے دنوں "البـلاغ پريس" کا جب تمام اسٹاک نئے مکان ميں منتقل کيا گيا تو ايک ذخيره الهلال کے پرچوں کا بهي محفوظ ملا ' هم نے کوشش کي که شايقين علم و ادب کے لئے جس قدر مکمل جلديں مرتب کي جاسکتي هيں مرتب کرلي جائيں اور جن جلدوں کي تکميل ميں ايک دو پرچوں کي کمي هو اُنهيں دوباره چهپوا ليا جاے -

چنانچه الحمدلله يه کوشش ايک حد تک مشکور هوئي اور اب علاوه متفرق پرچوں کے چند سالوں کي جلديں پوري مکمل هوئي هيں - هم اِس اعلان کے ذريعه شايقين علم و ادب کو آخري موقعه ديتے هيں که اِس قيمتي ذخيره کے حاصل کرنے ميں جلدي کريں ' چونکه جلدوں کي ايک بهت هي محدود تعداد مرتب هوسکي هے اس لئے صرف اُنهيں درخواستوں کي تعميل هوسکے گي جو سب سے پهلے پهونچيں گي - هر جلد مجلد هے اور ابتدا ميں تمام مضامين کي انڈکس به ترتيب حروف تهجي لگادي گئي هے -

الهلال مکمل جلد دوم ۱۰ روپيه — الهلال مکمل جلد سوم ۱۰ روپيه
" " چهارم ۱۰ روپيه — " " پنجم ۱۰ روپيه

جلد "البـلاغ" (جب دوسري مرتبه الهـلال اِس نام سے شائع هوا) قيمت ۸ روپيه

علاوه جلد اول کے هر جلد کے متفرق پرچے بهي موجود هيں جن ميں سے هر پرچه اپنے مضامين کے لحاظ سے ايک مستقل مجموعه علم و ادب هے - قيمت في پرچه ۸ - آنه - محصول ڈاک و پيکنگ اِس کے علاوه هے -

منيجر "البـلاغ پريس"

نہ جاتے ہیں!

⁂

"میرے خیال میں جو کوئی بھی زندگی کو اس نظر سے دیکھے گا اور اس معیارِ نظر سے وزن کرے گا، وہ ہرگز ہمیشہ کی نیند سوجانے پر افسردہ نہیں ہوسکتا!

⁂

"لیکن، ٹھہرو! مجھے اپنی زندگی کے اس آخری لمحے میں ایک نظر اوپر اُٹھانے دو۔ آہ! یہ دیواروں پر میری بیوی اور میرے تینوں بچوں کی تصویریں آویزاں ہیں۔ یہ دیکھو، میری بیوی کی محبت و اخلاص سے لبریز آنکھیں مجھے دیکھ رہی ہیں!

"اُف! یہ میرے لڑکے کے متبسم ہونٹ ہل رہے ہیں۔ مجھے یہ آواز سنائی دے رہی ہے: "بابا! یہ تم ہو!"

"الٰہی! یہ میری دونوں لڑکیاں کھڑی ہیں۔ اپنی طویل پلکوں کے اندر سے مجھے دیکھتی اور پدرانہ شفقت کے بوسہ کے لئے بڑھ رہی ہیں!

"ہاں، اب میں زندگی کی مسرت محسوس کرتا ہوں!....... لیکن ہم اس مسرت سے بھی کیوں نہ دست بردار ہوجائیں؟

⁂

"کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ انسان زندگی کی تمام مصائب و آلام اپنے محبوبوں کے روبرو پہنچکر بھول جاتا ہے؟

"لیکن یہ دیکھو، میرے محبوبوں کی تصویروں پر پردہ پڑ گیا۔ .... اب میرا سر چکرا رہا ہے۔ میرے سینے کے اندر شعلے سے بھڑک رہے ہیں۔ مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ میں ایک دہکتے ہوئے تنور پر کھڑا ہوں.......... میں نے قمار میں اپنی پوری دنیا کھودی۔ مجھے اس معصیت کا کفارہ ادا کرنا چاہئے! ......"

⁂

"میری بیوی، میرے عزیز بچو، میرے وہ تمام دوستو جو اسوقت بھی میرے دل میں موجود ہو! خدا تمھیں برکت دے! اور تمھارے ساتھ ہو! خدا کرے، تم دنیا اور دنیا کی زندگی کو اُس سے زیادہ نہ سمجھو جسقدر وہ فی الحقیقت ہے!..........

.........."

افسانہ

نپولین پر قاتلانہ حملے

نپولین بوناپارٹ کے اخلاق پر مورخین نے جس تفصیل سے نظر ڈالی ہے شاید جدید دنیا کے کسی انسان کی شخصیت اس قدر زیر بحث نہ رہی ہو۔ نپولین نے یورپ کی بڑی بڑی سلطنتیں اُلٹ ڈالی تھیں۔ اخلاق کے قانون میں اس کی فاتحانہ اولوالعزمی، اخلاق کا سب سے بڑا جرم تھی۔ اور اسی وجہ سے مفتوح ملکوں میں اُس کی جان کے ہزاروں دشمن پیدا ہوگئے تھے، لیکن یہ واقعہ ہے کہ اُس کی پوری زندگی میں، اُس پر قاتلانہ حملے صرف دو ہی ہوئے۔ حملہ آوروں کے جذبات ہمیں سمجھنے چاہئیں۔ اُن پر ظلم ہوا تھا۔ اُن کی آزادی چھینی گئی تھی۔ وہ جوش اور ہیجان قوم پرستی میں سب کچھ کرسکتے تھے لیکن دیکھنا یہ ہے کہ نپولین نے اِن کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ کیا ایک مجرم کی وجہ سے سیکڑوں بے گناہ قتل کئے گئے؟ کیا خود مجرموں کو اُس ہولناک طریقہ پر سزا دی گئی جو عام طور پر آج بھی "متمدن" دنیا میں رائج ہے؟ تاریخ اس کا اعتراف کرتی ہے کہ اس فراخدل، بلند ہمت انسان نے پوری شرافت سے دونوں قاتلوں کو معاف کردینا چاہا، اگرچہ اُن میں سے ایک نے معافی قبول نہیں کی اور موت کو ترجیح دی۔ یہ دونوں واقعے بہت دلچسپ اور عبرت انگیز ہیں۔

بویریا میں حملہ

شاہ بویریا (جرمنی) نے آسٹریا کے مقابلہ میں نپولین سے مدد طلب کی تھی۔ نپولین ۲۲ر جولائی کو وہاں داخل ہوا۔ شاہ بویریا اُس کے پہلو بہ پہلو چل رہا تھا۔

اُسوقت بویریا کے باشندوں میں اپنے ملک کی سیاسی حالت کے متعلق سخت اختلاف رائے تھا۔ ایک گروہ فرانسیسی اثر پسند کرتا تھا دوسرا آسٹریا کو ترجیح دیتا تھا۔ نپولین کے آنے سے ایک دن پہلے اُس شہر کے دو آدمیوں میں تکرار ہوگئی۔ اُن میں سے ایک فرانس کا طرفدار تھا دوسرا آسٹریا کا۔ آخرالذکر کا نام "لوی وولف" تھا۔ اُس کی عمر ۲۸ برس کی تھی۔ فرانس اور نپولین سے سخت نفرت کرتا تھا۔ نفرت کی وجہ بالکل معقول تھی۔ اُس کا باپ اور بھائی فرانسیسیوں کے ہاتھوں قتل ہوچکے تھے اور ماں کو جاسوسی کے الزام میں اس قدر تکلیف دی گئی تھی کہ وہ جانبر نہ ہوسکی۔ اس سے بھی زیادہ اُس کی ناراضی کا سبب یہ تھا کہ جس جنگ میں مدد کے لئے نپولین کو بلایا گیا تھا، اُس کی وجہ سے اس شخص کی شادی ملتوی ہوگئی تھی۔ اُسے اپنی منگیتر سے غایت درجہ محبت تھی وہ کسی طرح بھی شادی میں تاخیر گوارا نہیں کرسکتا تھا۔

غرضکہ اِن اسباب کی وجہ سے شخص مذکور غصہ سے دیوانہ ہو رہا تھا۔ اُسنے اپنے ساتھی کو فرانس کی طرفداری کی وجہ سے زدوکوب کیا اور قسم کھائی کہ کل نپولین کو ضرور قتل کرڈالے گا۔ اُسنے کہا: "اگر مادرِ وطن کے اِس ظالم دشمن کے قتل کی کسی کو جرأت نہیں۔ تو میں یہ مہم انجام دوں گا اور ملک کو اُس کے شریر دشمن سے ہمیشہ کے لئے نجات دلادوں گا!"

چنانچہ وہ اس ارادہ سے فوراً روانہ ہوگیا، اُسے نپولین کی آمد کی تاریخ معلوم نہ تھی۔ بازار میں ایک بویرین سپاہی کے گرد بھیڑ لگی تھی۔ یہ ابھی ابھی میدانِ جنگ سے آیا تھا۔ لوگ لڑائی کی خبریں پوچھ رہے تھے وہ بتا رہا تھا کہ فرانسیسی فوجوں نے کس طرح آسٹرین فوجوں کو پسپا کردیا ہے۔ لوئی وولف نے آگے بڑھ کر سوال کیا:

"نپولین ہمیں کب مشرف کرے گا؟"

سپاہی نے تعجب سے سر اُٹھا کر کہا:

"سپہ سالار کی زبانی میں نے سنا ہے کہ نپولین آج رات یا کل صبح شہر میں داخل ہوگا۔ وہ ابھی میدانِ جنگ کا نقشہ مرتب کرنے میں مصروف ہے۔ معلوم ہوتا ہے تم اُس کے سلام کے لئے بہت بیچین ہو۔"

"ہاں میں اُسے ایک بالکل انوکھے طریقہ سے سلام کرونگا!" وولف نے جواب دیا!

پھر یہ شخص اپنے مکان گیا، بندوق لی، اور شارعِ عام پر ایک خالی مکان میں چھپکر بیٹھ گیا۔ صبح وہ بڑی بیچینی سے کھڑکی میں بیٹھا نپولین کی آمد کا انتظار کر رہا تھا۔ سورج کی کرنوں کی روشنی میں اُسے دور سواروں کی صفیں نظر آئیں۔ سب سے آگے ایک درمیانی قد کا سوار سر پر ممتاز ٹوپی پہنے آرہا تھا۔ وولف نے سمجھ لیا کہ نپولین یہی ہے۔ بندوق درست کرکے چھپا لی لیکن اُس کے ہاتھ کانپنے لگے۔ قریب تھا کہ بندوق گر جائے۔ مگر اُسنے اپنے تئیں سنبھالا۔ جب نپولین چند گز کے فاصلہ پر آگیا تو فیر کرنا چاہا۔ لیکن عین اُسوقت اچانک، پیچھے سے ایک ہاتھ بڑھا اور اس زور سے اُسے کھینچا کہ بیہوش ہوکر گر پڑا۔

نپولین کو اس واقعہ کی خبر بھی نہ ہوئی۔ وہ اپنی قیام گاہ میں پہونچا اور محکمۂ جاسوسی کے افسرِ اعلیٰ کو بلاکر گفتگو کرنے لگا:

"فرانسیسی فوج کے خلاف کسی سازش کا تو پتہ نہیں چلا؟"

"ہاں حضورِ والا! ۳۰ سازشوں سے زیادہ کا حال اب تک معلوم ہوچکا ہے"

"سازش کے بانیوں کا بھی کچھ پتہ لگا؟"

"مجھ پر سب سے بڑا فرض شہنشاہ کی زندگی کی حفاظت کا ہے۔ میرے ایک افسر نے ابھی ابھی ایک ناعاقبت اندیش کو گرفتار کیا ہے جو حضور پر گولی چلانے والا تھا"

نپولین نے تعجب سے پوچھا:

"وہ پروشیا کا باشندہ ہے یا آسٹریا کا؟"

"بویرین ہے" افسر نے جواب دیا۔

نپولین یہ سنکر سخت متحیر ہوا:

"خوب! میں تو اس بدنصیب ملک کو آسٹریا کی غلامی سے بچانے کے لئے فرانسیسی فوج کا خون بہا رہا ہوں، اور اُس کا بدلہ مجھے یہ دیا جاتا ہے کہ دھوکے سے قتل!"

اُسنے مجرم کو حاضر کرنے کا حکم دیا۔ ۲۰ منٹ کے بعد وہ موجود تھا۔ نپولین کھڑا تھا۔ مجرم اُسکے سامنے لاکر کھڑا کیا گیا۔ اُس کے دہنی طرف بویریا کا ولیعہد تھا۔ بائیں جانب جنرل برتھیہ۔ نپولین نے اپنی آنکھیں مجرم کے چہرہ پر جمادیں۔ اُن آنکھوں میں نہیں معلوم کیا طلسمی قوت تھی کہ مجرم تاب لاسکا۔ منہ کے بل گر کر چلایا: "عفو! عفو!"

نپولین نے نرمی سے پوچھا "وہ اسباب کیا تھے جنھوں نے تجھے اس جرم پر آمادہ کیا؟"

مجرم نے تمام واقعات صحیح صحیح بتادئیے۔ اسپر نپولین نے کہا:

"لیکن اسمیں میرا قصور کیا ہے؟ اگر دول یورپ مجھے مٹانا چاہتی ہیں اور میں اپنی مدافعت کرتا ہوں تو میرا گناہ کیا ہے؟ تمھاری شادی روکنے کا میں نے حکم نہیں دیا۔ نہ میں اُس کے التوا کا اصلی سبب ہوں۔ لیکن اگر تم مجھی کو باعث سمجھتے ہو تو میں ابھی حکم دیتا ہوں کہ آج ہی تمھاری منگیتر سے تمھاری شادی ہوجائے۔ میں اپنی جیب خاص سے سو اشرفیاں اس تقریب میں پیش کرتا ہوں۔ برتھیہ! کل تم فوج کے ایک دستہ کے ساتھ اس شادی میں شریک ہونا، اور میری طرف سے دولھا دلہن کیساتھ جلوس میں چلنا!"

پھر نپولین مترجم کی طرف متوجہ ہوا:

"اس شخص سے کہدو کہ میں نے معاف کردیا۔ میں تمھارے لئے خوشی و خرمی کا متمنی ہوں!"

وولف خلاف توقع یہ برتاؤ دیکھ کر مبہوت ہوگیا۔ ولی عہد بویریا نے*

* نپولین سے کہا: "آپ کا اخلاق واقعی نہایت قابلِ عزت ہے!" نپولین نے سادگی سے جواب دیا: "عزیز شاہزادے! میں نے تو بادشاہی کا ایک محض معمولی فرض ادا کیا ہے۔ کبھی کبھی عفو و کرم بادشاہوں کا مقدس فرض ہو جاتا ہے!"

الہلال

البلاغ پریس کلکتہ

قيمت في پرچه پانچ آنه

دنیا کي بهترین کتابوں کیلئے بهترین رهنما:

تائمز اف لندن کا ادبي ضمیمه

یه ضمیمه دنیا کي تمام کتابوں پر هفته وار دلچسپ اور وقیع تبصره کرتا هے -

اسکا معتدل نقد علمي حلقوں میں مسلم هے -

اس میں چند صفحات وقت کے جاري اور زیر بحث ادبي فوائد پر بهي هوتے هیں جنکي اهمیت کا عام طور پر اعتراف کیا گیا هے -

اپنے یہاں کے ایجنت سے تقاضه کیجئے که وه تائمز لندن کا هفته وار ادبي ضمیمه آپکے لئے مهیا کرے - لیکن اگر آپ چاهیں تو

The Publisher :
Printing House Square
London, E. C 4.

سے براه راست طلب کر سکتے هیں

دنیا کے هر معلم اور ماهر فن تعلیم کیلئے

ضروري هے که

تائمز اف لندن کا تعلیمي ضمیمه مطالعه کرے

اگر آپ چاهتے هیں که فن تعلیم کے تمام نظري اور عملي تغیرات و ترقیات سے بے خبر نه رهیں ' تو آپکو یه ضمیمه بلا ناغه مطالعه میں رکهنا چاهیے -

یه هر هفته اس موضوع پر تمام اهم خبریں اور مباحث جمع کردیتا هے - ماهرین فن اور مشاهیر تعلیم کے قلم سے اسکے صفحات مرتب هوتے هیں -

اپنے یہاں کے ایجنت سے طلب کیجئے -

ورنه

The Publisher,
Printing House Square
London, E. C. 4.

سے طلب کرسکتے هیں -

کیا آپ تجارت کرني چاهتے هیں ؟

اگر آپ چاهتے هیں که یورپ اور امریکه کے تمام بڑے بڑے کارخانوں سے تجارتي تعلقات قائم کریں ' نفع بخش ایجنسیاں لیں ' هندوستان سے خام پیدا وار بهیجیں ' نئي نئي ایجادات سے اپنے ملک کو آشنا کریں ' تهوڑي سي محنت اور تهوڑا سا سرمایه لیکر ایک وقیع کار و بار شروع کردیں ' تو آپ کو ابتدا میں بہت سي باتیں معلوم کرني چاهئیں - اس طرح کي تجارت کے گر اور بهید سیکهنے چاهئیں - هندوستان کے تمام حلقوں اور یورپ و امریکه کے تمام کارخانوں اور کوٹهیوں کے حالات اور اصول معاملت معلوم کرنے چاهئیں - بغیر اس کے آپ کامیاب نہیں هوسکتے -

اگر آپ چاهتے هیں که بہت تهوڑا سا وقت خرچ کرکے یه ساري باتیں با قاعده علمي اصول پر معلوم کرلیں ' تو آپکو چاهیے که هم سے خط و کتابت کریں - هم یه کام به حیثیت ایک ماهر فن کے کر رهے هیں - خط و کتابت کے بعد هي آپکو معلوم هو جائیگا که آپکے مقصد کیلئے هم کس درجه مفید هیں ؟

همارے تعلقات دنیا کے تمام تجارتي حلقوں سے هیں -

M. R. MARSDEN & CO.
Post Box 708.
Clive Street. Calcutta.

برونو مولر اینڈ کو - برلن

پوسٹ بکس نمبر ۲۴

BRUNO MULLER & CO. M. B. H.

Berlin-W 35

Post No. 24.

هر طرح کي مشینیں جو گرم ملکوں کے میوؤں کو خشک کرنے اور پهلوں کو محفوظ رکهنے کیلئے ضروري هیں ' اس کارخانے میں طیار کي جاتي هیں - تمام دنیا میں اس قسم کي مشینوں کا یه بهترین کارخانه هے - مندرجهٔ بالا پته سے خط و کتابت کیجیے -

یاد رکهیے

میوؤں ' ترکاریوں ' اور هر طرح کے زرعي مواد کو خشک کرنے کا بهترین طریقه وه هے جو " نئے سستم " کے نام سے متمدن ممالک میں مشهور هے - اس " نئے سستم " کے مطابق کام کرنے والي مشینیں صرف اسي کارخانه سے مل سکتي هیں -

Printed and Published by
Masud Hasan Zuberi at The Al-Balagh Press, 11, Ballygunge Circular Road, Calcutta
Editor : Maulana Abu-al-Kalam Azad.

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين
القرآن الحكيم

الهلال

ایک هفته وار مصور رساله

نمبر ١٢ — کلکته : جمعه ٥ . ربیع الاول ١٣٤٦ هجری — جلد ١
Calcutta : Friday, 2, September 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نهین ؟

آج کوئی زبان ترقی نهین کر سکتی اگر وه اپنا ترقی یافته طریق طباعة نهین رکهتی ۔ طباعة کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نهین که حروف کی چهپائی اختیار کی جای ۔ پتهر کی چهپائی مین محدود رهکر اردو کی طباعة کبهی ترقی نهین کر سکتی ۔

اردو کی سب سی بهتر حروف جو اس وقت تك بن سکی هین ، وه هین جن مین الهلال چهپتا هی ۔ اور عربی کا بهترین خط نسخ وه هی جس مین یه سطرین کمپوز کی گئی هین ۔ آپ ان دونون مین سی جسی چاهین پسند کر لین ۔ لیکن پتهر کی چهپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین ۔

براه عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی همین اطلاع دیجیی ۔ یاد رکهیی ۔ طباعة کا مسئله آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیاده اهم مسئله هی ۔ ضروری هی که اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین ۔

الهلال

قارئین الهلال کی آراء

اس باری مین اس وقت تك ٨٦١ مراسلات وصول هوی هین ۔ تقسیم آراء حسب ذیل هی :

عربی حروف کی حق مین	١١٣	اردو حروف کی حق مین	٢٧٠
موجوده مشترك طباعة کی حق مین	١٩٦	حروف کی حق مین بشرطیکه نستعلیق هون	٦٨
پتهر کی چهپائی کی حق مین	٢١٤		

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بهی متفق ظاهر کیا هی ۔

آراء کی دیکهنی سی معلوم هوا که اس باری مین بعض اهم تفصیلات پر لوگون کی نظر نهین هی ۔ اور اسلیی شرح وبیان کی ضرورت هی ۔ آینده اس باری مین مولانا به تفصیل اپنی خیالات ظاهر کرینگی مگر ضرورت هی که بقیه حضرات بهی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بهیج دین ۔

الهلال

الهلال

* * *

هر جمعه کو نمبر ۱۱ - بالي گنج سرکلر روڈ - کلکته سے شایع هوتا هے

* * *

قیمت سالانه مع محصول	-	باره روپیه
هندوستان سے باهر کیلیے	-	سوله روپیه
قیمت شش ماهي	-	سات روپیه
قیمت في پرچه	-	پانچ آنه

---

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر " منیجر الهلال " کے نام سے کي جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے هوں آنکے لفافه پر " ایڈیٹر " کا نام هونا چاهیے -

(۲) نمونه مفت ارسال نه هوگا -

(۳) براه عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پته صاف اور خوش خط لکھیے -

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداري لکھیے جسکي اطلاع آپکو وصول قیمت کي رسید میں دیدي گئي هے -

(۵) اگر کسي صاحب کے پاس کوئي پرچه نه پهنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک هفته کے اندر اطلاع دیں - ورنه بصورت تاخیر بغیر قیمت کے روانه نهیں کیا جائیگا -

(۶) اگر آپ دو تین ماه کیلئے ایک جگه سے دوسري جگه جا رهے هیں تو اپنا پته تبدیل نه کرایے ' مقامي ڈاکخانه کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیاده عرصه تک کے لئے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک هفته پیشتر اطلاع دیکر پته تبدیل کرالیں -

(۷) مني آرڈر روانه کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پته ضرور لکھدیں -

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتري فرائض (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیره) سے نهیں هے ٹکٹ ضرور بھیجیے ورنه دفتر پر غیر معمولي خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

(٦)

بابل کے معلق باغ

The Hanging Gardens of Babylon

بابل ' قديم دنيا کا مشهور ترين شهر هے - بهت سي قوموں اور سلطنتوں نے اُسے باري باري فتح کيا اور اپني عظمت و شوکت کا مرکز قرار ديا - مشهور هے که اِس کا اولين بادشاه نمرود اور اُس کا خاندان تها - اِس کي اولاد ميں سب سے زياده شهرت " آور " خامس کو حاصل هوئي - اِس کا نام اور بعض حالات اُن اينٹوں پر مسماري خط ميں کنده ملے هيں' جو حال ميں زمين سے نکالي گئي هيں -

خاندان نمرود کے بعد ايک دوسري سلطنت کا قبضه هوا - تاريخ ميں اِس کا نام ايراني سلطنت هے - دو سو پچيس سال اُس نے حکومت کي - اس کے بعد ۲۲۲۵ ق م ميں ايک آور سلطنت قائم هوئي - اِس کا نام " ايلامي " هے - اِسي کے ايک بادشاه " کودولا اومر " سے حضرت ابراهيم عليه السلام نے مقابله کيا تها اور فتحياب هوئے تهے -

تقريباً سنه ۲۰۰۰ ق م ميں اِس پر کلدانيوں نے قبضه کيا اور ساڑهے چار صدي تک حکومت کرتے رهے - پهر اِس کے بعد مصريوں کا غلبه هوا اور سنه ۱۳۱۴ ق م تک حکمران رهے - اشوريوں نے مصريوں کو شکست دے کر اپني حکومت قائم کي - يهاں تک که سنه ۵۳۸ ق م ميں کورش شاه ايران نے اُن کي سلطنت کا خاتمه کر ديا - اس وقت سے ايرانيوں کا دور شروع هوتا هے -

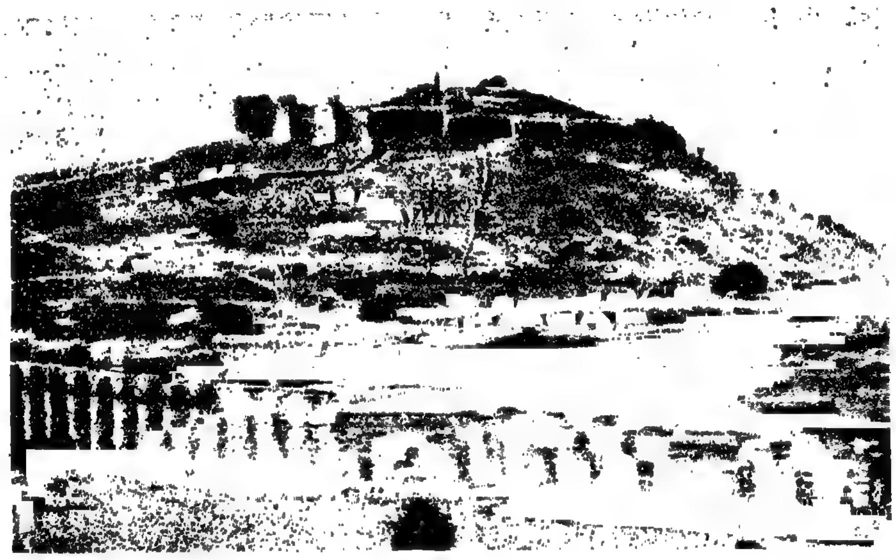

سات عجائب عالم ميں سے ڈائنا کے مندر کا بقايا

پهاڑ کے نيچے جو کهنڈر نظر آ رها هے' يهي اس مندر کا بقايا هے - اوپر ترکوں کا قلعه هے

بابل اور نينوی ميں هميشه رقابت چلي جاتي تهي - ايک دوسرے کي بربادي پر تلے رهتے تهے - سنه ۷۴۵ ق م ميں اهل نينوی نے بابل فتح کرليا تها - ليکن سنه ۶۰۶ ق م ميں بابليوں نے ايرانيوں کي مدد سے اُنهيں نکال باهر کيا - پهر خود نينوی پر حمله کيا اور اُسے اِس طرح مٹاديا که اُس کا نشان تک باقي نه رها - ابهي حال ميں بڑي تحقيقات کے بعد پته چلا هے که يه قديم شهر کس جگه واقع تها ' کيسا عظيم الشان تها ؟ اور کس بے دردي سے برباد کرديا گيا ؟

نينوی کي بربادي کے بعد هي بخت نصر ظاهر هوا - بابل کے معلق باغ اِسي نے بنائے تهے - اُن سے مقصود صرف يه تها که اپني بيوي کي خوش نودي اور تفريح کا سامان کرے -

يوناني مورخ هيرودوتس نے لکها هے که بخت نصر نے اراده کيا ' بابل کو از سر نو اِس طرح بنائے که دنيا ' نينوی کي شان و شوکت بهول جائے - چنانچه نينوی کے قيديوں اور معماروں سے يه نيا شهر طيار کرايا گيا - خود هيرودوتس نے اپني سياحت کے دوران ميں بابل کي بهي سير کي تهي' چنانچه اُس کے حالات اپني تاريخ ميں لکهے هيں - اُس کے بيان سے معلوم هوتا هے که بابل' زمين کے مربع ٹکڑے پر قائم تها - بيچ ميں دريائے فرات نے بهه کر اُس کے دو حصے کرديے تهے - هر حصه ۱۵ - ميل لانبا تها - يعني پورا شهر تيس ميل کے وسيع رقبه ميں پهيلا هوا تها - چاروں طرف شهر پناه تهي - ۳۵۰ فٹ بلند اور ۸۷ فٹ موٹي تهي - اِس ميں پيتل کے سو پهاٹک تهے - پهاٹکوں کے ستون اور چهتيں بهي پيتل کي تهيں -

شهر ميں سب سے زياده شاندار' عجيب ' اور دلچسپ چيز يه " معلق باغ " تهے جو اُس وقت سے اب تک پوري دنيا کے ليے اعجوبه بنے هوئے هيں - يه باغ پتهر کي عمارتوں پر ايک ايسے علاقه ميں نصب کيے گئے تهے ' جهاں پتهر کمياب هونے کی وجه سے نادر اور قيمتي چيز سمجها جاتا تها - بادشاه عبادت خانوں ميں بطور نذرانه کے پتهر پيش کرتے تهے' اور پرانے عبادت خانوں سے نئے عبادت خانوں ميں بڑے اهتمام سے منتقل کيے جاتے تهے - دجله اور فرات کي وادي ميں آج تک پتهر کي بڑي قلت هے -

ليکن کيا يه باغ واقعي معلق تهے ؟ اس بارے ميں ايک سخت غلط فهمي پهيلي هوئی هے - حال کے بعض مورخين بهي اِس غلطي سے نه بچ سکے - در اصل انکا معلق هونا محض ايک نظري اور مجازي وصف تها - ور نه وه معلق نه تهے - قديم يوناني اور روماني مورخوں نے اِنکے ليے جو لفظ استعمال کيا هے اُسکے معني " معلق " نهيں بلکه منزل در منزل باغ کے هيں - يه باغ پتهر کے کئي منزله چبوتروں پر لگائے گئے تهے - هر اوپر کا چبوتره نيچے کے چبوتره سے عرض ميں چهوٹا تها - اِس طرح تمام چبوترے بلند هوتے هوتے ۳۵۰ فٹ تک پهنچ گئے تهے - هر چبوتره پر اِتني مٹي جمع کي گئي تهي جتني درختوں کي پرورش کيليے ضروري تهي - پاني اوپر چڑها کر بالائي منزل پر تالاب بنايا گيا تها ' نيچے سے اُس ميں جمع کر ديا جاتا تها - اور اُسي سے پورے باغ کي آب پاشي هوتي تهي - هر چبوتره کي زمين يا چهت بانس سے پاٹ دي گئي تهي - اُسکے اوپر سيسه پگهلا کر پهيلا ديا تها - يه احتياط اِس ليے کي گئي تهي که ديواروں اور بنيادوں تک نمي نه پهنچ سکے اور باغ هميشه برقرار رهيں - هر طبقے يا چبوترے کے نيچے بڑے بڑے ايوان تهے اور بابل و نينوی کے بهترين سامان آرايش سے آراسته تهے - هر دو طبقوں کے ما بين وسيع زينے بنے هوئے تهے - جنسے بادشاه ' ملکه ' اور درباري ايک ساتهه اوپر نيچے آجا سکتے تهے -

باغوں ميں قسم قسم کے پهولوں ' پهلوں ' اور ميوؤں کے خوشنما درخت لگے تهے - موسم بهار ميں عجيب کيفيت هوتي تهي - هرے بهرے درختوں کے پتے پوري عمارت چهپا ليتے تهے - ايسا معلوم هوتا تها که واقعي باغ هوا ميں معلق کهڑے هيں - خوشبو اس قدر هوتي تهي که تمام شهر معطر هو جاتا تها - خيال هوتا تها که جنت آنکهوں کے سامنے پهيلي هوئي هے - بابل کي گرمي ديکهتے هوئے يه باغ

سات عجائب عالم

(۵)

روڈس کا عظیم بت

(The Colossus)

جزيرۂ روڈس (بحر متوسط) میں یه عظیم‌الشان اور شهرۂ آفاق بت قائم تها - لیکن اب اُسکا کوئي نشان باقي نهیں هے - عهد مسیحي سے سو برس پہلے هي وه برباد هوچکا تها - مرکب دهات کا یه بت ٹکڑے ٹکڑے کرکے اِس طرح بیچا گیا ' جس طرح پرانا لوها بکتا هے !

مشهور روماني مورخ پلیني نے پهلي صدي عیسوي میں جزیرۂ روڈس کي سیر کي تهي - وه لکهتا هے :

" هر چیز سے زیاده حیرت انگیز آفتاب کا وه عظیم‌الشان بت تها جو اِس جزیره میں نصب تها - اِسے کیرس لنڈي نے بنایا تها - یه ستر گز (روماني) بلند تها - ٦٥ سال قائم رهنے کے بعد زلزله سے گر پڑا - وه ابتک بدستور زمیں پر پڑا هے اور دیکهنے والوں کیلیے ایک منظر حیرت هے ! کم آدمي ایسے نکلینگے جو بت کے هاتهه کا انگوٹها اپنے دونوں هاتهه پهیلا کر بهي قبضه میں لاسکیں - بت کي انگلیاں اتني بڑي هیں که شاید هي اِتنے بڑے مجسمے کہیں موجود هوں - پنڈلیاں اِتني موٹي هیں که اُنکے اندر لمبي گہري سرنگیں معلوم هوتي هیں - پنڈلیوں کے اندر عظیم‌الشان سنگي ستون تهے تاکه پاؤں بت کے جسم کا بوجهه سنبهال سکیں "

یه بت دراصل اپالو دیوتا کے اعزاز میں بنایا گیا تها - یه دیوتا اِس جزیره کا معبود اور محافظ سمجها جاتا تها - کیرس بت تراش نے باره برس کي محنت سے اِسے طیار کیا تها - لیکن سنه ۲۲۴ ق م میں زلزله نے اسے گرا دیا -

اِس بت کي عظمت و شهرت اِس قدر عام هوگئي تهي که باهر کے لوگوں میں طرح طرح کے ما فوق العادة قصے مشهور هوگئے تهے - عام طور پر خیال کیا جاتا تها که وه جزیره کي خلیج پر اِس طرح کهڑا هے که اُسکا ایک پاؤں ایک کنارے پر هے ' دوسرا دوسرے کنارے پر - لیکن یه خلاف واقعه هے - در اصل یه بت ایک برهنه آدمی کي شکل پیش کرتا تها اور وه اپنے دونوں پاؤں جوڑے کهڑا تها - رومن مورخ پلیني نے اُسکي بلندی کي نسبت جو کچهه کها هے ' اُسکي کسي دوسرے مورخ نے تغلیط نهیں کی هے - اُسکے حساب سے بت کي بلندي ۱۵۰ فٹ تهی !

پورا بت مرکب دهات کا تها - ٹانگیں پتهر کي تهیں ' اور مرکب دهات کي چادروں سے ڈهکي هوئي تهیں - پیروں سے سر تک ایک اندروني زینه بنا تها - بعض مورخین کا بیان هے که اِس زینه سے چڑه کر روز رات کو بت کي آنکهوں میں آگ جلادي جاتي تهی تاکه اُس کي روشني سے جهازوں کي رهنمائي هو -

کها جاتا هے ' کیرس نے بت قائم کرنے کے بعد محسوس کیا که اُس سے ایک سخت فني غلطي هوگئي هے - اِس غلطي کي اصلاح نا ممکن تهي - لهذا اُس نے خودکشي کرلي - لیکن اُسکي غلطي بعد میں کسي کو بهي نظر نهیں آئي - یونان اور پوري دنیا بیک زبان اُس کي صناعي کا اعتراف کر رهي هے -

روڈس باوجود اپني قدیم بدحالي کے اُس زمانه میں بهت دولت مند هوگیا تها - معدني مصنوعات میں اس نے بڑي شهرت حاصل کي تهي - بابل اور مصر سے تجارت کا سلسله قائم تها - یونانیوں نے اُس کي دولت مندي دیکهکر اُس پر قبضه کرلیا اور وهاں ایک عظیم الشان بندرگاه تعمیر کي - شهر کي رونق بهي اس درجه بڑهگئي که ایتهنز کا مقابله کرتا تها - بعد میں اسپارٹا والوں نے اسے فتح کیا - اُن کے بعد شاه موسولوس نے غلبه حاصل کیا - یه وهي بادشاه هے جس کي قبر دنیا کے سات عجائب میں سے شمار هوتي تهي اور ابهي ابهي هم اُس کے تذکره سے فارغ هوئے هیں -

آگے چل کر ایرانیوں نے حمله کیا - ایرانیوں سے سکندر اعظم نے چهینا - سکندر کي وفات کے بعد اُس نے پهر اپني آزادي حاصل کرلي اور خود مختار هوگیا - یهي زمانه اُس کا سنهري زمانه سمجها جاتا هے - اُس وقت بحر متوسط میں تجارت کي اصلي منڈیاں دو هي تهیں : اسکندریه اور روڈس -

اِس بت کي تاریخ یه هے که مصر کے ایک بطلیموس پادشاه نے (یعني اُس خاندان شاهي کے پادشاه نے جو بطلیموس کے لقب سے ملقب تهے) اپنے بهائي سے جنگ کي تهي - روڈس کے باشندوں نے بطلیموس کي مدد کي اور فتح دلائي - اِس پر اُس کے بهائي نے جزیره سے انتقام لینا چاها اور ایک فوج گران جهازوں میں لاکر محاصره کرلیا - فوج کي تعداد اِتني زیاده تهي که جزیره کي پوري آبادي اُس سے کم تهي - اهل روڈس زبردست دشمن دیکهکر گهبرا گئے - مگر بهادر تهے - مقابله کیا - بطلیموس کو اُن کا احسان یاد تها - اُس نے اِس مصیبت کا حال سنا تو فوراً مدد کے لیے اپني فوج بهیج دي - اس طرح روڈس اپني حفاظت میں کامیاب هوگیا -

اسي نجات کي یادگار میں اهل روڈس نے یه بت بنایا تها ' اور اپنے دیوتا اپالو کو نذر دي تهي - بت کے بنانے میں جتنا کانسه لگا ' وه سب دشمن سے غنیمت میں حاصل کیا گیا تها -

عربوں کي فتح کے زمانه تک اِس بت کے کهنڈر موجود تهے - یوروپین مورخوں کا بیان هے که اُنهوں نے یه کهنڈر ایک یهودي کے هاتهه فروخت کر ڈالے - یهودي نے اس سے تین سو ٹن کانسه حاصل کیا -

باب التفسير

تفسير سوره فاتحه كا ايك صفحه

تصور الهی کی تکميل
اور
اس کا سلسلۂ ارتقا

(۳)

(شاهيت اور الوهيت کے تشابه کے نتائج)

شاهيت اور الوهيت کے اس لزوم و تشابه نے انسان کے تصور الهي پر جوگهرہ اور دور رس اثر ڈالا هے ' اُس کا اندازہ سرسري مطالعه سے نہیں هو سکتا - ضروري هے که تصور الهي کے ايک ايک جزء اور ايک ايک عنصر پر نظر ڈالي جاے ' اور اُسکي امتزاجي اور خميري حالت کي تعليل کي جاے - اس سلسله ميں حسب ذيل نقاط خصوصيت کے ساتهه قابل غور هيں :

(۱) انسان کي معيشت کي تاريخ ميں نظام و حکومت کي ابتدا جمهوريت کے عنصر سے هوئي هے ' نه که شاهيت و مالکيت کے عنصر سے -

يهان لفظ " جمهوريت " سے مقصود جمهوري نظام حکومت نہيں هے ' بلکه جمهوريت کي وہ ساده اور عنصري حالت مراد هے جب کسي ايک شخص کو مالکانه و حاکمانه اقتدار حاصل نه تها - ايک سے زياده آدمي مل جل کر اپنے معاملات کا انتظام کر ليا کرتے تهے - يه بات که کسي خاص فرد کو مالکيت و فرماں روائي کا اختيار حاصل نهو که جو چاهے حکم دے اور جس طرح چاهے اپنے ماتحتوں کے معاملات معيشت کا فيصله کرے ' بلکه مساويانه طريقه پر لوگ مل جل کر اپني ضروريات نظم و اجتماع کا انتظام کريں ' جمهوريت کا اصلي عنصر هے ' اور يهي عنصري حالت يهاں مقصود هے -

شخصي مالکيت اور شاهيت انساني اجتماع کي ايک غير طبيعي حالت هے جو اُس وقت پيدا هوي ' جب طاقتور افراد نے کمزور افراد کی کمزوریوں سے فائده اٹها کر انهيں اپنا مطيع و منقاد بنانا شروع کرديا اور رفته رفته يه بات تسليم کر لي گئي که زياده طاقتور فرد کو کم طاقتور افراد سے غلامي و چاکري کرانے کا حق حاصل هے - پهر جوں جوں تمدن و شهريت ميں ترقي هوتي گئي ' مالکانه قبضۂ و تصرف بهي زياده خوش اُسلوب اور منظم هوتا گيا ' يهانتک که شاهيت و حکمراني کا نظام پيدا هوگيا -

يه بات که انساني اجتماع کي تاريخ ميں غير شخصيت و شاهيت ' شخصيت و شاهيت پر مقدم هے ' تاريخ کي روشني ميں صاف نظر آ جاتي هے - هم دنيا کے تمدني عهد سے جس قدر پيچهے هٹتے جائينگے ' شاهيت اور شخصيت کا نظام مفقود هوتا جايگا ' اور مشترک جماعتي نظم اپني ابتدائي اور ساده حالت ميں کار فرما نظر آيگا - دنيا کي جس قدر بهي غير متمدن اور وحشي قوميں تاريخ کے علم ميں آئی هيں ' ان ميں ايک قوم بهي ايسي نهيں هے جس ميں شخصي شاهيت کا نظام پايا گيا هو - امريکه ' افريقه ' اسٹريليا ' جزائر بحر شمال ' اور قبائل گرين لينڈ کي غير متمدن آباديان شخصي مالکيت و سروري سے اُسي طرح نا آشنا پائي گئيں ' جس طرح سکه کے استعمال سے نا واقف تهيں - عرب جس وقت تک بدويانه زندگي ميں رها ' شخصي حاکميت سے آشنا نه هوسکا - تاريخ کي روشنی ميں جو ترتيب نظام حکومت کي واضح هوتي هے ' وہ يه هے که انسان اپني صحرائي اور انفرادي معشيت ميں کسي نظم کا محتاج نه تها - جب قبائل کي زندگي شروع هوئي تو خود بخود ايک ايسا ساده اور بسيط نظم پيدا هو گيا ' جيسا آج کل بهي ديهاتي پنچايتوں ميں ديکها جاسکتا هے - بستي کے بڑے بوڑهے کسي درخت کے سايه ميں بيٹهه گئے اور تمام جهگڑے اور قصے چکا ديے - اس طريق کار سے رفته رفته قبائل کي سرداري کا منصب پيدا هوگيا - انهي سرداروں نے آگے چل کر اپنے دشمن قبائل کو زير کرنا اور غلام بنا کر رکهنا شروع کر ديا ' اور اسي سے شخصي مالکيت کي بنياد پڑگئي -

شخصي مالکيت اور شاهيت کي بنياد قاهرانه قوی کے استعمال اور جبر و تعدي کي هولناکيوں سے پڑي تهي - يه سرتاسر انسان کے سلبي اور تخريبي صفات تهے - ايجابي و تعميري نه تهے - البته آگے چل کر عفو و بخشش اور عطاؤ نوال کے اوصاف کي بهي گنجايش نکل آئي - ليکن چونکه شاهيت کا ماية خمير هيبت و قهر تها ' اس ليے غلبه هميشه اسي قسم کے صفات کا رها - رحم و بخشش کے اوصاف اس درجه بڑہ نه سکے که شاهي قهر و جلال کي هيبت و سطوت ميں خلل انداز هوسکتے - نتيجه يه نکلا که اول دن سے شاهيت کا تصور سرتاسر هيبت و قهر کا تصور هو گيا - يه بات انسان کے تخيل ميں جم گئي که جس قدر ايک پادشاه زياده پر هيبت اور قهرمان هوگا ' اُتني هي اُس کي شاهيت زياده مقتدر اور مسلم هوگي !

ضروري تها که شاهيت کے اس تصور سے انسان کا تصور الهي بهي متاثر هوتا ' کيوں که دونوں ميں مماثلت کي نسبت پيدا هوچکي تهي - چنانچه هم ديکهتے هيں که اس دوسرے دور ميں يه مماثلت بهي صفات قهر و جلال کے استغراق کا ايک قوي باعث هوگئي اور انسان کا تصور رحمت و جمال کي طرف تيز قدم نه اُٹها سکا - ٹهيک ٹهيک شاهيت و مالکيت کے تصور کي طرح ' خدا کے تصور ميں بهي تمام قاهرانه اور جابرانه اوصاف نماياں هيں ' اور جس طرح رحمت و جمال کا عنصر شاهيت کے تصور ميں مغلوب اور کمزور هے ' اُسي طرح اُلوهيت کے تصور ميں بهي زياده نهيں اُبهر سکتا - پهر جوں جوں شاهيت کے مزاج و اوصاف ميں رقيق و لطيف جذبات کا عنصر بڑهنے لگتا هے ' تصور الهي ميں بهي اس جانب ترقي هونے لگتي هے - شاهيت کا ابتدائي اور عالمگير تصور يه تها که وہ ايک ايسا وجود هے جس سے هميشه ڈرتے اور لرزتے رهنا چاهيے - اُس کا غضب بے پناه ' اور اس کي هولناکي لا علاج هے - وہ ايک ادنی سي لغزش پر قتل کر ڈالتا اور ايک ذرا سي خطا پر ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتا هے - البته

فردوس بریں کا حکم رکھتے تھے - یہی باعث ہے کہ اُن کا دنیا کے عجائبات میں شمار ہوا اور سارے جہان میں شہرت ہوا کی طرح پھیل گئی -

لیکن زمانہ کے بے رحم ہاتھوں نے یہ دلفریب باغ بھی نہ چھوڑے - بابل کی جنت برباد ہوگئی اور شہر بھی تہہ و بالا ہوگیا - صدیوں تک لوگوں کو یہ بھی معلوم نہ تھا کہ یہ باغ واقع کہاں پر تھے ؟ سنہ ۱۹۰۳ ع میں زمین کھودنے پر ایسے آثار نکلے جو اُس عمارت کے خیال کیے جاتے ہیں جس پر باغ نصب تھے - اِن باغوں کا بانی بخت نصر (بنوکدنزر) وہی بخت نصر ہے جس نے بیت المقدس برباد کر کے یہودیوں کو قید کر لیا تھا -

(۷)

اہرام مصر

(The Pyramids of Egypt)

دنیا کے سات عجائب میں صرف اہرام مصری ہیں جو ابتک قائم اور انقلابات زمانہ کا مقابلہ کر رہے ہیں - مصر میں متعدد اہرام ہیں - مگر اُن میں سب سے زیادہ مشہور اور عجائب عالم میں شمار ہونے والا ہرم "ہرم کبیر" کے نام سے مشہور ہے - یہ قاہرہ کی موجودہ آبادی سے ۶۸ کیلو میٹر فاصلہ پر جنوب میں واقع ہے - اس میں ابتک کوئی اہم تغیر نہیں ہوا ہے - صرف اوپر کا پلاسٹر اُتر گیا ہے اور چوٹی پر سے کچھہ حصہ ٹوٹ گیا ہے -

یہ ہرم اب سے چھہ ہزار سال پہلے تعمیر ہوا تھا - مصر کی چوتھی سلطنت میں ایک بادشاہ نے اِسے بنایا - ساٹھہ برس اِس نے حکومت کی تھی - مصری زبان میں اِسکا نام " خوفو " تھا - یونانی اُسے " خیوبس " کہتے تھے - قدیم مصری ہرم کو " یاخیت خوفو " کے نام سے پکارتے تھے - اِسکے معنی ہیں " خوفو کا مقبرہ " دراصل یہ عمارت بادشاہ نے اِسی غرض سے بنائی تھی کہ مرنے کے بعد اس میں دفن ہو - ہرم کے مصری نام ہی سے اسکا مقصد واضح ہوجاتا ہے - اِس سے بھی بڑھ کر یہ کہ خود ہرم کے اندر تابوت بھی ملا ہے اور اِس بات کی قطعی شہادت ہے کہ اصل میں یہ مقبرہ ہی تھا -

ہرم کا دروازہ شمال کی طرف ہے - اِس دروازہ سے ایک طویل اور تنگ سرنگ نما راستے میں داخل ہوتے ہیں - راستہ ایک تہہ خانے تک لیجاتا ہے - خیال کیا جاتا ہے کہ یہی تہہ خانہ ' قبر کیلیے مخصوص کیا گیا تھا - کیونکہ اسی میں تابوت رکھا ہے - مگر خود بادشاہ کی لاش اُس میں نہیں ملی - نہیں کہا جاسکتا ' بادشاہ اُس میں کیوں دفن نہیں کیا گیا ؟ نیز ابتک یہ بھی معلوم نہیں ہوا کہ اُسکی اصلی قبر ہے کہاں ؟ بعض مورخین کا خیال ہے کہ بادشاہ نے اِس مقبرہ کے بنانے میں رعایا پر بہت ظلم کیا تھا - اِس لیے ناراض ہوکر مصریوں نے اُسکی لاش اس میں دفن نہ ہونے دی - لیکن اِس کے ایک کمرہ میں بادشاہ کا نام سرخ روشنائی سے لکھا ہوا پایا گیا ہے - خیال کیا جاتا ہے کہ مزدوروں نے پتھر پر اسکا نام تعمیر سے پہلے ہی لکھدیا تھا - اگر یہ نام موجود نہ ہوتا تو دنیا ہرگز نہ جان سکتی کہ یہ عمارت کس شخص نے بنائی تھی -

بادشاہ کا تابوت سنگ سرخ کا ہے - ساڑے سات فٹ لانبا ' تین فٹ چار انچ چوڑا ' اور تین فٹ چار انچ اونچا ہے -

بادشاہ کے کمرے کے اوپر پانچ چھوٹے کمرے اور ہیں - خیال کیا جاتا ہے کہ یہ اِس غرض سے بنائے گئے تھے کہ شاہی کمرہ پر سے عمارت کا بوجھہ ہلکا ہو جائے - ملکہ کا کمرہ بادشاہ کے کمرے کے نیچے ہے اور اصلی راستہ سے ایک گلی اُسکی طرف جاتی ہے -

قدیم زمانوں سے یہ بات مشہور چلی آتی تھی کہ ہرم کے اندر ایک بہت بڑا خزانہ موجود ہے - مگر کبھی کسی کو اُسکے کھودنے کی جرأت نہیں ہوئی - خلیفہ مامون الرشید نے البتہ کھدوانا شروع کیا تھا ' مگر بعد میں معلوم ہوگیا کہ خزانہ کی افواہیں بے بنیاد ہیں -

یونانی سیاح ہیروڈوٹس نے ہرم کی سیر کی تھی اور اپنی کتاب میں اُس کا حال لکھا ہے -

شروع میں ہرم پر چکنا پلاسٹر لگا ہوا تھا - کوئی اُس پر چڑھ نہیں سکتا تھا - مگر اب یہ پلاسٹر اُتر گیا ہے اور اُسکی چوٹی پر پہنچنا ممکن ہے -

اِس ہرم کی بلندی ۴۸۱ فٹ ہے - شمالی جانب سے ۶۱۲ اور باقی تین طرف سے ٹھیک ۷۵۵ فٹ ۷ - انچ لانبا ہے - یہ اس بات کی شہادت ہے کہ قدیم مصریوں نے علم ہندسہ میں بڑی ترقی حاصل کی تھی -

دنیا کے سات عجائب میں اول درجہ اِسی ہرم کو حاصل ہے -

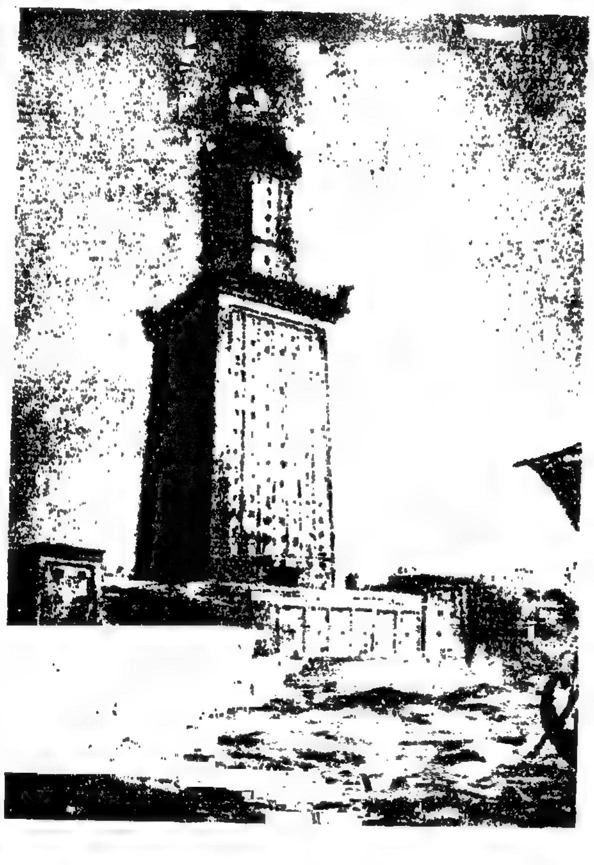

(اسکندریہ کا شہرۂ آفاق منارہ)

یہ تصویر اُن تصریحات کی بنا پر بنائی گئی ہے - جو قدیم سیاحوں اور مورخوں کی زبانی معلوم ہوئی ہیں -

(مورخین عرب کی تحقیقات)

سات عجائب عالم کا یہ مختصر بیان تھا جو ختم ہوگیا - ہم نے بابل ' منارۂ اسکندریہ ' اور اہرام کے حالات میں صرف وہی امور بیان کیے جو آخرین تحقیقات پر مبنی ہیں ' اور وہ تمام تفصیلات ترک کردیں جو غالباً اردو کے کتب و رسائل میں ترجمہ کی جاچکی ہیں - اب اس کے بعد ہمیں تفصیل کے ساتھہ وہ تحقیقات بیان کرنی ہے جو قدیم عرب مورخین نے کی تھی ' خصوصاً بابل ' اسکندریہ ' اور اہرام مصر کی نسبت اُن کی تصریحات تاریخ کا نہایت قیمتی اور قابل غور موضوع بحث ہے -

* * *

مصريوں کے ” تہوت “ اور ” هرمس “ ميں (اور هرمس Hermes يونانيوں کا بهي معبود تها) علم و حکمت کے تمام ابتدائي سر چشمے ديکهے (۱) بابل نے جو علم هئية کے کشف و ترقي کا سب سے پہلا سرچشمه هے ' آسمان کے ارواح الوهيت ميں سورج کا قہر اور مريخ کي خون آشام تلوار ديکهي تهي - اب زهره کي مسکراهت اور عطارد کي حکمت و دانائي کي سنجيده صورت کا بهي تماشائي هوگيا - يونان کي فکري لطافت اور وسعت تخيل نے اس ميں آور زياده نظم و اسلوب پيدا کيا - عشق و محبت ' علم و حکمت ' صلح و امن ' زراعت و پيداوار ' مال و دولت ؛ سب کے آسماني کارساز الگ الگ جلوه فرما هوگئے ' اور اُنکي چوکهٹيں صفات جماليه کے حاجت مندوں کا قبلۂ عبادت بن گئيں - مصر ' هندوستان ' اور يونان ميں بابل کي کواکب پرستي کي دعوت پہنچ چکي تهي ' اسليے ان ديوتاؤں کا تخيل زياده تر اجرام سماويه هي کے تعبدانه مشاهده ميں پيدا هوا -

ايران جو دنيائے قديم کے اديان و ملل ميں اپني بعض خصوصيات کے لحاظ سے غير معمولي امتياز رکهتا هے ' اور جس نے باوجود مظاهر پرستي کے انهماک کے ' اصنامي پرستش کے تخيل سے هميشه گريز کيا ؛ اس بارے ميں ايک بالکل مختلف نوعيت کا تخيل قائم کرتا هے ' اور ثنويت کے ذريعه صفات قہر و جلال اور رحمت و جمال کے تضاد کي مشکل حل کرتا هے - يعني اس اعتقاد کا نقشه آراسته کرتا هے که خالق حقيقي کے ماتحت دو کارساز [illegible] کارفرما هيں : قوت خير اور قوت شر - يعني ” يزداں “ اور ” اهرمن “ تمام ايجابي اور جمالي صفات يزداں کے حصے ميں آئي هيں ' اور تمام سلبي اور قہري صفات اهرمن کے حصے ميں - يزداں کي تعميري صفت بنانا چاهتي هے - اهرمن کي تخريبي صفت بگاڑنا چاهتي هے - گويا کون و فساد کي کشاکش اپني منتہاء ازليت ميں دو متضاد کارفرماؤں کي کشمکش پر ختم هوتي هے -

غرضکه اس دور کے آخري عهد ميں به حيثيت مجموعي ذهن انساني نے ايک ايسي مزاجي استعداد پيدا کر لي تهي که وه صفات سلبيه کے ساتهه صفات ايجابيه کا بهي بالاستقلال تصور کر سکتا تها - البته غلبه اب بهي صفات سلبيه هي کے تصور کا تها - تصور الهي کے اس بنيادي نقطه ميں که عبادت کي اصل خدا کے غضب و قہر سے بچنا هے ' نه که اُسے چاهنا اور اُس سے نزديک هونا ' کوي تبديلي نہيں هوي تهي - پس گو اس عهد ميں انسان خدا کي رحمت و جمال کا نظاره کرنے لگا ' ليکن اسکے ذهن پر تسلط ' خدا کے قہر و غضب کے خوف هي کا تها - جمال و رحمت کي شيفتگي کا نه تها - اس منزل تک پہنچنے کيليے اُسے ابهي کئي ارتقائي منزليں طے کرني تهيں -

مذهبي اعمال ميں تمام تر دارومدار قرباني اور اسکي بے شمار اقسام پر تها - علم و حکمت اور رزق و بخشش هي کا ديوتا کيوں نهو ' ليکن بغير قتل و هلاکت کي بهينٹ کے خوش نہيں هو سکتا تها - مذهبي اور معبدي رسوم کي کارفرما جماعتيں (يعني مندروں کے پجاريوں ' معلموں ' رهنماؤں کی جماعتيں) صديوں سے ايک طاقتور نظام کي شکل ميں قائم هو چکي تهيں - انکے اقتدار و بالا دستي کا اعتقاد مذهبي عقائد کا سب سے زياده ضروري عنصر بن گيا تها - ان معبدي اور اصنامي جماعتوں کے نظام کے قيام نے بهي انسان کے ديني عقائد کي تاريخ ميں بہت بڑا حصه ليا - عوام پر ان کا اقتدار جن وسائل سے قائم ره سکتا تها ' ان ميں سب سے زياده موثر چيز يهي مذهبي قسم کا خوف اور آسماني قسم کي دهشت انگيزي تهي - اس ليے يه جماعتيں قدرتي طور پر آسماني قہر و غضب کي دائمي مبلغ بن گئي تهيں ' اور انساني دماغ کو خوف و دهشت سے الگ هوکر ' خدا کے طرف نظر اُٹهانے کي مہلت هي نہيں ملتي تهی - جن لوگوں نے مصر ' هندوستان ' اور يونان کي معبدي جماعتوں کے حالات کا مطالعه کيا هے ' وه اندازه کر سکينگے که اُس عهد کے دهشت انگيز ديني موثرات ميں يه چيز کس درجه قوي و فعال رهي هے ؟

اس دور کے اِس آخري عهد ميں پہنچکر همارے ليے ممکن هو جاتا هے که سنين و ايام کے موجوده حسابات سے اِس کا زمانه متعين کر سکيں - يه تقريباً سنه ۱۷۰۰ قبل مسيح (ع) کا زمانه هے - اِس عهد کے کچهه عرصے بعد سامي دعوت کے قيام و اشاعت کا دور شروع هو جاتا هے -

(سامي دعوت کا ظهور)

” سامي دعوت “ سے مقصود تورات کي دعوت هے - تورات کے ظهور کا زمانه تقريباً (تقريباً اس ليے که ايام و سنين کے صحيح تعين ميں متعدد تاريخي اور هئيتي اختلافات حائل هيں) ۱۶۴۵ - قبل مسيح هے - تورات کے عبراني سنين کي جو تقويم آجکل کے علماء فن نے مرتب کي هے ' بعينه وهي هے جو ابو ريحان بيروني وغيره عرب محققين زيچ و تقاويم نے مرتب کي تهي - اس سے ثابت هوتا هے که بنو اسرائيل کا مصر سے خروج مندرجۂ صدر سنه ميں هوا تها - اسليے تقريباً يهي زمانه حضرة موسى (على نبينا و عليه الصلواة والسلام) کے ظهور اور تورات کے نزول و دعوت کا زمانه هے -

---

(۱) هرمس کے بارے ميں بعض مورخين کو سخت غلط فہمي هوئي هے ' اور اُنکي تقليد سے زمانۂ حال کے بعض مستشرقين يورپ بهي غلط فہمي ميں مبتلا هوگئے - چونکه يونان اور مصريوں کے عقيدے ميں هرمس علم و حکمت کا ديوتا تها ' اسليے متاخرين حکماء نے اکثر علوم و فنون کي ابتدا اُسکي طرف منسوب کردي تهي ' اور بعض کتابوں ميں علوم کا تذکره اس طرح شروع کيا گيا تها ' گويا هرمس کا الهام رباني بيان کر رها هے - جب اِن کتابوں کا عهد عباسيه ميں ترجمه هوا تو بعض لوگوں کو يه غلط فہمي هوگئي که هرمس يونان و مصر کے حکما ميں سے کوئي حکيم هے - پهر کوشش کي گئي که اُس کا زمانه متعين کيا جاے - بعضوں نے اُسکا زمانه ايسا متعين کيا جو حضرت ادريس عليه السلام کا زمانه تها - اس سے يه خيال پيدا هوا که هرمس اور ادريس ايک هي شخصيت کے دو نام هيں - بعضوں نے کہا که تورات ميں جس ” اخنوخ “ کا ذکر آيا هے ' وهي يونانيوں کے يہاں هرمس کے نام سے مشهور هے - بعضوں نے ديکها که هرمس کا تذکره مختلف زمانوں ميں پايا جاتا هے - اِس ليے انهوں نے تطبيق کي يه صورت نکالي که تين هرمس فرض کرليے : کبير ' درمياني ' صغير - حالانکه سرے سے هرمس نامي کسي انسان کا وجود هي ثابت نہيں - وه محض ايک خيالي شخصيت هے - جيسي شخصيت هندوستان ميں نظم و حکمت کے ليے بياس جي کي فرض کر لي گئي هے - ابن النديم نے فهرست ميں (صفحه ۲۶۷ و ۳۱۳) جمال الدين قفطي نے تاريخ الحکماء ميں (صفحه ۳۴۶) اور ابن ابی اُصيبعه نے عيون الانباء ميں (جلد ۱ - صفحه ۱۶) هرمس کي نسبت جو کچهه لکها هے ' وه اسي غلط فہمي کا نتيجه هے - هرمس حکيم کے نام سے جو کتابيں عربي ميں ترجمه هوئيں ' زياده تر قديم فن کيميا اور احکام نجوم کي کتابيں هيں - رمل کے ابتدائي خطوط بهي اُسي کے طرف منسوب هيں - البته بيروني اور حموي کي بعض تصريحات سے معلوم هوتا هے که فن هئية و زيچ ميں بهي اس کے بعض رسائل ترجمه کيے گئے تهے - عجيب بات يه هے که دنيا کي سات اقليموں والي تقسيم جو ايران کے ” هفت کشور “ سے لي گئي تهي ' محمد بن ابراهيم فزاري نے اسي کے طرف منسوب کي هے (معجم البلدان جلد ۱ - صفحه ۲۶)

گاہ گاہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس کی طبعیت رحم و کرم پر آجاتی ہے ' اور وہ بخش بھی دیتا ہے اور مالا مال بھی کردیتا ہے - بعینہ یہی تصور خدا کا بھی تھا - اور اسلیے خدا کی صفات رحمت و جمال کی نسبت جو کچھہ بھی سمجھا جاتا تھا ' وہ اس سے زیادہ نہ تھا ' جیسا ایک پر ہیبت بادشاہ کی نسبت سمجھا جاسکتا ہے -

(۲) صفات الہی کے تصور کا ایک نازک اور دقیق پہلو یہ ہے کہ خدا کے افعال کیلیے کوئی مقصد و غایت ہونی چاہیے یا نہیں؟ اس لحاظ سے افعال الہی کی دو ہی نوعیتیں ہوسکتی ہیں - ایک یہ کہ اسکے تمام افعال بغیر کسی غایت اور حکمت کے ہیں - ایک یہ کہ اُسکا ہر فعل کسی مقصد اور حکمت پر مبنی ہے - شاہیت اور الوہیت کے تشابہ کا اثر تصور الہی کے اس گوشہ پر بھی پڑا - انسان ہزاروں برس تک خدا کے افعال بھی اسی رنگ روپ میں دیکھتا رہا ' جسمیں اپنے چاندی سونے کے تخت پر بیٹھنے والوں کو دیکھتا تھا - وہ " قدرت " کے ساتھہ " حکمت " جمع نہیں کرسکا - اسکا خیال یہ تھا کہ حکمت اور مقصد کی رعایت دلیل عجز ہے - یہ عام انسانوں کیلیے ضروری ہے جو اپنے حاکموں اور پادشاہوں کے سامنے جوابدہ ہیں ' لیکن ایک پادشاہ جو کسی کے سامنے جوابدہ نہیں ' حکمت و غایت کی رعایت سے ما وراء ہے - ایک پادشاہ جسقدر زیادہ طاقتور اور زیادہ اونچے قسم کا ہوگا ' اُتنے ہی اسکے اعمال زیادہ مطلق العنان ' زیادہ بے ترتیب ' زیادہ بے مصلحت ' زیادہ بے معنی ہونگے - وہ بغیر کسی سبب و موجب کے ہزاروں آدمی قتل کر ڈالیگا - بغیر کسی مصلحت کے عمارتیں ڈھا دیگا ' بغیر کسی ضرورت کے نئی عمارتیں کھڑی کر دیگا - ہوسکتا ہے کہ محض اتنی سی بات دیکھنے کیلیے کہ رات کی تاریکی میں آتشزدگی کا تماشہ کیسا ہوتا ہے ؟ وہ ایک پورا آباد شہر جلا ڈالے !

یہ جو ہندوستان ' مصر ' یونان ' وغیرہ قدیم متمدن ممالک کی دیوبانی کہانیوں میں ہم دیکھتے ہیں کہ دیوتاؤں کے جسقدر بھی اعمال دکھلائے ہیں ' وہ سب اسی نوعیت کے ہیں - ایسا معلوم ہوتا ہے ' جیسے چند انسان ہر طرح کی طاقت اور اختیار پاکر بے قابو ہوگئے ہیں اور طاقت اور اختیار سے کھیلنے لگتے ہیں - محض اسلیے کہ وہ طاقت رکھتے ہیں ' اپنی اپنی طاقتیں لہو و لعب کی طرح بلا ضرورت استعمال میں لاتے ہیں ' اور انکی اس کھیل کود سے کائنات ہستی کے ہزاروں کارخانے بننے بگڑنے لگتے ہیں ' تو اس چیز کے اندر وہی شاہی و مالکی مزاج کام کر رہا ہے - پادشاہوں کی زندگی ایسی ہی تھی ' اسلیے دیوتاؤں کے تصور میں بھی اُسی کا عکس نمایاں ہوگیا -

تصور الہی کے اس دور کے بعد اگرچہ تصور کے تمام اجزاء میں ترقی ہوگئی تھی ' لیکن چونکہ شاہیت اور الوہیت کا تشابہ راسخ ہوچکا تھا ' اسلیے ترقی کی ہر منزل میں شاہیت ہی کی قسم کا تصور قائم ہوتا رہا - اُس سے الگ نہ ہوسکا -

(۳) یہ جو ہم دیکھتے ہیں کہ تمام قدیم اقوام کے الہی تصورات میں ' با وجودیکہ وہ تمدن و شایستگی کے بڑے بڑے درجے طے کر چکی تھیں ؛ ادنی درجہ کے حیوانی اور بہیمی افعال کے تخیلات سے کسی طرح کا اجتناب نہیں پایا جاتا ' تو اس میں بھی بہت حد تک اسی تشابہ کو دخل ہے - بلا شبہ ان تخیلات کی بنیاد جمیعت بشریہ کے عہد طفولیت میں پڑی تھی جبکہ ذہن انسانی بالکل ناتراشیدہ حالت میں تھا ' لیکن عہد تمدن میں کیوں یہ تخیلات بالکل متروک نہیں ہوگئے ؟ اس کی علت یہی ہے کہ شاہیت اور الوہیت کے تشابہ نے یہ اعتقاد پیدا کردیا تھا کہ شاہیت و خداوندیت کیلیے اس قسم کی زندگی نقائص کا موجب نہیں ہے ' برائی اور غیر مسئولیت کا نتیجہ ہے - چونکہ خدا کے تصور میں بھی شاہیت کی مماثلت کارگر ہوچکی تھی ' اسلیے اس میں بھی یہی شان پیدا کردی گئی -

(۴) حکومت بالوسائط ' یعنے خالق حقیقی سے کائنات ہستی کا تعلق براہ راست نہیں ہے - درمیان میں وسائل و وسائط ہیں - خدا انہی کے ذریعہ تمام کارخانۂ وجود چلا رہا ہے ' اسی تشابہ کا ایک نہایت گہرا اور دور رس نتیجہ ہے -

(۵) تصور الہی کا یہ قدیم اور راسخ اعتقاد کہ بخشش معاصی کیلیے جسم انسانی کی تعذیب ضروری ہے ' بغیر اسکے خدا کی خوشنودی حاصل نہیں ہو سکتی ' اسی تشابہ کے برگ و بار میں سے ہے - غضب ناک اور مطلق العنان پادشاہ چھوٹے چھوٹے قصوروں پر سخت سخت سزائیں دیدیتے تھے ' اور جب تک سزا واقع نہیں ہوجاتی تھی ' اُن کا غصہ ٹھنڈا نہیں ہوتا تھا - یہی بات خدا کے تصور میں بھی پیدا ہوگئی - انسان نے دیکھا کہ اُسکی جسمانی عقوبت ' اُسکے شاہی مالکوں کا غضب ٹھنڈا کر دیتی ہے ' اسلیے اُس نے خیال کیا کہ اُس کے آسمانی خداوندوں کے اطفاء غضب کیلیے بھی ضروری ہے کہ طرح طرح کی جسمانی عقوبتیں اور اذیتیں برداشت کرے - قربانی کی شکل میں یہی چیز قتل نفس تک پہنچ گئی - انسان اپنے ہم جنس کو ' اپنی اولاد کو ' خود اپنے آپ کو عفو قصور اور حصول رضاء الہی کیلیے قتل کرنے لگا -

(۶) خدا کے تصور کا ایک نہایت اہم پہلو اُس کی معبودیت کا اعتقاد ہے - یعنی یہ کہ اُس کی عبادت کرنی چاہیے - لیکن عبادت کیوں کرنی چاہیے ؟ اِس کا صحیح جواب ذہن انسانی کی نا رسا استعداد معلوم نہ کرسکی - خدا کا تصور کرتے ہوئے اس نے صرف اُس کی صفات قہر و جلال ہی کا نظارہ کیا تھا ' اس لیے عبادت کی بنیاد خوف و دہشت کے جذبات سے پڑی تھی ' نہ کہ محبت و عبودیت سے - اُس نے خدا کو ایک خوفناک ہستی کی شکل میں دیکھا تھا ' اس لیے اُس کے غضب سے بچنے کے لیے اُس کی خوشامد کرنی چاہتا تھا - شاہیت و اُلوہیت کے تشابہ سے یہ تخیل اور زیادہ راسخ و محکم ہوگیا - مطلق العنان اور قہرمان شاہیت بھی ہر انسان سے غلامی و چاکری کراتی تھی ' اور لوگ اپنے دل کی خوشنودی سے نہیں بلکہ سزا کے خوف سے اُن کی خدمت و اطاعت کرتے تھے - نیز اُن کے ہیجان غضب سے بچنے کیلیے طرح طرح کے نذرانے اور تحفے پیش کرتے تھے - خدا کی معبودیت کی بھی ٹھیک ٹھیک یہی نوعیت تھی - جس طرح انسان اپنے تخت نشین حاکموں کی چاکری کرتا تھا ' تاکہ اُن کے ظلم و قہر سے بچے ' اُسی طرح وہ اپنے آسمان نشین کارسازوں کی بھی بندگی کرتا ' تاکہ اُن کے غضب و جلال کا نشانہ نہ بنے - جس طرح وہ اپنے پادشاہوں کو طرح طرح کے نذرانے پیش کرتا تھا تاکہ وہ خوش ہوکر مہربان ہوجائیں ' اسی طرح وہ اپنے خداؤں کے لیے بھی طرح طرح کے نذرانے تجویز کرتا تاکہ وہ مہربان ہوکر اُس کی التجائیں سن لیں -

(دوسرے دور کا منتہاء بلوغ)

اس دور کی منتہاء ترقی یہ تھی کہ بہ تدریج صفات رحمت و جمال کا عنصر ' جو ابتدا میں بہت ہی دھیما تھا ' اس درجہ اُبھر آیا کہ صفات سلبیہ کی طرح صفات ایجابیہ کا بھی بالاستقلال تصور قائم ہوگیا - ہندوستان اور مصر میں علم ' محبت ' دولت ' نسل ' اور رزق کے بھی دیوتا اُسی طرح پیدا ہوگئے ' جس طرح ہلاکت اور بربادی کے بے شمار دیوتا موجود تھے - ہندوستان کی سرسوتی ' لکشمی ' اور درگا وغیرہ کی مورتیاں آج تک ہمارے سامنے سے گذرتی ہیں -

مقرر يا سياسی ؟

(سياست سے پہلے تربيت)

(مقتبس از بعض رسائل مصر)

ہمارے هاں " سياست " سب سے آسان تر کام هے ' کيونکه کسي اصول اور قاعدہ کا علم اس کيليے ضروري نهيں - لوهاري ' نجاري ' جلد بندي ' نعل بندي ' حتى که حجامت بهي سياست سے مشکل هے ' کيونکه يه تمام پيشے اپنے مقررہ اصول اور قواعد رکھتے هيں ' جنکے جانے بغير کوئي آدمي انهيں اختيار نهيں کر سکتا - ليکن " سياست " کي حالت اس سے بالکل مختلف هے - جس لمحه چاهو " سياسي " هونے کا اعلان کردے سکتے هو ' اور سياست کے نام سے جو بکواس بهي چاهو بلا تامل کر سکتے هو - کوئي تم پر اعتراض کي جرأت نهيں کرسکتا ' کيونکه همارے هاں سياست کسي اصول اور قاعدہ پر مبني نهيں هے -

ليکن جو قوميں " سياست " جانتي هيں ' اُنکے نزديک يه چيز بهت مشکل هے - اُنکے يهاں اِسکے ليے کچھه اصول وقواعد هيں ' جن ميں کمال حاصل کيے بغير کوئي آدمي سياسي نهيں هو سکتا - اُنکے نزديک سياست کي شرطوں ميں سے اولين شرط ' اخلاق هے اور آخري شرط ' کلام يا تقرير هے - اُنکے يهاں سياسي ايک خاموش ' پر فکر ' اور کارکن هستي هے - اُسکي آواز بازاروں هيں سني نهيں جاتي - مجلسيں اُسکي لفاظي سے نا آشنا هوتي هيں - وہ خاموش دريا کي طرح ' بغير کسي شوروغل کے کام کرتا هے - اُنکے يهاں سياسي زيادہ بولنے والے ' کم کام کرنے والے ' اور اپني شهرت کا ڈنکا بجانے والے کو نهيں کهتے - بلا شبه اگر اپنے تدبر اور قوت عمل کے ساتهه سياسي ' قوت خطابت کا بهي مالک هے ' تو سونے پر سهاگا سمجها جاتا هے - ليکن برک ' برايت ' اور گليڈسٹون کي شهرت صرف اُنکي خطابت کي وجه سے نه تهي - وہ پہلے سياسي تهے - پهر خطيب اور مقرر -

بهت سے بڑے بڑے سياسي ايسے گذرے هيں جنکي تقريريں مجلسوں ميں نهيں گونجتي تهيں - ليکن اُنکے خاموش کام دنيا کو هلا ڈالتے تهے - اِن سياسيوں کي فصاحت کا يه حال تها که جب پارليمنٹ ميں تقرير کرنے کهڑے هوتے تهے ' تو بهت سے ارکان اٹهکر سگريٹ نوشي کيليے چلے جاتے تهے - اور جو بيٹهے رهتے تهے ' انميں سے بهي اکثر اونگهه کر خراٹے لينے لگتے تهے - ليکن با وجود اِسکے اُنکے عمل ابتک زندہ هيں - دنيا کي تاريخ ميں اُنکے نام جلي حرفوں ميں لکهے هيں - برخلاف اسکے بڑے بڑے مقرر جو بادلوں کي طرح گرجتے تهے ' مرتے هي گمنام هوگيے !

ڈيوک ولنگٹن مقرر نه تها ' بلکه اپني کم سخني کي وجه سے " خاموش " کے لقب سے مشهور هوگيا تها - تا هم " آهني " کهلاتا تها ' کيونکه اُسنے جنگ ميں نپولين جيسے فاتح کو تباہ کيا اور حالت امن ميں محض اپني اخلاقي قوت سے اپنے تمام مخالف زير کر ليے - کوئي نهيں کهه سکتا که خاموش ولنگٹن کا مرتبه مقرر گليڈسٹون سے کم تها -

هم قوت خطابت کي اهميت گهٹاني نهيں چاهتے - هم تسليم کرتے هيں که يه قوت خدا کي نعمتوں ميں سے ايک بڑي نعمت اور قوموں کي اجتماعي زندگی ميں ايک ضروري عامل هے - ليکن هم اپني قوم کا يه اعتقاد غلط ثابت کرنا چاهتے هيں که " تقرير هي سب کچهه هے " جس کي تقرير موثر هوتي هے ' اُسے سب کچهه سمجها جاتا هے ' اور جس کي تقرير کمزور هوتي هے ' اُسے کچهه نهيں سمجها جاتا - حالانکه ايک کم علم ' بهترين مقرر هوسکتا هے اور علامۂ دوراں ' تقرير کے ميدان ميں ايک قدم بهي نهيں چل سکتا -

تهوڑے دن هوئے ' مسٹر بالڈون موجودہ وزير اعظم انگلستان نے ايک کالج کے طالب علموں کے سامنے تقرير کي تهي - يه تقرير همارے موضوع سے متعلق هے ' اور اِس لائق هے که عوام اُسے پڑهيں اور فائدہ اٹهائيں - اُنهوں نے نهايت عمدہ طور پر ثابت کيا هے که افراد اور قوموں کي سياسي زندگي ميں تربيت کتني ضروري چيز هے ؟

وزير اعظم نے کها " تربيت کا سب سے بڑا ثمرہ يه هے که وہ عقل کو تصنع اور ريا سے پاک کرتي اور حقائق اشيا ديکهنے کا موقعه بهم پهنچاتي هے - علم هميں بالکل صحيح طور پر فصاحت و بلاغت سے بد ظن کرتا هے - آزاد ملکوں ميں اگر کسي شخص کو شک و شبه کي نظر سے ديکهنا ضروري هے ' تو وہ لچهے دار تقريريں کرنے والا شخص هے - يعني وہ شخص جو نيم تعليم يافته بهيڑ کو اپني لساني سے مسحور کرديتا اور گمراهي کو خوشنما بنا کر عام کرتا هے - آزادي کے هر زمانه ميں سب سے بڑا خطرہ ' يهي گمراہ مقرر رهے هيں - اِس وقت بهي هيں ' اور آئندہ بهي رهينگے - هماري موجودہ آزادي مقدس هے - هميں يقين هے که آزادي همارے ملک کے ليے ايک نعمت عظمى هے - هم کسي طرح بهي گوارا نهيں کرسکتے که ساقط اخلاق کے فصيح البيان مقرر اپني زبانوں کے زهر سے اُسے مسموم کرڈاليں "

" بچپن ميں خوشنما لفظوں اور بليغ جملوں پر ميں عاشق تها - ليکن اٹهارہ برس کي عمر ميں پهنچکر ميں نے " فروڈ " کا يه قول پڑها " فن خطابت (تقرير) علمي بدکاري هے " اُس دن سے ميرا عشق ' نفرت سے بدل گيا اور فصاحت و بلاغت پر سے ميرا بهروسه اُٹهه گيا "

" وزير اعظم هونے کے بعد ميں نے سنا که جماعت کي ايک معزز خاتون نے ' جس سے مجهے تعارف کي عزت حاصل نهيں ' اپنے

مذاکرهٔ علمیّه

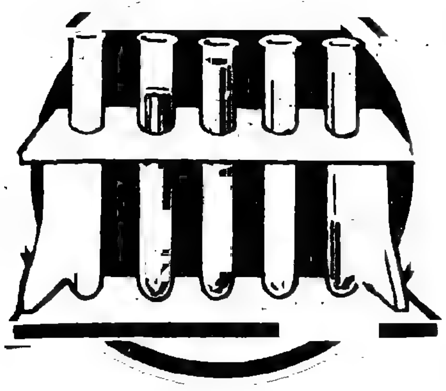

لاسلکی کا راز

لاسلکي (بے تار کي تار برقي) کي دنيا ميں بهت سے ايسے راز هيں جنهيں علم ابتک حل نهيں کر سکا هے -

* * *

مثلاً يه که لاسلکي لهريں ' روشني سے زياده اندهيرے ميں تيز چلتي هيں - لاسلکي سے خفيف سي بهي واقفيت رکهنے والے جانتے هيں که دن سے زياده رات ميں اُس کي آواز بلند هوتي هے - غروب کے بعد لاسلکي لهروں کي رفتار تقريباً دوني هو جاتي هے -

علماء اِس مسئله کے قطعي حل سے ابتک عاجز هيں - بهترين توجيهه جو کي گئي هے يه هے که نور اور حرارت کا لاسلکي لهروں سے گهرا علاقه هے - کيونکه يه دونوں چيزيں اُن موجوں سے پيدا هوتي هيں جو اثير (ايتهر) ميں نهايت هي غير معمولي سرعت سے بهتي هيں - اِن موجوں اور خود اثير کي موجون ميں بڑا فرق يه هے که اول الذکر ' آخر الذکر سے بهت چهوٹي هوتي هيں -

ظاهر هے که سطح زمين سے جو اثير محيط هے ' وه دن ميں نور و حرارت کي اُن موجوں سے لبريز هوتا هے جو سورج سے منفصل هوتي هيں - يه موجيں ' اثير کي موجوں ميں سخت اضطراب پيدا کر ديتي هيں - اِسکا نتيجه يه هوتا هے که آواز ميں بهي اضطراب پيدا هو جاتا هے - کيونکه وه اثير هي کے ذريعه منتقل هوتي هيں -

يه صرف دن هي ميں هوتا هے ' جبکه نور و حرارت کي موجيں اثير ميں موجود هوتي هيں - رات کو چونکه اثير اُنسے خالي هوتا هے ' اِس لئے اُسکي موجوں ميں اضطراب پيدا نهيں هوتا ' اور چونکه اُسکي موجوں ميں اضطراب پيدا نهيں هوتا ' اس ليے آواز بهي صاف اور بلند سنائي ديتي هے -

* * *

لاسلکي کا يه راز بهي عجيب هے که اُسکي موجيں هميشه قوسي خط پر چلتي هيں - گويا زمين کي قوسي سطح کے مطابق اپنا راسته بناتي هيں - ليکن نور و حرارت کي موجوں کا يه حال نهيں هے - وه خط مستقيم پر بهتي هيں - ثبوت يه هے که مثلاً ايک مناره تمهيں تيس ميل کي مسافت پر سے دکهائي نهيں ديتا - اسکي دو وجهيں هيں : ايک يه که زمين گول هے اور اُسکي سطح قوسي شکل کي هے ' لهذا دور کي بلنديان افق ميں چهپ جاتي هيں - دوسري وجه يه هے که نور کي شعاعيں خط مستقيم پر پهيلتي هيں اور افق ميں چهپي هوئي بلنديان ظاهر نهيں کرسکتيں - بر خلاف اسکے لاسلکي موجيں پورے نصف کرهٔ ارضي تک پهيلائي جاسکتي هيں ' کيونکه وه زمين کي سطح کے مطابق چلتي هيں -

اِس کي تعليل علماء کے ايک گروه نے يه کي هے که لاسلکي لهروں کي رفتار ' اُس غبار کے ذرات يا اثير کي وجه سے قوسي هو جاتي هے جو کرهٔ ارضي کي فضا ميں منتشر اور اُس سے محيط هے - اُنکا خيال هے که يه لهريں جب لاسلکي آله سے نکلتي هيں تو ايک عظيم قوت کے ساتهه بلند هونا شروع هوتي هيں ' يهانتک که زمين سے محيط غباري طبقه تک پهنچ جاتي هيں - پهر وهاں سے لوٹتي هيں اور اُسي طرح زمين پر منعکس هوتي هيں ' جس طرح آئينه سے نور منعکس هوتا هے - يه عمل برابر جاري رهتا هے - گويا يه لهريں فضا ميں پراگنده هونے کے ليے بهاگتي هيں مگر غباري ذرے اُنهيں واپس کرديتے هيں !

ليکن علماء کا ايک دوسرا گروه اثير کے وجود هي سے منکر هے - اُسکا دعوى يه هے که جن لهروں کو هم لا سلکي کهتے هيں ' وه فضا ميں نهيں بلند هوتيں - زمين هي پر بهتي هيں -

* * *

يه لا سلکي راز بهي کچهه کم حيرت انگيز نهيں که بعض علاقوں ميں قوي سے قوي لا سلکي آواز بهي ظاهر نهيں هوتي - يا بهت هي دهيمي سني جاتي هے - يه علاقے اِس فن کي اصطلاح ميں " خاموش علاقے " يا " موت کے علاقے " کهلاتے هيں - ايک امريکي عالم لاسلکي کا بيان هے که وه ايک مرتبه لاسلکي آله ليکر شمال کي سمت روانه هوا تا که اِس علم پر تقريريں کرے - ليکن وه جوں جوں شمال کي طرف بڑهتا گيا ' اُسکا آله بهي کمزور پڑتا گيا - اُسے خيال هوا که شايد آله ميں کوئي خرابي پيدا هوگئي هے - چنانچه نيا آله خريد ليا - مگر اُسکي آواز بهي دهيمي هوتي چلي گئي - يهانتک که ايک ايسے شهر ميں پهنچا ' جهاں آله سے مطلقاً کوئي آواز سنائي نهيں ديتي تهي - وه سخت متعجب هوا اور کوئي سبب سمجهه نه سکا - مگر برابر سفر کرتا رها ' يهانتک که آله سے آواز پيدا هونا اور بڑهنا شروع هوگئي - بعد ميں اُسے معلوم هوا که آله ميں کوئي خرابي واقع نهيں هوئي تهي ' بلکه " موت کے علاقے " نے اُسے معطل کر ديا تها -

* * *

يه ' اور اِسي طرح کے بعض اور لاسلکي معمے هيں جنهيں علم ابتک پوري طرح حل نهيں کرسکا هے - ممکن هے که يه معمے حل هو جائيں ' ليکن علم انساني کے معمے اور کائنات هستي کے راز کبهي حل نه هو سکيں گے - انسان دس معمے سلجهاتا هے ' تو سو نئے معمے اُس کے اضطراب عجز کے ليے پيدا هو جاتے هيں - انسان کے ليے اب سے هزاروں برس پيشتر بهي علم کے معمے تهے ' اب بهي معمے هيں ' اور شايد آينده بهي هميشه معمے باقي رهينگے :

وما اوتيتم من العلم الا قليلا -

تھے - چند ماہ بعد جب خدیو توفیق پاشا کي وطن فروشي اور سلطان عبد الحمید کي مذبذب اور متزلزل حکمت عملي کي کمزوري سے " تل الکبیر " کے معرکه کے بعد انگریزي فوج مصر میں داخل هوگئي ' تو عربي پاشا اور محمود بارودي پر مقدمه چلایا گیا ' اور شیخ محمد عبده بھي ان کے ساتھه گرفتار کرلیے گئے - اِن کا جرم یه بتلایا گیا تھا که انھوں نے وقائع مصریه میں ایسے مقالات لکھے تھے جن میں تحریک کي حمایت کي گئي تھي - غالباً سعد زغلول بھي اُن کے تعلق کي وجه سے مبتلاے محن هوے لیکن بعد کو رها کردیے گئے - کیونکه فی الحقیقت شیخ کے تعلق و تلمذ کے سوا اِن کا تحریک میں کوئي حصه نه تھا -

فقدناه ، والامال ترجو حیاته
وفی اللیلة الظلماء یفتقد البدر !

فقید الشرق ' احمد سعد زغلول

اسي زمانه میں اِنھیں نئي تعلیم کا شوق هوا - پہلے فرانسیسي زبان کي تحصیل کي - پھر قانون کا مطالعه کیا - اور سنه ۱۸۸۹ میں وکالت شروع کردي - اُن کي غیر معمولي ذهانت اور طبعي استعداد کے ثبوت میں یه واقعه بیان کیا گیا هے که جب انھوں نے مصر کي اعلی عدالتوں میں وکالت کرني چاهي ' تو سرکاري محکمه نے اجازت دینے سے انکار کردیا - کیونکه نه تو اُنھوں نے با قاعده سرکاري مدارس میں تعلیم حاصل کي تھي ' نه یورپ کے مدارس قانون کي کوي سند رکھتے تھے - لیکن انھوں نے اپنے استحقاق و اهلیت پر اصرار کیا ' اور کہا " اگر اس معامله کا دار و مدار استعداد اور اهلیت پر هے نه که سند کے ایک پرزہ پر ' تو قانون کا سخت سے سخت امتحان لے لیا جاے - اگر میں یورپ کے سند یافته محامیوں سے (مصر میں قانون کے بیرسٹر کو محامي کہتے هیں) بہتر ثابت هوں تو میري درخواست منظور کي جاے " یه واقعه هے که امتحان لیا گیا ' اور اُن کي قانوني استعداد بہتر سے بہتر معیار پر بھي پوري اُتري !

انکي غیر معمولي استعداد نے بہت جلد ترقي مناصب کي راہ اُن پر کھول دي - پہلے بعض قانوني مناصب پر مامور هوے - پھر سنه ۱۹۰۶ میں اس درجه شہرت حاصل کرلي که وزیر تعلیم هوگئے -

اسي زمانه میں مصري مجلس تشریع (ایجس لیٹو اسمبلي) کے نظام میں وسعت هوئي ' اور نئے نئے طریقه رائج هوے - یه هر موقعه پر سرکاري مناصب کیلیے ایک اول درجه کے امیدوار تسلیم کیے جاتے تھے - سنه ۱۹۱۱ میں مجلس تشریع نے انھیں اپنا رئیس منتخب کیا ' جسپر وہ (غالباً) سنه ۱۹۱۴ تک قائم رهے -

(سعد زغلول کا سیاسي مسلک)

سعد زغلول کي تعلیمي اور سیاسي ' دونوں زندگیوں کي ابتدا شیخ محمد عبده کي تعلیم و تاثیر سے هوي تھي ' اسلیے وہ اپني زندگي کے آخري سالوں تک (یعنے سنه ۱۹۱۸ تک جبکه التواء جنگ کے بعد انھوں نے مصر کے کامل استقلال کا مطالبه کیا هے) اُسي مسلک پر گامزن رهے جو واقعۂ عربي کے بعد خود شیخ محمد عبده نے اختیار کر لیا تھا - همیشه اُنکا شمار شیخ کي جماعت کے مخصوص افراد میں رها - وہ اُن تمام لوگوں میں جنھیں شیخ کي فیض صحبت نے پیدا کیا تھا ' نمایاں اور ممتاز تھے -

شیخ محمد عبده مرحوم کا یه حال تھا که وہ فطرة کي بہترین دماغي بخشیشیں لیکر پیدا هوئے ' لیکن جامع ازهر کي تعلیمي فضا سے کوئي بلند تر تعلیمي فضا حاصل نه کر سکے - اسي اثنا میں سید جمال الدین مرحوم قاهره پہنچے ' اور اُن کے فیض صحبت سے شیخ کے تمام فطري جوهر اُبھر آئے -

سید موصوف کي دعوت اگرچه تعلیمي اور دیني اصلاح پر مشتمل تھي ' لیکن اُس کا محوري مرکز سیاسي انقلاب تھا ' کیونکه وہ یقین کرتے تھے که اسلام کي دیني روح ' سیاسي روح سے الگ نہیں هے - انھوں نے مصر میں بھي انقلابي دعوت کي تخم ریزي کي - اُس وقت مصر اسماعیل پاشا کي مسرفانه اور عیش پرستانه زندگي سے تباہ هورها تھا - اغیار و اجانب کي مداخلتوں کے نئے نئے دروازے کھل رهے تھے ' طالبین اصلاح کي تمام امیدیں ولي عهد مصر توفیق پاشا سے وابسته تھیں - سید جمال الدین نے توفیق تک رسائي حاصل کرنے کے لیے یه طریقه اختیار کیا ' که پہلے خود قاهره کے فري میسن لاج میں داخل هوئے ' پھر کوشش کرکے توفیق کو بھي اس کا گرینڈ ماسٹر منتخب کرا لیا ' اور اس طرح فري میسن کا مخفي اور محفوظ جماعتي دائرہ اپنے اور اُس کے گرد کھینچ لیا - توفیق پاشا سید موصوف کے اصلاحي خیالات سے پوري طرح متاثر هوا ' اور عهد و اثق کیا که با اقتدار هوتے هي اصلاح و انقلاب حال کے لیے پوري طرح کوشش کریگا - لیکن جب کچھه عرصه کے بعد وہ خدیو مصر هوا ' اور سید جمال الدین اُن عهود و مواثیق کے ایفا کے طالب هوئے ' تو پہلے تو لیت و لعل شروع کیا - پھر صاف انکار کردیا ' اور کوشش کي که جمال الدین مصر سے نکل جائیں -

سید جمال الدین یه حالت دیکھکر نہایت متاثر هوے - اُن کا عقیده یه تھا که جو افراد قوم اور ملک کي نجات کي راہ میں حائل هوں ' اُنھیں راہ سے هٹا دینا جرم نہیں هے بلکه انسانیت کي خدمت هے - چنانچه اُنھوں نے توفیق پاشا کے قتل کي کوششیں شروع کر دیں - اور اس کام کے لیے قرعۂ فال اُن کے نوجوان تلمیذ محمد عبده کے نام نکلا - شیخ نے اس واقعه کے بیس برس بعد ایک خط میں جو مسٹر بلنٹ کے نام لکھا تھا ' اقرار کیا هے که توفیق کو قتل کردینے کیلیے وہ طیار هوگئے تھے - توفیق پاشا قاهره سے اسکندریه جا رها تھا ؛ یه پستول لیکر سڑک پر کھڑے هوگئے - مگر جب حمله کا وقت آیا تو

دوست سے سوال کیا " کیا تم جدید وزیر اعظم کو مہذب کہہ سکتے ہو؟ مجھے شک ہے ' یہ خاتون " مہذب " کے معنی پوري طرح سمجھتي ہے - لیکن یہ یقیني ہے کہ اُس کے نزدیک تہذیب کوئي ایسي چیز ضرور ہے جس سے انگلستان کے وزیر اعظم کو متصف ہونا چاهیے - اور بلا شبہ یہ بہت عمدہ خیال ہے "

" میرے نزدیک تہذیب ایک ایسا عمل ہے جو کبھي ختم نہیں ہوتا - مدرسہ میں میرا چال چلن بے داغ تھا ' لیکن میں تمھارے سامنے اعتراف کرتا ہوں کہ میں نے طالب علمي کا زمانہ بے کار ضایع کردیا - جس دن سے مجھے ہوش آیا ' اُس دن سے میں برابر اپني کمي پوري کرنے میں کوشاں ہوں - میں تم سے سچ کہتا ہوں - دنیا میں کوئي مسرت بھي اُس مسرت کا مقابلہ نہیں کر سکتي جو علم حاصل کرنے میں حاصل ہوتي ہے - میں آج بھي طالب علم ہوں ' اور سو برس کي عمر حاصل کرنے کے بعد بھي طالب علم رہونگا - اپنے موجودہ منصب سے نکلنے کے بعد میرا اولین فرض یہ ہوگا کہ پوري مستعدي سے علم حاصل کرنا شروع کردوں "

" ہم سب جانتے ہیں کہ کوئي قوم بھي قدرت کي طرف سے متمدن بنا کر نہیں بھیجي گئي ہے - تمام متمدن قوموں نے تمدن و تہذیب کوشش کرکے حاصل کي ہے - تمدن کي راہ مشکلات سے لبریز ہے - تمدن ' تنزل کے خطرہ سے محفوظ نہیں ہے - سینکڑوں قومیں جو کبھي متمدن تھیں ' اپني غفلت کي وجہہ سے وحشي ہوگئیں - ہمیں اپني موجودہ تہذیب پر گھمنڈ نہیں کرنا چاهئے - یہ تہذیب جو ہم نے خون پاني ایک کرکے اور لگاتار محنتوں کے بعد حاصل کي ہے ' ذرا سي غفلت اور غرور سے تنزل اور پستي سے بدل جا سکتي ہے - محض مادي ترقي اور مادي علم ' تمدن نہیں ہے - تمدن اِس سے بڑھکر کوئي اور چیز ہے - انسانیت کا سب سے زیادہ خطرناک زمانہ وہ ہے جبکہ علم تیزي سے آگے بڑہ رہا ہو ' اور اپنے ساتھہ مادي ترقي ' مادي علم ' اور مادي سامان آسائش عام کر رہا ہو - لوگ بلا محنت کے کھا رہے ہوں ' بے خطر مادي لذتوں سے متمتع ہو رہے ہوں ' اور معنوي ترقي اور روحي اصلاح و تہذیب سے غافل ہوں - میں ڈرتا ہوں ' ہمارا موجودہ زمانہ وهي خطرناک زمانہ نہ ہو ' اور ہماري موجودہ تہذیب کي کشتي مادي خواهشوں کي چٹانوں سے ٹکراکر غرق نہ ہوجائے "

" تعلیم و تربیت کي اس سے زیادہ کوئي غرض نہیں کہ لوگوں کو اشیاء کي اصلي حقیقت معلوم ہو - ہر چیز کو ویسا هي دیکھیں ' جیسي وہ ہے ' اور اُسي درجہ میں رکھیں جس درجہ میں اُسے ہونا چاهیے - یہ غرض صرف اُنھیں معلموں کے ذریعہ حاصل ہوسکتي ہے جو خود بے غرض ہیں - حق کي تعلیم صرف اس لیے دیتے ہیں کہ وہ حق ہے - حق کو پوري سچائي ' صفائي ' اور دیانت سے ظاہر کرتے ہیں - خود غرض معلم ' سیاسي اغراض کے بندے ' حقیر دنیاوي مقاصد پر حق کو قربان کرنے والے لوگ ' ہرگز حق کے معلم نہیں ہو سکتے - ایسے معلم قوم کے لیے سب سے بڑا خطرہ ہیں ' اور اِن دجالوں سے قوم کے نوجوانوں کي حفاظت و حمایت ہر محب وطن کا اولین فرض ہے - ہمیں انکي جڑ کاٹ ڈالني چاهیے اور قوم کو اُن کے شر سے ہمیشہ کے لیے نجات دیدیني چاهیے "

* * *

عالم شرق و اسلام

مرحوم سعد باشا زغلول

مصر کي آخري حرکت استقلال کا قائد عظیم

الموت نقاد على كفه جواهر يختار منها الجياد !

سعد باشا زغلول کے انتقال سے عالم شرق و اسلام کي ایک ایسي شخصیت رو پوش ہوگئي جس مین قوم کي سیاسي قیادت و رہنمائي کي نہایت طاقتور روح نمایاں ہوي تھي - اُس کي رہنمایانہ زندگي کي تاریخ کوي طول طویل تاریخ نہیں ہے - اُس نے اپني طویل زندگي کے صرف آخري چند سال قوم کي سیاسي رہنمائي میں صرف کیے ' لیکن اِس قلیل وقت کا یہ استعمال ایسا بر وقت اور اس درجہ صحیح و طاقتور تھا ' کہ تاریخ نے فوراً اپنے دروازے کھول دیے ' اور مصر کے قومي رہنما کے لیے اکابر و مشاهیر عالم کي صف میں جگہ طیار کردي - یقیناً وہ ان لوگوں میں سے تھا ' جنکے کارناموں کیلیے تاریخ کے اوراق ہمیشہ منتظر رہتے ہیں !

(مختصر سوانح حیات)

سعد باشا کا سنہ ولادت ١٨٦٠ع ہے - ان کی طفولیت کے زمانے میں نئي تعلیم کے مدارس نے اس درجہ فروغ نہیں پایا تھا کہ لوگوں کو ان کي طرف توجہ ہوتي - اُن سب کے لیے جو تعلیم کا شوق رکھتے ہوں ' صرف ایک هي جگہ تھي ' اور وہ جامع ازہر کي درس گاہ تھي - چنانچہ علوم عربیہ و اسلامیہ کي متوسط درجہ تک تعلیم انھوں نے اور ان کے چھوٹے بھائي فتحي بے نے جامع ازہر هي میں حاصل کي -

ان کي عمر ابھي بیس برس کي بھي نہیں ہوئي تھي کہ قاہرہ میں سید جمال الدین کي علمي مجالس کي شہرت پھیلي - یہ سید موصوف کا مصر میں دوسرا ورود تھا ' اور شیخ محمد عبدہ ان کے نہایت سرگرم شاگرد ہوچکے تھے - سعد زغلول بھي انکي مجالس درس میں پہنچنے لگے ' اور شیخ محمد عبدہ سے اُن کا رشتۂ ارادت و تلمذ قائم ہوگیا - اسي رشتہ نے ان کي اُس تعلیمي ذہنیت میں جو جامع ازہر کے تعلیمي جمود سے پیدا ہوئي تھي ' ایک انقلابي حالت پیدا کردي ' اور نظر و فکر کي نئي نئي راہیں کھلنے لگیں - اُن کي وہ غیر معمولي قوت خطابت و فصاحت جس کي وجہ سے وہ ہمیشہ اپنے معاصرین میں ممتاز رہے ' دراصل شیخ محمد عبدہ هي کی صحبت و تلمذ کا نتیجہ تھي -

عربي پاشا کي فوجي تحریک جو بہت حد تک سید جمال الدین کي سیاسي تخم ریزیوں کا قبل از وقت نتیجہ تھي ' جب سنہ ١٨٨٢ میں نمودار ہوئي ' تو شیخ محمد عبدہ حکومت مصر کے سرکاري گزٹ " الوقائع المصریہ " کے محرر اور مطبوعات مصریہ کے مدیر تھے ' اور غالباً سعد زغلول بھي انکے ساتھہ اسي دفتر میں کام کرتے

تاریخ و عبر

تاریخ عہد عباسیہ کا ایک صفحہ

محمد الامین اور عبد اللہ المامون

حال میں ڈاکٹر احمد فرید رفاعی مصری نے "عصر المامون" کے نام سے ایک مفید اور دلچسپ کتاب شایع کی ہے اور تاریخ اسلام کے اس اہم عہد کی ذہنی اور مزاجی حالت پر مشرح بحث کی ہے۔ بحث کا ایک اہم موضوع امین اور مامون کی حریفانہ شخصیتیں ہیں، اور اُن کی اخلاقی اور نفسیاتی حالت کا موازنہ ہے۔ ذیل میں اُس کا ایک حصہ ترجمہ کے بعد درج کیا جاتا ہے:

محمد الامین

محمد الامین بن ہارون الرشید سنہ ۱۷۰ ہجری میں پیدا ہوا۔ یہی سال ہارون الرشید کی تخت نشینی کا ہے۔ امین اپنے سوتیلے بھائی، مامون سے عمر میں ۶ مہینے چھوٹا تھا۔

امین کی ماں زبیدہ بنت جعفر بن المنصور ہے۔ لہذا وہ ماں اور باپ دونوں طرف سے ہاشمی ہے۔ اس کے بعد یہ نسلی امتیاز کسی عباسی خلیفہ کو حاصل نہیں ہوا۔

امین کے ہاشمی ماموؤں کو سلطنت میں بڑا اثر و اقتدار حاصل تھا۔ جب اُنھوں نے محسوس کیا کہ خلافت کی طرف دوسرے عباسیوں کی گردنیں اُٹھ رہی ہیں، تو کوشش کی، کہ اُن کا بھانجا امین ہارون کا جانشین ہو۔ چنانچہ عیسیٰ بن جعفر بن المنصور نے (جو امین کا ماموں تھا) فضل بن یحییٰ کو اس بات پر آمادہ کر لیا کہ امین کے لئے ولیعہدی کی بیعت حاصل کرے۔ فضل بن یحییٰ برمکی کو خلافت میں جو رسوخ حاصل تھا، محتاج تشریح نہیں۔ ہارون الرشید نے اُسے ایک بڑی فوج دیکر خراسان کی بغاوت فرو کرنے کے لئے بھیجا تھا۔ یہ موقعہ اس تجویز کو کامیاب بنانے کے لئے بہترین موقعہ تھا۔ فضل نے خیال کیا، اگر امین اُس کی کوشش سے تخت خلافت پر بیٹھے گا، تو اُس کا رسوخ سب سے زیادہ ہو جائے گا۔ چنانچہ اُسنے اپنی تمام قوتیں اس کے لئے وقف کر دیں، فوج کے تمام سپہ سالاروں کو بلا لیا، اور محمد الامین کی ولی عہدی کا اعلان کر دیا۔ بغیر کسی توقف کے اُس کی پوری فوج نے بیعت کر لی۔ اُس عہد کا شاعر سلم کہتا ہے:

قد بایع الثقلان فی مہد الہدیٰ — لمحمد بن زبیدۃ ابنۃ جعفر

نمیری کہتا ہے:

ببیعۃ لولی العہد احکمہا
بالنصح منہ وبالاشفاق والحدب
قد وکد الفضل عقداً لا انتقاض لہ
لمصطفی من بنی العباس منتخب

خلیفہ ہارون الرشید کو جب واقعہ کی اطلاع ہوئی تو معاملہ اُسکے ہاتھ سے نکل چکا تھا۔ اہل شرق بیعت کر چکے تھے۔ اب اس کے سوا چارہ کار نہ تھا کہ اسے منظور کر لے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور محمد الامین باضابطہ ولی عہد مقرر ہو گیا۔ ابان اللاحقی کہتا ہے:

عزمت امیر المؤمنین علی الرشد — برأی ہدی فالحمد للہ ذی الحمد

باوجودیکہ امین ہارون کا بڑا لڑکا نہ تھا، لیکن اس طرح بہ آسانی ولی عہد قرار پا گیا۔

امین کی نفسیاتی و اخلاقی تحلیل

مشاہیر عالم کے عہد طفولیت کی تاریخ بھی اُن کی عظمت کے آثار و علائم سے خالی نہیں ہوتی۔ اُن میں بعض قابلیتیں فطری ہوتی ہیں اور بعض تعلیم و تربیت سے پیدا ہوتی ہیں۔ لیکن ہمارے قدیم مورخین نے اپنی تاریخی شخصیتوں کے عہد طفولیت کی طرف سے عموماً بے اعتنائی برتی ہے اس لئے اُن کی اخلاقی تحلیل اور نفسیاتی کیفیات کی بُنیادیں متعین کرنا آج آسان نہیں۔ تاہم ہمیں بیہقی کا شکر گزار ہونا چاہئے جسنے اپنی کتاب المحاسن والمساوی میں محمد الامین کے عہد طفولیت و تعلیم پر کسی قدر روشنی ڈالی ہے۔ اور اسی طرح زبیدہ کا ایک خواب بھی قابل ذکر ہے جسے مسعودی نے مروج الذہب میں روایت کیا ہے۔ ان نا مکمل روایتوں سے ہم معلوم کر سکتے ہیں کہ امین کو استخارہ کرنے کی خو کیسے پڑی؟ وہ کیوں فصیح، بلیغ، ادیب تھا؟ وہ کیوں لہو و لعب کا دلدادہ تھا؟ کیوں پُر سکون تھا اور خونریزی سے خائف رہتا تھا؟

⁂

تمھیں معلوم ہے کہ ہارون الرشید نے امین کو فضل بن یحییٰ کی گود میں دیا تھا اور مامون کو جعفر بن یحییٰ کی گود میں۔ فضل بن یحییٰ نے امین کے آتالیق ہشیم ابن بشر الواسطی سے کہا تھا "سب سے زیادہ اس بات کی کوشش کرنا کہ اسے خونریزی سے نفرت ہو جائے۔ کیونکہ میں چاہتا ہوں خدا اسے سفاک نہ بنائے"۔ اسی طرح ہارون الرشید نے امین کے معلم، احمر نحوی سے کہا تھا "اگر نرمی سے اس کی اصلاح نہ ہو تو سختی کرنا"۔ اب ہمیں سُننا چاہئے خود امین کا یہ معلم اپنے شاگرد کی بابت کیا کہتا ہے؟

احمر کی روایت ہے:

"میں اکثر بڑی سختی سے پیش آتا تھا۔ حتیٰ کہ اُن اوقات میں بھی اُسے پابند رکھتا تھا جو کھیل کود کے لئے مقرر تھے۔ امین نے اپنی والدہ سے میری شکایت کر دی۔ زبیدہ نے مجھے خط لکھا کہ بچہ کی تندرستی برقرار رہنے کے لئے اُسے چند گھنٹے کی مہلت ضرور دینی چاہئے۔ اسپر میں نے کہا شاہزادہ کا درجہ اب بلند ہو چکا ہے۔ اُس کی شہرت عام ہو گئی ہے۔ امیر المومنین کی اُس سے محبت اور سلطنت کی ولیعہدی کا مقتضیٰ یہ ہے کہ اُس کی تعلیم و تربیت میں کوتاہی نہ کی جائے۔ یہ سخت نامناسب ہوگا کہ وہ زبان کی فصاحت سے قاصر، قوانین شریعت سے جاہل، اور دقائق سیاست سے غافل ہو جائے کیونکہ حکومت کی بُنیادیں یہی ہیں۔ اسپر خادمہ نے آکر مجھے جواب دیا کہ یہ سچ ہے مگر وہ ماں ہے اور ماں کا دل بچے کی تکلیف سے بے چین ہو جاتا ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ اسمیں ایک در پردہ راز بھی ہے۔ اگر کہو تو بیان کر دوں۔ میں نے کہا ضرور بیان کرو۔ اُسنے کہا میری آقا زبیدہ نے مجھ سے اپنا یہ خواب بیان کیا ہے کہ جس رات امین کا حمل میں نے محسوس کیا تھا، میں نے خواب میں دیکھا کہ تین عورتیں آئی ہیں۔ ایک میرے دہنے طرف بیٹھی، دوسری بائیں طرف، تیسری نے میرے پیٹ پر اپنا ہاتھ پھیرا اور کہنے لگی "بادشاہ، بڑی سخاوت والا، بڑا بوجھ اُٹھانے والا، جلد چلا جانے والا" دوسری نے کہا۔ "بادشاہ، کم عمر، صاف دل، عیش پرستی میں پڑنے والا"، تیسری نے کہا "بادشاہ، بُرے چلن والا، بہت ضایع کرنے والا، کم جھگڑنے والا، کم انصاف کرنے والا"، زبیدہ کہتی ہے میں خوف زدہ ہو کر بیدار ہو گئی۔ پھر میں نے کوئی خواب نہیں دیکھا۔ لیکن جس رات ولادت ہوئی اُس رات وہی تینوں عورتیں مجھے سوتے میں نظر آئیں۔ وہ آئیں اور بچہ کے سرہانے بیٹھ گئیں۔ سب نے ایک ساتھ جھک کر اُس کا منہ دیکھا۔ ایک کہنے لگی "تر و تازہ پودا، نازک پھول، خوشنما چمن، شیریں چشمہ، کم باقی رہے گا۔ جلد فنا ہو جائے گا" دوسری نے کہا "بیوقوف، بُرا، تباہی کی طرف دوڑے گا، فساد پر جری ہوگا" تیسری بولی "اسکی قبر کھودو۔ اس کا کفن قریب لاؤ۔ اس کا جنازہ طیار کرو۔ موت اس کے لئے زندگی سے بہتر ہے" زبیدہ کہتی ہے۔ میں خوف سے سہم گئی۔ منجموں کو بلایا۔ سب نے درازی عمر کی بشارت دی۔ مگر میرا دل برابر خوف سے کانپتا رہا ہے۔ یہ واقعہ بیان کر کے شاہی خادمہ کہنے لگی اے احمر کیا ہمارا خوف، اللہ کی تقدیر کو دُور کر سکتا ہے؟ میں نے کہا نہیں"

احمر نحوی کے بعد ہارون نے مشہور امام فن قطرب نحوی کو امین کی تعلیم پر مقرر کیا۔ حماد عجرد، امین پر عاشق تھا اور برابر کوشاں تھا کہ کسی نہ کسی طرح اُس کا معلم مقرر ہو جائے۔ مگر ناکام رہا کیونکہ اُس کا فسق و فجور مشہور ہو گیا تھا۔ حماد کو اپنے حریف قطرب کی کامیابی پر بڑا غصہ آیا۔ اُسنے خیال کیا یہ منصب اسے اس لئے مل گیا کہ مجھ سے زیادہ ریاکار ہے اور اپنا تہتک چھپانے میں ہوشیار ہے۔ چنانچہ فوراً ایک کاغذ پر چند اشعار لکھے اور خلیفہ کے خادم کو رشوت دیکر آمادہ کر لیا کہ کاغذ، خلیفہ کے قلمدان میں رکھ دیا جائے۔ جب خلیفہ نے قلمدان منگایا تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک کاغذ پر یہ اشعار مرقوم ہیں:

قل للامام: جزاک اللہ مغفرۃ
لا یجمع الدہر بین السخل والذیب
السخل غرۃ ہم الذیب غفلتہ
والذیب یعلم ما بالسخل من طیب

ہارون رشید نے یہ منظوم رقعہ پڑھ کر کہا "دیکھو یہ معلم کہیں بدچلن نہ ہو۔ اسے محل سے نکال دو"، چنانچہ قطرب نکال دیا گیا اور حماد اُس کا جانشین بنا۔ ستر یا اسی آدمی ہمیشہ اس کی نگرانی کرتے تھے۔

ہم اس قسم کی روایتوں سے اندازہ کر سکتے ہیں کہ امین کی نشو و نما کیسی خراب ہوئی تھی۔ اور اُس کے مستقبل پر اُسنے کیسا خراب اثر ڈالا تھا؟ امین کی ابتدائی تعلیم و تربیت کا یہ نقص بھی عظیم ہے کہ اُسے سیاسی پختہ کاری حاصل کرنے کا موقعہ ہی نہیں ملا۔ حالانکہ

انهوں نے محسوس کیا که یه کام اس قدر آسان نہیں ھے جس قدر اُنهوں نے ذمه داري لیتے هوئے خیال کیا تها - ان کا دل مضطرب هوکر رهگیا اور حمله نه کرسکے -

اس کے بعد جمال الدین مصر سے نکل جانے پر مجبور هوئے اور هندوستان چلے آئے -

عربي پاشا کے حادثه میں شیخ محمد عبده کو بهي جلا وطني کي سزا دي گئي تهي ' لیکن چهه سات سال کے بعد جب انهوں نے مصر آنا چاها تو حکومت نے اجازت دیدي ' اور واپسي کے تهوڑے هي عرصه بعد افتاء کے عهده پر مامور هوگئے - اسي عهد سے مصر میں ان کي دیني و تعلیمي اصلاحات کا اصلي دور شروع هوتا هے -

لیکن ابتدائي سیاسي زندگي کي نا کامیوں کا جو رد فعل اُن کے اندر پیدا هوگیا تها ' ضروري تها که اس کے اثرات ان کے فکري مزاج میں بهي سرایت کرجاتے - چنانچه وه مدة العمر کے لیے سیاست سے یک قلم علحده هوگئے - اس سے بهي زیاده یه که مصر میں انگریزي قبضه کے فوائد کا اعتراف کرلیا ' اور پوري زندگي نام نهاد اعتدال سے بهي زیاده محتاط سیاسي عقائد میں بسر کردي - انهوں نے اپنے مشهور مقاله " الاسلام و النصرانیه " میں سیاست سے اور اُن تمام باتوں سے جو سیاست سے ادنی تعلق بهي رکهتي هوں ' حتی که سیاست کے لغوي ماده سے بهي ' جو " تعوذ " کیا هے ' وه اُن کي فکري حالت کا مظهر هے -

انهوں نے متعدد مرتبه اپنے اس مسلک کي تشریح بهي کي تهي - اُنکا خیال یه تها که انگریزي قبضه کي وجه سے اگرچه مصر کے سیاسي استقلال کو نقصان پهنچا هے ' لیکن ساتهه هي تحریر و تقریر کي آزادي اور تعلیمي و اقتصادي ترقي کے فوائد بهي حاصل هوے هیں - ملک کا فرض هے که پہلے اس مهلت سے فائده اٹها کر اپني تعلیمي اور دیني حالت درست کرلے - پهر سیاسي استقلال کے لیے ساعي هو - اُنکا جو سیاسي لائحه مسٹر بلنٹ نے " مصر کي مخفي تاریخ " میں شائع کیا هے ' وه تعجب انگیز حد تک انکي سیاسي قناعت پسندي ظاهر کرتا هے - سنه ۱۹۰۱ میں انکا خیال تها که مصر کے لیے بڑي سے بڑي چیز جو هو سکتي هے ' وه صرف یه هے که ایک اچهي قسم کي مجلس تشریع (لیجس لیٹو اسمبلي) اُسے دیدي جاے جسکي ایک بڑي تعداد کے انتخاب کا حق ملک کو حاصل هو - وه اس لائحه میں انگریزي قبضه کے خلاف ایک لفظ نهیں کهتے -

بهر حال شیخ محمد عبده کا سیاسي مسلک اس نوعیت کا تها ' اور چونکه سعد زغلول بهي انهي کے تلمیذ اور صحبت یافته تهے ' اس لیے سیاسي عقائد میں اس سطح سے بلند نه هوسکے - سنه ۱۹۱۷ تک اُنکي تمام زندگي سرکاري مناصب میں گزري ' اور آزاد قومي تحریکات کے خلاف وه ویسے هي ایک سرگرم سرکاري عهده دار رهے ' جیسے مصر کے دفتري اقتدار کے تمام دیگر افراد تهے - سنه ۱۸۹۶ - میں جب مرحوم مصطفی کامل باشا نے حزب الوطني کي بنیاد ڈالي ' تو یه بهي اسکے ویسے هي مخالف تهے ' جیسے مصر کے سرکاري حلقه کے تمام افراد (به استثناء خدیو عباس ' کیونکه وه مخفي طور پر مصطفی کامل کا سر پرست تها) مخالف تهے - سنه ۱۹۰۵ میں جب سید علي یوسف مالک المؤید نے " حزب الامة " قائم کي ' تو اس کے اندر بهي سعد زغلول اور ان کے ساتهیوں هي کا هاتهه کام کر رها تها - مقصود یه تها که حزب الوطني کو شکست هو - مصطفی کامل پاشا نے جب انتقال کیا اور اُن کي جگه مرحوم فرید بے حزب الوطني کے رئیس منتخب هوے ' تو جن لوگوں نے ان کي مساعي کي تخریب میں سرکاري وسائل سے کام لیا ' اُن میں ایک سرگرم اور طاقتور شخصیت سعد باشا کي بهي تهي - شیخ عبد العزیز شاویش نے جب اللوا کي جگه حزب الوطني کے لیے " العلم " جاري کیا ' تو جس شخص نے سب سے زیاده اپنے وسائل کار ان کي مخالفت میں خرچ کیے ' حتی که ان کي گرفتاري کے احکام بهي صادر هوگئے ' وه سعد باشا زغلول هي تهے !

اس سلسله میں سنه ۱۸۹۰ سے لیکر سنه ۱۹۱۸ تک جو واقعات پیش آئے ' وه بے شمار هیں ' اور ایک مقاله میں اُن کا استقصاء ممکن نهیں - مصر کي سیاسي حالت نے ایک ایسي نوعیت پیدا کرلي تهي که اُس میں دو مذهبوں کے سوا عملاً تیسرے مذهب کي گنجایش هي نه تهي - یا تو انگریزي قبضۂ مصر سے مصر کو فوراً نجات ملني چاهیے ' یا اسے جاري رهنا چاهیے - یهي دو اصولي اعتقاد " حزب الوطني " اور " حزب الاحتلال " کي شکل میں ظاهر هوے - حزب الاحتلال کے داعي یعقوب صروف اور فارس نمر اصحاب " المقطم " تهے ' اور حزب الوطني کي صدائیں مصطفی کامل مرحوم کي زبان سے بلند هوي تهیں - چونکه قبضۂ مصر کي صریح موافقت مصري طبائع پر بالطبع گراں گزرتي تهي ' اسلیے ارباب مناصب و موالات اپنے آپکو حزب الاحتلال میں ظاهر کرنے سے جهجکتے تهے ' اور اس قسم کي پرده پوش توجیهیں کرنے لگتے تهے جیسي هميشه ان حالات میں ضعفاء همت اور بیچارگان عزم نے کي هیں - مثلاً " تدریجي اصلاحات " کا مغالطه ' " مصالح وقت " کا حیله ' " تعلیمي استعداد کي تقدیم " کا فریب خیال ' اور اسي طرح کے حیل و مغالطات ' لیکن حقیقت حال یه هے که ان تمام لوگوں کي ذهنیت حزب الاحتلال هي کي ذهنیت تهي ' کیونکه بیروني قبضه کي موجودگي میں صرف دو هي سیاسي عقیدے کسي ملک کے لیے هوسکتے هیں : یا تو قبضه رهنا چاهیے ' یا اُسے فوراً ختم هو جانا چاهیے - ان دونوں کے درمیان تیسري راه ممکن نهیں ! و یریدون اَن یتخذوا بین ذلک سبیلا !

(سنه ۱۹۱۸ میں انقلاب فکر)

بهر حال سعد پاشا کي پوري زندگي جس عالم میں بسر هوي تهي ' اُس سے قومي و وطني جهاد استقلال کا عالم متصل نه تها - فاصله پر تها - لیکن سنه ۱۹۱۸ میں جب مصر کو ایک رهنماے صادق کي ضرورت هوي ' تو قدرت الهي نے اِس کا غیر متوقع سامان کردیا اور اچانک سعد پاشا کي طاقتور شخصیت نمایاں هوگئي - انهوں نے ایک هي جست میں وه پورا فاصله طے کرلیا جو اُن کے پنجاه ساله دور حیات اور مصر کي تحریک حریت و استقلال کے درمیان حائل تها !

حقیقت یه هے که اگر زغلول پاشا جیسا شخص جس کي تمام زندگي حکومت کے بڑے بڑے ذمه دارانه مناصب میں گزر چکي تهي ' اور جس کے مداحوں میں لارڈ کرومر تک شریک هوچکے تهے ' اس موقعه پر مصر کا علم استقلال نه اُٹهاتا ' تو یه تحریک اس قدر طاقت و اهمیت حاصل نه کرسکتي ' جو اُس نے چند ماه کے اندر حاصل کرلي تهي !

* * *

فسَنہ

ماں کی محبت

(مشہور روسی افسانہ نگار "ماکسم گورکی" کے ایک اخلاقی افسانہ کا ترجمہ)

امیر تیمور گورکانی، درۂ "کانہول" میں، جو گلاب و یاسمن کے سُرخ و سفید پھولوں کے ایک حسین ابر پارے سے چھپا ہوا تھا، عیش و نشاط اور ناؤ نوش میں مشغول تھا ——— سمرقندی شاعروں نے اس درہ کو "پروازِ گل" کے نام سے موسوم کیا تھا ——— اس عجیب مقام سے شہر کے تمام آسماں شکوہ، مینار، اور مساجد و معابد کے سبز گنبد بخوبی نظر آتے تھے ——— درہ کی لمبائی کے گرد، پندرہ ہزار رنگین قناتیں، بڑے بڑے پنکھوں کی طرح، زمین پر قائم تھیں، اور اُن پر دیبا و پرنیاں کی رنگین جھنڈیاں ——— ایسا معلوم ہوتا تھا، جاندار پھول ہوا میں تیر رہے ہیں!

تیمور کا خیمہ، اِن قناتوں اور جھولداریوں کے درمیان ایک خوبصورت ملکہ کی طرح نظر آتا تھا جو اپنی خواصوں کنیزوں کے حلقہ میں کھڑی ہو ——— اُس کے خیمہ کی قنات، زمین کا مربع حصہ گھیرے ہوئے تھی جس کے چاروں حصے تقریباً سو قدم طویل اور تین نیزوں کے برابر بلند تھے۔ خیمہ بارہ طلائی ستونوں پر قائم تھا جو درمیانی حصے کے نیچے نصب تھے اور اس غرض سے کہ کہیں یہ رنگ و بو کا ارضی ابر آسمان کی طرف نہ اُڑ جائے، پانسو سرخ ریشمین طنابوں کے ساتھ محکم کر دیا گیا تھا۔ خیمہ کے چاروں گوشوں میں ایک ایک چاندی کا بنا ہوا شاہین، جو صنعت کا نفیس ترین نمونہ تھا، بٹھایا گیا تھا ——— خیمہ کے بیچ میں پانچواں شاہین، خود تیمور تھا ——— وہ شہنشاہ جو نہیں جانتا تھا مغلوب ہونا کسے کہتے ہیں؟؟

تیمور کا لباس بہت کشادہ تھا، جو آبی رنگ کی دیبا سے تیار کیا گیا تھا، اسپر پانچ ہزار سے زیادہ مروارید کے دانے ٹکے تھے۔ سر پر سفید اور شکستہ کلاہ جس کے نیچے سے اُس کے سپید و سیاہ بال باہر نکل رہے تھے ——— اُس کی آنکھوں سے، جو چاروں طرف نگراں تھیں، جوش کا خون اُبل رہا تھا!

اُس کی آنکھیں چھوٹی اور تنگ تھیں مگر ہر چیز دیکھ رہی تھیں، دیکھ سکتی تھیں ——— اُن سے زہر کی سی سردی اور خشکی ٹپک رہی تھی۔!

شہنشاہ کے کانوں میں سراندیپ کے عقیق کے دو گوشوارے تھے، رنگ میں حسین و جمیل ہونٹوں سے ملتے جلتے!!

خیمہ میں نہایت نفیس اور قیمتی قالین بچھے تھے جن پر عیش و عشرت کا سامان مہیا تھا۔ ایک طرف...... مغنیوں اور سازندوں کا ہجوم تھا ——— تیمور کے قریب، اُس کے عزیز اقربا، دوسرے بادشاہ، خوانین، اور فوجی افسر بیٹھے تھے ——— سب سے زیادہ نزدیک، اُس کے دربار کا شاعر "کرمانی" ——— اپنے کیف معنوی میں محمور نظر آتا تھا!

یہ وہی کرمانی ہے جس سے ایک دن، تیمور کی اس طرح گفتگو ہوئی تھی:

"کرمانی! اگر مجھے فروخت کیا جائے تو تم کتنے میں خریدو گے؟" تیمور نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"پچیس سپاہیوں کے معاوضے میں!" کرمانی کا جواب تھا۔

"یہ تو صرف میرے زرّیں پٹکے کی قیمت ہے"! تیمور نے غضبناک ہو کر کہا۔

"میں نے بھی تو اسی پٹکے کی قیمت لگائی ہے ورنہ خود آپکی ذات کے لئے تو کوئی ایک روپیہ بھی نہ دے گا"!!

کرمانی نے بیباکی سے جواب دیا۔

کیسا زبردست اور جابر شہنشاہ! ——— کسقدر دہشت انگیز!! ——— کسدرجہ ہولناک!!! ——— اور کرمانی کی یہ بیخوف گفتگو! کیا اس حق گو شاعر کی شہرت، تیمور کی شہرت سے زیادہ بلند ہونے کا حق نہیں رکھتی؟؟

یکایک ——— اس بزم نوشانوش کے ترنم اور خوشگوار ہنگاموں میں، ایک آواز ——— جس طرح بادلوں سے بجلی کوندجاتی ہے ——— "یلدیرم بایزید" کے مغلوب کرنے والے کے کانوں میں آئی ———!

یہ آواز ——— ایک عورت کی آواز تھی، جو ایک غضبناک شیرنی کی آواز کی طرح سنائی دی!!

تیمور کے انتقام جُو اور زخمی دل کو، جو اُس کے فرزند دلبند کے ضائع ہو جانے کے سبب سے تمام دُنیا اور دنیا والوں کے خلاف، غیظ و غضب سے لبریز ہو گیا تھا ——— یہ آواز ایک آشنا سی آواز معلوم ہوئی! جام عشرت، اُس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ اُسکے لبوں پر ایک اضطراری لہر دوڑ گئی۔ یہ لہر کہہ رہی تھی "یہ دلخراش آواز کہاں سے آئی"؟

حکم کی تعمیل "بندگان دولت" کی گھبراہٹ نے کی جو چاروں طرف دَوڑ گئے تھے ——— شہنشاہ کو جواب ملا "یہ ایک دیوانی عورت کی آواز ہے جو کسی طرح یہاں تک پہنچ گئی ہے۔ شکل و صورت سے فقیرنی معلوم ہوتی ہے۔ عربی میں گفتگو کرتی ہے اور "فرمانروائے بحر و بر" کی آستاں بوسی کی خواہشمند ہے"!

"فوراً حاضر کی جائے"!!

تیمور نے حکم دیا اور ——— عورت خیمہ میں داخل ہوئی ——— برہنہ پا! پھٹے ہوئے کپڑے! سینہ چھپانے کے لئے اپنی زلفیں بکھیرے ہوئے! چہرہ کا رنگ اُڑا ہوا ——— بغیر کسی کپکپاہٹ کے، جو ایسے باجاہ ——— وجلال اور ہیبتناک شہنشاہ کی موجودگی کا ادنیٰ سا خراج تھا ——— اُسنے دونوں ہاتھ شہنشاہ کی طرف پھیلائے اور بیباکانہ ——— خودفراموشانہ لہجہ میں گویا ہوئی:

"کیا تو ہی وہ فرمانروا ہے جسنے سلطان بایزید کو مغلوب کیا"؟

"ہاں میں ہی ہوں ——— میں نے ہی بایزید کو اور بایزید ایسے کئی بادشاہوں کو مغلوب کیا ہے! بتا تو کیا چاہتی ہے"؟

تیمور نے جواب دیا۔

"سُن اے امیر! تو جو کچھ بھی ہو اور جس حیثیت میں بھی ہو پھر بھی ایک آدمی ہے! لیکن میں ——— آہ، میں ایک ماں ہوں! تو موت اور ہلاکت کی خدمت کرتا ہے، میں زندگی اور سلامتی کی خدمت کرتی ہوں ——— تو انسان کو ہلاک کرتا ہے۔ میری گود میں اُسکی پرورش ہوتی ہے۔ مجھے بتلایا گیا ہے کہ تیرے عقیدے میں انصاف کرنا، توانائی میں داخل ہے، مگر مجھے یقین نہیں آتا، اور نہیں آئیگا، جب تک تو میری فریاد کو ——— میری داد کو نہیں پہونچیگا"!!

عورت نے کمال تمکین و وقار کے لہجہ میں کہا "اس لئے کہ میں ایک ماں ہوں! ایک دُکھیاری ماں!!"

تیمور نے عورت کی بیخوفی اور بے پروائی کو حیرت سے دیکھا اسکو بیٹھنے کی اجازت دی "میں سُن رہا ہوں تم اصل واقعہ سناؤ!"

عورت، شہنشاہ کے سامنے چارزانو ہو بیٹھی اور کہنے لگی "امیر! میں سالرنو کی رہنے والی ہوں ——— تو نے ہرگز اس جگہ کا نام نہ سُنا ہوگا کیونکہ وہ دُور ہے ——— یہاں سے بہت ہی دُور!...... میرا باپ اور شوہر ماہی گیر تھے، ایک دن بحری قزاقوں نے چھاپا مارا اور" ——— اُسنے روتے ہوئے کہا "دونوں قتل کر ڈالے۔ میرے" ——— اُس کی ہچکی بندھ گئی تھی ——— "میرے لخت جگر کو جو نہایت خوبصورت تھا ———"

تیمور کے منہ سے آہ نکل گئی۔ اسنے دل ہی دل میں کہا "خوبصورت!...... میرے لڑکے جہانگیر کی طرح! آہ"

عورت نے اپنا قصہ جاری رکھتے ہوئے اور آنکھوں سے سیلاب درد بہاتے ہوئے کہا "بے رحم قزاق میرا لڑکا پکڑ لے گئے، آج چار سال! ——— آہ، پورے چار سال گزرے کہ میں اُس کی تلاش میں دیوانہ وار چاروں طرف پھرتی ہوں مگر کہیں پتہ نشان نہیں ملتا ——— امیر! میں سمجھتی ہوں میرا لڑکا تیرے پاس ہے، کیونکہ بایزید کے لشکر نے اُن بحری قزاقوں کو گرفتار کر لیا تھا اور تو نے بایزید کو شکست دے کر اُس کا سب کچھ چھین لیا ——— ضرور ہے کہ میرا لڑکا تیرے پاس ہوگا اور اس لئے میں چاہتی ہوں تو اُسے میرے سپرد کر دے"!

حاضرین دربار، عورت کی باتوں پر ہنس پڑے "یہ دیوانی ہو گئی ہے"۔

شاعر کرمانی نے کہا "ہاں یہ دیوانی ہے مگر ایک ماں کی طرح"!

تیمور نے دریافت کیا "بڑھیا! تو کس طرح اس قدر دُور دُور دراز راستوں سے اس جگہ آ پہونچی؟ تو نے ایسے ایسے پہاڑ اور جنگل کیونکر طے کئے؟ راستہ میں وحشی لٹیروں اور ڈاکوؤں کے ہاتھوں سے کس طرح بچی"؟

آہ، ماں کی محبت!! ——— !! ماں کی ہمیں پرستش کرنی چاہیئے! دُنیا میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو ماں کی محبت کے راستہ میں حائل اور مانع ہو سکے! انسان کے تمام کامل صفات و حسنات ——— سب ماں کے دُودھ کی چھاؤں میں پرورش پاتے ہیں ———!! پھول، آفتاب کے بغیر پیدا نہیں ہوتا! نیک بختی، محبت کے بغیر نصیب نہیں ہوتی! محبت، عورت کے بغیر ممکن

پادشاہوں کے لئے یہ چیز لازمی ہو۔ خصوصاً اُس عہد میں جبکہ بادشاہ بالکل مطلق العنان ہوتے تھے۔ اُن کی رہنمائی کے لئے بجز دین اور ذاتی تقویٰ کے کوئی ضابطہ اور قانون موجود نہ تھا۔ ہارون الرشید کو اپنی ولی عہدی کے زمانہ میں اس کا پورا موقعہ ملا۔ خلیفہ ہادی نے اُسے جنگ روم کا سپہ سالار بنایا تھا۔ بڑے بڑے سپہ سالاروں اور سیاسی مدبروں کی صحبت نصیب ہوئی تھی۔ اسی طرح مامون کو بھی کافی تجربہ حاصل ہوا تھا۔ خراسان وغیرہ بلاد میں وہ برسرِ حکومت رہا تھا اور پختہ کار ہو گیا تھا۔ لیکن محمد الامین اس تمام سیاسی اور عملی تعلیم و تربیت سے محروم رہا۔ زبیدہ کا لاڈ اور پیار، مصاحبوں کی چاپلوسی، ہاشمی ماموؤں کا دُلار، امین کی ہلاکت کے ابتدائی اسباب تھے۔

چنانچہ تخت نشین ہونے کے بعد ہم اُسے ایک عیش پرست، مسرف، اور غافل حکمراں پاتے ہیں۔ تخت خلافت پر متمکن ہونے اور عبداللہ المامون کی بیعت حاصل کر لینے کے بعد اُسنے اپنے تئیں لہو و لعب کے حوالے کر دیا۔ خوبصورت لڑکے اور خواجہ سرا محل میں جمع ہو گئے تھے سارا وقت لہو و لعب اور عیش و عشرت میں صرف ہوتا تھا۔ اسی طرف، بعض ناموں کی تصریح کے ساتھ، ایک ہم عصر شاعر اشارہ کرتا ہو:

الا یا مزمن المثوی بطوس غریباً ما یفادی بالنفوس
لقد ابقیت للخصیان بعلا تحمل منہم شؤم البسوس
فاما "نوفل" فالشان فیہ وفی "بدر" فیالک من جلیس!
وما "العصمی" بشاد لدیہ اذا ذکروا بذی سہم خسیس
وما "حسن الصغیر" اخس حالا لدیہ عند مخترق الکؤوس
لہم من عمرہ شطر و شطر یعاقر فیہ شرب الخندریس
وما للغانیات لدیہ حظ سوی التقطیب بالوجہ العبوس
اذا کان الرئیس کذا سقیما فکیف صلاحنا بعد الرئیس
فلو علم المقیم بدار طوس لعز علی المقیم بدار طوس

عبداللہ المامون

عبداللہ المامون ۱۴ ربیع الاول سنہ ۱۷۰ ہجری میں پیدا ہوا۔ یہی خلیفہ ہارون الرشید کی تخت نشینی کا دن ہو۔ ہارون اس مبارک ساعت میں بچہ کی پیدائش سے بہت خوش ہوا اور اُس کا نام "المامون" (مبارک) رکھا۔ اُس کی ماں "مراجل" ایک کنیز تھی۔ بعض مورخ کہتے ہیں اس کا سلسلۂ نسب ایران کے ایک معزز خاندان سے ملتا ہو۔

مامون نے گہوارۂ خلافت میں پرورش پائی اور اعلیٰ تعلیم و تربیت حاصل کی۔ شروع ہی سے آثار ذہانت و نجابت اُس پر نمایاں تھے۔ بلند ہمت اور اولو العزم تھا۔ پست خیالات اور رکیک حرکات سے نفرت کرتا تھا۔

مامون میں یہ تمام صفات موجود تھیں، اپنے باپ خلیفہ کا بہت محبوب تھا۔ عمر میں بڑا تھا۔ مگر بایں ہمہ ولی عہد نہ ہو سکا۔ کیونکہ امین کی والدہ، زبیدہ کا اثر خلیفہ پر مامون کی ماں سے بہت زیادہ تھا پھر جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا، امین کے ہاشمی ماموؤں اور فضل بن یحییٰ برمکی کی سازش نے خلیفہ کو بے بس کر دیا تھا۔ اُسنے طوعاً یا کرہاً امین کو ولی عہد تسلیم کر لیا۔

مورخین نے مامون کی نجابت کے بہت سے قصے لکھے ہیں خود اُس کا معلم ابو محمد یزیدی روایت کرتا ہو:

"میں مامون کا معلم تھا۔ ایک دن قصر خلافت میں گیا اور دیر تک منتظر رہا۔ بار بار آدمی بھیجکر اُسے طلب کیا مگر وہ نہ آیا۔ میں نے اُس کے اتالیق سعید الجوہری سے شکایت کی۔ سعید نے کہا ہاں، سست ہو گیا ہو۔ لیکن باوجود اسکے اپنی سستی کا الزام خادموں کو دیتا ہو۔ جب وہ آئے تو سختی سے پیش آنا۔ چنانچہ جب شاہزادہ میرے روبرو پہونچا، تو میں نے ملامت کی۔ اُس کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے اور ہاتھوں سے ملنے لگا اتنے میں خبر آئی جعفر بن یحییٰ وزیر آ رہا ہو۔ مامون نے جلدی سے رومال نکالا، آنکھیں پونچھیں، لباس درست کیا، فرش پر چار زانو ہو بیٹھا، اور پیش خدمت سے کہا "وزیر کو حاضر ہونے کی اجازت دو" میں مجلس سے خوفزدہ اُٹھ گیا۔ مجھے یقین تھا وہ وزیر سے ضرور شکایت کرے گا۔ مامون نے وزیر سے بڑی خندہ پیشانی کے ساتھ گفتگو کی۔ معلوم ہی نہیں ہوتا تھا کہ ابھی رو چکا ہے۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ دونوں باتیں کرتے جاتے تھے اور خوب ہنستے تھے۔ جب وزیر رخصت ہونے لگا تو مامون نے غلاموں کو اُس کی سواری پیش کرنے کا حکم دیا۔ نیز اُس کے رکاب میں چلنے کو کہا۔ پھر مجھے طلب کیا اور فرمایا سبق پورا کر دو۔ میں نے دعا دیکر عرض کیا۔ "میں تو خوف سے کانپ رہا تھا کہ آپ وزیر سے میری شکایت کر دینگے" اُسنے فوراً جواب دیا "انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اے ابو محمد! میں خود ہارون الرشید پر بھی یہ کبھی ظاہر نہ کرتا کہ مجھے معلم نے سرزنش کی ہو۔ بھلا وزیر کیا چیز ہو! جو وہم تمھیں پریشان کر رہا تھا وہ کبھی واقع نہیں ہو سکتا اگرچہ سو مرتبہ بھی مجھے تنبیہ کرو۔ خدا تمھیں معاف کرے۔ اب آؤ، پڑھانا شروع کر دو!"

بچپن ہی میں مامون غیر معمولی طور پر عقلمند تھا۔ ثبوت کے لئے یہ مشہور قصہ کفایت کرتا ہو۔ ایک دن زبیدہ نے ہارون الرشید کو ملامت کی کہ امین سے زیادہ مامون کی کیوں تعریف کرتا ہو؟ خلیفہ نے کہا اس کا سبب ابھی معلوم ہوا جاتا ہو۔ چنانچہ ایک مصاحب کو حکم دیا کہ جاکر دونوں سے خلوت میں پوچھے "خلیفہ ہو کر کیا کروگے؟" امین نے خوش ہو کر جواب دیا "تجھے مالا مال کر دوں گا" مامون کا جواب یہ تھا "بیوقوف! تو مجھ سے سوال کرتا ہو کہ میں اُس دن کیا کروں گا جب امیر المومنین دنیا میں باقی نہیں رہیں گے؟ میری تمنا تو یہ ہو کہ ہم سب اُن پر قربان ہو جائیں!" یہ جواب سُنکر زبیدہ ندامت سے خاموش ہو گئی۔

بچپن ہی سے مامون کو پورا احساس تھا کہ وہ ایک جلیل القدر شاہزادہ ہو اور مستقبل میں تخت خلافت پر متمکن ہونے والا ہو۔ چنانچہ شاہی آداب رسوم کا بڑا لحاظ رکھتا تھا۔ اس کا یہ واقعہ بہت ہی مشہور ہو کہ ایک دن اپنے ایک دوسرے معلم حسن اللؤلؤی کے سامنے بیٹھا تھا کہ اونگھ گیا۔ معلم نے کہا "سو گئے؟" مامون نے غضبناک ہو کر آنکھیں کھول دیں اور کہا "قسم رب کعبہ کی میرا معلم محض بازاری آدمی ہو!" پھر غلاموں کو حکم دیا، اسے محل سے نکال دیں۔ خلیفہ نے سُنا تو مسرت سے یہ شعر پڑھا:

وہل ینبت الخطی الا وشیجہ
وتغرس الا فی منابتہا النخل

انہی اعلیٰ صفات نے مامون کو خلیفہ کا محبوب بنا دیا تھا۔ انہی نے اپنے بھائی کے بعد اُس کے خلیفہ بننے کی سفارش کی۔ انہی نے اُس عہد کے تمام عقلاء و مشاہیر کو اُس سے وابستہ کر دیا تھا۔

شروع ہی سے ظاہر ہوتا تھا کہ مامون جماعت کا آدمی اور امت کا قائد ہو۔ ایسے آدمی کے لئے ایک بڑی شرط، قوت خطابت بھی ہو۔ قدرت نے مامون کو پوری فیاضی سے یہ قوت بخش دی تھی۔ چنانچہ روایت ہو کہ جب مامون، سن شعور کو پہونچا تو خلیفہ نے بعض فصحاء کو حکم دیا کہ اُس کے لئے خطبہ لکھیں۔ خطبہ طیار کیا گیا اور جمعہ کے دن مامون نے مسجد میں سُنایا۔ اُسنے یہ خطبہ اس دلیری، سلاست فصاحت، اور شان سے سُنایا تھا کہ تمام حاضرین رونے لگے اور کوئی شبہ نہ کر سکا کہ یہ خطبہ دوسروں نے طیار کیا ہو۔ ابو محمد یزیدی نے فوراً قصیدہ لکھا:

لئن امیر المومنین کرامۃ علیہ بہا شکر الالٰہ وجوب
بان ولی العہد مامون ہاشم
بہ افضلہ اذ قام وہو خطیب
ولما راہ الناس من کل جانب
بابصارہم والعود منہ صلیب
رماہم بقول: انصتوا اجبالہ
وفی دونہ للسامعین عجیب!

مامون کی یہی نجابت و ذہانت تھی جسنے ہارون کو خوف زدہ کر رکھا تھا۔ وہ امین کے لئے مامون سے خائف تھا، اور مامون کے لئے امین سے اندیشہ کرتا تھا۔ وہ دیکھتا تھا، امین کے ہاتھ میں سلطنت کی تمام قوتیں ہوں گی اور وہ اپنے اولو العزم بھائی کے مٹانے میں کوئی کوشش اُٹھا نہ رکھے گا۔ دوسری طرف اُسے یہ بھی صاف نظر آرہا تھا کہ مامون، عقلمند، مدبر، بلند ہمت ہی، اور اپنے سادہ لوح بھائی کو آسانی سے تباہ کر ڈال سکتا ہو۔ پھر دونوں کے طرفداروں کی قوت بھی اُس سے پوشیدہ نہ تھی۔ امین کی پشت پر بنی ہاشم اور قریش تھے۔ مامون کی حمایت پر تمام ایرانی عنصر کمربستہ اور کافی طاقتور تھا۔

اس خطرہ کے سدباب کے لئے اُسنے دونوں بھائیوں سے ایک عہد لکھوایا۔ سنہ ۱۸۶ ہجری میں اُنھیں اور اُنکے بڑے بڑے طرفداروں کو ساتھ لے کر حج کو گیا اور ہزاروں قسموں کے ساتھ یہ عہد، خانہ کعبہ میں آویزاں کیا گیا۔

تمام حالات پر نظر ڈالنے کے بعد صاف معلوم ہوتا ہو کہ ہارون الرشید، مامون کو زیادہ چاہتا تھا۔ اس کا ایک ثبوت یہ بھی ہو کہ طوس میں وفات کرتے وقت اُسنے اپنی تمام ذاتی فوج، ہتھیار، اور مال و دولت، مامون کے نام وصیت کر دی۔

پھر مامون کو یہ امتیاز بھی حاصل تھا کہ وہ آدمیوں کو پہچانتا تھا اور اُن کے انتخاب میں ہمیشہ خوش قسمت تھا۔ مامون کے آدمی بھی اگرچہ خود غرضیوں سے خالی نہ تھے، مگر وہ جانتے تھے کہ اُن کا ذاتی نفع اسی میں ہو کہ مامون کامیاب ہو اور خلیفہ بنے۔ ان لوگوں کی وفاداری کا ایک بڑا سبب یہ بھی تھا کہ اُن میں اکثر ایرانی النسل تھے۔ اور معلوم ہو کہ مامون کی ماں بھی ایرانی تھی۔ اس لئے قدرتی طور پر اُن کی ہمدردی اُسے حاصل تھی۔

مامون کی خراسان سے غیر معمولی دلچسپی کا بھی یہی راز ہو۔ مامون، نمایاں طور پر خراسانیوں کا طرفدار تھا۔ اُس کی یہ طرفداری لوگوں کو صاف محسوس ہوتی تھی، اور عربی عنصر کی بددلی کا موجب بن گئی تھی۔ تاریخ میں یہ واقعہ ثبت ہو کہ ایک شخص نے مامون سے بار بار کہا "امیر المومنین! شام کے عربوں پر بھی ویسی ہی شفقت کیجئے جیسی خراسان کے عجمیوں پر کرتے ہیں" مامون نے جواب دیا "تم نے مجھے جواب پر مجبور کر دیا۔ سنو، قبیلۂ قیس کو میں اُس کے گھوڑوں پر سے اس طرح اُتار سکا کہ میرے خزانے میں اب ایک پیسہ بھی باقی نہیں رہا (یعنی دولت دیکر انھیں اپنی مخالفت سے باز رکھا) رہا یمن، تو نہ میں نے کبھی اُس سے محبت کی اور نہ اُسنے کبھی مجھ سے محبت کی۔ رہا قضاعہ تو اُسکے سردار برابر سفیانی (یعنی ایک حدیث کے موعود بادشاہ) کا انتظار کر رہے ہیں کہ اُس کی پیروی کریں۔ رہا ربیعہ تو وہ اُسوقت سے اپنے خدا پر خفا ہو جب سے اُسنے اپنا نبی مضر میں پیدا کیا۔"

مامون کا یہ جواب بڑی حد تک درست ہو۔ لیکن خراسان کی طرف اُس کے میلان کی اصلی وجہ وہی اُس کی فارسیت ہو جسکا اوپر ذکر ہو چکا ہو۔ اُس کی ماں بھی فارسی تھی اور اُس کی تعلیم و تربیت میں بھی فارسی اثر غالب رہا تھا۔ اسی بنا پر ہم سمجھ سکتے ہیں کہ بعض محققین نے مامون کو شیعہ کیوں قرار دیا ہو؟ ہم جانتے ہیں کہ فارسی ماحول شیعیت سے لبریز تھا۔

۲ اور مامون نے امی کی گود میں پرورش پائی تھی۔

عالم مطبوعات و صحائف

دُنیا کا جدید ترین شہر

آسٹریلیا کا نیا دارالحکومت

زمین کی آبادی، اور روح و دِل کی ویرانی!

ریوٹر ایجنسی کے ذریعہ یہ خبر مشتہر ہوچکی ہو کہ آسٹریلیا کی حکومت مقام کین بیرا میں ایک نیا دارالحکومت تعمیر کر رہی ہو۔ اب ملبورن کے "السٹریٹڈ نیوز" نے اس نئے شہر کے مختلف حصوں کی نہایت دلچسپ تصویریں شائع کردی ہیں اور ہمارے سامنے موجود ہیں۔ ان تصویروں کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہو کہ واقعی ریوٹر ایجنسی کا یہ بیان مبالغہ سے خالی تھا کہ "یہ شہر دُنیا کا سب سے زیادہ خوبصورت اور سب سے زیادہ مرتب و منظم شہر ہوگا"

ایک تصویر میں آبادی کا ایک مکمل قطعہ دکھلایا گیا ہو، جس طرح کے قطعات پر پوری آبادی مشتمل ہوگی۔ اس سے معلوم ہوتا ہو کہ آبادی بے شمار قطعات میں منقسم کردی گئی ہو۔ ہر قطعہ میں چاروں طرف چھوٹے چھوٹے چمن زار ہیں اور وسط میں مکانات۔ مکانات کا حصہ اور چاروں طرف کے چمن، سب کے سب مربّع ہیں۔ مکانات کے مربّع قطعہ میں جتنے مکان ہیں، سب کے سب ایک قطع اور ایک درجہ کے ہیں اُن کی تعداد کسی حال میں بھی دس مکانوں سے زیادہ نہیں ہوسکتی۔ اگر اس طرح کے ہر قطعے کو ایک محلہ سے تعبیر کیا جائے، تو کہنا چاہیے کہ اس شہر کے ہر محلہ میں چار حصے سے زائد رقبہ باغ و چمن کا ہوگا، اور صرف پانچواں وسطی حصہ آبادی کا!

دوسری تصویر میں باغ دکھلائے گئے ہیں۔ ان کی سب سے زیادہ موثر خصوصیت یہ ہو کہ درختوں کی تعداد اور قطار ہر حصہ میں مساوی ہے۔ معلوم ہوتا ہو، سرو قدانِ چمن ایک ہی صورت، ایک ہی وضع اور ایک ہی تعداد میں ہر طرف صف آرا ہیں!

تیسری تصویر میں اُس مصنوعی نہر کا منظر دکھلایا ہو جو دارالحکومت کے مختلف حصوں میں پھیلکر چاروں طرف گردش کرے گی، اور پھر ایک جھیل کی شکل اختیار کرکے پانی اور بجلی کی طاقت کا ذخیرہ بہم پہونچائے گی۔ یہ نہر مصنوعی ہو، لیکن چونکہ انسانی صنعت کا کمال یہ ہوتا ہو کہ فطرت کی سادگیوں سے قریب تر ہو جائے، اس لئے کوشش کی گئی ہو کہ اس کے پیچ و خم اور نشیب و فراز میں قدرتی نہر کی سی شان پیدا کردیجائے۔ اسمیں شک نہیں کہ تصویر دیکھ کر کوئی نگاہ نہیں کہہ سکتی کہ یہ قدرتی نہر نہیں ہو!

باغوں کی روش میں جاپانی (اور فی الحقیقت اندلسی اور مغلی) طریقۂ تزئین و آرائش زمین کا ملحوظ رکھا گیا ہو۔ یعنے مختلف رنگ کے پتھروں اور سیمنٹ کے ذریعہ روشوں کے دامن اور حواشی بنائے گئے ہیں۔ ہر چمن زار کا حاشیہ سفید ہو۔ اُس کے بعد تھوڑی جگہ چھوڑ کر پھر ایک سفید جدول دوڑا دی گئی ہو۔ دُور سے دیکھئے تو معلوم ہوتا ہو، ایک نہایت خوشنما اور خوش اطراف قالین بچھا ہوا ہو!

اس شہر کے حسن و جمال کو زمین کے اُس حصہ کی قدرتی خوبیوں سے بھی بہت مدد ملی ہو جو اس کے لئے منتخب کی گئی ہو۔ یہ سطح سمندر سے دو ہزار فٹ بلند ہو، جو ہندوستان کے اکثر پہاڑی سطح ہائے مسطح کی بلندی ہو۔ اور اس لئے آب و ہوا کافی خنک اور خوشگوار ہو۔ قطعۂ زمین کا پورا رقبہ تقریباً ایک ہزار مربع میل ہوگا۔ اسکے چاروں طرف درختوں سے بھرے ہوئے پہاڑی سلسلے واقع ہیں۔ اور انھوں نے اس سطح کو نیو ساؤتھ ویلز کے صوبے سے الگ کر دیا ہے۔

یہ بھی عجیب اتفاق ہو کہ اس نئے شہر کا نقشہ جس امریکن ماہر فن ہندسہ نے طیار کیا ہو، اُسی سے ترکی حکومت نے بھی اپنے نئے دارالحکومت کا نقشہ طیار کرایا ہو جو انگورہ میں زیر تعمیر ہو۔ اس ماہر فن کا نام ڈبلیو بارلے گریفن ہو، اور اسوقت فن ہندسۂ تعمیر میں بہترین شخص تسلیم کیا جاتا ہو

اس دارالحکومت کے لئے پارلیمنٹ کی جو عمارت تعمیر کی گئی ہو، وہ عارضی ہو۔ مستقل اور اصلی عمارت بہ تدریج سو برس کے اندر تعمیر ہوگی سو برس کی مدت پر ہمارے قارئین کو تعجب ہوگا، لیکن اُنھیں خیال کرنا چاہئے کہ کسی قوم کے قومی کاموں کی عمر میں ایک صدی کا زمانہ اس سے زیادہ نہیں ہوتا جس قدر فرد کی عمر کے لئے ایک دن!

پچھلی ڈاک کے نیویارک ٹائمز نے بھی اس دارالحکومت کے حالات پر ایک مقالہ شائع کیا ہو۔ وہ لکھتا ہو "پارلیمنٹ کی اصلی عمارت سو برس کے اندر مکمل ہوگی۔ ایک نہایت مختصر وقت جو کسی قوم کی زندگی کا ہوسکتا ہو! اس مدت کے اندر آسٹریلین قوم یقیناً ترقی کے اس درجہ تک پہنچ جائے گی، جب ضرورت اور خرچ لیں کوئی سمجھوتا نہیں ہوسکتا!"

امریکن اخبارات نے اسپر جو رائے زنی کی ہو، اُس میں رشک کی جھلک صاف نمایاں ہو۔ سائنٹفک امریکن کا مقالہ نگار لکھتا ہو کہ "کین برا کا نقشہ اُن تمام غلطیوں سے محفوظ ہو جو واشنگٹن کی آبادی کی ترتیب میں ہوچکی ہیں۔ آسٹریلیا کو امریکہ کے مقابلہ میں یہ مزیت حاصل ہوگئی کہ وہ امریکی آبادی سے کئی نسل پیچھے وجود میں آیا اور اُن تمام تجربوں سے فائدہ اُٹھا سکا جو امریکہ کی آبادی سے حاصل ہوچکے ہیں۔ واشنگٹن نہ تو یکساں ہو، نہ مرتب، اور نہ مناسب قطعات میں منقسم۔ لیکن کین برا شہری آبادی کا ایک ایسا کامل جمال ہوگا جس میں تناسب کے خلاف کوئی بات نہ ہوگی"

پچھلے دنوں اس شہر کا سرکاری افتتاح ہوچکا ہو، لیکن ابھی عام آبادی شروع نہیں ہوئی ہو۔ صرف عارضی سرکاری مکانات آباد ہوئے ہیں۔

لیکن جسوقت ہم انسان کی مادی سعی و جستجو کی یہ داستان شوکت و سطوت پڑھ رہے تھے، تو بے اختیار ہمارا خیال ایک دوسرے گوشۂ فکر کی طرف منتقل ہوگیا۔ افسوس انسانیت کی محرومی پر! زمین کی صورت جس قدر حسین ہوتی جاتی ہو، اُتنی ہی اُسکی روح و معنویت آرائش جمال سے محروم ہوتی جاتی ہو۔ اینٹ، پتھر، اور سبزہ و درخت کی صورت آرائیوں سے اُس کے خال و خط دلفریب بنجا سکتے ہیں لیکن اُسکے جمالِ روح کے لئے آرائش بہم نہیں ہوسکتی۔ اُس کی روح اور معنویت کیا ہو؟ مجمع انسانی کا حقیقی امن و سکون۔ اُسکی معنوی سعادت و مسرّت۔ اُس کے دل کی راحت، اور روح کا قرار اور چین۔ کیا اس کے لئے بھی دُنیا اور دُنیا کی قوموں کے پاس کوئی سعی و اہتمام ہو؟ کیا اسکے لئے بھی کسی ماہر فن کا دماغ اور کسی نقاش کا قلم و پرکار ہو؟ دُنیا کی قومیں باہمدگر رشک و حسد سے مضطرب ہو رہی ہیں۔ ہر قوم اینٹ پتھر کی سربلندی اور لکڑی اور لوہے کی سرفرازی میں دوسرے کو پیچھے ہٹانا اور خود آگے بڑھنا چاہتی ہو۔ لیکن روح و دل کی رفعت و سعادت کے لئے نہ تو کسی کے دل میں رشک ہو، نہ کسی کے دماغ میں طلب۔ آسٹریلیا نے نئی کین برا کا اور ترکی نے نئے انگورہ کا نقشہ بنا لیا۔ لیکن افسوس، کوئی نہیں جو انسانی سعادت کی ایک نئی بستی کا اور روح و دل کے سکون و قرار کے ایک نئے دارالحکومت کا نقشہ بنائے! قرآن حکیم نے مادی زندگی کے استعمال و تصرف پر نہیں مگر اُس کے اسی استغراق و پرستش پر بار بار ملامت کی ہو کہ: یعلمون ظاھراً من الحیوۃ الدنیا وھم عن الاخرۃ ھم غافلون! (۳۰: ۶)

(بقیہ مضمون صفحہ ۱۶)

کام لینے اور اُنھیں متأثر کرنے کا سب سے بہتر اور کامیاب طریقہ یہی ہو کہ جماعتی ذہنیت کو متأثر کیا جائے جس کے بعد سرکش سے سرکش افراد بھی متأثر و مغلوب ہوجائیں گے۔ جماعتی ذہنیت کے متأثر کرنے کے طریقوں اور ذریعوں ہی کا نام "پروپاگنڈا" ہو۔

کس قدر حیرت انگیز بات ہو کہ افراد، جو عموماً محب ذات اور خود غرض ہوتے ہیں، ہولناک جنگوں میں ہتیلیوں پر سر رکھے گھس جاتے ہیں اور یہ جانتے ہوئے بھی کہ جنگ سے اُن کی ذات کو ذرا بھی فائدہ نہیں پہنچے گا، اپنے تئیں موت کے منہ میں ڈال دیتے ہیں؟

اس کی وجہ کیا ہو؟ وجہ یہی ہو کہ پروپاگنڈے نے اُنکی انفرادی عقل پر پردہ ڈال دیا ہو اور ایک ایسی جماعتی ذہنیت پیدا کردی ہو جس کے دھلکے پر پڑ کر چون و چرا جنگ کی طرف دوڑے چلے جا رہے ہیں اسی جماعتی ذہنیت کا نام "عام رائے" ہو۔ اسی عام رائے کے طیار کرنے کی کوشش کو "پروپاگنڈا" کہتے ہیں۔

اس بیان سے واضح ہوگیا کہ کسی تحریک کے کامیاب بنانے کے لئے ضروری ہو کہ اُس کے موافق جماعتی ذہنیت پیدا کی جائے، تاکہ افراد اس ذہنیت سے متأثر ہو کر اُس کے حامی اور طرفدار بنجائیں جو جماعتی ذہنیت یا عام رائے بنانے کا ذریعہ تقریر، تحریر، اخبارات، رسائل انجمنیں غرضکہ بہت سے طریقے ہیں۔ ان تمام طریقوں کو "پروپگنڈا" کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہو۔ نتیجہ یہ نکلا کہ موجودہ زمانہ میں ہر تحریک کی کامیابی کے لئے سب سے زیادہ کارگر ذریعہ "پروپاگنڈا" ہو۔

نہیں ـــــ اور شاعر اور سپاہی ـــــ کوئی بھی ماں کے بغیر پیدا نہیں ہوا!

مظلوم عورت نے کہا۔ "تیمور! میرا لڑکا مجھے دلادے!"

شاعر کرمانی بولا۔ "ماؤں کی ہمیں پرستش کرنی چاہئے اس لئے کہ وہ ہمارے لئے بڑے بڑے آدمی پیدا کرتی ہیں، اور آدمیوں کو بلند رتبہ پر پہنچاتی ہیں ـــــ ارسطو، فردوسی، اور ـــــ اسی طرح سعدی اپنی شہد آمیز شیریں زبانی کے ساتھ ـــــ عمر خیام اپنی شراب کی سی زہر آلود رباعیوں کے ساتھ ـــــ سکندر، ہومر، اور بہرام گور ـــــ یہ سب عورت کے، ایک ماں کے بچے ہیں!"

تیمور اُس عورت کی باتوں سے کسی گہری فکر میں چلا گیا۔ پھر سر اُٹھا کر ـــــ اسنے حکم دیا کہ تین سو شہسوار فوراً اُس لڑکے کی تلاش میں روانہ ہو جائیں، جو شخص ڈھونڈھ کر لائے گا اُسے انعام دیا جائے گا ـــــ" پھر اُسنے آہ بھر کر کہا ـــــ "میں سمجھ گیا یہ عورت اس قدر بے پروا اور بے خوف کیوں ہے؟ ـــــ چونکہ وہ ماں ہے! ـــــ ایک محبت کرنے والی ماں!! اور کوئی ماں نہیں ہوتی جو محبت نہ کرتی ہو!! لڑکے کے کھو جانے سے اُس کے دل میں آگ سی بھڑک رہی ہے ـــــ ایسی آگ! جو برسوں تک، قرنوں تک، شرارے چھڑک سکتی ہے"

تیمور کے حکم جاری کرنے پر کرمانی کی شاعرانہ اور درد آشنا روح وجد میں آگئی۔ اُسنے فی البدیہہ یہ اشعار موزوں کر لئے:

ماں

یہ کون نغمہ ہے ساری دنیا کے نغمہائے طرب سے شیریں؟
جو آسماں کے ستاروں، باغوں کے پھولوں کا عکس بن رہا ہے
کوئی بتائے بھلا وہ کیا ہے؟

زمانہ کے اہلِ ذوق میں سے ہر ایک کا یہ خیال ہوگا
کہ وہ محبت ہے جس سے یہ خاکدانِ تیرہ سنور رہا ہے!
حریمِ ہستی مہک رہا ہے!

وہ چیز جو آفتابِ نصف النہار اُردی بہشت سے بھی
ہزار درجہ زیادہ اچھی ہے، خوبصورت ہے، خوشنما ہے
کوئی بتائے بھلا وہ کیا ہے؟؟

فضائے شبگوں میں، میں نے دیکھے ہیں مسکراتے ہوئے ستارا!
میں جانتا ہوں کہ چشمِ محبوب سارے پھولوں سے خوشنما ہے!
شراب گوں ہے شراب زا ہے!

میں جانتا ہوں کہ اُس کا اک ہلکا ہلکا سا نازنیں تبسم
دلِ شکستہ کے حق میں کس درجہ مہر انگیز و مہر زا ہے!
لبِ تکلم کا معجزہ ہے!

کرشمہ آرائی ہائے احساسِ حسن کے باوجود اب تک
نہ کہہ سکا کوئی شاعر آخر، وہ نغمۂ دل پذیر کیا ہے؟
جو سب سے بہتر ہے دلربا ہے!!

مگر میں کہتا ہوں اب کہ وہ نغمہ ـــــ آہ، وہ دلگداز نغمہ!
جو ساری دنیا کے سارے رنگیں ترانوں کا اصل مبتدا ہے!
جو قلبِ فطرت کا آئینہ ہے!

وہ نغمہ ـــــ وہ کائنات کا ـــــ کائنات کا سحر کار دل ہے!!
وہ دل کہ جس کا جہان والوں نے پیار سے نام ماں رکھا ہے!!
وہی محبت کی ابتدا ہے!!
وہی محبت کی انتہا ہے!!

مترجمہ اختر شیرانی۔ لاہور

اقتباس و ترجمہ

پروپاگنڈا

علم اجتماع نے ثابت کر دیا ہے کہ نوعِ انسانی کی ترقی درحقیقت اُن تغیرات اور تدریجی انقلابات سے وابستہ ہے جو مختلف تمدنی موثرات کے ماتحت افراد، جماعات، اور اقوام کی زندگیوں میں واقع ہوتے ہیں۔ تمدن کی تاریخ دراصل اُن تدریجی تبدیلیوں کی تاریخ ہے جو تاریخ کے مسلسل زمانوں میں قوموں کی زندگی میں واقع ہوتی رہی ہیں۔

افراد چونکہ فطرۃً اپنے اسلاف کی تقلید کی طرف مائل ہوتے ہیں اور موروثی عقائد و عادات کے دلدادہ ہوتے ہیں، اس لئے وہ ہر اُس جدت کی مخالفت کرتے ہیں جو موروثی قدامت کو شکست کرنے والی یا اُسمیں تبدیلی کرنے والی ہوتی ہے۔ افراد اگر "جدید" کو قبول بھی کرتے ہیں تو طویل جد و جہد اور اپنے قدیم عقائد و خیالات کے مطابق اسمیں بہت کچھ ترمیم اور تبدیلی کے بعد، یہ افراد کی جبلت و طبیعت ہے جس سے وہ مجبور ہیں۔ اس صورتِ حال کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ افراد و جماعت کی زندگی میں تبدیلی بہت آہستہ سرایت کرتی ہے اور انسانی تاریخ میں انقلاب، چیونٹی کی چال چلکر بہت عرصہ بعد رونما ہوتا ہے۔

لیکن کبھی اس تدریجی اور آہستہ رفتار پر ایسے غیر معمولی حالات طاری ہو جاتے ہیں کہ افراد و جماعت کی ذہنیت اُن سے کلیۃً متاثر ہو جاتی ہے۔ طبیعتیں بے خود ہو جاتی ہیں۔ قدامت کا عشق دور ہو جاتا ہے اور جدت سے نفرت زائل ہو جاتی ہے۔ اس ناگہانی تغیر کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جماعت تھوڑی ہی مدت میں جست کر کے وہ اُن مراحل کو طے کر ڈالتی ہیں جو عام حالات میں کہیں صدیوں کے سفر کے بعد طے کرتی۔

اُن غیر معمولی موثرات و عوامل میں، جو تمدن کی رفتار پر گہرا اثر ڈالتے اور اُسے سرعت بخشتے ہیں، ایک بڑا موثر سبب "جنگ" ہے۔ گزشتہ عالمگیر جنگ اس کا سب سے بڑا ثبوت ہے۔ یہ جنگ اگر دنیا کی سب سے بڑی نہیں تو بہت ہی بڑی جنگوں میں سے ایک نہایت ہی ہولناک جنگ ضرور تھی۔ لیکن باوجود اُن تمام مصائب و آلام کے اعتراف کے جو اس جنگ سے پیدا ہوئے، ہمیں اُس نہایت ہی تیز تبدیلی کو بھی تسلیم کرنا چاہئے جو اس جنگ نے معاشرت و اجتماع کی ہر شاخ میں اچانک پیدا کر دی ہے۔ پھر اس تبدیلی سے افراد و جماعات کی زندگی کے ہر شعبہ میں جو عظیم انقلابات طاری ہوئے ہیں اُنھیں بھی فراموش نہیں کرنا چاہئے حقیقت یہ ہے کہ گزشتہ دس بارہ سال میں انسانیت نے ترقی کے جتنے مرحلے طے کئے ہیں، عام حالات میں وہ صدیوں کی جد و جہد سے بھی طے نہ ہوتے۔ اِن تیز انقلابات و تغیرات نے افراد اور جماعتوں کی ذہنیت پر عظیم اثر ڈالا ہے اور اُسے ایک ایسے قالب میں ڈھال دیا ہے جو سراسر حیرت انگیز ہے حتیٰ کہ چشمِ بینا دیکھ سکتی ہے کہ آخری چند سال کی دوڑ کے بعد اب انسانیت اُس نقطہ پر پہنچ گئی ہے جس سے ماضی قریب کو کوئی علاقہ باقی نہیں رہا۔ انسانیت نے اپنے قریبی ماضی سے تمام رشتے تقریباً منقطع کر لئے ہیں۔ اب وہ اُسے مقدس و محترم نہیں سمجھتی اور اُس کی حفاظت میں کوئی دلچسپی ظاہر نہیں کرتی جنگ نے یہی نہیں کیا کہ انقلاب کا تنفر دور کر دیا ہے، بلکہ انسانیت کی ذہنیت بھی کچھ ایسی کر دی ہے کہ وہ تبدیلی کی شیدا ہو گئی ہے، اُسے تلاش کرتی ہے، اُسے لینے کے لئے بیچین ہے۔ یہ نئی فکری روح تمام انسانی طبقوں میں کم و بیش عام ہے۔

اس ذہنی ترقی کے ساتھ ساتھ عمل کا ایک نیا طریقہ بھی عام ہو گیا ہے۔ اس طریقہ کو "پروپاگنڈا" کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ آج یہ لفظ ہر کہہ و مہ کی زبان پر ہے۔ حالانکہ جنگ سے پہلے صرف ایک خاص گروہ میں مستعمل تھا۔ لوگ جب اسے کسی کی زبان سے سنتے یا کاغذ پر لکھا دیکھتے تھے تو اُن کے اندر ایک مبہم خوف سا پیدا ہو جاتا تھا۔ وہ اِسے بھی فری میسن وغیرہ پراسرار لفظ کی طرح کوئی خطرناک لفظ سمجھتے تھے!

"پروپاگنڈا" لاطینی زبان کا لفظ ہے۔ اس کے لغوی معنی ہیں "بڑھتی، زیادتی، فراوانی" اور اصطلاح میں کسی تحریک کے پھیلانے اور عام کرنے کو کہتے ہیں۔ اس لفظ کی تاریخ یہ ہے کہ سنہ ۱۶۲۲ء میں روم کے پوپ گریگوری پانزدہم نے ایک مذہبی انجمن قائم کی اور اُس کا نام یہی رکھا۔ اس انجمن کا مقصد یہ تھا کہ لاطینی قوموں میں مسیحیت پھیلائی جائے۔ کچھ مدت بعد یہ لفظ اُن تمام طریقوں کے لئے مستعمل ہونے لگا جو مختلف مذہبی اور سیاسی انجمنیں اپنے خیالات کی تبلیغ کے لئے کام میں لاتی تھیں۔ ایک طویل زمانہ تک یہ لفظ خواص ہی کے حلقہ میں گردش کرتا رہا۔ یہاں تک کہ آہستہ آہستہ عوام میں بھی اس لفظ کو مقبولیت حاصل ہو گئی اور دورانِ جنگ میں تو بچہ بچہ نے اسے سنا اور اُس سے نہایت ہی کامیاب نتائج حاصل کئے گئے۔ اب تو یہ حالت ہو گئی ہے کہ صنعت، حرفت، تجارت، سیاست، مذہب، غرضکہ ہر شعبہ میں یہ لفظ استعمال کیا جاتا اور اُس کے مفہوم سے کام لیا جاتا ہے۔ تاجر اپنی تجارت کے فروغ دینے اور قسم قسم کی تدبیروں سے پبلک میں اُسے مقبول بنانے کے لئے جو کچھ کرتے ہیں، اُسے بھی "پروپاگنڈا" ہی کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے یہی نہیں بلکہ مضر تحریکوں اور غلط اصولوں کی اشاعت و تبلیغ میں بھی یہی ہتیار کام میں لایا جاتا ہے۔

یہ محقق ہے کہ افراد اپنے انفرادی ماحول میں، جماعتی ماحول سے زیادہ عقلمند اور ہوشیار ہوتے ہیں، جماعت کے ماحول میں جانے کے بعد افراد کی ذہنیت بڑی حد تک کمزور ہو جاتی ہے اور وہ ایسے افعال پسند کرنے لگتے ہیں جو اپنے انفرادی ماحول میں ناپسند کرتے علم اجتماع نے صحیح طور پر ثابت کر دیا ہے کہ جماعت کا دماغ، فرد کے دماغ سے کہیں زیادہ کمزور، پست، اور منفعل ہوتا ہے۔ پس افراد سے

وحشیانہ حرکات ظہور پذیر ہوتی ہیں۔ ایک دوسرے سے ظالمانہ سلوک روا رکھا جاتا ہے، حتیٰ کہ طاقتور جماعت محض اپنے زور سے دوسری جماعت کو کچل دیتی ہے۔ فرینک ٹرنٹ نے تاریخ انگلستان میں لکھا ہے" یہ لڑائی دو وحشی قوموں میں ہو رہی تھی۔ انھوں نے رحم و انصاف بالائے طاق رکھ دیا تھا۔ اگر انھیں کوئی خیال تھا تو صرف یہ تھا کہ کسی طرح انکے دشمن تباہ ہو جائیں۔ دونوں طرف سے سخت مظالم کئے گئے جن پر پردہ ڈالنا ہی مناسب ہے" انگریزی تواریخ نے اپنی حرکات پر تو واقعی پردہ ڈال دیا ہے، لیکن ہندوستانیوں کے مظالم کا بہت بُری طرح سے خاکہ کھینچا گیا۔ سیکڑوں فرضی قصے تواریخ میں درج کئے گئے تاکہ انگریزوں کو انکے پڑھنے سے جوش پیدا ہو۔ آج ہم اس تصویر کا دوسرا رُخ بتاتے ہیں جو تقریبًا ۷۰ سال سے لوگوں کی نظروں سے عمداً چھپا دیا گیا ہے۔

پشاور کا واقعہ

۱۵ر جون ۱۸۵۷ء کو پشاور میں ۱۲۰ سپاہی پکڑے گئے۔ ان میں سے کسی نے بھی اپنے افسروں کو قتل نہیں کیا تھا۔ بہت سے آدمی ایسے تھے جو بغیر کسی مجرمانہ ارادے کے بغاوت میں شامل ہو گئے تھے نکلسن نے ایڈورڈز ڈپٹی کمشنر پشاور کو لکھا تھا کہ میں ۵۰ سکھ قیدیوں کی جاں بخشی کی سفارش کرتا ہوں کیونکہ مجھے انکے افسروں نے یقین دلایا ہے کہ ان لوگوں نے بغاوت میں مطلق حصہ نہیں لیا۔ باقی کو توپ کے ذریعہ اُڑا دیا جائے۔ سر لارنس نے جواب دیا کہ چونکہ وہ ہمارے دشمنوں کی طرف سے لڑ رہے تھے۔ اس لئے ان پر رحم نہیں کیا جا سکتا۔ پھر بھی میں تمام آدمیوں کو پھانسی دینا نہیں چاہتا۔ میرا مدعا صرف یہ ہے کہ ایسی عبرتناک سزائیں دی جائیں کہ عوام الناس ڈر جائیں، میری تجویز یہ ہے کہ ان میں سے صرف ایک تہائی کو سزائے موت دی جائے۔ اور تعداد ان سپاہیوں میں سے چنی جائے جو نہایت سرکش اور گستاخ ہوں۔ یا جن کے خلاف انکے افسر شکایت کریں اگر ان صفات کے آدمی اتنے نہ ملیں جن سے مجوزہ تعداد پوری ہو سکے تو پھر بوڑھے سپاہیوں کو شامل کر لینا چاہئے۔ باقی قیدیوں کو مختلف قسم کی سزائیں دی جائیں مگر کسی حالت میں بھی تین سال سے کم نہ ہو۔

لارڈ رابرٹ نے جو ان دنوں لفٹنٹ کے عہدے پر تھا، اپنی والدہ کو ایک خط میں اسی واقعہ کے متعلق لکھا ہے "ہم جہلم سے پشاور تک پیادہ پا گئے۔ راہ میں باغیوں کو قتل کرتے رہے اور فوجوں سے ہتھیار لیتے رہے۔ لوگوں پر سزائے موت کا جو توپ سے واقع ہو، بڑا اثر پڑتا ہے۔ یہ بڑا ہی خوفناک منظر ہے لیکن اس کے بغیر چارہ نہیں۔ ان مظالم کے ذریعہ ہم ان بدمعاش مسلمانوں کو بتلا دینا چاہتے ہیں کہ ہم خدا کی مدد سے ہندوستان پر قابض رہینگے"

پنجاب کے واقعات

ایک توپ میں بہت زیادہ بارود بھری ہوئی تھی۔ جب ایک شخص کو اس کے سامنے لاکر رکھا گیا اور توپ چل گئی، تو اس شخص کے سیکڑوں ٹکڑے ہوا میں اُڑ گئے۔ اس کا سر تماشائیوں میں سے ایک کو جا لگا اور کئی آدمیوں پر خون کے چھینٹے پڑے۔ جنرل نکلسن جسے ہم ایام طفولیت میں دیوتا کی طرح پوجتے تھے، ایڈورڈ کو ایک خط میں لکھتا ہے "ہمیں ایک قانون بنانا چاہئے جس کی رُو سے ہم انگریز عورتوں اور بچوں کے قاتلوں کو زندہ جلا سکیں اور زندہ ہی ان کا چمڑہ اُتار سکیں۔ محض پھانسی دینے سے ہمارا جذبۂ انتقام ٹھنڈا نہیں ہوتا۔ میں چاہتا ہوں دُنیا کے ایک ایسے کونے میں ہوں جہاں قانون کو اپنے ہاتھ میں لے سکوں۔ مشرقی ممالک کا قاعدہ ہے کہ جب تک لوگوں پر گورنمنٹ کا دبدبہ اور خوف طاری نہ ہو جائے تب تک اسکے فوائد کی قدر نہیں کیجاتی" کوپر جو امرتسر کا ڈپٹی کمشنر تھا۔ لکھتا ہے کہ پنجاب کے تمام افسر ظلم کرنے میں ابتدا کرتے تھے تاکہ لوگ ڈر جائیں۔ اور انتقام لینے کی جرأت نہ کر سکیں۔

ٹامسن نے سر ہنری کاٹن کو چند مسلمان قیدیوں کے متعلق مندرجۂ ذیل واقعہ سنایا تھا۔ "شام کے وقت ایک سکھ اردلی آیا اور سلام کر کے کہا۔ میرے خیال میں حضور قیدیوں کو دیکھنا چاہتے ہونگے میں فوراً حوالات چلا گیا۔ وہاں جا کر دیکھا کہ قیدی زمین پر بندھے ہوئے پڑے ہیں۔ بالکل برہنہ اور آخری سانس لے رہے ہیں۔ انکے جسم کے ہر ایک حصے پر تانبا گرم کر کے نشان کئے گئے تھے۔ مجھے اُن کی حالت پر رحم آیا اور پستول سے قتل کر دیا تاکہ جاں کندنی کی تکلیف سے بچ جائیں" جب کاٹن نے یہ دردانگیز واقعہ سنا تو ان سے پوچھا پھر تم نے انکے ساتھ کیا سلوک کیا۔ جنھوں نے یہ وحشیانہ حرکت کی تھی؟ ٹامسن نے جواب دیا۔ میں نے کچھ نہیں کیا!

وحشیانہ قتل و نہب

غدر کے دنوں میں ہر ہندوستانی سپاہی کے خلاف الزام تھا کہ اسنے انگریز بچوں اور عورتوں کے قتل میں مدد دی ہے۔ خواہ وہ کسی جگہ پر ہو اور کتنا ہی بے علاقہ ہو، اگر کوئی انگریز دہلی میں قتل کیا گیا ہو، تو لاہور اور پشاور کے ہندوستانی سپاہی بھی قابل گرفت تھے، ایک چشم دید گواہ لفٹنٹ مجنڈی بیان کرتا ہے "ایک دفعہ سکھ اور انگریز ایک زخمی قیدی کو سنگینوں سے مار رہے تھے۔ لیکن کوئی ضرب مہلک ثابت نہ ہوئی۔ اسواسطے دو تین لکڑیاں جمع کر کے آگ جلائی گئی، اور اُسے اس آگ میں پھینکا گیا۔ سکھ اور انگریز یہ خوفناک منظر بڑے مزے لے لے کر دیکھ رہے تھے" رسل نے بھی جو ٹائمز لندن کا نامہ نگار تھا۔ اس واقعہ کی تصدیق کی ہے۔ بلکہ وہ کہتا ہے "میں نے اس قیدی کی جلی ہوئی ہڈیاں بھی اس جگہ دیکھی تھیں"

سب سے پہلے اسی رسل نے ان وحشیانہ حرکات اور مظالم پر صدائے احتجاج بلند کی۔ چنانچہ وہ اپنی ڈائری میں لکھتا ہے "یہ انتقامانہ سزائیں مثلاً مسلمانوں کو سؤر کے چمڑے میں ڈال کر سی دینا اور قتل کرنے سے پہلے انکے مُنہ میں سؤر کی چربی ڈالنا، اور ہندوؤں سے انکے خلاف مذہب حرکات کرانا، انسانیت کے خلاف اور تہذیب سے گری ہوئی حرکتیں ہیں۔ ان سزاؤں سے بڑے خوفناک نتائج پیدا ہونگے جو ہمارے واسطے مہلک ثابت ہونگے"

جب ان مظالم کی حد ہو گئی تو گورنر جنرل نے ۳۱ر جولائی ۱۸۵۷ء کو ایک مفصل حکم جاری کیا جس کی رُو سے دیہات کا جلانا اور نہتے آدمیوں کو بغیر کسی ثبوت کے سزا دینا ممنوع قرار دیا گیا تھا۔ ان افسروں سے سزائے موت کے اختیارات بھی چھین لئے گئے جنھوں نے اندھا دھند یہ اختیارات برتے تھے، ۲۰ر اگست کو جان گرانٹ صوبجات وسطی میں گورنر بنا کر بھیجا گیا تاکہ الہ آباد اور دیگر مقامات میں بیشمار آدمیوں کی پھانسی کی سزا ملتوی کر دے۔ انگریزوں نے کیننگ اور گرانٹ کے خلاف بہت شور مچایا کیونکہ انھوں نے بہت سے آدمیوں کو پھانسی سے بچایا تھا۔

ایک دفعہ اگست کے دنوں میں ایک انگریزی فوج دیہات جلا کر واپس آ رہی تھی۔ راہ میں چند وفادار سپاہی مل گئے۔ مگر انھیں بھی سنگینوں سے مار دیا گیا۔

یہ مسلمہ امر ہے، کہ بہت سے سپاہی محض خوف کی وجہ سے بھاگ گئے اور پھر بغاوت پر مجبور ہو گئے۔ اگر ہم نے ابتدا میں مظالم نہ کئے ہوتے تو فساد دور تک نہ پھیلتا اور لوگ رحم و انصاف سے مایوس ہو کر باغی نہ ہو جاتے۔

ایک پادری کی بیوہ بڑے فخر سے لکھتی ہے "اُسنے بہت سے قیدیوں کو رعایات کرنے پر اصرار کیا لیکن چونکہ یہ کام اُنکے مذہب کے خلاف تھا اس لئے سنگینوں کی نوک سے کرانا پڑتا تھا۔ بعض قیدیوں نے بڑی جلدی سے کام کرنا شروع کر دیا۔ کیونکہ انھیں خیال تھا۔ کہ وہ اس طرح پھانسی سے بچ جائیں گے۔ لیکن اُن کی یہ غلط فہمی فوراً دور ہو گئی۔ کیونکہ بالآخر سب کو پھانسی دی گئی!"

مجنڈی ایک جگہ لکھتا ہے "میں نے وہ رات مسجد (یعنی جامع مسجد دہلی) کی ناکہ بندی میں گزاری اور رات کا بہت سا حصہ اُن قیدیوں کے قتل کرنے میں خرچ کیا۔ جو دن کے وقت پکڑے گئے تھے۔ بہت سے آدمیوں نے مرتے وقت ایسی شجاعت اور متانت دکھائی کہ ہم بھی داد دئے بغیر نہ رہ سکے"

ایک انگریزی افسر جو دہلی کے محاصرہ میں موجود تھا، لکھتا ہے "دشمن نے صلح کرنے کی کوئی کوشش نہیں کی۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ انگریز صلح کے خواہشمند نہیں ہیں۔ وہ تو قتل عام سے خوش ہوتے ہیں"

جب میجر رینالڈ کانپور کے لئے کوچ رہا تھا، تو جنرل نیل نے اس کو مفصلہ ذیل ہدایات بھیجیں جو قابل غور ہیں "ان دیہات کو جنھوں نے بغاوت میں حصہ لیا ہے، تباہ کر دیا جائے۔ جن محلوں میں پٹھان بود و باش رکھتے ہیں اُنھیں مسمار کر دیا جائے اور باشندے قتل کر دئے جائیں۔ باغی پلٹنوں کے تمام سپاہیوں کو پھانسی دیجائے چونکہ فتحپور نے بغاوت کی ہے، اس لئے اس پر بھی حملہ کیا جائے اور تباہ کر دیا جائے۔ اگر ڈپٹی کلکٹر گرفتار ہو جائے تو اسے پھانسی دے دی جائے اور اس کا سر شہر کی کسی بلند عمارت پر لٹکایا جائے"

بیگم اودھ نے ۱۸۵۸ء کے ایک اعلان میں یہ فقرہ لکھا تھا "کسی نے خواب میں بھی نہیں دیکھا کہ انگریز کوئی جرم معاف کر سکتے ہیں"

۵۰ ہزار جانوں کا قتل

آخر کار کیننگ اور جان لارنس نے بھی اس قتل عام کے روکنے کی کوشش کی۔ ڈزرائیلی (یعنی لارڈ بیکنس فیلڈ) نے تو ابتدا ہی سے اس کے خلاف آواز اُٹھائی تھی۔ جب انگریزوں کا غضب جوش پر تھا تو اسنے ایک تقریر کے دوران میں کہا تھا۔ "مجھے یقین ہے کہ ہماری فوجیں ہندوستان کے لوگوں سے خوفناک انتقام لیں گی۔ لیکن میں ان انگریز حاکموں کے اس طرز عمل سے بالکل متفق نہیں جن کے ہاتھ میں ہندوستان کی باگ ہے۔ میں ہرگز نہیں چاہتا کہ ہم غیر ممالک میں بجائے انصاف کے انتقام کے زور سے حکومت کریں۔ میں ظلم کے بدلے میں ظلم نہیں کرنا چاہتا"

لارڈ کیننگ نے ملکۂ معظمہ کو مخاطب کرتے ہوئے لکھا تھا "لوگ انتقام پر تُلے ہوئے ہیں" اور وہ لوگ بھی جنھیں اپنے ماتحتوں کے روبرو بہتر مثال قائم کرنی چاہئے تھی، اس جوش سے خالی نہیں۔ میں جب اپنے لوگوں کی حرکات دیکھتا ہوں تو شرم کے مارے پسینہ پسینہ ہو جاتا ہوں۔ میں حیران ہوں کہ ان لوگوں نے کس طرح چالیس پچاس ہزار آدمی قتل کر دئے" ملکہ وکٹوریہ نے اس خط کا جواب دیا تھا "لارڈ کیننگ کو یقین کرنا چاہئے کہ میں بھی انگریزوں کی ان وحشیانہ حرکات پر سخت نادم ہوں اور خاصکر انگلستان کی پبلک پر، جسنے برطانوی فوجوں کی کارگزاری بنظر تحسین دیکھی ہے"

چونکہ لارڈ کیننگ نرم دل اور کمزور تھا اس لئے وہ وقت پر انگریزوں کا جوش ٹھنڈا نہ کر سکا۔ اس کے ماتحت اس کے اختیار سے باہر تھے۔

قتل و نہب کی مطلق العنانی

سر جارج کیمبل اپنی سوانحعمری میں لکھتا ہے "میں نے مارشل لا کے متعلق بہت دفعہ سنا ہے لیکن میں ابھی تک اس کا صحیح مفہوم نہیں سمجھ سکا۔ ہندوستان میں ان دنوں اس کا جو مطلب سمجھا گیا تھا، وہ یہ تھا کہ ہر ایک فوجی کو کھلی اجازت تھی۔۔ جسے چاہے قتل کرے یا جسے

مطبوعاتِ جدیدہ

غدر ۱۸۵۷ء

اور "تصویر کا دوسرا رُخ"

ترجمہ

حال میں ایک کتاب امریکہ سے شائع ہوئی ہے جس کا نام

The other side of medal

ہے۔ یعنی تصویر کا "دوسرا رُخ"۔ اس کا مصنف ایک مشہور اہل قلم ایڈورڈ طامسن ہے۔ اُسنے یہ کتاب اس لئے لکھی ہے کہ "غدر ۵۷ء کے اثنا میں برطانی حکام نے جو انتقامی تدابیر اختیار کی تھیں، یا حکومت کے رعب ہیبت کے مظاہرہ کے لئے جو خوں ریزیاں جائز رکھی گئی تھیں، اُن کے واقعات مستند تاریخی مصادر سے اخذ کرکے یکجا کر دیئے جائیں، اور اس ہندوستانی غدر کی ہولناک تصویر کا دوسرا رُخ بھی دنیا کے سامنے آجائے۔

غدر ۵۷ء کی تصویر کا ایک رُخ تو وہ تھا جو باغی فوج کے قتل و غارت اور لوٹ مار کی صورت میں دُنیا دیکھ چکی ہے۔ اس سلسلہ میں سب سے زیادہ وحشیانہ طرز عمل دہلی، لکھنؤ، اور کانپور میں بے گناہ انگریز عورتوں اور بچوں کا قتل تھا۔ قلعۂ دہلی میں ۵۲ انگریز مقید تھے۔ باوجود بدقسمت بہادر شاہ مرحوم کی پیہم مخالفانہ کوششوں کے باغی فوج نے اُنھیں قتل کر ڈالا۔ غالباً ۵ سے لے کر ۱۱ تک (کیونکہ روایات مختلف ہیں) اُن میں عورتیں بھی تھیں۔ لکھنؤ میں بھی غدر کے بعد ۲۵ انگریز قیدی تلنگوں کے ہاتھوں قتل ہوئے جن میں ایک تہائی تعداد عورتوں کی تھی۔ کانپور میں جان بخشی کا عہد کرنے کے بعد جو حملہ انگریزوں کی کشتیوں پر کیا گیا جن میں عورتیں اور بچے بھی تھے، وہ نانا راؤ کے حکم سے ہوا ہو یا نہ ہوا ہو، لیکن یقیناً حد درجہ کا وحشیانہ فعل تھا۔

مختلف مقامات میں غیر مسلح اور بے پناہ انگریزوں پر اُنکے نوکروں نے جو حملے کئے اور عورتیں تک قتل کر ڈالی گئیں، بلا اشتباہ اخلاق و انسانیت اُنکے لئے کوئی معذرت قبول نہیں کرے گی۔

یہ ۵۷ء کی تصویر کا ایک رُخ ہے، اور ایک سو سے زیادہ انگریز اہل قلم اُس کی وحشت و ہولناکی کے خال و خط نمایاں کر چکے ہیں! لیکن تصویر کے دوسرے رُخ کی شہادت کیا ہے؟ وہ اخلاق انسانیت کا مستحق ہے، یا وحشت و ہولناکی کا؟ پہلے رُخ سے کم ہولناک ہے یا زیادہ؟ دُنیا کی اُن حکمران اور تربیت یافتہ قوموں میں جنھیں انتقام و غضب کے موقع پر اپنی اخلاقی سیرت (کریکٹر) کے مظاہرہ کا موقع ملا ہے، انگریزی قوم کس جگہ کی مستحق ہے؟ اُسنے خود ہندوستانیوں کی امداد سے فتحیاب ہو کر ہندوستان کے سب سے بڑے شہروں میں جو قتل عام کیا، اور جس طرح غیر مسلح، غیر محارب، اور یکقلم بے گناہ آبادی تہ و بالا کر دی گئی، تاریخ کو اسکے لئے کیا فیصلہ کرنا چاہئے؟ یہ سوالات ہیں جو غدر ۵۷ء کی تاریخ سے قدرتی طور پر پیدا ہوتے ہیں اور یہ واقعہ ہے کہ اس وقت تک مؤرخانہ نقد و تحقیق کی روشنی اس گوشہ پر نہیں پڑی تھی۔ اس نئی کتاب میں مسٹر طامسن نے ان سوالات پر روشنی ڈالی ہے، اور کوشش کی ہے کہ مستند اور بے لاگ تاریخی مصادر سے واقعات جمع کر دیئے جائیں۔ مصنف کے لئے مشکل تھا کہ وہ اپنے مقصد میں پوری کامیابی حاصل کرتا۔ اُسکے پاس حکومت ہند کے سرکاری افسروں اور انگلستان کے بعض نیم سرکاری مباحث کے سوا اور کوئی ذریعۂ علم نہ تھا، اور ظاہر ہے کہ یہ دونوں ذرائع اس بارے میں غیر طرفدار نہیں قرار دیئے جا سکتے۔ تاہم تاریخی شہادات کا جسقدر ذخیرہ بھی جمع ہو گیا ہے، اُس سے بہ حیثیت مجموعی "تصویر کا دوسرا رُخ" نمایاں ہو جاتا ہے۔

اب ہندوستان اُس منزل سے گزر چکا ہے جب اس قسم کے واقعات محض سیاسی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔ ان کی اصلی حیثیت سیاسی نہیں بلکہ تاریخی ہے۔ غدر ۵۷ء جیسا عظیم واقعہ جسنے ہندوستان کے نئے دور حیات کے ہر گوشے پر اثر ڈالا، ضروری ہے کہ تاریخ کے سامنے پیش کیا جائے، اور اُسے چھوڑ دیا جائے کہ اپنا فیصلہ ثبت کر دے۔

ذیل میں ہم اس کتاب کے بعض ضروری حصوں کا ترجمہ درج کرتے ہیں۔ یہ ترجمہ مولوی محمد علی صاحب وکیل ایبٹ آباد نے کیا ہے۔ ان کا ارادہ ہے کہ پوری کتاب کا ترجمہ اُردو میں مرتب کر دیں۔ اُمید ہے یہ ترجمہ پوری دلچسپی کے ساتھ پڑھا جائیگا۔

آکسفورڈ میں یہ مثل عام طور پر مشہور ہے کہ اگر کوئی شخص ہندوستان کے متعلق کسی معمولی درجہ کے ایوان میں بھی لیکچر دے، تو تمام سامعین یک لخت ایوان خالی کر دیں گے۔ ایک زمانہ تھا جب انگریز علماء ہندوستانی علوم و فنون میں دلچسپی لیا کرتے تھے۔ لیکن اب یہ حال ہے کہ ہندوستانی مسائل پر کوئی متوجہ نہیں ہوتا۔ اس تبدیلی کا سبب یہ ہے کہ ہمیں یقین ہو گیا ہے، ہندوستانی ہماری حکومت سے تنگ آ گئے ہیں۔ انھوں نے ہمارے حسن انتظام کی قدر نہیں کی۔ ہم اگر اب بھی قربانی کر سکیں تو ہندوستان کو بزور شمشیر قابو میں رکھ سکتے ہیں۔

لیکن جو شور و غل جلیانوالہ باغ کے قتل عام پر ہوا تھا، اس سے صاف ظاہر ہے کہ ہم اپنے آبا و اجداد سے کہیں زیادہ رحمدل واقع ہوئے ہیں۔ کیونکہ ہم ہندوستان میں دوسرا غدر پیدا کرنا نہیں چاہتے۔

اب ہمارے لائق اور ہونہار نوجوان ہندوستانی ملازمتوں سے گریز کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ معمولی قابلیت کے آدمی ہندوستان جاتے ہیں۔

ہندوستان کے متعلق غلط اور بے بنیاد پروپیگنڈا یورپ میں پھیلایا جا رہا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اُس کے باشندے محض وحشی اور صحرائی ہیں!

ہندوستانی مورخ نہیں ہیں۔ انہیں واقعات کو سلسلہ وار ترتیب دینا نہیں آتا۔ وہ تحقیق کے نئے طریقوں سے ناآشنا ہیں یہی وجہ ہے کہ آج تک غدر ۵۷ء کے متعلق ہندوستان میں کوئی تاریخ صحیح شائع نہیں ہوئی۔ حالانکہ دوسری طرف انگریزوں نے اس واقعہ پر سیکڑوں کتابیں لکھ کر مشتہر کیں۔ یہ واقعہ ہے کہ انھوں نے تصویر کا صرف ایک رُخ دکھلایا ہے۔

غدر کے اسباب

عام طور پر غدر کے دو سبب بیان کئے جاتے ہیں۔ اولاً یہ کہ ایسٹ انڈیا کمپنی نے ہندوستان کے تمام صوبے یکے بعد دیگرے اپنی حکومت میں ملا لئے تھے۔ اس واسطے ہندوستانیوں کے دلوں میں کمپنی کے متعلق بہت شکوک پیدا ہو گئے۔ دوسرا سبب وہی چربی والے کارتوسوں کا قصہ ہے۔

اینسن (ansen) جو ان دنوں کمانڈر انچیف تھا لکھتا ہے "میں نے مشکوک کارتوس دیکھے ہیں۔ میں یقین کرتا ہوں کہ سپاہیوں کے عذرات حق بجانب ہیں۔ مجھے یہ ہرگز خیال نہ تھا۔ کہ ان کارتوسوں کے استعمال میں گائے اور سور کی چربی لگائی جائے گی۔ میرے خیال میں ہندوستانی سپاہیوں کے جذبات کی مطلق پرواہ نہیں کی گئی"۔

یہ کارتوس جو انہیں دنوں میں رائج کئے گئے تھے، سور اور گائے کی چربی سے آلودہ ہوتے تھے۔ اور پیشتر اس کے کہ انھیں بندوقوں میں ڈالا جائے، دانتوں سے کاٹنا پڑتا تھا۔ اس کارتوس کے چند حصے ایسے سخت ہوتے تھے کہ بغیر دانت کے استعمال کے چلائے نہیں جا سکتے تھے۔ ہندو مذہب میں گائے کا احترام کیا جاتا ہے، جب انھیں یہ کارتوس استعمال کرنا پڑے تو سخت رنج ہوا۔ یہی حال مسلمان سپاہیوں کا بھی تھا۔ چنانچہ تمام فوج میں ایک کھلبلی مچ گئی۔ رسالہ نمبر ۳ مقیم میرٹھ کے ۸۵ سپاہیوں نے ایسے کارتوسوں کے استعمال کرنے سے انکار کر دیا۔ ان کا کورٹ مارشل کیا گیا۔ اور دس دس سال کی سزا دی گئی جس طریقے سے یہ حکم سنایا گیا تھا وہ تہذیب سے گرا ہوا تھا مصنف موصوف نے اس خوفناک منظر کا نقشہ یوں کھینچا ہے:

"۸۵ سپاہیوں کو گارد کی حراست میں فوجی عدالت کے روبرو پیش کیا گیا اور یہ سخت حکم سنایا گیا۔ اُن کی فوجی وردی اُنکے جسم سے اُتار دی گئی پھر اُسی وقت بیڑیاں پہنائی گئیں۔ یہ نہایت دردناک نظارہ تھا۔ اُن کے ساتھیوں کو اُن کی حالت زار پر ترس آ رہا تھا۔ ان قیدیوں میں بہت سے ایسے سپاہی بھی تھے جنھوں نے انگریزوں کی خاطر بڑی بڑی قربانیاں کی تھیں۔ اور مختلف لڑائیوں میں عدیم المثال بہادری دکھائی تھی۔ تمام قیدیوں نے با آواز بلند جرنیل کی منت و سماجت کی کہ اس بے عزتی سے بچایا جاوے۔ لیکن کسی نے پرواہ نہ کی۔ جب وہ مایوس ہو گئے تو انھوں نے اپنے ساتھیوں کو للکار کر کہا تمھیں شرم نہیں آتی کہ ہم اس مصیبت میں گرفتار ہیں اور تم خاموشی سے تماشہ دیکھ رہے ہو؟ اس دردناک اپیل سے حاضرین کے دل پر گہرا اثر پڑا ممکن تھا کہ وہ کچھ کر گذرتے۔ لیکن توپوں اور بندوقوں کی موجودگی میں وہ کیا کر سکتے تھے؟ ناچار اُنھیں صبر کرنا پڑا۔ لیکن اس واقعہ سے ہر ایک ہندوستانی دل انگریزوں کے خلاف ہو گیا۔ وہ لوگ جو ان کی خاطر اپنی جانیں لڑاتے تھے، یکلخت اُنکے خلاف اُٹھ کھڑے ہوئے۔

لارڈ کیننگ گورنر جنرل نے اس واقعہ کے متعلق اپنی رائے ظاہر کرتے ہوئے لکھا ہے "یہ ایک ایسا احمقانہ حکم تھا جس کی نظیر ملنی مشکل ہے۔ بغاوت کا آغاز اسی حکم سے شروع ہوتا ہے"

دوسرے دن (یعنی ۱۰ مئی ۵۷ء) ایک رسالہ اور دو پیادہ فوجوں نے جیلخانے کے دروازے زبردستی کھول کر اپنے ساتھیوں کو آزاد کر دیا۔ پھر انگریز افسروں کے گھر جلا دیئے۔ جہاں کہیں کوئی فرنگی ملا قتل کر دیا گیا، اور اس کے بعد سب کے سب دہلی روانہ ہو گئے جب باغی پلٹنیں دہلی پہنچیں۔ تو وہاں بھی انھوں نے انگریزوں کے قتل کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ جب ایک محکوم قوم اپنے حاکموں سے جنگ و جدل پر آمادہ ہو جاتی ہے تو دونوں طرف سے

ان تمام اصحاب کے لئے

جو

قدیم تمدن و صنعت کی قیمتی اشیاء کا شوق رکھتے ہیں

دُنیا میں عظیم الشان مقام

I. SHENKER,

118, BROMPTON ROAD, KENSINGTON, LONDON, S. W. 3.

ہے

مغرب و مشرق کے قدیم آثار، پُرانی قلمی اور مطبوعہ کتابیں، پُرانی تصویریں، پُرانے سکے اور نقوش، پُرانے زیور، آرائش و تزئین کا ہر قسم کا سامان، اور ہر طرح کے پُرانے صنعتی عجائب و نوادر، اگر آپ کو مطلوب ہیں، تو ہم سے خط و کتابت کیجئے۔ کم از کم ہماری نمائش گاہوں اور ذخائر کی فہرستیں ہی منگوا لیجئے۔ اہل علم اور اہل دولت، دونوں کے لئے ہمارا ذخیرہ قیمتی ہے۔

نوادر عالم کا یہ ذخیرہ

دُنیا کے تمام حصوں سے غیر معمولی مصارف و مساعی کے بعد حاصل کیا گیا ہے

دُنیا کے تمام قدیم تمدنی مرکزوں مثلاً مصر، شام، فلسطین، ہندوستان، ایران، ترکستان، چین، وغیرہ ممالک میں ہمارے ایجنٹ ہمیشہ گردش کرتے رہتے ہیں۔

باایں ہمہ

قیمتیں تعجب انگیز حد تک ارزاں ہیں!

براعظم یورپ، امریکہ

اور

مشرق

کے تمام بڑے بڑے محل، کتب خانے، اور عجائب خانے، ہم سے نوادر حاصل کرتے رہتے ہیں۔ قاہرہ کے نئے ایوان شاہی کے نوادر ابھی حال میں ہم ہی نے فراہم کئے ہیں۔

اگر آپکے پاس نوادر موجود ہوں

تو

آپ فروخت کرنے کے لئے بھی پہلے ہم سے ہی خط و کتابت کیجئے۔ بہت ممکن ہے کہ ہمارا سفری یا مقامی ایجنٹ آپ سے مل سکے۔

جو کچھ چاہے چھین لے۔ کوئی روک ٹوک نہ ہوگی"

لارڈ کیننگ کی گورنمنٹ نے ۷ر جون کو بعض صوبجات میں مارشل لا نافذ کیا تھا۔ گورنمنٹ کو چاہیے تھا کہ اس قانون کے استعمال کی سختی سے نگرانی کرے۔ لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ گورنمنٹ نے اس معاملہ میں سخت کمزوری دکھائی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ماتحت افسر بلا روک ٹوک مظالم برپا کرتے رہے۔ اور بغیر کسی تفتیش کے قتل عام جاری رہا۔

مسٹر رسل ٹائمز کا نامہ نگار ایک جگہ لکھتا ہے "اس غدر میں صرف سپاہیوں نے بغاوت کی تھی۔ اس لئے مناسب یہی تھا کہ صرف وہی لوگ قتل کئے جاتے جنھوں نے اسمیں حصہ لیا تھا، لیکن اُن آدمیوں کو قتل کرنا جن کی ان فوجوں سے محض ہمدردی تھی، ایک نہایت بزدلانہ فعل تھا۔ اگر کوئی باغی فوج کسی شہر میں مقیم ہوگئی تھی تو اسکے باشندوں کو محض اس بنا پر قتل کرنا، کہ کیوں انکے شہر میں باغیوں نے ڈیرا ڈالا؟ کتنا وحشیانہ فعل ہے؟ یہ مسلم ہے کہ شہر کے باشندوں نے عام طور پر انگریزوں کے بچانے میں مدد دی تھی۔ لیکن پھر بھی انگریزی فوجوں نے ان کی قدر نہ کی، اگر انگریز صرف باغیوں کو قتل کرتے تو پھر وہ حق بجانب ہوتے۔ لیکن بے شمار بے گناہ لوگوں کو محض اس وجہ سے قتل کیا گیا، کہ وہ ہندوستانی تھے" (باقی آیندہ)

دبیت

سعد پاشا زغلول کے اقوال

مرحوم احمد سعد پاشا زغلول کو مصر میں جو رسوخ و عظمت حاصل ہوئی اُس میں اُن کی دوسری قابلیتوں کے علاوہ اُن کی قوت خطابت اور بلاغت تحریر کو بھی بڑا دخل تھا۔ ذیل میں اُن کے بعض اقوال کا ترجمہ دیا جاتا ہے جو ضرب الامثال کی طرح مشہور ہوگئے ہیں:

کامل آزادی

مصر، کامل آزادی کا مطالبہ کرتا ہے، کیونکہ آزادی، قوموں کا پیدائشی حق ہے۔

ناامیدی

اسوقت ہماری حالت کیسی ہی ابتر ہو، مگر ہماری قوم جیسی کوئی بڑی قوم، کبھی اپنی قسمت کی طرف سے ناامید نہیں ہوسکتی!

حاکم و محکوم کی مصلحت

حاکم قوم کی مصلحت ہمیشہ اُس کی محکوم قوم کی مصلحت سے متضاد ہوا کرتی ہے۔

عہدے کی خواہش

اپنے آزاد وطن میں ایک حقیر فرد رعایا بن کر رہنا مجھے اس سے کہیں زیادہ پسند ہے کہ اجنبی حکومت کے ماتحت بڑے سے بڑے عہدے پر مقرر ہوں۔

مادی قوت

مادی قوت، قوم کے ارادے پر کبھی غالب نہیں آسکتی۔

صحیح تحریک

ہر صحیح تحریک ضرور کامیاب ہوتی ہے۔

زمانے کے انقلابات

زمانے کے انقلابات دوست کو دشمن اور دشمن کو دوست بنا دیتے ہیں۔

سیاسی اتفاق

مصر اور انگلستان کے درمیان اتفاق کے معنی صرف ایک ہیں۔ یعنی مصر کی کامل آزادی۔

انتہا پسندی

آزادی کے طلبگار، انتہا پسند نہیں ہوتے اس لئے کہ یہ تو ایک ابتدائی چیز ہے۔ غلامی پسند کرنے والے البتہ انتہا پسند ہیں، کیونکہ غلامی ذلت نفس کی انتہا ہے!

قومی روح

قوم کی روح نہ جنگی قوانین سے مغلوب ہوسکتی ہے، نہ ظلم سے، نہ دنیا کی بڑی سے بڑی سلطنت کی قوت سے۔

اصول نہ کہ اشخاص

اگر سعد، قومی اصول سے ہٹجائے تو اسے گرا دو!

نکتہ چینی

میں اپنی ذات پر نکتہ چینی سنکر خوش ہوتا ہوں، اگرچہ وہ جھوٹی ہی ہو۔

ابنائے وطن کو نصیحت

ابنائے وطن! تم میں سے ہر شخص کا فرض ہے کہ میری نگرانی کو سخت تر سعد ذمہ دار نہیں ہے، وطن کا ہر فرزند ذمہ دار ہے۔

قومیت

یہ دیکھ کر میری مسرت بے حساب ہو جاتی ہے کہ مصر میں صرف ایک ہی فرقہ موجود ہے، اور وہ مصری قوم ہے۔

قومی زندگی

یہ بچوں کا کھیل نہیں ہے۔ یہ جماعتوں کا سوال نہیں ہے۔ یہ قومی زندگی کا مسئلہ ہے!

میٹھے بول

انگریز، گفتگو میں بڑے ماہر ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ میٹھے بول ہمیں مسخر کر لیتے ہیں!

ہمارا مطالبہ

ہمارا مطالبہ کچھ بہت لمبا چوڑا نہیں ہے۔ ہمارا مطالبہ صرف ایک لفظ ہے "آزادی!"

سعد کی زندگی

سعد، مر کر بھی ہمیشہ زندہ رہیگا۔ کیونکہ ہر مصری، سعد ہے، بلکہ سعد سے بھی زیادہ!

مصری قوم

آج مصری قوم وہ نہیں ہے جو کل تھی۔ آج مسلم اور غیر مسلم الگ الگ نہیں ہیں۔ سب ایک قوم ہیں اور صرف ایک خواہش رکھتے ہیں۔ یعنی آزادی! اور وطن!

عداوت

میں دعوے سے کہتا ہوں کہ میرے دل میں کسی آدمی کی بھی عداوت پوشیدہ نہیں ہے۔ کیونکہ عداوت، کمزوروں کا اخلاق ہے۔

قومی عزت

میں کہہ چکا ہوں، کہتا ہوں، کہتا رہوں گا کہ جو عزت میری قوم نے مجھے دی ہے، وہ میرے لئے قابل فخر ہے۔

میرا دل

میرے دلمیں نہ حسد ہے، نہ کینہ ہے۔ میرے دلمیں قومی امانت نے کسی چیز کے لئے بھی جگہ خالی نہیں چھوڑی ہے۔

آزادی کا استحقاق

جو قوم اپنے فرزندوں کا خون اس لئے بہتے دیکھتی ہے کہ وہ آزادی چاہتے ہیں اور پھر خاموش رہتی ہے، وہ یقیناً آزادی کا استحقاق نہیں رکھتی!

وزارت

ہم وزارت کے دشمن نہیں ہیں لیکن غیر قومی وزارت دیکھ نہیں سکتے۔

میرا اخلاق

میں چلّانے والا ہوں، سازشی نہیں ہوں۔

میری آرزو

آزادی، میری آرزو ہے۔ جو ہاتھ بھی آزادی لائے، میں اسکے [illegible] م بوسہ لوں گا، اگرچہ وہ میرے جانی دشمن ہی کا ہاتھ کیوں نہ ہو۔

خود اعتمادی

خود اعتمادی، خود اختیاری وصف نہیں ہے، بلکہ پیدائشی صفت ہے، خود اعتماد آدمی اگر یہ وصف دُور بھی کرنا چاہے تو دُور نہیں کر سکے گا۔

میری دشمنی

میں نے اگر کسی سے دشمنی کی ہے تو صرف اپنی قوم کی مصلحت کی وجہ سے۔

رُو رعایت

قومی حقوق میں رُو رعایت دخل نہیں پا سکتی۔

ناکامی

شریر قوت نے جو کچھ جمع کیا ہے، بکھر جائے گا۔ طمع نے جو کچھ جوڑا ہے، ٹوٹ جائے گا۔ جس کی بنیاد جھوٹ پر ہے، وہ یقیناً گر پڑیگا!

ناکامی کی علت

ناکامی کی اصلی علت، کارکنوں کی باہمی بے اعتمادی ہوتی ہے۔

صبر و برداشت

ہاں ہم پر مصائب بیشمار ہیں۔ لیکن وہی قوم زیادہ عظمت حاصل کرتی ہے جو زیادہ مصائب برداشت کر سکتی ہے۔

برطانیہ کی ضرورت

اگر برطانیہ کو مصر کی ضرورت ہے، تو مصر کو اُس سے کہیں زیادہ اپنی ضرورت ہے۔

قوت

اگر ہم طاقتور ہوتے تو کسی کو یہ کہنے کی جرأت نہ ہوتی کہ مصر ہمارے قبضہ میں رہنا چاہیے!

منفعت

اگر ملکیت میں منفعت کا اصول تسلیم کر لیا جائے، تو دنیا تہ و بالا ہو جائے۔ کیونکہ ہر شخص کی منفعت اسی میں ہے کہ ساری دنیا کا مالک بنجائے۔

عمل اور قربانی

کوئی عمل حق ضائع نہیں ہوتا۔ کوئی قربانی رائگاں نہیں جاتی۔

ضرورت اور قوت

کسی زمانہ میں بھی ضرورت، قانون نہ تھی۔ کسی وقت میں بھی قوت حق کا معیار نہ تھی!

ظلم

ظلم اپنے دامن میں مظلوم کے لئے خوشخبری اور ظالم کے لئے سزا چھپائے ہوتا ہے!

گر آپ

علم و کتب کی وسعت اور دستِ طلب کی کوتاہی سی گھبرا گئے ہیں تو کیوں کسی ایسے مقام کی جستجو نہیں کرتے جہاں دُنیا کی تمام بہترین اور منتخب کتابیں جمع کر لی گئی ہوں؟

ایسا مقام موجود ہی!

J. & E. Bumpus Limited,
350, Oxford Street,
LONDON, W.1.

جو
دُنیا میں کتب فروشی کا عظیم مرکز ہی
اور
جسے ملکِ معظم برطانیہ اور اُنکے کتبخانۂ قصر کے لئے کتابیں بہم پہنچانے کا شرف حاصل ہی!

انگریزی کا تمام ذخیرہ جو برطانیہ اور برطانی نوآبادیوں اور ملحقہ ممالک میں شایع ہوتا ہی

یورپ کی تمام زبانوں کا ذخیرہ

مشرقی علوم و ادبیات پر انگریزی اور یورپین زبانوں کی تمام کتابیں

نئی اور پرانی دونوں طرح کی کتابیں

تمام دُنیا کے ہر قسم اور ہر درجے کے نقشے

ہر قسم کی تعلیمی کتابوں کے مسلسل سلسلے

بچوں کے لئے ہر قسم اور درجہ کا ذخیرہ

قیمتی سے قیمتی اور سستے سے سستے ایڈیشن

آپ ہمارے عظیم ذخیرے سے حاصل کر سکتے ہیں

ہمارے یہاں سے
ہر چھ ماہ کے بعد نئے ذخیرہ کی مفصل فہرست شایع ہوا کرتی ہی

یاد رکھو

موسم گرما کا نایاب تحفہ

صرف ہمدرد دواخانہ سے ملیگا

شربت روح افزا ۲۹۳۰ (رجسٹرڈ)

جو تقریباً ۲۰ سال کے عرصہ میں اپنی بے شمار خوبیوں کی وجہ سے اسم بامسمّیٰ ہو کر بلا تفریق مذہب عام ہر دلعزیزی و شہرت مقبولیت حاصل کر کے نہ صرف ہندوستان بلکہ ممالک غیر تک شہرت حاصل کر چکا ہے اور جس کو چشم بد (حریص) سے محفوظ رکھنے کے لئے تمام ہندوستان کے واسطے رجسٹرڈ بھی کرا لیا گیا ہے۔

محترم ناظرین! آپ میں جو اصحاب اس کا استعمال کر چکے ہیں اُن سے تو اس کے تعارف کرانے کی ضرورت نہیں کیونکہ آپکی مسلسل و پیہم مشتاقانہ خریداری اس کی پسندیدگی و قدر دانی کی خود دلیل ہے لیکن ہندوستان جیسے وسیع براعظم میں جن لوگوں کو اس کے استعمال کا اب تک اتفاق نہیں ہوا اُن سے اس کی بے شمار خوبیوں میں سے چند عرض کی جاتی ہیں۔

اس کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس شربت کا استعمال کسی مذہب کے خلاف نہیں۔ دوسری خوبی یہ ہے کہ ہر تندرست انسان بلا قید عمر و مزاج موسم گرما میں خوش ذائقہ و فرحت بخش چیز کی حیثیت سے استعمال کر سکتا ہے۔

ناظرین! یہ شربت کیا ہے؟ اعلیٰ قسم کے فواکہات مثل انگور، سیب، رنگترہ وغیرہ اور بہت سی اعلیٰ ادویہ کا مرکب ہے جو خاص ترکیب اور جانفشانی سے تیار کیا جاتا ہے۔ مفرح قلب ہے۔ خوش ذائقہ ہے۔ تشنگی اور گھبراہٹ کو دور کرتا ہے۔ اختلاج قلب، درد سر و دوران سر، متلی وغیرہ کی شکایت کو رفع کرتا ہے۔ سوداوی امراض کے واسطے عموماً اور گرم مزاج والے اصحاب کے واسطے خصوصاً بہت مفید ہے۔

معنوی خوبیوں کے علاوہ جو استعمال سے تعلق رکھتی ہیں ظاہراً طور پر رنگ دلفریب اور پیکنگ کی صفائی دیدہ زیب ہے اس کی اشاعت سے محض ذاتی نفع مقصود نہیں بلکہ ہم خرما و ہم ثواب کے مصداق پبلک کی خدمت کرنا اور ہندوستانی اشیاء کی ترویج کو ترقی دینا مدنظر ہے۔ ہمیں اُمید ہے کہ آپ بوتل دیکھ کر اور استعمال کر کے جو بیدار شدہ نوخیز ہندوستان کی صنعت کا اُمید افزا نمونہ ہے اور جس کی ہر چیز دیسی ہے۔ خوش ہونگے اور باوجود اس قدر خوبیاں ہونے کے قیمت اس لئے کم رکھی ہے کہ ہر حیثیت کے لوگ اس سے فائدہ حاصل کر سکیں۔ قیمت فی بوتل ایک روپیہ آٹھ آنے (عہ) حکیموں اور عطاروں کے علاوہ، تاجران شربت کو بشرطیکہ وہ ایک درجن یا اس سے زیادہ خریدیں ۲ر فی روپیہ کمیشن دیا جائیگا۔

نوٹ: اس شربت کی عام مقبولیت کو دیکھ کر بہت سے ہمارے ہم پیشہ حضرات ناجائز فائدہ اُٹھانے کی مختلف ترکیبیں نکالتے ہیں مثلاً کوئی اس شربت کا ملتا جلتا نام رکھ لیا ہے۔ لہذا آپ شربت خریدتے وقت دھوکا نہ کھائیں بلکہ بوتل پر ہمدرد دواخانہ کا خوشنما لیبل اور اس پر لفظ رجسٹرڈ ضرور ملاحظہ فرمائیں۔

واضح رہے کہ یہ شربت ہمدرد، دواخانہ کی مخصوص چیز ہے اور اصلی صرف ہمدرد دواخانہ دہلی ہی سے مل سکتا ہے۔ "فہرست دواخانہ معہ جنتری ۱۹۲۷ء کارڈ آنے پر مفت ارسال ہوگی"

پتہ۔ ہمدرد دواخانہ دہلی
تار کا کافی پتہ ہمدرد، دہلی

اگر آپ انگلستان کی سیاحت کرنا چاہتے ہیں تو
یاد رکھیے
کہ آپکو ایک مستند اور آخرین رہنما گائڈ بک کی ضرورت ہے جو انگلستان کے تمام شہروں، سوسائٹیوں، ہوٹلوں، کلبوں، تھیٹروں، رقص گاہوں، قابل دید مقامات اور آثار قدیمہ وغیرہ سے آپکو مطلع کر دے۔ نیز جس سے وہ تمام ضروری معلومات حاصل کیجا سکیں جن کی ایک سیاح کو
قدم قدم پر ضرورت پیش آتی ہے
ایسی مکمل گائڈ بک صرف
ڈنلاپ گائڈ ٹو گریٹ برٹین
The Dunlop Guide to Great Britain
کا
دوسرا ایڈیشن ہے۔ ہندوستان کے تمام انگریزی کتب فروشوں اور بڑے بڑے ریلوے اسٹیشنوں کے بک اسٹال سے مل سکتی ہے

اگر آپکو
دمہ
(ضیق النفس)
یا
کسی طرح کی بھی معمولی کھانسی کی شکایت ہے تو
تامل نہ کیجئے۔ اپنے قریب کے دوا فروش کی دکان
سے فوراً ایک ٹین
HIMROD
کی
مشہور عالم دوا کا منگوا کر
استعمال کیجئے

مطبوعات الہلال بك ایجنسی

* * *

معارف ابن تیمیه و ابن قیم

دیني علوم کے بیش بہا جواهر ریزي

اس سلسله میں هم نے اماميں کي ان نادر و اعلیٰ درجه کي بلند پایه عربي تصانیف کے اُردو تراجم کا سلسله شروع کیا هے‘ جنکا مطالعه اصلاح عقائد اسلام اور اشاعت و معارف کتاب و سنت کے لیے نہایت ضروري و ناگزیر هے - امید که یه "سلسلۂ تراجم" بد نصیب هندوستان کي دماغي اصلاح کا کام دے :

اُسوۂ حسنه — امام ابن قیم کي فن سیرت میں شہرۂ آفاق کتاب "زاد المعاد" کے خلاصه کا اُردو ترجمه - بلا جلد ۲ روپے مجلد اڑهائي روپیه -

کتاب الوسیله — لفظ "وسیله" کي بحث کے علاوه امام ابن تیمیه نے اسلام کے اصل الاصول "توحید" کي مبسوط بحث کي هے - بلا جلد اڑهائي روپیه ‘ مجلد سوا تین روپیه -

اصحاب صفه — انکي تعداد ‘ ذریعه معاش ‘ طریق عبادت اور انکے مفصل حالات بیان کیے هیں دس آنے -

تفسیر سورۃ الکوثر — امام ابن تیمیه کے مخصوص انداز تفسیر کا اُردو ترجمه - چار آنے -

العروۃ الوثقیٰ — خالق و مخلوق کے درمیان واسطه کا فرق بدلائل بیان کیا هے - چهه آنے -

سیرت امام ابن تیمیه — حضرت امام کے ضروري حالات زندگي نہایت خوش اسلوبي سے بیان کیے هیں - نو آنے

نجد و حجاز — علامه سید محمد رشید رضاء مصري کي تازه کتاب کا اُردو ترجمه - سوا روپیه -

آئمه اسلام — ترجمه رفع الملام عن ائمة الاعلام - باره آنے

خلاف الامه — فی العبادات - پانچ آنے

صبح سعادت — یه ایک علمي ‘ اسلامي ‘ سه ماهي رساله هے جس کے خریدار کو هم نے کمال کوشش و کاوش سے اُردو ‘ عربي ‘ فارسي ‘ انگریزي ‘ اور دوسري زبانوں کي تمام اهم اور اعلیٰ مطبوعات کے متعلق بہترین تازه معلومات بهم پہنچانے کا اهتمام کیا هے - اسکے علاوه آئمه و اسلام و بزرگان دین کے حالات ‘ لطائف افسانه ‘ نظمیں اور ممالک اسلامیه کے معتبر ذرائع سے حاصل کیے هوے حالات درج کیے جاتے هیں - في پرچه ۸ آنه سالانه ۲ روپیه پیشگي -

* * *

منیجر الہلال بك ایجنسی

(حلقه نمبر ٢٤ شیرانواله دروازه لاهور پنجاب)

"Al-Hilal Book Agency,"

24, LAHORE, PANJAB.

التحر المحلال في مجلدات الہلال

* * *

گاه گاهے باز خوان این دفتر پارینه را
تازه خواهی داشتن گر داغهائے سینه را

* * *

اردو صحافت کي تاریخ میں الہلال هي وه رساله هے جو اپني تمام ظاهري اور باطني خصوصیات میں ایک انقلاب آفریں دعوت تهي -

الہلال اگرچه ایک هفته وار مصور رساله تها ‘ لیکن چونکه وه اردو صحافت کي مختلف شاخوں میں اجتهاد نظر و فکر کي نئي روح پیدا کرني چاهتا تها ‘ اِس لئے اُس کا هر نمبر مختلف اقسام اور مختلف اذواق کا مجموعه تها - اُس کے هر نمبر میں مختلف ابواب ‘ مذهب ‘ سیاست ‘ ادبیات ‘ علوم و فنون ‘ اور معلومات عامه کے هوتے تهے - اور اُسکا هر باب اپني مجتهدانه خصوصیات کے لحاظ سے اپني نظیر آپ هوتا تها - پهر اس کي ظاهري خوبیاں اُردو صحافت میں اعلیٰ طباعت و ترتیب کا پہلا نمونه تهیں - اردو کا وه پہلا هفته وار رساله تها ‘ جس میں هاف ٹون تصاویر کے اندراج کا انتظام کیا گیا ‘ اور ٹائپ میں چهپنے کي وجه سے بہت سي ایسي خوبیاں پیدا هوئیں جو پتهر کي چهپائي میں ممکن نہیں - اِس کي جلدیں جدید اُردو علم ادب کے علمي ‘ مذهبي ‘ سیاسي ‘ اور اجتماعي مواد و مباحث کا بہترین مجموعه هیں - اِن کي مقبولیت و قدر کا اندازه اِس سے هوسکتا هے که سنه ۱۹۱۸ میں بعض شایقین علم و ادب نے اِس کي تمام جلدوں کا مکمل ست سات سو روپیه میں خرید کیا - اور حال میں ایک صاحب نے اِس کي پہلي جلد مکمل (جو دفتر میں بهي موجود نہیں) ساڑهے چارسو روپیه میں حیدرآباد سے خریدي هے - جن لوگوں نے اِس کے پرچے بحفاظت جمع کئے هیں وه بڑي سے بڑي قیمت پر بهي علحده کرنے کیلیے تیار نہیں - پچهلے دنوں "البلاغ پریس" کا جب تمام اسٹاک نئے مکان میں منتقل کیا گیا تو ایک ذخیره الہلال کے پرچوں کا بهي محفوظ ملا ‘ هم نے کوشش کي که شایقین علم و ادب کے لئے جس قدر مکمل جلدیں مرتب کي جاسکتي هیں مرتب کرلي جائیں اور جن جلدوں کي تکمیل میں ایک دو پرچوں کي کمي هو اُنہیں دوباره چهپوا لیا جاے -

چنانچه الحمدلله یه کوشش ایک حد تک مشکور هوئي اور اب علاوه متفرق پرچوں کے چند سالوں کي جلدیں پوري مکمل هوگي هیں - هم اِس اعلان کے ذریعه شایقین علم و ادب کو آخري موقعه دیتے هیں که اِس قیمتي ذخیره کے حاصل کرنے میں جلدي کریں ‘ چونکه جلدوں کي ایک بہت هي محدود تعداد مرتب هوسکي هے اس لئے صرف اُنهیں درخواستوں کي تعمیل هوسکے گي جو سب سے پہلے پہونچیں گي - هر جلد مجلد هے اور ابتدا میں تمام مضامین کي انڈکس به ترتیب حروف تہجي لگادي گئي هے -

الہلال مکمل جلد دوم ۱۰ روپیه   الہلال مکمل جلد سوم ۱۰ روپیه
„ „ „ چهارم ۱۰ روپیه   „ „ „ پنجم ۱۰ روپیه

جلد "البلاغ" (جب دوسري مرتبه الہلال اِس نام سے شائع هوا) قیمت ۸ روپیه

علاوه جلد اول کے هر جلد کے متفرق پرچے بهي موجود هیں جن میں سے هر پرچه اپنے مضامین کے لحاظ سے ایک مستقل مجموعه علم و ادب هے - قیمت في پرچه ۸ - آنه - محصول ڈاک و پیکنگ اِس کے علاوه هے -

منیجر "البلاغ پریس"

کیا آپ کو معلوم نہیں
که
اسوقت دُنیا کا بہترین فاونٹین قلم
امریکن کارخانہ "شیفر"
کا
"لائف ٹائم" قلم ہے؟

(۱) اتنا سادہ اور سہل کہ کوئی حصّہ نزاکت یا پیچیدہ ہونے کی وجہ سے خراب نہیں ہوسکتا

(۲) اتنا مضبوط کہ یقیناً وہ آپکو آپکی زندگی بھر کام دے سکتا ہے

(۳) اتنا خوبصورت، سبز، سُرخ اور سُنہری بیل بوٹوں سے مزیّن کہ اتنا خوبصورت قلم دُنیا میں کوئی نہیں

کم از کم تجربہ کیجئے
یاد رکھئے
جب آپ کسی دکان سے قلم لیں تو آپکو "شیفر" کا
"لائف ٹائم"
لینا چاہئے!

آپ تمام دنیا سے دو قدم آگے رہنا چاہیں تو
انتخاب لاجواب لاہور
کا مطالعہ کریں اس کے مستقل خریداروں کو چھ سو روپوں کی انعامی کتابیں مفت دی جاتی ہیں انعامی کتابوں کی فہرست اور نمونہ کا رسالہ ۲ آنہ کے ٹکٹ بھیجکر طلب کریں
مینجر انتخاب لاجواب لاہور

حیرت انگیز رعایت
پندرہ روپے کی تین گھڑیاں
صرف دس روپے میں
محصولڈاک اور پیکنگ بھی معاف

آپ کے لئے	آپ کے کمرہ کے لئے	بیوی کے لئے
قابل دید گولڈن رسٹ واچ	ریلوے ریگولیٹر پاکٹ واچ	مشہور عالم بگ ٹائم جرمن میڈ

گارنٹی ۳ سال کی
گارنٹی ۳ سال

ننھے ننھے ڈائل کی خوشنما فینسی پائیدار ٹائم بتانیکی گھڑی۔ قیمت سات روپیہ آٹھ آنہ (عہ) محصولڈاک پیکنگ منی آرڈر فیس ۸؍	کل سلور کیس خوبصورت مضبوط ٹائم نہایت صحیح بتانیوالی قیمت چین پانچ روپے آٹھ آنے (عہ) محصولڈاک پیکنگ منی آرڈر فیس ۸؍	دیکھنے میں خوبصورت چال کا اچھا پرزوں کا مضبوط ٹائم کا سچا۔ بیحد سستا قیمت دو روپے محصولڈاک پیکنگ منی آرڈر فیس ۶؍

یہ تینوں گھڑیاں اگر آپ یکمشت طلب فرمائیں تو صرف دس روپے میں بھیجی جائیں گی یہ رعایت محض مال کی نکاسی اور فرم کی شہرت کی وجہ سے ہے اور یہ رعایت اسی وقت تک رہیگی جب تک یہ گھڑیاں اسٹاک میں رہیں گی اسکے بعد ہم قیمت کے زیادہ ہونگے آپ فوراً ہی آرڈر بھیجدیں ایسا نہ ہو کہ اسٹاک ختم ہوجائے اور آپ کی فرمائش کی تعمیل نہ ہوسکے۔

نوٹ۔ ایک یا دو گھڑی کے خریدار کیلئے کوئی رعایت نہیں ہے۔ اُن سے پوری قیمت مندرجہ چارج کیجائے گی اور محصولڈاک و پیکنگ وغیرہ بھی ان کو ادا کرنا ہوگا +

پتہ ملنیکا۔ امریکن واچ ہوس اسٹاکسٹ ویسٹ اینڈ واچ کمپنی ۸۳ مقام دہلی

جامع الشواہد
طبع ثانی

مولانا ابو الکلام صاحب کی یہ تحریر ۱۹۱۸ء میں شائع ہوئی تھی جب وہ رانچی میں نظربند تھے۔ موضوع اس تحریر کا یہ تھا کہ اسلامی احکام کی رو سے مسجد کن کن اغراض کے لئے استعمال کی جاسکتی ہے؟ اور اسلام کی رواداری نے کس طرح اپنی عبادت گاہوں کا دروازہ بلا امتیاز مذہب و ملت تمام نوع انسانی پر کھول دیا ہے؟

قیمت بارہ آنے۔ (مینجر الہلال کلکتہ)

فدائیان اسلام پر مصائب کا ہجوم
کیوں ہے؟

اگر آپ کو قوم کے ظاہری و باطنی امراض اور انکے علاج کا علم حاصل کرنا ہے تو الجمعیۃ ملاحظہ فرمائیے۔

"الجمعیۃ" تمام ہندوستان میں ایک ہی اخبار ہے جو علماء کی زبان کہلانے کا مستحق ہے اور جس کا اہم ترین مقصد ملت بیضا کی محافظت ہے۔ مقدس مذہب اسلام کے خلاف حملوں کا دنداں شکن جواب دینا اور واقعات کی محققانہ تنقید اس کا مخصوص طریقہ ہے

اس زمانے میں اجتماعی اور تمدنی زندگی کے لئے اخبار بھی ایک ضروری چیز ہوگیا ہے اور ہر قوم کو اپنی تمدنی زندگی قائم رکھنے کے لئے اسکی حاجت ہے۔ اس لئے تمام مسلمانوں کو لازم ہے کہ وہ مذہب کی حفاظت کے فریضے کو تمام فرائض سے اہم سمجھیں اور اس اخبار کو جو مذہب کا محافظ ہے اور اصلاح قوم کا علمبردار بھی اشاعت اور ترقی کے اعلیٰ درجے پر پہنچائیں حق کی آواز جسقدر کثرت سے لوگوں کے کان میں جائیگی اسیقدر کامیابی ہے

اخبار الجمعیۃ کی پانچ (۵) خصوصیات

(۱) تمام سیاسی و مذہبی مسائل پر عالمانہ و فاضلانہ بحث کرتا ہے۔
(۲) تبلیغ و اشاعت اسلام کے متعلق مسلسل مضامین شائع کرکے مخالفین اسلام کو خاموش کرتا ہے۔
(۳) عربی، فارسی، اُردو، انگریزی اخبارات کے تراجم پیش کرتا ہے۔
(۴) حضرت مولنا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب صدر جمعیۃ علماء ہند کے فتاویٰ کی اشاعت کرتا ہے۔
(۵) ایک کالم تفریح کا بھی ہوتا ہے جس سے اس کی دلچسپی میں اضافہ ہوتا ہے۔

ہفتہ میں دو بار شائع ہوتا ہے۔ چندہ سالانہ چھ روپیہ (لعہ)
ششماہی تین روپیے چار آنے (؎)
مینجر الجمعیۃ دہلی

۱۹۲۷

۱۳

جلد ۱

الہلال

البلاغ پریس کلکتہ

قیمت

۵ ـ آنہ

دنيا کي بهترين کتابوں کيلئے بهترين رهنما:

ٹائمز اف لنڈن کا ادبي ضميمه

يه ضميمه دنيا کي تمام کتابوں پر هفته وار دلچسپ اور وقيع تبصره کرتا هے -

اسکا معتدل نقد علمي حلقوں ميں مسلم هے -

اس ميں چند صفحات وقت کے جاري اور زير بحث ادبي فوائد پر بهي هوتے هيں جنکي اهميت کا عام طور پر اعتراف کيا گيا هے -

اپنے يهاں کے ايجنٹ سے تقاضه کيجئے که وه ٹائمز لنڈن کا هفته وار ادبي ضميمه آپکے لئے مهيا کرے - ليکن اگر آپ چاهيں تو

The Publisher :

Printing House Square

London, E. C 4.

سے براه راست طلب کر سکتے هيں

دنيا کے هر معلم اور ماهر فن تعليم کيلئے

ضروري هے که

ٹائمز اف لنڈن کا تعليمي ضميمه مطالعه کرے

اگر آپ چاهتے هيں که فن تعليم کے تمام نظري اور عملي تغيرات و ترقيات سے بے خبر نه رهيں ' تو آپکو يه ضميمه بلا ناغه مطالعه ميں رکهنا چاهيے -

يه هر هفته اس موضوع پر تمام اهم خبريں اور مباحث جمع کرديتا هے - ماهرين فن اور مشاهير تعليم کے قلم سے اسکے صفحات مرتب هوتے هيں -

اپنے يهاں کے ايجنٹ سے طلب کيجئے -

ورنه

The Publisher,

Printing House Square

London, E. C. 4.

سے طلب کرسکتے هيں -

کيا آپ تجارت کرني چاهتے هيں ؟

اگر آپ چاهتے هيں که يورپ اور امريکه کے تمام بڑے بڑے کارخانوں سے تجارتي تعلقات قائم کريں ' نفع بخش ايجنسياں ليں ' هندوستان سے خام پيدا وار بهيجيں ' نئي نئي ايجادات سے اپنے ملک کو آشنا کريں ' تهوڑي سي محنت اور تهوڑا سا سرمايه ليکر ايک وقيع کار و بار شروع کرديں ' تو آپ کو ابتدا ميں بهت سي باتيں معلوم کرني چاهئيں - اس طرح کي تجارت کے گر اور بهيد سيکهنے چاهئيں - هندوستان کے تمام حلقوں اور يورپ و امريکه کے تمام کارخانوں اور کوٹهيوں کے حالات اور اصول معاملت معلوم کرنے چاهئيں - بغير اس کے آپ کامياب نهيں هوسکتے -

اگر آپ چاهتے هيں که بهت تهوڑا سا وقت خرچ کرکے يه ساري باتيں با قاعده علمي اصول پر معلوم کرليں ' تو آپکو چاهيے که هم سے خط و کتابت کريں - هم يه کام به حيثيت ايک ماهر فن کے کر رهے هيں - خط و کتابت کے بعد هي آپکو معلوم هو جائيگا که آپکے مقصد کيلئے هم کس درجه مفيد هيں ؟

همارے تعلقات دنيا کے تمام تجارتي حلقوں سے هيں -

M. R. MARSDEN & CO.

Post Box 708.

Clive Street, Calcutta.

برونو مولر اينڈ کو - برلن

* * *

پوسٹ بکس نمبر ۲۴

* * *

BRUNO MULLER & CO. M. B. H.

Berlin-W 35

* * *

Post No. 24.

* * *

هر طرح کي مشينيں جو گرم ملکوں کے ميووں کو خشک کرنے اور پهلوں کو محفوظ رکهنے کيلئے ضروري هيں ' اس کارخانے ميں طيار کي جاتي هيں - تمام دنيا ميں اس قسم کي مشينوں کا يه بهترين کارخانه هے - مندرجۀ بالا پته سے خط و کتابت کيجيے -

ياد رکهيے

ميووں ' ترکاريوں ' اور هر طرح کے زرعي مواد کو خشک کرنے کا بهترين طريقه وه هے جو " نئے سسٹم " کے نام سے متمدن ممالک ميں مشهور هے - اس " نئے سسٹم " کے مطابق کام کرنے والي مشينيں صرف اسي کارخانه سے مل سکتي هيں -

Printed and Published by
Masud Hasan Zuberi at The Al-Balagh Press, 11, Ballygunge Circular Road, Calcutta
Editor : Maulana Abu-al-Kalam Azad.

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين
القرآن الكريم

الهلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ۱۳ — کلکته : جمعه ۱۲ - ربیع الاول ۱۳٤٦ هجری — جلد ۱
Calcutta : Friday, 9, September 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نهین ؟

آج کوئی زبان ترقی نهین کر سکتی اگر وه اپنا ترقی یافته طریق طباعة نهین رکھتی۔ طباعة کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نهین که حروف کی چھپائی اختیار کی جای۔ پتھر کی چھپائی مین محدود رهکر اردو کی طباعة کبھی ترقی نهین کر سکتی۔

اردو کی سب سی بهتر حروف جو اس وقت تك بن سکی هین، وه هین جن مین الهلال چھپتا هی۔ اور عربی کا بهترین خط نسخ وه هی جس مین یه سطرین کمپوز کی گئی هین۔ آپ ان دونون مین سی جسی چاهین پسند کر لین۔ لیکن پتھر کی چھپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین۔

براه عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی همین اطلاع دیجیی۔ یاد رکھیی۔ طباعة کا مسئله آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیاده اهم مسئله هی۔ ضروری هی که اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین۔

الهلال

قاریین الهلال کی آراء

اس باری مین اس وقت تك ۱۰۱۲ مراسلات وصول هوی هین۔ تقسیم آراء حسب ذیل هی :

عربی حروف کی حق مین	۱۳۹	اردو حروف کی حق مین	۲۸۰
موجوده مشترك طباعة کی حق مین	۲۹۳	حروف کی حق مین بشرطیکه نستعلیق هون	۸٦
پتھر کی چھپائی کی حق مین	۲۱٤		

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بھی متفق ظاهر کیا هی۔

آراء کی دیکھنی سی معلوم هوا که اس باری مین بعض اهم تفصیلات پر لوگون کی نظر نهین هی۔ اور اسلیی شرح وبیان کی ضرورت هی۔ آینده اس باری مین مولانا به تفصیل اپنی خیالات ظاهر کرینگی مگر ضرورت هی که بقیه حضرات بھی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بھیج دین۔

الهلال

الهلال

* * *

هر جمعه کو نمبر ۱۱ - بالي گنج سرکلر روڈ - کلکته سے شایع هوتا هے

* * *

قیمت سالانه مع محصول	باره روپیه
هندوستان سے باهر کیلیے	سوله روپیه
قیمت شش ماهي	سات روپیه
قیمت في پرچه	پانچ آنه

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر " منیجر الهلال " کے نام سے کي جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے هوں انکے لفافه پر " ایڈیٹر " کا نام هونا چاهیے -

(۲) نمونه مفت ارسال نه هوگا -

(۳) براه عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پته صاف اور خوش خط لکھیے -

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداري لکھیے جسکي اطلاع آپکو وصول قیمت کي رسید میں دیدي گئي هے -

(۵) اگر کسي صاحب کے پاس کوئي پرچه نه پهنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک هفته کے اندر اطلاع دیں - ورنه بصورت تاخیر بغیر قیمت کے روانه نهیں کیا جائیگا -

(۶) اگر آپ دو تین ماه کیلئے ایک جگه سے دوسري جگه جا رهے هیں تو اپنا پته تبدیل نه کرایے ' مقامي ڈاکخانه کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیاده عرصه تک کے لئے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک هفته پیشتر اطلاع دیکر پته تبدیل کرالیں -

(۷) مني آرڈر روانه کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پته ضرور لکھدیں -

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتري فرائض (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیره) سے نهیں هے ٹکٹ ضرور بهیجیے ورنه دفتر پر غیر معمولي خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

ایک بالکل سفید مرغي اور ایک بالکل سیاہ مرغ لو ' اور اُن کي نسل کا تجربہ کرو - اب ایسا ھوگا کہ اِن دونوں کے اتحاد تناسلي سے جو بچے پیدا ھونگے ' وہ نہ تو بالکل سیاہ رنگ کے ھونگے ' نہ بالکل سفید رنگ کے - مخلوط قسم کے ھونگے - یہ اِس نسل کا پہلا طبقہ ھوا - اِس مخلوط رنگ کي مرغیوں کي نسل آگے بڑھنے دو - اِن سے جو دوسرا طبقہ نسل کا پیدا ھوگا ' اُس کي حالت یہ ھوگي کہ اُن میں ۲۵ - في صدي مرغیاں بالکل سیاہ ھونگي ' ۲۵ - في صدي بالکل سفید ' اور ۵۰ في صدي مخلوط رنگت کي - گویا دوسرے طبقہ میں اُن کے مورث اعلیٰ کي کامل رنگت ۲۵ - في صدي میں نمایاں ھوي ' مگر ۵۰ - في صدي میں مورث ثاني وٗ اقرب کا سا مخلوط رنگ قائم رھا - اب اِس دوسرے طبقہ سے تیسرا طبقہ پیدا کرو - اِس تیسرے طبقہ کا حال یہ ھوگا کہ سفید سے سفید بچے پیدا ھونگے - سیاہ سے سیاہ پیدا ھونگے - مگر مخلوط رنگت کے بچوں میں پھر وھي تناسب نمایاں ھوجائیگا ' جو دوسرے طبقہ میں تھا - یعني اُسکي نسل میں ۲۵ - في صدي سیاہ اور ۲۵ - في صدي سفید ھونگے - باقي ۵۰ - في صدي اپنے ماں باپ جیسے مخلوط رنگ کے ھونگے !

پھر اِن ۵۰ - في صدي مخلوط رنگ والوں کي نسل جب اور آگے بڑھیگي ' تو اُس میں بھي یہ تناسب برابر قائم رھیگا - یعني ھمیشہ نصف تعداد مخلوط رنگت کي ھوگي اور ۲۵ - في صدي سفید ' اور ۲۵ - في صدي سیاہ ھوگي -

لیکن تیسرے طبقہ میں جن افراد کے اندر اُنکے مورث اعلیٰ کي کامل رنگت متوارث ھوگئي تھي ' اُن کي نسل میں مستقلاً ایک رنگت قائم ھو جائیگي - سفید سے ھمیشہ سفید بچے پیدا ھونگے ' اور سیاہ سے ھمیشہ سیاہ -

اِس سے معلوم ھوا کہ :

(۱) قانون توارث میں مورث اعلیٰ کے دو مختلف جسماني خواص ' پہلے طبقہ میں ایک ایسا مزاج پیدا کرلیتے ھیں جو ملا جلا مزاج ھوتا ھے - یعني اُن میں دونوں طرح کے خاصے اکھٹے ھوکر مخلوط ھوجاتے ھیں -

(۲) اِس پہلے نسلي طبقہ نے جو مخلوط مزاج کرلیا ھے ' وہ نسل کي آئیندہ افزائش میں ایک مستقل اور متوارث حیثیت اختیار کرلیتا ھے ' اور اپني نسل میں برابر قائم رھتا ھے ' لیکن ساتھہ ھي یہ عجیب بات بھي ھے کہ دوسرے طبقہ میں نصف تعداد ھمیشہ ایسے افراد کي پیدا ھوتي ھے ' جن میں اِس مخلوط و ممزوج حالت کي جگہ مورث اعلیٰ کے انفرادي خواص الگ الگ نمایاں ھوجاتے ھیں - اِس نصف تعداد میں آدھي تعداد ایک قسم کے خاصہ کي اور آدھي ایک قسم کے خاصہ کي ھوتي ھے - اِس طرح دو مختلف جسماني خواص کے ماں باپ دوسرے طبقہ کي نسل میں بالانفراد الگ الگ ' اپنے اپنے خواص نمایاں کردے سکتے ھیں !

(۳) نسل کے تیسرے طبقہ میں جن افراد کے اندر مورث اعلیٰ کے خواص انفرادي اور غیر مخلوط حالت میں نمایاں ھوجاتے ھیں ' ان کي نسل میں آیندہ اِن اجدادي خواص کا اختلاط و امتزاج نہیں ھوتا ' بلکہ اجدادي خواص کي جو ایک قسم اُن میں نمایاں ھوئي ھے ' وہ مستقلاً قائم ھو جاتي ھے ' اور اپني نسل میں متوارث ھونے لگتي ھے -

(۴) لیکن دوسرے طبقہ میں جو نصف تعداد ایسي پیدا ھوتي ھے ' جس میں اجدادي خواص مخلوط و ممزوج حالت میں نمایاں ھوتے ھیں ' اُن میں قانون توارث کا یہ عددي تناسب برابر قائم رھتا اور آگے کي طرف بڑھتا ھے - یعني اُن کي نسل میں وھي ۲۵ - ۲۵ - في صدي الگ الگ آبائي خواص ظاھر ھوتے ھیں ' اور ۵۰ - في صدي مخلوط و ممزوج رھتے ھیں -

(۵) ماں باپ کے الگ الگ جسماني خواص سے مولود میں جو مخلوط و ممزوج حالت پیدا ھو جاتي ھے ' وہ ھمیشہ اپني نسل میں اِس طرح متوارث ھوتي ھے کہ نصف تعداد مخلوط قسم کي ھوگي ' اور نصف مورث اعلیٰ کے الگ الگ خواص کي -

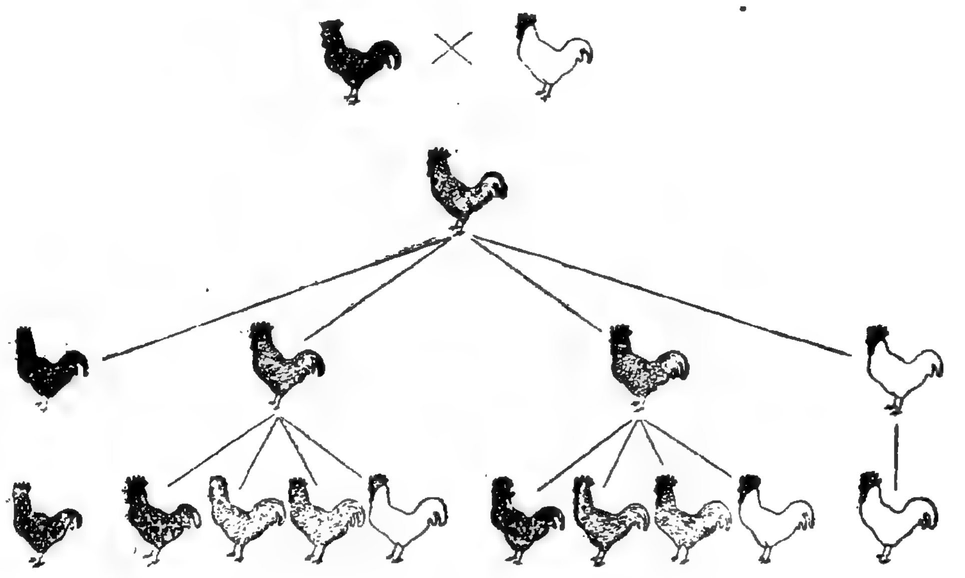

قانون توارث کا ایک عملي مشاھدہ

مرغیوں کي نسل کے تین طبقات ' جن میں مورث اعلیٰ کا سفید اور سیاہ رنگ ایک خاص عددي تناسب کے ساتھہ متوارث ھوتا ھے - مورث اعلیٰ سفید اور سیاہ رنگ کے ھیں - نسل کے پہلے طبقہ میں مخلوط رنگ کا مرغ پیدا ھوا ھے - لیکن اُس سے جو دوسرا طبقہ پیدا ھوا ھے ' اس میں ۲۵ - فیصدي سفید ' ۲۵ - في صدي سیاہ ' اور ۵۰ - في صدي مخلوط رنگت کے ھیں - پھر تیسرے طبقہ میں سفید سے سفید اور سیاہ سے سیاہ پیدا ھوتا ھے ' مگر مخلوط کي نسل میں وھي عددي تناسب قائم ھے -

(انسان میں قانون توارث)

ٹھیک یہي حالت انساني وراثت میں بھي پیش آتي ھے - اگر کوئي خالص سفید رنگ کا انسان حبشي عورت سے شادي کرلے تو اُسکي نسل ضرور سانولے رنگ کي ھوگي - پھر اگر کسي طرح خود اُسکي اولاد میں باھم دگر تناسل وتوالد شروع ھو جائے ' تو مرغیوں کي طرح اِس نسل میں بھي ۲۵ - فیصدي اولاد خالص سفید رنگ کی ھوگي ' ۲۵ فیصدي خالص سیاہ رنگ کي ' اور ۵۰ فیصدي سانولي -

جسماني خواص کے توارث کي یہ نوعیت ' معنوي خواص کے توارث کي طرف رھنمائي کرتي ھے ' اور یہ سوال پیدا ھو جاتا ھے کہ کیا اِسي طرح انسان کے ذھني و معنوي خواص و اوصاف میں بھي توارث کا سلسلہ قائم ھے ؟ اور اگر قائم ھے تو کیا اُس کا قانون بھي ایسا ھي ھے ' اور ایسا ھي عددي تناسب رکھتا ھے ' جیسا جسماني خواص کے توارث میں ھے ؟ ان سوالات کا جواب بہت زیادہ تفصیل وبحث کا محتاج ھے - اِس لیے سر دست ھم اِنھیں نہیں چھیڑتے -

◆

مذاکرہ علمیّہ

قانون توارث جسمانی و معنوی

(مندل کا ناموس وراثت)

مخلوقات کي جسماني و معنوي زندگي میں قانون توارث کا مسئلہ، اُن اہم ترین مسائل میں سے ہے جنھوں نے قدیم زمانے سے علماء کو اپني طرف متوجہ رکھا ہے - طبیعي علوم کي ترقي کے بعد گزشتہ صدي میں اِس مسئلہ نے اور بھي زیادہ اہمیت حاصل کرلي اور بے شمار علماء نے اُس پر بحث کي - بہت سے نظریے قائم ہوے - بہت سے مذاہب ترتیب دیے گئے - لیکن اِس سلسلہ میں سب سے زیادہ شہرت و اہمیت اُس نظریہ کو حاصل ہے، جو اپنے موجد، ڈاکٹر مندل کي طرف منسوب ہے اور "ناموس مندل" کہلاتا ہے - ذیل میں ہم اِس نظریہ کي مختصر تشریح کرتے ہیں -

(مندل)

سنہ ۱۸۲۲ میں دو شخص ایسے پیدا ہوئے، جنھوں نے اپني پوري زندگي وراثت کے اثرات و نتائج کي بحث و تحقیق میں صرف کردي: اِن میں سے ایک انگلستان میں پیدا ہوا - اسکا نام گلٹن ہے - اور اسکي کتاب "عظمت کي وراثت" بہت مشہور ہو چکي ہے - دوسرا مندل ہے - یہ ہنگرین نسل کا تھا - سیلیشیا میں پیدا ہوا - اسکي ابتدائي تربیت دیني تعلیمات کي تھي - رہبانوں کي جماعت میں داخل کر دیا گیا تھا - لیکن ۲۹ سال کي عمر میں رہبانیت ترک کردي اور وائنا کے دار العلوم میں داخل ہوکر طبیعي علوم کی تحصیل شروع کردي - تعلیم ختم کرکے وہ برون میں اُستاد مقرر ہوگیا اور اپنے فرصت کے اوقات مسئلۂ وراثت کي تحقیق میں صرف کرنے لگا - شروع شروع اُسکے تجربے صرف نباتات میں محصور تھے -

اپني تحقیق کے دوران میں بالاخر وہ ایک عجیب معاملہ پر پہنچا - اُسنے دیکھا، یہ عجیب معاملہ، وراثت میں ہمیشہ پیش آتا ہے، اور کبھي اُس میں خلل نہیں پڑتا - یہ وہ وقت تھا جب اُس کے تجارب، عالم حیوان تک وسیع ہو چکے تھے - اُس نے شہد کي مکھیوں کے بھي پچاس چھتے بنائے تھے - اور مختلف قسم کي مکھیاں باہمدیگر جمع کرکے اُنکي نسل کے جسماني اور معنوئي خواص کا تجربہ کرتا تھا لیکن مکھیوں کے متعلق اُسکي تحقیقات کے جملہ اوراق ضائع ہوگیے - سنہ ۱۸۶۶ میں اُس کا ایک چھوٹا سا رسالہ شایع ہوا تھا جس میں یہ نظریہ پیش کیا گیا ہے - یہ رسالہ بھي گم نام ہوگیا - یہانتک کہ سنہ ۱۹۰۰ میں علماء مغرب کي نظریں اُس پر دوبارہ پڑیں، اور وسیع پیمانہ پر اُسکي اشاعت کي گئي - آج حیوانات کي پرورش کرنے والوں میں کوئي شخص بھي ایسا موجود نہیں جو مندل اور اُس کے نظریہ سے ناواقف ہو یا اُس سے مستفید نہ ہو رہا ہو -

(ناموس مندل)

مندل کا نظریہ، تین وراثتي اصلوں پر قائم ہے :

(۱) پہلي اصل کا خلاصہ یہ ہے کہ فرد کي بعض صفات، (عام اِس سے کہ وہ فرد، حیوان ہو یا نبات) اُسکي آیندہ نسلوں میں مفقود نہیں ہو جاتین بلکہ برابر باقي رہتي ہیں، اور عرصہ تک بغیر کسي کمي کے ظاہر ہوتي رہتي ہیں - اِسکي مثال یہ ہے کہ بعض انساني خاندانوں کے خال و خط خاص قسم کے ہوتے ہیں، اور طویل زمانوں تک اُن کي نسلوں میں بدستور قائم رہتے ہیں - چنانچہ بعض خاندانوں میں زائد انگلیاں، یا کٹا ہوا ہونٹھ، یا چندھي آنکھیں، یا سفید بالوں کا گچھا، غرضکہ مختلف قسم کي جسماني خصوصیتیں ہمیشہ موجود رہتي ہیں اور اُن کے افراد میں وقتاً فوقتاً پوري طرح ظاہر ہوتي رہتي ہیں -

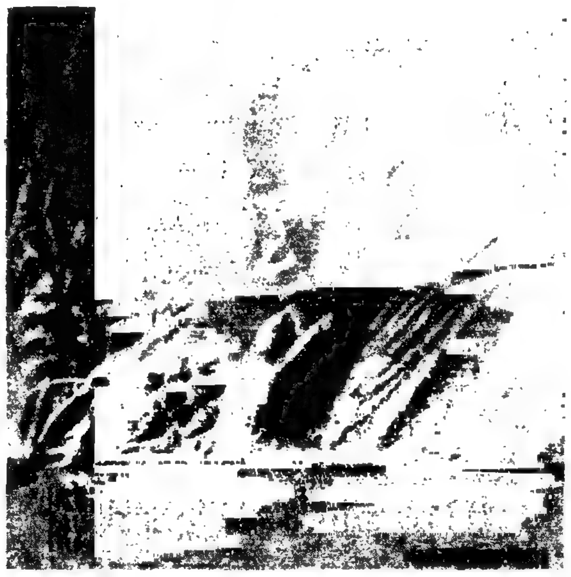

ڈاکٹر مندل

(۲) دوسري اصل کا خلاصہ یہ ہے کہ بعض صفتیں ایسي ہوتي ہیں جنکا ظہور مسلسل نہیں ہوتا - تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد ظاہر ہوتي ہیں، مگر برابر ظاہر ہوتي رہتي ہیں - یعني پہلے ایک مدت تک نمایاں رہتي ہیں - پھر غائب ہوجاتي ہیں - پھر لوٹ آتي ہیں - پھر غائب ہوجاتي ہیں - صرف تجربہ ہي سے معلوم ہوسکتا ہے کہ کون صفت پہلي قسم کي ہے ؟ کون صفت دوسري قسم کي ہے ؟ اِسکي مثال یہ ہے کہ جب بے سینگ کے حیوانات کا سینگ والے حیوان میں اتحاد تناسلي ہوتا ہے، تو اُنکي نسل بے سینگ کی پیدا ہوتي ہے - لیکن جب یہي نسل آگے بڑھتي ہے تو اُسکي اولاد میں ایک خاص تناسب سے بعض افراد سینگ والے پیدا ہوتے ہیں - بعض بے سینگ کے -

برخلاف اِسکے جب کیس والے مرغ کا اتحاد بے کیس مرغي سے ہوتا ہے تو نسل، کیس والي پیدا ہوتي ہے - لیکن پھر آگے چل کر بعض کے کیس ہوجاتا ہے - بعض کے نہیں ہوتا - مگر یہ معاملہ ہمیشہ ایک ہي تناسب سے پیش آتا ہے -

(۳) تیسري اصل، اُس تناسب کا تعین اور انضباط ہے جو اِس توارث و تناسل میں کار فرما ہے - تشریح اُسکي حسب ذیل ہے :

موسولیني ، اٹلي کا ڈیکٹیٹر

کرسي - قوم نے اِس نئي شہنشاهي کا اُسي جوش و خروش سے استقبال کیا ، جس جوش و خروش سے قدیم شہنشاهي کا خاتمه کیا تها اور حریت و آزادي کے علم بلند کیے تهے - ایک شخصیت کے خلاف عظیم الشان جهاد اِس پر جاکے ختم هوگیا که دوسري شخصیت قائم هوگئي - کیا اِس سے بهي زیاده غیر معقول نتیجه کسي تحریک کا نکل سکتا هے ؟ لیکن نهیں ، یه نتیجه بالکل معقول تها - اجتماعي اصول و قوانین کے بالکل مطابق تها -

یه کیسے ؟ یه اس طرح که انساني جماعتیں کتني هي شورش اور بیچیني کا اظهار کریں ، نظام حکومت کي کتني هي مخالف نظر آئیں ، مگر وه اپني اجتماعي افتاد طبع سے مجبور هوکر در پرده یهي خواهش رکهتي هیں که کوئي نه کوئي زبردست نظام قائم هو ، جو هر قسم کي بیچیني کا قلع قمع کردے اور امن و امان هر طرف پهیلا دے - یهي سبب هے که جوں هي کوئي نئي شخصیت نمودار هوتي هے اور قوم محسوس کرتي هے که وه شخصیت ، امن بحال کرسکتي هے ، تو بے اختیار اُس کے سامنے سر جهکا دیتي هے اور حریت و آزادي کي اپني تمام خواهشیں نا دانسته فراموش کر بیٹهتي هے - دنیا کي تمام تاریخي شورشیں همیں یهي بتاتي هیں - فرانس کے عظیم الشان انقلاب نے بهي همیں یهي دکهایا هے - ایک محقق نے کیا هي خوب بتایا هے " فرانس کي " تیسري انقلابي کمیٹي " کے ممبروں میں سے عهد بونا پارٹي (نپولین) میں ایک نے بادشاهي قبول کرلي - پندره نے " کونت " کا لقب اختیار کیا - سات نے مجلس اُمراء کي شرکت منظور کي - اور چهه وزیر بن گئے " یهي وه لوگ تهے جو انقلاب کے سب سے بڑے رکن اور علم بردار تهے -

لینن ، روس کا ڈیکٹیٹر ، جواب مرچکا هے

(جنگ کے بعد انقلاب)

اب هم تاریخ کي اِس عالمگیر جنگ کے بعد والے موجوده انقلاب کو بخوبي سمجهه سکتے هیں - ایک مدت سے یورپ میں مختلف قسم کے خیالات اور نظریے پهیل رهے تهے - اِن خیالات اور نظریوں نے بتدریج دماغوں میں هیجان پیدا کیا - اِس هیجان نے اجتماعي ، سیاسي ، اور اقتصادي پیچیدگیاں پیدا کیں - اِن پیچیدگیوں نے جنگ عمومي کي آگ بهڑکائي - اور جنگ نے مذکورۂ بالا اجتماعي کلیه کي بنا پر لینن اور موسولیني اور مصطفی کمال جیسي آهني شخصیتیں پیدا کردیں - پس جنگ کے بعد جو صورت نمودار هوئي هے ، وه هرگز تعجب انگیز نهیں بلکه مستحکم و مضبوط اجتماعي قوانین کا قدرتي نتیجه هے - یهي هونا چاهیے تها جو هوا ، یهي همیشه هوا کیا هے اور شاید همیشه یهي هوا کرے گا -

(انقلابات کے باني)

یهاں یه سوال بهي قابل غور هے که انقلابات کے باني کون هوتے هیں : افراد یا جماعتیں ؟ کارلائل اور بهت سے محققین کي رائے هے که زبردست شخصیتوں کے افراد هي انقلابات پیدا کراتے اور اجتماعي نظام کي کایا پلٹ کر دیتے هیں - لیکن علم اجتماع کے دوسرے بهت سے علماء ، افراد کے بجائے جماعتوں کو اصل قرار دیتے هیں - وه کهتے هیں قوموں کے دماغ میں انقلاب کي مخفي لهریں پهلے پیدا هوتي هیں ، پهر وهي چند افراد میں مجسم هوکر رونما هوتي هیں اور سوسائٹي پر انقلاب طاري هو جاتا هے - پس افراد بذات خود انقلاب کا سبب نهیں هوتے ، بلکه انقلابي لهروں کا مظهر هوتے هیں - زیاده صاف لفظوں میں یوں کهو که جماعتي اثرات ، افراد کو طیار کرکے انقلاب کراتے هیں -

لیکن صحیح یه هے که انقلاب کا موجب نه تنها جماعتیں هوتي هیں ، نه صرف افراد - بلکه دونوں ایک دوسرے پر اثر ڈالتے اور ایک نئي فضا طیار کرنے میں مدد دیتے هیں - یه یقیني هے که اگر خاص قسم کے اجتماعي حالات و موثرات موجود نه هوتے تو لینن ، موسولیني ، مصطفی کمال جیسے افراد اُبهر نهیں سکتے تهے - کیونکه یه افراد مدت سے موجود تهے مگر اُسي وقت رونما هوے جب حالات نے اُن کي مساعدت کي - لیکن ساتهه هي یه بهي یقیني هے که اگر یه افراد اپني غیر معمولي قوتیں کام میں نه لاتے تو اُن کے مساعد حالات بهي پیدا نهیں هو سکتے تهے اور انقلابات بهي طاري نهیں هو سکتے تهے - اِس سے ثابت هوتا هے که انقلاب میں افراد اور جماعتیں دونوں برابر کي حصه دار هوتي هیں ، تنها کوئي ایک سوسائٹي میں تبدیلي پیدا نهیں کر سکتا -

(انقلابي روح اور قومیں)

یه بهي ایک ثابت حقیقت هے که تمام قومیں انقلاب کي یکساں صلاحیت نهیں رکهتیں - تاریخ بتاتي هے که فرانس اور بحر متوسط کے کناروں پر رهنے والي اکثر قومیں انقلاب کي زیاده صلاحیت رکهتي هیں - آب و هوا اور دوسرے اسباب نے اُنهیں دوسري قوموں سے زیاده حساس ، جلد متأثر هونیوالا ، اور خیالي بنا دیا هے - وه نئے نظرے جلد

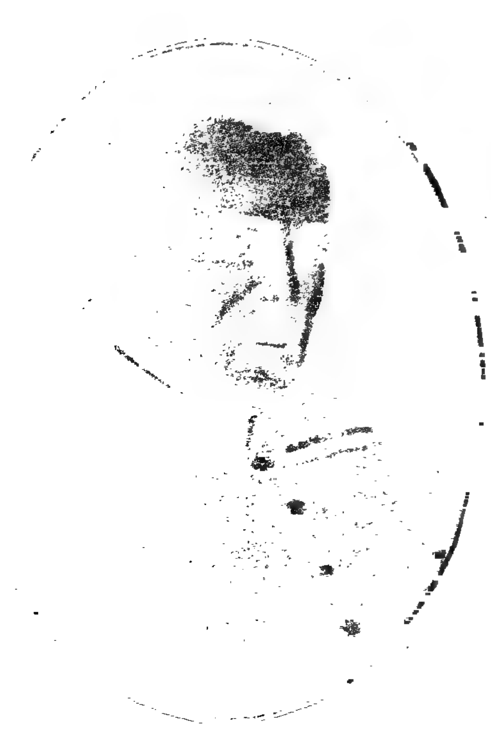

پرائمو ڈي ریوا ، اسپین کا ڈیکٹیٹر

مقالات

عهد انقلاب اور شخصی استبداد

شخصي مطلق العناني

دنيا كي موجوده سياست پر ايک سرسري نظر

جنگ عظيم كے بعد پوري دنيا ' خاص كر يورپ اور بالخصوص اُن ممالک نے عجيب پلٹا كهايا هے جو ميدان جنگ ميں يه كهكر اُترے تهے كه استبداد و ظلم مٹانا چاهتے هيں - پہلے اِن ممالک ميں جو بهي نظام حكومة قائم تها وه جنگ كے بعد قائم نه رها اور علانيه يا درپرده اُس ميں بڑي تبديلي هوگئي هے - لوگ سمجهتے تهے اِس جنگ كے بعد دنيا ميں جمهوريت اور كامل حريت كا دور دوره هو جائيگا اور آزادي كا ايک ايسا نظام جاري و ساري هو جائيگا جس كے عشق ميں اِنسانيت هميشه سے سرگرداں هے ليكن نتيجه بالكل بر عكس نكلا - جمهوريت و دستوريت كي جگهه شخصيت و استبداد نے لے لي - اِس وقت كرۂ ارضي كے اكثر ممالک ميں شخصي حكومتيں قائم هوگئي هيں - فرق صرف اِس قدر هے كه پہلے بادشاهوں كي شخصيتيں زريں تختوں پر جلوه گر نظر آتي تهيں اور اب :عام افراد: يا فوجي افسر حكومت كي كرسيوں پر نظر آتے هيں -

غازي مصطفى كمال پاشا

روس ميں خاندان رومانوف اور زار كي جگهه بالشويک ڈيكٹيٹروں (مطلق العنان حكام) نے لے لي هے - لينن نے جس طور پر حكومة كي ' وه بهي زار هي جيسي حكومت تهي - يعني شخصيت ' مطلق العناني اور استبداد - يه بات دوسري هے كه زار كي شخصيت نے ملک كو تباه كيا اور لينن كي شخصيت نے اُسے زنده اور خوش حال كرديا - دنيا كی تاريخ ميں لينن جيسے مطلق العنان حاكم كي كوئي مثال نهيں ملتي جس نے اپنے غير متناهي اختيارات اِس طرح عوام اور مظلوموں كي بهلائي ميں صرف كيے هوں -

يهي حال اٹلي كا هے - اگرچه پارليمنٹ اور دستوري پادشاه (يعني محدود اختيارات ركهنے والا) بدستور موجود هے ليكن حكومة ايک فرد و احد ' موسوليني كے آهني هاتهوں ميں هے - يه شخص پہلے انقلاب پسند اور اشتراكيت كا حامي تها ' پهر جنگ كے بعد ظلم پسند بن كر اٹلي پر حاوي هوگيا اور مستبد سے مستبد بادشاهوں كي طرح استبداد و قهر كي حكومت قائم كردي - اِس نے صاف اعلان كرديا هے " اِس وقت اٹلي كو ايک ايسے زبردست حاكم كي ضرورت هے جو هر بے چيني كو كچل كر فنا كرسكے " يهي صورت اسپين ' ٹركي ' يونان ' اور اب چين ميں پيش آرهی هے - اِن تمام ملكوں ميں شخصيتيں بر سر حكومت آ گئي هيں اور مفيد يا مضر نتائج پيدا كررهي هيں - يهي نهيں بلكه خود فرانس اور انگلستان ميں بهي شخصيت كي طرف ميلان بڑه رها هے - فرانس ميں تو ايک سال پہلے اخبارات تک ميں يه چرچا شروع هوگيا تها كه موجوده اقتصادي اور سياسي گتهيوں كے سلجهانے ميں جمهوري نظام حكومة ناكامياب ثابت هوا هے - لهذا روس وغيره ممالک كي طرح يهاں بهی " ڈيكٹيٹر شپ " يعني شخصي استبداد قائم هو جانا چاهيے - انگلستان ميں گو اب تک اِس قسم كا خيال با ضابطه ظاهر نهيں كيا گيا ' ليكن عملاً ملک اِسي طرف جارها هے - موجوده كنسر ويٹيو وزارت بهي درحقيقت ايک قسم كي ڈيكٹيٹر شپ هي هے اور اُس كے رجعی (قدامت پسند) هونے ميں تو كوئي كلام نهيں -

(تاريخ كا سبق)

آخر يه صورت كيوں پيش آئي ؟ اِس انقلاب كي علت كيا هے ؟ تاريخ هميں كيا سبق ديتي هے ؟ جواب ظاهر هے اور تاريخ عالم پر ايک سرسري نظر ڈالنے سے صاف معلوم هو جاتا هے - تاريخ شاهد هے كه جب كبهي سوسائٹي كے نظام ميں برهمي پيدا هوتي هے اور دماغي بے ترتيبي اور اختلال ' عام هوكر شورشوں اور بغاوتوں كا دروازه كهول ديتا هے ' تو هميشه يهي نتيجه هوتا هے جو جنگ كے بعد آج هم دنيا ميں اپني آنكهوں سے ديكهه رهے هيں - يعني مضبوط ارادے كے افراد برسر اقتدار آكر اپني شخصيتيں نماياں كرتے هيں اور نظام حكومت اپني مرضي كے مطابق استوار كرديتے هيں -

انقلاب فرانس ' اِس دعوى كي سب سے بڑي اور صاف دليل هے - كيسے جوش و خروش سے قوم بغاوت كے ليے اُٹهي ؟ حريت ' مساوات ' اخوت كا راگ كيسي بلند آهنگي سے الاپا ؟ كيسے كيسے اصول و مبادي كا اعلان كيا گيا ؟ ليكن نتيجه كيا نكلا ؟ يهي نه كه آندهي كي طرح حريت و مساوات كي هوائيں آئيں اور نكل گئيں پهر جو فضا ميں سكون پيدا هوا تو گرد وغبار كے اندر سے مستبد شخصيتيں حكومت كي بے نيام آبدار تلواريں لئے نمودار تهيں ! اِن شخصيتوں ميں سب سے آخري مگر سب سے زبردست شخصيت نپولين بونا پارٹ كي تهي - اس عجيب انسان نے يهي نهيں كيا كه بغاوت اور انقلاب كا قلع قمع كرديا بلكه ساتهه ساتهه اپني شهنشاهي بهي قائم

اور علم میں ہوا ہے جو لاہوتي پیشواؤں کا مبتدع دین ہے اور ناقص و خلم مدعیان علم کا کج اندیش علم ہے ، تو ہم بڑي آساني سے نہ صرف پچھلي تاریخ کے تمام حوادث کي تعلیل کر سکینگے ، بلکہ مستقبل کے واقعات پر بھي روشني ڈال سکینگے -

(۲)

انساني جماعتیں شعور رکھتي ہیں مگر فکر نہیں رکھتیں - بلکہ کہا گیا ہے کہ جماعت کي شعوري ترقي کا پیمانہ ، اُسکا وہ فرد ہے جو سب سے زیادہ کمزور فکر ، سب سے زیادہ مضطرب شعور ، رکھتا ہے - جماعت جس طرح محض شعور رکھتي ہے ، اُسي طرح سراسر جمود سے بھي لبریز ہوتي ہے - اور یہ کہ اُسکا یہ جمود ترقي کے گوناگوں میدانوں میں اُسکے قدموں کے توازن کیلیے ضروري ہے -

سالہا سال سے علماء اجتماع وہي کہہ رہے ہیں جو گستاؤ لیباں کا نظریہ ہے - لیکن کبھي اُن کے ذہن میں یہ حقیقت نہیں آئي کہ جماعت ، ایک جامد مخلوق ہے - تغییر و تجدید بہت دیر میں میں قبول کرتي ہے - اِس بارے میں مجھے صرف ایک انگریز عالم کارل پیرسن کا قول ملا ہے - وہ کہتا ہے :

" ڈارون اور اسپنسر کي تصانیف میں بڑا فرق یہ ہے کہ اسپنسر کي کتابیں باوجود اپني تمام قوت و تاثیر کے جلد مٹ جائینگي - برخلاف اس کے ڈارون کي کتابیں باقي رہینگي - کیونکہ اُن میں بے نظیر بصیرت اور قوت ادراک موجود ہے - اِن کتابوں نے انفرادي اور اجتماعي زندگي کے لیے ایسے اصول و مبادي پیش کر دیے ، جنھوں نے دنیا کو قدیم افکار کے بدلنے پر مجبور کردیا - نیز ہمارے اخلاقي مطمح نظر کو بھي اونچا کرنا اور ہمارے سامنے میدان زیادہ وسیع کرنا شروع کردیا ہے - بلا شبہ اِن اصول و مبادي کا اثر بہت سست رفتار ہے ، لیکن یہ سست رفتاري ہمیں نا امید نہ کرے - سب سے قوي موثر ، جو ہمارے اجتماعي بقاء کي عمارت محفوظ رکھتا ہے ، وہ وہي صفت ہے جسے ہم سب سے زیادہ مکروہ رکھتے ہیں - یعني قدامت اور جمود کي صفت - اِسي قدر نہیں بلکہ وہ دہشت ناک مخالفانہ صدائیں جو ہر جدید فکر کے خلاف جماعت کي طرف سے بلند ہوجاتي ہے ، ہماري اجتماعي زندگي کي حفاظت کے لیے قوي ترین موثر ہیں - جماعت کا یہ جمود اُس کے جسم کي محافظت کرتا ہے اور نئے نئے تجربوں کا تختۂ مشق بننے نہیں دیتا - نیز صالح کو غیر صالح اور اصلح کو غیر اصلح سے متمیز کر دیتا ہے "

عالم مادي اور جماعات انساني کي تکوین میں بہت بڑي مشابہت موجود ہے - دونوں میں ایسے عناصر موجود ہیں جو اُن کے نظام و توازن کي حفاظت کرتے ہیں - چنانچہ جس طرح جوہر فرد (ایٹم) میں دو متضاد کہربائي لہریں : ایجابي اور سلبي جاري ہوتي ہیں ، یا جس طرح تمام مادي دقائق میں جذب و دفع کي دو مخالف قوتیں جمع ہوتي ہیں ، ٹھیک اُسي طرح اجتماع انساني میں تقدم و جمود کے دو مخالف عناصر ہوتے ہیں - زندگي کے لیے موت لازمي ہوتي ہے اور موت کے لیے بعث (دوبارہ زندگي) ضروري ہوتا ہے - اِس طریقہ پر غور کرنے سے ہم سمجھہ سکتے ہیں کہ جماعت کي سلبي صفات جنھیں ہم نا پسند کرتے ہیں ، در حقیقت اُس کے بقاء کے لیے ناگزیر ہیں .

اِس حقیقت کو زیادہ وضاحت کے ساتھہ سمجھنے کے لیے کوئي نرم مادہ لے لو اور اُس پر دباؤ ڈالو ، تم دیکھوگے کہ دباؤ کے ساتھہ ھي اُس کي شکل بدل جائیگي - پھر دوبارہ اُسے دابو ، فوراً دوسري شکل اختیار کرلیگا - اس طرح ہر دباؤ پر وہ ایک نئي صورت میں تبدیل ہوتا جائیگا - پس اگر انساني جماعت کي طبیعت بھي اِسي مادے کي طرح نرم ہوتي ، اور اُس میں جمود و قدامت پرستي کي ٹھوس صفتیں نہ ہوتیں ، تو ظاہر ہے ، کیسي طوائف الملوکي اور انتشار پیدا ہوجاتا ؟ روز روز اُس میں تبدیلیاں ہوتي رہتیں ، اور نظام انساني تہہ و بالا ہوکر رہ جاتا -

تمام عملي فلسفے شمار کرو . سقراط کا مذہب دیکھو ، کلبي ، اِبي کوري ، رواقي ، مشائي ، وغیرہم کے مذاہب پر نظر ڈالو - اِس کے بعد غور کرو کہ اگر اجتماع انساني کا مزاج نرم مادے کي طرح ہر وقت تبدیلي قبول کرنے کي صلاحیت رکھتا ، تو اِن بے شمار اور متضاد مذاہب کي موجودگي میں اُس کا کیا حال ہوجاتا ؟ یقیناً اُس کا سارا نظام علم و فکر زیر و زبر ہوجاتا اور کوئي وسطی و اصلح راہ پیدا نہ ہوتي -

یہي حال سیاست ، دین ، زبان اور اُن تمام امور کا ہے جن پر تمدن کے ستون قائم ہین -

پس اب یہ واضح ہوگیا کہ تقدم و ارتقاء ایک ایجابي قوت ہے ، جسے باوجود مقاومت کرنے کے سلبي قوت یعني جمود کي صفت مدد دیتي اور آگے بڑھاتي ہے - اگر اجتماع انساني ایک مادي دقیقہ ہوتا تو اُسکے جواہر باہم جذب و دفع کے متضاد عملوں میں مصروف نظر آتے - کیونکہ یہ متضاد عمل ، اُس کي ہستي قائم رکھنے کیلیے ضروري ہے - ٹھیک اِسي طرح تقدم و جمود کي متضاد صفتیں بھي اجتماع انساني کے بقاء و دوام اور نشوء و ارتقاء کیلیے لازمي ہیں -

بنابریں ہمیں قدامت پرست جامدوں کو یک قلم برا نہیں سمجھنا چاہیے - انکا جمود بھي بقاء و حیات کیلیے اسي طرح ضروري ہے ، جس طرح تجدد اور تقدم پر عمل کرنے والوں کا وجود ضروري ہے - جامدین ، اجتماع انساني کیلیے ایک سلبي قوت ہیں ، جو جماعت کي رفتار میں اعتدال و توازن پیدا کرتے رہتے ہیں -

(۳)

ہربرٹ اسپنسر نے اپني کتاب " مبادي معاشرت و اجتماع " ما بعد الالیات کے تطور کي بحث سے شروع کي ہے - وہ کہتا ہے تطور کي تین قسمیں ہیں : (۱) تطور غیر عضوي اور اسکا تعلق آسمان و زمین اور سیاروں کي بنا سے ہے - (۲) تطور عضوي اور اسکا تعلق طبیعي ظواہر سے ہے جنہیں ہم طبیعت حیہ اور مختلف درجوں کے نبات و حیوان کي ترکیب میں مشاہدہ کرتے ہیں - پھر وہ مظاہر ذہني (سائیکا لوجي) جو اُن صور حیہ کا خاصہ ہیں جو ترقي کي اُس حد کو پہنچ گئي ہیں جہاں طبیعت تطور نے انہیں اِن مظاہر کا اہل بنا دیا ہے - (۳) تطور ما بعد الالیات یا ما بعد العضویات - یہ في الحقیقت حالت اجتماعي کا سن بلوغ اور جماعت کے افراد میں تقسیم عمل ہے -

اگر ہم اِس اصول کي تحلیل کریں اور اپنے موضوع پر اُسے تطبیق دیں ، تو ہمیں ماننا پڑیگا کہ تطور مابعد الالیات ، نشوء کا وہ آخري درجہ ہے جس تک حیواني جماعتوں کي ترقي پہنچي ہے - انسان بھي اِس سب میں حیوان کا شریک ہے بلکہ مابعد الالیات میں اُس زیادہ سے زیادہ ترقي تک پہنچ گیا ہے جہاں تک حیوان سے پہنچنا ممکن ہے - اگر یہي ہے تو پھر انسان کو باقي مخلوق پر کیا امتیاز حاصل ہے ؟ انسان کا امتیاز یہ ہے کہ وہ اپنے مابعد العقلیت سے ایک ایسي قوت حاصل کرتا ہے جسکے ذریعہ اپني عقل کو اپنے مجموع کي بھلائي میں لگاتا ہے !

قبول کر ليتيں اور اُن پر عمل کرنے ميں تيزي سے پيش قدمي کرتي هيں - لهذا وه زياده انقلاب پسند هيں -

برخلاف اِنکے اِنگلو سکسن (انگريزي) قوميں' زياده عملي هيں - محض نظريوں سے متأثر نهيں هوتيں - اُن کے جذبات اور دماغي رجحان زياده پائدار هيں - وه انقلاب کي طرف کم مائل هوتي هيں - جرمن قوموں کا بهي يهي حال هے' مگر ان ميں احساس کسي قدر زياده هے -

روس' روحاني و نظري خيالات کي طرف سب سے زياده مائل هيں - کمزور عقل اور کمزور اراده رکهتے هيں - اِسي ليے هر انقلابي دعوت کو لبيک کهنے کے ليے طيار رهتے هيں - اِس خصوصيت ميں اگر اُن پر کوئي سبقت لے گيا هے تو وه يهودي هيں - يه قوم باغيانه دماغ رکهتي هے اور هر جگه بغاوت کي تخم ريزي کرتي هے - ايک محقق نے بتلايا هے " اجتماعي نظامات پر سب سے زياده نکته چيں اور بغاوت کي سرگرم دعوت دينے والي کتابيں زياده تر يهوديوں هي کے قلم سے نکلي هيں - حتی که موجوده سوشيلزم يا بالشويزم بهي ايک يهودي هي کي ايجاد هے - اِس کا نام کارل مارکس تها - اور اِس مذهب کے بڑے بڑے ارکان مثلاً لينن' ترانسکي وغيره سب يهودي النسل هيں - يهوديوں کے اِس خاصے کے دو سبب هيں : اول يه که وه سامي نسل هيں - اور معلوم هے که سامي نسل فطرتاً خياليات و نظريات کي دلداده هوتي هے - دوسرے يه که مخصوص اجتماعي حالات نے يهوديوں کا دماغ باغيانه کر ديا هے - دنيا ميں شايد سب سے زياده مصيبتيں اِسي قوم نے برداشت کي هيں اور يه اِسي کا نتيجه هے که اُسميں بغاوت و انقلاب کي روح قائم هوگئي هے -

پهر يه بات بهي خاص طور پر ياد رکهنے کي هے که جو قوميں جمود و تقليد کي زياده دلداده هوتي هيں اور حالات کي تدريجي تبديلي کے ساتهه اپنے تئيں بدلتي نهيں رهتيں بلکه اپنے جمود پر اڑي رهتي هيں' وه اگرچه دير ميں انقلابي روح سے متأثر هوتي هيں مگر جب ايک دفعه هو جاتي هيں تو پهر اُنهي ميں سب سے بڑا انفجار بهي هوتا هے اور اچانک اُن کي سوسائٹي درهم برهم هوجاتي هے - اِس اصل کي بنا پر پيشين گوئي کي جاسکتي هے که هندوستان ميں جب کبهي انقلاب هوگا تو نهايت هي هولناک هوگا اور پوري موجوده سوسائٹي کو درهم برهم کر ڈالے گا - کيونکه يه ملک سخت جمود کي حالت ميں رها هے اور تدريجي ترقي سے برابر انکار کرتا رها هے - هندوستان ميں جب انقلاب آئے گا تو دنيا بهر کے انقلابات سے زياده موثر ثابت هوگا اور شايد سوسائٹي کي موجوده کوئي چيز بهي باقي نه چهوڑے گا - عادات و اطوار' رسم و رواج' خيالات و افکار غرضکه کوئي شے بهي اُس کي ضرب سے نه بچے گي - اگر ايسے هولناک انقلاب سے بچنا هو تو اُسکي صرف يهي ايک تدبير هے که ابهي سے ملک کو تدريجي ترقي پر لگايا جائے - جوں جوں حالات بدليں' ملک ميں بهي تبديلي پيدا کي جائے - ورنه موجوده جمود اور ٹهراؤ' آينده قيامت کا پيش خيمه بننے والا معلوم هوتا هے -

---

علم اور دين

کيا فی الحقيقت علم اور دين دو متحارب فريق هيں ؟

* * *

ره ره کر شور اٹهتا هے که دين اور علم ميں نزاع قائم هے' اور يه که علم اور دين' دونوں کي فطرت ميں اِس عداوت و تنافر کي بنياديں مخفي هيں - بلا شبه يه دعوی ايک مدت سے زباں زد خاص و عام هے - مزيد برآں تاريخ سے بهي اِسکي شهادت ملتي هے - صرف تاريخ هي نهيں' خود همارا مشاهده بهي اِسکي تائيد کرتا هے - ليکن بايں همه ابتک کوئي قطعي ثبوت اِس دعوے کي صحت کا نهيں ملا - تاريخي واقعات اور همارے مشاهدے کتنے هي کثير هوں' تاهم يقيني طور پر ثابت نهيں کر سکتے که دين اور علم کے طبائع فی الحقيقت باهم متضاد هيں -

موجوده تمدني حالات پر ايک سر سري نظر' اس دعوے کے مشکوک کر دينے کے ليے کافي هے - موجوده عهد ميں مادي علم کا دهارا اتني شدت و قوت سے بهه رها هے' جس کي نظير کسي پچهلے زمانے ميں نهيں مل سکتي - ليکن با وجود اس کے ٹهيک علم کے پهلو به پهلو' هم ديني روح کو بهي پوري مضبوطي سے قائم پاتے هيں - کسي عهد ميں بهي ديني روح انساني قلوب ميں به حثيت عمومي اس سے زياده راسخ نهيں هوگي' جتني اِس وقت هے - بے شک هم تسليم کرتے هيں که دنيا پر ايسے تمدني دور گزرے هيں جن ميں وقتي طور دين کا دبدبه گهٹ گيا اور ماديت کے غوغا پر اُسکا نعره غالب نه آ سکا' ليکن ساتهه هي همیں يه بهي تسليم کرنا چاهيے که خارج ميں دين کي آواز کتني هي پست کيوں نه هوگئي هو' روح کے اندر اُسکي بنياديں هميشه يکساں طور پر استوار رهي هيں - انسانيت کي پوري تاريخ مين ايک لمحه بهي ايسا بتايا نهيں جا سکتا' جس ميں ديني يقين و ايمان کے ستون متزلزل هوگئے هوں -

اگر واقعي دين اور علم ميں معرکه برپا هوتا تو ابتک مدت کا فيصله بهي هو چکا هوتا - ۲۵ - صديوں سے يه دونوں نام نهاد حريف پهلو به پهلو چل رهے هيں - مگر ابتک دنيا نے اُنکا کوئي فيصله کن معرکه نهين ديکها - کيا يه طويل و عريض مدت بهي فيصله کے ليے کافي نه تهی ؟

ليکن فيصله هوتا کيونکر؟ دونوں ميں اگر فی الحقيقت کوئي نزاع هوتي تو اُس کا فيصله بهي وقوع ميں آتا - يهاں سرے سے جنگ هي نهيں هے - حقيقت يه هے که يه دونوں اپنے ليے فکر انساني ميں بالکل الگ الگ ميدان رکهتے هيں - يهي سبب هے که دونوں اپني اپني جگهه پر باقي و قائم هيں - دونوں کا کهيں بهي حقيقي تصادم نهيں هوتا - دونوں فکر انساني کے دو علحده علحده مظهر هيں -

ليکن اگر حقيقت يه هے تو پهر اُس طويل اور خونيں تاريخ کي هم کيا توجيهه کريں جبکه ديني پيشواؤں نے علم کا گلا گهونٹنے کي کوششيں کيں ؟ نيز اُس مبازرت طلبي کي کيا تاويل کريں جو اصحاب علم کي طرف سے اِس وقت تک دين کو دي جا رهي هے ؟

اِس کا جواب يه هے که اگر هم يه تسليم کر ليں که وه دين جو طبيعت انساني کا ثمره هے' اور وه علم جو عقل انساني کا نتيجه هے' دونوں ميں کبهي تصادم نهيں هوا' جو تصادم هوا هے وه سراسر اُس دين

” میرے خیال میں سرکاري وکیل کي منطق یه خواهش تو نه رکهتي هوگي (قهقه)

” اِس مسئله کے صاف کردینے کے بعد اب میں اصلي موضوع پر متوجه هوتا هوں -

” جج اور جیوري ! اُس ضابطهٔ قانون میں ، جسے هم ” قدیم یورپین ضابطهٔ قانون “ کهه سکتے هیں ، ایک ایسا قانون موجود هے جس کي منسوخي پر گزشته سو برس سے تمام فلاسفه ، مفکرین ، اور حقیقي سیاست داں زور دے رهے هیں - سب کا بیک زبان مطالبه رها هے که ” مقدس تعزیرات “ سے یه قانون همیشه کے لیے نکال دیا جائے -

” اِس قانون کے متعلق بکاریا نے کها تها ” یه بے دین قانون هے “ فرانکلین کها کرتا تها ” یه خوفناک قانون هے “ لیکن همیں معلوم هے اِن دونوں پر کبهي توهین قانون کا مقدمه نهیں چلایا گیا -

” اِسي قانون کے بارے میں لوئي فلپ نے (جس کا نام میں اُس احترام کے بغیر نهیں لے سکتا جو پیري اور بد نصیبي کے لیے اور هر اُس شخص کے لیے ضروري هے جو اِس قانون کي قربان گاه پر بهینٹ چڑها هو) کها تها ” زندگي بهر میں اس سے نفرت کرتا رها هوں “ اِسي قانون پر مسیو جیزو اور مسیو دي بروگلي نے سختي سے نکته چیني کي تهي -

” یهي وه قانون هے جسے هماري پارلیمنٹ نے اب سے بیس برس پہلے تسلیم کیا هے - یعني اکتوبر سنه ۱۸۳۰ ع میں - حالانکه ٹهیک اِسي زمانه میں ایک نیم وحشي امریکن پارلیمنٹ نے اِسے ملک کے ضابطهٔ قوانین سے خارج کردیا تها -

” یهي وه قانون هے جسے تین سال هوئے فرنکفورٹ کانگریس نے منسوخ کیا - اور اِسي کو چند سال هوئے انجمن جمهوریت رومان نے باطل کردیے جانے کا فیصله کیا هے -

” یهي قانون هے جسے هماري مقنن مجلس نے سنه ۱۸۴۸ ع میں بڑے پس و پیش کے بعد منظور کیا تها - یهي وه قانون هے جو اِس وقت جب که میں تقریر کر رها هوں اُن دو تجویزوں کے رحم پر زنده هے جو اُس کے خلاف هماري مقنن مجلس میں پیش هیں -

” یهي وه قانون هے جسے ٹسکانیا اور روس ، دونوں ٹهکرا چکے هیں ، اور اب وقت آگیا هے که فرانس بهي اُسے نفرت سے ٹهکرا دے -

” یهي وه قانون هے جس کے سامنے سے انساني ضمیر نفرت و کراهت کے ساتهه بهاگتا هے -

” وه قانون کیا هے ؟

” قتل !

” اور اے حضرات ! یهي وه قانون هے جس نے آج یه مقدمه پیدا کیا هے - یهی همارا حقیقي دشمن هے - ممکن هے سرکاري وکیل کو غصه آجائے - لیکن میں یه کهے بغیر نهیں ره سکتا که اُس کے پیچهے بهي یهي قانون چهپا کهڑا هے (قهقه)

” مجهے اعتراف هے که مسیو لیوں فوشو کي طرح گزشته بیس برس سے میں بهي یقین کرتا تها که ” اب گلوٹین ، عام میدانوں میں ظاهر نهیں هوگي - لیکن مجهے یه بهي یقین تها که اب گلوٹین ، قانوني نقاب اوڑهتي جاتي هے - اب اُس کي حیثیت پہلے سے بهتر هوگئي هے - اب اُس نے میدان چهوڑ دیا هے ، جهاں سورج چمکتا اور مخلوق جمع هوتي هے - اب وه سڑکوں کا هجوم پسند نهیں کرتي - اب اُس کا تماشه دل پسند نهیں رها - اب وه تماشه تاریکي میں دکهاتي هے - ” سان جاک “ کے قید خانے میں - خالي جگه میں - لوگوں کي نظروں سے دور - میں اِس پر مطمئن هوا - میں نے اُسے اپنا منهه چهپاتے دیکها ، اور اِس شرم و حیا پر مبارک باد دي - لیکن اے حضرات ! یه میري غلطي تهي - کیوں که اُس نے بهت جلد اِس عارضي حیا کا پرده چاک کرڈالا اور انتهائي بے شرمي کے ساتهه باهر نکل آئي !

” سان جاک کا قید خانه یقیناً اِس ملکهٔ قتل (یعني گلوٹین) کے لیے توهین آمیز هے - لهذا اب همیں طیار هو جانا چاهیے که جلد اُسے پهر عام میدانوں میں سورج کے نیچے دیکهینگے - جلادوں کي قطاریں اُس کے سامنے کهڑي هونگي - مسلح پولیس اور فوج اُس کے اعزاز میں دست بسته هوگي - بهت ممکن هے اُس کا تخت خونیں ، اُسي بلدیه (کارپوریشن) کے روشن دانوں کے نیچے بچهایا جائے ، جس کي کهڑکیوں میں کهڑے هوکر بعض نالائقوں نے ۲۴ فروري کو اُسے چلا چلا کر گالیاں دي تهیں -

” اب گلوٹین پهر طیاري کر رهي هے - اُس نے سوچنا شروع کردیا هے که مضطرب هیئت اجتماعیه کو اپنے استقرار کے لیے ، پهر تمام پچهلي روایات کي طرف لوٹ جانا چاهیے - چونکه وه خود بهي ایک قدیم رسم هے ، اس لیے اُسے بهي از سر نو آگے بڑهنا چاهیے - وه تمام مصلحین کے خلاف احتجاج بلند کررهي هے ، کیونکه اُنهوں نے انتهائي گستاخي کے ساتهه اعلان کیا تها که سر کاٹنے کا آله اُس مجمع کا نشان نهیں هوسکتا ، جس کي کتاب ، انجیل هے !

” وه اِن مصلحین پر سخت خفا هے - کیونکه محسوس کرتي هے که اِن خیالي آدمیوں کے سامنے ، جو نظام اطاعت نهیں جانتے ، وه بے وقعت هوتي هے (قهقه) وه چاهتي هے دنیا بهر اُسکي عظمت کا راگ گائے اور اُسکے سامنے تعظیم سے جهک جائے - اگر ایسا نهیں هے تو وه خفا هو جائیگي ، اپني توهین پر شور مچائیگي ، عدالت میں دعوی کریگي ، اور معاوضه طلب کریگي “ (قهقه)

جج ـــ مقرر کے بیان پر استحسان یا مذمت کا اظهار قطعي طور پر ممنوع هے - اِس موقعه پر قهقه نهایت نا مناسب هے -

وکٹر هیگو (تقریر جاري رکهتے هوے) ” یه ملکهٔ معظمه (گلوٹین) خون کي مالک هے - لیکن وه اِسے کافي نهیں سمجهتي - وه جرمانے اور قیدخانے کي بهي حاکم بننا چاهتي هے -

” محترم عدالت ! جس دن میرے سامنے وه پروانه پیش کیا گیا جو میرے لڑکے کے نام آیا تها - یعني اِس مقدمه کا سمن ، (آج کل هم کتنے عجائبات دیکهه رهے هیں اور همیں عجائبات دیکهنے کا کس قدر عادي هونا چاهئے ؟) مجهے اعتراف کرنا چاهئے که وه پروانه دیکهکر میري حیرت کي کوئي حد نه رهي - میں نے تعجب سے کها - کیا ؟ . . . تو کیا اب هم اِس حد تک پهنچ گئے هیں ؟ کیا اب هم اِس وجه سے مجرم قرار پائینگے که عقل ، ضمیر ، آزادي خیال ، اور قانون طبیعت کے حامي هیں ؟ کیا اب هم سے صرف مادي احترام کافي سمجها نهیں جاتا (جس سے همیں کبهي انکار نهیں هوا ، جو هم پر واجب هے ، اور جسے هم فعلاً پیش بهي کر رهے هیں) بلکه اب هم سے مطالبه کیا جا رها هے که معنوي احترام بهي اِن سزاؤں کیلیے پیش کریں جو انساني ضمیر کو پاش پاش کر رهي هیں - جنهیں دیکهکر هر عقلمند کا رنگ فق هو جاتا هے - جنسے دین نفرت کر رها هے ؟ وه سزائیں جو سنگ دلي سے بهي بڑه کر ایک برائي هیں - جنکے نفاذ کے بعد اُنکي تلافي محال هے - جو بالکل اندهي هیں - وه سزائیں جو انساني خون سے تر بتر هیں - جو دین سے بالکل دور هیں - وه جب مجرم کے سر پر نازل هوتي هیں تو شبه هوتا هے که انسانیت اِس عالم میں موجود نهیں هے - جب بے گناه پر پڑتي هیں تو خود خدا کے وجود میں شک پیدا هو جاتا هے . . .

کیا قانون کي نکته چیني، قانون کي توھین ھے ؟

تاریخ قوانین مدینه کا ایک صفحه

وکٹر ھیگو کي تقریر اپنے لڑکے کي حمایت میں

(۱)

سنه ۱۸۵۱ کا واقعه ھے که فرانس میں ایک مجرم کو قتل کي سزا دي جا رھي تھي - مجرم نے گلوتین (انقلاب فرانس کے آلۂ قتل) پر چڑھنے سے انکار کیا ' شور مچایا ' واویلا کیا ' نوحه ؤ بکا کیا ' سخت جسماني مزاحمت کي ' مگر اُسکي کوي سعي کارگر نہیں ھوي - عدالت فیصله کر چکي تھي - جلادوں نے بے دست و پا کرکے اُسے گلوتین پر چڑھایا اور قتل کردیا گیا -

فرانس کے مشہور شاعر و کاتب وکٹر ھیگو کے لڑکے چارلس ھیگو نے یه منظر اپني آنکھوں سے دیکھا ' تو بے اختیار ھوگیا اور قتل کي سزا کے خلاف اخبار L, Evenement میں ایک مضمون شائع کیا - حکومت کي نظر سے یه مضمون گزرا تو کاتب پر قانون کي توھین کا مقدمه دائر کیا ' کیونکه اِس مضمون میں براہ راست قانون کي اِس نوعیت پر حمله کیا گیا تھا -

اِس واقعه نے فرانس میں سخت ھلچل ڈال دي - بیک وقت دو بحثیں پیدا ھوگئیں : سزائے قتل کي اخلاقي حیثیت اور قانون کي " نکته چیني " اور قانون کي " توھین " میں فرق - اِنھي دونوں اھم بحثوں پر وکٹر ھیگو نے ۱۱ جون سنه ۱۸۵۱ کو عدالت میں ایک بہت ھي بلیغ اور پر زور تقریر کي - اِس موضوع پر یه تقریر بے نظیر سمجھي جاتي ھے - اِس میں فرانس کے شاعر نے قوت واستدلال اور قوت خطابت دونوں کا بہترین مظاھرہ کیا ھے -

---

فرد اور جماعت کبھي منفق نہیں ھوتے - وہ ھمیشه دو متضاد وجود ھیں - دونوں کي طبیعت ایک دوسرے سے بالکل مختلف ھے - دلیل یه ھے که ایک ھي زمانه میں رھنے والے افراد کي عظیم تعداد کبھي بھي جماعت کے تطور اور اُسکے مظاھر پر متنبه نہیں ھوتي اور نه اس تطور کو بھلائي اور امن کي طرف لانے کي کوشش کرتي ھے - فرد جماعت کے تطور سے خود بھي تطور حاصل کرتا ھے - لیکن اُسکے وقوع کي اُسے ھرگز کوئي خبر نہیں ھوتي - پھر خود جماعت بھي اپنے تطور کا کوئي احساس نہیں کرتي' یہانتک که امتداد زمانه' جماعت کے تدریجي تطور کو نمایاں کر دیتا ھے اور آئنده نسلیں اُسے محسوس کرتي اور دیکھتي ھیں -

فرد کا جماعت کے شعور کے ماتحت آجانا اُسے اپني مستقل عقلیت سے دور کر دیتا ھے - جماعتي شعور کا دھارا اُسے جدھر چاھتا ھے ' بہا لیجاتا ھے : شر کي طرف یا خیر کي طرف - جماعتي شعور اور انفرادی عقلیت کي جنگ نے پوري انساني تاریخ بنائي ھے - تمام جنگي حوادث ' اجتماعي انقلابات اور مختلف مدنیتوں کے قیام میں ھمیں ھر جگھه یھي حقیقت نمایاں نظر آتي ھے - یھي روح ' انسانیت کي گردن پکڑے ھمیشه کھینچتي ھوئي دکھائي دیتي ھے -

اِس تقریر کي قانوني اور ادبي ' دونوں حیثیتیں ایسي ھیں که ضروري ھے ' اردو علم ادب اس سے خالي نه رھے - ھم نے حتی الوسع لفظي ترجمه کیا ھے -

(وکٹر ھیگو کي تقریر)

" سرکاري وکیل کے ابتدائي الفاظ سننے کے بعد میں نے یقین کرلیا تھا که وہ الزام سے دست بردار ھو جائیگا - لیکن میرا یه یقین ' محض بے بنیاد وھم ثابت ھوا اور بہت جلد دور ھوگیا - سرکاري وکیل نے متعدد کوششیں کیں (جو سب کي سب نا کام رھیں) که موضوع کو محدود و محصور کردے - لیکن موضوع کي طبیعت نے اُسے تفصیل پر مجبور کر دیا - نتیجه یه ھوا کے تمام پہلو روشني میں آگئے ' اور وکیل کي خلاف مرضي معامله نے اپني پوري اھمیت حاصل کرلي - لیکن مجھے اِس نتیجه پر کوئي شکایت نہیں ھے -

" میں اب بلا کسي تمہید کے فوراً الزام کا مقابله کرتا ھوں -

" لیکن سب سے پہلے ھمیں ایک بنیاد پر متفق ھو جانا چاھیے - کیونکه مشہور مقوله ھے " موضوع کي عمدہ تعریف ' عمدہ بحث پیدا کرتي ھے " پس ھمیں سب سے پہلے یه طے کر لینا چاھیے که " قانون کي حرمت " کے معنی کیا ھیں ؟ یه اس لیے که آج کي بحث کي بنیاد یہي مسئله ھے -

" نا ممکن ھے اِس جمله کے معنے یه ھوں که قانون کي حرمت کے بہانے سے قانون پر نکته چیني روک دي جائے - اِس جمله کے معني اس سے زیادہ کچھه نہیں ھو سکتے که قانون کي تنفیذ کا احترام کیا جائے اور بس - یه جمله ' نکته چیني کي پوري آزادي دیتا ھے ' سخت سے سخت نکته چیني کي بھي ' بلکه مذمت کي بھي - صرف ایک قانون ھي کي نہیں بلکه خود ملک کے دستور (کانستي تیوشن) کي بھي جو سب سے اعلی قانون ھوتا ھے -

" یه جمله ھمیں پوري آزادي دیتا ھے که تشریعي قوت (قانون ساز قوت) کو کسي " خطرناک " قانون کي منسوخي پر آمادہ کریں - اِسي قدر نہیں بلکه یه ھمیں اجازت دیتا ھے که قانون کي راہ میں ھر قسم کي اخلاقي اور معنوي دشواریاں حائل کریں - بلا شبه وہ ھمیں مادي دشواریاں پیش کرنے کي اجازت نہیں دیتا -

" قانون نفذ ھونے دو ' اگرچه کتنا ھي خراب ' کتنا ھي ظالمانه ' کتنا ھي وحشیانه ھو - اپنے دل و دماغ کے سامنے اُسکي شکایت کرو - مقنن سے شکوہ کرو - مگر خود قانون کو روکو نہیں - اُسے جاري ھونے دو - ببانگ دھل کہو که وہ خراب ھے - ظالمانه ھے - وحشیانه ھے - لیکن اُسکي راہ روک کر کھڑے نه ھو -

" ھم نکته چیني کرینگے - مذمت کرینگے - مگر بغاوت نہیں کرینگے - یھي وہ حقیقي معنی ھیں ' یھي وہ وحید معنی ھیں " قانون کے احترام " کے ' اگر یه نہیں تو اے حضرات ذرا غور تو کیجیے -

" قانون سازي کا مشکل عمل دو قسموں پر منقسم ھوتا ھے : مقنن اور اخبارات - اگر میري تشریح قبول نه کي جائے تو اِسکا نتیجه اسکے سوا کچھه نہیں ھو سکتا که دوسري قسم معدوم ھو جائیگي - کیونکه اخبارات کا فرض ھے که قوانین پر نکته چیني کرکے مقنن کو قانون سازي میں مدد دیں ' وہ مدد جس کے بغیر کوئي قانون مکمل نہیں ھو سکتا - جب یه قسم معدوم ھو جائیگي تو قدرتي طور پر پہلي قسم ' یعني مقنن کا وجود بھي بیکار ھو جائیگا - یعني ھماري پارلیمنٹ معطل ھو کر رہ جائیگي اور اُس کے لیے اِس کے سوا کوئي کام باقي نه رھے گا که ھمیشه کے لیے بند ھو جائے -

مگر اِن کوششوں کے باوجود بھي شہر عکاء صلیبیوں کے قبضہ میں باقي رھا ' اور اُن تمام نقصانوں کي تلافي کرتا رھا جو اُنھیں اپنے مشرقي مقبوضات سے محرومي کي وجہ سے پہنچے تھے - یہ دیکھکر ملک اشرف بن قلاؤن نے چاھا ' یہ مقام بھي اُن سے واپس لے لیا جاے - چنانچہ اُس نے حملہ کیا اور سنہ ۱۲۹۱ ع میں کامیاب ھو گیا -

عکا کے واقعہ کے بعد مشرق کي فتح کے دروازے ایک مرتبہ پھر مغرب پر بند ھوگئے - لیکن وہ نا امید نہ ھوا ' اور روم کے پاپا اور یورپ کے پادشاہ برابر حملہ کي طیاریاں کرتے رھے - چنانچہ چارلس ھشتم شاہ فرانس نے عزم مصمم کرلیا تھا کہ اپنے جنگي بیڑوں کي قوت سے فلسطین اور مقامات مقدسہ پر قبضہ کرلے - لیکن تجارتي مفاد نے اُس وقت جنگي کارروائیاں کرنے کي اجازت نہیں دي - اور مشرق و مغرب کا تصادم ھوتے ھوتے رک گیا -

عکا کي فتح کے بعد مشرقي تجارت کي باگیں مصر کے ھاتھ آگئي - اب بحر متوسط کي تجارت پیشہ قوموں کیلیے اِسکے سوا کوئي چارہ نہ تھا کہ اسکندریہ ' دمیاط ' اور بیروت کے بازاروں کا طواف کریں - چنانچہ وینس اور جنیوا وغیرہ کے تاجر اِن بازاروں پر ٹوٹ پڑے - کیونکہ مشرق کي مصنوعات او ھندوستان کي پیداوار حاصل کرنے کا اور کوئي دوسرا راستہ اُنکے سامنے موجود نہ تھا - اُس زمانے میں ھندوستان کے گرم مصالے یورپ میں از حد مقبول تھے اور غذا کا لازمي جزء بن گئے تھے - یہ مسالے بھي مصر ھي کے راستے یورپ کو حاصل ھوتے تھے -

اِس تجارتي مرکزیت نے مصر کو دولت و ثروت کا بھي مرکز بنا دیا - بادشاہ اور باشندے مالا مال ھوگئے تھے - تمام یورپ میں قاھرہ " قاھرۂ عظمی " کے نام سے پکارا جاتا تھا !

(راس امید کي دریافت)

تقریباً در سو برس تک یہي حالت رھي - یہانتک کہ سنہ ۹۲۲ھ (۱۵۱۶ع) میں مصر اپني آزادي سے محروم ھو گیا - اُسکي تجارتی مرکزیت کو شاید اب بھي کوئي نقصان نہ پہنچتا لیکن مصیبت یہ ھوئي کہ اُسي زمانے میں پرتگالیوں نے " راس امید " دریافت کرلي اور اس طرح مصر کي سیاسي اور تجارتي ' دونوں اھمیتیں ختم ھوگئیں -

راس امید' اتفاقیہ طور پر دریافت نہیں ھوا بلکہ ضرورت نے اُسکي طرف رھنمائي کي تھي - یوں کہنا چاھئے کہ ھندوستان کي تجارت اُس کا باعث ھوئي - حقیقت یہ ھے کہ قدیم زمانے سے ھندوستان ' دنیا کي سیاست میں زبردست موثر رھا ھے - اسکي فتح کے لیے دنیا میں بے شمار انقلاب پیدا ھوئے اور بے شمار ملکوں کی آزادیاں پامال ھوئیں - یہي نہیں بلکہ نئي دنیا یعني امریکا کا اکتشاف بھي اِسي ھندوستان کي طمع وٗ شوق میں ھوا -

عکا سے محروم ھوجانے کے بعد یورپ نے دیکھا کہ مشرق اور ھندوستان کي تجارت کیلیے اب وہ یک قلم مصر کے رحم پر ھے ' اور بلا وجہ مصر کو بے شمار محصول ادا کرتا ھے - چنانچہ عقلاء یورپ نے غور کرنا شروع کیا کہ ھندوستان تک پہنچنے کي کوئي ایسي راہ نکلے جسمیں مصر کا توسط نہ ھو - اِس مشکل کے دو حل اُنکے سامنے آئے : ایک یہ کہ بحر اتلانتک میں مغرب کي طرف سیدھے چلے جائیں ' یہانتک کہ ھندوستان کے ساحل پر پہنچ جائیں - دوسرے یہ کہ افریقا کا چکر لگا کر ھندوستان پہنچیں -

یہ دونوں نظریے ' پہلے جنیوا میں پھر لشبونہ (پرتگال) میں مشہور ھوئے - لشبونہ سے یہ خیال اسپین پہنچا اور یہ دونوں ملک اُس پر سنجیدگي سے غور کرنے لگے -

(کولمبس کي مہم)

پہلا نظریہ یعني بحر اتلانتک میں غرباً سفر' سب سے پہلے جنیوا کے ایک باشندے کولمبس نے پیش کیا - میں کہتا ھوں " سب سے پہلے " حالانکہ اِس سے میري مراد " اھل یورپ میں سب سے پہلے " ھے - کیونکہ یہ ایک تاریخي حقیقت ھے کہ کولمبس سے بہت پہلے اندلس اور مصر کے مسلمان اِس پر غور کرچکے تھے - صرف غور ھي نہیں بلکہ اُسے عمل میں بھي لا چکے تھے ' اگرچہ کامیاب نہ ھوسکے -

میرا فرض ھے کہ یہ تاریخي حقیقت ' جس پر انسان اور زمانے کي ناانصافیوں نے پردے ڈال رکھے ھیں ' روشني میں لے آوں -

علماء یورپ ھمیں بتاتے ھیں کہ سب سے پہلے کولمبس کو خیال پیدا ھوا کہ بحر اتلانتک میں غرباً چلنے سے ھندوستان تک پہنچ سکتے ھیں - چنانچہ یہ خیال لے کر وہ لشبونہ گیا اور جان ثاني شاہ پرتگال کے سامنے پیش کیا - لیکن یہ بادشاہ بد نصیب تھا اُس نے کولمبس کي بات نہ ماني بلکہ اُسے مجنوں قرار دیا - کولمبس خفا ھوکر اسپین چلا گیا اور فردیننڈ اور ملکۂ ایزابلا کے سامنے اپنا نظریہ پیش کیا - نتیجہ یہ نکلا کہ وہ نئي دنیا تک پہنچ گیا جس کا نام اُس وقت لوگوں نے " مغربي ھند " (Indes Occiden Tales) (۱) رکھا تھا کیونکہ کولمبس کا ارادہ' ھندوستان پہنچنے کا تھا - اِسي کي تلاش میں امریکہ نکل آیا - اِسي لیے اُسے ھندوستان ھي سے تعبیر کیا گیا -

لیکن جب کہ کولمبس ' لشبونہ میں یہ خیال لیے ھوئے بحر اتلانتک کي متلاطم موجوں پر امید کي نظریں ڈال رھا تھا ' تو کیا اُس کے دل میں یہ خیال بھي گزرا تھا کہ اِسي لشبونہ میں کھڑے ھوکر عرب ٹھیک اِسي مقصد بلکہ اِس سے بھي بڑے مقصد سے سمندر پر نظریں ڈال چکے ھیں ؟

کیا کولمبس کو یہ خبر پہنچي تھي کہ اِسي لشبونہ کے مسلمانوں نے اُس سے بہت پہلے ارادہ کیا تھا کہ بحر ظلمات میں تحقیقات کے لیے در آئیں ؟

کولمبس کو شاید معلوم نہ ھوا ھو' لیکن یہ واقعہ تاریخ کے صفحات پر ثبت ھے - لشبونہ کے اُن مسلمانوں میں سے جو " مغررین " کے لقب سے مشہور ھیں ' آٹھہ عم زاد بھائیوں نے کمر ھمت چست کي - جہاز طیار کیے - کئي مہینے کا کھانا پاني جمع کیا ' اور اُس ھوا کے آغاز پر جو اُنھیں مغرب کے کناروں تک لیجا سکتي تھي ' بحر ظلمات میں روانہ ھوگئے - اُن کے سفر کا حال شریف ادریسي نے اپني کتاب " نزھة المشتاق في اختراق الافاق " میں لکھا ھے - اھل لشبونہ اپنے اِن " مجنونوں " کو بھولے نہیں بلکہ اُن کي یادگار باقي رکھنے کے لیے اپنے شہر کے ایک محلہ کا نام " درب المغررین " رکھدیا -

---

(۱) گیارھویں صدي ھجري کے عرب مصنفین کي کتابوں میں بھي امریکا کا نام (الھنود المغربیة) لکھا ھے - دیکھو مقدمہ " کتاب العز و المنافع للمجاھدین بالبارود و المدافع " . جو مصر کے سلطاني کتب خانے میں محفوظ ھے -

" لیکن نہیں ! نہیں ! ہرگز نہیں ! ہم ابھي اِس حد تک نہیں پہنچے ہیں . . . میں نے کہا مجھے پروانہ دیکھکر سخت حیرت ہوئي (آپ عنقریب جان لینگے میري حیرت کس درجہ عظیم تھي) کیونکہ میں نے خیال کیا ' اگر اِس " جرم " کا کوئي حقیقی مجرم ہے ' تو وہ میرا بیٹا نہیں ' خود میں ہوں -

" میں اِس وقت عدالت کے سامنے پوري صفائي سے اعلان کرتا ہوں کہ اِس جرم کا حقیقي مجرم میں ہوں ' میں ! کیونکہ گزشتہ ۲۵ سال سے میں ہي اِن سزاؤں کے خلاف ہر ممکن ذریعہ سے جنگ کر رہا ہوں -

" میں تصریح کرتا ہوں کہ گزشتہ ۲۵ سال سے میں نے ہر طریقہ سے " انساني زندگي کي حرمت " بچانے کي کوشش کي ہے - یعني وہي جرم کرتا رہا ہوں جو اِس وقت میرے لڑکے پر عائد کیا جا رہا ہے - میں نے یہ جرم اپنے لڑکے سے بہت پہلے شروع کیا تھا ' اور اِس سے کہیں زیادہ سخت طریقہ پر اُسکا ارتکاب کرتا رہا ہوں - مہربان سرکاري وکیل ! دیکھو ' میں خود اپنے خلاف گواہي دے رہا ہوں - میں اقبالي مجرم ہوں - حلفیہ اقبال کرتا ہوں - میں نے ہر موقعہ پر یہ جرم کیا ہے - بار بار کیا ہے - اصرار کے ساتھہ کیا ہے - ہمیشہ کرنے کا عزم رکھا ہے - یہ عزم اِس وقت بھي میرے قلب میں موجود - بلکہ اِس وقت بھي میں اِس جرم سے آلودہ ہو رہا ہوں - خود عدالت کے سامنے آلودہ ہو رہا ہوں !

" ہاں . . . میں خود اپني زبان سے بغیر کسي جبر و اکراہ کے اپنے جرم کا اعلان کرتا ہوں - میں اعلان کرتا ہوں کہ میں زندگي بھر اُن تمام قوانین کی بیخ کني کرتا رہا ہوں جو وحشیانہ ہیں - میں ہمیشہ اِس بوڑھے قانون کا دشمن رہا ہوں جو کہتا ہے " آنکھہ کے بدلے آنکھہ اور دانت کے بدلے دانت " محترم جج اور جیوري ! میں آپکے سامنے قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ائندہ بھي زندگي بھر ایسے تمام قوانین سے جنگ کرتا رہونگا - میں ایک مصنف کي حیثیت سے عمر بھر اپنے قلم سے اُنکي مخالفت کرونگا ' اور ایک مقنن کي حیثیت سے اپني آواز ہمیشہ اُنکے برخلاف بلند رکھونگا -

/ پرانے

" اے حضرات ! میں اعلان کرتا ہوں (یہ کہکر مقرر نے حضرت مسیح علیہ السلام کي تصویر کے طرف اپنے دونوں ہاتھہ پھیلا دیے جو عدالت کے کمرے میں آویزاں تھي) اِس ذات کے سامنے جو اِسي قانون قتل کي قربان گاہ پر بھینٹ چڑھائي گئي ' جسکے سامنے اِس وقت ہم کھڑے ہیں - یہ مقدس تصویر ہمیں اِس وقت دیکھہ رہي ہے - میں اِس مقدس " قرباني " کے سامنے قسم کے ساتھہ یہ اعلان کرتا ہوں - یہ وہ ہستي تھي جسنے انسانیت کي ابدي تعلیم کي خاطر ' اپنے تئیں جلادوں کے حوالہ کر دیا - انساني قانون نے اُسے سولي پر لٹکایا ' حالانکہ اُسکا وجود خود " قانون الہي " تھا -

" ہاں میں اِسي تصویر کے روبرو بار بار کہتا ہوں کہ میرے لڑکے نے جو کچھہ لکھا ' وہ صرف اِس وجہ سے لکھا کہ میں نے بچپن ہي سے اُسے اِسکي تلقین کي تھي . . . کیونکہ وہ جب سے میرا جسماني لڑکا ہے ' اُسي وقت سے میرا روحاني فرزند بھي ہے - کیونکہ وہ کوشش کرتا ہے کہ اپنے باپ کي راہ پر چلے - لیکن بیٹے کا باپ کے طریقے پر چلنا بھي ایک عظیم جرم ہے - واقعي یہ جرم میرے لیے سخت حیرت انگیز ہے !

" حضرات ! میں اعتراف کرتا ہوں کہ یہ الزام واقعي میرے لیے شدید تعجب کا موجب ہے . . . . . . "

تاریخ و عبر

ہندوستان کی تجارت پر مشرق و مغرب کا تصادم

امریکا اور راس امید کے اکتشافات

واسکو دي گاما نے ایک عرب کے ذریعہ کامیابي حاصل کي

مشہور مصری کاتب و محقق احمد زکي پاشا نے اپنے ایک سلسلۂ مضامین میں مندرجۂ بالا عنوانوں پر جو روشني ڈالي ہے ' وہ نہایت اہم اور دلچسپ ہے - انکي بحث خلاصہ حسب ذیل ہے :

" صلیبي جنگوں نے بہت سي مغربي قوموں کے مقبوضات ' شام میں پیدا کر دیے تھے - ایشیا کے دروازوں پر اِن مقبوضات سے یورپ کو بہت فوائد حاصل ہوئے - تمام مشرق کي مصنوعات حاصل کرنے اور ہندوستان سے تجارت بڑھانے کے بہتریں موقع میسر آگئے صلیبیوں نے کبھي کبھي اِتني قوت بھي پیدا کرلي تھي کہ خود دمشق اور قاہرہ سے خراج وصول کیا کرتے تھے - (۱) انھوں نے کرک پر قبضہ کرکے حجاز کے راستہ پر تسلط حاصل کرلیا تھا - عقبہ اور طور پر بھي قبضہ جمانے کي کوشش میں تھے ' اور قریب تھا کہ پورے بحر احمر پر چھا جائیں - (۲)

لیکن مشرق قریب کے سلاطین ' عین وقت پر بیدار ہوگئے - اُن میں باہم سخت حسد و منافست تھي - تاہم مشترک خطرے کے سامنے متفق ہوگئے ' اور اسدالدین ' نورالدین ' صلاح الدین ' نجم الدین ' ملکۂ شجرۃ الدر ' ملک الظاہر بیبرس ' منصور قلاؤون ' کي یادگار کوششوں نے مصر اور شام کي سر زمینیں یورپین حملہ آوروں سے پاک کردیں -

---

(۱) دیکھو ابن فضل اللہ کي مسالک الابصار

(۲) ابن فضل اللہ نے اپني کتاب " التعریف بالمصطلح الشریف " میں لکھا ہے کہ اہل فرنگ نے کرک میں بحري بیڑے طیار کیے اور اُنھیں لیکر بحر قلزم میں پہنچے ' تاکہ حجاز پر حملہ آور ہوں اور اپنے دل کا بخار نکالیں - لیکن ایوبي اور عادلي ہمتوں نے اُنھیں پست کرڈالا - صلاح الدین ایوبي نے اُنکے بہت سے آدمي گرفتار کرلیے اور منی بھیجدیے تاکہ جمرۃ العقبہ پر اُسي طرح ذبح کرڈالے جائیں جس طرح قرباني کے جانور ذبح کیے جاتے ہیں - چنانچہ ایسا ہي کیا گیا - (منہ)

سیرفی لارض

اولم یسیروا فی الارض فینظروا کیف کان عاقبۃ الذین من قبلھم
(۸:۳۰)

سیاحانِ عالم کے مشاہدات و تاثرات

ایک مصری سیاح نجد میں

(محمد شفیق مصری اخبار نویس کی سیاحت نجد کا یہ دوسرا حصہ ہے۔ الہلال)

«جوف» سے «حائل» تک اونٹ کی پیٹھ پر دس دن کی مسافت ہے راستہ نہایت ہی اُجاڑ اور بیابانی ہے۔ ہم کبھی ریگ کی بلند پہاڑیوں پر چڑھتے تھے۔ کبھی نشیبی وادیوں میں ہوتے تھے۔ کبھی ایسی بلند پگڈنڈیوں پر چلتے جن کے نیچے ہولناک گہرائیاں پھیلی ہوئی ہیں۔ یہ راستہ ایسا دشوار گزار اور خطرناک ہے کہ اونٹ کا ذرا قدم ڈگمگا جائے تو ہلاکت یقینی ہے۔ عظیم بلندی پر سے انسان فوراً تحت الثریٰ میں جا پہنچے۔

اس سفر میں پہلے ۵ دن تک کہیں پانی نہیں ملا۔ اگر پانی ہمارے ساتھ مشکوں میں اور اونٹوں کے ساتھ اُنکے پیٹ میں نہ ہوتا تو موت یقینی تھی۔ اس تمام مدت میں غسل کرنا کیا معنی غسل کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ پانی کا ایک ایک قطرہ خود زندگی کی طرح قیمتی تھا۔

ساتویں دن علی الصباح ہمیں «جبہ» نام ایک آبادی ملی۔ یہاں کے تمام مکان ایسی سفید مٹی سے بنے ہیں کہ تعجب ہوتا ہے۔ مجھے یہ دیکھ کر سخت تعجب ہوا کہ چند شیوخ مجھے پوچھتے ہوئے آئے اور مہمان بننے کی درخواست کی۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ انھیں پہلے ہی خبر پہنچ گئی تھی کہ ایک مصری، شاہ نجد کی ملاقات کے لئے آ رہا ہے۔ «لہذا»، انھوں نے کہا «ہمارا اخلاقی فرض تھا کہ تمھیں اپنا مہمان بناتے»

نویں دن ہم «قنا» میں پہنچ گئے۔ یہ بہت ہی چھوٹا گاؤں ہے۔ حتیٰ کہ یہاں ہمیں کھانے کے لئے ایک بکری بھی مول نہ مل سکی۔ لیکن ہمیں کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔ کیونکہ تھوڑے فاصلہ پر تین گاؤں اور تھے۔ ان میں سب سے بڑا گاؤں «ام جلبان» ہے اور اس کی آبادی صرف ۴ گھر ہیں۔ مکانوں کے گرد خرمے کے چند درخت ہیں۔ یہاں کے باشندے حرف قاف کا تلفظ «گاف» کی طرح کرتے ہیں۔

حائل

دسویں دن «حائل» ہمارے سامنے تھا۔ سلطان ابن سعود کے عم زاد بھائی امیر عبدالعزیز بن مساعد بن جلوی، حاکم حائل کا نائب ہمارے استقبال کے لئے شہر کے باہر موجود تھا۔

ہم نے اپنے تمام پچھلے صحرائی سفر میں حائل سے زیادہ آباد کوئی مقام نہیں دیکھا۔ یہ ایک حد تک شہر کا حکم رکھتا ہے۔ آبادی وسیع ہے۔ سڑکیں کشادہ اور منظم ہیں۔ بازار بھی بہت بڑا ہے جس میں اونٹوں اور مویشیوں کی تجارت بڑے پیمانہ پر ہوتی ہے۔ حائل، مدینہ منورہ سے ۸ دن، شام سے ۱۵ دن، اور عراق سے بھی تقریباً ۱۵ دن کی مسافت پر واقع ہے۔ یہ تجارت کا ایک مرکزی مقام ہے۔ ہندوستان کے چاول کی یہاں بڑی منڈی ہے۔ اس علاقے کی اصلی غذا یہی چاول ہے۔ قسم قسم کی ترکاریاں، سبزیاں، اور میوے بھی بڑی مقدار میں پیدا ہوتے ہیں۔ نخلستان بے شمار ہیں۔ لیکن کھجور بدمزہ اور گھٹیا قسم کی ہوتی ہے۔ میں نے عورتوں کو بازار میں روٹی، میوے، ترکاری، مرغی، انڈے بیچتے دیکھا۔ وہ سیاہ کرتے پہنے تھیں۔ اوپر سے سفید چادریں اوڑھے تھیں۔ نہایت باوقار اور سنجیدہ تھیں۔ خریداروں سے ضرورت بھر بولتی تھیں، مگر اس قدر آہستہ کہ کوئی دوسرا آدمی اُن کی آواز نہیں سن سکتا!

یہاں یہ عجیب بات دیکھی کہ صرف فرانسیسی سکہ، جسے یہ لوگ «شوشی» کہتے ہیں، مستعمل ہے۔ انگریزی یا ترکی سکے نہیں چلتے۔

ایک دن میں حاکم حائل کے نائب کا مہمان رہا۔ دوسرے دن خود حاکم، امیر عبدالعزیز بن مساعد نے مجھے اپنے دار الحکومت میں مدعو کیا اور غیر معمولی خاطر تواضع کی۔ پہلی نظر میں دھوکہ ہوتا ہے کہ یہ امیر شاید متکبر و مغرور ہے۔ لیکن حقیقت میں وہ نہایت ہی منکسر مزاج، خوش اخلاق، اور خوش صحبت ہے۔ وہ اپنے اس صوبے میں اور اس کے اطراف کے تمام شمالی علاقوں میں سلطان ابن سعود کے ماتحت مطلق العنان حاکم ہے، اُس کے احکام کے سامنے کوئی روک کھڑی نہیں ہو سکتی۔ لیکن اُس کے احکام کتاب و سنت کے احکام کے ماتحت ہوتے ہیں۔ شریعت اسلامیہ سے بال بھر تجاوز کرنا اس علاقے میں ایسا جرم ہے کہ اُس کے لئے کوئی معافی نہیں!

حاکم کے پاس دو موٹریں ہیں جن پر وہ اکثر سفر کیا کرتا ہے۔ موٹر چلانے والا ایک شامی عرب ہے۔ دوسرا نجدی ہے۔

حاکم کے ایک مصاحب کے ساتھ میں قید خانہ دیکھنے گیا۔ مجھے یقین تھا، مجرموں کی بڑی بھیڑ دیکھوں گا۔ مگر قید خانے میں پہنچکر میری حیرت کی کوئی حد نہ رہی۔ وہاں ایک قیدی بھی موجود نہ تھا۔ صرف محافظ سپاہی ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے تھے۔ میں نے تعجب سے پوچھا «قیدی کہاں ہیں؟» سپاہیوں نے جواب دیا «جب مجرم ہی نہیں ہیں تو قیدی کہاں سے آئیں!» اسوقت مجھے یقین ہو گیا کہ واقعی احکام شریعت، جرائم کی بیخ کنی کے لئے بہترین قانون ہیں۔ اور یہ کہ نجد کو سے زیادہ احکام شریعت کی پابندی کسی مسلمان قوم میں نہیں ہے۔ حائل جیسی وسیع آبادی کے قید خانے میں ایک قیدی کا بھی موجود نہ ہونا، یقیناً اس بیسویں صدی میں اعجوبہ کا حکم رکھتا ہے۔

حائل کی آب و ہوا نہایت معتدل ہے۔ یہاں میٹھے پانی کا ایک چشمہ موجود ہے اور اپنے طبی خواص میں «فیشی» کے معدنی چشمے کا مقابلہ کرتا ہے۔ اس کا پانی ہر قسم کا نمک پگھلا دیتا ہے۔ گردے کے جملہ امراض کے لئے اکسیر کا حکم رکھتا ہے۔ خون صاف کرتا ہے اور حیرت انگیز سرعت سے غذا ہضم کر دیتا ہے۔ اس چشمے کا نام «ماء السلاح» ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سے چشمے ہیں اور سب شیریں اور عمدہ ہیں۔ آب و ہوا کی اسی خوبی کا نتیجہ ہے کہ یہاں کے باشندے خوب توانا تندرست ہیں۔

اب سے پہلے حائل، ابن الرشید کی ریاست کا پایۂ تخت تھا۔ یہ ریاست ایک زمانہ میں ریاض کے خاندان سعود کے تابع تھی۔ پھر کچھ مدت خود مختار رہی۔ اب ایک مرتبہ پھر خاندان سعود کے زیر نگیں آ گئی ہے جیسا کہ ہم آگے بیان کریں گے۔

حائل کے باشندے، دراصل قبیلہ «شمر» کے افراد ہیں۔ یہ قبیلہ صحرا میں بود و باش رکھتا تھا۔ پھر اُس کا ایک بڑا حصہ کٹ کر شہری بن گیا، اور حائل میں آباد ہو گیا۔

حائل میں «اخوان» بکثرت نظر آتے ہیں۔ انھیں یہاں «حبان» کہتے ہیں۔ ان کی علامت یہ ہے کہ سرخ ٹوپیوں پر عمامہ باندھتے ہیں۔ چھوٹے عمامے باندھنے والے معمولی لوگ سمجھے جاتے ہیں۔ بڑے عمامے والے شیخ ہوتے ہیں۔ نجد میں اس گروہ کو سب سے زیادہ اہمیت و قوت حاصل ہے۔ حائل، احساء، اور حجاز کی فتوحات انہی کے ہاتھوں واقع ہوئی ہیں۔ تمام عرب میں ان کی شجاعت اور پامردی کے ڈنکے بج رہے ہیں۔ بڑی بڑی فوجوں پر ان کا نام رعب و ہیبت طاری کر دیتا ہے۔ اب سے چند سال پہلے یہ سخت وحشی اور جاہل تھے۔ دین کا کوئی حکم بھی نہیں جانتے تھے۔ لیکن آج ان میں سے ہر شخص شریعت کے تمام عملی احکام کا عالم ہے۔ نجد و حجاز میں اتباع شریعت اور ترک بدع و نواہی کی مبلغ یہی جماعت ہے۔

قصیم

حائل میں ایک ہفتہ سلطان نجد کی مہمانی میں رہ کر ہم نے پھر سفر شروع کر دیا۔ اب منزل مقصود، بریدہ تھی۔ بریدہ، حائل سے ۸ دن کے فاصلہ پر ہے۔ راستہ صاف اور میدانی ہے۔

راستہ میں سب سے پہلی آبادی «عددہ» کی ملی۔ اس گاؤں کا منظر نہایت دلفریب ہے۔ اس کے گرد کھیت ہیں، اور دور تک سر بفلک پہاڑوں کا سلسلہ پھیلا ہوا ہے۔ پہاڑ بہت ہی دلچسپ منظر پیش کرتے ہیں۔ انکے نیچے میدانوں پر سنہری ریگ بچھی ہوئی ہے اور از حد نظر فریب ہے!

راستہ میں ایک قابل ذکر واقعہ پیش آیا۔ ہمارے قافلہ کے ایک مسافر کی اونٹنی رات کو کہیں بھاگ گئی۔ ہر چند تلاش ہوئی مگر کہیں پتہ نہ چلا۔ عین ناامیدی کے وقت ایک بدو نظر آیا۔ اُس سے پوچھا گیا تو اُسنے کہا «میں نے اس شکل کی اونٹنی فلاں مقام پر دیکھی تھی میں اُسے لا سکتا تھا، مگر اس ڈر سے ہاتھ نہیں لگایا کہ چور نہ سمجھا جاؤں» اس واقعہ سے مجھے اہل نجد کی امانت و دیانت کا اور بھی زیادہ یقین ہو گیا۔ میں جتنی زیادہ جستجو کرتا گیا، مجھے معلوم ہوتا گیا کہ چوری اور قزاقی نجد میں بالکل نامعلوم ہے۔

راستہ میں چار گاؤں اور بھی ملے: کہفہ، جوارہ، وتابل، اور شقمہ.

کولمبس کو بیشک یه امتیاز حاصل هے که وه امریکا تک پهنچ گیا - لیکن کس طرح پهنچا ؟ کیا اُس کے وهم میں بهي یه بات موجود تهي که بحر ظلمات کے دامنوں میں ایک آور دنیا بهي چهپي هوئي هے ؟ اِس کا کوئي ثبوت موجود نهیں - وه تو هندوستان کے ارادے سے نکلا تها اور محض اتفاق سے امریکا پهنچ گیا - لیکن لشبونه کے مسلمان تو اِسي دنیا کي تحقیق کے لیے نکلے تهے - اُنهیں هندوستان کي فکر نه تهي - نه تجارت و دولت کي طمع تهي - اُن کے سامنے صرف جغرافیائي تحقیقات تهي - ظاهر هے که کولمبس اور اُن کے نقطهٔ نظر میں کتنا اختلاف تها اور دونوں میں کون زیاده تحسین علم کا مستحق هے ؟

یهي نهیں بلکه کولمبس سے ڈیڑه سو برس پهلے هي مسلمانوں نے امریکا کا تصور کرلیا تها - ملک الناصر محمد بن قلاؤون کے عهد میں ایک عالم ' قاهره میں موجود تهے - اِن کا نام ابو الثناء محمود بن ابي القاسم الاصفهاني تها - ابن فضل الله العمري اپني کتاب " مسالک الابصار في ممالک الامصار " (جلد ۱ صفحه ۳۱) میں اِن کا یه قول لکهتے هیں :

" میں اِسے بعید نهیں سمجهتا که زمین کے اِس رخ پر پاني کے هٹ جانے کي وجه سے جو خشکي نمودار هوگئي هے ' ویسي هي خشکي زمین کے دوسرے رخ پر بهي موجود هو - چونکه یه مستبعد نهیں هے ' اِس لیے یه بهي مستبعد نهیں که اُس طرف کي خشکي پر بهي ویسے هي حیوان و نباتات موجود هوں ' جیسے هماري اِس زمین میں موجود هیں ' یا وه کسي آور جنس و نوع کے هوں "

(واسکو ڈي گاما اور راس امید)

هندوستان تک پهنچنے کے پہلے نظریه نے امریکا کو ظاهر کیا - اب دوسرا نظریه همارے سامنے آتا هے - اِس سے مقصود یه تها که بحر اتلانٹک میں افریقه کے گرد گهوم کر هندوستان کي راه نکالي جائے -

یه خیال سب سے پهلے جنیوا میں رهنے والے دو بهائیوں : اوگولینو Ogolino اور ویڈینو Vadino کو هوا - وه اس مهم پر روانه بهي هوگئے مگر کامیاب نه هوے اور غرق هوگئے -

لیکن یه خیال برابر زنده رها اور همتیں بڑهاتا رها - اُس وقت پرتگال کے ملک میں بڑي تجارتي بیداري موجود تهي - پرتگالي ' همت و شجاعت میں تمام یورپین قوموں کے آگے تهے - پرتگال کي نازک اندام عورتوں کا بهي اِس حرکت میں بڑا حصه تها - اُنهوں نے اعلان کر دیا تها که وه اُنهي لوگوں سے شادي کرینگي جو افریقا کے ساحلوں پر اپني شجاعت و بسالت ثابت کر دینگے - نتیجه یه هوا که پرتگالي نوجوان سواحل افریقا پر ٹوٹ پڑے ' اور بتدریج بهت سي بندرگاهوں کے مالک بن گئے - اِن مهموں میں عربوں اور یهودیوں نے اُنکي بڑي مدد کي - یه لوگ افریقا سے اُس وقت سب سے زیاده واقفیت رکهتے تهے - اِنهوں نے پرتگالي بادشاهوں خصوصاً شاه هنري کو (جو ملاح کے لقب سے مشهور تها) اپني قیمتي معلومات سے آگاه کیا ' اور اِس طرح افریقا کي تحقیق و فتح میں پرتگالیوں کے رهنما بنے - یهي عرب اور یهودي تهے جنهوں نے پرتگال کو گینیا کي سونے کي کانوں سے آگاه کیا تها - غرضکه سنه ۱۳۱۴ سے سنه ۱۴۸۶ تک پرتگالي اپنے مقبوضات ' سواحل افریقا پر پهیلاتے رهے ' یهانتک که سنه ۱۴۸۶ میں پرتگالي امیر البحر جنوبي افریقا کے آخري نقطه تک پهنچ گیا - یهي وه مقام هے جس کا ذکر قطب الدین نهروالي نے اپني کتاب " البرق الیماني فی الفتح العثماني " میں اِس طرح کیا هے " یه جگه ساحل کے قریب ایک آبنائے میں واقع هے - اس کے ایک جانب پهاڑ هے اور دوسري جانب بحر ظلمات هے - یهاں سمندر سخت طوفاني حالت میں رهتا هے - کشتیاں ٹک نهیں سکتیں - ٹوٹ جاتي هیں "

پرتگالیوں نے اِس مقام کا نام " راس طوفان " رکها تها - لیکن جان ثاني شاه پرتگال نے اس کا نام " راس امید " رکهدیا - کیونکه اِس کي دریافت نے براه راست هندوستان تک پهنچنے کي امید پیدا کردي تهي -

لیکن یه امید جان کي زندگي میں پوري نهیں هوئي - اس کي وفات کے بعد اُس کا بیٹا عمانویل ثاني تخت نشین هوا - اِسنے واسکو ڈي گاما کو سنه ۱۴۹۷ میں اِس مهم پر روانه کیا تا که هندوستان کي راه دریافت کرے - اِس شخص نے سفر شروع کیا - راس امید عبور کرکے سواحل کفره میں پهنچا - پهر ممباسه آیا ' پهر ملنده میں وارد هوا - یهیں اِسکي ملاقات حسب تصریح قطب الدین کے (جیسا که " برق یماني " میں مذکور هے) " ایک بحري آدمي سے هوئي - اسکا نام احمد بن ماجد تها - اِسي نے نشه کي حالت میں واسکو ڈي گاما کو هندوستان کا سیدها راسته بتا دیا - اور اس کے بعد بحر هند میں پرتگالیوں کي کثرت هو گئي " لیکن خود پرتگالي مورخ ' احمد بن ماجد کا کوئي ذکر نهیں کرتے - البته ایک ایسے آدمي کا وجود ضرور تسلیم کرتے هیں جو واسکو ڈي گاما کا شریک سفر هوگیا تها - اور اُسکا نام وه " معلم کنه " Malem Cana بتاتے هیں اور کهتے هیں که وه هندوستان پهنچ کر گجرات میں فوت هوگیا - بعضوں نے اُسکا نام Malem Canaque لکها هے -

بعض پرتگالي مورخ کسي ایسے شخص کا وجود تسلیم نهیں کرتے - اُنکا بیان هے که سلطان ملنده نے واسکو کے ساتهه اپنے ملک سے دو آدمي کر دیے تهے جو بحر هند سے بخوبي واقف تهے -

بهر حال یه ثابت هو جاتا هے که راس امید کي دریافت میں عربوں کا بهي حصه هے اور راس امید سے هندوستان تک پهنچنے میں تو سراسر عربوں هي نے رهنمائي کي تهي -

---

مختارات

(اخبار نویسي)

سلطان عبدالحمید نے معزول هونے کے بعد کها " اگر میں یلدز (محل) میں لوٹ سکوں تو اخبار نویسوں کو ایک هي قید خانه میں بند کردونگا "

" اِس ملک میں هر دس آدمیوں میں صرف ایک شخص کو انشا پرداز هونا چاهیے " (روزولت - امریکا)

" اخبار نویس کي صورت دیکهر شیطانوں کا باوا ' ابلیس ' بهي کانپ جاتا هے " (ولیم سٹیڈ)

" کیڑے مکوڑوں میں سے اخبار نویس بهي هے " (ملکهٔ اسپین)

" اے قلم تو نهایت خوبصورت هے لیکن میري سلطنت میں تو شیطان سے بهي بدتر ثابت هوا هے " (آخري زار روس)

پرتگال کے معزول بادشاه " مانویل " نے اخبار نویسوں سے کها " تمهیں نے مجهے برباد کیا هے "

جمهوریه وینزولا (امریکا) کے صدر " کاسٹرو " کا قول هے : " اگر جهنم کا پهاٹک بهي میں کهلا دیکهوں تو اُتنا نه ڈرونگا جتنا اخبار نویس کے قلم سے ڈرتا هوں "

عنوان شرت ہوگا۔ بقایا تین پلٹنوں میں بھی کچھ گڑبڑ ہے۔ لیکن مجھے یقین ہے وہ بغاوت نہیں کریں گے۔ میری خواہش ہے، کہ وہ بھی منحرف ہوجائیں۔ تاکہ ان میں سے ایک بھی زندہ نہ بچے۔ منٹگمری"

منٹگمری عیسائیت کی تبلیغ میں نمایاں حصہ لیا کرتا تھا۔ اس مذہب کی ضرب المثل نرم مزاجی اور حلم و بخشش کا سخت مدّاح تھا، لیکن آپنے بھی ایسے ظالمانہ فعل کی تائید کی۔ اس کے بعد اسنے ہاڈسن کو ایک چٹھی لکھی یہ وہ شخص تھا۔ جسنے بہادر شاہ کے لڑکوں کو سخت بیرحمی سے قتل کیا تھا۔ انگریز مورخین میں سے کوئی شخص ایسا نہ ہوگا۔ جسنے ہاڈسن کے اس فعل کی مذمت نہ کی ہو۔ لیکن منٹگمری اسے لکھتا ہے:

"میرے پیارے ہاڈسن۔

میں تمھیں مبارکباد دیتا ہوں کہ تم نے بادشاہ کو گرفتار کرلیا اور اس کے بیٹوں کو قتل کردیا۔ میں امید کرتا ہوں تم اسی طرح اور شاہزادے بھی قتل کروگے۔ منٹگمری"

ایک آدمی اتنا مجروح تھا کہ وہ مقتل پر جانے کے قابل نہ تھا۔ منٹگمری کی ہدایت کے مطابق اسے سرکاری گواہ بنایا گیا۔ چنانچہ کوپر کو مفصلۂ ذیل خط لکھا ہے" مجروح مذکور کو لاہور بھیجدیا جائے، تاکہ وہ خود اپنی زبان سے امرتسر کے واقعات بیان کرے۔ بغیر اس کے کوئی شخص اعتبار نہیں کرے گا، ۲۶ پلٹن کے بعض آدمی ایسے بھی ہونگے جو آوارہ پھرتے ہونگے۔ ان سب کو گرفتار کرکے ہماری طرف بھیجدو۔ تم کافی تعداد میں قتل کرچکے ہو، اب ہمیں اپنی توپوں کے لئے کچھ آدمی چاہئیں"!

ایک کے بدلے ۵۰۰

اس مجروح قیدی اور اہم آدمیوں کو لاہور بھیجدیا گیا۔ جہاں وہ بے دریغ قتل کردئیے گئے۔ کوپر خود اقبال کرتا ہے کہ کمان افسر کے قتل کے بعد دو دن کے اندر، اس کے بدلے ۵۰۰ آدمیوں کا خون بہایا گیا۔

کانپور میں ایک کنواں ہے۔ جہاں چند انگریزوں کو قتل کرکے پھینک دیا گیا تھا۔ لیکن اجنالہ میں بھی ایک کنواں ہے۔ جہاں سیکڑوں ہندوستانی قتل کرکے پھینک دیئے گئے۔

رسل اپنی ڈائری میں لکھتا ہے" ایک افسر نے جو رینالڈ کی فوج کے ساتھ مقرر تھا۔ مجھ سے ذکر کیا کہ ہندوستانیوں کو اندھا دھند قتل کیا جاتا تھا، دو دن کے عرصے میں ۴۲ آدمیوں کو سڑک کے کنارے پھانسی دی گئی۔ مقتولین میں وہ لوگ تھے جو پلٹن کو اس کی راہ میں مل جاتے تھے ۱۲ آدمیوں کو محض اسوجہ سے پھانسی دی گئی کہ جب پلٹن کوچ کررہی تھی تو ان کے منہ سڑک کی طرف نہ تھے۔ دوسری طرف دیکھ رہے تھے! جو گاؤں راہ میں آتا تھا، جلا دیا جاتا تھا۔ سب سے عجیب بات یہ تھی کہ یہ افسوسناک واقعات کانپور کے حادثہ سے بہت پہلے ہوئے تھے۔ اگر ہندوستانیوں کا یہ قتل عام کانپور کے واقعہ کے بعد ظہور پذیر ہوتا تو پھر بھی ہم لوگ شاید حق بجانب ہوتے۔ افسر مذکور نے ان مظالم کے روکنے کی کوشش کی اور رینالڈ سے کہا کہ اگر یہی حالت رہی تو لوگ دیہات خالی کرکے بھاگ جائیں گے اور فوج کے لئے خورد و نوش کا سامان ملنے میں سخت دقت واقع ہوگی۔ بالآخر یہی ہوا۔ جہاں کہیں فوج جاتی تھی دیہات بالکل ویران ہوجاتے تھے۔ لوگ غلہ دینے سے گھبراتے کیونکہ اُنھیں علم تھا کہ اگر انھوں نے یہ نیک کام کیا تو پھر بھی اُنھیں پھانسی ضرور دی جائے گی"

ایک پادری لکھتا ہے" انگریز ہندوستانیوں سے اس قدر نفرت کرتے ہیں۔ کہ اس کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔ انکے ملازم بھی جو عام طور پر غدر کے زمانہ میں وفادار رہے تھے، ان کی بدسلوکی اور بے رحمی سے نہ بچ سکے۔ لیکن حیرانی کی بات یہ ہے کہ پھر بھی انکی وفاداری اور نمک حلالی میں فرق نہ آیا۔ بہت سے ڈولی بردار اور سائیس جو ہماری نوکری میں زخمی ہوئے تھے، زمین پر پڑے [illegible]

مگر کسی نے علاج معالجہ کی مطلق پرواہ نہ کی۔ وہ دن کے وقت دھوپ میں پڑے رہتے۔ رات کے وقت سردی میں۔ جب دہلی کے باشندوں کا قتل عام ہوا، تو ان میں بہت سے ایسے آدمی تھے جو ہماری کامیابی پر خوش تھے۔ اور ہماری فتح یابی کے لئے دعائیں مانگتے تھے لیکن اُن کی بھی دعائیں انکے واسطے مہلک ثابت ہوئیں۔ بعض نوجوان انگریز تو ہندوستانیوں کے خون کے پیاسے ہوگئے تھے۔ وہ علانیہ بکتے تھے" تمام خدمت گاروں اور پوربیوں کو جو کیمپ میں ہیں تہ تیغ کردیا جائے" یہ وہ ملازم تھے۔ جنھوں نے اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر ہماری خدمت کی تھی"

ولسنٹ سمتھ نے بھی اپنی تاریخ ہند میں تسلیم کیا ہے کہ بہت سے ہندوستانیوں نے ہماری جان بچانے کی خاطر اپنے آپ کو خطرے میں ڈال دیا تھا۔

کے (Kaye) اپنی کتاب میں قتل عام سے پیشتر کے واقعات یوں لکھتا ہے:

"مارشل لا کو جاری ہوئے عرصہ ہوگیا ہے۔ وہ ظالمانہ قانون جو مئی اور جون میں مجلس مقننہ نے پاس کئے تھے، بڑی شدت سے اپنا کام کررہے تھے۔ فوجی اور سول افسر ہندوستانیوں کو بلاتمیز قتل کررہے تھے۔ گورنر جنرل نے جو خط و کتابت پارلیمنٹ سے اُن دنوں کی تھی، اس میں درج ہے کہ بے گناہ بوڑھوں، عورتوں، اور بچوں کو قتل کیا جاتا تھا۔ دیہات جلائے جاتے تھے۔ ان کے باشندوں کو بھی آگ میں جلا دیا جاتا تھا۔ انگریز فخریہ طور پر کہا کرتے تھے" ہم نے کوئی آدمی بھی قتل کئے بغیر نہیں چھوڑا"!

واقعات قبل از حادثہ کانپور

ایک دفعہ چند چھوٹے لڑکے محض شرارتاً، باغیوں کا سا لباس پہنکر ڈھول بجانے لگے۔ اُنھیں گرفتار کرکے مقدمہ چلایا گیا اور فوجی عدالت نے سزائے موت کا حکم سنایا۔ ایک انگریز افسر جو کورٹ مارشل کا رکن تھا، روتا ہوا کمان افسر کے پاس گیا۔ اور ان کی جان بخشی کی سفارش کی لیکن کوئی شنوائی نہیں ہوئی، اور ان معصوم بچوں کو پھانسی دے دی گئی۔

دیہات میں انگریزوں کی جماعتیں چکر لگاتی تھیں، جو کوئی ملتا تھا اُسے کسی درخت پر لٹکا کر پھانسی دے دی جاتی تھی۔

پٹنہ میں مسٹر ٹیلر کمشنر کا گواہ بنانے کا عجیب طریقہ تھا۔ اسنے ایک قیدی سے کہا اگر تم مجھے تین ایسے آدمیوں کے نام بتادو جو واجب القتل ہوں تو میں تمھاری جان بخش دوں گا۔ لیکن اسنے ایسے آدمیوں کے نام لئے جن کے نام سے وہ خود بھی واقف تھا، اس لئے قیدی قتل کیا گیا!

آگرہ اور سہارنپور میں بھی پھانسی کا رواج بڑے زوروں پر تھا دیہاتی لوگ گروہ در گروہ گرفتار کرکے لائے جاتے تھے۔ ان میں بہت تھوڑی تعداد ایسے لوگوں کی ہوگی، جنھوں نے بغاوت میں حصہ لیا ہوگا لیکن تمام قیدی فی الفور بغیر کسی تحقیقات کے قتل کردئیے جاتے تھے!

دہلی ۱۴ ستمبر ۵۷ء کو فتح کی گئی۔ مسز کولینڈ بیان کرتی ہے کہ ایک ہفتے کے اندر کمان افسر نے چار یا پانچسو آدمی بے دریغ کرڈالے۔ گورکھ سپاہی ان خوفناک مناظر میں نہایت دلچسپی لیتے تھے۔ نواب جھجر کو بھی انہی دنوں میں پھانسی دی گئی، لوگ کہتے ہیں کہ اسنے بڑی دیر کے بعد جان دی۔

ایک دفعہ ایک جوہری مسز گارسٹن کے پاس سامان بیچنے کے لئے آیا۔ مسز گارسٹن نے کہا تم بہت زیادہ قیمت مانگتے ہو، میں ابھی تمھیں مٹکاف صاحب کے حوالے کردوں گی۔ وہ اس نام سے ایسا مرعوب ہوا کہ سامان وہیں چھوڑ کر بھاگ گیا، اور پھر واپس نہ آیا۔ مٹکاف سے ہندوستانی سخت ڈرتے تھے۔ کیونکہ" جو کوئی اس کی گرفت میں آتا ہے، وہ اسے قتل کردیتا ہے"

کورٹ مارشل کسی پر رحم نہیں کرتی تھی۔ جو کوئی گرفتار ہوتا تھا ضرور ہی قتل کردیا جاتا تھا۔ شہر کے چوک میں ایک بڑی پھانسی کھڑی کی گئی تھی۔ ۵، ۶ آدمی ہر روز پھانسی دئیے جاتے تھے۔ انگریز افسر بڑی متانت سے پاس بیٹھکر یہ مناظر دیکھا کرتے۔!

گورنر جنرل نے ۲۴ دسمبر ۵۷ء کو جولائی کے واقعات کے متعلق ایک مفصل رپورٹ لکھی تھی۔ ذیل میں اُس کا اقتباس دیا جاتا ہے۔

اس زمانہ میں لوگ بلاامتیاز پھانسی دئیے گئے۔ ان میں ایسے آدمی بھی تھے۔ جن کے برخلاف محض شک تھا۔ سیکڑوں دیہات لوٹے گئے، اور بعد ازاں جلا دئیے گئے۔ ان خوفناک حرکات سے وہ قومیں بھی سخت ناراض ہوگئیں۔ جو حکومت کی وفادار تھیں۔ شمالی ہند میں قحط پڑگیا۔ کیونکہ ایسی اندھیر نگری میں باقاعدہ کاشتکاری کرنا ناممکن تھا، جو سپاہی رخصت پر گھر آئے تھے یا جو پلٹنوں کے ٹوٹ جانے کے بعد اپنے گھروں کو واپس جارہے تھے اور جنھوں نے بغاوت میں مطلقاً کوئی حصہ نہیں لیا تھا۔ بلکہ انگریزوں کی جان بچانے میں مدد کی تھی، ان سب کے ساتھ انگریزی فوجیں وہی سلوک کرتی تھیں جو باغیوں سے کیا جاتا تھا۔ گورنمنٹ کے ماتحت افسروں کی ان افسوسناک حرکات سے ملک میں یہ خیال پیدا ہوگیا کہ گورنمنٹ ہندوؤں اور مسلمانوں کی بیخ کنی پر اب تل گئی ہے"

مجنڈی لکھتا ہے" گورنمنٹ محض پھانسی اور قتل عام کی وجہ سے چل رہی تھی۔ جب لکھنؤ فتح کیا گیا تو بے شمار آدمی پھانسی پر چڑھا دئیے گئے۔ اُسوقت یہ تمیز نہیں کی جاتی تھی کہ آیا قیدی سپاہی ہے یا اودھ کا کسان ہے؟ صرف اتنی بات کافی تھی کہ چہرا سیاہ ہو۔

آرٹن نے بمبئی ٹیلیگراف میں ایک مراسلہ بھیجا تھا جس کا مضمون یہ ہے۔" جب ہماری فوج دہلی میں داخل ہوئی۔ تو جو آدمی فصیل کے اندر ملا، اسی جگہ سنگینوں سے مار دیا گیا۔ مقتولین کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ کیونکہ کئی گھروں میں سے ۴۰۔ ۴۰۔ ۵۰۔ ۵۰ آدمی پکڑے گئے، یہ لوگ باغی نہیں تھے۔ شہر کے باشندے تھے۔ انہیں کامل اُمید تھی کہ اُنھیں معاف کردیا جائے گا، لیکن وہ سخت مایوس ہوئے"۔

ہومز اپنی تاریخ میں لکھتا ہے" بے گناہ آدمی مارے جاتے تھے وہ جان بخشی کے لئے ہاتھ جوڑتے تھے۔ بوڑھے آدمی جو خوف اور عمر کی وجہ سے کانپتے تھے، گاجر مولی کی طرح کاٹے جاتے تھے لیکن انگریزوں کو بھی کافی اشتعال دلایا گیا تھا۔ کیونکہ انکے چند آدمی شہر کی گلی کوچوں میں مارے گئے تھے"

یہی مصنف بیان کرتا ہے کہ جونہی ہم دہلی میں داخل ہوئے۔ لوٹ مار شروع ہوگئی۔ جو ہندوستانی ملتا تھا گولی سے مار دیا جاتا تھا۔ شراب خانے اور دیگر دکانیں لوٹ لی گئیں اور انگریزوں نے شراب پی کر جہاں کہیں ہندوستانیوں کا مجمع دیکھا، ان پر ٹوٹ پڑے۔ ایسی حالت میں بیچارے باشندے کیا کرتے؟ کیا وہ انگریز سپاہیوں کو پکڑ کے کمان افسر کے پاس لے جاتے؟ لیکن وہاں تو یہ حال تھا کہ کمان افسر سے لیکر معمولی سپاہی تک، سب ہندوستانیوں کے خون کے پیاسے تھے"

مسٹر مارٹن جو ٹائمز کا نامہ نگار تھا، ۱۶ نومبر ۵۷ء کو لکھتا ہے "کل میں اور ایک افسر مع ۲۰ سپاہیوں کے شہر میں چکر لگا رہے تھے۔ ہم نے ۱۴ مقتول عورتیں دیکھیں۔ جن کے گلے انکے شوہروں نے کاٹ ڈالے تھے، اور انکے اوپر چادریں ڈھانپ دی تھیں۔ ہم نے ایک آدمی

آخر الذکر گاؤں میں نمک کا پہاڑ ہے اور خود باشندوں کی ملکیت ہے وہ حکومت کو محصول ادا کئے بغیر نمک نکالتے ہیں اور تجارت کرتے ہیں۔

بریدہ کے حاکم، مبارک بن مبیرک، کو ہماری آمد کی خبر مل گئی تھی۔ اُسنے آبادی سے باہر آکر سلطان کی طرف سے ہمارا خیر مقدم کیا اور مہمان بنایا۔ یہ حاکم بھی نہایت خوش اخلاق اور متدین ہے۔

بریدہ، ریگ کے میدان میں واقع ہے۔ حائل کی طرح یہاں بھی عمارتیں بکثرت ہیں۔ یہاں بھی زراعت اچھی ہوتی ہے۔ نخلستان بہت ہیں۔ اس کی کھجور اگرچہ چھوٹی ہے مگر پرمغز اور شیریں ہوتی ہے۔ لیکن اُس میں یہ سخت عیب ہے کہ دیر ہضم ہوتی ہے۔ بریدہ، اس تمام علاقے کا، جسے قصیم کہتے ہیں، پایۂ تخت ہے۔ وسط نجد میں بریدہ سب سے زیادہ متمدن جگہ ہے۔ یہاں شہروں کی طرح سہ منزلہ عمارتیں بڑی تعداد میں موجود ہیں۔ یہاں کے باشندے نجد میں سب سے زیادہ متمدن، دولت مند، چست و چالاک، اور تجارت کے ماہر ہیں۔ یہ لوگ حجاز، شام، مصر، بلکہ ہندوستان تک کے بازاروں سے بڑی بڑی تجارتیں کرتے ہیں۔ تجارت نے اُنکے تعلقات، متمدن دنیا سے پیدا کر دئے ہیں۔ وہ بہت ملنسار اور سلیقہ مند ہوگئے ہیں۔ اُن کی زبان بھی غیر نجدیوں کے لئے سہل ہے۔ مجھے اُن کے دسترخوان پر شبہ ہوتا تھا کہ یہ مصر یا شام کا دسترخوان ہے۔ کیونکہ الوان و اقسام کے شہری کھانے موجود ہوتے تھے۔ اسی قدر نہیں بلکہ ان میں مذہبی تعصب بھی بہت کم ہوگیا ہے حتیٰ کہ میں نے اُنھیں خفیہ تمباکو بھی پیتے دیکھا ہے۔ تمباکو کا نام نجد میں "تتن" ہے اور اُس کا رکھنا تک جرم ہے۔ سلطان ابن سعود کی حکومت میں بریدہ کے بہت سے تعلیم یافتہ نوجوان بڑے بڑے عہدوں پر مامور ہیں۔

بریدہ میں تین دن قیام کرکے ہم نے "ریاض" کا رُخ کیا۔ نجد کے پایۂ تخت تک پہنچنے کے لئے یہاں سے دو راستے ہیں: طریق وادی اور طریق مستوی۔ آخر الذکر زیادہ مختصر ہے۔ اسی اثنا میں معلوم ہوا کہ فتح حجاز کے بعد سلطان عبدالعزیز پہلی مرتبہ نجد واپس آرہے ہیں اور جلد ہی ریاض پہنچنے والے ہیں۔ لہذا ہم نے مختصر راستہ اختیار کیا تاکہ سلطان سے پہلے پہنچ جائیں اور اُن کا شاہی استقبال دیکھ سکیں۔

چار دن کے سفر کے بعد ہم ایک گاؤں "ابو شیجر" میں پہنچے۔ یہاں ہمیں معلوم ہوا کہ سلطان ۲۶ موٹروں کے جلوس کے ساتھ آج ہی یہاں سے گزرے ہیں۔ راستے میں کوئی قابل ذکر مقام یا واقعہ پیش نہیں آیا۔ اِلّا یہ کہ یہاں کے باشندے ٹڈی کھانے کے بہت دلدادہ ہیں۔ اتنے دلدادہ کہ مجھے حیرت ہوگئی۔ دنیا ٹڈی سے پناہ مانگتی ہے۔ مگر یہ اُس کی آمد کی دعائیں مانگتے ہیں، اُسے بہت مبارک سمجھتے ہیں۔ یہ لوگ ٹڈی کو خشک کرکے رکھ لیتے ہیں اور دور دراز ملکوں میں اپنے دوستوں کو بطور قیمتی تحفے کے بھیجتے ہیں۔ چنانچہ مصر میں نجدی تاجروں کے پاس ٹڈیوں کی تھیلیاں آتی رہتی ہیں اور بڑی عزت کی نظر سے دیکھی جاتی ہیں!

ریاض سے پہلے ہمیں کئی آبادیاں ملیں۔ مثلاً: شقرہ، برہ، درعیہ وغیرہ۔ درعیہ، نجد کا تاریخی شہر ہے۔ یہیں سے خاندان سعود نے ظہور کیا۔ یہی نجد کا قدیم پایۂ تخت ہے۔ یہی وہابیت کا اولین مرکز ہے۔ یہیں نجدیوں اور ابراہیم پاشا مصری کی فوجوں میں زبردست جنگ ہوئی تھی۔ شہر کے کھنڈروں میں اب تک مصری توپوں کے نشان موجود ہیں۔ درعیہ سے متصل ایک گاؤں "عیینہ" ہے۔ یہ بھی بہت تاریخی اہمیت رکھتا ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں یہیں سے مسیلمہ کذاب نے خروج کیا تھا۔

آٹھویں دن ہم ریاض پہنچ گئے۔ شہر خوب آراستہ تھا۔ ہر طرف مسرت کے نعرے بلند ہو رہے تھے۔ تمام نجد سے مبارکباد دینے کے لئے وفد آئے ہوئے تھے۔ کیونکہ سلطان نجد، حجاز فتح کرکے واپس ہوئے تھے۔

سلطان کو ہماری آمد کی اطلاع پہلے سے ہوگئی تھی۔ اُنھوں نے اپنا خاص نمائندہ میرے استقبال کے لئے شہر کے پھاٹک پر بھیجا وہ مجھے اپنے ہمراہ قصر شاہی میں لے گیا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ میں سلطان کے حضور پہنچا۔ مگر اُنھوں نے اس طرح میرا خیر مقدم کیا، گویا عمر بھر سے میرے دوست ہیں۔ جب اُنھیں میرے سفر کی غرض معلوم ہوئی تو بہت مسرور ہوئے اور جزیرۃ العرب کے حالات کی تحقیق میں میری ہر طرح امداد کا وعدہ فرمایا۔

سلطان نے نہایت فراخدلی سے میری تواضع کی۔ پورا ایک مکان میرے قیام کے لئے خالی کردا دیا۔ مجھے اجازت دی کہ جب چاہوں اُن کی٭ ٭ مجلس میں بے تکلف آسکتا ہوں۔ نیز اپنے افسروں کو حکم دیا کہ معلومات کی جمع و ترتیب میں میری ہر طرح مدد کریں۔

مطبوعات جدیدہ

غدر ۱۸۵۷ء

اور "تصویر کا دوسرا رُخ"

(۲)

بلیک ہول اور عید کی قربانی

کوپر جو اُن دنوں امرتسر کا ڈپٹی کمشنر تھا، اپنی کتاب "فساداتِ پنجاب" میں لکھتا ہے: "۲۶ نمبر پلٹن نے ۳۰ جولائی کو لاہور میں بغاوت کرکے اپنے کمان افسر کو قتل کیا تھا۔ اس کی پاداش میں تمام سپاہی تہ تیغ کر دئے گئے"!

۱۳ مئی کو ۳۸۰۰ ہندوستانی سپاہیوں سے احتیاطاً اسلحے لے لئے گئے تھے، تقریباً تین ماہ تک اِن پر سکھ اور انگریز پہرا دیتے رہے۔ ۳۰ جولائی کو سخت طوفان باد آیا۔ اور قیدیوں میں غیر معمولی جوش و خروش پایا گیا۔ اس اثنا میں ایک سپاہی تلوار لے کر باہر آیا۔ اور اپنے ساتھیوں کو للکار کر کہا۔ آؤ انگریزوں کو قتل کردیں۔ چنانچہ اس نے جاتے ہی کمان افسر کو قتل کر دیا۔ اور تمام فوج طوفان کی اوٹ میں بھاگ نکلی۔ اِن میں سے سیکڑوں سپاہی سکھوں اور انگریزوں کی گولہ باری سے مارے گئے تھے۔ باقی ماندہ سپاہیوں نے دریائے راوی عبور کرنے کی کوشش کی۔ لیکن پولیس نے مزاحمت کی۔ کوپر امرتسر سے اُن کے تعاقب میں آیا۔ اُسنے اپنی کتاب میں اِن سپاہیوں کی حالت بیان کی ہے، "دیہات کے لوگ دریا کے کنارے باغیوں کی ناگفتہ بہ حالت دیکھ کر ہنس رہے تھے۔ اِن میں سے ایک سو ۵۰ آدمیوں کو انھوں نے قتل کر دیا اور سیکڑوں کو دریا میں دھکیل دیا۔ چونکہ وہ ۴۰ میل سفر کرکے آئے تھے۔ اس لئے سخت تھکے ہوئے تھے۔ اور دریا کے پانی کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔ چنانچہ ناچار ڈوب گئے۔ باغیوں کی ایک خاصی تعداد دریا عبور کرکے ایک جنگل میں چھپ گئی تھی۔ کوپر نے اپنے ہمراہیوں کے ساتھ دریا کو کشتیوں کے ذریعے عبور کیا۔ باغیوں کو خیال ہوا، اُن کا کورٹ مارشل کیا جائے گا اور وہ بغیر کسی مزاحمت کے گرفتار کرلئے گئے۔ پھر انھیں پولیس اسٹیشن کے ایک کمرہ میں بند کیا گیا۔ دوسرے روز سکھ رسّے لے آئے۔ کوپر کے ہمراہیوں میں مسلمانوں کی بھی کچھ تعداد تھی۔ چونکہ اسے شک تھا کہ شاید وہ اپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھ ہمدردی ظاہر کریں۔ اس لئے اُنھیں رخصت دے دی گئی تاکہ امرتسر میں جاکر عیدالضحیٰ منائیں۔ عیدالضحیٰ قربانی کا تیوہار ہوتا ہے۔ کوپر بھی ایک خاص قسم کی قربانی کرنے کی تیاریاں کر رہا تھا۔ خوش قسمتی سے پولیس اسٹیشن کے قریب ہی ایک خشک کنواں مل گیا۔ دس دس قیدیوں کو اکٹھا باندھا گیا اور باری باری باہر لاکر گولیوں کی بوچھاڑ سے مار دیا گیا۔ جب ۱۵۰ آدمی اس طرح مارے گئے۔ تو فائر کرنے والوں میں سے ایک بوڑھا آدمی بے ہوش ہوگیا۔ اس لئے مارنے والی جماعت کو کچھ عرصہ کے لئے آرام دیا گیا۔ پھر دوبارہ اسی طریقے سے قیدی مارے گئے۔ حتیٰ کہ مقتولین کی تعداد ۲۳۷ تک پہنچ گئی۔ اتنے میں افسر کو معلوم ہوا کہ بقیہ باغی اپنے کمرے سے باہر نہیں نکلنا چاہتے۔ جب دروازہ کھولا گیا۔ تو اتفاقاً بلیک ہول والے حادثے کا نقشہ سامنے موجود تھا، ۴۵ آدمی خوف، گرمی اور سانس بند ہونے کی وجہ سے تڑپ تڑپ کر مر چکے تھے۔ ان تمام باغیوں کی لاشیں اُسی کنوئیں میں پھینک دی گئیں اور اوپر سے مٹی ڈال دی گئی۔ — اس حادثہ کی تمام تر ذمہ داری کوپر پر عائد ہوتی ہے۔ جسنے تن تنہا سکھ فوج کی مدد سے بے شمار مسلمانوں کو ظالمانہ طریقے سے تباہ کیا، اسمیں شک نہیں۔ کہ بعد میں اس کی حرکت پر بڑی لعن طعن کی گئی۔ لیکن محض زبانی لعن طعن سے کیا ہوتا ہے؟ ۔ لارنس نے جو پنجاب کا گورنر (چیف کمشنر) تھا ایک خط میں اُس کی بڑی تعریف کی ہے، وہ لکھتا ہے:

"میں تم کو تمھاری کامیابی پر مبارکباد دیتا ہوں۔ تم نے اور تمھاری پولیس نے بڑی جانبازی دکھلائی۔ گورنمنٹ تمھاری بہت مشکور ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ اِن باغیوں کا انجام دوسرے آدمیوں کے لئے کافی تنبیہ ہوگی۔ جو باغی اِدھر اُدھر منڈلا رہے ہیں اُنھیں پکڑنے کی ہر ممکن کوشش کی جائے"۔ لارنس ۲ر اگست سنہ ۵۷ء۔ لاہور"

لارنس کے بعد منٹگمری[۱] پنجاب کا لفٹنٹ گورنر مقرر ہوا۔ اُسنے بھی اسی واقعہ کے متعلق کوپر کو خط لکھا۔ جو ذیل میں درج کیا جاتا ہے "جو کچھ تم نے کیا۔ بہت اچھا کیا۔ اس نازک وقت میں کسی حیلہ و حجت کی ضرورت نہ تھی۔ جب تک تم زندہ رہوگے، یہ بھلائے داسطے

---

[۱] یہ واقعہ اگر زیادہ تفصیل کے ساتھ دیکھنا ہو تو سرجان لارنس کی سوانح عمری جلد دوم میں دیکھا جائے (الہلال)

صاحبان نے جلسوں اور اخباروں میں ظاہر فرمائیں، میری بے ادبی معاف فرمائی جائے اگر میں عرض کروں کہ اسے دیکھ کر میرا جیسا غیر جانبدار آدمی بھی اسلام کے متعلق اپنے خیالات پر قائم نہیں رہ سکا۔ اور جن لوگوں کے دل و دماغ پہلے ہی سے شک اور شبہات سے بھرے ہوئے ہونگے اور ہزاروں لاکھوں غیر مسلم ایسے ہی ہیں، اُن کے خیالات جیسے کچھ ہوگئے ہونگے اُس کا آپ اندازہ فرمالیجئے۔ اگر فی الحقیقت اسلام کی تعلیم اپنے ماننے والوں کے لئے ایسی ہی ہو اور اس کے احکام کا بھی حال ہو تو پھر وہ تعلیمات شبہ سے خالی نہیں ہیں جو آپ نے میرے دل پر نقش کی ہیں، اور اگر حقیقت حال ایسی نہیں ہو، تو یہ باور کرنا بہت مشکل ہو کہ ہزاروں لاکھوں آدمی ایک ہی طرح کی بے بُنیاد بات پر اکھٹے ہوجائیں اور اس زور شور سے اس کا اعلان کریں اور اس کا رَد نہ کیا جائے۔

اس بیہودہ پمفلٹ "رنگیلا رسول" پر مدت سے کیس چل رہا تھا۔ جب یہ چھاپا گیا تھا تو میں نے بھی دیکھا تھا، اور میں سچ عرض کرتا ہوں کہ اسے پڑھ کر میرے دل پر اس کے سوا کوئی اثر نہیں پڑا کہ اُس کا لکھنے والا سخت حقیر و ذلیل ہوگیا۔ دُنیا میں کوئی شریف اور شائستہ انسان خواہ کسی مذہب اور اعتقاد کا ہو لیکن کبھی یہ بات پسند نہیں کرے گا کہ دُنیا کے اُن بانیان مذاہب کا جن کی تعلیمات نے لاکھوں کروڑوں انسانوں کو خدا پرستی کی راہ پر لگایا ہی، گندہ لفظوں میں ذکر کیا جائے، یا اُن کی زندگی کی نامعقول طریق پر ہنسی اُڑائی جائے۔ البتہ ایسے نادان اور جاہل آدمی اس دنیا میں ہمیشہ رہے ہیں اور ہمیشہ رہیں گے۔ جب مسلمان اخبارات نے اس کے خلاف پروٹسٹ کیا، تو میں نے انہیں بالکل حق بجانب سمجھا۔ مجھے میرے بعض دوستوں نے بتلایا کہ اگرچہ یہ پمفلٹ ہر حال میں قابل اعتراض ہی لیکن یہ خود مسلمانوں کے ایک ایسے ہی گندہ پمفلٹ کے جواب میں لکھا گیا ہی لیکن میں نے کہا اگر کسی مسلمان نے لکھا تھا تو ایک بُرائی کی تھی، اور کسی انسان کے بُرائی کرنے کی وجہ سے دوسرے انسانوں کے لئے بُری بات اچھی نہیں ہو جاسکتی۔

یہاں تک تو یہ بات بالکل ٹھیک تھی، لیکن پھر اس کے بعد جو طریقہ ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک تمام مسلمانوں نے اختیار کیا اور ایک کے بعد ایک جو باتیں کہی گئیں وہ نہ صرف حق و انصاف کے خلاف تھیں بلکہ کچھ عجیب طرح کی مذہبی مینٹلٹی ظاہر کرتی ہیں جنھیں کسی طرح بھی کسی ٹھیک راستے پر لیجایا نہیں جاسکتا۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہو کہ تمام لیڈروں اور مولنا صاحبان نے اور جمعیت العلما نے جس میں پانچ سو مولوی صاحبان کا ہونا بتلایا گیا ہی، فتوی جاری کردیا کہ رنگیلا رسول لکھنے والے اور چھاپنے والے کو قتل کرنا چاہئے۔ اور یہ کہ شریعت اسلام کا قانون یہی ہو کہ جونہی کوئی غیر مسلمان حضرت بانیٔ اسلام کے خلاف کوئی بدزبانی کرے، اسے فوراً مار ڈالنا چاہئے۔ مجھے معاف رکھا جائے اگر میں عرض کروں کہ اس بات کے کہنے میں تو کوئی بڑائی کی بات نہیں ہو کہ جب کبھی ہماری بن آئی تھی تو ہم اپنے خلاف ہر زبان دراز آدمی کو مار ڈالتے تھے۔ اگر اسلام کو اس پر فخر ہو تو یہ ایسا فخر نہیں ہو جو صرف اُسی کے حصے میں آیا ہو۔ جس کسی کو دُنیا میں طاقت ملی ہو اُس نے لوگوں کو قتل کیا ہو اور تلوار کے زور سے اپنی ہیبت قائم کی ہو۔ اسلام کا فخر تو اس بات میں ہونا چاہئے تھا کہ اُسنے انسانوں کو سزا دینے کی جگہ بخشا ہو، اور قتل کرنے کی جگہ زندگی بخشی ہو۔ جناب نے مجھے پچھلے سال لکھا تھا کہ اسلام کی اصلی اسپرٹ انسانیت کی اسپرٹ ہو اور یہی فرق اُس میں اور تمام مذاہب میں ہو۔ اُس نے ہر گوشہ کو انسانیت کی نظر سے دیکھا ہو۔ ملک، جماعت، اور وطن کی نگاہ سے نہیں دیکھا ہو۔ لیکن میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ایسی حالت میں کیونکر اسلام کا یہ قانون انسانیت کی اسپرٹ کے ساتھ ہوسکتا ہو کہ جہاں کوئی نادان اور جاہل آدمی بانی اسلام کے خلاف بدزبانی کرے فوراً اُس کے ٹکڑے ٹکڑے کردئے جائیں۔

آپ یقین فرمائیے کہ یہ بات میری اس عقیدت کی جو میں اسلام سے رکھتا ہوں اتنی خلاف تھی کہ پہلے تو مجھے اس پر یقین نہیں ہوا لیکن اس کے بعد میں نے جب خود جمعیت العلما اور انجمن خدام دین اور مولنا محمد علی صاحب کے فتوے اپنی آنکھوں سے دیکھے تو اس کے سوا کوئی چارہ نہیں رہا کہ اسے تسلیم کرلیتا۔

اچھا اگر یہ اسلام کا قانون بھی ہو جب بھی ہندوستان میں اسے رائج کرنے کا مطالبہ کرنا میں نہیں سمجھتا کیا معنی رکھتا ہو۔ اگر بانی اسلام کے لئے مسلمان ایسا قانون چاہیں گے تو دوسرے مذاہب بھی مطالبہ کرینگے۔ پھر کیا مسلمان اس سے متفق ہونگے کہ جو مسلمان ہندؤں، پارسیوں، بدھسٹوں، کے بزرگوں کے خلاف بدزبانی کرے، اُسے فوراً قتل کر ڈالنا چاہئے؟

جسقدر واقفیت مجھے اسلام کی کتابوں سے ہو، اسکے مطابق میں نے اس قانون کی تحقیق کرنی چاہی۔ مجھے اس کا کوئی پتہ نہیں چلا۔ لیکن رسالہ ورتمان کیس میں جن مولوی صاحبان نے شہادت دی ہو، انھوں نے بتلایا ہو کہ کتاب سارم مسلول (الصارم المسلول) میں ایسا ہی لکھا ہو۔ میں نے یہاں اپنے مسلمان دوستوں سے اس کتاب کے بارے میں پوچھا تو وہ کچھ نہیں بتلا سکے۔ بہرحال جمعیت العلما کے فتوے اور مولنا محمد علی صاحب کے اعلان سے تو یہی ثابت ہوتا ہو کہ اسلام کا حکم ایسا ہی ہو۔

علاوہ بریں اس معاملہ میں یہ طریق عمل بھی اسلام کے اخلاق کا کوئی اچھا اثر ہم لوگوں پر نہیں ڈال سکتا کہ جس شخص نے اسلام کے خلاف کچھ لکھا ہو اُسے بازاری گالیاں دی جائیں۔ اور ملعون، کُتا، اور ایسے ہی لفظ کہے جائیں جیسے مولنا محمد علی صاحب جیسے ذمہ دار لیڈر برابر اپنی تقریروں میں کہتے رہے۔ کیا اُس شخص کو گالی دینے سے اُس کی اس بدزبانی اور بے ادبی کا بدلہ لیا جاسکتا ہو جو اُس نے بانیٔ اسلام جیسے عظیم الشان انسان کی شان میں کی ہو؟ اگر نہیں تو اس طرح کی گالیاں دینے سے خود اپنا اخلاق خراب ہوتا ہو۔ اور کوئی نتیجہ نہیں نکل سکتا۔

یہ بات بھی میری سمجھ میں نہیں آتی کہ محض ایک دو نادان اور بدزبان آدمیوں کے کچھ لکھ دینے پر اس قدر جوش وخروش دکھلایا جائے، گویا مسلمانوں کے لئے کوئی بڑی مصیبت کی بات پیش آگئی ہو حالانکہ خود مسلمان صاحبان تمام غیر مذاہب کے خلاف برابر ہر قسم کی اچھی بُری باتیں کہتے آئے ہیں اور ان کی وجہ سے کبھی نہ تو ہندؤں نے اس طرح شور مچایا ہو نہ عیسائیوں نے۔ یقیناً اس طرح کی باتوں سے جو مینٹلٹی ثابت ہوتی ہو وہ قابل تحسین نہیں ہو۔

یہ بھی آپ کو معلوم ہو کہ ہندؤں میں آریہ سماج کے قائم ہونے سے پہلے نہ تو کسی طرح کا تبلیغ کا خیال تھا، اور نہ وہ مذہبی بحث مباحثہ کرتے تھے۔ لیکن مسلمانوں کی جانب سے ہمیشہ کتابیں انکے خلاف لکھی جاتی تھیں۔ میں نے لاہور میں پانچ کتابیں ایسی دیکھی جو اس ایجی ٹیشن کی وجہ سے چند صاحبوں نے جمع کی ہیں، اور میں آپ سے سچ کہتا ہوں کہ ان میں ہندؤں کے رشیوں اور اوتاروں کے خلاف جو بے ہودہ باتیں لکھی ہیں وہ اس بیہودگی سے بہت زیادہ ہیں جو رنگیلا رسول لکھنے والے نے دکھلائی ہو۔ یہ کتابیں بیس بیس تیس تیس برس سے ہزاروں کی تعداد میں چھپکر فروخت ہوتی ہیں، لیکن کبھی ہندؤں نے یہ مطالبہ نہیں کیا کہ ان کے لکھنے والوں کے سر قلم کردئے جائیں۔ معلوم نہیں جناب والا کی نظر سے یہ کتابیں گزری ہیں یا نہیں اگر ارشاد ہوگا تو میں بھجوا دوں گا۔ ایک کتاب تحفۃ الہند ہو۔ جو مولوی عبداللہ صاحب نے لکھی ہو جو دہلی کے بڑے مولوی ہیں۔ اسمیں ایک نظم ہو جس کا ٹیپ یہ ہو:

کہو یہ کون دھرم ہو؟

اس میں ہندؤں کے رشیوں اوتاروں کے خلاف اس قدر فحش اور گندہ طریقہ سے اظہار خیال کیا ہو کہ کوئی مہذب آدمی اسے پڑھ بھی نہیں سکتا۔ میری ناقص عقل اس بات سے عاجز ہو کہ جب خود مسلمانوں کا یہ طرز عمل دوسروں کے ساتھ ہو تو وہ خود اس قدر حد سے زیادہ شور وغل کیسے مچا سکتے ہیں؟

علاوہ بریں یہ بات بھی بڑی عجیب ہو کہ اسلام کے قانون میں اپنے مخالفوں کے لئے معافی کی کوئی جگہ نہیں۔ رنگیلا رسول کے پبلشر نے صاف لفظوں میں اظہار افسوس کردیا تھا، لیکن مسلمانوں کا یہ مطالبہ تھا کہ نہیں اسے قتل کرنا چاہئے!

مجھے میرے دوستوں نے کہا ہو کہ اسوقت ملک کی جو عام حالت ہورہی ہو اور مسلمانوں کے اندھا دھند جوش وخروش کا جو حال ہورہا ہو اسے دیکھتے ہوئے یہ مصلحت کے خلاف ہوگا کہ جناب کوئی بات بھی اپنے ہم مذہبوں کی عام رائے کے خلاف کہیں اسی لئے یہ سب کچھ آپ دیکھتے ہیں لیکن خاموش ہیں۔ اگر میرے دوستوں کا یہ خیال صحیح ہو تو اگرچہ یہ بات میرے لئے بڑے ہی رنج کی ہوگی لیکن میں ایسی گستاخی نہیں کرسکتا کہ اس بارے میں زبان کھولوں۔ کم از کم یہی کیجئے کہ اس بارے میں میرے دل کے شکوک دُور کردیجئے کیونکہ ان کی وجہ سے مجھے بہت ہی پریشانی ہورہی ہو۔ میں چاہتا ہوں صاف صاف معلوم ہوجائے کہ اسلام کے احکام اور تعلیمات کیا ہیں۔

اگر جناب ترتیب کے ساتھ جواب عنایت کرینگے تو زیادہ بہتر ہوگا۔ میں نمبروار عرض کردیتا ہوں:

(۱) کیا واقعی یہ اسلام کا قانون ہو کہ جو شخص حضرت بانی اسلام کے خلاف بدزبانی کرے، اسے فوراً قتل کردینا چاہئے اور جس مسلمان کے سامنے ایسا کرے، اُس کا مذہبی فرض ہو کہ اُسی وقت اُس کا سر اُڑا دے؟

(۲) کیا اسلام کا یہ حکم ہو کہ اگر کسی قوم کا ایک آدمی حضرت پیغمبر اسلام کے خلاف بدزبانی کرے تو جب تک اس کے تمام ہم قوم (جنھوں نے شاید اُس بدزبانی کرنے والے کا نام بھی نہ سُنا ہوگا) اسکو بُرا بھلا نہ کہیں۔ تمام قوم کا بائیکاٹ کردینا چاہئے اور اپنی بستی سے نکال دینا چاہئے۔

(۳) کیا اسلام کا یہ قانون ہو کہ اگر کوئی غیر مسلمان ایسا کرے تو اسے گلا گھونٹ کر مار ڈالنا چاہئے جیسا کہ مولنا محمد علی صاحب نے فرمایا ہو؟

(۴) آپکے خیال میں یہ مطالبہ ٹھیک ہو کہ ہندوستان میں ایسا قانون بنانا چاہئے کہ جو شخص ایسا کرے اسے قتل کر ڈالا جائے؟

(۵) کیا اسلام کا یہ قانون ہو کہ اگر ایسا شخص اپنی غلطی مان لے اور اس پر افسوس ظاہر کرے، تو وہ مسلمانوں کو قبول نہیں کرنا چاہئے اور اسے جسمانی سزا دلانے پر اَڑ جانا چاہئے؟

(۶) جو کتابیں دیگر مذاہب کے خلاف خود مسلمان مولوی صاحبان لکھتے آئے ہیں اور اس میں رنگیلا رسول جیسی زبان استعمال کی گئی ہے، کیا وہ بھی اسی طرح سزا کی مستحق نہیں ہیں جیسی رنگیلا رسول اور رسالہ ورتمان ہیں؟

(۷) سو دو سو برس سے جو سیکڑوں عیسائی مشنری اسلام کے خلاف سخت سے سخت کتابیں لکھتے آئے ہیں اور اسوقت ہزاروں کی تعداد میں وہ موجود ہیں، کیوں انکے خلاف اس قدر جوش وخروش نہیں دکھلایا گیا جس قدر اس موقعہ پر دکھلایا گیا ہو؟ (دیکھو صفحہ کالم اول)

سے دریافت کیا کہ یہ کیا معاملہ ہے؟ آپنے کہا انکے خاوندوں نے اسواسطے قتل کردیا ہے کہ مبادا یہ عورتیں انگریزوں کے قابو میں آجائیں۔ کیونکہ وہ یہ بے عزتی برداشت نہیں کرسکتے۔ پھر اُسی آدمی نے انکے شوہروں کی لاشیں دکھائیں۔ جنھوں نے اس فعل کے بعد اپنے آپ کو قتل کردیا تھا۔ اس شہر نے نادر شاہ کے قتل عام کے بعد ایسے خوفناک مناظر کبھی نہیں دیکھے تھے۔ جبدن دلی فتح ہوئی، وہ لوگ جو ہمارے خلاف لڑرہے تھے، شہر سے نکلکر بھاگ گئے تھے۔ صرف وہ لوگ رہ گئے تھے جنھوں نے بغاوت میں کوئی حصہ نہیں لیا تھا۔ لیکن افسوس ہے کہ بلا امتیاز قتل کئے گئے۔

اکسفورڈ ہسٹری آف انڈیا نے جو ایک اعلیٰ پایہ کی کتاب سمجھی جاتی ہے، یہ واقعات قطعاً نظر انداز کردیئے ہیں۔ اسنے صرف معمولی طور پر ایک مہذب فوج کے داخلۂ شہر کا ذکر کیا ہے۔ لیکن یہی تاریخ نادر شاہ کے قتل عام کی بڑی مہیب تصویر دکھلاتی ہے۔ حالانکہ نادر شاہ کا قتل عام اس غدر کے قتل عام کے مقابلہ میں کوئی نسبت نہیں رکھتا نادر شاہ کا قتل عام صرف چند گھنٹے رہا تھا، اور یہ کئی ہفتوں تک جاری رہا۔

حادثۂ کانپور

بعض انگریز مورخ کہتے ہیں کہ چونکہ باغیوں نے کانپور میں انگریزوں پر ظلم ڈھائے تھے، اس لئے وہ انتقام لینے میں حق بجانب تھے۔ میں ذیل میں کانپور کے حادثہ کے متعلق چند واقعات درج کرتا ہوں۔ ان سے ناظرین خود اندازہ لگالیں گے کہ صورت حال کیا تھی۔

سر جارج فارسٹ نے اپنی کتاب "ہندوستانی بغاوت" میں لکھا ہے۔ "یہ امر پایۂ ثبوت تک پہنچ چکا ہے کہ ان سپاہیوں نے جو انگریز قیدیوں کی حراست پر مامور تھے، اُنھیں قتل کرنے سے انکار کردیا تھا، یہ ظالمانہ فعل نانا کے ۵ بدمعاش ہمراہیوں میں سے ایک کنجرے کی ایما سے سرزد ہوا تھا۔ اس فعل کی ذمہ داری کسی صورت میں بھی تمام ہندوستانی قوم پر عائد نہیں ہوسکتی۔ جب کوئی انگریز کسی تاریخ میں پڑھتا ہے کہ مسز جیمز یا مسز جینگز کو کسی ہندوستانی نے ٹکڑے ٹکڑے کرڈالا۔ تو اس کے غصے کی کوئی انتہا نہیں رہتی۔ لیکن دوسری طرف یہ امر بھی مسلمہ ہے۔ کہ سیکڑوں عورتیں اور بچے انگریزی فوجوں کی بدولت اس جہانِ فانی سے کوچ کرگئے۔ اگر ہمیں ایک انگریز لیڈی کے خوفناک انجام سے ہمدردی ہے، تو ہمیں یہ بھول نہ جانا چاہیئے کہ ہندوستان کے باشندے بھی آخر انسان تھے۔ کانپور کے کنوئیں کا حادثہ کوئی آدمی پسند نہیں کرسکتا۔ لیکن یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ اسوقت ہیولاک باغیوں کو شکست دے کر کانپور کی طرف بڑھ رہا تھا، اور باغیوں نے جب ہمارے قتل وسلب کی شہرت سُنی تو انھوں نے بھی اشتعال میں آکر قیدیوں کے ساتھ ویسا ہی سلوک کیا۔ جیسا کہ اُنکے بھائیوں اور بہنوں سے ہورہا تھا"

اِن دنوں یہ عام افواہ ہمارے لوگوں نے مشہور کر رکھی تھی کہ ہندوستانیوں نے انگریز عورتوں کی عصمت دری کی اور پھر اُنھیں قتل کردیا، سر جارج کیمبل اِن تمام روایات کو بے بنیاد قرار دیتے ہیں اور تمام مشہور مورخ اُن کی تائید کرتے ہیں،

(مترجمہ محمد علی وکیل ایبٹ آباد)

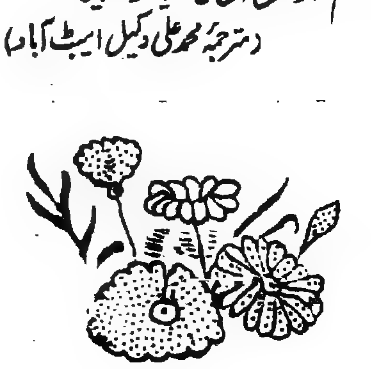

مراسلت

ایک جواب طلب مراسلہ

دلآزار مذہبی تحریریں اور مسلمانوں کا پچھلا مظاہرہ

اسلام اور سزاءِ قتل

مندرجۂ ذیل مراسلت پنجاب کے ایک ہندو دوست کی ہے جو وہاں کی ایک مذہبی انجمن کے عہدہ دار بھی ہیں۔ ۱۹۲۵ء میں اُنھوں نے مجھ سے خط وکتابت کی تھی اور اپنی طبیعت کی مذہبی بے اطمینانی اور جستجوئے حق وحقیقت کا شوق ظاہر کیا تھا۔ جب کبھی کوئی آدمی اس بارے میں مجھ سے مشورہ کرتا ہے، تو میں ہمیشہ اُسے تقلیدی بندشوں سے آزاد ہونے اور مذاہب کے آزادانہ مطالعہ کا مشورہ دیتا ہوں۔ یہی مشورہ میں نے انھیں بھی دیا۔ اس پر اُنھوں نے بہت سے سوالات لکھ کر بھیجے جن میں سے بعض سوالات کا تعلق اُن شکوک سے تھا جو نفس مذہب اور اُس کی ضرورت سے تعلق رکھتے تھے، اور بعض کا تعلق مسیحیت اور اسلام سے تھا چونکہ خط وکتابت کے ذریعہ اس طرح کے معاملات انجام نہیں پاسکتے، اس لئے میں نے اُنھیں لکھا کہ چند دنوں کے لئے کلکتہ آجائیں اور میرے پاس ٹھیریں۔ وہ آئے اور کچھ عرصہ تک یہاں مقیم رہے۔ میں نے محسوس کیا کہ بہت حد تک اُن کی طبیعت تقلیدی بندشوں سے آزاد ہوچکی ہے، اور آزادی فکر کے ساتھ مسائل کے مطالعہ کی استعداد رکھتے ہیں۔ وہ جب واپس جانے لگے تو اُنھوں نے اعتراف کیا کہ اُن کی طبیعت کا دہ تہائی اضطراب دُور ہوچکا ہے۔

اس کے بعد وقتاً فوقتاً وہ مجھ سے خط وکتابت کرتے رہے۔ گذشتہ دسمبر میں گوہٹی کانگرس کے موقعہ پر پھر کلکتہ آئے اور مجھ سے ملے، اور میں نے اُن کی قلبی حالت سابق سے زیادہ ترقی یافتہ پائی۔

اس ہفتہ اُن کی یہ تحریر میرے نام آئی ہے۔ ضرورت نہ تھی کہ اسے الہلال میں درج کیا جاتا۔ میں حسبِ معمول اس کا جواب اُنھیں بھیج دیتا، لیکن تحریر کے آخر میں اُنھوں نے جو کچھ لکھا ہے، اور اس سے اُن کی طبیعت کے جن تأثرات کا پتہ چلتا ہے، اُن کے ازالہ کے لئے ضروری ہوگیا کہ یہ خط الہلال میں درج کردیا جائے، اور الہلال ہی کے ذریعہ جواب دیا جائے۔ اس ہفتہ یہ شائع کردیا جاتا ہے، لیکن جواب آیندہ ہفتہ لکھ سکوں گا، کیونکہ آج یکایک شملہ جانے کا ارادہ کرلینا پڑا۔ اس لئے تحریر کی مُہلت نہیں ہے۔ (ابوالکلام)

میں نے ادہر مدت سے کوئی عریضہ آپ کی خدمت میں اس لئے نہیں بھیجا کہ میں ارادہ کرچکا تھا راولپنڈی کے معاملات نپٹا کر کلکتہ میں حاضری دوں گا۔ لیکن گھر کے جھگڑے ایسے نکل آئے کہ اب تک چھٹکارا نہ ہوسکا اور شاید کچھ دن اور اسی طرح نکل جائیں۔ میں اب بھی یہ خط لکھ کر جناب کے اوقات میں خلل نہیں ڈالتا اور ساری باتیں اپنی حاضری پر اُٹھا رکھتا، لیکن اس طرف ایک معاملہ نے میرے خیالات میں نہایت پریشانی پیدا کردی ہے اور میں اسکو زیادہ دیر تک روک نہیں سکتا۔ مجھ کو یقین ہے کہ وہ معاملہ میرے ہی لئے نہیں بلکہ مجھ سے زیادہ ہزاروں انسانوں کے لئے بے دلی اور پریشانی کا سبب بن رہا ہوگا اس لئے مجبوراً یہ عریضہ لکھ کر جناب کا تھوڑا سا وقت ضائع کرنا چاہتا ہوں۔ ضرورت تو اس بات کی تھی کہ آپ اس عریضہ کا جواب، یا اسے چھوڑ کر بطور خود اس معاملہ میں اپنی رائے اخبارات کے صفحوں پر شائع کردیتے یا الہلال ہی میں ارقام فرماتے لیکن اگر پبلک میں اس کی اشاعت خلاف مصلحت ہو تو کم سے کم میرے دل کا اضطراب تو دُور کردیں۔

جناب پر ایک مُدت سے میرے دل کا حال پُوری طرح روشن ہے۔ میں ہر طرح کے مذہبی اور کمیونل تعصبات سے الگ ہوکر مذاہب عالم میں سچائی اور حقیقت کا متلاشی ہوں، اور مجھے آپکی ذات مبارک سے اس بارے میں وقتاً فوقتاً جو مدد ملی ہے، اس کے لئے مدة العمر میں آپ کا احسان مند رہوں گا۔ آپ نے میری آنکھوں پر سے کج فہمی کے بہت سے پردے ہٹا دیئے، اور میرے دل کو جو ہزاروں مذاہب کی حالت دیکھ کر مذہب کی طرف ہی سے برگشتہ ہوگیا تھا، پھر مذہب کی صداقتوں کی راہ پر لگا دیا۔ خصوصاً مذہب اسلام اور اُس کے بانی کی تعلیم کی جو حقیقت آپنے مجھ پر روشن کردی وہ ایسی ہے کہ میرے خیال میں کوئی انسان بھی جو انصاف اور حق پرستی سے بالکل محروم نہ ہوگیا ہو اُس کی طرف بے اختیار کھنچے ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کم سے کم وہ اُس کی عزت اور احترام کرنے سے تو کبھی انکار نہیں کرے گا۔

……

آپ کو معلوم ہے کہ میں دو برس سے بالکل ایک دوسری ہی نگاہ سے مذہبی صداقت کا مطالعہ کررہا ہوں، لیکن مجھے معاف کیجئے گا۔ ایک بہت بڑی مشکل ہم لوگوں کی راہ میں یہ ہے کہ آپ جیسے بزرگ اسلام کی تعلیم اور اسپرٹ جو ظاہر کرتے ہیں، وہ جب دوسرے مسلمانوں کی تعلیم میں ڈھونڈھی جاتی ہے، تو صرف یہی نہیں کہ نہیں ملتی بلکہ برخلاف اس کے ایسی ایسی باتیں سامنے آجاتی ہیں کہ کوئی انصاف پسند دماغ شک شبہ کے طوفان سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔ ابھی حال میں پمفلٹ "رنگیلا رسول" پر جو ایجی ٹیشن شروع کیا گیا اور جو جو باتیں بڑے بڑے مسلمان لیڈروں اور مولانا

کو ٹرکی کے خلاف اُکسارہی ہیں۔ یہ اخبار، اجنبیوں کے پروردہ ہیں اور اُنہی کے اشاروں پر ناچتے ہیں"

یہ اخبارات کی باہمی تکرار ہے۔ لیکن اب تک دونوں حکومتیں بالکل خاموش ہیں۔ بلکہ دوستانہ تعلقات کی موجودگی کا یقین دلا رہی ہیں۔ چنانچہ ایرانی سفارت کے معتمد عام زندی خاں نے اخبارات کو حسب ذیل بیان دیا ہے:

"اخبار آزاد ہیں، جو چاہیں لکھیں۔ ایرانی اخبارات کی طرح ترکی اخبار بھی سخت لہجہ اختیار کر لیتے ہیں، اور اُن کا لب لہجہ ایران کی مخالفت پر محمول کیا جاسکتا ہے۔ لیکن اس قسم کی باتیں ہرگز دو مشرقی اور اسلامی ملکوں کے تعلقات پر اثر نہیں ڈال سکتیں جن کی دوستی مشترک فوائد پر استوار ہے"

تقریباً یہی خیال خود ایرانی سفیر نے بھی ظاہر کیا ہے۔ اُسنے کہا "دونوں ملکوں کی دوستی پائدار اور دوامی ہے۔ دونوں حکومتیں پورے حزم و اخلاص سے تمام مسائل حل کرنے پر کمربستہ ہیں۔ کوئی حادثہ بھی ہمارے تعلقات خراب نہیں کرسکتا"

اُمید کی جاتی ہے، جلد یہ معمولی نزاع ختم ہوجائے گی۔

ترکی پایۂ تخت

غازی مصطفےٰ پاشا کے سفر آستانہ سے بعض حلقوں میں یہ خیال پیدا ہوگیا تھا کہ ترکی پایۂ تخت، جلد انگورہ سے قسطنطنیہ میں منتقل ہوجائے گا۔ مگر انگورہ کا نیم سرکاری اخبار "حاکمیت ملت" اس کی تردید کرتا ہے۔ اُسنے لکھا ہے:

"جب ہم نے ارادہ کیا کہ ٹرکی کی از سرِ نو تعمیر کریں تو اس میں یہ خیال ہرگز ہمارے سامنے نہ تھا کہ ساتھ ہی غیروں کی خوشی کا بھی ہمیں سامان کرنا چاہئے۔ ہم نے ضرورتاً انگورہ کو پایۂ تخت بنایا تھا۔ وہ ضرورت اب تک موجود ہے۔ جب تک ہم امن و امان کے سایہ میں چلکر اپنا مقصد حاصل نہ کرلیں، اُسوقت تک انگورہ ہی کو پائے تخت رہنا چاہئے لہذا اس کی تبدیلی کا سوال، اسوقت پیدا ہی نہیں ہوسکتا"

مکتوبِ شام

(الہلال کے نامہ نگار مقیم دمشق کے قلم سے)

ہائی کمشنر کا بیان

ادہر دو تین ہفتے سے میں نے کوئی مکتوب آپکو نہیں لکھا۔ کیونکہ حالات میں کوئی قابلِ ذکر تبدیلی پیدا نہیں ہوئی تھی۔ ہائی کمشنر کے لبوں پر جو مہرِ سکوت شروع سے لگ گئی تھی، وہ اب تک باقی تھی۔ ہر طرف افواہوں کی گرم بازاری تھی، مگر حقیقت کا کہیں پتہ نہ تھا۔ حکومت جتنا زیادہ ابہام و اخفا برتتی تھی، افواہیں اُتنی ہی زیادہ پھیلتی تھیں۔ اکثر لوگوں کا رجحان یہ تھا کہ حکومت کچھ نہ کچھ کرنے والی ہے۔ اگر سب نہیں تو ملک کے مطالبات کا ایک بڑا حصّہ ضرور قبول کرلے گی۔ خصوصاً اب جبکہ دروزی مجاہدین نے ہتیار ڈال دئیے ہیں، حکومت بھی نرم ہوجائے گی اور باشندوں کی ضرور اشک شوئی کردے گی۔

لیکن ان فریب خوردوں کو اگرچہ بہت زیادہ انتظار کرنا پڑا، تاہم وہ دن آہی گیا جب اُنھیں حقیقت عریاں کے مشاہدے پر مجبور ہونا پڑا۔ مدت تک نقاب پوش رہنے کے بعد ہائی کمشنر نے اپنا منہ کھولا تو اُس میں مکر و ریا کے سوا کچھ بھی نہ تھا۔ دروزی جہاد ختم ہوجانے سے حکومت کی ہمت بلند ہوگئی۔ اب اُسے کوئی خوف بھی باقی نہ رہا۔ چنانچہ ہائی کمشنر نے اپنی پالیسی اور حکمبردار سلطنت فرانس کی سیاست جو وہ شام کے بارے میں طے کرچکی ہے، ظاہر کردی۔ ہائی کمشنر کا بیان یقیناً تمام مشرق کے لئے عبرت و موعظت کا ایک سبق ہے۔ اور وہ حسب ذیل ہے:

"ہائی کمشنر کو اپنے قیام پیرس کے دوران میں بارہا موقع ملا کہ فرانسیسی حکومت اور فرانسیسی پارلیمنٹ کی معاملاتِ خارجیہ کی کمیٹی کے روبرو شامی صورتِ حال کے متعلق اپنی تحقیقات پیش کردیں خصوصاً باشندوں کی وہ اُمیدیں صفائی کے ساتھ ظاہر کردیں جو شام کے مختلف حصوں میں دورہ کرنے کے بعد اُنھیں معلوم ہوئی تھیں۔

ہائی کمشنر نے شام میں اپنی واپسی کے بعد مختلف حکومتوں کے ذمہ داروں سے بھی بار بار تبادلۂ خیال کیا۔ حکمبردار حکومت کے خیالات و مقاصد اُن پر ظاہر کئے اور وہ بنیادیں پوری وضاحت سے پیش کردیں جن پر وہ اپنی سیاست کی بنا رکھنا چاہتے ہیں۔ وہ بنیادیں حسب ذیل ہیں:

(۱) معاہدۂ حکمبرداری کی دفعہ ایک کی رُو سے چونکہ فرانس نے اپنے سر یہ ذمہ داری لے لی ہے کہ، "شام اور لبنان کے لئے وہ راستہ ہموار کرے گا جس پر چل کر وہ بتدریج خود مختار بن سکیں گے" اور یہ امداد کی خود مختاری کی ظروف و حالات کے مطابق ہمت افزائی کرے گا۔ اس لئے فرانس مجلس اقوام سے حاصل کی ہوئی اپنی یہ ذمہ داری برابر پوری کرتا رہے گا۔ یہاں پر اس ذمہ داری سے دست بردار ہوجانے کا ہرگز کوئی سوال پیش نہیں ہوسکتا۔

(۲) اس ذمہ داری کی حیثیت:

معاہدۂ ورسیلز کی دفعہ ۲۲ کی تطبیق، مشرق میں بہت ہی زیادہ مشکل معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ یہاں کی بعض جماعتیں مدت دراز سے ترقی کے اُس درجہ تک پہنچ گئی ہیں جسنے اُنھیں مشرق قریب کی ترقی پذیر قوموں کی صفِ اول میں پہنچا دیا ہے۔ حکمبردار سلطنت نے امن و امان برقرار رکھتے ہوئے، جو ترقی کی اصلی بنیاد ہے، ان جماعتوں کی اُمیدیں پوری کرنے میں کبھی غفلت نہیں برتی۔ لیکن یہ واقعہ ہے کہ ان اُمیدوں کی تطبیق میں اب تک بکثرت رکاوٹیں حائل ہوتی رہی ہیں اور یہ صرف اسوجہ سے کہ اُن میں باہم بہت زیادہ تناقض موجود ہے۔

ان جماعتوں کی اُمیدیں بر لانا، شام میں فرانسیسی سیاست کی ایک بڑی بنیاد ہے۔ حکمبردار سلطنت اب تک اپنی اس سیاست پر قائم ہے اور عزم بالجزم کئے ہوئے ہے کہ ہمیشہ یہ اُمیدیں پوری کرتی رہے گی جب تک وہ دائرۂ نظام اور امن و امان میں رہیں اور جب تک اقلیات کے حقوق، جن کی معاہدوں نے ضمانت کردی ہے، اور ملک کے عام مصالح کے خلاف نہ ہوں۔

(۳) فرانسیسی سیاست کا دوام اور قانون اساسی۔

یہ سیاست، جسے مسیو دی جوونل پوری وضاحت سے معین کرچکے ہیں اور جسے حکومت فرانس اور مجلس اقوام نے منظور کرلیا ہے، ضرور ہے کہ ملک کے قانون اساسی میں قائم رکھی جائے۔ ہائی کمشنر پوری مضبوطی سے اس سیاست کو برقرار رکھیں گے۔

لیکن یاد رہے کہ قانون اساسی، صرف وہی لوگ بنائیں گے جو اُسے ضروری سمجھتے ہیں۔ اس سے مقصود یہ ہے کہ وہی حکومتیں اسکے بنانے میں شریک ہوں گی جو موجودہ نظام کے ماتحت ملک میں قائم ہیں۔ انہی حکومتوں کو حق ہے کہ ملک کے مصالح پر غور کریں، اپنے باہمی اختلافات مٹانے کی سعی کریں، اور مشترک مصالح کے لئے باہم معاہدے طے کریں۔ حکمبردار سلطنت، انہیں ہرممکن مدد دے گی اور انکے مابین حَکَم کی حیثیت سے کام کرے گی۔

اگر جدید نظام پر پورے ملک کی رضامندی ضروری سمجھی گئی تو اس کے [illegible] لئے بھی کوشش کی جائے گی۔ لیکن اگر رضامندی کا حاصل کرنا ممکن نہ ہوا تو حکمبردار سلطنت، امن و امان کی حفاظت اور مستقبل کی درستگی کے لئے ضروری تدابیر اختیار کرے گی۔

(۴) امن و امان

اب ملک میں ایک مرتبہ پھر امن و امان پوری طرح عام ہوگیا ہے۔ حکمبردار سلطنت نے اس راہ میں عظیم کوششیں اور بہت بڑی قربانیاں کی ہیں۔ اس سے یہ صاف طور پر ثابت ہوجاتا ہے کہ فرانس اُس دوستی کے برقرار رکھنے کا غیر متزلزل ارادہ رکھتا ہے جو اُسے ملک شام و لبنان سے ہے۔

ملک کی ترقی کے لئے امن امان کی موجودگی ضروری ہے۔ بدامنی سے ہرگز کوئی فائدہ پہنچ نہیں سکتا۔ بلکہ اُلٹے نقصان یقینی ہے۔۔"

یہ ہائی کمشنر کے بیان کا ضروری حصہ ہے۔ ناظرین خود اندازہ کرسکتے ہیں کہ یہ بیان کس درجہ مضطرب اور بے معنی ہے؟ اُس کے اگر کچھ معنی ہیں تو صرف یہ ہیں کہ فرانس، شام کے مطالبات منظور نہیں کرے گا بلکہ اپنی جنگی قوت سے اُسے بدستور محکوم و مقہور رکھے گا۔

فرانس کی بدنیتی

شام میں فرانس کی بدنیتی کا ایک ثبوت، مذکورۂ بالا بیان کے علاوہ، یہ ہے کہ اُسنے شکست خوردہ دروزی مجاہدین کی بیچارگی سے فائدہ اُٹھانے کی کوشش شروع کردی ہے۔ چنانچہ گزشتہ ہفتے حکومت نے اعلان کیا ہے کہ جبل دروز کے باشندوں نے ملک شام سے اپنی کامل علحدگی کا مطالبہ کیا ہے۔ نیز وہ چاہتے ہیں کہ اُنکے علاقے پر حاکم، فرانسیسی ہوا کرے۔

ملک کی عام رائے اس منحوس خبر سے بہت پریشان ہوئی، کیونکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ شام کی سیاسی وحدت اب تک جس قدر پراگندہ ہوچکی ہے، فرانس کی نظر میں وہ کافی نہیں ہے۔ فرانس ابھی اس بدنصیب ملک کے اور بھی بہت سے ٹکڑے کرنا چاہتا ہے۔ جبل دروز کی علحدگی کے بعد شام، صرف دمشق اور مضافات کے علاقے کا نام رہ جائے گا۔

سب سے زیادہ حیرت اس بات پر ہے کہ جن دروزی سرداروں کی طرف یہ مطالبہ منسوب کیا جارہا ہے، وہ ملک میں نہایت ہردلعزیز تھے۔ مثلاً عبد الغفار پاشا اطرش، امیر حسن، نجم پاشا حلبی، شیخ محمد الہجری، حمزہ درویش وغیرہم۔ حالانکہ یہ وہ لوگ ہیں جو سب سے پہلے ملک کی سیاسی تقسیم و تجزی کے سخت مخالف تھے۔ بلکہ اُنکی خونیں جہاد کا ایک مطالبہ یہ بھی تھا کہ موجودہ تقسیم منسوخ کردی جائے، اور ملک میں ایک ہی وحدت سیاسی قائم ہو۔

لیکن بہت جلد حقیقت آشکارا ہوگئی۔ عام رائے نے معلوم کرلیا کہ یہ چیز بھی فرانس کی بدنیتی نے پیدا کی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ پچھلے ہفتے ہائی کمشنر، دمشق آئے۔ اُن کے ساتھ اُن کا نفس ناطقہ کرنل کیٹرو بھی تھا۔ یہ شخص اپنی ظلم پسندی اور ملک شام سے دشمنی میں کافی شہرت حاصل کرچکا ہے۔ دمشق سے یہ جبل دروز گیا اور وہاں دروزی سرداروں سے مذکورۂ بالا محضر پر دستخط کرنے کو کہا۔ اُنھوں نے انکار کیا مگر اسنے اُنھیں اپنی قوت کی زور سے مجبور کردیا۔

اس واقعہ نے باشندوں کو فرانس سے اور بھی زیادہ بدظن کردیا ہے۔

ایک اور مصیبت

یہ مصائب کیا کم تھیں کہ ملک پر ایک تازہ مصیبت، خود ایک ملکی کے ہاتھوں نازل ہورہی ہے۔ داماد احمد نامی بک، دمشق کی عارضی حکومت کا صدر ہے۔ اسکے ذہن میں یہ خیال پیدا ہوگیا ہے کہ شام کے تخت شاہی پر عنقریب متمکن ہوگا۔ اس طمع میں یہ بالکل فرانس کا غلام بن گیا ہے اور بُری طرح خادمانِ قوم کو ستا رہا ہے۔ حال کا واقعہ یہ ہے کہ اسنے اخبار الجوائب کے اڈیٹر شدیاق آفندی کو دمشق سے نکل

بریدِ شرق

مکتوب آستانہ

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قسطنطنیہ کے قلم سے)

شاہ مصر کا سفر انگلستان - ترکی قرضے کا تصفیہ - ٹرکی اور ایران - ترکی پائے تخت

شاہ مصر کا سفر انگلستان

ترکی اخبارات، شاہ مصر کے سفر انگلستان کو بہت اہمیت دے رہے ہیں اور اسے نہ صرف مصر بلکہ تمام مشرقی ممالک کے لئے اخلاقی حیثیت سے مفید سمجھتے ہیں۔ چنانچہ موقر اخبار "وقت" یوں اظہار خیال کرتا ہے:

"شاہ مصر کی یہ سیاحت ایک نہایت پیچیدہ سیاسی مسئلہ کے حل کے لئے آخری قدم ہے۔ اب سے پہلے مصر کے سب سے بڑے ماہرین سیاست مثلاً سعد پاشا زغلول اور عدلی پاشا یکن نے سر توڑ کوششیں کیں، مگر کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ اب خود شاہ مصر اپنے وزیر اعظم کے ساتھ انگلستان روانہ ہوئے ہیں تاکہ مسئلہ مصر، جو ۴۵ برس سے لاینحل ہو رہا ہے، قطعی طور پر حل ہو جائے۔ اب یہ دیکھنا باقی ہے کہ اس آخری کوشش کا نتیجہ کیا نکلتا ہے؟ اگر اب بھی یہ مسئلہ حل نہ ہوا تو سمجھ لینا چاہیے، وہ آیندہ کبھی مفاہمت سے حل نہ ہوگا۔ اس کا فیصلہ صرف قوت و تشدد ہی کے ذریعہ ہو سکتا ہے"

"۱۸۸۲ء میں انگریزوں نے صریح جبر و ظلم سے مصر پر قبضہ کر لیا۔ ہندوستان بچانے کے لئے برطانیہ کو مصر کی ضرورت تھی، جیسا کہ اس مقصد کے لئے اسے دنیا کے ہر ملک پر قبضہ کی ضرورت ہے۔ برطانیہ کا عزم مصمم تھا کہ مصر کو بالکل ہضم کر جائے۔ چنانچہ جنگ عمومی کے موقعہ پر اس کے الحاق کا اعلان بھی کر دیا۔ مگر اسے بہت جلد معلوم ہو گیا کہ یہ زہر بھرا لقمہ کسی طرح بھی ہضم نہیں کیا جا سکتا۔ مصر، اکال الامم ہے۔ بہت سی قوموں نے اسے ہضم کرنا چاہا، مگر جس نے بھی اسے نگلنے کی جرأت کی، خود فنا ہو گیا۔ چنانچہ چند ہی سال بعد انگلستان بھی یہ لقمہ اگلنے پر مجبور ہوا اور مصر کے الحاق سے دست بردار ہو جانا پڑا"

"شاہ مصر کی سیاحت نے یورپ کے سامنے صرف یہی ثبوت پیش نہیں کیا کہ مصر، اپنی آزادی پر مصر ہے۔ بلکہ یہ بھی ثابت کر دیا کہ پورے مشرق میں استقلال و حریت کی ایک ناقابل مقاومت تحریک عام ہو گئی ہے۔ شاہ مصر نے صاف طور پر بتا دیا کہ اب مشرق، وہ مشرق نہیں ہے جو کبھی غفلت و قناعت اور تن پروری کا مرکز تھا۔ اب وہ بیدار ہو گیا ہے، اور غاصب یورپ سے اپنے حقوق واپس لینے پر تلا ہوا ہے"

ترکی قرضے کا تصفیہ

مرحوم سلطنت عثمانیہ نے یورپ سے بہت سے قرضے لے رکھے تھے۔ انہی قرضوں نے بالآخر اس کے دروازے یورپین مداخلت کے لئے کھول دئے۔ جنگ عظیم کے خاتمہ پر سلطنت عثمانیہ اپنے اکثر مقبوضات سے محروم ہو گئی۔ اب یہ مشکل پیش آئی کہ یہ قرضے اس سے کیونکر وصول کئے جائیں؟ اکثر قرضوں میں انہی مقبوضات کی آمدنی رہن تھی۔ یورپ چاہتا تھا کہ باوجود اپنے ممالک سے محروم ہو جانے کے، یہ تمام قرضے اسی دیوالیہ سلطنت سے وصول کرے۔ مگر یہ عملاً ناممکن تھا۔ کیونکہ اس کی آمدنی یہ بار گراں اٹھا نہیں سکتی تھی۔ اسی زمانے میں قومی حکومت نے اناطولیہ میں ظہور کیا اور یورپ کے سامنے جھکنے سے انکار کر دیا۔ اسی کا نتیجہ معاہدہ سیورے کے بعد معاہدہ لوزان ہوا۔ مگر قرضے کی گتھی اس معاہدے سے بھی سلجھ نہ سکی۔ اب گزشتہ ہفتے سالہا سال کی رد و قدح کے بعد ایک فیصلہ ہوا ہے اور سب نے اسے تسلیم کر لیا ہے۔ اس فیصلہ کی دو دفعیں بہت اہم ہیں: ایک یہ کہ ٹرکی اپنے قرضہ کی نصف مقدار سونے کے سکے کی شکل میں ادا کرے، اور باقی نصف کاغذی سکے کی صورت میں۔ دوسری یہ کہ ٹرکی کا تمام قدیم قرضہ ان تمام ممالک پر تقسیم کر دیا جائے جو قرضہ لیتے وقت اس کے قبضہ میں تھے۔ صرف ایک حصہ ٹرکی کے ذمے باقی رہے۔

یہ فیصلہ یقیناً منصفانہ ہے۔ جنگ کے اختتام پر ٹرکی کے ذمہ یورپ کا قرضہ ۱۷،۶۱،۸۴،۶۹۲ لیرہ (ترکی پونڈ) تھا۔ اب جدید فیصلہ کی رو سے اس کی تقسیم اس طرح عمل میں آئی ہے:

ٹرکی —	۸،۴۵،۹۷،۳۹۵	لیرہ
یونان —	۱،۱۲،۳۴،۵۵۳	"
شام —	۱،۰۸،۸۸،۴۵۹	"
سرویہ —	۵۴،۳۵،۵۷۹	"
عراق —	۵،۱۲۰،۷۱،۷۸۹	"
فلسطین —	۳۲،۸۴،۴۲۹	"
بلغاریہ —	۱۷،۷۶،۳۵۴	"
البانیہ —	۱۹،۳۳،۲۲۳	"
حجاز —	۱۴،۹۹،۵۱۸	"
یمن —	۱۱،۸۲،۱۰۴	"
شرق اردن —	۷،۴۳،۹۱۰	"
اٹلی —	۲،۴۳،۲۰۰	"
نجد —	۱،۲۹،۱۵۰	لیرہ
عسیر —	۲۶،۱۳۸	"
موصل —	۱۵،۰۰،۳۵۳	"
معان —	۱،۲۸،۷۲۸	"

اوپر ہم نے لکھا ہے کہ یہ فیصلہ سب نے تسلیم کر لیا ہے۔ لیکن اس میں صرف دو حکومتیں مستثنیٰ ہیں: سرویا اور یمن۔ سرویا کی حکومت نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ امام یحییٰ بھی اس سے انکار کر رہے ہیں۔ لیکن ان دونوں کے انکار سے فیصلہ پر کوئی اثر نہیں پڑیگا۔

ٹرکی اور ایران

حال کا ایک اہم واقعہ، ٹرکی اور ایران کی کشیدگی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ ترکی ایرانی سرحدوں پر بعض حوادث ایسے پیش آگئے، جنھوں نے طرفین میں سوء ظن کی حالت پیدا کر دی۔

تفصیل یہ ہے کہ ترکی ایرانی سرحدوں پر بعض جرائم پیشہ خانہ بدوش قبائل موجود ہیں۔ وہ ہمیشہ قتل و غارت کے موقعے تلاش کرتے رہتے ہیں۔ پچھلے چند سالوں سے ان قبائل میں ایک بہت ہی خطرناک شخص "اسماعیل سمیقو" نامی ظاہر ہوا ہے اور سرحد کی آبادیوں کی زندگی تلخ کئے ہوئے ہے۔ اس نے یہ وطیرہ اختیار کر رکھا ہے کہ موقعہ پا کر لوٹ مار مچا دیتا ہے اور پہاڑوں میں بھاگ جاتا ہے۔ ترکی حکومت بہت دنوں سے اس کی تاک میں تھی۔ مگر حال میں مجرموں کی عام معافی کا اعلان کیا گیا، تو اس سے فائدہ اٹھا کر اس نے حکومت کو اطلاع دی کہ اب اس نے اپنے قدیم جرائم سے توبہ کر لی ہے اور آئندہ پر امن زندگی بسر کرنی چاہتا ہے۔ حکومت نے اس کی بات پر یقین کیا اور معافی دیدی۔ چنانچہ وہ آزادی سے ترکی حدود میں زندگی بسر کرنے لگا۔

لیکن گزشتہ مہینوں میں اس نے پھر پلٹا کھایا، اور اپنی قدیم مجرمانہ زندگی اختیار کر لی۔ وہ ایرانی سرزمین میں داخل ہو گیا اور قریبی آبادیوں میں غارت گری شروع کر دی۔

اصلی واقعہ صرف اسی قدر ہے۔ لیکن ایرانی اخبارات نے اسے دوسری نظر سے دیکھا اور اس قزاق کی حرکتوں کا ذمہ دار، ٹرکی کو قرار دیا۔ چنانچہ طہران کا نیم سرکاری اخبار "ایران" اس واقعہ پر اس طرح خامہ فرسائی کرتا ہے:

"سرحدی قبائل کی کون ہمت افزائی کر رہا ہے؟ انھیں کون ہتیار تقسیم کرتا ہے؟ انکے ذریعہ ایران میں کون بدامنی پھیلا رہا ہے؟ ایرانی ان سوالوں کا صاف جواب چاہتے ہیں۔ وہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ ٹرکی اس بارے میں کیا تدابیر اختیار کرنے والی ہے؟ ایران اپنی قومی سرحدوں کی حفاظت اپنے خون سے بھی کرنے پر کمر بستہ ہے"

اخبار "شفق سرخ" لکھتا ہے

"سرحد کے ترک افسر ایرانی علاقوں میں خلاف توقع سرگرمی دکھا رہے ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ خلافت کی منسوخی، جمہوریت کا اعلان، سرخ ٹوپی کی ہیٹ سے تبدیلی، یہ باتیں ظاہر میں کتنی ہی روشن خیالی کی باتیں نظر آئیں، مگر حقیقت یہ ہے کہ وہ قوموں کی ذہنیت میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں کرتیں۔ نوجوان ٹرکی، بڈھیا ٹرکی ہی کی لڑکی ہے۔ بڈھیا ٹرکی ہمیشہ ایران سے بے فائدہ دست بگریباں رہی۔ اب نوجوان ٹرکی بھی اپنی اسی موروثی سیاست پر واپس آ رہی ہے اور ایران سے چھیڑ چھاڑ شروع کر دی ہے"

اسی لب و لہجہ میں تقریباً تمام ایرانی اخبارات نے اظہار خیال کیا ہے۔ اس کے مقابلہ میں ترکی اخبارات کا لہجہ بھی کچھ کم سخت نہیں ہے۔ چنانچہ اخبار "جمہوریت" لکھتا ہے:

"ہم جانتے ہیں ایران میں وقیع اخبار موجود نہیں ہیں۔ ان کی آواز کوئی قوت و وزن نہیں رکھتی۔ مزید اجنبی انگلیاں ان اخبارو

بقیہ مضمون صفحہ ۱۷

کیا میں امید کروں کہ آپ تھوڑا سا وقت نکال کر اسی انداز میں جیسا تفصیل و بحث کے ساتھ ہمیشہ آپنے لکھا ہے ان امور پر روشنی ڈالیں گے اور مجھ پر احسان فرمائیں گے ....

ان تمام اصحاب کے لئے

جو

قدیم تمدن و ۔۔۔ کی قیمتی اشیاء کا شوق رکھتے ہیں

دنیا میں عظیم الشان مقام

I. SHENKER,

118, BROMPTON ROAD, KENSINGTON, LONDON, S. W. 3.

ہے

مغرب و مشرق کے قدیم آثار، پرانی قلمی اور مطبوعہ کتابیں، پرانی تصویریں، پرانے سکے اور نقوش، پرانے زیور، آرائش و تزئین کا ہر قسم کا سامان، اور ہر طرح کے پرانے صنعتی عجائب و نوادر، اگر آپ کو مطلوب ہیں، تو ہم سے خط و کتابت کیجئے کم از کم ہماری نمائش گاہوں اور ذخائر کی فہرستیں ہی منگوا لیجئے۔ اہل علم اور اہل دولت، دونوں کے لئے ہمارا ذخیرہ قیمتی ہے۔

نوادر عالم کا یہ ذخیرہ

دنیا کے تمام حصوں سے غیر معمولی مصارف و مساعی کے بعد حاصل کیا گیا ہے۔ دنیا کے تمام قدیم تمدنی مرکزوں مثلاً مصر، شام، فلسطین، ہندوستان، ایران، ترکستان، چین، وغیرہ ممالک میں ہمارے ایجنٹ ہمیشہ گردش کرتے رہتے ہیں۔

بایں ہمہ

قیمتیں تعجب انگیز حد تک ارزاں ہیں!

براعظم یورپ، امریکہ

اور

مشرق

کے تمام بڑے بڑے محل، کتب خانے، اور عجائب خانے، ہم سے نوادر حاصل کرتے رہتے ہیں۔ قاہرہ کے نئے ایوان شاہی کے نوادر بھی حالیں ہم ہی نے فراہم کئے ہیں۔

اگر آپ کے پاس نوادر موجود ہوں

تو

آپ فروخت کرنے کے لئے بھی پہلے ہم ہی سے خط و کتابت کیجئے بہت ممکن ہو کہ ہمارا سفری یا مقامی ایجنٹ آپ سے مل سکے

برید فرنگ

مکتوب امریکہ

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم واشنگٹن کے قلم سے)

ایک نئی تحریک۔ امریکہ کی دولت۔

ایک نئی تحریک

اپنے دو پچھلے مکتوبوں میں امریکہ کی نسوانی زندگی اور تحریک الحاد کی مقبولیت پر روشنی ڈال چکا ہوں۔ انہی دونوں موضوعوں سے متعلق آج ایک تیسری بحث پیش کرتا ہوں۔ اس بحث نے پورے شمالی امریکہ کو اپنی طرف سراسر متوجہ کرلیا ہے۔ فی الحال اس بحث سے زیادہ اہم اور مقبول عام و خاص کوئی دوسری بحث یہاں نہیں ہے۔ ہر طرف اسی کا چرچا ہے اور ہر جگہ اسی پر گرم تقریریں ہو رہی ہیں۔

بحث یہ ہے کہ امریکہ میں شادی کا موجودہ طریقہ مضر ہے۔ مرد اور عورت دونوں کی خانگی زندگی مکدر کرنے والا ہے۔ لہذا اسے بدل ڈالنا چاہئے۔

امریکہ میں بھی شادی کا طریقہ وہی ہے جو دنیا کے تمام متمدن ملکوں میں رائج ہے۔ یعنی مرد و عورت، عقد کرکے زندگی بھر ساتھ رہنے کے پابند ہوجاتے ہیں۔ نئی تحریک اسی پابندی کے خلاف شروع ہوئی ہے۔ اس کی منشا یہ ہے کہ شادی کے دو درجے کردئے جائیں: ایک تجربی۔ دوسرا دائمی۔ تجربی سے مقصود یہ ہے کہ مرد اور عورت اگرچہ باضابطہ عقد کریں گے، مگر یہ عقد، معلق و مشروط ہوگا۔ اگر ساتھ رہ کر انھیں تجربہ سے معلوم ہوجائے کہ یہ عقد، ان کی زندگی کو پُر مسرت نہیں بنا سکتا تو انھیں حق ہوگا کہ فوراً جدا ہوجائیں۔ لیکن اگر تجربے سے ثابت ہو کہ وہ ساتھ خوش رہ سکتے ہیں تو اپنے دائمی عقد کا اعلان کردیں۔

اس تحریک کا سرگروہ، مسٹر لنڈسی ہے۔ یہ ایک عدالت کا جج ہے اور نکاح و طلاق کے مقدمے فیصل کیا کرتا ہے۔ اسنے اپنی تحریک کا نام "عقد رفاقت" رکھا ہے۔ خود اس کے اپنے لفظوں میں تحریک کی غرض یہ ہے کہ "مرد اور عورت باہم ساتھ رہنے کا سمجھوتہ کریں، مگر اس عہد کے ساتھ کہ ایک سال تک نسل نہ پیدا ہونے دیں گے۔ بارہ مہینے یک جا رہنے کے بعد اگر وہ دیکھیں کہ ان کی طبیعتیں باہم متفق ہوسکتی ہیں تو اپنے اس تجربی عقد کو دائمی عقد کی صورت میں تبدیل کردیں ورنہ ایک دوسرے سے جدا ہوجائیں"

مسٹر لنڈسی نے ایک اخبار کے نمائندے سے بیان کیا:

"بیس برس سے میں عدالت کی کرسی پر بیٹھتا ہوں۔ اس طویل تجربے نے مجھے یقین دلادیا ہے کہ نکاح کا موجودہ نظام، ناقص اور سخت مضرتوں کا موجب ہے۔ لہذا میں نے تجربی نکاح کی تجویز سوچی۔ میرے خیال میں اگر دنیا اس تجویز پر عمل کرے تو ان تمام مصائب سے نجات پاجائے گی جو عقد کے موجودہ طریقے سے ہمیشہ پیدا ہوتی ہیں۔ تجربی نکاح یقیناً دنیا کو مسرت و سعادت بخشے گا اور انسان کی خانگی زندگی، قابل رشک بنادے گا"

تجربی عقد کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ مرد اور عورت سال کے خاتمہ پر اگر دائمی عقد کے طالب ہوں تو انھیں حکومت کے سامنے ثابت کرنا ہوگا کہ وہ باہم محبت رکھتے ہیں۔ اس کے بعد ان کا طبی معائنہ ہوگا اگر اس معائنہ میں بھی وہ کامیاب ہوگئے تو ان کی درخواست منظور کرلی جائے گی، ورنہ انھیں جبراً جدا کردیا جائے گا۔

یہ ہے تحریک کا خلاصہ۔ لیکن اسنے تمام ملک میں ایک ہلچل ڈال دی ہے۔ روشن خیال طبقہ عام طور پر تحریک کی حمایت کر رہا ہے۔ مگر مذہبی پیشوا اور انکے متبعین اس کے سخت خلاف ہیں۔ اسے کفر و الحاد قرار دیتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں اگر یہ تحریک مقبول ہوجائے گی تو مسیحیت اور کنیسا کا خاتمہ ہوجائے گا۔ مسیحی ہیئت اجتماعیہ درہم برہم ہوجائے گی۔ فسق و فجور کے بند (؟) دروازے کھل جائیں گے۔ غرضکہ وہ اسے شیطانی تحریک قرار دے رہے ہیں۔ دیکھنا چاہئے اس نظری جنگ میں کون فریق فتح یاب ہوتا ہے؟

امریکہ کی دولت

ولایات متحدہ امریکہ کی دولت و ثروت کے افسانے دنیا بھر میں مشہور ہیں۔ واقعی جس قدر خزانے اس ملک میں موجود ہیں، اُتنے کسی دوسرے ملک میں نہیں ہیں۔ اسوقت میرے سامنے ایک امریکن رسالہ کھلا رکھا ہے۔ اسنے اسی معاملہ پر بحث کی ہے۔

وہ لکھتا ہے:

"جس کے پاس تین چار کرور ڈالر جمع ہیں، وہ اسوقت امریکہ میں "دولتمند" خیال نہیں کیا جاتا۔ کروڑپتی، اب امریکہ میں کسی شمار قطار میں نہیں ہیں۔ اب شمار صرف "قارونوں" کا ہوتا ہے۔ ۱۹۲۵ء میں پہلی مرتبہ حکومت نے امریکی قوم کی انفرادی دولت کے اعداد شمار شایع کئے۔ اس رپورٹ سے ثابت ہوتا ہے کہ امریکہ میں ایک سے بہت زیادہ آدمی ایسے موجود ہیں جن کی دولت ایک ہزار ملین ڈالر یعنی ۲۰ کروڑ پونڈ سے بھی زیادہ ہے۔

اس رپورٹ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ۱۹۲۵ء میں جن آدمیوں کی دولت ایک ملین ڈالر سے زیادہ تھی، ان کی تعداد ۲۰۷ ہے۔ لیکن گمان غالب ہے کہ یہ شمار ناقص ہے۔ لوگ، آمدنی کے محصول سے بچنے کے لئے اپنی اصلی آمدنی چھپاتے ہیں۔ ثبوت یہ ہے کہ ۱۹۱۶ء ہی میں ایسے دولتمندوں کی تعداد ۲۰۶ تھی۔ کسی طرح خیال نہیں کیا جاسکتا کہ ۹ سال کی طویل مدت میں، جبکہ دولت کے دروازے ہر طرف سے امریکہ پر کھل گئے تھے، ایسے دولتمندوں کی تعداد میں صرف ایک کا اضافہ ہوا ہو۔

ذیل کے نقشہ سے امریکہ کی دولت مندی کا کچھ اندازہ ہوسکے گا:

ڈیڑھ ملین تک سالانہ آمدنی کے مالک	۱۰۴
ڈھائی ملین تک سالانہ آمدنی کے مالک	۴۳
تین ملین تک ،، ،،	۲۹
۴ ملین تک ،، ،، ،،	۱۵
۵ ملین تک ،، ،، ،،	۹
۵ ملین سے زیادہ ،، ،، ،، ،،	۷
	۲۰۷

لیکن جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا یہ نقشہ، ناقص ہے۔ تاہم ۵ ملین ڈالر سے زیادہ آمدنی کے مالکوں میں بعض ایسے بھی ہیں جن کی آمدنی ایک کروڑ پونڈ سالانہ سے بھی زیادہ ہے۔ سرکاری روداد میں ان کے نام شائع ہوئے ہیں۔ انہی میں مسٹر فورڈ اور ان کا بیٹا، مسٹر ملن امریکی وزیر مال، ان کا بھائی، مسٹر ہوٹنی، مسٹر وینڈربلٹ، مسٹر بیکر وغیرہ وغیرہ شامل ہیں۔

ایک قابل ذکر بات یہ بھی ہے کہ امریکہ میں، دوسرے ملکوں کے برخلاف یہ صورت حال نہیں ہے کہ امیروں کی دولت برابر بڑھتی جائے اور غریبوں کی غربت روز بروز زیادہ ہوتی جائے۔ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ امیروں کی دولت بہت آہستہ آہستہ بڑھتی ہے، لیکن غریب جلد از جلد امیر ہوتے چلے جاتے ہیں۔ مذکورۂ بالا روداد سے معلوم ہوتا ہے کہ معمولی آمدنی رکھنے والے (یعنی جو لوگ آمدنی کا محصول ادا کرتے ہیں) سالانہ ۵ ہزار ڈالر سے زیادہ کما لیتے ہیں۔

روداد کے ایک دوسرے نقشہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۹۲۵ء میں حکومت نے حسب ذیل محصول وصول کئے:

اجرت اور تنخواہ پانے والوں سے: ۰۰۰،۰۰،۰۰،۴۰،۴ ڈالر
تجارتی کمپنیوں سے: ۹۷،۰۰،۰۰،۰۰۰ ،،
حقوق طباعت خریدنے والی کمپنیوں سے: ۱۸،۵۰،۰۰،۰۰۰ ،،
سود خوار مہاجنوں سے: ۴۸،۵۰،۰۰،۰۰۰ ،،

امریکہ کی دولتمندی کے راگ گانے والوں کے بالمقابل، علمائے اقتصادیات کا ایک گروہ ایسا بھی موجود ہے جو اس دولت کو کوئی اہمیت نہیں دیتا۔ اس کی رائے میں امریکہ کی دولت کسی پائیدار بنیاد پر قائم نہیں ہے۔ وہ اپنی دلیل میں پچھلے دس گیارہ سال کے اعداد و شمار سے پیش کرتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امریکہ میں دولتمندوں کی تعداد نہایت غیر متناسب تعداد میں گھٹتی بڑھتی رہی ہے۔ یہ اس بات کا قطعی ثبوت ہے کہ ملک کی دولت کوئی مستحکم بنیاد نہیں رکھتی۔ وہ اعداد شمار حسب ذیل ہیں:

سنہ	ایک ملین ڈالر سے زیادہ سالانہ آمدنی رکھنے والے
۱۹۱۴	۶۰
۱۹۱۶	۲۰۶
۱۹۲۰	۲۱
۱۹۲۴	۷۵
۱۹۲۵	۲۰۷

گرآپ

علم وکتب کی وسعت اور دستِ طلب کی کوتاہی سی گھبرا گئے ہیں تو کیوں کسی ایسے مقام کی جُستجو نہیں کرتے جہاں دُنیا کی تمام بہترین اور منتخب کتابیں جمع کر لی گئی ہوں؟

ایسا مقام موجود ہی!

J. & E. Bumpus Limited,
350, Oxford Street,
LONDON, W.1.

جو
دُنیا میں کتب فروشی کا عظیم مرکز ہی
اور
جسے ملک معظم برطانیہ اور اُنکے کتبخانۂ قصر کے لئے کتابیں بہم پہنچانے کا شرف حاصل ہی!

انگریزی کا تمام ذخیرہ جو برطانیہ اور برطانی نوآبادیوں اور ملحقہ ممالک میں شایع ہوتا ہی

یورپ کی تمام زبانوں کا ذخیرہ

مشرقی علوم وادبیات پر انگریزی اور یورپین زبانوں کی تمام کتابیں

نئی اور پرانی دونوں طرح کی کتابیں

تمام دنیا کے ہر قسم اور ہر درجے کے نقشے

ہر قسم کی تعلیمی کتابوں کے مسلسل سلسلے

بچوں کے لئے ہر قسم اور درجہ کا ذخیرہ

قیمتی سی قیمتی اور سستے سی سستے ایڈیشن

آپ ہمارے عظیم ذخیرہ سے حاصل کر سکتے ہیں

ہمارے یہاں
ہر چھماہ کے بعد نئے ذخیرہ کی مُفصّل فہرست شایع ہوا کرتی ہی

یاد رکھیے

صرف ہمدرد دواخانہ سے ملیگا

موسم گرما کا نایاب تحفہ

شربت روح افزا ۲۹۳ (رجسٹرڈ)

جو تقریبًا ۲۰ سال کے عرصہ میں اپنی بے شمار خوبیوں کی وجہ سے اسم با مسمّی ہوکر بلا تفریق مذہب عام ہر دلعزیزی و شہرت مقبولیت حاصل کرکے نہ صرف ہندوستان بلکہ ممالک غیر تک شہرت حاصل کر چکا ہو اور جس کو چشم بد (حریص) سے محفوظ رکھنے کے لئے تمام ہندوستان کے واسطے رجسٹرڈ بھی کرالیا گیا ہو۔

محترم ناظرین! آپ میں جو اصحاب اس کا استعمال کر چکے ہیں اُن سے تو اس کے تعارف کرانے کی ضرورت نہیں کیونکہ آپکی مسلسل و پیہم مشتاقانہ خریداری اس کی پسندیدگی و قدردانی کی خود دلیل ہو لیکن ہندوستان جیسے وسیع برِ اعظم میں جن لوگوں کو اس کے استعمال کا اب تک اتفاق نہیں ہوا اُن سے اس کی بے شمار خوبیوں میں سے چند عرض کیجاتی ہیں۔

اس کی سب سے بڑی خوبی یہ ہو کہ اس شربت کا استعمال کسی مذہب کے خلاف نہیں۔ دوسری خوبی یہ ہو کہ ہر تندرست انسان بلا قید عمر و مزاج موسم گرما میں خوش ذائقہ و فرحت بخش چیز کی حیثیت سے استعمال کر سکتا ہو۔

ناظرین! یہ شربت کیا ہو؟ اعلیٰ قسم کے فواکہات مثل انگور، سیب، رنگترہ وغیرہ اور بہت سی اعلیٰ ادویہ کا مرکب ہو جو خاص ترکیب اور جانفشانی سے تیار کیا جاتا ہو۔ مفرح قلب ہو۔ خوش ذائقہ ہو۔ تشنگی اور گھبراہٹ کو دور کرتا ہو۔ اختلاج قلب، دردِ سر، دورانِ سر، تشنگی وغیرہ کی شکایت کو رفع کرتا ہو۔ سوداوی امراض کے واسطے عمومًا اور گرم مزاج والے اصحاب کے واسطے خصوصًا بہت مفید ہو۔

معنوی خوبیوں کے علاوہ جو استعمال سے تعلق رکھتی ہیں ظاہرا طور پر رنگ دلفریب اور پیکنگ کی صفائی دیدہ زیب ہو اسکی اشاعت سے محض ذاتی نفع مقصود نہیں بلکہ ہم خرما و ہم ثواب کے مصداق پبلک کی خدمت کرنا اور ہندوستانی اشیاء کی ترویج کو ترقی دینا مدنظر ہو۔ ہمیں اُمید ہو کہ آپ بوتل دیکھ کر اور استعمال کرکے جو بیدار شدہ نوخیز ہندوستان کی صنعت کا اُمید افزا نمونہ ہو اور جس کی ہر چیز دیسی ہی ہو۔ خوش ہونگے اور باوجود اس قدر خوبیاں ہونے کے قیمت اس لئے کم رکھی ہو کہ ہر حیثیت کے لوگ اس سے فائدہ حاصل کر سکیں۔ قیمت فی بوتل ایک روپیہ آٹھ آنے (عہ) حکیموں اور عطاروں کے علاوہ، تاجران شربت کو بشرطیکہ وہ ایک درجن یا اس سے زیادہ خریدیں دو آنہ فی روپیہ کمیشن دیا جائیگا۔

نوٹ: اس شربت کی عام مقبولیت کو دیکھ کر بہت سے ہمارے ہم پیشہ حضرات ناجائز فائدہ اُٹھانے کی مختلف ترکیبیں نکالتے ہیں مثلاً کوئی اس شربت کا ملتا جلتا نام رکھ لیا ہو۔ لہذا آپ شربت خریدتے وقت دھوکا نہ کھائیں بلکہ بوتل پر ہمدرد دواخانہ کا خوشنما لیبل اور اسپر لفظ رجسٹرڈ ضرور ملاحظہ فرمائیں۔

واضح رہے کہ یہ شربت ہمدرد، دواخانہ کی مخصوص چیز ہو اور اصلی صرف ہمدرد دواخانہ دہلی ہی سے مل سکتا ہو۔" فہرست دواخانہ معہ جنتری سنہ ۱۹۲۷ء کارڈ آنے پر مفت ارسال ہوگی۔

پتہ۔ ہمدرد دواخانہ دہلی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ تار کا کافی پتہ ہمدرد، دہلی

اگر آپ انگلستان کی سیاحت کرنا چاہتے ہیں تو
یاد رکھیے

کہ آپکو ایک مستند اور آخرین رہنما گائڈ بک کی ضرورت ہو جو انگلستان کے تمام شہروں، سوسائیٹیوں، ہوٹلوں، کلبوں، تھیٹروں، رقص گاہوں، قابل دید مقامات اور آثار قدیمہ وغیرہ سے آپکو مطلع کردے نیز جس سے وہ تمام ضروری معلومات حاصل کی جاسکیں جن کی ایک سیّاح کو قدم قدم پر ضرورت پیش آتی ہو

ایسی مکمل گائڈ بک صرف
ڈنلاپ گائڈ ٹو گریٹ برٹن
The Dunlop Guide to Great Britain
کا

دوسرا ایڈیشن ہو۔ ہندوستان کے تمام انگریزی کتب فروشوں اور بڑے بڑے ریلوے اسٹیشنوں کے بک اسٹال سے مل سکتی ہو

اگر آپکو
دمہ
(ضیق النفس)
یا
کسی طرح کی بھی معمولی کھانسی کی شکایت ہو تو تامل نہ کیجئے۔ اپنے سے قریب دوا فروش کی دکان سے فورًا ایک ٹین

HIMROD
کی

مشہور عالم دوا کا منگوا کر استعمال کیجئے

مطبوعات الهلال بك ایجنسی

* * *

معارف ابن تیمیه و ابن قیم

دیني علوم کے بیش بها جواهر ریزي

س سلسله میں هم نے اماميين کي ان نادر و اعلیٰ درجه کي بلند پایه عربي تصانیف کے اردو تراجم کا سلسله شروع کیا هے ' جنکا طالعه اصلاح عقائد اسلام اور اشاعت و معارف کتاب و سنت کے لیے نهایت ضروري و ناگزیر هے - امید که یه "سلسلۂ تراجم" بد نصیب هندوستان کي دماغي اصلاح کا کام دے :

آسوۂ حسنه — امام ابن قیم کي فن سیرت میں شهره آفاق کتاب "زاد المعاد" کے خلاصه کا اردو ترجمه - بلا جلد ۲ روپے مجلد ازهائي روپیه -

ب الوسیله — لفظ "وسیله" کي بحث کے علاوه امام ابن تیمیه نے اسلام کے اصل الاصول "توحید" کي مبسوط بحث کي هے - بلا جلد ازهائي روپیه ' مجلد سوا تین روپیه -

ب صفه — انکي تعداد ' ذریعه معاش ' طریق عبادت اور انکے مفصل حالات بیان کیے هیں دس آنے -

سورة الکوثر — امام ابن تیمیه کے مخصوص انداز تفسیر کا اردو ترجمه - چار آنے -

سر رقي — خالق و مخلوق کے درمیان واسطه کا فرق بدلائل بیان کیا هے - چهه آنے -

سیرت امام ابن تیمیه — حضرت امام کے ضروري حالات زندگي نهایت خوش اسلوبي سے بیان کیے هیں - نو آنے

نجد و حجاز — علامه سید محمد رشید رضاء مصري کي تازه کتاب کا اردو ترجمه - سوا روپیه -

آئمه اسلام — ترجمه رفع الملام عن ائمة الاعلام - باره آنے

خلاف الامه — فی العبادات - پانچ آنے

صبح سعادت — یه ایک علمي ' اسلامي ' سه ماهي رساله هے جس کے خریدار کو هم نے کمال کوشش و کاوش سے اردو ' عربي ' فارسي ' انگریزي ' اور دوسري زبانوں کي تمام اهم اور اعلیٰ مطبوعات کے متعلق بهترین تازه معلومات بهم پهنچانے کا اهتمام کیا هے - اسکے علاوه آئمه اسلام و بزرگان دین کے حالات ' لطائف افسانه ' نظمیں اور ممالک اسلامیه کے معتبر ذرائع سے حاصل کیے هوے حالات درج کیے جاتے هیں - في پرچه ۸ آنه سالانه ۲ روپیه پیشگي -

* * *

منیجر الهلال بك ایجنسی

(حلقه نمبر ۲۴ شیرانواله دروازه لاهور پنجاب)

“Al=Hilal Book Agency,”
24, LAHORE, PANJAB.

السحر الحلال فی مجلدات الهلال

گاه گاهے باز خوان این دفتر پارینه را
تازه خواهی داشتن گر داغهاے سینه را

* * *

اردو صحافت کي تاریخ میں الهلال هي وه رساله هے جو اپني تمام ظاهري اور باطني خصوصیات میں ایک انقلاب آفریں دعوت تهي -

الهلال اگرچه ایک هفته وار مصور رساله تها ' لیکن چونکه وه اردو صحافت کي مختلف شاخوں میں اجتهاد نظر و فکر کي نئي روح پیدا کرني چاهتا تها ' اِس لئے اُس کا هر نمبر مختلف اقسام اور مختلف اذواق کا مجموعه تها - اُس کے هر نمبر میں مختلف ابواب ' مذهب ' سیاست ' ادبیات ' علوم و فنون ' اور معلومات عامه کے هوتے تهے - اور اُسکا هر باب اپني مجتهدانه خصوصیات کے لحاظ سے اپني نظیر آپ هوتا تها - پهر اس کي ظاهري خوبیاں اردو صحافت میں علمي طباعت و ترتیب کا پهلا نمونه تهیں - اردو کا وه پهلا هفته وار رساله تها ' جس میں هاف ٹون تصاویر کے اندراج کا انتظام کیا گیا ' اور ٹائپ میں چهپنے کي وجه سے بهت سي ایسي خوبیاں پیدا هوئیں جو پتهر کي چهپائي میں ممکن نهیں - اِس کي جلدیں جدید اردو علم ادب کے علمي ' مذهبي ' سیاسي ' اور اجتماعي مواد و مباحث کا بهترین مجموعه هیں - اِن کي مقبولیت و قدر کا اندازه اِس سے هوسکتا هے که سنه ۱۹۱۸ میں بعض شایقین علم و ادب نے اِس کي تمام جلدوں کا مکمل سٹ سات سو روپیه میں خرید کیا - اور حال میں ایک صاحب نے اِس کي پهلي جلد مکمل (جو دفتر میں بهي موجود نهیں) ساڑهے چارسو روپیه میں حیدرآباد سے خریدي هے - جن لوگوں نے اِس کے پرچے بحفاظت جمع کئے هیں وه بڑي سے بڑي قیمت پر بهي علحده کرنے کیلیے تیار نهیں - پچهلے دنوں "البلاغ پریس" کا جب تمام اسٹاک نئے مکان میں منتقل کیا گیا تو ایک ذخیره الهلال کے پرچوں کا بهي محفوظ ملا ' هم نے کوشش کي که شایقین علم و ادب کے لئے جس قدر مکمل جلدیں مرتب کي جا سکتي هیں مرتب کرلي جائیں اور جن جلدوں کي تکمیل میں ایک دو پرچوں کي کمي هو انهیں دوباره چهپوا لیا جائے -

چنانچه الحمدلله یه کوشش ایک حد تک مشکور هوئي اور اب علاوه متفرق پرچوں کے چند سالوں کي جلدیں پوري مکمل هوگئي هیں - هم اِس اعلان کے ذریعه شایقین علم و ادب کو آخري موقعه دیتے هیں که اِس قیمتي ذخیره کے حاصل کرنے میں جلدي کریں ' چونکه جلدوں کي ایک بهت هي محدود تعداد مرتب هوسکي هے اس لئے صرف انهیں درخواستوں کي تعمیل هوسکے گي جو سب سے پهلے پهونچیں گي - هر جلد مجلد هے اور ابتدا میں تمام مضامین کي انڈکس به ترتیب حروف تهجي لگادي گئي هے -

الهلال مکمل جلد دوم ۱۰ روپیه　　الهلال مکمل جلد سوم ۱۰ روپیه
" " چهارم ۱۰ روپیه　　" " پنجم ۱۰ روپیه
جلد "البلاغ" (جب دوسري مرتبه الهلال اِس نام سے شائع هوا) قیمت ۸ روپیه

علاوه جلد اول کے هر جلد کے متفرق پرچے بهي موجود هیں جن میں سے هر پرچه اپنے مضامین کے لحاظ سے ایک مستقل مجموعه علم و ادب هے - قیمت في پرچه ۸ - آنه - محصول ڈاک و پیکنگ اِس کے علاوه هے -

منیجر "البلاغ پریس"

کلماتِ حکم سعد پاشا زغلول

جلاوطنی میں قوم سے خطاب

اُنھوں نے ہمیں ملک سے نکالا، مگر تم نے ہمیں اپنے دلوں میں جگہ دی!

اُنھوں نے ہمیں گمنام کردینا چاہا، مگر تم نے ہمارا نام اپنے صفحۂ قلب پہ نقش کرلیا!

اُنھوں نے اپنی قوت سے تمھیں پراگندہ کردینا چاہا، مگر تم اور بھی زیادہ باہم جُڑ گئے!

اُنھوں نے تشدد سے تمھیں ذلیل کرنا چاہا، مگر تم اور زیادہ معزز بن گئے!

اُنھوں نے طرح طرح کے حیلوں سے تمھیں گمراہ کرنا چاہا، مگر تم گمراہ نہ ہوئے۔ اُن کے فریب نے تمھیں اور زیادہ راہ ہدایت دکھادی!

اس طرح خدا نے اُنھیں رسوا کیا، اور تمھیں سرخروئی بخشی!

امن عالم

امن عالم اگر چاہتے ہو، تو دوسروں کا حق نہ چھینو۔

آزادی

آزادی، میرا پیدائشی حق ہے، عطیہ کے طور پر میں اُسے قبول نہیں کرسکتا۔ آزادی، میری اپنی پشتینی ملکیت ہے کسی کو حق نہیں کہ میری ہی ملکیت مجھے عطیہ کے طور پر دے۔

عورتوں کی تربیت

قومی ترقی کے لئے عورتوں کی تربیت، اوّلین شرط ہے۔

حق

حق کی طرف لوٹنا کبھی معیوب نہیں۔

حق، قوت، قوم، حکومت

حق، قوت سے بالا ہے۔ قوم، حکومت سے برتر ہے۔

فساد

ہم پر حملہ کرتے ہیں، مگر جب ہم مدافعت کے لئے ہاتھ اُٹھاتے ہیں تو کہتے ہیں "تم فساد کرتے ہو"!

علم، اخلاق

ہمیں زیادہ علم کی ضرورت نہیں، زیادہ اخلاق کی ضرورت ہے۔

بداخلاقی کا قانون

جس قانون کی بنا، بداخلاقی پر ہے، وہ باطل قانون ہے۔

آزادی کا استعمال

ہم آزادی سے محبت رکھتے ہیں، مگر اس سے بھی زیادہ ہم اُس کے صحیح استعمال سے محبت کرتے ہیں۔

"ڈپلوما"

ہمیں اپنی زندگی کے اعمال پر فخر کرنا چاہئے، نہ کہ اپنے ہاتھ کے "ڈپلوما" پر!

مقصد کی کامیابی

مقصد کی کامیابی کے لئے ضروری ہے کہ ہم جد و جہد کریں، اور اگر ضرورت ہو تو مر بھی سکیں!

خوف یا محبت؟

میں چاہتا ہوں، لوگ مجھ سے محبت کریں، نہ کہ مجھ سے ڈریں۔

جامعُ الشواہد

طبع ثانی

مولانا ابوالکلام صاحب کی یہ تحریر سنہ ۱۹۱۹ء میں شایع ہوئی تھی جب وہ رانچی میں نظر بند تھے۔ موضوع اس تحریر کا یہ تھا کہ اسلامی احکام کی رُو سے مسجد کن کن اغراض کے لئے استعمال کی جاسکتی ہے؟ اور اسلام کی رواداری نے کس طرح اپنی عبادت گاہوں کا دروازہ بلا امتیاز مذہب و ملت تمام نوع انسانی پر کھول دیا ہے؟

سنہ ۱۹۱۹ء میں جس قدر نسخے چھپے تھے مدرسۂ اسلامیہ رانچی کو دے دیئے گئے تھے جو بہت جلد ختم ہوگئے۔ اب مصنف کی نظر ثانی کے بعد دوبارہ لیتھو میں چھپی ہے۔

قیمت بارہ آنے۔ مینجر الہلال کلکتہ

اگر
آپ تمام دنیا دو سے قدم آگے رہنا چاہیں تو
انتخاب لاجواب لاہور
کا مطالعہ کریں اس کے مستقل خریداروں کو چھ سو صفحوں کی
انعامی کتابیں مفت دی جاتی ہیں انعامی کتابوں کی فہرست
اور نمونہ کا رسالہ دو آنہ کے ٹکٹ بھیجکر طلب کریں
مینجر انتخاب لاجواب لاہور

کیا آپ کو معلوم نہیں

کہ

اسوقت دُنیا کا بہترین فاونٹین قلم
امریکن کارخانہ "شیفر"

کا

"لائف ٹائم" قلم ہے؟

(۱) اتنا سادہ اور سہل کہ کوئی حصّہ نزاکت یا پیچیدہ ہونے کی وجہ سے خراب نہیں ہوسکتا

(۲) اتنا مضبوط کہ یقیناً وہ آپکو آپکی زندگی بھر کام دے سکتا ہے

(۳) اتنا خوبصورت، سبز، سُرخ اور سُنہری بیل بوٹوں سے مزین کہ اتنا خوبصورت قلم دُنیا میں کوئی نہیں

کم از کم تجربہ کیجئے

یاد رکھئے

جب آپ کسی دکان سے قلم لیں تو آپکو "شیفر" کا

"لائف ٹائم"

لینا چاہئے!

١٩٢٧

الہلال

جلد ١

بر ١٤

البلاغ پریس کلکتہ

قیمت ٥ ـ آنہ

دنیا کي بہترین کتابوں کیلئے بہترین رھنما :

تائمز اف لنڈن کا ادبي ضمیمه

یه ضمیمه دنیا کي تمام کتابوں پر ھفته وار دلچسپ اور وقیع تبصره کرتا ھے -

اسکا معتدل نقد علمي حلقوں میں مسلم ھے -

اس میں چند صفحات وقت کے جاري اور زیر بحث ادبي فوائد پر بھي ھوتے ھیں جنکي اھمیت کا عام طور پر اعتراف کیا گیا ھے -

اپنے یہاں کے ایجنت سے تقاضه کیجئے که وہ تائمز لنڈن کا ھفته وار ادبي ضمیمه آپکے لئے مہیا کرے - لیکن اگر آپ چاھیں تو

The Publisher :

Printing House Square

London, E. C 4.

سے براہ راست طلب کر سکتے ھیں

دنیا کے ھر معلم اور ماھر فن تعلیم کیلئے

ضروري ھے که

تائمز اف لنڈن کا تعلیمي ضمیمه مطالعه کرے

اگر آپ چاھتے ھیں که فن تعلیم کے تمام نظري اور عملي تغیرات و ترقیات سے بے خبر نه رھیں ‘ تو آپکو یه ضمیمه بلا ناغه مطالعه میں رکھنا چاھیے -

یه ھر ھفته اس موضوع پر تمام اھم خبریں اور مباحث جمع کر دیتا ھے - ماھرین فن اور مشاھیر تعلیم کے قلم سے اسکے صفحات مرتب ھوتے ھیں -

اپنے یہاں کے ایجنت سے طلب کیجئے -

ورنه

The Publisher,

Printing House Square

London, E. C. 4.

سے طلب کرسکتے ھیں -

کیا آپ تجارت کرني چاھتے ھیں ؟

اگر آپ چاھتے ھیں که یورپ اور امریکه کے تمام بڑے بڑے کارخانوں سے تجارتي تعلقات قائم کریں ‘ نفع بخش ایجنسیاں لیں ‘ ھندوستان سے خام پیدا وار بھیجیں ‘ نئي نئي ایجادات سے اپنے ملک کو آشنا کریں ‘ تھوڑي سي محنت اور تھوڑا سا سرمایه لیکر ایک وقیع کار و بار شروع کردیں ‘ تو آپ کو ابتدا میں بہت سي باتیں معلوم کرني چاھئیں - اس طرح کي تجارت کے گر اور بھید سیکھنے چاھئیں - ھندوستان کے تمام حلقوں اور یورپ و امریکه کے تمام کارخانوں اور کوٹھیوں کے حالات اور اصول معاملت معلوم کرنے چاھئیں - بغیر اس کے آپ کامیاب نہیں ھوسکتے -

اگر آپ چاھتے ھیں که بہت تھوڑا سا وقت خرچ کرکے یه ساري باتیں با قاعده علمي اصول پر معلوم کرلیں ‘ تو آپکو چاھیے که ھم سے خط و کتابت کریں - ھم یه کام به حیثیت ایک ماھر فن کے کر رھے ھیں - خط و کتابت کے بعد ھي آپکو معلوم ھو جائیگا که آپکے مقصد کیلئے ھم کس درجه مفید ھیں ؟

ھمارے تعلقات دنیا کے تمام تجارتي حلقوں سے ھیں -

M. R. MARSDEN & CO.

Post Box 708.

Clive Street, Calcutta.

برونو مولر اینڈ کو - برلن

* * *

پوسٹ بکس نمبر ۲۴

* * *

BRUNO MULLER & CO. M. B. H.

Berlin-W 35

* * *

Post No. 24.

* * *

ھر طرح کي مشینیں جو گرم ملکوں کے میووں کو خشک کرنے اور پھلوں کو محفوظ رکھنے کیلئے ضروري ھیں ‘ اس کارخانے میں طیار کي جاتي ھیں - تمام دنیا میں اس قسم کي مشینوں کا یه بہترین کارخانه ھے - مندرجۂ بالا پته سے خط و کتابت کیجیے -

یاد رکھیے

میووں ‘ ترکاریوں ‘ اور ھر طرح کے زرعي مواد کو خشک کرنے کا بہترین طریقه وہ ھے جو " نئے سستم " کے نام سے متمدن ممالک میں مشہور ھے - اس " نئے سستم " کے مطابق کام کرنے والي مشینیں صرف اسي کارخانه سے مل سکتي ھیں -

Printed and Published by

11, Ballygunge Circular Road, Calcutta

لَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ القرآن الحكيم

الهلال

ایک هفته وار مصوّر رساله

جلد ١

١٩٢٧ء : جمعه ١٩ - ربیع الاول ١٣٤٦ هجری

Calcutta : Friday, 16, September 1927.

نمبر ١٤

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نهین ؟

آج کوئی زبان ترقی نهین کر سکتی اگر وه اپنا ترقی یافته طریق طباعة نهین رکھتی - طباعة کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نهین که حروف کی چھپائی اختیار کی جای - پتھر کی چھپائی مین محدود رهکر اردو کی طباعة کبھی ترقی نهین کر سکتی -

اردو کی سب سی بهتر حروف جو اس وقت تك بن سکی هین ، وه هین جن مین الهلال چھپتا هی - اور عربی کا بهترین خط نسخ وه هی جس مین یه سطرین کمپوز کی گئی هین - آپ ان دونون مین سی جسی چاهین پسند کر لین - لیکن پتھر کی چھپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین -

براه عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی همین اطلاع دیجیی - یاد رکھیی - طباعة کا مسئله آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیاده اهم مسئله هی - ضروری هی که اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین - الهلال

قارئین الهلال کی آراء

اس باری مین اس وقت تك ١١٢٠ مراسلات وصول هوی هین - تقسیم آراء حسب ذیل هی :

عربی حروف کی حق مین	١٩٧	اردو حروف کی حق مین	٢٩٩
موجوده مشترك طباعة کی حق مین	٣٠٤	حروف کی حق مین بشرطیکه نستعلیق هون	١٠٥
پتھر کی چھپائی کی حق مین	٢١٥		

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بھی متفق ظاهر کیا هی -

آراء کی دیکھنی سی معلوم هوا که اس باری مین بعض اهم تفصیلات پر لوگون کی نظر نهین هی - اور اسلیی شرح وبیان کی ضرورت هی - آینده اس باری مین مولانا به تفصیل اپنی خیالات ظاهر کرینگی مگر ضرورت هی که بقیه حضرات بھی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بھیج دین - الهلال

الهلال

* * *

هر جمعه کو نمبر ۱۱ - بالي گنج سرکلر روڈ - کلکته سے شایع هوتا هے

* * *

قیمت سالانه مع محصول	باره روپیه
هندوستان سے باهر کیلیے	سوله روپیه
قیمت شش ماهي	سات روپیه
قیمت في پرچه	پانچ آنه

---

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر " منیجر الهلال " کے نام سے کي جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے هوں آنکے لفافه پر " ایڈیٹر " کا نام هونا چاهیے -

(۲) نمونه مفت ارسال نه هوگا -

(۳) براه عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پته صاف اور خوش خط لکھیے -

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداري لکھیے جسکي اطلاع آپکو وصول قیمت کي رسید میں دیدي گئي هے -

(۵) اگر کسي صاحب کے پاس کوئي پرچه نه پہنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک هفته کے اندر اطلاع دیں - ورنه بصورت تاخیر بغیر قیمت کے روانه نہیں کیا جائیگا -

(۶) اگر آپ دو تین ماه کیلئے ایک جگه سے دوسري جگه جا رهے هیں تو اپنا پته تبدیل نه کرایے ' مقامي ڈاکخانه کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیاده عرصه تک کے لئے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک هفته پیشتر اطلاع دیکر پته تبدیل کرالیں -

(۷) مني ارڈر روانه کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پته ضرور لکھدیں -

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتري فرائض (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیره) سے نہیں هے ٹکٹ ضرور بھیجیے ورنه دفتر پر غیر معمولي خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

يه بات نهيں هے كه انگلستان كي نيش زني كے مقابله ميں فرانس خالي بيٹها شكوے شكايت هي كر رها هو - اِس سياسي جنگ ميں وه بهي اپني تمام قوت و قابليت صرف كر رها هے - بلاشبه اِس وقت يورپ ميں اُسے بڑي حد تک شكست اٹهاني پڑي هے - ليكن اُسنے اِس شكست كا بدله انگلستان سے مشرق قريب و بعيد ميں لے ليا هے - ترکي كي طرفداري كركے اُس نے برطانيا كو سخت نقصان پهنچايا هے - اور اب چين ميں بهي برطانيا سے مختلف روش اختيار كركے اُسے ايسي زک دي هے كه مدتوں نه بهولے گا -

مسيو برياں وزير خارجيه نے حال هي ميں مسئلهٔ چين پر ايک طويل تقرير كي هے - اُن كے يه الفاظ خاص طور پر قابل غور هيں :

" چين كا مسئله اِس وقت دنيا كا سب سے زياده پيچيده مسئله هے اور اُس نے " بعض " سلطنتوں كو بري طرح بد حواس كر ڈالا هے - مگر اِس بارے ميں فرانس نے ايک بالكل صاف اور ٹهوس مسلک قرار دے ليا هے - وه مسلک يه هے كه هم چيني انقلاب كي راه ميں كوئي ركاوٹ پيدا نهيں كرينگے - چيني قوم پرست اچهي طرح ديكهه چكے هيں كه فرانس اُن كا كيسا قدردان اور مداح هے - يهي وجه هے كه فرانس كے جمله حقوق چين ميں بالكل محفوظ هيں - حالانكه " بعض " دوسري سلطنتوں كو اپنے حقوق بچانے كے ليے فوجيں بهيجنا پڑي هيں - هم چين كو يقين دلاتے هيں كه هماري طرف سے اُس كے ليے نه تو جنگ كا خطره هے ' نه هم اُس كي راه ميں كوئي روڑا اٹكانا چاهتے هيں "

(فرانس ميں شاهي)

اِس وقت فرانس ميں سخت اندروني خلفشار موجود هے - قوم تين بڑے گروهوں ميں بٹ گئي هے - ايک جماعت موجوده جمهوري نظام كي حامي هے اور يهي سب سے بڑي جماعت هے - دوسري جماعت اشتراكيوں كي هے - وه چاهتي هے اشتراكي نظام قائم هو جائے - تيسري شاه پسند هے اور شاهي كا اُلٹا هوا تخت پهر از سر نو بچهانا چاهتي هے -

يه تاريخي حقيقت هے كه انقلاب كے بعد سے اِس وقت تک كوئي زمانه بهي فرانس پر ايسا نهيں گذرا كه شاه پسند جماعت موجود نه رهي هو - ڈيوک دي اورليان كا خاندان برابر تخت شاهي كا دعوے دار رها - آجكل شاه پسندوں ميں پهر حركت پيدا هوئي هے اور اُنهوں نے بڑي سرگرمي سے اپني دعاية شروع كردي هے - گزشته هفته كونٹ ڈي بلوا نے اخبارات ميں ايک پر زور مضمون شايع كيا هے اور اُس ميں يه ثابت كرنے كي كوشش كي هے كه بالشويک خطرے كے استيصال اور يورپ كي تمام مشكلات كے حل كي حقيقي صورت يهي هے كه فرانس كي موجوده جمهوريت توڑ دي جائے اور شاهي حكومت قائم هو - كونٹ نے تخت شاهي كيليے ڈيوک ڈي گيز كا نام بهي پيش كيا هے جو قديم خاندان شاهي كا ايک بڑا ركن اور في الحال بادشاهي كا دعويدار هے -

(عورتوں كي فوجي بهرتي)

فرانسيسي حكومت بهت بڑے پيمانه پر جنگي طياريان كر رهي هے - حال ميں اُسنے ايک مسودهٔ قانون پارليمنٹ كے سامنے پيش كيا هے - اِس سے مقصود فرانسيسي عورتوں كو فوجي خدمت پر مجبور كرنا هے - اِس تجويز نے تمام ملک ميں بيچيني پيدا كردي هے - عورتوں ميں ناراضي عام هے اور مردوں كي بهي بهت سي انجمنيں برهمي كا اظهار كر رهي هيں -

عورتوں كي انجمن نے اِس تجويز پر دو اهم اعتراض كيے هيں : ايک يه كه اِس معامله پر غور كرتے وقت عورتوں سے رائے نهيں لي گئي - دوسرے يه كه فرانسيسي عورت ابتک اپنے سياسي حقوق سے محروم هے - چنانچه اُسے مجلس حكومت ' بلديه ' اور مجلس ضلع وغيره نمائينده مجلسوں ميں انتخاب كا حق نهيں ديا گيا هے -

عورتوں كي مشهور زعيم ميڈم ميزم نے اخبارات ميں احتجاجي مضمون شايع كيا هے - وه لكهتي هے :

فرانسيسي عورت ' وطن مقدس كي خدمت سے جي نهيں چراتي - ليكن جبكه اُسے مردوں كے برابر حقوق دينے سے انكار كيا جاتا هے تو اُس پر مردوں سے زياده بوجهه ڈالنا كيوں كر جائز هو سكتا هے ؟ فرانسيسي عورت اگر اور كوئي خدمت انجام نه بهي دے ' جب بهي اُسكي يه خدمت كيا كم هے كه وه وطن كے ليے مجاهد پيدا كرتي هے ؟ اُسكي يهي ايک خدمت اور اِس خدمت كي شديد تكليفيں اُسے مردوں كے هم پله كر ديتي هيں - پهر فوجي خدمت كا ايک نيا بوجهه اُسكے سر پر ڈال كر اُسكے مصائب ميں كيوں اضافه كيا جاتا هے ؟"

نيز يهي خاتون لكهتي هے :

" عورتوں سے فوجي خدمت ليكر حكومت فرانس ' ملک كو ساري دنيا ميں بدنام كرنا چاهتي هے - اِس وقت جبكه تمام سلطنتيں جنگي طياريان كم كرنے پر غور كر رهي هيں ' هماري حكومت ايک نئي طياري كا اضافه كرنے پر تلي هوئي هے - حكومت كي يه تجويز لندن اور هيگ كے معاهدوں كے بالكل خلاف هے - هم هرگز قبول نهيں كر سكتے كه همارا ملک فوجي چهاؤني بن جائے "

(عورتوں كے سياسي حقوق)

حكومت فرانس كي اِس تجويز نے عورتوں ميں اپنے حقوق حاصل كرنے كا ايک نيا ولوله پيدا كرديا هے - اُنهوں نے باضابطه كوشش شروع كردي هے - تمام سياسي پارٹيوں سے اُنهوں نے درخواست كي هے كه حق انتخاب هميں بهي ديا جائے ' ورنه هم تمام ملک ميں شورش برپا كر دينگے -

فرانس كي عورتوں كا سب سے بڑا استدلال دوسرے ملكوں كي حالت سے هے - وه كهتي هيں ' دنيا كے تمام متمدن ملكوں ميں عورتوں كو حق انتخاب حاصل هو گيا هے - پهر ايک اكيلے فرانس كي عورتيں اُس سے كيوں محروم هيں ؟ حالانكه سب سے پہلے فرانس هي نے جمهوريت كا علم بلند كيا تها -

عورتوں كي يه حجت قوي هے - كيونكه واقعي اكثر متمدن ملكوں ميں عورتوں كو انتخاب ميں شركت كا حق حاصل هو گيا هے - چنانچه ڈنمارک ميں يه حق سنه ۱۹۱۵ع ميں حاصل هوا - روس ميں سنه ۱۹۱۷ - ميں - پولينڈ ' يوكرين ' استهونيا ' لتهونيا ' آيرلينڈ اور برطانيا ميں سنه ۱۹۱۸ - ميں - برطانوي قانون كے الفاظ يه هيں " تمام سياسي حقوق هر اُس عورت كو حاصل هيں جو تيس سال كي عمر ركهتي هے ' شادي شده هے ' يا اپنے نام سے كرايهٔ مكان ادا كرتي هے ' يا يونيورسٹي كي سند ركهتي هے " سويڈن ' ناروے ' آسٹريا ' زيكوسلاويا ' هنگري ' اور جرمني كي عورتوں كو يه حق سنه ۱۹۱۹ - ميں حاصل هوا - اهل بلجيم ' ٹرنسوال ' آسٹريليا ' نيوزي لينڈ ' اور ولايات متحده امريكا كو سنه ۱۹۲۰ع ميں -

ظاهر هے اِس صورت ميں فرانس كي عورتيں اپني محرومي پر كيونكر صبر كر سكتي هيں ؟

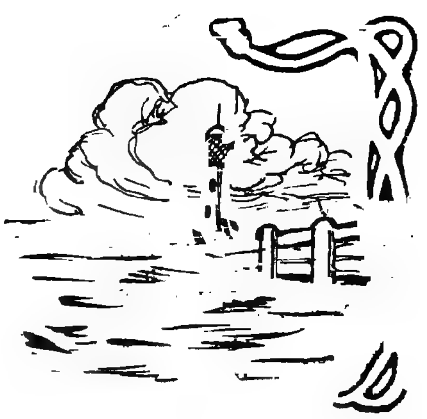

برید فرنگ

مکتوب فرانس

انگلستان اور فرانس كي کشمکش - فرانس میں شاهي دعاية - عورتوں کیلیے جبري فوجي خدمت - عورتوں کے سیاسي حقوق

(الهلال کے مقاله نگار مقیم پیرس کے قلم سے)

اِدهر چند سال سے فرانس اور انگلستان کے تعلقات برابر خراب هوتے چلے جا رهے هیں - انگلستان دیکھتا هے که جرمني كي تباهي کے بعد اُسکے اصلي اور زبردست دشمن دو هیں : روس اور فرانس - روس اُسكي ملک گیري کا دشمن هے ' اور فرانس دنیا کے هر خطه میں اُسكي ملک گیري کا شریک بننا چاهتا هے - یهي وجه هے که انگلستان نے بیک وقت دو سیاسي میدان جنگ قائم کر دیے هیں - ایک میں روس سے نبرد آزمائي کر رها هے - دوسرے میں فرانس سے -

فرانس کو زک دینے کے لیے انگلستان نے یه تدبیر كي هے که اُسے یورپ میں اُسکے تمام دوستوں اور حامیوں سے محروم کر دیا هے - اِس وقت فرانس بالکل بے یار و مدد گار هے - انگلستان كي یه قدیم حکمت عملي هے که وه حریف کے مقابله میں بذات خود بهت کم آتا هے - دور سے دوسروں کو شه دیتا اور نئے نئے دشمن اپنے حریف کے سامنے کھڑے کرتا رهتا هے - اِس وقت بھي اُسکا یهي طرز عمل هے - مدت تک فرانس کا سامنا جرمني سے رکھا - اب اُس كي تباهي کے بعد اٹلي کو کھڑا کر دیا هے - فیشیسزم نے اٹلي کو دیوانه بنا دیا هے اور وه ناعاقبت اندیشانه انگلستان کا چیلا بن گیا هے -

اٹلي پر افسوں پھونک چکنے کے بعد انگلستان نے هنگري ' رومانیا ' بلغاریا ' یونان ' اسپین ' لیتھونیا ' استھونیا ' اور فنلینڈ کو بھي ملا لیا - صرف پولینڈ ابتک فرانس کے زیر اثر تھا مگر آج کل سر آسٹن چمبرلین اُسے بھي مسحور کر رهے هیں ' اور با خبر لوگوں کو یقین هے که امروز فردا میں پولینڈ بھي انگریزي جال میں پھنس جائیگا -

اِس صورت حال نے فرانس کو سخت بد حواس کر ڈالا هے - فرانسیسي مدبر اور اخبار بري طرح انگلستان کو گالیاں دے رهے هیں - اُنھیں صاف نظر آ رها هے که بحر متوسط میں انگلستان اُن كي قوت کس طرح مفلوج کر رها هے اور اٹلي کو آگے بڑھا کر اُنكي قومي هستي کے لیے سخت خطرے پیدا کر دیے هیں -

- اخبار " طان " نے اِس هفته ایک افتتاحیه شایع کیا هے اور اُس میں انگلستان پر بهت لے دے كي هے - وه لکھتا هے :

" برطانیا یقین کرتا هے که اِس وقت دنیا کے امن اور جنگ ' دونوں كي کنجیاں اُسي اکیلے کے هاتھه میں هیں - اُس نے خفیه معاهدوں كي قدیم سنت پھر زنده كي هے اور پورے یورپ میں سازشوں کا جال پھیلا دیا هے - اِس وقت فرانس کو پس پشت ڈال کر اُسکا اعتقاد اٹلي پر هے - اٹلي كي رضامندي وه هر قیمت پر خرید رها هے - لیکن یه قیمت وه اپني جیب سے ادا نهیں کرتا ' بلکه دوسروں كي جیب پر سودا کرتا هے - سان ریمو کانفرنس سے پہلے هي انگلستان نے اٹلي کو ایشیائے کوچک کا ایک وسیع علاقه رشوت میں پیش کیا تھا - لیکن ترکي كي قوت نے اٹلي کے حوصلے پست کر دیے - پھر جنیوا کانفرنس سے پہلے اُس نے اٹلي کو فرانس کے برابر بحري قوت رکھنے کا حق دے دیا - پھر لنڈن کانفرنس سے پہلے اٹلي کو ٹیررل کا معاوضه اور تجارتي مراعات دیکر اپنا کرلیا تھا - سنه ١٩٢٤- کے ختم هونے سے پہلے هي گوبلینڈ کا علاقه اٹلی کو دیدیا گیا - اکتوبر سنه ٢٥ ١٩- میں لوکارنو کا معاهده هوا - اِس میں اٹلي کو فرانس سے بالا ترجگهه دي گئي - ٥ دسمبر سنه ٢٥- کو اٹالین طرابلس میں کفره اور جغبوب ' سنوسیوں کے متبرک شهر بھي شامل کر دیے گئے - ابھي پورا مهینه بھي گزرنے نه پایا تھا که ٢٩ دسمبر کو افریقا اور ایشیا میں اٹالین مطالبات پر " دوستانه غور " کیا گیا - اِس کے ایک مهینه بعد ٢٧- جنوري سنه ٢٦ کو اٹلي کے جنگي قرضه میں سے ایک بهت بڑي رقم معاف کر دي گئي - ١٦ اپریل سنه ٢٦ کو اٹالین علاقه اریٹرا اور بھي زیاده وسیع کر دیا گیا اور حبش كي بانٹ میں اٹلي کا ساجھا بھي تسلیم کرلیا گیا - پھر ٧- اگست میں اٹلي اور اسپین کے ما بین معاهده کرایا گیا اور انگریزي مدبروں نے اعلان کیا که یه معاهده بحر متوسط میں سیاسي توازن كي بهترین ضمانت اور فرانس كي گردن دبانے کا عمده ذریعه هے - پھر ٢٠ دسمبر سنه ٢٦ کو جب که اٹلي اور فرانس کے تعلقات نهایت کشیده تھے ' جرمني اور اٹلي میں معاهده پر دستخط ثبت کرا دیے گئے - یه معاهده درحقیقت هجومي دفاعي معاهده هے اور اِس نے فرانس كي سلامتي کے لیے شدید خطره پیدا کر دیا هے - اِسکے ایک مهینه بعد ٢٠- جنوري سنه ٢٧- کو بحر احمر کے عربي سواحل كي تقسیم هوئي اور اٹلي نے جو کچھه مانگا ' انگلستان نے بخوشي دیدیا "

" اٹلي كي یه خوشامد ' محض موسولیني كي سیاه آنکھوں کے لیے نهیں هے - دراصل انگلستان اُسے فرانس کے سر پر اُسي طرح سوار کرنے كي فکر میں هے ' جس طرح اب سے پہلے جرمني کو مدتوں سوار رکھه چکا هے - انگلستان نے یورپ كي تقریباً تمام چھوٹي بڑي سلطنتوں کو پھسلا کر اپنے هاتھه میں لے لیا فرانس کو چھوت بنا کر الگ کر دیا هے ... "

اِس ایک اقتباس هي سے فرانس اور انگلستان کے تعلقات كي موجوده نوعیت معلوم کر لي جاسکتي هے اور اندازه هو سکتا هے که اِس وقت یورپ كي سیاست کس طرف جا رهي هے ؟

” یه تمام مقنن ‘ یه تمام فلاسفه ‘ یه تمام شرفاء ‘ جنهوں نے اِس طرح کي باتیں کہیں ‘ کیا قانون کي توهین کرنے والے تهے ؟ وه قانون جو همیشه وقتي اور مقامي هوتا هے ؟ میں نہیں جانتا ‘ سرکاري وکیل کا جواب کیا هوگا ؟ ممکن هے وه کہے ” هاں توهین کرنے والے تهے “ لیکن میں ؟ تو میں یہي کہونگا که یه لوگ ‘ بازگشت تهے اُس قانون کي ‘ جس سے بڑا کوئي قانون کبهي موجود نہیں هوا ‘ یعني ” انساني ضمیر “ کي بازگشت - کیا اِن لوگوں نے اپنے وقت کي عدالت کو بے حرمت کیا ‘ وه عدالت جو تغیر پذیر اور غیر معصوم هے ؟ هرگز نہیں - وه تو ابدي عدالت کے طلب گار تهے !

” حضرات ! قانون کي نکته چیني کا حق ‘ سخت سے سخت نکته چیني کا حق ‘ خصوصاً تعزیري قوانین کي نکته چیني کا حق ‘ وه قوانین جو همارے اخلاق میں وحشت کي تخم ریزي کرتے هیں ‘ همارا مقدس فرض هے - اصلاح کے فرض کے پہلو میں یه فرض ایک نور هے جو همیں صراط مستقیم دکهاتا هے - یه حق جس طرح مقنن کو حاصل هے ‘ اُسي طرح انشاء پرداز کو بهي حاصل هے - یه حق ازلي اور ابدي هے - آپ اِس کا ضرور اعتراف کرینگے اور ملزموں کو یقیناً بري کر دینگے -

” لیکن سرکاري وکیل کہتا هے (اور یه اُسکي دوسري دلیل هے) که اخبار کي نکته چیني ‘ ضرورت سے زیاده تهي - سخت تهي - لیکن اے حضرات ! ذرا قریب سے معاملے پر نظر ڈالیے - ذرا اِس نام نهاد جرم کو غور سے دیکهیے ! اخبار کا یه هولناک گناه روز روشن میں دیکهیے !

” کیا ؟ ... ایک شخص ... اُسے موت کا فتوی سنا دیا گیا ... بدنصیب آدمي ! ... ایک دن نور کے تڑکے اُسے میدان عام میں کهینچ لے گئے ... گلوتین ... مهیب گلوتین ‘ اُسنے اپني آنکهوں سے قائم دیکهي ... پهر ؟ ... اُس کے خون نے جوش مارا ... اُس نے مقاومت کرني چاهي ... اُس نے مرنے سے اِنکار کیا ... آه ! یا الهي ! میں خوب جانتا هوں - مجهسے فوراً کہا جائیگا ” وه قاتل تها “ لیکن ٹهرو ... سنو ‘ سنو ... اُسے دو جلادوں نے اُٹهالیا - اُس کے دونوں هاتهه بندهے تهے - اُس کے دونوں پاؤں بهي بندهے تهے - لیکن اُس نے جد و جهد کي - اُس نے اپنے دونوں بندهے هوئے پاؤں ‘ گلوتین میں ڈال دیے - پهنسا دیے - اُسنے گلوتین کے خلاف ‘ خود گلوتین کو استعمال کیا - جد و جهد جاري رهي - قوم نے یه منظر مشاهده کیا تو اُس پر خوف چها گیا - جلادوں نے سخت محنت کي - ایڑي سے چوٹي تک کا زور لگا دیا - اُنکي جد و جهد وحشیانه تهي ‘ سنگ دلانه تهي - اُن کي پیشاني عرق آلود اور شرم سے تاریک هو رهي تهي - اُن کا رنگ فق هو رها تها - وه تهکن سے هانپ رهے تهے - مایوس تهے - میں نہیں کہه سکتا ‘ کس خوفناک خیال نے اُنهیں مایوس کر دیا تها ؟

بے شک قوت قانون کے هاتهه رهني چاهیے - یه مسلم هے - یه اصل الاصول هے - لیکن ؟ لیکن یه که بد نصیب قیدي ‘ گلوتین سے لپٹ گیا تها - رو رو کر معافي کي التجائیں کر رها تها - مگر ؟ مگر یه که اُس کے کپڑے اتار ڈالے گئے - اُس کا جسم ننگا کردیا گیا - اُس کے شانوں پر سے خون کے فوارے اڑنے لگے ... مگر اُس کي جد و جهد جاري رهي - آخر پون گهنٹے کے بعد - هاں پون گهنٹے کے بعد (یہاں پر سرکاري وکیل نے هاتهه کے اشارے سے وقت کي تحدید کو غلط بتایا - وکٹر هیگو نے تقریر جاري رکهتے هوئے کہا :) سرکاري وکیل هم سے لمحوں کا حساب مانگتا هے - پون گهنٹه نه سهي ۳۵ - منٹ - جناب ۳۵ منٹ - اب تو آپ کو کوئي شکایت باقي نہیں ؟ هاں ‘ ۳۵ منٹ کي خوفناک کشمکش کے بعد ... اُس منظر سے ‘ جس کا کوئي نام نہیں ... اُس عذاب سے ـــ تمام آدمیوں کا عذاب ـــ آپ اچهي طرح سنتے هیں ؟ ... پوري قوم کے عذاب سے - گلوتین کے عذاب سے - اِس وحشیانه عذاب سے ‘ جس کي مدت ‘ پوري ایک صدي سے بهي زیاده طویل هوگئي تهي ‘ بد قسمت قیدي کو رهائي دي گئي اور وه قید خانے پهنچا دیا گیا - اُس وقت قوم نے اطمینان کي سانس لي - اُس وقت قوم نے ـــ اُس قوم نے جس کے پاس اب تک انسانیت کا کچهه بقایا هے ـــ اُس قوم نے جو رحم دل هے ‘ کیونکه وه محسوس کرتي هے که وه خودمختار اور حاکم هے ـــ هاں اُس قوم نے خیال کیا که قیدي کي گلو خلاصي هوگئي -

” لیکن نہیں ‘ گلو خلاصي ؟ هرگز نہیں ! بلا شبه گلوتین کو اُس وقت شکست هوئي - لیکن وه بدستور سر بلند کهڑي رهي !

اُسي وقت نہیں ‘ وه هر روز سر بلند کهڑي هے - تمام انسانوں کي آنکهوں کے سامنے ‘ اُن کي مرضي کے خلاف ‘ کهڑي هے !

” پهر کیا هوا ؟ شام کو جلاد ‘ قیدي پر ٹوٹ پڑے - اُسے رسیوں اور زنجیروں سے اس طرح باندها که ایک بے حس و حرکت لاش بن گیا - اندهیرے میں اُسے میدان میں لوٹا لائے - وه اب بهي چلاتا تها - روتا تها - خدا کو پکارتا تها - اپنے ماں باپ کو پکارتا تها - زندگي کي دعائیں مانگتا تها - مگر ؟ مگر اُس کا منهه بند کر دیا گیا - اُسے گلوتین پر چڑها دیا گیا - آه ... اِس کے بعد ؟ ایک خونچکاں سر ‘ زمین پر پڑا تها ! اُس وقت انسانیت ‘ فرط تأثر سے تهرا اٹهي - قوم کے بدن میں رعشه پڑ گیا - کیونکه قانون کے نام پر کبهي کوئي قتل ‘ اِس قتل سے زیاده مکروه اور کمینه نہیں هوا تها - اُس وقت هر انسان نے عمیق تأثر کے ساتهه محسوس کیا که وحشت و بربریت نے انسانیت کي پوري توهین اور نیکي کي پوري تذلیل کي هے !

” عین اُس وقت ایک مرد خدا ‘ ایک نوجوان ‘ اپنے دل کي گہرائیوں سے چلا اٹها - یه چیخ اُس کي روح کي چیخ تهي - شفقت کي چیخ ‘ رنج و الم کي چیخ ‘ رعب و هیبت کي چیخ - وه چیخ جو انسانیت نے بے چین هوکر بلند کي تهي - لیکن یه چیخ تمهاري نظر میں جرم هے ‘ اور تم اُس پر سزا دینے کي طیاریاں کر رهے هو !

” یه تمام واقعات سنکر ‘ یه تمام جاں گسل تفصیلات سن کر اے حضرات ! آپ باادب گلوتین سے کہینگے ” تو حق پر هے “ اور تیوري چڑها کر رحم سے ‘ مقدس رحم سے کہینگے ” تو مجرم هے “ !

” لیکن نہیں اے حضرات ! یه نا ممکن هے - میں کہتا هوں نا ممکن هے -

” محترم سرکاري وکیل ! میں بغیر کسي تلخي کے کہتا هوں که تم کسي حق کي مدافعت نہیں کر رهے هو - تم غلطي پر هو - تم مدنیت کي روح سے برسر پیکار هو - تم ترقي کے اخلاق سے دست بگریباں هو - قلب انساني تمهارا دشمن هے - ضمیر انساني تمهارا حریف هے - وه تمام اصول و مبادي تمهارے مقابلے میں صف بسته هیں جن کے سایه میں ساٹهه برس سے فرانس ترقي کر رها هے - جنهوں نے دنیا کو وحشت سے نکال کر متمدن دنیا بنا دیا هے - ان تمام اصول و مبادي کا لب لباب اور نچوڑ یه هے که انساني زندگي کي حرمت غیر تعلیم یافته طبقه پر برادرانه شفقت - مذهب

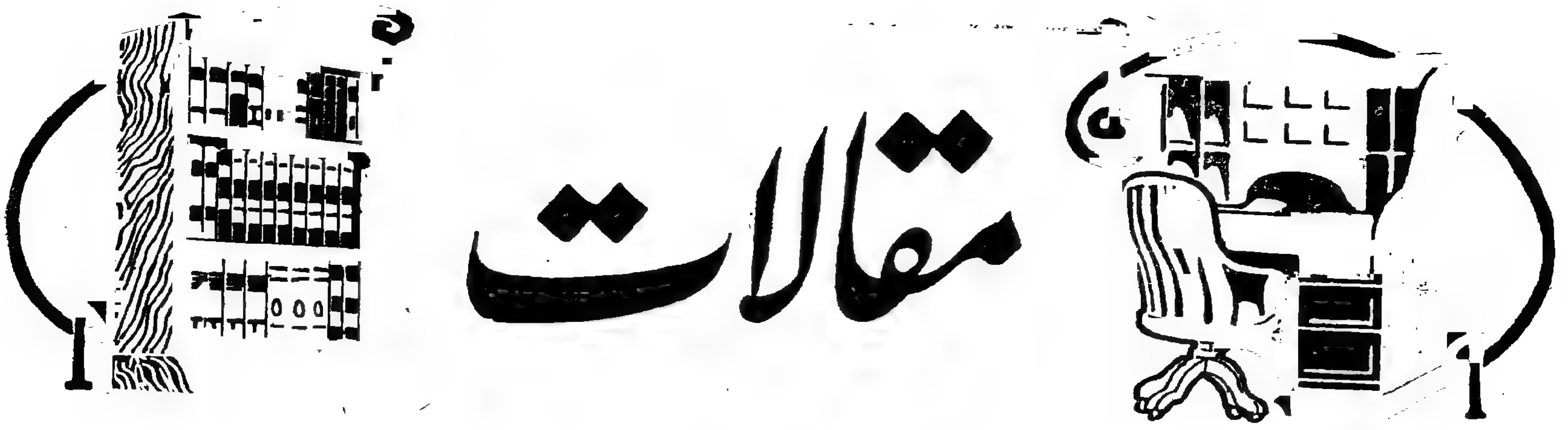

مقالات

قانون کی تنقید اور قانون کی توهین

تاریخ قوانین مدنیة کا ایک صفحه

* * *

وکٹر هیگو کي تقریر اپنے لڑکے کي حمایت میں

* * *

(۲)

" یه ایک منحوس قانون هے - یه قانون ' دنیا کے سامنے ایسے مناظر پیش کرتا هے جو ادب و حیا سے بالکل خالي هیں - انسانیت ' شرم و ندامت سے اپنا منهه چهپا لیتي هے - خطرناک مناظر ! وحشیانه مناظر! یه قانون ' انسانیت کو وحشت کي طرف واپس لے جانا چاهتا هے - اُس کي قربانیاں کتني هي کم هوں ' مگر حد سے زیاده خوفناک هوتي هیں ! اُس کے نتائج کتنے هي هولناک هوں ' مگر وه انسانوں کو نکته چیني کي اجازت دینا نهیں چاهتا - اگر کوئي حساس ضمیر رکهنے والا نکته چیني کي جرأت کرتا هے ' تو اُس کي جرأت " قانون کي توهین " خیال کي جاتي هے - اور وه عدالت کے اندر مجرموں کے کٹهرے میں کهڑا کیا جاتا هے !

" پهر اِس کے بعد ؟ جرمانه ! اِس کے بعد ؟ قید خانه !

" اگر یهي هے تو آئیے ' هم پارلیمنٹ بند کردیں - مدرسے بند کردیں - اب ترقي و تمدن کے لیے کوئي گنجائش باقي نهیں رهي - آئیے ' اب هم اپنے آپ کو " تاتار " اور " تبتي " کهیں - اب هم متمدن قوم باقي نهیں رهے .

" هاں اب همارے لیے یهي اولی هے که اپنے آپ کو نیم وحشي یا خالص وحشي قوم کهیں - اگر دنیا میں کبهي فرانس نامي کوئي ملک موجود تها ' تو اب وه موجود نهیں رها - تم نے فرانس کو بدل ڈالا هے - بلا شبه فرانس ' شاه پسند نهیں هے - لیکن میں دعوے سے کهتا هوں که وه جمهوري بهي نهیں هے - اب وه اِن دونوں کے سوا کچهه اَور هوگیا هے ! (قهقهه)

جج ـــ میں دوباره تنبیه پر مجبور هوں - میں خاموشي کي درخواست کرتا هوں ' ورنه ایوان کے خالي کردینے کا حکم دوں گا -

وکٹر هیگو ـــ (تقریر جاري رکهتے هوئے) آئیے هم واقعات پر غور کریں - الزام کو حقائق پر منطبق کریں -

" محترم جج اور جیوري ! ایک وقت اسپین میں محاکم تفتیش تهے ' اور وهي " قانون " تهے . . . بهت خوب - لیکن مجهے یه کهنے دیجیے که جو هولناک سزائیں یه محاکم تفتیش دیا کرتے تهے ' اُن سزاؤں کا احترام قانون کا احترام نهیں تها - ایک زمانه میں هاتهه کاٹنا قانون تها ' لیکن هاتهه کٹنے کي کبهي تعظیم نهیں کي گئي - ایک زمانه میں آگ سے داغنا ' قانون تها ' مگر اِس فعل کي تقدیس کبهي قانون نه تهي - اب آج همارے زمانے میں گلوٹین ' قانون هے . . . بهت خوب . . . میں دعوے سے اِس حقیقت کا اعلان کرتا هوں که اگرچه آج گلوٹین قانون هے ' مگر خود گلوٹین کي کبهي تعظیم نهیں کي گئي اور نه اس وقت کي جا رهي هے - میرے آقا ' سرکاري وکیل ! یه کیونکر ؟ میں ابهي آپ کو اِس سوال کا جواب دیے دیتا هوں -

" میں کهتا هوں اس ملک کے باشندے گلوٹین کو بهي نفرت و کراهیت کے اُسي گڑهے میں پهینک دینا چاهتے هیں ' جس میں اب سے پہلے ' ساري جهان کي تحسین و آفریں کے غلغله کے ساتهه ' آگ سے داغنے ' هاتهه کاٹنے ' اور محاکم تفتیش کي سزاؤں کو ابد الاباد تک کے لیے پهینک چکے هیں -

" باشندے چاهتے هیں ' عدالت کے بلند اور مقدس چبوترے پر سے اِس سڑے هوئے منحوس قانون کي لاش اٹها پهینکیں - کیونکه یه عدل و انصاف کے نوراني چهرے کو اپني تعفن اور ظلمت سے بگاڑ رها هے . . . . آه . . . جلاد کا منحوس چهره . . . . !

" چونکه هم یه انساني فرض ادا کرنا چاهتے هیں اِس لیے هم پر شورش پهیلانے کا الزام لگایا جاتا هے -

" هاں بے شک هم نهایت خطرناک لوگ هیں - حد سے زیاده خوفناک لوگ ! کیوں ؟ اس لیے که هم گلوٹین کي منسوخي چاهتے هیں . . . ! اس سے بهي بڑه کر کوئي جرم دنیا میں موجود هے ؟

اخبار . . . . اِل کے محرر پر الزام هے که اُسنے قانون کا احترام نهیں کیا - حضرات ! تهوڑي دیر کے لیے هم اِس قانون کي عبارت میں ' بحث سے الگ هو جائیں ' اور پورے خشوع و خضوع کے ساتهه اُس قانون کے سامنے کهڑے هوں جو هر قانون کي بنیاد هے - انساني ضمیر کے سامنے ' جو هر سینے میں محفوظ هے !

جب " سرون " نے ' جو اپنے عهد میں سرکاري وکیل تها ' یه کها تها که " همارے تعزیري قوانین ' الزام کے دروازے کهولتے مگر ملزم کیلیے بند کرتے هیں " تو کیا اُس نے یه کهه کر قانون کي توهین کي تهي ؟

" جب والٹیر نے اپنے زمانے کے ججوں کي نسبت کها تها " . . . اِن ججوں کا ذکر نه کرو - اِن میں سے آدهے بندر هیں اور آدهے چیتے " (قهقهه) تو کیا اُس نے قانون کي توهین کي تهي ؟

" جب " رویر کولر " نے ایک قانون کے متعلق خود پارلیمنٹ میں گلا پهاڑ کر کها تها " اگر تم یه قانون بناتے هو تو میں قسم کها کر کهتا هوں که میں اِسے توڑ دونگا " تو کیا یه کهه کر اُس نے قانون کي توهین کي تهي ؟

پوري كرنے ميں كامل آزادي حاصل هوني چاهيے - كسي كو بهي اُسكي راه ميں ركاوٹ ڈالنے كا حق نهيں هے - يه آزادي در حقيقت مذهب استقلال فردي يا مذهب عقد اجتماعي (سوشل كنٹريكٹ) كے ماننے والوں كي آزادي هے - اِن لوگوں كا دعوىٰ هے كه حكومت كے وجود سے پہلے افراد كو كامل آزادي ميسر تهي - پهر اُنهوں نے حاكم اعلىٰ كو اپني آزادي كا كچهه حصه اِس شرط پر ديديا كه وه اِس كے معاوضه ميں اُنكے حقوق كي حفاظت و حمايت كرے - يه خيال در اصل سترهويں اور اٹهارويں صدي كے بادشاهوں كے قهر و استبداد كي وجه سے پيدا هوا - سياست اُس زمانه كے علماء نے كها " حاكم كي قوت و اختيار' ذاتي و طبيعي نهيں هے بلكه رعايا كي بخشي هوئي هے "

غور و بحث كے بعد ظاهر هوجاتا هے كه يه آزادي صرف اُسي شخص كو حاصل هوسكتي هے جس كے متعلق فرض كرليا جائے كه اُسے ايسي غير محدود قوت و قدرت حاصل هوگئي هے جس كے ذريعه وه اپني هر خواهش بے روک ٹوک پوري كرسكتا هے - اِس آزادي كے دلداده كهتے هيں كه هر فرد كو حق هے كه اپني تمام خواهشيں جس وقت اور جس طرح چاهے پوري كرلے - اِس آزادي كا تصور ايسي حالت ميں هرگز نهيں هوسكتا جب كه ايک هي غرض كے حصول كے ليے متعدد افراد كهڑے هوں - هر شخص اُسے صرف اپنے هي لئے لينا چاهے - ظاهر هے ' ايسي صورت ميں يه خيالي آزادي قائم نهيں ره سكتي - ضرور تصادم هوگا - زياده طاقتور غالب آئيگا - كمزور مغلوب و محروم رهينگے ' اور اُن كي آزادي سلب هوجائيگي -

(مشروط آزادي)

فرد كو زياده سے زياده اِتني آزادي مل سكتي هے كه وه اپنے تمام افعال ميں آزاد هو جب تک كه دوسروں كي آزادي اُس كي آزادي كي وجه سے خطرے ميں نه پڑے - فرانس كے انقلابيوں نے بهي اپنے سنه ١٨٧٩ ع كے اعلان ميں آزادي كي يهي تعريف كي تهي : " آزادي ايک قوت هے جس سے انسان اپني هر خواهش پوري كرسكتا هے بشرطيكه اُس كي خواهش دوسروں كے ليے نقصان ده نه هو" هربرٹ اسپنسر نے بهي آزادي كي تعريف يه كى هے " هر شخص آزاد هے ' جو چاهے كرے ' بشرطيكه اپنے فعل سے دوسروں كي آزادي پر دست درازي نه كرے "

يه جائز آزادي هے اور حكومت كے ساتهه جمع هوسكتي هے - بلكه بغير حكومت كے اُسكا وجود مشكل هے - يه آزادي اُسي وقت ممكن هے جب كه اُس كي پشت پناهي پر ايک حاكمانه نظام موجود هو - اِس آزادي كي اولين شرط يه هے كه دوسروں كي آزادي اور حقوق پر دست درازي نه هونے پائے - لهذا ايک بالا تر قوت كا وجود لازمي هے جو هر فرد كے حقوق معين كردے ' اُن كي حفاظت و حمايت كي ذمه دار بن جائے ' اور هر قسم كي زيادتي روک سكے - پس جائز شخصي آزادي ' نظام حكومت هي كے ذريعه پائي جا سكتي هے - اِس آزادي كو سياسى اصطلاح ميں " شهري آزادي " كے نام سے پكارتے هيں -

اِس تفصيل سے ظاهر هو جاتا هے كه حكومت كا اهم ترين فرض' شخصي آزادي كي ضمانت هے - ليكن اِس بارے ميں بهي علماء سياست كا اختلاف هے - ايک گروه كا خيال هے كه حكومت كا فرض صرف اِسي قدر هے كه افراد كي شخصي آزادي كي دور سے حفاظت كرے مگر خود اُس ميں دخل نه دے - چنانچه وه حكومت كے ليے جائز نهيں سمجهتے كه افراد كے ذاتي معاملات ميں كسي قسم كي بهي مداخلت كرے - اُنكے خيال ميں افراد كو اپنے بچوں كي تعليم پر مجبور كرنا ' زراعت كے خاص طريقے جاري كرنے ' كارخانوں كے ليے قواعد قرار دينا ' مزدوري كي شرح مقرر كرنا ؛ يه ' اور اِس قسم كے دوسرے كام ' حكومت كے ليے نارروا هيں - وه كهتے هيں حكومت كو صرف وه كام كرنے چاهئيں جن سے افراد كي شخصي آزادي محفوظ رهے - مثلاً اُسے فوج مرتب كرنا ' قلعے بنانا ' اور جنگي بيڑے طيار كرنے چاهئيں ' تاكه دوسري قوميں ملک كي آزادي پر حمله نه كرسكيں - اِسي طرح پوليس اور ديواني اور فوجداري عدالتيں وغيره ركهنا بهي جائز هے تاكه افراد كے حقوق محفوظ رهيں - اِس كے مقابله ميں ايک دوسرا گروه حكومت پر كوئي پابندي عايد نهيں كرتا - اُس كے خيال ميں حكومت كو وه تمام كام كرنے چاهئيں جنسے افراد يا جماعت كي بهلائي متصور هو -

(وطني اور آئيني آزادي)

علم سياست ميں " استقلال فردي " اور " مشروط آزادي " كے علاوه ايک قسم " وطني آزادي " كي بهي هے - اِس سے مقصود قوم كي خود مختاري هے - جب كوئي قوم اپني خود مختاري حاصل كرليتي هے تو كها جاتا هے ' اُسنے " وطني آزادي " پالي -

آزادي كي ايک چوتهي قسم بهي هے اور اُسے سياست كي اصطلاح ميں " دستوري آزادي " كهتے هيں - اِس سے مقصود يه هے كه قوم پر ايک ايسي حكومت قائم هو جسے خود قوم هي نے منتخب كيا هو' اور وه قوم كے سامنے ذمه دار اور جوابده هو' جيسي كه ولايات متحده امريكا ' فرانس' اور انگلستان وغيره كي حكومتيں هيں -

(سلطنت اور حكومت)

يهاں يه جاننا بهي مناسب هے كه سلطنت (اسٹيٹ) اور حكومت (گورنمنٹ) ميں كيا فرق هے ؟ سلطنت سے مقصود يه هے كه كسي محدود خطه ميں انساني افراد كي كوئي جماعت آباد هو اور اُس پر كوئي حكمراں قوت موجود هو' عام اِس سے كه حكمراں قوت اكثريت كے هاتهه ميں هو' يا اقليت كے هاتهه ميں ' يا فرد واحد كے هاتهه ميں - يه قوت باقي تمام لوگوں پر غالب و حاوي هو - لهذا سلطنت كے موجود هونے كے ليے دو چيزيں ضروري هيں : حكم اور اطاعت - جهاں كهيں حكم كرنے والي قوت اور اطاعت كرنے والي جماعت موجود هو' كها جائيگا كه سلطنت موجود هے - يا يوں سمجهو كه سلطنت ' حاكم اور محكوم كے مجموعه كا نام هے - رهي حكومت تو وه اُس شخص يا جماعت كا نام هے جسكے هاتهه ميں حكمراں قوت هوتي هے -

اِس تفصيل سے واضح هوگيا كه " مشروط آزادي " (اور يهي شهري آزادي هے) كي حفاظت كا ذمه حكومت كے سر هے - ليكن اگر حكومت كسي مستبد اور ظالم شخص كے هاتهه ميں هوگي تو وه اپني مرضي كے مطابق افراد كي آزادي اور حقوق پر دست درازي كر سكتا هے - دستوري حكومتوں ميں استبداد كا اِتنا خطره نهيں هے - ليكن اُن ميں بهي شخصي آزادي كي ضمانت يكساں نهيں هوتي - اِس ضمانت كا تعلق براه راست ' دستور حكومت سے هوتا هے - جن ملكوں كا دستور حكومت زياده مستحكم هوتا اور مشكل سے بدلا جا سكتا هے ' وهاں شخصي آزادي سب سے زياده محفوظ رهتي هے - يه اِس ليے كه اگر دستور حكومت آساني سے بدلا جاسكتا هے تو شخصي آزادي پر بهي آساني كے ساتهه دست درازي كي جا سكتي هے -

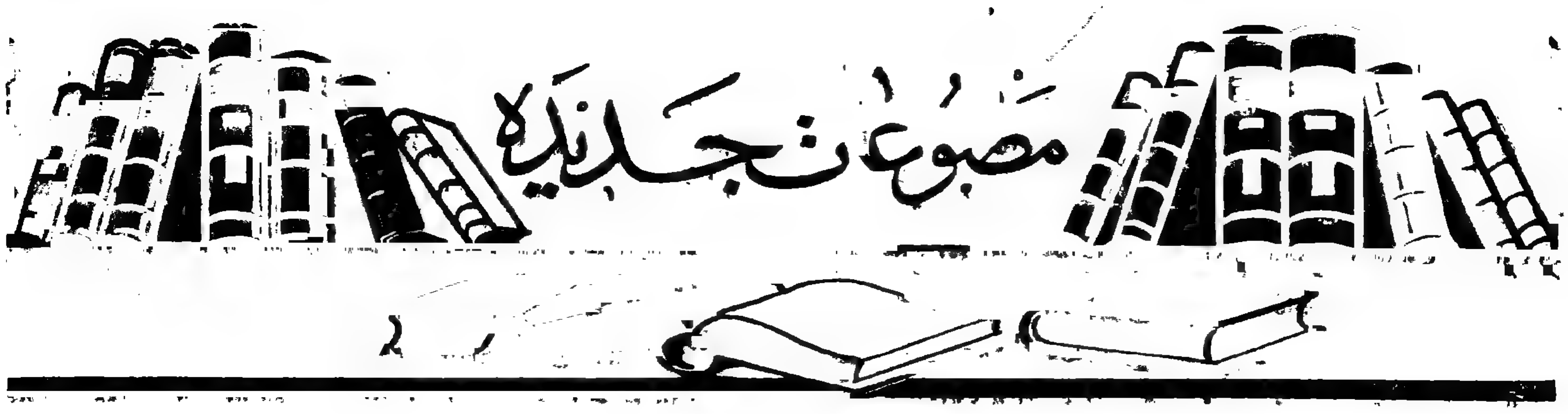

شخصي آزادي

مختلف سياسي مذاهب كي نظر ميں

حال ميں مندرجه صدر موضوع " الحرية الشخصية " پر ايک نهايت مفيد اور دلچسپ مجموعهٔ مقالات مصر ميں شائع هوا هے جس كے مقاله نگاروں نے كوشش كي هے كه اس باب ميں جس قدر مختلف نقطه هاے نظر اور سياسي مذاهب موجود هيں ' أنهيں صحت بيان كے ساتهه واضح كر ديا جاے - " شخصي آزادي " كے باب ميں اگرچه بے شمار افكار و آراء موجود هيں ' ليكن اهم اور اصولي مذاهب تين هيں :

(۱) " مذهب تقئيد على الاطلاق " يعني وه مذهب جو كامل شاهيت اور شاهي استبداد كے اعتراف كا نتيجه هے ' اور جو كهتا هے كه كسي فرد واحد كو آپنے مالكوں اور آقاؤں كے خلاف مطالبهٔ ازادي كا حق هي نهيں هے -

(۲) " مذهب استقلال مقيد و مشروط " جو اسوقت عملاً تمام اُن ممالک كي هئيت اجتماعيه كا مذهب هے ' جو دستوري يا جمهوري حكومت كے طريقوں پر عامل هوچكے هيں - اس مذهب كے معتقدين شخصي آزادي كا مطالبه هر فرد كا فطري حق قرار ديتے هيں ' مگر ساتهه هي جماعت ' قوم ' اور نظم كے مشترک مقاصد كي بالا تري بهي تسليم كرتے هيں - ان كے اعتقاد ميں هر فرد كو آزاد هونا چاهيے ' ليكن اُسي حد تک ' جس حد تک جماعت ' قوم ' اور حاكمانه نظام كا مزاج موافقت كرے -

(۳) " مذهب استقلال فردي علي الا طلاق " جو فرد كے حقوق آزادي كو اصل قرار ديكر هيئت اجتماعيه كا تمام نظام اُس كے مطابق ركهنا چاهتا هے - اس كے معتقدين اُن تمام قيود اور شرائط كے اعتراف سے انكار كرتے هيں جو كسي حال ميں بهي فرد كي انفرادي آزادي كے خلاف هوں -

پهلا مذهب يكقلم متروک و مهجور سمجها جاتا تها ' ليكن اٹلي كے فيشي سيزم نے پهر اُسے زنده كر ديا هے -

هم اس مجموعه سے پہلے ايک مقاله دوسرے مذهب كي تائيد مين (جو وقت كا عام اور معمول به مذهب هے) حذف و اضافه كے بعد نقل كرتے هيں - اُس كے بعد تيسرے مذهب كے مويد افكار و مباحث نقل كرينگے تاكه قارئين الهـلال اس اهم موضوع كے تمام اطراف پر نظر ڈال سكيں -

شخصي آزادي كے معنے كيا هيں ؟ لوگوں كو اِس كے شرح و بيان ميں سخت ٹهوكريں لگي هيں - شخصي آزادي كا مفهوم عام طور پر يه سمجهه ليا گيا هے كه هر فرد اپني هر طلب بے روک ٹوک پوري كرسكے - اِس غلط فهمي كا بڑا سبب ' حكام كا طرز عمل هے - مطلق العناني اور ذاتي مفاد كے مقابلے ميں رعايا كے فوائد سے بے پروائي ; اُنهوں نے اپنا شعار بنا ليا - اِس غلو كا نتيجه يه نكلا كه محكوموں ميں بهي غلو پيدا هوگيا - انتهائي استبداد كے مقابلے ميں انتهائي آزادي كا مطالبه شروع هوا - اور اِس طرح شخصي آزادي كا صحيح مفهوم بدل گيا -

اِس غلو نے بالاخر يه اصول پيدا كيا كه " حكومت اور آزادي يک جا جمع نهيں هو سكتي " اِس اصول كے ماننے والوں كا استدلال يه هے كه حكومت سے مقصود ملک ميں ايسے حاكم اعلى كا وجود هے ' جسكي اطاعت تمام افراد كے ليے ضروري هو - وه قانون بنائے ' قانون كي پابندي پر مجبور كرے ' مخالفوں كو سزائيں دے ' محصول لگائے ' رعايا كي مرضي كے خلاف اعلان جنگ كردے ' اور قتل و خونريزي كا بازار گرم هوجائے - وه كهتے هيں ' اِس صورت ميں كسي فرد كي بهي شخصي آزادي محفوظ نهيں ره سكتي -

(مذهب استقلال فردي)

اِس اصول كے قائل هر قسم كي حكومت كے خلاف هيں - اُنكے خيال ميں حكومت كي موجودگي افراد كو اُنكي كامل آزادي سے محروم كر ديتي هے - وه كهتے هيں ' هر فرد كو اپني خواهشيں

اصلاح جو مذهب انتقام كي جگه قائم هوگيا هے - تمهاري دشمن هر وه چيز هے جو عقل كو روشني بخشتي هے - هر وه چيز جو روح كو ابهارتي هے : يعني دين اور فلسفه - ايک طرف سے (حضرت) مسيح (عليه السلام) اور دوسري طرف سے والٹير !

" حضرات ! اب ميں اپنا بيان ختم كرنا چاهتا هوں - اے ميرے فرزند ! ميري آنكهه كے نور ! ميرے جگر كے ٹكڑے ! هاں اے ميري جان ! ميں تجهي كو مخاطب كرتا هوں - تجهي كو جو مجرموں كے كٹهرے ميں كهڑا هے ! آج تو شرافت و عزت كي ايک عظيم منزل طے كر رها هے - خدا نے تجهے محبت كي نظر سے ديكها اور اِس لائق بنايا كه تو حق كيليے جنگ كرے - مقدس حق كے ليے غم كهائے - تو آج اُس منزل ميں قدم ركهه رها هے ' جو همارے زمانے ميں حقيقي مردانگي كي منزل هے - يعني عدل و انصاف كيليے جنگ - حقيقت كيليے جنگ - عظيم بن جا ! بلند هوجا ! تو كيا هے ؟ عقل انساني اور حقيقي جمهوريت كا ايک معمولي سپاهي ! تو آج اُس جگه بيٹها هے جس پر تجهسے پہلے " برانجيه " بيٹهه چكا هے - تو " لامونيه " كي كرسي پر بيٹها هے - اپنے عقائد ميں كمزور نه هو - يه تجهسے ميرے آخري لفظ هيں - يه ميري وصيت هے ' بشرطيكه تجهے وصيت كي ضرورت هو - غور كر ' تو اِس وقت " لزوارک " كي جگه بيٹها هے - آه ميري مسرت ! ميرے لڑكے كو كيسي عزت ملي هے ! . . .

" ميں كهه چكا . . . "

◆

شذرۂ علميه

صحيح بخارى كا ايك تاريخى نسخه

(مجدد الدين فيروز آبادي اور دولة رسوليه)

* * *

انسان کي طرح کتابوں کي بهي زندگي هے - جس طرح انسان پر پيدايش و موت ' اقامت و سفر ' غربت و هجرة ' اور عروج و زوال کے حوادث و ايام گزرتے هيں ' ٹهيک اسي طرح کے حوادث و ايام سے فکر انساني کي اِن کاغذي مخلوقات کي تاريخ بهي مرتب هوتي هے - ايک شخص دنيا کے کسي خاص حصے ميں پيدا هوتا هے ' ليکن سيلاب حوادث اچانک اُسے دنيا کے ايک دور دراز حصے ميں پهنچا ديتے هيں جسکا اُسے کبهي وهم و گمان بهي نه هوا هوگا - يهي حال دنيا کي مشهور و معروف کتابوں اور اُن کے تاريخي نسخوں کا بهي هے - سينکڑوں هزاروں کتابيں اور اُن کے نسخے آج دنيا کے مختلف حصوں ميں موجود هيں - اگر اُن کي تاريخي حيات پر نظر ڈالي جائے ' تو انقلاب و حوادث عالم کي ايک عجيب و غريب داستان نماياں هوجايگي - نهيں معلوم انتقال اور تغير کي کيسي کيسي منزلوں سے گزرنے کے بعد ' وه اپنے مولد و منشاء کي جگه ' ان مقامات ميں آج پناه گزيں هو سکے هيں - بهت ممکن هے که ايک کتاب اب سے ايک هزار برس پہلے دنيا کے کسي ايک گوشه ميں پيدا هوئي هو ' اور آج دس صديوں کے اُن انقلابات و تغيرات کے بعد جن سے بے شمار ملکوں اور قوموں کي موت و حيات اور عروج و زوال کي داستانيں وابسته هيں ' دنيا کے ايک دوسرے انتهائي گوشه ميں پهنچ گئي هو !

(ايک نسخه کي سوانح حيات)

شيخ ابو اسماعيل ازدي نے دوسري صدي هجري کے وسط ميں فتوح الشام کي روايات جمع کيں - صاحب ابن عباد نے چوتهي صدي هجري ميں اپنے خزانۂ کتب کے ليے اُس کا نسخه ابن فارس امام لغة و عربية کي زير نگراني و تصحيح لکهوايا - پانچويں صدي ميں يه نسخه نهيں معلوم حوادث و تغيرات کي کتني منزليں طے کرکے غزني پهنچا ' اور سلاطين غزنويه کي مواهير اُس پر ثبت هوئيں - پهر غزني سے نکل کر دشت غربت و مهاجرت کي نئي نئي منزليں طے کيں ' اور تمام بلاد ايران و عراق طے کرکے مصر جا پهنچا ' چنانچه ساتويں صدي کے اواخر ميں شيخ ابو يعلى مصري کا دستخط اُس پر ثبت هوا ' اور نصف صدي تک اسي سر زمين ميں مقيم رها - پهر اُس کے بعد يهي نسخه يمن پهنچتا هے ' اور کتب خانۂ شاهي کي مهر اس پر ثبت هوتي هے - نيز بعض سلاطين يمن اسي نسخے پر اِسکي قرأت و درس کي اجازت اپنے شيوخ سے ليتے هيں - پهر يمن سے يه نسخه نکلتا هے ' اور کالي کت (مالا بار) پهنچتا هے ' مگر وهاں کي آب و هوا راس نهيں آتي ' اور تهوڑے هي عرصه کے بعد دکن پهنچکر سلاطين عادل شاهي کا مهمان هوتا هے - يهاں عرصه تک مقيم رهتا هے ' ليکن اُس کے بعد پهر طرح طرح کے تغيرات و حوادث پيش آتے هيں - يهانتک که بالاخر يه نسخه سنه ۱۷۹۹ - ميں ايک فرانسيسي کے هاتهه لگتا هے اور اب پيرس کے قومي کتب خانے ميں محفوظ هے !

کتاب عراق ميں پيدا هوئي ' رے ميں لکهي گئي ' غزني ميں مقيم هوئي ' غزني سے مصر پهنچي ' مصر سے يمن ' يمن سے مالا بار ' مالا بار سے بيجا پور ' بيجا پور سے پانڈي چري ' پانڈي چري سے ايشيا اور يورپ کے تمام بري اور بحري فاصلے طے کرکے پيرس دار الحکومت فرانس ميں !

به بيں تفاوت ره از کجاست تا بکجا ؟

(هندوستان کا گذشته دور علم)

اِس سلسله ميں هندوستان کا پچهلا دور علم خصوصيت کے ساتهه قابل ذکر هے - يه ملک عربي و اسلامي تمدن کے تمام بڑے بڑے مرکزوں سے بعيد و مهجور تها - دمشق ' بغداد ' قاهره ' اندلس ' خوارزم ' شيراز ' رے ' اصفهان ' يمن ' وغيره ممالک ' عربي و اسلامي تمدن کے وقتاً فوقتاً مرکز رهے ' ليکن هندوستان ان ميں سے کسي ملک سے بهي متصل اور قريب نه تها - تاهم هندوستان ميں وقتاً فوقتاً علوم عربيۂ و اسلاميه کے جيسے جيسے عظيم الشان ذخيرے جمع هوے ' اور عربي علوم کے اصولي نسخوں اور امهات نقل و کتابت کا جيسا قيمتي سرمايه فراهم هوا ' وه کسي طرح بهي اسلامي تمدن کے مرکزي مقامات سے کمتر قرار نهيں ديا جاسکتا ' اور هندوستان کے امراء و علماء کي علمي قدر دانيوں اور علمي مساعي کي حيرت انگيز شهادت بهم پهنچاتا هے - گذشته نو صديوں کے اندر بے شمار ملکي انقلابات پيش آے - هر انقلاب ميں علم و تمدن کا پچهلا ذخيره برباد هوا ' اور نئے ذخيروں کي از سر نو بنياديں پڑيں - خصوصاً سترهويں صدي کے اوائل سے ليکر غدر سنه ۵۷ ع کي انقلابي بربادیوں تک کا زمانه تو علمي ذخائر کي تباهيوں کا ايک مسلسل دور تها - بلا مبالغه کها جا سکتا هے که جونپور ' مالوه ' دکن ' دهلي ' آگره ' لکهنؤ ' اور مرشدآباد ميں نو سو برس کے اسلامي تمدن نے جس قدر ذخائر علم جمع کيے تهے ' اُن کا دو تهائي حصه يکقلم برباد هوگيا ' اور ايک تهائي حصه جو باقي رها ' اُس کا بهي بڑا حصه منتشر هوکر يا تو يورپ پهنچ گيا ' يا گمنام اور مجهول گوشوں ميں نا پيد هوگيا - با ايں همه آج بهي هندوستان کي فراهم شده کتابوں کا جس قدر سراغ خود ملک کے اندر يا ملک سے باهر لگ سکتا هے ' اُس سے هم اسکي عظمت و کثرت کا وثوق کے ساتهه اندازه لگا سکتے هيں - عربي و اسلامي علوم و فنون کي کوئي شاخ بهي ايسي نهيں هے جس کي امهات کتب کے اصولي نسخے (يعني وه نسخے جو يا تو مصنف کے هاتهه کے لکهے هوے تهے ' يا آئمۂ فن کے درس و مطالعه ميں ره چکے تهے اور اسليے نقل لينے کے ليے زياده مستند سمجهے جاتے تهے ' يا اسي طرح کي کوئي اور اهميت رکهتے تهے) هندوستان نه پهنچے هوں ' اور نه صرف سلاطين و امراء کے کتب خانوں ميں ' بلکه ايک ايک قصبه اور قريه کے اندر اُن کي بڑي تعداد موجود نه هو - قران مجيد ' صحاح سته ' معاجم و مسانيد ' تفاسير و شروح ' امهات اصول و فقه ' تاريخ و علوم کے وه نسخے جو سلاسل علم کے آئمۂ و اکابر نے حجاز ' عراق ' مصر '

سب سے زیاده مشکل تبدیلي امریکا کے دستور حکومت کي هے - اِس تبدیلي کے لیے ضروري هے که ملک کي دو ثلث آبادي کي منظوري لي جائے - یعني مجلس حکومت کے دو ثلث ممبروں کي رضامندي ضروري هے - لیکن دوسرے ممالک مثلاً انگلستان میں دستور کي تبدیلي اِتني مشکل نہیں هے - وهاں پارلیمینٹ کو اختیار هے' جب چاهے' تهوڑي سي اکثریت پیدا کرکے بدل ڈالے -

بنا بریں امریکا کا نظام حکومت دنیا کے تمام ملکوں کے موجود نظام حکومت سے زیاده بہتر اور شخصي آزادي کے لیے زیاده ضمانت رکهنے والا سمجها جاتا هے - یہي وجه هے که اُس ملک میں جتني شہري آزادي موجود هے' اُتني روئے زمین پر کسي دوسرے ملک میں موجود نہیں - البته روس کا نیا انقلاب اس سے مستثنی هے -

(حکومت اور افراد)

حکومت کو افراد پر کس قسم کا اقتدار حاصل هونا چاهیے ؟ اِس کے سمجهنے کے لیے یه معلوم کر لینا ضروري هے که فرد اور سلطنت یا قوم کے درمیان کیا تعلق هے ؟

" مذهب استقلال فردي " کے ماننے والوں کا خیال هے که سلطنت یا قوم میں فرد' مستقل مرکزي حیثیت رکهتا هے' اور یه که تمام افراد نے باهم معاهده کرکے اپنے تئیں اِس شرط پر حاکم کے حواله کردیا هے که وه اُن کي شخصي آزادي کي حفاظت کرے اور دوسرے افراد کي دست درازیاں روکے - لهذا حکومت کا اقتدار و اختیار صرف اِسي دائرے میں محدود هے - یعني زیادتي کا روکنا - اٹهارویں صدي کے علماء سیاست میں اِس مذهب نے بہت مقبولیت حاصل کي تهي' مگر بعد میں عملاً متروک هوگیا -

علماء سیاست کا ایک دوسرا گروه کہتا هے که فرد اور سلطنت کا باهمي تعلق ایک مضبوط طبیعي تعلق هے - یه تعلق ویسا هي هے' جیسا مختلف اعضاء کا جسم سے هوتا هے - جس طرح هاتهه جسم سے کٹ کر باقي نہیں ره سکتا' اُسي طرح فرد' سلطنت یا قوم سے علحده هوکر زنده نہیں ره سکتا - اِس گروه کا خیال هے که سلطنت اُس وقت سے موجود هے' جب سے انسان کي جماعتي زندگي کا آغاز هوا هے - شروع میں جب انسان ابتدائي وحشت کي حالت میں تها' تو اُس وقت سلطنت بهي بالکل ابتدائي حالت میں تهي - اُس زمانه میں قبیله هي سلطنت تهي - کیونکه سلطنت کي یه تعریف که " حاکم اور محکوم موجود هوں " قبیلے پر بهي صادق آتي تهي غرضکه اِس گروه کا مذهب یه هے که فرد اور سلطنت میں هرگز تفریق نہیں هو سکتي - اِس مذهب کا نام " مذهب عضوي " هے - اِس مذهب کے بموجب سلطنت میں زنده جسم کي طرح لگا تار نموٴ هوتا رهتا هے - یہي دائمي نموٴ' نظام اجتماعي کي ترقي کا باعث حقیقي هے -

اِس تمثیل سے مقصود یه نہیں هے که سلطنت هر اعتبار سے زنده جسم کے مشابه هے - کیونکه سلطنت کا نموٴ' اضطراري اور غیر اختیاري نہیں هے - یعني اُس کي ترقي میں افراد کے ارادے کو دخل هے - افراد هي اپنے ارادے سے اُسے ترقي دیتے اور آگے بڑهاتے هیں - برخلاف اِس کے حیواني و نباتي اجسام کے نموٴ میں اختیار و اراده دخل نہیں رکهتا - وه اضطراري و طبعي طور پر موجود هوتا اور برابر جاري رهتا هے -

اِس مذهب نے مذهب " استقلال فردي " کو کافي نقصان پہنچایا هے - کیونکه آخر الذکر' فرد کو سلطنت سے الگ حیثیت دیتا اور حکومت کا اقتدار و اختیار محدود کرکے سلطنت کي ترقي و تقدم روکتا هے - برخلاف اِس کے دوسرا مذهب' افراد اور سلطنت کو ایک هي جسم قرار دیتا هے اور اِس طرح اُسے نفع پہنچاتا هے - اِس مذهب کي رو سے فرد کو جماعت یا قوم کے فائدے کے لیے شخصي نقصان گوارا کر لینا چاهئے - جیسا که هاتهه' سر یا دل کي حفاظت کے لئے اپنا وجود خطره میں ڈال دیتا هے -

اگر افراد اِس مذهب پر ایمان لے آئیں' تو حاکم کے اُن تمام قوانین کي بخوشي اطاعت کرینگے' جن سے اگرچه شخصي طور پر اُنهیں نقصان پہنچ سکتا هے مگر وه جماعت کے لئے مفید هیں - کیونکه وه سمجهینگے که قانون' عام فائده کے لئے هے' نه که شخصي فائده کے لئے' اور یه که عام مصلحت کے مقابلے میں شخصي مصلحت فنا هو جاني چاهئے -

لیکن اگر مذهب " استقلال فردي " تسلیم کرلیا جاے تو اِس کا لازمي نتیجه یه هوگا که حاکمانه قوت کا احترام جاتا رهے گا اور سلطنت کي ترقي رک جائیگي - پهر جب سلطنت کمزور هوجائیگي تو لازمي طور پر فرد بهي کمزور هو جائیگا - کمزور سلطنتوں کي یہي حالت دنیا مشاهده کر رهي هے - وه نه تو خود خوش نصیب هیں' نه اُن میں افراد هي کو خوش نصیبي میسر هے - موجوده علماء سیاست کا خیال هے که تاریخ کے تجربے اور روز مره کے مشاهدے همیں مجبور کرتے هیں که " مذهب عضوي " قبول کریں اور دنیا میں اُس کي اشاعت کریں -

یه نا ممکن هے که دنیا میں کوئي جماعت ایسي موجود هوسکے جسکي بنیاد مذهب استقلال فردي پر هو - جماعتوں کي کامیابي و ترقي کے لیے لازمي هے که اُسکے تمام افراد' مذهب عضوي کے ماننے والے هوں' مجموع میں جذب هوجائیں' اور عموم کي مصلحت کے سامنے اپني شخصیت بهول جائیں - یہي ایک طریقه هے جس سے انساني جماعتیں (سیاسي هوں یا اجتماعي) ترقي کر سکتي هیں - کوئي انساني جماعت' انانیت کو اپنا اصول قرار دے کر زنده نہیں ره سکتي - کیونکه یه نا ممکن هے که تمام افراد کے اغراض اور خواهشیں بالکل متفق و متحد هو جائیں - یہي باعث هے که جن ملکوں میں حکومت سے بے اعتمادي' مذهب انانیت یا استقلال فردي کے طرف عام میلان پیدا کر رهي هے' وهاں کوئي بهي مشترک عمل کامیاب نہیں هوتا - کتني هي انجمنیں قائم هوتي هیں' شروع شروع میں بڑا جوش و خروش دکهایا جاتا هے' لیکن پهر بہت جلد کارکنوں میں پهوٹ پڑ جاتي هے اور پوري تحریک ختم هو جاتي هے -

مشرق اِس بیماري کا بري طرح شکار هوا هے - اُسکي وطنیت و قومیت فنا هو گئي هے' عام مصالح ضائع هوگیے هیں' اور جماعتي تحریکوں کي کامیابي کي بہت کم مثالیں نظر آتي هیں - مشرق کو یه مہلک مرض درحقیقت مستبد بادشاهوں کي وجه سے لاحق هوا - یه بادشاه صدیوں تک مشرقي قوموں پر مسلط رهے هیں' اور اپنے ذاتي اغراض کے لیے جماعتي مصالح برباد کرتے آئے هیں - نتیجه یه هوا که نسلوں کے تجربه و مشاهده کے بعد مشرقي اقوام کے دلوں میں یه بات جم گئي که قومي وحدت بیکار هے' اور مصلحت عام کے لیے سعي لا حاصل هے - هوتے هوتے اب اُنکي حالت یه هوگئي هے که وطنیت' قومیت' عام مصلحت' جماعت' وغیره الفاظ کے لیے اُن کے دلوں میں کوئي کشش پیدا هي نہیں هوتي -

◆

(يمن کے سلاطين رسولي)

يمن کے خاندان رسولي کا تذکره عام تاريخوں ميں بہت کم ملتا هے ' اس ليے لوگ اُن کے ناموں سے آشنا نهيں - اس نسخه کي تاريخ حيات کي توضيح کے ليے ضروري هے که مختصراً اس کا ذکر کر ديا جاے -

يمن ميں ساتويں صدي هجري کے اوائل سے ليکر تقريباً نويں صدي کے درمياني عهد تک ايک خاص خاندان کے افراد کي حکومت رهي هے جو " رسولي " کے لقب سے مشهور تها - يه لوگ اصلاً ترکمان تھے ' اور ترکمانوں کے قبيله " ميبجک " سے تعلق رکهتے تھے ' ليکن جب اتفاقات وقت نے يمن جيسے خالص عربي ملک کا حکمران بنا ديا ' تو ضرورت هوئي که کسي نه کسي طرح اپنا سلسلۂ نسب عرب سلاطين و امراء سے ملاديں - چنانچه ظاهر کيا گيا که آن کے مورث اعلى جبله بن ايهم غساني کي نسل سے هيں جو حضرة عمر (رضي الله عنه) کے زمانے ميں مسلمان هوکر پهر مسيحي هو گيا تها ' اور قسطنطنيه چلا گيا تها - الحاق نسب کي صورت يه اختيار کي گئي که جبله عرصه تک روم ميں مقيم رها - اُس نے اگرچه مسيحي مذهب اختيار کرليا تها ' ليکن اس کا قلب مطمئن نه تها - مرتے وقت اُس نے اپني اولاد کو وصيت کي که بلاد روم سے نکل کر اسلامي ممالک ميں جائيں اور مسلمان هوکر زندگي بسر کريں - وه ترکمانوں کے قبائل ميں آکر مقيم هوگئے - اور اس طرح ان کي عربيت ' ترکمانيت سے مبدل هوگئي !

اس خاندان کا پهلا فرد جو تاريخ ميں نماياں هوتا هے ' محمد بن هارون بن يوحى رستم هے - خلفاء عباسيه کے زمانے ميں يه عراق آيا اور تهوڑے عرصه کے اندر عزت و قبوليت حاصل کرلي - اُس زمانے ميں حکومت بغداد کو ايک سفير و رسول کي ضرورت تهي جو مصر و شام ميں احکام خلافت کا مبلغ هو - خليفه نے محمد بن هارون کا اس غرض سے انتخاب کيا ' اور اس طرح يه خاندان پهلے عراق سے شام ميں ' اور پهر شام سے مصر ميں منتقل هوگيا - بغداد کي سفارت و وکالت کي بنا پر محمد بن هارون " رسول " کے لقب سے پکارا جاتا تها - يه تلقب اس قدر مشهور هوا که آگے چل کر پورا خاندان " رسول " کي نسبت سے پکارا جانے لگا -

مصر ميں جب ايوبيوں کي حکومت قائم هوئي ' تو يمن اُس وقت مصر کے زير اثر تها - انهوں نے وهاں کي ولايت کيليے توران شاه بن ايوب کو بهيجا ' اور اسکے ساتهه خاندان رسولي کو بهي روانه کر ديا ' کيونکه مصر ميں انکي موجودگي سياسي مصالح کے خلاف تهي - عرصه تک يه خاندان يمن ميں امراء و اشراف کي زندگي بسر کرتا رها - ليکن ساتويں صدي کے اوائل ميں جب ملک ظاهر بيبرس مصر ميں حکمراں هوا ' تو يمن ميں ايسے تغيرات و حوادث پيش آئے که اِس خاندان کو اِمارت سے نکل کر رياست و فرمانروائي کي تخت نشيني کا موقعه ملگيا ' اور کچهه عرصه کي کشمکش و تنازع کے بعد حکومت مصر نے بهي اس کا استقلال تسليم کرليا - اس خاندان کا پهلا حکمراں ملک المنصور نور الدين عمر بن علي بن رسول تها - يه سنه ٦۲۸ - ميں مسند نشين هوا ' اور سنه ٦۴۷ ھ ميں اپنے غلاموں کے هاتهوں قتل هوا - يمن کے علاوه حجاز و حرمين کي حراست و خدمت بهي مصر سے نکل کر اسي حکمران خاندان کے قبضه ميں آ گئي تهي -

(ملک الاشرف)

اِسي سلسلۂ حکومت کا ساتواں فرمانروا ملک الاشرف اسماعيل بن عباس بن علي بن داؤد رسولي تها ' جسکا اس نسخه کي تحرير ميں ذکر هے ' اور جس کے کتب خانه سے يه نسخه نکل کر کسي طرح هندوستان پهنچ گيا هے -

ملک الاشرف ۲۱ - شعبان سنه ۷۷۸ - ھ ميں مسند نشين هوا ' اور سنه ۸۰۳ - ھ ميں انتقال کيا - شيخ شرف الدين بن ابي بکر المقري نے مرثيه لکها تها ' جسکے اشعار حافظ ابن حجر نے نقل کيے هيں :

هو الدهر کرت بالخطوب کتائبه
و غضت بانياب حداد نوائبه

تمام مورخين بالاتفاق شهادت ديتے هيں که اس خاندان کے تمام سلاطين اهل علم و فضل تھے ' اور علم و فضل کي قدر شناسي ميں اپنا عديل نهيں رکهتے تھے - اس خاندان کا پهلا فرمانروا جس نے حکومت مصر کي نيابت سے ترقي کرکے استقلال و فرمانروائي کي حيثيت حاصل کرلي ' سلطان نورالدين تها - الخزرجي صاحب عقود اللولوية (جس کا ذکر آگے آتا هے) لکهتا هے که اُس کي زندگي کي سب سے بڑي مشغوليت يه تهي که اطراف عالم سے اهل علم و فضل کو يمن و حجاز ميں جمع کرے ' اور مدارس و مساجد سے اپني مملکت معمور کردے - مکه معظمه ' تعز ' عدن ' زبيد ' وادي سهام ' اور تهامه کے ايک ايک قصبه ميں اُس نے مدرسے اور مسجديں تعمير کيں - مکه معظمه کا مدرسه اُس عهد کے تمام مدارس حجاز پر فوقيت رکهتا تها - زبيد ميں تين مدرسے الگ الگ تعمير کيے - مدرسۂ شافعيه ' مدرسۂ حنفيه ' اور دارالحديث - اِن سب کے ليے اوقاف و محاصل تھے جن سے مدرسين و طلباء کو وظائف ديے جاتے تھے - (جلد اول : ۸۴) ملک المظفر جو اس سلسله کا دوسرا فرمانروا هے ' وه نه صرف علوم کا قدر شناس اور مدارس و جوامع کا باني تها ' بلکه خود بهي صاحب علم و فضل تها - تفسير ' حديث ' اور طب ميں اُس کي مصنفات کا حافظ ابن حجر عسقلاني اور قاضي شوکاني نے ذکر کيا هے - الخزرجي لکهتا هے که حديث کي تمام امهات کتب اس نے اپنے قلم سے لکهي تهيں - ان کي تعداد و ضخامت ديکهکر تعجب هوتا هے که حکومت کي آلودگيوں کے ساتهه علم و کتابت کے ليے اِتنا وقت کيونکر نکل سکا ؟ اُس کے علمي شوق کا يه حال تها که امام فخر الدين رازي کي تفسير کبير جب اُس کی نظر سے گزري تو بعض حصے ناقص اور تشنه محسوس هوے - اُس وقت قاهره ميں تاج الدين بن بنت الاعز قاضي القضاة تھے - اُنهيں لکها که تفسير کے مصححه نسخے بهيج ديں - اُنهوں نے چار نسخے بهيجے - ليکن ان سب کا بهي وهي حال تها - اس پر خيال هوا که خود مصنف کے قلم کا لکها هوا مسوده ديکهنا چاهيے - چنانچه ايک سفارت يمن سے هرات بهيجي گئي - اُس نے امام موصوف کے قلم سے لکها هوا اصلي نسخه بصرف کثير حاصل کيا - خود سلطان موصوف کي يه عبارت خزرجي نے نقل کي هے " ميں نے جب يه اصلي نسخه ديکها تو ميري کاوش دور هوگئي ' کيونکه اس ميں وه تمام مقامات ساده چهوڑ ديے گئے تھے ' اِس سے معلوم هوتا هے که مصنف کا اراده نظر ثاني کا تها جو پورا نه هوسکا " (جلد ۱ : ۲۲۸) جن اهل نظر نے تفسير کا بالاستيعاب مطالعه کيا هے ' وه سلطان موصوف کي صحت نظر و رائے کي تصديق کرينگے -

خوارزم ' بلاد فارس ' اور مغرب و اندلس میں لکھے تھے یا انکي تصیحیح کي تھي ' نه صرف دهلي و آگرہ کے شاهي کتب خانوں میں بلکه جونپور اور اودہ کے قریوں تک میں موجود تھے - یاقوت مستعصمي کے لکھے هوے مصاحف ' رے اور شیراز کے مجمع قراء و حفاظ کے مصححه قرآن ' حفاظ حدیث کے لکھے هوے یا املاء شدہ مجامیع حدیث ' حافظ ابن صلاح اور نو وي جیسے اکابر حدیث کے دستخطي صحیحین ' حافظ ابو الحجاج مزي اور امام ذهبي کي مصححه صحاح سته ' حافظ ابن حجر اور انکے معاصرین کي خود نوشته مصنفات ' آگرہ اور دهلي میں اسي طرح ملتی تهیں ' جس طرح بغداد اور قاهرہ میں مل سکتي تهیں !

(پانچ نسخے)

هندوستان کے مختلف گوشوں میں اب بهي اس پچھلے دور علم کے نشان قدم باقي هیں - حیرت هوتي هے که علم و فن کے اُن ذخائر کي کثرت و عظمت کا کیا حال هوگا ' جو اتني بربادیوں کے بعد بهي بے نام و نشان نه هو سکے ؟

هم چاهتے هیں' اس سلسله میں بعض تاریخي نسخوں کا ذکر کریں - بالفعل پانچ نسخوں کي تاریخ پیش نظر هے - یه وہ نسخے هیں جن میں سے کسي کي زندگي پانچ صدیوں سے کم نہیں هے اور جن پر انقلاب و حوادث ایام کے بڑے بڑے دور گزر چکے هیں :

(۱) جامع صحیح بخاري کا نسخۂ رسولي مصححۂ و درسیۂ شیخ مجدد الدین فیروز آبادي صاحب قاموس و سفر السعادة -

(۲) صحیح مسلم کا نصف اخیر مصححۂ حافظ ابن الصلاح صاحب مقدمه - و درسیۂ حفاظ مدرسۂ اشرفیۂ قاهرہ -

(۳) کتاب زاد الرفاق صلاح الدیـــن الابیـوردي (المتوفي سنه ۵۵۷ ھ) مصححـــۂ مصنف جس پر قاضي الفاضل یعنے قاضي عبدالرحیم بن علي وزیر سلطان صلاح الدین ایوبي کا دستخط ثبت هے -

(۴) تاریخ مکه ابوالفرج عبدالرحمن بن علي الجوزي - مصححۂ شمس الدین یوسف سبط ابن الجوزي -

(۵) مقامات حریري کا نسخه غرناطه جو امیر ناصر الدین عسقلاني (المتوفي سنه ۷۳۳ ھ) کے کتب خانه میں داخل هوا - پهر سنه ۹۷۰ میں دکن پهنچا ' اور دکن سے ایک شائق علم شیخ محمد یوسف نامي نے حاصل کیا -

(جامع صحیح بخاري نسخۂ رسولي)

آج هم صحیح بخاري کے نسخۂ رسولي کے آخري صفحه کا عکس مع مختصر تشریحات کے شائع کرتے هیں - یه نسخه مسیح الملک حکیم محمد اجمل خان صاحب رئیس دهلي کے کتب خانه میں موجود هے - اس نسخه کي تاریخي نوعیت حسب ذیل هے :

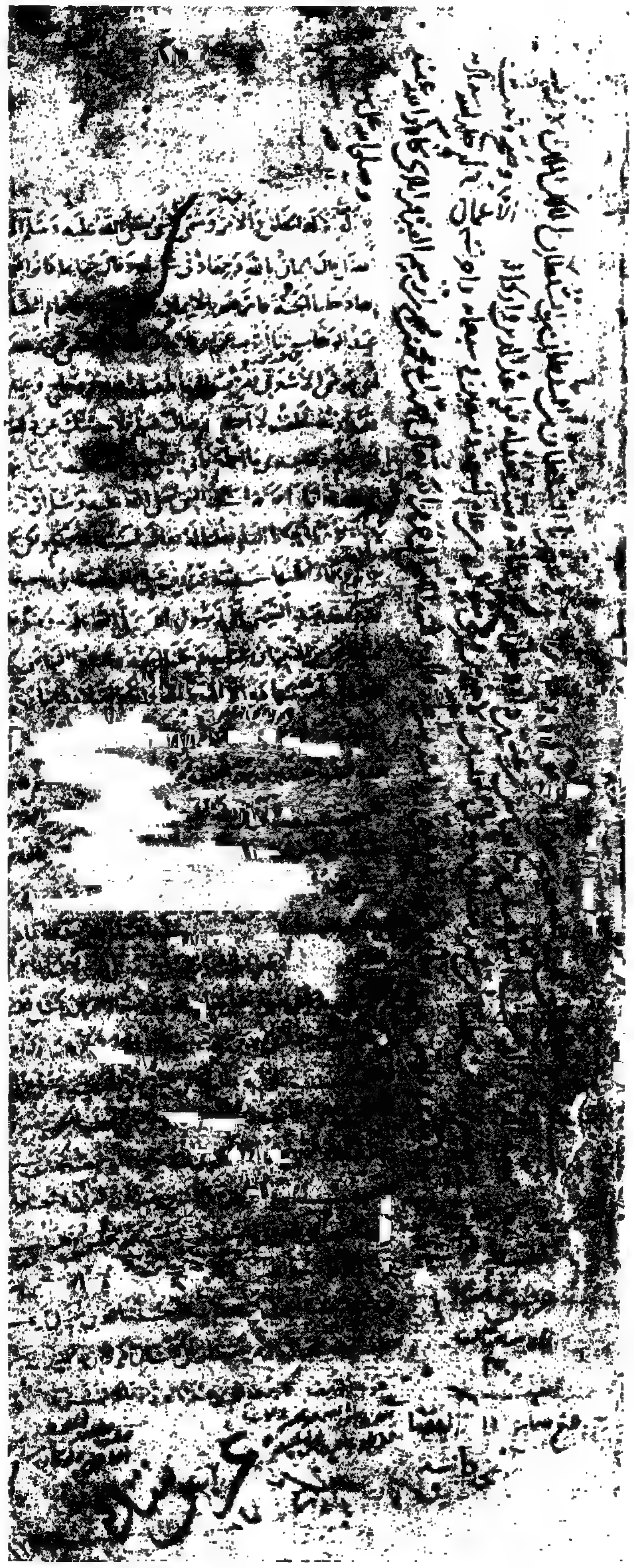

(۱) اصل نسخه بغداد میں لکها گیا هے اور وهاں درس و املاء مین رہ چکا هے -

(۲) بغداد سے شام پهنچا ' اور متعدد علماء و حفاظ حدیث نے املاء و درس کے وقت اسکي تصحیح کي اور جابجا بین السطور اور حواشي میں اختلاف رواة و نسخ کي نسبت فوائد و منهیات کا اضافه کیا -

(۳) شام سے یه نسخه غالباً مصر پهنچا' اور خاندان رسولي کے امراء مقیمین قاهرہ کے هاتهه لگا - جب وہ یمن پر قابض هوے تو اُن کے ساتهه یمن پهنچکر شاهي کتب خانه میں داخل هوا -

(۴) جب شیخ مجدد الدین فیروز آبادي صاحب قاموس ' یمن پهنچے' اور سلطان ملک الاشرف رسولي نے اُن سے صحیح بخاري کي اجازت حاصل کرني چاهي ' تو اسي نسخه پر درس و املاء کا سلسله جاري هوا ' اور اتمام درس کے بعد شیخ موصوف نے اپنے قلم سے ملک الاشرف کے لیے سند و اجازت کي سطور تحریر کردیں -

چنانچه کتاب کے آخر میں شیخ مجدد الدین کے قلم سے حسب ذیل عبارت مرقوم هے :

" ...... سماعاً علي لجمیع الصحیح مولانا و مویلنا و خلیفة الله في عصرنا ' السلطان بن السلطان بن السلطان ' المالک الملک الاشرف ممهد الدینا و الدین ' اسماعیل بن العباس بن علي بن داؤد ' خلد الله سلطانه ' و شید بعدله قواعد الدین و ارکانه ؛ في بضع و ثلثین مجلساً من شهر رمضان ' سوي المجلسین الاخرین في شوال ' من عام تسعة و تسعین و سبعمائة ' و اجزیت روایته و روایة سائر ما یجوز لي و عني روایته بشرطه - قاله و کتبه الملتجي الی حرم الله تعالی محمد بن ابي محمد بن محمد بن ابراهیم الفیروزابادي تجاوز الله عنه ' و صلی الله علی سیدنا محمد و اله و اصحابه و سلم "

تاریخ و عبر

تاریخ اسلام کا نفسیاتی مطالعہ

عہد امویہ کا خاتمہ اور عباسیہ کی تاسیس

تاریخ اسلام کے ابتدائی عہد کے سیاسی دواعی و محرکات

کچھ عرصہ ہوا مرحوم شیخ محمد خضری نے جامعۂ مصریہ میں تاریخ اسلام پر دو سال تک درس دیا تھا جس کا مجموعہ "تاریخ امم اسلامیہ" کے نام سے شائع ہوا تھا۔ اب اس کا ایک نیا ایڈیشن جامعہ نے شائع کیا ہے، جسکے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف نے نظر ثانی کر کے کتاب کے متعدد اہم مقامات زیادہ مبسوط اور جامع کر دیئے ہیں، اور ترتیب بحث بھی پہلے سے زیادہ موزوں اور مسلسل ہے۔ بلاشبہ تاریخ اسلام کے مباحث کی سطح اس سے بہت زیادہ بلند ہونی چاہیے جس قدر اس کتاب میں نظر آ رہی ہے۔ تاہم کتاب کی قدر و قیمت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ نئے ایڈیشن کے اضافات میں سب سے زیادہ اہم مقام عہد امویہ کے اختتام اور عباسیہ کی تاسیس کے ذہنی دواعی و محرکات ہیں۔ ہم اس کا خلاصہ چند نمبروں میں شائع کر دینا چاہتے ہیں۔ کیونکہ اس سے تاریخ اسلام کے مطالعہ میں مزید کاوش اور نظر کی راہ باز ہوتی ہے۔

عباس بن عبد المطلب

عباس بن عبد المطلب، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے تین سال پہلے پیدا ہوئے۔ یہ بنی ہاشم کے ایک معزز سردار اور مشہور مدبر تھے۔ جاہلیت میں ابوسفیان صخر بن حرب سے ان کی دوستی بہت گہری تھی۔ ظہور اسلام کے بعد رسول اللہ صلعم سے ان کا اخلاص آخری حد تک پہنچ گیا تھا، اگرچہ باقاعدہ مسلمان ایک مدت کے بعد ہوئے۔ رسول اللہ صلعم بھی ان سے بڑی عزت و محبت کا سلوک کرتے تھے۔ یہ خلافت عثمانی میں (سنہ ۳۲ھ) ۸۸ برس کی عمر میں فوت ہوئے۔

عبد اللہ بن عباس

عبد اللہ بن عباس، اپنے والد کے منجھلے لڑکے تھے۔ ہجرت سے دو برس پہلے پیدا ہوئے، رسول اللہ کو ان سے بھی بہت محبت تھی۔ آپ نے ان کے لئے تفقہ فی القرآن کی دعا کی تھی۔ حضرت عمر، ان کی علمیت، عقل، فصاحت کی وجہ سے انھیں اپنی مشورت کی خاص مجلسوں میں شریک کرتے، اور باوجود کم سنی کے ان سے فتویٰ لیتے تھے۔ حضرت عثمان نے انھیں سنہ ۳۵ھ کے حج کا امیر مقرر کیا۔ حضرت علی کی خلافت میں وہ انکے دست راست اور قوت بازو تھے۔ بصرہ کے صوبے کی ولایت (گورنری) بھی انھیں ملی تھی۔ امیر معاویہ کی خلافت میں وہ سیاسیات سے الگ ہو کر طائف میں مقیم ہو گئے اور وہیں سنہ ۶۸ھ میں انتقال کیا۔

علی بن عبد اللہ بن عباس

حضرت عبد اللہ بن عباس کی اولاد میں سب سے زیادہ اہمیت، انکے سب سے چھوٹے بیٹے، علی، کو حاصل ہے۔ یہ عین اس دن پیدا ہوئے جس دن امیر المؤمنین علی علیہ السلام پر قاتلانہ حملہ ہوا۔ اسی مناسبت سے ان کا نام، علی رکھا گیا۔ یہ نہایت باوقار، وجیہ، فصیح و بلیغ، اور عالی حوصلہ تھے۔ کہا جاتا ہے، اس وقت ان سے زیادہ خوبصورت کوئی قریشی موجود نہ تھا۔ ان کا زہد و عبادت بھی بہت مشہور ہے۔ بنی امیہ نے انھیں مدینہ اور دمشق کے راستہ پر ایک گاؤں "حمیمہ" جاگیر میں دے دیا تھا۔ یہ وہیں رہے اور ان کی تمام اولاد بھی وہیں پیدا ہوئی۔ سنہ ۱۱۷ھ میں انھوں نے انتقال کیا۔

محمد بن علی

علی بن عبد اللہ کے بیٹوں میں "محمد" نے بہت شہرت حاصل کی۔ کیونکہ وہ ابراہیم، ابو العباس السفاح، اور ابو جعفر منصور کے والد تھے جن سے خلافت عباسی کا آغاز ہوا۔ اسی قدر نہیں بلکہ انھی نے یہ نئی دعوت شروع کی اور اپنے باپ علی بن عبد اللہ کی زندگی میں شروع کی لیکن خود علی کو اس سے کوئی تعلق نہ تھا۔

عباسی خلافت کا تخیل

اس جلیل القدر خاندان کے تعارف کے بعد اب ہمیں دیکھنا چاہیے کہ عباسیوں میں خلافت حاصل کرنے کا خیال کیونکر پیدا ہوا اور اموی خلافت برباد کر کے انھوں نے اپنی شہنشاہی کس طرح قائم کر لی؟

آنحضرت (صلعم) کے وفات کے بعد معاملۂ خلافت میں جو اختلاف رائے ہوا، اس کی تفصیلات معلوم و مشہور ہیں۔ بالآخر جمہور صحابہ نے حضرت ابو بکر کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور اس طرح اس خطرناک اختلاف کا بظاہر خاتمہ ہو گیا۔

لیکن معلوم ہے کہ ایک جماعت ابتدا سے موجود تھی جو خلافت کا حق بنو ہاشم یعنی خاندان نبوت میں محصور دیکھتی تھی۔ اسی جماعت میں حضرت عباس بھی تھے۔ یہ اگرچہ بنو ہاشم میں سب سے زیادہ مسن تھے، مگر کوئی شخص بھی انھیں حضرت علی پر ترجیح نہیں دیتا تھا۔ حضرت علی علیہ السلام اپنے تئیں خلافت کا سب سے زیادہ مستحق سمجھتے تھے۔ خود حضرت فاطمہ علیہا السلام کا بھی یہی خیال تھا۔

لیکن بالآخر حضرت علی، حضرت عباس، اور ان کی تمام جماعت نے جمہور کے فیصلہ پر عمل کیا۔ عہد صدیقی اور عہد فاروقی دونوں گزر گئے۔ حضرت عثمان کے زمانہ میں خلافت کی بحث نے از سر نو سر اٹھایا، حضرت علی خیال کرتے تھے کہ مجلس شوریٰ کے اکثر ارکان نے حضرت عثمان کو خلیفہ منتخب کر کے انکے ساتھ ناانصافی کی ہے۔

حضرت عثمان کے آخری عہد میں حضرت عباس کا انتقال ہوا۔ انھوں نے کثیر اولاد چھوڑی، مگر یہ ثابت نہیں کہ ان میں سے کوئی ایک بھی خلافت حاصل کرنے کا متمنی ہوا ہو۔

حضرت عثمان کی خلافت کے چھٹے سال ایک جماعت میں خیال پیدا ہوا کہ خلافت، حضرت عثمان سے حضرت علی کو منتقل کر دی جائے۔ اس تحریک کے چند داعی، بڑے بڑے اسلامی مرکزوں: کوفہ، بصرہ اور فسطاط (مصر) میں ظاہر ہوئے۔ تحریک کا آغاز اس طرح ہوا کہ حضرت عثمان کے عمال و حکام کی مذمت شروع کی گئی۔ ان کی برائیاں مشہور کی جانے لگیں۔ ایک ملک کے لوگ دوسرے ملک کے لوگوں کو یہ باتیں لکھتے اور پھر سب اپنی جماعت کے لوگوں کو مدینہ میں ان حالات سے مطلع کرتے۔ تھوڑی ہی مدت کے بعد تمام اسلامی ملکوں میں حضرت عثمان کے ولاۃ و حکام بدنام ہو گئے اور عام شکایات پیدا ہو گئیں۔ اس کامیابی کے بعد ان لوگوں نے خود خلیفہ کی مذمت شروع کی اور حضرت عثمان پر بہت سے الزام لگائے جن میں سے بعض صحیح تھے اور بعض بالکل بے بنیاد تھے۔ حضرت عثمان کی نرمی طبیعت اور فتنہ و فساد سے حد درجہ احتیاط نے اس صورت حال کے لئے بہت ہمت افزا فضا پیدا کر دی تھی۔ انھوں نے تینوں اسلامی مرکزوں یعنی کوفہ، بصرہ، اور فسطاط کے شورش پسند جمع کئے، اور فریادی بن کر دار الخلافہ، مدینہ پر چڑھ دوڑے۔ حضرت عثمان نے غایت درجہ نرمی دکھائی۔ ان کی تمام شکایتیں تسلیم کر لیں، اور مطالبات منظور کر لئے۔ اس پر بظاہر یہ رضامندی اور اطمینان کا اظہار کیا اور اپنے اپنے ملکوں کی طرف روانہ ہو گئے۔

مگر چند دن بعد صورت حال نے ایک نیا پہلو بدلا۔ مصری وفد جوش و غضب کی حالت میں راستہ سے واپس لوٹا۔ اس کے پاس ایک خط تھا جس پر حضرت عثمان کی مہر تھی اور اس کا مضمون یہ تھا کہ "مصری وفد قتل کر ڈالا جائے"۔ بیان کیا گیا کہ یہ خط حضرت عثمان نے والی مصر کے نام بھیجا تھا۔ لیکن جب یہ خط پیش ہوا تو حضرت عثمان نے قسم کھا کر کہا کہ نہ تو انھوں نے یہ خط لکھا ہے اور نہ اس کے لکھنے کا حکم دیا ہے بلوائیوں نے یقین کر لیا۔ مگر ساتھ ہی اسے مروان بن الحکم کی شرارت قرار دیا اور اس کے حوالہ کر دینے کا مطالبہ کیا۔ حضرت عثمان نے مروان کے حوالہ کرنے سے انکار کیا۔ اس پر انھوں نے ان کے مکان کا محاصرہ کر لیا اور بالآخر اس فعل کے مرتکب ہوئے جس سے تاریخ اسلام کی طبیعت اس وقت تک قطعاً ناآشنا تھی یعنی حضرت عثمان قتل کر ڈالے گئے۔ یہ پہلی اجتماعی معصیت تھی جو مسلمانوں سے دنیا میں سرزد ہوئی!

اب خلافت، حضرت علی علیہ السلام کے سامنے پیش کی گئی آپ نے پس و پیش کے بعد قبول کر لیا۔ لیکن آپ کو ایک دن بھی چین نہ ملا۔ رشتۂ نظم ملت بکھر چکا تھا۔ سرکشی و طغیان کا مادہ سر اٹھا چکا تھا۔ نزاع و شقاق نے مسلمانوں کا گھر دیکھ لیا تھا۔ مدعیوں سے برابر جنگیں جاری رہیں۔ یہاں تک کہ رمضان سنہ ۴۰ھ میں شہید ہو گئے۔

آپ کے بعد حضرت امام حسن علیہ السلام کو اہل کوفہ نے خلیفہ بنایا مگر انھوں نے انتہائی دانش مندی اور بے نظیر ایثار سے کام لیکر جس کی کوئی دوسری نظیر تاریخ عالم میں موجود نہیں ہے، مسلمانوں کی باہمی خانہ جنگیوں کا خاتمہ کر دینا چاہا۔ وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ اہل عراق بھروسہ کے قابل نہیں ہیں اور ان کے عظیم المرتبہ والد کے لئے ہمیشہ پریشانیوں کا موجب رہے ہیں۔ انھوں نے امیر معاویہ سے صلح کر لی، اور خلافت سے دست بردار ہو گئے۔ سنہ ۵۰ھ میں آپ نے انتقال کیا۔ امیر معاویہؓ نے خلافت اپنے لڑکے یزید کے

اسي خاندان کا تیسرا حکمران الملک المؤید تها جس کي نسبت خزرجي نے تصریح کي هے که اسکي تصنیف مختصر کتاب الجمهرة علماء عصر میں مقبول و مشهور هے -

ملک الاشرف کے باپ ملک الافضل کا ترجمه حافظ ابن حجر عسقلاني نے درر کامنه میں درج کیا هے - وه لکهتے هیں علم و فضل کا قدر شناس تها اور خود بهي تمام علوم عربیه و دینیه میں درجهٔ رسوخ و نظر رکهتا تها - اسکي مصنفات میں سے یمن کي دو تاریخیں، تاریخ ابن خلکان کا مختصر، اور فن انساب میں بغیة ذوي الهمم اس درجه کي کتابیں تهیں، جنکي اهمیت کا تمام اکابر مصر و شام نے اعتراف کیا تها -

خود ملک الاشرف کا (جسکے کتب خانه کا یه نسخه هے اور جس نے اِس پر فیروز آبادي سے سند حدیث لي) یه حال تها که مصر، حجاز، شام، عراق، اور بلاد فارس تک کے علماء کو اُسکي قدر شناسیوں نے کهینچ بلایا تها - اس نے بهي اپنے پیشروؤں کي طرح بلاد یمن و حجاز میں متعدد عظیم الشان عمارتیں درس و ترویج علم کیلیے تعمیر کیں اور بڑے بڑے محاصل انکے مخارج کیلیے وقف کر دیے - وه خود بهي صاحب علم و فضل تها اور علوم لغة و ادب اور فقه و حدیث کا همیشه اشتغال رکهتا تها - اُس کي علمي قدر دانیوں کا اندازه کرنے کے لیے صرف وهي معاملات کفایت کرتے هیں جو اس میں اور فیروز آبادي میں پیش آتے رهے - عربي لغة کي سب سے زیاده مقبول و متداول کتاب القاموس اُسي کي قدر دانیوں نے فیروز آبادي سے لکهوائي تهي - چنانچه قاموس کے دیباچه میں مصنف اِس خاندان کے مدح کرتے هوئے لکهتا هے :

مولي ملوک الارض، من في وجهه
مقباس نور أیما مقباس

(مجد الدین فیروز آبادي)

مجد الدین فیروز آبادي اُن اکابر علم میں سے تهے جنهیں سلاطین وقت کي فیاضیوں نے صف علم کي طرح صف اِمارت میں بهي ممتاز کردیا تها - اُن کا سنه ولادت ۷۲۹ هـ - هے اور تاریخ وفات ۲۰ شوال سنه ۸۱۷ - هـ کازرون میں پیدا هوے، شیراز میں ابتدائي تعلیم حاصل کي - اور عراق اور مصر و شام کے آئمهٔ علوم سے تکمیل کي - اُن کے اساتذه میں وقت کے تمام آئمهٔ علوم مثلاً شیخ تقي الدین سبکي، ابن مظفر النابلسي، حافظ علائي، ابن نباته، عز الدین ابن جماعة وغیرهم کے نام نظر آتے هیں - امام ابن قیم بهي اُن کے اساتذه میں هیں - یه اُنهي کے فیض تلمذ کا نتیجه تها که اگرچه اُن کي ابتدائي نشو و نما فقهاء شافعیه کے زیر اثر هوئي، لیکن تقلید کي بندشوں سے آزاد هوگئے، اور اصحاب تحقیق و اجتهاد کا ذوق و مشرب پیدا هوگیا - چنانچه ان کي کتاب سفر السعادة اور الاسعاد في رتبة الاجتهاد میں اِس ذوق کي جهلک صاف نمایاں هے - اُس عهد کے سلاطین میں کوئي پادشاه ایسا نهیں هے جس نے اُن کي قدر داني نه کي هو - شاه منصور بن شجاع صاحب تبریز، ملک الاشرف صاحب یمن، بایزید یلدرم، تیمور صاحب قران، احمد بن اویس صاحب بغداد، ناصر الدین محمد شاه دهلي ؛ اِن سب کے درباروں میں وه پهنچے اور انعام و اکرام سے مالا مال هوے - سنه ۷۹۶ هـ میں هندوستان سے واپس جاتے هوے سواحل یمن میں اُترے اور ملک الاشرف سلطان یمن سے ملاقات هوئي - وه ان کے فضل و کمال کا غلغله پهلے هي سن چکا تها - یه موقعه غنیمت تصور کیا، اور یمن کي اقامت پر اصرار کیا - اُس زمانے میں یمن کے قاضي القضاة جمال الدین الریمي شارح التنبیه کا انتقال هوگیا تها اور منصب خالي تها یه اس منصب پر مامور هوے اور بیس سال تک یمن کے قاضي القضاة رهے -

(نسخه کي تاریخي توثیق)

خوش قسمتي سے یمن کے خاندان رسولي کي ایک مستقل تاریخ شائع هوگئي هے - یه شیخ علي بن الحسن الخزرجي کي العقود اللؤلؤیه في تاریخ الدولة الرسولیه هے جسے دو دو جلدوں میں گب میموریل فنڈ کے امینوں نے قاهره میں چهپوا کر شائع کیا هے - اس کا اصلي نسخه یمن سے عهد عالمگیري میں، هندوستان آیا تها، اور معتمد خاں عالمگیري کے کتب خانے میں داخل هوا تها - وهاں سے نکلا اور محمد شاه کے عهد میں اسکے وزیر قمر الدین خاں مدت کے قبضه میں آیا - قمر الدین خاں کے کتب خانے سے نکل کر وارن هستنگز کے پاس پهنچا - اُس نے انڈیا آفس کے کتب خانے کي نذر کردیا -

اس تاریخ میں سلاطین رسولیه کے عهد کے واقعات روزنامچه کي طرح تاریخ وار درج هیں - میں نے اس خیال سے ملک اشرف کے زمانے کے واقعات پر نظر ڈالي که شاید اس نسخه کے درس و املاء کي طرف کوئي اشاره مل جاے - میرا قیاس صحیح نکلا - فیروز آبادي نے صحیح بخاري کے درس و املاء کي جن مجالس کا اپني عبارت مین ذکر کیا هے، ٹهیک اُنهي تاریخوں میں اُسکا ذکر خزرجي نے بهي کیا هے -

سنه ۷۹۶ کے واقعات میں لکهتا هے :

" ۲۴ رمضان کو یمن میں امام فقیه علامة القاضي الاجل مجد الدین محمد بن یعقوب الشیرازي پهنچے - سلطان نے انکا بڑا اعزاز و اکرام کیا - چار هزار درهم بطور رقم ضیافت کے پهلے هي دن مرحمت فرماے - اس سے پهلے چار هزار درهم عدن بهیجے گئے تهے تاکه عدن سے زبید تک کے مصارف سفر میں مدد دیں - شیخ موصوف علوم حدیث، نحو، لغة، تاریخ، اور فقه میں درجهٔ مشیخت رکهتے هیں - انکي مصنفات میں سے بخاري کي شرح هے جو نهایت مشرح اور مفید هے " (جلد ۲ : ۲۶۵)

پهر سنه ۷۹۷ هـ - کے وقائع میں لکهتا هے که ۶ - ذي الحجه کو شیخ مجد الدین قاضي القضاة مقرر کیے گئے اور سلطان کا فرمان اس بارے میں شائع هوا - (صفحه ۲۷۸)

سنه ۷۹۹ - هـ کے وقائع میں لکهتا هے :

" و في شهر رمضان من هذه السنة سمع السلطان صحیح البخاري من حدیث رسول الله صلعم علی القاضي مجد الدین یومئذ و کان ذا سند عال من طرق شتی " (صفحه ۲۸۶)

اس تصریح سے عبارت مندرجهٔ نسخه کي پوري توثیق هوگئي - معلوم هوگیا که سلطان ملک الاشرف نے فیروز آبادي سے صحیح بخاري کي سند و اجازت حاصل کي تهي، اور رمضان میں املاء و سماع کا سلسله جاري رها تها - جو نسخه زیر درس و املاء رها، اور جس پر سند دي گئي، وه یهي نسخه هے - نهیں معلوم اس نسخه پر ایام و حوادث کے کیسے کیسے تغیرات گزر چکے هیں ؟

* * *

سیر فی الارض

اولم یسیروا فی الارض فینظروا کیف کان عاقبۃ الذین من قبلھم

(۳۰ : ۸)

سیاحانِ عالم کے مشاہدات و تاثرات

ایک مصری سیاح نجد میں

(محمد شفیق، مصری اخبار نویس کی سیاحت نجد کی یہ تیسری قسط ہے۔ الہلال)

ریاض

ریاض، پایۂ تخت ہونے کی وجہ سے نجد کا سب سے بڑا اور سب سے اہم شہر ہے۔ اُس میں بکثرت بلند عمارتیں موجود ہیں، مگر سب قدیم طرز کی ہیں۔ شاہی خاندان کے محل اپنی وسعت اور خوشنمائی میں ریاض کی تمام عمارتوں سے ممتاز ہیں۔ شہر کے گرد عظیم الشان شہر پناہ ہے۔ پُرانے مشرقی وضع کے پھاٹک لگے ہیں اور ضرورت کے وقت مقفل کردیئے جاتے ہیں۔ ریاض کے چاروں طرف نخلستان پھیلے ہوئے ہیں۔ ایک مزرعہ خاص خاندان شاہی کا ہے۔ اِس میں دو چیزیں دیکھ کر مجھے تعجب ہوا: ایک گلاب اور دوسری کپاس۔ معلوم ہوتا ہے سلطان ابن سعود نے روئی کے یہ چند درخت اتفاقیہ طور پر نصب نہیں کر رکھے ہیں بلکہ نجد میں روئی کی کاشت جاری کرنی چاہتے ہیں جیسا کہ مجھ سے بعض ارکان حکومت نے اشارۃً بیان کیا تھا۔ اگر سلطان نے یہ کیا تو یقیناً ملک کو بہت فائدہ حاصل ہوگا۔ باشندے مالا مال ہوجائیں گے۔

مدرسے

ریاض میں چند دینی مدرسے موجود ہیں۔ مگر ان کی حیثیت، قدیم مسجدی مکتبوں سے زیادہ نہیں۔ اِن میں بچوں کو ضرورت بھر لکھنا پڑھنا سکھایا جاتا ہے۔ نیز پورا قرآن بھی حفظ کرا دیتے ہیں۔ علوم دینیہ کی تکمیل میں لوگ اپنا زیادہ وقت صرف نہیں کرتے۔ بہت تھوڑے آدمی ایسا کرتے ہیں۔ باقی ضرورت بھر تعلیم حاصل کرکے دُنیاوی کاروبار میں لگ جاتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں قرآنی احکام کی رُو سے ضروری نہیں کہ تمام لوگ علوم دینیہ حاصل کریں۔ یہ کافی ہے کہ ایک منتخب جماعت اِن میں مشغول رہے۔

مسجدیں

ریاض میں کل ۶ مسجدیں ہیں۔ اِن میں کوئی زینت و آرائش نہیں ہوتی۔ فرش بھی نہیں ہوتا۔ گنبد بھی نہیں ہیں۔ اکثر میں چھت بھی نہیں ہے۔ جمعہ کی نماز صرف ایک مسجد میں ہوتی ہے۔ خطبہ سننے کا اہتمام اِس درجہ شدید ہے کہ بعض لوگ صبح ہی سے آکر منبر کے سامنے بیٹھ جاتے ہیں۔ مسجدوں میں روشنی بھی زیادہ نہیں کی جاتی۔ ایک دو شمعوں سے کام لیا جاتا ہے۔ نماز فجر کے بعد روز صبح کو موذن نمازیوں کی حاضری لیتا ہے۔ پہلے دن کی غیر حاضری پر ٹوپی چھین لی جاتی ہے۔ دوسرے دن کی غیر حاضری پر جبہ ضبط کرلیا جاتا ہے۔ تیسرے دن کی غیر حاضری پر جسمانی سزا دی جاتی ہے!

نماز جمعہ کے بعد بادشاہ یا اُس کا نائب، محل شاہی کے ایوان میں نمازیوں سے ملاقات کے لئے بیٹھتا ہے۔ اُس وقت تمام حاضرین کو پہلے چاء اور نجدی قہوہ پلایا جاتا ہے۔ آخر میں بخوردانیاں پھرائی جاتی ہیں جن میں مشک و عنبر سلگتا ہے۔

قصر شاہی

قصر شاہی بالکل عربی طرز کا ہے۔ اُس میں اینٹ چونے کے بڑے بڑے خوبصورت ستون کھڑے ہیں، جن کے نقش و نگار نہایت نظر فریب ہیں۔ دو منزلہ عمارت ہے۔ نچلی منزل میں دعوت کا وسیع ایوان ہے۔ اسمیں بیک وقت سیکڑوں مہمان بیٹھ سکتے ہیں۔ اطراف میں عام لوگوں کے لئے کھانے کے کمرے ہیں۔ نیچے کی منزل، گویا دعوت خانہ ہے۔ بالائی منزل میں وسیع ایوان ہیں۔ ایک ایوان میں خود سلطان کا کتب خانہ اور دفتر خاص ہے۔ ایک اور ایوان، ولی عہد امیر سعود کے لئے مخصوص ہے۔ باقی حصوں میں بڑے بڑے افسروں اور شاہی طبیب کا قیام ہے۔ اسی محل کے متصل ایک اور محل ہے، اور اس میں سلطانہ اور شاہی بیگمیں رہتی ہیں۔ زنانہ خدم و حشم کی تعداد ۴۰۰ ہے۔

سلطان ابن سعود

سلطان عبدالعزیز بن سعود، دراز قامت ہیں۔ جسم بھرا ہوا اور ٹھوس ہے۔ رنگ، گندمی ہے۔ آنکھیں چمکیلی ہیں۔ پیشانی، کشادہ ہے۔ عینک استعمال کرتے ہیں۔ غیر معمولی ذہانت، قوت ارادی، عزم و حزم، خوش مزاجی، تدبر، یہ وہ اوصاف ہیں جو سلطان کی صورت دیکھتے ہی آدمی محسوس کرلیتا ہے۔ عمر ۵۰ کے قریب ہے۔ بائیں ہاتھ کے انگوٹھے میں گولی لگی تھی۔ اُس کا نشان اب تک نمایاں ہے۔ وہ ہمیشہ سر جھکا کر چلتے ہیں۔ نجدی وضع کا زرکش جبہ پہنتے ہیں اور اُس کا ایک دامن عموماً، بغل میں دبائے رہتے ہیں تاکہ تیز چل سکیں۔ پوری قوم اُن سے محبت کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اُنھیں اپنی زندگی کا کوئی خطرہ محسوس نہیں ہوتا۔ وہ بغیر کسی محافظ کو ساتھ لئے بازاروں میں چلتے پھرتے ہیں۔

پہلی ملاقات

پہلی ملاقات ہی میں سلطان مجھ سے بالکل بے تکلف تھے۔ اُنھوں نے گفتگو میری مزاج پرسی سے شروع کی: "راستہ میں کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی؟" "میرے عہدے داروں نے کیسا سلوک کیا؟" "کسی بدو نے کوئی شرارت تو نہیں کی؟" اسی قسم کے بہت سے سوال شروع کردیئے۔ میں نے اپنے سفر کی تمام روداد سنا دی۔ جس قدر میری خاطر تواضع ہوئی تھی، شکریہ کے ساتھ اُس کا بھی ذکر کیا۔ جو کچھ امن و امان میں نے مشاہدہ کیا تھا، اُس کی طرف بھی اشارہ کیا۔ چوری، قزاقی، اور جرائم کی عدم موجودگی پر تعجب کا اظہار کیا۔

سلطان کی گفتگو

میری خاموشی کے بعد سلطان نے کہا:

"الحمد للہ ہمارے ملک میں ایک ہی دین اور ایک ہی مذہب ہے۔ تمام نجدی ایک ہی امام کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں۔ بلاشبہ فقہ اسلامی میں ۴ مذہب مشہور ہیں۔ لیکن ہمارے خیال میں امام احمد بن حنبل کا مذہب، سنت رسول اللہ سے زیادہ قریب ہے۔ ہمارے عقیدے میں تمام مسلمان، باہم بھائی بھائی ہیں۔ نجد میں ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان سے "السلام علیکم" کہدینے کے معنی یہ ہیں کہ دونوں خدا کے امان و سلامتی میں ہوگئے۔ تمام مسلمان، کلمۂ توحید پر جمع ہیں۔ تمام حبل اللہ المتین کو مضبوطی سے پکڑے ہوئے ہیں۔ اِسی بنیاد پر ہماری سلطنت قائم ہے۔ ہم سلطنت کے بھوکے نہیں ہیں اور نہ فخر و غرور اور تن پروری کے لئے حکومت کرتے ہیں۔ زمین اللہ کی ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اللہ نے اپنی یہ امانت ہمارے سپرد کی ہے۔ لہٰذا ہم پوری کوشش کرتے ہیں کہ زیادہ سے زیادہ ایمانداری کے ساتھ یہ امانت ادا کردیں۔ ہمیں شرک سے نفرت ہے۔ اگر ہمیں تمام مشرک ملکوں کی فرمانروائی بھی پیش کی جائے تو ہم اِسے ہرگز منظور نہ کریں۔ ہم کسی سے بھی لڑائی پسند نہیں کرتے۔ حتیٰ کہ کفار سے بھی نہیں۔ البتہ اُن کے لئے ہماری یہ دعا ضرور ہے کہ خدا اُنھیں صراط مستقیم دکھادے۔ جب تک وہ ہم سے تعرض نہیں کرتے، ہم بھی اُنھیں نہیں چھیڑیں گے۔ ہم اُن سے دُور رہنا چاہتے ہیں۔ ہم اُن سے تشبہ بھی پیدا کرنا نہیں چاہتے۔ حتیٰ کہ اُن کا لباس بھی پسند نہیں کرتے۔ حقیقی مسلم وہ ہے جو اپنے دین کے اصول کی پیروی کرتا ہے۔ جو کوئی کفار کی تقلید کرتا ہے، وہ نہ اپنے دین میں کوئی بھلائی حاصل کرسکتا ہے نہ دنیا میں"

یہ گفتگو، اِس جلیل القدر صحرائی بادشاہ کی ذہنیت پوری صفائی سے ظاہر کرتی ہے۔ صحراء عرب کے باشندے صدیوں سے قتل و غارت گری اور جرم و گناہ کے عادی تھے۔ صرف صحرا ہی کے نہیں بلکہ حجاز کے باشندے بھی۔ وہ کسی نظام و حکومت کی اطاعت کے عادی نہ تھے۔ لیکن یہ اِسی سلطان کا تدبر و دبدبہ تھا جس نے اُنھیں اپنے آہنی ہاتھوں سے مطیع کیا اور امن و نظام قائم کر دیا۔

طرز حکومت

نجد کی حکومت، قدیم وضع کی ہے۔ وہاں حکومت، علیحدہ علیحدہ شعبوں پر منقسم نہیں ہے۔ نہ مجلس حکومت ہے، نہ وزارت ہے۔ پوری حکومت، خود سلطان کی ذات ہے، اور اُن کا قانون، کتاب و سنت ہے۔ لیکن کیا مجال کہ کسی قسم کی بدنظمی پیدا ہوجائے۔ آمد و خرچ کے تمام حسابات مرتب رہتے ہیں، خود سلطان اُن کی نگرانی کرتے ہیں۔ ایک پیسہ کا بھی غبن نہیں ہوسکتا۔ برخلاف اِس کے اِسی صحرائی

پیرو کی۔ یہ دلی عہدی کی پہلی بدعت ہے جو بزور شمشیر منوائی گئی۔ یزید کے زمانے میں پھر ابتری پیدا ہوئی۔ اہل مدینہ نے یزید کی معزولی کا مطالبہ کیا۔ لیکن بُری طرح کچل ڈالے گئے۔ کوفہ نے حضرت حسین علیہ السلام کو دعوت دی۔ مگر عین وقت پر بے وفائی بھی کی اور کربلا کا وہ فاجعۂ کبریٰ پیش آیا جس پر آجتک مؤرخ کا قلم ماتم کر رہا ہے۔ اسی اثنا میں عبد اللہ بن الزبیر نے اپنی خلافت کا علم بلند کیا، اور مکہ معظمہ میں متمکن ہو گئے۔

یزید کی وفات نے عبد اللہ بن الزبیر کی قوت بہت بڑھا دی، حجاز، مصر، اور عراق زیر نگیں ہو گئے۔ لیکن بنو ہاشم نے اُن کی بیعت سے انکار کیا۔ چنانچہ محمد بن علی (ابن الحنفیہ) اور عبد اللہ بن عباس وغیرہ اُن سے برابر برگشتہ رہے۔

اُسی زمانہ میں ایک خود غرض اور چالاک آدمی، مختار بن ابی عبید الثقفی، عراق میں ظاہر ہوا۔ اہل بیت کی حمایت کا دعویٰ کیا اور امام مہدی، یعنی محمد بن الحنفیہ کے لئے دعوت شروع کی۔ یہ وہ وقت تھا جب خاندان علی ابن ابی طالب (علیہم السلام) میں سب سے زیادہ معمر، محمد بن الحنفیہ ہی تھے۔ لیکن مختار کو زیادہ عروج حاصل نہ ہو سکا۔ عبد اللہ بن الزبیر نے اپنے بھائی مصعب کی قیادت میں ایک فوج جرّار اُس کے مقابلہ پر بھیجی اور اُسے قتل کر ڈالا۔ مختار مغلوب ہو گیا مگر عراق میں شیعیت (یعنی طرفداران خاندان علی کی جماعت) برابر قائم رہی۔

محمد بن الحنفیہ نے بالآخر عبد الملک بن مروان کی خلافت تسلیم کر لی۔ لیکن شیعیان محمد بن حنفیہ اس کے بعد بھی اُنہی کو خلافت کا مستحق یقین کرتے رہے اور اُن کی بیعت کو مہدی کی بیعت قرار دیا حتیٰ کہ اُن کے انتقال پر ایک گروہ نے اس حد تک غلو کیا کہ اُنکی موت تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ کہا گیا کہ وہ غائب ہو گئے ہیں اور عنقریب واپس آئیں گے۔ چنانچہ اُن کا شاعر السید الحمیری کہتا ہے:

وسبط لا یذوق الموت حتی یقود الخیل یقدمہا اللواءا

محمد بن الحنفیہ کی وفات کے بعد اُن کی جماعت میں اختلاف پیدا ہوا۔ ایک گروہ انھیں زندہ بتاکر اُنہی کی حمایت پر قائم رہا۔ ایک گروہ نے اُن کے بیٹے ابو ہاشم کی امامت کا اعلان کیا۔ یہ دونوں جماعتیں "کیسانی" کہلاتی ہیں۔ کیسان، مختار بن ابی عبید کا لقب تھا، اور یہ دونوں اُسی کی طرف منسوب ہیں۔

لیکن ایک تیسری جماعت نے حضرت حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد اُنکے صاحبزادے زین العابدین علی بن الحسین کی حمایت شروع کی لیکن خود امام زین العابدین کی نسبت ثابت نہیں کہ اُنھوں نے کبھی اپنی خلافت کا دعویٰ کیا ہو۔

اس جماعت کا اعتقاد یہ تھا کہ خلافت حضرت علی کے بعد اُن کی فاطمی اولاد میں محصور ہے۔ اس لئے حضرت حسین کے بعد امام زین العابدین کو حق خلافت پہنچتا ہے، کیونکہ واقعۂ کربلا کے بعد اپنے بھائیوں میں صرف یہی ایک زندہ بچے تھے۔ یہی جماعت ہے جو آگے چلکر "امامیہ" کے لقب سے مشہور ہوئی۔ کیونکہ اس کا اعتقاد یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے حضرت علی علیہ السلام کی خلافت کی وصیت کی تھی۔ اُنکے بعد امامت حضرت حسن کی طرف منتقل ہوئی۔ پھر حضرت حسین کی طرف، پھر علی بن الحسین کی طرف اسی طرح ہر زمانہ میں اُمت کے لئے ایک منصوص امام کی موجودگی ضروری ہے اور وہ بنی فاطمہ کی ایک معین شخصیت ہے۔

اُس وقت خاندان عباس میں سب سے بڑے علی بن عبد اللہ بن عباس تھے۔ انہی سے عباسیوں نے ظہور کیا۔ یہ حجاز چھوڑ کر حُمیمہ نامی مقام میں مقیم ہو گئے تھے۔ انہی کے وقت سے عباسیوں میں خلافت حاصل کرنے کا خیال پیدا ہوا۔ اس کا سبب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ابو ہاشم بن محمد بن علی (ابن الحنفیہ) اپنی عمر کے آخری دنوں میں علی بن عبد اللہ کے یہاں حُمیمہ میں مقیم تھے۔ وفات کے وقت اُنھوں نے خلافت کا حق علی بن عبد اللہ اور اُن کی اولاد کو بخش دیا اور اپنے حامیوں کو اُن کی نصرت و حمایت کی وصیت کی۔ چنانچہ اُسوقت سے شیعوں کا کیسانی گروہ علی بن عبد اللہ بن عباس کا حامی بن گیا۔

لیکن بنی فاطمہ کے طرفدار شیعوں نے اسے تسلیم نہیں کیا، کیونکہ وہ محمد بن الحنفیہ کی امامت کے قائل نہ تھے۔ حضرت امام زین العابدین کی وفات کے بعد ان میں بھی اختلاف پیدا ہو گیا تھا۔ اُنکے ایک گروہ نے محمد الباقر بن زین العابدین (علیہما السلام) کی امامت پر زور دیا۔ باقی لوگوں نے خلافت کو ہر فاطمی کا حق قرار دیا۔ چنانچہ انہی کی ایک جماعت زید بن علی بن الحسین کی طرفدار ہو گئی اور "زیدی" کہلائی جو آجتک موجود ہے۔

خلافت کے لئے عملی جد و جہد شیعوں کی صرف دو جماعتوں نے کی تھی: کیسانی اور زیدی۔ اول الذکر علی بن عبد اللہ بن عباس کے طرفدار ہو گئے تھے، اور آخر الذکر زید بن علی بن حسین اور اُنکے بیٹے یحییٰ کے۔

علی بن عبد اللہ بن عباس اور محمد الباقر بن علی بن حسین، دونوں کی وفات تقریباً ایک ہی وقت میں ہوئی۔ اول الذکر کے حامی کیسانی شیعہ، اُنکے بیٹے محمد بن علی کے مددگار بن گئے، اور آخر الذکر کے حامی امامیہ شیعوں نے اُن کے بیٹے جعفر الصادق (علیہ السلام) کو امام تسلیم کر لیا۔ مگر آخری جماعت نے کوئی عملی اقدام نہیں کیا تھا۔

داعی اوّل

اب خاندان عباس بن عبد المطلب کے سرگروہ محمد بن علی بن عبد اللہ بن عباس تھے۔ یہ بڑے عاقل اور دُور اندیش تھے۔ انھوں نے خیال کیا کہ سلطنت، ایک خاندان سے دوسرے خاندان میں اچانک منتقل نہیں کی جا سکتی۔ اس کے لئے عام رائے میں تبدیلی پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ چنانچہ انھوں نے جلدبازی سے پرہیز کیا، اور سکون و صبر سے دعوت پھیلانے کا سامان مہیا کرنا شروع کیا۔ انھوں نے اپنے حامیوں کو حکم دیا کہ اہل بیت کے لئے خلافت کی دعوت عام کریں مگر اہل بیت میں سے کسی خاص آدمی کا نام نہ لیں، کیونکہ اوّل تو جس شخص کا نام لیا جاتا، اُس کی جان خطرہ میں پڑ جاتی۔ ثانیاً اہل بیت کا نام شیعیان اہل بیت کی تمام جماعتوں کو متحد کر دیتا تھا، مگر خاندان و شخص کے تعین سے اختلاف و نزاع شروع ہو جاتا۔

انھوں نے انتہائی سیاسی دانش مندی سے اپنی دعوت کے لئے خراسان منتخب کیا۔ کوفہ چونکہ قدیم سے شیعان اہل بیت کا مستقر تھا لہذا اُسے مرکز قرار دیا۔

خراسان میں اس دعوت کی کامیابی کے دو سبب ہو سکتے تھے:

ایک یہ کہ عجمی مسلمان، شیعی تخیل کو بآسانی سمجھ سکتا تھا، کیونکہ شیعی تخیل یہ ہے کہ خلافت، رسول اللہ صلعم کے اہل بیت میں منتقل ہو جائے عجمی مسلمان چونکہ عربی عصبیت اور قرشی قبائل کی منافست سے متاثر نہ تھا، اس لئے اُس کی عقل میں مسئلہ خلافت کا بہترین حل یہی ہو سکتا تھا کہ پیغمبر کی خلافت، پیغمبر کے خاندان ہی میں ہو جیسا کہ تمام عجمی شاہی خاندانوں کا دستور تھا کہ پادشاہ کے بعد اُس کا وارث اُس کا بیٹا ہوا کرتا تھا۔

دوسرے یہ کہ ایران ایک قدیم تمدن اور شاندار تاریخ کا مالک تھا۔ بنی اُمیہ نے اس ملک سے غلاموں کا سا برتاؤ کیا تھا۔ ایرانی عنصر، عربی عنصر کے سامنے بالکل حقیر کر دیا گیا تھا۔ لہذا ایرانیوں کو قدرتی طور پر یہ خواہش تھی کہ موجودہ خلافت ختم ہو، اور اُن کی امداد و اعانت سے نئی سلطنت قائم ہو، تاکہ اُنھیں قومی عزت و عروج حاصل کرنے کا نیا موقع مل سکے۔

ابن الفقیہ نے "کتاب البلدان" میں لکھا ہے کہ جب محمد بن علی بن عبد اللہ بن عباس اپنے دعاۃ بھیجنے لگے تو اُن سے کہا:

"کوفہ، علی (علیہ السلام) اور اُن کی اولاد کی محبت میں سرشار ہے۔ بصرہ، عثمانی ہے اور امن و امان کا قائل ہے۔ وہ کہتا ہے قاتل نہ بنو، مقتول بن جاؤ۔ جزیرہ، گمراہ حروری (خارجی) ہے، وحشی بدوؤں اور نصاریٰ کے سے اخلاق والے مسلمانوں سے لبریز ہے۔ شام، آل ابی سفیان کے سوا کسی کو نہیں جانتا۔ بنی مروان کی اطاعت، شدید جہالت، سخت کینہ اُس کے خمیر میں ہے۔ رہا مکہ اور مدینہ تو اُن پر ابوبکر اور عمر (رضی اللہ عنہما) کا غلبہ ہے۔ لیکن ہاں خراسان کے دروازے تمھارے سامنے کھلے ہیں۔ وہاں عظیم آبادیاں ہیں، دلیرانہ شجاعت ہے۔ سلیم سینے ہیں۔ خالی دل ہیں، خواہشوں نے اُنھیں ٹکڑے نہیں کیا ہے۔ فسادنے اُنھیں بگاڑا نہیں ہے۔ وہ ایسی فوج ہیں جو توانا اور تنومند ہے، بھاری جسم، چوڑے شانے، اونچے قد، بڑے سر، داڑھیاں اور مونچھیں، ہولناک نعرے، شاندار زبانیں۔ میں مشرق سے نیک فال رکھتا ہوں، جہاں سے دُنیا کی شمع طلوع ہوتی اور مخلوق کا نور ظاہر ہوتا ہے"

خفیہ انجمن کا قیام

یہ خفیہ انجمن، علی بن عبد اللہ بن عباس ہی کی زندگی میں قائم ہوئی یہ زمانہ عمر بن عبد العزیز کی خلافت کا زمانہ تھا۔ اس کے دو مرکز قرار دیے گئے: کوفہ اور خراسان۔ کوفہ میں علی بن عبد اللہ کا غلام میسرہ مقرر کیا گیا اور خراسان میں محمد بن خنیس اور ابو عکرمہ سراج بھیجے گئے۔ نیز بارہ داعی یا نقیب منتخب ہوئے۔ اُن کے نام حسب ذیل ہیں:

(۱) سلیمان بن کثیر الخزاعی
(۲) مالک بن الہیثم الخزاعی
(۳) طلحہ بن زریق الخزاعی
(۴) عمرو بن اعین الخزاعی
(۵) عیسیٰ بن اعین الخزاعی
(۶) قحطبہ بن شبیب الطائی
(۷) لاہز بن قریظ التمیمی
(۸) موسیٰ بن کعب التمیمی
(۹) القاسم بن مجاشع التمیمی
(۱۰) ابو داؤد خالد بن ابراہیم الشیبانی
(۱۱) ابو علی الہروی شبل بن طہمان الحنفی
(۱۲) عمران بن اسمٰعیل المعیطی

ان کے علاوہ ۷۰ آدمی اور مقرر کئے گئے۔ اِن کا کام یہ تھا کہ ان بارہ نقیبوں کے حکم پر عمل کریں۔ محمد بن علی نے اِن سب کے لئے ایک تحریر لکھ دی جو بمنزلۂ وصیت اور دستور العمل کے تھی۔

دوسری صدی ہجری کے آغاز سے دعوت شروع ہوئی اور ۱۳۲ھ تک جاری رہی۔ یہی وہ سال ہے جس میں عباسیوں نے کامیابی حاصل کی اور ابو العباس السفاح کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کی گئی۔

بریدِ شرق

مکتوبِ مصر

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قاہرہ کے قلم سے)

فقید الشرق احمد سعد زغلول پاشا مرحوم

ذیل کی مراسلت معمول سے زیادہ طویل ہے۔ ہم نے بڑا حصہ حذف کردیا ہے۔ اسپر بھی ہمیں خوف ہے کہ یہ آجکی اشاعت کا بڑا حصہ روک لے گا۔ لیکن ہمارا خیال ہے کہ حادثہ کی غیر معمولی اہمیت اور شخص موضوع کی عظمت دیکھتے ہوئے ضروری ہے کہ اس کے لئے خصوصیت کے ساتھ جگہ نکالی جائے۔

مصر میں اس ہفتہ اہم ترین واقعہ، احمد سعد پاشا زغلول کی بالکل غیر متوقع وفات ہے۔ عین اُسوقت جبکہ میں اُن کی بحالیٔ صحت، اور شاہ مصر کی سیاحت انگلستان، کے نتائج پر بحث کرنا چاہتا تھا، اچانک یہ حادثۂ جانکاہ پیش آگیا۔ حیران ہوں اپنا یہ مکتوب کس طرح شروع کروں؟ مرحوم کی سوانح عمری بیان کروں؟ اُن نقصانات کا ذکر کروں جو اس واقعہ سے مصر کو پہنچ سکتے ہیں؟ اُن کے جنازہ کے شاندار جلوس کا ذکر کروں؟ اُنکی جلیل القدر حرم کا ماتم لکھوں؟ وہ نوحۂ بکا بیان کروں جو اسوقت تمام ملک میں برپا ہے، جس کا شور میں ان سطور کی تحریر کے وقت بھی سُن رہا ہوں، اور جس کا بیان یقیناً میری قدرت سے باہر ہے۔ میں شارع درب الجمامیز میں مقیم ہوں۔ میرے پڑوس میں جتنے مکان ہیں، ماتمی آثار و علائم سے غمناک ہیں۔ عورتوں اور بچوں تک کے چہرے انکے دلی حزن و ملال کی شہادت دے رہے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے، گویا قاہرہ کے ہر گھر میں اس کے کسی قریبی عزیز کا ماتم پیش آگیا ہے۔

آغاز مرض

۱۵ر اگست کو مرحوم کے کان میں خفیف سا التہاب ظاہر ہوا اور بالآخر یہی شکایت مہلک ثابت ہوئی۔ وہ اپنے دیہاتی مقام "مسجد وصیف" میں مقیم تھے۔ مرض کی نوعیت دیکھ کر ڈاکٹروں نے رائے دی کہ فوراً قاہرہ واپس آجائیں۔ چنانچہ قاہرہ لائے گئے اور یہاں کے اطبار سے معائنہ کرایا گیا۔

قاہرہ پہنچ کر طبیعت بحال ہوگئی تھی۔ لیکن گزشتہ دوشنبہ کو مرض نے ازسرِ نو حملہ کیا۔ ۸ بجے رات کو دائیں پہلو میں درد محسوس ہوا۔ منگل کے دن حرارت برابر بڑہتی رہی۔ صبح ۸ بجے مرحوم نے اپنی حرم سے اچانک کہا "میں ختم ہوگیا!" یہ کہتے ہی زبان بند ہوگئی، اور اسی دن یعنی ۲۳ر اگست کی رات کو ۱۰ بجے طائر روح پرواز کر گیا!

انا للہ وانا الیہ راجعون!

خبر کیونکر مشہور ہوئی؟

وفات کے دن صبح ہی سے مرحوم کے مکان میں لوگوں کا ہجوم تھا۔ وفات کے وقت ڈاکٹروں کے علاوہ مرحوم کے وفادار مُرید اور بھانجے فتح اللہ پاشا برکات بھی بسترِ مرگ کے پاس موجود تھے۔ وفات کے بعد ہی وہ نیچے کی منزل میں اُتر آئے۔ حاضرین نے دوڑ کر حالت دریافت کی۔ مگر وہ کوئی جواب نہ دے سکے۔ سب حیرت میں تھے اور طرح طرح کے قیاسات لگا رہے تھے۔ اسی اثنار میں اوپر سے رونے کی صدائیں بلند ہوئیں۔ اسپر حاضرین دوبارہ فتح اللہ پاشا کی طرف دوڑے۔ وہ اب بھی چپ تھے۔ لیکن اُنھوں نے زور سے اپنے دونوں گھٹنوں پر ہاتھ مارے۔ یہ اشارہ کافی تھا۔ ایک لمحہ کے لئے سب پر سناٹا چھا گیا۔ پھر بیک وقت سب کی آنکھیں اشکبار ہوگئیں۔ یہ حادثہ ایسا دل ہلا ڈالنے والا تھا کہ رونے پر کسی کو ملامت نہیں کی جاسکتی تھی۔ کُہرام مچ گیا تھا۔ عین اُسوقت ڈاکٹر شفیق اُوپر سے اُتر کر آئے اور مضبوط آواز میں چلائے "سوگوار بیوہ پر رحم کرو! تمھارا رونا اُسے ہلاک کر ڈالے گا۔ سعد مر گئے، لیکن اگر تم چاہو تو اُنھیں اپنے دلوں میں ہمیشہ زندہ رکھ سکتے ہو"

مگر یہ وقت نصیحت سننے کا نہ تھا۔ نالۂ و بکا برابر بلند رہا۔ قرب جوار کے لوگوں نے سُنا تو اُن پر بھی یہی حالت طاری ہوگئی۔ چشم زدن میں یہ مشئوم خبر تمام شہر میں پھیل گئی۔ اب کوئی نہ تھا جو اس حادثہ قوم و ملت پر ماتمی نہ ہوا!

اُسی وقت تار کے ذریعہ تمام دُنیا میں خبر پھیل گئی۔

سعد پاشا کی بیوہ

سعد پاشا کی وفات پر اُن کی بیوی کا جو حال ہوگا، ظاہر ہے۔ مصر میں ان دونوں کی محبت ضرب المثل اور تمام مردوں اور عورتوں کے لئے نمونہ تھی۔ سعد پاشا کو اُن سے اس درجہ محبت تھی کہ اگرچہ اُن سے کوئی اولاد نہیں ہوئی مگر اُنھوں نے کبھی دوسری شادی کا خیال نہیں کیا۔ اتنا ہی نہیں، بلکہ مرحوم نے اپنی تمام دولت اور جائداد بھی اپنی بیوی کو باضابطہ ہبہ کردی تھی۔ ظاہر ہے، ایسے وفادار شوہر کی موت اور پھر اُس شوہر کی موت جس کی عظمت ساری دنیا تسلیم کرتی تھی، اُس کی بیوی کے لئے کیسی عظیم مصیبت ہوگی؟ ادہر کئی سال سے یہ معزز خاتون بیمار ہے۔ ڈاکٹروں نے سختی سے ممانعت کر دی تھی کہ مریض کی خدمت میں حصہ نہ لے۔ مگر اُسنے صاف انکار کردیا۔ وہ اس قدر ناتواں تھی کہ بمشکل چل سکتی تھی۔ اسپر بھی تیمارداری میں ہمہ تن مشغول رہتی تھی!

اخبارات نے وہ مؤثر مناجات شائع کردی ہے جو بیوہ نے اپنے متوفی شوہر کی نعش کو مخاطب کرکے کی تھی۔

مجلس وزرار

اطلاع پاتے ہی مجلس وزرار کا ایک فوری جلسہ منعقد ہوا اور اُسنے قوم کے نام حسب ذیل اعلان شائع کیا:

"وزارت، انتہائی رنج و الم کے ساتھ مصری قوم کو اُس کے عظیم رہنما، سعد پاشا زغلول کی وفات کی جانکاہ خبر پہنچاتی ہے۔ مختصر بیماری کے بعد موت کے بے پناہ ہاتھ نے قوم کے رہنما، اُس کی اُمیدوں کے مرکز، اُس کی بیداری کے قائد، اُس کی حمایت کے علم بردار کو ذرا بھی مہلت دئیے بغیر چھین لیا۔ خدا مرحوم پر اپنی رحمت نازل کرے اور قوم کو صبر جمیل عطا فرمائے"

جنازہ

رات بھر مرحوم کے مکان میں زائرین کا ہجوم رہا۔ دوسرے دن صبح ۹ بجے تمام وزرار اور سفرار دول بھی پہنچ گئے۔ بارہ بجے دن کو نعش بالائی منزل سے نیچے لائی گئی۔ اُسپر صرف کفنی تھی۔ کوئی قیمتی چادر نہ تھی۔ نیچے آتے ہی پھولوں کی بارش شروع ہوگئی۔ بے شمار ٹوکرے پھولوں سے بھرے ہوئے، لوگ اپنے ساتھ لائے تھے۔ نعش دیکھ کر ایک مرتبہ پھر گریہ و بکا برپا ہوگیا!

اب مصری فوج بھی پہنچ چکی تھی۔ جنازہ سرکاری طور پر اُٹھنا طے پایا تھا۔ تمام سرکاری عہدے دار، امرار، وزرار، سفرار، پارلیمنٹ کے ممبر، مسلمان، قبطی، رومی، ارمن، یہودی فرقوں کے علمار، کاہن، ربّی، اور احبار اپنے اپنے خاص لباس میں موجود تھے۔

جب تمام طیاریاں مکمل ہوگئیں تو سعد پاشا کی بیگم سیاہ نقاب مُنہ پر ڈالے برآمد ہوئیں۔ وہ ضعف سے چل نہیں سکتی تھیں۔ کئی عورتوں کے سہارے وہ اپنی موٹر تک پہنچیں، مگر بیٹھنے سے پہلے ہی بیہوش ہوگئیں۔ فوراً منعش دوائیں دے کر اُنھیں ہوش میں لایا گیا۔ اب وزرار اور فوجی افسروں نے نعش اپنے کاندھوں پر اُٹھائی اور توپ کی گاڑی پر رکھی۔ اسوقت کا منظر ناقابل بیان ہے معلوم ہوتا تھا، مصر کا آسمان و زمین ماتم کر رہا ہے۔ رونے والی عورتوں اور مردوں کی چیخیں باہم مل گئی تھیں۔ کچھ سنائی نہیں دیتا تھا۔ نہیں معلوم رونے والوں میں کتنی قوت پیدا ہوگئی تھی، اور اُن کی آنکھوں میں آنسوؤں کے کتنے دریا سما گئے تھے کہ نوحہ و بکا کا سلسلہ کسی طرح بھی رُکنے پر نہیں آتا تھا!

مصری علم

اسوقت محبت و عقیدت کا ایک جھگڑا پیش آگیا۔ فوج کے افسروں نے نعش اُٹھانے سے پہلے کہا "جنگی روایات کی رُو سے ضروری ہے کہ مرحوم کی نعش پر مصر کا فوجی پرچم ڈالا جائے"، ساتھ ہی اُنھوں نے اپنا پرچم پیش بھی کردیا۔ مگر مرحوم کی بیوہ نے اس سے انکار کیا۔ اُنھوں نے ایک ریشمی علم پہلے سے طیار کر لیا تھا۔ اُنھوں نے اصرار کیا کہ نعش اسی میں لپٹی جائے۔ مجبوراً افسروں کو اپنی ضد سے باز رہنا پڑا۔

اس کے بعد ملکی افسروں نے کہا "مرحوم کے تمام تمغے اُن کی نعش پر رکھے جائیں، کیونکہ وہ ہماری جماعت کے آدمی تھے"، مگر بیگم زغلول نے اس سے بھی انکار کیا۔ اُنھوں نے کہا "سب سے بڑا تمغہ مصری علم ہے۔ اس تمغہ پر کوئی دوسرا تمغہ نہیں رکھا جا سکتا"

جوں ہی نعش توپ پر رکھی گئی، منادی نہایت ہی بلند آواز سے چلایا "لا الٰہ الا اللہ — البقار للہ" ہر طرف سے نعرے بلند ہوئے "رحمک یا سعد!" عورتیں چلائیں "فلتحیَ ذکری سعد!"

بادشاہ نے حجاز میں آکر حکومت کی وضع دوسری کر دی ہے۔ حجاز کی حکومت دفتری نظم کی حکومت ہے۔ وہاں کے لئے نجد کی سی حکومت موزوں نہ تھی۔

سلطان کی فیاضی

ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ مسلسل تین سال کی غیر حاضری کے بعد سلطان اپنے دار السلطنت میں واپس گئے تھے۔ وہ ہم سے ہم دن پہلے ریاض پہنچ چکے تھے۔ تاہم ہم نے اپنی آمد پر دیکھا کہ شہر مسرت و انبساط کے مؤثر نظاروں سے لبریز ہے۔ بے شمار وفد، نجد کے گوشہ گوشے سے آئے ہوئے تھے اور عقیدت و خلوص کا اظہار کر رہے تھے۔ دوسری طرف سلطان کی فیاضیوں کا دروازہ کھلا تھا۔ کوئی نہ تھا جسے وہ اُس کی توقع سے زیادہ نہ دے رہے ہوں۔ اُن کی سخاوت دیکھ کر مجھے حیرت ہوئی۔ میں نے اپنے دل میں کہا "یقیناً یہ ایک ایسا آدمی ہے جو نہ دولت سے محبت کرتا ہے نہ فقر و فاقہ سے ڈرتا ہے"

ملوکیت نجد کا اعلان

خوش قسمتی سے میں اُس تاریخی جلسہ میں بھی شریک ہو سکا جو سلطان ابن سعود کو "ملک نجد" بنانے کے لئے منعقد ہوا تھا۔ نجدیوں نے یہ دیکھ کر کہ سلطان ابن سعود اب ملک الحجاز ہو گئے ہیں۔ پسند کیا کہ اپنے ملک کے لئے بھی اُن کا یہی لقب قرار پا جائے۔

سلطان کی لڑکی کا عقد

اسی طرح ایک اور جلسہ میں بھی مجھے شرکت کا موقع ملا۔ یہ سلطان کی بیٹی شاہزادی "سارہ" کی شادی کا جلسہ تھا۔ امیر فیصل ابن سعد سلطان کے بھتیجے سے اُن کا عقد ہوا ہے۔ مجھے دیکھ کر تعجب ہوا کہ نجد میں شادیاں کس قدر سادہ ہوتی ہیں۔ یہ خود سلطان کی لڑکی کی شادی تھی۔ مگر اس میں نہ کوئی اسراف تھا نہ دھوم دھام تھی۔ از حد سادہ تقریب تھی۔ قصر شاہی کے ایوان میں فرش بچھا دیا گیا تھا۔ کھانے چنے گئے۔ دعوت ولیمہ کے بعد سلطان کے حکم سے ۵۰۰ بکریاں ذبح کی گئیں اور عام دعوت شروع ہو گئی۔ اس میں امیر غریب کی کوئی تمیز نہ تھی۔ ہر کس و ناکس مدعو تھا۔

تجارت و زراعت

ریاض کے باشندے عام طور پر تجارت پیشہ ہیں۔ احساء، کویت اور بحرین سے مال لاتے اور فروخت کرتے ہیں۔ نجد کی ایک بڑی تجارت، موتی کی تجارت ہے۔ غواصی میں نجدیوں نے خاص شہرت حاصل کر لی ہے اور کافی دولت حاصل کرتے ہیں۔ ریاض کے اطراف میں زراعت کم ہے۔ اس لئے کہا جا سکتا ہے کہ یہ تجارتی شہر ہے نہ کہ زرعی۔

سلطان کے معمولات

سلطان کے معمولات یہ ہیں کہ کچھ رات رہے سے بیدار ہو جاتے ہیں۔ لیکن اپنے کسی خدمتگار کو بھی اتنے سویرے اپنی خدمت کے لئے نہیں بلاتے خود ہی پانی لیتے ہیں۔ وضو کرتے ہیں۔ تلاوت کرتے ہیں۔ فجر کی اذان سن کر مسجد جاتے ہیں۔ نماز کے بعد محل واپس آتے ہیں۔ اپنے خاندان کے ساتھ ناشتہ تناول کرتے ہیں۔ اس کے بعد اپنے دفتر میں آبیٹھتے ہیں خطوط پڑھتے ہیں۔ سرکاری کاغذات ملاحظہ کرتے ہیں۔ احکام لکھتے ہیں طلوع آفتاب کے ایک گھڑی بعد تک یہی مشغولیت رہتی ہے۔ پھر ایوان عام میں تشریف لاتے ہیں۔ یہاں خاص لوگوں سے ملاقات کرتے ہیں پھر "اخوان" کے وفد حاضر ہوتے ہیں۔ اُن سے بڑی ہی بے تکلفی سے باتیں شروع ہوتی ہیں۔ یہ لوگ بڑے ہی آزاد مزاج ہیں۔ اپنے بادشاہ کو اس طرح مخاطب کرتے ہیں، گویا اپنے کسی بھائی کے سامنے ہیں۔ یہ اس لئے نہیں کہ وہ بالکل وحشی ہیں۔ میں نے انھیں وحشی نہیں پایا بلکہ میرے خیال میں ان کا یہ طرز خطاب اس لئے ہے کہ وہ اسے اتباع سلف صالح سمجھتے ہیں۔ وہ بڑی بے تکلفی سے "یا عبد العزیز!" کہہ رہے تھے۔ ایک شخص نے میرا تعجب محسوس کر کے میرے کان میں کہا "یہ طریقہ خود سلطان ہی نے مقرر کیا ہے۔ وہ خطاب کے دوسرے طریقے قبول نہیں کرتا"

چاشت کے وقت ایک دوسرے ایوان میں جاتے ہیں۔ یہ جگہ "مجلس کبیر" کہلاتی ہے۔ یہاں نجد کے بڑے بڑے شیوخ اور خاندان رشید اور خاندان عاید کے امرا سے ملاقات ہوتی ہے۔ اول الذکر خاندان حائل کا فرمانروا تھا۔ آخر الذکر اَبہا کا۔ اب یہ دونوں ریاستیں، نجد کے ماتحت ہیں اور اُن کے شاہی خاندان، ریاض میں قید ہیں لیکن یہ قید ایسی ہے کہ اُن پر کسی قسم کی کوئی پابندی نہیں ہے۔ وہ شہر کے اندر اپنی نقل و حرکت میں بالکل آزاد ہیں اور نہایت عزت و احترام کا اُن سے برتاؤ کیا جاتا ہے۔

اس مجلس میں سلطان کی گفتگو عام معاملات پر ہوتی ہے۔ دین تاریخ، ادب، سیاست، ہر موضوع پر باتیں کرتے ہیں اور نہایت آزادی اور صفائی سے۔ اُن کی صاف گوئی کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ایک دن سلطان نے ایک شامی اخبار مجھے دیا۔ اس میں یہ خبر درج تھی کہ "سید عبد اللہ بن عاید مکہ سے بھاگ گئے ہیں اور ایک بڑی فوج کے ساتھ ابن سعود پر یورش کر رہے ہیں"

سلطان نے کہا "اخبار نے یہ خبر لکھی ہے، حالانکہ سید عبد اللہ یہاں، اس مجلس میں، موجود ہیں۔ ہم اور سید عبد اللہ اور خاندان رشید، سب بھائی ہیں۔ ہم میں کوئی نزاع نہیں ہے"

سلطان کے قول کی تمام مجلس نے تصدیق کی۔ خصوصاً سید عبد اللہ بن عائد نے۔

اس مجلس سے اُٹھ کر سلطان اپنے والد "عبد الرحمن بن سعود" سے ملاقات کو جاتے ہیں۔ اِن کی عمر اب نوّے سال کے قریب ہے مگر اب تک ہوش حواس بالکل درست اور قویٰ مضبوط ہیں۔ نہایت خوش اخلاق، خوش صحبت، خوش گفتار ہیں۔ والد سے رخصت ہو کر اپنی بڑی بہن شاہزادی "نورہ" سے ملنے جاتے ہیں۔ نجد میں بڑی بہن کی عزت بہت زیادہ کی جاتی ہے۔ سلطان حد سے زیادہ اُن کا احترام کرتے ہیں۔ یہ نجدی شاہزادی بھی اپنے عربی اخلاق میں غیر معمولی ہے۔ اس کی شرافت و سخاوت دُور دُور مشہور ہے۔ خود مجھ سے اس کا برتاؤ نہایت ہی شفقت کا تھا۔ روز میری خیریت دریافت کرتی تھی۔ میرے لئے اچھے اچھے کھانے بھیجا کرتی تھی۔

عشاء کے بعد سلطان کئی گھنٹے اپنے عہدے داروں سے ملاقات میں صرف کرتے ہیں۔ ہر عہدے دار کے دفتر میں خود جاتے ہیں۔ دن بھر کے کاموں کا جائزہ لیتے ہیں اور ضروری مشورے اور ہدایتیں دیتے ہیں۔

یہ اُن کے روزمرہ کے معمولات ہیں۔ لیکن کبھی کبھی صحرا میں شکار کے لئے بھی جاتے ہیں۔ یہ سفر آجکل موٹروں پر ہوتا ہے۔

شیوخ نجد کا سلطان سے اختلاف

پچھلے دنوں مصری اخبارات نے یہ خبر مشہور کر دی تھی کہ نجد کے سب سے بڑے شیوخ مثلاً فیصل الدّویش شیخ قبیلۂ اطاویہ اور سلطان بن مجاد شیخ قبیلۂ غطغط، سلطان ابن سعود کے مخالف ہو گئے ہیں۔ ریاض میں اپنی موجودگی کے وقت میں نے بھی اس قسم کی خبریں سُنی تھیں۔ فیصل الدّویش کی مخالفت کی وجہ یہ بتائی گئی کہ پچھلے سال ایّام حج میں محمل مصری کی فوج سے نجدیوں کا تصادم ہو گیا تھا، اُس میں فیصل الدّویش کی رائے ہے کہ سلطان نے مصریوں کی طرفداری کی اور نجدیوں کے قاتلوں سے قصاص نہیں لیا۔ لیکن یہ خبر غلط تھی۔ خود میں نے اپنی آنکھوں سے فیصل کو سلطان کی خدمت میں دیکھا ہے۔ وہ زیادہ سے زیادہ عقیدت و اطاعت کا اظہار کر رہا تھا۔

بلاشبہ سلطان بن مجاد کو کچھ شکایت ہو گئی تھی۔ یہ شکایت بعض شرعی احکام کی تطبیق کے بارے میں تھی۔ لیکن بہت جلد غلط فہمی دور ہو گئی اور وہ بھی سلطان کی خدمت میں پہنچ گیا۔

نجدیوں کا ایمان

تمام نجدیوں۔ بدوؤں اور شہریوں۔ کا پختہ ایمان ہے کہ آدمی صرف اس لئے پیدا کیا گیا ہے کہ اللہ کی عبادت کرے اور اُس کی شرع کی پابندی میں سرگرم رہے۔ ہر آدمی کی موت پہلے سے لکھدی گئی ہے موت کا ایک وقت مقرر ہے۔ ہرگز اُس میں تقدیم و تاخیر نہیں ہو سکتی لہذا اُسے موت سے بے خوف ہو کر اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ڈھونڈھنی چاہئے۔ ہر آدمی کو اُس کے عمل کی جزا و سزا ملے گی۔ نیکی کا ثواب حاصل ہوگا۔ بدی پر عذاب پائے گا۔ یہی باعث ہے کہ وہ ہر قسم کے گناہوں اور جرموں سے، خفیہ اور علانیہ، پرہیز کرتے ہیں۔

شوق جہاد

جنگ کو وہ عبادت سمجھتے ہیں۔ دین الٰہی کے دشمن کا قتل عظیم ترین ثواب خیال کرتے ہیں۔ دین کی راہ میں خود قتل ہو جانا، شہادت عظمیٰ تصور کرتے ہیں۔ اس بات پر اُنھیں اس درجہ یقین ہے کہ بڑے ہی شوق سے جنگ پر جاتے ہیں۔ ہر بدو اپنا کفن اپنے ساتھ لے جاتا ہے۔ نہایت بے پروائی سے اپنے تئیں موت کے حوالے کر دیتے ہیں۔ جب اُن کا کوئی ساتھی لڑائی میں گرتا ہے، تو بیک زبان نعرہ مارتے ہیں "داخلیلاہ! لقد سبقتنی الی الجنة!" (اے دوست! مجھ سے پہلے ہی جنت میں داخل ہو گیا!) جب دشمن کو بھگا دیتے ہیں تو چلّاتے ہیں "یا اہل التوحید! یا اہل التوحید! ایاک نعبد و ایاک نستعین" (ہاں اے اہل توحید! خدایا! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں!)

وہ گولیوں کی باڑھ کو "ریح الجنة" (جنت کی ہوا) کہتے ہیں اور انتہائی شوق و رغبت سے سینے تانے دشمن پر ٹوٹ پڑتے ہیں وہ اس موت کو موت نہیں، زندگی خیال کرتے ہیں۔ اگر اُن کے کسی آدمی کی پیٹھ پر گولی لگتی ہے تو اُسے بزدل کہتے اور سخت نفرت کا اظہار کرتے ہیں۔ اُن کا قول ہے "ہمیشہ سینے پر زخم کھاؤ۔ پشت کبھی نہ دکھاؤ۔ موت اٹل ہے، اُس سے کہاں بھاگ سکتے ہو؟ شہادت کی موت مر کر سرمدی زندگی حاصل کر لو!" میدان سے بھاگنا اُن کے خیال میں ایسا عیب ہے کہ ایسے شخص کو دفن تک نہیں کرتے۔ یہی باعث ہے کہ وہ مر جاتے ہیں مگر بھاگتے نہیں۔ اُن کی یہ ثابت قدمی، بالآخر اُن کے دشمن کے حوصلے پست کر دیتی ہے اور وہ بھاگ کھڑا ہوتا ہے۔

نجدیوں کی یہ شجاعت و بسالت، عرب میں اس قدر مشہور ہو گئی ہے کہ لوگ اُن کے نام ہی سے ڈر جاتے ہیں۔ چند نجدی سوار، سیکڑوں آدمی بھگا دیتے ہیں۔ حجاز کی جنگ، اس حقیقت کا بیّن ثبوت ہے۔ حجازی فوج اس قدر مرعوب ہو گئی تھی کہ بے لڑے ہتیار ڈال دیتی تھی۔ حائل، احساء اور قطیف وغیرہ ممالک کی فتح بھی زیادہ تر اسی رعب کی وجہ سے ہوئی تھی۔

موت کے بعد

نجدی، سنت نبوی کی اتباع میں بہت ہی سخت ہیں۔ اپنے مقتولوں اور مُردوں کا ماتم نہیں کرتے۔ قبروں پر گنبد اور عمارتیں نہیں بناتے۔ اُن کا عقیدہ ہے کہ موت کے بعد جس طرح آدمی کی دنیاوی زندگی ختم ہو جاتی ہے، اُسی طرح اُس کا عمل بھی منقطع ہو جاتا ہے۔ کہتے ہیں مُردوں کو ہماری ظاہری تکریم و تعظیم کی کوئی ضرورت نہیں وہ ہم سے بے نیاز ہو گئے ہیں۔ آخرت میں اُنھیں جو درجہ ملے گا وہی اصلی درجہ ہے ہمیں انکے لئے اسی کی دعا کرنی چاہئے۔

جائے۔ اُس کا نام بدستور یہی رہے گا۔ مرحوم کی بیوہ کو زندگی بھر اُسمیں رہنے کا حق ہوگا۔

یہ مکان مرحوم نے ۱۹۰۱ء میں تعمیر کیا تھا۔ اور اپنی حرم محترم پر وقف کر دیا تھا۔ وزارت نے طے کیا ہو کہ مکان کا وہ تمام سامان اُسی ترتیب سے باقی رکھا جائے گا، جس طرح مرحوم کی وفات کے وقت تھا حتیٰ کہ مرحوم کے کپڑے بھی محفوظ رکھے جائیں گے۔ اِن کپڑوں میں ایک سرخ جبّہ بھی ہو جو وہ اپنے وطنی لباس کے اوپر پہنا کرتے تھے۔ لکھنے پڑھنے کا بھی تمام سامان علیٰ حالہ رکھا رہے گا۔ گھر کی ہر چیز پر لکھا جائے گا کہ کب خریدی گئی؟ کیوں خریدی گئی؟ اور مرحوم اُس سے کیا کام لیتے تھے؟

(۳) بیت الامہ ہی میں مرحوم کی نعش دفن کی جائے گی۔ اُن کی موجودہ قبر عارضی ہو۔ اِس نئے انتظام کی تکمیل اور جدید شاندار مقبرے کی تعمیر کے بعد نعش یہاں منتقل کر دی جائے گی۔

(۴) سعد پاشا "ابیانہ" گاؤں کے جس مکان میں پیدا ہوئے تھے، وہ بھی خرید لیا جائے اور اُس میں شفاخانہ یا مدرسہ جاری کر دیا جائے۔

(۵) پایۂ تخت میں ایک عظیم الشان شفاخانہ یا یتیم خانہ قائم کیا جائے اور مرحوم کے نام پر اُس کا نام رکھا جائے۔

تعزیت کے پیغام

بیگم زغلول کے نام دُنیا بھر سے تعزیت کے پیغام آرہے ہیں۔ بڑے بڑے آدمیوں اور بادشاہوں نے تار بھیجے ہیں۔ اِس سلسلہ میں سب سے پہلا پیغام سلطان ابن سعود اور اُن کے بیٹے امیر فیصل کا تھا۔ اِن دونوں نے نہایت رنج و ملال کا اظہار کیا ہو اور اِس حادثہ کو تمام مشرق کے لئے عظیم خسارہ بتایا ہو۔ اگر میں اِن تمام پیغاموں کا ذکر کروں تو چٹھی بہت طویل ہو جائے گی۔

یورپین اخبارات کے افکار

یہ معلوم کرنا نہایت اہم ہو کہ زغلول پاشا کی وفات کو یورپ کے اخبارات نے کس نظر سے دیکھا ہو؟ خصوصاً برطانی اخباروں نے کس طرح اظہار خیال کیا ہو؟

ٹائمس آف لنڈن لکھتا ہو:

"زغلول پاشا نے معاملات مصر میں جو حصہ لیا، اُس کے متعلق تاریخ کا فیصلہ کچھ ہی ہو، لیکن یہ یقینی ہو کہ تاریخ اُنھیں مصر جدید کا سب سے بڑا آدمی شمار کرے گی۔ وہ اپنے اندر ایک حیرت انگیز زندہ روح رکھتے تھے، اگرچہ زیادہ مضبوط جسم کے مالک نہ تھے۔ وہ اپنی جسمانی بناوٹ اور شکل و صورت میں مصری "فلاح" (کسان) کا مکمل نمونہ تھے زبردست شخصیت اور اخلاق رکھتے تھے۔ خلاق عادت شجاعت اور تند صراحت، اُن کی نمایاں صفت تھی۔ بڑی قوت استدلال، مسکت حجت، حاضر جوابی، خوش گفتاری، اور حیرت انگیز خطابت نے اُنھیں نہایت ممتاز کر دیا تھا۔ محمد علی پاشا اول خدیو مصر کے عہد سے آجتک کسی نے بھی فرعون کی سرزمین میں اتنی مقبولیت، اخلاقی اقتدار، اور عام محبوبیت حاصل نہیں کی جتنی زغلول پاشا نے حاصل کی۔ اسی قدر نہیں بلکہ مصر جدید کی تاریخ میں وہ پہلے سیاسی رہنما ہیں جنھوں نے قوم کے دل و دماغ، دونوں پر یکساں اثر ڈالا اور ملک کی سیاسی تربیت کی۔ عام طور پر دیکھا گیا ہو کہ مشرقی رہنما، مغربی رہناؤں کے مقابلے میں جلد بوڑھے ہو کر معطل ہو جاتے ہیں لیکن سعد زغلول، اِس کلیہ سے مستثنیٰ ہیں۔ وہ اپنی زندگی کے آخری لمحے تک چست و چالاک رہے اور سخت سے سخت دماغی محنت انجام دیتے رہے۔ تاریخ میں بہت کم انتہا پسند انقلابیوں کے نام ملتے ہیں۔ جو ۷۰ سال کی عمر کے بعد بھی اپنا سیاسی اقتدار اور مقبولیت برقرار رکھ سکے ہوں۔ لیکن زغلول پاشا اپنے آخری وقت تک محبوب و مقبول رہے۔ اُن کی عمر جتنی زیادہ ہوتی گئی، اُسی قدر زیادہ اُن میں سیاسی جوش اور انقلابی روح بیدار ہوتی گئی ... برطانیہ نے زغلول کو جلاوطن کیا تھا۔ لیکن اِس عظیم الشان کے دل میں اِس وجہ سے کوئی بغض پیدا نہیں ہوا۔ برطانیہ نے دیکھ لیا تھا کہ یہ اُس کا ایک ایسا دشمن ہو جو خندہ پیشانی سے ہر طرح کی ضربیں برداشت کر سکتا اور پورے جوش سے اُن کا جواب دے سکتا ہو۔ کوئی شخص بھی اِس "فلاح" کی شجاعت پر حیرت کئے بغیر نہیں رہ سکتا، جس نے بے شمار مخالف قوتوں سے مقابلہ کیا اور سب کو بالآخر اپنے ارادے کے سامنے جھکا لیا ....!"

ڈیلی نیوز لکھتا ہو:

"زغلول، سالہا سال سے مصر کا معبود تھا۔ سیاسی جنگ میں اُس کی شجاعت و لیاقت بے نظیر تھی۔ وہ اپنی قوم کو کامل خود مختاری کی طرف لے جا رہا تھا۔ لارڈ کرزن نے ایک مرتبہ کہا تھا "زغلول، شورش کا غیر مسئول علم بردار ہو!" لیکن کچھ ہو، وہ اپنے ملک کی آزادی چاہتا اور انگریزوں کو وہاں سے نکال باہر کرنا چاہتا تھا۔ مصریوں کے دل میں اُس کی عزت بے حساب تھی۔ وہ ہمارا شریف اور بہادر دشمن تھا"

منچسٹر گارڈن لکھتا ہو:

"زغلول پاشا، تمام مصریوں میں ایک آدمی تھا۔ اُس کا ظاہر و باطن ایک تھا۔ یہی وجہ ہو کہ اُسے ۳ مرتبہ جلاوطن ہونا پڑا۔ انگریزوں نے بہت کوشش کی کہ اُسے جاہ و منصب کا لالچ دے کر ملالیں، مگر اُس نے ہمیشہ انکار کیا، اور کامل خود مختاری کے سوا کبھی کچھ قبول کرنے پر رضامند نہ ہوا۔ سعد پاشا کی ذہانت، اخلاق، خوش مزاجی، ایسی تھی جس کی نظیر مغلوب قوموں کے رہناؤں میں کبھی نہیں دیکھی گئی۔"

یہ انگلستان کے متعصب سے متعصب اخبارات کے خیالات ہیں۔ لیبر پارٹی کے اخبارات نے تو اِس سے بہت زیادہ لکھا ہو۔ اختصار کے خیال سے ہم ان کا ذکر نہیں کر سکتے۔ یہ تمام رائیں تار کے ذریعہ قاہرہ کے اخبارات میں پہنچی ہیں اور ابھی ان کا سلسلہ برابر جاری ہو۔

اسی طرح فرانسیسی اخبارات نے بھی طویل و عریض مضمون شایع کئے ہیں اور مرحوم کی بہت تعریف کی ہے۔

نیم سرکاری اخبار "طان" لکھتا ہو: سعد پاشا، مصر کے اِسوقت سب سے بڑے آدمی تھے۔ اُن کی زندگی کا اکثر حصہ، اپنے ملک کے لئے آزادی حاصل کرنے کی جدوجہد میں گزرا۔ وہ دُنیا بھر کی نظروں میں معزز و محترم تھے ...."

"ایکو ڈی پاری" لکھتا ہو "زغلول، مصر کا عظیم آدمی تھا۔ آزادی کا علم بردار تھا۔ مصر میں اُس سے بڑا کوئی آدمی موجود نہ تھا...."

اخبار "دیبا" لکھتا ہو "سعد کی موت نے مصر کو اُنکے سب سے بڑے رہنما سے محروم کر دیا۔ اُس کی شخصیت، بہت ہی عظیم تھی..."

مکتوب بہت دراز ہو گیا ہو۔ آیندہ ہفتے انشاء اللہ میں دکھلاؤں گا کہ سعد پاشا کی موت کا اثر مصر کی سیاست پر کیا پڑ سکتا ہو؟ اور انگریز اُس سے فائدہ اُٹھانے کی ابھی سے کیسی طیاریاں کرنے لگے ہیں؟ لیکن قلم روکنے سے پہلے میں بہت ہی اختصار کے ساتھ مرحوم کی سیاسی زندگی پر ایک سرسری نظر ڈال لینا مناسب سمجھتا ہوں۔ تاکہ آپکے قارئین اندازہ کر سکیں کہ یہ عظیم زندگی کیونکر شروع ہوئی اور کس طرح موجودہ بلندی تک پہنچی؟

سعد پاشا کی زندگی پر ایک نظر

وہ ۱۸۶۰ء میں پیدا ہوئے۔

"۵ راکتوبر ۱۸۸۰ء کو شیخ سعد زغلول ازہری طالب علم کی سرکاری اخبار الوقائع المصریہ کے ادارۂ تحریر میں تقرری ہوئی۔ ۸۰۰ قرش (ایک قرش ۲ر کا ہوتا ہو) ماہوار تنخواہ مقرر ہوئی تھی۔ یہ طالب علم، خوش اطوار ہو۔ شیخ محمد عبدہ نے اُس کے چال چلن کی تصدیق کی ہو" یہ عبارت ایک سرکاری فرمان سے اخذ کی گئی ہو۔ اُسوقت مرحوم، ازہر کے طالب علم تھے اور "شیخ سعد زغلول" کہلاتے تھے۔

یکم فروری ۱۸۸۲ء کو اُن کی تنخواہ ۹۳۳ قرش ہوگئی۔

۳ مئی ۱۸۸۲ء کو "سعد آفندی زغلول" کا تبادلہ وزارت داخلیہ کے محکمہ میں ہو گیا اور تنخواہ ۱۵ پونڈ مقرر ہوئی۔

۶ ستمبر ۱۸۸۲ء کو "جیزہ" کی کمشنری میں محافظ دفتر کاغذات سرکاری مقرر ہوئے۔

۲۷ جون ۱۸۹۲ء میں ۴۵ پونڈ تنخواہ پر درجہ دوم کے مجسٹریٹ مقرر ہوئے
یکم فروری ۱۸۹۴ء میں تنخواہ ۵۵ پونڈ ہوگئی۔
یکم جنوری ۱۸۹۷ء میں تنخواہ ۶۰ پونڈ قرار پائی۔
۸ اپریل ۱۸۹۹ء میں اُنھیں پہلا سرکاری تمغہ دیا گیا۔
۱۲ جنوری ۱۹۰۴ء میں اُنھیں متیر الشان مجیدی عنایت ہوا۔
یکم جنوری ۱۹۰۶ء میں اُن کی سالانہ تنخواہ ایک ہزار پونڈ ہوگئی۔
۲۸ اکتوبر ۱۹۰۶ء میں "سعد زغلول بک" وزیر تعلیم مقرر ہوئے۔
۱۲ نومبر ۱۹۰۶ء میں "پاشا" کا خطاب ملا۔
۱۸ جنوری ۱۹۰۸ء میں "مجیدی اول" کا تمغہ ملا۔
۲۳ فروری ۱۹۱۰ء میں محکمۂ عدالت کے وزیر مقرر ہوئے۔
۲۷ جنوری ۱۹۲۴ء میں وزیر اعظم مقرر ہوئے۔
۲۳ مارچ ۱۹۲۵ء میں پہلی مرتبہ پارلیمنٹ کے صدر مقرر ہوئے۔
۱۰ جون ۱۹۲۶ء میں دوسری مرتبہ پارلیمنٹ کے صدر منتخب ہوئے۔
۲۳ اگست ۱۹۲۷ء میں فوت ہو گئے۔

اطلاع ضروری

(۱)

بارش کی وجہ سے مطبع الہلال کے مشین روم کے بعض حصے کئی ہفتہ سے کمزور ہو گئے تھے، خصوصاً وہ ستون جن کے ذریعہ مشین موٹر سے ملحق کی گئی ہیں۔ ہم نے بہت کوشش کی کہ کسی طرح کام کے روکے بغیر درستگی کی جا سکے لیکن کوئی صورت نہ نکل سکی۔ مجبوراً اِس ہفتہ کا کام ختم کر کے ان کی از سر نو تعمیر شروع کر دی جاتی ہو۔ ہم پوری کوشش کرینگے کہ آیندہ نمبر کسی نہ کسی طرح نکل جائے، لیکن اگر کامیابی نہ ہوئی تو اِس صورت میں آیندہ جمعہ کا پرچہ جاری نہ ہو سکے گا، اور اُس کے بعد کے جمعہ کو نکلے گا۔ خریداران الہلال کو اگر بیر تک پرچہ نہ ملے، تو وہ سمجھ لیں کہ پرچہ شایع نہیں ہو سکا ہو۔ یہ ہفتہ خریداروں کی سالانہ قیمت میں محسوب نہ ہوگا۔ "منیجر"

(۲)

بعض حضرات نے لکھا ہو کہ اِسوقت تک مولنا ابوالکلام کے اُن مضامین کی اشاعت شروع نہیں ہوئی ہو جس کا اُن کے احباب کو انتظار تھا۔ بجز باب التفسیر کے اور وہ بھی ہر نمبر میں مسلسل نہیں ہو۔ اُن حضرات کو اِس طرف توجہ دلائی جاتی ہو کہ الہلال جاری کرتے ہوئے اُنھوں نے ارادہ کر لیا تھا کہ جب تک مقدمہ اور تفسیر کی ابتدائی جلدوں کی از سر نو تحریر سے وہ فارغ نہیں ہونگے، الہلال کے لئے پورا وقت نہیں نکالیں گے۔ اب وہ ایک حد تک فارغ ہو چکے ہیں۔ اور اُنھوں نے ارادہ کر لیا ہو کہ سفر شملہ سے واپسی کے بعد اِس کے لئے کافی وقت نکالیں گے۔

منیجر

ایک عجیب قیامت برپا ہوگئی۔ اگر فوج اور پولیس کا انتظام غیر معمولی نہ ہوتا تو یقیناً بے شمار جانیں ضایع جاتیں۔ کیونکہ نعش کے بلند ہوتے ہی ہزاروں آدمیوں نے بیک وقت آگے بڑھنا شروع کر دیا۔ ہر شخص کی یہی خواہش تھی کہ سعد کی نعش کا بوسہ لے لے، یا کم سے کم اُسے چھو ہی لے۔ مگر فوج اور پولیس نے پُرجوش مجمع کو روک دیا اور ٹھیک ۸ بجے جنازہ روانہ ہوگیا۔

جلوس میں سب سے آگے فوج کا ایک بڑا دستہ اپنا جنگی باجا بجا رہا تھا۔ اُس کے بعد مزدوری پیشہ طبقہ کی مختلف جماعتیں تھیں۔ ریلوے کے مزدور، کارخانوں کے مزدور، گاڑی بان، لوہار، حجام، غرضکہ مختلف پیشہ وروں کی علیحدہ علیحدہ صفیں تھیں۔ انکے پیچھے پھر فوج اپنے باجے کے ساتھ تھی۔ اس کے پیچھے مختلف تجارتی کمپنیوں کے مزدور اور کارکن تھے۔ چھاپے خانوں کے مزدوروں کی صفیں، انکے بعد تھیں۔ پھر.....

مگر میرے لئے یہ تمام تفصیل بیان کرنا ناممکن ہو۔ صرف اس قدر کہدینا کافی ہو کہ قاہرہ میں جتنی جماعتیں اور فرقے موجود ہیں، جتنے مدارس قائم ہیں، جتنی انجمنیں، .... بلکہ اگر یہ کہا جائے تو شاید مبالغہ نہ ہوگا کہ جتنی بھی مخلوق موجود ہو، اُس کا بڑا حصہ جنازے کے ساتھ ماتم کناں موجود تھا!

اس جلوس میں ایک قابل ذکر بات یہ تھی کہ اُس میں ہر طرف ہلال اور صلیب، دونوں کے علم بلند تھے۔ دونوں ہوا میں ملتے تھے اور ہم آغوش ہوجاتے تھے۔ یہ نظارہ نہایت ہی پُراثر تھا۔ یہ اس حقیقت کا ثبوت پیش کر رہا تھا کہ مصر میں اب ایک ہی عنصر باقی ہو، اور وہ آزادی خواہ مصری قوم ہو۔ اور یہ کہ سعد زغلول کسی ایک فرقہ کا رہنما نہ تھا، بلکہ مصر کے تمام فرقوں کا یکساں طور پر رہنما تھا۔ وہ جس طرح مسلمان مصریوں کا محبوب تھا، اُسی طرح مسیحی مصریوں کا بھی محبوب تھا!

نماز جنازہ

ٹھیک ۹ بجے جنازہ، مسجد قیسون میں پہونچا۔ یہاں لاکھوں مخلوق نے نماز جنازہ اُدا کی۔ صفوں میں سیکڑوں قبطی عیسائی، اور مصری یہودی بھی مسلمان نمازیوں کے دوش بدوش کھڑے تھے، اور اپنے سردار کی مغفرت کے لئے رب العالمین سے الحاح وزاری کر رہے تھے!

قبر پر!

نماز کے بعد جنازہ پھر آگے بڑھا اور حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قبرستان کی طرف روانہ ہوا۔ قبر کے قریب پہنچکر جلوس رکا۔ ۷ آدمیوں نے گاڑی پر سے نعش اُتاری۔ اِن میں دو قبطی عیسائی بھی شامل تھے۔ قبر میں نعش اُتارنے والے بھی یہی لوگ تھے۔ اس وقت کا ماتم ناقابل بیان ہو۔ دُنیا کا کوئی قلم بھی اُسے نہیں لکھ سکتا۔ ایسا ماتم تھا کہ دل ہلے جاتے تھے۔ ۶ معزز آدمی بیہوش ہوکر گر پڑے!

اس تمام دوران میں قلعہ سے توپیں دغتی رہی تھیں۔ مسیحی گرجوں کے گھنٹے بج رہے تھے۔ تکبیروں کے نعرے بلند ہو رہے تھے۔ قاہرہ، پورے معنی میں نشان غم بن گیا تھا۔

مٹی دینے سے پہلے فتح اللہ باشا برکات قبر میں اُترے اور مرحوم کو آخری سلام کرکے نکل آئے۔

وزیر داخلیہ کی تقریر

اس مؤثر موقعہ پر جعفر والی باشا وزیر داخلیہ کھڑے ہوئے اور کہا:

"سعد، مرگیا۔ اُف، کیسی سخت مصیبت درپیش ہو! یہ ایسی مصیبت ہو جس کا غم کبھی دُور نہیں ہوگا۔ سعد پاشا نے جن اعلیٰ اصول پر اپنی زندگی قربان کی، الحمد للہ، اب وہ اصول تمام مصری قوم کے دلوں میں راسخ ہو چکے ہیں۔ اگر یہ جلیل القدر وجود اپنے جسم سے دُور ہوگیا ہے، تو کوئی مضائقہ نہیں، اُس کی روح ہمارے اندر برابر زندہ رہے گی۔ ہم سب ایک ایک کرکے اسی طرح مرجائیں گے، مگر قوم اس شخص کی پیدا کی ہوئی روح سے ہمیشہ زندہ رہے گی!"

پارلیمنٹ کی تعزیت

وفات کے دوسرے دن پارلیمنٹ کے تمام ممبر بیت الامہ (یعنی قوم کا گھر۔ یہ اُس مکان کا نام ہوگیا ہو جس میں سعد پاشا رہتے تھے) میں جمع ہوئے، اور بیگم زغلول کے سامنے حسب ذیل تقریر کی:

"مرحوم و مغفور رہنما کی حرم محترم!

"یہ موقعہ ہمارے لئے نہایت ہی دردناک ہو کہ بیت الامہ میں جبکہ وہ سعد سے خالی ہوچکا ہو، اُس کی رفیق حیات کی تعزیت کو حاضر ہوں۔

"معزز خاتون! مصری قومیت کی تعمیر میں سعد نے پہلی اینٹ رکھی۔ اُسنے پوری سرزمین مصر کو ایک قوم بنا دیا اور اُس کا ایک ہی نعرہ قرار دیدیا۔ وہ نعرہ، کامل آزادی کا نعرہ ہو۔ اُسنے پوری قوم کی ایک صف بنادی۔ خود آگے کھڑا ہوا، اور منزل مقصود کی طرف روانہ ہوگیا۔ اُسنے آزادی کی صفیں آگے بڑھائیں۔ عزت و عظمت کی راہوں میں داخل ہوا۔ تمام مشکلیں حل کرڈالیں۔ رکاوٹیں دُور کردیں۔ اپنی بے نظیر قربانیوں سے منزل مقصود قریب کردی۔ اپنی بے مثل شجاعت سے ناممکن کو ممکن بنادیا!

"سعد، دستوری حکومت کا باپ تھا، محافظ تھا، سپہ سالار تھا، سپاہی تھا۔ پارلیمنٹ کا سب سے پہلے کھولنے والا تھا۔ منبر خطابت کو سب سے پہلے ہلا ڈالنے والا تھا۔ حکومت کے ایوان میں سب سے پہلے اُسی کی حق گو آواز گونجی تھی!

"سعد ہی نے پارلیمنٹ کے اصول مقرر کئے۔ ضوابط بنائے۔ دستور العمل مرتب کیا۔ اُس کی عزت بڑھائی۔ اُس میں عظمت پیدا کی۔ اُسے قوت بخشی۔ اپنے جاہ و جلال کا ایک عظیم پرتو اُس پر ڈالا، اور وہ پُرجاہ اور پُرجلال بن گئی.........

"سعد اپنی صدارت کی کرسی پر حق و باطل کی سچی میزان تھا۔ دُور اور نزدیک کے لئے روشنی کا ستون تھا۔ فصاحت میں صادق البیان تھا۔ پیری میں شباب عزم تھا۔ فیصلہ کی عظمت تھا۔ لفظ میں بلاغت تھا۔ حجت بالغہ تھا۔ آیۃ اللہ تھا۔ ہدایت کا نور تھا۔ عقل کا ستون تھا۔ خطابت کا امام تھا....

"محترم خاتون! اسوقت جبکہ حزن و ملال نے آپ کو اپنی موجوں میں لے لیا ہو، اور جبکہ سعد پر رب کریم کی نظر عنایت پڑ رہی ہو، ہم اپنے زخمی دلوں کے ساتھ تعزیت پیش کرتے اور قسم کھاتے ہیں کہ جب تک زندگی باقی ہو کامل آزادی کے حصول کی جدوجہد جاری رکھیں گے اور پورے اتحاد و اتفاق کے ساتھ دستور حکومت کی حفاظت کریں گے۔

"محترم خاتون! سعد نہ آپ کا تھا نہ ہمارا تھا۔ وہ خدا کا تھا اور وطن کا تھا۔ اُسنے اپنی تمام جرأت و ہمت، عظیم قربانیاں، عزم راسخ، غرضکہ جتنی بھی مافوق العادت قوتیں اُسے ملی تھیں، سب کی سب اپنے وطن کی خدمت پر وقف کردی تھیں، یہاں تک کہ موت آگئی، اور اُسے شہادت نصیب ہوئی۔ سعد، شہید وطن ہے!

"سعد اپنی قبر میں آرام سے سوئے، کیونکہ وہ اپنے پیچھے ایک ایسی قوم چھوڑ گیا ہو جو اُسے کبھی فراموش نہیں کرے گی۔ پس سعد پر اُس کی زندگی میں سلام ہو اور موت کے بعد قبر میں بھی....."

تقریر یہاں تک پہنچی تھی کہ فتح اللہ باشا نے بالائی کمرے سے چلا کر کہا: "حضرات! سعد باشا کی حرم محترم آپ سے درخواست کرتی ہیں کہ خاموش ہوجائیے۔ وہ کہتی ہیں آپ کی تقریر سے میرا دل بیٹھا جاتا ہو۔ آپ کی ہمدردی کی از حد شکر گذار ہوں۔ میری زبان اُس کے اظہار سے قطعاً عاجز ہو۔ خدا سے میری دعا ہو کہ آپ سب کے سلامت رکھے۔ زندہ باد مصر!"

سعد پاشا کی حرم کا بیان

صفیہ ہانم زوجۂ محترمہ سعد پاشا مرحوم نے قوم کے نام حسب ذیل بیان شایع کیا ہو:

"میرے فرزندو!

"اگر سعد، جواب جوار خداوندی میں پہنچ چکا ہو، مجھ اکیلی کا سعد ہوتا، تو اُس کی موت پر تمھاری تعزیتوں کا شکریہ ادا کرتی لیکن وہ پورے مصر کا سعد تھا۔ وہ مصر کا سپہ سالار تھا۔ امین تھا۔ اُسکی موت کی مصیبت، خود تمھاری مصیبت ہو۔ اُس کا ماتم خود تمھارا ماتم ہو۔ اگر مجھے شکریہ ادا کرنے کا کوئی حق پہنچ سکتا ہو تو وہ صرف اسی لحاظ سے کہ اُس کی محبت مجھے حاصل تھی۔ اُس کی نیکی مجھ پر دائمی تھی اُس کے نام کی عزت مجھے نصیب ہوئی تھی۔ اُس کی وجہ سے تمھاری محبت اور قومی حکومت کی شفقت مجھے میسر آئی۔ اگر اتنا حق میرے لئے منظور کرو تو میرا شکریہ قبول کرلو۔ ایسا شکریہ، جس کے اخفا کی قدرت میرے دل میں نہیں ہو اور جس کے اظہار سے میری زبان قاصر ہو!

"میرے بچو! سعد اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ ایک اعلیٰ مطمح نظر تھا۔ سعد مرگیا، مگر الحمد للہ یہ مطمح نظر ہنوز باقی ہو۔ اُس کی محبوب شکل ہم سے اوجھل ہوگئی، مگر اُس کی قیمتی یاد ہمارے دلوں میں زندہ رہے گی، والذکریٰ تنفع المؤمنین!

"اگرچہ اُس کی جدائی کے غم نے ہمارے دل توڑ ڈالے ہیں لیکن آؤ، اس غم کو مزید حمیت و شجاعت کا ذریعہ بنائیں۔ یہ غم ہماری ہمتیں بلند کرنے والا اور ہم میں ایک بالکل نیا جوش پیدا کرنے والا ہو کیونکہ شریف غم ایک ایسی قوت پیدا کردیتا ہو جو بے روک ہوتی ہو، ایسی ہمت لاتا ہو جو لامتناہی ہوتی ہو۔ اگر سعد کا ہم پر کوئی حق ہو تو وہ حق یہی ہو کہ ہم امید کو نہ چھوڑیں، کیونکہ یہ پودا اُسی کا لگایا ہوا ہو۔ ہم اُس کے حسن ظن کے مطابق ثابت ہوں۔ اُس کا کام پورا کریں۔ اُس کی رکھی ہوئی بنیاد پر اپنی عمارت کھڑی کردیں۔ مصر کو یاد رکھیں مصر کے سوا اب کچھ بھول جائیں۔ مصر ہی ہمارا مبتدا و منتہا ہو۔ اُسی سے پیدا ہوئے ہیں اور اُسی کی خاک میں مل جانے والے ہیں۔ اگر ہم ایسا کرینگے تو یقین کرو، سعد کو اپنی صفوں میں پائیں گے۔ بلکہ ہر خادم وطن، ہر مجاہد وطن، سعد کو اپنے دل کے اندر دیکھے گا۔ یہ اس لئے کہ سعد، جس سے ہم محبت کرتے اور جسے ہمیشہ یاد رکھنا چاہتے ہیں، دراصل ہمارا وہ مطالبۂ حق ہو جس کے لئے ہم کوشاں ہیں۔ یعنی آزادی، یعنی خودمختاری۔ اسی پر ہم جئینگے اور اسی پر مرینگے!

"میرے عزیزو! آج مصر تمھاری طرف دیکھ رہا ہو، تم بھی اُسے دیکھو۔ وہ تمھیں پکار رہا ہو، تم بھی اُس کی آواز سنو۔ تم نے کبھی اُس کی پکار سے کان بند نہیں کئے۔ آج پھر اُس کی طرف دوڑو، بے شک سعد مرگیا، مگر مصر زندہ رہو! بے شک قوم کا رہنما مرگیا، مگر قوم زندہ ہے! قومی آرزوں کا نشان مٹ گیا مگر قومی آرزوئیں زندہ ہیں۔ آؤ ہم بڑھ کر سعد کا جھنڈا اپنے کاندھوں پر اٹھا لیں۔ وہی اللہ جس نے مصر کے لئے ظلمت غفلت کے بعد نور بیداری کی راہ باز کردی تھی، ہمیں آیندہ بھی راہ راست دکھلائے گا، اور قوم کے لئے سعد کا نعم البدل پیدا کردے گا........"

سعد پاشا کی یادگار

مجلس وزارت نے سعد پاشا کی یادگار قائم کرنے کے لئے حسب ذیل تجویزیں منظور کی ہیں:

(۱) مرحوم کا ایک مجسمہ قاہرہ میں اور ایک اسکندریہ میں قائم کیا جائے۔ یہ دونوں مجسمے مرحوم کو حالت خطابت میں ظاہر کرینگے۔

(۲) "بیت الامہ" (سعد پاشا کا مکان) خرید کر قومی عمارت بنادی

ان تمام اصحاب کے لئے

جو

قدیم تمدن وصنعت کی قیمتی اشیاء کا شوق رکھتے ہیں

دنیا میں عظیم الشان مقام

I. SHENKER,

118, BROMPTON ROAD, KENSINGTON, LONDON, S. W. 3.

ہی

مغرب ومشرق کے قدیم آثار، پرانی قلمی اور مطبوعہ کتابیں، پرانی تصویریں، پرانے سکے اور نقوش، پرانے زیور، آرائش وتزئین کا ہر قسم کا سامان، اور ہر طرح کے پرانے صنعتی عجائب نوادر، اگر آپ کو مطلوب ہیں، تو ہم سے خط وکتابت کیجئے۔ کم از کم ہماری نمائش گاہوں اور ذخائر کی فہرستیں ہی منگوا لیجئے۔ اہل علم اور اہل دولت، دونوں کے لئے ہمارا ذخیرہ قیمتی ہے۔

نوادر عالم کا یہ ذخیرہ

دنیا کے تمام حصوں سے غیر معمولی مصارف ومساعی کے بعد حاصل کیا گیا ہے۔ دنیا کے تمام قدیم تمدنی مرکزوں مثلاً مصر، شام، فلسطین، ہندوستان، ایران، ترکستان، چین، وغیرہ ممالک میں ہمارے ایجنٹ ہمیشہ گردش کرتے رہتے ہیں۔

با ایں ہمہ

قیمتیں تعجب انگیز حد تک ارزاں ہیں!

براعظم یورپ، امریکہ

اور

مشرق

کے تمام بڑے بڑے محل، کتب خانے، اور عجائب خانے، ہم سے نوادر حاصل کرتے رہتے ہیں۔ قاہرہ کے نئے ایوان شاہی کے نوادر ابھی حال میں ہم ہی نے فراہم کیے ہیں

اگر آپ کے پاس نوادر موجود ہوں

تو

آپ فروخت کرنے کے لئے بھی پہلے ہم سے ہی خط وکتابت کیجئے۔
بہت ممکن ہو کہ ہمارا سفری یا مقامی ایجنٹ آپ سے مل سکے

دبیات

اِنَّ مِنَ الْبَیَانِ لَسِحرا!

مرحوم سعد باشا زغلول کی بلیغ تقریریں

مرحوم احمد سعد باشا زغلول کی فصاحت وبلاغت اور قوت خطابت، مشہور عالم ہی۔ اُن کی مقبولیت اور سیاسی زعامت کی کامیابی میں ایک بڑا راز اُن کی یہی ساحرانہ خطابت ہی۔ ہم چاہتے ہیں اُن کی بعض مشہور تقریروں کے اقتباسات وقتاً فوقتاً شایع کرتے رہیں۔ ادبی خوبیوں کے علاوہ اِن سے مرحوم کا سیاسی مذہب اور فکری رجحان بھی معلوم ہوگا۔

شہیدانِ وطن کی یاد

"ہمہ تن خشوع ہوکر اُن پاک روحوں کی طرف، بہادروں کی روحوں کی طرف، متوجہ ہوتا ہوں، جنھوں نے حق کا اعلان کیا، حالانکہ حق کا اعلان، مصر میں سب سے بڑا جرم تھا!

"وہ حق کا ڈنکا بجاتے آگے بڑھے۔ اُن کی بے لاگ شجاعت نے ہمیں سرخ رُو کردیا۔ سب کو وطن کے احترام پر مجبور کردیا۔ وہ اپنا فرض انجام دے چکے۔ اب وہ آرام سے اپنی قبروں میں سوئیں۔ آزادی کی سہانی صبح اُن کے خون سے نہائی ہوئی، غلامی کی ظلمت چاک کرکے نکل آئی۔ اللہ اُن کی قبریں روشن کرے۔ فردوس بریں میں اُنھیں آرام دے، ہمارے عمل سے اُن روحوں کو خوش کرے"

نوجوان

"میری قوم کی جوانی پر خدا کا سایہ! نوجوانوں نے جوانی کے اُن تمام خزانوں کے منہ کھول دیئے جو اُن کے سینوں میں بند تھے۔ پورے ملک کو جوش اور خودداری سے لبریز کردیا۔ دلوں میں عظمت پیدا کی، سروں میں حکمت آماری، جسموں میں نظام قائم کردیا۔ نوجوان ہی ہماری تحریک کا اصلی ستون ہیں۔ مصر کے لئے روشنی کا مینار ہیں۔ مستقبل اُنھیں کے ہاتھ میں ہی۔ اور نوجوان ہاتھوں کی قوت معلوم ہی"

علماء دین

"میں علماء اسلام اور مسیحی قسیسوں کا شکرگزار ہوں۔ اُنھوں نے متحد ہوکر دشمن کی سب بڑی حجت باطل کردی۔ تمام اختلافات دُور کردیئے، اور ثابت کردیا کہ سب دین اپنی غرض میں ایک ہیں۔ سب وطن کی مدافعت فرض قرار دیتے ہیں، سب کا تعلق، خالق ارض وسما کی عبادت سے ہی۔ سب وطنی مصلحت میں مخلوق کو اتحاد کی دعوت دیتے ہیں"

اصول نہ کہ اشخاص

"سعد اور اُس کے رفیق، تم میں انبیاء نہیں ہیں جنھوں نے معجزے دکھائے۔ اولیاء نہیں ہیں جنھوں نے کرامتیں دکھائی ہیں۔ وہ تمھارے ہی افراد ہیں۔ تمھارے اصول کے خدمتگذار ہیں۔ تمھارے ہی آدمی ہیں، تمھارے شعور کا اُنھوں نے احساس کیا اور تمھارے اصول سے لبریز ہوگئے۔ چنانچہ وہ اُن کی خدمت کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ پس ہمارے لئے کوئی فخر نہیں۔ اور اگر ہی تو وہ تم سب کا فخر ہی۔

"بلاشبہ میں نے کچھ خدمت کی ہی۔ لیکن میں نے کوئی قربانی نہیں کی، کیونکہ میں بے روزگار تھا۔ البتہ میرے ساتھیوں نے قربانیاں کی ہیں۔ اُنھوں نے اپنے منصب اور عہدے چھوڑے، حتیٰ کہ اپنی اولاد تک کی جُدائی گوارا کی، اور آپ جانتے ہیں کہ میرے کوئی اولاد بھی نہیں (اسپر حاضرین بیک لے "ہم سب آپ کی اولاد ہیں") بلاشبہ تم سب میری اولاد ہو۔ لیکن میں خوب جانتا ہوں کہ یہ تمام اعزاز اشخاص کے لئے نہیں، اصول کے لئے ہی۔ وہ اصول، سعد اور سعد کے رفقاء سے کہیں بلند ہی"

اتحاد

"میری نظر میں سب سے بڑی اور محبوب چیز مسلمانوں اور قبطیوں کا اتحاد ہی۔ یہ عَلَم، جو اس مبارک اتحاد کا نشان ہی، مجھے دنیا اور دنیا کی سب چیزوں سے زیادہ عزیز ہی۔ یہ عَلَم میرے ہاتھ میں دے دو۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ اپنی پوری قوت سے اُس کی حفاظت کروں گا اور زندگی کے آخری لمحے تک اُسے بلند رکھوں گا۔ "مسلمان" اور "عیسائی"! لیکن میں مسلمان اور عیسائی نہیں چاہتا۔ مصر میں صرف ایک قوم ہونا چاہئے اور وہ مصری قوم ہی"

وکالت

وکلاء کے ایک جلسے میں تقریر کرتے ہوئے مرحوم نے کہا:

"میری خدمتوں کی دھوم مچی ہوئی ہی۔ حالانکہ میں جانتا ہوں کہ میرے لئے اِن خدمتوں پر فخر کرنا روا نہیں ہی لیکن میں آپ کی اجازت سے صرف اِس بات پر فخر کرنا چاہتا ہوں کہ میں وکالت کے پیشے میں داخل ہوا اور اُس کی خدمت کی۔

"ہاں، میں اِس خدمت پر بہت زیادہ فخر کرتا ہوں۔ مجھے کوئی انانیت کا الزام نہ دے۔ کیونکہ میں جانتا ہوں اُس زمانے میں اِس پیشہ کا کیا حال تھا؟

"میں نے وکالت کا پیشہ اُسوقت اختیار لیا جب یہ پیشہ معزز نہ تھا، جیسا اِسوقت ہی۔ بلکہ وہ حقیر سمجھا جاتا تھا اور اُس کے آدمی بھی حقیر سمجھے جاتے تھے۔ یہ پیشہ اصل میں جس قدر شریف تھا، ہمارے ملک میں اُسی قدر ذلیل ہوگیا تھا۔ وکیل اور دغاباز، یہ دونوں لفظ ہم معنی سمجھے جاتے تھے۔ اونچے خاندان کا کوئی رُکن بھی اُسمیں داخل نہیں ہوتا تھا۔ اور سچ یہ ہی کہ اُسوقت خود وکلاء کو بھی اپنی عزت نفس کا کوئی خیال نہ تھا۔

"لیکن یہ سب جانتے ہوئے بھی میں اِس پیشہ میں آگیا۔ بلاشبہ یہ ایک بڑی اخلاقی شجاعت کا کام تھا۔ میں سُنا کرتا تھا کہ لوگ وکیل اس لئے بنتے ہیں کہ مکر و فریب کی راہوں سے دولت کمائیں۔ میں نے کہا لیکن میں اِس لئے وکیل بنوں گا کہ حق و عدالت کی خدمت کرسکوں

"یہ اُسوقت کی بات ہی جب وکیل، حاکم عدالت کے رحم پر ہوتا تھا۔ اُس کی ذراسی ناراضی بھی، وکیل کو اپنی کمائی سے محروم کردیتی تھی۔

"ایک دن ایسا ہوا کہ میں ایک مقدمہ پر بحث کررہا تھا۔ سرکاری وکیل نے کہا آج پیشی بڑھا دی جائے۔ میں نے اعتراض کیا "مقدمہ کا التوا ناروا ہی، کیونکہ ملزموں کو قیدخانے میں بلاسبب رکھنا ناجائز ہی" حاکم خفا ہوگیا "فوراً اپنے الفاظ واپس لو" حاکم نے کہا "عدالت کے لئے کوئی بات بھی ناروا اور ناجائز نہیں" لیکن میں نے الفاظ واپس لینے سے انکار کیا اور سخت صورت حال کا مقابلہ کیا۔

"اِسی طرح کے بہت سے واقعات پیش آتے رہے، یہاں تک کہ وہ زمانہ آگیا جب یہ پیشہ معزز ہوگیا اور حکام، وکلاء کی دوستی پر فخر کرنے لگے"

قومی نگرانی کے حدود

"ہم قوم کے نمائندے ہیں۔ قوم کو ہماری نگرانی کا حق ہی۔ قوم کا فرض ہی کہ وہ اپنا مطالبہ ہمیں بتلائے۔ اُسنے یہ مطالبہ ہمیں بتایا ہی کہ "کامل آزادی" اب ہم کوشش کرتے ہیں۔ قوم کو یہ حق نہیں ہی کہ وہ کوشش کی راہیں بھی ہمارے لئے مقرر کرے۔ قدم قدم پر ہم سے بازپرس کرے اگر ہم کسی سے گفتگو کریں تو ہم سے روداد طلب کرے اگر ہم کہیں جائیں تو ہم سے وجہ دریافت کرے۔ قوم کو چاہئے کہ خاموشی سے ہماری کوشش دیکھے۔ جب ہم اُس کے سامنے اپنی کوشش کے نتائج پیش کریں تو بلاشبہ اُسے حق ہی کہ ہماری تجویزیں خوب جانچے اگر اُس کی پسند کے مطابق نہ ہوں تو ٹھکرا دے۔ ہمیں ہرگز کوئی شکایت نہیں ہوگی"

آزادی کی نعمت

"ہم دنیا کی ہر نعمت سے محروم ہوجانے پر طیار ہیں۔ سب آرام ہم سے چھین لو، ہمارا مال و دولت بھی ضبط کرلو۔ ہم اِس سب پر صبر کرلیں گے، مگر اے ہمیں غلام بنانے والو! یاد رکھو، ہم آزادی سے ہرگز دستبردار نہ ہونگے۔ آزادی، خدا کی سب سے بڑی نعمت ہی۔ اُس سے محرومی خود زندگی سے محرومی ہی"

قومی وحدت

"قوم اِسکے سوا کچھ نہیں کہ انسانوں کا ایک مجموعہ ہی، وہ مجموعہ جس کی مصلحت ایک ہی، جس کا شعور ایک ہی، جس کی آرزو ایک ہی۔ ہماری قوم کی اِسوقت آرزو کیا ہی؟ کامل خودمختاری!

"ہماری قومی وحدت مضبوط بنیاد پر قائم ہی۔ اُس میں نہ فرقے ہیں نہ درجے ہیں۔

وہ جھوٹے ہیں جو کہتے ہیں کہ "باشاؤں" (امیروں) کا گروہ پوری قوم پر حاوی ہونا چاہتا ہی۔ ہمارے ملک میں نہ "باشاؤں" کا کوئی خاص گروہ ہی نہ "فلاحین" (کسان) کا۔ ہم سب "باشا" بھی ہوسکتے ہیں اور "فلاح" بھی ہوسکتے ہیں۔ میرے اپنے خاندان کے اکثر افراد فلاح ہیں لیکن میں سعد زغلول باشا ہوں۔

"وہ جھوٹے ہیں جو کہتے ہیں کہ ہمارے اندر دینی فرقے موجود ہیں۔ ممکن ہی پہلے کبھی ہوں، لیکن اب کوئی فرقہ نہیں ہی۔ اور اگر کوئی ہی تو وہ ایک ہی فرقہ ہی۔ یعنے مصری قوم، جب سے جدید بیداری کا سورج طلوع ہوا ہی ہلال اور صلیب نے ہمیشہ کے لئے معانقہ کرلیا ہی۔ یہ معانقہ صرف مسلمان اور قبطی کا معانقہ نہیں ہی۔ یہ مسلمانوں کا دنیا بھر کی قوموں اور مذہبوں سے اتحاد کا نشان ہی۔ ہم متعصب نہیں ہیں۔ م

م - م ر شیطان کے پجاری ہیں جو انسانوں میں پھوٹ ڈالتے ہیں - م ر خدا کے پرستار ہیں جو انسانوں میں محبت کا رشتہ پیدا کرتے ہیں

اگر آپ

علم و کتب کی وسعت اور دست طلب کی کوتاہی سے گھبرا گئے ہیں تو کیوں کسی ایسے مقام کی جستجو نہیں کرتے جہاں دنیا کی تمام بہترین اور منتخب کتابیں جمع کر لی گئی ہوں؟

ایسا مقام موجود ہے!

J. & E. Bumpus Limited,
350, Oxford Street,
LONDON, W. 1.

جو
دنیا میں کتب فروشی کا عظیم مرکز ہے
اور
جسے ملک معظم برطانیہ اور انکے کتبخانہ قصر کے لئے کتابیں بہم پہونچانے کا شرف حاصل ہے!

انگریزی کا تمام ذخیرہ جو برطانیہ اور برطانی نو آبادیوں اور ملحقہ ممالک میں شایع ہوتا ہے
یورپ کی تمام زبانوں کا ذخیرہ
مشرقی علوم و ادبیات پر انگریزی اور یورپین زبانوں کی تمام کتابیں
نئی اور پرانی دونوں طرح کی کتابیں
تمام دنیا کے ہر قسم اور ہر درجے کے نقشے
ہر قسم کی تعلیمی کتابوں کے مسلسل سلسلے
بچوں کے لئے ہر قسم اور درجہ کا ذخیرہ
قیمتی سے قیمتی اور سستے سے سستے ایڈیشن
آپ ہمارے عظیم ذخیرے سے حاصل کر سکتے ہیں

ہمارے یہاں سے
ہر چھ ماہ کے بعد نئے ذخیرہ کی مفصل فہرست شایع ہوا کرتی ہے

یاد رکھیے

موسم گرما کا نایاب تحفہ : یہ

صرف ہمدرد دواخانہ سے ملیگا

شربت روح افزا ۲۹۳ (رجسٹرڈ)

جو تقریبًا ۲۰ سال کے عرصہ میں اپنی بے شمار خوبیوں کی وجہ سے اسم با مسمیٰ ہو کر بلا تفریق مذہب عام ہردلعزیزی و شرف مقبولیت حاصل کر کے نہ صرف ہندوستان بلکہ ممالک غیر تک شہرت حاصل کر چکا ہے اور جس کو چشم بد (حریص) سے محفوظ رکھنے کے لئے تمام ہندوستان کے واسطے رجسٹرڈ بھی کرا لیا گیا ہے۔

محترم ناظرین! آپ میں جو اصحاب اس کا استعمال کر چکے ہیں اُن سے تو اس کے تعارف کرانے کی ضرورت نہیں کیونکہ آپ کی مسلسل و پیہم مشتاقانہ خریداری اس کی پسندیدگی و قدردانی کی خود دلیل ہے لیکن ہندوستان جیسے وسیع براعظم میں جن لوگوں کو اس کے استعمال کا اب تک اتفاق نہیں ہوا اُن سے اس کی بے شمار خوبیوں میں سے چند عرض کی جاتی ہیں۔

اس کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس شربت کا استعمال کسی مذہب کے خلاف نہیں۔ دوسری خوبی یہ ہے کہ ہر تندرست انسان بلا قید عمر و مزاج موسم گرما میں خوش ذائقہ و فرحت بخش چیز کی حیثیت سے استعمال کر سکتا ہے۔

ناظرین! یہ شربت کیا ہے؟ اعلیٰ قسم کے فواکہات مثل انگور، سیب، رنگترہ وغیرہ اور بہت سے اعلیٰ ادویہ کا مرکب ہے جو خاص ترکیب اور جانفشانی سے تیار کیا جاتا ہے۔ مفرح قلب ہے۔ خوش ذائقہ ہے۔ تشنگی اور گھبراہٹ کو دُور کرتا ہے۔ اختلاج قلب، دردسر و دَوران سر، متلی وغیرہ کی شکایت کو رفع کرتا ہے۔ سوداوی اَمراض کے واسطے عمومًا اور گرم مزاج والے اصحاب کے واسطے خصوصًا بہت مفید ہے۔

معنوی خوبیوں کے علاوہ جو استعمال سے تعلق رکھتی ہیں ظاہری طور پر رنگ دلفریب اور پیکنگ کی صفائی دیدہ زیب ہے اس کی اشاعت سے محض ذاتی نفع مقصود نہیں بلکہ ہم خرما و ہم ثواب کے مصداق پبلک کی خدمت کرنا اور ہندوستانی اشیاء کی ترویج کو ترقی دینا مد نظر ہے۔ ہمیں اُمید ہے کہ آپ بوتل دیکھ کر اور استعمال کر کے جو بیدار شدہ نوخیز ہندوستان کی صنعت کا اُمید افزا نمونہ ہے اور جس کی ہر چیز دیسی ہے۔ خوش ہونگے اور باوجود اس قدر خوبیاں ہونے کے قیمت اس لئے کم رکھی ہے کہ ہر حیثیت کے لوگ اس سے فائدہ حاصل کر سکیں۔ قیمت فی بوتل ایک روپیہ آٹھ آنے (عہ) حکیموں اور عطاروں کے علاوہ تاجران شربت کو بشرطیکہ وہ ایک درجن یا اس سے زیادہ خریدیں ۲ر فی روپیہ کمیشن ملیگا

نوٹ: اس شربت کی عام مقبولیت کو دیکھ کر بہت سے ہمارے ہم پیشہ حضرات ناجائز فائدہ اُٹھانے کی مختلف ترکیبیں نکالتے ہیں مثلاً کوئی اس شربت کا ملتا جلتا نام رکھ لیا ہے۔ لہذا آپ شربت خرید کرتے وقت دھوکا نہ کھائیں بلکہ بوتل پر ہمدرد دواخانہ کا خوشنما لیبل اور اس پر لفظ رجسٹرڈ ضرور ملاحظہ فرمائیں۔

واضح رہے کہ یہ شربت ہمدرد، دواخانہ کی مخصوص چیز ہے اور اصلی صرف ہمدرد دواخانہ دہلی ہی سے مل سکتا ہے "فہرست دواخانہ مع جنتری ۱۹۲۷ء کارڈ آنے پر مفت ارسال ہوگی"

پتہ۔ ہمدرد دواخانہ دہلی

تار کا کافی پتہ ہمدرد، دہلی

اگر آپ انگلستان کی سیاحت کرنا چاہتے ہیں تو

یاد رکھیے

کہ آپکو ایک مستند اور آخرین رہنما گائڈ بک کی ضرورت ہے جو انگلستان کے تمام شہروں، سوسائٹیوں
ہوٹلوں، کلبوں، تھیٹروں، رقص گاہوں، قابل دید مقامات اور آثار قدیمہ وغیرہ سے آپکو
مطلع کر دے نیز جس سے وہ تمام ضروری معلومات حاصل کیجا سکیں جن کی ایک سیاح کو
قدم قدم پر ضرورت پیش آتی ہے
ایسی مکمل گائڈ بک صرف
ڈنلاپ گائڈ ٹو گریٹ برٹین
The Dunlop guide to great Britain
کا
دوسرا ایڈیشن ہے۔ ہندوستان کے تمام انگریزی کتب فروشوں اور بڑے بڑے ریلوے اسٹیشنوں کے بک اسٹال سے مل سکتی ہے

آپ کو

دمہ

(ضیق النفس)

یا

کسی طرح کی بھی معمولی کھانسی کی شکایت ہے تو
تأمل نہ کیجیے۔ اپنے سے قریب دوا فروش کی دکان
سے فوراً ایک ٹین

HIMROD

کی
مشہور عالم دوا کا منگوا کر
استعمال کیجیے

مطبوعات الهلال بك ايجنسى

معارف ابن تيميه و ابن قيم

ديني علوم کے بيش بها جواهر ريزي

اس سلسله ميں هم نے اماميں کي ان نادر و اعلی درجه کي بلند پايه عربي تصانيف کے اُردو تراجم کا سلسله شروع کيا هے ' جنکا مطالعه اصلاح عقائد اسلام اور اشاعت و معارف کتاب و سنت کے ليے نهايت ضروري و ناگزير هے - اميد که يه "سلسلۂ تراجم" بد نصيب هندوستان کي دماغي اصلاح کا کام دے :

اُسوۂ حسنه ــــ امام ابن قيم کي فن سيرت ميں شهره آفاق کتاب "زاد المعاد" کے خلاصه کا اُردو ترجمه - بلا جلد ۲ روپے مجلد اڑهائي روپيه -

کتاب الوسيله ــــ لفظ "وسيله" کي بحث کے علاوه امام ابن تيميه نے اسلام کے اصل الاصول "توحيد" کي مبسوط بحث کي هے - بلا جلد اڑهائي روپيه ' مجلد سوا تين روپيه -

اصحاب صفه ــــ انکي تعداد ' ذريعه معاش ' طريق عبادت اور انکے مفصل حالات بيان کيے هيں دس آنے -

تفسير سورة الکوثر ــــ امام ابن تيميه کے مخصوص انداز تفسير کا اُردو ترجمه - چار آنے -

عروة الوثقی ــــ خالق و مخلوق کے درميان واسطه کا فرق بدلائل بيان کيا هے - چهه آنے -

سيرت امام ابن تيميه ــــ حضرت امام کے ضروري حالات زندگي نهايت خوش اسلوبي سے بيان کيے هيں - نو آنے

نجد و حجاز ــــ علامه سيد محمد رشيد رضاء مصري کي تازه کتاب کا اُردو ترجمه - سوا روپيه -

آئمه اسلام ــــ ترجمه رفع الملام عن ائمة الاعلام - باره آنے
خلاف الامه ــــ فی العبادات - پانچ آنے

صبح سعادت ــــ يه ايک علمي ' اسلامي ' سه ماهي رساله هے جس کے خريدار کو هم نے کمال کوشش و کاوش سے اُردو ' عربي ' فارسي ' انگريزي ' اور دوسري زبانوں کي تمام اهم اور اعلی مطبوعات کے متعلق بهترين تازه معلومات بهم پهنچانے کا اهتمام کيا هے - اسکے علاوه آئمه و اسلام و بزرگان دين کے حالات ' لطائف افسانه ' نظميں اور ممالک اسلاميه کے معتبر ذرائع سے حاصل کيے هوے حالات درج کيے جاتے هيں - في پرچه ۸ آنه سالانه ۲ روپيه پيشگي -

منيجر الهلال بك ايجنسى

(حلقه نمبر ٢٤ شيرانواله دروازه لاهور پنجاب)

"Al-Hilal Book Agency,"
24, LAHORE, PANJAB.

خط و كـتابت كي وقت اپنا نام اور پته صاف لكهين
اور نمبر خريدارى ضرور تحرير فرمائين

السحر الحلال في مجلدات الهلال

گاه گاهے باز خواں ایں دفتر پارینه را
تازه خواهی داشتن گر داغهائے سینه را

اردو صحافت کي تاريخ ميں الهلال هي وه رساله هے جو اپني تمام ظاهري اور باطني خصوصيات ميں ايک انقلاب آفريں دعوت تهي -

الهلال اگرچه ايک هفته وار مصور رساله تها ' ليکن چونکه وه اردو صحافت کي مختلف شاخوں ميں اجتهاد نظر و فکر کي نئي روح پيدا کرني چاهتا تها ' اِس لئے اُس کا هر نمبر مختلف اقسام اور مختلف اذواق کا مجموعه تها - اُس کے هر نمبر ميں مختلف ابواب ' مذهب ' سياست ' ادبيات ' علوم و فنون ' اور معلومات عامه کے هوتے تهے - اور اُسکا هر باب اپني مجتهدانه خصوصيات کے لحاظ سے اپني نظير آپ هوتا تها - پهر اس کي ظاهري خوبياں اُردو صحافت ميں اعلی طباعت و ترتيب کا پهلا نمونه تهيں - اردو کا وه پهلا هفته وار رساله تها ' جس ميں هاف ٹون تصاوير کے اندراج کا انتظام کيا گيا ' اور ٹائپ ميں چهپنے کي وجه سے بهت سي ايسي خوبياں پيدا هوئيں جو پتهر کي چهپائي ميں ممکن نهيں - اِس کي جلديں جديد اُردو علم ادب کے علمي ' مذهبي ' سياسي ' اور اجتماعي مواد و مباحث کا بهترين مجموعه هيں - اِن کي مقبوليت و قدر کا اندازه اِس سے هوسکتا هے که سنه ۱۹۱۸ ميں بعض شايقين علم و ادب نے اِس کي تمام جلدوں کا مکمل ست سات سو روپيه ميں خريد کيا - اور حال ميں ايک صاحب نے اِس کي پهلي جلد مکمل (جو دفتر ميں بهي موجود نهيں) ساڑهے چارسو روپيه ميں حيدرآباد سے خريدي هے - جن لوگوں نے اس کے پرچے بحفاظت جمع کئے هيں وه بڑي سے بڑي قيمت پر بهي علحده کرنے کيليے تيار نهيں - پچهلے دنوں "البلاغ پريس" کا جب تمام اسٹاک نئے مکان ميں منتقل کيا گيا تو ايک ذخيره الهلال کے پرچوں کا بهي محفوظ ملا ' هم نے کوشش کي که شايقين علم و ادب کے لئے جس قدر مکمل جلديں مرتب کي جاسکتي هيں مرتب کرلي جائيں لور جن جلدوں کي تکميل ميں ايک دو پرچوں کي کمي هو اُنهيں دوباره چهپوا ليا جاے -

چنانچه الحمدلله يه کوشش ايک حد تک مشکور هوئي اور اب علاوه متفرق پرچوں کے چند سالوں کي جلديں پوري مکمل هوگي هيں - هم اِس اعلان کے ذريعه شايقين علم و ادب کو آخري موقعه ديتے هيں که اِس قيمتي ذخيره کے حاصل کرنے ميں جلدي کريں ' چونکه جلدوں کي ايک بهت هي محدود تعداد مرتب هوسکي هے اس لئے صرف اُنهيں درخواستوں کي تعميل هوسکے گي جو سب سے پهلے پهونچيں گي - هر جلد مجلد هے اور ابتدا ميں تمام مضامين کي انڈکس به ترتيب حروف تهجي لگادي گئي هے -

الهلال مکمل جلد دوم ۱۰ روپيه الهلال مکمل جلد سوم ۱۰ روپيه
" " چهارم ۱۰ روپيه " " پنجم ۱۰ روپيه

جلد "البلاغ" (جب دوسري مرتبه الهلال اِس نام سے شائع هوا) قيمت ۸ روپيه

علاوه جلد اول کے هر جلد کے متفرق پرچے بهي موجود هيں جن ميں سے هر پرچه اپنے مضامين کے لحاظ سے ايک مستقل مجموعه علم و ادب هے - قيمت في پرچه ۸ - آنه - محصول ڈاک و پيکنگ اِس کے علاوه هے -

منيجر "البلاغ پريس"

جامع الشواہد

طبع ثانی

مولنا ابوالکلام صاحب کی یہ تحریر ۱۹۱۹ء میں شایع ہوئی تھی جب وہ رانچی میں نظر بند تھے۔ موضوع اس تحریر کا یہ تھا کہ اسلامی احکام کی رُو سے مسجد کن کن اغراض کے لئے استعمال کی جاسکتی ہے؟ اور اسلام کی رواداری نے کس طرح اپنی عبادت گاہوں کا دروازہ بلا امتیاز مذہب و ملت تمام نوع انسانی پر کھول دیا ہے؟

۱۹۱۹ء میں جسقدر نسخے چھپے تھے، مدرسہ اسلامیہ رانچی کو دیئے گئے تھے جو بہت جلد ختم ہوگئے۔ اب مصنف کی نظر ثانی کے بعد دوبارہ لیتھو میں چھپی ہے۔ ۱۲ر (منیجر الہلال کلکتہ)

حیرت انگیز رعایت

پندرہ روپے کی تین گھڑیاں
صرف دس روپے میں
محصولڈاک اور پیکنگ بھی معاف

آپ کے لئے +	آپ کے کمرہ کے لئے +	بیوی کے لئے
قابل دید گولڈن رسٹ واچ	ریلوے رگولیٹر پاکٹ واچ	مشہور عالم بی ٹائم پیس جرمن میڈ

گارنٹی
سال
گارنٹی ۳ سال کا

نئے نئے ڈیزائن کی خوشنما فینسی پائدار ٹائم بتاتی ہے قیمت استراپ سات روپیہ آٹھ آنہ محصولڈاک پیکنگ منی آرڈر فیس	نکل سلور کیس خوبصورت مضبوط ٹائم نہایت صحیح بتانیوالی قیمت چین پانچ روپے آٹھ آنے محصولڈاک پیکنگ منی آرڈر فیس	دیکھنے میں خوبصورت چال کا اچھا پہروں کا مضبوط ٹائم کا سچا۔ بیحد سستا قیمت دو روپے محصولڈاک پیکنگ منی آرڈر فیس

یہ تینوں گھڑیاں اگر آپ بیکمشت طلب فرمائیں تو صرف دس روپے میں بھیجی جائیں گی یہ رعایت محض مال کی نکاسی اور فرم کی شہرت کی وجہ سے ہے اور یہ رعایت اسی وقت تک رہیگی جب تک یہ گھڑیاں اسٹاک میں رہینگی اسکے بعد ہم تعمیل کے ذمہ دار نہونگے آپ فوراً ہی آرڈر بھیجدیں ایسا نہ ہو کہ اسٹاک ختم ہوجائے اور آپ کی فرمایش کی تعمیل نہ ہوسکے

نوٹ۔ ایک یا دو گھڑیوں کے خرید کیلئے کوئی رعایت نہیں ہے۔ ان سے اُنکی قیمت مندرجہ بالا لیجائیگی! محصولڈاک و پیکنگ وغیرہ بھی ان کو ادا کرنا ہوگا +

پتہ
ملنے کا: امریکن واچ ہوس اسٹاکسٹ وسیٹ اینڈ واچ کمپنی ۸۲ مقام دہلی

کیا آپ کو معلوم نہیں
کہ
اسوقت
دنیا کا بہترین فاونٹن قلم
امریکن کارخانہ "شیفر"
کا
"لائف ٹائم" قلم ہے؟

(۱) اتنا سادہ اور سہل کہ کوئی حصہ نزاکت یا پیچیدہ ہونے کی وجہ سے خراب نہیں ہوسکتا

(۲) اتنا مضبوط کہ یقیناً وہ آپ کو آپکی زندگی بھر کام دے سکتا ہے

(۳) اتنا خوبصورت، سبز، سرخ اور سنہری بیل بوٹوں سے مزین کہ اتنا خوبصورت قلم دنیا میں کوئی نہیں

کم از کم تجربہ کیجئے

یاد رکھئے

جب آپ کسی دکان سے قلم لیں تو آپ کو "شیفر" کا
"لائف ٹائم"
لینا چاہئے!

۱۹۲۷

مبر ۱۵

جلد ۱

الہلال

البلاغ پریس کلکتہ

قیمت ۵ ـ آنہ

دنیا کي بهترین کتابوں کیلئے بهترین رهنما:

ٹائمز اف لنڈن کا ادبي ضمیمه

یه ضمیمه دنیا کي تمام کتابوں پر هفته وار دلچسپ اور وقیع تبصره کرتا هے -

اسکا معتدل نقد علمي حلقوں میں مسلم هے -

اس میں چند صفحات وقت کے جاري اور زیر بحث ادبي فوائد پر بهي هوتے هیں جنکي اهمیت کا عام طور پر اعتراف کیا گیا هے -

اپنے یہاں کے ایجنٹ سے تقاضه کیجئے که وه ٹائمز لنڈن کا هفته وار ادبي ضمیمه آپکے لئے مهیا کرے - لیکن اگر آپ چاهیں تو

The Publisher :

Printing House Square
London, E. C. 4.

سے براه راست طلب کر سکتے هیں

دنیا کے هر معلم اور ماهر فن تعلیم کیلئے

ضروري هے که

ٹائمز اف لنڈن کا تعلیمي ضمیمه مطالعه کرے

اگر آپ چاهتے هیں که فن تعلیم کے تمام نظري اور عملي تغیرات و ترقیات سے بے خبر نه رهیں ' تو آپکو یه ضمیمه بلا ناغه مطالعه میں رکهنا چاهیے -

یه هر هفته اس موضوع پر تمام اهم خبریں اور مباحث جمع کردیتا هے - ماهرین فن اور مشاهیر تعلیم کے قلم سے اسکے صفحات مرتب هوتے هیں -

اپنے یہاں کے ایجنٹ سے طلب کیجئے -

ورنه

The Publisher,

Printing House Square
London, E. C. 4.

سے طلب کرسکتے هیں -

کیا آپ تجارت کرني چاهتے هیں ؟

اگر آپ چاهتے هیں که یورپ اور امریکه کے تمام بڑے بڑے کارخانوں سے تجارتي تعلقات قائم کریں ' نفع بخش ایجنسیاں لیں ' هندوستان سے خام پیدا وار بهیجیں ' نئي نئي ایجادات سے اپنے ملک کو آشنا کریں ' تهوڑي سي محنت اور تهوڑا سا سرمایه لیکر ایک وقیع کار و بار شروع کردیں ' تو آپ کو ابتدا میں بہت سي باتیں معلوم کرني چاهئیں - اس طرح کي تجارت کے گر اور بهید سیکهنے چاهئیں - هندوستان کے تمام حلقوں اور یورپ و امریکه کے تمام کارخانوں اور کوٹهیوں کے حالات اور اصول معاملت معلوم کرنے چاهئیں - بغیر اس کے آپ کامیاب نہیں هوسکتے -

اگر آپ چاهتے هیں که بہت تهوڑا سا وقت خرچ کرکے یه ساري باتیں با قاعده علمي اصول پر معلوم کرلیں ' تو آپکو چاهیے که هم سے خط و کتابت کریں - هم یه کام به حیثیت ایک ماهر فن کے کر رهے هیں - خط و کتابت کے بعد هي آپکو معلوم هو جائیگا که آپکے مقصد کیلئے هم کس درجه مفید هیں ؟

همارے تعلقات دنیا کے تمام تجارتي حلقوں سے هیں -

M. R. MARSDEN & CO.
Post Box 708.
Clive Street, Calcutta.

برونو مولر اینڈ کو - برلن

* * *

پوسٹ بکس نمبر ۲۴

* * *

BRUNO MULLER & CO. M. B. H.

Berlin–W 35

* * *

Post No. 24.

* * *

هر طرح کي مشینیں جو گرم ملکوں کے میووں کو خشک کرنے اور پهلوں کو محفوظ رکهنے کیلئے ضروري هیں ' اس کارخانے میں طیار کي جاتي هیں - تمام دنیا میں اس قسم کي مشینوں کا یه بهترین کارخانه هے - مندرجۀ بالا پته سے خط و کتابت کیجیے -

یاد رکهیے

میووں ' ترکاریوں ' اور هر طرح کے زرعي مواد کو خشک کرنے کا بهترین طریقه وه هے جو " نئے سسٹم " کے نام سے متمدن ممالک میں مشهور هے - اس " نئے سسٹم " کے مطابق کام کرنے والي مشینیں صرف اسي کارخانه سے مل سکتي هیں -

Printed and Published by
Masud Hasan Zuberi at The Al-Balagh Press, 11, Ballygunge Circular Road, Calcutta
Editor : Maulana Abu-al-Kalam Azad.

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین
القرآن الحکیم

الهلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ۱۵ — کلکته : جمعه ۳ - ربیع الثانی ۱۳٤٦ هجری — جلد ۱
Calcutta : Friday, 30, September 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نهین ؟

آج کوئی زبان ترقی نهین کر سکتی اگر وه اپنا ترقی یافته طریق طباعة نهین رکهتی ۔ طباعة کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نهین که حروف کی چهپائی اختیار کی جای ۔ پتهر کی چهپائی مین محدود رهکر اردو کی طباعة کبهی ترقی نهین کر سکتی ۔

اردو کی سب سی بهتر حروف جو اس وقت تك بن سکی هین ، وه هین جن مین الهلال چهپتا هی ۔ اور عربی کا بهترین خط نسخ وه هی جس مین یه سطرین کمپوز کی گئی هین ۔ آپ ان دونون مین سی جسی چاهین پسند کر لین ۔ لیکن پتهر کی چهپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین ۔

براه عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی همین اطلاع دیجیی ۔ یاد رکهیی ۔ طباعة کا مسئله آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیاده اهم مسئله هی ۔ ضروری هی که اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین ۔

الهلال

قارئین الهلال کی آراء

اس باری مین اس وقت تك ۱۲۱۰ مراسلات وصول هوی هین ۔ تقسیم آراء حسب ذیل هی :

عربی حروف کی حق مین	۱۹۷	اردو حروف کی حق مین	۳٤۹
موجوده مشترك طباعة کی حق مین	۳۲٤	حروف کی حق مین بشرطیکه	
پتهر کی چهپائی کی حق مین	۲۲۳	نستعلیق هون	۱۱۷

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بهی متفق ظاهر کیا هی ۔

آراء کی دیکهنی سی معلوم هوا که اس باری مین بعض اهم تفصیلات پر لوگون کی نظر نهین هی ۔ اور اسلیی شرح وبیان کی ضرورت هی ۔ آینده اس باری مین مولانا به تفصیل اپنی خیالات ظاهر کرینگی مگر ضرورت هی که بقیه حضرات بهی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بهیج دین ۔ **الهلال**

الہلال

* * *

هر جمعه کو نمبر ۱۱ - بالي گنج سرکلر روڈ - کلکته سے شایع هوتا هے

* * *

قیمت سالانه مع محصول - - باره روپیه

هندوستان سے باهر کیلیے - - سوله روپیه

قیمت شش ماهي - - - سادے روپیه

قیمت في پرچه - - - پانچ آنه

---

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر " منیجر الهلال " کے نام سے کي جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے هوں آنکے لفافه پر " ایڈیٹر " کا نام هونا چاهیے -

(۲) نمونه مفت ارسال نه هوگا -

(۳) براه عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پته صاف اور خوش خط لکھیے -

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداري لکھیے جسکي اطلاع آپکو وصول قیمت کي رسید میں دیدي گئي هے -

(۵) اگر کسي صاحب کے پاس کوئي پرچه نه پهنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک هفته کے اندر اطلاع دیں - ورنه بصورت تاخیر بغیر قیمت کے روانه نهیں کیا جائیگا -

(۶) اگر آپ دو تین ماه کیلئے ایک جگه سے دوسري جگه جا رهے هیں تو اپنا پته تبدیل نه کرایے ، مقامي ڈاکخانه کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیاده عرصه تک کے لئے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک هفته پیشتر اطلاع دیکر پته تبدیل کرالیں -

(۷) مني آرڈر روانه کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پته ضرور لکھدیں -

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتري فرائض (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیره) سے نهیں هے ٹکٹ ضرور بهیجیے ورنه دفتر پر غیر معمولي خط و کتابت کے مصارف ۲ بار پڑیگا -

ایک اخبار کے نمایندہ سے اُس نے گفتگو کرتے هوئے کہا :

" میري عمر اِس وقت ساٹھہ برس کي هے - لیکن میں ایسا محسوس کرتا هوں ' گویا عالم شباب میں هوں - دس برس پہلے میں بالکل بوڑھا هو گیا تها اور یقین کرتا تها که زندگي ختم هو گئي - اُس وقت میں پیدل چل نہیں سکتا تها - میري شرائین سوکهه کر سخت هو گئي تهیں ' اور تمام جسم کمزور هو چکا تها - لیکن اب میں آساني سے دوڑ سکتا هوں - تمام ورزشي کهیل اِس طرح کهیلتا هوں ' گویا تیس برس برس کا جوان هوں - میں روز چودہ پندرہ گهنٹے کام کرتا هوں ' مگر ذرا نہیں تهکتا - مجهه میں اِتني بدني قوت هے که بڑے بڑے پہلوانوں اور گهونسه بازوں سے مقابله کر سکتا هوں - میرے خیال میں دنیا بهر میں کوئي ایک آدمي بهی ایسا موجود نہیں جو مجهه سے زیادہ زندگي کي مسرتیں لوٹتا یا اُن مسرتوں کا لطف محسوس کر سکتا هو - میري یه قابلِ رشک حالت ' صرف اُس طریق علاج کا نتیجه هے جو میں نے ایجاد کیا هے - مجهے از حد خوشي هے که میرا تجربه پورے طور پر کامیاب هوا - چونکه اِس طریقه میں تمام عالم انسانیت کے لیے بهلائي هے ' اس لیے میں اُس کا ایک حصه ظاهر کر دونگا - لیکن دوسرا حصه بدستور مخفي رکهونگا ' یہانتک که اُس کے ظهور کے لیے مناسب وقت آجائے - مجهے دیکهو - کیا میري قوت ' چستي ' تندرستي ' ایسي نہیں هے جس پر نوجوان رشک کریں ؟ "

" اپنے طریق علاج کا جو حصه میں دنیا پر ظاهر کر دینا چاهتا هوں ' وہ در حقیقت بالکل صاف ' سادہ ' اور معمولي هے - اُس کا تعلق سراسر غذا سے هے - چالیس سال کي عمر تک جو چاهو کهاؤ پیو ' بلکه اِس سن تک جس طرح چاهو زندگي بسر کرو - لیکن جونهي چالیسویں سالگرہ شروع هو ' گوشت ' شراب ' اور تمباکو سے قطعي اجتناب کرلو - اِس عمر والے کے لیے گوشت یقیناً سم قاتل کا حکم رکهتا هے - اس کي جگه پر هفته میں ایک دو مرتبه مچهلي استعمال کي جا سکتي هے - مچهلي حقیقي معني میں گوشت نہیں هے (اگرچه علماء تشریح اِس کے خلاف کچهه هي کہیں) مچهلي میں کبریتي مادہ بہت بڑي مقدار میں موجود هوتا هے - اور معلوم هے ' یه مادہ دماغ اور اُس کي تندرستي کے لیے اصلي جوهر هے - جسم کي خلایا یا تهیلیاں همیشه تبدیل هوتي رهتي هیں - پراني خلایا غائب هوجاتي هیں ' نئي خلایا اُن کي جگه لے لیتي هیں - چالیس سال کي عمر تک یه عمل جاري رهتا هے - اِس کے بعد خلایا کا انحلال تو جاري رهتا هے ' مگر نئي خلایا کي تکوین نہین هوتي - درحقیقت هم چالیس برس کي عمر سے مرنا شروع کر دیتے هیں ' کیونکه اُس قوت سے محروم هو جاتے هیں جو خلایا کي تکوین کي علت هے - بلا شبه هم اِس عمر کے بعد بهي زندہ رهتے هیں ' لیکن همارے قویٰ برابر گرتے اور مٹتے جاتے هیں - یه بهي ظاهر هے که گوشت ' شراب ' اور تمباکو جن عناصر سے مرکب هے ' وہ زندہ خلایا کو قتل کرتے اور مٹاتے رهتے هیں - پس اگر هم زیادہ زندہ رهنے کے متمني هیں تو همیں اِس تدریجي خود کشي سے اجتناب کرنا چاهیے - یعني همیں اِن قاتل عناصر کے استعمال سے قطعي پرهیز کرنا چاهیے "

" گلٹي کے ذریعه شباب واپس لانے کا طریقه بے فائدہ هے - اُس کا اثر بہت هي محدود اور عارضي هوتا هے - کیونکه بوڑهے آدمي میں جوان بندر کي گلٹي اُسي وقت تک قوت پیدا کر سکتي هے جب تک صحیح و سالم موجود هے - لیکن جوں هي اُس میں ضعف پیدا هوگا ' بڑهاپا پہلے سے بهي زیادہ شدت سے واپس آجائیگا اور ڈاکٹر کي کوئي کوشش بهي اُسے سنبهال نه سکے گي - واقعه یه هے که زندگي کا جوهر ' گلٹي میں نہیں بلکه جسم کي خلایا میں هوتا هے - هر خلیه اپنے اندر جرثوم حیات پوشیدہ رکهتي هے - اِس جرثوم کو هم زندگي کا میکروب کہہ سکتے هیں - یهي میکروب ' خلیه کو حرکت دیتا اور زندہ رکهتا هے - اِس میکروب کا قتل خود خلیه کا قتل هے - اور خلیه کا قتل زندگي کا ختم کرنا هے - لہذا اِن جراثیم حیات کے بقاء و دوام کي کوشش کرني چاهیے - اِس کوشش کي کامیابي یقیناً زندگي کو دراز کر دے گي - میں نے ایک ایسا کیمیاوي مرکب طیار کر لیا هے جو اِن جراثیم کے لیے اکسیر کا حکم رکهتا هے - لیکن اِس مرکب کو میں ابهي ظاهر کرنا نہیں چاهتا ' یہانتک که اُس کے مزید تجربے ختم کرلوں "

" هر شخص جانتا هے که چالیس سال کي عمر کے بعد جسم میں جو مادہ کم هو جاتا هے ' وہ کلورایڈ کا ایک مرکب هے - یه مرکب میں نے معلوم کرلیا هے اور اُسے ابهي تک راز بنائے هوے هوں - اگر یهي مرکب بوڑهے جسم میں انجیکشن کے ذریعه پہنچا دیا جاے تو انسان ضرور جوان هو جائیگا ... اُس کي حیرت انگیز تاثیر تم اِس وقت بهي میرے جسم میں دیکهه سکتے هو "

احساس الم کا ازاله

تکلیف کے احساس کا سبب کیا هے ؟

تکلیف کا احساس اِس لئے هوتا هے که جسم میں اعصاب (پٹهے) موجود هیں - یه اعصاب اِس احساس کو اُس کے مرکز — دماغ — تک پہنچاتے هیں اور انسان تکلیف محسوس کرتا هے - علم کي ترقي کے بعد بہت سے مخدرات ایجاد هو گئے هیں - یه اِس احساس کو زایل کر دیتے هیں مگر اُن کا اثر عارضي هوتا هے - پهر بہت سے بیماروں پر اِن مخدر دواؤں کا استعمال بهي نہیں کیا جاسکتا ' کیونکه اُن کا دل کمزور هوتا هے اور وہ اُن کے متحمل نہیں هوسکتے -

یه ' اور اِسي قسم کي دوسري مشکلات دیکهه کر مذکور الصدر ڈاکٹر کن آب نے ایک ایسا طریقه ایجاد کرنے کي کوشش شروع کردي هے جو سرے سے تکلیف کا احساس هي زایل کردے اور مخدر دواؤں کي ضرورت باقي نه رهے -

ڈاکٹر کو یقین هے که اِس مقصد میں اُسے ضرور کامیابي هوگي - اِس کامیابي کا نتیجه یه هوگا که انسان همیشه کے لئے تمام آلام و تکالیف سے نجات پا جائیگا - اُس وقت جراح مخدرات کي مدد کے بغیر عمل جراحي کر سکینگے - مریض هرگز کوئي تکلیف محسوس نہیں کریگا - ڈاکٹر کا دعویٰ هے که کتوں پر اُس کا تجربه بالکل پورا اترا هے - لہذا کوئي وجه نہیں که اِنسان پر بهي کامیاب نه رهے -

اِس طریق علاج کا خلاصه یه هے که " نخاع مستطیل " (بصلة الملنخ) پر عمل جراحي کیا جائے تاکه احساس کا مرکز همیشه کے لیے شل اور سن هوجائے - ظاهر هے ' جب اصلي مرکز سن هوجائیگا تو تکلیف کا احساس بهي قطعاً باقي نہیں رهے گا - واقعي اگر یه تجربه کامیاب ثابت هوگیا ' تو همارے تمام جسماني آلام همیشه کے لیے ختم هوجا سکتے هیں -

لیکن ابهي کامیابي دور نظر آتي هے - کیونکه اِس عمل جراحي میں ایک بڑا خطرہ یه هے که دماغ میں جمله احساسات کے مرکز هي کہیں شل نه هوجائیں اور انسان میں کوئي حس هي باقي نه رهے - هاں اگر وہ خاص عصب (پٹها) دریافت هوجائے جو تکلیف کا احساس دماغ تک پہنچاتا هے ' تو بلا شبه یه اکتشاف ' انسانیت کے لیے نعمت عظمیٰ بن جاسکتا هے -

مذاکرۂ علمیّه

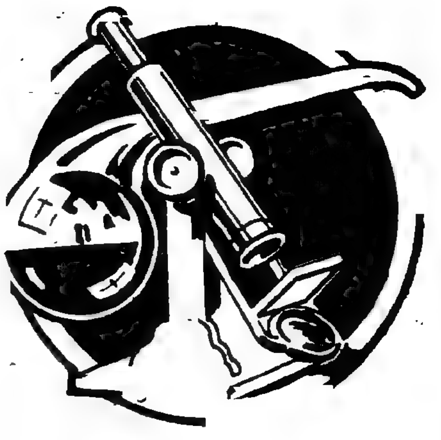

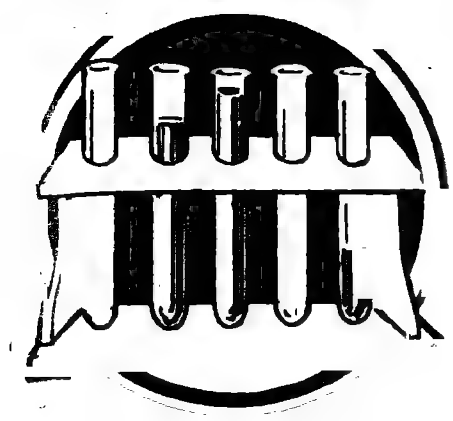

برتر انسان

(Super man)

(ایک جدید علمي تجربه)

قارییں الهلال ڈاکٹر وررنوف کے نام سے واقف هوچکے هیں - اس ڈاکٹر نے شباب کي واپسي کے لیے جو طریقه ایجاد کیا هے ' اُس کا مفصل بیان کسي پچھلي اشاعت میں درج هو چکا هے - آج هم اُس کا ایک اور تجربه – یا زیادہ صحیح لفظوں میں نظریه – پیش کرتے هیں - یه نظریه بلاشبه عجیب هے - اتنا عجیب که بمشکل یقین کیا جا سکتا هے - لیکن ڈاکٹر مذکور اُس پر مضبوطي سے مصر هے ' اور ثبوت میں اپنے بعض تجربوں کا حواله دیتا هے -

جدید نظریه یه هے که صرف بوڑھے هي جوان نہیں بنا دیے جاسکتے بلکه ایک نئي انساني نسل بھي پیدا کي جا سکتي هے جو موجودہ نسل سے اپنے جسمي و دماغي قوی میں کہیں زیادہ برتر هوگي - ڈاکٹر وررنوف اِس ایندہ نسل کو " سوپر مین " یا برتر انسان کے لفظ سے تعبیر کرتا هے - یه دراصل مشهور جرمن حکیم نیٹشے کي اصطلاح هے - اُس کا دعوی هے که اِس نسل کا هر فرد اپنے جسم و دماغ میں ایک نمونه هوگا ' بہت طویل العمر هوگا ' کم سے کم ۱۵۰ برس ضرور زندہ رهے گا !

اعادۂ شباب کا معامله ' اب نظریے کي حد سے نکل کر علمي حقائق کي صف میں جگه پا چکا هے - علم ' اُس کي راہ میں بہت سي مسافتیں طے کرچکا هے - شکوک وشبهات کے تقریباً تمام پردے اُس پر سے اٹھه چکے هیں - عنقریب انساني تاریخ پر اِس کا بہت گہرا اثر پڑنے والا هے -

لیکن " برتر نسل " کي تخلیق ابھي تک ایک نظریه هي هے ' اگرچه ڈاکٹر وررنوف کو اُس پر پورا یقین هے - اپنے اِس نظریه کي تکمیل میں بھي وہ بندر کي گلٹیوں سے کام لینا چاهتا هے -

تفصیل یه هے که ڈاکٹر وررنوف کا اعتقاد هے ' اگر ممتاز جسمي وعقلي قوی کے آدمیوں میں ایک تیسري گلٹي کا اضافه کر دیا جائے ' تو اُن کي نسل ضرور برتر هوگي - اب تک وہ مینڈھوں پر متعدد کامیاب تجربے کرچکا هے - لیکن حال میں آٹھه برس کے ایک لڑکے پر تجربه شروع کیا هے - اُس کا خیال هے ' اِس لڑکے کي اولاد حیرت انگیز عقلي و جسمي قوی کي مالک هوگي -

اِس موضوع پر ایک اخبار کے نامه نگار سے گفتگو کرتے هوئے ڈاکٹر موصوف نے کہا :

" میں مستقبل پر نظر ڈالتا هوں تو اُس کے دامنوں میں " سوپر مین " (برتر انسان) صاف دکھائي دیتا هے - یهي انسان اور اُس کي نسل ابد الا آباد تک دنیا پر حکومت کرے گي - یه نسل ایک ایسي قہرمان عقل و جسم کي مالک هوگي که تمام مخلوقات اُس کي قوت قاهرہ کے سامنے جھک جائینگي ... میں ابتک بوڑھوں کو جوان بناتا تھا - لیکن یه کچھه زیادہ نتیجه خیز عمل نه تھا - اِس سے انساني عمر میں تھوڑا سا اضافه هوتا هے - لیکن اب جن نئے تجربوں کا میں نے عزم کیا هے ' وہ تمام پچھلے تجربوں سے کہیں زیادہ حیرت انگیز اور نتیجه خیز هونگے - یه تجربے صرف بوڑھوں هي پر نہیں هونگے - اب میري توجه کا مرکز کم عمر بچے هونگے - وہ بچے جنکي عمر آٹھه اور دس برس کي هے - بندر کي گلٹي هي یه حیرت انگیز انقلاب پیدا کرے گي ' اور انھیں ایک نیا آدمي بنا دے گي - میں ایسے بچوں کو اپنے تجربے کے لیے منتخب کرونگا جو غیر معمولي ذهانت اور جسماني قوت رکھتے هیں - یه بچے اور ان کي نسل ' مستقبل مین یقیناً نهایت عظیم هوگي - اِس مقصد میں سب سے بڑي مشکل یه در پیش هے که ترقي یافته بندروں (شمپازي اور اورنگ اوٹنگ) کي کافي تعداد موجود نہیں هے - اگر هر آدمي کے لیے ایک ایک بندر مل جائے تو نهایت قلیل مدت میں نسل انساني کي کایا پلٹ جائے - لیکن یه مشکل نا قابل حل نہیں هے - یورپ اور امریکا کے گرم علاقوں میں بندروں کي افزائش کا انتظام کیا جا سکتا هے "

جراثیم حیات

(ایک اور جدید نظریه)

هندوستان میں کم لوگوں نے ڈاکٹر کن آب کا نام سنا هوگا – حالانکه وہ فرانس کا ایک مشهور ڈاکٹر اور عالم هے - اُس جیسي وسیع معلومات رکھنے والے آدمي دنیا میں بہت کم هیں - وہ ۸۰ - علوم و فنون اور صناعتوں کا ماهر هے - چنانچه سائنس داں' طبیب ' فیلسوف ' کیمیائي ' موجد ' موسیقي داں ' شاعر ' ریاضي ' فلکي ' سب هي کچھه هے - غیر معمولي دماغي قابلیت کے علاوہ نهایت عظیم جسماني قوت بھي رکھتا هے - پورا پہلوان هے -

یه عجیب ڈاکٹر ' وررنوف اور اُسکے تمام هم مشرب ڈاکٹروں کے بارے میں سخت سوءظن رکھتا هے - اُس کے خیال میں وہ دغاباز هیں - جواني واپس لانے کا جو طریقه اُنھوں نے ایجاد کیا هے ' غلط هے - اُس کا اثر ' عارضي هے ' اور اُس کا رد فعل نهایت مضر هوتا هے - لیکن خود اپنے متعلق اُس کا دعوی هے که وہ بوڑھوں کو بغیر کسي گلٹي کے استعمال کے جوان بنا دیتا هے اور انسان کي عمر دو سو برس تک طویل کردے سکتا هے - اس کے علاج میں سب سے پہلے اُن شرطوں کي پابندي ضروري هے جو اُس کے خیال میں درازي عمر کي ضروري شرطیں هیں - پھر انجیکشن کے ذریعه وہ ایک مادہ جسم میں داخل کر دیتا هے - یه مادہ خود اُس نے ایجاد کیا هے - دنیا کو ابتک اُس کا کوئي علم و تجربه حاصل نہیں هوا -

وفات کا پتہ چل گیا - وہ شاہی محل میں گھس پڑی اور بایزید کے لڑکے کو بایزید کی آمد تک تخت پر بٹھا دیا - سلطان محمد فاتح نے اپنے دونوں لڑکوں کے بیٹے بطور ضمانت کے اپنے پاس رکھ چھوڑے تھے تاکہ وہ وفادار اور اطاعت شعار رہیں - معاملہ یہیں پر ختم نہیں ہوگیا بلکہ فوج سازش سے بھی واقف ہوگئی اور وزیر اعظم کو قتل کر ڈالا -

(٤)

اب جم کی زندگی کے ہولناک تاریک دن شروع ہوتے ہیں - قاصد ہوا کی طرح اڑ کر بایزید کے پاس پہنچا - ولی عہد گویا پہلے ہی سے طیار بیٹھا تھا - فوراً روانہ ہوگیا اور نہایت سرعت سے پایۂ تخت میں داخل ہوا - لیکن قصر شاہی میں فوج نے داخل ہونے نہیں دیا اور اپنا انعام طلب کیا - گویا اپنی وفاداری کی قیمت لینی چاہی - بایزید ' ڈرپوک تھا - فوراً خزانے کا منہ کھول دیا اور سب کو خوش کردیا - بعد میں یہی بخشش فوج کا مطالبہ اور قرضہ بن گئی اور سلطنت کے لیے بہت مضر ثابت ہوئی -

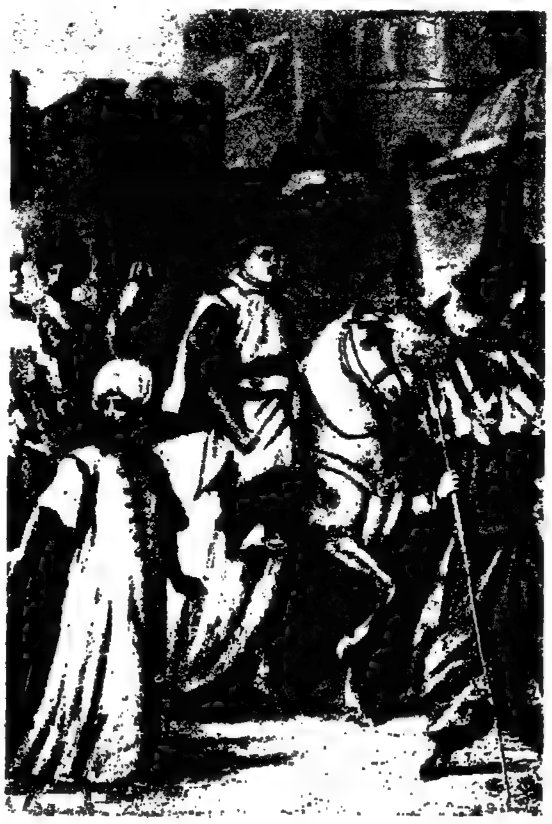

سلطان محمد فاتح

جبکہ وہ قسطنطنیہ کے سقوط کے بعد شہر میں
داخل ہوا

بایزید تخت نشین ہوگیا اور اپنے بھائی جم پر قابو حاصل کرنے کی تدبیریں سوچنے لگا - جم اب تک اِس انقلاب سے بے خبر تھا - باپ کی وفات اُس وقت معلوم ہوئی جب صدر اعظم قتل اور بایزید تخت نشین ہوچکا تھا !

سخت متحیر ہوا کہ کیا کرے ؟ یہ ظاہر تھا کہ صدر اعظم کے بعد پایۂ تخت میں اُس کے حامیوں کی کوئی جماعت باقی نہیں رہی ہے - علماء اُس کے سخت خلاف ہیں اور عام راے اُنہی کے زیر اثر ہے - اب اُسے اپنے سامنے دو ہی راہیں نظر آتی تھیں : بھائی کی اطاعت ' یا جنگ - پہلی صورت کی طرف اُس کا رجحان تھا ' مگر دو باتوں سے ڈرتا تھا : ایک یہ کہ گلیشیا کی حکومت اُس کے ہاتھ سے چھین لی جائیگی - دوسرے یہ کہ بایزید اُسے قتل کی کوشش کریگا - کیونکہ ترک سلاطین کا یہ عام دستور تھا کہ اپنے بھائیوں کو قتل کرڈالا کرتے تھے - اگرچہ وہ کتنے ہی مطیع و وفادار ہوں -

مجبوراً اُس نے جنگ کا عزم کیا - اُسے اپنی کامیابی کی قوی امید تھی - گلیشیا کے باشندے جنگجو اور وفادار تھے - اُس نے خیال کیا ' بایزید بزدل اور پست ہمت ہے - ہرگز مقابلہ نہ کر سکے گا -

(۵)

چنانچہ وہ فوراً کمر بستہ ہوگیا اور ایک جرار فوج لے کر بروسہ کی طرف بڑھا - بروسہ ' قسطنطنیہ کی کنجی ہے - اُسے یقین تھا ' بایزید کی طیاری سے پہلے ہی وہ بروسہ پر قابض ہوجائے گا - مگر بایزید بھی غافل نہ تھا - مقابلہ کی طیاری کرچکا تھا - جم کے متحرک ہوتے ہی اُس نے بھی ایاز پاشا کی قیادت میں ایک فوج روانہ کردی ' اور خود بھی ایشیائی ساحل پر جنگی کارروائی کرنے کیلیے آ موجود ہوا -

دونوں فوجیں بیک وقت بروسہ کے سامنے پہنچیں - شہر والوں نے اپنی بربادی کے خوف سے دونوں پر شہر کے دروازے بند کر دیے - باہر ہی باہر فیصلہ کر لینے پر مجبور کیا - میدان جنگ گرم ہوا اور پہلے ہی معرکہ میں بایزید کی فوج بھاگ نکلی - جم ' مظفر و منصور شہر میں داخل ہوا اور اپنی سابق عیاشی پھر شروع کردی - اب اُسے کامل یقین تھا کہ پایۂ تخت کا مالک ہوجائے گا -

لیکن یہ اُس کی سخت غلط تھی - بایزید نے ایک اور فوج گراں سنان پاشا کی سپہ سالاری میں بھیجی - مگنیا سے ایک دوسری فوج اُس کی کمک پر چل دی ' اور دونوں نے مل کر جم پر حملہ کردیا - عیش پسند شاہزادے کے سپہ سالار ' نصوح نے دشمن کی قوت دیکھی تو درۂ ازواہ کی طرف پسپا ہوگیا - خود جم کو بھی بروسہ خالی کرنا پڑا - صرف سترہ دن کی حکومت اُس کی قسمت میں لکھی تھی !

بایزید نے صرف اپنی جنگی قوت ہی پر بھروسہ نہیں سازش کا جال بھی پھیلا دیا - بڑی بڑی رشوتیں دے کر جم کے بہت سے آدمی ملا لیے - حتی کہ اُس کا وزیر یعقوب بھی خیانت پر آمادہ ہوگیا - یعقوب نے اپنے آقا کو ینی شہر چلنے کا مشورہ دیا - یہاں بایزید کی ایک بڑی فوج موجود تھی - فوراً جم پر ٹوٹ پڑی - اب بھی پلہ شاہزادے ہی کا بھاری تھا - مگر عین میدان جنگ میں اُس کے سپہ سالار نصوح نے دغا کی اور فوج کا ایک بڑا حصہ لے کر دشمن سے جا ملا - اب جم کے لیے راہ فرار اختیار کرنے کے سوا کوئی چارہ باقی نہیں رہا تھا -

لیکن ابھی ایک امید باقی تھی - سلجوق خاتون ' سلطان محمد فاتح کی پھوپھی ' دونوں بھائیوں میں صلح کی کوشش کر رہی تھی - خود جم نے اُسے بروسہ سے بھیجا تھا - تجویز یہ تھی کہ سلطنت تقسیم ہوجائے - یوروپین علاقوں پر بایزید حکومت کرے اور ایشیاء جم کے حوالے کر دے - نیک دل سلجوق خاتون نے سلطان کو بہت کچھ سمجھایا - بھائی کے حقوق یاد دلائے ' مگر کامیابی نہ ہوئی - بایزید نے صاف کہدیا " بادشاہوں میں رشتہ نہیں ہوتا "

جم ' شکست کھا کر بھاگا - راستہ میں خود اُسی کے سپاہیوں نے اُسے لوٹ لیا اور سخت زخمی کیا - محمد فاتح کا اولو العزم فرزند دوسرے دن آق شہر میں اِس طرح پہنچا کہ تن پر ایک کپڑا بھی نہ تھا اور سردی سے اُس کا تمام بدن کانپ رہا تھا - اگر ایک شخص رحم کھا کے اُسے اپنا گرم کوٹ نہ دے دیتا تو یقیناً ٹھٹھر کر مر جاتا !

شکست کے ایک ہفتہ بعد وہ قونیہ پہنچا - یہاں اپنی ماں اور بیوی سے ملاقات ہوئی - اِنہیں لے کر شام روانہ ہوا ' اور شام سے ۲۸ جون سنہ ۱۴۸۲ع کو مصر پہنچا - مصر میں اُس کا بڑا شاندار استقبال کیا گیا - خود سلطان قایتبائی نے شہر کے باہر آکر خیر مقدم کیا اور معزز مہمان کو اپنے محل میں اتارا - چار مہینے آرام

افسانہ

ترکی تاریخ کا ایک مہول صفحہ

(شاہزادہ چم کا افسوس ناک انجام)

کم لوگوں نے شاہزادہ " چم " کا نام سنا ھوگا - عام طور پر مورخوں نے بھي اِس کا ذکر نہیں کیا ھے - نتیجہ یہ ھے کہ یہ نام بالکل اجنبي معلوم ھوتا ھے - حالانکہ اِس کا واقعہ ترکي تاریخ میں ایک نہایت ھي غم ناک فاجعہ (تریجدي) ھے - اور اِس وقت بھي مشرقي دنیا کے لیے عبرت و موعظت کا ایک درس ھے - آج ھم قاریین الہلال سے اِس تاریخي شخصیت کا تعارف کراتے ھیں -

(۱)

چم — یا یورپین تلفظ کے مطابق " زیزم " — ایک بد نصیب مشرقي شاہزادہ ھے - مصائب و آلام نے اُس سے محبت کي - زمانے نے بے وفائي کي - حسرت و غم نے اُسکا پیچھا کیا -

سلطان محمد ، فاتح قسطنطنیہ کا یہ منجھلا لڑکا تھا - اُس میں جسماني قوت ، ذھانت ، حسن ، خوش مزاجي ، رقیق احساس ، شجاعت ، جملہ اوصاف جمع ھوگئے تھے - پیدائشي شاعر تھا - ترکي شعر و ادب میں ابتک اُس کے آثار موجود ھیں ، اور اُس کي ذھني بلندي اور شاعرانہ تخیل کا بہترین ثبوت ھیں -

اُس کا آغاز نہایت امید افزا تھا - گمان ھوتا تھا کہ قدرت اُس پر پوري طرح مہربان ھے - ابھي اُس کي عمر دس برس ھي کي تھي کہ اولوالعزم باپ ، محمد فاتح ، اُس کي قابلیت کا معترف ھوگیا اور صوبۂ قسطموني کا حاکم مقرر کردیا - یہاں شعراء و ادباء کي ایک بڑي جماعت موجود تھي - کم سن شاہزادے نے اُنھیں باریاب کیا ، تعلقات بڑھائے ، اور خداداد قابلیت کے ساتھہ شعر و ادب کا با قاعدہ مطالعہ کیا - تھوڑي ھي مدت میں اپنے استادوں سے بھي بازي لے گیا - اُسي زمانے میں ایک فارسي قصے " خورشید و جمشید " کا ترکي شعر میں ترجمہ کیا اور اپنے والد کے نام ھدیہ کیا - محمد فاتح بہت خوش ھوا - پہلے سے زیادہ مہربان ھوگیا اور صوبۂ گلیشیا کي حکومت سپرد کردي - اُس وقت چم کي عمر صرف اٹھارہ سال کي تھي ، مگر وہ پختہ کار حکمراں بن چکا تھا -

گلیشیا میں اُس نے اپني انتظامي قابلیت کے بڑے بڑے ثبوت پیش کیے - یہ صوبہ پہلے سلجوقیوں کي ایک ریاست تھا - آل عثمان نے اُسے فتح تو کرلیا تھا ؛ مگر پوري طرح قابو نہیں پاسکے تھے - ھمیشہ بدامني اور شورش برپا رھتي تھي - سابق سلجوقي حکمران بغاوتیں پر بغاوتیں کرتے رھتے تھے - مصر کے چرکس بادشاہ اور ایران کے شہنشاہ اُن کي امداد کرتے تھے - اُس وقت ترکي سلطنت میں اِس صوبے سے زیادہ مشکل حکومت کسي صوبے کي نہ تھي - والیوں پر والي آتے تھے اور ناکام لوٹ جاتے تھے -

لیکن چم نے آتے ھي اپني بے نظیر ھمت و شجاعت سے کام لے کر تمام شورش پسند عناصر کا خاتمہ کردیا - ھولناک معرکوں میں بے خوف و خطر گھس جاتا تھا - دست بدست لڑائیاں لڑتا تھا - بڑے بڑے شہ زوروں سے نبرد آزما ھوتا اور ھمیشہ غالب رھتا - تھوڑے ھي دنوں میں اُس کا رعب دلوں پر چھا گیا - چم کا نام دل دھلا دیتا تھا - باشندے ڈر سے اُس کا نام نہیں لیتے تھے - " رستم دوراں " کے لقب سے یاد کرنے لگے تھے !

(۲)

پانچ برس تک نہایت بیدار مغزي سے حکومت کرتا رھا - ھر طرف امن و امان قائم ھوچکا تھا - کوئي پیچیدگي بھي باقي نہیں رھي تھي - اب اُس نے اپنے تئیں معطل پایا - اِس تعطل نے اُس کے مزاج میں تبدیلي پیدا کي ، اور اِسي تبدیلي سے اُس کي بد نصیبي کا آغاز ھوا -

حکومت کي ذمہ داریوں سے غافل ھوگیا - عیش و عشرت کي بساط بچھا دي - نفس پرستي کا دروازہ کھول دیا - اُس کا محل بوالھوسوں کا مرکز اور عیش پرستوں کا کعبہ بن گیا -

اب تک وہ پوري قوم کا محبوب تھا - کوئي نہ تھا جو اُسے محمد فاتح کا سچا جانشین نہ خیال کرتا ھو - ملک بھر کي یہي راے تھي کہ آئندہ سلطان وھي ھوگا - لیکن اِس نئي تبدیلي نے اُس کي شہرت و مقبولیت کو سخت نقصان پہنچایا - دو جماعتیں قائم ھوگئیں : ایک اب بھي اُس کي مؤید تھي - پورے یورپ کے مقابلے کي قوت اُسي میں دیکھتي تھي - یہ جماعت وزیر اعظم محمد نشاني باشا کي تھي - دوسري جماعت فسق و فجور کي وجہ سے اُس کي سخت مخالف تھي - دین و امت کے لیے اُسے خطرناک سمجھتي تھي - اِس جماعت کا سرگروہ ، شیخ الاسلام تھا -

چم کا حریف ، بایزید تھا - یہ اُس کا بڑا بھائي اور ترکي دستور حکومت کي رو سے اپنے باپ کا وارث تھا - سلطان محمد کي زندگي میں دونوں حریف دور دور رھے - لیکن اُس کي وفات کے بعد تصادم ضروري تھا -

چم ، عقلمند ، بہادر ، اولوالعزم ، مگر عیاشي کي وجہ سے غفلت کا شکار ھوگیا تھا - بایزید ، بے وقوف ، بزدل ، پست ھمت ، مگر سلطنت حاصل کرنے کے لیے بے قرار تھا - بایزید اپنے بھائي کي قابلیتوں سے واقف تھا ، اِس لیے بہت بیدار رھتا تھا -

(۳)

اپنے باپ کي وفات کے وقت دونوں بھائي پایۂ تخت ، قسطنطنیہ سے دور تھے - چم گلیشیا میں تھا اور بایزید آماسیا کا حاکم تھا - وزیر اعظم محمد نشاني باشا چونکہ چم کا طرفدار تھا ، اس لیے اُس نے سلطان کي موت فوج سے مخفي رکھي - کیونکہ فوج تمام تر ترکي علماء کے زیر اثر تھي - اُس نے پہلے ایک خفیہ قاصد چم کے پاس بھیجا کہ فوراً پایۂ تخت پہنچو اور سلطنت پر قابض ھو جاؤ - نیز وہ تدبیریں بھي لکھدیں جن سے بایزید زیر کیا جا سکتا تھا - کئي دن بعد دوسرا قاصد بایزید کے پاس بھیجا اور تخت نشیني کي دعوت دي -

دونو قاصد روانہ ھوگئے - مگر چم بد قسمت تھا - اُس کا قاصد پہنچ نہ سکا - کوتاھیہ کا حاکم سنان باشا ، بایزید کا طرفدار تھا - وہ حقیقت سے واقف ھوگیا اور قاصد کو گرفتار کرکے قتل کرڈالا - دوسري مصیبت یہ پڑي کہ پایۂ تخت کي فوج کو سلطان کي

کا غم کہا رهي هيں - مگر پوپ نے منظور نہيں کيا- اُس نے کہا " يورپ کے بادشاه ' ترکي پر چڑهائي کرنے کي طياري کر رهے هيں تاکه تمہيں تخت نشين کرديں " ساتهه هي اُس نے بہت اصرار کيا که مسيحي دين اختيار کرليے تاکه " دنيا کے ساتهه آخرت کي عزت بهي حاصل هوجائے "

چم ' پکا مسلمان تها - پوپ کي يه دعوت حقارت سے رد کردي- اُس نے سختي سے کہا " اگر تمام دنيا کي بادشاهي مل جاے ' تو بهي ميں اپنا دين فروخت نہيں کرونگا " اِتنا هي نہيں بلکه غيور شہزادے نے پوپ کے روبرو سر جهکانے يا اُس کے هاتهه کو بوسه دينے سے بهي انکار کر ديا ' جيسا که شاهان يورپ کا دستور تها - اُس نے کہا " ميں مسلمان هوں - پوپ کے سامنے نه تو جهک سکتا هوں ' نه اُس کا هاتهه چوم سکتا هوں ! "

پوپ نے اُسے ويٹيکان ميں نظر بند کرديا اور دول يورپ کو ترکي پر حمله کي ترغيب دينے لگا - مگر اُس وقت بهي يورپ ميں باهم دگر سخت منافست تهي - آپس ميں کوئي سمجهوتا نه هوسکا - اِسي اثناء ميں پوپ نے انتقال کيا اور مشهور ظالم کارڈنيل ' اسکندر اُس کا جانشين هوا - اِس نے اُس عظيم رقم پر قناعت نہيں کي جو چم کو قيد ميں رکهنے کے صله ميں بايزيد سے سالانه وصول کيا کرتا تها - بلکه ايک بہت بڑي رشوت لے کر اُس کے قتل پر آماده هوگيا-

(١١)

اُسي زمانه ميں (ستمبر سنه ١٤٩٤ع) چارلس هشتم شاه فرانس نے روم کا محاصره کرليا ' اور صلح کي ايک شرط يه بهي قراردي که چم اُس کے حواله کر دياجائے - پوپ نے دونوں طرف سے فائده اٹهانا چاها - اُس زمانے ميں يورپ کے روحاني رهنما آلات و وسائل قتل کے بهي سب سے بڑے ماهر تهے - پوپ کے پاس ايک ايسا زهر موجود تها جو اگر ايک تندرست آدمي کو کهلا ديا جاے ' تو ايک خاص مدت تک اُس کي تندرستي پر کوئي اثر نہيں پڑتا تها - ليکن اُس مدت کے بعد آهسته آهسته اُسکي تاثير کام کرنے لگتي تهي ' اور به تدريج مريض کا خاتمه کر ديتي تهي - پوپ نے يهي زهر چم کو کهلا ديا ' اور اِسکي اطلاع بايزيد کو ديکر اُس سے مطلوبه رقم حاصل کرلي - پهر زندهٔ و سالم چم ' چارلس کے حواله کرديا ' اور اُس سے بهي صلح کرلي !

چم ' شاه فرانس کے قبضه ميں آگيا - چارلس نے اُسے ترکي پر فوج کشي کے ليے آماده کرنا شروع کيا - مگر اب وه سمجهه چکا تها که يورپ اُس کي طرفداري نہيں کر رها هے - اُس کي آڑ ميں سب سے بڑي اسلامي سلطنت تباه کرني چاهتا هے - چنانچه اُس نے قطعي طور پر انکار کرديا - بادشاه نے ناراض هوکر قيد کرديا - مگر اب اُس کي دائمي رهائي کا وقت بهي آ پہنچا تها - پولس رسول کے جانشين پوپ کا زهر اُس کے جسم ميں سرايت کرچکا تها - وه ابهي ناپولي هي ميں تها که ٢٤- فروري سنه ١٤٩٥ع ميں انتهائي حسرت و ياس کے ساتهه اِس دنيا سے هميشه کے ليے رخصت هوگيا !

اُسکے آخري الفاظ يه تهے :

" خدايا ! اگر دشمنان دين مجهسے مسلمانوں کے خلاف کام لينا چاهتے هيں ' تو مجهے جلد موت ديدے ' اور اُن کا مقصد پورا نه هونے دے ! "

* * *

مختارات

حب ذات کس ميں زياده هے : مرد ميں يا عورت ميں ؟

(ايک مصري خاتون کے قلم سے)

سب سے پہلے مجهے يه ظاهر کردينا چاهيے که دنيا کي ترقي کے ليے جس طرح ايثار کرنے والے ضروري هيں ' اُسي طرح حب ذات رکهنے والے بهي ضروري هيں - اگر ايک آدمي بهي حب ذات رکهنے والا باقي نه رهے ' تو ايثار کرنے والے لوگ کس کي خدمت کرينگے ؟ وه ضرور دل ميں گهٹ گهٹ کر مر جائنگے - کيونکه اُن کے ليے ايثار کي نيکي پر عمل کرنے کا کوئي موقعه موجود نه هوگا - ليکن چونکه يه دونوں خصلتيں رکهنے والے دنيا ميں تقريباً مساوي تعداد ميں موجود هيں ' اور هميشه موجود رهينگے ' اِس ليے اِس صورت حال کے پيش آنے کا کوئي خطره نہيں هے -

اب سوال يه پيدا هوتا هے که حب ذات کس ميں زياده هے : مرد ميں يا عورت ميں ؟ ميرے خيال ميں جواب صرف ايک هي هو سکتا هے ' اور وه يه هے که مجموعي طور پر جنس نسواني ميں يه خصلت زياده پائي جاتي هے - عورتيں علی العموم حب ذات کي بيماري ميں مبتلا هيں - هر عورت اپني طبيعت پر تهوڑاسا غور کرکے يه حقيقت معلوم کرلے سکتي هے - برخلاف اِسکے مردوں ميں ايثار کا ماده بہت هوتا هے - عورتيں خود غور کريں که اُنکے آرام و آسائش کے ليے مرد کتني تکليفيں اٹهاتے هيں ؟ همارے ليے دروازے کهولتے هيں - هماري گري هوئي چيزيں اٹها ديتے هيں - ريل اور ٹريم وغيره سواريوں ميں همارے ليے اپني جگه خالي کر ديتے هيں - همارے سر پر چهتري لگا کے چلتے هيں - غرضکه اٹهنے بيٹهنے ' کهانے ' پينے ' هر چيز ميں همارے ليے ايثار کرتے هيں - خود تکليف اٹهاتے هيں اور هميں آرام ديتے هيں !

حقيقت يه هے که عورت ' مرد کي اِس خصلت سے بہت خوش هوتي هے - اِسے اُسکي مردانگی کي علامت سمجهتي هے - اسي طرح مرد بهي عورت کي حب ذات پسند کرتا هے - بلکه اگر هم عورتوں ميں حب ذات نه هوتي ' تو مرد هم سے سخت نفرت کرنے لگتے - يہی حب ذات ' بناوٹي کمزوري ' مصنوعي نزاکت ؛ وه ادائيں هيں جو هميں مرد کي نظر ميں معزز و محبوب بنائے هوئے هيں -

* * *

لينے کے بعد حج کے ليے مکہ معظمہ روانہ هوا - وهاں بہت سے ترک سرداروں سے ملاقات هوئي - يہ لوگ بايزيد کے خلاف تھے - اُنھوں نے شاهزادے کو از سر نو قسمت آزمائي کا مشورہ ديا اور اپني عقيدت و خدمت پيش کي - اِنھي ميں قاسم بک حاکم گليشيا بھي تھا -

(۶)

چم نے پھر کمر همت چست کي - حاب پہنچا - وهاں بايزيد کے کئي باغي سپہ سالار اُس کے انتظار ميں تھے - اُنھيں ساتھہ لے کر گليشيا گيا اور وعدہ کيا کہ سلطان بننے کے بعد گليشيا کو خود مختاري بخش دے گا -

چم نے ايک بڑي فوج جمع کرلي اور قونيہ کے طرف بڑھا - بايزيد نے سنا تو ايک لشکر گراں کے ساتھہ روانہ هوا - اُس کي فوج کا سپہ سالار اپنے زمانے کا سب سے بڑا جنگي آدمي تھا - کديک احمد باشا فاتح اٹرنٹو مشرق و مغرب ، دونوں دنياؤں ميں مشہور تھا - اُس نے آتے هي چم کي فوج تہہ بالا کر ڈالي -

چم ، پھر بھاگا اور گليشيا کے پہاڑوں ميں پناہ گزيں هوگيا - بايزيد نے ايک وفد بھيج کر خواهش کي کہ جنگ سے باز آجائے اور پر امن زندگي اختيار کرے - اُس نے منظور کرليا مگر اِس شرط پر کہ اُسے چند صوبوں کي حکومت بخش دي جاے - بايزيد نے انکار کيا " ايک سلطنت ميں دو ساجھي جمع نہيں هو سکتے " اُس کا صاف جواب تھا -

بايزيد نے صرف انکار هي نہيں کيا بلکہ حريف کا پہاڑوں ميں تعاقب بھي شروع کرديا - چم کے ليے اب وسيع دنيا تنگ هوگئي - اُس نے ارادہ کيا کہ مصر يا ايران ميں جاکر پناہ ڈھونڈھے ، مگر قاسم بک نے مشورہ ديا کہ يورپ جائے اور وهاں کے پادشاهوں کي مدد سے اپنا ملک فتح کرے -

(۷)

شاهزادے نے بڑے پس و پيش کے بعد يہ تجويز قبول کرلي - قسطنطنيہ کي فتح کا واقعہ ابھي تازہ هي تھا - يورپ کے تمام بادشاہ ترکوں کے خون کے پياسے هو رهے تھے - قوي اميد تھي کہ وہ سلطنت عثمانيہ کي تباهي کے خيال سے اِس باهمي خانہ جنگي ميں شرکت منظور کر لينگے ، اور اِس طرح مداخلت و استيلاء کا موقعہ بہم پہنچائينگے -

چم نے جزيرۂ روڈس ميں اپنا ايک وفد بھيجا - اُس وقت يہ جزيرہ مشہور صليبي مجاهدين " سينٹ جان کے سواروں " کے قبضہ ميں تھا - جزيرے کے حاکم اعلى نے اپنے ارکان حکومت کے مشورے سے شاهزادے کي حمايت قبول کرلي - آنے کي دعوت دي اور اپنا جنگي بيڑہ اُس کے ليے بھيج ديا -

۲۳ - جولائي سنہ ۱۴۸۲ - کو چم کا روڈس ميں شاهانہ استقبال کيا گيا - اور نہايت عزت و احترام سے اُسکي ضيافتيں شروع هوئيں - بايزيد کو معلوم هوا تو اُس نے جزيرہ کي حکومت کو دائمي صلح کے معاهدہ کا پيغام بھيجا - ساتھہ هي بہت سے امتيازات بھي پيش کيے - اِن مراعات کے صلے ميں چم کي حوالگي کي درخواست کي - جزيرہ کي حکومت بہت خوش هوئي - اُس نے شاهانہ مراعات قبول کرليں - مگر چم کے حوالہ کرنے سے اِس بنا پر انکار کيا کہ وہ مہمان هے - البتہ وعدہ کيا کہ اُسے جزيرے سے نکال ديا جائيگا -

جزيرے کي حکومت نے ايک طرف بايزيد سے معاملہ طے کرليا - دوسري طرف چم سے وعدہ لے ليا کہ سلطنت پر قابض هونے کے بعد اُسے عظيم الشان مراعات دے گا - باضابطہ عہدنامہ لکھوا لينے کے بعد شاهزادے سے کہا کہ يہاں اُس کي زندگي خطرے ميں هے - بايزيد نے اسے زهر دينے کے ليے اپنے جاسوس بھيج دیے هيں - لہذا مصلحت يہي هے کہ فرانس چلا جائے -

(۸)

بد نصيب شاهزادہ راضي هوگيا - اور اگست سنہ ۱۴۸۲ ع ميں جزيرے سے روانہ هوا - اُسے يقين تھا کہ فرانس جا رها هے - وهاں آزاد شاهانہ زندگي بسر کريگا - مگر جہاز ميں بيٹھتے هي اُس نے محسوس کيا کہ حکام جزيرہ کي حراست و قيد ميں هے اور وہ اُسے آزاد کرنا نہيں چاهتے - مگر اب مجبور تھا - صبر کے سوا کوئي چارہ نہ تھا -

شاهزادہ ، شہر نيس ميں پہنچايا گيا - يہ مقام اُسے بہت پسند آيا - اُس کي تعريف ميں ايک قصيدہ لکھا - يہيں اقامت اختيار کرني چاهتا تھا مگر تخت شاهي کے ليے بے چين تھا - چنانچہ يہاں سے شاہ فرانس کے پاس قاصد بھيجا اور امداد کي درخواست کي - ليکن حکومت روڈس کے آدميوں نے قاصد کو راستہ ميں روک ليا اور شاهزادے کو فروري سنہ ۱۴۸۳ ع ميں نيس سے دوسري جگہ لے گئے - اب اُسے کہيں جمنے نہيں ديتے تھے - شہروں شہروں لئے پھرتے تھے اور سختي سے نگراني کرتے تھے -

چم کو يقين هوگيا کہ اُسے دھوکا ديا گيا هے - يہ لوگ اُس کے ذريعہ بايزيد سے فائدہ اٹھا رهے هيں - چنانچہ اُس نے پھر دو قاصد روانہ کيے - ايک فرانس کو ، دوسرا هنگري کو - مگر اُس کے ميزبان روڈس کے حاکموں کو خبر مل گئي اور اُسے قلعہ ساسناگ ميں تن تنہا قيد کرديا -

(۹)

اب چم کي زندگي ميں پھر ايک نيا انقلاب هوتا هے - قلعہ ساسناک کا مالک ايک ڈيوک تھا - اُس کي لڑکي ولينيا هيلانا حسن و جمال ميں يکتا تھي - شاهزادے نے اُسے ديکھا تو عاشق هوگيا - دوشيزہ کو بھي اُس سے محبت هوگئي - محبت نے مرد ميدان چم کي طبيعت بالکل بدل ڈالي - جنگ و جدل سے نفرت هوگئي - حکومت کا شوق زائل هوگيا - خاموش زندگي کي طلب پيدا هوي - اُس نے بايزيد کو پے در پے خطوط بھيجے اور رحم و کرم کي درخواست کي - مگر سنگ دل بھائي کو رحم نہ آيا - دشمن کو جھکتے ديکھہ کر اُس کي همت اور بھي بڑھگئي - اُس نے شاہ فرانس سے مطالبہ کيا کہ چم کو فوراً اپني حدود سے خارج کردے -

جزيرۂ روڈس کے حکام نے ديکھا کہ شکار هاتھہ سے جاتا هے - فوراً ايک نئے سودے پر آمادہ هوگئے - پوپ اينو سين هشتم سے ايک بہت بڑي قيمت لے کر ، ۱۳- مارچ سنہ ۱۴۸۹- کو شہزادہ اُس کے حوالہ کر ديا -

(۱۰)

چم ، روم کو روانہ کيا گيا - پوپ سے ملاقات هوئي - چم نے اپني مصيبتيں نہايت مؤثر پيرايہ ميں بيان کيں اور درخواست کي کہ اُسے مصر جانے ديا جائے جہاں اُسکي ماں اور بيوي مدتوں سے جدائي

کر دیا هے - اس تصویر میں علامۂ موصوف جس لباس میں دکھائے گئے هیں ' ساتویں اور آتهویں صدي هجري میں مسلمانان مغرب (مراکش و تیونس) کا عام لباس تها - اور مصر و شام میں بهي اسي وضع کا عمامه استعمال کیا جاتا تها - علامۂ موصوف کا آخري عهد مصر میں بسر هوا هے - بهت ممکن هے ' یه تصویر اصلي اور مستند هو -

(علم الاجتماع)

پہلے یه علم ' علماء و مفکرین کے ایک نهایت تنگ دائرے میں محصور تها ' مگر اب وه ایک ضروري موضوع بن گیا هے اور سب کے لیے اُس کي تحصیل لازمي هوگئي هے -

(فرد اور جماعت)

فرد اور جماعت میں ایسا مضبوط رشته هے که عملاً لازم و ملزوم بن گئے هیں - ناممکن هے که ان میں سے ایک مفقود هو اور دوسرا موجود هو سکے - روز بروز ثابت هوتا جاتا هے که عام اجتماع اور علم افراد ' دونوں باهم دگر وابسته هیں - ان میں تفریق ناممکن هے ' اور یه ' که تمام فلسفي اور اخلاقي مسائل ؛ اجتماعي مسائل میں داخل هیں -

فرد اپني صفتیں اور خصلتیں ' اپني قوم و جنس سے ورثه میں پاتا هے - یهي معني هیں " جماعت " کے - علم جماعت (یا اجتماع) مادي اور معنوي حیات کے علم سنن و نوامیس سے بحث کرتا هے - نیز اُس کا تعلق علم الحیاة سے بهي گهرا هے - کیونکه کها جا سکتا هے که جمله کائنات اپنے آغاز کے وقت ایک هي عظیم جماعت تهیں - یه اس لیے که وه شروع میں غیر مرئي جوهر فرد (ایٹم) کے بے حساب ذروں کا مجموعه تهیں - بنا بریں علم اجتماع ' جمله علوم کا مجموعه اور خلاصه هے -

(قوم کا نظام اُسکي استعداد و ضرورت کے مطابق هوتا هے)

اِس علم کے اساتذه کي رائے هے که هر قوم کا سیاسي و اجتماعي نظام دوسري قوموں سے نمایاں طور پر مختلف هوتا هے - هر قوم کا نظام ' اُس کي ذهني و تمدني حالت کا ترجمان هوتا هے - اِس نظام کي اهمیت اور خوبي همیشه اعتباري هوتي هے - جماعتوں کے نشو و ارتقاء میں سیاسي نظامات ' سبب و عامل هونے سے کهیں زیاده خود مقصد و عمل هوتے هیں -

قوم کي مخصوص سیاسي تنظیم ' صرف اُس کي موجوده زندگي هي کي میزان نهیں هوتي ' بلکه اُن تمام انتظامي دوروں کا بهي پته دیتي هے جو اُس پر گزشته زمانوں میں گزر چکے هیں - کسي انسان کو بهي یه قدرت حاصل نهیں که ملک میں کوئي ایسا نظام جاري کردے جو نظري طور پر سب سے بهتر اور ترقي یافته معلوم هو - تاریخ بتاتي هے که غیر فاني قوانین قائم کرنے والے مقننوں نے صرف اس لیے کامیابي حاصل کي تهي که اُنهوں نے پہلے قوم کي ضروریات معلوم کرلي تهیں ' پهر اِن ضروریات کے مطابق قانون بنائے تهے - سولن نے کیا هي خوب کها هے " میں نے ایتهنز کے باشندوں کے لیے ایسا قانون طیار نهیں کیا هے جو عقلاً سب سے افضل هے - بلکه ایسا قانون بنایا هے جو اُن کي استعداد اور ضرورت کے موافق هے "

تمدن کي تاریخ یه حقیقت پوري طرح ثابت کر رهي هے که هر قوم کا نظام ' اُس کي ضرورت کا مظهر هوتا هے - هم دیکهتے هیں که اُن قوموں کے نظام تقریباً یکساں هوتے هیں جو ترقي کي مساوي سطح پر پهنچ گئي هیں - پوري تاریخ میں کوئي ایک مثال بهي ایسي موجود نهیں که کسي قوم کا نظام ' قوت اور تشدد کے ذریعه بدلا جاسکا هو - بلا شبه یه صورت کبهي فتوحات اور انقلابات کے بعد پیدا هوجاتي هے - مگر تبدیلي محض ظاهري اور لفظي هوتي هے - حقیقت و واقعه پر اُس کا کوئي اثر نهیں پڑتا - اِس کي بهت سي مثالیں موجود هیں - جزیرۂ کارسیکا مدت سے فرانس جیسي متمدن حکومت کے ماتحت هے ' مگر آج تک اِس جزیره کي وحشت دور نه کي جا سکي - یهي حال آئرلینڈ کا هے - صدیوں تک ساتهه رهنے پر بهي وه انگلستان سے منزلوں دور هے - حقیقت یهي هے که قوموں کي طبیعت و فطرت کو اُن کے نظاموں پر پورا اقتدار حاصل هوتا هے - نظام کي تبدیلي اُسي وقت ممکن هے جب قوم کے دماغ میں بهي تبدیلي پیدا هو جائے -

(اچانک ترقي ناممکن هے)

مقننوں کي قدرت سے باهر هے که اپنے دل سے کوئي ضابطۂ قانون ایجاد کرکے قوم کو اُس پر چلادیں - بڑي بڑي بغاوتوں اور عظیم فاتحوں نے اگر اِس طرح کي جرأت کبهي کي ' تو یه زبردستي زیاده مدت تک قائم نه ره سکي اور قدیم حالت پهر لوٹ آئي - اِس کي مثال یه هے که اگر حیوان کو کسي ایسي بات پر مجبور کیا جائے جو اُس کے مزاج کے خلاف هے ' تو وه اُسي وقت تک اُسے کرتا رهیگا ' جب تک دباؤ موجود هے - لیکن دباؤ هٹتے هي فوراً اُسے چهوڑ دے گا - اِس سے ثابت هوتا هے که قوموں کے نظام ' اُنکي ضرورت کے ترجمان اور اُن کے شعور کا مظهر هوتے هیں - اور یه که اُن کي تبدیلي ' قوم کي ذهنیت کي تبدیلي کے بعد هي ممکن هے - قوموں کي ذهنیت ' فوراً تبدیل نهیں هو سکتي - به تدریج اور آهستگي سے بدلتي هے -

سیاسي و اجتماعي نظام کے نشوء و تکوین کا باعث وهي هوتا هے جو خود کائنات کي تکوین کا باعث هے - یهي وجه هے که اچانک تبدیلي محال هے - یه ایک اٹل اجتماعي قانون هے که نمایاں تبدیلي ' اُن بهت سي مخفي تبدیلیوں کا نتیجه هوتي هے جو صدیوں تک جاري رهتي هیں - هم تبدیلي کا احساس اُس وقت کرتے هیں جب وضعي قوانین آکر همیں بتانے لگتے هیں - هم خیال کرتے هیں تبدیلي اِنهي قوانین کا نتیجه هے - حالانکه یه تبدیلي ایک طویل و مسلسل حرکت و عمل کا نتیجه هوتي هے -

حقیقي مقننوں کا فرض صرف یه هے که قوم کي راسخ عادتوں اور خصلتوں کي تائید کریں ' مگر صرف اُنهي کي جو مفید هوں - مضر کي مضرت کم کرنے اور بتدریج دفع کرنے کي کوشش کرتے رهیں -

بسا اوقات قوم کے سمجهنے کے لیے اُسکي تاریخ سے کهیں زیاده اُس کے ضابطۂ قانون کا مطالعه ضروري هوتا هے - کیونکه ضابطۂ قانون همیں بالکل صحیح طور پر بتا دیتا هے که قوم کي اجتماعي حالت اور ضروریات مختلف زمانوں میں کیا کیا تهیں ' اور اُن میں بتدریج کیا کیا تبدیلیاں هوئي هیں ؟

افراد ' اقوام ' نظامات ' عقائد ؛ کا ارتقاء همیشه تدریجي هي هوتا هے - جب تاریخ همیں کسي قوم کي بابت بتلائے که وه ترقي یافته تمدن کي مالک تهي ' تو همیں فوراً سمجهه لینا چاهیے که اُس کا یه تمدن ' ایک طویل ماضي کا نتیجه هے - اگرچه یه ماضي همارے لیے کتنا هي مجهول کیوں نه هو - کیونکه یه بالکل ظاهر هے که زبان اور ادب (لٹریچر) کا وجود اچانک نهیں هوجاسکتا - خود اُن کا وجود هي اِس بات کي قطعي دلیل هے که وه ایک قدیم ماضي رکهتے هیں - موجوده مغربي تهذیب کي مثال اِس حقیقت کے فهم کے لیے بالکل کافي هے - یورپ اپني موجوده تمدني سطح تک بے شمار انقلابات سے گزرکر هي

مقالات

علم الاجتماع

[illegible]

(۱)

" علم الاجتماع " سے مقصود وہ علم هے جس کا موضوع بحث انسان کي اجتماعي زندگي هے - انسان کي اجتماعي زندگي کي پيدايش ' اُس کي نشو و نما ' اُس کے طبعي احوال و تاثرات ' اُس کي مزاجي کيفييات ' اور اُس کے نتائج و ثمرات کا بطريق استقراء اس طرح استقصا کرنا ؛ که اس بارے ميں اصول و کليات مرتب هو جائيں ؛ علم الاجتماع کا دائرۂ نظر و بحث هے - تاريخ علوم ميں سب سے پہلے جس شخص نے اس علم کے مباحث بطور ايک مدون علم کے ترتيب ديے ' وہ علامۂ ابن خلدون هيں - اُن کا مقدمۂ تاريخ اس علم کي عديم النظير کتاب هے -

علامۂ ابن خلدون کے بعد صديوں تک اِس علم ميں کوئي اضافه نهيں هوا - گذشته صدي ميں جب موسيو کاترمير نے مقدمه کا فرانسيسي ترجمه شائع کيا تو علماء مغرب کو اِس طرف توجه هوئي - رفته رفته يه مبحث وقت کا سب سے زيادہ اهم اور دقيق موضوع نظر بن گيا - بلاشبه فرانسيسي ترجمۂ ابن خلدون سے پہلے علماء مغرب فلسفۂ تاريخ کي طرف متوجه هو چکے تهے ' اور تاريخ کي نئي فلسفيانه ترتيب کي بنياديں پڑ چکي تهيں - نيز اصول قوانين و نظامات حکومت پر بهي مونتسکيو اور بنتيهم جيسے مفکرين کي کتابيں شائع هوچکي تهيں - ليکن اِن مباحث کو " علم الاجتماع " کا کامل مواد نهيں کہا جا سکتا - يه واقعه هے که ترجمۂ ابن خلدون کي اشاعت سے پہلے يه علم به حيثيت ايک مستقل علم کے ' يورپ ميں زير بحث نه تها - جس قدر کتابيں بهي اس علم پر لکهي گئي هيں ' سب کي سب گذشته صدي کے اواخر ميں مرتب هوئي هيں ' اور يقيناً اُن کا اولين سر چشمه مقدمۂ ابن خلدون هي هے - موجودہ زمانه ميں ڈاکٹر ليبان کي مصنفات سب سے زيادہ وقيع سمجهي گئي هيں - اُس نے نه صرف اس موضوع پر هي کتابيں لکهيں ' بلکه وہ کام بهي انجام ديا جسکا ارادہ ابن خلدون نے کيا تها مگر پورا نه کرسکا - يعني متعدد اقوام کي تاريخيں بهي اسي علم کے اصول و کليات کے ماتحت ترتيب ديديں -

ذيل ميں هم ايک مختصر مگر وقيع رساله کا ترجمه درج کرتے هيں جو ترکي ميں ڈاکٹر احمد شعيب بک نے سنه ۱۹۱۰ ع ميں انقلاب عثماني کے بعد لکها تها ' اور بلاد اسلاميه کے اهل علم ميں نهايت مقبول هوا تها - ڈاکٹر موصوف [illegible] کے مدرسه حقوق (قانون) ميں استاذ تهے ' اور اُن گنتي کے اصحاب علم و نظر ميں سے تهے ' جنهيں ترکي کے نئے عهد تعليم و ترقي کا ماحصل سمجهنا چاهئے - سنه ۱۹۰۸ ع ميں جب دستوري انقلاب هوا ' تو انهوں نے مرحوم جاويد بے اور احمد رضا بے کے ساتهه شريک هوکر ايک نهايت وقيع ماهوار رساله " مجلۂ علوم اقتصاديه و اجتماعيه " جاري کيا تها - ترکي کے تمام مشاهير اهل قلم کي رائے هے که اس سے بهتر علمي رساله ترکي زبان ميں شائع نهيں هوا - يه رساله اسي مجله ميں به دفعات شائع هوا تها - پهر مطبع ثروت فنون نے کتاب کي شکل ميں مرتب کرکے چهاپ ديا -

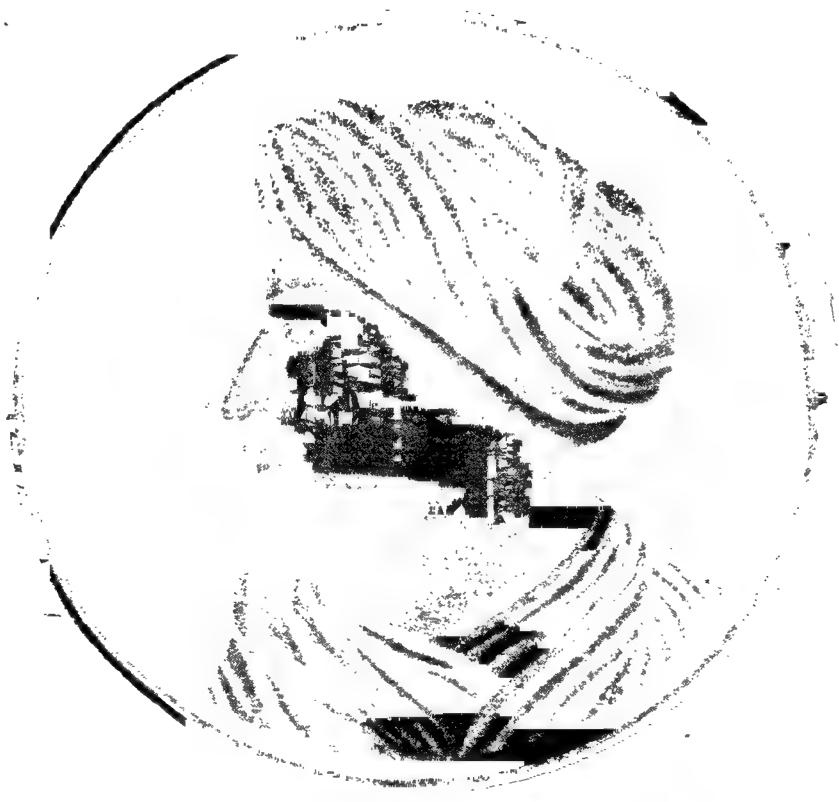

عبد الرحمن بن محمد ابن خلدون - المتوفي ۸۰۸ هـ
جس نے سب سے پہلے علم الاجتماع مدون کيا

اِس موضوع ميں يه مقاله مختصر هے ' مگر رسوخ نظر و فکر کے ساتهه لکها گيا هے - هم اِس کا ترجمه شائع کر ديتے هيں تاکه اُردو ميں ايک ترک مفکر کي بهترين کتاب منتقل هوجاے - البته يه ظاهر کر دينا ضروري هے که مصنف نے مقاله کي تمهيد ميں فطرۃ انساني کے خير و شر پر جو اظهار راے کيا هے ' اور اِسے روسو کا مذهب قرار ديکر اسکي يک قلم تغليط کر دي هے ' هم اسے مصنف کي لغزش نظر سمجهتے هيں اور اس سے متفق نهيں هيں - مقاله کا ترجمه مکمل هوجاے تو بطور استدراک و تعليق اس مسئله پر مختصراً اپني راے ظاهر کر دينگے - اس مقام کے علاوہ بعض ديگر مقامات بهي مزيد نظر و کاوش کے مستحق هيں ' اور انکي طرف بهي خاتمه ميں اشارہ کر ديا جايگا -

اِس مقاله کے ساتهه هم علامۂ ابن خلدون کي تصوير بهي شائع کر ديتے هيں - يه ايک قديم قلمي مرقع کا عکس هے جو دمشق کے ايک قديم کتب خانه ميں محفوظ تها اور اب وهاں کے مجمع علمي (عربي اِکاڈيمي) نے اپنے عجائب خانه کے آثار عتيقه ميں داخله

عالم مطبوعات و صحائف

Sketches of the Sects of Palestine & Syria.

By Harry Charles Luke.

(شام و فلسطین کے فرقے ' مصنفه هرے چارلس لیوک)

* * *

اخبار ٹائمس لندن نے اپنے هفته وار ادبي ضمیمه میں مندرجه بالا کتاب پر ان الفاظ میں تنقید کي هے :

" اگرچه فلسطین کي آبادي ساٹهه لاکهه سے زیاده هے ' اور ۴۰ - مختلف زبانیں بولنے والے ' ۶۵ - فرقوں کے اشخاص موجود هیں ' پهر بهي مسٹر لیوک مصنف کتاب کو ایک اسماعیلي بهي وهاں نظر نهیں آیا ' اور اسکے لیے انهیں شام جانا پڑا - یه وهي فرقه هے جو جنگ صلیبي کے زمانه میں بهت مشهور هوگیا تها - مصنف نے اس کے بعض اسلاف کے حالات نهایت دلچسپ طریقه سے بیان کئے هیں - شاید اس حقیقت سے بهت کم لوگ واقف هونگے که یه وفادار قاتل اپنے آقا کے حکم کي کس طرح اطاعت کرتے تهے ' اور کس طرح اوسکے کهنے پر هر قسم کے کام انجام دینے کیلیے آماده هو جاتے تهے - حتی که دوسروں کا قتل یا خود کشي بهي ان کے لیے کوئي اهمیت نهیں رکهتي تهي -

اِس اسماعیلي فرقه نے اگرچه اپني تمام رسمیں ترک کر دي هیں - پهر بهي ایک حسین نوجوان خاتون کو سیاه لباس میں ملبوس کرنے اور سر پر پهولوں کے تاج رکهنے کي رسم اب تک رائج هے - مسٹر لیوک نے اپني کتاب میں اِس فرقه کے نهایت دلچسپ حالات لکهے هیں - باخبر مصنف همکو ایک اور فرقه کا بهي پته دیتا هے جو سمرتین کهلاتے هیں - اُن کا خانداني مذهبي پیشوا نابلس میں رهتا هے اور سالانه کوه گرزم پر اپني قدیم ترین قرباني ادا کرتا هے جو کتاب الخروج میں درج هے - اِس کتاب میں اُن معصوم حبشیوں کا بهي تذکره هے ' جنکا کام قیمتي چهتریاں لیجانا اور دوسروں کي چهتوں پر ناچنا یا عبادت کرنا هے - اِسکے علاوه یهاں کے مختلف فرقوں میں حق وراثت کے متعلق جو اختلافات هیں ' اور جنکي وجه سے اکثر خانه جنگیاں رونما هوتي رهتي هیں ' نهایت وضاحت سے بیان کیے گئے هیں "

" اگرچه فرقوں کے اعتبار سے مسیحي فرقوں کي تعداد اِسلامي فرقوں سے جن میں مسلم ملحد بهي شریک هیں ' کهیں زیاده هے ' لیکن آبادي کے لحاظ سے مسلمان ایک کے مقابله میں تین هیں - اسي طرح تعداد میں وه یهودیوں سے بهي زیاده هیں - مصنف نے اِن قوموں کے حالات کے ساتهه ترکوں کے اوس برتاؤ کي بهي مثالیں دي هیں ' جو وه اپنے عیسائي اور یهودي رعایا کے ساتهه کرتے تهے - چنانچه اُس نے اُن احکام کي نقلیں درج کي هیں جنکے ذریعه ارمنیوں ' پادریوں ' اور یهودي ربیوں کو اپنے مردے دفن کرنے کي اجازت ملتي تهي - حکمناموں کي نقلوں کے بعد مصنف نے موجوده طریقۂ حکومت کا ترکوں کے طرز حکومت سے موازنه کرکے اول الذکر کو ترجیح دي هے -

هم اس پر اتنا اضافه کرنا چاهتے هیں که مصنف کتاب اور ٹائمس کے نقد نگار نے شام کے جس فرقه کو " اسماعیلي " کے لقب سے پکارا هے ' وه اگرچه اسماعیلیه هي کي ایک شاخ هے ' لیکن ایک مدت سے " دروز " کے نام سے موسوم کي جاتي هے اور اس کے عقائد اصل اسماعیلي فرقه سے بهت کچهه مختلف هیں -

بیگم فهمي کا عجیب مطالبه

* * *

(قاتله کا مقتول شوهر کي جائداد پر دعوی !)

* * *

قارئین الهلال کو یاد هوگا که اب سے تقریباً دو سال پهلے لندن کے ایک هوٹل میں بیگم فهمي نے (جو ایک فرانسیسي عورت هے) اپنے شوهر فهمي بے مصري کو گولي کا نشانه بنایا تها - لندن میں اوس پر مقدمه چلایا گیا ' لیکن وه چهوٹ گئي ' اور اب وهي قاتله اپنے مقتول شوهر کي جائداد پر حق زوجیت کا دعوی کرنے والي هے !

اور اُس کي هلاکت پر تلي هوئي تهي - یهي سبب هے که همارے اجداد کو پهلي فکر یهي هوئي که حیوان و انسان کي دست درازیوں سے مدافعت کیونکر کریں - چنانچه وه اِس کا سامان مهیا کرنے میں مشغول هوگئے -

هر اشتراک عمل کا نظام اُن ضرورتوں کے مطابق هوتا هے جو اُسکے وجود کا باعث هوتي هیں - انساني اجتماع کي ابتدائي ضرورت دو قسم کي تهي :

(۱) داخلي خطروں کا سد باب ۔

(۲) خارجي حملوں سے مدافعت ۔

اِسي ضرورت نے انساني جماعت کو حکومت کي تکوین پر مجبور کیا - شروع شروع میں مقصود یه تها که حکومت ' جماعت کے افراد کي قوت اِس طور پر منظم کرے اور اُسے اِس طرح استعمال میں لائے ' که جماعت ' داخلي و خارجي خطروں سے محفوظ ره سکے - لیکن اس کے معني یه نهیں هیں ' جیسا که روسو کهتا هے ' که جماعت کے افراد کسي مقام پر جمع هوے اور بحث و مباحثه کے بعد باهم عهد و پیمان کر لیا ' بلکه صورت یه هوئي هوگي که جماعت کے سب سے زیاده عقلمند اور طاقتور فرد نے اِس ضرورت کا احساس کیا هوگا اور اپني زبردست قوت سے تمام افراد کو مغلوب کرکے حاکم بن بیٹها هوگا - پهر وقتي ضروریات نے حکومت کا نظام قائم کرنے اور وقتي قوانین بنانے میں اُس کي رهنمائي کي هوگي -

انانیت اور حب ذات انسان کي فطرت میں داخل هے - دو آدمیوں کي مصلحتوں میں ادنی تصادم بهي عداوت و فساد کا موجب بن جاتا هے - مدتوں انسان نے اِنهي حالات میں انفرادي زندگي بسر کي - لیکن بالاخر طویل تجربوں نے اُسے بتا دیا که قتل ' خونریزي ' نهب و سلب ' جماعت اور افراد ؛ دونوں کے لئے مضر هیں - انسان مجبور هوا که اپنے سابق طرز زندگي میں تبدیلي پیدا کرے اور ایک نئي مگر زیاده پر امن اور آرامده زندگي اختیار کرے -

یهي تجربه یا ضرورت ' حکومت اور تمام قوانین اجتماع کي اصلي اور ابتدائي بنیاد هے -

پهنچا هے - یه سراسر جنون هے که کوئي قوم ترقي کے بلند درجه تک اچانک پهنچ جانے کا خیال کرے -

(سلطنت کي تکوین اور روسو کا نظریه)

جوزیف دومستر اور بونلد نے سلطنت (اسٹیت) کي تکوین کا جو نظریه قائم کیا تها ، وه اب اِس حد تک شکست هوچکا هے که اس کے بطلان کے لیے کسي بحث کي ضرورت باقي نهیں رهي - اِسي طرح " اصحاب جمهوریة " (جن کا سر گروه روسو هے) کے نظریے بهي غلط ثابت هوچکے هیں -

مذهب جمهوریة ، سولهویں صدي کے ازاخر میں اپنے پورے عروج کو پهنچ گیا تها - هنري سوم کے قتل کے بعد پروٹسٹنٹ فرقه نے اِس مذهب سے هٹنا شروع کیا - سترهویں صدي میں هوبس اور گوربیو نے ظاهر هوکر اِس مذهب کي از سر نو حمایت شروع کي - لیکن وه اِس نتیجه کي کوئي توجیه نه کرسکے که اِس مذهب کے تسلیم کر لینے کے بعد یا تو فرد کا استبداد لازم آجاتا هے ، یا جماعت کا -

آخر میں روسو نے آکر یه تمام نظریے اپني کتاب " عقد اجتماعي " میں جمع کردیے - روسو کي رائے هے که انساني افراد اپني طبیعي خود مختاري سے اس بنا پر دست بردار هوے هیں که اُنهیں اِس کے معارضه میں امن و اطمینان ملے - چنانچه اُنهوں نے باهم معاهده کرلیا که انفرادي زندگي کے بجاے جماعتي زندگي بسر کرینگے - اِس معاهدے نے اُن میں اجتماعي اخلاق کي ایک خاص طبیعت پیدا کردي -

روسو کا خیال هے که فرد فطرتاً نیک هوتا هے - رذالت و شر ، جماعت سے پیدا هوتا هے - افراد فطري طور پر عدل و انصاف کے دلداده ، خیر اور نیکي کے پرستار ، اور نظام کي اطاعت کي طرف راغب هوتے هیں - وه همیشه نیک اور خوش نصیب هوتے ، اگر جماعت کي برائیاں اُنهیں لگ نه جاتیں -

حریت ، مساوات ، اور قوم کا اقتدار ؛ یه " عقد اجتماعي " کي بنیادي دفعات هیں - روسو نے اِن کا ذکر اپنے بیان " حقوق انساني " میں بهي کیا هے -

روسو کے زمانه میں یه نظریه بهت مقبول تها که انسان فطرتاً نیک اور عاقل هے - اُس کا هر عمل حتى که هر حرکت کسي نه کسي معقول سبب پر مبني هوتي هے - اُس وقت کے اکثر ادباء و فلاسفه یهي خیال رکهتے تهے - حتى که ارکان سلطنت کا بهي اِسي پر ایمان تها - چنانچه تورگو نے تربیت پر ایک رساله لکهکر بادشاه کو دیا اور دعوي کیا که " اِس پر عمل کرکے فرانس کي حالت ایسي هو جائیگي که ابهي یقین نهیں کي جا سکتي " نیز کها کرتا تها " انساني اخلاق کي فضیلت پر ایمان رکهنا فرض هے "

جرمني میں بهي کانت اور ویختي نے اِس مذهب کا علم بلند کیا تها - لیکن اُن کے رد کے لیے بڑے بڑے فلاسفه اُٹهه کهڑے هوئے - هیگل ، استراوس ، استوات مل ، اسپنسر ، آوگست کونت ، تین ، رینان وغیرهم نے اپني اپني جگه اُس کي دهجیاں اڑادیں -

خود اشتراکیوں نے بهي یه مذهب قبول نهیں کیا اور اِسے منطقي مغالطه قرار دیا - زومر مائن کهتا هے " عقد اجتماعي کا نظریه ، محض ایک وهم هے "

اقتدار قومي کا نظریه بهي اب تک محض ایک دعوي هي دعوي هے - عمل میں آج تک اُس کا کبهي ظهور نهیں هوا - تاریخ نے بهي اُس کي کوئي مثال پیش نهیں کي - بنابریں اُسے بهي ایک خیالي و وهمي نظریه هي کهه سکتے هیں -

(فطرة انساني)

پهر یه بهي واقعه هے که عقل و حکمت انسان کي فطري صفت نهیں هے ، بلکه سخت جد و جهد کے بعد کسب کي جاتي هے - یه صفت ، اگر اِسے صفت کهنا صحیح هو ، اب تک غیر دائمي حالت توازن میں هے - علم وظائف الاعضاء (فیزیولوجي) اور علم النفس (سائیکولوجي) بتاتے هے که " انسان فطري طور پر اُتنا هي ، مریض هے ، جتنا مجنون هے - همارے اعضاء کي سلامتي اور عقل کي درستگي ، سرا سر اتفاقات کا نتیجه هے - دماغ کا عمل بهي همیشه مضطرب هوتا هے - منطقي قیاسات اور اعلى خیالات ، صرف ایک محدود روشن خیال جماعت سے مخصوص هوتے هیں - انسان کے ارادے پر اصلي حکمراني ، اُس کے عقل و دماغ کو نهیں بلکه جسماني ترکیب ، مادي ضرورت ، حیواني طبیعت ، قوت خیال ، حرص و طمع ، اور شخصي اغراض وغیره خصلتوں کو حاصل هے "

همارا یه خیال که انسان فطرتاً نیکي ، خیر ، حلم ، اور اجتماعي مصلحت کو ؛ بدي ، شر ، غصه ، اور شخصي مصلحت پر ترجیح دینے کي طبیعت رکهتا هے ، درحقیقت اپنے آپ کو سخت دهوکا دینا هے - کیونکه وحشت وظلم کي جو صفات هم نے اپنے اجداد سے ورثه میں پائي هیں ، اب تک همارے ذهن و دماغ میں پوري طرح راسخ هیں - انساني دماغ کي ساخت هي کچهه اِس وضع کي هے که انسان همیشه اپنے خیالات واوهام کا بنده رهے - شدید هیجان ، شک و شبه ، جذبات ، ساده لوحي ، خود غرضي ، یه انسان کي امتیازي خصوصیات و صفات هوگئي هیں -

یه حقائق پیش نظر رکهنے کے بعد ، هم بآساني فیصله کر دے سکتے هیں که انساني فطرة کے متعلق روسو کا نظریه سرا سر وهم و خیال هے - اور اُس کے هم مشربوں کو حقیقت سے کوئي تعلق نهیں -

(سلطنت کي تکوین میں اقلیم کا اثر)

سلطنت کي تکوین میں اقلیم کے اثرات کو بهت دخل هوتا هے - سیاسي و اجتماعي نظامات ، اقلیم کي تبدیلي سے بدل جایا کرتے هیں - اِس کي مثال یه هے که جو قومیں میدانوں اور سبزه زاروں میں بود و باش رکهتي هیں ، اُن کي اقلیم کا اقتضاء هي یه هوتا هے که بدوي زندگي بسر کریں - ان کي مرکزي حکومت میں ابوي اقتدار کا رنگ غالب هوتا هے اور استبداد کمزور هوتا هے - یه قومیں همیشه فتوحات و حکمراني کي دلداده هوتي هیں - برخلاف اِن کے وه قومیں جو جنگلوں میں شکار پر زندگي بسر کرتي هیں ، اپني مرکزي حکومت میں استبداد غالب رکهتي هیں اور ابوي شفقت کمزور هوجاتي هے - اِن میں جهالت نمایاں هوتي هے - وسعت نظر مفقود هوتي هے ، اولوالعزمي اور بلند همتي ناپید نظر آتي هے ، فتح و استیلاء کا جذبه مرده هوجاتا هے ، همیشه تنگ دائرے هي میں زندگي بسر کرتي رهتي هیں -

(جماعتوں اور سلطنتوں کے وجود کا سبب)

قدیم ترین حکومتوں کے ظهور کي تاریخ همیں بتاتي هے که انسانوں کا اجتماع اور باهمي اشتراک عمل ، صرف ضرورت هي کي وجه سے پیدا هوا تها - وه ابتدائي ضرورت ، دشمنوں کے حملوں سے مدافعت تهي - اُن مجهول زمانوں میں هر چیز انسان کے لیے خطرناک تهي ،

سیر فی الارض

اولم یسیروا فی الارض فینظروا کیف کان عاقبۃ الذین من قبلہم

(۸:۳۰)

سیاحانِ عالم کے مشاہدات و تأثرات

ایک مصری سیاح نجد میں

(محمد شفیق، مصری اخبار نویس کی سیاحت نجد کی آخری قسط)

نجد کی غذا

نجد خصوصاً صحرا کی اصلی غذا چاول ہے۔ روٹی بہت کم کھاتے ہیں۔ لیکن چاول چمچے سے نہیں کھاتے۔ بلکہ اُس کا استعمال بھی ناجائز سمجھتے ہیں۔ اُن کے چمچے اُن کے ہاتھ اور انگلیاں ہیں۔ بے تکلف برتن میں ڈال دیتے ہیں اور لقمے نگلنا شروع کر دیتے ہیں۔ تمام کھانوں میں ہلدی ضرور ملاتے ہیں اور بہت زیادہ مقدار میں۔ ہلدی کا نام اُن کی اصطلاح میں "بزار" ہے۔

دودھ اُن کے یہاں بہت افراط سے ہے، مگر اُس کا پنیر بنانا نہیں جانتے لیکن نمک ڈالکر کھویا بناتے ہیں اور بڑی رغبت سے کھاتے ہیں کچی پیاز قطعاً نہیں کھاتے۔ اُس کا کھانا حرام سمجھتے ہیں۔ دلیل یہ بتاتے ہیں کہ اس سے نمازیوں کو تکلیف ہوتی ہے۔ اُن کے تمام کھانے حد درجہ سادہ ہیں۔ اچھے کھانوں کی طرف رغبت نہیں رکھتے کیونکہ سلف صالح اچھی غذائیں پسند نہیں کرتے تھے۔

تندرستی

پورے نجد میں صرف ایک ڈاکٹر ہے اور وہ بھی صرف سلطان کا شاہی طبیب۔ یہ عجیب بات ہے کہ باوجود تنہا ہونے کے ڈاکٹر کے لئے مشغولیت بہت ہی کم ہے۔ وجہ یہ ہے کہ لوگ عام طور پر بیمار ہی نہیں ہوتے۔ سادہ معیشت نے بیماریوں کا دروازہ بند کر دیا ہے۔ یہی سبب ہے کہ تعداد اموات بہت محدود ہے۔ ۴۰، ۵۰ برس کی عمر میں شاذ و نادر ہی کوئی مرتا ہے۔ نجدی عام طور پر میدان جنگ میں قتل ہو جاتے ہیں، بیمار ہو کر بستر پر مرنا نہیں جانتے۔

ریاض میں میری موجودگی کے دوران میں ایک بدو، شاہی طبیب کے پاس آیا اور اپنی بیوی کے لئے دوا مانگی۔ عورت، ریاض سے بہت دور، وسط صحرا میں بیمار پڑی تھی۔ طبیب نے مریض کے دیکھے بغیر دوا تجویز کرنے سے انکار کر دیا۔ بدو پہلے تو خفا ہوا۔ پھر طبیب کی "جہالت" پر ہنسا اور کہنے لگا "اپنی دوا اپنے ہی پاس رہنے دو۔ میری واپسی تک وہ اچھی ہو جائے گی!"

اسی طرح ایک اور بدو آیا۔ اُس کے شانے میں بندوق کی گولی لگی تھی اور جسم میں پیوست ہو کر رہ گئی تھی۔ اس کی وجہ سے اُس کا داہنا ہاتھ بالکل بے کار ہو گیا تھا۔ شاہی طبیب نے کہا گولی نکالنے سے پہلے جسم کے اس حصے کو دواؤں سے سُن کر ڈالنا، پھر اُس پر عمل جراحی کرنا ضروری ہے۔ اس پر بدو ہنسنے لگا۔ "واللہ" اُس نے کہا "میں جنت کی ہوا (یعنی بندوق کی گولی) ہی سے مروں گا۔ طبیب کے نشتر پر اپنی جان نہیں دوں گا!"

حیرت انگیز حواس

یقیناً ناظرین یہ سُنکر تعجب کریں گے کہ نجدی بدو یہی نہیں کہ ستاروں کی رہنمائی میں صحرا کی عظیم مسافتیں طے کرتے ہیں، بلکہ حیرت کی بات یہ ہے کہ آدھے دن کی مسافت پر سے آدمیوں کے باتوں کی آواز بھی سُن لیتے ہیں۔ درحقیقت اُن کی قوت سامعہ اور قوت باصرہ بہت ہی قوی ہے۔ صحرا کی پاک صاف زندگی نے اُن کے قویٰ کمزور ہونے نہیں دیئے ہیں۔ نہایت ہی ذکی الحس ہیں۔ بہت دُور کی آواز سنتے اور بہت دُور کی چیز دیکھ لیتے ہیں۔

تاریخ و سنین کا حساب

تاریخ کا حساب سرکاری کاغذات اور تجارت میں سنہ ہجری سے ہوتا ہے۔ لیکن عام لوگ خصوصاً صحرا کے باشندے، قدیم عربوں کی طرح مشہور تاریخی واقعات سے حساب کرتے ہیں۔ مثلاً کہتے ہیں فلاں واقعہ سنہ احسار کے دو برس بعد یا سنہ حجاز کے ایک برس بعد ہوا۔ سنہ احسار یا سنہ حجاز سے مقصود، ان دونوں ملکوں کی فتح کا سال ہے۔ اسی طرح دوسرے اہم واقعات سے تاریخ کا شمار شروع کر دیتے ہیں۔ مگر یہ عجیب بات ہے کہ حساب ہمیشہ صحیح ہوتا ہے، صحیح طور پر سمجھا جاتا ہے۔ کبھی غلط فہمی واقع نہیں ہوتی۔ ہر شخص اہم واقعات اور اُنکے زمانوں سے واقف ہوتا ہے۔

زبان

نجد کی بولی، مصر اور شام کی بولیوں سے بہت کچھ مختلف ہے۔ اُن کا عربی لہجہ دوسرے ملکوں سے نمایاں اختلاف رکھتا ہے۔ یہ لوگ کاف کو ہمیشہ تلئے مشدد سے بدل دیتے ہیں۔ "س، م" یہ دو حرف ایسے ہیں کہ بکثرت استعمال کئے جاتے ہیں اور بہت سے جملوں کے قائم مقام ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ جب بسم اللہ کہنا ہوتا ہے تو کہتے ہیں "سم" کسی حکم پر اطاعت کا اظہار کرنا ہوتا ہے تو کہتے ہیں "سم" اگر کسی کو پکارو تو فوراً جواب دے گا "سم" یعنی میں نے سن لیا۔

داڑھی

داڑھی کو نجد میں جو عزت حاصل ہے وہ کسی چیز کو بھی نہیں ہے۔ داڑھی منڈانے والے کو قریب قریب کافر سمجھتے ہیں۔ یہ عجیب بات ہے کہ مصر، داڑھی کو یہودیت کی علامت سمجھتے ہیں اور نجدی، اسلام کی، دو اسلامی قوموں کا یہ اختلاف ذوق یقیناً حیرت انگیز ہے۔

قبائل بنی صخر

نجد کے تمام قبائل، سعودی حکومت سے پہلے نہایت وحشیانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ اسلام کی تعلیمات سے بالکل ہٹ گئے تھے اُنکا دین تک سے جاہل ہو گئے تھے۔ کلمۂ شہادت کے سوا دین کی کوئی بات بھی نہیں جانتے تھے۔ لیکن سعودی فرمانرواؤں نے اُنھیں دین کی تعلیم دی اور شریعت حقہ کے اتباع پر مجبور کر دیا۔ آج نجد ہی دنیا میں ایسا ملک ہے جہاں اسلامی احکام پر سب سے زیادہ عمل ہوتا ہے۔ لیکن اس کلیہ سے قبائل بنی صخر مستثنیٰ ہیں۔ یہ قبائل، شرق اردن سے ملحق نجدی سرحدوں میں آباد ہیں۔ یہ چونکہ حال ہی میں نجدی حکومت کے مطیع ہوئے ہیں، اس لئے ان کی تعلیم و تربیت ابھی تک کچھ بھی نہیں ہو سکی ہے۔

میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ یہ بالکل وحشی ہیں اور شاذ و نادر ہی اُن کا کوئی فرد، صحیح طور پر نماز پڑھ سکتا ہے۔ اُن کی عادتیں رسم و رواج اور طریق بود و باش بالکل وحشیانہ ہے۔ میں نے ان کی ایک شادی بھی دیکھی۔ نکاح کا طریقہ اِن کے یہاں یہ ہے کہ ایک لمبی موٹی لکڑی لاکر مجلس میں رکھی جاتی ہے۔ اُس کا ایک سرا شوہر پکڑتا ہے اور دوسرا سرا لڑکی کے باپ کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ لڑکی کا باپ چلا کر کہتا ہے "وحیاۃ العود، والرب المعبود جوزت(؟) ابنتی" (قسم اس لکڑی کی زندگی اور رب معبود کی کہ میں نے اپنی لڑکی بیاہ دی) اس کے جواب میں شوہر کہتا ہے "تجوزت(؟) ابنتک" (میں نے تیری لڑکی سے شادی کر لی) بس نکاح ہو گیا!

سلطان ابن سعود سے آخری گفتگو

ریاض سے روانگی سے پہلے میں نے چاہا کہ سلطان عبدالعزیز بن سعود سے بعض اہم معاملات پر گفتگو کر دوں۔ سلطان نے انتہائی مہربانی سے میری درخواست منظور کر لی۔ بے تکلف ہو بیٹھے اور حسب ذیل بیان دیا:

"شاید صحرا کے باشندوں کی خشک طبیعت، بدوی معیشت، اور دینی تصلب سے آپ کو کچھ تکلیف ہوئی ہوگی لیکن اس میں اُن کا کوئی قصور نہیں ہے۔ صحرا کی زندگی نے اُنھیں ایسا ہی بنا دیا ہے وہ اپنی فطرت پر قائم ہیں۔ اور جان بوجھ کر کوئی شرارت نہیں کرتے۔ برخلاف اُن کے آپ نے مجھے اور میرے ارکان سلطنت کو بھی دیکھ لیا ہے کہ ہم لوگ ہرگز متعصب نہیں ہیں۔ مسلمان تو ہمارے بھائی ہیں ہم غیر مسلموں سے بھی رواداری کا سلوک کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ سفرائے دول سے طویل سیاسی گفت و شنید کرتے ہیں۔ بسا اوقات اُن کی بعض باتیں ہمارے خلاف مزاج ہوتی ہیں۔ مگر ہم کبھی غصہ کا اظہار نہیں کرتے۔ بلکہ نہایت ملائمت اور معاملہ فہمی سے گفتگو جاری رکھتے ہیں۔

"میں اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ادا کرتا ہوں کہ اُس ذات برتر نے محض اپنے فضل و کرم سے ایک ایسی قوم کو، جیسی یہ نجدی قوم ہے، اپنے بادشاہ کا حد سے زیادہ وفادار، جاں نثار اور محب بنا دیا ہے۔ یہ قوم مصیبت کے وقت اپنے بادشاہ کے گرد جمع ہو جاتی ہے۔ خطرے میں اُس کی حفاظت کرتی ہے۔ اُس پر قربان ہوتی ہے۔ کم پر قناعت کرلیتی ہے۔ شریفوں سے جنگ کے دوران میں ہماری قوم نے اپنے بادشاہ

اس سلسله میں اخبار پیپل لندن کے نامه نگار نے اوس سے ملاقات کي تھي - اس ملاقات کے حالات یه هیں - نامه نگار لکھتا هے :

" یه کوئي تعجب کی بات نه تھي که وه مجھے نه پہچان سکي - اور واقعۃ تو یه هے که میں خود بھي مشکل سے اس بات پر یقین کرنے کیلیے تیار تھا که حسین لباس میں یه ملبوس حسینه وهي پریشان سفید روح هے ' جسے میں نے اب سے دو سال پہلے عدالت میں دیکھا تھا - آج اوس کے رنگین ' روشن ' تر و تازه چہره ' اور باوقار حرکات میں کہیں بھی اون خطروں اور اندیشوں کا پته نه تھا جنھوں نے اسے اپنے شہزاده شوهر کے قتل پر مجبور کردیا تھا "

" تمام دنیا کي طرح میں نے بھي سنا تھا که مرحوم فهمي بے کي جائداد جو دو سے پانچ ملین فرانک کے درمیان هے ' اوسکي دو بہنوں اور چچا کو مل گئي هے - اسکا یه فیصله که اب وه خود قاهره جا کر یه دعوی " از سر نو پیش کریگي ' میرے لیے ایک حیرت انگیز خبر تھي "

" میں نے دریافت کیا " آخر کس چیز نے اپ کو اس بات پر آماده کیا هے ؟"

" اوس نے جواب دیا " وه کہتے هیں ' جب تک میں بذات خود دعوی پیش نه کروں ' سماعت نهیں هو سکتي - اسلیے میرے پاس قاهره جانے کے سوا اور چاره کار کیا هے ؟ "

" لیکن مجھے یاد تھا که اس سے پہلے تین مرتبه بیگم فهمي نے قاهره جانے سے انکار کردیا تھا ' اور اُسکے وجوه میں ایک وجه یه بھي بتلائي گئي تھي که وه خائف هے - میں نے اس کي طرف اشاره کیا تو وه هنسي اور پھر مسکراتے هوے جواب دیا " میں اور خوف ! میں مصر میں کسي سے نهیں ڈرتي - مصري میرے دوست هیں - شریف هیں " اس نے اپنے بازو پر سے کپڑا هٹا کر بتایا که اُس کا هاتھه زخمي تھا ' اس لیے وه قاهره جانے کے قابل نه تھي - اُس نے یقین دلایا که اب وه پہلے اسپین جائیگي ' وهاں سے سیدھا مصر پہنچیگي - یه کہتے هوے اُس نے ایک خاص انداز سے اپنا هاتھه اُٹھایا ' اور اُس کي آنکھوں میں ایک عجیب روشني پیدا هوگئي - قاهره کا مصري انصاف اُس کے لیے کوئي خوفناک چیز نهیں هے - جو قاضي ان آنکھوں سے متاثر هوے بغیر رهیگا ' اُس کے متعلق سمجھه لینا چاهئے که اُس کے سینه میں دل کي جگه یقیناً پتھر کا ٹکڑا هوگا - اس رعنائي کے باوجود بیگم فهمي تین شادیاں کر چکي هے ' اور اُس کي ایک هفده ساله لڑکي بھي موجود هے ! "

" بیگم فهمي کو اس بات کا یقین هے که وه قاهره میں اپنا مقدمه جیت لے گي - اُس نے مجھے بتایا که حال هي میں اُس نے ایک مقدمه جیتا هے - وه مقدمه ایک ڈریس کیس (صندوق آرائش) کے متعلق تھا جس کي قیمت ۴ هزار پونڈ هے - یه بکس اُن دو بکسوں میں سے تھا جو شادي سے کچھه دن قبل شہزاده فهمي بے کے لیے بنائے گئے تھے - ایک سیاه کچھوے کي کھال کا اُس کے لیے ' دوسرا زرد رنگ کا اُس کي منسوبه کے لیے - حادثه قتل کے بعد فهمي بے کي بہن نے اس بکس کے لیے مقدمه دائر کیا - بیگم فهمي اس کے لیے لڑي اور بالآخر کامیاب هوگئي - اُس نے کہا " یه مقدمه اِس لیے نه تھا که وه بکس بہت قیمتي تھا ' بلکه یه اصول کا سوال تھا - اُس نے یه بکس مجھے دیا تھا - اور میرے لیے ضروري تھا که میں اُسے حاصل کروں " آپ کو یه سن کر متعجب نه هونا چاهیے که بیگم فهمي نے اپني چوتھي شادي کا خیال ترک نهیں کیا هے ' اگرچه اس میں عجلت نهیں هے "

ڈاک کي تاریخ

یورپ کے ڈاکخانوں کي بین الاقوامي مجلس کا ایک اجلاس حال میں به مقام هالینڈ منعقد هوا تھا - اس سلسله میں ڈاک کے موجوده طریقه کي تاریخ بھي بیان کي گئي جس کا خلاصه حسب ذیل هے :

" قدیم زمانه میں خطوط کي آمد و رفت کے مختلف طریقے تھے - ڈاک کا محکمه زیاده تر بادشاهوں کي خدمت کیلیے تھا - بادشاه اپنے خطوط ' فرمان ' اور احکام اپنے عهده داروں اور دوستوں کو بھیجا کرتے تھے - محکمۂ ڈاک یه تھا که کچھه لوگ خطوط لیکر گھوڑوں اور اونٹوں وغیره سواریوں پر سفر کیا کرتے تھے -

مصریوں نے اپني ترقي کے زمانه میں ڈاک کا باقاعده انتظام کیا - مصریوں سے یه چیز رومانیوں نے لي - شہنشاه اگسٹس کے زمانه میں سلطنت روم میں ڈاک کا آغاز هوا -

ساتویں صدي عیسوي میں فرانس میں ڈاک کو رواج دیا گیا - لیکن چونکه یه زمانه فرانس میں سخت بد امني کا زمانه تھا ' اس لیے یه انتظام کامیاب نه هوا اور جلد موقوف هوگیا - چارلس اول نے بعد میں ڈاک کا محکمه از سر نو قائم کیا تا که اسکي وسیع سلطنت میں مواصلات کي آساني هو - مگر زیاده عرصه وه بھي قایم نه ره سکا -

آخر سنه ۱۴۶۴ع میں لوئي چارده‍م نے اُسکا پھر آغاز کیا اور ڈاک کا انتظام پوري هوشیاري اور مضبوطي سے قائم کر دیا - سولھویں صدي میں فرانس کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک ڈاکخانوں کا جال پھیل گیا تھا ' اور هر شخص کو حق حاصل هوگیا تھا که جب چاهے ' اپنے خطوط ڈاک کے ذریعه بھیج دے - سنه ۱۶۲۷ع میں خط نویسي کے قواعد اور شروط مقرر کیے گئے - سنه ۱۶۲۹ - سے مني آرڈر بھي ڈاکخانوں میں لیے جانے لگے -

ڈاک کے ٹکٹ سب سے پہلے سنه ۱۶۵۳ع میں فرانس میں ایجاد هوئے - لیکن تھوڑي مدت بعد اُنکا استعمال ترک کر دیا گیا اور لوگ اُنھیں بھول گئے - سنه ۱۸۲۳ع میں ڈنمارک کے سرکاري اخبار میں ایک مضمون شائع کرکے حکومت کو توجه دلائي گئي که ڈاک کے ٹکٹ استعمال کیے جائیں - مگر اس پر توجه نهیں کي گئي - سنه ۱۸۳۹ع میں انگریزوں نے اسکي ضرورت محسوس کي - اسکے بعد باقي سلطنتوں نے بھي انکي تقلید کي - ذیل کے نقشه سے معلوم هوگا که دنیا کے بڑے بڑے ممالک میں کب سے ڈاک کے ٹکٹ جاري هوئے هیں :

انگلستان	—		سنه ۱۸۳۹
بلجیم	۳	نومبر	سنه ۱۸۴۷
فرانس	۱	جنوري	سنه ۱۸۴۸
اسپین	۴	مارچ	سنه ۱۸۴۸
سوئٹزر لینڈ	۱۴	اپریل	سنه ۱۸۴۹
پروشیا	۱	جنوري	سنه ۱۸۵۰
آسٹریا	۱	ایضاً	ایضاً
ڈنمارک	۱۵	ایضاً	ایضاً
اٹلي	۱	ایضاً	سنه ۱۸۵۱
هالینڈ	۱	ایضاً	سنه ۱۸۵۲
ناروے	۱	ایضاً	سنه ۱۸۵۵
یونان	—	اکتوبر	سنه ۱۸۶۱
ترکي	۳	مئي	سنه ۱۸۶۳
مصر	۱۵	دسمبر	سنه ۱۸۶۶

لکھا۔ محمد کا جواب حسب ذیل تھا:

"اُس خدا کا ہزار ہزار شکر جسنے تمھیں اور تمھاری دعوت کو عزت بخشی! ابھی تمھارے بہت آدمی قتل ہونا باقی ہیں!"

اسد بن عبداللہ، شیعوں پر بہت سخت تھا۔ اپنی پہلی حکومت میں وہ جس قدر تشدد اُن پر کرسکا، کیا۔ معزول ہونے کے بعد جب دوبارہ والی (گورنر) ہوا تو اور بھی زیادہ ظلم و جور کیا۔ چنانچہ سنہ۱۱۷ ہجری میں اُسنے خراسان کے تقریباً تمام داعی گرفتار کرلئے۔ بہتوں کو قتل کیا۔ بہت سے قید کردیئے۔

شیعی دعوت کے نقباء و داعی: سلیمان بن کثیر، مالک بن الہیثم، موسیٰ بن کعب، لاہز بن قریظ، خالد بن ابراہیم، طلحہ بن زریق وغیرہم جب اُسکے سامنے پیش کئے گئے تو بہت غضبناک ہوکر چلایا:

"اے فساق! کیا خدانے فرمایا نہیں ہو کہ "گزشتہ کو اللہ نے معاف کیا۔ البتہ جو کوئی بدی کی طرف دوبارہ لوٹے گا، خدا اُس سے سخت انتقام لے گا"؟

سلیمان بن کثیر نے کہا "میں بولوں یا خاموش رہوں؟"

کہنے لگا "بول"

سلیمان نے کہا "واللہ ہماری مثال بالکل یہ ہو جیسا کہ ایک شاعر نے کہا ہو:

لو بغیر الماء حلقی شرق　　کنت کالغصان بالماء اعتصاری

پھر اُسنے کہا:

"اے امیر! آپ ہمارا قصہ جانتے ہیں؟ واللہ آپ بچھوؤں کو شکار کھلوا رہے ہیں۔ ہم آپ ہی کی قوم (یمن) کے آدمی ہیں۔ مضری ہمارے دشمن ہیں، کیونکہ ہم اُنکے ہم قوم قتیبہ بن مسلم (والی خراسان) کے سخت مخالف تھے۔ محض انتقام کے خیال سے اُنھوں نے ہم پر یہ تہمت لگائی ہو"

حاکم نے اِن کا جواب معقول سمجھا اور انھیں رہا کردیا۔ اِس سے اندازہ کیا جاسکتا ہو کہ اُسوقت قبائل کی عصبیت کس حد تک پہنچ چکی تھی؟ سنہ۱۲۰ھ میں اسد بن عبداللہ نے انتقال کیا اور شیعوں نے اطمینان کی سانس لی۔

اِس کے بعد عالم اسلامی میں دُو ایسے انقلاب پیدا ہوئے جنھوں نے شیعوں کے لئے کامیابی کی راہ باز کردی اور اُن کے دشمن کی تباہی کا سبب بنے۔ اُن کی تفصیل حسب ذیل ہو:

(۱) خاندان بنی اُمیہ میں ایسی پھوٹ پڑی کہ کسی طرح دُور نہ کی جاسکی۔ باہمی خانہ جنگی کا دروازہ یزید بن الولید بن عبدالملک بن مروان نے کھولا۔ یزید نے اپنے عم زادے ولید بن یزید بن عبدالملک کے خلاف سر اُٹھایا، اُسے فسق و فجور اور کفر و الحاد سے متہم کیا۔ ایک گروہ نے اُس کا ساتھ دیا اور وہ کامیاب ہوگیا۔

اُس کی کامیابی دیکھ کر دوسرے طامعوں کے حوصلے بھی بڑھ گئے چنانچہ مروان بن محمد بن مروان مسند خلافت کی طرف بڑھا اور اُسپر متمکن ہونے کی جدوجہد شروع کردی۔ مروان، جزیرہ اور ارمینیہ کا حاکم تھا۔ ایک بڑی فوج اُس کے ہاتھ میں تھی۔ مقتول ولید کے خون کا اُسنے دعویٰ کیا اور اپنی جنگی قوت سے خلافت پر قابض ہوگیا۔ مگر اُس کی کامیابی نے فتنہ و فساد کا استیصال نہیں کیا۔ بلکہ مزید فتنوں کے دروازے کھل گئے۔ یہ بات نہ تھی کہ بنی امیہ اِس خانہ جنگی کے مہلک نتائج سے بالکل غافل تھے۔ اُن کے عقلاء خوب سمجھتے تھے کہ یہ بربادی کا پیش خیمہ ہو۔ چنانچہ اُن کا ایک شاعر کہتا ہو:

انی اعیذکم باللہ من فتن　　مثل الجبال تسامی ثم تندفع
لا تبقرن بایدیکم بطونکم　　فثم لا حسرۃ تغنی ولا ندم

مگر جب ایک مرتبہ فتنہ و فساد پھیل جاتا ہو تو آسانی سے دُور نہیں ہوتا۔

(۲) خراسان میں قومی عصبیت کا ظہور اور عرب قبائل کی باہمی منافرت میں ترقی۔ معلوم ہو عرب دو بڑی قسموں پر بٹے ہوئے ہیں: قحطان اور نزار۔ عرب کی قدیم ریاست و سیادت، یمن یا قحطان کے ہاتھ میں تھی لیکن اسلام نے آکر نزار کو بلند کردیا اور عربی زعامت اُن کے قبضہ میں آگئی۔ ایک مدت تک جاہلی عصبیت مفقود رہی۔ اسلام نے تمام عربوں کو بھائی بھائی بنا دیا تھا۔ لیکن جب فتنہ و فساد کی آندھیاں چلیں تو سیاسی اغراض سے امراء و حکام نے یہ عصبیت از سر نو زندہ کرنا شروع کی، اور وہ خراسان میں پوری قوت سے زندہ ہوگئی۔

چنانچہ پہلے قحطانیوں اور نزاریوں میں پھوٹ پڑی۔ اول الذکر کا سرگروہ جدیع بن شبیب تھا اور آخر الذکر کا نصر بن سیار، والی خراسان۔ پھر خود نزاریوں میں اختلاف پیدا ہوا۔ ربیعہ اور مُضر کی الگ الگ جماعتیں بن گئیں۔ ربیعہ کی اکثریت شیبان بن سلمہ حروری کے ساتھ تھی اور وہ خلافت سے باغی تھا۔

یہ اختلاف صرف، افکار و آراء کا اختلاف نہ تھا۔ اِسنے جنگ کی صورت اختیار کی۔ نزاریوں کو شکست ہوئی۔ قحطان غالب آئے۔ قحطانیوں نے نصر بن سیار کو ملک سے نکال دیا اور قبائل مُضر کے گھر گرا دیئے۔ اسی پر ایک مضری عورت کہتی ہو،

لا بارک اللہ فی انثیٰ و عذبہا　　تزوجت مضریا آخر الدہر

اسی زمانہ میں محمد بن علی، امام شیعہ نے انتقال کیا۔ وفات سے پہلے اُنھوں نے اپنا جانشین اپنے بیٹے ابراہیم کو قرار دیا اور شیعوں کو اس کی اطلاع دیدی۔ چنانچہ اب ابراہیم بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس کے لئے دعوت شروع ہوئی۔

ابومسلم خراسانی

ابراہیم بن محمد زیادہ خوش نصیب تھا۔ اُس کے برسر دعوت آتے ہی ایک اولوالعزم اور بہادر نوجوان اُس کے زیر علم آگیا۔ اِس کا نام ابومسلم خراسانی تھا۔ اصل میں یہ شخص، عیسیٰ بن معقل عجلی کا غلام تھا بکیر بن ماہان، کوفہ کے شیعی داعی اکبر نے اُسے خرید لیا اور شیعی تعلیم و تربیت پر اُس کی نشو و نما ہوئی۔ یہ سب سے پہلے سنہ۱۲۵ھ میں محمد بن علی کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ اب ابراہیم بن محمد سے پوری طرح وابستہ ہوگیا۔

اس کے بشرے ہی سے عزم و حزم اور غیر معمولی ذہانت و شجاعت کے آثار ظاہر تھے۔ خراسان کے شیعوں کو ایک ایسے ہی آدمی کی ضرورت تھی۔ کیونکہ عمل کے لئے زمین تیار ہوچکی تھی۔ بنی امیہ میں خانہ جنگی شروع تھی۔ خراسان میں عربی قبائل باہم کٹے مرتے تھے۔

ابراہیم بن محمد، بڑا ہی دانشمند تھا۔ اُس کی دُور بیں نظریں ابومسلم پر پڑیں۔ فوراً معلوم کرلیا کہ اِس عجمی غلام میں کیسی محیر العقول قوتیں پنہاں ہیں۔ چنانچہ اُسے خراسان روانہ کردیا، اور وہاں کے شیعوں کو حکم بھیجا کہ ابومسلم کی پوری پوری اطاعت کریں۔ کیونکہ میں نے اُسے خراسان کا حاکم مقرر کیا ہو۔

ابراہیم بن محمد نے ابومسلم کو رخصت کرتے ہوئے حسب ذیل وصیت کی تھی:

"اے عبدالرحمن! تو ہم اہل بیت ہی میں سے ایک آدمی ہو لہذا میری وصیت پر عمل کر۔ دیکھ قبائل یمن کی عزت کرنا۔ اُنھی میں اُترنا اُنھی پر بھروسہ کرنا۔ کیونکہ یہ معاملہ اُنھی کے ہاتھوں انجام پائیگا۔ قبائل ربیعہ سے بہت ہوشیار رہنا۔ یہ دغاباز لوگ ہیں۔ قبائل مُضر، آستین کے سانپ ہیں۔ ادنیٰ سے شبہ پر بھی اُنھیں قتل کر ڈالنا۔ ہرگز کوئی نرمی اُن کے ساتھ نہ کرنا۔ اگر تجھ سے یہ ممکن ہو کہ خراسان میں ایک زبان بھی عربی باقی نہ رہے تو ایک بھی باقی نہ رکھ۔ ۵ بالشت کے بچے پر بھی اگر تجھے شبہ ہو جائے تو فوراً قتل کر ڈالنا۔ سلیمان بن کثیر (خراسان کے "داعی اکبر") سے ہمیشہ مشورہ لینا اُس کی نافرمانی نہ کرنا۔ اگر کوئی مشکل آپڑے تو اُسی کی رائے پر عمل کرنا"

ابومسلم سنہ۱۲۸ھ میں خراسان پہونچا۔ یہاں عربوں کی حالت از حد زبوں ہو رہی تھی۔ اُسنے پوری عقل و دانش سے کام شروع کیا۔ ایک سال کے بعد وہ شیعوں کی ایک بڑی جماعت لے کر امام (ابراہیم بن محمد) کی ملاقات کو روانہ ہوا۔ لیکن راستہ ہی میں امام کا قاصد ملا۔ "واپس جاؤ اور کام شروع کردو" نیز امام نے ایک علم بھی بھیجا۔ اِس کا نام "رایۃ النصر" (فتح کا جھنڈا) تھا۔

دَورِ عمل

ابومسلم لوٹا اور مرو کے ایک گاؤں "سفیذنج" میں اُترا۔ یہاں اُسنے اپنے داعی ہر طرف پھیلادیئے کہ شیعوں کو جمع کریں۔ چنانچہ ہر طرف سے لوگ جوق جوق آنا شروع ہوگئے۔ یہ رمضان ۱۲۹ھ کا واقعہ ہو۔

۲۵ر رمضان کو اُسنے امام کا بھیجا ہوا "رایۃ النصر" بلند کیا۔ یہ چودہ گز بلند تھا۔ اُسوقت ابومسلم یہ آیت تلاوت کررہا تھا "اذن للذین یقاتلون بانہم ظلموا، وان اللہ علیٰ نصرہم لقدیر"! اُسنے اور اُس کے ساتھیوں نے سیاہ لباس پہن لیا جو بعد میں عباسیوں کا سرکاری لباس قرار پایا۔

پہلا کام اُسنے یہ کیا کہ گاؤں کے قلعہ کی مرمت کی اور اُسمیں مقیم ہوگیا۔ رمضان کے بعد عید الفطر آئی۔ ابومسلم نے اپنے لشکر میں نماز قائم کی۔ سلیمان بن کثیر کو امام بنایا اور حکم دیا کہ نماز بغیر اذان و اقامت کے خطبہ سے پہلے شروع کرے۔ بنو امیہ کا عمل اِس کے خلاف تھا۔ وہ خطبۂ و اذان سے شروع کرتے تھے اور نماز کے لئے اقامت بھی کہی جاتی تھی۔ نیز یہ حکم دیا کہ نماز میں مسلسل ۶ تکبیریں کہی جائیں، برخلاف بنی امیہ کے جو پہلی رکعت میں ۴ تکبیریں کہتے تھے اور دوسری میں تین تکبیریں۔ نماز کے بعد ابومسلم نے اپنی فوج کو پُر تکلف دعوت کھلائی۔

اِس کے بعد ابومسلم نے نصر بن سیار خراسان کے اموی والی کو خط لکھا۔ یہ خط، ابومسلم کی ذہانت، بلاغت، اور اولوالعزمی کا بہترین ثبوت سمجھا جاتا ہو۔ حالانکہ اُس میں ابومسلم نے خود کچھ بھی نہیں لکھا تھا۔ صرف قرآن کی یہ آیت لکھدی تھی۔ مگر اِس آیت نے وہ اثر پیدا کیا، جو بڑی سے بڑی تحریر بھی پیدا نہیں کرسکتی تھی:

ابومسلم کا خط یہ تھا:

"اما بعد، اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ایک قوم کی مذمت میں فرمایا ہو: "واقسموا باللہ جہد ایمانہم لئن جاءہم نذیر لیکونن اہدیٰ من احدی الامم، فلما جاءہم نذیر ما زادہم الا نفورا، استکبارا فی الارض ومکر السیئ ولا یحیق المکر السیئ الا باہلہ، فہل ینظرون الا سنۃ الاولین؟ فلن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا ولن تجد لسنۃ اللہ تحویلا"

نصر بن سیار سے اِس کے سوا کوئی جواب نہ بن پڑا کہ اپنے غلام یزید کی قیادت میں ایک بڑی فوج بھیجدی۔ ابومسلم نے مالک بن الہیثم خزاعی کو مقابلہ پر روانہ کیا۔ مقام "آلین" میں پہلی جنگ برپا ہوئی مگر شیعہ فتح یاب ہوئے۔ دشمن کا سپہ سالار یزید زخمی ہوکر قید ہو گیا۔ ابومسلم نے اُس کا علاج کرایا۔ تندرست ہوجانے پر اُس سے کہا "یا تو ہماری دعوت میں شریک ہوجاؤ۔ یا اپنے آقا کے پاس لوٹ جاؤ، مگر اِس قسم کے ساتھ کہ ہم سے آئندہ نہ لڑوگے اور ہماری نسبت دروغ بیانی نہ کروگے۔ بلکہ ہماری حالت ہمیشہ ویسی ہی بیان کروگے جو اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے ہو"

یزید نے واپسی پسند کی۔ نصر نے اُسے دیکھا تو بہت خفا ہوا۔

کا جس ہمت و بسالت اور جانبازی سے بول بالا کیا، وہ میرے قول کا بالکل تازہ ثبوت ہے"

"حجاز سے جنگ کا سبب کیا ہوا؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں" سلطان نے فوراً جواب دیا "میں بقسم کہتا ہوں کہ میں حجاز سے ہرگز جنگ کرنے کا خواہش مند نہ تھا۔ لیکن خود شریف حسین نے مجھے جنگ پر مجبور کردیا۔ اُسنے صرف یہی نہیں کیا کہ نجدی حاجیوں کے لئے مصیبت پیدا کردی، بلکہ دنیائے اسلام کے تمام حاجیوں کی زندگی خطرے میں ڈال دی تھی۔ ہم مدتوں یہ صورت حال صبر جمیل کے ساتھ برداشت کرتے رہے اور اپنا معاملہ خدا کے سپرد کردیا۔ مگر شریف حجاز کی سرکشی اور جرأت برابر بڑھتی ہی چلی گئی۔ ہمنے بارہا نتائج بد سے ڈرایا! مگر اُنھیں ذرا بھی نصیحت نہ ہوئی۔ بلکہ اُلٹے اُن کا جبر و تکبر برابر زیادہ ہی ہوتا چلا گیا۔ نہایت ہی تحقیر اور بے رحمی سے ہمیں ستانا شروع کردیا۔ آخر ہمارا بھی پیمانۂ صبر لبریز ہوگیا اور ہم نے اپنی فوج حجاز کی طرف بڑھائی۔ آپ جب کبھی میری زبان سے لفظ "فوج" سنیں تو اُس سے یہی بہادر بدو قوم سمجھئے جو آپ اپنے گرد یہاں دیکھ رہے ہیں۔

"ہم نے فوج کشی تو کردی مگر ہمیں پورا یقین تھا کہ ہماری غرض صرف حجاز کی ظالموں سے تطہیر، حجاج کے لئے قیام امن اور مسلمانوں کے جان و مال کی حمایت ہے۔ ہمیں ہرگز خیال نہ تھا کہ ہم حجاز فتح کرنے اور اپنی سلطنت و قوت بڑھانے جارہے ہیں۔

"ہم خوب جانتے تھے کہ اہل حجاز کی روایات اور عقائد ہماری روایات اور عقائد سے مختلف ہیں۔ اُس ملک میں قتل و سلب و نہب کے ایسے قوی جتھے موجود ہیں کہ اُن کا قلع قمع بہت مشکل ہے۔ وہاں کے باشندوں میں ویسی تبدیلی جیسی ہم نے نجدیوں میں کردی ہے، ناممکن سی نظر آتی تھی۔

"مزید برآں ہم سمجھتے تھے کہ حجاز کا قبضہ ہمارے لئے بے شمار مشکلات پیدا کردے سکتا ہے۔ بعض یورپین سلطنتوں کو ہمارے معاملات میں مداخلت کا موقعہ مل سکتا ہے۔ لیکن ان تمام اندیشوں کے باوجود ہم نے حریف کی مبارزت طلبی کا جواب دیا اور میدان میں کود پڑے۔ چونکہ ہماری غرض اور نیت بالکل نیک تھی، اس لئے ہم نے کسی اندیشے کی بھی پرواہ نہ کی اور وہ کرنے پر آمادہ ہوگئے جسے ہم دیانتاً اپنا فرض سمجھتے تھے۔

"مجھے یقین ہے کہ اسی نیک نیتی نے ہمیں کامیاب کیا۔ یہ جنگ کچھ زیادہ دیرپا نہیں ہوئی۔ ایک ہی یلغار میں دشمن کا خاتمہ ہوگیا۔ شریف کی حکومت اچھی نہ تھی۔ تمام حجاز اُس سے نالاں تھا۔ یہی سبب ہے کہ باشندوں نے اُس کی ذرا بھی مدد نہیں کی۔ اسی قدر نہیں بلکہ ہر جگہ ہمارا پُرتپاک خیر مقدم کیا۔ اکثر جنگی نقطے ہمیں بغیر جنگ کے مل گئے۔

"ہم نے ابھی شریف اور شریفیوں کو بھگایا ہی تھا، اور باشندوں کو اپنے مقاصد سے آگاہ ہی کرنے پائے تھے کہ اُن کے اہل الحل والعقد نے جمع ہوکر ہم سے اُن کی بیعت قبول کرنے کا مطالبہ کیا۔ ہم نے بھی دیکھا کہ حجاز اور حرم بیت اللہ کی مصلحت اسی میں ہے کہ ہم بیعت قبول کرلیں اور حجاز پر دین الٰہی اور سنت نبوی کی حکومت قائم کردیں۔ چنانچہ ہم نے پورے غور و فکر کے بعد حجاز کی بادشاہت منظور کرلی"

"حجاز کے نظام حکومت میں اعلیٰ حضرت نے کیا تبدیلی کی ہے؟" میں نے دریافت کیا۔

"حکومت حجاز کا بنیادی نظام، علیٰ حالہ قائم ہے" سلطان نے جواب دیا "ہم نے اُس میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔ حتیٰ کہ ہم نے وہ پُرانے عہدہ دار بھی باقی رکھے ہیں جن میں دیانت و اخلاص کی صفات نظر آئیں۔ ہم نے جو کچھ تبدیلی کی ہے وہ صرف یہ ہے کہ شریف حسین کے من گھڑت قوانین اُٹھا دئے ہیں اور اُن کی جگہ احکام شریعت قائم کردئے ہیں۔ تمام باشندوں نے یہ تبدیلی بڑی ہی مسرت سے قبول کی ہے، رہی یہ بحث کہ یہ تبدیلی مفید ہوئی یا مضر؟ تو خود اپنی آنکھوں سے آپ حجاز میں اس کا جواب دیکھ لیں گے۔ اسوقت سرزمین حجاز میں پورا پورا امن قائم ہوچکا ہے اور ہر طرح کی بدامنی اور شورش کا قطعی انسداد کردیا گیا ہے"

"اعلیٰ حضرت نے ابھی فرمایا کہ فتح حجاز سے بعض یورپین سلطنتوں کی مداخلت کا احتمال تھا۔ "بعض سلطنتوں" سے آپکی مراد کون سلطنتیں ہیں؟" میں نے سوال کیا۔

سلطان نے جواب دیا:

"آپ جانتے ہیں کہ اکثر دول یورپ، خصوصاً انگلستان، اسلامی قوموں پر حکومت کررہی ہیں۔ یہ اپنے حجاج کی حمایت کے بہانے سے مداخلت کے موقعے نکال سکتی تھیں۔ لیکن میں مسرت کے ساتھ اس واقعہ کا اظہار کرتا ہوں کہ اب تک کسی یورپین سلطنت نے اس طرح کی جرأت نہیں کی ہے۔ میں برطانیہ کی خاص طور پر تعریف کروں گا کہ اُسنے معاملہ فہمی سے کام لیا اور کسی قسم کی مداخلت کا ارادہ ظاہر نہیں کیا۔ کیونکہ وہ خوب جانتا ہے دوستانہ تعلقات اُسی وقت تک قائم رہ سکتے ہیں جب تک باہمی احترام اور حقوق کی رعایت موجود ہو"

"خلافت کے بارے میں اعلیٰ حضرت کی کیا رائے ہے؟ کیا اس منصب کے لئے سعی مناسب نہیں؟" میں نے سوال کیا۔

"میں اس اہم مسئلہ میں اظہار خیال مناسب نہیں سمجھتا" سلطان نے مسکراکر کہا "بہت سے اسباب ایسے موجود ہیں کہ میں اس بارے میں گفتگو بہتر خیال نہیں کرتا۔ میری قوم کے سامنے کچھ شرعی امور و اعتبارات بھی موجود ہیں۔ آداب مجلس کا اقتضا یہ ہے کہ میں آپکے سامنے*

* کوئی اظہار خیال نہ کروں۔ مسئلۂ خلافت، تمام عالم اسلامی کا مسئلہ ہے۔ تنہا مسلمانوں ہی کو حق ہے کہ اسپر غور کریں۔ مجھے اس منصب کی ہرگز کوئی طلب نہیں ہے"

تاریخ و عبر

تاریخ اسلام کا نفسیاتی مطالعہ

عہد اُمیہ کا خاتمہ اور عباسیہ کی تاسیس

تاریخ اسلام کے ابتدائی عہد کے سیاسی و داعی محرکات

(۲)

ہاشمی خلافت کی دعوت دو ممتاز دوروں پر منقسم ہے:

پہلا دور پُرامن دعوت کا ہے۔ یہ وہ وقت تھا جب اموی خاندان باہم متحد تھا، ابومسلم خراسانی، ہاشمی دعوت میں شریک نہیں ہوا تھا اور خراسانی فوج میں قومی عصبیت نے ظہور نہیں کیا تھا۔ ۲۰ سال تک یہ دور قائم رہا۔ دوسرا دور، قوت و تشدد کے ساتھ دعوت کا دور ہے۔ اسے دور عمل کہہ سکتے ہیں۔ دونوں کی تفصیل حسب ذیل ہے:

دور اول

(سنہ ۱۰۰ھ سے ۱۲۰ھ ہجری تک)

اس زمانے میں مبلغ و داعی، خراسان کے علاقوں میں سوداگر بن کر دورہ کرتے اور خفیہ دعوت پھیلاتے تھے۔ اُن کا مرکز کوفہ میں تھا۔ اپنی کارگزاریوں کی روداد وہاں بھیجتے تھے۔ کوفہ سے خبریں حمیمہ پہنچتی تھیں جہاں سرگروہ دعوت، محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس مقیم تھے۔

خراسان میں سب سے پہلے اُن کا راز سنہ ۱۰۲ھ میں کھلا۔ قبیلۂ تمیم کا ایک شخص والی خراسان سعید بن عبدالعزیز کے پاس آیا اور کہا "یہاں کچھ ایسے لوگ موجود ہیں جو بُری باتیں کرتے ہیں"

سعید نے اُنھیں فوراً طلب کیا:

"تم کون؟" اُسنے سوال کیا۔

"سوداگر" اُنھوں نے جواب دیا۔

"یہ تمہاری نسبت کیسی شکایت ہے؟" حاکم نے کہا۔

"ہمیں نہیں معلوم" اُن کا صاف جواب تھا۔

"تم کوئی دعوت لے کر آئے ہو؟" والی نے پوچھا۔

"ہمیں اپنی تجارت کی فکروں ہی سے چھٹی نہیں۔ دعوت کیا پھیلائینگے؟" اُنھوں نے سادہ لوحی سے جواب دیا۔

حاکم نے ضمانت طلب کی۔ ربیعہ اور یمن کے لوگوں نے آکر ضمانت کرلی۔

"ہم انھیں خوب جانتے ہیں" اُنھوں نے کہا "ہم ان کی نیک چلنی کے ضامن ہوتے ہیں"

حاکم نے مطمئن ہوکر اُنھیں چھوڑ دیا۔

سنہ ۱۰۵ھ میں اس خفیہ انجمن کو ایک نئی قوت حاصل ہوئی۔ بکیر بن ہامان نامی ایک امیر کبیر اُس میں شامل ہوگیا اور اپنی تمام دولت اس پر وقف کردی۔ اُسی اثنا میں کوفہ کا داعی اول میسرہ فوت ہوگیا۔ محمد بن علی نے نہایت دور اندیشی سے اس مرکز کے لئے ابن ہامان کو منتخب کیا اور اُس کے ذریعہ بہت فائدہ حاصل کیا۔

شیعان بنی ہاشم پر پہلی مصیبت، اسد بن عبداللہ القسری کے ہاتھوں نازل ہوئی۔ یہ بنی امیہ کا خراسان میں والی تھا۔ سخت بے رحم اور سفاک تھا۔ جاسوسوں نے اُسے اس گروہ کی خبر دی۔ چند آدمی گرفتار ہوئے اور ہاتھ پاؤں کاٹنے کے بعد اُنھیں سولی پر چڑھا دیا۔ انھی میں ایک عمار العبادی بھی تھا۔ مگر وہ کسی طرح بچ نکلا اور کوفہ میں آکر بکیر بن ہامان کو یہ منحوس خبر سنائی۔ بکیر نے محمد بن علی کو

بريد شرق

مكتوب مصر

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قاہرہ کے قلم سے)

سعد پاشا زغلول کی زندگی پر ایک نظر

مصر میں اسوقت مرحوم زغلول پاشا کے ذکر کے سوا کوئی ذکر اہمیت نہیں رکھتا۔ قوم اب تک ماتم کر رہی ہو اور نہیں معلوم کب تک کرتی رہے گی۔ پچھلے ہفتہ ایک مفصل مکتوب، اُن کی وفات پر ارسال کر چکا ہوں۔ لیکن یہ عظیم مشرقی رہنما ایک مکتوب سے زیادہ ہماری توجہ کا مستحق ہو۔ میں چاہتا ہوں آج مرحوم کی سیاسی زندگی پر ایک سرسری نظر ڈالوں۔

زندگی کی پہلی مہم

سعد پاشا کی پوری زندگی، غیر معمولی شجاعت و جرأت کے کارناموں سے لبریز ہو۔ اُنھوں نے ابتدائی تعلیم و تربیت، جامع ازہر میں پائی۔ ازہر اُن کے زمانے میں۔ اور ابتک۔ مصر کی سب سے بڑی اور طاقتور تعلیم گاہ ہو۔ اُس کی حالت اگرچہ مدت سے زبوں ہو، مگر کم آدمی نکتہ چینی کی جرأت کر سکتے ہیں۔ سعد نے یہی نہیں کیا کہ آغاز عمر ہی میں ازہر کی علی الاعلان مذمت کی، بلکہ انتہائی شجاعت سے، اس تعلیم گاہ اور اُس کی جملہ خصوصیات سے علیحدہ ہوگئے۔ اُنھوں نے ازہر کا لباس تک ترک کر دیا اور جدید وضع کا لباس اختیار کرکے ازہر کی جماعت سے ہمیشہ کے لیے منقطع ہوگئے۔ یہ اُن کی زندگی کی پہلی مہم تھی اور بہت سخت تھی۔

عجیب جرأت

سرکاری ملازمت کے زمانے میں اُنھوں نے کبھی حکام کی خوشامد نہیں کی۔ بلکہ ہمیشہ اُن سے ایک طرح کی مخاصمت جاری رہی۔ وہ اطاعت اور خوشامد چاہتے تھے۔ اِن کی غیور طبیعت اس کی اجازت نہیں دیتی تھی۔ حتیٰ کہ وزارت کے عہدے پر پہنچنے کے بعد ایک مرتبہ خود عباس حلمی پاشا، خدیو مصر سے سخت تکرار ہوگئی۔ انھوں نے ایک لائحہ عمل طیار کیا تھا۔ خدیو نے اُسے پسند نہیں کیا۔ دونوں میں بحث شروع ہوئی خدیو نے خفا ہو کر غصہ سے میز پر ہاتھ مارا۔ سعد کا بلا پس و پیش جواب یہ تھا کہ اُنھوں نے بھی میز پر گھونسہ مار دیا، اور اتنی آواز بلند ہوئی کہ مصر کے فرمانروا کے گھونسے سے بھی بلند نہ ہوئی تھی۔

وکالت کا پیشہ

وکالت کا پیشہ بھی اُنھوں نے اسی طرح اختیار کیا۔ وہ باضابطہ وکیل نہ تھے۔ تاہم اُنھوں نے اپنی شجاعت و جرأت سے کام لیا اور اِس پیشہ میں خلاف قاعدہ داخل ہوگئے۔ حکومت نے مخالفت کی مگر وہ سب مخالفتوں پر غالب آئے اور وکیل بن بیٹھے۔ اس کے بعد اِن کی قانونی قابلیت کی وہ دھوم ہوئی کہ عدالت عالیہ کے جج مقرر ہوئے پھر محکمۂ عدالت کے وزیر بنائے گئے۔

لارڈ کرومر کی پیشین گوئی

اُن کی یہی جرأت و شجاعت دیکھ کر لارڈ کرومر نے پیشین گوئی کی تھی "آیندہ، سعد زغلول، مصر کے سب سے بڑے آدمی اور سیاسی رہنما بنیں گے" واقعات نے یہ پیشین گوئی بالکل صحیح ثابت کر دی۔

سیاسی زندگی کا آغاز

سعد پاشا کی زعیمانہ سیاسی زندگی، درحقیقت، فروری ۱۹۱۹ء سے شروع ہوتی ہو۔ یہ وہ وقت تھا جب جنگ عمومی کی ہولناکیوں نے برطانیہ کو شیر ببر کی کھال اُڑھا دی تھی۔ وہ ہیبت و دبدبہ تھا کہ کسی کو نظر اُٹھانے کی بھی جرأت نہ رہی تھی۔ خصوصاً مصر میں جہاں جنگی قانون نافذ تھا اور برطانیہ نے غاصبانہ ملک کا الحاق کر لیا تھا۔ مگر سعد زغلول نے منبر عام پر کھڑے ہو کر انتہائی شجاعت سے بانگ دہل انگریزی قبضہ کے خلاف آواز بلند کی، اور مصر کی موجودہ سیاسی بیداری کا سنگ بنیاد رکھ دیا۔

مرحوم نے اپنی اس پہلی سیاسی تقریر میں کہا تھا:

"ہمارا ملک خود مختار ہو۔ ۱۸۴۰ء کے معاہدۂ لندن میں اُس کا اعتراف کیا جا چکا ہو۔ جنگ کے زمانے میں جو سیاسی تبدیلی کی گئی ہو، اس کا ذکر بالکل بے کار ہو۔ کیونکہ تمام علمار قانون کا متفقہ فیصلہ ہو کہ "حمایۃ" (پروٹیکٹریٹ) کا وجود اُسی وقت ہو سکتا ہو جب ایک قوم دوسری قوم سے اُس کی حمایت میں رہنے کی خواہش کرے لہٰذا وہ ایک سمجھوتہ یا عہد نامہ ہو جس میں ایجاب قبول، بنیادی شرط ہو۔ لیکن مصر میں اس طرح کی کوئی بات کبھی پیش نہیں آئی، اور نہ قیامت تک کبھی پیش آسکتی ہو۔ ۱۹۱۴ء میں برطانیہ نے از خود "حمایۃ" کا اعلان کر دیا۔ لیکن مصر نے اُسے قبول نہیں کیا۔ لہٰذا یہ حمایۃ، سراسر باطل ہو۔ ہرگز برقرار نہیں رہ سکتی"

اس تصریح نے ایک طرف برطانوی حلقوں کو سخت برہم کیا۔ دوسری طرف مصری قوم میں حق طلبی کی نئی روح پیدا ہوگئی۔ چنانچہ سیاسی جدوجہد کا آغاز ہوا اور وہ بڑھتے بڑھتے ایک عظیم تحریک بن گئی۔

برطانیہ کی تخویف

پہلے تو برطانیہ، تخویف و تہدید کو کافی سمجھتا رہا۔ لیکن جب اُسے یقین ہوگیا کہ سعد پاشا ڈرنے والے نہیں ہیں، تو اُس کے ظلم و جبر کی قوتوں میں حرکت ہوئی اور آخری کارروائی کرنے پر تل گئی۔

چنانچہ ۲۲ دسمبر ۱۹۲۱ء کو جنرل کلاٹن نے فیلڈ مارشل جنرل ایلن بائی، برطانوی سپہ سالار اعظم کا حسب ذیل حکم سعد پاشا کو تحریراً پہنچایا:

"جنگی قانون کے بموجب اس حکم کے ذریعہ سعد پاشا زغلول کو متنبہ کیا جاتا ہو کہ وہ عام تقریروں سے پرہیز کریں۔ عام جلسوں میں شریک نہ ہوں۔ مصری وفود سے ملاقات نہ کریں۔ اخبارات میں مضامین نہ لکھیں۔ کوئی سیاسی کام نہ کریں۔ اُنھیں حکم دیا جاتا ہو کہ فوراً قاہرہ سے چلے جائیں اور اپنے دیہات کے مکان میں قیام کریں۔ اُس علاقہ کا سرکاری افسر اُن کی نگرانی کرے گا"

سعد پاشا کا جواب

زغلول پاشا کا جواب قابل دید ہو۔ اُنھوں نے لکھا:

"فیلڈ مارشل ایلن بائی کا حکم مجھے پہونچا۔ مگر یہ حکم سخت ظالمانہ ہو۔ اُس کی کوئی توجیہ نہیں کی جا سکتی۔ میں اپنی پوری قوت سے اُس پر صدائے احتجاج بلند کرتا ہوں۔

"چونکہ قوم نے مجھے اپنا وکیل بنایا ہو تاکہ اُس کی خود مختاری کی کوشش کروں، اس لئے اُس کی قوت کے سوا کسی دوسری قوت کو کوئی حق نہیں کہ اس مقدس فرض سے دست بردار ہونے پر مجھے مجبور کرے۔

"لہٰذا میں بدستور اپنے فرائض کی انجام دہی کے لئے موجود رہوں گا۔ ظالمانہ قوت جو کچھ بھی کر سکتی ہو، کر گزرے۔ ہم مضبوط دل اور ٹھنڈے ضمیر کے ساتھ اُس کے مقابلہ کے لئے طیار بیٹھے ہیں کیونکہ ہم جانتے ہیں ہماری جائز کوششوں کے خلاف جتنا بھی تشدد کیا جائے گا وہ ملک کو اُس کی منزل مقصود سے اور بھی زیادہ قریب کر دے گا۔ ملک کی منزل مقصود بجز کامل آزادی کے کچھ نہیں ہو!"

گرفتاری اور جلاوطنی

اس جواب کے پہنچتے ہی برطانی حکام نے مرحوم کو اور اُن کی جماعت کے ۵ ممبر اور دو آدمیوں کو گرفتار کر لیا۔

اس تاریخی واقعہ کا ذکر خود مرحوم نے جلاوطنی سے واپس آکر ۲۲ دسمبر ۱۹۲۳ء کی تقریر میں کیا ہو۔ بہتر ہو ہم اُنھیں کی زبان سے

بقیہ مضمون صـ۱۶

بن محمد حاکم تھا۔ لیکن عبد اللہ اُس کے تعاقب میں تھا۔ بیس ہزار بن نعمان کو وہاں سے بھی بھاگنا پڑا۔ ابآن نے عبد اللہ کی اطاعت قبول کر لی اور بغیر کسی جنگ کے یہ علاقہ عباسیوں کو مل گیا۔

مروان، قنسرین پہونچا۔ عبد اللہ نے وہاں بھی پیچھا کیا۔ قنسرین سے حمص، حمص سے دمشق آیا۔ مگر عبد اللہ نے پیچھا نہ چھوڑا۔ دمشق میں ایک مختصر سی لڑائی ہوئی اور دار الخلافہ بھی عباسیوں کے قبضہ میں آگیا۔

دمشق سے مروان علاقہ اردن گیا۔ پھر فلسطین میں پناہ ڈھونڈھی مگر نہ ملی۔ آخر فسطاط (مصر) کا رخ کیا۔ فسطاط سے ایک دور افتادہ گاؤں "بوصیر" میں جا کر چھپ گیا۔

عبد اللہ اب بھی تعاقب پر سرگرم تھا۔ مگر ابو العباس کا حکم پہونچا کہ صالح بن علی کو اس مہم پر روانہ کر دے اور خود آگے نہ بڑھے چنانچہ صالح بن علی، مصر پہونچا اور پتہ لگا کر بوصیر میں مروان کو قتل کر ڈالا مروان کے قتل نے مشرق میں اموی خلافت کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ کر دیا اور بنی عباس کی خلافت قائم ہوگئی۔ تاریخ اسلام کا یہ اہم واقعہ، ۲۷ ذی الحجہ ۱۳۲ ہجری میں پیش آیا تھا۔

یزید نے کہا "اُنھوں نے مجھ سے قسم لے لی ہو کہ اُن کی بابت کوئی بات جھوٹ نہیں کہوں گا۔ واللہ میں نے اُنھیں اس حال میں دیکھا کہ پابندی اوقات کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں۔ اذان دیتے ہیں۔ اقامت کہتے ہیں۔ قرآن کی تلاوت کرتے ہیں۔ ذکر الٰہی میں مصروف رہتے ہیں رسول اللہ صلعم کی محبت کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ مجھے یقین ہو کہ وہ ضرور کامیاب ہوجائیں گے۔ اگر آپ میرے آقا نہ ہوتے اور آزاد کرکے مجھ پر احسان نہ کیا ہوتا تو واللہ میں اُنھی کے ساتھ رہتا اور ہرگز یہاں لوٹ کر نہ آتا!"

اس واقعہ کے بعد ابومسلم کو بہت طاقت حاصل ہوگئی۔ اب اُس کی فوج اتنی زیادہ ہوگئی تھی کہ سفیذنج میں گنجائش باقی نہ رہی مجبوراً وہاں سے ماخوان میں منتقل ہوگیا۔ اُس کی قلعہ بندی کی اور خندقیں کھود کر بیٹھ گیا۔ اسوقت اس کے پاس ۷ ہزار کی جمعیت تھی۔

ہم اوپر بیان کرگئے ہیں کہ اُس زمانے میں خراسان کے عربوں میں تین عصبیتیں یا جماعتیں قائم ہوگئی تھیں: یمنی، مضر، ربیعہ۔ ابومسلم نے اس باہمی پھوٹ سے خوب فائدہ اُٹھایا۔ اُسنے ان سب کو لڑانا شروع کیا۔ آہستہ آہستہ اُسے قوت حاصل ہوگئی حتیٰ کہ سنہ ۱۳۰ھ میں خود مرو پر بھی قبضہ کرلیا۔ وہ شہر میں اُسوقت داخل ہوا جبکہ علی بن جدیع اور نصر بن سیار دونوں سڑکوں پر لڑ رہے تھے۔ یہ آیت اُس کی زبان پر تھی: ودخل المدینة علی حین غفلة من اهلها فوجد فیها رجلین یقتتلان، ہذا من شیعتہ وہذا من عدوہ!

مرو پر قبضہ کرنے کے بعد ابومسلم نے خراسان کے تمام علاقوں پر حملہ شروع کردیا۔ اُس کے مشہور سپہ سالار قحطبہ بن شبیب نے رے فتح کیا۔ رے کے بعد ہمدان، نہاوند، شہرزور، اور موصل فتح ہوئے۔ اب عراق کی باری آئی۔ قحطبہ سرزمین عراق میں داخل ہوگیا۔ ابن ہبیرہ والی عراق نے اُس کا مقابلہ کیا۔ مگر شکست کھائی۔ اسی اثنا میں قحطبہ، شیعی سپہ سالار کا انتقال ہوگیا۔ اُس کا بیٹا حسن، جانشین ہوا اور یلغار کرتا ہوا محرم سنہ ۱۳۲ھ میں کوفہ پر قابض ہوگیا۔

اموی سپہ سالار ابن ہبیرہ نے واسط میں پناہ لی۔ حسن بن قحطبہ اُس کے تعاقب میں روانہ ہوا۔ دوسرے شیعی سپہ سالار بھی اپنی اپنی فوجیں لے کر بیک وقت مختلف علاقوں پر ٹوٹ پڑے۔ چنانچہ حمید بن قحطبہ، مدائن گیا۔ مسیب بن زہیر اور خالد بن برمک، دیر قنی کی طرف روانہ ہوئے۔ مہلبی اور شراحیل نے عین التمر پر حملہ کیا۔ بسام بن ابراہیم نے اہواز پر یورش کی۔ اور خود کوفہ کے داعی اکبر ابوسلمۃ الخلال نے اپنا لشکر، حمام اعین کے سامنے اُتار دیا۔

افشائے راز

خراسان و عراق میں یہ ہلچل پڑی ہوئی تھی۔ مگر بنی امیہ بالکل غافل تھے۔ اپنی خانہ جنگی میں مشغول تھے۔ اُنھیں ابتک یہ بھی معلوم نہیں ہوسکا کہ شیعہ کس شخص کی طرف دعوت دے رہے ہیں؟

ہم اوپر بیان کرگئے ہیں کہ محمد بن علی نے اپنے داعیوں کو حکم دیا تھا کہ کسی خاص آدمی کا نام دعوت میں نہ لیں، بلکہ تمام اہل بیت نبوی کی حمایت و نصرت کی طرف مخلوق کو بلائیں۔ چنانچہ بڑے بڑے دعاۃ و نقباء کے سوا کوئی شخص بھی اصلی راز سے واقف نہ تھا۔

راز اس طرح ظاہر ہوا کہ مروان بن محمد اموی خلیفہ کو ابراہیم بن محمد (امام شیعہ) کا وہ خط حاصل ہوگیا جو اُسنے ابومسلم خراسانی کے کسی خط کے جواب میں لکھا تھا۔ اب خلیفہ خواب غفلت سے جاگا اور حاکم بلقار کو حکم دیا کہ حمیمہ پر حملہ کرکے ابراہیم بن محمد کو گرفتار کرلے اور دار الخلافہ بھیجدے۔ ابراہیم نے گرفتار ہوتے وقت اپنے بھائی ابو العباس کے حق میں امامت کی وصیت کردی اور اُسے پورے خاندان کے ساتھ کوفہ چلے جانے کا حکم دیا۔

ابراہیم، حران کے قیدخانہ میں بند کیا گیا۔ اور وہیں فوت ہو ہوگیا۔ مورخین میں اختلاف ہو کہ ابراہیم کو زہر دیا گیا تھا، یا اُس پر گھر کی چھت گرادی گئی تھی؟ بہرحال یہ یقینی ہو کہ وہ قتل کیا گیا۔

ابراہیم کا خاندان، ماہ صفر سنہ ۱۳۲ھ میں کوفہ پہونچا۔ اُسوقت شیعی تحریک کا سرگروہ ابوسلمہ خلال تھا اور "وزیر آل محمدؐ" کے لقب سے پکارا جاتا تھا۔ اسنے ابراہیم کے خاندان کو کوفہ کے ایک محلے میں چھپا دیا اور ۴۰ دن تک کسی شخص کو بھی اُن کی خبر نہ دی۔

بعض مورخوں نے لکھا ہو کہ ابوسلمہ نے عباسیوں کو اچھی طرح سمجھ لینے کے بعد ارادہ کرلیا تھا کہ اُن سے کٹ کر علویوں سے مل جائے۔ چنانچہ اُسنے خاندان علیؑ کے تین سرداروں: حضرت جعفر صادق بن محمد الباقر، عبداللہ المحض بن حسن بن حسن، اور عمر الاشرف بن زین العابدین (علیہم السلام) کے پاس خطوط بھیجے۔ قاصد سے کہا پہلے حضرت جعفر صادق کے پاس جائے۔ اگر وہ دعوت قبول کرلیں تو باقی دونوں خط ضایع کردے۔ اگر انکار کریں تو عبداللہ المحض کے پاس جائے۔ اگر وہ بھی نہ مانیں تو آخر میں عمر الاشرف سے ملے۔

جعفر صادق نے قاصد کو دیکھ کر کہا:

"مجھے ابوسلمہ سے کیا سروکار؟ وہ تو کسی اور کا حامی ہو"

"آپ خط تو پڑھیئے" قاصد نے کہا۔

"چراغ قریب لاؤ" امام جعفر نے اپنے خادم سے کہا۔

چراغ لایا گیا اور حضرت جعفر صادق نے خط اُس سے لگاکر جلادیا۔

"آپ کچھ جواب دیں گے؟" قاصد نے کہا۔

"جواب تو تم نے دیکھ لیا" اُن کا صاف جواب تھا۔

قاصد مایوس ہوکر حضرت عبداللہ المحض کے پاس گیا۔ اُنھوں نے خط لے لیا اور فوراً حضرت جعفر صادق کے پاس دوڑے آئے:

"یہ ابوسلمہ کا خط ہو" عبداللہ المحض نے کہا "مجھے خلافت قبول کرنے کی دعوت دی ہو۔ ہمارے خراسانی طرفداروں کی یہی خواہش ہو"

"خراسانی، تمھارے کب سے طرفدار بنے ہیں؟" حضرت جعفر صادق نے کہا "کیا تم ہی نے ابومسلم کو وہاں بھیجا تھا؟ اُن میں سے کسی ایک آدمی کا نام بھی تمھیں معلوم ہو؟ کسی ایک کی بھی صورت دیکھی ہو؟ وہ کیسے تمھارے طرفدار ہوسکتے ہیں، حالانکہ نہ وہ تمھیں جانتے ہیں، نہ تم اُنھیں جانتے ہو؟"

"یہ گفتگو شاید کسی خاص وجہ سے آپ کر رہے ہیں؟" عبداللہ نے سوال کیا۔

"خدا جانتا ہو کہ میں ہر مسلمان کی خیرخواہی اپنے اوپر فرض سمجھتا ہوں پھر تم سے نصیحت میں کیونکر بخل کروں گا؟" حضرت جعفر صادق نے جواب دیا "یہ خیال خام چھوڑدو۔ یہ سلطنت کسی اور ہی کو ملیگی۔ تم سے پہلے اسی مضمون کا خط مجھے بھی پہنچ چکا ہو"

اس گفتگو کے بعد عبداللہ المحض نے بھی انکار کردیا۔

آخر میں قاصد، عمر بن زین العابدین کے پاس پہنچا۔ اُنھوں نے سنتے ہی جواب دیا:

"میں خط والے کو نہیں جانتا، جواب کیسے دوں؟"

اس اثنا میں ابوسلمہ کے سپہ سالاروں کو اُس کی نیت پر شبہ ہوا ساتھ ہی ابراہیم بن محمد کے خاندان کی کوفہ میں موجودگی کا بھی پتہ چل گیا۔ چنانچہ وہ لشکر سے نکلکر کوفہ پہنچے۔ ابوالعباس کو ابوسلمہ کی نظربندی سے نکالا اور بیعت خلافت اُس کے ہاتھ پر کی۔ مجبوراً ابوسلمہ کو بھی بیعت کرنی پڑی۔ مگر ابوالعباس اُس سے کبیدہ ہوگیا تھا

ابوالعباس کا خطبہ

۱۲ ربیع الاول روز جمعہ کو ابوالعباس نے جامع مسجد میں نماز پڑھائی اور خطبہ دیا۔ خطبہ میں حمد و ثنا کے بعد رسول اللہ صلعم کی قرابت پر فخر کیا۔ خلفاء راشدین کی تعریف کی۔ بنی حرب اور بنی مروان (بنی امیہ) کے ظلم و جور کی مذمت کی۔ اور کہا:

"اے اہل کوفہ! میں امید کرتا ہوں کہ جس راہ سے تمھیں بھلائی پہنچ چکی ہو، اُس سے تم پر کبھی بُرائی نہ آئے گی (یعنی اہل بیت نبوی) اور جس راہ سے بُرائی آچکی ہو، اُسی راہ سے کبھی بھلائی نہ آئے گی (یعنی بنی امیہ) ہم اہل بیت کا والی و حامی، اللہ بزرگ و برتر ہی ہو۔ تم اے اہل کوفہ! ہماری محبت کے مورد ہو۔ ہماری دوستی کے اہل ہو۔ تم وہ ہو، جو ہماری محبت سے کبھی برگشتہ نہیں ہوئے۔ ظالموں کا ظلم تمھارے دل ہم سے نہ بدل سکا۔ یہاں تک کہ تم نے ہمارا زمانہ دیکھ لیا اور خدا ہماری سلطنت تمھارے لئے لے آیا۔ پس ہمارے حسن سلوک کے تم سب سے زیادہ مستحق ہو۔ میں نے تمھارے وظیفوں میں سَو سَو درہم کا اضافہ کردیا ہو۔ تم طیار رہو جاؤ، کیونکہ میں "سفاح" ہوں ...."

ابوالعباس، "سفاح" کے لقب سے اسی خطبہ کے بعد مشہور ہوا۔ کیونکہ اُس نے خود اپنے مُنہ سے اپنے کو "سفاح" کہا تھا۔

اُس زمانے میں ابوالعباس کو کھانسی کی شکایت تھی۔ خطبہ ختم ہونے سے پہلے ہی اُسے کھانسی آنے لگی اور تقریر نہ کرسکا۔ فوراً اُس کا چچا داؤد بن علی منبر پر چڑھ گیا۔ وہ عباسیوں میں سب سے زیادہ فصیح تھا۔ اُسنے کہا:

"واللہ ہم اس لئے نہیں اُٹھے ہیں کہ مال و دولت جمع کریں، محل بنائیں، عیش و عشرت کریں۔ ہم صرف اس وجہ سے اُٹھے ہیں کہ ہمارا حق سلب ہوگیا تھا۔ ہمارے عم زادوں پر ظلم ہوتا تھا۔ تمھاری حالت جور و ستم نے زبوں کردی تھی۔ ہم اپنے بستروں پر ہوتے تھے مگر تمھاری مصیبتیں یاد کرکے ایسا معلوم ہوتا تھا گویا ہماری پیٹھ کے نیچے انگارے بچھے ہیں۔ بنی امیہ نے تمھیں ہلاک کرڈالا۔ غلاموں سے بھی بدتر سلوک کیا۔ تمھارے صدقے، تمھاری خیراتیں، مال غنیمت میں تمھارے حصے سب ضبط کرلئے۔ ہم نے بہت برداشت کیا۔ مگر بالآخر مجبور ہوگئے اور تمھاری حمایت و حفاظت پر اُٹھ کھڑے ہوئے۔ ہم تم سے اللہ کے نام پر، رسول کے نام پر، اور عباس کے نام پر عہد کرتے ہیں کہ کتاب اللہ کے بموجب حکومت کرینگے۔ سنت رسول اللہ کے مطابق سلوک کرینگے..

.... اے اہل کوفہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمھارے اس منبر پر دو ہی خلیفہ کھڑے ہوئے ہیں: ایک امیر المومنین علی بن ابی طالب، دوسرا امیر المومنین عبداللہ بن محمد (یہ کہکر ابوالعباس کی طرف اشارہ کیا) یقین کرو یہ معاملہ (خلافت) برابر ہمارے ہی ہاتھ میں رہیگا، یہاں تک کہ اُسے عیسیٰ بن مریم صلوات اللہ علیہ کے حوالہ کردیں!"

نماز کے بعد سفاح نے لوگوں سے بیعت لی۔ رات تک اس کا سلسلہ جاری رہا۔

بیعت لے کر خود سفاح، لشکر میں چلا گیا اور کوفہ کی حکومت اپنے چچا داؤد بن علی کے سپرد کی۔

آخری مقابلہ

اب فیصلہ کُن کارروائی کا وقت آگیا تھا۔ خود خلیفہ مروان بن محمد کی مرکزی قوت پر غالب آنا تھا۔

اُدھر مروان بھی غافل نہ تھا۔ وہ ایک فوج گراں لے کر حران سے موصل پہنچ گیا۔ ابوالعباس نے اپنی فوج کی قیادت اپنے چچا عبداللہ بن علی کے سپرد کی۔ دونوں فوجوں میں دریائے زاب پر بہت ہی سخت جنگ ہوئی۔ لیکن مروان کو شکست ہوگئی۔ حالانکہ اُس کے ساتھ ایک لاکھ ۲۰ ہزار شام کی منتخب فوج تھی۔ عبداللہ نے اُس کا پورا لشکر تباہ کرڈالا۔ یہ واقعہ ۱۱ ربیع الاول سنہ ۱۳۲ھ کا ہو۔

مروان بھاگ کر حران میں پہونچا۔ یہاں اُس کا بھتیجا ابان بن یزید

بصائر و حکم

ماہ ربیع الاول کا اختتام

اور واقعۂ ولادت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

ہُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْہُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ، لِیُظْہِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ!

تاریخ نوع عالم کی عظیم ہستیاں، اور داعی لا الٰہ الا اللہ کی عظمت!

(مقتبس)

دنیا، قدیم سے عظیم انسانوں کی عظمت پر ایمان لائے ہوئے ہے۔ اپنے خیال کے مطابق مظاہر عظمت کی گوناگوں عبادتیں کرتی ہے۔ لیکن مظاہر عظمت کا تخیل حد درجہ متبائن ہے۔ ایک تخیل دوسرے تخیل سے مشابہت نہیں رکھتا۔ ہر فرد اور ہر گروہ اپنا اپنا ذوق اور اپنی اپنی نظر رکھتا ہے۔

وکل حزب بما لدیہم فرحون!

حکمرانی و فرمانروائی میں عظمت ہے۔ بادشاہ و حکام اُسپر ایمان لائے ہیں۔ حریص اور طماع اُس کی عبادت کرتے ہیں!

مال و دولت میں عظمت ہے۔ دولتمند اُسپر ایمان رکھتے ہیں۔ دل و دماغ کے ساتھ اُس کی پرستش کرتے ہیں!

اہل علم و حکمت کی بھی ایک عظمت ہے، اور اُس کے پجاری بھی موجود ہیں!

حسن میں بھی عظمت ہے اور اُس کے پرستاروں کی بھی کمی نہیں!

طاقت جسمانی میں بھی عظمت ہے۔ عظیم قد و قامت کے انسانوں کے سامنے ہمیشہ انسانوں کا سر جھک گیا ہے!

اسی طرح ہر فن اور ہر صنعت میں عظمت ہے، اور اپنے معتقد اور پرستار رکھتی ہے۔

شاید کوئی بھی اُس مبہم اور مضطرب مفہوم کی تحدید نہیں کر سکتا جس کا نام لوگوں نے "عظمت" رکھ چھوڑا ہے۔ لیکن اسپر بھی وہ قدیم سے دنیا کے لئے ایک بڑا فتنہ رہا ہے۔ ہر شخص اُسے غرض و غایت قرار دیتا ہے۔ اُس کے لئے جد و جہد کرتا ہے، اُسے انسانوں کے مراتب تولنے کی میزان سمجھتا ہے۔

اگر عظمت کا فتنہ اور عظماء کی عبادت موجود نہ ہوتی تو انبیاء کرام کے ذکر پر کسی کے لئے روا نہ ہوتا کہ اُنھیں عظیم قرار دینے کی بحث کرے اس لئے کہ انبیاء و رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شان اس سے بہت ارفع و اعلیٰ ہے کہ انسانی عظمت کی عام صفوں میں ان کی جگہ ڈھونڈھی جائے۔ یہ صفیں جسمانی کبریائی کے دھوکوں اور مادی بڑائیوں کی ضلالت اندیشیوں سے اس درجہ لت پت ہو چکی ہیں کہ انسانیت اعلیٰ کے مظاہر علو و رفعت کے لئے ان کی طرف نظر بھی نہیں اٹھائی جا سکتی۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام رفعت اور بھی بلند ہے۔ اس ذات اعظم و اکمل نے اس کے سوا کچھ قبول ہی نہیں کیا کہ تمام انسان، کنگھی کے دانتوں کی طرح بالکل برابر ہو جائیں۔ نہ عربی کو عجمی پر، اور نہ عجمی کو عربی پر کوئی امتیاز ہو۔ اُسنے کہہ دیا، سب آدمی ہم رتبہ ہیں، سب آدم کی اولاد ہیں، اور آدم مٹی کا پتلا تھا۔ اُسنے قبول نہیں کیا کہ انسان میں دو قسمیں ہوں: عظیم اور غیر عظیم۔ اُس کی نظر میں خوش حال اور بد حال، فقیر اور بادشاہ، سب برابر درجہ کے آدمی تھے۔

⁂

محمد صلی اللہ علیہ وسلم اُس ارضی عظمت پر ایمان نہیں رکھتے تھے جس کے فتنہ نے دنیا کو مفتون بنا رکھا ہے۔ یہ عظمت، درحقیقت بلند نظروں کے لئے ذلت اور رب العالمین کی جناب میں شرک ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم عظماء کی پرستش کے لئے نہیں آئے تھے اگرچہ ساری دنیا نے اُن کی پوجا کی۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانی ساخت کی یہ عظمت کسی انسان کے لئے بھی تسلیم نہیں کی اور نہ اپنی ذات ہی کے لئے پسند کی حالانکہ وہ اُن کے اختیار میں تھی۔ یہ عظمت اپنی تمام رعنائیوں کے ساتھ سرنگوں سامنے آئی۔ اُن کے قدموں پر لوٹی، مگر اُنھوں نے اُس سے مُنہ پھیر لیا، اور اُس میں ذرا بھی رغبت ظاہر نہ کی۔ خدا نے اختیار دیا کہ عبدیت کے ساتھ نبی ہوں، یا بادشاہت کے ساتھ نبوت لیں۔ زمین کے خزانوں کی کنجیاں سامنے ڈال دی گئیں۔ تاج و تخت کی ساری شوکتیں جمع کر دی گئیں۔ مگر اُنھوں نے عبدیت پسند کی غربت اختیار کی۔ اُن کی روح مقدس و مطہر کی خوشی اسی میں تھی کہ فقیری میں زندہ رہیں، فقیری میں دُنیا سے جائیں، فقیروں ہی کے زمرے میں اُٹھائے جائیں:

وراودتہ الجبال الشم من ذہب   عن نفسہ فاراہا ایما شمم!

جو لوگ بادشاہت اور اس کی عظمت کے پجاری ہیں انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ تو بادشاہ تھے، نہ اُنھوں نے بادشاہ ہونا گوارا کیا۔ اگر لامحالہ اُنھیں (صلی اللہ علیہ وسلم) بادشاہ ہی قرار دیا جائے تو اُن کی بادشاہت کیا تھی؟ زیادہ سے زیادہ ایک سنگلاخ جزیرہ۔ جزیرۃ العرب! قیصر کی قیصریت اور کسریٰ کی کسرویت کے مقابلے میں اس جزیرہ کی بادشاہی کوئی بڑی بادشاہی نہیں ہو سکتی۔

جو لوگ مال و جاہ دُنیوی کی عظمت کے سامنے سرنگوں ہیں، وہ دیکھ لے سکتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم مال و دولت سے تہی دست تھے۔ اُن کی دولتوں کا خزانہ، اُن کا فقر و فاقہ تھا!

جو لوگ دنیا کے عظیم سپہ سالاروں اور فاتحوں کے جاہ و جلال کے لئے نگاہ ادب اور دل عظمت سرا رکھتے ہیں، انھیں مایوس ہونا چاہئے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی جنگی فتح مکہ کی فتح تھی جو اُس عہد میں بھی دُنیا کا ایک گمنام اور حقیر قریہ تھا!

جو لوگ دنیا کے فلاسفہ، حکما، اور موجدین کی عظمتوں کے آشنا اور اُن کی رفعتوں کے پرستار ہیں، اُنکے لئے یہ خبر نئی خبر نہیں ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اُمّی تھے۔ دُنیا کا صناعی لکھنا پڑھنا نہ تو انھوں نے سیکھا تھا اور نہ کسی نے انھیں سکھانے کی جرأت کی تھی۔

کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی بھی مادی یادگار چھوڑی جو مصر کے اہرام کی سی عظمت رکھتی ہو؟ کوئی شہر بنایا جس کی عظمت قسطنطنیہ کے برابر ہو؟ تم نے اُن کی تعریفیں، سنگی لاٹوں پر کہیں کندہ دیکھیں؟ کوئی ایک شہر بھی اُن کے نام پر آباد کیا گیا؟ کوئی ایک سڑک بھی اُنکے نام پر بنائی گئی؟ اسکندر کے نام پر اسکندریہ اور قسطنطین کے نام سے قسطنطنیہ آباد ہوا لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر ایک بالشت زمین بھی پکاری نہیں گئی!

⁂

... ہرگز نہیں۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم، خیالی اور فانی عظمتیں رکھنے والوں میں سے نہ تھے۔ اُن کی تاریخ لکھنے والوں کو اُن کی عظمت ان حقیر مظاہر عظمت میں تلاش نہیں کرنی چاہئے، اگرچہ دنیا انہی مظاہر پر مَری مٹتی ہے۔

جو کوئی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کا جویا ہے، اُسے اُن کی عظمت صرف ایک کلمہ میں مل سکتی ہے جو وہ لائے تھے۔ اُسی کلمہ میں اُن کی پوری عظمت قائم ہے۔ اُسی کلمہ کے دس بارہ حرفوں کے اندر ان کی عظمت باقی و سرمد اَمٹ اور اٹل ہے۔

وہ کلمہ کیا ہے؟

"لا الٰہ الا اللہ!"

(بقیہ مضمون صـ۱۹)

منہمک ہو جاتے تھے۔ دس بجے دفتر میں آکر بیٹھتے تھے اور ملاقاتوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا تھا۔ ایک یا دو بجے دوپہر کا کھانا کھاتے تھے۔ کبھی تنہا نہیں کھاتے تھے۔ دسترخوان پر ہمیشہ دوستوں کا مجمع رہتا تھا۔ کھانے کے بعد ایک گھنٹہ باتیں کرتے تھے۔ پھر ۵ بجے شام تک آرام کرتے تھے۔ پھر دفتر آتے تھے اور ایک گھنٹہ کام کرکے تفریح کو نکلتے تھے۔ تفریح میں ایک گھنٹہ سے زیادہ وقت صرف نہیں کرتے تھے۔ واپسی پر پھر مطالعہ کرتے تھے ۸۔ ۹ بجے رات کا کھانا کھاتے تھے۔ کھانے کے بعد پھر باتیں شروع ہو جاتی تھیں۔ لیکن یہ مجلس ایک گھنٹہ سے زیادہ دراز نہیں ہوتی تھی۔ دس بجے کے قریب چارپائی پر چلے جاتے تھے، اور مطالعہ کرتے کرتے سو جاتے تھے۔ عموماً ۴ گھنٹے سے زیادہ نہیں سوتے تھے۔

سِتّین۔ اُنھوں نے کہا:

"دو سال پہلے ٹھیک اسی تاریخ میں اندھی قوت نے حق پرستوں کی جائے امن میں دست درازی کی۔ میرا گھر ہر طرف سے مسلح فوج نے گھیر لیا۔ تمام کمروں اور درجوں میں بندوقیں اٹھائے سپاہی گھس پڑے۔ دروازوں اور کھڑکیوں پر مورچے قائم کر دئے۔ پھر ہتیار بند فوجی افسر میرے خاص کمرے میں در آئے۔ میں اپنے بستر پر غافل سو رہا تھا۔ مجھے نہایت دہشت ناکی کے ساتھ جگایا گیا اور لباس پہننے سے بھی پہلے گرفتار کر لینا چاہا۔ میں نے انکار کیا اور اطمینان سے کپڑے پہنے۔ پھر مجھے نیچے اتار لائے۔ میرے گرد بندوقوں اور سنگینوں کا ہجوم تھا۔ میری بیوی میرے پیچھے دوڑ رہی تھی۔ مجھ سے ملنا چاہتی تھی۔ مگر اسے روک دیا گیا۔ صلیب احمر کی ایک بھدی گاڑی پر مجھے بٹھایا گیا۔ اور گاڑی روانہ ہوئی۔ ایک بڑا جنگی مظاہرہ میرے ساتھ تھا۔ مسلح موٹریں آگے تھیں۔ مسلح موٹریں پیچھے تھیں۔ ہر طرف سے بندوقیں جھکی ہوئی تھیں۔ اُن کے استعمال کے لئے ادنیٰ سی ادنیٰ بات کا انتظار تھا۔ یہ تمام کارروائی بالکل اچانک ہوئی مجھے پہلے سے کوئی اطلاع نہیں دی گئی کسی قانون کا حوالہ نہیں دیا گیا۔ کوئی تحریری حکم پیش نہیں کیا گیا۔ قوت نے اپنی سرکشی اور جبروت کا پورا پورا اظہار کرنا چاہا اور کر دیا"

ہندوستان کو شرم آنی چاہئے!

مرحوم کو گرفتار کر کے کہاں لے گئے؟ یہ اظہار میرے لئے نہایت تکلیف دہ ہے۔ یقیناً آپ کے تمام غیور قارئین اسے شرمناک خیال کریں گے۔ مصر کا یہ جلیل القدر رہنما گرفتار کر کے سوئیس کی ہندوستانی چھاؤنی میں بھیجا گیا تھا۔ ہندوستانی خیموں میں رکھا گیا تھا۔ ہندوستانی سپاہیوں کی حراست میں بند کیا گیا تھا!

لیکن اس کے باوجود مرحوم نے کبھی ہندوستان کو برا نہیں کہا۔ بلکہ ہمیشہ ہندوستان کی تحریک آزادی سے ہمدردی ظاہر کی۔ ہندوستانی لشکر میں پہنچنے کا حال مرحوم نے یوں بیان کیا:

"مجھے سوئیس لے گئے۔ مگر ایک ایسے مقام سے جو بالکل غیر آباد تھا حتیٰ کہ کہیں پانی تک دستیاب نہ ہوتا تھا۔ میں بہت بھوکا تھا۔ کھانے کا کوئی سامان بھی ساتھ لینے کی اجازت نہ تھی۔ خوش قسمتی سے ایک ہندوستانی افسر کو ترس آیا اور اُس نے ایک روٹی اور پنیر کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا مجھے دیا۔ دن بھر کی میری غذا بس یہی تھی!

"۵ بجے شام کو میں ہندوستانی لشکر میں پہنچایا گیا۔ یہاں فوجی افسروں نے مجھے اپنی حراست میں لے لیا اور ایک پھٹے ہوئے خیمے میں اُتارا۔ رات بھر گرم ہوائیں خیمے کے سوراخوں سے اندر پہنچتی تھیں اور جھلسائے دیتی تھیں۔ میں اُس رات مجبور ہوا کہ اپنے دن ہی کے لباس میں سو جاؤں کیونکہ کوئی دوسرا کپڑا ساتھ نہ تھا۔

"لیکن الحمد للہ مجھے کوئی تکلیف محسوس نہیں ہوئی۔ میں مصر میں تو ایک گھنٹہ موٹر کی سیر سے تھک جایا کرتا تھا۔ مگر اُس وقت میں بالکل نہیں تھکا۔ اللہ نے میری مدد کی اور ایک ایسی قوت بخشی کہ یہ تمام سختیاں برداشت کر گیا۔

"دوسرے دن میرے پانچوں رفقاء مصیبت بھی پہنچ گئے۔ مجھے نہایت مسرت ہوئی، کیونکہ وہ سب مطمئن تھے اور برطانیہ کی اس طفلانہ حرکت پر ہنستے تھے۔ ۲۹ر دسمبر تک ہم ہندوستانی لشکر ہی میں مقیم رہے۔ یہاں تک کہ اُسی دن عشاء کے وقت ہمیں حکم ملا کہ نصف گھنٹے کے اندر سفر کے لئے طیار ہو جاؤ۔ ہمیں طیاری ہی کیا کرنی تھی؟ ہر وقت طیار تھے۔ ہمارا طیار ہونا، صرف اُٹھ کھڑا ہونا تھا۔

"ہم قیدیوں کی بند گاڑی میں سوار کئے گئے۔ ساحل پر پہنچے۔ یہاں ایک کشتی ہمارے انتظار میں تھی۔ اُس پر سوار ہوئے اور جہاز میں پہنچ گئے۔ جہاز ہندوستانی سپاہیوں سے لبریز تھا۔ یہاں ہمیں معلوم ہوا کہ عدن جا رہے ہیں۔ ۴ر جنوری کو عدن پہنچے۔ ۲۸ر فروری کو سیشل پہنچائے گئے۔ پھر مجھے جبل طارق بھیج دیا گیا جہاں ۲ر ستمبر سے ۳۰ر اپریل ۱۹۲۳ء تک برابر قید رہا۔

"ہم نے یہ تمام مدت، قید خانوں اور قلعوں میں گزاری دنیا بھر سے الگ کر دئے گئے تھے۔ کسی کو بھی ہمارے قریب آنے کی اجازت نہ تھی۔ حتیٰ کہ ورزش اور چہل قدمی کے لئے بھی اجازت لینی پڑتی تھی۔ ہماری تمام خط و کتابت دیکھی جاتی تھی اور شاذ و نادر ہی منزل مقصود تک پہونچائی جاتی تھی. . . . لیکن یہ تمام بندشیں اور سختیاں بالکل بے کار گئیں۔ کیونکہ ہمارے دلوں میں کوئی کمزوری پیدا نہیں ہوئی۔ ہم اپنی ناقابل برداشت مصیبتوں پر خوش ہوتے رہے۔ ہر مصیبت ہمیں یاد دلا دیتی تھی کہ ہمارا مقصد کیسا شریف اور غایت کیسی نبیل ہے!"

سعد پاشا کے خطوط اپنی حرم کے نام

ذیل میں سعد پاشا کے دو خط ملاحظہ ہوں۔ یہ خط انھوں نے جلا وطنی سے اپنی حرم محترم کو بھیجے تھے:

"ہندوستانی لشکر (سوئیس)

"۲۰ر دسمبر ۱۹۲۱ء

"عزیزتی!

"تمہارا ۱۷ر دسمبر کا خط پہونچا۔ اگرچہ یہ فراق مجھ پر بہت شاق ہے اور ملاقات کی بے حد تمنا ہے۔ لیکن میں نے بسر دست تمہارے سفر کے التوا کو پسند کیا۔ مجھے اُس وطنی شعور پر فخر ہے جس نے یہ مصیبت تم پر آسان کر دی، حالانکہ میں جانتا ہوں، تمہارے لئے بالکل ناقابل برداشت تھی۔ میرے ابنائے وطن تمہاری اس قربانی کے ہر طرح مستحق تھے۔ ہمارا یہ فراق کتنا ہی المناک ہو مگر ہمیں پوری ثابت قدمی اور صبر و شکر کے ساتھ اسے برداشت کرنا چاہئے۔ نتیجہ اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔

"عبداللہ خادم بھی پہنچ گیا۔ مہذب مخلص نوجوان ہے۔ انگریزی جانتا ہے۔ میرے خوش رکھنے کی پوری کوشش کرتا ہے۔ اُس کی بیوی کا ہر طرح خیال رکھنا۔

"میری تندرستی، اچھی ہے۔ کئی خط تمہیں بھیج چکا ہوں۔ لیکن معلوم ہوتا ہے تم تک پہنچنے نہیں دئے گئے۔ اگر یہی بات ہے تو اس سے مقصود ظلم میں زیادتی ہے۔ حالانکہ اس سے کسی کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ بہر حال میں تمہاری تندرستی اور خوشی کا متمنی ہوں"

دوسرا خط

"عدن۔ ۲۵ جنوری ۱۹۲۲ء

"عزیزتی!

"دعا ہے کہ تم اور ہمارا پورا خاندان بخیر و عافیت ہو۔ الحمد للہ ہم اچھے ہیں۔ صرف یہی ایک غم ہے کہ تمہارے خطوط نہیں پہنچتے۔ میں یہ خیال نہیں کر سکتا کہ تم لکھتی نہیں۔ تم ضرور لکھتی ہو، کیونکہ بغیر لکھے رہ نہیں سکتیں لیکن یہ قوت تمہارے خط روک لیتی ہے۔ اس سے ہمیں تکلیف ضرور ہے مگر خود اس قوت کو اس سے کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ یقین کرو، میں بھی ہر ہفتہ دو خط لکھتا ہوں۔ اگر تمہیں کوئی خط نہ پہونچا ہو تو سمجھ لو یہ میری خطا نہیں، اسی قوت کی شرارت ہے۔

"ہمیں عربی اخبار نہیں ملتے۔ کبھی کبھی فرانسیسی اور انگریزی اخبار دئے جاتے ہیں، مگر بہت پرانے۔ ایک اخبار میں مصری قوم سے تمہاری یہ درخواست نظر سے گزری کہ میری تندرستی کے لئے دعا کی جائے۔ میں اس پر بہت خوش ہوا کہ مصر میں تمہارے جیسے بلند ہمت لوگ موجود ہیں اور ایسے اعلیٰ خیالات رکھتے ہیں۔ خدا سے دعا ہے کہ ہماری امیدیں بر لائے اور ہماری حالت درست کر دے۔ و السلام"

مرحوم کی شخصیت

مرحوم کی شخصیت، نہایت طاقتور تھی۔ نجی کی صحبتوں میں بھی یہ شخصیت آدمی کو متأثر کئے بغیر نہیں رہتی تھی۔ معمولی گفتگو کے بعد ہی فوراً یقین ہو جاتا تھا کہ یہ شخص، اعلیٰ اخلاق اور اعلیٰ عقل کا مالک ہے۔ ایک عجیب عظمت اُن پر سایہ فگن رہتی تھی۔ کوئی شخص بھی مرعوب ہوئے بغیر رہ نہیں سکتا تھا۔

ابوی شفقت

قدرت نے سعد کو کوئی اولاد نہیں دی۔ مگر اُن میں ابوی شفقت اپنی پوری قوت کے ساتھ موجود تھی۔ تمام کم عمروں کے ساتھ اُن کا برتاؤ بالکل ایسا تھا، جیسا باپ کا اپنے بچوں سے ہوتا ہے۔ اُن کا یہ قول بہت مشہور ہے جو اُنھوں نے اپنی بیوی سے کہا تھا "اولاد نہ ہونے پر غم نہ کرو، کیونکہ خدا نے ہمیں ۱۴ ملین بچے عنایت کئے ہیں!"

روشن خیالی

سعد ہمیشہ روشن خیال رہے۔ جمود و تقلید کا اُن پر کبھی بھی قبضہ نہیں ہوا۔ وہ اپنے زمانے سے برابر آگے رہے۔ سید جمال الدین افغانی نے مصر میں جو اجتماعی و سیاسی حرکت پیدا کر دی تھی، اُس میں یہ فوراً داخل ہو گئے، حالانکہ کم عمر تھے۔ قاسم امین نے حقوق نسواں کے لئے آواز بلند کی یہ اس جد و جہد میں بھی پیش پیش تھے۔ وکالت سے لیکر وزارت تک جملہ منصبوں اور عہدوں میں ان کی اصلاح پسندی اور روشن خیالی کی یادگاریں اب تک موجود ہیں۔

قدرت الٰہی پر یقین

سعد پاشا کی پوری زندگی ایسی مثالوں سے لبریز ہے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ قدرت الٰہی پر غیر معمولی یقین و ایمان رکھتے تھے سخت سے سخت مصیبتیں پڑیں، مگر وہ کبھی نا امید نہ ہوئے اور ہمیشہ خدا کی ذات پر بھروسہ کئے رہے۔ اُن کی تقریریں ایسے جملوں سے کبھی خالی نہیں ہوتی تھیں جن میں یہ یقین و ایمان ظاہر نہ کیا گیا ہو۔ اُن کی ایک تقریر کے چند جملے مجھے یاد ہیں۔ اُنھوں نے کہا:

"ہمیں بشارت ہو کہ ہم حق پر ہیں، حق کے لئے کوشاں ہیں، حق کی راہ پر چلتے ہیں۔ اور معلوم ہو کہ خدا حق پرستوں کا عمل رائیگاں نہیں کرتا"

"خدا نے ہمیں یہ دیکھنے کا عادی بنا دیا ہے کہ وہ ہمیشہ ہماری مدد کرتا ہے، مصیبتوں میں ہماری دست گیری کرتا ہے۔ مصیبت جتنی زیادہ سخت ہوتی ہے اُتنا ہی زیادہ منزل مقصود سے قرب حاصل ہو جاتا ہے۔ لہذا ہمیں چاہئے کہ اپنے حقوق پر مضبوطی سے جمے رہیں اور ثابت قدمی سے مصائب برداشت کرتے رہیں۔ خدا صابروں کے ساتھ ہے!"

مطالعہ اور گفتگو

مرحوم کو کتابوں کے مطالعہ کا بہت شوق تھا۔ کبھی اُن کا ہاتھ کتاب سے خالی نہیں ہوتا تھا۔ عربی تقریر و تحریر میں وہ اپنی نظیر آپ رکھتے تھے۔ لیکن عربی زبان کا دائرہ، اُن کی وسیع عقل و دماغ کے لئے ناکافی تھا۔ لہذا اُنھوں نے ۴۰ سال کی عمر میں فرانسیسی زبان اور اس طرح پڑھی کہ اس کے ماہر بن گئے۔ پھر ۶۰ برس کی عمر میں جرم اور انگریزی زبانیں سیکھیں۔

گفتگو کے بھی وہ بڑے دلدادہ تھے۔ بلکہ اس فن میں عجیب رکھتے تھے۔ ایسی دلچسپ گفتگو ہوتی تھی کہ کبھی جی گھبرا نہیں سکتا تھا۔ بذلہ سنجی گویا خمیر میں داخل تھی۔ بہت صاف گفتگو کرتے تھے۔ ایک ایک لفظ الگ الگ بولتے تھے۔ اس طرح بولتے تھے کہ معلوم ہوتا تھا زبان سے نہیں دل سے بول رہے ہیں۔

معمولات

اُن کی زندگی بہت منضبط تھی۔ ہر کام وقت پر ہوتا تھا۔ صبح بیدار ہوتے تھے، غسل کرتے تھے۔ ناشتہ تناول کرتے تھے اور مطالعہ

جامع الشواہد

طبع ثانی

مولانا ابوالکلام صاحب کی یہ تحریر ۱۹۱۹ء میں شائع ہوئی تھی جب وہ رانچی میں نظربند تھے۔ موضوع اس تحریر کا یہ تھا کہ اسلامی احکام کی رُو سے مسجد کن کن اغراض کے لئے استعمال کی جاسکتی ہے؟ اور اسلام کی رواداری نے کس طرح اپنی عبادت گاہوں کا دروازہ بلا امتیاز مذہب وملت تمام نوع انسانی پر کھول دیا ہے؟

۱۹۱۹ء میں جسقدر نسخے چھپے تھے، مدرسۂ اسلامیہ رانچی کو دے دئیے گئے تھے جو بہت جلد ختم ہوگئے۔ اب مصنف کی نظر ثانی کے بعد دوبارہ لکھنؤ میں چھپی ہے۔ ۱۲ (منیجر الہلال کلکتہ)

حیرت انگیز رعایت

پندرہ روپے کی تین گھڑیاں
صرف دس روپے میں
محصول ڈاک اور پیکنگ بھی معاف

آپ کے لئے + آپ کے کمرہ کے لئے + بیوی کے لئے

قابل قدر گولڈن رسٹ واچ | ریلوے ریگولیٹر پاکٹ واچ | مشہور عالم ٹائم پیس جرمن میڈ

گارنٹی سال
گارنٹی سال
گارنٹی

نئے نئے فیشن کی خوشنما قیمتی پلاٹینا یم جیسی چمک ہے۔ اسٹریپ سات روپیہ آٹھ آنہ محصول ڈاک پیکنگ بھی آرڈر فیس	لمس سلور کیس خوبصورت مضبوط نہایت صحیح بتانیوالی قیمت چین پانچ روپے آٹھ آنے محصول ڈاک پیکنگ بھی آرڈر فیس	دیکھنے میں خوبصورت چال کا اچھا پہننے کیلئے مضبوط ٹائم کا سچا۔ بہت سستی قیمت چھ روپے محصول ڈاک پیکنگ بھی آرڈر فیس

یہ تینوں گھڑیاں اگر آپ یکمشت طلب فرمائیں تو صرف دس روپے میں بھیجی جائیں گی یہ رعایت محض مال کی نکاسی اور فرم کی شہرت کی وجہ سے ہے اور یہ رعایت صرف اسی وقت تک رہیگی جب تک یہ گھڑیاں اسٹاک میں رہیں گی اسکے بعد ہم قیمت کے ذمہ دار نہ ہونگے آپ فوراً ہی آرڈر بھیجدیں ایسا نہ ہو کہ اسٹاک ختم ہو جائے اور آپ کی فرمائش کی تعمیل نہ ہو سکے۔

نوٹ۔ ایک یا دو گھڑی کے خریدنے کیلئے کوئی رعایت نہیں ہے۔ ان سے پہلی قیمت مندرجہ بالا لی جائیگی! اور محصول ڈاک و پیکنگ وغیرہ بھی ان کو ادا کرنا ہوگا +

ملنے کا پتہ امریکن واچ ہوس اسٹاکسٹ ویسٹ اینڈ واچ کمپنی ۸۲ مقام دہلی

کیا آپ کو معلوم نہیں

کہ
اسوقت
دُنیا کا بہترین فاونٹین قلم
امریکن کارخانہ "شیفر"
کا
"لائف ٹائم" قلم ہے؟

(۱) اتنا سادہ اور سہل کہ کوئی حصہ نزاکت یا پیچیدہ ہونے کی وجہ سے خراب نہیں ہوسکتا

(۲) اتنا مضبوط کہ یقیناً وہ آپ کو آپکی زندگی بھر کام دے سکتا ہے

(۳) اتنا خوبصورت، سبز، سرخ اور سنہری بیل بوٹوں سے مزین کہ اتنا خوبصورت قلم دُنیا میں کوئی نہیں

کم ازکم تجربہ کیجئے

یاد رکھئے

جب آپ کسی دوکان سے قلم لیں تو آپ کو
"شیفر" کا
"لائف ٹائم"
لینا
چاہئے!

مال و دولت کی عظمت، جاہ و عزت کی عظمت، حکومت و سلطنت کی عظمت، علوم و فنون کی عظمت، ہر طرح اور ہر نوع کی دنیاوی اعزاز کی عظمت، ان میں سے کوئی عظمت بھی، بلکہ یہ تمام عظمتیں مل کر بھی، اُس عظمت کو نہیں پہنچ سکتیں، جو لاالٰہ الا اللہ میں پنہاں ہے!

دنیا کے تمام قارون، تمام سکندر، تمام ارسطو، دنیا کے تمام بادشاہ، تمام فلاسفہ، کیا وقعت رکھتے ہیں، جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کے کلمۂ لاالٰہ الا اللہ کا ذکر کیا جائے؟

یہ ایک کلمہ، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں، جملہ عظمتوں سے بڑھ کر عظیم تھا۔ اُس کی عظمت کے آگے دنیا اور دنیا کے تمام زخرفات و تمتعات ہیچ تھے!

⁂

محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں آئے اور یہ کلمہ اُس کے سامنے پیش کیا۔ مگر دنیا اُس کی قدر جان نہ سکی۔ صرف ایک کلمہ تھا۔ لیکن وہ ایک ہی کلمہ دنیا سے ٹکرایا، اور اُس میں زلزلہ پیدا کر دیا۔ اُس وقت کے انسانی آداب و عادات اُس کے متحمل نہ ہوئے۔ لہٰذا آداب و عادات کے پرستار اُس سے لڑنے کے لئے کھڑے ہو گئے۔ اوہام و خرافات نے اُسے قبول نہ کیا۔ لہٰذا اوہام و خرافات کے پجاری اُس سے دست بگریباں ہو گئے۔ ظلم و استبداد کی طبیعت نے اُس سے کراہت کی لہٰذا ظلم و استبداد کے طاغوت اپنی جملہ قوتیں لے کر اُس پر دوڑ پڑے!

صرف یہی ایک کلمہ تھا جس پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ کی۔ اُس کی قوت سے بادشاہوں کے جتھوں، دولتمندوں کے جتھوں، عوام و خواص کے جتھوں ــ تمام انسانوں کے جتھوں سے جنگ کی!

محمد صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے چلے گئے۔ لیکن اُن کا کلمہ دنیا میں باقی رہ گیا اور دنیا میں اپنی ناممکن التسخیر قوت قاہرہ سے اپنا راستہ بناتا رہا! وہ اب بھی باقی ہے۔ اب بھی گام زن ہے۔ اب بھی مستعد مقابلہ ہے۔ اب بھی جنگ سے منہ موڑنے والا نہیں۔ مگر کیسی جنگ؟ ایسی جنگ، جس میں اُسے آج تک کبھی شکست نہیں ہوئی! جسم و آلات کی جنگ نہیں حقیقت و معنی کی جنگ! خون کی آرزو مند جنگ نہیں زندگی کی کارفرما جنگ!

⁂

محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کا کلمۂ لاالٰہ الا اللہ، دو حالتوں سے خالی نہیں: یا تو اُن کا یہ کلمہ حق ہوگا یا باطل ہوگا۔

اگر یہ کلمہ باطل ہے ــ حالانکہ وہ باطل نہیں ہے ــ تو عالم وجود سے اُسی طرح محو ہو جائے گا جس طرح تمام باطل کلمے اور غلط نظریئے محو ہو گئے۔ علم حق اور عقل صادق کی روشنیوں کے سامنے سے اُسی طرح غائب ہو جائے گا، جس طرح طلوع آفتاب کے ساتھ ہی ظلمت شب کافور ہو جاتی ہے۔

لیکن اگر وہ حق ہے ــ حالانکہ وہ حق ہے ــ تو علم و عقل حق کے انوار اُس کے لئے اس دنیا میں اور بھی زیادہ کشادہ راستے کھول دیں گے۔ تاکہ وہ تمام جہان پر چھا جائے۔ مشرق و مغرب پر قبضہ کر لے۔ تمام دلوں میں اُتر جائے۔ کالے، گورے، عرب، عجم، عالم، جاہل، امرا، فقرا سب اُس کے سامنے سرنگوں ہو جائیں!

وہ دن ضرور آنے والا ہے جب صرف علم حق ہی کی سلطنت ہوگی جاہلوں کی جہالت، متعصبوں کا تعصب، وہم پرستوں کے اوہام مدعیانِ علم باطل کے ظنون، سب نیست و نابود ہو جائیں گے۔ وہ دن ضرور آنے والا ہے جب ایک عقل صادق و حقیقت اندیش ہی کی حکومت ہوگی۔ عقل انسانی تمام بندشوں سے آزاد ہو جائے گی اُس کا پرجلال تخت، علم حق کی روشنی میں بچھے گا۔ اُس دن حق، باطل سے الگ ہو جائے گا۔ طیب اور خبیث میں اشتباہ باقی نہیں ہوگا صرف وہی تعلیم انسانیت کے سامنے آنے کی جرأت کر سکے گی جو کارساز فطرت کی حقیقی اور بے میل تعلیم ہوگی!

حق و باطل کا فیصلہ نہ صلیبیوں کی تلواریں کر سکیں نہ مجاہدین کی شمشیریں۔ حق و باطل کا فیصلہ نہ پادریوں کے کارخانوں سے ہو سکتا ہے، نہ پیشوایانِ دین کے خود ساختہ دعووں اور مرعوب کن دلیلوں سے۔ نام نہاد علم و دانش کی روشن خیالیاں، اور مقدس جمود و تقلید کی راسخ الاعتقادیاں یہ تمام چیزیں۔ کہر کے بخود سے زیادہ نہیں ہیں جو علم حق کے نور کے دمکتے ہی فنا ہو جائے گا۔ محض ایک غوغا ہے۔ علم حق کا مہیب نعرہ بلند ہوتے ہی، سکون موت میں تبدیل ہو جائے گا۔ اُس وقت عقل صادق کا سلطانِ عظیم، نورانی تاجِ علم سر پر رکھے حریت کے پرچم اُڑاتا، جلال ربانی کے ساتھ نمودار ہوگا، اور جہل و ظلمت کے تمام بت سرنگوں ہو جائیں گے!

کلمۂ لاالٰہ الا اللہ کی کامل فتحمندی میں صرف اتنی ہی دیر باقی ہے کہ علم و عقل حق کے بندھن ٹوٹیں، اور یہ دونوں جبروتی قوتیں جہل و غرور کی چٹانیں پاش پاش کر کے پھینک دیں۔

ہاں، صرف اتنی ہی دیر باقی ہے۔ کیونکہ دنیا کی آنکھوں پر ابھی تک جہل و وہم کے کثیف پردے پڑے ہیں۔

ہاں: وہ مبارک دن ضرور آنے والا ہے جب تنہا علم و عقل حق کی فرمانروائی ہو جائے گی۔ علم و عقل حق کی آواز کے سوا کوئی آواز سنائی نہ دے گی۔ اُس دن، صرف اُسی دن، خدا حق و باطل میں فیصلہ کرے گا۔ طیب کو خبیث سے الگ کر دے گا۔ سچائی کا بول بالا ہوگا۔ منکروں کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اُس دن کلمۂ لاالٰہ الا اللہ زمین کی خشکیوں اور تریوں پر سربلند چلے گا۔ فتح کا نشان اُس کے آگے ہوگا۔ ایک طرف سے اُس کا عرش علم کے کاندھے پر ہوگا، دوسری طرف سے عقل دوش بردار ہوگی۔ اُس دن سارا جہان بانگ دہل دہائی دے گا "لاالٰہ الا اللہ!"

ہر عظمت زائل ہو جانے والی ہے۔ ہر عظیم، ہلاکت کی تاریکیوں میں گم ہو جانے والا ہے۔ مگر کلمۂ لاالٰہ الا اللہ ہمیشہ باقی رہنے والا ہے۔ وہی اس جہان فانی کی تنہا ابدیت ہے۔ وہ نہ تو کبھی زائل ہوگا نہ کبھی ہلاک ہوگا۔ وہ ایک ایسی عظمت ہے جس کی بنیاد، حق ہے، لہٰذا اُس میں حق کی قوت اور ثبات ہے۔ وہ ایک ایسی عظمت ہے جس کا ستون الوہیت ہے، لہٰذا اُسے الوہیت کا خلود و ابدیت حاصل ہے۔ زمین بدل جائے گی۔ آسمان بدل جائے گا۔ نظام کون بدل جائے گا۔ تمام ایجادیں فراموش ہو جائیں گی۔ تمام قوتیں نابود ہو جائیں گی تمام فلسفے مٹ جائیں گے۔ تمام دانائیاں غائب ہو جائیں گی۔ صرف ایک رب ذوالجلال والاکرام باقی رہ جائے گا۔ اُس کی ابدیت باقی رہ جائے گی۔ اور اس لئے کلمۂ لاالٰہ الا اللہ بھی باقی رہ جائے گا!

اُس دن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پورا ہو جائے گا۔ تمام مخلوق صدق دل سے گواہی دے گی "اشہد ان محمداً رسول اللہ!"

سعد پاشا زغلول کے اقوال

"حمایۃ"

"انگریز کہتے ہیں" تم ہماری غلامی میں نہیں، ہماری حمایۃ (پروٹیکٹوریٹ) میں ہو۔ یہ الفاظ وہ اس لئے بولتے ہیں کہ اُن کے خیال میں مصری الفاظ سے خوش ہوتے ہیں اور معانی پر غور نہیں کرتے۔ لیکن یہ اُن کا خیال غلط ہے۔ اب ہم معانی دیکھتے ہیں، الفاظ کی پرواہ نہیں کرتے۔ ہم آزادی اور کامل آزادی چاہتے ہیں، اگرچہ تم اُس کا نام غلامی ہی رکھ دو۔ ہم الفاظ کے پجاری نہیں ہیں۔ ہم معانی کے طلبگار ہیں۔ ہمیں صرف آزادی، کامل آزادی مطلوب ہے"

ٹائمس کا نامہ نگار

"حضرات! آپ لنڈن ٹائمز کو جانتے ہیں؟ انگریزی حکومت کی زبان۔ گمراہی پھیلانے کا آلہ۔ لنڈن ٹائمز کا نامہ نگار میرے پاس آیا اور کہنے لگا:

"آخر یہ تمام شور و غل کیوں ہے؟ آپ کیا چاہتے ہیں؟"

"کچھ نہیں صرف آزادی" میرا جواب تھا۔

"لیکن مصر تو آزاد ہی ہے" نامہ نگار نے کہا۔

"کیا انگلستان اسی قسم کی آزادی اپنے لئے پسند کریگا؟" میں نے سوال کیا۔

"آپ لارڈ کرزن سے کیوں گفت و شنید منظور نہیں کرتے؟" اُسنے پوچھا۔

"ہم شیطان سے بھی گفت و شنید کرنے پر آمادہ ہیں" میں نے کہا: "بشرطیکہ وہ ہماری آزادی تسلیم کر کے گفتگو کرے"

یہ سن کر نامہ نگار نے رخصت کی اجازت چاہی!"

طالب علموں سے خطاب

"عزیزانِ من! میں پورے خشوع و خضوع کے ساتھ اُن پاک روحوں کا سلام قبول کرتا ہوں جنھوں نے اپنے خون سے مستقبل تحریر کر دیا ہے۔

"میں پورے سرور و انبساط سے زندوں کا سلام قبول کرتا ہوں اپنے اُن فرزندوں کا جو موجودہ تحریک کا ستون ہیں۔ وہ کون ہیں؟ عزیزو! وہ تم ہو، تم جو نوجوان ہو، ملک کی زندہ روح ہو، متحرک نبض ہو۔

"میں پورے سکون سے یہ عزت قبول کرتا ہوں کہ ایک ایسی قوم کا سردار ہوں جو چوپایوں کی زندگی بسر کرنے سے انکار کرتی ہے، اصول و مبادی پر زندہ ہے۔ اشخاص کی پوجاری نہیں ہے۔

"مجھے فخر ہے کہ ایک ایسی قوم کا سردار ہوں جو زندہ، حساس اور پُرامید ہے۔ جس کی امیدوں کا مرکز، آزادی، کامل آزادی ہے۔

"میں تم سے عہد کرتا ہوں، ایسا عہد جو کبھی ٹوٹ نہیں سکتا، کہ اپنی پوری زندگی تمھارے لئے کامل آزادی کی کوشش میں صرف کر دوں گا۔ اگر کامیاب ہوا، تو سبحان اللہ، ورنہ تم میرا نا تمام کام پورا کرنا۔ یہ میری وصیت ہے۔

"تمھاری جیسی فوج کے سپہ سالار کے لئے روا نہیں کہ کمزور ہو، ضعیف الارادہ ہو، بددیانت ہو۔ ہم پر حرام ہے کہ ایسی بات قبول کریں جس میں تمھاری ذلت ہے۔ ہمارے لئے جرم ہے کہ ایسی بات منظور کریں جو کامل آزادی سے کم درجہ ہے"

جلاوطنی

"زغلول جلاوطن کر دیا گیا، حالانکہ زغلول، مصری قوم کا محض ایک فرد ہے۔ مصر میں لاکھوں زغلول موجود ہیں، اور زغلول کی طرح آزادیِ قوم کی راہ میں مصائب برداشت کر سکتے ہیں۔ مصر کی تحریک آزادی کچلنے کے لئے ایک زغلول کو نہیں، تمام مصریوں کو جلاوطن کر دینا چاہیے"

مصنوعی آزادی

"کہتے ہیں یہ معاہدہ، مصر کی کامل آزادی کا معاہدہ ہے۔ اگر میں بھی اس معاہدہ کو کامل آزادی کا معاہدہ کہنے لگوں، تو ابھی برطانیہ کی نظر میں محبوب بن جاؤں اور برطانوی اخبار کل ہی سے نعرے لگانا شروع کر دیں "زندہ باد سعد!" لیکن میں غلامی کو آزادی نہیں کہہ سکتا۔ یا تو میں مجنون ہوں کہ آزادی کو غلامی کہتا ہوں، یا وہ مجنون ہیں کہ غلامی کو آزادی کہتے ہیں لیکن میں مجنون نہیں ہوں، کیونکہ تم کہتے ہو میں تمھارا سردار ہوں!" (قہقہہ)

اگر آپ

علم و کتب کی وسعت اور دست طلب کی کوتاہی سے گھبرا گئے ہیں تو کیوں کسی ایسے مقام کی جستجو
نہیں کرتے جہاں دنیا کی بہترین اور منتخب کتابیں جمع کر لی گئی ہوں ؟

ایسا مقام موجود ہے!

J. & E. Bumpus Limited,
350, Oxford Street,
LONDON, W. 1.

جو
دنیا میں کتب فروشی کا عظیم مرکز ہے
اور
جسے ملک معظم برطانیہ اور اُن کے کتبخانۂ قصر کے لئے کتابیں بہم پہونچانے کا شرف حاصل ہے!

انگریزی کا تمام ذخیرہ جو برطانیہ اور برطانی نو آبادیوں اور ملحقہ ممالک میں شایع ہوتا ہے

یورپ کی تمام زبانوں کا ذخیرہ

مشرقی علوم و ادبیات پر انگریزی اور یورپین زبانوں کی تمام کتابیں

نئی اور پرانی دونوں طرح کی کتابیں

تمام دنیا کے ہر قسم اور ہر درجہ کے نقشے

ہر قسم کی تعلیمی کتابوں کے مسلسل سلسلے

بچوں کے لئے ہر قسم اور درجہ کا ذخیرہ

قیمتی سے قیمتی اور سستے سے سستے ایڈیشن

آپ ہمارے عظیم ذخیرے سے حاصل کر سکتے ہیں

ہمارے یہاں سے

ہر چھ ماہ کے بعد نئے ذخیرہ کی مفصل فہرست شایع ہوا کرتی ہے

یاد رکھئے

موسم گرما کا نایاب تحفہ

صرف ہمدرد دواخانہ سے ملیگا

شربت رُوح افزا ۲۹۳ (رجسٹرڈ)

جو تقریباً ۲۰ سال کے عرصہ میں اپنی بے شمار خوبیوں کی وجہ سے اسم با مسمی ہو کر بلا تفریق مذہب عام ہر دلعزیزی و شرف مقبولیت حاصل کر کے نہ صرف ہندوستان بلکہ ممالک غیر تک شہرت حاصل کر چکا ہو اور جس کو چشم بد (حریص) سے محفوظ رکھنے کے لئے تمام ہندوستان کے واسطے رجسٹرڈ بھی کرا لیا گیا ہو۔

محترم ناظرین! آپ میں جو اصحاب اس کا استعمال کر چکے ہیں اُن سے تو اس کے تعارف کرانے کی ضرورت نہیں کیونکہ آپکی مسلسل و پیہم مشتاقانہ خریداری اس کی پسندیدگی و قدردانی کی خود دلیل ہو لیکن ہندوستان جیسے وسیع براعظم میں جن لوگوں کو اس کے استعمال کا اب تک اتفاق نہیں ہوا اُن سے اس کی بے شمار خوبیوں میں سے چند عرض کی جاتی ہیں۔

اس کی سب سے بڑی خوبی یہ ہو کہ اس شربت کا استعمال کسی مذہب کے خلاف نہیں۔ دوسری خوبی یہ ہو کہ ہر تندرست انسان بلا قید عمر و مزاج موسم گرما میں خوش ذائقہ و فرحت بخش چیز کی حیثیت سے استعمال کر سکتا ہو۔

ناظرین! یہ شربت کیا ہو؟ اعلیٰ قسم کے فواکہات مثل انگور، سیب، رنگترہ وغیرہ اور بہت سی اعلیٰ ادویہ کا مرکب ہو جو خاص ترکیب اور جانفشانی سے تیار کیا جاتا ہو۔ مفرح قلب ہو۔ خوش ذائقہ ہو۔ تشنگی اور گھبراہٹ کو دُور کرتا ہو۔ اختلاج قلب، درد سر و دوران سر، متلی وغیرہ کی شکایت کو رفع کرتا ہو۔ سوداوی امراض کے لئے عموماً اور گرم مزاج والے اصحاب کے واسطے خصوصاً بہت مفید ہو۔

معنوی خوبیوں کے علاوہ جو استعمال سے تعلق رکھتی ہیں ظاہراً طور پر رنگ دلفریب اور پیکنگ کی صفائی دیدہ زیب ہو اس کی اشاعت سے محض ذاتی نفع مقصود نہیں بلکہ ہم خرما و ہم ثواب کے مصداق پبلک کی خدمت کرنا اور ہندوستانی اشیاء کی ترویج کو ترقی دینا مدنظر ہے۔ ہمیں اُمید ہو کہ آپ بوتل دیکھ کر اور استعمال کر کے جو بیدار شدہ نو خیز ہندوستان کی صنعت کا اُمید افزا نمونہ ہو اور جس کی ہر چیز دیسی ہو۔ خوش ہونگے اور باوجود اس قدر خوبیاں ہونے کے قیمت اس لئے کم رکھی ہو کہ ہر حیثیت کے لوگ اس سے فائدہ حاصل کر سکیں۔ قیمت فی بوتل ایک روپیہ آٹھ آنے (عہ) حکیموں اور عطاروں کے علاوہ، تاجران شربت کو بشرطیکہ وہ ایک درجن یا اس سے زیادہ خریدیں ۲ فی روپیہ کمیشن دیا جائے گا۔

نوٹ: اس شربت کی عام مقبولیت کو دیکھ کر بہت سے ہمارے ہم پیشہ حضرات ناجائز فائدہ اُٹھانے کی مختلف ترکیبیں نکالتے ہیں مثلاً کوئی اس شربت کا ملتا جلتا نام رکھ لیا ہو۔ لہذا

آپ شربت خرید کرتے وقت دھوکا نہ کھائیں بلکہ بوتل پر ہمدرد دواخانہ کا خوشنما لیبل اور اسپر لفظ رجسٹرڈ ضرور ملاحظہ فرمائیں۔

واضح رہے کہ یہ شربت ہمدرد دواخانہ کی مخصوص چیز ہو اور اصلی صرف ہمدرد دواخانہ دہلی سے ہی مل سکتا ہو۔ "فہرست دواخانہ مع جنتری ۱۹۲۷ء کارڈ آنے پر مفت ارسال ہوگی"

پتہ۔ ہمدرد دواخانہ دہلی

تار کا کافی پتہ ہمدرد، دہلی

اگر آپ انگلستان کی سیاحت کرنا چاہتے ہیں تو

یاد رکھیے

کہ آپکو ایک مستند اور آخرین رہنما گائڈ بک کی ضرورت ہو جو انگلستان کے تمام شہروں، سوسائٹیوں، ہوٹلوں، کلبوں، تھیٹروں، رقص گاہوں، قابل دید مقامات اور آثار قدیمہ وغیرہ سے آپکو مطلع کر دے۔ نیز جس سے وہ تمام ضروری معلومات حاصل کیجا سکیں جنکی ایک سیاح کو قدم قدم پر ضرورت پیش آتی ہو

ایسی مکمل گائڈ بک صرف

ڈنلاپ گائڈ ٹو گریٹ برٹین

The Dunlop guide to great Britain

کا

دوسرا ایڈیشن ہو جو ہندوستان کے تمام انگریزی کتب فروشوں اور بڑے بڑے ریلوے اسٹیشنوں کے بک اسٹال سے مل سکتی ہو

اگر آپ کو

دمہ

(ضیق النفس)

یا

کسی طرح کی بھی معمولی کھانسی کی شکایت ہے

تو تامل نہ کیجئے۔ اپنے سب سے قریب دوا فروش کی دکان سے فوراً ایک ٹین

HIMROD

کی

مشہور عالم دوا کا منگوا کر

استعمال کیجئے

مطبوعات الهلال بك ايجنسى

معارف ابن تيميه و ابن قيم

ديني علوم كے بيش بها جواهر ريزي

اس سلسله ميں هم نے اماميں كي ان نادر و اعلى درجه كي بلند پايه عربي تصانيف كے اُردو تراجم كا سلسله شروع كيا هے' جنكا مطالعه اصلاح عقائد اسلام اور اشاعت و معارف كتاب و سنت كے ليے نهايت ضروري و ناگزير هے - اميد كه يه "سلسلۂ تراجم" بد نصيب هندوستان كي دماغي اصلاح كا كام دے :

اُسوۂ حسنه — امام ابن قيم كي فن سيرت ميں شهرهٔ آفاق كتاب "زاد المعاد" كے خلاصه كا اُردو ترجمه - بلا جلد ۲ روپے مجلد اڑهائي روپيه -

كتاب الوسيله — لفظ "وسيله" كي بحث كے علاوه امام ابن تيميه نے اسلام كے اصل الاصول "توحيد" كي مبسوط بحث كي هے - بلا جلد اڑهائي روپيه ' مجلد سوا تين روپيه -

اصحاب صفه — انكي تعداد ' ذريعه معاش ' طريق عبادت اور انكے مفصل حالات بيان كيے هيں دس آنے -

تفسير سورة الكوثر — امام ابن تيميه كے مخصوص انداز تفسير كا اُردو ترجمه - چار آنے -

العروة الوثقى — خالق و مخلوق كے درميان واسطه كا فرق بدلائل بيان كيا هے - چهه آنے -

سيرت امام ابن تيميه — حضرت امام كے ضروري حالات زندگي نهايت خوش اسلوبي سے بيان كيے هيں - نو آنے

نجد و حجاز — علامه سيد محمد رشيد رضاء مصري كي تازه كتاب كا اُردو ترجمه - سوا روپيه -

آئمه اسلام — ترجمه رفع الملام عن ائمة الاعلام - باره آنے

خلاف الامه — فى العبادات - پانچ آنے

صبح سعادت — يه ايک علمي ' اسلامي ' سه ماهي رساله هے جس كے خريدار كو هم نے كمال كوشش و كاوش سے اُردو ' عربي ' فارسي ' انگريزي ' اور دوسري زبانوں كي تمام اهم اور اعلى مطبوعات كے متعلق بهترين تازه معلومات بهم پهنچانے كا اهتمام كيا هے - اسكے علاوه آئمه و اسلام و بزرگان دين كے حالات ' لطائف افسانه ' نظميں اور ممالك اسلاميه كے معتبر ذرائع سے حاصل كيے هوے حالات درج كيے جاتے هيں - في پرچه ۸ آنه سالانه ۲ روپيه پيشگي -

* * *

منيجر الهلال بك ايجنسى

(حلقه نمبر ۲۴ شيرانواله دروازه لاهور پنجاب)

"Al-Hilal Book Agency,"

24, LAHORE, PANJAB.

خط و كتابت كى وقت اپنا نام اور پته صاف لكهين
اور نمبر خريدارى ضرور تحرير فرمائين

السحر الحلال في مجلدات الهلال

گاه گاہے باز خوان این دفتر پارینه را
تازه خواهی داشتن گر داغهائے سینه را

* * *

اردو صحافت كي تاريخ ميں الهلال هي وه رساله هے جو اپني تمام ظاهري اور باطني خصوصيات ميں ايک انقلاب آفريں دعوت تهي -

الهلال اگرچه ايک هفته وار مصور رساله تها ' ليكن چونكه وه اردو صحافت كي مختلف شاخوں ميں اجتهاد نظر و فكر كي نئي روح پيدا كرني چاهتا تها ' اِس لئے اُس كا هر نمبر مختلف اقسام اور مختلف اذواق كا مجموعه تها - اُس كے هر نمبر ميں مختلف ابواب ' مذهب ' سياست ' ادبيات ' علوم و فنون ' اور معلومات عامه كے هوتے تهے - اور اُسكا هر باب اپني مجتهدانه خصوصيات كے لحاظ سے اپني نظير آپ هوتا تها - پهر اس كي ظاهري خوبياں اُردو صحافت ميں اعلى طباعت و ترتيب كا پهلا نمونه تهيں - اردو كا وه پهلا هفته وار رساله تها ' جس ميں هاف ٹون تصاوير كے اندراج كا انتظام كيا گيا ' اور ٹائپ ميں چهپنے كي وجه سے بهت سي ايسي خوبياں پيدا هوئيں جو پتهر كي چهپائي ميں ممكن نهيں - اِس كي جلديں جديد اُردو علم ادب كے علمي ' مذهبي ' سياسي ' اور اجتماعي مواد و مباحث كا بهترين مجموعه هيں - اِن كي مقبوليت و قدر كا اندازه اِس سے هوسكتا هے كه سنه ۱۹۱۸ ميں بعض شايقين علم و ادب نے اِس كي تمام جلدوں كا مكمل ست سات سو روپيه ميں خريد كيا - اور حال ميں ايک صاحب نے اِس كي پهلي جلد مكمل (جو دفتر ميں بهي موجود نهيں) ساڑهے چارسو روپيه ميں حيدرآباد سے خريدي هے - جن لوگوں نے اِس كے پرچے بحفاظت جمع كئے هيں وه بڑي سے بڑي قيمت پر بهي علحده كرنے كيليے تيار نهيں - پچهلے دنوں "البلاغ پريس" كا جب تمام اسٹاک نئے مكان ميں منتقل كيا گيا تو ايک ذخيره الهلال كے پرچوں كا بهي محفوظ ملا ' هم نے كوشش كي كه شايقين علم و ادب كے لئے جس قدر مكمل جلديں مرتب كي جا سكتي هيں مرتب كرلي جائيں اور جن جلدوں كي تكميل ميں ايک دو پرچوں كي كمي هو اُنهيں دوباره چهپوا ليا جاے -

چنانچه الحمدلله يه كوشش ايک حد تک مشكور هوئي اور اب علاوه متفرق پرچوں كے چند سالوں كي جلديں پوري مكمل هوگئي هيں - هم اِس اعلان كے ذريعه شايقين علم و ادب كو آخري موقعه ديتے هيں كه اِس قيمتي ذخيره كے حاصل كرنے ميں جلدي كريں ' چونكه جلدوں كي ايک بهت هي محدود تعداد مرتب هوسكي هے اس لئے صرف اُنهيں درخواستوں كي تعميل هوسكے گي جو سب سے پهلے پهونچيں گي - هر جلد مجلد هے اور ابتدا ميں تمام مضامين كي انڈكس به ترتيب حروف تهجي لگادي گئي هے -

الهلال مكمل جلد دوم ۱۰ روپيه   الهلال مكمل جلد سوم ۱۰ روپيه
„ „ „ چهارم ۱۰ روپيه   „ „ „ پنجم ۱۰ روپيه

جلد "البلاغ" (جب دوسري مرتبه الهلال اِس نام سے شائع هوا) قيمت ۸ روپيه

علاوه جلد اول كے هر جلد كے متفرق پرچے بهي موجود هيں جن ميں سے هر پرچه اپنے مضامين كے لحاظ سے ايک مستقل مجموعه علم و ادب هے - قيمت في پرچه ۸ - آنه - محصول ڈاک و پيكنگ اِس كے علاوه هے -

منيجر "البلاغ پريس"

ان تمام اصحاب کے لئے

جو

قدیم تمدن و ۔۔۔ کی قیمتی اشیاء کا شوق رکھتے ہیں

دنیا میں عظیم الشان مقام

I. SHENKER,

112, BROMPTON ROAL, KENSINGTON, LONDON, S W. 3.

ہے

مغرب و مشرق کے قدیم آثار، پرانی قلمی اور مطبوعہ کتابیں، پرانی تصویریں۔ پرانے سکے اور نقوش، پرانے زیور، آرائش و تزئین کا ہر قسم کا سامان، اور ہر طرح کے پرانے صنعتی عجائب و نوادر، اگر آپ کو مطلوب ہیں، تو ہم سے خط و کتابت کیجیے۔ کم از کم ہماری نمائش گاہوں اور ذخائر کی فہرست ہی منگوا لیجیے۔ اہل علم اور اہل دولت دونوں کے لئے ہمارا ذخیرہ قیمتی ہے۔

نوادر عالم کا یہ ذخیرہ

دنیا کے تمام حصوں سے غیر معمولی مصارف و مساعی کے بعد حاصل کیا گیا ہے۔
دنیا کے تمام قدیم تمدنی مرکزوں مثلاً مصر، شام، فلسطین، ہندوستان، ایران ترکستان، چین، وغیرہ ممالک میں ہمارے ایجنٹ ہمیشہ گردش کرتے رہتے ہیں۔

باایں ہمہ

قیمتیں تعجب انگیز حد تک ارزاں ہیں!

براعظم یورپ، امریکہ

اور

مشرق

کے تمام بڑے بڑے محل، کتب خانے، اور عجائب خانے، ہم سے نوادر حاصل کرتے رہتے ہیں۔ قاہرہ کے نئے ایوان شاہی کے نوادر ابھی حال میں ہم ہی نے فراہم کئے ہیں

اگر آپ کے پاس نوادر موجود ہوں

تو

آپ فرو ۔۔ کرنے سے بھی پہلے ہم سے ہی خط و کتابت کیجیے بہت ممکن ہے کہ ہمارا سفری یا مقامی ایجنٹ آپ سے مل سکے۔

١٩٢٧

الہلال

جلد ١

مبر ١٦

البلاغ پریس کلکتہ

قیمت ٥ ـ آنہ

دنیا کي بہترین کتابوں کیلئے بہترین رهنما:

تائمز اف لندن کا ادبي ضمیمه

یه ضمیمه دنیا کي تمام کتابوں پر هفته وار دلچسپ اور رقیع تبصره کرتا هے -

اسکا معتدل نقد علمي حلقوں میں مسلم هے -

اس میں چند صفحات وقت کے جاري اور زیر بحث ادبي فوائد پر بهي هوتے هیں جنکي اهمیت کا عام طور پر اعتراف کیا گیا هے -

اپنے یہاں کے ایجنت سے تقاضه کیجئے که وہ تائمز لندن کا هفته وار ادبي ضمیمه آپکے لئے مہیا کرے - لیکن اگر آپ چاهیں تو

The Publisher :

Printing House Square
London, E. C. 4.

سے براہ راست طلب کر سکتے هیں

دنیا کے هر معلم اور ماهر فن تعلیم کیلئے

ضروري هے که

تائمز اف لندن کا تعلیمي ضمیمه مطالعه کرے

اگر آپ چاهتے هیں که فن تعلیم کے تمام نظري اور عملي تغیرات و ترقیات سے بے خبر نه رهیں ' تو آپکو یه ضمیمه بلا ناغه مطالعه میں رکهنا چاهیے -

یه هر هفته اس موضوع پر تمام اهم خبریں اور مباحث جمع کردیتا هے - ماهرین فن اور مشاهیر تعلیم کے قلم سے اسکے صفحات مرتب:هوتے هیں -

اپنے یہاں کے ایجنت سے طلب کیجئے -

ورنه

The Publisher,

Printing House Square
London, E. C. 4.

سے طلب کرسکتے هیں -

کیا آپ تجارت کرني چاهتے هیں ؟

اگر آپ چاهتے هیں که یورپ اور امریکه کے تمام بڑے بڑے کارخانوں سے تجارتي تعلقات قائم کریں ' نفع بخش ایجنسیاں لیں ' هندوستان سے خام پیدا وار بهیجیں ' نئي نئي ایجادات سے اپنے ملک کو آشنا کریں ' تهوڑي سي محنت اور تهوڑا سا سرمایه لیکر ایک وقیع کار و بار شروع کردیں ' تو آپ کو ابتدا میں بہت سي باتیں معلوم کرني چاهئیں - اس طرح کي تجارت کے گر اور بهید سیکهنے چاهئیں - هندوستان کے تمام حلقوں اور یورپ و امریکه کے تمام کارخانوں اور کوٹهیوں کے حالات اور اصول معاملت معلوم کرنے چاهئیں - بغیر اس کے آپ کامیاب نہیں هوسکتے -

اگر آپ چاهتے هیں که بہت تهوڑا سا وقت خرچ کرکے یه ساري باتیں با قاعدہ علمي اصول پر معلوم کرلیں ' تو آپکو چاهیے که هم سے خط و کتابت کریں - هم یه کام به حیثیت ایک ماهر فن کے کر رهے هیں - خط و کتابت کے بعد هي آپکو معلوم هو جائیگا که آپکے مقصد کیلئے هم کس درجه مفید هیں ؟

همارے تعلقات دنیا کے تمام تجارتي حلقوں سے هیں -

M. R. MARSDEN & CO.
Post Box 708.
Clive Street, Calcutta.

برونو مولر اینڈ کو - برلن

◆ ◆ ◆

پوسٹ بکس نمبر ۲۴

◆ ◆ ◆

BRUNO MULLER & CO. M. B. H.

Berlin–W 35

◆ ◆ ◆

Post No. 24.

◆ ◆ ◆

هر طرح کي مشینیں جو گرم ملکوں کے میووں کو خشک کرنے اور پهلوں کو محفوظ رکهنے کیلئے ضروري هیں ' اس کارخانے میں طیار کي جاتي هیں - تمام دنیا میں اس قسم کي مشینوں کا یه بہترین کارخانه هے - مندرجۂ بالا پته سے خط و کتابت کیجیے -

یاد رکهیے

میووں ' ترکاریوں ' اور هر طرح کے زرعي مواد کو خشک کرنے کا بہترین طریقه وہ هے جو " نئے سسٹم " کے نام سے متمدن ممالک میں مشہور هے - اس " نئے سسٹم " کے مطابق کام کرنے والي مشینیں صرف اسي کارخانه سے مل سکتي هیں -

Printed and Published by
MASUD HASAN ZUBERI AT THE AL-BALAGH PRESS, 11, BALLYGUNGE CIRCULAR ROAD, CALCUTTA
EDITOR : MAULANA ABU-AL-KALAM AZAD.

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين
القرآن الحکیم

الهلال

ایک هفته وار مصور رساله

نمبر ۱٦ — کلکته : جمعه ۱۰ ۔ ربیع الثانی ۱۳٤٦ هجری — جلد ۱
Calcutta : Friday, 7, October 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نهین ؟

آج کوئی زبان ترقی نهین کر سکتی اگر وه اپنا ترقی یافته طریق طباعة نهین رکهتی ۔ طباعة کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نهین که حروف کی چهپائی اختیار کی جای ۔ پتهر کی چهپائی مین محدود رهکر اردو کی طباعة کبهی ترقی نهین کر سکتی ۔

اردو کی سب سی بهتر حروف جو اس وقت تك بن سکی هین ، وه هین جن مین الهلال چهپتا هی ۔ اور عربی کا بهترین خط نسخ وه هی جس مین یه سطرین کمپوز کی گئی هین ۔ آپ ان دونون مین سی جسی چاهین پسند کر لین ۔ لیکن پتهر کی چهپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین ۔

براه عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی همین اطلاع دیجیی ۔ یاد رکهیی ۔ طباعة کا مسئله آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیاده اهم مسئله هی ۔ ضروری هی که اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین ۔

الهلال

قارئین الهلال کی آراء

اس باری مین اس وقت تك ۱۳۰۱ مراسلات وصول هوی هین ۔ تقسیم آراء حسب ذیل هی :

عربی حروف کی حق مین	۱۹۷	اردو حروف کی حق مین	۳۷۵
موجوده مشترك طباعة کی حق مین	۳۷٤	حروف کی حق مین بشرطیکه نستعلیق هون	۱۲۷
پتهر کی چهپائی کی حق مین	۲۲۸		

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بهی متفق ظاهر کیا هی ۔

آراء کی دیکهنی سی معلوم هوا که اس باری مین بعض اهم تفصیلات پر لوگون کی نظر نهین هی ۔ اور اسلیی شرح وبیان کی ضرورت هی ۔ آینده اس باری مین مولانا به تفصیل اپنی خیالات ظاهر کرینگی مگر ضرورت هی که بقیه حضرات بهی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بهیج دین ۔

الهلال

الهلال

هر جمعه کو نمبر ١١ - بالي گنج سرکلر روڈ - کلکته سے شایع هوتا هے

قیمت سالانه مع محصول - - باره روپیه
هندوستان سے باهر کیلیے - - سوله روپیه
قیمت شش ماهي - - - سادے روپیه
قیمت في پرچه - - - پانچ آنه

---

(١) تمام خط و کتابت اور ارسال زر " منیجر الهلال " کے نام سے کي جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے هوں آنکے لفافه پر " ایڈیٹر " کا نام هونا چاهیے -

(٢) نمونه مفت ارسال نه هوگا -

(٣) براه عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پته صاف اور خوش خط لکھیے -

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداري لکھیے جسکي اطلاع آپکو وصول قیمت کي رسید میں دیدي گئي هے -

(٥) اگر کسي صاحب کے پاس کوئي پرچه نه پہنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک هفته کے اندر اطلاع دیں - ورنه بصورت تاخیر بغیر قیمت کے روانه نہیں کیا جائیگا -

(٦) اگر آپ دو تین ماه کیلئے ایک جگه سے دوسري جگه جا رهے هیں تو اپنا پته تبدیل نه کرایے ' مقامي ڈاکخانه کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیاده عرصه تک کے لئے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک هفته پیشتر اطلاع دیکر پته تبدیل کرالیں -

(٧) مني آرڈر روانه کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پته ضرور لکھدیں -

(٨) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتري فرائض (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیره) سے نہیں هے ٹکٹ ضرور بھیجیے ورنه دفتر پر غیر معمولي خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

جنگي اقتدار رکھنے والے بادشاھوں پر رعايا کي کوئي نگراني نهيں هوتي - ليکن تجارتي حکومتوں ميں تجار و اعيان ' حاکم کي نگراني کرتے هيں ' اور حاکم ' تجار و اعيان کي نگراني کرتا هے ' کيونکه پوري قوم اِس ممتاز طبقه کے مظالم کا نشانه بن سکتي هے -

(حکومتوں کي تشکيل ميں مذهبي پيشواؤں کا دخل)

ايک تيسري قوت بهي هے جو حکومتوں کي تشکيل ميں بڑا دخل رکھتي هے - وہ قوت کاهنوں اور مذهبي پيشواؤں کي هے - قديم زمانے ميں ديني پيشواؤں کو غير معمولي اهميت و طاقت حاصل تهي - مصريوں اور يهوديوں ميں اِن کا اقتدار بے روک تها - يه اِنهي کاهنوں کي قوت تهي جس نے مخلوق سے فرعون کي پرستش کرائي اور رموس اور ريموس (۱) کو جنگ کے ديوتا کي اولاد تسليم کرا ديا - چين کے شهنشاهوں کے متعلق بهي ايسا هي اعتقاد تها - سيام کے بادشاه تو آج تک اِسي قسم کے القاب سے ياد کيے جاتے هيں -

غرضکه سياسي قوت ' اجتماعي ارتقاء کا نتيجه هوتي هے - کمزور هميشه طاقتوروں کا لقمه هوتے هيں - قوت صرف مادي هي نهيں هوتي - ديني ' اخلاقي ' اور فکري بهي هوتي هے - بلکه کبهي کبهي اقتصادي بهي هوتي هے - مارکس کا قول هے که اقتصادي قوت هي سياسي قوت ميں اصل و بنياد کا حکم رکھتي هے - اُس کي يه رائے هر حال ميں صحيح نهيں هے ' اگرچه اقتصادي قوت ' سياسي نظامات کي تاريخ ميں بهت مؤثر رهي هے -

(سياسي حکومت ' اور باهمي تعاون کي تاثير اُمت کي تکوين ميں)

سياسي حکومت کا ظهور ' ايک اجتماعي حادثه هے - يه حادثه هميشه ايک هي قسم کا هوتا هے - جماعتيں اپني قلت و کثرت ميں کتني هي متباين هوں ' مگر اِس سے اُن کے طبائع ميں کوئي تباين پيدا نهيں هوتا -

انسان ' باهم اجتماعي تعاون کے رشتوں سے جڑ گئے هيں - صرف اسي تعاون کے ذريعه هم اپني ضرورتيں پوري کرسکتے هيں - انسانوں کي ضرورتيں اور قابليتيں مختلف اور متفاوت هيں - اِسي صورت حال نے اُنهيں مجبور کر ديا هے که تقسيم عمل کے اصول پر باهمي تعاون سے کام ليں -

همارے اجداد کي اجتماعي روش ' ناموس نشو و ارتقاء کے ماتحت فوراً بدل گئي جب اُنهوں نے دور توحش سے دور بداوت ميں قدم رکھا - جغرافيائي اور جنگي ضرورتوں سے مجبور هوکر بهت سے قبيلے متحد هوگئے - اُن کے اتحاد نے ايک نيا مجموعه پيدا کرديا - اِسي مجموعه کا نام بعد کو " اُمت " يا " قوم " هوا - پهر جب زرعي غلامي اور سرداري کا طريقه رائج هوا ' تو غلاموں کے قتل کر ڈالنے کا دستور منسوخ هوگيا اور غلام کاشتکاري کي خدمت پر مامور کر ديے گئے - پهر صنعت و حرفت کے وسيع پيمانے پر ظهور نے سرے سے يه غلامي بهي موقوف کردي -

اِسي تدريجي ارتقاء نے قوميتين پيدا کيں ' اور قبائلي سرداروں کو شاهي تختوں پر بٹها ديا - پہلے زمانے ميں پادشاه کا اولين کام يه تها که فوج کي سپه سالاري کرے - مصريوں ' اشوريوں ' اور يورپين قوموں کي تاريخ ايسي مثالوں سے لبريز هے -

(جماعت کي زندگي اور تعاون کے دو اصول)

بعض علماء اجتماع کي رائے ميں جماعت ' ايک حقيقي زندگي رکھتي هے - اُن کا خيال هے که جماعتي ذهن و وجدان ' فردي ذهن و وجدان سے علحده وجود رکھتا هے - قديم زمانے ميں افلاطون اور ارسطو کا بهي نظريه يهي تها که جماعت ' ايک عظيم زنده وجود هے - گويا وہ سينکڑوں سروں کا حيوان هے - همارے زمانے ميں بهي متعدد علماء نے يهي کها هے - چنانچه ورمس وغيره کهتے هيں که جماعتيں ' اپني مستقل زندگی رکھتي هيں - وہ جسم حي کي مثال پيش کرتے هيں - وہ کهتے هيں علماء فيزيو لوجي (علم وظائف اعضاء) کا متفقه فيصله هے که اجسام حيه کي اساسي طبيعت يه هے که هر عضو اپني جگه پر ايک خاص عمل انجام ديتا هے جس سے مجموعي جسم کي زندگي بر قرار رهتي هے - مثلاً نبات ' جڑوں ' پتوں ' اور پهولوں وغيره سے مرکب هوتا هے - اِن ميں سے هر چيز اپني جگه پر پورے درخت کي سلامتي و بقاء کے ليے کام کرتي هے -

اعضاء کا يه تعاون ' دو اصلوں پر مبني قرار ديا جا سکتا هے :

(۱) مختلف اعضاء ميں وظائف کي تقسيم و تحديد -

(۲) وہ غرض و غايت ' جس کے ليے بطريق تعاون تمام اعضاء کوشش کرتے هيں -

يه دونوں اصليں ' تمام انساني و حيواني جماعتوں ميں پائي جاتي هيں - يه اِس ليے که اگر اعضاء جسم ميں وظائف کي تقسيم نه هو ' تو اُس جسم ميں سرے سے وصف عضويت هي موجود نهيں هو سکتا - مثلاً اگر هم ايک رنگ کا ٹيله ديکھيں جس کے تمام اجزاء و اقسام متشابه هوں ' اور سب ايک هي عمل انجام دے رهے هوں ' تو هميں فيصله کر دينا پڑيگا که اِس ٹيلے کے اجزاء ميں وظائف کي تقسيم نهيں هے - يعني اُس ميں خود عضويت کا وجود هي نهيں هے - يهی حال انساني جماعت کا هے - جس انساني گروہ کا هر فرد اپني علحده زندگي بسر کرتا اور جماعت کے ليے کوئي کام نهيں کرتا هے ' هميں کهنا چاهيے که وہ گروہ سرے سے جماعت هي نهيں هے ' بلکه دور وحشت ميں پڑا هوا هے -

(وظائف کي تقسيم)

جسم ميں عضويت کا آغاز اُسي وقت سے هوتا هے جب اُس کے اجزاء ميں وظائف کي تقسيم هو جاتي هے - يهي حال انسانوں کا هے جب اُن ميں تقسيم عمل نافذ هو جاتي هے - بعض کهيتي پر لگ جاتے هيں - بعض کپڑا بننے لگتے هيں - بعض مکان بنانے لگتے هيں ..... اِس حالت ميں انسانوں کے اِس گروہ کا نام " جماعت " هو جاتا هے -

ميلن کي رائے هے که عالم اقتصاد ميں تقسيم عمل ' عالم فيزيو لوجي (وظائف الاعضاء) ميں تقسيم وظائف (فرائض) کے بالکل مشابه هے - يه تقسيم هي جسم حي کي خصوصيت پيدا کرتي هے - اور يهي تقسيم " جماعت " کو موجود کرتي هے -

اِس کي مثال يه هے که زنده جسم ميں معده ' نه تو دل کا فرض انجام ديتا هے ' نه دل معدے کا - گزشته تفصيل سے واضح هوچکا هے که زندگي پيدا کرنے ميں تقسيم وظائف ' تعاون هي کي بنياد پر قائم هوتي هے - مثلاً دماغ اپني غذا حاصل کرنے کے ليے خود عمل نهيں کرتا ' بلکه اُس کي غذا معده مهيا کرتا هے ' اور قلب يه غذا اُس تک پهنچاتا هے - يهي حال جماعت کا هے -

---

(۱) رموس اور ريموس ' مندر وستا کي راهبه " ري سيلويا " کے توأم لڑکے تهے ' اور زنا سے پيدا هوئے تهے - مگر راهبه نے دعوی کيا که وہ جنگ کے ديوتا مريخ کي اولاد هيں - رموس ' روم کا باني هے -

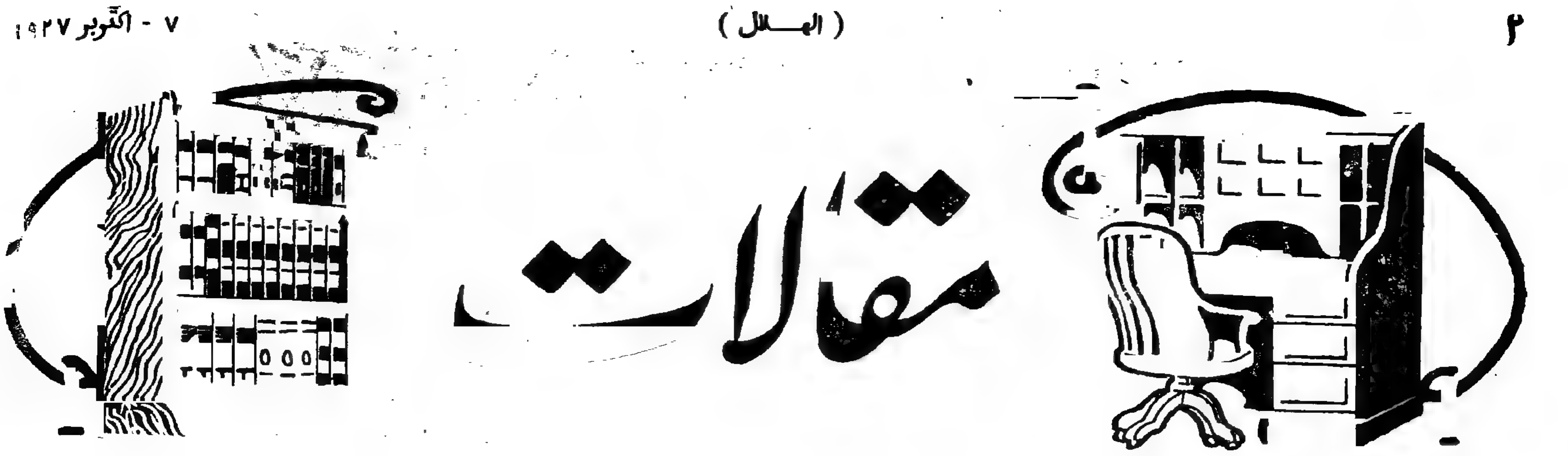

علم الاجتماع

(۲)

(فرد کا اقتدار جماعت پر)

جماعت نے طویل تجربے سے معلوم کر لیا تھا که شکار اور جنگ میں رهي شخص اُس کا سردار هونا چاهیے ' جو اسلحه کے استعمال میں مشاق اور جسماني قوت میں اصلح هو - یه حال صرف انساني جماعتوں هي کا نهیں هے - چڑیاں بهي جب ایک اقلیم سے دوسري اقلیم کو جاتي هیں ' تو اپني سرداري اور پیش قدمي کے لیے اپنا سب سے زیاده قوي اور تیز نظر فرد منتخب کرتي هیں - همیشه دیکها جاتا هے که چڑیوں کے غول اپنے سردار کے پیچهے اڑتے هوئے جاتے هیں !

اپني تکوین کے آغاز میں سلطنت کي بهي یهي صورت هوئي - افریقه ' استریلیا ' اور نیوزي لینڈ میں ابتک ایسے قبائل موجود هیں جو یه اجتماعي نظام پیش کر رهے هیں - بعض قبائل ایسے بهي هیں جن کا سردار دائمي نهیں هوتا ' عارضي طور پر منتخب کر لیا جاتا هے - چنانچه قبائل تسمان کا یهي حال هے - اُن کا جب کوئي خاندان سفر یا جنگ کو جانے لگتا هے تو اپنا سردار منتخب کر لیتا هے - لیکن اِس ضرورت کے ختم هوتے هي سردار کي سرداري بهي ختم هو جاتي هے ' اور وه باقي افراد کي طرح ایک فرد عام هو جاتا هے -

جو جماعتیں جنگ و جدل سے دور هیں ' اُن میں فرد کا کوئي اقتدار نهیں هوتا - چنانچه قبائل دوجي میں کوئي بهي سردار نهیں هے - تمام افراد بالکل مساویانه زندگي بسر کرتے هیں -

یهي حال قبائل اسکیمو کا هے - اِن کي تعداد اگرچه بهت زیاده هے ' مگر آج تک اُن میں کوئي سردار نهیں هے - شروع شروع جب اُن کے سواحل پر یورپین جهاز پهنچے ' تو اُنهیں یه دیکهه کر سخت حیرت هوئي که بحري سپاهي اپنے افسروں کے اشاروں پر حرکت کرتے هیں !

(حکومتوں کي تشکیل میں جنگ کا دخل)

ابتدائي حکومتوں کے وجود کا باعث صرف جنگ هي نه تهي - لیکن جو حکومتیں جنگي ضرورت سے قائم هوتي هیں ' وه فرد هي کے ماتحت هوتي هیں - ابتدائي جنگوں کے تجارب نے انساني جماعتوں کو یقین دلا دیا که نظام و ترتیب کي قوت ' کثرت تعداد کي قوت سے کهیں زیاده مؤثر هوتي هے - بهت سي جماعتیں محض اِس لیے برباد هو گئیں که اُن میں کوئي نظام موجود نه تها - انتشار و فوضویت عام تهي - چنانچه بتدریج انسانوں نے نظام کے فوائد معلوم کیے اور منتظم زندگي اختیار کرنے پر مجبور هو گئے -

جمله مستبد حکومتوں کي پیدائش ' جنگ هي سے هوئي هے - شخصي حکمراني کا باعث ' جنگ سے بڑه کر کوئي چیز نهیں هوسکتي -

چنانچه قرون اولی میں جب روم کے لیے ایک بڑا جنگي خطره پیش آیا ' تو قهري حکومت (ڈیکٹیٹرشپ) قائم هوگئي - لیکن اُس کے دفع هوتے هي میناسناتس ' جو اِس حکومت کا حاکم تها ' اپنے کهیت میں هل چلانے واپس چلا گیا - تاریخ میں ایسي بهت سي مثالیں موجود هیں که زیاده سے زیاده حریت پسند قوموں میں بهي جنگوں نے ایسے آدمي پیدا کردیے ' جو شروع میں حامي حریت معلوم هوتے تهے مگر جنگي ضرورتوں نے اُنهیں مستبد حاکم بنا دیا -

جنگي قومیں — اپنے جغرافیائي موقعه کے لحاظ سے — استبدادي طرز حکومت هي پر برقرار رهیں - اسي طرح تمام وسیع ممالک ' جن پر دشمنوں کے حملے هوتے رهے یا جن میں اندروني شورشیں زیاده برپا هوتي رهیں ' اُن کي حکومتیں لازمي طور پر استبدادي رهي هیں - برخلاف اِن کے چهوٹے چهوٹے اور چهار طرف پهاڑوں سے محفوظ ملکوں کي حکومتیں جمهوري هوا کرتي هیں - چنانچه قدیم زمانے میں یونان اور موجوده زمانے میں سوئٹزر لینڈ اُن ممالک کي مثال هیں جو استبداد سے یک قلم نا آشنا هیں - لیکن قوم ترکمان — بدویت کي حالت میں — شخصي استبداد کي طرف مائل رهي هے -

(حکومتوں کي تشکیل میں صناعت کا دخل)

صناعت ' اگرچه براه راست حکومتوں کي تکوین کا باعث نهیں هے ' لیکن جنگ کے بعد وه بهي اُن کي تشکیل میں بڑا دخل رکهتي هے - کیونکه صناعت ' دولتمندي کا اولین سبب هے اور اس لیے باشندوں میں فرق مراتب کا موجب هے -

ابتدائي انسان نے جوں هي آلات کو ترقي دي ' مختلف قسم کي صنعتیں ظاهر هونے لگیں - صناعوں اور کاشتکاروں نے غیر معمولي محنت کے ذریعه اِتني پیداوار مهیا کرلي جو اُن کي ضرورت سے زیاده تهي - چنانچه اُس کي فروخت اور مبادله سے اُنهیں کافي دولت حاصل هوگئي - اِس دولت سے اُنهوں نے دوسروں سے زیاده رسوخ حاصل کرلیا اور اپنے لیے خاص خاص صنعتیں اور پیشے خاص کرلیے -

اِن مالداروں کو بهت جلد ضرورت محسوس هوئي که حریص و طماع غریبوں سے اپني دولت محفوظ رکهنے کي تدابیر اختیار کریں - چنانچه اُنهوں نے اِس مقصد کے لیے قانون و نظام بنائے - یا دوسرے لفظوں میں ملک کے لیے حکومت کي بنیاد رکهي اور اُسکي خاص شکل تجویز کي -

اِس قسم کي حکومتیں ' جو صناعوں اور تاجروں کے هاتهوں ظاهر هوئیں ' قدرتي طور پر اُن حکومتوں سے مختلف مزاج رکهتي تهیں ' جنهیں جنگوں نے پیدا کیا تها - کیونکه اول الذکر میں کامل شخصي اقتدار قائم نهیں هو سکتا تها - صناعوں اور تاجروں کي جماعت کو بهي رسوخ حاصل تها - اِس قسم کي حکومتوں کي مثال قدیم زمانے میں وینس اور ولمنگ کي حکومتیں تهیں - یه حکومتیں جنگي حکومتوں سے بهت سي باتوں میں مختلف هوتي هیں -

ايك قديم مرقع

خلیفه هارون الرشید اور فرانسیسي سفارت

* * *

عرصه هوا، زمانۂ حال کے مشهور مصري مصنف جرجي زیدان موسس الهلال قاهره نے اپني سیاحت یورپ کي یاد داشتیں شائع کرتے هوے لکها تها " سوربن یونیورستي میں ایک قدیم مرقع میري نظر سے گزرا - اس میں اُس فرانسیسي سفارت کا خلیفه هارون الرشید کے دربار میں ورود دکهلایا گیا هے جو شارلیمین اول نے بغداد بهیجي تهي، اور جس کے جواب میں هارون الرشید نے وه عجیب و غریب گهڑي ارسال کي تهي جس کا تمام یورپ میں عرصه تک شهره رها "

جرجي زیدان نے اس مرقع کا عکس شائع کر دیا تها - اس مرقع میں هارون الرشید ایک بلند مسند پر جو تو بر تو گدیلوں سے بنائي گئي هے، بیٹها هے - سر پر خود کي وضع کي قلنسوه هے اور اس پر عمامه بندها هے - حبشي غلام عقب میں کهڑے هیں، اور فرانسیسي سفارت کے ارکان زمین بوس هو رهے هیں -

مجهے اس مرقع سے بهت دلچسپي هوي لیکن اِسکي تاریخ قدامت کي کوئي تصریح نهیں کي گئي تهي - میں نے خیال کیا، بهت ممکن هے زمانۂ حال کے کسي مصور نے واقعۂ سفارت کے تخیل کو مرقع کي صورت دیدي هو، یا کسي تاریخي کتاب کي تزئین کے لیے طیار کیا گیا هو - میں چاهتا تها، اس بارے میں مزید معلومات حاصل کیے جائیں - کیونکه مجهے اپني ایک زیر تحریر کتاب کے لیے اس طرح کے تمام مواد کي ضرورت تهي -

گذشته سال ایک تقریب سے مجهے موقعه ملا که موسیو بلوشر سے خط و کتابت کروں - یه فرانس کے مشهور فارسي داں متسشرق هیں اور کچهه عرصه سے پیرس کے قومي کتب خانه کے فارسي حصه کي از سر نو تحقیقات کر رهے هیں - میں نے اس مرقع کي نسبت ان سے دریافت کیا - ان کا جواب حسب ذیل تها :

" جس مرقع کا آپنے ذکر کیا هے (یعني سوربن یونیورستي کا) وه اصل نهیں هے - اصلي مرقع کي نقل هے - اصلي مرقع اس کتب خانه میں (نیشنل لائبریري پیرس) میں محفوظ هے - یه مشکل هے که اس کي صحیح تاریخ معین کي جا سکے، لیکن اس میں کوئي شک نهیں که سولهویں صدي میں یه مرقع موجود تها - کیونکه سنه ۱۵۸۹ - میں جب هینرخ Heinrich نے اپنا مجموعۂ تاریخ عرب نیپلز میں شائع کیا هے، تو اس میں یه مرقع بهي درج کیا گیا تها - مرقع کے نیچے یه عبارت لکهي گئی تهي " بغداد کے خلیفه کے دربار میں شارلیمین کي سفارت — اِس مرقع کي نسبت خیال کیا جاتا هے که یه شارلیمین کے حکم سے طیار کیا گیا تها " مرقع کا جو نسخه بطور اصل کے اسوقت محفوظ هے، غالباً وه بهي اصل نهیں هے - کسي دوسرے نسخه کي نقل هے - کیونکه اس میں بعض خاص طرح کے رنگ استعمال کیے گئے هیں، اور اُن رنگوں کا استعمال سولهویں صدي کے بعد شروع هوا هے — * * * * * * * * * سولهویں اور سترهویں صدي میں یه مرقع منجمله اُن تصاویر کے تها، جن سے فرانس کے شاهي قصر آراسته کیے جاتے تهے - قصر تویلري کے لیے یه مرقع ایوان استقبال کي اُن تصویروں کي قد و قامت کے مطابق طیار کیا گیا تها، جو اسکي دهني اور بائیں دیواروں پر قدم آدم جتني ترتیب دي گئي تهیں - میں اگرچه یه کهنے کے لیے کافي تاریخي تصریحات نهیں پاتا که یه مرقع اصلي هے، تاهم اس کي تاریخي قدر و قیمت سے انکار نهیں کیا جا سکتا - کم از کم یه بات بالکل صاف هے که خود شارلیمین کے عهد کا هو یا نه هو، لیکن سولهویں صدي سے پیشتر کا رائج و مشهور مرقع ضرور هے * * * ایک دوسرے واقعه سے بهي اس مرقع کي تاریخي حیثیت کي تصدیق هوتي هے - هارون الرشید نے اس سفارت کے جواب میں فرانسیسي سفیروں کے ساتهه اپنے خاص سفراء بهي بهیجے تهے، اور ان کے ذریعه بیت المقدس کي طلائي کنجیاں اور بهت سے قیمتي تحائف روانه کیے تهے - انهي تحائف میں وه اپنے عهد کي عجیب و غریب گهڑي بهي تهي جس کا ذکر اُس عهد کے مورخ اے جي نارت Eginhart نے

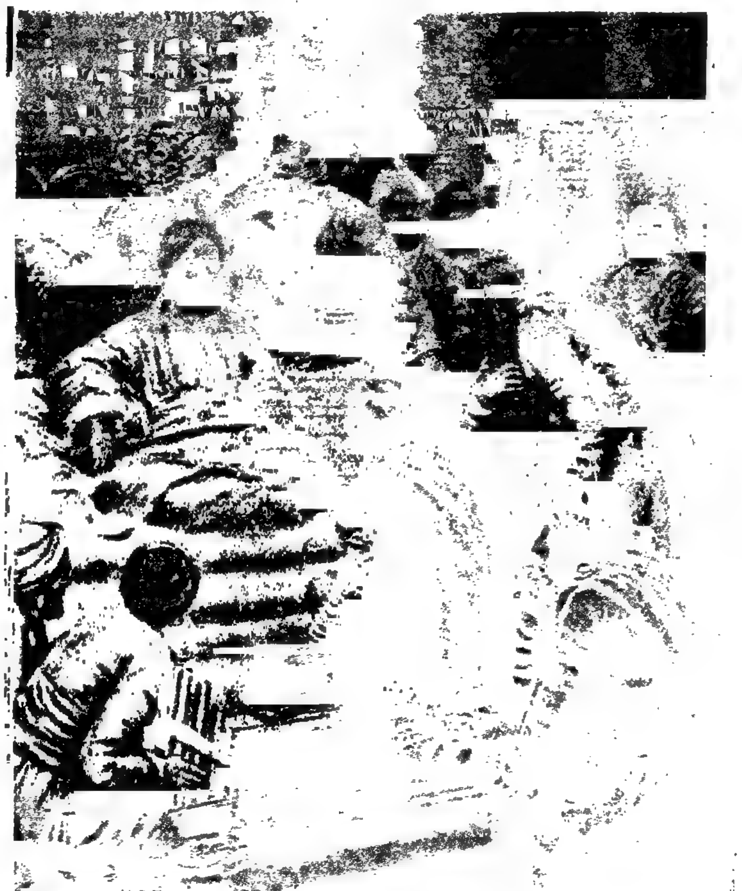

ضروري هے که اُس میں بهي بعض افراد ' قوم کي مدافعت کي ذمه داري لیں ' بعض عام مصالح انجام دیں ... اِس تقسیم عمل اور تعاون کي غایت یه هوتي هے که مجموع یعني جماعت ' قائم و محفوظ رهے - هر عضو ' دوسرے اعضاء کے مقابلے میں بیک وقت ' واسطه اور غایت هوتا هے - چنانچه مثلاً کاشتکار حاکم کا خدمت گزار هوتا هے ' اور حاکم ' کاشتکار کا خادم هوتا هے - اِسي طرح جماعت کا هر فرد ' دوسرے افراد کا معاون و مدد گار هوجاتا هے -

یه اعمال اپني مجموعي حیثیت سے دائرۂ حیات میں متعدد حلقوں کا حکم رکهتے هیں - تمام اقوام اور قبائل ' انساني مجموعه میں ایسے هي دائرے بناتے چلے جاتے هیں •

(سلطنت میں نظام حیات)

اسپنسر نے کائنات حیه کي بحث میں بتایا هے که جسم حي میں تین بڑے نظام ' تین بڑے وظائف انجام دیتے هیں :

نظام هضمي ' مجموعه عصبي ' نظام تنفس -

یهي حال سلطنت کا هے - ایک فریق مجموع کے لیے اُس کي غذا مهیا کرتا هے - دوسرا فریق سلطنت کا انتظام سنبهالتا هے - تیسرا فریق — اور وہ درمیاني فریق هے — زمین کي پیداوار تقسیم کرنے کا ذمه دار هوتا هے تاکه باقي جماعت اُسے اپنے کام میں لائے -

یه عمل ' جسم انساني میں دوران خون کے نظام سے بهت مشابه هے - سلطنت میں زراعت ' حکومت ' تجارت ' تین اعضاء هیں اور اُن اعضاء ثلاثه کے قائم مقام هیں جو حیاة حیواني قائم رکهتے هیں -

یهاں پر ایک سوال قابل لحاظ هے - همیں اُسے نظر انداز نهیں کرنا چاهئے - " کیا سلطنت اِن اعضاء کے وجود کے بعد هي موجود هوجاتي هے ؟ — گهڑي کا آله یا جهاز کا آله ' کائنات حیه کے مشابه هے - چنانچه وہ بهي دوسرے اجسام حیه کي طرح مختلف اعضاء سے مرکب هے - اِس کے اعضاء میں بهي تقسیم عمل هے اور اپنے اعمال کي انجام دهي میں تعاون رکهتے هیں - یه آلات ' زنده اجسام سے اِس قدر مشابه هیں که وحشي انسان اُنهیں سچ مچ زنده وجود هي سمجهه لیتے هیں - اگر یهي بات هے تو پهر جاندار آلے اور بے جان آلے میں کیا فرق باقي رہ جاتا هے ؟ "

اِس سوال کا جواب لاینتس نے یه دیا هے که " لکڑي یا لوهے کا متحرک آله ' في نفسه کوئي عضویت نهیں رکهتا - برخلاف اِس کے هر زنده وجود عضویت اور مستقل زندگي رکهتا هے - هر عالم حي ' هزاروں زنده عوالم کا مجموعه هے "

ویر خوف اور کلود برناڈ نے ثابت کیا هے که هر حیوان اپنے سے بهت زیاده چهوٹے اور پست بے شمار حیوانات سے مرکب هوتا هے - همارے جسموں کے اندر بهت سي ذي روح کائنات موجود هیں - اِن میں سے هر ایک مستقل زندگي رکهتي هے - اِن کائنات کي زندگي همارے هي خون سے هے - یه کائنات ' مختلف قابلیتیں ' خواهشیں ' امراض ' اور حرکات رکهتي هیں - اگر هم کسي کیڑے کے دو ٹکڑے کردیں تو بهي اُس کا هر ٹکڑا زنده رهے گا - بلاشبه ترقي یافته حیوانوں کي یه حالت نهیں هے - لیکن ان حیوانات کے بهي بعض اجزاء — مثلاً ناخن اور بال — جسم کي موت کے بعد زنده رهتے هیں - مرنے کے بعد انسان کے ناخن اور بالوں کا بڑهنا اِس بات کي دلیل هے که اِن میں زندگي موجود رهتي هے - اِسي طرح یه بهي واقعه هے که کئي چوهوں کي دمیں اگر ایک چوهے کے جسم میں لگا دي جائیں ' تو اِن تمام دموں میں بهي زندگي پیدا هو جائیگي -

مختارات

عورت کی طاقت

عورت ' هیئت اجتماعیه کي بنانے والي هے - پوري هیئت اجتماعیه ' عورت کے قبضۂ اختیار میں هے - سب کچهه اُسي کي مدد سے اور اُسي کیلیے هوتا هے - عورت ' مرد کي سب سے بڑي مربي و معلم هے - وہ عورت هي هے جو مرد کو اعلی اخلاق ' پسندیده آداب ' اور رقیق احساس سکهاتي هے - عورت بعض مردوں کو لطف معاشرت کي تعلیم دیتي اور سب کو سخت مزاجي سے باز رکهتي هے - عورت هي کے ذریعه مرد کو معلوم هوتا هے که اُسکي اجتماعي زندگي کیسے نازک اور پر پیچ عناصر و اجزاء سے مرکب هے - عورت کے قریب هونے هي سے هم محسوس کرتے هیں که جذبات کا طوفان اور ایمان کا دهارا اِتنا زبردست هے که اُسے روکا نهیں جا سکتا ' اور یه ' که انسان اپني عقل کے بل بوتے پر نهیں چل رها هے -

(اناتول فرانس)

علماء کی خوش مزاجی

عام طور پر مشهور هے که علماء و فضلاء خشک مزاج هوتے هیں - شب و روز خشک مباحث میں غور و فکر کرنے کي وجه سے خشک دماغ هو جاتے هیں - یه چیز اِس قدر مشهور هوئي که علم اور خوش مزاجي کو بڑي حد تک متضاد خیال کیا جانے لگا - بهت سے مدعیان علم مصنوعي خشک مزاجي کي عادت ڈال کر دنیا کو اپني علمیت منوانے لگے - حالانکه علم اور بشاشت میں هرگز کوئي تضاد نهیں هے - زیاده سے زیاده هنس مکهه آدمي بهي بڑے سے بڑا عالم هوسکتا هے - اِس کي سب سے زیاده نمایاں مثال جاپان میں موجود هے - یهاں کے علماء فن عموماً بڑے خوش مزاج هوتے هیں - حال میں مشهور جاپاني عالم ' ڈاکٹر " میورا " امریکا گیا تها - وهاں کے لوگ اُس کي هنسي اور خوش طبعي دیکهکر متعجب هوگئے -

بادشاهون کو هدیه

بادشاهوں کے لیے ایک مصیبت هدیے بهي هیں جو اُنهیں بهت بڑي مقدار میں همیشه پهنچتے رهتے هیں - ایڈورڈ هفتم کے پاس سیکڑوں صندوق سیگرٹ ' نک ٹائي ' دستانوں ' جوتوں ' اور چهڑیوں سے لبریز بطور هدیه کے آیا کرتے تهے - وہ هدیے بهت کم قبول کرتے اور اکثر واپس کردیا کرتے - تاهم بعض نادر چیزیں لے بهي لیتے تهے - چنانچه ایک شخص نے امریکا سے پاؤ بهر وزن کا ایک آلو بهیجا تها - اُسے بادشاہ نے قبول کرلیا - اِسي طرح ایک قدیم مصري شاهزادي کا ممي کیا هوا هاتهه بهي منظور کرلیا تها ' اور اُس سے میز پر کاغذ دبانے کا کام لیا کرتے تهے !

یهي حال سابق قیصر جرمني کا تها - ایک شخص نے افریقا کے سب سے بلند پهاڑ " کیلیما نگارو " کي چوٹي پر سے ایک پتهر کاٹ کر هدیه بهیجا تها - اسے قبول کر لیا - نیز ایک بوڑهیا کا سو مارک کا نوٹ بهي منظور کرلیا تها - اِس عورت نے دربان کے هاتهه شهنشاہ کو ایک لفافه بهیجا جس میں اس بنک نوٹ کے علاوہ ایک خط تها :

" کل میں نے آپ کو فوج کي قواعد ملاحظه کرتے وقت سردي سے کانپتے دیکها - یه سو مارک کا نوٹ قبول کیجیے اور اِس سے اوني بنیائن خرید لیجیے "

هوتا ' تو بہت ممکن تھا ' اصلاح و تجدد کي راهیں باز هو جاتیں - لیکن عبدالعزیز کے مجنونانه استبداد نے جسکے ساتھه شخصي حکمراني کے تمام عیش پرستانه عناصر فساد بهي جمع هوگئے تهے ' اصلاح حال کے تمام دروازے مسدود کر دیے - خزانه بالکل خالي تھا - یورپ سے قرضوں پر قرض لیے جا رهے تهے - مالییات کے بہترین وسائل مکفول هوگئے تهے - روس نے پیٹرسبرگ سے سرائے دولمه باغیچه تک اپني مخفي سازشوں کا جال بچھا دیا تھا - روسي سفیر جنرل اگناتف کا اقتدار روز بروز بڑھرها تھا ' اور سلطان اپنے تمام معاملات میں اسي کے مشوروں پر کار بند تھا - سلطان کا تمام وقت محل کي عیش پرستیوں میں صرف هوتا - بسا اوقات ایک ایک مهینے تک وزراء حکومت کو بار یابي کا موقعه نہیں ملتا - شخصي حکومتوں کا قدرتي مزاج هي شخصي انانیت اور مستبدانه قهر و جبر کا هوتا هے - پھر اگر خصوصیت کے ساتھه اُسکا کوئي حکمران " مستبد " هو جاے ' تو ظاهر هے ' اُسکا استبداد کس درجه لا علاج اور بے پناه هوگا ؟ تمام ترک اهل قلم متفق هیں که عبدالعزیز اپنے تمام پچھلے مستبد حکمرانوں سے بهي زیادہ مستبد تھا - کوئي بات بهي اسے اسدرجه طیش و غضب میں نہیں لاتي تهي جسقدر اس بات کا تصور ' که دنیا کي کوئی مخلوق آسے " مشوره " دنیا چاهتي هے ' یا نصیحت کرنے کي جرأت رکھتي هے - ابتدا میں جو لوگ بھولے سے کوئي ایسي جرأت کر بیٹھے ' اُنھیں فوراً اسکي سزا بھگتني پڑي - اس صورت حال کا لازمي نتیجه یه تھا که کارخانۂ سلطنت روز بروز درهم برهم هو رها تھا اور آنے والے خطرے کے آثار قریب سے قریب تر هونے لگے تهے یه حالت جاري تهي ' مگر هر طرف غفلت و اعراض کا سناٹا چھایا تھا - کوئي صدا نه تهي جو کلمۂ حق و اصلاح سے آشنا هوتي !

لیکن غفلت و افساد کے اس سکون میں بالاخر جنبش هوئي ' اور دولۃ عثمانیه کي تاریخ میں پہلي مرتبه دعوت الي الحق کي بے خوف صدا بلند هوئي - یه مصطفی فاضل کي صدا تهي - وه صداے حق ' جسے نه تو سلطان عبدالعزیز کي سطوت و جبروت روک سکي ' نه امارت و وزارت کے مطامع مانع آسکے !

تاریخ میں یه صداء اصلاح " لائحۂ اصلاحیه " کے نام سے مشہور هے - یه دراصل ایک مکتوب هے جو سلطان عبد العزیز کے نام لکھا گیا تھا - مصطفی فاضل نے یه مکتوب سنه ۱۸۶۷ میں لکھا ' اور بذات خاص سلطان کے حواله کیا - لوگوں کو جب اس جسارت کا حال معلوم هوا تو شدت تحیر سے انگشت بدندان رهگئے - دولۃ عثمانیه کي تاریخ میں یه بالکل ایک نئي قسم کي جسارت تهي - ایسي جسارت جسکي مصطفی رشید ' فواد پاشا ' اور عالي پاشا جیسے مصلحین بهي جرأت نہیں کرسکتے تهے !

سلطان عبدالعزیز نے یه لائحه پڑھا ' اور وهي نتیجه نکلا جو متوقع تھا - مصطفی فاضل کو قسطنطنیه سے هجرت کرني پڑي - وه پیرس آیا اور ایک مدت تک کیلیے یہاں مقیم هوگیا - مصطفی فاضل کے اسي قیام پیرس سے نوجوان ترک جماعت کي سب سے پہلي بنیاد پڑي - قسطنطنیه کے متعدد نوجوان بتدریج پیرس چلے آئے ' اور مصطفی فاضل کي امداد و سرپرستي میں متحده زندگي بسر کرنے لگے - اُس عهد کے وه تمام اصلاح پسند افراد جنھوں نے نه صرف دولۃ عثمانیه کیلیے سیاسي انقلاب کي تخم ریزي کي ' بلکه ترکي علم ادب و کتابت میں بهي دور جدید کي بنیاد ڈالي ' اسي عهد کي پیداوار هیں - نامق کمال بے ' ضیا باشا ادیب ' سعد الله باشا ' ابوالضیا توفیق ' وغیرهم کي نشوؤ نما اسي دور میں هوئي -

مصطفی فاضل کو اس جسارت کا صله صرف مهاجرت هي کي صورت میں نہیں ملا ' بلکه اُسکي تمام ترکي جائداد بهي ضبط کرلي گئي - اگر فرانسیسي حکومت درمیان نه پڑتي تو شاید مصري جائداد سے بهي محروم هو جاتا -

مصطفی فاضل کا لائحه ' تاریخ شرق جدید کا ایک اهم واقعه هے - جس جرأت و صراحت کے ساتھه وقت کے ایک مستبد سلطان کو مخاطب کیا گیا هے ' اور استبداد و شخصیت کي جگه آزادي و شوری کي دعوت دي گئي هے ' اُس کي کوئي دوسري نظیر اس عهد میں نہیں مل سکتي - هم چاهتے هیں یه پورا لائحه اردو میں منتقل هو جاے ' کیونکه یه تاریخ شرق جدید کي ایک قیمتي دستاویز هے -

(مسئله اصلاح اور ایک اصل مهم)

یه موقعه تفصیل کا نہیں لیکن اشاره نا گریز هے - دولۃ عثمانیه میں سلطان مصلح کے عهد سے لیکر سلطان عبد الحمید خان تک اصلاح و تجدید کي جس قدر حرکتیں ظهور میں آئیں ' وه اگرچه اس اعتبار سے قابل احترام هیں که استبداد و فساد کے مقابله میں حریت و اصلاح کي طلبگار تهیں ' لیکن ساتھه هي یه واقعه بهي یاد رکھنا چاهیے که اُنکي بنیاد میں یورپ کي عامیانه تقلید و محاکات کے سوا کوئي مجتهدانه بصیرت موجود نه تهي -

صدیوں سے اسلام کي حقیقي دیني روح مفقود هو چکي تهي - اسلام کے حقیقي سرچشمۂ شرع و تعلیم کي جگه طرح طرح کے انساني ساخت کے نئے سر چشمے پھوٹ نکلے تهے ' اور اجتهاد و نظر کي جگه تقلید و جمود کي بنیادیں استوار هوگئي تهیں - ضرورت تهي که ایسے اصحاب نظر و بصیرت پیدا هوتے ' جو سب سے پہلے اُمت کے دیني مزاج کي درستگي کي کوشش کرتے جس کے بغیر حکومتوں کا حاکمانه مزاج بهي درست نہیں هو سکتا تھا - اس اصلاح کے بعد یورپ کے علمي و صناعي فوائد کے اخذ و اختیار کي راه خود بخود کھل جاتي - البته بصیرت و اعتبار کے ساتھه کھلتي - تقلید و کور چشمي کے ساتھه نه کھلتي - لیکن اُفسوس هے که ایسا نہیں هوا - دولۃ عثمانیه میں ایسے علماء نا پید تهے اور همیشه نا پید رهے جو صاحب نظر و بصیرت هوں - امراء و حکام جهل و اوهام کي تاریکي میں گم تهے - اتفاقات نے چند شخصیتیں پیدا کر دیں جنھیں یورپ کے علوم و لغات سے آشنا هونے کا موقعه مل گیا - یه اپني کسي بصیرت و روشني کي بنا پر نہیں بلکه محض تقلید کي راه سے استبداد و جهل کي مضرتوں پر مطلع هوے ' اور اصلاح و انقلاب کي سعي شروع کردي - سعي صحیح تهي ' بروقت تهي ' لیکن ساعي بصیرت و نظر سے محروم تهے - مرض کا احساس غلط نه تھا ' لیکن نه تو تشخیص کامل تهي ' نه علاج هي صحیح تھا - نتیجه یه نکلا که اس راه میں جس قدر قدم بهي اُٹھے ' وه اگرچه اکثر حالتوں میں اصلاً غلط نه تهے ' لیکن مجتهدانه بصیرت و نظر کے فقدان سے کوي صحیح انقلاب صورت حال میں پیدا نه کر سکے ' اور شرح اس اجمال کي بہت طولاني هے -

بهر حال بحث و نظر کا یه مقام دوسرا هے - اِس کے فهم و ذوق کے لیے دوسري قسم کي صحبتیں مطلوب هیں - یہاں جو حقیقت قلم بند کرني هے یه هے ' که گذشته صدي کے مشرقي مصلحین کي تاریخ میں مصطفی فاضل پاشا کو اصلاح و انقلاب ترکیه کے باني و داعي هونے کا شرف حاصل هے ' اور اسکا یادگار کارنامه " لائحۂ اصلاحیه " هے :

مشرق کی تاریخ جدید کی تاریخی شخصیتین

مصطفی فاضل باشا

اور لائحۂ اصلاحیہ

(اعلان حق اور امر بالمعروف کا ایک شاندار کارنامہ)

اُنیسویں صدي کے وسط میں دولة عثمانیه کي سیاسي و اجتماعي اصلاحات کي جو حرکت شروع ہوئي تھي ' عام طور پر اسکي ابتدائي تخم ریزي مرحوم مدحت پاشا کي طرف منسوب کي گئي ہے - لیکن واقعہ یہ ہے کہ مدحت پاشا اس روح تجدید کا داعي اول نہ تھا - اسے منظم و وسیع کرنے والا تھا - ترکي اصلاح و تجدید کي اصلي تاریخ مصطفی فاضل پاشا سے شروع ہوتي ہے - في الحقیقت نوجوان ترکوں کي اجتماعي حرکت کا حقیقي موسس وہي تھا -

(اصلاح کي ابتدائي فضا)

عثماني دارالخلافة میں جس شخص نے یورپ کے تمدني انقلاب کا پہلے پہل مطالعہ کیا ' وہ مصطفی رشید پاشا تھا - امراء دولة میں یہي پہلا شخص ہے جسنے یورپ کي زبانوں سے واقفیت حاصل کي - اسکي نشوونما سلطان محمود مصلح کے عہد میں ہوي تھي - سنہ ۱۸۳۹ع میں جب سلطان موصوف کا انتقال ہوا اور سلطان عبدالمجید تخت نشیں ہوا ' تو یہ لندن میں عثماني سفیر تھا - سلطان عبدالمجید نے اس منصب سے ترقي دي اور وزارت خارجیہ پر مامور کردیا - یہ اسي شخص کي سعي کا نتیجہ تھا کہ اسي سال کے ماہ جون میں دولة عثمانیہ کي تنظیم و اصلاح کا وہ تاریخي فرمان صادر ہوا جو " خط گل خانہ " کے نام سے مشہور ہے - اسکا نام " گل خانہ " اسلیے ہوا کہ سراے " توب قپو " کے چمنستان (گل خانہ) میں اُس کا اعلان ہوا تھا - اس اعلان میں دولة کے قانوني اور منظم ہونے کا یقین دلایا گیا تھا - نیز مسلم اور ذمي کے حقوق کے مساوي ہونے ' اور ہر طرح کے غیر قانوني امتیازات کے منسوخ کر دینے کا اعلان تھا -

مصطفی رشید پاشا نے اپنے عہد وزارت میں تعلیمي و معاشرتي اصلاحات کي جو روح پیدا کی تھي ' اُس کا نتیجہ یہ تھا کہ ایک قلیل جماعت نئے تعلیم یافتہ افراد کي پیدا ہوگئي - ان میں سب سے زیادہ نامور شخص دو ہوے : عالي پاشا اور فواد پاشا - دونوں نے صدارت و نظارت کے مناصب تک ترقي کي ' اور اپنے عہد کے مشاہیر مدبرین میں شمار کیے گئے - سلطان عبدالمجید کے عہد کے تمام اِجراات اصلاحیہ کي باعث و کارفرما شخصیتیں یہي تھیں - معاہدۂ پیریس (۳۰- مارچ سنہ ۱۸۴۶) میں دولة عثمانیہ کو جو کامیابي ہوي ' اور انگلستان ' فرانس ' اور اٹلي نے روس کے بر خلاف ساتھ دیا ' وہ بہت کچھ انہي دونوں کي مساعي کا نتیجہ تھا - معاہدۂ پیرس کے بعد ہي تاریخ اصلاح عثماني کا دوسرا فرمان شائع ہوا تھا جو " خط شریف " کے نام سے پکارا جاتا ہے - اس میں " خط گل خانہ " کي مزید تائید کي گئي تھي ' اور تمام رعایا کي آزادي حقوق کے احترام کا یقین دلایا گیا تھا - یہ بھي تمام تر فواد اور عالي ہي کي مساعي کا نتیجہ تھا -

(مصطفی فاضل)

مصطفی رشید ' فواد ' اور عالي پاشا نے اصلاح و تغیر کیلیے فضا پیدا کردي ' مگر جماعت پیدا کرنے کا کام بعد کو ہونے والا تھا - یہ مصطفی فاضل پاشا کي شخصیت تھي ' جس نے اس نئي فضا کو نشوونما دي ' اور " نوجوان " ترکوں کي جمعیت کا اولین سنگ بنیاد رکھدیا - مدحت پاشا بعد کو آیا تا کہ اپنے عظیم اعمال اور عظیم قرباني سے اس سنگ بنیاد پر ایک نئي عمارت چن دے !

مصطفی فاضل پاشا محمد علي باني خاندان خدیوۂ مصر کا پوتا اور ابراہیم پاشا فاتح حجاز و شام کا بیٹا تھا - سنہ ۱۸۳۰ع میں پیدا ہوا اور مصر میں تعلیم و تربیت حاصل کي - مصر میں محمد علي کے زمانے سے مغربي علوم و السنہ کي اہمیت کا احساس عام ہو چلا تھا ' اور خاندان خدیوي کے تمام افراد فرانسیسي زبان کي تعلیم حاصل کرنے لگے تھے - مصطفی فاضل کو بھي اسکا موقعہ ملا - اس طرح مغربي علوم و تمدن کے فہم و مطالعہ کا دروازہ اُس پر کھل گیا - ابھي سلطان عبدالمجید ہي کا زمانہ تھا کہ وہ قسطنطنیہ آیا ' اور چند سالوں کے بعد جب سلطان عبدالعزیز تخت نشین ہوا ' تو نظارت معارف (تعلیم) کا ناظر مقرر ہوگیا - پھر کچھ دنوں کے بعد جب مالیات کي وزارت کي جگہ خالي ہوي ' تو حکومت کي نظر انتخاب اسي پر پڑي -

(لائحہ اصلاحیہ)

یہ وہ وقت تھا ' جبکہ دولة عثمانیہ کي زوال پذیر ہستي کي حفاظت کیلیے اصلاح و علاج کي آخري مہلت درپیش تھي ' اور قریب تھا کہ ہمیشہ کیلیے اُسکي شش صد سالہ عظمت و جلال کي دیواریں سر نگوں ہوجائیں - سلطان محمود مصلح نے نئي اصلاحات کي بنیاد رکھي - سلطان عبدالمجید نے اسے بلند کرنا چاہا - اگر سلطان عبدالعزیز کا وجود بھي اس سلسلۂ اصلاح کي تیسري کڑي

کیا ہے - اس عرب سفارت کے ورود و استقبال کا ایک ایسا ہي مرقع فرانس میں موجود ہے جیسا یہ زیر بحث مرقع ہے - اس مرقع میں شارلیمین کو اس کے دربار میں دکھایا گیا ہے اور عرب سفیر اِس حالت میں نمایاں ہیں کہ اپنے تحائف پیش کررہے ہیں - اس سے صاف طور پر یہ بات واضح ہو جاتي ہے کہ واقعۂ سفارت کے دونوں درباروں کي تصویریں بہ یک وقت طیار کي گئي تھیں - اور عجب نہیں خود شارلیمین کے حکم سے طیار کي گئي ہوں - یہ دوسرا مرقع پیرس کي مشہور عمارت پنتھیوں Pantheon کي دیواروں پر اِس وقت تک موجود ہے - یہاں شارلیمین کے عہد کے مختلف مرقع دکھائے گئے ہیں ' من جملہ ان کے عربي سفارت کا استقبال بھي ہے "

اس مرقع کي نقل ہدیۂ قارئین ہے -

بلاشبه ' مضبوط اخلاق هي اِس رجود میں تنها ایک قوت نہیں هے - کیونکه یہاں جرائم کي بهي جرار فوجیں کهڑي هیں ' اور گناهوں کے تخت بهي بچهے هیں - لیکن یه یقیني هے که مضبوط اخلاق ' ایک مستحکم و راسخ بنیاد ضرور هے - اُس کے بغیر کوئي سلطنت قائم نہیں هوسکتي - جب وه کسي قوم کا ساتهه چهوڑ دیتا هے ' تو اُس قوم کي اجتماعي عمارت بهي گر پڑتي هے - اُس کا یه خاصه عجیب هے که جوں جوں اُس کي فتوحات میں وسعت هوتي هے ' اُس کا دائره بهي وسیع و عظیم هوتا جاتا هے - برخلاف دوسري قوموں کے جو امتداد زمانه سے کمزور هو جاتیں اور کامیابي کے بعد فنا هونے لگتي هیں -

اعلی حضرت کي عظمت اور وطن کي عزت کے تمام خیر خواه ' انتہائي رنج و ملال سے دیکهه رهے هیں که قوم کي شهامت ' زائل هو رهي هے اور اُسکي شرافت و خودداري ختم هوتي جاتي هے - یه اعلي صفات ' قوم میں کیونکر باقي ره سکتي هیں ' اگرچه کتني هي راسخ هوں ' جبکه مسیحي رعایا کے ساتهه مسلمان بهي گونا گوں ذلتوں کا نشانه بنے هوئے هیں اور هر قسم کي دنائت کے گهونت اُنهیں زبردستي پلائے جارهے هیں ؟ مسلمان اور عیسائي ' حضور والا کي تمام رعایا ' حکام کے ظلم و جور سے چیخ رهي هے - یه حکام وه هیں جو حضور کے برائے نام فرمانبردار هیں - اعلي حضرت کو کیا معلوم که وه شاهي احکام قوم میں جاري کرتے هیں یا اپني هوا و هوس سے کام لیتے هیں !

آپ کي سلطنت ' عام رائے سے خالی هے - نتیجه یه هے که آپ کے عمال ' رعایا کے سامنے جواب ده نهیں هیں - اِس کے معنے یه هیں که خود حضور کے عرش معلی کے رو برو بهي ذمه دار اور جواب ده نہیں هیں ' کیونکه کوئي شخص بهي اُن کي شکایت عتبات عالیه تک پهنچانے کي قدرت نہیں رکهتا ' اور چونکه اُن کے جرائم ذات شاهانه کے علم میں نہیں آسکتے ' اِس لیے اُن سے باز پرس بهي نہیں هو سکتي - لہذا وه بالکل نڈر هوگئے هیں - رعیت پر دست درازي میں بے باک هیں - هر قسم کي برائیاں کهلے بندهوں کر رهے هیں - باشندے دو گروهوں پر منقسم هوگئے هیں: ظالم حاکم ' کوئي نہیں جو اُن کا هاتهه پکڑے - مظلوم رعایا ' کوئي نہیں جو اُس پر ترس کهائے - حاکم ' جس کا دعوی هے که اُس کي قوت ' خود سلطان کي قوت هے ' لہذا بے روک اور بے قید هے - وه اِس قوت کي گهمنڈ میں جمله معائب و نقائص سے آلوده هوتا هے - محکوم ' جس کا کام یه ره گیا هے که ذلت کے تاریک غار میں برابر گرتا چلا جائے - حکام ' جنهوں نے رعایا کے لبوں پر قفل چڑها دیے هیں - اگر کبهي کسي کے منه سے فریاد کي چیخ بلند هوجاتي هے تو یه حکام اُسے بغاوت قرار دے دیتے هیں - لہذا تمام رعایا ' نا اُمیدي میں پڑگئي هے - بے حساب ظلم و جور کے نیچے دبي هے ' مگر خوف سے چپ هے - ظلم کے هاتهه اُس کا گلا دابے هوئے هیں ' اور اعلي حضرت سے مخفي نہیں که ظلم دلوں میں فساد پیدا کر دیتا اور عقلوں میں فتور ڈال دیتا هے -

ترکوں کي رگوں میں پاک اور بے میل خون موج زن هے - یقیناً هم وطن سے بے حد محبت کرتے هیں - حب الوطني ' هماري همتیں بلند کرتي هے ' بڑي سے بڑي قربانیاں بهي هم پر آسان کردیتي هے - هم بہادر سپاهي هیں ' موت سے نہیں ڈرتے - هم میں وقار هے اور همارے اسلاف سے همیں میراث میں ملا هے - همارا امتیازي وصف ' صریح اخلاص هے - یهي اخلاص همیں آماده کرتا هے که مسئلات کو جمله محاسن پر ترجیح دیں - لیکن کیا یه صفات حمیده هم میں زیاده مدت تک باقي رهینگي ؟ کیا هم خیر و شر کے اِس تصادم کا همیشه یونهي مقابله کرتے رهینگے ؟

میرے آقا ! جس دن یه اخلاق هم سے رخصت هو جائینگے ' اُسي دن هماري موت بهي نازل هوجائیگي - هم کسي کو بهي اپنا حامي و مددگار نه پائینگے -

کاش هماري مصیبت ' صرف همارے معنوي انحطاط هي پر ختم هو جاتي اور اِس جهل عمیم اور فساد عظیم تک نه پهنچتي جو همارے تمام عقلي قوی تباه کر رها هے -

میرے آقا ! جب همارے اسلاف یورپ میں اُترے ' تو اُن کے پاس علم کي کوئي روشني بهي نه تهي - لیکن وه ذوق سلیم رکهتے تهے - یه ذوق اُن میں قوت و جرأت پیدا کرتا تها ' جیسا که تمام پاک اور بلند نفسوں کا خاصه هے - وه علم نہیں رکهتے تهے ' مگر عقل کے مالک تهے - وه عقل جو حرکت پسند کرتي ' جمود سے نفرت کرتي ' اور رذالت سے کراهت رکهتي هے - وه اُن لوگوں سے بالکل مختلف تهے جو همارے هراول دیکهتے هي بهاگ کهڑے هوئے تهے - وائے افسوس ! عقلیں ' اُس حکومت کے زیر سایه مفلوج هوجاتي هیں ' جس میں انفرادي همت کے لیے کوئي گنجائش نہیں هوتي !

میرے آقا ! آپ کي رعایا میں ترک سب سے زیاده استبداد سے متأثر هوتے هیں - کیونکه یه استبداد اُن کي فطري استقامت نفس اور خود داري سے میل نہیں کهاتا - هم ترکوں میں وه شرمناک قابلیت ذرا بهي موجود نہیں جو بیزنطیني عیاشوں میں تهي - اُن کي حالت یه تهي که عقل و فطنت رکهتے تهے مگر نه ذلت سے گریز کرتے تهے نه مطلق العنان حکومت سے نفرت رکهتے تهے - هم بالکل ساده دل پیدا هوئے تهے - همارے خیالات کي سادگي پر دنیا کو حیرت تهي - لیکن جب همارے خیالات هم سے چهین لیے گئے تو هم مخبوط الحواس هوگئے - عقل کي نعمت سے محروم هوگئے - اگر یهي حالت جاري رهي تو ایک دن آئیگا جب هم میں حکمراني کي صلاحیت باقي نه رهے گي - کوئي ایک آدمي بهي ایسا نه ملیگا جو انتظام سنبهال سکے -

حضور والا ! هم اب ایک ایسے زمانے میں هیں جس میں عزت اُسي کو مل سکتي هے ' جس کی عقل بڑي اور علم زیاده هو - یهي باعث هے که تمام یورپ میں علم کا غلغله بلند هے اور تمام قوتیں اُس پر صرف هو رهي هیں - کوئي حکومت بهي اِس کے فکر و اهتمام سے خالي نہیں هے - سوئٹزر لینڈ میں ایک آدمي بهي اَن پڑه دکهائي نہیں دیتا - انگلستان میں (جس پر مٹهي بهر امراء حکومت کرتے تهے مگر اب اپنے امتیازات سے دست بردار هوتے جاتے هیں) ۲۵ - برس سے اشاعت تعلیم کي عظیم الشان کوششیں هو رهي هیں - مجهے یقین هے که پروشیا نے آسٹریا پر صرف اِس سبب سے فتح پائي هے که وه مغلوب سے علم میں زیاده تهي - کیا همارے لیے روا هے که اپنے عقلي انحطاط پر قانع رهیں ' حالانکه همارے گرد یورپ ' عقلي ارتقاء کے لیے اَن تهک کوششیں کر رها هے ؟

میں اِس خیال سے پناه مانگتا هوں که اعلی حضرت اشاعت تعلیم کے لیے صرف مدارس کي کثرت کافي تصور فرمائیں - وه محل کس کام کے جنهیں مکین نه ملیں ؟ اُن مدارس سے کیا فائده جن میں ذلت و خواري کي اولاد تربیت پائے ؟

(مصطفی فاضل کا لائحه)

اعلی حضرت !

کلمۂ حق بادشاهوں اور حکمرانوں تک پہنچنا ' بہت مشکل هے - درباري اُس پر پردہ ڈالتے اور اُسے چھپاتے هیں - بادشاہ فرمانروائي کے نشه میں مخمور اور سلطنت کي لذتوں میں غرق ' راہ صواب سے غافل هو جاتے هیں -

وہ خیال کرتے هیں که قومیں اپنے هي کرتوت سے پریشانی میں پڑتي هیں - اور اپني هي غفلت سے پستي میں گرتي هیں - سلطنتیں ' جب برباد هوتي هیں ' تو قضاء و قدر کے بے روک هاتھوں هي سے برباد هوتي هیں -

واقعات کو رو در رو دیکھنے اور اوهام کو اوهام سمجھنے کے لیے انسان کو بڑے هي اخلاص اور بڑي هي جرأت کي ضرورت هے - پادشاہ تک بے کم و کاست حقیقت پہنچانے کے لیے اور بھي زیادہ اخلاص و جرأت کي ضرورت هے -

میرے آقا ! یه اخلاص کبھي میرے دل سے جدا نہیں هوا - خود اعلی حضرت سلطان اِس کے شاهد هیں - وہ لوگ بھي اِس سے ناواقف نہیں جو میري جلا وطني کا سبب هوے هیں - بلاشبه زمانے نے مجھے موقعه نہیں دیا که روشن کارناموں سے اعلی حضرت کي ذات شاهانه سے اپني عقیدت ثابت کرتا اور اپني قوم کي فلاح و بہبود ـــ اگر یه نه کہوں که اُس کے احیا ـــ کے ارادے پورے کرسکتا - لیکن میں پہلا آدمي هوں جس نے اعلی حضرت کے سامنے شاهي حکومت کے عیوب بے پردہ کرنے اور وطن عزیز کے مصائب پیش کرنے کي جرأت کي هے - یه اس لیے که میرا دماغ اعلی حضرت اور سلطنت عثمانیه کي خدمت کے لیے سراسر وقف هے - مجھے اعلی حضرت کے عرش سے جو عقیدت و وابستگي هے ' اور وطن محبوب سے جو محبت و وارفتگي هے ' اُسي نے مجھه میں یه قوت پیدا کردي هے که بے خوف و خطر اُن مصائب و آلام پر نظر ڈالوں جو همیں رات کي تاریکي اور دن کي روشني میں پیش آ رهے هیں - حضور کے اخلاق عالیه پر میرا یقین مجھے همت دلاتا هے که اُن مصائب کي تشریح کروں - کوئي ایک بھي مخفي نه رکھوں - سب کو صاف صاف ظاهر کردوں - پھر وہ علاج عرض کروں جو همیں شفا بخش سکتا هے ' بشرطیکه اُس کے استعمال سے پہلے وقت نکل نه جائے -

میرے آقا ! آپ کي مسیحي رعایا کي جانب سے جس سرکشي کا برابر اظہار هوتا رهتا هے ' وہ یقیناً ' همارے اجنبي دشمنوں کي شرارت کا نتیجه هے - لیکن وہ اِس امر کي بھي دلیل هے که اعلی حضرت کي حکومت کا برتاؤ اپني تمام رعایا کے ساتھه کوئي عمدہ برتاؤ نہیں هے - اِس برتاؤ میں اگر حکومت پہلے معذور تھي تو یقیناً اب اُسے برقرار رکھنے میں اُس کے لیے کوئي عذر نہیں هوسکتا - کیونکه اِس مسلک کا ثمرہ ' ظلم کے سوا کچھه نہیں هے - جہل ' اُس سے پھیلتا هے ' فقر و فاقه اور شر و فساد کي اُس سے پیدائش هوتي هے -

یورپ خیال کرتا هے که سلطنت عثمانیه میں صرف مسیحي رعایا هي ظلم و تذلیل کے لیے منتخب کرلي گئي هے - حالانکه یه سخت غلطي هے - مسلمان ' جن کي حمایت پر کوئي یورپین سلطنت نہیں ' مسیحیوں سے زیادہ ظلم اُٹھا رهے هیں - اُن کے مصائب و آلام کہیں زیادہ هیں - وہ ابتک محض اِس لیے صبر کیے بیٹھے هیں که قضاء و قدر پر اُن کا پخته ایمان هے - صبر و سکون کے عادي هیں - نفس بلند رکھتے هیں - اُن کي یه صفات ' یورپین تخیل سے بہت بلند هیں - اِس لیے یورپ والے اُنھیں سمجھه نہیں سکتے - پھر یه مسلمان ' اُن شریف اور اولو العزم اسلاف کي نسل هیں جو فرمانروائي کے تخت پر جلوہ گر هوچکے هیں - سلطنت سے اُنکا اخلاص ' قرآن پر اُن کے ایمان سے مل کر ایسا راسخ هوگیا هے که ابتک اُس میں تزلزل پیدا نہیں هوا - لیکن اعلی حضرت اپنے مخلص ترین خادم کو یه عرض کرنے کي اجازت دیں که اب مسلمانوں کا بھي پیمانۂ صبر لبریز هوگیا هے - مصیبت آخري حد تک پہنچ چکي هے - آلام نے اُن کا جسم کھا ڈالا هے - اپنا غم و غصه چھپانے کي اب اُن میں قدرت باقي نہیں رهي - یقیناً حضور والا کے خاندان اور قوم کے لیے یه سخت خطرہ هے که رعایا ' یاس و نا اُمیدي کا شکار هوجائے -

مخلوق پر ظلم بہت سخت هوگیا هے - آپ یقیناً اُس سے متنفر هیں ' اور میں یقین کرتا هوں که آپ کي اُمت کے عظماء و اکابر بھي اُس سے بیزار هیں - لیکن وہ مجموعي حکومت کا ایک لازمي نتیجه هے - حتی که خود اعلی حضرت بھي ' جنکي قوت معلوم اور سطوت مشہور هے ' شاید اُسے روکنے کي قدرت نہیں رکھتے - کیونکه اُس کي خبر سمع مبارک تک پہنچتي هي نہیں - حالانکه وہ اِس اُمت کی مردانگي تباہ کر رها هے - اُس کي شخصیت گرا رها هے ' اُس کے فضائل برباد کر رها هے -

میرے آقا ! آپ کي رعایا میں ایسے مخلص افراد موجود هیں جن کے دل یه دیکھکر حسرت سے پگھلے جاتے هیں که یه امت ـــ جو هماري عزت و فخر هے ـــ کس طرح نسل کي کمي اور هجرت کي زیادتي کي وجه سے کمزور و کم تعداد هوتي چلي جا رهي هے - لیکن میں اس سے خائف نہیں هوں - ممکن هے اِس میں همارے فوجي نظام کو بھي کچھه دخل هو - لیکن جس چیز سے میں ڈرتا هوں اور جسے روز بروز قریب آتے دیکھتا هوں ' وہ یه هے که هم مغلوب قوموں کے مشابه هوتے جاتے هیں - روز بروز هماري معنویت کمزور هو رهي هے اور یه مرض قوم کے تمام طبقوں میں عام هوتا جاتا هے -

میرے آقا ! همارے اسلاف نے چار صدي پہلے مشرق کي رومن شہنشاهت تہه و بالا کر ڈالي ' عروس البلاد اور ملکۂ جہاں ' قسطنطنیه میں اپنے قدم گاڑ دیے ' اور وہ فتح عظیم حاصل کي جو تاریخ میں ایک عظیم ترین کارنامه شمار کي جاتي هے - لیکن اِس حیرت انگیز کامیابي کا راز کیا تھا ؟ صرف دین کا اعتقاد اور جنگ میں شجاعت هي نه تھي - اُن کي وہ اولو العزمي اور بہادري ' درحقیقت ' اُن کي معنویت هي کا ایک جلوہ تھا - وہ اپنے سرداروں کي اطاعت ' خوش دلي سے کرتے تھے ' نه که خوف اور مجبوري سے - یہي وجه تھي که ذلت اُن پر قابو نه پاسکي - عقل پر اندھي تابعداري غالب نه آسکي - اُنکي خود داري برابر باقي رهي - استقلال ذاتي نے اُن کا ساتھه نه چھوڑا - اطاعت نظام (ڈسپلن) کي روح ' عزت نفس کي روح سے مل گئي تھي - دونوں روحیں ' مضبوط اخلاق کي بنیادوں پر قائم تھیں - فضیلت نے اُنمیں گھر کرلیا تھا - اس لیے اُنھوں نے وہ عظیم سلطنت اُلٹ ڈالي جسے استبداد کي رذیلتیں گھن کي طرح لگ گئي تھیں ' اور ظلم و جور نے اُس کي تمام چولیں هلا ڈالي تھیں -

ملین ڈالر بھي جمع کر سکوں گا - اُس وقت میرے پیش نظر صرف یه خیال تھا که کسي طرح دنیا کا ایک کامیاب آدمي بن جاؤں -

میرے پیش نظر کامیابي کیا تھي ؟ اُس کا معیار کیا تھا ؟ میں بتا نہیں سکتا - کیونکه کوئي مفصل خیال ذھن میں موجود نه تھا - کامیابي کا محض ایک مبہم سا تصور تھا - میں نے یہي تصور اپنا مطمع نظر قرار دے لیا اور کوشش شروع کردي - مجھے خود تعجب ھوا که تھوڑي ھي مدت بعد دولت اپنے آپ جمع ھونے لگي تھي اور ابتک جمع ھوتي چلي جاتي ھے !

مجھے آج تک اپني غربت اور تنگ دستي یاد ھے - میں بہت کم عمر تھا - طرح طرح کے ولولے اور امنگیں دل کو گد گداتي تھیں ' مگر میں اپني کوئي خواهش بھي پوري نہیں کر سکتا تھا - مجھے پیٹ بھر کر روٹي بھي نہیں ملتي تھي - میں دربدر کام تلاش کرتا پھرتا ' اور کہیں بھي کام نہیں ملتا - سخت جد وجہد کے بعد بالاخر ایک کام ملا - ایک بحري حوض میں نوکري مل گئي - هفته وار سوله شلنگ تنخواه مقرر ھوگئي - میں بہت خوش ھوا - مگر فوراً ھي میري خوشي رنج سے بدل گئي - کیونکه اِس کمپني کے منیجر مسٹر گوبس نے مجھے بلا کر نہایت خشکي سے کہا " یه تنخواه تمھیں ملے گي ' اگرچه تم اِس کے کسي طرح بھي اھل نہیں ھو ! "

میں نے کوئي جواب نہیں دیا - میرے دل میں سخت غم و غصه تھا - میں نے عزم کرلیا که کچھه ھي ھو جائے ' میں اپني حالت ضرور درست کرکے چھوڑونگا - چنانچه میں نے کوشش شروع کردي ' اور چند ھي سال بعد یہي مسٹر گوبس مجبور ھوئے که مجھے اپني عظیم کمپني کا شریک بنا لیں !

مجھه سے لوگ پوچھا کرتے ھیں " آدمي کروڑ پتي کیسے بن جاسکتا ھے ؟ " میرا جواب همیشه یه ھوتا ھے که دولت جمع کرنے کا کوئي خاص قاعده نہیں ھے - اِس کا مدار صرف دو باتوں پر ھے : ذهانت اور قسمت - اگر انسان کو اِن دونوں میں سے کافي حصه ملا ھے ' تو بلا شبه وه بہت زیاده دولت جمع کرلے سکتا ھے -

بہت سے معمولي ذهانت کے لوگ همیشه " زمانه " کو ملامت کیا کرتے ھیں که اُن کا ساتھه نہیں دیتا - وه کہتے ھیں " اگر ھمیں ایک موقعه بھي میسر آجائے تو ھم فوراً دولتمند بن جائیں " لیکن یه اُن کي غلطي ھے - قصور زمانے کا نہیں خود اُن کا ھے - اُن کي ذهانت و قابلیت کا ھے - اعلی ذهانت کے لوگ ھاتھه پر ھاتھه رکھه کر موقعه کا انتظار نہیں کیا کرتے - وه خود موقعه پیدا کرتے ھیں اور اُس سے فائده اُٹھاتے ھیں -

میں نوجوانوں کو همیشه نصیحت کرتا رھتا ھوں که اپني تمام قوتیں اور کوششیں ایک ھي طرف متوجه رکھیں - کیونکه بغیر اِس کے دولت حاصل نہیں ھو سکتي - مختلف کام شروع کرکے کوششیں پراگنده کر دینے سے اکثر ناکامي کي مصیبت پیش آجایا کرتي ھے - همیشه ایک مرکز بنانا چاھیے ' اور اُسي پر تمام قوتیں صرف کردیني چاھئیں - بلا شبه میں بھي اُن لوگوں میں ھوں جو بیک وقت بہت سي تجارتیں پھیلائے ھوئے ھیں - لیکن یه میں نے اب کیا ھے جبکه ایک بڑے سرمایه کا مالک بن چکا ھوں - شروع شروع میں نے کبھي یه جرأت نہیں کي که بہت سے کام لے کر بیٹھه جاؤں -

محنت اور چستي کو بھي کامیابي میں بہت بڑا دخل ھے - شروع میں میرا دستور یه تھا که صبح سات بجے سے اپنے کام پر پہنچ جاتا تھا اور گیاره بجے رات سے پہلے واپس نہیں آتا تھا - میں جانتا ھوں که آج کل کے نوجوان اِتني محنت نہیں کرسکینگے - لیکن اگر وه اُتني محنت بھي کریں ' جتني وه آساني سے کرسکتے ھیں ' تو کوئي وجه نہیں که کامیاب نه ھو جائیں -

میرے خیال میں منضبط محنت سے زیاده لذیذ کوئي چیز بھي نہیں ھے - میں دنیا کے ایک بہترین جہاز کا مالک ھوں - بہترین بادباني کشتي بھي میرے پاس ھے - میں نے شکار بھي بہت کھیلا ھے - عیش و آرام کے جمله سامانوں سے بھي متمتع ھوا ھوں - مگر میں سچ کہتا ھوں - مجھے کسي بات میں بھي اُتني لذت حاصل نہیں ھوئي ' جتني اپني روز کي محنت میں حاصل ھوتي ھے - میں سمجھتا ھوں ' میري کامیابي کا سب سے بڑا راز میري اِسي محنت میں ھے -

---

بريد شرق

مکتوب قسطنطنیه

(الهلال کے مقاله نگار مقیم قسطنطنیه کے قلم سے)

غازي مصطفی کمال پاشا کا پیغام - مجلس وطني کا انتخاب - وزراء آستانه میں - غازي کے خلاف سازش -

(غازي مصطفی کمال کا پیغام)

مجلس وطني کے انتخاب کے سلسله میں غازي مصطفی کمال پاشا نے ترکي قوم کے نام ایک پیغام شایع کیا ھے - یه تحریر خود موصوف نے اپنے قلم سے لکھي ھے - اس لیے نہایت پر زور اور بلیغ ھے - اِس میں اُنھوں نے جنگ آزادي کے بعد پہلي مجلس وطني اور اپني جماعت " خلق فرقه سي " کي کارگزاریاں یاد دلائي ھیں اور پھر قوم سے اپني جماعت کے انتخاب کي درخواست کي ھے - وه لکھتے ھیں :

" آج موقعه ھے که ھم گزشته چارسال کے اندر اپنے عظیم اصلاحي و تعمیري جہاد پر نظر ڈالیں اور اطمینان کے ساتھه وه کامیابیاں دیکھیں جو ھم نے حاصل کي ھیں - ھمارا ملک ایک ایسي مہیب جنگ سے جس کي نظیر تاریخ میں نہیں ملتي ' فتحمند نکلا تھا - اُسے اُن مساعي و اعمال کي سخت ضرورت تھي جن سے قومیں زنده رھتي ھیں - یه پہلا موقعه نه تھا که ترکي قوم نے فتح و نصرت دیکھي تھي - ترکي قوم کي پوري تاریخ فتوحات سے لبریز ھے - لیکن چونکه پہلے ترکي قوم میدان جنگ سے باھر کوئي کوشش نہیں کرتي تھي ' اس لیے اپني فتح سے کوئي فائده بھي نہیں اُٹھا سکتي تھي - بلکه بتدریج اُسکي فتح ' شکست بن جاتي تھي - جو فتحمندي بر قرار نہیں رکھي جاتي ' اُس کے نتائج بسا اوقات '

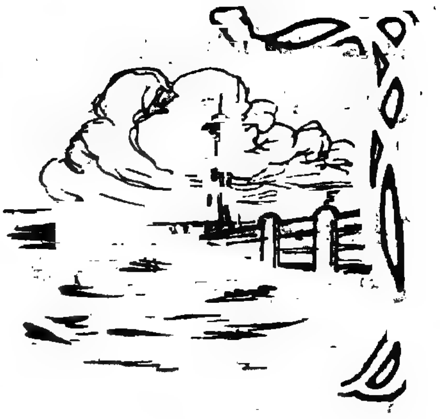

برید فرنگ

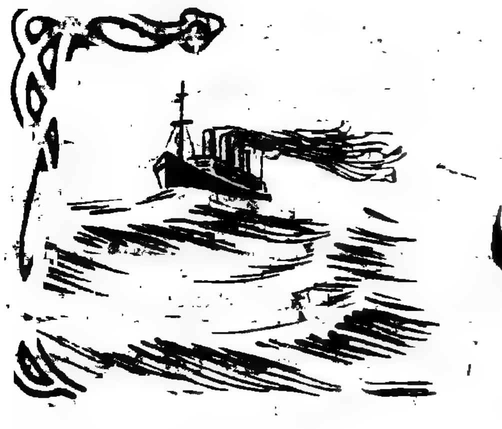

آزادي ' قوموں کے لیے اولین مربي ہے - آزادي هي تمام دوسرے مربیوں کو پیدا کرتي ہے - کوئي مربي بھي آزادي کا قائم مقام نہیں ہوسکتا - کوئي مربي بھي آزادي کا عمل انجام نہیں دے سکتا - غلام قومیں علم کي تحقیر کرتي هیں ' کیونکہ علم اُنھیں کچھہ بھي فائدہ نہیں پہنچاتا - قومیں اُسي وقت علم کي طرف راغب ہوتي هیں ' جب اُنھیں اپنے حقوق کي جانب سے اطمینان ہوجاتا ہے - وہ علم اس لیے حاصل کرتي هیں کہ اپنے حقوق سے فائدہ اٹھائیں - اور بہتر سے بہتر اور زیادہ سے زیادہ فائدہ اُٹھائیں - ہر جاهل اور غلام قوم ' بزدل ہوتي ہے یا خائن -

اعلی حضرت! اِس وقت هماري مصیبت صرف یہي نہیں ہے کہ هم معنوي کمزوري اور عقلي فساد میں مبتلا هیں - هماري مصیبت اِس سے بھي بڑي ہے - هم هر جگہ ایک جبار و قہار دشمن کو اپنے سامنے پاتے هیں - وہ بے رحم دشمن ' همارا افلاس ہے - حضور نے کتني مرتبہ اپنے خزانے خالي دیکھے ؟ کتني مرتبہ تنخواهیں تقسیم کرنے کے لیے روپیہ موجود نہ پا کر رنجیدہ ہوئے ؟ آپ کا رحیم قلب یہ سونچ کر همیشہ کس قدر اداس ہوتا رہا ہے کہ عمال سلطنت کي تنخواهیں بہت حقیر هیں ؟ یہ اس لیے کہ حضور جانتے هیں ' مشرقي عہدہ دار جب تنخواہ کافي نہیں پاتے ' تو رشوت خوار ہو جاتے هیں - رعایا میں لوٹ کھسوٹ شروع کردیتے هیں - لیکن سلطنت کے خزانے خالي ہونے پر همیں اُتنا افسوس نہیں جتنا رعایا کي غربت کا افسوس ہے - کیونکہ سرکاري خزانہ محض اِس لیے خالي رهتا ہے کہ رعایا غریب ہے - رعایا کا افلاس ' ایک عظیم ترین خطرہ ہے -

دنیا کي حکمتوں میں صرف اعلی حضرت هي کي حکومت ایسي ہے جو اِتنے قلیل خراج پر زندہ ہے - حضور کي سلطنت نہایت عظیم ' وسیع ' اور آباد ہے - تعجب ہے کہ رعایا اِتنا قلیل خراج بھي ادا نہیں کرسکتي ! لیکن همارا یہ تعجب باقي نہیں رهتا جب هم دیکھتے هیں کہ خراج جمع کرنے کا طریقہ ' ایک بد ترین طریقہ ہے - هماري قوم ' بہت هي کم کام کرتي ہے - وہ هر هنر سے جاهل ہے - یہي وجہ ہے کہ فقر و فاقہ میں مبتلا ہے اور حکومت کا خراج ادا کرنے کي قدرت نہیں رکھتي - حالانکہ دوسرے ملکوں کي رعایا هم سے بہت زیادہ خراج بخوشي ادا کردیتي ہے -

اعلی حضرت کي سلطنت میں هر چیز کو زوال آگیا ہے : زراعت تجارت ' صنعت ' کوئي چیز بھي تباهي سے نہ بچي - هم پیدا کرنے کے طریقے بالکل بھول گئے هیں اور اپنے فقر و فاقہ کے مشاهدہ پر قانع هیں - فقر کي هیبتناک صورت همارے سامنے ہے - هم اُس کي دهشت سے همت و جرأت کا کوئي کام کر هي نہیں سکتے -

* * *

بد نصیب کروڑ پتي

* * *

(کیا دولت ' حسرت کا سبب ہے ؟)

* * *

(دولت جمع کرنے کے لیے ہے یا خرچ کیلیے ؟)

* * *

عام طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ دولت مند ' خوش نصیب هیں - اور فقر و فاقے میں مبتلا انسان بد نصیب - لیکن یہ کوئي قاعدۂ کلیہ نہیں ہے - کیونکہ بہت سے کروڑ پتي ' انتہاء درجہ بد نصیبي کي زندگي بسر کر رہے هیں - اور بہت سے نان شبینہ کے محتاج هیں جنھیں مسرت و سعادت کي زندگي حاصل ہے !

حال میں مسٹر چارلس ولنت نے جو ایک مشہور امریکن کروڑ پتي هیں ' اِس موضوع پر ایک مضمون شایع کیا ہے - وہ اِس لائق ہے کہ مفلس اور امیر ' دونوں اسے غور سے پڑھیں -

وہ لکھتے هیں :

دولت ' مسرت و سعادت کے لیے کوئي لازمي شرط نہیں ہے - کیونکہ مسرت ' درحقیقت خود اُس شخص پر موقوف ہوتي ہے جو اُس کا متمني ہوتا ہے - میں بہت سے کروڑ پتیوں سے واقف ہوں - یہ دنیا کے سب سے زیادہ بد نصیب انسان هیں - لیکن بہت سے ایسے مفلس انسانوں کو بھي جانتا ہوں جو نہایت پر مسرت زندگي بسر کر رہے هیں !

مجرد دولت سے اُسي شخص کو مسرت حاصل ہو سکتي ہے جو حد سے زیادہ طماع اور صرف مال کا حریص ہو - ورنہ محض دولت کے جمع ہوجانے سے هرگز لازم نہیں آتا کہ مسرت بھي جمع ہو جائے -

دولت سے وهي شخص مسرت حاصل کر سکتا ہے جو صرف اُس کا جمع کرنا هي نہیں جانتا ' بلکہ خرچ کرنا بھي جانتا ہے - میرے خیال میں وهي دولت مند ' مسرت و سعادت محسوس کرتے هیں جو اپني دولت بہتر طریقوں پر خرچ کرنا جانتے هیں -

میں بہت سے آدمیوں کو جانتا ہوں جو کہا کرتے هیں " اگر همیں ایک ملین ڈالر مل جائے تو هم مطمئن ہو جائیں اور خوش و خرم زندگي بسر کریں " لیکن یہ خیال صحیح نہیں ہے - اِتني دولت جمع ہوجانے کے بعد بھي وہ خوشي محسوس نہیں کرینگے ' الا یہ کہ وہ یہ بھي سیکھہ لیں کہ اپني دولت کس طرح خرچ کرني چاهیے ؟

جب میں نے دولت جمع کرني شروع کي ' تو ایک لمحہ کے لیے بھي مجھے یہ خیال نہیں گزرا تھا کہ میں عنقریب کروڑ پتي بن جاؤنگا - میرے خواب میں بھي یہ بات کبھي نہیں آئي تھي کہ ایک

فسانہ

غضبناک محبوبہ

L'ARRABIATA

پال ہیس کے قلم سے

پال ہیس Paul Heyse، جرمنی کا مشہور و معروف شاعر اور فسانہ نگار ہے۔ ۱۹۱۴ء میں اُس نے انتقال کیا۔ اُس کے دیوان اور اُس کے افسانے اس قدر مقبول ہوئے ہیں کہ اُس کا نام غیرفانی ہوگیا ہے۔ ذیل میں اس کے ایک مقبول عام فسانہ کا ترجمہ درج کیا جاتا ہے۔ غالباً یہ دو نمبروں تک مسلسل شائع ہوتا رہے۔

پو پھٹ رہی تھی۔ آتش فشاں ویزوویس کی چوٹی، سیاہ بادل میں چھپی تھی۔ اُس کے دامن شہر ناپلی تک پھیلے ہوئے تھے۔ قرب و جوار کے گاؤں بھی اندھیرے میں تھے۔ سمندر خاموش اور صاف تھا۔ خلیج سورنتو کے کناروں پر ماہی گیر اور اُن کی عورتیں اپنے روزمرّہ کے کام شروع کر چکی تھیں۔ کوئی ہاتھ بھی خالی نہ تھا۔ بوڑھے اور بچے تک محنت کر رہے تھے۔

„ریشل!” ایک بڑھیا نے اپنی پوتی سے کہا „لے، پادری الفرڈ آگیا۔ انٹونیو، اُسے اپنی کشتی میں جزیرہ کاپری لے جائے گا۔ مگر ملاح کی آنکھیں نیند کے خمار سے اب تک بھاری ہو رہی ہیں”

سب لوگ، پادری کی تعظیم کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اُس کا چہرہ نورانی تھا۔ دائیں بائیں، سر کے اشارے سے، مسکراتے ہوئے، سب کا سلام قبول کیا اور اپنے کپڑے احتیاط سے سمیٹ کر کشتی میں بیٹھ گیا۔

„ہمارا پادری، جزیرے میں کیوں جا رہا ہے؟” چھوٹی لڑکی نے اپنی دادی سے سوال کیا „کیا وہاں کوئی پادری نہیں ہے؟”

„تم ٹھیک کہتی ہو” دادی نے اپنا پوپلا مُنہ ہلا کر کہا „جزیرے میں بہت سے پادری ہیں۔ وہاں کے سے خوبصورت کنیسے دنیا بھر میں کہیں موجود نہیں۔ لیکن وہاں ایک امیر عورت بیمار ہے۔ ایک زمانے میں وہ یہاں رہتی تھی۔ اُس وقت بھی بیمار ہوئی تھی اور ہمارے اسی پادری کی دعا سے اچھی ہوئی تھی۔ اس خوشی میں اُس نے پادری کو، اُس کے کنیسے کو، اور یہاں کے فقیروں کو بہت کچھ دیا تھا۔ اب پھر اُس نے پادری بلایا ہے تاکہ دنیا چھوڑنے سے پہلے اس مقدس آدمی کے سامنے اعتراف گناہ کر لے۔ سچ یہ ہے کہ ہمارے پادری جیسا اچھا اس وقت کوئی پادری بھی نہیں ہے!”

یہ کہہ کر بڑھیا نے ایک مرتبہ پھر پادری کو سلام کیا، کیونکہ اُس کی کشتی اب روانہ ہونے کو تھی۔

„موسم کیسا ہے؟” پادری نے ناپلی کی طرف نظر اُٹھا کر انٹونیو ملاح سے کہا۔

„باپ! ابھی سورج نہیں نکلا” ملاح نے جواب دیا „یہ تمام بادل سورج نکلتے ہی چھٹ جائے گا”

„تو جلدی کرو۔ دھوپ سے [illegible] ہم نکل جائیں” پادری نے کہا۔ نوجوان انٹونیو نے ڈانڈ اُٹھائی۔ مگر وہ اچانک رُک گیا۔ [illegible] کی سڑک غور سے دیکھنے لگا۔ سڑک پر کوئی آدمی تیزی سے بڑھا چلا آتا تھا اور ہاتھ ہلا کر اشارے کر رہا تھا۔

یہ دراصل ایک لڑکی تھی۔ اُس کی بغل میں ایک گٹھڑی دبی تھی۔ معمولی لباس پہنے تھی۔ ظاہری وضع، تقرد غربت کا پتہ دیتی تھی۔ اُس کے کالے بالوں کی لٹیں ہواؤں میں اُڑ رہی تھیں۔ انٹونیو نے اُسے پہچان لیا۔

„انتظار کیا ہے؟” پادری نے سوال کیا۔

„ایک اور شخص بھی جزیرے جانا چاہتا ہے، بشرطیکہ آپ اجازت دیں” ملاح نے منت کہا „ذرا بھی دیر نہ ہوگی۔ وہ ایک لڑکی ہے۔ ابھی پورے ۱۸ برس کی بھی نہیں ہے”

اب لڑکی سامنے تھی۔

„مورِیلا!” پادری نے کہا „اُسے جزیرے میں کیا کام ہے؟”

انٹونیو نے جواب میں اپنے شانے ہلا دیئے۔ لڑکی برابر تیزی سے بڑھی چلی آتی تھی۔ اُس کی نظریں کشتی پر لگی تھیں۔

„اخاہ! غصہ ور پری! سلام!” بعض ماہی گیر اور ملاح چلّائے۔

دوشیزہ نے حقارت کے ساتھ اُنھیں دیکھا۔ کسی کو کوئی جواب نہیں دیا۔ اُس کی تیوری پر بل پڑے تھے۔ غصہ سے مُنہ تمتا رہا تھا۔ اگر یہاں پادری موجود نہ ہوتا تو ملاح اُسے ضرور چھیڑتے۔

„صبح بخیر! مورِیلا!” پادری نے کہا „کیسی ہو؟ ہمارے ساتھ جزیرے چلتی ہو؟”

„اگر مقدس باپ کی اجازت ہو” مورِیلا نے ادب سے جواب دیا۔

„انٹونیو سے اجازت لو” پادری نے کہا „کشتی اُسی کی ہے۔ ہر آدمی اپنا مالک ہے، اور خدا سب آدمیوں کا مالک ہے”

„یہ میرے پاس چار پیسے موجود ہیں، اگر کرایہ کو کافی ہوں” مورِیلا نے انٹونیو کی طرف دیکھے بغیر کہا۔

„تمھاری ضرورت مجھ سے زیادہ ہے” انٹونیو نے جواب دیا اور نارنگی کی ٹوکریاں ہٹا کر جگہ نکالنے لگا۔ نوجوان ملاح، جزیرے میں نارنگی لے جا کر بیچا کرتا تھا۔ کیونکہ صرف کشتی کے کرایہ سے کافی آمدنی نہیں ہوتی تھی۔

„لیکن میں مفت نہیں جاؤں گی” مورِیلا نے خفگی سے کہا۔ اُس کے چہرے اور سیاہ آنکھوں میں غضب کی [illegible] نمایاں تھی۔

„بیٹی! چلی آ” پادری نے دوشیزہ سے شفقت کے لہجہ میں کہا „انٹونیو اچھا لڑکا ہے۔ وہ تیرے تھوڑے سے پیسے لینا نہیں چاہتا (پادری نے لڑکی کی طرف سہارا دینے کے لئے ہاتھ بڑھا دیا) دیکھ اُس نے تیرے لئے اپنی چادر بچھا دی ہے۔ سب جوان ایک ہی قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک لڑکی کے لئے اتنا کرتے ہیں جتنا اپنے دس پادریوں کے لئے بھی نہیں کرتے۔ حالانکہ ہمیں ”مقدس باپ“ بھی کہتے ہیں! نہیں نہیں، انٹونیو! معذرت کی ضرورت نہیں۔ میں تم سے ناخوش نہیں ہوں۔ خدا کی مشیئت یہی ہے کہ ہر کوئی اپنے ہم جنس کی طرف جھکے!”

اب مورِیلا کشتی میں اُتر چکی تھی۔ وہ پادری کے قریب بیٹھ گئی۔ لیکن انٹونیو کی چادر دُور ہٹا کے۔ انٹونیو اس حرکت پر کچھ بڑبڑایا اور کشتی روانہ ہوئی۔

„اس گٹھڑی میں کیا ہے؟” پادری نے دوشیزہ سے پوچھا۔

اب سورج نمودار ہو چلا تھا۔ اُس کی روپہلی کرنیں اِن مسافروں پر پڑ رہی تھیں۔

„ریشم، زربفت، اور روٹی” لڑکی نے جواب دیا „ریشم اور زربفت جزیرے میں بک جائے گا۔ روٹی میں کھاؤں گی”

„مجھے یاد پڑتا ہے تم نے کپڑا بُننا بھی سیکھا تھا؟” پادری نے پھر سوال کیا۔

„ہاں۔ لیکن میری ماں کی بیماری مجھے گھر سے نکلنے نہیں دیتی کہ اس ہنر کی اچھی طرح مشق کر لوں۔ خود میرے پاس اتنا روپیہ نہیں کہ گھر میں بُننے کا سامان جمع کر لوں” لڑکی نے حسرت سے جواب دیا۔

„اب اُس کا کیا حال ہے؟” پادری نے گہری ہمدردی سے کہا „آہ! بیچاری نے بڑی تکلیف اُٹھائی۔ پچھلی دفعہ جب میں نے دیکھا تھا تو ذرا اچھی تھی”

„یہ موسم ہمیشہ اُسے تکلیف دیتا ہے” لڑکی نے ناامیدی کے لہجہ میں جواب دیا۔

„دعا کر بیٹی، دعا کر!” پادری نے زور دے کر کہا „کبھی نماز سے غافل نہ ہو۔ دعا سے باز نہ آ۔ شاید خدا سن لے۔ نیک بن، نیک! تاکہ تیری دعائیں قبول ہوں”

مورِیلا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ چند لمحہ کی خاموشی کے بعد پادری نے پھر کہا:

„مورِیلا! میں نے ابھی سنا کہ ملاح تجھے ”غضبناک“ کے لقب سے پکار رہے تھے۔ یہ کیوں؟ یہ لقب تو سچی دوشیزہ کے لئے کچھ اچھا لقب نہیں۔ تجھے حلیم اور خوش مزاج ہونا چاہئے”

دوشیزہ کے کُندنی چہرے پر غصے کے آثار ظاہر ہوئے۔ اُس کی آنکھیں تیزی سے چمکنے لگیں:

„وہ اسی طرح مجھے چڑھاتے ہیں” لڑکی نے خفگی سے کہا „وہ مجھے روز چھیڑتے ہیں کیونکہ میں اور لڑکیوں کی طرح گاتی، ناچتی، اور اُن سے ہنسی مذاق نہیں کرتی ہوں۔ وہ میرے پیچھے کیوں پڑے ہیں؟ میں نے اُن کا کیا بگاڑا ہے؟”

„سچ ہے” پادری نے سنجیدہ ہو کر کہا „لیکن تمھیں بہرحال خندہ رو ہونا چاہئے۔ لوگوں کو ناچنے گانے دو، ورنہ زندگی ناقابل برداشت ہو جائے گی۔ میٹھی زبان میں بہت بھلائی ہے”

دوشیزہ نے اپنی لمبی کالی پلکیں جھکا دیں، گویا اپنی آنکھوں کا راز ظاہر نہیں ہونے دینا چاہتی۔

پھر خاموشی چھا گئی۔ اب دُور افق میں سورج طلوع ہو چکا تھا۔ پہاڑوں کی چوٹیاں چمک اُٹھیں۔ سورنتو کی خلیج کے چھوٹے چھوٹے سفید مکان نارنگی کے باغوں میں صاف نظر آ رہے تھے۔ صرف ویزوویس کے کنارے کنارے بدلی کے چند ٹکڑے ہل رہے تھے۔

شکست سے بھي زیادہ بد تر ثابت ہوتے ہیں - لیکن اِس مرتبہ ہم نے اِس قدیم سنت پر عمل نہیں کیا - ہم فوراً اصلاحي اور تعمیري کوششوں میں لگ گئے - حالت امن میں ہماري مساعي ، حالت جنگ کي مساعي سے بھي کہیں زیادہ عظیم تھیں - ہم نے عزم بالجزم کر لیا تھا کہ اِس فتح مبین سے فائدہ اٹھائینگے اور اِسے ترکي قومیت کي تجدید کا سنگ بنیاد بنا دینگے - چنانچہ ہم نے ایسا ہي کیا !"

اِس کے بعد غازي نے اپني جماعت کي کارگزاریاں بیان کي ہیں :

" جنگ آزادي سے ملک ایک عظیم اصول لے کر باہر نکلا - وہ اصول یہ تھا " سیادت بلا کسي قید و شرط کے صرف قوم ہي کي ہے " اِسي اصول کي بنا پر جمہوریت کا اعلان کیا گیا - اِسي اصول کي بنا پر منصب خلافت موقوف کیا گیا جو صدیوں سے ترکي قوم کے سر پر ناقابل برداشت بار تھا :- ہماري جمہوري جماعت کي رائے ہے کہ ہر اجنبي مداخلت سے جمہوریت کي حفاظت کرنا ترکي قومیت کے مستقبل کے لیے نا گزیر ہے - یہي سب سے بڑا وطني فرض ہے - یہي قوم کي زندگي کي اصلي ضمانت ہے "

اِس کے بعد موصوف نے اُن حیرت انگیز ترقیوں کا ذکر کیا ہے جو اِس قلیل مدت میں اُن کي جماعت کے ہاتھوں ظاہر ہوئي ہیں - بالاخر پیغام اِس عبارت پر ختم ہوتا ہے :

" اِس زندگي میں میرا سب سے بڑا بھروسہ اور میري سب سے بڑي قوت یہ ہے کہ قوم مجھپر اعتماد کرتي ہے - یہي سبب ہے کہ میري زندگي کا سب سے بڑا مقصد بھي یہي رہا ہے کہ اِس امانت کو زیادہ سے زیادہ مقدس سمجھوں اور بہتر سے بہتر طریقہ پر ادا کرنے کي کوشش کروں - اگر تم ہمارے نام زد کردہ اشخاص کو اپني مجلس وطني میں بھیجوگے ، تو ہم دو بارہ تمہاري خدمت کا موقعہ حاصل کر سکینگے - مجھے پورا یقین ہے کہ مستقبل میں ترکي جمہوریت اور ترکي قوم کي اور بھي زیادہ شاندار خدمتیں میں انجام دے سکتا ہوں - عنقریب ترکي کا مستقبل بہت ہي عظیم ہوگا ، کیونکہ اُس کے افراد پوري ہمت سے مستقبل کي تعمیر میں مصروف ہیں "

(مجلس وطني کا انتخاب)

مجلس وطني کے انتخابات ختم ہوگئے ہیں - ہر طرف سے خبریں آ رہي ہے کہ جمہوري یا کمالي جماعت کامیاب ہو رہي ہے - لیکن یہ کامیابی کوئي ایسي کامیابي نہیں ہے جسے انتخاب اور مقابلہ کي کامیابي سے تعبیر کیا جائے - کیونکہ اِس جماعت کے سوا کوئي دوسري جماعت ملک میں موجود ہي نہیں ہے - اور اگر ہے تو انتخاب میں شریک نہیں ہوئي ہے -

غازي مصطفیٰ کمال کي جمہوري جماعت کي طرف سے ۳۱۶ - امیدوار کھڑے کیے گئے ہیں - اُن کي تفصیل حسب ذیل ہے :

۴۹ - انتظامي آدمي ہیں - ۴۶ - کاشتکار ہیں - ۴۰ فوجي افسر ہیں - ۳۴ وکالت پیشہ ہیں - ۲۵ علمي آدمي ہیں - ۲۵ تاجر ہیں - ۲۳ اخبار نویس ہیں - ۲۳ ڈاکٹر ہیں - ۲۳ ماہر اقتصادیات ہیں - ۹ سیاسي ہیں - ۷ انجینیر ہیں - ۳ محکمۂ تار اور ڈاک کے آدمی ہیں - ۳ آلات سازي کے ماہر ہیں - ایک دوا ساز ہے -

اِس مرتبہ مخالفین سے میں کسي ایک شخص کو بھي اِس جماعت نے نامزد نہیں کیا - چنانچہ علی فؤاد پاشا ، طیار باشا ، کاظم قارا بکیر باشا وغیرہ میں سے کوئي بھي انتخاب میں شریک نہیں ہے -

(تمام وزراء آستانہ میں)

اِس وقت تمام وزیر آستانہ ہي میں موجود ہیں - پرسوں غازي کي صدارت میں مجلس وزارت با ضابطہ منعقد ہوئي - جمہوري حکومت کي یہ پہلي مجلس سلاطین آل عثمان کے تاریخي محل ، طولمہ باغچہ میں جمع ہوئي اور مختلف مسائل پر غور کیا -

اِس واقعہ سے پھر لوگوں میں یہ افواہ پھیل رہي ہے کہ اگر پایۂ تخت انگورہ سے پوري طرح منتقل نہ ہوا ، تو بھي قسطنطنیہ گرمائي پایۂ تخت ضرور بنا دیا جایگا -

(غازي کے خلاف سازش)

اِس ہفتہ کا اہم واقعہ غازي مصطفیٰ کمال پاشا کے قتل کي سازش ہے - اِس سازش میں چار آدمي گرفتار ہوئے ہیں - تین ارمني ہیں - ایک ترک بتایا جاتا ہے - سازشیوں نے پولیس سے مقابلہ بھي کیا - ایک قتل ہوگیا - تین پکڑ لیے گئے - پولیس کا بھي ایک سپاہي قتل ہوا ہے -

مجرموں نے اقرار کیا ہے کہ حکومت یونان کے اشارے سے اُنھوں نے یہ اِرادہ کیا تھا - تجویز یہ تھي کہ غازي موصوف جب انگورہ واپس جانے لگیں تو راستے میں اُنکي ریل ڈائنامیٹ سے اڑا دي جائے -

اِس خبر نے یہاں کي عام رائے میں سخت ہیجان پیدا کر دیا ہے - کیونکہ ترکي قوم ارمینوں اور یونانیوں کي سازشوں سے بہت نقصان اُٹھاچکي ہے - سعید حلیم پاشا وزیر اعظم ، غازي انور پاشا ، جمال پاشا ، طلعت پاشا ، کاظم بک وغیرہ ، ترکی کے ایسے فرزند تھے ، جنمیں سے ہر شخص اپني جگہ دنیا کا بڑا آدمي شمار ہوتا تھا - مگر شقي ارمنیوں نے سب کو ایک ایک کرکے دھوکے سے قتل کر ڈالا ، اور ترکي کے دل پر ایسے زخم لگائے ، جو مدتوں مندمل نہ ہونگے -

اب اِن بد بختوں کي نظر غازي مصطفیٰ کمال پاشا پر ہے جو اِس وقت ترکي قوم کي روح رواں ہیں -

الہلال کی تصاویر

افسوس ہے کہ دسہرہ کي تعطیل کے وجہ سے (جو کلکتہ میں پوجا کي تعطیل کہي جاتي ہے) وہ تصاویر طیار نہ ہوسکیں جنھیں الہلال کے صفحات میں درج کرنا تھا - اب اس کے سوا چارہ نہیں کہ اس کي تلافي آئندہ اشاعت میں کي جاے -

"تمہارے یہاں سیاح بہت آتے ہیں؟" شراب خانے کی مالکہ نے اُس سے سوال کیا۔

"اس سال فصل بہت خراب تھی۔ اب آنا شروع ہوئے ہیں" انٹونیو نے جواب دیا۔

"ابکی موسم بہار بھی دیر میں آئے گا" شراب خانے کی مالکہ نے کہا "تمہارے یہاں آمدنی اس جزیرے سے زیادہ ہے؟"

"پیٹ بھر روٹی بھی نہ ملتی، اگر یہ کشتی میرے پاس نہ ہوتی" انٹونیو نے خشکی سے جواب دیا "لیکن میرا چچا، نارنگی کے کئی باغوں کا مالک ہے وہ کہا کرتا ہے جب تک میں زندہ ہوں، تجھے کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ بُرے وقت بھی تجھے نہیں بھولوں گا!"

"اس مالدار چچا کے اولاد بھی ہے؟" عورت نے سوال کیا۔

"نہیں" انٹونیو نے کہا "اُسنے شادی ہی نہیں کی۔ دوسرے ملکوں میں رہکر بہت دولت جمع کرلی۔ وہ عنقریب ایک شکار خانہ بنانے والا ہے اُس کا انتظام میرے ہی ہاتھ میں دیگا"

"انٹونیو! تم بڑے جوانمرد ہو" عورت نے خوشامد سے کہا۔

"زندگی سب کے لئے کٹھن ہے" نوجوان ملاح نے شانے ہلاکر کہا اور باہر نکل کے پھر تمام راستے اور آسمان دیکھنے لگا۔ حالانکہ خوب جانتا تھا، موسم معلوم کرنے کے لئے ہر طرف دیکھنے کی ضرورت نہیں!

"میں ایک اور بوتل لاتی ہوں" شراب فروش عورت نے کہا۔ "تمہارا چچا تو دام ادا ہی کردے گا"

"نہیں" انٹونیو نے انکار کیا "پہلی ہی بوتل نے سر چکرا دیا ہے"

وہ یہ کہنے ہی پایا تھا کہ کسی کی چاپ سنائی دی۔ نوجوان ملاح فوراً پہچان گیا۔ پاؤں کی اسی آواز کے لئے وہ دن بھر ہمہ تن گوش بنا رہا تھا ــــ موریلا سامنے کھڑی تھی۔

انٹونیو تیزی سے کھڑا ہوگیا:

"مجھے فوراً جانا ہے" اُسنے شراب خانے کی مالکہ سے کہا۔

چشم زدن میں وہ اپنی کشتی پر تھا۔ موریلا، بدستور کھڑی تھی۔ کچھ متردد سی تھی۔ بالآخر اُسنے بھی شراب فروش عورت کو سلام کیا اور گھاٹ پر پہنچ گئی۔ وہ اب بھی چاروں طرف دیکھ رہی تھی۔ شاید کسی اور مسافر کو ساتھ لینے کا خیال کررہی تھی۔ لیکن کوئی نظر نہ آیا۔ سمندر ٹھنڈا تھا۔ ماہی گیر سو رہے تھے یا اپنے جال درست کرنے میں ایسے مصروف تھے کہ کسی نے توجہ نہ دی۔

انٹونیو، ایک لمحہ چپ کھڑا رہا۔ اُس کی آنکھیں غیر معمولی طور پر چمک رہی تھیں۔ آخر وہ کشتی سے کنارے آیا اور کچھ کہے بغیر موریلا کو اس طرح گود میں اُٹھالیا گویا ایک چھوٹا سا بچہ ہے۔

موریلا، کشتی کے بالکل آخر میں جاکر بیٹھی۔ اُسنے اپنا سر اس قدر جھکالیا کہ صرف آدھا چہرہ دکھائی دیتا تھا۔ اُس کے بال ہوا میں اُڑ رہے تھے اور چشم و ابرو کو چھپالیتے تھے۔ خوبصورت ناک کھڑی دکھائی دیتی تھی۔

وہ غیظ و غضب سے لبریز تھی!

سمندر میں کچھ دور جانے کے بعد ڈوبتے ہوئے سورج کی تپش اُسے محسوس ہوئی۔ اُسنے کٹھری کھولی اور رومال نکالکر سر پر باندھ لیا۔ پھر روٹی کھانے لگی کیونکہ صبح سے بالکل بھوکی تھی۔

اب تک دونوں بالکل خاموش تھے۔ انٹونیو نے موریلا کو روکھی روٹی کھاتے دیکھ کر ٹوکری سے دو نارنگیاں نکال کر بڑھادیں:

"موریلا!" ملاح نے لڑکھڑاتی آواز میں کہا۔ "روٹی، اس کے ساتھ کھاؤ۔ یہ نہ سمجھنا میں نے یہ نارنگیاں تمہارے لئے بچا رکھی تھیں۔ یہ ٹوکری سے گر گئی تھیں۔ لوٹنے پر نظر آئیں"

انٹونیو، اس وقت جھوٹ بول رہا تھا!

"تم ہی کھاؤ" لڑکی نے غصہ سے کہا "میرے لئے روٹی کافی ہے"

"اس گرمی میں نارنگی اچھی ہوتی ہے، تم بہت چلکر آئی ہو" انٹونیو نے کہا۔

"میں پانی پی چکی ہوں" غصہ ور لڑکی نے خشکی سے جواب دیا۔

"خیر" ملاح نے کہا اور پھر خاموشی چھاگئی۔

اسوقت سمندر بالکل خاموش اور آئینہ کی طرح شفاف تھا ہر طرف سناٹا تھا حتی کہ ساحل پر اُڑنے والی چڑیاں بھی اس پر جلال منظر کے سامنے ساکت تھیں۔ صرف کشتی سے موجوں کے ٹکرانے کی آواز سنائی دیتی تھی۔

"تم اپنی ماں کے لئے نارنگیاں لے جاسکتی ہو" انٹونیو نے آنکھیں نیچی کرکے کہا۔

"گھر میں نارنگیاں رکھی ہیں" لڑکی نے پھر خفگی سے جواب دیا "جب ختم ہوجائیں گی تو میں اور خرید سکتی ہوں"

"ٹھیک ہے" ملاح نے شرمندہ ہوکر کہا "لیکن یہ نارنگیاں میری طرف سے اپنی ماں کو دینا۔ میرا سلام کہدینا"

"وہ تمھیں نہیں جانتی" موریلا نے جھنجھلا کر کہا۔

"تم میرا تعارف کردینا" انٹونیو نے پھر کہا۔

"میں بھی تمھیں نہیں جانتی" لڑکی کا صاف جواب تھا۔

یہ پہلا موقعہ نہ تھا کہ موریلا نے ملاح سے لاعلمی کا اظہار کیا۔ اس سے پہلے کا واقعہ ہے کہ ایک اتوار کو موریلا کا عاشق (مصور) جب گاؤں میں آیا اور پہلی مرتبہ اس لڑکی کو دیکھا، تو مبہوت ہوکر اُس کے حسن و جمال کا نظارہ کرنے لگا۔ عین اُسی وقت انٹونیو اپنے دوستوں کے ساتھ فٹ بال کھیل رہا تھا۔ مصور اپنے خیالات میں محو تھا کہ انٹونیو نے جان بوجھ کر گیند ایسا مارا کہ غریب کے سر پر زور سے لگا۔ اتنا ہی نہیں بلکہ اُس مظلوم سے لڑنے کے لئے بھی آمادہ ہوگیا۔

کئی ہفتے بعد جب موریلا نے شادی کی درخواست نامنظور کردی تو مصور نے چلتے وقت کہا "میں جانتا ہوں، اُس نوجوان کی وجہ سے تم مجھے سوکھا جواب دے رہی ہو" مگر موریلا نے اُس وقت بھی یہی کہا:

"ہرگز نہیں، میں اُسے پہچانتی تک نہیں"

حالانکہ وہ گیند کے واقعہ سے واقف ہوچکی تھی اور انٹونیو کو پوری طرح جانتی تھی۔

آج اسوقت دونوں کشتی میں ہیں۔ تنہا ہیں ــــ اس طرح بیٹھے ہیں گویا حریف ہیں۔ حالانکہ دونوں کے دل بُری طرح دھڑک رہے ہیں!

انٹونیو، وہ ہمیشہ کا ہنس مکھ نوجوان، اس وقت، فرط تأثر سے سُرخ ہو رہا ہے۔ بڑی ہی قوت سے کشتی کھے رہا تھا۔ پانی کے قطرے اُڑ کر موریلا پر گرتے تھے ساتھ ہی کچھ غصے میں بڑبڑا بھی رہا تھا۔

موریلا اس طرح بیٹھی تھی گویا اُسے دیکھ ہی نہیں رہی ہے۔ بڑی ہی بے پروائی سے کشتی کا کنارہ دیکھ رہی تھی اور ہاتھ نیچا کئے پانی سے کھیلتی جاتی تھی۔ پھر اُسنے اپنے سر کا رومال کھول ڈالا۔ ایک ہاتھ سے بال درست کرنے اور دوسرے سے رخسار پانی سے تر کرنے لگی وہ اس انداز سے بیٹھی تھی، گویا کوئی دوسرا وہاں موجود ہی نہیں ہے۔

کشتی، کھلے سمندر میں پہنچی۔ جزیرہ نظر سے اوجھل ہوگیا۔ سورنٹو کا کنارہ بھی دور ہے۔ قرب و جوار میں کوئی اور کشتی بھی دکھائی نہیں دیتی۔

انٹونیو نے چاروں طرف دیکھا۔ اُس کے تیور ایسے ہوگئے گویا کوئی عزم مصمم کرچکا ہے۔ اُس کے رخسار کی سُرخی غائب ہوگئی۔ زردی چھاگئی۔ اُسنے اچانک ڈانڈ سے ہاتھ اُٹھالئے۔

موریلا نے اُسے دیکھا۔ بغیر کسی خوف، مگر ہوشیاری سے۔

"اب فیصلہ ہوجانا چاہیے" انٹونیو یکایک چلایا "یہ کھیل بہت ہوچکا تعجب ہے میں اب تک زندہ کیسے ہوں؟ تم کہتی ہو مجھے نہیں جانتی! حالانکہ اس تمام زمانے میں مجھے دیکھتی رہی ہو کہ پاگلوں کی طرح تمہارے پیچھے پھر رہا ہوں۔ میرا دل پھٹا جاتا ہے۔ اپنا دکھ کہنا چاہتا ہوں، مگر تم حقارت سے ہمیشہ بے پروائی دکھاتی ہو۔ گویا میں کوئی ہستی ہی نہیں رکھتا!"

"کیا؟" لڑکی نے پیشانی پر بل ڈالکر کہا "مجھ سے کیا چاہتے ہو؟ ہاں میں دیکھتی تھی تم مجھ سے تعارف چاہتے ہو۔ لیکن میں بلا سبب لوگوں کی چہ میگوئیوں کا نشانہ بننا نہیں چاہتی تھی۔ خصوصاً جبکہ میں تمھیں اپنا شوہر بنانا نہیں چاہتی ــــ نہ تمھیں، نہ کسی اور انسان کو"

"نہ کسی انسان کو!" انٹونیو نے دانت پیسکر کہا "تم ہرگز یہ نہیں کہہ سکتیں، صرف اسی وقت کہہ رہی ہو، کیونکہ اُس مصور سے شادی پسند نہیں کی۔ لیکن تم ناسمجھ ہو۔ آج نہیں تو مستقبل میں تمھیں شادی کرنی ہی پڑے گی۔ مصور نہ سہی، کسی اور کو شوہر بناؤگی"

"کون جانتا ہے؟" موریلا نے سنجیدگی سے کہا "مستقبل کو کوئی نہیں جان سکتا۔ ممکن ہے میں اپنا خیال بدل دوں۔ لیکن تمھیں اس کی فکر کیوں ہے؟"

"مجھے فکر کیوں ہے؟" انٹونیو چلایا۔ بیچ کشتی میں کھڑا ہوگیا۔ کشتی دائیں بائیں جھکنے لگی "مجھے فکر کیوں ہے؟ یہ تم کہتی ہو؟ خوب جانتی ہو! قسم کھاکر کہتا ہوں، جس شخص کو بھی مجھ پر ترجیح دوگی، اُس کی جان میرے ہاتھ سے جائے گی! میں برداشت نہیں کرسکتا! برداشت نہیں کرسکتا!"

"کیا؟" موریلا نے پیشانی پر بل ڈالکر کہا "کیا میں تم سے کوئی وعدہ کرچکی ہوں؟ اگر تم پاگل ہوجاؤ تو میرا کیا قصور ہے؟ تمھیں مجھ پر کیا حق حاصل ہے؟"

"آہ! حق!" ملاح نے جوش سے چلانا چاہا مگر اُسے رونا آگیا۔ آواز رک گئی "بے شک میرا حق کہیں لکھا ہوا نہیں ہے۔ کسی عالم نے مانا نہیں ہے۔ کسی وکیل نے ثابت نہیں کیا ہے۔ کسی انسان نے جانا بھی نہیں ہے۔ لیکن میں محسوس کرتا ہوں، میں جانتا ہوں کہ تم پر میں حق رکھتا ہوں، ٹھیک اُسی طرح جس طرح آسمان (جنت) میں میرا حق ہے اگر میں مسیحیت پر مرجاؤں۔ کیا تم سمجھتی ہو کہ میں تمھیں کسی دوسرے شخص کے ساتھ گرجے میں جاتے دیکھوں گا اور خاموش رہوں گا؟ کیا میں برداشت کرسکتا ہوں کہ گاؤں کی لڑکیاں شانے ہلاکر میرا مذاق اُڑائیں؟"

"جو جی چاہے کرو" لڑکی نے سکون سے جواب دیا "میں تمہاری دھمکیوں سے ڈر نہیں سکتی۔ میں آزاد ہوں، جو میرے جی میں آئے گا، کروں گی"

انٹونیو، غصہ سے دیوانہ ہوگیا۔ اُسکا تمام بدن کانپنے لگا:

"پھر کبھی نہ کہنا" ملاح چلایا "میں وہ نہیں ہوں کہ تیری جیسی ایک لڑکی میری زندگی برباد کرڈالے۔ تو اسوقت میرے بس میں ہے۔ اچھی طرح سمجھ لے۔ میرا حکم ماننا ہوگا!"

موریلا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ لیکن اُس کی آنکھیں غصہ سے لال ہوگئیں۔ اُسنے ملاح کو جرأت سے دیکھا:

"ہمت ہے تو مار ڈالو!" اُسنے پورے سکون سے کہا۔

"جو کہتا ہوں، وہی کرتا ہوں" انٹونیو نے زور سے کہا، مگر اُس کی آواز بھرا گئی "یہاں سمندر کی تہ میں ہم دونوں کی جگہ ہے۔ معزز خاتون! میں اس سے باز نہیں رہ سکتا"

اُسنے یہ لفظ بڑی حسرت و تکلیف سے کہے۔ اُس کا چہرہ بالکل دیوانوں کا سا ہوگیا تھا:

"لیکن" اُسنے پھر کہا "ہمیں ساتھ ہی چلنا چاہیئے۔ ابھی چلنا چاہیئے۔ فوراً چلنا چاہیئے" یہ کہہ کر وہ تیزی سے آگے بڑھا اور موریلا

"موریلا!" پادری نے پھر گفتگو شروع کی۔ "تو بوآں معو کی بھی کچھ خبر ہو؟"

موریلا نے اپنے نازک مونڈھے ہلاکر انکار کیا۔

"تمھاری تصویر اُتارنا چاہتا تھا، تم نے انکار کیوں کیا؟" پادری نے پھر سوال کیا۔

"میری تصویر کیوں؟" دوشیزہ نے جھنجھلاکر جواب دیا "کیا مجھ سے زیادہ خوبصورت عورتیں موجود نہیں؟ کون جانتا ہو میری تصویر لے کر کیا کرتا؟ شاید جادو کردیتا۔ مجھے تکلیف دیتا۔ قتل کرڈالتا۔ میری ماں یہی کہتی تھی"

"ہش!" پادری نے خلوص سے کہا "فضول نہ بکو۔ کیا تم خدا کی اماں میں نہیں ہو؟ کیا خدا کے حکم بغیر ایک ذرہ بھی ہل سکتا ہو؟ کوئی انسان بھی تیرا رُواں میلا نہیں کرسکتا۔ پھر وہ تو تجھ پر عاشق تھا، ورنہ شادی کی درخواست کیوں کرتا؟"

لڑکی نے کوئی جواب نہ دیا۔

"تم نے شادی کیوں نامنظور کی؟" نیک دل پادری نے سوال کیا "لوگ کہتے ہیں شریف و معقول آدمی تھا۔ تیری اور تیری ماں کی خبر گیری کرتا۔ ریشم بیچنے سے کہیں زیادہ تم فائدے میں رہتیں"

"ہم بالکل فقیر ہیں" لڑکی نے بڑے تأثر سے جواب دیا "میری ماں مدت سے بیمار ہو۔ ہم اُس پر بوجھ ہوتے۔ پھر میں عزت دار خاتون بننے کے لائق نہیں ہوں۔ اپنے دوستوں کے سامنے وہ مجھے دیکھ کر ضرور شرمندہ ہوتا"

"کیا کہتی ہو؟" پادری نے خیر خواہی سے کہا "میں کہتا ہوں وہ بہت اچھا آدمی تھا۔ شاید تمھارے ساتھ سوز تو ہی میں رہ جاتا ایسا شوہر ملنا مشکل ہو"

"میں شوہر نہیں چاہتی" موریلا نے بہت آہستہ سے مگر یقین کے لہجہ میں کہا "میں کبھی شادی نہیں کروں گی!"

"کیا رہبانیت اختیار کرنے کا ارادہ ہو؟" پادری نے تعجب سے سوال کیا۔

دوشیزہ نے سر کے اشارے سے انکار کیا۔

"لوگ ٹھیک کہتے ہیں کہ تو ضدی ہو" پادری نے جوش سے کہا "تیری ہٹ بہت سخت ہو۔ ایک لمحہ کے لئے سونچ، تیری یہ ضد کتنی خطرناک ہو؟ یہ تیری مصیبت میں اضافہ کرنیوالی ہو۔ تیری ماں کی بدنصیبی بڑھانے والی ہو۔ کیا تیرے پاس کوئی ایک وجہ بھی ہو کہ ایسے شریف آدمی کو رد کردیتی ہو؟ جواب دے"

"میرے پاس وجہ ہو" موریلا نے دبی زبان سے کہا "مگر میں بیان نہیں کروں گی"

"بیان نہیں کروں گی!" پادری نے خفا ہوکر اُس کا جملہ دہرایا "مجھ سے بیان نہیں کروگی؟ میں جو تیرا پادری ہوں۔ تو خوب جانتی ہو تیرا خیر خواہ ہوں۔ کیا یہ صحیح نہیں؟"

موریلا نے سر ہلاکر اقرار کیا۔

"تو اپنا راز مجھ پر ظاہر کر" پادری نے شفقت سے کہا "اگر وجہ ٹھیک ہوگی تو میں سب سے پہلے تائید کروں گا۔ تم ابھی بہت کم عمر ہو۔ اس دُنیا سے بالکل بے خبر ہو۔ ایک زمانہ آئے گا جب یہ زریں موقع کھودینے پر افسوس کروگی۔ معلوم ہوتا ہو، خدا نے رحم کھاکر اس شخص کو تمھارے گھر بھیجا تھا"

موریلا نے شرمائی ہوئی نظریں اُٹھائیں اور کشتی کے سرے پر دیکھنے لگی جہاں انٹونیو کی نگاہیں دُور افق پر جمی تھیں اور اپنے خیالات میں غرق تھا۔ پادری نے دوشیزہ کو بغور دیکھا۔ اپنا کان اُس کے قریب کردیا۔ "آپ میرے باپ کو نہیں جانتے" لڑکی نے نہایت آہستگی سے پادری کے کان میں کہا۔

"تیرا باپ؟" پادری چلا اُٹھا "کیوں نہیں؟ تو ابھی دس برس کی بھی نہ تھی کہ خدا نے اُسے بلالیا۔ آسمان کی بادشاہت میں اُسے جگہ ملے! اپنی اِس ضد میں اُس کا ذکر کیوں کرتی ہو؟"

"آپ نہیں جانتے" لڑکی نے زور دیکر کہا "آپ کو نہیں معلوم میری ماں کی تمام بیماری کا وہی اکیلا سبب ہو"

"کیونکر؟" پادری نے تعجب سے سوال کیا۔

"اپنی بے رحمی سے" موریلا نے فوراً جواب دیا "آخری وقت تک میری ماں کو مارتا رہا۔ مجھے وہ راتیں اب تک یاد ہیں۔ وہ ایک عجیب جنون کی حالت میں گھر آتا تھا۔ میری ماں ایک لفظ بھی نہیں کہتی تھی۔ مگر وہ مارنا شروع کردیتا تھا۔ آہ! میرا دل اب بھی رنجیدہ ہوتا ہو! میں اپنا مُنہ دونوں ہاتھوں سے چھپالیتی تھی اور پڑی رہتی تھی لیکن اندر ہی اندر روتی رہتی۔ وہ میری ماں کو مارتے مارتے آخر تھک جاتا غریب بیہوش ہوکر گر پڑتی تھی۔ وہ اُسے دیر تک غور سے دیکھتا پھر نہیں معلوم اُس کے دل میں کیا خیال پیدا ہوتا کہ دوڑ کر اُسے اُٹھاتا اور سینے سے لگاکر پیار کرنے لگتا۔ اتنے زور سے دابتا تھا کہ اُس کے مُنہ سے چیخ نکل جاتی تھی۔ لیکن اِس تمام ظلم پر بھی میری ماں کبھی خفا نہیں ہوتی۔ بلکہ مجھے بھی منع کرتی رہتی تھی کہ کسی سے اِس کا ذکر نہ کروں۔ میری ماں کو اُس سے بلا کی محبت تھی۔ اِس سختی پر بھی وہ اُسی کا کلمہ پڑھتی رہتی۔ جب سے وہ مرا ہو، یہ بھی بیمار ہوگئی ہو۔ اُسے غم کھائے جاتا ہو۔ اگر مرگئی۔ خدانخواستہ۔ تو میں جانتی ہوں اُس کا قاتل کون ہو"

پادری سناٹے میں پڑگیا۔ تعجب سے سر ہلانے لگا۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا، اِس عجیب لڑکی کو کیونکر قائل کرے۔

"اپنے باپ کو معاف کردو!" بالآخر پادری نے کہا "اُسی طرح معاف کردو، جس طرح تمھاری ماں نے معاف کردیا ہو۔ پُرانی باتوں کی تکلیف دہ یاد دُور کردو۔ مستقبل میں تمھارے اچھے دن آئیں گے اور تمام مصیبتیں بھلادیں گے"

"نہیں، نہیں!" موریلا نے جوش سے کہا "میں کبھی نہیں بھول سکتی، یہی وجہ ہو کہ میں نے عمر بھر کنواری رہنے کا ارادہ کرلیا ہو۔ ہرگز کسی مرد کی کنیز نہیں بنوں گی۔ یہ مرد پہلے مارتے ہیں، پھر پیار کرتے ہیں لیکن میرے ساتھ کوئی یہ حرکت نہیں کرسکتا۔ مجھ سے جو مرد بھی محبت کی درخواست کرے گا، اُس کا مُنہ توڑ دوں گی۔ لیکن میری ماں بالکل بے بس تھی۔ وہ نہ مار کا مقابلہ کرسکتی تھی، نہ پیار کا۔ وہ اُس سے محبت کرتی تھی۔ میں ہرگز کسی مرد سے محبت نہیں کرونگی"

"تم بالکل بچہ ہو!" پادری نے مسکراکر کہا "دنیا کو کچھ بھی نہیں جانتی، اسی لئے بچوں کی سی باتیں کرتی ہو۔ کیا سب مرد تمھارے باپ ہی کے سے ہیں؟ کیا تم نے کبھی کوئی اچھا آدمی نہیں دیکھا؟ کیا دُنیا میں ایسی خوش نصیب بی بیاں نہیں ہیں جو اپنے شوہروں کے ساتھ عیش و آرام سے رہتی ہیں؟"

"کچھ ہو" موریلا نے زور دیکر کہا "میرے ماں باپ کا حال کوئی نہیں جانتا۔ میری ماں مرجانا پسند کرتی تھی مگر اُس کی شکایت پسند نہیں کرتی تھی۔ یہ صرف محبت کی وجہ سے۔ اگر محبت یہی ہو۔ اگر محبت، زبان گونگی کرڈالتی ہو، اگر محبت ایسی سخت مصیبت لاتی ہو تو میں ہرگز ہرگز کسی مرد سے محبت نہیں کروں گی"

"میں نے کہدیا تم ایک بچے سے کچھ زیادہ نہیں" پادری نے کہا "تم بے معنی باتیں کرتی ہو۔ جب وقت آجائے گا، تمھاری رائے اور پسند نہیں پوچھی جائے گی۔ تم محبت کی زنجیر میں اپنی مرضی کے خلاف بھی جکڑ دی جاؤ گی"

موریلا خاموش رہی۔

"کیا تمھارے خیال میں یہ مصور بھی سنگدل تھا؟" پادری نے پھر سوال کیا۔

"اُس کی نظریں بالکل ویسی ہی تھیں جیسی میرے باپ کی ہو جایا کرتی تھیں جب وہ میری ماں کی خوشامد کرتا تھا۔ میں وہ نظریں خوب پہچانتی ہوں۔ ایک مرد اِس طرح کی نظروں سے دیکھتا بھی ہو، اور پھر عین اسی وقت اپنی بے خطا بیوی کو مار کے ادھ موا بھی کر دے سکتا ہو۔ مجھے ایسی نظروں سے بڑا ہی ڈر لگتا ہو"

موریلا اب بالکل چپ ہوگئی۔ پادری نے بھی اُسے چھیڑنا مناسب نہیں سمجھا۔ اُس کے ذہن میں اب بہت سی معقول دلیلیں آگئی تھیں مگر وہ چپ ہی رہا کیونکہ نوجوان ملاح کا چہرہ یہ گفتگو سن کر غصہ سے لال ہو رہا تھا۔

دو گھنٹے کے سفر کے بعد کشتی جزیرے کے گھاٹ پر پہنچ گئی۔ انٹونیو نے پادری کو گود میں اُٹھالیا اور گھٹنوں گھٹنوں پانی میں چل کر اُسے خشکی پر اُتار دیا۔ لیکن موریلا نے اُس کا انتظار نہیں کیا۔ اُس نے ایک ہاتھ میں اپنی کھڑاؤں لی۔ دوسرے میں لنگی دبائی اور گھٹنوں تک کپڑے اُٹھا، ساحل پر پہنچ گئی۔

"میں یہاں کچھ مدت ٹھہروں گا" پادری انٹونیو سے کہہ رہا تھا "انتظار کی ضرورت نہیں۔ شاید میں کل سے پہلے لوٹ نہ سکوں گا۔ موریلا! (دوشیزہ کی طرف مخاطب ہوکر) گھر لوٹ کر اپنی ماں کو سلام کہدینا۔ اسی ہفتہ میں ملاقات کو آؤں گا۔ کیا رات سے پہلے واپس جاؤ گی؟"

"اگر ممکن ہوا" لڑکی نے اپنے کپڑے ٹھیک کرتے ہوئے مختصر جواب دیا۔

اب انٹونیو بولا:

"لیکن مجھے لوٹنا ضرور ہو" اُس نے مضطرب آواز سے کہا "تاہم میں شام تک انتظار کروں گا۔ اگر آپ نہ آئے — میرے لئے برابر ہو"

"موریلا!" پادری نے کہا "تم ضرور واپس جانا۔ رات بھر ماں کو اکیلا چھوڑنا مناسب نہیں"

موریلا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ آگے بڑھی۔ پادری کا ہاتھ چوما اور اِس طرح سلام کیا کہ ملاح بھی اُس کا مخاطب تھا لیکن انٹونیو نے اُس کی طرف کوئی توجہ نہ کی۔ ٹوپی اُٹھاکر صرف پادری کو تعظیم دی۔ دونوں دو مختلف راستوں پر روانہ ہوگئے۔ انٹونیو تھوڑی دیر تک پادری کو دیکھتا رہا۔ پھر موریلا پر نظر جمادی، جو دھوپ سے بچنے کے لئے آنکھوں پر ہاتھ رکھے چلی جارہی تھی۔ راستہ کی موڑ پر پہنچ کے موریلا ٹھہری اور بلندی پر سے گھوم کر پیچھے دیکھنے لگی۔ اُس کے سامنے خاموش سمندر نیلگوں فرش بچھائے پھیلا ہوا تھا۔ صبح کے سورج کی دلفریب شعاعیں اُس کی سطح پر لوٹ رہی تھیں۔ آسمان صاف شفاف تھا۔ واقعی منظر شاعرانہ اور جذبات انگیز تھا۔ لیکن۔ قسمت کا کرشمہ دیکھو۔ موریلا کی نظریں اُٹھتے ہی انٹونیو کی چمکیلی نظروں سے جا لڑیں۔ دونوں گھبرا سے گئے۔ بیک وقت دونو میں ایک ایسی جنبش ہوئی گویا اُنھوں نے کوئی غلطی کی ہو اور اُسے چھپانا چاہتے ہیں!

موریلا تیزی سے مڑی اور نظروں سے اوجھل ہوگئی۔

(۲)

انٹونیو کو ماہی گیروں کے شراب خانے میں بیٹھے کئی گھنٹے ہوگئے وہ ازحد مشغول معلوم ہوتا تھا۔ بار بار اُٹھتا تھا اور تمام راستوں پر نظر ڈال کے لوٹ آتا تھا۔

موسم میں تبدیلی شروع ہوگئی۔ وہ خیال کرنے لگا اگر رات سے پہلے ہی موسم بدل گیا تو وہ جلد واپسی پر مجبور ہوگی۔

جمیل (مشہور شاعر عرب)

جمیل کا عشق بُثینہ سے مشہورِ عام ہے۔ ابو سہل ساعدی عیادت کو گیا۔ نزع کی حالت تھی۔ جمیل نے کہا "ابو سہل! ایسے آدمی کی بابت کیا کہتے ہو جو خدا سے اس حال میں ملتا ہے کہ اُسنے کسی کا خون نہیں بہایا، شراب نہیں پی، کبھی بدکاری نہیں کی۔ کیا اس کے لئے جنت کی امید ہے؟"

ساعدی نے کہا "بخدا ہاں، مگر وہ کون ہے؟"

"مجھے اُمید ہے کہ میں ہوں" جمیل نے جواب دیا۔

ساعدی نے بُثینہ کا ذکر کیا۔

"دیکھو" جمیل نے آہ سرد بھر کر کہا "یہ دنیا میں میرا آخری دن ہے۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شفاعت سے محروم ہو جاؤں اگر کبھی بُثینہ کی طرف میں نے بدی سے نظر کی ہو"

جب وفات بالکل قریب پہونچی تو جمیل نے اپنے ایک دوست کو بلا کر یہ وصیت کی:

جب میں مرجاؤں، تو گھر کا تمام سامان تمھارا ہے۔ صرف میرے کپڑوں کا ایک جوڑا اس سے الگ ہے۔ تم میری اونٹنی پر سوار ہو کر بُثینہ کے قبیلہ میں جانا اور بلند جگہ پر کھڑے ہو کر میرے کُرتے کا گریبان پھاڑ ڈالنا پھر چلا کر یہ شعر پڑھ دینا:

صدع النعی وما کنی بجمیل ۔۔۔ وثوی بمصر ثواء غیر قفول

موت بے دھڑک آ پہونچی، جمیل سے کوئی رعایت نہ کی۔ وہ اب اس طرح مقیم ہوگیا کہ کبھی واپسی نہ ہوگی۔

ولقد اجر الذیل فی وادی القری ۔۔۔ نشوان بین مزارع ونخیل

میں وادی قری میں کھیتوں اور نخلستانوں میں خوشی خوشی پھرا کرتا تھا۔

قومی بُثینۃ فاندبی بعویل ۔۔۔ وابکی خلیلک دون کل خلیل

بُثینہ! اُٹھ اور نوحہ کر۔ اپنے سب سے بڑے دوست کے لئے!

دوست نے وصیت پوری کردی۔ جمیل نے ۸۲ھ (۷۰۱ء) میں انتقال کیا۔

مہلب بن ابی صفرہ

وفات کے وقت اپنے تمام لڑکوں کو جمع کیا۔ پھر ترکش منگایا اور کہا "کیا تم یہ تمام ایک ساتھ بندھے ہوئے تیر توڑ سکتے ہو؟" اُنھوں نے کہا "نہیں" مہلب نے کہا "اگر الگ الگ ہوں؟" اُنھوں نے جواب دیا "ایک ایک تیر کا توڑنا بالکل آسان ہے" مہلب نے کہا "یہی مثال اتفاق و اتحاد اور جماعت کی ہے۔ ملے رہوگے تو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ الگ الگ ہو جاؤگے تو بہ آسانی ہلاک کردیئے جاؤگے"

۸۳ھ (۷۰۲ء) میں فوت ہوئے

عبد الملک بن مروان

موت کے وقت اپنے بیٹے ولید سے کہا:

"دیکھ میری موت پر بیوقوف عورتوں کی طرح بیٹھ کر آنسو نہ بہانا۔ بلکہ کمر باندھنا، آستین چڑھانا، چیتے کی کھال پہن لینا۔ مجھے میرے گڑھے میں ڈالکر چھوڑ دینا۔ میں اپنا معاملہ خود چکا لوں گا۔ لیکن تم اپنے معاملہ کی فکر کرنا۔ لوگوں کو بیعت کے لئے بلانا۔ جو اپنے سر سے یوں کرے (یعنی انکار کرے) تو تم بھی اپنی تلوار سے یُوں کرنا" (یعنی اُس کی گردن اُڑا دینا)

پھر یزید بن معاویہ کے دونوں لڑکوں: محمد اور خالد کو طلب کیا۔ اُن سے پوچھا "کیا ولید کی بیعت پر نادم ہو؟" اُنھوں نے جواب دیا "ہم ولید سے زیادہ کسی کو بھی خلافت کا حقدار نہیں سمجھتے" عبد الملک نے کہا "واللہ اگر تم کچھ اور جواب دیتے تو فوراً تمھارا سر اُڑا دیتا!" پھر اپنے بچھونے کا کنارا اُٹھا کر دکھایا۔ نیچے شمشیر برہنہ رکھی تھی!

یہ اُس وقت کی گفتگو ہے جب سکرات موت طاری تھی۔ عبد الملک نے کہنا شروع کیا "وہ خدا کتنا بڑا ہے جو چھوٹے بڑے، سب کو بے پروائی سے موت دیتا ہے۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ"

اس لفظ پر روح پرواز کر گئی۔

اصمعی کہا کرتا تھا "میں عبد الملک پر حسد کرتا ہوں۔ کیونکہ اُس نے مرتے وقت کہا تھا "خدایا! میرے گناہ اگرچہ بے شمار ہیں اور بے حد بڑے ہیں، لیکن تیرے عفو کے سامنے بہت کم اور بہت چھوٹے ہیں۔ لہٰذا مجھے معاف کردے!"

کہتے ہیں، عبد الملک نے وفات کے وقت اپنے محل کی کھڑکی سے ایک دھوبی کو کپڑے دھوتے دیکھا تھا۔ اُسنے ٹھنڈی سانس لی اور کہنے لگا "کاش میں اس دھوبی کی طرح ہوتا کہ اپنی روز کی کمائی سے پیٹ پالتا! کاش میں خلیفہ نہ بنا ہوتا!" پھر یہ شعر پڑھا:

لیتنی کنت قبل ما قد بدالی ۔۔۔ فی رؤوس الجبال ارعی الوعولا

ابو حازم نے یہ قول سُنا تو کہنے لگے "الحمد للہ۔ یہ لوگ موت کے وقت اُس بات کی تمنا کرتے ہیں جو ہمیں حاصل ہے۔ لیکن ہم موت کے وقت اُن کی حالت کی آرزو نہیں کرتے!"

۸۶ھ (۷۰۵ء) میں وفات پائی۔

ابن القریہ

مشہور عرب خطیب ابن القریہ کو قتل کرنے کا حجاج بن یوسف نے حکم دیا۔ جلاد تلوار لے کر آیا۔ ابن القریہ نے کہا "خدا حاکم کی درستگی کرے! میں مرنے سے پہلے تین لفظ کہنے کی اجازت چاہتا ہوں جو میرے بعد ضرب المثل ہو کر ہمیشہ زندہ رہیں گی"

حجاج نے کہا "کہہ، کیا کہتا ہے؟"

ابن القریہ نے کہا "ہر اصیل گھوڑا ٹھوکر کھاتا ہے۔ ہر تلوار کند ہو جاتی ہے۔ ہر دانا سے غلطی ہوتی ہے"

حجاج نے کہا "یہ وقت، مذاق کا نہیں ہے۔ جلاد! اپنا کام کر!"

جلاد کا ہاتھ چلا اور ابن القریہ کا سر، زمین پر تھا۔

۸۴ھ (۷۰۳ء) کا یہ واقعہ ہے۔

اخطل

مشہور شاعر اخطل سے موت کے وقت پوچھا گیا "کوئی وصیت؟" کہا "ہاں" پھر اپنے دوست فرزدق کو یہ وصیت کی:

اوصی الفرزدق عند الممات ۔۔۔ بام جریر واعیارہا

(میں موت کے وقت فرزدق کو وصیت کرتا ہوں کہ جریر کی ماں اور اُس کی سوکنوں کا خیال رکھے)

۹۰ھ (۷۰۸ء) میں فوت ہوا

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ امام کوفہ

موت کے وقت سخت خوفزدہ ہوئے۔ لوگوں نے اعتراض کیا کہنے لگے "اس حالت سے زیادہ خطرناک حالت اور کیا ہو سکتی ہے؟ ہر لحظہ ڈر لگا ہے کہ پروردگار کا قاصد پہونچے اور جنت یا دوزخ کی خبر دے۔ قسم خدا کی، میری تمنا ہے کہ قیامت تک میری روح یوں ہی حلق میں پھنسی رہے!"

۹۶ھ (۷۱۴ء) میں انتقال کیا

مروان بن محمد

بنی اُمیہ کا آخری خلیفہ مروان بن محمد جب عباسیوں کے ہاتھ قتل ہونے لگا تو یہ شعر کہے:

الدہر یومان: ذا امن وذا حذر ۔۔۔ والعیش شطران: ذا صفو وذا کدر

زمانہ، دو ہی دن ہیں: امن کا دن اور اندیشہ کا دن۔ زندگی کیا ہے؟ آدھی میں خوشی، آدھی میں رنج۔

وکم علی الارض من خضر ویابسۃ ۔۔۔ ولیس یرجم الا ما لہ ثمر

زمین پر بے شمار خشک و تر چیزیں ہیں، مگر پتھر اُسی درخت پر مارے جاتے ہیں جس میں پھل ہیں۔

قل للذی بصروف الدہر عیّرنا ۔۔۔ ہل عیّر الدہر الا من لہ قدر

زمانے کے انقلاب پر طعنہ دینے والوں سے کہدو کہ زمانہ اُسی کے خلاف ہوتا ہے جو کوئی درجہ رکھتا ہے۔

اما تری البحر تعلو فوقہ جیف ۔۔۔ وتستقر باقصی قعرہ الدرر

تم دیکھتے نہیں دریا ہی کی سطح پر مُردے تیرتے ہیں لیکن موتی اُس کی تہ میں بیٹھے رہتے ہیں۔

وان تکن عبثت ایدی الزمان بنا ۔۔۔ ونالنا من تجنی بوسہ ضرر

اگر زمانے کے ہاتھوں نے ہمیں ستایا اور اُسکی سختیاں ہم پر پڑی ہیں،

ففی السماء نجوم لا عداد لہا ۔۔۔ ولیس یکسف الا الشمس والقمر

تو کوئی تعجب نہیں۔ آسمان میں بے شمار ستارے موجود ہیں مگر گہن صرف چاند اور سورج ہی کو لگتا ہے۔

۱۳۲ھ (۷۵۰ء) میں قتل ہوا

ابو جعفر منصور

عباسی خلیفہ ابو جعفر منصور نے سفر حج میں مقام "بئر میمون" پر پہونچکر جب اپنی وفات قریب دیکھی، تو اپنے ولی عہد، مہدی کو طلب کیا اُس وقت ابو جعفر کے سامنے ایک بڑا تھیلا رکھا تھا۔ اسمیں کتابیں اور حساب کے کاغذات رہتے تھے۔ کبھی کسی شخص کو اُسے ہاتھ لگانے کی اجازت نہیں دیتا تھا۔

ولی عہد کو دیکھ کر خلیفہ نے کہا:

"فرزند! یہ تھیلا دیکھ۔ اس کی حفاظت کرنا، کیونکہ اس میں تیرے بزرگوں کا علم محفوظ ہے۔ اس شہر (بغداد) کا خیال رکھنا۔ کسی اور شہر کو اپنا پایہ تخت نہ بنانا۔ کیونکہ یہ شہر تیرا اپنا ہے اور اس میں تیری عزت ہے۔ میں نے اُس میں تیرے لئے اتنے خزانے جمع کردیئے ہیں جتنے کبھی کسی خلیفہ نے جمع نہیں کئے تھے۔ حتیٰ کہ اگر دس برس بھی تجھے سلطنت کا خراج نہ ملے تو بھی یہ خزانے جملہ مصارف کے لئے کافی سے زیادہ ہونگے۔ ان کی حفاظت کرنا، کیونکہ اُن کی موجودگی میں تجھے ہمیشہ قوت حاصل رہے گی۔ تیرا گھر آباد رہے گا۔ لیکن میں جانتا ہوں تو اُن کی حفاظت نہیں کرے گا۔

"اپنے خاندان سے نیک سلوک کرنا۔ اُنھیں عزت بخشنا۔ اُن پر احسان کرنا۔ ان کے لئے منبر نصب کرنا۔ اُن کی چوکھٹوں پر لوگوں کو جھکانا۔ کیونکہ اُن کی عزت، تیری عزت ہے۔

"اپنے غلاموں سے نیکی کرنا۔ اپنے قریب رکھنا۔ اُن کی تعداد میں اضافہ کرنا۔ کیونکہ مصیبت کے وقت وہ تیری سپر ہونگے۔

"خراسانیوں کے بارے میں میری نیک وصیت یاد رہے۔ وہ تیرے حامی و مددگار ہیں۔ اُنھوں نے اپنی جان و مال سے تیری مدد کی ہے اُن سے اچھا برتاؤ کرنا۔ اُن کی خطائیں معاف کرنا۔ اُن کے یتیموں اور بیواؤں کی خبر لینا۔

"خبردار! کوئی نیا شہر آباد نہ کرنا۔ کیونکہ تو اُسے پورا نہ کرسکے گا۔ خبردار! عورتوں کو اپنے مشورے میں داخل نہ کرنا۔ یہ میری آخری وصیت ہے"

جب دم لبوں پر آیا تو کہا "بادشاہ وہ ہے جو نہ مرے!"

۱۵۸ھ (۷۷۵ء) میں انتقال کیا

امام سفیان ثوری رح

موت کے وقت نہایت مضطرب تھے۔ کہا گیا "ابو عبد اللہ! یہ اضطراب کیوں؟ کیا آپ اُس ذات کے پاس نہیں جارہے ہیں، جس کی آپنے ہمیشہ عبادت کی اور ہمیشہ اُسی کی طرف بھاگتے رہے؟"

کہنے لگے "تمھارا بھلا ہو! میں ایک ایسے راستہ میں سفر شروع کرنے والا ہوں، جسے میں نہیں جانتا اور اُس پروردگار کے روبرو پہنچنے والا ہوں، جسے میں نے دیکھا نہیں ہے!"

۱۶۱ھ (۷۷۸ء) میں وفات پائی۔

عبد اللہ بن عبد العزیز

موت کے وقت کہنے لگے "خدا کی نعمت کا ذکر کرتا ہوں۔ اگر پوری

بصائر و حکم

عالم انسانیت موت کے دروازہ پر!

مشاہیر عالم اپنے اوقات وفات میں!

اکابر تاریخ اسلام کے مختصر وفیات

ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ

وفات کے قریب آپنے اپنی وصیت لکھوائی اور حضرت عثمان اور ایک انصاری کے ہاتھ مسجد میں بھیج دی تاکہ مسلمانوں کو سُنا دی جائے۔ وصیت حسب ذیل تھی:

"بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ ابوبکر بن ابی قحافہ کی وصیت ہے جبکہ وہ دنیا سے رخصت ہو رہا تھا اور آخرت میں داخل ہو رہا تھا۔ یہ ایسے وقت کی وصیت ہے جبکہ منکر ایمان لے آتا، فاجر بدبختی میں پڑتا، اور جھوٹا بھی سچ بولنے لگتا ہے۔ میں نے تم پر عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) کو امیر بنایا ہے۔ اگر وہ عدل کرے اور تقویٰ برتے، تو اُس کی بابت میرا یہی گمان اور یہی امید ہے۔ لیکن اگر وہ بدل جائے، تو میں نے تحتی الوسع بھلائی چاہی ہے غیب کا علم، خدا کے سوا کسی کو نہیں"

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے "میرے والد مرض موت کے آخری دنوں میں بے ہوش ہو گئے۔ میری زبان سے بے اختیار نکل گیا "افسوس، میرے باپ کو سخت بیماری لاحق ہو گئی ہے" اتنے میں ان کی آنکھ کھل گئی تو فرمایا "نہیں، یہ بیماری نہیں ہے، وہ چیز ہے جس کی نسبت خدا نے فرمایا ہے وجاءت سکرۃ الموت بالحق، ذلک ماکنت منہ تحید۔ پھر پوچھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کتنے کپڑوں میں کفنایا گیا تھا؟ میں نے عرض کیا، تین کپڑوں میں۔ پھر پوچھا، انھوں نے کس دن وفات پائی تھی؟ عرض کیا۔ پیر کے دن۔ پوچھا، آج کونسا دن ہے؟ میں نے کہا۔ پیر کا دن ہے۔ فرمایا: میں خدا سے امید کرتا ہوں کہ آج رات اور دن کے درمیان میری موت واقع ہو جائے۔ پھر اپنے کپڑوں کی طرف دیکھا اور کہا: دو مزید کپڑے ملا کر انہی میں مجھے کفنا دینا۔ میں نے کہا۔ یہ تو پُرانا ہے۔ فرمایا: الحی احوج الی الجدید من المیت انما ہو للمہنۃ والصدید۔ زندہ انسان بمقابلہ مردہ کے نئے کپڑے کا زیادہ حاجت مند ہے۔ اور کفن تو ریم اور خون کے لئے ہے!

جب وفات ہوئی تو یہ دعا ر یوسفی آپکے زبان پر تھی: توفنی مسلماً والحقنی بالصالحین! خدایا! اس حالت میں موت دے کہ مسلم ہوں، یعنی تیرا فرمانبردار ہوں، اور ایسا کر کہ صالح انسانوں کے ساتھ میرا شمول ہو!

تاریخ وفات ۱۳ھ (۶۳۴ء)

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

وفات کے وقت اپنے صاحبزادے عبد اللہ سے فرمایا:

"میرا چہرہ زمین پر رکھدے، شاید خدا مجھ پر مہربان ہو جائے اور رحم کرے!"

آخری کلمۂ وصیت اہل ذمہ یعنے غیر مسلم رعایا کی نسبت تھا:

"میں اپنے جانشین کو وصیت کرتا ہوں کہ وہ غیر مسلم رعایا کے لئے اللہ اور اُس کے رسول کی ذمہ داری یاد رکھے۔ اُن سے جو اقرار کئے گئے ہیں، ہمیشہ پورے کئے جائیں، اُن کی اُن کے دشمنوں سے حفاظت کی جائے، اُن پر کبھی سختی نہ کی جائے"

تاریخ وفات ۲۳ھ (۶۴۴ء)

عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

جب قتل کا یقین ہو گیا تو حضرت علی کو خط لکھا:

"سیلاب، چوٹی تک پہنچ گیا۔ معاملہ، حد سے تجاوز کر گیا۔ خط دیکھتے ہی میرے پاس آؤ۔ موافقت میں یا مخالفت میں"

خط کے آخر میں یہ شعر لکھا:

فان کنت ماکولا فکن خیر آکل
والا فادرکنی ولما امزق

(اگر میرے لئے یہی صورت رہ گئی ہے کہ میں کسی کا نوالہ بنوں تو سب سے بہتر کھانے والے تم ہو۔ ورنہ میرے ٹکڑے اڑ ذرے سے پہلے مجھ آکر بچالو)

۳۵ھ (۶۵۵ء) میں شہید ہوئے

سلمان فارسی رضی اللہ عنہ

وفات کے وقت بہت حسرت ظاہر کرنے لگے۔ لوگوں نے کہا "اے ابو عبد الرحمن! آپ کو کس چیز پر افسوس ہے؟ جواب دیا "میں دنیا پر افسوس نہیں کرتا۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک وصیت کی تھی۔ فرمایا تھا "تمھارے پاس مسافر کے زادراہ بھر سامان ہونا چاہئے" میں ڈرتا ہوں، ہم نے اِس وصیت پر عمل نہیں کیا۔ کیونکہ میرے گرد یہ چیزیں جمع ہیں"

یہ کہہ کر گھر کے سامان کی طرف اشارہ کیا۔ دیکھا گیا تو گھر میں کل سامان، ایک تلوار، ایک طشت، ایک پیالہ تھا!

۳۶ھ (۶۵۶ء) میں انتقال ہوا

امام حسن علیہ السلام

وفات کے وقت بار بار انا للہ وانا الیہ راجعون کہنا شروع کیا۔ آپکے صاحبزادے نے عرض کیا "آپ بھی دُنیا پر افسوس کرتے ہیں؟" فرمایا "فرزند! دُنیا پر نہیں، خود اپنے نفس پر افسوس کرتا ہوں، کیونکہ اُس جیسی کوئی چیز مجھے کبھی نہیں ملی!"

۵۰ھ (۶۷۰ء) میں انتقال کیا

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

وفات کے وقت رونے لگے۔ سبب پوچھا گیا۔ کہا:

"اِس لئے روتا ہوں کہ سفر بہت دراز ہے، زادراہ بہت کم ہے۔ میں جا رہا ہوں۔ نہیں معلوم جنت میں مقام ہو گا یا دوزخ میں؟"

۵۹ھ (۶۷۸ء) میں فوت ہوئے

سعید بن العاص رضی اللہ عنہ

وفات کے وقت اپنی اولاد سے کہا "میری وصیت کون قبول کرے گا؟" بڑے نے کہا "میں" کہنے لگے "میرا قرضہ ادا کرنا ہو گا" پوچھا "کتنا ہے؟" کہا "۸۰ ہزار دینار!" پوچھا "کیوں لیا تھا؟" جواب دیا:

"دو قسم کے آدمیوں کی ضرورتیں پوری کرنے میں: شریف النفس غریبوں کی۔ اور حیا سے سوال نہ کرسکنے والوں کی۔ یہ مجبور ہو کر آتے تھے۔ مگر شرم سے مانگ نہ سکتے تھے۔ فرط حیا سے چہرہ سُرخ ہو جاتا تھا۔ میں سوال سے پہلے ہی اُنھیں دے دیتا تھا"

۵۹ھ (۶۷۸ء) میں فوت ہوئے۔

سعید بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ

بڑے خوددار اور بلند ہمت تھے۔ مرض الموت میں مشورہ دیا گیا "بیمار، کراہنے سے راحت پاتا اور طبیب سے اپنی حالت بیان کرنے سے مطمئن ہوتا ہے"

کہنے لگے "کراہنا، بزدلی ہے، عیب ہے۔ خدا ہرگز میرا کراہنا نہیں سُنے گا تاکہ اُس کے حضور بزدل نہ ٹھہروں۔ رہا طبیب، تو واللہ، خدا کے سوا کسی کو بھی اپنے اوپر اختیار نہیں دوں گا۔ خدا چاہے تو مجھے رکھے، چاہے اُٹھالے!"

ربیع بن خثیم رضی اللہ عنہ

فالج میں مبتلا ہوئے۔ کہا گیا "دوا کیوں نہیں کرتے؟" جواب دیا "میں دوا کا فائدہ جانتا ہوں، مگر نہ مریض ہی زندہ رہے گا نہ طبیب پھر دوا کیوں کروں؟"

۶۴ھ (۶۸۳ء) میں وفات پائی

معاویہ بن یزید بن معاویہ

وفات کے وقت مشورہ دیا گیا "اپنے خاندان میں سے کسی کو خلیفہ مقرر کر جائیے"

جواب دیا "میں نے خلافت سے نہ زندگی میں فائدہ اٹھایا نہ مرنے کے بعد اُس کا بوجھ اٹھاؤں گا۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ بنی امیہ اُس کی شیرینی لیں اور میرے حصے میں تلخی آئے"

۶۴ھ (۶۸۳ء)
میں وفات پائی

(بقیہ مضمون صفحہ)

کو اٹھا لینا چاہا۔ مگر فوراً ہی اُسی تیزی سے اپنا داہنا ہاتھ تھامے پیچھے ہٹ گیا۔ اُس کے ہاتھ سے خون کا فوارہ چھوٹ رہا تھا۔ موریلا نے اُسے پوری قوت سے کاٹ کھایا تھا۔

"ہا! ہا!" موریلا قہقہہ مار کر ہنسی:

"مجھے تیرا حکم ماننا پڑے گا؟" وہ جوش سے چلائی "میں تیری لونڈی ہوں؟"

یہ کہہ کر وہ خود سمندر میں پھاند پڑی۔ ملاح کی نظروں سے غائب ہو گئی پھر نمودار ہوئی۔ اُس کے کپڑے جسم سے چمٹ گئے تھے۔ بال کھل گئے تھے بڑی طاقت و مہارت سے پیر رہی تھی۔ اُسنے کوئی لفظ نہیں کہا۔ کشتی سے دور ہونے لگی۔ ساحل کی طرف جانے لگی۔

مضمون تک پڑھی۔

قرأت ختم ہونے پر اُن میں سے ایک نے اور بھی زیادہ خوش الحانی مگر عجمیت کے ساتھ ایک دعا مانگی۔ اسمیں سلطان محمد فاتح کا ذکر تھا جو اس مسجد کا گویا بانی ہے۔ نیز ایک اور سلطان کا بھی نام لیا مگر ہم سمجھ نہ سکے۔

ترک خطیب

اب خطیب منبر پر کھڑا ہوا۔ خطبہ دیا۔ یہ خطبہ عربی زبان میں تھا۔ مگر اس کا لہجہ ہم عربوں کے لئے ناقابل فہم تھا۔ ہم خطبہ کا صرف پہلا جملہ سمجھ سکے جو یہ تھا: "الحمد للہ، الحمد للہ، الحمد للہ الذی انعم علی المؤمنین بختم القرآن"

خطیب نے خطبہ کے آخر میں "جیوش المسلمین وعساکر الموحدین" کے لئے دعا کی اور ترکی جمہوریت کے بقا و دوام کی التجا پر خطبہ ختم کیا۔

ترک نمازی

ترک نمازیوں کے آداب دیکھ کر میں بہت متأثر ہوا۔ نہایت ہی عقیدت و احترام کے ساتھ صفوں میں بیٹھے تھے۔ از حد خشوع و خضوع، اُن پر طاری تھا، حالانکہ وہ خطبہ و تلاوت میں سے ایک لفظ بھی نہیں سمجھتے تھے۔ مجھے اعتراف کرنا پڑا کہ یہ بہادر قوم، اپنے ایمان میں نہایت راسخ ہے۔ لباس اور وضع قطع میں کتنی ہی تبدیلی ہو جائے، مگر اُس کے ایمان میں کوئی تزلزل نہیں ہو سکتا۔ درحقیقت یہ قوم، تمام مسلمانوں کے لئے قابل فخر ہے۔

نمازی عورتیں

مسجد کے آخری حصہ میں عورتوں کے لئے ایک جگہ خاص کر دی گئی ہے۔ یہ جگہ بھی بھری ہوئی تھی۔ ظاہر ہے کہ بوڑھی عورتیں ہی نماز کی طرف زیادہ راغب ہوتی ہیں۔ چنانچہ ان میں اکثر عورتیں بوڑھی تھیں۔ شاید قدسیہ صوفیہ ایسی ہی نمازی عورتیں اپنے معبد میں دیکھنا پسند کرتی ہے!

مسجد میں عربی تحریریں

اوپر کہہ چکا ہوں کہ مسیحی نقوش کی جگہ جا بجا قرآنی آیتیں اور عربی عبارتیں لکھا دی گئی ہیں۔ چنانچہ درمیانی قبہ کے مرکز کے گرد یہ آیت خط ثلث میں کندہ ہے۔ "اللہ نور السموات والارض، مثل نورہ کمشکاۃ فیہا مصباح، المصباح فی زجاجۃ، الزجاجۃ کانہا کوکب دری یوقد من شجرۃ مبارکۃ زیتونۃ لاشرقیۃ ولا غربیۃ"

محراب میں یہ آیت لکھی ہے "فاسجدوا اللہ واعبدوا"

دیواروں پر جا بجا "اللہ، محمد، ابوبکر، عمر، عثمان، علی، حسن، حسین (رضی اللہ عنہم اجمعین) کے اسمائے گرامی درج ہیں۔

اس کے علاوہ اور بھی بہت سی تختیاں آویزاں ہیں، اور اُن میں بسم اللہ الرحمن الرحیم اور بہت سی عربی نصیحتیں لکھی ہیں۔

یہ تمام کتبے، فن خطاطی کے اعلیٰ ترین نمونے ہیں۔ شاید ہی کہیں اُن کی نظیر مل سکے۔

ایک عجیب وصف

ایا صوفیہ کی عمارت میں یہ عجیب ہندسی وصف موجود ہے کہ اُس میں آواز کتنی ہی آہستہ بلند ہو، اُس کی بازگشت خوب بلند اور بالکل صاف ہوتی ہے۔ چنانچہ امام کے پورے خطبے کی بازگشت در و دیوار سے صاف سنائی دیتی تھی۔ یہ وصف ہم نے کسی دوسری عمارت میں نہیں دیکھا۔

ایا صوفیہ کو کنیسہ بنانے کی برطانی کوشش

ایا صوفیہ کو دوبارہ کنیسا بنا دینے کی کوشش یورپ مدت سے کر رہا ہے مگر سب سے زیادہ خطرناک اور آخری کوشش اُس وقت کی گئی تھی، جب جنگ عمومی کے بعد اتحادیوں نے قسطنطنیہ پر قبضہ کر لیا تھا۔ مسجد کے بالکل قریب اب تک دو چوبی فوجی بارکیں موجود ہیں۔ خالی اور اجاڑ پڑی ہیں۔ وضع سے برطانی فوجوں کی معلوم ہوتی ہیں۔ انھیں دیکھکر مجھے تعجب ہوا۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ مکان اس غرض سے بنائے گئے تھے کہ ان میں انگریز سپاہی رہیں گے، تاکہ مسجد میں نمازیوں کو داخل ہونے سے باز رکھیں۔ اُس وقت اتحادیوں نے یہ مجنونانہ فیصلہ کر لیا تھا اور امروز فردا میں اُس کا اعلان کرنا چاہتے تھے۔ مگر بر وقت ترکوں کو خبر لگ گئی۔ اُن کے کئی ہزار آدمی مسجد میں جمع ہو گئے اور طے کر لیا کہ موت سے پہلے ایا صوفیہ کو گرجا بننے نہیں دیں گے۔ اُنکے ارادے کی خبر ہوا کی طرح پورے شہر میں پھیل گئی اور عام شورش کا سامان ہونے لگا۔

اتحادی ڈر گئے اور اپنا فیصلہ کسی دوسرے مناسب موقع کے لئے ملتوی کر دیا۔ اُنھیں یقین تھا، سال دو سال بعد پوری طرح قابو حاصل کر کے یہ کارروائی کر سکیں گے۔ مگر مشیت الٰہی اس کے خلاف تھی۔ اتحادیوں کو نامراد قسطنطنیہ خالی کر دینا پڑا۔ ایا صوفیہ آج تک مسجد ہی ہے اور انشاء اللہ مسجد ہی رہے گی۔

* * *

دلآزار مذہبی تحریریں اور مسلمانوں کا پچھلا مظاہرہ

اسلام اور سزائے قتل

ایک خط کے جواب میں

الہلال نمبر ۱۳ میں۔ ایک عزیز طالب حق کی جو مراسلت درج کی گئی تھی، افسوس ہے کہ پے در پے سفر اور علالت طبع کی وجہ سے اُس کی طرف متوجہ ہونے کی مہلت نہیں ملی۔ اب اس کے لئے وقت نکال سکا ہوں۔

مذہب اور پیروان مذہب

میرا خطاب عزیز موصوف سے ہے۔

افسوس ہے، اس خط میں آپنے اپنے جو تأثرات ظاہر کئے ہیں، وہ اُسی اصولی غلطی کا نتیجہ ہیں جس سے پرہیز کرنے کا آپنے ارادہ کیا تھا۔ آپ کو یاد ہوگا کہ جب آپ پہلے پہل مجھ سے ملے، اور اپنے دل کے شکوک و اضطراب مجھ پر ظاہر کئے، تو میں نے بعض مقدمات آپکے ذہن نشین کرنے چاہے تھے۔ میں نے کہا تھا کہ یہ وہ بنیادی مقدمات ہیں جن کے بغیر آج طلب حقیقت کی راہ میں ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھایا جا سکتا۔ من جملہ اُن مقدمات کے ایک مقدمہ یہ تھا کہ مذہب اور پیروان مذہب کا امتیاز ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہئے۔ یہ دو مختلف چیزیں ہیں۔ ایک چیز نہیں ہے۔ مذہب کے بارے میں ہماری دو تہائی مایوسیاں صرف اسی غلطی کا نتیجہ ہوتی ہیں کہ ہم بسا اوقات ان دونوں کا بدیہی اختلاف بھول جاتے ہیں۔ میں سب سے پہلی بات جو آپکے علم میں لانی چاہتا ہوں یہ ہے کہ آپنے جستجوئے حقیقت میں ایک بنیادی صداقت معلوم کی تھی اور اب اُس کا سر رشتہ آپکے ہاتھ سے چھوٹا جا رہا ہے اور افسوس ہے کہ آپ متنبہ نہیں ہیں۔

آپ لکھتے ہیں "ایک بڑی مشکل ہم لوگوں کی راہ میں یہ ہے کہ آپ جیسے بزرگ اسلام کی تعلیم اور اسپرٹ جو کچھ ظاہر کرتے ہیں، وہ جب دوسرے مسلمانوں کی تعلیم میں ڈھونڈھی جاتی ہے تو نہ صرف یہ کہ نہیں ملتی بلکہ ایسی ایسی باتیں سامنے آتی ہیں کہ کوئی انصاف پسند دماغ شک و شبہ کے طوفان سے محفوظ نہیں رہ سکتا" سوال یہ ہے کہ اسلام کی جو تعلیم آپکے علم میں آئی ہے، اگر فی الحقیقت آپ مطمئن ہو گئے ہیں کہ وہ اسلام کی تعلیم ہے، تو پھر آپ "دوسرے مسلمانوں" کی تعلیم میں اُسے ڈھونڈھنا کیوں چاہتے ہیں؟ آپ کو "اسلام" کی تعلیم کی تلاش ہے، یا "مسلمانوں" کی تعلیم کی؟ یقیناً یہ دونوں چیزیں ایک نہیں ہو سکتیں۔ ایک چیز تعلیم بہ حیثیت تعلیم کے ہے، اور ایک چیز اُسکے پیروؤں کا فہم و عمل ہے۔

اگر آپ کو اسلام کی تعلیم کی جستجو ہے، تو وہ دنیا کی ہر تعلیمی حقیقت کی طرح صرف اپنے حقیقی سرچشمہ ہی میں ڈھونڈھی جا سکتی ہے، نہ کہ انسانوں کی تعلیم میں اگرچہ وہ انسان اپنے اعتقاد میں مسلمان ہی کیوں نہ ہوں۔ اگر آپکی اُس سرچشمہ تک رسائی ہو چکی ہے (اور کم از کم میرا تأثر آپکی نسبت یہ تھا کہ آپ کو اس کا اعتراف ہے) تو اسکے یہ معنی ہیں کہ آپ اسلام کی تعلیم معلوم کرنے کے لئے خود اسلام تک پہنچ گئے ہیں، اور اس صورت میں آپکے لئے صرف یہی رہ جاتا ہے کہ خود اسلام سے اسلام معلوم کریں، اور جب معلوم ہو جائے تو جہاں تک اسلامی تعلیم کا تعلق ہے، آپکی جستجو ختم ہو جائے۔ بلاشبہ آپ کے لئے یہ بات باقی رہ جاتی ہے کہ مسلمانوں کی موجودہ زندگی میں اُس کا عمل تلاش کریں۔ لیکن "عمل" تلاش کریں۔ یہ نہیں کہ مسلمانوں کے "عمل" کو "اسلام" کی تعلیم قرار دے دیں۔ اگر مسلمانوں کی زندگی میں آپ کو اُس کا عمل نظر آئے، تو آپکو یہ رائے قائم کرنی چاہئے کہ اسلام کی تعلیم پر دنیا کی مسلمان نامی جماعت عمل کر رہی ہے۔ نہ نظر آئے تو افسوس کرنا چاہئے، اور سمجھ لینا چاہئے کہ دنیا کی عالمگیر گمراہیوں میں سے ایک حقیقت یہ بھی ہے کہ مسلمان نامی جماعت بھی اسلام کی تعلیمات پر عامل نہیں۔ میں نہیں سمجھتا یہ قدرتی اور سچا طریقہ چھوڑ کر آپنے غلط روی اور کج اندیشی کی راہ کیوں اختیار کی؟ جہاں آپکو "عمل" دیکھنا چاہئے، وہاں آپ "تعلیم" ڈھونڈھتے ہیں، اور جہاں سے "تعلیم" کی حقیقت کا سراغ مل سکتا ہے، اسے اپنے پیچھے چھوڑ دیتے ہیں؟

عزیز من! میری وہ بات یاد کیجئے جو میں نے بار بار آپکے ذہن نشین کرنی چاہی تھی: دنیا کی کوئی تعلیمی صداقت بھی ایسی نہیں ہے جسکے پیروؤں کا فہم و عمل حجت قرار دے کر ہم حقیقت کی طرف قدم بڑھا سکتے ہوں۔ مذہب کو چھوڑئیے۔ دنیوی اور مادی علوم و صنائع کا کوئی محدود سے محدود گوشہ لے لیجئے۔ کیا اس طریقہ سے ہم ان گوشوں میں بھی حقیقت کی طرف قدم اُٹھا سکتے ہیں؟ جب دنیا کے ایک معمولی مصنف یا عالم کی کتاب کے لئے لاکھوں کروڑوں انسانوں کا فہم و ادعا کچھ مفید نہیں ہو سکتا، اگر کوئی ایسی بات بیان کی جائے جو خود اُس کتاب میں موجود نہ ہو، تو مذاہب عالم کے لئے جن پر انسانی فہم و استعداد کے تغیرات و حوادث کی صدیاں گزر چکی ہیں اور لاکھوں کروڑوں افراد کے احوال و ظروف سے نسلاً بعد نسل اُن کے تعلیمی حقائق متأثر ہو چکے ہیں، کیونکر کسی فرد یا جماعت کا فہم و عمل حجت ہو سکتا ہے؟

سیر فی الارض

اولم یسیروا فی الارض فینظروا کیف کان عاقبۃ الذین من قبلہم

(۳۰: ۸)

سیاحان عالم کے مشاہدات و تاثرات

قدیم قسطنطنیہ پر ایک جدید نظر!

(مصری اہل قلم استاذ مرسی محمود کے قلم سے)

مسجد ایا صوفیہ

سیاحان عالم نے ہمیشہ اعتراف کیا ہے کہ ایا صوفیہ کے مشاہدے سے تعمیری و معنوی جلال و جمال کی جو عظمت انسان کے دل و دماغ کو مسخر کر لیتی ہے، وہ دنیا کی کسی موجودہ عمارت میں نہیں پائی جاتی۔ لندن کے وسٹمنسٹر، پیرس کے بانتھیون، رومہ کے کنیسے، ایتھنز کے کرپول، اقصر کے معبد کرنک، الحمرا کے محل، کوئی بھی اُس نوعیت کی تاثیر نہیں رکھتا، جو ایا صوفیہ کے لئے مخصوص ہے۔ میں نے جلیل القدر توتا خن آمن کی لاش اُس کے پُرشوکت مقبرے میں دیکھی ہے، وہ مقبرہ جس کے اکتشاف نے دنیا بھر کے اعصاب ہلا دیئے ہیں۔ لیکن میرے دل پر وہ اثر نہیں پڑا جو کل ایا صوفیہ کے مشاہدے سے محسوس ہوا تھا اور جو شاید زندگی بھر محسوس ہوتا رہے گا!

کنیسۂ ایا صوفیہ، اب مسجد ایا صوفیہ بن گیا ہے۔ یہی بہتر اور مناسب بھی تھا۔ کیونکہ قدیسۂ صوفیہ، جس کے نام پر یہ عمارت بنائی گئی ہے، عرف و عادت کے اعتبار سے، ایک مستقل معبد بننے کی مستحق نہیں ہے۔

یہ عظیم کنیسا، جسے کوسطنطین نے شہیدۂ قدیسہ صوفیہ کی یادگار بنانے کے لئے تعمیر کیا تھا، اور جسے عظیم اسلامی بادشاہ محمد ثانی نے مسجد بنا دیا، صدیوں پر صدیاں گزر جانے کے بعد بھی اپنے مسیحی مظاہر و خصوصیات برقرار رکھے ہوئے ہے۔ ابتک یہ پورا کنیسا ہے۔ اُس کی صلیبی شکل بدستور قائم ہے۔ اُس کے مختلف حصے، جن کی ترتیب و تنسیق میں صلیبی شکل مدنظر رکھی گئی ہے، ابتک اپنی صلیبیت ہی پر باقی ہیں۔ اُس کے ستون ابتک کوسطنطین اور اُس کی ملکہ کے نشان وفاداری کے ساتھ پیش کر رہے ہیں۔ اُس کے اندر دونوں پہلوؤں میں بپتسما دینے کے حوض اب تک موجود ہیں۔ یہ سنگ مرمر کے ہیں۔ اُن کی شکل مرتبانی ہے۔ ان میں اب نمازی عورتیں وضو کرتی ہیں۔ اُس کی دیواروں پر مقدس نقوش بھی اب تک نظر آتے ہیں، اگرچہ ترکوں نے اُنھیں محو کرنے کی کوشش کی تھی۔ حضرت مریم (علیہا السلام) کی تصویر آج بھی اپنی موثر آنکھوں سے نمازیوں کی صفیں دیکھنے کے لئے موجود ہے۔ ترکوں نے اُس کا مصورانہ نقشہ مٹانے کی کوشش کی کیونکہ اسلام کی عبادت گاہ اس نشان شرک کی متحمل نہیں ہو سکتی تھی، مگر پوری طرح نہ مٹ سکا شاید یہ اُس کا "معجزہ" ہے کہ وہ ایک ایسے تاریک حصے میں ہے جہاں سے وہ سب کو دیکھتی ہے، مگر اُسکو سب دیکھ نہیں سکتے!

یہ عجیب اتفاق ہے کہ اُس کی محراب — حالانکہ وہ کنیسا تھی۔ بغیر کسی ترمیم کے مسجد کی محراب بن گئی۔ کیونکہ ٹھیک قبلہ کی سمت میں واقع تھی۔ یہی سبب ہے کہ نماز میں تم اپنے آپ کو ایسے رنگین شیشوں کے سامنے پاؤ گے جو صرف کنیسوں ہی میں استعمال کئے جاتے ہیں۔ تمھاری نگاہ جدہر اُٹھے گی، آیات قرآنی اور عربی عبارتیں نظر آئیں گی، مگر تم یہی محسوس کرو گے کہ مسجد میں نہیں، مسیحی کنیسے میں ہو۔ کیونکہ ایا صوفیہ کی مجموعی ہیئت اب تک بالکل کنیسے ہی کی ہے۔

اس محراب کے قریب، جو صلیب کا سر پیش کرتی ہے، سنگ مرمر کا وہ منبر ابتک قائم ہے جس پر مسیحی خطیب کھڑا ہوتا تھا۔ اسی کے بالمقابل ایک اور منبر بنایا گیا ہے۔ اُس پر اسلامی خطیب کھڑا ہوتا ہے۔ یہ دونوں منبر گویا تاریخ کے دو اہم صفحے ہیں اور کبھی محو ہونے والے نہیں!

مسجد کے ساتوں فولادی پھاٹک اتنے عظیم الشان ہیں کہ مستحکم قلعوں کے پھاٹک معلوم ہوتے ہیں۔ ہر پھاٹک کی فولادی چادر پر صلیب بنی ہے۔ ترک فاتحوں نے اُس کا اُفقی خط مٹا دیا ہے۔ لیکن طولی خط ابتک ویسا ہی موجود ہے جیسا قدیم عہد میں تھا۔

میں زیادہ تفصیل کرنی نہیں چاہتا۔ کیونکہ بے فائدہ ہے۔ کتنی ہی کوشش کروں، قارئین، اصلیت کا عشر عشیر بھی تصوّر نہ کر سکیں گے۔ مختصر یہ ہے کہ سابق کا یہ کنیسا اور حال کی مسجد، ایک ایسی عمارت ہے جس سے زیادہ خوبصورت اور شاندار عمارت، انسانی آنکھ اس وقت صفحۂ زمین پر کہیں نہیں دیکھ سکتی!

باز لیک

ایا صوفیہ میں نماز جمعہ ادا کرنے کا ہم نے ارادہ کیا۔ لیکن مسجد میں جانے سے پہلے باز لیک میں داخل ہوئے۔ باز لیک، ایا صوفیہ کے قریب واقع ہے۔ یہ دراصل زمین کے نیچے ایک بہت بڑا حوض یا رومانی وضع کا تالاب ہے۔ تقریباً ۳۳۶ ستونوں پر قائم ہے۔ اس سے مقصود یہ تھا کہ دشمن کے محاصرے کے وقت اس میں پانی محفوظ رکھا جائے، تاکہ شہر پیاس سے ہلاک نہ ہو جائے۔ یہ تالاب، ایک سرنگ کے ذریعہ ایا صوفیہ سے ملا دیا گیا ہے اور آسانی سے آمد و رفت ممکن ہے۔

ایا صوفیہ میں نماز جمعہ

باز لیک کی سیر سے فارغ ہو کر ہم نماز جمعہ کے لئے روانہ ہوئے۔ ہمیں یہ دیکھنے کا از حد شوق تھا کہ ترکی کے موجودہ اجتماعی انقلاب کے بعد ہیٹ پوش ترک نماز پڑھتے ہیں یا نہیں؟ اگر پڑھتے ہیں تو ہیٹ کے ساتھ کیونکر پڑھتے ہیں؟

لیکن مسجد میں داخل ہوتے ہی ہماری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی ہم نے دیکھا، مسجد نمازیوں سے لبریز ہے۔ جب کبھی ایا صوفیہ کی بابت کہا جائے کہ لبریز ہے، تو سمجھ لینا چاہیئے کہ ہزارہا آدمی اُس میں موجود ہیں۔ ممکن ہے ۱۰ ہزار ہوں۔ ممکن ہے بیس ہزار ہوں۔ ممکن ہے ۵۰ ہزار ہوں۔ تعداد کا صحیح اندازہ کون کر سکتا ہے؟

یہ دیکھ کر ہمیں اور بھی تعجب ہوا کہ سب ہیٹ پہنے ہیں۔ اُس وقت ہمیں معلوم ہوا کہ ترکوں نے جو ہیٹ پہنی ہے، وہ یورپین ہیٹ نہیں ہے۔ ترکوں نے اُسے بھی ایا صوفیہ کی طرح مسلمان کر لیا ہے۔ یہ ہیٹ، مسجد میں بھی اُنکے سروں پر موجود تھی۔ اور اللہ کی عبادت سے روک نہیں سکتی تھی!

ابھی ہماری حیرت بدستور باقی تھی۔ ہم سوچتے تھے، اس ہیٹ کے ساتھ لوگ نماز کیسے پڑھیں گے؟ لیکن ہم نے دیکھا، جو آدمی نماز کے لئے اُٹھتا ہے، ہیٹ اپنے سامنے رکھ لیتا ہے اور جیب سے معمولی کپڑے کی ٹوپی نکال کر پہن لیتا ہے۔ بہت سے لوگ ایسے بھی تھے جن کے پاس خاص ٹوپیاں نہ تھیں۔ وہ رومال سر پر باندھ لیتے تھے۔ خود ہم نے بھی اسی طرح نماز پڑھی۔ بعض ایسے بھی تھے جو نرم ہیٹ پہنے تھے۔ انھوں نے نماز کے وقت اپنی ٹوپیاں گھما دیں۔ بلند کنارا پیچھے کر دیا اور پست کنارا سامنے، تاکہ رب العالمین کے حضور اپنا ماتھا زمین پر رکھ سکیں!

ترک قاری

ہم اسلامی اور مسیحی دونوں منبروں کے مابین بیٹھے۔ ہم سے کچھ فاصلہ پر سنگ مرمر کے ۶ بلند پایوں پر ایک وسیع بیٹھک تھی۔ اُس پر چار ترک قاری بیٹھے خوش الحانی سے قرآن پڑھ رہے تھے۔ ہر قاری ایک ایک گوشہ میں تھا۔ چھوٹی چھوٹی سورتیں تلاوت کرتے تھے۔ ترتیب یہ تھی کہ پہلے ایک قاری پڑھتا۔ پھر اُسی کا اعادہ باری باری باقی تینوں قاری کرتے تھے۔ آخر میں سب ملکر کہتے "سبحان اللہ، الحمد للہ، ولا الہ الا اللہ، واللہ اکبر"

میں نے اپنے عرب رفقا کا امتحان لینا چاہا۔ اُن سے پوچھا یہ لوگ کون سورتیں پڑھ رہے ہیں؟ مگر وہ جواب نہ دے سکے۔ لیکن ہمیں بالآخر معلوم ہو گیا کہ وہ سورۂ الم نشرح اور اُس کے بعد کی سورتیں پڑھ رہے تھے۔ آخر میں اُنھوں نے سورۂ فاتحہ تلاوت کی۔ پھر سورۂ بقرہ،

(بقیہ مضمون صـ۱۷)

دُنیا میرے قدموں کے نیچے آ جائے تو بھی میں اُسے لینے والا نہیں کیونکہ میں ہمیشہ اسی دن سے ڈرتا رہا ہوں جو آج درپیش ہے"

سنہ۱۸۴ھ (سنہ۸۰۰ء) میں انتقال کیا

سیبویہ امام نحو

مشہور نحوی سیبویہ نے وفات کے وقت یہ شعر پڑھا:

یؤمل دنیا لتبقی له   فمات المؤمل قبل الامل

آرزو کرنے والے نے آرزو کی کہ دنیا ہمیشہ باقی رہے۔ لیکن آرزو سے پہلے ہی آرزو کرنے والا مر گیا۔

یہ کہہ کر بیہوش ہو گئے۔ سر بھائی کے زانو پر تھا وہ رونے لگے۔ انھوں نے آنکھ کھول دی۔ اُن کے آنسو دیکھ کر کہا:

وکنا جمیعاً فرق الدہر بیننا   الی الامد الاقصی فمن یامن الدہرا

ہم سب ساتھ تھے، زمانے نے ہمیشہ کے لئے جدا کر دیا۔ پس زمانے پر کون بھروسہ کر سکتا ہے؟

سنہ۱۸۶ھ (سنہ۸۰۲ء) میں وفات پائی۔

اشتہار
کے
لئے

جامع الشواہد

طبع ثانی

مولنا ابوالکلام صاحب کی یہ تحریر سنہ ۱۹۱۹ء میں شایع ہوئی تھی جب وہ رانچی میں نظر بند تھے۔ موضوع اس تحریر کا یہ تھا کہ اسلامی احکام کی رُو سے مسجد کن کن اغراض کے لئے استعمال کی جاسکتی ہے؟ اور اسلام کی رواداری نے کس طرح اپنی عبادت گاہوں کا دروازہ بلا امتیاز مذہب و ملت تمام نوع انسانی پر کھول دیا ہے؟

سنہ ۱۹۱۹ء میں جسقدر نسخے چھپے تھے، مدرسۂ اسلامیہ رانچی کو دے دئے گئے تھے جو بہت جلد ختم ہوگئے۔ اب مصنف کی نظر ثانی کے بعد دوبارہ لیتھو میں چھپی ہے۔ ۱۲- (منیجر الہلال کلکتہ)

حیرت انگیز رعایت

پندرہ روپے کی تین گھڑیاں
صرف دس روپے میں
محصول ڈاک اور پیکنگ بھی معاف

آپ کے لئے + آپ کے کمرہ کے لئے + بیوی کے لئے

قابل دید گولڈن رسٹ واچ | ریلوے ریگولیٹر پاکٹ واچ | مشہور عالم بی ٹائم جرمن میڈ

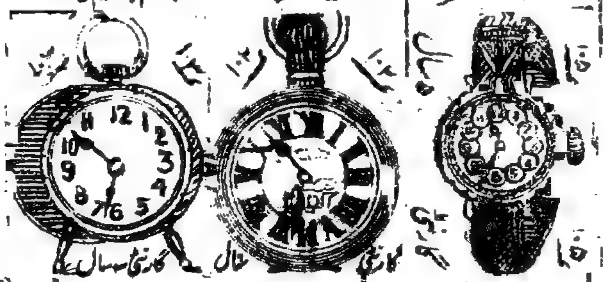

[illegible] خوبصورت مضبوط دیکھنے میں خوبصورت چال کی اچھا [illegible] مضبوط ٹائم کا سچا۔ [illegible] قیمت [illegible] پیکنگ [illegible] معاف [illegible] ابھی [illegible] رعایت [illegible] وقت [illegible] آرڈر [illegible] ختم ہوجانے [illegible] +

[illegible] اسٹاکسٹ [illegible] ایجنسی [illegible]

کیا آپ کو معلوم نہیں

کہ

اسوقت

دُنیا کا بہترین فاونٹین قلم

امریکن کارخانہ "شیفر"

کا

"لائف ٹائم" قلم ہے؟

(۱) اتنا سادہ اور سہل کہ کوئی حصہ نزاکت یا پیچیدہ ہونے کی وجہ سے خراب نہیں ہو سکتا

(۲) اتنا مضبوط کہ یقیناً وہ آپکی زندگی بھر کام دے سکتا ہے

(۳) اتنا خوبصورت، سبز، سرخ اور سنہری بیل بوٹوں سے مزین کہ اتنا خوبصورت قلم دُنیا میں کوئی نہیں

کم از کم تجربہ کیجئے

یاد رکھیے

جب آپ کسی دکان سے قلم لیں

تو

آپ کو "شیفر" کا

"لائف ٹائم"

لینا چاہئے!

طریق جدل اور طریق ہدایت

معلوم نہیں آپکو وہ بات بھی یاد رہی یا نہیں جو میں نے گذشتہ سال آپکے ذہن نشین کرنی چاہی تھی۔ اس راہ میں بحث و جستجو کے ہمیشہ سے دو طریقے رہے ہیں۔ ایک طریقہ وہ ہے جسے قرآن نے اپنی زبان میں جدل کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔ دوسرا طریقہ وہ ہے جسے "ہدایت" کے لفظ سے پکارا ہے۔ "جدل" کے معنی لڑنے جھگڑنے کے۔ "ہدایت" کے معنی سیدھی اور سچی راہ اختیار کرنے کے۔

وہ تمام لوگ جو حقیقت و صداقت کے متلاشی نہیں ہوتے بلکہ کسی خاص خیال اور جذبہ سے اپنی کوئی بات منوانی اور دوسرے کی کوئی بات گرا دینی چاہتے ہیں، طریق جدل پر عامل ہوتے ہیں۔ یہ لوگ اپنے آپکو کتنا ہی حق کا طالب و مطیع ظاہر کریں، لیکن فی الحقیقت وہ حق کے نہیں، اپنی ہوا و نفس کے مطیع ہوتے ہیں۔ وہ سچائی کے متلاشی نہیں ہوتے کہ ہر موقعہ پر اُس کے ظہور و علم کے منتظر رہیں۔ وہ محض اپنے کسی ٹھہرائے ہوئے خیال اور اعتقاد کے بیپاری ہوتے ہیں، اور اس لئے ہمیشہ اسی ڈھونڈھ میں لگے رہتے ہیں کہ کسی نہ کسی طرح اپنی بات منوا دیں۔ مذاہب عالم کے پُرجوش حامیوں، مذہبی مجالس کے زبان دراز مناظروں اور مذہبی بحث و نظر کے بنائے ہوئے نام نہاد علوم میں سر کھپانے والوں کا غالب حصہ اسی طریق جدل کی پیداوار ہے۔

لیکن دوسرا طریقہ طریق "ہدایت" ہے۔ یہ اُن لوگوں کی راہ ہے جو سچ مچ کو سچائی اور حقیقت کے متلاشی ہوتے ہیں، اور منوانے کے لئے نہیں بلکہ ماننے کے لئے قدم بڑھاتے ہیں۔ وہ نہ تو کوئی خاص فریقانہ جذبہ رکھتے ہیں، نہ کوئی خاص فریقانہ دعوی۔ نہ تو اُنھیں کسی خیال اور رائے کی برتری ثابت کر دینے کی پچ ہوتی ہے، نہ کسی خاص خیال اور رائے کو زک دینے کا جوش۔ اُن کی طلب، اُن کی جستجو، اُن کا اعتقاد، اُن کا مشرب، اُن کا حلقہ، اُن کی تمام کد و کاوش کی غرض و غایت، صرف یہی ہوتی ہے کہ حق کی تلاش کی جائے، اور جب مل جائے تو اُسے پہچان لیا جائے۔ اس طریقہ کے رہرو کی ہر بات پچھلے طریقہ سے مختلف ہوتی ہے کیونکہ مقصد اور نظر و فکر کی روح میں بھی اختلاف ہوتا ہے۔ طریق جدل پر چلنے والے سچائی کے نہیں بلکہ سچائی کے نام پر جھگڑنے کے شائق ہوتے ہیں۔ اس لئے اُن کی ہر بات میں ایک جھگڑالو اور کج بحث دماغ کی روح پائی جاتی ہے۔ لیکن طریق ہدایت کا پیرو کسی حال میں بھی جھگڑالو اور کج بحث نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ اُس کی روح طلب حق کی روح ہوتی ہے، اور حق کی طلب اور اُس کی معرفت کا عشق کبھی بحث و نزاع کی نفس پرستیوں کے ساتھ جمع نہیں ہوسکتا۔ فی الحقیقت ان دونوں طریقوں میں نہ صرف اختلاف ہے بلکہ صریح تضاد ہے۔ پہلے کا نتیجہ یہ ہے کہ حق کی طلب و معرفت کی استعداد ہی طبیعت انسانی میں باقی نہیں رہتی۔ دوسرے کا نتیجہ یہ ہے کہ صرف حق ہی کی طلب و معرفت کا استغراق باقی رہجاتا ہے۔ نفس و ہوس کی تمام غفلتیں اور خود پرستیاں معدوم ہوجاتی ہیں۔

جدل یا ہدایت؟

میں نے پہلے بھی کہا تھا، اور اب پھر آپکو توجہ دلاتا ہوں کہ اگر سفر کا عزم ہے تو کیوں پہلے ہی سے اپنی گمراہی کا بھی فیصلہ کرلیں؟ کیوں نہ قدم بڑھانے سے پہلے سوچ سمجھ لیں کہ ہمیں کونسی راہ اختیار کرنی ہے؟ راہیں یہاں دو ہی ہیں۔ ایک وہ جسے قرآن نے اپنی بولی میں "جدل" کہا ہے۔ دوسری وہ جسے "ہدایت" سے تعبیر کیا ہے۔ اگر "جدل" کا شوق ہے، تو واقعہ یہ ہے کہ آج دنیا کے پرستاران مذاہب میں ننانوے ۹۹ فی صدی انسان اسی راہ پر گامزن ہیں۔ آپ بھی اس بھیڑ میں شامل ہوجائیے۔ لیکن اگر حق کی طلب اور سچائی کی لگن ہے، تو پھر ضروری ہے کہ دوسری راہ اختیار کی جائے۔ لیکن دوسری راہ اختیار کرنے کے معنی یہ نہیں ہیں کہ زبان سے اسکا دعوی کیا جائے۔ جہاں تک دعوے کا تعلق ہے، کوئی سخت سے سخت مجادل (جھگڑالو) انسان بھی اس دعوے سے دست بردار ہونا پسند نہیں کرے گا۔ چاہئے کہ سچ مچ کو جدل و نزاع کی جگہ سچائی کے ایک سچے اور بے نفس متلاشی کی رُوح آپکے اندر پیدا ہوجائے۔ اس صورت میں آپکے بحث و مطالعہ کا انداز ہی دوسرا ہوجائے گا۔ جو چیزیں بقول آپکے آج "شک و شبہ کا طوفان" آپکے اندر پیدا کر دیتی ہیں، اُس حالت میں آپکے لئے مزید یقین کا پیغام اور معرفت حق کا وسیلہ بن جائیں گی!

مذاہب عالم بہ اعتبار حفظ و عمل

اگر ایک شخص "مجادل" نہیں بلکہ طریق "ہدایت" پر عامل ہے، تو وہ بغیر کسی بحث و اختلاف کے تسلیم کرے گا کہ آج جس قدر مذاہب دنیا میں موجود ہیں تعلیمی مصادر کے لحاظ سے اُنھیں تین قسموں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

(۱) وہ نہایت قدیم مذاہب جن پر امتداد زمانہ سے انقلاب حالت کے ایسے دور گزر چکے ہیں کہ اب اُنھیں اُن کی حقیقی صورت و حالت میں معلوم کرنا نہایت دشوار ہوگیا ہے۔ اُن کی تعلیم کے مصادر محفوظ نہیں ہیں۔ اُنکی حقیقی تعلیمی روح یک قلم منقلب ہوگئی ہے، اُنکے پیرؤں کی عملی زندگی میں حقیقت کا اب کوئی سراغ نہیں لگایا جاسکتا۔

کسی چیز کی اصلیت و حقیقت معلوم کرنے کے لئے دو طرح کی شہادتیں مل سکتی ہیں: اندرونی اور بیرونی۔ دونوں کا مطلب واضح و معلوم ہے۔ حاجت تشریح نہیں۔ اس قسم کے مذاہب کی حقیقی تعلیم معلوم کرنے کے لئے ہم اُن کی اندرونی شہادتوں پر قناعت نہیں کرسکتے، کیونکہ انقلاب حالت کی وجہ سے اُن کے پیرؤں کی علمی و عملی زندگی اس درجہ بدل چکی ہے کہ اُس سے حقیقت کی شہادت ملنا متوقع نہیں۔ طالب حقیقت کیلئے ضروری ہے کہ وہ بیرونی شہادتوں کی جستجو کرے۔ اگر کوئی ایسی شہادت مل جائے تو اُس کی روشنی میں اُن کی اندرونی حالت پر نظر ڈالے۔

(۲) دوسری قسم اُن مذاہب کی نظر آئے گی جن کی عمر پہلی قسم کے مذاہب سے کم ہے، اور جنھیں نسبتہً اپنی تعلیم کی اشاعت و توسیع کیلئے بہتر زمانہ حاصل ہوا تھا۔ اس لئے اگرچہ اُن پر بھی انقلاب حالت کے وہ تمام دور گزر چکے ہیں جو اصلیت کو محرّف اور مبدّل کر دیتے ہیں اور عملی روح یک قلم مفقود ہوجاتی ہے، تاہم اُن کی تعلیم کے بنیادی سرچشمے اس حد تک ضرور موجود ہیں کہ ایک طالب حق اُن سے اندرونی شہادت حاصل کر سکتا ہے، اور تغیر و تحریف کے بے شمار پردے پڑ جانے پر بھی اصلیت کی جھلک نظر آجاتی ہے۔

البتہ یہ اندرونی شہادت اس درجہ واضح اور قطعی نہیں ہے کہ بیرونی شہادتوں کی ضرورت نہ ہو۔ ضروری ہے کہ کوئی مضبوط شہادت باہر سے بھی حاصل کی جاسکے، ورنہ حقیقت کا قابل یقین فیصلہ نہیں ہوسکے گا۔

(۳) اگر ہم نے صحت نظر کے ساتھ ان دونوں قسموں پر نظر ڈال لی ہے، تو ضروری ہے کہ ایک تیسری اور آخری قسم بھی سامنے آجائے۔ یہ وہ قسم ہے جس کا ظہور دنیا کے تمدن و علوم کی اشاعت و تنظیم کے زمانے میں ہوا، اور اس لئے ایسے وسائل اُسکے لئے بہم ہوگئے کہ تعلیمی مصادر کے تلف ہونے یا کمی بیشی سے محرّف ہوجانے کا کوئی کھٹکا باقی نہیں رہا۔ جس طرح اُس زمانے میں جبکہ اُس کا نیا نیا ظہور ہوا تھا، اُس کی تعلیم اپنی حقیقی صورت و حالت میں دیکھی جاسکتی تھی، ٹھیک اُسی طرح آج بھی ہر آنکھ دیکھ لے سکتی ہے۔ البتہ انقلاب حالت کے وہ تمام دور جو جمعیت بشری کی دائمی و عملی زندگی پر گزرا کرتے ہیں، اُس پر بھی گزرے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اُس کے فہم و عمل کی رُوح روز بروز کمزور پڑتی گئی۔ یہاں تک کہ اُس کی حقیقی تعلیم کے مقابلہ میں، اُسکے پیرؤں کی عملی ذہنیت نے بہ حیثیت مجموعی ایک نئے قسم کا نقشہ پیدا کر دیا۔ تاہم ایک جویائے حقیقت کے لئے اضطراب و تشویش خاطر کی کوئی وجہ نہیں۔ کیونکہ اُسکے تمام تعلیمی مصادر اپنی اصلی حالت میں موجود ہیں، اور وہ اس قدر واضح، اس قدر مختصر، اسقدر سہل الحصول ہیں کہ ہر طالب حقیقت طلب و معرفت کا ایک قدم بڑھا کر اُن تک پہنچ جاسکتا ہے، اور جیسی کچھ بھی اصلیت ہے اُس کے سامنے روشن ہوجاسکتی ہے۔

چونکہ اس آخری قسم کے تمام تعلیمی مصادر محفوظ، مدوّن، اور ہر انسان کے دسترس میں ہیں، اس لئے اس کی حقیقت معلوم کرنے کے لئے کسی بیرونی شہادت کی ضرورت نہیں۔ یہ صرف اپنی اندرونی شہادت ہی سے پہچانی جاسکتی اور پرکھی جاسکتی ہے۔

بلاشبہ اُس کی عملی روح امتداد زمانہ کے موثرات و عوامل سے متاثر ہوچکی ہے، اور اس لئے "تعلیم" اور "عمل" دو مختلف چیزیں ہوگئی ہیں تاہم یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اُسکی عملیت کی بنیادیں پچھلی دو قسموں کی طرح منہدم ہوگئیں۔ ایک جویائے حقیقت معلوم کرلے سکتا ہے کہ امتداد زمانہ کے یہ تمام تغیرات سطح سے نیچے نہیں اُتر سکے ہیں۔ بنیادیں بدستور قائم ہیں۔

مذاہب عالم میں ہندوستان اور ایران کے قدیم مذاہب پہلی قسم میں داخل ہیں۔ یہودی اور مسیحی مذاہب دوسری قسم میں۔ تیسری قسم سے مقصود اسلام ہے۔

جویائے حقیقت کا فرض

اگر ایک شخص کی راہ وہ راہ نہیں ہے جسے "جدل" سے تعبیر کیا گیا ہے تو وہ مذاہب عالم کی اس صورت حال کے اعتراف میں ہرگز تامل نہیں کریگا، اور اس لئے "تعلیم" اور "عمل" کا اختلاف، یا حقیقی تعلیم اور غیر حقیقی تعلیم کی موجودگی کبھی اُس کے لئے "شک شبہ کا طوفان" پیدا نہیں کرسکے گی۔ وہ دُنیا کی زیادہ سے زیادہ واضح حقیقتوں کی طرح دیکھے گا کہ پیروان مذاہب کا موجودہ عمل و فہم اُن مذاہب کی حقیقی تعلیم کے لئے حجت نہیں ہوسکتا اور یہ ناگزیر ہے کہ جماعت، عمل، اور شخصی ترجمانوں سے بے اثر ہو کر صرف مذہب اور اُس کی "تعلیم" پر اعتماد کریں۔ ورنہ یا تو ہمیں یک قلم مذاہب کے برخلاف فیصلہ کرنا پڑے گا، یا فریقانہ تعصب و انکار میں مبتلا ہوجائیں گے، اور اس طرح فہم حقیقت و اعتدال رائے کی راہیں ہم پر بند ہوجائیں گی۔

جہاں تک اسلام کا تعلق ہے، شاید ہی دُنیا میں کسی تعلیم کی حقیقت و اصلیت کا ادراک اسقدر آسان اور سہل ہو، جسقدر اسلام کا ہے۔ اوّل یہ کہ اُس کی تعلیمی اصل اس طرح محفوظ اور مرتب دنیا کے ہر انسان کے دسترس میں ہے، کہ بغیر کسی علمی تحقیق و کاوش کے ہر شخص حاصل کر لے سکتا ہے اور اُس کے مطالب سے واقف ہوجاسکتا ہے۔ ثانیاً اُس کے تمام مصادر اس طرح مسلّم اور طے شدہ ہیں کہ اس بارے میں کسی اشتباہ کی گنجایش نہیں۔ ثالثاً تعلیمی مصادر کی جتنی بھی مقدار ہے، بہت مختصر ہے۔ اتنی مختصر ہے کہ اگر ایک معمولی درجہ کا تعلیم یافتہ انسان چاہے تو ایک دن کے اندر معلوم کرلے سکتا ہے کہ اسلام کے تعلیمی مصادر کے مطالب کیا کیا ہیں۔ سوال یہ ہے کہ جب ایک تعلیم اس درجہ واضح اور سہل ہمارے سامنے موجود ہو، تو کیا کسی انصاف پسند "غیر مجادل" انسان کے لئے جائز ہوسکتا ہے کہ وہ اُس کے فہم کے لئے خود اُسپر اعتماد نہ کرے، اور اگر اُس کی تعلیم میں اور بعض انسانوں کے فہم میں اختلاف واقع ہوجائے، تو اپنے آپ کو "شک و شبہ کے طوفان" کے حوالے کردے؟

یہاں تک میں نے صرف اصولی بحث کی ہے۔ اب مجھے آپکے بعض تاثرات اور پیش کردہ سوالات کا جواب دینا چاہئے۔

اگر آپ

علم وکتب کی وسعت اور دستِ طلب کی کوتاہی سے گھبرا گئے ہیں تو کیوں کسی ایسے مقام کی جستجو
نہیں کرتے جہاں دُنیا کی تمام بہترین اور منتخب کتابیں جمع کرلی گئی ہوں؟

ایسا مقام موجود ہے!

J. & E. Bumpus Limited,
350, Oxford Street,
LONDON, W. 1.

جو

دنیا میں کتب فروشی کا عظیم مرکز ہے

اور

جسے ملک معظم برطانیہ اور اُن کے کتبخانہ قصر کے لئے کتابیں بہم پہنچانے کا شرف حاصل ہے!

انگریزی کا تمام ذخیرہ جو برطانیہ اور برطانی نوآبادیوں اور ملحقہ ممالک میں شایع ہوتا ہے

یورپ کی تمام زبانوں کا ذخیرہ

مشرقی علوم وادبیات پر انگریزی اور یورپین زبانوں کی تمام کتابیں

نئی اور پُرانی دونوں طرح کی کتابیں

تمام دُنیا کے ہر قسم اور ہر درجہ کے نقشے

ہر قسم کی تعلیمی کتابوں کے مسلسل سلسلے

بچّوں کے لئے ہر قسم اور درجہ کا ذخیرہ

قیمتی سے قیمتی اور سستے سے سستے ایڈیشن

آپ ہمارے عظیم ذخیرہ سے حاصل کرسکتے ہیں

ہمارے یہاں سے

ہر چھ ماہ کے بعد نئے ذخیرہ کی مفصّل فہرست شایع ہوا کرتی ہے

صرف ہمدرد دواخانہ سے ملیگا

موسم گرما کا نایاب تحفہ

یاد رکھئے

شربت روح افزا ۲۹۲ (رجسٹرڈ)

جو تقریباً ۲۰ سال کے عرصہ میں اپنی بے شمار خوبیوں کی وجہ سے اسم با مسمیٰ ہو کر بلا تفریق مذہب عام ہر دلعزیزی و شہرت مقبولیت حاصل کر کے نہ صرف ہندوستان بلکہ ممالک غیر تک شہرت حاصل کر چکا ہو اور جس کو چشم بد (حریص) سے محفوظ رکھنے کے لئے تمام ہندوستان کے واسطے رجسٹرڈ بھی کرا لیا گیا ہو۔

محترم ناظرین! آپ میں جو اصحاب اس کا استعمال کر چکے ہیں اُن سے تو اس کے تعارف کرانے کی ضرورت نہیں کیونکہ آپکی مسلسل و پیہم مشتاقانہ خریداری اس کی پسندیدگی و قدردانی کی خود دلیل ہو لیکن ہندوستان جیسے وسیع براعظم میں جن لوگوں کو اس کے استعمال کا اب تک اتفاق نہیں ہوا اُن سے اس کی بے شمار خوبیوں میں سے چند عرض کی جاتی ہیں۔

اس کی سب سے بڑی خوبی یہ ہو کہ اس شربت کا استعمال کسی مذہب کے خلاف نہیں۔ دوسری خوبی یہ ہو کہ ہر تندرست انسان بلا قید عمر و مزاج موسم گرما میں خوش ذائقہ و فرحت بخش چیز کی حیثیت سے استعمال کر سکتا ہو۔

ناظرین! یہ شربت کیا ہو؟ اعلیٰ قسم کے فواکہات مثل انگور، سیب، رنگترہ وغیرہ اور بہت سی اعلیٰ ادویہ کا مرکب ہو جو خاص ترکیب اور جانفشانی سے تیار کیا جاتا ہو۔ مفرح قلب ہو۔ خوش ذائقہ ہو۔ تشنگی اور گرمی کے اثرات کو فرو کرتا ہو۔ اختلاج قلب، درد سر و دوران سر، متلی وغیرہ کی شکایت کو رفع کرتا ہو۔ سوداوی امراض کے واسطے عموماً اور گرم مزاج والے اصحاب کے واسطے خصوصاً بہت مفید ہو۔

معنوی خوبیوں کے علاوہ جو استعمال سے تعلق رکھتی ہیں ظاہراً طور پر رنگ دلفریب اور پیکنگ کی صفائی دیدہ زیب ہو اس کی اشاعت سے محض ذاتی نفع مقصود نہیں بلکہ ہم خرما و ہم ثواب کے مصداق پبلک کی خدمت کرنا اور ہندوستانی اشیاء کی ترویج کو ترقی دینا مدنظر ہو۔ ہمیں اُمید ہو کہ آپ بوتل دیکھ کر اور استعمال کر کے جو بیدار شدہ نوخیز ہندوستان کی صنعت کا اُمید افزا نمونہ ہو اور جس کی ہر چیز دیسی ہو۔ خوش ہونگے اور باوجود خرچ زیادہ ہونے کے قیمت اس لئے کم رکھی ہو کہ ہر حیثیت کے لوگ اس سے فائدہ حاصل کر سکیں۔ قیمت فی بوتل ایک روپیہ آٹھ آنے (عہ) حکیموں اور عطاروں کے علاوہ، تاجران شربت کو بشرطیکہ وہ ایک درجن یا اس سے زیادہ خریدیں اور فی بوتل ۲ کمیشن دیا جائیگا

نوٹ: اس شربت کی عام مقبولیت کو دیکھ کر بہت سے ہمارے ہم پیشہ حضرات ناجائز فائدہ اُٹھانے کی مختلف ترکیبیں نکالتے ہیں مثلاً کوئی اس شربت کا ملتا جلتا نام رکھ لیا ہو۔ لہذا آپ

شربت خرید کرتے وقت دھوکا نہ کھائیں بلکہ بوتل پر ہمدرد دواخانہ کا خوشنما لیبل اور اس پر لفظ رجسٹرڈ ضرور ملاحظہ فرمائیں۔

واضح رہے کہ یہ شربت ہمدرد، دواخانہ کی مخصوص چیز ہو اور اصلی صرف ہمدرد دواخانہ دہلی ہی سے مل سکتا ہو۔ فہرست دواخانہ مع جنتری ۱۹۲۷ء کا ڈ آنے پر مفت ارسال ہوگی،

پتہ۔ ہمدرد دواخانہ دہلی

تار کا کافی پتہ ہمدرد، دہلی

اگر آپ انگلستان کی سیاحت کرنا چاہتے ہیں تو

یاد رکھئے

کہ آپکو ایک مستند اور آخرین رہنما گائڈ بک کی ضرورت ہو جو انگلستان کے تمام شہروں سوسائٹیوں

ہوٹلوں، کلبوں، تھیٹروں، رقص گاہوں، قابل دید مقامات اور آثار قدیمہ وغیرہ سے آپکو مطلع

کردے نیز جس سے وہ تمام ضروری معلومات حاصل کیجا سکیں جن کی ایک سیاح کو

قدم قدم پر ضرورت پیش آتی ہو

ایسی مکمل گائڈ بک صرف

ڈنلاپ گائڈ ٹو گریٹ برٹین

The Dunlop guide to Great Bretain

کا

دوسرا ایڈیشن ہو۔ ہندوستان کے تمام انگریزی کتب فروشوں اور بڑے بڑے ریلوے اسٹیشنوں کے بک اسٹال سے مل سکتی ہو

اگر آپ کو

دمہ

(ضیق النفس)

یا

کسی طرح کی بھی معمولی کھانسی کی شکایت ہو تو

تامل نہ کیجئے۔ اپنے سے قریب دوا فروش کی دکان

سے فوراً ایک ٹین

HIMROD

کی

مشہور عالم دوا کا منگوا کر

استعمال کیجئے

مطبوعات الهلال بك ايجنسى

* * *

معارف ابن تیمیه و ابن قیم

دیني علوم کے بیش بہا جواهر ریزي

اس سلسله میں هم نے امامین کي ان نادر و اعلی درجه کي بلند پایه عربي تصانیف کے اُردو تراجم کا سلسله شروع کیا هے ' جنکا مطالعه اصلاح عقائد اسلام اور اشاعت و معارف کتاب و سنت کے لیے نہایت ضروري و ناگزیر هے - امید که یه "سلسلۂ تراجم" بد نصیب هندوستان کي دماغي اصلاح کا کام دے :

اُسوۂ حسنه — امام ابن قیم کي فن سیرت میں شہرۂ آفاق کتاب "زاد المعاد" کے خلاصه کا اُردو ترجمه - بلا جلد ۲ روپے مجلد اڑهائي روپیه -

کتاب الوسیله — لفظ "وسیله" کي بحث کے علاوہ امام ابن تیمیه نے اسلام کے اصل الاصول "توحید" کي مبسوط بحث کي هے - بلا جلد اڑهائي روپیه ' مجلد سوا تین روپیه -

اصحاب صفه — انکي تعداد ' ذریعه معاش ' طریق عبادت اور انکے مفصل حالات بیان کیے هیں دس آنے -

تفسیر سورۃ الکوثر — امام ابن تیمیه کے مخصوص انداز تفسیر کا اُردو ترجمه - چار آنے -

العروۃ الوثقی — خالق و مخلوق کے درمیان واسطه کا فرق بدلائل بیان کیا هے - چهه آنے -

سیرت امام ابن تیمیه — حضرت امام کے ضروري حالات زندگي نہایت خوش اسلوبي سے بیان کیے هیں - نو آنے

نجد و حجاز — علامه سید محمد رشید رضاء مصري کي تازہ کتاب کا اُردو ترجمه - سوا روپیه -

آئمه اسلام — ترجمه رفع الملام عن ائمة الاعلام - بارہ آنے

خلاف الامه — فی العبادات - پانچ آنے

صبح سعادت — یه ایک علمي ' اسلامي ' سه ماهي رساله هے جس کے خریدار کو هم نے کمال کوشش و کاوش سے اُردو ' عربي ' فارسي ' انگریزي ' اور دوسري زبانوں کي تمام اهم اور اعلی مطبوعات کے متعلق بہترین تازہ معلومات بہم پہنچانے کا اهتمام کیا هے - اسکے علاوہ آئمه و اسلام و بزرگان دین کے حالات ' لطائف افسانه ' نظمیں اور ممالک اسلامیه کے معتبر ذرائع سے حاصل کیے هوے حالات درج کیے جاتے هیں - في پرچه ۸ آنه سالانه ۲ روپیه پیشگي -

* * *

منیجر الهلال بك ايجنسى

(حلقه نمبر ٢٤ شیرانواله دروازہ لاهور پنجاب)

"Al-Hilal Book Agency,"
24, LAHORE, PANJAB.

* * *

خط و کتابت کی وقت اپنا نام اور پته صاف لکهیں
اور نمبر خریداری ضرور تحریر فرمائیں

السحر الحلال فی مجلدات الهلال

* * *

گاہ گاہے باز خوان این دفتر پارینه را
تازہ خواهی داشتن گر داغهائے سینه را

* * *

اردو صحافت کي تاریخ میں الهلال هي وہ رساله هے جو اپني تمام ظاهري اور باطني خصوصیات میں ایک انقلاب آفریں دعوت تهي -

الهلال اگرچه ایک هفته وار مصور رساله تها ' لیکن چونکه وہ اردو صحافت کي مختلف شاخوں میں اجتہاد نظر و فکر کي نئي روح پیدا کرني چاهتا تها ' اِس لئے اُس کا هر نمبر مختلف اقسام اور مختلف اذواق کا مجموعه تها - اُس کے هر نمبر میں مختلف ابواب ' مذهب ' سیاست ' ادبیات ' علوم و فنون ' اور معلومات عامه کے هوتے تهے - اور اُسکا هر باب اپني مجتہدانه خصوصیات کے لحاظ سے اپني نظیر آپ هوتا تها - پهر اس کي ظاهري خوبیاں اُردو صحافت میں اعلی طباعت و ترتیب کا پہلا نمونه تهیں - اردو کا وہ پہلا هفته وار رساله تها ' جس میں هاف ٹون تصاویر کے اندراج کا انتظام کیا گیا ' اور ٹائپ میں چهپنے کي وجه سے بہت سي ایسي خوبیاں پیدا هوئیں جو پتهر کي چهپائي میں ممکن نہیں - اِس کي جلدیں جدید اُردو علم ادب کے علمي ' مذهبي ' سیاسي ' اور اجتماعي مواد و مباحث کا بہترین مجموعه هیں - اِن کي مقبولیت و قدر کا اندازہ اِس سے هوسکتا هے که سنه ۱۹۱۸ میں بعض شایقین علم و ادب نے اِس کي تمام جلدوں کا مکمل سٹ سات سو روپیه میں خرید کیا - اور حال میں ایک صاحب نے اِس کي پہلي جلد مکمل (جو دفتر میں بهي موجود نہیں) ساڑهے چارسو روپیه میں حیدرآباد سے خریدي هے - جن لوگوں نے اِس کے پرچے بحفاظت جمع کئے هیں وہ بڑي سے بڑي قیمت پر بهي علحدہ کرنے کیلیے تیار نہیں - پچهلے دنوں "البلاغ پریس" کا جب تمام اسٹاک نئے مکان میں منتقل کیا گیا تو ایک ذخیرہ الهلال کے پرچوں کا بهي محفوظ ملا ' هم نے کوشش کي که شایقین علم و ادب کے لئے جس قدر مکمل جلدیں مرتب کي جا سکتي هیں مرتب کرلي جائیں اور جن جلدوں کي تکمیل میں ایک دو پرچوں کي کمي هو اُنهیں دوبارہ چهپوا لیا جاے -

چنانچه الحمدللہ یه کوشش ایک حد تک مشکور هوئي اور اب علاوہ متفرق پرچوں کے چند سالوں کي جلدیں پوري مکمل هوگي هیں - هم اِس اعلان کے ذریعه شایقین علم و ادب کو آخري موقعه دیتے هیں که اِس قیمتي ذخیرہ کے حاصل کرنے میں جلدي کریں ' چونکه جلدوں کي ایک بہت هي محدود تعداد مرتب هوسکي هے اس لئے صرف اُنهیں درخواستوں کي تعمیل هوسکے گي جو سب سے پہلے پہونچیں گي - هر جلد مجلد هے اور ابتدا میں تمام مضامین کي انڈکس به ترتیب حروف تہجي لگادي گئي هے -

الهلال مکمل جلد دوم ۱۰ روپیه　　الهلال مکمل جلد سوم ۱۰ روپیه
" " " چهارم ۱۰ روپیه　　" " " پنجم ۱۰ روپیه

جلد "البلاغ" (جب دوسري مرتبه الهلال اِس نام سے شائع هوا) قیمت ۸ روپیه

علاوہ جلد اول کے هر جلد کے متفرق پرچے بهي موجود هیں جن میں سے هر پرچه اپنے مضامین کے لحاظ سے ایک مستقل مجموعه علم و ادب هے - قیمت في پرچه ۸ - آنه - محصول ڈاک و پیکنگ اِس کے علاوہ هے -

منیجر "البلاغ پریس"

ان تمام اصحاب کے لئے

جو

قدیم تمدن و صنعت کی قیمتی اشیاء کا شوق رکھتے ہیں

دنیا میں عظیم الشان مقام

I. SHENKER,

118, BROMPTON ROAD, KENSINGTON, LONDON, S. W. 3.

ہے

مغرب و مشرق کے قدیم آثار، پُرانی قلمی اور مطبوعہ کتابیں، پُرانی تصویریں، پُرانے سکے اور نقوش، پُرانے زیور، آرایش و تزئین کا ہر قسم کا سامان، اور ہر طرح کے پُرانے صنعتی عجائب و نوادر، اگر آپ کو مطلوب ہیں، تو ہم سے خط و کتابت کیجئے۔ کم از کم ہماری نمائش گاہوں اور ذخائر کی فہرستیں ہی منگوا لیجئے۔ اہل علم اور اہل دولت، دونوں کے لئے ہمارا ذخیرہ قیمتی ہے۔

نوادر عالم کا یہ ذخیرہ

دُنیا کے تمام حصّوں سے غیر معمولی مصارف و مساعی کے بعد حاصل کیا گیا ہے

دُنیا کے تمام قدیم تمدنی مرکزوں مثلاً مصر، شام، فلسطین، ہندوستان، ایران، ترکستان، چین، وغیرہ ممالک میں ہمارے ایجنٹ ہمیشہ گردش کرتے رہتے ہیں۔

بااین ہمہ

قیمتیں تعجب انگیز حد تک ارزاں ہیں!

برّ اعظم یورپ و امریکہ

اور

مشرق

کے تمام بڑے بڑے محل، کتب خانے، اور عجائب خانے، ہم سے نوادر حاصل کرتے رہتے ہیں۔ قاہرہ کے نئے ایوان شاہی کے نوادر ابھی حال میں ہم ہی نے فراہم کئے ہیں۔

اگر آپ کے پاس نوادر موجود ہیں

تو

آپ فروخت کرنے کے لئے بھی پہلے ہم سے ہی خط و کتابت کیجئے۔ بہت ممکن ہے کہ ہمارا سفری یا مقامی ایجنٹ آپ سے مل سکے۔

۱۹۲۷

الہلال

جلد ۱

نمبر ۱۷

ابلاغ پریس کلکتہ

قیمت

۵ ـ آنہ

دنیا کي بهترین کتابوں کیلئے بهترین رهنما:

تائمز اف لنڈن کا ادبي ضمیمه

یه ضمیمه دنیا کي تمام کتابوں پر هفته وار دلچسپ اور وقیع تبصره کرتا هے -

اسکا معتدل نقد علمي حلقوں میں مسلم هے -

اس میں چند صفحات وقت کے جاري اور زیر بحث ادبي فوائد پر بهي هوتے هیں جنکي اهمیت کا عام طور پر اعتراف کیا گیا هے -

اپنے یہاں کے ایجنت سے تقاضه کیجئے که وه تائمز لنڈن کا هفته وار ادبي ضمیمه آپکے لئے مهیا کرے - لیکن اگر آپ چاهیں تو

The Publisher :

Printing House Square
London, E. C. 4.

سے براه راست طلب کر سکتے هیں

دنیا کے هر معلم اور ماهر فن تعلیم کیلئے

ضروري هے که

تائمز اف لنڈن کا تعلیمي ضمیمه مطالعه کرے

اگر آپ چاهتے هیں که فن تعلیم کے تمام نظري اور عملي تغیرات و ترقیات سے بے خبر نه رهیں' تو آپکو یه ضمیمه بلا ناغه مطالعه میں رکھنا چاهیے -

یه هر هفته اس موضوع پر تمام اهم خبریں اور مباحث جمع کردیتا هے - ماهرین فن اور مشاهیر تعلیم کے قلم سے اسکے صفحات مرتب هوتے هیں -

اپنے یہاں کے ایجنت سے طلب کیجئے -

ورنه

The Publisher,

Printing House Square
London, E. C. 4.

سے طلب کرسکتے هیں -

کیا آپ تجارت کرني چاهتے هیں ؟

اگر آپ چاهتے هیں که یورپ اور امریکه کے تمام بڑے بڑے کارخانوں سے تجارتي تعلقات قائم کریں' نفع بخش ایجنسیاں لیں' هندوستان سے خام پیدا وار بهیجیں' نئي نئي ایجادات سے اپنے ملک کو آشنا کریں' تهوڑي سي محنت اور تهوڑا سا سرمایه لیکر ایک وقیع کار و بار شروع کردیں' تو آپ کو ابتدا میں بہت سي باتیں معلوم کرني چاهئیں - اس طرح کي تجارت کے گر اور بهید سیکهنے چاهئیں - هندوستان کے تمام حلقوں اور یورپ و امریکه کے تمام کارخانوں اور کوٹهیوں کے حالات اور اصول معاملت معلوم کرنے چاهئیں - بغیر اس کے آپ کامیاب نہیں هوسکتے -

اگر آپ چاهتے هیں که بہت تهوڑا سا وقت خرچ کرکے یه ساري باتیں با قاعده علمي اصول پر معلوم کرلیں' تو آپکو چاهیے که هم سے خط و کتابت کریں - هم یه کام به حیثیت ایک ماهر فن کے کر رهے هیں - خط و کتابت کے بعد هي آپکو معلوم هو جائیگا که آپکے مقصد کیلئے هم کس درجه مفید هیں ؟

همارے تعلقات دنیا کے تمام تجارتي حلقوں سے هیں -

M. R. MARSDEN & CO.
Post Box 708.
Clive Street, Calcutta.

برونو مولر اینڈ کو - برلن

* * *

پوسٹ بکس نمبر ۲۴

* * *

BRUNO MULLER & CO. M. B. H.

Berlin-W 35

* * *

Post No. 24.

* * *

هر طرح کي مشینیں جو گرم ملکوں کے میووں کو خشک کرنے اور پهلوں کو محفوظ رکهنے کیلئے ضروري هیں' اس کارخانے میں طیار کي جاتي هیں - تمام دنیا میں اس قسم کي مشینوں کا یه بہترین کارخانه هے - مندرجۂ بالا پته سے خط و کتابت کیجیے -

یاد رکهیے

میووں' ترکاریوں' اور هر طرح کے زرعي مواد کو خشک کرنے بہترین طریقه وه هے جو " نئے سسٹم " کے نام سے متمدن ممالک میں مشهور هے - اس " نئے سسٹم " کے مطابق کام کرنے والي مشینیں صرف اسي کارخانه سے مل سکتي هیں -

Printed and Published by
MASUD HASAN ZUBERI AT THE AL-BALAGH PRESS, 11, BALLYGUNGE CIRCULAR ROAD, CALCUTTA
EDITOR : MAULANA ABU-AL-KALAM AZAD.

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين
القرآن الحكيم

الهلال

ایک هفته وار مصور رساله

نمبر ۱۷　　کلکته : جمعه ۱۷ - ربیع الثانی ۱۳٤٦ هجری　　جلد ۱
Calcutta : Friday, 14. October 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نهین ؟

آج کوئی زبان ترقی نهین کر سکتی اگر وه اپنا ترقی یافته طریق طباعة نهین رکهتی ۔ طباعة کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نهین که حروف کی چهپائی اختیار کی جای ۔ پتهر کی چهپائی مین محدود رهکر اردو کی طباعة کبهی ترقی نهین کر سکتی ۔

اردو کی سب سی بهتر حروف جو اس وقت تك بن سکی هین ، وه هین جن مین الهلال چهپتا هی ۔ اور عربی کا بهترین خط نسخ وه هی جس مین یه سطرین کمپوز کی گی هین ۔ آپ ان دونون مین سی جسی چاهین پسند کر لین ۔ لیکن پتهر کی چهپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین ۔

براه عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی همین اطلاع دیجیی ۔ یاد رکهیی ۔ طباعة کا مسئله آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیاده اهم مسئله هی ۔ ضروری هی که اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین ۔

الهلال

قاریین الهلال کی آراء

اس باری مین اس وقت تك ۱٤۰۱ مراسلات وصول هوی هین ۔ تقسیم آراء حسب ذیل هی :

عربی حروف کی حق مین	۲۰۷	اردو حروف کی حق مین	۳۹۰
موجوده مشترك طباعة کی حق مین	٤۲٤	حروف کی حق مین بشرطیکه نستعلیق هون	۱٤۰
پتهر کی چهپائی کی حق مین	۲٤۰		

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بهی متفق ظاهر کیا هی ۔

آراء کی دیکهنی سی معلوم هوا که اس باری مین بعض اهم تفصیلات پر لوگون کی نظر نهین هی ۔ اور اسلیی شرح وبیان کی ضرورت هی ۔ آینده اس باری مین مولانا به تفصیل اپنی خیالات ظاهر کرینگی مگر ضرورت هی که بقیه حضرات بهی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بهیج دین ۔

الهلال

الهلال

هر جمعه کو نمبر ۱۱ - بالي گنج سرکلر روڈ - کلکته سے شایع هوتا هے

قیمت سالانه مع محصول	- -	باره روپیه
هندوستان سے باهر کیلیے	- -	سوله روپیه
قیمت شش ماهي	- - -	سات روپیه
قیمت في پرچه	- - -	پانچ آنه

---

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر " منیجر الهلال " کے نام سے کي جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکهتے هوں انکے لفافه پر " ایڈیٹر " کا نام هونا چاهیے -

(۲) نمونه مفت ارسال نه هوگا -

(۳) براه عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پته صاف اور خوش خط لکهیے -

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداري لکهیے جسکي اطلاع آپکو وصول قیمت کي رسید میں دیدي گئي هے -

(۵) اگر کسي صاحب کے پاس کوئي پرچه نه پهنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک هفته کے اندر اطلاع دیں - ورنه بصورت تاخیر بغیر قیمت کے روانه نهیں کیا جائیگا -

(۶) اگر آپ دو تین ماه کیلئے ایک جگه سے دوسري جگه جا رهے هیں تو اپنا پته تبدیل نه کرایے ' مقامي ڈاکخانه کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیاده عرصه تک کے لئے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک هفته پیشتر اطلاع دیکر پته تبدیل کرالیں -

(۷) مني آرڈر روانه کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پته ضرور لکهدیں -

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتري فرائض (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیره) سے نهیں هے ٹکٹ ضرور بهیجیے ورنه دفتر پر غیر معمولي خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

جو سورج کو جس طرف سے چاھے نکالے " لیکن سورج کا ایک سمت کي جگه کسي دوسري سمت سے نکلنا کوئي دنیا کا محسوس واقعه نه تھا جو لوگوں کے علم میں ھوتا اور حضرت ابراھیم اُسے اپنے پروردگار کا فعل قرار دے سکتے ۔ نمرود کہه سکتا تھا که اچھا اگر یہي دلیل ھے تو تمھارا پروردگار پورب کي جگه پچھم سے ایک مرتبه نکال دکھائے - اِس پر حضرت ابراھیم کیا جواب دیتے ؟ کیا وہ اپنے پروردگار سے چاھتے که نظام شمسي کا پورا کارخانه درھم برھم کرکے سورج دوسري سمت سے نکلتا ھوا دکھا دے ؟

(۵) علاوہ بریں جب حضرت ابراھیم علیه السلام نے پہلي دلیل سے رجوع کرکے دوسري دلیل پیش کي ' تو ضروري تھا که یه پہلے سے زیادہ واضح و اقطع ھوتي - اُن کي پہلي دلیل یه تھي که موت و حیات کي باگ الله ھي کے ھاتھه ھے - دوسري یه که اجرام سماوي اُسي کے حکم و مشیت سے کام کرتے ھیں - ظاھر ھے که دوسري دلیل پہلي سے زیادہ وزني نہیں کہي جا سکتي - اگر موت و حیات جیسا واضح اور بدیہي معامله خصم کو ساکت نه کر سکا ' تو اجرام سماوي کا معامله کیا مفید اثبات ھو سکتا ھے ؟

میں نے بڑے ھي شوق سے حضرت امام فخر الدین رازي کي تفسیر کبیر دیکھي تھي - کیونکه وہ قران مجید کے مقامات کو عقلي مباحث سے صاف کرنا چاھتے ھیں ۔ مگر میں عرض نہیں کر سکتا که مجھے کس قدر مایوسي ھوئي ؟ لطف یه ھے که انھوں نے پوري تفصیل کے ساتھه یه تمام شبہات خود ھي لکھے ھیں ' لیکن جواب کا جو کچھه حال ھے ' اس کا اندازہ اِس سے کر لیجیے که اُس کے پڑھنے کے بعد اپنے دل کو اور زیادہ شکوک و شبہات میں مبتلا پاتا ھوں -

پہلے شبه پر انھوں نے بالکل توجه نہیں کي ھے - دوسرے شبه کے دو جواب دیے ھیں - ایک یه که ایک دلیل چھوڑ کر دوسري دلیل کا اختیار کرنا مستدل کے لیے جائز ھے - اس میں کوئي حرج نہیں ' کیونکه دوسري دلیل پہلي دلیل سے اوضح ھے - اِسے عام مفسرین کي طرف منسوب کرتے ھیں - دوسرا جواب " محققین " کا جواب قرار دیا ھے - وہ یه ھے که " یه ایک دلیل کو چھوڑ کر دوسري دلیل کا اختیار کرنا نه تھا - بلکه ایک ھي دلیل کي مزید وضاحت کرني تھي : و ھوانا نرى حدوث اشياء لا يقدر الخلق على احداثها ' له امثالة ' منها الاحياء و الاماتة ' و منها السحاب و الرعد و البرق ' و منها حركات الافلاك و الكواكب ' و المستدل لا يجوز له أن ينتقل من دليل على دليل آخر ' لكن اذا ذكر لايضاح كلام مثالا ' فله أن ينتقل من ذلك المثال الى مثال آخر ' فكان ما فعله ابراهيم من باب ما يكون الدليل واحداً ' إلا انه يقع الانتقال عند ايضاحه من مثال الى مثال آخر - و هذ الوجه احسن و اليق بكلام اهل التحقيق " اُس کے بعد آگے چل کر لکھتے ھیں : " لما احتج ابراهيم بالاحياء و الاماتة ' اورد الخصم عليه سوالا لا يليق بالعقلاء ' و هو انك اذا دعيت الاحياء و الاماتة لا بواسطة ' فذلك لا تجد الى اثباته سبيلا ' و ان دعيت حصولها بواسطة حركات الافلاك ' فنظيره او ما يقرب منه حاصل للبشر - فاجاب ابراهيم بان الاحياء و الاماتة و ان حصلا بواسطة حركات الافلاك ' لكن تلك الحركات حصلت من الله تعالى و ذلك لا يقدح في كون الاحياء و الاماتة من الله ' بخلاف الخلق فانه لا قدرة لهم على تحريكات الافلاك " خلاصه اِس تقریر کا یه ھے که پہلي دلیل پر جو نمرود نے اعتراض کیا تو اِس کا مطلب یه تھا که اُس نے کہا ' خدا کي صفت جلانے اور مارنے کي کیسي ھے ؟ وہ بلا واسطه جلاتا اور مارتا ھے ' یا افلاک کي حرکت اور اس کے اثرات کے ذریعه ؟ اگر پہلي بات ھے تو اُس کا اثبات ممکن نہیں - اور اگر دوسري بات ھے تو یه انسان کو بھي حاصل ھے - یعنی وسائط کے ذریعه موت و حیات وجود میں آسکتي ھے - مثلاً مرد اور عورت کے ملنے کے واسطه سے زندہ انسان پیدا ھو سکتا ھے ' اور قتل کے ذریعه ھلاک کیا جا سکتا ھے - اس کے جواب میں حضرت ابراھیم نے اپني دلیل کي مزید وضاحت کي اور فرمایا که احیاء اور اماتت اگرچه افلاک کي حرکات کے واسطه سے ظہور میں آتي ھے ' لیکن افلاک کي حرکت بھي تو خدا ھي کے حکم و مشیت سے ھے - اُس کے سوا کون ھے جو انھیں حرکت میں لا سکے ؟ اور جب اُس کے سوا کوئي دوسرا افلاک کو متحرک نہیں کر سکتا ' تو ثابت ھو گیا که احیاء اور اماتت بھي نہیں کر سکتا -

میں حیران ھوں که اس امام جلیل القدر کي اس تقریر کي نسبت کیا عرض کروں ؟ ان کے جواب سے شبه دور ھوا ھے یا اور زیادہ مضبوط ھوگیا ھے ؟ اول تو یه فرض کرنا که نمرود کا مطلب اعتراض سے واسطه اور بغیر واسطه کا جھگڑا تھا ' کہاں سے ثابت ھوتا ھے ؟ قران مجید میں تو صرف اتنا ھي ھے که " انا احي و اميت " پھر یه کہنا که یه دوسري دلیل کي مزید توضیح ھے ' نئي دلیل نہیں ھے ' کسي طرح بھي سمجھه میں نہیں آتا - افلاک کي حرکت کو بھلا موت و حیات سے کیا تعلق ؟ کیونکر یه استدلال پہلي دلیل کے ساتھه مربوط ھو سکتا ھے ؟ پہلي دلیل کا تعلق جلانے اور مارنے کي صفت سے تھا - دوسري میں سورج کے طلوع و غروب کي جہت سے - اس میں اور موت و حیات کي طاقت و تصرف میں کوئي علاقه نہیں - تعجب ھے که کیونکر امام موصوف ایسي کمزور اور بے ربط بات کو محققین کا مذھب قرار دیتے ھیں اور وثوق کے ساتھه قرار دیتے ھیں -

پھر مفسرین کا یه عام مذھب بھي که دوسري دلیل پہلي سے اوضح ھے ' تشفي پیدا کرنے سے قاصر ھے - صاف بات تو یہي معلوم ھوتي ھے که پہلي دلیل ھي زیادہ واضح اور قطعي تھي -

تیسرے شبه کا جواب امام موصوف نے یه دیا ھے که نمرود دوسري دلیل کا معارضه نہیں کرسکا - اسلیے که ھوسکتا ھے ' خدا نے اُس وقت اُس کے حواس مختل کردیے ھوں - وہ اس قابل ھي نه رھا ھو که اعتراض کرے - سوال یه ھے که اگر معترض اور مشکک کو اسي طرح حواس باختہ کرکے چپ کرادینا تھا ' تو پھر اس مناظرہ کي ضرورت ھي کیا تھي ؟ پہلے ھي سے مخبوط الحواس بنا دیا ھوتا تا که وہ اعتراض ھي نه کر سکتا - علاوہ بریں اگر خدا تعالی کي سنت یہي ھے که جو معترضین انبیاء کرام سے معارضه کرتے ھیں ' ان کے حواس سلب کر لیا کرتا ھے ' تو اس کا مطلب یہي ھو سکتا ھے که انبیاء کرام کے پاس مسکت اور قاطع جواب نہیں ھوتے ' اس لیے غریب معترضین مخبوط الحواس کرکے چپ کرا دیے جاتے ھیں - کیا ایسے جوابوں سے قران مجید کے معارف روشني میں آسکتے ھیں ؟ خصوصاً اِس زمانے میں ؟

خود امام صاحب بار بار اس پر زور دیتے ھیں که " جب ایک دلیل یا مثال خصم کے مقابله میں پیش کي جائے ' اور اُس پر وہ نا فہمي سے اعتراض کردے ' تو مستدل کا فرض ھے که اُس کے اعتراض کي خامي ظاھر کردے اور بغیر اس کے آگے نه بڑھے " اور جب ایک معمولي مناظر کے لیے ایسا کرنا ضروري ھے ' تو ظاھر ھے که ایک نبي اولوالعزم کے لیے کیوں ضروري نہو جس کا مناظرہ تمام دنیا کے سامنے بطور ایک بنیادي صداقت کے پیش کیا جا رھا ھے ؟ " تاھم وہ اس قوت کے ساتھه اعتراض وارد کرکے ' اس کا کوئي کمزور سے کمزور جواب بھي نہیں دیتے ' اور صرف یه کہکر چپ ھو جاتے ھیں که " محققین کي تفسیر پر شبہات وارد

باب التفسير

حضرت ابراهيم اور ايک بادشاه کا مکالمه

آيۂ کريمه ” الم تر الی الذی حاج ابراهيم “ کی تفسير

* * *

ايک استفسار

* * *

(از جناب مولوي محمد عبدالحق صاحب سکندرابادي)

* * *

جيسا که جناب کو معلوم هے ' ميں گذشته سال سے ايک سلسلۂ رسائل کي ترتيب ميں مشغول هوں جن کا مقصد يه هے که قران مجيد کے مطالب حکيمانه ايک ايسے نئے اسلوب سے بيان کيے جائيں که آج کل کي مذهب سے برگشته طبيعتيں اُن سے تشفي حاصل کرسکيں - ايک همدرد ملت رئيس دکن نے اُنکے انگريزي زبان ميں ساتهه ساتهه ترجمه کرانے کا بهي انتظام کر ديا هے ' اور اُميد هے که چند ماه کے اندر اُنکي اشاعت کا سلسله شروع هو جايگا * * * * اِس سلسله ميں قرآن مجيد کے متعدد مقامات هيں جو ايک عرصه سے ميرے سامنے هيں - ليکن حقيقت حال يه هے که جيسا تشفي بخش حل اُنکا هونا چاهيے ' اِس وقت تک نهيں هوسکا هے ' اور جب تک خود اپني طبيعت مطمئن نه هو جائے ' دوسروں کے سامنے قدم اُٹهانا ديانت تحرير کے خلاف سمجهتا هوں - يه عرض کرنا ضروري نهيں که قران مجيد کے فهم و مطالعه کا جسقدر بهي خاکسار ذوق پيدا کرسکا هے ' وه سب جناب هي کے طفيل هے ' اور جناب هي کي تحريرات کے شغف کا نتيجه هے - اِسليے اِن مشکلات ميں بهي جناب هي سے دستگيري کي اُميد هے - اگرچه وه مقامات ايک سے زياده هيں ' مگر سر دست ميں جرأت نهيں کرسکتا که جناب کا زياده وقت لوں - صرف ايک مقام کي نسبت اپنا اِطمينان چاهتا هوں جسکے خاطر خواه حل نه هونے کي وجه سے خاکسار کي زير ترتيب کتاب کا کام رک گيا هے -

سورۂ بقره ميں حضرت ابراهيم عليه السلام اور ايک پادشاه کے مناظره کا ذکر هے جسکي نسبت همارے مفسرين کا بيان هے که وه نمرود تها : الم تر الي الذي حاج ابراهيم في ربه ان اتاه الله الملک ' اذ قال ابراهيم ربي الذي يحي و يميت ' قال انا اُحي و اُميت ' قال ابراهيم فان الله ياتي بالشمس من المشرق فات بها من المغرب ' فبهت الذي کفر ' و الله لا يهدي القوم الظالمين - مضمون اِس آيت کا يه هے که حضرت ابراهيم سے نمرود نے خدا کے باب ميں حجت کي - اسپر اُنهوں نے فرمايا که ميرا پروردگار وه هے جو جلاتا هے اور مارتا هے - يعني زندگي اور موت اُسي کے قبضۂ و تصرف ميں هے - اگر کوئي دوسري هستي خدائي کي مدعي هے ' تو اُسے چاهيے که يه قوت و تصرف اپنے اندر ثابت کرے - نمرود نے اِسکے جواب ميں کها - اگر يهي وصف خدائي کا هے تو يه مجهه ميں بهي هے - ميں بهي جلاتا هوں اور مارتا هوں - حضرت ابراهيم نے يه سنکر فرمايا که خدا پورب سے سورج نکالتا هے - تو پچهم سے نکال دے - اِس پر نمرود مبهوت هوکر رهگيا -

يه دراصل حضرت ابراهيم عليه السلام اور نمرود کا مناظره هے جسميں نمرود کي حيثيت خدائي کے مدعي کي هے اور حضرت ابراهيم اسکے زعم باطل کا بطلان ثابت کرنا چاهتے هيں - اب اس آيۂ کي تفسير ميں چند درچند مشکلات حائل هيں :

(۱) اول يه که جب نمرود خدا هونے کا مدعي تها ' تو ظاهر هے که دليل پيش کرنا اسکے ذمه تها - نه که حضرت ابراهيم کے ذمے جنکي حيثيت منکر کي تهي - ليکن يهاں حضرت ابراهيم اس سے کوئي دليل نهيں مانگتے - بلکه خود اپنے پروردگار کي پروردگاري کي دليل پيش کرديتے هيں که ” الذي يحي و يميت “ اور وه اس سے معارضه کرنے لگتا هے -

(۲) پهر جب اُنهوں نے ايک ايسي دليل بيان فرمادي تهي جس سے بڑهکر واضح اور قاطع دليل نهيں هوسکتي ' تو چاهيے تها که نمرود کے جاهلانه اور طفلانه معارضه کي قلعي کهول ديتے - کيونکه وه اپنے جهل و بلادت سے زندگي بخشنے اور موت دينے کا وه مطلب سمجهه هي نه سکا تها جو موٹي سے موٹي انساني عقل کو بهي سمجهه لينا چاهيے - وه بول اُٹها که يه بات تو مجهے بهي حاصل هے - ضروري تها که حضرت ابراهيم فرماتے ' موت اور حيات بخشنے سے مطلب يه هے که جس طرح وه اَن ديکهي ذات تمام جانداروں کو نيستي سے هستي بخشتي هے ' اور پهر ايک خاص وقت پر فنا کر ديتي هے ' اسي طرح تو بهي ايک چهوٹا سے چهوٹا کيڑا بنا ديکهه - ليکن آپ يه نهيں کهتے ' بلکه فوراً اس دليل کو چهوڑ کر ايک دوسري دليل پيش کر ديتے هيں - يعني سورج کو اسکي معمولي سمت کي جگه دوسري سمت سے نکالدينے کي فرمايش کرتے هيں - اس سے لازم آتا هے که گويا آپنے آپني پهلي دليل کي کمزوري مان لي - اور (نعوذ بالله) نمرود کے معارضه سے لاچار هوگئے - اسليے اسے چهوڑ کر نئي دليل کا سهارا ليا - ايک معمولي مناظر کيليے بهي يه بات دليل عجز هے ' چه جائيکه ايک جليل القدر پيغمبر کيليے -

(۳) پهر دوسري دليل جو پيش کي گئي ' اُس پر بهي شبهات وارد هوتے هيں - قران مجيد ناطق هے که پهلي دليل سے نهيں مگر دوسري دليل سے نمرود لا جواب هو کر رهگيا - مگر اعتراض هو سکتا هے که جس شخص کي شوخ چشمي کا يه حال تها که موت و حيات کے وصف الهي تک کا بيان اُسے چپ نه کرا سکا ' وه اِس دوسري دليل سے کس طرح لا جواب هوگيا ؟ اگر کها جاے ' اس ليے که وه پچهم کی طرف سے سورج نکالنے پر قادر نه تها ' تو جواب يه هے که وه موت و حيات بخشنے پر بهي تو قادر نه تها ؟ جس طرح اس بات کا ايک غلط مطلب ٹهرا کر اُس نے معارضه کر ديا تها اور حضرت ابراهيم ترک دليل پر مجبور هو گئے تهے ' اسي طرح اِس کا بهي کر دے سکتا تها - کهديتا ميں بهي ايسا کر سکتا هوں -

(۴) علاوه بريں دليل کے معنے يه هيں که وه ايسي بات هوتي هے که اس کے اثبات سے مدعا کا ثبوت متحقق هو جاتا هے - ليکن حضرت ابراهيم کي دوسري دليل ايسي معلوم نهيں هوتي - اُس کا اثبات اس مقدمه کے اثبات پر موقوف هے که ” خدا وهي هوسکتا هے

یه اجتماعي قانون نہایت عجیب ھے - کیونکه بظاھر ایک قسم کا تناقض رکھتا ھے - ایک طرف کہتا ھے ' تغیر و تبدل ضروري ھے - نئي چیز لو اور پراني چیزیں چھوڑ دو - دوسري طرف یه بھي کہے جاتا ھے که پراني چیزیں یک لخت فنا نه ھونے دو - اپنے پچھلي مقومات و خصوصیات باقي رکھو - اپني قومي خصوصیات متا کر کوئي قوم ' قوم نہیں رہ سکتي - لیکن في نفسه اِس میں تناقض نہیں ھے - دونوں باتیں اپني جگه ٹھیک ھیں - نئي چیزوں کے اختیار کرنے کا مطلب یه ھے که وہ تمام نئي چیزیں اختیار کر لي جائیں جو قومي مزاج و مصالح کے موافق ھوں - خصوصیات کے باقي رکھنے سے مقصود یه ھے که وہ تمام بنیادي چیزیں قائم رکھي جائیں جو قومي مزاج کا استقلال و اختصاص قائم رکھنے کیلیے ضروري ھیں - یعني رد و قبول اور اخذ و ترک میں اعتدال کا سر رشته ھاتھه سے نه دیا جاے -

بلا شبه اِس قانون کي تطبیق میں اعتدال قائم رکھنا بہت مشکل ھے - چند ھي قومیں اصلاح میں اپنا دماغي توازن قائم رکھه سکي ھیں - یا تو یه ھوا ھے که اپني تمام قدیم عادات و روایات پر اڑ گئیں' اور ایک قدم بھي آگے بڑھنے سے انکار کردیا - یا یه ھوا که فوراً تبدیل و انقلاب پر اُتر آئیں ' اور اپني کوئي بھي قدیم خصوصیت باقي نه رکھي - پہلي صورت تفریط کي ھے - دوسري صورت افراط کي ھے - اور نجات و ترقي توسط و اقتصاد میں ھے -

(قدیم قوموں کا جمود و تقلید)

تبدل کي قابلیت کے معني اس کے سوا کچھه نہیں ھیں که عالم خارجي کي اطاعت کي جائے - قدیم زمانے میں ھر جگه لوگوں کا طرز معیشت تقریباً یکساں تھا - اسي لیے تبدل کی ضرورت بھي کمزور تھي - اُس کي قابلیت آھسته آھسته پیدا ھوتي تھي - حتی که بعض قدیم قومیں صدیوں تک ایک ھي حالت پر قائم رھیں اور تبدیلي کي ضرورت محسوس نه کي - اُن کا تعلق ھمیشه ایسي قوموں سے رھا ' جو اُنھي کي طرح وحشي یا نیم وحشي تھیں - اُن کے سامنے کوئي بہتر نمونه تہذیب و تمدن کا موجود نه تھا - اس لیے ترقي کي رغبت بھي پیدا نه ھوئي ' اور جمود و تقلید کي طبیعت برابر باقي رھي -

قدیم قوموں کے جمود و تقلید کا راز یه ھے که وہ اپني فطرت کي طرف سے مجبور کي جاتي ھیں که اپني زندگي اور زندگي کي بنیادیں محفوظ رکھیں - یہي باعث ھے که اُن قوموں میں فرد کا معامله چنداں اھمیت نہیں رکھتا تھا - بلکه اُس زمانے میں فرد کے لیے جائز ھي نه تھا که مستقل زندگي بسر کرے - وہ قومیں اِسے بالکل قدرتي بات خیال کرتي تھیں که عام مصلحت کے لیے افراد اپني ھستي قربان کر دیں - اُس وقت شخصي آزادي ' کسي کے واھمه میں بھي نه تھي -

بعض نظري آدمیوں نے آزادي کي اعلی مثال یوناني جمہوریتوں میں بتائي ھے - حالانکه اُن جمہوریتوں میں افراد کو مطلق آزادي حاصل نه تھي - وہ ایسے نظامات کي پابندیوں میں جکڑے ھوے تھے جنھیں آج متمدن دنیا میں کوئي آدمي بھي برداشت نہیں کر سکتا - اُن جمہوریتوں میں افراد کو اِتني آزادي بھي حاصل نه تھي که اپني مرضي سے کوئي دیني عقیدہ رکھیں' یا اپني اولاد کي بطور خود تعلیم و تربیت کرسکیں - اسپارٹا میں یه حالت تھي که افراد کو اپنے گھروں میں کھانا پکانے اور کھانے کي بھي اجازت نه تھي - وہ مجبور تھے که عام دستر خوانوں ھي پر بیٹھه کر کھانا کھائیں - یونان میں اصلاح و تجدید کے داعي مجرم سمجھے جاتے تھے - چنانچه پوري قوم سقراط کے خلاف کھڑي ھوگئي' اور اُس وقت تک چین نه لیا ' جب تک اُس مصلح کي جان نه لے لي !

بلا شبه اِس قسم کے سخت نظامات اُن ملکوں کے لیے ضروري ھیں ' جو ھمیشه دشمن کے حملوں کا نشانه بنے رھتے ھیں -

قدیم زمانے میں رومانیوں نے معلوم کرلیا تھا که اصلاح و انقلاب میں نقطۂ توازن کیا ھے - ایک طرف وہ تجدد و اصلاح کے حامي تھے' دوسري طرف اپني خصوصیات کي حفاظت بھی کرتے تھے - یه وصف اُن میں اِس وجه سے پیدا ھوا تھا که فتوحات نے اُن کے تعلقات دوسري قوموں سے قائم کر دیے تھے - یه تعلقات نئے نئے حالات پیدا کر دیتے تھے ' اور وہ نظامات کي تبدیلي پر مجبور ھوجاتے تھے - رومانیوں کا سنہرا زمانه وھي تھا جب وہ اِس مرکز توازن پر قائم تھے - لیکن جب سے اُنھوں نے افراط و تفریط شروع کي ' روز بروز گرنے اور تباہ ھونے لگے -

(انگریزوں کي کامیابي کا راز)

موجودہ زمانے میں علمي اکتشافات ' جدید صنائع کے ظہور ' اور مواصلات کي سہولت و کثرت نے مختلف تمدنوں میں ایک ایسا تصادم و احتکاک پیدا کر دیا ھے' که ھر لمحه عظیم تغیرات و انقلابات کے موقعے پیدا ھوتے رھتے ھیں - اس صورت حال کا قدرتي نتیجه یه ھے که مرکز توازن تقریباً مجہول ھو گیا ھے' اور اُس کي تلاش از حد مشکل ھوگئي ھے - یہي سبب ھے که موجودہ دنیا میں ھر طرف شورشیں اور انقلابات برپا ھو رھے ھیں - کوئي نظام بھي پائداري حاصل کرنے نہیں پاتا -

لیکن صرف انگریزوں ھي کي قوم یورپ کي ایک ایسي قوم ھے جس نے رومانیوں کي طرح مرکز توازن معلوم کر لیا ھے - وہ ایک طرف اصلاح و تجدد کي حامي ھے - دوسري طرف اپنے قومي مقومات بھي برقرار رکھے ھوئے ھے - اُن میں جمود و تقلید نہیں ھے - برابر اصلاح و تجدید میں مشغول ھیں' مگر پوري تدریج اور دانشمندي کے ساتھه قدم بڑھاتے ھیں - انگلستان کي آزادي نه تو کرامویل کے ھاتھوں قائم ھوئي ھے' نه جمہوریت پسندوں کي لائي ھوئي ھے - وہ انگریزي تاریخ کي پیداوار ھے (۱) - یه تمام عظمت و قوت جس پر آج انگلستان فخر کر رھا ھے' درحقیقت اِسي توازن فکر و عمل کا نتیجه ھے -

---

(۱) جب خاندان اسٹورات کے پادشاہ چارلس اول کا استبداد بہت بڑہ گیا ' تو انگریز امریکا کي طرف ھجرت کرنے لگے - حتی که انگلستان کے بعض علاقے بالکل خالي ھوگئے - ظالم بادشاہ یه دیکھه کر گھبرایا اور ھجرت کي ممانعت کردي - جس دن ممانعت کا اعلان ھوا ' دریائے ٹیمس میں مہاجرین کے کئي جہاز روانگي کے لیے طیار تھے - اُنھي میں کرامویل بھي تھا - اب باشندوں نے دیکھا که ظلم سے نجات حاصل کرنے کي راہ بغاوت کے سوا کوئي نہیں ھوسکتي - چنانچه بغاوت شروع ھوگئي - کرامویل اِس باغي فوج کا سپه سالار مقرر ھوا - بغاوت کامیاب ھوئي - جمہوریت کا اعلان کیا گیا - کرامویل جمہوریت کا صدر منتخب ھوا - اُس وقت اُس کا لقب " لارڈ پروٹیکٹر " تھا - مگر بعد میں خود یه بھي مستبد ھوگیا - آخر سنه ۱۶۴۹ع میں قوم نے اُس کي حکومت کا بھي خاتمه کر دیا -

نہیں ہو سکتے " حالانکہ وہ پہلے کہہ چکے ہیں کہ خواہ نئي دلیل بیان کي جائے ' خواہ نئي مثال ' ضروري ہے کہ انتقال سے پہلے معارض کي خامي واضح کردي جائے - پس جس طرح شبہ عام مفسرین کي تفسیر پر وارد ہوتا ہے ' اسي طرح اُس تفسیر پر بھي وارد ہوتا ہے جسے امام موصوف " محققین " کي تفسیر قرار دیتے ہیں -

مجھے جب اس طرف سے مایوسي ہوگئي تو خیال ہوا کہ موجودہ زمانے کے محققین نے اس پر ضرور نئي روشني ڈالي ہوگي - چنانچہ میں نے بمبئي سے استاد امام شیخ محمد عبدہ مصري کي تفسیر منگوا کر دیکھي ' لیکن افسوس ہے کہ اس میں بھي وھي امام رازي والي تفسیر بجنسہ پائي - اِن شبہات کا کوئي جواب نہیں ملا - تفسیر نیشا پوري ' تفسیر ابن کثیر ' تفسیر علامۂ ابن سعود ' تفسیر روح المعاني شیخ آلوسي بھي خاکسار کے پیش نظر ہیں ' مگر اِن سب میں بھي یا تو وھي تفسیر کبیر والا جواب نقل کردیا ہے ' یا وہ باتیں لکھدي ہیں جنھیں امام رازي نے عام مفسرین کا جواب قرار دیا ہے - یا پھر سرے سے کسي طرح کي کاوش ھي نہیں کي گئي ہے -

جب پچھلوں میں حضرت امام رازي جیسے محقق نے اور حال کے محققین میں شیخ محمد عبدہ مصري جیسے امام و مفسر نے مجھے صاف جواب دیدیا ' تو پھر میرے لیے صرف جناب ھي کي چوکھٹ باقي رھگئي - لاریب صرف جناب ھي کي ایک ذات والا صفات ہے جو موجودہ زمانے میں حقائق قران کي وہ تمام مشکلات حل کردے سکتي ہے جن تک دوسروں کي نظر و تحقیق نہیں پہنچ سکي ہے - اب خاکسار ہر طرف سے مایوس ہوکر آپ سے دستگیري کا طالب ہے - اور امید قوي رکھتا ہے کہ مایوس نہ ہوگا -

مجھہ سے میرے حیدراباد کے ایک دوست نے ذکر کیا تھا کہ جمعیت العلماء ھند نے عید کے موقع پر اخبار الجمعیت کا ایک خاص نمبر " خلیل نمبر " کے نام سے نکالا ہے اور اس میں صدر جمعیت مولانا کفایت اللہ صاحب نے اس مقام کي تفسیر شرح و بسط سے تحریر فرمائي ہے - میں نے بڑے ھي شوق سے خلیل نمبر منگوایا اور دیکھا - واقعي اس میں مولانا صاحب موصوف کا مضمون " مناظرۂ خلیل و نمرود " کے عنوان سے تین بڑے صفحوں میں نکلا ہے ' لیکن مطالعہ کے بعد معلوم ہوا کہ اس میں تمام تر وھي تفسیر کبیر کي پوري بحث اردو میں نقل کردي گئي ہے - اس سے زیادہ ایک حرف نہیں ہے -

الہلال :

آپ نے استفسار میں اِس قدر تشریح و تفصیل کي ہے کہ اسي نے آج کي اشاعت کا بڑا حصہ روک لیا - اب جواب کے لیے آیندہ اشاعت کا انتظار کیجیے -

علم الاجتماع

(۳)

(ناموس اجتماع اور محافظت و تجدید)

افراد کے وجدان سے علحدہ ' جماعتي وجدان کے متعلق ہم نے جتنے اقوال نقل کیے ہیں ' دلائل نے ابتک اُن کي تصدیق نہیں کي ہے - نیز ابتک یہ بھي ثابت نہیں ہوا ہے کہ جماعت کي صفت عضویۃ ' افراد کي عضویت سے الگ وجود رکھتي ہے - یہ اقوال نظریوں اور آراء کا حکم بھي نہیں رکھتے - زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ تشبیہات و استعارات ہیں -

لیکن ساتھہ ھي یہ یقیني ہے کہ تمام طبیعي کائنات کي طرح عالم اجتماع کے بھي خاص نوامیس و قوانین ہیں ' اور وہ غیر متبدل اور اٹل ہیں -

اجتماع کا ایک قانون یہ ہے کہ جن اجزاء سے سلطنت اور امت مرکب ہوتي ہے ' وہ تمام اجزاء باہم دگر اس درجہ وابستہ و مربوط ہوتے ہیں کہ ایک جزء کے متأثر ہوتے ھي باقي تمام اجزاء بھي فوراً متأثر ہو جاتے ہیں -

اِس اجتماعي قانون کي بنا پر مقننین اور مصلحین کے لیے ضروري ہو جاتا ہے کہ ماہر طبیبوں کي طرح اصلاح و تشریع میں بہت زیادہ ہوشیار و محتاط ہوں - ایسا نہ ہو کہ ایک عضو کي بیماري کے علاج میں باقي اعضاء سے غافل ہو جائیں ' اور پہلي بیماري سے بھي بدتر بیماریوں کي پیدایش کا سبب بن جائیں -

علم اجتماع کے دو رخ ہیں : ایک طرف وہ جدید اصلاحات اور جدید اصول و مبادي کا حامي ہوتا ہے تا کہ مستقبل ' ماضي و حال سے بہتر ہو جاے - دوسري طرف وہ ماضي و قدیم کي بھي حفاظت چاھتا ہے - وہ قوموں کو بتاتا ہے کہ اپنا ماضي ' اپنے مقومات ' اور اپني خصوصیات بالکل فنا نہ ہو جانے دیں ' اُنھیں بچائیں ' اور باقي رکھیں - ورنہ اُن کي قومیت درھم برھم ہو جائیگي ' اور اصلاح ' فساد کا ذریعہ بن جائیگا -

تاریخ بھي ھمیں یہي سبق دیتي ہے - مشاھدہ کي بھي یہي ھدایت ہے - ہم دیکھتے ہیں کہ قوموں کي ترقي کي بنیادي شرط یہ ہے کہ وہ تبدیل و تغیر قبول کریں - یعني وہ نئے اوصاف اختیار کریں ' مگر تدریج اور نظر و حزم کے ساتھہ -

قوموں کي حالت پر غور و فکر کرنے کے بعد ھمیں معلوم ہوتا ہے کہ ترقي کے اصلي ستون دو ہیں :

(۱) تغیر و تبدل کي قابلیت کا موجود ہونا -

(۲) تدریج و تطور کے ساتھہ تغیر قبول کرنا -

مذاکرہ علمیّہ

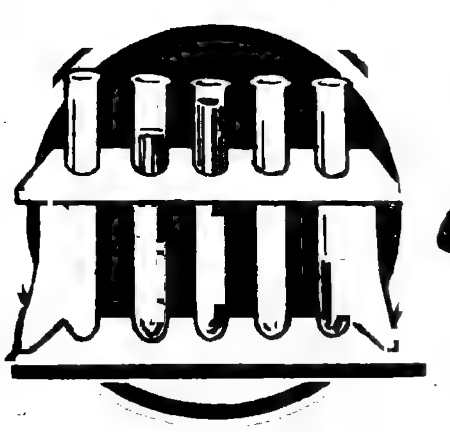

جب حکومت کي شکل حالات ' ماحول ' اور قومي آرزوں کے خلاف هوتي هے ' اور اُس کي تبديلي کے ليے قوم کے سامنے کوئي قانوني راه باز نهيں هوتي ' تو يه وقت انقلاب و بغاوت کے ظهور کا وقت هوتا هے - لهذا ضروري هے که ضرورت کے وقت فوراً اصلاح شروع کردي جائے ' ورنه قوم کو يه حق حاصل هو جائيگا که فوري تبديلي کے ليے اپنا قدرتي حق استعمال کرے اور بغاوت پيدا هوجاے -

اسپين ميں باشندگان هالينڈ کي بغاوت (سنه ۹۶۲ ه) خاندان اسٹورٹ پر انگريزوں کا خروج ' نپولين بونا پارٹ پر جرمني کي بغاوت ' آسٹريا پر اٹالين قوموں کي بغاوت ــــ يه تمام بغاوتيں تاريخ کي نظر ميں ' صحيح ' جائز ' اور قانوني بغاوتيں تهيں -

(انقلاب کي طبيعت اور حکومت کے فرائض)

بغاوت عموماً آتش فشاں پهاڑ کے انفجار يا آندهي کے طوفان کے مشابه هوتي هے - شروع شروع ميں اُس کا خيال چند افراد کے اندر پيدا هوتا هے - پهر آهسته آهسته تمام قوم ميں پهيل جاتا هے - بغاوت کا خيال تبديلي کے احساس سے پيدا هوتا هے - جب تبديلي ظاهر نهيں هوتي .تو حکومت کي طرف سے عام بد دلي پيدا هوجاتي هے - يه بد دلي مخفي غصه کي صورت اختيار کر ليتي هے - جب حالت اِس درجه تک پهنچ جاتي هے تو قوم هر لمحه مشتعل هو جانے کے ليے طيار هوجاتي هے - اُس وقت معمولي سے معمولي بات بهي عام بغاوت کا سبب بن جاسکتي هے -

لهذا حکام کا فرض هے که ايسي حالت پيدا هونے سے پہلے هي اصلاح نافذ کرديں - ليکن اگر بر وقت نه کرسکيں ' تو پهر اُن کے ليے بهترين طريقه يه هے که اِس بغاوت و انقلاب ميں شامل هوجائيں ' يعني اُسے اپنے هاتهه ميں لے ليں ' تاکه اُس کي مضرتيں کم سے کم هوجائيں -

اعتذار

افسوس هے که شهر کي عام تعطيل کي وجه سے اس هفته بهي مطلوبه تصاوير طيار نه هوسکيں اور هميں تصوير کے بغير پرچه شائع کرنا پڑا - تصاوير کے نه مل سکنے کي اطلاع ملنے پر وہ تمام مضامين بهي ترک کردينے پڑے جن کا تعلق تصاوير سے تها - اس صورت حال کا صحيح علاج يهي هے که جلد از جلد تصاوير کي طياري کا مستقل انتظام کرليا جاے - آينده پرچوں ميں هم اس کمي کي پوري تلافي کرديںگے -

منيجر

عالم سماوی

—❦—

کيا ستارے زندگي سے محروم هيں ؟

* * *

هم تاروں بهري رات ميں نظر اُٹهاتے هيں تو آسمان پر بے شمار ستارے نظر آتے هيں - يه ستارے درحقيقت ويسے هي کرے هيں ' جيسا ايک کره خود هماري زمين هے - اِن ستاروں ميں بهت سے ستارے هماري زمين سے بهي بهت زياده بڑے اور بهت زياده عمر کے هيں - بعض هماري زمين سے چهوٹے اور اُس سے کم عمر رکهتے هيں - يه تمام ستارے بهي ويسے هي ايک نظام سے وابسته هيں ' جيسا همارا نظام شمسي هے - اِن ميں بهي آفتاب هيں اور اپنے گرد بهت سے کواکب اور سيارے رکهتے هيں -

مدت سے علماء فلک ميں سخت اختلاف هے که يه ستارے بهي هماري زمين کي طرح زنده موجودات سے آباد هيں يا نهيں ؟ ايک گروه پهلي رائے کا قائل هے - دوسرا دوسري راے کا -

پہلے گروه کي دليل يه هے که زندگي کے ليے جن شرطوں کي ضرورت هے ' وه زمين کے علاوه اِن ستاروں ميں موجود نهيں هيں - ليکن اُس کا يه دعوی کئي وجوه سے نا قابل تسليم هے - پهلي بات تو يه هے که اِن شرطوں کي عدم موجودگي کا ثبوت کيا هے ؟ کون دعوی کر سکتا هے که هوا ' پاني ' نور ' حرارت ' وغيره لوازم زندگي سے يه ستارے بالکل خالي هيں ؟ بلا شبه اب تک اِن کے وجود کي بهي کوئي دليل همارے علم ميں نهيں آئي - ليکن بهت ممکن هے که يه چيزيں وهاں موجود هوں اور هماري تحقيقات ميں ابهي نه آئي هوں - حال هي ميں انساني علم نے معلوم کر ليا هے که بعض ستاروں ميں اکسيجن موجود هے ' جو زندگي قائم رکهنے والي هوا کا اصلي جزء هے -

پهر يه دعوی بهي بالکل بے دليل هے که زندگي کي جو شرطيں هميں معلوم هيں ' اُن کے بغير زندگي کا وجود ممکن نهيں - بلا شبه هماري زمين پر زندگي اِن شرطوں کے بغير نا ممکن هے - ليکن يه کيا ضروري هے که دوسرے ستاروں کي طبيعت بهي بالکل ويسے هي هو جيسي هماري زمين کي هے ؟ يه بهي ضروري نهيں که زندگي کا ظهور اُن ستاروں ميں بهي ويسا هي هو ' جيسا اِس زمين ميں هے - بهت ممکن هے اُن ستاروں ميں زندگي کي شکليں بالکل مختلف هوں - اجسام کي ساخت جدا هو ' اعضاء و عضلات دوسري وضع کے هوں - زندگي کے لوازم مختلف هوں - ستاروں کي کائنات پر ايک هي اعتبار سے قياس کرنا اور اُن پر يکساں حکم لگانا ' صحيح نهيں هوسکتا -

اِس تفصيل سے واضح هو جاتا هے که هر قوم کے اخلاق و عادات ايسے هونے چاهئيں که آساني سے بدل نه سکيں - ليکن ساتهه هی اُن ميں اِتني لچک بهي لازمي هے که بتدريج تبديلي قبول کر سکيں - تاريخ کا قبرستان ايسي قوموں کي نعشوں سے لبريز هے جو يه راز معلوم نه کر سکنے کي وجه سے هلاک هو گئيں -

(ترقي انقلاب سے بهتر هے)

اجتماع کا يه ناموس بهي هميشه پيش نظر رهنا چاهيے که تدريجي ترقي کي راه ' اچانک انقلاب سے بهتر اور محفوظ هوتي هے - ليکن کبهي کبهي ايسے حالات بهي پيدا هوجاتے هيں که انقلاب ضروري هو جاتا هے - اس کي مثال يه هے که بعض جسماني امراض کا بهترين علاج يهي هوتا هے که فوراً سخت بخار چڑه آئے - بخار کي شدت ' وه امراض دور کر ديتي هے - قوميں بهي کبهي کبهي ايسے هي امراض ميں مبتلا هو جاتي هيں ' اور اُن کا علاج يهي هوتا هے که فوراً انقلاب برپا کر ديا جائے - کيونکه ايسي حالت ميں اگر تدريجي اصلاح کا انتظار کيا جائے گا ' تو مرض امتداد زمانه سے تمام قومي جسم پر حاوي هو جائيگا ' اور پهر اُس کا علاج مشکل هو جائيگا - چنانچه جهاں تک کسي ايسی قوم کي ترقي کا تعلق هے ' جو کسي دوسري غاصب قوم کے ماتحت آ گئي هو ' انقلاب کے بغير چاره نهيں - کيونکه اس صورت ميں کسي قدرتي حالت کي اصلاح و ترقي کا سوال در پيش نهيں هوتا ' بلکه ايک غير قدرتي اور ناجائز قبضۂ و غصب کا خاتمه مطلوب هوتا هے -

بهر حال ماهرين سياست کا فرض هے که زمانے کي روح ' اُس کے پهيلنے سے پهلے هي معلوم کرليں ' اور حکومت کي شکل ميں ايسي تبديلياں کرتے رهيں جن پر عام رائے مطمئن هوسکے - ورنه نتيجه نهايت هي مهلک هوگا -

(نوجوان اور بوڑهے)

اِس سلسله ميں يه حقيقت بهي قابل ذکر هے که سن رسيده افراد نوجوانوں کے مقابلے ميں اصلاح و تجدد کے کم حامي هوتے هيں - اِس ميں اُن کا کوئي قصور نهيں هے که قابل ملامت هوں - علم وظائف اعضاء سے ثابت هوچکا هے که بوڑهے اجسام ميں اعصاب کمزور پڑ جاتے هيں ' اسليے عادات کي مقاومت کي قوت باقي نهيں رهتي - برخلاف اس کے نوجوانوں کے اعصاب مضبوط هوتے هيں اور اسليے عادات کي مخالفت آساني سے کرسکتے هيں -

(خيالات کا عروج و هبوط)

زمانے کي روح هميشه موجود رهتي هے - هر زمانے ميں بدلتي رهتي هے - تاريخ کے بڑے بڑے دور اس کے سوا کچهه نهيں هيں که زمانے کي مختلف روحوں کے مظهر هيں - جديد خيالات و افکار کي مثال بالکل ستاروں کي سي هے - وه کبهي افق پر بلند هوتے هيں ' کبهي بالکل چهپ جاتے هيں - اسي طرح کبهي ايک قسم کے خيالات کو عروج هوتا هے ' کبهي دوسرے قسم کے خيالات کو - آج جو خيالات مقبول عام و خاص هيں ' بهت ممکن هے که کل مکروه و متروک هو جائيں - صليبي جنگوں کے زمانے ميں جن افکار نے تمام يورپ ميں هلچل ڈال دي تهي ' آج دنيا اُن سے نفرت کرتي اور اُن پر حقارت سے مسکراتي هے -

زمانه بهت سي قوتوں کو پراگنده کرکے فنا کر ڈالتا هے ' اور بهت سي نئي قوتيں پيدا کرديتا هے جو کسي کے وهم و گمان ميں بهي نهيں هوتيں - دنيا کي بهت سي پراني آرزوئيں آج مٹ چکي هيں اور اُن کي جگه بالکل نئي امنگوں نے لے لي هے -

(زمانه کي روح)

زمانے کي روح کبهي ايک نقطه و مرکز پر قائم نهيں رهتي - وه بحر زخار کي موجوں کي طرح هر طرف پهيلتي اور ظاهر هوتي رهتي هے - وه هوا کي طرح هر مقام پر پهنچتي اور دلوں اور دماغوں کو جنبش ميں لاتي رهتي هے -

زمانے کي روح هی درحقيقت قوموں ميں زندگي اور حرکت پيدا کرتي هے - زمانے کي روح ايک پر اسرار اَن ديکهي مخلوق هے - کوئي اُسے ديکهه نهيں سکتا ' مگر وه سب ميں داخل هوتي اور اپنا عمل انجام ديتي رهتي هے !

زمانے کي روح خاص طور پر بڑي بڑي انساني جماعتوں ميں جنبش پيدا کرديتي هے - بڑے بڑے شهروں ميں قوت سے ظاهر هوتي هے - قصبوں اور ديهاتوں ميں اُس کا اثر کمزور هوا کرتا هے -

حکام و ارباب سياست کا فرض هے که سب سے پهلے زمانے کي روح اور اُس کے مقتضيات معلوم کريں - اس کے مطابق اپنے اندر تبديلي کريں - ايسے نظام جاري کريں جو اِس روح کے مطابق هوں - ورنه نتيجه ' ناکامي و هلاکت کے سوا کچهه نه هوگا -

حکام وقت کا فرض هے که اپنے زمانے کي روح سے غفلت نه برتيں - يه روح کوئي خيالي بات نهيں هے ' بلکه حقيقي وجود رکهتي هے - قوموں کے حکام اور رهنماؤں کي ذمه داري بهت هي عظيم هوتي هے - اُن کا کام بالکل جهاز کے ناخدا کا سا هے ' جو ايک لمحه کے ليے بهي هوا اور موسم کي طرف سے غافل نهيں هوسکتا - اُس کي نظريں ' جهاز کے چپه چپه پر هوتي هيں - کيونکه ايک ننها سا سوراخ بهي پورے جهاز کي غرقابي کا باعث هو جا سکتا هے -

اِس تمام بحث کا خلاصه يه هے که زمانے اور حالات کي تبديلي کے ساتهه ساتهه اجتماعي و سياسي نظامات ميں بهي تبديلي لازمي هے - ايسا کرنے سے ترقي و سعادت کي راهيں کهلتي هيں - اور اِس کي مخالفت سے تباهي و بربادي نازل هوتي هے -

(مسلح انقلاب)

بغاوت يا مسلح انقلاب اُسي وقت جايز هوتا هے ' جب عام رائے اور قوم کي اميدوں کے موافق هو - ايسے انقلاب ميں پوري قوم کے جذبات مشتعل هو جاتے هيں - انقلاب — کسي قسم کا بهي هو — بنيادي تبديلي کا ثبوت هوتا هے -

اصلاح کے عمل ميں حقوق کا دائره طبيعي طور پر وسيع هوتا هے - برخلاف اس کے انقلاب ميں تبديلي اچانک واقع هوتي هے - انقلاب درحقيقت ' اجتماعي انتقام هے - ايک غير طبيعي حرکت هے - خونريزي اور مصائب و آلام اُس سے پيدا هوتے هيں -

انقلاب ' ايک مصيبت هے - ملک پر يه مصيبت اُسي وقت نازل هوتي هے جب ضرورت کے مطابق ' اصلاح موجود نهيں هوتي - فساد اجتماعي جسم ميں پهيل جاتا هے ' اور قومي مزاج بالکل بگاڑ ڈالتا هے - اصلاح کي تاخير کا ايک سبب يه بهي هوتا هے که اُس کي راه ميں کوئي رکاوٹ پڑ جاتي هے - وه اپني طبيعي حد کو پهنچنے نهيں پاتي - نتيجه يه هوتا هے که دبي هوئی اجتماعی روح اچانک اُبل پڑتي هے ' اور تمام موانع کو قوت کے ساتهه اُٹها پهينکتي هے - پس انقلاب ' کوئي اجتماعي قانون نهيں هے - هاں اُسے اجتماعي حادثه کهه سکتے هيں -

تاریخ و عبر

مسیحیت ، اور بت پرستي

◆

آٹھویں اور نویں صدي میں مسیحیت کو خیالات کي ایک بڑي خانه جنگي کا سامنا کرنا پڑا تھا - اِس خانه جنگي کي وجه ' بت پرستي تھي - بیزنطیني شہنشاهیت میں یه نزاع آخري حد تک پہنچ گئي تھي -

ابتدائي عہد کے عیسائي بتوں ' تصویروں ' اور نقش و نگار کي تعظیم و عبادت سے نفرت رکھتے تھے - کیونکه یه بت پرستي تھي - وہ یہودیت سے نکلے تھے ' اور یہودیت خدا کا تجسم نا جائز قرار دیتي ہے - انھیں یورپ میں یونانیوں سے مقابله کرنا پڑا تھا ' یوناني بت پرستي کے سب سے بڑے شائق تھے - اس لیے قدرتي طور پر وہ اپنے حریفوں سے اپنے آپ کو علحدہ رکھنا چاهتے تھے -

اُس زمانے میں مسیحي دعاة اِن بت پرستوں پر هنستے تھے اور تعجب کرتے تھے که یه لوگ خود اپني بنائي هوئي چیزوں کو سجدہ کرتے هیں - لیکن بت پرستي سے یه بیزاري تثلیث اور تجسم کو روک نه سکي - بلکه اس کے بحث و جدال هي نے در حقیقت بت پرستي اور تصویر پرستي مسیحي کنیسا میں پیدا کردي !

(بت پرستي کي ابتدا)

یه چیز مسیحیت میں سب سے پہلے جن نو مذهب عیسائیوں کے ذریعه آئي تھي ' وہ بھي حضرت مسیح کے بت یا تصویر کي پرستش نہیں کرتے تھے - لیکن چونکه بت پرستي سے نئے نئے مسیحیت میں آئے تھے ' اس لیے اُنھوں نے حضرت مسیح کي تصویروں کي تعظیم و تکریم شروع کردي - ٹھیک اُسی طرح ' جس طرح ارسطو اور فیساغورس وغیرہ کي تصویروں کي یوناني عزت کیا کرتے تھے - اِن کے نئے نئے ایمان کے خیال سے مسیحي علماء نے تساهل برتا ' اور یه خیال کرکے که یه لوگ اِن چیزوں کي عبادت نہیں کرتے بلکه صرف تعظیم کرتے هیں ' ان پر کوئي تشدد نہیں کیا - اس طرح یه تعظیم بغیر کسي روک کے جاري هوگئي -

بتدریج اِس تعظیم نے عبادت کي صورت اختیار کرلي - یہانتک که تیسري صدي میں قسطنطین نے مسیحي کلیسے میں با ضابطه طور پر یه نئي مسیحي عبادت داخل کردي - مسیحي علماء نے اُس وقت بھي کوئي مخالفت نہیں کي - اُنھوں نے خیال کیا ' بت پرستي کي اب جڑیں تک اُکھڑ چکي هیں ' اُس کے از سر نو احیا کا کوئي اندیشه نہیں ہے -

چنانچه نئي پرستش کا آغاز هوگیا - سب سے پہلے صلیب اور مقدس آثار کي تعظیم سے شروع هوئي - پھر شہیدوں اور ولیوں کي قبور کي تعظیم و تکریم شروع هوگئي - پھر اُن سے منتیں مرادیں مانگي جانے لگیں - بالاخر ان کي مورتیں ظاهر هوئیں - لوگوں نے خیال کیا ' اگر صلیب اور مقدس آثار و قبور میں بزرگي ہے ' تو کوئي وجه نہیں که مورتوں میں اور بھي زیادہ بزرگي اور برکت نه هو ؟ بادشاهوں اور بڑے آدمیوں کے بت بنائے جاتے هیں ' کیوں نه خدا کے برگزیدہ بندوں کے بھي بت بنائے جائیں ' اور ان سے برکت و سعادت حاصل کي جاے ' حالانکه وہ بادشاهوں سے کہیں زیادہ اجلال و تکریم کے مستحق هیں ؟

اِس طرح بتدریج بت پرستي مسیحي کنیسے میں داخل هوگئي - شروع شروع میں کنیسا کي دیواروں پر تصویریں اور مورتیں اس غرض سے آویزاں کي گئي تھیں که " ان کے معائنه سے عبرت و موعظت حاصل هوگي " لیکن آگے چلکر ان کي حیثیت ایک نا گزیر دیني شعار اور رباني عبادت کي هوگئي - مخلص عیسائي بتوں اور تصویروں کے لیے اُسي طرح نماز پڑھنے لگے ' جس طرح وہ خدا کے لیے نماز پڑھتے تھے !

اِس بدعت کے ساتھ اور بھي کئي مشرکانه رسمیں مسیحي کنیسا میں داخل هو گئیں - چنانچه چراغاں ' بخور ' رکوع و سجود ' وغیرہ رسمیں ' سب بت پرستوں هي سے لي گئي هیں -

سچے عیسائیوں نے جب یه حالت دیکھي تو اعتراض کیا - مگر اُن کي کوئي شنوائي نہیں هوئي - اِن مقدس تصویروں اور مورتوں کے هزاروں معجزے مشہور هو چکے تھے - لوگ اُن سے دست بردار هونے کے لیے طیار نه تھے -

شروع شروع میں روح القدس کي تصویریں بہت مبہم اور مضطرب بنائي جاتي تھیں - لیکن حضرت مسیح اور مریم (علیهما السلام) اور فرشتوں کي تصویریں بالکل صاف اور خالص انساني قالب میں هوا کرتي تھیں -

(چھٹي صدي مسیحي)

ابھي چھٹي صدي ختم نہیں هوئي تھي ' که یه مشرکانه عبادت کنیسا کي ایک شرعي عبادت بن چکي تھي - تمام کنیسے تصویروں اور بتوں سے آراسته تھے ' حتی که خود ویٹیکان (محل اعظم پوپ) بھي اُن سے لبریز هو چکا تھا - اب یه حالت تھي که مسیحي مؤمنین ' تصویروں اور بتوں کے حد سے زیادہ دلدادہ تھے - انھیں عبادت و برکت کے لیے ضروري سمجھنے لگے تھے - وہ تقوی و بزرگي کے نشان خیال کیے جاتے تھے -

آٹھویں صدي کے اوائل میں تصویر پرستي اور بت پرستي ' مسیحي عبادت خانوں میں پورے عروج تک پہنچ چکي تھي - اِسي زمانے میں بعض یوناني علماء ظاهر هوئے ' اور اِسے کنیسا کي بت پرستي قرار دیا - اِن لوگوں نے کہا " مشرک قومیں بھي اپنے بتوں کو خدا نہیں کہتي تھیں ' بلکه بعینه وهي معاني اُن کے پیش نظر تھے ' جو اِن تصویروں اور مورتوں کے بارے میں تمہارے پیش نظر هیں - لیکن اِس پر بھي خدا کي شریعت نے اُنھیں مشرک قرار دیا - تم میں اور اُن میں کوئي فرق نہیں - صرف الفاظ اور اسماء کا اختلاف ہے " -

(اسلام کا ظہور)

صدیوں کي غفلت کے بعد مسیحي علماء میں یه بیداري صرف اِس وجه سے پیدا هوئي تھي که دین اسلام جزیرۃ العرب سے نکل کر اب مصر ' شام ' فلسطین پر چھا گیا تھا اور خود بیزنطیني کنیسے کے مرکز پر اُسکي تیز نظریں پڑ رهي تھیں - اسلام کي تعلیمات اِس بارے میں معلوم و مشہور هیں - ابتدائي تصادم کے زمانے هي میں مسیحیوں کو معلوم هو گیا تھا که مسلمان اُنھیں بت پرست اور مشرک کہتے هیں - اُنھوں نے اسلامي مسجدیں بھي دیکھي تھیں جو هر قسم کي تصویروں اور مورتوں سے خالي تھیں -

مسیحیوں کي ایک جماعت اسلامي اثرات سے متأثر هوگئي اور توراۃ کي تعلیم کي طرف از سر نو دعوت دینے لگي جو تصویر پرستي اور بت پرستي کي تمام شکلوں کو حرام قرار دیتي ہے -

دوسرے گروہ کا بیان بڑي حد تک مقبول ہے - وہ کہتا ہے ہماري زمین کیا ہے ؟ اِس لا متناہي فضا میں بہنے والے لکھوکھا کروں میں سے ایک چھوٹا سا کرہ ہے - زمین کو ظاہري اعتبار سے دوسرے کروں پر کوئي امتیاز حاصل نہیں - نہ تو اُس کا حجم ہي سب سے بڑا ہے ' نہ عمر ہي سب سے زیادہ ہے - پھر کیا وجہ ہے کہ اُس میں زندگي موجود ہو' اور باقي تمام کرے ' جو اُس سے کہیں زیادہ بڑے اور قدیم ہیں ' زندگي سے بالکل خالي سمجھے جائیں ؟

ہم مشاہدہ کرتے ہیں کہ یہ تمام ستارے بھي ویسے ہي ایک دقیق نظام سے وابستہ ہیں ' جیسا نظام ہماري زمین کو اپنے دامن میں لیے ہوئے ہے - وہ بھي نہایت انتظام کے ساتھہ اپنے افلاک میں گردش کرتے ہیں - اُن کي رفتار میں بھي ادنی سے ادنی خلل یا بد نظمي کبھي پیدا نہیں ہوتي - پھر کیسے تصور کیا جا سکتا ہے کہ یہ ستارے جن پر قدرت اپني اِس قدر توجہ صرف کر رہي ہے ' بغیر کسي زندگي کے موجود ہوں ' اور اِس کے سوا کوئي غرض و غایت نہ رکھتے ہوں کہ ہماري دلچسپي اور نظر فریبي کا سامان مہیا کریں ؟ اِس میں قدرت کي کیا حکمت ہو سکتي ہے کہ یہ ننھا سا ذرہ ' یعني زمین ' تو آباد ہو' اور باقي تمام عظیم الشان عوالم چٹیل میدان سے بھي بدتر ہوں ؟ حالانکہ وہ بھي زمین ہي کي طرح ایک پورے حکیمانہ نظام کے ماتحت قائم ہیں -

بے شمار علمي قرائن اِس نظریے کي تائید کر رہے ہیں کہ ہمارے تمام نظام شمسي کے کواکب کي اصلیت ایک ہي ہے - اور وہ سدیم ہے - اِن سب کي تکوین ' سدیم ہي کے مادہ سے ہوئي ہے - وہ بتدریج سدیمي کرہ سے جدا ہو کر مستقل وجود بنے ہیں - اِسي طرح تمام کیمیاوي و فلکي دلائل کا رجحان بھي اِسي نظریے کي طرف ہے کہ نہ صرف خاندان شمسي بلکہ جملہ عوالم فلکي ' اِسي سدیم سے بنے ہیں - زمین اور جملہ ستاروں کا خمیر ایک ہي ہے - سب ایک ہي مادے کي مختلف شکلیں ہیں - سب کا مادہ کیمیاوي ذروں سے مرکب ہے - ان میں ہر ذرہ اپنے اندر دو کہربائي لہریں ایجابي اور سلبي رکھتا ہے -

پس جب جملہ کائنات اور ہماري زمین ' ایک ہي اصل رکھتي ہیں ' تو کوئي وجہ نہیں کہ صرف ایک ہمارے کرے ہي میں زندگي ہو اور باقي تمام کرے ' مردہ اور بے جان فرض کر لیے جائیں - اگر یہ تسلیم بھي کرلیا جائے کہ زمین کے سوا کسي دوسرے ستارے میں زندگي نہیں ہے ' تو یہ سوال قابل غور ہے کہ بقول علماء فلک کے سورج اپني حرارت برابر کھو رہا ہے ' اور کروڑوں برس کے بعد ایک وقت آجائیگا جب وہ بالکل بے نور اور بے حرارت ہوکر رہ جائیگا - اُس وقت زمین یقیناً زندگي سے محروم ہو جائیگي - ایسي حالت میں یہ کروڑوں ستارے کیا ہونگے ؟ کیا یہ بھي ہمارے نظام شمسي کے ساتھہ تباہ ہو جائینگے ؟ حالانکہ معلوم ہے کہ گنتي کے چند کواکب کے سوا باقي تمام ستارے ہمارے نظام شمسي سے باہر ہیں اور ہمارے آفتاب کي موت و حیات کا اُن پر کوئي اثر نہیں پڑ سکتا - اگر یہ تباہ نہیں ہونگے ' تو اِن کے وجود سے فائدہ کیا ہے جب کہ وہ بالکل اُجاڑ ' سنسان ' اور بے جان ہیں ؟

تمام عقلي و نقلي علوم اور دیني روایات بھي ثابت کر رہي ہیں کہ جملہ کائنات ' ایک ہي اصل سے ظاہر ہوئي ہیں اور ایک ہي قسم کے طبیعي ناموس کے ماتحت برقرار ہیں - اگر یہ صحیح ہے تو زمین کو کوئي خاص امتیاز حاصل نہیں ہے کہ صرف اُسي پر زندگي ہو اور باقي تمام عوالم بے نور اور زندگي سے محروم ہوں - زمین پر زندگي کے جو لوازم ہیں ' ضروري نہیں کہ دوسرے ستاروں میں بھي لوازم ہوں - ناموس انتخاب طبیعي بتاتا ہے کہ زندہ کائنات اپنے ماحول اور زمان و مکان کے اختلاف سے مختلف صورتیں اختیار کرلیتي ہیں - اُن کي شکل بھي بدل جاتي ہے - مزاج بھي مختلف ہو جاتا ہے - پہلے یقین کیا جاتا تھا کہ سنٹي گریڈ کے سو درجہ حرارت میں کوئي ذي روح زندہ نہیں رہ سکتا - لیکن اب معلوم ہوا ہے کہ بعض جراثیم کھولتے ہوئے پاني میں بھي زندہ رہجاتے ہیں - اِسي طرح بعض جراثیم برف میں بھي مدتوں نہیں مرتے - اگر یہ صحیح ہے تو یہ باور کرنے کي کوئي وجہ نہیں کہ دوسرے ستاروں کے جاندار بھي اُس ماحول میں زندہ نہیں رہ سکتے ' جو ماحول ہماري زندگي کے منافي ہے -

ممکن ہے ستاروں میں زندگي کا قوام ہماري زمین کي زندگي کے قوام سے مختلف ہو - مثلاً آکسیجن ہمارے لیے ضروري ہے ' مگر دوسرے ستاروں کي مخلوقات کے لیے ضروري نہ ہو - ظاہر ہے کہ ستاروں کے جاندار ہم سے مختلف ہونگے ' کیونکہ اُن کا ماحول ہم سے بالکل مختلف ہے - ہمارے اُن کے درمیان مابہ الاشتراک صرف روح ہي ہو سکتي ہے - اور معلوم ہے کہ روح نہ تو کوئي شکل رکھتي ہے ' نہ مادے کے تابع ہے - خود اپني اِسي زمین پر ہم دیکھتے ہیں کہ لاکھوں مخلوقات اپني جسماني ترکیب اور ضروریات زندگي میں ایک دوسرے سے پورا اختلاف رکھتي ہیں - تاہم سب زندہ ہیں ' اور سب میں ایک ہي روح کار فرما ہے - جب خود زمین پر مخلوقات کا اختلاف اِس درجہ زیادہ ہے ' تو ظاہر ہے ' دوسرے ستاروں کي مخلوق ہم سے کیوں مختلف نہو ؟

چونکہ ہماري زمین ' سب سے زیادہ قدیم نہیں ہے ' اس لیے ممکن ہے ' دوسرے ستاروں میں زندگي زیادہ قدیم اور بہت ترقي یافتہ ہو - بہت ممکن ہے کہ بعض ستاروں کي مخلوق اِس درجہ ترقي کرگئي ہو کہ ہم سے بہت زیادہ علم و حکمت رکھتي ہو - ہم سے بہت زیادہ اسرار وجود سے واقف ہو - ہم سے کہیں زیادہ اُس کي ایجادیں محیر العقول ہوں - ممکن ہے اُس کے پاس ایسے ذرایع موجود ہوں کہ قریب کے دوسروں ستاروں تک بھي پہنچ سکتے ہوں اور روح و مادہ کے راز معلوم کرچکي ہوں - ممکن ہے اُن کے جسم ہمارے ہي جیسے ہوں - ممکن ہے ہم سے بالکل مختلف ہوں - بہت ممکن ہے وہ ہم سے زیادہ حواس رکھتے ہوں -

یہ ہے خلاصہ دوسرے گروہ کے خیالات کا - اور پہلے گروہ کے خیالات سے زیادہ معقول معلوم ہوتا ہے -

اطلاع

اکثر حضرات الهلال کے ابتدائي نمبروں کا شوق ظاہر کرتے ہیں ' اور خریدار ہوتے ہوے لکھتے ہیں کہ تمام پچھلے پرچے بھیج دیے جائیں - لیکن افسوس ہے کہ ابتدائي نمبر اب دفتر میں موجود نہیں ہیں اور اسلیے دفتر تعمیل سے مجبور ہے -

منیجر

ترکی حکومت

اور اُس کے اجتماعي و سياسي تغيرات

* * *

شروع سے ابتک

* * *

(۱)

دور اول

* * *

سنه ۶۹۹ ھ (۱۳۰۰ع) سے سنه ۱۲۲۳ ھ (۱۸۰۸ع) تک

* * *

آل عثمان کي سلطنت اُس زمانه ميں ظاهر هوئي ' جب صليبي جنگوں کي خونريزي سے مشرق قريب کي سر زمين سرخ هو رهي تهي اور مسيحي تعصبات سے وقت کا مطلع غبار آلود تها - اس وقت کي آب و هوا کا يه قدرتي اثر تها که سلطان عثمان اور اُن کي اولو العزم اولاد ميں ديني جهاد کا جذبه پيدا هوا ' اور وہ مسيحي ممالک کي فتوحات پر کمر بستہ هوگئے - يه يورپ کے صليبي حمله کا قدرتي رد فعل تها -

اُس وقت ايشياے کوچک کے اطراف و جوانب بروسه ' ازميد ' ازنيق ' طرابزوں ميں بيزنطيني سلطنت (قسطنطنيه) کے باج گزار امراء حکمران تهے - آل عثمان نے اپنے جهاد اور ملک گيري کا آغاز اُنهي سے کيا ' اور يکے بعد ديگرے مطيع يا مغلوب کرتے گئے - اِن سے فارغ هوکر در دانيال کے آگے بڑهے ' اور بلغاريا ' سرويا ' اور بيزنطيني سلطنت کو زير وزبر کرنے کے بعد مسيحيت کي راج دهاني " روم " کو گهورنے لگے - يه صليبي لڑائيوں کے جوابي حمله هي کا جذبه تها ' جس نے سلاطين آل عثمان کو يک قلم يورپ کي طرف متوجه کر ديا تها ' اور ايشيا سے بڑي حد تک غافل رهے تهے - صرف سلطان سليم ياوز (خونريز) نے ايشيا کي طرف توجه کي ' مگر اِس کي ايشيائي فتوحات ميں ايک اور هي جذبه کار فرما تها - وہ عرش خلافت پر جلوہ گر هونے کا متمني تها ' جس ميں اُسے پوري طرح کاميابي هوگئي -

يورپ صليبي جنگوں سے بالکل خسته هو چکا تها - مسلسل شکستوں نے اُس کي شجاعت و همت پر کاري ضربيں لگادي تهيں - فرقه وارانه حسد و منافست نے اُس کے تمام قوی معطل کر ديے تهے - اِن حالات کا لازمي نتيجه تها که دول يورپ نے ترکي سيلاب کے مقابله کا کوئي خيال نهيں کيا ' اور قسطنطنيه اور مشرقي يورپ کي مسيحي رياستوں اور قوموں کو مغلوب هوجانے ديا - ليکن جب ترکوں نے بلقان سے بهي قدم آگے بڑهايا ' اور هنگري پر ترکتازياں شروع کرديں ' تو يورپ کي آنکهيں کهليں - مذهب کے نام پر متحدہ محاذ قائم کيے گئے ' اور ترکوں کے روکنے کي کوشش شروع هوئي - مگر کاميابي حاصل نه کرسکے -

يهانتک که سلطان سليمان قانوني کي وفات کے بعد خود ترکوں ميں کمزوري* پيدا هوگئي - سلطان مراد ثالث کے عهد ميں يه کمزوري ظاهر هوئي ' سلطان احمد اول کے زمانه ميں اس نے ترقي پائي ' اور سلطان محمد رابع کے دور ميں بلوغ و کمال تک پهنچ گئي - ترک جس قدر کمزور هوتے گئے ' يورپ کا مسيحي اتحاد بهي اُسي قدر ٹوٹتا گيا - يهانتک که صرف روس اور آسٹريا ترکوں کے مقابله ميں رہ گئے ' اور اُنهيں يورپ سے نکالنے کي کوشش کرتے رهے -

اِس طرح ترکي شهنشاهيت نے اپني عمر کا اکثر حصه پے در پے جنگوں ميں گزار ديا - ابتدائي جنگيں حمله آورانه تهيں ' بعد ميں مدافعانه هوگئيں - ليکن اس تمام مدت ميں ترکي سلطنت ايک مذهبي سلطنت رهي - اس کا تمام داخلي نظام شريعت کے احکام پر مبني تها - علماء و فقهاء کو غير معمولي اقتدار حاصل تها - مفتيوں کے فتوے عزل و نسب اور نظم و نسق کے ليے جاري هوتے رهتے - چونکه عثماني حکومت کي نشو و نما هي اُس وقت هوئي تهي ' جب که اسلام کے ديني علم و عمل کي روح پژمردہ هونا شروع هوگئي تهي ' اور ديني نظر و بصيرت اور اجتهاد فکر کي جگه تقليد و جمود کي بنياديں قائم هوچکي تهيں ' اس ليے مذهبي احکام و نظام کي کوئي بهتر روح پيدا نه هوسکي - جن علماء کے هاتهه ميں نظم و نسق کے احکام تهے ' ان کا علم تمام تر فقه حنفي کي چند متداول متون و شروح تک جو متاخرين کي ترتيب دي هوئي تهيں ' محدود تها ' ان سے باهر نه تو کوئي نظر رکهتے تهے ' اور نه ايسي فضاء تهي که بلند نظري پيدا هوسکتي -

اس صورت حال کا لازمي نتيجه يه نکلا که اسلام کي پچهلي حکومتوں کي طرح ' عثماني حکومت ميں نظم و اداره کي کوئي موافق روح پيدا نه هو سکي - دائرۂ حکومت تمام براعظم يورپ اور مشرق ميں پهيل گيا تها - مختلف مذاهب ' مختلف نسليں ' مختلف تمدن ' اور مختلف جماعتي مزاج رقبۂ حکومت ميں جمع هوگئے تهے ' حکومت کے ليے اتنے مختلف عناصر پر کامياب حکومت قائم رکهني آسان نه تها - ترک هميشه سے ايک جنگي قوم تهے - اب ان کے زير نگيں يورپ اور مشرق کي تمام متمدن آباديان آگئي تهيں - ضرورت تهي که انتظام حکومت کي ايک طاقتور روح پيدا کي جاتي - يه روح ضرور پيدا هوتي ' اگر علوم دينيه کي حقيقي روح باقي رهتي ' اور تقليد و تنگ نظري نے فقهاء کے دماغ عقيم نه کرديے هوتے - ليکن افسوس که حالت دوسري تهي - نتيجه يه نکلا که روز بروز حکومت کا انتظامي مزاج مختل هونے لگا - حتی که يورپ کے مورخين کو يه کهنے کا موقع مل گيا که " اسلام کے احکام کي روح هي حاکمانه انتظام (اڈمنسٹريشن) کے خلاف هے " حالانکه اسلام کي روح مخالف نهيں هے - مسلمانوں کا دماغي تنزل مخالف هے -

(دور اصلاح)

سنه ۱۲۲۳ ھ (۱۸۰۸ع) سے سنه ۱۲۹۳ ھ (۱۸۷۶ع) تک

* * *

اِدهر ترکي مدافعانه جنگوں ميں مصروف تهي - روس اور آسٹريا کے حملوں کا مقابله کر رهي تهي - اُدهر يورپ ميں ايک نئي تهذيب پهيل رهي تهي ' جديد تمدن زندگي اور ترقي کے نئے نئے دروازے کهول رها تها ' اور اقوام يورپ تيزي سے آگے بڑه رهي تهيں - ايک طرف کامل وقفه تها ' دوسري طرف پوري حرکت و سرعت تهي - نتيجه يه نکلا که يورپ بهت آگے بڑه گيا ' اور ترکي جهاں تهي ' وهيں کي وهيں رہ گئي ' بلکه مسلسل دفاعي جنگوں نے اُسکي چوليں هلا ڈاليں -

---

* اِس کے بعد پهر بت پرستي کے خلاف کوئي با ضابطه مسيحي دعوت پيدا نهيں هوئي - يهانتک که صليبي لڑائيوں کے بعد اسلامي توحيد کي تعليم يورپ کے قلب تک پهنچي ' اور مشهور مسيحي مصلح لوتهر کا ظهور هوا -

۱
۱

(ليون كي اصلاح)

سي زمانے میں ليون سوم قسطنطنیه کے تخت پر بیٹھا - اِس شہنشاہ نے اشور کے پہاڑوں میں نشو و نما پائي تھي - ہر قسم کي تعليم و تربيت سے محروم تھا - تاهم عقل سليم رکھتا تھا - یہودیوں اور عربوں کي صحبت میں بیٹھ چکا تھا ' اور اُن کے اثر سے تصویروں اور بتوں کي تعظيم و عبادت سے متنفر تھا -

یہ تخت نشين هوا ؛ اور غايت تدبر سے اپنے ارادے مخفي رکھے - یہانتک کہ جب پوري طرح اقتدار حاصل هو گیا تو ديني اصلاح کي طرف قدم اٹھایا - اِس نے پہلا کام یہ کیا کہ علماء کي ایک مجلس منعقد کي اور یہ فتوى صادر کرایا کہ کنیسوں اور مقدس هیکلوں سے تصویریں اور مورتیں هٹا کر کسي ایسي بلند جگہ منتقل کردي جائیں جہاں مشرکانہ رسمیں انجام نہ دي جا سکیں -

چند سال بعد اُس نے دوسرا قدم اٹھایا اور مورتیوں کي پرستش ' اُنکي تعظيم ' اور کنیسوں میں موجودگي ' سب ناجائز قرار دیدي - اُس نے صرف اِتنے هي پر اکتفا نہیں کیا ' بلکہ قسطنطنیه کے تمام کنیسوں کو تصویروں اور مورتوں سے خالي بھي کر دیا - چنانچہ حضرت مسیح اور حضرت مریم بتول (علیهما السلام) کے تمام بت توڑ کر پھینک دیے گیے - اور تمام تصویریں محو کردي گئیں -

اُس کے بیٹے قسطنطین پنجم نے اِس بارے میں اَور بھي زیادہ سختي برتي - سنہ ۷۵۴ ع میں اُس نے ایک ديني مجلس منعقد کي - اِس میں ۳۳۸ پیشوا جمع هوئے - اِس لحاظ سے یہ مجلس بہت هي بڑي مجلس تھي - مگر اس میں صرف بیزنطیني کنیسے هي کے علماء شریک هوئے تھے - روم ' اسکندریہ ' بیت المقدس ' اور انطاکیہ کے نمائندے شامل نہیں تھے - پادشاہ نے اِس مجلس کے سامنے تصویر پرستي کا مسئلہ پیش کیا - متفقہ فیصلہ هوا کہ یہ عبادت ' مسیحي تعليمات کي رو سے قطعاً حرام ہے - اور پرستش کي تصویریں ' مجسمے ' اور آثار مسیحي عبادت گاهوں سے خارج کردینے چاهئیں - اس مجلس نے صلیب کو بھي اپنے فتوے میں مستثنى نہیں کیا ' اُسے بھي تجسم کا رمز قرار دیکر ممنوع ٹھہرایا - مزید برآں خود فن مصوري کو بھي نا جائز بتایا - اس نے یہ حکم بھي نافذ کیا کہ جو شخص صلیب بنائے ' یا مقدس تصویریں اور نقوش اتارے ' اُسے فوراً کنیسے سے خارج کردیا جائے ' اگرچہ وہ خود علماء کي جماعت هي میں سے کیوں نہ هو -

سنہ ۷۶۶ ع میں اِس فیصلہ کو اَور بھي زیادہ تشدد کے ساتھ جاري کیا گیا - صلیب رکھنا ' ولیوں کے لیے نماز پڑھنا ' تصویروں کي تعظيم کرنا ' یہ سب باتیں جرم قرار پائیں ' اور مخالفوں کے لیے تازیانہ کي سزا سے لیکر آنکھیں پھوڑنے ' زبان کاٹنے ' اور سولي پر چڑھانے تک کي سزائیں تجویز کي گئیں -

(بت پرستي کا دوسرا دور)

لیکن ملکۂ ایریني کے عہد میں پھر انقلاب هوا - یہ ملکہ بت پرستي کي حامي تھي ' کیونکہ وہ نسلاً یوناني تھي اور عورت تھي - یہ اِس حیثیت سے تخت نشین هوئي تھي کہ اپنے نا بالغ لڑکے قسطنطین ششم کي ولي اور سر پرست رهیگي - اِس نے برسر اقتدار آتے هي ایقوني کنیسا (یعني بت پرستي کو حرام سمجھنے والے کنیسا) کے علماء کو ستانا شروع کردیا - ستمبر سنہ ۷۸۷ ع میں بہ مقام نیس ایک ديني مجلس منعقد کي - اِس میں ۸۶۷ پادري جمع هوئے تھے - پوپ کے نمائندے بھي شریک تھے - بالاتفاق یہ فتوى صادر کیا گیا کہ مقدس تصویروں اور بتوں کي عبادت مسیحیت میں جائز ہے - اتنا هي نہیں بلکہ شرعاً مستحسن ہے - دلیل میں اسلاف کي بہت سي جھوٹي روایتیں پیش کي گئي تھیں - مزید براں قسطنطنیه کي سابق ديني مجلس کي تکفیر بھي کي گئي تھي - اُس کے فیصلہ پر عمل کرنے والوں کو بھي کافر و مرتد قرار دیا گیا !

(دوسري اصلاح)

ایک مدت تک اِس نئے فیصلہ پر عمل هوتا رها - یہاں تک کہ تیوفیلس بیزنطیہ کا بادشاہ هوا - یہ بت پرستي کا دشمن تھا - سنہ ۸۳۳ ع میں اِس نے پھر علماء مسیحیت سے ایک نیا فتوى حاصل کیا اور بت پرستي حرام قرار پائي - اِس نے صرف تصویریں اور بت هي نہیں مٹائے ' بلکہ کنیسوں میں مسیحي بزرگوں کے ناموں کے ساتھ " مقدس " کا لفظ بھي مٹا ڈالا - مصوروں اور بت سازوں کو شدید سزائیں دي گئیں - بہت سے خلاف ورزي کرنے والے پادریوں کي پیشانیاں آگ سے داغ دي گئیں - غرضکہ اِس رسم کے خلاف سخت جہاد جاري هوگیا -

اُسي زمانے میں ایک مسیحي عالم جان (جسے عربوں نے یوحنا نحوي کے نام سے پکارا ہے) مشرقي رومن سلطنت کے کنیسے کا بطریق اعظم مقرر هوا - یہ شہنشاہ کا استاد تھا اور بت پرستي کا سخت مخالف ' مگر اسکي طبیعت بہت کمزور تھي - اِس نے شاهي احکام کي تنفیذ میں تساهل کیا - نتیجہ یہ هوا کہ مخالفوں کے حوصلے بڑھ گئے اور وہ علانیہ احکام شاهي کي خلاف ورزي پر آمادہ هوگئے - شہنشاہ نے یہ حالت دیکھي تو سخت برهم هوا - پہلے سے بھي زیادہ تشدد پر اُتر آیا اور مقدس تصویروں اور بتوں کے معتقدین کو سخت سزائیں دینے لگا -

(بت پرستي کا تیسرا دور)

شہنشاہ کے انتقال پر اُس کي ملکہ تخت نشین هوئي - یہ اپنے شوهر کے خلاف عقیدہ رکھتي تھي - اس نے بت پرستي پھر رائج کرني چاهي مگر اُس کي راہ میں سب سے بڑي روک یہي یوحنا نحوي تھا - یہ شخص دونوں جماعتوں کي نظر میں مکروہ تھا - بت پرستي کے مخالف ' اسے بزدل اور منافق سمجھتے تھے - حامي دشمن خیال کرتے تھے - اِس سے بھي بڑھ کر یہ کہ یہ طبیعي علوم اور فلسفہ کا عالم تھا - یہ چیز اُس زمانے میں تمام دیندار مسیحیوں کي نظر میں کفر و الحاد تھي - اِس صورت حال نے یوحنا کو بالکل بے یار و مدد گار کر دیا - چنانچہ اُسے معزول کرنے کي کوششیں شروع هوئیں - اُس پر یہ تہمت لگائي گئي کہ جادو گر ہے - یہ تہمت اُس کي معزولي کے لیے کافي تھي - چنانچہ اُسے ذلت کے ساتھ نکالا گیا اور ایک گم نام خانقاہ میں جلا وطن کر دیا گیا - مگر مخالفوں کو اِس سے سیري نہیں هوئي - تھوڑے هي دنوں کے بعد اُس پر یہ الزام لگایا گیا کہ اُس نے ایک ولي کي تصویر کي آنکھیں پھوڑ ڈالي هیں - اِس الزام پر اُسے سخت سزا ملي اور توراۃ کے قانون " دانت کے بدلے دانت اور آنکھ کے بدلے آنکھ " کے بموجب اُس کي آنکھیں پھوڑ ڈالي گئیں !

اب ملکہ کے لیے میدان صاف تھا - اُس نے سنہ ۸۴۲ ع میں ایک اَور ديني مجلس قسطنطنیہ میں منعقد کي اور از سر نو بت پرستي کا فتوى صادر کرادیا - تمام مخالف ' کافر قرار دیے گئے ' اور بت پرستي مسیحیت کي بنیادي عبادت تسلیم کرلي گئي - ۱۹ فروري سنہ ۸۴۲ ع میں کنیسۂ ایا صوفیا میں پھر تصویریں اور مورتیں واپس آگئیں - یوناني کنیسا اب تک یہ دن ایک عظیم ديني تہوار کے طور پر مناتا ہے -

مشرق کی تاریخ جدید کی تاریخی شخصیتیں

مصطفیٰ پاشا الفاضل

اور لائحہ اصلاحیہ

(۲)

میرے آقا! اہل یورپ کہتے ہیں کہ ہماری کمزوری اور انحطاط ہماری قومیت اور ہمارے دین کی وجہ سے ہے۔ نیز کہتے ہیں کہ ہم فوجی زندگی بسر کرنے کے علاوہ اور کسی بات کے لئے موزوں ہی نہیں۔ حالانکہ ان کا یہ خیال حقیقت سے کوئی مناسبت نہیں رکھتا۔ ہماری امت دنیا کی دوسری امتوں سے کوئی مستثنیٰ صورت حال نہیں رکھتی۔ جس طرح دنیا کی مختلف قومیں ابتدا میں جنگی قوت سے نمایاں ہوئیں تاکہ اپنی ہستی کے لئے استقلال پیدا کریں، اور پھر علوم و صنائع اور تمام اعمال مدنیہ کے لئے مستعد ہوگئیں، اسی طرح ہم بھی اپنی جنگی شجاعت سے دنیا میں نمایاں ہوئے، اور کوئی وجہ نہیں کہ ترقی و سعادت کے تمام اعمال کی طرف قدم نہ بڑھائیں۔ قوم کی ابتدائی حرکت لڑائی میں ظاہر ہوئی ہو یا صنائع میں، مصدر دونوں کا ایک ہی ہوتا ہے اور وہ حرکت کی استعداد ہے۔ جب یہ استعداد ہے، اس کی راہ کبھی رک نہیں سکتی۔ خود یورپ کی مختلف قوموں کا اٹھان ہماری ہی طرح جنگ و عسکریت سے ہوا ہے، اور اب وہ تمدن و صنائع کے میدان میں سب سے پیش پیش ہیں۔

اسی طرح ہمارے دین پر بھی الزام صحیح نہیں۔ اس دین کی طرح دنیا کے تمام دینوں کی بھی تعلیم یہی ہے کہ جملہ کائنات، مشیت الٰہی کے ماتحت ہے۔ مسیحیوں کے عقیدے اس بارے میں ہمارے عقیدوں سے کہیں زیادہ سخت ہیں۔ وہ مذہب جبر پر ایمان لائے ہوئے ہیں۔ انکے پولس رسول کی تعلیم ہے کہ انسان، پروردگار کے ہاتھ میں ایسا ہے، جیسے گندھی ہوئی مٹی کمہار کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ لیکن اس کے باوجود بھی اے میرے آقا! انھیں بھلائی اور بہتری حاصل کرنے سے کوئی چیز روک نہ سکی۔

حق کا اظہار ضروری ہے۔ ہمیں جس چیز نے ان کی طرح عملی قوم ہونے سے روک دیا ہے، وہ ہمارا طرز حکومت ہے۔ جس حکومت میں یہ اندھیر ہوا ہو کہ ایک انسان دوسرے انسان کی محنت سے بغیر استحقاق کے نفع اٹھائے، وہاں نہ عقل ترقی پا سکتی ہے، نہ خوشحالی، عام ہو سکتی ہے۔ جس ملک میں بھی ظلم پھیل جاتا ہے، مخلوق، عمل سے کنارہ کش ہو جاتی ہے۔ کیونکہ اسے اپنی محنت سے متمتع ہونے کا یقین نہیں ہوتا۔

فرانس کی حالت ہمارے سامنے ہے۔ یہ خوبصورت ملک، جس کے مداح اعلیٰ حضرت بھی ہیں ۱۷۸۹ء سے پہلے سخت غفلت و فلاکت میں پڑا تھا۔ لائق سے لائق وزیر بر سر حکومت آئے اور بڑی بڑی کوششیں کیں کہ صنعت و حرفت اور تجارت و زراعت کو رواج دیں، ملک میں حرکت و زندگی پیدا کریں، مگر ناکام رہے۔ ملک نے ایک قدم بھی آگے نہ بڑھایا۔ اس وقت حالت یہ تھی کہ ظلم و استبداد ہر طرف چھایا ہوا تھا۔ رعایا اپنی محنت سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتی تھی۔ کسان، جنگلوں میں مارے مارے پھرتے تھے فقر و فاقہ نے انھیں حیوانوں کی سی مخلوق بنا دیا تھا۔ کوئی بھی محنت و مشقت کی طرف رغبت ظاہر نہیں کرتا تھا۔

لیکن صرف تیس برس کی مدت کے بعد اب فرانس، فرانس ہو گیا ہے۔ تمدن و تہذیب کا مرکز ہے علوم و صنائع سے مالا مال ہے۔ میرے آقا! یہ حیرت انگیز تبدیلی، صرف نظام حکومت کی تبدیلی کا نتیجہ تھی۔ مستبد حکومت نے ملک کو ویران کر ڈالا تھا۔ آزاد حکومت نے آتے ہی اس میں روح پھونک دی۔ ایسی روح جس نے اسے زندہ، جوان، طاقتور، اور خوشحال بنا دیا۔ درحقیقت فرانس پر آزادی کا بہت ہی عظیم احسان ہے۔

میرے آقا! آزادی، قوموں کو زندہ کر دیتی ہے۔ صرف معنوی زندگی ہی نہیں، مادی زندگی بھی بخشتی ہے۔ جب انسان اپنے حقوق سے محروم ہو جاتا ہے، تو ناکارہ ہو جاتا ہے۔ اس کے تمام جسمانی و معنوی قویٰ معطل ہو جاتے ہیں۔

میرے آقا! جب قوم کی وہ حالت ہو جائے، جو اوپر عرض کر چکا ہوں۔ زمانہ، اس کے اخلاق پر دست درازی کرے، غفلت، آہستہ آہستہ اس کی عقل پر حاوی ہوتی جائے، فقر و فاقہ اس کا خون چوسنے لگے، اور سلطنت کے خزانے خالی ہو جائیں، تو ایسی حالت میں ہر محب وطن اور مخلص قوم کا فرض ہو جاتا ہے کہ صرف اصلاح کے مطالبہ ہی پر قانع نہ ہو جائے بلکہ عمل کا فوری قدم بھی اٹھائے۔ اصلاح ایک بے معنی لفظ ہے اگر اس کے ساتھ عمل نہ ہو۔ کتنے قوانین کا ہم سے وعدہ کیا گیا ہے؟ کتنے نظام شائع کئے گئے؟ مگر کبھی عمل ہمارے سامنے نہیں آیا۔ لہذا اب ہم پر فرض ہو گیا ہے کہ ایک قدم آگے بڑھیں اور یہ اہم معروضہ، عرش معظم کے روبرو انتہائی تعظیم و احترام کے ساتھ پیش کر دیں۔

میرے آقا! آپ اس سلطنت کا ہاتھ پکڑیئے اور اس کا شباب تازہ کر دیجئے۔ دستور (یعنی دستوری نظام حکومت) کا ہاتھ بڑھایئے اور اسے اختلال و بدنظمی سے نکال لیجئے۔ امت کو ایسا دستور بخشئے جس کا جسم تندرست ہو، سینہ کشادہ ہو، نیت نیک ہو۔ پھر اسے اپنی امان میں لے لیجئے، ایسا انتظام قائم کیجئے کہ وہ اخلاص سے جاری ہو، امانت سے اس پر عمل کیا جائے، اور ہمیشہ کے لئے دست درازیوں سے محفوظ ہو جائے۔ ایسا دستور جس کے سامنے مسلم اور غیر مسلم، دونوں اپنے حقوق و واجبات میں برابر ہوں، تاکہ قومی اتحاد پیدا ہو۔ سب کو سلامتی اپنے سایہ میں لے لے، اور مغربیوں کا یہ کلیہ ٹوٹ جائے کہ غالب اور مغلوب میں اتحاد، محال ہے؟

آہ میرے آقا! میں دیکھتا ہوں کہ ہمارے اہل حل و عقد میں منافق اور جاہل، لفظ دستور تک سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ اعلیٰ حضرت سے کہتے ہیں کہ دستور بادشاہ کو ایک بے جان کٹھ پتلی بنا دیتا ہے۔ اس کا اختیار چھین لیتا ہے۔ اس کی عظمت سلب کر لیتا ہے۔ دوسری طرف قوم سے کہتے ہیں: دستور تمھیں تمھاری عزیز ترین خصوصیتوں: دین، لباس، رسم و رواج سب سے محروم کر دے گا۔ لیکن یہ لوگ یا تو دغاباز ہیں، یا جہالت نے ان کی عقل پر پردے ڈال دئے ہیں۔

میرے آقا! ان لوگوں کے مشورے پر کان نہ دھرئے۔ اے میری امت! ان کی گمراہی کی پروا نہ کر۔ دستور، صرف خود غرضی کو روکتا ہے۔ بادشاہ کی صرف اتنی ہی آزادی سلب کرتا ہے کہ وہ رعیت کے معاملہ میں غلطی نہ کرے۔ اتنا ہی اختیار چھینتا ہے، جتنے غیر معتدل اختیار سے شر پیدا ہوتا ہے۔ وہ قوم پر کوئی ایسا حکم نہیں لگاتا جو اس کی عزت کے خلاف یا اس کی سعادت کے منافی ہو۔ وہ دین کی حفاظت کرتا ہے۔ سلطنت کا نگہبان ہوتا ہے۔ حقوق کی ضمانت کرتا ہے۔ دلوں میں اطمینان اتارتا ہے۔ ہر انسان کو آزاد اور شریف بنا دیتا ہے!

دستور ہمارے لئے یہ موقعہ بہم پہونچائے گا کہ تمام سلطنتوں سے اپنے تعلقات اور زیادہ بہتر بنا دیں۔ یہاں، اس ملک میں، اور یورپ میں، کون نہیں جانتا کہ ہمارے معاملات میں سفراء دول کی مداخلت نے کتنا نقصان پہنچایا ہے؟ یہ لوگ برابر اصلاح، اصلاح چلاتے ہیں، مگر سب کو معلوم ہے کہ اس مطالبہ سے ان کا مقصد ایک قوم کو دوسری قوم پر ترجیح دینا ہے، یا اس سے ان کی غرض بعض افراد کی خدمت ہے، یہ اور بھی زیادہ برا اور نقصان دہ ہے۔ لیکن دستور، ہماری حکومت ایسی مستحکم بنیادوں پر قائم کر دے گا کہ کسی اجنبی کو مداخلت کی جرأت باقی نہ رہے گی۔ تمام رعایا اپنی حکومت کے ظل حمایت میں ہوگی۔ سب کو عدل و انصاف کے سایہ میں یکساں امن ملے گا۔ دستور کے سامنے سب آدمی برابر برابر ہو جائیں گے۔

میرے آقا! وقت آ گیا ہے کہ اسلاف کی سلطنت کو آپ بچا لیں۔ اس کی راہ میں ہمارے خون اور ہمارے آنسوؤں کی قربانیاں عظیم تھیں۔ اس کا ماضی، شاندار تھا، اس کا حاضر، حسرت ناک ہے۔ آہ! یہ حاضر خود اعلیٰ حضرت کے رحیم قلب کے لئے کیسا کس درجہ تکلیف دہ ہے؟ ہمارے گرد ہر چیز ہمیں دھمکا رہی ہے۔ ہمارے ہاتھ کی ہر چیز گرتی اور ٹوٹتی جاتی ہے۔ اعلیٰ حضرت کی دوربین نظریں یہ سارے خطرے دیکھ رہی ہیں۔ معاملہ، سنجیدہ اور واقعی ہے۔ خیال توہم کی اس میں گنجائش نہیں۔ آپ کے پاس اتنی فوج موجود ہے کہ اجنبی ایندھن سے بھڑکنے والی ہر فساد کی آگ، بجھا دے سکتی ہے۔ لیکن اس فوج کے پاس نہ تو کھانا ہے کہ مفتوحین کا پیٹ پال سکے، نہ حکمت ہے کہ مغلوبین کے دلوں میں اتار سکے، اور نہ ہی امان ہے کہ خوف زدوں کو اپنے دائرہ حفاظت میں لے لے اور ظالموں کا ظلم روک سکے۔ آپ طماعوں کو اپنے ملک میں نئے نئے امتیازات دے کر فیصلہ کا دن دور کر سکتے ہیں، لیکن آپ کی اس بخشش میں ہمارا حصہ کیا ہے؟ بہت ممکن ہے فیصلہ کے ہولناک دن میں ہم اسی بخشش کی بدولت اور بھی زیادہ کمزور، بے کس، اور فقیر ثابت ہوں۔

میرے آقا! ہر سال جو گزرتا ہے، ہمارے بیرونی مددگاروں کی تعداد کم کرتا اور ہماری داخلی زندگی کا ایک چراغ بجھا دیتا ہے۔ یہ انگلستان ہمارے سامنے موجود ہے۔ اب وہ ہماری امداد کا ویسا خواہشمند نہیں جیسا بارہ برس پہلے تھا۔ یہ آسٹریا، جرمنی سے شکست کھانے کے بعد مغربی ہونے سے زیادہ مشرقی سلطنت بن گیا ہے۔ اب وہ سلاؤں سے تقرب حاصل کرنا چاہتا ہے جو ہماری سرزمین میں مقیم ہیں۔ اس سے بھی زیادہ اندیشہ کی بات یہ ہے کہ یورپ کی عام رائے ہمارے خلاف ہو گئی ہے۔ سب کو معلوم ہے وہ ہماری طرفدار تھی، مگر روز بروز ہم سے منحرف

سلطان محمود ثاني تک ترک اپني عظمت و سرگراني کي وجه سے علم و فن کي هر نئي بات کو نفرت کي نظر سے ديکهتے تهے - صرف توپ خانه اور طباعت کي چند اصلاحات منظور کي گئي تهيں - باقي تمام علمي و صناعي انکشافات سے غفلت و اعراض تها - مشهور ترکي مورخ جودت پاشا نے اپني تاريخ ميں ترکوں کا ذهني جمود دکهايا هے - وه لکهتا هے که " رسمي احمد آفندي نے سلطان مصطفى ثالث کے زمانه ميں يورپ کي سياحت کي تهي - واپس آکر سلطان کے ايک مقرب خاص يوسف آفندي سے بيان کيا که دول يورپ اپنے ملکوں کے حفظان صحت پر بهت متوجه هيں - جا بجا قرنطينے قائم کيے گئے هيں - سلطنت عثمانيه کو بهي يهي کرنا چاهيے - لائق مصاحب نے يه سنکر پيشاني پر بل ڈال ليے اور کها " ميں تمهيں ابتک عقلمند سمجهتا تها ، مگر تم سخت احمق نکلے ، تم اتنا بهي نهيں سمجهه سکتے که يورپ کے لوگ همارے ملک ميں صرف بيماريوں کے ڈر سے نهيں آتے - اگر هم حفظان صحت کا انتظام کر دينگے تو ظاهر هے ، يه روک اٹهه جائيگي ، اور يورپين هماري سر زمين پر چيونٹي کي طرح پهيل جائينگے - پهر هم انهيں کيسے قابو ميں رکهه سکينگے ؟ "

يه بات نهيں هے که ترکي ميں کسي کو بهي اصلاح کا خيال نه تها - خود سلطان مصطفى ثالث اور سليم ثالث اصلاح کے بڑے حامي تهے - مگر بالکل مجبور تهے - اصلاح کي سب سے بڑي مخالفت فوج اور عامة الناس کي طرف سے هوتي تهي - ينگ چري فوجوں کو حد سے زياده اقتدار حاصل هوگيا تها ، سلطان انکے هاتهه ميں کهلونا تها - يه فوجيں سخت جاهل اور گنوار تهيں - کسي طرح کي اصلاح ديکهنا نهيں چاهتي تهيں - عام رعايا سرکاري علماء کے هاتهوں ميں تهي ، اور معلوم هے که علماء دولت هر زمانه ميں اصلاح کے سب سے بڑے مخالف هوتے هيں - اصلاح کي هر صدا ان علماء سوء کے مذهب ميں کفر و الحاد کي صدا تهي - وه ايک لمحه کيليے بهي گوارا نهيں کرسکتے تهے که علم کي ايک شعاع بهي ترکي کے آسمان پر چمکے -

سب سے پہلے سلطان محمود ثاني کو اصلاح کي توفيق ملي - يه سلطان بڑا هي اولوالعزم تها - اس نے ينگ چري فوجوں کا قتل عام کرکے خاتمه کرديا - اس کا اثر يه هوا که اس کي هيبت دلوں پر چهاگئي ، اور علماء دولت بهي باوجود اپني تمام سرکشيوں کے لرزنے لگے - اس سلطان نے اصلاح کے لئے اپني سلطنت کے دروازے کهول ديے اور فوج کا نظام بالکل جديد کر ديا - عام ترکي لباس بهي ترک کر ديا گيا - اور خود سلطان نے نيا فوجي لباس پهنکر اس کي ابتدا کردي - مگر افسوس هے که اب بهت دير هوچکي تهي - يورپ قرو تازه هوکر از سر نو ترکي کي تباهي پر تل گيا تها ، اور هرگز نهيں چاهتا تها که يه پرانا حريف از سر نو طاقت حاصل کرلے - چنانچه ترکي کي ماتحت عيسائي اقوام سے بغاوت کرائي گئي ، ان کي حمايت و حفاظت کے ليے مداخلت کا مطالبه کيا گيا ، اور بين الاقوامي سياست ميں " مسئلهٔ مشرق " کے نام سے ايک جديد لفظ کا اضافه هوگيا ، جس سے مقصود صرف يه تها که ترکي کا خاتمه کر ديا جاے -

يه تاريخي واقعه هے که سلطان محمود اور ان کے بعد سلطان عبد المجيد نے اصلاحات عام کرنے کي سر توڑ کوششيں کيں ، شيخ الاسلام احمد عارف آفندي نے تمام قلمرو ميں دوره کرکے مسلمانوں کو سمجهانا شروع کيا که اصلاحات شريعت کے خلاف نهيں هيں ، اور انهيں نفرت و وحشت کي نظر سے نهيں ديکهنا چاهئے - اس طرح تمدني اصلاحات کي راه ميں کوئي بهي اندروني رکاوت باقي نهيں رهي تهي - ليکن خود يورپ ، جو هميشه اصلاحات کے ليے غل مچايا کرتا تها ، سد راه هوا - لا متناهي جنگوں کا سلسله شروع کراديا گيا ، اور ترکي کے مدبرين اور خزانه کو اصلاح کي ذرا بهي مهلت نهيں دي گئي - اس طرح ۶۸ سال کا زمانه نکل گيا -

زنجي تحريک حريت

کچهه عرصه سے افريقا کے زنجيوں ميں آزادي کي تحريک پهيل رهي هے - اس کا مرکز جمهوريه " ليبيري " ميں هے - مرقص گاروي صدر انجمن " آزادي جنس زنجي " نے اعلان کيا هے که نصف صدي کے اندر اندر افريقا کے سياه آدمي اس قابل هو جائيں گے که اپنے اوپر خود حکومت کرنے لگيں اور پورے افريقا کي متحده جمهوريت قائم کرليں - صدر نے کام کي موجوده مشکلات کا اعتراف کرتے هوئے کها هے : هم في الحال تقرير و تحرير کے ذريعه پروپگنڈا نهيں کرسکتے - کيونکه باشندوں ميں تعليم مفقود هے - ليکن همارے پاس ايک معقول ذريعه موجود هے ، اور وه " ڈهول " هے - هم ڈهول پر اپني دعوت ايک قبيله سے دوسرے قبيله تک پهنچاديتے هيں اور باشندے اسے قبول کرتے جاتے هيں -

(پارليمنٹري گالياں)

پارليمنٹوں ميں هميشه تعليم يافته آدمي بيٹهتے هيں - با ايں همه ان کي گاليوں کا ايک نمونه ملاحظه هو :

سرويا کي پارليمنٹ کے ايک ممبر نے ايک مقرر کو مخاطب کرکے کها : " چرس پينے والے ! مرده کهوپڑيوں کے سوداگر ! حريت کے قاتل ! " جرمن پارليمنٹ ميں ايک ممبر نے دوسرے سے کها : " تو سڑا هوا سور هے ! تو کيڑے پڑا هوا جسم هے ! تو ديوانوں کا بادشاه هے ! "

" تو بوئر يهودي هے ! تو قانون کا تاجر هے ! تو آئرلينڈي شکاري کي رسي هے ! تو کرامول کے زمانه کا سڑا هوا چيتهڑا هے ! " يه انگريزي پارليمنٹ ميں ايک ممبر کا بيان تها !

WANTED.

Urdu Trained Mistresses for the Karachi Municipal Urdu Girls Schools on the following salary :

	Pay	Allowance	Total
1st Year (Junior)	Rs. 50/-	Rs. 10/-	Rs. 60/-
2nd Year	„ 55/-	„ 10/-	„ 65/-
3rd Year (Senior)	„ 65/-	„ 10/-	„ 75/-

The above posts are pensionable and governed by the Municipal Pension & Provident Fund Rules. The appointments will be on 2 years' contract in the first instance. Apply with full details; also age, nationality with copies of testimonials, if any. Applications should reach the Undersigned on or before 1-11-1927. Those already in service, should apply through their authorities under whom they are employed.

Sd. V. G. PRADHAN,
Administrative Officer.
SCHOOL BOARD,
KARACHI MUNICIPALITY, (I.H)

بریدِ شرق

مکتوب آستانہ

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قسطنطنیہ کے قلم سے)

قصر یلدیز کے ہوٹل کی بندش۔ مجلس کے انتخابات۔ ایک نئی سازش۔ ترک اور افغان۔ ٹرکی اور ایران

قصر یلدیز کے ملعب کی بندش

آپ کے قارئین، قصر یلدیز کے نام سے ناآشنا نہ ہونگے۔ یہی وہ محل بلکہ قلعہ ہے جسمیں بیٹھ کر سلطان عبدالحمید ثانی نے کامل ۳۳ سال تک ایسے استبداد و قہر کی حکومت کی، جو موجودہ دُنیا کی تاریخ میں کوئی دوسری مثال نہیں رکھتی!

یلدیز، باسفورس کے یُورپی ساحل پر واقع ہے۔ اُس کا پہلا پھاٹک، بالکل لب سمندر ہے۔ یہاں سے صنوبر کے گھنے اور خوبصورت جنگل شروع ہوجاتے ہیں۔ انہیں طے کرکے محل تک پہنچنے کے لئے تیز موٹر کار میں بھی کم سے کم پندرہ منٹ صرف ہوتے ہیں۔ بہت بلندی پر محل، مستحکم قلعہ کی طرح کھڑا ہے۔ پہلے اُس کے گرد میلوں تک، مورچے اور قلعہ بندیاں تھیں

اُس زمانے میں یلدیز کا نام ترکوں کے دل لرزا دیتا تھا۔ یلدیز کا نام لینا، یلدیز کا ذکر کرنا، یلدیز کا لفظ تحریر میں لانا، یلدیز کی طرف نظر اُٹھانا، یہ سب باتیں انسان کو حکومت کی نظر میں مشتبہ کردینے کے لئے کافی تھیں۔ اُسوقت بڑے بڑے حکّام کے سوا، کسی ترک کے وہم میں بھی یہ بات نہیں آسکتی تھی کہ اندر سے یلدیز کی کبھی جھلک دیکھ لے سکتا ہو!

۳۳ سال کے بعد یلدیز کا یہ طلسم ٹوٹا۔ سلطان محمد خامس مرحوم کے زمانے میں اُس کی وہ ہیبت باقی نہیں رہی۔ لیکن عوام کے لئے اُس کا داخلہ اب بھی ناممکن تھا۔

وحید الدین محمد سادس، آخری عثمانی سلطان کے زمانے میں پھر یلدیز نے اپنا رعب واپس لینا شروع کردیا تھا۔ یہ سلطان، اپنے بھائی عبدالحمید کی سی طبیعت رکھتا تھا، اور اُسی جبروت سے حکومت کرنی چاہتا تھا۔ مگر زمانے کے انقلابات نے اُسے مہلت نہ دی اُسے تخت سلطنت سے ہمیشہ کے لئے محروم ہوجانا پڑا۔

آخری خلیفہ سلطان عبدالمجید کے مختصر عہد میں یلدیز کی تمام ہیبت زائل ہوگئی۔ جمہوریت نے آتے ہی اُس کے دروازے عام خلق کے لئے کھول دیئے۔

جمہوری حکومت نے یہ محل آستانہ کی بلدیہ (میونسپلٹی) کو دے دیا تھا۔ مقصود یہ تھا کہ اس طرح استعمال میں لایا جائے کہ شہر کے باشندوں کی خوشحالی میں ترقی ہو۔ اور اُس کے قیام و مصارف کا بار خزینۂ حکومت پر نہ پڑے۔ اُسی زمانے میں ایک اٹالین سرمایہ دار ماکوسیرا نامی نے درخواست پیش کی کہ یہ محل اُسے کرایہ پر دیدیا جائے۔ وہ اس میں ہوٹل اور ملعب (تفریح کی جگہ) قائم کرے گا، اور ایک معقول رقم حکومت کو دیا کرے گا۔ ترکی حکومت نے یہ تجویز اس شرط پر منظور کرلی کہ ترک باشندوں کو اُس میں شریک ہونے کی اجازت نہ دی جائے اور اُس کے قیام کا اعلان دنیا کے تمام بڑے بڑے شہروں میں کردیا جائے۔ حکومت کا خیال تھا کہ اس طرح ترک، اسراف سے بچ جائیں گے اور دوسرے ملکوں کے دولت مند یہاں آکر اپنی دولت بہائیں گے۔ اور اس طرح شہر کو وہ عظیم مالی فوائد حاصل ہوں گے جو اسوقت تک صرف یورپ کے بڑے بڑے شہروں کو حاصل ہورہے ہیں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ ارکان حکومت کی بہت بڑی غلطی تھی۔ اُنھوں نے معاملہ کا صرف ایک ہی پہلو دیکھا، اور تمام پہلو نظر انداز کردیئے۔

بہر حال اٹالین نے شرائط منظور کرلیں، اور افسوس ہے کہ تاریخ میں پہلی مرتبہ ترکی سلاطین کے پایۂ تخت میں لہو و لعب کا یہ عظیم الشان مرکز قائم ہوگیا!

ٹھیکہ کی باقی شرطیں یہ تھیں کہ ماہوار کرایہ کے علاوہ بلدیہ کو ہوٹل کی آمدنی سے بھی فی صدی ایک معقول رقم دیجائے گی۔ چنانچہ بلدیہ نے پہلی قسط ۱،۳۵،۰۰۰ (ترکی پونڈ) کی ہوٹل کی آمدنی سے وصول کئے اس کے مقابلہ میں سرمایہ دار کو ۱۰ لاکھ ترکی پونڈ نفع ہوا۔

تقریباً ۷ مہینے یہ سلسلہ جاری رہا۔ مگر اس تمام مدت میں بلدیہ کو برابر شکایت رہی کہ کرایہ دار معاہدے کی شرطیں پُوری نہیں کررہا ہے۔ ترکی اخبارات میں روز مضامین شایع ہوتے تھے اور اعداد و شمار سے دکھایا جاتا تھا کہ اس ملعب سے ترکی قوم کی کتنی دولت ضائع ہورہی ہے؟ بجائے اس کے کہ یورپ کے سرمایہ دار یہاں آکر اپنی دولت صرف کریں، خود ترکوں کی دولت برباد کرنے کا ذریعہ بن گیا ہے۔ ہوٹل میں علانیہ قمار کھیلا جاتا تھا، اور اس کا شوق ترکوں میں بھی پھیلنے لگا تھا۔ دُنیا کی یہ شریف ترین قوم اب تک قمار کے مہلک مرض سے محفوظ تھی، لیکن اس اٹالین سرمایہ دار کی زیر پرستی اور ارکان حکومت کی ناعاقبت اندیشی نے اس سے ترکوں کو بھی آشنا کردیا!

ایک طرف یہ بربادی پھیلی ہوئی تھی، دوسری طرف یورپ کے دولتمندوں نے گویا اس کا مقاطعہ کر رکھا تھا۔ اول تو کرایہ دار نے اس مرکز کا یورپ کے مراکز تفریح میں اعلان ہی نہیں کیا، کیونکہ اُس نے دیکھا، مقامی آبادی ہی اُس کی مطلب برآری کے لئے کافی ہے پھر یہ بھی ہوا کہ قومی تعصب کی وجہ سے دوسری قوموں کے دولتمند، لندن، پیرس، برلن کو چھوڑ کر اپنی دولت ترکوں میں خرچ کرنا پسند نہیں کرتے تھے

الحمد للہ کہ، ۷ ماہ کی غفلت کے بعد اب حکومت متنبہ ہوئی اور اُس نے فیصلہ کرلیا کہ اس عظیم خطرے کا سدباب کردے۔ چنانچہ کل رات کو کمشنر نظیف بک پولیس کی ایک بڑی جمعیت لے کر محل یلدیز میں گھس پڑے۔ قمارخانے میں داخل ہوئے۔ وہاں بازیاں لگ رہی تھیں۔ حاضرین میں ایک اچھی تعداد ترکوں کی موجود تھی۔ ایک ترک طالب علم بھی موجود تھا۔ لوگ اسے آسمانی بلا سمجھ کر بھاگنے لگے۔ مگر کمشنر نے ڈپٹ کر کہا:

"کھیل ختم ہوگیا۔ کوئی اپنی جگہ سے نہ ہلے!"

چنانچہ سب مبہوت کھڑے کے کھڑے رہ گئے۔ فوراً اُن کے نام لکھے گئے۔ بازی کی رقمیں جمع کی گئیں۔ کل ۲،۷۰۰ پونڈ تھے۔ پھر قمارخانے کا صندوق ضبط کیا گیا۔ اُس میں ۴،۰۰۰ پونڈ تھے۔ ایک شخص اتنی ہی رقم لئے بھاگ رہا تھا، اُسے بھی گرفتار کیا گیا۔ پھر محل کے تمام دروازے مقفل کردیئے گئے اور محافظ پھاٹکوں پر کھڑے ہوگئے۔

اس واقعہ کے بعد کمشنر نے حسب ذیل بیان شایع کیا:

"حکومت نے صرف اس بات کی اجازت دی تھی کہ اجنبی لوگ یلدیز میں اپنا ملعب قائم کریں تاکہ اس سے شہر کو مالی منفعت حاصل ہو۔ لیکن ماکوسیرا نے معاہدے کی پابندی نہیں کی اور اُسے شہر کے لئے ایک نہایت خطرناک قمارخانہ بنا دیا۔ جسے کسی حال میں بھی حکومت گوارا نہیں کرسکتی۔ مجبوراً حکومت نے فیصلہ کرلیا کہ معاہدہ منسوخ کردے اور قوم کو اس مصیبت سے نجات دلائے"

اس طرح ترکوں کو یلدیز کی مصیبت سے دوبارہ نجات مل گئی۔

مجلس کے انتخابات

مجلس (پارلیمنٹ) کے انتخابات ختم ہوگئے۔ غازی مصطفےٰ کمال پاشا کی پوری جماعت انتخابات میں کامیاب ہوگئی۔ کسی دوسری جماعت کا ایک آدمی بھی نئی مجلس میں نہ ہوگا۔ تمام کرسیاں "خلق فرقہ سی" کے آدمیوں ہی کے قبضہ میں رہیں گی۔

اس کامیابی پر غازی ممدوح نے قوم کے نام ایک اعلان شایع کیا ہے۔ اُس میں لکھتے ہیں:

"میرے عزیز برادران وطن نے اپنی متفقہ رائے سے ثابت کردیا کہ وہ ہماری سیاسی جماعت پر اعتماد رکھتے ہیں۔ اُس کی گزشتہ خدمات بنظر استحسان دیکھتے ہیں، اور اُس کے آئندہ مسلک کو مفید یقین کرتے ہیں۔ یقیناً اُن کا یہ اعتماد، ہمارے لئے بہت ہمت افزا ہے۔ اُسنے ہمیں مستقبل کی تعمیر کے لئے پہلے سے بھی زیادہ قوت بخش دی ہے"

بلاشبہ یہ کامیابی ہے۔ لیکن اس میں ایک پہلو ایسا بھی موجود ہے جو ہر شخص کی توجہ اپنی طرف مبذول کرلیتا ہے۔ واقعہ یہ ہے جیسا کہ پچھلے مکتوب میں لکھ چکا ہوں کہ موجودہ انتخابات میں اس جمہوری جماعت کے سوا کوئی دوسری جماعت شریک ہی نہیں ہوئی تھی۔ لہذا ہر حال میں یہی نتیجہ نکلتا تھا کہ اس جماعت کے امیدوار منتخب ہوجائیں اسے کوئی ایسی کامیابی نہیں کہہ سکتے جو مقابلہ کے بعد حاصل ہوتی ہے۔ یہ اہم پہلو، خود انگورہ کے نیم سرکاری اخبار "حاکمیت ملت" کو بھی زیر بحث لانا پڑا۔ وہ اپنے مقالۂ افتتاحیہ میں لکھتا ہے:

"دوسرے ملکوں میں انتخابات، مختلف ذہنی مذاہب (اسکول) یا مختلف طبقوں کے ذاتی منافع کی بنا پر ہوا کرتے ہیں۔ انہیں دونوں سببوں سے مختلف سیاسی جماعتیں قائم ہوجاتی ہیں۔ اور ان میں ہر جماعت برسر اقتدار آنے کی کوشش کرتی ہے۔ لیکن ٹرکی میں یہ صورت حال نہیں ہے۔ یہاں اب تک ایسے طبقے موجود نہیں ہیں جن کے مفاد مختلف ہوں۔ ٹرکی میں سرمایہ داروں، مزدوروں، اور متوسط الحال لوگوں کی جماعتیں موجود نہیں ہیں۔ یہاں صرف ایک ہی قوم ہے، اور تمام باشندے مشترک مفاد و اغراض رکھتے ہیں"۔

"بلاشبہ حالت امن میں یہاں بھی دو فکری رجحان پیدا ہوجاتے ہیں: ایک گروہ کا فکری رجحان یہ ہوتا ہے کہ ملک کی نجات و سلامتی ماضی میں، ماضی کی تقلید میں، اور قدیم رسم و رواج کی پابندی میں ہے۔ دوسرے گروہ کی رائے میں کامیابی تمام تر اصلاح و تجدید میں ہے پہلے گروہ میں عامۃ الناس اور غیر تعلیم یافتہ اشخاص داخل ہیں دوسرا

جاتی ہے۔ اگر اعلیٰ حضرت، مہربانی فرماکر پیرس، لندن، اور روم کے اخبارات پر ایک نظر ڈالیں تو معلوم ہوجائے گا کہ جو قومیں اپنی مصلحت سے ہماری مدد کیا کرتی تھیں، اب وہ ہماری تباہی کا یقین کرنے لگی ہیں۔ انگلستان، فرانس، اور اٹلی کے بہت سے مدبر ہمارے حکام کی حرکتیں دیکھ کر اور رعایا پر ظلم وستم مشاہدہ کرکے اپنی تحریروں اور تقریروں میں اعلان کرنے لگے ہیں ”یہ حکومت ہرگز اپنی اصلاح نہیں کرسکتی۔ اُس کا زوال یقینی ہے ہم بھی اُسے چھوڑ دیں۔ اُس کی موت جلد واقع ہوجانے دیں!“

میرے آقا! ہمیں ان پیشین گوئیوں کی تکذیب کردینی چاہیئے لیکن یہ اُسی وقت ممکن ہے کہ اپنی حکومت میں تبدیلی کریں۔ یہ تبدیلی ضرور بہتر ہوگی، کیونکہ اعلیٰ حضرت کے ارادے اور حکم سے ہوگی۔ ہم فرانس، انگلستان اور اٹلی پر ثابت کردیں کہ نہ ہماری قومیت نے ہمیں اس کمزوری اور فساد میں گرا رکھا ہے، نہ یہ ہمارے مقدس دین ہی کا اقتضا ہے۔

لوگ کہتے ہیں کہ ہم مرچکے ہیں! ہم زندوں کی طرح عمل کرکے دکھا دیں کہ نہیں، مرے نہیں ہیں، زندہ ہیں!

میرے آقا! ہم پہلی قوم نہیں ہیں جسپر زمانے نے یورش کی ہے۔ اُسکی ہر خوبی بگاڑ ڈالی ہے، اور اُس کے تمام قویٰ کمزور کرڈالے ہیں۔ ہم آخری قوم بھی نہیں ہونگے جس کی ایسی زبوں حالت ہوئی ہے۔ یورپ میں بھی بہت سی ایسی قومیں ہیں جن پر زمانہ اپنی تمام مصیبتوں کے ساتھ ٹوٹ پڑا ہے، اور اُن کا حال بھی بالکل ہمارے جیسا ہوگیا ہے۔ میں اعلیٰحضرت کے روبرو عرض کرچکا ہوں کہ گزشتہ صدی میں فرانسیسی قوم کس قدر تباہ ہوگئی تھی۔ کس طرح اُس کی صنعت وحرفت برباد ہوگئی تھی۔ کس درجہ اُس کی ثروت کمزور ہوگئی تھی کہ ہر دس سال کے بعد دیوالیہ ہوجایا کرتی تھی۔ کس طرح اُس کے تمام طبقوں پر ظلم ہورہا تھا، حتیٰ کہ اُس وقت کے ایک مدبر نے لوئی پانزدہم سے کہدیا تھا ”آپ کی سلطنت میں کوئی نہیں جو اپنی عزت پر فخر کرے اور وزیر کے انتقام سے بچ جائے۔ کوئی نہیں جو اپنی بدحالی پر صبر شکر کرے اور ایک حقیر چپراسی کے غصہ سے بھی بچ نکلے!“ اُس ملک میں حکومت کا کوئی رعب دبدبہ باقی نہ رہا تھا۔ اُس کے سامنے عمل کی تمام راہیں بند ہوگئی تھیں۔ حواس گم ہوگئے تھے روز ایک نئی روش اختیار کرتی اور بدلتی تھی۔ جنگ ہفت سالہ کے بعد تو فرانس گرکر تیسرے درجے کی دُوَل کے زمرے میں شمار ہونے لگا تھا۔ لیکن اُسنے پھر بہت جلد اپنی اصلی جگہ حاصل کرلی۔ چند ہی سال میں اُس کی تمام برباد قوتیں واپس آگئیں۔ حتیٰ کہ اُس کی فوجوں نے یورپ کی متحدہ یلغار روک دی۔

یہ حیرت انگیز کامیابی فرانس نے کیونکر حاصل کی؟ صرف اسوجہ سے کہ اُسنے حکومت کے بوسیدہ نظام کی جگہ ایک نیا صحیح پر زور نظام قائم کردیا تھا۔ بلاشبہ یہ شاندار تبدیلی مصائب سے خالی نہ تھی۔ بہت سا خون بہا، بہت سے آنسو گرے۔ مگر یہ مصائب کچھ اس تبدیلی کا لازمی نتیجہ نہ تھیں۔ ان مصائب کی اصلی وجہ یہ تھی کہ تبدیلی اُس وقت واقع ہوئی جب اُس کے لئے ذرا بھی وقت باقی نہ رہا تھا۔ بالکل آخری لمحہ تھا وہ لمحہ جس میں اگر قومیں اُٹھ پڑتی ہیں، تو اُن کا اُٹھنا بڑا ہی ہولناک ہوتا ہے۔

میرے آقا! ایک فرانسیسی قوم ہی ایسی نہیں ہے جو اپنے مصائب سے صحیح سالم نکل آئی ہو۔ فرانس کے علاوہ اور بھی ایسی قومیں موجود ہیں۔ ریاست پیمونٹی (اٹلی) کے نواب نے آرزو کی کہ عظیم الشان اٹلین قوم کا بادشاہ ہوجائے۔ وہ بادشاہ ہوگیا! کیونکر؟ اُسنے کوئی فوج جمع نہیں کی، کوئی رسالہ طیار نہیں کیا۔ اُسنے صرف یہ کیا کہ قوم کو ایک آزاد دستور حکومت بخش دیا۔ اس بخشش کے ساتھ ہی اُس کی فتوحات شروع ہوگئیں۔ زمین کی فتوحات نہیں جن پر بھروسہ نہیں کیا جاسکتا، دلوں کی فتوحات جو دنیا کی حقیقی فتوحات ہیں۔ وہ پورے اٹلی کے دلوں اور عقلوں پر قابض ہوگیا! مرتے وقت اُسنے تبسم لبوں سے پیشین گوئی کی تھی ”میرے بیٹے وکٹر عمانویل کی سلطنت کا رقبہ میری ریاست کے رقبہ سے تین گنا زیادہ ہوگا“ دُنیا نے دیکھ لیا کہ بوڑھے نواب کی پیشین گوئی بالکل حق تھی، یہ کیوں ہوا؟ صرف اسوجہ سے کہ دانشمند حکمران نے ٹھیک وقت پر آزادی کا لفظ اپنی زبان سے کہا تھا، وہ لفظ جو اپنے تین حرفوں میں دنیا کی تمام سعادتیں اور کامرانیاں پوشیدہ رکھتا ہے!

میرے پاس اس سے بھی زیادہ روشن اور صاف مثالیں موجود ہیں اور اس کی مستحق ہیں کہ اعلیٰ حضرت اُن پر نظر غائر ڈالیں۔ لیکن میں اس عریضہ میں اُن سب کا ذکر نہیں کرسکتا۔ میں آسٹریا کا ذکر کروں جو اپنی دستوری آزادی کے سہارے وقت کے عظیم خطروں سے محفوظ گزر رہی ہے؟ پروشیا کا ذکر کروں جو ابھی کل کی بات ہے کہ اپنی تہذیب کی بدولت میدانِ جنگ سے فتحمند نکلی ہے؟ لیکن مجھے زیادہ بیان کی ضرورت نہیں۔ میں جس قدر عرض کرچکا ہوں، اعلیٰ حضرت کو مطمئن کردینے کے لئے کافی ہے۔

اعلیٰ حضرت! قوموں کی آزادی اُن کا حق ہے۔ اُن کی امانت ہے۔ اُن کا ورثہ ہے۔ اور حکومتوں کا فرض ہے کہ اس امانت کے سپرد کردینے میں تساہل نہ کریں۔ یہ سپردگی ان کی قوت بڑھاتی ہے اور انھیں ہر طرح کے خطروں سے محفوظ کردیتی ہے۔ آج دنیا کی تمام حکومتیں اس امانت کی سپردگی پر مجبور ہوگئی ہیں۔ کونسی وجہ ہے کہ عثمانی حکومت اس عام اجتماعی حالت سے مستثنیٰ تصور کرلیا جائے؟ کیا ترکی قوم زمرۂ اقوام میں شامل نہیں ہے؟

پھر ایسا کیوں ہو؟ کیا اس لئے کہ ہمارا دین ہمیں ترقی وسعادت سے محروم رکھتا اور تمدن وشائستگی سے دُور رکھنا چاہتا ہے؟ میرا جلیل القدر آقا مجھ سے زیادہ واقف ہے کہ ایک لمحہ کے لئے یہ گمان صحیح نہیں ہوسکتا۔

میرے آقا! اس دنیا میں دو سیاستیں نہیں ہیں: اسلامی اور مسیحی۔ عدل ایک ہی ہے، اور سیاست اُس عدل کے سوا کچھ نہیں جو حاکم کے ہاتھ سے صادر ہوتا ہے۔

یہ ہمارا دین نہیں ہے بلکہ ہمارا قدیم نظام ہے جو ہمیں فنا کررہا ہے۔ اُس نے ہمارے مدبروں کی طبیعت بگاڑ دی اور اُن کی خودداری زائل کردی پھر ان مدبروں نے سلطنت کی طبیعت بگاڑ دی اور اُس کی عزت تلف ہوگئی۔ پس ہمیں یہ نظام ترک کردینا چاہیئے اور اُس کی طرف کبھی لوٹنا نہیں چاہیئے۔ اس نظام کے بوجھ کے نیچے اُمت پڑی سسک رہی ہے۔ یہ نظام حملہ آور دشمن سے ہمیں کبھی پناہ نہیں دے سکتا۔ ہمیں وہ نظام اختیار کرنا چاہیئے جو عدل ومساوات اور حریت صادقہ کا نظام ہے، اور جسکا خاصہ یہ ہے کہ جہاں کہیں قائم ہوجاتا ہے وہاں قوموں کو ہاتھ پکڑ کر اُٹھا دیتا ہے اور عظمت کے محل طیار کردیتا ہے۔

کیا ہمارے لئے یہ زیبا ہے کہ وہ صوبے جو ابھی حال ہی میں ہم سے جدا ہوئے ہیں اور جنھیں اپنے خون یا دین کے لحاظ سے ہم پر کوئی ترجیح حاصل نہیں، آزاد نظام حکومت کا خیر مقدم کریں، اور ہم پس وپیش میں پڑے رہیں؟ کیا آپکی سلطنت میں ایسے سچے اور مخلص محب وطن موجود نہیں ہیں جیسے مصر، ٹیونس، مولڈاویا، رومانیہ، اور سرویہ میں ہیں؟ کیوں نہیں ضرور ہیں۔ اُنھیں بُلائیے، وہ سر کے بل دوڑ کر آئیں گے۔ ہر شہر میں رعایا کی پسند سے ایک گروہ منتخب کیجئے، وہ آپکے سامنے رعیت کے معاملات بے نقاب کرے گا، اور پھر وہ راہ عمل باز ہوجائے گی جس کی جانب حضور کی ابوی شفقت کا رجحان ہے۔ اس کے بعد اپنے شاہانہ ارادے سے رعایا کے نمائندوں کو اپنی سلطنت کے مرکز میں جمع کیجئے۔ وہ عرش اعظم کے روبرو رعیت کی ضرورتیں پیش کرینگے اور عتبۂ عالیہ تک اُس کی آرزوئیں پہونچائیں گے۔

ایک طبیب کہا کرتا تھا ”مجھے ایک گز کپڑا دو، میں تمھیں ایک شریف آدمی دے دوں گا“ اے میرے آقا آپ بھی اپنی سرپرستی میں حقوق عطا کرکے اپنی رعایا کو محنتی، اولوالعزم، اور زندہ بنادے سکتے ہیں۔ وہ آزادی کی بخشش پر حضور کی شکر گذار ہوگی، ظلم اُٹھ جانے پر دعائیں دے گی۔ آپ کی خدمت کے لئے اپنی جانیں قربان کرے گی۔ آپ کی، اپنی اور سلطنت کی بھلائی کے لئے کوشش کرے گی۔ اُس کی عقل درست ہوجائے گی۔ اُس کا نفس پاک ہوجائے گا، اور اس طرح وہ اسلاف کی فضیلتیں دوبارہ حاصل کرلے گی۔ جب خطرے کا بگل بجے گا، تو وہ ہتیلیوں پر سر لے کر دوڑے گی، عرش معظم کے گرد جمع ہوجائے گی، اور اعلیٰحضرت کی نصرت میں خوش وخرم موت کا خیر مقدم بجالائے گی کیونکہ وہ سمجھے گی، اُس کی تمام سعادتوں کا ضامن و سرچشمہ یہی عرش مبارک ہے۔

میں یہاں اس دستوری نظام حکومت کی تشریح کرنی نہیں چاہتا جسے میں ملک کی قابلیت، اخلاق، اور روایات کے مطابق دیکھنے کا متمنی ہوں۔ میں عنقریب یہ دستور اعلیٰ حضرت کے حضور میں پیش کردوں گا۔ اسے میں نے اور میرے رفقا نے ترتیب دیا ہے۔

اعلیٰ حضرت کے علم میں یہ حقیقت پہلے سے موجود ہے کہ میں صاحب غرض نہیں ہوں۔ مجھے نہ کسی منصب کی طلب ہے نہ کسی عطیے اور بخشش کی آرزو۔ میری غرض صرف اس قدر ہے، اور میں بلند آہنگی سے اُس کا اعلان کرتا ہوں، کہ اعلیٰ حضرت کے روبرو سلطنت کی عظیم اکثریت یعنی مسلمانوں اور مسیحیوں کی آرزو رکھ دوں۔ یقیناً جلاوطنی کی تمام تلخیاں مجھ پر آسان ہوجائیں گی اگر ذات شاہانہ کے سامنے حقیقت عریاں پیش کرنے میں کامیاب ہوگیا۔

اعلیٰ حضرت سلطان معظم! سب سے پہلے خود اپنے ضمیر طاہر کی طرف رجوع کیجئے کہ وہ اس زمانے میں آپ کا کیا فرض بتاتا ہے، جبکہ آپ کی رعیت حیرت میں پڑ گئی ہے اور پورے معنی میں تباہ ہورہی ہے؟ یہ ایک جلیل القدر عمل ہے۔ اسے وہی انجام دے سکتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے عزم وشہامت کا وصف عطا فرمادیا ہے۔ جو کوئی بھی یہ عمل عظیم انجام دے گا، تاریخ اُس کا نام ہمیشہ یاد رکھے گی اور تمام مخلوق اُس کا نام عزت وشکر گزاری کے ساتھ لیتی رہے گی!

میرے آقا! اگر زمانے نے حضور والا کو وہ شرف نہیں بخشا جو آپکے اجداد کے حصے میں آیا تھا، یعنی آپ کے ہاتھوں اس عظیم سلطنت کی بُنیاد نہیں پڑی، تو زمانے نے یہ شرف آپکے لئے محفوظ رکھ چھوڑا تھا کہ اس سلطنت کی عظمت رفتہ دوبارہ واپس لانے کا کام آپ ہی کے دست مبارک سے انجام پائے۔ تمام صادق محبان وطن بلکہ آپ کی کروڑوں مسلمان اور مسیحی رعایا کی آوازیں اس دعوت میں میری شریک ہیں کہ حضور اس عمل عظیم واشرف کی طرف متوجہ ہوں۔ کیونکہ اعلیٰ حضرت ہی اُسکے اہل ہیں۔ یہ شرف حضور کے اسم گرامی کو اُن عظمائے تاریخ کے بلند ناموں کی صف میں لکھ دے گا جن کی تمام مخلوق تعظیم کرتی اور جن کی عظمت کے راگ تمام قومیں گا رہی ہیں“

مصطفیٰ فاضل۔ سنہ ۱۸۶۶ء

خط وکتابت
میں
اپنا نمبر ضرور لکھا کیجئے جو ہر ہفتہ رسالہ کی چٹ پر
آپکے نام کے ساتھ درج ہوتا ہے۔
منیجر

دلآزار مذہبی تحریریں اور مسلمانوں کا پچھلا مظاہرہ

اسلام اور سزائے قتل

ایک جویائے حق کے خطے جواب میں

(۲)

یہاں تک میں نے جو کچھ لکھا، وہ اس باب میں ایک اصولی بحث تھی۔ میں نے ابھی اس طرف توجہ ہی نہیں کی ہو کہ جن باتوں کا آپنے ذکر کیا ہو اُن کی اصلیت کیا ہو اور وہ فی الحقیقت اسلام کے احکام ہیں یا نہیں؟ میں صرف یہ واضح کرنا چاہتا تھا کہ صورتِ حال کچھ ہی کیوں نہ ہو لیکن آپکا طریقِ نظر صحیح نہیں ہو۔ آپ اسلام کی حقیقی تعلیم معلوم کرنے کے بعد محض اس وجہ سے اپنے آپ کو "شک و شبہ" کے حوالے کر دیتے ہیں کہ "دوسرے مسلمانوں" کا فہم و عمل اس کے خلاف نظر آتا ہو۔ "دوسرے مسلمانوں" کا یہ بیان کردہ فہم و عمل فی الحقیقت خلاف ہو یا نہیں؟ اس سے بھی ابھی کوئی بحث نہیں۔ سوال یہ ہو کہ ایک جویائے حقیقت انسان جس کا مقصد جنگ و نزاع نہیں بلکہ سچائی کی طلب و تحقیق ہو، کیوں راہِ تحقیق میں اصل تعلیم چھوڑ کر لوگوں کے فہم و عمل سے متأثر ہو، اور اس کی وجہ سے "شکوک و شبہات" میں مبتلا ہو جائے!

بہ حیثیت ایک طالبِ حق و صداقت کے یہ بات پیشتر سے آپ کے علم میں ہونی چاہیے کہ مذاہب کی تعلیم اور پیروانِ مذاہب کا فہم و عمل دو مختلف چیزیں ہو گئی ہیں۔ ایک چیز نہیں ہیں، اور اس لئے اگر اس طرح کا کوئی اختلاف آپکے علم میں آتا ہو، تو یہ کوئی نیا انکشاف نہیں ہو جس سے آپ حیران و سراسیمہ ہو جائیں، بلکہ پیشتر کی سمجھی بوجھی ہوئی بات کا ایک مزید معائنہ اور تجربہ ہو۔ تجربہ شک شبہ کا باعث کیوں ہو؟ اس سے تو آپکے علم و یقین میں اور زیادہ اضافہ ہونا چاہیے؟

دعوتِ قرآنی کی بنیادی اصل

یہ موقعہ زیادہ تفصیل و بحث کا نہیں ہو ورنہ میں آپ کو بتلاتا کہ جستجوئے حقیقت اور معرفتِ صداقت کی یہی وہ بنیادی اصل ہو، جس کی اب سے تیرہ سو برس پہلے قرآن حکیم نے نوعِ انسانی کو دعوت دی تھی۔ دراصل قرآن کی ساری تعلیم اسی اصل کی شرح ہو۔ قرآن جس وقت نازل ہوا، اُس وقت دُنیا میں مذاہب کے پیرؤں کی کمی نہ تھی، لیکن مذاہب کی حقیقت گُم ہو چکی تھی۔ اُسی طرح گم تھی جس طرح آج بھی گم ہو۔ مذاہب کے پیرؤں کی بے شمار جماعتیں قائم تھیں، اور ہر جماعت صرف اپنے ہی کو سچائی کی وارث اور ہر دوسری جماعت کو سچائی سے محروم یقین کرتی تھی۔ سچائی کی راہ ایک سے زیادہ نہیں ہو سکتی۔ اس لئے قرآن کے لیے بہ ظاہر دو ہی طریقے ہو سکتے تھے: یا تو تمام پیروانِ مذہب کی تصدیق کرے یا سب کی تکذیب کرے۔ سب کی تصدیق کی نہیں جا سکتی تھی کیونکہ ہر ایک کا دعویٰ دوسرے سے متضاد تھا۔ ہر جماعت نہ صرف اپنی صداقت کی مدعی تھی، بلکہ دوسرے کے بطلان کی بھی مدعی تھی۔ اس لئے سب کی تصدیق کے معنی یہ تھے کہ سب کو بہ یک وقت حق اور باطل، دونوں تسلیم کر لیا جائے۔ اسی طرح سب کی تکذیب بھی صداقت کے خلاف تھی۔ کیونکہ اس صورت میں دُنیا کا مذہبی صداقت سے خالی ہونا لازم آتا تھا، اور انسان کی روحانی ہدایت و تربیت کی تمام بنیادیں منہدم ہو جاتی تھیں۔ پس اُسنے اِن دونوں طریقوں میں سے کوئی طریقہ بھی اختیار نہیں کیا۔ ایک تیسری راہ اختیار کی۔ اُسنے کہا، دُنیا کے تمام مذاہب حق ہیں، لیکن دنیا کے تمام پیروانِ مذاہب حق سے منحرف ہو گئے ہیں۔ جس قدر بھی گمراہی ہو، جس قدر بھی اختلاف ہو، جسقدر بھی دعوؤں کی لڑائی اور جماعت بندیوں کا تصادم ہو، پیروانِ مذہب کے فہم و عمل میں ہو۔ مذاہب کی تعلیم میں نہیں ہو۔ اگر پیروانِ مذہب کا یہ انحراف دُور ہو جائے جو حق نہیں ہو، تو ہر جماعت کے پاس وہ چیز باقی رہجائے گی جو صرف حق ہو، اور چونکہ وہ حق ہو، اس لئے نہ تو اُس میں ایک راہ سے زیادہ کی گنجائش ہو۔ نہ کسی طرح کے اختلاف و نزاع کا امکان۔ یہی مذاہبِ عالم کا "مشترک حق"، دنیا کی عالمگیر روحانی صداقت ہو، اور اسی کو قرآن نے اپنی زبان میں "اسلام" اور "صراطِ مستقیم" سے تعبیر کیا ہو:

قولوا آمنا باللہ وما اُنزل	سچائی کی راہ یہ ہو کہ کہو: ہم اللہ پر ایمان لائے
الینا، وما انزل الی ابراہیم	ہیں اور اُس سچائی پر ایمان لے آئے ہیں جو
واسماعیل ویعقوب والاسباط،	ہمارے سامنے پیش کی گئی ہو۔ نیز اُن تمام مذہبی
وما اوتی موسیٰ وعیسیٰ، وما	صداقتوں پر ایمان رکھتے ہیں جو ابراہیم پر نازل
اوتی النبیون من ربہم، لا	ہوئیں، اور جن کی اسماعیل و یعقوب اور ان
نفرق بین احد منہم، ونحن	کی نسل کے رہنماؤں نے دعوت دی، اور پھر
لہ مسلمون! فان آمنوا بمثل	وہ تعلیم جو موسیٰ کو دی گئی، اور وہ تعلیم جو عیسیٰ
ما آمنتم بہ فقد اھتدوا، و	کا پیغامِ حق تھا۔ غرضکہ دنیا کے سارے نبیوں
ان تولوا فانما ھم فی شقاق	اور مذہبی صداقت کے سارے معلموں کو
فسیکفیکہم اللہ، وھو السمیع العلیم!	خدا کی طرف سے وقتاً فوقتاً جو کچھ
(۲: ۱۳۷)	ملا ہو، اُس سب پر ہمارا ایمان ہو۔

ہم اُن سب کو ایک ہی طرح کے یقین اور احترام کے ساتھ قبول کرتے ہیں۔ ہم اُن میں کسی طرح کی تفریق نہیں کرتے کہ ایک کی تصدیق کریں اور دوسرے کو جھٹلائیں۔ ہم خدا کے فرماں بردار ہیں۔ اُس کی سچائی جہاں کہیں اور جب کبھی آئی ہو، ہمارے لئے سچائی ہو اور ہم اُسے قبول کرتے ہیں!

اس طرح قرآن نے جو طریقہ اختیار کیا، وہ یہ تھا کہ تمام مذاہب کی تصدیق کی، مگر تمام پیروانِ مذاہب کی تکذیب کی، اور اس تصدیق و تکذیب کے اجتماع سے اُس بنیادی صداقت کی راہ نوعِ انسانی پر کھول دی، جس پر چلے بغیر کوئی انسان مذہبی حقیقت کی معرفت حاصل نہیں کر سکتا۔ آج بھی ہر اُس انسان کے لئے جو مذہب کی روحانی صداقت کی طلب رکھتا ہو، اس راہ کے سوا دوسری کوئی راہ موجود نہیں ہو۔ وہ وقت اب دُور نہیں ہو جب عالمِ انسانیت مذاہبِ عالم کے اختلافات سے اُکتا کر مجبور ہو جائے گا کہ یا تو یک قلم مذہب ترک کر دے یا تمام مذہبی صداقتوں کو جمع کر دے۔ میرا یقین ہو کہ جمعیتِ انسانی مذہب ترک نہیں کر سکتی۔ اس لئے ناگزیر ہو کہ دوسرا طریقہ اختیار کرے۔ اور جب وہ دوسرا طریقہ اختیار کرے گی، تو فی الحقیقت وہ یہی طریقہ ہوگا جس کی طرف تیرہ سو برس پہلے قرآن نے دعوت دی تھی: یعنی انسانوں کے فہم و عمل کی تکذیب اور اصل مذاہب کی تصدیق۔ اُس وقت دُنیا کے تمام پیروانِ مذاہب یک زبان ہو کر اعلان کریں گے:

کان الناس امۃ واحدۃ،	دنیا میں انسانی جمعیت کی ابتدا اختلاف
فبعث اللہ النبیین مبشرین و	سے نہیں بلکہ وحدت و یگانگت سے ہوئی
منذرین، وانزل معہم	ہو۔ سب ایک ہی قوم تھے اور سب فطری صداقت
الکتاب بالحق لیحکم بین الناس	کے ایک ہی طریق پر چلنے والے تھے پھر
فی ما اختلفوا فیہ، وما اختلف	ایسا ہوا کہ ان میں پھوٹ پڑ گئی اور گمراہی
فیہ الا الذین اوتوہ من بعد	و فساد کی بے شمار راہوں میں بکھر گئے۔
ما جاءتہم البینات بغیاً بینہم	تب خدا نے اُن کی ہدایت کے لئے نبیوں
فہدی اللہ الذین آمنوا لما	کو مبعوث کیا جو نیک کرداری کے پھل
اختلفوا فیہ من الحق باذنہ،	کی بشارت دیتے تھے اور بد کرداری کے
واللہ یہدی من یشاء الی	نتائج سے ڈراتے تھے۔ اُنکے ساتھ تعلیم
صراط مستقیم! (۲: ۲۰۹)	حق کی کتابیں تھیں۔ یہ اس لئے نازل

کی گئی تھیں تاکہ جن جن باتوں میں نادانی و گمرہی سے اختلاف اور جھگڑا پیدا کر دیا گیا ہو، اُن سب کا فیصلہ ہو جائے اور سب اُس حقیقی دین پر متفق ہو جائیں جس سے منحرف ہو کر ایک دوسرے سے جھگڑنے لگے ہیں۔ افسوس ہو کہ نسلِ انسانی اسپر بھی اختلاف و فساد سے باز نہ آئی۔ جن جن باتوں کے فیصلہ کے لئے یہ کتابیں نازل کی گئی تھیں، اُنھی میں پھر اختلاف پیدا کر دیا گیا، اور دینِ حق کی حقیقت اور وحدت گم ہو گئی۔ جب ایسا ہو تو ضروری تھا کہ ایک مرتبہ اِن تمام اختلافوں اور گمراہیوں کے خلاف دینِ حق کی حقیقت کا عام اعلان کر دیا جائے، اور تمام جماعتوں اور مدعیوں کو ایک نقطہ پر جمع کر دیا جائے۔ چنانچہ اللہ نے اپنے فضل و رحمت سے اِس کا دروازہ اہلِ ایمان پر کھول دیا، اور وہ جسکو چاہتا ہو، ہدایت کی راہ دکھا دیتا ہو!

مسلمانوں کا پچھلا مظاہرہ

اب میں اُس خاص معاملہ پر متوجہ ہوتا ہوں جس کا آپنے ذکر کیا ہو۔ میں آپ کو بتلانا چاہتا ہوں کہ اس بارے میں آپنے جس قدر تأثرات قبول کئے ہیں، وہ زیادہ تر اسی اصولی غلطی کا نتیجہ ہیں۔

اس بارے میں آپنے جو کچھ لکھا ہو، اُس کا خلاصہ یہ ہو کہ آپ تسلیم کرتے ہیں، یہ رسالہ فی الحقیقت نہایت بے ہودہ اور دلآزار تھا اور اس پر اعتراض کرنے میں مسلمان حق بجانب تھے۔ لیکن آپ کہتے

(بقیہ مضمون صفحہ ۱۶)

"لیکن حاشا و کلا، قوم اور اُس کے زعیم کا مقام اس سے بلند ہو۔ سعد نے مر کر لازوال زندگی حاصل کر لی۔ تمھاری آرزوئیں جو اُس کے وجود میں مجسم تھیں، اب اُس کی غیر فانی روح کے ساتھ، ابدی و سرمدی ہو گئیں۔ اب فنا کا ہاتھ کسی طرح بھی اُن تک نہیں پہنچ سکتا"

"ابنائے وطن! وفد، جو تمھاری بیداری کا پہلا مظہر تھا، اب بھی باقی ہو، اور آئندہ بھی باقی رہے گا۔ وہ تمھاری قوت کی میزان، تمھارے جہاد کا عنوان، تمھاری وحدت کی بنیاد، تمھاری آرزوؤں کی زبان، اور تمھارے آلام کا ترجمان ہو!

"وہ اُس وقت تک میدان نہیں چھوڑے گا جبتک کا اہل خود تمھاری اور صحیح آزادی کے ذریعہ وطن کی عزت بے داغ نہ کر دے"

گروہ، تعلیم یافتہ اشخاص کا ہے"

"یہ دونوں فکری رجحان، ٹرکی میں ۳۰ برس سے متصادم ہو رہے ہیں۔ سیاست، فوج، ادب، علم، کوئی میدان نہیں جس میں یہ دونوں نقطہ ہائے فکر باہم دست بگریباں نہ ہوں"

"لہذا یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ اگر بہت سی جماعتیں نہیں تو کم سے کم دو جماعتیں ملک میں ضرور موجود ہیں اور برسر اقتدار آنے کے لئے متصادم ہو سکتی ہیں۔ لیکن اسوقت عملاً صرف ایک ہی سیاسی جماعت موجود ہے، اور وہ حامیان اصلاح و تجدد کی ہے"

"اس کی اصلی وجہ یہ ہے کہ حامیان اصلاح اپنے مقاصد کا بیانگ دُہل اعلان کرتے ہیں اور مقرر و منضبط لائحہ عمل رکھتے ہیں۔ برخلاف انکے حامیان جمود و تقلید میں اپنے مقاصد کے اعلان کی جرأت نہیں در حقیقت وہ کوئی معین راہ عمل رکھتے ہی نہیں۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ اُن میں باہم کوئی فکری رابطہ بھی موجود نہیں ہے جو ایک باقاعدہ جماعتی شکل پیدا کر سکے۔ ہر کوئی اپنی ایک علحدہ مضطرب اور مبہم رائے رکھتا ہے اور دوسرے کے ساتھ ملنے پر آمادہ نہیں ہے"

"یہی سبب ہے کہ عملی طور پر یہ جماعت مرگئی ہے۔ کسی طرح بھی اپنے حریف کے مقابلے میں کھڑی نہیں ہو سکتی۔ لیکن اُس کی اس عملی موت نے اُس میں یہ خطرناک مرض بھی پیدا کر دیا ہے کہ وہ پس پردہ سازشوں اور خیانتوں کے جال بناتی اور ملک میں پھیلانے کی کوشش کرتی ہے"

یہ کہنا ضروری نہیں کہ "حاکمیت ملیت" کی یہ رائے افراط و تفریط سے خالی نہیں ہے۔

ایک نئی سازش

اس ہفتے ایک نئی سازش پر سے پردہ اُٹھا ہے۔ آپکے قارئین کو یاد ہوگا کہ معاہدۂ لوزان کے بعد ہی ترکی حکومت نے اپنی سرحدوں سے ۱۵۰ آدمیوں کو ہمیشہ کے لئے جلاوطن کر دیا تھا۔ کیونکہ اُن کی پچھلی زندگی، سازشوں اور خیانتوں سے لبریز تھی۔

یہ لوگ ٹرکی سے نکلکر یونان، مصر، شام وغیرہ ملکوں میں پھیل گئے اور ترکی حکومت سے انتقام لینے کی فکریں کرنے لگے۔ یونان میں پناہ گزیں خائنوں کی روش بہت مشتبہ تھی۔ ترکی خفیہ پولیس برابر اُن کی نگرانی کرتی رہتی تھی۔

انھوں نے کئی سال مطمئن زندگی بسر کرنے کے بعد خیال کیا کہ ترکی حکومت اُن سے بالکل غافل ہو گئی ہے۔ چنانچہ حکومت یونان کے بھروسے پر ایک سازش بنائی اور عمل کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اس سازش کا سرغنہ، حاجی سامی ہے۔ یہ چرکسی قوم کا آدمی ہے اور اپنے وقت کا مشہور جرائم پیشہ اور خونریز رہ چکا ہے۔ انجمن اتحاد و ترقی کی حکومت کے زمانے میں اسنے سیکڑوں خون کئے تھے۔ مرحوم انور پاشا جب ترکستان گئے تو یہ بھی وہاں پہونچا اور جنگ میں شریک ہو گیا۔ اُن کی شہادت کے بعد پھر ٹرکی واپس آیا اور اپنا پرانا مشغلہ جاری کر دیا۔ معاہدۂ لوزان کے بعد حکومت نے اسے بھی جلاوطن کر دیا تھا۔

پچھلے ہفتے ترکی پولیس کو معلوم ہوا کہ یہ یونان سے اپنا مسلح چرکسی جتھا لے کر سمرنا پہونچا ہے، اور غازی مصطفٰے کمال پاشا کی جان لینے کی فکر میں ہے۔ چنانچہ فوراً اُسے گرفتار کرنا چاہا۔ مگر اُسنے مقابلہ کیا مقابلہ میں وہ خود مارا گیا، مگر اُس کی پوری ٹولی قید ہو گئی۔

اس ٹولی میں تمام چرکسی لوگ شامل ہیں۔ بعض کے نام یہ ہیں: مجید کوچک، مجید کلاں، حقی قاتل، مکی برادر حاجی سامی۔ ان لوگوں نے اپنی سازش کا اعتراف کر لیا ہے۔ ان کی تجویز یہ تھی کہ انگورہ کے قریب مقام "تفللو خاں" میں جا کر قیام کرینگے۔ یہاں تک کہ جب غازی موصوف اور اُن کے وزراء اجلاس کے وسط میں انگورہ روانہ ہوں گے تو مذکورہ بالا گاؤں میں اُن کی ریل ڈائنامیٹ کے ذریعہ اڑا دیجائے!

تلاشی لینے پر ان لوگوں کے پاس سے سادے کاغذ کی ایک کتاب دستیاب ہوئی۔ پولیس کو شبہ ہوا تو اُس کی کیمیاوی تحقیقات کرائی گئی تحقیقات سے معلوم ہوا کہ اس میں غیر مرئی روشنائی سے اُن کے باقی ہم خیالوں کے نام لکھے ہوئے ہیں۔ چنانچہ اس طرح حکومت کو اس پورے جتھے کا علم ہو گیا۔ اس سلسلہ میں ایک پنشن یافتہ فوجی افسر عاطف بک کی گرفتاری بھی عمل میں آئی ہے۔

ترک اور افغان

حال ہی میں حکومت افغانستان نے فوجی تربیت و تعلیم کے لئے اپنے متعدد افسر، ٹرکی بھیجے ہیں۔ انہیں باہر شادی کرنے کی سخت ممانعت تھی تاہم صوبہ دار محمد اکرم خاں نے ایک ترکی خاتون سے شادی کرنے کا ارادہ کر لیا۔ اسنے اس بارے میں افغانی سفیر کو درخواست دی سفیرنے درخواست، کابل بھیجدی۔ کابل سے خود امیر امان اللہ خاں کا حکم آیا کہ شادی اجازت دیدی جائے۔ اتنا ہی نہیں بلکہ تمام افغانی افسروں کو بھی اب ترک خاتونوں سے شادی کی آزادی دیدی جائے۔ ساتھ ہی شاہ افغانستان نے یہ بھی لکھا کہ یہ شادی، ترکی قانون مدنی کے موافق عمل میں آئے۔ فرمان عالی میں یہ بھی تھا کہ "میں نہایت خوش ہوں گا اگر افغان افسر اپنی ترک بیویوں کے ساتھ کابل پہنچیں۔ ترکی اجتماعی زندگی کے اصول سکھ کر آئیں اور اپنے ملک میں اُنھیں رائج کریں"

ٹرکی اور ایران

پچھلے دنوں بعض سرحدی حوادث کی وجہ سے ٹرکی اور ایران میں کشیدگی کے آثار پیدا ہو گئے تھے، جیسا کہ میں بروقت آپ کو مطلع کر چکا ہوں لیکن اب دونوں حکومتوں کے تدبر سے جملہ غلط فہمیاں دُور ہو گئی ہیں۔ اس کا تازہ ثبوت یہ ہے کہ اسی ہفتے ایرانی سفارتخانے میں ترکی وزیر خارجیہ توفیق رشدی بک اور ترکی سفیر متعینۂ طہران ممدوح شوکت بک کو نہایت پرتکلف دعوت دی گئی۔ اس دعوت میں ایرانی سفیر نے تقریر کرتے ہوئے بہت زور دار الفاظ میں کہا کہ دونوں حکومتوں کے تعلقات نہایت دوستانہ ہیں، اور ہمیشہ دوستانہ ہی رہیں گے۔

مکتوب مصر

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قاہرہ کے قلم سے)

نئے رہنما کا انتخاب

سعد پاشا زغلول کی وفات کے بعد اُن کے جانشین کے انتخاب کا معاملہ بہت اہم اور مشکل تھا۔ ظاہر ہے اسوقت مصر کی توجہات کا مرکز، اس مسئلہ کے سوا، کوئی دوسرا مسئلہ نہیں ہو سکتا تھا۔ لیکن انگلستان میں بھی اسکی وجہ سے بیچینی کچھ کم نہ تھی۔ مصر میں انگلستان کی تمام امیدیں اسی مسئلہ سے وابستہ تھیں اور وہ انتہائی اضطراب سے فیصلہ کا انتظار کر رہا تھا۔

حسب عادت انگریزی اخبارات نے مصر کی متفقہ صفوں میں پھوٹ ڈالنے کی پوری کوشش کی۔ ایک طرف احمد زیور پاشا کی پیٹھ ٹھونکنا شروع کی کہ اب موقعہ ہے۔ ہمت کرو اور برسر اقتدار آجاؤ۔ دوسری طرف اعتدال پسندوں، یعنی عدلی پاشا اور ثروت پاشا کی جماعت کو اُکسایا کہ وفد کی جماعت، مصر کی پوری سیاست پر حاوی ہو رہی ہے۔ اب وقت ہے اُسے گرا دو!

تیسری طرف خود وفد کی جماعت میں بھی نااتفاقی ڈالنی چاہی۔ اس غرض کے لئے فتح اللہ باشا برکات سے بہتر کوئی شخص نہیں مل سکتا تھا۔ موصوف، مرحوم زغلول پاشا کے بھانجے ہیں اور اُنکے ساتھ جہاد ملی میں بے شمار مصائب برداشت کر چکے ہیں۔ ان اخبارات نے خیال کیا کہ تعریفیں کر کے انہیں وفد کی صدارت کے لئے کھڑا کر دینا چاہئے۔ وفد کی جماعت، بعض موانع کی بنا پر ان کی سرداری قبول نہیں کرنا چاہتی۔ اس طرح آپس میں پھوٹ پڑ جائے گی اور ملک کی سب سے بڑی سیاسی قوت درہم برہم ہو جائے گی۔

مگر مقام مسرت ہے کہ یہ تمام کوششیں بے سود ثابت ہوئیں۔ زیور پاشا نے کان ہلائے، مگر عام رائے سے مرعوب ہو کر خاموش ہو گئے۔ اعتدال پسند نے بھی قابل تعریف رویہ اختیار کیا، اور وفد کی جماعت سے لڑنا نامنظور کر دیا۔

خود وفد نے بھی نہایت دانش مندی سے کام لیا اور مرحوم رہنما کی جانشینی کا مسئلہ بڑی ہی خوش اسلوبی سے حل کر دیا۔ فتح اللہ باشا برکات نے جنھیں انگریزی اخبارات، برات کا دولھا بنانا چاہتے تھے، صاف لفظوں میں اعلان کر دیا کہ مجھے سرداری کی طلب نہیں ہے۔ میں وفد کے فیصلے کے سامنے ہر وقت بلا کسی قید و شرط کے سرخم کرنے کو طیار رہوں۔

وفد نے اپنا فیصلہ ۲۶ ستمبر کو سنا دیا۔ یہ جلسہ نہایت عظیم الشان تھا تقریباً تمام ارکان جمع تھے۔ جلسہ کی کارروائی، محمد نجیب الغرابلی باشا کی تقریر سے شروع ہوئی۔ یہ تقریر پورے وفد کی جانب سے تھی۔ اس کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

"جو کوئی سعد کی ذات خاص کا مددگار تھا، تو سعد مر گئے۔ لیکن جو سعد کے اصول کا حامی تھا، تو سعد کے اصول باقی ہیں، کبھی مرنے والے نہیں۔

"بلاشبہ سعد مر گئے۔ بہت سے دل، جو اُن کی ہیبت سے خائف تھے مسرت سے اُچھلنے لگے۔ بہت سے سر جو اُنکے رعب سے خم تھے، بلند ہونے لگے فتنہ کا سر اپنی دونوں آنکھیں تم میں ہر طرف پھرانے لگا کہ کوئی شگاف دیکھ اور در آئے۔ لیکن قدیر و حکیم خدا نے تمھیں اُس کی نظر بد سے بچا لیا۔ تم نے خدا کی توفیق سے فتنہ کی آنکھ پھوڑ ڈالی۔ اپنا اتحاد بچا کر شیطان کو مایوس کر دیا، وہ تمھارے متحدہ عَلم دیکھ کر اُلٹے پاؤں بھاگنے پر مجبور ہو گیا

"وفد نے اپنے قانون کے بموجب اپنی صدارت کے معاملے پر غور کیا۔ پورے غور و خوض کے بعد اُس کی متفقہ رائے یہ ہوئی کہ یہ جلیل القدر منصب ایک ایسے شخص کے سپرد کرے، جسے تم سب جانتے ہو اور حق کی حمایت میں اُس کا حصہ دیکھ چکے ہو۔ وہ مصائب میں ہمیشہ ثابت قدم رہا۔ تکلیفوں میں اُس کی پیشانی پر کبھی بل نہ آیا۔ ایمان میں اُسنے ہمیشہ سبقت کی آزادی کے لئے اُسنے اپنی زندگی وقف کر دی۔

"وہ شخص کون ہے؟ وہ مصطفٰے نحاس ہے!......"

اس تقریر کے بعد اور بہت سی تقریریں ہوئیں اور مصطفٰے نحاس باشا بالاتفاق، وفد کے صدر، اور پارلیمنٹ کی دونوں مجلسوں میں جماعت وفد کے رئیس منتخب ہو گئے۔

وفد کا پیغام

مصری وفد نے قوم کے نام حسب ذیل پیغام شائع کیا ہے:

"ابنا وطن! عظیم القدرت خدا نے بزرگ و برتر کی مشیت پوری ہوئی اور سعد زغلول کا انتقال ہو گیا۔ تم اُس کے فراق پر رنج سے روئے لیکن رحمت الٰہی نے اس کے سوا کچھ منظور نہ کیا کہ تمھارے سردار کو ویسی ہی شریف موت دے، جیسی شریف زندگی اُسے بخشی تھی۔ چنانچہ جس طرح وہ مجاہد زندہ رہا تھا، اُسی طرح مجاہد ہی مرا۔ دنیا و آخرت، دونوں میں اُس کے لئے مجاہدین کا ثواب جزیل موجود تھا!

"سعد مر گیا، اس سے تمھارے دل ٹوٹ گئے۔ بعض لوگوں نے تمھارا رنج و اَلم دیکھ کر کہنا شروع کر دیا کہ اُس بڑے سینے میں جو بڑی بڑی آرزوئیں پنہاں تھیں، اُس کی موت ہی کے ساتھ مر گئیں۔

بصائر و حکم

عالم انسانیت موت کے دروازہ پر!

مشاہیر عالم اپنے اوقات وفات میں

اکابر تاریخ اسلام کی مختصر وفیات

ابراہیم موصلی

اپنے زمانے کا سب سے بڑا ماہر فن موسیقی، ابراہیم موصلی، تولنج کی بیماری میں مبتلا ہوا اور خلیفہ کے محل میں آنے جانے سے معذور ہو گیا۔ جب تکلیف بہت بڑھی تو یہ شعر اس کی زبان پر جاری ہو گئے:

مل واللہ طبیبی   عن مقاساۃ الذی بی

واللہ طبیب میرے مرض کی تشخیص سے اکتا گیا ہے

سوف انعی عن قریب   لعدو و حبیب

عنقریب دوست و دشمن سب کو میری موت کی خبر سنا دی جائے گی!

ایک دن خلیفہ ہارون الرشید عیادت کو گیا اور پوچھا:

"ابراہیم کیا حال ہے؟"

ابراہیم نے جواب میں یہ شعر پڑھ دیا:

سقیم مل منہ اقربوہ   واسلمہ المداوی و الحمیم

بیمار، جس سے اس کے رشتہ دار اکتا گئے ہیں۔ طبیب اور دوست اسے چھوڑ چکے ہیں۔

سنہ ۱۸۸ھ (سنہ ۸۰۴ء) میں انتقال کیا

عباس بن الاحنف

اصمعی نے بیان کیا ایک دن میں بصرہ کی مجلس میں بیٹھا تھا۔ کیا دیکھتا ہوں ایک حسین نوجوان میرے پیچھے کھڑا ہے۔

"میرا آقا آپ کو یاد کرتا ہے" خوبصورت لڑکے نے کہا۔

میں اس کے ساتھ روانہ ہوا۔ صحرا میں ایک خیمہ کھڑا تھا۔ مجھے یہ دیکھ کر حیرت ہو گئی کہ عباس بن الاحنف اس میں پڑے دم توڑ رہے ہیں اس وقت ان کی زبان پر یہ شعر تھے:

یا بعید الدار عن وطنہ   مفرداً یبکی علی شجنہ

اے اپنے وطن سے بہت دور! تنہا جو اپنی حسرت پر رو رہا ہے!

کلما جد النحیب بہ   زادت الاسقام فی بدنہ

جوں جوں اس کا گریہ بڑھتا ہے، اس کے جسم میں بیماریاں بھی بڑھتی جاتی ہیں!

پھر وہ بیہوش ہو گئے۔ درخت پر ایک چڑیا چلائی۔ عباس نے اس کی آواز پر آنکھ کھول دی اور یہ شعر پڑھنے لگے:

ولقد زاد الفواد شجیً   ہاتف یبکی علی فننہ

دل کا رنج اور بھی زیادہ کر دیا، اپنی ڈالی پر سے پکارنے والے نے۔

شاقنی ما شاقہ فبکی   کلنا یبکی علی سکنہ

جس کا شوق مجھے ہے، اسی کا اسے بھی ہے۔ ہم میں سے ہر ایک اپنے حبیب کے لئے روتا ہے۔

وہ پھر بیہوش ہو گئے۔ میں نے خیال کیا پہلی سی غشی ہے۔ مگر انھوں نے ایک لمبی سانس لی اور سرد ہو گئے تھے!

سنہ ۱۹۲ھ (مطابق سنہ ۸۰۸ء) میں فوت ہوئے۔

خلیفہ ہارون الرشید

جب بیماری بہت سخت ہو گئی تو طبیب بلائے گئے۔ مگر کسی علاج سے بھی فائدہ نہ ہوا۔ ہارون مایوس ہو گیا اور یہ شعر پڑھے:

ان الطبیب بطبہ و دوائہ   لا یستطیع دفاع کرب قد اتیٰ

طبیب اپنی طب اور دوا سے کسی مصیبت کو اس کے آجانے کے بعد دور نہیں کر سکتا۔

ما للطبیب یموت بالداء الذی   قد کان یبری مثلہ فی ما مضیٰ؟

یہ کیا ہے کہ طبیب اسی بیماری سے مرتا ہے جسے ہمیشہ اپنے علاج سے اچھا کیا کرتا تھا؟

ہلک المداوی والمداویٰ والذی   جلب الدواء و باعہ و من اشتریٰ

معالج، مریض، دوا لانے والا، دوا بیچنے والا، دوا خریدنے والا سب مر جائیں گے!

جب موت کا یقین ہو گیا تو بنی ہاشم کو طلب کیا، اور کہا:

"ہر مخلوق مر جانے والی ہے۔ آج میں بھی موت کے گھاٹ اتر رہا ہوں میں تمھیں تین وصیتیں کرتا ہوں: اپنی امانت کی حفاظت کرنا۔ اپنے سرداروں کی خیر خواہی کرنا۔ اپنا اتحاد برقرار رکھنا۔ میرے دونوں لڑکوں محمد (امین) اور عبداللہ (مامون) کو دیکھنا۔ ان میں سے جو بھی اپنے بھائی پر سرکشی کرے، اسے گمراہی سے روک دینا اور اس کا عہد توڑ دینا"

سنہ ۱۹۳ھ (سنہ ۸۰۹ء) میں وفات پائی۔

ابونواس

ہارون رشید کے مشہور مصاحب اور اپنے زمانے کے سب سے بڑے راوی شعر اور شاعر، ابونواس نے مرتے وقت یہ شعر کہے،

دب فیّ الفناء سفلاً وعلوا   وارانی اموت عضواً فعضوا

اوپر نیچے ہر طرف سے فنا مجھ میں دوڑ رہی ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ جوڑ جوڑ سے مر رہا ہوں۔

ذہبت شرتی بجدۃ نفسی   وتذکرت طاعۃ اللہ نضوا

میری تمام تیزی چلی گئی۔ اپنے سوکھ جانے پر مجھے طاعت الٰہی کا خیال آیا!

لیس من ساعۃ مضت لی الا   نقصتنی بمرہا بی جزوا

ہر گھڑی جو مجھ پر گذر رہی ہے۔ کوئی نہ کوئی حصہ کم کرتی جاتی ہے!

لہف نفسی علی لیال و ایام   تملیتہن لعباً ولہوا

ان دنوں اور راتوں پر میرا افسوس! جنھیں میں نے لہو و لعب میں گزار دیا!

قد اسأنا کل الاساءۃ فاللہم   صفحاً عنا وغفراً وعفوا

ہم نے سراسر برائی ہی کی ہے لیکن خدایا! ہم تیری عفو و بخشش چاہتے ہیں!

محمد امین

ہارون رشید کے جانشین محمد امین کو گرفتار کرنے کے لئے جب مامون کے آدمی آدھی رات کے وقت محل میں گھسے، تو چلا اٹھا:

"انا للہ وانا الیہ راجعون! واللہ میری جان، خدا کی راہ میں چلی گئی۔ آہ، کوئی تدبیر نہیں کوئی حامی نہیں"

گرفتار ہو جانے پر اس نے اپنی اولاد اور عزیزوں سے کہا:

"یہ تمھارا آخری دیدار ہے۔ خدا تمھارا نگہبان ہو!"

قتل کے وقت جلادوں سے کہا:

"تمھارا برا ہو! جانتے نہیں میں رسول اللہ کے چچا کا پوتا، ہارون الرشید کا بیٹا، اور مامون کا بھائی ہوں؟ میرا خون کرنے میں خدا سے ڈرو!"

سنہ ۱۹۸ھ (سنہ ۸۱۳ء) میں قتل ہوا

حضرت معروف الکرخی رح

مشہور صوفی و زاہد معروف کرخی سے حالت نزع میں کہا گیا "وصیت کیجئے"

کہنے لگے:

"جب میں مر جاؤں تو میرا یہ کرتا بھی صدقہ کر دینا۔ میں چاہتا ہوں دنیا سے اسی طرح جاؤں، جیسا آیا تھا"

سنہ ۲۰۰ھ (سنہ ۸۱۶ء) میں وفات پائی۔

حضرت بشر بن المنصور رح

وفات کے وقت بہت خوش تھے۔ لوگوں نے تعجب سے پوچھا "آپ موت پر خوش ہوتے ہیں؟

کہنے لگے "کیا تمھارے خیال میں خالق کے حضور جانا، جس سے مجھے بڑی ہی امید ہے، مخلوق میں رہنے کے برابر ہے؟ وہ مخلوق جس سے میں ڈرتا ہوں؟" یہ کہتے ہی روح پرواز کر گئی۔

(سنہ ۲۰۹ھ۔ سنہ ۸۲۵ء)

بقیہ مضمون صفحہ ۱

ہیں تو اس کی بالکل کوشش نہیں کرتے کہ احتیاط اور انصاف کے ساتھ قدم اٹھائیں۔ ہندوستان میں تقریباً ۵۰ برس سے ہندو مسلمانوں کی موجودہ کشمکش شروع ہوئی ہے۔ اگر ان ۵۰ برسوں کے وہ تمام بیانات اور مباحث جمع کر لئے جائیں جو ایک فریق نے دوسرے کے اقوال و اعمال کی نسبت جاری کئے ہیں، اور پھر ان پر انصاف اور صداقت شعاری کے ساتھ نظر ڈالی جائے، تو میں وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ نصف سے زیادہ مقدار ان باتوں کی نکلے گی جو کبھی فتنہ و فساد کی صورت نہ اختیار کرتیں اگر واقعات کے مطالعہ و بیان میں انصاف و دیانت کا تھوڑا سا بھی لحاظ رکھا جاتا۔

کہ معاملہ اس حد تک پہنچکر ختم نہیں ہوگیا۔ بلکہ آپکے لفظوں میں:

"جو طریقہ مسلمانوں نے ملک کے ایک سرے سے لیکر دوسرے سرے تک اختیار کیا، اور جو باتیں کہی گئیں، وہ نہ صرف حق و انصاف کے خلاف تھیں بلکہ عجیب طرح کی مذہبی ذہنیت ظاہر کرتی تھیں جنھیں کسی طرح بھی ٹھیک راستہ پر نہیں لے جایا جا سکتا۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ تمام لیڈروں اور "مولنا صاحبان" نے اور جمعیت العلمائ نے فتویٰ جاری کردیا کہ رنگیلا رسول لکھنے والے اور چھاپنے والے کو قتل کرنا چاہیئے۔ اور یہ کہ اسلام کا قانون یہی ہے کہ جو بھی کوئی غیر مسلمان حضرت بانی اسلام کے خلاف بدزبانی کرے، اُسے فوراً مار ڈالنا چاہیئے"

میں آپ کی طبیعت کی صداقت اندیشی اور حق جوئی کا معترف تھا اور اس موقعہ پر بھی معترف ہوں۔ آپنے اس رسالہ کے متعلق جو رائے قائم کی، اور جس طرح بے لاگ اور قطعی لفظوں میں اپنا خیال ظاہر کردیا، فی الحقیقت ایک راستی پسند انسان کا یہی شیوہ ہونا چاہیئے لیکن جن واقعات کا آپنے ذکر کیا ہے، افسوس ہے کہ نہ تو اُن کی تعبیر صحیح ہے، اور نہ وہ تاثر صحیح ہے جو آپ نے قبول کیا ہے۔ آخری جز میں وہی اصولی غلطی کام کر رہی ہے جس پر پچھلی سطروں میں بحث کرچکا ہوں

تعبیر میں آپنے جو غلطی کی ہے، وہ غلطی عام ہے۔ اور اُسی ناواقفیت کا نتیجہ ہے جو ایک ہزار سال کی یکجائی کے باوجود ہندوؤں کو اسلام اور مسلمانوں کی نسبت ہے۔ میں نے بارہا خیال کیا ہے کہ اگر کسی ذریعہ سے ہم یہ باہمی ناآشنائی دور کرسکیں، تو باہمی مخالفت اور توحش کی کتنی بڑی تعداد خود بخود دور ہو جا سکتی ہے؟ مگر افسوس ہے کہ اس کا کوئی سامان نہیں ہوتا۔ آپنے غالباً بعض اخباروں کے مضامین دیکھ کر یہ رائے قائم کرلی کہ "مسلمان لیڈروں اور جمعیت العلماء نے فتویٰ دیدیا" لیکن اگر آپ کو مسلمانوں کی اصطلاح "فتویٰ" کی حقیقت معلوم ہوتی جو بہت ہی معمولی اور عام ہے، تو کبھی یہ بات آپکے قلم سے نہیں نکلتی۔ آپ "لیڈروں" کے ساتھ "فتویٰ" کا لفظ نہیں نکالتے۔ آپ سے یہ غلطی بھی نہیں ہوتی کہ اُن تمام باتوں کو جو کسی "لیڈر" یا عالم نے عام مجالس کے ایک مقرر ہونے کی حیثیت سے کہی ہیں، یا اپنے اپنے انداز طبیعت کے مطابق نرم و گرم خیالات ظاہر کئے ہیں، "فتویٰ" قرار دیدیتے۔ بلاشبہ آپ ان تمام باتوں پر اس حیثیت سے نظر ڈال سکتے تھے کہ کہاں تک موزوں ہیں یا غیر موزوں ہیں۔ لیکن اُنھیں "فتویٰ" کے لفظ سے تعبیر نہ کرتے۔ کیونکہ فی الحقیقت وہ "فتویٰ" نہیں ہیں۔

غالباً آپ کا خیال یہ ہے کہ جب کبھی کسی معاملہ پر ایک مسلمان، مذہبی قسم کی کوئی بات کہے، تو وہ "فتویٰ" ہے۔ حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے۔ اس طرح تو وہ ساری باتیں جو مسلمان جلسوں میں کہتے ہیں یا اخباروں میں لکھتے ہیں، "فتویٰ" ہو جائیں گی۔ "فتویٰ" مسلمانوں کے دینی علوم کی ایک اصطلاح ہے، اور اس کا اطلاق صرف اُس بیان پر ہوتا ہے جو ایک مستند عالم دین اس حیثیت سے دیتا ہے کہ فلاں مسئلہ میں اُس کے نزدیک شریعت کا حکم یہ ہے۔ جب تک ایک عالم شرع اس حیثیت سے ایک بیان نہ دے، وہ فتویٰ نہیں ہے، اور کوئی مسلمان بھی اُسے فتویٰ نہیں سمجھیگا۔ اب آپ غور کیجئے کہ لیڈروں کی طرف "فتویٰ" منسوب کردینا کیسی افسوسناک غلطی ہے؟ آپ کہہ سکتے ہیں کہ علماء بھی "لیڈر" ہیں۔ یہ ٹھیک ہے لیکن یقیناً یہاں لیڈر سے مقصود علماء نہیں ہیں، مسلمان جماعتوں کے عام سربرآوردہ اشخاص اور سیاسی رہنما ہیں، اور یقیناً نہ تو وہ "فتویٰ" دیتے ہیں، نہ مسلمانوں میں کوئی شخص اُنکے بیانات کو فتویٰ کی حیثیت سے قبول کرتا ہے۔

البتہ جمعیت العلماء مذہبی حیثیت سے "فتویٰ" دے سکتی ہے لیکن یہ خیال صریح غلط ہے کہ جمعیت العلماء نے "رنگیلا رسول" کے لکھنے والے یا چھاپنے والے کی نسبت کوئی "فتویٰ" جاری کیا۔ یہاں پھر وہی باہمی ناواقفیت اور ناآشنائی کی بلا آگئی ہے جو ہندو مسلمانوں کے تمام معاملات پر چھائی ہوئی ہے۔ چونکہ مسلمانوں کی مذہبی اصطلاح "فتویٰ" کی حیثیت اور نوعیت پر آپ کی نظر نہیں، اس لئے طرح طرح کی غلط فہمیاں پیدا ہو رہی ہیں۔ غور کیجئے، اس ایک معاملہ میں کیے بعد دیگرے کتنی غلطیاں پیدا ہوگئی ہیں:

اولاً مسلمانوں میں شرعی حیثیت سے فتویٰ اسی وقت دیا جاتا ہے جب کسی خاص معاملہ میں شرعی حکم واضح کردینا ہو تاکہ مسلمانوں کا کوئی فرد یا جماعت اُس پر عمل کرے۔ موجودہ صورت میں "فتویٰ" کی گنجائش ہی نہیں تھی۔ ہندوستان میں ایک شخص نے اسلام کے خلاف دلآزار کتاب لکھی تھی اور شائع کی تھی۔ یہاں نہ تو مسلمانوں کی حکومت ہے، نہ شرعی قوانین نافذ ہیں، نہ مسلمانوں کے مذہبی گروہ کو کسی طرح کا دخل سیاست و تعزیر میں ہے۔ جو کچھ بھی اس بارے میں کر سکتی ہے حکومت کر سکتی ہے، اگر کوئی شخص اس میں مداخلت کرے گا مجرم ہوگا۔ پس ظاہر ہے کہ اس معاملہ میں مسلمانوں کے فتویٰ لینے یا دینے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ ہاں یہ ممکن تھا کہ کوئی شخص اس درجہ مجنوں یا احمق ہو جائے کہ وہ خیال کرے، ہندوستان میں اُسے تعزیر و سیاست کے احکام جاری کرنے کی قدرت حاصل ہوگئی ہے اور اس لئے فتویٰ دینا شروع کردے کہ فلاں آدمی کو قتل کر ڈالنا چاہیئے، اور فلاں آدمی کو قید میں ڈال دینا چاہیئے۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ ایسا کوئی واقعہ پیش نہیں آیا۔

ثانیاً جمعیت العلماء کی نسبت یہ سمجھ لینا کہ چونکہ وہ علماء کی انجمن ہے، اس لئے اُس کی جانب سے جو کچھ بھی کہا جاتا ہے "فتویٰ" ہے، کس درجہ ناواقفیت کی بات ہے؟ وہ ایک انجمن ہے، اور اس حیثیت سے وہ تمام طریقے اظہار رائے کے عمل میں لاتی ہے جو دنیا کی تمام انجمنیں عمل میں لایا کرتی ہیں۔ مثلاً اگر کوئی ایسا معاملہ پیش آجاتا ہے جس پر وہ کارروائی کرنا ضروری سمجھتی ہے، تو تجویز کی شکل میں کوئی بات ترتیب دیتی ہے اور اُسے منظور کرکے شائع کردیتی ہے۔ اس معاملہ پر بھی اُس نے ایک تجویز منظور کی، اور غالباً لاہور میں اپنی جمعیۃ عاملہ (ورکنگ کمیٹی) کا ایک جلسہ کرکے اُس کا اعلان کردیا۔ وہ جمعیت العلماء کی ایک تجویز ہے۔ یقیناً لوگوں نے اُسے اُس درجہ اہمیت دی ہوگی، جس درجہ اہمیت وہ جمعیت العلماء کی تجاویز کو دیا کرتے ہیں، لیکن وہ "فتویٰ" نہیں ہے۔ کیونکہ "فتویٰ" دینے کی اس معاملہ میں گنجائش ہی نہ تھی۔ آپ جمعیت کی ایک تجویز کو "فتویٰ" کہتے ہیں۔

ثالثاً جمعیت العلماء کی اس تجویز کا مضمون بھی آپنے صحیح طور پر معلوم نہیں کیا ہے، اور جو کچھ لکھا ہے، وہ اصلیت سے اس درجہ ہٹا ہوا ہے کہ اگر میں آپ کو ملامت کروں تو آپ کو ناخوش نہیں ہونا چاہیئے۔ کم از کم آپ جیسی طبیعت کے آدمی کو ایک واقعہ کے نقل کرنے میں اس درجہ بے احتیاط نہیں ہونا تھا۔ جمعیت العلماء کی تجویز تمام اخباروں میں شائع ہوگئی تھی۔ میری نظر سے بھی گزری تھی۔ اگر آپ چاہیں تو اُسوقت کا کوئی اُردو اخبار حاصل کرکے دیکھ لے سکتے ہیں۔ اُس میں یہ کہیں نہیں ہے کہ "رنگیلا رسول لکھنے والے اور چھاپنے والے کو قتل کردینا چاہیئے" جیسا کہ آپنے لکھا ہے۔ کم سے کم اتنی بات تو ہر شخص کی سمجھ میں آجانی چاہیئے کہ برٹش انڈیا میں کوئی شخص یا جماعت اپنے آپ کو گرفتار کرائے بغیر کسی انسان کے قتل کی علانیہ ترغیب نہیں دے سکتی۔ اگر جمعیت نے یا کسی انجمن نے ایسا اعلان کیا ہوتا تو یہ صریح ایک انسان کے قتل کا اقدام تھا۔ دراصل وہ تجویز مسلمانوں کو مخاطب کرکے لکھی ہی نہیں گئی تھی کہ اس طرح کی قاتلانہ ترغیب کی اس میں گنجائش ہوتی۔ اُس کا تمام تر خطاب حکومت سے تھا۔ حکومت سے درخواست کی گئی تھی کہ وہ اس طرح کے دلآزار حملوں کا سدباب کرے، اور اگر موجودہ قوانین اسکے لئے کافی نہیں ہیں تو نیا قانون نافذ کرے۔ البتہ اُس تجویز میں اس بات کا حوالہ ضرور تھا کہ اسلامی قوانین میں (یا بصورت اسلامی حکومت ہونے کے۔ مجھے اصلی الفاظ یاد نہیں ہیں) ایسے شخص کی سزا قتل ہے جو پیغمبر اسلام کی عمداً توہین و تذلیل کرے۔ یہ حوالہ جس طریقہ سے دیا گیا تھا، اُس کا صاف منشا یہ تھا کہ معاملہ کی اہمیت حکومت پر واضح ہو جائے یعنی یہ بات اُس کے علم میں آجائے کہ مسلمانوں کے دینی احساسات اس بارے میں کیا ہیں، اور اُن کے نقطۂ خیال سے یہ معاملہ کس درجہ اہم اور ضروری ہے؟ بلاشبہ اس پر بحث کی جا سکتی ہے کہ اس موقعہ پر اس قانون کا حوالہ دینا یا ذکر کرنا کہاں تک صحیح تھا؟ اور فی الحقیقت اسلام کا قانون کیا ہے؟ اس بارے میں میری رائے اور اسلامی قوانین کی حقیقت کی بحث آگے آئے گی اور آپ معلوم کرلینگے کہ میرا خیال اور علم کیا ہے لیکن بہ حیثیت ایک صداقت اندیش انسان کے آپ کو اور اُن تمام لوگوں کو جو اس بارے میں طرح طرح کے تأثرات قبول کر رہے ہیں، یہ تسلیم کرلینا چاہیئے کہ واقعہ کی نوعیت وہ نہیں ہے جو اُنھوں نے سمجھ رکھی ہے۔ ہم ایک معاملہ کی نسبت موافق رائے رکھتے ہوں یا مخالف، ہر حال میں ہمارا فرض ہے کہ معاملہ کو اُس کی صحیح اور حقیقی صورت میں دیکھیں، اور جیسا کچھ بھی وہ ہے اُسے تسلیم کرکے، رائے قائم کریں۔ انصاف کیجئے، کہاں یہ بات کہ جمعیت العلماء نے ایک تجویز منظور کرکے حکومت کو صورت حال پر توجہ دلائی اور اسمیں اس بات کا حوالہ دیا کہ اسلامی قانون اس بارے میں یہ تھا، اور کہاں اُس کی یہ تعبیر کہ "جمعیت نے فتویٰ دیدیا کہ قتل کردینا چاہیئے"؟ اسوقت دنیا کے کسی مذہب کے ماننے والے بھی ایسے نہیں ہیں جنھوں نے گذشتہ زمانے میں اپنے اپنے وقت کے مصالح کے مطابق قتل و تعزیر کے احکام نافذ نہ کئے ہوں اور وہ ان کی کتابوں میں ثبت نہ ہوں۔ مختلف موقعوں پر بے محل یا بامحل اُن کا ذکر بھی کردیا جاتا ہے، لیکن کوئی شخص اُس کا مطلب یہ نہیں سمجھتا کہ بحالت موجودہ انھیں نافذ کرنا مقصود ہے۔

رابعاً آپنے جن لفظوں میں جمعیت کے بیان کردہ اسلامی قانون کی تعبیر کی ہے، وہ بھی صحیح نہیں ہیں۔ آپ لکھتے ہیں "اسلام کا یہ قانون ہے کہ جو بھی کوئی غیر مسلمان حضرت بانی (داعی) اسلام کے خلاف کوئی بدزبانی کرے، فوراً اُسے مار ڈالنا چاہیئے" لیکن آپ یقین کیجئے کہ نہ تو جمعیت العلماء کی تجویز میں اس قانون کی یہ تعبیر تھی، اور نہ میری معلومات میں کسی مسلمان نے بھی یہ تعبیر کی ہے۔ جمعیت نے یا کسی دوسری جماعت نے اگر یہ کہا ہے کہ اسلامی حکومتوں کا یہ قانون تھا، تو اس کا صاف مطلب وہی ہو سکتا ہے جو حکومتوں کے قوانین کا عام طور پر ہوتا ہے۔ یعنے اُنکے قوانین کی رُو سے یہ ایک ایسا جرم تھا جو اگر عدالتی تحقیقات کے بعد ثابت ہو جائے، تو اس کے لئے قتل تک کی سزا دی جا سکتی تھی۔ اس کا یہ مطلب کہاں سے نکالا گیا کہ "جو مسلمان کسی کو بدزبانی کرتے دیکھے، اُسے فوراً قتل کر ڈالے"؟ اسلام کے شرعی نظم کی رُو سے تو کسی جرم کے لئے بھی ایسی آمارکی جائز نہیں ہو سکتی۔ تعزیر اور سیاست کے تمام احکام کا تعلق قضا سے ہے۔ یعنی آجکل کی بول چال میں عدالتی کارروائی سے۔ کسی فرد کو بھی اپنی جگہ اختیار نہیں کہ قانون اپنے ہاتھ میں لے لے۔ اور جس کسی کو اپنے نزدیک مجرم سمجھے سزا دے دے۔ یہ کام صرف حکومت اور عدالت کا ہے۔ اگر کوئی شخص ایسا کرے گا، تو وہ اسلامی قوانین کی رُو سے اُسی طرح سزا کا مستحق ہوگا، جس طرح ایک قانون کی خلاف ورزی کرنے والا مجرم ہو سکتا ہے۔

میں نے اس حصۂ بیان میں ضرورت سے زیادہ تفصیل اس لئے کی کہ میں چاہتا ہوں، یہ بات آپ پر واضح ہو جائے کہ واقعات کے مطالعہ و بیان میں وقت کی کوتاہیوں اور کج اندیشیوں کا کیا حال ہے؟ کس طرح ایک بات بغیر کسی اشتباہ اور پیچیدگی کے محض اس لئے کچھ سے کچھ ہو جاتی ہے کہ ہم ایک دوسرے کو سمجھنے اور بے لاگ طریقہ سے معاملات پر نظر ڈالنے کی استعداد کھو چکے ہیں، اور جب کبھی کسی معاملہ پر بحث کرتے

"مجھے ایسا برتاؤ نہ کرنا تھا۔ تمھیں غصہ دلا کر میں نے سخت غلطی کی۔ اور یہ زخم ......"

موریلا، انٹونیو کے ہاتھ کی طرف اشارہ کرکے چپ ہوگئی۔

"تم نے کچھ نہیں کیا" انٹونیو نے کہا "تم نے صرف اپنا بچاؤ کیا تھا۔ یہی کرنا بھی چاہیئے تھا۔ میری دیوانگی کے مقابلے میں اسی کی ضرورت تھی۔ تمھاری ذرا بھی خطا نہیں ہے۔ ہرگز معافی کا ذکر نہ کرو۔ تم نے تو مجھ پر بڑا ہی احسان کیا ہے۔ میں تمھارا دل سے شکر گزار ہوں۔ اچھا، اپنا رومال لیتی جاؤ"

انٹونیو نے رومال آگے بڑھایا۔ لیکن موریلا خاموش تھی۔ اُس کے اندر خیالات میں سخت تصادم تھا:

"میری غلطی سے تمھاری چادر بھی چلی گئی۔ نارنگی کی تمام قیمت بھی اُسی میں بندھی تھی۔ مجھے بہت دیر بعد اس کا خیال آیا۔ میں اِس وقت اُس کی تلافی نہیں کر سکتی — ہمارے گھر میں کچھ نہیں ہے۔ اگر ہے تو میری ماں کا ہے — لیکن یہ چاندی کی صلیب، میری ہے۔ مصوّر جاتے وقت چھوڑ گیا تھا۔ میں نے آج تک اسے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ صندوق میں بھی نہیں رکھا تھا۔ اگر اسے بیچو گے تو کچھ نہ کچھ وصول ہو جائے گا۔ میری ماں کا یہی خیال ہے — نقصان کا تھوڑا سا بدلہ ہو جائے گا۔ باقی میں اپنی ماں کے سو جانے کے بعد روز رات کو سُوت کات کات کے ادا کر دوں گی"

"نہیں نہیں، میں ہرگز نہیں لوں گا" یہ کہہ کر انٹونیو نے چمکیلی صلیب لوٹا دی۔ "لیلو" موریلا نے کہا "تم نہیں جانتے، تمھارا ہاتھ کتنے دن کام نہیں کر سکے گا۔ یہ صلیب رکھی ہے"

"مجھے تکلیف نہ دو" انٹونیو نے نقاہت سے کہا۔

"میں کہتی ہوں لے لو" موریلا نے اصرار سے کہا۔

"سمندر میں پھینک دو" انٹونیو جھنجلا گیا۔

"میں ہدیہ پیش نہیں کر رہی ہوں۔ اپنا کچھ بوجھ ہلکا کرنا چاہتی ہوں" موریلا نے پھر کہا۔

"تم پر میرا کوئی قرضہ نہیں ہے" انٹونیو نے جوش سے کہا "اگر تم میرا کچھ اپنے ذمہ سمجھتی ہو تو میری ایک درخواست منظور کر لو۔ تم پورے بار سے ہلکی ہو جاؤ گی۔ میری درخواست یہ ہے کہ جب میں کہیں دکھائی دوں تو میری طرف نظر نہ اُٹھانا، تاکہ مجھے اپنی اس دیوانگی پر ہمیشہ ندامت ہوا کرے۔ خدا حافظ! جاؤ۔ یہ ہماری آخری باتیں ہیں"

موریلا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ خاموشی سے آستے اپنا رومال اُٹھا کر، ٹوکری میں ڈالا۔ صلیب بھی اسمیں گرا دی۔ پھر ٹوکری کا ڈھکنا بند کیا۔ انٹونیو نے نگاہ اُٹھا کر دیکھا تو آنسو اُس کے نازک رُخساروں پر بہ رہے تھے!

"الٰہی!" انٹونیو چلّایا "موریلا! کیا ہوا؟ کچھ بیمار ہوگئیں؟ سر سے پاؤں تک کانپتی کیوں ہو؟"

"کچھ نہیں۔ مجھے گھر لَوٹنا چاہیئے"

یہ کہہ کر موریلا لڑکھڑاتے پاؤں سے دروازے کی طرف لپکی۔ مگر باہر نہیں گئی۔ دیوار پر سر رکھ کے رونے لگی۔ دیر سے بھری ہوئی تھی اب بے قابو ہوگئی۔ انٹونیو نے اُس کی سسکیاں سُنیں۔ مگر قبل اس کے کہ وہ اُٹھ کر پاس پہنچے، وہ خود دَوڑ کر آئی اور اُس پر گر پڑی:

"اب میں برداشت نہیں کر سکتی" اُسنے آنسوؤں کے ساتھ ملّاح کو زور سے پکڑ کر کہا "میں برداشت نہیں کر سکتی! میں تمھیں چھوڑ کر جا نہیں سکتی۔ آہ! تم مجھ سے اتنی محبت کے ساتھ بولتے ہو! مجھے مارو۔ میری جان لے لو۔ مجھے لعنت ملامت کرو۔ لیکن مجھے اپنے سے دُور نہ کرو......"

روتی ہوئی لڑکی کو انٹونیو نے فوراً اُٹھا لیا۔ وہ بھی چپ تھا۔ مگر آنسو اُس کی آنکھوں سے بھی جاری تھے!

انٹونیو نے لمبی سانس لے کر کہا "خدایا یہ میں کیا سنتا ہوں؟ اگر میرا خون زخم سے بہ گیا ہے تو میرا دل اس طرح کیوں دھڑک رہا ہے؟ کیوں سینے سے نکلا پڑتا ہے؟ موریلا! اگر یہ تم صرف تسلّی دینے کے لئے کہتی ہو، تو اس کی کوئی ضرورت نہیں لیکن کیا تم پر میرا کوئی حق نہیں ہے؟ کیا میں نے تمھارے پیچھے بہت دُکھ نہیں سہا ہے؟"

"ہرگز نہیں!" موریلا نے مضبوط آواز میں کہا "کوئی حق نہیں! کیونکہ میں بھی تم سے محبت کرتی ہوں! اب مجھے کہنے دو۔ میں تم سے، اسی محبت کے ڈر سے بھاگا کرتی تھی۔ لیکن اب نہیں بھاگوں گی"

(۷)

موریلا، گھر کے باہر تاریکی میں غائب ہوگئی۔ انٹونیو کھڑکی کے سامنے مبہوت بیٹھا تھا۔ خاموش سمندر اُس کے آگے پھیلا تھا۔ اُفق میں ہر طرف تاریکی اور خاموشی تھی۔ جھلملاتے تارے آسمان پر سے منہ نکالے دیکھ رہے تھے!

(۸)

اعتراف کی کرسی پر پادری بیٹھا مسکرا رہا ہے۔ موریلا ابھی ایک بہت لمبا اعتراف کرکے رخصت ہوئی ہے۔

"کون خیال کر سکتا تھا؟" پادری نے اپنے آپ سے کہا "واقعی کون خیال کر سکتا تھا کہ خدا اس گمراہ دل کو ہدایت بخشے گا؟ ہماری نظریں بہت کوتاہ ہیں۔ آسمان کے راز دیکھ نہیں سکتیں۔ خدا موریلا کو، انٹونیو کو، دونوں کی اولاد کو برکت دے!"

(۹)

کیا یہ کہنے کی ضرورت ہے کہ عورت کے دل کے سمجھ کر لئے اس دُنیا میں ہمارا کوئی قانون اور قاعدہ بھی کام نہیں دے سکتا۔ وہ جب بہت زیادہ غضب ناک ہوتی ہے تو بہت زیادہ محبت کرتی ہے، اور جب بہت ملتفت ہوتی ہے تو فوراً محبت سے دست بردار ہو جاتی ہے۔ تاہم ایک قاعدہ ضرور ہماری رہنمائی کر سکتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ ایثار اور خود فروشی کے مقابلہ میں کبھی غصہ کی نفرت اور خودداری کی بے پروائی قائم نہیں رہ سکتی۔ سخت سے سخت جنگ آزما روح بھی ایثار اور خود فروشی کے مقابلہ میں سپر ڈال دے گی اور ہار مان لے گی!

رہنمایانِ مُلک و مِلّت کا مُتفقہ اعلان

اخبار الجمعیۃ کی خدمات کا اعتراف

آج ہر شخص پر یہ بات روزِ روشن کی طرح ظاہر ہوگئی ہے کہ قوموں کی مذہبی۔ تمدنی۔ اخلاقی و اقتصادی ترقی میں قومی اخبارات کی رہنمائی کو بڑا دخل ہے۔ جو لوگ دُنیا کے روزانہ انقلاب اور قوموں کے عروج و انحطاط کے حالات سے بے خبر ہیں وہ زندگی کے کسی شعبہ میں ترقی نہیں کر سکتے۔ اسی طرح قومی اخباروں میں سے جو اخبار کہ قوم کی فلاح و بہبود کی جگہ اپنے مالی فائدے کو مدِ نظر رکھتے ہیں وہ بجائے قوم کی اصلاح کرنے کے اس کی تباہی و بربادی کے باعث بنجاتے ہیں۔

اخبار الجمعیۃ دہلی جو تین سال سے جمعیۃ علماء ہند دہلی کی سرپرستی میں نکل رہا ہے اُن صحیح اور حقیقت شناس راست باز اخباروں میں سے ہے جنھوں نے حقیقی طور پر مذہب و وطن کی سچی خدمت کی ہے اور ہر موقع پر نہایت دیانت اور جرأت کے ساتھ حق رہنمائی ادا کیا ہے۔ اپنے مالی فائدے اور نقصان سے قطع نظر کرکے قوم کے خالص فائدے کا خیال رکھا اور طرفۃ العین کے لئے بھی جادۂ حق سے انحراف نہیں کیا۔ الجمعیۃ بجا طور پر اس کا مستحق تھا کہ قوم کا کوئی فرد اسکی رہنمائی سے بے بہرہ نہ رہتا اور مسلمانوں کے گھر گھر میں یہ اخبار پڑھا جاتا۔ مگر افسوس ہے کہ مسلمانوں نے اسکی کما حقہ قدر نہ کی اور اس ۳ سال کے عرصہ میں اس کی اتنی اشاعت بھی نہیں ہوئی کہ وہ اپنے مصارف سے ہی بے فکر ہو جاتا۔ ہم تمام مسلمانوں سے مذہب و وطن کے نام پر اپیل کرتے ہیں کہ وہ اس معزز و مؤقر اخبار کے زریں مضامین سے فائدہ اُٹھائیں اور کوشش کریں کہ پڑھے لکھے مسلمانوں کا کوئی گھر اس اخبار سے خالی نہ رہے۔ بالخصوص معاونینِ جمعیۃ سے پُوری اُمید رکھتی ہیں کہ ہر خریدار کم از کم دو جدید خریدار مہیا کر دینے کی کوشش کرکے اپنے مذہبی اور وطنی فریضہ کو ادا کرے گا۔ اخبار الجمعیۃ کی امداد درحقیقت مذہب وطن اور قوم کی امداد ہے اور ہر معاون تمام مسلمانوں اور مذہب و وطن کی طرف سے شکریہ کا مستحق ہے۔

(حضرت مولانا مفتی) محمد کفایت اللہ (صاحب صدر جمعیۃ علماء ہند) (سیٹھ حاجی) عبداللہ ہارون (ایم ایل اے صدر جمعیۃ مرکزیہ خلافت) (مولانا) حبیب الرحمٰن (صاحب صدر خلافت کمیٹی لدھیانہ) (مولانا ظفر علیخاں (صاحب۔ اڈیٹر زمیندار لاہور) (مولانا احمد سعید (صاحب ناظم جمعیۃ علماء ہند) (جناب) قریشی (صاحب اڈیٹر تنظیم۔ آنریری اسسٹنٹ سکرٹری آل انڈیا تنظیم کمیٹی امرتسر) (مولانا سید) سلیمان (صاحب ندوی۔ اڈیٹر معارف اعظم گڈھ) (مولانا ابوالمعالی) محمد عرفان (صاحب ناظم مالیات جمعیۃ علماء ہند و ناظم جمعیۃ مرکزیہ خلافت) (مولوی سر) رحیم بخش (صاحب سابق وزیر اعظم ریاست بھاولپور کے سی ایس آئی۔ ایم ایل سی) (مولانا سید) عطاء اللہ شاہ (صاحب بخاری) (مولانا ثناء اللہ (صاحب اڈیٹر اہلحدیث امرتسر) (مولانا) عبدالماجد (صاحب دریابادی اڈیٹر سچ و صدر خلافت کمیٹی اودھ) (ڈاکٹر) سیف الدین (صاحب کچلو امرتسر) (مولانا سید) غلام بھیک (صاحب نیرنگ معتمد عمومی جمعیۃ مرکزیہ تبلیغ الاسلام انبالہ) (مولانا) غلام رسول (صاحب مہر اڈیٹر انقلاب لاہور) (سید) جالب (صاحب دہلوی اڈیٹر ہمدم لکھنؤ) (ڈاکٹر سر) محمد اقبال (صاحب بیرسٹرایٹ لا لاہور) بدرالحسن (صاحب جلالی اڈیٹر مدینہ بجنور) (حضرت مولانا) حسین احمد (صاحب جانشین حضرت شیخ الہند) (مولانا) شبیر احمد (صاحب عثمانی دیوبند) (مولانا حبیب الرحمٰن (صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند) (مولانا) عبدالحلیم (صدیقی لکھنؤ) (مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد (صاحب نائب امیر شریعت صوبہ بہار) (مولانا) مرتضیٰ حسن (صاحب دیوبند) (سر صاحبزادہ) عبدالقیوم (ایم ایل اے) (دیوان سید) آل رسول (صاحب سجادہ نشین درگاہ اجمیر شریف) (مولانا پیر) محمد ضیاء الدین (صاحب سجادہ نشین سیال شریف پنجاب) (مولانا سید مناظر احسن (صاحب گیلانی پروفیسر کلیہ جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن) مسٹر شعیب قریشی۔

(اخبار الجمعیۃ کے لئے تمام درخواستیں منیجر الجمعیۃ۔ دہلی کے پتہ پر آنی چاہئیں۔ قیمت سالانہ ۶؂ ششماہی ۳؂ ممالک غیر سے ۸؂۔ نمونہ مفت):

افسانہ

غضب ناک محبوبہ

L'ARRABIATA

(پال ہیس کے قلم سے)

(۲)

انٹونیو، لڑکی کے غرق ہونے کے خوف سے سناٹے میں آگیا۔ وہ بت بنا کھڑا تھا۔ اُس کے دماغ میں کوئی خیال بھی باقی نہیں رہا تھا۔ آسمان پر نظر جمائے اس طرح کھڑا تھا، گویا کسی معجزے کا انتظار کر رہا ہو!

آخرکار اُس کے حواس درست ہوئے۔ اُسنے ڈانڈ اُٹھائی اور پوری قوت سے کشتی، لڑکی کی طرف لے چلا۔ اُس کی آنکھیں لڑکی پر جمی تھیں۔ اُسے بالکل خیال نہ رہا کہ اُس کے ہاتھ سے خون کا فوارہ بہ رہا ہو۔

موریلا بڑی تیزی سے پیرتی چلی جاتی تھی۔ مگر کشتی اُس کے قریب پہنچ ہی گئی۔

"خدا کے لئے کشتی پر آجاؤ!" انٹونیو چلایا "میں دیوانہ ہوگیا تھا۔ خدا جانے میری عقل پر کیسے پتھر پڑ گئے تھے۔ گویا مجھ پر بجلی گر گئی تھی۔ میرے سینے میں آگ کا تنور جل اُٹھا تھا۔ موریلا! میں معافی تک کی درخواست نہیں کرسکتا۔ میں معافی کا بھی مستحق نہیں ہوں۔ بس میری التجا صرف اتنی ہو کہ کشتی پر چلی آؤ۔ ہلاک مت ہو!"

موریلا برابر پیرتی رہی۔ گویا اُس نے سنا ہی نہیں۔

"ساحل تک پہنچنا محال ہو" انٹونیو نے پھر کہا "ابھی پورے دو میل باقی ہیں۔ اپنی بیمار ماں کا خیال کرو۔ اُس کا کیا حال ہوجائے گا؟ اگر تمھیں نقصان پہونچا تو میں بھی جان دے دوں گا"

موریلا نے سامنے نگاہ کرکے فاصلہ دیکھا۔ پھر بغیر کوئی جواب دئے کشتی کی طرف آنے لگی۔ کشتی کا کنارہ پکڑ لیا اور اوپر چڑھنے لگی۔ انٹونیو، سہارا دینے کے لئے اُٹھا۔ کشتی ایک طرف جھک پڑی۔ ملاح کی چادر کنارے رکھی تھی۔ پانی میں گر پڑی۔ لڑکی نے سہارا لینے سے انکار کیا۔ پھرتی سے اوپر آگئی اور اپنی پہلی جگہ پر خاموش جا بیٹھی۔

(۴)

انٹونیو نے اُسے مطمئن دیکھ کر پھر کشتی کھینا شروع کردی۔ موریلا اپنے بال ہاتھوں میں لے کر نچوڑنے لگی۔

یکایک موریلا کی نظر کشتی کی زمین پر پڑی۔ وہ خون سے رنگین تھی اُس نے معًا انٹونیو کے ہاتھ کی طرف نظر اُٹھائی۔ ہاتھ سخت زخمی تھا۔ مگر وہ پوری قوت سے کام کر رہا تھا۔

"یہ لو" موریلا نے کہا اور اپنے رومال کی طرف اشارہ کیا۔ انٹونیو نے موریلا کو دیکھے بغیر سر کے اشارے سے انکار کردیا۔ اور کشتی چلاتا رہا۔

تھوڑی دیر بعد موریلا اپنی جگہ سے اُٹھی۔ آگے بڑھی۔ ملاح کے سامنے بیٹھ گئی، اور اپنے رومال سے اُس کا ہاتھ باندھنے لگی۔ انٹونیو نے بہت بہت انکار کیا مگر دوشیزہ نے اُس کے زخمی ہاتھ سے ڈانڈ لے لی اور خود چلانے لگی۔ وہ ملاح کو نہیں دیکھتی تھی، لیکن ڈانڈ پر اُس کے ہاتھ کے خون کے جو قطرے لگ گئے تھے، اُن پر نظریں گڑ گئی تھیں۔

دونوں چپ تھے۔ چہرے اُترے ہوئے تھے۔ جب ساحل کے قریب پہنچے تو ماہی گیر صاحب سلامت کرنے لگے بعض بعض نے آنکھوں ہی آنکھوں میں باہم گر اشارات بھی کئے۔ لیکن وہ دونوں بالکل خاموش رہے۔ اُن میں ذرا بھی جنبش نہ ہوئی۔

شعبہ ابھی تک باقی تھا۔ کنارا آگیا۔ موریلا نے اپنے کپڑے درست کئے اور اُتر پڑی۔

صبح والی بڑھیا اپنی پوتی کے ساتھ وہیں بیٹھی چرخا کات رہی تھی۔

"انٹونیو!" ملاح کو دیکھ کر چلائی "تیرے ہاتھ میں کیا ہوا؟ خدا خیر کرے! تیری کشتی بھی خون سے رنگین ہو!"

"کچھ نہیں" انٹونیو نے افسردگی سے جواب دیا "کشتی میں ایک کیل نکل آئی تھی۔ اُس سے زخم لگ گیا۔ صبح تک اچھا ہوجائے گا۔ یہی زیادہ خون تو میرے لئے مصیبت تھا۔ زخم کی راہ نکل گیا"

"یہاں آؤ، میں پٹی باندھ دوں" نیک دل بڑھیا نے کہا "ذرا ٹھہرو، میں ابھی کوئی جڑی بوٹی لاتی ہوں"

"شکریہ" انٹونیو نے کہا "زحمت نہ کرو۔ زخم بھر گیا ہو۔ صبح تک بالکل ٹھیک ہوجائے گا۔ میری تندرستی اچھی ہو۔ معمولی تکلیف کا کوئی اثر نہیں ہوتا"

"خدا حافظ!" موریلا نے کہا، جو اب تک کھڑی بڑھیا کی باتیں سن رہی تھی۔

خدا حافظ!" انٹونیو نے اُس کی طرف نظر اُٹھائے بغیر جواب دیا۔

موریلا اپنے گھر روانہ ہوگئی۔ انٹونیو نے بھی بے دلی کے ساتھ اپنی ڈانڈ اور ٹوکریاں اُٹھائیں اور جھونپڑے کی راہ لی۔

(۵)

انٹونیو اپنے چھوٹے سے جھونپڑے میں اکیلا ہو۔ بہت پریشان ہو۔ کسی پہلو چین نہیں۔ اُٹھ کر ٹہلنے لگا۔ ہوا ٹھنڈی تھی اور بے شیشہ کی کھڑکیوں سے اندر آرہی تھی۔ تنہائی اس کے لئے ایک حد تک آرام دہ تھی۔ دیوار پر مقدس کنواری (مریم علیہا السلام) کی تصویر لٹک رہی تھی۔ وہ تصویر کے سامنے کھڑا ہوگیا۔ کنواری کے سر پر ستاروں کی آرائش دیکھی لیکن نماز پڑھنے کو جی نہیں چاہا۔ وہ نماز کیوں پڑھے؟ ابھی ابھی وہ اپنی زندگی کی تمام آرزوؤں سے محروم ہوچکا ہو!

اُس نے خیال کیا آج دن ختم نہ ہوگا۔ بے صبری سے رات کا انتظار کرنے لگا۔ تھکا ہوا تھا۔ خون بہ جانے کی وجہ سے بھی طبیعت کمزور ہو رہی تھی۔ ہاتھ کے زخم کا درد بڑھنے لگا۔ وہ لکڑی کی ایک چھوٹی سی کرسی پر بیٹھ گیا۔ ہاتھ کی پٹی کھولی تو پھر خون بہنے لگا۔ پورا ہاتھ ورم کر آیا تھا۔ بڑی محنت سے اُس نے ہاتھ دھویا۔ موریلا کے دانتوں کے نشان صاف نظر آتے تھے!

"اُس کی کیا خطا ہو؟" اپنے آپ سے کہنے لگا "میں وحشی ہوگیا تھا۔ مجھے یہی سزا ملنی چاہیے تھی۔ کل بڑھیا کے ہاتھ اُس کا رومال واپس کردوں گا۔ اور اب کبھی اُس کا سامنا نہ کروں گا!"

زخم دوبارہ دھویا۔ دانتوں کی مدد سے پٹی باندھی۔ بچھونے پر دراز ہوگیا۔ اور آنکھیں بند کرلیں۔

وہ سمجھ نہ سکا، سویا تھا یا رات بھر جاگتا رہا۔ لیکن اُسے چاند کی دھندلی روشنی میں جب ہوش آیا تو ہاتھ میں سخت درد ہو رہا تھا۔

(۶)

یکایک دروازے پر دستک کی آواز سنائی دی۔

موریلا اُس کے سامنے کھڑی تھی!!

وہ بغیر اجازت کے اندر چلی آئی۔ بالکل خاموش تھی۔ سر کے رومال کھولا، ہاتھ کی ٹوکری، سامنے چھوٹے سے میز پر رکھ دی۔

"اپنا رومال لینے آئی ہو؟" انٹونیو نے پوچھا "ناحق تکلیف اُٹھائی۔ میں خود کل صبح بھیج دینے والا تھا"

"رومال نہیں" موریلا نے ہانپتے ہوئے جواب دیا "میں دیر سے پہاڑی پر جڑی بوٹی ڈھونڈھ رہی تھی۔ لو، یہ لائی ہوں"

"تم نے بڑی تکلیف کی" ملاح نے جوش مسرت کے احساس سے مضطرب ہوکر کہا "افسوس، تم بہت پریشان ہوئیں۔ مجھے تو اب آرام ہو۔ لیکن اگر تکلیف بھی ہو، تو اس کا مستحق ہوں۔ تم ایسے وقت کیوں آئیں؟ اگر کوئی دیکھ لے؟ تم لوگوں کی عادت جانتی ہو۔ انھیں ہر وقت کچھ نہ کچھ کہنا ہی چاہیئے"

"میں کسی کی بھی بکواس کی پرواہ نہیں کرتی" موریلا نے غصا اور ہمدردی کے ملے جُلے لہجہ میں کہا "میں تمھارا ہاتھ دیکھنے اور دوا لگانے آئی ہوں۔ تم اپنے بائیں ہاتھ سے دوا نہیں لگا سکتے"

"میں دوا کا مستحق نہیں ہوں۔ سچ کہتا ہوں" انٹونیو نے تاثر کے ساتھ کہا۔

"اچھا مجھے ہاتھ دیکھنے دو۔ اچھا ہوگا تو دوا نہ لگاؤں گی"

یہ کہہ کر موریلا نے اُس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اب انکار اُس کی قدرت سے باہر تھا۔ پٹی کھولتے ہی دوشیزہ چلائی "آہ، سچ!"

نہیں معمولی سا ورم ہو۔ کل تک اُتر جائے گا" انٹونیو نے بے پروائی سے کہا۔

موریلا نے سر ہلایا:

"تم ایک ہفتہ سے پہلے سمندر میں لوٹ نہیں سکتے"

"او ہو، ایک ہفتہ، دو ہفتے، دس ہفتے" ملاح نے بے رنج کہا۔

موریلا اُس کا زخم بڑی توجہ سے دھونے لگی۔ وہ چھوٹے بچے کی طرح کراہتا تھا۔ موریلا نے زخم پر دوا تھوپ دی۔ پٹی باندھ دی۔ درد میں کمی ہوگئی۔

"موریلا! شکریہ!" انٹونیو نے آرام پاکر کہا "اگر مجھ پر ایک اور احسان کرنا چاہو، تو وہ یہ ہو کہ میرا دن والا قصور معاف کردو۔ میری سب باتیں بھول جاؤ۔ نہیں معلوم ایسا کیوں ہوا؟ ہرگز نہیں تمھاری کوئی خطا نہیں تھی۔ اب میری زبان سے کبھی کوئی ناگوار بات نہیں سنوگی....."

"نہیں نہیں، مجھے معافی مانگنی چاہیئے" موریلا نے جلدی سے کہا

گر آپ

علم و کتب کی وسعت اور دستِ طلب کی کوتاہی سی گھبرا گئے ہیں تو کیوں کسی ایسے مقام کی جستجو نہیں کرتے جہاں دنیا کی تمام بہترین اور منتخب کتابیں جمع کرلیگئی ہیں؟

ایسا مقام موجود ہی!

J & E. Bumpus Limited,
350, Oxford Street,
LONDON, W. 1.

جو
دنیا میں کتب فروشی کا عظیم مرکز ہی
اور
جسے ملک معظم برطانیہ اور انکے کتبخانۂ قصر کے لئے کتابیں بہم پہنچانے کا شرف حاصل ہی!

انگریزی کا تمام ذخیرہ جو برطانیہ اور برطانی نوآبادیوں اور ملحقہ ممالک میں شایع ہوتا ہی

یورپ کی تمام زبانوں کا ذخیرہ

مشرقی علوم و ادبیات پر انگریزی اور یورپین زبانوں کی تمام کتابیں

نئی اور پرانی دونوں طرح کی کتابیں

تمام دنیا کے ہر قسم اور ہر درجہ کے نقشے

ہر قسم کی تعلیمی کتابوں کے مسلسل سلسلے

بچوں کے لئے ہر قسم اور درجہ کا ذخیرہ

قیمتی سے قیمتی اور سستے سے سستا ایڈیشن

آپ ہمارے عظیم ذخیرہ سے حاصل کرسکتے ہیں

ہمارے یہاں سے
ہر چھے ماہ کے
بعد نئے ذخیرہ کی مفصل فہرست شایع ہوا کرتی ہی

کیا آپ کو معلوم نہیں

کہ

اسوقت دُنیا کا بہترین فاونٹین قلم

امریکن کارخانہ "شیفر"

کا

"لائف ٹائم" قلم ہی؟

(۱) اِتنا سادہ اور سہل کہ کوئی حصّہ نزاکت یا پیچیدہ ہونے کی وجہ سے خراب نہیں ہوسکتا

(۲) اِتنا مضبوط کہ یقینًا وہ آپکو آپکی زندگی بھر کام دے سکتا ہی

(۳) اِتنا خوبصورت، سبز، سُرخ اور سُنہری بیل بوٹوں سے مزیّن کہ اِتنا خوبصورت قلم دُنیا میں کوئی نہیں

کم ازکم تجربہ کیجئے

یاد رکھئے

جب آپ کسی دکان سے قلم لیں تو آپکو شیفر کا

"لائف ٹائم"

لینا چاہیے!

اگر آپ انگلستان کی سیاحت کرنا چاہتے ہیں تو

دیکھئے

کہ

آپکو ایک مُستند اور آخرین رہنما

گائڈ بک

کی ضرورت ہے

جو

انگلستان کے تمام شہروں، سوسائیٹوں ہوٹلوں، کلبوں، تھیٹروں، رقص گاہوں، قابل دید مقامات، اور آثار قدیمہ وغیرہ سے آپکو مطلع کردے

نیز

جس سے وہ تمام ضروری معلومات حاصل کیجا سکیں جن کی ایک سیّاح کو قدم قدم پر ضرورت پیش آتی ہی

ایسی مکمّل گائڈ بک صرف

ڈنلاپ گائڈ ٹو گریٹ برٹین

The Dunlop Guide
to Great Britain

کا دوسرا ایڈیشن ہی

ہندوستان

کے تمام انگریزی کتب فروشوں اور بڑے بڑے ریلوے اسٹیشنوں کے بک اسٹال سے ملسکتی ہی

جامع الشواہد

طبع ثانی

مولنا ابوالکلام صاحب کی یہ تحریر سنہ ۱۹۱۹ء میں شایع ہوئی تھی جب وہ رانچی میں نظر بند تھے۔ موضوع اس تحریر کا یہ تھا کہ اسلامی احکام کی رو سے مسجد کن کن اغراض کے لئے استعمال کی جاسکتی ہی؟ اور اسلام کی رواداری نے کس طرح اپنی عبادت گاہوں کا دروازہ بلا امتیاز و مذہب ملت تمام نوع انسانی پر کھول دیا ہی؟

قیمت ۱۲ار۔ (مینجر الہلال کلکتہ)

[illegible]

[illegible]

دمہ

ضیق النفس

یا

کسی طرح کی بھی معمولی کھانسی کی شکایت ہی، تو تامل نہ کیجئے۔ اپنے سب سے قریب دوا فروش کی دکان سے فوراً ایک ٹین

HIMROD

کی مشہور عالم دوا کا منگوا کر استعمال کیجئے

عات الہلال بک ایجنسی

عارف ابن تیمیہ و ابن قیم

دینی علوم کی [illegible]

[illegible]

منیجر الہلال بک ایجنسی

(حلقہ نمبر ۲۴ شیرانوالہ دروازہ لاہور پنجاب)

" Al-Hilal Book Agency,"

24, LAHORE, PANJAB.

السحر الحلال
فی
مجلدات الہلال

[illegible]

[illegible] کے متعلق [illegible] ہے ہر پرچہ اپنے مضامین کے لحاظ سے ایک مستقل مجموعہ علم و ادب ہے۔ قیمت فی پرچہ ۲ آنہ محصول ڈاک و پیکنگ اس کے علاوہ ہے۔

منیجر " السلام پریس "

ان تمام اصحاب کے لئے

جو

قیمتی تمدن و صنعت کی قیمتی اشیاء کا شوق رکھتے ہیں

دنیا میں عظیم الشان مقام

I. SHENKER,

118, BROMPTON ROAD, KENSINGTON, LONDON, S. W. 3.

ہی

مغرب و مشرق کے قدیم آثار، پرانی قلمی اور مطبوعہ کتابیں، پرانی تصویریں، پرانے سکے، اور نقوش، پرانے زیور، آرایش و تزئین کا ہر قسم کا سامان، اور ہر طرح کے پرانے صنعتی عجائب و نوادر، اگر آپ کو مطلوب ہیں، تو ہم سے خط و کتابت کیجئے۔ کم از کم ہماری نمائش گاہوں اور ذخائر کی فہرستیں ہی منگوا لیجئے۔ اہل علم اور اہل دولت، دونوں کے لئے ہمارا ذخیرہ قیمتی ہے۔

نوادر عالم کا یہ ذخیرہ

دنیا کے تمام حصوں سے غیر معمولی مصارف و مساعی کے بعد حاصل کیا گیا ہے۔

دنیا کے تمام قدیم تمدنی مرکزوں مثلاً مصر، شلم، فلسطین، ہندوستان، ایران، ترکستان، چین، وغیرہ ممالک میں ہمارے ایجنٹ ہمیشہ گردش کرتے رہتے ہیں۔

با ایں ہمہ

قیمتیں تعجب انگیز حد تک ارزاں ہیں!

بر اعظم یورپ آمریکہ

اور

مشرق

کے تمام بڑے بڑے محل، کتب خانے، اور عجائب خانے، ہم سے نوادر حاصل کرتے رہتے ہیں۔ قاہرہ کے نئے ایوان شاہی کے نوادر ابھی حال میں ہم ہی نے فراہم کئے ہیں

اگر آپ کے پاس نوادر موجود ہوں

تو

آپ فروخت کرنے کے لئے بھی پہلے ہم سے ہی خط و کتابت کیجئے۔ بہت ممکن ہے کہ ہمارا سفری یا مقامی ایجنٹ آپ سے مل سکے

مطبوعات الهلال بك ايجنسى

معارف ابن تيميه و ابن قيم

ديني علوم کے بيش بها جواهر ريزي

اس سلسله ميں هم نے اماميں كي ان نادر و اعلى درجه كي بلند پايه عربي تصانيف کے اُردو تراجم كا سلسله شروع كيا هے، جنكا مطالعه اصلاح عقائد اسلام اور اشاعت و معارف كتاب و سنت کے ليے نهايت ضروري و ناگزير هے - اميد كه يه ”سلسلهٔ تراجم“ بد نصيب هندوستان كي دماغي اصلاح كا كام دے :

آسوۂ حسنه — امام ابن قيم كي فن سيرت ميں شهره آفاق كتاب ”زاد المعاد“ کے خلاصه كا اُردو ترجمه - بلا جلد ۲ روپے مجلد اڑهائي روپيه -

كتاب الوسيله — لفظ ”وسيله“ كي بحث کے علاوه امام ابن تيميه نے اسلام کے اصل الاصول ”توحيد“ كي مبسوط بحث كي هے - بلا جلد اڑهائي روپيه، مجلد سوا تين روپيه -

اصحاب صفه — انكي تعداد، ذريعه معاش، طريق عبادت اور انكے مفصل حالات بيان كيے هيں دس آنے -

تفسير سورة الكوثر — امام ابن تيميه کے مخصوص انداز تفسير كا اُردو ترجمه - چار آنے -

العروة الوثقى — خالق و مخلوق کے درميان واسطه كا فرق بدلائل بيان كيا هے - چهه آنے -

سيرت امام ابن تيميه — حضرت امام کے ضروري حالات زندگي نهايت خوش اسلوبي سے بيان كيے هيں - نو آنے

نجد و حجاز — علامه سيد محمد رشيد رضاء مصري كي تازه كتاب كا اُردو ترجمه - سوا روپيه -

آئمه اسلام — ترجمه رفع الملام عن ائمة الاعلام - باره آنے

خلاف الامه — فى العبادات - پانچ آنے

صبح سعادت — يه ايک علمي، اسلامي، سه ماهي رساله هے جس کے خريدار كو هم نے كمال كوشش و كاوش سے اُردو، عربي، فارسي، انگريزي، اور دوسري زبانوں كي تمام اهم اور اعلى مطبوعات کے متعلق بهترين تازه معلومات بهم پهنچانے كا اهتمام كيا هے- اسكے علاوه آئمه و اسلام و بزرگان دين کے حالات، لطائف افسانه، نظميں اور ممالک اسلاميه کے معتبر ذرائع سے حاصل كيے هوے حالات درج كيے جاتے هيں - في پرچه ۸ آنه سالانه ۲ روپيه پيشگي -

منيجر الهلال بك ايجنسى

(حلقه نمبر ۲٤ شيرانواله دروازه لاهور پنجاب)

“ Al-Hilal Book Agency,”

24, LAHORE, PANJAB.

خط و كتابت كی وقت اپنا نام اور پته صاف لكهين

اور نمبر خريداری ضرور تحرير فرمائين

السحر الحلال في مجلدات الهلال

گاه گاهے بازخوان اين دفتر پارينه را

تازه خواهى داشتن گرداغهاۓ سينه را

اردو صحافت كي تاريخ ميں الهلال هي وه رساله هے جو اپني تمام ظاهري اور باطني خصوصيات ميں ايک انقلاب آفريں دعوت تهي -

الهلال اگرچه ايک هفته وار مصور رساله تها، ليكن چونكه وه اردو صحافت كي مختلف شاخوں ميں اجتهاد نظر و فكر كي نئي روح پيدا كرني چاهتا تها، اِس لئے اُس كا هر نمبر مختلف اقسام اور مختلف اذواق كا مجموعه تها- اُس کے هر نمبر ميں مختلف ابواب، مذهب، سياست، ادبيات، علوم و فنون، اور معلومات عامه کے هوتے تهے- اور اُسكا هر باب اپني مجتهدانه خصوصيات کے لحاظ سے اپني نظير آپ هوتا تها- پهر اس كي ظاهري خوبياں اُردو صحافت ميں اعلى طباعت و ترتيب كا پهلا نمونه تهيں- اردو كا وه پهلا هفته وار رساله تها، جس ميں هاف ٹون تصاوير کے اندراج كا انتظام كيا گيا، اور ٹائپ ميں چهپنے كي وجه سے بهت سي ايسي خوبياں پيدا هوئيں جو پتهر كي چهپائي ميں ممكن نهيں- اِس كي جلديں جديد اُردو علم ادب کے علمي، مذهبي، سياسي، اور اجتماعي مواد و مباحث كا بهترين مجموعه هيں- اِن كي مقبوليت و قدر كا اندازه اِس سے هوسكتا هے كه سنه ۱۹۱۸ ميں بعض شايقين علم و ادب نے اِس كي تمام جلدوں كا مكمل ست سات سو روپيه ميں خريد كيا - اور حال ميں ايک صاحب نے اِس كي پهلي جلد مكمل (جو دفتر ميں بهي موجود نهيں) ساڑهے چارسو روپيه ميں حيدرآباد سے خريدي هے - جن لوگوں نے اِس کے پرچے بحفاظت جمع كئے هيں وه بڑي سے بڑي قيمت پر بهي علحده كرنے كيليے تيار نهيں- پچهلے دنوں ”البلاغ پريس“ كا جب تمام اسٹاک نئے مكان ميں منتقل كيا گيا تو ايک ذخيره الهلال کے پرچوں كا بهي محفوظ ملا، هم نے كوشش كي كه شايقين علم و ادب کے لئے جس قدر مكمل جلديں مرتب كي جا سكتي هيں مرتب كرلي جائيں اور جن جلدوں كي تكميل ميں ايک دو پرچوں كي كمي هو اُنهيں دوباره چهپوا ليا جاے-

چنانچه الحمدلله يه كوشش ايک حد تک مشكور هوئي اور اب علاوه متفرق پرچوں کے چند سالوں كي جلديں پوري مكمل هوگئي هيں - هم اِس اعلان کے ذريعه شايقين علم و ادب كو آخري موقعه ديتے هيں كه اِس قيمتي ذخيره کے حاصل كرنے ميں جلدي كريں، چونكه جلدوں كي ايک بهت هي محدود تعداد مرتب هوسكي هے اس لئے صرف اُنهيں درخواستوں كي تعميل هوسكے گي جو سب سے پهلے پهونچيں گي- هر جلد مجلد هے اور ابتدا ميں تمام مضامين كي انڈكس به ترتيب حروف تهجي لگادي گئي هے -

الهلال مكمل جلد دوم ۱۰ روپيه   الهلال مكمل جلد سوم ۱۰ روپيه

„ „ „ چهارم ۱۰ روپيه   „ „ „ پنجم ۱۰ روپيه

جلد ”البلاغ“ (جب دوسري مرتبه الهلال اِس نام سے شائع هوا) قيمت ۸ روپيه

علاوه جلد اول کے هر جلد کے متفرق پرچے بهي موجود هيں جن ميں سے هر پرچه اپنے مضامين کے لحاظ سے ايک مستقل مجموعه علم و ادب هے- قيمت في پرچه ۸ - آنه - محصول ڈاک و پيكنگ اِس کے علاوه هے -

منيجر ”البلاغ پريس“

دنیا کی بہترین کتابوں کیلئے بہترین رهنما!

ٹائمز [illegible] ادبی ضمیمہ

یہ ضمیمہ [illegible] تبصرہ کرتا ہے

[illegible]

[illegible]

Printing House Square

London. E. C. 4

[illegible]

دنیا کے هر معلم اور ماهر فن تعلیم کیلئے

ضروری ہے کہ

ٹائمز اف لنڈن کا تعلیمی ضمیمہ مطالعہ کرے

اگر آپ چاهتے هیں کہ فن تعلیم کے تمام نظری اور عملی [illegible] ترقیات سے بے خبر نہ رهیں ' تو آپکو یہ ضمیمہ باقاعدہ مطالعہ کرنا چاهیے

یہ هر هفتہ اس موضوع پر تمام اهم خبریں اور حالات جمع [illegible] سے شرکت هیں

[illegible]

Printing House Square

London. E. C. 4

[illegible] طلب کرسکتے هیں

کیا آپ تجارت کرنی چاهتے هیں؟

[illegible]

آپکے مقصد [illegible]

همارے [illegible]

M. R. MARSDEN & CO

Clive Street, Calcutta

برونو مولر اینڈ کو - برلن

BRUNO MULLER & CO. M. B. H.

Berlin-W 35

Post No. 24

هر طرح کی مشینیں جو [illegible] کے مغزوں کو خشک کرتے اور [illegible] محفوظ رکھنے کیلئے ضروری هیں اس کارخانے میں طیار کی جاتی هیں - تمام دنیا میں اس قسم کی مشینوں کا یہ [illegible] کارخانہ هے [illegible] خط و کتابت کیجئے -

یاد رکھیے

مغزوں ' ترکاریوں ' اور هر طرح کے زرعی مواد اور خشک کرنے کا بہترین طریقہ وہ هے جو "[illegible] سسٹم" کے نام سے تمام مہذب ممالک میں مشہور هے - اس "[illegible] سسٹم" کے مطابق خشک کرنے والی مشینیں صرف اسی کارخانہ سے مل سکتی هیں -

Printed and Published by

MASUD HASAN ZUBERI AT THE AL-BALAGH PRESS, 11, BALLYGUNGE CIRCULAR ROAD, CALCUTTA

EDITOR : MAULANA ABU-AL-KALAM AZAD.

۱۹۲۷

الهلال

بر ۱۸ جلد ۱

البلاغ پریس کلکتہ

قیمت ۵ _ آنہ

دنیا کي بهترین کتابوں کیلئے بهترین رهنما:

ٹائمز اف لنڈن کا ادبي ضمیمه

یه ضمیمه دنیا کي تمام کتابوں پر هفته وار دلچسپ اور وقیع تبصره کرتا هے -

اسکا معتدل نقد علمي حلقوں میں مسلم هے -

اس میں چند صفحات وقت کے جاري اور زیر بحث ادبي فوائد پر بهي هوتے هیں جنکي اهمیت کا عام طور پر اعتراف کیا گیا هے -

اپنے یہاں کے ایجنٹ سے تقاضه کیجئے که وه ٹائمز لنڈن کا هفته وار ادبي ضمیمه آپکے لئے مهیا کرے - لیکن اگر آپ چاهیں تو

The Publisher :

Printing House Square
London, E. C. 4.

سے براه راست طلب کر سکتے هیں

دنیا کے هر معلم اور ماهر فن تعلیم کیلئے

ضروري هے که

ٹائمز اف لنڈن کا تعلیمي ضمیمه مطالعه کرے

اگر آپ چاهتے هیں که فن تعلیم کے تمام نظري اور عملي تغیرات و ترقیات سے بے خبر نه رهیں ' تو آپکو یه ضمیمه بلا ناغه مطالعه میں رکھنا چاهیے -

یه هر هفته اس موضوع پر تمام اهم خبریں اور مباحث جمع کردیتا هے - ماهرین فن اور مشاهیر تعلیم کے قلم سے اسکے صفحات مرتب هوتے هیں -

اپنے یہاں کے ایجنٹ سے طلب کیجئے -

ورنه

The Publisher,

Printing House Square
London, E. C. 4.

سے طلب کرسکتے هیں -

کیا آپ تجارت کرني چاهتے هیں ؟

اگر آپ چاهتے هیں که یورپ اور امریکه کے تمام بڑے بڑے کارخانوں سے تجارتي تعلقات قائم کریں ' نفع بخش ایجنسیاں لیں ' هندوستان سے خام پیدا وار بهیجیں ' نئي نئي ایجادات سے اپنے ملک کو آشنا کریں ' تهوڑي سي محنت اور تهوڑا سا سرمایه لیکر ایک وقیع کار و بار شروع کردیں ' تو آپ کو ابتدا میں بهت سي باتیں معلوم کرني چاهئیں - اس طرح کي تجارت کے گر اور بهید سیکھنے چاهئیں - هندوستان کے تمام حلقوں اور یورپ و امریکه کے تمام کارخانوں اور کوٹهیوں کے حالات اور اصول معاملت معلوم کرنے چاهئیں - بغیر اس کے آپ کامیاب نہیں هوسکتے -

اگر آپ چاهتے هیں که بهت تهوڑا سا وقت خرچ کرکے یه ساري باتیں با قاعده علمي اصول پر معلوم کرلیں ' تو آپکو چاهیے که هم سے خط و کتابت کریں - هم یه کام به حیثیت ایک ماهر فن کے کر رهے هیں - خط و کتابت کے بعد هي آپکو معلوم هو جائیگا که آپکے مقصد کیلئے هم کس درجه مفید هیں ؟

همارے تعلقات دنیا کے تمام تجارتي حلقوں سے هیں -

M. R. MARSDEN & CO.
Post Box 708.
Clive Street, Calcutta.

برونو مولر اینڈ کو - برلن

پوسٹ بکس نمبر ۲۴

BRUNO MULLER & CO. M. B. H.

Berlin-W 35

Post No. 24.

هر طرح کي مشینیں جو گرم ملکوں کے میووں کو خشک کرنے اور پهلوں کو محفوظ رکھنے کیلئے ضروري هیں ' اس کارخانے میں طیار کي جاتي هیں - تمام دنیا میں اس قسم کي مشینوں کا یه بهترین کارخانه هے - مندرجۂ بالا پته سے خط و کتابت کیجیے -

یاد رکھیے

میووں ' ترکاریوں ' اور هر طرح کے زرعي مواد کو خشک کرنے کا بهترین طریقه وه هے جو " نئے سسٹم " کے نام سے متمدن ممالک میں مشهور هے - اس " نئے سسٹم " کے مطابق کام کرنے والي مشینیں صرف اسي کارخانه سے مل سکتي هیں -

Printed and Published by
MASUD HASAN ZUBERI AT THE AL-BALAGH PRESS, 11, BALLYGUNGE CIRCULAR ROAD, CALCUTTA
EDITOR : MAULANA ABU-AL-KALAM AZAD.

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين
القرآن الحكيم

الهلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ١٨ — کلکته : جمعه ٢٤ ـ ربیع الثانی ١٣٤٦ هجری — جلد ١
Calcutta : Friday, 21, October 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نهین ؟

آج کوئی زبان ترقی نهین کر سکتی اگر وه اپنا ترقی یافته طریق طباعة نهین رکهتی ـ

طباعة کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نهین که حروف کی چهپائی اختیار کی جای ـ

پتهر کی چهپائی مین محدود رهکر اردو کی طباعة کبهی ترقی نهین کر سکتی ـ

اردو کی سب سی بهتر حروف جو اس وقت تك بن سکی هین ، وه هین جن مین الهلال چهپتا هی ـ اور عربی کا بهترین خط نسخ وه هی جس مین یه سطرین کمپوز کی گی هین ـ آپ ان دونون مین سی جسی چاهین پسند کر لین ـ لیکن پتهر کی چهپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین ـ

براه عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی همین اطلاع دیجیی ـ یاد رکهیی ـ طباعة کا مسئله آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیاده اهم مسئله هی ـ ضروری هی که اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین ـ

الهلال

قارئین الهلال کی آراء

اس باری مین اس وقت تك ١٤٩٢ مراسلات وصول هوی هین ـ تقسیم آراء حسب ذیل هی :

عربی حروف کی حق مین	٢١٧	اردو حروف کی حق مین	٤١٠
موجوده مشترك طباعة کی حق مین	٤٦٤	حروف کی حق مین بشرطیکه نستعلیق هون	١٥١
پتهر کی چهپائی کی حق مین	٢٥٠		

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بهی متفق ظاهر کیا هی ـ

آراء کی دیکهنی سی معلوم هوا که اس باری مین بعض اهم تفصیلات پر لوگون کی نظر نهین هی ـ اور اسلیی شرح وبیان کی ضرورت هی ـ آینده اس باری مین مولانا به تفصیل اپنی خیالات ظاهر کرینگی مگر ضرورت هی که بقیه حضرات بهی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بهیج دین ـ

الهلال

الهلال

هر جمعه کو نمبر ١١ - بالي گنج سرکلر روڈ - کلکته سے شايع هوتا هے

قيمت سالانه مع محصول	-	-	باره روپيه
هندوستان سے باهر کيليے	-	-	سوله روپيه
قيمت شش ماهي	-	-	سات روپيه
قيمت في پرچه	-	-	پانچ آنه

(١) تمام خط و کتابت اور ارسال زر " منيجر الهلال " کے نام سے کي جاے ليکن جو خطوط مضامين سے تعلق رکھتے هيں آنکے لفافه پر " ايڈيٹر " کا نام هونا چاهيے -

(٢) نمونه مفت ارسال نه هوگا -

(٣) براه عنايت خط و کتابت ميں اپنا نام اور پته صاف اور خوش خط لکهيے -

(٤) خط و کتابت ميں نمبر خريداري لکهيے جسکي اطلاع آپکو وصول قيمت کي رسيد ميں ديدي گئي هے -

(٥) اگر کسي صاحب کے پاس کوئي پرچه نه پهنچے تو تاريخ اشاعت سے ايک هفته کے اندر اطلاع ديں - ورنه بصورت تاخير بغير قيمت کے روانه نهيں کيا جائيگا -

(٦) اگر آپ دو تين ماه کيلئے ايک جگه سے دوسري جگه جا رهے هيں تو اپنا پته تبديل نه کرايے ، مقامي ڈاکخانه کو اطلاع ديکر انتظام کر ليجيے - اگر اس سے زياده عرصه تک کے لئے تبديل مقام پيش آجاے تو ايک هفته پيشتر اطلاع ديکر پته تبديل کراليں -

(٧) مني آرڈر روانه کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پته ضرور لکهديں -

(٨) ايسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتري فرائض (مثلاً رسيد زر و اطلاع اجراء اخبار وغيره) سے نهيں هے ٹکٹ ضرور بهيجيے ورنه دفتر پر غير معمولي خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑيگا -

صرف لوتهر اور میلان هي نے اِس علمي تحقیق کي مخالفت نہیں کي ' بلکه پروتستنت کنیسا کے اور بہت سے اقطاب بهي سخت مخالف رهے - چنانچه کالون نے اپني کتاب " حواشي بر سفر تکوین" میں کوپر نیکوس اور اس کے هم خیالوں پر بڑي سختي سے حمله کیا هے اور اُن سب کو کافر اور ملحد قرار دیا هے جو زمین کو نظام کائنات کا مرکز تسلیم نہیں کرتے - وہ زبور کي آیتیں پیش کرنے کے بعد سوال کرتا هے " وہ کون هے جو کوپر نیکوس کو روح القدس کي سي عظمت رکھنے والا سمجھنے کي جرأت کر سکتا هے ؟ "

کالون کے جانشین ' تریٹن کي بهي یهي رائے تهي - کپلر اور نیوٹن نے جب کوپر نیکوس اور گلیلیو کے نظریے پوري طرح ثابت کر دیے ' اور ان کے لیے غیر متزلزل قواعد مقرر کر دیے ' تب بهي تریٹن اپني لاهوتي کتاب شایع کرنے سے باز نہیں رہا ' اور کتاب مقدس کے نصوص سے ثابت کرنا چاها که آسمان ' سورج ' اور چاند زمین کے گرد گهومتے هیں ' اور خود زمین نظام کائنات کے مرکز میں قائم و ثابت هے !

تاریخ انگلستان میں بهي اِس لاهوتي جد و جهد کي بہت مثالیں ملتي هیں - هچنسن نے اپني کتاب " اصول موسوی " میں ' ڈاکٹر سموئیل بیک نے " مقدس فلسفه " میں ' هورن ' اسقف هورسلے ' اور وربس وغیرهم نے اپني اپني تفسیروں میں نیوٹن کے نظریے کي بڑي سرگرمي کے ساتهه مقاومت کي هے - کتاب مقدس کي آیتوں سے مسلح هوکر اُس پر ٹوٹ پڑے هیں - یهي حال ڈاکٹر جان اوین کا هے ' جو پیورٹیین مذهب کا ایک بڑا قطب مانا جاتا هے - اُس نے انتهائي دیده دلیري سے اعلان کردیا که " کوپر نیکوس کا نظریه ' سراسر وهم و خیال هے - کیونکه نصوص وحي کے برخلاف هے " مشهور جان ویسلے بهي اِس گروہ سے باهر نہیں هے - اُس کا صاف اعلان تها " جدید فلکي نظریے کفر و الحاد کي طرف لیجانے والے هیں "

سولهویں صدي کے وسط میں شهر ویٹنبرگ میں (جو پروتستنت مذهب کا مرکز تها) دو عالم رٹي‌کوس اور رینالڈ رهتے تهے - اُنهوں نے کوپرنیکوس کے مذهب کي تحقیقات کي تهي ' اور اُسے حق سمجهتے تهے - لیکن انهیں اجازت نہیں دي گئي که اپنے طالب علموں پر اپنا یه اعتقاد ظاهر کریں - رٹي‌کوس نے تو تنگ آکر یونیورسٹي سے استعفا دیدیا ' تاکه آزادي کے ساتهه اعلان حق کرسکے - لیکن رینالڈ یه نه کرسکا - اُسے مجبور هونا پڑا که قدیم مذهب کي حمایت کرتا رهے - اُسے حکم دیا گیا تها که اپنے درس میں کوپرنیکوس کے مذهب کا کوئي ذکر نه کرے - اگر کبهي اِشارہ کرنا پڑے تو پهر اُس پر بطلیموسي نظام کو ترجیح دے - اُس نے اِس حکم پر عمل کیا - لیکن اِس پر بهي تکفیر سے محفوظ نه رہ سکا ' اور بالاخر ذلت کے ساتهه یونیورسٹي سے نکال دیا گیا - اُس کي جگه ایک نیا استاد مقرر هوا تها - اِس معلم نے اپني پهلي تقریر اِس جملے سے شروع کي تهي : " کوپرنیکوس کا نظریه ' بدیهي طور پر غلط هے - خلاف عقل هے - هرگز علمي مرکزوں میں اُسکا ذکر نہیں کرنا چاهیے ! "

پروتستنت لاهوتیوں نے صرف اِتنے هي پر اکتفا نہیں کیا ' بلکه تعلیم گاهوں میں بهي ایسي کتابیں داخل کر دیں ' جو قدیم خرافات کا مجموعه تهیں - چنانچه کاهن هنسل نے مدارس کے لیے ایک مختصر کتاب " اصل کائنات اور نظام موسوي کا اتباع " لکهي تهي اور ثابت کیا تها که کوپرنیکوس کے فلکي نظریے کتاب مقدس کے بالکل خلاف هیں " خواہ ریاضي کے قواعد اور دور بین کے مشاهدات کا کتناهي دعوی کیوں نه کیا جاے ' لیکن ایک ایماندار مسیحي کو کبهي تسلیم نہیں کرنا چاهیے " !

یه علم دشمني صرف قرون مظلمه هي کا خاصه نه تهي - جدید پروتستنیت کو بهي وراثت میں ملي تهي - چنانچه اُنیسویں صدي کے آخري برسوں میں مشن کالجوں کے بہت سے استاد اِس جرم پر خارج کر دیے گئے تهے ' که وہ جدید علم هیئیت پر اعتقاد رکهتے تهے اور اسلیے ملحد تهے !

(کلیسائي علم و استدلال)

لاهوتي عدالت میں گلیلیو کي سزا یابي کے بعد رومن کیتهولک کلیسا کي هدایت سے کئي کتابیں لکهي گئي تهیں ' تاکه کوپر نیکوس کي " گمراهي " مسیحي دلوں سے دور کي جائے - چنانچه سیبیومونٹی اپني کتاب میں زمین کو ساکن ثابت کرتے هوے لکهتا هے :

" جو حیوانات حرکت کرتے هیں ' اُن کے اعضاء اور عضلات هوتے هیں - لیکن چونکه زمین نه تو اعضاء رکهتي هے ' نه عضلات ' اس لیے وہ حرکت نہیں کرسکتي - وہ فرشتے هیں ' جو زحل ' مریخ ' آفتاب وغیرہ کو حرکت دیتے رهتے هیں - اگر بفرض محال تسلیم بهي کرلیا جائے که زمین متحرک هے ' تو اُسے حرکت میں لانے کے لیے ضروري هوگا که اُس کے مرکز میں ایک فرشته هو - حالانکه معلوم هے که فرشتے زمین کے اندر نہیں رهتے - وهاں تو صرف شیطان کا بسیرا هے - اگر کها جاے که شیطان زمین کو متحرک رکهتا هے ' تو یه نا قابل تسلیم هے - کیونکه شیطان کے ایسے اعمال کتاب مقدس سے ثابت نہیں " !

کاش اس مسیحي علامه کو معلوم هوتا که اگر ستاروں کي حرکت کیلیے فرشتوں کي تلاش هے ' تو وہ فرشته موجود هے - اس کا نام " قوت جذب و دفع " هے !

پولاک اپني کتاب " کوپر نیکوس کے رد " میں اِس طرح گهر افشاني کرتا هے :

" کتاب مقدس کي تصریح موجود هے که زمین ساکن هے اور سورج چاند گردش میں هیں - اگر کبهي هم دیکهیں که سورج چاند متحرک نہیں هیں ' تو کتاب مقدس کي رو سے همیں ماننا پڑیگا که یه تبدیلي کسي عظیم معجزے کي بنا پر پیدا هوئي هے - اس کے خلاف جتنے خیالات هیں ' اُن کي اشاعت پوري سختي سے روک دیني چاهیے ' کیونکه اُنمیں زمین کے متعلق ایک ایسي رائے پیش کي جاتي هے جو کتاب مقدس کے صریح خلاف هے "

پهر عقلي دلائل اور مشاهدے سے بهي استدلال کرتا هے :

" اگر تسلیم کر لیا جائے که زمین حرکت کرتي هے تو پهر مشاهدات کي توجیه کیا کي جاسکتي هے ؟ اگر ایک تیر آسمان کي طرف پهینکا جاے ' تو وہ اپني جگه واپس آجایگا - حالانکه تیر بہت دور جا کر گرنا چاهیے - کیونکه نئے نظریے کے بموجب زمین از حد سرعت سے مشرق کي طرف جا رهي هے - اگر في الواقع زمین متحرک هوتي تو زمین کا پورا کارخانه درهم برهم هو جاتا "

اسکے بعد لکهتا هے :

" کوپرنیکوس کے نظریے کے بموجب زمین کا متحرک هونا ' خود زمین کي طبیعت کے بهي خلاف هے - کیونکه زمین صرف ٹهوس

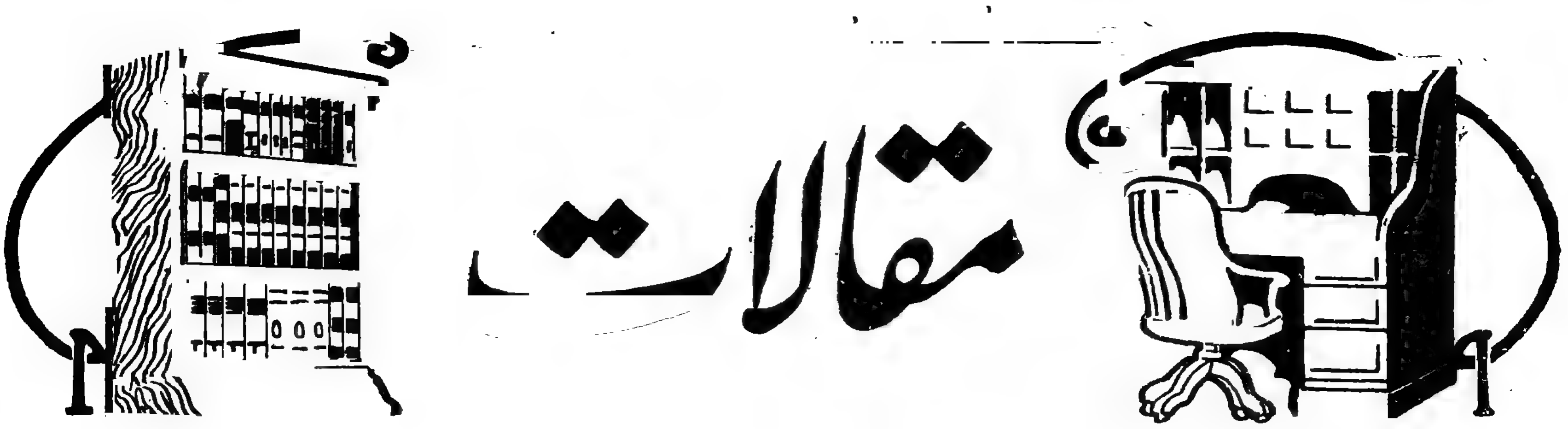

مقالات

علم اور کلیسا کا معرکه

کلیسائي جهل و جمود کے بعض تاریخي حقائق

گزشته تین صدیوں سے دین اور علم کي معرکه آرائي کا غلغله بلند هے - لیکن في الحقیقت یه معرکه دین اور علم میں نہیں هے - دیني جماعتوں اور علم کے مدعیوں میں هے - اگر یه دونوں صف آرا جماعتیں میدان سے هٹ جائیں ' تو پهر صرف علم اور دین باقي رهجائینگے ' اور دنیا دیکهه لیگي که ان میں کوئي نزاع نہیں هے !

یورپ میں جب نئي علمي ترقیات نے نشو و نما پائي ' تو دین ' مسیحي کلیسا کي شکل میں موجود تها - علمي حلقوں کا تصادم کلیسا کے جمود و تعصب سے هوا ' اور اس نے معرکهٔ علم و دین کي صورت اختیار کرلي -

امریکا میں ڈریپر نے اور یورپ میں کیلي نے اس معرکه آرائي کي داستانیں لکهیں ' اور " علم " کي فتح مندیوں اور " دین " کي هزیمتوں کا غلغله هر طرف بلند هوگیا - حالانکه اس فرضي معرکه آرائي میں اُنهوں نے جس فریق کو " دین " کے نام سے پکارا هے ' وه دین نه تها ' دیني جماعتوں کا ایک خاص نظام تها جو کلیسا کے نام سے قائم هوگیا هے - اگر وه " دین " کي جگه " کلیسا " کا لفظ اختیار کر لیتے ' تو یه پورا رزم نامه اپني جگه صحیح هوجاتا ' اور همیں علم کي فتح مندیوں اور کلیسا کي هزیمتوں کے اعتراف میں ذرا بهي تامل نه هوتا - جان ڈکنسن اور پروفیسر وهائٹ نے ڈریپر اور کیلي کي یه غلط اندیشي دور کرني چاهي ' لیکن اُن کي صدائیں زیاده بلند اور مقبول نه هوسکیں -

(پروٹسٹنٹ کلیسا اور علم)

انیسویں صدي کے آخر میں اکثر مصنفوں نے اِس نزاع کي ذمه داري رومن کیتهولک کنیسے پر ڈالدي هے اور اُسي کو علم کي دشمني اور علماء کي تعذیب کا مجرم قرار دیا هے - گویا اِس کنیسے کے سوا کسي دوسرے مسیحي کنیسے نے علم کي کوئي مقاومت نہیں کي - لیکن یه صحیح نہیں هے - یه تاریخي حقیقت هے که روشن خیالي اور تسامح علمي میں سب سے زیاده مشهور کلیسا ' پروٹسٹنٹ بهي عقلي تنگ نظري اور علم دشمني میں رومن کنیسے سے پیچهے نہیں رها - لوتهر کے جانشینوں نے بهي علم دشمني میں ویسي هي مجاهدانه روح پیدا کرلي تهي ' جیسي صدیوں سے قدیم کلیسا میں موجود تهي -

گیلیلیو نے جب کوپر نیکوس کے نظریے کي حقانیت ثابت کردي ' اور دور بین کے ذریعه چاند میں پهاڑ ' سورج میں دهبے ' اور عطارد کے اقمار دکها دیے ' تو رومن کنیسا غیظ و غضب سے مجنوں هوگیا - دیني عدالت کو حکم دیا گیا که اِس " ملحد " کو گمراهي سے روکا جائے ' اور کنیسا کي اطاعت پر مجبور کیا جائے - دلیل و برهان سے نہیں — جس سے کنیسا تهي دست تها — لوهے اور آگ سے ' جس کي کنیسے کے پاس کوئي کمي نه تهي !

لیکن کیا لوتهر اور اُس کے پیرو اِس " الحاد " کے کم دشمن تهے ؟ کیا اُنهوں نے عقل کے قید کرنے اور گمراهي کے پهیلانے میں کوئي کمي کي ؟ اِس کا جواب هم خود لوتهر کي زبان سے سن سکتے هیں - کوپر نیکوس کا رد کرتے هوئے وه کهتا هے :

" لوگ ایک مجنون نجومي کي بکواس پر کان دهرتے هیں - حالانکه وه ثابت کرنا چاهتا هے که زمین گردش کرتي هے ' نه که آسمان - واقعه یه هے که لیاقت اور دانائي میں شهرت حاصل کرنے کا هر خواهش مند انسان کوئي نه کوئي نیا نظریه پهیلانے کي کوشش کرتا هے - وه مدعي هوتا هے که اُس کا نظریه سب سے زیاده صحیح اور سب سے زیاده یقیني هے - یه آسیب زده انسان آج اٹها هے که علم هئیت کے تمام قواعد و اصول ته و بالا کر ڈالے - حالانکه کتاب مقدس میں صاف لکها هے که یوشع نبي نے سورج سے کہا ' ٹهر جا - لیکن زمین کو ایسا حکم نہیں دیا گیا ' کیونکه وه خود هي ٹهري هوئي هے "

ایک دوسرے پروٹسٹنٹ مصلح میلان کا لہجه اِس " الحاد " کے مقابلے میں لوتهر سے نرم هے - لیکن وه بهي اپني کتاب میں (جو کوپر نیکوس کي وفات کے چهه برس بعد شایع هوئي هے) لکهتا هے :

" هماري آنکهیں مشاهده کرتي هیں که آسمان هر چوبیس گهنٹے میں گهوم جاتے هیں - لیکن بعض جدت پسندوں نے مشهور کرنا شروع کردیا هے که زمین حرکت کرتي هے نه که فلک ثاني اور آفتاب - اِس قسم کے خیالات کي علانیه اشاعت اور اُن کے ذریعه مخلوق کي تضلیل ' بلند همتي اور دیانت داري کے قطعي خلاف هے - کیونکه یه لوگوں کے لیے مکروه نتائج پیدا کرنے والا نمونه بن جائیگا - جو کوئي بهي نیکي کا طالب هے ' اُسے حق سے روگرداني نہیں کرني چاهئے - وه حق ' جو خداوند خدا نے اپني کتاب میں نازل فرمایا هے ' اور جسکے سوا سب کچهه باطل هے "

اس کے بعد یہي مسیحي مصلح مزامیر داود اور دیگر مقدس صحیفوں کا حواله دے کر دعوی کرتا هے " ان سے پوري وضاحت کے ساتهه ثابت هو جاتا هے که زمین ٹهري هوئي هے اور سورج اُس کے گرد گهومتا هے " اِتناهي نہیں بلکه اپنے بیان کے اثبات میں وه عقلي دلائل بهي پیش کرتا هے ' اور پهر یه نتیجه نکالتا هے که " زمین اُسي حالت میں ایک جگه قائم رهسکتي هے جبکه وه اِس کائنات کے وسط میں هو " پهر اُسے غصه آجاتا هے - وه غضبناک هوکر کهتا هے " اُن لوگوں کو سخت عبرت انگیز سزائیں دیني چاهئیں جو کوپر نیکوس کي تعلیم کي اشاعت کرتے هیں " !

سمجھتے - میں نے خیال کیا ' اپنے گاؤں کے لیے کوئي ایسي زبان ایجاد کرني چاھئے ' جو سب کے لیے آسان اور قابل فہم ہو- اسپرنٹو ' اِسي خیال کا نتیجه ہے "

یه کام آسان نه تها - ڈاکٹر مذکور کو یورپ کي تقریباً تمام زبانیں سیکھني پڑیں - سب کي صرف و نحو میں مہارت حاصل کي ' اور ایک بالکل نئي زبان اور نیا قاعده بنانا پڑا - سنه ۱۸۸۵ ع میں اُس نے اپني تعلیم ختم کي تهي اور طبابت کا پیشه اختیار کرلیا تها - تاهم اُس کي تمام تر توجه اِس نئي زبان کي تکمیل و اشاعت هي پر صرف هوتي رهي - سنه ۱۸۸۷ ع میں اُس نے اِس زبان کي پهلي کتاب شائع کي - اُس کا نام " عالمگیر زبان " تها -

شروع شروع میں اُسے سخت ناکامیابي هوئي - سب لوگ اُسے مجنون قرار دیتے تھے - کوئي اُس کي مدد پر کهڑا نهیں هوتا تها - لیکن بتدریج یورپ میں اُس کا خیال مقبولیت حاصل کرنے لگا ' اور اِس زبان کي ترقي کے لیے پیرس میں ایک انجمن " Esperantistes Pacifiques De Paris " کے نام سے قائم هوگئي -

سب سے پہلے سنه ۱۸۷۸ میں دنیا نے یه نئي زبان سني - ڈاکٹر موصوف نے ایک جلسهٔ میں اس زبان کي ایک نظم سنائي - اس کے ابتدائي بند مع ترجمه حسب ذیل هیں :

En La mondo vanis nova sento

دنیا میں ایک نیا شعور آیا -

Fra La mondo iras ferta voko

دنیا میں ایک طاقتور دعوت پهیلانے لگا

Per de flugiloj de facila vento

هلکي هوا کے بازؤں پر

Nun de loko flugu gi al loko

اُسے ایک جگه سے دوسري جگه اڑنے دو !

اسپرانٹو ' اِس قدر آسان زبان هے که اُس کے تمام قواعد ایک گهنٹه کے اندر معلوم کرلیے جاسکتے هیں - اُس کے الفاظ کي تعداد صرف دو هزار هے - چند هفتے کي مزاولت کے بعد گفتگو اور تحریر بخوبي کي جا سکتي هے - اُس کے تمام الفاظ یوناني ' لاطیني ' جرمن ' روسي ' فرانسیسي ' اور انگریزي زبانوں سے ماخوذ هیں - اُس میں صرف ۲۳ حرف هیں - c, g, h, j, s, u دو حرفوں کے قائم مقام هوتے هیں - کوئي ساکن حرف نهیں هے - جو حرف لکها جاتا هے ' تلفظ بهي کیا جاتا هے - شاذ افعال بهي نهیں هیں - معرفه کا صرف ایک حرف هے اور وه La هے -

الفاظ کي قسمیں اُن کے اواخر سے پهچاني جاتي هیں - مثلاً Patro (باپ) میں o اسم کي علامت هے - Patra (ابوي) میں a نعت یا نسبت کي علامت هے - Patre میں e ظرف کي علامت هے - Patri میں i فعل کي علامت هے -

حروف علت ' a, e, u, o, جب اصل لفظ سے ملا دیے جاتے هیں ' تو وه لفظ یا تو صفت هوجاتا هے یا ظرف ' فعل ' اور اسم -

فعل کي تصریف یوں هوتي هے :

(مصدر)	Ami (محبت)
میں محبت کرتا هوں	mi Amas
میں نے محبت کي	mi Amis
میں محبت کرونگا	mi Amos
شاید میں محبت کروں	mi Amus
محبت کرو	Amu
محبت کرنے والا	Aman ta
محبت کرتا تها	Amin to
عنقریب محبت کریگا	Amon te

اسپرانٹو زبان میں مسیحي نماز کي دعا کا ترجمه یه هے :

Patro nia Kiu estas en la cielo,

اے همارے باپ تو جو آسمان میں هے !

sankta estu Via nomo Venuregeco Via.

تیرا نام پاک مانا جائے ' تیري بادشاهي آئے !

Estu rolo Via Kiel en la cielotiel ankau, sur la tero.

تیري مرضي جیسي آسمان پر پوري هوتي هے ' زمین پر بهي هو !

Panon mian ciu tagan donu almi hodiau.

هماري روز کي روٹي آج همیں دے !

Kaj pardona al ni suldojon niaju.

همارے قرض همیں بخش دے !

Kiel ni ankau pardonas al niajsuldantoj.

جس طرح هم نے اپنے قرضداروں کو بخش دیا هے !

Ni Konduku nin en tenton.

همیں آزمائش میں نه پڑنے دے !

Sed lilerigu nin de la mallona.

بلکه برائي سے بچا !

Amen!

آمین !

الهلال کی ابتدائی نمبر

الهلال سلسلهٔ جدید کے ابتدائي نمبر ' یعني نمبر ۱ - سے ۴ - تک بعض حضرات کو مطلوب هیں ' وه دوگني قیمت پر خریدنے کے لیے طیار هیں - دفتر کو اطلاع دي جائے -

منیجر

برید فرنگ

اور سرد هي نهيں هے ' بلکه اپنے عناصر ميں برودت کے خواص بهي رکهتي هے - معلوم هے که برودت حرکت کو روکتي هے - بلکه اُسے فنا کر ڈالتي هے - هم حيوانات ميں ديکهتے هيں که ٹهنڈے پڑ جانے کے ساتهه هي اُن کي حرکت بهي موقوف هو جاتي هے - لهذا زمين کا متحرک هونا قطعاً محال هے "

" کتاب مقدس کي صريح نصوص سے ثابت هے که آسمان زمين کے اوپر حرکت کر رهے هيں' اور چونکه مدور حرکت کے ليے ضروري هے که اُسکا کوئي مرکز قائم هو' لهذا تسليم کر لينا پڑيگا که زمين نظام کائنات کے وسط ميں ثابت و قائم هے "

يه کيتهولک کليسا کے خيالات تهے - مگر پروٹسٹنٹ کليسا بهي اس سے کچهه کم عقل مند نه تها - لوتهر کے پيرو بهي کتاب مقدس کي تفسيروں اور لوتهر کے اقوال کے اندهے مقلد تهے - کالو ليس باوجود اپنے وسيع علم و نظر کے' لوتهر کا اس درجه مقلد تها که اُس نے بهي اِس علمي حقيقت کے تسليم کرنے صاف اِنکار کر ديا - زمين کي حرکت کے خلاف اُس کي سب سے بڑي دليل يه تهي :

" کتاب مقدس ميں لکها هے - خدا نے خرقيا نبي سے کها " ديکهه ميں آفتاب کے ڈهلے هوئے سايه کے درجوں ميں سے جو دهوپ گهڑي ميں معلوم کيے جاتے هيں' دس درجے پهرا کے چڑها لاؤنگا " چنانچه آفتاب جن درجوں ميں ڈهل گيا تها ' اُن سے دس درجے پهر چڑه گيا (اشعياء - باب ۳۸) "

انگلستان کے مشهور لاهوتي عالم ڈاکٹر اسمتهه نے اعلان کرديا تها :

" شاهي علمي انجمن ' ملحدوں کي انجمن هے اور دين کے خلاف کوشش کر رهي هے "

جان اوين کا اعلان هے :

" نيوٹن کا نظريه کبهي صحيح علمي بنياد پر قائم نهيں هوا - وه سراسر اوهام و خرافات هے - اور کتاب مقدس کي صريح نصوص کے مخالفت هونے کي وجه سے ناقابل اعتنا هے "

جان ويزلي کا مقوله مشهور هے :

" اگر سحر و ساحري بے اصل چيز هے ' تو انجيل کي کوئي بات بهي صحيح نهيں هے "

يه تهي مسيحي کليسا کي ذهنيت جس نے علم کے مقابله کا اعلان کيا تها ' اور يقيناً اُس کے ليے اس ميدان مبارزت ميں دائمي اور هلاکت انگيز شکست کے سوا کچهه نه تها - کسي انسان کو بهي جو حقيقت اور صداقت کا احساس رکهتا هے ' اس شکست پر متاسف نهيں هونا چاهئے -

* * *

دنیا کی مشترک اور عام زبان

کيا تمام دنيا ميں ايک مشترک زبان رائج هو سکتي هے ؟

* * *

اسپرنٹو

گذشته مهينے ميلان (اٹلي) ميں يورپ کي نئي مشترک زبان " اسپرنٹو " کے حاميوں کا سالانه اجتماع منعقد هوا تها جو کئي سال سے هر سال منعقد هوا کرتا هے - تازه ڈاک ميں اس اجتماع کي بعض دلچسپ تفصيلات آئي هيں - چونکه هندوستان ميں اس وقت تک اس نئي زبان کي نسبت بهت کم لکها گيا هے ' اس ليے هم بعض مضامين کا خلاصه درج کرديتے هيں :

موجوده علمي ترقيوں ' تمدني ضرورتوں ' ذرائع مواصلات کي سهولت نے دنيا کے تمام براعظموں کو باهم دگر ملا ديا هے - اِس زمانے ميں کوئي قوم ' دوسري قوموں سے قطع تعلق کرکے زنده نهيں ره سکتي -

ليکن اِتنے قرب و مواصلت پر بهي دنيا کی قوميں اِس وقت تک ايک دوسرے سے دور هي هيں - اُن ميں باهمي تعارف کے ذرائع بهت کم پيدا هوے هيں - اِس صورت حال کي بڑي ذمه داري' قوموں کي علحده علحده زبانوں پر هے - هر قوم اپني مخصوص زبان رکهتي هے - دوسري قوم کي زبان سے نا واقف هے - اگر واقف هونا بهي چاهے تو بهت مشکل هے که بهت سي زبانيں هر شخص سيکهه سکے - اِس ليے عالمگير تعارف و اجتماع کي کوئي صورت نکل نهيں سکتي -

يه حالت ديکهکر مدت سے بعض عقلاء مغرب کا خيال هے که دنيا بهر کے ليے کوئي سهل اور مختصر زبان پيدا کي جاے - " اسپرنٹو " ايک ايسي هي نو ساخته زبان کا نام هے جو پچهلي صدي کے اواخر ميں ايجاد کي گئي هے -

اسپرنٹو کا موجد ايک روسي ڈاکٹر زمينهوف نامي هے - يه صوبهٔ کروڈنو کے ايک چهوٹے سے گاؤں بيسلٹوک کا رهنے والا هے -

اِس زبان کي ايجاد کا خيال اُسے اُس وقت پيدا هوا ' جبکه اُس کي عمر صرف دس باره برس کي تهي - اُس نے يه سرگذشت خود اپني زبان سے اِس طرح بيان کي هے :

" ميرے گاؤں ميں روسيوں ' يهوديوں ' پولشوں ' جرمنوں کي مخلوط آبادي تهي - ميں روز سڑکوں پر لڑائي جهگڑے کے واقعات ديکها کرتا تها - تحقيقات سے معلوم هوا که يه جهگڑے زياده تر اِس ليے پيدا هوجاتے هيں که باشندے ايک دوسرے کي زبان نهيں

سلطان عبد العزیز

میں داعي بھیجے گئے - حجاز ریلوے بنائي گئي - غرض که ایک ایسي فضا پیدا کردي گئي، جس نے مسلمانان عالم میں ” خلیفه اسلام “ کي شهرت عام کردي - اِس صورت حال نے سلطان کے هاتهه میں بظاهر ایک ایسي قوت دیدي تھي، جس سے وہ دول یورپ کو اپنے عالمگیر اسلامي اثر کا یقین دلانا چاهتا تها-

اِس میں شک نهیں که سلطان عبد الحمید کي اِس حکمت عملي نے ایک سطحي شان و شوکت اور نام و نمود ضرور پیدا کردي تهي - دنیا کي سطح بیں نگاهیں دیکهتي تهیں که سلطنت عثماني کي بین الاسلامي مقبولیت کا دائرہ وسیع هو رها هے - لیکن فی الحقیقت یه جو کچهه بهي تها، محض ایک بالائي نمایش تهي - تهه میں کوئي صحیح اور حقیقي عملي روح نه تهي - جهاں تک خلافت آل عثمان کي بین الاسلامي مقبولیت کا تعلق هے، تیس برس کے پورے حمیدي دور میں کوئي کوشش ایسي نهیں کي گئي جس کا منشا یه هو که دوسرے ممالک کے مسلمانوں سے صحیح بنیاد پر روابط قائم کیے جائیں، اور اُن میں اور مرکز خلافت میں معنوي اور اخلاقي معاونت کا رشته پیدا هو - ایسے دماغ قصر سلطاني میں موجود هي نه تهے جو ان مهمات کے فهم و عمل کي استعداد رکهتے هوں - اس باب میں جو کچهه بهي هوا، وہ اس سے زیادہ نه تها که دو چار خود غرض اور خداع عرب، صوفیت اور تقدس کے بهیس میں قصر سلطاني تک پهنچ گئے، اور سلطان کي توهم پرستي سے فائدہ اٹها کر اُس پر حاوي هو گئے - شیخ ابو الهدیٰ رفاعي، شیخ ظافر مدني، فضل الله مالا باري وغیرهم، اسي قسم کي شخصیتیں تهیں - وہ نه تو اسلامي ممالک میں کوئي اثر و رسوخ رکهتي تهیں، نه اس طرح کے کاموں کے فهم و عمل کي اُن میں صلاحیت تهي - اگر انهوں نے اس قسم کا کوئي کام انجام دیا بهي، تو وہ صرف یه تها که عراق اور شام میں ایسے لوگوں کي ایک جماعت پیدا کردي، جو بیش قرار وظائف لیکر سلطان کي مدح و ثنا میں سرگرم رها کرتے تهے، اور تهوڑے تهوڑے عرصه کے بعد سلطان کي اطاعت و انقیاد کے وجوب پر کوئي کتاب شائع هو جایا کرتي تهي - سب سے بڑا کام اس جماعت کا اور اس کے هم مشربوں کا یه تها، که جاسوسي اور مخفي خبر رساني کا ایک بالا تر محکمه بن گئے تهے - شب و روز فرضي خطروں کے گهڑنے اور پهر ان کے انسداد کے لیے بڑي بڑي رقموں کے وصول کرنے میں سر گرم رهتے - اسلامي خلافت، بین الاسلامي مرکزیت، دیني شوکت و جبروت، اور روحاني پیشوائي و سلطاني کا یه تمام طلسم، صرف ان بنیادوں پر قائم تها، که قصر یلدز کي داخلي حکومت ترک افسروں کي جگه حبشي اور حجازي خواجه سراؤں کے هاتهه میں چلي گئي تهي، سلطان کا خاص بادي گارڈ عرب سواروں کا تها، افریقه اور هندوستان کے بعض سیاحوں کو جو گاہ گاہ قسطنطنیه آجاتے تهے، ” نشان مجیدي “ کے تمغے مل جاتے تهے، تعلیم و ترقي کي تمام راهیں یه کهکر بند کردي گئي تهیں که ” اسلامي مقاصد “ کے خلاف هیں، اصلاح نظام حکومت کو الحاد اور زندقه سے تعبیر کیا جاتا تها، تمام اصلاح طلب مسلمانوں کا شمار ” مرتدین “ میں تها، اور سب سے بڑهکر یه که هر هفته شیخ ابو الهدیٰ وغیرہ مشائخ یلدز کے خواب میں دنیا کے تمام پیغمبر اور اولیا آکر سلطان عبد الحمید کے لیے الهي برکتوں اور غیبي نصرتوں کي بشارتیں پهنچا دیا کرتے تهے !

سلطان عبد الحمید نے اگر صرف وہ قوت هي منظم کردي هوتي جو خلافت اسلامي کي بین الاسلامي مقبولیت سے پیدا هو رهي تهي، تو فی الحقیقت یه اُسکے تمام جبر و استبداد کا کفارہ هوتا، اور دولۃ عثمانیه کے لیے مغربي طاقتوں کے غلبهٔ و تسلط کا خطرہ همشه کے لیے دور هو جاتا، لیکن وہ تو اسلام اور اسلامي خلافت کو محض اپنے شخصي استبداد کے حفظ و بقا کا آله بنانا چاهتا تها - اوهام و خرافات کے سوا کوئي حقیقي عمل اُس کے سامنے نهیں تها - چین کے پانچ کروڑ مسلمانوں نے بار بار منتیں کیں اور وفود پر وفود بهیجے که انکي دیني هدایت و تعلیم کا انتظام کیا جاے، لیکن کچهه نهیں کیا گیا - افریقه کے مسلمانوں کے وفود چار سال تک قسطنطنیه میں پڑے رهے تا که انهیں مرکز خلافت اپني اخلاقي سر پرستي میں لیلے، لیکن کوئي شنوائي نهیں هوئي - مصر اور مراکش کي سر پرستي خود اپنے هاتهوں ضائع کر ڈالي - یمن اور نجد کے قبائل محض اس لیے سرکش و مخالف رهے، که ترک والیوں کے مظالم سے اُنهیں کبهي نجات نهیں ملتي تهي-

مصطفی فاضل پاشا

جس نے سلطان عبد العزیز کے نام لائحهٔ اصلاحیه بهیجا تها -

تاریخ و عبر

حکومت ترکیه

اور اُس کے اجتماعي و سیاسي تغیرات

شروع سے ابتک

(۲)

(بین الاسلامي ترکي)

سنه ۱۲۳۹ ھ (۱۸۷۶ ع) سے سنه ۱۳۲۶ ھ (۱۹۰۸ ع) تک

صورت حال یه تهي که سلطان عبدالحمید ثاني ترک مصلحین کي سعي و تدبیر سے تخت نشین هوئے - مدحت پاشا اور اُس کے ساتهي اصلاح پسند وزراء نے سلطان مراد کي جگه عبد الحمید کو اس لیے تخت نشین کیا تها ' که وہ محسوس کرتے تهے ' سلطنت اور قوم کي سب سے بڑي ضرورت اصلاح اور دستور هے ' اور اُس کے لیے اِس نوجوان شهزادہ کا سلطان هونا مفید هوگا -

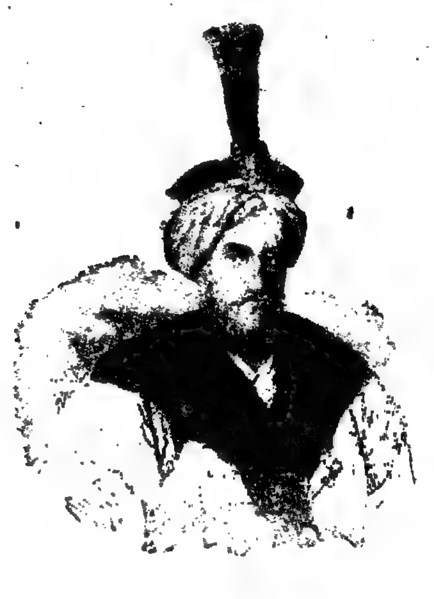

سلطان محمود مصلح

متوفي سنه ۱۸۳۹

عبد الحمید تخت نشین هوا - اصلاحات کا مزید اعلان کیا گیا - عثماني سلطنت " شخصي " کي جگه " دستوري " قرار پا گئي ' اور عثماني پارلیمنٹ کے قیام کا فرمان نافذ هوگیا -

اگر یه صورت حال جاري رهتي ' تو با وجود دول یورپ کي پے هم مقاومتوں اور جنگ پلیونا کے شدید نقصانات کے ' دولة عثمانیه کي نئي نشو و نما شروع هوجاتي - لیکن افسوس هے که بهت جلد سلطان کے مزاج نے پلٹا کهایا ' اصلاح پسند عنصر کي جگه قدامت پرست اور خود غرض پاشاؤں کا اقتدار قائم هوگیا ' اور اصلاح و تغیر کي تمام امیدیں جو سلطان محمود مصلح کے زمانے سے نشؤ و نما پانے لگي تهیں ' سنه ۱۸۸۰ میں ختم هوگئیں !

جس سال سلطان عبد الحمید تخت نشین هوا اور عثماني دستور کا اعلان کیا گیا ' اُسي سال جاپان کے نظام حکومت میں بهي اصلاح هوي تهي اور دستوري حکومت کا اعلان کیا گیا تها - جاپان تیس سال کے اندر مشرق کي سب سے بڑي طاقتور حکومت بن گیا ' لیکن عثماني حکومت نے اُسي تیس سال کے اندر اپني رهي سهي طاقت بهي فنا کردي - جاپان نے دستوري حکومت قائم رکهي تهي ' سلطان عبد الحمید نے چهه ماہ کے بعد اس کا خاتمه کر دیا تها !

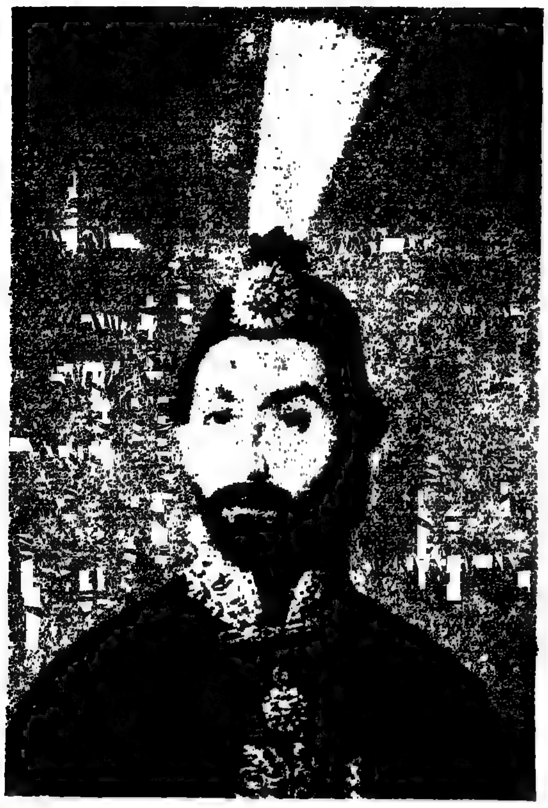

سلطان عبد المجید

جسنے اصلاحات کو مزید رونق اور ترقي دي

اصلاحات کا خاتمه کر دینے کے بعد سلطان نے ایک نئي حکمت عملي ایجاد کي - یه حکمت عملي ترکي اور ترکي سے باهر " بین الاسلامي حکمت عملي " یا " اتحاد اسلامي " کے نام سے پکاري جاتي تهي - اس کا منشا یه بیان کیا گیا تها که " یه تمام مسلمانان عالم کي معنوي اور اخلاقي اعانت مرکز خلافت کے ساتهه وابسته کر دیگي "

چنانچه مدتوں کا لپٹا هوا علم خلافت از سر نو بلند کیا گیا - علماء و مشائخ کا ایک بڑا گروہ دارالخلافة میں جمع هوگیا - ابو الهدی رفاعي اور شیخ ظافر وغیرہ مشائخ نمایاں هوے ' عربي عنصر سے از سر نو رشتۂ اِرتباط قائم کیا گیا - عزت باشا عابد وغیرہ سر بر آوردہ عرب مقرب بنائے گئے - عرب سپاهي بڑي بڑي تنخواهوں پر باڈي گارڈ میں داخل کیے گئے ' عربي ممالک

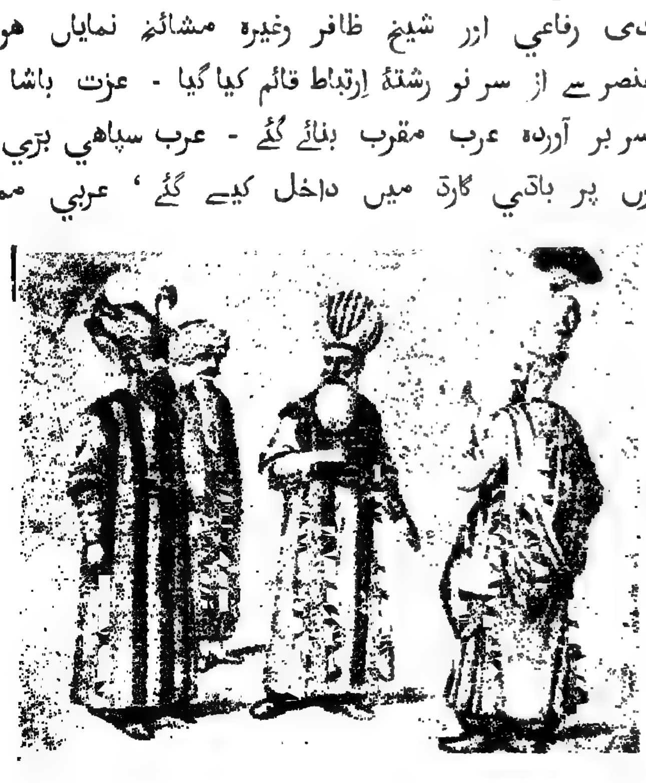

قدیم ترکي فوج کا ایک منظر

ینگ چري سپاهي جو اصلاح کي راہ میں سب سے بڑي روک تهے

عرض عبودیت !

سلطان عبد الحمید کے سامنے وزراء حکومت سجدہ کر رہے هیں !

اُنهوں نے تاریخ کا سبق بهلا دیا ' اور سادہ لوحي سے یقین کر لیا که اِن نئے اصول پر چلنے سے یورپ اور سلطنت کے مسیحي عناصر مطمئن هو جائینگے ' اور اُنکا ملک خوشحال اور ترقي یافته هوجائیگا - یہي حسن ظن ' اُنکي سب سے بڑي غلطي تهي - چنانچه فوراً داخلي اور خارجي مشکلات نمودار هوگئیں - آسٹریا نے بوسینیا هرزي گونیا پر قبضه کر لیا - یونان کریت پر قابض هوگیا - اٹلي نے طرابلس الغرب پر هاتهه صاف کیا - البانیا کٹ کر الگ هوگیا ' بلقاني ریاستوں نے یورپ کے اکثر ترکي مقبوضات هضم کر لیے - ملک کے اندر غیر ترکي عناصر نے سر کشي شروع کردي - صرف غیر مسلم جماعتوں هي میں نہیں ' بلکه مسلمانوں میں بهي نئي نئي انجمنیں قائم هوگئیں - خود دارالخلافۃ میں مسلمانوں کي متعدد مخالفانه انجمنیں بن گئي تهیں - مثلاً انجمن " اِخاء عربي " " عربي کلب " ' " چرکس انجمن " " کردي انجمن " " البانی انجمن " وغیرہ وغیرہ - اِن انجمنوں کے ظہور کا لازمي نتیجه یه تها که اِن اسلامي عناصر اور ترکي عنصر میں نفرت و عداوت پیدا هوگئي - یه صورت حال دیکهکر خود ترکوں میں سلطنت کي حکمت عملي کے متعلق اختلاف رونما هوگیا - ایک گروہ نے از سر نو حمیدي سیاست زندہ کرني چاهي - ایک گروہ نے " تورانیت " کا نعرہ بلند کیا - آخري گروہ کا تعصب یہانتک بڑھ گیا تها که اُسکے ترجمان اخبار " اقدام " نے تجویز پیش کردي که ترکي زبان سے تمام عربي الفاظ خارج کر دینے چاهییں !

لیکن پیہم مصائب نے زمام حکومت معتدل گروہ کے هاتهه میں دیدي - " انجمن ائتلاف " نے حکومت سنبهال لي - سلطان عبد الحمید کا شاگرد کامل پاشا وزیر اعظم هوا ' کامل پاشا ایک طرف یورپ کو مطمئن کرنے لگا ' دوسري طرف ترکي کے مختلف عناصر کے سر پر بهي هاتهه پهیرنے لگا - اب چونکه " بلقاني مسئله " کے بعد " عربي مسئله " کے نام سے ایک نئي الجهن پیدا هوگئي تهي ' اور فرانس اُس سے فائدہ اٹهانا چاهتا تها ' اس لیے کامل پاشا نے پیش بندي کرکے ۱۳۲۹ ع میں والي بیروت ادهم بک کو حکم دیدیا که صوبۂ شام کي کونسل سے مطلوبه اصلاحات کے بارے میں گفتگو کرکے رپورٹ طیار کرے -

اِس پیش بندي نے ترکي کو بہت فائدہ پہنچایا - کیونکه جب فرانس نے سرکاري طور پر شام میں اصلاحات جاري کرنے کا مطالبه کیا ' تو کامل پاشا نے اِس جواب سے اُسکا منه بند کر دیا " هم پہلے هي سے اِس فکر میں هیں "

اِدهر یه سیاسي بازي گري هو رهي تهي ' اُدهر انجمن اتحاد و ترقي گهات لگائے بیٹهي تهي - چنانچه موقعه پاتے هي اُسنے وزارت الٹ دي ' اور محمود شوکت پاشا وزیر اعظم قرار پاے - انهوں نے آتے هي شامي کونسل کو غیر قانوني قرار دیدیا ' اور والي کو خفیه اشارہ کردیا که تحریک کو اُبهرنے نه دے - والي نے پوري سختي ظاهر کي ' حتی که جنگي قانون بهي جاري کردیا ' مگر اِس پر بهي شامي انجمن نے اپنا سالانه جلسه کرهي دیا - اِس جلسه میں ۸۲ نمائندے شریک هوئے تهے - اُنهوں نے اصلاحات کا لائحه منظور کر لیا - جب حکومت نے اَور بهي زیادہ تشدد کیا ' تو شامیوں نے اپني موتمر پیرس میں منعقد کي - اب انجمن اتحاد و ترقي پریشان هوئي - کیونکه ایک طرف اُسکي حریف " انجمن ائتلاف و ترقي " بر سر مخالفت تهي ' دوسري طرف عربي مسئله بین الاقوامي شکل اختیار کرتا جاتا تها - ایک عجیب اتفاق یه هوا که عربي موتمر ' محمود شوکت پاشا کے قتل کے تیسرے دن منعقد هوئي ' جس سے حکومت اَور بهي زیادہ متاثر هوي ' اور پرنس سعید حلیم پاشا وزیر اعظم صلح و آشتي کي حکمت عملي اختیار کرنے پر مجبور هوگئے - چنانچه اُنهوں نے اپنا ایک نمائندہ پیرس بهیجا ' اور عرب رهنماؤں سے گفت و شنید کے بعد مطلوبه اصلاحي لائحه کا بڑا حصه منظور کر لیا -

سلطان عبد الحمید کے دور حکومت کا خاتمه

یه اُس موقعه کا مرقع هے جب قوم کا وفد پیام عزل پہنچا رها هے !

شامیوں کي کامیابي دیکهکر عراقیوں کے خون میں بهي گرمي پیدا هوئي ' اور طالب بک نقیب کي سر براهي میں عراق نے اصلاحات کا مطالبه شروع کر دیا - لیکن اب نوجوان ترک سنبهل گئے تهے - اُنهوں نے جاوید پاشا کو

اصل یه هے که سلطان عبدالحمید مرحوم نے اتحاد اسلامي اور خلافت دیني کا مظاهرہ اس لیے نہیں کیا تها که في الحقیقت اس باب میں کوئي روشني اس کے سامنے موجود تهي ' اور وه کسي تعمیري جذبه سے اِس طرف قدم بڑهانا چاهتا تها ' بلکه یه تمام باتیں محض ایک طرح کے منفي اور تخریبي جذبه سے پیدا هوئي تهیں - مقصود یه تها که اِس کے ذریعه اصلاح طلب تحریک کي نشو ؤ نما کا خاتمه کردیا جائے ' اور اُس کي طرف سے عثماني رعایا کے قلوب غافل هوجائیں - یهي وجه هے که یه باتیں صرف اِسي حد تک کام میں لائي جاتي تهیں ' جس حد تک ترکي مصلحین کي مخالفت میں سود مند هوسکتي تهیں - حقیقت اور عملیت کي کوئي روح موجود نه تهي - اگر سلطان عبد الحمید اتحاد اسلامي اور مرکزیت خلافت کي تقویت کا واقعي طلب گار هوتا ' تو سید جمال الدین اسدآبادي اور شیخ محمد عبده سے بڑهکر اِس کے لیے کون داعي اور عامل هو سکتے تهے ؟ ان دونوں نے بیس برس تک اپني تمام طاقتیں عبدالحمید کے هاتهوں میں دیدیني چاهیں ' لیکن ان کے ساتهه جو سلوک هوا ' دنیا کو معلوم هے - پہلے کو موت کا زهر آلوده جام پینا پڑا - دوسرے کو قصر سلطاني کي چوکهٹ تک باریابي نصیب هي نه هوئي !

مدحت پاشا

شهید راه حریت و دستور !

بهر حال سلطان عبدالحمید کا دورِ دولة عثمانیه کے زوال طاقت کا آخري عهد تها - سلطان کو مدحت پاشا کي جماعت نے اس لیے تخت نشین کیا تها ' که وه سلطان مصلح کي اصلاح کي تکمیل کریگا ' اور دولة عثمانیه کو استبدادي حکومت کے مفاسد سے نجات مل جائیگي - سلطان نے ابتدا میں اصلاح پسند جماعت کا ساتهه دیا - ترکي پارلیمنٹ قائم کردي گئي - لیکن پهر بتدریج رجعت پسند عناصر برسر اقتدار آ گئے - پارلیمنٹ معطل کردي گئي - مدحت پاشا اور اُس کے ساتهیوں کو فرضي الزامات عائد کرکے گرفتار کر لیا گیا ' اور قلعۂ طائف کے قید خانے میں گلا گهونٹ کر مار ڈالا گیا - اس کے بعد تمام نظم حکومت تهه و بالا هوگیا - وزراء اور دفاتر حکومت کي جگه " مابین همایوني " یعني قصر سلطاني کي براه راست حکومت شروع هوگئي - اس حکومت کا نه تو کوئي اصول تها ' نه قاعده - نه بجٹ بنتا تها ' نه مالیات کا کوئي تخمینه تها - خواجه سراؤں کے افسر " بهرام آغا " کے هاتهه میں سب کچهه تها - وه سلطان کے احکام باب عالي کے وزراء تک پهنچا دیا کرتا - بیس برس کے اندر جتنے انسان محض اس بنا پر هلاک کر دیے گئے ' که اُن پر اصلاح پسندي و انقلاب کا شبه تها ' کوئي ذریعه نہیں که انکي صحیح تعداد معلوم کي جا سکے - یلدز کے بعض کاغذات سے معلوم هوا تها که صرف چهه ماه کے اندر یعني مارچ سنه ۱۸۹۸ سے ستمبر سنه ۱۸۹۸ تک تین سو اسي آدمي گرفتار کئے گیے تهے !

لیکن نه تو سلطان عبدالحمید دنیا کے پچهلے جبار و مستبد حکمرانوں سے زیاده طاقتور تها ' نه اس کي خاطر خدا کے قوانین حق و عدالت معطل هو جا سکتے تهے - بالاخر نوجوان ترکوں کي پنجاه ساله مساعي بار آور هوئیں ' اور عین اُس وقت جب که سلطان کے وهم و گمان میں بهي کسي طرح کا خدشه نه تها ' مناستر اور سلانیک میں انقلابَ کا نا ممکن التسخیر علم بلند کردیا گیا - سلطان نے بهت کوشش کي که کسي طرح اس ناگهاني طاقت کا مقابله کرسکے مگر نه کرسکا - اور عثماني دستور کے قیام کا اعلان کرنا پڑا -

یه دستور سلطان کي ذات خاص کا مخالف نه تها - لیکن سلطـــان کي مستبد روح اُس سے موافـــق نـــه هو سکي - بالاخر نو ماه کے بعد تصادم هوا ' اور محمود شوکت پاشا مرحوم نے اپني مشهور عالم تیس هزار فوج کے ساتهه قسطنطنیه پهنچکر قصر یلدز کا محاصره کر لیا - تین دن کے محاصره کے بعد عثماني پارلیمنٹ کے نمایندے قصر یلدز میں داخل هوے ' اور قوم کا پیغام پهنچا دیا که " آپ معزول کیے گئے ' اور شهزاده محمد رشاد تخت نشین هو رهے هیں " قصر یلدز کے اس مشهور قهرمان نے اُسوقت لرزتے هوے یه التجا کي تهي " میں اپني زندگي کیلیے تمهیں خدا کا واسطه دیتا هوں " ! یه اب اپني زندگي کیلیے انسانوں کو خدا کا واسطه دیتا تها - اُن انسانوں کو ' جنهوں نے اپني مظلوم اور بیکس زندگي کیلیے سیکڑوں مرتبه اُسے خدا کے واسطے دیے تهے ' لیکن ایک لمحه کیلیے بهي اُسکے دل میں خدا کے خوف نے جگه نہیں پائي تهي !

تاریخ مشرق کا یه عبرت انگیز انقلاب جولائي سنه ۱۹۰۸ ع میں واقع هوا تها -

سلطان عبد الحمید

چالیس سال کي عمر میں

(اتحادي ترکي)

جمعیة اتحاد و ترقي کا دور

سنه ۱۳۲۶ھ (۱۹۰۸ع) سے سنه ۱۳۳۲ھ (۱۹۱۴ع) تک

انجمن اتحاد و ترقي نے برسر اقتدار آتے هي " وطنیت " " حریت " " اخوت " اور " مساوات " کي بنیادوں پر عثماني سلطنت کو استوار کرنا چاها - نوجوان ترک ' بڑے هي ذهین ' چست ' اور مخلص تهے - لیکن مدبر اور تجربه کار نه تهے -

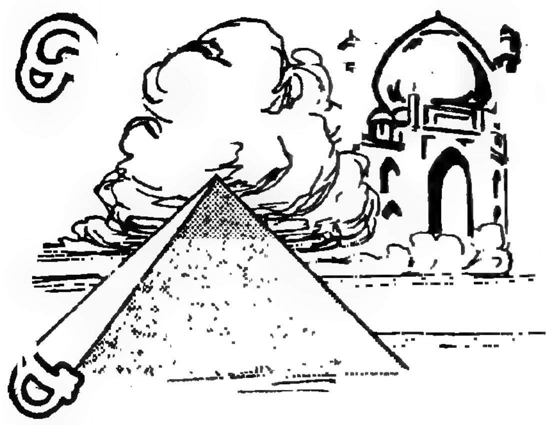

آثار عتیقه

شهر رقیم کا انکشاف

ام حسبتم ان اصحاب الـکهف و الرقیم کانوا من ایا تنا عجبا

(۱)

صدیونکے خواب گراں کے بعد اب شهر رقیم یاپیٹرا پهر بیدار هو رها هے - قدس اور لندن کي آمده اطلاعات مظهر هیں که حال میں اس قدیم شهر کے کهنڈروں میں قیمتي پتهروں اور پرانے طلائي زیورات کا ایک بهت بڑا ذخیره بدوي عربوں کے هاتهه لگا هے -

پیٹرا عرب قدیم کا ایک گم شده شهر هے - سالها سال سے غیر آباد پڑا تها - کبهي کبهي صحرا گرد بدوي جنکو شاداب نخلستانوں اور سر سبز چرا گاهوں کي تلاش اِدهر اُدهر آواره رکهتي هے ' تمدن قدیم کي اس یادگار کو آدمي کي صورت دکها دیتے تهے !

(الف لیله کا طلسم)

ایک مرتبه ایک صحرا نشین عرب پیٹرا کے کهنڈروں میں گهوم رها تها - ناگاه اوسکا پانوں ایک پتهر پر پڑ گیا - قبل اسکے که وه اس بات کا اندازه کر سکے که کیا هونے والا هے ' پتهر نیچے کو کهسکا ' زمین دهنسي ' اور اب عرب ایک عجیب و غریب غار میں پڑا تها - پتهر بدستور اپني جگه پر آگیا ' اور راه بند هوگئي !

اب بدوي نے خود کو ایک زمین دوز محراب میں پایا ' لیکن باهر آنے کا کوي راسته نظر نهیں آتا تها -

غریب عرب ایک عرصه تک ادهر اُدهر ٹٹولتا رها - تاریکي بلا کي تهي - محض اس خوف سے که کهیں کسي دوسري نامعلوم مصیبت سے دو چار نه هونا پڑے ' اوسنے هاتهوں اور پیروں کے بل رینگنا شروع کیا - اس جد و جهد میں ایک وسیع ایوان مل گیا - اس ایوان کي تاریکي کو ایک پهاڑي سوراخ سے نکلنے والے دهندلي روشني ایک حد تک کم کر رهي تهي - روشني کا سهارا پا کر اس محصور بلا نے ادهر اُدهر آنکهیں پهاڑ پهاڑ کر دیکهنا شروع کیا - کیا دیکهتا هے که ایک گوشے میں قیمتي جواهرات اور طلائي اشیا کا ڈهیر پڑا هے - یه خزانه غالباً طائر اور صیدان کے بحري قزاقوں نے ازمنه مظلمه میں جمع کیا هوگا - عرب حیرت کے دریا میں ڈوبا هوا ' اس تمام ماحول کو عالم رویا سمجهه رها تها - بالاخر اوسنے چند جواهر ریزے اپنے عمامه میں رکهه لیے ' اور باهر نکلنے کي راه تلاش کرنے لگا - اس نے غور کیا که روشني جس سوراخ سے آ رهي هے ' اس سے باهر نکل سکتا هے یا نهیں ؟ اس کا خیال ٹهیک تها - روشني کے نیچے ایک سنگي زینه موجود تها - به مشکل سوراخ تک پهنچ سکا - وهاں پتهر کے کئي ٹکڑے ایک دوسرے پر پڑے تهے - زور کرنے سے ایک پتهر هٹ گیا اور یه باهر نکل آیا -

یه جواهرات بیت المقدس کے بازاروں میں بکے - ماهرین آثار اِنهیں تورات سے بهي زیاده پرانا بتاتے هیں -

بیان کیا جاتا هے که پیٹرا کا یه کنز مخفي لارڈ کارناوان کے دریافت کرده وادي الملوک (مصر) کے خزائن سے بهي کهیں زیاده بیش قیمت هے - عجائب خانه لندن کا ایک وفد اس گم شده شهر کي تحقیقات کیلیے جا رها هے -

(جغرافیائي محل)

یه مقام ساحل بحر قلزم سے زیاده فاصله پر نهیں هے - نقشه کے دیکهنے سے بحر قلزم کا بالائي حصه دو ٹکڑوں میں منقسم معلوم هوگا - اس کے شمال میں جزیره نماء سینا هے جسکي شکل مثلث نما هے - سینا کا جنوبي نوکدار کناره بحر قلزم کو دو شاخوں میں جدا کر دیتا هے - سینا کے غرب میں بحر قلزم کي وه شاخ هے جو خلیج سوئز کے نام سے موسوم هے - آج کل یه تجارت عالم کي شاهراه عظیم هے - سینا کے شرق میں بحر قلزم کا وه حصه هے جو خلیج عقبه کے نام سے پکارا جاتا هے - یه جگه اب متروک هوگئي هے - جهاز بهت کم آتے جاتے هیں - ایک طرف سینا کي ننگي پهاڑیاں هیں - دوسري طرف خلیج عقبه کے پهاڑوں اور صحراء عرب کا نا پیدا کنار سلسله هے - اس خلیج کے ساحل پر کوئي بندر گاه نهیں هے - قصبه عقبه کے چند بے ترتیب مکانات کے سوا باقي تمام حصه غیر آباد اور پتهریلا هے - بحر شمالي و بحر جنوبي کے دور دراز سواحل کو چهوڑ کر جهاں بمشکل ذي روح وجود کا پته چلتا هے ' دنیا کا کوئي ساحل اس قدر ساکت اور سنسان نهیں هے !

لیکن پرانے زمانه میں خلیج عقبه کي اهمیت همارے زمانه کے خلیج سوئز سے کهیں زیاده تهي - تین هزار سال قبل یهاں حضرت سلیمان کے بحري مراکب هندوستان کي اشیاء تجارت بار کیے هوئے هر وقت لنگر انداز رهتے تهے - جب تک هندي و ایراني تجارتي قافلے اس راستے سے آمد و رفت کرتے رهے ' یه ملک تمدن عالم کا مرکز رها - جب شاهراه تجارت یهاں سے دوسري جانب منتقل هوگئي ' اور بحر روم اور خلیج سوئز کا راسته دریافت کر لیا گیا ' تو یه ساحل رفته رفته غیر آباد هوگیا - صلیبي لڑائیوں کے زمانه میں مسیحي مجاهدین نے اس نواح میں کچهه بیداري پیدا کردي تهي ' مگر سلطان صلاح الدین کي تیغ جهاد نے یه حصهٔ عالم بهي صلیبیوں پر تنگ کردیا ' اور اس کے بعد سے پیٹرا کے اطراف انساني آبادي سے همیشه خالي رهے -

جنگ عظیم کے زمانه میں شریف حسین اور اس کے بیٹے امیر فیصل نے اس نواح کو اپني افواج کا عقبي مستقر بنایا تها - هر هفته انگریزي جنگي جهاز اور دخاني کشتیاں سامان حرب سے لدي هوئي ساحل پر آتي تهیں - سنه ۱۹۱۷ ع اور سنه ۱۹۱۸ ع میں اس آمد و رفت کا تسلسل نهایت پابندي سے قائم رها ' اور ایک

بہرام آغا خواجه سرا
جو تمام وزرا پر حکومت کرتا تھا

عراق کا گورنر بنا کر بھیج دیا - اس نے آتے هي عراقي تحریک کا خاتمه کردیا - ساتھه هي بکر سامي بک کو بیروت کي گورنري پر مقرر کیا ، جو اپنے تدبر اور سخت گیري میں بہت شہرت رکھتا تھا ، اِس نے کچھه ایسے پیترے بدلے ، که شامي تحریک بھي سرد پڑگئي ، اور پیرس کي موتمر میں جو کچھه طے پایا تھا ، اُسکا اکثر حصه کالعدم هوگیا !

اب جنگ عمومي کي خوفناک گھٹائیں فضا مین پھیل رهي تھیں - وہ مصیبت سر پر آگئي تھي جسکا تصور بھي کبھي انساني دماغ نے نہیں کیا تھا -

جنگ عمومي کے بعد

سنه ۱۳۳۲ ھ (۱۹۱۴) ء سے سنه ۱۳۳۳ ھ (۱۹۱۵) تک

دستوري نظام حکومت کے کامیاب بنانے اور سلطنت کے مختلف عناصر کو مشترک وطنیت و قومیت کے نام پر متحد کرنے میں انجمن اتحاد و ترقي کو ناکامي هوئي - اِس تلخ تجربه کے بعد اِس انجمن کے ارکان میں آیندہ طرز عمل کے متعلق اختلاف پیدا هوا - اکثریت " تورانی تحریک " پھیلانے کے حق میں تھي ، اور اقلیت " اتحاد اسلامي " کے فکر کو عملي جامه پہنانا چاهتي تھي - یه اختلاف ابھي ختم نہیں هوا تھا که عالم گیر جنگ کا طبل بج گیا ، اور اکثریت کو اقلیت کي رائے کے سامنے جھک جانا پڑا - اب بجز اِس کے کوئي چارہ کار نه تھا که تمام اسلامي عناصر ، خصوصاً عربوں کي تائید اسلام کے نام پر حاصل کي جائے -

چنانچه انور پاشا نے عبد الرحمن بک الیوسف اور شیخ اسعد شقیر وغیرہ کو شام بھیجا که عربوں کے اسلامي جذبات بیدار کریں - پھر جمال پاشا نے جو شام کے جنگی حاکم تھے ، عربوں کي مدارات شروع کي اور عربي تحریک سے اپني گہري دل چسپي اور همدردي کا اظہار کیا - فرانسیسي قنصل خانه سے جو کاغذات دستیاب هوئے تھے ، اُن سے اُنہیں صاف معلوم هوگیا تھا که بہت سے سر بر آوردہ شامي ، ترکي کے خلاف فرانس سے ساز باز کرچکے هیں - مگر اُنھوں نے خیانت کے تمام مجرموں سے چشم پوشي کي - البته عیسائیوں سے پوري باز پرس کي گئي -

حسین رامي پاشا
محکمۂ جاسوسي کا سرغنه

جمال پاشا نے صرف شام هي میں نہیں بلکه تمام جزیرۃ العرب میں دیني جہاد کا غلغله بلند کر دیا - کربلا ، نجف ، بغداد کے علماء کي دیني حمیت جوش میں آگئي - شریف مکه ، سلطان ابن سعود ، ابن رشید ، امام یمن ، تمام امراء عرب کو جہاد کي دعوت دي گئي -

لیکن نوجوان ترکوں نے بہت جلد دیکھه لیا که مسلمانوں اور عربوں میں اُن کي دعوت کوئي گرم جوشي پیدا نه کرسکي - بلکه جنسي و نسلي اور مقامي مصالح کا تعصب اس کڑے وقت میں بھي اُن پر غالب رها - وہ سلطنت عثمانیه اور خلافۃ اسلامیه کي حمایت و نصرت پر آمادہ نه هوسکے - هندوستان اور مراکش کے مسلمان انگریزي اور فرانسیسي جھنڈے کے تلے جمع هوکر آے ، اور ان کے سینوں پر بے دریغ گولیاں چلائیں !

اِس نامرادي کا نتیجه یه هوا که تورانی تحریک کے حمایتیوں کو پھر زور حاصل هوگیا - نا چار انجمن اتحاد و ترقي کو ان کے نظام عمل پر چلنا پڑا -

غازي مصطفی کمال پاشا

عربوں کي ناعاقبت اندیشي نے اور زیادہ ترکوں کو مایوس کردیا تھا - شام کے چند خود غرض اور برخود غلط افراد طیار هوگئے که اس نازک وقت سے فائدہ اٹھائیں اور دول متحدہ کا ساتھه دیکر " عربي امارت " کي بنیادیں قائم کردیں - بہت ممکن تھا که اِن لوگوں کے انقلابي افکار عامۃ الناس میں مقبول نه هوتے ، لیکن اُسي موقعه پر حجاز میں برطانی سازشیں کامیاب هوگئیں اور شریف نے علم بغاوت بلند کردیا - جس وقت جمال پاشا مصر پر حمله کي طیاریاں کررها تھا ، اور تمام ساز و سامان مکمل هو چکا تھا ، اچانک اُس نے دیکھا که شریف حسین اور اُس کے لڑکوں کي بغاوت نے اس کي تمام امیدوں کا خاتمه کردیا هے !

* * *

افسانہ

روحانیات کی مجلس

ہولناک رات

(مترجم)

ایوان پطروویچ نے اپنے دوستوں کو مضطرب آواز اور زرد چہرے کے ساتھ ذیل کا واقعہ سُنایا:

۱۸۸۳ کے کرسمس کی رات، بہت ہی اندھیری تھی۔ میں اپنے ایک دوست کے یہاں دیر تک ایک روحانی جلسے میں بیٹھا رہا۔ مجھے تاریکی میں اپنے گھر لوٹنا تھا۔

اُس زمانے میں ماسکو کی ایک ایسی گلی میں میرا قیام تھا، جو شہر میں سب سے زیادہ دہشت ناک اور تاریک گلی تھی۔ جب جب میں اُس سے گزرتا، ڈراؤنے خیالات میرا دماغ پریشان کردیا کرتے تھے۔

روحانی جلسے میں آخری جملہ جو میں نے سُنا تھا، وہ خاص میری ذات کے متعلق تھا۔ مشہور فیلسوف سپینوزا کی روح کی نسبت ظاہر کیا گیا تھا کہ وہ جلسہ میں شریک ہے۔ اُسنے مجھ سے مخاطب ہوکر کہا:

"تیری موت قریب آگئی، جلد خدا کے سامنے توبہ کر!"

میں ڈر گیا۔ پھر سوال کیا۔ مزید تشریح چاہی۔

"تیری زندگی ختم ہوگئی۔ آج ہی توبہ کرلے!" یہ میرے سوال کا دوبارہ جواب تھا۔

میں علم الارواح (اسپریچولیزم) کا قائل نہیں ہوں۔ تاہم موت کا خیال ہمیشہ مجھے خوفزدہ کردیا کرتا تھا۔ ایک عجیب طرح کی اُداسی مجھ پر چھا جاتی تھی۔

میں بدحواس جلسہ گاہ سے بھاگا۔ اور اپنے گھر کی راہ لی۔ اوپر کی منزل پر پہنچ کے اپنے کمرے کا دروازہ کھولا اور اندر داخل ہوگیا۔ اُسوقت بھی میرا خوف سے بُرا حال تھا۔ معلوم ہوتا تھا گرا پڑتا ہوں۔

(۲)

کمرہ تاریک تھا۔ باہر تیز ہوا چل رہی تھی۔ کھڑکی کے شیشوں سے جھونکے ٹکرا رہے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ عناصر بھی خوف و دہشت کی حالت میں مضطرب ہو رہے ہیں!

"اگر سپینوزا کی پیشین گوئی ٹھیک ہے" میں نے لڑکھڑاتی ہوئی آواز میں آہستہ آہستہ کہا "اگر اِس سنگ دل فیلسوف کی روح نے سچ کہا ہے تو بس آج ہی رات میرا خاتمہ ہے! یہ واویلا کرنے والی ہوائیں میرا نوحہ کریں گی، یہ کالی بدلیاں ماتم کی صفیں بچھائیں گی! افسوس میری زندگی......"

میں نے دیا سلائی جلائی۔

[illegible] میں گلا پھاڑ کر بے خودی سے چلایا اور دروازہ کی طرف بھاگا۔ سر سے پاؤں تک تمام بدن کانپ [illegible] دہلیز پر پہنچکر میں نے خوف سے آنکھیں بند کرلی تھیں!

میں نے کمرہ میں کیا دیکھا؟ دیکھو، اسوقت بھی میرے بدن کے رونگٹے کھڑے ہوگئے ہیں۔ دل دھڑک رہا ہے۔

عین کمرے کے وسط میں مُردے کا تابوت رکھا تھا! اُس پر ارغوانی غلاف چڑھا تھا۔ سنہری صلیب کھچی تھی۔ میں نے صرف ایک ہی جھلک دیکھی تھی۔ لیکن یہ عجیب بات ہے کہ مجھے اُس کا ہر حصہ نظر آگیا۔ آجتک اُس کا پورا نقشہ میرے ذہن میں محفوظ ہے!

یہ ایک لڑکی کا تابوت تھا۔ کیونکہ بہت چھوٹا تھا۔ اور رنگ اور آرایش ویسی ہی تھی، جیسی لڑکیوں کے تابوتوں پر کی جاتی ہے۔

(۳)

میں تیر کی طرح زینے پر پہونچا اور سیلاب کی تیزی سے اُترنے لگا۔ بلکہ کہنا چاہئے گرنے لگا۔ ایک نہایت ہی خوفناک رعب اپنی پوری قوت سے مجھے دھکیل رہا تھا!

سڑک پر میں نے جلدی سے روشنی کا ایک کھمبا دونوں ہاتھوں سے مضبوط پکڑ لیا۔ کھمبا، مینہ سے بھیگا ہوا تھا۔ برف کی طرح ٹھنڈا تھا۔ جسم نے سردی محسوس کی تو میرے ہوش وحواس واپس آنے لگے۔

"اگر کمرے میں آگ لگی ہوتی" میں خیال کرنے لگا "بلکہ اُس میں چور کھڑا ہوتا، شیر ٹہلتا ہوتا، دیوانہ کتا بیٹھا ہوتا، اگر اُس کی چھت بھی اچانک گر پڑتی، تو بھی مجھے تعجب نہ ہوتا۔ میں اسے ایک معمولی بات سمجھتا۔ مگر لاش! ایک مکمل تابوت! اِس کے کیا معنی ہوسکتے ہیں؟ کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ میرے مکان میں تابوت کیونکر آیا؟ کون لایا؟ ایک امیر لڑکی کا کا مدار تابوت! سونے چاندی کے کام سے آراستہ! ایک معمولی نوکر کے حقیر کمرے میں اُسے کون لایا؟ کیوں لایا؟ معلوم نہیں، وہ خالی ہے یا اندر لاش رکھی ہے؟........"

اچانک مجھے خیال آیا "اگر یہ معجزہ نہیں تو کوئی ہولناک جرم ہے" لاکھ لاکھ سوچا۔ کوئی بات سمجھ میں نہ آئی۔

"دروازے پر تو قفل چڑھا تھا" میں پھر سوچنے لگا "کنجی ایسی مخفی جگہ رکھی تھی کہ میرے خاص دوستوں کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ ناممکن ہے کہ کسی دوست نے یہ موت کا تحفہ میرے لئے مہیا کیا ہو۔ شاید کوئی مزدور غلطی سے لے آیا۔ لیکن مزدور لاتا تو مزدوری لئے بغیر چلا کیوں جاتا؟ اور میرے یہاں مزدور تابوت کیوں لائے؟......"

پھر میرے پراگندہ دماغ میں ایک اور خیال آیا۔

"ممکن ہے یہ کارروائی اُسی روح کی ہو، جسنے آج رات میری موت کی خبر دی ہے۔ شاید یہ تابوت میری لاش کے لئے لایا گیا ہو۔ لیکن یہ ناممکن ہے۔ تابوت میرے قد سے بہت چھوٹا ہے۔"

(۴)

اب بارش پھر شروع ہوگئی۔ گویا میرے قتل کے لئے آسمان سے یورش ہو رہی ہے۔ ہوا اتنی تیز تھی کہ میرا اوورکوٹ اُڑا جاتا تھا۔ میں بھیگ کر شرابور ہوگیا۔

"مجھے کہیں پناہ لینی چاہئے" میں نے دل سے کہا "لیکن کہاں؟ کمرے میں، جہاں تابوت رکھا ہے؟ ناممکن!۔ اگر میں وہاں گیا تو یقیناً دیوانہ ہوجاؤں گا"

مگر اِس پانی اور سردی میں سڑک پر کھڑا رہنا بھی مشکل تھا۔ میں نے فوراً اپنے ایک دوست روستوف نامی کے گھر کی راہ لی۔ وہ بھی ایک تنگ تاریک گلی میں ایک کمرہ کے اندر رہتا تھا۔

دروازہ کھٹکھٹایا۔ کوئی جواب نہ ملا۔ میں نے ایک طاق میں ہاتھ مارا تو کنجی مل گئی۔ قفل کھولکر اندر چلا گیا۔

میرا کوٹ بھیگ گیا تھا۔ میں نے اُسے اُتار کر کمرے کی زمین پر ڈال دیا۔ اندھیرے میں پاؤں نے ایک کرسی سے ٹھوکر کھائی۔ میں اُسی پر بیٹھ گیا۔ تاریکی سخت تھی۔ کچھ سوجھائی نہیں دیتا تھا۔ ہوا تیز تھی۔ کھڑکیاں ہل رہی تھیں۔ باہر کنیسوں کے گھنٹے کرسمس کی خوشی میں بج رہے تھے۔

میں نے جیب سے ڈبیا نکالکر دیا سلائی جلائی۔

"اُف، یہاں بھی!" بے اختیار میرے منہ سے چیخ نکل گئی میں دیوانہ وار بھاگ کر کمرے کے باہر گرا۔

یہاں بھی تابوت رکھا تھا! لیکن میرے کمرے کے تابوت سے بڑا تھا۔ اور سیاہ غلاف سے ڈھکا تھا۔ سیاہ غلاف نے اُسے اور بھی زیادہ ہیبت ناک بنا دیا تھا!

"یہاں بھی وہی تابوت!" میں سوچنے لگا "معلوم ہوتا ہے یہ میرا وہم وخیال ہے۔ میری نگاہ دھوکا کھا رہی ہے۔ ناممکن ہے کہ میں جہاں جاؤں، میرے استقبال کے لئے ایک خوفناک تابوت پہلے سے مہیا ہوجائے۔ ضرور آج میرے اعصاب میں خلل آگیا ہے۔ جہاں جاتا ہوں تابوت ہی نظر آتا ہے... میں ضرور پاگل ہوگیا ہوں۔ جنون کا سبب صاف ظاہر ہے۔ اسی منحوس روحانی جلسے اور سپینوزا کی شیطان روح نے میرا دماغ خراب کر ڈالا!"

میں تھک کر زمین پر بیٹھ گیا۔ دونوں کنپٹیاں زور سے ہاتھوں میں دبالیں۔

"الٰہی! کیا کروں؟ کہاں جاؤں؟ آہ میں پاگل ہوگیا!" یہ کہتے ہوئے بے اختیار میرے آنسو نکل آئے۔

قریب تھا میرا سر پھٹ جائے۔ میرے پیروں میں سکت باقی نہیں رہی تھی۔ مینہ کا وہ زور تھا کہ خدا کی پناہ۔ میرا تمام بدن سردی سے کانپنے لگا۔ نہ سر پر ٹوپی تھی نہ جسم پر کوٹ۔ میں اُنھیں لینے کمرے میں جا بھی نہیں سکتا تھا۔ کیونکہ وہاں........ آہ، بہت ہی ہولناک منظر، ناقابل برداشت ہولناکی موجود تھی!

(۵)

میرے سر کے تیر کی طرح سیدھے بال کھڑے ہوگئے۔ ٹھنڈا پسینہ پیشانی سے بہنے لگا۔ حالانکہ اب مجھے کامل یقین ہوچکا تھا کہ جو کچھ میری آنکھوں نے دیکھا ہے، وہ محض ایک طرح کے اعصابی مرض کا نتیجہ اور وہم وخیال ہے۔ حقیقت میں کچھ بھی نہیں۔

"اب کیا کروں؟ کہاں جاؤں؟" بار بار یہی سوال دہراتا تھا۔

یکایک مجھے ایک دوسرا دوست، گوڈ ساروف یاد آگیا۔ اس نے

عارضي چهل پهل پيدا هوگئي - ليکن جنگ کے خاتمه کے بعد يه سرگرمي بهي ختم هوگئي ' اور يه حصه پهر شهر خموشاں بن گيا -

خليج عقبه کے دهانه سے ايک پهاڑي اور ريگستاني سلسله شروع هوتا هے جو اندرون ملک ميں دور تک چلا جاتا هے - پيٹرا کے کهنڈر عقبه سے ۹۰ - ميل کي مسافت پر واقع هيں - پهاڑوں کے درميان اس شهر کا محل وقوع هے - بدو رهنما کے بغير ان آثار تک سياح کي پهونچ مشکل هے - پيٹرا سے شمال کو ۲۰ ميل کے فاصله پر وادي بحر ميت هے - سيدهے هاتهه يعني شرق کي طرف شمالي عرب کا عريض ريگستان هے - سامنے ارض ادوم يا ادوميا کے پهاڑونکا وه سلسله هے ' جو باب الرقيم يا پيٹرا کا پهاٹک کهلاتا هے - اس سلسله کو قطع کيے بغير پيٹرا تک پهونچنا محال هے - دوسري جانب پهاڑي مگر ڈهالو راسته هے - اس پر سے هوکر نيچے اُترتے هيں - چند گهنٹے کے پهاڑي اور پيچ در پيچ راسته کے بعد وادي ادوم کا خاتمه هو جاتا هے - سفيد ريت کے ٹيلونکے ختم هونيکے بعد ايک تنگ دره ملتا هے - يه بلند پهاڑي ديوار کا دروازه هے - يهاں پر وادي کي وسعت ۱۲ - ميل سے کم هوکر صرف ' ۱۲ - فيٹ رهجاتي هے - دره کي ديواريں هزارها فيٹ اونچي هيں - عرب اس راسته کو " شق " کے نام سے پکارتے هيں - اس شق کي راه سے سياحوں کے گهوڑے اور بار برداري کے اونٹ اُفتاں و خيزاں راه طے کيا کرتے هيں - پتهرونپر چاروں طرف چهپکلياں لپٹي هوئي هيں - هر هر قدم پر تنگنائے زياده وحشتناک هوتي جاتي هے - راسته ميں ايک پهاڑي شگاف ملتا هے جس سے شفاف پاني کا چشمه موجزن هے - عرب کهتے هيں ' يهي وه جگه هے جهاں حضرت موسى عليه السلام نے عصا مارکر اپنے پياسے همرائيونکے لئے پاني کے چشمے جاري کردیے تهے - يه وادي وادي موسى کے نام سے موسوم هے - وادي اسقدر تنگ هے که اونٹ پر سے دونوں طرف کي ديواريں بخوبي چهوي جاسکتي هيں - اکثر جگه اِرد گرد کي پهاڑياں بلند هوکر چهت کا کام ديتي هيں - اس جگه آسمان بالکل دکهائي نهيں ديتا - سورج کي شعاع بهي يهانتک نهيں پهونچتي -

(يوناني مندر)

ايک گهنٹه کي مسافت کے بعد سياح ايک تيز گهماؤ سے گذرتا هے - اب نظر کے سامنے ايسا دلفريب اور حيرت خيز منظر آجاتا هے جو ايک عرصه تک کيليے از خود رفتگي کي کيفيت طاري کر ديتا هے - يوناني طرز کا ايک نفيس اور خوشرنگ مندر سامنے نظر آتا هے - اوسکا دلفريب حسن اور دلکشا طرز' حد درجه متاثر کرنيوالا هے - عهد کهن کے صناعوں نے پهاڑوں سے کاٹ کاٹ کر يه خوبصورت عمارت تعمير کي تهي -

ادومي پهاڑونسے يه عمارت تراشتے هوے ' دندانه دار آلات سے کام ليا گيا هوگا - اس مندر کي بالائي سطح مختلف رنگونسے مزين هے ' اور ريشمي کپڑے کي طرح جهلک رکهتي هے -

دنيا کا کوئي اور پهاٹک ' دنياء قديم کے اس خاموش شهر کے دروازے سے زياده اثر ڈالنے والا نهيں هے - هندوستان کا سرخ شهر ' فتح پور سيکري بهي اسکا مقابله نهيں کرسکتا - روماني و يوناني مخلوط فن تعمير کے طرز پر يه مندر کم از کم دو هزار سال قبل اس پهاڑي سے طيار کيا گيا تها - اسکا عهد تعمير روماني شهنشاه هڈرين کي فوج کشي کے زمانه سے تعلق رکهتا هے - اهل عرب ميں اس مندر کا نام الخزينه مشهور هے - لمبے لمبے ستونوں کے اوپر ايک ديو پيکر صراحي نما ظرف هے - عرب کهتے هيں که يه ظرف فراعنه کے جواهرات اور طلائي سرمايه کا مخزن هے - شروع سے اِسے توڑنے کي کوششيں کي گئيں مگر کامیابي نهيں هوي - کرنيل لارنس کے ساتهيوں نے بهي هزاروں گولياں چلائيں - بعض بعض دفعه پتهر کے چهوٹے چهوٹے ٹکڑے ٹوٹ کر گر پڑے - مگر کچهه زياده اثر نه هوا - نهيں معلوم کس ديوي يا ديوتا کي يهاں پوجا هوتي تهي ؟ کرنيل لارنس کي راے ميں مصري ديوي " ايسيس " کي پرستش هوتي هوگي - کيونکه هيڈرين کي فوج کشي کے وقت تمام سواحل بحر روم اِسي ديوي کے سامنے سر بسجود تهے -

يهانسے چند گز کے فاصله پر اصل شهر بيضاوي نشيب ميں واقع هے - سطح سمندر سے ۹- هزار فيٹ اونچے محدب حصه سے شروع هوتا هے - وادي کي بلندي صرف ايک هزار فيٹ رهجاتي هے - اِس نشيب ميں اسوقت تک شهر کي سڑکوں اور عمارتوں کے آثار باقي هيں - يه تمام عمارتيں پهاڑ کاٹ کر بنائي گئي تهيں !

پيٹرا کے رنگ برنگ آثار هر اُس سياح کو جو مشرقي ديوار عبور کرنيکي جرأت کرتا هے ' اپني جانب مائل کرليتي هيں - سورج کي کرنيں ارد گرد کي پهاڑيوں کو قوس قزح بنا ديتي هيں - اُنکي چمک بلوچستان کي ارغواني پهاڑيوں سے بهي کهيں زياده دلکش هے - پهاڑيونکي سطح سے زعفراني ' نارنجي ' ارغواني ' بنفشي رنگ کي لهريں نکلتي رهتي هيں - غروب آفتاب کے وقت رات کي تاريکي چها جانے سے پہلے ' ايسا معلوم هوتا هے ' گويا طرح طرح کے رنگوں کے کي موجيں اُمنڈ رهي هيں !

محمد يحيى - ايم - اے - ايل - ايل - بي،
وکيل بدايوں

WANTED.

Urdu Trained Mistresses for the Karachi Municipal Urdu Girls Schools on the following salary :

	Pay	Allowance	Total
1st Year (Junior)	Rs. 50/-	Rs. 10/-	Rs. 60/-
2nd Year	,, 55/-	,, 10/-	,, 65/-
3rd Year (Senior)	,, 65/-	,, 10/-	,, 75/-

The above posts are pensionable and governed by the Municipal Pension & Provident Fund Rules. The appointments will be on 2 years' contract in the first instance. Apply with full details; also age, nationality with copies of testimonials, if any. Applications should reach the Undersigned on or before 1-11-1927. Those already in service, should apply through their authorities under whom they are employed.

Sd. V. G. PRADHAN,
Administrative Officer.
SCHOOL BOARD,
KARACHI MUNICIPALITY, (I H.)

لئے ہز مجسٹی برطانیہ نے سر گلبرٹ فلکنگھم کلیٹن کو اپنا مختار قرار دے کر روانہ کیا، اور ہز مجسٹی شاہ حجاز و نجد و ملحقاتہا نے ہز ہائی نس امیر فیصل اپنے فرزند اور نائب کو اپنا مختار قرار دیا۔

" مذکورہ بالا تمہید کی بنا پر، دونوں نمائندوں کی مختاریت کے کاغذات کی صحت سے مطمئن ہوکر، ہز ہائی نس امیر فیصل بن عبد العزیز اور سر گلبرٹ فلکنگھم کلیٹن نے حسب ذیل شرطوں پر اتفاق کیا ہے:

شرط اول۔ ہز مجسٹی برطانیہ، ہز مجسٹی شاہ حجاز و نجد و ملحقاتہا کی کامل اور بے قید خود مختاری کا اعتراف کرتے ہیں۔

شرط دوم۔ ہز مجسٹی برطانیہ اور ہز مجسٹی شاہ حجاز و نجد و ملحقاتہا کے مابین امن و امان اور دوستی برقرار رہے گی۔ طرفین عہد کرتے ہیں کہ باہم خوشگوار تعلقات برقرار رکھنے کی کوشش کریں گے، اور اپنے جملہ وسائل سے سعی کرتے رہینگے کہ اپنے ملک کو ایسے غیر قانونی اعمال کے لئے مستعمل ہونے نہ دیں جو دوسرے فریق کے ملک میں امن و امان اور سکون کے مخالف ہوں۔

شرط سوم۔ ہز مجسٹی شاہ حجاز و نجد و ملحقاتہا وعدہ کرتے ہیں کہ برطانیہ کی جملہ مسلمان رعایا یا اُس کے زیر حمایت مسلمان باشندوں کے لئے فرض حج کی ادائیگی میں سہولت پیدا کریں گے، جیسا کہ باقی تمام حجاج کے لئے کرتے ہیں۔ نیز ہز مجسٹی وعدہ کرتے ہیں کہ ان لوگوں کی جان و مال کو اُن کے قیام حجاز کے دوران میں ہر طرح امنیت حاصل رہیگی۔

شرط چہارم۔ ہز مجسٹی سلطان حجاز و نجد و ملحقاتہا وعدہ کرتے ہیں کہ مذکورہ بالا حاجیوں میں سے جو لوگ اُن کی سرحدوں میں فوت ہو جائینگے اور جن کے شرعی وارث ہز مجسٹی کے ملک میں موجود نہ ہونگے، اُن کا ترکہ جدہ میں برطانوی نمائندے یا اُس کے نائب کے حوالہ کردیا جائے گا، تاکہ متوفی کے مستحق وارثوں تک پہنچا دیا جائے لیکن یہ حوالگی اس شرط کے ساتھ عمل میں آئے گی کہ پہلے ہز مجسٹی سلطان کی خاص عدالتوں کے سامنے یہ معاملہ پیش ہو جائے اور حجازی قوانین کے مطابق لازمی محصول وصول کرلیا جائے۔

شرط پنجم۔ ہز مجسٹی شہنشاہ برطانیہ، ہز مجسٹی سلطان حجاز و نجد و ملحقاتہا کی جملہ رعایا کے لئے حجازی اور نجدی جنسیت کا اعتراف کرتے ہیں جبکہ وہ ہز مجسٹی برطانیہ کے مقبوضات اور زیر حمایت ملکوں میں پائے جائیں اسی طرح ہز مجسٹی سلطان حجاز و نجد و ملحقاتہا بھی برطانیہ کی رعایا یا اُن کے زیر حمایت باشندوں کے لئے برطانوی جنسیت کا اعتراف کرتے ہیں جبکہ وہ حجاز و نجد و ملحقاتہا کے ممالک میں پائے جائیں گے۔ اس امر میں اُن بین الاقوامی قوانین کا لحاظ کیا جائے گا جو خود مختار حکومتوں کے مابین نافذ ہیں۔

شرط ششم۔ ہز مجسٹی سلطان حجاز و نجد و ملحقاتہا عہد کرتے ہیں کہ کویت، بحرین، اور ساحل عمان کے مشائخ کے حسن جوار کو ملحوظ رکھیں گے جن سے برطانیہ کے خاص معاہدات ہو چکے ہیں۔

شرط ہفتم۔ ہز مجسٹی شاہ حجاز و نجد و ملحقاتہا عہد کرتے ہیں کہ اپنے تمام وسائل سے غلامی کے سد باب میں برطانیہ کی مدد کرینگے۔

شرط ہشتم۔ معاہدہ کرنے والے فریقین پر لازم ہے کہ جلد سے جلد یہ معاہدہ نافذ کریں اور منظوری کے کاغذات ایک دوسرے کے حوالہ کر دیں۔ معاہدہ اُس دن سے نافذ ہوگا، جب منظوری کے کاغذات کا باہم مبادلہ عمل میں آجائے گا۔ معاہدہ اس تاریخ سے ۷ برس تک نافذ رہیگا۔ لیکن اگر طرفین میں سے کوئی فریق بھی ۷ سال گزرنے کے بعد ۶ مہینے پہلے سے اعلان نہ کردے گا کہ وہ معاہدہ باطل کردینا چاہتا ہے، تو اس صورت میں معاہدہ برابر نافذ رہیگا۔ معاہدہ اُسی وقت باطل ہوگا، جبکہ ۶ مہینے پہلے اُس کے ابطال کا کوئی فریق باضابطہ اعلان کردے۔

شرط نہم۔ ہز مجسٹی شاہ برطانیہ اور ہز مجسٹی سلطان حجاز و نجد و ملحقاتہا کے درمیان جو معاہدہ ۲۶ر دسمبر ۱۹۱۵ء کو ہوا تھا، جبکہ ہز مجسٹی صرف نجد کے حاکم تھے، اب وہ اس نئے معاہدے کے بعد کالعدم ہوگیا۔

شرط دہم۔ یہ معاہدہ دو زبانوں: عربی اور انگریزی میں قلم بند کیا گیا ہے۔ دونوں دستاویزوں کا درجہ بالکل مساوی ہے۔ لیکن اگر کسی عبارت کی تفسیر میں اختلاف پیدا ہو تو انگریزی دستاویز کی طرف رجوع کیا جائے گا۔

شرط یازدہم۔ یہ معاہدہ، معاہدۂ جدہ کے نام سے موسوم ہوگا۔

یہ معاہدہ جدہ میں بروز جمعہ تاریخ ۱۸ر ذی قعدہ ۱۳۴۵ ہجری مطابق ۲۰ر مئی ۱۹۲۷ء میں طے پایا"

معاہدہ جدہ پر بحث غیر ضروری معلوم ہوتی ہے۔ آپکے قارئین خود دیکھ سکتے ہیں کہ یہ معاہدہ بالکل ویسا ہی ہے جیسے معاہدے دنیا کی تمام ہم رتبہ خود مختار سلطنتوں کے درمیان ہوا کرتے ہیں۔ صرف یہی نہیں کہ سلطنت نجد و حجاز کامل طور پر خود مختار تسلیم کرلی گئی، بلکہ شرط پنجم کی رُو سے اُسے تمام بین الاقوامی حقوق بھی حاصل ہوگئے۔ نجد و حجاز کی جدید تاریخ میں یہ پہلا موقعہ ہے کہ اُن کے باشندوں کی مستقل جنسیت تسلیم کرلی گئی ہے۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ دونوں ملکوں کے تعلقات برطانیہ سے بین الاقوامی قوانین کی بُنیاد پر قائم ہوگئے، جیسا کہ اسی شرط کے آخر میں بالتصریح مذکور ہے۔ اب برطانیہ کے وہ امتیازات بھی باقی نہیں رہے جو مرحوم سلطنت عثمانیہ نے اپنے ملکوں میں اُسے بخش رکھے تھے اور جواب تک حجاز میں اور کسی حد تک نجد میں بھی برقرار تھے۔

اس معاہدے میں جابجا "سلطان حجاز و نجد و ملحقاتہا" کے لفظ آئے ہیں۔ ملحقاتہا سے مقصود وہ تمام علاقے ہیں جن پر سلطان ابن سعود کا قبضہ یا حمایت ہے۔ مثلاً ملک عسیر جو حال ہی میں اپنی رضا و رغبت سے حضرت شیخ سنوسی کے مشورہ پر، اُن کی حمایت میں آگیا ہے۔

مسئلہ اسلحہ

معاہدے کے ساتھ چند ضمیمے بھی ہیں۔ یہ بھی شایع ہوگئے ہیں۔ ایک ضمیمہ میں برطانیہ نے وعدہ کیا ہے کہ بحر احمر کو اُس بین الاقوامی قانون سے مستثنیٰ کرنے کی کوشش کرے گا، جو ہتھیاروں کی فروخت کے متعلق ہے۔ آپکے قارئین واقف ہونگے کہ یورپ کی دول عظمیٰ نے مشرقی قوموں کو کمزور رکھنے کے لئے ایک قانون بنا رکھا ہے، جس کی رُو سے بہت سے مشرقی ممالک جن میں ایران اور ممالک عرب بھی داخل ہیں، سمندر کی راہ سے اسلحہ خریدنے کے حق سے محروم کردئے گئے ہیں۔ یقیناً سلطان ابن سعود کا تمام مشرقی دنیا خصوصاً عربی ممالک پر بہت بڑا احسان ہوگا اگر ان کی کوشش سے بحر احمر اس جابرانہ قانون سے مستثنیٰ ہوجائے اگر اس کوشش میں کامیابی ہوگئی تو اس کے معنی یہ ہونگے کہ عربی ممالک کی جنگی قوت بہت بہتر ہوجائے گی۔ ایک قریبی فائدہ یہ بھی ہوگا کہ یمن، اٹلی کی حرص و طمع سے محفوظ ہوجائے گا جو اُس پر بہت جلد ہاتھ صاف کرنا چاہتا ہے۔

عقبہ و معان

ایک دوسرے ضمیمہ میں عقبہ و معان کے مسئلہ پر بھی بحث کی گئی ہے۔ یہ دونوں علاقے شریف علی نے اپنی مختصر حکومت کے زمانے میں برطانیہ کے حوالے کردئے تھے۔ سلطان ابن سعود کو اس کارروائی پر اعتراض تھا۔ اُن کا اعتراض یہ تھا کہ یہ فعل ایک مفرور حاکم کا ہے، جس کی حکومت کی بنیادیں ایک دن کے لئے بھی استوار نہیں ہوئیں، اور جسے عملاً ایک شہر (جدہ) سے زیادہ حصے پر اقتدار حاصل نہیں تھا۔ عرصہ تک برطانیہ کو اس اعتراض کی حقیقت سے انکار رہا، مگر اب اُسنے اصل اعتراض تسلیم کرلیا ہے۔ اور بحث کسی دوسرے موقعہ کے لئے ملتوی کردی ہے۔ بلاشبہ اس وقت عقبہ و معان کا مسئلہ حل نہیں ہوا، لیکن اس کے حل کے لئے راستہ کھل گیا ہے۔ ہمیں امید ہے کہ سلطان ابن سعود بہت جلد یہ دونوں علاقے برطانیہ سے واپس لے لیں گے، کیونکہ یہ حجاز کی حفاظت کے لئے از حد ضروری ہیں۔ اور حدود حجاز میں داخل ہیں۔

معاہدہ کی کامیابی کے اسباب

قلم روکنے سے پہلے چند الفاظ اُن اسباب کے بیان میں بھی ضروری ہیں جو اس معاہدہ کا موجب ہوئے ہیں۔ یہ حقیقت تمام دُنیا پر روشن ہے کہ برطانیہ مدت سے کوشاں ہے کہ کسی طرح پُورے عرب خصوصاً حجاز پر قابو حاصل کرلے۔ شریف حسین کے ساتھ اُس کے معاہدے اور اب اٹلی کے ساتھ سمجھوتہ اس حقیقت کا تازہ ثبوت ہے۔ تاہم وہ ایکبار پھر مجبور ہوگیا کہ ایسا ایک معاہدہ منظور کرلے جو اُس کی پرانی آرزوؤں کے صریح خلاف ہے۔

اس کے تین اہم سبب ہیں:

(۱) سلطان ابن سعود نے پچھلے چند سالوں کے اندر غیر معمولی قوت حاصل کرلی ہے۔ فتح حجاز کے بعد عسیر کی حمایت نے انھیں عرب کا ایسا طاقتور حکمراں بنا دیا ہے کہ برطانیہ آسانی سے مغلوب نہیں کرسکتا عرب کی سرزمین پر اچانک اتنی بڑی قوت کے ظہور نے برطانیہ کو مجبور کردیا کہ یا تو عرب کے ساتھ منصفانہ برتاؤ کرے، یا مدت تک کے لئے عرب میں اپنے تجارتی و سیاسی مفاد سے ہاتھ دھولے۔ سلطان ابن سعود کو ناخوش کرنے کا نتیجہ اس کے سوا اور کچھ نہیں ہوسکتا تھا کہ ایک طرف وہ عراق کی طرف بڑھیں، دوسری طرف شرق اردن پر نظر ڈالیں اور تیسری طرف خلیج فارسی کے نیم برطانی علاقوں پر حملہ آور ہوجائیں عرب کے حالات سے واقفیت رکھنے والے بخوبی جانتے ہیں کہ عراق، شرق اردن، اور خلیج فارسی کے اکثر عرب علاقوں میں تمام بدوی آبادیاں سلطان ابن سعود کے زیر اثر ہیں، اور قریب قریب، نجدی دعوت قبول کرچکی ہیں۔ سلطان کا ایک اشارہ ان ممالک میں قیامت برپا کردے سکتا ہے۔ برطانیہ کی قوت کتنی ہی عظیم ہو، مگر وہ اتنا نادان نہیں ہے کہ بیٹھے بٹھلائے یہ تمام بلائیں اپنے سر نازل کرلے لہذا اُس کی مصلحت یہی تھی کہ سلطان ابن سعود سے تعلقات خوشگوار رکھے اور ان کی کامل خود مختاری کے خلاف کوئی جذبہ ظاہر نہ ہونے دے۔

(۲) شام کی حکمرداری نے عربی ممالک میں فرانس کو برطانیہ کا رقیب بنا دیا ہے۔ یہ معلوم ہے کہ یورپ میں برطانوی سیاست نے فرانس کو سخت شکست دی ہے۔ اور اُسے اُس کے تمام دوستوں سے محروم کرکے لاچار کردیا ہے۔ فرانس اس سبب برطانیہ پر دانت پیس رہا ہے اور مشرق میں اُس سے انتقام لینے پر تُل گیا ہے۔ چنانچہ وہ ایک طرف چین میں برطانیہ کی مخالفت کررہا ہے، دوسری طرف عرب میں سلطان ابن سعود سے راہ و رسم پیدا کررہا ہے۔ برطانیہ نے محسوس کرلیا تھا کہ اگر اُسنے اس موقعہ پر ذرا سی بھی غفلت کی تو بہت ممکن ہے، فرانس اُس پر بازی لے جائے۔

(۳) بالشویک روس نے پچھلے دنوں عرب سے بہت دلچسپی ظاہر کی تھی۔ ان کا خیال تھا کہ بالشویک دعوت کا ایک مرکز حجاز میں بھی قائم کردیں، تاکہ یہاں سے دُنیا بھر کے مسلمانوں میں اُس کی اشاعت ہوسکے۔ برطانیہ، اسوقت روس سے از حد خائف ہے۔ اُس کا یہ ارادہ معلوم کرکے بالکل بدحواس ہوگیا، اور بے تحاشا کوشش شروع کردی کہ دوستانہ معاہدہ منعقد ہوجائے۔ معاہدہ کی دوسری شرط کا تعلق غالباً اسی چیز سے ہے۔

غالباً اس تفصیل کے بعد معاہدۂ جدہ پوری روشنی میں آجائے گا اور اس کے فہم میں کسی کو غلط فہمی نہ ہوگی۔ آئندہ مکتوب میں اُن اصلاحات پر بحث کروں گا جن کا اسوقت حجاز میں اجرا در پیش ہے۔

* * *

حال ہی میں ڈاکٹری کی سند حاصل کی تھی، اور میرے قریب رہتا تھا وہ بھی میرے ساتھ روحانی جلسے میں شریک تھا۔

میں بے تحاشا اُس کے گھر کی طرف روانہ ہوگیا۔ اُس کا کمرہ مکان کی سب سے اونچی منزل پر واقع تھا۔

لیکن میں ابھی زینے ہی پر تھا، کہ اوپر سے خوفناک شور سنائی دیا۔ ایسا معلوم ہوا، جیسے کوئی آدمی بدحواسی سے اِدھر اُدھر دَوڑ رہا ہے۔ اور زور زور پاؤں زمین پر مار رہا ہے۔

فوراً ہی ایک دہشت ناک آواز میرے کانوں میں آئی:

" مدد! مدد! دَوڑو! دَوڑو!"

اور اس کے ساتھ ہی ایک شخص اوپر سے بے تحاشا گرتا ہوا مجھ سے ٹکرایا۔

" سارون! سارون! دوست! تم ہو؟ کیا ہوا؟" میں بے اختیار چلّا اُٹھا۔ کیونکہ یہ شخص میرا دوست سارون ہی تھا۔

زینے پر دھندلی روشنی تھی۔ سارون نے آتے ہی دیوانہ وار میرے مونڈھے پکڑ لئے۔ وہ تمام بدن سے کانپ رہا تھا۔ چہرہ زرد تھا۔ آنکھیں عجیب قسم کی وحشت ظاہر کر رہی تھیں!

" سارون!" میں پھر چلّایا۔

" ریکیموف!" اُس کی لرزتی ہوئی آواز بلند ہوئی " ریکیموف! تم ہو تم؟ کیا واقعی تم ہی ہو؟"

اُسنے مجھے بغور دیکھا اور لمبی سانس لی۔

" یہ تمھیں کیا ہوگیا ہے؟ مُردے کی طرح پیلے پڑ گئے ہو۔ اُف، تمھاری صورت کیسی ڈراؤنی ہو رہی ہے؟ خدارا بتلاؤ کیا ہوا؟" اُسنے مجھے بغور دیکھ کر کہا۔

" اور یہ تمھاری حالت کیا ہو رہی ہے؟ بالکل مُردہ معلوم ہوتے ہو!" میرا جواب تھا۔

" ٹھہرو" اُسنے جلدی سے کہا " ذرا دَم لینے دو۔ آہ میں اس وقت تم سے ملکر کتنا خوش ہوا ہوں؟ جان جاتے جاتے بچی۔ محاضراتِ ارواح کے جلسوں پر خدا کی لعنت! علم الارواح پر ہزار لعنت! اُس جلسے نے نہیں معلوم میرے لئے کیسی کیسی ہولناک چیزیں پیدا کردی ہیں؟ کیا تم یقین کروگے کہ جونہی میں اپنے کمرے میں داخل ہوا... اُف کیسا ڈراؤنا منظر! میں نے دیکھا، کمرے کے عین وسط میں ایک تابوت رکھا ہے"!

مجھے اپنے کانوں پر یقین نہ آیا۔ یہ تو بعینہٖ خود میری سرگزشت تھی۔ میں نے چیخ کر پوچھا:

" تابوت! کیا کہتے ہو؟ تابوت!"

اُسنے صاف لفظوں میں کہا " تابوت! ایک حقیقی تابوت! میں بُزدل نہیں ہوں۔ لیکن اس منظر سے تو شیطان بھی بے ہوش ہو جائیگا"

میں پھر خوف سے کانپنے لگا۔ میں نے بمشکل اپنے دونوں مشاہدے اُس سے بیان کردئیے۔ میں نے کہا " خدایا! عجیب طرح کی ہولناکی! میں نے اپنے کمرے میں تابوت دیکھا۔ اپنے دوست کے کمرے میں تابوت دیکھا۔ اور اب تم کہتے ہو کہ تم نے بھی اپنے کمرے میں تابوت دیکھا ہے......"

(۶)

ہم دونوں مکان کی چوکھٹ پر کھڑے ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔ ہم دونوں مبہوت تھے۔ ہمیں خیال ہوا، شاید ہم سو رہے ہیں۔ یہ شبہ بیک وقت دونوں کے دماغ میں گزرا، اس لئے ایک دوسرے کو مُکّے مارنے لگے تاکہ معلوم کرلیں، ہم واقعی جاگ رہے ہیں یا عالم خواب میں ہیں!

" نہیں، ہم خواب میں نہیں ہیں" سارون نے کہا " ہم مُکّے کی چوٹ محسوس کرتے ہیں۔ ضرور جاگ رہے ہیں۔ ہم نے جو تابوت دیکھے ہیں یقیناً وہ تابوت ہی ہیں۔ ہمارا وہم و خیال نہیں ہے۔ اب بتلاؤ، کیا کریں؟"

ہم اب مکان کی سیڑھی پر آکے کھڑے ہوگئے، اور دیر تک سوچتے رہے، کیا کرنا چاہئے؟ آخر طے ہوا کہ ہمت کرکے اوپر چلیں، اور نوکر کو جگا کر کمرے میں جائیں۔

(۷)

نوکر ہاتھ میں شمع لئے اندر گیا۔ ہم پیچھے پیچھے چلے۔ واقعی کمرے کے عین وسط میں ایک تابوت رکھا تھا۔ اُس پر سفید ریشمین چادر پڑی تھی کناروں پر سونے کے تاروں کا کام تھا۔ جابجا چاندی کے پھول کڑھے تھے!

تابوت دیکھ کر نوکر نے اپنے سینہ پر صلیب کا نشان بنایا۔

"اب ہم حقیقت معلوم کرلے سکتے ہیں" میرے دوست نے رُک رُک کر کہا، کیونکہ وہ پورے جسم سے کانپ رہا تھا " دیکھنا چاہئے معاملہ کیا ہے؟ تابوت خالی ہے، یا اُس میں کوئی لاش بھی ہے؟"

بڑے پیش و پس کے بعد سارون نے ہمت کی۔ چند قدم آگے بڑھا، اور تابوت کا ڈھکنا اُلٹ کر پیچھے ہٹ گیا۔

ہم نے جھک کر دیکھا۔ تابوت بالکل خالی تھا۔ نعش کی جگہ ایک لفافہ پڑا تھا!

(۸)

میرے دوست نے لفافہ اُٹھا لیا، اور کانپتے ہوئے ہاتھوں سے کھولا۔ اُس کے اندر حسب ذیل سطریں مرقوم تھیں:

" میرے پیارے دوست سارونوف!

" تمھیں معلوم ہے ہماری مالی حالت کس درجہ بگڑ چکی ہے۔ مختصر لفظوں میں واقعہ یہ ہے کہ میرا بھائی دیوالیہ ہوگیا ہے۔ کل اُس کا تمام سامان نیلام ہو جائے گا۔ تم جانتے ہو، اُس کی دکان میں تابوتوں کے سوا کچھ نہیں ہے (کیونکہ شہر بھر کے لئے وہی تابوت مہیا کرتا ہے) اب ہمارے لئے فقر و فاقہ کے سوا کچھ باقی نہیں رہا۔ ہمارے خاندان نے مشورے کے بعد طے کیا ہے کہ جتنے تابوت بھی راتوں رات نکالے جا سکتے ہیں، نکال دئیے جائیں تاکہ وہ نیلام سے بچ جائیں۔ چنانچہ اپنے تمام دوستوں کے یہاں ایک ایک تابوت بھیجدیا ہے۔ ایک تابوت تمھارے یہاں بھی رکھوا دیتے ہیں۔ تم مطمئن رہو، ایک ہفتے سے زیادہ تمھیں اسکی حفاظت نہیں کرنی پڑے گی، اور ہم اسکے لئے تمھارے اور تمام دوستوں کے نہایت شکرگزار رہیں گے۔"

تمھارا مخلص "ایوان گودین"

(۹)

اس واقعہ کے بعد تین مہینے تک میں اپنے اعصاب کا علاج کرتا رہا۔ اب تک یہ حالت ہے کہ جب کبھی شام کو گھر لوٹتا ہوں، تو دروازے پر خوف سے ٹھٹک جاتا ہوں۔ کمرے میں تابوت کا منظر یاد آجایا کرتا ہے۔

برید شرق

مکتوب حجاز

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم جدّہ کے قلم سے)

معاہدہ جدّہ

قارئین الہلال واقف ہوں گے کہ نجد اور برطانیہ کے مابین ۱۹۱۵ء میں ایک معاہدہ منعقد ہوا تھا۔ اس معاہدے میں بعض دفعات ایسی تھیں جن سے نجد کی خود مختاری پر پابندیاں عائد ہوتی تھیں۔ مثلاً اسمیں ایک شرط یہ تھی کہ حکومت نجد، برطانیہ کے سوا کسی دوسری سلطنت سے سیاسی گفت و شنید نہیں کرے گی اور نہ تجارتی و اقتصادی تعلقات قائم کرے گی۔ یا یہ کہ سلطان نجد، حجاز کی طرف پیشقدمی نہیں کرینگے اس کے معاوضہ میں برطانیہ نے وعدہ کیا تھا کہ خارجی حملوں سے انکے مقبوضات کی حفاظت کرے گا۔

اگرچہ سلطان ابن سعود نے کبھی برطانیہ کو اپنے ملک میں مداخلت کا موقع نہیں دیا، تاہم بیرونی دُنیا میں حالات سے بے خبر لوگوں کو معاہدے کی شرطیں دیکھکر شبہ ہوتا تھا کہ نجد، برطانیہ کی حمایت اور سرپرستی میں ہے۔

دراصل ۱۹۱۵ء کا معاہدہ جنگ عظیم کے خاص حالات کا نتیجہ تھا۔ سلطان کو برطانیہ اور اُس کے اتحادیوں، خصوصاً شریف حسین کی طرف سے سخت خطرے درپیش تھے۔ جرمنی اور ٹرکی سے کوئی مدد نہیں مل سکتی تھی۔ اس لئے مجبور ہو کر اُنھوں نے یہ معاہدہ منظور کرلیا تھا لیکن جنگ کے چند ہی سال بعد وہ اس سے بے پروا ہوگئے، اور فرانس سے تجارتی تعلقات قائم کرلئے۔ اسی قدر نہیں بلکہ حجاز پر بھی یورش کردی، اور برطانیہ کے پروردہ اقتدار شریف حسین اور اس کے خاندان کو خارج کردیا!

اب گویا عملاً کوئی معاہدہ بھی نجد اور برطانیہ کے درمیان موجود نہ تھا۔ حالات میں انقلاب عظیم واقع ہوچکا تھا، اور اس لئے جدید معاہدے کی ضرورت تھی۔ چنانچہ اس کے لئے گذشتہ ماہ مئی سنہ ۲۷ء گفت و شنید شروع ہوگئی اور اب ۲۲ ستمبر سنہ رواں کو تکمیل کے بعد اعلان ہوگیا ہے۔

اصلی معاہدے کا لفظی ترجمہ حسب ذیل ہے:

" ہز مجسٹی شاہ برطانیہ، آئرلینڈ، برطانی مقبوضات ماوراء البحر اور شہنشاہ ہندوستان نے ایک جانب سے، اور ہز مجسٹی شاہ حجاز و نجد و ملحقاتہا نے دوسری جانب سے، اپنے باہمی دوستانہ تعلقات کے استحکام اور اپنے مصالح کی حفاظت کے خیال سے عزم کیا ہے کہ باہم دوستی اور حسن تفاہم کا ایک معاہدہ منعقد کریں۔ چنانچہ اس غرض کے

سینہ میں چھپالے، اور وقتِ مناسب کی منتظر ہے۔ علی حیدر بے کو خود نوشتہ سوانح عمری کا جو مسودہ اپنی والدہ سے ملا تھا، وہ ناتمام تھا، اور کچھ پتہ نہیں چلتا تھا کہ اصل میں ناتمام تھا، یا اس کے بقیہ اوراق ضائع ہوگئے تھے۔ اعلان دستور کے بعد یکایک یہ خبر ترکی اخبارات میں چھپی کہ "وصفی آفندی مدیر اوراق (ریکارڈ کیپر) طائف نے ۳۰ برس کے بعد، طائف کے ایک باغ بیرونِ شہر سے وہ آہنی صندوق نکالا ہے، جس میں مدحت پاشا کی خود نوشتہ کتاب محفوظ تھی۔ وصفی آفندی نے مدحت پاشا کے قتل کے بعد ۱۵۔ ذی قعدہ سنہ ۱۳۰۲ھ کو زمین میں دفن کر دیا تھا"

وصفی آفندی نے یہ صندوق علی حیدر بے کے حوالہ کر دیا۔ تحقیقات سے معلوم ہوا کہ مدحت پاشا نے اپنی کتاب مکمل کر لی تھی، اور احتیاطاً اس کی دو نقلیں بھی، اپنے رفیق حبس شیخ خیر اللہ آفندی (سابق شیخ الاسلام) سے کرائی تھیں تاکہ اگر اصل نسخہ محفوظ نہ رہ سکے تو اس کی نقل موجود رہے۔ اصل نسخہ کا ابتدائی حصہ بدفعات سمرنا بھیجدیا گیا، بقیہ اجزاء ابھی نہیں بھیجے گئے تھے کہ ۱۲ رجب سنہ ۱۳۰۱ ہجری کی وہ ہولناک رات آگئی جو مرحوم اور اُس کے ساتھی محمود پاشا داماد کے قتل کی رات تھی۔ اس طرح مرحوم کو بقیہ اوراق بھیجنے کا موقعہ نہیں ملا۔ یہ اوراق قتل کے بعد قید خانہ کے حکام کو مل گئے تھے اور قسطنطنیہ بھیج دیئے گئے تھے۔ لیکن اُن کی دو نقلیں خیر اللہ آفندی کے پاس رہ گئی تھیں۔

خیر اللہ آفندی نے کوشش کی کہ کسی طرح یہ دونوں نسخے کسی محفوظ مقام پر پہنچ جائیں۔ اُسنے ایک نسخہ اپنے معتمد دوست کمال آفندی شیخ تکیہ آستانہ تک پہنچا دینے کے لئے ایک شخص مصطفےٰ آفندی نامی کے سپرد کیا، اور دوسرا طائف کے ڈاکٹر فخری بے کو دے دیا۔ پہلا نسخہ کمال آفندی تک پہنچ سکا اور مصطفےٰ آفندی کا انتقال ہوگیا۔ لیکن دوسرا نسخہ ڈاکٹر فخری نے وصفی آفندی مدیر اوراق طائف کے سپرد کر دیا۔ وصفی آفندی مدحت پاشا کی جماعت سے ہمدردی رکھتا تھا اور دل سے اصلاح پسند تھا۔ اُسنے اس امانت کی قدر کی، اور ایک آہنی صندوق میں بند کر کے شہر کے باہر دفن کر دیا۔

مدحت پاشا کی خود نوشتہ سوانح عمری

علی حیدر بے انقلاب کے بعد قسطنطنیہ آگیا تھا۔ اُسنے اس مسودہ کا پچھلے مسودہ سے مقابلہ کیا، اور ترکی میں ایک نئی کتاب مرتب کر کے سنہ ۱۹۰۸ء میں شائع کر دی۔ یہ مدحت پاشا کی سرگزشت حیات کا مکمل مجموعہ ہے۔ اس میں اس کی خود نوشتہ سوانح عمری ہے، قید خانۂ طائف کے تمام خطوط ہیں، اصلاح نظام حکومت کی تمام یادداشتیں ہیں، اور آخر میں چند ضمیمے ہیں جن سے کتاب کے بعض تفصیل طلب مقامات کی مزید تشریح ہو جاتی ہے۔

علی حیدر بک اس مجموعہ کے دیباچہ میں لکھتا ہے:

"ایک ایسے موقعہ پر جبکہ میری قوم قیام دستور کی یادگار منا رہی ہے (جولائی سنہ ۱۹۰۸ء) میں اپنے والد مرحوم کی خود نوشتہ سوانح حیات کا ہدیہ اُس کے سامنے پیش کرتا ہوں، اور امید کرتا ہوں کہ یہ عبرت و موعظت کا ذریعہ ہوگا!

"جب ہمارا وطن عزیز اپنی صدہا سالہ عظمت و شوکت کی بلندیوں سے تنزل کے قعرِ ذلت میں گر رہا تھا، اور عدل و نظام کے فقدان نے امید و مراد کے تمام دروازے بند کر دیئے تھے، تو اُسوقت ان اوراق کا مصنف ملک و ملت کی خدمت کے لئے اُٹھ کھڑا ہوا اور اپنی زندگی کے کامل ۴۰ سال اس راہ میں بسر کر دیئے۔ یہاں تک کہ اسی کی راہ میں اپنی جان عزیز بھی قربان کر ڈالی!

"میرے والد نے یہ اوراق قلعۂ طائف کے قید خانہ میں اُسوقت لکھے تھے، جبکہ وہ خونی مجرموں کی طرح ایک تنگ کوٹھری میں مقید رکھا تھا، اور شقی و جفا جو پاسبانوں کی نگاہیں ہر وقت اُس پر لگی رہتی تھیں۔ مسودہ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس کا اکثر حصہ ایک ایک دو دو سطر کر کے، مختلف اوقات میں لکھا گیا ہے، اور بہت سے مقامات میں ناتمام جملوں اور لفظوں پر قلم کی کشش رُک گئی ہے۔ وہ قلم اور کاغذ فرش کے نیچے چھپا کر رکھ دیا کرتے تھے، اور جب کبھی پاسبانوں کی نگاہوں سے مہلت ملتی تھی، لکھنے میں مشغول ہو جاتے تھے۔ اکثر اوقات ایسا ہوتا کہ پوری دو سطریں بھی نہیں لکھنے پاتے تھے کہ کسی آدمی کی آہٹ سنائی دیتی، یا باہر سے باتوں کی آواز آنے لگتی، اور وہ قلم کاغذ چھپا دینے پر مجبور ہو جاتے!

"عین اُس حالت میں بھی جبکہ موت سامنے تھی، زندگی و راحت کے تمام وسائل مفقود ہو چکے تھے، ضعف پیری اور امراض کے آلام سے قویٰ معطل ہو رہے تھے، اور ایک جابر و مستبد پادشاہ اور اُس کے رذیل اور جرائم پیشہ حکّام ہر آن اُس کے انفاسِ حیات کم کرنے کے درپے ہو رہے تھے، وہ اپنی قوم اور ملت کی خدمت سے بےفکر نہیں ہوا، اور محض اس امید موہوم سے کہ شاید اُس کے لکھے ہوئے اوراق کبھی وقت قوم کی نظروں تک پہنچ جائیں، اُسنے اپنی زندگی کے تمام تجارب و افکار قلمبند کر دیئے۔ عین اُسوقت جبکہ عبد الحمید اُس کی موت کے وسائل پر غور کر رہا تھا، وہ قید خانہ کی کوٹھری کے اندر اُن وسائل کے قلمبند کرنے میں مشغول تھا جن کے ذریعہ عبد الحمید کا عرش مملکت موت کے خطرات سے نجات پا سکتا تھا!

"میرے والد نے یہ کتاب قید خانہ میں لکھی، اور اس کا ایک حصہ سمرنا میں اپنے اہل و عیال کے پاس بھجوا دیا۔ یہ ابتدائی حصہ اور بعض خطوط مجھے اپنی والدہ مرحومہ سے ملے تھے، اور میں نے اُنھیں ایک مقدس تذکار سمجھ کر محفوظ رکھا تھا۔ چند سال پیشتر میں نے یورپ میں جو کتاب مرحوم کے دقائق حیات پر شائع کی تھی، وہ انہی اوراق سے مرتب کی گئی تھی۔

"یہ اُس شخص کا اثر ہے جسے ۱۲۔ رجب سنہ ۱۳۰۱ ہجری کو رات کے ۶ بجے (یعنے انگریزی گھڑی کے حساب سے بارہ بجے) عبد الحمید کے حکم سے قید خانۂ طائف میں گلا گھونٹ کر ہلاک کر ڈالا گیا۔ اس لئے ہلاک کر ڈالا گیا، کہ وہ ظلم و استبداد کا مخالف تھا، اور عدل و دستور کا داعی تھا۔ آج جبکہ تمام مملکت عثمانیہ قیام دستور کے یادگار کی خوشیاں منا رہی ہے، بیجا نہیں اگر میں یہ اُمید کروں کہ دستور عثمانی کے اس شہید کی یاد ہر فرد قوم کے دل میں تازہ ہو جائے!"

سوانح حیات

مدحت پاشا کی اسی خود نوشتہ سوانح عمری سے ہم مختصراً اُس کے حالات نقل کرتے ہیں۔ اس کے بعد اُن خطوط کا ترجمہ درج کرینگے جو قلعۂ طائف سے بھیجے گئے تھے۔

ابتدائی تعلیم

مدحت پاشا ابن قاضی حاجی حافظ محمد اشرف

صفر سنہ ۱۲۳۸ھ میں بہ مقام قسطنطنیہ پیدا ہوا۔ والدین نے احمد شفیق نام رکھا تھا۔ دس برس کی عمر میں قرآن مجید حفظ کر لیا اور حافظ شفیق کہلانے لگا۔

سنہ ۱۲۴۹ھ میں اس کے والد علاقۂ لودین کے قاضی مقرر ہوگئے۔ یہاں اسنے لکھنا سیکھا، اور ایک برس بعد جب وہ واپس ہوا، تو عاکف پاشا وزیر خارجیہ کے حکم سے دیوان ہمایونی میں داخل کر لیا گیا۔ یہاں اُسنے اُس رسم الخط کی مشق کی جو اس محکمہ کے لئے خاص ہے۔ اس محکمہ کی تعلیم گاہ کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ وہ اپنے تمام فارغ التحصیل طلبا کو ایک علحدہ نام یا لقب دے دیا کرتی تھی۔ چنانچہ اُسنے حافظ شفیق کے لئے بھی ایک نیا نام تجویز کیا۔ یہ "مدحت" تھا، اُس دن سے "شفیق" کی جگہ "مدحت" کے نام سے پکارا جانے لگا۔

سنہ ۱۲۵۱ھ میں اس کے والد علاقۂ توفجہ کے قاضی مقرر ہوئے۔ مدحت بھی ساتھ گیا اور تعلیم حاصل کرتا رہا۔ اُس کے والد چونکہ فارغ التحصیل عالم تھے، اس لئے شروع ہی سے اسے فارسی، عربی، اور دینی علوم کی تعلیم دی گئی۔ توفجہ سے واپس آنے کے بعد اُس نے آستانہ کی تاریخی مسجد "جامع فاتح" میں دینی علوم کی تکمیل کی اور فارسی زبان میں بھی کامل مہارت حاصل کر لی۔

جب سنہ ۱۲۵۴ھ میں حکومت نے "مدرسہ عرفانیہ" جاری کیا اور منتخب ہونہار طالب علم اُس میں داخل کئے گئے، تو اُن میں ایک مدحت آفندی بھی تھا۔ لیکن اُس نے جلد دیکھ لیا کہ اس مدرسہ کے طالب علم اُس کے برابر قابلیت نہیں رکھتے، اور تعلیم بھی بہت معمولی درجہ کی ہے، اس لئے برداشتہ خاطر ہو کر چھوڑ دیا۔

عملی زندگی

سنہ ۱۲۵۸ھ میں اُسنے اپنی تعلیم ختم کر لی۔ مگر اُس کی عملی زندگی، اِس سے بہت پہلے سے شروع ہو چکی تھی۔ وہ کم عمری ہی سے سرکاری دفاتر میں ملازم ہوگیا تھا۔ دفتر کا کام بھی انجام دیتا اور تعلیم بھی جاری رکھتا۔

لیکن سنہ ۱۲۵۹ھ میں اُسنے خالص عملی زندگی میں قدم رکھا۔ ۲۵۰۰ قرش تنخواہ پر اُسے ایک مستقل جگہ مل گئی۔ یہ ولایت شام میں سرکاری کاغذات کی تحریر کی جگہ تھی۔ دو تین برس تک اسی جگہ پر مامور رہا۔ پھر سنہ ۱۲۶۱ھ میں سامی پاشا والی قونیہ کے دفتر میں لے لیا گیا۔ سنہ ۱۲۶۳ھ میں اسی والی کے ساتھ صوبۂ قسطمونی میں گیا۔ سنہ ۱۲۶۴ھ میں قسطنطنیہ واپس آیا اور اسی زمانہ میں اُس کی شادی ہوئی۔ اس کے بعد اُسے وزیر اعظم کے دفتر میں انشاء و کتابت کی معزز جگہ مل گئی۔ اس جگہ کے ملجانے سے اُسپر اعلیٰ اور مرکزی مناصب کا دروازہ کھل گیا۔ اور وہ حکومت کے ممتاز اور ذمہ دارانہ مناصب پر مامور ہونے لگا۔

تفتیش (انسپکشن)

سنہ ۱۲۶۷ میں حلب شام کے جنگی خانے میں سخت بدنظمی پیدا ہوئی۔ حتیٰ کہ خزانۂ حکومت کے ۲۰ تھیلے غائب ہوگئے۔ اس معاملہ کی تفتیش کے لئے مدحت آفندی بھیجا گیا۔ اُسے خفیہ طور پر ہدایت کی گئی تھی کہ عربی ممالک کے سپہ سالار اعظم محمد پاشا قبرصلی کے طرز عمل کی بھی تحقیقات کرے۔ ۶ مہینے کی محنت کے بعد اُسنے ثابت کر دیا کہ نقدی کے ۲۰ تھیلے نہیں، بلکہ ۵ ہزار تھیلے چوری ہوگئے ہیں۔ چور کا بھی پتہ چلا لیا، اور اُس سے ایک ہزار ۴۰۰ تھیلے وصول کر لئے۔ نیز ناقابل رد دلائل سے ثابت کر دیا کہ سپہ سالار نے قوم دروز کے معاملے میں سخت غلطیاں کی ہیں۔

مجلس والا کی صدارت

وزیر اعظم رشید پاشا نے مدحت آفندی کی اس خدمت کی بہت تعریف کی۔ عرب کا سپہ سالار معزول کر دیا گیا۔ اور مدحت کو سنہ ۱۲۶۹ھ میں مجلس والا کا صدر مقرر کیا گیا۔ یہ منصب اُس کی فطری اور غیر معمولی انتظامی قابلیت کے ظہور کے لئے ہر طرح موزوں تھا۔ تھوڑے ہی عرصہ کے اندر اس کی قابلیتوں کے ایسے نمایاں ثبوت ملے کہ وہ رشید پاشا، عالی پاشا، رشدی پاشا وغیرہ ارکان سلطنت کا معتمد علیہ بن گیا۔ چنانچہ جب مسئلہ کریمیا کے حل کرنے کے لئے روسی پرنس منچیکوف قسطنطنیہ آیا، تو معاہدوں کی تحریر اسی کے سپرد کر دی گئی جو بہت بڑی ذمہ داری کا کام تھا۔

ارکان حکومت سے مخالفت

اب ترقی کرتے کرتے، مدحت آفندی اناطولی میں کاتب ثانی کے عہدے پر پہنچ گیا تھا۔ سنہ ۱۲۷۰ھ میں محمد پاشا قبرصلی، وزیر اعظم مقرر ہوا

تاریخِ شرقِ جدید کی تاریخی شخصیتیں

مدحت پاشا

شہید حریت و دستور

(۱)

ترکی اصلاح و تجدد کی تحریک سلطان محمود مصلح کے زمانے میں شروع ہوئی، اور سلطان عبد العزیز کے عہد میں مصطفیٰ فاضل پاشا کے ہاتھوں اُس کی پہلی جماعت کی بنیاد پڑی۔ تاہم یہ محض ابتدا تھی۔ تحریک کے قیام و ترقی کے لئے ضرورت تھی کہ کوئی ایسی اولو العزم شخصیت نمودار ہو جو اپنی قربانی کے خون سے اس نئی تخم ریزی کی آبیاری کر سکے۔ اصلاح و تغیر کی تحریک، اس آبیاری کے بغیر کبھی نشوونما نہیں پا سکتی۔

ترکی اصلاح کا پہلا فکری عنصر مصطفیٰ رشید کی شخصیت میں نمایاں ہوا تھا، لیکن اُسے سلطان محمود اور سلطان عبد المجید جیسے اصلاح پسند فرمانروا ملے، اور اس لئے اُس کی اصلاح پسندی آزمائش کی جگہ مزید قبولیت کا باعث ہوئی۔ فواد پاشا اور عالی پاشا بھی مصلحانہ افکار رکھتے تھے، لیکن وہ کوئی عملی قدم نہ اُٹھا سکے۔ اس لئے اُنکے لئے کوئی آزمائش پیدا نہ ہو سکی۔ مصطفیٰ فاضل پاشا نے بلاشبہ نیا قدم اُٹھایا، اور "لائحۂ اصلاحیہ" پیش کر کے اپنے لئے خطرات پیدا کر دیئے تاہم معاملہ اس سے آگے نہ بڑھا کہ جلا وطن ہو گیا۔ یا مصر کی حکومت و خدیویت سے محروم ہو جانا پڑا۔ پس جہاں تک تحریک کی ابتدائی نشوونما کا تعلق ہے، اب تک کوئی شخصیت ایسی نمایاں نہیں ہوئی تھی جسے اس راہ میں جانفروشی و قربانی کی منزل سے گزرنا پڑا ہو۔ یہ منزل ایک اولو العزم شخصیت کے ظہور کی منتظر تھی۔ یہ اولو العزمی مدحت پاشا کی شخصیت میں ظاہر ہو گئی۔ مدحت پاشا اس راہ کا پہلا قتیل و شہید ہے۔ اُس کے خون نے وہ آبیاری بہم پہنچا دی، جس کے بغیر یہ تخم انقلاب بارآور نہیں ہو سکتا تھا!

مدحت پاشا اور عبد الحمید

سلطان عبد الحمید کی پُر فریب حکمت عملیوں نے واقعات و حقائق پر ایسے پردے ڈال دیئے تھے کہ مدتوں تک دُنیا کی نگاہیں دھوکا کھاتی رہیں۔ اور مدحت پاشا کی شخصیت نمایاں نہ ہو سکی۔ مدحت پاشا اور اُسکے ساتھیوں کے خلاف جب مقدمہ قائم کیا گیا، اور اُسے سلطان عبد العزیز کے قتل کی سازش کے انکشاف سے تعبیر کیا گیا، تو دُنیا نے بغیر کسی شک کے قبول کر لیا۔ کیونکہ نہ تو مدحت پاشا کی مصلحانہ حیثیت اور اعمال کی دنیا کو خبر تھی اور نہ ترکی میں کوئی ایسی قومی طاقت پیدا ہوئی تھی جو اصلیت کا اظہار کر سکتی۔ سر ہنری ایلیٹ (انگریزی سفیر متعینۂ قسطنطنیہ) نے ۱۸۸۸ء میں جب اپنی یادداشت شائع کی، اور مدحت پاشا کو بے قصور ظاہر کیا، تو خود انگلستان میں بہت کم لوگوں نے اسے باور کیا۔ عام طور پر خیال کیا گیا کہ سر ہنری اپنی ذاتی دوستی کا جو اُس میں اور مدحت پاشا میں تھی، حق ادا کر رہا ہے۔ جہاں تک شرقی اور اسلامی ممالک کا تعلق ہے، اُس وقت نہ تو لوگوں میں اس قسم کے معاملات سمجھنے کی استعداد پیدا ہوئی تھی اور نہ عام طور پر دلچسپی لی جاتی تھی۔ ہندوستان میں اُس وقت جس قدر اُردو اخبار نکلتے تھے، سب نے مدحت پاشا کے مقدمہ کو "باغیوں" کے مقدمہ سے تعبیر کیا تھا۔ اُس زمانے کے بعض اخبارات کے فائل ہماری نظر سے گزرے ہیں۔ کلکتہ کے "اُردو گائیڈ" اور لاہور کے "انجمن پنجاب" نے "باغی مدحت پاشا" کی سزایابی کی خبریں شائع کی تھیں!

مقدمہ کے بعد مدحت پاشا طائف کے قلعہ میں قید کر دیا گیا۔ اور کچھ دنوں بعد گلا گھونٹ کر مار ڈالا گیا۔ اُس وقت دُنیا اس مظلوم کو بالکل بھلا چکی تھی۔ اصلاح پسند ترکوں کے سوا جو یورپ میں منتشر ہو چکے تھے، کوئی جماعت ایسی نہ تھی جسے حقیقتِ حال کا علم ہو، یا اس کی شخصیت میں دلچسپی رکھتی ہو۔

یلدز کی دعایہ

برسوں پر برس گزر گئے، اور اس قتیل ظلم و استبداد کی ہولناک موت کی حقیقت دنیا کی نظروں سے پوشیدہ رہی۔ قسطنطنیہ میں عہد حمیدی کے تمام مستبدانہ اعمال اپنی پوری سرگرمی کے ساتھ شروع ہو چکے تھے مدحت پاشا اور اسکے رفقا کا نام لینا ایسا ہی ناقابل معافی جرم تھا، جیسا "اصلاح" اور "دستور" یا "پارلیمنٹ" کا نام لینا۔ کئی کتابوں کی اشاعت محض اس بنا پر صیغۂ احتساب نے (جو "نظارۂ معارف" کے نام سے قائم کیا گیا تھا) روک دی کہ اُنکے مصنفین کا نام بھی مدحت تھا۔

مدحت پاشا کے اعمالِ حیات کو دُنیا کی نظروں میں مذموم ثابت کرنے کے لئے ترکی اور ترکی سے باہر بے شمار اہل قلم کی خدمات خرید لی گئی تھیں اور وہ تھوڑے تھوڑے عرصے کے بعد کوئی نہ کوئی ایسی تحریر شائع کرتے رہتے تھے جس کے ذریعہ مدحت اور اس کی جماعت کو ملک و سلطنت کا دشمن ثابت کیا جاتا تھا، اور سلطان عبد الحمید کے قاتلانہ اعمال کی مدحت سرائی کی جاتی تھی۔ قسطنطنیہ میں احمد فارس شدیاق کا عربی اخبار "الجوائب" اس کام میں سب سے زیادہ پر جوش اور سرگرم تھا۔ اُسنے بار بار اپنے قارئین کو یقین دلانا چاہا کہ "مدحت اور اسکی جماعت کا اصلی مقصود دین مقدس اسلام کی بیخ کنی کرنی تھی!" یورپ اور انگلستان میں بھی قصر یلدز کے ایجنٹ بے دریغ روپیہ خرچ کر رہے تھے۔ بہت سے اخبار اور اخبار نویس تھے، جنھوں نے اپنی خدمات یلدز کے حوالہ کر دی تھیں۔ سنہ ۱۹۰۹ء میں ایک انگریزی کتاب "دوازدہ سالہ عہد حکومت سلطان عبد الحمید" کے نام سے انگلستان میں شائع ہوئی تھی۔ اُس کے دیباچہ میں ظاہر کیا گیا تھا کہ "یہ انگلستان کی ایک شہزادی کی ذاتی تحقیقات کا نتیجہ ہے" یہ کتاب بھی حمیدی دعایہ (پروپیگنڈا) کا نتیجہ تھی، اور اس لئے شائع کرائی گئی تھی تاکہ سر ہنری ایلیٹ کے اُن مضامین کا جواب دیدیا جائے جو اُسنے مدحت پاشا اور اُس کی مصلحانہ مساعی کی حمایت میں لکھے تھے۔ اس کتاب کا اُردو ترجمہ ہندوستان میں شائع ہو چکا ہے۔

انکشاف حقیقت

ایک عرصہ کے بعد جب مدحت پاشا کا لڑکا علی حیدر بے جوان ہوا، تو اُس کی ماں نعیمہ خانم نے اُس کے باپ کی آخری امانت اُس کے سپرد کر دی۔ یہ امانت کیا تھی؟ یہ ایک نامکمل خود نوشتہ سوانح حیات تھی، جو اس شہید حریت نے طائف کے قید خانہ میں لکھی تھی۔ اور چند خطوط تھے، جو اُسنے اور اُس کے ساتھیوں نے طائف سے بھیجے تھے۔ اِن خطوط میں اُن تمام ہولناک واقعات کی تفصیل درج تھی جو طائف کے محبس میں پیش آئے تھے۔

یہ خطوط طائف کے قید خانے سے کیونکر بھیجے گئے اور کس ذریعہ سے مرحوم کے خاندان تک پہنچے؟ اس کی تفصیل ان اوراق میں درج تھی۔ اُس زمانے میں مصر کے خاندان خدیوی کی ایک امیرزادی، بیگم صفوت پاشا نے مکہ معظمہ میں قیام اختیار کر لیا تھا، اور اپنی دولت و ریاست کی وجہ سے شریف اور گورنر حجاز پر بہت رسوخ رکھتی تھی۔ یہ بیگم مدحت پاشا اور اس کے مصلحانہ اعمال سے واقف تھی۔ اسے جب معلوم ہوا کہ وہ مع اپنے رفیقوں کے طائف میں قید کیا گیا ہے، تو آمادہ ہو گئی کہ اپنی موجودگی سے ان کی مصیبت کم کرنے کی کوشش کرے۔ اور تو کچھ نہ کر سکی، لیکن اس کی وجہ سے خط و کتابت کا ایک محفوظ ذریعہ پیدا ہو گیا۔ طائف کا ایک فوجی ڈاکٹر فخری بے اُس کے زیر اثر تھا اُسے قیدیوں کے دیکھنے کی اجازت تھی۔ وہ اُن سے پوشیدہ خطوط لے لیتا اور مکہ معظمہ پہونچا دیتا۔ مکہ سے خطوط مصر بھیجدیئے جاتے۔ مصر سے سمرنا کی ایک فرانسیسی کمپنی کے دفتر میں پہنچ جاتے جہاں مدحت پاشا کا خاندان مقیم تھا۔ کمپنی کے دفتر کا منتظم مدحت پاشا کی بیوی اور بہن تک پہونچا دیتا۔

البتہ مدحت پاشا کی خود نوشتہ سوانح عمری ناتمام تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یا تو تکمیل کا موقعہ نہیں ملا، یا بقیہ مسودہ ضائع ہو گیا

علی حیدر بے نے ان اوراق کی مدد سے مدحت پاشا کے اعمال حیات پر ایک کتاب مرتب کی، اور سنہ ۱۹۰۶ء میں پیرس سے شائع کی پہلے فرانسیسی زبان میں شائع ہوئی تھی۔ پھر اُس کا انگریزی اڈیشن بھی شائع ہو گیا۔ یہ پہلا موقعہ تھا کہ دُنیا کو حقیقتِ حال سے واقف ہونے کا موقعہ ملا، اور کذب و افترا کے وہ تمام پردے چاک ہو گئے جو عبد الحمید اور اُس کے حامیوں نے اس راست باز مصلح کی زندگی پر ڈال دیئے تھے۔ قصر یلدز کے کارپردازوں نے بہت کوششیں کیں کہ کسی طرح اس کتاب کی قطعی شہادتیں کمزور ثابت کر دیں لیکن اب ۳۰ سال کی مستور حقیقت عالم آشکارا ہو چکی تھی، اور حقیقت جب ایک مرتبہ آشکارا ہو جائے، تو پھر دُنیا کی کوئی طاقت اُسے مستور نہیں کر سکتی!

طائف کا مدفون صندوق

سنہ ۱۹۰۸ء کے انقلاب دستور کے بعد اس سلسلہ میں ایک نیا انکشاف ہوا۔ معلوم ہوتا ہے، اس شہید ظلم کی مقدس امانت صرف اُس کے خاندان ہی میں محفوظ نہ تھی، بلکہ طائف کی زمین نے بھی اپنا آغوش صیانت کھول دیا تھا، تاکہ اُس کی آخری امانت اپنے

برید فرنگ

مکتوب جرمنی

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم برلن کے قلم سے)

قیصر کی جرمنی میں واپسی۔ قیصر کے موجودہ خیالات۔

قیصر کی واپسی

اپنے کسی پچھلے مکتوب میں قیصر ولہلم کی جرمنی میں واپسی پر مفصل بحث کرچکا ہوں۔ عام طور پر خیال کیا جاتا تھا کہ گزشتہ ماہ جولائی میں قیصر ضرور واپس آجائے گا۔ لیکن جولائی پر دو ماہ اور گزر گئے، اور قیصر کی جلاوطنی ختم نہ ہوئی۔ حکومت جرمنی نے قیصر کی جلاوطنی والے قانون کی مدت میں دو سال کا مزید اضافہ کردیا ہے۔ لوگ حیرت و تعجب سے اس کا سبب دریافت کررہے ہیں؟

یہ واقعہ ہے کہ گذشتہ ماہ جولائی میں قیصر واپس آنے والا تھا جولائی کی قید اس لئے تھی کہ قیصر کی جلاوطنی والے قانون کی مدت اسی مہینے میں ختم ہوجاتی تھی۔ لیکن مدت ختم ہونے سے تین چار دن پہلے حکومت نے اس میں دو سال کی مزید توسیع کردی۔ یہ کارروائی خود قیصر کے اشارے سے ہوئی تھی۔ اصلی وجہ یہ تھی کہ اب تک فرانسیسی فوجوں نے جرمنی کی سرزمین خالی نہیں کی ہے۔ اسوقت وہ دریائے رین پر قلعے بنا رہی ہیں جب تک یہ قلعے طیار نہیں ہوجائیں گے، وہ جرمنی خالی نہیں کریں گی۔ خیال کیا جاتا ہے کہ ۱۹۲۹ء کے موسم سرما میں تعمیر مکمل ہوجائے گی اور پورا جرمنی آزاد ہوجائے گا۔

دراصل قیصر ولہلم نے اُسوقت تک کے لئے جرمنی میں قدم رکھنے سے انکار کردیا جب تک اُس کی سرزمین پر ایک اجنبی سپاہی بھی موجود ہے۔ یہی سبب ہوا کہ کچھ عرصہ کے لئے قیصر کی واپسی پھر ملتوی ہوگئی۔

قیصر نے انکار کیوں کیا؟ کیا سرحد پر فرانس کی مختصر فوجوں کی موجودگی اُس کے لئے خطرناک تھی؟

یہاں خطرے کا سوال نہ تھا۔ خودداری کا سوال تھا قیصر کی عزت نفس نے گوارا نہ کیا کہ اپنے وطن اس حال میں واپس ہو جبکہ اُس کی سرزمین پر اجنبی سپاہی موجود ہیں۔

اپنے کسی پچھلے مکتوب میں اُس نزاع پر روشنی ڈال چکا ہوں جو قیصر کی نئی بیوی اور سابق ولی عہد کی بیوی میں جاری ہے۔ میں نے لکھا تھا کہ قیصر کی بیوی جرمنی میں آکر مقیم ہوگئی ہے تاکہ اپنے شوہر کی تخت نشینی کیلئے میدان صاف کرے۔ دوسری طرف ولی عہد کی بیوی اپنے بڑے لڑکے کو جرمنی کا بادشاہ بنانے کی کوشش کررہی ہے۔ لیکن اب یہ نزاع کلیۃً دُور ہوچکی ہے۔ تمام شاہ پسند متحد و متفق ہوگئے ہیں اور صرف قیصر کی حمایت کررہے ہیں۔

چند اہم تبدیلیاں

پچھلے چند ماہ میں اہم تبدیلیاں واقع ہوئی ہیں۔ پہلے شاہ پسندوں کا زعیم مارشل لوڈنڈارف تھا۔ اب قیصر نے اُسے معزول کردیا ہے۔ اب ہنڈنبرگ جمہوری حکومت کی صدارت کے ساتھ، شاہ پسندوں کا بھی سرگروہ بن گیا ہے۔ مارشل لوڈنڈارف نے کئی سال بے کار گزارے اور شاہی تحریک کو کوئی ترقی نہیں دی۔ لیکن مارشل ہنڈنبرگ نے غیر معمولی تدبر سے کام لے کر پوری کامیابی حاصل کرلی ہے۔ قیصر کے مخالفوں کا سب بڑا اعتراض یہ تھا کہ ایک نہایت نازک زمانے میں قیصر اپنا ملک چھوڑ کر ہالینڈ بھاگ گیا۔ لیکن ہنڈنبرگ نے اب یہ اعتراض دُور کردیا ہے۔ اُسنے قیصر کی اس حرکت کی تمام ذمہ داری خود اپنے سر لے لی ہے۔ اُسنے صاف لفظوں میں اعلان کردیا:

”میں نے ہی قیصر کو اس فعل پر مجبور کیا تھا۔ حالانکہ وہ راضی نہ تھا درحقیقت قیصر نے ملک چھوڑ کر ملک کی بڑی خدمت انجام دی ہے۔ اُس نے خود ذلت اُٹھانا گوارا کرلیا تاکہ ملک کی عزت برقرار رہے۔ اگر قیصر فوراً ہالینڈ چلا نہ جاتا تو ایک طرف جرمنی کی تمام فوجیں تباہ ہوجاتیں کیونکہ اُس کی عزت ہرگز ہتھیار رکھ دینا قبول نہ کرتی۔ دوسری طرف اتحادی سلطنتیں ملک کے شہنشاہ کو گرفتار کرکے مجرموں کی طرح سزا دینے کی کوشش کرتیں۔ انہی وجوہ کی بنا پر میں نے قیصر کو جلاوطنی پر مجبور کردیا تھا“

ہنڈنبرگ کے اس اعلان نے جرمنی کے اکثر باشندوں کو مطمئن کردیا ہے۔ اب وہ قیصر کے بھاگنے کو اُس کا عیب و نقص نہیں، بلکہ ایک ملکی خدمت اور عظیم قربانی سمجھنے لگے ہیں۔

قیصر پر ایک اعتراض یہ بھی تھا کہ اُسنے اپنی ملکہ کے فوت ہوتے ہی نہایت بے وفائی کے ساتھ دوسری شادی کرنے میں جلدی کی۔ ہنڈنبرگ نے یہ اعتراض بھی دُور کردیا اور اس کی ذمہ داری بھی خود اوڑھ لی ہے۔ اس سے بھی بڑھکر یہ کہ اُسنے ایک طرف سابق ولی عہد کو راضی کرلیا کہ اپنے باپ کے خلاف کوئی کوشش نہ کرے، دوسری طرف ولی عہد کی بیوی اور قیصر کی نئی بیوی میں بھی صلح کرادی۔ غرضکہ اُسنے تمام شاہ پسندوں کو ایک خیال پر جمع کردیا۔ اب سب صرف قیصر کی تخت نشینی چاہتے ہیں۔

ہنڈنبرگ نے یہ صورت حال صرف پروشیا ہی میں پیدا نہیں کردی بلکہ جرمنی کے تمام صوبوں اور ریاستوں کو بھی قیصر کی حمایت پر آمادہ کردیا ہے۔ اب جب قیصر واپس ہوگا تو یقین کیا جاتا ہے کہ صرف پروشیا ہی کا نہیں بلکہ ریاست سکسونی کو چھوڑ کر تمام جرمنی کا شہنشاہ ہوگا۔ (ریاست سکسونی میں بالشویک خیالات مقبول ہوگئے ہیں اور وہاں عنقریب سوویٹ حکومت قائم ہوجانے والی ہے) صرف اسی قدر نہیں بلکہ اُمید کی جاتی ہے کہ آسٹریا بھی اُس کے زیر نگیں آجائے گا۔ کیونکہ اس وقت وہاں جرمنی سے الحاق کا خیال بہت عام ہورہا ہے۔

شاہ پسندوں کی انجمنیں

اسوقت جرمنی میں شاہ پسندوں کی بارہ انجمنیں قائم ہیں۔ یہ انجمنیں نہایت سرگرمی سے مصروف عمل ہیں۔ تقسیم عمل کے اصول پر ہر انجمن نے تحریک کے مختلف کام بانٹ لئے ہیں۔

مثلاً ایک انجمن کا کام یہ ہے کہ وہ دُنیا بھر میں قیصر کو مقبول بنانے کی دعوت پھیلا رہی ہے۔ اس سلسلہ میں اُس کی تمام تر کوشش یہ ہے کہ جنگ عمومی کی ذمہ داری سے قیصر کو بری ثابت کرے اور سفاکی و خونریزی کے وہ تمام الزام دُور کردے جو اتحادی سلطنتوں نے قیصر پر لگا رکھے ہیں۔ اس انجمن نے بڑی کامیابی حاصل کی ہے۔ دُنیا کی عام رائے اب قیصر کی اُتنی مخالف نہیں رہی جتنی پہلے تھی۔

ایک دوسری انجمن کا نام ”شعبۂ خارجیہ“ ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ تمام سلطنتوں اور قوموں کے خیالات قیصر کے متعلق معلوم کرتی رہتی ہے۔ اس کی تازہ روداد سے ثابت ہوتا ہے کہ دُول یورپ میں صرف ایک فرانس ہی ایسی دولت ہے جو اب تک قیصر کی دشمنی پر قائم ہے۔ باقی سلطنتوں کو زیادہ پرخاش باقی نہیں رہی۔ روداد میں ظاہر کیا گیا ہے کہ اٹلی اور امریکہ، قیصر کی واپسی کی کوئی مخالفت نہیں کریں گے۔ انگلستان کی مخالفت کا بھی اندیشہ نہیں ہے، اِلّا یہ کہ مسٹر لائیڈ جارج پھر برسر حکومت آجائے اور اس کی اب کوئی اُمید نہیں۔

تیسری انجمن کا نام ”انجمن مظاہرات“ ہے۔ اس کا کام یہ ہے کہ پورے جرمنی میں قیصر کی حمایت کے مظاہرے کیا کرتی ہے۔ چنانچہ کوئی ہفتہ خالی نہیں جاتا جس میں بڑے بڑے شہروں کی سڑکوں پر عام مظاہرے نہ نکلتے ہوں۔ یہ انجمن قیصر کی تصویریں اور مورتیں مفت تقسیم کرتی ہے۔ نیز ایسے عام جلسوں کا اہتمام کرتی ہے جن میں تمام شاہی رسمیں برتی جاتی ہیں۔

چوتھی انجمن کا کام یہ ہے کہ تحریر کے ذریعہ قیصر کی حمایت کے افکار پھیلاتی رہے۔ چنانچہ اس کی سرپرستی میں بکثرت اخبار نکل رہے ہیں اور سیکڑوں لائق انشا پرداز مضامین اور کتابیں لکھتے رہتے ہیں۔

پانچویں انجمن بحری و بری فوجوں اور پولیس میں اپنے مقاصد کی اشاعت کررہی ہے اور پوری کامیابی حاصل کرچکی ہے۔ اسوقت جرمن فوج اور پولیس میں مشکل سے کوئی آدمی ایسا نکلے گا جو قیصر کا حامی نہ ہو۔ حتیٰ کہ خفیہ پولیس کے آدمی بھی اس تحریک میں شامل ہوچکے ہیں

مختصر یہ کہ پورا جرمنی قیصر کے لئے چشم براہ ہے۔ عام باشندے ہی نہیں بلکہ جمہوری حکومت اور اُس کے اکثر ارکان بھی اسی خیال کے ہوگئے ہیں۔ ہنڈنبرگ تو اپنی شاہ پسندی میں پوری طرح مشہور ہوچکا ہے لیکن موجودہ وزیر اعظم ہر سٹرسمان بھی کچھ کم شاہ پسند نہیں ہے کوشش ہورہی ہے کہ کسی طرح فرانسیسی فوجیں جلد سے جلد جرمنی کی سرحد خالی کردیں تاکہ قیصر مرنے سے پہلے واپس آجائے۔

قیصر کے خیالات

یقیناً یہ معلوم کرنا نہایت دلچسپی کا موجب ہے کہ اسوقت جبکہ قیصر کی

(بقیہ مضمون صفحہ ۱)

وطن کردیں۔ یہ روسی اثرات کا مخالف اور ایک دیانت دار شخص تھا۔ سلطان نے اُسے صوبہ بدخشاں کا حاکم مقرر کرکے حکم دیا کہ پایۂ تخت سے روانہ ہوجائے حسین خان بیمار تھا۔ مگر سلطان نے اُسے جبراً بھجوا دیا۔ اسی قسم کا برتاؤ اور بہت سے مخلص اشخاص کے ساتھ بھی کیا گیا۔

کچھ مدت بعد حسین خان باشا بدخشاں سے لوٹ آیا اور دیکھا کہ عام رائے، سلطان کے معزول کردینے پر متحد ہے۔ اُسنے اس بارے میں بعض سربرآوردہ آدمیوں سے مشورہ کیا۔ سب نے بالاتفاق اس تجویز کی حمایت کی؛

یہ مدحت آفندی کا سخت دشمن تھا۔ کیونکہ اسی نے اُسے عرب کی سپہ سالاری سے معزول کرایا تھا۔ اب اُسنے انتقام لینا اور سرکاری ملازمت سے خارج کرادینا چاہا۔ اُسنے بہت کوشش کی مگر کوئی بات قابل گرفت نہیں ملی۔ آخر اُس نے خیال کیا، اسے صوبہ جات رومیلی کا حاکم بناکر بھیج دیا جائے، اور چونکہ سخت ہنگامے برپا تھے، اور بہت سے والی امن و امان قائم کرنے میں ناکام ہوچکے تھے، اس لئے مدحت آفندی بھی ناکام رہے گا، اور اس طرح اُسے نالائق قرار دینے کا بہتر موقعہ نکل آئے گا۔ چنانچہ اُسنے احکام صادر کردیئے۔

اب مدحت آفندی کے لئے سخت مشکل پیش آئی۔ وہ وزیر اعظم کی بدنیتی سے واقف ہوچکا تھا، اگر نہیں جاتا تھا تو عدول حکمی ہوتی تھی۔ جاتا تھا، تو ناکامی کا اندیشہ تھا۔ بہرحال اُسنے جانے کا فیصلہ کرلیا، اور سنہ ۱۲۷۱ھ میں ایک فوجی مہم ساتھ لے کر روانہ ہوگیا۔

یہاں مدحت آفندی نے حیرت انگیز قابلیت کا ثبوت دیا۔ صرف ۶ مہینے کی قلیل مدت میں ۲۸۰ باغی سرغناؤں کو گرفتار کرلیا۔ ۲۰ کو حکومت کی بلا اجازت پھانسی دے دی۔ ۸۰ کو آستانہ کے قیدخانے میں بھیجدیا۔ باقی کو قانون کے مطابق سخت سخت سزائیں دیں۔

باغی صوبوں نے نئے حاکم کی یہ غیر معمولی مستعدی دیکھی تو اطاعت کے لئے فوراً سر جھکا دئیے۔ یورپ کی زبان بالکل بند ہوگئی جو بلقان کی اس پیچیدگی کو اپنی مداخلت کا ذریعہ بنا رہا تھا۔ خوش قسمتی سے اب محمد پاشا بھی معزول ہوچکا تھا۔ رشید پاشا اُن کی جگہ وزیر اعظم تھا۔ اُسنے مدحت آفندی کی شاندار خدمات کا اعتراف کیا اور آستانہ واپس بلالیا۔ مدحت آفندی نے رومیلی کے حالات کی مفصل روداد پیش کی اور اصلاحات کا ایک مسودہ بھی طیار کیا، حکومت نے اسے شکریے کے ساتھ قبول کیا۔ مگر بعض حالات اور تبدیلیاں ایسی پیش آگئیں کہ اصلاحات کی تجاویز پر کوئی عملی کارروائی نہ ہوسکی۔ دراصل حکومت کا مزاج صدیوں سے ایسا ہوگیا تھا کہ بغیر کسی بنیادی تغیر کے اصلاحات کی تجاویز سود مند نہیں ہوسکتی تھیں۔

وزیر اعظم نے مدحت آفندی کو مجلس والا میں دوبارہ داخل کیا۔ مگر ابھی چند ماہ بھی اس صورت حال پر نہیں گزرے تھے کہ رشید پاشا پھر معزول ہوگیا اور مصر چلا گیا۔ اسکی جگہ عالی پاشا کو ملی، مگر اُسے بھی یورپ کا سفر پیش آگیا اور دارالحکومت سے غیر حاضر ہوگیا۔ اسکی نیابت محمد پاشا قبرصلی کو مل گئی۔ اسی محمد پاشا کو جو مدحت کا جانی دشمن تھا۔ اپنے برسر اقتدار آتے ہی پھر انتقامی تدابیر کا عمل میں لانا شروع کردیا۔

اس مرتبہ مدحت پر یہ تہمت لگائی گئی کہ اُسنے حکومت کے بعض محاصل پر قبضہ کرلیا ہے۔ چنانچہ باضابطہ مقدمہ قائم ہوگیا۔ مگر پہلی ہی پیشی میں ثابت ہوگیا کہ الزام کی کوئی اصلیت نہیں محض اتہام ہے۔ ایک گواہ نے تو علانیہ عدالت کے سامنے اقرار کرلیا کہ "اُسے جھوٹ بولنے پر مجبور کیا گیا ہے، اور مدحت کے خلاف اُسنے جو کچھ کہا ہے، سراسر باطل ہے"

مدحت آفندی عزت کے ساتھ بری ہوگیا، اور نائب وزیر اعظم کو سخت شرمندگی اُٹھانی پڑی۔

بلغاریہ اور سرویہ میں

اُس زمانے میں بلغاریہ کی حالت خراب ہونے لگی۔ حکام کے ظلم نے باشندوں کو پریشان کرڈالا۔ مدحت آفندی تحقیقات کے لئے بھیجا گیا۔ اسنے اپنی روداد باب عالی میں پیش کردی اور ثابت کیا، کہ باشندوں کی شکایتیں صحیح ہیں۔ گورنر سعید پاشا اور اُس کے آدمیوں نے سخت فساد مچا رکھا ہے۔ باب عالی نے اس کی روداد تسلیم کرلی اور گورنر اور اُسکے عہدہ داروں کو معزول کردیا۔

بلغاریہ سے فارغ ہوکر مدحت آفندی سرویہ گیا۔ وہاں بھی سخت ابتری پھیلی ہوئی تھی۔ حتی کہ بعض علاقوں کے باشندوں نے ترکی حکام کو بالکل خارج کردیا تھا۔ اور طوائف الملوکی قائم ہوگئی تھی۔ مدحت آفندی نے اس صوبے کی بھی اصلاح کی اور باغی علاقوں میں از سر نو حکومت قائم کردی۔

یورپ کا سفر

مدحت آفندی، قسطنطنیہ واپس آگیا۔ اُسے یقین تھا کہ حکومت اُس کی خدمات کا اعتراف کرے گی۔ مگر یہاں سلطان عبدالمجید پر معزول گورنر سعید پاشا اور اُس کے دوستوں کا جادو چل چکا تھا۔ انھوں نے سلطان کو مدحت آفندی سے ناراض کرادیا۔

اسی اثنا میں رشید پاشا کا بھی انتقال ہوگیا۔ جو مدحت کا سرپرست تھا۔ مدحت آفندی، سلطان کی ناراضی سے افسردہ خاطر ہوچکا تھا۔ اپنے مربی کی وفات سے اور بھی زیادہ بے دل ہوا، اور سرکاری مناصب ترک کردینے کا ارادہ کرلیا۔ ساتھ ہی اُسے خیال ہوا کہ ممالک یورپ کی سیر و سیاحت کرے جن کی علمی و تمدنی ترقیات کے افسانے اس کے گوش گزار ہوچکے تھے۔ چنانچہ سنہ ۱۲۷۵ھ میں یورپ روانہ ہوگیا۔ ۶ مہینے وہاں قیام کیا۔ پیرس، لندن، وائنا، بلجیم وغیرہ کی سیر کی اور یورپ کی ترقی کے اسباب و وسائل معلوم کئے۔

فرانسیسی زبان

مدحت آفندی کی طالب علمی کے زمانے میں فرانسیسی زبان کو ٹرکی میں کوئی اہمیت حاصل نہ تھی۔ اس لئے اُسنے بھی اس طرف کوئی توجہ نہیں ہوئی۔ لیکن اب حالات میں عظیم تبدیلی واقع ہوچکی تھی اور ہر سیاسی مدبر کے لئے اس زبان سے واقفیت لازمی ہوگئی تھی۔ مدحت آفندی نے اپنے اندر یہ کمی محسوس کی، اور اس زبان کی تحصیل پر کمر بستہ ہوگیا۔ وہ اپنی فرصت کے اوقات میں بطور خود مطالعہ کرتا رہتا یہاں تک کہ یورپ کا سفر پیش آیا اور اس زبان میں اُسنے پوری مہارت حاصل کرلی۔

رتبۂ وزارت اور صوبہ کی ولایت

سنہ ۱۲۷۶ھ میں مدحت آفندی یورپ سے واپس آیا اور دوبارہ مجلس والا کی صدارت کے لئے منتخب کیا گیا۔ اسی اثنا میں محمد پاشا قبرصلی پرانا دشمن وزیر اعظم ہوچکا تھا۔ مدحت آفندی کو خوف تھا کہ پھر اُسکی عداوت کا نشانہ بنے گا۔ مگر یہ دیکھ کر اُسے تعجب ہوا کہ اب مخالفت کی جگہ اس کی طرف سے موافقت کے اظہارات شروع ہوگئے تھے۔ اُسنے مدحت آفندی کو طلب کیا۔ گزشتہ معاملات کی معافی چاہی اور سلطان عبدالمجید سے بھی سفارش کی کہ اس کی پچھلی خدمات کے اعتراف میں وزارت کا اعزازی رتبہ بخشا جائے، اور صوبہ نیش کی حکومت سپرد کردی جائے۔ چنانچہ سنہ ۱۲۷۷ھ میں مدحت آفندی اس صوبہ کا والی مقرر ہوگیا۔ اور سلطان عبدالمجید کی وفات تک اسی منصب پر مامور رہا۔

سُلطان عبدالعزیز

سلطان عبدالعزیز کے آخری عہد میں سلطنت عثمانیہ کی حالت ازحد زبوں ہوگئی۔ ہر طرف داخلی شورشیں برپا ہوگئیں، اور یورپ نے متحد ہوکر از سر نو دباؤ ڈالنا شروع کردیا۔

بدقسمتی سے سلطان، اپنے وزیر اعظم محمود ندیم پاشا کے قبضہ میں تھا۔ اور ندیم پاشا، روسی سفیر جنرل اگناٹیف کے اشاروں پر حرکت کررہا تھا۔ ترکی قوم اس حقیقت سے واقف ہوگئی تھی اور ندیم پاشا کی معزولی کا مطالبہ کررہی تھی۔ مگر سلطان نے کانوں میں تیل ڈال لیا تھا۔ نہ کسی کی نصیحت سنتا تھا نہ کسی فریاد پر توجہ دیتا۔

اُسی زمانے میں خبر مشہور ہوئی کہ سلطان، ۴۰ لاکھ پونڈ کا ایک نیا قرضہ لینے والے ہیں۔ عام رائے اس خبر سے نہایت برہم ہوئی۔ کیونکہ سلطان کے اسراف نے سلطنت کا تمام خزانہ خالی کردیا تھا اور قرضوں کا ناقابل برداشت بوجھ پہلے ہی سے ملک کی گردن توڑ رہا تھا۔

اسی اثنا میں صوبۂ ہرزی گوینا کا مسئلہ پیش آیا۔ یہ محض حکومت کی غفلت کا نتیجہ تھا۔ عام رائے اب اور بھی زیادہ برہم ہوگئی۔ چند دن بعد خبریں آنا شروع ہوئیں کہ بلقان میں بغاوت پھوٹ پڑی ہے اور اُسکے شعلے، ادرنہ تک پہنچ گئے ہیں۔ اتنا ہی نہیں بلکہ آستانہ میں بلقان کے مسلمان طالب علموں کے پاس خطوط پہنچے کہ "باغیوں نے تمہارے گھر لوٹ لئے۔ اور عزیز و اقارب قتل کرڈالے" طالب علموں نے یہ وحشت ناک خبریں سنیں تو جوش میں آگئے۔ اُن کے جوش نے شہر کی تمام مسلمان آبادی میں بھی ہیجان پیدا کردیا۔ لوگوں کو پہلے سے یقین تھا کہ حکومت، بلقان کے معاملات سے غفلت برت رہی ہے، اور ندیم پاشا روس کے اشارے سے یہ سب کچھ کررہا ہے۔ روس کا مقصد یہ تھا کہ اس بہانے سے اُسے مداخلت کا موقع ملے۔

بلقانی طالب علموں کے ساتھ ہزاروں مخلوق باب عالی کی طرف روانہ ہوئی اور وزیر اعظم سے ملاقات کا مطالبہ کیا۔ وزیر اعظم نے یہ حالت دیکھی تو ڈر گیا، اور سلطان کو مشورہ دیا کہ نئی وزارت کا اعلان کرکے عوام الناس کا جوش ٹھنڈا کردیں۔ چنانچہ محمود ندیم پاشا اور حسن آفندی شیخ الاسلام، دونوں معزول کردیئے گئے۔ رشدی پاشا وزیر اعظم مقرر ہوئے اور خیر اللہ آفندی شیخ الاسلام بنائے گئے۔ نیز مدحت پاشا بھی رتبۂ وزارت کے ساتھ مجلس اعلی کا رکن مقرر ہوگیا۔

لیکن، وزارت کی تبدیلی سے حالات میں کوئی اصلاح نہیں ہوئی۔ ندیم پاشا اگرچہ معزول کردیا گیا تھا، لیکن محض ایک سطحی تبدیلی تھی سلطان بدستور ندیم پاشا کے ہاتھوں میں تھا۔ ندیم پاشا روسی سفارت خانے سے احکام حاصل کرتا، اور اُنکے مطابق سلطان کو مخفی مشورے دیتا رہتا۔

عام رائے نے جلد معلوم کرلیا کہ ندیم پاشا امروز فردا ہی میں پھر برسر حکومت آجائے گا۔ اُس کی معزولی محض ایک دکھاوے کی کارروائی ہے۔ اسی اثنا میں روسی سفیر جنرل اگناٹیف نے ہر طرف مشہور کردیا کہ دارالسلطنت میں عنقریب بغاوت ہونے والی ہے مسلمان عیسائیوں کے قتل کی عام طیاریاں کررہے ہیں۔ ساتھ ہی اُسنے یہ بھی کیا کہ مانٹی نیگرو سے سو مسلح نوجوان بلائے اور اپنی سفارت کی حفاظت کے لئے مقرر کردیئے۔ اس کارروائی نے تمام شہر میں تشویش پیدا کردی۔ قسطنطنیہ کی مسیحی آبادی نے کاروبار بند کردیا، اور شہر چھوڑ دینا چاہا۔ ان کارروائیوں سے روسی سفیر کا مدعا یہ تھا کہ محمود پاشا کی دوبارہ وزارت کے لئے میدان صاف کرے۔ وہ یہ دکھلانا چاہتا تھا کہ نئی وزارت امن و امان قائم نہیں رکھ سکتی، اور مسیحی رعایا کے لئے خطرہ پیدا ہوگیا ہے۔

ترکوں نے یہ حالت دیکھی، تو وہ مرعوب نہیں ہوئے، اُنھوں نے خود سلطان کے معزول کردینے کا ارادہ کرلیا۔ کیونکہ اب وہ سمجھ گئے تھے کہ اس شخص کی موجودگی میں کسی قسم کی اصلاح ممکن نہیں۔

یہ خبر ہوا کی طرح بازاروں میں پھیل گئی۔ وہاں سے قصر شاہی میں پہنچی۔ سلطان بہت پریشان ہوئے۔ والدہ سلطان نے مدحت پاشا کے پاس اپنا معتمد علیہ خواجہ سرا جوہر آغا بھیجا اور دریافت کیا کہ قوم کی ناراضی دُور کرنے کے لئے کونسا طریقہ مفید ہوسکتا ہے؟

مدحت پاشا نے فوراً اصلاحات کا ایک مسودہ طیار کیا اور سلطان کی خدمت میں یہ کہہ کر پیش کیا کہ اسے جاری کردینے سے عام رائے مطمئن ہوجائے گی۔ مگر سلطان کی نخوت نے اُسے منظور نہ کیا۔

اس تمام مدت میں سلطان، محمود ندیم پاشا کے مشوروں پر عمل کرتا رہا اور محمود ندیم، جیسا کہ بیان ہوچکا ہے، روسی سفیر کی انگلیوں پر ناچ رہا تھا۔ محمود ندیم نے سلطان کو ترغیب دی کہ حسین عونی پاشا کو جلا

بصائر و حکم

عالم انسانیت موت کے دروازہ پر!

مشاہیر عالم اپنے اوقات وفات میں

اکابر تاریخ اسلام کی مختصر وفیات

حضرت امام شافعیؒ

امام مزنی کہتے ہیں، جس دن حضرت امام شافعی رحمہ نے انتقال کیا اُس کی صبح کو میں عیادت کے لئے حاضر ہوا تھا۔

"مزاج کیسا ہے؟ میں نے سوال کیا۔

اُنھوں نے ٹھنڈی سانس لی:

"دُنیا سے جا رہا ہوں، دوستوں سے جدا ہو رہا ہوں، مَوت کا پیالہ مُنہ سے لگا ہے۔ نہیں معلوم میری رُوح جنت میں جائے گی کہ اُسے مبارک باد دوں، یا دوزخ میں جائے گی کہ اُسے تعزیت پیش کروں؟"

پھر یہ شعر پڑھے:

ولما قسا قلبی وضاقت مذاہبی جعلت الرجا منی لعفوک سلما

اپنے دل کی سختی اور اپنی بیچارگی کے بعد میں نے تیری عفو پر اپنی امید کو سہارا بنا لیا ہے۔

تعاظمنی ذنبی فلما قرنتہ بعفوک ربی کان عفوک اعظما

میرا گناہ میری نظر میں بہت ہی بڑا تھا، مگر جب تیرے عفو کے مقابلے میں اُسے رکھا، تو اے رب، تیرا عفو زیادہ بڑا نکلا۔

۲۰۴ھ (۸۱۹ء) میں وفات پائی۔

مامون الرشید

نزع کے وقت جاحظ عیادت کو حاضر ہوا۔ کسی جانور کی کھال کا بچھونا بچھا تھا۔ بچھونے پر ریت پڑی تھی، اور خلیفہ ریت پر لوٹ رہا تھا۔ یہ الفاظ زبان پر تھے:

"اے وہ جس کی پادشاہی کبھی زائل نہ ہوگی، اُس پر رحم فرما جس کی پادشاہی جا رہی ہے! اے وہ جو کبھی نہیں مرے گا، اُس پر رحم کر جو مر رہا ہے!"

جاحظ نے کہا "خدا امیر المومنین کا ثواب زیادہ کرے اور تندرستی بخشے!"

"میری تندرستی کی دعا نہ کرو" مامون نے فوراً کہا "بلکہ میرے لئے مغفرت کی دعا کرو"

پھر کہا "خدایا! تو نے ہمیں حکم دیئے اور ہم نے نافرمانی کی۔ تو مجھے بخش دے کیونکہ تو بڑا ہی رحیم ہے" اس پر رُوح پرواز کر گئی

۲۱۸ھ (۸۳۳ء) میں وفات پائی۔

حکیم ابو العتاہیہ

مشہور زاہد و حکیم شاعر ابو العتاہیہ سے مَوت کے وقت پوچھا گیا۔

"کوئی خواہش باقی ہے؟"

کہا "ہاں، میری خواہش یہ ہے کہ مغنی "مخارق" آئے اور میرے سرہانے میرے یہ شعر گائے:

اذا ما انقضت منی من الدہر مدتی فان عزاء الباکیات قلیل!

جبکہ دنیا میں میری زندگی کی مدت ختم ہو چکی ہے تو رونے والیوں کی تعزیت بھی بہت کم ہے۔

سیعرض عن ذکری وتنسی مودتی ویحدث بعدی للخلیل خلیل!

سب میرے خیال سے مُنہ پھیر لیں گے، میری محبت بھول جائیں گے۔ میرے بعد بھی دوست اپنے دوستوں سے باتیں کرینگے۔

۲۲۱ھ (۸۳۵ء) میں انتقال کیا۔

خلیفہ واثق باللہ

خلیفہ واثق باللہ نے مرتے وقت یہ شعر پڑھے:

الموت فیہ جمیع الناس تشترک لا سوقۃ منہم یبقی ولا ملک

مَوت میں سب برابر کے شریک ہیں۔ نہ بازاری لوگ بچیں گے نہ بادشاہ ہی زندہ رہیں گے۔

ما ضر اہل قلیل فی مفاقرہم ولیس یغنی عن الملاک ما ملکوا

غریبوں کو اُن کی قبر میں غربت نے کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔ امیروں کو اُن کی امیری بھی کوئی نفع نہ پہنچائے گی۔

پھر حکم دیا، فرش اُٹھا دیا جائے۔ فوراً تعمیل کی گئی۔ خلیفہ نے اپنا رخسار زمین پر رکھ دیا اور چلّایا:

"اے وہ جس کی بادشاہی لازوال ہے، اُس پر رحم کر جس کی بادشاہی ختم ہوگئی!"

یہ کہتے ہی انتقال ہوگیا (۲۳۲ھ – ۸۴۶ء)

خلیفہ منتصر باللہ

خلیفہ محمد منتصر باللہ ایک دن دیبا کے فرش پر بیٹھا تھا۔ اتفاق سے اُس کی نظر ایک فارسی عبارت پر پڑ گئی جو فرش پر کندہ تھی۔ خلیفہ نے اُسے پڑھوایا تو لکھا تھا:

"محمد شیرویہ بن کسریٰ نے اپنے باپ کو قتل کیا، لیکن اُس کے بعد پادشاہی سے کوئی تمتع حاصل نہ کر سکا"

خلیفہ کے چہرہ کا رنگ بدل گیا۔ فوراً ہی مجلس سے اُٹھ گیا۔ چند ہی روز بعد بیمار پڑا اور زندگی سے مایوس ہوگیا۔ ماں عیادت کو آئی تو خلیفہ نے کہا "دنیا اور آخرت دونوں میرے ہاتھ سے نکل گئیں۔ میں نے اپنے باپ کی مَوت میں جلدی کی، لہٰذا میری مَوت میں بھی جلدی کی گئی"

پھر یہ شعر پڑھا:

فما فرحت نفسی بدنیا اصبتہا ولکن الی اللہ الکریم اصیر

دنیا کے حاصل ہو جانے سے میری رُوح کو کوئی خوشی نصیب ہوئی اب میں خدا کی طرف جا رہا ہوں۔

۲۴۹ھ – ۸۶۳ء میں وفات ہوئی۔

امام جاحظ

ادب عربی کا مشہور امام، جاحظ کا جب وقت آخر ہوا تو ابو العباس المبرّد عیادت کو گیا۔

مزاج پُرسی کے جواب میں جاحظ نے کہا:

"وہ شخص کیسا ہوگا جس کا آدھا دھڑ سُن ہوگیا ہو، حتی کہ اگر آرے سے بھی چیر دیا جائے تو اُسے پتہ نہ چلے؟ اور آدھا دھڑ اتنا حسّاس ہوگیا ہو کہ اگر مکھی بھی اُس کے قریب اُڑے تو درد محسوس کرنے لگے؟"

پھر یہ شعر پڑھے:

اترجو ان تکون وانت شیخ کما قد کنت ایام الشباب؟

کیا تو آرزو کرتا ہے کہ اب بڑھاپے میں بھی ویسا ہی ہو جائے جیسا جوانی کے دنوں میں تھا؟

لقد کذبتک نفسک لیس ثوب دریس کالجدید من الثیاب؟

تیرا نفس جھوٹا ہے۔ پرانا کپڑا نئے کپڑے کی طرح کیونکر ہو سکتا ہے؟

۲۵۵ھ (۸۶۹ء) میں انتقال کیا۔

خلیفہ معتضد باللہ

سولھواں عباسی خلیفہ، معتضد باللہ سخت ظالم و مستبد تھا۔ وفات کے وقت اپنا مرثیہ اُس نے یوں پڑھا:

تمتع من الدنیا فانک لا تبقی وخذ صفوہا ما ان صفت ودع الرنقا

دنیا سے لطف اُٹھا لے کیونکہ تو باقی نہیں رہے گا۔ اُس کی بھلائی لے لے اور بُرائی چھوڑ دے!

ولا تأمنن الدہر انی امنتہ فلم یبق لی حالا ولم یرع لی حقا

اُس دُنیا پر ہرگز بھروسہ نہ کرنا جس پر میں نے بھروسہ کیا تھا۔ دیکھ اُس نے مجھ سے بیوفائی کی اور کسی حق کا بھی خیال نہ کیا۔

قتلت صنادید الرجال ولم ادع عدواً ولم امہل علی طغیہ خلقا

میں نے بڑے بڑے بہادر مارے۔ کوئی دشمن نہ چھوڑا۔ کسی کو بھی اُس کی سرکشی پر باقی نہ رہنے دیا۔

واخلیت دار الملک من کل نازع فشردتہم غرباً ومزقتہم شرقا!

میں نے پایۂ تخت تمام مخالفوں سے خالی کر دیا، اُنھیں پراگندہ کرکے مشرق و مغرب میں پھیلا دیا۔

فلما بلغت النجم عزاً ورفعۃ وصارت رقاب الخلق اجمع لی رقا

لیکن جب میں اپنی عزت و رفعت میں ستاروں تک پہنچ گیا اور تمام مخلوق کی گردنوں میں میری غلامی کا طوق پڑ گیا،

رمانی الردی سہماً فاخمد جمرتی فہا انا ذا فی حفرتی عاجلاً اُلقی!

تو ایسا ہوا کہ مَوت نے مجھ پر ایک تیر چلایا اور میری آگ بجھا دی۔ دیکھ، اب میں عنقریب ہی اپنے گڑھے میں ڈالا جانے والا ہوں۔

ولم یغن عنی ما جمعت ولم اجد لذی ملک منہا ولا راغب رفقا

میرے جمع کئے ہوئے خزانے میرے کام نہ آئے۔ دولت سے بیزار ہونے والے اور دولت کے لالچی، کسی نے بھی ہمدردی نہ کی!

فیا لیت شعری بعد موتی ما القی الی نعم الرحمن ام نارہ القی؟

آہ کاش! میں جانوں، مَوت کے بعد اللہ کی نعمتیں پاؤں گا، یا دوزخ میں جھونک دیا جاؤں گا؟ ۲۸۹ھ (۹۰۲ء) میں انتقال کیا۔

واپسی کے لئے جرمنی میں میدان طیار ہو چکا ہو، خود قیصر کی ذہنیت کیا ہو؟ یہاں کے اخباروں نے حال ہی میں قیصر کی ایک گفتگو شائع کی ہو۔ اُسنے یہ گفتگو ایک انگریز ممبر پارلیمنٹ سے کی تھی۔ اس کا خلاصہ حسب ذیل ہو:

دُنیا کی آیندہ جنگ

"دس برس گزرنے سے پہلے" قیصر نے کہا "دنیا کو ایک اور عظیم جنگ کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اس جنگ میں یورپ کی تمام سلطنتیں شریک ہوں گی۔ کوئی بھی اُس سے علٰحدہ نہ رہ سکے گی۔ میں یہاں اپنی جلاوطنی کی جگہ سے بیٹھا دیکھ رہا ہوں کہ مغرب کے افق سے ایک ہولناک جنگ کی گھٹائیں اُٹھ رہی ہیں۔ یہ ایسی سخت جنگ ہوگی جس کے سامنے پچھلی جنگ ہیچ ہو جائے گی۔ تمام دنیا خون میں غرق ہو جائے گی۔ بہت سے ملک ویران ہو جائینگے۔ بہت سی سلطنتیں ناپید ہو جائیں گی۔ دُنیا کی تمام قومیں اُس کی مصیبت سے چیخ اُٹھیں گی۔ ایسی مصیبتیں جن سے عالم انسانیت اب تک ناواقف ہو۔ یقیناً یہ جنگ نہایت ہیبت ناک ہوگی کیونکہ اُس کے ظہور کے وقت دُنیا کی تمام قومیں پُورے طور پر نئے اسلحہ سے آراستہ ہوں گی"

"ہاں، میں دیکھ رہا ہوں کہ تمام قومیں جنگ کی طیاریاں کر رہی ہیں۔ مجلس اقوام کی بھی کوئی پرواہ نہیں کرتا۔ وہ محض سیاسی تفریح کا ایک نیا سامان ہو۔ اُس کے امن کے وعظوں پر قومیں ہنستی ہیں... تمام سلطنتیں جنگی جہاز، آبدوز کشتیاں، اور ہوائی بیڑے طیار کر رہی ہیں۔ مختلف قسم کے جدید گیس ایجاد کئے گئے ہیں جو اب تک غیر معلوم تھے۔ قومیں نہایت اخفا کے ساتھ ان جہنمی مواد کے تجربے کر رہی ہیں۔ ہر [illegible] مہلک ہتیاروں اور گیسوں کے بکثرت ذخیرے جمع کر لئے ہیں تاکہ جب جنگ کا بگل بجے تو پوری طرح طیار ثابت ہوں"

یہ تمام طیاریاں کیوں ہیں؟ جواب دیا جاتا ہو مدافعت کے لئے! مگر جنگ کا کس طرف سے اندیشہ ہو جبکہ ہر سلطنت مدافعت ہی کی طیاری کر رہی ہو؟"

"تھوڑے دن ہوئے، ایک معزز انگریز میری ملاقات کے لئے یہاں آیا۔ دوران گفتگو میں نے پوچھا، آخر یہ ہر طرف جنگی طیاریاں کیوں ہو رہی ہیں؟ اُس نے جواب دیا "اصلی خطرہ مشرق میں ہو۔ جنگ عمومی کے بعد مشرقی قومیں بیدار ہو گئی ہیں اور مغربی حکومتوں کے خلاف طیار ہو رہی ہیں۔ اُن کی ہولناک بغاوت کے خوف سے یورپ جنگی طیاری پر مجبور ہو گیا ہو!"

"میں اس جواب پر ہنس پڑا۔ میں نے کہا مغربی قومیں، مشرقی فوجوں سے ہرگز خائف نہیں ہیں۔ دراصل وہ آپس ہی میں ایک دوسرے سے ڈرتی ہیں۔ مغربی قوموں میں باہم سخت حسد اور منافست ہو۔ سیاسی مدبر ایک دوسرے سے چکنی چپڑی باتیں کرتے ہیں۔ مگر حکومتوں کے وزیر اور فوجوں کے سپہ سالار آیندہ جنگی میدانوں کے نقشے بنانے میں مصروف ہیں۔ ایک طرف سفرا اور دول کھڑے زیتون کی شاخ ہلا رہے ہیں (یعنی امن پسندی کا اظہار کر رہی ہیں) دوسری طرف بحری سپہ سالار جدید ترین آبدوزوں اور جہنمی مادوں کے تجربے کر رہے ہیں۔ اُن کی کوشش ہو کہ کسی طرح زہریلی گیس سمندر کی موجوں پر پھیلانے میں بھی کامیابی حاصل کرلیں!"

"ہوا بازوں نے محیط اٹلانٹک کے عبور کی کوشش شروع کر دی ہو ہر ہفتے ہم ایک نئی کوشش کی خبر سنتے ہیں۔ کرنل لنڈبرگ نے اپنی حیرت انگیز جرأت سے ثابت کر دیا ہو کہ محیط اٹلانٹک، پیسیفک، یا محیط ہندی کا ہوائی جہاز سے عبور کرنا ناممکن نہیں ہو۔ آیندہ جنگ ایسے ہوا باز پیدا کردے گی جو سمندر کی موجوں پر رہیں گے اور اپنے عمل سے ثابت کر دیں گے کہ سمندر پار رہ کر بھی کوئی قوم جنگ کی ہولناکیوں سے محفوظ نہیں رہ سکتی"

"میرے عہد حکومت میں کونٹ زپلین نے ایک دن مجھ سے کہا اگر جرمنی کے پاس زپلین وضع کے ۵۰۰ ہوائی جہازوں کا بیڑا ہو جائے، تو تمام دُنیا پر جرمنی کی برتری قائم ہو سکتی ہو۔ اگر اعلیٰ حضرت کی حکومت ضروری مصارف مہیا کر دے تو میں ایک سال کی مدت میں پانسو جہاز طیار کر دے سکتا ہوں۔ ایک سال اور ایک ہفتہ کے بعد جرمنی تمام دُنیا پر حکومت کرے گا!" لیکن مجلس حکومت نے یہ تجویز منظور نہیں کی"

"اگر میرے لئے پیشین گوئی کرنا جائز ہو، تو میں تمھیں اُن قوموں کے نام بھی بتلا دے سکتا ہوں جو آیندہ جنگ میں حملہ آورانہ یا مدافعانہ شرکت کریں گی۔ لیکن ایک جلا وطن بادشاہ کے لئے یہ ہرگز مناسب نہیں کہ وہ اُنگلی اُٹھا کر اُن قوموں کی طرف اشارہ کرے جو جنگ کا تنور سُلگا رہی ہیں!"

"آیندہ جنگ کئی سال تک جاری نہیں رہے گی جیسی کہ پچھلی جنگ تھی۔ آیندہ جنگ میں ہر کام بجلی کی سی تیزی سے ہوگا۔ جنگ کا صُور پھنکتے ہی تار برقی اور بے تار برقی کے آلات میں حرکت ہوگی، اور چشم زدن میں تمام جنگجو قوتیں اُٹھ کھڑی ہوں گی۔ غیر مرئی آبدوزیں اپنی جگہوں سے نکل پڑیں گی۔ ہولناک ہوائی بیڑے آسمان کی سطح پر چھا جائیں گے۔ قتل و ہلاکت کے سامان حیرت انگیز سرعت سے منتقل ہونے لگیں گے، اور چند گھنٹوں کے اندر خشکی اور تری کی تمام زندگیاں موت سے بدل جائیں گی۔ پچھلی جنگ میں ایک جہاز کے غرق ہونے میں جتنی دیر لگتی تھی، اُس سے سو گنا جلد غرقابی عمل میں آئے گی۔ اس جنگ وہی قوم کامیاب ہوگی، جو سب سے پہلے اپنی آبدوزیں اور ہوائی بیڑے میدان میں پہنچا سکے گی، تاکہ سب سے پہلے اپنی جہنمی فرائض ادا کر دے!"

"مستقبل کی جنگ میں فوجیں، عقابوں کی طرح اچانک ٹوٹ پڑیں گی۔ اگر تمام سلطنتیں سرعت عمل میں برابر نہ ہوں گی، تو کامیابی پیشقدمی کرنے والی سلطنت کو حاصل ہوگی۔ بہت ممکن ہو، اُس جنگ میں بڑی بڑی سلطنتوں کی پُوری قوت صرف ۴۸ گھنٹے میں برباد ہو جائے!"

"یہ اس لئے کہ مستقبل جنگ کے طریقے بہت ہی سریع اور ہولناک ہونگے۔ اس جنگ میں سب سے زیادہ ضروری اور مفید عنصر جاسوسوں کا ہوگا۔ یہ عنصر اس وقت بھی ہر سلطنت کے یہاں بہت بڑی وسعت کے ساتھ موجود ہو۔ ہر سلطنت دوسری سلطنت کی طیاریاں اپنے جاسوسوں کے ذریعے معلوم کر رہی ہو۔ جس سلطنت کی اطلاع زیادہ وسیع اور صحیح ہوگی، وہی اُس جنگ میں فتحیاب ہوگی۔ جنگ عمومی سے پہلے اور اُس کے دوران میں جرمنی کا محکمۂ جاسوسی بہت مکمل تھا۔ ہمارے جاسوس دُنیا کے گوشے گوشے میں پھیلے ہوئے تھے۔ اس محکمہ کی نگرانی خود میں نے اپنے ذمے لے رکھی تھی۔ میں تمام بڑے بڑے جاسوسوں سے براہ راست ملتا اور نہایت غور اور محنت سے اُن کی خفیہ رُودادیں مطالعہ کیا کرتا۔ دُنیا میں ہر لمحے جو کچھ بھی ہوتا تھا، اُس کا علم مجھے حیرت انگیز سرعت سے ہو جایا کرتا تھا"

"میں خوب جانتا ہوں کہ اسوقت دُنیا میں جاسوسی، پہلے سے کہیں زیادہ موجود ہو۔ خاص طور پر روس کا محکمۂ جاسوسی سب سے زیادہ منتظم ہو۔ میں اُن تمام سلطنتوں کے نام گِنا سکتا ہوں جن کے جاسوس دنیا بھر میں پھیلے ہوئے ہیں حتیٰ کہ یہاں خود میرے گرد بھی اُن کے جاسوسوں کا ہجوم ہو۔ وہ خیال کرتی ہیں، میرا وجود اُن کی سلامتی کے لئے خطرہ ہو۔ حالانکہ اگر اِن سلطنتوں کو عقل ہوتی تو وہ جان لیتی کہ اس بڑھاپے میں میری سب سے بڑی آرزو یہ ہو کہ اپنی حکومت پر واپس جاؤں اور دُنیا کو ایک نیا سبق دوں۔ حرب و ضرب کا نہیں، صلح و آشتی کا!"

"جنگ، دنیا میں ہمیشہ باقی رہیگی کیونکہ انسان کی فطرت میں طمع و حرص کے جذبات راسخ ہیں۔ جنگ کو معدوم کرنے کی کوشش بالکل بے کار ہیں۔ ہاں جنگ کو کم کرنے کی کوششیں مفید ہو سکتی ہیں اگر میں اپنے قدیم تخت پر ہوتا، تو دنیا کو امن و سلامتی کا ایک نیا راستہ دکھا سکتا تھا۔ لیکن میں دُنیا سے الگ کر دیا گیا ہوں۔ سلطنتیں میری ہلاکت کی کوشش کر رہی ہیں، حالانکہ اس سے اُنھیں کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا۔ اگر وہ مجھ سے مشورہ کریں اور مجھے جرمنی واپس جانے دیں، تو میں اُنھیں بہت کچھ نفع پہونچا سکتا ہوں"

برلن ۲۸ ستمبر ۱۹۲۷ء

معاہدۂ حجاز و برطانیہ

"برید شرق" میں ہم ایک مراسلت درج کر چکے ہیں جس میں معاہدہ حجاز و برطانیہ کی تمام تفصیلات درج ہیں۔ مراسلہ نگار نے لکھا ہو کہ بعض مسائل جو اس معاہدہ میں طے نہ ہو سکے، ضمیمہ میں اُنکے بحث طلب ہونے کا اعتراف کیا گیا ہو، اور کسی آیندہ مناسب موقعہ کے لئے ملتوی کر دیئے گئے ہیں۔

اب تازہ ڈاک سے حجاز کا سرکاری جریدہ "ام القریٰ" مورخہ ۲۳ ستمبر ۲۷ء موصول ہوا ہو۔ اسمیں معاہدہ کی وہ عربی نقل بجنسہ موجود ہو جو مراسلہ نگار نے ہمارے پاس بھیجی تھی۔ ساتھ ہی وہ خط و کتابت بھی شایع کر دی ہو جو بعض مختلف فیہ مسائل کی نسبت فریقین میں ہوئی تھی۔ اس خط و کتابت کا تعلق انہی مسائل سے ہو جنھیں مراسلہ نگار نے "بحث طلب" اور "ملتوی شدہ" قرار دیا ہو۔

پہلا خط بریگیڈیر کلیٹن کا (مورخہ ۱۹ مئی ۲۷ء) ہو جسمیں وہ لکھتا ہو: "آپکی تجویز ہو کہ معاہدہ میں ایک دفعہ اس مضمون کی بڑھا دی جائے کہ حکومت برطانیہ کی جانب سے وہ تمام رکاوٹیں دُور کر دی جائیں گی جو اسلحہ اور جنگی مواد کے خریدنے اور منگوانے میں حائل ہو سکتی ہیں۔ میں آپکو حکومت برطانیہ کی جانب سے یہ اطلاع دینے کی عزت حاصل کرتا ہوں کہ اس بارے میں کسی دفعہ کے بڑھانے کی ضرورت نہیں۔ اور مجھے اجازت دی گئی ہو کہ میں آپ کو اطمینان دلا دوں کہ جزیرۃ العرب کو جنگی مواد بھیجنے کی ممانعت اب اُٹھا دی گئی ہو، اور اگر آپکی حکومت چاہے تو وہ انگلستان کے کارخانوں سے ہر طرح کا سامان جنگ منگوا سکتی ہو۔ برطانی حکومت کی جانب سے کوئی رکاوٹ اسمیں ڈالی جائے گی"

اس کے جواب میں حکومت حجاز کی جانب سے ۱۹ مئی کو لکھا گیا: "آپکے اس اطلاع کے جواب میں کہ "جزیرۃ العرب میں اسلحہ جنگ کی خرید اور انکا ورود آپکی حکومت کی جانب سے ممنوع نہیں ہو" شکریہ ادا کیا جاتا ہو"

دوسرے خط میں حجاز کے حدود کا ذکر ہو۔ حکومت حجاز مصر تھی کہ عقبہ اور معان حجاز کے حدود میں داخل ہیں۔ برطانیہ حجاز اور شرق الاردن کی حدود طول بلد ۳۸ شرقی اور عرض بلد ۳۵، ۲۹ شمالی قرار دیتا تھا جس سے یہ مقامات نکل جاتے تھے۔ اسپر ۱۸ ذی قعدہ کو حکومت حجاز کی جانب سے لکھا گیا۔

"آپکے خط سے معلوم ہوا کہ حکومت برطانیہ اپنی رائے پر مُصر ہو۔ چونکہ بحالات موجودہ اس نزاع کا آخری فیصلہ مشکل ہو، اس لئے ہم اسکے لئے طیار ہیں کہ یہ مسئلہ بالفعل ملتوی کر دیا جائے، اور آیندہ کسی مناسب موقعہ پر اس کا آخری فیصلہ عمل میں آئے"

اس خط و کتابت سے معلوم ہوا کہ جہاں تک مسئلہ اسلحہ کا تعلق ہ

م تھا، برطانی حکومت اسپر آمادہ نہ ہوئی کہ معاہدہ میں صاف صاف اپنا موقف ظاہر کردے۔ اور جہاں تک عقبہ و معان کا تعلق ہو، موجودہ صورت حال جاری رہیگی۔ برطانیہ نے اس بارے میں ایک لفظ بھی ایسا نہیں کہا ہو جس سے ثابت ہو کہ وہ اس مسئلہ کو کم از کم زیر بحث تسلیم کرتا ہو۔ البتہ حکومت حجاز ❊

اگر آپ

علم وکتب کی وسعت اور دستِ طلب کی کوتاہی سی گھبرا گئے ہیں تو کیوں کسی ایسے مقام کی جستجو
نہیں کرتے جہاں دنیا کی تمام بہترین اور منتخب کتابیں جمع کرلی گئی ہوں؟

ایسا مقام موجود ہی!

J. & E. Bumpus Limited,
350, Oxford Street,
LONDON, W. 1.

جو
دُنیا میں کتُب فروشی کا عظیم مرکز ہی
اور جسے **ملک معظم** برطانیہ اور انکے کتبخانہ **قصر** کے لئے کتابیں بہم پہونچانے کا شرف حاصل ہی!
انگریزی کا تمام ذخیرہ جو برطانیہ اور برطانی نو آبادیوں اور ملحقہ ممالک میں شایع
ہوتا ہی

یورپ کی تمام زبانوں کا ذخیرہ
مشرقی علوم وادبیات پر انگریزی اور یورپین زبانوں کی تمام کتابیں
نئی اور پُرانی دونوں طرح کی کتابیں
تمام دنیا کے ہر قسم اور ہر درجے کے نقشے
ہر قسم کی تعلیمی کتابوں کے مسلسل سلسلے
بچوں کے لئے ہر قسم اور درجہ کا ذخیرہ
قیمتی سے قیمتی اور [illegible] سستے ایڈیشن
آپ ہمارے عظیم ذخیرہ سے حاصل کرسکتے ہیں
ہمارے یہاں سے ہر چھ
ماہ کے بعد نئے ذخیرہ کی مفصل فہرست شایع ہوا کرتی ہی

ان تمام صحاب کے لئے

جو

قیمتی تمدن و صنعت کی قیمتی اشیاء کا شوق رکھتے ہیں

دنیا میں عظیم الشان مقام

I. SHENKER,

118, BROMPTON ROAD, KENSINGTON LONDON S. W. 3.

ہے

مغرب و مشرق کے قدیم آثار، پرانی قلمی اور مطبوعہ کتابیں، پرانی تصویریں، پرانے سکے، اور نقوش، پرانے زیور، آرائش و تزئین کا ہر قسم کا سامان، اور ہر طرح کے پرانے صنعتی عجائب و نوادر، اگر آپ کو مطلوب ہیں، تو ہم سے خط و کتابت کیجئے۔ کم از کم ہماری نمائش گاہوں اور ذخائر کی فہرستیں ہی منگوا لیجئے۔ اہل علم اور اہل دولت، دونوں کے لئے ہمارا ذخیرہ قیمتی ہے۔

نوادر عالم کا یہ ذخیرہ

دنیا کے تمام حصوں سے غیر معمولی مصارف و مساعی کے بعد حاصل کیا گیا ہے۔ دنیا کے تمام قدیم تمدنی مرکزوں مثلاً مصر، شام، فلسطین، ہندوستان، ایران ترکستان، چین، وغیرہ ممالک میں ہمارے ایجنٹ ہمیشہ گردش کرتے رہتے ہیں۔

باایں ہمہ

قیمتیں تعجب انگیز حد تک ارزاں ہیں!

براعظم یورپ، امریکہ

اور

مشرق

کے تمام بڑے بڑے محل، کتب خانے، اور عجائب خانے، ہم سے نوادر حاصل کرتے رہتے ہیں۔ قاہرہ کے نئے ایوان شاہی کے نوادر بھی حال میں ہم ہی نے فراہم کیے ہیں

اگر آپ کے پاس نوادر موجود ہوں

تو

آپ فروخت کرنے کے لئے بھی پہلے ہم سے ہی خط و کتابت کیجئے بہت ممکن ہے کہ ہمارا سفری یا مقامی ایجنٹ آپ سے مل سکے

مطبوعات الهلال بك ايجنسى

* * *

معارف ابن تيميه و ابن قيم

* * *

دینی علوم کے بیش بہا جواهر ریزي

* * *

اس سلسله میں هم نے امامین کی ان نادر و اعلی درجه کی بلند پایه عربي تصانیف کے اردو تراجم کا سلسله شروع کیا هے ' جنکا مطالعه اصلاح عقائد اسلام اور اشاعت و معارف کتاب و سنت کے لیے نہایت ضروري و ناگزیر هے - امید که یه "سلسلۂ تراجم" بد نصیب هندوستان کی دماغي اصلاح کا کام دے :

آسوۂ حسنه — امام ابن قیم کي فن سیرت میں شهره آفاق کتاب "زاد المعاد" کے خلاصه کا اردو ترجمه - بلا جلد ٢ روپے مجلد ارهائي روپیه -

کتاب الوسیله — لفظ "وسیله" کی بحث کے علاوه امام ابن تیمیه نے اسلام کے اصل الاصول "توحید" کي مبسوط بحث کي هے - بلا جلد ارهائي روپیه ' مجلد سوا تین روپیه -

اصحاب صفه — انکي تعداد ' ذریعه معاش ' طریق عبادت اور انکے مفصل حالات بیان کیے هیں دس آنے -

تفسیر سورة الکوثر — امام ابن تیمیه کے مخصوص انداز تفسیر کا اردو ترجمه - چار آنے -

العروة الوثقی — خالق و مخلوق کے درمیان واسطه کا فرق بدلائل بیان کیا هے - چهه آنے -

سیرت امام ابن تیمیه — حضرت امام کے ضروري حالات زندگي نهایت خوش اسلوبي سے بیان کیے هیں - نو آنے

نجد و حجاز — علامه سید محمد رشید رضاء مصري کي تازه کتاب کا اردو ترجمه - سوا روپیه -

آئمه اسلام — ترجمه رفع الملام عن ائمة الاعلام - باره آنے
خلاف الامه — فی العبادات - پانچ آنے

صبح سعادت — یه ایک علمي ' اسلامي ' سه ماهي رساله هے جس کے خریدار کو هم نے کمال کوشش و کاوش سے اردو ' عربي ' فارسي ' انگریزي ' اور دوسري زبانوں کي تمام اهم اور اعلی مطبوعات کے متعلق بهترین تازه معلومات بہم پہنچانے کا اهتمام کیا هے - اسکے علاوه آئمه و اسلام و بزرگان دین کے حالات ' لطائف افسانه ' نظمیں اور ممالک اسلامیه کے معتبر ذرائع سے حاصل کیے هوے حالات درج کیے جاتے هیں - فی پرچه ٨ آنه سالانه ٢ روپیه پیشگي -

* * *

منيجر الهلال بك ايجنسى

(حلقه نمبر ٢٤ شيرانواله دروازه لاهور پنجاب)

“ Al-Hilal Book Agency,”
24, LAHORE, PANJAB.

* * *

خط و کتابت کی وقت اپنا نام اور پته صاف لکھین
اور نمبر خریداری ضرور تحریر فرمائین

السحر الحلال فی مجلدات الهلال

* * *

گاه گاهے بازخوان این دفتر پارینه را
تازه خواهی داشتن گر داغهائے سینه را

* * *

اردو صحافت کي تاریخ میں الهلال هي وه رساله هے جو اپني تمام ظاهري اور باطني خصوصیات میں ایک انقلاب آفریں دعوت تهي -

الهلال اگرچه ایک هفته وار مصور رساله تها ' لیکن چونکه وه اردو صحافت کي مختلف شاخوں میں اجتهاد نظر و فکر کي نئي روح پیدا کرني چاهتا تها ' اِس لئے اُس کا هر نمبر مختلف اقسام اور مختلف اذواق کا مجموعه تها - اُس کے هر نمبر میں مختلف ابواب ' مذهب ' سیاست ' ادبیات ' علوم و فنون ' اور معلومات عامه کے هوتے تهے - اور اُسکا هر باب اپني مجتهدانه خصوصیات کے لحاظ سے اپني نظیر آپ هوتا تها - پهر اس کي ظاهري خوبیاں اردو صحافت میں اعلی طباعت و ترتیب کا پهلا نمونه تهیں - اردو کا وه پهلا هفته وار رساله تها ' جس میں هاف ٹون تصاویر کے اندراج کا انتظام کیا گیا ' اور ٹائپ میں چهپنے کي وجه سے بهت سي ایسي خوبیاں پیدا هوئیں جو پتهر کي چهپائي میں ممکن نهیں - اِس کي جلدیں جدید اردو علم ادب کے علمي ' مذهبي ' سیاسي ' اور اجتماعي مواد و مباحث کا بهترین مجموعه هیں - اِن کي مقبولیت و قدر کا اندازه اِس سے هوسکتا هے که سنه ١٩١٨ میں بعض شایقین علم و ادب نے اِس کي تمام جلدوں کا مکمل ست سات سو روپیه میں خرید کیا - اور حال میں ایک صاحب نے اِس کي پهلي جلد مکمل (جو دفتر میں بهي موجود نهیں) ساڑهے چارسو روپیه میں حیدرآباد سے خریدي هے - جن لوگوں نے اِس کے پرچے بحفاظت جمع کئے هیں وه بڑي سے بڑي قیمت پر بهي علحده کرنے کیلیے تیار نهیں - پچهلے دنوں "البلاغ پریس" کا جب تمام اسٹاک نئے مکان میں منتقل کیا گیا تو ایک ذخیره الهلال کے پرچوں کا بهي محفوظ ملا ' هم نے کوشش کي که شایقین علم و ادب کے لئے جس قدر مکمل جلدیں مرتب کي جا سکتي هیں مرتب کرلي جائیں اور جن جلدوں کي تکمیل میں ایک دو پرچوں کي کمي هو اُنهیں دوباره چهپوا لیا جاے -

چنانچه الحمدلله یه کوشش ایک حد تک مشکور هوئي اور اب علاوه متفرق پرچوں کے چند سالوں کي جلدیں پوري مکمل هوگئي هیں - هم اِس اعلان کے ذریعه شایقین علم و ادب کو آخري موقعه دیتے هیں که اِس قیمتي ذخیره کے حاصل کرنے میں جلدي کریں ' چونکه جلدوں کي ایک بهت هي محدود تعداد مرتب هوسکي هے اس لئے صرف اُنهیں درخواستوں کي تعمیل هوسکے گي جو سب سے پهلے پهونچیں گي - هر جلد مجلد هے اور ابتدا میں تمام مضامین کي انڈکس به ترتیب حروف تهجي لگادي گئي هے -

الهلال مکمل جلد دوم ١٠ روپیه   الهلال مکمل جلد سوم ١٠ روپیه
„ „ „ چهارم ١٠ روپیه   „ „ „ پنجم ١٠ روپیه

جلد "البلاغ" (جب دوسري مرتبه الهلال اِس نام سے شائع هوا) قیمت ٨ روپیه

علاوه جلد اول کے هر جلد کے متفرق پرچے بهي موجود هیں جن میں سے هر پرچه اپنے مضامین کے لحاظ سے ایک مستقل مجموعه علم و ادب هے - قیمت في پرچه ٨ - آنه - محصول ڈاک و پیکنگ اِس کے علاوه هے -

منیجر "البلاغ پریس"

کیا آپکو معلوم نہیں

کہ
اسوقت
دنیا کا بہترین فاونٹین قلم

امریکن کارخانہ "شیفر"

کا
"لائف ٹائم"
قلم ہے؟

(۱) اتنا سادہ اور سہل کہ کوئی حصہ نزاکت یا پیچیدہ
ہونے کی وجہ سے خراب نہیں ہو سکتا
(۲) اتنا مضبوط کہ یقیناً وہ آپ کو آپکی زندگی
بھر کام دے سکتا ہے
(۳) اتنا خوبصورت، سبز، سرخ اور سنہری بیل بوٹوں
سے مزین کہ اتنا خوبصورت قلم دنیا میں
کوئی نہیں

کم از کم تجربہ کیجئے

یاد رکھئے
جب آپ کسی دکان سے قلم لیں تو آپکو "شیفر"
کا
"لائف ٹائم"
لینا
چاہئے!

اگر آپ انگلستان کی سیاحت کرنا چاہتے ہیں تو

یاد رکھئے

کہ
آپکو ایک مستند اور آخرین رہنما

گائڈ بک

کی ضرورت ہے
جو
انگلستان کے تمام شہروں، سوسائیٹیوں
ہوٹلوں، کلبوں، تھیٹروں، رقص گاہوں،
قابل دید مقامات،
اور
آثار قدیمہ وغیرہ سے
آپکو مطلع کردے
نیز
جس سے وہ تمام ضروری معلومات حاصل کی جاسکیں جن
کی ایک سیاح کو قدم قدم پر ضرورت پیش آتی ہے،
ایسی
مکمل گائڈ بک صرف

ڈنلاپ گائڈ ٹو گریٹ برٹین

The Dunlop guide
to great Britain

کا دوسرا ایڈیشن ہے
ہندوستان کے
تمام انگریزی کتب فروشوں اور بڑے
بڑے ریلوے اسٹیشنوں کے بک اسٹال سے مل سکتی ہے

جامع الشواہد

طبع ثانی

مولانا ابوالکلام صاحب کی یہ تحریر سنہ ۱۹۱۹ء میں شایع ہوئی تھی جب رانچی میں نظر بند تھے۔ موضوع اس تحریر کا یہ تھا کہ اسلامی احکام کی رو سے مسجد کن کن اغراض کے لئے استعمال کی جاسکتی ہے؟ اور اسلام کی رواداری نے کس طرح اپنی عبادت گاہوں کا دروازہ بلا امتیاز مذہب و ملت تمام نوع انسانی پر کھول دیا ہے؟

قیمت ۸ر (منیجر الہلال کلکتہ)

اگر آپکو

دمہ

ضیق النفس

یا

کسی طرح کی بھی معمولی کھانسی کی شکایت
ہے
تو تامل نہ کیجئے۔ اپنے سب سے قریب
دوا فروش کی دکان سے
فوراً
ایک ٹین

HIMROD

کی
مشہور عالم دوا کا
منگواکر
استعمال کیجئے

۱۹۲۷

الہلال

۱۹. جلد ۱

البلاغ پریس کلکتہ

قیمت ۵ ـ آنہ

دنیا کي بہترین کتابوں کیلئے بہترین رهنما:

تائمزاف لندن کا ادبي ضمیمه

یه ضمیمه دنیا کي تمام کتابوں پر هفته وار دلچسپ اور وقیع تبصره کرتا هے -

اسکا معتدل نقد علمي حلقوں میں مسلم هے -

اس میں چند صفحات وقت کے جاري اور زیر بحث ادبي فوائد پر بهي هوتے هیں جنکي اهمیت کا عام طور پر اعتراف کیا گیا هے -

اپنے یہاں کے ایجنت سے تقاضه کیجئے که وه تائمز لندن کا هفته وار ادبي ضمیمه آپکے لئے مہیا کرے - لیکن اگر آپ چاهیں تو

The Publisher :

Printing House Square

London, E. C. 4.

سے براه راست طلب کر سکتے هیں

دنیا کے هر معلم اور ماهر فن تعلیم کیلئے

ضروري هے که

تائمز اف لندن کا تعلیمي ضمیمه مطالعه کرے

اگر آپ چاهتے هیں که فن تعلیم کے تمام نظري اور عملي تغیرات و ترقیات سے بے خبر نه رهیں' تو آپکو یه ضمیمه بلا ناغه مطالعه میں رکھنا چاهیے -

یه هر هفته اس موضوع پر تمام اهم خبریں اور مباحث جمع کردیتا هے - ماهرین فن اور مشاهیر تعلیم کے قلم سے اسکے صفحات مرتب هوتے هیں -

اپنے یہاں کے ایجنت سے طلب کیجئے -

ورنه

The Publisher,

Printing House Square

London, E. C. 4.

سے طلب کرسکتے هیں -

کیا آپ تجارت کرني چاهتے هیں ؟

اگر آپ چاهتے هیں که یورپ اور امریکه کے تمام بڑے بڑے کارخانوں سے تجارتي تعلقات قائم کریں' نفع بخش ایجنسیاں لیں' هندوستان سے خام پیدا وار بهیجیں' نئي نئي ایجادات سے اپنے ملک کو آشنا کریں' تهوڑي سي محنت اور تهوڑا سا سرمایه لیکر ایک وقیع کار و بار شروع کردیں' تو آپ کو ابتدا میں بہت سي باتیں معلوم کرني چاهئیں - اس طرح کي تجارت کے گر اور بهید سیکھنے چاهئیں - هندوستان کے تمام حلقوں اور یورپ و امریکه کے تمام کارخانوں اور کوٹهیوں کے حالات اور اصول معاملت معلوم کرنے چاهئیں - بغیر اس کے آپ کامیاب نہیں هوسکتے -

اگر آپ چاهتے هیں که بہت تهوڑا سا وقت خرچ کرکے یه ساري باتیں با قاعده علمي اصول پر معلوم کرلیں' تو آپکو چاهیے که هم سے خط و کتابت کریں - هم یه کام به حیثیت ایک ماهر فن کے کر رهے هیں - خط و کتابت کے بعد هي آپکو معلوم هو جائیگا که آپکے مقصد کیلئے هم کس درجه مفید هیں ؟

همارے تعلقات دنیا کے تمام تجارتي حلقوں سے هیں -

M. R. MARSDEN & CO.

Post Box 708.

Clive Street, Calcutta.

برونو مولر اینڈ کو - برلن

پوسٹ بکس نمبر ۲۴

BRUNO MULLER & CO. M. B. H.

Berlin-W 35

Post No. 24.

هر طرح کي مشینیں جو گرم ملکوں کے میووں کو خشک کرنے اور پهلوں کو محفوظ رکھنے کیلئے ضروري هیں' اس کارخانے میں طیار کي جاتي هیں - تمام دنیا میں اس قسم کي مشینوں کا یه بہترین کارخانه هے - مندرجۂ بالا پته سے خط و کتابت کیجیے -

یاد رکھیے

میووں' ترکاریوں' اور هر طرح کے زرعي مواد کو خشک کرنے کا بہترین طریقه وه هے جو " نئے سسٹم " کے نام سے متمدن ممالک میں مشہور هے - اس " نئے سسٹم " کے مطابق کام کرنے والي مشینیں صرف اسي کارخانه سے مل سکتي هیں

Printed and Published by
MASUD HASAN ZUBERI AT THE AL-BALAGH PRESS, 11, BALLYGUNGE CIRCULAR ROAD, CALCUTTA
EDITOR : MAULANA ABU AL-KALAM AZAD.

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین القرآن الحکیم

الهلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ١٩ کلکته : جمعه ١ ۔ جمادی الاولی ١٣٤٦ هجری جلد ١
Calcutta : Friday, 28, October 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نهین ؟

آج کوئی زبان ترقی نهین کر سکتی اگر وه اپنا ترقی یافته طریق طباعة نهین رکهتی ۔

طباعة کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نهین که حروف کی چهپائی اختیار کی جای ۔ پتهر کی چهپائی مین محدود رهکر اردو کی طباعة کبهی ترقی نهین کر سکتی ۔

اردو کی سب سی بهتر حروف جو اس وقت تك بن سکی هین ، وه هین جن مین الهلال چهپتا هی ۔ اور عربی کا بهترین خط نسخ وه هی جس مین یه سطرین کمپوز کی گئی هین ۔ آپ ان دونون مین سی جسی چاهین پسند کر لین ۔ لیکن پتهر کی چهپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین ۔

براه عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی همین اطلاع دیجیی ۔ یاد رکهیی ۔ طباعة کا مسئله آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیاده اهم مسئله هی ۔ ضروری هی که اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین ۔

الهلال

قاریین الهلال کی آراء

اس باری مین اس وقت تك ١٥٨٠ مراسلات وصول هوی هین ۔ تقسیم آراء حسب ذیل هی :

عربی حروف کی حق مین	٢٢٥	اردو حروف کی حق مین	٤٢٠
موجوده مشترك طباعة کی حق مین	٥١٤	حروف کی حق مین بشرطیکه نستعلیق هون	١٥١٠
پتهر کی چهپائی کی حق مین	٢٦١		

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بهی متفق ظاهر کیا هی ۔

آراء کی دیکهنی سی معلوم هوا که اس باری مین بعض اهم تفصیلات پر لوگون کی نظر نهین هی ۔ اور اسلیی شرح وبیان کی ضرورت هی ۔ آینده اس باری مین مولانا به تفصیل اپنی خیالات ظاهر کرینگی مگر ضرورت هی که بقیه حضرات بهی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بهیج دین ۔

الهلال

الهلال

هر جمعه کو نمبر ۱۱ - بالي گنج سرکلر روڈ - کلکته سے شایع هوتا هے

قیمت سالانه مع محصول - - بارہ روپیه
هندوستان سے باهر کیلیے - - سوله روپیه
قیمت شش ماهي - - - سادے روپیه
قیمت فی پرچه - - - پانچ آنه

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر "منیجر الهلال" کے نام سے کي جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے هوں آنکے لفافه پر "ایڈیٹر" کا نام هونا چاهیے -

(۲) نمونه مفت ارسال نه هوگا -

(۳) براہ عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پته صاف اور خوش خط لکھیے -

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداري لکھیے جسکي اطلاع آپکو وصول قیمت کي رسید میں دیدي گئي هے -

(۵) اگر کسي صاحب کے پاس کوئي پرچه نه پهنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک هفته کے اندر اطلاع دیں - ورنه بصورت تاخیر بغیر قیمت کے روانه نهیں کیا جائیگا -

(۶) اگر آپ دو تین ماہ کیلئے ایک جگه سے دوسري جگه جا رهے هیں تو اپنا پته تبدیل نه کرایے ' مقامي ڈاکخانه کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیادہ عرصه تک کے لئے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک هفته پیشتر اطلاع دیکر پته تبدیل کرالیں -

(۷) مني آرڈر روانه کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پته ضرور لکھدیں -

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتري فرائض (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیرہ) سے نهیں هے ٹکٹ ضرور بهیجیے ورنه دفتر پر غیر معمولي خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

(جديد تركي)

سنه ۱۳۴۲ ھ (۱۹۲۳ ع) سے ابتک

• ! !! ! •

مصطفیٰ كمال پاشا نے نئي قومي حركت كا علم بلند كيا ' اور عثماني شهنشاهي كے كهنڈروں پر جديد تركي سلطنت كي بنيادیں تعمير كرديں !

تركوں كو خاص اپنے آبائي وطن پر يونان كي غاصبانه حكومت سے سخت اذيت هوئي تهي - وه كسي طرح بهي يه ذلت برداشت نهيں كرسكتے تهے - وه منتظر تهے كه كوئي مرد ميدان اٹهے ' اور يه اسكے زير علم قومي جهاد شروع كر ديں - ضرورت نے مصطفیٰ كمال پاشا كو پيدا كر ديا ' اور تركي قوم نے پوري خود فروشي كے ساتهه اس كا ساتهه ديا -

اس وقت قسطنطنيه پر دول اتحاد كا قبضه تها - سلطان انكے هاتهه ميں كٹهه پتلي سے زياده وقعت نهيں ركهتا تها - جوں هي دول متحده نے اناطوليه ميں بيچيني ديكهي ' سلطان نے ايک فرمان شائع كرا ديا جس ميں مصطفیٰ كمال اور اسكے تمام ساتهي باغي اور مستحق قتل قرار دیے گئے تهے - يه پهلا موقعه تها كه تركوں كو آل عثمان كے خلاف بغاوت كا خيال پيدا هوا ' اور انهوں نے اس خاندان سے هميشه كيليے پيچها چهڑا لينے كا عزم كرليا -

سنه ۱۹۲۰ - ميں اناطوليه كي مجلس قومي نے منظم فوج طيار كرنے كا فيصله كيا - اس وقت تک لوگ كماليوں كي مجاهدانه جرأت پر هنستے تهے - يهانتک كه سنه ۱۹۲۱ - ميں " آريں نو " كے معركه ميں عصمت پاشا نے عظيم الشان فتح حاصل كي - اب دنيا كي نظريں مجلس قومي كي طرف اٹهه گئيں - اسے عزت كي نگاهوں سے ديكها جانے لگا - وه تركي قوم كي نمائنده تسليم كرلي گئي !

شروع ميں مصطفیٰ كمال پاشا شخصي ترفع و ظهور سے تنفر ظاهر كرتے رهے - وه كها كرتے تهے ' ميں يه مهم ختم كر كے كسي ديهات ميں چلا جاؤنگا اور خاموش زندگي بسر كرونگا - ليكن جوں جوں كاميابي يقيني هوتي گئي ' ان كے خيالات ميں بهي نماياں تغيرات هوتے گئے - يهانتک كه صاف كهنا شروع كرديا " مجلس قومي كي حكومت ' سلطنت آل عثمان كے كهنڈروں پر قائم كي گئي هے " اس تصريح سے انهوں نے اپني نيت كا صاف اظهار كر ديا تها كه اب وه آل عثمان كي حكومت نهيں چاهتے -

پهر فروري سنه ۱۹۲۳ ع ميں سمرنا كي اقتصادي مؤتمر ميں اس سے بهي زياده صاف الفاظ اختيار كيے گئے " ان سلاطين نے ملک كي تمام دولت اپني عياشيوں ميں برباد كر ڈالي - قوم كو فقير اور قلاش كركے چهوڑ ديا ! "

انهوں نے يهي نهيں كيا كه انگوره كو حكومت كا مركز قرار ديا اور خود مجلس كے صدر منتخب هو گئے ' بلكه مجلس ميں اپني هي جماعت كو اكثريت بهي دلائي - اب انكے اختيارات بے روک تهے - انهوں نے فوراً آل عثمان كي حكومت ختم كركے جمهوريت كا آخري اعلان كر ديا ' اور خود جمهوريت كے پہلے صدر منتخب هوگئے !

كمالي اصلاح كي راه ميں " خلافت " ايک روک سمجهي جاتي تهي - چنانچه اسے بهي انهوں نے هٹا ديا - پهر قوانين سلطنت كي بهي ترميم و تنسيخ كي - ملک كي اجتماعي زندگي كي هر شاخ ميں بهي انقلاب عظيم پيدا كرديا - اب وه ايک ايسے راسته پر چل رهے هيں جو انكے نزديک بهترين راسته هے - مستقبل فيصله كريگا كه يه راسته صحيح هے يا غلط ؟ ليكن اس ميں شک نهيں كه جهانتک ملک كے اجتماعي اور معاشرتي انقلاب اور يورپ كي مقلدانه روح كا تعلق هے ' ان كي راه اعتدال و صواب كي راه نهيں هے -

سنه ۱۹۰۸ سے ۱۹۳۴ تک !

(۱) محمود شوكت پاشا مرحوم جو اتحاد و ترقي كي دستوري حركت كے فوجي مظهر تهے - جنهوں نے سنه ۱۹۰۸ ميں بغير كسي كشت و خون كے سلطان عبد الحميد مرحوم كو معزول كرديا -

(۲) غازي مصطفیٰ كمال پاشا جو تركوں كي جمهوري تحريک كے باني و زعيم هيں - انهوں نے سنه ۲۴ - ميں نه صرف عثماني خليفه بلكه عثماني خلافت كا منصب هي ختم كرديا

تاریخ و عبر

حکومت ترکیه

اور اُس کے اجتماعي و سیاسي تغیرات

* * *

شروع سے ابتک

* * *

(۳)

تورانی دور

سنه ۱۳۳۳ ھ (۱۹۱۵ء) سے سنه ۱۳۳۷ ھ (۱۹۱۸) تک

* * *

" تورانیت " کا برق پھونکا گیا - ترکي قوم نے اُسے سنا - مگر زیادہ مانوس نه هوئي - کیونکه اِس برق کے پھونکنے والے اگرچه نسلاً ترک تھے ' مگر تمام تر بیروني ممالک کے باشندے تھے ' اور ان پر ترکوں کو پورا بھروسه نه تھا - وہ بارها دھوکے کھا چکے تھے - تورانیت کے اولین علم بردار روسي تاتاري نو جوان تھے جو عہد حمیدي کے بعد ترکي میں آ بسے تھے ' اور تمام ترکي اقوام کو توراني قومیت کے نام پر جمع کرنے کے خواب دیکھه رهے تھے - اِن میں سب سے زیادہ سر بر آوردہ شخص اوغلي یوسف اور احمد اغاییف بک تھے -

طلعت بے

اتحاد و ترقي کا سر براوردہ رکن

لیکن چونکه یه نئي دعوت دنیا کي موجودہ قوم پرست ذهنیت کے بالکل موافق تھي ' اس لیے بہت جلد توحش دور هوگیا ' اور جوق جوق ترک اُسکے جھنڈے تلے جمع هونے لگے - وزارت داخلیه ' مشیخة اسلامیه ' اور وزارت اوقاف نے اپنے اپنے خزانوں کے منه اُسکي تقویت و تبلیغ کیلیے کھول دیے - یهي نہیں بلکه تمام سر بر آوردہ اخبارات مثلاً " اقدام " ' " ترجمان حقیقت " اور " جون ترک " وغیرہ کے صفحات اُسکے لیے وقف هوگئے - بڑي بڑي انجمنیں مثلاً " ترک یوردو " اور " ترک اُجاغي " وغیرہ قائم کي گئیں - اندرون ملک اور بیرون ملک میں ترکي قوموں کو جگانے کیلیے مبلغین اور دعاۃ بھیجے گئے - غرضکه ایک نئي حرکت پیدا هوگئي - جرمني نے بھي جو اُس وقت تک جنگ میں فتحمند تھي ' اِس تحریک کا خیر مقدم کیا ' اور اُسکے خوشنما اور موثر بنانے میں ساعي هوگئي -

جاوید بے

اتحاد و ترقي کا سر بر آوردہ رکن جسے گذشته سال انگورہ میں پھانسي دي گئی -

تھوڑي هي مدت بعد بظاهر کامیابي کے آثار نظر آنے لگے - اُسي زمانه میں روس کا انقلاب ظهور میں آیا اور بالشویک حکومت قائم هوگئي - روس کي تمام ترکي اقوام نے بھي اِس توراني دعوت کو بڑي گرم جوشي سے لبیک کہا - چنانچه سنه ۱۹۱۷ کي توراني موٴتمر میں ۸۰۰ - نمائندے مختلف ترکي منگولي اقوام کے یکجا هوئے ' اور بڑے جوش و خروش سے "اتحاد توراني" کے راگ گائے گئے -

مگر بدقسمتي سے ترکي کو جنگ میں شکست اُٹھاني پڑي - ایسي شکست ' که قریب تھا ' ترکي حکومت کا همیشه کیلیے خاتمه هو جائے - سنه ۱۹۱۹ - میں دول اتحاد دارالخلافه پر قابض هوگئیں ' اور وہ وقت آگیا که یا تو کوئي عجیب اور غیر معمولي قوت پیدا هوکر ترکي حکومت کیلیے نیا سامان حیات بهم پہنچا دے ؟ یا چھه سو برس کي یه تاریخ عظمت و جلال همیشه کیلیے ختم هو جاے !

جمال پاشا

جو ایام جنگ میں والي شام تھا

کچھه عرصه کے بعد بنو اسرائیل کا زوال شروع هوگیا - اهل اسیریا نے رفته رفته ان کے ممالک - چھین لیے - ادومیا بھي باجگزار بن گیا - اهل اسیریا کو جب میڈیا والوں کے هاتھوں شکست ملي ' تو ان کے ضعف نے نبطیوں کو پیٹرا پر قابض کرادیا - حضرت اسماعیل کے ۲۲ - لڑکے تھے - " نابت " سب سے بڑے تھے - ان سب بھائیوں کي اولاد عرب کے مختلف حصوں میں پھیل گئیں - بنو نابت کو نبطي یا بنو نیابوط بھي کہتے هیں - نبطیوں نے نہایت ترقي کي - ابتداًء ان کا پیشه بحري قزاقي تھا - بعد کو ایک طاقتور اور متمدن قوم بن گئے - ان کے مکانات عالیشان اور سنگیں تھے - تجارت ' صناعت ' سنگ تراشي ' شیشه سازي ' ظروف سازي ' پارچه بافي ' میں ان کا کوئي ثاني نه تھا -

انباط کي سلطنت بہت وسیع تھي - اس کے حدود شمال میں دمشق تک ' غرب میں فلسطین تک ' اور جنوب میں وسط عرب تک پھیلے هوئے تھے - پیٹرا یا رقیم اُن کا دارالسلطنت تھا - ادومي و نبطي عهد میں پیٹرا تجارت عالم کا مرکز بن گیا تھا - پیٹرا کے عروج کے وقت وادي موسیٰ دنیا کي مشہور ترین شاهراه تھي - کاروانوں کے گھنٹوں کي غیر منقطع جھنکار اور پے درپے قافلوں کے شور و هنگاموں نے اهل روما کو بھي متحیر کردیا تھا - انباط کا آخري بادشاه حارث رابع تھا - یه بادشاه حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ (علیهما السلام) کا هم عصر تھا - اس نے یہودیوں کے بادشاه هیرودوتس قاتل حضرت یحییٰ پر فوج کشي کي ' اور میدان جنگ میں هزیمت دي - پولوس حواري اسي حارث کے یہاں قید تھا ' اور جیل خانه سے کسي نه کسي طرح فرار هوگیا تھا - حارث کے بعد کوئي طاقتور حکمران پیدا نہیں هوا - دولت انباط اهل روما کي نا قابل تسخیر قوت کي تاب مقاومت نه لا سکي ' اور همیشه کے لیے اپني آزادي کھو بیٹھي -

عهد نامه عتیق میں " سلاع " کے نام سے اس شہر کا تذکره هے - عبراني زبان میں سلاع کے معني پہاڑي کے هیں - جب فراعنۂ مصر کے مظالم نے بنو اسرائیل پر سر زمین مصر تنگ کردي تھي ' تو یه شہر بہت زمانه سے آباد تھا ' اور پرانا شہر کہلاتا تھا - بعض روایات میں آیا هے که بنو اسرائیل نے صحرا نوردي سے تنگ آکر اهل پیٹرا سے پناه کي درخواست کي تھي ' لیکن اُنھوں نے اپنے دروازه ان بد نصیبوں پر بند کردیے - اسي لیے انبیاء بني اسرائیل نے اهل پیٹرا کے حق میں سخت بد دعائیں کي تھیں -

پیٹرا عرصۂ دراز تک مصري تمدن کے زیر نگیں رها - مصریوں سے اهل پیٹرا کے تجارتي تعلقات جاري رهتے تھے - ادوم کے بادشاهان قدیم کي شادیاں فراعنۂ مصر کے خاندانوں میں هوتي تھیں - فن سنگ تراشي میں پیٹرا نے مصر سے بہت کچھه سیکھا تھا - پیٹرا کے نوجوان اور متمول طلباء علم و فن کي تکمیل کے لیے مصر کا سفر کرتے تھے - دنیا کے شہروں میں پیٹرا مضبوط ترین شہر سمجھا جاتا تھا - سکندر اعظم نے بھي اس کے فتح کے لیے ایک جرار فوج بھیجي تھي ' لیکن پہاڑي دیوار عبور نه کرسکي - اگرچه یوناني تلوار پیٹرا کو فتح نه کرسکي ' لیکن یوناني تمدن نے اُسے مفتوح کرلیا - یوناني علوم و فنون یہاں رواج پاگئے - پیٹرا کے وسیع تماشه گاهوں ' عریض محلوں ' دلکش باغوں ' اور تجارت سے حاصل کي هوئي عیش وعشرت نے ' اُسے سیاحان وقت کا کعبه سفر بنا دیا تھا - یورپ کے لیے روما اور ایشیائے کوچک کے لیے پیٹرا ' یکساں منزلت رکھتے تھے - تجارتي لحاظ سے یه نبطي شہر دنیاء قدیم کا قرطاجنه تھا - یا وسطي یورپ کا برلن -

حریص اهل روما پر پیٹرا کي شہرت نہایت شاق گزرتي تھي - بالاخر انھوں نے ایک طاقتور بحري بیڑے کي مدد سے سنه ۱۰۵ ع میں پیٹرا اور اس کے حوالي فتح کرلیے - اب یه حصۂ ملک " اریبیا پیٹرا " کے نام سے روماني سلاطین کا ایک صوبه بن گیا تھا - روماني عهد حکومت میں بھي پیٹرا عرصه دراز تک عرب ' فارس ' هند ' فلسطین ' مصر ' اور شام کي کارواني تجارت کا مرکز رها - لیکن بعد کو شاهراه تجارت کي تبدیلي اور روما کے زوال نے پیٹرا کے انحطاط کے دور کا آغاز کر دیا -

(استدراک)

مندرجۂ صدر مقاله مولوي محمد یحیٰ صاحب وکیل بدایوں نے بعض انگریزي رسائل سے اخذ کر کے لکھا هے ' جو بعض جزئي ترمیمات کے بعد درج کر دیا گیا - اس سلسله میں چند امور کي وضاحت ضروري هے :

(۱) پیٹرا کے یه آثار مقامي عربوں میں " رقیم " کے نام سے مشہور هیں - گذشته صدي کے اواخر کے اور حال کے تمام سیاحوں نے اسي نام سے اسکي تحقیقات کي هے - سنه ۱۹۰۶ - میں جب مقام " طابه " کي نسبت حکومت مصر اور دولۃ عثمانیه میں نزاع هوئي تھی ' اور ایک مشترک ترکي مصري کمشین تحقیقات کے لیے متعین هوا تھا ' تو اُسوقت بھي " الرقیم " کے ذکر سے دنیا کے کان آشنا هوے تھے -

(۲) تورات میں بھي " رقیم " کا ذکر موجود هے -

" الدیر "

(۳) قران حکیم نے سورۂ کہف میں جہاں " اصحاب کہف " کا ذکر کیا هے ' وهاں " الرقیم " کا لفظ بھي آیا هے : ام حسبتم ان اصحاب الکهف و الرقیم کانوا من آیاتنا عجبا ؟ (۸ : ۱۸) کہف کے لفظ کے معني واضح تھے که غار کے هیں ' مگر " الرقیم " کے مفہوم کے تعین میں اختلاف هوا - عربي میں رقیم کے معني ایسي چیز کے هین جو لکھي هوئي هو - اس لیے بعض مفسرین نے خیال کیا که رقیم سے مقصود یه هے که اصحاب کہف کے حالات قلمبند کرلیے گئے تھے - یا اُس غار پر جس میں اصحاب کہف کي نعشیں تھیں ' کوئي کتبه لکھکر لگا دیا هوگا - چنانچه امام بخاري نے حضرت عبد الله ابن عباس کا ایک قول به روایت سعید بن جبیر نقل کیا هے که اصحاب کہف کا حال ایک پتھرے پر کھود کر نصب کر دیا گیا تھا - اسي لیے " رقیم " کے لقب سے مشہور هوگئے -

(۳) عجب نہیں اس خیال کا باعث وه عام شہرت هو جو ایشیائے کوچک اور شام کے عیسائیوں میں ایک ایسے هي واقعه کي نسبت موجود تھي - قدیم لاطیني تحریرات میں ایک ایسي تحریر

شهر رقیم کا انکشاف

ام حسبتم ان اصحاب الکهف و الرقیم کانوا من ایا تنا عجبا ·

(۲)

(قربان گاه)

پهاڑیوں سے تراشي هوئي سیڑھیاں جن میں سے بعض بعض کا طول ایک میل هے ، پیٹرا کي چوٹیوں تک پهونچا دیتي هیں - انمیں سے اکثر سیڑھیاں عهد عتیق کي ان مرتفع قربانگاهوں سے گزرتي هیں جهاں هزارها سال پہلے اهل پیٹرا اپنے مراسم مذهبي بجا لاتے تھے - ان میں سے بعض آثار تقریباً ایک هزار فیت کي بلندي پر واقع هیں - ایک زینه اوس مندر تک پهنچتا هے جو اسوقت تک " الدیر " کے نام سے موسوم هے - اسکي ڈیڑه سو فیت اونچي گلابي رو کا ایک پهاڑ سے تراش کر بنائي گئي هے - اسکي چوٹي پر بھي ایک صراحي نما ظرف هے - عرب اسے بھي جواهرات کا مخزن کهتے هیں - دوسرا زینه جبل قرباني کا راسته هے - یه پهاڑي بالکل علحده هے - اس پر سے پوري وادي کا منظر نظر آجاتا هے - اسکے بالائي حصه میں دو قربان گاهیں هیں - ایک آگ جمع کرنے کیلیے تھي - دوسري میں ان جانوروں کا خون جمع هوتا تھا جو قربان کیے جاتے تھے - قربان گاه کے قریب قدیم وضع کے دو طویل مربع مینار هیں - پهاڑ کے عقب میں ایک دوسري مرتفع چوٹي هے جسپر ایک صلیبي نائت کے قلعه کے بعض آثار نظر آتے هیں - مگر اس نائت کا نام معلوم نهیں -

قربان گاه

(مدفن حضرت هارون)

یهاں سے کچھه فاصله پر ایک سیاه پهاڑ کا عکس سا معلوم هوتا هے - اسکي چوٹي پر ایک سفید گنبد تعمیر هے - ریگستاني سورج کي کرنیں اسے اور زیاده چمکدار بنادیتي هیں - اهل عرب کا قول هے که یهي جگه حضرت هارون (علیه السلام) کا مولد و مدفن هے - اس سفید گنبد میں ایک چھوٹي سي مسجد اور چھوٹا سا مقبره بھي هے - یه پهاڑي ، جبل حور کے نام سے پکاري جاتي هے - اس وادي خاموش میں هر جگه مندروں اور محلوں کي کثرت هے -

(اثري تحقیقات)

ایک صدي کا عرصه هوا ، اسکاٹ لینڈ کے مشهور سیاح عرب ، جان برکات نے اس شهر کا معائنه کیا تھا - سنه ۱۸۴۶ میں هلینا مارٹینا نامي ایک سیاح عورت نے بھي یه کھنڈر دیکھے تھے - دو یا تین سال هوئے ، دو جرمن ماهرین آثار نے بھي چند مساحت دانوں کي معیت میں اس وادي کي تحقیقات کي تھي ، اور متعدد نقشے اور خاکے طیار کیے تھے -

(تاریخي حالات)

اگر تورات کے موجوده نسخے پر اعتماد کیا جاے ، تو " رقیم " کي ابتدائي تاریخ حسب ذیل هے :

قطورا حضرت ابراهیم کي تیسري بیوي تھیں - اون کے بطن سے مدین پیدا هوا - مدین کي اولاد پھلي پھولي ، اور اتني بڑھي ، که بالاخر ایک قوم بن گئي - بنو مدین ، سنه ۱۷۰۰ قبل مسیح میں پانچ قبائلي شیوخ یا ملوک کے زیر نگیں تھے - ایک بادشاه کا نام رقیم تھا - پهلي صدي قبل مسیح کا اسرائیلي مورخ یوسیفس لکھتا هے که اسي مدیاني بادشاه نے رقیم آباد کیا تھا - اسکا دوسرا نام پیٹرا یونانیوں نے رکھا تھا - یوناني زبان میں پیٹرا پتھر کو کهتے هیں - غالباً اس شهر کا سنگستاني ماحول اس نام کیلیے محرک هوا هوگا -

مدیاني قوت کے اضمحلال کے بعد بنو ادوم مسلط هوگئے - حضرت ابراهیم کي زوجه اولی ساره کے بطن سے حضرت اسحاق پیدا هوئے تھے - حضرت اسحاق کے دو لڑکے هوئے - یعقوب اور عیص یا ادوم - بنو ادوم انهیں ادوم کي نسل سے تھے -

سلاطین ادوم نے ایک عرصه تک رقیم پر حکمراني کي - آخري ادومي پادشاه هدار کے زمانه میں ادومیوں اور اسرائیلیوں میں سخت معرکه آرائیاں هوئیں - شاول (طالوت) اور حضرت داؤد نے بنو ادوم کو پے در پے هزیمتیں دیں - بالاخر نویں صدي قبل مسیح میں امومیا پادشاه یهود نے رقیم فتح کرلیا -

میں زور سے چلا اٹھي " نہیں ' نہیں ' میں مرد ہونا نہیں چاہتي ! "

" اب یہ زنانہ کپڑے اتاردو " ایک ڈاکٹر نے میرے کندھے پر ہاتھہ رکھکر کہا " اب ہمارا جیسا کوٹ پتلون پہن لو - آج کے بعد یہ ریشمین جرابیں اور اونچي ایڑي کا جوتا نہ پہننا ! اب تم ہماري طرح مرد ہوگئي ہو " !

میري مصیبت ابھي ختم نہیں ہوئي تھي - مجھے اپنے منگیتر کو یہ ہولناک خبر سنانا ابھي باقي تھا !

" خدایا ! میں کیا کروں ؟ " راستے میں میں خیال کرنے لگي " اپنے منگیتر سے کیونکر کہوں —— ؟ اُف ! یہ منحوس خبر اُسے کیسے سناؤں ؟ "

" میرے دوست " میں نے انتہائي حسرت و یاس سے لڑکھڑاتي آواز میں اپنے عاشق کو مخاطب کیا " اب میں عورت نہیں رہي —— ہماري شادي ناممکن ہے ! —— "

اُس نے قہقہہ مارا اور مجھے ہاتھہ پکڑ کر اپني طرف کھینچ لیا - لیکن میں نے سنجیدگي سے تمام واقعہ سنا دیا -

" کیا ؟ " وہ غصہ سے چلایا " کس شیطان نے تم سے یہ کہہ دیا ہے ؟ " میں نے جیب سے طبي سندیں نکال کر اُسکے سامنے ڈالدیں - وہ حیرت زدہ رہ گیا - ہم دیر تک حسرت و یاس سے بیٹھے ایک دوسرے کو دیکھتے رہے - بار بار اُس پر ایک غشي کي سي حالت طاري ہو جاتي تھي - ہم دونوں اپني پچھلي محبت پر غور کرتے تھے ' اپنے وعدے یاد کرتے تھے ' مستقبل کا خیال کرتے تھے ' اور یہ سب کچھہ ایک خواب سا معلوم ہوتا تھا - ایسي غمناکي یجدي) دنیا میں کبھي واقع نہیں ہوئي ہوگي !

میں اگرچہ اب مرد ہو چکي تھي ' لیکن اپنے منگیتر کي محبت میرے دل میں بالکل اُتني ہي اور ویسي ہي تھي ' جتني اور جیسي عورت ہونے کي حالت میں ہوسکتي ہے - میري حسرت بے حساب تھي - میں خیال کر رہي تھي کہ میرا عاشق اگر چاہے تو کسي دوسري عورت کو اپني بیوي بنالے سکتا ہے ' لیکن میں کتنا ہي چاہوں ' اب کسي مرد کو اپنا شوہر نہیں بنا سکتي !

" کچھہ پروا نہیں ! " میرا عاشق جوش سے چلا کر کھڑا ہوگیا - " اگر تم مرد ہوگئي ہو تو کوئي پروا نہیں - میں تم سے اب بھي محبت کرونگا - اگر تم میري بیوي نہیں بن سکتي ' تو دوست تو بن سکتي ہو؟ میں تم سے ایسي محبت کرونگا ' جیسي محبت اِس آسمان کے نیچے کسي نے بھي اپنے دوست سے نہیں کي ہوگي ! میں زندگي بھر تمھارے نام پر کنوارا رہونگا ! "

پھر ہم دونوں نے نہایت جوش سے مصافحہ کیا - لیکن کیسا مصافحہ ؟ مردانہ مصافحہ !

جب میں نے پہلي مرتبہ خوبصورت زنانے کپڑے اتار کر مردانے کپڑے پہنے ' تو بے اختیار دل بھر آیا ' اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگي - آیئنہ میں جب میں نے اپني صورت دیکھي ' تو رنج و غم کي شدت سے میرا دل قریب تھا کہ پھٹ جائے - آج میں بازاروں میں اپني سہیلیوں کو زنانہ لباس میں چلتے دیکھکر رشک و حسد سے جل جاتي ہوں - ہر عورت کے نسواني وجود کا منظر میري آنکھوں کے لیے غم ناک ہے - میرا دل بے اختیار رونے لگتا ہے !

یہ عجیب بات ہے کہ نوجوان مرد جو پہلے مجھہ سے اظہار محبت کرتے تھے اور مجھے اپنے ساتھہ فخر و مباہات سے تھیٹر لیجاتے تھے ' اب مجھہ سے کہتے ہیں ' آؤ ہمارے ساتھہ مل کر نوجوان لڑکیوں سے ملاقاتیں کرو - کیونکہ تم بھي ہماري ہي طرح مرد ہوگئے ہو! مگر وہ بالکل نہیں جانتے کہ اگرچہ میں مرد ہوچکي ہوں ' مگر اب تک میرے جذبات نسواني ہي ہیں - میں ہر خوبصورت لڑکي کو دیکھکر آتش رشک میں جلنے لگتي ہوں - وہ مجھے اپني رقیب معلوم ہوتي ہے !

میں اب مرد ہونے کے بعد زندگي پر نظر ڈالتي ہوں تو پہلے سے مختلف پاتي ہوں - اب زندگي میرے لیے ویسي رحیم و شفیق نہیں رہي جیسي پہلے تھي - اب خود مجھے دوسروں کي حمایت کرنے کے فرائض ادا کرنا پڑتے ہیں - حالانکہ پہلے دوسرے لوگ میري حمایت کرنے کي فکر میں رہتے تھے - مجھے اپني تزئین و آرائش کے سوا کوئي فکر نہ تھي - اب مجھے اپنے ساتھہ تھیٹر جانے والي عورتوں کے مصارف اپني جیب سے ادا کرنا پڑتے ہیں ' حالانکہ پہلے میرے مصارف دوسروں کے ذمے ہوا کرتے تھے - لیکن ساتھہ ہي مجھے اعتراف کرنا چاہئے کہ اب میري آزادي پہلے سے بہت زیادہ ہوگئي ہے - اب میں اپني زندگي کي مالک ہوں - آزادي سے جہاں چاہوں جاسکتي ہوں ' اور جتني دیر چاہوں ' گھر سے باہر رہ سکتي ہوں -

شروع میں خیال تھا کہ نوجوان مرد اور نوجوان عورتیں ' دونوں مجھہ سے نفرت کرینگے - میري یہ جنسي تبدیلي کسي کو بھي پسند نہیں آئے گي - مگر تجربہ سے معلوم ہوا کہ میرا خیال غلط تھا - دونوں گروہ مجھے پسند کرتے ہیں - مرد اس لیے کہ مرد ہوگئي ہوں اور اُن کي صحبتوں اور گفتگوؤں میں مرد کي طرح حصہ لینے لگي ہوں - عورتیں اس لیے کہ پہلے میں اُنھي کي طرح عورت تھي میري طرف زیادہ رغبت کا اظہار کرنے لگي ہیں اور مجھہ سے محبت کي طالب ہیں - لیکن عورتوں کي یہ حرکت مجھے بالکل نہیں بھاتي - کیونکہ اگرچہ طبیبوں نے میرے مرد ہو جانے کا فیصلہ کردیا ہے - مگر میرا احساس ہنوز یہي ہے کہ میں عورت ہوں !

جونہي اخبارات نے میري اِس " بد نصیبي " کي خبر شائع کي ' یورپ کے مختلف شہروں سے تقریباً پچاس درخواستیں عورتوں نے میرے پاس بھیج دیں - جن میں لکھا تھا کہ وہ مجھہ سے شادي کرنے کے لیے طیار ہیں - مجھے بہت تعجب ہوا کہ وہ مجھہ سے شادي کیوں چاہتي ہیں ؟ سب نے بالاتفاق لکھا تھا " ہم تم سے اس لیے شادي پسند کرتے ہیں کہ تم پہلے عورت تھیں ' اس لیے عورتوں کے احساسات و جذبات سے بخوبي واقف ہو - تم دنیا کے تمام مردوں سے زیادہ بہتر شوہر بن سکتي ہو "

لیکن مین کسي عورت سے بھي شادي کرنا نہیں چاہتي - میں نے قسم کھا لي ہے کہ اپنے منگیتر سے محروم ہو جانے کے بعد اُسي کي طرح میں بھي عمر بھر بغیر شادي کے رہوں گي !

تمام طبیبوں کا بیان ہے کہ میري یہ تبدیلي نہایت ہي حیرت انگیز ہے - جرمني کي ایک یونیورسٹي مجھے ایک ہزار پونڈ اِس شرط پر دے رہي ہے کہ موت کے بعد اپني نعش اُس کے حوالہ کر دوں اور وہ میري جسماني ساخت کا معائنہ کرسکے - ہر طرف سے لوگ مجھے لکھہ رہے ہیں کہ اگر میں دنیا کا دورہ کروں تو بڑي دولت جمع کرلونگي - ایک سینما کمپني کي بھي درخواست آئي ہے - وہ میري تصویریں لیکر تماشا گاہوں میں دکھانا چاہتي ہے - لیکن میں اِس قسم کي کوئي بات بھي منظور نہیں کرونگي - میں اپنے جسم کو مال جمع کرنے کا آلہ بنانا نہیں چاہتي ! "

برید فرنگ

اِس وقت تک موجود ہے - خیال کیا جاتا ہے کہ پانچویں صدي مسیحي میں انطاکیہ کے ایک بطریق نے یہ تحریر لکھي تھي - اس میں سات آدمیوں اور اُن کے ایک وفادار کتے کرائیمري نامي کا (جسے عربي میں قطمیر کرلیا گیا ہے) قصہ بیان کیا گیا ہے -

(۴) لیکن اگر " رقیم " سے مقصود وھي شہر ہے ' جس کا ذکر عہد عتیق اور یوسیفس کي تاریخ میں ہے ' تو " رقیم " عبراني لفظ ہے نہ کہ عربي ' اور اس لیے عربي مادہ کي اس کے لیے جستجو سود مند نہیں - عبراني میں یہ لفظ " راقیم " تھا - عربي میں " رقیم " ھوگیا -

(۵) عرب شعراء جاھلیۃ کے کلام میں جس طرح کہف کا ذکر پایا جاتا ہے ' رقیم کا بھي ذکر موجود ہے - امیہ بن ابي الصلت کہتا ہے :

ولیس بہا الا الرقیم مجاوراً
وصیدھم ' والقوم في الکہف ھمد

اس سے معلوم ھوتا ہے کہ اسلام سے پہلے عرب جاھلیت کے لوگ " الرقیم " سے واقف تھے ' اور اصحاب کہف کے قصہ کي بھي شہرت تھي - البتہ تمام پرانے واقعات کي طرح یہ واقعہ بھي بہت کچھ محرف ھوگیا تھا ' اور طرح طرح کي کہانیاں مشہور ھوگئي تھیں - قرآن حکیم نے اصلي واقعہ آشکارا کردیا -

(۶) بلاشبہ اغلب یہي ہے کہ " الرقیم " سے مقصود یہي شہر ھو - الرقیم عرب میں یا عرب سے بالکل متصل واقع تھا - قرب کي وجہ سے وھاں کے حالات قدرتي طور پر اھل عرب کے علم میں آتے رھتے تھے - اگر عام مفسرین اور مورخین کا یہ خیال تسلیم کرلیا جائے ' کہ اس واقعہ کا تعلق ایشیائے کوچک کے رومي شہر ایفي سس (افسوس) سے تھا ' تو قدرتي طور پر یہ اعتراض وارد ھوتا ہے کہ عرب جاھلیت میں ایک رومي شہر کا واقعہ جو یوناني زبان میں لکھا گیا تھا ' کیونکر مشہور ھوگیا ؟

(۷) مفسرین میں بھي ایک جماعت اسي طرف گئي ہے - چنانچہ امام ابن جریر اور ابوالفداء نے ان کے اقوال نقل کیے ھیں -

(۸) مضمون میں ایک پہاڑي چشمہ کا ذکر ہے جسکي نسبت عربوں میں مشہور ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام والا چشمہ ہے - یہ شہرت بے اصل نہیں معلوم ھوتي -

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب بنو اسرائیل کے قبائل ساتھہ لیکر مصر سے نکلے ' تو فلسطین تک پہنچتے پہنچتے دو واقعات پہاڑي چشموں کے بہنے کے پیش آئے - پہلا واقعہ وادي سینا میں پیش آیا تھا ' جس کا ذکر سفر خروج کي فصل ۱۷ - میں ہے - دوسرا واقعہ وہ ہے جو ادومیوں کے ملک کے قریب ایک ایسے موقعہ پر پیش آیا تھا جہاں سے " جبل ھور " قریب تھا - اِس کا ذکر سفر اعداد کے اصحاح ۲۰ - میں ہے - یقیناً یہ دوسرا واقعہ شہر رقیم ھي سے تعلق رکھتا ہے ' اور اسي لیے اسکا نام وادي موسي مشہور ھو گیا ہے -

(۹) تورات میں جس پہاڑ کا ذکر " جبل ھور " کے نام سے کیا گیا ہے (جو عبراني لفظ ہے) وھي آج کل " جبل حور " کے نام سے عربوں میں مشہور ھوگیا ہے - یہ خیال کہ یہاں حضرت ھارون علیہ السلام دفن ھوے تھے ' غلط نہیں ہے - تورات سے پوري طرح اِس کي تصدیق ھوتي ہے - سفر اعداد اصحاح ۲۰ - میں حضرت ھارون کي وفات کا ذکر موجود ہے - اُس سے معلوم ھوتا ہے کہ ٹھیک اسي جغرافیائي محل میں' جبل ھور کي بلندیوں پر' حضرت ھارون نے وفات پائي تھي - اسلامي عہد میں بھي یہ مقام اس حیثیت سے مشہور تھا - چنانچہ غالباً عبد الملک بن مروان کے زمانہ میں وھاں ایک مسجد تعمیر کي گئي تھي - مسجد اسوقت تک موجود ہے -

---

اب مین مرد ھون !

* * *

ایک عورت کے خیالات مرد ھو جانے کے بعد !

* * *

اِٹلي میں رینا ٹیگرا زیانا نامي ایک اٹھارہ سال کي دوشیزہ لڑکي تھي - اچانک اُس کے اعضاء میں تبدیلي شروع ھوئي - اب وہ پورے معني میں مرد ھوگئي ہے - چنانچہ ڈاکٹروں نے اُسے مرد ھونے کي سند دیدي ہے !

پچھلے دنوں ریوٹر ایجنسي نے یہ خبر تمام دنیا میں مشتہر کردي تھي - اب اسکي مزید تفصیلات اِنگلستان کے اخبارات میں آ گئي ھیں :

یہ حیرت انگیز واقعہ گزشتہ ماہ اگست میں پیش آیا - اِس سابق دوشیزہ اور حال کے نوجوان مرد نے اخبارات میں ایک مضمون شایع کیا ہے - اِس مضمون میں وہ مرد ھو جانے کے بعد اپنے تأثرات بیان کرتا ہے - چونکہ وہ ابتک اپنے جذبات میں نسوانیت کا تاثر ظاھر کرتا ہے ' اسلیے بہتر ہے کہ ھم بھي اُس کا ذکر ضمیر مونث کے ساتھہ کریں - وہ لکھتي ہے :

" بچپن ھي سے میرے دل میں یہ تمنا موجود تھي کہ کاش میں مرد ھوتي ' تاکہ مردوں کي سي آزاد زندگي بسر کر سکتي - لیکن اب جبکہ قدرت نے میرے لڑکپن کي یہ طفلانہ آرزو پوري کر کے دنیا کا سب سے بڑا عجیب واقعہ دکھا دیا ہے ' میري خواھش بالکل برعکس ھو گئي ہے - کاش میں دوبارہ عورت ھو جاتي !

مسلسل تین ھفتے اطباء کي ایک بڑي مجلس ' میرا طبي معائنہ کرتي رھي - بالاخر متفقہ طور پر اُس نے فیصلہ صادر کر دیا کہ میں عورت نہیں رھي - مرد ھوگئي ھوں - قارئین اندازہ کر سکتے ھیں کہ یہ عجیب فتویٰ سن کر میري حیرت کا کیا حال ھُوا ھوگا ؟ میں مبہوت ھوکر رہ گئي - پھر میں پھوٹ پھوٹ کر رونے لگي - میں نے اپنا منہہ دونوں ھاتھوں سے چھپا لیا - میري ھچکي بندہ گئي -

مذاکرۂ علمیّہ

کے بالائي حصہ پر پہنچتا اور اُس ایوان میں داخل ہوتا جس میں بادشاہ ' ولي عہد ' اور ارکان سلطنت بڑے جاہ و جلال سے بیٹھے ہوتے تھے - شاهي استقبال کے بعد سفیر اپني تحریر اسناد سناتا تھا اسکے بعد اپنے کاغذات پیش کرتا - پھر بادشاہ کے حضور اپنے ساتھیوں اور مصاحبوں کو ایک ایک کرکے پیش کرتا - استقبال کا یہ جلسہ بہت دیر تک رهتا تھا - پھر سب کھانے کے کمرے میں جاتے تھے اور دعوت شروع ہو جاتي تھي - بعض سفیر اِس قدر بھڑکیلي اور بھاري وردیاں پہنے ہوئے تھے کہ اُنکے بوجھہ سے کھانا نہیں کھا سکتے تھے - مجبور ہوتے تھے کہ دستر خوان پر بیٹھنے سے پہلے دوسرے کمرے میں جاکر اپنا لباس بدل آئیں - دعوت کے بعد سفیر پھر اپني سرکاري وردي پہن لیتا اور ولي عہد اور وزراء وغیرہ سے ملاقات کرتا - یہ ملاقتیں بھي اتني لنبي ہوتي تھیں کہ سفیر تھک جاتا تھا ' اور کھانے کے کمرے میں دوبارہ جاکر کچھہ کھا پي لیتا تھا -

لیکن اب یہ طریقے موقوف ہوگئے ہیں - آج کل یورپ میں یہ دستور ہے کہ نئے سفیر کے پہنچنے کے بعد دو بجے حاجب سفارت خانہ جاتا ہے - سفیر اور اُس کا عملہ سرکاري وردیاں پہنے اُس کا استقبال کرتے ہیں - چند منٹ بعد سرکاري گاڑیاں اور باڈي گارڈ پہنچ جاتا ہے ' اور سفیر صدر جمہوریت یا پادشاہ کي ملاقات کے لیے محل کو روانہ ہو جاتا ہے - سفیر کے پہنچنے پر جنگي موسیقي کے ذریعہ اُسے سلامي دي جاتي ہے - جس ملک کا سفیر ہوتا ہے ' پہلے اُسي ملک کا گانا گایا جاتا ہے - پھر قومي گیت بجایا جاتا ہے - موسیقي سے فارغ ہوکر سفیر اور اُس کے ساتھي گاڑیوں پر سے اترتے ہیں - زیریں سیڑھي پر دو فوجي افسر استقبال کرتے ہیں اور سفیر کو مع اُس کے همراهیوں کے استقبال کے کمرے میں لیجاتے ہیں -

استقبال کے کمرے میں ایک طرف صدر جمہوریت یا پادشاہ اور ارکان حکومت ہوتے ہیں ' دوسري طرف سفیر اور اُس کے ساتھي - دونوں کے بیچ میں حاجب اور مترجم کھڑے ہو جاتے ہیں - حاجب سفیر کا نام اور لقب بیان کرکے اُس کا تعارف کراتا ہے - پھر سفیر اپنے کاغذات پیش کرتا اور لکھي ہوئي تقریر پڑھ کر سنادیتا ہے - صدر جمہوریت یا پادشاہ جوابي تقریر کرتا ہے - پھر رسمي گفتگو ہوتي ہے - طرفین کے آدمیوں کا ایک دوسرے سے تعارف کرایا جاتا ہے اور مصافحہ پر تقریب ختم ہوجاتي ہے -

◆

علوم مادیہ کی ترقی

اور

علماء کے حوصلے

عقل انساني کس حد تک ترقي کرتي چلي جائیگي ؟ مادي علم کي تگ و دو کہاں پر جاکے رکے گي ؟ علماء کے حوصلے کیا ہیں ؟

علم کي موجودہ حیرت انگیز ترقیاں دیکھکر یہ سوال ہر شخص کے ذہن میں پیدا ہوجاتا ہے - لیکن جواب بہت مشکل ہے - اجمالي طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ علم ' کائنات فطرت کے جملہ مادي و روحاني راز معلوم کرلینا چاہتا ہے - اگرچہ وہ اِس وقت تک صرف چند گوشوں هي پر سے پردہ اُٹھا سکا ہے - في الحال علماء کے سامنے اہم ترین مسائل حسب ذیل ہیں :

(۱) شباب کي تجدید
(۲) زندگي کي زیادہ سے زیادہ تطویل
(۳) حسب مرضي نسل کي تولید
(۴) زندگي کي تخلیق
(۵) موت کے بعد زندگي کا اعادہ

علم اور علماء کے یہ حوصلے ' کچھہ نئے نہیں ہیں - قدیم ترین زمانوں سے یہ مسائل زیر بحث ہیں - البتہ پہلے دنیا اِن مسائل کے اشتغال کو جنون سمجھتي تھي اور اُن پر هنستي تھي - لیکن اب نہ کوئي هنستا ہے ' نہ جنون سمجھتا ہے - بلکہ سب حیرت کے ساتھہ زیادہ سے زیادہ حیرت انگیز علمي انکشاف دیکھنے کے منتظر رہتے ہیں - کیونکہ گزشتہ ۱۵ برس میں علم نے زیادہ سے زیادہ ناممکن باتیں ممکن کر دکھائي ہیں -

ڈاکٹر وورو نوف نے اب بکثرت عملي تجارب سے ثابت کردیا ہے کہ شباب کي کامل تجدید ' وهم و خیال نہیں ہے جیسا کہ پہلے سمجھا جاتا تھا ' بلکہ واقعہ و مشاہدہ ہے - اِس ڈاکٹر نے از کار رفتہ بوڑھوں کو بالکل جوان بنا دیا ہے - وہ اب تک زندہ ہیں اور صحیح معنوں میں جوان ہوگئے ہیں -

حال هي میں یہ علمي انکشاف بھي ہوا ہے کہ ایک مرے ہوئے کچھوے کا دل اطباء نے کاٹ لیا اور نمک پوٹاس ' اور سوڈے کے اجزاء سے ممزوج عرق میں ڈال دیا - چند هي لمحے بعد ' دل میں زندگي کے آثار ظاہر ہوگئے - وہ زندہ دل کی طرح حرکت کرنے لگا - کئي گھنٹے تک زندہ رہا - حالانکہ کچھوا دیر سے مرا پڑا تھا !

قلب کو زندہ کردینے کا یہ پہلا تجربہ نہیں ہے - اس قسم کے بے شمار تجربے ہوچکے ہیں - یہ عمل مدت سے جاري ہے کہ موت

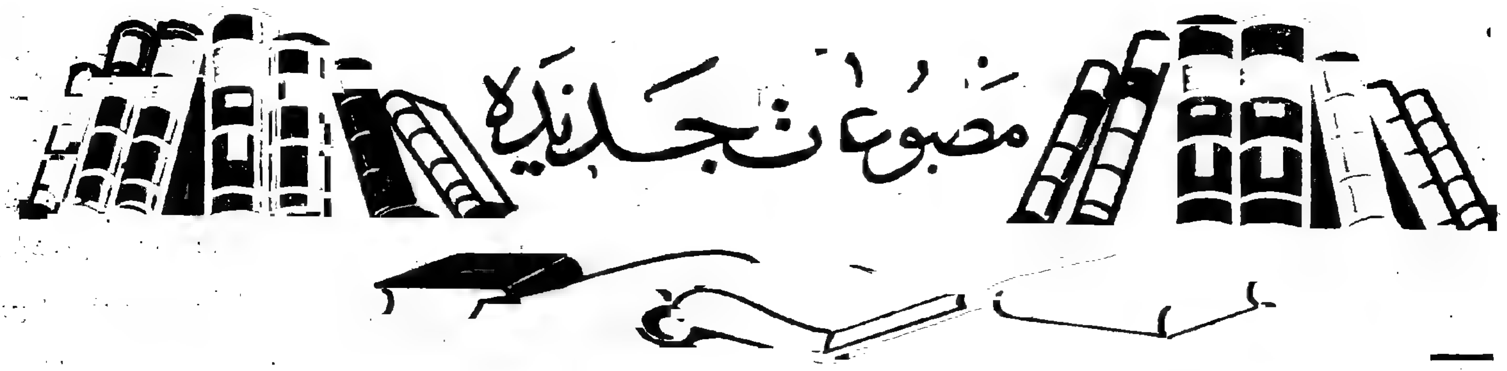

مطبوعات جدیدہ

سفیرون کا استقبال

حال میں ایک دلچسپ کتاب جرمني میں شایع هوي هے : " ازمنۂ وسطیٰ کے شاهي مراسم " اسکے بعض حصوں کا ترجمہ مصري معاصر المقتطف نے شائع کیا هے - ذیل کا ٹکڑہ اُسي سے ماخوذ هے :

قدیم زمانہ میں سفراء کے استقبال و ملاقات کے لئے دربار بڑي شان و شوکت سے سجائے جاتے تھے - بادشا اِس بارے میں بہت زیادہ اهتمام کا اظہار کرتے تھے - موجودہ زمانہ میں اگرچہ وہ پراني شان و شوکت باقي نہیں رهي ' تاهم سفراء کي ملاقات و استقبال کے معین اصول و قواعد موجود هیں ' جن کي پابندي ضروري سمجھي جاتي هے - اِن اصول و قواعد کو بین الاقوامي زبان میں " پروٹوکول " کے نام سے موسوم کیا جاتا هے -

(عربي سفرا)

عربي عہد حکومت میں سفراء کو غیر معمولي اهمیت حاصل تھي - موجودہ زمانہ کي طرح اُس وقت بھي سفیر دو قسم کے هوتے تھے : عارضي اور دائمي - عارضي سفیروں کا کام کسي خاص پیغام کا پہنچانا یا کوئي خاص مہم انجام دینا هوتا تھا - دائمي سفیروں کو دوسري سلطنتوں میں همیشہ حاضر رهنا پڑتا تھا -

صاحب نہایۃ الارب کي تصریح کے مطابق عربوں نے سفیر کے لیے یہ شرطیں قرار دي تھیں : " خوبصورت هو - اُس کا نام خوشگوار هو - متدین اور پارسا هو - مخلص ' امین ' اور نیک طینت هو - حاضر جواب هو - معاملہ فہم هو - خوشامد کا عادي نہ هو - رشوت قبول نہ کرے - ڈرپوک نہ هو ... "

عرب خلفاء بیروني سفیروں کي بڑي خاطر مدارات کرتے تھے - فاطمي عہد حکومت میں سفیروں کے قیام کے لیے ایک نہایت هي شاندار محل مخصوص تھا ' اور خلفاء کا حکم تھا کہ اُن کي زیادہ سے زیادہ عزت کي جائے -

' استقبال کا طریقہ یہ تھا کہ اگر سفیر سپہ سالار کي قسم سے هوتا ' تو اُس کے پہنچتے هي خلیفہ ملاقات کرتا اور پیغام سنتا تھا ... اگر فوجي آدمي نہ هوتا ' تو ملاقات سے پہلے تین دن تک مہمان خانہ میں رکھا جاتا تھا - اِس اثنا میں کوئي شخص بھي اُس سے نہیں مل سکتا تھا - چوتھے دن خلیفہ کا دربار آراستہ کیا جاتا - جنگي افسر رعب و داب سے صفیں باندھ کر کھڑے هو جاتے - بادشاہ اپني پوري شان و شوکت سے تخت سلطنت پر جلوہ گر هوتا - ارکان حکومت اپنے اپنے رتبہ کے مطابق بیٹھتے - جب سب انتظام مکمل هو جاتا ' تو صاحب اعظم ' سفیر کو لیے دربار میں داخل هوتا - جوں هي خلیفہ کا چہرہ دکھائي دیتا ' سفیر فرش زمین کو بوسہ دیتا - پھر ادب کے ساتھ آهستہ آهستہ وسط دربار میں پہنچتا ' اور وهاں سے مجرا ادا کرنے کے بعد اُس مقام پر پہنچایا جاتا ' جہاں خلیفہ سے هم کلامي کرسکتا تھا - اُس مقام پر پہنچکر سفیر کھڑا رهتا - اس کے گرد شاهي حاجب اور مترجم دست بستہ کھڑے هوتے - خلیفہ جب گفتگو کي اجازت دیتا ' تو سفیر مجرا ادا کرکے اپنے بادشاہ کا سلام پہنچاتا - خلیفہ اُس بادشاہ کے درجہ کے مطابق سلام کا جواب دیتا - پھر سفیر اپني جیب سے بادشاہ کا خط نکال کر اپني آنکھوں اور سر پر رکھتا اور خلیفہ کے حضور پیش کردیتا - اگر خلیفہ کو اُس بادشاہ کي عزت افزائي منظور هوتي ' تو کھڑے هو کر اُس کا خط اٹھاتا تھا - پھر وزیروں کو خط کے کھولنے اور پڑھنے کا حکم دیتا تھا - تھوڑي دیر معمولي سلام کلام کے بعد سفیر کو بیٹھنے کي اجازت ملتي - وہ آداب بجا لاکر اپني جگہ بیٹھ جاتا - دربار کے بعد سفیر مہمان خانہ بھیج دیا جاتا تھا - نج کي ملاقاتیں بعد میں هوتي تھیں -

(فرانس کے شاهي رسوم)

فرانس میں جب شاهي قائم تھي ' تو سفیروں سے ملاقات کا طریقہ یہ تھا کہ پیرس میں چند روز قیام کرنے کے بعد وہ وزیر تشریفات سے ملاقات کرتا تھا - وزیر اُسے بتاتا تھا کہ بادشاہ کس دن ملاقات کریگا - ملاقات سے تین دن پہلے شاندار شاهي گاڑیاں سفیر کي قیام گاہ پر پہنچتي تھیں ' اور اُسے مع اُس کے مصاحبوں کے سفیروں کي مہماني کے خاص محل میں لیجاتي تھیں - یہاں وہ بادشاہ کا مہمان هوتا تھا - یہ محل نہایت آراستہ هوتا تھا اور مہمان کي تواضع میں غیر معمولي فیاضي سے کام لیا جاتا تھا - روزانہ دعوتیں هوتي تھیں ' اور سفیر کے خوش کرنے کي پوري کوشش کي جاتي تھي -

سفیر جتنے زیادہ دور ملک کا هوتا تھا ' اُتني هي زیادہ اُس کي خاطر مدارات کي جاتي تھي - مورخین کا بیان هے کہ ترکی سفیر کے صرف کھانے پر شاہ فرانس روزانہ ۵۰۰ اشرفي خرچ کرتا تھا - سنہ ۱۶۹۹ع میں جب سلطنت مراکش کا سفیر آیا ' تو بریست کے قیام کے دوران میں ۹۰۰۰ پونڈ ' اور پیرس کے قیام میں ۳۱۷۰۰ پونڈ صرف کیے گیے - شہر بریست سے پایۂ تخت تک سفر میں ۳۸۰۰ پونڈ صرف هوے تھے - یعني کل ۴۴۵۰۰ پونڈ یا ۶۶۷۵۰۰ روپیہ خرچ کیے گیے تھے !

اُس زمانہ میں دستور تھا کہ سفیر کے دستر خوان کے تماشہ کیلیے پیرس کے عمائدین بلائے جاتے تھے - اُنکي موجودگي میں سفیر کو کھانا کھلایا جاتا تھا - بادشاہ سے ملاقات کے دن سفیر ایک دوسرے محل میں منتقل کیا جاتا - یہاں کچھ دیر ٹھہرنے کے بعد شاهي سواریاں اُسے لینے آتي تھیں ' اور اُسکا جلوس دیکھنے کیلیے پیرس کي سڑکوں پر تماشائیوں کا هجوم هو جاتا تھا -

ورسلز کے شاهي محل تک پہنچنے میں کامل تین گھنٹے لگتے تھے - محل کے پھاٹک اور بیروني میدان میں سفیر کو صف بستہ فوجیں نظر آتي تھیں - اِنسے گزر کر وہ سیڑھیوں پر چڑھتا هوا محل

اُس وقت سردي نا قابل برداشت هوگي - سردي کا تعلق سورج سے زیادہ هواؤں سے هوجائے گا - جب قطبي هوائیں چلینگي تو سردي بڑھ جائیگي - جب خط استوا کي هوائیں چلینگي تو گرمي هو جایگي -

ظاهر هے که فضا کي حرارت هي آبي بخار پیدا کرتي هے - یه بخار پاني برساتا هے اور انسان پینے کے لیے پاني پاتا هے - لیکن جب سورج کي حرارت کم هوجائیگي ' تو بخار بننا بهي موقوف هو جائیگا - یعني بارش بهي نهیں هوگي - جتنا پاني پہلے کا جمع هوگا ' وہ بهي بگڑ جائے گا ' اور بے شمار نئے نئے امراض پیدا هو جائینگے -

غرضکه اُس وقت زمین پر زندہ رهنا مشکل هوجائے گا - یهانتک که جب سورج کي آخري شعاعیں بهي ختم هوجائینگي تو زندگي بالکل ختم هوجائیگي -

(قلب کے متعلق ایک نیا نظریه)

ڈاکٹر منڈلسن جرمني کا مشهور محقق هے اور برلن کي یونیورسٹي میں قلبي امراض کا اُستاد هے - اِس نے حال میں قلب کے متعلق ایک نیا نظریه پیش کیا هے -

وہ کهتا هے که قلب ' زندگي بر قرار رکھنے کا اصلي آله نهیں هے بلکه دوسرے درجه کي چیز هے - زندگي کي اصلی بنیاد ' قلب پر نهیں ' بلکه جسم کي اُن خلایا پر هے جو خون جذب کرتي هیں - اِس کا ثبوت یه هے که بهت سے کمزور دل کے آدمي مدتوں تک زندہ رهتے هیں - حالانکه اُن کا قلب ' جسم کے مختلف اجزاء میں پوري طرح خون پهنچا نهیں سکتا - نیز ایک ثبوت یه بهي هے که بهت سے آدمي قلب کي حرکت بند هوتے هي ' مردہ سمجهه کر دفن کر دیے جاتے هیں ' حالانکه وہ دراصل زندہ هوتے هیں - ایسے واقعات بکثرت پیش آتے رهتے هیں - اگر قلب هي پر زندگي کا مدار هوتا ' تو اُس کي حرکت بند هونے کے بعد هي زندگي بهي ختم هوجاتي ' حالانکه ایسا نهیں هوتا -

(ایک عجیب مخلوق)

آسٹرین اخباروں نے یه عجب خبر شایع کي هے که ابراني نام ایک گاؤں میں اب سے ۱۹ - برس پہلے ایک عورت کے لڑکا پیدا هوا - یه بندر سے بهت مشابه تها - والدین نے اُس کا نام الکزنڈر رکها - لیکن جوں جوں اُس کي عمر بڑھتي گئي ' بندر سے مشابهت بهي بڑھتي گئي - حتی که اب جوان هونے پر وہ بالکل بندر هوگیا هے - صرف صورت و شکل هي میں نهیں ' حرکات و سکنات و طبیعت میں بهي بندر هے - وہ آدمیوں کي طرح رهنا پسند نهیں کرتا - بول بهي نهیں سکتا - بندر کي طرح چلاتا اور اچهلتا کودتا هے - پچهلے دنوں اُس کے والدین نے اُسے ایک آهني قفس میں قید کر دیا تها - کیونکه آدمیوں کو تکلیف پهنچانے لگا تها - ایک دن اتفاق سے چهوٹ گیا اور سڑک پر پهنچ گیا - لوگ اُسے گوریلا سمجهه کر ڈر گئے اور بهاگے - بڑي مشکل سے اُسے قید کیا گیا - اب ایک هنگرین عورت اُسے اپنے ساتهه بوداپسٹ لے گئي هے - ڈاکٹر متعجب هیں که کیا رائے قائم کریں ؟ وہ آدمي نهیں هے - مگر آدمي کے پیٹ سے بندر کیسے پیدا هوسکتا هے ؟ یهاں قانون وراثت سے بهي کوئي بحث نهیں کي جاسکتي - کیونکه ڈاروین کے متبعین بهي یه نهیں کهتے که انسان بندر سے پیدا هوا هے - بلکه یه کهتے هیں که بندر اور انسان ایک هي مورث اعلی کي اولاد هیں -

(کیا کهانے کي ضرورت باقي نهیں رهے گي ؟)

علماء کي رائے هے که ویٹامین Vitamine هي دراصل هماري تمام غذا کا حقیقي جوهر هے - اِسي پر زندگي کا دار و مدار هے - ویٹامین کي بهت سي قسمیں قرار دي گئي هیں ' اور هر قسم کا حروف ابجد پر الگ الگ نام رکهدیا گیا هے - بعض جرمن علمي رسائل کا بیان هے که ایک جرمن کیمیائي کو ویٹامین (الف) کي ایجاد میں کامیابي حاصل هوگئي هے -

سر الفرید مونڈ نے حال میں اِس جرمن عالم کي تحقیقات کا معاینه کیا ' اور اپنے خیالات اِس بارے میں شائع کیے هیں - وہ لکهتا هے :

" اگر اِس جرمن عالم کا دعوی صحیح هے که اُس نے ویٹامین کیمیاوي طریق پر طیار کر لي هے ' تو اِس کے معني یه هیں که هم عنقریب جمله میوؤں ' سبزیوں ' ترکاریوں ' اور مچهلي کے تیل وغیرہ غذاؤں سے مستغني هو جائینگے - هماري اقتصادي زندگي میں عظیم انقلاب هو جائیگا - کوئي ملک اپني غذا میں دوسرے ملک کا محتاج نهیں رهے گا - انسان کي غذا ' ویٹامین کي ٹکیاں هونگي ' اور بهتر سے بهتر خوراک کا کام دینگي -

" اتنا هي نهیں بلکه پورے عالم تمدن پر اِس کا اثر پڑے گا - جسم انساني کي موجودہ ترکیب میں بهي تبدیلي هو جائیگي - اِس جدید غذا کے لیے معدے کي ضرورت باقي نهیں رهیگي - ایک زمانه ایسا آجائیگا جب انسان کے جسم سے معدہ بالکل غائب هو جائیگا "

اطلاع

مولانا ابو الکلام کي علالت

۲۴ ستمبر سے مولانا ابو الکلام کي طبیعت برابر علیل هے - پہلے بیري بیري مرض کے اشتداد سے دوران سر کي تکلیف شروع هوئي - پهر سرخ بخار (ڈینگو فیور) لاحق هوگیا - جس کي آج کل کلکته میں عام شکایت هے - اب اگرچه بخار اُتر چکا هے ' مگر اُس کي وجه سے بیحد طبیعت کمزور هوگئي هے - یهي وجه هے که آل انڈیا کانگرس کمیٹي کے جلسوں میں بهي وہ حصه نه لے سکے ' بجز ورکنگ کمیٹي کے جلسوں کے جو اُن کي علالت کے خیال سے اُنهي کے مکان میں منعقد هورهي هیں -

جن حضرات کے خطوط اس دو هفته کے اندر ان کے نام آچکے هیں ' وہ جواب نه ملنے کي وجه سے پریشان خاطر هونگے - براہ عنایت چند دن اور انتظار کریں تاکه مولانا کي طبیعت بحال هوجائے ' اور وہ به اطمینان خطوط کا جواب لکهوا سکیں -

منیجر

طاري هونے کے بعد سینه چیر ڈالتے هیں اور خاص طریقوں سے دل کو ملنا شروع کر دیتے هیں - تهوڑي دیر میں دوران خون شروع هوجاتا هے - دل هلنے لگتا هے ' اور دل کي حرکت کے ساتهه هي تمام جسم میں زندگي واپس آجاتي هے - حال هي کا واقعه هے که لندن کے شفاخانۀ سینٹ تهامس میں ایک عورت مسز اڈیلڈ ایک خطرناک عمل جراحي میں فوت هوگئي - ڈاکٹر نے فوراً اُس کا سینه چاک کر ڈالا اور دل کي مالش شروع کردي - پندره منٹ بعد عورت بالکل زنده هوگئي تهي - البته وه بیهوش رهي' اور تیس گهنٹے بعد ضعف قلب کي وجه سے پهر مر گئي -

اِس سے بهي زیاده عجیب تجربه علماء نے یه کر دکهایا هے که جانداروں نے سر کاٹ کر ایک دوسرے کے جسم میں لگا دیے هیں اور وه زنده رهے هیں ! چنانچه پچهلے دنوں لندن میں علماء کے ایک جم غفیر کے سامنے ایک ڈاکٹر نے بهت سے جهینگروں کے سر کاٹ دیے - پهر ایک کا سر دوسرے میں جوڑ دیا - حاضرین یه دیکهه کر حیرت زده ره گئے که چند لمحے بعد تمام جهینگر اپنے نئے سروں کے ساتهه کودنے لگے تهے ! تجربه یهیں پر ختم نهیں هوگیا بلکه کچهه مدت بعد جهینگروں میں جنسي تبدیلي بهي ظاهر هوئي - یعنے جن میں ماده کے سر لگائے گئے تهے ' وه ماده هوگئے ' اور نر سر والے نر بن گئے !

یه شعبده نه تها - ایک علمي تجربه تها - علماء کي نظر میں اِس تجربے کی بهت اهمیت هے - کیونکه اُن کے خیال میں یه تجربه حسب مرضي نسل پیدا کرنے کا دروازه کهول دے گا - انسان اپني پسند کے مطابق نر یا ماده اولاد پیدا کر سکے گا -

اِسي سلسله میں یه علمي تحقیق بهي قابل ذکر هے که علماء نے تجربے سے معلوم کر لیا هے که اگر مچهر کي پرورش سرد مقام میں کي جائے اور غذا کم دي جائے ' تو اُس کي نسل عموماً نر پیدا هوتي هے - برخلاف اس کے گرم جگه میں رکهنے اور زیاده خوراک دینے سے اولاد زیاده تر ماده پیدا هوتي هے - اِس تجربے کي بنا پر انساني مردم شماري کي تحقیقات کي گئي ' تو معلوم هوا عام مصائب خصوصاً جنگ کے زمانوں میں مرد زیاده پیدا هوتے هیں' اور امن و راحت کے دوران میں عورتیں زیاده هو جاتي هیں -

آج کل علم وراثت کے ماهر نهایت کوشش کررهے هیں که مادي و دماغي ' هر اعتبار سے انسان کي آئنده نسلیں زیاده ترقي یافته پیدا کریں - ڈاکٹر شٹناخ اور وورو نوف وغیره علماء کي کوششوں سے یه امید پیدا هوگئي هے که اِس مقصد میں ضرور کامیاب هو جائینگے - اِن ڈاکٹروں کا دعوی هے که اِس صدي کے ختم هونے سے پہلے هي انساني عمر کا اوسط ' سو برس هوجائیگا - اور پهر بهت جلد یه صورت پیدا هوجائیگي که انسان ڈیڑه سو بلکه دو سو برس تک کي عمر حاصل کرسکے گا -

لیکن اِن تمام حیرت انگیز کامیابیوں کے باوجود علم معترف هے که وه ابهي تک اپنے عهد طفولیت هي میں هے ' اور قدرت الهي انسان کو جسقدر دولت علم بخشنا چاهتي هے ' ابهي اُس کا سوواں حصه بهي انسان نے حاصل نهیں کیا هے !

(جب سورج بجهه جائیگا ؟)

بالاتفاق تمام علماء فلک کا فیصله هے که سورج کا حجم کم هو رها هے ' کیونکه اُس کي حرارت میں لگا تار کمي واقع هورهي هے - ایک دن ایسا آنے والا هے جب اُس کي حرارت بالکل ختم هوجائیگي - وه بجهه جائیگا - بالکل ٹهنڈا پڑجائیگا - اُس وقت همارا یه کرۀ زمین اور نظام شمسي کے جمله کواکب ' بالکل تاریک هوجائینگے - غذائي مادے کم هوکر بالکل ناپید هوجائینگے - مهلک وبائیں پهیل جائینگي - انسان ' حیوان ' نباتات ' کوئي ذي روح ' بهي باقي نهیں رهیگا - کیونکه زمین ' زندگي پیدا کرنے اور قائم رکهنے کی صلاحیت سے قطعي طور پر محروم هو جائیگي !

علماء کے خیال میں یه نتیجه لازمي هے - دنیا کي بربادي اِسي طور پر واقع هوگي - لیکن یه بربادي کب هوگي ؟ کیا هم یا هماري قریبي نسلیں یه هولناک نتیجه دیکهه سکیں گی ؟

نهیں - علماء نے آفتاب کي حرارت اور روشني کا حساب لگا کر بتایا هے که ابهي آفتاب میں اِتني قوت موجود هے ' که وه کم سے کم ۱۰،۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰ سال تک نظام شمسي کو زنده رکهه سکتي هے !

لیکن آفتاب اچانک نهیں بجهه جائیگا - بتدریج بجهے گا - کیونکه وه بتدریج اپني قوت و حرارت کهو رها هے - اِس وقت آفتاب کي حرارت ' دهرنهیٹ کے مقیاس کے حساب سے دس هزار درجه هے - علماء کا خیال هے که جب یه حرارت نو هزار درجے پر آ جائے گي' تو کرۀ ارضي کے خط استوا پر حرارت ' صفر کے نیچے گر جائیگي - ظاهر هے که اِس صورت میں کوئي انسان بهي خط عرضي کے درجه ۹۰ سے اوپر زنده نهیں ره سکے گا ' (بجز سکنڈنڈاویا کے جهاں سمندر کا وه دهارا موجود هے جسے "خلیج کا دهارا" کهتے هیں اور جو اِتني حرارت باقي رکهے گا که زندگي برقرار رهے) الا یه که جنوب سے غذا مهیا کرنے کا اُس کے پاس سامان موجود هو -

علماء کا خیال هے که جب آفتاب کي حرارت نو هزار درجے پر آجائیگي ' تو تمام انسان سمٹ کر خط استواء کے گرد جمع هو جائینگے -

اُنهیں سب سے بڑي فکر غذا حاصل کرنے کي هوگي - اُس وقت سخت جنگیں برپا هونگي - کیونکه آدمي زیاده هونگے' اور غذا کم هوگي - طاقتور ' کمزوروں کو هلاک کر ڈالینگے - تنازع للبقاء اور بقاء اصلح کا قانون پوري بے دردي سے نافذ رهے گا - طاقتوروں کو بهي اطمینان نصیب نه هوگا - کیونکه سورج برابر ٹهنڈا هوتا رهے گا - غذا کم هوتي جائیگي ' اور زندگي کے لیے انسانوں میں برابر جنگ جاري رهے گي !

حرارت کے ساتهه آفتاب کي روشني بهي لازمي طور کم هوتي جائے گي - بتدریج آسمان کا نیلا رنگ بدل کر تیز زرد هوجائے گا - ابر کا رنگ بهي زرد هو جائے گا - آفتاب کي شعاعیں حسب ذیل ترتیب سے زائل هو جائینگي :

(۱) ماوراء بنفشي شعاعیں
(۲) بنفشي شعاعیں
(۳) نیلي شعاعیں
(۴) اودي شعاعیں
(۵) سبز شعاعیں
(۶) زرد شعاعیں
(۷) نارنجي شعاعیں
(۸) سرخ شعاعیں

جب آفتاب کا نور بهت کم هوجائے گا ' تو اُس کي شعاعین سراسر سرخ هوجائینگي - پهاڑوں پر جمي هوئي تمام برف اُس وقت سرخ یا زرد دکهائي دے گی !

عالم مطبوعات و صحائف

روح

ساٹھ اطباء عصر کے مباحث

حال میں آمریکہ کے ایک علمی رسالے نے دو سوال شایع کیے تھے:

(۱) کیا روح کے وجود پر کوئی علمی دلیل موجود ہے؟

(۲) کیا علمی دلائل سے ثابت ہوتا ہے کہ موت کے بعد روح باقی رہتی ہے؟

۶۰ مشہور طبیبوں نے ان دونوں سوالوں کے جوابات دئیے ہیں سب نے بالاتفاق تقریباً ایک ہی قسم کے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ ذیل میں اُن کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے:

ڈاکٹر فرانک والک نے دعویٰ کیا ہے کہ بعض مرنے والوں میں اُسنے ایسی علامتیں دیکھی ہیں، جن سے موت کے بعد روح کے بقاء کا ثبوت ملتا ہے۔ لیکن رسالے نے وہ علامتیں شایع نہیں کیں۔ البتہ اتنا لکھا ہے کہ بعض علامتیں، مادی ہیں، بعض اثیری (یعنی ایتھر کی قسم کی)

ڈاکٹر ہنٹ اور اُنکے رفقاء علم کا فیصلہ ہے

"کوئی علمی دلیل موت کے بعد روح کے بقاء پر موجود نہیں روح کے بقاء کا عقیدہ ایک خالص دینی عقیدہ ہے۔ دوسرے لفظوں میں یہ عقیدہ، نفس انسانی کی اس آرزو کا مظہر ہے کہ وہ ہمیشہ باقی رہنا چاہتا ہے اور فنا ہو جانے سے ڈرتا ہے۔ اس مسئلہ پر ہمیشہ دینی پہلو ہی سے گفتگو کرنی چاہئے نہ کہ علمی پہلو سے، کیونکہ علم میں اُس کا کوئی ثبوت موجود نہیں"

ڈاکٹر ہنٹ نے اپنے مضمون کے آخر میں لکھا ہے

"لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ میں روح کے وجود یا اُسکے بقاء کا منکر ہوں۔ بلکہ میں ان سب باتوں پر پختہ ایمان رکھتا ہوں مگر میرا یہ ایمان، علمی حقائق و براہین پر مبنی نہیں ہے، بلکہ سراسر ضمیر و وجدان کے رجحان پر قائم ہے"

ڈاکٹر کین لکھتا ہے

"اگر ہم موت سے پہلے اور موت کے بعد انسانی جسم ناپیں یا تولیں، تو دونوں حالتوں میں ہرگز کوئی فرق نہیں پائیں گے۔ تاہم یہ واقعہ ہے کہ موت کے بعد جسم انسانی میں کوئی چیز کم ضرور ہو جاتی ہے اس کمی کو ہم روح کا نکل جانا کہتے ہیں۔ کسی انسان نے بھی روح نکلتے نہیں دیکھی، مگر کسی کو بھی اُس کے نکلنے میں شک و شبہ نہیں ہوتا۔ درحقیقت روح، اس کائنات میں سب سے بڑا راز بلکہ سب سے زیادہ پیچیدہ طلسم ہے۔ علم اُس کے ثابت کرنے سے قطعاً عاجز ہے، لیکن دین اُسے ثابت کرتا ہے بلکہ اُسی پر اپنی تعلیم کی بنیاد رکھتا ہے۔ یہ واقعہ ہے کہ ہر وہ چیز جو ہمارے حواس کے دائرے میں آتی ہے، فانی ہے۔ روح، ہمارے حواس سے پرے ہے۔ اس لئے ہم اُس کے فانی ہونے کا فیصلہ نہیں کر سکتے۔ رومی مقرر سیسرو کا یہ قول مجھے ازحد پسند ہے کہ ایک بار اُسنے کہا تھا "اگر میں گمراہ ہوں تو بھی افلاطون کے ساتھ ہونے کو ترجیح دوں گا، بجائے اس کے کہ اُن لوگوں کے ساتھ ہوں جو بقاء روح کے منکر ہیں" صدیوں سے علماء کوشش کر رہے ہیں کہ عالم غیب اور قبر کے بعد کی دنیا کو معلوم کریں، مگر اُن کی تمام کوششیں بے سود ثابت ہوئیں۔ یہ اس لئے کہ علم، انسان کا ساتھ صرف اُس کی زندگی بھر دیتا ہے۔ موت کے طاری ہوتے ہی علم کی رفاقت چھوٹ جاتی ہے۔ البتہ اُس وقت دین، ہماری رہنمائی کرتا ہے۔ اگر نظریۂ نشو و ارتقاء، علم ہیئت، اور دوسرے غامض علوم و فنون پر ہم یقین رکھتے ہیں، تو کوئی وجہ نہیں کہ روح اور اُس کے بقاء پر بھی ایمان نہ رکھیں۔ کائنات کے بے شمار راز اب تک ہماری عقل سے باہر ہیں، مگر اُن کی حقیقت سے جاہل ہونے پر بھی ہم اُنھیں تسلیم کرتے ہیں۔ کیوں نہ روح کے ساتھ بھی یہی برتاؤ کیا جائے؟"

ایک اور مضمون نگار جسنے اپنا نام ظاہر نہیں کیا، لکھتا ہے:

"موت کے بعد روح کے بقاء کا عقیدہ، سراسر دینی عقیدہ ہے۔ اُس میں بحث کی گنجائش موجود ہے، کیونکہ مرنے کے بعد کوئی آدمی بھی اس دنیا میں واپس نہیں آیا کہ ہمیں اصلی حقیقت سے آگاہ کرتا۔ علم اس کے ثبوت سے قاصر ہے۔ ہماری عقل یہ تصور نہیں کر سکتی کہ جسم کے فنا ہو جانے کے بعد روح باقی رہے۔ لیکن ہماری عقل نے اب تک کتنے حقائق سمجھ لئے ہیں؟"

ڈاکٹر رچرڈ کابٹ نے لکھا ہے:

"میں بقاء روح پر کامل ایمان رکھتا ہوں، اس لئے نہیں کہ علمی دلائل اُسے ثابت کرتے ہیں، بلکہ اس لئے کہ میرا وجدان مجھے اس یقین پر مجبور کرتا ہے۔ میرا یہ عقیدہ سراسر دینی عقیدہ ہے۔ اگر علم بقاء روح ثابت نہیں کر سکتا، تو یہ بھی واقعہ ہے کہ وہ اُسے باطل بھی ثابت نہیں کر سکتا۔ بہر حال میں بقاء روح کا قائل ہوں میرا پختہ ایمان ہے کہ موت کے بعد ہم دائمی زندگی حاصل کر لیتے ہیں"

ایک اور ڈاکٹر نے (جسے علمی رسالہ نے آمریکہ کا مشہور ترین محقق قرار دیا ہے) کہا ہے:

"جن قرائن کی بنا پر بقاء روح ثابت کی جاتی ہے، وہ ہر اعتبار سے لائق غور ہیں۔ میرے ذہن میں ڈارون کا یہ قول برابر موجود رہتا ہے "عقل کسی طرح بھی تسلیم نہیں کر سکتی کہ یہ کائنات محض اتفاق سے ظاہر ہو پڑی ہے۔ وہ حیرت انگیز دقیق نظام جس پر کائنات قائم ہے، ناممکن ہے کہ اُس بے معنی لفظ کا نتیجہ ہو جسے عوام "اتفاق" کہتے ہیں" نظریۂ نشو و ارتقاء، جو جملہ زندہ کائنات پر منطبق ہوتا ہے، صاف ظاہر کر رہا ہے کہ اس مرئی و مادی عالم سے پرے ایک ایسی غیر مرئی قوت موجود ہے جو ناموس طبیعت پر کامل سلطنت و نفوذ رکھتی ہے۔ وہی کائنات کی مالک ہے اور وہی اُسے انتہائی دانشمندی سے چلا رہی ہے۔ یہ غیر مرئی قوت، لازمی طور پر ازلی و ابدی ہی ہو سکتی ہے"

اپنا مضمون ختم کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"طویل تجربوں کے بعد مجھے یقین ہو گیا ہے کہ بقاء روح کا عقیدہ محض وہم و خیال نہیں ہے۔ بلکہ ایک حقیقت پر مبنی ہے۔ انسان نے بلا سبب یہ عقیدہ پیدا نہیں کیا۔ درحقیقت یہ عقیدہ، قدرت کے ایک الہام سے پیدا ہوا ہے۔ انسانی عقل ہرگز تسلیم نہیں کر سکتی کہ موت کے ساتھ ہی فنا طاری ہو جاتا ہے۔ عقل انسانی کا یہ رجحان مادی نہیں ہے۔ روحانی ہے۔ اور ہرگز باطل نہیں ہو سکتا۔ میں یہ اعلان کسی دینی جذبہ کی بنا پر نہیں کر رہا ہوں، بلکہ ایک عالم ہونے کی حیثیت سے بھی میرا یہی اعتقاد ہے"

ڈاکٹر ٹارنر نے یوں اظہار رائے کیا ہے:

"انسانی زندگی میں کوئی ثبوت بھی روح کے وجود کا موجود نہیں۔ نیز کسی علمی دلیل سے موت کے بعد بقاء روح کا نظریہ ثابت نہیں ہو سکتا۔ مجھے یقین ہے، علم ہرگز اس طرح کا کوئی ثبوت پیش نہیں کر سکتا۔ لیکن ہمارا کسی بات کے ثابت کرنے سے قاصر رہ جانا اُس کے بطلان کی دلیل نہیں ہے"

ڈاکٹر کالورج لکھتا ہے:

"طویل تجربوں کے بعد بھی مجھے کوئی مادی ثبوت، موت کے بعد بقاء روح کا نہیں مل سکا۔ میرا علم زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ جب دماغ کا عمل رُک جاتا ہے تو عقل غائب ہو جاتی ہے۔ تاہم مجھے حق الیقین ہے کہ اس مادی عالم کے پرے ایک غیر مرئی لامتناہی عقل موجود ہے"

ڈاکٹر آگسٹ کائل کا خیال ہے:

"میں نے آج تک باوجود کوشش کے کوئی ثبوت اس امر کا نہیں پایا کہ موت کے بعد روح باقی رہتی ہے۔ دراصل ہماری مادی زندگی بہت ہی تھوڑی ہے۔ لیکن اُس کا امتیاز کمیت میں نہیں ہے کیفیت میں ہے۔ میرے خیال میں انسان کی تربیت اس طرح ہونی چاہئے کہ وہ علم اور دین کو علحدہ علحدہ رکھے اور سمجھے۔ روح کا علمی دلائل سے ثابت نہ ہونا، اُس کے بطلان کی دلیل نہیں ہے۔ دین نے انسانیت کو بہت نفع پہونچایا ہے۔ انسانیت کو ہمیشہ دین کی ضرورت باقی رہے گی"

ڈاکٹر کولینڈ لکھتا ہے:

"میرے شخصی تجربے نے مجھے پورے طور پر مطمئن کر دیا ہے کہ ہماری زندگی کا تعلق ایک ایسی چیز سے قائم ہے جو کبھی فنا ہونے والا نہیں کاش میں اتنی فصاحت رکھتا کہ دوسروں میں بھی یہ اعتقاد پیدا کر دے سکتا۔ وہ چیز وہی ہے جسے "روح" کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ میں اگرچہ اُسے ثابت نہیں کر سکتا مگر مجھے اُس پر کامل یقین ہے روح، مادی و کیمیاوی قوانین کے تابع نہیں ہے، لہذا اُسے مادیات پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہو سکتا۔ ابھی علم نے اتنی ترقی نہیں کی کہ یہ طلسم کھول سکے"

* * *

ایک فراموش شدہ عظمت

جو تذکرۂ و یاد آوري کي مستحق هے

امیر محمد بن عبد الکریم

جنکي نسبت یورپ کي تازہ ڈاک میں بعض نئي تفصیلات آئي هیں - معلوم هوا هے کہ فرانس کے ایک دارالاشاعت نے اُنسے فرمایش کي تهي کہ وہ خود اپنے قلم سے اپني سوانح عمري قلمبند کردیں - شیخ نے یہ درخواست منظور کرلي اور اب وہ بہ یک وقت فرانسیسي اور عربي ' دونوں زبانوں میں اپنے حالات قلمبند کر رهے هیں -

مسجد باریس منظر المسجد العام
INSTITUT MUSULMAN
LA MOSQUÉE A PARIS
Perspective d'ensemble

پیرس کي مسجد اور عربي چمنستان کا مصور نمونہ ' جسکي تکمیل کیلیے اس هفتہ سلطان مصر نے ایک لاکھہ فرانک دیا هے

ناگزیر تھی۔ اب قانون کے بموجب عبدالحمید آفندی ولی عہد تھے اسلئے وہی تخت نشین ہو سکتے تھے۔ دستور اساسی کا جو مسودہ میں نے طیار کیا تھا، ولی عہد نے ملاحظہ کر لیا تھا اور اُس سے بالکل متفق تھا۔ اُسنے بڑے ہی جوش سے کہا تھا کہ "سلطنت کی نجات صرف ایسے ہی نظام حکومت سے ممکن ہے" اُسنے پُورے یقین کے ساتھ اپنے اس عزم کا بھی یقین دلایا تھا کہ تخت نشیں ہوتے ہی اُس کا اعلان کر دے گا۔ ہم خدّام سلطنت کی مسرت بے حساب تھی۔ ہم برسوں سے احیار دولت کا جو خواب خرگوش دیکھ رہے تھے، اب اُس کی تعبیر ہمارے سامنے تھی۔ ہم نے خیال کیا کہ یہ نوجوان شہزادہ سلطنت اور اُمت کا نجات دہندہ ثابت ہوگا۔ چنانچہ ۱۱۔ شعبان ۱۲۹۳ھ کو عبدالحمید کی تخت نشینی کا باقاعدہ اعلان کر دیا گیا۔

سفراء دول کی مؤتمر

بلقان کا مسئلہ، درحقیقت روس کا اُٹھایا ہوا تھا۔ لیکن جب ہماری فوجوں نے بلقانی باغیوں کے ٹکڑے اُڑا دیئے، تو روس نے چند نئے حیلے تراشنا شروع کئے، اور دول یورپ کو ایک مؤتمر منعقد کرنے کی دعوت دی۔ چنانچہ آستانہ میں دول عظمیٰ کے ۶ سفیروں کا اجتماع ہوا اُنھوں نے پہلی تجویز یہ طے کی کہ بلغاریہ کو اندرونی خود مختاری دیدی جائے۔

مدحت پاشا کی وزارت

ظاہر ہے، ہم اس قسم کی تجویزیں منظور نہیں کر سکتے تھے۔ ان تجویزوں کا مان لینا، بلقان سے ہاتھ دھونا تھا۔ مگر دول یورپ نے دباؤ ڈالنا شروع کیا۔ رشدی پاشا وزیر اعظم بہت خائف تھے۔ اس صورت حال نے مجھے مجبور کر دیا کہ وزیر اعظم کی کرسی پر بیٹھ جاؤں۔ میں حالات کی ابتری سے بخوبی واقف تھا۔ تاہم میں نے اصلاح کی کوشش شروع کر دی۔

ہماری مصیبت صرف یورپ ہی کی جانب سے نہ تھی بلکہ اس سے بھی بڑھ کر مصیبت یہ تھی کہ ہمارا خزانہ بالکل خالی تھا۔ سلطان عبدالعزیز کے مہلک اسراف نے ایک کوڑی باقی نہیں رکھی تھی۔ میں نے غیر معمولی محنت کر کے نئے بنک نوٹ جاری کر دیئے۔

دستور اساسی کا اعلان

سلطان عبدالحمید نے تخت نشین ہوتے ہی دستور اساسی کا مسوّدہ ایک مجلس کے سپرد کر دیا تھا کہ اُس کی جانچ پڑتال کرے۔ مجلس نے اُس پر پُوری بحث کی، اور منظور کر کے سلطان کی خدمت میں بھیج دیا۔ سلطان نے بھی اُس پر پسندیدگی کا اظہار کیا، اور ۷ ذی الحجہ ۱۲۹۳ھ میں بڑے تزک و احتشام کے ساتھ اُس کا اعلان ہو گیا۔ تمام مملکت نے اس اعلان کا پُرجوش استقبال کیا۔ پُوری سلطنت میں جشن منایا جانے لگا۔

اس اثنا میں ہم نے دول یورپ کی مؤتمر کو صاف اور قطعی لفظوں میں اطلاع دیدی کہ ہم اُس کی کوئی تجویز بھی منظور نہیں کرینگے۔ ہماری یہ جرأت نہایت خطرناک تھی۔ ہم نے گویا پُورے یورپ کو دعوت جنگ دے دی تھی۔ مگر ہم مجبور تھے۔ ہماری مجلس وزراء نے طے کر لیا تھا کہ خاموشی سے تباہ نہیں ہونگے۔ اگر مٹنا ہی ہے تو عزت کے ساتھ مٹیں گے۔ دُوَل یورپ ہمارا انکار سُن کر بہت برہم ہوئیں، اور اپنے سفراء واپس بلا لئے۔ اس کارروائی کا صاف مطلب یہ تھا کہ ہمارے باہمی سیاسی تعلقات منقطع ہو گئے۔ مگر ہم نے اس کی کوئی پروا نہیں کی۔

دوسری طرف میں نے یہ کیا کہ بلقانی ریاستوں سے براہ راست گفت و شنید شروع کر دی۔ اُنھیں نرم گرم شرطوں پر صلح کے لئے راضی کر لیا۔ ساتھ ہی دستور اساسی کے اعلان کے بعد ہم نے پہلی عثمانی مجلس (پارلیمنٹ) کے لئے انتخابات شروع کر دیئے۔

ہم یہ سب کچھ کر رہے تھے، مگر چونکہ روس کی طرف سے اعلان جنگ کا قوی احتمال تھا اس لئے جنگی تیاریوں سے بھی غافل نہیں تھے۔ فوجوں کی ترتیب اور نقل و حرکت تمام مملکت میں شروع ہو گئی تھی۔

مدحت پاشا کی جلاوطنی

سلطنت ان داخلی اور خارجی مشکلات میں پھنسی ہوئی تھی۔ میں اصلاح حال کی شب و روز کوشش کر رہا تھا، کہ اچانک ایک دن قصر طولمہ باغچہ میں سلطان نے مجھے طلب کیا۔ جوں ہی میں پہونچا، مجھ سے قلمدان وزارت لے لیا گیا، اور کہا گیا کہ میں جہاز عزالدین میں فوراً سوار ہو جاؤں۔ کیونکہ میں سلطان کے حکم سے جلاوطن کر دیا گیا ہوں مجھے یورپ چلا جانا چاہئے!

سلطان مراد کی تخت نشینی کے دن سے میں نے اس قدر محنت کی تھی کہ مجھے یقین، ہے کوئی دوسرا انسان نہیں کر سکتا۔ میں نے لگاتار جدّوجہد سے اب ایسی صورت حال پیدا کر دی تھی کہ سلطنت تمام خطروں سے صحیح و سالم نکل جاتی۔ لیکن اب اچانک یہ معاملہ پیش آ گیا۔ پہلے مجھے خوشی ہوئی کہ اب آرام کر سکوں گا۔ مگر فوراً اس خیال سے دل و جگر مجروح ہو گیا کہ میری زندگی، میری نہیں بلکہ قوم و ملک کی ہے، اور اس کے لئے سخت خطرات درپیش ہیں۔ مجھے یقین تھا کہ سلطان کی یہ حرکت، سلطنت کے لئے نہایت مہلک ثابت ہوگی۔ اور اصلاح کی تمام اُمیدیں ضائع ہو جائیں گی۔

میں نے اپنا قصور دریافت کیا۔ سعید پاشا، سلطان کے پاس گئے، اور واپس آ کر کہا کہ دستور اساسی کی دفعہ ۱۱۳ کی رُو سے سلطان کو حق پہنچتا ہے کہ ہر اُس شخص کو جلاوطن کر دیں، جسے پولیس کا افسر اعلیٰ سلطنت کے لئے خطرناک ظاہر کرے۔ ساتھ ہی اُنھوں نے دو سرکاری کاغذ بھی دکھلائے۔ ایک میں لکھا تھا کہ پولیس نے ایک فوجی افسر کو بازار میں کہتے سُنا "مدحت پاشا عنقریب ترکی جمہوریت کا صدر منتخب ہوگا"

میں جلاوطنی کی اس وجہ پر اپنی بے اختیارانہ ہنسی ضبط نہ کر سکا سعید پاشا نے کہا "سلطان معظم، سلام کے بعد فرماتے ہیں کہ عنقریب تمھیں واپس بلا لیا جائے گا"

میں نے کہا "سلطان کے سلام کا شکریہ۔ اگر سلطان کو میرا یہ پیغام پہونچا دو کہ اپنی واپسی پر میں ان محلوں میں سلطان کو نہیں پاؤں گا اور نہ سلطنت کی یہ عظمت و شان نظر آئے گی۔ اُسوقت میں تباہی روک نہ سکوں گا!" میں نے یہ کہا اور روانہ ہو گیا۔

میری ناگہانی جلاوطنی سے پایۂ تخت اور صوبوں میں سخت بےچینی پیدا ہوئی۔ لوگ ڈرے کہ اب دستور اساسی بھی باطل ہو جائے گا۔ کیونکہ میں نے ہی اُسے مرتب کیا تھا، اور سب سے زیادہ میں ہی اُس پر زور دے رہا تھا۔ یہ بےچینی دیکھ کر سلطان مجبور ہوئے کہ نئی نئی تہمتیں تراشی جائیں۔ چنانچہ قسطنطنیہ کے اخبارات میں شائع کیا گیا کہ میرے کاغذات میں ایسی چیزیں ملی ہیں جن سے میری خیانت ثابت ہوتی ہے اسی لئے سلطان نے مجھے معزول کر کے جلاوطن کر دیا ہے!

اُس وقت تک ترک اس قدر نیک دل تھے کہ سرکاری افتراپردازیاں سمجھ نہیں سکتے تھے۔ اس لئے اکثر لوگ میرے مخالف ہو گئے۔ مگر یورپ کے اخبارات حقیقت حال سے واقف تھے۔ اُنھوں نے صحیح خبر شائع کر دی کہ چونکہ مدحت پاشا نے سلطان کی غلامی منظور نہیں کی، اس لئے اُن پر عتاب شاہی نازل ہوا ہے۔ ترکوں نے یہ سُنا تو سلطان پر نہایت برہم ہوئے۔ اب قصر شاہی مجبور ہوا کہ میرے خلاف ایک پُوری سازش طیار کرے۔ چنانچہ آستانہ کے اخبارات اور ساقط مقرروں اور شاعروں کو رشوت دیکر آمادہ کیا گیا کہ مجھ پر حملہ شروع کر دیں۔ میں نے ترکی اخبارات دیکھے تو ہنسنے لگا۔ یہاں تک یہ میرے تدبر و دیانت کے راگ گاتے تھے۔ آج مجھ کو شیطان قرار دینے لگے۔ اُسوقت بے اختیار میری زبان پر یہ آیت جاری ہوئی: "واذا اراد اللہ بقوم سوءًا فلا مرد لہ وما لہم من دونہ من وال"

رُوس کا اعلان جنگ

میری جلاوطنی کی خبر پٹرزبرگ (دارالحکومت روس) پہنچی تو حکومت روس مسرت سے اُچھل پڑی۔ اب اُسنے باب عالی پر زور دینا شروع کیا کہ بلقان کے متعلق اُس کے مطالبات منظور کر لے۔ لیکن ترکی حکومت نے انکار کیا۔ اسپر روس نے اعلان جنگ کر دیا، اور دریائے طونہ کی طرف سے روسی فوج حملہ آور ہو گئی۔

اب سخت پریشانی پیدا ہو گئی۔ ہمارا خزانہ بالکل خالی پڑا تھا۔ میرے جاری کئے ہوئے بنک نوٹ، سلطان نے بے پروائی سے خرچ کر ڈالے تھے۔ نئے نوٹوں کا شائع کرنا سردست ناممکن تھا۔ اعلان جنگ نے سابق نوٹوں کی قیمت بھی کم کر دی تھی۔ حکومت کے لئے اب اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ رعایا سے زبردستی روپیہ وصول کیا جائے۔ چنانچہ یہی کیا گیا۔

اس سے بھی بڑی مصیبت، سلطان کی ناتجربہ کاری تھی: جنگ شروع ہوتے ہی سلطان نے عبدی پاشا اور ردیف پاشا کو معزول کر دیا۔ یہ دونوں سپہ سالار روسی سرحدوں سے واقف تھے اور اس جنگ کے لئے پہلے ہی سے نقشے مرتب کر چکے تھے۔ ان کی معزولی نے میدان جنگ میں سخت ابتری پیدا کر دی۔ اُسوقت ہماری جنگی قوت کافی تھی۔ ۵ لاکھ نظامی فوج نہایت عمدہ طور پر مسلح موجود تھی۔ رضا کاروں کی تعداد بھی بہت زیادہ تھی۔ مگر سلطان کی شخصی مداخلت نے معاملہ خراب کر دیا۔ رضا کار فوجیں منتشر کر دی گئیں۔ نظامی فوجوں میں بدنظمی پیدا ہو گئی۔ اسپر بھی سلیمان پاشا اور عثمان پاشا نے دشمن کی یلغار روک دی، اور امید بندھی کہ یہ دونوں سپہ سالار سلطنت کو خطرہ سے بچا لیں گے۔ مگر کوئی جنگی مرکز موجود نہ تھا۔ مختلف مقامات سے احکام صادر ہوتے تھے۔ ہر مقام میں سلطان کی ضد موجود تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سلیمان پاشا کی فوجیں بھاگنے لگیں اور عثمان پاشا، پلونہ میں قید ہو گئے۔ پلونہ میں روس کی پُوری قوت موجود تھی۔ خود زار روس فوج کی قیادت کر رہا تھا۔

روس کو کامل فتح حاصل ہو گئی اور اُس کی مظفر و منصور فوجیں سین اسٹفانو (مضافات قسطنطنیہ) تک پہنچ گئیں۔ دوسری طرف سے انگریزی حکومت کا جنگی بیڑہ، باسفورس میں آ گیا اور قصر شاہی کے سامنے توپیں سیدھی کر کے کھڑا ہو گیا۔

میں اُسوقت یورپ میں اپنی جلاوطنی کے دن گزار رہا تھا۔ مجھ [illegible] کے معاملات میں مداخلت یا دُوَل یورپ سے گفت و شنید کا کوئی حق نہ تھا تاہم میرا دل یہ تباہی دیکھ کر بےچین ہو گیا اور میں نے جدوجہد شروع کر دی۔ لندن، پیرس، وائنا، برلن تمام مراکز میں پھرا۔ اس سعی کا نتیجہ یہ ہوا کہ سین اسٹفانو کا ذلیل معاہدہ منسوخ ہو گیا اور سلطنت ایک مرتبہ پھر بچ گئی۔ مجھے وزرار سلطنت اور خود سلطان کی غفلت پر از حد افسوس ہے۔ عین اُسوقت جبکہ روس پلونہ کا محاصرہ کئے پڑا تھا، میں نے آسٹریا کو راضی کر لیا تھا کہ روس پر حملہ آور ہو جائے۔ آسٹریا کے حملہ کا نتیجہ اس کے سوا اور کچھ نہ ہوتا کہ روسی فوجوں پر واپسی کا راستہ مسدود ہو جاتا اور سب کی سب یا تو قید ہو جاتیں، یا برباد ہو جاتیں۔ میں نے فوراً سلطان کو مفصل تار دیا۔ مگر بیس دن گزر گئے اور کوئی جواب نہ آیا۔ اس اثنا میں روس کو کامل فتح حاصل ہو گئی تھی!

میری ان خدمات کا اثر، سلطان پر پڑا۔ اُنھوں نے مجرم بیگناہ کو انتہائی "رحم و کرم" سے معاف کر دیا۔ دو سو پونڈ ماہوار کا وظیفہ

تاریخ شرق جدید کی تاریخی شخصیتیں

مدحت پاشا

شہید حریت و دستور

(۲)

سلطان کی معزولی

حسین عونی پاشا، رشدی پاشا، مدحت پاشا، اور خیر اللہ آفندی شیخ الاسلام نے مل کر طے کیا کہ ۹ جمادی الاولیٰ کو ولی عہد مراد آفندی کو تخت نشین کر دیا جائے۔ لیکن اس تاریخ سے دو دن پہلے ہی سلطان عبد العزیز کو کسی طرح اس معاملہ کی خبر پہنچ گئی اور انھوں نے عونی پاشا کو ملاقات کے لئے اپنے محل میں طلب کیا۔ مگر عونی پاشا نہیں گئے۔ کیونکہ انھیں افشاء راز کا حال معلوم ہو گیا تھا۔ چونکہ اب مزید تاخیر میں خطرہ تھا، اس لئے یہی طے پایا کہ فوراً نئی تخت نشینی عمل میں لائی جائے۔ چنانچہ حسین عونی پاشا نے اسی رات اپنے سرکار کی مجلس منعقد کی، اور سلطان کی معزولی کے لئے بڑی تعداد میں فوج بھی جمع کر لی گئی۔

مدحت پاشا اپنی خود نوشتہ سوانح عمری میں لکھتے ہیں:

"ہم نے مناسب سمجھا کہ ولی عہد مراد آفندی کی تخت نشینی کا اعلان، وزارت جنگ کی عمارت میں ہو۔ چنانچہ میں، مدحت پاشا اور رشدی پاشا صبح تڑکے وزارت جنگ کی طرف روانہ ہوئے حسین پاشا، احمد پاشا، ردیف پاشا، حسن پاشا، طولمہ باغچہ (قصر شاہی) میں گئے تاکہ وہاں فوج کو ضروری احکام دیں۔

"یہ تمام کارروائی پوری طرح مخفی رکھی گئی تھی۔ ہمیں یقین تھا کہ ہمارے رفقاء کے سوا کسی کو اس کا علم نہیں ہے۔ لیکن جب ہم وزارت جنگ میں پہنچے، تو یہ دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئے کہ وہاں لاکھوں آدمی جمع ہیں اور نئے سلطان کے ورود کا انتظار کر رہے ہیں۔ آج تک مجھے معلوم نہ ہو سکا کہ یہ خبر تمام شہر میں راتوں رات کس طرح مشہور ہو گئی؟"

"مجمع، ازحد جوش و خروش میں تھا۔ بڑی ہی بے چینی سے مراد آفندی کا انتظار کر رہا تھا۔ اچانک ولی عہد کی سواری نمودار ہوئی۔ حسین عونی پاشا ان کے ساتھ بیٹھے تھے۔ تمام مجمع نے نئے سلطان کے ہاتھ پر بیعت کی اور ان کی تخت نشینی کا اعلان ہو گیا۔ اسی وقت سلطنت کے تمام صوبوں اور یورپ کی تمام حکومتوں کو تار کے ذریعہ اس عزل و تخت نشینی کی اطلاع بھیج دی گئی۔ دار الخلافہ میں جشن شروع ہو گیا۔ ہر طرف جھنڈے بلند ہو گئے۔ اجنبی جہازوں نے بھی اپنے علم اونچے کر دیئے لیکن روسی سفارت خانہ نے مظاہر جشن میں کوئی حصہ نہیں لیا۔ اور دو دن تک عالم تذبذب میں رہا۔

"روس کو محمود ندیم پاشا کی معزولی سے سخت رنج ہوا تھا۔ اب خود سلطان کی معزولی نے اسے اور بھی برہم کر دیا۔ چنانچہ نادر روسی نے ترکی وزارت خارجیہ کے نام تار بھیجا کہ " انھیں اس بات پر سخت افسوس ہے کہ ایک معمولی سپہ سالار کی جرأت نے سلطان کو اس کے تاج و تخت سے محروم کر دیا ہے!"

"سلطان عبد العزیز معزول کر دیئے گئے، لیکن ان کی ذات اور عزت کو کوئی صدمہ نہیں پہنچایا گیا۔ پہلے دستور تھا کہ معزول سلاطین قید کر دیئے جاتے تھے، ہم بھی سلطنت کے مصالح کے لئے ایسا کر سکتے تھے، مگر ہم نے نہیں کیا۔ ہم جانتے تھے کہ ملک میں کوئی جماعت بھی سلطان کی طرفدار نہیں ہے۔ لہذا انھیں قید کرنا قطعاً غیر ضروری تھا۔ علاوہ بریں ہم دستوری نظام حکومت قائم کرنا چاہتے تھے، اور دستوری حکومت میں کسی شخص کو بھی بغیر جرم کے قید کرنا جائز نہیں ہوتا، اگرچہ وہ معزول پادشاہ ہی کیوں نہ ہو"

معزول ہونے کے بعد سلطان عبد العزیز نے سلطان مراد کو دست خاص سے مبارکباد کا خط لکھا، اور محل طوب قپوسے "فرعیہ" میں منتقل کر دیئے جانے کی درخواست کی۔ درخواست منظور کر لی گئی اور معزول سلطان نہایت عزت و احترام کے ساتھ اپنی تین سو بیویوں اور کنیزوں کے ساتھ نئے محل میں منتقل ہو گئے۔

عبد العزیز کی خودکشی

ہم ابھی نئے سلطان کی تاج پوشی کے جلسوں سے پوری طرح فارغ بھی نہ ہوئے تھے، کہ سلطان عبد العزیز نے اپنی نخوت و غرور کے جنون سے بے خود ہو کر خودکشی کر لی۔

یہ واقعہ معزولی سے ۶ دن بعد پیش آیا۔ اتوار کے دن انھوں نے اپنے ایک ملازم سے قینچی طلب کی اور اپنے بازو کی رگیں کاٹ ڈالیں۔ ان کی موت خودکشی سے ہوئی۔ یہ بالکل یقینی بات تھی۔ تاہم مزید احتیاط کے خیال سے ہم نے اس کی باقاعدہ تحقیقات بھی کرائی۔ تمام شاہی طبیبوں اور اجنبی سفارت خانوں کے ڈاکٹروں کو بلا کر معائنہ کرا لیا گیا۔ ان ڈاکٹروں کی تعداد ۱۹ کے قریب تھی۔ انھوں نے بالاتفاق فیصلہ کیا کہ سلطان نے خودکشی کی ہے۔

سلطان مراد کی بیماری

سلطان مراد کی تخت نشینی ایک عظیم الشان مجمع کے سامنے عمل میں آئی تھی۔ اتنا بڑا مجمع انھوں نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ مجمع ازحد جوش و خروش میں تھا اور پوری قوت سے نعرے بلند کرتا تھا۔ نئے سلطان کے اعصاب پر اس منظر نے بہت برا اثر کیا، اور وہ عصبی بیماری میں مبتلا ہو گئے۔ اس واقعہ کے چھٹے دن جب انھوں نے معزول سلطان عبد العزیز کی خودکشی کا حال سنا، تو مرض نے اور بھی زیادہ شدت اختیار کی۔ دوسرے ہی دن ان میں جنون کی علامتیں ظاہر ہو گئیں۔ ہم نے یہ واقعہ احتیاطاً مخفی رکھا اور علاج کرتے رہے، لیکن ۲۵ دن کے بعد ایک روز سلطان، باغ کے حوض میں پھاند پڑے اور محل کے خدام کو ان کے جنون کا حال معلوم ہو گیا۔ اب اخفا ناممکن تھا۔ تھوڑی ہی دیر میں تمام شہر حقیقت حال سے واقف ہو گیا تھا!

سلطان کی بیماری نے سلطنت کو سخت نقصان پہنچایا۔ ہم نے دستور اساسی طیار کر لیا تھا، مگر اسی بیماری کی وجہ سے اعلان ملتوی کر دیا۔ صرف یہی نہیں بلکہ حکومت کے تمام کام معطل ہو گئے۔ حتیٰ کہ سفراء دول کے کاغذات تک کی تصدیق نہیں ہو سکی۔ اگرچہ وزارت و حکومت موجود تھی، مگر قانون کے مطابق ہر حکم کے لئے سلطان کی منظوری لازمی تھی۔ اور سلطان اس قابل نہ تھے کہ معاملات سلطنت کی سماعت کر سکتے۔

ایک نئی مصیبت

اس صورت حال نے ہمیں سخت پریشان کر دیا تھا۔ ہم سلطنت کے معاملات پر غور کرنے کے لئے رات رات بھر بیٹھے رہتے۔ ایک دن میرے مکان پر شیخ الاسلام خیر اللہ آفندی اور وزراء سلطنت جمع تھے کہ ایک شخص حسن چرکسی نامی آیا۔ یہ فوج میں افسر تھا، اور سلطان عبد العزیز کے لڑکے شہزادہ یوسف عز الدین کا اے ڈی کانگ رہ چکا تھا۔ اس نے وزیر جنگ سے ایک بہت ضروری معاملہ کے لئے ملاقات کی درخواست کی۔ جوں ہی وہ اندر داخل ہوا، حسین عونی پاشا پر پستول نکال کر حملہ کر دیا۔ حسین عونی کے سینہ پر گولی لگی اور ان کا کام تمام ہو گیا۔ چونکہ ہمارے پاس ہتیار نہیں تھے، بھاگنے پر مجبور ہو گئے۔ مگر قیصرلی احمد پاشا وزیر بحر نے قاتل کو گرفتار کرنا چاہا۔ قاتل نے انھیں بھی سخت زخمی کیا۔ وہ بھاگے۔ اس نے تعاقب کیا۔ میرا خادم احمد آغا اس سے لپٹ گیا۔ مگر قاتل نے اسے بھی قتل کر ڈالا۔ وزراء کے محافظ سپاہی دوڑے مگر قاتل کی جیب میں ۵ پستول تھے۔ اس نے ۵ آدمی اور قتل کر دیئے۔ اب کسی کی ہمت نہیں پڑتی تھی کہ اس کے قریب جائے۔ قاتل اب ایک دوسرے کمرے میں گھسا، وہاں راشد پاشا بیہوش پڑے تھے۔ اس نے انھیں بھی قتل کر دیا۔ بالآخر جب کافی تعداد میں مسلح پولیس کے سپاہی پہنچے تو وہ گرفتار کیا گیا۔

اس حادثہ نے سلطنت کو بہت نقصان پہنچایا۔ حسین عونی پاشا، فنون جنگ میں بے نظیر تھے۔ راشد پاشا، خارجی معاملات کے فہم میں مشہور تھے۔ ہمارے دشمن ان دونوں کی موت سے بہت خوش ہوئے۔

بلقان اور جزیرہ کریٹ کی شورشیں

ہم ان مصائب میں گرفتار تھے کہ مانٹی نگرو، سرویا، بلغاریا، اور کریٹ میں شورشیں برپا ہو گئیں۔ ہمارے عزم و استقلال کے لئے یہ بڑا ہی نازک وقت تھا۔ بایں ہمہ ہم نے بروقت کارروائیوں میں ذرا بھی کوتاہی نہ کی۔ فوراً ہر طرف فوجیں روانہ کر دی گئیں۔ ہماری فوجوں نے غیر معمولی شجاعت و ہمت دکھائی، اور تمام شورشوں کا خاتمہ کر دیا۔

سلطان عبد الحمید کی تخت نشینی

لیکن سلطنت کی حفاظت کے لئے مجنون سلطان کی معزولی

(۵) مکہ، مدینہ، طائف، جدہ، ینبوع کے ما بین سڑکیں بنائی جائیں۔

(۶) حرم کعبہ میں نیا اضافہ کیا جائے۔ اُس کے انتظام میں خرابیاں ہیں۔ اصلاح کی جائے۔

(۷) چاہ زمزم سے پانی نکالنے کا موجودہ طریقہ اچھا نہیں۔ اصول حفظانِ صحت کے خلاف ہے۔

(۸) نہر زبیدہ کی موجودہ صورت حال خراب ہے۔ جابجا سے کھلی ہوئی ہے۔ قسم قسم کی گندگیاں اُس میں گر جاتی ہیں۔ لوگ کپڑے بھی اُس میں دھو لیتے ہیں۔ حاجی اور باشندے یہی پانی پیتے ہیں اور نقصان اُٹھاتے ہیں۔

(۹) نہر زبیدہ ناکافی ہے۔ جدید کنوئیں کھودنے چاہئیں۔

(۱۰) منیٰ، عرفات، اور بحرہ میں پانی اور سایہ کا انتظام نہیں ہے۔

یہ مجلس تفتیش و اصلاح کے مسودۂ اصلاحات کی چند سفارشیں ہیں۔ اب دیکھنا چاہیے اِن پر کہاں تک عمل ہوا ہے؟

تعلیم

نئے مدرسے جاری کئے جا رہے ہیں۔ مدارس کے لئے نصابِ تعلیم اور دستور العمل بنایا جا رہا ہے۔ مصر و شام سے لائق مدرس طلب کئے جا رہے ہیں۔ صرف حجاز کے بڑے بڑے شہروں ہی میں نہیں بلکہ بدوی قبائل میں بھی تعلیم کا انتظام کیا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ بدوی باشندے باضابطہ مدارس سے مستفید نہیں ہو سکتے۔ لہٰذا اُن کے لئے تجدیدِ خاص معلم بلائے گئے ہیں جو خود بھی بدوی ہیں اور بدوی عادات و طبائع سے واقف ہیں۔ اب تک ۷۰ قبیلوں میں تعلیم کا انتظام کیا جا چکا ہے۔ مگر ظاہر ہے تعلیمی اصلاحات کا نتیجہ ایک مدت کے بعد ہی محسوس کیا جا سکتا ہے۔ تعلیمی لائحہ ایک فرمان کی صورت میں شایع کیا گیا ہے اور وہ بالاختصار یہ ہے:

دفعہ اول۔ کسی شخص کو حق نہیں کہ مجلس معارف کے لائحہ سے ہٹ کر بطورِ خود تعلیم دے۔

دفعہ دوم۔ جن علوم کی تعلیم دی جائے گی، وہ وہی ہونگے جنھیں مجلس معارف نے مقرر کر دیا ہے۔

دفعہ سوم۔ حجاز کی تعلیم گاہیں، مجلس معارف کے ماتحت ہونگی۔

دفعہ چہارم۔ گھروں میں تعلیم نہیں دی جا سکے گی الا یہ کہ مجلس معارف سے اجازت حاصل کر لی گئی ہو۔

دفعہ پنجم۔ تعلیمی نصاب اور دستور العمل عنقریب مرتب کیا جائے گا۔ سلطان نے اِس کے لئے ایک مجلس کی تشکیل کا حکم دیدیا ہے۔

دفعہ ششم۔ تعلیمی لائحہ اور دستور العمل حسبِ ذیل اصول پر مبنی ہوگا۔

(۱) تعلیم کی غرض ایک ہو۔

(۲) حجاز میں تعلیمی بدنظمی دُور کر دی جائے۔ تمام تعلیم ایک ہی نظم کے ماتحت رہے۔ ابتدائی تعلیم، بتدریج اجباری کر دی جائے اور غریبوں کے لئے مفت ہو۔

(۳) حجاز میں تعلیم کے چار درجے قرار دئے جائیں: مکتبی، ابتدائی، ثانوی، اعلیٰ۔

(۴) مسجد حرام میں جو تعلیم جاری ہے، اُس کے لئے ایک ضابطہ مقرر ہو۔

(۵) مُدرّسوں کی قابلیت کے لئے معیار مقرر کر دیا جائے۔

دفعہ ہفتم۔ مدارس اور تعلیم کی جانچ کے لئے مفتش مقرر کئے جائینگے وہ پوری تعلیم کی نگرانی کرینگے اور ماہی روداد یں مجلس معارف کے سامنے پیش کیا کرینگے۔

عدالتی نظام

عدالتوں کے لئے ایک نیا دستور العمل سلطان نے شایع کیا ہے۔ اُس کا خلاصہ حسبِ ذیل ہے:

دفعہ اول: مکہ معظمہ میں حسبِ ذیل عدالتیں قائم ہوں:

(۱) عدالت خفیفہ۔ اِس کا مرکز قلعۂ حمیدیہ میں ہوگا۔ یہ اُن تمام دیوانی و فوجداری مقدمات کا فوراً فیصلہ کرے گی جن میں ۲۰ گنی سے کم کا دعویٰ پیش ہوگا۔ اور جن میں مجرم کے لئے سنگین سزا نہیں ہے۔ اِس کے فیصلے کی اپیل نہیں ہو سکتی۔ الا یہ کہ ظواہر شرع کے صریح خلاف ہو۔

(۲) اسی قسم کی ایک اور عدالت بھی قائم ہوگی۔ یہ صرف بدوی قبائل کے مقدمات کا فیصلہ کرے گی۔

(۳) شرعی عدالت عالیہ۔ یہ اُن تمام مقدموں پر غور کرے گی جو عدالت خفیفہ کے دائرہ اختیار سے باہر ہیں۔ اِس کے فیصلے اُس کے قاضیوں کے اتفاق آرا یا اکثریت سے صادر ہونگے۔

دفعہ دوم۔ جدہ اور مدینہ میں بھی اسی قسم کی تینوں عدالتیں قائم کی جائیں۔

دفعہ سوم۔ مکہ کی عدالتوں میں قاضیوں کی تعداد حسبِ ذیل ہوگی:

(۱) عدالتہائے خفیفہ میں ایک ایک قاضی۔

(۲) عدالت عالیہ میں تین۔

دفعہ چہارم۔ عدالتی نگرانی کے لئے ایک مجلس قائم ہو۔ اِس کا فرض یہ ہوگا کہ وقتاً فوقتاً مقدمات کی رفتار اور فیصلوں کی جانچ کرتی رہے۔ اگر کبھی غلطی دیکھے، تو فوراً باز پرس کرے۔

دفعہ پنجم۔ یہ مجلس ایک صدر، ایک کاتب (سکریٹری) اور تین ارکان سے مرکب ہوگی۔ خود سلطان ان لوگوں کو منتخب کرینگے۔

دفعہ ششم۔ اِس مجلس کے وظائف حسبِ ذیل ہونگے:

(۱) تمام حدود شرعیہ پر نظر رکھنی۔

(۲) مالی مقدمات پر نظر ثانی کرنی بشرطیکہ کوئی فریق اس کی درخواست کرے۔

(۳) کم عمر بچوں کے حقوق اور اوقاف کے اموال کی حفاظت۔

(۴) امر بالمعروف و نہی عن المنکر۔

(۵) اُن مسائل میں فتویٰ صادر کرنا جن کا تعلق شرعی عدالتوں سے نہیں ہے۔

(۶) اگر عدالتوں کے قاضی کسی معاملے میں مختلف ہوں اور فیصلہ نہ کر سکیں، تو اُنھیں مشورہ دینا۔

دفعہ ہفتم۔ فیصلہ کے صادر ہونے کے بعد اُس کے نفاذ میں ۵ دن سے زیادہ تاخیر نہ کی جائے۔

دفعہ ہشتم۔ قاضیوں کے لئے جائز نہیں ہے کہ عدالت کے اوقات میں لوگوں سے نجی کی ملاقاتیں کریں۔

دفعہ نہم۔ اپیل کی انتہائی مدت ۱۵ دن ہے۔

یہ عدالتی نظام نامے کے چند دفعات کا خلاصہ ہے۔ اِس نظام نامے کے ساتھ ہی دو شاہی فرمان بھی شایع ہوئے ہیں۔ ایک میں مکہ معظمہ کی تینوں عدالتوں کے لئے قاضیوں (ججوں) کی تقرری منظور ہوئی دوسرے میں عدالتی نگرانی کی مجلس کے ارکان کے نام بتلائے گئے ہیں۔

عدالت عالیہ کے لئے تین قاضی مقرر ہوئے ہیں: شیخ محمد المرزوقی ابو حسین (صدر) بہجت البیطار (رکن) امین فودہ (رکن) باقی دونوں عدالتوں کے لئے بالترتیب شیخ محمد التویجری اور شیخ حسین عبد الغنی مقرر کئے گئے ہیں۔

عدالتی نگرانی والی مجلس کے ارکان حسبِ ذیل ہیں:

(۱) شیخ عبد اللہ بن حسن	(صدر)
(۲) شیخ محمد العلی الترکی	(کاتب)
(۳) شیخ علی المالکی	(رکن)
(۴) شیخ محمد الباقر	(”)
(۵) شیخ سعید ابو الخیر	(”)

مجلس امر بالمعروف

عدالتی نظام نامے کے ساتھ ایک فرمان میں مجلس امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے قیام کا بھی اعلان کیا گیا ہے۔ اِس کی دفعات حسبِ ذیل ہیں:

(۱) اِس مجلس کا مرکز، مکہ میں ہوگا۔ شاخیں، جدہ، مدینہ، طائف ینبوع وغیرہ ملحقات میں ہونگی۔

(۲) ہر مقام کی مجلس میں حسبِ ضرورت ارکان کی تعداد رہے گی۔

(۳) ارکان کے لئے لازمی شرط یہ ہے کہ شریعت کے عالم، خوش اخلاق اور خوش اطوار ہوں۔

(۴) ہر مجلس کے ماتحت، مسلح فوج ہوگی اور اُس کے احکام نافذ کرے گی۔

(۵) ہر ہفتہ دو مرتبہ یہ مجلسیں جمع ہونگی۔

(۶) اِن مجلسوں کے فرائض حسبِ ذیل ہیں:

(۱) باشندوں کو اوقات نماز میں متنبہ کرنا اور بے نمازیوں کو خوش اسلوبی سے نماز کی طرف راغب کرنا۔

(۲) جن مقامات میں خلاف شرع کام ہونے کا شبہ ہو، اُن کی نگرانی۔

(۳) باشندوں کو نرمی کے ساتھ معاصی و منکرات کے ترک کی ترغیب دینا۔

(۴) شادی و غمی میں خلاف شرع رسموں میں باز رکھنا۔

(۵) عوام کو فحش کلامی سے روکنا۔

(۶) کمزوروں کی مدد، بیواؤں سے حسن سلوک، لاچاروں کی دستگیری۔

(۷) حیوانات پر رحم۔

(۸) یہ مجلسیں ہر اُس بات کا حکم دیں گی اور ہر اُس بات سے منع کریں گی جس پر امت کا اجماع ہے۔ مختلف فیہ امور میں عدالتی نگرانی والی مجلس سے رجوع کریں گی۔ کیونکہ امر بالمعروف، معروف میں ہے۔ نہ کہ امور اجتہادیہ میں۔

تنبیہ۔ اِن مجالس کے ماتحت فوجوں کو سختی سے ممانعت کیجاتی ہے کہ احکام کے نفاذ میں ہرگز تشدد سے کام نہ لیں۔

مکہ معظمہ کی مرکزی مجلس کے ارکان حسبِ ذیل ہیں:

(۱) شیخ عبد الرحمن لبشناق	(صدر)
(۲) ” عمر فقیہ	(رکن)
(۳) ” محمد لوز کیتی	(”)
(۴) ” محمد شیروانی	(”)
(۵) ” اسعد مشفع	(”)
(۶) ” عبد اللہ بن عمار	(”)
(۷) ” عبید اللہ بن مطلق	(”)
(۸) ” سلیمان الصنیع	(”)
(۹) ” محمد الخضری	(”)
(۱۰) ” محمد عبد الرحمن العقل	(”)

مجلة الاحكام الشرعيہ

عدالتی اصلاحات کے سلسلہ میں سب سے بڑی اصلاح، جو سلطان ابن سعود کے پیش نظر ہے، وہ "مجلۂ احکام شرعیہ" ہے۔ آپکے قارئین سے مخفی نہیں کہ فقہ اسلامی کے مذاہب اربعہ کی تفریق سے شریعت کے قیام میں کس قدر دشواریاں پیدا ہو گئی ہیں۔ خصوصاً اُن ممالک میں جہاں چاروں مذاہب کے متبعین موجود ہیں۔ بلکہ خود ہر مذہب کی کتب میں اِس قدر اختلاف ہے کہ شرعی عدالتوں کا کام نہایت دشوار ہو جاتا ہے۔ اب سے پہلے ٹرکی میں جب شرعی عدالتیں قائم

مقرر کیا۔ ایک ہزار پونڈ "انعام" دیا۔ ۵۰۰ پونڈ میرے بیوی بچوں کو مرحمت کئے۔ اور مجھے اجازت دی کہ اپنے خاندان کے ساتھ جزیرۂ کریٹ میں رہوں۔ چنانچہ یکم شوال ۹۵ھ میں میرا خاندان کریٹ پہنچ گیا۔

شام کی گورنری

لیکن دو ہی مہینے بعد مجھے فرمان شاہی ملا کہ تم شام کے گورنر مقرر کئے گئے۔ میں معاملہ کی تہ تک پہنچا ہوا تھا۔ دراصل سلطان مجھے پایۂ تخت سے دُور رکھنا چاہتے تھے۔ میں نے معذرت کی۔ بڑھاپے کا عذر پیش کیا مگر مسموع نہ ہوا اور شام جانا پڑا۔ مجھے اس منصب سے خوشی ہوئی۔ اس لئے نہیں کہ مناصب کی طلب تھی۔ اب میں مناصب سے اُکتا سا گیا تھا اس لئے کہ شام میں میں اپنا جنون اصلاح پورا کر سکوں گا۔ میرا جنون، میری اصلاح پسندی ہے۔ میں اس کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا تھا۔

شام میں آتے ہی میں نے محسوس کیا کہ مسلمان باشندوں میں تعلیم بالکل مفقود ہے۔ چنانچہ میں نے تعلیم کی اشاعت، تمام اصلاحات پر مقدم رکھی، اور سیکڑوں مدرسے جاری کردیئے۔ میں نے ایک قانون بنایا کہ ۷ برس کی عمر کے بعد جو کوئی اپنے لڑکے کو مدرسے میں داخل نہیں کرے گا اُسے سزا دی جائے گی۔ ان مساعی کا نتیجہ یہ نکلا کہ بہت جلد تعلیم کی طرف باشندوں کو رغبت پیدا ہوگئی۔ اور ہزارہا بچے پڑھنے لکھنے لگے۔ حالانکہ مجھ سے پہلے اس صوبے میں صرف گنتی کے چند مکتب قائم تھے اور اُن میں بھی صرف قرآن پڑھایا جاتا تھا۔

ازسرِنو سازشوں کا ظہور

تعلیم کے بعد میں نے دوسری اصلاحات شروع کیں۔ مگر اچانک دارالخلافہ میں میرے خلاف ازسرِنو سازشوں کا ظہور ہوا۔ سلطان نے داماد محمود پاشا اور رشدی پاشا وغیرہ کو جلاوطن کردیا جو سعی اصلاح میں میرے ہم خیال تھے۔ اور محمود ندیم پاشا اور جودت پاشا کو اپنا مشیر بنالیا جو اصلاح اور اصلاح پسند جماعت کے سخت دشمن تھے۔ پارلیمنٹ بند کردی۔ دستورِ اساسی منسوخ کردیا۔ پھر خود میرے متعلق، آستانہ کے اخبارات نے لکھنا شروع کیا کہ میں شام میں بغاوت کی طیاری کر رہا ہوں۔ عنقریب اپنی پادشاہی کا اعلان کردوں گا۔ میں اس کی بھی پروا نہ کرتا، لیکن شام میں میری اصلاحات کی مخالفت پایۂ تخت سے ہونے لگی۔ اب میں نے دیکھا کہ استعفا پیش کردینے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ چنانچہ اپنی پیری اور ضعیفی کی بنا پر استعفیٰ دے دیا۔ بڑی حجتوں کے بعد سلطان نے اُسے منظور کیا۔ لیکن حکومت کی خدمت سے مجھے علحدہ ہونے نہیں دیا۔ شام سے سمرنا کی گورنری پر بھیجدیا۔

سمرنا میں اصلاحات و ترقی

اُس وقت صوبۂ سمرنا کی حالت نہایت زبوں تھی۔ کوئی انتظام نہ تھا۔ ہر طرف لوٹ مار اور بے امنی پھیلی ہوئی تھی۔ میں نے ازسرِنو حکومت قائم کی۔ مدرسے جاری کئے۔ سڑکیں بنائیں۔ ٹریم جاری کی مگر دارالخلافہ میں میرے خلاف برابر سازشیں جاری تھیں۔ محمود ندیم پاشا برسرِ اقتدار تھا اور روس کے اشاروں پر کام کر رہا تھا۔

اب سلطان عبدالحمید بالکل کھُل کھیلنا چاہتے تھے۔ جن جن لوگوں سے اُنھیں مخالفت کا ذرا بھی اندیشہ تھا، سب کو پایۂ تخت سے جلاوطن کردیا گیا تھا۔ مگر اس پر بھی وہ مطمئن نہ تھے۔ اس اثنا میں معزول سلطان مراد کا جنون دُور ہوچکا تھا۔ سلطان عبدالحمید کو اندیشہ پیدا ہوا، مبادا اُنھیں دوبارہ تخت نشین کرنے کی کوشش نہ کی جائے۔ چنانچہ اُنھوں نے تمام اصلاح پسندوں کا خاتمہ کردینا چاہا۔

✻ مدحت پاشا کے خلاف مقدمہ

اس مقصد کے لئے سلطان عبدالحمید نے مرحوم عبدالعزیز کی خودکشی کو آلۂ کار بنایا۔ عبدالعزیز کی وفات، ایک سازش اور قتل کا نتیجہ قرار دی گئی۔ ایک برس تک خفیہ طیاریاں ہوتی رہیں۔ پھر اچانک داماد محمود جلال الدین پاشا، رشدی پاشا، سردار عبدی پاشا، ردیف پاشا، اور شیخ الاسلام خیر اللہ آفندی جلاوطن کردیئے گئے۔ وجہ یہ بتائی گئی کہ تحقیقات سے ثابت ہوگیا ہے کہ انہی لوگوں نے سلطان عبدالعزیز کو قتل کیا ہے۔ مگر وہ تحقیقات آجتک شایع نہیں کی گئی۔

اس اثنا میں میرے بعض دوست مجھے لکھ رہے تھے کہ عنقریب تم بھی گرفتار ہونے والے ہو۔ فوراً بھاگ جاؤ۔ نیز میرے ایک یورپین دوست نے آکر کہا "میں ایک جہاز خاص تمھارے لئے لایا ہوں۔ فوراً یورپ چلے جاؤ۔ ورنہ گرفتار ہو جاؤ گے۔" مگر میں نے قطعی انکار کردیا۔ میں نے کہا سلطان عبدالعزیز نے خودکشی کی ہے۔ نہ میں نے اور نہ کسی اور نے اُنھیں قتل کیا ہے۔ جب میں مجرم ہی نہیں ہوں تو کیوں بھاگوں اور دشمنوں کو تہمت لگانے کا موقعہ دوں؟ میں نے ۴۰ برس سلطنت کی خدمت کی ہے۔ اب آخری وقت میں اُسے چھوڑ نہیں سکتا!

میں نے یہ کہا حالانکہ میں خوب جانتا تھا کہ سلطان میرے خون کے پیاسے ہو رہے ہیں اور جلد سے جلد میرا فیصلہ کردینا چاہتے ہیں۔ مجھے ہر روز اپنی گرفتاری کا انتظار رہتا تھا۔ چنانچہ ۴ر مارچ کو جبکہ میں سمرنا کے دارالحکومت میں اپنے خاندان کے ساتھ سو رہا تھا، آدھی رات کے وقت مکان کو ۲ پلٹنوں نے محاصرہ کرلیا، اور مجھے قید کرکے آستانہ بھیجدیا گیا۔

بریدِ شرق

مکتوبِ حجاز

(الہلال کے مقالہ نگار حجاز کے قلم سے)

جدید اصلاحات

گزشتہ ہفتہ معاہدۂ جدہ پر روشنی ڈال چکا ہوں۔ اس ہفتہ اُن جدید اصلاحات پر مفصل بحث کرنے کا ارادہ تھا جو حجاز میں شروع ہوچکی ہیں۔ مگر جب لکھنے بیٹھا تو معلوم ہوا ایک مضمون میں بحث نہیں ہوسکتی، کیونکہ اصلاحات کا دائرہ نہایت وسیع ہے۔ مجبوراً نہایت مختصر اشاروں پر اکتفا کروں گا۔

آپکے قارئین واقف ہیں کہ پچھلے دنوں سلطان ابن سعود بعض انتظامات کی تکمیل کے لئے نجد گئے تھے۔ اُن کی عدم موجودگی میں بعض بدنظمیاں حجاز میں رونما ہوگئی تھیں۔ یہ بدنظمی ایک حد تک قدرتی کہی جاسکتی ہے۔ کیونکہ موجودہ حکومت کی عمر ابھی بہت کم ہے اور صدیوں کے اختلال و فساد کے بعد حجاز میں بہت ہی زیادہ مدبر اور بیدار حکومت کی ضرورت ہے۔ باشندوں کے مزاج بگڑے ہوئے ہیں۔ ذرا سی غفلت میں بے لگام ہوجاتے ہیں۔

مجلس تفتیش

سلطان نے یہ صورت حال دیکھی تو فوراً اُس کے سدِّباب پر کمر بستہ ہوگئے۔ اُنھوں نے ایک مجلس "لجنۃ التفتیش والاصلاح" کے نام سے قائم کردی۔ اس مجلس کی طرف میں اپنے کسی پچھلے مکتوب میں اشارہ کرچکا ہوں۔ اس مجلس کا کام یہ ہے کہ حکومت کے تمام شعبوں کی جانچ پڑتال کرکے اصلاح کی تجویزیں سلطان کے سامنے پیش کرے۔ صرف اسی قدر نہیں بلکہ اُن تمام تدبیروں پر بھی غور کرے جو حجاز کی ترقی و خوشحالی کا موجب بن سکتی ہیں۔ سلطان نے اس مجلس کو کافی اختیارات دیئے ہیں۔ یہ مجلس جو کچھ طے کردیتی ہے، سلطان اُسے منظور کرلیتے ہیں۔

درحقیقت تمام جدید اصلاحات کا مسودہ اسی مجلس نے بنایا ہے۔ ذیل میں بعض اہم اصلاحات کا ذکر کیا جاتا ہے:

(۱) تعلیم۔ مجلس نے فیصلہ کیا ہے کہ دنیا کے دوسرے ملکوں کی طرح حجاز میں بھی تعلیم تین درجوں پر تقسیم کردی جائے: ابتدائی، ثانوی، اعلیٰ۔ تمام تعلیم گاہوں کے لئے عام اس سے کہ سرکاری ہوں یا غیر سرکاری، ایک ہی نصاب اور دستور العمل بنایا جائے۔ نئی کتابیں تصنیف یا ترجمہ کی جائیں اور ان میں ملک کی استعداد کا لحاظ رکھا جائے۔ ۲۲ ارکان پر مشتمل ایک مجلس "مجلس معارف" کے نام سے قائم کی جائے اور پورا محکمۂ تعلیم اُس کے سپرد کردیا جائے۔

(۲) مجلس تفتیش نے فیصلہ کیا کہ عدالتوں کا موجودہ نظام، فاسد ہے اس میں تبدیلی کی جائے۔ اُس وقت صورت یہ تھی کہ مقدمات کا فیصلہ مدتوں تک نہیں ہوسکتا تھا۔ داد خواہوں کو سخت پریشانیاں اُٹھانی پڑتی تھیں۔ نتیجہ یہ تھا کہ باشندے اپنا نقصان گوارا کرلیتے، مگر عدالتوں کے تباہ کن پنجوں میں پھنسنا نہیں چاہتے۔ مجلس نے طے کیا کہ عدالتوں کا نظام بہت سادہ کردیا جائے۔ مقدمات کے فیصلے میں تاخیر نہ ہونے پائے۔ شرعی احکام کے مطابق فوراً فیصلہ صادر ہوجائے۔ عدالت کے حکام کے غیر محدود اختیارات مقید کردیئے جائیں۔ اُن پر باضابطہ نگرانی قائم کی جائے، تاکہ مقدمہ والوں کو اُن کی دیانت پر شبہ باقی نہ رہے۔ چھوٹی چھوٹی عدالتیں جابجا قائم کی جائیں۔ ان کا کام یہ ہو کہ معمولی مقدمات کا تصفیہ فوراً کردیا کریں۔

(۳) ملک میں حفظانِ صحت کا انتظام مکمل نہیں ہے۔ نئے شفاخانے کھولے جائیں۔ نئے طبی آلات مہیا کئے جائیں۔ لائق طبیبوں کی خدمات حاصل کی جائیں۔

(۴) ڈاک اور پولیس کے محکموں میں اصلاحات جاری کی جائیں۔

لأتنہ عن خلق وتأتی مثلہ   عار علیک اذا فعلت عظیم

"حکومت کے عہدہ داروں کا سب سے پہلا فرض یہی ہے کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام پر عمل کریں۔ حق کے معاملے میں کسی کی بھی ملامت کی پرواہ نہ کریں۔ کسی کے بھی شبہ سے نہ ڈریں۔ کیونکہ ملامت اور شبہ، دنیا کے حالات میں سے ہے۔ دین میں سے نہیں ہے۔ منکروں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں شبہ کیا تھا، مگر اللہ تعالیٰ نے اُن کے شکوک باطل کر دئیے۔ اپنا دین غالب کر دیا۔ منکروں کو خسران کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا۔ یہ دارین کی سعادت کا ایک ذریعہ ہے کہ اشرار ہمیشہ اخیار کے دشمن ہوتے ہیں۔

"ہم کہتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں۔ ہمارا رب، اللہ ہے۔ ہمارا دین، اسلام ہے۔ ہماری کتاب قرآن ہے۔ ہمارے نبی، محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ لیکن محض زبان کے دعوے سے کچھ نہیں ہوتا۔ خدا عمل چاہتا ہے: قل اعملوا فسیری اللہ عملکم و رسولہ" بت پرست بھی، خدا پرستی کے مدعی تھے، مگر خدا نے اُنھیں قبول نہ کیا۔ منافق بھی ہم مسلمانوں ہی کے سے دعوے کرتے تھے! مگر خدا نے فرمایا "ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار"

"یہاں شرعی عدالتیں موجود ہیں۔ امر بالمعروف کی مجلسیں قائم کر دی گئی ہیں۔ یہ سب کیوں ہیں؟ صرف اظہار حق کے لئے۔ تم اے عہدہ داران حکومت! اس دین کے امین ہو۔ اس بلد امین کے امین ہو۔ تم اس کے ذمہ دار ہو۔ تم اس کے خادم ہو۔ پس جو احکام، شہر کے لئے جاری کئے جاتے ہیں، اُن کے سب سے پہلے مخاطب تم ہو۔ وہ تم پر سب سے پہلے نافذ ہونگے۔ یہ کسی طرح بھی جائز نہیں ہو سکتا کہ کچھ لوگوں پر احکام جاری ہوں اور کچھ لوگ مستثنیٰ رہیں، اگرچہ مستثنیٰ رہنے والا خود ابن سعود اور اُس کا بیٹا فیصل ہی کیوں نہ ہو!

"ہم اس شہر میں آئے ہیں کیونکہ اُس سے بے حد محبت رکھتے ہیں۔ اُس کے باشندوں سے محبت رکھتے ہیں۔ اُن کے لئے بھلائی کی کوشش کرتے ہیں۔

"ہم اخیار سے محبت رکھتے ہیں۔ اشرار سے نفرت کرتے ہیں۔ الحمدللہ کہ دین و وطن کی برکت سے ہمیں بعض اعمال نافعہ کی توفیق حاصل ہوئی ہے: ہم نے جماعت امر بالمعروف و نہی عن المنکر قائم کر دی ہے۔ اُس کے احکام سب کے لئے یکساں طور پر واجب العمل ہیں۔ تم اے عہدہ دارو! سب سے زیادہ اُن احکام کے مخاطب ہو۔ کیونکہ تم ہی اُنھیں نافذ کرنے والے ہو۔ اگر تم خود اُن پر عامل نہ ہوگے، تو دوسرے بھی اُن پر عمل نہ کرینگے"

"ہم تم سے تین باتیں چاہتے ہیں:

(۱) اپنے اوقات میں نماز۔ ہرگز نماز جماعت سے تخلف جائز نہیں۔ الا یہ کہ عذر شرعی ہو۔

(۲) جملہ محرمات شرعیہ سے اجتناب، اشرار کی صحبت سے پرہیز۔

(۳) شرعی آداب کے مخالف امور میں غیر مسلموں کی تقلید سے احتراز۔

"مختصر یہ کہ تم پر حکومت کے احکام کی اطاعت اور پیروی لازم ہے، بشرطیکہ وہ احکام خلاف شرع نہ ہوں۔ جہاں تک ہمیں معلوم ہے تمھاری حکومت کوئی خلاف شرع حکم صادر نہیں کرتی۔

"یقین کرو میں خود سب کی تفتیش کروں گا۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں اچانک تم پر ٹوٹ پڑوں گا۔ جس کسی کو صراط مستقیم سے ہٹا ہوا دیکھوں گا اور اُس کی غلطی ثابت ہو جائے گی، پہلے اُس کے افسر کو قانون کے مطابق سزا دوں گا۔ پھر اُس شخص سے باز پرس کروں گا۔ یقین کرو سزا ہمیشہ سخت سے سخت اور بے رو رعایت ہوگی۔ پس ہوشیار ہو جاؤ۔ میری سنو، کیونکہ میں تمھیں خوف الٰہی کی وصیت کرتا ہوں!

"تمام عہدہ داروں پر فرض ہے کہ احکام حکومت پر عمل کریں۔ حکومت ہمیشہ امر الٰہی کا حکم دیتی اور نہی سے منع کرتی ہے۔ اگر ہم اللہ اور اُس کے رسول کے حکموں پر عامل ہوں، تو ہماری سنو اور اطاعت کرو۔ اگر خدانخواستہ ایسے نہ ہوں تو نہ تو ہماری سنو نہ اطاعت کرو!"

قصہ

نپولین پر دوسرا حملہ

یکم مئی ۱۸۰۹ء میں نپولین آسٹریا میں جنگ کر رہا تھا۔ ۲۳ر اکتوبر کو جبکہ وہ اپنی فتحمند فوجوں کا معائنہ کر رہا تھا، یکایک میدان کے ایک گوشہ سے ایک خوبصورت نوجوان نمودار ہوا اور آہستہ آہستہ نپولین کی طرف بڑھنے لگا۔ مارشل برتیہ کی نظر اُس پر پڑی اور اُسنے اُسے روک کر کہا:

"اگر شہنشاہ کو کوئی درخواست دینی چاہتے ہو تو مجھے دیدو، میں پیش کر دوں گا" نوجوان نے جواب دیا "میں خود نپولین سے زبانی گفتگو کرنی چاہتا ہوں"

یہ کہکر نوجوان پیچھے ہٹا۔ مارشل نے خیال کیا وہ واپس جا رہا ہے۔ مگر اس کے مڑتے ہی نوجوان نے پھر آگے بڑھنا شروع کیا۔ مارشل کو شک ہوا، اور اُسنے ایک افسر کو حکم دیا کہ اُسے گرفتار کر کے لیجائے۔

یہ واقعہ کسی نے بھی نہیں دیکھا۔ سب فوج کی قواعد کے تماشہ میں مصروف تھے۔ تھوڑی دیر بعد افسر نے واپس آکر مارشل کو خبر دی کہ نوجوان کی جیب میں خنجر نکلا ہے جو ایک سفید کاغذ میں لپٹا ہوا تھا۔

جنگی قواعد ختم ہونے کے بعد مارشل نوجوان کو دیکھنے گیا۔ کیا دیکھتا ہے کہ وہ چارپائی پر پڑا ہے۔ اُس کے سامنے ایک عورت کی تصویر، نوٹ بک، اور چند سکے رکھے ہیں۔

مارشل نے سوال کیا:

"تمھارا کیا نام ہے؟"

"صرف نپولین کو بتاؤں گا"

"تم اس خنجر سے کیا کرنا چاہتے تھے؟"

"نپولین کو بتاؤں گا"

"شہنشاہ کی جان لینا چاہتے تھے؟"

"ہاں!"

"کیوں؟"

"نپولین کو جواب دوں گا"

چند منٹ بعد نپولین کو اس واقعہ کی اطلاع ہو گئی۔ اُسنے نوجوان کو اپنے سامنے طلب کیا۔ نوجوان کی شکلیں کسی تھیں۔ نپولین کے سامنے پہونچکر وہ ذرا بھی مرعوب نہیں ہوا۔

نپولین: تم فرنچ جانتے ہو؟"

نوجوان: بہت کم"

"نام؟"

"فرڈریک سٹابس"

"وطن؟"

"جرمنی"

"باپ کا پیشہ؟"

"پروٹسٹنٹ پادری"

"تمھاری عمر؟"

"اٹھارہ برس"

"خنجر سے کیا کرنا چاہتے تھے؟"

"آپکو قتل!"

"تو دیوانہ ہے؟"

"ہرگز نہیں"

"بیمار ہے؟"

"نہایت تندرست ہوں"

"مجھے کیوں قتل کرنا چاہتے تھے؟"

"کیونکہ تم نے میرے وطن کو بدبخت بنا دیا ہے!"

"کیا میں نے تیرے ساتھ بھی کچھ بُرائی کی ہے؟"

"ہاں میرے ساتھ بھی اور ہر جرمن کے ساتھ بھی"

"تجھے اس جرم کے لئے کس نے بھیجا ہے؟"

"کسی نے بھی نہیں۔ میں خود اپنے اس اعتقاد سے آیا ہوں کہ تمھیں قتل کر کے اپنے وطن اور تمام یورپ کو تمھارے شر سے نجات دیدونگا!"

"آج سے پہلے بھی تو نے مجھے دیکھا تھا؟"

"ہاں، ارفورٹ میں"

"اُسوقت بھی میرے قتل کا ارادہ تھا؟"

"ہرگز نہیں، میں سمجھتا تھا تم پھر کبھی جرمنی پر اعلان جنگ نہ کروگے، اُسوقت میں تم سے محبت کرتا تھا"

"یہاں وائنا میں کتنے دن سے ہو؟"

"دس دن سے"

"اتنے دن کیوں خاموش رہے؟"

"آج سے پہلے کوئی مناسب موقعہ نہیں ملا"

"میں پھر پوچھتا ہوں دیوانہ ہو یا بیمار؟"

"دونوں میں سے کوئی بھی نہیں"

"میں "کورفیزار" کو بلواتا ہوں"

"یہ کون شخص ہے؟"

"ڈاکٹر"

"لیکن مجھے ڈاکٹر کی مطلق ضرورت نہیں"

تمام حاضرین پر خاموشی طاری ہو گئی۔ یہاں تک کہ ڈاکٹر آیا اور نبض دیکھی۔ نوجوان نے کہا:

"کیوں ڈاکٹر! میں بالکل تندرست نہیں ہوں؟"

ڈاکٹر نے نپولین سے عرض کیا:

"یہ بالکل تندرست ہے" نوجوان نے خوش ہو کر نپولین سے کہا: — "میں نے پہلے ہی عرض کر دیا تھا!" نپولین کو لڑکے کی جرأت پر از حد تعجب ہوا۔ تاہم اُسنے پھر گفتگو شروع کی: "تم سخت ناسمجھ اور ناعاقبت اندیش ہو۔ اپنے اور اپنے خاندان کے دشمن ہو۔ تاہم میں جان بخشی کرنے کو طیار ہوں بشرطیکہ ندامت ظاہر کرو اور معافی چاہو" — "ندامت! معافی! ہرگز نہیں! ہرگز نہیں! البتہ مجھے اپنی ناکامی پر افسوس ضرور ہے!" "عجب! ※

※ تم شاید جرم کو کھیل سمجھتے ہو" — "تمھارا قتل جرم نہیں مقدس فرض ہوگا" — "بیچارے ماں باپ کی کس [illegible] — "وہ تمھاری [illegible]

تھیں اور فقہ حنفی پر فیصلہ صادر کرتی تھیں تو اُنھیں سخت دشواریاں پیش آتی تھیں۔ یہی دشواریاں دیکھ کر ترکوں نے ایک مجلہ یا قانون نامہ، فقہ حنفی سے مرتب کیا تھا اور ترکی عدالتیں اُسپر عمل کرتی تھیں

حجاز میں چاروں مذاہب کے پیرو موجود ہیں۔ مالکیوں اور شافعیوں کی اکثریت ہے۔ موسم حج میں تو تین چار مہینے کے لئے ہر ملک و مذہب کے مسلمان لاکھوں کی تعداد میں جمع ہو جاتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ حجاز میں کسی ایک فقہی مذہب کو معتبر قرار دینا اور باقی کو پس پشت ڈال دینا، صریح نا انصافی ہوگی۔ لہذا سلطان ابن سعود نے یہی مناسب سمجھا کہ حجاز کی شرعی عدالتیں کسی ایک مذہب سے مقید نہ ہوں بلکہ بیک وقت چاروں مذاہب پر حسب حالت فریقین عمل کریں۔ چونکہ تمام اہل سنت وجماعت مسلمان، چاروں مذاہب فقہ کی بنیادیں حق تسلیم کرتے ہیں، اس لئے سلطان نے طے کیا کہ مذاہب اربعہ کے زیادہ سے زیادہ مستند اور ضروریات زمانہ کے مطابق احکام لے لئے جائیں اور اُنھی کی بنا پر عدالتیں فیصلہ کریں۔

مگر موجودہ زمانہ میں ایسے علماء و قضاۃ کا ملنا مشکل ہے جو بیک وقت چاروں مذاہب کے ماہر ہوں، لہذا سلطان نے طے کیا کہ ایک مجلہ یا قانون نامہ مرتب کیا جائے اور اُس میں مذاہب اربعہ کے متفق علیہ احکام اور زیادہ سے زیادہ مستند اور وقت کے مناسب احکام جمع کر دیئے جائیں۔ چنانچہ اس مقصد کے لئے سلطان، عنقریب مذاہب اربعہ کے مشہور علماء کی ایک مجلس مرتب کرنے والے ہیں۔ یہی مجلس یہ مجلہ طیار کرے گی۔

حفظان صحت

سلطان نے حفظان صحت کے انتظامات بھی شروع کر دیے ہیں۔ متعدد مصری و شامی ڈاکٹروں کی خدمات حاصل کر لی ہیں۔ جدہ میں ایک طبی مرکز قائم کرنے کی منظوری صادر کر دی ہے۔ یہ طبی مرکز جدید ترین صحی اسلوب پر قائم ہوگا۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ متعدد حجازی نوجوان یورپ بھیجے گئے ہیں تاکہ طبی علوم کی تکمیل کریں۔ حجاز کی تاریخ میں یہ پہلا موقعہ ہے کہ اُس کے نوجوان تعلیم کے لئے باہر بھیجے جا رہے ہیں۔

جدید سڑکیں

جدہ اور مکہ کے درمیان پرانی سڑک کی مرمت ہو رہی ہے۔ اس راستے میں جا بجا دُور دُور تک ریت پھیلی ہوئی تھی اور حاجیوں کو سخت تکلیف ہوتی تھی۔ سلطان نے اُس کی مرمت جاری کر دی ہے۔ پوری سڑک پر پتھر کوٹا جا رہا ہے۔ آئندہ موسم حج میں حاجی یہ سڑک بالکل طیار پائیں گے اور بہت آرام حاصل کرینگے۔

مکہ اور طائف کے مابین بھی ایک سڑک بنائی گئی ہے۔ اس پر موٹر چلنے لگے ہیں۔ طائف، مکہ کے لئے روح کا حکم رکھتا ہے۔ سبزیاں، ترکاریاں، میوے، مکہ میں طائف ہی سے آتے ہیں۔ اب سے پہلے دونوں شہروں کے مابین سفر ۲ دن میں ختم ہوتا تھا۔ اب صرف ۴ گھنٹے میں طے کیا جاتا ہے۔ طائف کی آب و ہوا نہایت عمدہ ہے۔ مناظر ایسے ہیں کہ حجاز کا سوئٹزرلینڈ معلوم ہوتا ہے۔ مگر اب تک اُس کی آبادی و ترقی کا کوئی سامان نہ تھا۔ سلطان اُسے آباد کرنا چاہتے ہیں۔ طائف، حجاز کا قدرتی طور پر گرمائی پایہ تخت ہے۔ سلطان نے اپنا خاندان طائف بھیجدیا ہے تاکہ مکہ کے دوسرے باشندوں کو بھی ترغیب ہو اور وہ گرمی میں وہاں جا کر رہا کریں۔

ینبع اور مدینہ کے مابین بھی سڑک بن رہی ہے۔

حرم میں اصلاحات

حرم کعبہ میں دو قسم کی اصلاحات شروع ہو گئی ہیں: تعمیری اصلاحات اور انتظامی اصلاحات۔

تعمیری اصلاحات کے سلسلہ میں تین امور اہم ہیں:

(۱) حرم کا موجودہ رقبہ، حجاج بیت اللہ کے لئے ناکافی ہے۔ لہذا اطراف حرم کے بعض مکان، حکومت نے خرید لئے ہیں تاکہ مسجد زیادہ وسیع کر دی جائے۔ یہ توسیع "باب زیادہ" کی طرف سے عمل میں آئیگی

(۲) حرم کے گرد مکانوں کا ایسا سلسلہ قائم ہے کہ بیت اللہ کی رونق و عظمت پوری طرح ظاہر نہیں ہوتی۔ لہذا حکومت نے فیصلہ کیا ہے کہ بتدریج اطراف کے مکان خرید کر کے منہدم کر دیئے جائیں۔

(۳) مسجد حرام کے صحن پر کوئی چھت نہیں ہے صرف اطراف کے دالان ہیں، لیکن وہ بھی دھوپ کی مداخلت سے محفوظ نہیں ہیں۔ اس سے حاجیوں کو سخت تکلیف ہوتی تھی۔ دھوپ کی شدت سے بہت آدمی بیمار ہو جاتے تھے۔ اب سلطان نے فیصلہ کیا ہے کہ چاروں طرف دالانوں کے سامنے پتلے پتلے آہنی ستون کھڑے کئے جائیں اور اُن پر ۵½ مٹر لمبا شامیانہ نصب کر دیا جائے۔ یہ شامیانہ دن میں تان دیا جائے گا اور رات کو اُٹھا دیا جائے گا تاکہ ہوا بند نہ ہو۔ اس تبدیلی کا نتیجہ یہ ہوگا کہ کم سے کم ۲۵ ہزار آدمی بیک وقت سایہ میں بیٹھ سکینگے!

(۴) حرم کے صحن میں سنگ ریزوں کا فرش ہے۔ اس سے حرم میں گرمی زیادہ رہتی ہے اور پوری طرح صفائی بھی نہیں ہو سکتی۔ سلطان نے فیصلہ کیا ہے کہ سنگ ریزے اُٹھا دیئے جائیں اور تمام فرش پر سیمنٹ کر دیا جائے۔ چنانچہ سیمنٹ بچھانے کی مشین آ گئی ہے۔

انتظامی اصلاحات بھی بہت ہیں۔ صرف بعض کا ذکر کرتا ہوں:

(۱) اب تک کعبہ کے اندر داخل ہونے کے لئے حاجیوں کو روپیہ ادا کرنا پڑتا تھا۔ اب یہ ناجائز قرار دیا گیا۔ تمام حاجی ایک پیسہ بھی ادا کئے بغیر بیت اللہ میں داخل ہونگے۔

(۲) موجودہ اغوات کی (خواجہ سرا جو حرم کعبہ کی خدمت پر مامور ہیں) تعداد بہت زیادہ ہے۔ اِن میں کمی کر دی جائے گی۔

(۳) حرم میں نماز کے لئے ۱۰ امام کافی ہیں۔ باقی موقوف کر دیئے جائیں گے۔

(۴) علماء سے فتویٰ طلب کیا جائے گا کہ امامت کی اُجرت لینا جائز ہے یا نہیں؟

(۵) حرم میں صفائی کا انتظام ناکافی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ فراشوں کی تنخواہ بہت کم ہے۔ اُن کی تنخواہ میں اضافہ کیا جائے گا۔

(۶) کمبرز کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ اُن میں کمی کی جائے گی۔

(۷) حرم میں کُل ۲۸ دروازے ہیں۔ ۴ دروازے، اطراف کے مکان والوں کے ہیں۔ اِن لوگوں کو تنبیہ کیا جاتا ہے کہ اپنے دروازوں پر دربان مقرر کریں تاکہ یہ دروازے عام گزرگاہ نہ بن جائیں کیونکہ حرم بیت اللہ، عبادت کا مقام ہے نہ کہ شارع عام۔ باقی ۲۴ دروازوں میں ہر ایک کے واسطے دو دو دربان مقرر کئے جائیں گے تاکہ انتظام قائم رکھیں۔

(۸) شرعاً مسجد میں سونا جائز نہیں، الا اُن پردیسیوں کے جو کوئی جائے پناہ نہیں رکھتے۔ لیکن مکہ میں ہر آنے والا یہی عذر پیش کر سکتا ہے۔ لہذا حرم میں سونا قطعی طور پر ممنوع قرار دیا گیا۔ صرف اعتکاف کرنے والے اس سے مستثنیٰ ہیں۔

(۹) حرم کی نگرانی کے لئے ۸ مفتش مقرر کئے گئے۔ یہ لوگ حرم کے جملہ انتظامات کی نگرانی کرینگے۔

(۱۰) ایک مجلس "مجلس ادارۃ الحرم" کے نام سے قائم ہوگی۔ وہی حرم کے انتظامات کی ذمہ دار ہوگی۔

چاہ زمزم

چاہ زمزم کی موجودہ صورت یہ ہے کہ کھلا ہوا ہے۔ ڈول سے پانی نکالا جاتا ہے۔ پانی نکالنے والوں اور پینے والوں کی دھوون اُسی میں گرتی رہتی ہے۔ پھر سب حاجیوں کو حسب مرضی پانی بھی نہیں ملتا۔ عام طور پر اُنھیں پانی کے لئے اُجرت دینا پڑتی ہے۔ اِن تمام خرابیوں کے سدباب کے لئے سلطان نے طے کیا کہ کنواں اوپر سے ڈھک دیا جائے۔ زمزم کی پیمائش سے معلوم ہوا کہ اُس کا کُل عمق ۲۲ مٹر ہے۔ ۱۲ مٹر میں پانی ہے، باقی دس مٹر اُس کی دیوار ہے۔ ہندسی تحقیقات سے ثابت ہوا کہ اگر پانی نکالنے کا معقول انتظام کیا جائے تو اس سے کئی گنا زیادہ پانی کنواں دے سکتا ہے، حتیٰ کہ پورا شہر اُس سے سیراب ہو سکتا ہے۔ لہذا طے پایا کہ پانی نکالنے کی جدید ترین مشین نصب کی جائے۔ حرم کے چاروں طرف نل پھیلا دیئے جائیں اور اُن میں پانی جاری کر دیا جائے۔ اس عمل کا نتیجہ یہ ہوگا کہ حاجی بغیر کسی زحمت کے جس وقت چاہیں گے زمزم کا پانی پی سکیں گے۔

جدید کنوئیں

مکہ، منیٰ، عرفات، بحرہ وغیرہ میں جدید قسم کے کنوئیں کھودے جا رہے ہیں۔ وادی نعمان، شہداء، اور منیٰ میں کام شروع بھی ہو چکا ہے۔ لیکن صرف اِن کنوؤں سے پانی کا مسئلہ حل نہیں ہو جاتا۔ بڑے بڑے حوضوں کی بھی ضرورت ہے۔ چنانچہ طے کیا گیا ہے کہ برسات اور پہاڑی سیلاب کا پانی محفوظ کر دینے کے لئے حوض بھی بنائے جائیں

نہر زبیدہ

چونکہ نہر زبیدہ مکہ معظمہ میں میٹھے پانی کا تنہا منبع ہے۔ لہذا اُس کی حفاظت و ترقی کے لئے سلطان نے خاص توجہ کی ہے۔ یہ نہر جا بجا سے کھلی ہوئی ہے۔ حتیٰ کہ بعض مقامات میں ۲۰۰ سے ۳۰۰ مٹر تک کھلی ہے۔ اس کا بند کرنا بھی مشکل ہے۔ کیونکہ باشندے پیاس سے مر جائیں گے۔ مگر اس کے کھلے رہنے سے یہ شدید نقصان ہے کہ لوگ اُسمیں میلے کپڑے دھوتے اور نہاتے ہیں۔ اُن کی نگرانی ناممکن ہے۔ لہذا طے پایا کہ عرفات میں ایک بہت بڑا تالاب بنایا جائے۔ نہر کا تمام پانی جدید ترین صحی اصول پر اُس میں صاف کیا جائے، اور صاف ہونے کے بعد آگے بڑھے۔ اس تدبیر کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ مکہ کے باشندوں اور حاجیوں کو اُن بیماریوں سے نجات مل جائیگی جو سراسر اسی نہر کا پانی پینے سے پیدا ہوا کرتی تھیں۔

سایہ کا انتظام

طے پایا کہ منیٰ، عرفات، مزدلفہ، مکہ، اور جدہ کے مابین جا بجا حاجیوں کے واسطے بڑے بڑے ایوان تعمیر کئے جائیں تاکہ وہ اُنکے نیچے دھوپ سے پناہ حاصل کر سکیں۔ ہر موسم حج میں دیکھا جاتا ہے کہ سیکڑوں حاجی دھوپ کی تپش سے ہلاک ہو جاتے ہیں۔ اس نئے انتظام سے یہ مصیبت بڑی حد تک دُور ہو جائے گی۔

سلطان کی ایک تقریر

گزشتہ ہفتے سلطان نے اپنی حکومت کے تمام عہدہ داروں کو جمع کیا اور اُن کے سامنے ایک طویل تقریر کی۔ اُس کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

"آپ جانتے ہیں سب سے افضل عمل، کلمہ حق کا اعلان ہے۔ سب سے بدترین عمل، حق کا اخفا ہے۔ ہماری مجلسیں ہمیشہ، کلمہ حق کے اظہار حکام، و رعایا کی نصیحت و ہدایت کے لئے ہونی چاہئیں۔

"ہم آگے بڑھنا چاہتے ہیں۔ ترقی کرنا چاہتے ہیں لیکن مضبوط قدموں سے۔ ترقی میں ہمارے خیالات، ہمارے معتقدات، ہماری آرزوئیں ہمیشہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور سلف صالح کی پیروی کے ماتحت ہونی چاہئیں۔ دُنیا کا جو کام ہمارے دین کے مطابق ہوگا اُسے کریں گے، جو مخالف ہوگا، اُس سے باز رہیں گے۔

"حکومت کے عہدہ داروں کا فرض ہے کہ یہ حقائق بیان کریں لیکن صرف قول و بیان کافی نہیں ہے۔ عمل بھی کریں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "أتأمرون الناس بالبر وتنسون انفسکم؟" عربی شاعر کہتا ہے:

احرار اسلام

اوائل عہد اموی کی اسلامی ذہنیت

ایک بڑھیا خلیفہ کے دربار میں

سودہ بنت عمارہ

سودہ بنت عمارہ حضرت علی علیہ السلام کے جاں نثاروں میں تھی جنگ صفین میں اُس کے پُر جوش خطبوں اور رجزیہ شعروں نے شامیوں پر عرصۂ کارزار تنگ کر دیا تھا۔ اُس کے بھائی نے نہایت پامردی سے شامی شجاعوں کو شکست دی تھی۔

جب امیر معاویہؓ تخت سلطنت پر متمکن ہوگئے، تو ایک دن یہ اپنے قبیلہ کی شکایت لے کر دربار میں پہنچی۔ جو گفتگو اس میں اور امیر معاویہ میں ہوئی، تاریخ اسلام کے اوراق نے محفوظ کر لی ہے۔ یہ وہ وقت تھا کہ خلافت راشدہ کا دَورِ حریت ختم ہوچکا تھا، اور امیر معاویہؓ رومی و ایرانی شہنشاہیت کے جاہ و جلال سے تخت خلافت کو روشناس کر چکے تھے۔ پھر بھی اسلام کی پیدا کی ہوئی روحِ حریت کا یہ حال تھا کہ قبائل کی ایک معمولی بڑھیا عورت دربار شاہی میں آتی تھی، اور بغیر کسی جھجک کے سخت سے سخت مخالفانہ خیالات ظاہر کر دیتی تھی!

امیر کی نظر جب سودہ پر پڑی، تو بے اختیار بول اُٹھے "کیا تم ہی وہ سودہ ہو جو صفین کی لڑائی میں میری جماعت کے خلاف نہایت جوش و خروش سے یہ اشعار سنا رہی تھیں؟"

شمر کفعل ابیک یا ابن عمارة یوم الطعان وملتقی الاقران

اے فرزند عمارہ! نبرد آزمائی اور جنگ جوئی میں اپنے باپ کے سے کارنامے کر دکھا!

وانصر علیاً والحسین ورھطہ واقصد لہند وابنہا بہوان

علی کی، حسین کی، اور اُنکے خاندان کی حمایت کر۔ ہند اور اُس کے بیٹے کو خوار کر دے۔

ان الامام اخو النبی محمد علم الہدی ومنارة الایمان!

امام (یعنی حضرت علی) محمد صلعم کے بھائی ہیں، ہدایت کا نشان اور ایمان کا منارہ ہیں!

فقہ الحتوف وسر امام لوائہ قدماً بابیض صارم وسنان!

اُسے خطروں سے بچا۔ اُس کے جھنڈے کے آگے شمشیر آبدار اور نیزہ لے کر پیشقدمی کر!

"ہاں قسم خدا کی،" سودہ نے فوراً جواب دیا "میرا جیسا آدمی نہ حق سے منہ پھیر سکتا ہے نہ جھوٹ بول کر معذرت کر سکتا ہے۔ وہ میں ہی تھی"

"تم نے یہ حرکت کیوں کی تھی؟" امیر معاویہ نے سوال کیا۔

"علی علیہ السلام کی محبت اور اتباع حق کی وجہ سے،" سودہ کا جواب تھا!

"لیکن علیؓ نے تمھیں کیا بدلہ دیا؟" امیر نے پھر سوال کیا۔

"پچھلی باتوں کے تذکرہ سے کیا فائدہ؟" سودہ نے جواب دیا۔

"ہیہات!" امیر معاویہ نے کہا "تمھارے بھائی کا معاملہ بھلایا نہیں جا سکتا۔ مجھے کسی سے بھی اتنی تکلیف نہیں پہنچی جتنی تمھارے بھائی اور تمھاری قوم سے پہنچی ہے"

"سچ ہے" سودہ نے جرأت سے کہا "میرا بھائی حقیر آدمی نہ تھا کہ بھلا دیا جا سکے۔ واللہ وہ ویسا تھا جیسا خنساء نے اپنے بھائی صخر کے بارے میں کہا ہے:

وان صخراً لتأتم الہداة بہ کانہ علم فی راسہ نار

صخر وہ ہے جس کی پیروی رہبر کرتے ہیں۔ گویا پہاڑ ہے جس کی چوٹی پر آگ روشن ہے!

"سچ ہے۔ تیرا بھائی ایسا ہی تھا،" امیر نے تصدیق کی۔ "اچھا، کہو میرے پاس کیوں آئیں؟"

"تم اب آدمیوں کے سردار اور اُن کے معاملات انجام دینے والے بن گئے ہو،" سودہ نے کہا "خدا تم سے ہماری بابت اور ہمارے حقوق کی بابت سوال کرے گا۔ تمھاری طرف سے ہمارے یہاں ایسے حکام آتے رہتے ہیں، جو تمھاری شوکت پر گھمنڈ کرتے، اور تمھاری قوت سے جبّاری کرتے ہیں۔ یہ ہمیں اس طرح کاٹ رہے ہیں، جس طرح کھیتی کاٹی جاتی ہے، یہ ہمیں ذلیل کرتے ہیں۔ ہم سے بدسلوکی کرتے ہیں۔ تمھارا والی بسر بن ارطاۂ تمھاری طرف سے آیا اور میرے آدمی مار ڈالے، میرا مال چھین لیا، اور مجھے ایک ایسی بات کہنے پر مجبور کرنا چاہا جو میرے منہ سے نکلنا ناممکن ہے (یعنی حضرت علی علیہ السلام سے اظہار بیزاری) اگر اطاعت واجب ہوتی تو ہمارے اندر بھی قوت و استعداد تھی۔ بہر حال اُسے معزول کر دو اور ہمارے شکریہ کے مستحق بنو، ورنہ پھر ہم تمھیں دکھا دینگے"

"تو مجھے دھمکاتی ہے!" امیر نے کہا "میں نے ارادہ کر لیا ہے کہ تجھے سرکش اونٹ پر بٹھا کر بسر بن ارطاۂ کے پاس بھیج دوں تاکہ جو سزا چاہے، دے دے"

سودہ نے سر جھکا لیا۔ پھر سر اٹھایا اور یہ شعر پڑھے:

صلی الالہ علی جسم تضمنہ قبرٌ فاصبح فیہ العدل مدفونا!

خدا کی رحمت اُس جسم پر، جسے قبر نے چھپا لیا ہے، اور عدل اُس میں مدفون پڑا ہے۔

قد حالف الحق لا یبغی بہ بدلاً فصار بالحق والایمان مقرونا

وہ ہمیشہ حق کے ساتھ تھا، اُسے کبھی نہیں چھوڑتا تھا۔ اُس کا نام حق و ایمان کے ساتھ ہمیشہ کے لئے جڑ گیا ہے!

"یہ کون ہے؟" امیر نے انجان بن کر سوال کیا۔

"علی بن ابی طالب علیہ السلام" سودہ کا برجستہ جواب تھا۔

"اُسنے تیرے ساتھ کیا کیا کہ تیری نظر میں ایسا بن گیا؟" امیر نے پوچھا۔

"اُنھوں نے ہم سے صدقہ وصول کرنے کے لئے ایک شخص کو مقرر کیا تھا،" سودہ نے کہا "میرے اور اس شخص کے درمیان جھگڑا ہو گیا۔ میں اُس کی شکایت لے کر امیر المؤمنین کی خدمت میں حاضر ہوئی آپ اُسوقت نماز کے لئے کھڑے ہوئے تھے۔ مجھے دیکھتے ہی نماز چھوڑ دی، اور بڑے ہی لطف اور نرمی سے میرا حال پوچھا۔ میں نے تمام واقعہ بیان کر دیا۔ آپ سنتے ہی رونے لگے۔ پھر آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر فرمایا "خدایا! تو مجھ پر اور میرے عمال پر گواہ ہے۔ میں نے اُنھیں تیری مخلوق پر ظلم کرنے کا حکم نہیں دیا" اس کے بعد اپنی جیب سے ایک کھال کا ٹکڑا نکالا اور اُس پر لکھا:

"بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ قد جاءتکم بینة من ربکم فاوفوا الکیل والمیزان بالقسط ولا تبخسوا الناس اشیاءہم، ولا تعثوا فی الارض مفسدین بقیة اللہ خیر لکم ان کنتم مؤمنین، وما انا علیکم بحفیظ۔ اذا قرأت کتابی فاحتفظ بما فی یدیک من عملنا حتی یقدم علیک من یقبضہ منک، والسلام"

(تمھارے پروردگار کی طرف سے تمھارے پاس روشنی آچکی ہے۔ ناپ تول ٹھیک ٹھیک کرو۔ لوگوں کا حق نہ مارو۔ زمین میں فتنہ برپا نہ کرو۔ اللہ کا بقیہ تمھارے لئے زیادہ بہتر ہے۔ میں تم پر محافظ نہیں ہوں۔ میری یہ تحریر پڑھنے کے بعد جو کچھ تیرے ہاتھ میں ہمارا کام ہے اُسے محفوظ رکھ۔ یہاں تک کہ وہ شخص پہنچ جائے جو تجھ سے وہ سب وصول کرلے۔ یعنی اُس حاکم کو معزول کر دیا۔)

"میں نے امیر المؤمنین کے ہاتھ سے خط لے لیا۔ واللہ اُس پر اُنھوں نے نہ تو کوئی مُہر لگائی، نہ اُسے بند ہی کیا۔ میں نے خود اپنی آنکھوں سے اُسے حرف حرف پڑھ لیا"

"ابن ابی طالب نے تمھیں حکام پر جری بنا دیا ہے" امیر معاویہ نے کہا "بہت دیر میں یہ جرأت تم سے دُور ہوگی"

پھر حکم دیا کہ سودہ کا مال واپس کر دیا جائے اور اُس سے اچھا برتاؤ کیا جائے۔

"یہ حکم میرے لئے خاص ہے یا میری پوری قوم کے لئے؟" سودہ نے سوال کیا۔

"تجھے دوسروں سے کیا سروکار؟" امیر معاویہ نے کہا۔

"تو واللہ یہ کمینگی اور بدکاری ہے" سودہ نے کہا "اگر عدل عام نہیں تو میں اُسے نہیں قبول کرتی"

مجبوراً امیر معاویہ نے حکم دیا کہ اُس کے پورے قبیلے کی بابت فرمان لکھ دیا جائے۔ (عقد الفرید و بلاغات النساء)

دہلی کے نامی اور نامور مشہور و معتبر مقبول خاص و عام اسم با مسمّٰی
ہمدرد دواخانہ یونانی دہلی کا

عدیم المثال نادر الوجود سرمائی
تحفہ

ماء اللحم دو آتشہ

بنسخہ خاص

تار کا کافی پتہ — ہمدرد دہلی

زندگی جیسی عزیز اور پیاری چیز ہے وہ ظاہر ہے۔ لیکن تندرستی بھی ایک ایسی نعمت ہے کہ بغیر اس کے زندگی بے لطف بلکہ بیکار ہے۔ تندرستی ہزار نعمت ہے۔ تندرستی ہے تو سب کچھ ہے۔ اگر آپ کو تندرستی کی قدر ہے اور تندرست رہنا پسند کرتے ہیں تو ہمارا تازہ کشید کیا ہوا ماء اللحم استعمال کیجئے اور پیری میں شباب کا لطف اُٹھائیے یہ امر تو مسلم ہے کہ ماء اللحم مقوی ارواح ہے، بدن میں چستی اور توانائی پیدا کرنا۔ رنگ کا نکھارنا۔ روح کو تازگی اور قوت دینا۔ گئی ہوئی طاقت میں از سر نو جان کا ڈالنا اسکی خاصیت ہے۔ مگر ہمارا ماء اللحم خصوصیت کے ساتھ پیروں کو جوان اور جوانوں کو نوجوان بناتا ہے اس لئے کہ نادر اور بیش قیمت اور مقوی اور فرحت بخش اجزا سے بطرز خاص تیار کیا گیا ہے۔ نسخہ بھی اس کا معمولی اور کتابی نہیں ہے بلکہ عالیجناب شفاء الملک بہادر غفران مآب رئیس اعظم دہلی کا خاص خاندانی نسخہ ہے جو جناب ممدوح نے بغرض رفاہ عام "ہمدرد دواخانہ" کو مرحمت فرمایا ہے۔ ایک مرتبہ ماء اللحم کا استعمال فرماکر خدا کی قدرت کا مشاہدہ کیجئے۔ فائدہ تو تین دن کے بعد ہی معلوم ہوتا ہے مگر معتدبہ اور پورا فائدہ ایک چلّہ میں ہوتا ہے۔ پبلک کو صرف اپنی لفاظی اور خوش بیانی سے خوش کردینا ہمارا شیوہ نہیں ہے۔ مگر بعض اُمور میں ہم کو اپنی سچائی کے اظہار کا کوئی موقع ہی نہیں ملتا ہے تو مجبور ہو کر اشتہار دینا پڑتا ہے۔

ماء اللحم کے استعمال کا یہی موسم ہے اور یہی زمانہ ہو سکتا ہے! اور آزمائیے!! تجربہ بتادے گا کہ ہمدرد کہاں تک اپنے دعوی میں سچا ہے مشک آنست کہ خود ببوید۔ قیمت بھی بنظر ہمدردی پانچ روپیہ فی تولہ مقرر کی گئی ہے۔ علاوہ اس کے چند قسم کے حلوے مقوی اور خوش ذائقہ نہایت نفیس تیار ہیں جن کے پورے افعال و خواص آپ فہرست میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ نیز ہر قسم کی مفرد و مرکب دوائیں اس دواخانہ سے مناسب قیمت پر ملتی ہیں۔ فہرست ۱۹۲۷ء مع جنتری تیار ہے۔ مفت طلب فرمائیے۔ خط و کتابت کے لئے کافی پتہ "منیجر ہمدرد دواخانہ یونانی دہلی"

منیجر ہمدرد دواخانہ یونانی دہلی

قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ
نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰہِ

علمائے دیوبند کا واحد ترجمان

اخبار

الانصار

ہفتہ وار
سائز [illegible]
مقام اشاعت دار العلوم دیوبند

عنقریب ایک حقیقی اسلامی دعوت کا

پیغام

لیکر دار العلوم دیوبند سے یکم نومبر ۲۷ء کو شایع ہوگا۔ اُمید ہے کہ متوسلین دار العلوم اور مسلمانان ہند پوری گرمجوشی کے ساتھ اس کا خیر مقدم کرینگے۔ سالانہ قیمت ہیر، ششماہی قیمت عا، ممالک غیر سے سالانہ صہ ششماہی ہیر

مہذب اشتہارات رعایتی اُجرت کے ساتھ لئے جائیں گے اور ایجنٹوں کو معقول کمیشن دیا جائیگا۔

خط و کتابت و ترسیل زر بنام ناظم الانصار دار العلوم دیوبند ہونی چاہیئے۔

المعلن۔ احقر حبیب الرحمن ناظم دار العلوم دیوبند (یوپی)

حیرت انگیز رعایت

پندرہ روپے کی تین گھڑیاں
صرف دس روپے میں
محصولڈاک اور پیکنگ بھی معاف

آپ کے لئے + آپ کے کمرہ کے لئے + بیوی کے لئے

قابل بیگم گولڈن رسٹ واچ | الیجنسی ریگولیٹر پاکٹ واچ | مشہور عالم بی ٹائم پیس جرمن میڈ

گارنٹی
گارنٹی ۳ سال
گارنٹی ۳ سال

دیکھنے میں خوبصورت چال کا اچھا	مل سلور کیس خوبصورت مضبوط	بجتے نئے وضع کی خوشنما قیمتی
پرزوں کا مضبوط ٹائم کا سچا۔	ٹائم نہایت صحیح بتانیوالی قیمت [illegible]	پائدار ٹائم بتانیکی پکی قیمت [illegible]
بیحد سستا قیمت صرف [illegible]	صرف پانچ روپے آٹھ آنے (۵٫۸)	[illegible]
محصولڈاک پیکنگ منی آرڈر فیس [illegible]	محصولڈاک پیکنگ منی آرڈر فیس [illegible]	محصولڈاک پیکنگ منی آرڈر فیس

یہ تینوں گھڑیاں اگر آپ یکمشت طلب فرمائیں تو صرف دس روپے میں بھیجی جائینگی یہ رعایت محض مال کی نکاسی اور فرم کی شہرت کی وجہ سے ہے اور یہ رعایت اسی وقت تک رہیگی جب تک یہ گھڑیاں اسٹاک میں رہینگی اسکے بعد ہم قیمت کے ذمہ دار نہونگے آپ فوراً ہی آرڈر بھیجدیں ایسا نہو کہ اسٹاک ختم ہوجائے اور آپ کی فرمایش کی تعمیل نہ ہوسکے

نوٹ۔ ایک یا دو گھڑیوں کے خریدار کیلئے کوئی رعایت نہیں ہے ان سے پوری قیمت علحدہ علحدہ لیجائیگی۔ اور محصولڈاک و پیکنگ وغیرہ بھی ان کو ادا کرنا ہوگا +

ملنے کا پتہ امریکن واچ ہوس [illegible] کمپنی [illegible] مقام دہلی

اگر آپ

علم و کتب کی وسعت اور دستِ طلب کی کوتاہی سی گھبرا گئے ہیں تو کیوں کسی ایسے مقام کی جستجو
نہیں کرتے جہاں دنیا کی تمام بہترین اور منتخب کتابیں جمع کر لی گئی ہوں؟

ایسا مقام موجود ہی!

J. & E. Bumpus Limited,
350, Oxford Street,
LONDON, W. 1.

جو
دُنیا میں کتُب فروشی کا عظیم مرکز ہی
اور جسے ملک معظم برطانیہ اور انکے کتبخانہ قصر کے لئے کتابیں بہم پہونچانے کا شرف حاصل ہی!
انگریزی کا تمام ذخیرہ جو برطانیہ اور برطانی نوآبادیوں اور ملحقہ ممالک میں شائع
ہوتا ہی

یورپ کی تمام زبانوں کا ذخیرہ
مشرقی علوم و ادبیات پر انگریزی اور یورپین زبانوں کی تمام کتابیں
نئی اور پرانی دونوں طرح کی کتابیں
تمام دنیا کے ہر قسم اور ہر درجہ کے نقشے
ہر قسم کی تعلیمی کتابوں کے مسلسل سلسلے
بچوں کے لئے ہر قسم اور درجہ کا ذخیرہ
قیمتی سے قیمتی اور [illegible] ایڈیشن
آپ ہمارے عظیم ذخیرہ سے حاصل کر سکتے ہیں
ہمارے یہاں ہر چھ
ماہ کے بعد نئے ذخیرہ کی مفصل فہرست شائع ہوا کرتی ہی

ان تمام اصحاب کے لئے

جو

قیمتی تمدن و صنعت کی قیمتی اشیاء کا شوق رکھتے ہیں

دنیا میں عظیم الشان مقام

I. SHENKER,

118, BROMPTON ROAD, KENSINGTON LONDON S. W. 3.

ہی

مغرب و مشرق کے قدیم آثار، پرانی قلمی اور مطبوعہ کتابیں، پرانی تصویریں، پرانے سکّے، اور نقوش، پرانے زیور، آرائش و تزئین کا ہر قسم کا سامان، اور ہر طرح کے پرانے صنعتی عجائب و نوادر، اگر آپ کو مطلوب ہیں، تو ہم سے خط و کتابت کیجئے۔ کم از کم ہماری نمائش گاہوں اور خزائن کی فہرستیں ہی منگوا لیجئے۔ اہل علم اور اہل دولت، دونوں کے لئے ہمارا ذخیرہ قیمتی ہے۔

نوادر عالم کا یہ ذخیرہ

دنیا کے تمام حصوں سے غیر معمولی مصارف و مساعی کے بعد حاصل کیا گیا ہے۔ دنیا کے تمام قدیم تمدنی مرکزوں مثلاً مصر، شام، فلسطین، ہندوستان، ایران، ترکستان، چین، وغیرہ ممالک میں ہمارے ایجنٹ ہمیشہ گردش کرتے رہتے ہیں۔

با ایں ہمہ

قیمتیں تعجب انگیز حد تک ارزاں ہیں!

برّ اعظم یورپ، امریکہ

اور

مشرق

کے تمام بڑے بڑے محل، کتب خانے، اور عجائب خانے، ہم سے نوادر حاصل کرتے رہتے ہیں۔ قاہرہ کے نئے ایوان شاہی کے نوادر بھی حال میں ہم ہی نے فراہم کیے ہیں

اگر آپ کے پاس نوادر موجود ہوں

تو

آپ فروخت کرنے کے لئے بھی پہلے ہم سے ہی خط و کتابت کیجئے بہت ممکن ہو کہ ہمارا سفری یا مقامی ایجنٹ آپ سے مل سکے

مطبوعات الهلال بك ايجنسى

* * *

معارف ابن تيميه و ابن قيم

دینی علوم کے بیش بہا جواہر ریزی

اس سلسله میں هم نے امامین کی ان نادر و اعلیٰ درجه کی بلند پایه عربی تصانیف کے اُردو تراجم کا سلسله شروع کیا ہے، جنکا مطالعه اصلاح عقائد اسلام اور اشاعت و معارف کتاب و سنت کے لیے نہایت ضروری و ناگزیر ہے - امید که یه "سلسلۂ تراجم" بد نصیب هندوستان کی دماغی اصلاح کا کام دے:

آسوۂ حسنه — امام ابن قیم کی فن سیرت میں شهره آفاق کتاب "زاد المعاد" کے خلاصه کا اُردو ترجمه - بلا جلد ۲ روپے مجلد اڑهائی روپیه -

کتاب الوسیله — لفظ "وسیله" کی بحث کے علاوه امام ابن تیمیه نے اسلام کے اصل الاصول "توحید" کی مبسوط بحث کی ہے - بلا جلد اڑهائی روپیه، مجلد سوا تین روپیه -

اصحاب صفه — انکی تعداد، ذریعه معاش، طریق عبادت اور انکے مفصل حالات بیان کیے هیں دس آنے -

تفسیر سورۃ الکوثر — امام ابن تیمیه کے مخصوص انداز تفسیر کا اُردو ترجمه - چار آنے -

العروۃ الوثقیٰ — خالق و مخلوق کے درمیان واسطه کا فرق بدلائل بیان کیا ہے - چهه آنے -

سیرت امام ابن تیمیه — حضرت امام کے ضروری حالات زندگی نہایت خوش اسلوبی سے بیان کیے هیں - نو آنے

نجد و حجاز — علامه سید محمد رشید رضاء مصری کی تازه کتاب کا اُردو ترجمه - سوا روپیه -

آئمه اسلام — ترجمه رفع الملام عن ائمة الاعلام - باره آنے

خلاف الامه — فی العبادات - پانچ آنے

صبح سعادت — یه ایک علمی، اسلامی، سه ماهی رساله ہے جس کے خریدارکو هم نے کمال کوشش و کاوش سے اُردو، عربی، فارسی، انگریزی، اور دوسری زبانوں کی تمام اهم اور اعلیٰ مطبوعات کے متعلق بهترین تازه معلومات بهم پهنچانے کا اهتمام کیا ہے- اسکے علاوه آئمه و اسلام و بزرگان دین کے حالات، لطائف افسانه، نظمیں اور ممالک اسلامیه کے معتبر ذرائع سے حاصل کیے هوے حالات درج کیے جاتے هیں - فی پرچه ۸ آنه سالانه ۲ روپیه پیشگی -

* * *

منیجر الهلال بك ایجنسی

(حلقه نمبر ٢٤ شیرانواله دروازه لاهور پنجاب)

" Al-Hilal Book Agency,"

24, LAHORE, PANJAB.

* * *

خط و کتابت کی وقت اپنا نام اور پته صاف لکهین

اور نمبر خریداری ضرور تحریر فرمائین

السحر الحلال

فی

مجلدات الهلال

* * *

گاه گاهے بازخوان این دفتر پارینه را

تازه خواهی داشتن گر داغهائے سینه را

* * *

اردو صحافت کی تاریخ میں الهلال هی وه رساله ہے جو اپنی تمام ظاهری اور باطنی خصوصیات میں ایک انقلاب آفریں دعوت تهی -

الهلال اگرچه ایک هفته وار مصور رساله تها، لیکن چونکه وه اردو صحافت کی مختلف شاخوں میں اجتهاد نظر و فکر کی نئی روح پیدا کرنی چاهتا تها، اِس لئے اُس کا هر نمبر مختلف اقسام اور مختلف اذواق کا مجموعه تها- اُس کے هر نمبر میں مختلف ابواب، مذهب، سیاست، ادبیات، علوم و فنون، اور معلومات عامه کے هوتے تهے- اور اُسکا هر باب اپنی مجتهدانه خصوصیات کے لحاظ سے اپنی نظیر آپ هوتا تها- پهر اس کی ظاهری خوبیاں اُردو صحافت میں اعلیٰ طباعت و ترتیب کا پہلا نمونه تهیں- اردو کا وه پہلا هفته وار رساله تها، جس میں هاف ٹون تصاویر کے اندراج کا انتظام کیا گیا، اور ٹائپ میں چهپنے کی وجه سے بهت سی ایسی خوبیاں پیدا هوئیں جو پتهر کی چهپائی میں ممکن نهیں- اِس کی جلدیں جدید اُردو علم ادب کے علمی، مذهبی، سیاسی، اور اجتماعی مواد و مباحث کا بهترین مجموعه هیں- اِن کی مقبولیت و قدر کا اندازه اِس سے هوسکتا ہے که سنه ١٩١٨ میں بعض شایقین علم و ادب نے اِس کی تمام جلدوں کا مکمل ست سات سو روپیه میں خرید کیا - اور حال میں ایک صاحب نے اِس کی پہلی جلد مکمل (جو دفتر میں بهی موجود نهیں) ساڑهے چارسو روپیه میں حیدرآباد سے خریدی ہے - جن لوگوں نے اِس کے پرچے بحفاظت جمع کئے هیں وه بڑی سے بڑی قیمت پر بهی علحده کرنے کیلیے تیار نهیں- پچهلے دنوں "البلاغ پریس" کا جب تمام اسٹاک نئے مکان میں منتقل کیا گیا تو ایک ذخیره الهلال کے پرچوں کا بهی محفوظ ملا، هم نے کوشش کی که شایقین علم و ادب کے لئے جس قدر مکمل جلدیں مرتب کی جاسکتی هیں مرتب کرلی جائیں اور جن جلدوں کی تکمیل میں ایک دو پرچوں کی کمی هو اُنهیں دوباره چهپوا لیا جاے-

چنانچه الحمدلله یه کوشش ایک حد تک مشکور هوئی اور اب علاوه متفرق پرچوں کے چند سالوں کی جلدیں پوری مکمل هوگئی هیں - هم اِس اعلان کے ذریعه شایقین علم و ادب کو آخری موقعه دیتے هیں که اِس قیمتی ذخیره کے حاصل کرنے میں جلدی کریں، چونکه جلدوں کی ایک بهت هی محدود تعداد مرتب هوسکی ہے اس لئے صرف اُنهیں درخواستوں کی تعمیل هوسکے گی جو سب سے پہلے پهونچیں گی- هر جلد مجلد ہے اور ابتدا میں تمام مضامین کی انڈکس به ترتیب حروف تهجی لگادی گئی ہے -

الهلال مکمل جلد دوم ١٠ روپیه الهلال مکمل جلد سوم ١٠ روپیه

" " " چهارم ١٠ روپیه " " " پنجم ١٠ روپیه

جلد "البلاغ" (جب دوسری مرتبه الهلال اِس نام سے شائع هوا) قیمت ٨ روپیه

علاوه جلد اول کے هر جلد کے متفرق پرچے بهی موجود هیں جن میں سے هر پرچه اپنے مضامین کے لحاظ سے ایک مستقل مجموعه علم و ادب ہے- قیمت فی پرچه ٨ - آنه - محصول ڈاک و پیکنگ اِس کے علاوه ہے -

منیجر "البلاغ پریس"

کیا آپکو معلوم نہیں
کہ
اسوقت
دنیا کا بہترین فاونٹین قلم
امریکن کارخانہ "شیفر"
کا
"لائف ٹائم"
قلم ہے؟

(۱) اتنا سادہ اور سہل کہ کوئی حصہ نزاکت یا پیچیدہ ہونے کی وجہ سے خراب نہیں ہو سکتا
(۲) اتنا مضبوط کہ یقیناً وہ آپ کو آپکی زندگی بھر کام دے سکتا ہے
(۳) اتنا خوبصورت، سبز، سرخ اور سنہری بیل بوٹوں سے مزین کہ اتنا خوبصورت قلم دنیا میں کوئی نہیں

کم از کم تجربہ کیجئے
یاد رکھئے
جب آپ کسی دکان سے قلم لیں تو آپکو "شیفر"
کا
"لائف ٹائم"
لینا
چاہئے!

اگر آپ انگلستان کی سیاحت کرنا چاہتے ہیں تو
یاد رکھئے
کہ
آپکو ایک مستند اور آخرین رہنما
گائڈ بک
کی ضرورت ہے
جو
انگلستان کے تمام شہروں، سوسائٹیوں
ہوٹلوں، کلبوں، تھیٹروں، رقص گاہوں،
قابل دید مقامات،
اور
آثار قدیمہ وغیرہ سے
آپکو مطلع کر دے
نیز
جس سے وہ تمام ضروری معلومات حاصل کی جا سکیں جن
کی ایک سیاح کو قدم قدم پر ضرورت پیش آتی ہے،
ایسی
مکمل گائڈ بک صرف
ڈنلاپ گائڈ ٹو گریٹ برٹین
The Dunlop guide
to great Britain
کا دوسرا ایڈیشن ہے
ہندوستان کے
تمام انگریزی کتب فروشوں اور بڑے
بڑے ریلوے اسٹیشنوں کے بک اسٹال سے مل سکتی ہے

جامع الشواہد
طبع ثانی

مولانا ابو الکلام صاحب کی یہ تحریر ۱۹۱۹ء میں شائع ہوئی تھی جب رانچی میں نظر بند تھے۔ موضوع اس تحریر کا یہ تھا کہ اسلامی احکام کی رو سے مسجد کن کن اغراض کے لئے استعمال کی جا سکتی ہے؟ اور اسلام کی رواداری نے کس طرح اپنی عبادت گاہوں کا دروازہ بلا امتیاز مذہب و ملت تمام نوع انسانی پر کھول دیا ہے؟
قیمت عہ (منیجر الہلال کلکتہ)

گر آپکو
دمہ
ضیق النفس
یا
کسی طرح کی بھی معمولی کھانسی کی شکایت
ہے
تو تامل نہ کیجئے۔ اپنے سے قریب
دوا فروش کی دکان سے
فوراً
ایک ٹین
HIMROD
کی
مشہور عالم دوا کا
منگوا کر
استعمال کیجئے

۱۹۲۷ء

الہلال

نمبر ۲۰

البلاغ پریس کلکتہ

قیمت ۵ ـ آنہ

دنیا کي بهترین کتابوں کیلئے بهترین رهنما:

تائمز اف لنڈن کا ادبي ضمیمه

یه ضمیمه دنیا کي تمام کتابوں پر هفته وار دلچسپ اور وقیع تبصره کرتا ہے -

اسکا معتدل نقد علمي حلقوں میں مسلم ہے -

اس میں چند صفحات وقت کے جاري اور زیر بحث ادبي فوائد پر بهي هوتے هیں جنکي اهمیت کا عام طور پر اعتراف کیا گیا ہے -

اپنے یہاں کے ایجنٹ سے تقاضه کیجئے که وه تائمز لنڈن کا هفته وار ادبي ضمیمه آپکے لئے مهیا کرے - لیکن اگر آپ چاهیں تو

The Publisher :

Printing House Square
London, E. C. 4.

سے براہ راست طلب کر سکتے هیں

دنیا کے هر معلم اور ماهر فن تعلیم کیلئے

ضروري ہے که

تائمز اف لنڈن کا تعلیمي ضمیمه مطالعه کرے

اگر آپ چاهتے هیں که فن تعلیم کے تمام نظري اور عملي تغیرات و ترقیات سے بے خبر نه رهیں ' تو آپکو یه ضمیمه بلا ناغه مطالعه میں رکھنا چاهیے -

یه هر هفته اس موضوع پر تمام اهم خبریں اور مباحث جمع کردیتا ہے - ماهرین فن اور مشاهیر تعلیم کے قلم سے اسکے صفحات مرتب هوتے هیں -

اپنے یہاں کے ایجنٹ سے طلب کیجئے -

ورنه

The Publisher,

Printing House Square
London, E. C. 4.

سے طلب کرسکتے هیں -

کیا آپ تجارت کرني چاهتے هیں ؟

اگر آپ چاهتے هیں که یورپ اور امریکه کے تمام بڑے بڑے کارخانوں سے تجارتي تعلقات قائم کریں ' نفع بخش ایجنسیاں لیں ' هندوستان سے خام پیدا وار بهیجیں ' نئي نئي ایجادات سے اپنے ملک کو آشنا کریں ' تهوڑي سي محنت اور تهوڑا سا سرمایه لیکر ایک وقیع کار و بار شروع کردیں ' تو آپ کو ابتدا میں بہت سي باتیں معلوم کرني چاهئیں - اس طرح کي تجارت کے گر اور بهید سیکهنے چاهئیں - هندوستان کے تمام حلقوں اور یورپ و امریکه کے تمام کارخانوں اور کوٹھیوں کے حالات اور اصول معاملت معلوم کرنے چاهئیں - بغیر اس کے آپ کامیاب نہیں هوسکتے -

اگر آپ چاهتے هیں که بہت تهوڑا سا وقت خرچ کرکے یه ساري باتیں با قاعده علمي اصول پر معلوم کرلیں ' تو آپکو چاهیے که هم سے خط و کتابت کریں - هم یه کام به حیثیت ایک ماهر فن کے کر رہے هیں - خط و کتابت کے بعد هي آپکو معلوم هوجائیگا که آپکے مقصد کیلئے هم کس درجه مفید هیں ؟

همارے تعلقات دنیا کے تمام تجارتي حلقوں سے هیں -

M. R. MARSDEN & CO.
Post Box 708.
Clive Street, Calcutta.

برونو مولر اینڈ کو - برلن

* * *

پوسٹ بکس نمبر ۲۴

* * *

BRUNO MULLER & CO. M. B. H.

Berlin-W 35

* * *

Post No. 24.

* * *

هر طرح کي مشینیں جو گرم ملکوں کے میووں کو خشک کرنے اور پهلوں کو محفوظ رکهنے کیلئے ضروري هیں ' اس کارخانے میں طیار کي جاتي هیں - تمام دنیا میں اس قسم کي مشینوں کا یه بہترین کارخانه ہے - مندرجۂ بالا پته سے خط و کتابت کیجیے -

یاد رکھیے

میووں ' ترکاریوں ' اور هر طرح کے زرعي مواد کو خشک کرنے کا بہترین طریقه وه ہے جو " نئے سسٹم " کے نام سے متمدن ممالک میں مشہور ہے - اس " نئے سسٹم " کے مطابق کام کرنے والي مشینیں صرف اسي کارخانه سے مل سکتي هیں -

Printed and Published by
MASUD HASAN ZUBERI AT THE AL-BALAGH PRESS, 11, BALLYGUNGE CIRCULAR ROAD, CALCUTTA
EDITOR : MAULANA ABU-AL-KALAM AZAD.

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين
القرآن الكريم

الهلال

ایک ہفتہ وار مصوّر رسالہ

نمبر ۲۰ کلکته : جمعه ۸ . جمادی الاولی ۱۳٤٦ هجری جلد ۱
Calcutta : Friday, 4, November 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نهین ؟

آج کوئی زبان ترقی نهین کر سکتی اگر وه اپنا ترقی یافته طریق طباعة نهین رکھتی . طباعة کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نهین که حروف کی چھپائی اختیار کی جای . پتھر کی چھپائی مین محدود رهکر اردو کی طباعة کبھی ترقی نهین کر سکتی .

اردو کی سب سی بهتر حروف جو اس وقت تك بن سکی هین ، وه هین جن مین الهلال چھپتا هی . اور عربی کا بهترین خط نسخ وه هی جس مین یه سطرین کمپوز کی گئی هین . آپ ان دونون مین سی جسی چاهین پسند کر لین . لیکن پتھر کی چھپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین .

براه عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی همین اطلاع دیجیی . یاد رکھیی . طباعة کا مسئله آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیاده اهم مسئله هی . ضروری هی که اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین .

الهلال

قارئین الهلال کی آراء

اس باری مین اس وقت تك ۱۵۵۰ مراسلات وصول هوی هین . تقسیم آراء حسب ذیل هی :

عربی حروف کی حق مین	۲۳۵	اردو حروف کی حق مین	٤۲۸
موجوده مشترك طباعة کی حق مین	۵۵٤	حروف کی حق مین بشرطیکه نستعلیق هون	۱۵۰
پتھر کی چھپائی کی حق مین	۲۷۳		

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بھی متفق ظاهر کیا هی .

آراء کی دیکھنی سی معلوم هوا که اس باری مین بعض اهم تفصیلات پر لوگون کی نظر نهین هی . اور اسلیی شرح وبیان کی ضرورت هی . آینده اس باری مین مولانا به تفصیل اپنی خیالات ظاهر کرینگی مگر ضرورت هی که بقیه حضرات بھی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بھیج دین .

الهلال

الهلال

• • • ، • • •

هر جمعه کو نمبر ۱۱ - بالي گنج سرکلر روڈ - کلکته سے شایع هوتا هے

• • •

قیمت سالانه مع محصول	باره روپیه
هندوستان سے باهر کیلیے	سوله روپیه
قیمت شش ماهي	سات روپیه
قیمت فی پرچه	پانچ آنه

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر " منیجر الهلال " کے نام سے کي جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے هوں انکے لفافه پر " ایڈیٹر " کا نام هونا چاهیے -

(۲) نمونه مفت ارسال نه هوگا -

(۳) براه عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پته صاف اور خوش خط لکھیے

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداري لکھیے جسکي اطلاع آپکو وصول قیمت کي رسید میں دیدي گئي هے -

(۵) اگر کسي صاحب کے پاس کوئي پرچه نه پهنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک هفته کے اندر اطلاع دیں - ورنه بصورت تاخیر بغیر قیمت کے روانه نهیں کیا جائیگا -

(٦) اگر آپ دو تین ماه کیلئے ایک جگه سے دوسري جگه جا رهے هیں تو اپنا پته تبدیل نه کرایے ، مقامي ڈاکخانه کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیاده عرصه تک کے لئے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک هفته پیشتر اطلاع دیکر پته تبدیل کرالیں -

(۷) مني آرڈر روانه کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پته ضرور لکھدیں -

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتري فرائض (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیره) سے نهیں هے ٹکٹ ضرور بهیجیے ورنه دفتر پر غیر معمولي خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

اُس نے مذهبي انبساط، بهادرانه جوش، اور متوسط طبقے کي بلند خيالي، خود بيں تخمينۂ و شمار کے آب سرد ميں غرق کردي - اسنے ذاتي جوهر کو مول تول اور لين دين کي ايک جنس بنا ديا - اور تمام بيش قيمت آزاديوں کو پس پشت ڈالکر " آزاد تجارت " کي صرف ايک نامعقول آزادي قائم کر دي !

الغرض اُسنے کمزوروں کے اُس قديم خود غرضانه استعمال کي جگه جسپر مذهب و سياست کي دلفريبيوں کا نقاب پڑا هوا تها، ايک نيا برهنه، وحشيانه، بے شرم، اور کهرا خود غرضانه استعمال ايجاد کر ديا -

سرمايه دار طبقے نے اُن تمام پيشوں کي خوبياں ملياميت کرديں جو پہلے عزت کي نظر سے ديکهے جاتے تهے - اُسنے ڈاکٹر، وکيل، پروهت، شاعر، فلسفي، غرضکه سب کو محض ايک اجرتي مزدور بنا کے چهوڑ ديا !

سرمايه دار طبقه نے خانداني رشتے سے محبت و جذبات کے تمام عنصر بهي نکال پهينکے، اور اُنکي جگه ايک خالص مالي لين دين کا رشته قائم کر ديا !

سرمايه دار طبقه نے بتا ديا که وحشيانه اظهار طاقت، جسے قرون وسطی کے رجعت پسند اِس قدر سراهتے تهے، کامل سهولت کے ساتهه اپنے عهد ميں کس درجه کاميابي حاصل کر سکتا هے -

يه طبقه سب سے پهلا طبقه تها جسنے ثابت کر دکهايا که انسان کي سرگرمي کيا کچهه کر سکتي هے - اسنے مصري اهرام، رومن نهروں، اور گوتهک خانقاهوں سے بالکل مختلف قسم کے عجائبات پيدا کئے، اور قديم هجرتوں اور مذهبي جهادوں سے بالکل مختلف قسم کي مهميں جاري کيں -

تمام سابق صنعتي طبقوں کے وجود کي اولين شرط يه تهي که پيداوار کے اگلے طريقے برقرار رهيں - ليکن سرمايه دار طبقه کي زندگي ناممکن هے جب تک که آلات پيداوار، طريق پيداوار، اور تمام اجتماعي رشتوں ميں برابر انقلاب نه هوتا رهے - چنانچه طريق پيداوار کا مسلسل انقلاب، اجتماعي نظام کي پيهم برهمي، دائمي بے چيني، اور کبهي ختم نه هونے والي بے اطميناني، يهي وہ چيزيں هيں جو سرمايه دار عهد کو ديگر زمانوں سے امتياز ديتي هيں -

پچهلے ٹهوس اور مضبوط معاشرتي رشتے مع اپنے هم آهنگ مقرره عقائد و خيالات کے فنا کرديے گئے هيں اور ان کي جگه جو رشتے قائم کيے گئے هيں قبل اس کے که جمکيں، پرانے هوچکے - جو کچهه بهي ٹهوس اور مقبول تها، مٹ چکا هے - جو کچهه مقدس تها، ناپاک کر ديا گيا هے - اور اب انجام کار انسان مجبور هے که اپنے حالات زندگي اور حقيقي معاشرتي تعلقات، کهلي آنکهوں سے ديکهے -

ضي کے سرمايه داروں کو اپني پيداوار کے ليے ايک بازار کي ضرورت، ديوانه کيے هوئے هے - انهيں هر جگه جانا، هر مقام پر ڈيره ڈالنا، چپه چپه سے ناتا جوڑنا

سرمايه دار طبقه نے عالمگير بازار غصب کرکے تمام ممالک کي پيداوار قومي اور ملکي قيود سے آزاد کردي هے - رجعت پسندوں کے برخلاف صنعت و حرفت کے نيچے سے اُس کي زمين نکال کر پهينک دي هيں - قديم اور مروج صنعتيں برباد هوچکيں اور جو باقي هيں برابر برباد کي جارهي هيں - ان کي جگه نئي صنعتيں رائج کي جارهي هيں که جن کا رواج تمام مهذب اقوام کے ليے ايک نهايت هي اهم اور قابل غور مسئله هے، کيونکه اِن صنعتوں کي حالت يه هے که صرف يه اپنے هي ملک کي خام پيداوار استعمال ميں نهيں لاتيں، بلکه دور دراز علاقوں کي بهي خام پيداوار چاهتي هيں، نيز انکي کثرت کي وجه سے اُن کي کهپت صرف انکے هي علاقے ميں نهيں بلکه دنيا کے گوشه گوشه ميں هوني چاهيے -

پراني ضروريات کي جگه جو ملکي پيداوار سے رفع هوجاتي تهيں، نئي ضروريات پيدا هوگئي هيں جو اپنے رفع هونے کے ليے دور دراز ممالک کی پيداوار کا بهي مطالبه کرتي هيں -

يه حال صرف مادي پيداوار هي کا نهيں، بلکه ذهني پيداوار کا بهي هے - ايک قوم کي دماغی پيداوار، تمام قوموں کي عام ملکيت بن گئي هے - محدود تخيل اور بے تعلقي روز بروز ناممکن هوتي جاتي هے، اور قومي و مقامي ادبيات سے ايک عالمگير ارضي علم ادب پيدا هو رها هے -

سرمايه دار طبقه، آلات پيداوار کي تيز ترقي اور مواصلات کي مسلسل آسانيوں کے ذريعه وحشي سے وحشي اقوام کو بهي تهذيب کي طرف کهينچ رها هے - سامان تجارت کي ارزاني هي وه بهاري توپ هے جس کے زور سے نهايت سرکش قوموں کو بهي اطاعت پر مجبور کرديا گيا هے - تمام اقوام کو موت کي دهمکي دي جارهي هے که سرمايه دارانه طريق پيداوار اختيار کرليں، اور نام نهاد تهذيب قبول کرکے مهذب بن جائيں -

سرمايه دار طبقه نے ديهات کو شهر کا تابع بنا ديا هے - بکثرت نئے شهر پيدا کرديے هيں - ديهات کے مقابله ميں قصبات کي آبادي ميں حيرت انگيز اضافه هوگيا هے - اور اس طرح دنيا کي بهت بڑي آبادي کو ديهاتي زندگي کي سادگيوں سے محروم کرديا هے -

اُس نے جس طرح ديهات کو شهر کا محتاج بنايا هے، ٹهيک اُسي طرح وحشي اور نيم وحشي ممالک کو مهذب ممالک کا دست نگر بهي بنا ديا هے - کاشتکار قوموں کو سرمايه داروں کا اور مشرق کو مغرب کا محتاج بنا ديا هے -

سرمايه دار طبقه ذرائع پيدار، ملکيت، اور آبادي کي وسعت پر برابر قابو حاصل کرتا جاتا هے - اُس نے آبادي گنجان کردي هے ذرائع پيداوار ميں مرکزيت پيدا کردي هے - اور ملکيت کو سميٹ کر صرف چند هاتهوں کے اندر محدود کرديا هے -

اِس صورت حال کا لازمي نتيجه، سياسي مرکزيت تهي جو سرمايه دار طبقه کے هاتهوں وجود ميں آچکي هے، آزاد اور نيم آزاد اقوام کے مصالح، قوانين، حکومت، اور رسم و رواج جدا جدا تهے، تان کے ايک قوم بنا دي گئي هيں، ايسي قوم جس کي حکومت، ضابطۂ قانون، اجتماعي مصالح، اور رسم و رواج، سب ايک هيں -

سرمايه دار طبقه نے اپنے صد ساله جماعتي عهد حکومت ميں ايسي عظيم الشان بار آور قوتيں پيدا کردي هيں جنهيں تمام پچهلي نسليں بهي پيدا نه کرسکي تهيں - اُسنے قدرت کي طاقتوں پر قبضه کيا، علم آلات اور کيميا کا صنعت و زراعت ميں استعمال کيا، دخاني جهاز، ريلوے، اور تار برقي کے سلسلے جاري کيے، زراعت کے ليے تمام براعظموں کي صفائي کي، درياؤں کي بندي کي، اور زمين کے تمام خزانے اُلٹ ڈالے - بهلا کسي

مطبوعات جدیده

" کمیونیزم " اور اُسکے مقاصد

⁂

جرمني کے کمیونسٹ مرکز اشاعت نے حال میں ایک نیا سلسلۂ مطبوعات " کمیونیزم " کے اصول و مبادیات پر شائع کرنا شروع کیا ھے جسکي دو جلدیں اِس وقت تک شائع ھوچکي ھیں - پھلي جلد میں زیاده تر مشھور کمیونسٹ رھنما ' کارل مارکس کے منتخب مضامین ھیں ' اور ابتدا میں اُسکي مفصل سوانح حیات بھي شامل کر دي ھے -

روس کے آخري انقلاب کے بعد سے کمیونیزم دنیا کي ایک زنده اور [illegible] حقیقت ھو گئي ھے ' اور ھر ملک کیلیے ضروري ھو گیا ھے که نه صرف سیاسي حیثیت سے ' بلکه علمي حیثیت سے بھي اسکے اصول و مبادیات کا مطالعه کرے ' اور نقد و بصیرت کے ساتھه صحیح راے قائم کرے - جھانتک ھمیں معلوم ھے ' اِس وقت تک اردو میں کوئي کتاب ایسي شائع نھیں ھوئي ھے جس میں صحت کے ساتھه اس انقلاب انگیز سیاسي و اجتماعي مذھب کي حقیقت واضح [illegible] ھو - یه نیا مجموعه دیکھکر ھمیں خیال ھوا که کارل مارکس [illegible] مختصر مقالات اس غرض کیلیے نھایت مفید اور جامع [illegible] ھم ان مقالات میں سے ایک مقاله الھلال میں شائع کرنے [illegible] منتخب کرتے ھیں - اس کے مطالعه سے نه صرف اس [illegible] اصول و عقائد بلکه اسکے ظھور و اشاعت کي ابتدائي [illegible] واضح ھوجائیگي -

[illegible] رھے که اس مقاله اور اسي طرح کے دیگر مقالات کے تراجم [illegible] صرف یه ھے که وقت کي ضروري معلومات اردو خوان [illegible] مھیا ھوجائے - یه مقصود نھیں ھے که یه خیالات اس [illegible] پیش کیے جائیں که وه یک قلم مقبول اور پسندیده [illegible] ھمارے خیال میں " کمیونیزم " موجوده تمدن کي [illegible] بے اعتدالي کا قدرتي رد فعل ھے ' اور جس طرح موجوده سرمایه داري افراط کے ایک انتھائي نقطه تک پھنچ چکي [illegible] طرح کمیونیزم بھي تفریط کے دوسرے نقطه کا ظھور ھے - [illegible] راه افراط و تفریط کي راه نھیں ھوسکتي ' وه ھمیشه درمیان کی راه ھوتي ھے !

(۱)

(سرمایه دار اور مزدور)

آج تک کی تمام سوسائٹیوں کي تاریخ ' جماعتي کشمکش کي ایک مسلسل تاریخ ھے -

آزاد اور غلام شریف اور رذیل ' آقا اور خدمتگار ' تجارتي مکھیے [illegible] ' مختصر یه که ظالم اور مظلوم ' ھمیشه ایک دوسرے کے [illegible] ' اور ایک ایسي مسلسل جنگ میں مشغول رھے جو کبھي علانیه تھي اور کبھي خفیه ' مگر جسکا خاتمه ھمیشه یا تو سوسائٹي کي ایک انقلابي کایا پلٹ کي صورت میں ھوا ' یا تمام حریف جماعتوں کي عام بربادي کي شکل میں !

قدیم ترین تاریخي عھد میں بھي تقریباً ھر جگه سوسائٹي مختلف درجوں اور گروھوں میں بٹي ھوئي اور ایک مکمل معاشرتي نظام میں سمٹي ھوئي نظر آتي ھے - قدیم روم میں ھم شریفوں ' نوابوں ' گنواروں ' اور غلاموں کي تقسیم پاتے ھیں - قرون وسطی میں جاگیردار ' اسامي ' تجارتي مکھیے ' شاگرد پیشه ' اور خدمتگار دکھائي دیتے ھیں - صرف یھي نھیں بلکه اِنمیں سے ھر جماعت بھي کئي کئي جماعتوں میں منقسم ملتي ھے -

موجوده سرمایه دار سوسائٹي نے ' جسکي تعمیر جاگیردار سوسائٹي کے کھنڈروں پر ھوئي ھے ' جماعتي جھگڑے اور رقابتیں موقوف نھیں کیں ' بلکه پھلے سے زیاده نئے نئے فرقے ' ظلم کے نئے نئے طریقے ' اور لڑائي کے نئے نئے ڈھنگ نکال لیے ھیں -

البته ھمارے موجوده سرمایه دار عھد نے یه امتیاز ضرور حاصل کیا ھے که اُس نے جماعتي اختلاف محدود کر دیے ھیں ' اور تمام سوسائٹي سمیت کے دو بڑي حریف جماعتوں : " سرمایه دار " اور " مزدور " میں تقسیم کردي ھے -

قرون وسطی کے کاشت کاروں سے دیھاتي نمائندوں کي ابتدا ھوئي ' اور اِنھیں اسامیوں نے سرمایه دار طبقه کي بھي آب و گل مھیا کي -

امریکه کي دریافت اور زمین کے گرد دورے نے اٹھتے ھوئے سرمایه دار طبقے کے سامنے عمل کا ایک نیا میدان کھول دیا - ایسٹ انڈین اور چیني بازاروں ' امریکه کے استعمار ' مستعمرانه تجارت ' نیز ذرائع تبادله اور ذرائع پیداوار کي وسعت نے تجارت ' جھاز راني ' اور صنعت و حرفت میں ایک نئي روح پھونک دي ' اور انحطاط پذیر جاگیر دار سوسائٹي کے انقلابي عناصر کو تیزي سے اُبھار دیا -

صنعت و حرفت کا سابق جاگیردارانه نظام وه بڑھتي ھوئي ضرورتیں پوري نھیں کر سکتا تھا جو نئے بازاروں کے ساتھه پیدا ھوگئي تھیں - نتیجه یه ھوا که دست کاري کے نظام نے اُسکي جگه لے لي ' تجارتي مکھیے معزول ھوگئے ' متوسط صنعتي طبقه اُنکا قائم مقام بن گیا - مختلف سندي مکھیوں کے مابین محنت کي تقسیم ' عام کارخانوں میں محنت کي تقسیم کے آگے معدوم ھوگئي -

سرمایه دار طبقه نے جھاں بھي طاقت حاصل کي ' تمام جاگیر دارانه ' بزرگانه ' مذھبي ' اور معنوي رشتے توڑ پھوڑ ڈالے - اُسنے بڑي بے رحمي سے وه تمام بوقلموں بندھن توڑ کے رکھدیے جو انسان کو اُسکے " فطري سرداروں " سے باندھتے چلے آتے تھے اور اُس ایک رشته کے سوا کوئي رشته باھمي روابط کا باقي نه چھوڑا جسے برھنه خود غرضي اور کھري نقد ادائیگي کا رشته کھتے ھیں -

ادنی اور متوسط طبقه ، چهوٹے دوکاندار ، سوداگر ، زراعت پیشه ، زمیندار ، دستکار ، سب کے سب مزدوري پیشه طبقه میں جذب هو رهے هیں - کچهه تو اس وجه سے که اُنکا معمولي سرمایه موجوده صنائع کیلیے ناکافي هے اور بڑے بڑے سرمایه دارون کے مقابله میں بیکار هوجاتا هے ، اور کچهه اس وجه سے که اُنکے خاص پیشوں کو پیداوار کے نئے ذرائع نے ظاهر هوکر بے قدر کر دیا هے - اس طرح مزدوروں کا یه طبقه صرف مزدوروں هي سے نهیں بلکه آبادي کے هر حصه سے مرکب هے -

(۲)

مزدوري پیشه طبقه مختلف تدریجي مرحلوں سے گزر کر اِس درجه تک پهنچا هے - سرمایه دار کے برخلاف اُسکي جد و جهد اُسکي پیدائش کے وقت هي سے شروع هوگئي هے -

سب سے پہلے یه جد و جهد ایک فرد واحد مزدور کي جد و جهد کي حیثیت سے شروع هوئي ، پهر کسي ایک کارخانه کے مزدوروں کي جد وجهد بني ، پهر کسي خاص نواح کے تمام هم پیشه مزدوروں کي جد و جهد کي صورت میں تبدیل هوگئي ، جسکا مقصد سرمایه داروں سے جنگ کرنا تها جو ان سب کو براه راست تباه کر رها تها -

اِس منزل میں مزدور ، سرمایه دارانه طریق پیداوار پر نهیں بلکه خود آلات پیداوار پر حمله کرتے تهے - بیروني مال برباد کر ڈالتے تهے ، مشینیں توڑ پهوڑ ڈالتے تهے ، کارخانوں میں آگ لگا دیتے تهے ، اور کوشش کرتے تهے که طاقت کے زور سے اپني وه حیثیت پهر قائم کردیں جو قرون وسطی میں ضائع هوچکي تهي - لیکن باوجود متحده مقصد رکهنے کے ، اِس منزل میں ، مزدور ایک غیر متحد بهیڑ کي شکل رکهتے تهے جو تمام دنیا میں پهیلی هوئي تهي ، اور جسکے اندر باهمي مقابله کے جذبه نے پهوٹ ڈال دي تهي -

اِس دور میں مزدور جب منظم هونے کیلیے متحد هوئے ، تو یه اُنکے اپنے اتحاد کا نهیں ، بلکه سرمایه دار طبقه کے اتحاد کا نتیجه تها - وه اپنے سیاسي مقاصد کے حصول کیلیے مجبور هو جاتا تها که مزدوروں میں ایک نئي حرکت پیدا کردے -

اِس منزل میں مزدور براه راست اپنے دشمنوں سے نهیں لڑتے تهے ، بلکه ان کي جنگ اپنے دشمن کے دشمنوں سے هوتي تهي ، یعني مطلق العنان شاهي سے ، زمینداروں سے ، غیر صنعتي اور چهوٹے چهوٹے سرمایه داروں سے -

اس طرح مزدوروں کي یه پوري تاریخي تحریک ، سرمایه دار طبقه هي کے هاتهوں میں رهي هے ، اور تمام کامیابیاں جو اُسے حاصل هوئي هیں ، سرمایه داروں هي کي کامیابیاں هیں -

صنعت کي ترقي کے ساتهه ساتهه مزدوري پیشه طبقه کي کمیت میں صرف افراد هي کا اضافه نهیں هوا ، بلکه بڑي بڑي جماعتیں بهي اس میں شامل هوتي گئیں اور ابتک هو رهي هیں -

اس کي طاقت روز بروز بڑه رهي هے اور وه اپني طاقت کي افزوني برابر محسوس کر رها هے -

جوں جوں مشینري ، محنت کے امتیازات مٹاتي جاتي هے اور اُجرت هر جگه کم سے کم کرتي جاتي هے ، اسي قدر مزدوروں کے فوائد اور حالات زندگي میں بهي یکسانیت پیدا هو رهي هے -

سرمایه دار طبقه میں مقابله کي روح جس قدر ترقي کرتي جاتي هے اور تجارتي مشکلات جسقدر بڑهتي جاتي هیں ، اسي قدر مزدوروں کي اجرت میں اتار چڑهاؤ زیاده هوتا جاتا هے - مشینري کي مسلسل اور تیز ترقي مزدوروں کي روزي کو برابر غیر محفوظ بنا رهي هے ، اور انفرادي مزدور اور انفرادي سرمایه دار کا شخصي تصادم ، جماعتي تصادم کي صورت اختیار کرتا جاتا هے - ایک طرف مزدور ، سرمایه داروں کے خلاف متحد هو رهے هیں - دوسري طرف سرمایه دار شرح اجرت برقرار رکهنے کے لیے مزدوروں کے برخلاف جتها بندي کر رهے هیں - انهوں نے اپنے تئیں مستقل انجمنوں کي صورت میں منظم کرلیا هے ، تاکه اچانک تصادم کے لیے پہلے سے طیار رهیں - کهیں کهیں یه باهمي لڑائي بغاوت کي صورت میں بهي پهوٹ چکي هے -

کبهي کبهي مزدوروں کو فتح حاصل هوجاتي هے ، مگر محض تهوڑي مدت کے لیے - اس سے همیں گهبرانا نهیں چاهیے - کیونکه ان کي جد و جهد کا اصلي ثمره فوري کامیابي نهیں بلکه اُن کے بڑهتے هوئے اتحاد میں هے - اِس اتحاد کو موجوده ذرائع آمد و رفت سے جو موجوده صنعت کي ایجاد هیں ، بهت مدد مل رهي هے - مختلف ممالک کے مزدور باهم دگر مل رهے هیں ، اور اِس طرح وه کام انجام پا رها هے جس کي ازحد ضرورت تهي - وه اتحاد جس کے حصول میں قرون وسطی کے شهریوں کو اپني خراب سڑکوں کي وجه سے صدیاں لگ جاتیں ، موجوده مزدوروں کو ریلوے کے ذریعه چند سالوں کے اندر حاصل هوگیا هے -

مزدوروں کي جماعتي اور سیاسي تنظیم خود اُن کے باهمي مقابله کي وجه سے همیشه رک رک جایا کي هے ، لیکن هر مرتبه زیاده قوت ، زیاده استقلال ، اور زیاده استحکام کے ساتهه اُبهري هے - سرمایه داروں کي باهمي پهوٹ سے اُسے کافي فائده پهنچا هے ، اور وه هر موقعه پر مزدوروں کے حقوق و مفاد کے قانوني اعتراف پر مجبور هوگئے هیں -

قدیم سوسائٹي میں جماعتوں کا باهمي تصادم ، مختلف طریقوں سے مزدوري پیشه طبقه کو بڑها رها هے - خود سرمایه دار بهی مجبوراً اسکي ترقي کا باعث هوئے هیں - وه اپنے تئیں ایک مسلسل حالت جنگ میں پاتے هیں - ایک طرف خانداني اِمارت هے ، دوسري طرف خود سرمایه داروں کي وه جماعتیں هیں جنکے مفاد صنعتي ترقي کے منافي هیں - تیسري طرف بیروني ممالک کے سرمایه دار هیں جو هر وقت ٹوٹ پڑنے کیلیے طیار هیں - غرضکه سرمایه داروں کو هر طرف لڑنا اور هر ایک سے نبرد آزمائي کرني پڑتي هے - ظاهر هے ، وه تن تنها اتنے دشمنوں کا مقابله نهیں کر سکتے ، اور مجبور هوتے هیں که مزدوروں سے اعانت کي اپیل کریں - اِس طرح وه خود هي مزدوروںکو سیاسي اکهاڑه میں کهینچ لاتے هیں ، اور اُن کیلیے اجتماعي تعلیم کے عناصر مهیا کردیتے هیں - وه خود هي مزدوروں کے هاتهه میں وه هتیار دیدیتے هیں جو خود اُن کے خلاف استعمال کیے جائینگے !

صرف یهي نهیں بلکه صنعت کي ترقي نے حکمراں طبقه کے تمام حصوں کو بهي عجلت اور گهبراهت کے ساتهه مزدوري پیشه طبقه کي طرف دهکیلنا شروع کر دیا هے ، یا کم از کم انکي زندگي خطره میں ڈالدي هے - یهي وجه هے که یه حکمراں جماعت مزدوري پیشه طبقه کیلیے ترقي کے بے شمار پرزے مهیا کر رهي هے -

پچھلي نسل کو یه وهم بهي گزرا تها که اجتماعي محنت کي گود میں ایسي بار آور قوتیں پڑي سو رهي هیں ؟

گزشته بیان میں هم واضح کر چکے هیں که ذرائع پیداوار اور تبادله جن کي بنیادوں پر سرمایه دار طبقه نے اپني عمارت کهڑي کي هے ' اگرچه جاگیرداري کے عهد میں پیدا هوئے تهے ' مگر خود جاگیر اُنسے کوئي فائده نه اُتها سکي بلکه اُلتے اُنکے گرداب میں پڑکر تباه هوگئي ' کیونکه یه ذرائع پیداوار اور تبادله جب اپني ترقي کي ایک خاص منزل پر پهنچ گئے ' تو وه حالات جنکے ماتحت جاگیردار سوسائتي پیدا کرتے اور تبادله کرتے تهے ' یعني کاشتکاري و دستکاري کا جاگیر دارانه نظام ' ترقي یافته قوتوں کے سامنے تهر نه سکے - وه پیداوار کو سهارا دینے کے بجائے اُسکے حق میں روک اور بوجهل بیڑیاں بن گئے ' جن کا توت گرنا ضروري تها - چنانچه اُنکي جگه آزاد مقابلے اور سرمایه دار طبقه کي اقتصادي و سیاسي حکومت نے لے لي -

لیکن اب تاریخ نے اپنا اعاده پهر شروع کیا هے ' جو کچهه جاگیر داروں پر گزرا هے ' وهي اب سرمایه داروں کو درپیش هے -

سرمایه دارانه حالات ' پیداوار ' تبادله ' سرمایه دارانه املاکي رشتے ' غرضکه پوري موجوده سرمایه دار سوسائتي جسنے ایسے عظیم الشان ذرائع ایجاد کیے هیں ' سخت مصائب میں مبتلا هے - اسکي مثال اُس جادوگر کي سي هے جو خبیث طاقتوں کو جگا تو دیتا هے مگر انپر قابو نهیں رکهه سکتا -

بهت زمانه تک صنعت و تجارت کي تاریخ ' جدید بار آور قوتوں کي موجوده حالات کے خلاف ' ایک بغاوت کي عام تاریخ رهي هے - اس سلسله میں اُن تجارتي مشکلات کي طرف اشاره کر دینا کافي هوگا جو وقتاً فوقتاً پوري سرمایه دار سوسائتي کے لیے موت و حیات کا سوال پیدا کر دیا کرتي هیں -

لیکن باوجود اِن هولناک خطروں کے ایک عام اجتماعي وبا پهیلي هوئي هے جسکا نام " زائد پیداوار " هے اور جو پچهلے زمانوں میں یقیناً ایک حماقت معلوم هوتي -

اِس صورت حال کا نتیجه یه هے که سوسائتي اپنے تئیں اچانک ایک عارضي وحشیانه حالت میں مبتلا پاتي هے - قحط اور بربادي کي ایک عالمگیر جنگ برپا هو جاتي هے - معلوم هوتا هے که صنعت و تجارت اور زندگي کے تمام ذرائع تباه هو جائینگے - کیوں ؟ اس لیے که تهذیب بهت زیاده هوگئي هے ' ذرائع زندگي بهت زیاده هوگئے هیں ' صنعت بهت زیاده هوگئي هے ' تجارت بهت زیاده هوگئي هے !

اِن خطرات کا مقابله سرمایه دار کیونکر کرتے هیں ؟ اِس طرح که ایک طرف تو بهت سي بار آور قوتیں بجبر برباد کر ڈالتے هیں ' دوسري طرف نئے بازاروں کو فتح کرتے اور پرانے بازاروں کو مزید رونق دیتے چلے جاتے هیں - اِسکے معني یه هیں که وه اور بهي زیاده وسیع اور زیاده برباد کن مشکلات کیلیے راسته هموار کر رهے هیں اور ساتهه ساتهه وه ذرائع بهي متاتے جاتے هیں جنسے یه مشکلات رفع کي جاسکتي تهیں -

غرضکه وه هتیار جنسے سرمایه داروں نے جاگیرداري پر فتح حاصل کي تهي ' اب خود انهیں پر اُلت پڑے هیں -

لیکن سرمایه داروں نے صرف یه مهلک هتیار هي نهیں گڑھے هیں ' بلکه وه لوگ بهي پیدا کر دیے هیں جو یه هتیار استعمال کرینگے - وه کون هیں ؟ موجوده مزدور !

جس تناسب سے سرمایه اور سرمایه داروں نے ترقي کي هے ' اِسي تناسب سے مزدوروں نے بهي ترقي کي هے - اِس طبقه کي زندگي اُسي وقت تک هے جبتک اُسے کام ملتا رهے ' اور کام اُسي وقت تک ملتا هے جبتک وه سرمایه کو بڑهاتا رهے - یه مزدور جو اپنے تئیں فرداً فرداً بیچ ڈالنے پر مجبور کر دیے گئے هیں ' تجارت کي دوسري چیزوں کي طرح ایک جنس هوگئے هیں اور مقابله کے هیر پهیر اور نرخ کے چڑهاؤ اُتار سے همیشه مصیبت جهیلتے رهتے هیں -

مزدور کا کام ' کلوں کے کثرت استعمال اور محنت کي تقسیم کے باعث اپني انفرادي شخصیت سے محروم هوگیا هے اور اب مزدور کیلیے اپنے اندر کوئي خاص کشش نهیں رکهتا - مزدور مشین کا محض ایک ضمیمه بنا دیا گیا هے ' جس سے نهایت آسان کام کي خواهش کي جاتي هے - جسکا نتیجه یه هے که اب اُسکي قیمت گهت کر بس اِتني هي ره گئي هے که مزدور بمشکل اُس سے اپني قوت لایموت کا سامان کرسکتا هے -

اب ایک مصنوعي برتن اور مزدور ' دونوں هم درجه چیزیں هوگئي هیں جنکي قیمت اُنکي لاگت کے حساب سے هوتي هے - یهي سبب هے که جوں جوں محنت سستي هوتي جاتي هے ' مزدوري بهي گهت رهي هے - پهر تماشه یه هے که جسقدر کام کي تقسیم اور کلوں کا استعمال بڑهتا جاتا هے ' اِسي قدر کام کا بوجهه بهي بڑه رها هے ' یا تو کام کے گهنتے بڑها دیے جاتے هیں ' یا زیاده کام ایک خاص وقت میں لیا جاتا هے ' یا مشین کي رفتار میں اضافه کر دیا جاتا هے ' (وغیره وغیره)

موجوده صنعت نے نیک آقا کي چهوٹي سي دکان کو صنعتي سرمایه دار کے بڑے کارخانه کي صورت میں بدل دیا هے - مزدوروں کے غول کے غول کارخانوں میں بهرے هوئے هیں جن کي تنظیم سپاهیوں کي طرح کي جاتي هے ' اور جو سپاهیوں هي کي طرح چهوٹے بڑے افسروں کي ایک مطلق العنان حکومت کے شکنجه میں جکڑ دیے گئے هیں - وه نه صرف سرمایه دار طبقے اور سرمایه دار حکومت کے غلام هوتے هیں ' بلکه انهیں شب و روز هر سرمایه دار صناع کي بهي غلامي کرني پڑتي هے -

جسقدر کهلے الفاظ میں یه خود سر حکومت اعلان کرتي جاتي هے که خود غرضي اور منفعت شخصي اس کا مقصد هے ' اُسي قدر وه حقیر ' نفرت انگیز ' اور تکلیف ده هوتي جاتي هے !

دستي مشقت میں قوت اور چستي کي ضرورت جتني کم هوتي جاتي هے ' یعني موجوده صنعت جس قدر زیاده ترقي کرتي جاتي هے ' اُسي قدر مردانه محنت کي جگه زنانه محنت کو دي جارهي هے - مزدوري پیشه طبقه کے لیے اب عمر اور جنس کا اختلاف کوئي معاشرتي اهمیت نهیں رکهتا - مزدور مرد اور عورتیں سب کے سب محنت کے پرزے هوگئے هیں جن کي قیمت عمر اور جنس کے لحاظ سے گهٹتي بڑهتي رهتي هے -

جوں هي مزدور کو اپنے سرمایه دار آقا سے مزدوري ملتي هے ' فوراً دوسري سرمایه دار جماعتیں اُس پر توت پڑتي هیں : مکان دار ' دوکان دار ' ساهوکار ' غرضکه سب کے سب اُس کے لوٹنے کهسوٹنے کو آ موجود هوتے هیں -

عظمت کا باب اِسي وقت سے شروع هوتا هے - اِسي سفر میں اُس کي دماغي قابلیت ' محققانه روح ' اور عزم و همت کي قوت ظاهر هوتي هے - اِسي سفر میں اُسے فارسي اور ترکي زبانیں بھي سیکھني پڑتي هیں - فارسی زبان سے سیاح کو بہت مدد ملي ' خصوصاً هندوستان میں ٹھیک اُسي طرح جس طرح اُس کے پیشرو ' مارکو پولو کو تاتاري زبان سے مدد ملي تھي !

غرضکه ابن بطوطه اپنے مشرقي سفر پر روانه هوگیا - نجد اور صحراء عرب کو طے کرکے عراق پہنچا راستے کے جمله حالات و آثار مفصل قلم بند کیے - پھر دجله و فرات کو عبور کرکے عراق عجم میں داخل هوا ' اور شیراز و اصفہان وغیره کی سیر کي - لیکن وه آگے نہیں بڑھا بلکه لوٹ کر پھر دجله و فرات عبور کیا اور عراق عرب میں سفر شروع کردیا - اُس وقت بغداد کي حالت نہایت زبون تھي - تاتاریوں کي تخریب کے بعد ' عباسي دار الخلافه ویران هوگیا تھا - ابن بطوطه یہاں بہت متأثر نظر آتا هے اور ایک سچے مسلمان کي طرح رنج و غم کا اظہار کرتا هے -

بغداد سے سیاح ' موصل پہنچا - موصل سے نصیبین اور سنجار آیا - اِس سر زمین کے تمام امراء و سلاطین سے ملاقات کي یہاں پر اُس کي سیاحت اچانک منقطع هوجاتي هے - نہیں معلوم کیوں ' وه پھر بغداد اور بغداد سے مکه پہنچ جاتا هے - وه هم سے صرف اِس قدر کہتا هے که دوسري مرتبه مکه معظمه اِس حال میں پہنچا که سخت بیمار تھا - چنانچه کامل ایک سال جوار بیت الله میں مقیم رهتا هے - اِس طویل اقامت کے بعد پھر اُس میں نیا جوش پیدا هوتا هے اور پہلے سے بھي زیاده طویل سفر پر روانه هوجاتا هے -

چنانچه وه یمن پہنچتا هے - پھر سومال جاتا هے - پھر ساحل بحر عرب کے تمام ممالک کي سیر کرتا هوا عمان اور بحرین میں جا نکلتا هے - بحرین میں موتي نکالنے والوں سے ملتا هے - مگر ٹھہرتا نہیں اور صحراء طے کرکے سه باره مکه معظمه میں وارد هوتا هے - یہاں ملک الناصر شاه مصر سے اُس کي ملاقات هوتي هے

حج کے بعد پھر سفر شروع کرتا هے اور اِس مرتبه بحر احمر عبور کرکے سوڈان ' بلاد نوبه ' صعید مصر کي سیاحت کرتا هوا قاهره پہنچتا هے - لیکن قیام نہیں کرتا بلکه شام چلا جاتا هے اور ساحل لاذقیه سے جہاز پر بیٹھه کے سنه ۷۳۳ ه (سنه ۱۳۳۳ع) میں ساحل اناطولیه پر قدم رکھتا هے -

(اناطولیه)

اُس وقت اناطولیه میں سلجوقي امراء و سلاطین کا دور دوره تھا - لیکن آل عثمان کا قبیله عروج حاصل کررها تھا - آهسته آهسته سلجوقي امراء اُس کے سامنے هتیار رکھتے جاتے تھے - سلطنت عثمانیه کے باني اول عثمان نے بیزنطیني شہنشاهي میں بھي دور تک هاتھه پاؤں پھیلا دیے تھے - اُس وقت عثماني ریاست کا پایۂ تخت بروسه تھا اور ابن بطوطه کے زمانے میں سلطان آرخان بن عثمان کي حکومت تھي -

آرخان کے علاوه سلجوقي امراء میں سب سے زیاده طاقتور محمد اُزبک خاں شاه شمال تھا - یه شہنشاه قسطنطنیه کا داماد بھی تھا - ابن بطوطه یه ملک دیکھه کر بہت متعجب هوا - کیونکه اگرچه یہاں اِسلام کو غلبه حاصل هوچکا تھا مگر نومسلموں کے عادات و اطوار عجیب طرح کے تھے - اِبن بطوطه نے پورے ملک کي سیاحت کي هے اور بڑي تفصیل سے جمله حالات بیان کیے هیں - یه عجیب بات هے که هر ملک میں وه قصر شاهي تک رسائي حاصل کرلیا کرتا تھا - یہاں کے بھي تمام اُمراء و سلاطین سے اُسنے ملاقاتیں کیں

(قسطنطنیه)

اناطولیه سے وه قسطنطنیه کو چلا - خوش قسمتي سے اُس زمانے میں سلطان محمد اُزبک خاں کی ملکه " خاتون بیلون " بھي اپنے باپ شہنشاه قسطنطنیه کي ملاقات کو جا رهي تھي - اِبن بطوطه اِسي شاهي قافله میں داخل هوگیا اور سنه ۷۳۳ ه - سنه ۱۳۳۳ع میں نہایت تزک و احتشام سے بیزنطیني پایۂ تخت میں داخل هوا -

سیاح خوْد اپني زبان سے یه واقعه اِس طرح بیان کرتا هے :

" هم زوال کے وقت قسطنطنیۂ عظمیٰ میں داخل هوئے - پورے شہر میں ناقوس اِس زور سے بج رهے تھے که در و دیوار تک گونج اُٹھے تھے - هم قصر شاهي کے پہلے پھاٹک پر پہنچے - وهاں سو سنتري اپنے سپه سالار کے ساتھه کھڑے تھے اور آپس میں کہه رهے تھے " سراکنون ' سراکنون " جس کے معني هیں " مسلمان " (یوناني زبان میں Sarrazino عرب مسلمانوں کا نام هے - شاید اِبن بطوطه نے یہي لفظ سنا هوگا)

پھر وه شہنشاه سے اپني ملاقات کا حال لکھتا هے :

" چوتھے دن خاتون نے اپنا غلام سنبل هندي میرے پاس بھیجا - وه مجھے قصر شاهي میں لے گیا - هم چار پھاٹکوں سے گزرے - هر پھاٹک میں مسلح سپاهي موجود تھے - پانچویں پھاٹک پر غلام مجھے چھوڑ کر چلا گیا - پھر چار رومي نو جوانوں کو لے کر لوٹا - اُنھوں نے میري تلاشي لي که کوئي چھري تو چھپي هوئي نہیں هے - افسر نے بتایا که یہاں کا دستور ایسا هي هے - جو شخص بھي بادشاه سے ملنا چاهتا هے ' اُس کي تلاشي ضرور لي جاتي هے - پھر پھاٹک کھولا گیا - میں اندر داخل هوا - چار آدمیوں نے مجھے گھیر لیا - دو مجھے آگے سے پکڑے تھے ' دو پیچھے تھے - میں ایک بڑے ایوان میں داخل کیا گیا - اُس کي دیواریں بہت آراسته تھیں - قسم قسم کے حیوانات و نباتات کي تصویریں بني تھیں - بیچ میں فواره تھا - دونوں جانب سپاهي صف بسته کھڑے تھے اور بالکل خاموش تھے - وسط میں تین اور آدمي کھڑے تھے - اِنھوں نے مجھے میرے محافظوں سے لے لیا اور اُسي طرح پکڑ کر لے چلے - انمیں ایک یہودي تھا - یہودي نے مجھه سے عربي میں کہا " ڈرو نہیں ' میں ترجمان هوں " پھر میں ایک عظیم گنبد میں داخل کیا گیا - شہنشاه مع اپني ملکه کے تخت شاهي پر جلوه افروز تھا - داهني طرف چھه آدمي کھڑے تھے - بائیں طرف چار آدمي تھے - سب هتیار بند تھے - بادشاه کے قریب پہنچنے سے پہلے مجھه سے کہا گیا که تھوڑي دیر بیٹھه کر حواس درست کرلو - پھر میں تخت شاهي کے سامنے پہنچایا گیا - میں نے سلام کیا - بادشاه نے بیٹھنے کا اِشاره کیا - مگر میں بیٹھا نہیں - بادشاه نے مجھه سے بہت سے سوال کیے - بیت المقدس کي بابت پوچھا - مقدس چٹان ' مولد مسیح ' بیت لحم شہر خلیل ' کا حال دریافت کیا - پھر دمشق ' مصر عراق ' اور رومي ممالک کے حالات پوچھے - میں نے هر سوال کا جواب دیا - یہودي ترجمه کرتا جاتا تھا - شاید شہنشاه کو میري گفتگو پسند آئي - چنانچه اُس نے اپنے لڑکوں سے کہا اِس شخص کی عزت کرو اور امن و امان میں رکھو - پھر میرے لیے خلعت کا حکم دیا نیز ایک آراسته گھوڑا اور چھتر بھي عنایت کیا ' جو شاهي امان کي علامت هے "

اِس شہنشاه کا نام اِبن بطوطه نے تکفور اور اُس کے باپ کا نام جرجیس لکھا هے - ممکن هے یه اُن کے مسیحي نام هوں - ورنه

جس طرح پچھلے زمانہ میں شرفاء کا ایک حصہ سرمایہ داروں میں آ ملا تھا ' اسي طرح اب سرمایہ داروں کا ایک حصہ مزدوروں میں آ رہا ھے ' خصوصاً وہ مفکر حصہ جسے اِس تاریخي تحریک کا نظري علم حاصل ھوگیا ھے -

تمام جماعتیں جو في الحال سرمایہ دار طبقہ سے برسر جنگ ھیں ' انمیں صرف مزدوري پیشہ جماعت ھي ایک حقیقي انقلابي جماعت ھے - باقي تمام دوسري جماعتیں موجودہ صنعت کے سامنے سڑتي اور گلتي چلي جاتي ھیں - اور یہ کچھہ عجیب نہیں ' کیونکہ مزدوري پیشہ طبقہ ھي صنعت و حرفت کي خاص اور براہ راست پیداوار ھے -

رھا ادنی اور متوسط طبقہ ' چھوٹے چھوٹے دستکار ' معمولي دکاندار ' زراعت پیشہ زمیندار ' تو یہ سب سرمایہ دار طبقہ سے اس لئے جنگ کر رھے ھیں کہ متوسط طبقہ کے رکن ھونے کے لحاظ سے اپني حیثیت برقرار رکھیں - یہ جماعتیں انقلابي نہیں بلکہ قدامت پسند ھیں - قدامت پسند ھي نہیں بلکہ رجعت پسند بھي ھیں - وہ تاریخ کا چکر لوٹا کر الٹا چلانے کي کوشش کر رھي ھیں - اگر وہ کبھي انقلابي ھو بھي گئیں ' تو صرف اس خوف سے ھونگي کہ مبادا مزدوري پیشہ طبقہ میں جبراً دھکیل نہ دي جائیں -

گزشتہ سوسائٹي کے معاشرتي حالات اب مزدوروں کے معاشرتي حالات میں مدغم ھو چکے ھیں - مزدوري پیشہ طبقہ بغیر کسي ملکیت کے ھے ' اسکے اپنے بیوي بچوں سے رشتے سرمایہ دارانہ خانداني رشتوں سے بالکل مختلف ھیں - موجود صنعتي محنت اور سرمایہ داري نے انگلینڈ ' فرانس ' امریکہ ' اور جرمني میں مزدوروں کے تمام قومي اخلاق خراب کر ڈالے ھیں - مزدوروں کے حق میں قانون ' اخلاق ' مذھب ' ٹٹیاں ھیں جنکے پیچھے بیٹھکر سرمایہ دار انھیں شکار کیا کرتے ھیں -

تمام گزشتہ جماعتوں نے طاقت پا کر ھمیشہ یہي کوشش کي ھے کہ اپني حیثیت مضبوط کرنے کیلیے تمام سوسائٹي کو اپنے ھي طریق عمل کا پابند کردیں - مزدوروں کو بھي اسي اصول پر عمل کرنا چاھئے - وہ سوسائٹي کي بار آور قوتوں پر قابو حاصل نہیں کر سکتے جبتک کہ سکے تمام پرانے دستوروں کو منسوخ نہ کردیں - خود مزدوروں کے پاس کوئي ایسي چیز نہیں جسکي انھیں حفاظت کرني ضروري ھو - انھیں شخصي ملکیت کي تمام سابق پابندیاں اور ضمانتیں منسوخ کردني چاھئیں -

تمام پچھلي تاریخي تحریکیں یا تو آبادي کي اقلیت کي تحریکیں تھیں ' یا انکے مفاد کیلیے تھیں - لیکن مزدوروں کي تحریک بالکل دوسري ھي نوعیت کي ھے - وہ عظیم الشان اکثریت کي ایک حساس تحریک ھے اور عظیم الشان اکثریت کے مفاد کیلیے ھے -

مزدوري پیشہ طبقہ ' موجودہ سوسائٹي کي سب سے نچلي پرت ھے - وہ اس وقت تک نہیں اٹھہ سکتا ھے ' جبتک کہ اوپر کے وہ تمام پرت جنسے حاکمانہ سوسائٹي مرتب ھے ' پرزے پرزے کر کے اڑا نہ دیے جائیں -

اگرچہ مزدوروں کا قیام قومي بنیادوں پر نہیں ھے ' لیکن سرمایہ داروں کے برخلاف انکي جد و جہد ضرور قومي ھے - ھر ملک کے مزدوروں کو قدرتي طور پر سب سے پہلے اپنے یہاں کے سرمایہ داروں سے نپٹ لینا چاھئے

* * *

ابن بطوط کی سیاحت

(ایشیائي تاریخ میں اُس کا مرتبہ)

(عبد اللہ عنان ایک مصري اھل قلم کے قلم سے)

عین اُس زمانے میں جبکہ مارکو پولو نے اپني ایشیائي سیاحت ختم کي ' طنجہ (مراکش) میں ایک مسلمان سیاح پیدا ھوا (۷۰۳ ھ - سنہ ۱۳۰۴ ع) اِس کا نام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ تھا - بعد میں دنیا نے اُسے ابن بطوطہ کے نام سے جانا - آٹھویں صدي ھجري کي چند ممتاز شخصیتوں میں سے ایک شخصیت اس کي بھي ھے -

ابن بطوطہ کي طفولیت اور ابتدائي تعلیم و تربیت سے ھم ناواقف ھیں - لیکن اُس کے سفر نامے سے معلوم ھوتا ھے کہ اُس نے دیني علوم میں پوري طرح مہارت حاصل کرلي تھي - ھم اُن اسباب سے بھي ناواقف ھیں جنھوں نے اِس طویل سیاحت پر اُسے آمادہ کیا - زیادہ سے زیادہ ھم یہ جانتے ھیں کہ ۲۲ سال کي عمر میں اُسے حج اور بیت اللہ کي زیارت کا شوق پیدا ھوا اور اِسي ارادے سے وہ وطن سے نکلا - معلوم ھوتا ھے اِس سفر کے لیے اُس کي مادي طیاري کافي نہ تھي - تاھم وہ جرأت کرکے چل پڑا اور مغرب اقصی کے بڑے بڑے شہر : تلمسان ' الجزائر ' بجایہ ' قسطنطنیہ سے گزرتا ھوا تیونس پہنچا اِس وقت سیاح کا آغاز شباب تھا - غریب الوطني کے مصائب سے ناآشنا تھا - خود بیان کرتا ھے کہ جب تیونس میں اُسے کسي نے اجنبیت کي وجہ سے سلام نہ کیا " تو اُس کا دل بے اختیار ھوگیا - آنسو جاري ھوگئے - اور سخت رنج و الم محسوس ھوا ! "

حاجیوں کے قافلہ کے ساتھہ وہ پہلے طرابلس پھر اسکندریہ پہنچا - یہ اُس کے سفر کا دسواں مہینہ تھا - اسکندریہ ' اُسے بہت پسند آیا اور اُس نے گوارا نہ کیا کہ سرسري طور پر دیکھہ کر آگے بڑھ جائے - چنانچہ وہ ٹھہر گیا اور ایک محقق سیاح کي طرح شہر اور اُس کے آثار کي تحقیقات شروع کردي - یہاں سے فارغ ھوکر قاھرہ پہنچا - پایۂ تخت کي عمارتیں ' مسجدیں ' اھرام دیکھے - پھر پورے ملک کی ایک سرے سے دوسرے سرے تک سیاحت کي - اِسي قدر نہیں بلکہ وہ مصر کے علماء ' امراء ' حتی کہ بادشاہ تک سے ملا - یہ زمانہ ملک ناصر بن قلاوؤن کا تھا -

مصر سے صحراء سینا کي راہ فلسطین پہنچا اور وھاں کے اسلامي اور مسیحي مقامات مقدسہ کی سیر کي - پھر شام گیا اور تمام بڑے بڑے شہر اور آثار دیکھے - شام سے صحراء کو عبور کرکے حجاز پہنچا اور حج سے مشرف ھوا -

ھم کہہ چکے ھیں کہ اُس نے حج کي نیت سے سفر شروع کیا تھا - مگر اُس میں کامیاب ھونے کے بعد وہ وطن واپس نہیں ھوا - معلوم ھوتا ھے اِسي زمانے میں اُسے مشرقي دنیا کي سیاحت کا خیال پیدا ھوا - چنانچہ وہ عراق کے ارادے سے چل پڑا اب اُسے صحراء عرب سے گزرنا تھا - یہ مرحلہ بہت ھي سخت تھا - اب تک اسے کوئي ایسا خطرناک سفر پیش نہیں آیا تھا - تاھم وہ بے خوف و خطر روانہ ھوجاتا ھے - درحقیقت ابن بطوطہ کي سیاحت اور

برید فرنگ

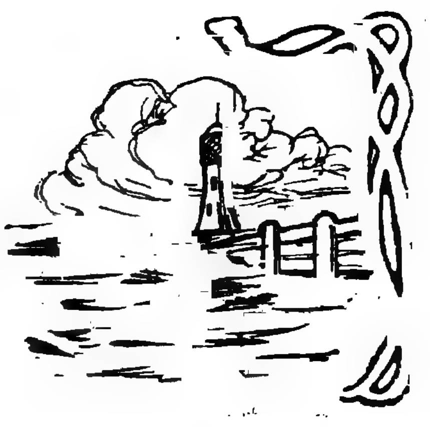

هوائی سفر کا ایک نیا تجربه !

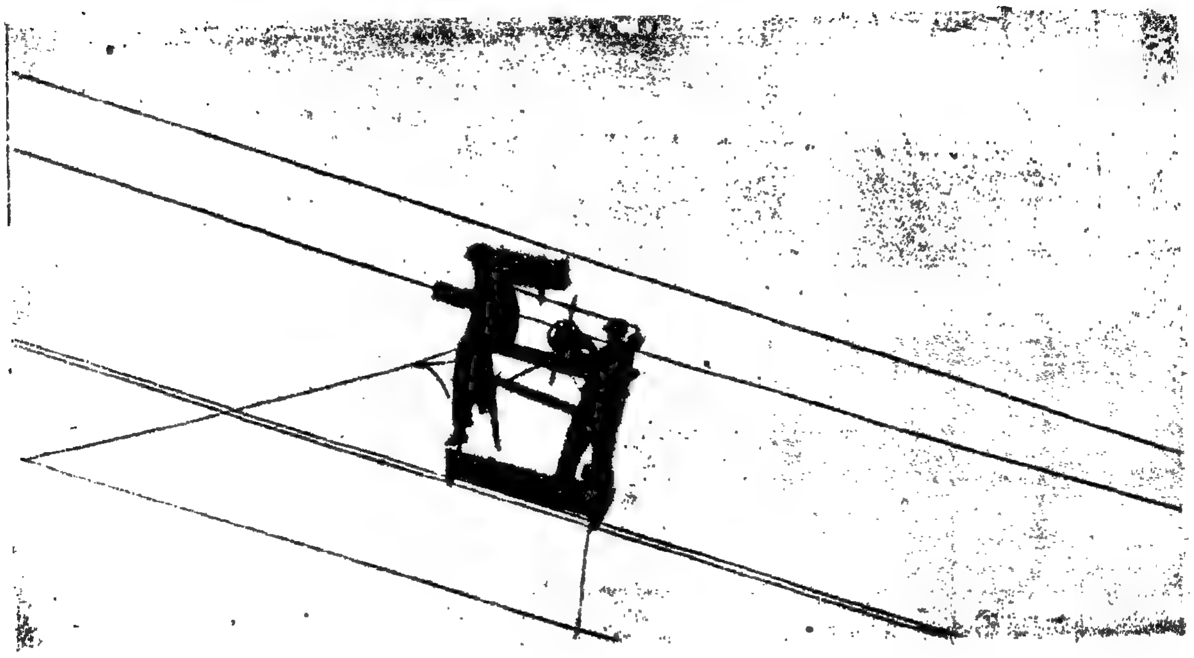

سائنٹفک امریکن کي آخري اشاعت نے امریکه کے ایک نئے فضائي تجربه کي روئداد شایع کي ھے - معمولي اتفاقات کس طرح علمي تجارب کے نئے نئے دروازے کھول دیتے ھیں ؟ یه واقعه اس حقیقت کي ایک تازہ مثال ھے !

واشنگٹن کے قریب ایک بحري تنگ نائے پر بجلي کے تاروں کا سلسله قائم ھے - یه تار معمولي کھمبوں پر نصب ھیں - جس طرح کے کھمبے ھر جگه تار کا سلسله قائم کرنے کے لیے استعمال کیے جاتے ھیں - پچھلے دنوں بجلي کے کارخانه کے بعض افسروں نے اراده کیا که اگر تار کا تمام سلسله رنگ دیا جاے تو حفاظت اور پائداري کے لیے بہتر ھوگا - لیکن مشکل یه پیش آئي که موجوده نصب و قائم حالت میں رنگنے کا انتظام کیونکر ھو ؟ تار کا بڑا حصه تنگ نائے کے اوپر سے گزرا ھے ' اور نہایت بلندي پر واقع ھے - کوئي کشتي ' کوئي جهاز ' کوئي سواري ' اس غرض کے لیے کام نہیں دے سکتي تھي - بالاخر انھوں نے غور کرنا شروع کیا که خاص اس غرض کے لیے کوئي نیا ذریعه پیدا کیا جا سکتا ھے یا نہیں ؟ تھوڑي سي کاوش کے بعد وہ ایک نیا مگر عجیب قسم کا ذریعه پیدا کرنے میں کامیاب ھوگئے - نوعیت کے اعتبار سے یه نہایت سهل اور ساده قسم کي چیز ھے - لیکن محل استعمال کے لحاظ سے ایک عظیم فضائي تجربه کا دروازہ کھول رھي ھے - اس تجربه سے ثابت ھوگیا که اگر ضرورت پیش آجاے ' تو ایسي فضائي سواري استعمال کي جا سکتي ھے جو تار کے معمولي سلسلوں پر ایک نقطه سے دوسرے نقطه تک بغیر کسي خطرے کے سوار کو پہنچا دے !

تصویر میں یه سواري تار پر چلتي ھوئي نظر آ رھي ھے - دوسري تصویر میں وہ ابتدائي نقطه دکھلایا گیا ھے جہاں سے روانگي شروع ھوئي ھے ' اور پہلي میں درمیاني حالت دکھلائي ھے - یه ایک پتلا سا تختہ ھے جس میں ھاتھه سے چلانے کي چرخي لگي ھے ' اور چھوٹے چھوٹے پہیوں سے تار پر دوڑ رھا ھے - سائنٹفک امریکن کا نامه نگار کہتا ھے " دو آدمي اس آله پر سوار ھوے اور بغیر کسي حادثه کے تار پر سفر کرتے ھوے چلے گئے " اس اتفاقي تجربے سے ثابت ھوگیا که تار پر معلق چلنے والي ٹرینوں کي تجویز پوري طرح کامیاب ھو سکتي ھے - نیز اگر ضرورت پیش آجاے ' تو دنیا کي بڑي بڑي بحري آبنائیں معلق سواریوں کے ذریعه به آساني زمین سے ملا دي جا سکتي ھیں -

معلوم هے که اُس عهد کے قیصر کا نام اندرو نیکوس ثالث تها اور اُسکا باپ اندرونیکو ثاني تها -

اُس زمانے میں قسطنطنیه اپني سابق عظمت سے بهت کچهه محروم هوچکا تها - ستر برس پہلے صلیبي مجاهدوں نے اُسے فتح کیا اور بهت کچهه برباد کرکے چلے گئے - تاهم اب بهي وه عروس البلاد تها - اِبن بطوطه نے پوري تدقیق سے اُس کا حال لکها هے - ایک جگه کہتا هے :

" یه شهر بهت هي عظیم الشان هے - دو حصوں میں منقسم هے - وسط میں ایک بهت زیاده مد و جزر رکهنے والا دریا موجزن هے - (یعني قرن الذهب) اِس دریا کا نام " ابسمي " هے - شهر کے ایک حصے کا نام " اصطنبول " هے اور دریا کے مشرقي کنارے پر آباد هے - اِسي میں قصور شاهي اور امراء کے محل هیں - یه حصه بهت آباد هے - بازار پر رونق هیں - سڑکیں کشاده اور پخته هیں - شهر ایک پهاڑ پر آباد هے جو نو میل تک سمندر میں پهیلتا چلا گیا هے - اُس کي چوٹي پر ایک چهوٹا سا قلعه اور شاهي محل هے - ایک دیوار اِس پهاڑ کو گهیرے هوئے هے اور سمندر کي طرف سے اُسے مسخر کرنا نا ممکن هے - اِسي حصے کے وسط میں کلیسا ایا صوفیا هے - شهر کے دوسرے حصے کا نام " غلطه " هے - وه دریا کے مغربي کنارے پر هے - اِس حصے میں فرنگي نصاری رهتے هیں - چنانچه جنیوا ' وینس ' روم ' فرانس ... کے باشندے موجود هیں "

عرب سیاح نے بڑي تفصیل سے قسطنطنیه کے گرجوں اور خانقاهوں کا حال لکها هے - خاص شاهي اذن سے اُس نے ترجمان کے ساتهه اِن تمام مقامات کي سیر کي تهي -

قسطنطنیه میں چند هفتے مقیم رها - یوناني تمدن کا اُس کے دل و دماغ پر گہرا اثر پڑا - پهر وه دو باره اناطولیا طے کر کے ترکستان کي طرف بڑها اور خوارزم میں اترا - اُس وقت یه صوبه مذکور الصدر سلطان محمد ازبک کے زیر نگیں تها - یہاں سے بخارا پہنچا - شهر تاتاري حمله سے برباد هو چکا تها - عرب سیاح نے حضرت امام بخاري جامع حدیث کي قبر کي زیارت کي - پهر بلوچستان هوتا هوا هندوستان میں داخل هوا ' اور سنه ۷۳۴ ھ میں پنجاب پہنچ گیا -

ابن بطوطه کا سفر هندوستان بهت طویل تها - اُس نے اِس بر اعظم کو مشرق سے مغرب تک اور شمال سے جنوب تک طے کیا - حتی که سیلون تک پہنچا - هندوستان کے مسلمان بادشاهوں سے ملاقاتیں کیں - سلطان محمد شاه سے بهت تقرب حاصل هوگیا تها - یہاں وه کئي سال رها اور منصب قضاء پر مامور هوگیا - نیز کئی سیاسي سفارتوں پر بهي گیا ' اور پادشاه کی بهت سي خدمات بجا لایا -

هندوستان کے حالات ابن بطوطه نے بهت تفصیل سے بیان کیے هیں - هندؤں کے رسم و رواج ' عبادات ' عادات پر بحث کي هے - هندوستان میں ایک مرتبه اُسے ڈاکؤں نے لوٹ لیا تها - اُس کے کاغذات بهي لے گئے تهے - سیاح اپنے کاغذات کے نقصان پر بهت متأسف هے - کیونکه اُن میں اُس کے سفر کي یاد داشتیں بهي تهیں -

هندوستان سے وه جاوا اور سماٹرا گیا - پهر شمال کي طرف روانه هوا - وه هم سے کہتا هے که یه سفر چین کا تها - مگر تفصیل سے معلوم هوتا هے که وه چیني هندوستان اور جنوبي چین سے آگے نہیں بڑها - شمال میں اُس کا سفر بهت هي محدود تها - چین سے پهر جاوه کے طرف لوٹا - جاوه سے هندوستان آیا - پهر فارس ' عراق ' شام ' مصر هوتا هوا تیونس پہنچا - تیونس سے جهاز پر بیٹها ' اور سنه ۷۵۳ ھ میں فاس پہنچ گیا - یعني کامل ۲۵ - سال سفر کے بعد وطن واپس هوا !

لیکن اپنے وطن طنجه میں اُس کا قدم زیاده دن تک نہیں جما - اندلس کي سیاحت پر روانه هوگیا - اُس وقت یه اسلامي سلطنت سمٹ کر غرناطه کے علاقه میں محصور هوگئي تهي - سلطان ابو الحجاج یوسف بن الولید النصري کا زمانه تها - ابن بطوطه نے وهاں کے علماء و فقهاء سے ملاقاتیں کیں ' قدیم آثار دیکهے ' پهر مراکش واپس آ گیا -

مگر یه واپسي بهي عارضي تهي - تهوڑے هي عرصه بعد صحراء اعظم کي راه سے سوڈان کے سفر پر روانه هوگیا - لیکن یه اُس کا آخري سفر تها - سلطان ابو عنان شاه مراکش مزید سفر سے مانع هوا اور اپني مصاحبت پر اصرار کیا - یه واقعه سنه ۷۵۵ ھ کا هے - ابن بطوطه نے مسلسل ۳۰ برس تک سیاحت کي - ۲۲ برس کي عمر میں سیاحت شروع کي اور ۵۵ - برس کي عمر میں ختم کي -

ابن بطوطه سلطان مراکش کا درباري بن گیا - سلطان اُس کے حالات سفر سن کر بهت مسرور هوتا تها - بعض لوگ ابن بطوطه کي صداقت میں اُسي طرح شبه کرتے تهے ' جس طرح اِس کے پیشرو مارکو پولو کو اُس کے هم عصروں نے غلط بیان قرار دیدیا تها - ابن بطوطه کو ابناء زمانه کي اِس بے قدري پر بهت افسوس تها - ایک جگه وه نهایت رنجیده هوکر لکهتا هے " خدا جانتا هے میرے بیانات صحیح هیں - خدا کي گواهي میرے لیے کافي هے "

علامۂ ابن خلدون نے جب اپني تاریخ کبیر مدون کرنا شروع کي ' تو ابن بطوطه اور اُس کي سیاحت کا قصه تازه تها - وه اپنے مقدمه میں لکهتے هیں :

" سلطان ابو عنان کے عهد میں طنجه کا ایک شخص ابن بطوطه نام مراکش میں آیا - یه مشرق میں سیاحت کرچکا تها - عراق ' یمن هندوستان وغیره ممالک میں پهرا تها - شاه هند کے پایۂ تخت دهلي میں بهي گیا تها ' اور سلطان محمد شاه کا مقرب هوگیا تها ' حتی که عهدۂ قضا پر بهي مامور هوگیا - سفر سے واپسي کے بعد اُسنے سلطان ابو عنان کے دربار میں رسوخ حاصل کیا - وه اپنے عجیب عجیب مشاهدے بیان کیا کرتا تها - حتی که بهت سے لوگ اُسے جهوٹا سمجهنے لگے تهے - ایک دن میں نے سلطان کے وزیر فارس بن وردار سے اِس بارے میں گفتگو کي اور بتایا که لوگ کس طرح اُس کي تکذیب کر رهے هیں - وزیر نے صحیح جواب دیا " تمهیں اُن سلطنتوں کے حالات کا انکار نہیں کرنا چاهیے جن سے ناواقف هو "

اِبن بطوطه کو مارکو پولو پر کئي حیثیتوں سے امتیاز حاصل هے - آخر الذکر نے بر اعظم ایشیا کا صرف وسطي حصه دیکها تها - لیکن اِبن بطوطه کي سیاحت بهت طویل تهي - ایشیا کے علاوه افریقه کے بهت سے حصے اور یورپ میں قسطنطنیه اور اُندلس کي بهي اُس نے سیر کي تهي - پهر اُس کے مشاهدات بهت زیاده محققانه تهے - اُس کا سفرنامه اُس عهد کے ایشیا اور افریقه کي تاریخ اور جغرافیه میں بهت زیاده اهمیت رکهتا هے - اُس کا اِسلوب بیان بهي زیاده شگفته ' مکمل ' اور علمي هے -

صلیب اور خون

(بیوریا میں ایک پر اسرار عورت !)

یورپ کي عقل پرستي اور مشرق کي توھم پرستي کا غلغلہ صدیوں سے بلند ہے - مشرقي ممالک میں عام طور پر یہ خیال پیدا کردیا گیا ہے کہ ھر طرح کي توھم پرستي اور غیر معقول خوش اعتقادي صرف مشرقي اقوام ھي میں پائي جاتي ہے - باشندگان یورپ کے عقل و دماغ اِن تمام امراض سے محفوظ ھیں ! لیکن واقعہ یہ ہے کہ سنہ ۱۹۲۷ کے یورپ میں بھي ھزاروں لاکھوں انسان ایسے موجود ھیں ' جنکي مذھبي توھم پرستیاں کسي طرح بھي مشرقي اقوام کي خوش اعتقادیوں سے کم نہیں ھیں !

یورپ کي پچھلي ڈاک کے اخبارات سے معلوم ھوتا ہے کہ بیوریا کے ایک کاشتکار خاندان کي لڑکي تھریسا نیومین نامي کي نسبت ھزاروں لاکھوں انسانوں کا اعتقاد ہے کہ وہ ایک مسیحي معجزہ کے اعلان کے لیے بھیجي گئي ہے - دور دور سے لوگ اُس کي زیارت کے لیے آتے ھیں ' اور یقین کرتے ھیں کہ اُس کي زیارت سے اور اس کا دامن چھو لینے سے ھر طرح کي بیماریوں سے نجات مل جاتي ہے !

یہ " مسیحي معجزہ " کیا ہے ؟

بائیں جانب تھریسا ہے - دھني جانب ایک راھبہ ہے
جو اُسے گرجا لے جا رھي ہے !

تھریسا بے ھوشي کي حالت میں

بیان کیا جاتا ہے کہ تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد یہ لڑکي بے ھوش ھو جایا کرتي ہے - اور بے ھوشي کي حالت میں اسکے تمام جسم پر صلیب کے سے نشان پڑجاتے ھیں - نیز پیر کے تلوؤں سے خون بھي جاري ھو جاتا ہے - جب ھوش میں واپس آتي ہے ' تو صلیبي نشان معدوم ھو جاتے ھیں ' اور خون کا بہنا بھي بند ھو جاتا ہے - اخبارات کا بیان ہے کہ نہ صرف علاقہ کے پادریوں نے بلکہ سرکاري افسروں نے بھي بے ھوشي کي حالت میں اِس لڑکي کا معائنہ کیا ہے ' اور سب متفقہ طور پر تصدیق کرتے ھیں کہ صلیب کے نشان جسم پر نمایاں ھو جاتے ھیں - عجب نہیں یہ لڑکي ھسٹریا یعني اختناق الرحم کي کسي غیر معروف قسم میں مبتلا ھو -

بالشویك روس کی عدالت

جو نو جاسوسوں کے قتل کا فیصلہ لکھہ رہي ہے !

ابهي تهوڑا عرصہ ہوا ‘ خبر آئي تهي کہ حکومت روس نے ۲۶ آدمیوں کو جاسوسي کے جرم پر گرفتار کیا ہے جن میں سے ۹ ملزموں کو قتل کي سزا دي گئي - یہ مرقع اُسي مقدمہ سے تعلق رکهتا ہے - اور گریفک لندن کے نامہ نگار نے موسکو سے بهیجا ہے -

روسي تبلیغ و اشاعت

حال میں روسیوں نے ایک قومي میلہ کي تقریب پر ایک نہایت دلچسپ مجسمہ ” سرمایہ داري “ کا طیار کیا تها جو ایک موٹر کار پر نصب تها اور تمام قصبوں اور قریوں میں اُسکي نمایش کي گئي تهي - یہ مجسمہ کرہ کا ایک ڈهانچا ہے ‘ جسکے اوپر ایک انسان بیٹها ہوا ہے - کرہ سے مقصود تمام دنیا ہے ‘ اور انسان سے مقصود ” سرمایہ داري “ کي طاقت ہے - گویا سرمایہ داري نے تمام کرۂ ارضي اپنے قبضہ میں کر رکها ہے !

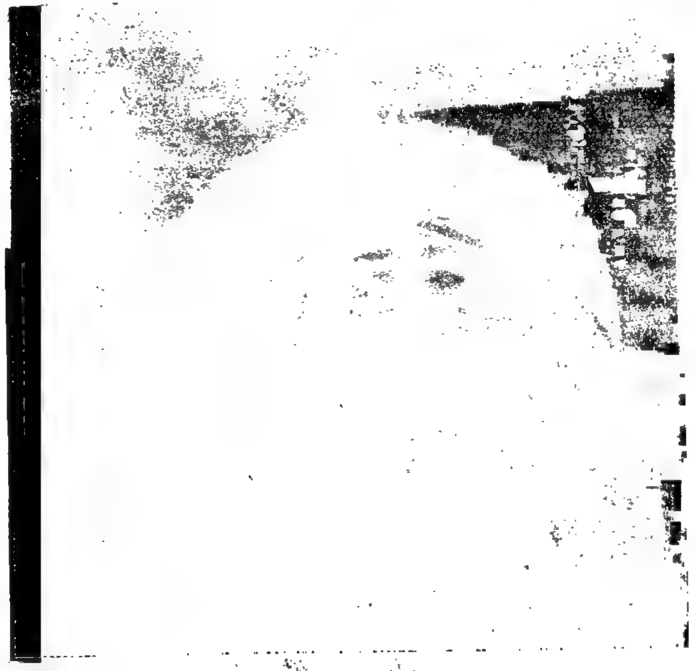

” سرمایہ داري “ کي ہمہ گیري و عالم افگني کي مجسم تمثیل !

لاسلکی عکاسی

(۱)

(۲)

یہ دو تصویریں ” لا سلکي عکاسي “ کے تجارب کا آخري تجربہ پیش کرتي ہیں ” لا سلکي عکاسي “ سے مقصود وہ نیا انکشاف ہے جس کے ذریعہ دور دراز مقامات سے بغیر رویت و حضور کے تصویر لیلي جا سکتي ہے - امریکہ میں اس کا تجربہ نہایت تیزي سے ترقي کر رہا ہے - ستمبر کے اواخر میں متعدد تصویریں کامیابي کے ساتهہ لي گئیں - تصویر نمبر ۱ ایک عورت کي تصویر ہے جو تصویر لینے کے مقام سے کئي میل کے فاصلہ پر تهي - تصویر نمبر ۲ بهي ایک ایسي هي تصویر ہے لیکن اس میں نمبر ۱ سے زیادہ کامیابي ہوئي ہے - یہ تجربہ جب پوري طرح کامیاب ہو جایگا ‘ تو جس طرح ریڈیو مراکز کے ذریعہ دنیا کے ہر حصہ کي صدائیں سن لي جا سکتي ہیں ‘ اُسي طرح ہر منظر اور وجود کي تصویر بهي بہ آساني کهینچ لي جائیگي !

تاریخ شرق جدید کی تاریخی شخصیتیں

مدحت پاشا

شہید حریت و دستور

مدحت پاشا کے وہ خطوط جو اُس نے قید خانہ طائف سے اپنے عزیزوں کے نام بھیجے تھے

(۱)

"آج بچوں کی تصویریں پہنچیں۔ میں نے تمھارے خطوں کے جواب بھیجدیئے تھے۔ معلوم ہوتا ہی نہیں ملے۔ کیونکہ تم نے اُن کی طرف کوئی اشارہ نہیں کیا۔

سمرنا سے مجھے استامبول لے گئے۔ وہاں قصر یلدز میں مجھ، اور محمود پاشا اور نوری پاشا کو علحدہ علحدہ حجروں میں قید کر دیا۔ مجھ سے کہا گیا کہ تحقیقات سے ثابت ہو گیا ہے سلطان عبد العزیز نے خود کشی نہیں کی ہے۔ بلکہ سلطان مراد اور اُن کی والدہ کے اشارے سے محمود پاشا اور نوری پاشا نے اُنھیں قتل کرایا ہے۔ اور یہ کہ خود میں، خیر اللہ آفندی، اور رشدی پاشا بھی اس قاتلانہ سازش میں شریک ہیں۔ پھر کہا گیا کہ مصطفےٰ پہلوان، حاجی محمد، مصطفےٰ جزائری، سلطان عبد العزیز کے تینوں خادم اصلی قاتل ہیں۔

حالانکہ یہ سب جھوٹ ہے کیونکہ یہ تینوں شخص، عبد العزیز کی وفات کے وقت نظر بند تھے۔ اگر بفرض محال عبد العزیز کو کسی نے قتل ہی کیا ہو تو کسی حال میں بھی میرے یا رشدی پاشا کے خلاف شبہ کرنے کی کوئی وجہ موجود نہیں۔ سلطان کی وفات کے وقت اُن کی والدہ اور تین سو بیویاں اور کنیزیں محل میں موجود تھیں۔ پانچ برس گزر گئے، مگر آجتک اُنھوں نے کبھی اشارۃً کنایۃً بھی نہیں کہا کہ سلطان قتل کئے گئے ہیں۔

میں نے محل شاہی میں نام نہاد عدالت کے سامنے پوری تفصیل سے تمام واقعات بیان کئے۔ تمام ججوں کو مجبوراً تسلیم کر لینا پڑا کہ واقعی کوئی ثبوت قتل کا موجود نہیں، بلکہ یہ سراسر بہتان ہے۔ مگر چونکہ سلطان عبد الحمید "خطرناک" لوگوں سے چھٹکارا حاصل کرنے پر کمربستہ تھے۔ اس لئے عدالت نے ۱۱- آدمیوں کو زبردستی مجرم قرار دے کر بے رحمانہ سزائیں دے دیں۔ عدالت کے بعض ایماندار ارکان نے آخر وقت تک اس فیصلہ میں شرکت سے انکار کیا۔ سلطان نے اُن کی ایمانداری کی بھی پوری قدر دانی کی اور ہماری طرح وہ بھی قیدخانے بھیجدیئے گئے!

سلطان سے میری کوئی ملاقات نہیں ہوئی۔ بعض مصاحب ہر [illegible] میرے پاس سلطان [illegible] کر کے آتے تھے اور [illegible] دے جاتے تھے۔ ایک دن یہ پیغام پہونچا کہ سلطان کو میری اس مصیبت کا نہایت قلق ہے۔ میری جلاوطنی پر وہ انتہائی افسوس کے ساتھ مجبور ہو گئے ہیں۔ لیکن پوری ہمدردی سے مجھے اجازت دی ہے کہ اپنا خاندان اپنے ساتھ رکھ سکتا ہوں!" نیز مجھے اذن شاہی حاصل ہوا کہ اپنے عزیزوں کو اگر چاہوں، خط لکھ دوں۔ میں نے خطوط لکھ کر دے دئے، مگر افسوس ہے کہ وہ تم لوگوں تک نہیں پہنچائے گئے۔

مجھے یقین تھا کہ رَوڈس یا عکّا کو جلاوطن ہو رہا ہوں۔ میرے خادم عارف کو افسروں نے جہاز کے ایک کمرے میں قید کر دیا۔ میرے پاس پہننے کا ایک کپڑا بھی نہیں تھا۔ حتیٰ کہ رات کا لباس بھی موجود نہ تھا۔ جو کپڑے میرے بدن پر تھے، وہی پہنے رہا۔ اتفاق سے ایک دن میں نے خادم کو دیکھ لیا۔ اُس کے پاس میرے رات کے پہننے کا کرتا موجود تھا۔ وہ میں نے پہن لیا اور بدن کے کپڑے اُتار کر خود اپنے ہاتھ سے دہوئے اور اُس وقت تک کمرے میں چھپا بیٹھا رہا جب تک کپڑے سوکھ نہ گئے۔ اب دُنیا سے مجھے نفرت ہو گئی ہے اور چاہتا ہوں جلد اپنے پروردگار کے سامنے پہنچ جاؤں!

ہم تمام رفقائے مصیبت جہاز "عزالدین" پر سوار کر دیئے گئے کچھ نہیں معلوم تھا کہاں جا رہے ہیں؟ محمود پاشا کو ایک نہایت غلیظ کمرے میں رکھا گیا۔ نوری پاشا اور میں بھی ایسے ہی کمروں میں اُتارے گئے۔ پھر دروازوں پر قفل چڑھا دیئے گئے۔

ہم جدہ پہنچے۔ بحر احمر کی گرمی بہت ہی سخت ہوتی ہے۔ ہماری تندرستی کو بہت نقصان پہونچا۔ ہمارے کمرے پاخانوں کے قریب تھے بدبو سے دماغ پھٹا جاتا تھا۔ نوری پاشا تو جہاز ہی میں پاگل ہو گئے تھے۔ ابتک اُن کا دماغ درست نہیں ہوا۔

جدہ پہنچتے ہی ہم سمجھ گئے کہ طائف میں قید ہونا ہے مگر ہم باہم کوئی گفتگو نہیں کر سکتے تھے۔ کیونکہ ہر ایک کے ساتھ آٹھ آٹھ مسلح سپاہی تھے اور بولنے کی سخت ممانعت تھی۔ ہم سے ازحد ذلت کا برتاؤ کیا گیا کشاں کشاں مکہ معظمہ پہنچے۔ اور حرم شریف کے قریب بعض گھروں میں قید کر دیئے گئے۔ ہم خاص مسجد کعبہ میں موجود تھے۔ مگر ایک مرتبہ بھی ہمیں زیارت کی اجازت نہیں دی گئی!

ہم طائف پہنچے اور [illegible] علحدہ علحدہ کوٹھریوں کے اندر قید کر دیئے گئے۔ ہر کمرے کے سامنے ننگی تلواریں لئے سپاہی کھڑے رہتے ہیں۔ باہم گفتگو کی سخت ممانعت تھی، مگر اب اُٹھ گئی ہے کیونکہ پاسبانوں نے دیکھا، اس پابندی کی تعمیل ممکن نہیں۔

سلطان کا فرمان، شریف مکہ کو پہونچا کہ یہ لوگ (یعنی ہم جلا وطن ہیں۔ اندیشہ ہے بھاگ جائیں گے۔ پوری سختی سے نگرانی ہونی چاہئے۔ یہ حکم پاتے ہی شریف نے کمروں کے روشن دانوں کو بھی بند کرا دیا اور ہمارے پیروں میں لوہے کی بیڑیاں ڈال دیں۔ مگر اب بیڑیاں کاٹ دیگئی ہیں۔ کیونکہ بیماری نے ہمیں اس قابل ہی نہیں رکھا کہ یہ بوجھ برداشت کر سکیں۔

خوش قسمتی سے ایک شریف آدمی کی ہمدردی حاصل ہو گئی ہے یہ ہمارے خطوط تم تک پہنچایا کرے گا۔ پچھلے خطوط، جو تمھیں ملے، اسی کے ذریعے بھیجے گئے تھے۔ جب میں نے اپنے رفیقوں کو اطلاع دی کہ میرے اور اُنکے خطوط، منزل مقصود پر پہنچ گئے، تو وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ کیونکہ ہر ایک کے بچے ہیں اور اُن کی ملاقات کی تمنا رکھتے ہیں۔ اگر ہم نے جرم کیا ہوتا تو اس خیال سے دل کو تسکین دے سکتے کہ یہ ہمارے جرم کی سزا ہے، لیکن ہم نے تو کوئی جرم نہیں کیا ہے۔ بجز اس کے کہ سلطنت اور امت کی اصلاح و ترقی چاہی ہے۔ اگر یہی جرم ہے، تو افسوس اُس ملک پر جہاں اصلاح و ترقی جرم سمجھی جائے!

میرے رفقا، انتہائی غم و الم میں ہیں۔ یہ بالکل قدرتی بات ہے لیکن میری حالت اُن سے بہتر ہے۔ میں اب ۶۰ برس سے تجاوز کر چکا ہوں۔ اس عمر کا آدمی کتنے برس اور جی سکتا ہے؟ تمھیں یاد ہوگا کہ گزشتہ سال ہی سے میرا عزم تھا کہ خلوت کی زندگی اختیار کر لوں۔ سفر آخرت کی طیاری میں باقی دن گزار دوں۔ معلوم ہوتا ہے خدا نے یہ اُسی کا سامان کر دیا ہے!

مدت سے تمنا تھی کہ ذہن کو تلاوت قرآن میں مشغول کر دوں مگر فرصت نہیں ملتی تھی۔ اب الحمد للہ پوری مہلت مل گئی اور میں نے "قد سمع اللہ" تک قرآن مجید از سر نو حفظ کر لیا ہے۔ میں نماز کی بھی پوری پابندی کرتا ہوں۔ شب و روز یاد خداوندی میں مصروف رہتا ہوں۔ آیت "ما اصاب من مصیبۃ الا باذن اللہ و من یؤمن باللہ، یہد قلبہ" ہر لمحہ میرے پیش نظر رہتی ہے۔ مجھے اس سے بڑی ہی تسکین حاصل ہوتی ہے۔ اپنے رب پر متوکل ہو گیا ہوں۔ اپنے تئیں اُس کے حوالے کر دیا ہے۔ تم بھی یہی کرو۔ اُس پر توکل کرو اور اُس کے سپرد ہو جاؤ!

اگر مجھے کوئی رنج ہے، تو وہ تمھاری اور بچوں کی جدائی کا ہے۔ خداوند جل و علا سے دعا ہے ہم سب کو پھر جمع کر دے۔ میرے مصنوعی دانت ٹوٹ گئے۔ یہاں اُن کی مرمت کرنے والا کوئی نہیں۔ کھانے میں اب مجھے ناقابل برداشت تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ میں نے ستا کو طلب کی تھی ابھی تک نہیں پہنچی۔ نیز لکھا تھا کہ تفسیر بیضاوی، تفسیر روح البیان، اور وہ نندزنگ کی فرانسیسی کتاب بھیجدو جسے میں اکثر پڑھا کرتا تھا۔ یہ سب کتابیں، سمرنا میں موجود ہیں۔ اگر بھیج سکو، تو روانگی میں دیر نہ کرنا۔

یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ بچوں کی تعلیم پر پوری توجہ صرف کر رہی ہو۔ علی حیدر، وسیمہ، صابرہ کو بہت بہت پیار کرو۔ وریہ خانم کو اور تمام ملازموں کو سلام۔

سمرنا میں دو صندوق، ساحلی کمپنی کے منیجر کے پاس چھوڑ آیا تھا ان میں میرے تمغے اور اعزازی سندیں ہیں۔ تاکید کر دی تھی کہ تمھیں دے دے۔ معلوم نہیں ان کا کیا حشر ہوا؟ اگر صندوق ابتک اسی خائن کے پاس ہیں، تو مجھے لکھو تاکہ اُسے یاد دہانی کر دوں

هندوستان اور مجموعه عالم

* * *

تمام دنیا میں جغرافیائي ، عمراني ، اور اقتصادي لحاظ سے هندوستان کي موجوده حیثیت کیا هے ؟

* * *

(۱)

(هندوستان کا رقبه)

ملک	رقبه ایکر کے حساب سے
هندوستان	۱،۱۶،۲۹،۱۹،۰۰۰
برطانوي هندوستان	۶۲،۰۷،۲۵،۰۰۰
یورپ	۲،۴۰،۰۰،۰۰،۰۰۰
جزائر برطانیا	۷،۷۱،۵۲،۰۰۰
ولایات متحدهٔ امریکا	۱،۹۰،۳۲،۶۹،۰۰۰
استریلیا	۱،۹۰،۳۶،۶۴،۰۰۰
کینڈا	۲،۳۹،۷۰،۸۲،۰۰۰
جرمني	۱۳،۳۵،۹۴،۰۰۰
فرانس	۱۳،۰۸،۵۴،۰۰۰
چین	۲،۵۰،۴۷،۲۸،۰۰۰
جاپان	۱۶،۶۸،۷۲،۰۰۰

هندوستان ، جرمن شهنشاهي سے ۷ - گنا زیاده بڑا هے -

هندوستان ، جاپاني سلطنت سے ۱۱ - گنا زیاده بڑا هے -

هندوستان ، جزائر برطانیا سے ۱۵ - گنا زیاده بڑا هے -

هندوستان ، بر اعظم یورپ کے برابر هے - باستثناء روس -

هندوستان میں ۷،۰۰،۰۰۰ دیهات هیں -

هندوستان میں ۶۷۷ دیسي ریاستیں هیں -

برطانوي هندوستان ، ۱۴ صوبوں پر منقسم هے - هر صوبه ، ضلعوں پر منقسم هے - هر ضلع ، تعلقوں یا تحصیلوں پر منقسم هے - هر تعلقه ، تهانوں پر منقسم هے - هر ضلع کا اوسط رقبه ۴،۵۰۰ مربع میل هے -

هندوستان کي دس میں نو حصه آبادي دیهاتوں میں رهتي هے -

هندوستان میں ۷ لاکهه دیهات هیں - اس کے معنے یه هے که اگر کوئي آدمي هر قریه میں صرف ایک دن ٹهرے ، تو پورے هندوستان کے دورے کے لیے ۱،۹۲۷ سال درکار هونگے -

هندوستان میں ایک لاکهه سے زیاده آبادي رکهنے والے ۳۱ شهر هیں -

(هندوستان کي آبادي)

کل دنیا	۱،۶۹،۶۵،۰۸،۰۰۰
کل هندوستان	۳۱،۹۳،۶۱،۰۰۰
برطاني هندوستان	۲۴،۷۰،۰۰،۰۰۰
جزائر برطانیا	۴،۲۹،۱۹،۷۰۰
جاپان	۶،۱۰،۸۱،۹۵۴
جرمني	۵،۱۸،۷۰،۷۲۲
فرانس	۳،۹۲،۰۹،۵۱۸
اٹلي	۴،۲۱،۱۵،۶۰۶
سوویت روس	۱۳،۲۰،۰۰،۴۱۳
چین	۴۳،۶۰،۹۴،۹۵۳
ولایات متحدهٔ امریکه	۱۱،۲۷،۸۶،۰۰۰

هندوستان کي آبادي ، دنیا کي مجموعي آبادي کا پانچواں حصه هے -

هندوستان کي آبادي ولایات متحده کي آبادي سے ۳ گني زیاده هے -

هندوستان کي آبادي فرانس کي آبادي سے ۸ گنا زیاده هے -

صرف مدراس اور میسور کي آبادي ، جاپان کے برابر هے -

صرف بمبئي کي آبادي ، اسپین اور پرتگال کي مجموعي آبادي سے زیاده هے -

هندوستان میں هر مربع میل کي اوسط آبادي ۱۷۷ هے -

اگر هر منٹ میں ۲۵ آدمي پر نظر ڈالي جائے ، تو پورے هندوستان کي آبادي دیکهنے کے لیے ۳۰ برس کا زمانه درکار هوگا !

(دنیا کي آبادي رنگ کے اعتبار سے)

(کل دنیا کي آبادي : ۱،۶۹،۶۵،۰۸،۰۰۰)

سفید فام	۹۳،۶۰،۰۰،۰۰۰
زرد فام	۵۱،۷۴،۸۸،۰۰۰
سیاه فام	۲۴،۳۰۶۰،۰۰۰

(سفید فام)

هندوستانی	۲۴،۵۰،۰۰،۰۰۰
ٹیوٹانک	۲۶،۶۷،۰۰،۰۰۰
سلاوي	۱۷،۶۰،۰۰،۰۰۰
لاطیني	۱۷،۲۰،۵۰،۰۰۰
یوناني	۹۵،۰۰،۰۰۰
باسکس	۴،۰۰،۰۰۰
افغان	۷۵،۰۰،۰۰۰
ایراني	۱،۰۰،۰۰،۰۰۰
عرب اور بربر	۲،۴۰،۰۰،۰۰۰
یهودي	۱،۵۰،۰۰،۰۰۰
قبطي	۸،۵۰،۰۰۰
دیگر اقوام	۹۰،۰۰،۰۰۰

(زرد فام)

چیني	۳۲،۳۰،۰۰،۰۰۰
جاپاني	۵،۶۵،۰۰،۰۰۰
کورین	۱،۷۰،۰۰،۰۰۰
ترک	۱،۲۰،۰۰،۰۰۰
امریکن دیسي ، اهل ملایا ، اور فلیپائن	۴،۰۰،۰۰،۰۰۰
منگولي	۳۰،۰۰،۰۰۰
کرغیز وغیره	۱،۰۰،۰۰،۰۰۰
ماگائر	۹۵،۰۰،۰۰۰
فنس	۳۵،۰۰،۰۰۰
اسکیمو اور سائبیرین	۱۰،۰۵،۰۰۰
سیامي	۸۵،۰۰،۰۰۰
برمي	۷۸،۹۰،۰۰۰
تبتي	۶۵،۰۰،۰۰۰

گیا ہوں۔ اخبارات کو یہ خبر شایع کرنے پر مجبور کیا گیا ہے۔ تعجب یہ ہے کہ فرانس کے اخبار "طان" تک کو گمراہی میں ڈال دیا گیا اور اُسنے بذریعۂ تار آستانہ کے اخباروں سے دریافت کیا۔ اس سے پہلے یہ افواہ مشہور کی گئی تھی کہ میں مجنون ہو گیا ہوں۔ معلوم نہیں اس کذب و دروغ سے حکومت کو کیا فائدہ حاصل ہوتا ہے؟

طائف - ۲۳ر صفر ۱۳۰۱ھ

(۷)

اپنے مرشد سلیمان آفندی کے نام

"… قسمت میں یہی تھا کہ ہم اپنے اہل و عیال اور مال و متاع سے جیتے جی دور اور اپنی آزادی سے محروم ہو جائیں۔ ہم جس مصیبت میں گرفتار ہیں، اُس کا تصور بھی کوئی نہیں کر سکتا۔ صرف ذات الٰہی باقی رہے گی۔ کوئی مخلوق بھی دائمی زندگی نہیں پائے گی۔ سب کے لئے زوال ضروری ہے:

لا یغرن امرأ عیشہ　　کل حی صائر للزوال!

یہ چند روزہ زندگی، ایک کھیل ہے۔ بلکہ ایک پل ہے جس پر سے انسان گزر جاتا ہے۔ زندگی کی حرص و طمع، لاحاصل ہے۔ ان مصائب پر اللہ تعالیٰ بندوں کا ثواب زیادہ کر دیتا ہے۔ ہمارے لئے انبیاء و اولیاء کا اسوۂ حسنہ موجود ہے۔ ان میں اکثر قید خانوں ہی میں مرے۔ امام ابو حنیفہ اور امام موسیٰ کاظم کی مثال ہر وقت میرے پیش نظر رہتی ہے۔

میری حالت اسوقت یہ ہے کہ ہر لمحہ یہ مقولہ زبان پر رہتا ہے۔ "کن فی الدنیا کانک غریب" (دنیا میں اس طرح رہو گویا پردیس میں ہو) زندگی کے آخری مرحلے تک پہنچ چکا ہوں۔ عمر ۶۰ سے زیادہ ہو گئی ہے۔ اب مجھے ہر لحظۂ حیات غنیمت سمجھنا چاہیے اور آخرت کی طیاری کرنی چاہیے۔ میرے پاس بعض کتابیں موجود ہیں۔ اُن میں آپ کا مجموعۂ رسائل بھی ہے۔ اس کتاب سے مجھے عبادت الٰہی میں بہت مدد ملتی ہے لیکن انسان تنہا اپنی رائے سے ہر قسم کی ریاضت نہیں کر سکتا، لہذا اے شیخ جلیل! میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ میری اُس راستہ کی طرف رہنمائی کیجئے جو خدا تک پہنچنے کا راستہ ہے۔ میں یہاں دور سے بھی آپ کے ہاتھ کو بوسہ دیتا ہوں۔ کیونکہ معنوی علاقہ، جسمانی اتصال کا محتاج نہیں۔ آپ مجھے تحریر کے ذریعہ ہدایت دیجئے۔ اگر یہ ممکن نہ ہو تو خود تشریف لائیے اور زبانی رہنمائی کیجئے۔ میں بے صبری سے آپکے تحریری یا زبانی جواب کا منتظر رہوں گا۔"

قید خانۂ طائف۔ ۱۹ شوال ۱۳۰۰ھ

(۸)

نعیمہ خانم کے نام

"گزشتہ ماہ ایک خط "سعید بک" کے فرضی دستخط سے بھیج چکا ہوں اس کے ایک ہفتہ بعد، دو پھوڑے نکل آئے۔ ایک پیٹھ میں، دوسرا پہلو میں۔ یہاں صرف ایک ڈاکٹر ہے اور وہ بھی نو مشق ہے۔ دوستوں کو میری بیماری سے سخت تشویش ہوئی۔ اُنھوں نے میری لاعلمی میں والی مکہ کو تجربہ کار طبیب بھیجنے کے لئے لکھا۔ مگر والی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میں صاحب فراش تھا اور قصر سلطانی سے برابر احکام آرہے تھے کہ مجھے اور میرے رفقاء کو قتل کر ڈالا جائے۔ چنانچہ ہمارا خاص کھانا موقوف کر دیا اور ہمارے نوکر بھی علحدہ کر دئے گئے۔ میں بستر مرگ پر پڑا تھا کہ ایک افسر نے آکر حکم پہونچایا "تمھیں بھی وہی کھانا ملے گا جو دوسرے تمام قیدیوں کو دیا جاتا ہے۔ لہذا بازار سے کوئی چیز نہ خریدو تمھارے خاص برتن بھی لے لئے گئے۔ قید خانہ کے برتنوں میں کھاؤ۔ یہ کپڑے بھی اپنے ہاتھ سے دھونا پڑینگے!" پھر اُسنے ہم سے کاغذ، قلم، دوات وغیرہ لکھنے پڑھنے کا تمام سامان بھی لے لیا اور چلا گیا۔

الحمد بعد میں نے تمھارے تمام خطوط پہلے ہی سے جلا دئے تھے، ورنہ انھیں ایک اور بہانہ ستانے کا مل جاتا۔ خیر اللہ آفندی کی بیوی اور دو برس کی عمر کا بچہ قلعہ کے قریب ایک مکان میں تھے۔ اُنھیں بھی نکال دیا گیا۔ اسوقت یہ لوگ مکہ میں مقیم ہیں۔

اس سختی سے حکومت کی غرض یہ ہے کہ ہم جلد سے جلد مر جائیں کیونکہ ہم لوگ اچھے کھانوں کے عادی ہیں۔ قیدیوں کا کھانا کھا کر ضرور ہلاک ہو جائیں گے۔ صرف اسی قدر نہیں بلکہ ہمیں ہر ممکن تکلیف بھی دی جا رہی ہے کیونکہ حکومت کو شبہ ہے کہ یہ لوگ قیدیوں کا کھانا کھانے پر بھی زیادہ دن زندہ رہیں گے۔ جب سے میرے رفقاء نے یہ حکم سنا ہے، نہایت پریشان ہیں اور شب و روز اللہ تعالیٰ سے دعائیں کر رہے ہیں۔

اس مہلک بیماری میں مجھے آرام کی بہت زیادہ ضرورت تھی۔ مگر میرے خادم کو بھی لے گئے۔ اسی قدر نہیں بلکہ طبیب کی آمد و رفت بھی روک دی۔ اس سے بھی بڑھ کر افسر کی گستاخانہ گفتگو نے مجھے اذیت دی۔ میری بیماری بہت زیادہ ہو گئی۔ موت کا قطعی یقین تھا۔ دنیا سے سفر پر مجھے از حد خوشی تھی۔ لیکن افسوس، موت قسمت میں نہ تھی۔ زندگی کا معاملہ، صرف خدا ہی کے ہاتھ میں ہے۔ میری طلب پر بھی موت نہ آئی۔ میرے رفقاء نے ایک مرہم خود بنا کر پھوڑوں پر لگا دیا تھا۔ وہ اُس سے پھوٹ گئے۔ ۱۵ دن میں زخم بھر گئے۔ اب میں پھر زندہ ہو گیا ہوں۔

افسر نے میرے خادم کو جدہ بھیجدیا تھا تاکہ آستانہ پہونچا دیا جائے مگر قصر شاہی سے حکم آیا کہ اُسے وطن آنے نہ دیا جائے، بلکہ قید کر دیا جائے۔ چنانچہ وہ غریب بھی قید ہے۔ اس حادثہ سے مجھے بہت رنج پہونچا۔ میں خوش تھا کہ مسکین کو اب مصیبت سے نجات ملی مگر میری خوشی، صرف چند روزہ تھی۔ اب مجھے اپنی مصیبت کے ساتھ اُس کی مصیبت پر بھی غم کھانا ہے۔

روپیہ، کپڑے، ماکولات، کوئی چیز بھی نہ بھیجنا کیونکہ مجھے کچھ بھی پہنچ نہیں سکتا۔ اور اگر پہنچے بھی، تو بے کار ہے۔ روپیہ اس لئے بیکار ہے کہ ہم کوئی چیز خرید نہیں سکتے۔ کپڑے اس لئے بیکار ہیں کہ کپڑے دُھلوانے کی ہمیں اجازت نہیں۔ خود اپنے ہاتھوں سے دھو کر پہنتا ہیں۔ اس حالت میں پُرانے اور نئے کپڑے یکساں ہیں۔ لہذا کوئی چیز بھی نہ بھیجو۔

ہمارے لئے جو کھانا مقرر ہوا ہے وہ صرف شوربا ہے۔ ایک ظرف میں ۸ آدمیوں کے لئے شوربا آتا ہے اور ہرگز کافی نہیں ہوتا۔ شام کو مولی کے پتوں کا شوربا ہوتا ہے۔ ہم لوگ یہ کھانا بالکل کھا نہیں سکتے۔ بھوکوں مر رہے ہیں۔ بہت ناتوان ہو گئے ہیں۔ ہر لحظہ موت کا انتظار ہے۔ دیکھنا چاہیے ہم میں کون پہلے قبر میں جاتا ہے۔"

بچوں کو پیار۔ سب کو سلام

۸ر جمادی الاخر ۱۳۰۱ھ

(۹)

نعیمہ خانم اور فرزند عزیز علی حیدر کے نام

"یہ غالباً میرا آخری خط ہے۔ کیونکہ ہمارا کھانا بند ہو چکا ہے اور سخت تکلیفیں دی جا رہی ہیں، جیسا کہ پچھلے خط میں لکھ چکا ہوں۔

اب وہ ہمیں زہر دینے کی کوشش کر رہے ہیں۔ بلکہ کئی مرتبہ دے بھی چکے ہیں لیکن میرے خادم عارف (جواب میرے ہی ساتھ قید ہے) کی وفاداری اور بیداری کی وجہ سے ابتک اُنھیں کامیابی نہ ہو سکی۔ ایک دن عارف نے ایک افسر کے ذریعہ دودھ خریدا۔ افسر نے اُس میں زہر ملا دیا تھا۔ عارف پہچان گیا اور دودھ پھینک دیا۔ ۷ دن بعد عارف نے گوشت خرید کر میرے لئے پکایا۔ مگر اُسکے ہٹتے ہی اُس میں زہر ڈال دیا گیا۔ چند دن بعد ہمارے پانی کی صراحی میں زہر ملا دیا گیا۔ ہمارے محافظ بکر آفندی چرکسی نے اعتراف کر لیا ہے کہ قصر شاہی سے روز تاکیدی حکم آرہے ہیں کہ ہمیں فوراً مار ڈالا جائے۔ چنانچہ عثمان پاشا والی مکہ نے محمد بک چرکسی کو مکہ معظمہ سے خاص اسی غرض سے یہاں بھیجدیا ہے اور وہ قتل کی طیاریوں میں لگا ہوا ہے۔ ظاہر ہے ہم ان تمام قوتوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ موت یقینی ہے۔ شاید اس خط کے پہنچنے سے پہلے ہی تمھیں میری موت کی خبر پہنچے۔ لیکن تم رنجیدہ نہ ہونا۔ کیونکہ مجھے امید ہے یہ موت، میرے تمام گناہوں کا کفارہ ہوگی۔ میں اپنے وطن اور امت کی راہ میں مر رہا ہوں۔ میری وصیت یہ ہے کہ حکومت کوشش کرے گی تمھیں آستانہ لے جائے اور تمھارا وظیفہ مقرر کرے۔ مگر تم اسے منظور نہ کرنا۔ اپنے گھر ہی میں رہنا۔ میری بہن صدیقہ خانم کو اپنے ساتھ رکھنا اور ترکہ میں سے اُنھیں بھی حصہ دینا۔ میں نے تمھیں خدا کے سپرد کیا۔

۱۰ر رجب ۱۳۰۱ھ

آخری خط

شہادت سے ایک دن پہلے لکھا گیا

علی وصفی آفندی کے نام

میں تمھیں پہلے بھی خط لکھ چکا ہوں۔ اپنی سوانح عمری کا ایک جزو ختم کر کے تمھیں بھیج چکا ہوں۔ پڑھنے کے بعد سمرنا بھیجدینا۔ اب زندگی کی کوئی امید باقی نہیں رہی۔ کیونکہ یہ لوگ زہر دینے میں ناکامیاب رہے۔ اب کوئی دوسری تدبیر کرینگے۔ میں ہر لمحہ خدا وند تعالیٰ سے مغفرت کی دعائیں کرتا رہتا ہوں۔ اگر میں مر جاؤں تو فقراء پر دو سو پونڈ خیرات کر دینا جو تمھارے پاس امانت ہیں۔ اگر اس سے زیادہ خرچ کرنا تو سمرنا سے روپیہ طلب کر لینا۔ فوراً آجائے گا۔ میرے مرشد شیخ سلیمان کی دست بوسی کرو اور میرے حق میں دعا کی درخواست کرو۔ درویش صلاح الدین پر بھروسہ نہ کرنا کیونکہ اُس کی طبیعت کا حال معلوم ہے۔ بلا ضرورت مجھے نہ لکھنا۔ آئندہ شاید میں بھی کچھ لکھ نہیں سکوں گا۔ کیونکہ حالت بہت خطرناک ہو گئی ہے۔ والسلام

الہلال کے ابتدائی نمبر

الہلال سلسلۂ جدید کے ابتدائی نمبر یعنی نمبر
۱ سے ۵ تک
بعض حضرات کو مطلوب ہیں، وہ دوگنی
قیمت پر
خریدنے کے لئے طیار ہیں۔ دفتر کو اطلاع
دیجائے
مینجر

(۲)

”رمضان کے بعد کوئی خط نہیں ملا۔ تمھارے اور بچوں کے حالات نہ معلوم ہونے سے سخت قلق اور ملال ہے۔ تم نے ضرور روپیہ اور کھانے کی چیزیں بھیجی ہوں گی۔ مگر مجھے کچھ نہیں پہنچا۔ مجھے روپیہ کی ازحد ضرورت ہے۔ کیونکہ پچھلے سال جو ۵۰ پونڈ بھیجے تھے، اور جو رقم، قسطنطنیہ سے آئی تھی، اب اسمیں سے کچھ بھی باقی نہیں ہے۔ وجہ یہ ہے کہ پہلے حکومت نے ہمارے کھانے پینے کا ذمہ خود لے رکھا تھا مگر اب وہ کسی کو کچھ نہیں دیتی۔ ہمیں اپنی روٹی خریدنا پڑتی ہے۔ ہمارے ساتھ بعض ایسے قیدی بھی ہیں جن کے پاس ایک پیسہ نہیں۔ میں اور محمود پاشا اُن کی کفالت کر رہے ہیں۔ اُنھیں کپڑے بھی بنا دئیے ہیں ہمیں قید خانے کے نوکروں کا بھی خیال کرنا پڑتا ہے۔ یہ لوگ محض ہماری وجہ سے یہاں رکھے گئے ہیں۔ ان حالات کی بنا پر، ہمیں روپیہ کی سخت ضرورت ہے۔

ہمارے رفقا میں فوج کے بعض بڑے بڑے افسر بھی ہیں اُنھوں نے ہم سے کچھ روپیہ قرض لے کر کپڑا خریدا ہے۔ بیچارے خود اپنے ہاتھ سے سی رہے ہیں۔ اُن کی مصیبت اسی پر ختم نہیں ہوجاتی انکے لئے ایک خشک روٹی کا بھی انتظام نہیں کیا گیا ہے۔ بعض مجبوراً روزہ رکھتے ہیں۔ ہم پر فرض ہے کہ اُن کی ضروریات زندگی کا حتی الوسع خیال رکھیں۔ ہر ملک میں دولت مند، غریبوں کی دستگیری کرتے ہیں لیکن یہاں ان مسکینوں کے لئے اس قسم کا کوئی موقعہ موجود نہیں ہے۔ انسانیت کا تقاضہ ہے کہ ہم ہی انکی خبر لیں۔ لہذا فوراً ہم پچاس پونڈ حکومت کے توسط سے بھیجدو۔ اگر فوراً روپیہ نہ آیا تو میں اپنا پانی کا برتن اور گھڑی بیچنے پر مجبور ہوجاؤں گا۔ اس صورت میں لوگ بہت قیل و قال کرینگے اور ہمارے ذہن کو تشویش ہوگی۔

بچوں کو بہت بہت پیار“

مدحت

قلعہ طائف کا قید خانہ
۲۵ر اگست ۱۹۰۹ء

(۳)

”... پرسوں یہاں ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ شریف مکہ (عبدالمطلب) حسب عادت آجکل طائف میں موجود تھے۔ منگل کی رات کو وہ اپنے گھر میں مطمئن سو رہے تھے کہ اچانک آدھی رات کو تین فوجوں نے آکر اُن کا محل گھیر لیا۔ فوج کے ساتھ ۳ توپیں بھی تھیں۔ صبح ہم کیا دیکھتے ہیں کہ شریف اپنے رات کے کپڑوں میں ہمارے قید خانے میں قیدی بنے چلے آرہے ہیں۔

کہا جاتا ہے شریف کا جرم یہ ہے کہ اُسنے انگریزوں سے سازش کرنی چاہی تھی۔ اس شخص نے ہمیں محض سلطان کے خوش کرنے کے لئے بہت تکلیف پہنچائی تھی۔ خدا نے اس کا بدلہ لے لیا۔ وہی مصیبت اُسپر ڈال دی جسمیں ہم پھنسے ہیں۔ اسمیں ہر عاقل کے لئے عبرت ہے۔ لیکن مجھے اس شخص پر بہت ترس آتا ہے۔ سو برس کا بڈھا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذریت میں سے ہے۔ یہ واقعہ بالکل ویسا ہی ہے جیسا ہمیں سمرنا میں پیش آیا تھا۔ فرق صرف اس قدر ہے کہ وہاں توپوں کی تعداد زیادہ تھی“

مدحت

(۴)

”گزشتہ رمضان سے تمھاری اور بچوں کی کوئی خبر نہیں ملی۔ میں نے بھی تمھیں اپنی مفصل حالت نہیں لکھی۔ کیونکہ نہایت ہی سخت تکلیف میں ہوں۔ پانچ مہینے ہوتے ہیں کہ ہمارے خدمتگار ہم سے علٰحدہ کردئے گئے ہیں۔ حال میں آستانہ سے عمر بک نام ایک شخص خاص اس غرض سے بھیجا گیا ہے کہ اگر ہماری ایذا رسانی میں کچھ کمی رہ گئی ہو تو پوری کردے۔ اس شخص کی عمر زیادہ ہے، مگر عقل کم ہے۔ اس کے افعال ایسے ہیں جو کسی شریف الطبع آدمی کے نہیں ہوسکتے۔ یہ ہماری جان لینے پر تُلا ہوا ہے، کیونکہ شاید اُسے یہی حکم ملا ہے یا مزید مقبولیت اس ذریعہ سے حاصل کرنی چاہتا ہے۔ اُس کا خیال ہے کہ بھوکا رکھنے سے ہم جلد نہیں مرینگے بلکہ ہماری زندگی بڑھ جائے گی۔ لہذا کوئی ایسی تدبیر نکالنی چاہتا ہے جس سے میری، محمود پاشا کی، اور خیر اللہ آفندی کی زندگی جلد سے جلد ختم ہوجائے۔ وہ نوکروں سے کہتا ہے ”تم ضرور وطن واپس جانے کے لئے بے قرار ہوگے۔ لیکن جب تک یہ تمھارے آقا زندہ ہیں، تم واپس نہیں جاسکتے۔ ان کے قتل میں میری مدد کرو تاکہ آزادی حاصل کرسکو“ چنانچہ اسنے نوری پاشا کے خادم بکر آغا کو بلا کر کہا ”تم نوکروں کی قید اُسی وقت ختم ہوگی جب یہ لوگ مریں گے۔ نوری پاشا تو مجنون ہیں۔ کئی دفعہ کمرے کی کھڑکی سے پھاندنا بھی چاہا۔ تم اُن کی اس میں مدد کیوں نہیں کرتے؟ مجھ سے ریتی لو اور کھڑکی کی سلاخ ریت ڈالو۔ تاکہ نوری پاشا پھاند کر ہلاک ہوجائیں“

غرضکہ اسنے تمام نوکروں کو بھڑکانا شروع کردیا ہے۔ نوکروں نے اُس کی سازش میں شریک ہونے سے انکار کردیا۔ اسپر اُنھیں بھی سخت تکلیفیں دی جارہی ہیں۔ یہ خبریں سُن کر ہم سخت پریشان ہیں ہمیں زہر دینے کی پوری کوشش کی جارہی ہے۔ ایک طرف دُنیاوی منفعت حاصل کرنے کے لئے یہ شخص ہمیں مارنا چاہتا ہے، دوسری طرف اخروی ثواب کے لئے حج کرنے بھی گیا ہے۔ یہ سمجھتا ہے اس طرح دین اور دُنیا، دونوں اُسے حاصل ہوجائینگے!

ہم ڈیڑھ برس سے یہاں ہیں مگر آجتک قلعہ کا پھاٹک تک دیکھ نہ سکے۔ عزیز ترین لوگوں سے بھی ملاقات کی اجازت نہیں ملی۔ ہمارے پاس ایک اجنبی باورچی تھا۔ ڈرا دھمکا کر اُسے بھی رخصت کردیا گیا یہ حالات دیکھ کر ہمیں یقین ہوتا ہے کہ ہمیں جلد اس دُنیا سے کوچ کرنا ہوگا۔

اگر ہمارے ستانے اور اس طرح قفس میں بند رکھنے سے مقصود یہ ہے کہ قصر شاہی کی سازش پر پردہ ڈالا جائے، تو یہ کوشش بے سود ہے۔ یورپ بھر میں اصلی حقیقت مشہور ہوچکی ہے۔ اخبارات کے صفحوں پر آچکی ہے۔ لیکن اگر ہمیں تکلیف دے کر سلطان اور اُنکے مصاحب خوش ہوتے ہیں تو ہمارے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ احکم الحاکمین سے فریاد کریں اور دعا مانگیں کہ وہ اپنا فیصلہ جلد صادر کردے۔ اگر تمھیں کوئی منصف مزاج ملے تو ہماری ناقابل بیان مصیبت کی یہ داستان سُنا دینا۔

قید خانہ طائف ۵ محرم ۱۳۲۸ھ

(۵)

والیٔ حجاز عثمان پاشا کے نام

”آپنے رسالہ دار محمد بک کے نام جو خط لکھا ہے، اُس میں شکایت کی ہے کہ میں نے عمر پاشا کے افعال کی اطلاع انگریزی قونصل کو دی ہے۔ حالانکہ میں نے قونصل مذکور کو ہرگز کوئی خط نہیں لکھا۔ بلکہ اس قسم کا کبھی وہم بھی پیدا نہیں ہوا کہ اُسے اطلاع بھیجوں۔

عمر پاشا کی حرکتیں ایسی نہیں ہیں کہ زیادہ دنوں تک مخفی رہتیں طائف اور مکہ میں بچہ بچہ اُن سے واقف ہے۔ اگر انگریزی قونصل کو علم ہوا ہے تو تاجروں اور عام باشندوں کے ذریعہ ہوا ہوگا۔

لیکن آپنے دوسرے خط میں پھر مجھے اس معاملہ میں ملامت کی ہے۔ بظاہر آپ کو یقین ہے کہ اسمیں میرا ہاتھ ضرور ہے۔ لہذا میں مجبور ہوگیا ہوں کہ حقیقت ظاہر کردوں۔

عمر پاشا علی الاعلان کہتے رہے ہیں کہ اُنکے آنے کی غرض، ہم قیدیوں کو زہر دے کر قتل کرنا ہے۔ صرف زبان ہی سے نہیں بلکہ عمل سے بھی وہ اسے ثابت کرتے رہے ہیں۔ اُنھوں نے کھلے بندھوں نوکروں کو مشورہ دیا کہ اپنے آقاؤں کو دن دہاڑے مار ڈالیں۔ نوکروں نے ایسا نہیں کیا تو اُنھیں قید کردیا گیا اور سخت تکلیفیں دی گئیں۔

احباب کو اگر یہ شرمناک حالات معلوم ہوگئے ہیں تو یہ کچھ عجیب نہیں ہے۔ انگریزی قونصلوں کا کام ہی یہ ہے کہ خبریں معلوم کر کے اپنی حکومت کو مطلع کرتے رہیں۔ باہر ہمارا کوئی ایسا معتمد علیہ موجود نہیں جسپر ہم اس طرح کے معاملات میں بھروسہ کرسکیں۔ پھر کیسے یقین کیا جاسکتا ہے کہ ہم نے انگریزی قونصل کو اطلاع پہنچائی ہوگی؟ ہمارے نوکر بھی آزاد نہیں ہیں کہ ادہر اُدہر جاسکیں۔ وہ ہفتہ میں صرف ایک مرتبہ قلعہ سے نکلتے ہیں تاکہ ضروری اشیا بازار سے خرید لیں اور اُسوقت بھی مسلح افسروں کی حراست میں رہتے ہیں۔

نہیں معلوم تمھارے ضمیر نے یہ کیونکر گوارا کیا کہ ہمیں ملامت کرو۔ تمھارے خیال میں اُن لوگوں کا کیا حال ہوگا جو اپنی آزادی، اولاد، احباب، مال و متاع سب سے جیتے جی محروم کردئے گئے ہیں، اور ایک قفس میں جانوروں کی طرح محبوس ہیں۔ وہ اپنے عزیزوں کی صحت بھی معلوم نہیں کرسکتے؟ یقیناً یہ ایسا برتاؤ ہے جسے دنیا کا کوئی قانون، کوئی شریعت، کوئی انصاف پسند انسان جائز قرار نہیں دے سکتا!

اگر یہ نئی تہمت تراشنے سے مقصود یہ ہے کہ ہمارے عزیزوں کی خط و کتابت بھی موقوف کردی جائے تو وہ ہماری اس قید کی وجہ سے پہلے ہی سخت بدبختی میں مبتلا ہوچکے ہیں۔ مرے کو مارنا کہاں کا انصاف ہے؟

تم نے اپنے خط میں لکھا ہے کہ سمرنا میں میں نے فرانسیسی قونصل سے پناہ چاہی تھی۔ یہ حقیقت سے تمھاری جہالت کی دلیل ہے۔ میں صوبہ سمرنا جیسے ایک بڑے صوبے کا حاکم تھا۔ اچانک ایک رات میرے گھر کا فوجوں نے محاصرہ کرلیا۔ مجھے قید کر کے لے چلے۔ میں اپنی عورتوں اور بچوں کا گریہ و بکا اپنے کانوں سے سُنتا تھا مگر اُنھیں تسلی تک نہیں دے سکتا تھا۔ اُسوقت میرے دل کی کیا حالت ہوگی؟ اس کا جواب میں خود تمھارے ضمیر سے چاہتا ہوں۔

اگر تم مجھے اس لئے ملامت کرتے ہو کہ حکومت کی حرکتوں کو حق بجانب قرار دو، تو یہ کوشش بے فائدہ ہے۔ میں دو مرتبہ وزیر اعظم رہ چکا ہوں۔ لیکن اس کے باوجود بھی مجھ سے یہ ذلت آمیز برتاؤ کیا گیا اور بغیر کسی جرم کے قید میں ڈال دیا گیا۔

تم نے لکھا ہے تم ایسی باتوں کی اجازت دے نہیں سکتے اور آپ تم ہماری زبانیں بند کردوگے۔ ہماری زبانیں اب بھی بند ہیں۔ معمولی افسروں اور سپاہیوں کی ہم پر حکومت ہے۔ ہم زبان ہلا نہیں سکتے۔ تم اس وقت اختیار رکھتے ہو۔ ہم بے اختیار ہیں۔ جو تمھارے دل میں آئے شوق سے کرو۔ ہمیں اعتراض کا بھی حق نہیں ہے۔ تم ہمیں ”مجرم“ کہتے ہو۔ ہم اس پر بھی معترض نہیں ہوسکتے۔ لیکن میں تمھیں وہ گفتگو یاد دلاتا ہوں جو تم نے دارالحکومت میں مجھ سے کی تھی۔ تم نے انسانیت، مروت، شرافت کا ذکر کیا تھا۔ کیا یہ موجودہ برتاؤ ان صفات کے مطابق ہے؟

قید خانہ طائف ۷ر صفر ۱۳۲۸ھ

(۶)

نعیمہ خانم کے نام

”... پچھلے دنوں مشہور کردیا گیا کہ میں ہندوستان یا یورپ بھاگ گ

[illegible] کے عظیم خزانوں کی لوٹ سے شروع ہوئی۔ جنگ پلاسی سے پہلے ہمارے ملک (انگلستان) کی صنعت نہایت پست تھی

(ڈیگبی)

تین کروڑ انسانوں کو لوٹ کر کلکتہ میں عظیم الشان دولت بہت جلد جمع کرلی گئی تھی … قدیم زمانوں میں معمولی مظالم پر ہندوستانی اپنے حاکموں کو برطرف کردیا کرتے تھے۔ مگر انگریزی حکومت ہلنے والی نہ تھی یہ حکومت سنگ دل سے سنگ دل وحشی اور مستبد حکومتوں کی طرح ظالم اور سخت تھی۔ مزید براں تمام تمدنی طاقتور ہتیاروں سے مسلح تھی۔

(لارڈ کلائیو پر میکالے کا مضمون)

یہ مالامال خزانے، کروروں آدمیوں کی صدیوں کی کمائی، انگریزوں نے ہتیا کر لندن اُسی طرح بھیجدی، جس طرح رومن نے یونان اور پونٹس کے خزانے اٹلی بھیجدیئے تھے، ہندوستانی خزانے کتنے قیمتی تھے؟ کوئی انسان بھی اس کا اندازہ نہیں کرسکتا۔ لیکن وہ ضرور کروروں اشرفیاں ہونگی۔ اتنی دولت اُسوقت کی مجموعی یورپین دولت سے بھی بہت زیادہ تھی۔ (برک آدم)

جب میں ۱۷۵۰ء میں انگلستان آیا تو یہاں بڑے بڑے شہروں کے علاوہ ملک بھر میں بارہ بینک بھی موجود نہ تھے۔ بنگال کی چاندی نے انگلستان پہنچکر نہ صرف دولت میں بے شمار اضافہ کیا بلکہ اس کی رفتار بھی بہت تیز کردی (برک)

ہمارے خیال میں یہ بڑی دولت جو ہم نے ہندوستانی تجارت سے حاصل کی ہے ایک نہایت ہی ظالمانہ اور جابرانہ دستور العمل سے مہیا ہوئی ہے ایسا دستور العمل جس کی نظیر نہ کسی ملک میں ملتی ہے نہ کسی زمانہ میں۔ (ایسٹ انڈیا کمپنی کے ڈائرکٹروں کی یادداشت ۱۸۱۱ء)

سرسری اندازہ کے ساتھ، بڑی آسانی سے دعوی کیا جاسکتا ہے کہ جنگ پلاسی اور جنگ واٹرلو کے درمیانی زمانہ میں ہندوستان سے انگلستان کو پندرہ ارب روپیہ جاچکا تھا۔ (میجر ونیگیٹ)

ہندوستان، انیسویں صدی میں انگلستان کو کم سے کم ایک ارب ۵۰ کرور روپیہ دے چکا ہے۔ ہمارے ہم وطنوں (انگریزوں) کا ۳۰ کرور روپیہ ہندوستانی تجارت میں لگا ہے۔ اس طرح ہندوستان کی تجارت ہمارے لئے دنیا کے تمام ملکوں کی تجارت سے زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔ ہندوستان میں ہمارے حوصلہ مند نوجوانوں اور بے شمار فقیروں کو روٹی مل رہی ہے۔ دنیا کے ہر گوشہ میں ہمارے ملک کو ہندوستان کا قبضہ بہت زیادہ طاقتور، باعزت، اور بااثر بنارہا ہے۔ تمام اعلیٰ خیالات، مسیحی حکمرانی اور تہذیب کے فرائض سے قطع نظر کرکے، ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ ہندوستان کو ہمیشہ اپنے قبضہ میں رکھنا چاہئے۔ انگریز بھاری سے بھاری قربانیاں کرنے کو طیار ہیں مگر یہ سونے کی چڑیا کسی حال میں بھی اپنے ہاتھ سے اڑنے نہیں دیں گے!

(میجر وینگٹ ۱۸۵۹ء)

ہندوستان نے ہمارے لئے سب کچھ کیا ہے کرۂ زمین پر ہمیں ایسا ہی مہتم بالشان جزیرہ بنادیا ہے جیسا جاپان کو اُس کے جزائر نے ہم اتنی بڑی سلطنت ہوگئے ہیں جتنی دنیا نے کبھی نہ دیکھی تھی۔ اس احسان پر ہمیں ہندوستان کا ہمیشہ شکر گزار رہنا چاہئے۔

(سر جارج برڈوڈ)

ہندوستان کا ہمیشہ خون چوستے رہنا چاہئے۔

(لارڈ سالسبری ۱۸۷۵ء)

میں پوری متانت سے اعلان کرتا ہوں کہ گورنمنٹ کے مظالم سے مالابار کی مخلوق فنا ہوگئی اور ملک برباد کرڈالا گیا۔ موجودہ گورنمنٹ نے ملک اور اُس کے باشندوں کو مفلس اور ذلیل کرڈالا ہے۔

(فرانسس براؤن: سیلکٹ کمیٹی رپورٹ ۱۸۲۸ء)

ہندوستان کا نظارہ، دماغ پر افلاس اور افسردگی کا اثر قائم کردیتا ہے۔ ملک سے زیادہ اُس کے عام باشندے اُداس ہیں۔ وہ کمزور اور خستہ نظر آتے ہیں۔ اُنکے کپڑے میلے کچیلے پھٹے پُرانے ہیں۔ وہ سب غریب معلوم ہوتے ہیں اور محض ایک ٹکڑا روٹی پانے کے لئے جان توڑ محنت کرتے ہیں، وہ لاغر اور مرجھائے ہوئے ہیں۔

(سر فریڈرک ٹرولیس ۱۸۲۰ء)

برطانوی ہند کی دیہاتی آبادی کی حالت کیا ہے؟ اب وہ اُس مطمئن اور خوش وخرم قوم کی نمائندگی نہیں کرتی جس کا حال ہم قدیم تاریخوں میں پڑھتے ہیں شکستہ روح، پست دماغ، خستہ حال غریب رعیت کی ایک یہی آرزو رہ گئی ہے کہ آئندہ فصل ملنے تک وہ بھوکوں مرجائے۔ (دی تھری پریسیڈینسیز آف انڈیا)

آج ہندوستان کی عام آبادی اس قدر قلاش ہورہی ہے کہ اس کے پاس بمشکل قوت لایموت باقی ہے۔ عیش وعشرت تو درکنار، ہندوستانی بمشکل اپنے بال بچوں کی شکم پری کرسکتا ہے"

(لارڈ لارنس ۱۸۶۴ء)

برطانوی صنعت بڑہانے کے لئے ہندوستانی دستکاری کا گلا گھونٹنا بڑے فخر کے ساتھ انگریزی تدبر قرار دیا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ برطانوی قسادت کا ایک بہت ہی بڑا ثبوت ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ اپنے ملک کی ترقی کے لئے انگریزوں نے کس طرح چنگی اور محصول لگا کر ہندوستان کی صنعتی زندگی کا خاتمہ کردیا۔ (مسٹر شور)

۱۸ سے ۳۰ سال کی عمر والی ہندوستانی عورتیں بہترین سوت کاتتی ہیں۔ روپیہ بھر وزن کی روئی سے ۴ میل سے بھی زیادہ لمبا سُوت طیار کرسکتی ہیں۔ (جیمس ٹیلر)

وہ انگریزی حملہ ہی تھا جسنے چرخہ ہلاک کردیا۔ انگلستان نے خود ہندوستان کے بازاروں سے ہندوستانی کپڑا بے دخل کردیا۔ اُسنے اس ملک میں اپنا سُوت بھیجنا شروع کیا، یہاں تک کہ دیسی سُوت غائب ہوگیا۔ یہ ملک جو روئی کا مرکز تھا، بدیشی سُوت کا دست نگر ہوگیا۔ ۱۸۱۸ء سے ۱۸۳۶ء تک ہندوستان میں انگریزی سُوت کی درآمد ایک سے شروع ہوکر ۵۲۰۰ گنا ہوگئی! (کارل مارکس: برٹش رول ان انڈیا)

ہمارا تعلق ہندوستان سے بہت گہرا ہے۔ دنیا میں یہ ملک سب سے بڑا بازار ہے۔ ہم وہاں بحیثیت تاجر کے گئے ہیں۔ باوجود موجودہ زمانہ کی تمام لغاطیوں کے ہماری ہندوستانی حکومت ایک مادی بنیاد پر قائم ہے جسے اِن لفظوں میں بیان کیا جاسکتا ہے کہ ہم تمہاری حفاظت کریں، تم ہمارا مال خریدو۔ اگر ہم ہندوستان چھوڑدیں تو اس سے نہ صرف ہندوستانیوں ہی کو نقصان پہونچے گا بلکہ لنکاشائر کے ایک کرور ۲۰ لاکھ آدمی بھوکوں مرجائیں گے اور ہماری تمام صنعتی زندگی ختم ہو جائے گی۔ تمام باتوں کا ہمارے پاس صرف ایک ہی جواب ہے اور وہ یہ کہ "کچھ ہی ہو ہماری قوم کو زندہ رہنا ہے"! بغیر ہندوستان کی تجارت اور دستکاری پر قبضہ رکھے یہ قوم اس تنگ جزیرہ میں کسی طرح بھی زندہ نہیں رہ سکتی۔ (مسٹر ڈہائٹ ۱۸۴۲ء)

موافق موسم میں سال بھر خرچ کرنے کے بعد ۵۰،۰۰،۰۰،۰۰۰ من غلہ ہندوستان میں بچ رہا تھا۔ (قحط کے کمیشن کی رپورٹ ۱۸۸۰ء)

۱۸۴۰ء میں بنگال دنیا کا سب سے زیادہ مالدار، آباد اور زرعی ملک تھا۔ (بنگال کی تحقیقات ۱۸۴۲ء)

گورنمنٹ نے کسانوں پر اتنا زیادہ لگان لگادیا ہے کہ اُنکے اور اُنکے بال بچوں کی سال بھر کی خوراک بھی اکثر نہیں بچتی۔

(سر ڈبلو۔ ہنٹر ۱۸۷۵ء)

جنگل کٹ جانے کی وجہ سے ہندوستان کے باشندوں پر دوہری مصیبتیں اور بڑھ گئیں۔ ایندھن کا فقدان اور بارش کی کمی۔

(بیرون ہن بورڈ)

انگریزی سلطنت کے آغاز ہی میں ہندوستان کے جنگل تیزی سے برباد کرڈالے گئے۔ (پروڈکشن ان انڈیا)

جنگل، قومی دولت کا ایک بہت اہم سرچشمہ ہیں جنگل، اوس پیدا کرتے ہیں اور موسم کا آتار چڑہاؤ روک کر اعتدال قائم کرتے ہیں۔ ہندوستان جیسے ملک میں جہاں گرمی اور بارش بہت ہوتی ہے جنگل کی اہمیت کسی طرح بھی نظر انداز نہیں کی جاسکتی۔ (")

اکبر کے عہد میں نہروں کا ایک ایسا بڑا سلسلہ قائم کیا گیا تھا جیسا پہلے کبھی نہ تھا۔ (کیپر صفحہ ۲۵۳)

فیروز شاہ نے اپنے عہد میں دریاؤں پر تیس بند قائم کئے تھے پانی محفوظ رکھنے کے لئے ۵۰ عظیم الشان حوض بنائے تھے اور ایک اتنی بڑی نہر کھدوائی تھی جو اپنے وقت میں سب سے بڑی نہر تھی۔

(" ")

دہلی کی نہر، جسے شہنشاہ شاہجہاں نے بنوایا تھا، نہایت ہی وسیع اور مضبوط تھی۔ (ڈفؔ)

پورے جنوبی ہندوستان میں گنجام سے راس کماری تک ایسے عظیم الشان اور غیر معمولی تالابوں کے نشان ابتک موجود ہیں جن کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ (فرانسس براؤن)

ہندوستان کے نام نہاد "وحشی" پُرانے حکمران رعایا کی منفعت کے کاموں پر اتنی دولت خرچ کرتے تھے جس سے اُس زمانہ میں "پوری یورپین جنگی قوت قائم ہوسکتی تھی۔ (تھری پریسیڈنسیز آف انڈیا)

تاریخ وعبر

ہندوستان

انگریزی حکومت سے پہلے اور انگریزی حکومت کے بعد

خود انگریز مدبّروں اور مصنّفوں کی نظر میں!

اٹھارویں اور انیسویں صدی کے مدبّروں کی شہادت

"بنگال اپنی پیداوار اور ہر چیز کی فراوانی میں، دنیا کے ہر شہر سے مقابلہ کر سکتا تھا۔ یہ علاقہ اس قدر زرخیز تھا کہ انسانی ضروریات اور عیش و عشرت کا جملہ سامان بآسانی مہیا کرتا تھا۔ کیونکہ یہاں ہر قسم کے مویشی، بارہ ماسی پھل، بکثرت غلہ، ہر قسم کا کپڑا خصوصاً نفیس ریشم اس قدر زیادہ موجود تھا کہ دنیا کے کسی علاقہ میں بھی نہ ہوگا۔ سنہ۱۵۰۲ء" (الفنسٹن جلد ۲)

"باشندے عام طور پر نہایت تہذیب اور آرام سے زندگی بسر کرتے تھے اور اپنی جان و مال کی طرف سے بالکل مطمئن تھے، کیونکہ بادشاہ اپنی رعایا کو نہ تو جھوٹے الزاموں پر ماخوذ کرتا تھا، نہ اُس کی مال و دولت اور شاندار زندگی پر حسد کر کے اُسے اُس سے محروم کرتا تھا۔"
(پائٹر ولڈویل سنہ۱۶۲۳ء)

"پادشاہ کے ذاتی کمرے اور شاہی دربار اپنی چمک دمک میں، نگار خانۂ چین ہو رہے تھے، محل کی ہر ہر چیز اُس سلیقہ اور ہنرمندی کی زندہ شہادت تھی جو اُسمیں صرف کی گئی تھی۔ عظیم تخت شاہی، جو "کوہ نور" ہیرے کے ساتھ کئی صدی پہلے ایران سے لایا گیا تھا، ٹھوس سونے کا تھا، اور دو عظیم الشان طاؤسوں پر قائم تھا، جن کی پھیلی ہوئی دُمیں بیش بہا جواہرات سے مرصع تھیں ... اس طرح شہنشاہی عظمت قلعہ دہلی کے اس کتبہ کو صحیح ثابت کر رہی تھی کہ

اگر فردوس بر روئے زمین است
ہمین است و ہمین است و ہمین است!

(قدیم و جدید دہلی مصنفہ ایل گینی)

"تمام زمانوں میں سونا خصوصاً چاندی کی برآمد ہندوستان کی بہت پر منفعت تجارت تھی۔ روئے زمین پر کوئی ملک بھی اپنی ضروریات اور کمالیات میں بیرونی ممالک سے اتنا مستغنی نہ تھا جتنا یہ ملک تھا مناسب آب و ہوا، زرخیز سرزمین، اور خود باشندوں کی ذہانت نے سب کچھ مہیا کر دیا تھا جس کی اُنھیں ضرورت تھی۔" (ڈاکٹر رابرٹسن)

"بنگال اپنے لامتناہی خزانوں سے اپنے آقاؤں کو دنیا کا سب سے زیادہ دولتمند بنانے کی صلاحیت رکھتا ہے" (کلایو کے خطوط سنہ۱۷۶۱ء)

"نواب شائستہ خاں کے عہد (۹۴ -- ۱۸۰) میں ایک روپیہ میں ۸ سیر چاول فروخت ہوتے تھے۔" (جے ٹیلر)

"شہر ڈھاکہ میں ۵۲ بازار اور ۵۳ سڑکیں تھیں (")

شہر مرشد آباد اس قدر دلچسپ اور دولتمند ہے جس قدر خود شہر لندن۔ فرق یہ ہے کہ اول الذکر میں لوگوں کی ذاتی جائدادیں آخر الذکر سے بہت زیادہ ہیں۔ اس کی آبادی کئی لاکھ ہوگی۔ اور اگر وہ یورپین باشندوں کو فنا کرنے کا ارادہ کریں تو صرف لاٹھیوں اور پتھروں سے کر سکتے ہیں"
(پارلیمنٹری کمیٹی کے سامنے کلایو کی شہادت سنہ۱۷۶۶ء)

"بنگال کی سلطنت، چھ سو میل لانبی، تین سو میل چوڑی اور دُنیا کی ایک نہایت ہی وسیع اور زرخیز میدانی سرزمین کی مالک ہے۔ جہاز رانی کی صلاحیت رکھنے والے متعدد دریاؤں سے سیراب ہوتی ہے، اپنے دامنوں میں ڈیڑہ کروڑ جفاکش انسانی آبادی رکھتی ہے، یہی نہیں بلکہ اس سے دوگنی آبادی کے لئے پیداوار کی قابلیت رکھتی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قدرت نے خاص اپنے ہاتھوں سے اسے دُنیا بھر سے زیادہ زراعت کے لائق بنا دیا ہے۔" (ڈاو سنہ۱۷۶۸ء)

"سراج الدولہ کی وفات کے بعد بنگال کے سیاح تصدیق کرینگے کہ یہ دُنیا کی سب سے زیادہ مالدار، آباد، اور زرخیز سلطنت تھی۔ تجار اور امرار دولت و ثروت اور عیش و آرام میں غرق تھے۔ دستکار اور صناع، اطمینان اور فراغت کی زندگی بسر کرتے تھے۔" (مل سنہ۱۷۷۰ء)

"پبلک کو ہر طرح پریشان کر کے ملک ویران کر دیا گیا تھا۔ چھ سال کے قلیل زمانہ میں دولتمند قلمرو کے نصف بڑے بڑے شہروں کو بالکل اُجاڑ دیا گیا تھا۔ دنیا کی سب سے زیادہ زرخیز زمین تباہ کر ڈالی گئی تھی اور ۵۰ لاکھ بے ضرر اور محنتی انسانوں کو جلا وطن یا برباد کر دیا گیا تھا۔"
(ایسٹ انڈین کمپنی کے عہد میں بنگال سنہ۱۸۱۷ء)

"جتنی رقمیں بھی دہلی پہلے بھیجی گئی ہوں، وہ سب کی سب بنگال کی وسیع تجارت کے منافع سے وصول ہو جاتی تھیں۔ بنگال کی تجارت پورے ہندوستان کی دولت کا مرکز تھی ... اس صورت حال سے موجودہ زمانہ کے حالات کس قدر مختلف ہیں؟ جب سے بنگال، بہار اور اڑلیسہ کی نظامت ہمارے (انگریزوں) ہاتھ میں آئی ہے، یہ صوبے اپنی خوشحال آبادیوں اور دستکاریوں کی قدیم اہمیت سے کس قدر محروم ہو گئے ہیں؟" (ریو آف بنگال)

"ہندوستان کبھی مغلوب نہ ہوتا اگر خود اُس کے فرزندوں کی مدد نہ ہوتی۔" (سرجان میکلم)

"ہندوستان ایک ایسی فوج سے فتح ہوا ہے جسمیں تین حصے خود ہندوستانی سپاہی تھے اور صرف ایک حصہ انگریز تھے۔

……

جبکہ ہم یہاں ہندوستان میں ایک اتنی بڑی آبادی کے فتح کرنے میں مصروف تھے، جو پورے یورپ کی آبادی کے برابر تھی، تو اُس وقت انگلستان میں انگریزوں کو اس مقصد کے لئے نہ تو ٹیکس دینا پڑا، نہ قرضہ لینا پڑا، نہ کسی انجمن کا سامنا ہوا، اور نہ ہی کوئی جنگی بھرتی کی ضرورت پڑی۔

……

جو کچھ میں نے کہا اُس کا مقصود یہ ہے کہ ہندوستان کی فتح، صحیح معنی میں ہرگز فتح نہیں ہے، کیونکہ یہ انگلینڈ کی حکومت، فوج، اور روپیہ سے عمل میں نہیں آئی۔ انگلینڈ نے صحیح معنی میں ہندوستان کو فتح ہی نہیں کیا ... (ایکسپینشن آف انگلینڈ۔ پروفیسر سیلی)

"اگر ہندوستان میں متحدہ قومیت کا کمزور جذبہ بھی پیدا ہو جائے اور اُس میں اجنبیوں کے نکالنے کی کوئی عملی روح نہ بھی ہو، بلکہ صرف اس قدر احساس عام ہو جائے کہ اجنبی حکومت سے اتحاد عمل ہندوستانیوں کے لئے شرمناک ہے، تو اُسی وقت سے ہماری شہنشاہی کا خاتمہ ہو جائے گا۔ کیونکہ ہم درحقیقت ہندوستان کے فاتح نہیں ہیں اور اُسپر فاتحانہ حکمرانی نہیں کر سکتے ہیں۔ اگر ہم اس طرح کی حکومت کرنی بھی چاہیں گے تو اقتصادی طور پر قطعاً برباد ہو جائیں گے" (")

"جنگ پلاسی کے بعد ہی بنگال کی لوٹ، انگلستان پہنچنے لگی اور اس کا اثر فوراً نمودار ہوا۔ تمام مورخ متفق ہیں کہ انگلستان میں جس صنعتی انقلاب نے انیسویں صدی کو تمام پچھلے زمانوں سے ممتاز کر دیا اُس کی بُنیاد اسی جنگ کے بعد یعنی سنہ۱۷۵۷ء میں پڑی تھی۔
(مسٹر بروک آدم)

اکثر موجودہ یورپین قوموں کی خوشحالی، قدیم تہذیب کی مالک مشرقی قوموں کی لوٹ پر قائم ہوئی ہے۔ انگلستان کی صنعتی ترقی کا

احرارِ اسلام

عہد اموی کی اسلامی ذہنیت

اروی بنت الحارث ابن عبدالمطلب

ایک موسم حج میں ضعیف العمر اروی بنت الحارث بن عبدالمطلب امیر معاویہ بن ابی سفیان کے دربار خلافت میں حاضر ہوئی۔

"میرے بھتیجے! تو کیسا ہو؟" اروی نے کہا "تو نے خدا کی نعمت سے کفران کیا۔ اپنے بھائی (یعنی امیرالمؤمنین علی علیہ السلام) کے حق کا لحاظ نہ کیا۔ اپنے نام کے سوا ایک نیا لقب اختیار کیا (یعنی امیرالمؤمنین کا لقب) دوسرے کے حق پر قابض ہوگیا (یعنی خلافت پر) حالانکہ اسلام میں نہ تو خود تو نے کوئی خدمت کی، نہ تیرے آباء و اسلاف نے۔ تم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے حق سے اعراض و انکار کیا تھا اسپر خدا نے تمھاری قسمتیں بگاڑ دیں۔ تمھیں ذلیل و خوار کیا۔ حق حق داروں تک پہنچ گیا۔ اللہ کا بول بالا ہوا۔ اگرچہ مشرکوں پر یہ ظفرمندی بہت شاق تھی۔ اس دین میں ہم اہل بیت کا درجہ اور حصہ سب لوگوں سے زیادہ ہو۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس حال میں فوت ہوئے کہ مغفور و مرحوم تھے، خدا کے حضور میں معزز و پسندیدہ تھے۔ آپ کے بعد ہم اہل بیت کے ساتھ تم نے وہ برتاؤ کیا جو قوم موسیٰ کے ساتھ خاندان فرعون نے کیا تھا کہ اُن کے مردوں کو قتل کرتے تھے اور عورتوں کو زندہ رکھتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہمارا شیرازہ بندھ نہ سکا۔ ہم پر کوئی سختی بھی آسان نہ ہوئی۔ ہماری انتہا، جنت ہو۔ تمھاری انتہا دوزخ ہو!"

"گمراہ بڑھیا!" عمرو بن العاص جو دربار میں موجود تھے، بے اختیار پکار اُٹھے "اپنی زبان روک، شرم سے آنکھ نیچی کر"

"تو کون ہو؟ تیری ماں مرے!" اروی نے خفگی سے کہا۔

"عمرو بن العاص" لوگوں نے جواب دیا۔

اروی نے کہا "تو مجھ سے بولنے کی جرأت کرتا ہو! اپنے عیب چھپے رہنے دے۔ اپنی خیریت منا۔ واللہ تو قریش میں نہ تو خالص ب نسب رکھتا ہو نہ اچھی اصلیت کا مالک ہو"

"بیوقوف بڑھیا!" مروان بن الحکم نے کہا "تیری بینائی بھی ری عقل کے ساتھ جا چکی ہو۔ تیری شہادت معتبر نہیں"

"صاحبزادے تم بھی بولے!" اروی نے کہا "واللہ حکم سے اده تو سفیان بن الحارث بن کلدہ سے زیادہ مشابہ ہو"

پھر وہ معاویہ کی طرف مخاطب ہوئیں:

"واللہ ان لوگوں کو تو نے ہی مجھ پر جرأت دلائی ہو، حالانکہ ری ماں اُحد کی لڑائی میں حمزہ کے قتل کے بعد کہتی تھی۔

نحن جزیناکم بیوم بدر   والحرب یوم الحرب ذات سعر

ہم نے تم سے جنگ بدر کا بدلہ لے لیا۔ لڑائی، لڑائی کے دن آگ طرح شعلے رکھتی ہو۔

ماکان من عتبۃ لی من صبر   ابی وعمی واخی وصہری

عتبہ (ہندہ کا باپ تھا) پر مجھے صبر نہیں ہو سکتا تھا۔ میرا باپ، چچا بھائی، خسر، انھیں میں بھول نہیں سکتی تھی (یہ سب جنگ بدر میں قتل ہوئے تھے)

شفیت وحشی غلیل صدری   شفیت نفسی وقضیت نذری

(اے وحشی (قاتل حمزہ) تو نے میرا دل ٹھنڈا کیا۔ میری منت پوری کردی۔

فشکر وحشی علیّ عمری   حتی تغیب اعظمی فی قبری

"وحشی کا شکریہ عمر بھر مجھ پر واجب ہو، یہاں تک کہ میری ہڈیاں قبر میں غائب ہو جائیں۔

تیری ماں کے جواب میں میں نے کہا تھا:

یا بنت رقاع عظیم الکفر   خزیت فی بدر وغیر بدر

اے بیوقوف بڑے کافر کی بیٹی! بدر میں اور ہر دن میں تجھے رسوائی ملے۔

صبحک اللہ قبیل الفجر   بالہاشمین الطوال الزہر

خدا تجھ پر صبح سے پہلے، دراز قد، خوبصورت ہاشمیوں کی غارت گری نازل کرے۔

بکل قطاع حسام یفری   حمزۃ لیثی وعلیؓ صقری

تیغ براں سے تجھے کاٹے۔ حمزہؓ، میرا شیر ہو اور علیؓ میرا باز ہو۔

ہتک وحشی حجاب الستر   ماللبغایا بعدہا من فخر

وحشی نے بے آبروئی کر ڈالی۔ اب فاحشہ عورتوں کے لئے تیرے بعد کوئی فخر باقی نہیں رہا۔

"تمھارا برا ہو!" امیر معاویہ نے عمرو بن العاص اور مروان بن الحکم سے کہا "تمھیں نے اس خاتون کو مجھ پر خفا کردیا اور یہ باتیں سنوائیں"

پھر اروی سے مخاطب ہوئے:

"پھوپھی! اپنی ضرورت بیان کرو۔ عورتوں کی یہ بکواس بند کرو"

"مجھے دو ہزار، دو ہزار، دو ہزار، پورے ۶ ہزار دینار دو" اروی نے مطالبہ کیا۔

"پہلے دو ہزار کس لئے؟" امیر نے سوال کیا۔

"میں حارث بن عبدالمطلب کے خاندان کے لئے کھیتی کی زمین میں کنواں خریدوں گی" اروی نے جواب دیا۔

"تم نے بہت خوب سوچا" امیر نے کہا "اور دوسرے دو ہزار؟"

"خاندان عبدالمطلب کے نوجوانوں کی شادی کردوں گی"

"بہت خوب! اور تیسرے دو ہزار؟"

"مدینہ کی گرانی اور زیارت بیت اللہ کے خرچ کے لئے"

"بہت خوب خیال ہو۔ میں نے منظور کیا۔ تمھاری خاطر ہمیشہ مدنظر ہو" امیر نے خوشامد سے کہا۔

تھوڑی دیر چپ رہکر امیر نے پھر سوال کیا:

"بھلا اگر علی موجود ہوتے تو یہ تم ہرگز منظور نہ کرتے"

"سچ ہو" اروی نے فوراً جواب دیا "علی، امانت ادا کرتا تھا خدا کے حکموں پر چلتا تھا۔ مگر تو نے اپنی امانت ضائع کردی۔ خدا کے مال میں خیانت کی۔ خدا کا مال غیر مستحقوں کو دے ڈالا۔ خدا نے اپنی کتاب میں حقداروں کے حق مقرر کرکے بیان کردئے ہیں۔ مگر تو نے خدا کے حکموں پر عمل نہیں کیا۔ لیکن علی نے ہمیں اپنے حق لے لینے کے لئے برابر بلایا جو خدا نے ہمارے لئے مقرر کردئے ہیں۔ مگر افسوس تمھاری لڑائی نے اُنھیں پورا انتظام قائم کرنے کی مہلت ہی نہ دی۔ میں نے تیرا مال نہیں مانگا کہ احسان جتاتا ہو۔ میں تو صرف اپنا حق مانگتی ہوں۔ ہم دوسروں کا حق لینا جائز نہیں سمجھتے۔ آہ! تیرے دانت ٹوٹیں اور تیری مصیبت سخت ہو جائے تو اپنی زبان پر علی کا نام لاتا ہو!"

پھر وہ رونے لگیں۔ یہ شعر انکی زبان پر تھے:

اَلا یا عین ویحک اسعدینا   الا وابکی امیرالمؤمنینا

ہاں اے آنکھ تیرا بھلا ہو ہمارا ساتھ دے۔ ہاں امیرالمؤمنین پر خوب آنسو بہا!

رزئنا خیر من رکب المطایا   وفارسہا ومن رکب السفینا

ہم نے اُس سب سے اچھے کو کھو دیا جو کبھی گھوڑوں پر یا کشتیوں پر سوار ہوئے۔

ومن لبس النعال او احتذاہا   ومن قرأ المثانی والمئینا

اور جنھوں نے زمین پر قدم رکھا اور جنھوں نے قرآن پڑھا۔

اذا استقبلت وجہ ابی حسین   رأیت البدر راع الناظرینا

حسین کے باپ کا چہرہ دیکھنا، بدر کامل کا دیکھنا ہو جو دیکھنے والوں کو حیرت میں ڈال دیتا ہو۔

ولا واللہ لا انسی علیا   وحسن صلاتہ فی الراکعینا

نہیں، واللہ، علی مجھے بھول نہیں سکتا، نہ رکوع کرنے والوں میں اُس کی اچھی نماز بھول سکتی ہوں۔

أفی الشہر الحرام فجعتمونا   بخیر الناس طرا اجمعینا

تم نے ماہ حرام میں سب آدمیوں سے اچھے آدمی کو مار کر ہمیں مصیبت میں ڈال دیا!

معاویہ نے اُنھیں ۶ ہزار دینار دیدئے اور کہا:

"پھوپھی! اسے جس طرح چاہو خرچ کرو۔ پھر جب کبھی ضرورت پڑے اپنے بھتیجے کو لکھنا، وہ ہر طرح تمھاری مدد کریگا"

* * *

ہندوستان کے موجودہ حکمرانوں (انگریزوں) نے پرانے ہندوستانی بادشاہوں کی رعایا پروری کی خوب نقل اتاری ہے۔ یہ بھی کبھی کبھی نہریں کھودتے ہیں مگر اپنی تنگ نظری کی وجہ سے مستقبل کو دیکھنے کے بجائے اپنی فوری منفعت پر نظر رکھتے ہیں۔ مگر اس نقالی میں وہ اپنے پیش رو۔ تاتاری، حکمرانوں کی فیاضی کی تقلید نہیں کرتے۔ (")

انگریزوں نے ہندوستان کے لئے ارزاں ذرائع نقل و حرکت اور آب پاشی کی ضرورت تو محسوس کی۔ مگر یہ محسوس نہ کیا کہ ہندوستان میں تیز ذرائع نقل و حرکت سے بھی زیادہ ضرورت اس بات کی ہے کہ خشک سالی کے زمانہ میں غلہ فراہم کیا جائے۔ انھوں نے وسیع ریلیں جاری کردیں مگر وہ جہازرانی کے لائق دریا بنانے کی ہمت نہ کرسکے۔ کیونکہ ایسے دریا، ریلوے کے مدمقابل ہوجاتے اور وہ نفع کم کردیتے جو ریلوں سے حاصل ہوتا ہے اور جس سے انگریز فائدہ اٹھاتے ہیں، قدرت نے ہندوستان کو بڑے بڑے دریا عطا کئے ہیں جو قدیم زمانہ میں تجارت کے راستے تھے۔ اور ان دریاؤں سے نکلی ہوئی نہریں باشندوں کے لئے نہایت ہی مفید ہوسکتی تھیں۔ وہ سستے طریق مواصلات اور نقل و حرکت کا کام بھی دے سکتی تھیں اور پیداوار کو ترقی دیکر فصلوں کی محافظ اور قحطوں کی سد راہ بن سکتی تھیں مگر انگریزوں نے سخت جغرافی غلطی کی۔ چونکہ خود اُنکے اپنے ملک میں نہروں کی بہت کم ضرورت تھی اس لئے اُنھوں نے ہندوستان میں بھی نہریں طیار کرنے میں غفلت کی۔ (سر آرتھر کاٹن: بلوبک)

اگر بنگال میں آب پاشی کا کافی انتظام ہو تو وہ تنہا پورے ہندوستان کا پیٹ بھر سکتا ہے۔ (ڈاکٹر بٹیلی کی شہادت زرعی کمیشن کے سامنے)

چارے کا سوال پورے ہندوستان کے لئے حد درجہ اہمیت حاصل کرتا جاتا ہے۔ ظاہر ہے چارا جس قدر کم ہوگا مویشی اُسی قدر کمزور ہونگے اسمیں کوئی شبہ نہیں کیا جاسکتا کہ اگر حالات میں فوری خوشگوار تبدیلی نہ ہوئی تو بنگال اور آسام کی زراعت کو نہایت سخت نقصان پہنچے گا۔

(سر چارلس ایلٹ)

دنیا کا کون ملک بغیر اپنے مویشیوں کے سرسبز ہوسکتا ہے؟ ہم فخر کرتے ہیں کہ ہم ہندوستان کے محافظ ہیں۔ مگر ہم نے ہندوستانی مویشیوں کی بقاء کے لئے کیا کیا ہے؟ کچھ بھی نہیں کیا۔ مجھے شرم کے ساتھ اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ ترقی کے بجائے ہم نے مویشی فنا کرنے میں مدد دی ہے! میں بغیر قوم کے مویشیوں کا تصور کرسکتا ہوں مگر بغیر مویشیوں کے قوم کا تصور نہیں کرسکتا۔ (سر ولیم ویڈربرن)

ہر منٹ میں ہندوستان سے ایک گائے باہر جاتی ہے۔
(بلوبک ۱۸۸۰ء)

۱۸۸۲ء میں تمام بیرونی دنیا سے انگلستان کو ۲۹،۸۶،۵۷،۰۰۰ من گیہوں گیا۔ برخلاف اس کے صرف ہندوستان سے ۱۱،۸۶،۸۳،۷۱۰ من گیہوں گیا۔ (رائل اگریکلچر سوسائٹی ۱۸۸۳ء)

ہر منٹ میں غلہ کی حسب ذیل مقدار ہندوستان سے باہر جاتی ہے:

چاول:	ہر منٹ میں	۱۱۸ من
گیہوں:	" "	۶۵ "
دال مسور:	" "	۵۵ "
دال ارہر:	ہر منٹ میں	۵۰ من
مونگ پھلی:	" "	۵۵ "

(سرکاری اعداد و شمار کی چوتھی اشاعت)

سیالکوٹ وغیرہ علاقوں میں دل ہلا ڈالنے والی بے شمار موتوں کی وجہ، میرے خیال میں صرف یہ ہے کہ افسوسناک قزاقی کے ساتھ غریبوں کی خوراک چھین کر باہر بھیجدی جاتی ہے۔ اس سے ملک کی کسان آبادی دائمی قحط کا شکار رہتی ہے۔
(ایچ، ڈبلو، بیلو سینیٹری کمشنر پنجاب کا خط ۱۸۹۱ء)

خراب غذا سے صرف اموات کی زیادتی ہی نہیں ہوگئی ہے بلکہ زندہ نسل کی جسمانی قوت بھی تباہ ہوگئی ہے۔ (" ")

کلکتہ میں فی روپیہ اناج کا نرخ

زمانہ	چاول	گیہوں	سرسوں کا تیل
۱۷۳۵	۲من ۳۰سیر	۲من ۲۰سیر	۱۲سیر
۱۷۵۰	۲من ۱۰سیر	۲من ۱۰سیر	۱۰سیر
۱۷۵۵	۱من ۳۰سیر	۱من ۲۵سیر	½۸سیر
۱۷۸۲	۱من ۵سیر	۱من ۵سیر	۷سیر
۱۸۲۵	۳۰سیر	۳۲سیر	۶سیر
۱۸۵۵	۱۵سیر	۱۸سیر	۵سیر
۱۸۸۰	۱۲سیر	۱۱سیر	½۴سیر

(ایسٹ انڈین کمپنی کا غیر مطبوعہ ریکارڈ۔ برٹش میوزیم میں)

ہندوستان میں بیماریوں کی کثرت کی اصلی وجہ خراب غذا ہے۔ اسی غذا نے ہندوستانیوں کا جسم کمزور کرکے بیماری کے لئے مستعد کردیا ہے
(لفٹننٹ میکارلین: اگریکلچر کمیشن)

ہندوستان کی ایک تہائی آبادی کو ناکافی کھانا ملتا ہے۔ ۴ کروڑ آدمی تو صرف ایک ہی وقت کھانا پکاتے ہیں۔ دس کروڑ آدمیوں کو کسی قسم کی طبی مدد نہیں پہونچتی۔ (")

گزشتہ ۵۰ سال میں ۲۶ بڑے بڑے قحط پڑے جن میں ۲ کروڑ سے بھی زیادہ آدمی بھوک سے مرگئے۔ (")

دنیا کے تمام دوسرے ملکوں کے مقابلہ ہندوستان میں قحط کیوں زیادہ پڑتے ہیں؟ اس کی وجہ بارش یا اوس کی کمی نہیں۔ کیونکہ خراب سے خراب موسم میں بھی بکثرت بارش ہوتی اور زراعت کو بڑھاتی ہے۔ اس کی اصلی وجہ یہ ہے کہ ہندوستان روز بروز غریب ہوتا جارہا ہے۔ (ڈبلو، ایس لیلی: انڈیا اینڈ اٹس پرابلم)

نصف ایکڑ زمین پر گزارہ کرنے کو ۸ کروڑ ہندوستانی کسان جدوجہد کررہے ہیں۔ اُن کی ساری زندگی ہمیشہ قحط سے دست بدست لڑائی میں گزرتی اور اکثر شکست پر ختم ہوتی ہے۔ اُن کی کوشش اس لئے نہیں ہے کہ غریبانہ زندگی بسر کرسکیں۔ یہ تو بہت بڑی چیز ہے۔ وہ بیچارے محض زندہ رہنے کے لئے کوشاں ہیں۔ ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ چند علاقوں کے علاوہ تمام ہندوستان، دائمی قحط کی وبا میں مبتلا رہتا ہے۔ (مسٹر جیکسن)

ہندوستان میں شرح اموات بحساب فی منٹ

ہر منٹ میں	۲۴	جوان
" "	۴	بچے
" "	۲	دق میں
" "	۷	ملیریا میں

بنگال میں روزانہ تعداد اموات

۲۰۰	جوان	ملیریا سے
۸۱۶	بچے	" "
۲۰۰	مائیں	" "

(سرکاری اعداد و شمار کی چھٹی اشاعت)

صحت خریدی جاسکتی ہے، تعلیم خریدی جاسکتی ہے، طبی امداد خریدی جاسکتی ہے لیکن ہندوستانیوں کے پاس خریدنے کی قوت کہاں ہے؟ یہاں تو ہر ہندوستانی کی آمدنی صرف ایک آنہ ہے۔
(ڈاکٹر مین لی پیج)

شرح آمدنی

آمریکہ	(فی کس)	۱۴ روپیہ ۹ آنہ۔
فرانس	"	۷ روپیہ ۴ آنہ
انگلینڈ	"	۶ " ۶ "
جاپان	"	۴ " ۱۱ "
ہندوستان	"	ایک آنہ ۶ پائی

(بین الاقوامی اشاعت ۱۸۹۰ء)

اگر کبھی انگریزوں کو ہندوستان اُسی طرح چھوڑنا پڑا، جس طرح رومن نے انگلستان چھوڑا تھا تو وہ ایک ایسا ملک چھوڑ جائینگے جس میں نہ تعلیم ہوگی، نہ حفظان صحت کا سامان ہوگا، اور نہ ہی دولت ہوگی۔ (سر ڈی، ہلٹن)

"لڑاؤ اور حکومت کرو،" کا رومن مقولہ، ہماری ہندوستانی حکومت کا اصل اصول ہونا چاہئے۔ عام اس سے کہ وہ سیاست، تمدن، یا فوج کسی سے بھی متعلق ہو۔
(ایک انگریز افسر کا بیان رسالہ "ایشیاٹک جنرل" ۱۸۲۱ء)

تعلیم کا اثر یہ ہوگا کہ فرقہ وارانہ اور مذہبی تعصب دور ہوجائے گا۔ حالانکہ اسی تعصب کی بدولت ہم ابتک ملک پر قابض ہیں۔ اسی کے ذریعہ ہندوؤں کو مسلمانوں سے اور مسلمانوں کو ہندوؤں سے لڑاتے ہیں۔ تعلیم کا اثر یہ ہوگا کہ اُنکے دماغ روشن اور وسیع ہوجائیں گے اور وہ اپنی عظیم قوت کا احساس کرلیں گے۔
(سر ایل، اسمتھ ۱۸۳۱ء)

میرے پاس اس خیال کی ہر وجہ موجود ہے کہ سندر سومناتھ کو پھاٹک ہندوستان واپس لانے سے تمام ہندو ہم سے مطمئن اور خوش ہوگئے ہیں۔ میرے خیال میں اس کی وجہ سے مسلمان بھی ناراض نہیں ہوئے۔ لیکن میں اس حقیقت سے اپنی آنکھیں بند نہیں کرسکتا کہ یہ قوم (مسلمان) بنیادی طور پر ہماری دشمن ہے۔ بنابریں ہمارے لئے بہترین پالیسی یہ ہوگی کہ ہندوؤں کو خوش رکھیں۔
(لارڈ ڈلہوزی ۱۸۴۳ء)

دہلی کے نامی اور نامور مشہور و معتبر مقبول خاص و عام اسم بامسمّی

ہمدرد دواخانہ یونانی دہلی کا

عدیم المثال نادر الوجود سرمائی تحفہ

تار کا کافی پتہ

"ہمدرد، دہلی"

ماء اللحم دو آتشہ

برنسخہ خاص

زندگی جیسی عزیز اور پیاری چیز ہے وہ ظاہر ہے لیکن تندرستی بھی ایک ایسی نعمت ہے کہ بغیر اس کے زندگی بے لطف بلکہ بیکار ہے۔ تندرستی ہزار نعمت ہے۔ تندرستی ہے تو سب کچھ ہے۔ اگر آپ کو تندرستی کی قدر ہے اور تندرست رہنا پسند کرتے ہیں تو ہمارا تازہ کشید کیا ہوا ماء اللحم استعمال کیجئے اور پیری میں شباب کا لطف اٹھائیے یہ امر تو مسلم ہے کہ ماء اللحم مقوی ارواح ہے، بدن میں چستی اور توانائی پیدا کرنا۔ رنگ کا نکھارنا روح کو تازگی اور قوت دینا۔ گئی ہوئی طاقت میں از سر نو جان کا ڈالنا اس کی خاصیت ہے۔ مگر ہمارا ماء اللحم خصوصیت کے ساتھ پیروں کو جوان اور جوانوں کو نوجوان بناتا ہے اس لئے کہ نادر اور بیش قیمت اور مقوی اور فرحت بخش اجزاء سے بطرز خاص تیار کیا گیا ہے۔ نسخہ بھی اس کا معمولی اور کتابی نہیں ہے بلکہ عالیجناب شفاء الملک بہادر غفران مآب رئیس اعظم دہلی کا خاص خاندانی نسخہ ہے جو جناب ممدوح نے بغرض رفاہ عام "ہمدرد دواخانہ" کو مرحمت فرمایا ہے۔ ایک مرتبہ ماء اللحم کا استعمال فرما کر خدا کی قدرت کا مشاہدہ کیجئے فائدہ تو تین دن کے بعد ہی معلوم ہوتا ہے مگر معتدبہ اور پورا فائدہ ایک چلہ میں ہوتا ہے۔ پبلک کو صرف اپنی لفاظی اور خوش بیانی سے خوش کر دینا ہمارا شیوہ نہیں ہے۔ مگر بعض امور میں ہم کو اپنی سچی ہمدردی کے اظہار کا کوئی موقع نہیں ملتا ہے تو مجبور ہو کر اشتہار دینا پڑتا ہے

ماء اللحم کے استعمال کا یہی موسم ہے اور یہی زمانہ ہے منگائیے! اور آزمائیے!! تجربہ بتا دے گا کہ ہمدرد کہاں تک اپنے دعویٰ میں سچی ہے مشک آنست کہ خود ببوید۔ قیمت بھی بہ نظر ہمدردی پانچ روپیہ فی بوتل مقرر کی گئی ہے۔ علاوہ اس کے چند قسم کے حلوے مقوی اور خوش ذائقہ نہایت نفیس تیار ہیں جن کے پورے افعال و خواص آپ فہرست میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں نیز ہر قسم کی مفرد و مرکب دوائیں اس دواخانہ سے مناسب قیمت پر ملتی ہیں۔ فہرست ۲۶ء معہ جنتری تیار ہے۔ مفت طلب فرمائیے۔ خط و کتابت کے لئے کافی پتہ "منیجر ہمدرد دواخانہ یونانی دہلی"

منیجر ہمدرد دواخانہ یونانی دہلی

حیرت انگیز رعایت

پندرہ روپے کی تین گھڑیاں

صرف دس روپے میں

محصول ڈاک اور پیکنگ بھی معاف

آپ کے لئے + آپ کے کمرہ کے لئے + بیوی کے لئے

قابل گولڈن رسٹ واچ ریلوے ریگولیٹر پاکٹ واچ مشہور عالم بی ٹائم پیس سیڈ

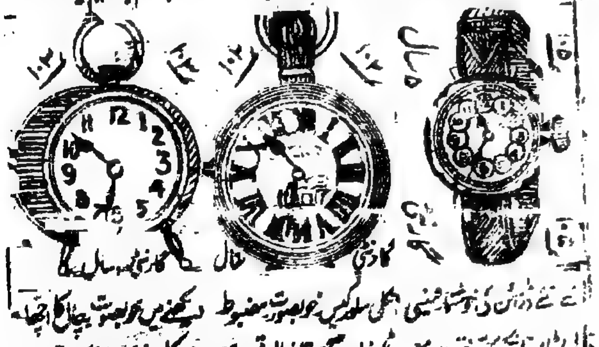

[illegible] خوبصورت مضبوط دیکھنے میں خوبصورت چال کا اچھا [illegible] نہایت صحیح [illegible] قیمت [illegible] مضبوط [illegible] محصول ڈاک پیکنگ بھی [illegible] محصول ڈاک پیکنگ بھی [illegible]

[illegible] اگر آپ یکمشت طلب فرمائیں تو صرف دس روپے میں بھیجی جائیں گی یہ رعایت محض [illegible] فرم کی شہرت کی وجہ سے ہے اور یہ رعایت اسی وقت تک ہے جب تک یہ تھوڑا سا اسٹاک ہے [illegible] کے بعد ہم تعمیل کے ذمہ دار نہ ہوں گے آپ فوراً ہی آرڈر بھیج دیں ایسا نہ ہو کہ اسٹاک ختم ہو جائے اور آپ کی فرمائش کی تعمیل نہ ہو سکے۔

نوٹ۔ ایک یا دو گھڑی کے خریدار کیلئے کوئی رعایت نہیں ہے ان سے پوری قیمت مندرجہ [illegible] لی جائیگی۔ اور محصول ڈاک و پیکنگ وغیرہ بھی ان کو ادا کرنا ہوگا +

پتہ: اعظمی امریکن واچ ہوس اسٹاکسٹ ویسٹ اینڈ واچ کمپنی [illegible] تمام دہلی

اشتہار کے لئے

رنگ دیکھ لو

دو روپے تولہ سونا

گھسکر آزما لو

جرمنی کی حیرت انگیز ایجاد

اس سونے کی نہایت خوبصورت نازک منقش چوڑیاں جرمنی سے بنکر آئی ہیں۔ چونکہ انہیں ایک خول کی صورت میں بنایا گیا ہے۔ ان کے اندر رنگین چوڑیاں آجاتی ہیں۔ اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ بہترین زبرجد اور یاقوت کے نگینے جڑ دیئے گئے ہیں۔ برسوں استعمال کیجئے لیکن رنگ و رونق میں فرق نہیں آتا اور نہ سیاہی دیتی ہے۔ صنف نازک کے لئے بہترین تحفہ ہے۔ ڈھائی روپیہ میں پانچسو روپے کا کام نکالا جا سکتا ہے۔ ہر سائز کی موجود ہیں سینکڑوں کی تعداد میں روزانہ فروخت ہوتی ہیں۔ جلد منگوائیے تاکہ اسٹاک ختم نہ ہو جائے۔ آٹھ چوڑیوں کی قیمت ڈھائی روپیہ۔ جن کا وزن تقریباً ڈیڑھ تولہ ہوگا۔ چوبیس چوڑیوں کے دام مبلغ سات روپے (۷)

منیجر گولڈن اسٹور۔ پوسٹ بکس نمبر ۱۸ لاہور

مذاکرۂ علمیہ

نظریۂ نشوو ارتقا کی موجودہ منزل

حال میں سر آرتھر کیتھ نے برطانی اکاڈیمی کی صدارت کرتے ہوئے نظریۂ نشوو ارتقا پر ایک نہایت مبسوط تقریر کی تھی، جس نے از سر نو اس بحث پر موافقانہ و مخالفانہ خیالات کو جنبش دیدی۔ اسوقت تک تقریبًا تیس چالیس علمائے فن اس کی موافقت یا مخالفت میں اظہار خیال کر چکے ہیں، اور بحث و نظر کا سلسلہ جاری ہے۔

برطانی اکاڈیمی کے سالانہ اجلاس اور سر آرتھر کی تقریر کا مختصر تذکرہ اردو اخبارات میں آچکا ہے۔ ہم چاہتے ہیں سر آرتھر کی تقریر کے بعض اہم حصے اور انکے مخالفین کے ضروری مباحث الہلال کے صفحات پر درج کر دیں۔ بہ حیثیت مجموعی یہ موافق و مخالف خیالات کا ایک ایسا مجموعہ ہوگا، جس کے مطالعہ سے بہ یک نظر معلوم ہو جائیگا کہ بحالت موجودہ ڈاروِن کا نظریہ کس منزل میں ہے اور موافق و مخالف دلائل کا وزن کیا ہے۔

ہم پہلے سر آرتھر کی تقریر کا ضروری خلاصہ درج کر دیتے ہیں۔ پھر مخالف مباحث کا خلاصہ درج کرینگے:—

سر آرتھر کا خطبہ

"۵۵ برس ہوئے کہ نشوء انسانی کی تاریخ، عالم وجود میں آئی۔ آج میرا موضوع بحث بھی یہی ہے۔ اس بحث کے لئے اس شہر لیڈس سے زیادہ موزوں کوئی مقام نہیں۔ کیونکہ ڈاروِن نے توراۃ کے حامیوں پر اپنا پہلا گولہ یہیں پھینکا تھا۔ دنیا نے دیکھ لیا کہ ڈاروِن کا یہ گولہ کیسا خوفناک تھا اور کس طرح اس فاتح نے تمام مخالفوں سے ہتیار رکھوا لئے۔ تقریبًا ٦٩ برس ہوتے ہیں کہ اسی شہر میں اپنے عہد کے مشہور ترین عالم سر رچرڈ اوین نے ایک طولانی خطبہ دیا تھا اور انسان کی اصلیت پر بحث کرتے ہوئے ثابت کیا تھا کہ توراۃ نے انسان کی عمر جتنی قرار دی ہے، وہ اُس سے کہیں زیادہ پرانا ہے۔ لیکن ساتھ ہی اس فیلسوف نے اس نظریہ کا مضحکہ بھی اڑایا تھا کہ انسان ادنی مخلوقات سے ترقی کر کے اپنے موجودہ درجے تک پہنچا ہے۔ اس نے دعوی کیا تھا کہ انسان اور بندر میں بہت ہی عظیم فرق ہے۔ اتنا فرق کہ دونوں میں کوئی مشترک علاقہ موجود نہیں، دونوں، دو بالکل علیحدہ علیحدہ جنسیں ہیں۔

اوین اور ہکسلے

سر رچرڈ اپنے زمانے میں اس اکاڈیمی کا صدر تھا۔ اُس کے سامعین میں ایک علامۂ عصر، مسٹر ہنری ہکسلے، سر رچرڈ کا خوفناک حریف بھی تھا۔ ہکسلے اسوقت جوان تھا۔ اُسے سر رچرڈ سے اسقدر مخاصمت تھی کہ وہ اسی تقریر میں مباحثہ پیش آجانے کی امید کرتا تھا مگر اتفاق سے یہ معرکہ پیش نہیں آیا۔

اس واقعہ کے دو سال بعد ہماری انجمن کا سالانہ جلسہ آکسفورڈ میں ہوا۔ یہاں سر رچرڈ نے پھر نظریۂ نشوو ارتقاء کا مضحکہ اڑاتے ہوئے دعوی کیا کہ انسان دوسرے حیوانات سے بالکل علیحدہ مخلوق ہے۔ اور یہ کہ انسان کے دماغ میں بعض خصوصیتیں ایسی موجود ہیں جو انتھروپوئیڈ (وہ بندر جو انسان سے بہت زیادہ مشابہ ہے) کے دماغ میں پائی نہیں جاتیں۔

ہکسلے نے اسپر اعتراض کیا اور وہ تاریخی مباحثہ پیش آیا جس نے علمی فتوحات کے لئے میدان صاف کر دیا۔ یہ معرکہ دراصل علم اور توراۃ کے درمیان واقع ہوا تھا۔ تمام حامیان توراۃ، جن کی قیادت آکسفورڈ کا لارڈ بشپ کر رہا تھا، سر رچرڈ کی پشت پناہی پر تھے۔ ہکسلے تنہا تھا لیکن دنیا نے تسلیم کر لیا کہ فتح ہکسلے ہی کو حاصل ہوئی!

اس واقعہ کے تین سال بعد ۱۸٦۳ء میں ہکسلے نے اپنی مشہور کتاب "کائنات میں انسان کی مرکزیت پر دلائل" شائع کی۔ یہ کتاب ہمارے اسی موضوع سے متعلق ہے۔ اس میں مصنف نے قطعی طور پر ثابت کر دیا کہ انسان، چھاتی رکھنے والے حیوانات ہی کا فرد ہے، اور اُس سے قریب تر مخلوق وہ بندر ہے جس کا نام "انتھروپوئیڈ" ہے۔

اصل انسان

یہ کہنا غیر ضروری ہے کہ اُس عہد کی عقل انسانی یہ نظریہ (نظریۂ نشوء) قبول کرنے کے لئے مستعد نہ تھی۔ مدتوں سے یہ اعتقاد راسخ تھا کہ انسان ایک مستقل مخلوق ہے۔ لیکن آج یہ حالت بدل چکی ہے۔ اسوقت جو لوگ ڈاروِن کے نظریہ پر یقین نہیں رکھتے، وہ بھی اس کے لئے مستعد ہیں کہ جب یہ نظریہ قطعی دلائل کے ساتھ سامنے آجائے تو تعصب سے انکار نہیں کر دینگے۔

نظریۂ نشوء انسانی، انیسویں صدی کی ایک حیرت انگیز پیدائش ہے۔ چارلس ڈاروِن کا دنیا پر بہت بڑا احسان ہے کہ اُسی کے غیر معمولی دماغ نے یہ نظریہ ظاہر کیا۔ جس وقت سر رچرڈ اپنا مذکورۂ بالا خطبہ لیڈس میں سنا رہے تھے، ڈاروِن اپنی کتاب "اصل انواع" تصنیف کر رہا تھا۔ ۱۸۵۹ء میں یہ کتاب ظاہر ہوئی۔ مگر اُس کا ظہور کوئی معمولی حادثہ نہ تھا۔ اُس نے اچانک ایک عظیم فکری انقلاب پیدا کر دیا۔ ڈاروِن نے قدیم افکار و معتقدات سے یہ بغاوت بیٹھے بیٹھے نہیں کر دی تھی۔ کامل ۲۰ برس اُس کے لئے طیاری کی تھی۔ اُس کی یہ کتاب درحقیقت اعلان جنگ تھا۔ اس کا دوسرا خوفناک حملہ، ایک دوسری کتاب کی صورت میں ہوا۔ اس کا نام "حیوانات پر ماحول کی تاثیر" تھا۔ یہ کتاب ابتک علم الحیات کے حقائق کا ایک بے نظیر مجموعہ ہے لیکن ابھی فیصلہ باقی تھا۔ دشمن ہنوز میدان میں اٹا ہوا تھا۔ ڈاروِن نے ۱۸۷۱ء میں اپنی تیسری کتاب "تسلسل انسان" شائع کی۔ یہ اُس کا فیصلہ کن حملہ تھا۔ دشمن سراسیمہ ہو کر بھاگا اور آجتک پھر کبھی مقابلہ میں نہ آسکا!

اُسوقت سے ڈاروِن کے قدم ایسے گڑے کہ پھر کبھی اُکھڑ نہ سکے آج ۵٦ برس گزر چکے ہیں۔ بہت سے نئے حقائق ظاہر ہو چکے ہیں مگر ڈاروِن اپنی جگہ پر پہاڑ کی طرح قائم ہے۔ یہ تمام حقائق اُس کے نظریہ کی تائید کرتے ہیں۔ بلاشبہ بعض تبدیلیاں بھی واقع ہوئی ہیں لیکن نظریہ بحیثیت مجموعی ثابت رہا، محکم ہو۔ اور ہمیشہ یونہی سربلند رہے گا۔

حفریات

میں نے کہا یہ نظریہ ہمیشہ یونہی سربلند رہیگا۔ یہ کوئی مبالغہ نہیں ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ڈاروِن کے بعد علماء نے اُس کا نظریہ چھوڑ نہیں دیا بلکہ کسوٹی پر رکھ کر برابر جانچتے رہے۔ انھوں نے قدیم انسان کے آثار کی تلاش شروع کی۔ زمین کھود کر وہ اوزار اور ظروف نکالے جنھیں انسان اپنے اولین عہد میں استعمال کرتا تھا۔ یعنی اُس عہد میں جس کا نام اصطلاح میں عہد بلیسٹوسینی ہے (یہی وہ زمانہ ہے جس میں سطح زمین کا تیسرا طبقہ بنا تھا) یہ عہد اب سے دو لاکھ برس یا ۱۰ لاکھ برس پہلے تھا۔ اسی قدر نہیں بلکہ علماء کی تحقیقات، عہد بلیسٹوسینی تک پہنچ چکی ہے۔ یعنی اُس زمانے تک جبکہ زمین کا دوسرا چھلکا بنا ہے۔

ڈاروِن کی وفات سے دس برس بعد ڈاکٹر ادجین ڈیبوا کو اولین انسان کی ہڈیاں ملیں۔ اُس نے اس کا نام "پتھکانتھروپس" یعنی بندر انسان رکھا۔ نیز اُسی زمانے میں ڈاکٹر ریڈ مویر نے مشرقی انگلیا میں زمین کے دوسرے طبقے میں حجری ظروف اور اوزار پائے۔ ان تمام حفریات و آثار سے نشوء انسانی پر ڈاروِن کے نظریہ کی تصدیق ہوتی ہے۔

تسلسل انسان

بندر سے مشابہ مخلوق سے انسان کا ظاہر ہونا ایسے قطعی دلائل سے ثابت ہو چکا ہے کہ بحث کی گنجائش باقی نہیں ہے۔ لیکن یہ نشوء ارتقاء اُس سے کہیں زیادہ پیچیدہ اور غیر منضبط تھا جتنا خود ڈاروِن سمجھتا تھا۔ پہلے علماء خیال کرتے تھے کہ ارتقاء کامل طور پر ہوا ہے یعنی جسم انسانی کے ہر عضو نے یکساں طور پر تدریجی ترقی کی ہے حالانکہ یہ صحیح نہیں۔ ارتقاء، نہایت غیر منتظم طور پر مختلف موثرات کے تحت واقع ہوا ہے۔ قدیم انسان میں ارتقاء کی یہ بے نظمی موجودہ انسان سے کہیں زیادہ واضح تھی۔ دقیق مباحث سے اب ثابت ہو چکا ہے کہ ہر عضو نے تدریجی ترقی نہیں کی۔ یعنی یہ نہیں ہوا کہ کھوپڑی، دماغ، جبڑا، دانت، جلد، بازو، پاؤں وغیرہ وغیرہ اعضاء میں سے ہر عضو بتدریج بندر کی شکل سے ترقی کر کے انسان کی عضویت بنتا گیا، بلکہ یہ ہوا کہ بعض اعضاء ترقی کرتے تھے، بعض ترقی نہیں کرتے تھے، بعض بالکل غائب ہو جاتے تھے۔ ذیل کی مثال سے یہ حقیقت واضح ہو جائے گی:

ڈاروِن کی وفات سے ۳۰ برس بعد یعنی ۱۹۱۲ء میں مسٹر چارلس ڈوسن کو انگلستان کے ایک مقام پلٹڈن (یعنی ڈاروِن کی قیامگاہ سے ۳۰ میل کے فاصلے پر) ایک بھرائی ہوئی کھوپڑی اور جبڑا ملا۔ سر آرتھر ووڈوارڈ نے دونوں کی جانچ کی اور فیصلہ کیا کہ یہ دونوں عضو ایک ہی جسم کے ہیں اور یہ مخلوق اب سے ۱۰۱ لاکھ برس پہلے زمین پر موجود تھا۔ ان آثار میں کھوپڑی، موٹی دیواروں کی تھی اور موجودہ انسان کی کھوپڑی سے بہت زیادہ مشابہت رکھتی تھی لیکن نیچے کا جبڑا، بندر کے جبڑے کی طرح تھا۔ بعض علماء کے لئے یہ اختلاف، سخت حیرت کا موجب ہوا اور اُن سے اس کے سوا کچھ کہتے بن نہ پڑا کہ یہ دونوں چیزیں، دو مختلف جسموں کی ہیں حالانکہ اگر وہ علم تشریح کے ماہر ہوتے، تو اس غلطی کا شکار نہ ہوتے۔ انہیں معلوم ہو جاتا کہ جسم کے بعض اعضا جلد ترقی کرتے ہیں اور بعض بہت پیچھے رہ جاتے ہیں۔ ارتقاء کی یہ بے ضابطگی بندر نما انسان میں زیادہ واضح پائی جاتی ہے۔ مثلاً اس کی ران کی ہڈی بالکل آدمی کی سی ہوتی ہے مگر کھوپڑی، بندر سے مشابہ ہوتی ہے۔ مذکورۂ بالا انتھروپوئیڈ

سے بھی معلوم ہوا کہ اس قدیم ترین عہد میں [illegible] انسان کی [illegible] زمین پر ایک ایسی مخلوق آباد تھی جو انسان اور بندر کے بیچ میں تھی

گر آپ

علم وکتب کی وسعت اور دستِ طلب کی کوتاہی سی گھبرا گئے ہیں تو کیوں کسی ایسے مقام کی جستجو
نہیں کرتے جہاں دنیا کی تمام بہترین اور منتخب کتابیں جمع کرلی گئی ہوں؟

ایسا مقام موجود ہی!

J. & E. Bumpus Limited,
350, Oxford Street,
LONDON, W. 1.

جو

دُنیا میں کتُب فروشی کا عظیم مرکز ہی

اور جسے ملک معظم برطانیہ اور انکے کتبخانہ قصر کے لئے کتابیں بہم پہونچانے کا شرف حاصل ہی!

انگریزی کا تمام ذخیرہ جو برطانیہ اور برطانی نوآبادیوں اور ملحقہ ممالک میں شائع

ہوتا ہی

یورپ کی تمام زبانوں کا ذخیرہ

مشرقی علوم وادبیات پر انگریزی اور یورپین زبانوں کی تمام کتابیں

نئی اور پرانی دونوں طرح کی کتابیں

تمام دنیا کے ہر قسم اور ہر درجے کے نقشے

ہر قسم کی تعلیمی کتابوں کے مسلسل سلسلے

بچوں کے لئے ہر قسم اور درجہ کا ذخیرہ

قیمتی سے قیمتی اور [illegible] نسخے [illegible] ایڈیشن

آپ ہمارے عظیم ذخیرے سے حاصل کرسکتے ہیں

ہمارے یہاں سے ہر چھ

ماہ کے بعد نئے ذخیرہ کی مفصل فہرست شائع ہوا کرتی ہی

ان تمام اصحاب کے لئے

جو

قیمتی تمدن و [illegible] کی قیمتی اشیاء کا شوق رکھتے ہیں

دنیا میں عظیم الشان مقام

I. SHENKER,

118, BROMPTON ROAD, KENSINGTON LONDON S. W. 3.

ہے

مغرب و مشرق کے قدیم آثار، پرانی قلمی اور مطبوعہ کتابیں، پرانی تصویریں، پرانے سکے، اور نقوش، پرانے زیور، آرائش و تزئین کا ہر قسم کا سامان، اور ہر طرح کے پرانے صنعتی عجائب و نوادر، اگر آپ کو مطلوب ہیں، تو ہم سے خط و کتابت کیجیے۔ کم از کم ہماری نمائش گاہوں اور نوادر خانہ کی فہرستیں ہی منگوا لیجیے۔ اہل علم اور اہل دولت، دونوں کے لیے ہمارا ذخیرہ قیمتی ہے۔

نوادر عالم کا یہ ذخیرہ

دنیا کے تمام حصوں سے غیر معمولی مصارف و مساعی کے بعد حاصل کیا گیا ہے۔ دنیا کے تمام قدیم تمدنی مرکزوں مثلاً مصر، شام، فلسطین، ہندوستان، ایران، ترکستان، چین، وغیرہ ممالک میں ہمارے ایجنٹ ہمیشہ گردش کرتے رہتے ہیں۔

باایں ہمہ

قیمتیں تعجب انگیز حد تک ارزاں ہیں!

براعظم یورپ، امریکہ

اور

مشرق

کے تمام [illegible]، کتب خانے، اور عجائب خانے ہم سے نوادر حاصل کرتے رہتے ہیں۔ قاہرہ کے نئے ایوان شاہی کے نوادر ابھی حال میں ہم ہی نے فراہم کیے ہیں

اگر آپ کے پاس نوادر موجود ہوں

تو

آپ فروخت کرنے کے لیے [illegible] پہلے ہم سے ہی خط و کتابت کیجیے بہت ممکن ہو کہ ہمارا سفری یا مقامی ایجنٹ آپ سے مل سکے

مطبوعات الہلال بک ایجنسی

* * *

معارف ابن تیمیه و ابن قیم

* * *

دیني علوم کے بیش بہا جواهر ریزي

اس سلسله میں هم نے اماميں کي ان نادر و اعلی درجه کي بلند پایه عربي تصانیف کے اردو تراجم کا سلسله شروع کیا هے ' جنکا مطالعه اصلاح عقائد اسلام اور اشاعت و معارف کتاب و سنت کے لیے نہایت ضروري و ناگزیر هے - امید که یه "سلسلۂ تراجم" بد نصیب هندوستان کي دماغي اصلاح کا کام دے :

اسوۂ حسنه — امام ابن قیم کي فن سیرت میں شهرہ آفاق کتاب "زاد المعاد" کے خلاصه کا اردو ترجمه - بلا جلد ۲ روپے مجلد اڑهائي روپیه -

کتاب الوسیله — لفظ "وسیله" کي بحث کے علاوہ امام ابن تیمیه نے اسلام کے اصل الاصول "توحید" کي مبسوط بحث کي هے - بلا جلد اڑهائي روپیه ' مجلد سوا تین روپیه -

اصحاب صفه — انکي تعداد ' ذریعه معاش ' طریق عبادت اور انکے مفصل حالات بیان کیے هیں دس آنے -

تفسیر سورۃ الکوثر — امام ابن تیمیه کے مخصوص انداز تفسیر کا اردو ترجمه - چار آنے -

العروۃ الوثقی — خالق و مخلوق کے درمیان واسطه کا فرق بدلائل بیان کیا هے - چهه آنے -

سیرت امام ابن تیمیه — حضرت امام کے ضروري حالات زندگي نہایت خوش اسلوبي سے بیان کیے هیں - نو آنے

نجد و حجاز — علامه سید محمد رشید رضاء مصري کي تازہ کتاب کا اردو ترجمه - سوا روپیه -

ائمه اسلام — ترجمه رفع الملام عن ائمة الاعلام - بارہ آنے

خلاف الامه — فی العبادات - پانچ آنے

صبح سعادت — یه ایک علمي ' اسلامي ' سه ماهي رساله هے جس کے خریدار کو هم نے کمال کوشش و کاوش سے اردو ' عربي ' فارسي ' انگریزي ' اور دوسري زبانوں کي تمام اهم اور اعلی مطبوعات کے متعلق بہترین تازہ معلومات بہم پہنچانے کا اهتمام کیا هے - اسکے علاوہ ائمه و اسلام و بزرگان دین کے حالات ' لطائف افسانه ' نظمیں اور ممالک اسلامیه کے معتبر ذرائع سے حاصل کیے هوے حالات درج کیے جاتے هیں - في پرچه ۸ آنه سالانه ۲ روپیه پیشگي -

* * *

منیجر الہلال بک ایجنسی

(حلقه نمبر ۲٤ شیرانواله دروازہ لاهور پنجاب)

"Al-Hilal Book Agency,"

24, LAHORE, PANJAB.

* * *

خط و کتابت کی وقت اپنا نام اور پته صاف لکهین

اور نمبر خریداری ضرور تحریر فرمائین

السحر الحلال فی مجلدات الہلال

* * *

گاہ گاہے بازخوان این دفتر پارینه را
تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینه را

* * *

اردو صحافت کي تاریخ میں الهلال هي وہ رساله هے جو اپني تمام ظاهري اور باطني خصوصیات میں ایک انقلاب آفریں دعوت تهي -

الهلال اگرچه ایک هفته وار مصور رساله تها ' لیکن چونکه وہ اردو صحافت کي مختلف شاخوں میں اجتهاد نظر و فکر کي نئي روح پیدا کرني چاهتا تها ' اس لئے اس کا هر نمبر مختلف اقسام اور مختلف اذواق کا مجموعه تها - اس کے هر نمبر میں مختلف ابواب ' مذهب ' سیاست ' ادبیات ' علوم و فنون ' اور معلومات عامه کے هوتے تهے - اور اسکا هر باب اپني مجتهدانه خصوصیات کے لحاظ سے اپني نظیر آپ هوتا تها - پهر اس کي ظاهري خوبیاں اردو صحافت میں اعلی طباعت و ترتیب کا پہلا نمونه تهیں - اردو کا وہ پہلا هفته وار رساله تها ' جس میں هاف ٹون تصاویر کے اندراج کا انتظام کیا گیا ' اور ٹائپ میں چهپنے کي وجه سے بہت سي ایسي خوبیاں پیدا هوئیں جو پتهر کي چهپائي میں ممکن نہیں - اس کي جلدیں جدید اردو علم ادب کے علمي ' مذهبي ' سیاسي ' اور اجتماعي مواد و مباحث کا بہترین مجموعه هیں - ان کي مقبولیت و قدر کا اندازہ اس سے هوسکتا هے که سنه ۱۹۱۸ میں بعض شایقین علم و ادب نے اس کي تمام جلدوں کا مکمل ست سات سو روپیه میں خرید کیا - اور حال میں ایک صاحب نے اس کي پہلي جلد مکمل (جو دفتر میں بهي موجود نہیں) ساڑهے چارسو روپیه میں حیدرآباد سے خریدي هے - جن لوگوں نے اس کے پرچے بحفاظت جمع کئے هیں وہ بڑي سے بڑي قیمت پر بهي علحدہ کرنے کیلیے تیار نہیں - پچهلے دنوں "البلاغ پریس" کا جب تمام اسٹاک نئے مکان میں منتقل کیا گیا تو ایک ذخیرہ الهلال کے پرچوں کا بهي محفوظ ملا ' هم نے کوشش کي که شایقین علم و ادب کے لئے جس قدر مکمل جلدیں مرتب کي جاسکتي هیں مرتب کرلي جائیں اور جن جلدوں کي تکمیل میں ایک دو پرچوں کي کمي هو انهیں دوبارہ چهپوا لیا جاے -

چنانچه الحمدلله یه کوشش ایک حد تک مشکور هوئي اور اب علاوہ متفرق پرچوں کے چند سالوں کي جلدیں پوري مکمل هوگئي هیں - هم اس اعلان کے ذریعه شایقین علم و ادب کو آخري موقعه دیدے هیں که اس قیمتي ذخیرہ کے حاصل کرنے میں جلدي کریں ' چونکه جلدوں کي ایک بہت هي محدود تعداد مرتب هوسکي هے اس لئے صرف انهیں درخواستوں کي تعمیل هوسکے گي جو سب سے پہلے پہونچیں گي - هر جلد مجلد هے اور ابتدا میں تمام مضامین کي انڈکس به ترتیب حروف تهجي لگادي گئي هے -

الهلال مکمل جلد دوم ۱۰ روپیه الهلال مکمل جلد سوم ۱۰ روپیه
,, ,, چهارم ۱۰ روپیه ,, ,, پنجم ۱۰ روپیه

جلد "البلاغ" (جب دوسري مرتبه الهلال اس نام سے شائع هوا) قیمت ۸ روپیه

علاوہ جلد اول کے هر جلد کے متفرق پرچے بهي موجود هیں جن میں سے هر پرچه اپنے مضامین کے لحاظ سے ایک مستقل مجموعه علم و ادب هے - قیمت في پرچه ۸ - آنه - محصول ڈاک و پیکنگ اس کے علاوہ هے -

منیجر "البلاغ پریس"

کیا آپکو معلوم نہیں

کہ

اسوقت

دنیا کا بہترین فاونٹین قلم

امریکن کارخانہ "شیفر"

کا

"لائف ٹائم"

قلم ہے؟

(۱) اتنا سادہ اور سہل کہ کوئی حصہ نزاکت یا پیچیدہ

ہونے کی وجہ سے خراب نہیں ہو سکتا

(۲) اتنا مضبوط کہ یقیناً وہ آپ کو آپکی زندگی

بھر کام دے سکتا ہے

(۳) اتنا خوبصورت، سبز، سرخ اور سنہری بیل بوٹوں

سے مزین کہ اتنا خوبصورت قلم دنیا میں

کوئی نہیں

کم از کم تجربہ کیجیے

یاد رکھیے

جب آپ کسی دکان سے قلم لیں تو آپکو "شیفر"

کا

"لائف ٹائم"

لینا

چاہیے!

اگر آپ انگلستان کی سیاحت کرنا چاہتے ہیں تو

یاد رکھیے

کہ

آپکو ایک مستند اور آخرین رہنما

گائڈ بک

کی ضرورت ہے

جو

انگلستان کے تمام شہروں، سوسائٹیوں

ہوٹلوں، کلبوں، تھیٹروں، رقص گاہوں،

قابل دید مقاما،

اور

آثار قدیمہ وغیرہ سے

آپکو مطلع کر دے

نیز

جس سے وہ تمام ضروری معلومات حاصل کی جا سکیں جن

کی ایک سیاح کو قدم قدم پر ضرورت پیش آتی ہے،

ایسی

مکمل گائڈ بک صرف

ڈنلاپ گائڈ ٹو گریٹ برٹین

The Dunlap guide
to great Britain

کا دوسرا ایڈیشن ہے

ہندوستان کے

تمام انگریزی کتب فروشوں اور بڑے

بڑے ریلوے اسٹیشنوں کے بک اسٹال سے مل سکتی ہے

جامع الشواہد

طبع ثانی

مولانا ابو الکلام صاحب کی یہ تحریر ۱۹۱۹ء میں شایع ہوئی تھی جب وہ رانچی میں نظر بند تھے۔ موضوع اس تحریر کا یہ تھا کہ اسلامی احکام کی رو سے مسجد کن کن اغراض کے لئے استعمال کی جا سکتی ہے؟ اور اسلام کی رواداری نے کس طرح اپنی عبادتگاہوں کا دروازہ بلا امتیاز و مذہب و ملت تمام نوع انسانی پر کھول دیا ہے؟

قیمت عہ (منیجر الہلال کلکتہ)

اگر آپکو

دمہ

ضیق النفس

یا

کسی طرح کی بھی معمولی کھانسی کی شکایت

ہو

تو تامل نہ کیجیے۔ اپنے سے قریب

دوا فروش کی دکان سے

فوراً

ایک ٹین

HIMROD

کی

مشہور عالم دوا کا

منگوا کر

استعمال کیجیے

۱۹۲۷

الہلال

۲۱

البلاغ پریس کلکتہ

دنیا کي بہترین کتابوں کیلئے بہترین رهنما:

تائمز اف لنڈن کا ادبي ضمیمه

یه ضمیمه دنیا کي تمام کتابوں پر هفته وار دلچسپ اور رقیع تبصره کرتا هے -

اسکا معتدل نقد علمي حلقوں میں مسلم هے -

اس میں چند صفحات وقت کے جاري اور زیر بحث ادبي موائد پر بهي هوتے هیں جنکي اهمیت کا عام طور پر اعتراف کیا گیا هے -

اپنے یہاں کے ایجنٹ سے تقاضه کیجئے که وه تائمز لنڈن کا هفته وار ادبي ضمیمه آپکے لئے مهیا کرے - لیکن اگر آپ چاهیں تو

The .Publisher :

Printing House Square

London. E. C. 4.

سے براه راست طلب کر سکتے هیں

دنیا کے هر معلم اور ماهر فن تعلیم کیلئے

ضروري هے که

تائمز اف لنڈن کا تعلیمي ضمیمه مطالعه کرے

اگر آپ چاهتے هیں که فن تعلیم کے تمام نظري اور عملي تغیرات و ترقیات سے بے خبر نه رهیں ' تو آپکو یه ضمیمه بلا ناغه مطالعه میں رکهنا چاهیے -

یه هر هفته اس موضوع پر تمام اهم خبریں اور مباحث جمع کردیتا هے - ماهرین فن اور مشاهیر تعلیم کے قلم سے اسکے صفحات مرتب هوتے هیں -

اپنے یہاں کے ایجنٹ سے طلب کیجئے -

The Publisher,

Printing House Square

London, E. C 4.

سے طلب کرسکتے هیں -

کیا آپ تجارت کرني چاهتے هیں ؟

اگر آپ چاهتے هیں که یورپ اور امریکه کے تمام بڑے بڑے کارخانوں سے تجارتي تعلقات قائم کریں ' نفع بخش ایجنسیاں لیں ' هندوستان سے خام پیدا وار بهیجیں ' نئي نئي ایجادات سے اپنے ملک کو آشنا کریں ' تهوڑي سي محنت اور تهوڑا سا سرمایه لیکر ایک رقیع کار و بار شروع کردیں ' تو آپ کو ابتدا میں بہت سي باتیں معلوم کرني چاهئیں - اس طرح کي تجارت کے گر اور بهید سیکهنے چاهئیں - هندوستان کے تمام حلقوں اور یورپ و امریکه کے تمام کارخانوں اور کوٹهیوں کے حالات اور اصول معاملت معلوم کرنے چاهئیں - بغیر اس کے آپ کامیاب نہیں هوسکتے -

اگر آپ چاهتے هیں که بہت تهوڑا سا وقت خرچ کرکے یه ساري باتیں با قاعده علمي اصول پر معلوم کرلیں ' تو آپکو چاهیے که هم سے خط و کتابت کریں - هم یه کام به حیثیت ایک ماهر فن کے کر رهے هیں - خط و کتابت کے بعد هي آپکو معلوم هو جائیگا که آپکے مقصد کیلئے هم کس درجه مفید هیں ؟

همارے تعلقات دنیا کے تمام تجارتي حلقوں سے هیں -

M. R. MARSDEN & CO.

Post Box 708.

Clive Street. Calcutta.

برونو مولر اینڈ کو - برلن

پوسٹ بکس نمبر ۲۴

BRUNO MULLER & CO. M. B. H.

Berlin-W 35

Post No. 24.

هر طرح کي مشینیں جو گرم ملکوں کے میووں کو خشک کرنے اور پهلوں کو محفوظ رکهنے کیلئے ضروري هیں ' اس کارخانے میں طیار کي جاتي هیں - تمام دنیا میں اس قسم کي مشینوں کا یه بہترین کارخانه هے - مندرجۂ بالا پته سے خط و کتابت کیجیے -

یاد رکهیے

میووں ' ترکاریوں ' اور هر طرح کے زرعي مواد کو خشک کرنے کا بہترین طریقه وه هے جو " نئے سسٹم " کے نام سے متمدن ممالک میں مشہور هے - اس " نئے سسٹم " کے مطابق کام کرنے والي مشینیں صرف اسي کارخانه سے مل سکتي هیں -

Printed and Published by
MASUD HASAN ZUBERI AT THE AL-BALAGH PRESS, 11, BALLYGUNGE CIRCULAR ROAD, CALCUTTA
EDITOR : MAULANA ABU-AL-KALAM AZAD.

لاتهنوا ولاتحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين
القرآن الحكيم

الهلال

ایک هفته وار مصور رساله

نمبر ٢١ کلکته : جمعه ١٥ . جمادی الاولی ١٣٤٦ هجری جلد ١
Calcutta : Friday, 11, November 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نهین ؟

آج کوئی زبان ترقی نهین کر سکتی اگر وه اپنا ترقی یافته طریق طباعة نهین رکهتی .

طباعة کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نهین که حروف کی چهپائی اختیار کی جای .

پتهر کی چهپائی مین محدود رهکر اردو کی طباعة کبهی ترقی نهین کر سکتی .

اردو کی سب سی بهتر حروف جو اس وقت تك بن سکی هین ، وه هین جن مین الهلال چهپتا هی . اور عربی کا بهترین خط نسخ وه هی جس مین یه سطرین کمپوز کی گئی هین . آپ ان دونون مین سی جسی چاهین پسند کر لین . لیکن پتهر کی چهپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین .

براه عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی همین اطلاع دیجیی . یاد رکهیی . طباعة کا مسئله آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیاده اهم مسئله هی . ضروری هی که اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین . **الهلال**

قارئین الهلال کی آراء

اس باری مین اس وقت تك ١٥٩٨ مراسلات وصول هوی هین . تقسیم آراء حسب ذیل هی :

عربی حروف کی حق مین	٢٤٠	اردو حروف کی حق مین	٤٣٠
موجوده مشترك طباعة کی حق مین	٥٩٥	حروف کی حق مین بشرطیکه	
پتهر کی چهپائی کی حق مین	٢٧٣	نستعلیق هون	١٥٠

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بهی متفق ظاهر کیا هی .

آراء کی دیکهنی سی معلوم هوا که اس باری مین بعض اهم تفصیلات پر لوگون کی نظر نهین هی . اور اسلیی شرح وبیان کی ضرورت هی . آینده اس باری مین مولانا به تفصیل اپنی خیالات ظاهر کرینگی مگر ضرورت هی که بقیه حضرات بهی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بهیج دین . **الهلال**

الهلال

هر جمعه کو نمبر ۱۱ - بالي گنج سرکلر روڈ - کلکته سے شایع هوتا هے

قیمت سالانه مع محصول - -	باره روپیه
هندوستان سے باهر کیلیے - -	سوله روپیه
قیمت شش ماهي - - -	سات روپیه
قیمت في پرچه - - -	پانچ آنه

---

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر " منیجر الهلال " کے نام سے کي جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے هوں آنکے لفافه پر " ایڈیٹر " کا نام هونا چاهیے -

(۲) نمونه مفت ارسال نه هوگا -

(۳) براه عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پته صاف اور خوش خط لکھیے

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداري لکھیے جسکي اطلاع آپکو وصول قیمت کي رسید میں دیدي گئي هے -

(۵) اگر کسي صاحب کے پاس کوئي پرچه نه پہنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک هفته کے اندر اطلاع دیں - ور نه بصورت تاخیر بغیر قیمت کے روانه نہیں کیا جائیگا -

(۶) اگر آپ دو تین ماه کیلئے ایک جگه سے دوسري جگه جا رهے هیں تو اپنا پته تبدیل نه کرایے ' مقامي ڈاکخانه کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیاده عرصه تک کے لئے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک هفته پیشتر اطلاع دیکر پته تبدیل کرالیں -

(۷) مني آرڈر روانه کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پته ضرور لکھدیں -

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتري فرائض (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیره) سے نہیں هے ٹکٹ ضرور بهیجیے ورنه دفتر پر غیر معمولي خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

(هندو)

هندو عورتوں کي مجموعي تعداد : ۱۰۵۸۲۱۸۲۵

هندو بیواؤں کي مجموعي تعداد : ۲۰۲۵۰۰۷۵

(مسلمان)

مسلمان عورتوں کي مجموعي تعداد : ۳۲۳۸۹۸۴۸

مسلمان بیواؤں کي مجموعي تعداد : ۴۷۱۲۵۶۳

(صوبوں میں بیوائیں)

مدراس	۴۰۴۶۸۱۲
بمبئي	۱۶۸۱۸۴۹
بنگال	۴۴۴۴۰۵۰
یو، پي	۳۷۴۶۵۳۳
پنجاب	۱۲۳۷۷۰۵
برما	۷۳۱۷۳۹
بهار اوڑیسا	۳۲۱۱۳۱۰
صوبهٔ متوسط	۱۱۵۵۸۹۲
آسام	۵۷۳۳۰۱
کل برطاني هند	۲۱۰۳۰۵۰۰

هندوستان میں اپاهجوں کي تعداد (سنه ۱۹۲۱ ع) میں

صوبه	دیوانے		بهرے گونگے		اندهے		کوڑهي	
	مرد	عورتیں	مرد	عورتیں	مرد	عورتیں	مرد	عورتیں
مدراس	۵۰۳۵	۳۵۰۴	۱۱۹۴۷	۹۳۳۷	۱۸۲۳۰	۱۸۲۶۷	۱۱۶۰۹	۳۹۸۹
بمبئي	۵۸۰۲	۳۲۵۸	۶۵۰۲	۴۲۳۰	۱۶۹۶۹	۱۸۰۸۹	۵۵۳۵	۲۴۲۸
بنگال	۱۱۱۰۲	۷۷۹۱	۱۸۹۳۹	۱۲۳۲۵	۱۸۷۰۲	۱۴۷۶۶	۱۱۴۴۸	۴۰۰۳
یو، پي	۴۸۳۷	۲۳۳۸	۱۴۳۱۱	۸۳۶۷	۵۰۷۷۹	۵۴۲۹۳	۱۰۱۰۶	۲۱۹۰
پنجاب	۴۱۱۱	۱۸۵۹	۱۱۷۹۳	۶۵۲۱	۲۹۱۶۶	۲۴۴۹	۱۱۸۸	۴۳۹
برما	۶۲۸۵	۵۲۸۸	۹۴۴۷	۵۴۳۰	۱۱۳۲۵	۱۳۱۹۸	۶۵۸۹	۳۱۷۶
بهار اوڑیسه	۲۳۳۴	۱۲۰۳	۱۱۴۲۳	۷۲۲۴	۱۳۸۵۲	۱۴۳۱۴	۷۸۴۲	۲۷۵۴
سي، پي	۲۰۸۵	۱۲۱۸	۷۶۰۵	۵۲۰۲	۱۵۰۱۴	۲۲۴۸۲	۴۴۵۰	۲۷۶۶
آسام	۲۱۸۷	۱۵۶۵	۳۱۱۵	۲۲۵۵	۲۷۴۷	۳۴۵۹	۳۲۰۸	۱۱۰۲
کل برطاني هندوستان میں	۴۴۶۷۳	۲۸۲۳۴	۹۳۶۴۳	۶۱۷۸۳	۱۸۰۹۵۹	۱۸۶۱۷۶	۹۲۱۸۰	۲۲۹۴۲

(بیواؤں کي تعداد عمر کے اعتبار سے)

۵ برس کي				۱۵۱۳۹
۵	برس سے	۱۰	برس تک کي	۱۰۲۲۹۳
۱۰	„	۱۵	„	۲۷۹۱۲۴
۱۵	„	۲۰	„	۵۱۷۸۹۸
۲۰	„	۲۵	„	۹۶۶۶۱۷
۲۵	„	۳۰	„	۱۵۱۶۰۴۷
۳۰	„	۳۵	„	۲۳۵۴۱۲۲
۳۵	„	۴۰	„	۲۲۳۲۵۶۹

(دنیا کے مختلف ملکوں میں شرح اموات هر هزار انسانوں میں)

آبادي	سنه ۱۹۲۱ میں	سنه ۱۹۲۵ میں	
امریکا	۱۰۰۰۰۰۰۰۰	۱۲٫۹	۹٫۵
انگلینڈ	۴۵۴۰۰۰۰۰	۱۴٫۶	۱۱٫۷
فرانس	۳۹۲۰۹۵۱۸	۱۳٫۷	۱۱٫۵
جرمني	۶۰۰۰۰۰۰۰	۱۶٫۴	۱۳٫۲
جاپان	۶۱۰۸۱۹۵۴	۱۶٫۲	۱۴٫۵
هندوستان	۳۱۹۳۶۱۰۰۰	۲۴٫۲	۳۰٫۲
ناروے	۲۶۰۰۰۰۰	۱۳٫۲	۱۱٫۸
نیوزیلینڈ	۱۲۰۰۰۰۰	۹٫۵	۹٫۲
سویڈن	۶۰۰۰۰۰۰	۱۳٫۸	۱۱٫۷

(شرح پیدائش سنه ۱۹۲۱ع میں)

امریکا	۱۹٫۵
انگلینڈ	۲۲٫۴
فرانس	۱۸٫۵
جرمني	۲۳٫۵
جاپان	۲۴
هندوستان	۳۱٫۸۳
نیوزیلینڈ	۲۱٫۹۴

(دنیا کے بڑے بڑے ملکوں میں اوسط عمر سنه ۱۹۲۵ع)

	(سال)
انگلینڈ اور ویلس	۵۱٫۵
ولایات متحدهٔ امریکا	۵۵٫۵
نیوزیلینڈ	۶۰٫۰
فرانس	۴۸٫۵
جرمني	۴۷٫۴
اٹلي	۴۷٫۰
جاپان	۴۴٫۳
هندوستان	۲۳٫۷

(دنیا کے بڑے بڑے ملکوں میں بچوں کي شرح اموات في هزار)

انگلینڈ اور ویلس	۵۷
فرانس	۸۵
بلجیم	۱۰۷
جرمني	۱۰۸
اسپین	۱۴۵
اٹلي	۱۶۱
جاپان	۱۶۶
هندوستان	۱۹۴
نیوزیلینڈ	۴۵

هندوستان اور مجموعه عالم

تمام دنيا ميں جغرافيائي ‘ عمراني ‘ اور اقتصادي لحاظ سے هندوستان کي موجوده حيثيت کيا هے ؟

* * *

(۲)

* * *

(برطاني، شهنشاهي کي قوميں)

(مجموعي آبادي ۴۴۹۲۳۳۰۰۰)

هندوستاني	۲۴۴۳۰۳۰۰۰
عرب	۵۷۵۳۰۰۰
افغان	۱۵۵۰۰۰۰
پارسي	۱۰۰۰۰۰
يهودي	۱۰۸۴۰۰۰
دوسري قوميں	۳۱۵۰۰۰۰

(يوروپين)

برطاني‘ فرانسيسي‘ کنيڈي ‘ بوئر‘ وغيره	۶۴۲۷۶۰۰۰

(سياه فام)

نيگرو	۴۶۱۶۶۰۰۰
هندوستاني	۶۱۵۰۰۰۰۰
پاپونس	۹۶۷۰۰۰
آسٹريليا کے ديسي	۶۰۰۰۰

(زرد فام)

ملايو وغيره	۹۵۵۶۰۰۰
برمي	۷۸۹۰۰۰۰
ترک	۶۱۰۰۰
چيني	۲۳۰۸۰۰۰
تبتي	۳۰۰۰۰۰
موئر	۵۳۰۰۰
ديسي امريکن	۱۵۶۰۰۰

(دنيا کي آبادي هر مربع ميل کے حساب کے)

انگليند	۳۷۵
جرمني	۳۱۰
جاپان	۲۵۵
فرانس	۱۸۹
هندوستان	۱۷۷
چين	۱۰۵
روس	۶۴
ولايات متحدهٔ امريکا	۳۱

(هندوستان کي آبادي مذهب کے اعتبار سے)

	سنه ۱۹۰۱ ميں	سنه ۱۹۱۱ ميں	سنه ۱۹۲۱ ميں
برهمن	۲۰۷۰۵۰۵۵۷	۲۱۷۳۳۷۹۴۳	۲۱۶۲۶۰۶۲۰
آريا سماج	۹۲۴۱۹	۲۴۳۴۴۵	۴۶۷۵۷۸
برهمو	۴۰۵۰	۵۵۰۴	۶۳۸۸
سکهه	۲۱۹۵۳۳۹	۳۰۱۴۴۶۶	۳۲۳۸۸۰۳
جين	۱۳۳۴۱۴۸	۱۲۴۸۱۸۲	۱۱۷۸۵۹۶
بودهه	۹۴۷۶۷۵۹	۱۰۷۲۱۴۵۳	۱۱۵۷۱۲۶۸
پارسي	۹۴۱۹۰	۱۰۰۰۹۶	۱۰۱۷۷۸
مسلمان	۶۲۴۵۸۰۷۷	۶۶۶۴۷۲۹۹	۶۸۷۳۵۲۳۳
عيسائي	۲۹۲۳۲۴۱	۳۸۷۶۲۰۳	۴۷۵۴۰۶۴
يهودي	۱۸۲۲۸	۲۰۹۸۰	۲۱۷۷۸
دوسرے مذاهب	۸۷۱۴۰۴۸	۱۰۳۳۶۲۲۹	۹۷۹۲۶۱۵

(هندوستان کي آبادي جنس کے اعتبار سے)

	مرد	عورت
کل هندوستاني صوبوں کي آبادي	۱۶۳۹۹۵۵۵۴	۱۵۴۹۴۶۹۲۶
مدراس	۲۰۸۷۰۷۴۹	۲۱۴۴۸۲۳۶
بمبئي	۱۰۱۷۶۹۶۹	۹۱۷۷۲۵۰
بنگال	۲۴۱۵۱۲۲۲	۲۲۵۴۴۳۱۴
يوپي	۲۳۷۸۷۷۴۵	۲۱۵۸۸۰۴۲
پنجاب	۱۱۳۰۶۲۶۵	۹۳۷۸۷۵۹
برما	۶۷۵۶۹۶۹	۶۴۵۵۲۲۳
بهار اوڑيسه	۱۶۷۶۳۸۶۶	۱۷۲۳۸۳۲۳
صوبهٔ متوسط	۶۹۵۱۳۹۹	۶۹۶۱۳۶۱
آسام	۳۹۶۱۱۰۹	۳۶۴۵۱۲۱
صوبه سرحدي	۱۲۲۹۳۱۶	۱۰۲۲۰۲۴

(هندوستان کي آبادي زبانوں کے اعتبار سے)

هندوستاني	۹۶۷۱۴۳۶۹
بنگالي	۴۹۲۹۴۰۰۹
تيلگو	۲۳۶۰۱۴۹۲
مرهٹي	۱۸۷۹۷۸۳۱
ٹامل	۱۸۷۷۹۵۷۷
پنجابي	۱۶۶۳۳۵۹۶
راجستاني	۱۲۶۸۰۵۶۲
کناري	۱۰۳۷۴۲۰۴
اوڑيا	۱۰۱۴۳۱۶۵
گجراتي	۹۵۵۱۹۹۲
برمي	۸۴۲۳۲۵۶

هندوستان ميں ۱۴۷ - زبانيں بولي جاتی هيں - ۲۳ - زبانيں دس لاکهه آدميوں سے زياده کے استعمال ميں هيں -

(هندوستان ميں بيوائيں سند ۱۹۲۱ ميں)

عورتوں کي مجموعي تعداد : ۱۵۴۹۴۶۹۲۶

بيواؤں کي مجموعي تعداد : ۲۶۸۳۴۸۳۸

هو سکتي جبتک که مبلغ مشرقي زبانوں خصوصاً عربي میں مهارت حاصل نه کریں - چنانچه سنه ۱۳۱۱ع میں پوپ اکلمنٹس پنجم کي زیر صدارت وائنا میں کانفرنس منعقد هوئي ' اور اُس نے فیصله کیا که فرانس ' انگلستان ' اٹلي ' اور اسپین کے علمي مرکزوں میں ' عربي ' عبراني ' اور سریاني ' زبانوں کي باضابطه تعلیم جاري کي جائے -

(فرانس کا مدرسهٔ طب)

اِس سے پهلے مونپلیه (فرانس) میں ایک طبي مدرسه سنه ۱۲۲۰ع میں قائم هوچکا تها - اُس میں تعلیم کا تمام دار و مدار اندلسي علماء پر تها - عربي زبان کي باقاعده تعلیم هوتي تهي تا که طبي و عقلي علوم کي تحصیل کامل طور پر هو سکے - سنه ۱۳۶۱ع میں وسطی یورپ کي پهلي یونیورسٹي کراکو (پولینڈ) میں قائم هوئي - اِس کے چارسال بعد وائنا کي یونیورسٹي وجود میں آئي -

(اسلامي فلسفه اور مسیحي کلیسا)

اِس کے بعد جب یورپ میں تعلیم گاهوں کي کثرت هوگئي تو سامي زبانوں ' خصوصاً عربي کي تعلیم بهت عام هوگئي - مگر اب پادریوں کي جماعت عربي سے خوف کهانے لگي تهي - ابن رشد ' ابن سینا ' رازي ' ابن زهر ' وغیره حکماء اسلام کي تصانیف ' اُن کے خیال میں کفر و الحاد کا منبع تهیں - اِس لیے وہ طالب علموں کو بڑي سختي سے اِن تصانیف کے درس و مطالعه سے روکتے تهے -

(اٹلي میں عربي زبان کي مقبولیت)

لیکن پادریوں کي یه مخالفت زیاده کار آمد نهیں هوئي - عربي زبان اور کتابوں کا شوق برابر ترقي هي کرتا گیا - چنانچه اُسي زمانے میں اٹلي کے بعض امراء ' عربي زبان کے اِس قدر دلداده هوگئے تهے که اُسے اپني تحریر و تقریر کي زبان قرار دیدینا چاهتے تهے - اُن کے محلوں میں عربي زبان کے سوا کوئي دوسري زبان سني نهیں جاتي تهي - اُن کے درباروں میں عرب علماء کا هجوم رهتا تها -

(شاه سسلي اور شریف ادریسي)

اِن امراء میں رچرڈ دوم شاه سسلي بهت زیاده مشهور هے - یهي وه پادشاه هے جسے شریف ادریسي نے چاندي کا کره نذر کیا تها - اِس میں زمین کے پهاڑ ' سمندر ' اور اقلیمیں صاف صاف دکهائي گئي تهیں - نیز اِسي کے نام پر ادریسي نے اپني مشهور کتاب " نزهة المشتاق في اختراق الآفاق " تصنیف کي تهي - ادریسي نے اِس پادشاه کي بهت تعریف لکهي هے ' اور اُسے روم کے بادشاه سے زیاده عادل اور نیک بتایا هے -

صفدي نے " الوافي بالوفیات " میں لکها هے که " پادشاه نے ادریسي کو طلب کرکے کها تها - میں زمین کے چشم دید حالات معلوم کرنا چاهتا هوں نه که صرف کتابوں میں لکهے هوئے حالات - چنانچه ادریسي کے مشوره سے بادشاه نے عقلمند آدمي دنیا کے مختلف ممالک کے مشاهدے کے لیے بهیجے - هر ایک کے ساتهه ایک مصور بهي کردیا تها ' تا که هر جگه کي تصویریں اور نقشے طیار کرتے جائیں - یه تمام معلومات ' تصویریں ' اور نقشے ' ادریسي کے پاس جمع هوتے رهے ' یهاں تک که بادشاه کي آرزو پوري هوگئي " نیز صفدي نے لکها هے که بادشاه ' ادریسي کي ازحد تعظیم و تکریم کرتا تها - حتي که اُسے اجازت دے رکهي تهي که وه اپني سواري هي پر دربار تک چلا آیا کرے اور خود پادشاه کے ساتهه تخت پر بیٹهے !

سلوسٹر دي ساسي
جس نے جدید مشرقیات کي بنیاد رکهي

(سب سے پهلا مطبوعه قرآن)

اِسي طرح اٹلي کے دوسرے امراء و سلاطین کو بهي عربي زبان سے بهت محبت تهي - فرڈریک دوم (جو چهٹي صلیبي کا سپه سالار تها) عربي میں پوري طرح ماهر تها - اِسي قدر نهیں بلکه مطبع کي ایجاد کے بعد هي اٹلي کے کئي علم دوست امرائي خاندانوں نے مشرقي اور عربي کتابوں کي طباعت بهي شروع کردي - بحر ادریاٹک پر پهلا مطبع شهر رانو میں قائم هوا (سنه ۱۶۲۴) یه مطبع خاندان مندیسیس نے قائم کیا تها - اِس میں قران مجید اور عربي زبان کي متعدد طبي و علمي کتابیں چهاپي گئي تهیں -

(عربي کتابوں کے ترجمے)

اٹلي کي تقریباً تمام بڑي بڑي تعلیم گاهوں میں اُس وقت عرب اساتذه درس دیتے تهے - واقعه یه هے که یورپ میں سب سے پهلے اٹلي هي نے عربي زبان کي قدر کي ' اور اُس سے فائده اٹهایا - لاطیني زبان میں بهت سي عربي کتابوں کے ترجمے کیے گئے - بقراط اور ارسطو وغیره کے عربي ترجمے اور شرحیں ترجمه هوئیں - گروڈو کریمونا نامي ایک اٹالین نے ستر سے زیاده علمي کتابیں عربي سے لاطیني میں منتقل کي تهیں - اصل عربي کتابیں اب مفقود هیں - مگر یه ترجمے موجود هیں -

(پادریوں کا مدرسه)

سنه ۱۵۸۴ع میں پوپ گیریگوري سیزدهم نے روم میں پادریوں کے لیے ایک مدرسه قائم کیا - اِس مدرسه نے عربي زبان کي بهت خدمت کي - اِس کے تعلیم یافته لوگوں میں جبل لبنان کے تین نوجوان ' جبرائیل صیهوني ' ابراهیم حلاقاني ' سمعان سمعاني بهي تهے - اُنهوں نے بهت سي عربي کتابیں ' لاطیني میں ترجمه کیں -

(اسپین اور پرتگال)

یه عجیب بات هے که اسپین اور پرتگال نے عربي زبان سے بهت کم دلچسپي لي - حالانکه اسپین میں کامل آٹهه سو برس تک عربي تمدن قائم رهچکا تها - عربي عهد میں اندلس کي سرکاري اور ملکي زبان عربي تهي - خود اسپیني امراء بهي عربي سیکهنے اور بولنے کو باعث فخر سمجهتے تهے - مگر پهر بهي اسپینیوں کو کوئي خاص شغف عربي سے نهیں هوا - مسیحي اسپین میں پهلا عربي مدرسه طلیطله میں قائم هوا - یه گیارهویں صدي مسیحي کے

ایڈین کاترمیر
جسنے مقدمه ابن خلدون شائع کیا

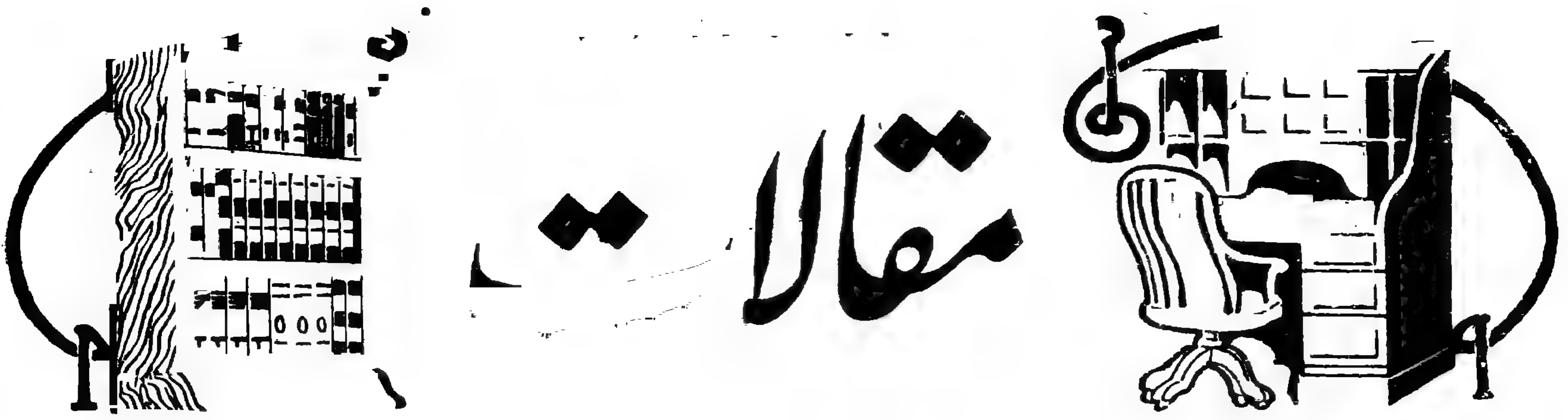

(برطاني هندستان میں شرح پیدائش و موت سنه ۱۹۲۴ ع)

صوبه	آبادي	تناسب پیدائش	مجموعي تعداد پیدائش	تناسب اموات	بچوں کا تناسب اموات	مجموعي تعداد اموات	بخار سے	هیضه سے	چیچک سے	تنفس کي بیماریوں سے
مدراس	۴۱۰۰۲۶۰۶	۳۴٫۶۹	۱۴،۳۰،۸۵۸	۲۴٫۶۵	۱۷۹٫۰۲	۱۰،۰۶،۰۴۳	۳،۲۴،۲۵۶	۵۱،۹۷۱	۱۸،۸۱۰	۶۴،۷۸۲
بمبئي	۱۹۱۵۵۶۱۴	۳۵٫۶۹	۶،۷۹،۳۲۱	۲۷٫۶۳	۱۹۰٫۳۶	۵،۲۹،۵۷۶	۲،۱۴،۵۶۳	۸،۲۳۶	۱۱،۱۵۲	۲۸،۹۲۶
بنگال	۴۶۵۲۲۲۹۳	۲۹٫۵	۱۳،۷۰،۱۱۴	۲۵٫۹	۱۸۳٫۶۹	۱۲،۰۳،۲۴۱	۹،۱۲،۴۰۳	۴۸،۵۱۴	۵،۵۶۷	۲۶،۶۴۹
یو، پي	۴۵۳۷۵۷۸۷	۳۴٫۷۲	۱۵،۷۳،۸۱۰	۲۸٫۲۹	۱۹۱٫۶۰	۱۲،۸۳،۸۷۲	۹،۴۷،۸۰۷	۶۷،۰۰۰	۲،۷۲۴	۲۷،۴۱۲
پنجاب	۲۰۵۱۷۶۰۶	۴۰٫۱	۸،۲۱،۶۸۵	۴۳٫۴۳	۲۱۲٫۴۹	۸،۹۱،۰۲۶	۴،۵۲،۱۸۷	۳،۳۵۱	۴،۰۴۰	۵۴،۴۸۸
برما	۱۰۸۲۲۶۱۸	۲۷٫۴۰	۲،۹۳،۵۸۵	۲۱٫۵۱	۱۹۷٫۵۲	۲،۳۳،۱۶۴	۷۵،۲۸۸	۸،۰۸۳	۲،۵۰۱	۱۱،۰۹۸
بهار اڑیسه	۳۴۰۰۲۱۹۸	۳۵٫۷	۱۲،۱۴،۱۴۶	۲۹٫۱	۱۵۸٫۲۰	۹،۸۹،۷۶۳	۱،۱۰،۶۳۵	۷۷،۴۸۰	۶،۹۳۲	۶،۹۰۶
سي، پي	۱۳۹۱۲۷۶۰	۴۴٫۱۸	۳،۱۴،۶۶۸	۳۲٫۵۹	۲۳۴٫۵۰	۴،۵۳،۳۶۲	۲،۴۰،۹۴۴	۹،۷۰۴	۹۷۸	۳۷،۱۳۶
آسام	۶۸۵۲۲۴۲	۳۱٫۰۴	۲،۱۲،۷۵۵	۲۷٫۳۰	۱۸۴٫۳۲	۱،۸۷،۱۲۷	۱،۱۳،۱۹۸	۱۹،۱۸۲	۱،۶۴۷	۶،۷۰۸
کل برطاني هند	۲۴۱۴۶۹۰۲۶	۳۱٫۴۴	۸۳،۱۷،۴۰۳	۲۸٫۴۹	۱۸۸٫۳۳	۶۸،۷۹،۲۸۶	۴۰،۰۷،۶۶۲	۲،۹۳،۷۰۷	۵۵،۳۸۰	۳،۳۳،۶۳۶

مستشرقین اور استشراق

(عربوں اور اهل یورپ کے علائق)

عربوں کا اهل یورپ سے تصادم اور اتصال اُس وقت سے شروع هوتا هے، جب عربوں نے شام و مصر اور دوسرے رومي مقبوضات پر فاتحانه اقدام کیا تها - اسپین اور پر تگال کي فتح نے عربوں کو خود یورپ میں پہنچا دیا - پهر جب دوسري، تیسري، اور چوتهي صدي هجري میں بنو امیه نے اپني خلافت اندلس میں قائم کرلي، تو یورپ سے تعلقات آور بهي زیاده هوگیے - تیسري صدي میں جزیرۂ سسلي کي فتح اور جنوبي اٹلي میں عربي اثر نے یه تعلقات آور زیاده وسیع کر دیے -

اِس کے بعد صلیبي جنگوں کے زمانے میں تصادم و اتصال نہایت سخت هوگیا - اهل یورپ مشرق کا تمدن، اخلاق، اور علوم دیکهه کر دنگ هوگئے - مال و جان کے بے شمار نقصان کے ساتهه، تمدني، علمي، اخلاقي فوائد بهي بے شمار حاصل کیے - بہت سے صلیبي مجاهدین نے عربي زبان کي باقاعده تحصیل کي - اُن کے متعدد امراء اور سپه سالار عربي زبان اور عربي تمدن کے دل سے حامي هوگئے -

(یورپ پر عربوں کا علمي اثر)

یورپ میں عربي زبان اور تمدن کي مقبولیت کا آغاز اِس سے پہلے هوچکا تها - یورپ کے مختلف ممالک سے طالب علم اسلامي اسپین میں آتے تهے اور مسلمان اساتذه سے تعلیم حاصل کرتے تهے - خود پوپ سلوسٹر دوم، جو سنه ۹۹۹ ع میں پاپائیت کے منصب پر پہنچا، عربوں کا شاگرد تها - اِس نے قرطبه اور اشبیلیه میں مسلمان علماء سے ریاضي، هیئت، اور جغرافیه کي تعلیم حاصل کي تهي - اِسي طرح شاه لیون اور اسٹوریا نے بهي قرطبه میں علم طب حاصل کیا تها -

والٹیر کا بیان هے که قدیم زمانے میں تمام یورپین پادشاه، عرب اور اُن کے شاگرد یهودي اطباء اپنے درباروں میں رکهتے تهے - اور اسپین اور اُس کے پڑوسي ممالک کے بکثرت مسیحي باشندے بهي عربي زبان کي تحصیل کرتے تهے، تا که عربي سلطنت میں ملازمت حاصل کر سکیں یا عربي ممالک میں تجارت کریں -

(مسیحي تبلیغ اور عربي زبان)

چودهویں صدي کے اوائل میں عربي زبان کے لیے یورپ میں ایک خاص سرگرمي پیدا هوگئي - روم کے پوپ نے قرون وسطی میں رهبانیت کا ایک نیا نظام جاري کیا تا که ایشیا، افریقا، اسپین، اور سسلي کے غیر مسیحي باشندوں میں مسیحیت کي تبلیغ کي جائے - لیکن تجربے سے معلوم هوگیا که اِس مقصد میں کامیابي نہیں

" کمیونیزم " اور اُسکے مقاصد

(۳)

(مزدور اور کمیونسٹ)

تمام پچھلي سوسائٹیوں کي تعمیر ' جیسا که بیان ہوا ' ظالم اور مظلوم جماعتوں کي باهمي دشمني کي بنیادوں پر ہوئي تھي - لیکن کسي جماعت پر ظلم جاري رکھنے کیلیے کم سے کم یه ضروري ہے که اُسے اُن حالات کي ضمانت دیدي جائے ' جو اُسکا غلامانه وجود برقرار رکھه سکیں - قدیم سوسائٹي میں یه بات حاصل تھي ' چنانچه لگاني اسامیوں نے جاگیرداري کے عہد ھي میں نیابي مجالس کي ممبري کا حق حاصل کر لیا تھا - لیکن موجوده سرمایه دار عہد میں مزدوروں کا معامله اس سے بالکل مختلف ہے - وه صنعت کي ترقي کے ساتھه ساتھه بڑھنے اور اونچا ہونے کي جگه اپنے معاشرتي حالات کے بھنور میں اور بھي زیاده غرق ہوتے چلے جاتے ہیں - حتی که نان شبینه تک کو محتاج ہوگئے ہیں - انکي محتاجي کہیں ختم نہیں ہوتي ' بلکه آبادي اور دولت کي ترقي سے بھي زیاده تیزي کے ساتھه بڑه رهي ہے !

پس یه بات صاف ہے که اب سرمایه دار نه تو سوسائٹي کے اندر اپني حکمراں حیثیت برقرار رکھنے کي اهلیت رکھتے ہیں ' اور نه اپنے جماعتي معاشرتي نظام کو بطور ایک برتر قانون کے اسپر عائد کرسکتے ہیں - اب وه حکومت کرنے کے قابل ھي نه رہے :- وه اپنے غلاموں کو انکے غلامانه وجود کي بھي ضمانت نہیں دے سکتے - اب سوسائٹي ہرگز سرمایه دار طبقه کے ماتحت نہیں ره سکتي - کیونکه اسکا وجود سوسائٹي کیلیے مفید نہیں رہا -

سرمایه دار طبقه اور سرمایه دار حکومت کي بنیاد اُجرتي محنت پر ہے ' اور اُجرتي محنت کا دار و مدار مزدوروں کے باهمي مقابله پر ہے - صنعت کي ترقي ' جسکا خود ساخته اور نا قابل مقابله ایجنٹ سرمایه دار ہے ' مزدوروں کي باهمي پھوٹ کو ایک انقلابي اتحاد سے بدل رهي ہے ' اور وه انجمنوں کي صورت میں ظهور پذیر هو رہا ہے -

لهذا موجوده صنعت کي ترقي کے ساتھه ساتھه سرمایه دار طبقه کي وه بنیاد بھي کٹ کٹ کر اسکے پیروں کے نیچے سے نکل رهي ہے جسپر اسکي پیداوار اور تصرف کا نظام قائم ہے - وه اسکي پیداوار ھي ہے جو اب سب سے زیاده اسکي دشمني پر تل گئي ہے اور اسکي لاش کیلیے قبر کھود رهي ہے - سرمایه داروں کا زوال اور مزدوروں کي فتح دو برابر درجه کي اٹل چیزیں ہوگئي ہیں -

(٤)

جب جب معاشرتي حالات میں کوئي تاریخي تبدیلي ہوئي ہے ' تو تمام املاکي رشتوں میں بھي مسلسل تاریخي تبدیلیاں رونما ہوئي ہیں - مثلاً انقلاب فرانس نے سرمایه دارانه ملکیت کي حمایت میں جاگیردارانه ملکیت منسوخ کردي تھي -

کمیونزم کي امتیازي خصوصیت عام ملکیت کي منسوخي نہیں ہے ' بلکه صرف سرمایه دارانه ملکیت کي منسوخي ہے - موجوده سرمایه دارانه ملکیت ایک انتہائي اور کامل ظہور ہے پیداوار اور اسکے استعمال کے اُس نظام کا ' جو سراسر جماعتي نزاع اور باهمي تخریب پر مبني ہے -

کمیونسٹ اپنے نظریه کو صرف ایک جمله میں بیان کرسکتے ہیں - " سرمایه دارانه نہج کي ملکیت کي منسوخي "

هم کمیونسٹوں کو ملامت کي جاتي ہے که هم شخصي ملکیت منسوخ کر دیني چاہتے ہیں جو محنت سے حاصل کي گئي ہے ' اور جسکے متعلق دعوی کیا جاتا ہے که شخصي آزادي ' جماعتي جد جهد اور قومي خود مختاري کي بنیاد ہے -

" بڑي دشواري سے حاصل کي ہوئي ' خود کمائي ہوئي ' خود جمع کي ہوئي ملکیت ! " کیا اِس قول سے تمہارا مقصود چھوٹے چھوٹے سوداگروں اور کسانوں کي ملکیت ہے جو سرمایه دارانه ملکیت کا هیولی پیش کرتي ہے ؟ همیں اسکے منسوخ کرنے کي کوئي ضرورت نہیں - صنعت کي ترقي نے خود ھي اُسے منسوخ کردیا ہے اور برابر کر رهي ہے -

یا تمہارا مقصود موجوده سرمایه دارانه ملکیت ہے ؟

کیا اجرتي محنت ' یعني مزدور کي محنت خود مزدور کیلیے کوئي ملکیت پیدا کرتي ہے ؟ هرگز نہیں - وه تو صرف " سرمایه " پیدا کرتي ہے - یعني " ملکیت " پیدا کرتي ہے جو اجرتي محنت سے فائده اٹھاتي ہے ' اور صرف اسي حالت میں بڑه سکتي ہے جبکه اجرتي محنت کي نئي نکاس برابر ہوتي رہے - ملکیت اپني موجوده شکل میں سرمایه اور اجرتي محنت کي باهمي نزاع پر قائم ہے - آؤ هم اِس نزاع کے دونوں پہلوؤں کي جانچ کرلیں !

سرمایه داري في نفسه کوئي شخصي پیداوار نہیں ہے ' بلکه سرتاسر اجتماعي حیثیت رکھتي ہے - کیونکه سوسائٹي کے بے شمار ارکان کے متحده عمل سے وجود میں آتي ہے -

اسي طرح سرمایه بھي شخصي نہیں ہے ' بلکه ایک اجتماعي طاقت کا نام ہے -

لهذا جب سرمایه ' عام ملکیت کي صورت میں بدل دیا جاتا ہے ' یعني سوسائٹي کے تمام ارکان کي ملک بنا دیا جاتا ہے ' تو یه کہنا صحیح نہیں که شخصي ملکیت عام ملکیت بنا دي گئي - کیونکه یہاں شخصي ملکیت کا وجود ھي نہیں تھا - البته جو چیز بدلي جاتي ہے ' وه ملکیت کي صرف معاشرتي حیثیت ہے - یعني ملکیت سوسائٹي میں اپني انفرادي طاقت کھو دیتي ہے -

اب هم اجرتي محنت کا مسئله لیتے ہیں :

اجرتي محنت کي اوسط شرح کم سے کم ہے - یعني مزدور کو اتني رقم ملتي ہے ' جس سے وه بمشکل اپني زندگي قائم رکھه سکتا ہے - پس اس طرح مزدور اپني محنت سے جتني اجرت حاصل کرتا ہے ' وه اتني کم ہوتي ہے ' جس سے اسکي نہایت ساده زندگي کي ضمانت هو سکتي ہے - هم کسي طرح بھي محنت کي پیداوار کا یه شخصي استعمال منسوخ کرنا نہیں چاہتے - ایسا استعمال جو انساني زندگي کے بقاء اور دوام نسل کیلیے نا گزیر ہے - البته هم اِس استعمال کي وه افسوسناک حیثیت ضرور مٹا دیني چاہتے ہیں جسکي وجه سے مزدور صرف سرمایه بڑھانے کیلیے زنده رہتے ہیں ' اور صرف اتنے عرصه تک زنده رہتے ہیں ' جبتک حکمران طبقه کے مفاد کو انکي ضرورت رہتي ہے -

سرمایه دارانه سوسائٹي میں همیشه ماضي ' حال پر حکومت کرتا ہے - لیکن کمیونسٹ سوسائٹي میں حال ' ماضي پر حکمراں ہوتا ہے - سرمایه دارانه سوسائٹي میں سرمایه ' آزاد اور مستقل '

دوزي
جسنے قاموس کا تتمہ مرتب کیا

اوائل کا واقعہ ہے - پھر سنہ ۱۲۵۴ ع میں اشبیلیہ میں ایک عربي لاطیني تعلیم گاہ بھي جاري ہوگئي ' مگر کوئي خاص ترقي نہ ہو سکي -

(عربي کتابیں یورپ نے کب سے جمع کرنا شروع کیں ؟)

پندرھویں صدي یا چودھویں صدي سے یورپین قوموں نے عربي کتابیں مشرقي ملکوں سے خریدنا شروع کیں - لوئس نہم شاہ فرانس نے سب سے پہلے عربي کتب خانے قائم کرنے کي رسم جاري کي - یہ خیال اُسے اِس طرح پیدا ہوا کہ صلیبي جنگوں کے زمانے میں بعض یورپین نے دیکھا تھا کہ مسلمان بادشاہوں کے پاس بڑے بڑے کتب خانے ہیں ' جن میں بیٹھکر وہ بہ اوقات فرصت کتابوں کا مطالعہ کیا کرتے ہیں - لوئس نہم نے یہ سنا تو اُس نے خود بھي اپنے لیے ایک کتب خانہ قائم کیا - یہ واقعہ تیرھویں صدي کا ہے - اِس کے بعد لوئس چہاردھم نے ایک آسٹرین عالم کو مشرقي ممالک میں خاص اِس غرض سے بھیجا کہ اُس کے لیے کتابیں خریدے -

اِس طرح انیسویں صدي کے وسط ھي میں یورپ میں عربي کتابوں کا ایک بہت بڑا ذخیرہ جمع ہوگیا تھا - کم سے کم دو لاکھ پچاس ہزار قلمي کتابیں کتب خانوں میں داخل ہوگئي تھیں -

(یورپ میں عربي کتب خانے)

یورپ اور امریکا میں عربي کے بڑے بڑے کتب خانے بہت سے شہروں میں موجود ہیں - ذیل میں صرف چند کے نام ذکر کیے جاتے ہیں :

لینن گراڈ ' برلن ' پیرس ' لندن ' لیپزیک ' مونیخ ' وائنا ' لیڈن ' آکسفورڈ ' ایڈنبرا ' ڈبلن ' کیمبرج ' نیویارک ' شیکاگو ' کلیفورنیا وغیرہ -

ہر کتب خانے میں مرتب و منضبط فہرستیں موجود ہیں - ہرکتاب پر مفصل تقریظ لکھي گئي ہے - بعض فہرستیں عام ہیں اور اُن سے ایک نظر میں معلوم ہو جاتا ہے کہ کون کون کتاب کس اس کتب خانے میں موجود ہے ؟ یہ کتب خانے برابر ترقي کر رہے ہیں - نادر سے نادر کتابیں غیر معمولي جد و جہد اور صرف کثیر سے جمع کي جاتي ہیں -

(عربي کي باقاعدہ تدریس)

یورپ کو دیني تعصبات سے جب نجات ملي اور اُس کي جگہ ملک گیري کي ہوس نے لیلي ' تو عربوں اور دوسري مشرقي قوموں کے علوم و آداب سے واقفیت پیدا کرنے کي عام طور پر ضرورت محسوس ہونے لگي - چنانچہ اٹھارھویں صدي کے اواخر میں علم المشرقیات نے ایک منظم علم کي صورت اختیار کرلي ' اور اُسکي باضابطہ تعلیم و تدریس ہونے لگي -

سب سے پہلے سنہ ۱۷۵۳ ع میں آسٹریا نے مشرقي زبانوں کا ایک مدرسہ قائم کیا - اِس میں حکومت کے سفراء اور ملک کے تاجروں کو تعلیم دي جاتي تھي - سنہ ۱۷۹۵ع میں فرانس نے اِسي مقصد سے ایک تعلیم گاہ جاري کي - سنہ ۱۸۸۷ع میں جرمني نے اِس کي تقلید کي - اس کے بعد روس ' انگلستان ' اور اٹلي نے بھي ادھر توجہ کي - لیکن یہ واقعہ ہے کہ سولھویں صدي سے یورپ کي ہر یونیورسٹي میں ' خصوصاً انگلستان ' جرمني ' اور ہالینڈ کي درس گاہوں میں عربي زبان داخل نصاب ہوچکي تھي -

ہرٹویک ڈیرنبرگ
جسنے پچاس کتابیں عربي ادب و تاریخ کي شائع کیں

(ائمۂ مستشرقین)

یورپ کو مشرقي زبانوں سے جو شغف رہا ہے ' اُس کا ایک نمایاں ثبوت اُن مستشرقین کا وجود ہے ' جنھوں نے اپني پوري زندگي اِن علوم کے لیے وقف کردي ہے - بہت سے مستشرق متعدد مشرقي زبانوں کے عالم تھے - مثلاً جرمن لوڈلف مشرق و مغرب کي ۲۵ زبانوں کا عالم تھا - سلوسٹر دي ساسي فرنچ مستشرق بیس زبانوں میں ماہر تھا - یہي حال سوئٹزر لینڈ کے واں برسمي اور جرمن محقق ہومل کا تھا - ڈچ عالم ڈوزلي سات زبانوں میں اِس طرح انشا پردازي کرتا تھا ' گویا اُس کي مادري زبانیں ہیں - یہي حال ہنگریــن پروفیسر ویمبري کا تھا - وہ ہنگرین ' ترکي ' عبراني ' اور لاطیني زبانوں کا مستند عالم تھا -

یورپ نے صرف عربي کے مدارس قائم کرنے ھي پر اکتفا نہیں کیا ' بلکہ مشرقي زبانوں کي بحث و تحقیق کے لیے علمي انجمنیں بھي قائم کیں - سب سے پہلے سنہ ۱۷۷۸ ع میں ہالینڈ نے بٹاویا (جاوہ) میں اِس قسم کي انجمن قائم کي تھي - پھر سنہ ۱۷۸۴ع میں ایشیاٹک سوسائٹي کلکتہ میں قائم ہوئي - سنہ ۱۸۰۵ میں ایک ایسي ھي انجمن بمبئي میں بنالي گئي -

پیرس کي انجمن سب سے زیادہ اہم ہے - یہ سنہ ۱۸۲۲ ع میں قائم ہوئي - اِس کے بانیوں میں یورپ کا مشہور ترین مستشرق اور عربي زباں کا فاضل ' سلوسٹر دي ساسي تھا - اسی سے جرمن ' ڈچ ' سوئڈش ' اور اٹالین مستشرقین نے استفادہ کیا - درحقیقت انیسویں صدي میں عربي زبان کا یورپ میں سب سے بڑا علم بردار یہي شخص تھا - اس نے عربي کي تحصیل علماء یورپ کے لیے نہایت آسان کردي -

جي - براؤن
مشہور انگریز مستشرق

* * *

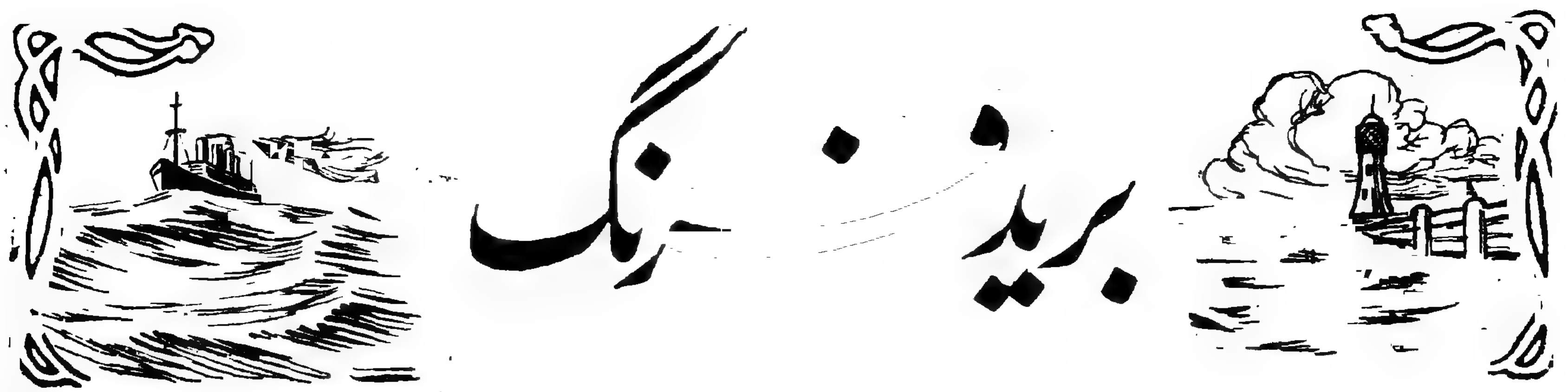

برید فرنگ

یورپ میں ایک مشرقي درویش

علماء و اطباءُ کي حیراني

طاهر بے جو زمین میں زنده مدفون هوجاتا هے !

قارئین الهلال کو یاد هوگا که گزشته سال ریوٹر ایجنسي نے پیرس سے یه خبر شائع کي تهي که " طاهر بے نامي ایک مشرقي درویش کے اعمال نے تمام پیرس میں دلچسپي پیدا کردي هے - بڑے بڑے ڈاکٹروں کي ایک جماعت نے اس کے اعمال کا مطالعه کیا هے ' اور ان کے بے لاگ هونے کي شهادت دي هے "

آج کل یه شخص انگلستان میں هے - گریفک کے مقاله نگار نے ایک مبسوط مقاله لکهه کر اس کي شخصیت سے دنیا کا تعارف کرایا هے اور اس کے مختلف اعمال و غرائب کي تصویریں بهي شائع کي هیں - مقاله نگار لکهتا هے :

" پیرس میں گزشته دو سال سے وقتاً فوقتاً ایک پر اسرار شخصیت دیکهنے میں آئي هے - یه میانه قد آدمي جسکے بدن کا رنگ زیتون کا سا اور ڈاڑهي سیاه هے' پوري مغربي نفاست کے ساتهه ملبوس رهتا هے - اس کے مطمئن چهرے سے ظاهر هوتا هے که اس جوان نے بهت دنوں سے اپنے دل کي صفائي کا راز جان لیا هے - یه پر اسرار شخص مشهور درویش طاهر بے هے ' جس نے گذشته ڈهائي سال سے یورپ کو اپنے کمالات سے حیرت میں ڈال دیا هے -

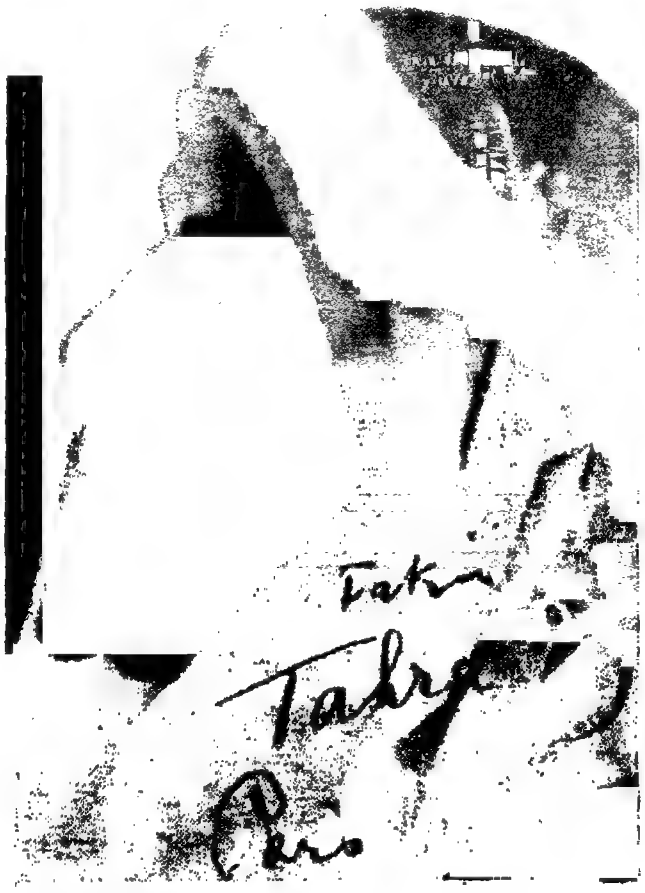

طاهر بے

یه سنه ۱۸۹۷ع میں طنجه میں پیدا هوا - اسکي پیدائش کے وقت هي اسکي ماں کا انتقال هوگیا تها - اسلیے تعلیم و تربیت کے لئے قدیم دستور کے مطابق فقراء کے گروه میں رکهدیا گیا' اور اس طرح ابتدا هي سے فقیري کي آب و هوا میں نشو و نما پائي - سنه ۱۹۰۵ - میں قسطنطنیه آیا اور ترکي لڑکوں کي طرح معمولي تعلیم حاصل کي - اسکے بعد اس نے علم طب پڑهکر طبیب کي سند حاصل کرلي -

اسکي زندگي خاموش مطالعه اور غور و فکر میں گزري هے ' اور جبتک اس نے اپنے ابا ؤ اجداد کا پر اسرار علم حاصل نہیں کر لیا ' لوگوں کو اُس کے کمالات کي کوئي خبر نہیں هوئي - سنه ۱۹۱۹ع میں اس نے ایک جمعیت قائم کي جسکا مقصد یه تها که دنیا کے تمام ڈاکٹروں اور فلسفیوں کے سامنے روحانیت کے مسائل اور تجارب پیش کرے -

یورپ ' جنوبي امریکه ' اور انگلینڈ ' کے بڑے بڑے شهروں میں طاهر بے نے صرف ڈاکٹروں هي کو نہیں بلکه عامة الناس کو بهي عجیب عجیب اعمال دکهلائے هیں جنکي کوئي علمي توجیه ابتک نہیں کي جا سکي -

پہلے پهل جولائي سنه ۱۹۲۵ میں یه پیرس میں وارد هوا - وه چند ماه اٹلي میں بهي گزار چکا تها - روم ' نیپلس' پیلرمو' فلورنس' اور بولونا میں اس نے اپنے تجربے علم کے بڑے بڑے ماهرین کو دکهلائے تهے - کئي هفتوں تک اطالوي اخبارات اس کے کار ناموں سے لبریز رهے - روم میں ارکان حکومت اور سفارتي عمله کے سامنے اس نے اپنے فن کے مظاهرے کیے - خود مسولیني نے بهي چند بار چیگي محل میں اس کا استقبال کیا تها - شاه وکٹر ایمینوئل نے بهي اپنے حضور میں بلایا - شاه جارج پنجم نے بهي جو اُن دنوں پیلرمو میں مقیم تهے ' اس کے اعمال دیکهنے کي خواهش ظاهر کي -

پیرس میں پہلے علماء نے ایک خاص جلسه میں اسکے کمالات کا مشاهده کیا تها جهاں پیرس کے مشهور اخبارات کے نماینده بهي بلائے گئے تهے - یه واقعه هے که فرانسیسي علماء اس کے اعمال دیکهکر حیرت زده هوگئے اور متفقه طور پر یه رائے قائم کي که " اسکے اعمال شعبده بازي سے پاک هیں " لنڈن کے ایک بڑے تهیٹر میں بهي جهاں کي ایک کرسي بهي خالي نہیں رهي تهي ' اسکے کمالات دیکهے گئے - چونکه تقریباً تیس آدمي بیهوش هوگئے تهے' اسلیے اسکا عام مظاهره بند کردیا گیا !

خود طاهر بے کا بیان یه هے که " میرے کام میں کوئي شعبده نہیں هے - میں اپنے اسرار ظاهر کر دینے کے لیے راضي هوں ' مگر میرا دعوی هے که سواے خاص خاص فقراء کے اور کوئي شخص یه کمالات حاصل نہیں کر سکتا "

وه کهتا هے " فقیروں کي روحاني قوت بهت مضبوط هوا کرتي هے - اُنکي تعلیم تین مهینے کي عمر هي سے شروع هو جاتي هے "

شخصيت رکهتا هے - ليکن زنده انسان محکوم هوتے هيں اور اپني شخصيت سے محروم رهتے هيں -

سرمايه دار اِس صورت حال کي منسوخي کو انفرادي شخصيت اور آزادي کي منسوخي بتاتے هيں ؛ بلاشبه اِس سے انکي مراد سرمايه دارانه شخصيت ' سرمايه دارانه خود مختاري ' اور سرمايه دارانه آزادي کي منسوخي هے !

موجوده سرمايه دارانه حالات پيداوار کے ماتحت آزادي کے معني " آزاد تجارت " اور " آزاد خريد و فروخت " کے هيں -

ليکن اگر خود تجارت هي مٹ جائے ' تو آزاد تجارت کهاں باقي رهتي هے ؟ همارے سرمايه دار جس طرح دوسري آزاديوں کے متعلق بے معني ڈينگ مارا کرتے هيں ' اسي طرح آزاد تجارت کے متعلق بهي انکي ڈينگ بالکل بے معني هے - بلا شبه جب مقيد تجارت کے ساتهه يا قرون وسطی کے مقيد شهريوں کے ساتهه اُسکا موازانه کيا جاتا هے ' تو اسکے کچهه معني هوتے هيں ' ليکن جب سرمايه دارانه حالات پيداوار اور خود سرمايه داروں کے ساتهه اسکا مقابله کيا جاتا هے ' تو وه ايک بالکل بے معني چيز ره جاتي هے -

تم خوف زده هو رهے هو که هم شخصي ملکيت منسوخ کرديںگے - مگر يه تو سوچو ' تمهاري موجوده سوسائٹي ميں ۹/۱۰ حصه آبادي کي ملکيت پہلے هي سے منسوخ هو چکي هے ' اور اب سوسائٹي کي بقاء کے ليے نا گزير هے که يه باقي ايک حصه کي ملکيت بهي جلد سے جلد ختم هو جائے - تم هميں ملکيت کے اُس طرز کي منسوخي پر ملامت کرتے هو ' جس کے وجود کي اولين شرط هي يه هے که سوسائٹي کي بهت بڑي اکثريت بلا کسي ملکيت کے باقي رهے ؟

سچ يه هے که تم هميں اس ليے ملامت کر رهے هو که هم تمهاري سرمايه دارانه ملکيت منسوخ کر ديني چاهتے هيں - بے شک همارا يهي اراده هے !

جس لمحه سے محنت کي تبديلي ' سرمايه ' نقد روپيه ' اور لگان کي صورت ميں نه هو سکے ' جس لمحه سے محنت ايک ايسي اجتماعي طاقت کي صورت ميں بدلي نه جا سکے جو اجاره داري کے لائق هو ' جس لمحه سے شخصي ملکيت کا سرمايه دارانه ملکيت ميں تبديل کيا جانا نا ممکن هو جائے ؛ اُسي لمحه سے تمهيں واويلا کرنے کا حق هے که کميونسٹ " فرد " کو مٹا دينا چاهتے هيں - ليکن اگر ايسا نهيں هے ' تو پهر تم گويا اعتراف کرتے هو که " فرد " سے تمهاري مراد صرف " سرمايه دار " هے - يعني صاحب جائداد - حالانکه اس قسم کے فرد کو بلا شک مٹا دينا چاهئے !

کميونزم کسي کو بهي اس کي اجتماعي پيداوار ميں تصرف کي طاقت سے محروم نهيں کرتا - البته وه سب کو اُس طاقت سے ضرور محروم کر دينا چاهتا هے جس کے ذريعه وه دوسروں کي محنت پر قابو حاصل کرتے هيں -

کميونزم پر اعتراض کيا جاتا هے که شخصي ملکيت کي منسوخي کے ساتهه هي هر قسم کي جد و جهد بهي موقوف هوجائيگي ' اور سوسائٹي پر ايک عام اُداسي اور کاهلي چها جائيگي -

ليکن اگر حقيقت حال ايسي هوتي تو سرمايه دار سوسائٹي سستي کي وجه سے ابتک کب کي برباد هو چکي هوتي - کيونکه جو لوگ اس کے ليے محنت کرتے هيں ' وه کچهه بهي نهيں پاتے ' اور جو لوگ فائده اٹها رهے هيں ' وه کچهه بهي محنت نهيں کرتے -

در اصل تمام اعتراضات کا لب لباب يه هے که جب سرمايه باقي نه رهے گا تو اجرتي محنت بهي موقوف هو جائيگي ' اور اس طرح سرمايه داري کا هميشه کے ليے خاتمه هو جائگا -

جو اعتراض کميونسٹ طريق پيداوار اور اس کے طريق تصرف پر کيے گئے هيں ' وهي اس کي دماغي پيداوار اور اس کے استعمال پر بهي کيے گئے هيں - سرمايه دار کے نزديک جس طرح اس کے فرقه کي ملکيت کا معدوم هو جانا ' خود پيداوار کي معدومي هے ' اُسي طرح سرمايه دارانه تهذيب کي بربادي پوري تهذيب کي بربادي هے !

وه تمدن جس کے زوال پر سرمايه دار يه کچهه ماتم کر رهے هيں ' کيا هے ؟ وه انسانوں کي بهت بڑي اکثريت کے حق ميں ايک ايسا تمدن هے ' جو بے جان مشين کي طرح محنت کرنے کي طرف لے جاتا هے !

تمهيں اُس وقت تک هم سے بحث کرنے کا حق نهيں هے جبتک تم اپني سرمايه دارانه ملکيت کي منسوخي کے خلاف اپنے خود ساخته سرمايه دارانه اصول کي بنا پر اعتراض کرتے هو - کيونکه تمهارے يه اصول بهي محض سرمايه دارانه حالات پيداوار اور سرمايه دارانه ملکيت هي کے اندے بچے هيں - عدل کيا هے ؟ صرف تمهاري جماعت کي خواهش کا نام هے جسے قانون بنا ديا گيا هے ' اور جسے تمهاري جماعتي زندگي کے مادي حالات نے گڑهليا هے -

گزشته حکمراں طبقوں کي طرح تم بهي اِس خود غرضانه خيال خام ميں پڑے هوے هو که اپنے معاشرتي اصولوں کو فطرت و عقل کے اٹل قوانين کي صورت ميں قائم کردو - تم اپنے معامله ميں کوئي نکته چيني سننے کو طيار نهيں - تم جو کچهه قديم ملکيت کے بارے ميں سمجهتے هو ' اس کے تسليم کرنے کي جرأت سرمايه دارانه ملکيت کے معامله ميں نهيں کر سکتے -

" خاندان کي منسوخي ! " زياده سے زياده جمهوريت پسند بهي کميونسٹوں کي اِس عجيب تجويز سے چراغ پا هو جاتے هيں -

ليکن يه تو غور کرو که موجوده خاندان ' يعني سرمايه دارانه خاندان کي بنياد کس چيز پر هے ؟ سرمايه پر اور شخصي ملکيت پر - کيا يه صحيح نهيں که اپني پوري ترقي يافته شکل ميں بهي خاندان کا وجود صرف سرمايه داروں هي کے ليے هے ؟ اور کيا يه بهي صحيح نهيں که اپني ترقي و تکميل کے ليے اُسے مزدوروں کي خانداني زندگي کي عام بربادي کي ضرورت هے ؟

تم هميں ملامت کرتے هو که هم اولاد کا خود غرضانه استعمال روکنا چاهتے هيں - هم اس جرم کا اقبال کرتے هيں !

تم کهتے هو که هم خانگي تعليم کي جگه معاشرتي تعليم عام کرکے نهايت هي پاک خانداني رشتے بهي برباد کر ڈالنا چاهتے هيں - ليکن کيا تم خود اِس الزام سے بري هو ؟ کيا تمهاري تعليم کو بهي تمهاري سوسائٹي نے مقيد نهيں کر رکها هے ؟ کيا موجوده تعليمي نظام ميں سوسائٹي بالواسطه يا بلا واسطه مداخلت نهيں کر رهي هے ؟ کيا اسکولوں اور کالجوں کے احاطوں ميں تعليم مقيد نهيں هو چکي هے ؟ تعليم ميں سوسائٹي کي مداخلت کچهه کميونسٹوں هي کي ايجاد نهيں هے - وه تو پہلے سے هي موجود هے - کميونسٹ صرف يه چاهتے هيں که اِس مداخلت کي نوعيت بدل ديں ' اور تعليم کو حکمران طبقه کے اثر سے آزاد کرديں -

باب التفسير

حجة ابراهيمى

آيۂ کريمه " الم تر الي الذي حاج ابراهيم " کي تفسير

* * *

قرآن حکيم کا اُسلوب بيان اور طريق استدلال

* * *

تفسير کا قرآني اور غير قرآني طريق

(از مولانا ابو الکلام)

الهلال نمبر (١٥) ميں جناب مولوي عبد الحق صاحب کا جو استفسار آيۂ مندرجۂ عنوان کي نسبت شائع هوا تها ' اُس کا جواب حسب ذيل هے :

(١) قرآن حکيم کے مطالعۂ و تدبر ميں آپ کو جو مشکلات پيش آ رهي هيں ' وہ اُس تک پيش آتي رهينگي ' جب تک که اس بارے ميں چند بنيادي اصول واضح نہيں هوجائينگے - يه موقعه تفصيل و اطناب کا نہيں هے - مختصراً يوں سمجهيے که صدر اول کے بعد سے قرآن حکيم کے فهم و تدبر کي راهيں دو هوگئي هيں - ايک " قرآني " هے - دوسري " غير قرآني " قرآن کے فهم و تدبر کے ليے غير قرآني طريقه کيونکر هو سکتا هے ؟ ممکن هے اس پر آپ کو تعجب هو - اس ميں شک نہيں يه معامله فکر انساني کے عجائب تصرفات ميں سے هے - مگر ايسے تصرفات اس کثرت سے هوچکے هيں که انهيں عجيب سمجهتے هوئے بهي همين متعجب نہيں هونا چاهيے -

" قرآني " طريقه سے مقصود قرآن کے مطالعۂ و فهم کا وہ طريقه هے جو تمام تر قرآن پر مبني تها - قرآن سے باهر کے اثرات کو اُس ميں دخل نه تها - عربي لغة کے صاف اور معروف معالي ' عربي بول چال کے بے تکلف اور سادہ محاورات ' صدر اول کا بے لاگ ذوق و فهم ' اور انبياء کرام کا فطري اور غير صناعي اُسلوب بيان ' اس طريقه کي خصوصيات تهيں - سلف امت کا طريق تفسير يهي تها -

" غير قرآني " طريقه سے مقصود وہ تمام طريقے هيں جو قران سے نہيں بلکه مفسرين قرآن کے ذوق و فکر سے پيدا هوے - يه علوم وضعيه کي اشاعت ' ايراني ' رومي ' اور هندي تمدن کے اقتباس ' اور عجمي اقوام کے اختلاط کا قدرتي نتيجه تها - مفسرين کے هر گروہ نے قرآن کے مطالب اُسي شکل و نوعيت ميں ديکهے ' جيسي شکل و نوعيت کي فکري حالت اُن کے اندر پيدا هوگئي تهي - رفته رفته يه حالت هوگئي که قرآن کے الفاظ ' تراکيب ' اُسلوب بيان ' دلائل و براهين ' مواعظ و حکم ؛ سب نے ايک دوسري هي طرح کي نوعيت پيدا کر لي - قرآن کي تعليم و بيان کي تمام تر بنياد فطرية اور فطرية کي سادگي پر تهي - علوم و فنون کي تمام تر بنياد وضعية اور وضعية کے تعمق اور کاوش پر هے - نتيجه يه نکلا که جوں جوں وضعية کا انهماک بڑهتا گيا ' فطرية کے فهم و ذوق کي استعداد کم هوتي گئي - يهانتک که وہ زمانه آ گيا ' جب لوگوں کے دماغ اسدرجه وضعية اور وضعي طريق بحث کے عادي هوگئے ' که کسي اهم اور عظيم بات کو اُس کي سادہ اور سهل صورت ميں ديکهه هي نہيں سکتے تهے - ذهن کي کاوش پسندي جو علوم وضعيه کے اشتغال کا لازمي نتيجه هے ' آسان اور سهل مطالب کي طرف متوجه هي نہيں هوتي تهي - يه صورت حال صرف قرآن هي کو پيش نہيں آئي ' بلکه مختلف صورتوں اور حالتوں ميں تمام صحف سماوي کو پيش آچکي هے ' اور منجمله اُن اسباب کے هے جو هميشه کتب و اديان کي تحريف کا باعث هوتے رهے هيں - يهي وجه هے که داعي قرآن (صلعم) نے اسے " تعمق " اور " تنطع " سے تعبير کيا ' اور فرمايا که هلاکت کي راهوں ميں سے ايک راہ يه بهي هے جيسا که متعدد موقوفات ميں وارد هے - يه موقعه تشريح کا نہيں - اگر آپ دقت نظر سے کام لينگے تو ان چند جملوں کے اندر اصول تفسير کي ايک اصل عظيم آپ کے سامنے آ جائگي - يه اصل عظيم نه صرف تفسير قرآن ميں ' بلکه علم و نظر کے بے شمار گوشوں ميں آپکي رهنمائي کر سکتي هے - ذهن انساني " وضعية " ميں جس قدر کاوش پسند هوتا گيا هے ' اُتنا هي " فطرية " سے دور هوتا گيا هے -

بهر حال يه دوسرا " غير قراني " طريقه اُن تمام طريقوں پر مشتمل هے جو صدر اول کے بعد پيدا هوے - متکلمين مفسرين کا طريق تفسير کم و بيش يهي هے - کوئي اس طريقه ميں ايک خاص حد تک گيا هے ' کوئي بهت زيادہ دور تک - امام فخر الدين رازي رحمة الله عليه بهي اسي راہ کے شهسوار هيں - ان کے بعد اکثر مفسرين نے دانسته يا نا دانسته اُنهي کا نقش قدم اختيار کر ليا - قاضي ابن رشد کي کشف الادله اور فصل المقال اور شيخ الرئيس کي بعض مختصر تفسيريں امام رازي اور مفسرين متکلمين سے پهلے لکهي گئي هيں - اُن کے مطالعه سے هم معلوم کر لے سکتے هيں که متکلمين اشاعرہ ' فلاسفۂ اسلام اور معتزله سے کتنا هي انکار کرتے هوں ' ليکن وہ خود بهي اسي طريقه کي پيداوار تهے - بهتر قسم کي نہيں - ناقص اور کمزور قسم کي پيداوار -

ايک سخت بنيادي غلطي جو اس طريقه کي مقبوليت کا باعث هوئي ' متاخرين کا يه خيال تها که وقت کي علمي ضرورتوں کيليے سلف کا طريقه سود مند نہيں هے - يه بات ضرب المثل کي طرح اُن کي زبانوں پر جاري هوگئي تهي که " سلف کا طريقه ايمان کيليے بهتر هے مگر استدلال کيليے مفيد نہيں " حالانکه اگر ايمان کو جهل سے نہيں بلکه علم و بصيرت سے پيدا هونا چاهيے ' تو جو طريقه ايمان و يقين کے ليے سود مند هوگا ' وہ استدلال و برهان کيليے کيوں غير مفيد هو ؟ جهانتک نام نهاد علمي ضروريات کا تعلق هے ' واقعه يه هے که متاخرين کے طريقه سے بڑهکر کمزور اور نا مراد طريقه کوئي نہيں هو سکتا - وہ " استدلال " کو فنون وضعيه کے " منطقي استدلال " سے باهر نہيں ديکهه سکے ' اور وجدان و طبيعت کي حقيقي شهادتوں سے آنکهيں بند کر ليں - آپنے اپنے استفسار ميں جا بجا لکها هے که " امام رازي رحمة الله عليه کا طريقه موجودہ زمانے ميں سود مند نہيں " ليکن ميں کهتا هوں اس تقيد کي کيا ضرورت هے ؟ يه طريقه تو کسي زمانے ميں بهي سود مند نه تها - کيا يه طريقه اُس زمانه ميں سود مند تها جب امام صاحب نے تفسير لکهي هے ؟ اس کا حال خود اُنهي

اُسکا دعوی هے که اُنهیں زخم یا ضرب شدید کا احساس نهیں هوتا ، یه اپنے آپ پر کامل سکته کي سي حالت طاري کر دے سکتے هیں - سانس رک لیتے هیں - زنده دفن کر دیے جاسکتے هیں - اپني زندگي اور اپنے خیالات پر قابو رکھتے هیں ، اور نیک و بد ارواح کو بلا سکتے هیں "

" زندگي کا ابدي معما حل کرنے کے لیے فقراء موت کي عمیق غار میں اترتے هیں - جس طرح غواص سمندر کي ته تک پهنچ جاتا هے - ان کي جسماني موت ، غفلت اور نسیان کي نیند کو ایک ایسي حد تک پهونچا دیتي هے ، جهاں سے جسم کے مرکب حصوں کي تفریق شروع هوجاتي هے ، اور جهاں روح جسم سے الگ هونا چاهتي هے "

طاهر بے اپنے ابتدائي اعمال کي نمائش کے بعد اپنے آپ کو زنده مدفون کرا دیتا هے جس میں تماشائیوں کي خواهش کے مطابق دس منٹ سے لیکر نصف گھنٹے تک کا وقفه هوتا هے - اُس پر ایک سکته کي سي حالت طاري هو جاتي هے - اُس کے کان ، ناک ، اور منه روئي سے بند کردیے جاتے هیں - اُس کے بعد ایک تابوت میں لٹا کر اُسے بالو سے بھر دیا جاتا هے ، اور تابوت زمین کے اندر دفن کردیا جاتا هے - جب وقت پورا هوجاتا هے تو تابوت نکالا جاتا هے ، اور چند سکنڈ کے بعد طاهر بے کا سکته ختم هوجاتا هے - تابوت سے نکالے جانے کے وقت وه اپنے پیروں پر کھڑا نهیں هوسکتا اور جسم کا رنگ دھندلا مٹیالا هو جاتا هے - طاهر بے کے بیان کے مطابق رنگ کي یه تبدیلي اس لیے واقع هوتي هے که جتني دیر تک وه تابوت کے اندر رهتا هے ، دوران خون بند هوجاتا هے - اس کا قول هے که اگر اپنے آپ پر سکته کي حالت طاري نه کروں تو هوا کے بغیر دس منٹ کے اندر مرجاؤں - بهت دن گزرے ، دفن کا یه طریقه مصر میں بھي مروج تھا - ساحروں نے مجرموں کي سزا کے لیے یه چیز ایجاد کي تھي - کیونکه زندگي کي قدر و منزلت جو دیني طور پر ضروري سمجھي گئي تھي ، کسي انسان کیلیے سزائے موت جائز نهیں رکھتي تھي - مجرم صرف عارضي طور پر دفن کر کے پھر باهر نکال دیے جاتے تھے - تجربه سے اندازه کیا گیا تھا که اگر ایسي سزا متواتر دي جائے اور مجموعي سزا کا وقفه ایک سال هوجائے ، تو مجرم کي عمر طبیعي دو سال گھٹ جاتي تھي ، کیونکه اس طویل جمود و سکوت کي حالت میں جسم کے رگ اور پٹھے تھک جاتے تھے ، اور ان کي قوت کم هوجاتي تھي -

طاهر بے تابوت سے نکالا گیا هے اور
ایک ڈاکٹر اسے کھڑا کر رها هے

لیکن انهیں ساحروں کا یه مقوله بھي هے که اگر یه درا چھوٹي چھوٹي خوراکوں میں دیجائے تو بهت سے امراض کیلیے مفید هوتي هے -

ایک مزید انکشاف طاهر بے کے تجربوں کیلیے باقي هے - وه یه که جسم جب مٹي کے اندر مدفون هوجاتا هے تو دماغ کي نشوونما تیزي سے بڑھنا شروع هو جاتي هے - یه خیال پیش نظر رکھکر وه اب مصر جانے والا هے - وهاں وه بڑے بڑے وقفوں کیلیے مدفون رهیگا جنکا مجموعي وقفه تین سال تک کا هوگا - وه کهتا هے که اس عمل سے جسم آهسته آهسته متغیر هو جایگا مگر دماغ سو گنا زیاده ترقي کر جائے گا !

طاهر کي عمر تیس سال کي هے مگر علمي تجربوں کیلیے وه اپني زندگي کے پورے تین سال وقف کردیگا - وه کهتا هے که اگر دس پانچ برس اور نکل گئے ، تو اس تجربه کا موقعه باقي نهیں رهیگا - جواني گذر جانے کے بعد انسان اس طویل جسماني سکون و جمود کي حالت برداشت نهیں کر سکتا -

طاهر بے کے اعمال موجوده انساني فهم و ادراک سے بالاتر هیں - وه ایک ایسي راه کا سالک هے جسکا مغربي دماغ ادراک نهیں کر سکتا - وه اپنے چهرے ، گردن ، بازو ، اور پیروں کو لوهے کي سلاخوں یا چھریوں سے چھید دیتا هے - جب اسکے سینے سے خنجر باهر نکالا جاتا هے تو نهایت تیزي سے خون کي دھار بهنے لگتي هے - اور جب تماشائي یقین کر چکتے هیں که واقعي خون هي هے ، تو وه یکایک خون کا بهنا روک لیتا هے - وه اپني نبض کي رفتار تیز اور سست کر سکتا هے - وه ایک ایسے تخته پر جس پر لوهے کي نوکدار کیلیں جڑي هوئي هوتي هیں ، لیٹ جاتا هے ، اور ایک سو پچھتر پاونڈ کا پتھر اسکے پیٹ پر رکھکر لوهے کے بھاري هتوڑے سے چور چور کردیا جاتا هے - پھر وه اٹھا کر کھڑا کردیا جاتا هے ، اور ایک سکنڈ کے اندر اپني اصلي حالت میں واپس آ جاتا هے !

کیا پتھر کا ٹکڑے ٹکڑے هوجانا کوئي نظر کا دھوکا یا شعبده هے ؟ بعض اشخاص کا خیال هے که اس عمل کے دوران میں سب لوگ مسمریزمي عمل سے مسحور کر دیے جاتے هیں ، اور انهیں وهي نظر آتا هے جو عامل چاهتا هے !

گذشته سال لندن تھیٹر کے منیجر مسٹر شربرٹ طاهر بے سے ملنے پیرس گئے تھے تا که امریکه جانے کے معامله پر اس سے گفتگو کریں - لیکن اُسکے سینے سے خون بهتا دیکھکر انهیں غش آ گیا - وه به مشکل اس لایق هوئے که واپس آ کر اُسکے مدفون کر دینے کا عمل دیکھه سکیں - انهیں یقین هوگیا هے که یه فقیر ایک ساحر هے "

اگر یورپ کے علماء ، مشرق کے قدیم نفسیاتي علوم سے واقف هوتے ، اور اُنهیں معلوم هوتا که حبس نفس کي مشق علم وظائف اعضا (فزیا لوجي) کے قوانین پر کیسا عجیب اثر ڈال سکتي هے ، تو وه طاهر بے کے اِن اعمال پر متعجب نه هوتے - اب سے تقریباً چار سو برس پہلے شیخ عبد الوهاب شعراني نے قاهره میں خود اپني آنکھوں سے یه تمام اعمال دیکھے تھے ، اگرچه وه انکي صحیح تعلیل نه کر سکے -

* * *

تاریخ شرق جدید کی تاریخی شخصیتیں

مدحت پاشا

شہید حریت و دستور

مدحت پاشا کا قتل

مدحت پاشا کے رفیق محبس شیخ الاسلام خیر اللہ آفندی نے (جو خود بھی قیدخانۂ طائف میں فوت ہوئے) مدحت پاشا اور داماد محمود پاشا کے ہولناک قتل کا حال اس طرح لکھا ہے:

"مدحت پاشا اور اُن کے رفقاء، طائف کے قلعہ میں تین سال قید رہے۔ تیسرے سال کے آخر میں مدحت پاشا کے ایک پھوڑا نکل آیا تھا۔ فوجی ڈاکٹر کی رائے تھی کہ چاک کر دیا جائے، مگر بڑھاپے اور کمزوری کی وجہ سے وہ عمل جراحی پر رضامند نہ ہوئے۔ پھر یہ سبب بھی تھا کہ موصوف کو ڈاکٹر کی مہارت پر یقین نہیں تھا۔ داماد محمود پاشا نے والی حجاز کو مدحت پاشا کی لاعلمی میں تحریر کیا کہ کسی ماہر طبیب کا انتظام کیا جائے۔ اُس کے مصارف وہ خود ادا کرینگے۔ مگر والی نے اُن کی درخواست کا کوئی جواب نہیں دیا۔

مدحت پاشا نے اپنا علاج خود کیا اور زخم اچھا ہوگیا۔ سرکاری طبیب روز معائنہ کرتا تھا اور والی کو اطلاع دیتا تھا۔ والی تار برقی کے ذریعہ روزانہ سلطان کو خبر بھیجتا تھا۔ کیونکہ سلطان کو مدحت پاشا کی موت کی جلدی تھی۔

ایک دن صوبہ دار ابراہیم آغا کے ساتھ ڈاکٹر مدحت پاشا کے کمرے میں گیا اور بغیر کسی مناسبت کے کہنے لگا "اب یورپ میں سیاسی مدبروں کو علانیہ قتل نہیں کیا جاتا۔ جلادوں کے بجائے یہ کام ڈاکٹر انجام دیتے ہیں۔ مجرم کی ناک پر کلوروفارم رکھ دیتے ہیں۔ جب وہ سو جاتا ہے تو گلا گھونٹ دیا جاتا ہے!" لوگوں نے طبیب کے منہ سے یہ بات سنی، مگر کوئی اُس کا مطلب سمجھ نہ سکا۔

تیسری پلٹن کا کماندار بکر آفندی چرکسی، قلعہ کے سیاسی قیدیوں کا محافظ تھا۔ چند مہینے سے وہ موجود نہ تھا۔ مکہ معظمہ میں مقیم تھا۔ مگر اچانک واپس آگیا اور سیدھا مدحت پاشا کے کمرے میں چلا گیا۔ اُس کے ساتھ ڈاکٹر اور ابراہیم آغا بھی تھے۔ لوگوں نے اُس سے اس اچانک واپسی کی وجہ دریافت کی تو کہنے لگا "طائف کی فوج مرتب کرنے اور طرابہ کے باشندوں سے سرکاری محصول وصول کرنے آیا ہوں کیونکہ کئی سال سے اُنھوں نے ایک پیسہ بھی ادا نہیں کیا۔"

بکر آفندی کی واپسی کے چھٹے دن قیدی پاشاؤں کے خادم، حضرت عبداللہ بن عباس کی مسجد میں نماز جمعہ ادا کرنے گئے۔ حسب عادت اُن کے ساتھ پہرا تھا۔ مدحت پاشا کا خادم عارف آفندی نماز کو جا نہیں سکا۔ کیونکہ اُس کے آقا کی طبیعت ناساز تھی۔

نماز کے بعد بکر آفندی کماندار نے تمام خادموں کو روک لیا قلعہ میں واپس جانے نہیں دیا۔ نیز ایک آدمی بھیجکر عارف آغا کو بھی طلب کیا۔ مگر اُسنے اپنے آقا کے پاس سے ہٹنا منظور نہیں کیا۔ کماندار نے پھر آدمی بھیجا کہ عارف کو فوراً لے آؤ۔ اس مرتبہ مدحت پاشا نے قاصد سے کہا کہ کماندار سے کہو وہ خود قلعہ میں آئے اور عارف سے جو کچھ کہنا ہو کہہ جائے۔

کماندار فوراً آیا اور خیر اللہ آفندی کے کمرہ میں گیا۔ اُسنے خیر اللہ آفندی سے کہا:

"دارالخلافہ سے حکم آیا ہے کہ تمام نوکر چاکر سیاسی قیدیوں سے علحدہ کر دئے جائیں۔ اب اُنھیں حکومت کی طرف سے کوئی رقم بھی نہیں دی جائے گی۔ عام قیدیوں کا کھانا کھلایا جائے گا۔ بازار سے بھی خریدنے کی ممانعت ہے۔ قلم، دوات، کاغذ بھی رکھنے کی اجازت نہیں۔ خیر اللہ آفندی کی بیوی بھی (جو طائف میں مقیم تھیں) نکال دی جائیں گی۔"

اس خبر نے تمام قیدیوں کو سخت پریشان کیا۔ محمود پاشا غصہ ور آدمی تھے۔ اُنھوں نے کماندار کو بہت سخت سست کہا۔ مگر بے فائدہ تھا۔ سلطانی حکم پر عمل کیا گیا۔ تمام خادم، قلعہ کے باہر ایک گھر میں قید کر دئے گئے۔ کماندار نے چلتے وقت کہا وہ طائف سے باہر جا رہا ہے مگر گیا نہیں۔ رات بھر قلعہ ہی میں رہا۔

مدحت پاشا، دو مرتبہ وزیر اعظم بن چکے تھے اور قوم کی عظیم الشان خدمات انجام دی تھیں۔ مگر ظالموں نے نہ اُن کی خدمات کا کوئی لحاظ کیا، نہ بڑھاپے ہی پر ترس کھایا۔ اُنھیں بستر مرض پر اکیلا چھوڑ دیا۔ اُن کا خادم زبردستی لے گئے۔ اس وفادار خادم کے عوض ایک جنگلی سپاہی اُن کی تیمارداری کے لئے مقرر کر دیا۔ لیکن مدحت پاشا کے رفقاء مصیبت نے اُن کی خدمتگاروں کی طرح خدمت کی۔ رات کو بھی اُنھیں تنہا نہیں چھوڑتے تھے۔ علی بک اُن کے ساتھ سوتے تھے۔

مدحت پاشا، اپنی شجاعت اور ثابت قدمی میں مشہور ہیں۔ ان حالات نے اُن کے حوصلے کمزور نہیں کئے۔ وہ اب بھی خوش تھے۔ پابندی سے نماز پڑھتے تھے۔ وظائف کا ورد رکھتے تھے۔ تلاوت میں مشغول رہتے تھے۔ تفسیر بیضاوی اور کتاب الشفاء، اُن کے مطالعہ میں رہتی تھی۔

وہ کہا کرتے تھے "جو کچھ یہ لوگ کر سکتے ہیں، کر گزریں۔ ہم بحمد اللہ مقدس سرزمین میں موجود ہیں۔ تمام گندگیوں سے دُور ہو چکے ہیں۔ وہ کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ زیادہ سے زیادہ قتل کر سکتے ہیں، اور قتل ہمارے لئے دنیا و آخرت میں عزت و سعادت کا ذریعہ ہے!" وہ حیرت انگیز طور پر اللہ تعالیٰ کی ذات پر متوکل نظر آتے تھے۔

ایک دن کماندار بکر آفندی نے کہا "وہ مرابج کو مکہ معظمہ جائے گا تاکہ خیر اللہ آفندی کی بیوی اور قیدیوں کے نوکروں کو پہنچا آئے۔ وہ مدحت پاشا کے پاس بھی گیا۔ وجہ یہ بیان کی کہ رخصت ہونے آیا ہے مگر مقصود یہ تھا کہ اُن کی زبان سے کچھ سنے اور چغلی کھا کر ظالموں میں مقبولیت حاصل کرے۔ مدحت پاشا نے کہا "میری تقریر سنو۔ حرف بحرف والی حجاز سے کہہ دینا:

"کہنا عبدالحمید نے تمھیں بڑا منصب بخشا ہے۔ مدحت پاشا کی خدمات، آفتاب کی طرح روشن ہیں۔ آج اُس کی جو حالت ہے دیکھ رہے ہو۔ یہ سلطان، اسی طرح اپنے خیرخواہوں کی خدمات پر انعام دیا کرتا ہے۔ مدحت پاشا کو معلوم ہے کہ سلطان اُس کے قتل پر تلا ہوا ہے۔ تمھیں اس کام پر مقرر کیا ہے۔ اسوقت تمھاری جتنی خاطر مدارات ہے، صرف اسی مطلب سے ہے۔ اس کے بعد تمھارا جو حال ہوگا، وہ دوسروں کی حالت سے معلوم کر سکتے ہو۔ سروری آفندی نے ہمیں سزا دی تھی۔ اسپر سلطان نے خوش ہو کر اُسے "قاضی عسکر" کا عہدہ دیا مگر اب سروری آفندی کی حالت کیا ہے؟ اسوقت وہ گمنامی میں جلاوطنی کی زندگی بسر کر رہا ہے! جودت پاشا ہمارے گرانے میں سلطان کا دست و بازو تھا۔ مگر آج اُس کی حالت کیا ہے؟ اسوقت وہ خود اپنے گھر میں قید ہے اور ذلت کی زندگی بسر کر رہا ہے! ان معاملات پر غور کرو۔ کیونکہ اس سلطان کی طبیعت ہی ایسی ہے۔ تم مسلمان ہو قرآن پڑھو۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "ومن یقتل مؤمنا متعمداً فجزاؤہ جہنم خالداً فیہا وغضب اللہ علیہ ولعنہ واعد لہ عذاباً عظیماً" (جو کوئی جان بوجھ کر کسی مومن کو قتل کرے، اُس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔ اُسپر خدا کا غضب ہوگا۔ خدا کی لعنت ہوگی۔ اور اُس کے لئے بہت بڑا عذاب طیار ہے!)

اس کے بعد مدحت پاشا نے اس آیت کی تفسیر بیان کی اور کہا:

"دیکھو حضرت حسن بن علی علیہ السلام بھی بعض بادشاہوں کے اشارے سے قتل کئے گئے تھے۔ قیامت تک دنیا اُن کے قاتلوں پر لعنت کرتی رہے گی۔ خدا اُنھیں دوزخ میں ڈالے گا۔ تم والی سے میری تقریر حرف بحرف کہہ دینا"

اسپر بکر آفندی نے کہا:

"جناب عالی! میں بہت سی لڑائیوں میں شریک ہوا ہوں مگر میدان جنگ کے باہر آج تک ایک مرغی بھی اپنے ہاتھ سے نہیں ماری۔ میں ہرگز کوئی جرم نہیں کر سکوں گا!"

سات دن بعد بکر آفندی واپس آیا۔ اُس کے ساتھ قیدیوں کے نوکر بھی تھے۔ اُسنے مدحت پاشا سے کہا "سلطان کا حکم آیا ہے کہ نوکر قیدیوں کے پاس واپس کر دئے جائیں۔ اُنھیں ہر طرح آرام دیا جائے۔ والی حجاز نے سلام کے بعد معذرت کی ہے کہ میرا کوئی قصور نہیں۔ میں نوکر ہوں آقا کے حکم کی اطاعت کرتا ہوں"

اس درمیان میں مدحت پاشا کی صحت اچھی ہوگئی۔ تقریباً شفا حاصل ہوگئی تھی۔

ایک دن مدحت نے ایک سپاہی سے دودھ منگایا۔ ایک افسر نوری آفندی تلوار لے کر اُس کے ساتھ ہوگیا اور بڑی مستعدی سے دودھ لے آیا۔ لوگوں کو اس نئی بات پر بہت تعجب ہوا۔ یہ شخص کبھی قیدیوں سے اچھا سلوک نہیں کرتا تھا۔ آج کیوں اس قدر مہربان ہوگیا؟ سید بک، مدحت پاشا کے کھانے کی روز جانچ کر لیا کرتے تھے۔ اُنھوں نے پتیلی کھولی تو دودھ کا رنگ اچھا نہ تھا۔ ایک چمچ لے کر اُنھوں نے اپنی زبان پر رکھا، تمام منہ کڑوا ہوگیا۔ دوسرے قیدیوں کو چکھایا، سب نے یہی محسوس کیا۔ جنھوں نے ایک دو قطرے بھی نگل لئے تھے وہ بیہوش ہوگئے اور کئی ہفتے بیمار پڑے رہے۔

سے پوچھہ لینا چاھیے - اُن سے بہتر اُن کي نا رسائیوں کیلیے کوئي شاھد نہیں ھو سکتا - تفسیر اور اساس التقدیس وغیرہ اُنکے ابتدائي اور درمیاني عہد کي کوہ کندنیوں میں سے ھیں - آخري عہد کي مصنفات میں سے ایک رسالہ مباحث ذات و صفات میں ھے - اس کے دیباچہ میں مشکلات مباحث کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ھیں :

" لقد تأملت الطرق الکلامیه و المناهج الفلسفیه ، فما رأیتها تشفی علیلاً ، و لا تروی غلیلاً ، و رأیت اقرب الطرق ، طریقة القرآن - أقرأ فی الاثبات : الرحمن علی العرش استوی ، و أقرأ فی النفی : لیس کمثله شیء - و من جرب مثل تجربتی ، عرف مثل معرفتي " یعنے میں نے علم کلام اور فلسفہ کے تمام طریقوں پر غور کیا ، لیکن معلوم ھوا کہ مشکلات راہ کیلیے کچھہ سودمند نہیں ھیں - سب سے بہتر طریقہ قرآن ھي کا طریقہ ھے !

فن المعجبت ما ادق بیانه
متحیر فیه امام الرازی !

إمام صاحب کا یہ اعتراف بعینہ وھي اعتراف ھے جو موجودہ اور قدیم عہد کے تمام حکماء کي زبانوں پر بھي طاري ھوچکا ھے - یہ مذھبي مباحث کي راہ سے اِس کوچہ میں آئے تھے ، اسلیے الٰھیات کي اصطلاحوں میں اعتراف عجز کر رھے ھیں - لیکن لامارک ، ھیگل ، اور اسپنسر براہ راست حقائق کائنات کي جستجو میں نکلے تھے ، اسلیے وہ اِن مصطلحات کي جگہ دوسري طرح کے الفاظ استعمال کرتے ھیں ، لیکن اعتراف عجز کي ایک ھي طرح کي روح دونوں کے اندر بول رھي ھے - لامارک کے اس قول میں کہ " ھمارا سارا علم اس سے زیادہ نہیں ھے کہ جہل کا اقرار کریں " یا اسپنسر کے اس اعتراف میں کہ " اصلیت اور حقیقت کے اِن تمام سوالوں کے جواب میں ھم اِسکے سوا کچھہ نہیں کہہ سکتے کہ ھم کچھہ نہیں جانتے " اور اِمام رازي کے اس اعتراف میں کیا فرق ھے کہ :

نهایة اقدام العقول عقال
و اکثر سعی العالمین ضلال
و لم نستفد من بحثنا طول عمرنا
سوی أن جمعنا فیه قیل و قالوا !

بہر حال جب تک قرآن حکیم کي تفسیر خالص قرآني طریقہ پر نہیں کي جائیگي ، مشکلات راہ حل نہیں ھوسکتیں -

(۲) ایک اھم اور بنیادي کام اِس باب میں یہ ھے کہ قرآن حکیم کے الفاظ ، تراکیب ، اور اُسلوب بیان کو تمام وضعي اور خارجي عوارض سے پاک کر کے اُنکي اصلي صورت و نوعیت میں نمایاں کر دیا جاے - جونہي یہ اصلیت نمایاں ھوگئي ، تمام اشکال خود بخود دور ھو جائینگے -

قرآن حکیم عربي زبان میں نازل ھوا - اُسکے الفاظ عربي زبان کے الفاظ تھے - وہ اُنھي معاني کیلیے استعمال کیے گیے تھے ، جن معاني کیلیے عربي لغت میں مستعمل تھے - قران نے خود جابجا اپنے عربي زبان میں ھونے ، نہایت کھلے اور دلنشین ھونے ، اور مطالب کے سہل اور زود فہم ھونے کا ذکر کیا ھے - مثلاً سورۂ مریم میں کہا کہ " فانما یسرناہ بلسانک لتبشر به المتقین " ھم نے قرآن تمھاري زبان میں سہل کردیا تا کہ متقي طبیعتوں کیلیے اس میں ھدایت کي بشارت ھو - ظاھر ھے کہ قرآن کا یہ عظیم اور ابتدائي وصف باقي نہیں رھتا ، اگر ایک لمحہ کیلیے بھي یہ فرض کر لیا جاے کہ اسکے الفاظ اُن عام اور معروف معاني کے علاوہ کوئي دوسرا مفہوم بھي رکھتے تھے جو عرب جاھلیت کي لغت میں نہیں سمجھے جاتے تھے - صدر اول میں چونکہ مسلمانوں کا ذوق خارجي اثرات سے متاثر نہیں ھوا تھا ، اسلیے قرآن کے تمام الفاظ اپنے لغوي معاني میں قائم رھے - بلاشبہ اُسی عہد میں بھي ھر انسان جو قرآن کا علم رکھتا تھا ، الفاظ قرآني کے مجازات سے واقف تھا - لیکن یہ زبان اور بول چال کے ویسے ھي صاف اور سادہ مجازات تھے ، جو دنیا کي ھر زبان میں ھوتے ھیں ، اور جنکے معلوم کرنے کیلیے کبھي کسي اھل زبان کو کسي فلسفیانہ فن بلاغت و بیان کي ضرورت نہیں ھوتي - حضرت عبد اللہ ابن عباس اور ابن کعب جب " بل یداہ مبسوطان " اور " الیه یصعد الکلم الطیب " پڑھتے تھے ، تو بغیر اسکے کہ فلسفیانہ دقیقہ سنجیوں سے آشنا ھوں اور ید و علو کے نفي و اثبات کي بحثوں میں اُلجھیں ، اسکا وہ سیدھا سادھا مطلب سمجھہ لیتے تھے جو ھر غیر متکلف عربي داں سمجھہ لیگا -

لیکن آگے چلکر جب علوم دخیلہ کي (یعنے اُن علوم و فنون کي جو باھر سے عربي زبان میں منتقل ھوے) اشاعت ھوي ، اور وضعي علوم کي اصطلاحات اور نظري مباحث کي منطقي تعریفات و حدود کا لوگوں میں مذاق پیدا ھوگیا ، تو ایک بڑي جماعت اُن لوگوں کي پیدا ھوگئي جنھوں نے قرآن کو اھستہ اھستہ منطقي و فلسفي جامہ پہنانا شروع کر دیا ، اور بہ تدریج اسکے الفاظ عربي لغت سے ھٹ کر منطقي تعریفات و حدود کي نوعیت اختیار کرنے لگے - یہانتک کہ کچھہ عرصے کے بعد اُن الفاظ کیلیے وھي معاني سمجھے جانے لگے ، جو علوم وضعیہ میں انکے لیے قرار پا چکے تھے -

(۳) یہ تبدیلي الفاظ اور مطالب ، دونوں میں ھوئي - مطالب میں بنیادي چیز قرآن کا اُسلوب بیان و استدلال ھے - ایک عظیم اور اصولي غلطي متاخرین سے یہ ھوئي کہ وہ قرآن کے فطري اور وجداني اُسلوب بیان کي اھمیت معلوم نہ کرسکے - یوناني فلسفہ کے اشتغال نے اُن میں منطقي استدلال کا ذوق پیدا کردیا تھا - انھوں نے کوشش کي کہ جہاں کہیں قرآن حکیم میں استدلال اور اثبات مدعا کے قسم کا کوئي بیان ھے ، اُسے کھینچ تان کر منطقي استدلال کي شکل دیدیں -

حالانکہ انبیاء کرام کے علوم کي راہ وضعي و منطقي طریق استدلال کي راہ سے بالکل مختلف ھے - انبیاءؑ کرام کا خطاب علوم سے نہیں بلکہ قلوب سے ھوتا ھے - وہ علماء کے لیے بحث و نظر کا سامان پیدا کرنے نہیں آتے - بلکہ عامة الناس کے لیے ھدایت و سعادت کي راھیں کھول دینے کے لیے آتے ھیں - اُن کا مقصود یہ نہیں ھوتا کہ اشیاء کي حقیقت کا سراغ لگائیں - وہ اس لیے آتے ھیں کہ اعمال اور ان کے نتائج کي حقیقت دنیا پر واضح کردیں - پس وہ اپني تعلیم و ھدایت میں کوئي ایسا طریقہ اختیار نہیں کرتے ، جسے کسي طرح کي بھي مشابہت منطقي طریق بحث و استدلال سے ھو - اُن کا طریقہ سیدھا سادھا فطري طریقہ ھوتا ھے ، جسکے لیے نہ تو انسان کے بنائے ھوئے علوم و فنون کي تحصیل ضروري ھوتي ھے ، نہ پیچیدہ اور دقیق مقدمات ترتیب دینے پڑتے ھیں ، اور نہ کسي طرح کي ذھني کاوش اور نظري سلوک کي قید ھوتي ھے - ھر انسان اپنے وجدان کي قدرتي استعداد اور طبعیت بشري کے فطري طلب و داعیہ سے اُسے سنتے ھي قبول کر لے سکتا ھے ، اور ایک فلسفي و حکیم سے لیکر ایک بادیہ نشیں دھقان تک ، ھر درجہ ، ھر طبقہ اور ھر زمانے کا انسان یکساں طور پر اُس سے یقین و ایمان حاصل کر لیتا ھے !

بریدِ شرق

مکتوب آستانہ

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قسطنطنیہ کے قلم سے)

غازی مصطفےٰ کمال پاشا کا خطبہ۔ عید آستانہ۔ ترکی طبی کانفرنس۔ ٹرکی اور ایران

غازی مصطفےٰ کمال کا خطبہ

اس ہفتہ سب سے اہم واقعہ، انگورہ میں خلق فرقہ سی یا جمہوری جماعت کی مؤتمر ہو۔ مؤتمر میں سب سے زیادہ اہم کارروائی، غازی مصطفےٰ کمال پاشا کا وہ تاریخی خطبہ ہو جو کامل ایک ہفتہ تک جاری رہے گا موصوف نے یہ خطبہ، کئی ماہ کی محنت سے طیار کیا ہو۔ اس میں وہ تمام تاریخی اور سیاسی حقائق جمع کر دیئے ہیں جو معاہدہ التوائے جنگ کے بعد سے ابتک ٹرکی میں واقع ہوئے ہیں۔

غازی نے اپنا خطبہ "انجمن طیارات" کو دے دیا تھا۔ اُسی نے چھاپا ہو اور وہی ٹرکی کے طول و عرض میں ہوائی جہازوں کے ذریعہ تقسیم کرے گی۔ ہر روز جتنا خطبہ غازی سنائیں گے، انجمن، اُتنا حصہ اخبارات کو تقسیم کر دے گی۔ ایک جرمنی کمپنی نے دنیا کے اخباروں میں اس کا خلاصہ بھیجنے اور مختلف زبانوں میں اُس کا ترجمہ شایع کرنے کا ٹھیکہ لے لیا ہو۔ ابتک متعدد زبانوں میں ترجمہ طیار ہو چکا ہو عنقریب بازار میں آجائے گا۔

"عید آستانہ"

آپکے قارئین نے یہ لفظ شاید پہلے نہیں سُنا ہو گا۔ حالانکہ یہ لفظ ترکوں میں ایک عجیب جوش پیدا کر دیا کرتا ہو۔ عید آستانہ، یا آستانہ کی عید ہر سال ۶ر اکتوبر کو بڑی دھوم دھام سے منائی جاتی ہو۔ پچھلے ہفتے ہم نے چوتھی مرتبہ یہ عید دیکھی تھی۔ تمام پچھلی عیدوں سے زیادہ شاندار تھی۔

یہ عید اتحادی فوجوں سے آستانے کی آزادی کی یادگار ہو۔ جنگ عمومی کے خاتمہ پر دول اتحاد نے ٹرکی سے التوائے جنگ کا معاہدہ طے کیا۔ اس معاہدہ کی رُو سے ترکوں نے ہتیار رکھ دیئے۔ ہتیار رکھتے ہی اتحادی فوجیں پایۂ تخت میں گھس پڑیں۔ انگریزوں نے "پیرا" پر قبضہ کر لیا۔ فرانسیسیوں نے استنبول پر، اٹلی نے باسفورس کے ایشیائی ساحلوں پر۔ ان سلطنتوں کے جنگی بیڑے بحر مرمرہ اور باسفورس میں داخل ہو کر لنگر انداز ہو گئے اور اپنی توپیں شہر کی طرف سیدھی کر دیں۔ پھر ان کی بّری فوجیں اُتریں اور شہر کی وہ حالت کر دی جو خونخوار فاتح، مفتوحوں کی کیا کرتے ہیں۔ ایسا ظلم و ستم شروع کیا جس کا تصور بھی کبھی ترکوں نے نہیں کیا تھا۔ مسلح سپاہی اور مسلح جاسوس ہر طرف پھرتے تھے اور جسے چاہتے تھے، بدبختی میں مبتلا کر دیتے تھے۔ بہت سے مارے گئے۔ بہت سے قید کئے گئے۔ بہت سے جلاوطن کئے گئے کوئی مخلص ترک بھی اتحادیوں کے انتقام سے بچ نہ سکا۔

اس ظلم و جور کے مقابلے میں آستانہ کے ترکوں نے کیا کیا؟ انھوں نے کوئی بغاوت کی؟ نہیں۔ کوئی مظاہرہ کیا؟ نہیں۔ وہ بالکل خاموش ہو گئے۔ اتحادی قوتیں سمجھیں ہم نے مرعوب کر لیا۔ دنیا کی یہ سب سے زیادہ جبّار قوم ہماری غلامی پر قانع ہو گئی۔ مگر یہ اُن کی غلطی تھی ترکی قوم کی طبیعت سے جہالت تھی۔ ترکی قوم کا خاصہ ہو کہ جب وہ جلال میں آتی ہو تو خاموش ہو جاتی ہو۔ جب ترک کو چپ سناٹے میں دیکھو، تو اُس سے بھاگو۔ کیونکہ وہ غصہ ہو گیا ہو۔ قہر و جلال کی قوتیں اُس کے دل و دماغ میں جمع ہو رہی ہیں۔ آستانہ کے ترک بھی اتحادیوں کے مظالم کے مقابلے میں خاموش ہو گئے۔ مگر اُن کی روح بول رہی تھی۔ اتحادیوں کے لئے وہ اندر ہی اندر اناطولیہ میں بارود بچھا رہے تھے۔ یہ تاریخی حقیقت ہو کہ اناطولیہ میں قومی تحریک کا قیام، زیادہ تر آستانہ کے باشندوں ہی کی سعی و ہمت سے ہوا۔ اتحادیوں کا پہرہ چوکی بہت ہی سخت تھا، مگر آستانہ سے برابر سامان جنگ، توپیں، آدمی اور روپیہ اناطولیہ پہنچ رہا تھا۔ کس راہ سے جاتا تھا؟ کون لے جاتا تھا؟ کس وقت جاتا تھا؟ ان سوالوں کا جواب ابتک تاریخ کے پاس موجود نہیں ہو۔ مگر جاتا تھا۔ یہ تاریخی حقیقت ہو۔

آستانہ کے ترکوں کی خاموشی نے آخر ۴ سال بعد رنگ دکھایا۔ اتحادیوں کے پروردہ یونان کو اناطولیہ میں ایسی شکست ہوئی کہ موت سے بدتر تھی۔ دیکھتے دیکھتے فتح مند ترکی فوجیں باسفورس کے سامنے پہنچ گئیں۔ یہ وہ وقت تھا جب انگلستان، فرانس اور اٹلی کی تقریباً تمام بحری قوتیں، باسفورس اور مرمرہ میں جمع تھیں۔ اتحادی خیال کرتے تھے یہ قوت دیکھ کر اناطولیہ کے ترک ڈر کر اُلٹے پاؤں بھاگ جائیں گے۔ مگر وہ ڈرے نہیں۔ خود اتحادیوں ہی کو ڈرنا پڑا۔ مدانیہ کا ذلت آمیز معاہدہ قبول کرنا پڑا۔

اس کے بعد ہم نے اپنی آنکھوں سے کیا دیکھا؟ ہمنے وہ دیکھا جسے دیکھ کر ہم اپنی آنکھوں کی صحت پر شبہ کرنے لگے۔ مگر وہ واقعہ تھا۔ ہم نے یہ دیکھا کہ اتحادی بیڑے، جو اب تک سلطان کو قید کئے پڑے تھے، اچانک اُن کے جھنڈے، سربلند ترکی جھنڈے کے سامنے جھک پڑے جس وقت ترکی جھنڈا، وزارت جنگ کے بلند مینار پر اُڑایا گیا، تمام اتحادی قوتوں نے اُسے ذلت کے ساتھ جنگی سلام کیا۔

پھر ہمنے کیا دیکھا؟ یہ دیکھا کہ وہی اتحادی فوجیں، جو آستانہ کی سڑکوں پر فاتحانہ مظاہرے کرتی پھرتی تھیں اور ترکوں کو شریفانہ برتاؤ کی مستحق نہیں سمجھتی تھیں، خوف و دہشت سے اپنا اسباب باندھتی اور بھاگتی نظر آئیں۔ ایک طرف سے یہ فوجیں بھاگ رہی تھیں، دوسری طرف سے مظفر و منصور ترکی فوجیں آ رہی تھیں۔ بیچ سمندر میں دونوں کا سامنا ہوا۔ اول الذکر نے آخر الذکر کو فوجی سلامی دی!

"عید آستانہ" اسی واقعہ کی یادگار ہو جو ۶ر اکتوبر کو پیش آیا تھا

ترکی طبی کانفرنس

انگورہ میں ترکی طبی کانفرنس منعقد ہوئی عصمت پاشا نے اُسکا افتتاح کیا۔ کانفرنس میں بہت سے اہم طبی مسائل پر بحث ہوئی نیازی بک کی رُوداد سے معلوم ہوا کہ آنکھوں کا مرض ترکوں میں بھی عام ہو۔ اسوقت ۵ لاکھ ترک اسمیں مبتلا ہیں۔ یہ بیماری زیادہ تر حصن منصور، دیار بکر، اور اُرفا کے علاقوں میں پائی جاتی ہو۔

رشاد رضا بک اور موسی کاظم بک نے مرض سل پر بحث کی اور بتایا کہ گذشتہ ۲۵ سال کے عرصہ میں صرف قسطنطنیہ میں اس بیماری سے ۶۹،۰۰۰ آدمی مر چکے ہیں۔ پورے ٹرکی میں سالانہ ۳۲،۰۰۰ آدمی اس مرض کا شکار ہوتے ہیں۔ یعنی ہر دس ہزار ترکوں میں ۳۰ آدمی اسی بیماری میں مرتے ہیں۔

ٹرکی اور ایران

ادھر کچھ مدت سے ٹرکی اور ایران کے مابین کشیدگی پیدا ہو گئی ہی، جیسا کہ پچھلے مکاتیب میں لکھ چکا ہوں۔ اس ہفتہ میرزا فردی خاں سابق وزیر جنگ ایران، آستانہ پہنچے ہیں اور انگورہ جا رہے ہیں۔ اِن کا سفر اسی نزاع کے دُور کرنے کے لئے ہو۔ موصوف نے اخبارات کے نمائندوں کو حسب ذیل بیان دیا ہو:

"سرکش کُرد، ترکی صدود پر تاخت و تاراج کرتے ہیں۔ ترکی حکومت خیال کرتی ہو کہ یہ مجرم، ایرانی سرزمین میں پناہ لیتے ہیں۔ میں نے یہ بھی سُنا ہو کہ یہ لوگ بعض ترکی افسروں کو بھی پکڑ لے گئے ہیں۔ مجھے بالکل نہیں معلوم کہ یہ کُرد، ایرانی سرزمین میں پناہ لیتے ہیں۔ اگر واقعہ یہی ہو تو ہم اُنھیں ہرگز پناہ نہیں لینے دینگے اور ترکی حکومت کو ہر طرح مطمئن کر دیں گے"

تازہ خبروں سے معلوم ہوتا ہو کہ جو ترکی افسر یہ مجرم پکڑ لے گئے تھے، اب رہا ہو گئے ہیں اور اپنی سرحد میں واپس آ گئے ہیں۔

* * *

شمالی افریقہ

مراکش، ٹیونس، اور الجزائر فرانسیسی استعمار کے بعد

(الہلال کے مقالہ نگار مصر کے قلم سے)

مراکش کی آبادی

۴ مارچ سنہ ۱۹۲۶ء کی مردم شماری سے ثابت ہوتا ہو کہ فرانس کے زیر حمایت مراکش کا رقبہ ۴۱۵،۰۰۰ کیلومیٹر مربع میل ہو، اور آبادی ۴،۲۳۰،۰۰۰ ہو۔ اسمیں ۴،۰۱۶،۰۰۰ مسلمان ہیں۔ ۸۰،۰۰۰ ایسی یہودی ہیں۔ ۶۶ ہزار فرانسیسی ہیں۔ ۴۰ ہزار دوسرے یورپین ہیں۔

اس سے پہلے سنہ ۱۹۲۱ میں مردم شماری ہوئی تھی۔ اُس کے مقابلہ کرنے سے معلوم ہوتا ہو کہ صرف ۵ برس کے قلیل عرصہ میں فرانسیسیوں کی تعداد میں ۱۹ ہزار کا اضافہ ہو گیا ہو۔

مراکش کی دولت

مراکش کے باشندے زراعت پیشہ ہیں۔ زیادہ تر غلہ کی کاشت ہوتی ہو۔ ابتک کوئی قیمتی کان دریافت نہیں ہوئی۔ صرف فاسفیٹ

مدحت پاشا کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو اُنھوں نے محمد آغا کو بلا کر انجان بن کے کہا:

" دودھ والے نے ہمیں ہی دودھ بھیجا تھا جس میں سے کماندار کو دیا کرتا ہے۔ لیکن جسنے بھی دودھ کا ایک قطرہ زبان پر رکھا، اُس کا حلق جل گیا۔ معلوم ہوتا ہے زہر، تانبے کے کساؤ سے پیدا ہو گیا ہے تم ابھی جاکر کماندار کو خبر کر دو۔ ایسا نہ ہو اُنھیں کوئی نقصان پہنچ جائے"

محمد آغا نے واپس آکر کہا کماندار ابھی دودھ والے کے برتنوں کا معائنہ کرینگے۔ اُسے مارینگے۔ قید کرینگے۔ پوری تحقیقات کریں گے۔ قیدیوں نے یہ سنا تو مسکرانے لگے۔ کیونکہ سن چکے تھے کہ کماندار اپنے ساتھیوں سے پوچھتا تھا " ان لوگوں نے دودھ تو کھالیا ہوگا؟ کیا مرگئے؟ کیا زہر کا اثر فوراً ظاہر ہوتا ہے؟"

مدحت پاشا کے بعض رفقاء نے مسموم دودھ کماندار کے پاس بھیجدیا کہ اس کی کیمیاوی تحلیل کی جائے۔ لیکن اُسنے ہنسکر دودھ واپس کر دیا۔ اور کہا " یہاں تحلیل کرنے کے آلات موجود نہیں!"

اس واقعہ کے بعد باورچی خانہ اچھی طرح بند کر دیا جاتا تھا۔ کھانے پینے کے برتنوں پر علامتیں لگادی جاتی تھیں۔ لیکن دو ہفتہ کے بعد ایک دن عارف آغا نے جوں ہی دروازہ کھولا، برتنوں پر سے علامتیں ہٹی ہوئی تھیں۔ باسی کھانے کا رنگ بدلا ہوا تھا۔ تحقیقات سے معلوم ہو گیا کہ زہر ملا دیا گیا ہے۔ بعد میں مش آغا اور نوری آفندی نے اقرار کیا کہ اُنھوں نے زہر ملایا تھا!

اسی اثنا میں محمود پاشا، دست وقے میں مبتلا ہو گئے۔ پتہ چلا قہوہ میں کوئی زہریلا مادہ ملا ہوا ہے۔ اُنھوں نے قہوہ پینا چھوڑ دیا اور اچھے ہو گئے۔

ایک دن پانی کا رنگ اور مزہ بدلا ہوا تھا۔ اسمیں بھی زہر ملادیا گیا تھا۔ فوراً صراحی توڑ ڈالی گئی۔

بعد میں معلوم ہوا کہ زہر، مصر سے مہیا کیا جاتا تھا۔ لانے والا ایک شخص اسمٰعیل آغا تھا۔ والی حجاز کو اس پر بہت اعتماد تھا اور اسی کے ذریعہ دشمنوں کو قتل کرایا تھا۔ یہ ایک مدت سے یہاں آیا ہوا تھا مگر تنہا اس خطرناک جرم کا مرتکب نہیں ہو سکتا تھا۔ چنانچہ ۲۱ر مارچ ۱۳۰۱ھ کو رسالدار محمد لطفی دو رجمنٹ فوج اور توپ خانہ لے کر مکہ معظمہ سے آیا اور قلعہ کے محافظوں میں اپنے ۸۰ سپاہی داخل کر دیئے۔

محمد لطفی نے آتے ہی مدحت پاشا کے خادم عارف آغا کو طلب کر کے کہا " میں زہر لایا ہوں۔ اگر تم مدحت پاشا کو کھلا دو تو تمھیں ایک ہزار پونڈ انعام دیا جائے گا۔ ایک دوسرا شخص، محمود پاشا کو مارنے کے لئے طیار ہو گیا ہے۔ اُسے ۶۰۰ پونڈ انعام دیا جائے گا"

عارف آغا وفادار نوکر تھا۔ اُسنے بظاہر زہر لے لیا اور وعدہ کیا کہ اپنے آقا کو قتل کر ڈالے گا۔ مگر قلعہ میں واپس آکر مدحت پاشا اور محمود پاشا کو پورا قصہ سنا دیا۔ اُنھوں نے باقی رفقاء کو مطلع کیا۔ سب نہایت پریشانی میں پڑ گئے۔

محمد لطفی، خاص قتل کے ارادے سے آیا تھا۔ تمام قیدی اس حقیقت سے واقف ہو چکے تھے۔ اپنی آمد کے ایک ہفتہ بعد اُسنے ارتکاب جرم کی پھر کوشش کی۔ پورے قلعے میں فوج لاکر بھر دی اور محاصرہ کر لیا۔ مگر کامیاب نہ ہو سکا کیونکہ مدحت پاشا کے خادم عارف آغا نے بڑی ہی وفاداری سے کام لیا تھا اور راز فاش کر دیا تھا۔

واقعہ یہ ہوا کہ صوبہ دار ابراہیم نے عارف آغا کو کئی دوسرے افسروں کی موجودگی میں بلا کر کہا:

" ہم آج رات مدحت پاشا کا خاتمہ کر دینا چاہتے ہیں۔ اب سے پہلے تم زہر لے گئے اور پکا وعدہ کیا، مگر ابتک کچھ بھی نہیں کیا۔ لہذا اب یہ کرو کہ تم مدحت پاشا کے ساتھ سوتے ہو۔ رات کو کمرے کا دروازہ کھلا رہنے دینا۔ دیکھو اگر دروازہ بند کر کے سو گئے تو ہم سے برا کوئی نہ ہوگا"

یہاں قلعہ میں سیاسی قیدی نماز عشاء کے بعد اپنے اپنے کمروں میں جانے کے لئے رخصت ہو رہے تھے کہ عارف آغا نے آکر کہا:

" آپ لوگ جدا نہ ہوں، کیونکہ آج رات میرے آقا کو قتل کرنا چاہتے ہیں!"

تمام رفقاء گھبرا گئے اور اُنھوں نے طے کر لیا کہ مدحت پاشا کو تنہا نہیں چھوڑینگے۔ ایک افسر نے عارف آغا کی گفتگو سن لی تھی۔ اُس نے محمد لطفی کو خبر پہونچائی۔ محمد لطفی نے فوراً عارف آغا کی گرفتاری اور قیدیوں کے منتشر کرنے کا حکم دے دیا۔ مش آغا ایک افسر نے آکر کہا " میر الائی محمد لطفی سلام کے بعد کہتے ہیں کہ آپ لوگوں کا یکجا رہنا ممنوع ہے۔ فوراً اپنے اپنے کمروں میں چلے جائیے"

مدحت پاشا اور محمود پاشا نے جواب دیا " ہم ہرگز یہاں سے نہ جائینگے۔ تم تلوار کے زور سے ہمیں نکال دو!"

پھر فوراً بکر آفندی کماندار نے آکر کہا " عارف، ایک شریر آدمی ہے۔ وہ ایک ایسا جھوٹ بولا ہے جسے پورے سمندر کا پانی بھی دھو نہیں سکتا"

مدحت پاشا نے پوچھا " ہمارے گرد یہ تمام طیاریاں کیسی ہیں؟"

بکر آفندی نے جواب دیا " ہمیں ابتک کوئی خاص حکم نہیں ملا ہے لیکن ہم ہر حکم کی اطاعت ضرور کرینگے"

پھر اُسنے قسم کھائی کہ اب تک جتنی خبریں مشہور ہوئی ہیں، بالکل جھوٹ ہیں۔ اور قلعہ سے باہر چلا گیا۔

جرم کی رات

۱۱ر رجب ۱۳۰۱ھ کو رات کے پچھلے پہر میں مدحت پاشا اور داماد محمود پاشا قتل کر ڈالے گئے۔ تفصیل حسب ذیل ہے:

اس رات میر الائی محمد لطفی اور بکر آفندی کماندار، قلعہ کے پھاٹک میں رہے۔ قلعہ کے اندر بہت سی فوج جمع کر دی گئی۔ سپاہیوں کو کافی مقدار میں کارتوس تقسیم کر دیئے گئے۔ آدھی رات کے بعد محمود پاشا کے خادم حاجی شکری کو جگا کر پکڑ لے گئے۔ پھر ہر قیدی کے کمرے کے سامنے دو دو مسلح سپاہی کھڑے کر دیئے گئے۔ مدحت پاشا کا خادم عارف آغا پہلے ہی سے قید کر دیا گیا تھا۔ مگر موصوف تنہا نہ تھے۔ مدحت پاشا کے لڑکے علی بک اُن کے ساتھ سو رہے تھے۔

اچانک مدحت پاشا کے کمرے کا دروازہ توڑ ڈالا گیا۔ علی بک کو اٹھا لے گئے۔ اور مدحت پاشا کو قتل کرنا چاہا۔ اُنھوں نے کوئی مقابلہ نہیں کیا۔ صرف خدا کے خوف سے ڈرایا اور نصیحت کی۔ اُنھوں نے کہا " دیکھو، سپاہی کا کام، وطن کی حفاظت ہے۔ نہ کہ ارتکاب جرم!"

لیکن اُن کا گلا گھونٹ ڈالا، اور وہ ہلاک ہو گئے!

اسی طرح قاتلوں نے محمود پاشا کا دروازہ بھی توڑا۔ وہ جاگ پڑے اور تکیہ اٹھا کر دیر تک مقابلہ کرتے رہے۔ آخر تھک گئے۔ محمد آغا، ایک افسر نے اُن کے گلے میں رسی کا پھندا ڈال دیا۔ وہ زور سے چلائے " امان امان!" اس آواز پر سب لوگ جاگ پڑے۔

خیر اللہ آفندی، پاس کے کمرے میں تھے۔ وہ بھی اٹھ کھڑے ہوئے۔ سپاہیوں نے کہا " ڈریئے نہیں۔ آپکے لئے کوئی اندیشہ نہیں ہے" مگر وہ اس قدر مرعوب ہو گئے تھے کہ بیہوش ہو کر گر پڑے اور رات بھر اسی حالت میں رہے۔

محمود پاشا کو قتل سے پہلے بہت تکلیف دی گئی، پھر گلا گھونٹ ڈالا گیا۔ مگر یہ ناکافی سمجھا گیا اور لاٹھیوں سے اُن کا ہاتھ توڑ ڈالا گیا!

قتل کے بعد دونوں شہیدوں کو غسل خانے اٹھا لے گئے۔ رات ہی کو علی بک بروسہ لی کی دکان توڑ کر کفن کے لئے کپڑا نکالا گیا اور فوج کے امام یونس آفندی کو شہیدوں کے نہلانے کا حکم دیا گیا۔ مگر اُنھوں نے انکار کیا۔ اسپر دونوں کو بغیر غسل اور کفن کے دفن کر دیا گیا۔

دونوں قبروں پر دو پتھر لگا دیئے گئے۔ ایک پر لکھا تھا " مدحت پاشا ۲۶ر مارچ کو فوت ہوئے" دوسرے پر تھا " محمود پاشا ۲ر مئی کو فوت ہوئے"

حالانکہ یہ بالکل جھوٹ تھا۔ کیونکہ دونوں کو ایک ہی دن قتل کیا گیا تھا۔

مدحت پاشا اپنے قتل کے بہت دن سے منتظر تھے۔ واقعہ سے دو تین دن پہلے ایک مرتبہ نماز کے بعد سر جھکائے دیر تک بیٹھے رہے ساتھیوں نے فکر کی وجہ دریافت کی۔ کہنے لگے:

" میں موت کے بارے میں غور کر رہا ہوں جس کی تکلیف ۵ منٹ سے بھی کم میں ختم ہو جاتی ہے۔ سوچتا ہوں کون سی موت سب سے کم تکلیف دہ ہوتی ہے: گلا گھونٹنے کی موت یا گولی کی موت؟ یا بیماری کی موت؟ اگر مجھے اختیار ہوتا تو میں موت کو زندگی پر ترجیح دیتا، مگر یہ معاملہ انسان کے اپنے بس کا نہیں ہے۔ دیکھو میں بیمار ہوا۔ موت سے قریب ہو کر پھر دور ہو گیا۔ ہماری وجہ سے کئی معصوم یہاں قید ہیں۔ شاید ہماری موت اُن کی رہائی کا سبب ہوگی"

وفات سے پہلے مدحت پاشا نے خیر اللہ آفندی کو ۴۰ پونڈ دیئے اور کہا " یہ میرے کفن دفن کے لئے ہیں" مگر خیر اللہ آفندی کو اس خدمت کا موقعہ نہیں ملا۔ اس لئے اُنھوں نے یہ رقم حکومت کے حوالے کر دی۔

مدحت پاشا اور محمود پاشا، گلا گھونٹ کر قتل کئے گئے۔ مگر حکومت نے یہی مشہور کیا کہ وہ بیمار ہوئے تھے اور اپنی قضا سے مر گئے۔ لیکن دنیا نے یہ جھوٹ تسلیم نہیں کیا اور بہت جلد حقیقت مشہور ہو گئی۔

سلطان عبد الحمید، ان دونوں شہیدان وطن سے اس قدر خائف تھا کہ بہت دن تک اُن کی موت کا اُسے یقین نہیں ہوا۔ چنانچہ دو مرتبہ اُسنے اپنے خاص آدمی حقیقت حال معلوم کرنے کے لئے طائف بھیجے اور اُنھوں نے پوری تحقیقات کی۔ مگر سلطان کو برابر یہی شک رہا کہ دونوں کہیں بھاگ گئے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ آخر میں سلطان نے حکم دیا کہ مدحت پاشا کا سر کاٹ کے اُس کے پاس بھیجدیا جائے۔ چنانچہ قبر کھودی گئی، سر کاٹا گیا، اور ایک صندوق میں بند کر کے روانہ کر دیا گیا۔ مگر چونکہ بیچ میں نہر سویز پڑتی تھی اور وہاں کا چنگی خانہ بہت سختی سے تلاشی لیتا ہے، اس لئے صندوق پر یہ عبارت لکھ دی گئی " خاص جلالۃ السلطان کیلئے ہاتھی دانت کی مصنوعات"!

مدحت پاشا اور محمود پاشا کی قبریں کچھ عرصہ موجود رہیں۔ مگر احمد راتب پاشا نے اپنی حکومت کے زمانے میں اُن پر سے پتھر اکھڑوا ڈالے اور قبریں زمین سے برابر کر دیں۔

یہ عجیب بات ہے کہ اس واقعہ قتل کے ایک ہفتہ بعد والی حجاز، مرض فالج میں مبتلا ہو گیا تھا۔ یہ گویا خدا کا دنیا ہی میں اُس سے انتقام تھا۔

لئے ایک طریقہ دریافت کیا ہی۔ وہ طریقہ یہ ہو کہ کیمیادی انفعال کے لحاظ سے خون کی جانچ کی جاتی ہو۔ خون کی جانچ سے ثابت ہو چکا ہی کہ کیمیادی تفاعل کے لحاظ سے انسان اور بندر نما انسان کا خون بالکل ایک ہی طرح کا ہو۔ دونوں کا خون یکساں طور پر یکساں امراض قبول کرنے کی صلاحیت رکھتا ہی، اور دونوں خون اپنی کیمیادی ترکیب میں بھی ایک ہی ہیں۔ پھر اپنی ترکیب میں دونوں کے دماغ بھی یکساں ہیں۔ رحم مادر میں جس طرح انسان کا بچہ نشو و نما پاتا ہی، ٹھیک اُسی طرح اس بندر کا بچہ بھی نشو و نما حاصل کرتا ہی۔ رحم میں دونوں بالکل یکساں حالات سے گزرتے ہیں۔ دونوں کے جسم میں ایک ہی قسم کے اثری اعضاء بھی موجود ہیں اور نظریہ نشو و ارتقاء کی سب سے بڑی دلیل ہی۔ پھر جس طرح عورت اپنے بچے سے محبت کرتی اور پالتی پوستی ہی، بالکل اُسی طرح اور ویسے ہی جذبات کے ساتھ اس قسم کا بندر بھی اپنے بچے کو پالتا ہی۔

یہ تمام حقائق، اُن کثیر دلائل میں سے صرف چند ہیں جن سے انسان اور اس بندر نما انسان میں کامل مشابہت ثابت ہوتی ہی۔ اگر یہ دونوں مخلوق ایک ہی اصل سے پیدا نہیں ہوئے، تو اس مشابہت کی کیا توجیہ کی جا سکتی ہی؟

دماغ انسانی کا نشو و نما

بندر کے دماغ میں کوئی جزء ایسا موجود نہیں جس سے مشابہ جزء انسان کے دماغ میں موجود نہ ہو۔ اسی طرح انسان کے دماغ میں جو اجزاء اور اُن کی ترکیب موجود ہی، بعینہ وہی گوریلا کے دماغوں میں بھی موجود ہی۔ انسان کا دماغ بندر نما انسان کے دماغ سے ذرا بھی مختلف نہیں۔ فرق صرف کمیت کا ہی۔ انسان کا دماغ کمیت میں زیادہ ہوتا ہی۔ بلا شبہ یہ فرق، معمولی فرق نہیں ہی۔ انسان کے دماغ کے کمیت اور معین اجزاء میں اُس کی تقسیم ہی نے انسان کو شعور و ادراک، عمل و کلام، اور تعلیم و تربیت کی قوت بخشی ہی۔

ڈاروین نے انسان اور بندر نما انسان کے دماغوں کی تحقیق کی۔ ثابت ہوا کہ فرق صرف کمیت میں ہی نہ کہ نوعیت میں۔ ڈاروین کے بعد دوسرے بہت سے علماء نے بھی تحقیق کی اور اس رائے کی تائید کی۔ علم وظائف الاعضاء، علم النفس، علم التشریح، اور علم الجنین، وغیرہ علوم کے مباحث سے ثابت ہو گیا ہی کہ انسان کے دماغ نے بندر نما انسان کے دماغ سے ترقی کی ہی، اور اس ترقی کے دَوران میں کسی نئی ترکیب کا اُس میں اضافہ نہیں ہوا ہی۔

پیچیدہ مشکلات

ہم یہ دعویٰ نہیں کرتے کہ ہماری تحقیقات بالکل مکمل ہو چکی ہیں درحقیقت ہم ابھی پہلی ہی منزل میں ہیں۔ ہمارے سامنے بہت سی ایسی پیچیدہ مشکلات ہیں جنھیں ہم حل نہیں کر سکے ہیں۔

ہم اُس دن کا انتظار کر رہے ہیں جب ہم یقین کے ساتھ انسانی دماغ کی ترقی اور گوریلا کے دماغ کی پستی کا سبب بیان کر سکیں گے ہم ناموس وراثت کی معقول تعلیل کر سکیں گے اور بتا سکیں گے کیوں ایک خاندان زیادہ طاقتور ہوتا ہی اور دوسرا کمزور؟

پھر یہ عجیب بات ہی کہ عہد میوسینی میں صرف انسان کے مورث اعلیٰ کے دماغ ہی نے ترقی نہیں کی، بلکہ دوسرے بہت سے حیوانات کے دماغوں نے بھی ترقی کی ہی۔ شروع میں تمام بندروں کا دماغ بہت ہی چھوٹا تھا۔ پھر اُس میں زیادتی ہوتی رہی یہاں تک کہ انسانی دماغ کا ظہور ہوا۔ یہ کیوں ہوا؟ وہ کیا موثرات تھے جنھوں نے اس دماغ کے لئے ترقی کی راہ باز کی؟ سر دست اِن سوالوں کا ہمارے پاس شافی جواب موجود نہیں "

ف ـــ نہ

فرانس کا آخری مقبول ڈراما

مُضحک اور غمناک عناصر کا مجموعہ

ایلن کا شوہر!

ذیل میں اُس ڈرامے کا خلاصہ ایک نقاد تماشائی کی نظر سے قلمبند کیا گیا ہی، جو گذشتہ موسم بہار میں پیرس کا سب سے زیادہ مقبول اور دلچسپ ڈراما تسلیم کیا گیا تھا۔ اس کا مطالعہ کرتے ہوئے چند امور پیش نظر رکھنے چاہئیں:

(۱) "کامیڈی" اور "ٹریجیڈی" کی دو قدیم قسمیں معلوم ہیں، لیکن ایک تیسری قسم وہ ہی جس میں دونوں طرح کے جذبات جمع کر دینے کی کوشش کی جاتی ہی۔ یعنے وہ واقعات و احساسات کا ایک ایسا ملا جُلا مجموعہ ہوتا ہی، کہ اُسے ایک اعتبار سے مُضحک کہہ سکتے ہیں، ایک اعتبار سے غم انگیز۔ اس اشتراک سے مقصود یہ نہیں ہی کہ سلسلۂ واقعات میں بعض حصے غم انگیز آجائیں اور بعض مُضحک، جیسا کہ شکسپیر نے ہملٹ جیسی غمناکی میں ایک منظر ہملٹ اور قبر کھودنے والوں کے مُضحک مکالمہ کا دکھا دیا ہی، بلکہ مقصود یہ ہی کہ نفس واقعہ اور اُس کے واردات و احساسات کی نوعیت ہی ایسی ہو کہ اُسے ایک پہلو سے مُضحک اور ایک پہلو سے غم انگیز قرار دے سکیں۔ یہ قسم آجکل فرانس میں سب سے زیادہ مقبول ہی، اور مندرجہ ذیل ڈراما اسی قسم کا ایک آخرین نمونہ ہی۔

(۲) سب سے زیادہ قابل غور یورپ کی موجودہ اخلاقی ذہنیت کی نمایش ہی جو اس ڈرامے میں ہمارے سامنے آجاتی ہی۔ یہ واقعہ ہی کہ ایلن اور اُسکے شوہر کی قصصی سیرت یورپ کے اعلیٰ اور متوسط طبقات کے نوّے فی صدی مرد و عورت کی حقیقی سیرت ہی۔ حیات زوجیت کی اخلاقی اور معاشرتی روح فنا ہو چکی ہی۔ محض ایک طرح کا قانونی معاہدہ رہ گیا ہی جس کی پابندی معاشرتی ضروریات کی بنا پر کی جا رہی ہی، بہت ممکن ہی کہ کچھ عرصہ بعد یہ پابندی بھی ضروری نہ رہے۔ موجودہ تمدن کا منتہائے عروج، اخلاق اور اخلاقی حدود کا خاتمہ ہی!

(۱)

میں ہنسنا چاہتا تھا جب یہ ڈراما دیکھنے کے لئے جانے لگا۔ مجھے یقین تھا کہ ہنسوں گا، کیونکہ قصہ کا نام ہی مُضحک تھا۔ پھر یہ پہلی مرتبہ اسٹیج پر آیا تھا اور نکتہ چینوں کی نظریں ابتک اس پر نہیں پڑی تھیں جو ایکٹر اس میں حصہ لینے والے تھے، سب فن ظرافت میں مشہور تھے پیرس کے مخلوق کی عادت ہی کہ پہلے ہی سے لطف اُٹھانے لگتی ہی میں نے بھی پیشگی ہنسنا شروع کر دیا تھا۔

ہنستے ہوئے تھیٹر پہنچے۔ پردہ اُٹھنا تھا کہ مارے ہنسی کے پیٹ میں بل پڑ گئے لیکن چند ہی لمحے بعد ہنسی غائب ہو گئی۔ اپنے اندر ہم نے ایک عجیب طرح کا احساس پایا۔ الفاظ شاید اسے بیان نہیں کر سکتے کیونکہ وہ احساس نہ تو خالص مسرت تھی نہ خالص رنج۔ یا یوں کہو کہ وہ چیز خالص رنج سے بھی زیادہ قلب کو متأثر کر رہی تھی لیکن ساتھ ہی تبسم پر بھی مجبور کرتی تھی۔ بلکہ شاید ہنسی پر۔ شاید قہقہوں پر! افسردگی میں مسکرانا! رنج میں کھلکھلا کر ہنسنا!

کیوں؟ اس لئے کہ ایکٹر تمھارے سامنے انسان کی ایسی خصلتیں پیش کر رہا ہی جن کا ظاہر ہنسانے والا ہی، ہنسنا چاہو یا نہ چاہو، باطن رولانے والا ہی، رونا چاہو یا نہ چاہو۔

(۲)

پردہ اُٹھتے ہی ایک ادھیڑ عورت تمھارے سامنے موجود ہی۔ ادھیڑ سے بھی زیادہ بوڑھی معلوم ہوتی ہی۔ اُس کا لباس اُس کے سِن و سال اور مرتبہ کے مناسب ہی۔ اُسکی گفتگو سنتے ہی تم جان جاتے ہو کہ وہ پیرس کی مخلوق نہیں، اطرافِ ملک سے آئی ہی۔ اور یہ کہ اُس مبہم طبقہ سے تعلق رکھتی ہی جو متوسط طبقہ تو نہیں ہی مگر اس سے اُتر کر رہنا بھی گوارا نہیں کرتا۔

عورت، بیوہ ہی۔ شوہر کی یادگار ایک لڑکی ایلن موجود ہی۔ یہ نہایت حسین اور خوش اندام ہی۔ ماں بیٹی زمانہ کے جور سے تنگ آ کر پیرس میں پناہ ڈھونڈھتی ہیں۔ فن موسیقی کے ایک ماہر سے ملاقات ہوتی ہی۔ وہ خود بھی اپنے ہنر میں بدقسمت ہی مگر قصباتی دوشیزہ پر فریفتہ ہو جاتا ہی۔ دونوں کو اپنے شکستہ گھر میں جگہ دیتا ہی۔ پھر بیک وقت اس رشک ماہ کا اُستاد، مُربّی، اور عاشق بنجاتا ہی۔

لڑکی، رقص و سرود میں کامل ہو جاتی ہی۔ پیرس کی ایک تھیٹر کی کمپنی اُس کی خدمات قبول کر لیتی ہی۔ آج کی رات وہ پہلی مرتبہ اسٹیج پر آنے والی ہی۔ ماں اُسے بڑے ہی تأثر، اضطراب، مسرت، اور کسی قدر خوف کی نظروں سے دیکھ رہی ہی۔ لیکن کامیابی کی اہمیت بھی سمجھتی ہی اس لئے خوشی بھی منانا چاہتی ہی۔ چنانچہ اُسنے دعوت کا اہتمام کیا ہی۔ میز پر قسم قسم کے کھانے چنے ہیں جو دولتمندوں کے لئے معمولی مگر غریبوں کے لئے بہت قیمتی ہیں۔ وہ اپنے دل کی تمام باتیں اپنی کم سِن پھرتیلی خادمہ کو سُناتی ہی۔ اُس کا لہجہ بالکل ویسا ہی

کی ایک کان ملی ہے۔ البتہ خیال کیا جاتا ہے کہ ملک میں سیسے، زنک، تانبے کی بھی کانیں موجود ہیں، مگر زیادہ بڑی نہیں سمجھی جاتیں۔

مراکش کی تجارت

سنہ ۱۹۱۳ سے ابتک کے اعداد و شمار سے معلوم ہوتا ہے کہ مراکش میں برآمد پر درآمد کا مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ ذیل کے نقشے سے اس کا اندازہ ہوگا:

سنہ	ملین فرنک کے حساب سے زیادتی
سنہ ۱۹۱۳ء	۱۴۲
سنہ ۱۹۲۲	۵۱۴
سنہ ۱۹۲۳	۵۰۸
سنہ ۱۹۲۴	۳۰۳
سنہ ۱۹۲۵	۶۲۶
سنہ ۱۹۲۶	۹۸۰

مراکش کی تجارت میں فرانس کا حصہ بہت بڑا ہے۔ ذیل کے نقشے سے اس کا اندازہ ہوگا۔

سنہ	مجموعی تجارت	فرانس کا حصہ
سنہ ۱۹۱۳ء	۲۲۲	۱۵۲
سنہ ۱۹۲۱	۱۲۱۶	۷۵۳
سنہ ۱۹۲۵	۱۷۵۴	۹۵۳
سنہ ۱۹۲۶	۲۴۰۳	۱۴۲۷

برآمد میں بھی اضافہ ہوا ہے۔ سنہ ۱۹۱۳ء میں مراکش کی کل برآمد ۴۰ ملین فرنک تھی۔ سنہ ۱۹۲۶ میں ۷۱۲ ملین تک پہنچ گئی۔ لیکن درآمد کے مقابلے میں یہ ترقی بہت معمولی ہے۔ کیونکہ برآمد میں فاسفوٹ بھی داخل ہے جو سراسر فرانسیسی کمپنی کی ملکیت ہے۔ اس کی قیمت سنہ ۱۹۲۶ء میں ۱۰،۱۲۵،۰۰،۰۰۰ فرنک تھی۔ اسی طرح دوسری کانوں کی آمدنی جو فرانسیسی کمپنیوں کے ہاتھ میں ہیں، ۶ ملین فرنک تھی۔

اسوقت تک مراکش کی ۶ لاکھ ہکٹار قابل کاشت زمین، ۴۲۰ ہزار، فرانسیسیوں کی ملکیت میں جا چکی ہے۔ یہ لوگ اپنی پیداوار، فرانس بھیجتے ہیں اور بے شمار نفع حاصل کر رہے ہیں۔

مراکش کا قرضہ

فرانسیسی حمایہ سے پہلے مراکش پر ۱۶۴ ملین قرضہ تھا۔ لیکن سنہ ۱۹۲۰ میں ایک نیا قرضہ اُس کے سر منڈھ دیا۔ اب اُس کی تعداد ۷۴۴ ملین فرنک ہوگئی ہے۔ حکومت مراکش کے سالانہ میزانیہ میں قرض اور سود کی ادائی کے لئے بھی ایک مد ہوتی ہے۔ سنہ ۱۹۲۲ میں حکومت کی آمدنی ۲۶،۷۶،۴۳،۴۴،۴۰ فرنک تھی اور قرض کی قسط ۳،۶۹،۰۰،۰۰۰ فرنک تھی۔ سنہ ۲۶ میں آمدنی ۳۰،۶۹،۱۵،۷۷،۲ فرنک تھی اور قرض کی قسط ۷،۸۴،۰۰،۰۰۰۔

ریلوے

اسوقت مراکش میں ۱،۲۵۵ کیلومیٹر ریلوے لائن بچھی ہوئی ہے۔ لائن دو قسم کی ہے: چھوٹی اور بڑی۔ چھوٹی لائن، فوجی نقل و حرکت کے لئے ہے اور حسب ذیل مقامات کو متصل کرتی ہے:

خط	درازی
دار بیضا سے مراکش تک	۲۸۴ کیلومیٹر
جدہ سے فاس تک	۴۰۱ ,,
قنطرہ سے وزان تک	۱۵۸ ,,

آخر الذکر دونوں خطوں سے جنگ ریف کے زمانے میں فرانس نے بہت فوائد حاصل کئے۔ ان پر مسافر بھی سفر کرتے ہیں، مگر کم۔

بڑی لائن کی دو شاخیں ہیں:

طنجہ - فاس لائن - یہ ایک فرانسیسی اسپینی کمپنی کی ملکیت ہے۔

۴- اس کی درازی ۴۰۶ کیلومیٹر ہے۔

قنیطرہ - رباط لائن - یہ دار بیضاء اور مراکش ہوتی ہوئی طنجہ - فاس ریلوے سے ملجاتی ہے۔ یہ سراسر فرانسیسی کمپنی کی ملکیت ہے۔

مراکش میں فرانس کے جنگی مصارف

ذیل کے نقشہ سے معلوم ہوگا کہ فرانس کو اب تک مراکش کے محکوم کرنے کے لئے کتنے مصارف برداشت کرنا پڑے:

سنہ	ملین فرنک
سنہ ۱۹۰۷ سے سنہ ۱۹۱۱ء	۱۲۶
سنہ ۱۹۱۲ ,, سنہ ۱۹۱۴	۵۹۸
سنہ ۱۹۱۵ ,, سنہ ۱۹۱۹	۱۴۱۰
سنہ ۲۰	۴۹۰۸
سنہ ۲۱	۴۷۸۲
سنہ ۲۲	۴۳۶۱
سنہ ۲۳	۳۹۲۵
سنہ ۲۴	۳۳۳۸
سنہ ۲۵	۹۰۴۲
سنہ ۲۶	۱۲۰۵۶

صحرا میں ریل

شمالی افریقہ کے فرانسیسی نظم و نسق کی سرکاری کانفرنس ہر سال منعقد ہوا کرتی ہے۔ حال میں اس کا سالانہ اجلاس منعقد ہوا تھا۔ اس اجلاس نے متعدد نئی تجاویز منظور کی ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ اہم تجویز یہ ہے کہ صحرا میں ریلوے لائن تعمیر کرکے شمالی افریقہ وسطی افریقہ سے ملادی جائے۔ اگر یہ ریلوے خط تعمیر ہوگیا تو افریقہ کی عمرانی اور تجارتی حالت میں ایک انقلاب عظیم پیدا ہو جائے گا۔ کیونکہ صحرا کا تمام غیر آباد حصہ آباد حصہ ہو جائے گا، اور مصر سے مراکش تک ایک نیا اندرونی خط تجارت

مذکرۂ علمیہ

نظریۂ نشو و ارتقا کی موجودہ منزل

(۲)

مُشکلات

نظریۂ ارتقار کے محقق کی راہ میں ابتک متعدد مشکلات حائل ہیں۔ سب سے بڑی مشکل یہ ہے کہ طبقات الارضی تاثیرات کے ماتحت ارتقائی سلسلے کی بعض کڑیاں گم ہیں۔ ان کڑیوں کا پتہ لگانا ضروری ہے۔

حفریات کی مدد سے ہم نے عہد بلیوسینی (یعنی وہ عہد جبکہ زمین کی سطح کا دوسرا طبقہ طیار ہونا شروع ہوا) کے اواخر تک کی تحقیق کرلی ہے۔ مگر خود اس عہد کی تحقیق پوری طرح مکمل اور یقینی نہیں ہے۔ بلاشبہ ہمیں بلیوسینی طبقات میں پتھرائے ہوئے دانت ملے ہیں لیکن ممکن ہے یہ بندر نما انسان، یا انسان نما بندر کے دانت ہوں۔ لیکن اس مخلوق کی تعیین کے لئے مزید تحقیقات کی ضرورت ہے۔

عہد بلیوسینی کم سے کم ڈہائی لاکھ برس دراز تھا۔ اس سے پہلے کا زمانہ، عہد میوسینی کہلاتا ہے اور کم سے کم چھ سات لاکھ سال دراز تھا۔ اسی عہد میں بندر نما انسان ظاہر ہوا تھا۔ ڈاکٹر بلگرم کو (جو ہندوستان کے شعبۂ طبقات الارض میں کام کرتے ہیں) ایسے پتھرائے ہوئے آثار دستیاب ہوئے ہیں جن سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ بندر نما انسانوں کی بارہ قسمیں موجود تھیں اور عہد میوسینی کے اواسط و اواخر میں ہمالیہ کے جنگلوں کے اندر زندگی بسر کرتی تھیں۔ پھر آج ہم بندر نما انسانوں کی کم از کم تین ایسی قسموں سے بھی واقف ہیں جو اُسی عہد میں یورپ کے جنگلوں کے اندر موجود تھیں لیکن افسوس ہمیں اُن کے جسم کے صرف وہی اجزاء مل سکے ہیں جو زیادہ پائدار تھے۔ یعنی دانت اور جبڑے۔ اُن دانتوں کو اگر قدیم انسان کے دانتوں کے سامنے رکھ کر دیکھا جائے تو کوئی شخص اس امر کا انکار نہ کرسکے گا کہ عہد میوسینی کے بندر نما انسان کے دانت، موجودہ انسانی دانتوں کی اصل ہیں۔

انسان کب ظاہر ہوا؟

یہ غیر ضروری ہے کہ عہد میوسینی سے پہلے انسان کے ظہور کی تحقیقات کی جائے۔ کیونکہ اس عہد سے پہلے کے ارضی طبقات میں صرف بندر نما انسان ہی کے آثار ملتے ہیں۔ اسوقت جتنے بھی دلائل ہمارے پاس موجود ہیں، اُن سے ثابت ہوتا ہے کہ موجودہ انسان نے ایک ایسے بندر سے ظہور کیا ہے جو بندر نما انسان قسم کا تھا۔ یہ قسم شمپانزی قسم کے بندر سے زیادہ ترقی یافتہ نہ تھی۔ اور یہ کہ انسان کی نسل انتھروپوئڈ سے عہد میوسینی میں جدا ہوئی ہے۔ بنا بریں انسان کی عمر، دس لاکھ برس کی ہے۔

انسان کے تسلسل پر دلائل

طبقات الارضی مباحث سے ابتک قطعی طور پر ثابت نہیں ہوا کہ انسان کی اصل، بندر نما انسان ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ ہم اس بات پر زور دیتے ہیں کہ انسان اپنے ظہور کے کسی عہد میں بندر نما انسان قسم کی ایک مخلوق تھا؟ حالانکہ یہ معلوم ہے کہ انسان اور بندر میں مختلف حیثیتوں سے بہت فرق ہے۔

میں مختصر جواب دیتا ہوں۔ موجودہ صدی کے اوائل میں پروفیسر نیٹون نے ہر جنس حیوانی کا تعلق اُس کے افراد سے معلوم کرنے کے

شدید حقارت میں تبدیل ہو جاتی ہی۔ فاسق عاشق اس شوہر کو نفرت و حقارت کی نظر سے دیکھتا ہو جس کی رگوں میں گرم خون کا ایک قطرہ بھی نہیں ہو، اور جو اس بات پر راضی ہو جاتا ہو کہ اس کی بیوی، اُس میں اور بیوی کے آشنا میں مشترک رہو!

عاشق رخصت ہوتا ہو الین مسکراتی ہوئی اپنے شوہر کے پاس آتی ہو گفتگو جاری ہوتی ہو۔ یہاں تک کہ شوہر بیوی سے بھی اچانک کہدیتا ہو کہ "میں سب کچھ جانتا ہوں!" وہ ششدر رہ جاتی ہو۔ خوف سے کانپنے لگتی ہو مگر وہ سنجیدگی سے کہتا ہو "کوئی حرج نہیں۔ مجھے یہ صورت منظور ہو!" بیوی بے حد حقارت سے بے غیرت شوہر کو دیکھتی ہو، واقعی اُس کا دل سخت مجروح ہوا ہو۔ وہ چاہتی تھی، شوہر اُس سے محبت کرتا، اور اس لئے اُس کی خیانت پر غضب ناک ہوتا۔ مگر اب دیکھتی ہو کہ شوہر کو اُس کی ذرا بھی قدر نہیں۔ آہ، وہ اپنی حیثیت کوڑہ کرکٹ سے زیادہ نہیں پاتی!

اس بے غیرتی پر شوہر کو سخت شکست کھنے لگتی ہی۔ اسپر شوہر کا جام صبر بھی لبریز ہو جاتا ہو۔ جذبات بہت دبائے، اب بے قابو ہو جاتا ہو۔ یہ دیکھو، آتش فشاں پھٹا۔ غیظ و غضب نے دیوانگی کی شکل اختیار کر لی محبت اپنی پوری قوت سے ظاہر ہوئی۔ غیرت ہولناک درجہ تک پہنچ گئی۔ اب وہ رُک نہیں سکتا۔ خائن بیوی کو اُس کے غضب سے کوئی بچا نہیں سکتا۔ اچانک چلاتا ہو "میری دیوسی دیکھے گی!" عورت لرزہ بر اندام ہو۔ بید کی طرح تھرتھراتی ہو۔ مگر دل کی گہرائی میں مسرت و سعادت محسوس کر رہی ہو۔ اب اُسنے دیکھ لیا کہ شوہر محبت سے خالی نہیں۔ ابتک آتش عشق میں جل رہا ہو۔ غیرت سے انتقام پر تلا ہوا ہو۔ وہ اُس کے قدموں پر گرنا چاہتی ہو۔ معافی کا ارادہ کرتی ہو۔ توبہ کے لئے آمادہ ہو رہی ہو۔ شوہر غصہ کی دیوانگی میں اسپر ٹوٹ پڑنے کو ہو۔ لیکن افسوس، یہ کیا ہوا؟ شوہر اچانک سنبھل جاتا ہو، رُک کر کھوکھلی آواز میں کہتا ہو "موٹر آتی ہوگی۔ اپنے آشنا کے ساتھ چلی جانا۔" پھر فوراً بھاگ کر گھر سے نکل جاتا ہو۔ عورت رونا دھونا واویلا کرنا شروع کر دیتی ہو!

(۸)

بے غیرت شوہر نے کہا تھا "موٹر آتی ہوگی۔ اُسپر چلی جانا،" مگر اب موٹر کہاں؟ الین کے آشنا نے محسوس کیا تھا کہ اس کے دل میں شوہر کی دیوسی پر نفرت و حقارت پیدا ہو گئی ہو، حالانکہ اس نفرت و حقارت کی تہ میں ایک دوسری نفرت بھی پوشیدہ تھی؟ کونسی نفرت؟ الین سے نفرت! اُس عورت سے نفرت جس کی اب کوئی قیمت عشق باقی نہیں رہی تھی، جو اب کسی شوہر کی محبوبہ نہ تھی، بلکہ خود شوہر کی طرف سے فسق و ہوس کی پیش کش تھی!

الین اپنے شوہر اور اپنے آشنائے فسق، دونوں سے محروم ہوگئی یہ اُس کے شوہر کا انتقام تھا۔

الہلال کے ابتدائی نمبر

الہلال سلسلۂ جدید کے ابتدائی نمبر، یعنی نمبر ۱ - سے
۵ تک
بعض حضرات کو مطلوب ہیں، وہ دوگنی قیمت پر
خریدنے کے لئے طیار ہیں۔ دفتر کو اطلاع
دیجائے۔ منیجر

تاریخ و عبر

آزادی کی راہ میں

تاریخ قرطاجنہ کا ایک عبرت انگیز صفحہ

فینیقیا کے باشندوں نے اپنے بادشاہ بجلیون کے عہد میں شہر قرطاجنہ آباد کیا۔ قرطاجنہ کے معنی ہیں نیا شہر۔ یہ آبادی، شمالی افریقہ کے ساحل پر ٹیونس کے قریب قائم ہوئی تھی۔ فینیقیا کی کمزوری کے بعد قرطاجنہ نے عروج حاصل کیا اور بتدریج بحر ابیض کی تجارت کا مالک بن بیٹھا۔ اُس کا جنگی بیڑہ، روم کے بیڑے سے کہیں زیادہ طاقتور تھا۔ سسلی سے جبل طارق تک اُن کا اقتدار قائم تھا۔ مراکش، الجزائر اور ٹیونس کے اکثر حصے اُن کے قبضے میں آگئے تھے۔ اسپین، سسلی، سرڈانیا، کارسیکا مفتوح یا زیر اثر تھے۔ تجارت نے بہت وسعت اختیار کر لی تھی۔ پوری قوم، دولت سے مالا مال ہو رہی تھی۔ لیکن روم کو اُس سے سخت حسد تھا اور برابر جنگیں ہوتی رہتی تھیں۔ ان میں تین جنگیں سب سے زیادہ اہم ہیں۔

پہلی جنگ

یہ جنگ ۲۶۴ء - ۲۴۱ء ق م میں ہوئی۔ روم نے اسے شروع کیا تھا۔ وجہ یہ ہوئی کہ روم نے سسلی میں شہر مسینی پر قبضہ کر لیا۔ یہ شہر قرطاجنہ کے تابع تھا۔ قرطاجنہ کے بحری اسطول نے روم کو سخت نقصان پہونچایا۔ یہ دیکھ کر روم نے بھی فوراً جنگی بیڑہ طیار کیا اور بحری جنگ شروع ہو گئی۔ لیکن جزائر ایجیت کے قریب قرطاجنہ والوں کو شکست ہوئی اور پورا سسلی، روم کے قبضہ میں آگیا۔

دوسری جنگ

اس شکست کے بعد قرطاجنہ کی تنخواہ دار فوج نے سرکشی شروع کی اور طوائف الملوکی پھیل گئی۔ لیکن اُسی زمانے میں ایک عظیم آدمی ہملکار ظاہر ہوا، تمام فتنوں کا سر کچل ڈالا، اور اسپین میں ایک عظیم الشان فوج، روم سے لڑنے کے لئے مرتب کی۔ کیونکہ اب روم سرڈینیا اور کارسیکا پر بھی قابض ہو چکا تھا۔

یہ جنگ، تاریخ میں بہت اہمیت رکھتی ہو۔ کیونکہ اسی میں ہنیبال نے ظہور کیا تھا جو دنیا کا مشہور ترین سپہ سالار تسلیم کیا گیا ہو۔ ہنیبال نے بچپن ہی میں اپنے باپ سے قسم کھائی تھی کہ عمر بھر روم کا دشمن رہے گا۔ اُس کی قسم سچی ثابت ہوئی۔ پوری زندگی، روم سے جنگ میں گزار دی۔

رومانیوں کو یقین تھا کہ جنگ، اسپین میں ہوگی۔ اسی لئے انہوں نے اسپینی سرحدوں پر جنگی طیاریاں کی تھیں۔ لیکن ہنیبال، کوہ پرانس کو عبور کر کے فرانس پہونچا اور فرانس سے الپس کے برفانی پہاڑوں کو عبور کر کے اچانک اٹلی کے میدانوں پر جا دھمکا۔ روم والے سخت متعجب ہوئے۔ انھیں ہرگز خیال نہیں گزرا تھا کہ اس طرح کوئی فوج حملہ آور ہوگی۔

ہنیبال نے روم کو سخت شکستیں دیں۔ ترازمین کا معرکہ، جو ۲۱۷ء ق م میں واقع ہوا، بہت ہولناک تھا۔ اس کے ایک برس بعد "کان" میں روم کو اور بھی زیادہ سخت شکست ہوئی۔ پوری فوج کٹ گئی۔ ہنیبال، اٹلی میں ۱۵ برس تک جنگ کرتا رہا۔ روم کے بالکل قریب تھا۔ مگر سخت کوشش کے باوجود بھی اُسے کسی طرح فتح نہ کر سکا۔ مسلسل جنگوں نے خود ہنیبال کو بھی بہت کمزور کر دیا تھا۔ اُس نے قرطاجنہ، کمک کے لئے لکھا۔ فوراً اُس کا بھائی ہزدروبال ایک فوج لے کر روانہ ہوا۔ مگر دریائے متورس پر رومانیوں نے اُسے روک لیا۔ جنگ کی۔ اُسے قتل کر ڈالا، اور پوری فوج برباد ہو گئی۔

اس اثناء میں رومانیوں نے ہنیبال کو چھوڑ کر خود قرطاجنہ پر چڑھائی کر دی۔ قرطاجنہ والوں نے ہنیبال کو مدد کے لئے بلایا وہ فوراً چلا۔ مگر ۲۰۲ء ق م میں قرطاجنہ کے قریب ہی اُسے رومی سپہ سالار شیپون نے سخت شکست دیدی۔

اب قرطاجنہ کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ صلح کی درخواست کرے۔ روم نے صلح کی شرطیں یہ پیش کیں کہ قرطاجنہ اپنا پورا جنگی بیڑا اور بحر احمر میں اپنے تمام جزیرے اور اسپین میں تمام مقبوضات، روم کے حوالے کر دے۔ نیز کبھی کسی سے جنگ نہ کرے۔ قرطاجنہ، یہ ذلت قبول کرنے پر مجبور تھا۔ لیکن ہنیبال نے انکار کر دیا۔ وہ ملک بدر ہو گیا۔ سیریا اور مقدونیا کے بادشاہوں کو روم کے خلاف جا کر کھڑا کر دیا۔ اُن کی فوجوں میں لڑتا رہا۔ لیکن کوئی کامیابی نہ ہوئی آخر اُسنے ۱۸۳ء ق م میں زہر کھا کر خودکشی کر لی۔

تیسری جنگ

(۱۴۹ء - ۱۴۶ء ق م)

یہ قرطاجنہ اور روم کی آخری لڑائی تھی۔ مگر تاریخ میں اول درجے کی لڑائی سمجھی جاتی ہو، کیونکہ اس میں مغلوبوں نے ہمت و شجاعت کے ایسے جوہر دکھلائے جو آجتک تمام محبان آزادی کے لئے نمونہ بنے ہوئے ہیں۔

اس جنگ کی وجہ عجیب تھی۔ ظلم و حرص کی آخری حد تھی۔ واقعہ یہ ہوا کہ روم کے ایک شریف کاتو نے قرطاجنہ میں سیاحت کی اور یہ دیکھ کر جل گیا کہ مسلسل جنگوں اور شکستوں کے بعد بھی قرطاجنہ بہت خوشحال اور آباد ہو۔ اُس کی تجارت و ثروت روز افزوں ترقی کر رہی ہو۔ وہ روم واپس آیا اور رومانی مجلس شیوخ کے سامنے حسب ذیل تقریر کی۔

"دیوتاؤں کا ہم پر بڑا فضل ہو کہ ہمیں ایسی سرسبز اور دولتمند سرزمینوں کا مالک بنایا ہو۔ ہمارے ملک کا موقعہ ہمیں مجبور کرتا ہو کہ

ہو جیسا دادی کا اپنی پوتی کے مقابلہ میں ہوتا ہو۔ گفتگو کچھ اِس طرح کی ہو کہ وہ دونوں اُس میں سنجیدگی سے مصروف ہیں مگر ہم سننے والے ہنسی سے لوٹے جاتے ہیں!

اچانک موسیقی کا اُستاد آتا ہو۔ بہت خوش ہو۔ مگر خوشی نے کچھ اضطراب بھی پیدا کر رکھا ہو۔ وہ تأثر سے بے اختیار رونے لگتا ہو۔ ایسا رونا جو تماشائیوں کو ہنسانے والا ہو۔ ماں کو اُس کی بیٹی کی کامیابی پر مبارکباد دیتا ہو۔ پھر اس کامیابی کی نقل اُتار کر دکھاتا ہو اور وہ نغمے سُناتا ہو جن سے لڑکی نے سامعین کا خراجِ تحسین وصول کیا تھا۔

ماں خوش ہو۔ لیکن ساتھ ہی غیر مطمئن بھی ہو۔ کیونکہ تھیٹروں کی آب ہوا نا پسند کرتی ہو اور دل سے چاہتی ہو کہ لڑکی کسی اور کام میں لگتی۔ اُستاد موسیقی بھی خوش ہو۔ لیکن ساتھ ہی خوفزدہ بھی ہو۔ کیونکہ ڈرتا ہو، مبادا الینؔ دولتمند مدّاحوں کے دام میں پھنس کر اُن کی ہو رہے۔

(۳)

ماں اپنی لڑکی کے عاشق کا خوف محسوس کرتی ہو۔ ساتھ ہی اُس کی اخفاءِ راز کی کوشش کو بھی محسوس کرتی ہو۔ دونوں گومگو حالت میں ہوتے ہیں کہ لڑکی اٹکھیلیاں کرتی، ہنستی کھیلتی، جوش میں بھری دَوڑتی آتی ہو۔ ماں کو پیار کرتی ہو۔ عاشق کے سامنے آتی ہو اور تشکریہ ادا کرتی ہو۔

لیکن اِن کی قسمت میں عوت کا لطف تنہا اُٹھانا نہ تھا۔ تھیٹر کا منیجر ایک دولتمند رئیس کے ساتھ آ موجود ہوتا ہو۔ دونوں لڑکی کو اُس کی کامیابی پر مبارکباد دیتے ہیں اور کھیل کود کے ایک بڑے جلوے خانہ میں گھڑی بھر ساتھ بیٹھنے کی دعوت دیتے ہیں۔ اُن کی گفتگو کے انداز سے پتہ چلتا ہو کہ لڑکی پہلے ہی دعوت قبول کر چکی تھی۔ مگر اب پس و پیش کرتی ہو اور عاشق کو ساتھ نہ لے جانا خلافِ مروت خیال کرتی ہو۔ آنے والے اسے محسوس کرتے ہیں اور فوراً عاشق کو بھی مدعو کرتے ہیں وہ انکار کرتا ہو۔ یہ اصرار کرتے ہیں۔ لڑکی بھی ضد کرتی ہو۔ مجبوراً اقرار کر لیتا ہو۔ آنے والے جلد موٹر بھیجنے کا وعدہ کر کے رخصت ہو جاتے ہیں۔

عاشق معشوق کمرے میں تنہا ہیں۔ اب وہ منظر سامنے آتا ہو جو ہنساتا بھی ہو اور رنج بھی دیتا ہو۔ عاشق، دعوت کا لباس پہنتا ہو مگر کوئی کپڑا بھی درست نہیں۔ سب اتنے پھٹے پُرانے ہیں کہ شرم سے عرق عرق ہو جاتا اور دلی رنج محسوس کرتا ہو۔ لیکن بناوٹی خوشی کا اظہار بھی کرتا ہو۔ تمام جابجا سے ٹوٹے ہوئے ہیں۔ ایک تمام ملتا ہو تو دوسرے کا پتہ نہیں۔ الینؔ بھی اپنی آرائش میں مصروف ہو۔ تھیٹر کے منیجر نے رقص کا لباس عاریۃً دیدیا ہو۔ اُسی کو پہنتی ہو اور حسن کی دیوی معلوم ہوتی ہو۔ مگر اُس کی بھی زینت کا تمام سامان موجود نہیں۔ وہ جھنجھلاتی ہو لیکن اپنے عاشق کی اندرونی تکلیف محسوس کر کے مصنوعی تبسم دکھاتی ہو اور تسلی دیتی ہو۔ عاشق وعدہ کرتا ہو کہ آئندہ دونی محنت کرے گا اور اُس کی ضرورت کی تمام چیزیں جلد مہیا کر دے گا۔

موٹر آ گئی۔ ماں کو دیکھو کیسی خوش ہو؟ بیٹی کے حسن پر قربان ہوئی جاتی ہو۔ لو، اُس کے پیچھے چلی جاتی ہو۔ لٹکے ہوئے دامن اُٹھائے ہو کہ لڑکی کا لباس سیڑہی کے غبار سے میلا نہ ہو جائے کمسن خادمہ شوق خدمت میں موم بتی لئے آگے آگے چل رہی ہو۔ عاشق کو دیکھو، چہرہ اُترا ہوا ہو مگر خوشی کا اظہار کر رہا ہے۔ دل رو رہا ہو مگر لبوں پر مصنوعی تبسم نمایاں ہو!

(۴)

دوسرے وقفہ کے بعد انقلاب حال شروع ہو جاتا ہو۔ بھاری آنکھوں کے سامنے اب ایسے لوگ ہیں جنھیں بمشکل پہچان سکتے ہو۔ دولت و عشرت نے اُنکے اطوار اور انداز بدل دئے ہیں۔ اب غربت کی مسکینی کہیں نظر نہیں آتی۔ الینؔ کے کمال نے بڑی شہرت حاصل کی ہو۔ ہر جگہ مقبول ہو۔ دنیا مُسکرا کے قدموں سے لپٹ گئی ہو۔ شب و روز ہُن برس رہا ہو۔ کسی کو بھی افلاس کی شکایت باقی نہ رہی۔ اب نازنین کی ماں وہ بڑھیا ادہیڑ عورت نہیں ہو جسے ہم نے پہلی فصل میں دیکھا تھا۔ اب اُس کے چہرہ پر شباب کی رونق لَوٹ آئی ہو نئے فیشن میں ملبوس ہو۔ گفتگو کی طرز بھی بدل گئی۔ اب وہ پیرس کی خاتون ہو آواز میں بھی بڑا تغیر ہو گیا۔ اب وہ خوش گلو ہو۔ حرکات و سکنات بھی پہلے سے نہیں رہے۔ اب پھرتیلی اور چُست و چالاک ہو۔ اُستاد موسیقی بھی اب وہ پہلے کا خستہ حال، پژمردہ، گویا نہیں رہا۔ اب وہ ایک خوش حال رئیس ہو، بھاری بھرکم، سنجیدہ، باوقار! سب سے بڑھ کر یہ کہ اب اپنی محبوبہ الینؔ کا شوہر ہو۔ صرف یہی لوگ نہیں، بلکہ ان کی غریب خادمہ بھی بالکل بدل گئی ہو۔ ایک نئے نوکر کا بھی اضافہ ہوا ہو۔ پیرس کا وہ حقیر گھر بھی نہیں رہا جو موم بتی سے روشن کیا جاتا تھا اور جس کی زمین دامن میلے کر ڈالتی تھی۔ اب وہ سمندر کے خوش منظر ساحل پر ایک شاندار عمارت میں ہیں۔ ہر موسم گرما میں الینؔ کے دوستوں اور قدر دانوں کا یہاں ہجوم رہتا ہو۔ تمام چوٹی کے آدمی جمع ہوتے ہیں۔

ہم تھیٹر کے منیجر اور اُس کے مالدار ساتھی کو چند اور دوستوں کے ہمراہ الینؔ کے گھر بار بار آتے جاتے دیکھتے ہیں۔ وہ بیٹھتے ہیں، کھیلتے ہیں، مذاح کرتے ہیں، قہقہے لگاتے ہیں۔ الینؔ کا شوہر مطمئن اور خوش ہو۔ اپنے دوست سے شکرگزاری کے لہجہ میں کہتا ہو "خدا کی مشیت یہی تھی کہ میں مالدار ہو جاؤں۔ میں عنقریب ایک موسیقی آمیز قصہ لکھنے والا ہوں جو ضرور مقبول ہوگا۔ میرا تعلق ایک بڑے اخبار سے بھی ہو گیا ہو جسمیں موسیقی پر نقد کیا کروں گا"

گفتگو جاری تھی کہ الینؔ کے دوست آگئے۔ اُستاد موسیقی اپنے دوست کے ساتھ کسی کام سے باہر چلا گیا۔ الینؔ اپنے دولتمند قدردان کے ساتھ تنہا کمرہ میں ہو۔ باقی احباب ملاقات کے ایوان میں بیٹھے ہیں۔ گھر کے مالک کی واپسی کا انتظار کر رہے ہیں۔ الینؔ اور اُس کے دوست میں گفتگو چھڑتی ہے۔ عجیب صورت حال! دونوں عاشق ہیں! عورت اپنے شوہر سے خیانت کر رہی ہو۔ اب معلوم ہوا اس تمام دولت کا سرچشمہ یہی خیانت ہو!

اسوقت ہمیں یہ بھی معلوم ہو جاتا ہو کہ الینؔ کا آشنا اُس کے غبی شوہر سے تنگ آ گیا ہو۔ اس لئے تنگ ہو کہ اپنی آشنا سے دل کھول کر متمتع ہونا چاہتا ہو۔ مگر یہ غبی شوہر بیچ میں سدِّ راہ ہو جاتا ہو!

یہ شوہر واقعی غبی ہو، یا غباوت ظاہر کرتا ہو؟ یہ مصنوعی غباوت اس لئے تو نہیں کہ دولت سے فائدہ اُٹھائے؟

مالدار فاسق کا یہی خیال ہو۔ مگر الینؔ اسے ماننے سے انکار کرتی ہو۔

(۵)

دونوں تخلیہ میں ہنسی مذاق کر رہے تھے کہ باہر دوستوں کی آواز بلند ہوئی "حضرت آگئے! حضرت آگئے!"

دونوں ہوشیار ہو گئے۔ شوہر گھر میں داخل ہوا۔ احباب رخصت ہوئے۔ اب میاں بیوی تنہا ہیں۔ دونوں میں باتیں ہوتی ہیں شوہر کی اُداسی نمایاں ہو۔ بیوی وجہ پوچھتی ہو وہ پس و پیش کرتا ہو پھر بتاتا ہو کہ لوگ اُسے "الینؔ کا شوہر کہتے ہیں"۔ اُس کا نام نہیں لیتے یہی نہیں بلکہ اُسے دیکھ کر مسکراتے ہیں، آنکھیں مارتے ہیں۔ اشارے کرتے ہیں۔ لہٰذا اُسے کچھ شک ہو۔ بیوی اپنے تمام چلتّر اور حسن کی دلفریبیاں کام میں لاتی ہو۔ شوہر کے شکوک دُور کرنا چاہتی ہو۔

اب دیکھو، شوہر تنہا ہو۔ بیوی کا بٹوا کھول رہا ہو۔ اُسمیں ایک بڑی رقم موجود ہو۔ اُس کا شبہ اور زیادہ ہو جاتا ہو، وہ سوچتا ہو کل الینؔ جوئے میں بہت روپیہ ہار گئی لیکن اسے خبر تک نہ دی! شبہ اور بھی قوی ہو جاتا ہو۔ دیکھو اُسنے میز کا خانہ کھولا۔ قیمتی جواہرات کا کنٹھا ہاتھ میں لیا۔ یہ کہاں سے آیا؟ بیوی نے اس کا ذکر تک نہ کیا شک اب یقین کی صورت اختیار کر لیتا ہو!

لیکن الینؔ چالاک ہو۔ شوہر عاشق ہو۔ آسانی سے دھوکا دے سکتی ہو۔ چند میٹھی میٹھی باتیں تمام شکوک دفع کر دینے کے لئے کافی ہیں۔ شوہر اپنے نوکر اور خادمہ سے بھی زیادہ غبی ہو۔ یہ دونوں سب کچھ جانتے ہیں۔

(۶)

تیسرے وقفہ کے بعد ہم الینؔ کے شوہر کو اپنے دوست سے گفتگو میں مصروف پاتے ہیں۔ اب اُسے کامل یقین ہو گیا ہو۔ بیوی کی خیانت میں کوئی شبہ باقی نہیں رہا۔

اُسے یہ یقین اس طرح حاصل ہوا کہ الینؔ اور اُس کے احباب نے تفریح کے لئے جانا چاہا۔ شوہر نے عذر کیا اور کسی بہانہ سے گھر ہی میں رہ گیا۔ اُن کی روانگی کے بعد خود بھی تعاقب میں پوشیدہ چلا اُسنے احباب کے ساتھ الینؔ اور اُس کے مالدار آشنا کو نہیں پایا۔ دونوں دن بھر کہیں غائب رہے۔

بدنصیب شوہر سخت اُداس ہو۔ لیکن اپنے کو سنبھالے ہوئے ہو دوست سے کہتا ہو "موجودہ شرمناک صورت حال ناقابل برداشت ہو۔ میں اس زندگی سے بیزار ہوں۔ اپنی سابق غریبانہ مگر شریفانہ زندگی کی طرف لوٹ جانا چاہتا ہوں۔ لیکن واپسی سے پہلے ایک کھیل کھیلنا چاہتا ہوں۔ بہت ہی دردناک کھیل!"

احباب، سیر سے واپس آگئے۔ الینؔ اور اُس کا آشنا بھی ہمراہ ہو۔ سب اپنے اپنے مشاہدے بیان کر رہے ہیں۔ شوہر دل میں کٹا جاتا ہو، مگر ظاہر میں دلچسپی کا اظہار کر رہا ہو۔ ہنسی خوشی سب کی سُنتا ہو۔ سب اُسے بیوقوف بنا رہے ہیں اور سمجھتے ہیں وہ کچھ نہیں سمجھتا!

(۷)

رخصت کا وقت آگیا۔ سب اس قرارداد کے ساتھ جانے لگے کہ ہوٹل میں رات کے کھانے پر جمع ہونگے۔ لیکن الینؔ کے شوہر نے اپنی بیوی کے آشنا سے چند لمحہ ٹھہرنے کی درخواست کی۔ کمرہ میں صرف تین شخص رہ گئے: میاں، بیوی، اور اُس کا آشنا۔ اس وقت وہ مؤثر منظر آنکھوں کے سامنے آجاتا ہو جو شوہر سے گہری ہمدردی، بیوی سے شدید نفرت، اور آشنا پر سخت غصہ کے جذبات پیدا کر دیتا ہو۔

غضبناک، مایوس شوہر کو دیکھو! وہ اپنا اور اپنی شرافت کا انتقام لینا چاہتا ہو۔ لیکن بالکل نئے قسم کا انتقام! وہ کسی طرح کا تشدد کرنا پسند نہیں کرتا۔ انتقام میں بھی نرم اور بردبار رہنا چاہتا ہو۔

دیکھو، بیوی اُٹھ کر دوسرے کمرہ میں چلی گئی۔ اب دونوں رقیب رُو در رُو بیٹھے ہیں۔ شوہر اپنی بیوی کے عاشق سے گفتگو کرتا ہو۔ بغیر کسی تمہید کے ظاہر کر دیتا ہو کہ "میں سب کچھ جانتا ہوں!" عاشق مبہوت ہو کر رہ جاتا ہو۔ حواس بجا کر کے ڈرتے ڈرتے پوچھتا ہو "تو کیا ارادہ ہو؟" اُسے یقین تھا، جواب میں "مبارزت!" سُنے گا۔ مگر یہ دیکھ کر حیرت زدہ ہو جاتا ہو کہ شوہر کچھ نہیں چاہتا موجودہ صورت حال پر رضامندی کا اظہار کرتا ہو۔ حیرت فوراً

دہلی کے نامی اور نامور مشہور و معتبر مقبول خاص و عام اسم بامسمّیٰ

ہمدرد دواخانہ یونانی دہلی کا

عدیم المثال نادر الوجود سرمائی تحفہ

تار کا کافی پتہ «ہمدرد، دہلی»

ماء اللحم دو آتشہ

بنسخہ خاص

زندگی جیسی عزیز اور پیاری چیز ہے وہ ظاہر ہے۔ لیکن تندرستی بھی ایک ایسی نعمت ہے کہ بغیر اس کے زندگی بے لطف بلکہ بیکار ہے۔ تندرستی ہزار نعمت ہے۔ تندرستی ہو تو سب کچھ ہے۔ اگر آپ کو تندرستی کی قدر ہے اور تندرست رہنا پسند کرتے ہیں تو ہمارا تازہ کشید کیا ہوا ماء اللحم استعمال کیجئے اور پیری میں شباب کا لطف اٹھائیے یہ امر تو مسلم ہے کہ ماء اللحم مقوی ارواح ہے، بدن میں چستی اور توانائی پیدا کرنا۔ رنگ کا نکھارنا۔ روح کو تازگی اور قوت دینا۔ گئی ہوئی طاقت میں از سر نو جان کا ڈالنا اس کی خاصیت ہے۔ مگر ہمارا ماء اللحم خصوصیت کے ساتھ پیروں کو جوان اور جوانوں کو نوجوان بناتا ہے اس لئے کہ نادر اور بیش قیمت اور مقوی اور فرحت بخش اجزاء سے بطرز خاص تیار کیا گیا ہے۔ نسخہ بھی اس کا معمولی اور کتابی نہیں ہے بلکہ عالیجناب شفاء الملک بہادر غفران مآب مسیح اعظم دہلی کا خاص خاندانی نسخہ ہے جو جناب ممدوح نے بغرض رفاہ عام "ہمدرد دواخانہ" کو مرحمت فرمایا ہے۔ ایک مرتبہ ماء اللحم کا استعمال فرما کر خدا کی قدرت کا مشاہدہ کیجئے۔ فائدہ تو تین دن کے بعد ہی معلوم ہوتا ہے مگر معتدبہ اور پورا فائدہ ایک چلہ میں ہوتا ہے۔ پبلک کو صرف اپنی لفاظی اور خوش بیانی سے خوش کر دینا ہمارا شیوہ نہیں ہے۔ مگر بعض امور میں ہم کو اپنی سچی ہمدردی کے اظہار کا کوئی موقع نہیں ملتا ہے تو مجبور ہو کر اشتہار دینا پڑتا ہے۔

ماء اللحم کے استعمال کا یہی موسم ہے اور یہی زمانہ ہے منگائیے اور آزمائیے!! تجربہ بتا دے گا کہ ہمدرد کہاں تک اپنے دعوے میں سچا ہے۔ مشک آنست کہ خود ببوید۔ قیمت بھی بہ نظر ہمدردی پانچ روپیہ فی بوتل مقرر کی گئی ہے علاوہ اسکے چند اقسام کے حلوے مقوی اور خوش ذائقہ نہایت نفیس تیار ہیں جن کے پورے افعال و خواص آپ فہرست میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ نیز ہر قسم کی مفرد و مرکب دوائیں اس دواخانہ سے مناسب قیمت پر ملتی ہیں۔ فہرست ۱۹۲۷ء مع جنتری تیار ہے مفت طلب فرمائیے۔ خط و کتابت کے لئے کافی پتہ "منیجر ہمدرد دواخانہ یونانی دہلی"

منیجر ہمدرد دواخانہ یونانی دہلی

رنگ دیکھ لو ڈورا تو سونا گھس کر آزما لو

جرمنی کی حیرت انگیز ایجاد

اس سونے کی نہایت خوبصورت نازک منقش چوڑیاں جرمنی سے بنکر آئی ہیں۔ چونکہ انہیں ایک خول کی صورت میں بنایا گیا ہے۔ انکے اندر رنگین چوڑیاں آجاتی ہیں۔ اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ بہترین زبرجد اور یاقوت کے نگینے جڑ دیئے گئے ہیں۔ برسوں استعمال کیجئے لیکن رنگ و رونق میں فرق نہیں آتا اور نہ سیاہی دیتی ہے۔ صنف نازک کے لئے بہترین تحفہ ہے۔ ڈھائی روپیہ میں پانچسو روپے کا کام نکالا جا سکتا ہے۔ ہر سائز کی موجود ہیں۔ سیکڑوں کی تعداد میں روزانہ فروخت ہوتی ہیں۔ جلد منگوائیے تا کہ اسٹاک ختم نہ ہو جائے۔ ۸ چوڑیوں کی قیمت ڈھائی روپیہ جن کا وزن تقریباً ڈیڑھ تولہ ہوگا۔ چوبیس ۲۴ چوڑیوں کے دام مبلغ سات روپئے (معہ)

منیجر گولڈن اسٹور۔ پوسٹ بکس نمبر ۱۲۸ لاہور

* * *

برص و سفید داغ ۱۰ ایام میں جڑ سے غائب

ورنہ پوری قیمت واپس۔ اثر ثابت کھالیں اکیس خوراک معجون مسیحا اور ایک شیشی روغن مسیحا جو پورے ۲۱ روز کافی ہوگی قیمت مع خرچ ۳ روپیہ تیرہ آنہ

دفتر معالج برص نمبر ۱۵ در بھنگہ (بہار)

پروانہ

اپنی نوعیت کا پہلا رسالہ ملک اور قوم و ملت کا سچا پروانہ دلچسپ اور اچھوتے مضامین نظم و نثر سے لبریز نومبر ۲۷ء در بھنگہ سے نہایت پابندی کے ساتھ شائع ہوگا لکھائی چھپائی اور کاغذ بہت نفیس چندہ سالانہ تین روپیہ (عہ) طلبہ سے دو روپیہ (عہ) ممالک غیر سے پانچ روپیہ (صہ)

منیجر رسالہ پروانہ در بھنگہ (بہار)

اشتہار کے لئے

ہم بحری تجارتی قوم ہیں اور وہ تمام ممالک جہاں ہم تجارت کرتے ہیں ہمارے زیر اثر رہیں تاکہ ہمارا مال محفوظ رہ سکے۔ ہم نے دیوتاؤں کی مرضی پوری کی اور اپنے اقتصادی و جنگی اقتدار کا دائرہ وسیع کرنے لگے۔ لیکن وہاں دُور افق میں ایک ملک قرطاجنہ موجود ہے۔ اس کے پاس بڑی دولت، بڑی فوج، بڑا بیڑہ ہے۔ اُسنے ہر طرف تجارت پر قبضہ کر رکھا ہے اور ہر جگہ ہماری راہ روک رہا ہے۔ لہٰذا دیوتاؤں کی مشیت کامل طور پر پوری کرنے کے لئے ضروری ہوگیا ہے کہ ہم اس قوم کا بالکل قلع قمع کر ڈالیں۔ ہم نے عملاً دو مرتبہ اُسپر سخت ضربیں لگائیں، لیکن میں ابھی ابھی وہاں سے آ رہا ہوں۔ اپنی اِن دونوں آنکھوں سے اُس کی حالت دیکھ چکا ہوں۔ وہ اب بھی بہت مالدار، باحوصلہ، طاقتور اور ہمارے لئے دائمی خطرہ بنی ہوئی ہے۔ لازمی ہے کہ قرطاجنہ کو بالکل پامال کر دیا جائے!"

مجلس نے مقرر کی تجویز بڑی خوشی سے منظور کر لی اور کسی "جائز سبب" کی جستجو شروع کر دی۔

اتفاق سے اُسی زمانے میں ایک بربر بادشاہ سے قرطاجنہ کو جنگ کرنا پڑی۔ روم نے یہ جنگ خلاف معاہدہ قرار دی اور قرطاجنہ پر حملہ کر دیا۔ شکست کے بعد قرطاجنہ نے اپنے معززین کے تین سو لڑکے، تمام جہاز، اور تمام ہتیار، روم کے حوالہ کر دئیے۔ کیونکہ صلح کی یہی شرط تھی مگر روم کا ارادہ دوسرا ہی تھا۔ اُسنے دیکھا اب قرطاجنہ بالکل بے بس ہوگیا ہے۔ چنانچہ مطالبہ کیا کہ فوراً شہر خالی کر دیا جائے اور باشندے سمندر سے ۱۰ میل دُور ہٹ کر ایک نیا شہر بنا کے رہیں۔

یہ شرط قرطاجنہ والوں نے منظور نہیں کی اور از سرِ نو جنگ پر تل گئے۔ اُنھوں نے شہر کے دروازے بند کر لئے اور طیاریاں کرنے لگے۔ ایک مقرر نے بازار میں کھڑے ہو کر تقریر کی:

"دیوتا ہماری قوم پر ہمیشہ مہربان رہے اور ہمیں سرخرو، سربلند اور مالا مال رکھا۔ لیکن روم کے ذلیل النفس اور سنگدل کمینے ہم پر حسد کرتے ہیں اور مدت سے ہمارے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ ہم نے خونریزی ختم کرنے کے لئے ایسی شرطیں منظور کر لی تھیں، جنھیں کوئی شریف قوم منظور نہیں کر سکتی۔ لیکن اب وہ ہم سے یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ اپنا وطن بھی اُن کے حوالے کر دیں۔ یہ ناممکن ہے۔ ہم مر جائینگے مگر یہ مقدس زمین دشمن کے حوالے نہیں کرینگے!"

قرطاجنہ میں سخت جوش پھیل گیا تھا، مگر ہتیار موجود نہ تھے۔ باشندے سخت متفکر تھے کہ مقابلہ کا کیا سامان کریں؟ اتنے میں ایک طرف سے شور غل بلند ہوا۔ اُنھوں نے خیال کیا دشمن گھس آیا مگر وہ دشمن کا شور نہ تھا، خود قوم کے نوجوان، ہتیار بنانے کے لئے لوہا جمع کرتے پھرتے تھے۔ انھیں دیکھ کر اور لوگ بھی ساتھ ہو گئے اور عبادت خانوں، عمارتوں، مکانوں میں جتنا لوہا بھی مل سکتا تھا جمع کر لیا، حتیٰ کہ دروازوں سے کیلیں تک نکال لیں۔ پھر فوراً تمام لوہا پگھلا کر تلواریں بنائی گئیں۔ عورتوں نے اپنی چوٹیاں کاٹ دیں تاکہ کمانوں کے لئے کام آئیں۔ لاچار اور بوڑھے عبادت خانوں میں بتوں کے سامنے گر پڑے اور فتح و نصرت کی دعائیں کرنے لگے۔

نئے ہتیار لے کر قرطاجنہ کے باشندے میدان میں نکلے اور رومیوں سے لڑائی شروع کر دی۔ لیکن سخت جدوجہد کے باوجود بھی کامیاب نہ ہو سکے۔ شکست کھائی اور واپس ہو کر شہر کے دروازے بند کر لئے۔ روم والوں نے اب خود شہر پر حملہ شروع کیا اور ایک خونی معرکے کے بعد اندر گھس پڑے۔ مگر شہر اب بھی مفتوح نہیں ہوا کیونکہ باشندے ہر سڑک پر مورچے لگائے کھڑے تھے۔ جب روم والوں نے یہ مورچے بھی چھین لئے تو اب گھروں میں لڑائی شروع ہوئی۔ ایک ایک گھر پر قبضہ حاصل کرنے کے لئے روم والوں کو خون بہانا پڑا لیکن قرطاجنہ والوں کی شجاعت اور ثابت قدمی کا کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ وہ بالکل مغلوب ہوگئے۔ مغلوب ہی نہیں، سب کے سب قتل کر ڈالے گئے۔ تھوڑے ہی آدمی زندہ بچے مگر وہ قید ہوگئے۔

فتح حاصل کرنے کے بعد روم والوں نے قرطاجنہ میں آگ لگا دی کامل سترہ دن تک شہر جلتا رہا۔ اٹھارویں دن، شہر نہ تھا۔ راکھ کے انبار پڑے تھے اور ہوا میں اُڑ رہے تھے۔

قرطاجنہ کی یہ شکست، تاریخ میں ابتک فتح شمار کی جاتی ہے کیونکہ اُسنے آزادی کی راہ میں موت پسند کی۔ غلامی کی زندگی گوارا نہیں کی

زرقاء بنت عدی دربار خلافت میں

ایک دن امیر معاویہؓ نے اپنے دربار میں زرقاء بنت عدی کا ذکر کیا۔ یہ جنگ صفین میں حضرت علی علیہ السلام کے طرف تھی، اور فوج کو جنگ کی ترغیب دے رہی تھی۔

"زرقاء کی تقریر کسے یاد ہے"؟ امیر نے اپنے درباریوں سے سوال کیا۔

"ہم سب کو یاد ہے" درباریوں نے جواب دیا۔

"اُس کے بارے میں تمھارا کیا مشورہ ہے؟" امیر نے پوچھا۔

"اُسے قتل کر ڈالئے" سب نے کہا۔

"بدترین مشورہ ہے" امیر نے کہا "کیا میرے جیسے شخص کے لئے روا ہے کہ حاکم ہو چکنے کے بعد لوگ کہیں اُسنے ایک عورت قتل کر ڈالی؟"

پھر اپنے کاتب کو بُلا کر حکم دیا کہ عامل کوفہ کو لکھ بھیجے۔ زرقاء کو پورے اعزاز و اکرام کے ساتھ میرے پاس روانہ کردو۔

چنانچہ زرقاء دربار میں حاضر ہوگئی۔

"اہلاً و مرحباً!" امیر نے زرقاء کو دیکھ کر کہا "خوب آئیں! خالہ کیسا مزاج ہے؟"

"اچھی ہوں۔ راہ میں بڑا آرام ملا" زرقاء نے جواب دیا۔

"جانتی ہو میں نے تمھیں کیوں بلایا ہے؟"

"میں دلوں کا حال کیونکر جان سکتی ہوں؟ وہ خدا ہی ہے جو غیب کا علم رکھتا ہے"

"میں نے تمھیں صرف یہ دریافت کرنے کے لئے بلایا ہے کہ تم جنگ صفین میں سُرخ اونٹ پر سوار تھیں اور دونوں صفوں کے درمیان پکار پکار کر بہادروں کو جوش دلاتی پھرتی تھیں۔ تم نے یہ حرکت کیوں کی؟"

"اے امیر المومنین! سر مر گیا۔ دُم کٹ چکی۔ زمانہ بدل گیا! آنکھ والوں کے لئے عبرتیں ہیں۔ آج کے بعد کل ہے۔ دن کے بعد رات ہے" زرقاء نے جواب دیا۔

"سچ ہے" امیر نے کہا "مگر تمھیں اپنی صفین والی تقریر یاد ہے؟"

"نہیں"

"لیکن مجھے یاد ہے" امیر نے کہا "واللہ میں نے سنا تم کہہ رہی تھیں:

"اے لوگو! تم ایک ایسے فتنے میں پڑ گئے ہو جس میں ظلم کی چادریں تم پر پھیل گئی ہیں اور صراط مستقیم سے تمھیں ہٹا دیا ہے۔ یہ ایک اندھا گونگا فتنہ ہے جس میں نہ کوئی کسی کی سُنتا ہے نہ کسی کو دیکھتا ہے۔ اے لوگو! چراغ، سورج کے سامنے روشنی نہیں دیتا۔ ستارہ، چاند کے سامنے کوئی وقعت نہیں رکھتا، خچر، اصیل گھوڑے پر سبقت نہیں کر سکتا۔ لوہے کو لوہا ہی کاٹتا ہے۔ جو ہدایت کا طالب ہے، ہم سے ہدایت لے، جو یقین چاہتا ہے، ہم سے یقین لے۔ حق گم ہو چکا تھا، مگر اب مل گیا ہے۔ پس اے مہاجرین و انصار ثابت قدم رہو۔ شگاف بھر گئے ہیں، ٹوٹا، جڑ گیا ہے۔ کلمۂ عدل قائم ہو چکا ہے۔ حق، باطل پر غالب ہے۔ کوئی جلد بازی کر کے یہ نہ کہنے لگے کہ کیسے؟ اور کیونکر؟ خدا کی مشیت ضرور پوری ہو کر رہے گی۔ عورتوں کا رنگ، مہندی ہے، مردوں کا رنگ، خون ہے، صبر و ثابت قدمی کا نتیجہ ہمیشہ محمود ہوتا ہے۔ ہاں بڑھو! جنگ کی طرف بڑھو! سینے تان کر بڑھو! پیچھے قدم نہ ہٹے! آج کے بعد کوئی دن نہیں!"

"اے زرقاء!" امیر نے تقریر ختم کر کے کہا "تم ہر خون میں علیؑ کی شریک بن چکی ہو"

"اللہ امیر المومنین کی بشارت صحیح ثابت کرے" زرقاء نے کہا۔

"تو کیا یہ بات تمھیں پسند آئی؟" معاویہ نے سوال کیا۔

"ہاں مجھے بہت پسند آئی۔ خدا میرے عمل سے اُس کی تصدیق کر دے"

"واللہ علی کی موت کے بعد تمھاری اُس سے یہ محبت، زندگی میں اُس کی محبت سے کہیں زیادہ مجھے پسند ہے" امیر معاویہ نے کہا "اپنی حاجت بیان کرو"

"میں نے قسم کھائی ہے کہ کبھی کسی امیر سے کوئی خواہش نہیں کروں گی" زرقاء نے کہا۔

معاویہ نے ایک زمین، جاگیر میں دیدی۔ زرقاء کو پہلے ہی سال اُس سے دس ہزار درہم آمدنی ہوئی۔

(بلاغات النساء و عقد الفرید وغیرہ)

خواجہ حسن نظامی
کا
ہفتہ وار انگریزی اخبار
ینگ مُسلم دہلی
تبلیغ کا حامی، مسلمانوں کے سیاسی حقوق کا
معاون اور تمام اسلامی مطالبات کو گورنمنٹ
کے سامنے پیش کرنے والا۔ سالانہ قیمت پانچ روپے
طالب علموں سے چار روپے۔ ہر تعلیم یافتہ مسلمان
کو پڑھنا چاہیے،
منیجر ینگ مُسلم دہلی

گر آپ

علم وکتب کی وسعت اور دستِ طلب کی کوتاہی سی گھبرا گئے ہیں تو کیوں کسی ایسے مقام کی جستجو.
نہیں کرتے جہاں دُنیا کی تمام بہترین اور منتخب کتابیں جمع کرلی گئی ہوں؟

ایسا مقام موجود ہی!

J. & E. Bumpus Limited,
350, Oxford Street,
LONDON, W. 1.

جو

دُنیا میں کتب فروشی کا عظیم مرکز ہی

اور جسے ملک معظم برطانیہ اور انکے کتبخانہ قصر کے لئے کتابیں بہم پہونچانے کا شرف حاصل ہے!

انگریزی کا تمام ذخیرہ جو برطانیہ اور برطانی نو آبادیوں اور ملحقہ ممالک میں

شایع ہوتا ہی

یُورپ کی تمام زبانوں کا ذخیرہ

مشرقی علوم و ادبیات پر انگریزی اور یورپین زبانوں کی تمام کتابیں

نئی اور پرانی دونوں طرح کی کتابیں

تمام دُنیا کے ہر قسم اور ہر درجہ کے نقشے

ہر قسم کی تعلیمی کتابوں کے مسلسل سلسلے

بچوں کے لئے ہر قسم اور درجہ کا ذخیرہ

قیمتی سے قیمتی اور سستے سے سستے ایڈیشن

آپ ہمارے عظیم ذخیرہ سے حاصل کرسکتے ہیں

ہمارے یہاں سے ہر چھ ماہ

کے بعد نئے ذخیرہ کی مفصل فہرست شایع ہوا کرتی ہے

ان تمام اصحاب کے لئے

جو

قیمتی تمدن و صنعت کی قیمتی آثار کا شوق رکھتے ہیں

دنیا میں عظیم الشان مقام

I. SHENKER,

118, BROMPTON ROAD, KENSINGTON, LONDON, S. W. 3.

ہے

مغرب و مشرق کے قدیم آثار، پرانی قلمی اور مطبوعہ کتابیں، پرانی تصویریں، پرانے سکے، اور نقوش، پرانے زیور، آرائش و تزئین کا ہر قسم کا سامان، اور ہر طرح کے پرانے صنعتی، عجائب و نوادر، اگر آپ کو مطلوب ہیں، تو ہم سے خط و کتابت کیجئے۔ کم از کم ہماری نمائش گاہوں اور ذخائر کی فہرستیں ہی منگوا لیجئے۔ اہل علم اور اہل دولت، دونوں کے لئے ہمارا ذخیرہ قیمتی ہے۔

نوادر عالم کا یہ ذخیرہ

دنیا کے تمام حصوں سے غیر معمولی مصارف و مساعی کے بعد حاصل کیا گیا ہے دنیا کے تمام قدیم تمدنی مرکزوں مثلاً مصر، شام، فلسطین، ہندوستان، ایران، ترکستان، چین، وغیرہ ممالک میں ہمارے ایجنٹ ہمیشہ گردش کرتے رہتے ہیں

باایں ہمہ

قیمتیں تعجب انگیز حد تک ارزاں ہیں!

براعظم یورپ، امریکہ

اور

مشرق

کے تمام بڑے بڑے محل، کتب خانے، اور عجائب خانے، ہم سے نوادر حاصل کرتے رہتے ہیں۔ قاہرہ کے نئے ایوان شاہی کے نوادر بھی [illegible] ہم ہی نے [illegible] کئے ہیں

اگر آپ کے پاس نوادر موجود ہوں

تو

آپ فروخت کرنے کے لئے بھی پہلے ہم سے ہی خط و کتابت کیجئے۔ بہت ممکن ہو کہ ہمارا سفری یا مقامی ایجنٹ آپ سے مل سکے

مطبوعات الهلال بك ايجنسی

معارف ابن تيميه و ابن قيم

دیني علوم کے بیش بها جواهر ریزي

اس سلسله میں هم نے امامین کي ان نادر و اعلیٰ درجه کي بلند پایه عربي تصانیف کے اُردو تراجم کا سلسله شروع کیا هے ' جنکا مطالعه اصلاح عقائد اسلام اور اشاعت و معارف کتاب و سنت کے لیے نهایت ضروري و ناگزیر هے - امید که یه "سلسلهٔ تراجم" بد نصیب هندوستان کي دماغي اصلاح کا کام دے :

اُسوهٔ حسنه — امام ابن قیم کي فن سیرت میں شهرهٔ آفاق کتاب "زاد المعاد" کے خلاصه کا اُردو ترجمه - بلا جلد ۲ روپے مجلد اڑهائي روپیه -

کتاب الوسیله — لفظ "وسیله" کي بحث کے علاوه امام ابن تیمیه نے اسلام کے اصل الاصول "توحید" کي مبسوط بحث کي هے - بلا جلد اڑهائي روپیه ' مجلد سوا تین روپیه -

اصحاب صفه — انکي تعداد ' ذریعه معاش ' طریق عبادت اور انکے مفصل حالات بیان کیے هیں دس آنے -

تفسیر سورة الکوثر — امام ابن تیمیه کے مخصوص انداز تفسیر کا اُردو ترجمه - چار آنے -

العروة الوثقیٰ — خالق و مخلوق کے درمیان واسطه کا فرق بدلائل بیان کیا هے - چهه آنے -

سیرت امام ابن تیمیه — حضرت امام کے ضروري حالات زندگي نهایت خوش اسلوبي سے بیان کیے هیں - نو آنے

نجد و حجاز — علامه سید محمد رشید رضاء مصري کي تازه کتاب کا اُردو ترجمه - سوا روپیه -

أئمه اسلام — ترجمه رفع الملام عن ائمة الاعلام - باره آنے

خلاف الامه — فی العبادات - پانچ آنے

صبح سعادت — یه ایک علمي ' اسلامي ' سه ماهي رساله هے جس کے خریدار کو هم نے کمال کوشش و کاوش سے اُردو ' عربي ' فارسي ' انگریزي ' اور دوسري زبانوں کي تمام اهم اور اعلیٰ مطبوعات کے متعلق بهترین تازه معلومات بهم پهنچانے کا اهتمام کیا هے- اسکے علاوه آئمه و اسلام و بزرگان دین کے حالات ' لطائف افسانه ' نظمیں اور ممالک اسلامیه کے معتبر ذرائع سے حاصل کیے هوے حالات درج کیے جاتے هیں - في پرچه ۸ آنه سالانه ۲ روپیه پیشگي -

* * *

منيجر الهلال بك ايجنسی

(حلقه نمبر ٢٤ شيرانواله دروازه لاهور پنجاب)

"Al=Hilal Book Agency,"
24, LAHORE, PANJAB.

خط و کتابت کی وقت اپنا نام اور پته صاف لکھین
اور نمبر خریداری ضرور تحریر فرمائین

السحر الحلال في مجلدات الهلال

گاه گاهے باز خوان این دفتر پارینه را
تازه خواهی داشتن گر داغهائے سینه ما

* * *

اردو صحافت کي تاریخ میں الهلال هي وه رساله هے جو اپني تمام ظاهري اور باطني خصوصیات میں ایک انقلاب آفریں دعوت تهي -

الهلال اگرچه ایک هفته وار مصور رساله تها ' لیکن چونکه وه اردو صحافت کي مختلف شاخوں میں اجتهاد نظر و فکر کي نئي روح پیدا کرني چاهتا تها ' اِس لئے اُس کا هر نمبر مختلف اقسام اور مختلف اذواق کا مجموعه تها- اُس کے هر نمبر میں مختلف ابواب ' مذهب ' سیاست ' ادبیات ' علوم و فنون ' اور معلومات عامه کے هوتے تهے - اور اُسکا هر باب اپني مجتهدانه خصوصیات کے لحاظ سے اپني نظیر آپ هوتا تها- پهر اس کي ظاهري خوبیاں اُردو صحافت میں اعلیٰ طباعت و ترتیب کا پهلا نمونه تهیں- اردو کا وه پهلا هفته وار رساله تها ' جس میں هاف ٹون تصاویر کے اندراج کا انتظام کیا گیا ' اور ٹائپ میں چهپنے کي وجه سے بهت سي ایسي خوبیاں پیدا هوئیں جو پتهر کي چهپائي میں ممکن نهیں- اِس کي جلدیں جدید اُردو علم ادب کے علمي ' مذهبي ' سیاسي ' اور اجتماعي مواد و مباحث کا بهترین مجموعه هیں- اِن کي مقبولیت و قدر کا اندازه اِس سے هوسکتا هے که سنه ١٩١٨ میں بعض شایقین علم و ادب نے اِس کي تمام جلدوں کا مکمل ست سات سو روپیه میں خرید کیا - اور حال میں ایک صاحب نے اِس کي پهلي جلد مکمل (جو دفتر میں بهي موجود نهیں) ساڑهے چارسو روپیه میں حیدرآباد سے خریدي هے - جن لوگوں نے اِس کے پرچے بحفاظت جمع کئے هیں وه بڑي سے بڑي قیمت پر بهي علحده کرنے کیلیے تیار نهیں- پچهلے دنوں "البلاغ پریس" کا جب تمام اسٹاک نئے مکان میں منتقل کیا گیا تو ایک ذخیره الهلال کے پرچوں کا بهي محفوظ ملا ' هم نے کوشش کي که شایقین علم و ادب کے لئے جس قدر مکمل جلدیں مرتب کي جاسکتي هیں مرتب کرلي جائیں اور جن جلدوں کي تکمیل میں ایک دو پرچوں کي کمي هو اُنهیں دوباره چهپوا لیا جاے -

چنانچه الحمدلله یه کوشش ایک حد تک مشکور هوئي اور اب علاوه متفرق پرچوں کے چند سالوں کي جلدیں پوري مکمل هوگي هیں - هم اِس اعلان کے ذریعه شایقین علم و ادب کو آخري موقعه دیتے هیں که اِس قیمتي ذخیره کے حاصل کرنے میں جلدي کریں ' چونکه جلدوں کي ایک بهت هي محدود تعداد مرتب هوسکي هے ' اس لئے صرف اُنهیں درخواستوں کي تعمیل هوسکے گي جو سب سے پهلے پهونچیں گي- هر جلد مجلد هے اور ابتدا میں تمام مضامین کي انڈکس به ترتیب حروف تهجي لگادي گئي هے -

الهلال مکمل جلد دوم ١٠ روپیه   الهلال مکمل جلد سوم ١٠ روپیه
" " چهارم ١٠ روپیه   " " " پنجم ١٠ روپیه

جلد "البلاغ" (جب دوسري مرتبه الهلال اِس نام سے شائع هوا) قیمت ٨ روپیه

علاوه جلد اول کے هر جلد کے متفرق پرچے بهي موجود هیں جن میں سے هر پرچه اپنے مضامین کے لحاظ سے ایک مستقل مجموعه علم و ادب هے- قیمت في پرچه ٨ - آنه - محصول ڈاک و پیکنگ اِس کے علاوه هے -

منیجر "البلاغ پریس"

کیا آپکو معلوم نہیں
کہ
اسوقت
دُنیا کا بہترین فاونٹین قلم
امریکن کارخانہ "شیفر"
کا۔
"لائف ٹائم"
قلم ہے؟

(۱) اِتنا سادہ اور سہل کہ کوئی حصہ نزاکت یا پیچیدہ
ہونے کی وجہ سے خراب نہیں ہو سکتا
(۲) اِتنا مضبوط کہ یقیناً وہ آپکو آپکی زندگی بھر کام
دے سکتا ہے
(۳) اِتنا خوبصورت، سبز، سرخ اور سُنہری بیل بوٹوں
سے مزین کہ اِتنا خوبصورت قلم دُنیا میں
کوئی نہیں
کم از کم تجربہ کیجئے
یاد رکھئے
جب آپ کسی دکان سے قلم لیں تو آپکو
"شیفر" کا
"لائف ٹائم"
لینا
چاہئے!

اگر آپ انگلستان کی سیاحت کرنا چاہتے
ہیں تو
یاد رکھئے
کہ
آپکو ایک مستند اور آخرین رہنما
گائڈ بک
کی ضرورت ہے
جو
انگلستان کے تمام شہروں، سوسائیٹیوں
ہوٹلوں، کلبوں، تھیٹروں، رقص گاہوں،
قابل دید مقامات،
اور
آثار قدیمہ وغیرہ سے
آپکو مطلع کردے
نیز
جس سے وہ تمام ضروری معلومات حاصل کیجا سکیں جن
کی ایک سیاح کو قدم قدم پر ضرورت پیش آتی ہے!
ایسی
مکمل گائڈ بک صرف
ڈنلاپ گائڈ ٹو گریٹ برٹن
The Dunlop guide
To Great Britain
کا دوسرا ایڈیشن ہے
ہندوستان کے
تمام انگریزی کتب فروشوں اور بڑے بڑے
ریلوے اسٹیشنوں کے بک اسٹال سے مل سکتی ہے

جامع الشواہد
طبع ثانی
مولنا ابو الکلام صاحب کی یہ تحریر ۱۹۱۹ء میں شایع ہوئی تھی جب وہ رانچی میں نظر بند تھے۔ موضوع اس تحریر کا یہ تھا کہ اسلامی احکام کی رُو سے مسجد کن کن اغراض کے لئے استعمال کی جا سکتی ہے؟ اور اسلام کی رواداری نے کس طرح اپنی عبادت گاہوں کا دروازہ بلا امتیاز مذہب ملت تمام نوع انسانی پر کھول دیا ہے؟ قیمت بارہ آنے (۱۲؍)
(مینجر الہلال کلکتہ)

اگر آپکو
دمہ
ضیق النفس
یا
کسی طرح کی بھی معمولی کھانسی کی شکایت
ہو
تو تامل نہ کیجئے۔ اپنے سے قریب
دوا فروش کی دکان سے
فوراً
ایک ٹین
HIMROD
کی
مشہور عالم دوا کا
منگوا کر
استعمال کیجئے

۱۹۲۷

الہلال

نمبر ۲۲ جلد ۱

البلاغ پریس کلکتہ

قیمت ۳

۵ - اله

دنیا کي بهترین کتابوں کیلئے بهترین رهنما:

تائمزاف لنڈن کا ادبي ضمیمه

یه ضمیمه دنیا کي تمام کتابوں پر هفته وار دلچسپ اور وقیع تبصره کرتا هے -

اسکا معتدل نقد علمي حلقوں میں مسلم هے -

اس میں چند صفحات وقت کے جاري اور زیر بحث ادبي فوائد پر بهي هوتے هیں جنکي اهمیت کا عام طور پر اعتراف کیا گیا هے -

اپنے یہاں کے ایجنت سے تقاضه کیجئے که وه تائمز لنڈن کا هفته وار ادبي ضمیمه آپکے لئے مہیا کرے - لیکن اگر آپ چاهیں تو

The Publisher :

Printing House Square

London, E. C. 4.

سے براه راست طلب کر سکتے هیں

دنیا کے هر معلم اور ماهر فن تعلیم کیلئے

ضروري هے که

تائمز اف لنڈن کا تعلیمي ضمیمه مطالعه کرے

اگر آپ چاهتے هیں که فن تعلیم کے تمام نظري اور عملي تغیرات و ترقیات سے بے خبر نه رهیں ' تو آپکو یه ضمیمه بلا ناغه مطالعه میں رکهنا چاهیے -

یه هر هفته اس موضوع پر تمام اهم خبریں اور مباحث جمع کردیتا هے - ماهرین فن اور مشاهیر تعلیم کے قلم سے اسکے صفحات مرتب هوتے هیں -

اپنے یہاں کے ایجنت سے طلب کیجئے -

ورنه

The Publisher,

Printing House Square

London, E. C. 4.

سے طلب کرسکتے هیں -

کیا آپ تجارت کرني چاهتے هیں ؟

اگر آپ چاهتے هیں که یورپ اور امریکه کے تمام بڑے بڑے کارخانوں سے تجارتي تعلقات قائم کریں ' نفع بخش ایجنسیاں لیں ' هندوستان سے خام پیدا وار بهیجیں ' نئي نئي ایجادات سے اپنے ملک کو آشنا کریں ' تهوڑي سي محنت اور تهوڑا سا سرمایه لیکر ایک وقیع کار و بار شروع کردیں ' تو آپ کو ابتدا میں بهت سي باتیں معلوم کرني چاهئیں - اس طرح کي تجارت کے گر اور بهید سیکهنے چاهئیں - هندوستان کے تمام حلقوں اور یورپ و امریکه کے تمام کارخانوں اور کوٹهیوں کے حالات اور اصول معاملت معلوم کرنے چاهئیں - بغیر اس کے آپ کامیاب نہیں هوسکتے -

اگر آپ چاهتے هیں که بهت تهوڑا سا وقت خرچ کرکے یه ساري باتیں با قاعده علمي اصول پر معلوم کرلیں ' تو آپکو چاهیے که هم سے خط و کتابت کریں - هم یه کام به حیثیت ایک ماهر فن کے کر رهے هیں - خط و کتابت کے بعد هي آپکو معلوم هو جائیگا که آپکے مقصد کیلئے هم کس درجه مفید هیں ؟

همارے تعلقات دنیا کے تمام تجارتي حلقوں سے هیں -

M. R. MARSDEN & CO.

Post Box 708.

Clive Street, Calcutta.

برونو مولر اینڈ کو - برلن

پوسٹ بکس نمبر ۲۴

BRUNO MULLER & CO. M. B. H.

Berlin-W 35

Post No. 24.

هر طرح کي مشینیں جو گرم ملکوں کے میووں کو خشک کرنے اور پهلوں کو محفوظ رکهنے کیلئے ضروري هیں ' اس کارخانے میں طیار کي جاتي هیں - تمام دنیا میں اس قسم کي مشینوں کا یه بهترین کارخانه هے - مندرجۀ بالا پته سے خط و کتابت کیجیے -

یاد رکهیے

میووں ' ترکاریوں ' اور هر طرح کے زرعي مواد کو خشک کرنے کا بهترین طریقه وه هے جو " نئے سستم " کے نام سے متمدن ممالک میں مشهور هے - اس " نئے سستم " کے مطابق کام کرنے والي مشینیں صرف اسي کارخانه سے مل سکتي هیں -

Printed and Published by
Masud Hasan Zuberi at The Al-Balagh Press, 11, Ballygunge Circular Road, Calcutta
Editor : Maulana Abu-al-Kalam Azad.

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين
القرآن الحكيم

الهلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ٢٢ | کلکتہ : جمعہ ٢٢ ۔ جمادی الاولی ١٣٤٦ هجری | جلد ١

Calcutta : Friday, 18. November 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نہین ؟

آج کوئی زبان ترقی نہین کر سکتی اگر وہ اپنا ترقی یافتہ طریق طباعة نہین رکھتی ۔ طباعة کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نہین کہ حروف کی چھپائی اختیار کی جای ۔ پتھر کی چھپائی مین محدود رھکر اردو کی طباعة کبھی ترقی نہین کر سکتی ۔

اردو کی سب سی بہتر حروف جو اس وقت تك بن سکی ہین ، وہ ہین جن مین الهلال چھپتا ھی ۔ اور عربی کا بہترین خط نسخ وہ ھی جس مین یہ سطرین کمپوز کی گئی ہین ۔ آپ ان دونون مین سی جسی چاہین پسند کر لین ۔ لیکن پتھر کی چھپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین ۔

براہ عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی ہمین اطلاع دیجیی ۔ یاد رکھیی ۔ طباعة کا مسئلہ آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیادہ اہم مسئلہ ھی ۔ ضروری ھی کہ اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین ۔

الهلال

قارئین الهلال کی آراء

اس باری مین اس وقت تك ١٦٥٠ مراسلات وصول ہوی ہین ۔ تقسیم آراء حسب ذیل ھی :

عربی حروف کی حق مین	٢٤٢	اردو حروف کی حق مین	٤٤٠
موجودہ مشترك طباعة کی حق مین	٦٣٠	حروف کی حق مین بشرطیکہ نستعلیق ہون	١٥٠
پتھر کی چھپائی کی حق مین	٢٧٨		

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بھی متفق ظاہر کیا ھی ۔

آراء کی دیکھنی سی معلوم ہوا کہ اس باری مین بعض اہم تفصیلات پر لوگون کی نظر نہین ھی ۔ اور اسلیی شرح وبیان کی ضرورت ھی ۔ آیندہ اس باری مین مولانا بہ تفصیل اپنی خیالات ظاہر کرینگی مگر ضرورت ھی کہ بقیہ حضرات بھی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بھیج دین ۔

الهلال

الهلال

هر جمعه کو نمبر ۱۱ - بالي گنج سرکلر روڈ - کلکته سے شایع هوتا هے

قیمت سالانه مع محصول	باره روپیه
هندوستان سے باهر کیلیے	سوله روپیه
قیمت شش ماهي	سات روپیه
قیمت في پرچه	پانچ آنه

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر " منیجر الهلال " کے نام سے کي جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے هوں آنکے لفافه پر " ایڈیٹر " کا نام هونا چاهیے -

(۲) نمونه مفت ارسال نه هوگا -

(۳) براه عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پته صاف اور خوش خط لکھیے

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداري لکھیے جسکي اطلاع آپکو وصول قیمت کي رسید میں دیدي گئي هے -

(۵) اگر کسي صاحب کے پاس کوئي پرچه نه پهنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک هفته کے اندر اطلاع دیں - ور نه بصورت تاخیر بغیر قیمت کے روانه نهیں کیا جائیگا -

(٦) اگر آپ دو تین ماه کیلئے ایک جگه سے دوسري جگه جا رهے هیں تو اپنا پته تبدیل نه کرایے ، مقامي ڈاکخانه کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیاده عرصه تک کے لئے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک هفته پیشتر اطلاع دیکر پته تبدیل کرالیں -

(۷) مني آرڈر روانه کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پته ضرور لکھدیں -

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتري فرائض (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیره) سے نهیں هے ٹکٹ ضرور بهیجیے ورنه دفتر پر غیر معمولي خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

متعلق کہا تها " اُس وقت دنیا میں کوئي دو شخص ایسے خوش نصیب نه تهے جیسے هم دونوں تهے - هم ایک ایسي پاک محبت کے مزے لوٹ رهے تهے ' جیسي خواب میں بهي کسي انسان نے نه دیکهي هوگي ... اکثر هم دونوں باغوں میں چلے جاتے اور درختوں پر چڑهتے اترتے - بارها هم دن دن بهر مخلوق کي نظروں اور شهر کے شور و غل سے دور بیٹهے باتیں کیا کرتے تهے ! "

لیکن امتداد زمانه نے نپولین کے دل سے اِس دو شیزه کي یاد محو کردي اور اُسے اپني ایک هم وطن لڑکي سے عشق هوگیا - نپولین شروع هي سے مستبد تها - اُس نے اپني محبوبه کو سختي سے حکم دیدیا که اُس کے سوا کسي کو بهي مسکرا کر نه دیکهے - لڑکي کے دل میں اِس جابرانه حکم سے نفرت پیدا هوگئي ' اور اُس کے پنجه سے نکلنے کے لیے اُس نے ایک دن شراب میں زهر ملا دیا - اور نپولین مرتے مرتے بچا !

(ادهیڑ عورت سے عشق)

اِس واقعه سے کچهه عرصه بعد نپولین کو ایک ادهیڑ عورت " میڈیم پرمون " سے محبت هوگئي ' اور اس قدر بڑهي که ایک لمحه بهي اُس کي جدائي گوارا نه تهي - ایک دن نپولین نے اُس سے باضابطه شادي کرلینے کي درخواست کي - عورت نے اِس خواهش پر زور سے قهقهه لگایا " تم بیوقوف هوگئے هو ! مضحکه بننا چاهتے هو ! بهلا لوگ کیا کهینگے ؟ بیوي هونے کے بجائے میں تمهاري ماں بننے کے زیاده قابل هوں ! " نپولین پر یه بات بهت ناگوار گزري اور قطع تعلق کر لیا -

(نپولین کا طریق محبت)

ایک مورخ کا بیان هے که نپولین نے بے شمار عورتوں کا دل توڑا هے - اُس کي عادت تهي که تعلقات بڑهائے جاتا تها ' اور جب عورت اُس کے دام محبت میں پهنس جاتي تهي ' تو بے اعتنائي سے بالکل چهوڑ دیتا تها - چنانچه " میڈیم ولسکا " پولینڈ کي ایک حسینه کا واقعه اِس بات کا کافي ثبوت هے - نپولین نے اِس عورت کو دیکها اور لبهانا چاها - مگر اُس نے سخت نفرت کا اظهار کیا - نپولین نے اُسے قبضه میں لانے کي بهت کوشش کي ' مگر وہ برابر بیزار رهي - آخر ایک دن غضبناک هوکر چلایا " تو دیکهه لیگي - میں تجهے کس طرح زیر کرتا هوں ! تجهے میرے اراده کے سامنے جهکنا پڑیگا ! دیکهه ' یه میرے هاتهه میں گهڑي هے ' جس طرح میں یه گهڑي چور چور کیے ڈالتا هوں ' اُسي طرح پولینڈ کا ملک بهي پاش پاش کرکے پهینک دونگا ! " اُس نے یه کہا اور گهڑي زور سے دیوار پر مار دي - اِس حرکت کا عورت پر اِتنا شدید اثر هوا که وہ بے هوش هوکر نپولین کے قدموں پر گر پڑي -

لیکن چند دنوں کے بعد هي نپولین نے اُسے اُکتا کر چهوڑ دیا !

(محبت میں استبداد)

عشق و محبت کے میدان میں بهي اِس شخص کے ظلم و استبداد کے قصے مشهور هیں - چنانچه کہا جاتا هے که غربت کے زمانه میں جب نپولین اور اُس کا بهائي مارسیلز کے بازاروں میں پهرا کرتے تهے ' اتفاق سے ریشم کے ایک سوداگر " فرانسوا کلاري " کے خاندان سے اُن کا تعارف هوگیا - اِس تاجر کي دو لڑکیاں تهیں - بڑي کا نام " جولیا " تها - چهوٹي کا " ڈیزیرا " - نپولین نے شروع میں جولیا کو پسند کیا اور اُس کے بهائي نے ڈیزیرا کو - تهوڑے دن بعد نپولین اپني محبوبه سے سیر هوگیا ' اور بهائي کي محبوبه پر قبضه جمانا چاها - چنانچه ایک موقعه پر جب یه چاروں عاشق و معشوق جمع تهے ' نپولین نے تحکمانه انداز میں کہا " جوزف ! تم اور تمهاري محبوبه دونوں غیر مستقل مزاج هیں - لیکن مجهه میں اور میري محبوبه میں استقلال هے - بهتر یه هے که هم تم مبادله کر لیں تا که تمهارا نقص جولیا پورا کر دے ' اور میں ڈیزیرا کي کمي پوري کردوں " یه عجیب و غریب فلسفه بیان کرکے اُس نے اپنے بهائي کي محبوبه کو اپنے پهلو میں بٹها لیا اور کسي کو بهي مخالفت کي جرأت نه هوئي !

لیکن تهوڑے هي زمانه کے بعد نپولین نے محسوس کیا که عزت و عظمت کي راهیں اُس کے سامنے کهلي هوئي هیں - لهذا ڈیزیرا کو یک قلم چهوڑ دیا ' اور اُس کي منتوں اور آنسوؤں کا ذرا بهي خیال نه کیا -

(جوزیفائن سے عشق)

اُس کي طبیعت کچهه ایسي بیچین واقع هوئي تهي که ایک هي حالت پر چلے جانا اُسے پسند نه تها - سابق محبت سے دست بردار هونے کے تهوڑے هي دنوں بعد وہ جوزیفائن پر فریفته هوگیا - واقعه یه هے که اکتوبر ۱۷۹۵ - میں جب نپولین بام عزت کي ابتدائي سیڑهیوں پر تها ' اُس کے پاس ایک کم عمر لڑکا آیا ' اور اپنے باپ کي تلوار واپس مانگي - یه لڑکا فرانس کے مشهور سپه سالار وائکونٹ الکزنڈر کا بیٹا تها جسے فرانسیسي انقلاب کے زمانے میں پهانسي دیدي گئي تهي - نپولین بچه کي جرأت و فصاحت سے بهت خوش هوا اور اُس کي درخواست منظور کر لی - دوسرے دن اُس کي ماں شکریه ادا کرنے آئي - یهي جوزیفائن تهي - نپولین پهلي هي نظر میں اس پر عاشق هوگیا -

مورخین کا بیان هے که دوسرے دن خود نپولین جوزیفائن کے چهوٹے سے مکان پر گیا - جوزیفائن واقعي بهت خوبصورت تهي ' ساتهه هي عقلمند بهي تهي - اُس نے محسوس کرلیا که نپولین اُس کي چشم و ابرو کا شکار هوگیا هے - چونکه اسراف کي وجه سے سابق شوهر کي تمام دولت خرچ کرکے مقروض هوچکي تهي ' اِس لیے اس نے بهي اس نئي دعوت عشق کا پوري سرگرمي سے استقبال کیا اور تعلقات بڑهانا شروع کردیے - چند ماه کي آمد و رفت کا نتیجه یه هوا که مارچ سنه ۱۷۹۶ - میں جنرل بونا پارٹ اور جوزیفائن کي شادي هوگئي - دلهن کي عمر دولها سے سات سال زیاده تهي ' مگر نکاحنامه میں اُس کي عمر ۲۹ - برس لکهي گئي اور نپولین کي ۲۶ برس !

شادي کے دو دن بعد نپولین کو اٹلي کے حمله پر جانا پڑا - سخت مصروفیت تهي ' مگر جوزیفائن کي یاد هر وقت تازه رهتي تهي - هر منزل پر سے خط کے ساتهه قاصد بهیجتا ' اور اپني حالت سے اُسے آگاه کرتا رهتا تها - پہلے خط میں لکها تها " جب جب اپنے دل پر هاتهه رکهتا هوں ' تم اُس میں موجود ملتي هو جس سے مجهے بڑي تسکین هوتي هے - اِس دنیا میں اگر کوئي غم هے تو صرف تمهاري فرقت کا "

جوزیفائن کي تصویر هر وقت اُس کے پاس رهتي تهي - جب کهیں پڑاؤ ڈالتا تها ' تصویر نکال کر سامنے رکهه لیتا تها - جب کوچ کرتا تها تصویر جیب میں رکهه لیتا تها - بیان کیا جاتا هے که نیس میں اُس کے هاتهه سے تصویر کا آئینه چهوٹ کر ٹوٹ گیا - اِسے اُس نے فال بد سمجها - قریب تها که جوزیفائن کي طرف سے

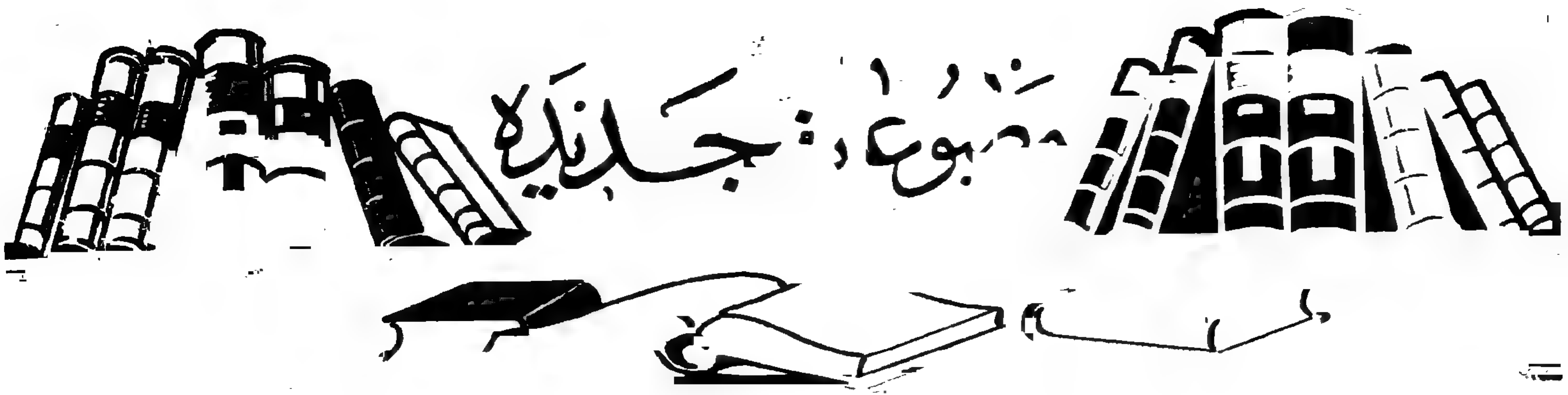

نپولین اور اسکي اخلاقي زندگي

(انساني عظمت اور اخلاقي نامرادي)

میدان جنگ اور حجلۂ هوس !

انسان ذهن و جسم کي کتني هي عظمتیں حاصل کرلے ' لیکن روح اور اخلاق کي ادنى سے ادنى پاکیزگي بهي حاصل نهیں کرسکتا ' اگر اُس کا اعتقاد اور عمل روحاني هدایت کي روشني سے محروم هے !

انسان کے لیے یہ سهل هے کہ تمام دنیا فتح کرلے - سکندر نے دنیا کي تمام سلطنتیں تہہ و بالا کرڈالي تهیں - انسان کے لیے یہ بهي دشوار نهیں کہ ذهن و فکر کي ایسي بلندیوں تک پهنچ جائے جهاں تک دوسروں کے قدم نہ پهنچ سکے هوں - ارسطو ' اقلیدس ' سولن ' اور سنیکا جیسے فاتحین علم کي فتح مندیاں لا زوال هوچکي هیں' اور دنیا منطق ' ریاضي ' قانون ' اور فلسفۂ اخلاق میں آج تک ان کي پس رو هے - انسان کي اولو العزمي ان بلندیوں پر بهي نهیں رکتي - کچهہ مشکل نهیں اگر وہ آگ کے شعلوں میں کود پڑے ' سمندر کي موجوں کي هنسي اڑائے ' پهاڑوں کي صفیں چیر ڈالے - لیکن هاں' یہ مشکل هے ' بهت هي مشکل هے ' کہ وہ اخلاق اور روحاني پاکیزگي کي راہ میں اپني کسي ایک خواهش نفس کا بهي مقابلہ کرسکے - اس کي ساري اولو العزمي اور کوہ همتي جو دنیا کي ساري رکاوٹوں کا تن تنها مقابلہ کرسکتي هے ' هوائے نفس کي ایک ادنى سي رکاوٹ بهي اپني راہ سے هٹا دینے پر قادر نهیں هوتي - سکندر تمام دنیا کي تسخیر کي محنت سے نهیں تهکا ' لیکن بابل کي ایک عورت جب اس کے سامنے آئي ' تو اپني خواهش نفس کے اضطراب سے بے بس هوکر گرگیا - سنیکا نے تمام نوع انساني کو اخلاق اور اخلاقي سعادت کي دعوت دي ' لیکن خود اپنے آپ کو ایک دوسرے انسان کي منکوحہ عورت سے باز نہ رکهہ سکا - ارسطو کے دامن علم کے دهبے بهي دنیا گن چکي هے ' اور یونان کي ایک قدیم ضرب المثل همیں بتلاتي هے "بڑا انسان بنو - اگر نیک انسان نهیں بن سکتے " !

في الحقیقت انساني زندگي کي یهي اخلاقي اور عملي نامرادي هے ' جو الهامي هدایت کي کسي بالاتر قوت کي ضرورت تسلیم کرنے پر مجبور کر دیتي هے - انسان اپنے ذهن و جسم کي قوتوں سے سب کچهہ کرلے سکتا هے ' لیکن تکلف اور بناوٹ سے بهي اپنے آپ کو نیک نهیں بنا سکتا - اگر انساني زندگي کي سعادت کیلیے اُس عملي صداقت کي کچهہ بهي ضرورت هے جسے نیکي کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا هے ' تو ناگزیر هے کہ عام انساني سطح سے کوي بلند تر ذریعہ ارشاد و هدایت کا هو - مذهب اور الهام اسي ذریعہ هدایت کا نام هے -

(نپولین اعظم)

اٹهارهویں صدي میں نپولین بونا پارٹ کا ظهور بهي انساني اولوالعزمي کا ایک عظیم ظهور تها - شاید هي یورپ کے کسي انسان کي نسبت دنیا نے اسقدر کها اور سنا هو ' جسقدر اِس غیر معمولي انسان کي عجیب و غریب دماغي قوتوں کي نسبت کهہ سن چکي هے - تاهم انساني عظمت کي اخلاقي نامرادي کا یہ کیسا عبرت انگیز منظر هے کہ یهي نپولین جب میدان جنگ سے باهر اپنے گهر کي محفوظ زندگي میں دیکها جاتا هے ' تو اِس میں اتني قدرت بهي نظر نهیں آتي کہ نهایت ادنى درجے کي اخلاقي کمزوریوں سے اپنے آپکو باز رکهے !

حال میں جرمني کے ایک اهل قلم گیرٹرڈ اریٹز Gertrude Aretez نے ایک کتاب " نپولین اور اُسکي دوست عورتیں " لکهي هے ' اور اُس میں مستند تاریخي ذرائع سے وہ تمام شهادتیں جمع کردي هیں جو نپولین کي عاشقانہ بو الهوسیوں سے تعلق رکهتي هیں - اِس کتاب کا انگریزي ترجمہ بهي شائع هوگیا هے ' اور دو تین هفتہ سے انگلستان اور یورپ کے اکثر اخبارات و رسائل کا موضوع بحث هے - هم اُس کي بعض تاریخي داستانیں قارئین الهلال کي عبرت و بصیرت کیلیے درج کرتے هیں -

(سولہ برس کي عمر میں عشق)

محبت کے باب میں نپولین کي طرف یہ قول منسوب کیا جاتا هے کہ " محبت کاهل آدمي کا دل بهلاوا هے " ممکن هے ' نپولین نے یہ اُس وقت کها هو ' جب وہ پاک دامن تها - لیکن بعد میں — اگر مخالف مورخین کي روایت تسلیم کرلي جاے تو — اُس نے اِس قول کي بنا پر حسن و هوس کي زندگي سے اجتناب نهیں کیا ' وہ همشہ کسي نہ کسي حسینہ سے وابستہ رها -

آغاز شباب میں نپولین مارسیلز اور پیرس کي سڑکوں پر وہ بهٹے پرانے کپڑے پهنے پهرا کرتا تها - نہ تو اُس کي هیئت سے کسي کو دولتمندي کا شبہ هوسکتا تها ' نہ اُس میں ظاهري حسن و جمال هي کچهہ ایسا غیر معمولي تها کہ کسي کو اپني طرف متوجہ کرلے - تاهم یہ واقعہ هے کہ اُس زمانہ میں بهي بکثرت عورتیں اُس پر عاشق هوگئي تهیں - کیونکہ في الواقع اُس میں کوئي ایسي نامعلوم کشش موجود تهي ' جو دلوں کو لبها لیتي تهي - ممکن هے ' اُس کا شرمگیں انداز اور اُسکے پر غرور چهرہ کي عجیب اداسي اُس کے دیکهنے والوں کے دلوں میں محبت پیدا کر دیتي هو -

کها جاتا هے کہ نپولین سولہ برس کي عمر میں جب والنسا میں رهتا تها ' تو وهاں کي بهت سي حسین عورتیں اُس پر فریفتہ هو گئي تهیں - مگر خود اُسے بجز ایک کے کسي سے دلچسپي نهیں هوئي - اس دوشیزہ کا نام " کارولین کولومبیا " تها - وہ نهایت نازک اندام اور خوبصورت تهي - ایک مرتبہ خود نپولین نے اِس لڑکي کے

بابُ التفسير

حجة ابراهیمی

ايهٔ كريمه " الم تر الي الذي حاج ابراهيم " كي تفسير

* * *

قرآن حكيم كا اسلوب بيان اور طريق استدلال

* * *

تفسير كا قرآني اور غير قرآني طريقه

(از مولانا ابو الكلام)

(۲)

(۴) انبياء كرام (عليهم السلام) حكماء كے وضعي طريق استدلال كي جگه فطري طريق تلقين كيوں اختيار كرتے هيں ؟ ميں اسكى تشريح يهاں نهيں كرونگا ' كيونكه اول تو يه تحرير تشريح كي متحمل نهيں ' ثانياً ايهٔ زير بحث ميں بهي اسي حقيقت كي طرف اشاره كيا گيا هے اور اسكي تشريح آگے آئيگي - البته ترتيب بيان كيليے مختصر لفظوں ميں يوں سمجھيے كه :

اولاً ' انبياء كرام كي تعليم كا مقصود بحث و نظر نهيں هوتا ' ايمان و يقين هوتا هے - ايمان و يقين كيليے وضعي علوم كا طريق استدلال كسي حال ميں بهي سود مند نهيں - انبياء كرام كے تمام احكام كا دارومدار ما وراء محسوسات حقائق پر هے جسے قرآن حكيم نے عالم " غيب " سے تعبير كيا هے - عالم " غيب " كے معاملات خلاف عقل نهيں هيں مگر ما وراء عقل ضرور هيں ' اسليے انكا علم نظري استدلال كے ذريعه نهيں بلكه صرف وجداني شهادت كے ذريعه حاصل هوسكتا هے - وه وجداني شهادت جو فطرة انساني ميں وديعت كردي گئي هے اور جسكا اذعان قدرتي طور پر هر انسان كے اندر موجود هے - پس انبياء كرام كا طريق ارشاد يه هوتا هے كه وه انسان كے وجدان سے خطاب كرتے هيں ' نه كه مجرد ذهن و ادراك سے -

ثانياً ' ايک اصل عظيم اس باب ميں يه هے كه انبياء كرام كا طريق تعليم " مقدمات " كا طريقه نهيں هوتا - " براه راست " تلقين كا طريقه هوتا هے -

عام بول چال ميں اس كا مطلب يوں سمجھنا چاهيے كه كسي بات كے ثابت كرنے اور منوا دينے كے طريقے دو هيں : ايک طريقه يه هے كه پہلے مخاطب سے چند ايسے باتيں منوالي جائيں جوگو اصل مدعا نهيں هيں ' ليكن انكے تسليم كرلينے كے بعد مدعا كا تسليم كر لينا ضروري هوجايگا - يه طريقه " مقدمات " كا طريقه هے - دوسرا طريقه يه هے كه جو بات مخاطب كے دل ميں آتارني هو ' وه ايسي شكل و نوعيت ميں بيان كر دي جاے ' كه بغير كسي دوسري بات كے سهارے كے ' خود بخود دل نشيں هوجاے - اس بات كے سمجھنے ' مان لينے ' اور شک و انكار سے محفوظ هوجانے كيليے كسي دوسري بات كے سونچنے سمجھنے كي ضرورت هي نه هو - يه طريقه " براه راست " تلقين كا هے - كيونكه اس طريقه ميں اثبات مدعا كيليے جو كچھه كها جاتا هے ' مقدمات كا محتاج نهيں هوتا - پهلا طريقه علوم وضيعه اور نظار كا هے - دوسرا طريقه طريق فطري اور انبياء كرام كا هے -

انبياء كرام اگر اپني تعليم ميں مقدمات كا طريقه اختيار كرتے ' تو ظاهر هے كه ان كا خطاب عام نوع بشر سے نهيں هوسكتا تها - كيونكه بجز چند افراد كے جنهوں نے علوم وضيعه كے طريقه پر مقدمات كے بحث و نظر كي استعداد پيدا كرلي هو ' عامة الناس نه تو ان كي تعليم سمجھه سكتے ' نه ايمان كے ليے مكلف هوسكتے - انبياء كے ليے ضروري هوتا كه وه ايمان كي براه راست دعوت دينے كي جگه پہلے مدرسوں ميں وضعي علوم كي تعليم ديتے پهرتے ' پهر تعليم كے بعد مقدمات ترتيب ديكر اثبات مدعا كي شكليں بناتے ' پهر ان مقدمات ميں سے ايک ايک مقدمه پر لڑتے جهگڑتے - پهر جب مخاطب ان مقدمات كے جال ميں الجھه جاتا ' تو اسے بے بس كركے اقرار كرا ليتے - يه طريقه حكماء كي بحث و نظر كا هے - " دعوت " كا نهيں هے - اور انبياء كرام " داعي " هوتے هيں - " مناظر " اور " نظار " نهيں هوتے !

ثالثاً ' مقدمات كا طريقه جيسا كچھه بهي هو ' يقين نهيں پيدا كر سكتا ' عجز پيدا كر ديتا هے ' اور دونوں ميں فرق هے - انبياء اپنے مخاطبين ميں يقين پيدا كرنا چاهتے هيں - بحث ميں عاجز كركے چپ كرا دينا نهيں چاهتے - مقدمات كا طريقه پيچ در پيچ اور چند در چند نظري مسلمات پر مبني هوتا هے - اگر مخاطب اس پيچ و خم كا شاطر نهيں هے ' تو بهت جلد لاجواب هوكر چپ هوجائيگا - يه " چپ هو جانا " نه كه " مطمئن هوجانا " طريق مقدمات ميں مناظر كي فتح سمجھي جاتي هے - ليكن انبياء كرام زبان نهيں ' دل جيتنا چاهتے هيں ' اور زبان كے بے بس هو جانے سے دل ميں يقين نهيں پيدا هو جاتا - تم ايک تيز زبان آدمي سے گفتگو ميں بازي نهيں ليجا سكتے ' اس ليے هار مان ليتے هو ' مگر اس سے دل كا اعتقاد تو نهيں پيدا هو جائيگا ؟

رابعاً ' مقدمات كے طريقه كا تمام تر دار و مدار وضعي علوم كے نظري مسلمات پر هوتا هے ' اور يه مسلمات نه تو هر حال ميں حقيقي هيں ' نه هر زمانے كي علمي استعداد يكساں طور پر ان كا اعتراف كرسكتي هے - بهت ممكن هے كه كل تک جو بات مسلم طور پر ماني جاتي تهي ' آج اتني كمزور هوجائے كه لوگ اس كي

بيوي كے پاس ليجائے - ليكن جب ڈاكٹر ملكه كے پاس پهنچا ' تو اسے ايک كانے عهده دار سے تعشق كرتے پايا - ملكه نے نپولين كا پيغام سن كر كها " ميں نے اسكي محبت كبهي اپنے دل ميں محسوس نهيں كي - اگرچه ميں يه هميشه ياد ركهنے پر مجبور هوں كه وه ميرے لڑكے كا باپ هے "

مذكورهٔ بالا عورتوں كے علاوه اور بهي بهت سي عورتوں سے نپولين كو محبت هوئي يا انهوں نے اس سے محبت كي - انميں سب سے اهم اور قابل ذكر تين عورتيں هيں - ميڈيم پولين ' ميڈيم ڈي استايل ' اور مسنر ارڈل - هم انكے واقعات بالاختصار بيان كرينگے -

بالكل نا اميد هو جاتا - مگر اُس نے فوراً خط لكها " كاش تمهارے پر هوتے ' اور تم اُڑ كر ميرے پاس آ جاتيں ! "

ليكن جوزيفائن اپني رنگ رليوں ميں مصروف تهي - نپولين كي اُسے ذرا بهي پروا نه تهي - اب اُسے پايۂ تخت ميں بڑي عزت حاصل هوگئي تهي - اچهے اچهے لوگ اُس كي خوشامد ميں لگے تهے - چند هفته كے اندر نپولين نے اٹلي ميں عظيم الشان فتوحات حاصل كرليں اور اطمينان پاكر جوزيفائن كو بلا لينا چاها - ليكن وه برابر حيلے حوالے كرتي رهي - آخر نپولين نے سختي سے لكها كه فوراً چلي آؤ - اِس مرتبه اُس نے ايك نيا عذر پيش كيا - اُس نے لكها كه ميں سفر نهيں كر سكتي كيونكه حمل سے هوں - نپولين كو اس جهوٹي خبر سے بڑي هي خوشي هوئي - اُس نے فوراً خط لكها " جوزيفائن ! ميں نے سخت غلطي كي - كس طرح اپنے گناه كا كفاره كروں ؟ ميں نے نا حق شك كيا - حالانكه تم بيمار تهيں - سچ هے ' محبت انسان كو اندها كر ديتي هے ... كاش ايك هي دن كيليے ميں تمهارے پهلو ميں هوتا ! "

نيز اپنے بهائي كو لكها " جوزيفائن كي علالت نے ميرے هوش اڑا دیے هيں - كاش ميں اُسے لكهه سكتا - اُس كي محبت جنون كے درجه تك پهنچ گئي هے - ميں اُس كے بغير زنده نهيں ره سكتا - خدا نخواسته اگر وه مرگئي تو زندگي ميں ميرے ليے كوئي لطف باقي نهيں رهے گا ! "

ليكن چند هي دن بعد نپولين كو معلوم هوگيا كه جوزيفائن نے دهوكا ديا تها - وه بالكل اچهي هے ' اور پيرس ميں ضيافتيں دے رهي هے - اب اُسكے غصه كي كوئي حد نه تهي - اُسنے فوراً تلخ لهجه ميں خط لكها ' اور حكم ديا كه بلا كسي عذر كے روانه هوجائے - جوزيفائن بادل ناخواسته روانه هوگئي - ميلان ميں نپولين نے بڑي مسرت سے استقبال كيا - مگر چند هي دن بعد اُسے پهر ميدان جنگ ميں جانا پڑا - كيونكه فوج ايك خطره ميں پهنس گئي تهي - خطره دور كركے اُسنے پهر اُسے طلب كيا - خط ميں لكها تها " جدائي كے وقت تمهارے آنسوؤں نے ميرے دل كو سخت مايوس كر ديا تها - ميري عقل جاتي رهي تهي - اب يهاں ميرے پاس آجاؤ ' تاكه مرنے سے پہلے هم كهه سكيں كه هم نے بهي چند دن خوشي كے ديكهے هيں " مورخ ميسن كا بيان هے كه نپولين ' جوزيفائن كے سامنے اِس طرح كهڑا هوتا تها ' گويا كسي مقدس ديوي كے حضور ميں كهڑا هے !

(نپولين كا رقيب)

جوزيفائن اپنے شوهر كے حسب الحكم جنگي پڑاؤ ميں آگئي - يهاں چارلس نام فوج ميں ايك كم رتبه افسر تها - كم عمر اور خوبصورت تها - حتى كه كها جاتا هے ' نپولين كي فوج ميں اُس سے زياده حسين آدمي كوئي نه تها - جوزيفائن ديكهتے هي فريفته هوگئي - يا تو فوج ميں رهنے سے بيزار تهي ' يا اب فوج سے جدا هونا گوارا نهيں كرتي تهي - دونوں ميں شناسائي هوئي ' تعلقات بڑهے ' اور اِتنے بڑهے ' كه خود نپولين نے محسوس كر ليا - وه نهايت غصه هوا مگر ضبط سے كام ليا - البته اِتنا ضرور كيا كه اپنے رقيب كو فوج سے نكال كر پيرس بهيجديا اور حكم ديا كه آئنده احكام كا منتظر رهے - اپنے شوهر كي اِس كارروائي سے جوزيفائن كو سخت صدمه هوا - مگر مجبور تهي - كچهه كر نهيں سكتي تهي - وه اپني پهوپهي كو ايك خط ميں لكهتي هے " زندگي سے اُكتاگئي هوں - موت كي تمنائيں كر رهي هوں ! "

جنگ اِٹلي سے فارغ هوكر دونوں مياں بيوي بڑي شان و شوكت سے پيرس لوٹے - ليكن تهوڑے هي دنوں بعد نپولين كو پهر جوزيفائن سے علحده هونا پڑا - وه مصر كي مهم پر روانه هوگيا' اور بيوي سے وعده لے ليا كه جنگ ختم هوتے هي مصر چلي آئيگي - مگر ابهي وه مالٹا هي پهنچا تها كه اِس عيش پسند عورت نے خاوند كو يك قلم بهلا ديا' اور جلسے شروع كر دیے - نپولين اب فرانس ميں اِس قدر هر دلعزيز هوگيا تها كه اُسكي بيوي كي آزاديوں پر تمام پيرس ملامت كر رها تها - مگر خود اُسے كچهه پروا نه تهي - بهت جلد نپولين كو تمام روداد معلوم هوگئي - كها جاتا هے كه اِسي زمانه ميں اُسے سب سے پہلے جوزيفائن كو طلاق دينے كا خيال پيدا هوا تها -

جوزيفائن سمجهتي تهي كه نپولين شايد كبهي واپس نه آئيگا ' يا بهت مدت كے بعد آئيگا - اِسي ليے بالكل بيباك هوگئي تهي - مگر اچانك اُسے خبر ملي كه اُسكا شوهر مصر سے آگيا هے ' اور عنقريب پيرس پهنچنے والا هے - بهت خوفزده اور پريشان هوئي - ايك طرف اپني بے اعتداليوں كا خوف تها - دوسري طرف سخت مقروض بهي هوگئي تهي - حيران تهي شوهر كو كيا جواب دے گي ؟ مگر تهي چالاك - فوراً پيرس سے استقبال كيليے روانه هوگئي - نپولين كو بهي اُسكي روانگي كي خبر مل گئي تهي - اُسنے بالكل مختلف راسته اختيار كيا ' اور محل ميں آكر تمام دروازے بند كر ليے - جوزيفائن اپني تدبير ميں ناكام هوكر سرعت سے لوٹي ' اور سيدهي محل كي طرف روانه هوگئي - مورخ ميسن كا بيان هے " جوزيفائن محل كے دروازه پر كهڑي دستكيں ديتي رهي - مگر نپولين نے كوئي شنوائي نهيں كي - پهر اُسنے اپنے گهٹنوں پر جهك كر پهوٹ پهوٹ كے رونا شروع كيا ' مگر اِس پر بهي سپه سالار نے مطلقاً پروا نه كي - اِس حالت پر پورا دن گزر گيا ' مگر دروازه نهيں كهلنا تها نهيں كهلا - اب جوزيفائن بالكل تهك گئي - نا اُميد هوكر واپس جانے والي تهي كه اُسكي ايك سهيلي اُسكے دونوں بچوں ارجين اور هورٹانس كو لے آئي - اُنهوں نے ركوع كركے اپنے سوتيلے باپ كو پكارنا اور اپني ماں كيليے رو رو كر سفارشيں كرنا شروع كيا - معصوم بچوں كي آواز سنكر نپولين كا دل نرم پڑگيا اور دروازه كهول ديا - پهر جوزيفائن كو اُٹهايا ' آنسو پونچهے ' معاف كيا ' اور اُسكا بيس لاكهه فرنك قرضه بهي ادا كرديا "

(جوزيفائن كو طلاق)

اِسكے بعد جوزيفائن نپولين كے ساتهه رهي - جب وه تخت نشيں هوا ' تو اُسنے ملكۂ فرانس كا تاج پهنا اور شهنشاهي كي عزت و عظمت كے ساتهه زندگي بسر كرتي رهي - يهانتك كه نپولين كو اپنے بعد اپنے جانشين كي فكر هوئي - اِس خيال نے دوسرے سياسي مصالح كے ساتهه ملكر اُسے جوزيفائن كي طلاق پر مجبور كر ديا - چنانچه طلاق ديدي گئي ' اور نپولين نے شهنشاه آسٹريا كي لڑكي ميري سے شادي كرلي -

مشهور هے كه آسٹرين بيوي كو اپنے شوهر سے ذرا بهي محبت نه تهي - بلكه سخت نفرت كرتي تهي جيسا كه ابهي بيان هوگا - نپولين نے جزيرۂ سينٹ هيلانا ميں بستر مرگ پر اپنے ڈاكٹر كو وصيت كي تهي كه موت كے بعد اُسكا دل شيشه ميں ركهكر اُسكي

فانما یسرناه بلسانک لعلهم یتذکرون (۴۴ : ۵۸) هو الذي ینزل علی عبده آیات بینات لیخرجکم من الظلمات الی النور (۵۷ : ۹) قرانا عربیا غیر ذي عوج (۳۹ : ۲۸) فانما یسرناه بلسانک لتبشر به المتقین (۱۹ : ۹۷) وانه لتنزیل رب العالمین - نزل به روح الامین - علی قلبک لتکون من المنذرین - بلسان عربي مبین ! (۲۶ : ۱۹۱) انه لقول فصل و ما هو بالهزل (۸۶ : ۱۴) یعني قرآن صاف اور واضح عربي زبان میں نازل هوا هے - اسکي تعلیم بالکل کهلي هوئي اور اسکا طریق بیان تمام تر سهل اور دل میں اتر جانے والا هے - سچائي اس میں کهول دي گئي هے - حقیقت کے لیے اس میں کوئي نقاب نهیں - اس کا بیان یکقلم سیدها سادها هے - کسي طرح کي تیڑهه اور پیچیدگي اس میں راه نهیں پا سکتي - اسکے سمجهنے بوجهنے کیلیے صرف اس بات کي ضرورت هے که دل لگنے والا اور کان سننے والا هو - اسے صرف سن لینا هي اسے پا لینا هے ، اور اسے دیکهه لینے سے انکار نه کرنا ، اسکي شیفتگي اور عشق کا اقرار هے !

علاوه بریں قرآن نے جابجا اپنے نام گنائے هیں - وه کهتا هے میں " موعظة " هوں ، " ذي الذکر " هوں ، " تبیاناً لکل شي " هوں ، " تذکره " هوں ، " هدي و رحمه " هوں ؛ اور یه ظاهر هے که جو بات وعظ هو ، تذکیر هو ، نصیحت هو ، هدایت هو ، روح و دل کے روگوں کي شفا هو ، وه منطقي شکلوں کا الجهاؤ اور مقدمات در مقدمات طلسموں کا کارخانه نهیں هو سکتي !

(۷) ضرورت هے که مختصراً اس معامله کي توضیح کے لیے ایک دو مثالیں بهي دیدي جائیں :

متکلمین نے جو طریقه الاهیات میں اثبات مدعا کا اختیار کیا تها ، اس میں سب سے زیاده ان کا اعتماد حدوث عالم کے اثبات پر تها - یعنے عالم قدیم (مصطلحۂ فلسفه) نهیں هے - پیدا شده هے - حدوث عالم کے لیے سب سے زیاده قوي استدلال حرکت اور تغیر کا استدلال سمجها جاتا تها - بچپنے میں هم نے یه شکل رٹي تهي : " العالم متغیر ، و کل متغیر حادث - فالعالم حادث " (عالم متغیر هے ، اور هر چیز جو متغیر هے ، حادث هے - پس عالم حادث هے) چونکه متکلمین کے دماغ میں اثبات مدعا کي یهي شکلیں بسي هوئي تهیں ، اسلیے انهوں نے قرآن کے استدلالات کو بهی کهینچ تان کر یهي جامه پهنا دینا چاها - قرآن حکیم نے جس طرح آیت زیر تدبر میں حضرت ابراهیم (علی نبینا و علیه الصلوة و السلام) کي ایک " حجة " کا ذکر کیا هے ، اسي طرح سورۂ انعام میں ایک دوسري " حجة " کا بهي ذکر کیا هے : و تلک حجتنا اتیناها ابراهیم علی قومه ، نرفع درجات من نشاء ، ان ربک حکیم علیم (۶ : ۸۳) یه " حجة " کیا تهي ؟ یه " حجة " وه تهي جس میں حضرت ابراهیم کے مشاهدۂ " ملکوت السماوات و الارض " کے واردات کا ذکر هے : فلما جن علیه اللیل ، رای کوکبا ، قال هذا ربي ، فلما افل ، قال لا احب الافلین ! (۶ : ۷۶) یعني حضرت ابراهیم نے ستاره ، چاند ، اور سورج دیکها ، اور جب ان میں سے هر کوکب ڈوب گیا ، تو فرمایا " اني لا احب الافلین " چونکه اس معامله کو قرآن نے " حجة " کے لفظ سے تعبیر کیا تها ، اور جیسا که آگے چل کر معلوم هوگا ، متکلمین نے " حجة " مستعملۂ قرآن کو وهي حجة قرار دے لیا تها جو ان کي مصطلحۂ منطق " حجة " تهي ، اسلیے انهوں نے اسي آیت کي تفسیر کرتے هوے اپنے منطقي استدلال کي شکل یهاں بهي چپکا دي - مطلب یه قرار دیا که حضرت ابراهیم نے حدوث عالم پر حرکت و تغیر سے استدلال کیا هے - یعني ان کي حجة بهي یهي تهي که " العالم متغیر و کل متغیر حادث " انهوں نے کواکب کے صانع عالم نه هونے پر اس بات سے استدلال کیا هے که ان میں حرکت هے - حرکت تغیر کو کهتے هیں ، اور جس میں تغیر هو وه محدث هے ، اور جو محدث هے ، وه قدیم نهیں ، اور جو قدیم نهیں ، وه صانع عالم نهیں هو سکتا ! اس تفسیر پر همارے متکلمین کو اس درجه وثوق بلکه فخر هے که حضرت امام رازي تغیر سے استدلال حدوث کو " طریق ابراهیمي " قرار دیتے هیں ، اور فرماتے هیں " پهلا حکیم رباني جس نے اس حکمت سے مخلوق کو آشنا کیا ، وه حضرت ابراهیم خلیل هیں " !

ابهی اِس سے قطع نظر کیجئے که اِس استدلال کي کمزوریوں کا کیا حال هے ، اور اسکا صغری اور کبری هي کونسا قطعي اور مسلم هے که نتیجه قطعي الثبوت هو - اِس پر بهي بحث نه کیجئے که اِس طرح کا استدلال انبیاء کرام کي طرف منسوب کرنا طریق دعوت نبوت سے کس درجه نا آشنائي اور حقیقت فراموشي هے - صرف اِس بات پر غور کیجئے که لغت و عربیت کے لحاظ سے اِس تفسیر کا کیا حال هے ؟ آیت کریمه میں کوکب ، چاند ، اور سورج کا ذکر هے ، اور تینوں کیلیے " افل " کا لفظ آیا هے - متکلمین کي یه تفسیر " افول " کے معني حرکت و تغیر قرار دیتي هے ، اور جب تک یه معني قرار نه دیے جائیں ، ان کے گڑهے هوے استدلال کي دیوار کهڑي نهیں هو سکتي ، لیکن جزم و قطع کے ساتهه کها جاسکتا هے که عربي لغت میں کسي ایسے " افول " کا وجود هي نهیں جو حرکت و تغیر کے معني میں بولا جاتا هو - جو " افول " عربي زبان میں مستعمل هے ، اسکے معني تو کسي چیز کے چهپ جانے اور غائب هو جانے کے هیں - قد أفلت الشمس تأفل و تأفل افولا - اي غابت و احتجبت - اس کے سوا کوئي معني اس لفظ کے مفهوم میں داخل نهیں - آیت کا صاف مطلب یه هے که جب چاند ڈوب گیا ، سورج غروب هوگیا ، تو حضرت ابراهیم نے کها " اني لا احب الافلین " میں چهپ جانے والوں کو دوست نهیں رکهتا - یهاں حرکت و تغیر کي مصیبت کهاں سے آگئي ؟

پهر قیامت پر قیامت یه هے که " حرکت " سے بهي انکا مقصود حرکت لغوي نهیں هے - بلکه حرکت مصطلحۂ فلسفه هے - یعنے وه حرکت جو ایک حالت سے دوسري حالت میں انتقال کو کهتے هیں ، خواه مکان میں هو یا زمان میں ، اور کم میں هو یا کیفیت میں - مثلاً درخت کا نموّ بهي حرکت هے ، اور یه حرکت في الکم هے ، اور کسي رنگ کا تغیر بهي حرکت هے ، اور یه حرکت في الکیف هے - ظاهر هے که اگر " افول " کے مفهوم میں کسي نه طرح کهینچ تان کر حرکت کي دلالة پیدا بهی کرلي جائے ، تو لغت اور قرآن پر یه ، کیسا صریح اتهام هوگا که حرکت کا یه فلسفیانه مفهوم ان کے سر تهوپا جائے ؟

علاوه بریں متکلمین اپنے ذوق تفلسف میں یه حقیقت بهي بهول گئے که حضرت ابراهیم علیه السلام کا خطاب جن لوگوں سے تها ، وه کواکب کو صانع کائنات نهیں سمجهتے تهے که انکے لیے اِس مزعومه استدلال کي ضرورت هوتي - ان لوگوں کا اعتقاد اجرام سماویه خصوصاً ، چاند سورج کي نسبت وهي تها ، جو دنیا کي تمام مشرک عقول کا اپنے اپنے دیوتاؤں کي نسبت رهچکا هے اور اب تک هے - یعنے یه ایسي روحاني اور ملکوتي هستیاں هیں جنهیں دنیا کي تدبیر و

هنسي اڑائیں - ایمان کي بنیاد ایسي متغیر اور متلون بنیاد پر نہیں هوسکتي - وہ تو هر فرد ' هر جماعت ' هر طبقه ' اور هر زمانه کے لیے ایک یکساں حقیقت هے - یه محل تفصیل کا نہیں ' ورنه مثالوں سے یه بات بالکل واضح هوجاتي - همارے حکماء اور متکلمین نے حدرث عالم اور اثبات صانع کے کتنے هي استدلال ترتیب دیے تھ ' جن کی بنیاد اُس وقت کے مذاهب فلسفه کے نظري مسلمات پر رکھي گئي تھي ' لیکن آج هم کسي پڑھے لکھ آدمي کے سامنے اُنہیں دهرانے کي جرأت نہیں کرسکتے !

(٥) صرف یہي نہیں که قرآن کا یه طریقه نہیں هے ' بلکه اُس نے واضح طور پر اس طریقه کي مذمت کي هے ' اور اسے بھي اُنھي طریقوں میں سے قرار دیا هے جو اُس کے نزدیک " جدل " کے طریقے هیں ' اور جو طریق " دعوت " و " هدایت " کے ساتھه جمع نہیں هو سکتے - یه طریقه جھگڑنے اور لفظوں اور باتوں کے پیچ میں مخاطب کو کس دینے کے لیے ضرور مفید هے - مگر اذعان و یقین کیلیے که طریق دعوت و هدایت کا مقصد وحید هے ' کچھه مفید نہیں - بلاشبه اس طریق کا عامل ایک علمي قسم کا جھگڑالو آدمي بن جاتا هے ' لیکن مرشد اور هادي نہیں بن سکتا - اس کي طبیعت کبھي اِس طرف نہیں جاتي که سچائي اور حق معلوم کرے - وہ اس کا عادي هوجاتا هے که اپنے بنائے هوے قاعدوں ' گڑھے هوے مقدموں ' اور منوائي هوي اصطلاحوں سے کسي نه کسي طرح مخاطب کو لاجواب کردے - رفته رفته خود اُسکا قلب بھي حقیقت سے نا آشنا اور اُسي قسم کي باتوں پر قانع هو جاتا هے جسے انگریزي میں " تکنیکل " قسم کي باتیں کہتے هیں (لفظ صناعی اسکا پورا مفہوم ادا کرنے کیلیے کافي نہیں ' الا یه که اختیار کرلیا جاے) اگر وہ ایک مخاطب کو جو حق کي جستجو اور یقین کي راہ میں اُس سے نزاع کر رها هے ' صرف ایک لفظ کي غلطي ' یا کسي اصطلاحي قاعدہ کي نا آشنائي ' یا ترتیب مقدمات کے پیچ و خم کے اُلجھاؤ سے شرمندہ کردے سکے اور لا جواب بنا دے ' تو وہ اسے اپني بڑي سے بڑي فتح مندي سمجھ گا هے ' اور اِسے " مناظرہ میں هرا دینے " سے تعبیر کریگا - لیکن ایک لمحه کیلیے بھي یه نہیں سونچے گا که اِس نام نہاد فتح و شکست سے حقیقت اور سچائي کا فیصله کیونکر هوگیا ؟ یه زیادہ سے زیادہ مناظرہ کي جیت هے - لیکن حقیقت کا فیصله تو نہیں هے ؟ اگر وہ اِس مناظرانه کج اندیشي کی مدهوشي سے افاقه پائے ' اور خود اپنے دل کي گہرائیوں کا حساب لے ' تو اُسے معلوم هو جائے که جس بات کے منوانے کیلیے وہ ایک عالم کو چپ کراتا پھرتا هے ' خود اُسي کے دل کو اُسپر قرار نہیں هے - قرآن و سنت پر تدبر کرنے سے معلوم هوتا هے که یه ' اور اِس طرح کے تمام طریقے ' نه صرف حصول مقصد کیلیے سود مند نہیں هیں ' بلکه هدایت و یقین کي راهوں سے دور کر دینے والے هیں - قرآن اِن تمام طریقوں کو " خصومت " اور " جدل " یعني لڑنے جھگڑنے کي راہ قرار دیتا هے - اُس نے جا بجا اِس نوعیت کے اعتراضات اور تشکیکات نقل کي هیں - پھر بتلایا هے که یه حق و هدایت کي راہ نہیں هے ' خصومت اور جھگڑنے کي روش هے - سورۂ یاسین میں منکرین کا یه استفہام تشکیکي نقل کرنے کے بعد که " و یقولون متی هذ الوعد ان کنتم صادقین ؟ " فرمایا " ما ینظرون الا صیحة واحدة ' تاخذهم و هم یخصمون ! " " خصومت " کا لفظ یہاں اِسي حقیقت کي طرف اِشارہ هے - سورۂ زخرف میں منکرین کا یه انداز سخن نقل کیا هے که " ولما ضرب اِبن مریم مثلاً ' اذا قومک منه یصدون - و قالوا : الهتنا خیر أم هو ؟ " اِسکے بعد کہا " ما ضربوا لك الا جدلا ' بل هم قوم خصمون ! " یعني منکروں کي یه فکري حالت که وہ بات کي حقیقت پر غور کرنے کي جگه فرضي اور تخمیني صورتیں پیدا کرکے کج بحثي کرني چاهتے هیں ' راستي و حق پرستي کا طریقه نہیں هے - " جدل " کا ڈھنگ هے -

چنانچه یہي وجه هے که قرآن حکیم نے دعوت الي الحق کا طریقه واضح کرتے هوے کہا : ادع الی سبیل ربک بالحکمة و الموعظة الحسنه ' وجادلهم بالتی هی احسن (١٦ : ١٢٦) اِس آیت میں بالترتیب تین طریقوں کا ذکر کیا هے : حکمت - موعظۂ حسنه - اور جدل - لیکن جدل کو " بالتی هي احسن " کے ساتھه مقید کر دیا هے - یعني ایسا جدل جو اچھے طریقه پر کیا جاے - اِس سے معلوم هوا که قرآن کے نزدیک " جدل " حکمت و موعظت کي طرح محمود و مطلوب نہیں هے ' اِلا یه که " بالتی هی احسن " هو -

جس آیت کي نسبت آپنے استفسار کیا هے ' دراصل وہ اسي حقیقت کا ایک بہترین نمونه پیش کرتي هے - وہ واضح کرتي هے که انبیاء کا طریق دعوت و هدایت کا هے - جدل کا نہیں هے - اور تشریح اسکي آگے آئیگي -

(٦) لیکن افسوس هے که متکلمین کا منطقي ذوق طریق قرآني کي اهمیت و حقیقت معلوم نه کرسکا - اُنهوں نے قرآن کو بھي وهي منطقي جامه پہنا دینا چاها ' جو خود انهوں نے علم و نظر کے هر گوشے میں پہن لیا تھا - چونکه یه طریقه قرآن کیلیے ایک مصنوعي طریقه تھا ' اسلیے قدم قدم پر طرح طرح کي مشکلات پیش آئیں - لغت ساتھه نہیں دیتي تھي ' عربي اُسلوب بیان قطعاً مخالف تھا - سباق و سیاق کا مقتضا کچھه اور هي کہتا تھا - سب سے بڑھکر یه که قرآن کا عام نظم بیان اس طریق کے ساتھه چل نہیں سکتا تھا - تاهم وہ اپني موشگافیوں اور کوہ کندنیوں میں برابر بڑھتے هي گئے ' اور کسي نه کسي طرح کھینچ تان کر ایک نیا کارخانۂ استدلال گڑھکر کھڑا کر دیا - اب دنیا کہتي هے که قرآن کي مشکلات حل نہیں هوتیں - لیکن کوئي نہیں جو اس حقیقت پر سے پردہ اُٹھائے که مشکلیں قرآن کي مشکلیں نہیں هیں - مفسرین کي پیدا کي هوئي مشکلیں هیں - اگر ایک بات کو اُس کی زبان ' اُس کے اُسلوب ' اور اُس کے قدرتي معانی سے هٹا کر ایک دوسري طرح کي شکل دیدي جائیگي ' تو یقیناً وہ صاف نہیں رهیگي ' مشکلات کا ایک معما هي بن جائیگي !

یاد رکھنا چاهیے که قرآن کے ساتھه هم دو هي طرح کا سلوک کرسکتے هیں - یا تو اس کي سچائي تسلیم کریں - یا انکار کردیں - اگر هم اس کی سچائي تسلیم کرتے هیں تو ضروري هے که وہ تمام اوصاف بھي تسلیم کرلیں جو اُس نے اپني نسبت بار بار بیان کیے هیں - اِن اوصاف میں سب سے پہلا اور بنیادي وصف یه هے که وہ هر اعتبار سے سہل هے - کسي اعتبار سے بھي مشکل نہیں - پس قرآن سب کچھه هو سکتا هے مگر مشکل اور پیچیدہ نہیں هوسکتا - کوئی تفسیر ' کوئی تاویل ' کوئي ایسي بات جس سے اُس کي کوئي ایک سورت ' کوئي ایک رکوع ' کوئي ایک آیت ' بلکه اُس کا کوئي ایک لفظ بھي مشکل اور مقدمات طلب بن جائے ' قرآن کے لیے سچي تفسیر اور سچي بات نہیں هو سکتي - یقیناً وہ سچي نہیں هوسکتي - اس لیے که قرآن جسے سچ هونا چاهیے ' بار بار کہتا هے : ولقد یسرنا القرآن للذکر فهل من مدکر (۵۴ : ۱۷)

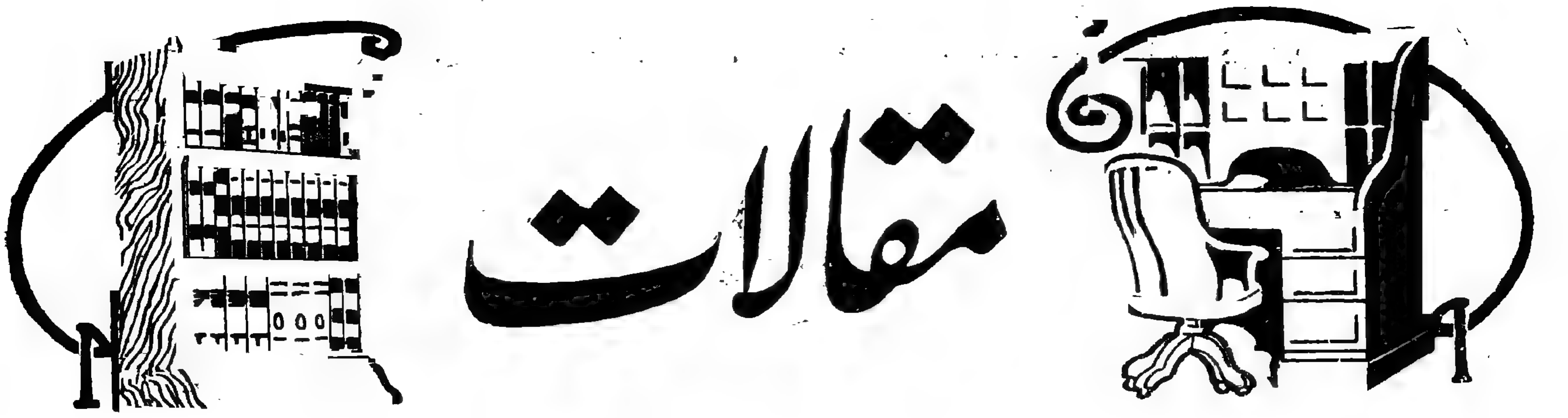

"كميونيزم" اور اُسكے مقاصد

(كارل ماركس كے مباحث)

(۳)

" ليكن تم كميونسٹ ' سرمايه دار عورتوں كي عموميت بهي رواج دوگے "

ايک هي طرح كے سر ميں تمام سرمايه دار يه راگ آلاپ رهے هيں !

چونكه سرمايه دار اپني بيوي كو بهي پيداوار كا ايک آله تصور كرتا هے ' اس ليے جب كبهي سنتا هے كه آلات پيداوار عام ملكيت هوجانے والے هيں ' تو قدرتي طور پر خيال كرتا هے كه عورتوں پر بهي اس كا اثر پڑے گا !

اُسے كبهي يه خيال نهيں گزرتا كه كميونسٹوں كا مقصود تو صرف اس قدر هے كه عورت پيداوار كا محض ايک آله نه سمجهي جائے - وه عورتوں كي موجوده حيثيت بدل ديني چاهتے هيں -

همارے سرمايه داروں كے اس عيارانه خوف سے زياده كوئي چيز مضحكه انگيز نهيں جس كي وه اس باطل دعوى ميں نمائش كر رهے هيں - كميونسٹوں كو عورتوں كے عام بنانے كي كيا ضرورت هے جب كه ان كي يه صورت حال تقريباً هميشه موجود رهي هے اور آج بهي موجود هے !

همارے سرمايه دار بزرگ كيا كر رهے هيں ؟ اپنے مزدوروں كي عورتوں اور لڑكيوں كو اپنے قبضهٔ و تصرف ميں ركهنے سے سير نه هوكر نيز باضابطه عصمت فروشي پر بهي قانع نه هوكر ' وه اب آپس ميں ايک دوسرے كي بيويوں سے علانيه تعلقات پيدا كر رهے هيں ' اور يه تعلقات سرمايه دار سوسائٹي كي بهترين معاشرتي دلچسپي هيں !

خود سرمايه دارانه شادي بهي در حقيقت عورتوں كي عموميت هي هے - كميونسٹوں كو زياده سے زياده الزام يه ديا جاسكتا هے كه وه عورتوں كي موجوده رياكارانه اور خفيه عموميت ختم كر ديني چاهتے هيں - ظاهر هے كه پيداوار كے موجوده نظام كي منسوخي كے ساتهه اُس كا نتيجه يعني عورتوں كي عموميت بهي معدوم هو جائيگي ' اور اُس وقت عام عصمت فروشي كا بازار بهي گرم نهيں هو سكيگا -

كميونسٹوں پر يه الزام بهي لگايا جاتا هے كه وه وطني و قومي روح فنا كرديني چاهتے هيں -

مزدوروں كي نه تو كوئي قوم هے نه وطن - پس جو چيز اُنهيں ملي هي نهيں ' چهيني بهي نهيں جاسكتي !

مزدوروں كو پهلے سياسي طاقت حاصل كرني چاهيے ' پهر اپنے تئيں بطور ايک قوم كے قائم كردينا چاهيے - يه كام بذات خود ايک قومي كام هے ' اگرچه سرمايه دار اُسے كچهه نه سمجهيں -

جوں جوں سرمايه دار ترقي كرتے جاتے هيں ' آزاد تجارت پهيلتي جاتي هے ' عالمگير بازار كهلتے جاتے هيں ' صنعتي پيداوار ميں اضافه هوتا جاتا هے ' قومي اختلافات بهي كم هوتے جاتے هيں ' اور حالات زندگي ميں همرنگي و يكسانيت بڑهتي جاتي هے -

مزدوروں كي فتحمندي ان اختلافات كو اور زياده كم كرديگي ' كيونكه ان كي تجارت كے ليے تمام دنيا اور كم سے كم مهذب ممالک كا متحده عمل اولين شرط هے -

افراد كے باهمي خود غرضانه استعمال ميں جس قدر كمي هوتي جائيگي ' اسي قدر قوموں كا باهمي خود غرضانه استعمال بهي كم هوتا جائيگا -

جوں جوں فرقه بندياں معدوم هوتي جائينگي ' قوموں كي باهمي دشمني بهي مٹتي جائيگي -

رهے باقي الزام جو كميونزم پر مذهبي ' فلسفي ' اور نظري نقطهٔ نظر سے لگائے گئے هيں ' تو وه اس قدر پوچ هيں كه كسي سنجيده بحث كے محتاج نهيں -

كيا اِس حقيقت كے سمجهنے كے ليے كسي گهري بصيرت كي ضرورت هے كه مادي حالات زندگي اور اجتماعي نظام كي تبديلي كے ساتهه انسان كے خيالات ' نظريے ' تصورات ' حتى كه ضمير و وجدان تک بدل جاتا هے ؟

خيالات كي تاريخ بجز اس كے اور كيا ثابت كرتي هے كه دماغي پيداوار ' مادي پيداوار كے ساتهه هميشه بدل جاتي هے ؟ هر عهد كے حكمراں خيالات هميشه وهي رهے هيں ' جو اس كے حكمراں طبقه كے تهے -

جب لوگ اُن خيالات پر بحث كرتے هيں جو سوسائٹي ميں انقلاب پيدا كرديا كرتے هيں ' تو يه حقيقت صاف ظاهر هو جاتي هے كه پراني سوسائٹي كے اندر هي نئي سوسائٹي كے عناصر كي تكوين پوشيده تهي ' اور يه كه قديم خيالات كے انحلال كے ساتهه هي قديم اجتماعي رشتے بهي پراگنده هوجاتے هيں -

جب قديم دنيا اپنے زوال كي آخري گهڑيوں سے گزر رهي تهي ' تو قديم مذاهب بهي ايڑياں رگڑ رهے تهے - يهاں تک كه مسيحيت نے ظاهر هوكر انهيں نگل ليا - اسي طرح جب اٹهارهويں صدي ميں مسيحي خيالات كي جگه عقليت نے لے لي ' تو جاگيردار سوسائٹي نے اُس وقت كے انقلابي سرمايه داروں سے فيصله كن لڑائي لڑي - پهر مذهبي آزادي اور وجداني آزادي كے خيالات نے علم كي علمداري ' اور آزاد مقابله كا اصول ظاهر كر ديا -

تصرف ميں دخل هے ' اور اسليے اِنکي پرستش ضروري هے - پس جب وہ کواکب کو صانع کائنات سمجھتے هي نہ تھے ' تو اُنکے محدث و مخلوق هونے کے دلائل پر حضرت ابراهيم کيوں زور ديتے ' اور کيوں قرآن اسے " تلک حجة اٰيتنا ها ابراهيم علی قومه " سے تعبير کرتا ؟ اُنکے علم ميں تو کوئي ايسي بات آلي تھي ' جس سے کواکب کے تدبير و تصرف عالم ميں دخيل هونے کا بطلان ثابت هوتا ' کيونکه اُنکے هم وطنوں کي اصلي گمراهي يهي تھي -

يه محل مزيد تشريح و اطناب کا متحمل نہيں ' ورنہ يهي ايک تفسير اِس حقيقت کي توضيح کيليے کافي تھي کہ متکلمين کے طريقه نے قرآن حکيم کے معارف و حقائق پر کيسے تو بر تو پردے ڈالدیے هيں' اور اُنکي ذهنيت معارف قرآنيه کي روح سے کس درجه مختلف بلکه متضاد هے - في الحقيقت قرآن حکيم کا يه مقام من جمله اهم ترين دلائل قرآنيه کے هے ' ليکن متکلمين نے ايک دور از کار اور تقريباً بے معني منطقي استدلال کا جامه پہنا کر اُس کي ساري دلاويزي اور خوبي غارت کردي هے' جو کسي طرح بهي اُس پر راست نہيں آتا - لطف يه هے کہ يه استدلال حضرت ابراهيم کي طرف اِس جوش و سرگرمي کے ساتھه منسوب کيا جاتا هے ' گويا انکے ليے ابراهيم خليل کي جگه اِمام الحرمين يا اِمام رازي بن جانا کوئي بڑي هي فضيلت کي بات هے !

ميں نے يہاں ارسطو کي جگه اِمام الحرمين اور اِمام رازي اسليے کہا کہ جو بات حضرت ابراهيم کي طرف منسوب کي گئي هے ' وہ اِتنا وزن بهي نہيں رکھتي ' جسقدر عامهٔ حکماء کي عقليات کا تسليم کرنا پڑتا هے - شيخ الاسلام اِبن تيميه نے سچ کہا هے کہ " متکلمين نے طريق قرآني اسليے ترک کيا ' تاکه فلاسفهٔ و عقليين کے ساتھه چل سکيں ' مگر افسوس کہ يه بهي نه کرسکے - اِنکي خام خاليوں سے تو پھر حکماء کي باتيں غنيمت هيں "

يا مثلاً ' قرآن حکيم نے الله تعالی کے صفات کا ذکر کرتے هوے " احد " اور " واحد " کا لفظ استعمال کيا هے - " احد " اور " واحد " کے معني اُس زبان ميں جسميں قرآن نازل هوا هے ' اسکے سوا کچھه نہيں هيں کہ يه صفت' تعدد کي نفي کرتي هے - يعني وہ ايک هے' اکيلا هے ' اسکا کوئي شريک نہيں - کوئي عرب يا عربي داں انسان " احد " کا لفظ سنکر اس سے زائد کسي مفهوم کا تخيل هي نہيں کر سکتا ' ليکن متکلمين نے اسکے ليے فلسفيانه معاني اور التزامات پيدا کر ليے ' اور بلا تکلف اُنهي معاني ميں استعمال کرنے لگے - مثلاً وہ کہتے هيں ' خدا نے اپنا وصف احد قرار ديا هے - احد وہ هے جو منقسم نه هو سکے ' پس معلوم هوا کہ وہ جسم نہيں هے ' کيونکه اجسام قابل انقسام هيں - هميں بهي اِسکا شوق نہيں کہ خدا کي جسميت ثابت کي جاے ' ليکن يه قطعي هے کہ قرآن نے عربي کا لفظ " احد " اس مصطلحهٔ متکلمين مفهوم ميں استعمال نہيں کيا هے' اور نه اس انقسام و عدم انقسام کي دقيقه سنجيوں سے اسے کوئي تعلق هے -

يا مثلاً ' عربي کا ايک لفظ " مثل " هے - " مثول " کے اصلي معني کسي چيز کے نصب هونے کے تھے - مصور صورت بنا ديتا هے ' اس ليے اُسے ممثل کہنے لگے - مثل الشي - اي انتصب و تصور - سورۂ مريم ميں هے " فتمثل لها بشراً سويا " يعني آدمي کي شکل ميں نماياں هوا - پھر اسي نسبت سے اِسکا استعمال مشابهت کے معنوں ميں بهي هونے لگا - فلاں چيز فلاں چيز کے مثل هے - يعني اُس جيسي هے - تاج محل کے مثل کوئي عمارت نہيں - يعني اُس جيسي کوئي عمارت نہيں - قرآن نے بهي جا بجا مثل کا لفظ انهي معنوں ميں استعمال کيا هے -

ليکن جب فلسفيانه مصطلحات رائج هو گئيں ' تو " تمثيل " کا استعمال ايک خاص تعريف و حدود کے ساتھه هونے لگا - مثلاً مماثلت کے مفهوم ميں منطقي اطلاق پيدا کرکے اُسے مماثلة فی الجوهر' مماثلة فی الکيفية ' مماثلة فی الکمية ' مماثلة فی القدر و المساحة ؛ وغيرہ ميں لے گئے ' اور اسکے بعد " مثل " مستعملهٔ قرآن سے بهي وهي استدلال کرنے لگے - مثلاً " ليس کمثله شي " ميں " مثل " کو وهي " مثل " مصطلحه قرار ديتے هيں ' اور اسپر اپني تمام فلسفه آرائيوں کي عمارت اُستوار کرتے هيں - وہ کہتے هيں - تمام اجسام متماثل هيں ' اور جسم وہ هے جو جواهر فرد سے مرکب هو' يا جسکي طرف اِشارہ کيا جاسکے ' اور جسکي مقدار هو' پس جب خدا نے فرمايا " ليس کمثله شی " تو اِس سے اُن تمام جسمي (مصطلحه فلسفه) مماثلتوں کي نفي هوگئي جو جواهر ميں يا اعراض ميں هو سکتي هيں - فلو کان جسماً لکان له مثل ' و اذا لم يکن جسماً ' لزم نفي ملزومات الجسم - يقيناً خدا کے مثل کوئي شے نہيں' ليکن سوال يه هے کہ " ليس کمثله شي " ميں قرآن نے عربي کا جو لفظ استعمال کيا هے ' اور اسکا جو مطلب دو سو برس تک تمام عرب مخاطبين سمجھتے رهے' وہ کيا تھا ؟ کيا وہ يهي مثليت مصطلحهٔ فلسفه تھي ؟ حاشا و کلا - عربي ميں مثل کا لفظ ٹھيک اُنهي سيدھے سادھے معنوں ميں بولا جاتا هے ' جن معنوں ميں هم آجکل اُردو ميں بولا کرتے هيں - مثلاً ايک شخص کہتا هے " تاج محل آگرہ کے مثل کوئي عمارت موجود نہيں " تو اِس سے اُسکا يه مطلب نہيں هوتا کہ وہ مماثلة في الجوهر يا مماثلة فی الکمية ' يا مماثلة فی الکيفية ' يا مماثلة فی القدر و المساحة ' يا مماثلة فی اي معني اصطلاحي فلسفي کي نفي کر رها هے - بلکه يه مطلب هوتا هے کہ ايسي خوشنمائي رکھنے والي کوئي دوسري عمارت موجود نہيں - قرآن نے بهي ٹھيک ٹھيک اِسي سادہ اور لغوي معني ميں " مثل " کا لفظ استعمال کيا هے - يه فلسفيانه دقيقه سنجياں يہاں کہاں سے آ گئيں ؟

يا مثلا ' عربي کا ايک لفظ " خلد " اور " خلود " هے جسکے معني لغت اور زبان ميں طول عهد کے هيں ' اور اِسي نسبت سے وہ هميشگي کے معنوں ميں بهي بولا جاتا هے - ليکن يه هميشگي ايسي هي هوتي هے جيسے بول چال ميں هم کہتے هيں " يه آدمي هميشه کلکته هي ميں رهيگا " اس سے يه مقصود نہيں هوتا کہ وہ ابد تک رهيگا اور مستقبل ميں کوئي وقت ايسا نہيں آيگا جب وہ کلکته ميں موجود نہو' بلکه يه مطلب هوتا هے کہ وہ يہيں ٹھہرا هوا هے اور عرصه تک يہيں ٹھہريگا - قرآن نے بهي جا بجا اسي معني ميں يه لفظ استعمال کيا هے ' ليکن بعد کو جب فلسفيانه بحثيں پيدا هوگئيں ' تو " خلود " کے معني ايسي هميشگي کے هوگئے جسکي کوئي نهايت نه هو -

يا مثلاً ' عربي ميں لفظ " قديم " کے وهي معني هيں ' جو اردو ميں " پرانے " کے هيں " يه مکان بهت قديم هے " يعني بهت مدت سے هے - ليکن متکلمين نے فلسفيانه مباحث ميں " قدم " و " حدوث " کي خاص مصطلحات اختيار کيں' اور اسليے " قديم " کي بهي ايک خاص منطقي تعريف بن گئي - اب کتاب و سنة کا مستعمله " قديم " بهي اسي معني ميں ليا جانے لگا !

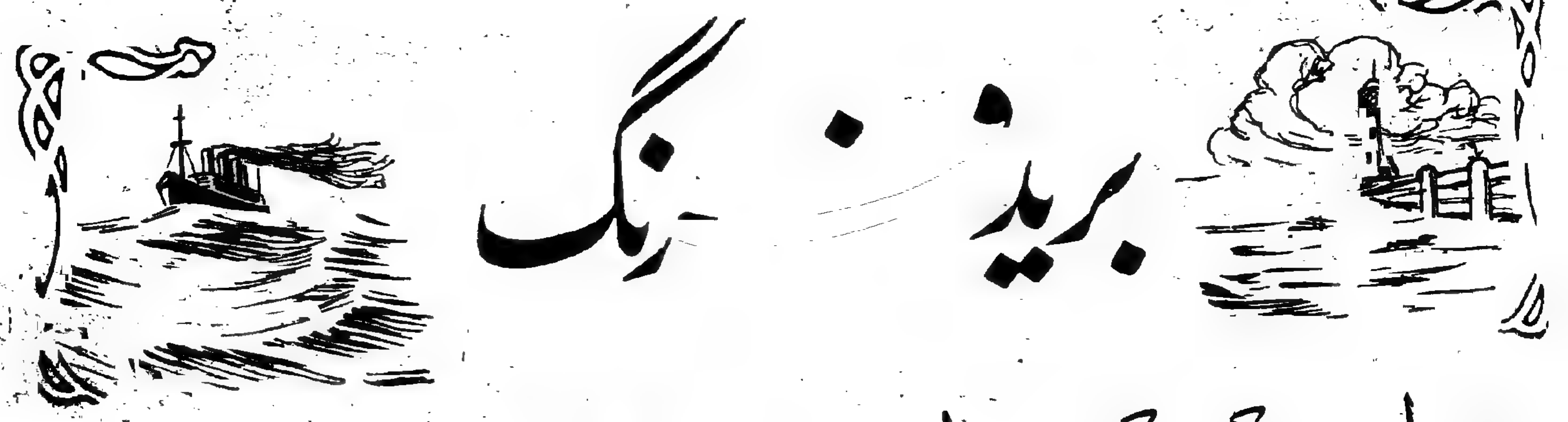

بریدِ فرنگ

مصر اور ترکی کی نسوانی تحریکات

پیرس کے مصور رساله نے ایک سلسلۂ مقالات بلاد اسلامیه کي جدید نسواني تحریکات پر شائع کرنا شروع کیا هے - مقاله نگار حال یں قسطنطنیه اور قاهره کے سفر سے واپس آیا هے - وه لکهتا هے :

" سنه ۱۹۲۷ کي جو فکري لهر قاهره اور قسطنطنیه کي عورتوں ے دماغوں میں دوڑ رهي هے ' اُسے میں لفظوں میں منتقل کر دینا چاهتا هوں "

مقاله نگار کے تاثرات کا خلاصه حسب ذیل هے :

(۱) - ترک اور مصري عورتوں میں نئے خیالات کي نشؤ و نما گرچه گذشته صدي کے اواخر سے شروع هوگئي تهي ' مگر وه ایک خاص حد سے آگے نه بڑهسکي - سنه ۱۹۰۰ تک قسطنطیه اور قاهره میں نئي قسم کي خواتین کا مطلب صرف یه سمجها جاتا تها که ا فرانسیسي زبان سے واقف هیں ' مغربي روش کا لباس شرقي اصلاحات کے ساتهه پسند کرتي هیں ' اور اُن میں اهل قلم وزتوں کي بهي ایک محدود تعداد پیدا هوگئي هے -

(۲) لیکن موجوده صدي کے اوائل سے صورت حال میں ي نئي تبدیلیاں رو نما هوئیں - اِن تبدیلیوں میں سب سے زیاده م تبدیلیاں دو تهیں - ترک اور مصري خواتین کا یورپ میں آزادانه سفر و قیام - اور ترک نقاب - چنانچه سنه ۱۹۰۵ سے لیکر سنه ۱۹۰۸ تک ترکي اور مصر کي پچاس سے زیاده خواتین یورپ کے بڑے بڑے شهروں میں دیکهي گئیں - ان میں بڑي تعداد اُن کم عمر خواتین کي تهي جو تعلیم کي غرض سے یورپ آئي تهیں - ان متعلمات میں مصر کے خاندان خدیوي کي بهي بعض خواتین تهیں-

جدید مصري خاتون

بیگم زغلول اپنے معمولی لباس میں

مصري خواتین کا نقاب جو اب رخصت هو رها هے !

(۳) سنه ۱۹۰۸ع میں جب ترکي میں انقلاب دستوري هوا ' تو حالات نے یکایک ایک دوسري هي صورت اختیار کرلي ' اور ترکي کے خواتین کي معاشرتي زندگي میں انقلاب عظیم هوگیا - اُس وقت تک دار الخلافه میں خال خال مسلمان عورتوں کے کلب تهے ' اور جتنے بهي تهے ' زیاده تر امریکن مشنیري جماعتوں کے قائم کیے هوئے تهے - لیکن اب یکایک زنانه کلبوں کي تعداد میں عظیم اضافه هوگیا - سب سے پہلے انجمن اتحاد و ترقي نے زنانه کلب قائم کیے - پهر علم تحریک شروع هوگئي ' اور ایسے ایسے عظیم الشان کلب قائم هوگئے ' جن کے ارکان کي تعداد سیکڑوں سے بهي متجاوز تهي - اُسي وقت سے ترک خواتین نے ملک کي سیاسي و معاشرتي تحریکات میں بهي علانیه حصه لینا شروع کردیا - ایک کثیر تعداد مقرروں اور ادیبوں کي بهي پیدا هوگئي جن میں ایک کافي تعداد ترکي زبان کے اچهے خطیبوں اور اهل قلم کي تهي - چهره کا نقاب بهي تمام تعلیم یافته خواتین نے تقریباً ترک کردیا - البته باهر نکلنے کے لیے ایک خاص طرح کا جسم پوش لباس پهن لیا جاتا تها جس سے نه صرف تمام جسم اور لباس کي آرائش چهپ جاتي تهي ' بلکه سر کے بال بهي پوشیده رهتے تهے - صرف نصف پیشاني سے لیکر ٹهڈي تک چهره کهلا رهتا تها -

بلاشبہ اعتراض کیا جائیگا کہ مذہبي ' اخلاقي ' فلسفي ' سیاسي ' اور قانوني خیالات تاریخي ترقي کے دوران میں تبدیل ہوتے رہے ہیں ' مگر ان تبدیلیوں کے باوجود بھي مذہب ' اخلاق ' فلسفہ ' سیاست ' اور قانون کي حقیقت کبھي نہیں بدلي ' بلکہ یہ چیزیں بدستور باقي رہیں - مزید براں کچھہ اٹل سچائیاں بھي ہیں ' جو تمام اجتماعي نظاموں میں ہمیشہ قائم رہي ہیں اور اُن میں کبھي تبدیلي نہیں ہوئي - لیکن کمیونزم یہ تمام سچائیاں نئي بنیادوں پر قائم کرنے کي جگہ اُنہیں سرے سے مٹا دینا چاہتا ہے ' اور یہ ایک ایسي بات ہے جو تمام تاریخي ترقیوں کے بالکل مخالف ہے -

لیکن ہم کہتے ہیں کہ تمام پچھلي سوسائٹیوں کي تاریخ ' جماعتي نزاع کي تاریخ ہے جس نے مختلف زمانوں میں مختلف شکلیں اختیار کیں - جماعتي نزاع نے کوئي شکل بھي اختیار کي ہو ' لیکن یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ ہر زمانہ میں سوسائٹي کا ایک حصہ دوسرے حصوں کو خود غرضانہ استعمال میں لاتا رہا ہے - لہذا کچھہ عجب نہیں ' اگر اِن تمام زمانوں کا اجتماعي ضمیر ہمیشہ تقریباً ایک ہي قسم کے خیالات کا پابند رہا ہو - ظاہر ہے کہ اِس اجتماعي ضمیر کي تبدیلي اسي وقت ممکن ہے ' جب جماعتي نزاع کا پورے طور پر خاتمہ کر دیا جائے -

کمیونیزم کیا ہے ؟ ملکیت کا اِنقلاب اور اسکے روایتي رشتوں کا ایک براہ راست طبعي اِنفجار ! لہذا کچھہ عجیب نہیں ' اگر وہ اپنے دوران ترقي میں تمام روایتي نظریوں سے آزادانہ قطع تعلق کرلے اور ایک نیا نظام قائم کر دے !

لیکن ہمیں سرمایہ داروں کے اعتراضات کي پروا نہیں کرني چاہئے - اپنے کام میں بدستور منہمک رہنا چاہئے -

ہم ابھي بیان کر چکے ہیں کہ مزدوري پیشہ طبقہ کے اِنقلاب کا پہلا قدم یہ ہے کہ وہ حکمراں طبقہ کي حیثیت حاصل کرلے - یعني حقیقي جمہوریت کو کامل فتح حاصل ہو جائے -

مزدور سرمایہ داروں سے تمام سرمایہ بتدریج چھین لینے اور پیداوار کے تمام آلات حکومت کے ہاتھوں میں جمع کر دینے کیلیے اپني سیاسي طاقت استعمال کرینگے ' یعني پیداوار کے تمام ذرائع وہ خود اپنے ہاتھوں میں لے لینگے - کیونکہ وہي حمکراں طبقہ ہونگے ' اور کوشش کرینگے کہ جلد سے جلد بار آور طاقتوں کي مجموعي مقدار بڑھا دیں -

یہ مقصد ظاہر ہے کہ پورا نہیں ہوسکتا ' جبتک کہ حقوق ملکیت اور سرمایہ دارانہ حالات پیداوار پر علانیہ سخت حملے نہ کیے جائیں - یہ حملے اُن ذرائع سے کیے جائینگے جو گو ابھي اقتصادي حیثیت سے ناقابل حصول معلوم ہوتے ہیں ' مگر بتدریج بڑھینگے اور ضروري ہوجائینگے - اِس سے مقصود وہي ذرائع ہیں ' جو پیداوار کے تمام طریقوں میں انقلاب پیدا کر دیں -

یہ ذرائع مختلف ممالک میں قدرتي طور پر مختلف ہونگے - تاہم ترقي یافتہ ممالک میں حسب ذیل ذرائع سے بہتر کام لیا جاسکتا ہے :

(۱) زمین کي ملکیت کي منسوخي اور زمین کے لگان پر حکومت کا قبضہ -

(۲) بھاري اور برابر بڑھنے والا اِنکم ٹیکس -

(۳) سرمایہ دارانہ وراثت کي منسوخي -

(۴) باغیوں اور جلاوطنوں کے اِملاک کي ضبطي -

(۵) حکومت کے ہاتھوں میں قرض کي مرکزیت ' اور یہ اِس طرح کہ ایک قومي بنک قائم کیا جائے جس میں صرف حکومت کا سرمایہ ہو ' اور جسے بلا شرکت غیرے اجارہ داري کا حق حاصل ہو -

(۶) ذرائع مواصلات اور برآمد کي حکومت کے ہاتھوں میں مرکزیت -

(۷) قومي کارخانوں اور آلات پیداوار کي توسیع ' اور بنجر زمینوں کي ایک عام اجتماعي خاکہ کے مطابق اصلاح -

(۸) سب کو محنت کیلیے مجبور کرنا ' اور صنعتي فوجوں کي تنظیم ' خصوصاً زراعت کیلیے -

(۹) زرعي اور صنعتي محنت کي آمیزش ' تا کہ شہر اور دیہات کي باہمي تفریق مٹ جائے -

(۱۰) تمام بچوں کیلیے عام مفت تعلیم -

جب دوران ترقي میں جماعتي اِمتیازات معدوم ہو جائینگے ' اور تمام پیداوار قوم کي بڑي اکثریت کے ہاتھوں میں سمٹ آئیگي ' تو عام اجتماعي طاقت اپني سیاسي حیثیت کھو دیگي - سیاسي طاقت درحقیقت ایک منظم طاقت ہے تا کہ دوسري جماعتوں پر مسلسل ظلم کیا جاسکے -

اگر مزدور انقلاب کے ذریعہ برسر اقتدار آجائیں ' اور طاقت کے زور سے پرانے حالات پیداوار برباد کر ڈالیں ' تو اِن حالات کے ساتھہ قدرتي طور پر وہ موجودہ جماعتي نزاعات اور خود جماعتوں کو بھي برباد کر ڈالینگے ' بلکہ ساتھہ ساتھہ خود اپني جماعتي حکمراني کي حیثیت بھي مٹا دینگے -

الہلال کو

اشاعت کي کمي کي شکایت نہ ہوتي ' اگر مصارف کي زیادتي پیش نہ آتي - سنہ ۱۹۱۴ع میں الہلال کي یہي قیمت تھي - یعنے بارہ روپیہ سالانہ ' مگر تمام طباعتي اشیاء کي قیمت موجودہ قیمتوں سے آدھي تھي - اِس وقت اگرچہ الہلال کا حلقۂ اشاعت اردو کے تمام رسالوں سے زیادہ ہے ' لیکن مصارف کي زیادتي کي وجہ سے اب تک آمدني اور خرچ برابر نہیں ہوسکے ہیں - کیا آپ اس معاملہ پر توجہ ضروري نہیں سمجھتے ؟ اگر ضروري سمجھتے ہیں تو توسیع اشاعت کے لیے کوشش کیجیے -

(منیجر الہلال)

تاریخ و عبر

ہندوستان

انگریزی حکومت سے پہلے اور انگریزی حکومت کے بعد

خود انگریز مُدبّروں اور مُصنّفوں کی نظر میں!

اٹھارویں اور اُنیسویں صدی کے مُدبّروں کی شہادات

(۲)

ہندوستان کی صنعت پارچہ بافی

ہندوستان نے پارچہ بافی کو ہر زمانہ میں بے نظیر کمال اور ناقابل تصور ہنرمندی کے ساتھ برقرار رکھا ہو۔ اُن کے بعض کپڑے تو ایسی حیرت انگیز نفاست سے طیار ہوتے ہیں کہ پرستان کے بنے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ یہ کمال دراصل، ہندوستانیوں کے بہترین ذوق، نفاست پسندی، اور سلیقہ کا نتیجہ ہو۔ (برنس ۱۸۲۳ء میں)

ہندوستان کے جنگلی درختوں میں پھلوں کی جگہ اون (سن) پیدا ہوتی ہو جو اپنی نفاست اور خوبصورتی میں بھیڑ کے اون کو بھی مات کرتی ہو۔ ہندوستانی اسی سے اون کے کپڑے بناتے ہیں۔

(ہیروڈوٹس ۴۵۰ قبل مسیح)

اس بات کا ثبوت موجود ہو کہ ہندوستان اور بابل کے مابین ۳۰۰۰ قبل مسیح میں تجارتی تعلقات قائم تھے۔ ۲۰۰۰ قبل مسیح کی مصری ممیا کی ہوئی لاشیں نفیس ہندوستانی تنزیب میں لپٹی ہوئی دستیاب ہوئی ہیں۔ روم میں ہندوستانی پارچہ جات کی بہت بڑی کھپت تھی۔ یہ واقعہ اس طرح محقق ہوتا ہو کہ "ایلڈر پلینی" نے شکایت کی ہو کہ روم کی بہت بڑی رقم ہر سال ہندوستانی کپڑے پر خرچ ہوتی ہو ڈھاکہ کی ململ یونان میں "گنجی ٹیکا" کے نام سے مشہور تھی۔ (پروفیسر ٹرسی)

ہم جانتے ہیں کہ یہودیوں نے اپنی قومیت کے ابتدائی برسوں (یعنی قبل مسیح ۳۰۰۰ سال) میں ہندوستان کا کپڑا استعمال کیا ہو۔

(دکھیپر صفحہ ۳۰۶)

مسیح سے ۲۰۰ سال پہلے سترابو عرب کی درآمد کے تذکرہ میں بنگال کی ململ کا ذکر کرتا ہو۔ (جمیس ٹیلر)

افریقہ سے لیکر شنگھائی تک، ہر بندرگاہ میں ہندوستان کا بنا ہوا ہر طرح کا کپڑا بکثرت دستیاب ہوتا تھا۔ (مارکوپولو ۱۲۹۰ء)

۱۷۰۰ء کے بدنام قانون کی رُو سے انگلستان میں ۲۹ ستمبر ۱۷۰۱ء سے چین، ایران، ہندوستان کے ہر قسم کے کپڑوں کا استعمال ممنوع قرار دیا گیا۔ اور اعلان کر دیا گیا کہ اس تاریخ سے جتنا بھی کپڑا آئیگا وہ یا تو ضبط کر لیا جائے گا، یا واپس کر دیا جائے گا"

(سر جارج برڈوڈ)

"یہی" انگلینڈ میں یہ سخت جرم تھا کہ کوئی عورت ہندوستانی چھینٹ استعمال کرے۔ ۱۷۶۶ء میں گلڈہال میں ایک انگریز خاتون کو دو ہزار پونڈ جرمانہ اس لئے ادا کرنا پڑا کہ اُس کا رومال ہندوستانی کپڑے کا تھا۔ (پروفیسر لیکی)

سترہویں صدی کے آخر میں نفیس اور عمدہ ہندوستانی چھینٹ اور ململ بہت بڑی مقدار میں انگلینڈ بھیجی گئی اور وہاں اس قدر مقبول ہوئی کہ مقامی اونی ریشمی کپڑے کی تجارت سخت خطرہ میں پڑ گئی۔ چنانچہ اس کی روک تھام کے لئے ۱۷۰۰ء اور ۱۷۲۱ء میں پارلیمنٹ نے ایسے قانون پاس کئے جن کی رُو سے انگلینڈ میں ہندوستانی کپڑے کا استعمال قطعاً ممنوع قرار پا گیا۔ (پروفیسر لیکی)

نفیس کپڑا بُننے، رنگوں کے ملانے، دھات پر نقش و نگار بنانے، جواہرات گڑھنے، عطر کے طیار کرنے، اور جملہ قسم کی دقیق و لطیف صنعتوں میں ہندوستانیوں کا کمال قدیم زمانہ سے شہرۂ آفاق ہو۔

(پروفیسر ویبر)

۱۷۸۵ء سے ۱۸۰۳ء تک کا زمانہ انگلستان کی پارچہ بافی کا سنہرا زمانہ سمجھا جاتا ہو۔ عین اُسوقت جبکہ انگریزی کپڑے کی برآمد خانی جہازوں کی طلسمی تیز رفتاری اور میکانیکی ایجادات کی محیر العقول تاثیر کے ماتحت روز افزوں ترقی کر رہی تھی، ہندوستانی کپڑے پر ۷۵ فیصدی چنگی لگا دی گئی تھی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ڈھاکہ کا نفیس کپڑا اس زبردست چنگی کی وجہ سے انگلستان جانا موقوف ہو گیا اور بالآخر یہ کپڑا بازار سے مفقود ہو گیا۔ (پروفیسر ویبر)

۱۸۱۳ء تک ہندوستان کا سوتی اور ریشمی کپڑا انگلستان کے بازاروں میں معقول نفع کے ساتھ خود انگریزی کپڑے سے ۵۰ اور ۶۰ فیصدی کم قیمت پر بکتا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انگریزی کپڑے کو بچانے کے لئے ہندوستانی کپڑے پر ۷۰ اور ۸۰ فیصدی چنگی لگا دی گئی۔ اگر یہ ظالمانہ چنگی نہ لگائی جاتی اور ممانعت کے قانون نافذ نہ کئے جاتے، تو "پیسلی" اور "منچسٹر" کے تمام کارخانے شروع ہی میں بند ہو جاتے اور باوجود مشینوں کی قوت سے مسلح ہونے کے، ہرگز نہ چل سکتے۔ درحقیقت یہ کارخانے، ہندوستانی کپڑے کی لاش پر کھڑے کئے گئے ہیں۔ اگر ہندوستان خود مختار ہوتا تو وہ اس زیادتی کا ترکی بہ ترکی جواب دیتا۔ وہ بھی انگریزی مصنوعات پر بھاری چنگی لگا دیتا اور اس طرح اپنی تجارت کو فنا ہونے سے بچا لیتا۔ مدافعت کا یہ حق ہندوستان کو نہیں دیا گیا۔ وہ بے رحم بدیشیوں کے رحم پر تھا۔ انگریزی مصنوعات بغیر چنگی ادا کئے جبراً اس ملک میں رائج کی گئیں۔ بدیشی تاجروں نے غیر منصفانہ سیاسی حربے استعمال کر کے اپنے اُس حریف کا گلا گھونٹ ڈالا جس سے وہ کسی طرح بھی مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔ (ہسٹری آف انڈیا از ولسن)

۱۷۸۲ء میں مسٹر تھامسن نامی ایک شخص نے صرف ۲ گھنٹے کے اندر ڈھاکہ میں ۲۱۷ تھان ململ کے خریدے۔ (ڈاکٹر ٹیلر)

اسوقت انگلستان میں ایک شخص موجود ہو جسنے نواب کے زمانہ میں ایک صبح اپنے ہی مکان پر ۸۰۰ تھان ململ کے خریدے تھے جنھیں خود کاریگر لائے تھے۔ پہلے ایسٹ انڈین کمپنی کے گماشتوں کا ظلم و جور بے روک ٹوک تھا۔ لیکن سراج الدولہ کے عہد سے شروع ہوا۔ خود مذکورۂ بالا شخص کا عینی مشاہدہ ہو کہ جنگل بارٹی کے کئی سو نوربافوں نے اپنا پیشہ اور گھر بار محض انہی ظلموں کی وجہ سے چھوڑ دیا تھا حالانکہ اُسوقت یہ ظلم صرف شروع ہوا تھا۔

(بولٹس کے خیالات صفحہ ۹۵-۱۹۱)

نورباف جب کمپنی کے سخت اور جابرانہ معاہدے منظور کرنے سے انکار کر دیتے تھے تو کمپنی کے ایجنٹ اُن کا سامان نیلام کر کے قیمت ضبط کر لیتے۔ خام ریشم کاتنے والوں پر بھی یہی ظلم کیا جاتا تھا۔ ایسی بکثرت مثالیں موجود ہیں کہ لوگوں کے انگوٹھے محض اس لئے کاٹ ڈالے گئے کہ وہ مہین تاگا نہ بنا سکیں! (ولیم بولٹس)

جب کمپنی کا گماشتہ کسی صنعتی شہر میں پہنچتا تو اپنے لئے آباد جگہ میں کوئی گھر منتخب کر لیتا۔ گماشتہ کا گھر "کچہری" کہلاتا تھا۔ یہاں وہ اپنے ہرکاروں کے ذریعہ سے پیکاروں اور دلالوں کو نوربافوں کے جمع کرنے کا حکم دیتا۔ پھر اُنھیں کچھ پیشگی دیکر عہدنامہ پر دستخط کراتا جس کی رُو سے اُنھیں معین وقت میں خاص قیمت پر مال مہیا کرنا پڑتا۔ عہدنامہ پر دستخط کے لئے غریب کاریگر کی رضامندی ضروری نہیں سمجھی جاتی تھی

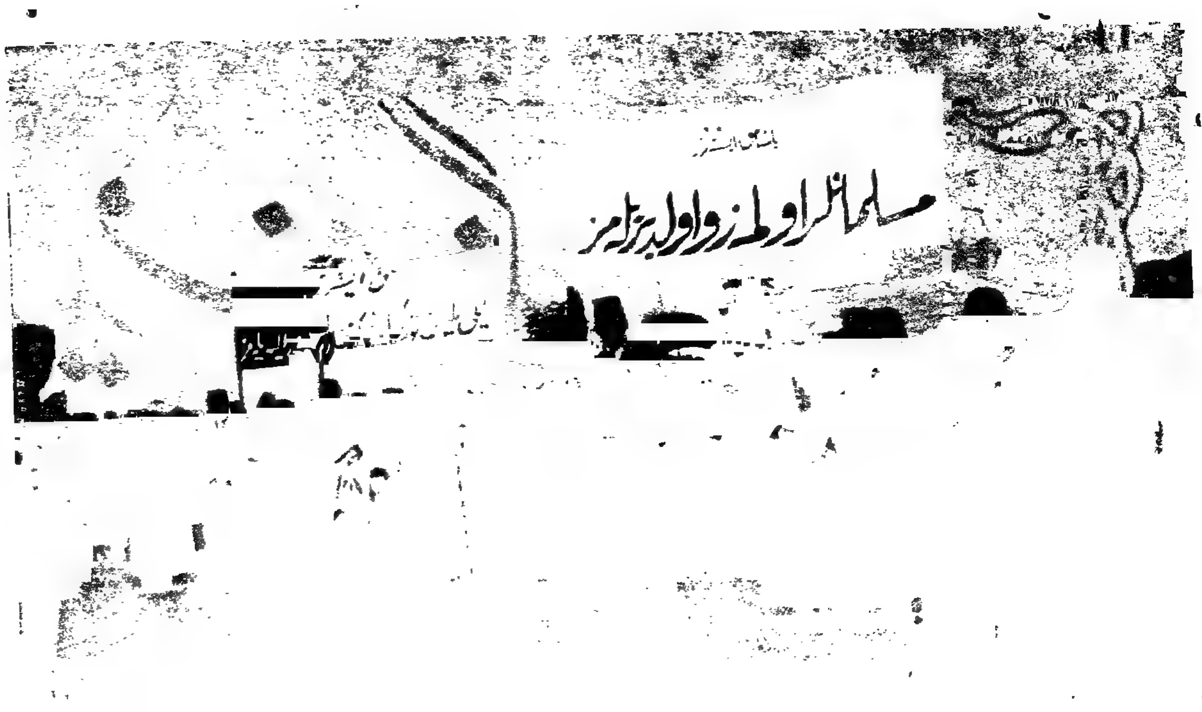

سنہ ۱۹۲۱ میں قسطنطنیہ کي مسلمان عورتوں کا مظاہرہ

سب سے زیادہ اہم تبدیلي یہ ہوئي کہ مسلمان خواتین نے سرکاري دفاتر میں کام کرنا شروع کردیا جس کي کوئي سابق مثال موجود نہ تھي - تیلي فون اور تیلي گراف کے اکثر مراکز میں عورتیں ہي عورتیں نظر آنے لگیں - دفاتر میں ٹائپسٹ عورتیں بھي پیدا ہوگئیں - اس صورت حال نے مشرقي ممالک میں بھي اس اسلوب حیات سے عورت کو آشنا کردیا ' جو اس وقت تک صرف یورپ اور امریکہ ہي کي مضطرب آبادیوں میں محدود تھا -

(۴) ترکي کي اس تبدیلي نے قاہرہ پر بھي اثر ڈالا جہاں مغربیت کہیں زیادہ قوت و وسعت کے ساتھ نشو و نما پا رہي تھي - سنہ ۱۹۰۱ - میں جب قاسم امین بک نے مسلمان عورتوں کي معاشرتي زندگي میں اصلاح کي ضرورت محسوس کي تھي ' اور پردہ کے خلاف اپني مشہور کتابیں شائع کي تھیں ' تو اس وقت مصر کے اندر بمشکل پچیس مسلمان عورتیں ایسي نکل سکتي تھیں جو بغیر نقاب کے گھر سے باہر نکلنا گوارہ کرتیں ' لیکن اب ایک بڑي تعداد ایسي عورتوں کي پیدا ہوگئي ' جو بغیر کسي جھجھک کے کھلے منہ باہر نکلنے لگي تھیں ' اور انھوں نے پوري طرح مغربي لباس اختیار کرلیا تھا - سنہ ۱۹۱۲ - میں جب میں قاہرہ گیا تھا ' تو مجھے یہ دیکھکر تعجب ہوا تھا کہ نئے تعلیم یافتہ طبقہ کي عورتیں تمام قدیم رسوم و عوائد ترک کرچکي ہیں ' اور بعض خال خال گھرانوں کے قدیم مصري زندگي کا نظارہ کہیں دکھائي نہیں دیتا - بعض گھرانوں کي خواتین سڑکوں پر بالکل کھلے ڈلے نکلنے سے پرہیز کرتي تھیں ' لیکن اپنے گھر میں انھیں اس سے انکار نہ تھا کہ ایک یورپین خاتون کي طرح مہمانوں کي پذیرائي کریں ' اور ان کي صحبتوں میں اپنے شوہروں اور عزیزوں کے ساتھ شریک ہوں -

(۵) جنگ کے بعد دنیا میں جو تعجب انگیز تغیرات ہوے ہیں ' شاید ان میں کوئي چیز بھي اس درجہ موثر اور قابل غور نہیں ہے ' جسقدر مشرقي عورت کي کامل مغربیت ہے - اب ہمیں وہ تمام پر اسرار اور قصہ نما تذکرے بھلا دینے چاہئیں ' جو کسي زمانے میں مشرقي عورتوں اور مشرقي حرمسراؤں کي داستانوں میں ہماري تعجب آمیز دلچسپي کا ذریعہ ہوا کرتے تھے ' اور ہر مغربي سیاح جو مشرق کا قصد کرتا تھا ' سمجھتا تھا کہ وہ اپنے آپ کو الف لیلہ کي شاہراہوں میں سرگرداں پایگا - اب مشرق کي ساري چیزوں کي طرح مشرق کي عورت بھي تقریباً نابود ہوگئي ہے - وہ وقت دور نہیں ہے جب اس کا سراغ ڈھونڈھنے کیلیے مورخین کو کتابوں کے سیکڑوں اوراق الٹنے پڑینگے - اب انگورہ ' قسطنطنیہ ' اور قاہرہ ہي میں نہیں ' بلکہ بغداد اور شام میں بھي "مشرقي عورت" بغیر ڈھونڈھے نہیں مل سکتي - گذشتہ سال میں نے بیروت میں بہت کوشش کي کہ کسي ایسے امیر گھرانے کا سراغ لگاؤں جہاں مجھے کامل مشرقي زندگي نظر آے - کچھہ عرصہ کے بعد ایک دوست نے رہنمائي کي ' اور میں ایک گھرانے میں مدعو کیا گیا - یہ گھرانا بیروت کے ایک قدیم امیر خاندان کا گھرانا تھا - اسکے ارکان مغربیت کے دلدادوں میں " قدامت پرستي " کیلیے بدنام ہیں - یہ مخالفانہ شہرت سنکر مجھے بڑي خوشي ہوئي تھي - میں نے خیال کیا تھا کہ بیسویں صدي میں کم از کم ایک مرتبہ " الف لیلہ " کے عالم میں واپس جا سکونگا - لیکن آپ میري مایوسي کا اندازہ کر سکتے ہیں ' جو اس وقت مجھپر طاري ہوئي ' جب میں نے اس " قدامت پرست " گھرانے میں اپنے آپکو ایک کامل قسم کے فرانسیسي ایوان ملاقات کے صوفے پر پایا ' اور صاحب مکان نے یہ کہکر اپني دوازدہ سالہ لڑکي کي تقریب کي کہ " یہ میڈ موزیل ...... ہیں ! "

یہ بیروت کا قدامت پرست گھرانا ہے ! بعد کو مجھے معلوم ہوا کہ اس گھرانے کي ساري قدامت پرستي اس سے زیادہ نہیں ہے کہ اس کي مسن عورتیں مغربي لباس نہیں پہنتیں ' اگرچہ اپني لڑکیوں کے لیے اسي کو پسند کرتي ہیں !

مقالہ نگار نے آخر میں افسوس کیا ہے کہ مشرق نے مغرب کي تقلید کے شوق میں اسکي بالکل پروا نہ کي کہ مغربي معاشرت کي بے اعتدالیوں سے اپني نگہداشت کرے - وہ کہتا ہے " بلا شبہ مشرقي عورت کو مغرب سے بہت کچھہ حاصل کرنا تھا ' لیکن ساتھہ ہي اپني قدیم زندگي کي بہت سي قیمتي چیزیں محفوظ بھي رکھني تھیں جن کے فقدان پر آج مغرب افسوس کر رہا ہے "

قسطنطنیہ میں خواتین کے ایک خیراتي بازار کا افتتاح

(ب) ہندوستانی ہمارے جیسے آدمیوں پر ہماری ہی طرح فخر کرنے لگیں گے۔

(ج) ہماری ہی طرح تعلیم حاصل کرنے، ہماری ہی طرح ایک خاص مقصد سے دلچسپی لینے، ہماری ہی طرح ایک خاص نتیجہ کے لئے کوشاں ہونے سے، وہ ہندوستانی ہونے کے بجائے انگریز ہوجائیں گے۔ ٹھیک اُسی طرح، جس طرح رومیوں کی ماتحت قومیں رومن ہوگئی تھیں!

(د) اس طرح وہ قدیم ہندوستانی بنیادوں پر آزادی حاصل کرنے کی خواہش سے دست بردار ہوجائیں گے۔ اس کے بعد کوئی فوری تبدیلی ناممکن ہوگی۔ ہمارا قبضہ مدّت دراز تک بےخطر برقرار رہ سکے گا

(ھ) تعلیم یافتہ طبقہ یہ سمجھ کر کہ اُس کے ملک کی بھلائی ہماری ہی سرپرستی میں ہوسکتی ہے، قدرتی طور پر ہم سے وابستہ رہے گا۔

(سرکاری مراسلہ ۱۸۵۳ء)

زمین کی فتح کے بعد ہندوستان کا دماغ بھی فتح کرلیا گیا۔

(ہنٹر)

دماغ ہی سلطنتیں برباد کرتے اور قائم کرتے ہیں، دماغ پر قبضہ کرلو۔ قوم پر بھی حکومت کرسکوگے۔ (لواسٹ ڈومینین)

بغیر دماغی انقلاب کے سیاسی انقلاب ناممکن ہے۔ پوری ایک فوج کی یلغار بآسانی روکی جاسکتی ہے، لیکن دماغی حملہ کا مقابلہ نہیں کیا جاسکتا!

(میرس)

کوئی بھی ہندوستانی ذہانت اور زیرکی پر شبہ نہیں کرسکتا۔ مگر یہ حیرت ہے کہ مغربی طریق تعلیم نے اُسے کس طرح اپنا شکار کرلیا ہے اور ہندوستان کی روایتی ذہانت کی مشتعل قوت بالکل افسردہ ہوکر رہ گئی ہے!

(رر)

ہم نے بنگالیوں کو جو تعلیم دی ہے وہ صنعت و حرفت کی طرف راغب کرنے کے بجائے صرف ادبیت سکھاتی ہے۔

(سرای، سی، بوک)

جہاں باشندے خوشحال ہوتے ہیں، وہاں تعلیمی ترقی خطرناک نہیں ہوتی۔ مگر جہاں افلاس اور تعلیم کا ساتھ ہوتا ہے، وہاں آگ لگا دیتی ہے۔ یہ ایک سچی حقیقت ہے، لیکن کتنے آدمی ہیں جو جانتے ہیں کہ یہ حقیقت ہندوستان میں کتنی سچی ہے! (ڈبلو۔ ایس۔ بلنٹ)

شروع میں گورنمنٹ کا تعلیمی دستور العمل یہ تھا کہ ملک کے انتظام کے لئے آدمی فراہم کئے جائیں۔ نیز علمی تعلیم کے بجائے صرف ادبی تعلیم کی ہمت افزائی کی جائے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ملک میں ادبی تعلیم یافتوں کی تعداد بہت زیادہ ہوگئی، اور علمی تعلیم تقریباً مفقود رہی۔ (سیڈلر کمیشن)

الہلال کے ابتدائی نمبر

الہلال سلسلۂ جدید کے ابتدائی نمبر یعنی نمبر ۱ سے ۵ تک بعض حضرات کو مطلوب ہیں، وہ دگنی قیمت پر خریدنے کے لئے طیار ہیں۔ دفتر کو اطلاع دیجائے۔ منیجر

بریدِ شرق

غازی مصطفیٰ کمال پاشا کا تاریخی خطبہ

بعد از جنگ حوادث و اعمال کی مستند رُوداد

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قسطنطنیہ کے قلم سے)

کامل ایک ہفتہ غازی مصطفےٰ کمال پاشا جمہوری مؤتمر میں اپنا تاریخی خطبہ سناتے رہے۔ خطبہ بہت ہی طویل ہے۔ تلخیص کے سوا چارہ نہیں۔

۱۹۱۹ء میں التوار جنگ

موصوف نے بیان کیا:

۱۹ مئی ۱۹۱۹ء میں وہ بحر اسود کے ساحل سمسون پہنچے۔ یہ وہ وقت تھا جب ٹرکی کی داخلی حالت از حد ابتر ہوچکی تھی۔ سلطان وحید الدین اور اُن کے وزیر اعظم داماد فرید پاشا، ملک کو اُس قعر ذلت سے نکالنے کے لئے کچھ بھی نہیں کر رہے تھے جس میں وہ التوار جنگ کے بعد گر پڑا تھا۔ اتحادی سلطنتیں، معاہدۂ التوار کی کسی شرط کی بھی پابند نہ تھیں۔ برطانی، فرانسیسی، اور اطالی فوجیں، ٹرکی کی بہت سی سرزمینوں پر قابض ہوگئی تھیں۔ پھر انہی اتحادیوں کے اشارے سے ۱۵ مئی ۱۹۱۹ء میں یونانی فوجیں سمرنا پر قابض ہوگئی تھیں۔ اسی قدر نہیں، بلکہ ٹرکی سے مطالبہ کیا جارہا تھا کہ تھریس سے دست بردار ہوجائے تاکہ وہاں جمہوری حکومت قائم کردی جائے۔ کردستان کو خودمختاری دیدے۔ علاقۂ پونٹس کو آزاد کردے اور اُس میں بھی ایک خودمختار حکومت بنجائے، جس کا پایۂ تخت، طرابزون ہو۔

"انجمن محبان انگریز"

استانبول، تمام سازشوں کا مرکز تھا۔ "انجمن محبان انگریز" سب سے زیادہ خطرناک سازشی مرکز تھا۔ یہ انجمن خود سلطان کی سرپرستی میں تھی۔ وزیر اعظم اور دوسرے ارکان سلطنت، اُس کے ممبر تھے۔ اس انجمن کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ ترکی قومی تحریک کو کچل ڈالے۔ فوج کی ابتری، آخری حد سے بھی تجاوز کرچکی تھی، لیکن وہ بدستور سلطان سے وفادار تھی۔ ملک میں یہ تحریک بھی پھیل رہی تھی کہ ٹرکی اب خود کچھ نہیں کرسکتا، لہذا کسی بڑی سلطنت سے امداد حاصل کرنا چاہئے۔ اس غرض کے لئے تین ذریعے لوگوں کے پیش نظر تھے:

"انگلستان کی سرپرستی قبول کرلی جائے۔ یا امریکہ کی حمایت منظور کرلی جائے۔ یا خود اندرون ملک میں متعدد حکومتیں قائم کردی جائیں"

غازی کی ابتدائی مساعی

اس کے بعد غازی نے اپنی ذاتی کوششوں کی طرف اشارہ کیا:

"میرے دشمنوں نے مجھے آستانہ سے نکلوانے کی کوشش کی تھی میرے ماتحت پہلے تین فوجیں تھیں۔ نیز انگورہ اور دیاربکر کی فوجوں پر بھی مجھے نگرانی کا حق حاصل تھا۔ میں یہ کسی طرح بھی گوارا نہیں کرسکتا تھا کہ وطن مقدس، کسی اجنبی حکومت کی غلامی میں پڑے۔ اس حالت پر میں موت کو ترجیح دیتا تھا۔ میں نے فوراً یونان سے مقابلہ کی طیاری شروع کردی۔ جون اور جولائی (۱۹۱۹ء) کے مہینوں میں اناطولیا اور ارض روم کے شہروں میں میں نے کانفرنسیں منعقد کیں۔ لیکن میری سرگرمیاں دیکھ کر استنبول کے حکام سخت برہم ہوگئے۔ علی کمال بک وزیر داخلیہ نے مجھے طلب کرکے کہا کہ باب عالی میری تجویز کا مخالف ہے۔

۳ جولائی کو میں نے اپنے دوستوں کو اس واقعہ کی اطلاع دی اور صاف لفظوں میں اُن تمام خطروں سے آگاہ کردیا جو میرے ساتھ قومی تحریک میں شرکت سے انھیں پیش آنے والے تھے۔ لیکن اُنھوں نے نہایت بہادری سے سرگرم عمل رہنے پر اصرار کیا اور اخلاص و رفاقت کی قسمیں کھائیں۔

تب میں اپنے فوجی منصب سے مستعفی ہوگیا تاکہ آزادی سے جدوجہد جاری رکھ سکوں۔ لیکن ارض روم میں میرے دوستوں میں باہم ناچاقی پیدا ہوگئی۔ میں نے اُن سے صاف کہدیا کہ "تاریخ ثابت کرچکی ہے کہ کوئی قسم کا میابی حاصل نہیں ہوسکتی جبتک ایک قابل مستقل مزاج، اور چیف سردار کی اطاعت نہ کی جائے۔ ایسے نازک وقت میں اختلاف سے ہرگز کوئی نتیجہ نہیں نکل سکتا،،

قومی حرکت کا دوسرا قدم

قومی تحریک نے دوسرا قدم، سیواس کانفرنس سے اُٹھایا۔ اس کانفرنس میں تمام ترکی علاقوں کے نمائندے شریک ہوئے تھے یہیں صاف طور پر یہ بات طے پاگئی کہ اتحادیوں، خصوصاً یونان کی مقاومت کی جائے اور ہر ممکن تدبیر سے ترکی سرزمین، اجنبی فوجوں سے پاک کی جائے۔

اُس موقعہ پر ایک فرانسیسی افسر نے سیواس میں آکر کہا کہ فرانس عنقریب اس وطنی تحریک کا سر کچل ڈالے گا! میں نے اُسے جواب دیا "سیواس پر تم ہرگز قبضہ نہیں کرسکتے۔ فرانس یا کوئی اور طاقت اگر ہماری تحریک کچلنا چاہتی ہے تو اُسے ایک طویل ہولناک جنگ کے لئے طیار ہوجانا چاہئے"

اسی کانفرنس میں یہ مسئلہ پیش ہوا تھا کہ امریکہ کی حمایت میں ٹرکی کو چلا جانا چاہئے۔ کپتان رؤف بک، جنرل رأفت پاشا، خالدہ ادیب خانم (زوجۂ عدنان بک) اس تجویز کے سرگرم حامی تھے، مگر میں نے ارکان مجلس سے درخواست کی کہ سردست یہ مسئلہ ملتوی کردیا جائے۔ میری درخواست منظور کرلی گئی۔

گماشتے جو شرطیں بھی چاہتے، زبردستی منوالیتے تھے۔ اگر کاریگر کمپنی کا روپیہ قبول کرنے سے انکار کرتا تھا تو اُسے کوڑے لگا کر اُس کے لینے پر مجبور کیا جاتا تھا۔ (ولیم بولٹس)

کاریگروں کو کمپنی کے لئے کام کرنے پر زبردستی مجبور کیا جاتا تھا۔ اُن سے ایسے معاہدے لئے جاتے تھے جو اُن کے حق میں سراسر نقصان دہ ہوتے تھے۔ اُن کی فریادوں کی کوئی شنوائی نہیں تھی، اور اُنھیں اپنے ذاتی مفاد اور ضمیر کے خلاف کام کرنے پر بڑی سختی سے مجبور کردیا جاتا تھا۔ بارہا ایسا ہوتا تھا کہ کاریگروں کو بھاری جرمانے کام سے انکار کرنے کی وجہ سے ادا کرنے پڑتے.... نوربافوں کو ہولناک اور عبرت انگیز سزائیں دی جاتی تھیں.... جبر و تشدد کی حد یہاں تک پہنچ گئی تھی کہ کاریگروں کو مجبوراً اپنا پیشہ ترک کردینا پڑا تھا۔ (۱۷۹۳ء اور ۱۸۱۱ء کی کمرشل بورڈ کی ڈائری)

غریب ہندوستانی دستکاروں اور کاریگروں پر ایسے ایسے ظلم توڑے گئے ہیں جن کا تصور بھی نہیں ہوسکتا۔ یہ غریب کمپنی کے گویا غلام بنا دیئے گئے تھے۔ جرمانے، قید، جبری معاہدے، اور بید کی مارنے نوربافوں کی نسل معدوم کردی! (بولٹس صفحہ ۷۳)

صنعت وحرفت اور تجارت کے تنزل کا قدرتی نتیجہ یہ ہوا کہ شہر (ڈھاکہ) کی آبادی تقریباً برباد ہوگئی۔ سنہ ۱۸۰۰ء میں اس کی آبادی ۲۰ لاکھ تھی، مگر اب صرف ۶۸۰۳۸ رہ گئی ہو جیسا کہ سنہ ۱۸۳۸ء کی مردم شماری سے ثابت ہوتا ہو.. جتنی تیزی سے آبادی گھٹی ہو، اُس سے کہیں زیادہ سرعت سے افلاس بڑھ گیا ہو!

(جیمس ٹیلر)

مسٹر بروکل ہرسٹ کا سوال:

"انگلستان یا ہندوستان، دونوں میں سے کسی ایک کی صنعت وحرفت کا قربان کرنا دوسرے کی ترقی کے لئے لازمی ہو۔ بنابریں ہندوستانی صنعت وحرفت کی قربانی کردی گئی۔ کیا تم ہندوستان کو دوبارہ خوشحال کرنے کے لئے انگلستان کو تباہ کرنا چاہتے ہو؟"

مسٹر مارٹن کا جواب:

"میں ہرگز ہندوستان کو از سرِ نو زندہ کرنے کے لئے نہیں کہتا۔ لیکن میں ہندوستان کو مسلسل نقصان پہنچانے کے خلاف ہوں۔ پھر یہ بھی لازمی نہیں کہ ہندوستانی نوربافوں کی ترقی سے انگلستان برباد ہوجائے گا۔ کیونکہ ہندوستان کے پاس نہ گلاسگو اور مانچسٹر کی طرح مشینیں ہیں، نہ تجارتی بازار ہیں نہ سرمایہ ہو"

مسٹر بروکل ہرسٹ:

"آپ سے جو سوال کیا گیا ہو اُس کا تعلق اُس نفیس سُوت سے ہو جو مشین میں طیار نہیں ہوسکتا۔ پس سوال یہ ہو کہ کیا اس نفیس سُوت کی صنعت اس ملک (انگلستان) میں باقی رکھی جائے یا ہمیشہ کے لئے اُٹھا دی جائے؟"

مسٹر مارٹن:

"اگر انگلستان میں اس صنعت کا بقا ہندوستان سے ناانصافی ہی پر موقوف ہو تو میرا جواب یہ ہو کہ انگلستان کو انصاف سے کام لینا چاہئے۔ خواہ اُس کا نتیجہ کچھ ہو۔ کیونکہ انگریزوں کو ہرگز یہ حق نہیں ہو کہ محض اپنے ذاتی مفاد کے لئے اُس ملک کے باشندوں کو تباہ کر ڈالیں جسے اُنھوں نے فتح کیا ہو"

مسٹر بروکل ہرسٹ:

"سنہ ۱۸۳۳ میں جب کمپنی نے ہندوستان کو تاج کے حوالہ کیا تو اُس سے پہلے ہی ہندوستان کی صنعت تباہ ہوچکی تھی۔ لہذا اس وقت تعلیمی کا سوال درپیش نہیں ہو جو واقع ہوچکی ہو۔ نیز ہمارے پاس شہادت موجود ہو کہ ہندوستان صنعتی ملک ہونے کے بجائے زرعی ملک ہو۔ اور وہ جماعتیں جو پہلے دستکاری میں مصروف تھیں، اب زراعت میں مشغول ہوگئی ہیں"

مسٹر مارٹن:

"میں اسے ہرگز تسلیم نہیں کرتا کہ ہندوستان صرف زراعتی ملک ہو۔ ہندوستان جس طرح زراعتی ملک ہو اُسی طرح صنعتی ملک بھی ہو۔ اُس کی مصنوعات ہر زمانہ میں نہایت کامیاب رہی ہیں اور کوئی قوم بھی اُس کا مقابلہ نہیں کرسکی ہو۔ اب ہندوستان کو محض زراعتی ملک بنا دینا، اُس کے لئے سخت ناانصافی اور ظلم ہو"

(سنہ ۱۸۴۰ء کی پارلیمنٹری سلیکٹ کمیٹی کی رپورٹ)

ہندوستان سے انگلستان کو اور انگلستان سے ہندوستان کو جو کپڑا بھیجا گیا اُس کی تفصیل یہ ہو:

سنہ	ہندوستان سے	انگلستان سے
۱۸۱۴	۱۲۶۶۶۰۸ تھان	۸۱۸۲۰۸ گز
۱۸۲۱	۵۳۴۴۹۵ ″	۱۰۱۳۸۷۲۶ ″
۱۸۲۸	۴۲۲۵۰۴ ″	۴۲۸۸۲۲۰۷۷ ″
۱۸۳۵	۳۰۶۰۸۶ ″	۶۱۷۷۷۲۷۷ ″

(مسٹر لارپنٹ)

ہندوستان کا سُوت

ہندوستان میں انگریزی سُوت سب سے پہلے سنہ ۱۸۲۱ء میں آیا اس کے بعد اُس کی مقدار بڑھتی گئی۔ چنانچہ

سنہ ۱۸۲۴ میں ۱۲۰۰۰۰ گز
سنہ ۱۸۲۵ ″ ۸۰۰۰۰۰ ″
سنہ ۱۸۳۰ ″ ۴۰۵۰۰۰۰ ″

(ایسٹ انڈین کمپنی کے حالات ضمیمہ ۱۲)

ڈاکٹر ٹور نے سنہ ۱۸۳۹ء میں لکھا ہو کہ "ڈھاکہ میں جیسا سُوت کتتا ہو اور ململ طیار ہوتی ہو اُس کا مقابلہ انگریزی ذہانت اور صنعت کسی طرح بھی نہیں کرسکتی" (براؤن)

ضلع (ڈھاکہ) میں قدیم زمانہ سے ہر گھر کا مشغلہ سوت طیار کرنا تھا۔ لیکن اب ارزاں انگریزی سُوت کی وجہ سے یہ کام بالکل موقوف ہوگیا ہو۔ اس طرح کاتنے اور بُننے کی صنعت، جس سے مدتوں لاکھوں محنتی مخلوق پیٹ پالتی تھی، ۶۰ برس کے قلیل زمانہ میں اجنبی ہاتھوں میں چلی گئی۔ (″)

سب سے پہلے سنہ ۱۸۲۱ء میں انگریزی سُوت ہندوستان آیا۔ سنہ ۱۸۲۷ء میں اُس کی مقدار ۳۸۲۹۴ من تک پہنچ گئی۔ بسنہ ۱۸۳۱ء میں ۸۲۸۱۰ من ہوگئی۔ اور سنہ ۱۸۳۸ء کے بعد سے تو اُسنے ہندوستانی سُوت کو بالکل بے دخل کرکے ملک بھر میں اُس کی جگہ لے لی۔

(جیمس ٹیلر)

تعلیم

جب کبھی میں ہندوستان کی بے شمار مخلوق کی جہالت کا خیال کرتا ہوں، تو مجھے کارلائل کا پُر از حسرت مقولہ یاد آجاتا ہو "علم کی صلاحیت رکھنے والے انسان کا جاہل رہنا میرے نزدیک ایک اندوہناک مصیبت ہو۔" (ڈاکٹر سی ہال)

یہ بالکل یقینی ہو کہ ہندوستان ایک بہت بڑا علمی مرکز تھا جہاں سے یورپ کی قدیم مہذب ترین قوموں نے اپنا علم، صنعت اور ادب حاصل کیا تھا۔ (اے الیٹ ٹمل)

جب کبھی کوئی ملک یا قوم کسی زبردست طاقت سے مفتوح ہوجاتی ہو تو یقین کرلینا چاہئے کہ حکمران طاقت سب سے پہلا کام یہی کریگی کہ مفتوح قوم کی تعلیم تباہ کر ڈالے گی یا سختی کے ساتھ اُسے اپنے ہاتھ میں لے لیگی تاکہ اُس سے فائدہ اُٹھا سکے۔ کیونکہ یہ مسلم ہو کہ علم اور غلامی پہلو بہ پہلو نہیں رہ سکتے۔ (اے سمیڈلی)

سنہ ۱۷۹۳ء میں تعلیمی کمیٹی کے ایک ڈائرکٹر نے کہا تھا "ہم نے امریکہ محض اپنی حماقت سے اس لئے کھودیا کہ وہاں اسکول اور کالج قائم کرنے کی اجازت دیدی تھی۔ اب ہمیں ہندوستان میں اس حماقت کا اعادہ نہیں کرنا چاہئے۔ (ایجوکیشن کمیٹی سنہ ۱۷۹۳ء)

ہمارے مشرقی مقبوضات میں مشنری بھیجنے کی تجویز ایک نہایت ہی ناعاقبت اندیشانہ، اور مسرفانہ تجویز ہو۔ یہ تجویز نہایت ہی مہلک، مہمل، جاہلانہ، بے فائدہ، مضرت رساں، خطرناک، اور متعصبانہ ہو۔ یہ ہر طرح کے تدبر اور صحیح سیاست کے خلاف ہو۔ یہ ہمارے مقبوضات کی سلامتی اور دوام کو خطرہ میں ڈالنے والی ہو۔ (ہندوستان میں کیری کی آمد پر ایسٹ انڈین کمپنی کے ڈائرکٹروں کا رزولیوشن سنہ ۱۷۹۳ء)

سنہ ۱۷۹۳ء میں کمپنی کے ڈائرکٹر کہتے ہیں "تم (انگریز) ہندوستانیوں کو تعلیم دینا کیوں چاہتے ہو؟ تعلیم دیکر تم اُنھیں اپنی بے انصافیوں سے آگاہ کردوگے۔ تم نے اُن کا ملک لُوٹ لیا ہو۔ تم نے اُنکے ہموطنوں کو برباد اور ذلیل کردیا ہو۔ تم نے اُنکے بادشاہوں کو قتل کر ڈالا ہو۔ لہذا تمھاری سلامتی اسی میں ہو کہ تم اُنھیں اسی طرح فریب خوردہ خود فراموش، اور جاہل رہنے دو!

(سر تھامس ٹرٹین ۱۲ مارچ سنہ ۱۸۱۳ء)

ہمیں صرف اُسی حد تک ہندوستانیوں کو تعلیم و تربیت دینی چاہئے، جس حد تک ہم اُن سے اپنی تجارت اور حکومت چلانے میں فائدہ اُٹھا سکیں۔ (کلکتہ جرنل سنہ ۱۸۱۹ء)

ہمیں ہندوستانیوں کی ایک ایسی جماعت طیار کرنی چاہئے جو رنگ اور خون میں ہندوستانی ہوں، مگر ذوق، خیال، اور ذہنیت انگریزوں کی رکھیں۔ (میکالے)

ہمیں ہندوستان میں ہندوستانی مدبروں، سپہ سالاروں اور مقننوں کی ضرورت نہیں ہو، بلکہ ہمیں محنتی کسان مطلوب ہیں!

(تھیکرے)

ہندوستان میں انگریزوں کے اندرونی تعلیمی مقاصد حسبِ ذیل ہیں:
(الف) انگریزی تعلیم کی روح ہمارے قوم کے لئے مفید ہوگی۔

کئے۔ ترکی میں جو اعلان شایع کیا تھا، وہ اس عبارت سے شروع ہوتا تھا «آزادی کی اس مقدس جنگ میں خدا ہمارے ساتھ ہو!»

اسی زمانے میں عسکی شہر اور افیون قرہ حصار سے ہم اتحادی فوجیں نکالنے میں کامیاب ہو گئے۔ ریلوے بھی کئی جگہ سے توڑ ڈالی گئی۔ نئی مجلس وطنی بھی منعقد ہوئی۔ یہ واقعہ ۲۳ اپریل ۱۹۲۰ء کا ہے۔

اس کے بعد غازی نے رأفت پاشا کا پھر ذکر کیا۔ اُنھوں نے کہا «میں نے اُنھیں سمرنا کے میدان جنگ میں جانے کا حکم دیا۔ مگر اُنھوں نے تعمیل نہیں کی۔ اسی قدر نہیں بلکہ ایک فرانسیسی آب دوز پر خفیہ آستانہ چلے گئے۔ آج تک معلوم نہ ہو سکا اس سفر کی غرض کیا تھی؟»

اس کے بعد کاظم قارا بکر پاشا کی مذمت کرتے ہوئے غازی نے کہا:

«یہ مجلس وطنی کے سوا اس سے انگورہ آنے پر معترض تھے۔ پھر جب آستانہ میں پارلیمنٹ منعقد ہوئی تو انھوں نے زور دیا کہ مجلس وطنی توڑ دی جائے۔ لیکن میں نے اُن کے مشورہ کی کوئی پروا نہیں کی»

اس کے بعد غازی نے وہ رُوداد یں پڑھیں جو مشہور خائن سعید ملا، انگریز راہب فرد کو بھیجا کرتا تھا۔ پھر بتایا کہ نور الدین بک قسطنطنیہ کا پولیس کمشنر انگریزی جاسوسوں کو پناہ دیتا تھا۔

اس کے بعد غازی نے اس مسئلہ پر روشنی ڈالی کہ مجلس وطنی کی تاسیس کے بعد موجودہ سیاسی مسلک کیونکر اختیار کیا گیا؟ اُنھوں نے کہا:

«اُس وقت تین سیاسی رجحان ملک میں موجود تھے: پان اسلامیزم، پان تورانیزم، ترکی قومیت۔ میری رائے اسی آخری رجحان کی طرف تھی۔ یہ اس لئے کہ جملہ ترکی قوموں کا ایک علم کے نیچے جمع ہو جانا ناممکن ہے۔ اسی طرح تورانی تحریک یا اسلامی تحریک پر بھروسہ کرنا ایک وہم اور جنون تھا۔ لہذا ہمارے لئے اس کے سوا کوئی راہ باز نہ تھی کہ اپنی خالص قومی تحریک پر تکیہ کریں۔ ہمارے لئے ایک قومی سیاست ضروری تھی۔ قومی سیاست سے مقصود، وہ زندگی ہے جو سب سے پہلے قوم کی قوت پر قائم ہو۔ پھر تمام متمدن دنیا کی ہمدردی حاصل کر سکے»

جب میں نے مجلس وطنی کے سامنے اپنا یہ نقطۂ نظر پیش کیا، تو یہ بحث شروع ہوئی کہ آخر حکومت کی شکل کیا ہونی چاہیے۔ اُس وقت سلطان اور خلیفہ آستانہ میں موجود تھا۔ بہت سے لوگ اُسے معذور اور بے گناہ سمجھتے تھے۔ لہذا ضروری ہوا کہ کوئی ایسی تجویز بنائی جائے جو حالات کے مناسب ہو۔ چنانچہ یہ تجویز منظور کی گئی:

«مجلس وطنی سے بالا کوئی قوت تسلیم نہ کی جائے۔ مجلس وطنی میں تشریعی اور تنفیذی دونوں قوتیں جمع ہیں۔ جب سلطان اور خلیفہ، قید سے آزاد ہوگا اُس وقت اُس کی وہ حیثیت ہو جائے گی جو مجلس وطنی طے کرے گی»

فرید پاشا کی وزارت

پھر مجلس وطنی کے انتخابات پیش آئے اور میں اُس کا صدر منتخب کیا گیا۔ عین اُسی زمانے میں سلطان وحید الدین نے ہماری ضد پر فرید پاشا کو دوبارہ وزیر اعظم بنا دیا۔ ہماری قومی حکومت کے خلاف فتوے شایع کئے گئے اور دشمن کے ہوائی جہازوں سے تمام ملک میں تقسیم کئے گئے۔ اب ہر طرف شورش پیدا ہوئی۔ خفیہ اور علانیہ قومی حکومت پر یورش شروع ہوئی۔ بولو، ادا بازار، مشرقی انگورہ، توقاد، یوزغاد اور غرہ، سیوہ رک، الیفنین، قونیہ، غرضکہ تمام علاقوں میں مسلح بغاوت برپا ہو گئی۔ پھر فوراً ہی ازمیت میں جیش خلافت نے ظہور کیا اور قومی حکومت مجبور ہوئی کہ ان تمام فتنوں سے بیک وقت جنگ کرے چنانچہ خیانت وطنی کا قانون بنایا گیا اور «محاکم استقلال» مرتب کر دئے گئے

ساتھ ہی یونانی سیلاب کے روکنے کے لئے سمرنا میں اور فرانسیسیوں کی سرکوبی کے لئے اطنہ میں میدان جنگ قائم کئے گئے۔ ہماری کوششیں جلد بار آور ہوئیں۔ اطنہ، طرطوس، اور مرسین میں ہم نے فرانسیسیوں کا محاصرہ کر لیا اور فرانس کو ہماری تمام سرزمین خالی کر دینی پڑیں۔

ساتھ ہی مجلس وطنی نے اپنا ایک وفد روس بھی بھیجا۔ پورے ایک برس تک گفت و شنید جاری رہی۔ یہاں تک کہ مارچ ۱۹۲۱ء میں ماسکو سے ہمارے دوستانہ تعلقات قائم ہو گئے۔

جون ۱۹۲۰ء میں یونانیوں نے حملہ شروع کیا۔ قومی فوج مجبور ہوئی کہ پیچھے ہٹ جائے۔ اُس وقت میں خود میدان جنگ گیا۔ علی فواد پاشا کی زیر قیادت عسکی شہر اور افیون قرہ حصار کے خط پر از سر نو مورچے قائم ہو گئے۔

دو نئی مشکلیں

اسی اثنا میں دو نئی مشکلات پیدا ہوئیں: ایک مشکل «سبز فوج» کی تھی۔ یہ ایک خفیہ انجمن تھی اور ادہم چرکسی کے ماتحت تھی۔ دوسرا معاملہ جلال الدین عارف بک کا تھا۔ انھوں نے چاہا کہ مشرقی صوبوں میں اپنے لئے ایک خاص حیثیت پیدا کر لیں۔ مگر ہم ان دونوں مشکلوں پر بھی غالب آ گئے۔

ارمنی فتنہ

اُسی دوران میں اتحادیوں کے اشارے سے ارمن قوم نے سر اُٹھایا اور مسلمانوں کا قتل عام شروع کر دیا۔ اب ہمیں اس نئی مصیبت کا بھی مقابلہ کرنا تھا۔ چنانچہ ہماری فوجیں متحرک ہوئیں۔ ارمنوں کی اچھی طرح گوشمالی کی اور قارص پر قبضہ کر لیا۔ پھر ارمنوں کو مجبور کیا کہ صلح کی درخواست کریں۔ اس کا نتیجہ معاہدۂ کومری کی صورت میں ظاہر ہوا۔ اس معاہدہ کی رو سے ترکی سرحدیں وہی ہو گئیں جو ۱۸۷۸ء میں تھیں اس طرح ارمنی خطرہ بالکل زائل ہو گیا۔ روس نے بھی یہ معاہدہ قبول کر لیا بشرطیکہ باطوم اُس کے حوالہ کر دیا جائے۔ اس تدبیر سے ہم مشرق کی طرف سے کلیتہً مطمئن ہو گئے۔

قونیہ کی بغاوت

اس کے بعد قونیہ میں پھر بغاوت ظاہر ہوئی۔ ہم مجبور ہوئے کہ از سر نو ایک فوج مرتب کریں۔ ادہم چرکسی نے اس امر کی مخالفت کی اور جب ہم نے اُس کی پروا نہیں کی تو وہ یونان سے مل گیا۔ اب ایک مرتبہ پھر قومی فوج پیچھے ہٹنے پر مجبور ہو گئی۔ ہم نے فوراً علی فواد پاشا کو میدان جنگ سے واپس کر کے ماسکو کی سفارت پر بھیج دیا اور عصمت پاشا اور رأفت پاشا کو سپہ سالار مقرر کیا۔

عین اسی زمانہ میں داماد فرید پاشا پھر معزول ہو گئے اور توفیق پاشا، صالح پاشا کے ساتھ برسر حکومت آئے۔ اُنھوں نے اناطولیہ مفاہمت کے لئے ایک وفد بھیجا۔ یہ وفد اُس وقت پہونچا جب عصمت پاشا این آونی میں یونان کو شکست دے چکے تھے۔ یہ قومی حکومت کی پہلی فتح تھی۔ لیکن اس فتح کے بعد ہی یونانیوں نے علی آدہم چرکسی کی اعانت سے کوتاہیہ پر حملہ کر دیا اور ہماری فوجوں کو پھر پیچھے ہٹنا پڑا۔ یہ صورت صرف اس لئے پیدا ہوئی تھی کہ رأفت پاشا بروقت دشمن کے محاصرہ کے لئے میدان جنگ میں نہیں پہنچے تھے۔

لندن کانفرنس

اس کے بعد لندن کانفرنس منعقد ہوئی اور اُس میں حکومت انگورہ بھی مدعو کی گئی۔ مگر میں نے وزیر اعظم توفیق پاشا سے مطالبہ کیا کہ وہ دول اتحاد سے کہہ دیں کہ براہ راست حکومت انگورہ کانفرنس میں بلائی جائے، کیونکہ ٹرکی میں تنہا وہی حکومت موجود ہے۔ ساتھ ہی وزیر اعظم کو مجلس وطنی کی حسب ذیل دو تجویزوں سے مطلع کر دیا:

(۱) مجلس وطنی، سلطان کی ذات شاہانہ کو تسلیم کرتی ہے۔

(۲) سلطان کا قیام، آستانہ میں رہے، لیکن حکومت اور پارلیمنٹ کا مرکز، انگورہ میں رہے گا۔

لیکن توفیق پاشا اور سلطان نے یہ تجویزیں منظور نہیں کیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہم نے لندن میں اپنا علحدہ وفد بھیجا اور کانفرنس کی شرطیں نامنظور کر دیں۔

اسی اثنا میں یونانیوں نے دوبارہ حملہ شروع کیا لیکن پھر عصمت پاشا کے ہاتھوں شکست کھائی۔ مگر دوملو بینا میں رأفت پاشا سے سخت مقابلہ جاری رہا۔ آخر ہم نے رأفت پاشا کو واپس بلا لیا اور عصمت پاشا پورے میدان کے سپہ سالار مقرر ہو گئے۔

جعفر طیار اور رأفت پاشا

غازی نے جعفر طیار پاشا کا ذکر کیا جو مشرقی تھریس میں قومی تحریک کے علمبردار تھے:

«اُنھوں نے کوئی قابلیت بھی ظاہر نہیں کی۔ اُس علاقہ میں تحریک کی ناکامی کے سراسر ذمہ دار وہی ہیں۔ تاریخ اُنھیں ہرگز معاف نہیں کرے گی۔ کیونکہ وہ بغیر کسی مقابلہ کے دشمن کے ہاتھ میں قید ہو گئے!»

اس کے بعد مقرر نے رأفت پاشا کا پھر ذکر کیا:

«رأفت پاشا نے مجھ سے مطالبہ کیا کہ فوزی پاشا، وزیر جنگ بنائے جائیں عصمت پاشا، میدان جنگ کے سپہ سالار ہوں اور وہ خود (یعنی رأفت پاشا) جنگی اسٹاف کے صدر مقرر کئے جائیں»

میں نے اُنھیں حسب ذیل جواب دیا:

«آپ جنگی اسٹاف کے صدر بننا چاہتے ہیں؟ جنگی اسٹاف کی صدارت کے معنی یہ ہیں کہ عملی طور پر پورے میدان جنگ کی سپہ سالاری۔ لیکن آپ میں اس کی ہرگز قابلیت نہیں ہے!»

اس کے بعد رأفت پاشا گوشہ نشین ہو گئے اور پھر کچھ بھی نہیں کیا۔

کامل فتح

تین مہینے سکون کے بعد ۱۰ر جولائی ۱۹۲۱ء کو یونانیوں نے بہت بڑے پیمانہ پر عشاق اور بروسہ کی طرف حملہ شروع کیا۔ ۱۴ دن سخت معرکہ جاری رہا۔ آخر ترکی فوجیں پیچھے ہٹنے لگیں اور دریائے سقاریا کے اس پار آ کر رکیں۔

مجلس وطنی، ترکی فوجوں کی واپسی سے سخت پریشان ہوئی اور مجھے حکم دیا کہ خود اپنے ہاتھ میں سپہ سالاری لے لوں۔ میں نے اس شرط پر یہ منصب قبول کر لیا کہ مجلس مجھے وہ تمام اختیارات بھی بخش دے جو اُسے فوج پر حاصل ہیں۔ مجلس نے یہ شرط منظور کر لی اور تین مہینے کے لئے اپنے اختیارات مجھے عطا کر دئے۔

میں نے کمان اپنے ہاتھ میں لے لی اور سقاریا کا وہ معرکہ پیش آیا، جس نے حملہ آور یونانیوں کی کمر توڑ ڈالی۔ تب مجلس وطنی نے مجھے، «مارشل» کا خطاب دیا۔ ساتھ ہی «غازی» کا لقب بخشا۔ اس فتحمندی کا پہلا نتیجہ یہ نکلا کہ فرانس نے ۲۰ر اکتوبر ۱۹۲۱ء کو ہم سے معاہدہ کر لیا۔ ٹرکی کی کامل خود مختاری تسلیم کر لی اور اُن تمام علاقوں سے دست بردار ہو گیا جو جنوبی اناطولیہ میں اُس کے قبضہ میں تھے۔

اُنھی دنوں میں یونانیوں نے بحر اسود پر ترکی علاقے میں اپنی جمہوریت قائم کرنا چاہی۔ بعض یورپین سلطنتیں اُن کی ہمت افزائی کر رہی تھیں۔ ۲۵ ہزار فوج یونانیوں کی تائید پر تھی۔ مگر ہم نے اس فتنہ کا بھی سر کچل ڈالا۔

۱۹۲۱ء اور ۱۹۲۲ء میں خود مجلس وطنی کے اندر مخالفت نے زور پکڑا۔ مخالفت کے سرگروہ رؤف بک اور قرہ واصف بک تھے۔ رأفت پاشا کا میلان بھی اسی جماعت کی طرف تھا جو از حد نامبارک

حکومت آستانہ اور سیواس کانفرنس

حکومت آستانہ، سیواس کانفرنس دیکھ کر گھبرا گئی اور قومی تحریک کا گلا گھونٹ دینے پر کمر بستہ ہوگئی۔ اس مقصد کے لئے اُسنے صوبۂ معمورۃ العزیز کے حاکم علی غالب کو منتخب کیا۔ اُسے حکم دیا کہ مشرقی صوبوں کے تمام کردوں کو قومی تحریک کے خلاف کھڑا کر دے۔ نیز ایک اجنبی افسر اُس کی مدد کے لئے مقرر کیا۔

علی غالب بک کو یقین تھا کہ وہ سیواس تک پہنچ سکتا ہے اور حکومت پر قابض ہو کے قومی تحریک کا خاتمہ کر دے سکتا ہے۔ لیکن ہم قومی کارکن پُورے طور پر بیدار تھے۔ ہم نے بر وقت ضروری تدابیر اختیار کیں۔ مجرموں کا تعاقب شروع کر دیا۔ جلد ہی ان کی ہمتیں پست ہوگئیں اور اجنبی حمایت میں بھاگ کر پناہ لینے پر مجبور ہوگئے۔ نیز میں نے عام حکم صادر کر دیا کہ کردستان میں اجنبی افسروں کی موجودگی قطعاً ممنوع ہے۔ الا یہ کہ اُن کے پاس ہماری خاص اجازت موجود ہو۔

پھر میں نے سلطان کو ایک طویل برقی پیغام بھیجا۔ اسمیں انتہائی تعظیم و تکریم کے الفاظ استعمال کئے اور درخواست کی کہ موجودہ خائن وزارت کو توڑ دیں اور ایک ایسی وزارت مرتب فرمائیں جو قومی آرزوؤں کی موید ہو۔

فرید پاشا یہ پیغام دیکھ کر بہت چراغ پا ہوئے۔ اُنھوں نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ قومی کارکنوں کو بہت ڈرایا دھمکایا اور بالآخر آستانہ اور اناطولیہ کے مابین گفتگو کا سلسلہ ہی منقطع ہوگیا۔

سیواس کانفرنس کے بعد ہم نے پارلیمنٹ منعقد کرنے کی کوشش شروع کی۔ لیکن آستانہ کی حکومت اسے جمع ہونے دینا نہیں چاہتی تھی تاکہ قوم کی مرضی کے خلاف صلح حاصل کر سکے۔ یہ دیکھ کر ہم نے اپنے تمام عہدہ داروں کو حکم دے دیا کہ پُوری مستعدی سے انتخابات کی طیاریاں شروع کر دیں۔ نیز سیواس کانفرنس کی اس تجویز کو عملی جامہ پہنانے کے لئے کمر بستہ ہوگئے کہ اندرون ملک میں ایک نمائندہ جماعت، مجلس قومی کے نام سے قائم ہو اور جملہ معاملات وہی انجام دے، یہاں تک کہ ملک میں ایسی حکومت قائم ہو جائے جسپر قوم کو اعتماد ہو۔

اس جد وجہد میں ہمیں بے شمار مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ اعتراضات، اختلافات، سوء ظن، رشک وحسد کی کوئی حد نہ تھی۔ ساتھ ہی دشمنوں کی علانیہ عداوت اور خفیہ سازشوں نے اب اور بھی زیادہ زور کیا۔ ضروری تھا کہ ان تمام مشکلات کا مقابلہ کیا جائے اور سب کا سر کچل ڈالا جائے۔ ہم نے یہی کیا۔

اسی دوران میں ہر طرف سے سلطان پر تار برقیوں کی بارش ہوئی کہ فوراً اس خائن وزارت کو توڑ دیں۔ اسی دوران میں علی فواد پاشا مغربی میدان جنگ کے سپہ سالار اور انگریزوں میں جھگڑا پیدا ہوگیا۔ میں نے مداخلت کی اور پُرامن طریقہ پر تصفیہ ہوگیا۔ اس فیصلہ کی بنا پر انگریزی فوجیں، مرزیفون اور سامسون سے ہٹ گئیں۔

اب حکومت آستانہ کو یقین ہوگیا کہ اناطولیہ کی قومی تحریک کا مٹانا ناممکن ہے۔ اُس کے خلاف جتنی کوشش کی جاتی ہے، وہ اتنی ہی زیادہ مضبوط ہوتی جاتی ہے، لہذا اُسنے یہی مناسب سمجھا کہ سختی کے بجائے، نرم تدبیروں سے اُس کا خاتمہ کرے۔ چنانچہ مرحوم عبدالکریم پاشا کو مجھ سے گفتگو کرنے کے لئے منتخب کیا۔ ۲۷ اور ۲۸ ستمبر کی درمیانی رات کو ہم دونوں تار برقی کے آلہ پر ۸ گھنٹے بیٹھے باتیں کرتے رہے۔ مگر کوئی سمجھوتہ نہ ہو سکا۔ اب داماد فرید پاشا کے لئے اسکے سوا کوئی چارۂ کار باقی نہیں رہا تھا کہ وزارت کی کرسی خالی کر دیں چنانچہ تین دن بعد وہ مستعفی ہوگئے۔

اُسی زمانے میں طرابزون کے بعض لوگ ایک وفد مرتب کر کے بطور خود سمجھوتہ کے لئے آستانہ جانے لگے۔ مگر اُنھیں روک دیا گیا اور طرابزون کے صوبہ دار کو قید کر دیا گیا۔

اس کا جواب حکومت آستانہ نے یہ دیا کہ پھوٹ ڈالنے کے لئے بعض منافق اناطولیہ میں بھیجدیے۔ مگر اسمیں اُسے کوئی کامیابی نہیں ہوئی۔ بلکہ اناطولیہ کی قومی مجلس نے آستانہ کے باشندوں کی اور زیادہ حمایت حاصل کر لی اور سلطانی حکومت کے شر سے اُنھیں باخبر کر دیا۔ ہم نے یہی نہیں کیا بلکہ اُن پُرجوش ناعاقبت اندیش وطن پرستوں کی ناک میں بھی نکیل ڈال دی جو قسطنطنیہ پر حملہ کر دینے اور تلوار کے زور سے فیصلہ حاصل کرنے پر تُلے ہوئے تھے۔ ہم نے ہر جگہ اپنی دعوت پھیلا دی حتیٰ کہ دول اتحاد کے اہل الحل والعقد کو بھی، جو آستانہ میں موجود تھے، متاثر کر دیا۔

علی رضا کی وزارت

ان کوششوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ سلطان نے ۲ر اکتوبر سنہ ۱۹۱۹ء کو علی رضا پاشا کی وزارت قائم کر دی۔ علی رضا پاشا کا مسلک، فرید پاشا سے بالکل مختلف تھا۔ نئی وزارت، مفاہمت چاہتی تھی۔ مگر وہ بھی اس مفاہمت میں مخلص نہ تھی۔ وہ چاہتی تھی نرمی سے گلا گھونٹ دے۔

علی رضا پاشا نے مجھے مفاہمت کی دعوت دی۔ میں نے گفتگو کے لئے ۵ شرطیں پیش کیں:

(۱) اگر جدید وزارت، قومی آرزوؤں کی موید ہوگی تو قومی مجلس بھی اُس کی تائید کرے گی۔

(۲) جدید وزارت، ملک کی قسمت کا کوئی فیصلہ اُسوقت تک نہ کرے، جب تک پارلیمنٹ منعقد نہ ہو اور حکومت پر اُس کی کامل اور آزاد نگرانی قائم نہ ہو جائے۔

(۳) صلح کانفرنس میں جو نمائندے جائیں، وہ اُن لوگوں میں سے ہوں جن پر قوم اعتماد کرتی ہے۔

(۴) جدید وزارت، پُوری صفائی سے اپنا مسلک ظاہر کرے۔

(۵) وہ تمام عہدہ دار، سپہ سالار برطرف کر دیئے جائیں جو قومی تحریک کے مخالف ہیں۔ اُن کی جگہ وطن پرور آدمی مقرر کئے جائیں۔

کئی دن تک گفت و شنید جاری رہی۔ علی رضا پاشا صرف زبان سے وعدہ کرتے تھے کہ ہماری شرطیں منظور کرتے ہیں۔ وہ ہمیں یقین دلانا چاہتے تھے کہ ہمارے طرفدار ہیں۔ جمال پاشا مرسینی کو وزارت میں اسی لئے داخل کیا تھا کہ قوم کو غلط فہمی میں ڈال سکیں۔ کیونکہ جمال پاشا مرسینی، قومی آدمی خیال کئے جاتے تھے۔

لیکن ہم دھوکا نہیں کھا سکتے تھے۔ جب ہم نے دیکھ لیا کہ گفتگو سے کوئی نتیجہ نہیں نکلتا تو ہماری قومی مجلس بدستور قائم رہی۔ اس کی بیداری اور مستعدی کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت جلد پُورے اناطولیہ پر اُس کی حکومت قائم ہوگئی۔ ساتھ ہی ہماری خفیہ انجمنیں ہر طرف پھیل گئیں۔ خود آستانہ اور سمرنا میں بھی ہم متعدد طاقتور انجمنیں قائم کر سکے۔ ان کوششوں کا اصلی مقصد یہ تھا کہ ہم انتخابات میں کامیابی حاصل کر لیں۔ ہم چاہتے تھے پارلیمنٹ، آستانہ کے بجائے اناطولیہ کی سرزمین میں منعقد ہو۔

اُسی زمانے میں امریکن جنرل ہاربرڈ اناطولیہ میں سیاحت کر رہا تھا۔ اُسنے مجھ سے سیواس میں ملاقات کی اور سوال کیا:

"اگر تمام قربانیوں کے بعد بھی قوم کوئی نتیجہ حاصل نہ کر سکی تو کیا کرو گے؟"

میں نے جواب دیا:

"اگر قوم تمام قربانیاں کرے گی تو ضرور کامیاب ہو جائے گی۔ لیکن اگر اسپر بھی کامیاب نہ ہو تو معنی یہ ہونگے کہ قوم مر گئی!"

اس کے بعد غازی نے رأفت پاشا کی مذمت کی۔ کہا:

"میں نے اُنھیں حکم دیا کہ صوبۂ قونیہ کی حکومت اپنے ہاتھ میں لے لیں۔ مگر اُنھوں نے مجھ سے منصب کی ترقی کا مطالبہ کیا۔ پھر میں نے اُنھیں بوردو کے باغیوں کی سرکوبی کے لئے بھیجنا چاہا، مگر اُنھوں نے دوبارہ منصب کا مطالبہ کیا۔ حالانکہ یہ وہ وقت تھا جب میں خود تمام مناصب سے برخواست کر دیا گیا تھا اور مجھے پھانسی کی سزا کا حکم مل چکا تھا!"

علی رضا پاشا نے ایک چال اور چلنا چاہی۔ صالح پاشا کو مجھ سے گفتگو کرنے کے لئے اماسیا بھیجا۔ مگر عین اُسی وقت سیواس میں شورش بھی پیدا کر دی۔ یہ شورش انجمن محبان انگریز کی کوششوں سے برپا ہوئی تھی۔ اس علاقے میں انجمن کا روح رواں ایک انگریز راہب "فرد" نام تھا۔ سیواس کی طرح ادابازار، بروسہ میں بھی شورش نے ظہور کیا۔ مگر ہم نے بر وقت سب کا خاتمہ کر دیا۔

میں اس بات پر مصر تھا کہ پارلیمنٹ، اناطولیہ میں منعقد ہو لیکن احمد عزت پاشا، جمال پاشا مرسینی، احمد عبوق پاشا اسکے خلاف تھے۔ صالح پاشا کی مجھ سے گفتگو اس سمجھوتہ پر ختم ہوئی کہ طرفین نے اناطولیہ، اطنہ، سمرنا اور آدرنہ کو ترکی قومی وطن تسلیم کر لیا۔ اُس کی تقسیم و تجزی کو ناجائز قرار دیا۔ سلطنت وخلافت کے برقرار رہنے پر اتفاق کر لیا۔ نیز یہ طے پا گیا کہ پارلیمنٹ کے انتخابات پوری آزادی کے ساتھ جاری ہوں۔

ہم نے علی رضا پاشا کی حکومت سے یہ بھی منوا لیا کہ فرانسیسیوں سے جنگ کی جائے جنھوں نے انگریزوں کے بعد اطنہ پر قبضہ کر لیا تھا اور اجنبی جاسوسوں کو قطعی طور پر شرارت پھیلانے سے روک دیا جائے۔ اس سے بھی زیادہ یہ کہ کوئی ایسی صلح قبول نہیں کی جائے جسے مجلس قومی نامنظور کرے۔ اس کے مقابلے میں ہم نے مان لیا کہ پارلیمنٹ آستانہ ہی میں منعقد ہو۔

قومی مجلس انگورہ

۲۷ر دسمبر سنہ ۱۹۱۹ء میں ہماری قومی مجلس سیواس سے انگورہ میں منتقل ہوگئی کیونکہ اب ضرورت تھی کہ ہم یونانی میدان جنگ سے قریب ہیں۔

پارلیمنٹ، آستانہ میں منعقد ہوئی، مگر اتحادیوں نے اُسے جبراً بند کر دیا۔ میں نے پارلیمنٹ کو انگورہ میں جمع ہونے کی دعوت دی۔ مجھے پہلے سے معلوم ہوگیا تھا کہ اتحادی، پارلیمنٹ کے ممبروں کو گرفتار کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے ممبروں کو متنبہ کر دیا اور فوراً انگورہ چلے آنے پر زور دیا۔ مگر اُنھوں نے میری نصیحت قبول نہیں کی اور قید ہوگئے۔

اُسی زمانے میں جمال پاشا مرسینی نے کوشش کی کہ اناطولیہ کی قومی تحریک پر قابض ہو جائیں۔ قومی فوج پر اپنے طرفدار افسر مقرر کر دیں۔ مگر اُنھیں کامیابی نہ ہو سکی۔ پھر اُنھوں نے اتحادیوں کے دباؤ سے مجبور ہو کر چاہا کہ ترکی فوج، یونانیوں کے مقابلے سے ہٹ جائے۔ مگر اُن کی یہ کوشش بھی رائگاں گئی۔

جب پارلیمنٹ کے ممبر انگورہ پہنچے تو میں نے اُنھیں باہمی اتحاد کی نصیحت کی۔ میں چاہتا تھا پارلیمنٹ کا صدر مجھے منتخب کیا جائے، تاکہ میں جب چاہوں، اُسے اناطولیہ میں طلب کر سکوں مگر اُسوقت ارکان مجلس، اتحادیوں کے خوف سے اس کی جرأت نہ کر سکے۔

اب بہت سی نئی مشکلات پیدا ہوگئی تھیں۔ ہمیں سب پر غالب آنا تھا۔ میں نے ترکی میں اور تمام اسلامی ممالک میں اعلان شائع

عالمِ مطبوعات و صحائف

تاریخ کا سب سے بڑا سوانگ

نام نہاد "مجلس اقوام" اور چھوٹی قومیں

حال میں امریکن اخبارات کا ایک سربر آوردہ نمائندہ مجلس اقوام کی کارروائیوں کا مطالعہ کرنے جنیوا گیا تھا۔ واپسی کے بعد اسنے امریکن اخبارات میں حسبِ ذیل تاثرات شایع کئے ہیں:

"یہ انجمن، صرف دول عظمیٰ نے اپنی دلچسپی اور خود غرضی کے لئے بنائی ہے۔ تمام چھوٹی سلطنتیں ان کے جور و استبداد سے فریاد کر رہی ہیں۔ مظلوم قوموں کو یہاں ذبح کیا جاتا ہے اور اُن کی کھال کھینچکر قہقہے لگائے جاتے ہیں۔ کمزور قوموں کی فریادیں، ردی کی ٹوکری میں ڈال دیجاتی ہیں اور وہ مجلس اقوام کو لعنت کرتی، روتی پیٹتی نامراد لوٹ جاتی ہیں۔

"یہ انجمن کچھ مفید ہو سکتی تھی اگر دول عظمیٰ اپنی سازشی طبیعت بدل ڈالتیں۔ مگر یہ ناممکن ہے۔ سازش اُنکے خمیر میں داخل ہو چکی ہے۔ انجمن کی تمام رکن سلطنتیں اس امر سے بخوبی واقف ہیں اور اب چھوٹی سلطنتیں بغاوت پر طیار ہو گئی ہیں۔ چنانچہ انجمن کے آٹھویں سالانہ جلسہ میں انھوں نے اپنے غصے اور نفرت کا علانیہ مظاہرہ کر دیا۔ سویڈن، ہالینڈ، پولینڈ، فنلینڈ، لیتھونیا، استھونیا وغیرہ نے بلکہ ڑی لے دے کی۔ اُنھوں نے صاف لفظوں میں کہہ دیا۔ دول عظمیٰ نے امن و امان کی کشتی، جان بوجھکر غرق کر دی ہے۔ وہ تمام اضطراب اور بے چینی واپس لے آئی ہیں جو گزشتہ جنگ کا سبب تھی۔ وہ باہم سازشیں کرتی ہیں۔ خفیہ معاہدے طیار کرتی ہیں اور وہ تمام خطرناک کام کر رہی ہیں جو مجلس اقوام کے مقاصد سے قطعی مخالفت رکھتے ہیں"

"چھوٹی قوموں کی بغاوت کا علم ہالینڈ بلند کیا۔ اسنے مطالبہ کیا کہ سنہ ۱۹۲۶ء والا جنیوا کا پروٹوکول زندہ کیا جائے جس کی رُو سے جبری تحکیم ہتیاروں کی تقلیل اور چھوٹی سلطنتوں کی زبردست سلطنتوں سے حمایت ضروری ہے۔ ہالینڈ کی اس تجویز کی سویڈن نے تائید کی اور اُس کے نمائندے نے تصریح کی کہ اسوقت بعینہ وہی مسلک، دول عظمیٰ نے اختیار کر لیا ہے جو گزشتہ جنگ کا سبب ہوا تھا اور آئندہ بھی ایک بہت زیادہ ہولناک جنگ کا موجب بنے گا۔

"پولینڈ نے اس کی تائید کرتے ہوئے تجویز کی کہ مجلس اقوام، جنگ کی حرمت کا قطعی فیصلہ صادر کرے۔ لیتھونیا اور فنلینڈ نے تجویز کی کہ تمام سلطنتیں اس بات کا عہد کریں کہ ہر مظلوم سلطنت کو مالی مدد بھی دیں گی تاکہ وہ اپنی مدافعت پوری طرح کر سکے۔ فنلینڈ کے وزیر خارجیہ نے بیان کیا کہ گزشتہ سال یورپ نے اپنے جنگی سامان پر ۲،۹۰۰،۰۰۰،۰۰۰ پونڈ خرچ کئے ہیں۔ یہ بعینہ اتنی ہی رقم ہے جتنی سنہ ۱۹۱۳ء میں اسنے خرچ کی تھی، جس سے جنگ عمومی کا ظہور ہوا۔ یورپ کی اسوقت مجموعی جنگی قوت، ۳،۰۱۴،۵۰۰ سپاہی ہیں۔ یعنی سنہ ۱۹۱۳ء میں یورپ کے پاس جتنی فوج تھی، اُس سے اسوقت تھوڑی ہی کم ہے۔

حالانکہ معلوم ہے جنگ عمومی میں جن سلطنتوں نے شکست کھائی تھی اُن کے ہتیار چھین لئے گئے ہیں اور اُن کے پاس کوئی فوج بھی نہیں ہے۔

"خود مجلس اقوام کے صدر سینور ازیک ولگز کو اعتراف کرنا پڑا کہ تین دول عظمیٰ: برطانیہ، امریکہ، اور جاپان اپنے جنگی جہازوں کے محدود کرنے پر متفق نہیں ہوئیں، لہذا کوئی امید نہیں کہ باقی سلطنتیں باہم کوئی سمجھوتہ کر سکیں گی!"

غرضکہ اب "مجلس اقوام" کی حقیقت کھل گئی ہے اور یورپ میں بھی کوئی اُسپر اعتماد نہیں رکھتا۔

جنون کے بارے میں ایک نیا نظریہ

ڈاکٹر کارل ویکلنڈ، امریکہ کا ایک مشہور ڈاکٹر ہے اور عقلی امراض میں خاص شہرت رکھتا ہے۔ حال میں اسنے جنون کے متعلق ایک نیا نظریہ پیش کیا ہے۔ اس نظریہ کو بہت سے علماء، خود ڈاکٹر کا جنون بتاتے ہیں، مگر وہ اسپر از حد مصر ہے، اس قدر مصر کہ اسے "نظریہ" نہیں کہتا۔ ایک مسلم حقیقت بتاتا ہے!

نظریہ یہ ہے کہ "موت جس سے تمام لوگ اس قدر ڈرتے ہیں، محض ایک معمولی حادثہ ہے۔ موت کے معنی یہ ہیں کہ رُوح ایک حالت سے دوسری حالت میں منتقل ہو جاتی ہے۔ اس سے زیادہ، موت کی کوئی حقیقت نہیں۔ خود روح کو بھی اس انتقال کی خبر نہیں ہوتی بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ بھٹکتے بھٹکتے روح پھر عالم مادہ کی طرف لوٹ آتی ہے اور کسی زندہ آدمی کے جسم میں حلول کر جاتی ہے۔ جب ایسی صورت پیش آتی ہے تو آدمی مجنون ہو جاتا ہے۔ پس جنون کی علت یہ ہے کہ کوئی گم گشتہ راہ روح، جسم میں حلول کر گئی ہو۔

ڈاکٹر اپنے مضمون میں لکھتا ہے:

"۳۰ برس کی تحقیقات کے بعد مجھے ثابت ہو گیا ہے کہ موت کے بعد بھی روح باقی اور زندہ رہتی ہے۔ ہمارے گرد بے شمار روحیں پھر رہی ہیں اور ہم سے مخاطب ہونا چاہتی ہیں۔ لیکن ہم نہ اُنھیں دیکھتے ہیں نہ کسی اور طرح محسوس کرتے ہیں۔ عجیب بات یہ ہے کہ خود یہ روحیں بھی جاہل ہوتی ہیں۔ نہ اپنی حالت پوری طرح جانتی ہیں نہ ہمارے سکوت ہی کے سبب سے واقف ہوتی ہیں۔ یہی جہالت اُنھیں ایک تاریک عالم میں لیجاتی ہے اور وہ اسمیں سرگرداں رہتی ہیں۔ لیکن بہت سی روحیں بھٹک کر اس دنیا میں واپس آجاتی ہیں اور بعض جسموں میں داخل ہو کر اُنھیں مجنون بنا دیتی ہیں۔

"ہر انسان کے جسم سے ایک مقناطیسی سیال مادہ نکلتا رہتا ہے یہی مادہ روحوں کو جسم کی طرف کھینچتا ہے بعض جسموں سے اس مادہ کا خروج زیادہ ہوتا ہے، بعض سے کم۔ اول الذکر اجسام میں کبھی کبھی بیک وقت کئی کئی روحیں حلول کر جاتی ہیں اور وہ حد درجہ جنون میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

آگے چلکر ڈاکٹر نے روحوں سے اپنی کئی گفتگوئیں بھی نقل کی ہیں۔ چنانچہ شاہ ایڈورڈ ہفتم کی وفات کے دن اُسنے ایک انگریز ایکٹرس "لیلیان" کی روح سے گفتگو کی۔ وہ لکھتا ہے میں نے سوال کیا:

"کاش تم مجھے بتا دیتیں کہ موت کے بعد کیا ہوتا ہے!"

رُوح نے یوں جواب دیا۔

"بہت سے لوگ تمھاری دُنیا سے یہاں آتے رہتے ہیں لیکن میں اُن سے نہیں ملتی۔ حالانکہ وہ ملاقات کے لئے بہت اصرار کرتے ہیں۔ یہ دیکھو ایک شخص مجھے پکار رہا ہے۔ کہتا ہے کہ وہ عالم فنا میں شاہ ایڈورڈ کے نام سے مشہور تھا اور اُس کی ماں بہت بڑی ملکہ تھی۔ لیکن اب یہاں وہ خود اور اُس کی ماں، محض دو روحیں ہیں اور باقی روحوں سے کوئی امتیاز نہیں رکھتیں۔ ہم یہاں اُسوقت تک ٹھہرے ہیں جبتک ہم پر اس عالم اور وجود و فنا کے تمام راز نہ کھل جائیں!"

حیوانات کی عمر

تحقیقات سے ثابت ہو گیا ہے کہ بڑی حیوانات اپنی طبیعی موت سے کم مرتے ہیں۔ زیادہ تر قبل از وقت موت کا شکار ہو جاتے ہیں۔ سردی، گرمی، بھوک پیاس، قتل اور دوسرے بہت سے حادثے اُن کی زندگی ختم کر دیتے ہیں۔

حال میں ایک جرمن ڈاکٹر ٹیمن نے اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے ظاہر کیا ہے کہ علماء نے ابتک حیوانات کی عمر کے متعلق جتنے نظریئے قائم کئے ہیں، اکثر غلط ہیں۔ اور یہ کہ عمر کی درازی، جسم کے قد و قامت پر موقوف نہیں ہے، بلکہ دوسرے اسباب سے تعلق رکھتی ہے۔ ہویل مچھلی کو مستثنیٰ کر کے، جس کی عمر بہت زیادہ ہوتی ہے بعض دوسرے حیوانوں کی عمریں اس ڈاکٹر کی رائے میں حسبِ ذیل ہیں:

کچھوا	۳۰۰	برس
طوطا	۳۰۰	"
کوّا	۳۰۰	"
بَط	۳۰۰	"
ہاتھی	۲۰۰	"
شکرا	۱۶۲	"
گدھ	۱۰۴	"
شترمرغ	۶۰	"
اُلّو	۶۰	"
بگلا	۶۰	"
اونٹ، گھوڑا، گدھا،	۵۰	"
ریچھ، کرگدن، دریائی گھوڑا،	۵۰	"
مگرمچھ اور مینڈک،	۴۰	"
جنگلی سور،	۳۰	"
شیر، چیتا، دریائی گائے،	۲۵	"
گوریا	۲۰	"
ہرن	۱۶	"
کتا اور بھیڑیا،	۱۵	"
لومڑی	۱۰	"
چوہا	۳	"

اسی ڈاکٹر نے بتایا ہے کہ چیونٹی اور مکڑی کی بعض قسمیں ۱۵ برس تک زندہ رہتی ہیں۔ بعض شہد کی مکھیاں ۵ برس جیتی ہیں۔ بعض کی کل عمر ۶ ہفتہ ہوتی ہے۔

ابھی فتح سے ناامید تھی۔ حالانکہ اب ہم کافی طاقتور تھے۔ سنہ ۱۹۲۲ء کا جولائی ابھی آیا بھی نہ تھا کہ ترکی فوج، فیصلہ کن معرکہ کے لئے کمربستہ ہوگئی اور دشمن کے مقابلہ پر ۲۰ فوجوں نے حرکت کی۔ اب ہماری جنگی طاقت، دشمن کے برابر تھی۔ لیکن ہوائی جہاز اور توپیں اسکے پاس ہم سے زیادہ تھیں۔ مغربی میدان جنگ کے ۲ حصے کر دیئے گئے ایک حصہ نورالدین پاشا کی قیادت میں تھا اور دوسرا یعقوب پاشا کے سپرد کیا گیا۔ عصمت پاشا، سپہ سالار عام تھے۔

چند ہی آدمیوں کو اصلی حالات کا علم تھا۔ عام طور پر مایوسی پھیلی ہوئی تھی۔ مگر ہم بالکل مطمئن تھے، کیونکہ اپنی قوت سے واقف تھے۔ اچانک ۲۶ اگست کو ہم نے حملہ شروع کیا اور صرف ۵ دن کے اندر دشمن کا قلع قمع کر ڈالا! تمام دنیا حیرت زدہ رہ گئی۔ اب ہماری مظفر و منصور فوجوں نے تھریس اور استنبول کی طرف پیشقدمی شروع کی دول اتحاد ہماری مقاومت پر اٹھیں۔ ہم نے کہا اگر یونان، تھریس اور ادرنہ سے دست بردار ہو جائے تو ہماری فوجوں کو آگے بڑھنے کی ضرورت نہیں۔ اس طرح تھریس اور آستانہ بھی آزاد ہوگیا!

دو عملی کا خاتمہ

پھر لوزان کانفرنس منعقد ہوئی۔ لیکن اتحادیوں نے قومی حکومت پر پھر ایک ضرب لگانا چاہی۔ اُنھوں نے صلح کانفرنس میں حکومت آستانہ کو بھی دعوت دی۔ اب میں مجبور ہوا کہ اس دو عملی کا خاتمہ کردوں۔ چنانچہ میں نے مجلس وطنی میں تقریر کرتے ہوئے کہا:

”سیادت، دی نہیں جاتی، لی جاتی ہے۔ آل عثمان نے یہ سیادت غصب کرلی تھی۔ لیکن اب قوم نے واپس لے لی ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے۔ اب ہمیں اس کا اعتراف کرلینا چاہیئے۔ مجھے یقین ہے یہاں جتنے آدمی جمع ہیں، سب یہ اعتراف کررہے ہیں۔ لیکن اگر وہ اعتراف نہ بھی کریں تو حقیقت بہرحال عنقریب روز روشن کی طرح ظاہر ہو جائے گی“

اس تقریر کا نتیجہ یہ ہوا کہ مجلس وطنی نے سلطنت کو خلافت سے الگ کردیا۔ شخصی فرمانروائی کا خاتمہ کردیا۔ آخری سلطان نے یہ دیکھا تو بدحواس ہوکر اجنبی حمایت میں پناہ لی اور ٹرکی سے بھاگ گیا۔

اس طرح وحیدالدین، منصب خلافت سے ہٹا دیا گیا اور اُس کی جگہ عبدالمجید آفندی کا انتخاب ۲۸ نومبر ۱۹۲۲ء کو عمل میں آیا پھر لوزان میں صلح کانفرنس شروع ہوئی۔

اس اثنا میں میں نے تمام اناطولیہ کا دورہ شروع کیا۔ عام باشندوں سے طویل گفتگو کی اور تمام داخلی اور خارجی معاملات، کاشت کاروں پر واضح کرنا شروع کئے۔

”شاہ پسندوں کی تحریک“

عین اُسی وقت شاہ پسندوں نے بھی اپنی تحریک پھیلانا شروع کی۔ وہ کہتے تھے خلیفہ، دنیا بھر کے مسلمانوں کا سلطان ہے۔ ترکی قوم خدا کی تلوار ہے جسے خلیفہ، خلافت کے مقاصد میں استعمال کرتا ہے لیکن میں اس خیال کا مخالف تھا۔ میں کہتا تھا یہ محض اوہام ہیں۔ اگر خلیفہ، دنیا بھر کے مسلمانوں کا سلطان ہے، تو کوئی وجہ نہیں کہ صرف ایک ترکی ہی قوم، اُس کی تلوار بنے۔ پھر ترکی قوم اپنا خون، پوری فیاضی سے صدیوں بہا چکی ہے۔ اب وقت آگیا ہے کہ وہ اپنے بقاء وحیات کی فکر کرے اور اوہام سے باز آجائے۔ یہی مختلف دعاوی منصب خلافت کی منسوخی کا سبب بنیں“

موجودہ دَورِ حکمرانی

اس کے بعد مقرر نے موجودہ ترکی حکمرانی کی اس طرح تشریح کی:

”۲۰ اپریل ۱۹۲۴ء کے قانون اساسی میں لکھا گیا ہے کہ ترکی سلطنت کا سرکاری دین، اسلام ہے۔ لیکن اب یہ جملہ حذف کردینا ہوگا۔ کیونکہ ہماری جدید جماعت کے قانون میں خلافت کی منسوخی، جمہوریت کا اعلان، شرعی امور کی وزارت، دینی مدارس کی بندش، خانقاہوں کی منسوخی، اور ترکی ٹوپی کی موقوفی، یہ تمام باتیں داخل ہیں۔ شروع شروع اس کا اعلان اس لئے نہیں کیا گیا کہ ہم قول سے پہلے عمل کو پسند کرتے ہیں!

جب عصمت پاشا لوزان سے پہلی مرتبہ واپس آئے تو مخالفین نے اُن پر بڑی سختی سے حملہ شروع کیا۔ لہذا میں نے ازسرنو انتخابات کا فیصلہ کردیا۔

ایک دن رات کو رؤف بک میرے پاس آئے اور مجھے اپنے ساتھ رافت پاشا کے مکان پر لے گئے۔ وہاں علی فواد پاشا بھی موجود تھے۔ رؤف بک نے مجھ سے کہا:

”میں آل عثمان اور سلاطین آل عثمان سے وابستہ ہوں۔ میں اُنہی کا پروردہ ہوں۔ سلطنت اور خلافت، وہ درجے ہیں جن تک ہر آدمی کا پہنچ نہیں سکتا۔ اگر یہ منصب منسوخ کردیئے جائیں گے تو ملک ہولناک مصائب میں مبتلا ہو جائے گا!“

رافت پاشا نے اُن کی تائید کرتے ہوئے کہا ”ہم شاہی فرمانروا کے بغیر اس سرزمین پر زندہ ہی نہیں رہ سکتے!“ علی فواد پاشا نے کہا ”میں نے اب تک اس معاملے میں کوئی غور نہیں کیا ہے“

میں نے ان لوگوں کو مطمئن کرنے کی کوشش کی اور کہا اب تک یہ مسئلہ معرض بحث میں نہیں آیا ہے۔ لہذا یہ گفتگو قبل از وقت ہے لیکن جب وہ وقت آیا تو بلا کسی شکل کے سلطنت اور خلافت میں تفریق کردی گئی۔ خلیفہ عبدالمجید سے ہم نے مطالبہ کیا کہ اپنے نام سے ایک اعلان شایع کریں اور اپنے خائن پیشرو کے اعمال کی مذمت کریں مگر اُنھوں نے اس سے قطعی انکار کیا۔ اسی قدر نہیں بلکہ اپنے دستخط ان لفظوں میں کرنے پر اصرار کیا ”خلیفۂ رسول عبدالمجید بن عبدالعزیز خاں“ اُسی زمانہ میں رافت پاشا نے خلیفہ عبدالمجید کو ایک گھوڑا ہدیۃً پیش کیا۔ اُنھوں نے اُسے قبول کرلیا تو رافت پاشا نے اسے ”لطف الٰہی“ قرار دیا!“

سابق خلیفہ عبدالمجید کی فرانسیسی شادی

جنیوا کی خبروں سے معلوم ہوا کہ سابق خلیفہ عبدالمجید آفندی عنقریب پیرس کی ایک حسین دوشیزہ سے شادی کرنے والے ہیں اس عورت کا نام ”جولیٹ لیبان“ ہے۔ ایک فرانسیسی سرمایہ دار کی لڑکی ہے جو سوئٹزرلینڈ میں مقیم ہے۔ عبدالمجید کی عمر آدھی سے زیادہ ختم ہو چکی ہے۔ بڑھاپا آگیا ہے۔ مگر دوشیزہ کی عمر صرف ۲۲ برس ہے۔

خلیفہ کے محل میں ۵۰۰ عورتیں تھیں۔ مگر شریعت اسلامیہ کے بموجب ان میں سے صرف چار اُن کی شرعی بیویاں تھیں۔ ان چار میں سے دو مرچکی ہیں۔ ایک نے پیرس میں خودکشی کرلی۔ دوسری اٹلی میں ایک ریل کے حادثہ میں مرگئی۔

سلطان عبدالمجید اس وقت جنیوا کے مضافات میں ایک چھوٹے سے گاؤں میں بالکل گوشہ نشینی کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ اُن کے مصاحبوں میں سے صرف گیارہ آدمی ساتھ ہیں۔ اُن کا سالانہ وظیفہ جو ترکی حکومت نے دینا منظور کیا ہے، صرف اٹھارہ ہزار پونڈ ہے۔ لیکن اُن کی جائداد کی آمدنی اس سے کئی گنی زیادہ ہے۔ اس لئے وہ اپنی جلاوطنی میں بھی آرام کی زندگی بسر کرسکتے ہیں۔

پیرس کی دوشیزہ نے ایک اخبار کے نمائندے سے گفتگو کرتے ہوئے کہا:

”میں نے اور سلطان نے پوری کوشش کی کہ ہماری منگنی مخفی رہے لیکن یہ راز کسی طرح فاش ہوگیا۔ مجھے یقین ہے ہم دونوں نہایت پُرمسرت زندگی بسر کرسکیں گے۔ بلاشبہ سلطان کی عمر زیادہ ہے، حتی کہ وہ میرے دادا معلوم ہوتے ہیں، لیکن اس سے میرے دل کے تعلق پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا۔ سلطان نے وعدہ کیا ہے کہ ہنی مون ”دوریرا“ کے ساحلوں پر گذار کے پیرس میں ساتھ رہیں گے“

”تمھیں معلوم ہے کہ اب سے پہلے سلطان کے پاس ۵۰۰ عورتیں تھیں؟“ نامہ نگار نے سوال کیا۔

”ہاں میں جانتی ہوں“ نازنین نے جواب دیا ”لیکن مجھے اس سے کیا سروکار؟ عقلمند عورت کبھی اپنے شوہر کے پرانے حالات نہیں کریدتی۔ یہ عقل اور ادب، دونوں کے خلاف ہے!“

تھوڑے وقفہ کے بعد اُسنے اتنا اور اضافہ کیا:

”جس مرد کے پاس اب سے پہلے ۵۰۰ عورتیں رہ چکی ہیں، وہ ضرور جانتا ہوگا کہ ایک عورت کو کس طرح خوش رکھ سکے؟“

عبدالمجید آفندی اس شادی کے لئے وسیع پیمانے پر طیاری کررہے ہیں۔ لیکن اب تک اُس کی تاریخ اور شادی کا مقام کسی کو معلوم نہیں ہے۔

عظیم الشان توأم ستارہ

پچھلے دنوں امریکن ڈاکٹر جی۔ ایس۔ بلاسکٹ نے ایک عجیب کوکب دریافت کیا ہے۔ یہ ستارہ توأم ہے۔ یعنی جڑواں ہے۔ ۲ ستارے ایک ساتھ ہیں۔ ملتہب گیس سے مرکب ہیں۔ اس گیس کی حرارت پگھلے ہوئے لوہے کی حرارت سے بارہ گنی زیادہ ہے۔ ایک ستارہ بڑا ہے۔ دوسرا چھوٹا ہے۔ چھوٹے کی روشنی آفتاب کی روشنی سے ۱۲،۵۰۰ گنی زیادہ ہے۔ اور قطر، زمین کے قطر سے ۲،۰۰۰ گنا زیادہ ہے۔ دونوں کا حجم، زمین کے حجم سے ۸،۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰ گنا زیادہ ہے۔ وہ آپس میں ایک دوسرے کے گرد حرکت کرتے ہیں۔ حرکت کا دائرہ، بیضاوی شکل کا ہے اور دائرہ، ۱۷،۳۰۰،۰۰۰،۰۰۰ میل طویل ہے۔ ایک ہفتہ میں وہ یہ مسافت طے کرلیتے ہیں۔ رفتار کی سرعت ہر منٹ میں ۱،۵۳،۱۲۸ میل ہے۔

خواجہ حسن نظامی
کا
ہفتہ وار انگریزی اخبار
ینگ مسلم دہلی
تبلیغ کا حامی۔ مسلمانوں کے سیاسی حقوق کا معاون اور تمام اسلامی مطالبات کو گورنمنٹ کے سامنے پیش کرنے والا۔ سالانہ قیمت پانچ روپے۔ طالب علموں سے چار روپے
ہر تعلیم یافتہ مسلمان کو پڑھنا چاہئے
منیجر ینگ مسلم دہلی

دہلی کے نامی اور نامور مشہور و معتبر مقبول خاص و عام اسم بامسمّٰی

ہمدرد دواخانہ یونانی دہلی کا

عدیم المثال نادر الوجود سرمائی تحفہ

تار کا کافی پتہ "ہمدرد، دہلی"

ماء اللحم دو آتشہ

بہ نسخۂ خاص

زندگی جیسی عزیز اور پیاری چیز ہے وہ ظاہر ہے۔ لیکن تندرستی بھی ایک ایسی نعمت ہے کہ بغیر اس کے زندگی بے لطف بلکہ بیکار ہے۔ تندرستی ہزار نعمت ہے۔ تندرستی ہے تو سب کچھ ہے۔ اگر آپ کو تندرستی کی قدر ہے اور تندرست رہنا پسند کرتے ہیں تو ہمارا تازہ کشید کیا ہوا ماء اللحم استعمال کیجئے اور پیری میں شباب کا لطف اُٹھائیے یہ امر تو مسلم ہے کہ ماء اللحم مقوی ارواح ہے، بدن میں چستی اور توانائی پیدا کرنا۔ رنگ کا نکھارنا۔ روح کو تازگی اور قوت دینا۔ گئی ہوئی طاقت میں از سر نو جان کا ڈالنا اس کی خاصیت ہے۔ مگر ہمارا ماء اللحم خصوصیت کے ساتھ پیروں کو جوان اور جوانوں کو نوجوان بناتا ہے اس لئے کہ نادر اور بیش قیمت اور مقوی اور فرحت بخش اجزاء سے بطرز خاص تیار کیا گیا ہے۔ نسخہ بھی اس کا معمولی اور کتابی نہیں ہے بلکہ عالیجناب شفاء الملک بہادر غفران مآب رئیس اعظم دہلی کا خاص خاندانی نسخہ ہے جو جناب ممدوح نے بغرض رفاہ عام "ہمدرد دواخانہ" کو مرحمت فرمایا ہے۔ ایک مرتبہ ماء اللحم کا استعمال فرما کر خدا کی قدرت کا مشاہدہ کیجئے۔ فائدہ تو تین دن کے بعد ہی معلوم ہوتا ہے مگر معتدبہ اور پورا فائدہ ایک چلہ میں ہوتا ہے۔ پبلک کو صرف اپنی لفاظی اور خوش بیانی سے خوش کر دینا ہمارا شیوہ نہیں ہے۔ مگر بعض اُمور میں ہم کو اپنی سچی ہمدردی کے اظہار کا کوئی موقع نہیں ملتا ہے تو مجبور ہو کر اشتہار دینا پڑتا ہے۔

ماء اللحم کے استعمال کا یہی موسم ہے اور یہی زمانہ ہے منگائیے! اور آزمائیے!! تجربہ بتادے گا کہ ہمدرد کہاں تک اپنے دعویٰ میں سچا ہے۔ مشک آنست کہ خود ببوید۔ قیمت بھی بہ نظر ہمدردی پانچ روپیہ فی بوتل مقرر کی گئی ہے علاوہ اسکے چند اقسام کے حلوے مقوی اور خوش ذائقہ نہایت نفیس تیار ہیں جن کے پورے افعال و خواص آپ فہرست میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ نیز ہر قسم کی مفرد و مرکب دوائیں اس دواخانہ سے مناسب قیمت پر ملتی ہیں۔ فہرست ۱۹۲۷ء مع جنتری تیار ہے۔ مفت طلب فرمائیے۔ خط و کتابت کے لئے کافی پتہ "منیجر ہمدرد دواخانہ یونانی دہلی"

منیجر ہمدرد دواخانہ یونانی دہلی

رنگ دیکھ لو — گھسکر آزمالو

ڈوروا تو یہ سونا

جرمنی کی حیرت انگیز ایجاد

اس سونے کی نہایت خوبصورت نازک منقش چوڑیاں جرمنی سے بنکر آئی ہیں۔ چونکہ انہیں ایک خول کی صورت میں بنایا گیا ہے۔ انکے اندر رنگین چوڑیاں آجاتی ہیں۔ اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ بہترین زبرجد اور یاقوت کے نگینے جڑدیئے گئے ہیں۔ برسوں استعمال کیجئے لیکن رنگ و رونق میں فرق نہیں آتا اور نہ سیاہی آتی ہے۔ صنف نازک کے لئے بہترین تحفہ ہے۔ ڈھائی روپیہ میں پانچسو روپے کا کام نکالا جاسکتا ہے۔ ہر سائز کی موجود ہیں۔ سیکڑوں کی تعداد میں فروخت ہوتی ہیں۔ جلد منگوائیے تاکہ اسٹاک ختم نہ ہو جائے۔ ۸ چوڑیوں کی قیمت ڈھائی روپیہ۔ جن کا وزن تقریباً ڈیڑھ تولہ ہوگا۔ چوبیس ۲۴ چوڑیوں کے دام بمبلغ سات روپئے (معہ)

منیجر گولڈن اسٹور۔ پوسٹ بکس نمبر ۹۲ لاہور

برص سفید داغ ۱۲ یوم میں جڑ سے غائب

ورنہ پوری قیمت واپس۔ اقرار نامہ لکھا لیں اکیس ۲۱ خوراک معجون مسیحا اور ایک شیشی روغن مسیحا جو پورے ۱۲ روز کافی ہوگی قیمت معہ خرچ سات روپیہ تیرہ آنہ

دفتر معالج برص نمبر ۱۵ دربھنگہ (بہار)

پروانہ

اپنی نوعیت کا پہلا رسالہ ملک اور قوم و ملت کا سچا پروانہ دلچسپ اور اچھوتے مضامین نظم و نثر سے لبریز نومبر ۲۷ء دربھنگہ سے نہایت پابندی کے ساتھ شایع ہوگا لکھائی چھپائی اور کاغذ بہت نفیس چندہ سالانہ تین روپیہ (عہ) طلبہ سے دو روپیہ (عہ) ممالک غیر سے پانچ روپیہ (صہ)

منیجر رسالہ پروانہ دربھنگہ (بہار)

افیم چھوڑنے کی **بے نظیر گولیاں** جن کے استعمال سے صدہا عملی آسانی سے افیم چھوڑ چکے ہیں ایک روپیہ [illegible] کی گولیاں کافی ہو سکتی ہیں۔ ملنے کا پتہ۔ حکیم محمد عمر اینڈ سنز۔ موگا ضلع فیروزپور پنجاب۔

مطبوعاتِ جامعہ

تاریخ فلسفۂ اسلام۔ ہالینڈ کے مشہور فلسفی اور مستشرق ٹی۔ جے۔ دی بوئر کی تصنیف کا براہ راست جرمن زبان سے ترجمہ از ڈاکٹر سید عابد حسین صاحب۔ ایم۔ اے۔ پی ایچ۔ ڈی (برلن) استاذ فلسفہ و تعلیم و ناظم اُردو اکادمی جامعہ ملیہ قیمت (عہ)

برہان۔ تفسیر سورۂ نور مصنفہ خواجہ عبد الحی صاحب فاروقی۔ خواجہ صاحب کا سلسلۂ تفسیر "الفرقان فی معارف القرآن" کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ یہ کتاب بھی اسی مفید سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ مصنف کی دیگر تفاسیر بھی ہم سے مل سکتی ہیں۔ ہدیہ مجلد عہ (ایک روپیہ)

مبادی معاشیات۔ ایڈون کینن کی مشہور و معروف تصنیف کا سلیس اُردو میں ترجمہ از ڈاکٹر ذاکر حسین خاں۔ ایم۔ اے۔ پی ایچ۔ ڈی شیخ الجامعہ (عہ)

تاریخ الامت۔ تاریخ اسلام کا وہ سلسلہ جو صحیح تاریخی اصول اور تحقیق و تنقید کے ساتھ مولانا حافظ محمد اسلم صاحب جیراجپوری نے اُردو خواں پبلک اور بالخصوص مسلمانوں کے لئے تالیف فرمایا ہے۔ طرز تحریر نہایت سادہ اور زبان بہت سلیس اور عام فہم جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی اور محکمۂ تعلیم صوبہ متوسط و برار نے اسکو اپنے مدارس کے لئے پسند کیا ہے:-

(۱) حصہ اول سیرۃ الرسول عہ (۲) حصہ دوم خلافت راشدہ عہ
(۳) حصہ سوم خلافت بنی امیہ عہ (۴) حصہ چہارم خلافت عباسیہ عہ
(۵) حصہ پنجم خلافت عباسیہ جلد دوم عہ

دیوان غالب اُردو (طبع ثانی) مطبوعہ برلن جرمنی۔ ہندوستان کے مایہ ناز شاعر و ادیب مرزا غالب کے کلام کا مجموعہ بڑی لطافت و نفاست کے ساتھ طبع کرایا ہے۔ پاکٹ سائز۔ ملائم جلد۔ سنہرے نقش و نگار طلائی اوراق اور غالب کی لاثانی عکسی رنگین تصویر جرمن ہنرمندی کا اعلیٰ نمونہ ہے دیوان مکمل ہے جس میں مرزا مرحوم کا خود نوشتہ مقدمہ غزلیات۔ قصائد، اور رباعیات ہیں۔ آخر میں بیاض کے لئے حاشیہ دار سادہ اوراق شامل ہیں، جلد کا رنگ سرخ۔ نیلا یا سبز قیمت صرف چار روپے (للعہ)

ملنے کا پتہ:- **مکتبہ جامعہ ملیہ اسلامیہ۔ دہلی**

ہندوستان اور مجموعۂ عالم

تمام دنیا میں جغرافیائی، عمرانی، اور اقتصادی لحاظ سے ہندوستان کی موجودہ حیثیت کیا ہے؟

(۳)

ہندوستان کے بڑے بڑے شہروں کی آبادی مع شرح پیدائش و اموات

نام شہر	آبادی سنہ ۱۹۲۱ء	آبادی سنہ ۱۹۱۱ء	آبادی سنہ ۱۹۰۱ء	شرح پیدائش و اموات فی ہزار پیدائش	شرح پیدائش و اموات فی ہزار موت
کلکتہ	۹۰۷۸۵۱	۸۹۶۰۶۷	۸۴۷۷۹۶	۱۸٫۹	۳۲٫۷
بمبئی	۱۱۷۵۹۱۴	۹۷۹۴۴۵	۷۷۶۰۰۶	۱۷٫۰	۲۷٫۰
مدراس	۵۲۶۹۱۱	۵۱۸۶۶۰	۵۰۹۳۴۶	۴۳٫۶	۴۷٫۳
ہوڑہ	۱۹۵۳۰۱	۱۷۹۳۸۹	۱۵۷۵۹۴	۲۴٫۶	۳۳٫۸
ڈھاکہ	۱۱۹۴۵۰	۱۰۸۵۵۱	۷۹۷۳۳	۳۳٫۶	۲۷٫۲
پٹنہ	۱۱۹۹۷۶	۱۳۶۱۵۳	۱۳۴۷۸۳	۲۱٫۵	۱۴٫۷
بنارس	۱۹۵۳۷۳	۲۰۸۱۲۱	۲۰۹۳۳۱	۵۰٫۱۵	۴۶٫۱۵
الہ آباد	۱۴۵۶۰۵	۱۵۹۷۰۱	۱۷۲۹۳۲	۴۲٫۰۱	۲۷٫۴۷
آگرہ	۱۸۳۷۵۰	۱۸۲۶۱۹	۱۸۸۰۲۲	۶۰٫۴۷	۳۹٫۰۴
کانپور	۱۹۵۰۸۵	۱۵۷۰۴۰	۱۹۷۱۴۰	۳۹٫۲۱	۴۳٫۷
لکھنؤ	۲۱۷۱۶۷	۲۶۰۶۲۱	۲۶۴۰۴۹	۴۶٫۱۲	۳۶٫۷۵
دہلی	۲۴۶۹۸۷	۲۲۵۴۷۱	۲۰۸۵۷۵	۴۶٫۳۳	۲۹٫۳۷
لاہور	۲۵۷۲۹۵	۲۱۰۲۷۱	۲۰۲۹۰۴	۴۳٫۲۷	۳۷٫۸۴
کراچی	۲۰۶۱۹۱	۱۵۹۲۷۰	۱۱۶۶۶۸	۴۶٫۶۰	۳۶٫۹۴
بڑودہ	۹۱۸۸۰	۹۹۳۷۶	۱۰۳۷۹۰	۳۸٫۱	۳۴٫۰۱
جے پور	۱۲۰۱۹۶	۱۳۶۱۹۹	۱۶۰۵۰۷	۲۲٫۹۷	۳۴٫۹۰
ناگپور	۱۱۲۴۵۳	۱۰۶۴۴۲	۱۲۷۷۳۴	۶۰٫۰۳	۴۷٫۳۶
رنگون	۳۴۵۵۰۵	۲۹۳۳۱۶	۲۳۴۸۸۱	۱۸٫۷۶	۳۵٫۸۱

برطانی ہندوستان میں محنتی آبادی کی بربادی (۱۹۲۲ء)

عمر ۲۰—۴۰

صوبہ	مرد	عورتیں	مجموعی تعداد
مدراس	۶۹۷۹۰	۷۹۸۶۴	۱۴۹۶۵۴
بمبئی	۱۴۱۳۷۳	۴۲۴۴۳	۸۳۸۱۶
بنگال	۱۳۹۳۴۷	۱۳۳۳۳۰	۲۷۳۲۸۶
یوپی	۱۰۷۲۲۲	۱۰۷۰۲۳	۲۱۴۷۴۵
پنجاب	۷۲۳۳۲	۷۲۱۲۵	۱۴۵۰۸۷
برما	۳۲۴۹۷	۲۲۴۵۶	۴۲۷۵۳
بہار	۸۳۳۴۹	۸۵۵۲۷	۱۷۴۸۷۶
سی پی	۲۸۳۶۳	۲۹۷۷۳	۵۸۲۳۷
آسام	۲۹۴۴۷	۲۳۱۵۲	۴۳۳۹۹
کل برطانی ہند	۹۰۰۸۹۳	۹۰۶۶۲۸	۱۲۰۷۵۲۱

دنیا کے بڑے بڑے ملکوں میں ہر آدمی کی سالانہ آمدنی

(سنہ ۱۹۲۶ء میں)

امریکہ	۲۳۲۸	روپیہ
برطانیہ	۱۴۵۶	"
فرانس	۱۲۹۲	"
اٹلی	۵۴۰	"
جاپان	۱۱۸۰	"
ہندوستان	۳۰	"

فی کس روزانہ آمدنی

امریکہ	لعہ ۲ر
برطانیہ	للعہ ار
فرانس	ہے ۹ر
اٹلی	عہ ۹ر
جاپان	ہے ۲ر
ہندوستان	ار

ٹیکس کی فی آدمی شرح بحساب روپیہ آنہ

سال	برطانیہ	فرانس	جرمنی	اٹلی	امریکہ	ہندوستان
سنہ ۱۳و۱۴ء	۵۳-۸-۰	۲۸-۳-۰	۲۳-۰-۰	۱۸-۰-۰	۲۱-۰-۰	۲-۱۲-۰
سنہ ۲۰و۲۱	۳۲۰-۸-۰	۱۳۱-۰-۰	؟	۸۳-۰-۰	۱۲۵-۰-۰	۴-۸-۰
سنہ ۲۲و۲۳	۲۶۱-۰-۰	۱۵۶-۰-۰	؟	۱۰۹-۰-۰	۸۴-۰-۰	۵-۶-۰
سنہ ۲۴و۲۵	۲۳۰-۶-۰	۲۲۵-۰-۰	۹۳-۰-۰	۱۲۰-۰-۰	۸۱-۰-۰	۵-۱۰-۰

ہندوستان اور جزائر برطانیہ میں پیشوں کے اعتبار سے آبادی کا تناسب

ہندوستان		جزائر برطانیہ	
مجموعی آبادی	۳۱۹۳۶۱۰۰۰	مجموعی آبادی	۴۷۳۰۷۰۰۰
زراعت پیشہ	۷۱٫۸		۱۱٫۶
صنعت پیشہ	۱۱٫۳		۵۱٫۲
تجارت پیشہ	۷٫۳		۱۳٫۳
آزاد پیشہ	۲٫۶		۵٫۶
راج کی نوکریاں	۱٫۵		۱۲٫۸
دوسرے پیشے	۵٫۵		...
کان کن	۱٫۱۷		۶٫۵

دنیا کی مزدوری پیشہ آبادی

ملک	مجموعی آبادی	مزدوری
امریکہ	۱۰۵۷۱۶۰۰۰	۴۷۶۷۷۰۰۰
برطانیہ	۴۷۳۰۷۰۰۰	۲۵۷۳۳۰۰۰
فرانس	۳۹۲۰۹۰۰۰	۲۰۹۳۱۰۰۰
جرمنی	۵۹۸۵۸۰۰۰	۳۰۲۳۲۰۰۰
اٹلی	۳۸۸۳۶۰۰۰	۱۸۷۱۸۰۰۰
ہندوستان	۳۱۹۳۶۱۰۰۰	۹۸۸۶۴۰۰۰
کینیڈا	۸۷۸۸۰۰۰	۳۲۲۱۰۰۰
آسٹریلیا	۵۵۱۰۰۰۰	۲۳۹۷۰۰۰
جنوبی افریقہ	۱۴۲۲۰۰۰	۴۷۴۰۰
نیوزی لینڈ	۱۲۸۴۰۰۰	۵۱۵۰۰۰

گر آپ

علم و کتب کی وسعت اور دستِ طلب کی کوتاہی سے گھبرا گئے ہیں تو کیوں کسی ایسے مقام کی جستجو.
نہیں کرتے جہاں دنیا کی تمام بہترین اور منتخب کتابیں جمع کر لی گئی ہوں؟

ایسا مقام موجود ہے!

J. & E. Bumpus Limited,
350, Oxford Street,
LONDON, W. 1.

جو

دنیا میں کتب فروشی کا عظیم مرکز ہے

اور جسے ملک معظم برطانیہ اور انکے کتبخانہ قصر کے لئے کتابیں بہم پہونچانے کا شرف حاصل ہے!

انگریزی کا تمام ذخیرہ جو برطانیہ اور برطانی نو آبادیوں اور ملحقہ ممالک میں

شایع ہوتا ہے

یورپ کی تمام زبانوں کا ذخیرہ

مشرقی علوم و ادبیات پر انگریزی اور یورپین زبانوں کی تمام کتابیں

نئی اور پرانی دونوں طرح کی کتابیں

تمام دنیا کے ہر قسم اور ہر درجہ کے نقشے

ہر قسم کی تعلیمی کتابوں کے مسلسل سلسلے

بچوں کے لئے ہر قسم اور درجہ کا ذخیرہ

قیمتی سے قیمتی اور سستے سے سستے ایڈیشن

آپ ہمارے عظیم ذخیرہ سے حاصل کر سکتے ہیں

ہمارے یہاں سے ہر چھ ماہ

کے بعد نئے ذخیرہ کی مفصل فہرست شایع ہوا کرتی ہے

ان تمام اصحاب کے لئے

جو

قیمتی تمدن و صنعت کی قیمتی اشیاء کا شوق رکھتے ہیں

دنیا میں عظیم الشان مقام

I. SHENKER,

118, BROMPTON ROAD, KENSINGTON, LONDON, S. W. 3.

ہی

مغرب و مشرق کے قدیم آثار، پرانی قلمی اور مطبوعہ کتابیں، پرانی تصویریں، پرانے سکے، اور نقوش، پرانے زیور، آرائش و تزئین کا ہر قسم کا سامان، اور ہر طرح کے پرانے صنعتی، عجائب و نوادر، اگر آپ کو مطلوب ہیں، تو ہم سے خط و کتابت کیجئے - کم از کم ہماری نمائش گاہوں اور ذخائر کی فہرستیں ہی منگوا لیجئے - اہل علم اور اہل دولت، دونوں کے لئے ہمارا ذخیرہ قیمتی ہے۔

نوادر عالم کا یہ ذخیرہ

دنیا کے تمام حصوں سے غیر معمولی مصارف و مساعی کے بعد حاصل کیا گیا ہے
دنیا کے تمام قدیم تمدنی مرکزوں مثلاً مصر، شام، فلسطین، ہندوستان، ایران
ترکستان، چین، وغیرہ ممالک میں ہمارے ایجنٹ ہمیشہ گردش کرتے رہتے ہیں

بایں ہمہ

قیمتیں تعجب انگیز حد تک ارزاں ہیں!

بر اعظم یورپ، امریکہ

اور

مشرق

کے تمام بڑے بڑے محل، کتب خانے، اور عجائب خانے، ہم سے نوادر حاصل کرتے رہتے ہیں۔ قاہرہ کے نئے ایوان شاہی کے نوادر ابھی حال میں ہم ہی نے فراہم کئے ہیں

اگر آپ کے پاس نوادر موجود ہوں

تو

آپ فروخت کرنے کے لئے بھی پہلے ہم سے ہی خط و کتابت کیجئے۔ بہت ممکن ہے کہ ہمارا سفری یا مقامی ایجنٹ آپ سے مل سکے

مطبوعات الهلال بك ايجنسى

* * *

معارف ابن تيميه و ابن قيم

* * *

ديني علوم كے بيش بها جواهر ريزي

* * *

اس سلسله ميں هم نے اماميں كي ان نادر و اعلى درجه كي بلند پايه عربي تصانيف كے اُردو تراجم كا سلسله شروع كيا هے ' جنكا مطالعه اصلاح عقائد اسلام اور اشاعت و معارف كتاب و سنت كے ليے نهايت ضروري و ناگزير هے - اميد كه يه "سلسلۀ تراجم" بد نصيب هندوستان كي دماغي اصلاح كا كام دے :

آسوۀ حسنه ــــ امام ابن قيم كي فن سيرت ميں شهره آفاق كتاب "زاد المعاد" كے خلاصه كا اُردو ترجمه - بلا جلد ٢ روپے مجلد اڑهائي روپيه -

كتاب الوسيله ــــ لفظ "وسيله" كي بحث كے علاوه امام ابن تيميه نے اسلام كے اصل الاصول "توحيد" كي مبسوط بحث كي هے - بلا جلد اڑهائي روپيه ' مجلد سوا تين روپيه -

اصحاب صفه ــــ انكي تعداد ' ذريعه معاش ' طريق عبادت اور انكے مفصل حالات بيان كيے هيں دس آنے -

تفسير سورة الكوثر ــــ امام ابن تيميه كے مخصوص انداز تفسير كا اُردو ترجمه - چار آنے -

العروة الوثقى ــــ خالق و مخلوق كے درميان واسطه كا فرق بدلائل بيان كيا هے - چهه آنے -

سيرت امام ابن تيميه ــــ حضرت امام كے ضروري حالات زندگي نهايت خوش اسلوبي سے بيان كيے هيں - نو آنے

نجد و حجاز ــــ علامه سيد محمد رشيد رضاء مصري كي تازه كتاب كا اُردو ترجمه - سوا روپيه -

آئمه اسلام ــــ ترجمه رفع الملام عن ائمة الاعلام - باره آنے

خلاف الامه ــــ فى العبادات - پانچ آنے

صبح سعادت ــــ يه ايك علمي ' اسلامي ' سه ماهي رساله هے جس كے خريداركو هم نے كمال كوشش و كاوش سے اُردو ' عربي ' فارسي ' انگريزي ' اور دوسري زبانوں كي تمام اهم اور اعلى مطبوعات كے متعلق بهترين تازه معلومات بهم پهنچانے كا اهتمام كيا هے- اسكے علاوه آئمه و اسلام و بزرگان دين كے حالات ' لطائف افسانه ' نظميں اور ممالك اسلاميه كے معتبر ذرائع سے حاصل كيے هوے حالات درج كيے جاتے هيں - في پرچه ٨ آنه سالانه ٢ روپيه پيشگي -

* * *

منيجر الهلال بك ايجنسى

(حلقه نمبر ٢٤ شيرانواله دروازه لاهور پنجاب)

"Al-Hilal Book Agency,"

24, LAHORE, PANJAB.

* * *

خط و كتابت كى وقت اپنا نام اور پته صاف لكهين

اور نمبر خريدارى ضرور تحرير فرمائين

السحر الحلال في مجلدات الهلال

* * *

گاه گاهے بازخوان این دفتر پارینه را

تازه خواهی داشتن گر داغهائے سینه را

* * *

اردو صحافت كي تاريخ ميں الهلال هي وه رساله هے جو اپني تمام ظاهري اور باطني خصوصيات ميں ايك انقلاب آفريں دعوت تهي -

الهلال اگرچه ايك هفته وار مصور رساله تها ' ليكن چونكه وه اردو صحافت كي مختلف شاخوں ميں اجتهاد نظر و فكر كي نئي روح پيدا كرني چاهتا تها ' اِس لئے اُس كا هر نمبر مختلف اقسام اور مختلف اذواق كا مجموعه تها- اُس كے هر نمبر ميں مختلف ابواب ' مذهب ' سياست ' ادبيات ' علوم و فنون ' اور معلومات عامه كے هوتے تے - اور اُسكا هر باب اپني مجتهدانه خصوصيات كے لحاظ سے اپني نظير آپ هوتا تها- پهر اس كي ظاهري خوبياں اُردو صحافت ميں اعلى طباعت و ترتيب كا پهلا نمونه تهيں- اردو كا وه پهلا هفته وار رساله تها ' جس ميں هاف ٹون تصاويركے اندراج كا انتظام كيا گيا ' اور ٹائپ ميں چهپنے كي وجه سے بهت سي ايسي خوبياں پيدا هوئيں جو پتهر كي چهپائي ميں ممكن نهيں- اِس كي جلديں جديد اُردو علم ادب كے علمي ' مذهبي ' سياسي ' اور اجتماعي مواد و مباحث كا بهترين مجموعه هيں- اِن كي مقبوليت و قدر كا اندازه اِس سے هوسكتا هے كه سنه ١٩١٨ ميں بعض شايقين علم و ادب نے اِس كي تمام جلدوں كا مكمل ست سات سو روپيه ميں خريد كيا - اور حال ميں ايك صاحب نے اِس كي پهلي جلد مكمل (جو دفتر ميں بهي موجود نهيں) ساڑهے چارسو روپيه ميں حيدرآباد سے خريدي هے - جن لوگوں نے اِس كے پرچے بحفاظت جمع كئے هيں وه بڑي سے بڑي قيمت پر بهي علحده كرنے كيليے تيار نهيں- پچهلے دنوں "البــلاغ پريس" كا جب تمام اسٹاك نئے مكان ميں منتقل كيا گيا تو ايك ذخيره الهلال كے پرچوں كا بهي محفوظ ملا ' هم نے كوشش كي كه شايقين علم و ادب كے لئے جس قدر مكمل جلديں مرتب كي جا سكتي هيں مرتب كرلي جائيں اور جن جلدوں كي تكميل ميں ايك دو پرچوں كي كمي هو اُنهيں دوباره چهپوا ليا جاے -

چنانچه الحمدلله يه كوشش ايك حد تك مشكور هوئي اور اب علاوه متفرق پرچوں كے چند سالوں كي جلديں پوري مكمل هوگئي هيں - هم اِس اعلان كے ذريعه شايقين علم و ادب كو آخري موقعه ديتے هيں كه اِس قيمتي ذخيره كے حاصل كرنے ميں جلدي كريں ' چونكه جلدوں كي ايك بهت هي محدود تعداد مرتب هوسكي هے اس لئے صرف اُنهيں درخواستوں كي تعميل هوسكے گي جو سب سے پهلے پهونچيں گي- هر جلد مجلد هے اور ابتدا ميں تمام مضامين كي انڈكس به ترتيب حروف تهجي لگادي گئي هے -

الهلال مكمل جلد دوم ١٠ روپيه الهلال مكمل جلد سوم ١٠ روپيه

" " " چهارم ١٠ روپيه " " " پنجم ١٠ روپيه

جلد "البــلاغ" (جب دوسري مرتبه الهــلال اِس نام سے شائع هوا) قيمت ٨ روپيه

علاوه جلد اول كے هر جلد كے متفرق پرچے بهي موجود هيں جن ميں سے هر پرچه اپنے مضامين كے لحاظ سے ايك مستقل مجموعه علم و ادب هے- قيمت في پرچه ٨ - آنه - محصول ڈاك و پيكنگ اِس كے علاوه هے -

منيجر "البــلاغ پريس"

کیا آپکو معلوم نہیں
کہ
اسوقت
دُنیا کا بہترین فاونٹین قلم
امریکن کارخانہ "شیفر"
کا
"لائف ٹائم"
قلم ہی؟

(۱) اتنا سادہ اور سہل کہ کوئی حصہ نزاکت یا پیچیدہ
ہونے کی وجہ سے خراب نہیں ہوسکتا
(۲) اتنا مضبوط کہ یقیناً وہ آپکو آپکی زندگی بھر کام
دے سکتا ہی
(۳) اتنا خوبصورت، سبز، سرخ اور سُنہری بیل بوٹوں
سے مزین کہ اتنا خوبصورت قلم دُنیا میں
کوئی نہیں
کم ازکم تجربہ کیجئے
یاد رکھئے
جب آپ کسی دکان سے قلم لیں تو آپکو
"شیفر" کا
"لائف ٹائم"
لینا
چاہئے!

اگر آپ انگلستان کی سیاحت کرنا چاہتے
ہیں تو
یاد رکھئے
کہ
آپکو ایک مستند اور آخرین رہنما
گائڈ بک
کی ضرورت ہی
جو
انگلستان کے تمام شہروں، سوسائیٹیوں
ہوٹلوں، کلبوں، تھیٹروں، رقص گاہوں،
قابل دید مقامات،
اور
آثار قدیمہ وغیرہ سے
آپکو مطلع کردے
نیز
جس سے وہ تمام ضروری معلومات حاصل کیجا سکیں جن
کی ایک سیاح کو قدم قدم پر ضرورت پیش آتی ہی!
ایسی
مکمل گائڈ بک صرف
ڈنلاپ گائڈ ٹو گریٹ بریٹن
The Dunlop Guide
To Great Britain
کا دوسرا ایڈیشن ہی
ہندوستان کے
تمام انگریزی کتب فروشوں اور بڑے بڑے
ریلوے اسٹیشنوں کے بک اسٹال سے مل سکتی ہی

جامع الشواہد
طبع ثانی

مولانا ابوالکلام صاحب کی یہ تحریر ۱۹۱۹ء میں شائع ہوئی تھی جب وہ رانچی میں نظربند تھے۔ موضوع اس تحریر کا یہ تھا کہ اسلامی احکام کی رو سے مسجد کن کن اغراض کے لئے استعمال کی جاسکتی ہی؟ اور اسلام کی رواداری نے کس طرح اپنی عبادت گاہوں کا دروازہ بلا امتیاز مذہب ملت تمام نوع انسانی پر کھول دیا ہی؟ قیمت بارہ آنے (۱۲؍)
(منیجر الہلال کلکتہ)

اگر آپکو
دمہ
ضیق النفس
یا
کسی طرح کی بھی معمولی کھانسی کی شکایت
ہو
تو تامل نہ کیجئے۔ اپنے سے قریب
دوا فروش کی دکان سے
فوراً
ایک ٹین
HIMROD
کی
مشہور عالم دوا کا
منگوا کر
استعمال کیجئے

۱۹۲۷

نمبر ۲۳ جلد ۱

ابلاغ پریس کلکتہ

قیمت [illegible] ۵ ـ انه

دنیا کي بهترین کتابوں کیلئے بهترین رهنما:

تائمز اف لندن کا ادبي ضمیمه

یه ضمیمه دنیا کي تمام کتابوں پر هفته وار دلچسپ اور وقیع تبصره کرتا هے -

اسکا معتدل نقد علمي حلقوں میں مسلم هے -

اس میں چند صفحات وقت کے جاري اور زیر بحث ادبي فوائد پر بهي هوتے هیں جنکي اهمیت کا عام طور پر اعتراف کیا گیا هے -

اپنے یہاں کے ایجنت سے تقاضه کیجئے که وه تائمز لندن کا هفته وار ادبي ضمیمه آپکے لئے مهیا کرے - لیکن اگر آپ چاهیں تو

The Publisher :

Printing House Square
London, E. C. 4.

سے براه راست طلب کر سکتے هیں

دنیا کے هر معلم اور ماهر فن تعلیم کیلئے

ضروري هے که

تائمز اف لندن کا تعلیمي ضمیمه مطالعه کرے

اگر آپ چاهتے هیں که فن تعلیم کے تمام نظري اور عملي تغیرات و ترقیات سے بے خبر نه رهیں ' تو آپکو یه ضمیمه بلا ناغه مطالعه میں رکهنا چاهیے -

یه هر هفته اس موضوع پر تمام اهم خبریں اور مباحث جمع کردیتا هے - ماهرین فن اور مشاهیر تعلیم کے قلم سے اسکے صفحات مرتب هوتے هیں -

اپنے یہاں کے ایجنت سے طلب کیجئے -

ورنه

The Publisher,

Printing House Square
London, E. C. 4.

سے طلب کرسکتے هیں -

کیا آپ تجارت کرني چاهتے هیں ؟

اگر آپ چاهتے هیں که یورپ اور امریکه کے تمام بڑے بڑے کارخانوں سے تجارتي تعلقات قائم کریں ' نفع بخش ایجنسیاں لیں ' هندوستان سے خام پیدا وار بهیجیں ' نئي نئي ایجادات سے اپنے ملک کو آشنا کریں ' تهوڑي سي محنت اور تهوڑا سا سرمایه لیکر ایک وقیع کار و بار شروع کردیں ' تو آپ کو ابتدا میں بهت سي باتیں معلوم کرني چاهئیں - اس طرح کي تجارت کے گر اور بهید سیکهنے چاهئیں - هندوستان کے تمام حلقوں اور یورپ و امریکه کے تمام کارخانوں اور کوٹهیوں کے حالات اور اصول معاملت معلوم کرنے چاهئیں - بغیر اس کے آپ کامیاب نہیں هوسکتے -

اگر آپ چاهتے هیں که بهت تهوڑا سا وقت خرچ کرکے یه ساري باتیں با قاعده علمي اصول پر معلوم کرلیں ' تو آپکو چاهیے که هم سے خط و کتابت کریں - هم یه کام به حیثیت ایک ماهر فن کے کر رهے هیں - خط و کتابت کے بعد هي آپکو معلوم هو جائیگا که آپکے مقصد کیلئے هم کس درجه مفید هیں ؟

همارے تعلقات دنیا کے تمام تجارتي حلقوں سے هیں -

M. R. MARSDEN & CO.
Post Box 708.
Clive Street, Calcutta.

برونو ملر اینڈ کو - برلن

پوسٹ بکس نمبر ۲۴

BRUNO MULLER & CO. M. B. H.

Berlin-W 35

Post No. 24.

هر طرح کي مشینیں جو گرم ملکوں کے میووں کو خشک کرنے اور پهلوں کو محفوظ رکهنے کیلئے ضروري هیں ' اس کارخانے میں طیار کي جاتي هیں - تمام دنیا میں اس قسم کي مشینوں کا یه بهترین کارخانه هے - مندرجۂ بالا پته سے خط و کتابت کیجیے -

یاد رکهیے

میووں ' ترکاریوں ' اور هر طرح کے زرعي مواد کو خشک کرنے کا بهترین طریقه وه هے جو " نئے سستم " کے نام سے متمدن ممالک میں مشهور هے - اس " نئے سستم " کے مطابق کام کرنے والي مشینیں صرف اسي کارخانه سے مل سکتي هیں ۔

Printed and Published by
MASUD HASAN ZUBERI AT THE AL-BALAGH PRESS, 11, BALLYGUNGE CIRCULAR ROAD, CALCUTTA
EDITOR : MAULANA ABU-AL-KALAM AZAD.

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين القرآن الحكيم

الهلال

ایک هفته وار مصور رساله

نمبر ٢٣ کلکته : جمعه ٢٩ ـ جمادی الاولی ١٣٤٦ هجری جلد ١
Calcutta : Friday, 25, November 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نهین ؟

آج کوئی زبان ترقی نهین کر سکتی اگر وه اپنا ترقی یافته طریق طباعة نهین رکھتی ۔
طباعة کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نهین که حروف کی چھپائی اختیار کی جای ۔
پتھر کی چھپائی مین محدود رهکر اردو کی طباعة کبھی ترقی نهین کر سکتی ۔

اردو کی سب سی بهتر حروف جو اس وقت تك بن سکی هین ، وه هین جن مین الهلال چھپتا هی ۔ اور عربی کا بهترین خط نسخ وه هی جس مین یه سطرین کمپوز کی گی هین ۔ آپ ان دونون مین سی جسی چاهین پسند کر لین ۔ لیکن پتھر کی چھپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین ۔

براه عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی همین اطلاع دیجیی ۔ یاد رکھیی ۔ طباعة کا مسئله آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیاده اهم مسئله هی ۔ ضروری هی که اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین ۔

الهلال

قارئین الهلال کی آراء

اس باری مین اس وقت تك ١٧٤٢ مراسلات وصول هوی هین ۔ تقسیم آراء حسب ذیل هی :

عربی حروف کی حق مین	٢٥٠	اردو حروف کی حق مین	٤٥٢
موجوده مشترك طباعة کی حق مین	٦٨٠	حروف کی حق مین بشرطیکه نستعلیق هون	١٦٠
پتھر کی چھپائی کی حق مین	٢٩٠		

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بھی متفق ظاهر کیا هی ۔

آراء کی دیکھنی سی معلوم هوا که اس باری مین بعض اهم تفصیلات پر لوگون کی نظر نهین هی ۔ اور اسلیی شرح وبیان کی ضرورت هی ۔ آینده اس باری مین مولانا به تفصیل اپنی خیالات ظاهر کرینگی مگر ضرورت هی که بقیه حضرات بھی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بھیج دین ۔

الهلال

الهلال

هر جمعه کو نمبر ۱۱ - بالي گنج سرکلر روڈ - کلکته سے شایع هوتا هے

قیمت سالانه مع محصول	باره روپیه
هندوستان سے باهر کیلیے	سوله روپیه
قیمت شش ماهي	سات روپیه
قیمت في پرچه	پانچ آنه

---

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر " منیجر الهلال " کے نام سے کي جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے هوں آنکے لفافه پر " ایڈیٹر " کا نام هونا چاهیے -

(۲) نمونه مفت ارسال نه هوگا -

(۳) براه عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پته صاف اور خوش خط لکھیے

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداري لکھیے جسکي اطلاع آپکو وصول قیمت کي رسید میں دیدي گئي هے -

(۵) اگر کسي صاحب کے پاس کوئي پرچه نه پهنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک هفته کے اندر اطلاع دیں - ور نه بصورت تاخیر بغیر قیمت کے روانه نهیں کیا جائیگا -

(۶) اگر آپ دو تین ماه کیلئے ایک جگه سے دوسري جگه جا رهے هیں تو اپنا پته تبدیل نه کرایے ، مقامي ڈاکخانه کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیاده عرصه تک کے لئے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک هفته پیشتر اطلاع دیکر پته تبدیل کرالیں -

(۷) مني آرڈر روانه کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پته ضرور لکھدیں -

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتري فرائض (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیره) سے نهیں هے ٹکٹ ضرور بھیجیے ورنه دفتر پر غیر معمولي خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

عکا کے یہاں قیام کرے - رستم نے لکها هے که احمد باشا نے اپني دوستي کا حق اِس طرح ادا کیا که مصري امیر کو زهر دے کر مار ڈالا !

(نپولین تک رسائي)

رستم نے اب اپنے سامنے ایک نئي مصیبت دیکهي - مجبوراً مصر بهاگ گیا - مصر میں ایک دوست نے اُسے مشهور خاندان بکري کے سجاده نشین شیخ السادات کي خدمت میں پیش کر دیا - شیخ اُسے دیکهه کر بهت خوش هوا اور اپنے غلاموں کا افسر بنا دیا -

شام کے حملے سے واپسي پر نپولین کے استقبال کیلیے مصر کے تمام اُمراء شهر کے باهر کهڑے تهے - سید بکري بهي موجود تهے - وه نپولین کي سواري کے لیے ایک گهوڑا بهي لے گئے تهے - گهوڑے کي لگام ' رستم کے هاتهه میں تهي - نپولین نے گهوڑا شکریه کے ساتهه قبول کر لیا - چند دن بعد دو غلاموں کي فرمائش کي - سید بکري نے دو غلام حاضر کر دیے - انهي غلاموں میں ایک رستم تها - نپولین نے اپني خدمت میں لیتے وقت رستم کو ایک مرصع تلوار اور طلائي دستے کے دو طپنچے عطا کیے -

شیخ خلیل بکري نقیب السادات مصر
جس کے ذریعه نپولین کو رستم ملا

(فرانس میں داخله)

فرانس کي واپسي میں رستم بهي نپولین کے ساتهه تها - راستے میں کوئي خاص واقعه پیش نهیں آیا - البته ایک دن نپولین کے ساتهیوں نے ستانے کیلیے کهدیا که " جنرل تمهیں اِس لیے ساتهه لیے جاتا هے ' تاکه پیرس کے جلسے میں تمهاري بهینٹ چڑهائے " ساده لوح غلام ڈر گیا ' اور واویلا مچانا شروع کر دیا - نپولین نے سنا تو بهت هنسا - اور وه تمام رقم اُسے بخش دي ' جو دوران سفر میں اپنے ساتهیوں سے جوئے میں جیتي تهي !

نپولین نے رستم کو مارسیلز میں چهوڑ دیا - هر طرف لوگوں کي نظریں اُس پر پڑتي تهیں - عورتیں تو اسپر ٹوٹ پڑیں - اسکے عجیب مشرقي اطوار اور چرکسي چشم و ابرو اُنکے لیے نئي قسم کي چیز تهي - چند دن بعد نپولین کا اسباب لیکر وه پیرس روانه هوا - راستے میں ڈاکو مل گئے ' اور تمام اسباب لوٹ لیا - رستم کي مرصع تلوار اور چهه هزار فرنک کي تهیلي بهي چهین لي -

جوزیفائن ' نپولین کي بیوي ' رستم کو دیکهه کر بهت خوش هوئي اور اپني خدمت میں قبول کر لیا - بعد میں لوگوں نے اِس پر طرح طرح کي چه میگوئیاں کیں - کها گیا که جوزیفائن غلام پر عاشق هے - اِسي قدر نهیں بلکه یهاں تک کها گیا که نپولین رستم کو محض اِسي نیت سے لایا تها ' تاکه جوزیفائن کیلیے دلچسپي کا سامان مهیا کر دے ' اور خود اُس کي نگراني اور رشک سے آزاد هو جائے -

(رستم اور پیرس)

کچهه هي سبب هو ' لیکن پیرس میں رستم کے ظهور نے نپولین کي عظمت میں غیر معمول اضافه کر دیا تها - رستم اپنے بیش قیمت لباس میں " قنصل " (نپولین) کے ساتهه ساتهه پهرا کرتا تها اور پیرس کي مخلوق اُسے دیکهه کر متحیر رهجاتي تهي !

قنصل مقرر هونے کے بعد نپولین اُس محل میں اٹهه گیا ' جو حکومت نے اُسے دیا تها - رات کو اُس کے خاص کمرے کي نگهباني رستم هي کے ذمے تهي - وه رات بهر دروازے پر پڑا رهتا تها ' اور کسي کو اندر جانے نهیں دیتا تها -

ایک دن جوزیفائن کو معلوم هوا که نپولین کے ساتهه ایک عورت موجود هے - وه غصے میں بهري هوئي اٹهي اور کمرے میں گهس پڑنا چاها - مگر رستم دروازے پر سو رها تها - اُس کے خراٹے اِتنے بلند اور خوفناک تهے که جوزیفائن ڈر گئي - شمع هاتهه سے گر پڑي ' اور بدحواس الٹے پاؤں بهاگي !

دن کے وقت رستم کے فرائض یه تهے که صبح اپنے آقا کو حجامت میں مدد دیتا تها - نپولین نهایت تنک مزاج تها - بار بار چلا اٹهتا تها " گدهے ! آئینه سیدها کر - خوش قسمتي سے تیرا آقا مصري نهیں هے ورنه گردن اڑا دیتا ! " حجامت کے بعد اپنے آقا کو نهلاتا تها - پهر اُس کے ساتهه دفتر جاتا تها اور ایک لمحه کیلیے بهي جدا نهیں هوتا تها -

کلیپر کهتا هے :

" نپولین نے کبهي کسي سے محبت نهیں کي - لیکن وه اپني فیاضي سے دوسروں کي محبت خرید لیا کرتا تها - همیشه جوئے میں اپني تمام جیت ' رستم کو دیدیا کرتا - ایک مرتبه پانچ دن کے اندر تین هزار فرنک رستم کو مل گئے - اِس تقرب کي وجه سے تمام خادم رستم پر حسد کرنے لگے تهے - صرف خادم هي نهیں ' بهت سے بڑے بڑے آدمي بهي جلتے تهے - اُن کا خیال تها - رستم کي یه تمام قدرداني صرف اِس لیے هے که وه اُس کے دشمنوں کو خفیه قتل کر ڈالتا هے -

رستم نپولین کے ساتهه سایه کي طرح لگا رهتا تها - حتی که فوج کي قواعد کے وقت بهي آقا کے گهوڑے کے پهلو میں اُس کا عربي گهوڑا نمایاں نظر آتا تها - گهوڑے پر چیتے کي کهال کا زین هوتا تها - زین پر سونے کا کام تها - خود رستم کا لباس ' ریشم کا کارچوبي هوتا - دور دور تک اُس کي چمک دمک آنکهوں کو خیره کر دیتي تهي - وه اِس قدر شاندار هوتا تها که رستم ' عرب پادشاه معلوم هوتا تها ' اور نپولین اُس کا فرنگي سپه سالار - تهیٹر میں بهي وه نپولین کے پهلو میں بیٹهتا تها - تمام نظریں غلام کي شان و شوکت کے تماشه میں محو هوجاتي تهیں ! "

جب کبهي وه راستے میں تنها هوتا ' مخلوق هجوم کر کے ساتهه هوجاتي - مسرت کے نعرے بلند هونے لگتے - اپنے فاتح آقا کي طرح یه غلام بهي اپني عظمت و غرور میں مدهوش رهتا تها - وه بالکل پروا نه کرتا که لوگ اُس کي تعریف میں نعرے لگا رهے هیں ' یا تضحیک کر رهے هیں !

مطبوعات جدیده

رستم بن رضا

(نپولین کا چرکسي غلام اور معتمد)

الهلال کے گذشته نمبر میں هم نے ایک جرمن اهل قلم کي جدید کتاب کا ذکر کیا تها جس میں اُس نے نپولین کے بعض غیر مشهور گوشه هاے حیات پر روشني ڈالنے کي کوشش کي هے - ابهي اس کتاب کي بهت سي دلچسپ اور عبرت انگیز داستانیں باقي هیں ' لیکن هم چاهتے هیں ' مجلس کے تبدیل ذائقه کیلیے اُسکے ایک دوسرے حصه پر قاریین الهلال کو توجه دلائیں - یه حصه بهي تاریخي دلچسپي کے لحاظ سے پچهلي داستانوں سے کمتر نهیں هے - اِس میں نپولین کي درباري زندگي کي ایک عجیب و غریب تاریخي شخصیت سے آنکي تقریب هوگي - یه شخصیت دس برس تک نپولین کے تمام عجائبات زندگي کي طرح یورپ کي ایک عجیب و غریب هستي کا درجه رکهتي تهي - حالانکه اُسکي ابتدائي زندگي : اس طرح شروع هوي تهي که وه مصر کا ایک چرکسي غلام تها !

یورپ کے تمام مورخین نے اس کا نام رستم بن رضا لکها هے - فرانس کے قیام کے بعد اُس نے فرانسیسي زبان میں اسقدر قابلیت حاصل کرلي تهي که آخري عمر میں اپني یاد داشت حیات قلمبند کي - اس یاد داشت میں اُس نے خود اپنے قلم سے اپنے ابتدائي حالات لکهے هیں - جرمن مصنف همیں بتلاتا هے که یه کتاب اسکے پیش نظر هے -

(مهیب آقا اور عجیب غلام !)

گزشته صدي کے اوائل میں روئے زمین پر ایک طوفاني آندهي آئي - اُس نے بادشاهوں کے تخت اُلٹ دیے - تاجداروں کے تاج گرا دیے - یه ایک مهیب جبار تها جس کے سامنے تمام یورپ سر بسجود هوگیا تها - اِس مهیب آقا کے ساتهه همیشه ایک عجیب و غریب غلام بهي دیکها جاتا تها - مهیب آقا نپولین تها ' اور عجیب الهیئت غلام رستم تها !

رستم بن رضا

رستم بن رضا کوفان سنه ۱۷۸۲ع میں تفلیس (قوقاز) میں پیدا هوا - اُس کا بچپن کوه قاف کے مرغزاروں میں بسر هوا تها لیکن زمانے کے انقلابات نے اُس کے دل و دماغ پر اُس سرزمین کے حسن و جمال طبیعت کا کوئي اثر باقي نهیں چهوڑا - وه نه تو شاعر هوا ' نه مصور - اُس کي قسمت میں ایک عجیب انسان کا عجیب غلام بننا تها !

نپولین کے سکریٹری مینول نے اپنے روز نامچے میں لکها هے :

" رستم کا باپ طبیب تها - بعض مورخین نے اُسے تاجر بهي بتایا هے - اُس کے چار اولاد تهي - انمیں ایک رستم تها - سنه ۱۷۹۵ - تک وه اپنے والدین کے ساتهه رها "

خود رستم نے اپني یاد داشتوں میں لکها هے که وه اپني ماں سے از حد محبت رکهتا تها - یهي محبت اُس کي تمام مصائب کا سبب هوئي - باپ نے اُسے گهر سے نکال دیا اور وه آوره گردوں کي طرح گاؤں گاؤں پهرنے لگا - اتفاق سے اُسي زمانے میں وهاں کے اُمراء میں خانه جنگي شروع هوگئي - رستم اس جنگ میں قید هوگیا ' اور بهت دنوں تک ایک قلعه میں بند رها - پهر وهاں سے بهاگا تا که اپني ماں کي کفالت کرے - اب وه اپنے شوهر سے علحده هوگئي تهي اور چهوٹے چهوٹے بچے ساتهه لے کر کسي طرف چلي گئي تهي - بهت تلاش کے بعد رستم نے ماں کا پته لگالیا اور اُس کے ساتهه رهنے لگا - کچهه عرصه کے بعد اُس نے اراده کیا که کسي شهر میں جاکر آباد هو جاے اور اپنے خاندان کي پرورش کا انتظام کرے - وه سب کو ساتهه لے کر چل دیا ' مگر راستے میں برده فروش قزاقوں نے گهیر لیا ' اور پورا قافله گرفتار هوگیا - برده فروشوں سے ایک مالدار عورت نے رستم کو خرید لیا اور اپنا لڑکا بنا کر گهر میں رکها - لیکن اُس کے شوهر کو گهر میں اِس خوبصورت نوجوان کي موجودگي ناگوار هوئي - اُس نے مصر کے ایک امیر کے هاتهه بیچ ڈالا -

مصري امیر رستم کو مصر لایا - پهر اپنے ساتهه مکۂ معظمه لے گیا - حج کے بعد دونوں شام کے راستے واپس هوئے - مگر ابهي راه هي میں تهے که معلوم هوا ' نپولین نے مصر پر قبضه کرلیا هے - امیر نے فیصله کیا که مصر نه جائے اور اپنے دوست احمد باشا جزار والي

اُس نے کہا " تمهارا فرض هے که اِس نازک وقت میں اپنے مهربان آقا کا ساتهه نه چهوڑو " نپولین کو امید نہیں تهي که رستم لوٹے گا - مگر دوسرے دن دیکها تو وہ موجود تها - اُس نے اپنے بلا اجازت چلے جانے پر افسوس و ندامت کا اظهار کیا اور نپولین کا دلِ اُسکي طرف سے صاف هوگیا -

اِسي اثنا میں نپولین نے اپني ناکامیوں سے مضطرب هوکر زهر کها لیا ' مگر ڈاکٹروں نے اُسکي جان بچالي - ایک دن اُس نے رستم سے پستول طلب کیا - رستم نے مارشل برتیه سے مشورہ کیا - مارشل نے کہا جو جي میں آئے کرو - میں کوئي مشورہ نہیں دونگا - لیکن بعض دوستوں نے کہا - اگر شہنشاہ خود کشي کرلیگا تو دنیا تمهیں کو الزام دے گي - کہا جائیگا ' تم نے دشمنوں سے رشوت لیکر پستول نپولین کے حواله کر دیا - تاکه وہ خود کشي کرلے -

اِس واقعه کو رستم نے حیله بنایا ' اور نپولین سے همیشه کے لیے علحدہ هوگیا - جلا وطن هوتے وقت شہنشاہ نے اپنے غلام کي بابت سوال کیا - اور جب اُس کي بے وفائي کا حال سنا تو قدرتي طور پر بهت رنجیدہ هوا -

رستم کي بے وفائي اِسي پر ختم نہیں هوگئي ' بلکه وہ دو مرتبه انگلستان بهي گیا - وهاں نپولین کے دشمنوں کے سامنے اپنا شاهي خلعت پهنکر جایا کرتا تها - انگریزوں کے هاتهه اُس نے اپنے آقا کي بهت سي یادگاریں بهي بیچ ڈالیں - اِنهي میں سونے کا ایک ٹکڑہ بهي تها - اِس پر لکها تها " نپولین کي یادگار اپنے وفادار غلام رستم کے لیے " ۔

۷ - دسمبر سنه ۱۸۴۵ع کو اُس کا انتقال هوا - اُس کي قبر ابتک پیرس میں موجود هے ' اور اُس پر یه عبارت کندہ هے : " یہاں شہنشاہ نپولین کا غلام رستم رضا سو رها هے "

اُس کي زندگي هي میں اُس کے دونوں لڑکے مر چکے تهے - صرف بیوہ اور ایک لڑکي باقي رهي - لڑکي کي شادي ایک فرانسیسي تاجر سے هوگئي تهي -

الهـلال کو

اِشاعت کي کمي کي شکایت نه هوتي ' اگر مصارف کي زیادتي پیش نه آتي - سنه ۱۹۱۴ع میں الهلال کي یهي قیمت تهي - یعنے بارہ روپیه سالانه ' مگر تمام طباعتي اشیاء کي قیمت موجودہ قیمتوں سے آدهي تهي - اِس وقت اگرچه الهلال کا حلقۂ اشاعت اردو کے تمام رسالوں سے زیادہ هے ' لیکن مصارف کي زیادتي کي وجه سے اب تک آمدني اور خرچ برابر نہیں هوسکے هیں - کیا آپ اس معامله پر توجه ضروري نہیں سمجهتے ؟ اگر ضروري سمجهتے هیں تو توسیع اشاعت کے لیے کوشش کیجیے -

(منیجر الهلال)

باب التفسیر

حجة ابراهیمی

ایۂ کریمه " الم تر الي الذي حاج ابراهیم " کي تفسیر

قرآن حکیم کا اُسلوب بیان اور طریق استدلال

تفسیر کا قرآني اور غیر قرآني طریقه

(از مولانا ابو الکلام)

(۳)

افسوس هے که محل اِس کا متحمل نہیں که مثالوں کے بیان میں اطناب سے کام لیا جائے - ورنه آپ دیکهتے که تفسیر قرآن کا کوئي گوشه بهي ایسا نہیں هے جو اس غیر قرآني طریق تفسیر سے متاثر نه هو چکا هو ' اور اصلیت پر بے شمار پردے نه پڑ گئے هوں - اگر آپ صرف امام راغب اصفهاني کي مفردات هي اُٹها کر دیکهه لیں جو آج کل کے نئے محققین قرآن میں سے اکثر کا توشۂ عام هے ' تو آپ کو معلوم هو جائیگا که نه صرف قرآن کے مطالب و دلائل کي صورت بدل دي گئي هے ' بلکه اُسکے تمام الفاظ کے لیے بهي ایک نیا فلسفیانه قاموس ترتیب دیدیا گیا هے ' اور وہ چیز جسے اپنے " عربي مبین " هونے پر ناز تها ' اب ایک مشکل ترین عجمي چیستاں بنکے رهگئي هے !

(آیۂ زیر تدبر)

اب جب که یه تمهیدي مطالب ایک حد تک واضح هوگئے هیں ' آیۂ زیر تدبر کي تفسیر نهایت سهل هے - چند سطروں کے اندر تمام مشکلات دور هو جائینگي - البته تفسیر سے پہلے چند مبادیات کي مختصراً تشریح اب بهي ضروري هے :

(۱) اس آیت میں قرآن حکیم نے حضرت ابراهیم علیه السلام اور اُن کے عهد کے ایک انسان کا مکالمه نقل کیا هے - سب سے پہلي اور بنیادي غلطي جس کي وجه سے تمام مشکلیں پیدا هوگئي هیں ' یه هے که مکالمه کي نوعیت هی غلط سمجهه لي گئي هے - آیت میں " حاج " کا لفظ آیا هے : الم تر الي الذي حاج ابراهیم في ربه - یعنے کیا تمهیں اُس آدمي کا حال معلوم نہیں جس نے ابراهیم سے پروردگار عالم کے بارے میں حجت کي تهي ؟ چونکه ' مفسرین متکلمین کے دماغ میں منطقي طریق مناظرہ و حجت بسا هوا تها ' اور انبیاء کرام کے حجج و براهین فطریه کو بهي وهي جامه پهنانا چاهتے تهے ' اس لیے انهوں نے اس مکالمه کو " مناظرہ " مصطلحۂ منطق قرار دیدیا ' اور پهر لگے فن مناظرہ کے تمام اصول و اداب اُس پر

(رستمي فیشن)

پیرس کي نازنینوں کے لیے رستم ایک متحرک فتنه بن گیا تها - وہ اُن کی نظر میں مشرقي حسن و جمال کا ایک پر اسرار پیکر تها - یہاں تک که اُس کے لباس کي بهي نقل اتاري جانے لگي - پیرس کا سب سے زیادہ مقبول فیشن " رستمي فیشن " هوگیا - خود جوزیفائن اِس لباس پر فخر کرتي تهي - فرانس سے نکل کر یه فیشن جرمني پهنچا ، اور لویزا ملکۂ پروشیا تک نے اختیار کرلیا - عورتوں کي طرح مرد بهي اس کي تقلید کرنے لگے تهے - یه بیماري ایسي عام هوئي که خود نپولین بهي مبتلا هوگیا - اُس نے بهي رستم کا سا لباس اپنے لیے بنوایا تها اور بڑے بڑے جلسوں میں پهن کر جاتا تها !

اُس عهد کے ماهر مصوروں نے رستم کي تصویریں اُتاریں - اخبارات و رسائل نے خاص اهتمام سے شائع کیں - پورے یورپ میں اُس کي شهرت عام هوگئي -

جب نپولین کي تاج پوشي قریب آئي ، تو اُس نے درباري درزي کو حکم دیا که رستم کے لیے بیش قیمت خلعت طیار کرے - یه خلعت اس قدر گرانقدر تها که صرف کوٹ پر سات هزار تین سو فرنک خرچ هوے تهے - جوتے کي قیمت ایک سو بیس فرنک تهي - یه رقم اُس زمانے میں ایک شاهي لباس هي پر خرچ هو سکتي تهي !

تاج پوشي کے جلوس میں رستم اپنے خاص لباس میں ملبوس شهنشاه کے پهلو به پهلو چل رها تها - وہ خود بهي اپنے گهوڑے پر ایک شهنشاه معلوم هوتا تها - هر طرف اُس کے اعزاز میں تالیوں کا شور بلند تها !

(منتهاء عروج)

رستم نے اپني زندگي کے بهترین ایام شهنشاه نپولین کے زیر سایه بسر کیے - دربار میں اُسے اتنا عروج حاصل تها که خاص و عام سب حسد کرتے تهے - نپولین جب کوئي شهر فتح کرتا تها تو شاهي گاڑي میں فاتح کے پیچهے رستم هي بیٹهتا تها - نا واقف اُسے سلطنت کا رکن اعظم خیال کرتے تهے - بهت سے لوگ اُس کي خوشامدیں کرتے ، تا که اس کے ذریعه نپولین کي خوشنودي حاصل کرلیں !

جب نپولین پیرس میں هوتا تو رستم کو دو گهنٹے تفریح کي اجازت ملتي - وہ اپنے اُن دوستوں سے ملنے جایا کرتا جن کے یهاں خوبصورت عورتیں هوتیں - لیکن میدان جنگ میں اُسے ایک لمحه کي بهي فرصت نهیں ملتي تهي - کیونکه اُس کے فرائض هر لمحه اُسے شهنشاه کے ساتهه رهنے پر مجبور کرتے تهے - وهي اس کے لیے کهانے کا بهي انتظام کرتا تها -

نپولین کے کهانے کا کوئي وقت مقرر نه تها - بسا اوقات وہ کهائے بغیر هي سو جاتا - ایک مرتبه ایسا هوا که نپولین آدهي رات کو اپنے بستر پر گیا اور کهانا طلب نه کیا - رستم نے خیال کیا ، اب وہ کهانا نهیں کهائیگا - اُس نے بهني هوئي مرغي خوشي خوشي کهانا شروع کردي - لیکن ابهي آدهي مرغي بهي کهانے نهیں پایا تها که نپولین نے کهانا مانگا - رستم بهت گهبرایا ، مگر اب کر هي کیا سکتا تها ؟ وهي بچي هوئي مرغي لیکر حاضر هوگیا - نپولین دیر تک مرغي دیکهتا رها - پهر غلام پر غضبناک نظریں ڈالیں اور کها " میں نهیں جانتا تها که بعض مرغیوں کا صرف ایک هي بازو اور ایک هي ٹانگ هوتي هے - مجهے کبهي اِس بات کا وهم بهي نهیں گزرا تها که دوسروں کا جهوٹا کهانا پڑیگا ! "

رستم ڈر گیا - رنگ فق هوگیا - کانپتي هوئي آواز میں کهنے لگا " مهربان آقا ! میں بهت بهوکا تها - پهلے اراده صرف ران کهانے کا تها - مگر افسوس - بازو بهي میں نے کها لیا ! " نپولین چپ هو گیا ، اور مرغي کهالي ، صبح اُس نے ایک سپه سالار کو بعض احکام دینے کیلیے طلب کیا - رستم بهي سامنے کهڑا تها - نپولین نے سپه سالار سے کها " تم نے کچهه سنا ؟ کل رات میں نے آقائے رستم کا پس مانده کهایا تها ! ملعون ! ادهر آ - میں تیرے کان ملونگا - خبردار ، پهر کبهي ایسي حرکت نه کرنا ! " یه کهکر نپولین زور سے هنس پڑا -

(شادي)

رستم ، اپنے آقا کو روز پیرس کي عورتوں سے اپنے عشقیه معرکوں کي داستانیں سنایا کرتا تها - نپولین کو اِن واقعات سے بڑي دلچسپي هوتي تهي اور وہ غلام کي همت افزائي کیا کرتا تها - آخر رستم کا یه شوق رنگ لایا - اور وہ ایک عورت پر عاشق هوگیا - اُس نے شهنشاه سے شادي کي درخواست کي - نپولین نے پوچها " وہ کچهه مالدار بهي هے ؟ " رستم نے جواب دیا " جب تک حضور کے قدموں سے لگا هوں ، مجهے مال کي کیوں فکر هو ؟ " نپولین کو یه جواب پسند آیا اور شادي کي اجازت دیدي -

یکم فروري سنه ۱۸۰۶ع میں الکزنڈرائن دوویل سے رستم کي شادي هوگئي - خود شهنشاه جلسه میں شریک هوا ، اور تمام خرچ اپني جیب خاص سے ادا کیا - شادي کے ایک برس بعد لڑکا پیدا هوا - رستم نے اُس کا نام ایشیل رکها - نپولین کو یه بچه بهت پیارا تها - اکثر بلا کر اُس سے کهیلا کرتا تها - جب وہ لوٹتا تها ، تو اُس کي دونوں مٹهیوں میں اشرفیاں هوتي تهیں !

نپولین کو رستم اِس قدر عزیز تها که سفر اٹلي کے موقعه پر جب وہ بیمار هوگیا تو نپولین نے چلتے وقت اُس سے کها " رنج نه کرنا - میں جلد واپس آونگا - میري بیوي تمهاري خبر لیگي - "

خود رستم نے اپني یاد داشت میں لکها هے که شهنشاه اُس پر بے حد مهربان تها - شروع میں نپولین نے اُس کي کوئي تنخواه مقرر نهیں کي تهي - ایک دن اتفاق سے یاد آگیا تو فوراً ۱۲۰۰ فرنک مقرر کر دیے - تهوڑي هي مدت بعد یه رقم دوگني کردي گئي - یعني ۲۴۰۰ فرنک ملنے لگے - نیز ۲۴۰۰ فرنک شکار میں بادشاه کي بندوق اٹهانے کیلیے ، اور ۹۰۰ فرنک دائمي انعام کے طور پر بهي ملتے تهے - اسکے علاوه کهیل میں جسقدر روپیه نپولین جیتتا تها ، سب اسے دیدیتا تها - عیدوں اور جشنوں کے موقعه پر بهي بهت کچهه دیتا تها - چنانچه ۲۰۰۰ فرنک سنه ۱۸۰۸ع میں دیے - ۳۰۰۰ سنه ۱۸۱۰ میں دیے - ۴۰۰۰ سنه ۱۸۱۱ع میں دیے - ۶۰۰۰ سنه ۱۸۱۳ع میں دیے - ۶۰۰۰ سنه ۱۸۱۴ع میں دیے - پهر معزولي سے پهلے ایک مرتبه یکمشت ۵۰۰۰۰ فرنک عطا کیے !

(رستم کا خاتمه)

لیکن افسوس هے که مصیبت کے وقت رستم بے وفا ثابت هوا - آقا کے تمام احسانات بهول کر اُس سے رخ پهیر لیا !

۶- اپریل سنه ۱۸۱۴ میں نپولین کو تخت سے دست بردار هونا پڑا تها - وہ جب جزیرۂ البا کي طرف روانه هونے لگا ، تو رستم ، بلا اجازت اپني بیوي سے مشوره کرنے چلا گیا - بیوي شریف تهي -

مجیب کے فرائض هیں - جو مدعي هو' اسے دلیل پیش کرني چاهیے - جو منکر هو' اسے توڑ کرنا چاهیے - چونکه مقصود اس تمام کارخانه سے اسکات خصم هے - یعني مخاطب کو چپ کرا دینا ' اس لیے تمام اصول و آداب اسي محور کے گرد حرکت کرتے هیں - امام رازي نے جب اسے مناظره قرار دیا ' تو ضروري هوا که پوري بات اسي سانچے میں ڈهال کر دکها دي جائے - بات اس سانچے میں ڈهلتي نهیں - بس ساري مشکلیں اسي سے پیدا هوگئي هیں -

آپ خود اپنے استفسار میں لکهتے هیں :

" یه در اصل حضرت ابراهیم علیه السلام اور نمرود کا مناظره هے ' جس میں نمرود کي حیثیت خدائي کے مدعي کي هے اور حضرت ابراهیم اس کے زعم باطل کا بطلان ثابت کرنا چاهتے هیں "

یه جو آپ نے " در اصل مناظره هے " کهدیا' بس یهي تمام فساد کي جڑ هے - " مناظره هے ' تو حضرت ابراهیم کي حیثیت ایک مناظر کي هے : اگر وه مناظر هیں ' تو چاهئے که ان قواعد کلام سے سر مو تجاوز نه کریں جو فن مناظره کے ساخته پرداخته هیں - یا مثلاً رشیدیه میں درج هیں - اور چاهیے که بد بخت نمرود بهي انهي مقدمات اور مبادیات کے مطابق سرگرم ضلالت و شقاوت هو' جو هم شرح مواقف وغیره میں پڑه چکے هیں ! "

امام رازي اور متکلمین کے اصول تفسیر یهي هیں ' اور آپ بهي انهي کے قدم بقدم چلنا چاهتے هیں - سوال یه هے که حضرت ابراهیم " مناظر " مصطلحهٔ قوم کیوں هوں ؟ اور اگر وه مناظر هوں ' تو کیوں ان تمام گڑهے هوئے قاعدوں کے پابند هوں جو علوم وضیعه کي تدوین کے بعد هم نے اپنے اوپر لازم کر رکهے هیں ؟ کونسي عقل کي قطعیت اور وحي کي تنزیل موجود هے که حضرت ابراهیم کو بهي ان قواعد کلام کي پابندي کرني چاهیے جو مناظره رشیدیه میں هم رٹ چکے هیں ' یا جنهیں بحر العلوم نے اپنے حواشي میں لکها هے ؟ " مناظر کے لیے یه جائز نهیں " اور " مستدل کے لیے یه ضروري هے " سوال یه هے که کیوں جائز نهیں ؟ کیوں ضروري هے ؟ اور کیوں ان اصول موضوعه اور قواعد مصنوعه " ما انزل الله بها من سلطان " کے انبیاءؑ رسل پابند هوں ؟ کیوں ان کے لیے جائز نه هو که سر مو ان سے تجاوز کریں ؟ کیا مصیبت هے که قرآن عربي زبان میں اترتا هے - تمام فصحاء قریش اس کي فصاحت کے آگے سربسجود هو جاتے هیں ' لیکن چار سو برس کے بعد همارے مفسرین بحث کرتے هیں که سیبویه اور کسائي کے بنائے هوئے قواعد کے مطابق وه ٹهیک هے یا نهیں ؟ چار هزار برس پہلے ایک داعي الی الحق فطرت الهي اور وجدان انساني کے مطابق رشد و هدایت کا دروازه کهولتا هے ' اور ایک منکر حق کو شک و انکار کي جگه یقین و ایمان کي راه دکهلادیتا هے' لیکن پانچویں صدي هجري میں امام رازي آ کر بحث کرتے هیں که منطقي طریق مناظره کے مطابق یه مکالمه صحیح هے یا نهیں ؟ اور پهر چودهویں صدي میں آپ آتے هیں اور کهتے هیں که مشکلات حل نهیں هوتیں - مشکلات حل هوں تو کیسے هوں جب صدیوں سے مشکلات هي کو بلاوا دے دے کر سمیٹا گیا هے ' اور اصلیت کي سادگي وضعیت اور صناعت کي کج اندیشیوں اور پیچیدگیوں کے اندر گم هوگئي هے ؟

(۳) ایک دوسري بنیادي غلطي جو یهاں الجهاؤ پیدا کر رهي هے ' حضرت ابراهیم کے مخاطب کي اعتقادي حیثیت هے - مفسرین سے ایک سخت تسامح قرآن حکیم کے ان مقامات کي تفسیر میں هوا هے ' جهاں بابل کے اس پادشاه کا (جسے نمرود کهتے هیں) اور مصر کے فرعون کا (جو کچهه بهي اس کا نام هو) ذکر کیا گیا هے - قرآن حکیم نے ان کا ذکر ایسے لفظوں میں کیا هے ' جن سے معلوم هوتا هے که وه اس خدا کے اقرار سے منکر تهے جسکي دعوت حضرت ابراهیم اور حضرت موسیٰ علیهما السلام نے انکے سامنے پیش کي تهي ' اور خود اپني خداوندي اور خداوندي کي طاقتوں کا دعویٰ رکهتے تهے - چونکه مفسرین کے پیش نظر صحیح تاریخي معلومات نه تهیں ' اسلیے وه صحت کے ساتهه اس انکار اور ادعا کي نوعیت متعین نه کر سکے - یه خیال پیدا هوگیا که یه دونوں پادشاه اپني خدائی کے اس معني میں مدعي تهے که وهي صانع کائنات هیں - چنانچه دونوں مقامات کے تمام مکالمات و مخاطبات میں فریق ثاني کي یهي اعتقادي حیثیت قرار دي گئي هے اور اسلیے حضرت ابراهیم اور حضرت موسیٰ (علیهما السلام) کے تمام دلائل و ارشادات اسي پهلو سے دیکهے جاتے هیں - چونکه یه بات حقیقت حال کے خلاف هے' اسلیے اس کي وجه سے طرح طرح کے نئے الجهاؤ پیدا هوگئے هیں - واقعه یه هے که نه صرف دنیا کي تاریخي معلومات کي بنا پر' بلکه خود قرآن حکیم کي تصریحات کي بنا پر کها جاسکتا هے که دنیا میں آج تک کسي انسان نے بهي اس معني میں خدا هونے کا دعویٰ نهیں کیا هے که وهي صانع کائنات هے - ایسا دعویٰ کرنا ' بلکه ایسے ادعا کا تخیل کرنا فطرت انساني کے اسدرجه خلاف هے که کوئي انساني هستي اِسکي جرأت هي نهیں کرسکتي -

تحریر اندازه سے زیاده بڑهتي چلي جاتي هے ' اسلیے اس مقام کے دلائل و مباحث درج نهیں کیے جا سکتے - حقیقت حال سمجهنے کیلیے حسب ذیل اشارات کافي هونگے :

اولاً ' نوع انساني نے خدا کي صفات کے تصور میں جو ٹهوکریں کهائي هیں ' من جمله ان کے ایک عالمگیر گمراهي شاهیت و الوهیت کا تشابه هے - یعني شاهیت کے اختیارات نے بهي ما فوق الفطرت اختیارات کي حیثیت اختیار کرلي تهي - جب کبهي کوئي انسان اپني غیر معمولي جسماني قوتوں سے مخالفوں کو زیر کرکے پادشاه بن جاتا ' لوگ خیال کرتے ' وه دیوتاؤں کا انساني مظهر هے ' بلکه خود بهي دیوتا هے - پهر جب شاهیت نے نسل و خاندان کے سلسله کي صورت اختیار کرلي' تو کسي انسان کا شاهي نسل سے هونا ' اس کے دیوتائي رشتوں کي دلیل سمجها جانے لگا - رفته رفته اس خیال نے پوري طرح ایک عام عقیده کي نوعیت پیدا کر لي که پادشاه انسان نهیں هے - انسانیت سے بلند تر هستي هے - اسکي طاقت بهي الهي طاقت ' اور اسکا حکم بهي حکم خداوندي هے -

قرآن حکیم نے بابل اور مصر کے جن دو پادشاهوں کا حال بیان کیا هے ' انکي اور ان کے قوم کي گمراهي یهي تهي - وه اپني قوم میں ایک دیوتا کي طرح مانے جاتے تهے - اس لیے نهیں که اِن دو انسانوں نے خصوصیت سے اسکا دعویٰ کیا تها ' بلکه اس لیے که وه پادشاه تهے ' اور پاشاه کیلیے ایسا هي اعتقاد پیدا هو گیا تها -

ثانیاً' اس سے یه بات بهي واضح هوگئي که مفسرین کا یه سمجهنا که فرعون اور نمرود نامي دو انسان خدائي کے مدعي تهے ' صحیح نهیں هے - جس طرح کي خدائي کے یه مدعي تهے ' اس طرح کي خدائي کا اعتقاد اس عهد کے بے شمار پادشاهوں اور پادشاهي کے سلسلوں کیلیے ره چکا هے - هندوستان میں بهي پادشاه کے لیے ایسا هي اعتقاد موجود تها - حتیٰ که ان کا سلسلهٔ نسب چاند سورج سے ملا دیا گیا تها - تاتاریوں کي ابتدائي تاریخ بهي

منطبق كرنے ' اور جب منطبق نه هوسكے تو لا يعني اور دور ازكار توجيهيں كرنے لگے - حضرت امام رازي رحمة الله عليه اس آيت كي تفسير ميں سب سے پهلي بات جو كهتے هيں ' يهي هے كه " و القصه الاولى مناظرة ابراهيم صلى الله عليه و سلم مع ملك زمانه " (جلد ٢ : ٣١٧) جونهي انهوں نے اس معامله كو " مناظره " كے لفظ سے تعبير كيا ' حقيقت سے الگ هوگئے ' اور پهلا قدم هي الٹا پڑ گيا - اب جس قدر آگے بڑهتے جاتے هيں ' حقيقت سے زياده دور هوتے جاتے هيں ' اور يكے بعد ديگرے الجهاؤ پر الجهاؤ پڑتے جاتے هيں - انهوں نے اپني عادت كے مطابق " المسئلة الاولى " اور " المسئلة الثانيه " اور " الاشكال الاول " اور " الاشكال الثاني " كا سلسله يهاں بهي پوري قوت اور وضاحت كے ساتهه جاري ركها هے ' ليكن جب جواب كا موقعه آيا هے ' تو پانچ پانچ اور چهه چهه وجوه اشكال بيان كرنے كے بعد ايك شافي جواب بهي نهيں دے سكتے ' اور ايك ايسے طريقه سے جو پڑهنے والے كو حيرت و ارتياب ميں غرق كرديتا هے ' رخصت هو جاتے هيں !

امام رازي كے بعد جس قدر مفسرين پيدا هوئے ' سب نے اس مكالمه پر اسي حيثيت سے نظر ڈالي - البته حافظ عماد الدين ابن كثير جو شيخ الاسلام ابن تيميه كے تلامذه ميں سے هيں ' اس سے مستثنى هيں - وه سلف كے طريق تفسير سے آشنا هوچكے تهے ' اس ليے ان موشگافيوں ميں نهيں پڑے - بلكه صاف صاف كهديا " وهذا التنزيل علي هذا المعني احسن مما ذكره كثير من المنطقيين " (حاشيه فتح البيان جلد ٢ : ١٥٦) يعنے يه مطلب اس سے كهيں زياده بهتر هے جو بهت سے منطقيوں نے قرار ديا هے - ليكن افسوس هے كه منطقيوں كے طريقه سے الگ رهكر بهي وه پوري طرح ان كي لغزشوں سے محفوظ نه رهسكے - يعني اس الجهاؤ سے وه بهي نه نكل سكے جو حضرت ابراهيم كے ايك دليل چهوڑ كر دوسري دليل اختيار كرنے كے معامله ميں پڑ گيا تها -

يه بات معلوم كرنے كيليے كه متاخرين كي پيدا كي هوي مشكلات سے متقدمين كس طرح محفوظ تهے ' امام ابن جرير طبري كي تفسير پر نظر ڈاليے جو محدثين كے صاف اور ساده طريق پر روايات جمع كر ديتے هيں - انهوں نے سرے سے يه فتنه انگيز لفظ " مناظره " استعمال هي نهيں كيا هے - وه " حاج ابراهيم في ربه " كا ترجمه " الذي خاصم ابراهيم في ربه " كرتے هيں ' جو في الحقيقت اس محل كيليے خود قرآن كا بتلايا هوا لفظ هے ' اور پهر سيدها سادها مطلب بيان كركے خاموش هو جاتے هيں -

يه واضح رهے كه هميں يهاں مناظره كے لغوي اطلاق سے اختلاف نهيں هے ' بلكه اصطلاحي اور وضعي اطلاق سے اختلاف هے - وضعي علوم كي اصطلاح ميں " مناظره " ايك خاص فن هے جسميں مباحثه كے اصول و آداب وضع كيے گيے هيں ' اور اس كا مقصود اسكات خصم هے - يعنے جهگڑنے والے كو چپ كرا دينا - نه يه كه اسكے شكوك دور كرديناـ نه صرف يه كه انبياء كرام كا طريق بيان يه نهيں هوتا ' بلكه قرآن بتلاتا هے كه كسي طالب حق كا بهي طريقه يه نهيں هونا چاهيے - كيونكه يه طلب حق اور علم حقيقت كي راه نهيں هے - " جدل " اور " خصومت " كي راه هے - اب غور كيجيے - يه كيسي مصيبت هے كه جس طريق بحث و كلام كو قرآن مذموم ٹهراتا هے - اسي كو همارے مفسرين متفلسيين محمود و مطلوب قرار ديتے هيں ' اور قرآن كے تمام دلائل اور انبياء كرام كے تمام مكالمات و مخاطبات كو اسي شكل و صورت ميں آراسته كرنا چاهتے هيں ' اور پهر ذهن كي اس كجي اور فكر كے اس مرض كو علم و معرفت كي ايك ايسي عظمت ..٠٠جهاتے هيں ' جسے ابراهيم خليل عليه الصلوة و السلام كے منه سے نكلوا دينا ' انكي بزرگي كي بڑي هي دليل اور انكے مرتبۂ نبوت و خلت كي بڑي هي خوبروئي هے !

اس سے بهي بڑهكر اعجب العجائب معامله يه هے كه قرآن حكيم اس مقام پر جس حقيقت كا اعلان كر رها هے ' وه يهي هے كه انبياء كرام كا طريق دعوت ' " هدايت " كا طريقه هوتا هے - " جدل " و " خصومت " كا نهيں هوتا - چنانچه حضرت خليل نے با وجود اسكے كه ايك الد الخصام كج بحثي كرنے لگا تها ' سر رشتۂ هدايت هاتهه سے نه چهوڑا ' اور مجادلانه نزاع كي جگه طريق هدايت سے اسے اعتراف حق پر مجبور كر ديا - ليكن متكلمين هيں كه عين اسي مقام كو مجادلانه انداز استدلال كى شكل دے رهے هيں ' اور بڑي كوه كنديوں اور كاه براورديوں كے بعد ثابت كر دينا چاهتے هيں كه اصل حقيقت يه نهيں هے - بالكل اس سے الٹي هے - يعني طريق ' طريق جدل اور مناظره هے - نه كه ارشاد الى الحق اور هدايت الى المقصود !

تفسير كبير كا يه پورا مقام پڑه جاييے - معلوم هوتا هے ' حضرت خليل اور نمرود كا مكالمه منطقيوں كي ايك اچهي خاصي مجلس مناظره هے - ايك طرف نمرود بيٹها هے ' اور ايك پخته كار فلسفي كي طرح شفا اور اشارات كے تمام مباحث رٹ چكا هے - دوسري طرف حضرت ابراهيم هيں ' اور امام رازي اور قاضي عضد كے علم كلام كا ايك ايك لفظ نوك زبان ركهتے هيں - نمرود ايك سوال كرتا هے - يه اس كا جواب ديتے هيں - وه ان كے جواب كا توڑ كرتا هے ' اور نئے مقدموں ميں الجهانا چاهتا هے - يه ايك شاطر مناظر كي طرح فوراً پيترا بدلتے هيں ' اور انهي مقدمات كے داؤ سے اسے گرا دينا چاهتے هيں - وه سبب اور واسطه كے طرف رخ كرتا هے - يه حركت افلاك كا پيچ كس ديتے هيں - سبحان الله ! حضرت ابراهيم عليه السلام كي دعوت نبوت نه هوئي - مير زاهد اور سيالكوٹي كا مباحثه هوگيا ! حاشا و كلا كه انبياء كرام جو تلاوت آيات اور تعليم كتاب و حكمت كے ليے آتے هيں ' يه مجادلانه انداز سخن اور مخاصمانه طريق مخاطبت ركهتے هوں - اگر ايك لمحه كے ليے بهي يه طريق تفسير تسليم كر ليا جاے تو ساتهه هي يه بهي تسليم كر لينا پڑيگا كه دنيا كے سارے نبيوں اور رسولوں كى سب سے بڑي بڑائي يه تهي كه وه منطقي اور متكلم هوں - ليكن اگر يهى معيار نبوت هے ' تو دنيا كا سب سے بڑا نبي ارسطو تها جس نے سب سے پہلے منطق كے اصول و قواعد سے دنيا كو آشنا كيا ' نه كه ابراهيم خليل اور محمد بن عبد الله عليهما الصلوة و السلام ' جن كا لكهنے پڑهنے كے طريقے سے آشنا هونا بهي ثابت نهيں !

(٢) اب غور كيجيے - اس مكالمه كو " مناظره " قرار ديكر كس طرح انهوں نے اپنے آپكو مشكلات كے حواله كر ديا هے ؟ اگر يه " مناظره " هے ' اور حضرت ابراهيم كي بڑي فضيلت يهي هے كه مناظرين كي طرح مخاطب كو سخن پروري ميں هرا ديں ' تو ضروري هے كه مناظره كے جو اصول و آداب وضع كيے گئے هيں ' انهيں كسي نه كسي طرح اس مكالمه پر منطبق كيا جاے - مصيبت يه هے وه منطبق نهيں هوتے - كيونكه سرے سے يه مناظرہ مصطلحۂ قوم تها هي نهيں - نتيجه يه هے كه مشكلات كا كوئي تشفي بخش حل نظر نهيں آتا - فن مناظرۂ وضعيه كے لحاظ سے پهلي چيز فريقين كي حيثيت كا تعين هے - يعنے ان ميں سے كون مدعي هے كون منكر - كون مثبت هے ' كون منفي - پهر مستدل كے واجبات هيں ' اور

علم الآثار مصر كا جديد ذخيره

فراعنهٔ مصر كے عظيم هيكل

ريمسيس ثاني اور اُسكي لڑكي كا مجسمه، جسكے محل ميں
حضرت موسى عليه السلام پيدا هوے تهے !

گذشته دس سال كے اندر علم الآثار مصر ميں جديد انكشافات كا جو اضافه هوا هے، وه نهايت قيمتي هے، اور علماء آثار كا خيال هے، اس سے مصري اثريات ميں تحقيق و نظر كا ايک نيا دور شروع هو جايگا هے - وادي الملوک اور الاقصر كے دو مقبروں كا حال نهايت تفصيل كے ساتهه دنيا كے علم ميں آچكا هے، ليكن ان مقبروں كے علاوه اور بهي بے شمار نئي نئي چيزيں هيں جو تاريخ مصر كے بعض اهم زمانوں سے تعلق ركهتي هيں، اور اسليے علماء آثار اُن كے درس و مطالعه ميں مشغول هيں -

آج هم قارئين الهلال كي دلچسپي كے ليے ان ميں سے بعض اهم آثار كا مرقع شائع كرتے هيں -

سب سے پہلے آپ كي نظر دو چهوٹي چهوٹي تصويروں پر پڑيگي، جن ميں سے ايک پر منقش تصويريں هيں - دوسري ميں ايک شكسته مجسمه نظر آ رها هے - پهلي تصوير ابيڈس مندر كي ايک ديوار كا مرقع هے جس ميں فرعون " ستي " اول اپنے معبود كے سامنے كهڑا هے، اور اُسے نذر پيش كر رها هے - مرقع ميں فرعون كي صورت اور وضع اتني نزاكت اور خوبي كے ساتهه كنده كي گئي هے كه مصر كے تمام حجري مرقعوں ميں صرف چند تصويريں هي اس كا مقابله كرسكتي هيں - اس مرقع ميں همارے سامنے چار هزار برس پہلے كا ايک انسان اپني اصلي صورت و وضع مين كهڑا هے !

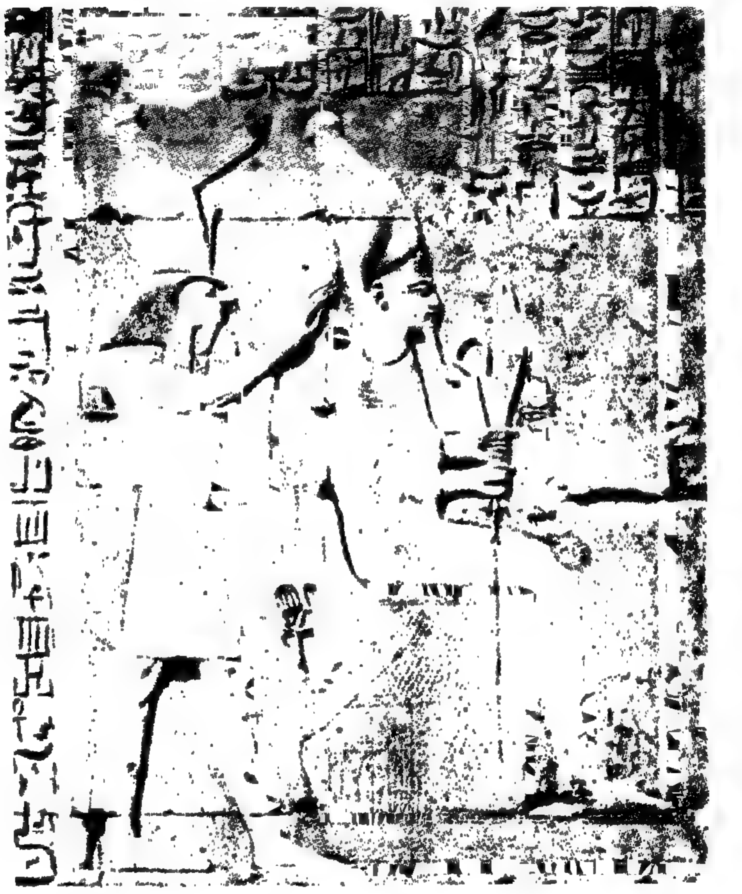

دوسرا مرقع مصري ديوتا " ممنن " كا بت هے - اس كي نسبت يقين كيا جاتا تها كه هر روز طلوع آفتاب كے وقت اس ميں سے الهي نغموں كے ترانے بلند هوتے تهے - اب يه بالكل ٹوٹي پهوٹي حالت ميں برامد هوا هے - ليكن علم كي خوش قسمتي سے اس كے كتبے محفوظ هيں، اور پوري طرح پڑهے جا سكتے هيں -

ان كے بعد آپ دو بڑي تصويريں اوپر تلے ديكهه رهے هيں - پهلي تصوير ابيڈيس مندر كي ايک ديوار پر كنده هے - اس ميں مصريوں كے دو ديوتا دكهائے گئے هيں - هورس اور اوسائرس - هورس هر طرح كي اچهائيوں كا معبود تها - اوسائرس سورج ديوتا تها - مصري يقين كرتے تهے كه سورج ديوتا كي بهن اور لڑكي " آئي سس " نے اپنے مقدس آنسوؤں كے چند قطرے ملا كر هميشه كيليے درياے نيل كو شيريں اور مقدس بنا ديا هے !

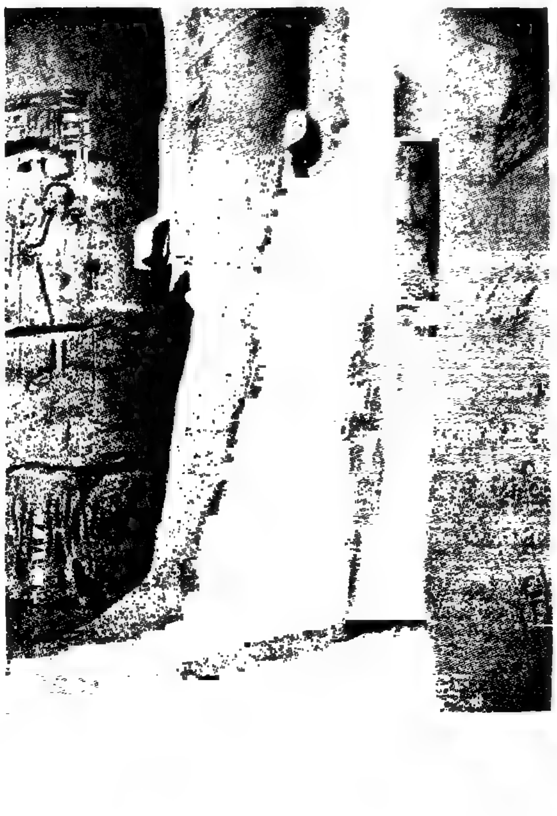

دوسرا مرقع ايک عظيم مجسمه كا نهايت قيمتي ٹكڑا هے جو الاقصر سے بر آمد هوا هے - نقوش كے پڑهنے سے معلوم هوتا هے كه يه دراصل فرعون ريمسس دوم كا مجسمه تها - تصوير ميں صرف كمر سے ليكر پانؤں تک كا حصه نماياں هے - پانوں كے پيچهے ايک عورت كا چهوٹا سا مجسمه هے جو كهڑي هے - يه ريمسس كي لڑكي هے - ريمسس دوم وهي فرعون هے، جس كے محل ميں حضرت موسى عليه السلام كي پيدايش هوئي تهي - خيال كيا جاتا هے كه يهي لڑكي محل شاهي كي وه عورت هے، جس نے دريا سے حضرت موسى كو نكالا تها !

اسكي شهادت ديتي هے - بنو اسرائيل نے جب فلسطين اور شام پر قبضه كيا تو جو قوميں وهاں آباد تهيں ' أن كا بهي اپنے پادشاهوں كي نسبت ايسا هي خيال تها - خود قرآن اور تورات نے حضرت موسى عليه السلام كي مصري زندگي كے جو واقعات بيان كيے هيں ' أن كا تعلق بهي ايك پادشاه سے نہيں هے - دو پادشاهوں سے هے جو يكے بعد ديگرے تخت نشين هوئے تهے - ايك فرعون وه هے جس كے محل ميں حضرت موسى پيدا هوئے - دوسرا وه هے جو أن كا تعاقب كرتا هوا خليج سوئز ميں غرق هوا - اگر فرعون كے ادعاء الوهيت سے مقصود يه هوتا كه وه كسي ايك انسان كا شخصي ادعا تها ' تو ظاهر هے ' بغير كسي امتياز كے دونوں كي نسبت ايك هي طرح كي ادعائي ذهنيت قرآن كيوں ظاهر كرتا ؟ دراصل قرآن نے اسي ليے أن كے ناموں كي جگه أن كا عام لقب " فرعون " استعمال كيا - كيوں كه كسي ايك پادشاه كا تمرد و طغيان دكهلانا مقصود نہيں تها - تمام فراعنه كا طغيان دكهلانا مقصود تها -

بهر حال قرآن حكيم نے اِن دونوں پادشاهوں كا ذكر اس ليے كيا هے كه انساني گمراهي كي ايك خاص حالت كا نمونه دكهلا دے - اس نوع كي گمراهي كے ليے يه كامل قسم كے نمونے تهے - اس ليے انهي كو بطور مثال كے چن ليا گيا -

باقي رهے فرعونوں كے وه متكبرانه اور مدعيانه اقوال جو قرآن حكيم نے نقل كيے هيں ' تو أن ميں ايك جمله بهي ايسا نہيں هے جس كا مطلب يه هو كه وه اپنے آپ كو خدا بمعني صانع كائنات سمجهتے تهے - چونكه مفسرين نے يهي مطلب تهرا ليا تها ' اس ليے ان كي نظر آيات كے صاف صاف مطلب كے طرف نہيں گئي - دوسري واديوں ميں پهنچ گئے - ليكن يه محل تفصيل كا نہيں هے -

ثالثاً ' آيت زير تدبر ميں جس پادشاه كا ذكر كيا گيا هے ' أس كي شخصيت بهي صحيح طور پر متعين نہيں كي گئي - عام طور پر مشهور هے كه وه نمرود تها - ليكن بابل اور نينوا كے آثار قديمه سے جس قدر معلومات فراهم هوچكي هيں ' أن سے اس خيال كي تصديق نہيں هوتي - " نمرود " سے مقصود وه پادشاه هے ' جس كے خاندان نے سب سے پہلے بابل پر حكمراني كي تهي - اس خاندان كا سب سے زياده مشهور شخص " آور " پنجم تها جس كے سوانح حيات كي منقش اينٹيں جرمن وفد كي كوششوں سے سنه ۱۹۰۴ع ميں برامد هوئي هيں - اِن اينٹوں كي عبارت سے جو خط مسماري ميں كنده هيں ' معلوم هوتا هے كه نمرود اور أسكے خاندان كا زمانه دو هزار سات سو برس قبل مسيح تها - اگر تورات كے سنين تسليم كرليے جائيں ' تو حضرت ابراهيم عليه السلام كا زمانه دو هزار تين سو برس قبل مسيح كا زمانه هے - ظاهر هے كه اِس حساب سے حضرت ابراهيم كا ظهور نمرود سے كئي سو برس بعد هوا هے - أن كے زمانه ميں نه صرف نمرود كي ' بلكه أس كے خاندان كي بهي حكومت باقي نہيں رهي تهي -

خاندان نمرود كے دو سو برس بعد بابل ميں ايك نيا سلسلهٔ شاهي قائم هوا جسے " ايلامي " خاندان سے تعبير كيا جاتا هے - اس خاندان كا ايك پادشاه دو هزار تين سو برس قبل مسيح بابل ميں حكمراں تها جس كا نام " كادرلا اومر " تها - غالباً يهي بادشاه حضرت ابراهيم كا معاصر تها ' اور اسي سے أن كا يه مكالمه هوا هے - بابل كے آثار ميں اس پادشاه كي تصويريں اور بعض فرامين كي اينٹيں بهي ملي هيں - اِن كتبوں سے معلوم هوتا هے كه وه نهايت خود سر اور جبار تها - أس كي نسبت يقين كيا جاتا تها كه آسماني ديوتاؤں كا قهر و جبروت أس كے اندر مجسم هوگيا هے - يه اوصاف ٹهيك ٹهيك أس متكبرانه انداز سخن كے مطابق هيں ' جو اس مكالمه سے ظاهر هوتا هے -

ايسا معلوم هوتا هے كه جس طرح عربوں ميں شاهان روم ' قيصر ' شاهان ايران كسرى ' اور شاهان مصر فرعون كہے جاتے تهے ' اسي طرح بابل كے پادشاهوں كے ليے " نمرود " كا لفظ بطور لقب كے مشهور هوگيا تها - يه تلقب بے اصل بهي نه تها ' كيونكه جس طرح روم ميں سيزر اور ايران ميں خسرو پادشاهوں كا نام رهچكا تها ' أسي طرح بابل كے پہلے فرمانروا كا نام نمرود تها - پس ابتدا ميں جب لوگوں نے يه كہا هوگا كه مكالمه نمرود سے هوا ' تو أن كا مقصد يه هوگا كه بابل كے ايك پادشاه سے هوا - يه مطلب نه هوگا كه نمرود نامي انسان سے هوا تها -

رابعاً ' يوناني مورخوں كے بيانات اور علم الآثار كي تحقيقات سے معلوم هوتا هے كه اهل بابل كواكب پرست تهے - اسي كواكب پرستي نے أنهيں علم هئيت كے علمي مباديات سے آشنا كيا تها - أن كا اعتقاد تها كه اجرام سماويه كائنات كي ايسي ملكوتي هستياں هيں ' جنهيں تدبير و تصرف عالم كي تمام قوتيں حاصل هيں - دنيا ميں جو كچهه هوتا هے ' أنهي كے عمل و تصرف سے هوتا هے - اِن ميں سات ستارے بڑے ديوتا هيں ' اور سورج ان سب ميں بڑا هے - آج كل علم نجوم كے نام سے جو خرافات دنيا ميں پهيلے هوئے هيں ' يه هندوستان اور بابل هي كي كواكب پرستي كا بقايا هيں - اپنے پادشاهوں كي نسبت أن كا بهي وهي اعتقاد تها ' جو أس عهد كي تمام قوموں كا رهچكا هے - يعنے وه سورج ديوتا كے زنده مظهر سمجهے جاتے تهے - ان كي تقديس بهي أسي طرح كي جاتي تهي ' جيسي تمام ديوتاؤں كي كي جاتي تهي -

(۳) مكالمه كے آخر ميں هے : " فبهت الذي كفر " يعني جب حضرت ابراهيم نے دوسري دليل پيش كي تو مجادل كچهه نه كهه سكا - هكا بكا هوكر رهگيا - مفسرين نے اس مكالمه كو منطقي مناظره بنا ديا تها - مناظره اور جدل كا ما حصل يه هے كه مخاطب كو لا جواب كر ديا جاے - اس ليے انهوں نے " فبهت الذي كفر " كا مطلب يه قرار ديا كه حضرت ابراهيم كي دوسري دليل كے جواب ميں وه كوئي بات نه بنا سكا - اس ليے مبهوت هو كر رهگيا - اس ميں كوئي شبه نہيں كه حضرت ابراهيم كي بات كا وه كوئي جواب نہيں دے سكا تها - اور شوخ چشمي اور كج بحثي كي جگه أس پر حيرانگي كي حالت طاري هوگئي تهي ' ليكن يه حيراني محض اس بات كا نتيجه نه تهي كه وه سخن پروري ميں لا جواب هو گيا تها - كيونكه ابهي تفصيل كے ساتهه آپ سن چكے هيں كه انبياء كرام كي مخاطبت بات ميں لا جواب كر دينے كے ليے نہيں هوتي - يقين و ايمان كے ليے هوتي هے - پس أس كے مبهوت هو جانے كا سبب يه تها كه حضرت ابراهيم كي دوسري بات أس كے دل ميں أتر گئي - پهلي بات پر تو أس نے مجادلانه كج بحثي كركے جواب ديديا تها - كيونكه اپنے جهل و ضلالت كي وجه سے أسكي حقيقت سمجهه نه سكا تها - ليكن دوسري بات أسكي فكري اور اعتقادي استعداد كے مطابق كچهه ايسي دل كو لگتي هوئي تهي ' كه سنتے هي متاثر هوگيا ' اور تير نشانه پر لگ گيا - نتيجه يه نكلا كه مبهوت هوكر رهگيا - يعنے وه سچائي جسے اپني كور چشمي كي وجه سے ابتك نہيں ديكهه سكا تها ' اب يكايك أس كے سامنے چمك أٹهي ' اور با وجود كمال تمرد اور ضلالت كے أس ميں جهٹلانے اور شوخ چشمي سے كج بحثي كرنے كي جرأت باقي نه رهي !

علم اور مسيحي كليسا

كتاب پيدائش اور تخليق كائنات

* * *

برمنگهم كے بشپ كا كفر اور زندقه !

تهوڑا عرصه گزرا هے ' لندن سے ريوٹر ايجنسي نے يه خبر تمام دنيا ميں مشهور كر دي تهي كه برمنگهم كے لارڈ بشپ نے ويسٹ منسٹر ميں تقرير كرتے هوئے ايسے خيالات كا اظهار كيا هے ' جس نے يورپ كے تمام كليسائي حلقوں ميں هلچل ڈالدي هے - اُس نے صاف صاف لفظوں ميں اعتراف كرليا هے كه پيدايش كائنات كا قديم مسيحي اعتقاد (يعنے تورات كي كتاب پيدايش كا بيان) قابل ترميم هے ' اور اب وقت آگيا هے كه هم علمي تحقيقات كي مخالفت كرنے يا غلط مذهبي تاويلوں كے ذريعه تطبيق دينے كي ناكام كوششوں سے باز آجائيں - يعني تسليم كرليں كه تورات كي كتاب پيدايش كا بيان ايک كهاني سے زياده نهيں هے !

اس كے بعد ايک دوسرے واقعه كي خبر مشتهر هوئي - يهي بشپ جب سينٹ پال چرچ ميں وعظ كررها تها تو اچانک ايک واقعه نے تمام مجلس ميں اضطراب پهيلا ديا - ايک طرف سے تيز صدا اُٹهي "يه بدعت و زندقه كا معلم هے " لوگوں نے جب اُس طرف نظر اُٹهائي ' تو معلوم هوا ' پادري كينن ويبسٹر غيظ و غضب كي شدت سے بے قابو هوكر كهڑا هوگيا هے ' اور واعظ كے كفر و زندقه كا اعلان كر رها هے - اس پر غضب طريقه سے مجلس كو اپني طرف متوجه كركے اُس نے بشپ پر لعن و طعن كي بوچهاڑ شروع كردي ' اور پهر يه كهكر كه " ايسے زنديق كا وعظ سننا جائز نهيں " اپني جماعت كے ساتهه گرجے سے رخصت هوگيا !

اب انگلستان كے اخبارات و رسائل ميں اس معامله كي تمام تفصيلات آگئي هيں - در اصل يه معامله بهي اُسي سلسلۂ بحث كي ايک كڑي هے جو سر آرتهر كيتهه كي تقرير (مندرجۂ الهلال) سے تمام يورپ اور امريكه ميں چهڑ گيا هے - بشپ اف برمنگهم كا نام ڈاكٹر بارنس هے - اُس نے اسي تقرير كا حواله ديكر اپنے خيالات ظاهر كيے تهے - معامله كا اهم اور دلچسپ پهلو يه هے كه يه اعتراف برطانوي كليسا كے ايک بهت بڑے ذمه دار شخص كي زبان سے هوا هے - اُس نے بڑي دليري كے ساتهه وه خيال علانيه ظاهر كرديا ' جو آج هزاروں لاكهوں عيسائيوں كے دلوں پر ثبت هے !

يقيناً قارئين الهلال خواهشمند هونگے كه بشپ كي تقرير سے واقفيت حاصل كريں - هم اختصار كے ساتهه اُس كا خلاصه درج كر ديتے هيں -

پادري كينن ويبسٹر بشپ كے زندقه كا اعلان كركے سينٹ پال سے واپس جا رها هے !

بشپ نے تقرير كرتے هوئے كها :

" اِس عهد كے انسانوں سے ميں كيا كهوں ؟ كيا يه كهوں كه قديم عقيده هي پر اُستوار رهو ؟ هرگز نهيں - ميں اُن سے جو كچهه كهه سكتا هوں ' وه اِس كے سوا كچهه نهيں هے كه حق كي تلاش كرو - خوش هو ' كيونكه تم ايک ايسي صدي كي مخلوق هو ' جو اپني علمي ترقيوں كي وجه سے تاريخ كي سب سے زياده عظيم الشان صدي هے - ميں اُن سے كهتا هوں ' جديد انكشافات كا خير مقدم بجا لاؤ - علماء عصر كي تعظيم كرو - ليكن ساتهه هي يه بهي ياد ركهو كه اِس تمام علمي ترقي كے پيچهے هم برابر ايک كثيف پرده پڑا ديكهتے هيں - يه پرده ' زندگي كے تمام بنيادي مسائل كو اپنے اندر چهپائے هوئے هے ' اور هماري نظروں كو اُن كي حقيقت معلوم كرنے سے روک رها هے - تم پر فرض هے كه اِن مسائل سے قريب تر هو - تمهارا قلب ايمان سے لبريز هو جائے - تمهاري رهبر ' عقل هو ' نه كه خوش اعتقادي - اگر تم ايسا كروگے ' تو تمهارا ايمان اُن دونوں جماعتوں سے مختلف هوگا جن ميں سے ايک نے مغرورانه انكار كي اور دوسري نے جاهلانه خوش اعتقادي كي غلطي كي هے ! "

" سر آرتهر كيتهه كے خطبه كے بارے ميں هميں كيا كرنا چاهيے ؟ مذهب نشوء و ارتقاء كے مقابله ميں همارا مسلک كيا هونا چاهيے ؟ كيا هم حقيقت كو جدل كے موٹے پردوں ميں چهپا ديں ؟ ميں تم سے آج يه كهنا چاهتا هوں كه تم اِس روشن زمانے كي مخلوق هو كر حقائق سے تجاهل نهيں برت سكتے ! "

" كيا همارے ليے يه جائز هے كه لوگوں كي عقلوں ميں شک پيدا كرديں ' حالانكه يهاں شک كا كوئي موقعه هي نهيں ؟ كيا يه مناسب هے كه مسيحي عقائد كي تاريخ محض اس ليے بدل دي جائے كه ڈاروين كا مذهب نيا نهيں هے ' پرانا مذهب هے ؟ يا يه مناسب هے كه جديد حقائق تسليم كرتے هوے حقيقت كا صاف صاف اعتراف كر ليں ' اور تسليم كرليں كه مسيحي عقائد كي بعض تقليدي آراء قابل تبديل هيں ؟ "

" ميرے خيال ميں آخري تجويز بهتر اور مناسب هے - آؤ ' هم بے خوف و خطر حقائق كا ويسا هي خير مقدم كريں ' جيسا كه وه علمي حلقوں ميں اپنا خير مقدم ديكهه رهے هيں - تمام اهل علم متفق هيں كه انسان نے بندر كي ايک قسم سے ترقي كي هے ممكن هے ' انسان كي يه ترقي دس لاكهه برس پهلے شروع هوئي هو - تمام حيواني اصلوں نے مختلف سمتوں ميں ترقي كي هے ' ليكن انسان كي حقيقي ترقي اُس كے دماغ اور فكري مركزوں ميں واقع هوئي هے - اسي ليے وه اپنے هم جنس حيوانوں پر بازي ليگيا - بندر كي دوسري قسموں نے اور قسم كي ترقي كي - چنانچه

بريدِ فرنگ

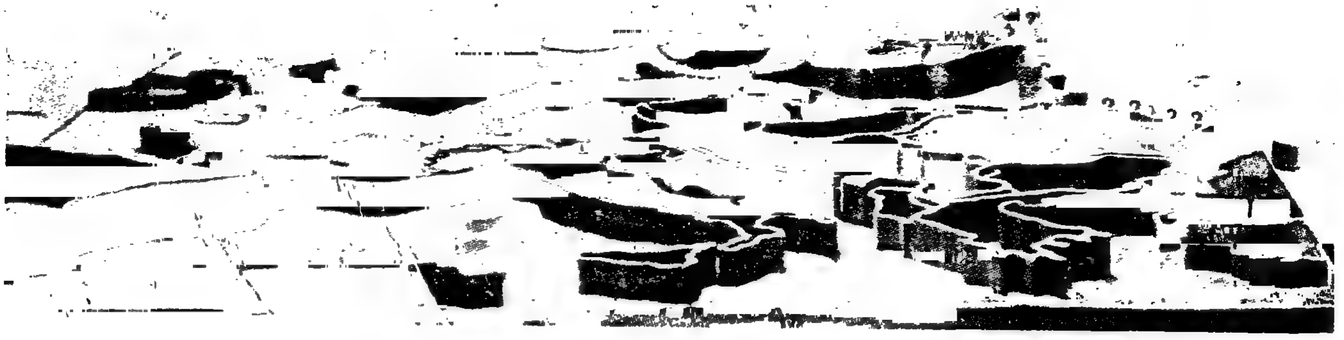

يورپ کا ايک نيا نقشه

تجارت کي حفاظت اور آزادي کا حصار

مطالب کے بيان و تفهيم کا ايک موثر ذريعه

بحث طلب مطالب پر تقرير کرتے هوئے مقرر اور مدرس عموماً شمار و اعداد کي جدولوں يا تناسب کے رنگوں اور نقشوں سے کام ليا کرتے تھے - پھر ميجک لينٹرن استعمال کيا جانے لگا - ايسے مطالب جن کے فهم ميں تصاوير کا معائنه مدد ديتا تھا ' فانوس کي تصويروں کے ذريعه ذهن نشين کيے جاتے تھے - حال ميں سينما کي ايجاد نے بھي ايک زياده موثر اور اصليت نما ذريعه بهم پهنچا ديا هے - امريکه ميں بحث و تقرير کے بے شمار کلب ' سينما کا اُسي طرح استعمال کرتے هيں ' جس طرح عام طور پر ميجک لنٹرن استعمال کيا جاتا هے -

ليکن جو طريقه حال ميں سر آرتھر کلايو ماريسن نے مجلس اقوام کے سامنے تقرير کرتے هوئے تمثيل مطالب کے ليے اختيار کيا تھا ' وه ان تمام طريقوں سے جدا گانه قسم کا هے ' اور چونکه نهايت آسان اور ساده قسم کا هے ' اس ليے نهايت درجه پسند کيا گيا هے - اُن کي تقرير کا موضوع يه تھا که تجارت کي آزادي اور بندش کے لحاظ سے اِس وقت يورپ کي مختلف قوموں کا حال کيا هے ؟ اور کس طرح يهي چيز آينده ايک بين الاقوامي جنگ کا دروازه کھول دينے والي هے ؟ اس حقيقت کي وضاحت کے ليے انهوں نے يورپ کا ايک نقشه اس طرح کا طيار کرايا ' که سرحد کے خطوط کي جگه حصار کي ديواريں کھڑي کر دي گئيں ' اور تمام يورپ ٹيڑھي سيدھي چار ديواريوں کا مجموعه بن گيا - نقشه کے بننے کے بعد جب اُس پر نظر ڈالي گئي ' تو معلوم هوا ' جو حقيقت ايک بهت بڑي کتاب لکھکر بھي واضح نهيں کي جاسکتي تھي ' اب وه صرف اس نقشه پر ايک نگاه ڈال لينے سے سامنے آجاتي هے - جنيوا کے پچھلے اجلاس کے موقعه پر يه نقشه حاضرين کے معائنه کے ليے ايک نماياں موقعه پر رکھديا گيا تھا -

اِس نقشه کا عکس آپکے سامنے هے - اگر يورپ کا نقشه آپکے کمرے ميں آويزاں هے ' تو پهلے اُس پر ايک نظر ڈال ليجيے - پھر اِسے ديکھيے - يه ٹھيک وهي نقشه هے - فرق صرف اسقدر هے که اُس ميں حدود کي وضاحت کيليے لکيريں کھينچ دي گئي هيں - اِس ميں لکيروں کي جگه ديواريں کھڑي هيں - يه ديواريں کيا هيں ؟ تجارت کي حفاظت کي ديواريں هيں جنهوں نے هر قوم کو دوسري قوم کا دائمي رقيب بنا ديا هے - فوجي اور ملکي حفاظت کے اعتبار سے بھي ديکھا جاے ' تو يهي ديواريں متقابل دشمنوں اور حريصوں کو ايک دوسرے کے کچل ڈالنے سے روک رهي هيں - يه ديواريں کب تک قائم رهينگي ؟ سر آرتھر کهتے هيں " انهيں توڑ دو " ليکن اگر انسان اِسکے ليے آماده نه هوا ' تو عجب نهيں ' قدرت کي خانه بر اندازياں خود هي انهيں توڑ کر تمام يورپ کو ايک کھلي زمين کي شکل ميں منقلب کر ديں !

خريداران الهــلال

توجــه فــرمائيں

جن جن حضرات سے چھه ماه کي قيمت وصول هوئي تھي ' اُن کا حساب الهــلال نمبر (۲۴) پر ختم هو جايگا - يعنے آئينده نمبر سے بعد کے نمبر پر - اگر وه آئينده بھي الهــلال کا مطالعه جاري رکھنا چاهتے هيں ' تو دفتــر نهايت شکرگزار هوگا اگر وي - پي کي درخواست کي جگه وه بذريعه مني آرڈر قيمت روانه کر ديں - وي - پي کي رقم وصول هونے ميں بهت تاخير هوتي هے ' اور اسليے پرچه کے مسلسل اجراء ميں خلل واقع هو جاتا هے - اگر وه ايک هفته کے اندر قيمت بذريعه مني آرڈر بھيج ديں تو رجسٹر ميں نمبر ۲۴ کے بعد سے اُنکي جديد خريداري کا اندراج هو جائے ' اور پرچه کي ترسيل بغير کسي انقطاع کے جاري رهے -

يه کهنا ضروري نهيں که نئي شش ماهي جلد سے الهلال کا نيا دور حيات شروع هوگا ' اور وه اس حالت سے بالکل مختلف هوگا ' جس حالت ميں اس وقت تک نکلتا رها هے -

منيجر

تاریخ و عبر

تاریخ جنگ صلیبی کا ایک صفحہ

عربوں کے آتش بار اسلحہ

لوئی نہم کے مورخ کا چشم دید بیان

صلیبی جنگوں میں سب سے بڑی جنگ ساتویں جنگ تھی۔ یہ معلوم ہو کر ان جنگوں میں مصر پیش پیش تھا، بلکہ اسی پر پورا بار تھا۔ لہذا صلیبی مجاہدوں نے خیال کیا کہ مسلمانوں کو شکست دینے کے لئے خود مصر پر حملہ کر دینا چاہیے۔ چنانچہ لوئی نہم شاہ فرانس کی زیر قیادت ایک عظیم فوج یورپ سے روانہ ہوئی اور ساحل "دمیاطہ" پر آ اُتری جہاں دریائے نیل سمندر میں گرتا ہے۔

اس جنگ کی ایک مستند تاریخ انوِیل کی یادداشتوں میں ملتی ہے۔ یہ شخص لوئی نہم کا مصاحب اور اُس کی فوج کا سپہ سالار تھا۔ دمیاط کی جنگ میں یہ ہمیشہ بادشاہ کے ساتھ رہا۔ اُس کے بیانات چشم دید ہیں۔ بادشاہ کی وفات کے بعد اُس کے بیٹے لوئی دہم کا بھی مصاحب تھا۔ اُس نے بیوہ ملکہ کے حکم سے یہ کتاب لکھی تھی جیسا کہ دیباچہ میں ظاہر کیا ہے۔

یہ کتاب اُس عہد کی تاریخ کے لئے ایک نہایت قیمتی دستاویز ہے۔ تاریخ کی خوش قسمتی سے یہ ضائع نہیں ہوئی، اور شاہی کتب خانہ میں محفوظ رہی۔

انوِیل کے بیان میں سب سے اہم واقعہ، مصری فوجوں کی جنگی استعدادوں اور آتشی مادوں کی صلیبیوں پر بارش ہے۔ ان آتشی مادوں کو مورخ "یونانی آگ" سے تعبیر کرتا ہے۔ اس تعبیر کی بنیاد یہ ہے کہ یہ آگ فی الحقیقت یونانیوں ہی کی ایجاد ہے۔ قسطنطنیہ کی بیزنطینی سلطنت سب سے پہلے اس سے واقف ہوئی، اور صدیوں تک بطور ایک راز کے محفوظ رکھا۔ یہی وہ بے پناہ اسلحہ تھا، جس کے ذریعہ اُس نے ۶۷۳ء اور ۷۱۸ء میں عربوں کو شکست دی تھی جنہوں نے قسطنطنیہ کا محاصرہ کر لیا تھا۔

بیزنطینیوں کو اس آتشی مادے کا پتہ قسطنطین چہارم کے عہد میں لگا، یعنی ساتویں صدی عیسوی میں۔ اور تقریباً ۴۰۰ برس تک تنہا وہی استعمال کرتے رہے۔ یہاں تک کہ گیارہویں صدی کے اواخر میں عربوں نے کسی ذریعے سے اس کی حقیقت معلوم کر لی اور اپنی جنگوں میں استعمال کرنے لگے۔ جس طرح اس آگ نے بیزنطینیوں کے مقابلے میں عربوں کو نقصان پہنچایا تھا، اُسی طرح عربوں کے مقابلے میں صلیبیوں کے لئے مہلک ثابت ہوئی۔ عربوں نے اس اسلحہ کو قدیم یونانی طریقہ سے زیادہ مکمل اور مؤثر بنا دیا تھا۔

۱۲۴۹ء (۶۴۷ھ) میں صلیبی، دمیاط کی سرزمین پر اُترے یہ زمانہ، ملک صالح بن کامل کی حکومت کا تھا۔ بادشاہ اُس وقت بیمار تھا۔ لوئی نہم نے اُسے سخت تہدید آمیز خط لکھا، اور مسیحی قوموں کے نام پر مطالبہ کیا کہ مصر اُس کے حوالہ کر دے۔ مصری بادشاہ نے قاضی بہاء الدین زہیر سے جواب لکھوایا۔ یہ تاریخی جواب تاریخ کے صفحات میں اب تک محفوظ ہے!

ملک صالح کی بیماری کی وجہ سے دمیاط کی مدافعت نہیں کی جا سکی اور صلیبیوں نے اُس پر قبضہ کر لیا۔ اسلامی لشکر، مقام منصورہ میں جمع ہوا، اور بادشاہ کی وفات کے بعد ہی حملہ شروع کر دیا۔ اس حملہ میں سب سے زیادہ خوفناک حربہ وہی "یونانی آگ" تھی، جس کی ہولناکی کا حال ہم اس مورخ کی زبانی نقل کرتے ہیں۔

وہ لکھتا ہے:

"ایک رات جبکہ ہم اپنے برجوں کی حفاظت میں سرگرم تھے، مسلمان میدان جنگ میں ایک ایسا آلہ لائے، جسے اب تک اُنھوں نے استعمال نہیں کیا تھا۔ پھر اس آلہ کے ذریعہ یونانی آگ برسانا شروع کر دیا۔ آقائے نامدار والٹر دو کیری نے، جو میرے قریب ہی کھڑے تھے، یہ دیکھ کر کہا:

"بھائیو! اس وقت ہم ایک ایسے خطرے کے سامنے ہیں، جیسا ہمیں کبھی پیش نہیں آیا۔ اگر مسلمان ہمارے برجوں میں آگ لگا دینگے تو بڑی ہی مشکل پیش آئے گی۔ اگر ہم یہاں کھڑے رہیں گے تو جل کر خاک سیاہ ہو جائیں گے۔ اگر ہٹ جائیں گے تو قلعے دشمن کے ہاتھوں میں چلے جائیں گے اور ابد الآباد تک ہماری ذلت و رسوائی ہو جائے گی۔ لہذا اب اس کے سوا چارہ کار نہیں کہ اپنے مہربان خدا کو پکاریں، اور اُس سے عزت و سلامتی کی دعائیں کریں۔ صرف وہی ہمیں بچا سکتا ہے۔"

چنانچہ ہم نے اس دانشمندانہ رائے پر عمل کیا۔ جب ہم پر آگ کی پہلی بارش ہوئی اور برج میں ہمارے سامنے آ گری، تو ہم نے خداوند کے حضور سجدہ کیا اور نالہ و زاری کرنے لگے۔ آگ بجھانے والے پاس کھڑے تھے، اور بڑی مستعدی سے اپنا کام کر رہے تھے۔

یونانی آگ کی کیفیت یہ ہے کہ وہ ایک عظیم مرتبان کی صورت میں سیدھی نکلتی ہے۔ لمبے نیزے کی طرح ایک بڑی سی دُم اُس کے پیچھے ہوتی ہے۔ اُس کی آواز، بجلی کی کڑک کی طرح ہولناک ہوتی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ جیسے کوئی جناتی درندہ ہوا میں اُڑتا چلا آتا ہے۔ روشنی اتنی تیز ہوتی ہے کہ رات کی تاریکی میں دن نکل آتا ہے۔ مسلمانوں نے پھر، یہ آگ اُس رات تین مرتبہ بڑے بڑے آلوں سے پھینکی اور چار مرتبہ چھوٹے آلوں سے۔

ہمارا مقدس بادشاہ جب سُنتا کہ یونانی آگ آ رہی ہے تو اپنے فرش سے اُتر کر زمین پر کھڑا ہو جاتا اور ہمارے نجات دہندہ خداوند مسیح کی طرف ہاتھ اُٹھا کر چلاتا "اے آقا! معبود عظیم! اپنے خادموں کو بچا لے!" مجھے یقین ہے کہ بادشاہ کی دعاؤں سے ہمیں بہت فائدہ پہونچا۔ جب جب آگ آ کر گرتی تھی، یہ مقدس بادشاہ فوراً آدمی بھیجکر معلوم کرتا تھا کہ آگ نے کیا کیا اور ہماری حالت کیا ہے؟

ایک رات ایسا ہوا کہ آگ اُس برج کے قریب آ گری جس کی حفاظت ایک افسر دی کورتنی نامی کے ذمہ تھی۔ فوراً ایک سوار دوڑ کر میرے پاس آیا اور کہنے لگا "اگر آپ فوراً مدد پر نہیں آئیں گے تو ہم سب جل کر راکھ ہو جائینگے۔ کیونکہ مسلمانوں نے بہت بڑی مقدار میں آگ پھینکنا شروع کر دی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا آگ کا دریا ہم پر اُمڈا چلا آتا ہے!"

میں دوڑ کر گیا۔ واقعی سوار کا بیان بالکل درست تھا۔ ہم نے فوراً آگ بجھا دی۔ لیکن ابھی ہم فارغ ہی ہوئے تھے کہ مسلمانوں نے پھر بڑی شدت سے آتش باری شروع کر دی۔

بادشاہ کے بھائی، دن کے وقت برجوں کی حفاظت کیا کرتے تھے۔ وہ برجوں پر چڑھ گئے تاکہ مسلمانوں پر تیر برسائیں۔ بادشاہ نے یہی طے کیا تھا کہ رات کو برجوں کی حفاظت ہم لوگ کریں اور دن کو شاہ سسلی۔ ایک دن ایسا ہوا کہ شاہ سسلی پہرے پر تھا۔ اچانک مسلمانوں نے اپنی منجنیقوں سے بہت سخت حملہ کر دیا اور تمام برج تقریباً توڑ ڈالے۔ اُنھوں نے یہی نہیں کیا، بلکہ دن دوپہر کو یونانی آگ کے آلے بھی نصب کر دیئے۔ حالانکہ اب سے پہلے ہمیشہ رات ہی کو اُن سے کام لیتے تھے۔ اب آگ برسنے لگی۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ پُل کے قریب بھی منجنیقیں لگا دیں۔ پُل، مزدور بنا رہے تھے۔ اب یہ حالت ہو گئی کہ کوئی آدمی نہ پُل کے قریب جا سکتا تھا، نہ برجوں کے قریب پہنچ سکتا تھا۔ کیونکہ ایک طرف بہت بڑے بڑے پتھر برس رہے تھے۔ دوسری طرف آگ کا طوفان برپا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ برج جل گئے۔ شاہ سسلی غصہ سے کانپنے لگا۔ آگ بجھانے کے لئے وہ خود آگ کے اندر کودنا چاہتا تھا مگر اُسے پکڑ لیا گیا!

بادشاہ نے جب یہ حالت دیکھی، تو تمام سرداروں سے درخواست کی کہ تھوڑی تھوڑی لکڑی اپنے جہازوں سے منگا دیں تاکہ ایک نیا برج طیار کیا جائے اور نہر کو عبور کیا جا سکے۔

پھر بادشاہ نے حکم دیا کہ یہ برج اُس وقت چلایا جائے جب شاہ سسلی کی باری ہو، تاکہ پچھلی شکست کا غم اُس سے دُور ہو جائے۔ چنانچہ یہی کیا گیا، اور برج اُس مقام پر پہنچایا گیا جہاں دوسرے برج جل گئے تھے۔

مسلمانوں نے یہ دیکھ کر اپنی ۱۶ منجنیقیں نصب کر دیں اور بیک وقت سب کے دہانے کھول دیئے۔ جب اُنھوں نے دیکھا کہ ہمارے آدمی خوف زدہ ہو گئے ہیں تو فوراً یونانی آگ برسانا شروع کر دی اور نیا برج بھی جل کر راکھ ہو گیا!"

اسی طرح یہ مورخ بڑی تفصیل سے دوسرے تمام معرکوں میں بھی اس "یونانی آگ" کا ذکر کرتا ہے۔ حتیٰ کہ اس کے بیان کے مطابق ایک مرتبہ یہ آگ پورے مسیحی لشکر پر پھیل گئی تھی اور خود بادشاہ کا خیمہ بھی جلا ڈالا تھا!

مشرق میں بیزنطینیوں کے بعد سب سے پہلے مصر اور شام کے مسلمانوں نے یہ آگ استعمال کی۔ پھر دوسری اسلامی سلطنتوں نے بھی اسے معلوم کر لیا۔ چنانچہ ٹیونس اور مراکش میں بھی یورپین حملہ آوروں کے مقابلے میں عربوں نے اسے استعمال کیا تھا۔ اسپین میں بھی مسلمان اسے لے گئے اور چودہویں صدی کی جنگوں میں برابر مشہور رہی۔

بتدريج شمپانزي ' گوريلا ' اورانگ ' اور ارتان كي قسموں نے ظهور كيا - يه تمام بندر انسان كے قريبي عم زاد هيں - علماء اِس ترقي كي جزئيات ميں كتنا هي مختلف هوں ' ليكن كوئي دو مستند عالـم بهي اِس معامله ميں اختلاف نهيں ركهتے كه انسان نے بندر هي سے ترقي كي هے - اور يه ' كه يه ترقي ايك مسلم و ثابت حقيقت هے - ڈاروين كا مذهب پچاس برس سے موجود هے اور پوري طرح صحيح ثابت هو چكا هے ... "

" علم الحيات كے مباحث سے ثابت هو چكا هے كه شر اور برائي كا ميلان انسان كي طبيعت ميں فطري هے ' اور يه اُس نے اپنے اسلاف سے ورثه ميں پايا هے - يه بالكل يقيني هے كه انسان ' ايك حيوان هي هو ' اور اپنے اعضاء اور روح ميں بتدريج ترقي كركے خالص حيوانيت سے اِس درجه تك پهنچ گيا هو - وه كوئي ديوتا نه تها ' جو طهارت و تقوي كے لباس ميں ملبوس ' آسمان سے زمين پر اتر پڑا هو - انسان كي روحي ترقي هي نے اُسے باقي تمام حيوانات سے ممتاز كرديا هے "

" هميں هميشه حق كي جستجو ميں لگے رهنا چاهيے - جب كبهي كسي حقيقت پر سے پرده اٹهے ' تو قديـم سے قديـم تقليدي خيال كے بهي ترك كر ديني ميں همارے اندر كوئي پس و پيش نهيں هونا چاهيے ' اور نه اس تبديلي پر كسي طرح كا رنج محسوس كرنا چاهيے "

جب كبهي كوئي حقيقت ظاهر هوتي هے ' تو ايك خاص قسم كے لوگ چلا اٹهتے هيں : " ايمان خطرے ميں پڑ گيا هے ! "

" ليكن ميرا تاريخي مطالعه مجهے بتاتا هے كه ايمان صرف اُس وقت خطرے ميں هوتا هے ' جب عقل قيد كردي جاتي هے ' اور دماغ پر مهر لگا دي جاتي هے - بعض لوگ كهتے هيں " هميں مسيحي حقائق كو اُسي طرح محفوظ ركهنا چاهيے ' جس طرح همارے عقائد چلے آتے هيں " ليكن ميں من گڑهت حقائق كے وجود سے اپني لا علمي كا صريح اعلان كرتا هوں - بعض لوگ كهتے هيں " جديد خيالات كفر و الحاد هيں " ليكن ميں كهتا هوں " آج كا كفر ممكن هے ' كل كا ايك راسخ ديني عقيده بن جائے ! "

" تمام وه مسيحي جو تقليدي بندشوں سے آزاد هيں ' جانتے هيں كه مذهب نشوء و ارتقاء اور حقيقي مسيحي تعليم ميں كوئي نزاع نهيں هے - كيونكه خدا اپني قدرت تدريجي ترقي ميں بهي اُسي طرح ظاهر كر سكتا هے ' جس طرح فوري تخليق ميں "

يه پهلا موقعه نهيں هے كه اِس موضوع پر اِس بشپ نے اظهار خيال كيا هے - اب سے دو سال پہلے بهي اِسي قسم كے خيالات ظاهر كيے تهے - اُس زمانے ميں امريكا كے پروفيسر سكوپس پر اس ليے مقدمه چلايا گيا تها ' كه اُس نے ايك سركاري مدرسه ميں اپنے شاگردوں كے سامنے ڈاروين كا مذهب پيش كر ديا تها - اِس مناسبت سے رسالهٔ " نيچر " نے بشپ مذكور سے اِس مسئله كي نسبت استفتا كيا تها - بشپ كا جواب حسب ذيل تها :

" يه جاهلانه تعصب جس نے مذهب نشوء و ارتقاء كي تعليم كو امريكا كے سركاري مدارس ميں ممنوع قرار ديديا هے ' ايك سخت مذموم تعصب هے - ميں آزادي خيال كا حامي هونے كي حيثيت سے نهايت نا پسند كرتا هوں كه ايك انگلو سكسن جماعت قانون كے زور سے علم كي اشاعت روكے - ميں ايك مسيحي هونے كي حيثيت سے هر ايسي تحريك كو انتهائي رنج و غم سے ديكهتا هوں ' جو مسيحي دين كو معقول بنيادوں پر استوار كرنے سے روكتي هے "

" بے شمار دلائل سے ثابت هو چكا هے ' اور متمدن دنيا ميں هر مستند عالم اس كا اعتراف كر رها هے ' كه انسان نے ايك ايسي مخلوق سے ترقي كي جو بندر سے مشابه تهي ' انگلستان ميں هر روشن خيال مسيحي كا اعتقاد يهي هے - يهاں كے تمام مشاهير لاهوتي علماء بهي اس رائے كو خيال صحيح سمجهتے هيں - يه اعتراف مسيحيت كو اور بهي زياده مستحكم كر دے گا - كيونكه يه اُس روحاني اساس كو جو هم مسيح سے اخذ كرتے هيں ' اس درجه معقول بنا ديتا هے كه كوئي بهي اُس سے انكار نهيں كر سكتا "

" هم كتنا هي انكار و مغالطه كام ميں لائيں ' مگر مسيح كي تعليمات سے جو عهد جديد ميں موجود هيں ' هرگز ثابت نهيں كر سكتے كه عهد قديم كي كتاب پيدائش حرف بحرف صحيح هے - لوگ يه بهول گئے كه كتاب مقدس روحي حقائق كا خزانه هے ' نه كه تعليم و تدريس كي كوئي علمي كتاب هے - لوگ يه مسيحي عقيده بهي بالكل بهول گئے كه " روح القدس برابر لوگوں كي عقليں وسيع كرتي رهيگي تا كه وه حق تك پهنچ سكيں " يه لوگ حق كے جاننے سے ڈرتے هيں ' كيونكه سمجهتے هيں ' حق كے اعتراف سے مسيحي عقيده كمزور هوجائے گا - مگر يه اُن كي غلطي هے - علم كي اِس مقاومت كا نتيجه اِس كے سوا اور كچهه نهيں هو سكتا كه هزارها طالب علم ' مسيحيت كے دائرے سے يه يقين كرتے هوے نكل جائيں كه مسيحيت كي بنياد سراسر جهل و خرافات پر هے ! "

كميونزم يا اشتراكيت

* * *

كميونيزم كے مداحوں كے بعض اقوال

* * *

اشتراكيت كا مطمح نظر ' خير مشترك هے (نارمن انجل)

اشتراكيت كي سب سے بهتر مجمل تعريف يه هے كه وه سوسائٹي كے مادي اقتصادي قوى كو منظم كر كے انساني قوى كے ماتحت كر دينا چاهتي هے (رامسے ميكڈانلڈ)

اشتراكيت كي غرض بجز اسكے كچهه نهيں هے كه انسان كيليے ايك نيا عالمگير ضمير پيدا كر دے (ولز)

اشتراكيت ' تعليمات مسيح كي عملي صورت هے - (چارلس امون)

عملي اشتراكيت ' حد سے زياده ساده چيز هے - يعني عالمگير انساني تعاون كا نظام ايك حكومت كے ماتحت (رابرٹ)

اشتراكيت ' ايك ايسي مثل اعلى هے جسے ابتك دنيا كي آنكهوں نے نهيں ديكها (هاڈجس)

اشتراكيت ' عنقريب محنت كو اِس طور پر منظم كر ديگي ' كه هر آدمي محسوس كرنے لگے گا ' وه اپنے عمل سے پوري نوع انساني كي خدمت كر رها هے (روڈن) !

اشتراكيت كا مقصود يه هے كه اعلي نظام جمهوري كے ساتهه زمين اور سرمايه كو قوم كي ملكيت بنا دے (برٹرنڈ رسل)

		درآمد
مجموعی درآمد:		رر

تفصیل

ریلوے کا سامان	×	۱۸۹۱۰۶۰۰۰
ظروف		۶۵۲۹۳۰۰۰
سوت		۷۱۳۴۲۷۰۰۰
ریشم		۳۱۱۵۴۰۰۰
خام ریشم		۱۵۷۸۸۰۰۰
شکر		۲۷۵۰۲۸۰۰۰
غلہ اور آٹا		۵۴۳۲۰۰۰
کیمیاوی اجزاء، رنگ اور سمیات وغیرہ		۹۲۰۸۸۰۰۰
روغن، سبزی اور مویشی		۹۳۵۱۱۰۰۰
کاغذ		۳۰۳۴۷۰۰۰
شیشہ اور مٹی کا سامان		۵۱۲۷۰۰۰
صابن		۱۳۲۴۸۰۰۰
تمباکو		۲۲۶۱۸۰۰۰
دیاسلائی		۲۲۶۱۸۰۰۰
شراب		۳۵۴۸۷۰۰۰

مجموعی برآمد: برآمد ۲۹۹۱۶۱۹۰۰۰ روپیہ

تفصیل

روئی	×	۷۱۰۹۹۱۰۰۰
جوٹ		۶۳۱۲۴۰۰۰
سوت		۱۳۱۵۹۳۰۰۰
اون خام		۴۴۱۴۳۰۰۰
غلہ اور آٹا		۵۳۰۰۰۰۰۰
چائے		۲۲۰۴۰۰۰۰۰
خام چمڑا		۵۷۰۶۰۰۰۰
مدبوغ چمڑا		۵۰۵۷۱۰۰۰
بیج		۲۷۲۵۳۸۰۰۰
لیس		۱۰۲۶۵۲۰۰۰
روغن، سبزی وغیرہ		۳۱۹۸۱۰۰۰
کیمیاوی اجزاء، سمیات اور دوائیں		۲۵۱۳۰۰۰
ابرک وغیرہ		۵۸۶۴۰۰۰۰

دنیا کے بڑے بڑے تجارتی ملکوں کی تجارت کا تناسب

سنہ ۱۹۲۲ء میں

(بحساب ملین پونڈ۔ ایک ملین، دس لاکھ کا ہوتا ہے)

ملک	برآمد	درآمد	میزان
جنوبی افریقہ	۶۰٫۳	۱۵٫۶	۱۱۱٫۹
کوبا	۷۳٫۱	۴۰٫۷	۱۱۳٫۸
برازیل	۶۸٫۶	۴۸٫۶	۱۱۷٫۲
ڈنمارک	۵۸٫۷	۱۷٫۱	۱۲۹٫۸
سویڈن	۶۸٫۰	۶۸٫۷	۱۳۶٫۷
آسٹریا	۴۳٫۶	۶۶٫۳	۱۰۹٫۹
زیکوسلاویا	۹۱٫۶	۶۴٫۷	۱۵۶٫۳
اسپین	۵۰٫۸	۱۰۶٫۲	۱۵۷
سوئٹزرلینڈ	۷۶٫۲	۸۲٫۸	۱۵۹
میکسیکو	۹۷٫۰	۶۷٫۶	۱۶۴٫۶
ڈچ ایسٹ انڈیز	۹۹٫۳	۶۵٫۸	۱۶۶٫۱
آسٹریلیا	۱۲۷٫۸	۱۰۳٫۱	۲۳۰٫۹
روس	۸٫۶	۲۹٫۳	۳۷٫۹
بلجیم	۱۰۵٫۰	۱۵۷٫۳	۲۶۲٫۲
ارجنٹائن	۱۲۴٫۷	۱۳۹٫۴	۲۶۴٫۱
اٹلی	۱۰۳٫۸	۱۷۰٫۶	۲۷۴٫۴
ہالینڈ	۱۰۵٫۴	۱۷۶٫۲	۲۸۱٫۶
چین	۱۲۲٫۸	۱۷۷٫۲	۳۰۰٫۰
کنیڈا	۱۹۸٫۲	۱۷۰٫۸	۳۶۹٫۰
جاپان	۱۷۹٫۵	۲۰۷٫۳	۳۸۶٫۸
جرمنی	۱۹۴٫۳	۳۰۳٫۵	۴۹۷٫۸
فرانس	۳۷۷٫۹	۴۷۳٫۵	۸۱۵٫۴
ولایات متحدہ امریکہ	۸۶۶٫۰	۸۲۸٫۰	۱۶۹۴٫۰
برطانیہ	۸۲۳٫۲	۱۰۰۳٫۱	۱۸۲۶٫۳
ہندوستان	۱۸۰٫۹	۱۵۷٫۴	۳۳۸٫۳

چاول

دنیا میں چاول کی پیداوار (سنہ ۱۹۲۲ء)

ملک	رقبہ بحساب ایکڑ
ہندوستان	۸۰۷۸۷۰۰۰
بلغاریہ	۱۰۰۰۰
مصر	۲۳۱۰۰۰
فارموسا	۱۳۱۰۰۰۰
اٹلی	۳۴۰۰۰۰
انڈوچائنا	۱۱۷۸۲۰۰۰
جاپان	۷۶۹۹۰۰۰
اسپین	۱۱۶۰۰۰
ولایات متحدہ امریکہ	۸۹۲۰۰۰

برطانی ہندوستان میں چاول کی پیداوار (سنہ ۱۹۲۴ء)

صوبہ	رقبہ بحساب ایکڑ	پیداوار بحساب ٹن
بنگال	۲۰۸۶۸۷۰۰	۴۹۰۸۰۰۰
مدراس	۱۰۸۷۰۲۴۰	۴۹۰۸۰۰۰
بمبئی	۳۰۶۲۵۷۷	۱۳۹۶۰۰۰
یوپی	۷۱۰۵۴۱۷	۲۲۷۵۰۰۰
پنجاب	۷۷۹۶۲۷	۳۲۷۰۰۰
بہار اوڑیسہ	۱۴۵۴۲۰۰۰	۶۰۲۳۰۰۰
برما	۱۲۱۱۲۲۹۶	۵۰۶۷۰۰۰
سی پی اور برار	۵۱۷۱۳۰۸	۱۱۷۴۰۰۰
آسام	۴۶۸۳۳۱۷	۱۵۰۷۰۰۰

ہندوستان میں چاول کے کارخانے

برما	۳۱۹	کارخانے
مدراس	۱۳۰	رر
بنگال	۶۲	رر

چاول کی برآمد

ہندوستان سے سالانہ تقریباً ۲ کرور من چاول باہر چلا جاتا ہے۔

ہندوستان اور مجموعہ عالم

تمام دنیا میں جغرافیائی، عمرانی
اور
اقتصادی لحاظ سے ہندوستان کی موجودہ حیثیت کیا ہے؟

(۴)

برطانی ہندوستان کی سرکاری آمدنی اور خرچ سنہ ۲۴و۲۵ء میں

مد	مجموعی آمدنی	مجموعی خرچ
چنگی	۴۵۷۵۳۱۵۱۶	۷۷۱۲۲۹۰
انکم ٹیکس	۱۶۰۱۴۸۲۵۳	۶۰۳۷۵۳۱
نمک	۷۳۹۰۴۸۶۰	۱۲۰۲۰۷۲۰
افیون	۳۷۹۷۶۱۷۷	۲۳۵۵۷۱۲۷
لگان	۳۷۸۰۷۴۸	۱۱۲۶۶۹۵
شراب	۴۱۹۹۲۳۹	۲۲۸۲۰۶
سٹیمپ	۲۶۸۹۶۸۹	۱۱۹۷۸۷
جنگل	۱۶۱۴۶۹۸	۳۱۱۶۱۶۶
رجسٹریشن	۱۶۴۳۹۲	۲۹۰۵۳
ہندوستانی ریاستوں کا خراج	۸۲۴۳۳۸۴	.....
ریلوے	۳۶۹۲۶۸۷۱۰	۳۰۴۴۵۳۰۱۵
آب پاشی	۱۰۹۱۹۲۵	۲۱۴۳۷۵۱
ڈاک اور تار	۱۱۳۵۰۸۷	۳۷۷۲۱۸۰
سود	۳۴۱۰۰۲۶۵	۱۸۶۸۲۲۸۵۷
شہری انتظام	۷۳۹۷۵۳۳	۱۰۱۲۵۹۱۰۳
ٹکسال اور شرح مبادلہ	۳۹۹۳۲۸۹۴	۷۱۴۱۰۷۹
رفاہ عام	۱۳۲۱۲۶۳	۱۷۷۷۲۸۷۵
متفرقات	۴۵۸۹۶۷۱	۴۳۵۳۱۸۶۱
فوج	۴۰۳۱۱۶۵۹	۵۹۶۶۵۱۸۷۷
صوبوں کا خراج	۸۷۴۴۶۸۱۳	......
میزان کل	۱۳۷۵۳۱۸۱۱۹	۱۳۱۸۴۹۲۴۲۱

صوبوں کی سرکاری آمدنی اور خرچ سنہ ۲۴و۲۵ء میں

صوبہ	آمدنی	خرچ
مدراس	۱۲۷۹۰۳۱۵۸	۱۳۰۸۵۰۴۷۲
بمبئی	۱۴۹۹۱۷۶۷۱	۱۴۷۲۵۶۷۹۱
بنگال	۱۰۳۴۲۳۷۱۰	۹۷۶۰۱۷۳۸
یو، پی	۹۹۹۵۳۱۱۵	۱۰۴۲۴۹۰۷۸
پنجاب	۹۷۷۷۱۸۴۰	۷۹۷۳۴۷۹
برما	۹۸۵۷۶۲۲۹	۹۸۶۷۳۵۵۵
بہار و اڑیسہ	۵۳۶۵۳۳۶۷	۵۱۳۱۲۳۹۲
سی، پی	۵۲۵۳۴۲۱۰	۴۸۲۵۵۵۴
آسام	۲۳۰۴۸۶۶۱	۲۰۰۲۸۷۵۴

ہندوستانی صوبوں کی شراب اور منشی اشیاء میں سرکاری آمدنی، سنہ ۱۹۲۵ء میں

صوبہ	شراب کی دکانیں	دیگر منشی اشیاء کی دکانیں	آمدنی شراب	آمدنی منشیات
صوبہ سرحدی	۷۴	۱۸۲	۲۲۷۵۳۵	۳۰۰۶۴۴
مدراس	۱۶۸۷۸	۱۰۲۸	۴۴۵۸۳۰۹۱	۴۱۰۶۸۷۶
بمبئی	۶۲۱۰	۱۶۰۹	۳۵۰۶۵۷۵۴	۵۹۸۰۴۶۰
بنگال	۳۵۵۸	۲۳۸۹	۱۳۴۴۵۶۲۲	۸۰۵۷۲۳۷
یو، پی	۴۳۳۹	۲۹۴۶	۷۵۲۷۵۲۹	۵۶۴۶۲۳۴
پنجاب	۱۵۲۵	۱۱۷۸	۷۴۷۸۸۳۹	۴۴۵۴۳۱۲
برما	۱۲۵۶	۱۲۳	۷۶۹۹۸۶۸	۳۶۸۱۷۳۹
بہار و اڑیسہ	۷۹۳۹	۲۳۰۷	۱۱۷۳۶۴۳۵	۵۸۵۹۲۶۰
سی، پی اور برار	۲۳۵۴	۲۰۱۹	۱۰۵۵۸۶۰۷	۴۳۸۱۳۷۱
آسام	۳۰۸	۵۵۵	۱۸۹۸۱۵۴	۴۷۳۴۹۰۱
دہلی	۲۲	۱۹	۱۳۵۰۳۰	۲۵۲۵۰۸
کوارگ	۸۱	۱۰	۲۷۲۸۶۱	۱۶۴۲۴

برطانی ہندوستان میں نمک کی سرکاری آمدنی

صوبہ	سنہ ۲۱و۲۲	سنہ ۲۲و۲۳	سنہ ۲۳و۲۴	سنہ ۲۴و۲۵
شمالی ہندوستان	۱۸۴۷۶۵۷۲	۱۳۹۴۸۸۲	۳۱۸۰۶۸۶۹	۱۰۷۰۵۳۶۸
بلوچستان	۱۸۵	۱۲۰	۳۱۰	۳۶۲
مدراس	۱۳۹۰۱۷۶۴	۱۵۱۷۵۹۷۵	۲۱۳۶۲۹۹۶	۱۸۹۹۱۷۲۷
بمبئی	۱۲۱۳۵۵۹۶	۱۲۲۲۰۷۴۲	۲۲۶۷۹۷۰۷	۱۷۳۳۳۹۰۲
بنگال	۱۵۵۷۷۵۶۹	۱۸۴۱۰۸۹۲	۱۸۱۶۱۵۲۳	۲۳۵۹۰۸۹۷
برما	۲۳۴۵۷۳۳	۳۰۴۳۰۱۳	۶۱۳۹۱۸۷	۳۲۸۱۰۰۰
بہار اڑیسہ	۲۲۹	۴۸۸	۲۷۸	۴۵۰
آسام	...	...	...	۱۱۵۴
میزان	۶۳۴۳۷۸۴۸	۶۸۲۴۶۱۱۲	۱۰۰۱۵۰۸۷۰	۷۳۹۰۴۸۶۰

ہندوستان کا قرضہ سنہ ۱۹۲۴و۲۵ء میں

مرکزی حکومت

اندرونی قرضہ: ۳۱۳۶۰۰۵۱۷۵- روپیہ
انگلستان سے لیا گیا: ۳۴۱۰۴۰۴۳۰- پاؤنڈ
میزان کل: ۸۲۵۱۶۱۴۶۲۴- روپیہ

صوبوں پر

۱۲۱۹۳۵۵۲۱۰- روپیہ

ہندوستان کی تجارت ۱۹۲۲ء میں

درآمد

مجموعی درآمد: ۲۶۶۲۴۶۳۰۰۰ روپیہ

تفصیل

لوہا اور آہنی مصنوعات ×	۲۱۱۳۳۸۰۰۰
دوسری دھاتیں اور انکی "	۵۳۷۵۰۰۰
کوئلہ	۳۲۲۴۷۰۰۰
مشین اور بجلی کے آلات	۲۴۴۶۱۱۰۰۰

سخت تکلیف پہنچے گی، جن کا ذکر مخالفانہ طریقہ پر کیا گیا ہے۔ لیکن اب تک صرف تین ہی آوازیں مخالفت میں بلند ہوئی ہیں: ایک اندرون ملک سے، دو باہر سے۔ اندرون ملک میں محمود پاشا جو رکن جمہوری کی آواز ہے۔ بیرون ملک سے خالدہ ادیب خانم نے اعتراض کیا ہے اور اخبار لنڈن ٹائمس نے شکایت کی ہے جو گویا برطانیہ کی آواز ہے۔

محمود پاشا کی نسبت غازی نے اپنے خطبہ میں کہا تھا کہ اُنھوں نے ۱۹۱۹ء میں اخبار "باسفورس" کے نمائندے سے کہا "ترکی اپنی سرحدوں میں ایسی تبدیلی کر دینے پر راضی ہے، جس سے ارمنی خوش ہو جائیں"

محمود پاشا نے اس سے انکار کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں "میں نے ۱۹ مارچ ۱۹۱۹ء کو اخبار "استقلال" کے نمائندہ سے بیان کیا تھا کہ ترکی قوم اپنی سرزمین کا ایک بالشت بھی چھوڑنے کے لئے طیار نہیں ہے"

محمود پاشا کے جواب میں "خلق فرقہ سی" کے سکرٹری نے اعلان کیا ہے کہ عنقریب وہ تمام دستاویزیں شائع کر دی جائیں گی، جو غازی کے خطبہ سے تعلق رکھتی ہیں۔ اُسوقت محمود پاشا کو معلوم ہوگا کہ غازی نے اپنے خطبہ میں اُن کی کس قدر رعایت کی ہے۔ ساتھ ہی ترکی اخبارات نے محمود پاشا کا اصلی بیان بھی شائع کر دیا ہے، جو بعینہ وہی ہے جس کا حوالہ غازی نے اپنے خطبہ میں دیا ہے۔ اسی قدر نہیں بلکہ غازی کا وہ برقی پیغام بھی نقل کیا گیا ہے جو اُنھوں نے ۷ر نومبر ۱۹۱۹ء کو محمود پاشا کو بھیجا تھا۔ اسمیں لکھا ہے "آپ کی تصریح سے مشرقی صوبوں کے باشندے سخت ناراض ہیں۔ ترکی قوم ہرگز ارمنیا کو ایک انچ زمین بھی نہیں دے گی، بلکہ اس کے برعکس اپنے خون سے اسکی حفاظت کرے گی!"

خالدہ ادیب خانم نے اخبار ٹائمس میں اپنی برأت ظاہر کرتے ہوئے غازی کے رد میں لکھا ہے "میں ہرگز امریکن حمایہ کی موید نہیں تھی جیسا کہ غازی نے بیان کیا ہے۔ البتہ میں انجمن ولسن کی ایک رکن ضرور تھی۔ اس انجمن کا مقصد یہ تھا کہ ٹرکی کے لئے امریکہ سے مالی اور اقتصادی امداد حاصل کی جائے۔ خود غازی اس انجمن سے اور اس کے مقاصد سے واقف تھے۔ اُنھوں نے کبھی کوئی اعتراض نہیں کیا"

لیکن خالدہ ادیب کا یہ جواب صحیح نہیں ہے۔ دراصل اُنھوں نے غازی کا پورا خطبہ پڑھنے سے پہلے ہی جواب لکھ مارا۔ خطبہ میں وہ تمام خطوط بھی غازی نے نقل کئے تھے جو موصوفہ نے بکر سامی بک اور خود غازی کو لکھے تھے۔ ان خطوط سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ امریکن حکمرداری کو ٹرکی کے لئے ضروری خیال کرتی تھیں۔

برطانیہ بھی غازی کی صاف گوئی سے شاکی ہے۔ لنڈن ٹائمز شکایت سے پہلے اعتراف پر مجبور ہوا کہ "یہ خطبہ، غازی کی عظمت میں چار چاند لگا دیگا، کیونکہ اُنھوں نے اپنی ذرا بھی تعریف نہیں کی، حالانکہ دنیا جانتی ہے، ٹرکی میں جو کچھ ہوا ہے محض اُنھی کی ہمت و تدبیر سے ہوا ہے!" لیکن ساتھ ہی ان لفظوں میں شکایت بھی کی ہے:

"غازی نے اپنے خطبہ میں بار بار برطانیہ کا ذکر کیا ہے۔ ٹرکی کے ساتھ جو طرز عمل یورپ نے اختیار کیا تھا، وہ اُس کی ذمہ داری تمام اتحادیوں پر نہیں ڈالتے، بلکہ سراسر الزام برطانیہ ہی کو دیتے ہیں۔ گویا دوسرے اتحادیوں نے کچھ کیا ہی نہیں۔ یہ افسوس کا مقام ہے کہ ترکی دماغ میں اب تک برطانیہ کے خلاف زہریلے افکار موجود ہیں!"

ان تین اعتراضوں کے علاوہ کسی کو زبان کھولنے کی جرأت نہیں ہوئی۔ کیونکہ غازی نے جو کچھ کہا ہے مدلل کہا ہے۔ تمام ملک میں اُن کے خطبے کے بعد ایک نیا جوش پیدا ہو گیا ہے۔ اور ہر طرف سے اُن کے پاس پیغام آ رہے ہیں کہ ترکی قوم، قیامت تک اپنی جمہوریت برقرار رکھے گی۔

جمہوری ترکی کا مسلک

غازی کے خطبہ کے بعد خلق فرقہ سی کے لئے ضروری تھا کہ اپنے مسلک کا اعلان عام کر دے۔ چنانچہ وزیر اعظم عصمت پاشا اور انجمن کے صدر دوم نے ٹرکی کا آئندہ مسلک، مفصل طور پر شائع کر دیا ہے۔ ذیل میں اُس کا خلاصہ دیا جاتا ہے:

"خلق فرقہ سی" کیا ہے؟

عصمت پاشا نے اپنا بیان، خلق فرقہ سی کی حقیقت کی تشریح سے شروع کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"یہ انجمن جمہوری ہے۔ کسی خاص مذہب سے تعلق نہیں رکھتی۔ وہ یقین کرتی ہے کہ قوم کی کامیابی کا راز، اُس کی اقتصادی حالت کی درستگی میں ہے۔ یہی باعث ہے کہ اُس کا پورا مسلک، اسی اصل پر مبنی ہے اور اُس کے جملہ قوانین میں اسی کی رعایت کی جاتی ہے"

داخلی امن

"ملک میں امن و امان برقرار رکھنا ہمارا اولین فرض ہے تاکہ قوم کا ہر فرد اپنی سعی و ہمت کا ثمرہ بلا کسی اندیشہ کے حاصل کر سکے"

عدالتی مسلک

"مدنی قوانین کا اجراء اور ان قوانین کی جمہوری روح کی تعمیم، اُس کا عدالتی مسلک ہے۔ وہ چاہتی ہے جلد سے جلد اور زیادہ سے زیادہ آسان طریقہ پر عدل و انصاف ہر انسان کے دسترس میں آ جائے"

خارجی مسلک

"ترکی جمہوریت کی عزت کی حفاظت، ترکی قوم کے حقوق کی حمایت وہ حقوق جو قوم نے طویل جہاد کے بعد حاصل کئے ہیں۔ تمام قوموں کے ساتھ مساوات کے دائرے میں دوستانہ تعلقات! اُس کا خارجی مسلک ہے"

تعلیمی مسلک

"ہمارا تعلیمی مسلک یہ ہے کہ تعلیم قومی ہو اور مذہب اس سے الگ رکھا جائے۔ نظام تعلیم ایک ہو۔ نئی نسلوں کی ایسی تربیت کی جائے جس سے ہماری مدنی و اجتماعی برتری قائم ہو اور اقتصادی زندگی مستحکم ہو جائے۔ ہماری کوشش یہ ہے کہ قوم ابتدائی مفت تعلیم سے پوری طرح مستفید ہو۔ غیر تعلیم یافتہ افراد کو شبینہ مدارس کے ذریعہ تعلیم دی جائے ترکی جامعہ کو مزید تقویت دی جائے اور زیادہ سے زیادہ جدید تعلیم گاہیں جاری کی جائیں۔ ہم فنون جمیلہ کے بھی پرجوش حامی ہیں۔ ترکی زبان کی ترقی و تہذیب کا ہمیں ازحد اہتمام ہے۔ ترکی حروف کا مسئلہ بہت مشکل ہے۔ اور ہم اس پر بھی غور کر رہے ہیں"

مردم شماری

ٹرکی کی تاریخ میں اب پہلی مرتبہ مردم شماری ہوئی ہے۔ اس سے پہلے ایک مرتبہ مرحوم حکومت عثمانیہ نے اس کی کوشش کی تھی، مگر تنگ نظر علماء نے اس کی سخت مخالفت کی، اور اسے دین کے خلاف قرار دیا۔ چنانچہ البانیہ اور بعض دوسرے علاقوں میں بغاوت شروع ہو گئی مجبوراً حکومت کو اس "خلاف شرع" فعل سے باز رہنا پڑا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کسی کو بھی ملک کی صحیح آبادی معلوم نہ تھی۔ خود ترکی حکومت بھی اپنی آبادی کی قوت سے ناواقف تھی۔ اور اس وجہ سے بے شمار سیاسی، اقتصادی، اور جنگی مضرتیں ملک کو پہنچا کرتی تھیں۔

اب ترکی جمہوریت نے یہ اہم مسئلہ قطعی طور پر حل کر دیا۔ چنانچہ ۲۸ر اکتوبر کی تاریخ مردم شماری کے لئے مقرر کی گئی۔ حکم تھا، کوئی شخص بھی اپنے گھر سے نہ نکلے، یہاں تک کہ توپ داغی جائے۔ اس حکم پر اجنبی باشندوں نے یہ اعتراض کیا کہ دن بھر وہ اپنے کام معطل نہیں رکھ سکتے۔ مگر حکومت نے کوئی اعتراض نہیں سنا اور مردم شماری پوری ہو گئی۔

ان سطور کی تحریر کے بعد معلوم ہوا کہ مردم شماری سے ثابت ہوا ہے کہ ٹرکی کی موجودہ آبادی ایک کرور ۳۰ لاکھ ہے۔ قسطنطنیہ کی آبادی ۶ لاکھ ۹۰ ہزار ہے۔

میں ایک صحافی کی طرح نقل و روایت کا فرض انجام دیتا ہوں نقد و بحث میرا کام نہیں ہے۔ میں نے غازی کے خطبہ کا خلاصہ اور "خلق فرقہ سی" کا مسلک پیش کر دیا۔ البتہ مجھے یہ کہنے میں تامل نہیں کہ جماعت خلق کی موجودہ اجتماعی ذہنیت سے اکثر مسلمانان عالم کو اتفاق نہیں ہوگا۔ وہ اپنی جدید اجتماعی زندگی کے عناصر میں مذہب کو کوئی نمایاں جگہ نہیں دینی چاہتے۔ خود ترکوں کی اکثریت اسوقت تک اس سے متفق نہیں ہے۔ بیرونی دنیا کی عام اسلامی رائے تو یقیناً مخالف ہوگی۔ میں اپنے حدود صحافت سے ایک دو قدم آگے بڑھ کر، آئندہ تفصیل کے ساتھ اس موضوع پر لکھنے کی کوشش کروں گا۔

عالم مطبوعات و صحائف

روسی راہب راسپوٹین کا قتل

پرنس یوسوپوف کا اعتراف

قارئین الہلال روس کے پُراسرار راہب راسپوٹین کے نام اور حالات سے اچھی طرح واقف ہیں۔ الہلال نمبر (۹) میں اس کی پوری سرگزشت ان کی نظروں سے گزر چکی ہے۔ جو حیرت انگیز اقتدار اور تسلط اسے زار اور ملکہ روس پر حاصل ہو گیا تھا، اُسکی کوئی دوسری نظیر بیسویں صدی کی تاریخ میں موجود نہیں۔ یہ اُن کا مذہبی رہنما تھا۔ پھر روحانی معلم اور مرشد کی طرح مانا جانے لگا، پھر مشیر اور مدبر سب کچھ بن گیا۔ زار اور زارینہ بیجان آلہ کی طرح اس کی انگلیوں میں تھے۔ جس طرح چاہتا تھا، انھیں استعمال کرتا تھا۔ ملک میں بعض بہت سیاسی اصلاحات جو ڈوما (روسی پارلیمنٹ) کی شکل میں جاری ہو گئی تھیں، اسی کے اشارے سے غارت ہوئیں، روشن خیال اور اصلاح پسند امراء کو اسی نے قتل اور جلاوطن کرایا، زار کے بہترین دوست اور مدۃ العمر کے وفادار خادم اسی کے حکم سے سائبیریا بھیجے گئے۔ پھر جب عالمگیر جنگ عالم شروع ہوئی، تو جرمن نے بے شمار روپیہ خرچ کر کے اس کی خدمات حاصل کر لیں۔ یہ جرمن جاسوس تھا، لیکن روس کے تمام اسرار جنگ اسی کے قبضہ میں تھے۔ ایک طرف یہ زار کو یقین دلاتا کہ میری روحانی برکتوں اور دعاؤں سے جرمن فوجیں اور روس کے تمام حریت پسند ہلاک ہو جائیں گے، دوسری طرف جرمن دفتر جنگ کو فوجی نقل و حرکت کی بروقت خبریں بھیجتا تاکہ تمام روسی فوج کا خاتمہ کر دیں!

زار پر یہ حیرت انگیز اقتدار اُسے کیسے حاصل ہوا تھا؟ ملکہ کے ذریعہ۔ ملکہ کیوں اُس کے احکام سے سرمو تجاوز نہیں کر سکتی تھی؟ خود راسپوٹین کی لڑکی صوفیا نے اپنی دہشت انگیز یادداشتیں شائع کر کے دنیا کو بتلایا ہے کہ "اُس میں اور ملکہ میں ناجائز تعلق تھا۔ راسپوٹین سے اُسے عقیدت ہی نہیں تھی، بلکہ ہوس پرستی کا عشق بھی تھا"

صوفیا کے علاوہ ایک اور شخص بھی یورپ میں موجود ہے، جو روس کے شاہی خاندان سے قریبی تعلق رکھتا ہے، اور اس روسی راہب کی تمام سرگزشت حیات سے واقف ہے۔ یہ پرنس یوسوپوف ہے۔ اپنی

بریدشرق

مکتوب قسطنطنیہ

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قسطنطنیہ کے قلم سے)

غازی کے تاریخی خطبہ کا بقیہ حصہ۔ مسئلۂ خلافت۔ خطبہ کا عام اثر۔ جمہوری ترکی کا آئندہ مسلک۔ ترکی کی نئی مردم شماری۔

غازی مصطفےٰ کمال پاشا کے تاریخی اور ہفت روزہ خطبہ کا بڑا حصہ گذشتہ چٹھی میں بھیج چکا ہوں۔ اب خطبہ کے صرف دو ضروری حصے باقی ہیں۔ "مسئلہ خلافت" اور "خاتمۂ کلام"۔

مسئلہ خلافت کے سلسلہ میں غازی نے جو کچھ بیان کیا، وہ اُن کی تقریر کا نہایت اہم حصہ ہے۔ کیونکہ یہ پہلا موقعہ ہے کہ موجودہ ترکی حکومت کے سب سے بڑے آدمی نے صاف صاف لفظوں میں بیان کردیا کہ کون کون لوگ موقوفی خلافت کے مخالف تھے اور کون موافق تھے۔ پہلے خیال کیا گیا تھا کہ مخالفین موقوفی میں سب سے زیادہ نامور شخصیت رؤف بے کی تھی۔ اب خود غازی کی زبان سے بھی اسکی تصدیق ہوگئی۔

مسئلہ خلافت کے بعد اُنھوں نے اُن رقوم کے داخل و مصارف کی تفصیلات بیان کیں جو وطنی تحریک کے شروع ہونے کے بعد سے لیکر اُن کے رئیس جمہوریت منتخب ہونے تک اُن کے اور اُنکے ساتھیوں کے تصرف میں آئی تھیں۔ ممکن ہے، آپکے قارئین خیال کریں کہ ایک عظیم الشان رئیس جمہوریت کے لئے یہ بہت ہی ناموزوں بات تھی کہ کسی سکریٹری اور خزانچی کی طرح ایک ایک پیسہ کا حساب پیش کرے، لیکن یہاں ترکی رائے عامہ نے اسے دوسرے ہی نقطۂ خیال سے دیکھا ہے۔ تمام اخبارات نے بالاتفاق اسے خطبہ کا ایک وقیع اور موثر حصہ قرار دیا ہے۔ وہ کہتے ہیں، اس طرز عمل کے ذریعہ غازی مصطفےٰ کمال نے ہمیں یہ سبق سکھلا دیا ہے کہ قوم کا رہنما قوم کا امین ہے، اور ہر حال میں اُس کا فرض ہے کہ قومی امانت کا حساب، پیسہ پیسہ اور پائی پائی قوم کے سامنے پیش کردے۔ اس بات سے کہ قوم نے اپنے رہنما کو اپنی حکومت کا بڑا سے بڑا منصب پیش کردیا ہے، امین قوم ہونے کی ذمہ داریاں معدوم نہیں ہوجاتیں، بلکہ اور زیادہ بڑھ جاتی ہیں!

خاتمۂ کلام میں انھوں نے ایک اور حقیقت بھی آشکارا کردی انھوں نے کہا کہ ان کی رہنمائی اور ریاست کے زمانے میں قوم نے اُنھیں جسقدر بھی مکانات اور آراضی دی ہیں، یا جس قدر جائداد اُنھوں نے اپنے جیب خاص سے خریدی ہے، وہ سب کی سب اُنھوں نے "قومی جماعت" کے نام منتقل کردی ہے، اور اب اُنکے پاس قوم کی خدمت اور محبت کے سوا، کوئی جائداد اور ملکیت باقی نہیں!

خلافت کی موقوفی

مسئلہ خلافت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اُنھوں نے کہا:

"لوزآن میں کامیابی حاصل کرنے کے بعد ابھی عصمت پاشا انگورہ پہنچے بھی نہ تھے کہ رؤف بک وزارت سے مستعفی ہوگئے تاکہ عصمت پاشا کو مبارکباد دینے سے بچ جائیں۔ استعفا دینے کے بعد وہ خاموش نہیں رہے بلکہ خلیفہ کا اقتدار بڑھانے کی کوششیں کرنے لگے، حالانکہ ملک میں عام رجحان، جمہوریت کی طرف پیدا ہوچکا تھا۔ رؤف بک کی جگہ فتحی بک وزیراعظم ہوئے اور طویل مباحثہ کے بعد طے پایا کہ پایۂ تخت، انگورہ ہی رہے۔ مگر مخالف جماعت مُصر تھی کہ آستانہ واپس جانا چاہیے۔

لہذا اب ضروری ہوگیا کہ اس تمام جھگڑے کا ایک مرتبہ فیصلہ کردیا جائے۔ چنانچہ میں نے ۲۸ر اکتوبر کو اپنے ساتھیوں کو اطلاع دی کہ اعلان جمہوریت کے لئے تمام تدابیر مکمل ہوگئی ہیں۔ دوسرے دن جمہوریت کا اعلان ہوگیا، اور آدھی رات کو تمام ملک میں خبر مشتہر کردی گئی۔ عصمت پاشا پہلی جمہوری وزارت کے صدر مقرر ہوئے، اور فتحی بک مجلس وطنی کے رئیس قرار پائے۔

پوری ترکی قوم نے اعلان جمہوریت، انتہائی مسرت کے ساتھ سنا۔ مگر مخالف جماعت سخت برہم ہوئی، اور اخبارات میں اپنی دعوت وسیع پیمانہ پر شروع کردی۔ اس جماعت کے سرگروہ، رؤف بک، رفعت پاشا، ڈاکٹر عدنان بک، کاظم قرہ بکر پاشا، اور علی فواد پاشا تھے۔ یہ لوگ شب و روز مخالف کوششوں میں سرگرم تھے۔ یہ مشہور کرتے تھے کہ خلافت وہ رفیع مقام ہے، جس کا تمام جہان کے مسلمان احترام کرتے ہیں۔ وہ ترکی قوم کا سب سے زیادہ قیمتی خزانہ ہے، لہذا اُسکے اقتدار میں کسی قسم کی کمی نہیں کرنی چاہیے، نیز انھوں نے یہ بھی کہنا شروع کیا کہ ترکستان میں انور پاشا، خلیفہ ہی کے نام پر جنگ کر رہے ہیں۔ اِن لوگوں کی کوشش یہ تھی کہ ملک میں پھر شاہی دستوری حکومت کی طرف لوٹا دیا جائے۔

ذاتی طور پر، رؤف بک کی رائے یہ تھی کہ اقتدار قوم ہی کے ہاتھ میں رہے مگر حکومت کے سر پر آل عثمان کا کوئی فرد ضرور رہنا چاہیے لطف یہ ہے کہ باوجود اس خیال کے وہ ہماری جماعت کے ایک رکن ہونے کے بھی مدعی تھے۔ یقیناً اُن کی نیت اس کے سوا کچھ نہ تھی کہ ہم میں رہکر ہم میں پھوٹ ڈال سکیں۔

اب یہ واضح ہوگیا تھا کہ آستانہ میں خلافت کا باقی رہنا مشکلات کا موجب ہوگا، لہذا میں سمجھ گیا اور یقین کرلیا کہ منصب خلافت کی منسوخی کا وقت آگیا ہے۔ پھر میں نے عصمت پاشا، فوزی پاشا، اور کاظم پاشا سے مشورہ کیا۔ یہی رائے قرار پائی کہ منصب خلافت منسوخ کردیا جائے۔ چنانچہ یکم مارچ ۱۹۲۴ء کو مجلس وطنی میں حسب ذیل تجویز پیش ہوئی:

(۱) منصب خلافت منسوخ کیا جائے اور خاندان عثمانی کو ترکی سے باہر قیام کرنے کا حکم دیا جائے۔

(۲) امور شرعیہ اور اوقاف کی وزارتیں توڑ دی جائیں۔

(۳) ملک بھر میں تعلیم کا ایک ہی نظام جاری کیا جائے۔

یہ تجویز، مباحثہ کے بعد منظور ہوگئی۔ لیکن اُسی وقت مجھ سے درخواست کی گئی کہ منصب خلافت میں اپنے لئے قبول کرلوں، مگر میں نے اِن لفظوں میں انکار کردیا:

"دوستو! جو لوگ مسلمانوں کو خلیفہ اور خلافت کے نام سے دھوکا دینا چاہتے ہیں، وہ اسلام اور مسلمانوں کے عام طور پر، اور ترکی قوم کے خاص طور پر سخت دشمن ہیں۔ اب خلافت کا کوئی عملی اور حقیقی وجود باقی نہیں رہا ہے۔ اِن اوہام پر یقین، سراسر غفلت و ضلالت ہے!"

اس طرح مخالف جماعت کو پوری شکست نصیب ہوئی۔ اُنھوں نے بڑی بڑی کوششیں کیں۔ کئی علاقوں میں شورشیں بھی برپا کرادیں۔ مگر ہم نے سب کا سدباب کردیا۔ جب اِن لوگوں نے دیکھا کہ اُن پر تمام دروازے بند ہوچکے ہیں، تو پھر میرے قتل کی سازش شروع کردی یہ کہنا ضروری نہیں کہ اِن سازشوں میں بھی یکے بعد دیگرے ناکام ہوئے۔

خاتمۂ سخن

غازی نے اپنی تقریر اِن الفاظ پر ختم کی:

"نوجوان ترکی! تیرا سب سے پہلا فرض یہ ہے کہ ترکی استقلال کی حفاظت کر اور ابدالآباد تک جمہوریت برقرار رکھ!"

یہ کہتے ہوئے غازی کی آواز غمناک ہوگئی۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ پھر اُنھوں نے کہا:

"یہی میری زندگی کا اصل الاصول ہے۔ یہی میرے مستقبل کا نصب العین ہے۔ اے نوجوان قوم! یہی تیرا سب سے زیادہ قیمتی خزانہ ہے۔ ایسے لوگ پیدا ہوسکتے ہیں جو مستقبل میں اس خزانہ کی طرف ہاتھ بڑھائیں گے، تاکہ تجھے اُس سے محروم کردیں۔ اگر ایسی صورت کبھی پیش آئے اور تو اپنی آزادی اور جمہوریت کی حفاظت پر مجبور ہوجائے تو ایک لمحہ کے لئے بھی پس و پیش نہ کرنا۔ ممکن ہے، حالات ازحد نازک ہوں، ممکن ہے دشمن دنیا کی بے نظیر فتحمندی حاصل کرچکا ہو، ممکن ہے تیرے تمام قلعے دشمن کے ہاتھوں میں جاچکے ہوں، ممکن ہے تیری تمام فوجیں پراگندہ ہوچکی ہوں، ممکن ہے تیری تمام زمینیں چھن گئی ہوں، بلکہ میں کہتا ہوں، ممکن ہے اس سے بھی زیادہ کوئی بڑی مصیبت تیرے سامنے آکھڑی ہو۔ لیکن اِن تمام مصائب پر بھی تیرا فرض یہی ہوگا کہ ترکی استقلال اور ترکی جمہوریت کی حفاظت میں لگاتار جان دیتی رہے۔ تجھے جس قوت کی ضرورت ہے، وہ کہیں باہر نہیں ہے، خود تیرے خون میں موجود ہے۔ وہ خون جو لے حضرات! آپ سب کی رگوں میں دوڑ رہا ہے!"

اس کے بعد غازی نے اُس تمام روپیہ کا حساب پیش کیا جو اُنکے ہاتھ میں شروع سے ابتک آیا ہے۔ پھر اس عبارت پر تقریر ختم کردی:

"اس رقم کے علاوہ میرے پاس وہ مکان ہے جو انگورہ کے باشندوں نے مجھے ہدیۃً دیا تھا۔ نیز بروسہ، طرابزون، ارض روم انطاکیہ، قونیہ، اور سمرنا میں بھی ایک ایک مکان وہاں کے باشندوں نے مجھے دیا ہے۔ نیز وہ زمین بھی ہے جو میں نے انگورہ کے مضافات میں خریدی ہے مگر یہ تمام جائداد، میری نہیں ہے۔ میں اسے مخلص فرقہ سی" (جمہوری پارٹی) کو دے چکا ہوں!"

غازی مصطفےٰ کمال پاشا کے خطبہ کا اثر

بہت سے لوگوں کا خیال تھا کہ اس خطبہ سے اُن تمام لوگوں کو

برطانی شہنشاہیت کا تنزل

ایک برطانی مدبر ڈیلی ٹیلی گراف کے ہفتہ وار رسالہ میں لکھتا ہے:

"قوموں کے اُٹھنے اور گرنے کے اسباب زمانے کے ظروف و حالات کے ساتھ تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔ تاریخ میں کوئی ایک قوم بھی ایسی موجود نہیں جو بام ترقی تک پہنچکر پھر گر نہ پڑی ہو۔

اسوقت برطانی قوم ترقی کے سب سے بلند درجہ پر پہنچگئی ہے لیکن واقعہ ہے کہ اس عالم ترقی میں ہی تنزل اور کمزوری کے آثار بھی پیدا ہوگئے ہیں، اور اگر افراد کے قوانین حیات کی طرح جماعتوں کے قوانین حیات بھی قطعی اور اٹل ہیں، تو وہ وقت دُور نہیں جب دنیا کو تاریخ عالم کی ایک عدیم النظیر قومی عظمت کے زوال کا تماشائی بننا پڑیگا!

فی الحال برطانیہ کے لئے سب سے بڑا خطرہ، آبادی کے مسئلہ میں پنہاں ہے۔ برطانی شہنشاہی، مجموعی دنیا کی ایک چوتھائی پر پھیلی ہوئی ہے اور آبادی بھی دنیا کی تقریباً ایک چوتھائی آبادی ہے۔ آخری مردم شماری ظاہر کرتی ہے کہ برطانی شہنشاہیت میں ۴۶،۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰ سے بھی زیادہ آدمی آباد ہیں۔ لیکن اس جم غفیر میں خود خالص انگریزی قوم کی تعداد ۶۰،۰۰۰،۰۰۰ سے زیادہ نہیں۔ یعنی پوری شہنشاہی، صرف اُتنی آبادی کی قوت پر قائم ہے، جو جرمنی کی آبادی سے کچھ ہی زیادہ ہے!

خود انگریزی قوم ایک تنگ سرزمین، یعنی جزائر برطانیہ میں محصور ہے۔ حالانکہ اُس کی شہنشاہی کی باقی تمام آبادیاں، دُور دراز وسیع سرزمینوں میں منتشر ہیں۔ اس صورت حال نے برطانی مدبروں کو پریشان کر رکھا ہے۔ وہ آبادی کی مناسب تقسیم اور ہجرت کے عملی نظام پر غور کر رہے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں آبادی اس طرح تقسیم کردی جائے کہ نہ کہیں زیادہ ازدحام ہو، نہ کہیں زمینیں خالی پڑی رہیں۔ بظاہر یہ کام زیادہ مشکل نہیں معلوم ہوتا۔ لیکن درحقیقت بہت مشکل ہے۔ عام طور پر مبصرین کا خیال ہے کہ برطانی مدبروں کو اسمیں کامیابی نہ ہوگی، اور یہی ناکامی اُن کی شہنشاہی تہ و بالا کر ڈالے گی!

یہ کس طرح ہوگا؟

اس کا جواب حسب ذیل ہے:

برطانی جزائر، جو خالص انگریزی قوم سے لبریز ہو چکے ہیں یکسر صنعتی ملک ہیں، زراعت کا حصہ بہت ہی کم ہے، حالانکہ برطانی شہنشاہی کے باقی ممالک یکقلم زراعتی ملک ہیں۔ آخری اعداد و شمار سے معلوم ہوتا ہے کہ جزائر برطانیہ کی تمام دیہاتی آبادی، شہروں میں اُمنڈ آئی ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ ایک طرف دیہات خالی ہوگئے ہیں، دوسری طرف نسل کی افزائش بھی رُک گئی ہے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ جلد وہ زمانہ آجانے والا ہے، جب برطانی دیہات اسباب رزق سے بڑی حد تک محروم ہو جائیں گے، اور باشندوں کے لئے وہاں کی واپسی میں کوئی ترغیب باقی نہیں رہے گی۔

پھر جنگ کے بعد شہروں میں صنعت و حرفت کی ترقی پر بھی زیادہ بھروسہ نہیں کیا جا سکتا۔ یہ ترقی عارضی ہے، اور مستقبل قریب میں اپنی طبیعی حالت پر آجانے والی ہے۔ لہذا شہری آبادی کے لئے بھی اسباب معیشت، محدود ہو جائینگے اور جزائر برطانیہ کے دیہات اور شہر دونوں کی طاقت سے باہر ہو جائے گا کہ اتنی بڑی آبادی کا بوجھ برداشت کر سکیں۔ یہ واقعہ ہے کہ جنگ کے بعد سے اسوقت تک برطانیہ میں بے روزگاروں کی تعداد ۱۰ لاکھ سے کم نہیں ہو سکی۔ صنعت و حرفت کی ترقی پر جب یہ حالت ہے، تو اُس وقت کیا حالت ہوگی جب جنگ کے پیدا کئے ہوئے حالات دُور ہو جائیں گے اور صنعتی ترقی رُک جائے گی؟

انگریز جو دوسرے ممالک کی ملکگیری میں سب سے زیادہ چُست چالاک ثابت ہوئے ہیں، خود اپنے ملک سے منفعت حاصل کرنے میں عاجز ہو رہے ہیں۔ اسوقت بھی جزائر برطانیہ میں وسیع علاقے خالی پڑے ہیں کیونکہ وہ زراعتی علاقے ہیں، مگر زراعت پیشہ آبادی ہجرت کر کے شہروں میں پہنچ گئی ہے اور صنعت پیشہ بن گئی ہے۔

صرف جزائر برطانیہ ہی میں نہیں بلکہ آسٹریلیا کا بھی یہی حال ہے۔ آبادی شہروں میں جمع ہوگئی ہے۔ چنانچہ صرف دو شہروں، یعنی ملبورن اور سڈنی میں اتنی آبادی ہے، جو پُورے ملک کی آدھی آبادی کے برابر ہے حالانکہ معلوم ہے، آسٹریلیا میں قابل زراعت زمین کا رقبہ، روس کو چھوڑ کر باقی تمام یورپ کے رقبہ سے بھی زیادہ ہے۔

پس یہ سوال نہایت اہم ہے کہ برطانیہ اتنے آدمی کہاں سے لائے گا جو ان وسیع اُفتادہ زمینوں کو آباد کریں؟ اس سوال کا جواب برطانیہ کے پاس سردست کوئی نہیں ہے!

یہ سوال انگریزوں کو بہت پریشان کئے ہوئے ہے۔ کیونکہ وہ ہمیشہ یہی کہتے رہے ہیں کہ اُن کی شہنشاہی، سب سے پہلے برطانی ہونی چاہئے۔ یعنی اُس میں برطانی عنصر سب سے زیادہ نمایاں اور غالب رہنا چاہئے۔ اگر ایسا نہ ہوا تو ورنہ وہ تاریخ کی دوسری شہنشاہیوں کی طرح درہم برہم ہو جائے گی۔

آخری برٹش امپیرل کانفرنس میں آسٹریلیا کے وزیر اعظم نے تقریر کرتے ہوئے اس ناقابل حل سوال کی طرف اشارہ کیا تھا۔ اور کہا تھا

"میرے خیال میں کوئی شخص بھی برطانی شہنشاہیت کے مستقبل کو اُمید افزا نظروں سے نہیں دیکھ سکتا۔ ہمارے سامنے ایسی مشکلات درپیش ہیں، جن کا حل مستقبل پر کسی طرح بھی نہیں چھوڑا جا سکتا۔ ان مشکلات میں سب سے زیادہ پیچیدہ مشکل، آبادی کی تقسیم اور اُفتادہ زمینوں کی زراعت ہے!"

یہاں پر یہ امر بھی قابل غور ہے کہ جزائر برطانیہ میں پیدائش کی شرح بہت گھٹ گئی ہے۔ نسل روز بروز کم ہوتی جاتی ہے۔ ظاہر ہے کہ برطانی شہنشاہی میں اصلی عنصر کی یہ روز افزوں کمی، نہایت خطرناک اور بدترین نتائج پیدا کرنے والی ثابت ہوگی۔ برطانیہ کی موجودہ صنعتی ترقی کے ساتھ اگر نسل کی افزونی بھی ہوتی رہتی تو حالت اتنی خطرناک نہ ہوتی۔

انگریز اس صورت حال میں اپنے آپ کو یہ کہکر تسلی دے رہے ہیں کہ "اگر شرح پیدائش کم ہوگئی ہے، تو شرح اموات بھی گھٹ گئی ہے۔ لہذا ہماری نسل کا عام توازن قائم ہے۔ یہ بہتر ہے کہ ہماری قوم کم تعداد میں ہو، مگر توانا و تندرست ہو"

اُن کا یہ خیال ایک حد تک صحیح ہے، لیکن مغالطہ سے خالی نہیں ہے کیونکہ کسی قوم کی عظمت، صرف تندرستی پر قائم نہیں رہ سکتی۔ قوم کو تندرستی کے ساتھ زیادہ سے زیادہ تعداد میں بھی ہونا چاہئے۔ ورنہ ظاہر ہے کم تعداد تندرست افراد کسی طرح بھی ایک وسیع سلطنت برقرار نہیں رکھ سکتے۔

یہ حقیقت اب قریب قریب تسلیم کر لی گئی ہے کہ برطانی سلطنت سخت خطرے میں مبتلا ہے، اور اُس کی سلامتی زیادہ تر اسی بات پر موقوف ہے کہ خود جزائر برطانیہ کی آبادی میں اضافہ ہو جائے، اور زائد افراد سلطنت کے دوسرے حصوں میں مناسب طور پر تقسیم کر دئیے جائیں۔ آبادی کی افزونی، سلطنت کی بنیاد ہے، اور اُس کی تقسیم، تعمیر کا حکم رکھتی ہے۔ موجودہ صورت حال کا اقتضا یہ ہے کہ بیک وقت دونوں کام کئے جائیں مگر ظاہری حالات بتا رہے ہیں کہ برطانی مدبر اس کی قدرت نہیں رکھتے۔

اب یہ امر بہت محتمل معلوم ہوتا ہے کہ برطانی شہنشاہیت کا توازن عنقریب متزلزل ہو جانے والا ہے۔ کیونکہ ایسے حالات پیدا ہو جاتے ہیں جن کا لازمی نتیجہ یہی ہوگا کہ محیط اٹلانٹک کی طرح محیط پیسفک بھی صنعت و حرفت کا مرکز بنجائے گی۔ اُس وقت قومیں مجبور ہوں گی کہ صنعتی مرکزوں سے قریب تر ہونے کے لئے محیط پیسفک کے ساحلوں اور ملکوں میں ہجرت کر جائیں تاکہ زیادہ سے زیادہ خام پیداوار حاصل کر سکیں، اور بڑے بڑے بازاروں میں اپنی صنعت آسانی سے پہونچا سکیں۔

بلکہ یہ واقعہ اس وقت بھی پیش آرہا ہے۔ اجنبی عناصر تیزی سے برطانی شہنشاہی کے مختلف ملکوں میں داخل ہو رہے ہیں، اور اصلی باشندوں کو مغلوب کرتے چلے جاتے ہیں اگر فوراً تدارک نہ کیا گیا تو اُن کے قدم مضبوط ہو جائیں گے اور برطانیہ کو یہ ملک اُن کے لئے خالی کر دینے پڑیں گے۔

بعض انگریز مدبر اپنی موجودہ عظمت کے نشہ میں اس قدر مخمور ہیں کہ یہ حقیقت تسلیم کرنے پر بھی اطمینان ظاہر کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں "برطانی تجارت روز بروز زیادہ وسیع ہوتی جاتی ہے، اور دُنیا کی کوئی تجارت بھی اُس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ حالانکہ یہ سراسر غفلت و غرور ہے۔ یہ لوگ، دوسری قوموں کی تجارت کی ترقی پر نظر نہیں ڈالتے خصوصاً امریکہ کی تجارت نہیں دیکھتے جو دُنیا کے تمام بازاروں پر چھا گئی ہے، اور قریب ہے کہ برطانی تجارت کو مغلوب کر ڈالے۔

ان حالات کی روشنی میں گمان غالب ہے کہ برطانی شہنشاہی، خود بخود تہ و بالا ہو جائے گی۔ اس کا توازن، متزلزل ہو رہا ہے۔ قوی امکان ہے کہ اگر کوئی خارجی خطرہ نہ بھی پیش آیا، جب بھی برطانیہ کا اندرونی اختلال اور شہنشاہیت کا عدم توازن ہی اُسے برباد کر ڈالے گا، ٹھیک اُسی طرح جس طرح تاریخ کی بہت سی دوسری عظیم سلطنتیں برباد ہوگئی ہیں"

* * *

جاپان میں اخبارات کی حیرت انگیز ترقی

امریکن رسالہ "ایشیا" میں ایک جاپانی اخبار نویس نے ذیل کا مضمون شایع کیا ہے۔ ہندوستان کی عبرت کے لئے ہم اسے شایع کرتے ہیں۔ اخبار نویس لکھتا ہے:

"میرے لئے یہ نہایت مشکل تھا کہ اپنے امریکن دوستوں کو اس واقعہ کا یقین دلاؤں کہ ہمارے ملک میں بھی ترقی یافتہ اخبار موجود ہیں اور بعض اُن میں روزانہ ۲۰ لاکھ کی تعداد میں چھپتے ہیں۔ صرف اتنا ہی نہیں، بلکہ مجھے یہ بھی کہنا تھا کہ بعض جاپانی اخبارات امریکن اخبارات پر کئی اعتبار سے فوقیت بھی رکھتے ہیں۔ مثلاً مضامین کی نوعیت کے اعتبار سے جاپانی اخباروں میں صرف سنجیدہ اور مہذب مضامین ہی شایع ہوتے ہیں۔ علمی، اخلاقی، اقتصادی، سیاسی، ادبی... مباحث کے سوا اُن میں کبھی مجرمانہ قصے اور طلاق کی خبریں شایع نہیں ہوتیں۔ حالانکہ امریکہ اور یورپ کے اخباروں کی رواج و مقبولیت، زیادہ تر انہی مخرب اخلاق خبروں اور قصوں پر مبنی ہے۔ میرے دوست یہ سُنکر نہایت متعجب ہوتے تھے کہ ایک جاپانی اخبار کی سالانہ آمدنی، ۲۷۵۰۰۰۰۰ روپیہ ہے، اور اس کا دسواں حصہ خالص بچت ہے!

میرے دوستوں کا تعجب اس لئے تھا کہ جاپان کا رقبہ، امریکہ کی صرف ایک ریاست، کلیفورنیا سے زیادہ نہیں ہے۔ آبادی بھی ساڑھے ۶ کروڑ سے زیادہ نہیں۔ حالانکہ ولایات متحدہ امریکہ کی آبادی تقریباً بارہ کروڑ ہے۔ وہ کہتے تھے، ایک ایسے چھوٹے سے ملک میں اخباروں کی اتنی عظیم ترقی کیونکر ممکن ہے؟ لیکن واقعہ ایسا ہی ہے۔ اسوقت جاپان میں ۱۱۲۷ روزانہ اخبار ہیں اور ۲۸۵۰ ہفتہ وار اور ماہوار اخبار و رسائل موجود ہیں۔ ان کی روزانہ اشاعت کی تعداد، ایک کرور ہے۔ یعنی ہر چھ باشندوں کے لئے اخبار کا ایک نسخہ شایع ہوتا ہے!

اس ترقی کا اصلی راز یہ ہے کہ جاپان میں تعلیم عام ہوگئی ہے۔ اعلا

نے سب سے پہلے اس راہب کی کارستانیوں سے دنیا کو واقف کیا تھا۔ اسی نے ملکۂ روس کے وہ تمام خطوط شائع کئے، جن سے راسپوٹین سے اُس کی حیرت انگیز عقیدت وعبودیت پر روشنی پڑتی تھی۔

لیکن پرنس یوسوپوف نے اس وقت تک دُنیا کو اس راز سے واقف نہیں کیا تھا کہ راسپوٹین کا خاتمہ کیونکر ہوا؟ اُسنے اپنی کتاب میں لکھا تھا کہ "وہ قتل کردیا گیا" کچھ دنوں کے بعد جب صوفیا کی یادداشت شائع ہوئی، تو اس سے بھی صرف اتنی بات معلوم ہوئی کہ "راسپوٹین قتل کردیا گیا، اور اُس کی لڑکی (صوفیا) کسی نہ کسی طرح جان بچاکر نکل بھاگی" عام طور پر خیال کیا جاتا تھا کہ راسپوٹین بھی انقلاب روس کے قتل عام میں قتل ہوا ہی۔

لیکن اب اس سلسلہ میں ایک نیا انکشاف ہوا ہی۔ یعنی پرنس یوسوپوف نے اپنی کتاب کا ایک تتمہ اخبارات میں شائع کرایا ہی۔ اسمیں وہ اعتراف کرتا ہی کہ "راسپوٹین کو خود میں نے اپنے ہاتھ سے قتل کیا تھا!"

پرنس لکھتا ہی:

"میں نے اور میرے دوستوں نے بہت کوشش کی کہ کسی طرح اس شیطان کے اقتدار سے روس کو نجات دلائیں، مگر ہر کوشش ناکام رہی ملکۂ روس کچھ اس طرح اُس کے جال میں پھنس گئی تھی کہ کوئی بات اُس کے خلاف سُننا گوارا نہیں کرتی تھی، اور زار اپنی ملکہ کا غلام تھا مجبور ہوکر میں نے یہ فیصلہ کیا کہ اس شیطان کو قتل کرڈالا جائے۔ اس کے سوا خلاصی کی کوئی صورت نظر نہیں آتی تھی۔ چونکہ اس مقصد میں کامیابی حاصل نہیں ہوسکتی تھی، جب تک اُس سے بظاہر دوستی پیدا کرکے دام میں نہ لایا جائے۔ اس لئے میں نے کئی ماہ باہمدگر تعلقات بڑھانے میں صرف کرڈالے۔ یہاں تک کہ اُسے پوری طرح مجھ پر بھروسہ ہوگیا، اور ایک دن میں نے اُس سے وعدہ لے لیا کہ وہ یکم دسمبر ۱۹۱۶ء کو میرے محل میں آکر ضیافت میں شریک ہوگا"

اس کے بعد پرنس، قتل کا واقعہ اس طرح بیان کرتا ہی:

"گیارہ بجے رات کو ڈنر کی (یعنی نصف شب کے کھانے کی) تمام طیاریاں مکمل ہوگئیں۔ دعوت کی میز پر بہت بڑی بڑی قابیں رکھی گئیں، ان میں قسم قسم کے گوشت، جو راسپوٹین کو خاص طور پر مرغوب تھے طیار کرا کے رکھے گئے تھے۔ اور روغنی ٹکیاں اور نفیس کیک بھی موجود تھے۔ نیز قسم قسم کی شرابیں اور نظر فریب جام مہیا کئے گئے تھے..."

"میں نے الماری سے ایک صندوق نکالا۔ اس میں کئی قسم کے قاتل زہر مخفی تھے۔ پھر میں نے میز پر سے ایک قاب اُٹھائی۔ اسمیں کیک تھے۔ ڈاکٹر لازوورٹ نے ربڑ کے دستانے پہن لئے پھر ایک خاص زہر "سیانڈ پوٹاس" لے کر کیکوں پر چھڑک دیا۔ پھر بعض دوسرے قسم کے زہر بھی شراب میں ملادیے۔ ڈاکٹر نے مجھے یقین دلایا تھا کہ زہر اتنی زیادہ مقدار میں ڈال دیا گیا ہی کہ شراب کا ایک گھونٹ کئی آدمیوں کے قتل کے لئے کافی ہی۔ اس ڈاکٹر کی خدمات میں نے خاص اسی غرض سے حاصل کرلی تھیں"

"جب راسپوٹین آیا تو میں اسے کھانے کے کمرے میں لے گیا۔ اُسنے اپنی پسند کا گوشت سیر ہوکر کھایا۔ پھر میں نے روغنی روٹی کی پلیٹ آگے بڑھائی جس میں زہر نہ تھا۔ نہیں معلوم میں نے ایسا کیوں کیا؟ لیکن یہ واقعہ ہی کہ بلا قصد مجھ سے ایسا ہی ہوگیا۔ اس کے بعد میں نے زہریلے کیک سامنے کئے۔ اُسنے پہلی قاب سے روغنی ٹکیا لے لی، لیکن زہر آلود کیک سے انکار کردیا۔ اس انکار نے مجھ پر سخت رعب طاری کردیا۔ میں ڈرا، شاید یہ شخص ولی اللہ ہی، اور زہر سے واقف ہوگیا ہی۔ میں نگاہیں خوف سے نیچی کئے تھا، اور دل دھڑک رہا تھا۔ اچانک اُس کے ہاتھوں کو جنبش ہوئی اور یہ کہہ کر اُسنے ایک کیک اُٹھالیا۔ "تمھاری خاطر سے!" اور بلاتامل منہ میں رکھ لیا۔ پھر دوسرا لیا اور کھالیا۔ میں بالکل خاموش تھا۔ ایک سکتہ کا سا عالم مجھ پر طاری تھا۔ مجھے یقین تھا، اب فوراً زہر کا اثر اُس پر ظاہر ہوجائے گا۔ مگر میری حیرت کی کوئی حد نہ رہی، جب میں نے دیکھا، کہ وہ پوری طرح تندرست ہی۔ کوئی اثر بھی اُس پر ظاہر نہیں ہوا۔ مجھ سے ہنس ہنسکر باتیں کررہا ہی!"

"پھر اُسنے مسموم شراب جام میں انڈیلی۔ میں فرطِ اضطراب سے کھڑا ہوگیا۔ اب مجھے یقین تھا کہ وہ فوراً مرجائے گا۔ مگر وہ بڑے اطمینان سے مزہ لے لے کر پیتا رہا۔ کئی جام خالی کردئیے۔ پھر وہ کمرے میں ٹہلنے لگا۔ برابر باتیں کئے جاتا تھا۔ اب رات کے تین بج چکے تھے۔ مگر اُسپر زہر کا کوئی اثر نہ تھا!"

"ٹہلتے ٹہلتے اُسنے یہ کہہ کر مجھے مبہوت کردیا "باقی رات، جلسۂ رقص میں گزارنی چاہئے!" اب میں جیب سے پستول نکال چکا تھا کیونکہ جب زہر کی اتنی بڑی مقدار کارگر نہ ہوئی، تو بجز پستول کی گولی کے اور کونسا ذریعۂ قتل کام دے سکتا تھا۔ اس کے جلسۂ رقص کے جواب میں میں بے اختیار چیخ اُٹھا "خبیث بھوت! کیا یہ بہتر ہوگا کہ جلسۂ رقص کی جگہ تو صلیب دیکھے اور نماز پڑھ لے، کیونکہ ایک لحظہ بعد تو مُردہ پڑا ہوگا!"

اُس کی آنکھوں میں ایک ہولناک چمک پیدا ہوئی۔ پھر فوراً ہی ایک قسم کا خشوع وخضوع طاری ہوگیا۔ وہ جلدی سے میرے قریب آیا۔ اپنی چمکیلی آنکھیں میرے چہرے پر گاڑدیں۔ میں نے آہستہ سے اپنا پستول والا ہاتھ پیچھے سے سامنے کردیا"

"پستول دیکھ کر راسپوٹین بھاگا نہیں۔ نہ مقابلہ کی کوشش کی۔ اُسنے اپنی نظریں میرے چہرے سے ہٹالیں اور صلیب پر جمادیں جو اُس کے گلے میں پڑی تھی۔ وہ اب بھی بالکل خاموش تھا۔ میں نے پستول کی لبلبی دبائی اور گولی اُس کے سینے پر لگی۔ اُسنے بڑے زور سے چیخ ماری اور چت گر پڑا۔ میں نے دوڑ کر زخم کا معائنہ کیا۔ گولی، دل چیر کر نکل گئی تھی۔ یہ بالکل یقینی تھا۔ راسپوٹین مرگیا!"

"میں نے اطمینان کا سانس لیا۔ اُس کے قریب کھڑا صلیب کو دیکھ رہا تھا۔ اچانک ایک ایسا واقعہ پیش آیا کہ قریب تھا، میں بیہوش ہوکر گر پڑتا۔ راسپوٹین، بجلی کی سی تیزی سے اپنے پیروں پر سیدھا کھڑا ہوگیا! بڑے زور سے چلایا۔ تمام مکان اُس کی چیخ سے گونج اُٹھا۔ پھر اُسنے اپنی فولاد سے بھی زیادہ مضبوط انگلیوں سے میرا بازو پکڑلیا۔ مجھے یقین تھا، میری ہڈی ٹوٹ جائے گی۔ اب اُسنے میری گردن پکڑنے کی کوشش کی۔ میں اپنی دہشت وخوف کے بیان سے قطعاً قاصر ہوں۔ میں نے خیال کیا، یہ بھوت مجھے اب مار ڈالے گا۔ مگر فوراً میرے جسم میں بھی ایک عظیم قوت پیدا ہوگئی۔ میں نے زور لگا کے اپنے آپ کو چھڑایا اور بھاگنے لگا"

"راسپوٹین بھی میرے تعاقب میں دوڑا۔ وہ برابر چلائے جاتا تھا اور قتل کی دھمکی دیتا تھا۔ میں زینے پر جاکر رُکا۔ اُسوقت اُس کی صورت بالکل بھوت کی سی ہوگئی تھی۔ تمام لباس خون سے رنگین تھا، اور سینہ سے خون کا فوارہ بہ رہا تھا!"

"وہ زینہ کے سامنے پہنچکر رُکا۔ پھر تیزی سے دروازے کی طرف دوڑ کر صحن میں پہنچ گیا۔ صحن میں تاریکی تھی۔ میرے نوکروں نے مسلسل تین گولیاں اُسپر چلائیں۔ اب وہ لڑکھڑایا، اور برف کے ایک ڈھیر کے سامنے پہنچکر گر پڑا"

"اب واقعی راسپوٹین، روس کا مہیب بھوت، مرچکا تھا!"

زہر آلود غذا کے عدم تاثر کی نسبت پرنس نے جو کچھ لکھا ہی، یہ راسپوٹین کا کوئی اعجاز نہ تھا، بلکہ خود پرنس کی ایک ایسی غلطی تھی جس کا ذہنی اضطراب کی وجہ سے اُسے احساس نہیں ہوا۔ اس طرح کی صورت حال میں ایسی غلطی اکثر ہوجایا کرتی ہی۔ دراصل خوف ودہشت اور اعتقادی کمزوری کی وجہ سے اُسوقت پرنس کی ذہنی حالت مختل ہوچکی تھی۔ اُسنے یکے بعد دیگرے جسقدر قاب اُٹھاکر پیش کئے، اُن میں سے کوئی قاب بھی زہر آلود نہ تھا۔ ذہنی پریشانی کی وجہ سے اُسنے جسے زہر آلود سمجھ کر اُٹھایا، وہ زہر آلود نہ تھا، اور جنھیں غیر زہر آلود سمجھ کر چھوڑ دیا، وہی زہر آلود تھے۔ اس طرح کی غلطی ذہنی اضطراب کی حالت میں ہر انسان سے ہوجایا کرتی ہی

فلسطین میں آثار قدیمہ

(ہتیاروں کا قدیم سانچہ)

اخبار السیاسہ راوی ہی کہ جرمن محقق ڈاکٹر رسلین کو بلاطہ (فلسطین) کے کھنڈروں میں مٹی کا ایک سانچہ ملا ہی۔ خیال کیا جاتا ہی، یہ سانچہ ہتیار ڈھالنے کے لئے بنایا گیا تھا۔

پتھر کی تپائیاں

اب سے پہلے یہ خبر شائع ہوچکی ہی کہ شہر نابلس میں پتھر کی قدیم تپائیاں پائی گئی ہیں۔ پہلے خیال کیا جاتا تھا یہ کسی قدیم تماشہ گاہ کا بقایا ہیں لیکن اب علماء آثار قدیمہ نے معلوم کرلیا ہی کہ یہ دیوی ارتمیس کے مندر کے آثار ہیں۔ یہ مندر، رومن شہنشاہ سپٹیم سویرس نے تعمیر کیا تھا۔ (السیاسہ)

الہلال کے ابتدائی نمبر

الہلال سلسلۂ جدید کے ابتدائی نمبر، یعنی نمبر ۱ سے ۵ تک بعض حضرات کو مطلوب ہیں۔

وہ

دوگنی

قیمت پر

خریدنے کے لئے طیار ہیں۔ دفتر کو اطلاع دیجئے

منیجر

دہلی کے نامی اور نامور مشہور و معتبر مقبول خاص و عام اسم با مسمیٰ

ہمدرد دواخانہ یونانی دہلی کا

عدیم المثال نادر الوجود گرانمایہ تحفہ

تار کا کافی پتہ "ہمدرد، دہلی"

ماء اللحم دو آتشہ

بہ نسخہ خاص

زندگی جیسی عزیز اور پیاری چیز ہو وہ ظاہر ہو۔ لیکن تندرستی بھی ایک ایسی نعمت ہو کہ بغیر اس کے زندگی بے لطف بلکہ بیکار ہو۔ تندرستی ہزار نعمت ہو۔ تندرستی ہو تو سب کچھ ہو۔ اگر آپ کو تندرستی کی قدر ہو اور تندرست رہنا پسند کرتے ہیں تو ا تازہ کشید کیا ہوا ماء اللحم استعمال کیجئے اور پیری میں شباب کا لطف اٹھائیے یہ امر تو مسلم ہو کہ ماء اللحم مقوی ارواح ہو، بدن میں چستی اور توانائی پیدا کرنا۔ رنگ کا نکھارنا۔ روح کو تازگی اور قوت دینا۔ گئی ہوئی طاقت میں از سر نو بان کا ڈالنا اس کی خاصیت ہو۔ مگر ہمارا ماء اللحم خصوصیت کے ساتھ پیروں کو جوان اور جوانوں کو نوجوان بناتا ہو اس لئے کہ نادر اور بیش قیمت اور مقوی اور فرحت بخش اجزاء سے بطرز خاص تیار کیا گیا ہو۔ نسخہ بھی اس کا معمولی دکتابی نہیں ہو بلکہ عالیجناب شفاء الملک بہادر غفران مآب رئیس اعظم دہلی کا خاص خاندانی نسخہ ہو جو جناب ممدوح نے بغرض رفاہ عام "ہمدرد دواخانہ" کو مرحمت فرمایا ہو۔ ایک مرتبہ ماء اللحم کا استعمال فرما کر خدا کی قدرت کا شاہدہ کیجئے۔ فائدہ تو تین دن کے بعد ہی معلوم ہوتا ہو مگر معتدبہ اور پورا فائدہ ایک چلہ میں ہوتا ہو۔ پبلک کو صرف اپنی لفاظی اور خوش بیانی سے خوش کر دینا ہمارا شیوہ نہیں ہو۔ مگر بعض امور میں ہم کو اپنی سچی ہمدردی کے اظہار کا ئی موقع نہیں ملتا ہو تو مجبور ہو کر اشتہار دینا پڑتا ہو۔

اء اللحم کے استعمال کا یہی موسم ہو اور یہی زمانہ ہو منگائیے!! اور آزمائیے!! تجربہ بتا دے گا کہ ہمدرد کہاں تک اپنے دعوے میں سچا ہو۔ مشک آنست کہ خود ببوید۔ قیمت بھی بہ نظر ہمدردی پانچ روپیہ فی بوتل مقرر کی گئی ہو علاوہ یک چند اقسام کے حلوے مقوی اور خوش ذائقہ نہایت نفیس تیار ہیں جن کے پورے افعال و خواص آپ فہرست میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ نیز ہر قسم کی مفرد و مرکب دوائیں اس دواخانہ سے مناسب قیمت پر ملتی ہیں۔ فہرست ۲۷ء مع جنتری تیار ہو۔ مفت طلب فرمائیے۔ خط و کتابت کے لئے کافی پتہ "منیجر ہمدرد دواخانہ یونانی دہلی"

منیجر ہمدرد دواخانہ یونانی دہلی

رنگ دیکھ لو

دو روپے تولہ سونا

گھس کر آزما لو

جرمنی کی حیرت انگیز ایجاد

اس سونے کی نہایت خوبصورت نازک نقش چوڑیاں جرمنی سے منگائی ہیں۔ چونکہ انہیں ایک خول کی صورت میں بنایا گیا ہو۔ انکے اندر نگین چوڑیاں آجاتی یں۔ اور یہ معلوم ہوتا ہو کہ بہترین زبرجد اور یاقوت کے نگینے جڑ دئے گئے ہیں۔ برسوں استعمال کیجئے لیکن رنگ و رونق میں فرق نہیں آتا اور نہ سیاہی آتی ۔ صنف نازک کے لئے بہترین تحفہ ہو۔ ڈھائی روپیہ میں پانچسو روپے کا کام نکالا جا سکتا ہو۔ ہر سائز کی موجود ہیں۔ سیکڑوں کی تعداد میں فروخت ہوتی ہیں۔ جلد منگوائیے تا کہ اسٹاک ختم نہ ہو جائے۔ ۲ چوڑیوں کی قیمت ڈھائی روپیہ۔ جن کا وزن تقریباً ڈیڑھ تولہ ہوگا۔ چوبیس ۲۴ چوڑیوں کے مبلغ سات روپیہ (عہ)

منیجر گولڈن سٹور۔ پوسٹ بکس نمبر ۱ لاہور

برص سفید داغ ۲۱ یوم میں جڑ سے غائب

ورنہ پوری قیمت واپس۔ اقرار نامہ لکھا لیں اکیس ۲۱ خوراک معجون مسیحا اور ایک شیشی روغن مسیحا جو پورے ۲۱ روز کافی ہوگی قیمت معہ خرچ سات روپیہ تیرہ آنہ

دفتر معالج برص نمبر ۱۵ دربھنگہ (بہار)

پروانہ

اپنی نوعیت کا پہلا رسالہ ملک اور قوم و ملت کا سچا پروانہ دلچسپ اور اچھوتے مضامین نظم و نثر سے لبریز نومبر ۲۷ء دربھنگہ سے نہایت پابندی کے ساتھ شائع ہوگا لکھائی چھپائی ۱۰۰ کاغذ بہت نفیس چندہ سالانہ تین روپیہ (عہ) طلبہ سے دو روپیہ (عم) ممالک غیر سے پانچ روپیہ (صہ)

منیجر رسالہ پروانہ دربھنگہ (بہار)

افیم چھڑانے کی بے نظیر گولیاں

جن کے استعمال سے صدہا عملی آسانی سے افیم چھوڑ چکے ہیں اگر دس برس کا ہوا کے عملی کی عمر کی گولیاں کافی ہو سکتی ہیں۔ ملنے کا پتہ حکیم محمد مراد ایڈیٹر موگا ضلع فیروزپور پنجاب

اشتہار

کے لئے

وشمار سے ثابت ہوتا ہے کہ ابتدائی مدارس کے طالب علموں میں سے ۹۱ فیصدی طالب العلم ثانوی مدارس میں اپنی تعلیم جاری رکھتے ہیں۔ جاپان میں اس وقت ابتدائی ثانوی اور اعلیٰ تعلیم گاہوں کی تعداد ۴۴ ہزار ہے۔ ان میں طلبہ کی سالانہ تعداد ایک کرور ۸۰ لاکھ سے زیادہ رہتی ہے۔

پھر جاپانیوں کو مطالعہ کا بھی از حد شوق ہے۔ میرے علم میں کوئی قوم اس بارے میں اُن کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ سنہ ۱۹۲۵ کے اعداد وشمار سے معلوم ہوتا ہے کہ جاپان میں مختلف علوم وفنون پر ۱۰۰۸۲ کتابیں شائع ہوئیں۔ علاوہ بریں انگلستان، فرانس، امریکہ، جرمنی، اور چین سے ۵۰ لاکھ روپیہ کی کتابیں آئیں، اور فروخت ہو گئیں۔ جاپان کے تمام اخبار نویس جانتے ہیں کہ اخباروں میں سب سے زیادہ اعلان کتابوں ہی کے شائع ہوتے ہیں، اور اُنہی سے زیادہ اُجرت حاصل ہوتی ہے۔

ٹوکیو اور اوساکا کے دس اخباروں کی روزانہ مجموعی اشاعت ۵۰ لاکھ ہے۔ ان میں سب سے بڑے اخبار دو ہیں: "اوساکا مانچی" اور "ٹوکیو نیچی نیچی" دونوں "اوساکا مانچی" کمپنی کی ملکیت ہیں۔ اول الذکر کی روزانہ اشاعت ۱۳ لاکھ ہے اور آخر الذکر کی ۸ لاکھ۔ انکے بعد "اوساکا اساہی" کمپنی کے دو اخبار ہیں: "اوساکا اساہی" اور "ٹوکیو اساہی"، دونوں کی مجموعی اشاعت ۲۰ لاکھ ہے۔ میرے خیال میں دنیا بھر میں کوئی اخبار بھی "اوساکا مانچی" کے برابر اشاعت نہیں رکھتا۔ ہاں صرف لندن کا ڈیلی میل، اور پیرس کے "جرنل" اور "بتی باریزان" اس سے مستثنیٰ ہیں۔ ان چار اخباروں کے علاوہ ۱۶ اور اخبار ایسے ہیں جن کی روزانہ اشاعت ۵ لاکھ سے ۱۱ لاکھ تک ہے!

جاپان میں کئی انگریزی اخبار بھی نکلتے ہیں۔ ان میں سب سے بڑا اخبار "اوساکا مانچی" کمپنی کی ملکیت ہے، اور ۸ بڑے صفحوں میں نکلتا ہے۔

جاپان کی صحافتی ترقی کے سلسلہ میں سب سے زیادہ دلچسپ بات یہ ہے کہ اخباروں میں باہم سخت رقابت ہے۔ بلکہ کہنا چاہئے ایک پُرامن جنگ جاری ہے۔ اس رقابت سے باشندوں کو بہت نفع حاصل ہوتا ہے۔ ذیل میں چند واقعات ملاحظہ ہوں:

سنہ ۱۹۲۵ میں اخبار "مانچی" نے اپنا بحری طیارہ جزائر جاپان کے گرد دورہ لگانے کے لئے روانہ کیا۔ اس کا جواب اخبار "اوساکا اساہی" نے یہ دیا کہ فوراً ایک دوسرا طیارہ خرید کر ٹوکیو سے پیرس تک کے سفر پر روانہ کر دیا!

اس کے بعد اول الذکر اخبار نے یہ جدت کی کہ ۵ ہوائی جہاز اس غرض سے خریدے کہ اپنے ٹوکیو اور اوساکا کے مرکزی دفتروں کے مابین اتصال پیدا کرے، اور جلد سے جلد کتابیں، اخبارات، نقشے، تصویریں، ایک دفتر سے دوسرے دفتر میں پہنچ جائیں۔ اس پر اخبار "اوساکا اساہی" نے بھی فوراً کئی جہاز خرید لئے اور اوساکا ٹوکیو اور سندائی ٹوکیو کے مابین حکومت کے لئے مفت ہوائی ڈاک کا سلسلہ جاری کر دیا!

اس رقابت نے اب یہ صورت اختیار کر لی ہے کہ تمام بڑے بڑے اخبار ہر روز کئی کئی ضمیمے شائع کرتے رہتے ہیں اور اپنے خریداروں میں مفت تقسیم کرتے ہیں۔ مثلاً اخبار "مانچی" روزانہ ۱۳ ضمیمے شائع کرتا ہے۔ یہ ضمیمے عموماً قصبوں اور دیہاتوں میں تقسیم ہوتے ہیں۔ مگر اہتمام کیا جاتا ہے کہ ہر علاقے کے ضمیمے میں وہی خبریں ہوں، جو وہاں کے باشندوں کے لئے ضروری ہیں۔

اس رقابت کا لازمی نتیجہ یہ بھی ہے کہ اخبار، خبریں جمع کرنے میں زیادہ سے زیادہ روپیہ خرچ کرنے پر مجبور ہیں۔ چنانچہ "اوساکا مانچی" کمپنی نے سنہ ۱۹۲۳ کے جاپانی زلزلے کی خبریں حاصل کرنے پر ۴۴ ہزار پونڈ خرچ

نزع میں ہے، تو اخباروں کی رقابت آخری حد تک پہنچ گئی۔ دونوں اخباری کمپنیوں نے شاہی محل کے قریب ہی دو مکان کرایہ پر لے لئے، اور اپنے اپنے دفتر کھول دئے۔ ان دونوں میں ہر وقت خبریں لانے والوں اور کام کرنے والوں کا اتنا ہجوم رہتا تھا کہ دو فوجی بارکیں معلوم ہوتی تھیں۔ ہر کمپنی کی کوشش تھی کہ شہنشاہ کے متعلق سب سے پہلے وہی خبریں معلوم کر کے شائع کرے!

جاپان کے اخباروں کا ایک امتیاز یہ بھی ہے کہ وہ خبریں جمع کرنے میں صرف، ریل، تار، اور ہوائی جہازوں ہی پر بھروسہ نہیں کرتے کیونکہ ان میں سے ہر چیز ٹوٹ سکتی ہے، بلکہ قدیم طریق خبر رسانی، یعنی پیغامبر کبوتروں کی ڈاک کا بھی انتظام کر رکھا ہے۔ بڑے بڑے نامہ نگاروں کے ساتھ ہمیشہ کبوتر جاتے ہیں، تاکہ اگر کبھی ریل، یا تار، یا ہوائی جہاز بے کار ہو جائے، تو ان کبوتروں کے ذریعہ خبریں وقت پر پہنچا دی جائیں"

ہنسی

ایک علمی اور نفسیاتی بحث

تازہ ڈاک کے ایک علمی رسالہ میں ہنسی کی حقیقت پر دلچسپ بحث کی ہے:

"ہنسی کیا ہے؟

موجودہ علم کی روشنی میں ہنسی، ایک عصبی تشنجی حالت ہے جو انسان کے مختلف اعضاء پر طاری ہوتی ہے۔ یہ حالت اس طرح شروع ہوتی ہے کہ پہلے آنکھیں کسی قدر بند ہوتی ہیں، پھر منہ کے بعض عضلات اوپر چڑھ جاتے ہیں، اور بعض نیچے لٹک جاتے ہیں۔ پھر وہ کھل جاتے ہیں، یہاں تک کہ دانت ظاہر ہو جاتے ہیں۔ پھر نبض اور تنفس پر اثر پڑتا ہے۔ اُن میں بھاری پن پیدا ہو جاتا ہے۔ ساتھ ہی آواز بھی پیدا ہوتی ہے، اور یہی آواز اپنے آخری درجہ میں قہقہہ کہلاتی ہے۔ پھر تشنجی حالت، جسم کے دوسرے اعضاء تک پہنچتی ہے۔ انسان بے خود ہو کر ہاتھ پاؤں ہلانے لگتا ہے، یا اپنے زانوؤں پر ہاتھ مارتا ہے۔ کبھی آدمی تالیاں بھی بجانے لگتا ہے۔ مگر یہ تمام حرکات، ہنسی کے اصلی اجزاء نہیں ہیں۔ اگرچہ اکثر حالتوں میں طاری ہوتے ہیں۔

پس ہنسی جسم انسانی کا ایک اندرونی عمل ہے، لیکن اگر انسان اپنی قوت ارادہ مضبوط کر لے، اور ہنسی روکنا چاہے، تو بڑی حد تک روک بھی سکتا ہے۔

ہنسی، عموماً مسرت انگیز موثرات کا نتیجہ ہوتی ہے۔ ٹھیک گریہ کی طرح جو رنج والم سے پیدا ہوتا ہے۔ یا چہرہ اور جسم کی بعض عضلی حرکات کی طرح جو غصہ یا خوف سے واقع ہوتی ہیں۔

کبھی ہنسی، اندرونی عوامل کا نتیجہ نہیں ہوتی بلکہ صناعی طور پر پیدا کر دی جاتی ہے۔ مثلاً ہم گدگدا کر آدمی کو ہنسا دیتے ہیں۔ جسم میں گدگدی کا اثر اس امر کی علامت ہے کہ جسم، زندہ اور حساس ہے۔ لیکن کبھی جسم پر ایسے عوارض بھی طاری ہو جاتے ہیں کہ گدگدی کا اثر ظاہر نہیں ہوتا۔

غیر حقیقی ہنسی کی ایک قسم وہ بھی ہے جو محض محاکات سے ظاہر ہوتی ہے۔ ہم لوگوں کو ہنستے دیکھتے ہیں، اور خود بھی ہنسنے لگتے ہیں، حالانکہ ہمیں اُن کی ہنسی کا سبب بھی معلوم نہیں ہوتا۔ یہ محاکاتی ہنسی انسان کی اجتماعی طبیعت کی ایک علامت ہے۔ اس میں وراثت کو بھی دخل ہے نہیں ہے، جیسا کہ ہمارا خیال کرتے تھے، بلکہ بہت سے حیوان بھی اس میں شریک ہیں۔ اپنی ابتدائی حیوانی حالت میں بھی انسان ہنسا کرتا تھا۔ اُس وقت اس میں کلام کی قوت نہ تھی، اس لئے ہنسکر اپنی خوشی ظاہر کرتا تھا۔ ہنسی، درحقیقت چہرے، آنکھوں، اور کانوں کی طرف سے احساس مسرت میں شرکت کی ایک دعوت ہے!

ٹھیک انسان کی طرح بہت سے بندر بھی ہنستے یا مسکراتے ہیں وہ خاص حالات میں اپنا منہ اور دانت کھول دیتے ہیں، اور ایسی آوازیں نکالتے ہیں، جو بالکل انسان کی ہنسی سے مشابہ ہوتی ہیں۔

پروفیسر جارج بولانگیر موجودہ زمانہ کا ماہر علم الحیوانات ہے۔ اسکا بیان ہے کہ لندن کے زندہ عجائب خانے میں اُسنے متعدد شمپانزی بندروں کو ہنستے ہوئے دیکھا ہے۔ یہ ہنسی بالکل آدمی کی ہنسی کی طرح ہوتی ہے۔ بندر پروفیسر موصوف سے جان پہچان رکھتے تھے۔ وہ لوگوں کے ہجوم میں بھی اُسے دیکھ کر ہنسنے یا مسکرانے لگتے تھے۔ اسی قدر نہیں بلکہ پروفیسر مذکور کا بیان ہے کہ اُسنے بہت سے بندروں کو بغل میں اُسی طرح گدگدایا، جس طرح آدمی آدمی کو گدگداتا ہے۔ اس کا وہی اثر ہوا، جو آدمی پر ہوتا ہے۔ یعنے وہ ہنسنے لگے اور بعض تو ہنستے ہنستے لوٹ گئے!

بعض علماء کا خیال ہے کہ کتے بھی ہنستے ہیں۔ لیکن کتوں کی ہنسی میں آواز نہیں ہوتی۔ صرف منہ کھلتا ہے اور دانت نکل آتے ہیں۔

* * *

مدبرین انگلستان کے بعض اقوال

ہندوستان کی نسبت

اس کے بغیر چارہ نہیں کہ اسلام کو مغلوب کر دیا جائے۔

(لارڈ ڈلہوزی ۱۸۴۸ء)

"لڑاؤ اور حکومت کرو"، قدیم رومن مقولہ ہے اور یہی ہندوستان میں ہمارا بھی اصول ہونا چاہئے۔ مجھے یقین ہے کہ ہماری ہندوستانی سلطنت بالکل محفوظ ہو جائے گی اگر ہم اسی اصول پر ایک ہندوستانی فوج مرتب رکھیں۔ اسی مقصد کے لئے میں مختلف فرقوں اور زبانوں کی پھوٹ سے فائدہ اٹھاؤں گا۔ ممکن ہے میں اس باب میں اپنا یقین پوری قوت سے بیان نہ کرتا اگر مجھے معلوم نہ ہوتا کہ ڈیوک آف ولنگٹن اس خیال میں مجھ سے بالکل متفق ہیں۔

(لارڈ الفنسٹن گورنر بمبئی ۱۸۵۹ء)

ہماری بہترین حکمت عملی یہ ہوگی کہ ایک قوم کو دوسری قوم سے اور ایک فرقہ کو دوسرے فرقے سے ہمیشہ دست بگریباں رکھیں!

(ویسٹ منسٹر ریویو ۱۸۵۸ء)

ہماری کوشش یہ ہونی چاہئے کہ ہندوستان کے مذہبی اور فرقہ وارانہ اختلاف پوری قوت سے برقرار رکھیں اور کبھی باہم اتحاد قائم نہ ہونے دیں۔ "لڑاؤ اور حکومت کرو"، ہماری حکومت کا حکومت کا اصل الاصول ہونا چاہئے۔ (کرنل جان کوک ۱۸۵۹ء)

ہندوستانی مسلمانوں کا مفاد، ہندو جذبات پر قربان کر دیا گیا

(ہنٹر ۱۸۶۸ء)

گر آپ

علم وکتب کی وسعت اور دستِ طلب کی کوتاہی سے گھبرا گئے ہیں تو کیوں کسی ایسے مقام کی جستجو.
نہیں کرتے جہاں دُنیا کی تمام بہترین اور منتخب کتابیں جمع کر لی گئی ہوں ؟

ایسا مقام موجود ہے!

J. & E. Bumpus Limited,
350, Oxford Street,
LONDON, W. 1.

جو

دُنیا میں کتب فروشی کا عظیم مرکز ہے

اور جسے ملک معظم برطانیہ اور انکے کتبخانہ قصر کے لئے کتابیں بہم پہونچانے کا شرف حاصل ہے!

انگریزی کا تمام ذخیرہ جو برطانیہ اور برطانی نو آبادیوں اور ملحقہ ممالک میں

شایع ہوتا ہے

یُورپ کی تمام زبانوں کا ذخیرہ

مشرقی علوم و ادبیات پر انگریزی اور یورپین زبانوں کی تمام کتابیں

نئی اور پُرانی دونوں طرح کی کتابیں

تمام دُنیا کے ہر قسم اور ہر درجہ کے نقشے

ہر قسم کی تعلیمی کتابوں کے مسلسل سلسلے

بچوں کے لئے ہر قسم اور درجہ کا ذخیرہ

قیمتی سے قیمتی اور سستے سے سستے ایڈیشن

آپ ہمارے عظیم ذخیرہ سے حاصل کر سکتے ہیں

ہمارے یہاں سے ہر چھ ماہ

کے بعد نئے ذخیرہ کی مفصل فہرست شایع ہوا کرتی ہے

ان تمام اصحاب کے لئے

جو

قیمتی تمدن وصنعت کی قیمتی اشیاء کا شوق رکھتے ہیں

دنیا میں عظیم الشان مقام

I. SHENKER,

118, BROMPTON ROAD, KENSINGTON, LONDON, S. W. 3.

ہی

مغرب و مشرق کے قدیم آثار، پرانی قلمی اور مطبوعہ کتابیں، پرانی تصویریں، پرانے سکے، اور نقوش، پرانے زیور، آرایش و تزئین کا ہر قسم کا سامان، اور ہر طرح کے پرانے صنعتی، عجائب و نوادر، اگر آپ کو مطلوب ہیں، تو ہم سے خط و کتابت کیجئے۔ کم از کم ہماری نمائش گاہوں اور ذخائر کی فہرستیں ہی منگوا لیجئے۔ اہل علم اور اہل دولت، دونوں کے لئے ہمارا ذخیرہ قیمتی ہے۔

نوادر عالم کا یہ ذخیرہ

دنیا کے تمام حصوں سے غیر معمولی مصارف و مساعی کے بعد حاصل کیا گیا ہے یہ کہ تمام قدیم تمدنی مرکزوں مثلاً مصر، شام، فلسطین، ہندوستان، ایران، ترکستان، چین، وغیرہ ممالک میں ہمارے ایجنٹ ہمیشہ گردش کرتے رہتے ہیں۔

باایں ہمہ

قیمتیں تعجب انگیز حد تک ارزاں ہیں!

بر اعظم یورپ، امریکہ

اور

مشرق

کے تمام بڑے بڑے محل، کتب خانے، اور عجائب خانے، ہم سے نوادر حاصل کرتے رہتے ہیں۔ قاہرہ کے نئے ایوان شاہی کے نوادر ابھی حال میں ہم ہی نے فراہم کئے ہیں

اگر آپ کے پاس نوادر موجود ہوں

تو

آپ فروخت کرنے کے لئے بھی پہلے ہم سے ہی خط و کتابت کیجئے۔ بہت ممکن ہے کہ ہمارا سفری یا مقامی ایجنٹ آپ سے مل سکے

مطبوعات الهلال بك ايجنسى

* * *

معارف ابن تيميه و ابن قيم

* * *

ديني علوم کے بيش بها جواهر ريزي

اس سلسله ميں هم نے امامين کي ان نادر و اعلى درجه کي بلند پايه عربي تصانيف کے اُردو تراجم کا سلسله شروع کيا هے ' جنکا مطالعه اصلاح عقائد اسلام اور اشاعت و معارف کتاب و سنت کے ليے نهايت ضروري و ناگزير هے - اميد که يه " سلسلهٔ تراجم" بد نصيب هندوستان کي دماغي اصلاح کا کام دے :

اُسوهٔ حسنه — امام ابن قيم کي فن سيرت ميں شهرهٔ آفاق کتاب " زاد المعاد" کے خلاصه کا اُردو ترجمه - بلا جلد ۲ روپے مجلد اڑهائي روپيه -

کتاب الوسيله — لفظ " وسيله" کي بحث کے علاوه امام ابن تيميه نے اسلام کے اصل الاصول " توحيد" کي مبسوط بحث کي هے - بلا جلد اڑهائي روپيه ' مجلد سوا تين روپيه -

اصحاب صفه — انکي تعداد ' ذريعه معاش ' طريق عبادت اور انکے مفصل حالات بيان کيے هيں دس آنے -

تفسير سورة الکوثر — امام ابن تيميه کے مخصوص انداز تفسير کا اُردو ترجمه - چار آنے -

العروة الوثقى — خالق و مخلوق کے درميان واسطه کا فرق بدلائل بيان کيا هے - چهه آنے -

سيرت امام ابن تيميه — حضرت امام کے ضروري حالات زندگي نهايت خوش اسلوبي سے بيان کيے هيں - نو آنے

نجد و حجاز — علامه سيد محمد رشيد رضاء مصري کي تازه کتاب کا اُردو ترجمه - سوا روپيه -

أئمه اسلام — ترجمه رفع الملام عن ائمة الاعلام - باره آنے

خلاف الامه — فى العبادات - پانچ آنے

صبح سعادت — يه ايک علمي ' اسلامي ' سه ماهي رساله هے جس کے خريدار کو هم نے کمال کوشش و کاوش سے اُردو ' عربي ' فارسي ' انگريزي ' اور دوسري زبانوں کي تمام اهم اور اعلى مطبوعات کے متعلق بهترين تازه معلومات بهم پهنچانے کا اهتمام کيا هے - اسکے علاوه أئمه و اسلام و بزرگان دين کے حالات ' لطائف افسانه ' نظميں اور ممالک اسلاميه کے معتبر ذرائع سے حاصل کيے هوے حالات درج کيے جاتے هيں - في پرچه ۸ آنه سالانه ۲ روپيه پيشگي -

* * *

نيجر الهلال بك ايجنسى

(حلقه نمبر ۲۴ شيرانواله دروازه لاهور پنجاب)

"Al-Hilal Book Agency,"
24, LAHORE, PANJAB.

خط و کتابت کی وقت اپنا نام اور پته صاف لکهين
اور نمبر خريدارى ضرور تحرير فرمائين

السحر الحلال
في
مجلدات الهلال

* * *

گاه گاهے باز خوان اين دفتر پارينه را
تازه خواهى داشتن گر داغهائے سينه را

* * *

اردو صحافت کي تاريخ ميں الهلال هي وه رساله هے جو اپني تمام ظاهري اور باطني خصوصيات ميں ايک انقلاب آفرين دعوت تهي -

الهلال اگرچه ايک هفته وار مصور رساله تها ' ليکن چونکه وه اردو صحافت کي مختلف شاخوں ميں اجتهاد نظر و فکر کي نئي روح پيدا کرني چاهتا تها ' اِس لئے اُس کا هر نمبر مختلف اقسام اور مختلف اذواق کا مجموعه تها - اُس کے هر نمبر ميں مختلف ابواب ' مذهب ' سياست ' ادبيات ' علوم و فنون ' اور معلومات عامه کے هوتے تهے - اور اُسکا هر باب اپني مجتهدانه خصوصيات کے لحاظ سے اپني نظير آپ هوتا تها - پهر اس کي ظاهري خوبياں اُردو صحافت ميں اعلى طباعت و ترتيب کا پهلا نمونه تهيں - اردو کا وه پهلا هفته وار رساله تها ' جس ميں هاف ٹون تصاوير کے اندراج کا انتظام کيا گيا ' اور ٹائپ ميں چهپنے کي وجه سے بهت سي ايسي خوبياں پيدا هوئيں جو پتهر کي چهپائي ميں ممکن نهيں - اِس کي جلديں جديد اُردو علم ادب کے علمي ' مذهبي ' سياسي ' اور اجتماعي مواد و مباحث کا بهترين مجموعه هيں - اِن کي مقبوليت و قدر کا اندازه اِس سے هوسکتا هے که سنه ۱۹۱۸ ميں بعض شايقين علم و ادب نے اِس کي تمام جلدوں کا مکمل ست سات سو روپيه ميں خريد کيا - اور حال ميں ايک صاحب نے اِس کي پهلي جلد مکمل (جو دفتر ميں بهي موجود نهيں) ساڑهے چارسو روپيه ميں حيدرآباد سے خريدي هے - جن لوگوں نے اِس کے پرچے بحفاظت جمع کئے هيں وه بڑي سے بڑي قيمت پر بهي علحده کرنے کيليے تيار نهيں - پچهلے دنوں " البلاغ پريس" کا جب تمام اسٹاک نئے مکان ميں منتقل کيا گيا تو ايک دخيره الهلال کے پرچوں کا بهي محفوظ ملا ' هم نے کوشش کي که شايقين علم و ادب کے لئے جس قدر مکمل جلديں مرتب کي جاسکتي هيں مرتب کرلي جائيں اور جن جلدوں کي تکميل ميں ايک دو پرچوں کي کمي هو انهيں دوباره چهپوا ليا جاے -

چنانچه الحمدلله يه کوشش ايک حد تک مشکور هوئي اور اب علاوه متفرق پرچوں کے چند سالوں کي جلديں پوري مکمل هوگئي هيں - هم اِس اعلان کے ذريعه شايقين علم و ادب کو آخري موقعه ديتے هيں که اِس قيمتي دخيره کے حاصل کرنے ميں جلدي کريں ' چونکه جلدوں کي ايک بهت هي محدود تعداد مرتب هوسکي هے اس لئے صرف اُنهيں درخواستوں کي تعميل هوسکے گي جو سب سے پهلے پهونچيں گي - هر جلد مجلد هے اور ابتدا ميں تمام مضامين کي انڈکس به ترتيب حروف تهجي لگادي گئي هے -

الهلال مکمل جلد دوم	۱۰ روپيه	الهلال مکمل جلد سوم	۱۰ روپيه
" " " چهارم	۱۰ روپيه	" " " پنجم	۱۰ روپيه

جلد " البلاغ" (جب دوسري مرتبه الهلال اِس نام سے شائع هوا) قيمت ۸ روپيه

علاوه جلد اول کے هر جلد کے متفرق پرچے بهي موجود هيں جن ميں سے هر پرچه اپنے مضامين کے لحاظ سے ايک مستقل مجموعه علم و ادب هے - قيمت في پرچه ۸ - آنه - محصول ڈاک و پيکنگ اِس کے علاوه هے -

منيجر " البلاغ پريس "

صرف ایکدن کا رعایتی اعلان

یہ رعایت صرف ایکدن کیلئے ہے ۲۹ - نومبر ۱۹۲۷ء کو یاد رکھیں

اور یہی درخواست ڈاکخانہ میں ضرور ڈالیں ۲۹ نومبر ۱۹۲۷ء کے بعد کسی درخواست کنندہ کو رعایت نہ دیجائیگی۔ عنہ روپے کے رعایتی خریدار کو محصولڈاک معاف ہوگا۔ [illegible] روپے کے رعایتی قیمت اور [illegible] روپے کے اصل قیمت کے خریدار کو رسالہ انتخاب لاجواب جسکی قیمت سالانہ چھ روپے ہے مفت دیا جائیگا۔ [illegible] روپے کے رعایتی خریدار کو رسالہ انتخاب لاجواب ۶ ماہ کیلئے مفت [illegible] روپے کے رعایتی خریدار کو ایک روپیہ کی اصل قیمت کی کوئی کتاب جو وہ چاہیں مفت دیجائیگی۔ یا ایک [illegible] قرآن [illegible] کا بنا ہوا دیا جائیگا۔ مینیجر

دنیا میں کامیاب اور دولتمند بنانیوالی کتابیں

سبیل دولت یہ کتاب ان تجارتی تجربوں کا نچوڑ ہے جو سالہا سال تک بڑے بڑے تجارتی کارخانوں دوکانوں اور دفتروں کا اصول رہے ہیں۔ ترجمہ۔ قیمت ۸ر

طریق دولت۔ جسمیں [illegible] کے دنیاوی [illegible] کے لئے مفید مطلب مضمون ہے۔ دنیا میں ہر حرفت سے دولت کمانے کی [illegible] لوگوں کے عملی تجربات درج ہیں۔ قیمت صرف ۱۲ر مطالعہ [illegible]

شاہراہ دولت۔ امریکہ کے مشہور مسٹر [illegible] کی کتاب ڈالر اور سنس کا ترجمہ۔ اس میں دولت کمانے کے عملی طریقے قلمبند کئے گئے ہیں جن کی پیروی سے وہ خود امیر آدمی بن گیا۔ بالتصویر [illegible]

امریکہ کے کامیاب لوگ۔ بالتصویر۔ آجکل دنیا میں سب سے زیادہ کامیاب اور دولتمند لوگ امریکہ نے پیدا کئے ہیں۔ اس میں امریکہ کے تمام چوٹی کے کامیاب لوگوں کا حال اور ان کی کامیابی کے وسائل وضاحت سے درج کئے گئے ہیں عہ۔ توجہ کی یکسوئی عہ

دنیا کا روشن پہلو عہ | عمدہ حافظہ کا راز ۶ر
آہنی ارادہ لہ | دم فرصت یا [illegible]
[illegible] ۸ر تحریک لہ | مطالعہ نفس ۱۳ر

صنعت و حرفت کی نایاب کتابیں

ذخیرۂ صنعت و حرفت کامل کورس آٹھ حصوں میں

یہ نادر اور لاثانی کتاب جو آٹھ حصوں پر مشتمل ہے اس کے مطالعہ سے آپ بے انتہا فائدہ اٹھا سکتے ہیں ہندوستان کے افلاس کا سب سے بڑا سبب ملکی صنعت و حرفت ہے۔ امریکہ جاپان جرمنی آسٹریلیا فرانس سویڈن وغیرہ تمام ترقی یافتہ ممالک کی صنعت و حرفت کا لب لباب ان آٹھ حصوں میں جمع کر دیا گیا ہے۔ اردو زبان میں اس پایہ کی کتاب ملنی ناممکن ہے۔ اب تک کئی ایڈیشنوں میں چھپ چکی ہے۔ یہی اس کی پسندیدگی کا زندہ ثبوت ہے۔ کل حصوں کا مجموعہ [illegible] صفحہ۔ قیمت حصہ اول لہ حصہ دوم لہ حصہ سوم لہ حصہ چہارم لہ حصہ پنجم لہ حصہ ششم عہ حصہ ہفتم لہ حصہ ہشتم ۸ر

مکمل مرغی خانہ (بالتصویر) ہماری کتاب کا مطالعہ فرماویں آپ مرغیوں بطخوں ترکیوں اور دیگر انگریزی پالتو جانوروں کی پیدایش پرورش بیماریوں امراض کا علاج وغیرہ مکمل درج ہے قیمت مجلد لہ

ہر قسم کے روغن وارنش۔ ہر قسم کے روغن وارنش بنانے اور پکانے کے طریقے قیمت ۸ر

مصنوعی دھاتیں اور تانبے کا ملمع۔ جرمن سلور اور دیگر مصنوعی دھاتیں بنانے کی ترکیبیں اور ہر قسم کے ملمع لگانا۔ قیمت ۸ر

کلید صنعت۔ انجن کے کل پرزوں کی شناخت و حالات جو ہر شخص انجن کے انجینیئر کو جاننا ضروری ہیں درج ہیں۔ عہ

آتشبازی۔ انگریزی اور دیسی آتشبازی بنانے کے طریقے بالتصویر ۱۲ر

مٹی کے برتنوں پر لعاب چڑھانا ۶ر

سینٹ ۸ر
گنجینہ جواہرات لہ
مکمل فوٹوگرافی ۸ر
کارخانہ دیاسلائی عہ
وارنش پالش بنانا ۸ر
محیط الموسیقی ۶ر
حکایات انقلاب لہ
ایتھنگ [illegible] عہ
مکمل گھڑی سازی عہ
داغ دھبے دور کرنا ۱۰ر
حالات کشمیری لہ
علاج الموسیقی ۸ر
مکمل دندان سازی عہ
زرنگاری چھپائی عہ
آئینہ جواہرات عہ
بسکٹ کا کارخانہ ۶ر
دبانت چمڑا رنگنا لہ
گھر کا درزی لہ
آلہ مقیاس لہ
رسالہ فلٹ سازی ۸ر
جلد و آبپاشی ۸ر
موم بتی بنانا لہ
[illegible] لہ
رنگریزی
[illegible]
دیاسلائی بنانا ۸ر

باورچی خانہ کے متعلق بہترین کتابیں

ہدایت نامہ باورچیان۔ ہر قسم کے انگریزی اور دیسی کھانے پکانے کے عملی طریقے۔ قیمت عہ

مربے حلوے اچار چٹنیاں۔ مزیدار اور لذیذ مربے۔ خوشنما اور خوشذائقہ اچار خوشبودار حلوے اور چٹ پٹی چٹنیاں بنانے کے عجیب و غریب نسخے درج ہیں۔ لہ

خوان یغما۔ مسلمانوں کے انواع و اقسام کے صدہا لذیذ کھانے۔ پلاؤ۔ زردہ۔ قورمہ۔ گوشت۔ کوفتے وغیرہ بنانے کے دوران میں مصالح ڈالنے اور پکانے کی پوری ترکیب اس میں درج ہیں۔ ۸ر

بھوجن پرکاش۔ اس میں لذیذ اور پرمزہ نمکین اور شیریں کھانوں انواع و اقسام کی مٹھائیوں۔ حلوے۔ پوریاں۔ کچوریاں وغیرہ درج ہیں۔ ۸ر

ڈیکم بریک ۸ر | چھریاں چاقو بنانا لہ
کاغذ سازی لہ | عملی صابن سازی عہ
خوراک کی حقیقت بالتصویر عہ | روشنائی بنانا ۸ر
خلاری یا کپڑے رنگنا عہ | چینی کے مصنوعات عہ

زراعت و باغبانی کے متعلق مفید کتابیں

کتاب الاثمار مصنفہ جناب شمس العلماء نواب امداد امام اثر رئیس پٹنہ۔ باغبانی اور میوہ جات کی یہ مشہور کتاب کئی ایڈیشنوں میں چھپکر فروخت ہو چکی ہے۔ قریب چار سو صفحے اس میں تمام میوہ جات کی کاشت اور پیوند کی ترکیبیں و تشریح بیان کی گئی ہیں درختوں کو قلم لگانا۔ ان کی عام بیماریاں [illegible] نقصان ہونے کا اندیشہ ہے تمام حالات درج ہیں۔ اردو زبان میں اس فن پر اس سے بہتر کتاب اور کوئی موجود نہیں ہے۔

میوہ جات اس کتاب میں تمام میوہ دار درختوں کے حالات مع انکے بونے اور ان پر درخت سے عمدہ پھل پیدا کرنے کی عملی تدابیر [illegible]

پھلواڑی یہ تیسری کتاب پھولوں [illegible] ہے۔ اس میں صدہا قسم کے ہندوستانی اور ولایتی پھولدار پودوں کا ذکر ہے۔ باغبانی کے شوقین اس کی مدد سے اچھا فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ قیمت لہ

زراعت کی پہلی کتاب باتصویر لہ
سبزی ترکاریاں باتصویر لہ
کیمیائے زراعت عہ۔ کاشت آلو ۲ر

۲۹ نومبر ۱۹۲۷ء کو یاد رکھیں ایسا نہو کہ آپ رعایت سے محروم رہجائیں یہ رعایت صرف ایکدن ہی کیلئے ہے

اسلامی کتابیں

مذاہب اسلام عہ
شرح عقائد نسفی لہ
آئینہ اسلام عہ
دلیل الحیران ۶ر
فیض الرحمن فی [illegible] عہ
تسہیل القرآن لہ
علم الکلام امام غزالی عہ
پنج بنائے اسلام ۸ر
شریعت اسلامیہ / حفظان صحت ۸ر
روایات اسلام لہ
مسلمانوں کیلئے حکمت کے سبق لہ
مصالح قادیانیہ ۸ر
[illegible] الاسلام لہ
[illegible] تاریخی [illegible]
اسلام کی پہلی کتاب لہ
" " دوسری ۶ر
" " تیسری ۸ر
" " چوتھی ۱۰ر
فلسفہ عبادات عہ
تقسیم میراث ۸ر
ہدایت المحتاج لہ
[illegible]
تفسیر مترجم [illegible] ۸ر

حفظ صحت و علم طب کی کتابیں

مجربات حفظ صحت کے آٹھ حصے ان آٹھ حصوں میں ہزاروں قیمتی اور مجرب نسخے درج ہیں جو چالیس سال کی کوشش سے آج تک جمع ہو سکے ہیں۔ ہر مرض کے متعلق کوئی نہ کوئی مجرب نسخہ اس میں سے دستیاب ہو سکتا ہے۔ ایک آدمی ان کے مطالعہ سے کامل حکیم بن سکتا ہے۔ قیمت ہر ایک حصہ ایک روپیہ آٹھوں حصوں کی قیمت آٹھ روپے

رہنمائے فن عطاری ۱۰ر
ذخیرۃ الاطبا عہ
قوت سامعہ اور کان ۱۰ر
مگدر موگریاں عہ
فاد زہر ۲ر
لکنت اور اس کا علاج ۶ر
جڑی بوٹی عہ
کشتہ جات عہ
حسن و صحت بڑھانیکے طریقے لہ
قلب اور اس کا فعل ۶ر
بچہ [illegible]

حسن و صحت بڑھانیکے نسخے ۸ر
رسالہ تپ دق ۸ر
مادر زاد ننگے بچے اور ان کی تعلیم لہ
صحت الابدان ۱۲ر
خوبصورتی تندرستی و درازی عمر کے اسرار عہ
طب مغلی حصہ اول عہ
" " دوم ۱۲ر
طب [illegible]
اسرار و بائی ۸ر
طاعون اور اس کا علاج ۸ر
بازاری ادویات عہ

سوانح عمریاں

سوانح علامہ [illegible] سیالکوٹی لہ
حیات النعیم [illegible]
ذکر نبی کریم ۸ر
پیغمبر اسلام
الفاروق شبلی
ابو بکر صدیق
علی ابن ابی طالب ۱۲ر
خالد بن ولید لہ
حالات سعدی عہ
سلطان علاؤالدین خلجی
سلطان صلاح الدین عہ
البیرونی
سلطان فاتح

حیات زیب النساء ۶ر
نپولین بوناپارٹ ۳ر
جنرل گارفیلڈ ۸ر
مسٹر اینڈریو کارنیگی عہ
نواب وقار الملک ۸ر

بول چال و لغات کی کتابیں

اردو بول چال عہ
لغات الخواتین عہ
عربی بول چال عہ
انگریزی بول چال عہ
فارسی بول چال عہ
ترکی بول چال لہ
قواعد ترکی لہ
انگلش ٹیچر عہ
مفتاح اللغات عہ
اردو زبان [illegible]
ایشیا و یورپ کی [illegible]
[illegible]
نجم الامثال
تضمین نعتیہ کلام حافظ لہ

سفرنامے اور تاریخ

سفرنامہ بغداد عہ
رہنمائے کشمیر لہ
تاریخ انگورہ عہ
ہندوستان [illegible] عہ

تاریخ مراکش عہ
تاریخ سیالکوٹ عہ
قوانین عثمانی عہ
تاریخ جنگ [illegible] عہ
اقوام ترکی
حالات ایران ہر دو حصہ
ترکوں کے ساتھ طرابلس میں عہ
کارنامہ راجپوتان عہ
نامہ خسروان عہ
مصنفان اسلام لہ
تاریخ دربار امرتسر عہ

متفرق کتابیں

محبوب الاخلاق ۸ر
تحفہ بے نظیر ۸ر
جنگ روس [illegible] لہ
دنیا کی [illegible] توپیں
ترکوں کے شیخ چلی لہ
جادو کی پہلی دوسری ۸ر
نوشتۂ تقدیر ۱۰ر
خط و تقدیر ۱۲ر
رہنمائے پولیس
آئینہ مسمریزم ۶ر
علم بینا [illegible] ۸ر
زنانہ نظمیں عہ
مرتبہ نسوان
علم [illegible] لہ

لطائف و ظرائف آٹھ حصے ہر ایک حصہ میں پانسو لطیفے درج ہیں اور ہر ایک حصہ کی قیمت ۱۲ر
چیستان ۶ر

ناول ڈرامے اور افسانے

قعر دریا
تماشاگاہ عالم عہ
حق بحقدار
داستان [illegible]
وار برٹن نامہ
سرگذشت رینالڈس کے ناول [illegible] کمپلیٹ سٹ کی قیمت
فلسفہ محبت
قدیم لندن کے اسرار مکمل دو حصوں میں
عیاروں کی [illegible] عہ
محبوبہ ترکستان
دو حریف سراغرسان عہ
بد انجام عہ
فریبی عورت عہ
سندباد جہازی لہ
اکبر و زہرہ عہ
امریکہ کی نازنین
قدرت کی سیر

پرستان بغداد ۸ر
[illegible] ۸ر
چارہ چمن
بوتیوں کا جزیرہ
شمع شبستان ۹ر
آلات کیمیا کا / نیلگون کمرہ لہ
[illegible]
اسرار اکلینڈ ۱۲ر
سیر قلعہ بکاؤلی ۸ر
مطلوب حسینان ۸ر
سلسلہ مقبول / یا فیلسوف لہ
دس پونڈ کا نوٹ عہ
نقلی نواب
منزل مقصود
انقلاب یورپ

ناول مصنفہ عبدالحلیم شرر

درگیش نندنی
فردوس بریں
حسن بن صباح ۸ر
فلورا فلورنڈا
ملک العزیز ورجنا
حسن انجلینا
فتیدہ وفا
منصور موہنا

متفرق دلچسپ ناول

معشوقہ فرانس
مشیر الشباب
خضر شباب
خوبصورت ناگن
فیروز محمود
برق غضب
عصمت کا ہیم
ذبیح فاطمہ
قدسیہ یا پاکدامن
ظالم عشاق
سلیمان عذرا
جوانی کی بی کمسن شوہر
حسن کی بی بی
حمیدہ بانو
بوالہوس نواب
معشوقہ عذرا
چھلاوہ
پیرس کا گندہ
اسمٰعیل صفیہ
ولایتی عورت
شہید حسرت
نقاب پوش ڈاکو
بلوری [illegible]

١٩٢٧

الهلال

جلد ١

البلاغ پریس کلکتہ

قو۱ ـ ت

٥ ـ اله

دنیا کي بہترین کتابوں کیلئے بہترین رهنما:

تائمز اف لندن کا ادبي ضمیمه

یه ضمیمه دنیا کي تمام کتابوں پر هفته وار دلچسپ اور وقیع تبصره کرتا هے -

اسکا معتدل نقد علمي حلقوں میں مسلم هے -

اس میں چند صفحات وقت کے جاري اور زیر بحث ادبي فوائد پر بھي هوتے هیں جنکي اهمیت کا عام طور پر اعتراف کیا گیا هے -

اپنے یہاں کے ایجنٹ سے تقاضه کیجئے که وه تائمز لندن کا هفته وار ادبي ضمیمه آپکے لئے مہیا کرے - لیکن اگر آپ چاهیں تو

The Publisher :

Printing House Square
London, E. C. 4.

سے براه راست طلب کر سکتے هیں

دنیا کے هر معلم اور ماهر فن تعلیم کیلئے

ضروري هے که

تائمز اف لندن کا تعلیمي ضمیمه مطالعه کرے

اگر آپ چاهتے هیں که فن تعلیم کے تمام نظري اور عملي تغیرات و ترقیات سے بے خبر نه رهیں ' تو آپکو یه ضمیمه بلا ناغه مطالعه میں رکھنا چاهیے -

یه هر هفته اس موضوع پر تمام اهم خبریں اور مباحث جمع کردیتا هے - ماهرین فن اور مشاهیر تعلیم کے قلم سے اسکے صفحات مرتب هوتے هیں -

اپنے یہاں کے ایجنٹ سے طلب کیجئے -

ورنه

The Publisher,

Printing House Square
London, E. C. 4.

سے طلب کرسکتے هیں -

کیا آپ تجارت کرني چاهتے هیں ؟

اگر آپ چاهتے هیں که یورپ اور امریکه کے تمام بڑے بڑے کارخانوں سے تجارتي تعلقات قائم کریں ' نفع بخش ایجنسیاں لیں ' هندوستان سے خام پیدا وار بھیجیں ' نئي نئي ایجادات سے اپنے ملک کو آشنا کریں ' تھوڑي سي محنت اور تھوڑا سا سرمایه لیکر ایک وقیع کار و بار شروع کردیں ' تو آپ کو ابتدا میں بہت سي باتیں معلوم کرني چاهئیں - اس طرح کي تجارت کے گر اور بھید سیکھنے چاهئیں - هندوستان کے تمام حلقوں اور یورپ و امریکه کے تمام کارخانوں اور کوٹھیوں کے حالات اور اصول معاملت معلوم کرنے چاهئیں - بغیر اس کے آپ کامیاب نہیں هوسکتے -

اگر آپ چاهتے هیں که بہت تھوڑا سا وقت خرچ کرکے یه ساري باتیں با قاعده علمي اصول پر معلوم کرلیں ' تو آپکو چاهیے که هم سے خط و کتابت کریں - هم یه کام به حیثیت ایک ماهر فن کے کر رهے هیں - خط و کتابت کے بعد هي آپکو معلوم هو جائیگا که آپکے مقصد کیلئے هم کس درجه مفید هیں ؟

همارے تعلقات دنیا کے تمام تجارتي حلقوں سے هیں -

M. R. MARSDEN & CO.
Post Box 708.
Clive Street, Calcutta.

برونو مولر اینڈ کو - برلن

. . .

پوست بکس نمبر ۲۴

. . .

BRUNO MULLER & CO. M. B. H.

Berlin-W 35

. . .

Post No. 24.

. . .

هر طرح کي مشینیں جو گرم ملکوں کے میووں کو خشک کرنے اور پھلوں کو محفوظ رکھنے کیلئے ضروري هیں ' اس کارخانے میں طیار کي جاتي هیں - تمام دنیا میں اس قسم کي مشینوں کا یه بہترین کارخانه هے - مندرجۂ بالا پته سے خط و کتابت کیجیے -

یاد رکھیے

میووں ' ترکاریوں ' اور هر طرح کے زرعي مواد کو خشک کرنے کا بہترین طریقه وه هے جو " نئے سستم " کے نام سے متمدن ممالک میں مشہور هے - اس " نئے سستم " کے مطابق کام کرنے والي مشینیں صرف اسي کارخانه سے مل سکتي هیں -

Printed and Published by
MASUD HASAN ZUBERI AT THE AL-BALAGH PRESS, 11, BALLYGUNGE CIRCULAR ROAD, CALCUTTA
EDITOR : MAULANA ABU-AL-KALAM AZAD.

لَاتَهِنُوا وَلَاتَحْزَنُوا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ القرآن الحكيم

الهلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ٢٤ ۱۹۲۷ء : جمعه ٦ ـ جمادی الثانی ١٣٤٦ هجری جلد ١

Calcutta : Friday, 2. December 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نهین ؟

آج کوئی زبان ترقی نهین کر سکتی اگر وه اپنا ترقی یافته طریق طباعة نهین رکهتی ۔ طباعة کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نهین که حروف کی چهپائی اختیار کی جای ۔ پتهر کی چهپائی مین محدود رهکر اردو کی طباعة کبهی ترقی نهین کر سکتی ۔

اردو کی سب سی بهتر حروف جو اس وقت تك بن سکی هین ، وه هین جن مین الهلال چهپتا هی ۔ اور عربی کا بهترین خط نسخ وه هی جس مین یه سطرین کمپوز کی گئی هین ۔ آپ ان دونون مین سی جسی چاهین پسند کر لین ۔ لیکن پتهر کی چهپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین ۔

براه عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی همین اطلاع دیجیی ۔ یاد رکهیی ۔ طباعة کا مسئله آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیاده اهم مسئله هی ۔ ضروری هی که اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین ۔ **الهلال**

قارئین الهلال کی آراء

اس باری مین اس وقت تك ١٨٤٠ مراسلات وصول هوی هین ۔ تقسیم آراء حسب ذیل هی :

عربی حروف کی حق مین	٢٥٠	اردو حروف کی حق مین	٥٠٢
موجوده مشترك طباعة کی حق مین	٧٢٠	حروف کی حق مین بشرطیکه	
پتهر کی چهپائی کی حق مین	٢٩٠	نستعلیق هون	١٦٨

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بهی متفق ظاهر کیا هی ۔

آراء کی دیکهنی سی معلوم هوا که اس باری مین بعض اهم تفصیلات پر لوگون کی نظر نهین هی ۔ اور اسلیی شرح وبیان کی ضرورت هی ۔ آینده اس باری مین مولانا به تفصیل اپنی خیالات ظاهر کرینگی مگر ضرورت هی که بقیه حضرات بهی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بهیج دین ۔ **الهلال**

الهلال

هر جمعه كو نمبر ۱۱ - بالي گنج سركلر روڈ - كلكته سے شايع هوتا هے

قيمت سالانه مع محصول - - باره روپيه
هندوستان سے باهر كيليے - - سوله روپيه
قيمت شش ماهي - - - سات روپيه
قيمت في پرچه - - - پانچ آنه

---

(۱) تمام خط و كتابت اور ارسال زر " منيجر الهلال " كے نام سے كي جاے ليكن جو خطوط مضامين سے تعلق ركھتے هوں انكے لفافه پر " ايڈيٹر " كا نام هونا چاهيے -

(۲) نمونه مفت ارسال نه هوگا -

(۳) براه عنايت خط و كتابت ميں اپنا نام اور پته صاف اور خوش خط لكهيے

(۴) خط و كتابت ميں نمبر خريداري لكهيے جسكي اطلاع آپكو وصول قيمت كي رسيد ميں ديدي گئي هے -

(۵) اگر كسي صاحب كے پاس كوئي پرچه نه پهنچے تو تاريخ اشاعت سے ايک هفته كے اندر اطلاع ديں - ور نه بصورت تاخير بغير قيمت كے روانه نهيں كيا جائيگا -

(۶) اگر آپ دو تين ماه كيلئے ايک جگه سے دوسري جگه جارهے هيں تو اپنا پته تبديل نه كرايے ' مقامي ڈاكخانه كو اطلاع ديكر انتظام كر ليجيے - اگر اس سے زياده عرصه تک كے لئے تبديل مقام پيش آجاے تو ايک هفته پيشتر اطلاع ديكر پته تبديل كراليں -

(۷) مني آرڈر روانه كرتے وقت فارم كے كوپن پر اپنا نام و پته ضرور لكهديں -

(۸) ايسے جواب طلب امور كے لئے جنكا تعلق دفتر كے دفتري فرائض (مثلاً رسيد زر و اطلاع اجراء اخبار وغيره) سے نهيں هے ٹكٹ ضرور بهيجيے ورنه دفتر پر غير معمولي خط و كتابت كے مصارف كا بار پڑيگا -

اب غریب فوریس کے لیے بجز اطاعت کے کوئي چارہ کار نہ تھا - وہ ۱۸ - دسمبر سنہ ۱۷۹۸ - کو اسکندریہ پہنچا اور فرانسیسي جہاز " شاسور " نامي پر سوار ہو گیا - اِس جہاز کا کپتان لارنس تھا -

لیکن فوریس یہ دیکھکر نہایت متعجب تھا کہ اُس کا جہاز سیدھا راستہ اختیار کرنے کي جگہ کچھہ عجیب پیچ و خم کے ساتھہ جا رہا ہے - اُس نے کپتان سے پوچھا ' تو اُس نے کہا " انگریزي بیڑہ ہر طرف منڈلا رہا ہے - اُس سے بچ کر چلنا ضروري ہے "

کپتان دراصل سکھایا پڑھایا ہوا تھا - اُس سے کہدیا گیا تھا کہ جہاز انگریزوں کے ہاتھہ قصداً گرفتار کرا دیا جائے - چنانچہ ایسا ہي ہوا - چند دنوں کے بعد فوریس انگریزي بیڑہ میں قید تھا - انگریزي جنگي جہاز " لیونؔ " نے فرانسیسي جہاز دیکھہ لیا تھا اور گرفتار کر لیا تھا !

(٥)

یہ کہنا غیر ضروري ہے کہ اِس حادثہ سے غریب فوریس کو کس درجہ صدمہ ہوا ؟ ایک طرف اپني رفیق حیات کي جدائي کا صدمہ مارے ڈالتا تھا - دوسري طرف اپنی سرکاري مہم کي ناکامي کا داغ تھا - وہ انگریزي جہاز " لیون " کے ایک کمرے میں مقید تھا ' اور رہ رہکر کپتان لارنس کو کوس رہا تھا - اگر اس نے سمندر میں غلط راستہ اختیار نہ کیا ہوتا تو یہ روز بد نہ دیکھنا پڑتا - بڑي مصیبت یہ تھي کہ اب ایک بڑي مدت تک کے لیے وہ آزادي سے محروم ہوگیا تھا - کیونکہ وہ جنگي قیدي تھا - اسلیے اس کي رہائي صرف دو ہي صورتوں میں ہوسکتي تھي - یا تو دونوں حکومتوں میں صلح ہوجائے ' یا باہمدگر جنگي قیدیوں کا مبادلہ کیا جائے - لیکن یہ دونوں صورتیں قریب الوقوع نہ تھیں !

فوریس اپنے غم انگیز خیالات میں محو تھا - یکایک اُس کي کوٹھري کا دروازہ کھلا ' اور ایک انگریز داخل ہوا - یہ اُس عہد کا مشہور انگریز جاسوس جان بارنٹ تھا ' جسے نپولین نلسن سے کم خطرناک نہیں سمجھتا تھا -

فوریس نے اُس کي صورت دیکھتے ہي خیال کیا کہ غالباً یہ اِس مہم اور اس کے مقاصد کے نسبت سوالات کریگا - جو سرکاري مراسلت لیکر فوریس فرانس جا رہا تھا ' وہ گرفتاري کے وقت ہي اُس سے لیلي گئي تھي - سب سے زیادہ صدمہ اُسے اسي مراسلت کے دشمنوں کے ہاتھہ پڑجانے کا تھا - وہ اپنے دل میں کہنے لگا " نہیں معلوم اس مراسلت میں کیسے کیسے اہم راز ہونگے جو افسوس کہ دشمنوں کے علم میں آ گئے - بہرحال خواہ کچھہ ہي کیوں نہ ہو ' میں اِن کم بختوں کے سوالات کا کوئي جواب نہیں دونگا "

لیکن شدت حیرت سے وہ مبہوت ہو گیا ' جب اُس نے دیکھا کہ جان بارنٹ نے وہي مراسلت جیب سے نکالي ' اور فوریس کو دیتے ہوئے کہا :

" میرے دوست ! یہ تمہارا سربہ مہر لفافہ موجود ہے - دیکھہ لو ! ہم نے کھولنے کي بالکل کوشش نہیں کي - اِس کي تمام مہریں اپني اصلي حالت میں قائم ہیں - ہمیں کوئي ضرورت نہ تھي کہ اِس کے مضامین سے واقف ہوں - یہ مراسلت تمہیں واپس دیدي جاتي ہے - اِسے لیلو - شاہي حکم کي رو سے اب تم آزاد ہو - تمہیں عنقریب مصر کے ساحل پر پہنچا کر رخصت کر دیا جائیگا "

یہ بات صورت حال کے اِس درجہ خلاف تھي ' کہ کئي لمحہ تک فوریس باور نہ کرسکا - آخر اُس نے کہا :

" کیا آپ کا واقعي یہي مطلب ہے کہ یہ مراسلت میں لیلوں ' اور مجھے مصر کے ساحل پر اُتار دیا جایگا ؟ "

" یقیناً " انگریز جاسوس نے مسکراتے ہوئے کہا " اس لیے کہ میرے دوست ! جب تم قاہرہ واپس جاؤگے ' تو دیکھہ لوگے کہ تمہاري بیوي بونا پارٹ کي آغوش میں ہے ! "

(٦)

اصل واقعہ یہ ہے کہ نپولین اور میڈم فوریس کے تعلقات کي پوري سرگزشت انگریزي جاسوس نے معلوم کرلي تھي - اسکندریہ اور دمیاط میں اُن کے آدمي موجود تھے ' اور الفي بک مملوک کي اعانت سے تمام مصر کي خبریں معلوم کرتے رہتے تھے - جب جان بارنٹ کو معلوم ہوا کہ نپولین نے فوریس کو اس لیے روانہ کردیا ہے تاکہ مصر سے دور ہوجائے اور وہ خود اُس کي بیوي کے ساتھہ بے غل و غش عیش کرے ' تو اُس نے انگریزي بیڑہ کے افسروں کو اِس کي اطلاع دیدي - جب فرانسیسي جہاز کي گرفتاري کے بعد فوریس کا نام معلوم ہوا تو فوراً پہچان لیا گیا کہ میڈم فوریس کا شوہر یہي ہے - وہ اُسے گرفتار رکھنا نہیں چاہتے تھے - کیونکہ اِس طرح وہ نپولین کے دلي مقصد کي تکمیل کر دیتے - اُنہوں نے فیصلہ کرلیا کہ جہانتک جلد ممکن ہو ' اِسے مصر واپس کر دیا جاے ' تاکہ نپولین کے سر پر مسلط ہو جاے - انگریزوں کو یقین تھا کہ فوریس جوش انتقام میں اپنے رقیب کو قتل کر ڈالیگا ' اور اِس طرح اِس بلا سے اُنھیں نجات مل جائیگي -

(٧)

اُدھر مصر میں یہ ہوا کہ فوریس کے روانہ ہوتے ہي اُس کي بیوي نپولین کے قبضہ میں آگئي اور شب و روز ساتھہ رہنے لگي - نپولین کا اب اُس سے تعلق بالکل علانیہ تھا - چند دن بعد تمام فوج میں یہ خبر پھیل گئي ' اور سپاہي میڈم کو " ہماري مشرق کي ملکہ " کہکر پکارنے لگے !

لیکن ابھي چند ہفتے بھي اِس حالت پر نہیں گزرے تھے کہ اچانک فوریس قاہرہ پہنچ گیا - انگریزي جہاز نے نہ صرف اُسے مصر پہنچا دیا ' بلکہ اسکندریہ میں ایک انگریزي جاسوس نے تمام ضروري معلومات بھي بہم پہنچا دیں - اُسے معلوم ہوگیا کہ نپولین نے قاہرہ میں ایک خاص مکان اُسکي بیوي کیلیے مخصوص کر دیا ہے ' اور وہ بڑے امیرانہ ٹھاٹھہ سے وہیں رہتي ہے -

وہ سیدھا اُس مکان کي طرف چلا - واقعي اُسکي بیوي قیمتي لباس میں ملبوس موجود تھي - شوہر کو اِس طرح اچانک دیکھہ کر ڈرگئي ' اور صاف صاف نپولین کے تعلقات کا اقرار کرلیا - اب فوریس کیلیے غیظ و غضب ضبط کرنا ناممکن تھا - اُس نے بے تحاشا مارنا شروع کر دیا - یہانتک کہ مارتے مارتے تھک گیا - اور عورت بے دم ہو کر گر پڑي -

اِسکے بعد کیا واقعات پیش آئے ؟ اُنکي تفصیلات تاریخ تک نہیں پہنچ سکیں - لیکن دو باتوں کا نپولین کے وقائع نگاروں نے ذکر کیا ہے - ایک یہ کہ فوریس نے طلاق کي درخواست پیش کرکے اپني بیوي سے علحدگي کرلي تھي - دوسري یہ کہ فوریس مصر سے فرانس واپس آ کر عرصہ تک زندہ رہا تھا -

جان بارنٹ کا خیال تھا کہ فوریس نپولین کو قتل کر ڈالیگا ' لیکن نپولین ایسی ہستي نہ تھي جو اُس آساني سے قتل کر ڈالي جاتي - ابھي اُسے زندہ رہنا تھا اور تمام یورپ کو منقلب کر دینا تھا !

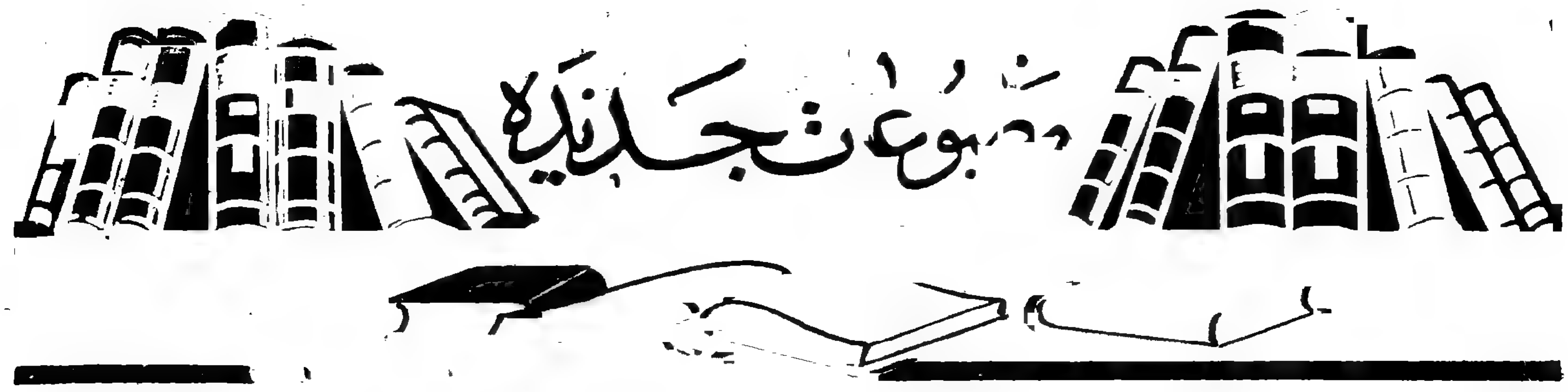

نپولین اور اسکي اخلاقي زندگي

(انساني عظمت اور اخلاقي نامرادي)

* * *

میدان جنگ اور حجلۂ عرس !

* * *

(میدّم پولین سے محبت)

اِس عورت سے نپولین کو مصر میں عشق هوا تها -

گیرٹرڈ اریٹز Gertrude Aretez جسکي جدید الشیوع کتاب کا ذکر ان صفحات پر هو چکا هے ' میدّم پولین کي نسبت لکهتا هے :

اس معامله کي تفصیل یه هے که ۹ - مئي ۱۷۹۸ ع کو نپولین مصر کي فتح کیلیے روانه هوا - وہ اپنے دو دشمنوں سے بہت زیادہ خائف تها ' اور اُنکي آنکهه بچا کر نکل جانا چاهتا تها - یعني انگریزي امیر البحر نلسن' اور انگریزي جاسوس جان بارنٹ -

اِس سفر میں نپولین نے چند خاص عورتوں کے سوا عورتوں کي رفاقت ممنوع قرار دیدي تهي - جن عورتوں کو چلنے اجازت دي گئي تهي ' اُن میں خود اُسکي داشته میدّم وردّیا بهي تهي جسے وہ اٹلي سے اپنے ساتهه سے لایا تها -

(۲)

اِس فوج میں لیو فوریس نامی ایک فوجي افسر تها - اُسنے حال هي میں شادي کي تهي - اُسکا دل اپني بیوي کي جدائي پر کسي طرح راضي نہیں هوتا تها - مگر مشکل یه تهي که عورتوں کو ساتهه لیجانے کي ممانعت تهي - آخر اُسنے یه ترکیب نکالي که بیوي کو سپاهي کي وردي پہنا کر اپنے ساتهه لے لیا - تا که دونوں بے روک ٹوک ساتهه رہ سکیں !

اُس وقت کے اکثر مورخین کا بیان هے که ماہ اگست میں نپولین نے قاهرہ کے باهر ایک جلسه کیا تها ' جس میں اُسکا پورا جنگي اسٹاف اور تمام عورتیں شامل تهیں - اِسي جلسه کے موقعه پر نپولین نے میدان میں اپني فوج کا ایک دسته گدهوں پر سوار دیکها - سپاهیوں میں ایک شخص غایت درجه خوش آواز ' خوبصورت ' اور دلربا تها - نپولین نے جنرل برتیه کو حکم دیا که اِس شخص کا پته لگائے اُسي دن شام کو جنرل نے یه عجیب خبر سنائي که " وہ سپاهي مرد نہیں هے - عورت هے - اور بائیسویں رساله کے ایک افسر کي بیوي هے "

دوسرے دن نپولین نے جنرل کو ایک دعوت منعقد کرنے کا حکم دیا - اِس میں بڑے بڑے جنرل ' افسر ' اور اُنکی عورتیں مدعو کي گئی تهیں - خصوصاً میدّم فوریس بهي خصوصیت کے ساتهه بلائي گئي تهي !

(۳)

چنانچه دعوت کا جلسه منعقد هوا - میدّم بغیر اپنے شوهر کے بلائي گئي تهي - اُس کے شوهر نے شروع میں تو جانے سے منع کیا - لیکن پهر ڈرا ' اور اجازت دیدي - چنانچه تمام مہمان جمع هوئے - حسب معمول نپولین بر آمد هوا - سب تعظیماً کهڑے هوگئے - وہ لوگوں سے هنستا بولتا جنرل تک پہنچا ' جسکے پاس میدّم فوریس اور متعدد ممتاز سپه سالار کهڑے تهے - جنرل قائد اعظم کا خیر مقدم بجا لایا ' تشریف آوري پر شکریه ادا کیا ' اور ایک پیالي چائے نوش کرلینے کي درخواست کي درخواست منظور هوئي ' اور نپولین بیٹهه گیا - میدّم بالکل اُسکے مقابل کهڑي تهي -

میدّم فوریس نے دیکها ' سپه سالار اُسے پر معني نظروں سے دیکهه رها هے وہ بہت کم عمر تهي - شرما گئي - نپولین اُسکي حالت کا بغور مطالعه کرتا رها - مگر بالکل خاموش رها - چائے جلدي سے پیلي ' اور بغیر ایک لفظ کہے جلسه سے اٹهه گیا -

مہمانوں نے رات کا کهانا کهایا ' اور کافي پینے لگے - میدّم فوریس جس میز پر تهي ' اُس کے ایک طرف جنرل ڈیي بوي بیٹها تها - دوسري طرف جنرل جونو - آخر الذکر نے کافي کي بهري هوئي پیالي جان بوجهه کر اس طرح میدّم فوریس پر گرا دي ' که سب نے اسے اتفاقي حادثه سمجها - لوگ لپکے اور خاتون کا لباس صاف کرنے لگے - جنرل جونو نے اپني غفلت پر بڑي فصاحت سے ندامت کا اظہار کیا - فوراً کافي کا دهبه پاني سے دهلوایا گیا جس سے میدّم کا لباس اور زیادہ بهیگ گیا - اِس پر جنرل نے کہا " آپ کپڑا خشک کرنے کے لیے مکان کي بالائي منزل پر چلي جائیے " میدّم چلي گئي - وهاں نپولین منتظر بیٹها تها !

(٤)

دعوت کے تیسرے دن میدّم کے شوهر فوریس کو حکم ملا که جنرل برتیه سے ملاقات کرے - جنرل نے بڑي بشاشت سے افسر کا خیر مقدم کیا ' اور کہا " دوست ! تم بڑے هي خوش نصیب هو - کیونکه فرانس جا رهے هو - سپه سالار تمهیں ایک خفیه مهم پر پیرس بهیج رها هے - ایک گهنٹه کے اندر روانه هو جاؤ - یه لو ' اسکندریه کے سپه سالار کے نام حکم هے که تمهارے سفر کیلیے هر طرح کي سہولتیں بهم پہنچا دے "

فوریس بد حواس هوگیا - حیران تها ' کیا جواب دے ؟ آخر کار افسردگي سے جنرل کا شکریه ادا کیا اور کہا " اگر مجهے فوراً هي روانه هو جانا هے تو میں اپني بیوي کو بهي ساتهه لے جاؤنگا "

جنرل نے غصه سے کہا " بیوي ! کیا تم یه سمجهتے هو که ایک ایسے نازک کام میں اپنے ساتهه اپني بیوي کو لیجا سکتے هو ؟ خصوصاً جب که راسته میں انگریزي بیڑہ موجود هے اور تمهیں قید کر لے سکتا هے ؟ "

چراغ پا ہو رہے ہیں - لیکن اُنہیں معلوم نہیں ' انبیاء کرام کا طریق دعوت تو یہ ہے کہ اگر نو سو ننانوے باتیں کہکر چھوڑ دیني پڑیں' اور ہزارویں بات سے مخاطب کے اندر فہم و بصیرت پیدا ہو سکے ' تو اُنہیں ایسا کرنے میں بھي کبھي تامل نہ ہوگا - وہ ایک کے بعد ایک ' سینکڑوں باتیں چھوڑتے چلے جائینگے - یہانتک کہ مخاطب کے دل کا دروازہ کھل جاے اور حقیقت اور سچائي کي جھلک دیکھہ لے !

(طبیب اور داعي)

افسوس' قرآن کہاں لیجانا چاہتا تھا ' اور دنیا نے اُسے سر پر رکھکر کدھر کا رخ کیا ! ہمارے مفسرین متکلمین ارسطو کي منطق اور یونانیوں کي دانش فروشیوں میں ایسے گم ہوگئے کہ اُنہیں دوسري راہوں کي خبر ہي نہ رہي - حالانکہ دنیا میں صرف مناظر اور منطقي ہي نہیں ہوتے - طبیب اور معالج بھي ہوتے ہیں - طبیب کا فرض کیا ہوتا ہے ؟ کیا یہ ہوتا ہے کہ مریض سے اُس کي جہالت اور نا داني کي ایک ایک بات پر لڑے اور مناظرہ کرے ؟ نہیں ' ہزار بار نہیں - اگر طبیب ' طبیب صادق ہے ' تو اس کي ساري قابلیت صرف اسي ایک نقطہ میں مرکوز رہیگي کہ کسي طرح مریض کو شفا حاصل ہو جاے ' اور کسي طرح موت کي جگہ زندگي کا دروازہ اُس پر کھل جاے - بسا اوقات ایسا ہوگا کہ وہ مریض کے لیے ایک غذا تجویز کریگا - اصول طب کے لحاظ سے غذا بہترین غذا ہوگي - لیکن طبیب بہتر نسخہ اور بہتر غذا تجویز کر سکتا ہے - بہتر معدہ خلق نہیں کردے سکتا - بہت ممکن ہے ' مریض کا معدہ اِتنا قوي نہ ہو' کہ اِس درجہ کي مقوي غذا کا متحمل ہوسکے - جونہي طبیب کو معلوم ہوگا کہ میري تجویز کي ہوئي غذا اُسے پچ نہیں سکتي ' وہ فوراً اُسے ترک کر دیگا ' اور دوسري غذا تجویز کر دیگا - اگر دوسري غذا بھي مریض ہضم نہ کرسکا ' تو عجب نہیں تیسري غذا تجویز کردے - بلکہ ہوسکتا ہے ' چوتھي اور پانچویں تک نوبت پہنچے - جب تک مریض غذا ہضم نہ ہو سکنے کي شکایت کرتا رہیگا ' طبیب غذا بدلتا رہیگا - وہ کبھي یہ نہیں کریگا کہ ایک ہي غذا تجویز کرکے اُس پر اَڑ جاے ' اور خواہ بدبخت مریض ہضم کرسکے یا نہ کرسکے ؛ یہ وہي لقمے اُسکے حلق میں ٹھونستا رہے - اگر ایسا کریگا ' تو یقیناً وہ طبیب نہ ہوگا ' نوع انساني کا سب سے زیادہ جاہل فرد اور سب سے بڑا قاتل ہوگا !

انبیاء کرام کے اعمال دعوت کے لیے اگر انسانوں کے کسي عمل سے مشابہت پیدا کي جا سکتي ہے ' تو وہ حکماء کي حکمت اور مناظرین کا مناظرہ نہیں ہے - اطباء کا معالجہ ہے - طبیب جسم کا علاج کرنا چاہتا ہے - انبیاء روح و دل کے روگ دور کرنا چاہتے ہیں - اُن کا سلوک بھي اپنے مریضوں کے ساتھہ ہمیشہ ویسا ہي ہوتا ہے - جیسا ایک طبیب کا ہونا چاہیے - وہ مریض سے مناظرہ کرنا نہیں چاہتے - اسے تندرست کرنا چاہتے ہیں - وہ بسا اوقات علم و یقین کي ایک دماغي غذا مریض کے سامنے رکھتے ہیں - غذا ہر طرح مفید اور بہتر سے بہتر ہوتي ہے - لیکن اُنہیں معلوم ہوجاتا ہے کہ جہل و ضلالت نے مریض کي فکري حالت اس درجہ خراب کردي ہے ' کہ یہ غذا اُس کا دماغ ہضم نہیں کرسکتا - یعنے اُس کي سمجھہ کي کجي اور دل کي گمراہي ساتھہ نہیں دیتي - جونہي اُنہیں اس حالت کا احساس ہوتا ہے' ایک طبیب حاذق کي طرح فوراً غذا بدل دیتے ہیں ' اور کوئي دوسري غذا جو اُس کا معدۂ فکر ہضم کرسکے' سامنے رکھدیتے ہیں - اُنہیں اِس بات کي بالکل پروا نہیں ہوتي کہ پہلي غذا کیوں بدلني پڑي ؟ اس لیے کہ مقصود کسي خاص غذا کا کھلادینا نہیں ہے ' بلکہ ایسي غذا کا کھلانا ہے جو مریض ٹھیک طور پر ہضم کر سکے - ہضم کي استعداد کے لحاظ سے ہر مریض کي حالت یکساں نہیں ہوتي - ایک مریض کے لیے دودھہ سے زیادہ زود ہضم غذا کوئي نہ ہوگي - لیکن یہي دودھہ دوسرے مریض کے لیے ناقابل ہضم ہوگا - جو حال جسم کے لیے معدہ کا ہے - وہي حال دماغ کے لیے فکر کا ہے - ذہن و فکر کا ایک بیمار ایسا ہوگا جو ایک خاص طرح کي دانائي قبول کرلے سکتا ہے ' لیکن ایک دوسرے بیمار دل کے لیے وہي بات ناقل فہم و تاثر ہوگي - انبیاء کرام علم و یقین کي بہتر سے بہتر دانائي رکھتے ہیں ' لیکن دماغ و فکر پیدا نہیں کردے سکتے - دودھہ کے بہتر غذا ہونے پر کون حرف لاسکتا ہے ؟ لیکن اِس کا کیا علاج کہ بد نصیب مریض نے اپنا معدہ کھو دیا ہے اور وہ دودھہ جیسي عمدہ اور زود ہضم غذا بھي ہضم نہیں کرسکتا ؟ یہي معني ہیں اس آیت کریمہ کہ : **انك لا تهدى من احببت ، و لكن الله يهدى من يشاء الى صراط مستقيم ! (۲۸ : ۵٦)** حالانکہ انبیاء کرام کے ہادي ہونے پر خود قرآن بار بار شہادتیں دے چکا ہے کہ : **و انك لتهدى الى صراط مستقيم ! (۴۲ : ۵۲)** تو مطلب یہي ہے کہ پہلي قسم کي آیات میں استعداد اور قابلیت خلق کرنے کي نفي ہے ' اور دوسري میں استعداد رکھنے والوں پر سچائي کي راہ کھولدینے کا اثبات ہے -

(بابل کا طبیب حق)

کئي ہزار برس گزرے ' اس بیمارستان ہستي میں ایک طبیب حق ابراہیم خلیل بھي تھے - اُن کا سابقہ بابل کے ایک مریض سے پڑا - یہ پادشاہي کے گھمنڈ کا روگي ' اور جہل و طغیان کي بیماریوں سے بد حال تھا - انہوں نے اُس کے سامنے علم و بصیرت کي ایک غذا رکھي : " ربى الذي يحيى و يميت " میرا تو اُس پروردگار پر ایمان ہے جس کے قبضۂ و تصرف میں ہماري موت و حیات ہے - یہ بہتر سے بہتر غذا تھي جو شک اور انکار کے کسي مریض کے لیے ہوسکتي ہے - لیکن مریض اپنے معدہ کي صلاحیت بالکل کھو چکا تھا - وہ اتني ہلکي اور سادہ غذا بھي ہضم نہ کرسکا - جہل و طغیان کے ہیجان میں بول اٹھا " انا احي و اميت " اگر تمہارے پروردگار کي یہي صفت ہے تو یہ بات تو مجھے بھي حاصل ہے - لاکھوں انسانوں کي جان میرے قبضۂ اختیار میں ہے - جسے چاہوں ہلاک کر ڈالوں - جسے چاہوں ' زندگي بخش دوں - یہ جواب سن کر حضرت ابراہیم کو معلوم ہوگیا کہ غذا گو بہتر تھي ' لیکن مریض کے معدے میں اتني بھي صلاحت نہیں کہ اسے ہضم کر سکے - اُنہوں نے فوراً پہلي قاب ہٹالي ' اور ایک دوسري غذا پیش کردي : " فان الله يأتي بالشمس من المشرق ' فأت بها من المغرب ! " اچھا ' اگر ایسا ہي ہے ' تو دیکھو ' یہ سورج ہمارے سروں پر چمک رہا ہے - یہ ہر روز پورب سے نکلتا ہے اور پچھم کي طرف ڈوب جاتا ہے - تم اسے ایک مرتبہ پچھم سے نکال دکھاؤ ! یہ غذا ٹھیک اُسکے معدہ کي استعداد کے مطابق تھي - حلق سے اُتري ' اور ہضم ہوگئي : " فبهت الذي كفر " اب اُس میں کچھ بحثي کا دم خم نہ رہا - دم بخود ہوکر رہگیا !

خدا را غور کیجیے - بات کتني صاف اور دلاویز تھي ' اور مفسرین نے اُسے کس طرح مشکلوں اور پیچیدگیوں کا گورکھہ دھندا بنا دیا ہے ؟ اگر حضرت ابراہیم کا طریق بیان مجادلانہ ہوتا - ہدایت کا نہ ہوتا - تو وہ اپني پہلي بات ہي پر مخاصم سے اُلجھہ پڑتے '

باب التفسير

حجة ابراهيمي

ايۀ كريمه " الم تر الي الذي حاج ابراهيم " كي تفسير

قرآن حكيم كا أسلوب بيان اور طريق استدلال

تفسير كا قرآني اور غير قرآني طريقه

(از مولانا ابو الكلام)

(٤)

(آيۀ زير تدبر كي تفسير)

اب آيت زير تدبر پر غور كيجيے :

الم تر الى الذى حاج ابراهيم فى ربه أن اتاه الله الملك ، اذ قال ابراهيم : ربى الذى يحيي و يميت ـ قال : انا احى و اميت ـ قال ابراهيم : فان الله ياتى بالشمس من المشرق فأت بها من المغرب ! فبهت الذى كفر ، و الله لا يهدى القوم الظالمين ! (٢ : ٢٦٠)	اے پيغمبر ! كيا تمهيں اُس شخص كا حال نهيں معلوم جس نے محض اِس وجه سے كه خدا نے اُسے پادشاهت دے ركهي تهي ' جهل و غرور ميں سرشار هوكر ابراهيم سے اُس كے پروردگار كے بارے ميں حجت كي ؟ جب ابراهيم نے كها : ميرا پروردگار وه هے جو زنده كرتا هے اور مارتا هے - تو اُس نے كها ' يه تو ميں بهي كرسكتا هوں - ميں جسے چاهوں ' ماردوں - جسے چاهوں زندگي بخش دوں -

اِس پر ابراهيم نے كها : اچها ' اگر ايسا هي هے تو خدا هميشه سورج كو مشرق سے نكالتا هے - تم مغرب سے نكال دكهاؤ ! يه سنكر وه هكا بكا رهگيا - اور الله كا قانون يه هے كه ظلم كرنے والوں پر هدايت كي راه كبهي نهيں كهلتي !

(١) سب سے بڑا الجهاؤ جو اس آيت كي تفسير ميں پڑگيا هے ' وه حضرت ابراهيم كا انداز سخن هے - جب مخاطب نے ايک ايسي بات كے جواب ميں جو اثبات مدعا كيليے قطعي اور نهايت درجه واضح تهي ' جهل و غرور سے ايک نهايت لغو بات كهدي ' تو حضرت ابراهيم نے نه تو اپني بات كي مزيد تشريح كي ' نه مخاطب كو اُس كے جهل و نا فهمي پر متنبه كيا ' بلكه فوراً پهلي بات چهوڑ كر ايک دوسري بات كهدي - " فان الله يأتي با لشمس - الخ " مفسرين نے طرح طرح كي توجيهيں كي هيں ' مگر سر رشتۀ تفسير ميں كچهه ايسي گره پڑگئي هے كه كوئي ناخن تاويل بهي اُسے نهيں كهول سكتا - بڑي تحقيق كي بات جو حضرت امام رازي نے ڈهونڈهه نكالي هے ' يه هے كه يه دو مختلف دليليں نهيں تهيں - ايک هي دليل كي مختلف مثاليں تهيں - ليكن اول تو دونوں دليلوں ميں ربط و مناسبت پيدا كرنے كے ليے سبب و واسطه اور حركت افلاک كي بحثيں پيدا كي گئي هيں ' اور وه اس قدر دور ازكار اور بے معني هيں كه اُنهيں تسليم كرلينا قرآن كو قرآن كي جگه كوئي دوسري چيز بنا دينا هے ـ ثانياً ' خود امام صاحب چار سطر پہلے معترض كي زباني همیں سنا چكے هيں كه رجوع خواه دليل سے كيا جاے خواه مثال سے ' ليكن مستدل كے ليے ضروري هے كه معارض كے جواب كي غلطي ظاهر كردے ' ورنه اُس كا عجز ثابت هوجايگا - پس اگر دليل كو مثال بنانے كي يه ساري مصيبت گوارا بهي كرلي جائے ' جب بهي بات بنتي نهيں - اعتراض جوں كا توں باقي رهجاتا هے -

اصل يه هے كه يه ساري مصيبت اسي ليے پيش آئي هے كه اس مكالمه كو منطقي " مناظره " قرار ديديا گيا هے - مناظره كا مقصود انكشاف حق نهيں هوتا - اِسكات خصم هوتا هے - اس ليے مناظر كا فرض هوتا هے كه ايک بات پيش كركے اُس پر اس طرح جم جائے ' كه خواه زمين و آسمان اپني جگه سے ٹل جائيں ' ليكن وه اپني جگه سے نه هلے - اگر مخاطب كي سمجهه ساتهه نهيں ديتي ' تو هزار مرتبه نه دے - اُس كي بلا سے - وه اُس كا جهل ثابت كرديگا ' اور مخاطب كا جهل ثابت كركے اُسے ذليل اور لا جواب بنا دينا هي اُس كي بڑي سے بڑي جيت هے - باقي رهي يه بات كه جو بات مخاطب كے ذهن نشين كرني تهي ' وه اُس كے دل ميں اُتر سكي يا نهيں ؟ تو مناظر كو نه تو اِس كي پروا هوتي هے ' نه فن مناظره كا يه مقصود هے - مناظر صرف يه چاهتا هے كه مخاطب كو ميدان سخن ميں هرا دے - يه مقصود جس طرح بهي حاصل هوجائے ' اُس كي جيت هے - همارے متكلمين كي نظر ميں چونكه انبياء كرام كي بهي سب سے بڑي فضيلت يهي تهی كه وه مناظر اور منطقي هوں ' اس ليے اِسي اعتبار سے اس مكالمه پر بهي نظر ڈالتے هيں ' اور قدرتي طور پر چاهتے هيں كه ايک شاطر مناظر كي طرح حضرت ابراهيم بهي اپني بات پر اڑ جاتے ' اور خواه اُن كا مخاطب سمجهه سكتا يا نه سمجهه سكتا ' يه اُسي پر لڑتے جهگڑتے رهتے - اگر اُس نے جهل و غرور سے ايک لغو بات كهدي تهي ' تو چاهيے تها كه يه اُس كي لغويت اور جهالت پر ايک لنبي چوڑي تقرير فرماتے - پهر اگر وه اُس كے جواب ميں بهي كوئي بكواس كر ديتا - تو يه اُس كے جواب الجواب ميں آستنيں چڑها ليتے - يهاں تک كه صرف اپني دليل كي شرح و توضيح اور رد و جواب هي ميں شام كر ديتے !

ليكن همارے مفسرين بهول گئے - اُنهيں ياد نهيں رها كه ابراهيم خليل ' داعي حق تهے - مناظر و مجادل نه تهے - اور اِسي ايک بنيادي فرق نے اُنكي راه مناظره و مجادله كي ساري راهوں سے الگ كردي تهي - اُنكا كام يه نه تها كه كسي خاص دليل پر اڑ جائيں ' يا مخاطب كے اِظهار جهل و عجز كا كوئي موقعه هاتهه سے نه ديں - اُن كا كام يه تها كه برگشته دلوں كو سچائي كي راه دكهلا ديں - وه دليلوں كے تحفظ كيليے بلكه حق اور ايمان كي حفاظت كيليے لڑتے تهے - اِس مكالمه ميں تو حضرت ابراهيم نے صرف اِتنا هي كيا كه ايک بات چهوڑ كر دوسري بات كهدي ' اور اِسي پر همارے مفسرين

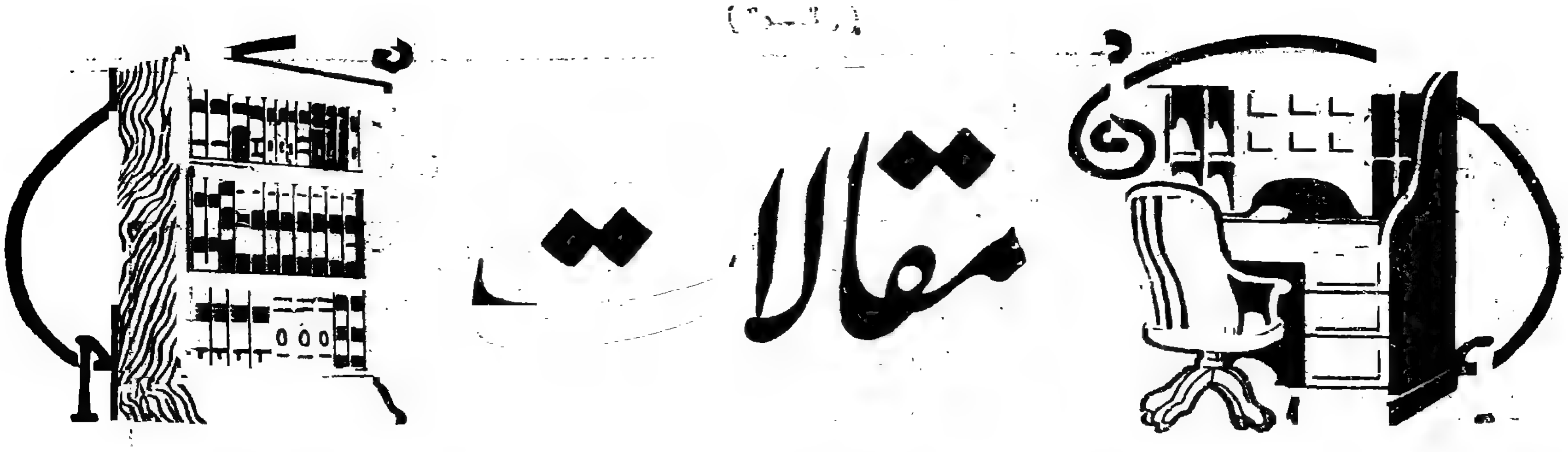

مقالات

هدايت يهي هے كه جن لوگوں نے ظلم و طغيان كي راه اختيار كرلي هے ' أن پر هدايت و سعادت كي راه نهيں كهلتي !

(منطقي شبهات)

(۴) همارے مفسرين كو صرف اسي كي فكر نهيں هے كه حضرت ابراهيم كو منطقي اور مناظر ثابت كر دكهائيں ' بلكه وه نمرود كے ليے بهي بهت متفكر هيں - أن كي كوشش يه هے كه أس كي كوئي بات بهي فلسفيانه دقيقه سنجي سے خالي نه جائے - چنانچه أس كے اس قول كي توجيه ميں كه " انا احي و اميت " حضرت امام رازي نے بڑي بڑي كاوشيں كي هيں ' اور بالاخر اِسے واسطه اور سبب كے جهگڑوں ميں لے گئے هيں - ليكن اب آپ سمجهه گئے هونگے كه يه تمام كاوشيں قطعاً دور از كار اور بے معني هيں - قرآن حكيم اس جاهل متمرد كا جهل و غرور دكهلا رها هے - همارے متكلمين كي طرح أسے فيلسوف ثابت كرنا نهيں چاهتا - يه تمام توجيهيں بهي كه أس نے ايک راجب القتل قيدي كو چهوڑ ديا تها اور ايک كو قتل كرديا تها ' قطعاً غير ضروري اور مكالمه كي حقيقت سے دور ليجانے والي هيں - " انا احي و اميت " كا صاف مطلب وهي هے جو ايک مغرور اور بر خود غلط پادشاه كا هميشه ايسے متكبرانه دعوؤں سے هوا كرتا هے -

(۵) اب آپ نے سمجهه ليا هوگا كه جس قدر شبهات پيدا هوئے تهے ' في الحقيقت أن ميں سے كسي شبه كي بهي يهاں گنجايش نهيں - بڑے شبهات امام صاحب كے اور آپ كے پيدا كيے هوئے يه تهے كه نمرود اگر مدعي تها تو دليل اُسے پيش كرني تهي' نه كه حضرت خليل كو' اور جب حضرت خليل نے ايک دليل پيش كردي تو أس سے رجوع كيوں كيا؟ ليكن يه تمام شبهات غير متعلق هوجاتے هيں جب واضح هوجاتا هے كه نه تو يه مناظره مصطلحهٔ فن تها ' نه مخاصم كي حيثيت مدعي كي تهي ' اور نه انبياء كرام مناظرانه طريقه سے رد و كد كرتے هيں - باقي رها يه شبه كه جب مخاصم نے پهلي بات كے جواب ميں ايک جاهلانه دعوى كرديا تها ' تو دوسري بات كے جواب ميں بهي كوئي نه كوئي بات كهدے سكتا تها ' تو اس شبه كي بهي اب كوئي گنجايش نهيں رهي - يه شبه اس ليے پيدا هوا تها كه " فبهت الذي كفر " كے معني مناظره ميں لا جواب هوجانے كے سمجهے گئے تهے - ليكن جب واضح هوگيا كه " بهت " سے يهاں مقصود بات بنانے ميں لا جواب هوجانا نهيں هے ' بلكه ايک سچي بات سے متاثر هوكر هكا بكا رهجانا هے ' تو ظاهر هے ' يه شبه كيوں وارد هو؟ جب ايک حقيقت جس كے جهٹلانے اور نه ديكهنے كي وه كوشش كر رها تها ' اس كے سامنے بے نقاب هوگئي ' تو أس ميں كج بحثي كا دم خم باقي نه رها - لاچار اور دم بخود هوكر رهگيا -

* * *

جديد مذهب روحي

تاريخ ظهور ' موافقين و مخالفين ' اور نقد و تبصره

تقريباً تين ماه گزرے ' مطبوعات جديده كے سلسله ميں ايک كتاب كا ذكر ان صفحات پر كيا گيا تها ' جس ميں سر كونن ڈائيل كے بعض مضامين يورپ كے جديد مذهب روحي كي تائيد ميں شائع هوئے تهے - اس تحرير كے آخر ميں هم نے وعده كيا تها كه آينده اس موضوع پر تفصيل كے ساتهه نظر ڈالينگے -

اس تحرير كي اشاعت كے بعد ' قارئين الهلال ميں سے متعدد حضرات نے اس موضوع سے اپني غير معمولي دلچسپي ظاهر كي' اور بار بار اصرار كيا كه اس بارے ميں تفصيل كے ساتهه بحث كي جاے - آج هم چاهتے هيں ' ايک سلسلهٔ مقالات اس موضوع پر شروع كريں - اس سلسله ميں حسب ذيل امور يكے بعد ديگرے بحث و بيان ميں آئينگے :

(۱) جديد مذهب روحي كے ظهور و اشاعت كي مختصر تاريخ

(۲) موافق اور مخالف علماء كے آراء

(۳) بعض مشهور اور علمي نوعيت كے تجارب اور عمليات

(۴) موافقين و مخالفين كي رائيوں كا موازنه اور تبصره

(ظهور و اشاعت كي تاريخ)

سنه ۱۸۵۶ - ميں نيو يارک امريكه كے ايک گاؤں هيڈس ويل نامي ميں ايک عجيب واقعه پيش آيا - جان فاكس نامي ايک شخص كا خاندان هر روز اپنے گهر ميں ايک خاص قسم كي كهٹ كهٹ سنا كرتا تها - ايک دن مسز فاكس نے جرأت كركے اس آواز كو مخاطب كيا :

" كيا تم كوئي روح هو؟ "

پهر أس سے طے كيا كه جواب ميں اثبات كي علامت ايک خاص طرح كا كهٹكا هے ' اور نفي كي علامت ايک خاص طرح كا - چنانچه سوال و جواب هوتے رهے ' اور عورت كو معلوم هوگيا كه آواز واقعي ايک روح كي هے جو اِسي گهر ميں رهتي هے - پڑوسيوں نے ايک آدمي اِس مكان ميں قتل كركے دفن كر ديا تها اور أس كا مال لوٹ ليا تها - يه أسي كي روح هے -

عورت نے فوراً پوليس كو خبر پهنچائي - حكام نے آكر اُسي طريقے پر روح كا بيان اپنے كانوں سے سنا - پهر وه مقام كهودا گيا جهاں روح نے لاش مدفون بتائي تهي - لاش مل گئي' اور بالاخر قاتلوں كا پته بهي چل گيا !

وہ کہتے ' میرا مطلب جلانے مارنے سے یہ نہیں هے جو تم سمجھے هو - نتیجه یه نکلتا که اصل مدعا کي جگه ایک خاص دلیل اور اس کے مفهوم کي بحث چھڑ جاتي ' اور مخاصم کے لیے حقیقت کے فهم و بصیرت کا موقعه هي نهیں آتا - لیکن اُن کي راہ هدایت و دعوت کي راہ تھي - اُنھوں نے ایک دقیقه کے لیے بھي اپني نظر اصل مدعا سے نهیں هٹائي - جونهي معلوم هوا که پہلي بات اپنے جہل و غرور کي وجه سے وہ نهیں سمجھه سکا هے ' تو بغیر کسي تامل کے اُسے چھوڑدیا - ایک دوسري بات پیش کر دي - یه بات اس کي فکري استعداد کے ٹھیک مطابق تھي - نتیجه یه نکلا که تیر نشانه پر لگ گیا - اگر حضرت ابراهیم کو ایک بات چھوڑنے کي جگه ایک هزار باتیں چھوڑني پڑتیں ' جب بھي انهیں اس میں تامل نه هوتا !

(مکالمه کي تفسیر)

(۳) میں نے سب سے پہلے مکالمه کے اسي پهلو پر نظر ڈالي ' کیونکه بغیر اسکے اُس کي حقیقي نوعیت واضح نهیں هو سکتي تھي - اب آیات کي ترتیب بیان کے مطابق پورے مکالمه کي تفسیر سمجھه لیجیے :

" أن اتاہ الله الملک " کي تفسیر اور اس کي ضمیر کے مرجع کے تعین میں مفسرین نے بیکار دماغ سوزي کي هے - حالانکه مطلب بالکل صاف تھا - یه قرآن حکیم کا معجزانه ایجاز بلاغت هے که صرف ایک جمله کهکر معامله کي پوري نوعیت آشکارا کر دي - جس انسان نے حضرت ابراهیم سے اُن کے رب کے بارے میں کج بحثي کي تھي ' قرآن واضح کر دینا چاهتا هے که اُس نے ایسا کیوں کیا تھا ؟ کونسي چیز تھي جس نے اُسکے اندر گمراهي کا ایسا طغیان اور سرکشي کا ایسا هیجان پیدا کر دیا که پروردگار عالم کا نام سنکر بھي اپنے تکبر اور خود پرستي کے دعووں سے باز نهیں آیا ؟ " أن اتاہ الله الملک " ! - یه سب کچھه اسلیے تھا که وہ پادشاہ تھا - یعني یه تاج و تخت کي بڑائي اور حکومت کے فاني اختیارات کا گھمنڈ تھا ' جس نے اُسے اس درجه مغرور اور بر خود غلط بنا دیا تھا - اس تصریح سے یه حقیقت واضح هو گئي که قرآن حکیم کا مطلب یه نهیں هے که وہ شخص شخصاً خدائي کا مدعي تھا - کیونکه اگر ایسا هوتا تو کیوں کها جاتا که " ان اتاہ الله الملک " پس معلوم هوا ' یه پادشاهت کا گھمنڈ تھا ' اور پادشاهت کے گھمنڈ سے گمراهي کي ایسي هي فکري حالت پیدا هو جایا کرتي هے -

" حاج ابراهیم في ربه " سے معلوم هوا که حضرت ابراهیم نے جب اُس پادشاہ کو ظلم و استبداد اور فساد و طغیان پر سرزنش کي ' اور پروردگار عالم کے احکام سے سرکشي کرنے کے نتائج سے ڈرایا ' تو وہ حضرت ابراهیم سے کج بحثي کرنے لگا - یعني اُس خدا کے بارے میں کج بحثي کرنے لگا جس کي مدد و نصرت کے بھروسه پر وہ تن تنها ایک جابر و قاهر پادشاہ کا مقابله کر رهے تھے ' اور ڈرنے کي جگه ڈرا رهے تھے ! چونکه وہ اپنے دیوتاؤں کي پرستش کرنے کے سوا اور کسي طریق عبادت سے آشنا نه تھا ' اس لیے اُس نے کها : وہ تمهارا خدا کون هے اور کهاں هے جس کي مدد کے بھروسے پر میرے سامنے آ کھڑے هوئے هو ' اور مجھه جیسے طاقتور پادشاہ کو بے باکانه سر زنش کرنے کي جرأت کرتے هو ؟ حضرت ابراهیم نے اس کے جواب میں کها : " ربي الذي یحي و یمیت " تمهارے دیوتاؤں کي طرح میرا کوئي خاص دیوتا نهیں هے - میرا ایمان تو اُس پروردگار عالم پر هے جس کے قبضه و تصرف میں تمام مخلوقات کي موت و حیات هے -

حضرت ابراهیم کا یه ارشاد کوئي فلسفیانه استدلال نه تھا - اُنھوں نے ایک ایسي سیدھي سادي بات کهدي تھي ' جس کا فطري طور پر هر انسان کے دماغ میں اذعان موجود هے - بشرطیکه اُس نے اپني خلقي بصیرت بالکل ضائع نه کردي هو - هر انسان وجداني طور پر محسوس کرتا هے که موت و حیات ایک ایسي چیز هے ' جس کا اختیار صرف اُسي ذات کے هاتھه میں هے جو اِس تمام کارخانهٔ هستي کي خالق هے - اُس کے سوا کوئي نهیں جو زندگي کا بخشنے والا اور پھر زندگي پر موت طاري کر دینے والا هو - بات بالکل صاف اور واضح تھي - لیکن بابل کا متکبر پادشاہ جو اپني پادشاهي کي طاقتوں کے نشه میں چور تھا ' حضرت ابراهیم کو زک دینے کے لیے اور ان کي دعوت ایماني کي تحقیر کے لیے بول اُٹھا " انا احي و امیت " واہ ' یه تمهارے خدا کي کونسي بڑي طاقت هوئي که مارتا هے اور جلاتا هے - یه بات تو مجھے بھي حاصل هے - هزاروں لاکھوں انسانوں کي جان میرے قبضهٔ و تصرف میں هے - میں پادشاہ هوں - جسے چاهوں قتل کر ڈالوں ' جسے چاهوں بخشدوں -

بلا شبه یه جواب انتها درجه جهل و ضلالت کا جواب تھا - حضرت ابراهیم نے کیا بات کهي تھي ' اور اس مغرور نے اُس کا مطلب کیا سمجھا - لیکن چونکه حضرت ابراهیم کا طریق مخاطبت " هدایت " کا طریقه تھا - " جدل " کا نه تھا ' اسلیے اُسکي جاهلانه بات پر بالکل متوجه نه هوے - وہ سمجھه گئے - غذا اگرچه نهایت عمدہ غذا تھي ' لیکن اس بیمار کا معدہ هضم نه کر سکا - اسے دوسري غذا دیني چاهیے - چنانچه انهوں نے فوراً دوسري بات فرما دي " فان الله یاتي بالشمس الخ " یه بات سنکر اس متمرد کي ساري کج بحثي ختم هو گئي ' اور اچانک حقیقت کي جھلک سامنے آ گئي - موت اور حیات والي بات اگرچه ایک حق پسند انسان کیلیے نهایت واضح بات تھي ' لیکن اس مغرور و جاهل کي فکري حالت شدت طغیان و غفلت سے اس قدر مسخ هو چکي تھي ' که کج بحثي کي ایک راہ نکال هي لي - لیکن یه دوسري بات اُس کي فکري حالت کے مطابق اس درجه اوقع فی النفس تھي ' که حقیقت کي طرف سے آنکھه بند کر لینے کا کوئي موقعه باقي نه رها - سورج سر پر چمک رها تھا ' اور وہ هر روز کي طرح آج بھي مشرق هي سے نکلتا هوا دکھائي دیا تھا ' اور مغرب هي کي طرف غروب هونے کیلیے ڈھل رها تھا - صدیوں سے ' هزاروں برس سے ' همیشه سے ' ایسا هي هوتا چلا آیا هے - کبھي ایسا نهیں هوا هے که اُسکي مقررہ رفتار میں یا طلوع و غروب کي جهتوں میں فرق پڑا هو - پھر کیا دنیا کا کوئي حکمران ' دنیا کا کوئي شهنشاہ ' دنیا کي کوئي بڑي سے بڑي طاقت بھي ایسي هے جو ایک دن کیلیے اُس کا رخ بدل دے ؟ ایک دن کے لیے نهیں ' ایک گھنٹه کیلیے ' ایک دقیقه کیلیے ' اُسکي رفتار میں اپني مرضي سے فرق ڈال دے ؟ یه حقیقت تھي جو اُس جاهل و مغرور کے سامنے نمایاں هو گئي - اگرچه اُس کي غفلت و شقاوت اس درجه تک پهنچ چکي تھي که وہ اب بھي سر جھکانے کیلیے طیار نهیں تھا ' لیکن حقیقت کے سامنے آ جانے کے بعد شوخ چشمي سے کج بحثي کرنے کا دم خم بھي نهیں رها تھا : " فبهت الذي کفر " - اور چونکه باوجود حقیقت کے نمایاں هو جانے کے وہ اعتراف حق پر آمادہ نهیں هوا ' اسلیے فرمایا " و الله لا یهدي القوم الظالمین " خدا کا قانون

پهر جب یهي عالم رائل سوسائٹي کا صدر منتخب هوا ' تو اُس نے اپني صدارتي تقریر میں اِس مذهب کي طرف اشارہ کرتے هوے کہا :

" میں نے مسلسل ۳۵ - سال اِس مذهب کي تحقیق کي هے - بهت سي نئي معلومات بهي حاصل کي هیں - میں عنقریب ایک نئي کتاب شایع کرنے والا هوں "

اِس مذهب کے ابتدائي ماننے والوں میں ایک جلیل القدر نام الفرڈ رسل ویلس کا بهي هے - یهي وہ مشهور عالم هے جس نے ٹهیک اُسي زمانہ میں مذهب نشؤ و ارتقاء کا اکتشاف کیا تها ' جبکہ ڈاروین کو اُس کا سراغ ملا تها - اِس نے اِس مذهب کے بارے میں دو مستند کتابیں " دور جدید کے معجزات " اور " مذهب روحي کي مدافعت " کے نام سے شایع کیں - اول الذکر کتاب میں لکهتا هے :

" میں سراسر ملحد تها - اپنے مادي مذهب کے سوا کسي بات پر بهي یقین نہیں رکهتا تها میں تصور بهي نہیں کر سکتا تها کہ اِس عالم میں مادہ اور اس کي قوت کے سوا کوئي روحاني زندگي بهي موجود هے - لیکن میں نے بے شمار تجربوں اور مشاهدوں کے بعد اپنے آپ کو مجبور پایا کہ اِس جدید مذهب کي تصدیق کروں - ...... یہ اُس وقت کي بات هے جب میں روح کے وجود کا قائل نہ تها - بهت مدت کے بعد مجهے مان لینا پڑا کہ یہ امور واقعي روح هي کے ذریعہ واقع هوتے هیں ' کیونکہ اُن کي کوئي دوسري تعلیل ممکن هي نہیں هے "

مشاهیر علماء میں ایک اٹالین عالم لومبروزو Lombroso هے - یہ علم الجرائیم کا باني هے - پہلے یہ اِس مذهب کا سخت مخالف تها اور اس کے ماننے والوں کو مجنون قرار دیتا تها - لیکن تحقیقات اور ذاتي تجربہ کے بعد اُس کا پرجوش حامي بن گیا - اُس نے مشهور فرنچ عالم فلکیات فلا مریوں Camille Flammarean اور فرنچ اکاڈیمي کے پروفیسر چارلس ریشیے کے ساتهہ ملکر اِس مذهب کا طویل مطالعہ کیا اور اپني تحقیقات کے نتائج ایک کتاب کي صورت میں شائع کیے - اس کتاب کے مقدمہ میں وہ لکهتا هے :

" اپني خاص علمي تربیت اور نفسي میلان کي بنا پر میں مذهب روحي کا سب سے بڑا دشمن تها - مجهے یہ بات بالکل بدیهي معلوم هوتي تهي کہ هر قوت مادہ هي کا ایک خاصہ هے ' اور هر فکر ' دماغ هي کا ایک فعل هے - اس کے سوا میں کچهہ تصور هي نہیں کر سکتا تها - میں اِس مذهب کے ماننے والوں کا مضحکہ اڑایا کرتا تها - لیکن حق و حقیقت پر میري فریفتگي بالاخر میرے میلان نفس پر غالب آگئي - مسلسل تجربوں اور مشاهدوں کے بعد اب مجهے اس پر پورا یقین هے "

اِن کے بعد پروفیسر هاڈسن ' پروفیسر میرس (کیمبرج) سٹنٹون موزس (آکسفورڈ) سر جان کاکس ' پروفیسر پارکس ' مسٹر گلاڈسٹون ' مسٹر بالفور وغیرہ انگریز علماء اور مدبروں نے بهي اِس کي تحقیقات کي ' اور اعتراف پر مجبور هو گئے -

اِسي طرح فرانسیسي علماء میں قابل ذکر چارلس ریشیے ' کیمیل فلا مریوں ' ڈاکٹر مکسویل ' پیبیر کانیہ ' پیر دورو ' پاراٹرک وغیرہ هیں - جرمني اور امریکا کے بهت سے اقطاب علم بهي اِس کے معتقد هو چکے هیں - اُن کے نام اور مباحث آیندہ اپنے محل میں آئینگے -

مشهور فرانسیسي عالم فلسفہ ' جان ویلو نے سنہ ۱۸۹۵ع میں کہا تها :

" یہ فرض نہیں کیا جاسکتا کہ یہ تمام علماء فریب اور تدلیس کے ذریعہ ' اوهام و خرافات کي برباد شدہ حکمراني پهر قائم کر دیني چاهتے هیں - اِس خیال کي بهي گنجائش نہیں کہ یہ لوگ بالکل سادہ لوح هیں ' اور اپني حماقت کي وجہ سے اِن امور پر یقین لے آئے هیں ' کیونکہ علمي تجارب میں ان اکابر علم کي دقت نظر معلوم و مسلم هے "

علم نفسیات کا مشهور ماهر پیر جاني اپني کتاب میں جو اِسي موضوع پر هے ' لکهتا هے :

" مذهب روحي ' هر اعتبار سے دقیق مطالعہ اور اصولي بحث کا مستحق هے - اِس میں شک اور تضحیک کي بالکل گنجائش نہیں هے - همیشہ فریب ' فریب ' پکارتے رهنا بهي صحیح نہیں هے - کیونکہ یہ تحریک جس نے یورپ میں اپنے بے شمار مراکز قائم کرلیے هیں اور عقلاء و علماء کا ایک جم غفیر اُس کا علم بردار بن گیا هے ' سراسر دهوکا اور فریب نہیں هوسکتي - ضرورت هے کہ منکرین ایمانداري کے ساتهہ اُس کا مطالعہ کریں "

پروفیسر چارلس ریشیے (رکن فرانسیسي اکاڈیمي اور مدرس طبي یونیورسٹي) اپنے ایک مقالہ میں جو اُسکے مقالات کے مجموعہ مطبوعۂ سنہ ۱۸۹۳ میں شایع هوا هے ' لکهتا هے :

" یہ ناممکن هے کہ انگلستان ' امریکا ' فرانس ' جرمني ' اٹلي کے یہ تمام علماء و فلاسفہ فریب خوردہ هوں - منکرین ' روحي مذهب پر جتنے بهي اعتراض کرتے هیں ' سب کے سب اِن علماء کے پیش نظر تهے - فریب سے بچنے کے لیے بهي یہ پوري احتیاط برتتے تهے - میں هرگز تسلیم نہیں کرسکتا کہ یہ تمام عقلاء سراسر وهم و مکر کا شکار هوگئے هوں "

مشهور فرانسیسي عالم گبریل دولاں اپني کتاب میں جو معاضرات ارواح پر لکهي هے ' لکهتا هے :

" جب رابرٹ هیر ' موابس ' اور اڈمون کے درجہ کے لوگ امریکا میں ' اور کروکس ' ویلاس ' لواج ' انگلستان میں ' اکزاکوف ' بٹرولوف ' روس میں ' فیشنر ' زولنڈ ' جرمني میں ' کسي بات کي صحت پر زور دیں ' تو هم یہ تسلیم کرلینے پر مجبور هو جائینگے کہ یہ بات ضرور کوئي علمي حقیقت هے ' اور هر لحاظ سے بحث و نظر کي مستحق هے - مذهب روحي کا بهي یهي حال هے - یہ علماء اُس کے معتقد هیں - لہذا اُسے سراسر خرافات قرار دینا ' عقلمندي سے بعید هے "

یہ عجیب بات هے کہ اِس مذهب کے تقریباً تمام ماننے والے ' مشاهیر علماء ' شروع شروع میں اِس کے سخت مخالف تهے ' اور اِس کي تحقیق پر محض اِس لیے مستعد هوئے تهے کہ روحانیات کا فریب طلسم توڑ کر ضعیف الاعتقاد انسانوں کو نجات دلائیں ' مگر تحقیقات کے بعد اُن کي رائے بدل گئي ' اور خود معترف و مصدق هوگئے !

* * *

روح کا ابتدائي ظهور
جيسا که استحضار ارواح کے معتقدوں کا خيال هے

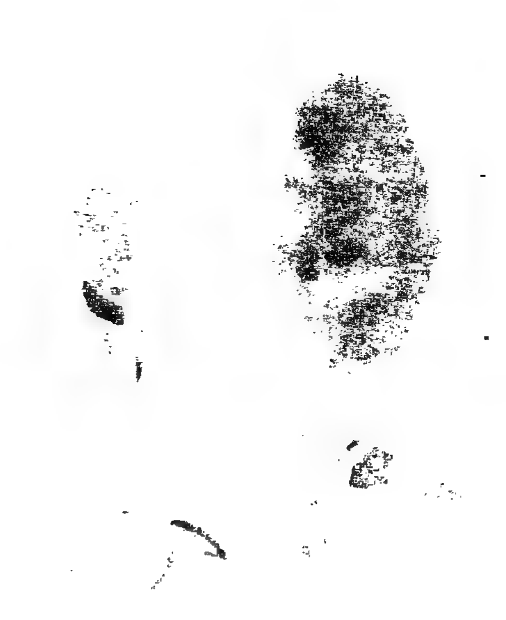

اِس واقعه کے بعد روح کي بے قراري دور هوگئي' ليکن مسٹر جان فاکس کي دونوں لڑکيوں کے پاس وہ برابر آتي جاتي رهي - يهاں تک که يه لڑکياں اُس سے از حد مانوس هوگئيں - پهر اُس کے ساتهه کئي دوسري روحيں بهي آنے لگيں' اور بات چيت کا طريقه بهي زياده صاف اور معين هوگيا - صورت يه هوئي که ايک بهن حروف ابجد ايک ايک کرکے پڑهتي جاتي تهي' اور هر حرف پر روح ايک يا دو مرتبه کهٹکهٹا ديتي تهي - اِس طرح تمام حروف کي علامتيں طے پاگئيں' اور گفتگو آساني سے سمجهي جانے لگي -

ايک دن روح نے آکر دونوں بهنوں سے درخواست کي که وہ ايک اعلان عام کے ذريعه نيويارک کے کسي بڑے ايوان ميں لوگوں کو جمع کريں اور روح کے وجود و بقا کا ثبوت پيش کر ديں - مگر بهنوں نے اِس سے انکار کيا - وہ ڈرتي تهيں' لوگ اُنهيں جادوگر خيال کرينگے - ليکن روح نے اصرار کيا " ميں انسانوں کو يقين دلانا چاهتي هوں که روح کبهي فنا نهيں هوتي - محض اِسي غرض سے ميں نے تم سے تعلقات قائم کرنے کي يه سخت تکليف برداشت کي هے - اب اگر تم ميري درخواست منظور نهيں کروگي' تو تم سے قطع تعلق کر لونگي " بهنوں نے اب بهي انکار کيا - اِس پر روح نے اپني آمد و رفت موقوف کردي !

دونوں بهنيں روح کي ناراضگي سے نهايت غمگيں هوئيں - کيونکه وہ اُس سے حد درجه مانوس هوچکي تهيں - مجبوراً اُنهيں روح کا کهنا ماننا پڑا' مگر اِس شرط پر که پهلے وہ تهوڑے آدميوں کے روبرو يه بات پيش کرينگي - پهر بتدريج عام مجمعوں کے سامنے ظاهر هونگي - روح نے يه شرط منظور کرلي' اور دونوں بهنوں نے نجي مکانوں ميں خاص خاص علماء کے سامنے يه حيرت انگيز امور ظاهر کرنا شروع کر ديے - پهر بتدريج جرأت پا کر عام اجتماعوں ميں بهي تقريريں کيں - لوگوں نے يه تمام امور ديکهے' اور هر طرح کي احتياطيں کي گئيں' مگر کسي فريب کا پته نه لگا سکے - تهوڑي هي مدت ميں يه خبريں تمام ملک ميں مشهور هوگئيں' اور هر جگه اُن کا چرچا هونے لگا -

سب سے پهلے مسٹر اڈمونڈس امريکن مجلس خواص کے صدر کو اِس معامله کي تحقيقات کا خيال پيدا هوا - اُس نے علمي طور پر هر پهلو سے جانچ کي - ليکن بالاخر اُس کي صحت پر ايمان لے آيا' اور اپني تحقيقات کے نتائج اخبارات ميں شائع کرديے - اس تحرير کے شايع هوتے هي تمام امريکه ميں هلچل پڑگئي - اخبارات نے بري طرح اُس پر لے دے شروع کردي - بالاخر وہ مجبور هوا که اپنے عهدے سے دست بردار هوجائے اور آزادي کے ساتهه اِس حقيقت کي مزيد تحقيق و تجربه ميں مشغول هوجائے - چنانچه اُس کي سعي و همت سے اِس نئے مذهب کو بهت شهرت حاصل هوگئي -

اُس کے بعد پروفيسر مابس' جو امريکن اکاڈيمي ميں علم کيميا کے ماهر تهے' اِس جانب متوجه هوئے - اُنهوں نے بهي اس کي تصديق کي' اور اپنے نتائج بحث پوري جرأت سے شايع کر ديے -

اِن کے بعد پروفيسر روبرٹ هير اِس ميدان ميں آئے - طويل بحث و نظر کے بعد يه بهي اس کے قائل هوگئے - اور ايک نفيس کتاب " نفسي ظواهر پر مباحث " کے نام سے شايع کي -

اِن تحريروں کا نتيجه يه هوا که عام بحث شروع هوگئي - امريکا ميں کوئي عالم بهي ايسا نه تها جس نے موافقت يا مخالفت ميں کچهه نه کچهه نه لکها هو -

امريکا سے يه مذهب انگلستان پهنچا - يهاں سب سے پهلے مشهور کيمياوي وليم کروکس نے اُس پر نظر ڈالي - بعض انگريز وسيطوں کے ذريعه خود بهي تجربے کيے - بالاخر اس کي صداقت کا معترف هوگيا' اور ايک کتاب بهي اسکي تائيد ميں لکهکر شايع کي - اِس کتاب کا نام بهي " نفسي ظواهر پر مباحث " تها - اِس ميں وہ ايک مقام پر لکهتا هے :

" چونکه ميں اِن واقعات کي پوري طرح تحقيق کر چکا هوں' اِس ليے يه ميري سخت اخلاقي بزدلي هوگي اگر اپني شهادت محض اِس خوف سے مخفي رکهوں' که لوگ اُس کا مضحکه اڑائيں گے - يه وہ لوگ هيں جو اِس بارے ميں کوئي علم نهيں رکهتے - اُن کے پاس کوي يقين اور برهان نهيں هے - ليکن ميں نے اِس معاملے کي پوري طرح تحقيق کرلي هے' اور اُس کي حقانيت پر پخته يقين رکهتا هوں "

روح کا تمثل اور تشکل
جيسا که اِس مذهب کے معتقدين کا خيال هے

بريدِ فرنگ

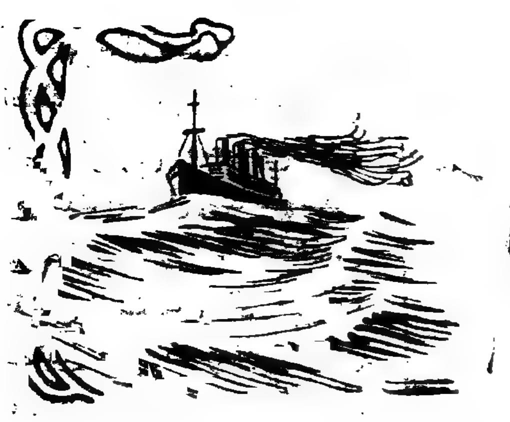

حجاز اور سمرقند !

به بین تفاوت ره از کجاست تا بکجا ؟

پچھلي ڈاک کے انگریزي رسائل کے بعض مصور مضامین نہایت دلچسپ هیں - ممکن ہے ' بعض نگاهوں کیلیے عبرت انگیز بھي هوں !

ایک مصور رساله نے دو تصویریں بالمقابل شائع کي هیں ' اور اُن کے لیے یه سرخي تجویز کي ہے : " حجاز سے سمرقند تک ! "

ایک طرف سلطان عبدالعزیز ابن سعود کي تصویر ہے - اُس کے نیچے حکومت حجاز کے نئے احکام درج کیے هیں جن میں احکام شرع کے اتباع و عمل پر زور دیا گیا ہے ' اور وہ تمام باتیں قانوناً لائق تعزیر قرار دي هیں جو اخلاق و آداب شرع کے خلاف هوں - حتی که باشندگان حجاز کے لیے ڈاڑھي منڈانا بھي حکماً روک دیا ہے -

دوسري طرف ترکستان کے مشهور تاریخي شهر سمرقند کے ایک اجتماع کا مرقع ہے - یه اجتماع مردوں کا نه تھا - خانه نشیں عورتوں کا تھا ' اور ایک جلوس کي صورت میں اس لیے " بازار سراے " میں جمع هوا تھا ' تاکه " آیندہ کے لیے نقاب اور برقع کے استعمال سے عورتیں انکار کردیں !

به بیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا ؟

اِس واقعه کي اِطلاع خبر رساں ایجنسیوں کے ذریعه دنیا میں مشتهر هوچکي ہے ' لیکن اب تفصیلات بھي یورپ کے اخبارات میں آگئي هیں -

قارئین الهلال کي دلچسپي کیلیے دونوں تصویریں نقل کردي جاتي هیں - پہلي تصویر میں دراز قد صورت سلطان ابن سعود کي ہے - دوسرے مرقع میں سمرقند کي خواتین کا هجوم نمایاں ہے ' جو ایک جلوس کي صورت میں بازاروں سے گزر رها ہے -

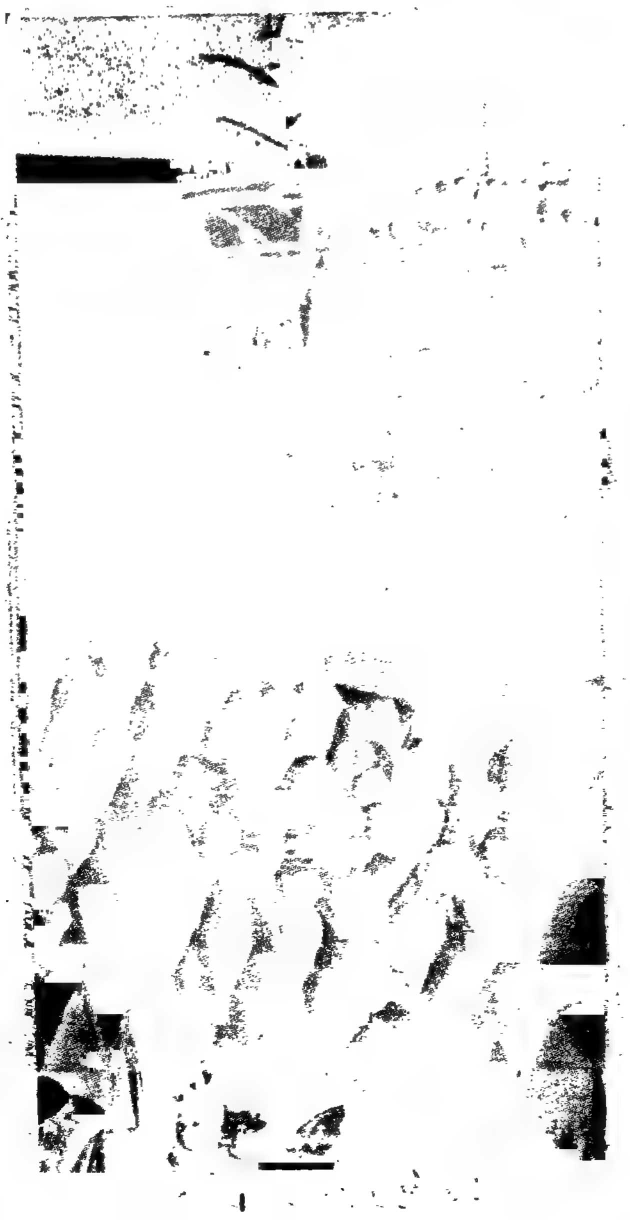

میڈونا کیلیے — هندوستاني نمونه

" سنیتا اور " انور "

انگلستان کا امریکن نژاد سنگ تراش جیکب ایسٹین Jacob Epstein کچھه عرصه سے " میڈونا " کا ایک نیا مجسمه طیار کرنے میں مشغول تھا جسکي شهرت نے نه صرف براعظم یورپ کي بلکه امریکه کے ماهرین فن کي بھي توجه اور دلچسپي حاصل کرلي تھي -

رفته رفته یه شهرت یہاں تک بڑھي که ابھي صناع اپنے کام سے فارغ بھي نہیں هوا تھا که امریکه کے قدر شناسان فن نے مجسمه اپني سرزمین کے لیے حاصل کرلیا - اب مسٹر جیکب مجسمه لیکر نیو یارک جا رهے هیں ' تا که وهاں پہلي مرتبه اس کي نمایش کریں - تازہ ڈاک کے اخبارات و رسائل میں کوئي پرچه ایسا نہیں ہے جس نے اس معامله سے اپني دلچسپي ظاهر نه کي هو -

معامله کا نہایت دلچسپ پہلو یه ہے که صناع نے " میڈونا " اور اسکے بچے کیلیے ایک هندوستاني خاتون اور اس کے دہ ساله بچے کا چہرہ بطور نمونه کے استعمال کیا ہے - خیال کیا جاتا ہے که اس یوناني دیوي اور مسیحیت کي " مقدس کنواري " کا یه پہلا مجسمه ہے جسکے خال و خط میں هندوستاني چشم و ابرو کا عنصر آمیز کیا گیا ہے - یه آمیزش فن کے لحاظ سے کہاں تک قابل تحسین ہے ؟ اِس پر انگلستان اور امریکه کے ماهرین فن نے ایک طول طویل سلسلهٔ نزاع جاري کردیا ہے - اُمید کي جاتي ہے که نیو یارک کي نمایش کے بعد یه نزاع اور زیادہ وسعت اور اهمیت پیدا کرلیگي !

اثر عتيقه

فرانس کی نئی اثری دریافت

عهد حجري کي عجيب و غريب آشياء

حال ميں فرانس کي ايک جديد اثري دريافت نے علماء آثار کي غير معمولي توجه حاصل کرلي هے -

فرانس کے وسطي حصه ميں ايک غير معروف قريه گلوزل Glozel نامي واقع هے - يهاں ايک کاشتکار اپني زمين کا ايک حصه کسي ضرورت سے کهدوا رها تها - يکايک اس طرح کي علامتيں نماياں هوئيں ' جيسے يهاں کبهي پتهر کي ديواريں رہ چکي هوں - زياده کهودنے سے ايک ايسي راه پيدا هوگئي ' جو کسي مصنوعي غار کے دهانے سے مشابه تهي !

جب يه خبر مشهور هوئي تو حکام نے موقعه پر پهنچکر تحقيقات کي - کهدائي کا کام جاري رکها گيا ' اور غار ميں اتر کر اس کي اندروني ساخت اور حالت کا پته لگايا گيا - مختصر يه که معلوم هوگيا ' يه حصه کسي قديم زمانه کي انساني يادگاروں کا ذخيره هے جسے انقلابات زمانه نے زير زمين دفن کرديا - يهاں نه صرف پتهر کي ديواروں کے آثار ملے ' بلکه تاريخي اشياء کا ايک عجيب و غريب مجموعه بهي برآمد هوا - يه پتهر کي بني هوئي بے شمار چيزيں هيں جن ميں سے کچهه تو اوزار هيں جن کي نوعيت اچهي طرح سمجهه ميں آجاتي هے ' ليکن بڑي تعداد اس قسم کي چيزوں کي هے ' جن کي وضع و شکل سے ان کي اصليت کا پته لگانا دشوار هے - بعض مدور هيں - بعض مربع هيں - بعض پر اس طرح کے نقوش هيں که معلوم هوتا هے ' شايد ان کے ذريعه کسي عجيب الهئيه انسان يا حيوان کے سر کا نقشه دکهلانا مقصود تها - بعض پتهر کے ٹکڑے ايسے هيں جنهيں کسي خاص وضع و هئيت کي شکل نهيں دي گئي هے ' مگر ان پر مختلف قسم کے خطوط کنده هيں -

يه تمام چيزيں بعض محققين علم الآثار کے سامنے پيش هوئيں اور انهوں نے علمي نظر سے ان کا مطالعه شروع کرديا -

علماء آثار ميں سے ايک گروه کي رائے ميں يه چيزيں قبل از تاريخ عهد کي هيں - يعني دس سے تيره هزار برس پيشتر تک کي پراني هيں - وه اسے نيوليتهک (Neolithic) عهد کا بقايا قرار ديتے هيں - يعني ابتدائي انسان کے حجري عهد کا ' جب که وه اپني ضروريات زندگي کے ليے صرف پتهر هي استعمال کرنا جانتا تها -

ليکن ايک دوسرا گروه انهيں اس قدر اهميت نهيں ديتا - وه کهتا هے ' يه زياده سے زياده سوله سترہ سو برس کي پراني چيزيں هيں جب سر زمين گال پر روميوں کا قبضه هوا تها - وه اپني اس رائے کے ثبوت ميں دو چيزوں سے استدلال کرتا هے - پتهر کي بني هوئي عجيب الهئيت صورتوں سے - اور پتهروں کے حروف و نقوش سے - اٹلي اور ايشائے کوچک سے بکثرت رومي عهد کي ايسي هي عجيب الهئيه صورتيں نکل چکي هيں ' اور ان کي نسبت طے پاچکا هے که يه رومي ساحروں کے آلات سحر تهے - وه ان صورتوں کے ذريعه اپنے سحري عمليات انجام ديا کرتے تهے - حروف جو ان پتهروں پر کنده هيں ' فينيقي خط کے هيں ' اور ظاهر هے که يه خطوط صرف روميوں هي کے ذريعه فرانس پهنچ سکتے تهے - ان اشياء ميں مچهلي کے شکار کي ايک بنسي بهي نکلي هے جو هرن کي هڈي کي بني هوئي هے - اس سے بهي دوسرے گروه کے خيال کي تصديق هوتي هے -

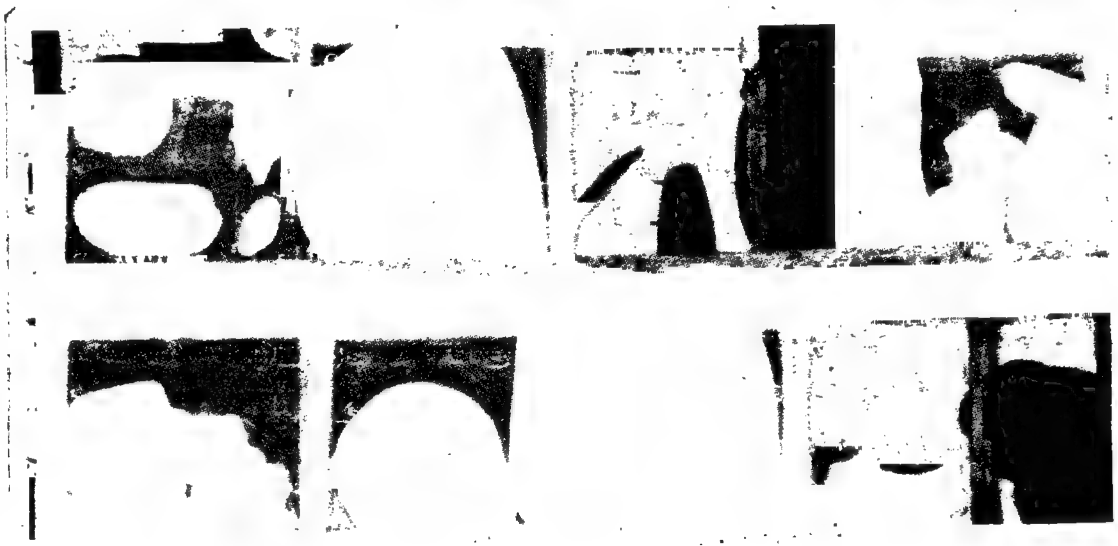

گلوزل کے آثار کا ايک حصه ' جسميں منقش پتهر دکهائے گئے هيں -

ليکن پہلے گروه کا استدلال پتهر کے ان بے شمار آلات سے هے ' جن کي نوعيت ان کے حجري عهد سے تعلق رکهنے کا پوري طرح يقين دلاتي هے -

حال ميں ايک مشهور اور مستند اثري محقق ڈاکٹر کيميلے جولياں نے ان آثار کي نسبت اپني تحقيقات کا خلاصه شائع کيا هے - يه تحقيقات ايک حد تک دونوں جماعتوں کے ليے تشفي بخش هوسکتي هے - ڈاکٹر موصوف کا خيال هے که دونوں رائيں اپني اپني جگه صحيح هيں - اس ليے که دونوں کا استدلال برآمد شده اشياء هي پر مبني هے - پہلا گروه حجري آلات و اسلحه کي نوعيت اور قدامت سے استدلال کرتا هے - دوسرا ان مورتيوں اور نقوش سے جو بلا شبه رومي ساحروں کے آلات سحر هيں - ليکن کيا يه ممکن نهيں که قديم زمانے کے کسي حادثه نے يه دونوں قسم کي چيزيں اس محل ميں يک جا کردي هوں ؟ حجري آلات و اسلحه عهد حجري هي کا بقايا هوں ' اور مورتياں اور نقوش رومي عهد کي هوں ؟

تاریخ و عبر

عرب خلفاء وسلاطین کے مختصر جواب

عرب خلفاء وسلاطین کی فصاحت وبلاغت مشہور ہے۔ یہ بلاغت سب سے زیادہ اُن کے مختصر جوابات میں ظاہر ہوا کرتی تھی جو وہ درخواستوں پر لکھ دیا کرتے تھے۔ ذیل میں چند نمونے ملاحظہ ہوں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ

عمرو بن العاص کے جواب میں لکھا:

”اپنی رعیت کے ساتھ ویسا ہی سلوک کرو، جیسا سلوک امیرالمومنین کا اپنے ساتھ چاہتے ہو“

مصر کے بعض لوگوں نے مروان بن الحکم کی شکایت لکھ بھیجی۔ آپنے جواب میں یہ آیت لکھ دی:

”فان عصوک فقل انی بری مما تعملون“ (اگر وہ تیری نافرمانی کریں تو کہدے، میں تمھارے عمل سے بَری ہوں)

حضرت سعد بن ابی وقاص نے اپنے لئے گھر بنانے کی اجازت طلب کی۔ آپنے جواب دیا۔

”ایسا گھر بنالے جو تجھے بادِسموم اور مینہ سے چھپا سکے“

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

ایک شخص نے اپنی مالی مشکلات کی شکایت بھیجی۔ آپنے جواب دیا:

”ضرورت بھر کا حکم ہمنے دے دیا ہے۔ اللہ کے مال میں اسراف کی گنجایش نہیں“

حضرت علی علیہ السلام

حصین بن المنذر نے لکھا کہ قبائل ربیعہ کے بہت سے آدمی قتل ہو چکے ہیں۔ آپنے جواب دیا:

”بقیۃ السیف میں زیادہ فراوانی ہوتی ہے“

اشتر نخعی نے ایک شخص کی شکایت کی۔ آپنے جواب لکھا۔

”کامل مکمل آدمی اس دُنیا میں کہاں ہے؟“

امیر معاویہ بن ابی سُفیان

ربیعہ یربوعی نے لکھا کہ ”میں بصرہ میں گھر بنانا چاہتا ہوں۔ آپ مجھے کھجور کے بارہ ہزار تنے دیکر میری مدد کیجئے“

امیر معاویہ نے جواب لکھا:

”تمھارا گھر، بصرہ میں ہوگا، یا البصرہ، تمھارے گھر میں ہوگا؟“

عبدالملک بن مُروان

حجاج بن یوسف والی عراق نے عراقیوں کی شکایت لکھی۔ عبدالملک نے رقعہ کی پشت پر لکھ دیا:

”نرمی کر، کیونکہ نرمی میں بھلائی ہے۔ سختی میں بُرائی ہے“

ایک مرتبہ حجاج نے اجازت طلب کی کہ عراقی سرداروں کو قتل کر ڈالے۔ عبدالملک نے لکھا:

”مبارک حاکم وہ ہے جس سے مخالفین کو بھی اُنس ہو جائے منحوس حاکم وہ ہے جس سے موافق بھی بدل ہو جائیں“

ابن الاشعث کے خط کی پشت پر یہ شعر جواب میں لکھا:

فما بال من اسعیٰ لاجبر عظمہ حفاظاً و ینوی من سفاہتہ کسری

(اُس شخص کو کیا ہو گیا ہے جو حماقت سے مجھے توڑنے کی کوشش کرتا ہے، حالانکہ میں اُس کی ٹوٹی ہوئی ہڈی جوڑنے کی فکر میں ہوں؟)

عمر بن عبدالعزیز

حاکم عراق نے عراقیوں کی شکایت لکھی۔ آپنے جواب دیا:

”جو اپنے لئے پسند کرتے ہو، وہی اُن کے لئے پسند کرو۔ پھر اُنھیں جرم پر سزا دو“

ایک مظلوم نے فریاد لکھی۔ آپ نے جواب دیا:

”انصاف تیرے سامنے ہے“

ایک قیدی نے درخواست بھیجی۔ جواب لکھا:

”توبہ کر، رہا ہو جا“

ایک شخص نے اپنی بیوی کی شکایت لکھی۔ جواب دیا:

”تم دونوں حق میں یکساں ہو“

ایک عورت نے اپنے شوہر کے قید کی شکایت کی۔ جواب دیا:

”قید، حق پر ہونی چاہیئے“

ایک شخص نے اپنے بیٹے کی فریاد لکھی۔ جواب دیا:

”اگر میں نے تیری فریاد نہ سُنی تو ظالم ہوں“

حاکم حمص نے لکھا کہ شہر کو ایک قلعہ کی ضرورت ہے۔ جواب دیا:

”عدل اور سلامتی کا قلعہ اسمیں تعمیر کردے“

سفاح (اول خلیفہ عباسی)

اپنے ایک گورنر کو لکھا:

”میں گمراہوں کو اپنا مددگار بنا نہیں سکتا“

اہل انبار نے شکایت کی کہ حکومت کی عمارت میں اُن کی زمین لے لی گئی ہے اور قیمت ادا نہیں کی گئی۔ جواب دیا:

”یہ عمارت تقویٰ پر قائم نہیں ہوئی“

پھر زمین کی قیمت ادا کر دینے کا حکم دیدیا۔

ابو جعفر منصور

ایک شخص نے اپنا وظیفہ بند ہو جانے کی شکایت لکھی۔ جواب دیا:

”خدا کی رحمت کو کوئی روک نہیں سکتا“

حاکم مصر نے لکھا کہ اس سال دریائے نیل میں طغیانی نہیں آئی۔ جواب لکھا:

”اپنی فوج کو پاک کر، نیل میں برکت آجائے گی“

حاکم حمص نے خط لکھا۔ اسمیں عبارت غلط تھی۔ اس لئے جواب دیا

”اپنی تحریر بدل، ورنہ میں تجھے بدل دوں گا“

سندھ کے حاکم نے لکھا کہ فوج نے شورش کر دی ہے اور بیت المال کے قفل توڑ ڈالے ہیں۔ خلیفہ نے جواب لکھا:

”اگر تو نے انصاف کیا ہوتا تو شورش نہ ہوتی۔ اگر حقوق ادا کئے ہوتے تو قفل نہ ٹوٹتے“

ہارون الرشید

حاکم خراسان کو لکھا:

”اپنے گھاؤ کا علاج کر، ورنہ بڑھ جائے گا“

خزیمہ بن حازم نے لکھا کہ میں نے ارمینیا میں داخل ہو کر قتل عام کر دیا۔ خلیفہ نے لکھا:

”تیرا بُرا ہو، بے گناہوں کو کیوں مارا؟“

شاہ روم نے لکھا:

”میں اپنی سلطنت کی ہر صلیب اور ہر بہادر کو لے کر تیرے مقابلے پر آتا ہوں“

خلیفہ نے جواب دیا:

”عنقریب جان لے گا کہ نتیجہ کیا ہوتا ہے؟“

ایک دوسرے خط میں لکھا:

”خط کے پیچھے میں آتا ہوں۔ فتح، خدا پر ہے“

ایک اور خط کے جواب میں لکھا:

”جواب، پڑھے گا نہیں، آنکھ سے دیکھ لے گا“

مامون الرشید

ایک شخص نے علی بن ہشام کی شکایت کی۔ مامون نے علی کو لکھا:

”شریف کی علامت یہ ہے کہ بالا دستوں پر ظلم کرتا ہے اور زیر دستوں کا ظلم سہتا ہے“

ایک دوسرے خط کے جواب میں لکھا۔

”میں تجھے اُسوقت تک اپنے قریب آنے نہیں دوں گا، جب تک تیرا فریادی میرے دروازہ پر ہے“

رستمی کی شکایت آئی۔ اسپر لکھا:

”یہ مردانگی کے خلاف ہے کہ تیرے برتن سونے چاندی کے ہوں، اور تیرا قرضخواہ تہی دست اور پڑوسی، فاقہ مست ہو“

عمرو بن مسعدہ کی شکایت کے جواب میں لکھا۔

”اے عمرو! اپنی خوشحالی کی عمارت، عدل سے قائم رکھ، کیونکہ ظلم اسے گرا دے گا“

اپنے بھائی ابو عیسیٰ کی شکایت سُنکر یہ آیت لکھ بھیجی۔

”فاذا نفخ فی الصور فلا انساب بینہم یومئذ“ (جب صور پھونک دیا جائے گا تو رشتے ناتے باقی نہیں رہیں گے)

ابراہیم بن مہدی نے لکھا۔

”اگر آپ معاف کر دیں تو یہ آپ کا احسان ہوگا، اگر سزا دیں تو آپ کو اس کا حق ہے“

خلیفہ نے جواب لکھا۔

”انتقام کی قدرت، کینہ کو دُور کر دیتی ہے۔ خدا کا عفو سب سے بڑھ کر ہے“

ایک مرتبہ کسانوں نے شکایت کی کہ ٹڈی نے کھیت کھالئے۔ مامون نے لکھا:

”کسانوں سے زیادہ ٹڈیوں کی مہمان نوازی ہمپر واجب ہے آدھا محصول معاف کر دیا جائے“

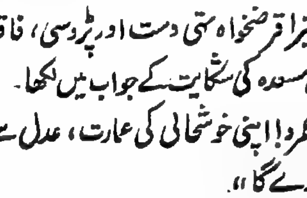

بهر حال همارے لیے فنون لطیفه کي اس سنجیده نزاع میں تو کوئي دلچسپي نهیں هے ' البته یه سوال یقیناً دلچسپي سے خالي نهیں که " مقدس کنواري " کے اس نئے مجسمه کے لیے جس هندوستاني خاتون کا چهره بطور نمونه کے استعمال کیا گیا هے ' وہ کون هے ؟ رساله اسفیر ایک مرقع شائع کرتے هوئے همیں بتلاتا هے که یه ایک هندو خاتون مقیم انگلستان هے جس کا نام سنیتا Sunita هے ' اور اُس کے دہ ساله لڑکے کا نام " انور " هے - اگر اسفیر نے فاموں کے نقل کرنے میں کوئي غلطي نهیں کي هے تو " سنیتا " کے ساتهه " انور " کا نام بجائے خود ایک دلچسب واقعه هے ' اور یقیناً قارئین الهلال کے لیے یه کوئي ناپسندیگي کي بات نه هوگي ' اگر وہ اِن دونوں صورتوں کا نظارہ کر سکیں - هم اسفیر کا مرقع بجنسه نقل کر دیتے هیں - یه اُس موقعه کي تصویر هے جب صناع امریکه کے لیے روانه هو رها هے ' اور اسفیر کے لفظوں میں " هندوستاني لیڈي اور اُس کا لڑکا انور " اس کے ساتهه کهڑے هیں -

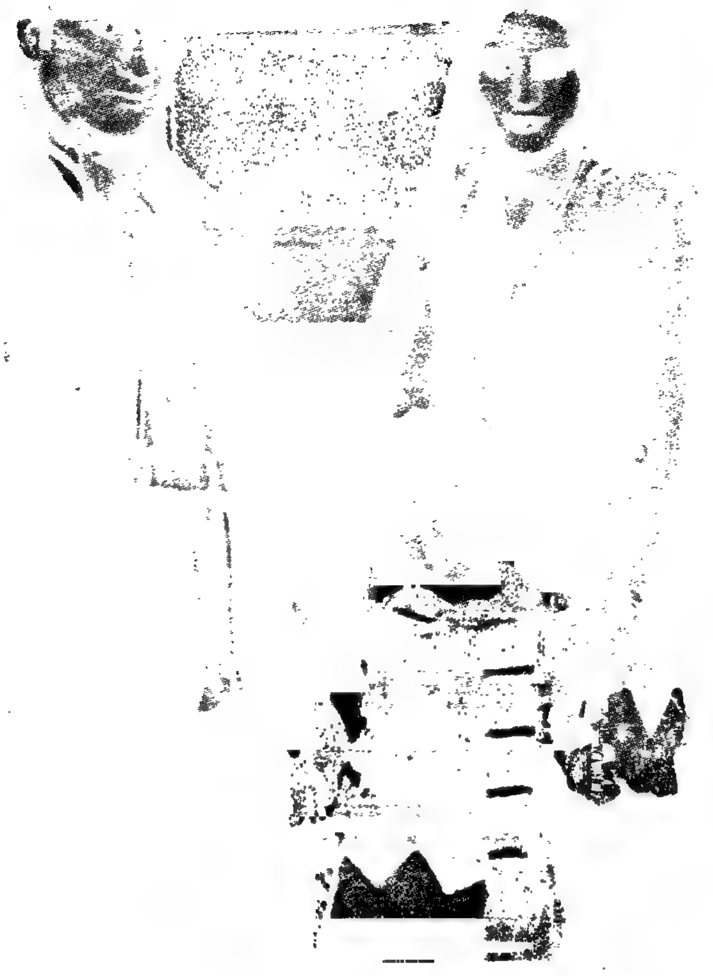

جیکب اپسٹین ' سنیتا ' اور انور

دوسرا طوفان نوح

اور

کشتي جس کا نام " بیت داؤد " هے !

موجوده زمانه میں یه بات کس درجه عجیب سمجهي جائیگي که انسانوں کي ایک جماعت کرۂ ارضي کي تمام خشکیوں سے الگ هو کر دریا میں آباد هو جانا چاهتي هے - کیونکه " قدیم طوفان نوح کي طرح ایک دوسرا طوفان تمام دنیا کي بربادي کے لیے عنقریب ظهور میں آنے والا هے ! "

بات کتني هي عجیب سمجهي جائے ' لیکن واقعه یه هے که یورپ میں ایک جماعت ایسي موجود هے ' اور وہ نهایت خوف و اضطراب کے ساتهه اس دوسرے عالمگیر طوفان کا انتظار کر رهي هے !

یه یهودیوں کا ایک فرقه هے - اِس نے اپنا یه هولناک اعتقاد عهد عتیق کي بعض پیشین گوئیوں سے اخذ کیا هے - انگلستان میں اس فرقه کي کافي تعداد موجود هے - اس فرقه کے سردار نے حال میں ایک نئي کشتي بهي طیار کرائي هے جس کا نام " هاؤس اف ڈیوڈ " یعنے " بیت داؤد " هے - یه کشتي آجکل دریاے ٹیمس میں موجود هے - یه فرقه یقین کرتا هے که آنے والے طوفان میں محفوظ رهنے کے لیے نئي دنیا کے ترقي یافته جهاز اس قدر مفید ثابت نهیں هونگے ' جسقدر قدیم وضع کي یه کشتي مفید هوگي - کیونکه یه " اُن تفصیلات کے ٹهیک ٹهیک مطابق طیار کي گئي هے ' جو حضرت نوح علیه السلام کی کشتي کي نسبت عهد عتیق میں موجود هیں ! "

جو مرقع آپ کے سامنے هے ' اس میں آپ اس محتاط اور دور اندیش فرقه کے سردار اور اسکے رفقاء کو مشغول اهتمام دیکهه رهے هیں !

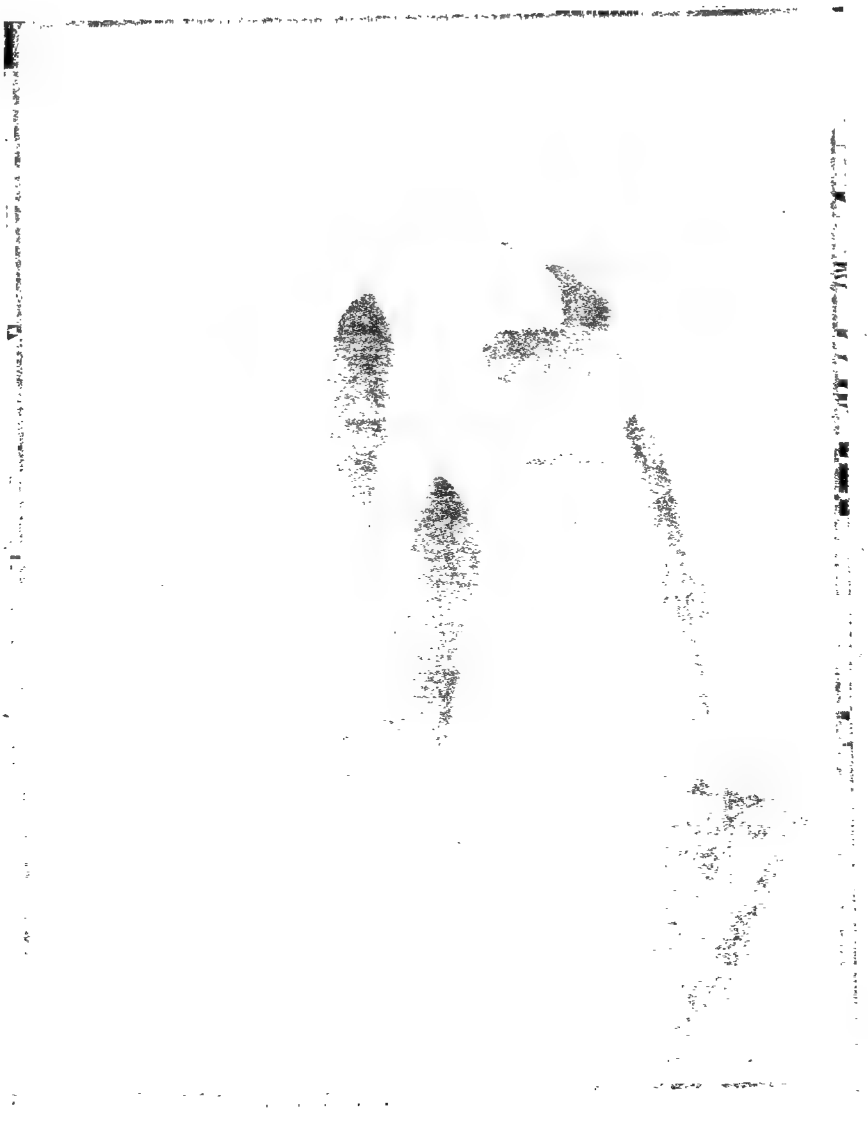

ایک اِسرائیلي فرقه کا رهنما جو ایک عالمگیر طوفان کے ظهور کا اِنتظار کر رها هے !

* * *

الهلال

نمبر ۱ - سے نمبر ۵ - تک جو حضرات فروخت کرنا چاهیں ' دفتر الهلال کو اطلاع دیں -

منیجر

دُنیا میں روئی کی پیداوار بحساب ہنڈرویٹ

مجموعی پیداوار: ۶۶۶۰۰۰۰۰ ہنڈرویٹ

تفصیل

ملک	سنہ ۱۹۱۳ میں		سنہ ۱۹۲۲ میں	
ہندوستان	۲۱۴۰۰۰۰۰	ہنڈرویٹ	۱۵۶۰۰۰۰۰	ہنڈرویٹ
برازیل	۱۲۰۰۰۰۰	״	۲۶۰۰۰۰۰	״
مصر	۶۸۰۰۰۰۰	״	۳۲۰۰۰۰۰	״
ولایات متحدۂ امریکہ	۶۱۴۰۰۰۰۰	״	۴۱۶۰۰۰۰۰	״
دوسرے ممالک	۴۶۰۰۰۰۰	״	۵۱۰۰۰۰۰	״
میکسیکو	۹۰۰۰۰۰	״	۱۵۰۰۰۰۰	״

برطانی ہندوستان میں روئی کی پیداوار سنہ ۱۹۲۴ میں

صوبہ	ایکڑ	ہر ایکڑ میں پیداوار بحساب پونڈ
مدراس	۲۶۲۷۸۹۰	۷۸
بمبئی	۴۸۸۸۹۹۱	۱۰۲
بنگال	۵۵۰۰۰	۱۵۵
سی، پی اور برار	۴۹۳۲۸۷۷	۸۶
یو، پی	۶۳۸۶۹۸	۱۷۰
پنجاب	۱۷۴۹۳۲۸	۱۳۸
آسام	۳۹۲۹۹	۱۵۳
برما	۳۰۰۷۹۰	۹۰

ہندوستان میں روئی کے کارخانے

	روئی دھنے اور دبانے والے کارخانے	کاتنے اور بننے والے کارخانے
بمبئی	۵۲۱	۱۸۴
سی، پی اور برار	۴۲۶	۱۴
یو، پی	۱۵۶	۱۸
مدراس	۱۴۹	۲۶
بنگال	۰۰۰	۱۲
پنجاب	۱۲۰	۰۰۰
سنٹرل انڈیا	۱۰۷	۰۰۰
حیدرآباد	۱۴۷	۰۰۰
بڑودہ	۸۳	۰۰۰

ہندوستان میں روئی کی درآمد برآمد

درآمد		
سوت	۹۶۶۳۱۰۰۰	روپیہ
سوتی کپڑے	۷۲۶۶۲۰۰۰۰	״
برآمد		
خام روئی	۹۱۴۷۰۳۰۰۰	روپیہ
سوت	۳۷۰۱۱۰۰۰	״
سوتی کپڑے	۷۵۷۳۶۰۰۰	״

دنیا کی $\frac{1}{5}$ روئی صرف ہندوستان میں پیدا ہوتی ہے۔

الہلال کے ابتدائی نمبر

الہلال سلسلۂ جدیدہ کے ابتدائی نمبر، یعنی نمبر ۱ سے ۵ تک بعض حضرات کو مطلوب ہیں، وہ دوگنی قیمت پر خریدنے کے لئے تیار ہیں۔ دفتر کو اطلاع دیجئے

(منیجر)

فسانہ

خط استوا کے افریقی قبائل

ملک نم نم

ایک افسانہ نما تاریخی سرگذشت

اسمٰعیل پاشا خدیو مصر کے زمانے میں مصری فوجیں، فتح کرتی ہوئی خط استوا تک پہنچ گئی تھیں یہ سرزمین ایسی تھی کہ مصریوں سے پہلے وہاں کوئی متمدن انسان کبھی نہیں پہونچا تھا۔ صرف بعض بردہ فروش کبھی کبھی اُس کی سرحدوں تک پہنچ جاتے اور غلامی کے لئے آدمی پکڑ لاتے۔

اس سرزمین کی تمام قومیں اُس وقت (اور اب بھی) از حد وحشی تھیں۔ فاتح فوجوں کو ناقابل بیان مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ ایک طرف موسم اور آب ہوا برداشت سے باہر تھی۔ شب و روز پانی برستا رہتا تھا۔ ہر طرف کیچڑ اور دلدلیں تھیں۔ دوسری طرف برّی و بحری درندے حملے کرتے تھے۔ مچھروں کی مصیبت بھی کچھ کم نہ تھی۔ ایسے قاتل مچھر شاید ہی دنیا کے کسی حصہ میں ہوتے ہوں جیسے کہ اس دلدلی زمین میں تھے۔ اس سے بھی بڑھ کر خود وہاں کے باشندوں کا خطرناک وجود تھا۔ وہ کسی نظام جنگ سے واقف نہ تھے منظم فوجیں، باقاعدہ لڑائیوں کی عادی تھیں۔ مگر وہاں کے باشندے بے قاعدہ لڑائی میں ماہر تھے۔ تیر انداز ایسے تھے کہ بندوقوں اور توپوں سے مسلح فوجوں کو بھگا دیتے تھے۔ اگر قیدی اُن کے ہاتھ پڑ جاتے تھے، تو اُن سے نہایت وحشیانہ سلوک کرتے تھے۔ ایسا وحشیانہ سلوک جس کا متمدن دُنیا تصور بھی نہیں کر سکتی!

(۲)

کامل ۱۰ ماہ کی ہولناک جدوجہد اور خونریز جنگوں کے بعد مصری فوجیں خط استوار کے ایک جدید علاقے میں پہنچیں۔ اُنھوں نے باشندوں کو اپنے مقابلے کے لئے مستعد پایا۔ فوجوں نے فوراً کانٹے جمع کرکے مورچے بنائے اور رات بسر کرنا چاہی۔ مگر آدھی رات کو وحشی باشندوں نے حملہ کر دیا، تمام مورچے جلا دئے، اور پوری تین پلٹنیں کاٹ کر ڈال دیں۔ بقیۃ السیف قید کر لئے گئے۔

تمام قیدی راستے ہی میں مر گئے تھے۔ صرف تیس آدمی نیم جان حالت میں انکے لشکرگاہ تک پہنچ سکے۔ ان میں سے دو شخصوں کا حال ہم لکھنا چاہتے ہیں۔

(۳)

ایک قیدی، مصری تھا۔ اُس کا نام "شعبان عدوی" تھا۔ دوسرا سوڈانی تھا۔ اُس کا نام "بخیت کوکو" تھا۔ اِن دونوں میں ایسی محبت اور دوستی تھی کہ اس کی نظیریں دنیا میں کم ملیں گی۔ دوستی اس طرح شروع ہوئی کہ ایک مرتبہ بخیت کوکو خرطوم میں تھا اور دریائے نیل میں نہا رہا تھا۔ اچانک دریا کی موجوں نے اُسے کھینچ لیا اور غرق ہونے لگا۔ فوج کے بہت سے آدمی موقع پر موجود تھے مگر کسی کو مدد کی جرأت نہ ہوئی۔ لیکن شعبان عدوی فوراً کود پڑا، اور اپنی جان خطرے میں ڈالکر ڈوبتے ہوئے سوڈانی کو بچا لیا۔ اس خدمت کے صلے میں بخیت کوکو نے قسم کھائی کہ عمر بھر اُس کا دوست رہے گا۔ اور ہمیشہ اُسی کے ساتھ زندگی بسر کرے گا۔ بخیت کوکو کا کوئی عزیز یا قریب مصر میں موجود نہ تھا۔ وہ دراصل ایک غلام تھا اور حکومت نے اُسے آزاد کر دیا تھا۔ اُس کا خاندان خط استوا ہی کے ایک علاقے میں موجود تھا۔ مگر وہ وہاں واپس جانا نہیں چاہتا تھا۔

اس واقعہ کے بعد پھر کبھی کسی نے اِن دونوں دوستوں کو جُدا ہوتے نہیں دیکھا۔ ہمیشہ ساتھ ہی رہتے تھے۔ حتیٰ کہ رات کو بھی ساتھ ہی سوتے تھے۔ اتفاق سے وہ دونوں ساتھ ہی قید بھی

ہندوستان اور مجموعۂ عالم

تمام دنیا میں جغرافیائی، عمرانی،
اور
اقتصادی لحاظ سے ہندوستان کی موجودہ حیثیت کیا ہی؟

(۵)

گیہوں

دنیا کے مختلف ملکوں میں گیہوں کی پیداوار ایکٹر کے حساب سے سنہ ۱۹۲۴ء میں

ملک	ایکٹر
ہندوستان	۳۰۳۰۴۰۰۰
ارجنٹائن	۱۷۷۸۵۰۰۰
کینیڈا	۲۲۰۴۶۰۰۰
مصر	۱۴۱۵۰۰۰
فرانس	۱۳۶۱۴۰۰۰
اٹلی	۱۱۲۷۹۰۰۰
جرمنی	۳۶۲۲۰۰۰
جاپان	۱۱۴۹۰۰۰
رومانیہ	۷۸۳۵۰۰۰
برطانیہ	۱۵۹۹۰۰۰
ولایات متحدۂ امریکہ	۵۴۴۸۶۰۰۰
الجزائر	۳۴۹۱۰۰۰

ہندوستان میں گیہوں کی پیداوار سنہ ۱۹۲۴ء میں

صوبہ	رقبہ بحساب ایکٹر	پیداوار بحساب ٹن
مدراس	۳۷۹۲	۰۰۰۰۰
بمبئی	۴۸۷۱۶۲	۳۷۸۰۰۰
بنگال	۱۲۹۰۸	۲۵۰۰۰
یو، پی	۲۹۱۹۱۲۲	۲۴۱۹۰۰۰
پنجاب	۴۷۲۸۱۵۴	۵۸۱۰۰۰
بہار و اڑیسہ	۲۶۰۶۳۴	۴۷۳۰۰۰
سی، پی	۳۶۴۶۰	۱۰۶۸۰۰۰
صوبۂ سرحد	۳۱۹۱۲۵	۱۹۵۰۰۰

دنیا میں جوار کی پیداوار

ملک	ایکٹر	پیداوار بحساب ٹن
ہندوستان	۷۸۵۰۰۰۰	۲۲۰۷۱۰۰
الجزائر	۲۴۰۰۰	۰۰۰۰
ارجنٹائن	۹۱۵۲۰۰۰	۲۶۱۰۰۰۰
آسٹریا	۱۴۷۰۰۰	۰۰۰۰
بلغاریہ	۱۴۶۴۰۰۰	۹۹۱۰۰۰
کینیڈا	۲۹۵۰۰۰	۰۰۰۰
فرانس	۸۴۵۰۰۰	۳۴۱۰۰۰
اٹلی	۳۸۰۵۰۰۰	۲۰۶۹۰۰۰
ہنگری	۲۴۷۸۰۰۰	۰۰۰۰۰
پولینڈ	۱۹۰۰۰	۰۰۰۰۰
رومانیہ	۸۹۴۵۰۰۰	۲۳۱۸۰۰۰
اسپین	۱۱۶۲۰۰۰	۶۷۶۰۰۰
سوئٹزرلینڈ	۴۰۰۰	۰۰۰۰
ٹیونس	۴۱۰۰۰	۰۰۰۰
ولایات متحدۂ امریکہ	۱۰۴۹۶۸۰۰۰	۷۱۸۵۹۰۰۰
جاوا	۴۷۸۴۰۰۰	۲۹۳۰۰۰۰
مصر	۱۹۳۰۰۰۰	۱۹۵۸۰۰۰
جنوبی افریقہ	۳۳۵۰۰۰۰	۹۴۱۰۰۰

ہندوستان میں جوار کی پیداوار سنہ ۱۹۲۴ء میں

صوبہ	ایکٹر	پیداوار	ہر ایکٹر میں بحساب پونڈ
مدراس	۱۰۲۸۵۱۶	۴۵۰۰۰	۶۳۶
بمبئی	۲۰۷۹۳۷	۷۶۰۰۰	۰۰۰۰
بنگال	۸۱۹۰۰	۲۷۰۰۰	۸۲۰
یو، پی	۱۸۳۸۲۲۴	۸۸۶۰۰۰	۱۱۰۰
پنجاب	۱۰۵۰۲۸۴	۴۰۲۰۰۰	۹۶۲
بہار و اڑیسہ	۱۶۷۹۸۰۰	۵۳۹۰۰۰	۸۲۰
سی، پی اور برار	۱۵۴۶۹۷	۰۰۰۰۰	۰۰۰
برما	۱۸۸۴۱۲	۴۸۰۰۰	۷۰۰
صوبۂ سرحد	۴۳۸۴۲۴	۱۶۰۰۰	۱۱۱۰

ہندوستان میں شکر کی پیداوار سنہ ۱۹۲۴ء

صوبہ	ایکٹر	پیداوار بحساب ٹن	ہر ایکٹر کی پیداوار بحساب پونڈ
مدراس	۱۲۱۲۹۸	۲۳۲۲۳۰۰	۶۴۲۰
بمبئی	۷۳۰۴۹	۲۴۸۱۰۰	۶۹۵۰
بنگال	۲۰۷۹۰۰	۲۴۵۷۰۰	۳۰۰۴
یو، پی	۱۵۴۳۹۰۲	۱۲۲۰۳۰۰	۲۶۰۰
پنجاب	۴۸۳۱۶۱	۳۱۳۰۰۰	۲۱۹۱
بہار و اڑیسہ	۳۰۷۳۰۰	۲۹۰۷۰۰	۲۴۶۰

ہندوستان میں شکر کی درآمد و برآمد

برآمد		درآمد	
مقدار	قیمت	مقدار	قیمت
[illegible]۱۱۰۵ ٹن	۱۶۱۳۰۰۰ روپیہ	۵۱۰۰۸۶ ٹن	۱۵۳۱۹۸۰۰۰ روپیہ
[illegible]	۵۲۳۷۰۰۰ 〃	۷۲۹۰۰۸ 〃	۲۰۹۰۲۴۰۰۰ 〃

ہندوستان میں چائے کی درآمد و برآمد

	برآمد		درآمد	
	مقدار بحساب پونڈ	قیمت بحساب روپیہ	مقدار	قیمت
سنہ[illegible]	۳۵۹۱۸۹۲۳۲	۱۶۹۷۳۱۰۰۰	۹۹۹۶۰۱۵	۶۰۸۳۰۰۰
سنہ[illegible]	[illegible]	۳۲۳۹[illegible]	۷۸۸۵۰۹	۶۲۸۳۰۰۰

[illegible] روئی کی پیداوار سنہ ۱۹۲۴ء میں بحساب ایکٹر

ملک	ایکٹر
ہندوستان	۲۲۰۹۴۰۰۰
برازیل	۱۵۷۳۰۰۰
مصر	۱۸۵۵۰۰۰
ولایات متحدۂ امریکہ	۴۱۲۴۳۰۰۰

غدر ۱۸۵۷ء

تصویر کا دوسرا رُخ ([illegible])

کئی ہفتے گزرے، الہلال میں ایک امریکن مصنف کی جدید الشیوع کتاب کے بعض حصوں کا ترجمہ شایع کیا گیا تھا جو غدر ۵۷ء کے حوادث پر تاریخی حیثیت سے لکھی گئی ہی۔ یہ ترجمہ چودھری محمد علی صاحب وکیل ایبٹ آباد کے قلم سے نکلا تھا۔ اب اُنھوں نے کتاب کے بعض دیگر حصص کا ترجمہ بھی بغرض اشاعت بھیجا ہی۔ آج ہم پھر یہ سلسلہ شروع کرتے ہیں۔ پہلی قسط درج ذیل ہی۔

جن دنوں یہ وحشیانہ مظالم ظہور پذیر ہو رہے تھے، بعض نامور انگریزوں نے انکے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنے میں کوتاہی نہیں کی۔ ہم آجتک اس بات پر فخر کرتے ہیں کہ اس قلیل جماعت نے اکثریت کی وحشیانہ حرکات کے خلاف نفرت کا اظہار کیا تھا۔ لارڈ کیننگ وائسرائے ہند نے ۲۱ر جولائی ۱۸۵۷ء کو دیہاتوں کا جلانا ممنوع قرار دیدیا اور نہتے آدمیوں کو سزا دینے سے بھی حکماً روک دیا گیا۔ جن افسروں نے عوام الناس سے وحشیانہ سلوک کیا تھا، اُن سے اختیارات چھین لئے گئے۔ ۲۰ر اگست ۱۸۵۷ء کو گرانٹ صوبجات متحدہ میں بطور لفٹنٹ گورنر مقرر کیا گیا، تاکہ وہ الہ آباد اور دیگر مقامات میں ان لوگوں کو بچائے، جو بلا تمیز پھانسی دئے جا رہے تھے۔ مگر کیننگ اور گرانٹ ایسے نرم دل واقع ہوئے تھے کہ ماتحت افسران کے احکام کی مطلق پروا نہیں کرتے تھے۔ بایں ہمہ انگریزوں نے انکے خلاف بڑا شور مچایا۔ اور وائسرائے کو تو وہ نرم دل کیننگ کہا کرتے تھے!

ماہ اگست میں جب انگریزی فوج کا ایک دستہ کسی گاؤں کو جلا کر واپس آرہا تھا، راہ میں وفادار سپاہیوں کی ایک تعداد مل گئی۔ وہ بھی انکی سنگینوں کا شکار ہوئے۔ جرنیل اوٹرم اس واقعۂ جانکاہ کو "صفاکانہ قتل" سے تعبیر کیا کرتا تھا۔ لندن ٹائمز نے بھی ایسے بزدلانہ جرائم کے خلاف بہت کچھ لکھا تھا۔

یہ امر مسلم ہی کہ بہت سے ہندوستانی سپاہی ہمارے مظالم سے گھبرا گئے اور اپنی پلٹنیں چھوڑ کر بھاگ گئے۔ بعد ازاں وہ بغاوت کرنے پر مجبور ہوگئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انھوں نے جان توڑ کر ہمارا مقابلہ کیا جس سے ہمیں سخت نقصان برداشت کرنا پڑا۔ انہیں یقین تھا کہ جو کوئی بھی انگریزوں کے ہاتھ آگیا اس کی جان سلامت نہیں رہیگی۔

لفٹنٹ رابرٹ جو بعد میں فیلڈ مارشل کے عہدے پر ممتاز ہوا، اپنی ہمشیر کو ایک خط میں لکھتا ہی۔

"میری پیاری ہریٹ تم کو ہرگز یہ خیال نہیں کرنا چاہئے کہ جو سپاہی ہمارے خلاف بغاوت کر رہے ہیں، میں ان پر ترس کھاتا ہوں۔ میں ایسا سنگدل ہوگیا ہوں کہ مجھے ان کی بے کسی پر مطلق رحم نہیں آتا جب کوئی قیدی گرفتار کرکے پیش کیا جاتا ہی، تو سب سے پہلے میں ہی چلا اُٹھتا ہوں "فی الفور پھانسی پر لٹکایا جائے"

دہلی کے محاصرے کے دوران میں ایک افسر لکھتا ہی:

"دشمن نے صلح کرنے کی کوئی کوشش نہیں کی۔ کیونکہ وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ انگریز بغیر قتل کئے اور کسی شرط پر راضی نہیں ہونگے اور ان کا خیال بالکل درست ہی"

گریٹ ہیڈ ایک خط میں اس افسر کے رائے کی تاکید کرتا ہی۔ سر ہاپ گرانٹ کیمبل اپنی سوانح عمری میں اس بات پر بڑا زور دیتا ہی کہ سپاہیوں نے درحقیقت بغاوت کرکے سخت نمک حرامی کا ثبوت دیا لیکن جب انہیں بیگری مجبوری تھی۔ تو ہمیں ان کی وفاداری پر قطعاً امید نہیں کرنی چاہئے تھی۔ کیونکہ وہ ہمارے ہم وطن نہ تھے۔ جب انھوں نے دیکھا کہ ہماری طاقت معدوم ہوچکی ہی تو پھر انکا باغیوں سے جا ملنا اتنا سنگین جرم نہ تھا، جتنا ہم سمجھتے ہیں۔ بایں ہمہ ہمیں حیرت ہی کہ بہت تھوڑی فوجوں نے بغاوت میں حصہ لیا۔ جہاں کہیں کوئی فوج بغاوت کرتی تھی، وہ عموماً اپنے انگریز افسروں کو قتل کردیتی تھی۔ لیکن برعکس اسکے عوام الناس نے اکثر ہماری امداد کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ کئی دفعہ ہندوستانیوں نے انگریزوں کی جان بچا کر اپنے آپ کو مصیبت میں ڈال دیا۔ لیکن ہم نے ان لوگوں کی قربانی اور انسانیت کا بدلہ یوں دیا کہ باغی سپاہیوں کے ہمراہ انھیں بھی بلا تمیز قتل کرتے رہے!

ملکۂ وکٹوریا اپنے خطوط میں (جو حال ہی میں کتاب کی شکل میں شائع ہوئے ہیں) غدر کے واقعات کے متعلق یوں لکھتی ہیں:

"ہماری فوجوں نے باغیوں سے سخت انتقام لیا۔ جس کی وجہ سے وہ سخت بدنام ہوئیں۔ کیونکہ اُنھوں نے سخت بے رحمی سے بدلہ لیا تھا مگر لارڈ کیننگ کو بھی اس کی نرم مزاجی کی وجہ سے یہاں لعن طعن کیا جاتا ہی۔ عوام الناس کی رائے ہی کہ فوج اور سول کے افسروں نے غدر کو کچل دینے کے لئے جو کچھ انتظامات کئے تھے، وہ بالکل ضروری تھے اور اگر یہ افسر سختی سے کام نہ لیتے۔ تو بغاوت اتنی جلد فرو نہ ہوتی"

رسل نے اپنی ڈائری میں یہ سوال یوں حل کیا ہی۔

"یا تو یہ محض ایک فوجی بغاوت تھی۔ یا عام بغاوت تھی۔ چونکہ یہ بغاوت محض فوجوں تک محدود تھی، اس لئے دیہات اور شہر کے باشندوں کو محض اس بنا پر موت کی سزائیں دینا کہ انھوں نے سپاہیوں کی بغاوت فرو کرنے میں انگریزوں کا ساتھ نہ دیا، کیسی قدر تہذیب سے گرا ہوا فعل تھا۔ ہم لوگوں کے ہمدردانہ جذبات کو جرم نہیں قرار دے سکتے۔ ہمیں چاہئے تو یہ تھا کہ اپنے دشمنوں کو جنگ کے میدان میں تباہ کریں۔ لیکن تمام علاقے کو محض اس بنا پر سزا دینا کہ اسمیں کچھ جرائم واقع ہوئے تھے، یا باغی سپاہیوں نے اسمیں ڈیرا ڈالا تھا۔ ایک ایسا شنیع فعل ہی کہ کوئی سمجھدار آدمی اس سے نفرت کئے بغیر نہیں رہ سکتا اس بغاوت کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہر دو قوموں کے درمیان ایسی سخت نفرت قائم ہوگئی ہی کہ اس کے دور کرنے کے واسطے بہت عرصہ چاہئے باہمی اعتبار بالکل زائل ہوگیا ہی۔ اور امید نہیں کہ وہ پھر عود کرسکے"

ہومز ایک جگہ لکھتا ہی:

دہلی کے باشندوں نے باغیوں کے جرائم کا کفارہ کئی گنا دیدیا۔ ہزارہا مرد اور عورتیں شہر کے مضافات میں آوارہ پھر رہے تھے۔ نہ انکے پاس سامان خورد و نوش تھا۔ نہ ہی انکے قیام کے لئے کوئی مکان تھا جو کچھ ان کا اثاث البیت تھا، وہ انگریزی سپاہیوں نے لوٹ لیا تھا۔ انھوں نے دہلی کی فتح کے بعد ہر ایک مکان کی تلاشی لی تھی اور جو کچھ وہاں ملا تھا، لوٹ لے گئے تھے۔ عورتوں کی بڑی تعداد نے اپنے آپکو ہمارے رحم پر چھوڑ دیا تھا۔ ہم نے انہیں ایک محفوظ جگہ پر پہونچا دیا تھا۔ ہمیں ان دنوں ایسی شریف زادیوں کے دیکھنے کا اتفاق ہوتا تھا، جو بڑی مشکل سے اپنے بچوں کو کندھوں پر اٹھائے ہوئے رستوں پر ڈگمگاتی پھرتی تھیں کیونکہ وہ اپنے گھر کی چار دیواری سے باہر چلنے کی عادی نہ تھیں!"

رومیش دت ہندوستان کی تاریخ کے صفحہ ۲۲۴ پر لکھتا ہی:

"ہر ایک سمجھدار انگریز اور ہندوستانی اس بات کا خواہاں ہی کہ بغاوت کے افسوسناک حوادث کو مدارس کی تعلیمی کتابوں سے حذف کردیا جائے تاکہ بچوں کے دماغ میں یہ زہر سرایت نہ کرسکے۔ جب سے انگریزوں نے ہندوستان پر تسلط جمانا شروع کیا، ان کی راجوں اور نوابوں سے ہمیشہ لڑائیاں ہوتی رہی ہیں۔ لیکن ہمیں افسوس کے ساتھ ماننا پڑتا ہی کہ ان لڑائیوں میں فریقین نے اس قدر ظلم برپا نہیں کئے تھے، جیسے کہ غدر کے دنوں میں ہوئے۔ باغیوں نے اس خیال سے بغاوت کا علم بلند کیا تھا کہ وہ اپنے مذہب اور قومیت کی خاطر لڑ رہے تھے۔ لیکن انھوں نے بے گناہ عورتوں اور بچوں کو قتل کرکے اپنی قوم اور مذہب کی سخت توہین کی۔ دوسری طرف سے انگریزی فوجوں نے بھی سیکڑوں میلوں کے محاذ میں بے شمار گاؤں جلا ڈالے اور بے شمار بے گناہوں کا خون بہایا۔ انھوں نے دہلی کے باشندوں کا قتل عام کیا۔ حالانکہ باغی سپاہ (جو واجب القتل تھی) شہر چھوڑ کر بھاگ گئی تھی۔ اسی طرح انگریزی کمشنروں نے شمالی ہند میں ہزاروں بے گناہ آدمیوں کو پھانسی پر لٹکا دیا۔ جنھوں نے غدر میں مطلقاً حصہ نہیں لیا تھا"

جن واقعات کا میں نے ذکر کیا ہی، اُنھیں کسی خاص خصوصیت کی بنا پر منتخب نہیں کیا گیا۔ بہت سے حوادث غدر ان سے بھی زیادہ ہولناک قسم کے میرے علم میں آئے ہیں جن کا ذکر میں پسند نہیں کرتا بعض لوگ خیال کرینگے، مجھے اس افسوسناک معاملہ کی یاد تازہ نہ کرنی تھی لیکن میں نے اس لئے یہ داستان غم ازسرنو چھیڑی ہی تاکہ ایک معاملہ کا فیصلہ ہوجائے۔ ایک طرف انگریز ہیں جو ابتک ۱۸۵۷ء کے ہندوستانی مظالم فراموش کرنا نہیں چاہتے اور یکے بعد دیگرے ایسی تاریخیں لکھی جا رہی ہیں جن میں صرف تصویر کا ایک ہی رُخ نمایاں کیا جاتا ہی۔ دوسری طرف ہندوستانی ہیں، اور وہ بجا طور پر محسوس کرتے ہیں کہ آجتک اُنکے خیالات و احساسات کی بالکل شنوائی نہیں ہوئی۔ ایک مورخ نے بھی اس کی ضرورت نہ سمجھی کہ تصویر کا دوسرا رُخ دیکھنے کی بھی کوشش کرے۔ میری رائے میں انصاف اور دیانت داری کی دو ہی صورتیں ہوسکتی ہیں۔ یا تو دونوں فریق یہ معاملہ یکقلم بُھلا دیں۔ یا پھر دونوں کو اُپنا اپنا نقطۂ خیال ظاہر کرنے کا موقعہ دیا جائے۔

لارڈ رابرٹ کے وہ خطوط جو غدر ۱۸۵۷ء میں انھوں نے لکھے تھے، اب ۱۹۲۴ء میں چھاپ کر شائع کئے گئے ہیں۔ اگر برطانیہ کو ہندوستان سے ذرا بھی ہمدردی ہوتی تو یہ کتاب اب ہرگز شائع نہیں کی جاتی ہندوستانیوں کے خلاف سخت زہر اگلا ہی۔ میں نے جان بوجھکر نیل (Neill) کی سفاکانہ حرکات کا (جو کانپور کے حادثہ سے بھی دہشتناک تھی) ذکر نہیں کیا ہی۔ نہ ہی میں نے ہاڈسن کے شنیع افعال کو (جسنے ہمایوں کے مقبرے کے قریب دو مغل شاہزادوں کو بلا وجہ قتل کیا تھا) اس کتاب میں درج کرنا مناسب سمجھا ہی۔ میں نے

ہوئے، اور ایک ہی رسی میں باندہ گئے۔ وحشی فاتح جب اُنھیں اپنے لشکر میں لئے جا رہے تھے، تو بخیت کوکو نے اپنے دوست شعبان عدوی سے کہا "میں اِن قبیلوں کی زبان اور عادات سے بخوبی واقف ہوں۔ یہ لوگ قیدیوں کو سخت تکلیف دینے کے بعد زندہ جلا دیتے ہیں۔ اگر تم منظور کرو تو اِن سے میں درخواست کروں کہ ہم دونوں کو ساتھ ہی جلائیں۔ لیکن میں کوشش کروں گا، کسی تدبیر سے اِنھیں دہوکہ دیدوں" مصری از حد خائف تھا۔ تقریباً مجنون ہو چکا تھا اُسنے اپنے دوست کی تائید کی۔

(۴)

وحشی فاتحوں نے اپنے لشکر میں پہنچکر جشن شروع کیا۔ تقریب کا آغاز اِس طرح ہوا کہ دو قیدی افسروں کو برہنہ کرکے ایک درخت کے تنہ سے باندھ دیا گیا اور نوجوانوں نے اُن پر تیر اندازی شروع کی۔ ہر تیر پر مظلوم قیدیوں کی فریاد بلند ہوتی تھی، اور وحشی فاتحوں کے پُر مسرت نعرے ہوا میں گونج اُٹھتے تھے۔ ایک قیدی تو فوراً مر گیا مگر دوسرا ۵ دن تک زندہ رہا۔ روز صبح سے شام تک اُس کے زندہ جسم پر تیر افگنی کی مشق کی جاتی تھی!

اِس تماشہ کے بعد جتنے قیدی خوف و دہشت سے مر نہیں چکے تھے، زندہ جلا دیئے گئے۔ پھر اِن دونوں دوستوں، یعنی شعبان عدوی اور بخیت کوکو کی باری آئی۔ بخیت نے قبیلے کے سردار سے اُس کی زبان میں کہا "ہم دونوں ترک نہیں ہیں جیسا کہ تم خیال کرتے ہو ہم ملک کرکوڑ[1] کے رہنے والے ہیں۔ ہمیں ترک پکڑلے گئے تھے اور زبردستی تم سے لڑنے پر مجبور کیا۔ مگر ہم نے کوئی ہتیار نہیں چلایا اور قید ہو گئے تاکہ تمھارے ساتھ ملکر ترکوں سے لڑیں۔ اگر تم ہمیں مارو گے نہیں تو ہمارے قبیلے بھی تمھاری مدد پر آجائیں گے"

بڑی حجت و تکرار کے بعد سردار نے دونوں قیدیوں کو زندہ رکھنا منظور کر لیا۔ زیادہ تر اِس خیال سے کہ اِن سے بطور ترجمان کے کام لیا جائے گا۔

(۵)

اِس کے بعد دونوں قیدی وحشیوں کے ساتھ رہنے اور اُن کی وحشیانہ رسموں میں شریک ہونے لگے۔ اِسپر ایک مدت گزر گئی۔ اب شعبان عدوی اُداس رہنے لگا، کیونکہ نجات سے نا امید ہو گیا تھا۔ بخیت کوکو ایک دن کسی ضرورت سے جدا ہوا۔ شعبان نے یہ موقعہ غنیمت سمجھا۔ درخت میں رسی باندہی اور اپنے گلے میں پھندا لگا کر لٹک گیا۔ درخت پر بلبلیں اور غوغائیاں بیٹھی تھیں۔ اچانک چلا اُٹھیں۔ اتفاق سے بخیت کوکو بھی اب پہنچ چکا تھا۔ چڑیوں کا شور سُنکر نظر اُٹھائی تو اپنے دوست کو لٹکتے دیکھا۔ حیرت انگیز پھرتی سے وہ درخت پر چڑھ گیا، اور اپنے تیز خنجر سے پھانسی کی رسی کاٹ دی شعبان، نیچے گرا۔ بخیت بھی ساتھ ہی پھاندا اور دوست کی لاش پر نوحہ کرنے لگا!

بخیت کوکو ابھی نوحہ و فغاں کر ہی رہا تھا کہ شعبان نے آنکھ کھول دی۔ وہ مرا نہیں تھا۔ صرف بے ہوش ہو گیا تھا۔ بخیت بہت خوش ہوا اور بتایا کہ "میں نے قبیلے کے سردار کو راضی کر لیا ہی کہ ہم دونوں، وحشیوں کو بندوق چلانا سکھا دیں۔ جب ہتیار ہمارے ہاتھ آجائیں گے تو میں تمھیں لے کر ملک نم نم کی طرف بھاگ جاؤں گا۔ وہ یہاں سے صرف ۲۰ دن کے فاصلے پر ہی۔ مجھے راستہ اچھی طرح معلوم ہی"

"میں نم نم میں نہیں جاؤں گا کیونکہ وہاں آدمیوں کا گوشت کھایا جاتا ہی!" شعبان نے خوف زدہ ہو کر کہا۔

"دوست! یہ تم سے کس نے کہہ دیا؟" بخیت کوکو نے کہا "یہ بالکل جھوٹ ہی۔ نم نم میں صرف دو قبیلے، آدمی کھاتے ہیں۔ اور وہ بھی ہر طرح کا آدمی نہیں۔ صرف بیمار آدمیوں کا گوشت کھا لیتے ہیں۔ اُن میں کسی ایک قبیلے میں جب کوئی بیمار ہو جاتا ہی اور اچھا نہیں ہوتا، تو اُسے دوسرے قبیلے میں بھیجدیتے ہیں تاکہ اُسے بھون کر کھالیں۔ کیونکہ وہ آدمی کو دفن کرنا یا جلانا، انسانیت کے خلاف سمجھتے ہیں!"

(۶)

یہ سنکر شعبان بھاگنے پر راضی ہو گیا۔ کچھ مدت بعد لُوٹ کی بندوقیں اور کارتوس آگئے۔ ایک رات جبکہ وحشی ناچ گانے میں مصروف تھے، دونوں دوستوں نے بندوقیں اُٹھائیں، کارتوس کی پیٹیاں کمر میں باندھیں، اور اندھیرے میں بھاگ کھڑے ہوئے۔

رات بھر چلنے کے بعد وہ ایک ایسے علاقے میں پہونچے جہاں ہر طرف دلدلیں تھیں۔ پورا ایک دن انہی دلدلوں کے عبور کرنے میں لگ گیا۔ اب وہ بہت تھک گئے تھے اور بھوک سے بے حال ہو رہے تھے۔ جوں ہی ایک خشک زمین پر پہنچکر اُنھوں نے چاہا کہ سستا لیں، بخیت کوکو چلایا "فوراً درخت پر چڑھ جاؤ!" شعبان، بدحواس ہو گیا۔ مگر بخیت دوڑ کر اُس کے پاس آیا اور اُسے گود میں اُٹھا کر درخت پر چڑھا دیا، اور خود بھی اوپر پہنچ گیا۔ فوراً ہی اُنھوں نے دیکھا کہ ایک عظیم الشان کرگدن، تیر کی طرح دوڑتا ہوا چلا آ رہا ہی۔ آتے ہی اُسنے قریب کے ایک درخت پر حملہ کیا اور پورا درخت اکھاڑ کر پھینک دیا۔ دونوں دوستوں کے پاس بندوقیں موجود تھیں۔ اُنھوں نے فیر کیا اور ۳ گولیوں میں حیوان کو گرا دیا۔ اب وہ خوش خوش اُترے اور اُس کا گوشت بھون بھون کر کھانے لگے۔

مسلسل کئی دن تک اُنھوں نے جنگلی کیلے اور آم کے جنگلوں میں سفر کیا۔ راستے میں بہت سے دریا ملے۔ دونوں دوست درخت کاٹ کر کشتی بناتے تھے۔ اور دریا عبور کر جاتے تھے۔

کئی ہفتے کے سخت ہولناک سفر کے بعد وہ ملک نم نم کی سرحد پر پہنچ گئے۔ رات اُنھوں نے ایک اونچے پیڑ کی شاخوں پر گذاری۔ وہ مشورہ کرتے رہے کہ یہاں کے بادشاہ کو کیا ہدیہ پیش کرنا چاہیئے؟ کیونکہ بادشاہ اگرچہ انصاف پسند تھا مگر کسی اجنبی کو بلا سبب ملک میں داخل ہونے نہیں دیتا تھا۔ آخر اُنھوں نے طے کیا کہ اپنے ہتیار اُس کے سامنے پیش کرینگے۔

صبح وہ چلے جا رہے تھے کہ ناگاہ اُنھیں زمین پر ایک آدمی کی لاش نظر آئی۔ پاس ہی ایک گٹھڑی بھی رکھی تھی۔ قریب کے درخت سے گدہا بندھا تھا۔ انھوں نے خیال کیا، کوئی مسافر تھا۔ گدہا باندہ کر اور گٹھڑی سر کے نیچے رکھ کر آرام کے لئے لیٹا ہو گا، مگر کسی درندے نے اُسے مار ڈالا۔ پھر اُنھوں نے گٹھڑی کھولی تو اُسمیں ریشمی اور کلابتونی کپڑے رکھے تھے۔ وہ بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے "بادشاہ کے لئے یہ اچھا تحفہ ہی۔ گدہا دیکھ کر وہ بہت خوش ہو گا۔ کیونکہ اِس ملک میں گدہا نا پید ہی"

اب اُنھوں نے چاہا یہ مال غنیمت لے کر آگے بڑھیں؛ مگر فوراً ہی پاس کی جھاڑی سے ایک شیر ببر مہیب آواز سے چلاتا باہر نکلا مگر وہ ڈرے نہیں۔ فوراً بندوق چلائی اور شیر کو مار ڈالا۔

(۷)

شاہ نم نم کا پائے تخت سامنے تھا۔ بندوق کی آواز وحشی باشندوں کے لئے بالکل نئی تھی۔ بہت سے آدمی گانوں سے نکل آئے اور آواز کی طرف دَوڑے۔ خود بادشاہ، سب سے آگے تھا۔ بخیت کوکو نے بادشاہ کو دیکھا تو شاہانہ آداب و کورنش بجالایا، اور اپنا اپنے دوست کا پورا قصہ کہہ سُنایا۔ پھر اُسنے کہا:

"میرا یہ دوست، اپنے وقت کا رستم ہی۔ خود اعلیٰ حضرت ملاحظہ فرما رہے ہیں کہ اسنے کس آسانی سے شیر مار ڈالا، اور اِس عجیب مخلوق (یعنی گدھے) کو اپنی سواری بننے پر مجبور کر دیا!"

بادشاہ بہت متحیر ہوا۔ گدھے کی صورت دیکھ کر اُس کی تعجب کی کوئی انتہا نہ رہی۔

پھر بخیت کوکو نے بادشاہ سے کہا "گدہا اصل میں میرے اِس دوست کے بھائی کی سواری ہی۔ وہ اِسپر سوار ہو کر تمام دنیا میں سفر کرتا رہا۔ وہ اپنے اِس گم شدہ بھائی کو تلاش کر رہا تھا جسے وحشی لوگوں نے قید کر لیا تھا۔ وہ اپنے ساتھ اعلیٰ حضرت کے لئے یہ کپڑے بھی لایا تھا۔ مگر افسوس کہ درندے نے اُسے سوتے میں مار ڈالا۔ اب میرا دوست اعلیٰ حضرت کی خدمت میں یہ کپڑے نیز یہ جہنمی ہتیار جس سے اُسنے چشم زدن میں شیر کو مار ڈالا، ہدیۃً پیش کرتا ہی!"

بادشاہ از حد مسرور ہوا اور ہدیئے قبول کر لئے۔ پھر بخیت کوکو نے بادشاہ کی اجازت سے شعبان کو حکم دیا کہ گدھے پر سوار ہو کر بادشاہ کے رُوبرو اُسے دَوڑلئے۔ شعبان گدھے پر سوار ہو گیا۔ مگر سوء اتفاق سے گدھا چلّانے لگا۔ اُس کی عجیب آواز سُنکر وحشی باشندے اور خود بادشاہ پر سخت دہشت طاری ہوئی۔ وہ بے تحاشا بھاگ کھڑے ہوئے۔ بخیت کوکو نے دَوڑ کر بادشاہ کو روکا، اور عرض کیا "یہ حیوان، سفر میں رہنے کی وجہ سے بدتمیز ہو گیا ہی! چند دن آرام کرنے کے بعد ٹھیک ہو جائے گا!"

بادشاہ نے اپنے کاہن سے مشورہ کیا۔ کاہن نے کہا "یہ مخلوق، اصل میں انسان ہی ہی اور جادو کے زور سے جانور بنا دیا گیا ہی"

تب بادشاہ کی آنکھوں میں غصہ ظاہر ہوا۔ بخیت کوکو سمجھ گیا۔ اُسنے بندوق اُٹھائی، اور گولی مار کر گدھے کا خاتمہ کر دیا۔

اب بادشاہ کے ہوش حواس دُرست ہوئے۔ اُس کا غصہ دُور ہو گیا۔ دونوں مہمانوں کو اپنے قصر شاہی میں اُتارا، جو پھونس کا ایک جھونپڑا تھا۔ پھر اُن کے اعزاز میں پر تکلف دعوت کی۔ انکے دس سب سے زیادہ موٹے کتے ذبح کرائے اور اُن کے کباب مہمانوں کو کھلائے!

شاہی مہمان عزت و احترام سے رہنے لگے۔ اُنھیں ہر طرف پھرنے کی اجازت تھی۔ اُنھوں نے دیکھا، یہاں مرد بالکل برہنہ رہتے ہیں۔ عورتیں، صرف سبز پتے باندہ کر ستر پوشی کرتی ہیں۔ جب پتے خشک ہو جاتے ہیں تو اُنھیں پھینک کر نئے پتے باندھ لیتی ہیں۔ تعدد ازدواج کی عادت عام ہی۔ خود بادشاہ کے محل میں ۴۰۰ بیویاں تھیں۔ باشندے بہت مطمئن زندگی بسر کرتے ہیں۔ غذا وافر ہی۔ ہر گھر میں شہد با فراط موجود ہی۔

(۸)

چند ماہ قیام کے بعد دونوں دوست بادشاہ کی اجازت سے خرطوم روانہ ہوئے۔ وہاں سے مصر پہنچے۔ شعبان عدوی نے اپنے چچا کی لڑکی سے شادی کر لی اور اپنے دوست بخیت کوکو سے اپنی بہن بیاہ دی۔

---

[1] کرکور یا قورقرہ، خط استوا پر بحر غزال کے ممالک کا ایک جزو ہی۔ یہ عجیب بات ہی کہ یہاں کے باشندے بہت سُرخ سفید ہوتے ہیں۔ اُن کے بال بھورے اور آنکھیں نیلی ہوتی ہیں۔ بالکل یورپین معلوم ہوتے ہیں۔

بریدِ شرق

مکتوبِ حجاز

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم حجاز کے قلم سے)

لجنۃ التفتیش مدینہ منورہ میں

قارئینِ الہلال لجنۃ التفتیش کے نام اور مقاصد سے واقف ہوچکے ہیں کہ مکہ معظمہ اور جدہ کے انتظامات و اصلاحات سے فارغ ہوکر اب یہ مجلس گزشتہ ہفتہ مدینہ منورہ گئی ہو۔ شیخ حافظ وہبہ اس کے صدر ہیں مجلس نے مدینہ طیبہ میں پہنچتے ہی علماء و فضلاء اور شہر کے سربرآوردہ آدمیوں کو جمع کیا اور صدر مجلس نے اُن کے روبرو حسب ذیل تقریر کی:

"میں تمھیں جلالۃ الملک کا سلام پہونچاتا ہوں۔ سلطان تمھارے لئے اور تمھارے پاک شہر کے لئے اپنے دل میں بہترین آرزوئیں رکھتے ہیں۔ سلطان نے ہمیں یہاں اس لئے بھیجا ہو کہ رعایا کے حالات اور حکومت کے معاملات کی تفتیش کریں۔ جتنی اچھائیاں ہمیں نظر آئیں گی، برقرار رکھیں گے۔ جتنی بُرائیاں دکھائی دیں گی، دُور کردیں گے۔ تم جانتے ہو آدمی اپنی انفرادی حالت میں کمزور ہو، لیکن جماعت کے ساتھ طاقتور ہو۔ پس ہم چاہتے ہیں تم اس مجلس میں شریک ہو۔ اس کی مدد کرو۔ اس کے سامنے اپنی شکایتیں پیش کرو۔ اپنے مشوروں سے اس کی رہنمائی کرو۔ ہم ہر معقول بات سننے اور کرنے کے لئے طیار ہیں۔ ہم ہر ظالم کو گرا دینے پر تلے ہوئے ہیں۔ تم ہرگز کسی کا خوف اپنے دلمیں نہ رکھو۔ بڑے سے بڑے حاکم نے بھی اگر زیادتی کی ہو، تو صاف صاف کہدو۔ ہم فوراً اس کا تدارک کریں گے۔ ہماری غرض اس کے سوا کچھ نہیں کہ اس مقدس شہر کو ترقی اور اس کے باشندوں کو خوش حالی حاصل ہو۔ اس پیغام کے بعد سلطان کی ذمہ داری دُور ہوگئی ہو۔ اگر تم اب بھی خاموش رہوگے اور اپنی شکایتیں پیش نہیں کروگے تو اس کی ذمہ داری سراسر تمھارے ہی سر ہوگی۔ پھر حکومت کو ملامت نہ کرنا، خود اپنی بزدلی اور غفلت پر تاسف کرنا"

اس کے بعد مجلس نے حکومت کے تمام شعبوں اور دفتروں کی جانچ کی۔ پھر اپنی تحقیقات قلم بند کرکے خفیہ طور پر سلطان کو بھیجدی۔ سلطان نے فوراً مدینہ منورہ کے حاکم اور سپہ سالار کو طلب فرمایا اور انھیں معزول کرکے اپنے تیسرے بیٹے شاہزادہ محمد کو حاکم اعلیٰ، شیخ عبد العزیز ابراہیم کو اُن کا نائب، اور شیخ یاسین رواف کو مساعد مقرر کردیا۔ نئے حاکم نے آتے ہی باشندوں کو جمع کیا اور سلطان کا حسب ذیل فرمان سُنایا:

"اے اہل مدینہ! تم اور تمھارے حاکم باہم نیکی اور تقویٰ میں مددگار بنجائیں۔ ہوا و ہوس اور گمراہیوں سے پرہیز کریں۔ باہم اتحاد رکھیں شقاق سے بچیں۔ قیل قال چھوڑدیں۔ خدا ہماری اور تمھاری دستگیری کرے، اور سب کو نیکی کی توفیق بخشے"

پھر سلطان کا وصیت نامہ پڑھا گیا جو اُنھوں نے حاکم مدینہ کے نائب کے لئے لکھا ہو۔ وہ حسب ذیل ہو:

"امن و امان قائم کرنے میں پُوری کوشش کرنا۔ تمام لوگوں سے یکساں برتاؤ کرنا، کیونکہ سب آدمی برابر ہیں۔ نہ عربی کو عجمی پر کوئی فضیلت ہو، نہ عجمی کو عربی پر کوئی امتیاز۔ سب آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی کا پتلا تھا۔ ہاں، اگر کوئی امتیاز ہو تو وہ صرف تقویٰ کا امتیاز ہو۔ میرا مطالبہ یہ ہو کہ تمام رعایا تجھ سے خوش رہے۔ شہری باشندے بھی خوش رہیں، بدوی باشندے بھی خوش رہیں۔ کوئی معاملہ بھی اپنی رائے سے انجام نہ دینا ہمیشہ شرعی حاکم سے مشورہ کرو۔ کیونکہ اس میں اللہ کی اطاعت زیادہ ہو اور مخلوق کی رضامندی بھی اسی ذریعہ حاصل ہوسکتی ہو۔ اپنے بارے میں لوگوں کا خیال بدل دو۔ تمھیں سب سخت گیر کہتے ہیں۔ نرم دل بنجاؤ۔ میری سب سے بڑی وصیت یہ ہو کہ شعائرِ دین قائم کرو، اوامرِ الٰہی جاری کرو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر قائم ہوجاؤ۔ شریعت کے نفاذ میں لومۃ لائم کی پروا نہ کرو۔ اپنے ماتحت عہدہ داروں کی نیکی میں مدد کرو۔ اگر اُن کی کوئی قابل اعتراض بات نظر آئے تو عوام و خواص میں اُن کی مذمت شروع نہ کردو، بلکہ اُنھیں اپنے پاس بُلاکر نصیحت کرو۔ اگر اسپر بھی اُن کی اصلاح نہ ہو تو مجھے یا میرے نائب عام کو اطلاع دو۔ عہدہ داروں کو اپنا جاسوس نہ بنانا۔ سب کو دُور سے اپنا دوست بنائے رکھو!"

سُلطان کا سفر نجد

سلطان اپنے نجدی پائے تخت ریاض کو روانہ ہوگئے ہیں۔ سفر سے پہلے حرم میں نماز پڑھی اور طواف الوداع کیا۔ یہ سفر نجد میں بعض انتظامات کی تکمیل کے لئے ہو۔

عسیر کے لئے طبی وفد

عسیر کا علاقہ جس وقت سے سلطان ابن سعود کے زیر حکومت آیا ہو، سلطان اصلاح و ترقی کی کوششوں میں سرگرم ہیں۔ اس علاقہ میں اسوقت تک نہ تو کوئی باقاعدہ معالج تھا۔ نہ شفاخانہ۔ اب سلطان کے حکم سے ایک طبی وفد بھیجا جارہا ہو تاکہ وہاں ایک شفاخانہ قائم کرے ڈاکٹر خیری بے اس وفد کے رئیس ہیں جو مکہ معظمہ کے محکمۂ حفظانِ صحت کے مہتمم تھے۔

عدل و امان

اس ہفتہ ایک واقعہ ایسا پیش آیا جو اگرچہ حجاز میں اب کوئی غرابت نہیں رکھتا۔ لیکن بیرونی دنیا کے لئے وہ ضرور قابل ذکر ہو۔ واقعہ یہ ہو کہ مکہ معظمہ کا ایک صراف جدہ سے آرہا تھا۔ گھر پہنچکر اُسنے دیکھا کہ پندرہ ہزار روپیہ کی تھیلیاں اسباب سے غائب ہیں! وہ سخت پریشان ہوا دوستوں نے مشورہ دیا کہ پولیس کو خبر کرے۔ مگر اُسنے انکار کردیا۔ کیونکہ اُسے معلوم نہیں تھا، یہ رقم کہاں ضائع ہوگئی؟ اچانک اُس کے *

عالمِ مطبوعات و صحائف

کیا چاند تک پہنچنا ممکن ہو؟

آمریکہ سے یورپ تک دو گھنٹے میں!

آمریکہ اور یورپ میں اب تک مشہور فضائی سیاح لنڈبرگ کا چرچا ہورہا ہو۔ یہی وہ شخص ہو جو نیویارک سے پیرس تک بغیر کہیں رُکنے کے، اُڑنے میں کامیاب ہوگیا تھا۔

لیکن اب یورپ اور آمریکہ کے ہوائی سفر کے ماہرین، اس کامیابی پر متعجب نہیں ہیں۔ اُن کا خیال ہو، بہت جلد یہ بات ممکن ہوجائیگی کہ آمریکہ سے یورپ تک کی مسافت صرف دو گھنٹے میں طے کرلی جائے!

اسوقت جرمنی میں تین شخص ایسے موجود ہیں جو چاند تک پہنچنے کے لئے عملی جد و جہد شروع کرچکے ہیں۔ یہ سب کے سب علوم کے ماہر نامور ہیں اور اُن تدابیر پر علمی طریقہ سے غور کرچکے ہیں جن کے ذریعہ ہوائی جہاز کا چاند تک پہنچ جانا ممکن ہو۔

حال میں پروفیسر ماکس ویلیر نے (جو ان تین میں سے ایک ہو) ایک بیان بعض علمی رسائل میں شائع کیا ہو۔ وہ لکھتا ہو:

"انسان اب اپنی ایجادات کے زور سے مسافت کی دُوری پر غالب آگیا ہو۔ مثلاً سو میل کی مسافت پہلے ۴ دن میں طے کیجاتی تھی۔ بائسکل نے اسے ایک دن کی مسافت کردیا۔ ریل نے اسے ایک گھنٹہ کا سفر بنادیا۔ اور اب ہوائی جہاز کے لئے یہ صرف چند منٹوں کی بات ہو۔ پھر اگر توپ کے گولہ کی رفتار پر نظر ڈالی جائے، تو وہ سو میل کی مسافت ۳ منٹ میں طے کرلیتا ہو"

"بلاشبہ موجودہ ہوائی جہاز توپ کے گولہ کی سی رفتار نہیں پیدا کرسکے ہیں۔ کیونکہ جہاز جوں جوں فضا میں بلند ہوتا جاتا ہو، ہوا لطیف ہوتی جاتی ہو، اور جہاز کی قوت میں کمی آتی جاتی ہو۔ لیکن اس سے ہماری کوششوں میں فرق نہیں آسکتا۔ ہمیں اپنی سعی برابر جاری رکھنی چاہئے۔ ہم ضرور کوئی ایسا طریقہ پیدا کرلیں گے کہ توپ کے گولہ کی طرح ہوائی جہاز بھی فضا میں بغیر کسی رُکاوٹ کے بلند ہوسکے"

"بعض لوگوں کا خیال ہو کہ اگر ہوائی جہازوں میں ایسے محرک (موٹر) لگادئے جائیں جو بلندی پر جاکے ہوا میں کثافت پیدا کرسکیں تو یہ مشکل حل ہوجائے گی لیکن میرے خیال میں یہ صحیح نہیں ہو۔ اس صورت میں زیادہ سے زیادہ ۱۵ میل تک جہاز پہنچ سکے گا۔ اس کے بعد محرک بے کار ہوجائے گا"

"یہ مشکل صرف اس طرح حل کی جاسکتی ہو کہ محرک، خود جہاز میں نہیں بلکہ اُس کے باہر ہو۔ یعنی ایسے آلات ایجاد کئے جائیں جو جہاز کو بلندی پر اُسی طرح پہنچادیں، جس طرح توپ اپنا گولہ اُڑا دیتی ہو۔ اس صورت میں ہوا کی لطافت کا اُسپر کوئی اثر نہیں پڑے گا"

ایک اور پروفیسر ریسویل کا خیال ہو۔

"اگر ہوائی جہاز، ۱۵ میل کی بلندی پر پہنچ سکے۔ اور اُس کا محرک ۵۰ ٹن وزن کا ہو، اور خود جہاز کا وزن ½ ۹ ٹن سے زیادہ نہ ہو، تو وہ برلن سے نیویارک کا فاصلہ ۲۸ گھنٹے میں طے کرسکتا ہو۔ لیکن اگر جرمن پروفیسر کے نظریہ کے مطابق یہ جہاز، توپ کے گولے کی طرح، درجہ ۸۰ کے زاویہ پر، ہوا میں پھینکا جائے، تو ۷ اسکنڈ کے

---

* دروازہ پر دستک دی گئی۔ پھر پولیس کے سپاہی ۱۵ ہزار کی تھیلیاں لئے داخل ہوئے۔ اُنھوں نے کہا، تمھارا روپیہ یہ ہو۔ مقالہ نگار الہلال

کئی چشمدید گواہوں کے بیانات بھی حذف کر دیئے ہیں، جن کا بیان ہے کہ سیکڑوں دیہات جلا دیئے گئے اور ان میں بوڑھے مرد اور پردہ نشین عورتیں بھی جلکر راکھ ہو گئیں۔

غدر کے تاثرات جنوبی ہند اور بنگال تک نہیں پھیلے لیکن بہار سے لے کر شمال مغربی سرحد تک غدر کی یاد ابتک تازہ ہے۔ اس علاقہ کے ہندوستانیوں اور انگریزوں دونوں نے ابھی تک فراموش نہیں کیا ہے۔ اس لئے اس کی یاد ان دونو قوموں کے باہمی تعلقات میں رخنہ اندازی کرتی رہتی ہے۔ جب کبھی کہیں ذرا سا فساد ہوتا ہے تو ہندوستان کے انگریز باشندے چلا اُٹھتے ہیں "مارشل لا فی الفور نافذ کیا جائے"، کیونکہ انہیں ہر وقت اپنی جانوں کا خطرہ رہتا ہے اگر غدر کے افسانے انگریزی تواریخ میں ایسے خوفناک طریقہ سے درج نہ کئے جاتے تو انگریزوں کے دلوں میں اس قسم کا ہیجان ہرگز پیدا نہ ہوتا۔ جب کبھی انگریز یہ جھوٹے قصے پڑھتے ہیں۔ تو ان کے دلوں میں ہندوستانیوں کے خلاف ایک عالمگیر نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور خواہ مخواہ کوئی بہانہ پیدا کر کے انتقام لینے پر تل جاتے ہیں میں ذیل میں تین ایسے واقعات کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جس سے عہد غدر کے بعد خیالات کا اندازہ لگ سکتا ہے:

تین واقعات

کوکوں کی بغاوت

(۱) "۱۳ر جنوری ۱۸۷۲ء کو تقریباً ایک سو انتہا پسند سکھوں نے (جنھیں پنجابی زبان میں کوکے بھی کہتے ہیں) مالیر کوٹلہ کے شہر پر دھاوا مار دیا۔ فریقین کے درمیان سخت لڑائی ہوئی۔ اور دونو طرف سے بہت سے آدمی مقتول و مجروح ہوئے۔ سکھوں کی طرف سے ۶۰ آدمی (جن میں ۲۲ مجروح بھی تھے) بھاگ کر ریاست پٹیالہ میں پناہ گزیں ہو گئے۔ لیکن دوسرے ہی دن انھوں نے انگریزوں کے سامنے ہتیار ڈال دیئے اور اُنھیں شیرپور کے قلعہ میں قید کر دیا گیا۔ کووَن نے جو لدھیانہ کا ڈپٹی کمشنر تھا، ان قیدیوں کو کوٹلہ میں بلوایا (جہاں وہ خود ۱۶ر تاریخ کو پہنچ گیا تھا) اسنے اپنے کمشنر کو اسی وقت اطلاع بھیجی کہ اب امن و امان ہو گیا ہے اور کل صبح قیدیوں کو توپ کے ذریعے اُڑا دیا جائے گا۔ ۱۷ر جنوری کو کمشنر نے کووَن کو حکم دیا کہ قیدی فی الحال شیرپور کے قلعہ ہی میں رکھے جائیں، لیکن کووَن نے تعمیل حکم سے گریز کیا اور اسی روز بغیر کسی تحقیقات کے ۴۳ قیدی توپ سے اُڑا دیئے گئے۔ شام کے ۷ بجے کمشنر کا ایک اور حکم ملا۔ اسوقت ۶ قیدی توپ کے سامنے بندھے ہوئے تھے۔ کمشنر نے لکھا تھا کہ تمام قیدی بلا تاخیر اس کے پاس بھیجدیئے جائیں تاکہ وہ انکے مقدمہ کی سماعت کرے۔ لیکن کووَن نے اس حکم کی بھی مطلق پروا نہ کی۔ اور اس گروہ کو بھی توپ سے اُڑا دیا۔ جب گورنمنٹ نے اس کی نافرمانی کے متعلق باز پرس کی۔ تو اسنے جواب دیا "جب مجھے کمشنر کا حکم ملا تھا تو میں نے سوچا، اگر اسوقت ان ۶ آدمیوں کو (جو توپوں سے بندھے ہوئے ہیں) قتل نہ کیا گیا تو حاضرین پر بُرا اثر پڑیگا۔ اور اس تاخیر سے ہماری کمزوری ثابت ہوگی۔ اس لئے میں نے انہیں قتل کرا دیا" ایک قیدی اپنے محافظوں سے بھاگ نکلا تھا اُسنے آتے ہی کووَن پر حملہ کر کے اس کی داڑھی پکڑ لی۔ لیکن ہندوستانی افسروں نے اسے تلواروں سے ڈھیر کر دیا۔ فارسیتھ (کمشنر) نے کووَن کو کئی دفعہ حکم دیا تھا کہ قانون کے مطابق کارروائی کرنی چاہیے مگر اسنے نافرمانی کی۔ علاوہ ازیں کمشنر نے گورنمنٹ کو تار بھی دیدیا تھا کہ میں موقع پر موجود ہوں۔ اور میں ان قیدیوں کے مقدمات کا بغیر کسی تاخیر کے فیصلہ کر سکتا ہوں۔ مجھے اسوقت کسی فوری کارروائی کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ کیونکہ ممکن ہے اس سے جوش زیادہ پھیل جائے۔ لیکن جب ڈپٹی کمشنر نے اسے اطلاع دی کہ اسنے بہت سے قیدی قتل کرا دیئے ہیں۔ تو کمشنر نے اس کا جواب یوں دیا۔ "میرے پیارے کووَن۔ جو کچھ آپنے کیا ہے۔ بہت اچھا کیا ہے۔ میں نے آپ کا طرز عمل نہایت پسند کیا۔ میں بھی آپکی تقلید کروں گا"۔ چنانچہ جب بقیہ قیدی اس کے پاس بھیجے گئے تو اُسنے بھی انہیں سزائے موت دے دی۔ جب گورنمنٹ آف انڈیا کو ان واقعات کا علم ہوا تو اسنے ایک بڑا لمبا چوڑا حکم لکھا۔ اور کووَن کے فعل کی سخت مذمت کی۔ اور اسے وحشیانہ حرکت سے منسوب کیا۔ بالآخر کووَن برخاست کیا گیا۔ کمشنر کو بھی سخت ملامت کی گئی اور اسے ایک دوسرے صوبے میں اسی عہدے پر تبدیل کر دیا گیا۔ جب لارڈ نارتھ بروک وائسرائے ہوئے تو فارسیتھ نے اس حکم کے خلاف اپیل کی۔ وائسرائے نے اسے کاشغر ایک سیاسی وفد کا سرکردہ بنا کر بھیجدیا جہاں اسے سیاسی خدمات کے عوض سر کا خطاب دیا گیا۔

اُسوقت تمام انگریز افسروں اور اخباروں نے کووَن اور فارسیتھ سے ہمدردی ظاہر کی تھی۔ میں نے اپنی تمام زندگی میں ایسا دہشتناک واقعہ نہیں دیکھا ہے۔ میری رائے میں گورنمنٹ نے ان دو افسروں کو برائے نام سزا دی۔ حالانکہ وہ سنگین سزا کے مستحق تھے"

میں نے یہ تمام واقعہ حرف بحرف کاٹن کی کتاب "یاد ایام" (Indian & Home memories) سے اخذ کیا ہے۔ کیونکہ میں اس سے بہتر اس واقعہ کی تفصیل نہیں لکھ سکتا تھا!

فارسیتھ اپنی سوانح عمری میں اسی واقعہ کی متعلق یوں لکھتا ہے،

"چونکہ میں کمشنر تھا اس لئے مجھے قتل کرنے کے کلی اختیار تھے لیکن کووَن کو اس قسم کا کوئی اختیار نہ تھا۔ میں نے اسے لدھیانہ سے لکھ دیا تھا کہ وہ ان باغیوں کے مقدمہ کی سماعت کرے لیکن جب تک میں اس کے پاس نہ پہنچ جاؤں، وہ کسی صورت میں ان قیدیوں کو سزا نہ دے۔ لیکن اسنے میرے اختیارات چھین کر قانون اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اور بغیر میرے حکم کے قتل کرا دیا۔ ناچار اسکے فعل کی ذمہ داری مجھے اپنے سر لینی پڑی۔ اور اس سے متفق الرائے ہونا پڑا۔ کیونکہ میں اُسے غلطی کے نتائج سے بچانا چاہتا تھا۔ جب اسے ملازمت سے برطرف کیا گیا۔ تو میں نے اس کی ہر طرح سے امداد کی اور اسکے واسطے ہندوستان میں ہی ایک نہایت عمدہ ملازمت مہیا کر دی"

جنگ افغانستان

(۲) دوسرا واقعہ افغانستان کی دوسری جنگ سے تعلق رکھتا ہے میں اسوقت اس جنگ کے واقعات دُہرانا نہیں چاہتا۔ کیونکہ یہ بڑی لمبی چوڑی داستان ہے۔ جب افغانستان اور برطانیہ کی آپس میں صلح ہو گئی۔ تو کیوگنری کو برطانیہ کی طرف سے بطور سفیر کابل میں متعین کیا گیا۔ چند دنوں کے بعد کیوگنری مع اسٹاف کے خود پٹھانوں کے ہاتھوں مقتول ہوا۔ جرنیل رابرٹ نے کابل پر چڑھائی کی۔ اور بڑی بہادری دکھا کر اکتوبر ۱۸۷۹ء میں فتح کر لیا۔ بعد ازاں انتقامانہ کارروائیاں شروع ہو گئیں۔ کیونکہ پٹھانوں نے ہمارے سفیر کو قتل کر کے ہمارے جھنڈے کی بڑی توہین کی تھی۔ کاٹن اپنی کتاب کے صفحہ ۱۷۲ میں لکھتا ہے کہ مارشل لا (جنگی قانون) فوراً نافذ کیا گیا۔ لوگوں کو گروہ در گروہ پھانسی دی جاتی تھی۔ امیر یعقوب خاں کو جلاوطن کر کے ہندوستان بھیجا گیا۔ گرد و نواح کے علاقے سامان خورد و نوش کی خاطر تباہ کئے جاتے تھے۔ دیہاتوں کا جلانا تو ایک روزمرہ کی کارروائی تھی!

سر چارلس میگریگر جو لارڈ رابرٹ کا چیف آف سٹاف تھا اپنی سوانح عمری کے صفحہ ۱۳۶ میں مندرجہ ذیل فقرات لکھتا ہے۔

"جب تک مجھے افغان قیدیوں کے جرم کا یقین نہ ہو جائے تب تک میں انہیں بے فائدہ سزا نہیں دوں گا۔ دفتر امور خارجہ کی رائے ہے کہ ایسی سزائیں دی جائیں جو عبرتناک اور جارحانہ ہوں لیکن میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ ہمیں ہر ایک مقدمہ میں پوری تفتیش کرنی چاہئے۔ میں بے گناہ لوگوں کو قتل کرنا نہیں چاہتا۔ کیونکہ اس سے بُرے نتائج نکلتے ہیں"۔

یہی جرنیل اپنے روزنامچہ میں ۲۲ر اکتوبر کا یہ واقعہ لکھتا ہے۔

"میں نے آج ۵ آدمیوں کی زندگی بچائی ہے۔ یعنی اگر میں ان کے مقدمات میں پوری طرح غور و خوض نہ کرتا۔ تو انہیں یقیناً پھانسی دی جاتی۔ ان ملزموں میں سے ایک کا نام ابوبکر تھا۔ جو سوداگر تھا۔ اسکے خلاف مقدمہ صریحًا بناوٹی تھا۔ کیونکہ اس کے جانی دشمن نے اسکے خلاف جھوٹی شہادت دی تھی"،

ہاورڈ ہینسن جو اخبار پانیر الہ آباد کا اس جنگ میں نامہ نگار تھا ایک جگہ کابل کا نقشہ یوں کھینچتا ہے۔

"کابل شہر خموشاں بنا ہوا ہے۔ وہ بازار اور کوچے جہاں ہر وقت خونریزی اور فساد کا بازار گرم رہتا تھا اب قبرستان کی مانند چپ چاپ ہیں۔ شہر کے باشندوں نے پہلے پہل ہماری نرمی سے فائدہ اُٹھایا تھا۔ لیکن جب سے ہم نے انتقام لینا شروع کیا ہے، اُنھیں ہماری وحشیانہ طاقت کا پوری طرح احساس ہو گیا ہے"

جب ہماری فوجوں کی ظالمانہ حرکات کی اطلاع انگلستان پہنچی۔ تو عوام الناس نے بڑا شور مچایا۔ افغانستان میں ابتک ہمارے وحشیانہ افعال کی یاد تازہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ ہمارا قدیمی دشمن چلا آتا ہے۔

خریداران الہلال

توجہ فرمائیں

* * *

جن جن حضرات سے ۶ ماہ کی قیمت وصول ہوئی تھی، اُن کا حساب الہلال نمبر (۲۴) پر ختم ہو جائے گا۔ یعنی آئندہ نمبر سے بعد کے نمبر پر۔ اگر وہ آئندہ بھی الہلال کا مطالعہ جاری رکھنا چاہتے ہیں، تو دفتر نہایت شکر گذار ہوگا اگر وی۔ پی کی درخواست کی جگہ وہ بذریعہ منی آرڈر قیمت روانہ کر دیں۔ وی۔ پی کی رقم وصول ہونے میں بہت تاخیر ہوتی ہے، اور اس لئے پرچہ کے مسلسل اجرا میں خلل واقع ہو جاتا ہے۔ اگر وہ ایک ہفتہ کے اندر قیمت بذریعہ منی آرڈر بھیجدیں تو رجسٹر میں نمبر ۲۴ کے بعد سے اُن کی جدید خریداری کا اندراج ہو جائے، اور پرچہ کی ترسیل بغیر کسی انقطاع کے جاری رہے۔

یہ کہنا ضروری نہیں کہ نئی ششماہی جلد سے الہلال کا نیا دور حیات شروع ہوگا، اور وہ اس حالت سے بالکل مختلف ہوگا، جس حالت میں اسوقت تک نکلتا رہا ہے۔ (منیجر)

دہلی کے نامی اور نامور مشہور و معتبر مقبول خاص و عام اسم بامسمّٰی

ہمدرد دواخانہ یونانی دہلی کا

عدیم المثال نادر الوجود سرمائی تحفہ

تار کا کافی پتہ "ہمدرد، دہلی"

ماء اللحم دو آتشہ

برنسخۂ خاص

زندگی جیسی عزیز اور پیاری چیز ہے وہ ظاہر ہے۔ لیکن تندرستی بھی ایک ایسی نعمت ہے کہ بغیر اس کے زندگی بے لطف بلکہ بیکار ہے۔ تندرستی ہزار نعمت ہے۔ تندرستی ہے تو سب کچھ ہے۔ اگر آپ کو تندرستی کی قدر ہے اور تندرست رہنا پسند کرتے ہیں تو ہمارا تازہ کشید کیا ہوا ماء اللحم استعمال کیجئے اور پیری میں شباب کا لطف اٹھائیے یہ امر تو مسلم ہے کہ ماء اللحم مقوی ارواح ہے، بدن میں چستی اور توانائی پیدا کرنا۔ رنگ کا نکھارنا۔ روح کو تازگی اور قوت دینا۔ گئی ہوئی طاقت میں از سر نو جان کا ڈالنا اس کی خاصیت ہے۔ مگر ہمارا ماء اللحم خصوصیت کے ساتھ پیروں کو جوان اور جوانوں کو نوجوان بنا تا ہے اس لئے کہ نادر اور بیش قیمت اور مقوی اور فرحت بخش اجزاء سے بطرز خاص تیار کیا گیا ہے۔ نسخہ بھی اس کا معمولی اور کتابی نہیں ہے بلکہ عالیجناب شفاء الملک بہادر عفران مآب رئیس اعظم دہلی کا خاص خاندانی نسخہ ہے جو جناب ممدوح نے بغرض رفاہ عام "ہمدرد دواخانہ" کو مرحمت فرمایا ہے۔ ایک مرتبہ ماء اللحم کا استعمال فرما کر خدا کی قدرت کا مشاہدہ کیجئے۔ فائدہ تو تین دن کے بعد ہی معلوم ہوتا ہے مگر معتدبہ اور پورا فائدہ ایک چلہ میں ہوتا ہے۔ پبلک کو صرف اپنی لفاظی اور خوش بیانی سے خوش کر دینا ہمارا شیوہ نہیں ہے۔ مگر بعض امور میں ہم کو اپنی سچی ہمدردی کے اظہار کا کوئی موقع نہیں ملتا ہے تو مجبور ہو کر اشتہار دینا پڑتا ہے۔

ماء اللحم کے استعمال کا یہی موسم ہے اور یہی زمانہ ہے منگائیے! اور آزمائیے!! تجربہ بتا دے گا کہ ہمدرد کہاں تک اپنے دعویٰ میں سچا ہے۔ مشک آنست کہ خود ببوید۔ قیمت بھی بہ نظر ہمدردی پانچ روپیہ فی بوتل مقرر کی گئی ہے علاوہ اسکے چند اقسام کے حلوے مقوی اور خوش ذائقہ نہایت نفیس تیار ہیں جن کے پورے افعال و خواص آپ فہرست میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ نیز ہر قسم کی مفرد و مرکب دوائیں اس دواخانہ سے مناسب قیمت پر ملتی ہیں۔ فہرست ۱۹۲۷ء مع جنتری تیار ہے۔ مفت طلب فرمائیے۔ خط و کتابت کے لئے کافی پتہ "منیجر ہمدرد دواخانہ یونانی دہلی"

منیجر ہمدرد دواخانہ یونانی دہلی

رنگ دیکھ لو ۔۔۔ گھس کر آزما لو

ڈورواتوسون

جرمنی کی حیرت انگیز ایجاد

اس سونے کی نہایت خوبصورت نازک منقش چوڑیاں جرمنی سے بنکر آئی ہیں۔ چونکہ انہیں ایک خاص مشین میں بنایا گیا ہے۔ انکے اندر رنگیں چوڑیاں آجاتی ہیں۔ اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ بہترین زبرجد اور یاقوت کے نگینے جڑ دیئے گئے ہیں۔ برسوں استعمال کیجئے لیکن رنگ و رونق میں فرق نہیں آتا اور نہ سیاہی آتی ہے۔ صنف نازک کے لئے بہترین تحفہ ہے۔ ڈھائی روپیہ میں پانچسو روپے کا کام نکالا جا سکتا ہے۔ ہر سائز کی موجود ہیں۔ سیکڑوں کی تعداد میں روزانہ فروخت ہوتی ہیں۔ جلد منگوائیے تاکہ اسٹاک ختم نہ ہو جائے۔ ۸ چوڑیوں کی قیمت ڈھائی روپیہ۔ جن کا وزن تقریباً ڈیڑھ تولہ ہوگا۔ چوبیس چوڑیوں کے دام صرف سات روپئے (مع)

منیجر گولڈن اسٹور۔ پوسٹ بکس ۱۲ لاہور

برص سفید داغ ۱۲ یوم میں جڑ سے غائب

ورنہ پوری قیمت واپس۔ اقرار نامہ لکھالیں اکیس خوراک معجون مسیحا اور ایک شیشی روغن مسیحا جو پورے ۲۱ روز کافی ہوگی قیمت مع خرچ ساڑھے روپیہ تیرہ آنہ

دفتر معالج برص نمبر ۱۵ دربھنگہ (بہار)

پروانہ

اپنی نوعیت کا پہلا رسالہ ملک اور قوم و ملت کا سچا پروانہ دلچسپ اور اچھوتے مضامین نظم و نثر سے لبریز نومبر ۲۷ء دربھنگہ سے نہایت پابندی کے ساتھ شایع ہوگا لکھائی چھپائی اور کاغذ بہت نفیس چندہ سالانہ تین روپیہ (عـہ) طلبہ سے دو روپیہ (عـہ) ممالک غیر سے پانچ روپیہ (صـہ)

منیجر رسالہ پروانہ دربھنگہ (بہار)

افیم چھڑانے کی بے نظیر گولیاں

جن کے استعمال سے صدہا علی آسانی سے افیم چھوڑ چکے ہیں ایک روپیہ ماہوار کے علی کے کئی عمر کی گولیاں کافی ہو سکتی ہیں۔ ملنے کا پتہ۔ حکیم محمد عمر اینڈ سنز موگا ضلع فیروز پور پنجاب

جمعیتہ علمائے ہند کے اخبار الجمعیۃ

کا

جیب نمبر

رجب میں شایع ہوگا

مشتہرین اور ایجنٹوں کے لئے نادر موقع

بیس اخباروں میں علیحدہ علیحدہ بیس بار اشتہار دینا اور الجمعیۃ

کے

جیب نمبر

میں ایک دفعہ ایک اشتہار دے دینا برابر ہے۔ تمام اشتہارات شروع دسمبر میں موصول ہو جانے چاہئیں۔ ایجنٹوں کو چاہئے کہ دفتر سے فوراً خط و کتابت شروع کر دیں۔

خط و کتابت کے لئے پتہ

منیجر "الجمعیۃ" دہلی

بعد وہ تین ہزار میٹر کی بلندی پر پہنچ جائیگا۔ اُس کی تیزی ہر سکنڈ میں ۴۰۰ میٹر ہو جائے گی۔ ۴۵ سکنڈ کے بعد وہ ۲۰ ہزار میٹر بلندی پر ہوگا اور اس کی تیزی ہر سکنڈ میں ۸۰۰ میٹر زیادہ ہوتی جائے گی۔ پھر ۴۰ سکنڈ کے بعد ۵۰ ہزار میٹر کی افقی بلندی پر پہنچ جائے گا۔ اور اُسکی افقی سرعت، ہر سکنڈ میں دو ہزار میٹر ہو جائے گی۔ اس صورت میں یہ جہاز برلن سے نیویارک صرف ۱½ گھنٹے میں پہنچ جائے گا!"

ایک دوسرے جرمن پروفیسر اوبرٹ کا خیال ہے۔

"دس پندرہ برس کی مدت میں ایسے ہوائی جہاز بنجائیں گے، جو ہر سکنڈ میں ۱۲۰۰۰ میٹر مسافت طے کرلیں گے۔ اُسوقت یہ ممکن ہوگا کہ انسان چاند اور دوسرے کواکب تک پہنچ سکے"

لیکن بہت سے علماء یہ نظریہ تسلیم نہیں کرتے۔ اُن کے دو بڑے اعتراض ہیں جن کا اب تک کوئی شافی جواب نہیں ملا ہے۔ ایک یہ کہ جو جہاز اس قوت سے توپ کے گولے کی طرح فضا میں پھینکا جائیگا، وہ ایک معین حد پر پہنچکر ضرور مشتعل ہو جائے گا یعنی جل جائے گا دوسرے یہ کہ اگر کوئی تدبیر ایسی کر بھی لی جائے کہ جہاز مشتعل نہ ہو، جب بھی اُس کے اُترنے کی صورت کیا ہوگی؟ یقیناً وہ اُسی تیزی سے نیچے گرے گا، جس تیزی سے اوپر پھینکا گیا ہے!

جرمن ہوا باز یہ اعتراض تسلیم کرتے ہیں، مگر ساتھ ہی اُمید کرتے ہیں کہ ہم جلد ان مشکلات پر غالب آجائیں گے۔

صناعی آنکھ جو رات کی تاریکی میں دیکھتی ہے!

Noctovision

جب آفتاب کا نور کسی مثلث شیشے میں سے ہو کر گزرتا ہے، تو، رنگ کا ظاہر ہوتا ہے۔ سب رنگ علحدہ علحدہ اوپر نیچے صفوں کی صورت میں ہوتے ہیں۔ سُرخ رنگ سب سے نیچے ہوتا ہے۔ اُس کے اوپر نارنجی، پھر زرد، پھر سبز، پھر اودا، پھر نیلا، پھر بنفشی یعنی بنفشی سب سے اوپر ہوتا ہے۔ سُرخ سب سے نیچے۔ قوس قزح میں بھی یہی ساتوں رنگ دکھائی دیتے ہیں۔

لیکن تحقیقات سے ثابت ہوا کہ آفتاب کا نور، صرف ان سات رنگوں ہی میں تحلیل نہیں ہوتا، بلکہ اور بھی بہت سے رنگ اختیار کرتا ہے مگر وہ رنگ غیر مسلح آنکھ سے دکھائی نہیں دیتے۔ ان غیر مرئی رنگوں میں بعض رنگ سرخ رنگ کے نیچے ہوتے ہیں اور بعض بنفشی کے اوپر۔

سرخ شعاعوں کے نیچے جو شعاعیں ہیں، وہ گرم ہوتی ہیں۔ اگرچہ آنکھ سے دکھائی نہیں دیتیں لیکن جلد پر محسوس ہوتی ہیں۔ یہ شعاعیں تاریک شعاعیں کہلاتی ہیں۔ آفتاب کی جو قوت ہم تک پہنچتی ہے، اسکے اجزاء میں غالب حصہ انہی تاریک شعاعوں کا ہوتا ہے۔

بنفشی شعاعوں کے اوپر جو شعاعیں ہیں، اُنکی موجیں بہت ہی چھوٹی ہوتی ہیں۔ یہ بھی دکھائی نہیں دیتیں۔ البتہ فوٹوگراف کی تختی پر ان کا اثر ظاہر ہو جاتا ہے۔ ان کا نام ہے "شعاع ماوراء بنفشی" یا "شعاع کیمیاوی"

انسان کی آنکھ آفتاب کی اُنھی شعاعوں سے متأثر ہوتی ہے جو سُرخ اور بنفشی رنگوں کے درمیان ہیں۔ جب یہ تمام شعاعیں یا ان میں سے کوئی ایک شعاع کسی جسم سے منعکس ہوتی ہے، تو آنکھ متأثر ہوتی ہے، اور دیکھنے لگتی ہے۔ لیکن اگر ان ساتوں رنگوں کے علاوہ کسی دوسرے رنگ کی شعاع جسم سے منعکس ہوتی ہے، تو آنکھ اُس سے متأثر نہیں ہوتی، اس لئے وہ دیکھ بھی نہیں سکتی۔

لیکن اب انسان کی یہ مجبوری دُور ہو جائے گی۔ کیونکہ انگلستان میں جان بایرڈ نامی ایک عالم نے ایک ایسی کہربائی آنکھ ایجاد کرلی ہے، جو تاریکی میں بھی بخوبی ہر چیز دیکھ سکتی ہے۔ یہ صناعی آنکھ اس درجہ حدید البصر ہے کہ تاریک شعاعیں، یعنی وہ شعاعیں جو سُرخ رنگ کے نیچے ہیں۔ اُسے متأثر کر دیتی ہیں۔ اس آنکھ کے فعل کا نام Noctovision (یعنی رات میں دیکھنا) تجویز کیا گیا ہے

قارئین الہلال شاید واقف ہونگے کہ یہ موجد وہی نوجوان ہے جو پچھلے دنوں ایک نہایت مفید ایجاد کے سلسلہ میں مشہور ہو چکا ہے۔ اُسنے ایک ایسا طریقہ ایجاد کیا تھا جس سے دُور کی چیزیں بھی ویسی ہی دکھائی دیتی ہیں، جس طرح قریب کی چیزیں انسان دیکھ لیتا ہے

لیکن یہ جدید ایجاد پہلی ایجاد سے زیادہ حیرت انگیز اور مفید ہے۔ یہ آلہ اس طرح بنایا گیا ہے کہ اس میں سرخ رنگ کے نیچے کی شعاعیں جمع ہو جاتی ہیں، اور اُسی طرح خارج ہوتی ہیں، جس طرح چور لیمپ سے روشنی نکلتی ہے۔ پھر سُرخ شعاعیں اتنی زیادہ مقدار میں تاریک جسم پر سمٹ آتی ہیں کہ کہربائی آنکھ فوراً متأثر ہو جاتی ہے، اور ایک خاص لوح پر صورتیں اسی طرح منعکس کرنے لگتی ہے جس طرح سینما کے پردے پر صورتیں ظاہر ہوتی ہیں!

برطانی حکومت نے سرکاری طور پر اس ایجاد کا امتحان کیا تھا۔ ایجاد کامیاب ثابت ہوئی۔ اور حکومت نے موجد سے اسکے حقوق استعمال حاصل کرلئے۔

زلزلے سے پہلے اُس کا اعلان

تحقیقات سے ثابت ہوا ہے کہ سمندر کے مدّ و جزر کی طرح زلزلے میں بھی مدّ و جزر ہوتا ہے۔ حالت مدّ میں زلزلے بکثرت واقع ہوتے ہیں۔ حالت جزر میں تقریباً مفقود ہوتے ہیں۔ ان دونوں حالتوں کی علحدہ علحدہ مدت علماء نے ۷ سال، یا ۱۱ سال قرار دی ہے۔

بعض ملکوں میں زلزلے زیادہ آیا کرتے ہیں۔ پہلے خیال کیا جاتا تھا کہ زلزلے اور آتش فشاں پہاڑوں میں باہم گہرا قوی علاقہ ہے جن ملکوں میں یہ پہاڑ زیادہ تعداد میں موجود ہیں وہاں زلزلے بھی زیادہ آتے ہیں مگر اب تک آتش فشانوں اور زلزلے کا باہمی علاقہ علمی طور پر ثابت نہیں ہوا ہے۔ اس لئے علماء یہ علاقہ تسلیم نہیں کرتے۔

حال میں علماء طبقات الارض کی ایک جماعت نے اعلان کیا ہے کہ وہ عنقریب ایک ایسا طریقہ ایجاد کرسکینگے جس سے زلزلے کا علم اُسکے وقوع سے بہت پہلے ہو جایا کرے گا۔ اگر اس کوشش میں کامیابی ہوگئی، تو ایسے ملکوں کے لئے جیسا کہ جاپان ہے، یہ ایک عظیم احسان ہوگا۔

چنانچہ انگریزی کے مشہور علمی رسالہ "نیچر" میں ایک مقالہ نگار لکھتا ہے:

"بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ زلزلے سے پہلے زمین کی سطح میں کجی پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ کجی بتدریج زیادہ ہوتی رہتی ہے، یہاں تک کہ زلزلے پر پہنچکر ختم ہو جاتی ہے۔ کجی، آنکھ سے بھی مشاہدہ کی جا سکتی ہے، کیونکہ زمین کی ہموار سطح، نمایاں طور پر خم ہو جایا کرتی ہے۔ اگر یہ نظریہ صحیح ثابت ہو جائے، تو بآسانی ایک ایسا آلہ ایجاد کیا جا سکتا ہے جو زمین کی خفیف سے خفیف کجی بھی محسوس کرلے اور ایک گھنٹی کے ذریعہ خطرہ کا اعلان ہو جائے"!

گزشتہ ماہ شہر برگ میں علم مساحت ارض کے ماہرین کی کانفرنس منعقد ہوئی تھی۔ اسمیں جاپان کا ایک مشہور ماہر طبقات الارض ڈاکٹر اِمامورا بھی شریک تھا۔ "نیچر" کے مقالہ نگار نے اُس سے ملاقات کی اور اپنا نظریہ پیش کیا۔ جاپانی ڈاکٹر نے اس کی تائید کی اور بتلایا کہ ۷ مارچ ۱۹۲۷ء میں ٹانگو کے مہیب زلزلے سے ڈھائی گھنٹے پہلے زمین کی سطح میٹو اور سونا کاٹا نامی دو مقاموں میں بلند اور خمیدہ ہوگئی تھی۔ بلندی ایک میٹر سے بھی زیادہ دیکھی گئی تھی۔

نیز ڈاکٹر نے بیان کیا کہ اُسنے ۱۹۲۳ء سے ۱۹۲۷ء تک کے ۵ ہولناک جاپانی زلزلوں کی تفصیلات جمع کرلی ہیں۔ ان سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر زلزلے سے پہلے زمین کی سطح بلند اور خمیدہ ہوگئی تھی۔ بلندی ایک میٹر سے دو میٹر تک نمایاں تھی۔ بعض حالتوں میں یہ حالت زلزلے سے ۵ گھنٹے پیشتر پیدا ہوگئی تھی۔ بعض حالتوں میں ایک دو گھنٹے پیشتر۔

ایک دوسرے جاپانی پروفیسر اِچیمیو نے ایک آلہ ایجاد کرلیا ہے اس کا نام "کلینوگراف" ہے۔ یہ وہی آلہ ہے، جس کا ذکر "نیچر" کے مقالہ نگار نے کیا ہے۔ اس آلہ سے سطح زمین کی ہر بلندی اور کجی معلوم ہو جاتی ہے۔

صناعی آفتاب

یہی رسالہ ناقل ہے کہ امریکہ میں ایک ایسا کہربائی فانوس ایجاد کیا گیا ہے، جس میں ۱۳۸۵۰۰۰۰۰۰ بتیوں کی قوت موجود ہے۔ اسکی حرارت دس ہزار درجہ تک کی ہے اور اُس کی روشنی، فضاء آسمانی میں ایک ہزار میل تک پہنچتی ہے۔ یہ اندھیری رات کو ٹھیک اُسی طرح روشن کر دیتا ہے، جیسے دن کے وقت سورج کی دھوپ روشنی پھیلا دیتی ہے!

یہ عظیم الشان فانوس، شہر چارلس ویل میں نصب کیا گیا ہے۔ اس کے ایجاد سے مقصود یہ ہے کہ نور کے خواص پورے طور پر تحقیق کئے جائیں اور یہ معلوم ہو جائے کہ زندگی اور آفتاب کے درمیان کیا علاقہ ہے؟ نیز ماوراء بنفشی شعاعوں اور کہربائی اجزاء کی ترکیب کی بھی جانچ کیجائے۔

ہم اوپر کہہ چکے ہیں کہ اس لیمپ کی حرارت، دس ہزار درجہ ہے۔ یہ حرارت کا وہ درجہ ہے، جسے علمی اصطلاح میں "سفید حرارت" کہتے ہیں۔ یہ اتنی سخت حرارت ہوتی ہے کہ دھات کو پگھلا کر سفید رنگ کی آگ بنا دیتی ہے۔ چونکہ اس فانوس کی حرارت اس درجے سے بھی زیادہ کام دے سکتی ہے اس لئے اس کا نام "نیلگوں حرارت" رکھا گیا ہے۔ اس سے زیادہ تیز حرارت کا آج تک تصوّر نہیں کیا جا سکا۔

حجاز کی علمی سرگرمی

مدّت سے سلطان کا ارادہ تھا کہ نجد و حجاز کے نوجوانوں کو علوم و فنون کی تحصیل کے لئے یورپ بھیجیں۔ لیکن حالات نے ایسی نوعیت نہیں اختیار کی تھی کہ اس قسم کے کام شروع کئے جاسکیں۔ اب سلطان نے نجد کے سفر سے پہلے ارکان حکومت سے اس بارے میں مشورہ کیا، اور بالاتفاق طے پایا کہ ایک کافی تعداد طلبہ کی اس غرض سے منتخب کرنی چاہئے۔ چنانچہ مکہ معظمہ، مدینہ منورہ، اور جدّہ سے ایک جماعت بالفعل شام بھیجی جارہی ہے، تاکہ کچھ عرصہ وہاں تعلیم حاصل کرکے اس قابل ہو جائے کہ یورپ کی مشہور درسگاہوں میں داخل ہوسکے۔ اُمید ہے، اب یہ سلسلہ برابر جاری رہے گا۔

گر آپ

علم وکتب کی وسعت اور دستِ طلب کی کوتاہی سے گھبرا گئے ہیں تو کیوں کسی ایسے مقام کی جستجو
نہیں کرتے جہاں دُنیا کی تمام بہترین اور منتخب کتابیں جمع کرلی گئی ہوں؟

ایسا مقام موجود ہے!

J. & E. Bumpus Limited
350, Oxford Street,
LONDON, W. 1.

جو
دُنیا میں کتب فروشی کا عظیم مرکز ہے
اور جسے ملک معظم برطانیہ اور انکے کتبخانہ قصر کے لئے کتابیں بہم پہونچانے کا شرف حاصل ہے!
انگریزی کا تمام ذخیرہ جو برطانیہ اور برطانی نو آبادیوں اور ملحقہ ممالک میں
شایع ہوتا ہے
یورپ کی تمام زبانوں کا ذخیرہ
مشرقی علوم و ادبیات پر انگریزی اور یورپین زبانوں کی تمام کتابیں
نئی اور پرانی دونوں طرح کی کتابیں
تمام دُنیا کے ہر قسم اور ہر درجہ کے نقشے
ہر قسم کی تعلیمی کتابوں کے مسلسل سلسلے
بچوں کے لئے ہر قسم اور درجہ کا ذخیرہ
قیمتی سے قیمتی اور سستے سے سستے ایڈیشن
آپ ہمارے عظیم ذخیرہ سے حاصل کرسکتے ہیں
ہمارے یہاں سے ہر چھ ماہ
کے بعد نئے ذخیرہ کی مفصل فہرست شایع ہوا کرتی ہے

ان تمام اصحاب کے لئے

جو

قیمتی تمدن و صنعت کی قیمتی اشیاء کا شوق رکھتے ہیں

دنیا میں عظیم الشان مقام

I. SHENKER,

118, BROMPTON ROAD, KENSINGTON, LONDON, S. W. 3

ہے

مغرب و مشرق کے قدیم آثار، پُرانی قلمی اور مطبوعہ کتابیں، پُرانی تصویریں، پُرانے سکّے، اور نقوش، پُرانے زیور، آرائش و تزئین کا ہر قسم کا سامان، اور ہر طرح کے پُرانے صنعتی عجائب و نوادر، اگر آپ کو مطلوب ہیں، تو ہم سے خط و کتابت کیجئے۔ کم از کم ہماری نمائش گاہوں اور ذخائر کی فہرستیں ہی منگوا لیجئے۔ اہل علم اور اہل دولت، دونوں کے لئے ہمارا ذخیرہ قیمتی ہے۔

نوادر عالم کا یہ ذخیرہ

دُنیا کے تمام حصّوں سے غیر معمولی مصارف و مساعی کے بعد حاصل کیا گیا ہے
دنیا کے تمام قدیم تمدنی مرکزوں مثلاً مصر، شام، فلسطین، ہندوستان، ایران، ترکستان، چین، وغیرہ ممالک میں ہمارے ایجنٹ ہمیشہ گردش کرتے رہتے ہیں

باایں ہمہ

قیمتیں تعجب انگیز حد تک ارزاں ہیں!

براعظم یورپ، امریکہ

اور

مشرق

کے تمام بڑے بڑے محل، کتب خانے، اور عجائب خانے، ہم سے نوادر حاصل کرتے رہتے ہیں۔ قاہرہ کے نئے ایوان شاہی کے نوادر ابھی حال میں ہم ہی نے فراہم کئے ہیں۔

اگر آپ کے پاس نوادر موجود ہوں

تو

آپ فروخت کرنے کے لئے بھی پہلے ہم سے ہی خط و کتابت کیجئے۔ بہت ممکن ہے کہ ہمارا سفری یا مقامی ایجنٹ آپ سے مل سکے

مطبوعات الهلال بك ايجنسى

* * *

معارف ابن تيميه و ابن قيم

* * *

ديني علوم کے بیش بها جواهر ريزي

* * *

اس سلسله میں هم نے امامین کي ان نادر و اعلی درجه کي بلند پايه عربي تصانيف کے اُردو تراجم کا سلسله شروع کيا هے ' جنکا مطالعه اصلاح عقائد اسلام اور اشاعت و معارف کتاب و سنت کے لیے نهايت ضروري و ناگزير هے - اميد که يه "سلسلهٔ تراجم" بد نصيب هندوستان کي دماغي اصلاح کا کام دے :

آسوۂ حسنه — امام ابن قيم کي فن سيرت میں شهره آفاق کتاب "زاد المعاد" کے خلاصه کا اُردو ترجمه - بلا جلد ۲ روپے مجلد ازهائي روپيه -

كتاب الوسيله — لفظ "وسيله" کي بحث کے علاوه امام ابن تيميه نے اسلام کے اصل الاصول "توحيد" کي مبسوط بحث کي هے - بلا جلد ازهائي روپيه ' مجلد سوا تين روپيه -

اصحاب صفه — انکي تعداد ' ذريعه معاش ' طريق عبادت اور انکے مفصل حالات بيان کيے هيں دس آنے -

تفسير سورة الكوثر — امام ابن تيميه کے مخصوص انداز تفسير کا اُردو ترجمه - چار آنے -

العروة الوثقى — خالق و مخلوق کے درميان واسطه کا فرق بدلائل بيان کيا هے - چهه آنے -

سيرت امام ابن تيميه — حضرت امام کے ضروري حالات زندگي نهايت خوش اسلوبي سے بيان کیے هيں - نو آنے

نجد و حجاز — علامه سيد محمد رشيد رضاء مصري کي تازه کتاب کا اُردو ترجمه - سوا روپيه -

آئمه اسلام — ترجمه رفع الملام عن ائمة الاعلام - باره آنے

خلاف الامه — فی العبادات - پانچ آنے

صبح سعادت — يه ايک علمي ' اسلامي ' سه ماهي رساله هے جس کے خريدار کو هم نے کمال کوشش و کاوش سے اُردو ' عربي ' فارسي ' انگريزي ' اور دوسري زبانوں کي تمام اهم اور اعلی مطبوعات کے متعلق بهترين تازه معلومات بهم پهنچانے کا اهتمام کيا هے - اسکے علاوه آئمه و اسلام و بزرگان دين کے حالات ' لطائف افسانه ' نظمیں اور ممالک اسلاميه کے معتبر ذرائع سے حاصل کیے هوے حالات درج کیے جاتے هيں - في پرچه ۸ آنه سالانه ۲ روپيه پيشگي -

* * *

منيجر الهلال بك ايجنسى

(حلقه نمبر ۲۴ شيرانواله دروازه لاهور پنجاب)

"Al-Hilal Book Agency,"

24, LAHORE, PANJAB.

* * *

خط و کتابت کی وقت اپنا نام اور پته صاف لکهین

اور نمبر خريداری ضرور تحرير فرمائين

السحر الحلال

في

مجلدات الهلال

* * *

گاه گاہے بازخوان این دفتر پارینه را

تازه خواهی داشتن گر داغهائے سینه را

* * *

اردو صحافت کي تاريخ میں الهلال هي وه رساله هے جو اپني تمام ظاهري اور باطني خصوصيات میں ايک انقلاب آفريں دعوت تهي :

الهلال اگرچه ايک هفته وار مصور رساله تها ' ليکن چونکه وه اردو صحافت کي مختلف شاخوں میں اجتهاد نظر و فکر کي نئي روح پيدا کرني چاهتا تها ' اِس لئے اُس کا هر نمبر مختلف اقسام اور مختلف اذواق کا مجموعه تها - اُس کے هر نمبر میں مختلف ابواب ' مذهب ' سياست ' ادبيات ' علوم و فنون ' اور معلومات عامه کے هوتے تھے - اور اُسکا هر باب اپني مجتهدانه خصوصيات کے لحاظ سے اپني نظير آپ هوتا تها - پهر اس کي ظاهري خوبياں اُردو صحافت میں اعلی طباعت و ترتيب کا پهلا نمونه تهیں - اردو کا وه پهلا هفته وار رساله تها ' جس میں هاف ٹون تصاوير کے اندراج کا انتظام کيا گيا ' اور ٹائپ میں چهپنے کي وجه سے بهت سي ايسي خوبياں پيدا هوئیں جو پتهر کي چهپائي میں ممکن نهیں - اِس کي جلدیں جديد اُردو علم ادب کے علمي ' مذهبي ' سياسي ' اور اجتماعي مواد و مباحث کا بهترين مجموعه هيں - اِن کي مقبوليت و قدر کا اندازه اِس سے هوسکتا هے که سنه ۱۹۱۸ میں بعض شايقين علم و ادب نے اِس کي تمام جلدوں کا مکمل ست سات سو روپيه میں خريد کيا - اور حال میں ايک صاحب نے اِس کي پهلي جلد مکمل (جو دفتر میں بهي موجود نهیں) ساڑهے چارسو روپيه میں حيدرآباد سے خريدي هے - جن لوگوں نے اِس کے پرچے بحفاظت جمع کئے هيں وه بڑي سے بڑي قيمت پر بهي علحده کرنے کيليے تيار نهیں - پچهلے دنوں "البلاغ پريس" کا جب تمام اسٹاک نئے مکان میں منتقل کيا گيا تو ايک ذخيره الهلال کے پرچوں کا بهي محفوظ ملا ' هم نے کوشش کي که شايقين علم و ادب کے لئے جس قدر مکمل جلدیں مرتب کي جاسکتي هيں مرتب کرلي جائیں اور جن جلدوں کي تکميل میں ايک دو پرچوں کي کمي هو انهیں دوباره چهپوا ليا جاے -

چنانچه الحمدلله يه کوشش ايک حد تک مشکور هوئي اور اب علاوه متفرق پرچوں کے چند سالوں کي جلدیں پوري مکمل هوگئي هيں - هم اِس اعلان کے ذريعه شايقين علم و ادب کو آخري موقعه ديدے هيں که اِس قيمتي ذخيره کے حاصل کرنے میں جلدي کریں ' چونکه جلدوں کي ايک بهت هي محدود تعداد مرتب هوسکي هے اس لئے صرف انهیں درخواستوں کي تعميل هوسکے گي جو سب سے پهلے پهونچیں گي - هر جلد مجلد هے اور ابتدا میں تمام مضامين کي انڈکس به ترتيب حروف تهجي لگادي گئي هے -

الهلال مکمل جلد دوم ۱۰ روپيه   الهلال مکمل جلد سوم ۱۰ روپيه

,, ,, ,, چهارم ۱۰ روپيه   ,, ,, ,, پنجم ۱۰ روپيه

جلد "البلاغ" (جب دوسري مرتبه الهلال اِس نام سے شائع هوا) قيمت ۸ روپيه

علاوه جلد اول کے هر جلد کے متفرق پرچے بهي موجود هيں جن میں سے هر پرچه اپنے مضامين کے لحاظ سے ايک مستقل مجموعه علم و ادب هے - قيمت في پرچه ۸ - آنه - محصول ڈاک و پيکنگ اِس کے علاوه هے -

منيجر "البلاغ پريس"

کیا آپ کو معلوم نہیں

کہ

اسوقت

دُنیا کا بہترین فاونٹین قلم

امریکن کارخانہ "شیفر"

کا

"لائف ٹائم"

قلم ہے؟

(۱) اتنا سادہ اور سہل کہ کوئی حصہ نزاکت یا پیچیدہ ہونیکی وجہ سے خراب نہیں ہوسکتا

(۲) اتنا مضبوط کہ یقیناً وہ آپ کو آپکی زندگی بھر کام دے سکتا ہے

(۳) اتنا خوبصورت، سبز، سرخ اور سنہری بیل بوٹوں سے مزین کہ اتنا خوبصورت قلم دُنیا میں کوئی نہیں

کم از کم تجربہ کیجئے

یاد رکھئے

جب آپ کسی دکان سے قلم لیں تو آپ کو

"شیفر" کا

"لائف ٹائم"

لینا

چاہئے!

اگر آپ انگلستان کی سیاحت کرنا چاہتے ہیں

تو

یاد رکھئے

کہ

آپکو ایک مستند اور آخرین رہنما

گائڈ بک

کی ضرورت ہے

جو

انگلستان کے تمام شہروں، سوسائیٹیوں

ہوٹلوں، کلبوں، تھیٹروں، رقص گاہوں

قابل دید مقامات،

اور

آثار قدیمہ وغیرہ سے

آپکو مطلع کردے

نیز

جس سے وہ تمام ضروری معلومات حاصل کیجاسکیں جن کی ایک سیاح کو قدم قدم پر ضرورت پیش آتی ہے۔ ایسی مکمل گائڈ بک صرف

ڈنلاپ گائڈ ٹو گریٹ برٹن

The Dunlop guide
To Great Britain

کا

دوسرا ایڈیشن ہے

ہندوستان کے

تمام انگریزی کتب فروشوں اور بڑے بڑے

ریلوے اسٹیشنوں کے بک اسٹال سے مل سکتی ہے

جامع الشواہد

طبع ثانی

مولانا ابوالکلام صاحب کی یہ تحریر ۱۹۱۹ء میں شائع ہوئی تھی جب وہ رانچی میں نظربند تھے۔ موضوع اس تحریر کا یہ تھا کہ اسلامی احکام کی رُو سے مسجد کن کن اغراض کے لئے استعمال کی جاسکتی ہے؟ اور اسلام کی رواداری نے کس طرح اپنی عبادت گاہوں کا دروازہ بلا امتیاز مذہب و ملت تمام نوع انسانی پر کھول دیا ہے؟ قیمت بلدہ آنے (۱۲)

(منیجر الہلال کلکتہ)

اگر آپ کو

دمہ

ضیق النفس

یا

کسی طرح کی بھی معمولی کھانسی کی شکایت ہے

تو تأمل نہ کیجئے۔ اپنے قریب ترین

دوا فروش کی دکان سے

فوراً

ایک ٹین

HIMROD

کی

مشہور عالم دوا کا

منگوا کر

استعمال کیجئے

١٩٢٧

ام الکتاب

البلاغ پریس کلکتہ

قیمت ٥ ـ انه

دنیا کي بہترین کتابوں کیلئے بہترین رهنما:

تائمزاف لنڈن کا ادبي ضمیمه

یه ضمیمه دنیا کي تمام کتابوں پر هفته وار دلچسپ اور رقیع تبصره کرتا هے -

اسکا معتدل نقد علمي حلقوں میں مسلم هے -

اس میں چند صفحات وقت کے جاري اور زیر بحث ادبي فوائد پر بهي هوتے هیں جنکي اهمیت کا عام طور پر اعتراف کیا گیا هے -

اپنے یہاں کے ایجنٹ سے تقاضه کیجئے که وه تائمز لنڈن کا هفته وار ادبي ضمیمه آپکے لئے مہیا کرے - لیکن اگر آپ چاهیں تو

The Publisher :

Printing House Square

London, E. C. 4.

سے براہ راست طلب کر سکتے هیں

دنیا کے هر معلم اور ماهر فن تعلیم کیلئے

ضروري هے که

تائمز اف لنڈن کا تعلیمي ضمیمه مطالعه کرے

اگر آپ چاهتے هیں که فن تعلیم کے تمام نظري اور عملي تغیرات و ترقیات سے بے خبر نه رهیں ' تو آپکو یه ضمیمه بلا ناغه مطالعه میں رکهنا چاهیے -

یه هر هفته اس موضوع پر تمام اهم خبریں اور مباحث جمع کردیتا هے - ماهرین فن اور مشاهیر تعلیم کے قلم سے اسکے صفحات مرتب هوتے هیں -

اپنے یہاں کے ایجنٹ سے طلب کیجئے -

ورنه

The Publisher,

Printing House Square

London, E. C. 4.

سے طلب کرسکتے هیں -

کیا آپ تجارت کرني چاهتے هیں ؟

اگر آپ چاهتے هیں که یورپ اور امریکه کے تمام بڑے بڑے کارخانوں سے تجارتي تعلقات قائم کریں ' نفع بخش ایجنسیاں لیں ' هندوستان سے خام پیدا وار بهیجیں ' نئي نئي ایجادات سے اپنے ملک کو آشنا کریں ' تهوڑي سي محنت اور تهوڑا سا سرمایه لیکر ایک وقیع کار و بار شروع کردیں ' تو آپ کو ابتدا میں بهت سي باتیں معلوم کرني چاهئیں - اس طرح کي تجارت کے گر اور بهید سیکهنے چاهئیں - هندوستان کے تمام حلقوں اور یورپ و امریکه کے تمام کارخانوں اور کوٹهیوں کے حالات اور اصول معاملت معلوم کرنے چاهئیں - بغیر اس کے آپ کامیاب نہیں هوسکتے -

اگر آپ چاهتے هیں که بهت تهوڑا سا وقت خرچ کرکے یه ساري باتیں با قاعده علمي اصول پر معلوم کرلیں ' تو آپکو چاهیے که هم سے خط و کتابت کریں - هم یه کام به حیثیت ایک ماهر فن کے کر رهے هیں - خط و کتابت کے بعد هي آپکو معلوم هو جائیگا که آپکے مقصد کیلئے هم کس درجه مفید هیں ؟

همارے تعلقات دنیا کے تمام تجارتي حلقوں سے هیں -

M. R. MARSDEN & CO.

Post Box 708.

Clive Street, Calcutta.

برونو مولر اینڈ کو - برلن

پوسٹ بکس نمبر ۲۴

BRUNO MULLER & CO. M. B. H.

Berlin-W 35

Post No. 24.

هر طرح کي مشینیں جو گرم ملکوں کے میووں کو خشک کرنے اور پهلوں کو محفوظ رکهنے کیلئے ضروري هیں ' اس کارخانے میں طیار کي جاتي هیں - تمام دنیا میں اس قسم کي مشینوں کا یه بهترین کارخانه هے - مندرجۂ بالا پته سے خط و کتابت کیجیے -

یاد رکهیے

میووں ' ترکاریوں ' اور هر طرح کے زرعي مواد کو خشک کرنے کا بهترین طریقه وه هے جو " نئے سسٹم " کے نام سے متمدن ممالک میں مشهور هے - اس " نئے سسٹم " کے مطابق کام کرنے والي مشینیں صرف اسي کارخانه سے مل سکتي هیں -

Printed and Published by
Masud Hasan Zuberi at The Al-Balagh Press, 11, Ballygunge Circular Road, Calcutta
Editor : Maulana Abu-al-Kalam Azad.

لاتهنوا ولاتحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين
القرآن الحکیم

الهلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ۲۵ — کلکته : جمعه ۱۳ ۔ جمادی الثانیه ۱۳۴۶ هجری — جلد ۱
Calcutta : Friday, 9, December 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نهین ؟

آج کوئی زبان ترقی نهین کر سکتی اگر وه اپنا ترقی یافته طریق طباعة نهین رکهتی ۔ طباعة کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نهین که حروف کی چهپائی اختیار کی جای ۔ پتهر کی چهپائی مین محدود رهکر اردو کی طباعة کبهی ترقی نهین کر سکتی ۔

اردو کی سب سی بهتر حروف جو اس وقت تك بن سکی هین ، وه هین جن مین الهلال چهپتا هی ۔ اور عربی کا بهترین خط نسخ وه هی جس مین یه سطرین کمپوز کی گئی هین ۔ آپ ان دونون مین سی جسی چاهین پسند کر لین ۔ لیکن پتهر کی چهپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین ۔

براه عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی همین اطلاع دیجیی ۔ یاد رکهیی ۔ طباعة کا مسئله آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیاده اهم مسئله هی ۔ ضروری هی که اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین ۔

الهلال

قارئین الهلال کی آراء

اس باری مین اس وقت تك ۲۰۲۱ مراسلات وصول هوی هین ۔ تقسیم آراء حسب ذیل هی :

عربی حروف کی حق مین	۲۵۵	اردو حروف کی حق مین	۵۳۵
موجوده مشترك طباعة کی حق مین	۸۰۲	حروف کی حق مین بشرطیکه	
پتهر کی چهپائی کی حق مین	۳۲۰	نستعلیق هون	۱۹۰

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بهی متفق ظاهر کیا هی ۔

آراء کی دیکهنی سی معلوم هوا که اس باری مین بعض اهم تفصیلات پر لوگون کی نظر نهین هی ۔ اور اسلیی شرح وبیان کی ضرورت هی ۔ آینده اس باری مین مولانا به تفصیل اپنی خیالات ظاهر کرینگی مگر ضرورت هی که بقیه حضرات بهی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بهیج دین ۔

الهلال

الهلال

هر جمعه کو نمبر ۱۱ - بالي گنج سرکلر روڈ - کلکته سے شایع هوتا هے

قیمت سالانه مع محصول - - باره روپیه
هندوستان سے باهر کیلیے - - سوله روپیه
قیمت شش ماهي - - - سات روپیه
قیمت في پرچه - - - پانچ آنه

---

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر " منیجر الهلال " کے نام سے کي جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے هوں آنکے لفافه پر " ایڈیٹر " کا نام هونا چاهیے -

(۲) نمونه مفت ارسال نه هوگا -

(۳) براه عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پته صاف اور خوش خط لکھیے

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداري لکھیے جسکي اطلاع آپکو وصول قیمت کي رسید میں دیدي گئي هے -

(۵) اگر کسي صاحب کے پاس کوئي پرچه نه پہنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک هفته کے اندر اطلاع دیں - ورنه بصورت تاخیر بغیر قیمت کے روانه نہیں کیا جائیگا -

(۶) اگر آپ دو تین ماه کیلئے ایک جگه سے دوسري جگه جا رهے هیں تو اپنا پته تبدیل نه کرایے ' مقامي ڈاکخانه کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیاده عرصه تک کے لئے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک هفته پیشتر اطلاع دیکر پته تبدیل کرالیں -

(۷) مني آرڈر روانه کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پته ضرور لکھدیں -

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتري فرائض (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیره) سے نہیں هے ٹکٹ ضرور بھیجیے ورنه دفتر پر غیر معمولي خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

لا متناهي اور سراسر مجهول عالم پر سرسري نظر سے زیاده وقعت نہیں رکھتے "

سر اولیور لاج اپني کتاب " روح انساني کي ابدیت " میں لکھتا ہے :

" بہت سے عجیب وغریب حوادث کي صحت ثابت ہوچکي ہے - یه حوادث ہر قوم اور ہر زمانے میں پیش آتے رہے ہیں - ممکن ہے ان کا بڑا حصه اوهام و خواطر پر محمول کرکے رد کر دیا جائے - مگر اُن سب کا رد کر دینا ناممکن ہے - موجوده علمي ترقي کي روشني میں کوئي دعوی نہیں کرسکتا که انساني روح کے تمام اعمال و خواص سے ہم واقف ہوچکے ہیں ' یا انساني روح کا علم ہم نے اِس درجهٔ منضبط اور آسان کر دیا ہے که ہرکس و ناکس اُسے سمجھه لے - لیکن عجیب بات یه ہے که بعض لوگ ایسا ہي یقین رکھتے ہیں - وہ ہر روز بغیر کسي اظہار حیرت کے علم الحیات ' کیمیا ' اور علم الالات کے زیاده سے زیاده محیر العقول اکتشافات پر ایمان لاتے رہتے ہیں ' اور کبھي یه نہیں کہتے که ہم قدرت کے تمام رازوں سے واقف ہو گئے اور اب کوئي نیا اکتشاف قبول نہیں کرینگے - لیکن مذہب روحي کا نام آتے ہي ان میں انکار اور تحدي کا جوش پیدا ہوجاتا ہے - وہ بغیر کسي تامل کے مدعیانه انکار کر بیٹھتے ہیں - یه یقیناً ایک ساده لوح ایمان ہے - یه اِس بات کي دلیل ہے که لوگ بلا دلیل عقیده قائم کرنے کي کتنني زیاده استعداد رکھتے ہیں ؟ لیکن یاد رہے ' اُن کا یه دعوی ' سراسر اساس علم کے خلاف ہے - وہ صرف اُسي حال میں کیا جا سکتا ہے جبکه اپنے مخالف دلائل و براهین سے بلا کسي بحث کے اعراض کر لیا جائے "

پروفیسر سڈگوک صدر " انجمن مباحث نفسیه " اپنے سنه ۱۸۸۲ کے خطبهٔ صدارت میں کہتا ہے :

" اب یه سخت فضیحت کي بات ہوگي که اِن روحي حوادث کي صحت میں جھگڑا کیا جائے جن کي تصدیق بڑے بڑے مسلم علماء کرچکے ہیں - یه شرم کي بات ہے که مذہب روحي کے خلاف علمي دنیا اپنے احمقانه انکار پر مصر رہے ... اب سے تیس برس پہلے لوگ خیال کرتے تھے که مسمریزم اور متحرک میزوں کا اعتقاد ' عملي تہذیب کے نقص و فقدان کا کافي ثبوت ہے - لیکن جب مشہور حکماء نے یکے بعد دیگرے اپنے تجارب و مشاهدات کي بنا پر اِن امور کي تصدیق کردي ' تو منکروں نے اپنا انکار جاري رکھنے کیلیے نئے وجوہ کي تلاش میں مضحکه انگیز مہارت کا ثبوت پیش کیا - اِنہوں نے کہنا شروع کر دیا که یه علماء ' علماء نہیں ہیں ' بلکه دجال ہیں - یا صرف علم کي بعض شاخوں میں دخل رکھتے ہیں - لہذا اُن کي شہادت معتبر نہیں - پھر جب اسکے بعد ایسا ہوا که ایسے ایسے لوگوں نے شہادت دي ' جن کي فضیلت عالمگیر طور پر مسلم ہے ' تو اِن لوگوں نے رنج و الم کا اظہار شروع کردیا ' اور اِسے ایک افسوسناک واقعه قرار دیا ! "

اِس مجمل بیان سے اندازہ ہوگیا ہوگا که مذہب روحي نے اِس قلیل مدت میں کتنني ترقي حاصل کرلي ہے - پروفیسر رسل ویلس اپني کتاب " عصر جدید کے معجزات " میں کہتے ہیں که اِس مذہب کے معتقد صرف یورپ میں اِس وقت دو کروڑ سے بھي زیاده آدمي ہیں !

* * *

آخري مملوك سلطان مصر

ساڑھے چار سو برس پہلے ایک مغربي سیاح مشرق میں

ایک سیاح کي چشم دید شہادت اور اهم تاریخي فوائد

یورپ میں چھاپه خانے کي صنعت کا رواج چودھویں صدي مسیحي سے شروع ہوا ہے - چودھویں صدي سے لیکر سترھویں صدي کے وسط تک مطبوعات کي رفتار بہت سست رہي - تاہم اِس ابتدائي زمانے میں بھي ایک کافي تعداد ایسي کتابوں کي شائع ہوتي رہي ہے ' جو علمي اور تاریخي حیثیت سے موجوده زمانے میں بھي اپني قدر و قیمت رکھتي ہیں -

جنیوا کي ایک علمي انجمن کچھه عرصه سے اس قسم کي قدیم اور ناپید مطبوعات کا سراغ لگا رہي ہے - اس سلسله میں کئي نادر اور قیمتي چیزیں گوشهٔ گمنامي سے نکل چکي ہیں - ازانجمله مشرقي ممالک کے سفر نامے ہیں جو چودھویں اور پندرھویں صدي مسیحي میں لکھے گئے تھے ' اور جن میں مشرقي ممالک کے امراؤ سلاطین اور وہاں کے آداب و رسوم کے متعلق بعض ایسي چشم دید تفصیلات موجود ہیں ' جو کسي دوسرے ذریعه سے حاصل نہیں ہو سکتیں - آج ہم ان میں سے ایک خاص سفر نامه کا مختصراً ذکر کرنا چاہتے ہیں -

یه سفرنامه کئي اعتبار سے مخصوص تاریخي اهمیت رکھتا ہے - سنه ۱۵۱۱ ع میں وینس کي جمہوري حکومت نے (جو اُس وقت یورپ کي ایک طاقتور حکومت تھي) ایک سفارتي وفد مصر بھیجا تھا جس کا رئیس اُس عہد کا مشہور مدبر ڈومینکو ٹریویزان تھا - یه سفارت مصر پہنچي ' سلطان مصر کے دربار میں باریاب ہوئي ' اور ایک کافي عرصه کے قیام کے بعد وینس واپس گئي - سفارت کا سکریٹري وینس کا ایک امیر جاکر باگاني نامي تھا - اِس شخص نے واپسي کے بعد اپنے سفر کي یاد داشتیں سفر نامه کي صورت میں مرتب کر لیں ' اور وہ تمام قلمي تصاویر بھي شامل کردیں جو سلاطین و امراء مصر کي اُس نے طیار کي تھیں - سفر نامه کچھه عرصه تک وینس کے سرکاري کتب خانه میں محفوظ رہا - پھر سنه ۱۵۳۵ ع میں سفارت کے سفر سے تقریبا بائیس برس بعد ' حکومت نے اُسے سرکاري مطبع میں چھپوا کر شائع کردیا - اس مطبوعه نسخه کے ساتھه وہ تمام تصاویر بھي چھاپي گئي تھیں جو اصل نسخه میں محفوظ تھیں -

(سفرنامه کي اهمیت)

یه سفر نامه في الحقیقة ... ایک نہایت قیمتي تاریخي شہادت ہے - یه اب سے ساڑھے چارسو برس پیشتر کي ایک اسلامي حکومت کے اُن چشم دید حالات کا ذخیره ہے جن کا علم کسي دوسرے ذریعه سے حاصل نہیں کیا جا سکتا - مورخ اور سیاح میں یہي فرق ہے ' اور اسي لیے مورخ کي کتاب سے کہیں زیاده ایک مستند سفر نامه کا بیان قیمتي ہوتا ہے - مورخ کي نظر جزئیات پر نہیں جاتي - وہ صرف علمي ترتیب بیان کے ساتھه بڑے بڑے واقعات جمع کردیتا ہے - لیکن سیاح زیر سیاحت شہر کے ایک ایک کوچه کي سیر کرتا ہے ' اور ایک ایک جزئي معامله میں دلچسپي لیتا ہے - وہ بسا اوقات بہت سي ایسي جزئیات بیان کردیتا ہے ' جن سے

جديد مذهب روحي

تاريخ ظهور - موافقين و مخالفين - اور نقد و تبصره

(۲)

جب انگلستان میں پہلے پہل یه دعوت پهنچي ' تو علماء میں سخت بيچيني پيدا هوگئي - وہ ڈرے که صديوں کے جهاد علم کے بعد خرافات و اوهام کي جس سلطنت کا أنهوں نے خاتمه کرديا تها ' وہ اب پهر نئے هتياروں سے مسلح هوکر علم کے مقابلے میں آرهي هے - لهذا أنهوں نے چاها ' قدم جمنے سے پہلے هي اِس کا خاتمه کر دیں - چنانچه بے شمار علماء نے رائل سوسائٹي سے درخواست کي که اِس مذهب کے متعلق اپني رائے ظاهر کرے - انجمن نے درخواست منظور کرلي ' اور تحقيقات کے ليے تيس علماء کي ايک منتخب مجلس قائم کردي - اِس مجلس میں رسل ويلس ' وليم کروکس ' ٹنڈل ' لارڈ اويبري ' اور هکسلے جیسے ائمۂ علم و حکمت بهي شامل تھے - مسلسل اٹهاره مهينے تک یه مجلس تحقيقات کرتي رهي - چاليس جلسے منعقد کیے ' اور ايک ضخيم کتاب میں أنكي روداد شايع کي - یه روداد دنيا کي اکثر زبانوں میں ترجمه هوچکي هے - اِس کي ذيل کي عبارت قابل غور هے :

" مجلس نے اپنے جلسے ارکان کے خاص مکانوں میں منعقد کیے تاکه مخفي آلات کے ذريعه فريب کهانے کا احتمال باقي نه رهے - نيز اُن وسيطوں سے بهي کام نهيں ليا جو پيشه ور وسيط سمجهے جاتے هيں - خود ارکان هي میں سے ايک شخص وسيط بنايا تها گيا - یه شخص سوسائٹي میں بہت عزت و احترام رکهتا هے - اپني ايمانداري اور اخلاق میں غير مشتبه هے - مال و دولت کی بهي اسے کوئي طمع نهيں - کيونکه خود مالدار هے - هم نے وہ تمام احتياطيں بهي برتليں ' جو همارے خيال میں فريب سے بچنے کے ليے ضروري تهيں - بار بار تجربے اور مشاهدے کیے - اِس روداد میں هم نے صرف أنهيں مشاهدات کا ذکر کيا هے جو حواس کے ذريعه واقع هوئے ' اور جن کي صحت پر همیں کامل يقين هے "

" مجلس کے بہت سے ارکان نے خود تجربے کیے - یه سب کے سب اِس مذهب کے سخت مخالف تھے ' اور کامل يقين رکهتے تھے که یه عجيب امور یا تو تدليس کا نتيجه هيں یا وهم کا ' اور یا پهر عضلات و اعصاب جسم میں کسي غير معمولي حرکت پيدا هو جانے کي وجه سے اس طرح کی حرکات ظهور میں آجاتي هيں - یه حد سے زياده منکر اُس وقت تک قائل نه هوئے ' جبتک که بکثرت مشاهدات أنهوں نے اِس طرح نه ديکهه ليے ' که کسي قسم کا شک و شبه وارد نهيں هو سکتا تها - بالاخر أنهيں تسليم کرلينا پڑا که جو کچهه أنهوں نے بار بار ديکها هے ' وہ حقيقت هے ' اور اُس کي صحت میں کلام کي گنجائش نهيں ... "

اِسي قدر نهيں بلکه سنه ۱۸۸۲ - میں ايک انجمن لندن میں قائم هوئي - اِس کا نام " انجمن مباحث نفسيه " رکها گيا - اِس کا مقصد یه تها که مذهب روحي کو رسمي علم سے قريب تر کيا جائے اور علمي اصول پر اُسے اس طرح مرتب کرديا جائے که لوگوں کے ليے زياده قابل قبول بن جائے - اِس انجمن میں انگلستان ' امريکا ' اور فرانس کے مشاهير علماء و فلاسفه داخل هيں - اِس وقت تک وہ بے شمار ضخيم جلديں شايع کرچکي هے -

نمونه کے طور پر اِس انجمن کے بعض ارکان کي چند تحريروں کا ترجمه ديا جاتا هے - اِس سے معلوم هوگا که اُن کا طريق بحث کيا هے :

پروفيسر ميرس (پروفيسر کيمبرج يونيورسٹي) جو اس انجمن کا ممتاز رکن هے ' لکهتا هے :

" سنه ۱۸۷۳ع میں جبکه مذهب مادي همارے ملک کي عقلوں پر پوري طرح حاوي هوچکا تها ' کيمبرج میں احباب کي ايک مجلس منعقد هوئي ' اور طے کيا گيا که مذهب روحي ' جس پر اِس قدر بحث و نزاع جاري هے ' هماري توجه و تدقيق کا مستحق هے - میري رائے تهي که اِس مذهب کي بحث میں نه تو اساطير اولين کي ورق گرداني مفيد هوسکتي هے ' نه معتقدين کي روايات کي تحقيق ' اور نه منکرين کي تضحيک و انکار هي کار آمد هے - اس کي بحث و تحقيق کي صرف يهي صورت هے که هم خود تجربے کريں ' اور اپني آنکهوں کے مشاهدات پر بهروسه رکهیں - اگر عالم روحاني واقعي کوئي اصليت رکهتا هے ' تو تمام دوسري حقيقتوں کي طرح اُس کا ثبوت بهي تجربۂ و مشاهده پر مبني هونا چاهيے - چنانچه اِسي اصول پر هماري اِس انجمن نے اپني بحث و تحقيق کا سلسله جاري کر ديا "

اِس کے بعد مصنف منکرين کو مخاطب کرکے کهتا هے :

" میں اِس عقيدے کو کيوں صحيح نهيں سمجهتا ؟ یه سوال هے جو هر علمي بحث کے وقت هر ايمان دار آدمي کے سامنے هونا چاهئے - مذهب روحي کي بحث میں اِس کي اور بهي زياده ضرورت هے - مجهے اعتراف کرنا چاهئے که میرا علم اور میري معلومات جو يقيني نهيں هيں ' بلکه مرجح یا غير مرجح هيں ' کائنات کے رموز و اسرار کے فهم سے قاصر هيں - اُن میں کوئي بهي علمي یا منطقي دليل موجود نهيں هے جس کي بنا پر میں اپنے مشاهدات کي ترديد کردوں - خصوصاً ايسي حالت میں جب که ديکهتا هوں ' یه تمام مشاهدات ' دوسرے يقيني مشاهدات و اصول سے کوئي تناقض نهيں رکهتے - علمي دلائل و براهين کا دائره کتنا هي وسيع اور يقيني هو ' مگر پهر بهي تمام مستند علماء کے اعتراف کے مطابق ' وہ ناموس قدرت کے

Le Grand Caire ' جيسا کہ خود اس سفرنامہ ميں جا بجا يہي نام استعمال کيا گيا ھے -

مصر اور يورپ کے تعلقات کي يہ ابتدائي تاريخ بيان کر دينے کے بعد ھم اُن واقعات کي طرف متوجہ ھوتے ھيں جو اس سفر نامہ کے مصنف نے بيان کيے ھيں -

سنہ ۱۵۰۵ - ع ميں کئي سال کي پادشاہ گردي کے بعد سلطان ابو النصر ملک الاشرف قانصوہ غوري تخت نشين ھوا - اِس پادشاہ کے زمانے ميں يکے بعد ديگرے ايسے حوادث پيش آئے ' کہ يورپ اور مصر کے تعلقات پھر منقطع ھوگئے -

جيسا کہ پہلے اشارہ کيا جاچکا ھے ' اُس زمانے ميں مصر ' ھندوستان اور يورپ کي تجارت کي درمياني کڑي تھا - سواحل عرب اور مصر کے عرب جہازران ھندوستاني مصنوعات مصر لے جاتے تھے - وھاں سے وينس ' جنيوا ' اور فرانس کے تاجر بيش قرار قيمتيں ديکر اپنے اپنے ملکوں کيليے حاصل کرليتے تھے - خود مصري حکومت کے بھي بے شمار جہاز تھے - يہ سوئز سے ليکر کالي کٹ اور چٹاگاوں تک سفر کرتے رھتے - سنہ ۱۵۰۳ع ميں ايسا ھوا کہ واسکو ڈي گاما کا بيڑہ بحر ھند ميں پہنچ چکا تھا - مصري جہازوں سے اس کي مڈ بھيڑ ھوگئي - يہ جہاز ھندوستان سے مال تجارت سوئز ليجا رھے تھے - پرتگالي بيڑہ نے ان کا تمام مال و اسباب لوٹ ليا ' ادمي گرفتار کرليے ' اور جہاز ڈبو ديے -

يہ خبر جب سلطان غوري کو پہنچي ' تو قدرتي طور پر نہايت برھم ھوا - اُس نے ارادہ کيا کہ تمام يورپين تاجروں کو مصر و شام سے نکال دے - ليکن اس سفر نامہ کا مصنف لکھتا ھے کہ " اُس غير معمولي عقل و بصيرت سے کام ليکر جو مشرق کے اس عظيم الشان پادشاہ کے حصے ميں آئي ھے ' اُس نے اس کار روائي ميں جلدي نہيں کي ' اور خيال کيا کہ پہلے اصلاح حال کي کوشش کرلي جاے " چنانچہ اس نے ايک سفير يورپ روانہ کيا تا کہ اٹلي ' فرانس ' اور جنيوا ' جائے ' اور ان ملکوں کي حکومتوں کو حکومت پرتگال کي ان زيادتيوں پر توجہ دلائے - يہ مصري سفير بيت المقدس کي مسيحي خانقاھوں کا رئيس اعظم تھا - سفير پہلے وينيس گيا - حکومت وينيس نے اس کے استقبال کے ليے ايسے انتظامات کيے ' جيسے پادشاھوں کے استقبال کے کيے جاتے ھيں - پھر جمہوريت کے دسوں ممبر جمع ھوئے ' اور سفير کے پيام پر غور کيا - سفير کا پيام يہ تھا کہ " اگر حکومت پرتگال نے اس طرز عمل کي تلافي نہ کي اور آئندہ مصري جہازوں کو کسي طرح کا نقصان پہنچا ' تو سلطان مصر نے ارادہ کرليا ھے کہ بيت المقدس کا کنيسہ بند کرديگا ' اور تمام يورپين تاجروں کو اپني مملکت سے نکال ديگا " حکومت جمہوريہ نے مصر کي شکايات کے حق بجانب ھونے کا اعتراف کيا ' ليکن چونکہ اُسے پرتگال پر کوئي اقتدار حاصل نہ تھا ' اس ليے سفير کو پوپ جوليس دوم کے پاس جانے کا مشورہ ديا ' اور اپنے سفرا بھي ساتھہ کر ديے - پوپ نے سفير سے مل کر جب تمام حالات معلوم کيے ' تو بہت خائف ھوا - وہ سلطان مصر کي ناراضي کے نتائج سے بے خبر نہ تھا - اس نے حکومت پرتگال کے نام ايک تہديدي مراسلت روانہ کي - اسکے بعد مصر کا سفير اسپين اور فرانس ھوتا ھوا مصر واپس آ گيا -

ليکن ابھي مصري سفارت يورپ سے واپس پہنچي ھي تھي ' کہ اچانک بعض حوادث ايسے پيش آگئے ' جنکي وجہ سے سلطان کا غيظ و غضب پھر يورپ کے برخلاف بھڑک اُٹھا ' اور اصلاح حال کي وہ تمام کوششيں ضائع گئيں ' جو مصري سفارت کے ذريعہ انجام پائي تھيں - اِن حوادث ميں سب سے زيادہ اھم حوادث چار ھيں ' جنھيں اس سفر نامہ کے مصنف نے بڑي تفصيل کے ساتھہ لکھا ھے :

سب سے پہلا حادثہ پرتگاليوں کي دوبارہ تعدي تھي جو مصري جہازوں پر کي گئي - يہ جہاز کالي کٹ سے سوئز واپس جا رھے تھے -

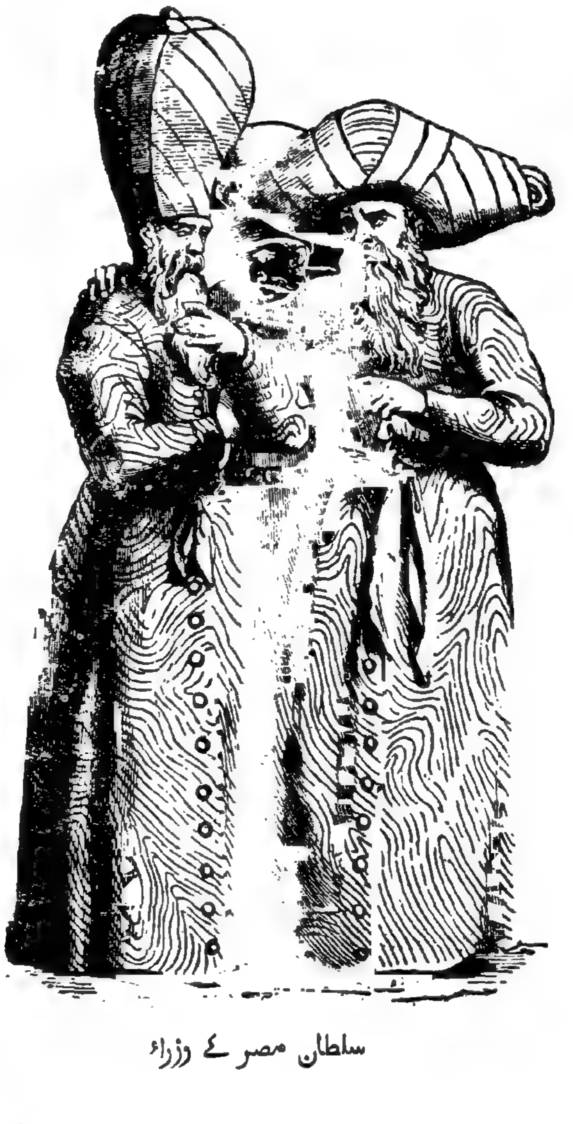

سلطان مصر کے وزراء

دوسرا حادثہ يہ پيش آيا کہ جزيرۂ روڈس کے نائٹوں کا ايک بيڑہ اسکندريہ کے قريب پہنچ گيا - اُنھوں نے سلطان مصر کے اُن جہازوں پر حملہ کر ديا جو مراکش کے حاجي واپس ليجا رھے تھے -

اِسي اثنا ميں ايک تيسرا واقعہ بھي پيش آ گيا - مصر اور ترکوں ميں مخالفت جاري تھي - سلطان مصر کو معلوم ھوا کہ کمال پاشا فوجي سامان و اسلحہ کا ايک بہت بڑا ذخيرہ اناضول سے قسطنطنيہ لے جانے والا ھے - اس نے اپنے تيس جہاز گيلي پولي کي طرف روانہ کر ديے ' تاکہ اِس ذخيرہ پر قبضہ کر ليں - اتفاق سے روڈس کے بحري نائٹوں کے ايک بيڑہ سے اُنکا مقابلہ ھو گيا - مقابلہ ميں مصري جہازوں کو شکست ھوئي ' اور کئي جہاز بالکل تباہ ھوگئے -

چوتھے حادثہ کي نوعيت ان تمام حوادث سے مختلف قسم کي تھي ' ليکن سلطان کي طبيعت پر اُس کا سب سے زيادہ اثر ھوا - عراق کے بعض سرحدي اضلاع ميں مصري حاکم نے ايک يوناني کو مشتبہ حالات ميں ديکھا اور گرفتار کراليا - گرفتاري کے بعد تلاشي لي گئي ' تو اس کے کپڑوں ميں سے ايک مخفي کاغذ نکلا - يہ شاہ اسماعيل صفوي کا خط تھا ' جو ٹامس کونٹرين قنصل وينيس متعينۂ اسکندريہ کے نام لکھا گيا تھا - حاکم نے يوناني قاصد مع خط کے قاھرہ بھيجوا ديا - جب سلطان نے يہ خط پڑھا ' تو اسے معلوم ھوگيا کہ حکومت ايران ' يورپ کي حکومتوں سے مل کر اُس کے خلاف سازش کر رھي ھے ' اور وينيس ميں اور ايران ميں عرصہ سے سلسلۂ مراسلت جاري ھے -

ان تمام واقعات نے سلطان کو يورپين حکومتوں کے برخلاف اس درجہ غضب ناک کرديا ' کہ اُس نے حکم ديا - بيت المقدس کا کنيسہ ' بند کرديا جائے ' تمام يورپين قنصل اور تاجر گرفتار کرليے جائيں ' اور آئندہ کوئي فرنگي حدود مملکت ميں قدم نہ رکھے - اُس نے بيت المقدس ' اور شام کي مسيحي خانقاھوں کے تمام راھبوں کي گرفتاري کا بھي

تاريخي مسائل كي عظيم كليات طيار كرلي جاسكتي هيں- هندوستان كے عهد تغلق كي متعدد تاريخيں خود اُسي عهد ميں يا اس كے بعد لكهي گئي هيں ' ليكن ابن بطوطه كي زباني هميں جيسي چلتي پهرتي تصوير اُس عهد كي نظر آجاتي هے ' وه برني اور فرشته كے صفحات پر نظر نهيں آسكتي !

(سفرنامه كا عهد)

اِس كے علاوه اُس عهد كي مخصوص اهميت نے بهي اس سفر نامه كي قدر و قيمت بڑها دي هے - يه وه وقت تها ' جب في الحقيقت دنيا آنے والے انقلاب كے ليے پهلي كروٹ بدل رهي تهي - مشرق كا دور اقبال رو به تنزل تها ' اور يورپ كا عهد عروج طلوع هو رها تها - اسپين ميں اسلامي عهد تمدن كا آخري نقش قدم بهي مٹ چكا تها ' اور غرناطه ميں مُسلمانوں كا قتل عام هو رها تها - يورپ اور مشرق بعيد كي راه تُجارت بهي ايک نئے انقلاب كي طيارياں كر رهي تهي ' اور پرتگاليوں كے بيڑے هندوستان كي بحري راه دريافت كرنے كے ليے ايک كے بعد ايک روانه هو رهے تهے - ٹهيک ٹهيک يهي زمانه تاريخ تجارت عالم كا وه عظيم الاثر زمانه هے ' جب واسكو ڈي گاما نے ايک عرب معلم كے ذريعه راس اميد عبور كركے سواحل مالابار كا رخ كيا تها ' اور اس ايک واقعه نے تمام دنيا كي سياسي اور اقتصادي عظمت كي تاريخ پلٹ دي تهي !

(سفارت كا مقصد)

مصنف نے اِس سفارت كے مقاصد شرح و بسط سے بيان كيے هيں- مختصر لفظوں ميں اُن كي توضيح همارے ليے بهي ضروري هے - كيونكه اس سے وقت كے بعض اهم تاريخي حالات پر روشني پڑيگي -

ليكن قبل اسكے كه مصنف كے بيان كرده اسباب پر متوجه هوں ' اُس عهد كے اُن سياسي و تجارتي تعلقات كي مختصر تاريخ بيان كردينا ضروري هے جو يورپ اور مصر ميں قائم تهے -

صليبي لڑائيوں كا سلسله تيرهويں صدي مسيحي تک جاري رها - يورپ كا آخري صليبي حمله وه تها ' جو فرانس كے لوئس نهم نے مصر پر كيا تها - اس كا خاتمه منصوره كي لڑائي پر هوا جس ميں توران شاه نے لوئس كو گرفتار كر ليا - اسكے بعد سلطان بيبرس ' سلطان منصور قلاؤن ' اور ملک اشرف خليل ' يكے بعد ديگرے تخت مصر كے فرمانروا هوے ' اور پے در پے جنگوں كے بعد سنه ۱۲۹۰ ميں تمام بلاد شام سے صليبي خارج كر ديے گئے - آخري جائے پناه جو انكے هاتهه باقي رهگئي تهي ' عكا كا ساحلي شهر تها - اسي كو انهوں نے اپني مشرقي تجارت كا برزخي محل قرار ديا تها - ليكن يه بهي سنه مذكور ميں انكے هاتهه سے نكل گيا - اسكے بعد كچهه عرصه تک تخت مصر اپنے اندروني مناقشات ميں مشغول رها - ليكن سنه ۱۳۴۰ - ميں جب ملک الناصر كي حكومت استوار هوئي ' تو اُس نے محسوس كيا كه يورپ كے صليبي ولولے اس وقت تک فرو نهيں هوگئے هيں - وه رهكر اس طرح كے واقعات ظهور ميں آتے رهتے هيں جن سے اُنكي معاندانه سرگرميوں كا پته چلتا هے - چنانچه اس نے حكم ديا كه شام اور مصر سے تمام يورپين تاجر اور يورپين حكومتوں كے وكلاء چلے جائيں- اس سال كے بعد سے يورپ اور مصر كے تمام علائق منقطع هوگئے -

يهي وه صورت حال هے جس نے يورپ كے دو مختلف تجارتي حلقوں ميں يه خيال پيدا كر ديا تها كه قديم عرب جغرافيه نويسوں اور ملاحوں كے اشارات كے مطابق مشرق بعيد كا براه راست بحري راسته ڈهونڈه نكاليں اور مصر كے محتاج نه رهيں - چنانچه كولمبس نے بحر اطلانطک ميں غرب رويه جا كر ' مشرق كي جهت سے هندوستان پهنچنا چاها ' اور پرتگالي بيڑوں نے افريقه كے گرد طواف كرتے هوے بحر هند كا نقطهٔ اتصال دريافت كرنا چاها - كولمبس هندوستان كي جگه امريكه پهنچ گيا - ليكن برتلم دياز نے سنه ۱۴۸۶ - ميں راس اميد كا سراغ پا ليا - پهر سنه ۱۴۹۷ - ميں واسكو ڈي گاما اسے عبور كر كے مالا بار پهنچ گيا !

بهر حال تقريباً نصف صدي تک مصر اور يورپ كے علائق (بلكه كهنا چاهيے مشرق اور يورپ كے علائق كيونكه تمام مشرق اور يورپ كے تجارتي علائق مصر هي كے ذريعه تهے) منقطع رهے - يه صورت حال يورپ كيليے ناقابل برداشت تهي - اُسكے تمام بازار بے رونق هوگئے - بڑي بڑي منڈياں بند هوگئيں- يورپ اُس وقت تجارت اور مصنوعات ميں مشرق كا اسي طرح محتاج تها - جس طرح آج مشرق يورپ كا محتاج هے - بے شمار روز مره كي ضرورتوں كي مصنوعات تهيں ' جو مشرق هي سے جاتي تهيں اور يورپ كے هر امير و غريب گهر ميں برتي جاتي تهيں - اب انقطاع تجارت سے ايک عالمگير تجارتي قحط كي مصيبت پيدا هوگئي- يه صورت حال ديكهكر يورپ كي تمام بڑي بڑي حكومتيں مجبور هوئيں كه كسي نه كسي طرح مصر كا بند دروازه پهر كهلوايا جائے - ان حكومتوں ميں سب سے پيش پيش وينس كي جمهوريت تهي - يه اُسوقت يورپ كي بحري تجارت كا سب سے بڑا طاقتور مركز تهي - حكومت وينس نے پے در پے سفارتيں بهجوائيں - عثماني اور صفوي حكومتوں كو درميان ڈالا ' قيمتي تحائف سے لبريز جهاز پر جهاز بهيجے ' پوپ كي طرف سے بهي پيام امن و صلح بهجوايا گيا - يورپ كي تجارت كے كهل جانے ميں مصر و شام كے وطني تاجروں كا بهي عظيم الشان نفع تها ' اِسليے اُنهوں نے بهي كوششيں كيں - غرضكه ايک مدت كي سعي اور تدبير كے بعد مصر اور يورپ كے تجارتي اور دوستانه تعلقات پهر از سر نو قائم هوگئے -

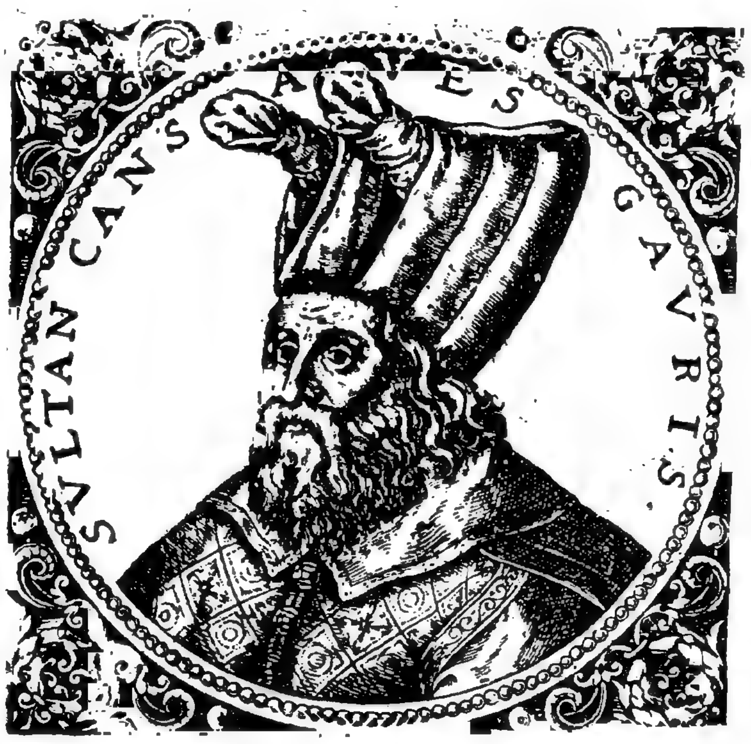

سلطان ملک الاشرف قانصوه غوري
(آخري مملوک سلطان مصر)

يهي زمانه هے جب مصر دنيا كا سب سے بڑا تجارتي مركز بن گيا تها - هندوستان اور يورپ كي تجارتي كڑي يهيں آكر ملتي تهي اُس كے باشندوں كي خوشحالي اور تاجروں كي شاهانه دولت - افسانے جنيوا اور وينس كے بازاروں ميں قصوں كي طرح سنائے جاتے تهے - يورپ ميں عام طور پر قاهره كا نام " قاهره عظيم " تها - يعني

سلطان نے تمام حالات معلوم کیے - لیکن اسکے بعد کیا ہوا ؟ اِس کي کوئي تفصیل تاریخ میں نہیں ملتي - قدرتي طور پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ مصر کا جو سلطان اپنے جہازوں کي حفاظت اور اپنے تجارتي مال و متاع کے فوائد کا اس درجہ خیال رکھتا تھا ' کہ جب کبھي یورپ کي کوئي قوم شرارت کرتي تھي ' تو بیت المقدس کا کنیسہ بند کر دینے اور یورپین تاجروں کو نکال باہر کر دینے کي دھمکي دیکر فوراً راہ راست پر لے آتا تھا ' اُس نے ہزاروں لاکھوں مسلمانوں کیلیے جو آٹھہ سو برس کی حکومت کے بعد مسیحیت کے مجنونانہ تعصبات کا شکار ہوگئے تھے اور زندہ جلائے جارہے تھے ' کیا کارروائي کی ؟

اِس موقعہ پر یہ بات بھی یاد رہے کہ ابو البقاء صالح بن شریف الرندي کا وہ زہرہ گداز تاریخي مرثیہ جو در اصل مسلمانان عالم کے نام مسلمانان اندلس کا ایک مایوس استغاثہ تھا ' اِسي زمانہ میں لکھا گیا تھا جیسا کہ مقري نے تصریح کي ہے ' اور خود یورپ کے مورخین ہمیں بتلاتے ہیں کہ سلطان مراکش نے اسکي نقلیں تمام مسلمان سلاطین عالم کے نام بھیج دي تھیں :

لـكل شئ اذا ما تـم نقصـان
فـلا يغـر بطيب العيش انسـان
اصابها العين فى الاسلام فا رتزأت
حتى خلت منـه أقـطار و بلدان
على ديار من الاسلام خاليـة
قد اقفرت و لها بالـكـفر عمران
حيث المساجد قد صارت كـنائس ما
فيهـن الا نواقيس و صلبـان
بالامس كانـوا ملوكا فى منـازلهم
واليوم فى بلاد الـكـفـر عبدان
فلو ترا هم حيارى لا دليل لهـم
عليهـم فى ثـيـاب الذل ألوان
لمثل هذا يذوب القلب من كمد
ان كان فى القلب اسلام و ايمان !

قصیدہ کے آخر میں یہ اشعار في الحقیقت مسلمانان عالم کے نام مظلوموں کا پیام الغیاث تھا :

يا راكبـين عتاق الخيـل ضامـرة
كانهـا فى مجـال السبـق عقبـان
و حاملين سيوف الهنـد مرهقـة
كأنهـا فى ظلام النقـع نيـران
و راتعين وراء البحـر فى دعـة
لهـم باوطانهـم عـز و سـلطان
أعندكم نبـاء من اهل اندلس ؟
فقد سرى بحديث القـوم ركبان
كم يستغيث بنا المستضعفون و هم
قتلى و أسرى فما يهتـز انسان

ما ذا التقاطع فى الاسلام بينكم
و انـتـم يا عبـاد الله اخـوان
الا نفوس أبيـات لها همـم ؟
أما على الخيْـر أنصار و أعوان ؟

لیکن اس پیام کا جواب اُن مسلمان قوموں اور فرماں رواؤں نے کیا دیا جو بقول ابو البقاء کے " خوبصورت گھوڑوں پر سوار تھے ' ہندي تلواروں کي چمک دمک سے اُنکے ہاتھہ شعلہ بار رہتے تھے ' اور اپنے آزاد وطنوں میں عزت و فرمانروائي کي پر عیش زندگي بسر کر رہے تھے " ؟ تاریخ کے اوراق ہمیشہ اس واقعہ پر ماتم کرینگے کہ تمام عالم اسلامي میں ایک صدا بھي انکي حمایت میں بلند نہ ہوي !

بہر حال جہانتک مصري حکومت کا تعلق ہے ' اس سفر نامہ سے بعض ایسي تفصیلات روشني میں آجاتي ہیں ' جو اس وقت تک تاریکي میں تھیں - بلاشبہ یہ ایک قیمتي فائدہ ہے جو اس کتاب سے حاصل کیا جاسکتا ہے - سفر نامہ کا مصنف اُن حالات کي تفصیل کرتا ہوا جو سلطان غوري کے تخت نشین ہونے کے بعد پیش آئے تھے ' لکھتا ہے :

" یہ وہ وقت تھا کہ اسپین نے تمام موروں (مسلمانوں) اور یہودیوں کو ملک سے نکال دیا تھا ' اور سیکڑوں برس کے بعد پھر یہ سر زمین صرف مسیحیوں هي کیلیے مخصوص ہوگئي تھي - یہ حالت دیکھکر مراکش ' ٹیونس ' اور الجزائر کے مسلمان امیروں نے سلطان مصر کي خدمت میں وفود بھیجے ' تاکہ اسپین کے مقابلہ میں اُنکي مدد کي جاے ' اور اُنھیں اس قابل کر دیا جاے کہ یہ ملک دوبارہ مسلمانوں کیلیے حاصل کر لیں - جب یہ وفود قاہرہ پہنچے تو سلطان غوري نے اُن کا بہت اچھي طرح استقبال کیا اور اس معاملہ میں پوري دلچسپي ظاہر کي - پہلے اُس نے ارادہ کیا کہ اسپین سے انتقام لینے کیلیے اور تمام شاہان یورپ پر اثر ڈالنے کیلیے بیت المقدس کا کنیسہ بند کر دے ' اور یورپ کے تاجروں کو اپني مملکت سے نکال دے - لیکن پھر جب اس کارروائي کے نتائج پر نظر ڈالي ' تو اُس پر ظاہر ہوگیا کہ ایسا کرنا دانشمندي کے خلاف ہوگا - اسي اثنا میں ایسا ہوا کہ حکومت اسپین بھي امراء مراکش کي کوششوں پر مطلع ہوگئي - شاہ فرڈي ننڈ اور ملکہ ازابیلا کو خبر ملگئي کہ اُمراء مراکش مصر کو اپني اعانت پر اُبھارنا چاہتے ہیں - انھوں نے بھي فوراً ایک سفیر مصر بھیج دیا تاکہ سلطان سے ملکر اسے مسلمانان اندلس کي اعانت سے باز رکھے - اس سفیر کا نام کونٹ پیٹر ڈینکر تھا - یہ اسکندریہ پہنچا ' اور فلپ دي پیریٹز کے یہاں اُترا جو اُس وقت مصر میں فرانس اور اسپین کا مشترک قنصل تھا - قنصل نے سفیر کي آمد کي باقاعدہ اطلاع سلطان کو بھیج دي ' اور درخواست کي کہ اسکے لیے قاہرہ جانے کا پروانۂ راهداري مرحمت ہو "

" سلطان کو جب اس معاملہ کي اطلاع ملي ' تو اُس نے امراؤ علماء سے مشورہ کیا - علماء چونکہ مراکشي وفد کے ذریعہ مسلمانان اسپین کے مصائب کے واقعات معلوم کر چکے تھے ' اسلیے قدرتي طور پر اسپین کے خلاف اُنکے جذبات مشتعل ہو رہے تھے - انھوں نے بالاتفاق یہ راے دي کہ سلطان کا اس سفارت سے ملاقات کرنا بہتر نہیں - اسے واپس کر دیا جاے - سلطان نے بھي اس مشورہ سے اتفاق کیا ' اور سفیر کیلیے پروانۂ راهداري نہیں بھیجا -

حکم ديديا تها ' ليکن سفر نامه کا مصنف لکهتا هے که " انهوں نے خزائن بيت المقدس کي بڑي مقدار ديکر اپني جانيں بچا ليں "

اس واقعه نے تمام يورپ ميں اضطراب پيدا کرديا - واسکو ڈي گاما نے اگرچه هندوستان کا براه راست بحري راسته معلوم کرليا تها' ليکن ابهي اس راه سے هندوستاني مال کي آمد و رفت شروع نهيں هوئي تهي ' اور يورپ کي مشرقي تجارت کا دار و مدار بدستور مصر پر تها - جونهي مصر کا دروازه بند هوا ' يورپ نے محسوس کيا که تمام مشرق کا دروازه اُس پر بند هوگيا هے - ايک سال کے اندر وينيس اور جنيوا کي تمام تجارتي منڈياں بند هوگئيں ' اور يورپ ميں مشرقي مصنوعات کا پهر قحط شروع هوگيا -

يه حالت ديکهکر وينيس اور فرانس کي حکومتيں مجبور هوئيں که کسي نه کسي طرح حکومت مصر سے از سر نو دوستانه تعلقات پيدا کريں - وينيس کي يه سفارت (جس کي سياحت مصر کي روئداد اس سفر نامه ميں قلمبند کي گئي هے) اسي مقصد سے روانه کي گئي تهي - قريب قريب اسي زمانے ميں فرانس کي سفارت بهي روانه هوئي - سفر نامه ميں جا بجا فرانسيسي سفارت کے معاملات کا بهي ذکر کيا گيا هے ' اگرچه انداز بيان مخالفانه جذبات سے خالي نهيں هے - فرانسيسي سفارت شويلير کونٹ انڈري کي زير رياست بهيجي گئي تهي -

وينيس کي يه سفارت ۲۳ - جنوري سنه ۱۵۱۲ع - کو وينيس سے روانه هوئي ' اور بے شمار مقامات ميں ٹهرتي هوئي ' ۲۰ - مئي سنه مذکور کو اسکندريه پهنچي -

(سفرنامه کے تاريخي فوائد)

سفر نامه اُس عهد کي ملکي اور معاشرتي حالات کے بے شمار فوائد و معلومات سے مملؤ هے - ان کا استقصاء ايک تحرير ميں ممکن نهيں - هم مختصراً بعض اهم فوائد کا ذکر کرينگے -

(سلطان غوري اور وزراء کي تصاوير)

مصنف نے جا بجا لکها هے که اُسے مصوري ميں کافي دخل تها - اس کا ثبوت اُن تصاوير سے ملتا هے جو اُس نے سفر نامه کے ساتهه شامل کي هيں - هم ان ميں سے دو تصويروں کي نقل اس تحرير کے ساتهه شائع کرتے هيں - پهلي تصوير سلطان قانصوه غوري کي هے - دوسري اس کے وزراء کي هے - مصنف لکهتا هے " ميں نے سلطان سے اُس کي اور اُس کے درباريوں کي تصوير کهينچنے کي اجازت حاصل کرلي تهي "

ان تصاوير ميں سلطان اور وزراء مصر کي جو وضع و هئيت نظر آرهي هے ' يه اُس عهد کے تمام ترک اور چرکس امراء کي عام وضع تهي - سلاطين و امراء عثمانيه کا لباس اور عمامه بهي تقريباً ايسا هي تها - يه عمامه جو اسقدر بلند اور عريض هوتا تها ' ايسے باريک کپڑے اور هلکے مواد سے طيار کيا جاتا تها ' که کوئي غير معمولي وزن سر پر محسوس نهيں هوتا تها - هندوستان ميں يه بات دلچسپي کے ساتهه معلوم کي جائيگي که اکثر حالتوں ميں يه کپڑا هندوستاني ساخت کا هوتا تها ۔

سلطان ملک الاشرف قانصوه غوري جسکي تصوير آپکے سامنے هے ' دراصل مصر کے چرکسي مملوکوں کا آخري فرمانروا هے - سنه ۹۲۲- هجري مطابق ۱۵۱۶- ع ميں جب سلطان سليم اول نے مصر و شام پر حمله کيا ' تو تخت مصر پر يهي سلطان متمکن تها - يه " مرج دابق " کے معرکه ميں پوري شجاعت اور پامردي کے ساتهه لڑا ' ليکن بالاخر شکست کهائي ' اور ميدان جنگ ميں گهوڑے سے گرکر مارا گيا - اسکے بعد ملک اشرف طومان بائي نے کچهه عرصه تک لڑائي جاري رکهي ' ليکن مصر کي آخري لڑائي ميں اس نے بهي شکست کهائي ' اور هميشه کيليے چرکسي مملوکوں کا سلسلۂ حکومت ختم هوگيا -

سلطان غوري سنه ۹۰۶- هجري مطابق ۱۵۰۱- ع ميں تخت نشين هوا تها - اس حساب سے تقريباً پندره برس تک حکمراں رها

سفرنامه کے مصنف نے اس سلطان کے غير معمولي اوصاف شاهانه کي بهت تعريف کي هے ' اور اسے " حزم راے اور دقت نظر " ميں اپنے عهد کا بهترين فرمانروا قرار ديا هے - مصر کے عام مورخين بهي اُس کے بعض اوصاف کا اعتراف کرتے هيں -

(سقوط غرناطه اور مصر)

من جمله تاريخي فوائد کے ايک نهايت اهم اور عبرت انگيز واقعه اُس سفارت کا هے ' جو غرناطه اور مراکش کے امراء نے مصر بهيجي تهي ' اور جسکي تفصيلات سے مصر کي تمام تاريخيں خاموش هيں -

اسپين سے مسلمانوں کا آخري اخراج سنه ۱۴۹۱- ع ميں هوا هے - يهي سنه هے جب تمام اسلامي حکومتوں کي اعانت سے مايوس هوکر ابو عبد الله نے غرناطه فرڈنينڈ کے حواله کرديا - اسکے بعد پچاس برس تک مسلمانوں پر ايسے ايسے وحشيانه مظالم هوتے رهے ' جنکي کوئي دوسري نظير تاريخ عالم ميں موجود نهيں - غرناطه کے بقية السيف مسلمانوں کے خلاف محکمۂ انکويزيشن Inquisition نے قتل و احراق کا آخري حکم سنه ۱۵۰۹ - ميں صادر کيا تها ' اور کارڈنيل فرانسسکو زي مينس اور فرڈينينڈ ڈي ٹالاويرا نے سرزمين اسپين ميں اسلامي تمدن و آبادي کا آخري نقش بهي مٹا ديا تها - يه زمانه ٹهيک ٹهيک وهي زمانه هے ' جب مصر ميں سلطان محمد بن قائتبائي کے بعد پادشاه گردي شروع هوگئي هے ' اور کئي سال کي طوائف الملوکي کے بعد اعيان سلطنت نے سلطان قانصوه غوري کو تخت نشين کيا هے -

تاريخ ميں دو واقعات کا اجمالي ذکر هم پڑهچکے تهے - ايک يه که جب سلطان ابو عبد الله ' فرڈي‌نند کے مقابله سے عاجز هوگيا ' تو اُس نے دو سال کيليے عارضي صلح کرلي ' اور تمام مسلمان سلاطين عالم کي طرف سفارتيں روانه کيں تاکه اُنهيں مسلمانان اندلس کي نصرت و حمايت پر آماده کيا جاے - مسلمانان اندلس کو خصوصيت کے ساتهه سلطان عثماني اور سلطان مصر سے اعانت کي توقع تهي - ليکن دو سال کي مدت گزر گئي' اور کسي نے بهي انکي خبر نهيں لي - دوسرا واقعه سقوط غرناطه کے بعد کا هے - جب ابو عبد الله کي جلا وطني کے بعد اسپين کي حکومت نے وه تمام عهد و پيمان بهلا دیے ' جو مسلمانوں کي آزادي و حفاظت کيليے کيے گئے تهے ' اور انکا قتل عام شروع هوگيا ' تو يه حالت ديکهکر مراکش اور تيونس کے سلاطين مضطرب هوگئے - انهوں نے تمام مسلمان سلاطين عالم کے پاس وفود بهيجے ' اور اُنهيں مسلمانان اندلس کي بے بسي اور مظلوميت پر توجه دلائي - ايک خاص سفارت جو مراکش کے بعض اکابر علماء و اُمراء سے مرکب تهي ' قاهره بهيجي گئي تهي - يه سلطان قانصوه غوري هي کا زمانه تها - تاريخ کے صفحات هميں بتلاتے هيں که سفارت قاهره پهنچي ' اور

بريد فرنگ

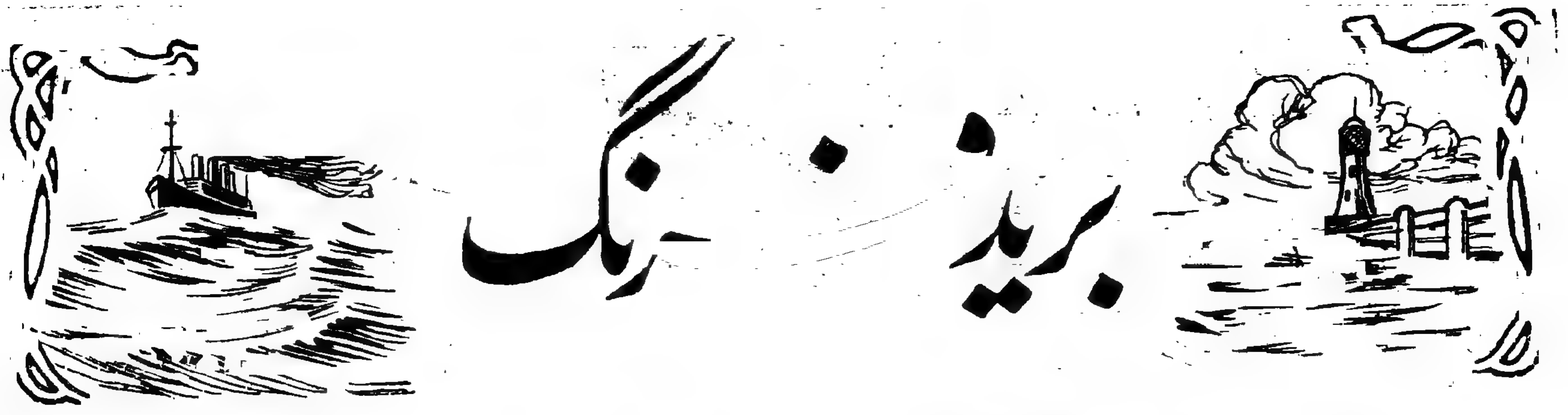

روسي انقلاب کی جوبلی

(دسویں سالگرہ کا جشن)

قارئین الهلال کو اخبارات کے ذریعه معلوم هوچکا هے که گذشته اکتوبر میں روس کي سوویت حکومت نے آخري انقلاب روس کي دسویں سالگرہ منائي تهي اور اس تقریب کو ” کمیونیزم کي دہ ساله جوبلي “ سے تعبیر کیا تها - اس تقریب میں شرکت کیلیے بعض هندوستاني رهنماؤں کو بهي دعوت دي گئي تهي ' لیکن اُن میں سے کوئي شخص بهي نه جا سکا - وقت کي کمي ' حالات کي ناموافقت ' اور زیادہ تر هندوستاني حکومت کے پروانۂ راهداري دینے کے اشتباہ سے کسي شخص نے قصد هي نهیں کیا -

اب یورپ کي پچهلي ڈاک کے اخبارات میں اس تقریب کي نهایت دلچسپ اور موثر تفصیلات آگئي هیں - معلوم هوتا هے که موسکو کا یه اجتماع دنیا کے عظیم الشان اجتماعات میں سے تها - نه صرف تمام روسي صوبوں سے ' بلکه دنیا کے دور دراز حصوں سے بهي نمایندوں کي بے شمار تعداد شریک هوئي تهي - وسط ایشیا کي تمام حکومتوں اور قوموں کے وکلاء موجود تهے - قفقاز اور ارمینیا نے علانیه اسمیں حصه لیا تها - ایران سے بهي ایک وفد گیا تها - چین اور جاپان کے بهي نمایندے موجود تهے -

تقریب کے رسوم و اعمال نهایت طول طویل تهے جو کئي دن تک متصل جاري هے - سب سے زیادہ اهم اور عظیم اجتماع بین الاقوامي جلوس کا تها جس سے جوبلي کي تقریب کا افتتاح هوا - اس جلوس کي عظمت کا اندازہ صرف اس بات سے کیا جا سکتا هے که اسکے شرکاء کي تعداد دس لاکهه آدمیوں سے بهي زیادہ تهي ' اور بیس گهنٹه سے زیادہ وقت اسکے گذرنے میں لگ گیا تها - جو لوگ جلوس نکلتے وقت شریک هوے تهے ' انهوں نے پورا ایک دن اور ایک رات سڑکوں پر بسر کردي - جلوس کا ایک سرا شهر کے ایک کنارہ سے شروع هوا تها ' اور دوسرا سرا کئي چکر کها کر دوسرے سرے پر ختم هوا تها !

اس موقعه پر یه بات یاد رهے که موسکو کي آبادي عرض کي جگه زیادہ تر طول هي میں واقع هوئي هے - وہ دنیا کے اُن شهروں میں سے ایک هے جو سب سے زیادہ لنبے واقع هوئے هیں -

جلوس کے بعد سوویت کي بین الاقوامي مرکزي

ليكن ساتهه هي صاف لفظوں ميں انكار بهي نهيں كيا - جب كبهي قنصل كي جانب سے عرضداشت پهنچي ' كسي نه كسي طرح ٹالديا گيا "

" ليكن كچهه عرصه كے بعد سلطان نے محسوس كيا كه علماء و امراء كا مشوره مصالح حكومت كے مطابق نهيں هے - يه مصلحت كے خلاف هوگا كه حالات نے جو موقعه يورپين حكومتوں سے مطلب براري كا پيدا كرديا هے ' اُسے ضائع كرديا جائے - چنانچه اُس نے اسپيني سفير كے ليے پروانۂ راهداري بهيجوا ديا - وه اسكندريه سے چل كر ۱۶ - جنوري سنه ۱۵۰۲ع - كو قاهره پهنچا - قاهره ميں سركاري ترجمان اُس كے استقبال كے ليے موجود تها - حسب معمول شاهي مهمانسرائے ميں اُتارا گيا - اور ايک هفته كے بعد دربار شاهي ميں پيش هوا "

" اس موقعه پر اس عظيم الشان مشرقي فرمانروا نے جو طرز عمل اختيار كيا ' وه اُس كي سياسي مهارت اور شاهانه حكمت عملي كا بهترين نمونه هے - وه علماء و اعيان سلطنت كو اپنا مخالف بنا لينا پسند نهيں كرتا تها ' جو قدرتي طور پر مسلمانان اسپين سے همدردي ركهتے تهے اور اُن كي حمايت و اعانت كے دل سے خواهشمند تهے - دوسري طرف اس كے ليے بهي طيار نه تها كه ايک دور دراز ملک كے مسلمانوں كے ليے خواه مخواه جنگ و خونريزي كے خطرات ميں مبتلا هو' اور اپنے مصالح و فوائد كو نقصان پهنچائے - پس اُس نے ايسا طريقه اختيار كيا ' جس سے ايک طرف علماء و امراء سلطنت كو بهي شكايت كا موقعه نهيں ملا - دوسري طرف يورپ سے بهي اچهے تعلقات قائم هوگئے - اُس نے اسپيني سفير كو پهلي مرتبه بر سر دربار بلوايا - اس موقعه پر تمام امراء و علماء سلطنت موجود تهے - جب اُس نے اپنے پادشاه كا سلام عرض كيا ' تو سلطان نے نهايت غضب ناک لهجه ميں اُس كا سلام قبول كرنے سے انكار كرديا ' اور كها ' ميں ايسے پادشاه كا سلام نهيں سن سكتا جس نے مسلمانوں كے ساتهه ظالمانه سلوک كيا هے اور جس كي حكومت ميں اِس وقت تک مسلمانوں كا خون بهايا جا رها هے - ليكن پهر دو دن بعد پوشيده محل ميں بلا كر دوباره ملاقات كي ' اور اس ملاقات ميں نه صرف پادشاه اسپين كا سلام پوري بشاشت و مرحمت كے ساتهه قبول كرليا ' بلكه اُس كے جواب ميں اپني جانب سے بهي دوستانه تعلقات كا پوري طرح يقين دلايا - اس كے بعد سفير اور سلطان ميں اور بهي كئي پوشيده ملاقاتيں هوئيں - بالآخر اس سفارت كا جو مقصد تها وه حاصل هوگيا - يعنے سلطان نے اسپين سے دوستانه معاهده كرليا ' اور كچهه عرصه كے بعد تمام يورپ سے بهي از سر نو معاهدات كي تجديد هوگئي - مراكش كا وفد كئي سال تک قاهره ميں پڑا رها - آخر مايوس هوكر واپس چلا گيا "

اس بيان پر كسي اظهار رائے اور بحث كي ضرورت نهيں هے - جو معاهده اسپين اور سلطان غوري ميں اس سفارت كے ذريعه هوا تها ' اور سفارت نے جو تحرير سركاري طور پر سلطان كے سامنے پيش كي تهي ' اس كا اصلي نسخه اِس وقت تک اسپين كے شاهي كتب خانه واقع اسكوريال ميں موجود هے -

* * *

مذاكرۂ علميه

قدماء کی مفقود صنعتیں

يه مسلم هے كه قديم قوميں بهت سي ايسي صنعتوں سے واقف تهيں جو اب مفقود هو چكي هيں - حال ميں امريكه كے ايک محقق علوم قديمه نے ايک مقاله ميں اُن پر نهايت دلچسپ بحث كي هے - وه لكهتا هے :

بعض قديم مصري قبروں ميں قرمزي رنگ كا نهايت شفاف شيشه پايا گيا هے - علماء عصر حيران تهے كه يه كيونكر بنايا جاتا تها ؟ بيان كيا جاتا هے كه پندرهويں صدي ميں چينيوں كو اِس صنعت كا طريقه معلوم تها - خوش قسمتي سے اب سر هربرٹ جيكسن نے اِسے معلوم كرليا هے ' اور لندن كي رائل سوسائٹي كے سامنے پيش كركے اُس كي تصديق بهي حاصل كرلي هے -

يوناني اب سے دو هزار برس پهلے بهيڑ كي اون سے ايک خاص قسم كا تيل بناتے تهے - يونان كي بربادي كے بعد يه صنعت مفقود هوگئي - يهاں تک كه انيسويں صدي كے علماء اس كا كچهه پته نه لگا سكے - يه روغن " لانولين " كے نام سے مشهور هے -

روم كے معمار ايک ايسا روغن جانتے تهے' جو ديوار پر لگاتے هي فوراً خشک هوجاتا تها - صديوں تک مفقود رهنے كے بعد يه راز سنه ۱۹۰۸ع ميں ايک انگريز رنگساز نے از سر نو معلوم كرليا -

روم كے صناع ايک ايسا شيشه بهي بناتے تهے جو لچكدار هوتا تها - سنه ۱۶۱۲ ع ميں فلورنس كے ايک باشندے نے اِس شيشے كا ذكر كيا هے - وه لكهتا هے " شهنشاه تيبرس كے عهد ميں روم والوں نے ايک لچكدار شيشه ايجاد كيا تها - مگر اب يه راز گم هوچكا هے - اگر يه همیں معلوم هوجائے ' تو شيشه كي قيمت ' چاندي سونے سے بهي زياده هو جائيگي "

ليكن عين اُسي زمانے ميں جبكه فلورنس كا باشنده يه سطور لكهه رها تها ' ايران ميں يه صنعت موجود تهي - چنانچه سنه ۱۶۱۰ ع ميں شاه ايران نے فليپ سوم شاه اسپين كو لچكدار شيشے كے چهه جام بهيجے تهے - يه جام كسي طرح بهي ٹوٹ نهيں سكتے تهے !

يه راز صنعت بالآخر گم هوگيا - يهانتک كه كئي صدي كے بعد اب پچهلے سال ايک اسٹرين عالم نے اسے دوباره معلوم كرليا هے - اِس شيشے كا خاصه يه هے كه شيشے كي طرح شفاف هوتا هے ' مگر لچک اِتني زياده هوتي هے كه ايک پورا قاب انگلي پر ركهه كر ته كرلے سكتے هيں ! قاب ته كر لينے كے بعد گيند كي طرح گول هو جاتا هے - يه گيند اگر زمين پر زور سے مارا جاے تو ٹوٹتا نهيں ' بلكه اس طرح اچهلتا هے ' جيسے ربڑ كا گيند اچهلتا هے -

خيال كيا جاتا هے كه موجوده دنيا اس صنعت سے بهت فائده اٹهائيگي - اس سے موٹريں بنائي جائينگي ' اور اُنكے ٹوٹ جانے كا خطره دور هو جائے گا -

اسي طرح قديم زمانے ميں تانبے كے اُسترے بنائے جاتے تهے جو لوهے كے اُستروں سے زياده اچها كام ديتے تهے - مدتوں كے بعد اب معلوم هوا هے كه امريكا كے ايک قيدي نے يه صنعت زنده كرلي هے - اُسے قيد سے رها كر ديا گيا هے تاكه اسے مكمل

سنه ۱۹۰۸ع میں جب دستوري انقلاب هوا ' تو تملم قسطنطنیه میں ایک مسلمان عورت بهي ایسي نهیں تهي جسے قسطنطنیه کي سڑکوں پر بغیر یشمک (هلکے نقاب!) کے نکلنے کي جرأت هو - لیکن پانچ سال کے اندر هي اندر یه حالت هوگئي که فی صدي پچهتر نوجوان لڑکیاں ایسي تهیں جنهوں نے یشمک کي جگه ایک ایسا بالائی لباس اختیار کرلیا تها جو اُن کے چهره کے کناروں کو ڈهانپ لیتا تها ' اور درمیاني حصه بالکل کهلا رهتا تها - چند سالوں تک یه وضع نهایت مقبول رهي - بڑے بڑے باشاؤں کے گهرانے میں بهي اسي وضع کا لباس ڈرائینگ روم کي ملاقاتوں کے لیے پهنا جاتا تها - لیکن سنه ۱۹۱۴ع میں جب عالمگیر جنگ شروع هوئي ' تو بهت سي نوجوان ترک عورتیں اس پوشش سے اُکتا چکي تهیں - ایک بڑي تعداد ایسي لڑکیوں کي موجود تهي جس نے اسے ترک کردیا تها - وه اپنے سروں کو ایک خاص طریقه سے اچهي طرح ڈهانپ لیتیں ' لیکن چهره ٹهڈي کے پاس پوشیده نهیں کیا جاتا - وه پوري طرح کهلا رهتا تها "

سنه ۱۹۱۳ میں ترک خواتین کي ایک انجمن کا اجلاس

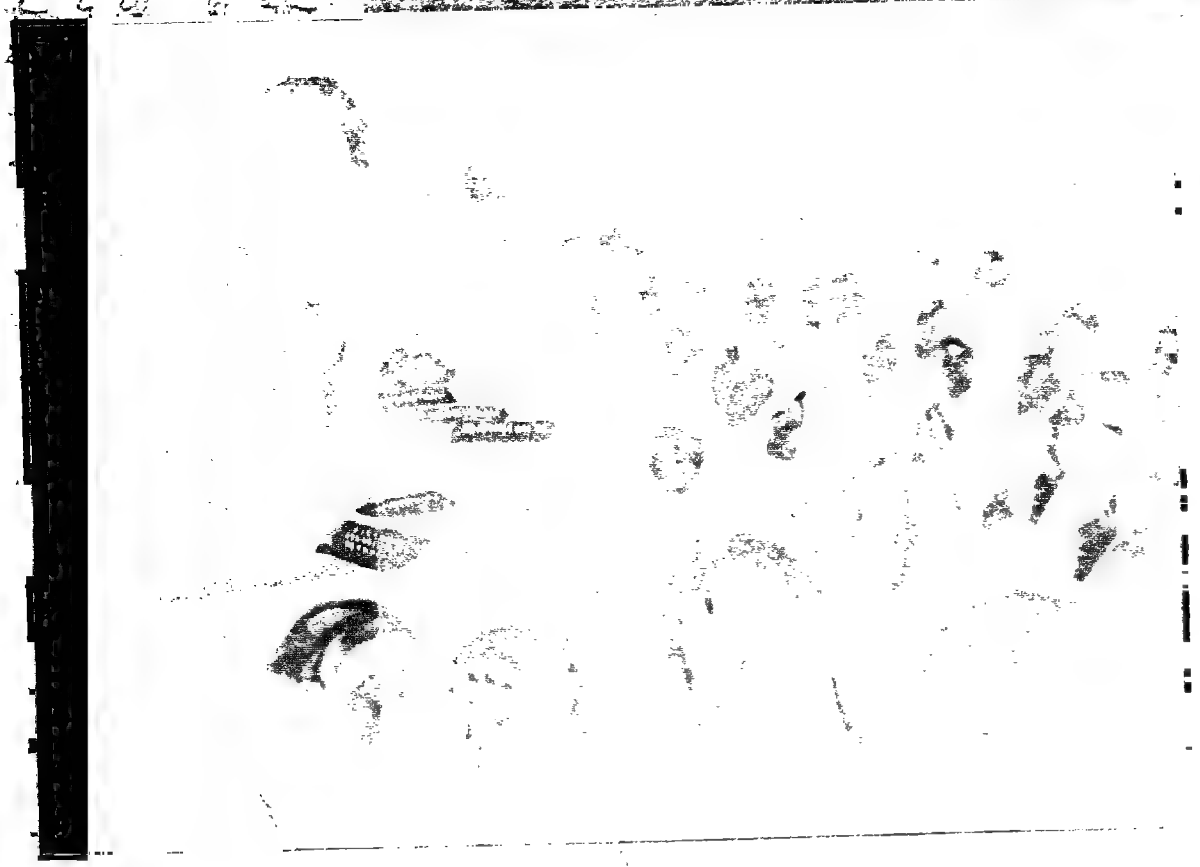

" جهاں تک عام لباس کا تعلق هے ' ترکي کي شهري عورتیں ' خصوصاً دارالحکومت کي عورتیں ایک عرصه سے یورپین لباس کے غالب اجزاء اختیار کرچکي تهیں - لیکن سنه ۱۹۰۸ع تک ایسي عورتیں زیاده نه تهیں ' جنهوں نے کامل طور پر یورپین لباس اختیار کر لیا هو - عموماً اس طرح کا لباس پهنا جاتا تها ' جو یورپین لباس هونے پر بهي بعض مشرقي قسم کي خصوصیات رکهتا تها - سنه ۱۹۰۸ع کے انقلاب کے بعد یه خصوصیات رخصت هونے لگیں - یهاں تک که سنه ۱۹۱۴ع میں دار الحکومت کے تمام گهرانوں میں نئي نسل کي لڑکیوں نے کامل فرانسیسي لباس اختیار کرلیا - ترکي زبان میں بهي لباس اور فیشن کے ترکي رسائل اُسي طرح نکلنے لگے ' جس طرح فرانس اور انگلستان میں نکلتے هیں - دارالحکومت سے باهر بهي تمام بڑے بڑے شهروں میں کامل قسم کا یورپین لباس رائج هوگیا - گذشته سال مجهے ایک دوست نے جو عرصه سے سمرنا میں مقیم هے ' بتلایا تها که سمرنا کے ترک گهرانوں میں پیرس کے تازه ترین زنانه فیشن سے ویسي هي دلچسپي لي جاتي تهي ' جیسي دلچسپي یورپ کے کسي شهر میں لي جاسکتي هے - فرق صرف اتنا تها که پیرس کا جو فیشن ایک هفته کے اندر لندن اور برلن کے درزیوں کے یهاں پهنچ جاتا تها ' اُسے سمرنا تک پهنچتے پهنچتے کئي هفتے لگ جاتے تهے ! "

" تاهم یه ساري تبدیلیاں گهر کي چار دیواري کے اندر هي هوتي رهیں - یه ممکن نه تها که کوئي ترک عورت گهر سے باهر بهي اُسي لباس میں نکل سکے ' جس لباس کے اندر وه گهر میں اپنے دوستوں کا استقبال کرتي تهي - باهر نکلنے کیلیے ایک خاص وضع کا بهت عریض فرغل استعمال کیا جاتا تها ' جسے کمر کے پاس پیٹي سے کس لیا جاتا تها ' اور وه همارے ملک کے پادریوں کے گاؤن کي سي هیئت پیدا کرلیتا تها - فرغل پهن لینے کے بعد نه صرف جسم هي کامل طور پر چهپ جاتا تها ' بلکه لباس کي تمام آرائش بهي پوشیده هو جاتي تهي - امیر هو یا غریب ' جوان هو یا بوڑهي ' تعلیم یافته هو یا غیر تعلیم یافته ' لیکن گهر سے باهر هر ترک عورت ایک هي طرح کے لباس میں نظر آئیگي - سنه ۱۹۱۲ - میں جب نوجوان

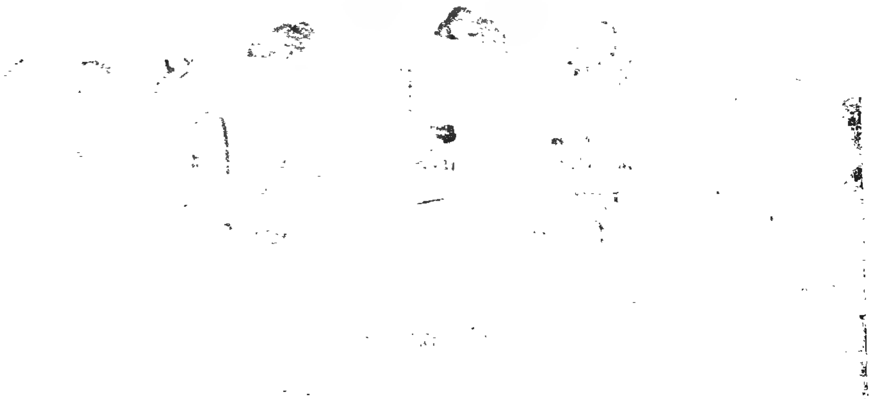

غازي مصطفے کمال پاشا اور اُنکي سابق بیوي لطیفه هانم

مجلس کا اجلاس شروع ہوا - ممکن نہ تھا کہ کوئی عمارت اتنے بڑے اجتماع کی گنجایش رکھتی - اس لیے ایک کھلے میدان میں منعقد ہوا - اجتماع کئی ٹکڑوں میں تقسیم کردیا گیا تھا ' اور ہر ٹکڑے کے وسط میں لینین کا ایک مجسمہ رکھا گیا تھا - لینین کا ایک بہت بڑا مجسمہ میدان کے دروازہ پر بھی نصب کیا گیا تھا ' جو روس کے ایک بہت بڑے صناع نے سنہ ۱۹۲۴ میں بنایا تھا - یہ ایک بہت بڑے قطر کا کرۂ ارضی ہے ' اور اُس کے قطبی حصہ پر لینین کھڑا ہے - مجسمہ کی یہ صورت اس رمز کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ کمیونزم کی دعوت تمام کرۂ ارضی کی سرمایہ پرستی پر غالب آگئی ہے !

ہم نے صفحات الہلال کے لیے دو مرقعوں کا انتخاب کیا ہے - پہلا مرقع اُس موقعہ کا ہے جب سوویت کے اعلیٰ حکام جلوس میں شریک ہونے کی طیاری کر رہے ہیں - بائیں جانب سیاہ استر خانی ٹوپی اوڑھے ہوئے صدر سوویت کھڑا ہے جسے آج کل تمام یورپ "کمیونزم کے زار" سے تعبیر کرتا ہے - اس کے ساتھ جدید کمیونسٹ فوج کی وردی پہنے ہوئے ' سوویت ارکان حکومت ہیں -

دوسرا مرقع جلوس کا ایک خاص حصہ ہے - اِس میں زیادہ تر یورپ اور انگلستان کے نمایندے ہیں - اگر آپ بائیں جانب غور سے دیکھیں تو مسٹر سکلت والا کا چہرہ صاف دکھائی دے رہا ہے -

ترکی کی نسوانی تحریکات

الہلال نمبر (۲۳) میں عنوان مندرجۂ صدر سے "ہم ایک فرانسیسی اہل قلم کے مقالات" کا خلاصہ درج کر چکے ہیں - اب اس سلسلۂ مقالات کی تیسری قسط بھی شائع ہوگئی ہے - اِس میں زیادہ تر ترکی کی موجودہ نسوانی تحریکات اور اُنکے مقاصد پر نظر ڈالی ہے -

بلاد اسلامیہ کے جدید معاشرتی تغیرات کے مُتعلق وقتاً فوقتاً جو مضامین ' مشرق و مغرب کے اخبارات میں شائع "ہوتے" رہتے ہیں ' اکثر حالتوں میں صورت حال کی معتدل اور حقیقی نوعیت پیش کرنے سے قاصر رہتے ہیں - عموماً ایسا ہوتا ہے کہ مضمون نگار کوئی خاص نقطۂ خیال رکھتا ہے ' اور اسی کے مطابق صورت حال کا نقشہ کھینچنا چاہتا ہے - مثلاً جب کبھی موجودہ عہد کا کوئی یورپین سیاح ترکی اور مصر کی سیر کریگا ' اور وہاں کی جدید معاشرتی تحریکات پر نظر ڈالیگا ' تو چونکہ پیشتر سے اس بارے میں ایک خاص نقطۂ خیال قائم کر چکا ہے ' اسلیے تغیر و اصلاح کی ہر حرکت کو اُسی روشنی میں دیکھیگا ' اور مجموعی حیثیت سے ایک ایسی تصویر طیار کر دیگا ' گویا ترکی اور مصر کی جدید جماعتوں نے بہ یک دفعہ ارادہ کرلیا ہے کہ مشرقیت اور اسلامیت کے تمام عقائد و افکار سے دست بردار ہو جائیں !

دوسری طرف بعض مسلمان اہل قلم ہیں ' جو ہندوستان کے قدامت پسند مسلمانوں کے افکار و جذبات کی رعایت کرنی چاہتے ہیں - اسلیے پسند نہیں کرتے کہ نئی تحریکات کی حد سے بڑھی ہوئی آزادانہ صورت اُنکے سامنے عریاں ہو - وہ ہمیشہ ان تحریکات کے متعلق ایسی مبہم اور گول مول باتیں کہہ جاتے ہیں ' جن سے صورت حال مشتبہ ہو جاتی ہے ' اور لوگ خیال کرنے لگتے ہیں کہ ترکی اور مصر کی جدید تحریکات کی نسبت جو کچھہ کہا جاتا ہے ' صداقت سے یک قلم خالی ہے -

جدید ترکی نسبت کئی سال سے ایسا ہی ہو رہا ہے - ایک طرف وہ بیانات ہیں جو دنیا کو یقین دلانا چاہتے ہیں کہ جدید ترکی اپنے آپکو مسلمان کہنے کے لیے بھی طیار نہیں - دوسری طرف وہ خوش عقیدہ مسلمان ہیں جو اردو اخباروں کے مضامین پڑھکر خیال کرنے لگتے ہیں کہ ترکی کے نئے معاشرتی انقلاب کی نسبت جو کچھہ کہا جاتا ہے ' محض یورپین نامہ نگاروں کا سیاسی پروپگنڈا ہے - حقیقت سے اسے کوئی لگاؤ نہیں -

اس فرانسیسی مقالہ نگار کی یہ خصوصیت قابل ذکر ہے کہ اِس نے اپنے تاثرات کو کافی حد تک اس طرح کی بے اعتدالیوں سے محفوظ رکھا ہے ' اور کوشش کی ہے کہ بلاد اسلامیہ کی موجودہ انقلابی ذہنیت کا صحت نظر و تشخیص کے ساتھہ مطالعہ کیا جاے -

ہم اس مقالہ کا مختصر خلاصہ یہاں درج کرتے ہیں ' تا کہ مسلمانان ہند جدید ترکی کے فکری تغیرات صحت کے ساتھہ معلوم کرسکیں -

مقالہ نگار لکھتا ہے :

"گذشتہ دس سال کے اندر ترکی کی معاشرتی زندگی میں جو انقلاب رونما ہوا ہے ' اُس کا اندازہ کرنے کے لیے ہمیں نوجوان ترک عورت کی نئی تاریخ حیات پر نظر ڈالنی چاہئے -

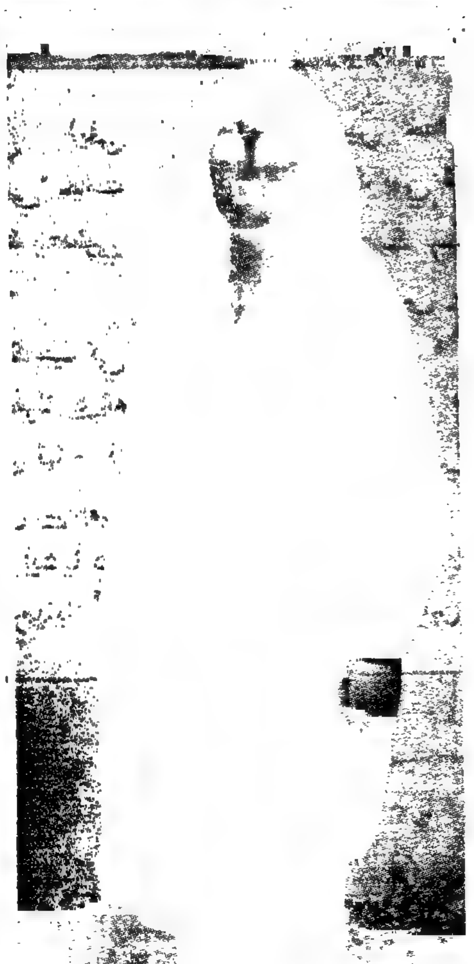

جدید ترکی خواتین
سنہ ۱۹۱۲ - سے ۱۹۲۵ - تک !

تاریخ و عبر

غدر ۱۸۵۷ء

تصویر کا دوسرا رخ

(۲)

تین واقعات میں سے تیسرا واقعہ

جلیانوالہ باغ کا قتل عام

(۳) تیسرا واقعہ جلیانوالہ باغ کا قتل عام ہی۔ جو غدر سے ڈرے ہوئے دماغوں کے طفیل عالم وجود میں آیا تھا۔ یہ حادثہ جانکاہ اپریل ۱۹۱۹ء میں واقع ہوا۔ ہندوستانی اسے اسوقت تک فراموش نہیں کر سکے ہیں۔ اسمیں کچھ شک نہیں کہ جرنیل ڈائر کو سخت مشکلات کا سامنا کرنا تھا۔ کیونکہ امرتسر میں (جو اکالی سکھوں کا صدر مقام ہی) فساد قابو سے باہر ہو چکا تھا۔ لوگوں نے کئی انگریز قتل کر دئے تھے۔ اور عیسائی لڑکیوں کی قیامگاہ جلانے کی بھی کوشش کی تھی۔ جلیانوالہ باغ میں جو ہجوم اکٹھا ہو رہا تھا، وہ امن پسند نہیں کہا جا سکتا۔ اگرچہ اُن کے پاس کوئی اسلحہ نہیں تھا۔ جب ڈائر موقع پر پہنچا، تو ایک شخص تقریر کر رہا تھا۔ ڈائر نے آتے ہی سپاہیوں کو فائر کرنے کا حکم دے دیا، اور دس منٹ کے اندر سیکڑوں آدمی موت کے گھاٹ اُتار دئے گئے۔ قریبًا ایک ہزار آدمی زخمی بھی ہوئے تھے (لیکن ہندوستانی مقتولین اور مجروحین کی تعداد اس سے زیادہ بتاتے ہیں) جب سپاہیوں کے کارتوس ختم ہو گئے تو یہ قتل عام خود بخود بند ہو گیا۔ عام طور پر تسلیم کیا جاتا ہی کہ ڈائر نے مارشل لا کی تحقیقاتی کمیشن کے روبرو جو شہادت دی تھی، اس سے اُسنے اپنے آپ کو سخت نقصان پہونچایا۔ کیونکہ وہ خود مانتا ہی کہ عبرتناک سزا دیکر لوگوں کے دلوں میں خوف اور دہشت پیدا کرنی چاہتا تھا!

چونکہ مارشل لا کی وجہ سے لوگوں کو شام کے بعد گھر سے نکلنے کی اجازت نہ تھی۔ اس لئے اس شام کو کوئی شخص جلیانوالہ باغ کے مردوں اور زخمیوں کے پاس جانے کی جرأت نہ کر سکا، اور نہ ہی فوجی حکام نے ان کی طرف توجہ کی۔ میں اسوقت تمام خوفناک واقعات از سر نو بیان کرنا نہیں چاہتا۔ میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ بجائے اسکے کہ انگریز ڈائر کے فعل کے خلاف اظہار نفرین کرتے، انھوں نے ہر ممکن طریقے سے اس کی تائید کی۔ اس موقع پر بھی انگریزوں نے ہندوستانیوں سے وہی سلوک کیا جو غدر کے ایام میں کیا تھا۔ انھوں نے علانیہ طور پر یہ بات ثابت کر دی کہ وہ محض تلوار کے زور سے ہندوستان کو غلام رکھنا چاہتے ہیں۔ جب گورنمنٹ کو اس واقعہ کی خبر ملی تو وہ سخت گھبرا گئی لیکن اسے بھی مصلحتًا ڈائر کی حرکات کی تائید ہی کرنی پڑی۔ اس وحشتناک واقعہ کا نتیجہ یہ ہوا کہ تمام ہندوستان میں اتحاد کی ایک برقی لہر دوڑ گئی۔ لوگوں نے باہمی نفاق بالائے طاق رکھکر ایک متحدہ تحریک گورنمنٹ کے خلاف جاری کر دی۔ اور تھوڑے ہی عرصے میں اسنے ایسی عظیم طاقت حاصل کر لی کہ تمام انگریز گھبرا گئے۔ انھوں نے گورنمنٹ آف انڈیا کو بڑے زور سے مشورہ دیا کہ یہ تحریک بالکل کچل ڈالی جائے۔ انہی دنوں میں انگریزوں نے (جو ہندوستان میں مقیم تھے) جرنیل ڈائر کے واسطے ۳۰ ہزار پونڈ جمع کر کے بھیجدیا۔ کیونکہ اسے گورنمنٹ نے ملازمت سے برطرف کر دیا تھا۔ مجھے یقین ہی ان میں سے بعض آدمی ایسے بھی ہونگے۔ جو ضرور خیال کرتے ہونگے کہ ان کی قوم نے ڈائر کی تائید کر کے اپنی حماقت کا ثبوت دیا ہی۔ جب تک ہم ہندوستانی معاملات کو ٹھنڈے دل سے نہ سوچیں گے۔ ہم فورًا ایک معمولی بات پر مشتعل ہو جایا کرینگے۔ جس طرح کہ ہماری قوم کے ایک نمائندے (ڈائر) نے امرتسر میں مشتعل ہو کر قتل عام کر دیا!

غدر کی انگریزی تاریخیں

میں حیران ہوں، میری قوم نے اسوقت تک تاریخی کتابوں میں غدر کے یکطرفہ افسانوں کا اندراج کیوں جاری رکھا ہی؟ ان میں ہندوستانیوں کے خلاف اس قدر زہر اُگلا ہی کہ کوئی انگریز پڑھکر متأثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ یہ کتابیں محض اس غرض سے لکھی گئی تھیں کہ انگریزوں کے دلوں میں ہندوستانیوں کے خلاف نفرت پیدا کی جائے

انگریز مورخوں نے بعض ہندوستانیوں کی شجاعت و ہمت کی اس قدر تعریف کی ہو کہ [illegible] ہندوستانیوں کی بھی اس قدر تعریفیں نہیں کی گئی [illegible] نکلسن کا نہایت [illegible] تھا۔ میں نے اس کی سوانح حیات جو ٹراٹر نے لکھی ہی کئی دفعہ پڑھی ہی۔ مگر واقعہ یہ ہی کہ اسمیں اصلی نکلسن کا خاکہ نظر نہیں آ سکتا۔ اس کی موہوم بہادری کے قصوں نے اس کی حقیقی زندگی چھپا دی ہی۔ بہتر تو یہ تھا کہ اس کی حقیقی سیرت دکھائی جاتی۔ اسمیں شک نہیں، نکلسن ایک بہادر سپاہی تھا۔ وہ اپنی قوم کی خاطر بڑی بہادری سے لڑا۔ لیکن اسے دُنیا کے عظیم سپہ سالاروں کے زمرہ میں شامل کرنا انصاف سے بعید ہی، سر جارج فارسٹ نکلسن کے متعلق اپنی کتاب میں لکھتا ہی کہ وہ ایک تُندخو آدمی تھا۔ اور عام طور پر بدزبانی کیا کرتا تھا۔ اس کی بہادری مسلمہ تھی۔ لیکن وہ نافرمان بھی تھا۔ اُسنے لارنس کے ساتھ نہایت بُرا سلوک کیا تھا۔ کیمبل بھی ان افسانوں کو جو نکلسن کے متعلق مشہور تھے، بے بُنیاد قرار دیتا ہی۔ اسی طرح تواریخ میں نیل، ہیولاک، اور ہاڈسن کے کارہائے نمایاں کے متعلق بے شمار لغو کہانیاں مورخانہ جرأت و سنجیدگی کے ساتھ درج کر دی گئی ہیں!

نیل کی کارگذاری کے متعلق ہومز لکھتا ہی:

"بنارس کے باشندوں میں یہ ڈر پیدا ہو گیا تھا کہ نیل شہر پر گولہ باری کرنے والا ہی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سے باشندے اپنے اہل و عیال کو ساتھ لے کر شہر سے بھاگ گئے"

فارسٹ بھی ہومز کی تائید کرتے ہوئے لکھتا ہی:

"نیل نے لوگوں پر ایسے مظالم برپا کئے تھے کہ اگر وہ زندہ رہتا، تو اس کی قوم بھی ضرور اسے لعن طعن کرتی۔ لیکن موت نے جلد ہی اس کے عیب ڈھانپ لئے۔ میں نیل کو اس کے مظالم کی وجہ سے ہرگز معاف نہیں کر سکتا۔ اگر وہ ظلم نہ کرتا تو لدھیانہ کی پلٹن کبھی تباہ نہ ہوتی۔ الہ آباد میں بھی اسنے فیروزپور کی پلٹن کو اپنے ظالمانہ سلوک کی وجہ سے مخالف بنا لیا تھا۔ حالانکہ مجھے اس پلٹن کی وفاداری پر پورا اعتماد تھا۔ نیل کی عادت یہ تھی کہ وہ کسی پر بھی اعتبار نہیں کرتا تھا، اور لوگوں سے بڑی بے رحمی سے پیش آتا تھا"

مجھے یقین ہی کہ مورخین کی آیندہ نسل اس شخص کو بے شمار وحشیانہ مظالم سے بری الذمہ ثابت کرنے کی جرأت نہ کریگی!

برطانی راست بیانی!

جنگ یورپ میں بھی ہمارے اخباروں نے یہ افواہیں مشہور کر رکھی تھیں، کہ جرمنی کے سپاہیوں کو انکے افسر مار مار کے میدان میں بھیجتے تھے۔ کیونکہ وہ ایسے ڈرپوک تھے کہ دشمن سے مقابلہ کرنے کی جرأت نہیں رکھتے تھے۔ لیکن یہ غلط بیانی جنگ کے واقعات نے جھوٹی ثابت کر دی۔ جرمنی کی فوجیں ایسی جانفشانی سے لڑیں کہ انکے دشمن بھی عش عش کر گئے۔ اس قسم کی جھوٹی خبروں کے پھیلانے سے مدعا یہ ہوتا ہی کہ دشمنوں کی تضحیک کی جائے، اور انکے خلاف نفرت کا جوش پیدا کر دیا جائے، اسی طرح غدر کے دنوں میں بھی انگریزوں نے اس قدر جھوٹے افسانے تاریخوں میں درج کر ڈالے۔ کہ انھوں نے اصلی واقعات پوشیدہ کر دئے!

بعض حقائق کا اعتراف

ہمارے غدر کے مورخ بھی کہیں کہیں کسی ہندوستانی کی تھوڑی سی تعریف کر دیتے ہیں۔ مثلًا جھانسی کی رانی کے متعلق تقریبًا سب متفق ہیں کہ وہ ایک عظیم شخصیت تھی۔ سر ہیو روز نے (جسنے رانی موصوفہ کو شکست دی تھی) ایکدفعہ کہا تھا:

"وہ سب سے زیادہ بہادر اور لائق جرنیل تھی اسنے لڑائی میں ایسے کارنامے دکھلائے کہ انگریز بھی تحسین کئے بغیر نہ رہ سکے"

انگریزوں نے اسے زندہ پکڑنے کی بہت کوشش کی مگر ناکام رہے۔ کیونکہ اسنے لڑائی کے میدان میں اپنی جان دے دی۔ ہندوستانی اسے بجا طور پر ہندوستان کی جون آف آرک کہتے ہیں۔ ایک دن

لڑکیوں نے یشمک کا استعمال ترک کر دیا ، اور غریب خاندانوں کي تعلیم یافتہ لڑکیاں تار اور تیلي فون کے مرکزوں میں کام کرنے لگیں ، تو اُس وقت بھي اُنہیں اس بات کي جرأت نہیں ہوئي تھي ، کہ یورپین عورتوں کي طرح اپنے آرائشي لباس میں باہر نکلیں - دولت مند گھرانوں کي بے شمار عورتیں ہیں ، جو پیرس کے مشہور درزیوں کے یہاں اپنے کپڑے سلواتي ہیں ، اور اپني بالوں کي آرایش اور لباس کي دیکھہ بھال کیلیے بیش قرار تنخواہوں پر فرانسیسي خادمائیں رکھتي ہیں ، تاہم وہ بھي جب گھر سے باہر نکلتي ہیں ، تو اپنا حسین اور فیشنیبل فرانسیسي لباس سیاہ و عریض فرغل کے اندر چھپا لیتي ہیں - یہ فرغل اُس وقت تک اُنکے جسم سے الگ نہیں ہوتا ، جب تک کہ وہ گھر کي چاردیواري کے اندر واپس نہ آ جائیں "

اسکے بعد مقالہ نگار نے اُن تغیرات کا ذکر کیا ہے جو جنگ کے بعد جدید قومي تحریک کے ساتھہ ساتھہ ظہور پذیر ہوئے ، اور جو اب نہایت تیزي کے ساتھہ عام ہو رہے ہیں :

" اِن تغیرات میں سب سے زیادہ اہم چیز ترک عورتوں کي معاشرتي ذہنیت ہے - یہ واقعہ ہے کہ گذشتہ چند سالوں کے اندر اُنہوں نے تغیر و انقلاب کي بہت بڑي مسافت طے کرلي ہے - سنہ ۱۹۱۴ع کي نوجوان ترک خاتون اگرچہ اپني آزاد خیالي اور ذہني استعداد کے لحاظ سے قدیم مشرقي عورتوں سے بالکل مختلف قسم کي ذہنیت رکھتي تھي ، تاہم اُس میں موجودہ عہد کي وہ بے خوف روح نہیں پائي جاتي تھي جو قدامت کے دائرۂ اثر سے پوري طرح آزاد ہوچکي ہے - اُس میں ایک ایسا محسوس تذبذب اور اضطراب باقي تھا ، جس کے اندر روح قدامت کي ایک دھندلي سي تصویر نظر آ جاتي تھي - لیکن سنہ ۱۹۲۷ع کي ترقي یافتہ ترک عورت کامل معنوں میں آزاد خیال ہے - اُس کا تذبذب مٹ چکا ہے - اُس میں اضطراب فکر کي جگہ عزم اور فیصلہ پیدا ہوگیا ہے - وہ وقت کي روح سے لبریز ہے ، اور صرف مستقبل ہي کي طرف نگاہ رکھتي ہے - بلا شبہ یہ صورت حال اس وقت تک صرف اونچے طبقہ ہي میں محدود ہے - متوسط طبقہ کي عورتیں عموماً پچھلي حالت ہي میں باقي ہیں - لیکن اگر ترکي کي موجودہ حکمران جماعت کو فوري زوال پیش نہ آگیا ، تو یہ بات یقیني ہے کہ بہت جلد یہ روح تمام ترکي میں پھیل جائیگي "

" اب نو جوان عورتیں وہ پرانا فرغل بھي ترک کرتي جاتي ہیں ، جو باہر نکلنے کیلیے اُنکي لازمي پوشش تھي - اسکي جگہ ایک ایسا لباس وضع کرلیا گیا ہے جو گھر اور گھر سے باہر ، دونوں حالتوں میں کام دیسکتا ہے - گزشتہ سال انگورہ میں یہ دیکھکر مجھے نہایت حیرت ہوئي تھي کہ ارکان حکومت کي بیویاں بغیر فرغل پہنے ہوئے باہر نکلتي تھیں اور مجلس (پارلیمنٹ) کي گیلریوں میں بیٹھي نظر آتي تھیں - بعد کو مجھے بتلایا گیا کہ یہ طریقہ اب روز بروز مقبول ہوتا جاتا ہے ، اور اعلی طبقہ کي کوئي ترک عورت ایسي نہیں ہے جو قدیم فرغل استعمال کرتي ہو "

* * *

جنگ سے پہلے ایک زمانہ اسکول کي ترک لڑکیاں

خالدہ ادیب خانم

عہد حاضر کي مشہور اہل قلم جو آجکل امریکہ میں مقیم ہے

"کیا ٹیگور وفادار ہے؟"

میرا ایک دوست کسی پادری سے ٹیگور کے متعلق بات چیت کر رہا تھا وہ اسکی ادبی شہرت کا بہت معترف تھا۔ پادری نے بات کاٹ کر پوچھا "آیا وہ وفادار بھی ہے؟" اگر اسوقت سینٹ پال بھی برٹش گورنمنٹ کی رعیت ہوتا تو غالباً یہ پادری اس کے متعلق بھی یہی سوال کرتا۔ البتہ مجھے یقین ہے، وہ اسٹریلیا یا کینیڈا کے کسی باشندے کے متعلق یہ سوال پوچھنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ جب تک انگریزوں کی ہندوستانی سیرت کے متعلق یہ رائے رہے گی، تب تک فریقین میں ہمیشہ غلط فہمی قائم رہے گی اور ان کی باہمی مخالفت روز بروز بڑھتی جائے گی۔

پنجاب کے فسادات میں سب سے زیادہ قبیح فعل امرتسر میں ہوا تھا۔ وہاں ایک کوچہ کے باشندوں کو حکم دیا گیا کہ گھر سے باہر نکلتے وقت یا گھر کی طرف جاتے وقت پیٹ کے بل رینگ کر چلیں۔ کیونکہ حکام کو یقین دلایا گیا تھا کہ اس کوچہ کے بعض باشندوں نے ایک میم پر حملہ کیا تھا۔ شہروں پر ہوائی جہازوں کے ذریعے گولہ باری کرنا بھی اس سے کم خوفناک واقعہ نہیں ہے۔ ہندوستانی کہتے ہیں کہ اگر لورپول یا مانچسٹر میں فساد ہو جائے۔ تو بلا شبہ حکام حفظ عامہ کی خاطر مفسدوں پر گولی چلانے سے دریغ نہیں کرینگے لیکن وہ کسی حالت میں بھی یہ نہیں کر سکتے کہ اس شہر پر آسمان سے بم کے گولے پھینکیں۔ اس قسم کے مظالم صرف اس صورت میں روا رکھے جا سکتے ہیں۔ جب قوموں کے درمیان جنگ چھڑ جائے۔

فنچلے نے ایک کتاب "غدر کی کہانی" میں مندرجہ ذیل سطور لکھی ہیں:

"ایشیائی دماغ کو سمجھنا ایک نہایت مشکل کام ہے۔ کیونکہ کوئی آدمی اس کے اسرار نہیں سمجھ سکتا۔ لیکن یہ مسلم امر ہے۔ کہ غدر کی یاد لوگوں کے دلوں میں ہر وقت تازہ رہتی ہے۔ مجھے ایک پادری نے بتایا کہ اسنے ایک دفعہ اسکول کے طالب علموں کو غدر پر جواب مضمون لکھنے کا حکم دیا تھا۔ مگر تمام لڑکوں نے خالی کاغذ پیش کر دیئے جس سے صاف ظاہر ہوتا تھا۔ کہ وہ یہ واقعہ اس قدر محسوس کرتے تھے۔ کہ ہمیں اپنے اندرونی خیالات سے آگاہ کرنا نہیں چاہتے تھے"

بعض واقف کار انگریزوں کی رائے ہے۔ کہ غدر کی یادداشتیں کچھ عرصے کے بعد معدوم ہو جائیں گی۔ لیکن میرے خیال میں جب تک ہماری کتابوں میں غدر کے افسانے درج رہیں گے، تب تک کوئی شخص بھی انھیں نہیں بھول سکتا۔ اس اسپرٹ کو زائل کرنے کے صرف دو طریقے ہو سکتے ہیں۔ یا تو تمام اسکول اور کالج بند کر دیئے جائیں تاکہ آئندہ نسلوں کو پچھلی صدی کے واقعات کے متعلق کچھ علم نہ ہو۔ یا ہمیں چاہیئے کہ ان واقعات کو ان کی اصلی صورت میں دکھائیں اور اپنی طرز تحریر یکسر تبدیل کر دیں۔

ساورکار نے غدر کو آزادی کی جنگ سے تعبیر کیا ہے اسنے ایک مکمل تاریخ ہند لکھی تھی۔ لیکن گورنمنٹ نے اس کی اشاعت بند کر دی کیونکہ گورنمنٹ کو یقین دلایا گیا تھا کہ اسمیں غلط واقعات درج کئے گئے ہیں جن سے انگریزوں کے خلاف نفرت پھیلنے کا اندیشہ ہے!

چونکہ ہم تعلیم یافتہ ہندوستانیوں کو قابل اعتبار نہیں سمجھتے اور ان سے نفرت کرتے ہیں۔ اس لئے وہ بھی ہم سے انتقام لینے کی خاطر ہمارے خلاف ہر قسم کی غلط فہمی پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہندوستانی اخبارات اور رسائل اٹھا کر دیکھیئے ان میں ہمارے خلاف کس قدر زہر اگلا جاتا ہے۔

خاتمۂ سخن

ہمیں بلیک ہول والا حادثہ بالکل بھول جانا چاہئے جس طرح کہ ہم ستر موپلہ قیدیوں کا ریل گاڑی میں دم گھٹ کر مر جانے کے واقعہ فوراً بھول چکے ہیں۔ ہمیں کانپور کے مظالم پر بھی شور مچانا نہیں چاہئے۔ جس طرح ہم دہلی۔ بنارس۔ الہ آباد وغیرہ میں اپنی کارگذاریاں فراموش کر چکے ہیں۔ جب ہم اپنے مظالم بھول چکے ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ ہندوستانیوں کی زیادتیاں ہر دم یاد رکھیں!

سر چارلس ایچین نے لارنس کے متعلق ایک کتاب لکھی ہے اسنے اس کے بت کا بھی جو لاہور کی ٹھنڈی سڑک پر استادہ ہے، ذکر کیا ہے اس بت پر یہ حروف کندہ ہیں "کیا تم ہماری حکومت تلوار کے زور سے تسلیم کروگے۔ یا قلم کے زور سے"؟ ان الفاظ سے ہندوستانی قوم کو دو رستے دکھائے جاتے ہیں۔ یا تو وہ خوشی سے ہماری اطاعت قبول کرلے یا تلوار کے زور سے محکوم رہے۔ اسمیں شک نہیں کہ آجکل قلم کے زور سے حکومت کی جا رہی ہے۔ لیکن تلوار بھی ہر وقت برہنہ رہتی ہے۔ اس قسم کے کتبوں سے ہندوستانیوں کے دلوں میں غصہ کی آگ دہکتی رہتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس بت کی شب و روز حفاظت کی جاتی ہے تاکہ اسے نقصان نہ پہنچایا جائے۔

رومیش دت نے تاریخ ہند میں کیا خوب لکھا ہے کہ غدر کے خوفناک مظالم کو اسکول کی کتابوں سے مٹا دینا چاہئے۔ کیونکہ جب ہندوستانی طلبا کو نیل جیسے ظالم انگریزوں کے کارنامے نہیں پڑھائے جاتے۔ تو پھر انہیں کانپور کے کنوئیں کا افسانہ کیوں سنایا جائے؟ میں یقین کرتا ہوں کہ اسوقت ہماری قوم ماضی کو فراموش کر دینے کے لئے طیار ہے۔ اگر انگریزوں کی موجودہ نسل کو یقین دلایا جائے کہ ان کے بزرگوں نے ہندوستانیوں پر کس قدر ظلم و ستم ڈھائے تھے، تو وہ ان کی تلافی کے لئے یقیناً طیار ہو جائے۔

(مترجمہ چودھری محمد علی صاحب وکیل ایبٹ آباد)

برید شرق

مکتوب آستانہ

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قسطنطنیہ کے قلم سے)

غازی مصطفٰے کمال پاشا کا از سر نو انتخاب۔ سازشیوں کو سزا۔ ترکی کی آبادی۔ ترکی اور امریکہ۔ ترکی میزانیہ۔

غازی کا از سر نو انتخاب

گذشتہ ہفتہ مجلس وطنی (پارلیمنٹ) کا از سر نو افتتاح ہو گیا۔ غازی کمال پاشا، دوبارہ، صدر جمہوریت منتخب کئے گئے۔ عصمت پاشا بدستور وزیر اعظم رہے۔ مجلس وطنی کے سابق صدر، کاظم پاشا بھی نئے انتخاب میں کامیاب ہے۔

مجلس وطنی کے تمام ارکان نے ایک ایک کر کے، صدر مجلس کے سامنے حسب ذیل قسم کھائی:

"میں خدا کی قسم کھاتا ہوں کہ کسی ایسے مقصد کے لئے کوشش نہیں کروں گا جو وطن کی سعادت، قوم کی سلامتی، اور اس کی بے قید و شرط سیادت کے منافی ہو۔ نیز میں جمہوریت کے اصول سے برابر وفادار رہوں گا"

خلق فرقہ سی نے، جمہوریت کی صدارت کے لئے کوئی نام پیش نہیں کیا تھا، بلکہ اپنے ارکان کو آزادی دیدی تھی کہ جس شخص کو پسند کریں، اس منصب کے لئے منتخب کر لیں۔ لیکن اس کے باوجود بھی غازی مصطفٰے کمال پاشا ہی بالاتفاق صدر قرار دے دیئے گئے۔ تب صدر مجلس وطنی نے انھیں قسم کھانے کے لئے طلب کیا۔ انھوں نے ان لفظوں میں قسم کھائی۔

"میں خدا کی قسم کھاتا ہوں کہ صدر جمہوریت ہونے کی حیثیت سے جمہوریت کے قوانین اور قومی سیادت کے اصول کی حفاظت و مدافعت کروں گا۔ میں اپنی پوری قوت سے اور پورے اخلاص سے ترکی قوم کی بھلائی کے لئے کوشش کروں گا۔ میں پوری شدت سے ہر اس خطرے کی مقاومت کروں گا جو ترکی حکومت کو لاحق ہوگا۔ ترکی شرافت کی حفاظت، اس کی برتری اور اپنے فرائض ادا کرنے پر میں اپنی پوری زندگی وقف کر دوں گا!"

جب غازی قسم کھا رہے تھے تو انکے ہر جملہ پر تالیوں کا ایک شور بلند ہو جاتا تھا۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ بعض سلطنتوں کے سفیر بھی تالیاں بجانے میں شریک تھے۔

قسم کے بعد غازی نے خطبہ دیتے ہوئے کہا:

"یہ منصب، صدر جمہوریت کا منصب، درحقیقت قوم کی پوری فضیلت استقامت، اور معصومیت کا مظہر اور نمائندہ ہے۔ اس حقیقت سے میرا قلب و ضمیر پوری طرح باخبر ہے۔ میں ان تمام اہم فرائض اور نازک ذمہ داریوں سے کماحقہ آگاہ ہوں جو صدارت کی اس کرسی نے مجھ پر عائد کر دی ہیں۔ تاہم میں کوشش کروں گا کہ اس جدید اعتماد کو بھی سچا ثابت کر دوں جس سے قوم نے مجھے سرفراز کیا ہے۔ یہ اعتماد اس امر کا ثبوت ہے کہ قوم ہماری خاکسارانہ کوشش پورے اطمینان سے پسند کرتی ہے۔ میری مسلسل کوشش رہے گی کہ قوم کی زیادہ سے زیادہ بڑی خدمتیں انجام دیتا رہوں"

اس کے بعد غازی نے کہا:

"یہ جمہوریت، جو خود مختاری، قومیت، اور فہمندی پر قائم ہوئی ہے، اور جسنے گزشتہ برسوں میں اپنی اصلاحات و انقلابات سے اپنی قوت قاہرہ ثابت کر دی ہے، قوم کی امیدوں اور آرزوؤں کے بالکل

ہمیں یہ تحقیق کرنی پڑے گی کہ کیا وجہ تھی کہ ہندوستانی عورتیں بھی ہمارے خلاف لڑنے پر آمادہ ہو گئی تھیں؟ جھانسی میں کئی انگریز مرد اور عورتیں قتل کر دی گئی تھیں۔ قیاس کیا جا سکتا ہے کہ رانی نے یہ خونریزی پسند نہ کی ہوگی۔ جب جھانسی فتح ہو گیا، تو اس کے باپ کو سیکڑوں آدمیوں کے ساتھ پھانسی دی گئی۔

شہزادہ فیروز کے متعلق بھی عام طور پر تسلیم کیا جاتا ہے کہ بڑا بہادر اور جرار آدمی تھا۔ اس نے دہلی میں ہمارے آدمیوں کو بچانے کے لئے بڑی کوشش کی لیکن ناکام رہا۔ جنگ کے میدان میں بڑی ثابت قدمی اور استقلال سے لڑتا رہا۔ حالانکہ اسے معلوم تھا کہ اگر ہمارے ہاتھوں میں پھنس گیا تو اسے فوراً پھانسی دے دی جائے گی۔ خود ہمارے آدمی بھی خفیہ طور پر خوش تھے کہ وہ پکڑا نہیں گیا۔ اس کی شہسواری اور اس کا سیکڑوں دفعہ موت کے منہ سے بال بال بچ جانا ایک افسانہ بن گیا ہے۔ بعض شعرائے بھی اپنے اشعار میں اس کی بہادری کے تذکرے کئے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ وہ ۱۸۶۱ء تک ہندوستان کے جنگلوں میں مارا مارا پھرتا رہا۔ بعد ازاں ۱۸۶۶ء میں وہ عرب میں آخری دفعہ دیکھا گیا[1] کوئی وقت ایسا بھی آئے گا کہ ہندوستانی روایات بھی تاریخ کی کتابوں میں درج کی جائیں گی۔ اور صحیح واقعات کی طرح مستند سمجھی جائیں گی۔ وہ داستان بھی کسی قدر دل ہلا دینے والی ہوگی!

ہمارے مورخین لکھتے ہیں کہ یہ غدر ہندوستان کو آزاد کرانے کی خاطر برپا نہیں کیا گیا تھا۔ کیونکہ یہ محض چند فوجوں کی بغاوت تھی۔ اچھا، اگر ایسا ہی تھا تو پھر بے گناہ آبادیوں کو موت کے گھاٹ اتارنا اور غیر محارب جماعتوں کو بھی بلا تمیز قتل کر ڈالنا، کس قدر انسانیت سوز حرکات تھیں! اگر اس قسم کے دردناک مظالم کسی دوسرے ملک میں ہوتے تو یقیناً پورا ملک متحد ہو کر برسرپیکار ہو جاتا۔ گو یہ وبا زیادہ تر آگرہ کے صوبہ ہی میں رہی۔ لیکن پھر بھی اس صوبہ کے عام لوگوں نے اسمیں کسی طرح کا حصہ نہیں لیا۔ ہمیں ناچار تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ انہی لوگوں نے بہت سے انگریزوں کی جانیں بچا کر اپنی شرافت کا ثبوت دیا ہے حالانکہ ہندی سپاہی انکے مخالف ہو گئے تھے۔

فارسٹ اپنی کتاب کے صفحہ ۱۱ پر لکھتا ہے:

"۱۰۔ دن کے اندر اودھ کے صوبہ میں انگریزی راج خواب کی مانند غائب ہو گیا تھا۔ سپاہیوں نے بغاوت کا علم بلند کر دیا تھا۔ اور عوام الناس نے اطاعت کا جوا اتار کر پھینک دیا تھا لیکن کمال کی بات یہ ہے کہ پھر بھی کوئی ظلم برپا نہ ہوا۔ نہ ہی کسی نے انتقام لینے کی کوشش کی۔ انھوں نے انگریزوں کے ساتھ نہایت اعلیٰ درجہ کا سلوک کیا۔ بلکہ لکھنؤ کے نواب بھی ان کے ساتھ کمال شرافت سے پیش آتے رہے۔ حالانکہ ان میں سے بعض نوابوں کو انگریزوں سے بہت نقصان پہنچا تھا"

میں یہ بات تسلیم کرتا ہوں۔ کہ ہماری بے رحمی بلا وجہ نہ تھی کیونکہ غدر کے ابتدائی مرحلوں میں ہمیں اشتعال دلایا گیا تھا۔ باغی سپاہ نے قتل کی ابتدا کی تھی۔ سب سے پہلے میرٹھ کی ہندوستانی فوج کے ایک دستے نے اپنے افسروں کو قتل کر ڈالا کیونکہ وہ اپنے ساتھیوں کی بے عزتی گوارا نہیں کر سکتے تھے۔ بعد ازاں دہلی میں انہی باغیوں کے ایما سے فرنگیوں کا قتل عام شروع ہو گیا۔ اس کے بعد بغاوت کا اثر دور دور پھیل گیا اور ۲۲ انگریزی چھاؤنیاں اس سے متاثر ہو گئیں۔ اسوقت دونوں طرف سے باقاعدہ خونریزی شروع ہو گئی تھی اور جنگ کا میدان گرم ہو گیا تھا۔ جھانسی اور کانپور میں انگریزوں کو سخت بے رحمی سے قتل کیا گیا۔ لیکن جب انگریزوں کی باری آئی تو انھوں نے تمام علاقے زیر و زبر کر دیئے۔ جھانسی اور کانپور کے حوادث تو بعد میں ظہور پذیر ہوئے تھے۔

اسمیں کچھ شک نہیں، کہ فریقین کے پاس ایسی غلط افواہیں پہنچائی جاتی تھیں جن سے خواہ مخواہ اشتعال پیدا ہو جاتا تھا۔ مثلاً باغیوں کو یقین دلایا گیا تھا، کہ انگریزی گورنمنٹ تمام ہندو مسلمانوں کی تباہی پر آمادہ ہے، اور اُن کا مذہب بگاڑنے کی تدابیر کر رہی ہے۔ اسی طرح ہمیں بھی ہندوستانیوں کی بے رحمی کے فرضی قصے سنائے جاتے تھے جس سے ہمارا جام صبر لبریز ہو جاتا تھا۔ جنگ کے ایام میں عموماً جھوٹی خبریں محض اس غرض سے پھیلائی جاتی ہیں تاکہ دشمنوں کے خلاف سخت نفرت پھیل جائے۔ اُسوقت کسی کو ٹھنڈے دل سے خبروں کی چھان بین کرنے کی فرصت نہیں ہوتی۔ یہی حال امرتسر کے فسادات میں بھی ہوا۔ وہاں ایک میم پر حملہ کئے جانے سے تمام انگریز بھڑک اٹھے اور انکے غصے کی کچھ انتہا نہ رہی۔

لارڈ کیننگ نے ملکہ معظمہ کو ایک خط میں مفصل ذیل فقرات لکھے تھے جو قابل غور ہیں:

"اگر وہ انگریز جن کے اہل و عیال کو باغیوں کے ہاتھوں کچھ نقصان پہونچا ہو، انکے خلاف نفرت کا اظہار کریں، تو وہ حق بجانب ہیں۔ لیکن حیرانگی کی بات یہ ہے کہ سب سے زیادہ شور واویلا وہ لوگ مچا رہے ہیں جو بڑے آرام سے غدر کے حلقۂ اثر سے دور اپنے اپنے گھروں میں محفوظ بیٹھے ہیں۔ مثلاً کلکتہ کی انگریزی آبادی فسادات کے علاقے سے بہت دور تھی۔ بایں ہمہ وہ ہندوستانیوں کے خلاف بڑا زہر اگل رہی ہے، مجھے ڈر ہے کہ انکے معاندانہ خیالات امن قائم کرنے میں سد راہ ہونگے۔ انگریزوں کی ایک بڑی تعداد ہندوستانیوں کو حقارت سے دیکھتی ہے اور ان سے قطع تعلق کرنے پر آمادہ ہے۔ لیکن ان لوگوں کو یہ خیال نہیں آتا کہ اگر برطانیہ کو ہندوستان پر حکومت کرنی ہے تو ہندوستانیوں کو دیوانی اور فوجی ملازمتیں دیکر ان پر اعتبار کرنا پڑے گا۔ کیونکہ ان کے بغیر حکومت کا انتظام ایک دن بھی نہیں چل سکتا۔ میں مبالغہ نہیں کرتا۔ یہ صحیح بات ہے کہ اگر ہم تمام ہندوستانیوں کو سرکاری ملازمت سے برطرف کر دیں تو بہت سے انگریز اسے بنظر تحسین دیکھیں گے۔ کیونکہ وہ صاف طور پر اعلان کرنا چاہتے ہیں کہ انگریز اور ہندوستانیوں کے درمیان مستقل نفرت کی دیوار قائم کی جائے۔ بعض انگریز ہندوستانیوں کی وفاداری پر مطلق اعتبار نہیں کرتے حالانکہ انہی فسادات میں بہت سے ہندو اور مسلمانوں نے انگریزوں کو باغیوں کے مظالم سے بچایا ہے"

پنجاب کے فسادات کے دوران میں انگریزوں میں بہت جوش پھیلا ہوا تھا۔ کیونکہ انہیں ہر وقت اپنی جانوں کی فکر لگی رہتی تھی لیکن تعجب کی بات ہے کہ شور مچانے والے زیادہ تر وہی لوگ تھے۔ جو صحت افزا پہاڑی مقامات پر یا بڑے بڑے شہروں میں امن و امان سے مقیم تھے۔ اور ان کی حفاظت کے واسطے مکمل فوجی انتظام موجود تھا۔ علاوہ بریں وہ خود بھی خاصی تعداد میں ایک ہی جگہ رہتے تھے۔ برخلاف اس کے اضلاع کے حکام یا چائے کے کھیتوں کے مالکوں یا پادریوں کی جماعت نے کبھی چیخ و پکار نہ کی۔ حالانکہ انھیں ہر وقت اپنی جان کا خطرہ ہونا چاہیے تھا۔ وہ ایسے مقامات پر متعین تھے جہاں کسی قسم کی بروقت امداد کا بہم پہنچنا تقریباً ناممکن تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ مقدم الذکر لوگوں کو اپنے اوپر بھروسہ نہ تھا۔ وہ پہاڑوں اور شہروں میں ہندوستانیوں سے بالکل الگ زندگی بسر کرتے ہیں۔ ان کی طرز معاشرت بالکل انگلو ہے۔ ہندوستانیوں سے انہیں کسی قسم کی یگانگت یا ہمدردی نہیں ہے۔ وہ اپنے حلقۂ احباب میں ایسی زندگی بسر کرنے کی کوشش کرتے ہیں، جس طرح انکے بھائی بند انگلستان میں کرتے ہیں۔ وہ اس ملک کے واقعات بھی ولایت ہی کے اخبارات میں پڑھنے کے عادی ہیں۔ لیکن اضلاع کے افسروں یا پادریوں کو اپنے آپ پر کلی اعتماد ہوتا ہے وہ اپنی برادری سے علٰحدہ رہتے ہیں۔ بدیں وجہ انہیں ہندوستانیوں سے معاشرتی تعلقات پیدا کرنے پڑتے ہیں، اور اپنے ساتھ ایسے احباب اکٹھے کر لیتے ہیں۔ جو فسادات کے موقع پر بھی مدد کرنے کے لئے تیار ہوتے ہیں

جب ہم ہندوستان آتے ہیں تو ہم اس کے باشندوں کے متعلق براہ راست تجربہ حاصل کرنے کی مطلق کوشش نہیں کرتے۔ بلکہ جو کچھ ہمارے مصنفوں نے لکھ دیا ہے، وہی ہمارے دماغوں میں گونجتا رہتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہم ہر ہندوستانی کو یا تو بھیک مانگنے والا یا خوشامدی یا دغاباز سمجھنے لگتے ہیں۔ ہمیں چاہیئے کہ ہم اس ملک کے باشندوں سے راہ و رسم پیدا کریں۔ تاکہ ان کے اصلی اخلاق و عادات سے واقف ہو سکیں۔

ایک ناقابل فراموش شہادت

پنجاب کے فسادات میں ہندوستانیوں نے سب سے زیادہ یہ بات محسوس کی کہ انگریز عورتوں نے بھی مارشل لا کے مظالم کی بڑی زور سے تائید کی تھی۔ حالانکہ یہ قدرتی امر ہے کہ عورتیں وحشیانہ افعال سے نفرت کرتی ہیں۔ اور ان کے رقیق جذبات قتل و خونریزی کی سختیوں کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ میں ذیل میں ایک ہندوستانی عورت کا بیان جو اوڈوائر بنام سنکرن نائر کے مقدمہ میں دیا گیا تھا، درج کرتا ہوں۔ اس سے جلیانوالہ باغ کے حادثہ کی نوعیت ظاہر ہوگی:

"سوال:۔ تمھیں اپنے خاوند کے قتل کی کب اطلاع ملی؟

جواب: جب جلیانوالہ باغ میں گولی چلی۔ میں نے اپنے کوچہ کے باشندوں سے سنا کہ ہزاروں آدمی مارے گئے ہیں۔ مجھے سخت تشویش ہوئی۔ کیونکہ میرا خاوند بھی اسی جگہ گیا ہوا تھا، میں فی الفور باغ میں چلی گئی۔ اسوقت شام ہو گئی تھی۔ تمام جگہ لاشوں سے اٹی ہوئی تھی۔ میں نے ہر جگہ اپنے خاوند کی لاش تلاش کی۔ بالآخر اُس کی لاش کئی لاشوں کے نیچے سے برآمد ہوئی۔ زخمیوں کے دردناک نالوں اور قریب الموت انسانوں کی چیخوں سے آسمان گونج رہا تھا۔ میں نے بہت کوشش کی کہ کوئی شخص میرے خاوند کی لاش اٹھا کر گھر تک پہونچا دے۔ لیکن کسی نے شام کے بعد باہر نکلنے کی جرات نہ کی۔ کیونکہ حکام نے شام کے بعد باہر نکلنا ممنوع قرار دیا تھا۔ ناچار میں نے تمام رات اسی باغ میں اپنے خاوند کی لاش کے پاس جاگتے گذار دی۔ کیونکہ کتے بڑی تعداد میں ادھر ادھر منڈلا رہے تھے۔ اور مجھے ہر وقت انھیں چھڑی سے بھگاتے رہنا پڑتا تھا۔ رات کے ۲ بجے مجھے ایک سکھ زخمی کے کراہنے کی آواز آئی۔ میں نے اُس کی زخمی ٹانگ سیدھی کر دی۔ وہاں ایک بارہ برس کا بچہ بھی زخمی تھا جو تمام رات درد کی وجہ سے چیختا رہا تھا۔ ایک اور زخمی بھی پیاس کے مارے بلبلا رہا تھا۔ چونکہ وہاں پانی کا نام و نشان نہ تھا اسواسطے میں لاچار تھی۔ میں تمام رات زخمیوں کے کراہنے کی آواز سنتی رہی۔ جب صبح ہوئی تو سندر داس چارپائی لے کر آیا پھر میں اپنے خاوند کی لاش گھر لے گئی"

امرتسر کے حوادث سے پتہ لگتا ہے۔ کہ غدر کے تاثرات دو نسلوں تک بھی نہیں مٹ سکے۔ جب ہمیں کوئی شخص کہتا ہے کہ ہم ہندوستانیوں کے ساتھ غلاموں کی طرح سلوک کر رہے ہیں۔ تو ہم بڑے زور سے اس کی تردید کرتے ہیں لیکن اگر ہمارے باہمی تعلقات کو غور سے دیکھا جائے۔ تو صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ ہم ہندوستانیوں کو غلاموں سے بہتر نہیں سمجھتے۔ جب ہماری آپس میں کسی ہندوستانی کے متعلق بات چیت ہوتی ہے، تو سب سے پہلے دریافت کرتے ہیں "آیا وہ وفادار اور نمک حلال بھی ہے"؟ ہمیں اس بات کی مطلق پرواہ نہیں اگر وہ ایک نہایت لائق مدبر یا مشہور سیاستدان ہو۔

---

[1] دراصل شہزادہ فیروز کابل کے راستے قسطنطنیہ چلا گیا تھا۔ [illegible] میں جب مولانا ابوالکلام کے والد قسطنطنیہ گئے تو وہاں اس سے ملاقات ہوئی تھی۔ سلطان نے حسب قرار وظیفہ مقرر کر دیا تھا (الہلال)

برطانی ہندوستان میں مدرسہ جانے والے لڑکوں اور لڑکیوں کی تعداد (سنہ ۱۹۲۵ء)

۶ سے ۱۰ برس کی عمر	مدراس	بمبئی	بنگال	یو، پی	پنجاب	سی، پی	بہار و اڑیسہ	آسام	برما
لڑکے	۱۹۰۷۱۵۵	۷۴۲۰۰۸	۱۳۱۰۰۶۴	۹۲۱۸۶۲	۳۵۸۲۵۸	۲۲۶۲۵۹	۷۹۷۴۹۰	۱۸۴۱۴۱	۱۴۷۵۰۱۶
لڑکیاں	۲۰۱۲۸۱	۱۱۵۵۱۸	۳۰۵۳۶۰	۴۷۴۷۰	۵۱۱۵۴	۱۹۱۱۶	۶۶۶۸۱	۱۱۹۲۸	۲۸۵۷۴
۱۱ سے ۱۵ برس کی عمر لڑکے	۱۵۰۰۲۹	۱۶۶۲۰۰	۳۵۲۹۰۴	۱۱۰۱۱۳	۳۳۷۷۹۰	۶۰۲۵۷	۷۴۸۱۰	۳۰۳۷۱	۱۵۱۲۹۹
لڑکیاں	۱۷۱۹۶	۱۱۴۹۷	۱۵۶۱۶	۲۰۶۷۷	۱۵۴۱۶	۴۷۹۵	۳۸۴۷	۳۷۱۷	۲۲۵۲۵

برطانی ہندوستان میں تعلیم گاہیں سنہ ۲۵-۱۹۲۴ء میں

	کالج	خاص فنون کے مدرسے	قانون	ڈاکٹری	انجینیری	ٹریننگ	زراعتی	بیطری	تجارتی	جنگلوں کی تعلیم	ہائی اسکول	انگریزی مڈل اسکول	دیسی مڈل اسکول	ابتدائی مدارس	تعلیم اور آبادی کا تناسب
آرٹس اور سائنس	۲۱۱	۷۷۰۴	۱۳	۸	۷	۲۱	۵	۳	۱۴	۲	۴۹۰۴	۳۲۲۰	۴۲۹۰	۱۷۵۵۹۶	....
مردانہ	...	...	...	...	...	...	...	...	...	...	۴۴۷۰	۲۹۶۸	۳۸۵۳	۱۵۰۹۱۹	.....
زنانہ	...	...	...	...	...	...	...	...	...	...	۴۳۴	۲۵۲	۴۴۶	۲۴۶۷۷	....
مدراس	۳۰	۳۸۱	۱	۲	۱	۵	۱	۱	۱	۱	۳۸۰	۲۵۰	...	۴۲۳۱۱	۶٫۲
بمبئی	۱۴	۴۲۲	۲	۱	۲	۱	۱	...	۱	...	۲۱۳	۲۶۵	...	۱۲۸۹۲	۷٫۶
بنگال	۳۰	۲۶۸۲	۳	۳	۱	۶	...	۱	۵	...	۹۰۶	۱۵۷۵	۱۱۶	۵۰۴۵۰	۹٫۵
یو، پی	۸	۴۵۱	...	...	۱	۳	۱	...	۸	۱	۱۹۰	۱۱۲	۶۸۵	۱۸۷۹۴	۶٫۴
بہار، اڑیسہ	۶	۴۵۲	۱	...	۱	۲	...	...	...	...	۱۴۷	۲۸۷	۲۱۹	۲۹۴۵۷	۵٫۲
پنجاب	۱۱	۲۴۴۵	۱	۱	۱	۳	۱	۱	...	...	۲۷۳	۲۱۱	۱۲۷۴	۶۵۹۱	۴٫۸
سی، پی	۵	۵۰	۱	...	...	۱	۱	...	...	...	۵۰	۱۶۴	۳۵۰	۴۲۹۵	۴٫۴
آسام	۳	۱۲۰	۱	...	...	...	...	...	...	...	۴۷	۱۵۲	۱۵۳	۴۵۹۷	۵٫۵
برما	...	۵۴۵	...	...	...	...	...	...	...	...	۱۴۳	...	۱۴۳۲	۴۱۶۸	۳۳٫۲

برطانی ہندوستان میں تعلیم گاہوں کی آمدنی سنہ ۲۵-۱۹۲۴ء میں

صوبے	سرکاری امداد	بورڈ فنڈ سے	میونسپل فنڈ سے	فیس سے	دوسرے ذرائع سے	مجموعی رقم
مدراس	۱۶۱۳۸۵۴۸	۴۴۰۹۶۴۴	۱۲۲۴۲۶۱	۸۴۳۲۹۹۱	۸۸۳۳۱۱۸	۳۹۰۳۸۶۵۲
بمبئی	۱۸۴۴۷۱۶۵	۱۲۳۸۰۶۳	۳۹۱۸۷۱۲	۹۰۱۳۹۶۹	۴۲۵۶۸۵۴	۳۳۹۸۵۷۶۳
بنگال	۱۳۳۸۲۹۶۲	۱۵۴۵۸۰۵	۳۰۵۹۸۸	۱۴۶۳۶۱۲۶	۵۷۷۵۰۵۸	۳۵۶۴۵۹۳۹
یو، پی	۱۶۲۲۸۴۹۰	۲۷۱۶۳۲۰	۹۸۶۲۱۲	۴۲۱۴۳۵۴	۵۲۴۰۲۲۰	۳۰۳۸۵۵۹۶
پنجاب	۱۱۸۳۳۳۶۴	۲۲۲۵۷۰۰۰	۹۲۶۱۰۵	۵۲۸۷۴۴۴	۳۱۳۱۵۹۳	۲۳۴۰۵۲۹۶
برما	۶۸۳۸۰۱۱	۱۵۱۲۵۳۲	۶۰۶۸۰۲	۲۹۲۰۱۲۵	۲۶۷۳۵۸۵	۱۳۵۵۱۰۵۳
سی، پی	۵۰۰۶۱۶۳	۱۴۹۸۰۵۹	۹۷۳۰۳۶	۱۱۰۸۸۳۶	۷۵۴۳۵۰	۹۰۴۰۴۴۴
بہار و اڑیسہ	۴۹۹۱۵۴۰	۳۲۵۲۸۷۵	۲۳۴۸۷۰	۲۶۸۸۲۷۸	۲۲۳۱۴۳۷	۱۳۳۹۹۰۰۰
آسام	۲۲۶۲۳۴۶	۴۴۳۹۶۲	۴۱۲۸۷	۶۳۹۰۲۴	۴۲۸۸۲۵	۳۸۱۶۴۴۴
میزان کل	۹۹۸۰۱۵۹۴	۱۸۰۵۷۶۴۰	۹۲۶۸۴۵۶	۴۹۸۹۳۱۸۲	۳۴۷۵۷۴۴۷	۲۰۸۷۴۸۳۱۹

تحریری مقابلہ ۔ انجمن اتحاد (جامعہ ملیہ اسلامیہ) نے طے کیا ہے کہ اس سال ایک تحریری مقابلہ کیا جائے جس میں بہترین مضمون نویس کو جناب عبدالعزیز صاحب انصاری ایم۔ اے، ایل، ایل۔ بی، وکیل بارہ بنکی کی جانب سے انکے مرحوم دوست اور ملک کے مشہور انشا پرداز جناب ولایت علی صاحب بمبوق کی یادگار میں ایک ۵۰ روپیہ کا طلائی تمغہ دیا جائے۔ عنوان حسب ذیل ہے: "سنہ ۱۸۵۷ء کے بعد مسلمانان ہند کی تعلیمی جدوجہد اور اس کے نتائج" شرائط۔ (۱) مضمون تقریباً ۵ صفحات پر مشتمل ہو۔ (۲) مضمون ۱۵ مارچ سنہ ۱۹۲۸ء تک ناظم انجمن اتحاد جامعہ ملیہ اسلامیہ قرول باغ دہلی کے پتہ سے آجانا چاہئے۔ (۳) طلبا اور دیگر تمام حضرات اس میں [illegible] سکتے ہیں۔ مندرجہ ذیل حضرات سے درخواست کی گئی ہے کہ وہ بہترین مضمون نویس کا فیصلہ کریں: مولوی عبدالحق صاحب بی۔ اے، ناظم انجمن ترقی اردو، اورنگ آباد، دکن۔ مولانا عبدالماجد صاحب، بی، اے، مدیر "سچ" لکھنؤ۔ ڈاکٹر ذاکر حسین خاں صاحب ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی، (برلن)، شیخ الجامعہ۔ مضمون کی اہمیت کا لحاظ رکھتے ہوئے امید ہے کہ ملک کے اکثر ادیب اور طلبا اس طرف توجہ فرمائیں گے۔

"ناظم انجمن اتحاد"

مطابق ہے۔ ہماری حکومت کا آئندہ سالوں میں بھی یہی مسلک ہوگا کہ ہماری جمہوریت کی عزت، قوت، استقامت میں اضافہ ہو، ترکی قوم کی تمام قوتیں، خود اُس کی ترقی اور خوشحالی میں خرچ ہوں۔ ہمارے پیش نظر ہمیشہ یہی رہے گا کہ جمہوریت کی زندگی اور قوت بڑھتی جائے، ہر داخلی و خارجی خطرے سے قوم کے مفاد کی حفاظت کی جائے، سب سے ہماری دوستی رہے۔ امن و امان کی کوششیں ہم سے ہر طرح کی امداد حاصل کرتی رہیں گی۔ ہم چاہتے ہیں ہماری قوم، امن و سلامتی کے ساتھ ترقی کرے“

غازی کے انتخاب کے بعد ملک بھر میں مسرت کے مظاہرے برپا ہوئے اور ہر جگہ ۲۱-۲۱ توپوں کی سلامی دی گئی۔ پھر غازی نے قوم کے نام حسب ذیل اعلان شائع کیا:

”عزیزان وطن! جمہوریت نے ترکی قوم کو خوشحالی اور برتر بنانے کی کوششوں میں جو عظیم کامیابی حاصل کی ہے، اُس کی نظیر صدیوں کی تاریخ میں بھی موجود نہیں۔ قوم کی آرزوئیں، ضرورتیں، اُس کی ترقی و سعادت کے اسباب کی تحقیق و بحث کے بعد جن نتائج پر جمہوریت پہنچی ہے، وہ قوم کے لئے ایک نہایت درخشاں مستقبل کی خوشخبری دے رہے ہیں جو اس جمہوریت کے زیر سایہ بہت جلد آنے والا ہے۔ یہ بالکل یقینی ہے کہ عہد جمہوری کی آئندہ نسلیں، ہم سے کہیں زیادہ خوشحال اور خوش نصیب ہونگی۔

”عزیزان وطن! میرا اس دور جدید میں سب سے بڑا فرض یہ ہوگا کہ ملک میں ہر طرف امن و سکون اور زیادہ عام کر دوں۔ قومی وحدت کو قوی کروں۔ جمہوریت کی عزت بڑھاؤں۔ ہمارے لائحۂ عمل کی بنیادی اصل یہ ہے کہ ہم مجلس وطنی کے قوانین کی تنفیذ ہی میں ہر طرح کی بہتری تصور کرتے ہیں۔ یہی باعث ہے کہ صدر جمہوریت، جو اس ملک کا ایک باشندہ ہونے سے زیادہ کوئی وقعت نہیں رکھتا، اپنے منصب کے جملہ عظیم اختیارات پورے عزم و حزم کے ساتھ قوم کی بہتری اور مجلس وطنی کے قوانین کی تنفیذ میں صرف کرے گا“

غازی کے اس آخری جملہ کو بہت اہمیت دی جا رہی ہے۔ کیونکہ اس اعلان سے اُنھوں نے ظاہر کر دیا ہے کہ وہ ترکی قوم کے ڈکٹیٹر نہیں ہیں، جیسا کہ یورپ میں خیال کیا جاتا ہے، بلکہ وہ سراسر مجلس وطنی کے قوانین کے پابند اور اُن کی تنفیذ کرنے والے ہیں، حالانکہ ڈکٹیٹر شپ کا مفہوم اس سے بالکل مختلف ہے۔ وہ کسی بھی قانون کی پابند نہیں ہوتی۔ اُس کی زبان، ہی اُس کی نظر میں قانون ہوتی ہے۔

نیز اپنی اس تقریر سے غازی نے اُن تمام لوگوں کو بھی جواب دے دیا ہے جو موجودہ جمہوریت کو ملوکیت کا ایک زینہ سمجھتے ہیں۔ ان لوگوں کا خیال تھا یہ تمام سوانگ صرف اس لئے بنایا گیا ہے کہ مصطفےٰ کمال پاشا، ترکی قوم کے بادشاہ بننے والے ہیں۔ اب اس تقریر کے بعد کسی کو یہ خیال کرنے کی جرأت باقی نہیں رہے گی

سازشیوں کو سزا

اپنے ایک پچھلے مکتوب میں اُس سازش کا ذکر کر چکا ہوں جو یونان میں پناہ گزین چند ترکی مجرموں نے غازی مصطفےٰ کمال پاشا کے قتل کے لئے کی تھی۔ یہ لوگ، حاجی سامی بک کی زیر قیادت، یونان سے ترکی اس لئے آئے تھے کہ غازی جب آستانہ سے انگورہ واپس جائیں تو اُن کی گاڑی، ڈائنامیٹ سے اُڑا دیں۔ پھر سابق خلیفہ عبد المجید کے نام پر انگورہ کی حکومت پر قبضہ کر لیں۔

لیکن اُن کی سازش، بر وقت کھل گئی۔ پولیس سے ایک معرکہ میں حاجی سامی مارا گیا۔ مگر اُس کے رفقاء قید ہو گئے۔ عدالت نے تحقیقات کے بعد انھیں پھانسی کی سزا کا حکم سنا دیا۔ عنقریب اس کا اجرا ہونے والا ہے۔

ہندوستان اور مجموعۂ عالم

تمام دُنیا میں جغرافیائی، عمرانی، اور اقتصادی لحاظ سے ہندوستان کی موجودہ حیثیت کیا ہے؟

(۶)

کانیں

ہندوستان کی معدنی دولت (سنہ ۱۹۰۹ء سے سنہ ۱۹۱۱ء تک کے اعداد و شمار)

معدنیات	مقدار		قیمت	
نمک	۱۴۹۲۸۰۶	ٹن	۱۰۵۷۴۳۴۴	روپیہ
کوئلہ	۱۵۷۳۰۵۲۷	”	۵۵۵۷۴۳۴۴	”
سونا	۵۸۵۰۵۲	اونس	۲۳۷۵۳۰۰۰	”
پٹرول	۲۶۱۳۹۶۰۰۰	گیلن	۱۵۰۱۲۰۰۰	”
قلعی	۱۳۸۰۰	ٹن	۱۸۳۰۰۰	”
تانبا	۵۷۴۴	”	۱۳۳۰۰۰	”
کالسا	۲۰۹۱	”	۱۱۵۰۰۰	”
لوہا	۴۳۳۴۷۰	”	۵۹۸۰۰۰	”
سیسا	۱۱۹۴۸	”	۳۶۳۶۰۰۰	”
مقناطیس	۶۴۴۶۰۰	”	۱۵۷۵۵۰۰۰	”
ابرک	۲۸۵۰۰	ہنڈریڈ ویٹ	۱۳۲۰۷۰۰	”
یاقوت و زمرد	۲۵۴۰۰۰	”	۷۸۸۰۰۰	”
شورہ	۳۷۳۰۰۰	”	۵۴۰۷۰۰۰	”
چاندی	۶۰۳۰۰۰	اونس	۱۰۸۹۰۰۰	”
ٹین	۶۴۰۰	ہنڈریڈ ویٹ	۴۸۵۰۰۰	”

دنیا بھر میں سونے کی پیداوار

مجموعی مقدار سنہ ۱۹۲۳ء میں: ۵۳۰۶۲۹ کیلو

ملک	وزن بحساب کیلو
ٹرانسوال	۲۸۴۰۶۸
رہوڈیسیا	۲۰۱۲۳
برطانی مشرقی افریقہ	۶۵۳۲
آسٹریلیا	۲۴۱۰۵
ہندوستان	۱۱۸۳۲
کینیڈا	۳۹۵۷۸
ولایات متحدۂ امریکہ	۷۷۲۹۲
میکسیکو	۲۴۲۹۱

دُنیا بھر میں کوئلے کی پیداوار سنہ ۱۹۲۳ء میں

مجموعی پیداوار: ۱۱۶۸۵۳۵۰۰۰ ٹن۔

ملک	بحساب ٹن
برطانیہ	۲۷۴۹۳۳۰۰۰
ہندوستان	۱۹۰۱۰۹۸۶
جرمنی	۱۱۸۸۲۹۰۰۰
فرانس	۴۴۰۱۰۰۰۰
ولایات متحدۂ امریکہ	۵۰۵۸۴۶۰۰۰

دُنیا بھر میں پٹرول کی پیداوار سنہ ۱۹۲۳ء میں

مجموعی مقدار: ۱۴۳۶۴۳۵۰۰ میٹرک ٹن

ملک	وزن بحساب میٹرک ٹن
ولایات متحدۂ امریکہ	۹۹۶۲۲۰۰۰
میکسیکو	۲۱۶۲۲۰۰۰
روس	۶۶۵۳۴۳۰
ایران	۴۶۰۳۲۰۰
رومانیہ	۱۸۱۱۶۰۰
ہندوستان	۱۱۵۷۰۰۰
فرانس	۵۶۰۰۰
جرمنی	۴۵۷۰۰
کینیڈا	۲۲۳۰۰
جاپان	۲۲۰۱۰۰

دنیا کے مختلف ملکوں میں تعلیم یافتہ آبادی (سنہ ۱۹۲۴ء)

ملک	مرد فی صدی	عورت فی صدی
انگلینڈ	۹۳٫۴	۹۱٫۵
ولایات متحدۂ امریکہ	۹۵٫۵	۹۳
ڈنمارک	۱۰۰	۱۰۰
جرمنی	۱۰۰	۱۰۰
جاپان	۹۸	۹۶
فلپائن	۷۰٫۵	۶۱
فرانس	۹۶٫۵	۹۴

* * *

ٹرکی کی آبادی

ٹرکی کی پہلی مردم شماری کے سرکاری اعداد و شمار اب شائع ہو گئے ہیں۔ اُن سے معلوم ہوا کہ آبادی، ۱۱،۳۶۰،۰۰۰ سے بھی زیادہ ہے۔ یقیناً یہ اعداد، ٹرکی کے تمام دوستوں کے لئے موجب مسرت و اطمینان ہیں کیونکہ عام طور پر یہ خیال کیا جاتا تھا کہ پچھلی مسلسل اور طویل جنگوں کے بعد ترکی آبادی صرف ۸۰ لاکھ رہ گئی ہے۔

ٹرکی اور امریکہ

قارئین الہلال واقف ہو چکے ہیں کہ امریکہ نے معاہدۂ لوزان قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ اس کے معنی یہ تھے کہ ٹرکی اور امریکہ کے مابین سابق حالت جنگ بدستور قائم تھی۔ لیکن اب یہ یقین کر لینے کے بعد کہ ترک ان سیاسی چالاکیوں سے فریب کھانے والے نہیں ہیں، امریکہ نے از سر نو دوستانہ تعلقات قائم کرنے کی خواہش کی ہے۔ چنانچہ اُس نے مسٹر گرو کو اپنا سفیر بنا کر انگورہ بھیج دیا ہے۔ ٹرکی نے بھی امریکہ کی دوستی طلبی کا خیر مقدم کیا ہے اور مختار بک کو سفیر مقرر کر کے واشنگٹن روانہ کر رہی ہے۔

ترکی میزانیہ

ٹرکی کا جدید میزانیہ، ۲۰۶۲۴۹۱۶۱۹ پونڈ (ترکی) ہے۔ پچھلا میزانیہ ۱۹۴۴۹۶۶۱۹ پونڈ (ترکی) تھا۔ اس میزانیہ میں دینی شعبہ کے لئے ۱۶۵۰۳۲۷۶ [illegible]

اسپر ہمنے اس دوست سے ملاقات کی اور دیر تک بحث کرتے رہے۔ اُسنے آخری سوال یہ کیا "اگر ظالم قوت اس حرکت کا فوراً سر کچل ڈالے گی تو پھر کیا ہوگا؟" ہم نے فوراً جواب دیا "تم چلے جاؤ گے تو ہم تمھاری جگہ کھڑے ہوجائینگے!"

ہمارے جواب پر شخص مذکور مطمئن ہوگیا۔ اُسے یقین آگیا کہ ہم اپنے ارادے میں سچے ہیں۔ تب اُسنے ہمیں بتایا کہ تمھاری یہ تجویز نئی نہیں ہے۔ اور بھی بہت سے لوگوں نے یہی تجویز پیش کی ہے، اور سعد باشا سے گفتگو جاری ہے۔

۱۰ ر نومبر ۱۹۱۸ء کو ہمیں ایک ذریعہ سے معلوم ہوا کہ انگریزی ہائی کمشنر کو خبر پہنچ گئی ہے کہ سعد پاشا کے گھر پر خفیہ جلسے ہو رہے ہیں اور وہ فوراً کوئی کارروائی کرنے والا ہے۔ ہم نے فوراً اپنی جماعت کو آگاہ کردیا۔ سب نے طے کیا کہ کل ہی ہائی کمشنر کے سامنے علانیہ اپنے مطالبات پیش کردیں۔ یہ ۱۱ ر نومبر کا دن تھا، اور التوائے جنگ کا معاہدہ اسی دن منعقد ہوا تھا، لہذا یہی دن مصر کے مطالبات پیش کرنے کے لئے نہایت موزوں بھی تھا۔

ہائی کمشنر نے اس دن ملاقات سے انکار کردیا اور ۱۳ ر نومبر ۱۹۱۸ء کی تاریخ مقرر کی۔ چنانچہ سعد پاشا، علی شعراوی باشا، اور عبد العزیز فہمی بک، انگریزی مستقر میں پہنچے۔ ہائی کمشنر کو مطلق خبر نہ تھی، یہ لوگ کیا کہنے والے ہیں۔ اُسنے خیال کیا تھا یہ چاپلوس اس لئے آئے ہیں کہ فاتح برطانیہ کے حضور مبارکباد کا خاکسارانہ تحفہ پیش کرینگے۔ مگر وہ یہ دیکھ کر دنگ رہ گیا کہ یہ لوگ مصر کی کامل خود مختاری کا دعویٰ لیکر آئے ہیں۔ ساتھ ہی یہ مطالبہ بھی کرتے ہیں کہ انھیں یورپ جانے کی اجازت دی جائے تاکہ اپنے حق کے لئے کوشش کریں۔ ہائی کمشنر بہت چین بجبیں ہوا، اور یہ کہہ کر انھیں رخصت کردیا کہ اپنی حکومت سے گفت شنید کرکے جواب دوں گا۔

مصری وفد کی تشکیل

چند دن بعد ان لوگوں کو معلوم ہوا کہ ہائی کمشنر وہ حیثیت معلوم کرنا چاہتا ہے جسنے انھیں اس مطالبہ کا حق بخشا ہے۔ جواب دیا گیا کہ سعد پاشا، مجلس تشریع کے سکریٹری ہیں، اور اُن کے باقی دونوں رفیق اس مجلس کے رکن ہیں۔ تینوں قوم کے منتخب نمائندہ ہیں، اور انھیں ملک کی طرف سے بولنے کا پورا استحقاق ہے۔

لیکن سعد پاشا نے مناسب سمجھا کہ اس حیثیت کے ساتھ خاص اس مطالبہ میں بھی قوم کی طرف سے نمائندگی کا صریح حق حاصل کرلیں چنانچہ سات آدمیوں کا ایک وفد مرتب کیا گیا، اور قوم کے نام اعلان شایع کیا کہ اس وفد کو آزادی کی جد و جہد میں اپنا نمائندہ قرار دے۔ قوم نے اس دعوت پر اتنی گرم جوشی سے لبیک کہا، کہ انگریز حکام خوف زدہ ہوگئے، اور باشندوں کو نمائندگی کے کاغذ پر دستخط کرنے سے جبراً روکنے لگے۔

انگریز حکام کی اس خلاف قانون حرکت پر سعد پاشا نے وزیر اعظم حسین رشدی باشا کے سامنے صدائے احتجاج بلند کی۔ وزیر اعظم نے ۲۵ ر نومبر ۱۹۱۸ء کو جواب دیا کہ وزارت داخلیہ کے انگریز مشیر نے یہ کارروائی کی ہے اور وجہ یہ بتائی ہے کہ بے امنی پھیل جانے کا اندیشہ ہے۔

لیکن یہ ظالمانہ حرکت کچھ مفید نہ ہوئی۔ وفد بالآخر بن ہی گیا۔

قوم کی نمائندگی

وفد کی تشکیل کے بعد سعد باشا نے وفد کے نام سے از سر نو مطالبہ کیا کہ اُسے سفر یورپ کی اجازت دیجائے۔ اسپر ہائی کمشنر نے یکم دسمبر کو لکھا کہ وہ مصر کے نظام حکومت کے متعلق تمام تحریری تجاویز پر غور کرنے کے لئے طیار ہے، بشرطیکہ یہ تجویزیں اُس مسلک کے خلاف نہ ہوں، جو برطانی حکومت، مصر کے لئے پہلے سے متعین کرچکی ہے!

۳ ر دسمبر کو سعد باشا نے جواب دیا۔

"اس کا نہ مجھے اختیار ہے، نہ وفد کے کسی رکن کو، کہ ایسے معاملات پر گفت و شنید کریں جو قومی مطالبہ کے خلاف ہیں۔ قوم نے ہمیں اپنا نمائندہ بنایا ہے۔ ہم اُس کی مرضی کے خلاف کچھ نہیں کرسکتے"

سعد باشا کا ایک خطبہ

اس جواب پر ہائی کمشنر نے خاموشی اختیار کرلی اور وفد نے اپنی جد و جہد شروع کردی۔ ۱۳ ر جنوری ۱۹۱۹ء کو سعد باشا نے حمد باسل باشا کے مکان میں تقریر کرتے ہوئے اعلان کیا:

"خود مختاری کا خیال، مصر میں کوئی نیا خیال نہیں ہے۔ یہ جذبہ مصر کے دل میں قدیم زمانے سے موجود ہے۔ جب جب حالات مساعد ہوئے، اس جذبے نے ظہور کیا، اور جب جب ظلم و قہر نے تسلط پالیا، یہ جذبہ دب گیا۔ مگر وہ کبھی مرا نہیں۔ موجودہ وقت اس جذبہ کے پورا ہونے کے لئے بہترین وقت ہے، کیونکہ ترکی سیادت، ختم ہوچکی ہے۔ پس انگریزی سیادت کا بھی اب خاتمہ ہوجانا چاہئے۔ یہی وقت ہے جس میں لارڈ سالسبری کی یہ آرزو پوری ہوسکتی ہے کہ "ہم اس کے سوا اور کوئی آرزو نہیں رکھتے کہ مصر سے عزت کے ساتھ واپس چلے آئیں"!

"یہ انگریزی جنگی قبضہ جو سراسر نا منصفانہ تھا، حمایت (پروٹیکٹوریٹ) کی صورت میں بدل دیا گیا۔ یہ تبدیلی، برطانیہ نے صرف اپنی رائے سے کردی۔ مصر سے استمزاج نہیں کیا گیا۔ لہذا سابق قبضہ کی طرح یہ حمایت بھی لغو اور باطل ہے۔ بین الاقوامی قوانین کے دربار اُس کی کوئی وقعت نہیں۔ وہ جدید اصول و مبادی جو اس جنگ کے بعد پیدا ہوگئے ہیں اُن کی نظر میں یہ حمایت بالکل بے معنی ہے۔ ہم انسانی قانون کی نظر میں ہر اجنبی تسلط و اقتدار سے آزاد ہیں۔ ہم کسی اجنبی کی قانونی ماتحتی میں نہیں ہیں۔ ہمیں اب جس چیز کی ضرورت ہے، وہ صرف یہ ہے کہ صلح کانفرنس بھی ہماری قانونی آزادی اور خود مختاری تسلیم کرلے۔ اسکے بعد ہم عملاً اپنے حق آزادی سے متمتع ہونے لگیں گے۔ اسی بلند مقصد کے لئے، جو تمام مصریوں کی دلی آرزوئیں اپنے اندر رکھتا ہے، میں نے اور میرے رفقاء نے "مصری وفد" مرتب کیا ہے تاکہ مصر کی خود مختاری کا دنیا سے اعتراف کرائیں۔ اسی مقصد کے لئے قوم نے ہمیں اپنا نمائندہ بنایا ہے!"

یہ خطبہ، مصر کی جدید تاریخ میں ہمیشہ یادگار رہیگا، کیونکہ جنگ کے بعد سے کسی کو صاف صاف بولنے کی جرأت نہیں ہوئی تھی۔ سعد باشا نے انگریزی رعب کا باطل طلسم توڑ ڈالا، اور تمام مصری پوری جرأت کے ساتھ بولنے لگے۔

سعد باشا کی ایک اور تقریر

۷ ر فروری ۱۹۱۹ء کو سعد باشا نے ایک اور یادگار تقریر کی۔ مسٹر برونیت نے جدید فوجداری قوانین پر ایک خطبہ سنایا تھا۔ اس جلسہ میں وزیر عدالت اور بہت سے ارکان حکومت موجود تھے۔ خطبہ کے بعد سعد زغلول باشا کھڑے ہوگئے اور اپنی تقریر کے دوران میں کہا:

"برطانیہ نے مصر پر حمایت اپنی رائے اور ارادے سے قائم کردی ہے۔ مصر سے کبھی رائے نہیں لی گئی۔ لہذا یہ حمایت سراسر باطل ہے اور قانوناً اس کا کوئی وجود نہیں۔ یہ ایک جنگی ضرورت بتائی گئی تھی۔ اب چونکہ جنگ ختم ہوگئی ہے، اس لئے اُس کی تمام ضرورتوں کے ساتھ یہ ضرورت بھی ختم ہوگئی۔ ناممکن ہے کہ جنگ کے بعد ایک لمحہ کے لئے بھی یہ صورت حال گوارا کی جاسکے"

سعد باشا کو تنبیہ

اس تقریر نے ملک میں سخت جوش پیدا کردیا، اور ہر طرف سے آزادی کا اعلان ہونے لگا۔ یہ دیکھ کر ۷ ر مارچ ۱۹ء کو انگریزی سپہ سالار نے (کیونکہ اب تک مارشل لا ملک میں جاری تھا) سعد باشا اور اُنکے رفقاء کو طلب کرکے تنبیہ کی کہ "تم انگریزی حمایت کو اپنی گفتگو کا موضوع نہ بناؤ۔ ورنہ سخت جنگی سزا دی جائے گی!" سعد باشا نے جواب دینا چاہا، مگر متکبر سپہ سالار نے فوراً یہ کہہ کر اُن کا منہ بند کردیا "بس خاموش"! سعد باشا چلے آئے اور اس نا مہذب برتاؤ پر بڑی سختی سے احتجاج کیا۔

سعد باشا کی جلا وطنی

اس واقعہ کے دو ہی دن بعد انگریز سپہ سالار نے سعد باشا، حمد باسل باشا، اور اسمٰعیل صدقی باشا کو گرفتار کرکے مالٹا بھیجدیا۔

اس واقعہ نے تمام ملک میں سخت غیظ و غضب پیدا کردیا۔ ہر طرف شورشیں برپا ہوگئیں۔ بہت سے فدائیوں نے اپنی جانیں تک قربان کرڈالیں۔ انگریزی فوج نے دیکھ لیا کہ وہ اب قوم کو مرعوب نہیں کرسکتی۔ اب انگریزی سپہ سالار نے وفد کے باقی ارکان کو دھمکانا شروع کیا۔ ۱۶۔ مارچ کو یہ لوگ طلب کئے گئے اور انھیں کہا گیا کہ اس تمام شورش کے ذمہ دار تم ہی ہو۔

ہمنے جواب دیا کہ اس بے چینی کی ذمہ داری انگریز سپہ سالار پر ہے کیونکہ مصری وفد کو سفر سے روک دیا گیا ہے، اور سعد باشا اور اُنکے رفقاء کو جلا وطن کردیا گیا ہے۔

قوم کی پہلی فتح

ملک بھر میں سخت ہیجان تھا۔ عین اسوقت لارڈ النبی مصر پہنچے، اور انھوں نے یقین کرلیا کہ قوم کا یہ جوش مصنوعی نہیں ہے۔ اسے کسی طرح دبایا نہیں جاسکتا۔ چنانچہ ۷ ر اپریل کو ظلم و قہر کی قوت نے اپنی پہلی شکست تسلیم کی۔ جلا وطن قومی نمائندوں کو آزاد کردیا گیا اور مصریوں کو سفر کی اجازت دیدی گئی۔ اس اولین فتح مبین پر قوم کی مسرت بے حساب تھی۔ لیکن وہ اسپر قانع نہیں رہ سکتی تھی چنانچہ ۱۱۔ اپریل کو مصری وفد، صلح کانفرنس کے سامنے مصر کا دعویٰ پیش کرنے کے لئے روانہ ہوگیا۔

جب ہم مالٹا پہنچے، تو سعد باشا اور اُن کے رفقاء ہمارے ساتھ ہوگئے۔ سعد باشا نے سب سے پہلی بات جو مجھ سے کہی، یہ تھی:

"ہماری جلا وطنی تو ختم ہوگئی۔ مگر اُس کی خوشی نے ہمیں اُس ذمہ داری سے غافل نہیں کیا ہے جو اب ہم پر قوم کی جانب سے عائد ہوگئی ہے!"

اتحادیوں کے اخلاقی دعووں کی حقیقت

ہم پیرس پہنچے تو معلوم ہوا، دول اتحادی کے مدبر، صلح کانفرنس کے دروازے پہلے ہی سے بند کئے بیٹھے ہیں۔ ہم نے لاکھ لاکھ کوشش کی، مگر کانفرنس کے ایوان تک ہماری پکار نہیں پہنچ سکی۔ اسی پر نہیں بلکہ اخبارات کے صفحات بھی ہمپر بند کردیئے گئے تھے۔ کوئی اخبار بھی ہماری فریاد شایع کرنے پر طیار نہ تھا۔ اُسوقت ہمنے محسوس کیا کہ حق، عدل، آزادی، اخوت: یہ تمام الفاظ محض بے معنی ہیں۔ ان الفاظ سے دول متحدہ کی غرض صرف یہ ہے کہ دنیا کو دھوکہ دیا جائے۔ چنانچہ جنگ جیت لینے کے بعد حق و انصاف کے تمام دعوے پس پشت ڈال دیئے گئے اور ظلم و جور کا دور دورہ شروع ہوگیا!

ہماری مصیبت یہیں پر ختم نہیں ہوگئی، بلکہ "پیغمبر صلح و انسانیت" مسٹر ولسن صدر جمہوریت امریکہ نے مصر پر انگریزی حمایت تسلیم کرکے ہماری مصیبت میں ایک نیا اضافہ کردیا۔ اسپر بھی ہم امید نہیں چھوڑے۔ برابر کوشش کرتے رہے۔ بالآخر ہماری کوششوں سے ایسی صورت حال پیدا ہوگئی کہ برطانیہ کو ہماری آواز سننے پر مجبور ہوجانا پڑا۔ اُسنے پھر دھوکا دینا چاہا تھا، اور ملنر کمیشن کا کھلونا ہمارے کھیلنے کے لئے بھیجدیا تھا۔ لیکن اب ہم سیاست میں طفل مکتب نہ تھے کہ اس دلچسپ کھلونے سے کھیلنے لگتے۔ ملنر کمیشن نے مصر میں آکر وہ منظر دیکھا، جس کی اُسے

مکتوب مصر

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قاہرہ کے قلم سے)

مصر کی موجودہ سیاست پر ایک نظر

مصر کے تازہ اہم واقعات، شاہ مصر اور وزیر اعظم کی یورپ سے واپسی ہے، اور مصری پارلیمنٹ کے تیسرے دَور کا افتتاح ہے۔

قارئین الہلال واقف ہیں کہ شاہ مصر، یورپ کے مختلف ممالک کی سیاحت پر وہاں کے بادشاہوں اور حکومتوں کی دعوت پر گئے تھے۔ سب سے پہلے شاہ انگلستان کی دعوت آئی، پھر صدر جمہوریت فرانس، شاہ اٹلی، اور شاہ بلجیم کی دعوتیں پہنچیں۔ اسی اثنا میں پوپ کی طرف سے بھی پیام دعوت روانہ کیا گیا۔

شاہ مصر کی یہ سیاحت، بے ضرورت نہ تھی۔ مصر کی موجودہ بیداری مطالبہ کر رہی ہے کہ ملک صحیح معنی میں آزاد ہو جائے۔ لیکن اُس کی آزادی کی راہ میں سب سے بڑی روک، برطانیہ ہے۔ پھر وہ مختلف دُوَل یورپ بھی ہیں جو قدیم معاہدوں کی بنا پر مصر میں حاکمانہ امتیازات رکھتی ہیں۔ شاہ مصر کی سیاحت کا اصلی مقصد یہی تھا کہ اِن ممالک میں جا کر مصر کے موافق عام رائے پر اثر ڈالیں۔

بادشاہ کے ساتھ وزیر اعظم، عبد الخالق ثروت پاشا بھی تھے۔ ثروت پاشا نے جس تدبّر و لیاقت سے یورپ کے مدبروں سے گفت و شنید کی، اِس کا اعتراف خود یورپین اخبارات بھی کر رہے ہیں۔ ثروت پاشا کے لئے سب سے پہلی اور سب سے بڑی مشکل، انگلستان میں تھی۔ انگلستان کی فطرت یہ ہے کہ طاقت کے سوا کسی چیز سے متاثر نہیں ہوتا، اور ایک مرتبہ جب کوئی شکار پکڑ لیتا ہے، تو کسی طرح بھی چھوڑنا پسند نہیں کرتا۔ مصر تقریبًا ۵۰ برس سے اُس کے چنگل میں ہے، اور وہ اس سے ہرگز دست بردار ہونا نہیں چاہتا۔

لیکن اب معلوم ہوتا ہے، انگلستان کو مصر سے سمجھوتہ کرنا ہی پڑے گا۔ ہتیاروں کی قوت سے زیادہ مؤثر، قوم کی معنوی قوت ہوتی ہے۔ مصری قوم پُوری طرح بیدار ہو گئی ہے اور انگلستان کی غلامی سے قطعی طور پر انکار کر رہی ہے۔

مسٹر میکڈانلڈ کی مزدور حکومت کے زمانے میں خود سعد زغلول پاشا انگلستان گئے تھے کہ معاملات مصر کے متعلق کوئی منصفانہ تصفیہ ہو جائے مگر اُنھیں کامیابی نہیں ہوئی، کیونکہ اُس وقت مصر کی بیداری مکمل نہ تھی۔ اب حالات میں عظیم تبدیلی ہو چکی ہے۔ معلوم ہوتا ہے، ان جدید حالات میں ثروت پاشا ناکام نہ رہیں گے اور کوئی گوارا صورت مفاہمت کی نکل آئے گی۔

اس گفت و شنید کے نتائج پر پیشین گوئی کرنا قبل از وقت ہے۔ لیکن حالات اُمید افزا ضرور ہیں۔ اس وقت ہمارے سامنے برطانیہ اور مصر، دونوں کے سرکاری بیان موجود ہیں۔ مسٹر بالڈوین نے اپنی ایک تقریر میں مصر کے متعلق حسب ذیل تصریح کی ہے:

"ہز اکسیلینسی ثروت پاشا کی انگلستان میں موجودگی سے فائدہ اُٹھا کر ہم نے دونوں ملکوں کے آئندہ تعلقات پر بحث کی ہے۔ اُمید ہے اس گفت و شنید نے ہمیں اُس صحیح بنیاد تک پہونچا دیا ہوگا جس پر مصر اور انگلستان کی دوستی کی ایسی مستحکم عمارت کھڑی ہو سکتی ہے جس سے ایک طرف برطانی سلطنت کے اساسی مصالح بھی محفوظ رہیں، اور دوسری طرف مصر کو اپنی آزادی اور خود مختاری سے متمتع ہونے اور قوموں کے مجمع میں پسندیدہ مقام حاصل کرنے کا موقع بھی مل جائے"

دوسرا بیان خود مصر کا ہے۔ پارلیمنٹ کا افتتاح کرتے ہوئے شاہ مصر کی تقریر میں حسب ذیل اعلان کیا گیا ہے:

"ہمارے وزیر اعظم نے اپنی لندن میں موجودگی سے فائدہ اُٹھا کر نہایت دوستانہ فضا میں انگریزی حکومت کے وزیر خارجیہ سے طول طویل گفت و شنید کی۔ اس گفت و شنید نے دونوں ملکوں پر عمدہ اثر ڈالا۔ اس سے غرض یہ تھی کہ برطانی اور مصری، دونوں حکومتیں مصر اور سوڈان کے بارے میں ایک دوسرے کے نقطۂ نظر سے واقف ہو جائیں، تاکہ اگر دونوں نقطہائے نظر میں توافق ممکن ہو، تو ایک ایسے محالفہ (حلفیہ عہدنامہ) کے لئے گفت و شنید جاری کی جائے جس سے ہمارے ملک کی خود مختاری مکمل ہو جائے اور انگلستان کے علائق بھی متعین ہو جائیں۔ لیکن یہ محالفہ اس شرط سے ہوگا کہ ہماری پارلیمنٹ بھی اسے منظور کر لے"

"میں نہایت مسرت سے اُس محبت آمیز روح کا ذکر کرتا ہوں جو اس نازک گفتگو میں جاری و ساری تھی۔ فریقین نے اخلاص سے کوشش کی کہ دونوں کے نقطہائے نظر زیادہ سے زیادہ قریب کر دیں تاکہ دونوں قوموں کی یہ آرزو پوری ہو سکے کہ اُن کے درمیان دوستی کا ایک نیا عہد قائم ہو، دونوں اُس سے مرتبط ہو جائیں، اور باہمی اعتماد سے فائدہ اُٹھائیں"

ان دونوں بیانوں کی روشنی میں امید بندھتی ہے کہ جلد برطانیہ اور مصر کے مابین کوئی ایسا معاہدہ ہو جائے گا جس سے مصر کی آزادی زیادہ محفوظ اور نمایاں ہو جائے گی، سوڈان کا معاملہ اگر طے ہو جائے اور نہر سویز کی طرف سے برطانیہ کو اطمینان حاصل ہو جائے، تو پھر مصر کی راہ میں کوئی رُکاوٹ باقی نہ رہی۔ اگر اس قسم کا کوئی معاہدہ انجام پاسکا، تو یقینًا یہ مصر کی بہت بڑی کامیابی ہوگی۔ لیکن یہ کامیابی، ہندوستان کے لئے ایک سخت تازیانۂ عبرت ہوگی۔ کیونکہ ایک مٹھی بھر مشرقی قوم، جس کی آبادی سوا کروڑ سے بھی کم ہے، اپنی سچی وطنیت اور صادق استقامت کے زور سے برطانیہ جیسے جبّار سے اپنی آزادی تسلیم کرا لے سکتی ہے۔ مگر ہندوستان، جو ایک پُورے براعظم کا درجہ رکھتا ہے، اور ۳۲ کروڑ انسانوں کا وطن ہے، بدستور برطانیہ کی شرمناک غلامی پر قانع رہتا ہے!

ہندوستان کو دھوکا دینے کے لئے ایک شاہی کمیشن انگلستان سے آرہا ہے۔ ایک ایسا ہی کمیشن مصر میں بھی آیا تھا۔ یہ "ملنر کمیشن" کے نام سے مشہور ہے۔ مصریوں نے اس مضحکہ انگیز کمیشن کا مقاطعہ کیا۔ یہی دانشمندانہ مقاطعہ، اُن کی سیاسی زندگی کا اصلی سرچشمہ ہے۔ اب ایک ایسا ہی موقعہ ہندوستان کو بھی حاصل ہو رہا ہے۔ دیکھا چاہیے وہ اس آزمائش سے کیونکر عہدہ برا ہوتا ہے؟

شاہ مصر کی سیاحت یورپ کی ایک غرض، جیسا کہ اوپر مذکور ہوا، یہ بھی تھی کہ دُوَل یورپ کو اُن حاکمانہ امتیازات سے دست بردار ہونے پر آمادہ کیا جائے، جو اُنھیں مصر میں حاصل ہیں۔ اس مقصد میں بھی کامیابی ہوئی ہے۔ شاہ مصر نے پارلیمنٹ کی تقریر میں اعلان کیا ہے کہ "ہماری کوششیں کامیاب ہوئی ہیں۔ میری حکومت عنقریب ایک کانفرنس میں دُوَل یورپ کو مدعو کرنے والی ہے تاکہ اس مسئلہ کا آخری تصفیہ ہو جائے"

مصری پارلیمنٹ کے سلسلہ میں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ مصطفےٰ نحاس پاشا اُس کے بالاتفاق صدر قرار پا گئے۔ مصطفےٰ پاشا جماعت وفد کے بھی صدر ہیں۔ یعنی مرحوم سعد پاشا زغلول کی جگہ پر قوم کے رہنما منتخب کئے گئے ہیں۔ اب پارلیمنٹ کی صدارت کے بعد وہ مرحوم رہنما کے دونوں منصبوں میں جانشین ہو گئے۔ یعنے جماعت وفد میں بھی اور قومی پارلیمنٹ میں بھی۔

مصر کی سیاسی بیداری کی تاریخ

مصطفےٰ نحاس پاشا مصری رہنما کی زبانی

۱۳ر نومبر ۱۹۱۸ء کا دن مصر کی تاریخ میں ہمیشہ یادگار رہے گا۔ یہی تاریخ ہے جب پہلے پہل مصر کی موجودہ سیاسی بیداری کی بنیاد پڑی تھی۔ یہ دن ہر سال، ایک قومی عید کی طرح منایا جاتا ہے۔ اس سال بھی یہ عید منائی گئی۔ مرحوم سعد پاشا زغلول کے جانشین مصطفےٰ نحاس پاشا نے اس موقع پر ایک نہایت اہم خطبہ دیا۔ مصری ڈاک میں یہ ہم تک پہونچا ہے۔ اسمیں موصوف نے مصر کی موجودہ سیاسی بیداری کی تاریخ بیان کی ہے۔ ذیل میں اس کا خلاصہ درج ہے:

سیاسی بیداری کا آغاز

"مصر پر ایسے سخت دَور گزر چکے ہیں، جب پرستاران طاقت کو یقین ہو گیا تھا کہ اُن کا جبر و تشدد، قومیت کا شرارہ بجھا دے سکتا ہے اور دلوں پر نا اُمیدی کی موت طاری کر دے سکتا ہے۔ حالانکہ اس کائنات میں کوئی قوت کتنی ہی عظیم کیوں نہ ہو، کسی زندہ قوم کی آرزوئیں مٹا نہیں سکتی، اور نہ قوم کا اتحاد شکست کر سکتی ہے۔ ارباب قوت کی یہ کوششیں کسی زمانے میں بھی بار آور نہیں ہوئیں۔ کیونکہ یہ کوششیں قانون الٰہی کے خلاف ہیں، مشیت الٰہی کے برعکس ہیں، خدا کی ٹھہرائی ہوئی فطرت میں تبدیل کرنے والی ہیں: ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا!

مصر میں یہ اجتماعی حقیقت ہم نے پوری طرح واضح صورت میں دیکھ لی۔ ظلم و جور، اگرچہ بے حساب تھا، مگر قوم میں آزادی کا جذبہ برابر زندہ رہا۔ ظلم جتنا زیادہ ہوتا جاتا تھا، یہ جذبہ بھی اُتنا ہی زیادہ راسخ ہوتا جاتا تھا۔

جنگ عمومی کا جب صُور پھونکا گیا، تو مصر، دول اتحادی کی صف میں کھڑا ہوا، حالانکہ اُس پر سخت قزاقی کی گئی تھی۔ برطانیہ نے اُس پر پُورا قبضہ کر لیا تھا اور اس قبضہ کو جنگی ضرورت سے تعبیر کیا گیا تھا۔ جنگ میں مصر نے جان و مال کی بڑی بڑی قربانیاں کیں اور اتحادیوں کا پلہ بھاری کر دیا۔ پھر جب جنگ کی آگ ٹھنڈی ہوئی، تو مصر نے اپنا حق مانگا۔ مگر اتحادی، حق لینے کے عادی تھے، حق دینے کا اُنھیں کبھی اتفاق نہیں ہوا تھا۔ اُنھوں نے مصر کی آواز سننے سے انکار کر دیا!

اُنھوں نے صرف انکار ہی نہیں کیا، بلکہ مصر کی زبان بھی بند کر دی گئی۔ پھر اُس کی ہر ممکن تذلیل کی گئی۔ اُس کی قومیت کا گلا گھونٹ ڈالنے کے لئے وہ ہاتھ آگے بڑھے جو فاتحانہ جنگ میں خون آلود ہو چکے تھے۔

اُس وقت ہم چند دوستوں نے باہم مشورہ کے بعد طے کیا کہ ملک کی نجات کے لئے ایک عام حرکت کی ضرورت ہے۔ مگر یہ حرکت شروع کیونکر ہو؟ یہی سوال بنیادی سوال تھا۔ ہمیں ایسے رہنماؤں کی ضرورت تھی جن کی شخصیت مسلّم ہو۔ ایسی شخصیت صرف مرحوم احمد سعد زغلول پاشا ہی کی تھی۔ ان میں وہ تمام صفتیں جمع تھیں جو ہماری سرداری کے لئے ضروری تھیں۔ وہ اُس وقت مجلس تشریعی (لیجس لیٹو اسمبلی) کے سکریٹری بھی تھے۔

ہمنے اس مجلس کے ایک رُکن سے درخواست کی کہ وہ سعد پاشا سے اُن کے کسی معتبر دوست کے ذریعہ گفت و شنید کرے۔ دوسرے دن اس رُکن نے ہمیں اطلاع دی کہ سعد پاشا کا دوست اس تجویز کے خلاف ہے

اسلام اور سزائے قتل

ایک ناتمام بحث کی تکمیل

(از مولانا ابو الکلام)

اب کہ ایک عرصہ کی علالت کے بعد اس قابل ہوا ہوں کہ الہلال کے لئے وقت نکال سکوں، سب سے پہلے مجھے ان صفحات کی ایک ناتمام بحث مکمل کر دینی چاہیئے۔ یہ ایک طالب حق کے استفسار کا جواب تھا، جو گو مستفسر کو مختصراً لکھ کر بھیجدیا گیا تھا لیکن الہلال میں ناتمام رہ گیا۔

استفسار حسب ذیل سوالات کی شکل میں تھا:

(۱) کیا واقعی یہ اسلام کا قانون ہے کہ جو شخص بانی اسلام کے خلاف بدزبانی کرے، اسے فوراً قتل کر دینا چاہیئے اور جس مسلمان کے سامنے ایسا کرے، اُس کا مذہبی فرض ہے کہ اُسی وقت اُس کا سر اُڑا دے؟

(۲) کیا اسلام کا یہ حکم ہے کہ اگر کسی قوم کا ایک آدمی حضرت پیغمبر اسلام کے خلاف بدزبانی کرے تو جب تک اس کے تمام ہم قوم (جنھوں نے شاید اُس بدزبانی کرنے والے کا نام بھی نہ سنا ہوگا) اسکو بُرا بھلا نہ کہیں تمام قوم کا بائیکاٹ کر دینا چاہیئے اور اپنی بستی سے نکال دینا چاہیئے۔

(۳) کیا اسلام کا یہ قانون ہے کہ اگر کوئی غیر مسلمان ایسا کرے تو اسے گلا گھونٹ کر مار ڈالنا چاہیئے جیسا کہ مولانا محمد علی صاحب نے فرمایا ہے؟

(۴) آپکے خیال میں یہ مطالبہ ٹھیک ہے کہ ہندوستان میں ایسا قانون بنانا چاہیئے کہ جو شخص ایسا کرے اسے قتل کر ڈالا جائے؟

(۵) کیا اسلام کا یہ قانون ہے کہ اگر ایسا شخص اپنی غلطی مان لے اور اپنا افسوس ظاہر کرے، تو وہ مسلمانوں کو قبول نہیں کرنا چاہیئے اور اسے جسمانی سزا دلانے پر اڑ جانا چاہیئے؟

(۶) جو کتابیں دیگر مذاہب کے خلاف خود مسلمان مولوی صاحبان لکھتے آئے ہیں اور اسمیں رنگیلا رسول جیسی زبان استعمال کی گئی ہے، کیا وہ بھی اسی طرح کی سزا کے مستحق نہیں ہیں جیسی رنگیلا رسول اور رسالہ ورتمان ہیں؟

(۷) سو دو سو برس سے جو سیکڑوں عیسائی مشنری اسلام کے خلاف سخت سے سخت کتابیں لکھتے آئے ہیں اور اسوقت ہزاروں کی تعداد میں وہ موجود ہیں، کیوں ان کے خلاف اس قدر جوش و خروش نہیں دکھایا گیا جس قدر اس موقعہ پر دکھلایا گیا ہے؟

فقہ اسلامی کے تعزیری قوانین

قبل اس کے کہ اصل سوال کا جواب دیا جائے، دو باتیں بطور مقدمہ کے صاف کر دینی ضروری ہیں:

(۱) جب کبھی تعزیر و سیاست کے کسی ایسے معاملہ میں جیسا کہ یہ معاملہ ہے، اس طرح کی تعبیر بیان اختیار کی جاتی ہے کہ "اسلام کا قانون یہ ہے" اور "شریعت اسلامی کا حکم یہ ہے" تو قدرتی طور پر اُن تمام لوگوں کو جو اسلام کے نظام شرع سے واقفیت نہیں رکھتے، ایک سخت غلط فہمی واقع ہو جاتی ہے۔ وہ خیال کرتے ہیں کہ جس طرح اسلام نے اپنے پیرؤں کو نماز پڑھنے اور روزہ رکھنے کا حکم دیا ہے، اُسی طرح تعزیر و سیاست کے بھی یہ احکام دیدیئے ہیں۔ مثلاً جب ایک غیر مسلم سُنتا ہے کہ "اسلام کے قانون میں پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) کی توہین کرنے والے کی سزا قتل ہے" تو وہ خیال کرتا ہے، اسلام نے اپنے پیرؤں کو حکم دیدیا ہے کہ جہاں کوئی غیر مسلم ایسی بات مُنہ سے نکالے جس سے اُنکے خیال میں توہین ہوتی ہو، تو فوراً چاقو نکالیں اور اُس کا گلا کاٹ کے رکھ دیں!

حالانکہ اسلام کی نسبت ایسی مجنونانہ تعلیم کا تصوّر بھی کرنا، اُس کے خلاف سخت سے سخت اتہام ہے۔ نعوذ باللہ اگر اسلام کی ایسی تعلیم ہو، اور اُسنے اپنے پیرؤں کو قتل انسانی کا عام پروانہ دیدیا ہو۔ اسلام کے نزدیک تو انسان کی زندگی سے بڑھ کر دنیا کی کوئی چیز بھی محترم نہیں۔ وہ قتل نفس کو انسان کی سب سے بڑی شقاوت قرار دیتا ہے۔ اُس کی کتاب اپنے معجزانہ انداز بلاغت میں اعلان کرتی ہے کہ نوع انسانی کے کسی ایک فرد کا قتل، فرد کا قتل نہیں ہے، نوع کا قتل ہے:

من قتل نفساً بغیر نفس او فساد فی الارض، فکانما قتل الناس جمیعا، ومن احیاھا، فکانما احیا الناس جمیعا، ولقد جاءتھم رسلنا بالبینات، ثم ان کثیراً منھم بعد ذالک فی الارض لمسرفون! (۵ : ۳۵)

جس کسی نے کسی انسان کو بغیر اِن دو حالتوں کے کہ قصاص لینا ہو یا قتل و خونریزی اور ظلم و فساد روکنا ہو، قتل کر ڈالا، تو وہ صرف ایک جان ہی کا قاتل نہیں ہے بلکہ تمام انسانوں کا قاتل ہے۔ اور اسی طرح جس کسی نے ایک انسان کو ہلاکت سے بچا لیا، تو اُسنے صرف ایک فرد انسانی ہی کی جان نہیں بچائی۔ بلکہ تمام نوع انسانی کو زندگی بخشی!

بلا شبہ اسلام نے خاص خاص صورتوں میں قتل کی اجازت دی ہے۔ صرف اجازت ہی نہیں دی ہے بلکہ بغیر کسی جذبۂ اعتذار کے کہا جا سکتا ہے کہ ترغیب دی ہے، لیکن وہ صورتیں وہی ہیں جن میں نہ صرف اسلام نے بلکہ دُنیا کے عالمگیر اخلاق و انسانیت نے بھی قتل انسانی کے ناگزیر ہونے کا اعتراف کیا ہے۔ قتل انسانی کی یہ ناگزیر صورتیں اس لئے گوارا نہیں کی گئی ہیں کہ انسانوں کو قتل کیا جائے، بلکہ اس لئے کہ انسانوں کو بچایا جائے:

ولکم فی القصاص حیاۃ یا اولی الالباب! (۲ : ۱۷۹)

ایسا قتل جو قاتلوں سے انسانوں کو بچانے کے لئے ہو، اگرچہ بظاہر خون بہانا ہے، لیکن فی الحقیقت اسی میں انسانی زندگی کی حفاظت پوشیدہ ہے!

قرآن بتلاتا ہے کہ یہ ناگزیر صورتیں تین ہیں: جنگ، قصاص، اور ایسے جرائم کا انسداد جن کا انسداد بغیر انتہائی سزا کے ممکن نہ ہو۔ ان تین صورتوں کے علاوہ کسی حال میں بھی اسلام خدا کی اُس بنائی ہوئی مخلوق کا خون بہانا برداشت نہیں کر سکتا جس کا نام انسان ہے۔ جو شخص اس سے زیادہ قتل انسانی کا جواز اُس کی طرف منسوب کرتا ہے، وہ یا تو اسلام سے قطعاً بے خبر ہے، یا اسلام پر تہمت لگانے میں اُسے عار نہیں!

بہرحال تعزیری احکام و قوانین کی یہ تعبیر اُن لوگوں کے لئے جو اسلام کے نظام شرع سے واقفیت نہیں رکھتے، سخت غلط فہمی کا باعث ہو جاتی ہے۔ وہ نہیں سمجھ سکتے کہ انکے اسلامی قانون ہونے کے معنی کیا ہیں؟ اور ان کی نوعیت عقائد و عبادات کے شرعی احکام سے کس درجہ مختلف ہے؟ بلا شبہ تعزیر و سیاست کے بے شمار احکام ہیں جو فقہائے اسلام نے یعنے مسلمان قانون سازوں نے وقتاً فوقتاً وضع کئے، اور مختلف عہدوں میں اُن وقتوں کے احوال و ظروف کے مطابق اُن کا اجراء و نفاذ ہوتا رہا۔ یہ تمام قوانین آج بھی قانون اسلام کی کتابوں میں موجود ہیں، اور اُنھیں اسلامی قانون ہی کہا جاتا ہے کیونکہ وہ اسلام کے اصولی اور اجمالی مبادیات ہی سے نکالے گئے ہیں۔ لیکن اُنکے "اسلامی قانون" ہونے کی نوعیت وہ نہیں ہے، جس نوعیت کے قوانین عقائد و عبادات کے ہیں۔ دونوں کا فرق کئی حیثیتوں سے واضح ہے:

اولاً، تعزیر و سیاست کے تفصیلی قوانین کا بڑا حصہ براہ راست شریعت کا ٹھہرایا ہوا نہیں ہے، بلکہ قانون سازی کے طریقوں پر شرعی اصول و مبادیات سے استنباط کیا ہوا ہے۔ اس بارے میں اسلام نے جو نظام تشریع اختیار کیا تھا، وہ یہ نہیں تھا کہ نپولین کے فرانسیسی مجموعۂ قوانین یا تعزیرات ہند کی طرح اُسنے تمام تفصیلی اور جزئی قوانین کا ایک مجموعہ بنا کر نافذ کر دیا ہو۔ اگر وہ ایسا کرتا، تو دنیا کا عالمگیر مذہب نہ ہوتا۔ محض کسی ایک قوم اور عہد ہی کا مذہب ہو سکتا تھا۔ پس اُسنے جو طریقہ اختیار کیا وہ یہ تھا کہ تفصیلات و جزئیات سے قطع نظر کرلی گئی، اور صرف ایسے اصولی اور اجمالی مبادیات وضع کر دیئے گئے، جن سے حسب ضرورت ہر طرح کے تفصیلی قوانین کا استخراج کیا جا سکتا ہے۔ اصل شرعی اس بارے میں یہ تھی کہ جمعیت بشری کی استعداد و ضرورت کے مطابق عدل و سعادت کا نظام قائم رہے اور مفاسد کے روک تھام اور مصالح کے حصول کے لئے جن جن وسائل کی ضرورت ہو، وہ صحیح طریقہ پر کام میں لائے جا سکیں۔ اسلامی حکومت کی ابتدا ایک محدود رقبہ اور محدود احوال و ظروف میں ہوئی تھی۔ اس لئے تعزیر و سیاست کی تفصیلات میں بھی زیادہ پھیلاؤ نہیں ہوا تھا۔

پھر جوں جوں دائرۂ اقتدار وسیع ہوتا گیا اور تعزیر و سیاست کی نئی نئی ضرورتیں پیش آتی گئیں، مقننین اسلام تفصیلی قوانین کا استنباط بھی کرتے گئے۔ یہاں تک کہ ہر طرح کے تعزیری قوانین کا ایک مکمل ذخیرہ مدوّن ہو گیا۔ پس اگرچہ یہ تمام تفصیلی قوانین بھی اپنی اصل کی بنا پر شرعی قوانین ہیں، لیکن یہ ظاہر ہے کہ اسلام کے براہ راست احکام نہیں ہیں، اور اسلام کے براہ راست احکام میں اور قانون سازوں کے استنباط کئے ہوئے احکام میں جو بنیادی فرق ہے، اُسے نظر انداز نہیں کرنا چاہیئے۔ اسلام کی طرف دونوں کی نسبت، ایک طرح کی نسبت نہیں ہو سکتی۔ پہلے قسم کے احکام اس کے براہ راست ٹھہرائے ہوئے ہیں۔ دوسری قسم کے قوانین مقننین کے استنباط کئے ہوئے ہیں اور بسا اوقات اُن میں اور اسلامی اصول و مبادیات میں متعدد کڑیاں نظر و تفریع اور قیاس و استخراج کی واقع ہو گئی ہیں۔

ثانیاً، یہ بات بالکل کھلی ہوئی ہے کہ یہ قوانین تعزیر و سیاست کے قوانین تھے، اور تعزیر و سیاست کے قوانین سلطنت کے لئے ہوتے ہیں، عام افراد اُمت کے لئے نہیں ہوتے۔ یعنے نماز روزہ کے احکام کی طرح ان کا خطاب افراد سے نہیں تھا۔ اسلامی سلطنت سے تھا۔ نماز روزہ کے احکام واجبات و فرائض ہیں، اس لئے ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ اُنھیں ادا کرے۔ لیکن یہ احکام تعزیر و سیاست کے قوانین ہیں۔ واجبات و فرائض نہیں ہیں۔ اس لئے

ہرگز توقع نہ تھی۔ اُسنے دیکھا کہ پُوری قوم متحد و متفق ہو، اور بیک آواز "مقاطعہ" کا اعلان کر رہی ہو!

ملنر کمیشن نے بہت کوشش کی۔ بہت پچکارا۔ مگر قوم کا صرف یہی ایک جواب تھا کہ " وفد سے باتیں کرو۔ ہم کچھ نہیں سُنیں گے " کمیشن ناکام ہو کر لوٹا اور وفد کو گفتگو کے لئے لنڈن میں دعوت دینی پڑی۔ ابتدائی گفتگو کے بعد ہی معلوم ہو گیا کہ برطانیہ اب تک اپنی طفل تسلیاں ہی کافی سمجھتا ہو۔ اُس کے نقطۂ نظر میں کوئی بنیادی تبدیلی نہیں ہوئی ہو۔ حالانکہ خود لارڈ ملنر نے اپنی روداد میں تسلیم کر لیا تھا کہ مصر کی موجودہ حرکت، ایک حقیقی وطنی حرکت ہو، اور یہ کہ وفد مصری، پُورے ملک کا صحیح نمائندہ ہو۔ مگر برطانی حکومت نے اسپر کوئی توجہ نہ کی۔

قوم کی دُوسری فتح

جد و جہد جاری رہی۔ حالات سخت سے سخت ہوتے گئے۔ اب برطانیہ نے دیکھا کہ نیا قدم اُٹھائے بغیر کوئی چارہ کار نہیں، چنانچہ نہایت مجبوری سے اعلان کر دیا کہ " مصر اور برطانیہ کے مابین حمایت ایک ناپسندیدہ علاقہ تھا۔ " یہ قوم کی دوسری فتح مبین تھی!

نااتفاقی نے حالت بدلدی

اس اعلان کے بعد برطانیہ اُس منزل میں اُتر آیا تھا جہاں مفاہمت کی اُمید ہو سکتی تھی۔ چنانچہ سرکاری گفت و شنید کے لئے عدلی پاشا کی وزارت مرتب ہوئی۔ اُسوقت سعد پاشا یورپ سے لوٹ آئے تاکہ اپنے مفید مشوروں سے حکومت اور قوم کی رہنمائی کریں۔ مگر افسوس اس نازک گھڑی میں نااتفاقی کے شیطان نے ہمارے اندر سر اُٹھایا قوم میں پھوٹ پڑ گئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ برطانیہ جتنے قدم آگے بڑھا تھا، اُتنے ہی قدم پیچھے ہٹ گیا۔ مصر کی آواز سننے سے دوبارہ کان بند کر لئے گئے۔ ظلم و قہر کا از سر نو دَور دورہ شروع ہو گیا۔

ایک اور برطانی وفد

جس زمانے میں مصری حکومت کا سرکاری وفد گفت و شنید کے لئے لنڈن گیا تھا، اُسی زمانے میں برطانی پارلیمنٹ کا ایک دوسرا وفد مصر آیا تاکہ اصلی حالات کی تحقیقات کرے۔ اس وفد نے آتے ہی حقیقت معلوم کر لی، کیونکہ وہ اس قدر روشن تھی کہ کوئی آدمی بھی اُس سے لاعلم نہیں رہ سکتا تھا۔ اس وفد نے واپس جا کر اپنی روداد شایع کر دی۔ اسمیں لکھا تھا کہ مسئلۂ مصر کا ایک ہی حل ہو۔ اور وہ یہ ہو کہ مصر کی کامل خود مختاری تسلیم کر لی جائے۔ اس وفد نے مصر کو بہت فائدہ پہونچایا، کیونکہ انگلستان کی عام رائے حقیقتِ حال سے واقف ہو گئی تھی۔

علی گڑھ میگزین کا نوو کیشن نمبر

ہندوستان کے مشہور اور ممتاز علمی رسالہ علی گڑھ میگزین کا نوو کیشن نمبر خاص اہتمام اور نہایت آب و تاب کے ساتھ جنوری ۱۹۲۸ء میں شایع ہوگا۔ اس پرچہ میں تصاویر کے علاوہ ملک کے ممتاز انشا پردازوں کے مضامین اور بلند پایہ شعرا کے افکار عالیہ شایع ہونگے۔ اس پرچہ کی ضخامت بھی غیر معمولی ہوگی اور اردو کتابت و طباعت کا بہترین نمونہ ہوگا۔ تمام اہل علم و ادب اور خصوصاً ان ارباب علم سے جن کا تعلق مسلم یونیورسٹی سے بحیثیت اولڈ بوائز رہا ہو استدعا کی جاتی ہو کہ اپنے مادر علمی کے اس رسالہ کے خاص نمبر کو کامیاب بنانے کی کوشش کریں۔ مضامین اور حصۂ نظم اڈیٹر صاحب علی گڑھ میگزین مسلم یونیورسٹی علیگڑھ کے پتہ پر ۱۵ر دسمبر ۱۹۲۷ء سے قبل پہنچ جانا چاہئیں۔ خریداری رسالہ و اجرت اشتہارات کے واسطے منیجر صاحب مسلم یونیورسٹی پریس علی گڑھ سے خط و کتابت کیجئے۔ منیجر علی گڑھ میگزین

عالم مطبوعات و صحائف

مشتری کے متعلق تازہ معلومات

مُشتری، نظام شمسی میں سب سے بڑا اور زہرہ کے بعد سب سے زیادہ چمکنے والا ستارہ ہو۔ وہ آفتاب سے ......۴۸۳ میل دور ہو۔

ایک امریکن ہیئت داں نے حال میں ایک رسالہ لکھ کر مشتری کے متعلق تازہ ترین معلومات جمع کر دی ہیں۔ وہ کہتا ہو، مشتری کی اہمیت صرف اسی لحاظ سے نہیں ہو کہ وہ سب سے بڑا اور زہرہ کے بعد سب سے زیادہ روشن ستارہ ہو، بلکہ اُس کی اہمیت اس لحاظ سے بھی ہو کہ وہ اجرام سماوی کے متعلق سدیمی نظریہ کا سب سے زیادہ واضح ثبوت پیش کرتا ہو۔

مشتری کا فلک ..۱۷،۲ میل کے دائرے میں ہو۔ وہ اپنے محور کے گرد ہر ۹ گھنٹے ۵۰ منٹ میں گردش کرتا ہو۔ اس کا مطلب یہ ہو کہ اُس کی رفتار غائت درجہ تیز ہو۔ اُپنے خط استوا پر اُس کی حرکت ۲۶ ہزار میل فی گھنٹہ ہو جاتی ہو۔ مشتری کے مادہ کی کثافت زمین کے مادے کی کثافت کے مقابلے میں ¼ کا درجہ رکھتی ہو۔ لیکن اُس کی قوت جاذبہ زمین کی قوت جاذبہ سے کہیں زیادہ ہو۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ مشتری میں چیزوں کا وزن، زمین میں چیزوں کے وزن سے بہت زیادہ ہوگا۔

مشتری کے اقمار

مشتری کے چاند، نو ہیں۔ ان اقمار کو علم ہیئت کی تاریخ میں بہت اہمیت حاصل ہو۔ کیونکہ:

(۱) اُس کے ہم بڑے چاند، اجرام فلکی میں سب سے پہلے انسان نے معلوم کئے۔ گلیلو نے اپنی کمزور دُوربین سے یہ چاند دیکھے تھے۔

(۲) ان چاندوں کے گرہن کے اختلاف نے پروفیسر رومر کو موقعہ دیا کہ ۱۶۷۵ء میں نور کی سرعت دریافت کرے۔

(۳) ان چاندوں کی حرکت کے ذریعہ، مشتری کے مادہ اور اُس کی کثافت کی تحقیق میں بہت سہولت ہوئی

۱۸۹۲ء میں پروفیسر برنارڈ نے مقام لیک کے رصد خانہ سے مشتری کا پانچواں چاند دیکھا۔ یہ پہلے چار چاندوں سے بہت چھوٹا تھا۔ باقی ہم چاند، ابھی حال میں فنی عکاسی کی ترقی کے بعد دریافت ہوئے ہیں۔

دُمدار ستارے

مشتری کے قریب ۳۰ سے زیادہ دُمدار ستارے بھی موجود ہیں۔ ان ستاروں کے فلک، مشتری کے فلک سے تقریباً متصل ہیں۔ خیال کیا جاتا ہو، کسی قدیم ترین زمانے میں یہ ستارے مشتری کے قریب حرکت کرتے تھے، بتدریج اُسنے اُنھیں جذب کر لیا، یہاں تک کہ اب قریباً ہو کہ آخر بالکل جذب کر جائے، اگرچہ یہ ستارے ابتک آفتاب ہی کے گرد حرکت کر رہے ہیں۔

مشتری کے خطوط

دُوربین سے مشتری کو دیکھنے سے اُس کے قرص پر کچھ خطوط یا مختلف رنگوں کے مساوی مسافت کے رقبے نظر آتے ہیں۔ یہ خطوط، زمین کے فرضی خطوط العرض کے بالکل مشابہ ہیں۔ یہ خطوط ہمیشہ نظر نہیں آتے۔ وقتاً فوقتاً ظاہر ہوتے ہیں اور چند ہفتے، چند مہینے، اور کبھی کبھی چند سال باقی رہ کر غائب ہو جاتے ہیں۔ ان کے ظہور و غیبت کی اب تک کوئی تعلیل نہیں کی جا سکی۔ علماء کا خیال ہو کہ آفتاب کو اس بات میں کوئی دخل نہیں۔ یہ تبدیلی کسی خاص وقت کی پابند نہیں ہو۔ یہ بھی عجیب بات ہو کہ مشتری کا قرص، مرکز کے بُعد سے سیاہ ہونا شروع ہوتا ہو۔ یعنی اپنے قطبین پر مشتری کا رنگ مرکز کے مقابلہ میں کہیں زیادہ دھندلا بلکہ تاریک ہو۔

مشتری کی حرکت

مشتری کی اس درجہ چمک، اس امر کی دلیل ہو کہ اُس کی سطح، در اصل ایک کثیف ابر ہو۔ تحقیقات سے معلوم ہوتا ہو کہ یہ ابر آفتاب کی قوت سے نہیں بلکہ خود مشتری کی قوت سے بنتا ہو۔ مشتری کی یہ خصوصیت بھی عجیب ہو کہ اُس کا پُورا جسم ایک ساتھ اپنے محور پر گردش نہیں کرتا، بلکہ اُس کے بعض اجزا بہت تیزی سے حرکت کرتے ہیں، بعض سست رفتار ہیں!

مشتری کی حرارت، باوجود اسکے کہ وہ آفتاب سے اس قدر دُوری پر ہو، بہت ہی عظیم ہو۔ علماء کا خیال ہو کہ یہ حرارت آفتاب سے پیدا نہیں ہوتی، بلکہ خود مشتری ہی سے پیدا ہوتی ہو۔

انسان کا مستقبل

سر فلیپ گبز، انگلستان کا مشہور عالم اہل قلم ہو۔ پچھلے دنوں اُسنے مذکورہ بالا عنوان پر ایک مضمون شایع کیا ہو۔ وہ لکھتا ہو:

" انسان، قدرت کی خفتہ قوتیں بیدار کر کے سخت خطروں میں پڑ گیا ہو۔ اب اُس کے لئے اسکے سوا کوئی چارہ نہیں کہ یا ان قوتوں کو آخری طور پر مغلوب کر کے مسخر کر لے، یا خود مغلوب ہو کر برباد ہو جائے۔ حالات بتا رہے ہیں کہ انسان، علم کی ترقی کے ساتھ ساتھ قدرت کی قوتوں پر برابر غالب ہوتا رہے گا۔ یہاں تک کہ وہ زمین کا مطلق العنان حاکم بنجائے گا۔ اسی غرض سے بعض علماء نے تجویز پیش کی ہو کہ قدرت سے جنگ کا یہ طویل سلسلہ دس برس کے لئے منقطع کر دیا جائے یعنی التوار جنگ ہو جائے، تاکہ اس دوران میں انسان اسوقت کی تمام علمی فتوحات اچھی طرح استعمال میں لا سکے۔ اگر انسانی فتوحات کی یہ تیز رفتاری کچھ مدت کے لئے روکی نہ جائے گی، تو بہت جلد انسان کے دماغ کو مختل کر ڈالے گی۔ وہ مبہوت ہو کر رہ جائے گا اور فتح تباہ کُن شکست بنجائے گی "

" لیکن یقین نہیں کہ دنیا اس تجویز پر عمل کر سکے۔ کیونکہ انسانی دماغ اب رد کنے سے بھی رُکتا نظر نہیں آتا۔ ہزارہا برس کی قید کے بعد اب وہ آزاد ہو گیا ہو۔ اور برابر بے قید ہی رہنا چاہتا ہو "

" اب انسان کی کوشش یہ ہو کہ قدرت کا وہ سب سے بڑا اختیار بھی چھین لے جسپر ابتک نظر اُٹھانے کی اُسنے اجازت نہیں دی تھی۔ اب انسان چاہتا ہو کہ خود اپنی قسمت کا بھی حاکم بنجائے۔ اُسے شرم آتی ہو کہ خود اُس کی تکوین، تخلیق اور اُسکے نفس کی تکییف کا معاملہ، قدرت کے ہاتھ میں ہو، چنانچہ اب وہ چاہتا ہو کہ اپنی پسند کے مطابق اپنی نسل پیدا کرے، اور اپنی خواہش و ارادے سے اپنے اخلاق و اطوار بنائے "

" انسان نے اب معلوم کر لیا ہو کہ جسم اور اخلاق کی تکوین کا معاملہ سر تا سر اُن غدودیا گلٹیوں سے وابستہ ہو، جو ہر جسم میں موجود ہوتی ہیں اگر مادہ کے جسم سے وہ خاص گلٹیاں نکال دی جائیں جنھوں نے اُسے مادہ بنا دیا ہو، اور اُن کی جگہ وہ گلٹیاں لگا دیجائیں جن کی وجہ سے نر نر ہوا کرتا ہو، تو فوراً جنسیت بدلجائے گی یعنی مادہ، نر بنجائے گی اسی طرح نر کو مادہ بنا دیا جا سکتا ہو۔ اب معلوم ہو چکا ہو کہ سر کی ایک گلٹی سے جو مادہ خارج ہوتا ہو، اُس کی کمی بیشی سے انسان لانبا اور پست قد ہو جاتا ہو۔ اگر عمل جراحی کے ذریعہ اس گلٹی کے عمل میں ترمیم کر دی جائے، تو حسب مرضی قد دراز اور پست ہو جا سکتا ہو۔ اب قطعی طور پر ثابت ہو چکا ہو کہ تمام چوروں کے جسم میں بعض خاص قسم کی گلٹیاں ہوتی ہیں۔ اُنھیں کے اثر سے وہ چوری کرتے ہیں۔ یہی حال تمام نیک و بد خصلتوں کا ہو کہ مخصوص گلٹیوں سے تعلق رکھتا ہو۔ اگر ان گلٹیوں میں تبدیلی کر دی جائے تو آدمی کے اخلاق بدل جا سکتے ہیں۔ وہ وقت بہت جلد آنے والا ہو جب مجرموں کو قید اور پھانسی کی سزائیں نہیں دیجائیں گی، بلکہ اُنھیں شفاخانوں میں بھیجدیا جائے گا، جہاں اُن پر عمل جراحی کیا جائے گا، اور جُرم کی گلٹی جسم سے نکالکر *

* اُنھیں نیک بنا دیا جائے گا " " بلاشبہ یہ تحقیقات ابھی ابتدائی مرحلوں میں ہیں مگر علماء کی کوششیں جاری ہیں۔ قوی اُمید ہو کہ وہ جلد مکمل ہو جائیں گی۔ اُسوقت انسان اپنی نسل پر پُوری طرح حکمران ہو جائے گا " اسمیں شک نہیں، انسان کی بلند پروازیوں کے لئے کوئی حد نظر نہیں آتی، لیکن ہمیں یہ حقیقت فراموش نہیں کرنی چاہئے کہ قدرت کی فضاء بھی لا انتہا ہو....

....اور کوئی حد نہیں رکھتی۔ انسان کتنا ہی بلند ہو جائے، پھر بھی فضاء قدرت اتنی ہی بلندی پر رہیگی، جتنی بلندی پر ہمیشہ سے چلی آتی ہو!

حقوق سے محروم ہوگئی!

لیکن اسلام نے مذہب اور اعتقاد کی آزادی کا اعلان کیا۔ اُس نے مذہبی رُواداری اور انسانی حقوق کی ایک ایسی فضا پیدا کردی، جس کا اُس وقت تک دنیا میں کوئی نمونہ موجود نہ تھا۔ ۵۰ برس کے بعد جب اسلامی حکومت کا دائرہ اقتدار وسیع ہوا، تو یہ ایک ایسی مملکت تھی جو اگرچہ خاص ایک مذہب کے پیرؤں کی تھی، لیکن اُس میں حکمران قوم کے دوش بدوش ہر مذہب و ملت کے لوگ آباد تھے، اور سب کو بلا امتیاز ایک ہی طرح کے شہری و ملکی حقوق حاصل تھے۔ مذہب و اعتقاد کے اختلاف کی بنا پر کوئی انسان دوسرے انسان کے انسانی و ملکی حقوق تلف نہیں کرسکتا تھا!

جہاں تک غیر مسلموں کا تعلق ہو، اسلام کا طریق عمل یہ تھا کہ اُسنے فتح مکہ کے بعد عرب کی قدیم بُت پرستی کے اقرار سے تو انکار کردیا۔ کیونکہ فی الحقیقت اب فعلاً اُس کا کوئی وجود باقی نہیں رہا تھا۔ تمام قبائل عرب بہ رضا و رغبت مسلمان ہوگئے تھے۔ لیکن باقی تمام غیر مسلم اقوام کے لئے یہ حکم دیا کہ وہ اسلامی حکومت کے ماتحت اُسی طرح زندگی بسر کرسکتے ہیں، جس طرح خود مسلمان رہتے سہتے ہیں۔ بہ حیثیت شہری ہونے کے اُنھیں وہ تمام حقوق حاصل ہونگے، جو خود مسلمانوں کو حاصل ہیں۔ مذہبی اصطلاح میں اُنھیں "ذمّی" کے لفظ سے تعبیر کیا گیا۔ کیونکہ اسلامی حکومت نے اُن کی حفاظت جان و مال اور مذہبی آزادی و حقوق کے قیام کا ذمّہ لیا تھا۔ اصل اس بارے میں وہ طرز عمل ہو جو خود پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) نے غیر مسلموں کے ساتھ وقتاً فوقتاً اختیار کیا تھا، اور اُنکے بعد خلفاء راشدین اُن پر عامل رہے تھے۔ ایران، شام اور مصر کی فتح کے بعد وہاں کے غیر مسلم باشندوں کے ساتھ جو معاہدے کئے گئے، وہ آجتک تاریخ و فقہ میں موجود ہیں۔ فقہاء نے اُنھیں سے ذمیوں کے حقوق کے مسائل کا استنباط کیا ہو۔

اسلامی احکام کی رُو سے غیر مسلم باشندوں کے جن حقوق کا بطور عہد و میثاق کے ذمّہ لیا گیا تھا، وہ مختصر لفظوں میں حسب ذیل ہیں:

(۱) اُنھیں پُوری مذہبی آزادی ملے گی۔ اُن کی مذہبی عبادتگاہیں اور ہر طرح کی مذہبی عمارتیں محفوظ رہیں گی۔ صلیبوں اور مورتیوں کو نقصان نہیں پہونچایا جائے گا۔ وہ سنکھ بجانے سے نہیں روکے جائینگے۔ وہ اپنے تہواروں میں اپنے جلوس نکال سکیں گے۔ تمام مذہبی عہدے اور انتظامات اُسی طرح قائم رکھے جائیں گے، جس طرح پیشتر سے موجود ہیں۔ لا یغیّر ما کانوا علیہ۔

(۲) اُنھیں اُنکے مذہب سے برگشتہ نہیں کیا جائے گا (بلاذری نے فتوح البلدان میں یہ الفاظ لکھے ہیں: لا یفتنوا عن دینھم)

(۳) ان کی جان، مال اور ہر طرح کی جائداد محفوظ رہے گی۔ اُنھیں اُس میں تصرف کے تمام حقوق حاصل ہونگے۔ اگر اُن کا کوئی دشمن اُن پر حملہ کرے گا تو مسلمان ان کی طرف سے لڑیں گے۔

(۴) اُن کا کوئی حق چھینا نہیں جائے گا۔

(۵) اُنھیں اُن کے مذہبی احکام کے خلاف کسی بات پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔

(۶) قانون کی نظر میں اُن کی جان مسلمانوں کی جان کی طرح، ہوگی، اور اُن کا مال مسلمانوں کے مال کی طرح سمجھا جائے گا۔

(۷) تجارت، کاروبار، اور معیشت میں کسی طرح کی روک عائد نہیں کی جائے گی۔ اُنکے ساتھ ویسا ہی سلوک ہوگا، جیسا کہ مسلمانوں کے ساتھ ہوگا۔

(۸) وہ اُن تمام ٹیکسوں سے معاف رکھے جائینگے جو مسلمانوں کے لئے قرار دئے گئے ہیں۔ ان سے عُشر بھی نہیں لیا جائے گا۔

(۹) وہ فوجی خدمت سے بھی معاف رکھے جائیں گے۔

یہ اُن معاہدات کا خلاصہ ہو جو خود پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) نے غیر مسلموں سے کئے تھے۔ مثلاً نجران کا معاہدہ جو ۳ہجری میں ہوا تھا، اور جس کے پُورے الفاظ فتوح البلدان اور کتاب الخراج وغیرہ میں موجود ہیں۔ لیکن خلفاء راشدین کے زمانے میں جب مشرق کے بڑے بڑے متمدن ممالک فتح ہوئے، اور مجوسیوں اور عیسائیوں کی بے شمار آبادیاں اسلام کے ماتحت آگئیں، تو ان مجمل شرائط میں اور زیادہ تفصیل ہوئی، اور مذہبی، ملکی، اور معاشرتی آزادی و حقوق کی وہ تمام باتیں پُوری صراحت کے ساتھ تسلیم کرلی گئیں، جو آزاد باشندگان شہر کے لئے اُس عہد میں ہوسکتی تھیں۔

یہ محض معاہدہ ہی نہیں تھا۔ بلکہ ایک ایسا قطعی اور واضح طرز عمل تھا جس میں کسی طرح کے شک و شبہ کی گنجایش نہ تھی۔ مسلمان خلفاء جس درجہ غیر مسلموں کے حقوق کا احساس رکھتے تھے، اُس کا اندازہ صرف اس بات سے کیا جاسکتا ہو کہ حضرت ابوبکر خلیفۂ اوّل سے لیکر حضرت علی (رضی اللہ عنہم) تک، چاروں خلیفوں کے وہ کلمات وصیت دیکھ لئے جائیں جو مرتے وقت اُن کی زبان پر طاری ہوئے تھے۔ اُن میں سب سے پہلے یہ جملہ نظر آئے گا "غیر مسلموں کے حقوق کا خیال رکھنا، کیونکہ ہم نے اُن کا ذمّہ لیا ہو" ذمیوں کے مذہبی و ملکی حقوق کے عام اعتقاد و اعتراف کا یہ حال تھا، کہ فی الحقیقت اُن کی جان مسلمانوں کی جان کی طرح اور اُن کا مال مسلمانوں کے مال کی طرح محفوظ تھا۔

آج اسلام کی نسبت علانیہ کہا جارہا ہو کہ اُس کی نظروں میں ایک غیر مسلم انسان کی زندگی کوئی قیمت نہیں رکھتی۔ اگر ایک مسلمان ایک غیر مسلم کو اس لئے مار ڈالے کہ وہ بھی مسلمانوں کی طرح اپنا مذہب پھیلانا چاہتا ہو، تو یہ اسلام کی نظروں میں ایک مقدس جہاد ہوگا۔ لیکن کاش اُن معترضوں کو معلوم ہوتا کہ یہی اسلام ہو جسنے اپنے عروج و طاقت کے زمانے میں، جب دُنیا انسانی جان و مال کے مساویانہ حقوق کا تحمل بھی نہیں کرسکتی تھی، اس قانون کا اعلان کیا تھا کہ من کان لہ ذمتنا، فدمہ کدمنا، ودیتہ کدیتنا،[۱] ایک غیر مسلم ذمّی کا خون بھی ویسا ہی محترم ہو جیسا ہمارا خون، اور اُس کا خوں بہا بھی ویسا ہی ہو جیسا ہمارا۔ یہ صرف زبان ہی کا اعلان نہیں تھا، بلکہ قانون کا دائم و جاری عمل بھی تھا۔ خلفاء راشدین کے زمانے سے لیکر اسلام کی آخری سلطنتوں تک، کبھی ایسا نہیں ہوا کہ ذمیوں کا قتل اس لئے جائز رکھا گیا ہو کہ وہ مسلمان نہیں ہیں۔ خلفاء راشدین سے بڑھکر اسلامی تعلیم کے کون پیکر ہوسکتے ہیں؟ لیکن ایک نہیں، بے شمار واقعات موجود ہیں جن میں حضرت عمر، حضرت عثمان، اور حضرت علی (رضی اللہ عنہم) نے ایسے مسلمانوں کو قتل کرنے کا حکم دیا ہو جنھوں نے کسی عیسائی یا مجوسی باشندے کو قتل کردیا تھا۔

بہرحال اسلام نے غیر مسلموں کے ساتھ جس رواداری اور انسانی مساوات کا سلوک کیا، اُس کی کوئی مثال نہ تو اس سے پہلے مل سکتی ہو اور نہ اُسکے عہد میں۔ ایک یورپین مورخ (سیدیو) نے ان لفظوں میں اس کا اعتراف کیا ہو "اسلام نے ذمیوں کو بجز ایک حق کے اور تمام حقوق دیدیئے تھے۔ یعنی وہ بادشاہ نہیں ہوسکتے تھے"

ان تمام حقوق کے معاوضہ میں اسلامی حکومت اُن سے کیا چاہتی تھی؟ اس پہلو سے بھی معاملہ پر غور کرلینا چاہئے۔ اسلامی حکومت قدرتی طور پر اُن سے اس سلوک کی توقع رکھتی تھی کہ:

وہ حکومت کو اپنی حکومت تصور کرینگے، اور اس کے خلاف کسی بغاوت یا سازش میں حصہ نہیں لیں گے۔

مسلمان ہم وطنوں کے ساتھ شرافت اور رُواداری کا برتاؤ کریں گے جس طرح وہ اُن کے ساتھ بہتر برتاؤ کرتے ہیں۔

وہ کوئی بات ایسی علانیہ نہیں کرینگے جس سے حکومت کی توہین و تذلیل ہو یا حکومت کے مذہب کی توہین و تذلیل ہو۔

کیا ایک لمحہ کے لئے بھی کوئی شخص ان توقعات کو بے اعتدالانہ قرار دے سکتا ہو؟ چھٹی صدی مسیحی کی دنیا میں جب اسلام نے ان قوانین کا اعلان کیا تھا، اگر اسلامی حکومت غیر مسلموں کو ہر طرح کے مساویانہ حقوق دیکر اُن سے اس طرز عمل کی متوقع رہتی تھی، تو یقیناً یہ کوئی ظالمانہ طرز عمل نہ تھا۔ آج دنیا میں کون قوم اور مذہب ہو جو اپنی تاریخ کے صفحات میں اس طرح کے طرز عمل کی ایک مثال بھی دکھلا سکتا ہو؟

مسئلہ کی نوعیت

یہ اسلامی حکومتوں کا طرز عمل تھا، اور یہ ذمّی اور اُن کا ذمّہ تھا، جن کی نسبت سوال پیدا ہوا کہ اگر وہ پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شان میں علانیہ اور صریح گالیاں بکنے لگیں، اور عدالت میں قطعی شہادت و دلائل سے یہ بات ثابت ہوجائے، تو ایسی حالت میں کیا کرنا چاہئے؟ فقہاء کی ایک جماعت اس طرف گئی کہ اس پر بھی اُنھیں قتل نہیں کرنا چاہئے۔ کوئی ایسی سزا دینی چاہئے جس سے اس شرارت کے بڑھنے اور پھیلنے کا سدّ باب ہوجائے۔ امام ابوحنیفہ اور فقہاء شافعیہ و حنبلیہ میں سے ایک جماعت کا یہی مذہب ہو۔ گذشتہ ۶ صدیوں میں جسقدر بڑی بڑی اسلامی حکومتیں قائم ہوئیں، انکا عمل فقہ حنفی ہی پر تھا۔ مثلاً ہندوستان کی حکومت مغلیہ اور قسطنطنیہ کی حکومت عثمانیہ۔ اس لئے تاریخ میں کئی واقعات ایسے موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہو کہ اسی مذہب کے مطابق عمل کیا گیا۔ سلطان مصطفیٰ خاں چہارم کے زمانہ میں ایک ارمنی پر یہ الزام عائد کیا گیا تھا کہ اُس نے مسلمانوں کے ایک مجمع کے سامنے پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) کا اسم گرامی لیکر سبّ و شتم کیا۔ معاملہ شیخ الاسلام عبداللہ آفندی کے سامنے پیش ہوا، اور اُنھوں نے مقدمہ کی سماعت کے بعد قید کرنے کا حکم دیا۔ سلطان کو جب اس معاملہ کا حال معلوم ہوا تو اُسنے شیخ الاسلام سے دریافت کیا "کیا اس سے زیادہ سخت سزا نہیں دی جاسکتی تھی؟" شیخ الاسلام نے کہا "شرعاً میں یہی سزا تجویز کرسکتا ہوں۔ اگر آپ کوئی دوسری سزا دینی چاہتے ہیں تو اپنے حکم سے دیجئے" سلطان خاموش ہوگیا!

لیکن فقہاء کی دوسری جماعت اس طرف گئی کہ اس صورت میں قتل کرنا چاہئے۔ امام مالک، امام احمد، اور امام شافعی سے ایسا ہی منقول ہو۔ اُن کی نظر اس طرف لگی تھی کہ اسلامی حکومت نے ذمیوں کو ہر طرح کے مذہبی، ملکی، اور معاشرتی حقوق دیدیئے ہیں اور باشندۂ ملک ہونے کے اعتبار سے اُن میں اور مسلمانوں میں کوئی امتیاز نہیں کیا ہو۔ اس طرز عمل کے بدلے وہ صرف یہ چاہتی ہو کہ جس طرح اُنکے مذہب کا لحاظ رکھا گیا ہو، وہ بھی اسلام کا لحاظ رکھیں، اور کوئی بات علانیہ ایسی نہ کریں جس سے توہین و تذلیل مقصود ہو۔ لیکن اگر اس پر بھی ذمیوں کی ایک جماعت ایسی ہو جو اسلام کا اتنا لحاظ رکھنا بھی گوارا نہیں کرتی کہ اُسکے پیغمبر کو خود مسلمانوں کے منہ پر صریح گالیاں نہ دی جائیں، تو ایسی جماعت کسی رعایت کی مستحق نہیں ہو اُسے قتل کرنا چاہئے۔

خلاصۂ بحث

یہاں تک جسقدر بیان کیا گیا ہو، اس سے واضح ہوگیا ہوگا کہ:

(۱) فقہ اسلامی کے جس قانون کا ذکر کیا گیا ہو، وہ اسلام کا کوئی براہ راست منصوص قانون نہیں ہو، بلکہ تعزیر و سیاست کا ایک فرعی حکم

---

[۱] حافظ زیلعی نے ہدایہ کی تخریج میں حضرت علی علیہ السلام کا یہ قول اور ایک فیصلہ نقل کیا ہو جو اُنھوں نے اپنے زمانۂ خلافت میں صادر کیا تھا، اور مسلمان قاتل کے قتل کا حکم دیا تھا۔

صرف اُسی حالت میں قابلِ عمل ہو سکتے ہیں جبکہ کوئی اسلامی حکومت موجود ہو، اور وہ اپنی عدالتوں میں انھیں نافذ کرے۔ اسلام نے احکام قضاء پر (جسے آج کل کے اُردو اخباروں کی زبان میں "عدالتی کارروائی" کہنا چاہئیے) اس قدر زور دیا ہے کہ شاید ہی اُس عہد میں دُنیا کی کسی قانونی حکومت نے اس قدر زور دیا ہو۔ اسلام کا نظمِ سیاست یہ ہے کہ "جرم" اور "تعزیر" ایک ایسی چیز ہے جس کی تشخیص اور حکم ہر حال میں صرف عدالت ہی کے ہاتھ میں ہے۔ عدالت کے سوا کوئی نہیں جسے کسی انسان کو "مجرم" قرار دینے، اور "سزا" دینے کا اختیار ہو۔ عدالت سے بھی مقصود محض کوئی خاص عدالتی منصب نہیں ہے۔ بلکہ سماعت، شہادت، اور تحقیق و حکم کے وہ تمام مراتب ہیں، جن کے مطابق حاکمِ عدالت کو کارروائی کرنی چاہئیے۔ اگر کسی معاملہ میں یہ تمام عدالتی کارروائی نہیں ہوئی ہے، تو خلیفۂ وقت کو بھی اختیار نہیں ہے کہ اپنے علم اور مشاہدہ کی بنا پر کسی مجرم کو سزا دیدے۔ اگر خلیفۂ وقت کے ذاتی علم و مشاہدہ میں کسی شخص کا کوئی جرم آگیا ہو، تو اُس کی حیثیت محض ایک مدّعی یا گواہ کی ہوگی۔ اسی حیثیت سے اُسے عدالت کے سامنے کھڑا ہونا چاہئیے۔ یہ عدالت کا کام ہے کہ اُسکے دعوے یا گواہی کی نسبت رائے قائم کرے۔

موجودہ زمانے کی قانونی اصلاحات میں بہت زیادہ زور اس اصل پر دیا جاتا ہے کہ عدالتی اختیارات انتظامی اختیارات سے علٰحدہ کر دیئے گئے ہیں۔ یعنی جو قوت "سزا" کے نافذ کرنے کا اقتدار رکھتی ہے، اُسے "مجرم" قرار دینے کا اختیار نہیں ہے، اور اس ایک بنیادی اصلاح نے حاکمانہ اور شخصی ناانصافیوں کی بے شمار راہیں بند کر دی ہیں۔ بلاشبہ یہ ایک عظیم اصلاح ہے لیکن دنیا کو معلوم نہیں کہ ساتویں صدی مسیحی میں جبکہ دنیا کے سب سے بڑے متمدن ملک روم کے قوانین کا یہ حال تھا کہ ایک ہی شخص بہ حیثیت مجسٹریٹ کے ملزم پر الزام بھی عائد کرتا تھا اور بہ حیثیت جج کے اُسے سزا بھی دیدیتا تھا اسلامی حکومت میں نہ صرف عدالت کے اختیارات انتظامی مناصب سے الگ تھے، بلکہ اسلامی عدالتوں کو وقت کے حاکموں، گورنروں اور خود بادشاہوں پر بھی حکم دینے اور بلا رُو رعایت سزا تجویز کرنے کا اختیار حاصل تھا۔ ویسا ہی اختیار، جیسا اختیار وہ ایک عام باشندۂ ملک کے لئے سزا تجویز کرنے کا رکھتے تھے!

اسلام نے تعزیر و سیاست کے باب میں عدالت کے نظام کو جس قدر اہمیت دی ہے، اُس کا اندازہ صرف اس بات سے کر لیا جا سکتا ہے کہ مسلمان قانون سازوں میں ایک بڑی جماعت اس طرف گئی ہے کہ کوئی آقا اپنے نوکر اور غلام کو بھی بطور خود سزا نہیں دے سکتا، اگرچہ قصور کتنا ہی بڑا اور سزا کتنی ہی ہلکی ہو۔ اُسے چاہئیے کہ باقاعدہ عدالتی چارہ جوئی کرے!

ظاہر ہے کہ تعزیر و سیاست کے بارے میں جس قانون کا یہ حال ہو، کیونکر باور کیا جا سکتا ہے کہ وہ عدالتی اور آئینی نظم کے علاوہ کسی حال میں بھی سزا کا دینا جائز رکھ سکتا ہے۔ خصوصاً قتل کی سزا جو انتہائی سزا ہے؟ آج اگر ہندوستان میں اسلامی حکومت موجود ہوتی، اور بغیر کسی ادنیٰ تغیر کے وہی قوانینِ سیاست نافذ ہوتے جو ساتویں اور آٹھویں صدی مسیحی میں دمشق اور بغداد کی عدالتوں میں نافذ تھے، اور ایسا ہوتا کہ ایک مسلمان ایک ذمّی (غیر مسلم شہری) کو قتل کر ڈالتا تو یقیناً وہ اُسی طرح قتل عمد کا مجرم قرار دیا جاتا، جس طرح دُنیا کی تمام عدالتوں کے نزدیک قرار دیا جا سکتا ہے۔ ایک لمحہ کے لئے بھی کوئی مسلمان خیال نہیں کر سکتا تھا کہ اُسنے ایک غیر مسلم انسان کا خون بہا کر اسلام کا کوئی مقدس فرض انجام دیا ہے۔

غرضکہ تعزیر و سیاست کے قوانین کا "اسلامی قانون" ہونا نوعیت نہیں رکھتا، جو نوعیت اسلام کے شرعی واجبات و فرائض کی ہے، اور چونکہ اس طرح کی تعبیر طرح طرح کی غلط فہمیاں پیدا کر دیتی ہے، اس لئے چاہئیے کہ تعبیر و بیان میں احتیاط سے کام لیا جائے۔ بہتر اور واضح تعبیر اس طرح کے قوانین کے لئے یہ ہے کہ اُنھیں اسلامی حکومت کے قانون سے تعبیر کیا جائے۔ یا یوں کہا جائے کہ فقہاء اسلام نے اس طرح کا قانون قرار دیا تھا۔

(۲) دوسری بات قابلِ غور یہ ہے کہ فقہ اسلامی کے قوانین اس بارے میں کچھ ہی کیوں نہ ہوں، لیکن کیا بحالت موجودہ اُن کا ذکر موزوں اور برمحل ہو سکتا ہے؟ کیا یہ طریقہ ٹھیک ہے کہ اس قسم کے مواقع پر اُن کا حوالہ دیا جائے اگرچہ وہ حوالہ حکومت کے مقابلہ ہی میں کیوں نہ ہو؟ مجھے بغیر کسی تأمل کے اس کا جواب نفی میں دینا ہے۔ میرے خیال میں جن لوگوں نے اس موقعہ پر اس قانون کا حوالہ دیا، اُنھوں نے نہ صرف ایک غیر ضروری بات کہی، بلکہ بے محل اور غیر متعلق بات کہی، اور جب کبھی کوئی بات بے موقعہ اور غیر متعلق کہی جائے گی، تو یقیناً طرح طرح کی غلط فہمیوں اور پیچیدگیوں ہی کا باعث ہوگی۔ صلاحِ کار اور مصلحِ وقت کے مطابق نہ ہوگی۔ خود اسلام کے شرعی آدابِ حکم و افتا کے بھی یہ خلاف ہے کہ غیر عملی اور غیر وقوعی صورتوں کا ذکر کیا جائے۔ یہ جو ائمۂ سلف کی نسبت جابجا منقول ہے کہ بعض دقیقہ سنجانِ فقہ کی ایسی کاوشیں ناپسند کرتے تھے جن میں غیر وقوعی صورتیں پیدا کر کے بحثیں کی جاتی تھیں، تو اس کا بھی مطلب یہی تھا۔ کہنے کے لئے ہر موقعہ پر ہزاروں باتیں سامنے آجاتی ہیں۔ ایک اسی قانون پر کیا موقوف ہے؟ سیکڑوں قوانین دوسرے وقتوں اور حالتوں کے کتابوں میں بھرے پڑے ہیں لیکن یہ تو نہیں ہونا چاہئیے کہ ہم ہندوستان کی موجودہ زندگی میں اُن کا بغیر کسی مناسبت کے حوالہ دیتے پھریں۔ خود اسلام کا نظمِ شرع یہ ہے کہ ہر موقعہ اور حالت کا جو حکم ہو، وہی وقت کا اصلی حکم ہوگا۔ اُسکے خلاف جو کچھ ہے، وہ وقت کا حکم نہیں ہے۔ پس جب ایک بات موجود حالت سے شرعاً تعلق ہی نہیں رکھتی، تو اُس کا ذکر کرنا اور اُسے بنائے کار قرار دینا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے؟

یہ ظاہر ہے کہ فقہ اسلامی کے جس قدر تعزیری قوانین غیر مسلموں کے متعلق ہیں، وہ سب ایک خاص قسم کی صورتِ حال سے تعلق رکھتے تھے۔ یعنی یہ کہ اسلامی حکومت ہو، اُسنے غیر مسلموں کی حفاظتِ جان و مال کا ذمّہ لیا ہو، اور ذمّیوں کے متعلق جو معاملات پیش آئیں، اُن میں اسلامی عدالتیں اپنے احکام نافذ کر سکیں۔ لیکن اب سرے سے وہ صورتِ حال باقی ہی نہیں ہے۔ نہ تو ہندوستان میں اسلامی حکومت ہے۔ نہ شرعی ذمّہ ہے۔ اور نہ ذمّی ہیں۔ پس فی الحقیقت اُن قوانین کا موجودہ حالت سے کوئی تعلق ہی نہیں رہا۔ غیر مسلموں کو کس معاملہ میں سزا دینی چاہئیے اور کس میں نہیں دینی چاہئیے؟ یہ بات تمام تر اس اصل پر مبنی تھی کہ اسلامی حکومت نے فتح یا معاہدہ کے بعد غیر مسلموں کی حفاظت کا ذمّہ لیا تھا، اور اُنھیں خاص شرائط پر ہر طرح کے شہری حقوق عطا کر دئیے تھے۔ چونکہ حکومت نے ذمّہ لیا تھا، اس لئے یقیناً اُسے یہ حق بھی حاصل تھا کہ اپنے قوانینِ عدالت کے ذریعہ اُنکے معاملات کا فیصلہ کرے، اور اگر وہ ظلم و تعدّی پر اُتر آئیں تو اُنھیں سزا دے۔ لیکن اگر اسلامی حکومت موجود نہیں ہے، اور نہ غیر مسلموں کا ذمّہ باقی رہا ہے، تو ظاہر ہے کہ یہ تمام قوانین یک قلم غیر متعلق ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ اب وہ ذمّہ ہی باقی نہ رہا جس پر تعزیر و سیاست کے تمام قوانین مبنی تھے، اور نہ حکومت ہی باقی رہی جسے عدالتی نظام کے ذریعہ سزائیں نافذ کرنے کا حق تھا۔ پس موجودہ حالت میں ان قوانین کا ذکر کرنا، اور انھیں اسلامی قانون، اسلامی قانون کہکر پکارنا کس قدر بے معنی بات ہے؟ ایسی ہی غلطیاں ہیں جن کی وجہ سے اسلام کی صورت غیروں کی نظروں میں مشتبہ ہوگئی ہے۔ اور اُس کی صاف اور روشن تعلیم پر طرح طرح کی بدگمانیوں اور غلط فہمیوں کے پردے پڑ گئے ہیں۔

اصل سوال کا جواب

اصل مسئلہ کے متعلق جن لفظوں میں سوال کیا گیا ہے، اُس کا جواب بغیر کسی تأمل کے یہ ہے کہ نہ تو اسلام کا یہ قانون ہے اور نہ کوئی ایسا قانون اسلام کا قانون ہو سکتا ہے۔

سوال کے الفاظ یہ ہیں:

"کیا واقعی اسلام کا یہ قانون ہے کہ جو شخص حضرت بانیٔ (داعیٔ) اسلام کے خلاف بدزبانی کرے، اُسے فوراً قتل کر ڈالنا چاہئیے، اور جس مسلمان کے سامنے وہ ایسا کرے، اُس کا مذہبی فرض ہے کہ اُسی وقت اُس کا سر اُڑا دے"؟

جواب یہ ہے کہ قطعاً نہیں، اور تفصیل اسکی اوپر گزر چکی۔

البتہ مسئلہ کی ایک بالکل دوسری قسم کی صورت ہے، اور وہ بلاشبہ فقہ اسلامی کے قوانین میں موجود ہے۔ وہ صورت یہ تھی کہ اگر ایک ذمّی (غیر مسلم باشندہ) اپنے مذہب کے مجنونانہ تعصب کی وجہ سے، یا مسلمانوں کے بغض و عداوت کی وجہ سے، یا حکومت کی تحقیر و تذلیل کے لئے ایسا رویہ اختیار کر لے کہ پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شان میں سبّ و شتم کرنے لگے۔ یعنے گالیاں بکنے لگے۔ یا اس طرح کی بدزبانی کرنے لگے جو صریح سبّ و شتم کا حکم رکھتی ہو، تو اس صورت میں کیا کرنا چاہئیے؟ فقہا کی ایک جماعت اس طرف گئی کہ اس طرزِ عمل کے بعد اُس کا ذمّہ و عہد باقی نہیں رہا۔ یعنے اسلامی حکومت نے اُسے جس باہمی سلوک کے معاہدہ پر ہر طرح کے شہری حقوق اور مذہبی آزادی دی تھی، اور اُس کی جان و مال کی حفاظت کی ذمہ دار ہوئی تھی، وہ خود اُسی کی طرف سے شکست ہو گیا، اس لئے اُسے قتل کرنا چاہئیے۔ دوسری جماعت اس طرف گئی ہے کہ اس کی وجہ سے عہد و ذمّہ شکست نہیں ہوتا۔ اس لئے قتل کی سزا نہیں دی جا سکتی۔ البتہ عدالت کو اختیار ہے کہ وہ مصلحت کے مطابق ایسی کارروائی کرے جس سے اس کا سدِّباب ہو جائے۔ پہلی رائے حضرت امام مالکؒ، امام احمدؒ، اور امام شافعیؒ کی (کتاب الام میں) ہے۔ دوسری رائے حضرت امام ابو حنیفہ کی ہے اور حنبلیہ و شافعیہ میں سے بھی ایک جماعت اسی طرف گئی ہے۔

جو فقہاء اس طرف گئے کہ اس صورت میں قتل کرنا چاہئیے، اُنھوں نے جن حالات میں اور جن وجوہ کی بنا پر ایسا حکم تجویز کیا، ضروری ہے کہ ٹھیک طور پر اُسے سمجھ لیا جائے۔ لیکن اُسکی وضاحت اُس وقت تک نہیں ہو سکے گی، جبتک کہ یہ بات واضح نہ ہو جائے کہ اسلامی حکومت میں غیر مسلموں کی حیثیت کیا قرار دی گئی تھی، اور شرعاً "ذمّہ" اور "ذمّی" سے مقصود کیا ہے؟ مختصر لفظوں میں اس کی تشریح حسب ذیل ہے۔

اسلامی حکومت اور غیر مسلم

چھٹی صدی مسیحی میں جب اسلام کا ظہور ہوا، تو مذہب و اعتقاد کا اختلاف انسانی قتل و خونریزی کا سب سے بڑا باعث تھا۔ دُنیا کی کوئی قوم ایسی نہ تھی جو حکومت کا اقتدار حاصل کر کے دوسرے مذہب کے پیروؤں کے ساتھ انصاف کر سکتی ہو۔ جس مذہب کے پیرو طاقت و حکومت حاصل کر لیتے تھے، وہ اپنے مذہب کے سوا اور کسی مذہب کی موجودگی برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ رومیوں کی قوم اُس عہد کی سب سے بڑی متمدن قوم تسلیم کی گئی ہے، لیکن اُس کا بھی یہ حال تھا کہ جبوقت تک اپنے قدیم مذہب پر قائم رہا، یہودیوں اور عیسائیوں کے لئے امن نہ تھا۔ جب مسیحی مذہب قبول کر لیا، تو تمام غیر مسیحی رعایا زندگی اور معیشت کے

دہلی کے نامی اور نامور مشہور و معتبر مقبول خاص و عام اسم با مسمیٰ

ہمدرد دواخانہ یونانی دہلی کا

عدیم المثال نادر الوجود سرمائی تحفہ

تار کا کافی پتہ "ہمدرد، دہلی"

ماء اللحم دوآتشہ

بہ تنوش

زندگی جیسی عزیز اور پیاری چیز ہے وہ ظاہر ہے۔ لیکن تندرستی بھی ایک ایسی نعمت ہے کہ بغیر اس کے زندگی بے لطف بلکہ بیکار ہے۔ تندرستی ہزار نعمت ہے۔ تندرستی ہے تو سب کچھ ہے۔ اگر آپ کو تندرستی کی قدر ہے اور تندرست رہنا پسند کرتے ہیں تو ہمارا تازہ کشید کیا ہوا ماء اللحم استعمال کیجئے اور پیری میں شباب کا لطف اٹھائیے یہ امر تو مسلم ہے کہ ماء اللحم مقوی ارواح ہے، بدن میں چستی اور توانائی پیدا کرنا۔ رنگ کا نکھارنا۔ روح کو تازگی اور قوت دینا۔ گئی ہوئی طاقت میں از سر نو جان کا ڈالنا اس کی خاصیت ہے۔ مگر ہمارا ماء اللحم خصوصیت کے ساتھ پیروں کو جوان اور جوانوں کو نوجوان بناتا ہے اس لئے کہ نادر اور بیش قیمت اور مقوی اور فرحت بخش اجزا سے بطرز خاص تیار کیا گیا ہے۔ نسخہ بھی اس کا معمولی اور کتابی نہیں ہے بلکہ عالیجناب شفاء الملک بہادر غفران مآب رئیس اعظم دہلی کا خاص خاندانی نسخہ ہے جو جناب ممدوح نے بغرض رفاہ عام "ہمدرد دواخانہ" کو مرحمت فرمایا ہے۔ ایک مرتبہ ماء اللحم کا استعمال فرما کر خدا کی قدرت کا مشاہدہ کیجئے۔ فائدہ تو تین دن کے بعد ہی معلوم ہوتا ہے مگر معتدبہ اور پورا فائدہ ایک چلہ میں ہوتا ہے۔ پبلک کو صرف اپنی لفاظی اور خوش بیانی سے خوش کر دینا ہمارا شیوہ نہیں ہے۔ مگر بعض امور میں ہم کو اپنی سچی ہمدردی کے اظہار کا کوئی موقع نہیں ملتا ہے تو مجبور ہو کر اشتہار دینا پڑتا ہے۔

ماء اللحم کے استعمال کا یہی موسم ہے اور یہی زمانہ ہے منگائیے! اور آزمائیے!! تجربہ بتا دے گا کہ ہمدرد کہاں تک اپنے دعوے میں سچا ہے۔ مشک آنست کہ خود ببوید۔ قیمت بھی بہ نظر ہمدردی پانچ روپیہ فی بوتل مقرر کی گئی ہے علاوہ اس کے چند اقسام کے حلوے مقوی اور خوش ذائقہ نہایت نفیس تیار ہیں جن کے پورے افعال و خواص آپ فہرست میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ نیز ہر قسم کی مفرد و مرکب دوائیں اس دواخانہ سے مناسب قیمت پر ملتی ہیں۔ فہرست ۱۹۱۲ء مع جنتری تیار ہے مفت طلب فرمائیے۔ خط و کتابت کے لئے کافی پتہ "منیجر ہمدرد دواخانہ یونانی دہلی"۔

منیجر ہمدرد دواخانہ یونانی دہلی

مستورات کے لئے بہترین تحفے

نئی ایجاد بہترین نمونے

چوڑیاں: یہ نہایت خوبصورت نازک اور منقش چوڑیاں حال ہی میں تیار ہو کر آئی ہیں۔ چونکہ انہیں ایک خول کی صورت میں بنایا گیا ہے۔ ان کے اندر رنگین ریشمی چوڑیاں ہیں۔ جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بہترین زبرجد یاقوت نیلم اور پکھراج کے نگینے جڑ دیئے گئے ہیں۔ برسوں استعمال کیجئے۔ لیکن چمک دمک رونق میں مطلق فرق نہیں آتا۔ نہ سیاہی دیتی ہیں۔ مستورات کے لئے بہترین تحفہ ہے۔ صرف ایک روپیہ میں ۵۰ روپیہ کا کام نکالا جا سکتا ہے دوسرے لوگ یہی چوڑیاں ڈھائی روپیے کی ۸-۸ فروخت کرتے ہیں لیکن ہم نے زیادہ بکری اور تھوڑے منافع کے اصول کو مد نظر رکھتے ہوئے قیمت بہت کم کر دی ہے۔ یعنی بارہ چوڑیوں کا سٹ قیمت صرف ایک روپیہ اس شرط پر کم از کم ایک سٹ ضرور منگوائیے۔ کہ اگر ناپسند ہوں تو واپس کر کے دام لے لیجئے۔ ہر سائز کی موجود ہیں۔ سیکڑوں کی تعداد میں روزانہ فروخت ہوتی ہیں۔ جلد منگوائیے تاکہ اسٹاک ختم نہ ہو جائے۔

گولڈن انگوٹھیاں: ہر ناپ کی نگدار نہایت نفیس اور خوبصورت انگوٹھیاں حال ہی میں تیار ہو کر آئی ہیں۔ خالص سونے کی انگوٹھی ان کے سامنے کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔ ایک انگلی میں یہ انگوٹھی پہنئے اور ایک میں خالص سونے کی۔ اگر پہچان لے۔ تو ہمارا ذمہ۔ کسی جوہری صراف کے پاس لے جائیے۔ وہ بھی فوراً شناخت نہیں کر سکے گا۔ اگر آپ کو انگوٹھی کی ضرورت ہے۔ تو آپ کیوں ناحق ۲۵-۳۰ روپیے ضائع کرتے ہیں کیوں نہیں صرف ایک روپیہ میں کام لیتے ہیں۔ قیمت فی عدد ایک روپیہ۔ تین کے لئے ڈھائی روپیہ (۲؍۸)

خط و کتابت کا پتہ۔ منیجر زمانہ کاروبار لاہور

جلد آرڈر دیجئے

جلد آرڈر دیجئے

سونے کی چوڑیاں

زبردست رعایت

یعنی

تین روپے کے بجائے سوا روپیہ میں

ہم نے مال کی نکاسی کی غرض سے ان چوڑیوں کی قیمت میں خاص رعایت کر دی ہے۔ کیونکہ ہم براہ راست مال منگواتے ہیں اس لئے یہ رعایت کی گئی ہے یعنی بجائے تین روپیہ فی سٹ کے سوا روپیہ فی سٹ۔ یہ چوڑیاں خول کی صورت میں بنائی گئی ہیں انکے اندر ریشمی رنگین چوڑیاں آجاتی ہیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ بہترین ہیرے جواہرات کے نگینے انکے اندر جڑ دیئے گئے ہیں صنف نازک کے لئے عجیب تحفہ ہے اور سوا روپیہ میں ڈھائی سو روپیہ کا کام نکالا جا سکتا ہے۔ برسوں استعمال کیجئے خراب نہیں ہوتیں۔ ہر سائز کی موجود ہیں۔ ناپ ضرور روانہ کریں۔ قیمت فی سٹ ۱۲ عدد سوا روپیہ (۱؍۴) محصول ۹؍ ایجنٹ جلد خط و کتابت کریں۔ نمونے کے لئے دو آنے (۲؍) کا ٹکٹ آنا چاہئے۔

ملنے کا پتہ۔ بی کے برادرس اینڈ کو نمبر ۹۵ دہلی

برص سفید داغ ۲۱ یوم میں جڑ سے غائب، ورنہ پوری قیمت واپس۔ اقرار نامہ لکھا لیجئے خوراک بھسم مسیحا اور ایک شیشی روغن مسیحا جو پورے ۲۱ روز کافی ہوگی قیمت مع خرچ سات روپیہ تیرہ آنہ (۷؍۱۳) پتہ دفتر معالج برص نمبر ۱۰ دربھنگہ (بہار)

افیم چھڑانے کی بے نظیر گولیاں: جن کے استعمال سے صدہا علی آسانی سے افیم چھوڑ چکے ہیں ایک روپیہ [illegible] کافی ہو سکتی ہیں۔ ملنے کا پتہ حکیم محمد عمر اینڈ سنز موگا ضلع فیروزپور پنجاب

ہے جسمیں خود فقہاء کی رائیوں میں اختلاف ہوا۔ ایک جماعت نے اُسے تجویز کیا ہے۔ دوسری کو اس سے اختلاف ہے۔ پس یہ فقہاء کا بھی کوئی متفقہ فیصلہ نہیں ہے۔

(۲) جو جماعت اس رائے کی طرف گئی کہ قتل کرنا چاہئے، اُسنے جن حالات میں یہ بات تجویز کی تھی، اُنھیں پیش نظر رکھتے ہوئے کوئی منصف مزاج انسان یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ مذہبی تعصب کا کوئی مجنونانہ حکم تھا۔ یا اس سے مقصود یہ تھا کہ محض غیر مسلم ہونے کی وجہ سے خدا کے بندوں کا خون بہایا جائے۔

(۳) علاوہ بریں یہ بھی ٹھیک نہیں ہے کہ اس قانون کا ذکر کرتے ہوئے "توہین" کا لفظ استعمال کیا جائے۔ "توہین" کا لفظ بہت زیادہ عام ہے۔ بہت سی باتیں ایسی ہو سکتی ہیں جن سے ایک شخص کے خیال میں توہین نکلتی ہو۔ دوسرے کے خیال میں نہ نکلتی ہو۔ اسی لئے فقہاء نے اسے "سبّ" کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔ "سبّ" کے معنی صریح گالی دینے کے ہیں، یا ایسے الفاظ کہنے کے ہیں جو بمنزلہ دشنام ہوں۔

(۴) پھر جو کچھ بھی ہو، یہ قطعی ہے کہ اس قسم کے قوانین اور اُن کی بحثوں کو موجودہ حالت سے کوئی دُور کی مناسبت بھی نہیں، جیسا کہ مقدمات میں گزر چکا۔

(۵) باقی رہی وہ صورت حال جو اس قانون کے تذکرہ کا باعث ہوئی، تو اُس کا حال یہ ہے کہ موجودہ زمانہ قلم اور پریس کی آزادی کا زمانہ ہے۔ بسا اوقات اس آزادی کا استعمال غلط طریقہ پر کیا جاتا ہے ہندوستان میں سب سے پہلے بعض بدزبان مسیحی مشنریوں نے اسلام و پیغمبر اسلام کے خلاف اس قسم کی کتابیں لکھ کر شائع کیں جن کی ایک سطر بھی مہذب اور سنجیدہ نکتہ چینی نہیں کہی جاسکتی۔ اُنکے بعد آریا سماج کے نئے مشنری آئے۔ اُن میں سے بھی بہتوں نے مذہبی تحقیق اور سنجیدہ نکتہ چینی کی جگہ اُنہی کا نقش قدم اختیار کیا۔ "رنگیلا رسول" نامی رسالہ بھی اسی قسم کی ایک اخلاقی موت تھی۔ یقیناً حکومت اور قانون وقت کا فرض ہے کہ اس قسم کی دلآزار تحریروں کی اشاعت جائز نہ رکھے، اور جائز نکتہ چینی اور مذہبی دلآزاری میں امتیاز کرے، لیکن میں ایک لمحہ کے لئے بھی یہ طریق عمل پسند نہیں کرسکتا کہ مسلمان اپنی طبیعت اس انداز کی بنالیں، کہ جہاں کسی ٹٹ پونجیے نے ایک چار ورقی رسالہ چھاپ کر شائع کردیا، ایک سرے سے لیکر دوسرے سرے تک تمام مسلمان شور و داویلا مچانا شروع کردیں کہ اسلام کی کشتی غرق ہوگئی، اور "تحفظ ناموس رسول" کا سوال پیدا ہوگیا۔ نعوذ باللہ، اگر چند جاہل اور کور چشم انسانوں کے بکواس کر دینے سے "ناموس رسول" کی حفاظت کا سوال پیش آسکے۔ یا اسلام اور مسلمانوں کے لئے یہ کوئی مصیبت ہو۔ ایسا سمجھنا اسلام کی عزت و شرف اور مسلمانوں کی مذہبی خودداری کے اس درجہ خلاف ہے کہ میں سمجھ نہیں سکتا، کیونکر ایک مسلمان اس کا تصور بھی کرسکتا ہے؟ اس قسم کا ایک رسالہ کیا معنی اگر ایک ہزار یا ایک لاکھ رسالے بھی چھاپ دیئے جائیں جب بھی نعوذ باللہ اسلام اور داعی اسلام کے ناموس کے تحفظ کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوسکتا۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ جس طرح ہمیشہ بُری زبان اور بُرے اخلاق کے لوگ موجود رہے ہیں، اب بھی موجود ہیں۔ اگر اُن کی تحریروں میں کوئی ایک سطر بھی ایسی موجود ہے جسمیں کوئی سنجیدہ اعتراض کیا گیا ہو، تو چاہئے کہ اُس کا جواب دیدیا جائے۔ باقی جس قدر بد زبانی ہے، وہ بحکم "کالائے بد بریش خاوند" اُنہی کے لئے چھوڑ دینی چاہئے۔

اعلان-۱

قارئین الہلال کے لئے

(۱) پہلے اعلان کیا گیا تھا کہ نمبر ۲۴ پر الہلال کی پہلی شش ماہی جلد ختم ہوجاوے گی۔ لیکن بعد کو خیال ہوا کہ اگرچہ مہینوں کے حساب سے یہ اعلان غلط نہ تھا، لیکن نمبروں کی تعداد کے لحاظ سے اسمیں مزید وسعت کی گنجائش ہے۔ اگر سال کی دو تعطیلیں وضع کردی جائیں (جیسا کہ ہمیشہ دفتر الہلال کا قاعدہ تھا) تو اس صورت میں بھی سال بھر کے ۵۰ نمبر ہونے چاہئیں۔ نہ کہ ۴۸۔ بہرحال دفتر نے ارادہ کرلیا کہ پہلی جلد کا اختتام نمبر ۲۴ پر نہیں بلکہ ۲۵ پر کیا جائے، اور اس طرح خریداران الہلال کی حق تلفی کا کوئی اندیشہ باقی نہ رہے۔ چنانچہ یہ نمبر بھی پچھلی شش ماہی جلد کے سلسلہ میں بھیجا جارہا ہے۔ جن حضرات نے نئی جلد کے لئے وی۔ پی کی درخواست کی ہے، اُن کا نیا حساب اس نمبر سے نہیں بلکہ آئندہ نمبر سے شروع ہوگا۔

(۲) لیکن الہلال کی نئی شش ماہی جلد کے آغاز کے لئے یہ صورت موزوں نہیں معلوم ہوئی کہ دسمبر کی ایک درمیانی تاریخ سے اس کا سلسلہ شروع کیا جائے۔ اس طرح مہینوں کا حساب ہمیشہ بے ترتیب رہتا، اور بجائے سال کی ابتدا یا سال کے وسط کے، ایک درمیانی تاریخ سے جلد شروع ہوا کرتی۔ پس یہی مناسب معلوم ہوا کہ آئندہ جلد کی ابتدا جنوری سے کی جائے۔ جنوری سے جون تک، اور پھر جولائی سے دسمبر تک، ہمیشہ شش ماہی اختتام و آغاز ہوتا رہے گا، اور حساب میں کسی طرح کی بے ترتیبی باقی نہیں رہے گی۔

دسمبر میں ۵ جمعہ واقع ہوئے ہیں۔ آخری جمعہ تعطیل کا تھا۔ اس لئے اگر یہ وقفہ اختیار نہیں کیا جاتا تو دو نمبر اور نکلتے۔ اب یہ دو نمبر نہیں نکلیں گے۔ جنوری کے پہلے جمعہ سے جو ۶ کو واقع ہوگا، نئی شش ماہی جلد کا سلسلہ شروع ہوگا۔

(۳) اس وقفہ کے اندر مطبع کو مزید انتظامات کی تکمیل کا بھی موقعہ مل جائے گا جو پیش نظر ہیں، اور جن کی وجہ سے نئی شش ماہی سے الہلال کے ترتیب مضامین اور حسن طباعت میں متعدد نئی تبدیلیاں نظر آئیں گی۔ ادہر چند نمبروں سے الہلال کی طباعت خصوصاً تصاویر کی تعداد و طباعت میں جو ترقی ہوئی ہے، اُمید ہے کہ قارئین الہلال نے محسوس کرلی ہوگی۔ یہ اب مطبع الہلال کا ذاتی انتظام ہے جسکی وجہ سے بلاک بہ لحاظ قسم و نوعیت کے بھی بہتر بننے لگے ہیں، اور اُنکی چھپائی بھی خاص طریق طباعت اختیار کرلینے کی وجہ سے زیادہ نمایاں اور خوشنما ہوگئی ہے۔ اُمید ہے کہ عنقریب بقیہ انتظامات کی تکمیل ان تمام چیزوں میں مزید رونق و اہتمام پیدا کردیگی۔ "منیجر الہلال"

اعلان-۲

(۱) مجھے ندامت کے ساتھ اس کا اعتراف ہے کہ الہلال کی اشاعت کے وقت صورت حال کا جو اندازہ کیا تھا، وہ کئی اعتبار سے صحیح ثابت نہیں ہوا۔ سب سے زیادہ مجبوری صحت کی طرف سے پیش آئی۔ میں نے جب جب ارادہ کیا کہ الہلال کے کافی وقت نکالوں صحت کی فوری ناموافقت دامنگیر ہوئی، اور قدم اُٹھا کر پھر رک جانا پڑا۔

(۲) میں اُن دوستوں کا خصوصیت کے ساتھ شکر گذار ہوں جو زیادہ تر میرے خاص مضامین کے شوق میں الہلال کی ورق گردانی کرتے تھے، تاہم اُنھوں نے رشتۂ انتظار ہاتھ سے نہ چھوڑا، اور برابر مطالعہ جاری رکھا۔ اگر میرے خاص مضامین کی قلت نہ رہی بھی تو بہ حیثیت مجموعی الہلال کے مضامین کی کثرت اور تنوع کا جو انداز یکساں طور پر برابر قائم رہا ہے، وہ اس کے لئے کافی تھا کہ میں اس موقعہ پر معذرت کی ضرورت محسوس نہ کرتا۔

(۳) بہرحال اُن دوستوں نے محسوس کرلیا ہوگا کہ جونہی پچھلی بیماری سے مجھے تھوڑی بہت مہلت ملی، میں نے الہلال کے لئے لکھنا شروع کردیا، اور اب اُمید ہے کہ توفیق الٰہی سے یہ سلسلہ مزید ترقی و توجہ کے ساتھ جاری رکھ سکوں گا۔ افسوس ہے کہ وقت کے حالات و مسائل کے متعلق بے شمار ضروری باتیں شرح و بسط کے ساتھ لکھنی تھیں جو نہ لکھی جاسکیں۔ اب اس کے سوا چارۂ کار نہیں کہ جو کچھ ماضی میں نہ ہوسکا، اس کے لئے مستقبل کی طرف نظر اُٹھائی جائے!

(۴) مجھے چند الفاظ الہلال کی موجودہ قیمت کی نسبت بھی کہنے ہیں۔ سنہ ۱۹۱۲ء میں الہلال کی قیمت بارہ روپیہ سالانہ اور سات روپیہ شش ماہی تھی۔ سنہ ۱۶ء میں البلاغ نکلا، تو اُس کی قیمت بھی یہی تھی۔ یہی قیمت اس مرتبہ بھی رکھی گئی۔ لیکن دونوں حالتوں میں جو عظیم فرق ہوچکا ہے، وہ شاید بہت کم لوگوں نے محسوس کیا ہوگا۔ میں چاہتا ہوں مختصر طور پر اس کی تشریح کردوں۔

سنہ ۱۹۱۴ء میں (یعنی جنگ سے پہلے) چھپائی کے تمام مصارف، موجودہ مصارف کے مقابلہ میں نصف سے بھی کم تھے۔ جنگ کے بعد سے جس طرح تمام چیزوں کی قیمت دوگنی سہ گنی ہوگئی ہیں، سامان طباعت کی بھی ہوگئی ہیں۔ سنہ ۱۹۱۴ء میں الہلال جس مشین پر چھپتا تھا، اُس کی قیمت ۴ ہزار روپیہ تھی۔ اب بارہ ہزار ہے۔ سنہ ۱۴ء میں الہلال کے لئے جو کاغذ استعمال کیا جاتا تھا، اُسکی قیمت تین روپیہ فی ریم تھی۔ اب اُسی کاغذ کی سات روپیہ ہے۔ روشنائی جو اُسوقت لگائی جاتی تھی، ڈیڑھ روپیہ فی پونڈ سے زیادہ کی نہ تھی۔ اب وہی روشنائی ۴ روپیہ میں آتی ہے۔ اُسوقت سینیر کمپوزیٹروں کی تنخواہ زیادہ سے زیادہ ۲۰ روپیہ ماہوار تھی۔ اب اس تنخواہ میں کوئی جونیر بھی نہیں مل سکتا۔ تصویروں کے بلاک اُسوقت ۴ر اسکوائر انچ میں بنتے تھے اب اُنہی کی اُجرت آٹھ آنہ سے بھی زیادہ ہے۔ لیتھو کی چھپائی میں کتابت کی اُجرت اُسوقت ۴۔ ۵ روپیہ جزء سے زیادہ نہ تھی۔ اب دس روپیہ کی اُجرت بھی اچھے خوشنویسوں کے لئے زیادہ نہیں ہے۔ ایسی حالت میں بہ آسانی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ الہلال کی جو قیمت سنہ ۱۴ء میں قرار دی گئی تھی، وہ سنہ ۲۷ء میں کیونکر موزوں ہوسکتی ہے؟ بیجا نہ تھا اگر اب بارہ روپیہ کی جگہ ۲۴ روپیہ قیمت رکھی جاتی لیکن مناسب معلوم نہ ہوا کہ سابق قیمت میں کسی طرح کا اضافہ کیا جائے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اتنی وسیع اشاعت رکھنے پر بھی جو اسوقت کسی اُردو رسالہ کی نہ ہوگی، اب تک اُس کے مصارف اور آمدنی کی میزان مساوی نہ ہوسکی!

یہ بھی یاد رہے کہ سنہ ۱۴ء میں اس کی ضخامت عام طور پر ۱۶ صفحوں کی ہوتی تھی۔ اور اب کم از کم ۲۴۔ ہے۔

یہ چند سطریں اس لئے لکھی گئیں کہ اگر بعض حضرات خیال کرتے ہوں کہ وہ ۱۲ روپیہ سالانہ یا ۵ر فی پرچہ قیمت دیکر الہلال کے ساتھ کوئی فیاضانہ سلوک کررہے ہیں، تو اُمید ہے کہ اپنے اس خیال میں نظرثانی کرنے سے انکار نہ فرمائیں گے!

ابوالکلام

گر آپ

علم وکتب کی وسعت اور دستِ طلب کی کوتاہی سی گھبرا گئے ہیں تو کیوں کسی ایسے مقام کی جستجو
نہیں کرتے جہاں دُنیا کی تمام بہترین اور منتخب کتابیں جمع کرلی گئی ہوں؟

ایسا مقام موجود ہی!

J. & E. Bumpus Limited,
350, Oxford Street,
LONDON, W. 1.

جو

دُنیا میں کتب فروشی کا عظیم مرکز ہی

اور جسے **ملک معظم** برطانیہ اور انکے کتبخانہ قصر کے لئے کتابیں بہم پہونچانے کا شرف حاصل ہی!

انگریزی کا تمام ذخیرہ جو برطانیہ اور برطانی نو آبادیوں اور ملحقہ ممالک میں

شایع ہوتا ہی

یورپ کی تمام زبانوں کا ذخیرہ

مشرقی علوم وادبیات پر انگریزی اور یورپین زبانوں کی تمام کتابیں

نئی اور پرانی دونوں طرح کی کتابیں

تمام دُنیا کے ہر قسم اور ہر درجہ کے نقشے

ہر قسم کی تعلیمی کتابوں کی مسلسل سلسلے

بچوں کے لئے ہر قسم اور درجہ کا ذخیرہ

قیمتی سے قیمتی اور [illegible] سے سستے ایڈیشن

آپ ہمارے عظیم ذخیرہ سے حاصل کرسکتے ہیں

ہمارے یہاں سے ہر چھ ماہ

کے بعد نئے ذخیرہ کی مفصّل فہرست شایع ہوا کرتی ہے

ان تمام اصحاب کے لئے

جو

قیمتی تمدن و صنعت کی قیمتی اشیاء کا شوق رکھتے ہیں

دنیا میں عظیم الشان مقام

I. SHENKER,

118, BROMPTON ROAD, KENSINGTON, LONDON, S. W. 3.

ہی

مغرب و مشرق کے قدیم آثار، پرانی قلمی اور مطبوعہ کتابیں، پرانی تصویریں، پرانے سکے، اور نقوش، پرانے زیور، آرایش و تزئین کا ہر قسم کا سامان، اور ہر طرح کے پرانے صنعتی، عجائب و نوادر، اگر آپ کو مطلوب ہیں، تو ہم سے خط و کتابت کیجئے۔ کم از کم ہماری نمائش گاہوں اور ذخائر کی فہرستیں ہی منگوا لیجئے۔ اہل علم اور اہل دولت، دونوں کے لئے ہمارا ذخیرہ قیمتی ہی۔

نوادر عالم کا یہ ذخیرہ

دنیا کے تمام حصوں سے غیر معمولی مصارف و مساعی کے بعد حاصل کیا گیا ہی
دنیا کے تمام قدیم تمدنی مرکزوں شلاً مصر، شام، فلسطین، ہندوستان، ایران
ترکستان، چین، وغیرہ ممالک میں ہمارے ایجنٹ ہمیشہ گردش کرتے رہتے ہیں

باایں ہمہ

قیمتیں تعجب انگیز حد تک ارزاں ہیں!

براعظم یورپ، امریکہ

اور

مشرق

کے تمام بڑے بڑے محل، کتب خانے، اور عجائب خانے، ہم سے نوادر حاصل کرتے رہتے ہیں۔ قاہرہ کے نئے ایوان شاہی کے نوادر ابھی حال میں ہم ہی نے فراہم کئے ہیں

اگر آپ کے پاس نوادر موجود ہوں

تو

آپ فروخت کرنے کے لئے بھی پہلے ہم سے ہی خط و کتابت کیجئے۔ بہت ممکن ہو کہ ہمارا سفری یا مقامی ایجنٹ آپ سے مل سکے

مطبوعات الهلال بك ايجنسى

* * *

معارف ابن تيميه و ابن قيم

* * *

ديني علوم كے بيش بها جواهر ريزي

* * *

اس سلسله ميں هم نے امامين كي ان نادر و اعلى درجه كي بلند پايه عربي تصانيف كے اُردو تراجم كا سلسله شروع كيا هے، جنكا مطالعه اصلاح عقائد اسلام اور اشاعت و معارف كتاب و سنت كے ليے نهايت ضروري و ناگزير هے - اميد كه يه "سلسلۂ تراجم" بد نصيب هندوستان كي دماغي اصلاح كا كام دے :

آسوۂ حسنه — امام ابن قيم كي فن سيرت ميں شهرہ آفاق كتاب "زاد المعاد" كے خلاصه كا اُردو ترجمه - بلا جلد ۲ روپے مجلد اڑهائي روپيه -

كتاب الوسيله — لفظ "وسيله" كي بحث كے علاوہ امام ابن تيميه نے اسلام كے اصل الاصول "توحيد" كي مبسوط بحث كي هے - بلا جلد اڑهائي روپيه، مجلد سوا تين روپيه -

اصحاب صفه — انكي تعداد، ذريعه معاش، طريق عبادت اور انكے مفصل حالات بيان كيے هيں دس آنے -

تفسير سورة الكوثر — امام ابن تيميه كے مخصوص انداز تفسير كا اُردو ترجمه - چار آنے -

العروة الوثقى — خالق و مخلوق كے درميان واسطه كا فرق بدلائل بيان كيا هے - چهه آنے -

سيرت امام ابن تيميه — حضرت امام كے ضروري حالات زندگي نهايت خوش اسلوبي سے بيان كيے هيں - نو آنے

نجد و حجاز — علامه سيد محمد رشيد رضاء مصري كي تازه كتاب كا اُردو ترجمه - سوا روپيه -

آئمه اسلام — ترجمه رفع الملام عن ائمة الاعلام - باره آنے

خلاف الامه — فى العبادات - پانچ آنے

صبح سعادت — يه ايک علمي، اسلامي، سه ماهي رساله هے جس كے خريدار كو هم نے كمال كوشش و كاوش سے اُردو، عربي، فارسي، انگريزي، اور دوسري زبانوں كي تمام اهم اور اعلى مطبوعات كے متعلق بهترين تازه معلومات بهم پهنچانے كا اهتمام كيا هے- اسكے علاوہ آئمه و اسلام و بزرگان دين كے حالات، لطائف افسانه، نظميں اور ممالک اسلاميه كے معتبر ذرائع سے حاصل كيے هوے حالات درج كيے جاتے هيں - في پرچه ۸ آنه سالانه ۲ روپيه پيشگي -

* * *

منيجر الهلال بك ايجنسى

(حلقه نمبر ٢٤ شيرانواله دروازه لاهور پنجاب)

"Al-Hilal Book Agency,"
24, LAHORE, PANJAB.

* * *

خط و كتابت كى وقت اپنا نام اور پته صاف لكهين
اور نمبر خريدارى ضرور تحرير فرمائين

السحر الحلال في مجلدات الهلال

* * *

گاہ گاہے بازخوان این دفتر پارینه را
تازہ خواهی داشتن گر داغهائے سینه ما

* * *

اردو صحافت كي تاريخ ميں الهلال هي وہ رساله هے جو اپني تمام ظاهري اور باطني خصوصيات ميں ايک انقلاب آفريں دعوت تهي -

الهلال اگرچه ايک هفته وار مصور رساله تها، ليكن چونكه وہ اردو صحافت كي مختلف شاخوں ميں اجتهاد نظر و فكر كي نئي روح پيدا كرني چاهتا تها، اِس لئے اُس كا هر نمبر مختلف اقسام اور مختلف اذواق كا مجموعه تها- اُس كے هر نمبر ميں مختلف ابواب، مذهب، سياست، ادبيات، علوم و فنون، اور معلومات عامه كے هوتے تهے- اور اُسكا هر باب اپني مجتهدانه خصوصيات كے لحاظ سے اپني نظير آپ هوتا تها- پهر اس كي ظاهري خوبياں اُردو صحافت ميں اعلى طباعت و ترتيب كا پهلا نمونه تهيں- اردو كا وہ پهلا هفته وار رساله تها، جس ميں هاف ٹون تصاوير كے اندراج كا انتظام كيا گيا، اور ٹائپ ميں چهپنے كي وجه سے بهت سي ايسي خوبياں پيدا هوئيں جو پتهر كي چهپائي ميں ممكن نهيں- اِس كي جلديں جديد اُردو علم ادب كے علمي، مذهبي، سياسي، اور اجتماعي مواد و مباحث كا بهترين مجموعه هيں- اِن كي مقبوليت و قدر كا اندازہ اِس سے هوسكتا هے كه سنه ۱۹۱۸ ميں بعض شايقين علم و ادب نے اِس كي تمام جلدوں كا مكمل سٹ سات سو روپيه ميں خريد كيا - اور حال ميں ايک صاحب نے اِس كي پهلي جلد مكمل (جو دفتر ميں بهي موجود نهيں) ساڑهے چارسو روپيه ميں حيدرآباد سے خريدي هے - جن لوگوں نے اِس كے پرچے بحفاظت جمع كئے هيں وہ بڑي سے بڑي قيمت پر بهي علحدہ كرنے كيليے تيار نهيں - پچهلے دنوں "البلاغ پريس" كا جب تمام اسٹاک نئے مكان ميں منتقل كيا گيا تو ايک ذخيرہ الهلال كے پرچوں كا بهي محفوظ ملا، هم نے كوشش كي كه شايقين علم و ادب كے لئے جس قدر مكمل جلديں مرتب كي جا سكتي هيں مرتب كرلي جائيں اور جن جلدوں كي تكميل ميں ايک دو پرچوں كي كمي هو اُنهيں دوبارہ چهپوا ليا جاے -

چنانچه الحمدلله يه كوشش ايک حد تک مشكور هوئي اور اب علاوہ متفرق پرچوں كے چند سالوں كي جلديں پوري مكمل هوگئي هيں - هم اِس اعلان كے ذريعه شايقين علم و ادب كو آخري موقعه ديتے هيں كه اِس قيمتي ذخيرہ كے حاصل كرنے ميں جلدي كريں. چونكه جلدوں كي ايک بهت هي محدود تعداد مرتب هوسكي هے اس لئے صرف اُنهيں درخواستوں كي تعميل هوسكے گي جو سب سے پهلے پهونچيں گي- هر جلد مجلد هے اور ابتدا ميں تمام مضامين كي انڈكس به ترتيب حروف تهجي لگادي گئي هے -

الهلال مكمل جلد دوم ۱۰ روپيه الهلال مكمل جلد سوم ۱۰ روپيه
„ „ „ چهارم ۱۰ روپيه „ „ „ پنجم ۱۰ روپيه

جلد "البلاغ" (جب دوسري مرتبه الهلال اِس نام سے شائع هوا) قيمت ۸ روپيه

علاوہ جلد اول كے هر جلد كے متفرق پرچے بهي موجود هيں جن ميں سے هر پرچه اپنے مضامين كے لحاظ سے ايک مستقل مجموعه علم و ادب هے- قيمت في پرچه ۸ - آنه - محصول ڈاک و پيكنگ اِس كے علاوہ هے -

منيجر "البلاغ پريس"

کیا آپ کو معلوم نہیں

کہ

اسوقت

دنیا کا بہترین فاونٹین قلم

امریکن کارخانہ "شیفر"

کا

"لائف ٹائم"

قلم ہی؟

(۱) اتنا سادہ اور سہل کہ کوئی حصہ نزاکت یا پیچیدہ ہونیکی وجہ سے خراب نہیں ہوسکتا

(۲) اتنا مضبوط کہ یقیناً وہ آپکو آپکی زندگی بھر کام دے سکتا ہی

(۳) اتنا خوبصورت، سبز، سرخ اور سنہری بیل بوٹوں سے مزین کہ اتنا خوبصورت قلم دنیا میں کوئی نہیں

کم از کم تجربہ کیجئے

یاد رکھئے

جب آپ کسی دکان سے قلم لیں تو آپکو

"شیفر" کا

"لائف ٹائم"

لینا

چاہئے!

اگر آپ انگلستان کی سیاحت کرنا چاہتے ہیں

تو

یاد رکھئے

کہ

آپکو ایک مستند اور آخرین رہنما

گائڈ بک

کی ضرورت ہی

جو

انگلستان کے تمام شہروں، سوسائیٹیوں

ہوٹلوں، کلبوں، تھیٹروں، رقص گاہوں،

قابل دید مقامات،

اور

آثار قدیمہ وغیرہ سے

آپکو مطلع کردے

نیز

جس سے وہ تمام ضروری معلومات حاصل کیجا سکیں جن کی ایک سیاح کو قدم قدم پر ضرورت پیش آتی ہی ایسی

مکمل گائڈ بک صرف

ڈنلاپ گائڈ ٹو گریٹ بریٹن

The Dunlop guide
To Great Britain

کا

دوسرا ایڈیشن ہی

ہندوستان کے

تمام انگریزی کتب فروشوں اور بڑے بڑے ریلوے اسٹیشنوں کے بک اسٹال سے مل سکتی ہی

جامع الشواہد

طبع ثانی

مولنا ابوالکلام صاحب کی یہ تحریر ۱۹۱۹ء میں شائع ہوئی تھی جبکہ رانچی میں نظر بند تھے۔ موضوع اس تحریر کا یہ تھا کہ اسلامی احکام کی رو سے مسجد کن کن اغراض کے لئے استعمال کی جا سکتی ہی؟ اور اسلام کی رواداری نے کس طرح اپنی عبادت گاہوں کا دروازہ بلا امتیاز مذہب و ملت تمام نوع انسانی پر کھول دیا ہی؟ قیمت مجلدہ آنے (۱۲)

(منیجر الہلال کلکتہ)

گر پ کو

دمہ

ضیق النفس

یا

کسی طرح کی بھی معمولی کھانسی کی شکایت ہی

تو تامل نہ کیجئے۔ اپنے سے قریب تر

دوا فروش کی دکان سے

فوراً

ایک ٹین

HIMROD

کی

مشہور عالم دوا کا

منگواکر

استعمال کیجئے

دنیا کي بہترین کتابوں کیلئے بہترین رهنما:

ٹائمز اف لنڈن کا ادبي ضمیمه

یه ضمیمه دنیا کي تمام کتابوں پر هفته وار دلچسپ اور وقیع تبصره کرتا هے -

اسکا معتدل نقد علمي حلقوں میں مسلم هے -

اس میں چند صفحات وقت کے جاري اور زیر بحث ادبي فوائد پر بهي هوتے هیں جنکي اهمیت کا عام طور پر اعتراف کیا گیا هے -

اپنے یہاں کے ایجنٹ سے تقاضه کیجئے که وه ٹائمز لنڈن کا هفته وار ادبي ضمیمه آپکے لئے مهیا کرے - لیکن اگر آپ چاهیں تو

The Publisher :

Printing House Square
London, E. C. 4.

سے براہ راست طلب کر سکتے هیں

دنیا کے هر معلم اور ماهر فن تعلیم کیلئے

ضروري هے که

- ٹائمز اف لنڈن کا تعلیمي ضمیمه مطالعه کرے

اگر آپ چاهتے هیں که فن تعلیم کے تمام نظري اور عملي تغیرات و ترقیات سے بے خبر نه رهیں ' تو آپکو یه ضمیمه بلا ناغه مطالعه میں رکهنا چاهیے -

یه هر هفته اس موضوع پر تمام اهم خبریں اور مباحث جمع کردیتا هے - ماهرین فن اور مشاهیر تعلیم کے قلم سے اسکے صفحات مرتب هوتے هیں -

اپنے یہاں کے ایجنٹ سے طلب کیجئے -

ورنه

The Publisher,

Printing House Square
London, E. C. 4.

سے طلب کرسکتے هیں -

کیا آپ تجارت کرني چاهتے هیں ؟

اگر آپ چاهتے هیں که یورپ اور امریکه کے تمام بڑے بڑے کارخانوں سے تجارتي تعلقات قائم کریں ' نفع بخش ایجنسیاں لیں ' هندوستان سے خام پیدا وار بهیجیں ' نئي نئي ایجادات سے اپنے ملک کو آشنا کریں ' تهوڑي سي محنت اور تهوڑا سا سرمایه لیکر ایک وقیع کار و بار شروع کردیں ' تو آپ کو ابتدا میں بہت سي باتیں معلوم کرني چاهئیں - اس طرح کي تجارت کے گر اور بهید سیکهنے چاهئیں - هندوستان کے تمام حلقوں اور یورپ و امریکه کے تمام کارخانوں اور کوٹهیوں کے حالات اور اصول معاملت معلوم کرنے چاهئیں - بغیر اس کے آپ کامیاب نہیں هوسکتے -

اگر آپ چاهتے هیں که بہت تهوڑا سا وقت خرچ کرکے یه ساري باتیں با قاعده علمي اصول پر معلوم کرلیں ' تو آپکو چاهیے که هم سے خط و کتابت [illegible] - هم یه کام به حیثیت ایک ماهر فن کے کر رهے هیں - خط و کتابت کے بعد هي آپکو معلوم هو جائیگا که آپکے مقصد کیلئے هم کس درجه مفید هیں ؟

همارے تعلقات دنیا کے تمام تجارتي حلقوں سے هیں -

M. R. MARSDEN & CO.
Post Box 708.
Clive Street, Calcutta.

برونو مولر اینڈ کو - برلن

پوسٹ بکس نمبر ۲۴

BRUNO MULLER & CO. M. B. H.

Berlin-W 35

Post No. 24.

هر طرح کي مشینیں جو گرم ملکوں کے میووں کو خشک کرنے اور پهلوں کو محفوظ رکهنے کیلئے ضروري هیں ' اس کارخانے میں طیار کي جاتي هیں - تمام دنیا میں اس قسم کي مشینوں کا یه بہترین کارخانه هے - مندرجۂ بالا پته سے خط و کتابت کیجیے -

یاد رکهیے

میووں ' ترکاریوں ' اور هر طرح کے زرعي مواد کو خشک کرنے کا بہترین طریقه وه هے جو " نئے سستم " کے نام سے متمدن ممالک میں مشهور هے - اس " نئے سستم " کے مطابق کام کرنے والي مشینیں صرف اسي کارخانه سے مل سکتي هیں -

Printed and Published by
Masud Hasan Zuberi at The Al-Balagh Press, 11, Ballygunje Circular Road, Calcutta
Editor : Maulana Abu-al-Kalam Azad.